يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

[illegible]

الموسوم بہ

# تفسیر مواہب الرحمن

بہ

# جامع البیان

[illegible]

[illegible]



باہتمام کیسر داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ سنہ ۱۹۲۷ء

**اطلاع** - اس مطبع مین ہر علم وفن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہی جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہی جسکے معائنہ وملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین اُن مین بعض کتب اُردو وفارسی وعربی کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہی اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

## تفاسیر قرآنی اُردو

**تفسیر قادری** - ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلد مین۔

**تفسیر سورۂ اذا زلزلت** - جدید الطبع۔

**تفسیر سورۂ فاتحہ** مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔

**تفسیر سورۂ یوسف** - مسمی بہ مصر ... مولوی اشرف علی۔

**پنجسورہ مترجم** - باترجمۂ اُردو۔

## ایضاً فارسی

**تفسیر حسینی** از ملا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط۔

**تفسیر اسرار الفاتحہ** - مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف۔

## ایضاً عربی

**تفسیر بے نقط فیضی** مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج ایسی ہو کتاب خزانۂ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیسی عجیب صنعت ہی بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت وسلاست پھر مبتدا وخبر اور شرط وجزا کی اصلاح بے نقط - فرعون وقارون کا نام بے نقط روات کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا غرت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر بیجا ویسا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا۔

**فتح الخبیر** - مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ نخبہ

## احادیث اُردو

**مظاہر حق** - ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم ومغفور کامل چار جلد مین ہی حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اُسکا ترجمہ اُردو مین۔

**تحفۃ الاخیار** - ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔

**ترجمۂ جامع ترمذی** - حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری ولاوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زرکثیر مطبع نے کرایا ہی اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ ومحدود ہین۔

ایضاً - جلد دوم حسب مراتب بالا۔

## حدیث فارسی

**اشعۃ اللمعات حامل المتن** - شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین۔

## ایضاً عربی

**تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول** از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف۔

**جامع ترمذی** - امام ابو عیسیٰ جو صحاح ستہ مین سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی وشمائل ترمذی جدید۔

**سنن ابی داود** - منجملہ صحاح ستہ ایک یہ بھی ہی بصحت تمام ہم چھاپا ہے جلد کامل دو جلد مین از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ معروف جدید الطبع۔

**دلائل الخیرات** - باترجمۂ فارسی واسماے متبرکہ وخواص اسماء حسنی معروف۔

**زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل** ذخیرۂ احادیث مولانا غلام یحیی۔

**صحیح مسلم عربی مع شرح امام النووی** - چونکہ عرصۂ دراز سے یہ کتاب ہندوستانی مطابع نے شائع نہین کی تھی اور چونکہ یہ طلباے صحاح ستہ کے درس مین داخل ہی لہذا اسکی خواہش اہل ملک کو بہت زیادہ تھی - مطبع ہذا مین بھی یہ کتاب ایک مدت سے ختم ہو گئی تھی اور اسکی اکثر فرمائشات کو بوجہ عدم موجودگی خارج کرنا پڑتا تھا - اسلیے مطبع ہذا نے نہایت اہتمام کے ساتھ دوبارہ اسکو

يعلمكم الكتاب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون

[illegible]

# تفسیر مواہب الرحمن

المعروف بہ

# جامع البیان

[illegible] مولانا مولوی سید امیر علی صاحب [illegible]

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اما بعد علم تفسیر ہی وہ علم ہے کہ جس پر کمال ایمان و معرفت موقوف ہی کیونکہ تمام علوم سے اصل مقصود یہ ہے کہ کتاب الٰہی عز و جل مین فہم حاصل کرے تاکہ اعتقادات صحیحہ و معارف حقہ و اخلاق جمیلہ و اعمال شریفہ رضیہ سے آراستہ پیراستہ ہو کر لائق حلول دار السلام و منزلت اکرام ہو اور ماسواے اس مقصد کے متاع دنیا و مکانات و روپیہ و آل و اولاد کی سعی باطل ہی ہر شخص جانتا ہی کہ جب آنکھ بند ہوئی تو خزانون کے صندوق جو اُس نے تمام عمر جانکاہی سے جمع کیے تھے یون ہی رکھے رہے اور وہ صرف چار گز کفن و تختۂ تابوت پر اُٹھا کر گور مین دفن کر دیا گیا اور وہان صرف وہی ساتھ ہی جو اُس نے علم و عمل سے کمایا اور سواے اس کے تو ساری محنت و جانکاہی و مشقت کو خاک مین ملایا کیونکہ یہ دنیا دار فنا ہی اور باقی تو دار الآخرت ہی اور دار آخرت کے لیے زاد و سامان پہچان لینا چاہیے اور یہ پہچان صرف علم نبوت سے حاصل ہوتی ہے اور وہ علم قرآن مجید ہی جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے اپنے حبیب خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت سے اس اُمت پر نازل فرمایا اور اپنے حبیب رحمۃ للعالمین کو تعلیم یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ سے معلم حکیم حق کے منصب سے موصوف کیا چنانچہ بالضرورۃ آپ نے عرب کو جو علم کے نام سے واقف نہ تھے ایسے بیابانی ملک مین جہان شہرون و دریاؤن کی تانگی مین پہونچی اور زراعت و سبزی و انہار کہین نہ تھی ریگستان خار زار مین اونٹون و بکریون سے بسر کرتے و نکبت و شدت فلاکت مین مانند خانہ بدوشون کے ذرا ذرا سی باتون پر باہم جنگ و جدال کرتے و قوی جو کمزور کو کھا جاتا اور کمزور ون کی فریاد و ہر دو ستمگر راہ آکر خون کا پیاسا ہو جاتا اور بتون کی پرستش و شیطانی اوہام مین گرفتار تھے جنون سے فریاد کرتے دیوتون پریون کی منتین مانتے او شعر و شاعری پر نازان تھے اور باہم ڈھال تلوار سے مسلوک ہوتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان ذمائم افعال کے ساتھ اس قوم مین شرائف خصال مین سے صدق طینت و وفاے عہد و شرافت ذاتی ایسی رکھی تھی کہ اولاد ابراہیم و اسمعیل بغیر خلط ملط کے خلوص جوہر شرافت پر تھی اور ہر شخص عاقل جانتا ہی کہ کان جواہر سے جو زر خاک آلود برآمد ہو وہ خزف چینی شفاف سے بذات افضل ہی حتی کہ اسوقت جو روم و فارس نفیس پوشاک و قوی اجسام و عمدہ مکانات مین تھے سب ناپاک باطن و بد اخلاق و خبیث طینت تھے گویا انکی مثل یہ تھی کہ سور کے کان مین ریشم کا ڈورا یا جواہر کا ٹیکہ ہی اور عرب اس حالت مین بھی

گویا گدڑی کا لعل تھے لہٰذا جب سرورِ عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت وارشاد میں نورِ عرفان وعین ایمان سے مشرف ہو کر توجہ ہر ذاتی نے ظہور کیا اور بہت ہی جلد عظائم اخلاق واعمال سے متحلّی ہو کر تمام عالم کے لیے ہادی کامل ہو گئے کہ اب تک ان کی پیروی موجب کمال سعادت ہے اور ہمکو انھیں کی بدولت قرآن پاک پہونچا اور راہ حق معلوم ہوئی پس انھیں کی شکرگزاری لازم وانھیں کی پیروی پر قرآن مجید کے معارف جاننا وعمل کرنا فرض متحتم ہے اور انھوں نے ہمکو قرآن کے ساتھ اسکی تفسیر سکھلائی واسپر عمل کرنے کی تاکید سنائی اور یہ ہمکو طبقۂ تابعین واتباع کے ذریعے سے متواتر پہونچی پس عمدہ تفسیر وہ ہے جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفاسیر مسندہ ہیں اور انکی ہدایت کے موافق معانی ومدارک مستخرج ہیں اور مترجم نے مقدمہ میں ایسی تفاسیر نفیس کا حوالہ دیا اور تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی المتوفی سنہ [illegible] ہجری گویا لباب تفسیر مسندہ امام ابن ابی حاتم عبد الرحمٰن بن محمد الرازی الحافظ المتوفی سنہ [illegible] ہجری اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی سنہ [illegible] ہجری کا ہے۔ امام نووی نے کہا کہ امت نے اجماع کیا کہ مثل تفسیر ابن جریر کے تصنیف نہیں ہوئی۔ مترجم نے ان اکابر کے افادات کے ساتھ بہت سے منیر الفوائد مباحث کی رعایت کی جنکا ذکر مقدمہ میں مبسوط ہو چکا ازانجملہ اس زمانہ کے مشرکین وباطلین کے اوہام ووساوس شیطانیہ کی تردید ہے اور لطیف پیرایہ سے انکی غلط فہمی وگمراہی کی علت دور کی گئی۔ ازانجملہ یہ ضروری ومفید امر ہوا کہ ادنیٰ درجہ ایمان سے لیکر اعلیٰ درجہ احسان تک مفید ہدایت درج کیا گیا پس بحمد اللہ سبحانہ تعالیٰ یہ تفسیر جامع افادات ونفائس واشارات از احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین وآثار حضرات صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم اجمعین وافادات فقہائے دین وحکمائے ربانیین ہے اور یہ امر جیسا کہ ثبوت ان اصول صحیحہ سے ہوا اسکے بعد جھوٹے قصص وروایات کی حاجت نہیں رہی اور صادق الایمان جسکو کذب سے نفرت ہو وہ دین میں جھوٹ بولنے والے سے سخت متنفر ہوتا ہے اور کیونکر ہو کہ معارف الٰہیہ ومقامات اعلیٰ کا عروج کذب کے ساتھ میسر نہیں ہو سکتا بلکہ وہ گمراہی کا باعث ہوتا ہے پس اعتماد بصدق روایات وفقہ ودرایات وعلوم حقہ ومعارف الٰہیہ پر ہے وفقنا اللہ لہا آمین والحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## سورۃ الفاتحہ

یہ سورہ مبارک بالاتفاق سات آیات ہیں جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے پھر جن علما کے نزدیک بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک آیت ہے انکے نزدیک ساتویں آیت صراط الذین انعمت علیہم سے آخر تک ہے اور جنکے نزدیک یہ کلمہ الگ ہے اور الحمد للہ سے شمار ہے تو ساتویں آیت غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ہے۔ تو اس سورہ مبارک کے کلمات پچیس ہیں اور حروف ایکسو تیرہ ہیں۔ یہ سورہ مبارکہ جامع فوائد کلی وبرکات ودقائق اشارات ہے اور اسکے متعلق بعض احکام خاص منقول ہیں جو دوسری سورتوں کے واسطے عام نہیں ہیں بلکہ سورہ فاتحہ میں علوم کتب سابقہ مع علم قرآن جمع ہو گئے ہیں آیندہ معلوم ہوگا کہ اسی واسطے علما ربانیین کے نزدیک اس سورہ کی تفسیر تمام قرآن مجید کی تفسیر کے مساوی ہے لیکن [illegible] آیتوں کے متعلق ضروری تفسیر لکھی اور مترجم نے کچھ اسی کی اقتدا کرکے بعنوان فوائد تذییل کی۔ (فائدہ اولیٰ) سورتوں کے ناموں میں قیاس کو دخل نہیں بلکہ شرع سے جو نام چلا یا اسی پر اقتصار رہیگا۔ سورۂ فاتحہ کے ناموں کی کثرت اسکی فضیلت کی دلیل ہے [illegible] منجملہ انکے امام ابن کثیر وغیرہ نے فرمایا کہ اسکو (فاتحۃ الکتاب) اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اسی سے نماز میں قرأت شروع کی جاتی ہے اور اسکو (ام الکتاب) اسواسطے کہتے ہیں کہ مصحف مجید میں پہلے لکھی جاتی ہے اور نماز میں پہلے پڑھی جاتی ہے۔ یہ قول امام بخاری کا ہے لیکن ابو السعود وغیرہ نے کہا تسمیہ کا مدار فاتحۃ الکتاب پر ہے نہ ابتدائے قرأت پر۔ مترجم کہتا ہے کہ ابتدا سے کتاب ہی سے ابتدائے قرأت ہے خصوصًا نماز میں زیادہ اہتمام ہے پس قول امام بخاری صحیح ہے۔ اسکو (ام القرآن) اسواسطے کہتے ہیں کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ سورۃ الحمد للہ رب العالمین ام القرآن وام الکتاب والسبع المثانی والقرآن العظیم ہے (صحیح) اس سے معلوم ہوا کہ اس سورہ کا نام السبع المثانی اور القرآن العظیم بھی ہے اور اسکو سورۃ الحمد بھی کہتے ہیں اور اس کی وجہ ظاہر ہے اور اسکو الصلوٰۃ یا سورۃ الصلوٰۃ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ حدیث قدسی میں آیا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ الصلوٰۃ میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان آدھی آدھی ہے پس جب میرے بندے نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اسنے میری حمد کی آخر تک (کما فی الصحیح) اور علما نے اتفاق کیا کہ صلوٰۃ سے سورہ الحمد مراد ہے چنانچہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل آویگی۔ اور حاصل یہ ہے کہ سورہ حمد اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی حاجت کی دعا ہے پس ثنا تو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور دعا بندہ کے واسطے ہے لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ و بندہ کے درمیان تقسیم ہو گئی۔ اسکو (سورۃ الشفا) اس واسطے کہتے ہیں کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ فاتحۃ الکتاب ہر زہر سے شفا ہے (رواہ الدارمی) اسکو (سورۃ الرقیہ) اس واسطے کہتے ہیں کہ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں قصہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے بچھو کے کاٹے ہوئے کو اس سورۃ سے جھاڑا اور وہ اچھا ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو رقیہ فرمایا چنانچہ فضائل میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ شعبی نے ابن عباس سے روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سورہ کو (اساس القرآن) فرمایا اور کہا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۃ الحمد کی اساس ہے۔ اور سفیان بن عیینہ نے اس سورہ کو (وافیہ) کہا۔ اور یحییٰ بن ابی کثیر نے اسکو (کافیہ) کہا۔ کفایت میں مذکور ہے کہ اسکو (کنز) بھی کہتے ہیں (فائدہ ثانیہ) قرآن میں سے سب سے پہلے سورہ اقرا کا نزول ہوا اور قول دوم یہ کہ سورۃ مدثر کا نزول ہوا اور قول سوم یہ کہ سورۃ فاتحہ کا نزول ہوا اور یہی بیہقی کی دلائل النبوۃ میں ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے لیکن شیخ ابن کثیر نے کہا کہ قول اول ہی صحیح ہے کہ سب سے پہلے سورۃ اقرا کا نزول ہوا (فائدہ ثالثہ) فضائل سورۃ فاتحہ کا مختصر بیان مقدمہ میں گذرا۔ امام ابن کثیر نے لکھا کہ ابو سعید بن المعلّی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نماز کی حالت میں تھا کہ مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی پس میں نماز تمام کر کے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تجھکو حاضر ہونے سے کون امر مانع ہوا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نماز پڑھتا تھا میں آپ نے فرمایا کہ کیا اللہ عزوجل نے تجھکو حکم نہیں دیا بقولہ تعالیٰ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ﴾ لیا بلکہ پھر فرمایا کہ مسجد سے باہر جانے سے پہلے تجھکو قرآن سے اعظم سورۃ تعلیم کروں گا پھر آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے باتیں کرتے چلے اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں تجھکو قرآن میں سے اعظم سورۃ تعلیم کروں گا آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ الحمد للہ رب العالمین ہے وہی سبع مثانی والقرآن العظیم ہے جو مجھکو عطا ہوا ہے۔ (رواہ احمد والبخاری وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ) اور حضرت ابی بن کعب کی بھی ایسی ہی روایت جس میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں میرا ہاتھ لیا اور فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ دروازہ مسجد سے نکلنے سے پہلے تجھکو ایسا سورۃ تعلیم ہوگا جسکے مثل توریت یا انجیل میں بلکہ قرآن میں نازل نہیں ہوا۔ ابی بن کعب نے کہا کہ میں اسی سورہ کی امید پر آہستہ قدم اٹھاتا تھا یہاں تک کہ دروازہ پر پہونچا تب میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ سورہ جسکی تعلیم فرمانا چاہتے تھے جسکا وعدہ دیا گیا ہے تو فرمایا کہ تو نماز شروع کرتے میں کیونکر پڑھتا ہے پس میں نے الحمد للہ رب العالمین آخر تک پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ وہ یہی سورہ ہے اور یہی سبع مثانی والقرآن العظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا (رواہ مالک) شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ حدیث بھی بظاہر منقطع صحیح ہے۔ اور امام احمد نے اسکو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے متصل روایت کیا اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ ابی بن کعب نے مقدمہ میں کہا کہ جی ہاں بیشک اللہ تعالیٰ نے آیت میں حکم دیا ہے اور اب میں ایسا کبھی نہیں کرونگا۔ (رواہ الترمذی والنسائی) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے توریت یا انجیل میں ام القرآن کے مثل نازل نہیں فرمایا اور یہی سبع مثانی ہے اور اسکو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان نصفا نصف ہے (رواہ النسائی)

مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث میں فقہ یہ ہے کہ ابو سعید بن المعلی نفل نماز پڑھتے تھے اور اسیطرح ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کبھی نماز نفل میں تھے پس جبوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی تو فوراً نماز توڑ کر حاضر ہونا واجب تھا کیونکہ یہ فرض ہے اور قاعدہ نکلا کہ فرض کے معارضہ میں نفل نہیں باقی رہتی اسیواسطے فقہاء کے نزدیک اصول میں قرار پایا کہ ہر فعل مستحب جو صحیح ثابت ہو جب وہ ایسی شان پر ہو کہ اُسکے عمل میں لانے سے بدعات پھیل جائینگی تو اُسکو ترک کرنا واجب ہے اور یہ قاعدہ کلیہ شرع میں بہت مفید ہے جو فتاوی عالمگیریہ وغیرہ میں مذکور ہے اور اس سے بہت سے احکام مستنبط ہوتے ہیں - جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچا اور آپ اُسوقت پیشاب سے فارغ ہوئے تھے تو میں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ پس آپ نے کچھ جواب نہیں دیا پھر میں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ پھر آپ نے مجھکو کچھ جواب نہیں دیا پھر میں نے تیسری بار عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ پھر آپ نے کچھ جواب نہ دیا پھر آپ روانہ ہوئے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے چلا یہانتک کہ آپ مکان میں داخل ہوئے اور میں مسجد میں مغموم غمناک ہو کر بیٹھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طہارت فرما کر باہر آئے اور فرمایا وعلیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ وعلیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ وعلیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ پھر فرمایا کہ اے جابر بن عبد اللہ میں تجھے قرآن میں سب سے بہتر سورہ بتلاؤں میں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ ضرور فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ رب العالمین آخر تک پڑھ (رواہ احمد باسناد جید) (مصنف) اسکے مانند احادیث دلیل ہیں کہ بعض سورتوں کو بعض پر فضیلت ہے اور یہ قول بہت سے علماء سے منقول ہے اور دیگر علماء کے نزدیک باہم تفاضل جائز نہیں ہے کیونکہ کل کلام اللہ تعالی ہے اور تفضیل دینے میں نقص کا وہم ہوتا ہے - قرطبی نے یہ قول ابو الحسن اشعری و ابو بکر باقلانی و ابو حاتم و ابو حیان و یحیی بن یحیی سے نقل کیا اور یہی امام مالک سے ایک روایت ہے مترجم کہتا ہے کہ تحقیق قول امام ابو حنیفہ سے یہ مروی ہے کہ کلام الٰہی ہونے کی راہ سے سب برابر ہے لیکن بعض سورہ میں حمد و ثنا سے الٰہی مذکور ہے جو دوسری سورہ میں نہیں ہے تو مذکور کی راہ سے اُسکو فضیلت ہے مثلاً سورہ قل ہو اللہ احد کو اخلاص توحید کی راہ سے سورہ تبت یدا پر فضیلت ہے جسمیں ابولہب کی بدانجامی مذکور ہے - ف - ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے اور ایک منزل پر ہم لوگ اُترے تو اُن لوگوں نے ہماری مسافرانہ دعوت نہ کی اتنے میں اس قوم کی ایک لونڈی دوڑی ہوئی آئی کہ ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹا اور ایک روایت میں ہے کہ اُسکی پیشانی پر بچھو نے کاٹا اور ہمارے یہاں کوئی جھاڑنے والا اسوقت موجود نہیں ہے تو کیا تم میں سے کوئی شخص جھاڑنا جانتا ہے پس ہم میں سے ایک شخص کھڑا ہوگیا جسکو ہم جھاڑنے والا نہیں جانتے تھے اور اُسنے کہا کہ ہاں میں جھاڑونگا مگر تم لوگوں نے ہماری مہمانداری نہیں کی تو میں بغیر عوض نہیں جھاڑونگا پس اُن سے تیس بکریاں عوض ٹھہرائیں اور جا کر اُسکو جھاڑا تو وہ اچھا ہوگیا اور اُس نے تیس بکریاں دیدیں اور ہمکو دودھ پلوایا پھر جب وہ آیا تو ہمنے اُس سے کہا کہ کیا تم جھاڑ پھونک جانتے ہو یا تم جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے پس اُس نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا ہوں اور نہ کوئی میں نے جھاڑ پھونک کیا سوا اسکے کہ سورہ الحمد پڑھ دی ہے پس ہم لوگوں نے کہا کہ ان بکریوں میں کوئی تصرف نہ کرو یہانتک کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچیں یا ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلیں پس جب ہم لوگ مدینہ منورہ میں آئے تو یہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا پھر آپ نے فرمایا کہ وہ کیا جانتا تھا کہ یہ رقیہ ہے تم لوگ یہ بکریاں بانٹ اور اسمیں میرا بھی حصہ لگاؤ (رواہ البخاری و مسلم و ابو داؤد) واضح ہو کہ حضرت نے اپنے واسطے حصہ کا حکم صرف اُن کے اطمینان خاطر کے واسطے دیا اور اسی سے نکالا گیا کہ جو کار خیر کہ فرض کفایہ و واجبات میں سے نہ ہو اُس پر اجرت لینا جائز ہے - ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور آپکے پاس جبرئیل علیہ السلام بیٹھے تھے کہ ناگاہ آسمان کی طرف سے آواز سنی پس

جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کو اپنی نگاہ اٹھا کر کہا کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا جو کبھی نہیں کھلا تھا پھر اس سے ایک فرشتہ اتر کر آیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپکو بشارت ہو کہ آپ کو ایسے دو نور عطا ہوئے ہیں جو آپ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دیے گئے ہیں اور وہ فاتحۃ الکتاب اور خواتیم سورۂ بقرہ ہیں کہ ان دونوں میں سے جو حرف پڑھا جائے نور عطا ہوگا (رواہ مسلم والنسائی) خواتیم سورۂ بقرہ سے آمن الرسول سے آخر تک رکوع مراد ہے - ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کوئی نماز پڑھی کہ جس میں ام القرآن نہیں پڑھی تو وہ ناقص ہے ناقص ہے ناقص ناتمام ہے پس ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم لوگ کبھی امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسکو اپنے جی میں پڑھ لے کیونکہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ میں نے صلوٰۃ کو اپنے درمیان اور اپنے بندہ کے درمیان نصفا نصف کیا ہے اور میرے بندہ نے جو کچھ مانگا وہ اسکے واسطے ہے پس جب بندہ نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری حمد کی اور جب بندہ نے الرحمن الرحیم کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری ثنا کی پھر جب بندہ نے مالک یوم الدین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری تمجید کی یعنی بزرگی کا اقرار کیا پھر جب بندہ نے ایاک نعبد وایاک نستعین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے درمیان اور میرے بندہ کے درمیان مشترک ہے اور جو میرے بندہ نے مانگا وہ اسکے واسطے ہے پھر جب بندہ نے اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندہ کے واسطے ہے اور بندہ کے لیے وہ ہے جو اسنے مانگا (رواہ مسلم والنسائی والترمذی وعبد اللہ بن احمد وابن جریر والبخاری) مترجم کہتا ہے کہ وجہ تقسیم اسطرح ہے کہ الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین یہ تین آیات تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا و تمجید ہیں اور ایاک نعبد وایاک نستعین یہ ایک آیت مشترک ہے اور اہدنا الصراط المستقیم سے آخر تک تین آیات بندہ کے واسطے ہیں پس نصفا نصف ہو گئی اور اس صورت میں اہدنا الصراط المستقیم ایک آیت اور صراط الذین انعمت علیہم دوسری آیت اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تیسری آیت اور واضح ہو کہ کسی روایت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور نہیں ہے اور اگر اسکو شمار کیا جاوے تو نصفا نصف نہیں رہتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے چار آیات ہوئی جاتی ہیں فافہم - (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ سوال یہ ہے کہ کیا نماز میں سورۂ فاتحہ متعین ہے یا سواے فاتحہ کے دوسری سورۃ بھی کافی ہو سکتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اسمیں علماء کے درمیان میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ اور انکے موافقین اصحاب وغیرہم کے نزدیک سورۂ فاتحہ متعین نہیں ہے بلکہ قرآن میں سے جو کچھ پڑھے جائز ہے اور اسپر دو دلیلیں لاتے ہیں اول قولہ تعالیٰ فاقرءوا ما تیسر من القرآن یعنی قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھو - اسمیں سورۂ فاتحہ کی تخصیص نہیں ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بری طرح نماز پڑھی تھی پھر جب آپ نے اسکو تعلیم فرمایا تو ارشاد کیا کہ جب تو نماز کے واسطے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ پھر قرآن میں سے جو تجھے میسر ہو پڑھ چنانچہ صحیحین میں یہ قصہ مطول مروی ہے پس اس میں آپ نے سورۂ فاتحہ وغیرہ کی تخصیص نہیں فرمائی - مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز باطل نہ ہوگی لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سورۂ فاتحہ واجب ہے کہ اسکے نہ پڑھنے سے نماز ناقص ہوتی ہے حتی کہ اسکا اعادہ واجب ہے اور یہ قطعی دلیل ہے یہی صحیح و قوی ہے - شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ دیگر ائمہ مالک و شافعی و احمد وغیرہم کے نزدیک نماز کے لیے سورۂ فاتحہ متعین ہے اور انکی دلیل وہی حدیث ہے جو اوپر مذکور ہوئی کیونکہ اس حدیث میں جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اسکی نماز کو ناقص فرمایا - مترجم کہتا ہے کہ ناقص ہونے سے لازم نہیں آتا کہ باطل ہو جاوے اسی واسطے امام ابو حنیفہؒ بھی اسکو ناقص کہتے اور فاتحہ پڑھنا واجب کہتے ہیں لیکن دیگر ائمہ نے نماز کو باطل سمجھا اور یہ انکے نزدیک باطل ہے - اسواسطے کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بری طرح نماز پڑھی تھی جب آپ نے اس سے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی تو صحابہ

رضی اللہ عنہم کو بہت پریشانی ہوئی پھر جب آپ نے اسکو تعلیم فرما کر آخر میں فرمایا کہ ان اموروں میں سے جس امر میں کمی کرے گا وہی تیری نماز میں نقص ہوگا تو یہ سنکر صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرحت ہوئی کہ نماز بالکل باطل نہوگی بلکہ نقص ہوگا چنانچہ ترمذی کی روایت میں صرح مذکور ہے پس معلوم ہوا کہ نقص سے باطل ہونا مراد نہیں ہے۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے جمہور ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے واسطے دوسری دلیل حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ذکر کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے فاتحۃ الکتاب نہیں پڑھی اسکی نماز نہیں ہے (کما فی الصحیحین) اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نماز کافی ادا نہیں ہوتی جس میں ام القرآن نہ پڑھی جاوے (رواہ ابن خزیمہ وابن حبان) مترجم کہتا ہے کہ ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز کافی ادا نہیں ہوتی اور اسی طرح جب اسکا اعادہ واجب ہے تو گویا نماز نہوئی لیکن جو بغیر فاتحہ پڑھی گئی وہ باطل نہیں ہے (مسئلہ) کیا سورۂ فاتحہ کل رکعات میں واجب ہے۔ جواب۔ اس میں اختلاف ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شافعی اور ایک جماعت علماء کے نزدیک ہر رکعت میں واجب ہے اور دیگر علماء نے کہا کہ جس نماز میں جتنی رکعات ہوں انمیں سے اکثر رکعات میں پڑھ دینا کافی ہے حسن بصریؒ وغیرہ نے کہا کہ صرف ایک رکعت میں کافی ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ و ثوریؒ و اوزاعیؒ کے نزدیک سورۂ فاتحہ پڑھنا متعین نہیں ہے بلکہ سوا اسکے جو کچھ پڑھ دے کافی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابوحنیفہؒ تو اسکو کافی نہیں کہتے چنانچہ اوپر معلوم ہوا لیکن انکے نزدیک فرض کی دو رکعتوں میں اور نفل کی کل رکعتوں میں قراءت فرض ہے واجب نہیں فرض کی اول دو رکعتوں میں واجب ہے و تمام بحث مترجم نے عین الہدایہ میں لکھی ہے (مسئلہ) مقتدی پر قراءت فاتحہ واجب ہے یا نہیں اور اس میں علماء کے تین قول ہیں۔ اول یہ کہ امام کی طرح مقتدی پر بھی واجب ہے کیونکہ احادیث سابقہ میں مقتدی کے واسطے استثنا نہیں ہے دوم مقتدی بالکل قراءت نکرے خواہ نماز جہریہ ہو یا سریہ ہو کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جس شخص کا امام ہو تو امام ہی کی قراءت اسکی قراءت ہے (رواہ احمد) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد میں ضعف ہے اور یہ حدیث کئی طرق سے روایت کی گئی مگر کوئی صحیح نہیں ہے اور امام مالک و ترمذی نے اسکو جابر رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ طرق متعدد تو درجہ حسن تک پہونچتے ہیں اور یہ کافی ہے نیز کہ جابر رضی اللہ عنہ اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور یہی امام ابوحنیفہؒ اور ایک جماعت علماء کا مذہب ہے اور تمام تحقیق قولہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له الآیۃ کی تفسیر میں انشاء اللہ آویگی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قول سوم یہ ہے کہ جب نماز سریہ ہو یعنی ظہر و عصر تو مقتدی پر قراءت فاتحہ واجب ہے اور اگر نماز جہریہ ہو تو واجب نہیں کیونکہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اسی واسطے بنایا جاتا ہے کہ اسکی اقتدا کیجاوے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم لوگ تکبیر کہو اور جب پڑھے تو خاموش رہو (رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ من حدیث ابی ہریرۃ ایضاً) کیونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام پڑھے تو تم خاموش سنو۔ اور اس حدیث کو امام مسلم نے بھی صحیح کہا ہے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ دونوں حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ یہی قول صحیح ہے اور یہی امام شافعیؒ کا قدیم قول تھا اور یہی امام احمدؒ سے ایک روایت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان سکوت مقتدی کی صریح روایت کی تو یہ دلیل ہے کہ سابق حدیث ابوہریرہؓ جو بغیر فاتحہ کے ناقص ناتمام نماز ہونے کے بارہ میں ہے اس میں ابوہریرہؓ نے جو اپنے جی میں پڑھنے کا فتویٰ دیا اس سے صاف یہ مراد ظاہر ہوتی ہے کہ سورۂ فاتحہ جو حمد و ثنا و دعا ہے اسکو دل سے ادا کرتا جاوے کیونکہ یہ دونوں باتیں دل سے ممکن ہیں پس معلوم ہوا کہ مقتدی اگر غافل ہو تو قصور ہوگا بلکہ سورۂ فاتحہ اسکے حق میں بھی اسطرح لازم ہے کہ جیسے امام زبان و دل دونوں سے ثنا و دعا کرتا جاتا ہے اسی طرح مقتدی دل سے حمد و دعا کرتا جاوے کیونکہ غافل کے واسطے

نماز مین سے حصہ نہین ہوتا بلکہ عاقل کے واسطے بھی نماز مین سے اُسی قدر ہوتا ہے جتنا اُسنے عمل کیا ورنہ غفلت کا حصہ شیطان سے ہے جیسا کہ ابو داؤد
کی حدیث مین مصرح ہے - ھ - امام ابن کثیر نے کہا کہ بیان فضائل مین ان مسائل کے ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ منجملہ فضائل سورۂ فاتحہ کے ان
مسائل کا اختصاص ہے یہ احکام اسی سورۂ پاک کے ساتھ خاص ہین - حدیث انسؓ مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو بستر پر
آوے اور سورۂ فاتحہ و قل ہو اللہ احد پڑھے تو سوا موت کے ہر بلا سے مامون ہو جاویگا - (رواہ البزار) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ فاتحۃ الکتاب ہر بیماری سے شفا ہے (رواہ سعید بن منصور والبیہقی) اور عبد الملک بن عمیر سے مرسل روایت اسی کے مانند دارمی مین ہے
اور اسکے راوی ثقات ہین - خارجہ بن الصلت تمیمی نے اپنے چچا سے روایت کی کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا پھر
جب مین آپ کے پاس سے اپنے وطن کو لوٹا تو ایک قوم پر میرا گزر ہوا جنکے پاس ایک شخص مجنون زنجیرون مین بندھا ہوا تھا پس اُن لوگون نے
کہا کہ تمہارے پیغمبر بہت سی خوبیان لائے ہین بھلا تیرے پاس اس مجنون کی بھی کوئی دوا ہے تو مین نے تین دن تک اُسپر سورۂ فاتحۃ الکتاب اسطرح
پڑھکر دم کی کہ ہر روز صبح و شام پڑھتا اور اپنی اُنگلیون کی پور جمع کرکے پھونکتا پس بفضل الٰہی وہ اچھا ہو گیا تو اُن لوگون نے مجھکو سو بکریان دین پس
مین اُن کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے یہ حال ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسکو کھا کیونکہ جسنے رقیہ باطل کے ساتھ
کھایا اُسنے بُرا کیا اور تو نے تو رقیہ حق کے ساتھ کھایا (رواہ احمد وابو داؤد والنسائی وابن جریر والحاکم) حسنؒ سے مرسل روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سورۂ فاتحۃ الکتاب پڑھا گویا اُسنے توریت و انجیل و زبور و فرقان پڑھا (رواہ ابو عبید) حضرت انس
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک سفر مین اُترے اور کسی حاجت کے واسطے روانہ ہوئے تو آپ کے اصحاب
مین سے ایک شخص آپ کے پہلو مین ساتھ ہو گیا پس آپ نے توجہ فرما کر اُسے دیکھا اور فرمایا کہ تجھکو افضل القرآن بتلاؤن پھر اُسپر الحمد للہ رب
العالمین تلاوت فرمائی (رواہ الحاکم والبیہقی) - (**فائدۂ رابعہ**) جمہور علماء کے نزدیک قرأت سے پہلے تعوذ پڑھنا سُنت ہے بدلیل
قولہ تعالیٰ فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم - اور جمہور کے نزدیک اسکے معنی یہ ہین کہ جب قرأت قرآن کا ارادہ کرے
تو پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہے - اور بعض نے کہا کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھے - چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اُٹھکر نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے پھر سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ
غیرک پھر تین بار لا الٰہ الا اللہ کہتے پھر اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ہمزہ ونفخہ ونفثہ (رواہ احمد وابو داؤد والترمذی والنسائی
وابن ماجہ) ہمز کے معنے گلا گھونٹنا اور نفخ کے معنے تکبر کرنا اور نفث سے مراد شعر ہے - اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز مین داخل ہوتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کبیرا اور تین مرتبہ الحمد للہ کثیرا اور تین مرتبہ سبحان اللہ بکرۃ واصیلا
کہتے پھر اللہم انی اعوذ بک من الشیطان من ہمزہ ونفخہ ونفثہ کہتے (رواہ ابو داؤد وابن ماجہ) اور حدیث ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ مین ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز مین کھڑے ہوتے تو تین بار تکبیر کہتے پھر لا الٰہ الا اللہ تین مرتبہ کہتے اور سبحان اللہ وبحمدہ تین مرتبہ کہتے
پھر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم من ہمزہ ونفخہ ونفثہ کہتے (رواہ احمد) اور حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
نزدیک دو شخصون مین جھگڑا ہوا حتی کہ غصہ کی وجہ سے ایک شخص کی ناک بدہیئت ہو گئی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ایسی
چیز معلوم ہے کہ اگر یہ کہے تو اس کی یہ حالت جاتی رہے وہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے (رواہ ابو یعلیٰ والنسائی واحمد وابو داؤد والترمذی) اور
یہ حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے (کما فی الترمذی) والنسائی اور بخاری نے اسکو حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے) اور معنی یہ ہین کہ غصہ و غضب ایک شیطانی حرکت ہے جس کا مادہ آتشی دھوان ہے اور شیطان اُسکو مغرور کرتا ہے کہ وہ دوسرے کے آزار
یا رفع پر قادر ہے حالانکہ سب حول و قوت اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے پس جب اُسنے شیطان کی بدی سے پناہ مانگی یا لاحول ولا قوة الا باللہ کہا تو
شیطان بھاگ جائیگا اور وہ شخص اپنے انسانی ہوش مین آجائے گا اسی طرح جب انسان تلاوت قرآن اور اُسکے سمجھنے کا قصد کرتا ہے تو شیطان وسوسہ
دلاتا ہے اور کافرون کو امر حق کے برعکس سُناتا ہے اسی طرح آدمیون مین بھی شیاطین ہین جو ہر طرح کے اوہام ڈالنے یا اُس کے ساتھ جھگڑا کرنے پر
آمادہ ہوتے ہین پس چاہیئے کہ اسوقت اللہ عزوجل سے پناہ مانگے تاکہ ان شیاطین کے شر سے محفوظ رہے اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت
کی کہ جبرئیل علیہ السلام جب اول وحی لائے تو پہلے استعیذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم کہلایا پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھائی پھر اقرأ باسم
ربک الذی خلق پڑھائی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اثر غریب ہے اور اسکی اسناد مین ضعف و انقطاع ہے (مسئلہ) جمہور علماء کے نزدیک
تعوذ پڑھنا واجب نہین بلکہ مستحب ہے اور عطاء بن ابی رباح کے نزدیک واجب ہے (مسئلہ) شافعیؒ نے کہا کہ تعوذ چاہے آہستہ پڑھے
اور چاہے جہر سے پڑھے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آہستہ پڑھا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جہر سے پڑھا مترجم کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے
نزدیک تعوذ و تسمیہ دونون آہستہ پڑھے اور اگر اُسنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہہ لیا تو امام ابوحنیفہ و شافعی کے نزدیک کافی ہے اور بعضون
نے زیادہ کیا کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم کہے اور سفیان ثوری و اوزاعی نے کہا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ان اللہ ہو السمیع
العلیم کہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ احادیث صحیحہ جو سابق مین مذکور ہوئین ان کی اتباع اولیٰ ہے (مسئلہ) نماز مین تعوذ پڑھنا صرف تلاوت
کے واسطے ہوتا ہے یعنی جب قرأت قرآن کا قصد کرے تب تعوذ پڑھے اور یہی امام ابوحنیفہ و محمدؒ کا قول ہے اور امام ابویوسفؒ نے فرمایا کہ نماز
کے واسطے پڑھے پس بنا بر قول ابویوسفؒ کے مقتدی اگرچہ قرأت نہین کرے گا مگر تعوذ پڑھیگا اور نماز عیدین مین تکبیر تحریمہ کے بعد عید کی تین
تکبیرون سے پہلے تعوذ پڑھیگا مگر جمہور علماء کے نزدیک تکبیر و ثناء کے بعد قرأت سے پہلے پڑھے (نکتہ) تعوذ پڑھنے مین لطافت یہ ہے
کہ جو کچھ اُس نے مُنھ سے لغو بیہودہ بکا اُس سے منھ کی طہارت ہو جاتی ہے اور وہ تلاوت کلام اللہ کے واسطے پاکیزہ ہو جاتا ہے بعد اسکے
اللہ تعالیٰ سے استعانت ہے اور اس مین اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار اور اپنی عاجزی کا اقرار ہے کہ مجھکو اس صریح دشمن باطنی یعنی شیطان سے
مقابلہ کرنے کی قدرت نہین بلکہ مین رب عزوجل سے پناہ مانگتا ہون جسنے انسان و شیطان دونون کو پیدا فرمایا پس تمام مخلوق اُسی کے قبضہ
قدرت مین مقہور ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مومنین بندون پر شیطان کو قدرت نہین دی ہے پس جب بندہ اپنے رب عزوجل کی پناہ مین آیا
تو شیطان خوار ہوکر بھاگ گیا اور جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ سے کافر ہین انپر شیطان مسلط ہوکر ہلاک کرتا ہے اور یہ عجیب لطیفہ ہے کہ جس شخص کو
ظاہری دشمن قتل کرے وہ شہید ہوتا ہے اور جسکو یہ دشمن باطنی قتل کرتا ہے وہ مردود کافر ہو جاتا ہے اور چونکہ شیطان نظر نہین آتا لہذا رب عزوجل
سے پناہ چاہی جسکو شیطان نہین دیکھ سکتا ہے۔ واضح ہو کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے معنے یہ ہین کہ مین اللہ تعالیٰ کی جناب مین اُس کے
ملعون مخلوق شیطان سے پناہ لیتا ہون تاکہ شیطان مجھکو دین یا دنیا کے کامون مین ضرر نہ پہونچا سکے پس جس بندہ کو اللہ عزوجل نے پناہ دی
وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جس نے اپنے آپ کو غافل کیا اُسپر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اور اُس کا قلب مر جاتا ہے۔ ابوذر جندبؓ
کی حدیث مین وارد ہوا کہ اے ابوذر تو انس و جن کے شیطانون سے اللہ تعالیٰ کی جناب مین پناہ ڈھونڈھ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا
انس مین بھی شیطان ہین فرمایا کہ ہان (رواہ احمد) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضهم الیٰ
بعض زخرف القول غرورا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسانون مین بھی شیاطین ہوتے ہین کیونکہ جو شخص متمرد ہو وہ شیطان ہے۔

زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عجمی گھوڑے پر سوار ہوئے تو اُس نے آپ کی سواری میں چلپنا مٹکنا شروع کیا پس آپ نے اُس کو مارنا شروع کیا مگر وہ اور زیادہ چلپنے مٹکنے لگا تو آپ اس پر سے اُتر پڑے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھکو ایک شیطان پر سوار کر دیا تھا کہ میں اُس سے اترتے اترتے اپنے قلب سے منکر ہوا - شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ جب ملک شام فتح ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی فتح کے واسطے تشریف لائے تو سرداران لشکر شام مانند حضرت ابو عبیدہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کے استقبال کو آئے اور چاہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا بوڑھا اونٹ اور پیوند در پیوند لباس چھوڑ کر یہ ریشمی سفید لباس پہنیں اور اس رومی گھوڑے پر سوار ہوں کہ اس میں کافروں کے واسطے ہیبت ہو پس آپ سوار ہوئے تو یہ واقعہ ہوا کہ اُسکو شیطان کہکر اُتر پڑے اور معنی یہ ہیں کہ اُس کی چمک و کلیل سے دنیاے فانی کی بعض لذات نظر پڑے اور یہ وسیلہ شیطانی تھا لہذا اُسکو چھوڑ دیا اور اس میں لطیفہ یہ ہے کہ بیت المقدس کے راہب وقس اپنی اگلی کتابوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صفت اسی پیوند پارہ کے لباس میں پاتے تھے پس اگر آپ لباس بدلتے تو شاید وہ لوگ نہ پہچانتے حالانکہ اُنھوں نے آپ کو اسی لباس نہد میں دیکھکر فوراً پہچان لیا اور فوراً مطیع ہو کر قلعہ کا دروازہ کھول کر آپ سے امان مانگی - مترجم شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شیطان کو رجیم اسواسطے کہتے ہیں کہ وہ مرجوم و مطرود ہے اور جب وہ چوری سے کان لگا کر ملائکہ کی باتیں سُننا چاہتا ہے تو شہاب ثاقب سے رجم کیا جاتا ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ الا من استرق السمع فاتبعہ شہاب مبین - وغیرہ آیات کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا - واضح ہو کہ سورۂ فاتحہ کی فضیلت معلوم ہو چکی اور یہ بھی بیان ہوا کہ تلاوت میں پہلے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھ لے بلکہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک سواے فرائض نماز کے نوافل میں بہتر ہے کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ہمزہ و نفخہ و نفثہ پڑھ لے اب تسمیہ شروع کیا جاتا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع ہے جو نہایت بخشش والا بہت مہربان ہے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق کتاب الٰہی یعنی قرآن مجید کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا اور علما متفق ہیں کہ سورۂ نمل میں قولہ تعالیٰ وانہ من سلیمٰن وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں بسملہ بعض آیت ہے پھر مسئلہ یہ ہے کہ ہر سورہ کے اول میں بسملہ پوری آیت ہے یا آیت کا جزو ہے اور یہ جس سورہ پر لکھی گئی اُس میں شمار ہے یا فصل کے واسطے لکھی گئی ہے پھر وہ سورۂ فاتحہ میں بھی فصل کے واسطے لکھی گئی یا وہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے - شیخ نے لکھا کہ علما کے اختلافی اقوال کتب فقہ وغیرہ میں دلائل کے ساتھ مفصل مذکور ہیں اور سُنن ابوداؤد میں باسناد صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورتوں کا فصل نہیں پہچانتے تھے یہاں تک کہ آپ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل کی گئی (رواہ الحاکم ایضاً) مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اسی سے استدلال کیا کہ بسملہ کسی سورہ کا جزو نہیں ہے بلکہ وہ فصل پہچاننے کے واسطے اتاری گئی ہے لیکن امام شافعیؒ نے اسکی یہ تاویل کی کہ بیشک وہ پہلے جزو نہ تھی پھر جب اتاری گئی تو اس سورہ کا جزو ہو گئی - مترجم کہتا ہے کہ یہ تاویل لطیف ہے لیکن لازم آتا ہے کہ بسملہ نازل ہونے سے پہلے ہر سورہ ناقص تھا اور اس کا التزام کرنا بعید ہے - مترجم شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ صحیح ابن خزیمہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں سورۂ فاتحہ کے اول بسم اللہ پڑھی اور اُسکو ایک آیت شمار کیا - ابن کثیرؒ نے کہا کہ اُسکی اسناد میں عمر بن ہارون البلخی ضعیف ہے لیکن دارقطنی نے دوسری اسناد کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی متابعت روایت کی - مترجم کہتا ہے کہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ بسم اللہ کو سورۂ فاتحہ میں سے ایک آیت شمار کیا بلکہ وہ ایک آیت ہے اور ظاہر لفظ بھی اُسی کو مفید ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ سے پہلے یہ آیت پڑھی تو معلوم ہوا کہ یہ سورۂ فاتحہ سے علیحدہ

ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر و ابوہریرہ و حضرت علی رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ سوائے سورۂ براءۃ کے ہر سورۃ میں سے بسم اللہ ایک آیت ہے اور یہی قول تابعین میں سے عطاء و طاؤس و سعید بن جبیر و مکحول و زہری رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے اور یہی مذہب عبد اللہ بن المبارک و شافعی و اسحٰق و ابو عبید ہے اور امام مالک و ابو حنیفہ و اُن کے اصحاب نے کہا کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ وغیرہ کسی میں سے آیت نہیں ہے۔ اور داؤد ظاہری نے کہا کہ بسم اللہ ایک آیت مستقلہ ہے جو کسی سورہ کا جزو نہیں ہے بلکہ ہر سورہ پر لائی گئی ہے اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہے اور اسی کو ابوبکر الجصاص الرازی نے ابو الحسن الکرخی سے نقل کیا اور یہ دونوں اکابر فقہاء حنفیہ سے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ جصاص و کرخی کے قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے بلکہ یہ دونوں علماء بھی درجہ اجتہاد تک پہونچے ہیں پس شاید یہی ان دونوں کا مذہب ہو اور شک نہیں کہ یہ مذہب بنظر دلیل قوی ہے اور فقہاء حنفیہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے پس حاصل یہ ہے کہ بسم اللہ ایک آیت مستقل نازل کی گئی جو ہر سورہ پر فصل پہچاننے کے واسطے رکھی گئی ہے جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث ابن عباس میں مذکور ہوا اور اس قول پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ بسم اللہ اگر قرآن میں سے ہو تو لازم آوے کہ جو چیز قرآن میں سے نہیں ہے وہ مصحف میں داخل ہے اور بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو نہیں ہے اُسکی دلیل وہ حدیث ہے جو فضائل فاتحہ میں گزری کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ کو اپنے درمیان اور اپنے بندہ کے درمیان نصفا نصف قرار دیا اور اُس حدیث میں بسم اللہ کو شمار نہیں فرمایا چنانچہ وہاں اشارہ کیا گیا ہے اور ابن خزیمہ کی حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا اگر ثابت ہو تو بھی کچھ اعتراض نہیں کیونکہ بسم اللہ ایک آیت مستقلہ ہے اور اس مسئلہ کے واسطے ان احادیث سے بھی استدلال ملے گا جو نماز میں قرارت فاتحہ کے بارہ میں وارد ہیں کیونکہ جن احادیث سے ثبوت ہوا کہ مغرب و عشا و فجر وغیرہ کی نماز جہری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ کا جہر نہیں فرماتے تھے تو صریح ہے کہ یہ سورہ فاتحہ کی آیت نہیں ہے ورنہ اُسکے کچھ معنی نہیں کہ ایک آیت آہستہ پڑھی جاوے اور باقی سورت جہر سے پڑھی جاوے لہٰذا اس مسئلہ کو بیان کر دینا چاہئے (مسئلہ) بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا چاہیے یا آہستہ سے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جن علماء کے نزدیک بسم اللہ سورۂ فاتحہ میں سے آیت نہیں ہے وہ قرارت فاتحہ کے ساتھ بسم اللہ کا جہر نہیں کرتے ہیں اور جنھوں نے کہا کہ وہ سورہ میں سے آیت ہے جیسے امام شافعی وغیرہ تو ان میں اختلاف ہے چنانچہ شافعی کہتے ہیں کہ فاتحہ و سورہ ہر ایک پر بسم اللہ جہر سے پڑھے اور یہی ایک جماعت صحابہ و تابعین سے منقول ہے اور خطیب نے نقل کیا کہ یہی خلفاء راشدین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے منقول ہے لیکن یہ نقل غریب یعنی شاذ ہے۔ مترجم کہتا ہے بلکہ صحیح روایات مشہورہ کے خلاف ہے۔ قریشیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شافعی کی دلیل یہ ہے کہ جب بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے تو کل کی طرح اس کا بھی جہر کرنا چاہئے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور قرارت میں بسم اللہ کا جہر کیا اور بعد فراغت کے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہوں (رواہ ابن خزیمہ و ابن حبان و النسائی) اور اس حدیث کو دارقطنی و خطیب و بیہقی نے صحیح کہا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے استدلال اس طرح ہوا کہ ابوہریرہ نے اپنی نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے اشبہ کہا حالانکہ بسم اللہ کا جہر کیا تھا تو لازم آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جہر فرماتے تھے لیکن اشبہ ہونے کے واسطے ہر جزو کی مشابہت شرط نہیں ہوتی علاوہ بریں اس سے معمولی طور پر جہر ثابت نہیں ہوتا بلکہ غالباً یہ جہر بطور تعلیم تھا تاکہ لوگ جان لیں کہ قرارت سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھنا چاہیے جیسے فقہاء حنفیہ نے جہر سے آمین کہنے میں یہی تاویل کی چنانچہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ قریشیخ نے لکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرتے تھے (رواہ ابوداؤد والترمذی) لیکن ترمذی نے کہا کہ اس کی اسناد ٹھیک نہیں ہے اور حاکم نے بعد روایت کے کہا کہ صحیح ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر صحیح مان لیجاوے تو شاید بطور تعلیم ہو یا حضرت ابن عباس رضی نے

لوگوں کو آگاہ کیا کہ قرارت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا چاہیئے اور اس تاویل کی وجہ آئیندہ انشاء اللہ ظاہر ہوگی۔ شیخ نے لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت پوچھی گئی تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت کشیدہ ہوتی تھی پھر انس رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم اس طرح پڑھی کہ بسم اللہ کو مد کیا اور الرحمٰن کو مد کیا اور الرحیم کو مد کیا (رواہ البخاری) مترجم کہتا ہے کہ یہ تو آپکی قرارت کی مثال ہے اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نماز میں بسم اللہ جہر سے پڑھتے تھے بلکہ جن آیات کو جہر سے پڑھتے ان میں مقامات مد کی مثال یہ ہے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں بیان کی پس اس سے جہر بسم اللہ پر استدلال کرنا بہت بعید ہے۔ اسی طرح شیخ نے لکھا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرارت کو مقطع الگ الگ پڑھتے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ (رواہ احمد و ابو داؤد و ابن خزیمہ والحاکم) اور دارقطنی نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی مثال قرارت ہے۔ شیخ نے لکھا کہ دیگر علماے مجتہدین کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں بسم اللہ کو جہر سے نہیں پڑھنا چاہیئے اور یہی امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و چاروں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عبد اللہ بن مغفل اور ایک جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور یہی امام ابوحنیفہ و ثوری و احمد کا مذہب ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کو تکبیر سے اور قرارت کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے (رواہ مسلم) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی پس یہ لوگ الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے (رواہ البخاری و مسلم) اور صحیح مسلم کی دوسری روایت میں مصرح ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہ اول قرارت میں جہر کرتے اور نہ آخر قرارت میں انتہیٰ اور عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے مثل روایت ہے حتیٰ کہ اپنے بیٹے کو جہر بسم اللہ کی نسبت کہا کہ یہ بدعت ہے اور کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی یہاں کوفہ میں تقریباً پانچ برس کے نماز پڑھی مگر کبھی بسم اللہ کو جہر سے پڑھتے ہوئے نہیں سُنا اور یہ روایت سنن میں موجود ہے اور ترمذی نے کہا صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ جب یہ روایات صریح موجود ہیں تو یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین کا معمولی فعل تھا پس اس کے معارض کوئی روایت نہوگی اور اگر جہر بسم اللہ کسی روایت میں صریح ثابت ہو تو اس کے یہی معنی ہونگے کہ آپ نے تعلیم کے واسطے جہر کیا واللہ تعالیٰ اعلم

**فضیلت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں سے ایک نام ہے اور یہ نام اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم سے اسقدر قریب ہے جیسے آنکھ کی سفیدی و سیاہی میں قربت ہوتی ہے (رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ) اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم کو ان کی ماں نے معلم کو سپرد کیا تاکہ وہ عیسیٰ کو تعلیم کرے معلم نے کہا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو تو عیسیٰ نے کہا کہ بسم اللہ کیا ہے معلم نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں پس عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ب بہائے الٰہی س سناء الٰہی م مملکت الٰہی ہے اللہ سب کا معبود و مالک ہے الرحمٰن دنیا و آخرت میں رحمت والا الرحیم خاص آخرت میں رحمت والا (رواہ ابن جریر و ابن مردویہ) شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ غریب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت نہیں ہوتی مگر شاید سلف میں سے کسی کا قول ہو یا نصرانیوں سے روایت ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابو محمد روزبہان شیرازی نے اشارات عرائس میں بھی بسم اللہ کے اشارات میں اسی روایت کے مانند ذکر کیا پس ظاہر ہے منجملہ اشارات ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور بنو اسرائیل میں بسم اللہ زمانہ سلیمان علیہ السلام سے معروف تھی پس شاید کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معلم کو اُسکے بعض اشارات سے متنبہ کیا ہو۔ شیخ نے لکھا کہ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھپر ایسی آیت نازل کی گئی جو کسی پیغمبر سابق پر سوائے سلیمانؑ کے نہین اتری اور وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے (رواہ ابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ اسکی اسناد مین ابو امیہ عبد الکریم محدثین کے نزدیک ضعیف ہی ۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی تو غیمؔ بجانب مشرق بھاگا اور ریاح کے جھکوڑ ونکو سکون ہو گیا اور سمندر کو ہیجان ہوا اور بہائم نے اپنے کان لگا ے اور شیاطین کو آسمان سے رجم کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھائی کہ جس کسی چیز پر اس کا نام لیا جائے گا ضرور اس مین برکت عطا ہو جائیگی (رواہ ابن مردویہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس شخص کو یہ آرزو ہو کہ اللہ تعالیٰ اسکو ملائکہ زبانیہ سے جو انیس[19] ملائکہ عذاب دوزخ ہین نجات دے تو اسکو چاہیئے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا کرے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے لئے بسم اللہ کے کل حروف مین سے ہر حرف کو ہر زبانیہ سے سپر کر دے گا اس اثر کو ابن عطیہ اور قرطبی نے ذکر کیا اور ابن عطیہ نے اسکی وجہ یون بیان کی کہ بسم اللہ مین انیس[19] حرف ہین اور زبانیہ بھی انیس[19] ہین پس اس کا ہر ایک حرف ایک زبانیہ کے واسطے سپر ہی جیسے حدیث شریف مین ایک مرتبہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو ایک صحابی نے کہا کہ ربنا ولک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سلام کے فرمایا کہ بیشک مین نے بضع وثلثین ملائکہ کو دیکھا کہ اس کلمہ پاکیزہ کو لیجانے کے واسطے مبادرت کرتے تھے اور بضع زبان عرب مین تین سے نو تک ہے اور ثلثین تیس[30] ہی پس انتہا اونتالیس[39] ہوئے اور اس کلمہ کے حروف بھی اونتالیس[39] ہین پس ہر حرف کے واسطے ایک فرشتہ ہوا۔ اسامہ بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف مین تھا کہ اتنے مین سواری نے ٹھوکر کھائی تو مین نے کہا تعس الشیطان یعنے شیطان خوار ہو پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لفظ مت کہہ کیونکہ جب تو یہ لفظ کہے گا تو شیطان پھول کر مکان کے برابر ہو جائے گا اور کہے گا کہ مین نے اپنی قوت سے پچھاڑا بلکہ تو بسم اللہ کہا کر کیونکہ جب تو نے بسم اللہ کہا تو وہ خوار ہو کر مکھی کے برابر حقیر ہو جاتا ہی (رواہ احمد والنسائی فی الیوم واللیلۃ وابن مردویہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ بسم اللہ کی تاثیر برکت ہی اسی واسطے ہر قول وفعل سے پہلے بسم اللہ کہنا مستحب ہی اور خطبہ کے اول مین بھی مستحب ہی کیونکہ حدیث مین آیا کہ ہر امر معتد جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا جاوے وہ اجذم ہے یعنے جذامی کی طرح مقطوع وبے برکت ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت ابن ماجہ واربعین رُہاوی وغیرہ مین ہے اور اسی کے مانند روایت کو نووی وابن الصلاح نے صحیح کہا اور اُسکو ابن حبان وابو عوانہ نے بھی روایت کیا ۔ م ۔ پس ہر ایسے کام کے واسطے جو شرعاً مباح ہی خواہ قول ہو یا فعل ہو بسم اللہ کہنا چاہیئے حتی کہ پاخانہ جاتے بسم اللہ کہے چنانچہ اس بارہ مین صریح حدیث صحیح وارد ہے پھر اگر وہ کام شرعاً مستحب ہو تو بسم اللہ کہنے کی تاکید مزید ہو جائیگی ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ وضو کے اول مین بسم اللہ کہنا مستحب ہی کیونکہ حدیث ابو ہریرہ وسعید بن زید وابو سعید خدری رضی اللہ عنہم مین وارد ہی کہ اس شخص کا وضو نہین جس نے اسپر اللہ تعالیٰ کا نام نہین ذکر کیا (رواہ احمد واصحاب السنن) اور یہ حدیث حسن ہی مترجم کہتا ہی کہ یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہی ۔ شیخؒ نے لکھا کہ بعضے علمار نے وضو مین بشرط یاد اُس کو واجب کہا ہی اور بعضے علمار نے اس کو مطلقاً واجب کہا ہے اور امام شافعی اور ایک جماعت کے نزدیک ذبیحہ کے وقت بھی بسم اللہ کہنا مستحب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہی بلکہ موکد ہی اور دیگر علمار نے اسکو واجب کہا مگر بعض نے بشرط یاد اور بعض نے مطلقاً واجب جانا پھر شیخ نے اس مقام پر تفسیر کبیر وغیرہ کی بعض روایات نقل کر کے کہا کہ یہ بے اصل ہی لہٰذا مترجم نے اس کا ذکر ہی متروک کیا پھر شیخؒ نے لکھا کہ کھانے کے وقت بسم اللہ کہنا مستحب ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن ابی سلمہ کو کھاتے وقت تعلیم فرمایا کہ بسم اللہ کہہ اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھا اور اپنے آگے کی غذا سے کھا (کما فی صحیح مسلم) اور بعض علمار نے اُسکو واجب کہا ہے مترجم کہتا ہی کہ اس نظر سے واجب

ف ۔ [illegible] سے بارش کی امید ہو ۱۲

ہونا مناسب ہی کہ جب بسم اللہ نہ کہے تو شیطان ساتھ کھاتا ہے اور برکت مٹ جاتی ہی چنانچہ سنن ترمذی وغیرہ کی حدیث مین یہ بات ثابت ہے اور
اگر ابتدا مین بسم اللہ بھول جاوے تو درمیان مین جسوقت یاد آوے اس طرح کہے کہ بسم اللہ اولاً و آخراً جیساکہ ترمذی وغیرہ کی حدیث صحیح مین ثابت ہے
اور واضح ہو کہ بعض احادیث مین وارد ہوا کہ مومن کا شیطان نحیف و نزار ولاغر ہوتا ہی اور کافر کا شیطان موٹا تازہ وقوی ہوتا ہی پس اس حدیث
سے معلوم ہوا کہ بغیر بسم اللہ کہنے کے جو شیطان ساتھ کھاتا ہی شاید یہ وہی شیطان ہو جو ہمزاد ہی اور بھید یہ ہی کہ جسم انسانی کی ترکیب اسی صورت جسمیہ
محسوسہ سے اور اسی کے مماثل پیکر ہیولانی ہمزاد سے ہی اور روح نورانی اور اُسی کے مماثل پیکر نوری ملکی سے ہی پس انسان جو غذا کھاتا ہی اگر
اُسنے ایمان کے ساتھ بسم اللہ کہکر کھائی تو وہ مثمر نور و برکات طاعت و ذکر الٰہی ہوتی ہی جس سے پیکر نورانی قوی ہوتا ہے یعنی نور کی کثرت ہوتی ہے اور
اگر کفر کیا یا بسم اللہ چھوڑ دی تو وہ غذا اسے جسمانی ہو کر پیکر ہیولانی کی قوت ہوتی ہی جس سے شر و فساد معصیت حاصل ہو یا کمتر یہ کہ وہ غذا
رائگان ہو کیونکہ یہ جسم آخر کار فانی ہی پس ہمزاد کے ساتھ کھانے کے یہ معنی ہین جو مذکور ہوئے اور شاید کہ شیطان سے ابلیس و اُس کی
ذریت مراد ہو جو ہمزاد سے علیحدہ ہی کیونکہ ابلیس در اصل از قسم جن ہی اور اُسکے واسطے غذا معلوم ہی اور جن جاہلون نے شیطان سے انکار کیا اُسکے
پاس کوئی دلیل نہین ہے اور عجب کہ وہ ہمہ تن شیطان کا بندہ بن گیا حتی کہ اُسی کی بندگی مین یہ انکار بھی ہی حالانکہ کمال جہالت سے
اُسکو خبر نہین اور مقدمہ مین مترجم نے فی الجملہ اشارہ کیا اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر اسکی بحث آویگی شیخ نے لکھا کہ جماع حلال کیوقت
بھی بسم اللہ کہنا مستحب ہی کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص اپنی
جورو کے پاس جانا چاہتا ہے اگر اس وقت مین یون کہے بسم اللہ اللهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا یعنی باسم الٰہی یہ کام کرتا ہون الٰہی
ہم دونون سے شیطان کو دور رکھ اور جو فرزند تو ہم دونون کو روزی فرماوے اُس سے بھی شیطان کو دور رکھ پھر اگر ان دونون کے درمیان کوئی
فرزند مقدر کیا جاوے گا تو شیطان کبھی اُسکو مضرت نہین پہونچا سکے گا (الصحیحین) مترجم کہتا ہی کہ جماع کے وقت بسم اللہ کا استحباب اسواسطے کہا
کہ مومن کو اس فعل مین بھی اپنی نیک نیتی پر ثواب ملتا ہی کیونکہ خالی شہوت پرستی مثل جانورون کے مقصود نہین ہوتی بلکہ وہ حرام سے اپنی حفاظت
اور فرزند صالح کی نیت کرتا ہے چنانچہ حدیث صحیح مین منصوص ہی کہ جب آپ نے اس فعل پر ثواب فرمایا تو بعض صحابہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ
کیا ہم مین سے کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو اس مین بھی ثواب پاوے پس آپ نے فرمایا کیون نہین دیکھتے ہو اگر وہ حرام کاری کرے تو عذاب پاوے
انھون نے عرض کیا کہ جی ہان تو فرمایا کہ اسی طرح حلال کام مین ثواب پاوے گا۔ کما فی الصحیح۔ (مسئلہ) جس طرح جائز افعال پر بسم اللہ مستحب
ہی اسی طرح اس کے برعکس اگر غیر جائز کامون پر بسم اللہ کہے تو معصیت ہی حتی کہ فقہاء نے کہا کہ اگر زنا و حرام کاری یا شراب خواری یا قطعی
حرام کھانے پر اُسنے بسم اللہ کہا تو کافر ہو جائے گا چنانچہ فتاویٰ ہندیہ کی کتاب الارتداد و احکام مرتدین مین یہ مسائل مذکور ہین (مسئلہ)
اگر کوئی شخص کھانا کھاتا ہو اور دوسرا شخص آیا اور اُس نے کہا کہ آؤ تم بھی کھانا کھاؤ پس اُسنے جواب مین کہا کہ بسم اللہ تو اس کا کیا حکم ہی جواب
یہ ہے کہ اگر کہنے والے کو درحقیقت یہی منظور ہی کہ یہ شخص میرے ساتھ کھانے مین شریک ہو جاوے تو اُسکا کہنا بہتر ہی اور اگر اُسکو یہ منظور نہین ہی تو اُسکا
قول منافقانہ ہی پس اُسکو اس حرکت سے پرہیز کرنا چاہیے رہا وہ شخص جسنے صلائے طعام کے جواب مین بسم اللہ کہا تو ملا علی قاری رحمہ اللہ نے
اپنے بعض رسائل مین اور نیز فتاویٰ وغیرہ مین مذکور ہی کہ اُس نے بجائے اپنے کلام کے بسم اللہ کو داخل کیا تو یہ معصیت ہے حتی کہ بعض نے
کفر کا خوف لکھا بلکہ اسکو یون کہنا چاہیے تھا کہ مجھے خواہش نہین ہی یا مین نہ کھاؤنگا یا تم کھاؤ اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے یا مانند اُس کے
جو کلمات اس کا جواب ہو سکتے ہین (مسئلہ) اگر کسی شخص کو دو تین دن گزرے اور اس نے کھانا نہ پایا یہان تک کہ مضطر ہو گیا

پھر اسکو مردار کھانا ملا تو ہمارے ائمہ حنفیہ کے اصول پر اسکو بسم اللہ نہین کہنا چاہیئے اس واسطے کہ یہ چیز اپنے حال پر مردار ہی مگر اللہ تعالیٰ نے بقدر بقاے حیات کے کھا لینے مین اس سے گناہ اٹھا دیا ہی لیکن بعض مشائخ نے یہ مقدار اسکے حق مین مباح سمجھی حتیٰ کہ انکے قول پر بسم اللہ جائز ہی لیکن قول اول ارجح ہی واللہ اعلم۔ حدیث مین ہی کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع بعض اصحاب کے کھانا کھاتے تھے کہ اتنے مین ایک اعرابی آکر شریک ہوگیا پس بہت جلد وہ طعام ختم ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے بسم اللہ نہین کہا اور اگر کہتا تو تم کو کافی ہوتا (السنن) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق ضحاک عن ابن عباسؓ روایت کی کہ اول جو چیز جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لائے یہ ہی کہ جبرئیلؑ نے کہا کہ اے محمد کہو استعیذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پھر کہا کہ کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ابن عباسؓ نے کہا کہ جبرئیل نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اُس کے یہ معنے ہین کہ اے محمد اقرأ باسم ربک یعنے اپنے رب کے نام پاک کے ساتھ پڑھو اور اپنے رب عزوجل کا نام ذکر کرنے کے ساتھ اٹھو اور بیٹھو۔ (لفظ ابن جریر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ننانوے نام ہین جس نے ان کو حفظ کے ساتھ احصا کیا وہ جنت مین داخل ہوا (الصحیح) اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک بھی معظم و مکرم ہے لہذا کتابت و خطبہ وغیرہ مین باسم الٰہی لکھتے ہین اور رہی قسم تو اس مین اسم اللہ کی قسم معروف نہین ہے۔ کیونکہ قسم کا مدار عرف پر ہے اور عرف مین جیسے واللہ کہتے ہین ویسے والقدوس کے ساتھ قسم معروف نہین ہی۔ اور بعض محققین نے کہا کہ اللہ ہی اسم اعظم ہے کیونکہ اسم ذات جامع صفات ہی اور اللہ تعالیٰ نے اسکو قرآن مین ایک ہزار تین سو ساٹھ جگہ ذکر فرمایا ہی ولیکن سابق مین ابن کثیر سے ایک روایت گذری کہ اس مین اور اسم اعظم مین آنکھ کی سفیدی و سیاہی کے مانند قرب ہے۔ اور صحیح کی بعض روایات مین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم الٰہکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم اور شروع آیۃ الکرسی اور شروع آل عمران مین ہی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ تفسیر کبیر مین بعض سلف سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار نام ہین از انجملہ ایک ہزار قرآن مین اور ایک ہزار سنت صحیحہ مین اور ایک ہزار توریت اور ایک ہزار انجیل و ایک ہزار زبور اور ایک ہزار لوح محفوظ مین ہین مترجم کہتا ہی کہ قولہ تعالیٰ و للہ الاسماء الحسنیٰ کی تفسیر مین آویگا کہ اسماء الٰہی عزوجل غیر محصور ہین چنانچہ وہان ایک حدیث اس بارہ مین صریح منصوص ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ کے بیان مین جو حدیث صحیحین وغیرہ مین مروی ہی اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے چنانچہ بیان شفاعت مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ شیخ نے لکھا کہ اللہ اسم پاک ہی جو کسی لفظ سے مشتق نہین۔ اور قرطبی نے اسکو امام شافعی و خطابی و امام محمد و امام حرمین و غزالی وغیرہ ایک جماعت علماء سے نقل کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہی صحیح ہی۔ اور بعضون نے اسکو مشتق گمان کیا چنانچہ ابن کثیر و بیضاوی و رازی و خطیب نے وجوہ اشتقاق کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا مگر مین نے اس مین زیادہ فائدہ نہ دیکھا اس لیے متروک کیا۔ اور قولہ تعالیٰ ہل تعلم لہ سمیا کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ بعض تفصیل آویگی۔ تفسیر کبیر مین شیخ رازیؒ نے لکھا کہ خلائق دو قسم ہین ایک وہ جو بحر معرفت کے کنارے پہونچے اور دوم وہ جو تاریکی حیرت و جہالت مین حیران ہین گویا اپنے عقول و ارواح گم کر بیٹھے اور قسم اول جو معرفت تک واصل ہوے وہ عرصہ نور و فسحہ جلال و کبریا مین پہونچکر اس میدان بے انتہا و بحر ناپیدا کنار مین سائر ہین تو معلوم ہوا کہ کل خلائق اسکی معرفت مین والہ ہین۔

(بیان الرحمٰن الرحیم) یہ دونون اسم پاک رحمت سے مشتق ہین اور یہ اشتقاق مبالغہ ہی جس سے کمال رحمت کا اظہار ہو۔ اور ان دونون مین سے الرحمٰن زیادہ بلیغ ہی اور یہی تفسیر ابن جریر و بعض سلف سے ظاہر ہوتا ہی کہ اسپر علماء متفق ہین اور اثر عیسیٰ علیہ السلام جو سابق مین مذکور ہوا کہ الرحمٰن دنیا و آخرت کی رحمت والا اور الرحیم خاص آخرت کی رحمت والا ہی یہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہی اور الرحمٰن بیشک عربی ہے چنانچہ اہل یمامہ اپنے مسیلمہ کذاب کو رحمٰن الیمامہ کہتے تھے لیکن قریش اس کو اللہ تعالیٰ کا نام پاک نہین جانتے تھے اسی واسطے جب قریش کے

ساتھ صلح حدیبیہ مین صلحنامہ کا عنوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام پاک سے لکھوایا تو سہیل بن عمر وغیرہ نے اس سے انکار کیا۔ وقال تعالےٰ
قالوا وما الرحمٰن انسجد لما تامرنا وزادہم نفورا۔ بھی اسی پر دلالت کرتا ہی کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے واسطے یہ نام نہین جانتے تھے۔ اور عبد الرحمٰن بن عوف
رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مین الرحمٰن ہون اور مین نے رحم کو
پیدا کیا اور اسکے واسطے اپنے نام مین سے نام اشتقاق کیا پس جو شخص رحم کو ملا دے یعنی نسبی ناتا قطع نکرے تو مین اسکو ملاؤنگا اور جو شخص
رحم قطع کرے مین اسکو قطع کردونگا (رواہ الترمذی وقال صحیح) قرطبی نے کہا کہ یہ مشتق ہونے کی دلیل ہی۔ شیخ ابو علی فارسی نے کہا کہ الرحمٰن مختص اللہ
کے واسطے ایک اسم ہی جو جمیع اقسام رحمت کو شامل ہی یعنی رحمت صغیر وکبیر وجلیل وحقیر خواہ مومن کے واسطے ہو یا کافر کے واسطے ہو اور خواہ
دنیا مین ہو یا آخرت مین ہو عام ہی اور اسم الرحیم خاص مومنون کے واسطے ہی چنانچہ دنیا مین فرمایا کہ انہ بہم رؤف رحیم۔ اور خصوصیت آخرت کی
دلیل وہ حدیث ہی کہ اللہ تعالیٰ کیواسطے سو رحمت ہین جن مین سے اس نے ایک رحمت کو مخلوقات مین نازل کیا کہ اسکی مخلوق آپس مین حتی کہ بہیمہ اپنے
بچہ پر شفقت کرتی ہی اور باقی ننانوے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندون پر ظاہر فرماویگا (الصحاح) شیخ ابن المبارک نے کہا کہ الرحمٰن
اس صفت کی شان ہی کہ اگر اس سے مانگو تو عطا فرماوے اور الرحیم اس صفت کی شان ہی کہ جو نمانگے اسپر غضب فرماوے۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حدیث
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہ مانگے اللہ تعالیٰ اسپر غضب فرماتا ہی (رواہ
الترمذی وابن ماجہ) بعض شاعرون نے خوب کہا ہے ۵ آدمی ہی کہ گر مانگو تو ہووہ خشمناک + واہ شان حق نہ مانگو گر تو وہ غصہ کرے + اگر کہا جاوے کہ تم نے
الرحیم کو صرف مومنون کے واسطے رحیم الآخرۃ بیان کیا حالانکہ حدیث کی دعا ماثور مین ہی یا رحمٰن الدنیا والآخرۃ ورحیمہما۔ پس رحیم دنیا وآخرت بھی مذکور
ہی مترجم کے نزدیک اسکا جواب یہ ہی کہ مومنون کے واسطے یہ اسم خاص ہی چنانچہ دنیا مین بھی فرمایا کہ انہ بہم رؤف رحیم لیکن چونکہ مومنون پر دنیا مین
رحیم ہونا عموماً کافرون پر ظاہر نہین ہوتا ہی بلکہ کفار اپنی معکوس نگاہ مین مومنون کو دنیا مین جہد ومشقت عبادت کے ساتھ دیکھتے ہین اور آخرت مین
اس کا قطعی اظہار ہوجائیگا بلکہ ننانوے رحمت ذخیرہ ملکر پوری سو رحمت کے ساتھ کمال ہوگا لہذا رحیم آخرت ہی کہا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ عطار
خراسانی سے روایت ہی کہ الرحمٰن سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا نام نہین ہوتا پس الرحیم ملا دیا کہ یہ بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا نام نہین ہے
(رواہ ابن جریر) حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ الرحمٰن اسم ممنوع ہی (رواہ ابن جریر) ابو الاشہب نے حسنؒ سے اسکی یہ تفسیر روایت کی کہ الرحمٰن
ایسا اسم ہے کہ اسکے ساتھ فقط اللہ تعالیٰ کا نام رکھا گیا اور کسی شخص کی یہ طاقت نہین کہ اسکو اپنے اوپر رکھے (رواہ ابن ابی حاتم) واضح ہو
کہ سورۂ فاتحہ کی فضیلت مع تعوذ کے فضائل کے اور بسم اللہ کے فضائل ومسائل کے بیان ہوے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جمہور قراء نے الرحیم کی میم کو کسرہ دیکر حمد سے ملا دیا

الحمد للہ رب العٰلمین ۝ الرحمٰن الرحیم ۝ ملک یوم الدین ۝ (سورۃ فاتحہ)

سب تعریف اللہ کو ہی جو صاحب سارے جہان کا ۔ بہت مہربان نہایت رحم والا ۔ مالک انصاف کے دن کا

الحمد للہ سب تعریف ہی اللہ تعالے کے لیے۔ ف یعنی جمیع محامد وثنا ازل سے ابد تک جہان کہین اور جب ان کا وجود ہے یا ہو
وہ سب ذاتی حقیقت مین اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہین اور یہ سورہ چونکہ قرآن مجید مین سے ہی لہذا کلام قدیم ہے کہ جس وقت مخلوقات کا وجود ہی
نہین تھا اسیواسطے شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ الحمد للہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کی ثنا فرمائی اور اس کے ضمن مین البتہ بندون کو یہ حکم ہے
کہ اسپر اسی طرح ثنا کرین گویا بندون کو حکم دیا کہ کہو الحمد للہ اور چونکہ اسم اللہ جامع صفات ہی لہذا کہا گیا کہ اس کلمہ سے اللہ تعالےٰ کے واسطے
جمیع اسماء حسنیٰ وصفات قدسیہ کے ساتھ ثنا ہوجاتی ہی مترجم کہتا ہے کہ پھر جب جملہ صفات آگئین تو (رب العٰلمین) یعنے

عالمون کا پروردگار ہے۔ ف۔ یہ ایک صفت خاص بندون کی تنبیہ و ترغیب کے واسطے بیان فرمائی اگرچہ اسم اللہ مین یہ صفت بھی شامل تھی شیخ ابن جریر نے کہا کہ الحمد للہ کے معنی یہ ہین کہ حمد و شکر خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے اُسکے سواے کسی مخلوق کو یا کسی بنائے ہوئے معبود کو بالکل دخل نہین ہے کیونکہ عالمین کی ربوبیت اُسی کے واسطے ہے کہ اُسنے اپنے بندون کو اُنکی عزیز جان کے مثل بکثرت نعمتین عطا فرمائین جنکا احاطہ و شمار ممکن نہین حتیٰ کہ اُنکو طاعت کے واسطے اعضا دیے اور اُنکی حفاظت کے واسطے دنیا مین رزق و غذا عطا فرمائی حالانکہ اُنکو کوئی استحقاق نہ تھا اور دیگر اسباب طاعت مہیا فرمائے اور باوجود اسکے کامل مزید احسان یہ کیا کہ انبیاء و رسل علیہم السلام اُنکی ہدایت کے واسطے بھیجے جنکی پیروی سے دار السلام جنت مین بیمثال نعمتون کے ساتھ دائمی مقام ہے پس اللہ تعالیٰ کے واسطے اول و آخر اس کل انعام پر حمد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان اپنے بندون کے ساتھ اُنکے وجود سے پہلے ہوتا ہے کیونکہ کسی مخلوق کو یہ استحقاق نہین کہ وہ پیدا کیا جائے اور شک نہین کہ ہر شخص اپنی جان کو تمام جہان کی کل نعمتون سے عزیز جانتا ہے پس جان کی نعمت بندہ کے حق مین پہلی نعمت ہے جو اُسکو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی پھر اُسکے جسم و جان مین جسکو ایک مجمل نعمت سمجھتا ہے اگر غور سے دیکھو تو بیشمار تفصیلی نعمتین ہین حتیٰ کہ اگر مُنہ و زبان مین قصور ہو تو طرح طرح کی غذاؤن اور اُنکے مزہ سے محروم ہو اور اگر اُسکی پیدائش مین پاخانہ کا مقام نہو تو سخت درد و تکلیف کے ساتھ تڑپ کر جان عزیز رائگان کرے اسی طرح اُس کے جسم مین لاکھون رگون کے ذریعہ سے خون کی روانی اور ہر عضو کی غذا رسانی عجیب حکمت کے ساتھ جاری ہے ورنہ اعضا بیکار و جسم خشک ہو جائے جیسے بغیر نہرون کی زمین اور بغیر نالیون کی کھیتیان چوپٹ ہو جاتی ہین اسی طرح اس خون مین آبی اختلاط اور بخارات بذریعہ بالونکے مسام کے خارج کیا جاتا ہے کہ اگر خارج نہو تو بخار وغیرہ امراض سے ہلاک ہو جائے پس ہر ہر بال و مسام اُسکے واسطے شکر گزاری کی نعمت ہے اور ہر جوڑ بند بلکہ ہر سانس کی آمد و رفت پر شکر واجب ہے بلکہ ادائے شکر کبھی درستی حواس و توفیق آلات پر میسر ہوا اور یہ خود نعمت عظیم ہے اور ہر نعمت کا شکر اُسپر فرض ہے لیکن اُسکے ادا سے عاجزی ظاہر ہے پس بندۂ مؤمن اپنے پروردگار رب العالمین کی بے انتہا نعمتین دیکھتا اور اپنی عاجزی کا اقرار کرتا ہے اور اللہ عز و جل ارحم الراحمین جسنے بے استحقاق اُسپر اپنی نعمتین ارسال فرمائین وہ اسکی عاجزی سے خوب آگاہ ہے پس اپنے بندہ کی طرف سے درحالیکہ بندہ کے دل مین اپنی عاجزی کا یقین ہے اپنے شکر مین یہی کلمہ قبول فرماتا ہے کہ الحمد للہ رب العالمین حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندہ کو محبوب رکھتا ہے جو ایک نوالہ کھائے تو کہے الحمد للہ اور ایک گھونٹ پانی پیئے تو الحمد للہ کہے کما فی السنن اور اسی تاویل پر بعض علماء نے کہا کہ ہر لقمہ پر الحمد للہ کہنا مستحب ہے اور واضح ہو کہ حمد درحقیقت ثنائے الٰہی دل و زبان کے ساتھ ہے اور چونکہ اُسی سے شکر ادا ہوتا ہے لہٰذا شیخ ابن جریر نے لکھا کہ جو لوگ زبان عرب جانتے ہین وہ حمد و شکر مین سے ہر ایک کو دوسری کی جگہ بولتے ہین لہٰذا الحمد للہ یعنی الشکر للہ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے شکر ہے پس یہ دونون برابر ہین۔ اور شیخ ابو عبد الرحمٰن السلمی نے حضرت جعفر صادق اور ابن عطار صوفی سے یہی نقل کیا۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ الحمد للہ ہر شکر گذار کا کلمہ ہے۔ ع۔ (**فضیلت الحمد**) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کی مجلس مین ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خطاب کیا کہ لا الٰہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر تو ہم لوگون مین معروف ہے بھلا بتلاؤ کہ الحمد للہ کیا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ایک کلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی ذات پاک کے واسطے پسند و محبوب فرمایا اور اسکا کہا جانا محبوب رکھا (رواہ ابن ابی حاتم) یعنی اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے کہ اُسکے بندے الحمد للہ کہین۔ م۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب بندے نے الحمد للہ کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میرا شکر کیا (ابن ابی حاتم) ابن عباسؓ نے کہا کہ الحمد للہ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے شکر ہے اور یہی اُسکے کمال کا یقین اور اُسکی نعمتون و ہدایت و ایجاد

بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد

وغیرہ کا اقرار ہی (ابن جریر و ابن ابی حاتم) حکم بن عمیرؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو
اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا پس وہ تیرے واسطے نعمت بڑھا دیگا (ابن جریر) اسود بن سریع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
مین نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے محامد کہے ہین کیا وہ آپکو سناؤن آپ نے فرمایا کہ تو آگاہ ہو کہ تیرا رب اپنی حمد کو محبوب رکھتا ہی (رواہ احمد و
النسائی) مترجم کہتا ہی کہ ظاہر اً یہ محامد بطور اشعار تھے تو اس سے ثابت ہوگا کہ حمد و ثنار کے اشعار جائز ہین ولیکن جان رکھنا چاہیے کہ ہر شاعر
جاہل کو یہ لیاقت حاصل نہین ہی کیونکہ بسا اوقات وہ ایک بات کو تعریف خیال کرتا ہی حالانکہ وہ ادب سے خلاف ہوتی ہے پس حمد و نعت مین
کامل ادب لحاظ رکھنا چاہیے اور بعضے جاہل شاعر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف مین ایسے اشعار کہتے ہین جو دنیاوی بادشاہون کے واسطے
کہے جاتے ہین یا معراج شریف مین ایسے سامان بیان کرتے ہین جیسے دنیا مین ممکن ہی یا دنیاوی بادشاہون کے یہان موجود ہی یہ محض بے ادبی قریب
کفر ہی نعوذ باللہ من ذلک - ف - جابر بن عبد اللہؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ بہت خوب افضل ذکر ہے اور
الحمد للہ افضل دعا ہی (ترمذی نسائی ابن ماجہ) مترجم کہتا ہی کہ یہ حدیث حسن ہی اور صحیح ہی کہ الحمد دعا ہی جسکو مقتدی اپنے دل سے بغیر زبان کے
ادا کر سکتا ہی - ف - حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر کوئی نعمت
فرمائی پس اُسنے الحمد للہ کہا تو الحمد اس نعمت سے افضل ہوگی (رواہ البیہقی) یعنی جو نعمت عطا کی وہ اس بندے کو ملی اور جب اس نے
اُسپر شکر کیا تو اُسکے نامہ اعمال مین حمد کا ثواب بنسبت اُس نعمت کے افضل رہا چنانچہ حدیث ابن ماجہ مین مصرح ہی - ف - قرطبیؒ نے اپنی تفسیر مین
لکھا کہ نوادر الاصول مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری اُمت مین سے کسی کے
قبضہ مین تمام دنیا مع اپنی تمام چیزون کے آجاوے پھر وہ الحمد للہ کہے تو الحمد للہ اُس سب سے افضل ہوگی - قرطبی نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ الحمد للہ
کہنے کی توفیق اُسپر تمام دنیا کی نعمت سے بہت بڑھکر نعمت ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ وہ ثنار الٰہی اور یہ نعمت فانی ہی کہتے ہین کہ ثواب حمد دائمی رہیگا
بلکہ اُس کے طفیل مین نعمت دنیاوی بڑھ جاتی ہی حالانکہ دنیا فانی ہی - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے ہم لوگون سے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندون مین سے ایک بندہ نے کہا کہ اے رب تیرے جلال الوجہ و عظیم السلطان کے
واسطے تجھکو حمد ہی جیسے تیری شان کے لائق ہی پس فرشتون کو اسکا لکھنا مشکل ہو گیا حتیٰ کہ اُنھون نے جناب باری عز و جل مین عرض کیا کہ اے
رب تیرے بندے نے ایسا عظیم الشان کلمہ کہا کہ ہم اُسکو لکھنے سے عاجز ہین اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندے نے کیا کہا حالانکہ اللہ تعالےٰ خوب
جانتا ہی پس دونون فرشتون نے عرض کیا کہ اے رب اُسنے یون کہا کہ اے رب تیرے جلال الوجہ و عظیم السلطان کے واسطے تجھکو حمد ہی جیسی تیری
شان کے لائق ہی پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اُسکو یون ہی لکھدو جیسے میرے بندے نے کہا یہانتک کہ جب وہ مجھسے ملیگا تو مین ہی اُس کا
ثواب عطا فرماؤنگا (رواہ ابن ماجہ) شیخ نے لکھا کہ قرطبی نے ایک جماعت علما سے نقل کیا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہنے سے الحمد للہ رب العالمین کہنا
افضل ہوتا ہی کیونکہ اسمین اللہ تعالیٰ کی توحید مع حمد و ثنا ہی اور دیگر علمار نے فرمایا کہ نہین بلکہ لا الٰہ الا اللہ افضل ہی کیونکہ یہ کلمہ درمیان کفر و
ایمان کے حد فاصل ہی اور اسی کے واسطے لوگون پر جہاد کیا جاتا ہی حتیٰ کہ جب اُنھون نے لا الٰہ الا اللہ کہا تو مقبول ہو جاتے ہین (کما فی الصحیحین)
اور حدیث دیگر مین ہی کہ سب سے افضل کلمہ جو مین نے اور مجھسے پہلے پیغمبرون نے کہا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ہی اور سابق مین حدیث جابرؓ
مین گذرا کہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ اور افضل الدعا الحمد للہ ہی - ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہی - شیخ نے لکھا کہ الحمد مین الف لام استغراق ہی
یعنی حمد کے جمیع اجناس و اقسام کل ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہین چنانچہ حدیث مین بھی آیا کہ الٰہی کل حمد تیرے ہی واسطے ہی اور

کل سلطنت تیرے ہی واسطے ہو اور کل خیر تیرے ہی ہاتھ مین ہو اور کل امر تیرے ہی جانب راجع ہو آخر تک ۔ مترجم کہتا ہو یعنے کل خیر تیرے ہی قبضہ قدرت مین ہو ۔ شیخ نے لکھا کہ عالمین جمع عالم ہو اور عالم ہر موجود کو کہتے ہین جو سواے اللہ عز و جل کے ہو پس یہان اُسکی جمع بیان کرنا باعتبار اقسام مخلوقات آسمانی و زمینی و خشکی و تری و جن و انس وغیرہ ہو ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ الحمد للہ رب العالمین کی تفسیر مین کہا کہ حمد اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو جسکی یہ کل مخلوقات ہو جو آسمانون مین ہو یا زمینون مین ہو یا اُنکے اندر یا اُن کے بیچ مین ہو جسکو ہم جانتے ہین یا نہین جانتے ہین ۔ مترجم کہتا ہو کہ بحکم قولہ تعالیٰ ۔ مایعلم جنود ربک الا ہو ۔ کوئی شخص مخلوقات الٰہی کو نہین جان سکتا لیکن سلف سے اس بارہ مین بظاہر اسرائیلی روایات متعدد وارد ہین چنانچہ شیخ نے بروایت ابو العالیہ اٹھارہ یا چودہ ہزار اور زمین کے ہر گوشہ مین تین ہزار یا پانسو نقل کیے بروایت ابن جریر و ابن ابی حاتم ولیکن کہا کہ ایسے کلام غریب کے واسطے دلیل صحیح کی ضرورت ہو اور مترجم کہتا ہو کہ یہی حق ہو حالانکہ کسی حدیث یا آیت مین تعداد مذکور نہین ہو بلکہ صریح آیت سے اوپر معلوم ہوا کہ سواے اللہ تعالیٰ کے کوئی شخص نہین جانتا لیکن یہ ممکن ہو کہ ان روایا مین یہ مراد ہو کہ جہانتک بندون کو علم ہوا اُسکا بیان ہو اور کل مخلوق الٰہی کا بیان نہین ہو سکتا اور دلیل یہ ہو کہ ابو العالیہ نے صرف زمین کے عوالم بیان کیے ہین کیونکہ ہر گوشہ مین تین ہزار یا پانسو کے حساب سے چارون گوشون مین چودہ ہزار ہوئے اور اگر اٹھارہ ہزار ہون تو ہر گوشہ مین ساڑھے چار ہزار ہوتے ہین لہذا ان روایات کی نقل مین کوئی حرج نہین ہو تاکہ جہانتک معلوم ہوا اُسکی عظمت دیکھکر تمام مخلوقات الٰہی غیر متناہی پر قیاس کیا جاوے جس سے عظمت و کبریای الٰہی کا نور دل مین آوے چنانچہ شیخ نے لکھا کہ تبیع الحمیری سے روایت ہو کہ عالمین ہزار امت ہین از انجملہ سمندر مین چھ سو اور خشکی مین چار سو ہین اسی کے مثل سعید بن المسیب سے منقول ہو بلکہ ایک ضعیف اسناد سے حدیث بھی وارد ہو چنانچہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت مین ایک سال ٹڈیون کی قلت ہوئی کہ نظر نہ آئین تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا مگر کچھ پتہ نہ پایا پس غمگین ہو کر ایک سوار جانب یمن و دوسرا جانب شام و تیسرا جانب عراق روانہ کیا تاکہ دریافت کرے کہین کچھ ٹڈیان نظر آئین یا نہین پھر جانب یمن جو سوار گیا تھا واپس آیا اور ایک مٹھی ٹڈیان لاکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھین جب آپ نے اُنکو دیکھا تو تکبیر کہی پھر فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار اُمتین پیدا فرمائین چھ سو سمندر مین اور چار سو خشکی مین ہین پس ان اُمتون مین سے سب سے پہلے ٹڈیان نیست ہونگی اور جب وہ نیست ہوئین تو اسطرح پے درپے آفت نازل ہوگی جیسے لڑی ٹوٹکر دانے گرتے ہین (رواہ ابو یعلی) لیکن اسکی اسناد مین ابن عیسیٰ الہلالی ضعیف راوی ہو ۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اٹھارہ ہزار عالم ہو جنمین سے ایک عالم یہ تمام دنیا ہو ۔ مترجم کہتا ہو کہ اس سے معلوم ہوا کہ ابو العالیہ کی روایت سابقہ چودہ ہزار یا اٹھارہ ہزار فقط ایک عالم کا بیان ہو ۔ شیخ نے لکھا کہ مقاتل رازی نے فرمایا کہ عوالم اسی ہزار ہین ۔ کعب احبار نے فرمایا کہ عوالم کی تعداد کو سواے اللہ عز و جل کے کوئی نہین جانتا ۔ قرطبی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا کہ چالیس ہزار عالم ہین جنمین سے ایک عالم یہ دنیا مشرق سے مغرب تک ہے زجاج نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت مین پیدا کیا کل کو عالم کہتے ہین ۔ قرطبی نے کہا کہ یہی صحیح ہو کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون سے رب العالمین کی اُلوہیت بیان فرمائی تو فرعون نے کہا ۔ ومارب العالمین یعنی رب العالمین کون ہو جواب دیا کہ رب السموات والارض وما بینہما یعنی آسمانون و زمینون و اُنکے مابین کا رب ہو ۔ اور عالم مشتق از علامت ہو جو اپنے پیدا کرنے والے پر دلالت کرے کیونکہ عالم جو عجائب حکمت سے مملو ہو اپنے خالق عز و جل کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہو پھر رب العالمین کی صفت بیان فرمانے کے بعد

**اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** ۔ وہ صفت بیان فرمائین جنکا بیان بسم اللہ مین گذرا کیونکہ رب کی تربیت مین انعام و مہربانی ہوتی ہو

معلم کبھی تربیت کے واسطے بچہ کو مارتا ہی تو تفصیل فرمائی کہ رب العالمین کی شان بھی رحمت و عذاب کو شامل ہی لیکن رحمت غالب ہی لہذا الرحمٰن اور الرحیم دو صیغۂ مبالغہ رحمت کے واسطے بیان فرمائے۔ اور حدیث قدسی مین ہی کہ میری رحمت نے میرے غضب پر سبقت فرمائی ہی (کمافی الصحیح) اور خود قرآن مین فرمایا۔ ورحمتی وسعت کل شئی۔ یعنی میری رحمت ہر چیز کو شامل ہی۔ پھر اسکے بعد خوف دلانے کے لیے فرمایا

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ یعنی روز جزا کا مالک ہی۔ ف حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک جو عقوبت ہی اگر وہ مومن کو پورے طور پر معلوم ہوجاوے تو کوئی اسکی جنت کی طمع نہ کر سکے اور اللہ تعالی کے نزدیک جو رحمت ہی اگر وہ کافر کو معلوم ہوجائے تو کوئی اسکی رحمت سے مایوس نہو (صحیح مسلم) اور اللہ تعالی نے قولہ تعالی الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن الآیۃ مین مومن اپنا اسم صفت فرمایا اور اپنے بندۂ مومن کا بھی یہی نام فرمایا پس مومن بھی صفت غضبی سے متصف ہوتا ہی تو اسکو نفس شیطان کے مقہور کرنے کے واسطے کام مین لاتا ہی تاکہ اللہ تعالی کی زمین سے فتنۂ کفر و معصیت مٹ جاوے اور اسیواسطے جہاد مشروع ہی مگر اسوقت تک کہ کفار توحید الہی پر عبادت کرنے والے کو ایذا دین یا مانع ہون حتی کہ اگر جزیہ و اطاعت کا اقرار کرین تو ان سے تعرض نہین کیا جائیگا بلکہ ترحم کے ساتھ انکے جان و مال کی حفاظت کیجائیگی کیونکہ جب انھون نے دنیا اختیار کی اور اسکے پیچھے آخرت کا عذاب دائمی گوارا کیا تو دنیا مین کمی نہوگی اگرچہ انکی حماقت پر تاسف کیا جائے کیونکہ اللہ تعالی کا ترحم ہر چیز کے ساتھ ہی حتے کہ حدیث شریف مین آیا کہ اللہ تعالی نے ہر چیز کے ساتھ ترحم فرض کیا ہی پس جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو خوبی کے ساتھ یعنی آہستہ تیز چھری کے ساتھ راحت دو[1] اور جب تم کسی قاتل سے قصاص لینا چاہو تو خوبی کے ساتھ قصاص لو[2] (السنن) صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ کیا ان جانورون مین بھی ہمکو ثواب ہی فرمایا کہ ہر جاندار جگر والے کی پرداخت مین ثواب ہی[3] (السنن) اور احادیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک باغ مین داخل ہوئے تو اسمین ایک خستہ اونٹ نے آپکو دیکھکر فریاد کی پس آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کسکا اونٹ ہی جب وہ حاضر ہوا تو اس سے فرمایا کہ یہ اونٹ شکایت کرتا ہی کہ مجھسے کام بہت لیا جاتا اور چارہ بہت کم دیا جاتا ہی اسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ میرا اونٹ نہین ہی بلکہ یتیمون کا ہی اس حدیث مین بھی آپ نے جانورون پر ترحم کی تاکید فرمائی۔ اور احادیث مین ہی کہ ایک شخص جاتا تھا پس اسنے ایک کوئین کے گرد ایک کتا دیکھا جو زبان نکالے کیچڑ چاٹتا ہی اور پیاس سے مضطر ہی اسنے اپنا موزہ نکالکر اسکے ذریعہ سے کتے کو سیراب کیا پس اللہ تعالی نے اس کے شکریہ مین اس شخص کو بخش دیا (البخاری) اور روایت ہی کہ اگلے زمانہ مین ایک فاجرہ عورت تھی اسنے بھی اسی کے مانند ترس کھاکر ایک کتے کو پانی پلایا تھا پس اللہ تعالی نے اسوقت کے پیغمبر کو وحی فرمائی کہ مین نے اسکو بخش دیا (الصحیح) اور احادیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم مین داخل ہوئی جسکو اسنے بند کردیا تھا نہ اسکو کھانا دیتی اور نہ چھوڑتی کہ وہ کیڑے مکوڑے کھاوے یہانتک کہ بھوک پیاس سے تڑپکر مرگئی (الصحیح) اور حدیث مین ایسے شخص کی مذمت وارد ہی جو تھوڑی دور جانیوالا ہو جہان بغیر مشقت کے پیدل پہونچ سکتا ہی مگر وہ جانور کو تکلیف دیکر اسکی پیٹھ پر سوار ہوکر جائے (الترمذی وغیرہ) حدیث مین ہی کہ ارحم الراحمین انھین بندون پر رحم کرتا ہی جو رحم کرنے والے ہین پس تم زمین والون پر رحم کرو کہ مالک آسمان تمپر رحم فرماویگا (الترمذی وغیرہ) پس ترحم کے بارہ مین احادیث کثیرہ ہین جنسے بندونکے درجات بلند ہوتے ہین اور جو لوگ کسی جاندار کو ایذا پہونچاوین وہ دنیا مین بدکرداری کے امتحان مین ڈالے گئے ہین اور اللہ تعالی ہمیشہ اپنے مخلوق پر قادر ہی کوئی مخلوق اسکے قبضۂ قدرت سے باہر نہین ہوسکتی لیکن موذی بدکردار لوگ اپنے اعمال مین مبتلا ہین جنکے واسطے اللہ تعالی نے قیامت کا دن روز جزا مقرر فرمایا ہی اور اس دن اللہ تعالی کے حکم سے سب مخلوق کا ظاہری اختیار بھی سلب ہوجائیگا اور وہ فقط اللہ تعالی کی طرف رجوع ہونگا اسیواسطے مالک یوم الدین فرمایا۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ بعض قراء نے ملک یوم الدین پڑھا یعنی بادشاہ روز جزا اور دوسرے قراء نے مالک یوم الدین

[1] اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح [2] اذا قتلتم فاحسنوا القتلة [3] في كل ذي كبد رطبة اجر [illegible] الراحمون يرحمهم الرحمن ارحموا من في الارض يرحمكم من في السماء [illegible]

پڑھا اور یہ دونون قرائتین صحیح متواتر قراءت سبعہ مین سے ہین - اور زمخشری نے کہا کہ حرمین مکہ و مدینہ کے لوگ ملک پڑھتے ہین - اور ابوبکر بن ابی داؤد نے امام زہری سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم کی قراءت مالک یوم الدین تھی ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مالک یوم الدین کے یہ معنے ہین کہ اُس دن کسی شخص کو حکم کی قدرت نہوگی جیسے دنیا مین بادشاہون کو ہوتی ہے - اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو مقبوض اور آسمانون کو لپیٹ کر فرمائیگا کہ بادشاہ مین ہون وہ کہان ہین جو زمین کے بادشاہ تھے گردن کش کہان ہین متکبر کہان ہین (الصحیحین) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا همسا یعنی اللہ تعالیٰ کے واسطے آوازین پست ہوجاوینگی پس سوا سنسناہٹ کے کچھ نہین سنا جائیگا - وقال تعالیٰ لا یتکلمون الا من اذن له الرحمٰن یعنی جسکو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی اُسکے سوا کسی کو بولنے کی مجال نہوگی - حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر نام وہ شخص ہے جسکو شاہنشاہ کہا جاوے (الصحیحین) - روز جزا مین ہر ذرہ نیکی و بدی ظاہر ہوجاویگی چنانچہ فرمایا فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ یعنی ہر نیکی و بدی اگرچہ ذرہ برابر ہو آدمی کے سامنے موجود ہوگی لہذا حدیث مین وارد ہے کہ دانا وہی شخص ہے جسنے اپنے نفس سے دنیا مین حساب کیا اور بعد موت کے لیے کام کیا اور عاجز نادان وہ ہے جو نفس کی خواہش مین پڑا اور اللہ تعالیٰ پر خواہشین باندھیں -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے نفسون کا حساب کرلو اس سے پہلے کہ تمسے حساب لیا جاوے اور اپنے اعمال نفس تول لو قبل اسکے کہ میزان مین تولا جاوے اور اُس بڑی پیشی کے واسطے آراستہ ہو کہ جب اُس پاک عزوجل کے حضور مین پیش کیے جاؤگے جبپر تمہارے اعمال مین سے کچھ بھی پوشیدہ نہین ہے - مترجم کہتا ہے کہ باب وزن اعمال وجزاء افعال کا تفصیلی بیان انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مواقع پر آویگا پس ہر عمل شکر کا نگاہ سے - بعض علماء نے لکھا کہ جب بندہ اس سورہ کی قراءت مین مالک یوم الدین تک پہونچا تو گویا اُسنے لوٹنا و بہتی چھوڑ کر خوف کے ساتھ اخلاص کا اقرار کیا - اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہین اور تجھی سے ہم مدد چاہتے ہین - بعض سلف نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ جیسے قرآن کا بھید ہے ویسے ہی سورۂ فاتحہ کا بھید یہ آیت ہے پس ایاک نعبد سے بندہ بہتی و شرک سے بیزار ہے یعنی ہم خالص تیری ہی عبادت کرتے ہین پھر چونکہ اسمین بھی اپنی قوت کا دعویٰ تھا گویا ہمکو یہ قوت حاصل ہے کہ ہم خالص عبادت کرین اور یہ بھی شرک مین داخل ہے لہذا ایاک نستعین سے یہ دعویٰ بھی چھوڑ دیا یعنی اپنی جانب نسبت کرنے سے بھی بیزار ہوکر تیری ہی جانب تفویض کرتے ہین کہ جو خالص عبادت تجھسے سرزد ہو وہ تیری ہی عین عنایت ہے اور تیری ہی توفیق و قوت سے ہوگی - شیخ نے لکھا کہ اس مقام پر بندہ نے خطاب کے ساتھ عرض کیا گویا بھید یہ ہے کہ جب بندہ حضور الٰہی عزوجل مین حاضر ہوا اور اُسنے حمد و ثنا کی اور جانا کہ وہ مالک روز جزا ہے جسپر کوئی ذرہ پوشیدہ نہین ہے تو اپنی اس حالت پر متنبہ ہوکر جان گیا کہ مین اُسکے حضور مین اس طرح حاضر ہون کہ میرے ظاہر و باطن و ہر ذرہ پر اُسکا علم محیط ہے تو اُسنے اخلاص کی التجا اور توفیق کی دعا کی لہذا عرض کیا کہ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ؑ

چلا ہمکو راہ سیدھی راہ اُنکی جنپر تونے فضل کیا نہ جنپر غصہ ہوا اور نہ بہکنے والے

یعنی اُسنے عبادت کے واسطے دعا مانگی کہ - اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ - یعنی ہمکو راہ مستقیم کی ہدایت فرما -

ف صراط مستقیم لغت عرب میں ایسی راہ کو کہتے ہیں جس میں کچھ کجی نہو پھر یہ لفظ انکی زبان میں ہر ایسے قول و فعل کے واسطے بھی مستعمل ہوا جو ٹھیک درست ہو اور ہدایت کے دو معنے آتے ہیں ایک رہنمائی جیسے کسی نے دوسرے کو مسجد ملنے کا راستہ بتایا کہ تم اس طرح ان نشانات پر چلے جاؤ اور راہ میں فلان فلان مقامات پر فلان فلان قسم کے چور ہیں اور اُن سے بچنے کی فلان فلان ترکیب ہو اور یہ معنی راہ دکھلانے کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہی کہ آپ نے لوگوں کو جنت و رضوان الٰہی کا راستہ بتلایا اور اس راہ باریک میں جو عقل و حواس کا کام نہیں کرتے ہیں پوشیدہ چور دشمن شیاطین جن وانس و دنیا و ابلیس وغیرہ سے جو خطرات ہیں اُن سے آگاہ فرمایا اور انکی وجہ سے بچنے کی راہ بتائی [illegible] طاعت سے ہوتی ہے [illegible] ہوتا ہے وہ [illegible] ہدایت بمعنی [illegible] اور دیگر [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] صراط مستقیم تو اس سے [illegible] تک پہنچانا ہے اگر سوال کیا جاوے کہ [illegible] صراط مستقیم [illegible] درخواست کرتا ہے [illegible] کرتا ہے اور [illegible] سے پہلے [illegible] نقل کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ [illegible] صراط مستقیم [illegible] فہم کے لائق ہو [illegible] ایمان و تقویٰ [illegible] ایمان و احسان سے [illegible] فرمایا گیا اور [illegible] کے واسطے [illegible] لوگ اولیاء اللہ کہتے ہیں لیکن عوام انکے ساتھ [illegible] کشف و کرامات دیکھنا [illegible] اولیاء اللہ [illegible] کشف و کرامات [illegible] چیز نہیں ہوتی اصحاب و تابعین [illegible] کشف و کرامات کی تلاش نہیں [illegible] عالی ہے عقل کامل حاصل [illegible] اعلیٰ مرتبہ [illegible] اللہ تعالیٰ کی توحید [illegible] کے واسطے [illegible] میں قربان [illegible] اعلیٰ مرتبہ صدیق [illegible] اعلیٰ مرتبہ نبوت ہے لیکن نبوت [illegible] اللہ تعالیٰ نے ازل [illegible] حضرت محمد خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمائی اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں ہو سکتا کوئی شخص نبوت کے واسطے کوشش نہیں کر سکتا لیکن راہ نبوت کی کوشش کرنا اس غرض سے ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہمراہی نصیب ہو جیسے خاص صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری نصیب ہوئی پس جب بندہ نے نعمت ایمان کی رہنمائی پائی تو وہ ہر وقت نماز میں اللہ تعالیٰ عز و جل سے بہت عمدہ طریقہ پر بعد حمد و ثنا و اظہار خلوص کے راہ مستقیم پر پہنچائے جانے کی درخواست کرتا ہو اور جو ایک درجہ پر پہنچ گیا وہ اس سے عالی درجہ کی درخواست کرتا ہو الٰہی مجھکو راہ مستقیم تک پہنچا دے یعنی صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ان لوگوں کی راہ تک جنپر تونے انعام فرمایا ہے ف اور اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں پر انعام فرمایا انکا ذکر اس آیت میں ہے۔ اولٰئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا یعنی انبیا و صدیقین و شہدا و صالحین یہی بندے ایسے لوگ ہیں جنپر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور ہمراہی کیواسطے یہ لوگ کیا خوب ہیں یعنی جس بندہ کو انکی رفاقت و انکا ساتھ نصیب ہو وہ نہایت بلند درجات و فردوس جنات میں بے مثل عیش میں پہنچ گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائی درجہ والوں یعنی صالحین کے لیے وہ نعمتیں مہیا فرمائی ہیں کہ کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں اور کسی کان نے نہیں سنیں اور نہ کسی بشر کے دل پر انکا تصور گذرا (کما فی الصحیح) پس جب صالحین کے یہ مراتب ہیں تو اعلیٰ درجات کو کون قیاس کر سکتا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ بندہ ابتدا میں رہنمائی پاتا ہو اور اسی رہنمائی پر مقصود تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہو اور پہنچانا ایک فعل ہو جسکا خالق اللہ عز و جل ہی ہے پس درخواست کرتا ہے کہ الٰہی میں چلتا ہوں اور تو ارحم الراحمین ہے تو اپنے فضل سے مجھے صراط مستقیم تک پہنچا دے یعنی اس

[illegible] راہ [illegible] سے [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

صلاح

[illegible] ۳ نصرت [illegible]

راہ تک جس سے تیرے ایسے بندے پہونچے جنپر تو نے انعام فرمایا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صراط مستقیم کتاب الٰہی عز وجل ہے (ابن ابی حاتم وابن جریر وروا احمد والترمذی موقوفا) اور یہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور ضحاک و میمون بن مہران وابو صالح وابو مالک نے ابن عباس سے اور مرۃ الہمدانی نے ابن مسعود و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ صراط مستقیم دین اسلام ہے اور یہی قول حضرت جابر و محمد بن الحنفیہ و عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ صراط مستقیم درحقیقت دین اسلام ہے جو قرآن مجید سے ظاہر ہوتا ہے جو آنحضرت کے ذریعہ تعلیم حاصل کیا لیکن یہ تعلیم فقط زبانی ہے اور اس کے موافق پہونچنا اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے ہے کیونکہ حدیث میں ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی حفاظت پر قائم رہنے کی نصیحت فرمائی تو بعض صحابہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اسکا خوف نہ فرمایئے کیونکہ ہم پڑھتے ہیں اور ہم اپنی اولاد کو پڑھاوینگے اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھاویگی یعنی یہ سلسلہ برابر باقی رہیگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب کے طور پر فرمایا کہ میں تجھے مدینہ کے بڑے داناؤں میں سے سمجھتا تھا پس بات کیا ہے کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ ان یہود و نصاریٰ کی بغل میں کتاب ہے پر کچھ انکو فائدہ نہیں دیتی ہے (انتہی) یعنی ان لوگوں کی یہ حالت ہو گئی جیسا اللہ نے فرمایا کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ یعنی گدھے کی مثل جس پر کتابوں کا بوجھ لادا ہے۔ الحاصل یہ کہ لفظی تحقیق و بیان اور ہے اور ہر شخص کے قرب و انتہا میں فرق ہے [illegible] اور ابتدا و انتہا کچھ نہیں [illegible] سے اسکو [illegible] بتاتے ہیں جیسا حضرت شیخ اجل [illegible] مولوی روم علیہ الرحمہ کا یہ شعر [illegible] اسکا حاصل یہ ہے کہ [illegible] افعال ہیں [illegible] جسمانی زندگی [illegible] اسکا علم [illegible] فرق آگے [illegible] کی آگ [illegible] عالم [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] آیات قرآنی اور شیخ نے لکھا کہ نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی ایک مثل فرمائی یعنی ایک صراط مستقیم بنائی اور صراط کے دونوں جانب دیواریں ہیں جن میں کھلے ہوئے دروازے ہیں اور دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں اور صراط کے سرے پر پکارنے والا ہے کہ اے لوگو تم سب اس راہ میں داخل ہو اور ٹیڑھی راہ مت چلو اور دوسرا پکارنے والا اس راہ کے بالائی سرے پر موجود ہے تو جب کوئی شخص راہ چلنے والوں میں سے ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولنا چاہتا ہے تو آواز دیتا ہے کہ ارے تیری خرابی یہ دروازہ مت کھول کیونکہ اگر اسکو کھولیگا تو اسکے اندر جا پڑیگا پھر اس مثل کا بیان فرمایا کہ یہ صراط تو اسلام ہے اور دونوں دیواریں حدود الٰہی ہیں اور دروازے وہ چیزیں ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور صراط کے سرے پر پکارنے والا کتاب الٰہی ہے اور بالائی سرے پر پکارنے والا مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک واعظ ہوتا ہے (رواہ احمد وابن ابی حاتم وابن جریر والترمذی والنسائی واسنادہ حسن صحیح) حضرت مجاہد نے فرمایا کہ صراط مستقیم سے مراد حق ہے یہ اصح اقوال ہے اور روایت کی کہ حضرت ابوالعالیہ نے فرمایا کہ صراط مستقیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں صاحب یعنی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ عاصم نے کہا کہ میں نے جا کر حسن بصری سے یہ بات بیان کی تو فرمایا ابوالعالیہ نے سچ فرمایا اور بہت اچھی نصیحت فرمائی (رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر) شیخ نے کہا کہ یہ سب اقوال صحیح ہیں اور باہم متلازم ہیں کیونکہ حدیث میں آیا کہ تم لوگ ان دونوں کی اقتدا کیجو جو میرے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں (البزار وغیرہ) پس جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی اقتدا کی تو وہ حق کا تابع ہوا اور جو حق کا تابع ہوا وہ اسلام کا تابع ہوا اور جو اسلام کا تابع ہوا وہ قرآن مجید کا تابع ہے پس یہ سب اقوال صحیح متلازم ہیں۔ اسی طرح یہ قول جو حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ صراط مستقیم وہ ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا

(رواہ الطبرانی) مترجم کہتا ہی کہ یہ قول نہایت عمدہ ہی لہذا امام ابوجعفر بن جریرؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہی تاویل نہایت اولیٰ ہی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے بھی اسکو پسند کیا پھر لکھا کہ بندہ کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ہدایت صراط مستقیم کی دعا کرنے کی ضرورت ہی کیونکہ اس سے ثبات و قرار و اعمال صالحہ کی توفیق مراد ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث میں آیا کہ آدمیوں کے قلوب بقبضۂ قدرت الٰہی ہیں وہ اُن کو جدھر چاہتا ہی پھیرتا ہی (الصحیح) لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا میں آیا کہ الٰہی میرے دل کو اپنے دین پر ثابت برقرار رکھیو (الصحیح) پس حاصل یہ نکلا کہ بعد ایمان کے بندہ جہانتک ممکن ہو اپنے رب عزوجل سے صراط انبیاء و صالحین پر قائم رہکر مقصود تک پہونچنے کی درخواست کرتا رہے کیونکہ رہنمائی کے موافق پہونچ جانا لازم نہیں ہی کیونکہ پہونچانا بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے پیدا ہوتا ہی اور کسی مخلوق کو کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہی یہی حق اور یہی صحابہ و تابعین و جمیع اہل سنت کا اعتقاد ہی پس واسطے درخواست کرے کہ رہنمائی کے موافق صراط صالحین میں پہونچایا جاوے۔ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ۔ نہ راہ اُن لوگوں کی جنپر تو نے غضب کیا اور نہ راہ اُن لوگوں کی جو بھٹکے ہوئے ہیں ف یعنی الٰہی ہم تجھسے صالحین کی راہ مانگتے ہیں کہ جس طرح تو نے اُنکو مقصد پر پہونچا دیا اُسی طرح ہمکو پہونچا دے اور ہم تجھسے ایسے لوگوں کی راہ سے پناہ مانگتے ہیں جنپر تو نے غضب کیا اور جو گمراہی میں پڑے ہیں۔ شیخ نے لکھا کہ اس آیت کو بدون واو عطف کے بیان کرنے میں زیادہ تاکید ہی جس سے معلوم ہوا کہ صرف ایک راہ صراط المستقیم مانگتے ہیں جسکے معنی یہ ہیں کہ وہ انبیاء و صالحین علیہم السلام کی راہ ہی بخلاف راہ مغضوب علیہم و ضالین کے پس مغضوب وہ لوگ ہیں جنکی ارادت خراب ہوئی کہ اُنھوں نے حق کو جان کر اُس سے منہ موڑا اور وہ یہودی ہیں اور غضب الٰہی اُنپر لازم ہوگیا چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ فَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ کی تفسیر میں آویگا اور اسی طرح جو لوگ یہودیوں کے مشابہ ہوں وہ بھی اُن میں داخل ہیں اور ضالین سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے حق ہی کو نہیں پہچانا اور گمراہی میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور وہ نصاریٰ ہیں اور اسی طرح جو لوگ نصرانیوں کے مشابہ ہوں وہ بھی انھیں میں شامل ہیں۔ امام احمدؒ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سواروں نے میری قوم پر جہاد کیا اور میری پھوپھی اور کچھ لوگوں کو پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کر کے پھوپھی کا حال بیان کیا پس میری پھوپھی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا الٰہی دور گیا اور اولاد منقطع ہوگئی اور میں بہت بڈھیا ہوں کہ کسی خدمت کے لائق نہیں ہوں پس آپ مجھپر احسان کیجیے اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرماوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا الٰہی کون ہی اُسنے کہا کہ عدی بن حاتم ہی آپ نے فرمایا کہ وہی جو اللہ و رسول سے بھاگ گیا۔ میری پھوپھی نے عرض کیا پھر آپ مجھپر احسان فرماویں پھر جب آپ واپس آئے تو آپ کے پہلو میں ایک شخص تھا اور میری پھوپھی کی رائے میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اُنھوں نے کہا کہ ای عورت تو سواری مانگ پس اُسنے مانگی تو آپ نے اُسکے لیے سواری دینے کا حکم دیا پھر میری پھوپھی وہاں سے میرے پاس آئی اور بولی کہ آپ نے ایسا کام کیا جو تیرا باپ نہیں کر سکتا تھا چنانچہ آپ کے پاس فلاں شخص آیا اور اُسکو بھلائی ملی اور فلاں دیگر آیا اور اُسنے بھی نیکی پائی یہ سنکر میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُسوقت آپ کے پاس ایک عورت اور دو بچے حاضر تھے۔ عدی نے کہا کہ میں نے عظمت نورانی سے پہچانا کہ یہ کوئی دنیاوی کسریٰ و قیصر نہیں ہی پس آپ نے فرمایا کہ ای عدی کون چیز تجھکو بھگاتی ہی کہ تو لا الٰہ الا اللہ کہے کیا سوائے اللہ تعالیٰ کے تو کوئی معبود جانتا ہی اور کون چیز تجھکو بھگاتی ہی کہ تو اللہ اکبر کہے کیا تو اللہ عزوجل سے کوئی چیز اکبر جانتا ہی۔ عدی نے بیان کیا کہ میں مسلمان ہوگیا پس میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرۂ مبارک خوشی سے لہلہانے لگا اور آپ نے فرمایا کہ یہود تو مغضوب علیہم ہیں اور نصاریٰ ضالین ہیں (رواہ احمد والترمذی) اور یہی معنی عبدالرزاق نے بحدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ابن مردویہ نے بحدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیے اور

یہی حضرت ابن عباس و ابن مسعود و جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے مروی ہے حتی کہ شیخ ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ مفسرین کے درمیان اسمیں کچھ اختلاف ہو مترجم کہتا ہے کہ جہاں تک معلوم ہے یہ اجماعی تفسیر ہے اسی واسطے شیخ سیوطی رح نے ایسے تفسیر لکھنے والوں سے تعجب کیا کہ جنکو حدیث و آثار کا علم نہیں ہے اور اپنی رائے سے معنے لگاتے ہیں چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں بعض شخص قریب دس یا زیادہ کے اختلافی اقوال نقل کر گیا حالانکہ سلف صالحین جنپر تفسیر کا مدار ہے اُن میں کچھ بھی اختلاف نہیں کہ جنپر غضب کیا گیا وہ یہود ہیں اور جنکو گمراہ فرمایا وہ نصاریٰ ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ جیسے یہود و نصاریٰ کی راہ سے بیزاری مقصود ہے اسیطرح جمیع فرقہ کفر مجوس و ہنود وغیرہ کی راہ سے بھی بیزاری مقصود ہے تو یہود و نصاریٰ کی تخصیص کیا مطلب ہے اسکا آسان جواب یہ ہے کہ یہ دونوں فرقے باوجود آسمانی کتاب و رسول پانے کے گمراہ ہیں یا غضب کیے گئے ہیں تو دوسرے بت پرست و آتش پرست وغیرہ بدرجہ اولیٰ گمراہ یا مغضوب علیہم ہیں تو وہ بالضرور ان میں شامل ہیں کیونکہ جو شخص اندھیری راتکی تاریکی سے پناہ مانگے اور اسکو پناہ دیجاوے تو قبر کی تاریکی سے بالضرور اسکو پناہ ملیگی کیونکہ یہ تاریکی اس سے بدرجہا اشد ہے اور دقیق جواب یہ ہے کہ جب بندہ ایمان لایا اور رہنمائی کے موافق یقین کرکے مقصود اصلی کی طرف چلا تو ایمان لاتے ہی وہ کفر و شرک سے الگ ہو گیا کیونکہ کفر و شرک کے واسطے کوئی آسمانی کتاب نہیں ہے پس اُسنے آسمانی کتاب کے موافق ہدایت مانگی لیکن یہود و نصاریٰ ایسے دو فرقے موجود ہیں جنکو آسمانی کتاب کی ہدایت ملی لیکن ہدایت الٰہی یعنی مقصود تک پہونچانا اُنکو نصیب نہوا لہذا اُنکی راہ سے پناہ مانگی اور اس سے خوب واضح ہوا کہ جو شخص ایمان لایا و یقین کامل پایا ہرچند کہ وہ علم شریعت میں عالم ہوجاوے تو بھی اُسپر فرض ہے کہ اوقات شب و روز میں خصوصًا پنجوقتی فرائض میں اہدنا الصراط المستقیم سے آخر تک بہت ادب سے دعا مانگتا رہے اور دیکھو غور کرو تو معلوم ہو کہ یہی نعمت عظمیٰ ہے جسکے لیے بندہ نے کمال ادب و تملق سے اپنے رب جل شانہ کی حمد و ثنا کی و اخلاص کا اقرار کیا پھر کمال آرزو سے قبولیت کے وقت اپنی اعلیٰ مراد مانگی اور یہ مراد اُسکو ضرور حاصل ہوجاتی ہے کیونکہ حدیث ابوہریرہ رضہ میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صلوٰۃ یعنی سورۂ فاتحہ میرے درمیان اور میرے بندہ کے درمیان مقسوم یعنی نصفا نصف ہے پس اس سورہ کا نصف میرے واسطے اور نصف میرے بندے کے واسطے ہے اور جو کچھ میرے بندے نے مانگا وہ اُسکے لیے حاصل ہے جب بندہ نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی اور جب بندے نے الرحمن الرحیم کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری ثنا کی پھر جب بندے نے مالک یوم الدین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور جب بندے نے ایاک نعبد و ایاک نستعین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور جو کچھ میرے بندے نے مانگا وہ اُسکو عطا ہوا پھر جب بندے نے کہا اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے کے واسطے ہے اور جو کچھ میرے بندے نے مانگا وہ اُسکو عطا ہوا (صحیح مسلم وغیرہ) اس سے ایک یہ فائدہ ہے کہ جب سمجھکر سورۂ فاتحہ پڑھے تو مراد کامل حاصل ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عطیہ دیا اور وعدہ میں خلاف نہیں ہے اور فائدہ دوم یہ کہ اول کی تین آیات تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا و تمجید ہیں اور آخر کی تین آیات بندے کے واسطے ہیں اور درمیانی ایک آیت مشترک ہے پس جملہ سات آیات ہیں اور اُسکی پہلی الحمد للہ رب العالمین سے ہے اور بسم اللہ اسمیں داخل نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (مسئلہ) ولا الضالین میں ضاد کا مخرج مشکل ہے کہ وہ اول کنارۂ زبان اور اُسکے متصل داڑھوں سے ہے پس اگر اس حرف کا ادا کرنا مشکل ہو تو کیا اسکے مشابہ ظا و زا منقوطہ ہے یا دال بے نقطہ ہے جواب یہ ہے کہ اصل میں ضاد نکالنے کا قصد کرے کیونکہ حرف کی تبدیل جائز نہیں ہے لیکن جب اُسنے ضاد کا قصد کیا اور وہ ادا نہوا تو اُسکے مشابہ ظاء منقوطہ نکلے گی جیسا کہ فتاوی عالمگیریہ وغیرہ میں مذکور ہے اور مترجم نے فتاوی ہندیہ و عین الہدایہ میں ترجمہ ذکر کیا ہے شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ صحیح مذہب

ہو کہ ضاد کی آواز مین خلل ہو کر ظاء منقوطہ کی آواز نکلنا مغفور و معاف ہے کیونکہ ضاد و ظاء کا مخرج متقارب ہے تو ایک کو دوسرے کی جگہ نکالنا معاف ہے جبکہ اُس سے ضاد ادا نہو سکے واللہ تعالیٰ اعلم - اور بعضون نے یہان ایک حدیث بنائی کہ ضاد ادا کرنے مین مین سب سے فصیح ہون شیخ نے کہا کہ یہ موضوع بے اصل ہے - مترجم کہتا ہے کہ اسیطرح دیگر موضوعات مین مذکور ہے اور واضح ہو کہ اس سورۂ مقدسہ مین جو سات آیات ہین بہت سے مدارک عالیہ شامل ہین ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا و تمجید و ذکر اسم اللہ و اسماء حسنیٰ ہے - دوم ذکر معاد و روز قیامت ہے - اور سوم اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے اخلاص عبادت اور اسی سے استعانت ہے اور اپنی قوت سے بیزاری ہے جسمین تنبیہ ہے کہ الوہیت خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات و افعال مین شریک سے پاک ہے چہارم بندون کو ادب دعا کی تعلیم ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ایسے اسماء و صفات کے ساتھ ادا کرین جو رحمت کے نام ہین پھر دعا مانگین اور حدیث مین آیا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھین چنانچہ نماز مین بھی آخر مین درود پر ختم کرتے ہین - پنجم ارشاد ہے کہ صراط مستقیم سے وصول ہونا ایک مقصد اعلیٰ ہے - ششم واصلین اہل انعام کا جوار دہ حضرت جو انبیا و صدیقین و شہدا و صالحین ہین اور معلوم ہوا کہ انکو جو بزرگیان حاصل ہین وہ محض انعام الٰہی عزوجل سے ہے اور معلوم ہوا کہ انعام دینے والا اور ہدایت سے واصل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ وہی خالق افعال ہے - ہفتم اللہ تعالیٰ کے غضب و اضلال سے خوف کر کے مغضوب علیہم و ضالین کی راہ سے پناہ مانگے اور جس طرح باطن مین پناہ مانگتا ہے اسی طرح ظاہر مین بھی انکے طریقہ و وضع و خیالات سے پناہ چاہیے اسیواسطے گمراہون کی مشابہت حرام ہے اور جب ظاہری شکل مین اُنسے مشابہت حرام ہے تو باطنی خیالات مین مشابہت حرام بلکہ کفر ہے اور واضح ہو کہ یہود و نصاریٰ کو توریت و انجیل عطا ہوئی جو ہدایت کے واسطے کافی تھی مگر وہ لوگ مقصد تک نہین پہونچے تو اس سے علماء کو بھی عبرت ہونا چاہیے کہ خالی علم پڑھ لینے سے واصل نہین ہوتا بلکہ جب علم کے موافق اللہ تعالیٰ ہدایت فرماوے تو مراد کو پہونچتا ہے - م ع - (مسئلہ) جو شخص سورۂ فاتحہ پڑھے اُسکو بعد ختم کے آمین کہنا مستحب ہے اور اسکے معنے یہ ہین کہ اے رب قبول فرماوے بلکہ ہر دعا کے بعد آمین اولیٰ ہے اور نماز مین بھی بعد فاتحہ کے آمین کہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو اور اسمین ائمہ علماء متفق ہین سواے اسکے کہ بعض سے منقول ہے کہ امام نہ کہے لیکن صحیح یہ کہ امام بھی کہیگا پھر جہری نماز مین کیا امام و مقتدی آواز سے آمین کہے یا آہستہ کہے جواب یہ ہے کہ اس مین علماء کا اجتہاد مختلف ہے بعض کے نزدیک جہر سے کہے اور بعض کے نزدیک آہستہ کہے لیکن اگر امام کو تعلیم دینا مقصود ہو تو وہ جہر سے کہے تاکہ مقتدیون کو آمین کہنے کا موقع و محل معلوم ہو جاوے اور اسمین کچھ خلاف نہین ہے - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ آمین مستحب ہونے کی دلیل حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھکر آمین کہی اور اسکے ساتھ اپنی آواز دراز کی اور دوسری روایت مین ہے کہ آواز بلند کی (احمد و ابوداؤد و الترمذی) اور یہ حدیث حسن ہے اور یہی حضرت علی و ابن مسعود وغیرہم سے مروی ہے - اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے حتیٰ کہ صف اول کے لوگ جو آپ سے متصل ہوتے تھے اُسکو سنتے تھے (ابوداؤد) اور ایک روایت مین یہ زائد ہے کہ اس آواز سے مسجد گونج جاتی تھی (ابن ماجہ والدارقطنی) اور کہا کہ اسکی اسناد بھی حسن ہے - اور بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ آمین کہنے مین مجھپر سبقت نفرمایا کرین (رواہ ابوداؤد) اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تب تم بھی آمین کہا کرو کیونکہ جسکا آمین کہنا ملائکہ کے آمین کہنے سے موافق ہو جائیگا تو جو کچھ اُسکے اگلے گناہ ہین وہ بخشے جاوینگے (الصحیحین) اور دوسری روایت مین ہے کہ جب تم مین کسی نے آمین کہی اور ملائکہ نے آسمان مین آمین کہی پس ایک دوسرے سے موافق پڑی تو جو کچھ اُسکے اگلے گناہ ہین معاف ہونگے (صحیح مسلم) بعض علماء نے کہا کہ موافقت سے یہ مراد ہے کہ دونون ایک ہی وقت واقع ہون - اور بعض نے کہا کہ قبولیت مین دونون یکسان ہون اور

بعض نے کہا کہ اخلاص میں دونوں موافق ہوں۔ مترجم کہتا ہے کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بلکہ ابوداؤد کی حدیث ابوہریرہؓ میں ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب پڑھتے تب آمین کہتے تھے جس کی آواز صرف اس قدر بلند ہوتی کہ صف اول میں سے جو لوگ متصل تھے وہ سنتے تھے اور احتمال یہی ہے کہ ایک زمانہ تک جب تک تعلیم مقصود تھی تب تک ہر بار پڑھنے میں ایسا کرتے تھے لیکن ظاہر کو چھوڑ کر اس احتمال کی طرف جانے کے لیے کوئی دلیل ضرور ہے کیونکہ اہل السنۃ کا اجماع ہے کہ آیات و احادیث اپنے ظاہر پر رہینگی جب تک کہ تاویل کے واسطے کوئی دلیل نہو لیکن یہاں ایک دلیل یہ ممکن ہے جو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی اور آواز خفی کی (رواہ الترمذی وغیرہ) لیکن ترمذی نے اسکی سند و متن میں چار جگہ شعبہ رحمہ اللہ کا سہو بیان فرمایا اور تمام بحث مترجم نے عین الہدایہ میں بیان کی ہے اور سہو پر جزم کرنے کے واسطے کوئی وجہ معتمد نہیں ہے۔ اعتراض دوم یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز پست فرمائی تو وائل رضی اللہ عنہ نے کیونکر سُنی پس لامحالہ یہی ہوگا کہ آپ نے آواز مثل سابق کے بلند نہیں فرمائی کیونکہ وائل رضی اللہ عنہ اپنے وطن سے آکر چند روز مدینہ میں رہتے پھر واپس جاتے پھر آتے تو حاصل یہ ہوا کہ پہلی مرتبہ جس آواز بلند سے سُنا تھا اگلی مرتبہ اُس سے پست آواز پائی اسیواسطے شیخ ابن الہمام نے شرح ہدایہ میں کہا کہ اگر اجتہاد میں فی الجملہ مجھے حصہ ہوتا تو میں اس مسئلہ میں نصوص کے درمیان اس طرح توفیق دیتا کہ اتنی پست آواز سے آمین کہے کہ صف اول میں سے قریب کے لوگ سن لیں لیکن شیخ عینی نے کہا کہ شاید وائل بن حجر بالکل قریب ہوں تو آہستہ آمین بھی سُن لی ہو مترجم کہتا ہے کہ یہ توجیہ بعید ہے اسواسطے کہ حدیث میں حکم ہے کہ وہ لوگ مجھ سے متصل رہیں جو صاحبان حلم و عقل ہیں (کما فی الصحیح) تو ظاہر ہے کہ اکابر صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت آپ کے متصل رہتی تھی تو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے واسطے ایسی نزدیکی خلاف ظاہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم ہاں یہ احتمال ضرور ہے کہ بطور تعلیم ہوا اور رہی صحیحین کی حدیث ابوہریرہؓ کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو تو اسمیں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ امام جب آواز سے آمین کہے تو تم بھی کہو اور دوم یہ کہ جب امام موقع آمین پر پہنچکر آہستہ آمین کہے گا تو اسوقت تم بھی آمین کہو کیونکہ حدیث ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام ولا الضالین پڑھے تو تم لوگ آمین کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرماویگا (کما فی صحیح مسلم) بلکہ خود ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح مسلم میں یہی روایت ہے تو ظاہر یہی ہے کہ مقتدیوں کے واسطے آمین کا موقع فرمایا اور امام اُسکو آہستہ کہیگا کیونکہ اگر جہر سے کہتا تو ولا الضالین پر کہنے کی ضرورت نہ تھی حتی کہ امام مالک نے اسی حدیث سے یہ نکالا کہ امام آمین ہی نہیں کہیگا لیکن صحیحین کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام بھی آمین کہیگا شیخ رح نے لکھا کہ ہمارے اصحاب میں اختلاف یہ ہے کہ نماز جہریہ میں اگر امام آمین کہنا بھول گیا تو مقتدی جہر سے آمین کہے اور اگر امام نے جہر سے آمین کہی تو قول جدید یہ ہے کہ مقتدی جہر نکرے بلکہ آہستہ آمین کہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ کیونکہ آمین ایک ذکر ہے تو دیگر اذکار کے مانند اُسکا بھی جہر نہوگا اور شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ مقتدی بھی جہر کرے اور یہی امام احمد کا مذہب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حنفیہ نے جہر کی احادیث کو طریقہ تعلیم پر محمول کیا کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث ابوموسیٰ و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما جو موقع آمین بیان کرنے کے واسطے ہے اُس سے ظاہر ہے کہ امام آہستہ آمین کہیگا تو مقتدی بھی آہستہ آمین کہینگے اور یہ دیگر اذکار سے بھی موافق ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی آمین کا اخفا ماثور ہے اور آہستہ کہنے میں ہر دو آمین کا استحباب حاصل ہو گیا اور کوئی دغدغہ بھی نہیں ہے کیونکہ نماز میں احتیاط کے ساتھ جہر و اخفا کی رعایت واجب ہوتی ہے پھر مترجم کہتا ہے کہ جس امام کے نزدیک اجتہاد سے آمین کا جہر ظاہر ہوا اسکو بھی ثواب ملیگا کیونکہ ہمارے جمیع علماء سب اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اور سب کا ماخذ ایک ہی قرآن و حدیث ہے پس سب کے واسطے ثواب ہے اور عجب ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں میں آمین کی جہر و اخفا پر باہم نفاق

دفع ہوتا ہے جو شرعاً حرام ہے اور افسوس کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا حکم فریضہ چھوڑتے ہیں کیونکہ باتفاق لغت واجب تھی اور حق یہ ہے کہ جس امام کے نزدیک آمین کا جہر کرنا ثابت ہے اور وہ بھی متبع سنت ہے اور ہر ایک اپنی اپنی نیت پر ثواب پاویگا پس یہاں تو کوئی بھی ایسی وجہ نہیں ہے جو نفاق کا باعث ہو شیخ نے لکھا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودیوں کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہودیوں کو حسد کی کوئی آگ اتنا نہیں جلاویگی جتنا انکا حسد ہم پر روز جمعہ کے بارہ میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمکو ہدایت کیا حالانکہ انکو نہیں ملا اور قبلہ کعبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمکو ہدایت فرمایا اور وہ بہکے اور جتنا انکو امام کے پیچھے ہمارے آمین کہنے پر ہے (احمد وابن ماجہ) یعنی جمعہ و قبلہ و آمین پر یہودی ہم لوگوں پر حسد کرکے بہت ہی جلتے ہیں اور قولہ تعالیٰ. قد اجیبت دعوتکما فاستقیما ولا تتبعان سبیل الذین لایعلمون کی تفسیر میں آویگا کہ بعض علماء نے اس سے استنباط کیا کہ جو شخص دعا کرے اور دوسرا اسپر آمین کرے تو وہ بھی دعا کرنے والے کے مثل ہوتا ہے شیخ نے کہا کہ یہیں سے امام ابو حنیفہ وغیرہ نے نکالا کہ سورۂ فاتحہ دعا ہے تو جب امام کی قرارت کے بعد مقتدی نے آمین کہی تو گویا اُسنے خود سورۂ فاتحہ پڑھی اسیواسطے حدیث میں وارد ہے کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرارت ہی اسکی قرارت ہے (کما رواہ احمد) اور خود بلال رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ یا رسول اللہ آپ آمین میں مجھ سے سبقت نفرماویں تو اس سے نکلا کہ نماز جہریہ میں مقتدی پر قرارت نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم مترجم کہتا ہے کہ یہ استنباط غریب ہے لیکن نماز سری میں مقتدی آمین نہیں کہتا تو کیا وہ فاتحہ پڑھیگا اور شیخ ابن کثیرؒ اسکے جواب میں کہینگے کہ ہاں کیونکہ انکا یہی مذہب ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے لیکن مشہور مذہب یہ ہے کہ مقتدی مطلقاً قرارت نہیں کریگا اور مترجم کے نزدیک اسمیں پڑھنے کی تاویل یہ ہے کہ دل سے دعا پوری کرے کیونکہ جو شخص نماز کے واسطے کھڑا ہوا اور اسکے کچھ معنی نہیں سمجھا تو موافق حدیث ابو داؤد کے اُسکی کچھ نماز بھی نہیں ہے شیخ نے لکھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھکر آمین کہی پس اہل زمین کی آمین اہل آسمان کی آمین سے موافق ہوئی تو اللہ تعالیٰ بندے کے واسطے اُسکے اگلے گناہ معاف کر دیتا ہے اور جسنے آمین نہیں کہی تو اُسکی مثل یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم کے ساتھ جہاد کیا پھر اُن لوگوں نے قرعہ ڈالا اور اُن لوگوں کے حصے برآمد ہوئے اور اس شخص کا حصہ نہیں نکلا تو اُسنے کہا کہ میرا حصہ کیوں نہیں نکلا تو اس سے کہا گیا کہ تو نے آمین نہیں کہی تھی (رواہ ابن مردویہ) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی قرارت نہیں کریگا مترجم کہتا ہے کہ یہ استنباط ظاہر اسوجہ سے ہے کہ امام ہی کی قرارت ولا الضالین تک معتبر فرمائی اور اگر مقتدی پڑھتا ہوتا تو ضرور ہوتا کہ وہ اپنی دعا کے بعد آمین کہتا جیسے امام اپنی قرارت کے بعد آمین کہتا ہے اور یہ استنباط لطیف ہے واللہ تعالیٰ اعلم (تنبیہ) آمین بالاجماع قرآن مجید میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ مصاحف میں نہیں لکھی گئی اور بعض علماء نے بدلیل حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو اوپر مذکور ہوئی در باب حسد یہود کے نکالا کہ آمین خاصۂ اسی امت کے واسطے ہے - اور واضح ہو کہ اس سورۂ مقدسہ میں رب عزوجل کے واسطے اعظم شان توحید وثنا وتمجید اور بندے کے واسطے اعظم شان بندگی و اعظم مقصود و انتہا درجہ ظاہر ہوگیا اور یہی عین مراد ہے فالحمد للہ رب العالمین (تنبیہ) بسم کے لکھنے میں الف حذف کیا جاتا ہے جیسے پڑھنے میں حذف ہے کیونکہ اسکا استعمال بکثرت ہوتا ہے اور قولہ تعالیٰ بسم اللہ مجریہا ومرسٰہا اور قولہ تعالیٰ انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں بھی صورتی مشابہت کی وجہ سے حذف ہے اگرچہ یہ صرف ایک مقام پر ہے اور جہاں کثرت نہو وہاں حذف نہیں ہوتا جیسے اقرأ باسم ربک - اگر کہو کہ جیسے بسم میں کثرت استعمال سے حذف ہے اسی طرح چاہیے کہ باللہ و بالرحمن و بالرحیم میں حذف ہو جواب یہ کہ خط مصحف ایک خط خاص ہے جسکو خط عروضی پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں - حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو صاف حرفوں میں لکھا تو وہ بخشا گیا (رواہ البیہقی) اور یہ قول بمنزلہ حدیث کے ہے

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے قیاس سے ایسا نہیں فرما سکتے ہین چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسکے مانند آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم سے روایت کیا ہاں اُسمین بشارت ہی کہ جو شخص اس طرح لکھے وہ بخشا جائیگا۔ (ابونعیم وابن اشتہ) اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے عاملون کو
لکھا کہ تم مین سے جو شخص بسم اللہ لکھا کرے تو الرحمٰن کو بڑھینچکر لکھا کرے (ابن اشتہ) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکروہ تھا کہ
بسم اس طرح لکھے کہ سین کے دندانے ظاہر نہون۔ حضرت عمرو بن العاص رض کے کاتب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط مین بسم اللہ بغیر دندانہ
سین کے لکھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کاتب کو مارا پس جب اُس سے پوچھا گیا کہ تجھکو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے کس بارہ مین مارا تو
اُسنے کہا کہ مجھے سین کے بارہ مین مارا۔ اور ابن سیرین رحمہ اللہ بھی اسکو مکروہ رکھتے تھے (ابن اشتہ) جس کام پر بسم اللہ کہے اُسی کے
موافق وہان فعل مقدر ہوگا مثلاً بسم اللہ کر کے کھاتا ہون یا لکھتا یا پڑھتا ہون جیسے قرآن مین بسم اللہ کے واسطے تلاوت کرنا مقدر ہے (مسئلہ
قرآن مجید کے ختم مین بسم اللہ پڑھنے کی محافظت چاہیے کیونکہ جن علماء کے نزدیک بسم اللہ ہر سورہ کا جزو ہے تو اُنکے نزدیک ترک بسم اللہ
سے ختم پورا نہوگا اور ہمارے نزدیک بھی نماز مین سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا احتیاطاً واجب ہے۔ اور فتح القدیر مین کہا کہ یہی
مختار ہے۔ اور طحطاوی مین ہے کہ محققین کے نزدیک سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسرا سورہ ملانے مین بھی بسم اللہ پڑھ لینا مستحب ہے بشرطیکہ شروع
سے کوئی سورہ ملاوے۔ (مسئلہ) اگر پچیسوان پارہ الیہ یرد علم الساعۃ سے شروع کیا تو شروع مین ضمیر بجانب حق عزوجل راجع ہے
اور جب اُسنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھکر اسکو شروع کیا تو ضمیر کے مرجع مین وہم ہوتا ہے لہذا ایسے مقام پر پہلے بسم اللہ پڑھنا مؤکد ہے
(السیوطی) حسن بصری رح سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایکسو چار صحائف کتب نازل فرمائے اور ان سب کے علوم کو توریت و انجیل و زبور
و فرقان مین جمع فرمایا پھر علوم توریت و انجیل و زبور کو فرقان مین جمع کیا پھر علوم فرقان کو مفصل مین جمع کیا پھر علوم مفصل کو فاتحۃ الکتاب
مین جمع کیا پس جو شخص فاتحۃ الکتاب کی تفسیر سے آگاہ ہو تو وہ جمیع کتب آسمانی کی تفسیر سے آگاہ ہوگیا (رواہ البیہقی فی شعب
الایمان) نسفی رح نے یہ روایت لکھکر بڑھایا کہ پھر علوم فاتحہ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مین جمع کیا اور بسم اللہ کے علوم کو اسکی بار مین جمع کیا اور بار کے
یہ معنی کہ جو ہوا وہ میرے ہی ساتھ ہوا اور جو ہوگا وہ میرے ہی ساتھ ہوگا (المدارک) بعض نے کہا کہ بار کے علوم اسکے نقطہ مین جمع ہین۔
مترجم کہتا ہے کہ ان اسرار کو علماء ربانیین کی سمجھ پر چھوڑنا چاہیے۔ ف بعض اشارات عرائس البیان کا لکھنا بھی مناسب ہے لیکن اسکی سمجھ کے
واسطے کسی مرتبہ تقویٰ پر پہونچنا ضرور ہے ورنہ عوام کی سمجھ سے بہت سے معارف دقیقہ عالی ہوتے ہین اور اسکی نظیر یہ ہے کہ جو شخص حساب
وپیمائش وغیرہ سے واقف ہو جاوے تو اُسکے بعد وہ جبر و مقابلہ و اقلیدس کو سمجھ سکتا ہے اور اگر ابتدا سے کسی دیہاتی یا پہاڑی آدمی کو سمجھا کر کہنا
چاہو تو وہ کسی بیان سے نہین سمجھیگا لہذا ان مضامین کی تحریر مین یہ شرط ہے کہ جو شخص نہ سمجھے وہ اتنی مدت تک خاموش رہے کہ اُسکو سمجھ حاصل ہو
(سورۃ الفاتحہ) اسکا نام سورہ فاتحہ اسواسطے ہے کہ یہ اسرار کی مفتاح یعنی کنجی ہے حتیٰ کہ جو شخص اسکے انوار تک پہونچا وہ بعض متشابہات کے
اسرار پر واقف ہوگا (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) (ب) جو شخص خودی سے خارج ہو اُسکے واسطے بقا۔ (س) اہل انس کے لیے نور سناء
قدسی ہے۔ (م) اہل لقوت کے واسطے کشف ملکوت ہے یعنی جو لوگ ابھی اپنی خودی سے بالکل فانی نہون مگر مشاہدات حق مین مستغرق ہون
تو انکے واسطے عالم ارواح ملکوتی کا انکشاف ہوجاتا ہے یہ اسرار تو بنظر صفات ہین اور بنظر افعال یہ ہے کہ (ب) بر و احسان الٰہی جو اولیاء و اہل محبت
کے لیے عام ہے یعنی کافر و مسلمان سبکو یہ احسان شامل ہے مثلاً اشارہ سے آگاہ کیا کہ رزق و اموال دنیاوی مین اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی
خصوصیت نہین رکھی ہے بلکہ وہ کافرون کو بھی دیتا ہے حتیٰ کہ کفر کے ساتھ سلطنت باقی رہتی ہے اگر ظلم کے ساتھ باقی نہین رہتی اگرچہ ظالم مسلم

مسلمان ہو حتی کہ اگر کافر کے تسلط مین جان و مال کے خطرہ سے حفاظت ہو تو سلطنت باقی رہنے کے آثار ہین اور اگر مسلمان بادشاہ کی سلطنت مین
جان و مال خطرہ مین ہو مثلاً قاضی رشوت خوار اور گواہ دو آنہ کا جھوٹا مکار ہو ایسا ہو تو سلطنت قائم نہین رہیگی پس اہل ایمان اس کلام کے
اسرار سے مکر شیطانی سے بچ گئے جو اکثر عوام کو دھوکا دیتا ہے کہ اگر تم حق پر ہوتے تو ساری دنیا تمھارے واسطے جمع کر دیجاتی اور اگر یہ لوگ جنکو تم کافر
سمجھتے ہو ناحق پر ہوتے تو انکے واسطے حکومت و غلبہ نہوتا یہ وسوسہ اسوجہ سے دور ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا دنیاوی انعام ہر شخص کے واسطے عام ہے
بلکہ جو لوگ معرفت مین ہوشیار ہین وہ دیکھتے ہین کہ حدیث شریف مین آیا تم لوگ جان رکھو کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس دنیا مین ہے وہ ملعون ہے سوا ذکر
الٰہی اور دین پڑھنے و پڑھانے والے کے (ابن ماجہ وغیرہ) اور حدیث مین ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر برابر ہوتی تو اللہ تعالیٰ
اُس مین سے کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا (الصحیح) لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم باوجود جواہرات و خزائن کے کہ اُنکو سلطنت فارس و روم و شام و بخارا
و مصر و بربر سے جو ہزارون برس کے جمع کیے ہوئے تھے ہاتھ آئے تو اُنھون نے اس حقیر مال دنیا کو اچھی طرح نظر اُٹھا کر نہین دیکھا بلکہ حقیقی نعمتہاے
آخرت کے طالب ہوئے اسکی مثال یہ ہے کہ بیوقوف بچہ جسکو ابھی عقل حاصل نہین ہوئی مٹی کے پھول پر فریفتہ ہوتا ہے اور ذی ہوش اُسکو محض لغو
اور رائگان سمجھتا ہے اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم اس دنیا کو نجس و خوار سمجھکر بیزار ہوتے اور دل سے موت و آخرت کے طالب تھے پھر اگر کسی شخص کو
دیکھا جاوے کہ وہ کافرون کے مال و متاع کو نعمت اعلیٰ سمجھکر دلی حسد سے دیکھتا ہے تو محض ناانصاف ہے گویا وہ آخرت و قرآن پر ایمان ہی نہین لایا
جبکہ کافرون کے واسطے عاقبت مین سواے عذاب شدید کے کچھ نہین ہے حالانکہ یہ بھی مخلوق الٰہی ہین تو وہ کیونکر چاہتا ہے کہ نجس و حقیر دنیا بھی انکو میسر
نہو بس یہ نقصان ہے کہ اُسکے دل مین آخرت کا اعتقاد ٹھیک نہین ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے حقارت دنیا کی تنبیہ فرمائی - اور شیخ رحمہ نے یہ اشارہ لکھا
کہ (ب) رزق وغیرہ سے احسان عام ہے - (س) سر الٰہی و خوشنودی خاص کے لیے ہے یعنی مومنین کے واسطے سرور ایمان ہے (م)
محبت الٰہی خاص الخاص محبین کے واسطے ہے یہ اشارہ از راہ فعل تھا پھر از راہ قبولیت بھی اشارہ ہے چنانچہ (ب) بدا عبودیت یعنی ابتداے
ظہور عبودیت بندگا مومن ہین (س) سر ربوبیت یعنی مومن پر کشف ربوبیت ہے (م) منت الٰہی جو ازلی مقبولین پر ہے - مترجم کہتا ہے کہ جیسے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا بل اللہ یمن علیکم ان ہدٰکم للایمان یعنی تم لوگ احسان مت جتاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی تم پر منت و احسان رکھتا ہے کہ تمکو ایمان
کی ہدایت دی - اہل معرفت کے نزدیک ایمان سے بڑھکر کوئی نعمت نہین اور قرآن سے بڑھکر کوئی نعمت نہین چنانچہ حدیث مین ہے کہ جسکو
اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا پھر اسنے دنیا مین کسی شخص کو اپنے سے بڑھکر نعمت والا گمان کیا تو وہ بیوقوف بڑا ناشکر ہے (السنن) پھر از راہ کشف کے اس مین
اشارات ہین چنانچہ (ب) بہاے حسن ازل سے جلال عظمت مین ارواح عارفین باقی ہین (س) سناء ازل سے ہوا ہویت مین اسرار
سابقین منور ہین (م) مجد عظمت سے اہل وجد نازان ہین - بعض روایت مین آیا کہ ب بہاء الٰہی ہے س سناء الٰہی م مجد الٰہی ہے - بعض نے
فرمایا کہ بسم اللہ یعنی جن چیزون کا وجود ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہے اور تنا بھی اُسی کے ساتھ ہے اور اُسی کی زینت سے ہر چیز
کی خوبی ہے اور اُسی کے معیوب کرنے سے قبیح کو قبیح کہتے ہین - شیخ جنید رحمہ نے فرمایا کہ جب عارفین نے اپنے دلون سے سواے حق عز و جل کے
سب نکال دیا تو انکو خطاب ہوا کہ بسم اللہ کہو یعنی میرے ہی نام کی جانب منسوب ہو کر اللہ والے ربانی ہو جاؤ اور آدم علیہ السلام سے نسبت
مت لگاؤ - بعض نے فرمایا کہ جن بندون پر انوار قرآنی کا انکشاف ہے اگر شروع کتاب پاک باسم اللہ نہوتی بلکہ باللہ ہوتی تو انوار عظمت مین فنا
ہو جاتے اور سواے انبیا و اولیا رحمہم کے کسی کی بقا ممکن نتھی (اللہ) یہ نام پاک اُن اولیا کو مکاشفہ ہوتا ہے جو مقام جمع مین متمکن
ہین کیونکہ یہ اسم ذات ہے اور دیگر اسماء حسنیٰ اسم صفات ہین اور معرفت اسم ذات غیر ممکن ہے کہ اسکو سواے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین

جانتا اُسکا کہنا وسننا وجاننا اُسی کی ذات مین منحصر ہے اور اسمین (آ) اشارہ انانیت وحدانیت ہے یعنی خودی اُسی کی ذات کے واسطے
حق ہے اور کسی مخلوق کو خودبینی کی مجال نہین ہے اور بیان دو لام ہین لام اول اشارۂ جمال اور لام دوم اشارہ جلال ہے اور اسکی معرفت سے
سوائے اُسکے کوئی آگاہ نہین ہے (ھ) اشارۂ ہویت لا الٰہ الا ہو اور اسکی معرفت خود ہی خوب جانتا ہے اور مخلوقات جیسے اسکی ذات پہچاننے
سے معذور ہین اسی طرح ان اشارات سے محروم ہین لیکن الف انانیت سے موحدین کے دل پر تجلی وحدانیت فرمائی کہ وہ لوگ اکیلے اُسی کے
واسطے ہو رہے اور لام اول کی تجلی ازلیت عارفون کے دل پر انفراد ہے یعنی اُسی کے واسطے منفرد ہوگئے اور لام دوم کے جلال سے اسرار
محبین بحر عظمت مین غرق ہین اور ہاء ہویت سے بندگان مقربین بمقام حیرت کمال مین ہین مترجم کہتا ہے کہ حیرت عوام تو نفاق وکفر ہے وحیرت مقربین
کمال معرفت ہے - ھ - شیخ شبلیؒ نے کہا کہ اللہ احد سوائے حق عزوجل کے کوئی کہنے والا نہین ہے کیونکہ کمال عرفان مین بھی خلا روح ہے حالانکہ
حقیقت کو خط کے ساتھ ادراک نہین کرسکتے شبلیؒ نے وقت موت کے اللہ کہا تو کہا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو فرمایا کہ اسکے ساتھ کوئی ضد باقی نہین جسکو نفی کرتا ہون
یعنی جسکو کسی غیر کی اُلوہیت کا وہم ہو تو وہ اُسکو دور کرے اور مین نے اسکا خیال بھی باقی نہین رکھا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے
میرے دل مین شرک کا وہم وخیال بھی نہین چھوڑا - بعض علماء نے کہا کہ اللہ ایسا نام پاک ہے کہ اس نام تک رسائی محال ہوگی اور جبکہ نام ہو جس کی
کنہ ذات تک رسائی محال المحال ہے پس مخلوق کو تنبیہ فرمائی کہ ذات وصفات حق کے واسطے شیطانی وسوسہ قبول نکرین جبکہ وہ نام حق سے عاجز
ہین - مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین آیا شیطان بندۂ مومن کے پاس آکر کہیگا کہ یہ کسنے پیدا کیا اور وہ کس نے پیدا کیا حتی کہ کہیگا کہ اگر ان کو اللہ تعالے
نے پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا پس جب وہ یہ وسوسہ لاوے تو لا الٰہ الا اللہ کہنا چاہیے (کمافی الصحاح) یعنے وسوسہ شیطانی کو دور کرکے
توحید الوہیت کا نور دل مین لاوے کہ اُسکی ذات وصفات اس سے اعلیٰ ہے کہ کوئی مخلوق بے حقیقت اُسکا ادراک کرسکے اسیواسطے
بہت سے احمق گمراہ جو تقدیر مین بحث کرتے ہین سخت احمق ہین کیونکہ تقدیر تو حکمت وعلم الٰہی عزوجل ہے اور یہ دونون صفات عظمت ادراک
سے محال ہین تو وہ کیونکر یہ بھید سمجھ سکتا ہے اور عجب یہ کہ اسمین بحث کرنے والا دہ کافر ہوتا ہے جو ہنوز نور عقل سے محروم ہے اگرچہ وہ اپنے
حواس کو اپنے نزدیک عقل سمجھتا ہے حالانکہ عقل مخلوق نے خوب پہچانا کہ مین بیچاری ذرہ ناچیز کسی طرح حضرت خالق جل جلالہ کے افعال حکمت کا
ادراک نہین کرسکتی تو صفات مقدس کا ادراک بالکل محال ہے لیکن اس سے ظاہر ہوا کہ اگر یہ کافر عقل رکھتا ہوتا تو اُسکی عقل خود صاف یہ
عاجزی بتلادیتی اور وہ ایسی واضح وبدیہی بات فوراً سمجھ جاتا حالانکہ یہ بے وقوف خالی جسم خاکی کے حواس پر جانور سے زیادہ حیثیت
نہین رکھتا پس اُسپر لازم ہے کہ پہلے صدق ایمان وتوحید کے ساتھ نور عقل حاصل کرتا تاکہ مقامات معرفت مین پہونچتا - ھ - بعض نے فرمایا کہ
الف اشارہ وحدانیت ہے پھر لام سے اشارہ کی نفی ہے یعنی کسی مخلوق کو اُسکی جانب اشارہ کی مجال نہین ہے کیونکہ اشارہ وہان محال ہے
اور لام دوم سے محو المحو ہے اور ہاء مقام جمعیت کا انکشاف ہے بعض نے لطیفہ لکھا کہ نام الٰہی مین الف منفرد گویا اللہ تعالیٰ بذات خود تمام
مخلوق سے جدا ہے جیسے الف ابتدا مین کسی حرف سے نہین مل سکتا ہے ہان دوسرے حروف اس سے ملتے ہین جیسے تمام مخلوق کو اُسکی طرف
احتیاج ہے بعض نے فرمایا کہ اسماء الٰہی مین سے اسم اللہ ہی فقط ایسا نام پاک ہے کہ اس سے حرف حرف ساقط کرو پھر الوہیت باقی رہتی ہے
چنانچہ اللہ سے الف جدا کرو تو للہ رہا پھر ایک لام جدا کرو تو لہ رہا پھر دوسرا لام جدا کرو تو ہُ باقی رہا مترجم کہتا ہے کہ اشارہ سابق کا تتمہ یہ ہے کہ اللہ
بعد اسکے محتاج مخلوق کو یہ دہ نزول مین اتصال ہے پھر بھی لام ثانیہ پر الف منفرد ہے پس وہ کسی سے نہین ملا اور نہ کوئی اُس سے
مل سکتا ہے جیسا عقائد مین مصرح ہے حالانکہ مقام جمعیت نزول مین نصوص آیات واحادیث متشابہات ہین یہی عدل کی راہ مستقیم ہے

حتی کہ درحقیقت وہان اتصال یا انفصال کا تصور ہی محال ہی۔ بعض علمار نے اشارہ ہدایت مین کہا کہ بسم اللہ مین ب سے باب اسرار ہی س سے
رسالت ہی م سے ملک ہی۔ بعض سلف فرمایا کہ اسمین اشارہ ہی کہ باسم الٰہی قلوب عارفین نور حیرت مین ہین اور باسم الٰہی عالمون کو معرفت
صفات تک رسائی ہی اور باسم الٰہی مومنون کو آیات وحدانیت مشاہدہ ہین۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ بسم اللہ ایک تریاق ہی جو اللہ تعالیٰ نے
مومنون کو زہر شیطانی دور کرنے کے لیے عطا فرمایا حتی کہ دنیا کا زہر اور کھانے پینے وغیرہ جمیع اشیا مین سے اثر شیطانی کا زہر دور ہوجاتا ہی
مترجم کہتا ہی کہ بسم اللہ کے فضائل واحکام بیان مین نے کچھ اشارہ کیا ہی اسکو یاد کرکے یہ مقام سمجھ سکتے ہو۔ حضرت سہل بن عبد اللہؒ نے فرمایا
کہ اللہ ہی اسم اعظم ہی جسنے سب اسماء وصفات کو گھیر لیا ہی اور اسکے لام مین کے درمیان ایک حرف مخفی کہ غیب در غیب ہی یا سر السر ہی
یا حقیقت الحقیقت ہی وہان تک رسائی سواے اسکے کسی شخص کو حاصل نہین جو ہر طرح کے میل کچیل سے پاک اور حلال کے سواے کرو ہاتے
سے دور اور فرائض ایمان پر اچھی طرح قائم ہی یعنی اتباع شریعت وسنت پر مستقیم ہی۔ بعض نے فرمایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ کا نام فقط لفظ وحروف مین
کہا تو اللہ تعالیٰ لفظ وحروف واوہام سے پاک ہی پھر اسکی قبولیت محض رحمت ہی کیونکہ جب اسکی توحید تک حال وقال سے رسائی نہین تو عین
رحمت سے بندون کا عذر قابل پذیرائی ہی۔ روایت ہی کہ شیخ ابو الحسن النوری برابر ایک ہفتہ تک بے خواب وخورش کے حالت جذب مین
اپنے حجرے کے اندر اللہ اللہ کہتے پھرتے تھے جب یہ خبر شیخ جنیدؒ کو پہونچی تو پوچھا کہ بھلا اوقات نماز کے پابند ہین یا نہین ہین لوگون نے عرض
کیا کہ ہان وہ فرائض اپنے اپنے اوقات پر ادا کرتے ہین لیکن کھانے پینے وغیرہ کا کچھ ہوش نہین ہی یہ سنکر شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ الحمد للہ کہ شیطان
نے اسپر بالکل قابو نہین پایا پھر لوگون سے کہا کہ چلو انکی زیارت کرین شاید ہمے انکو یا انکو ہم سے کوئی فائدہ پہونچے جب شیخ ابو الحسن
کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ اسی حال مین آشفتہ ہین پس شیخ جنیدؒ نے پوچھا کہ کیا حال ہی شیخ ابو الحسن نے کہا جو مین کہتا ہون وہ تم بھی کہو
شیخ جنیدؒ نے کہا کہ اس آشفتگی سے کیا نفع ہین ذرا غور کرو کہ اگر تم سے یہ نام پاک کہلایا جاتا ہی تو تم اسکے کہنے والے نہین ہو
اور اگر اپنے ذوق وشوق سے کہتے ہو تو اس مین نفس کی خوشی پوری کرتے ہو اور نفس کا ساتھی اخلاص سے دور ہوتا ہی یہ سنتے ہی شیخ
ابو الحسن جوش سے ہوش مین آگئے اور کہا کہ مین اپنے ادب فرمانے والے کا شکریہ ادا کرتا ہون (الرحمٰن) رحمت عام ہی چنانچہ اولیاء کے
واسطے اس رحمت سے معرفت اسماء وصفات جمال وجلال ہی اور ابدال وصدیقین کے واسطے انکے لائق مرتبہ قرب کمال ہی اور عام
مخلوق کے واسطے فیض خلق ہی جس سے انکے ہیکل جسمانی کی تربیت ہوتی ہی اور مومنون کے واسطے راحت روح ہی اور عارفون کے لیے
فرحت فتوح ہی جیسے اہل محبت کو نزہت اور شائقون کو بہجت اور گنہگارون کو امید مرحمت ہی (الرحیم) خاصان حق کے واسطے
خاص موہبت ہی اور اہل قرب کے واسطے مسرت ہی حتی کہ لغزش والون کے لیے عصا سے شفاعت ہی الرحمٰن سے امن عذاب ہی
اور الرحیم سے نفیس ثواب ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین بھی وارد ہوا کہ کسی شخص کو اسکے اعمال جنت مین نہین لیجاوینگے (کمافی الصحیح) وقال
تعالیٰ فنجیناہ والذین آمنوا معہ برحمۃ منا یعنی ہمنے اسکو مع اسکے ساتھی مومنون کے اپنی طرف سے رحمت کے ساتھ مین نجات دی۔
ابن عطاؒ سے روایت ہی کہ الرحیم مین مودت ومحبت ہی۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کے واسطے قبولیت ازلی رکھی ہی
لیکن دنیا مین اسکا ظہور دو طرح ہوتا ہی ایک یہ کہ بدون ارادت کے جذب ہی جیسے موسیٰ علیہ السلام کے واسطے واقع ہوا کہ وہ آگ کی غرض
سے گئے تھے اور وہان پیغمبری ملی دوم یہ کہ ارادت ہو اور بسا اوقات اس مین فضیلت ہوتی ہی پس الرحمٰن الرحیم دونون اقسامون کو
محیط ہی (الحمد للہ) اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد حقیقی خود ادا فرما کر بندون کی عاجزی ظاہر فرمائی کیونکہ درحقیقت بندہ اسکی حقیقی حمد وطاعت سے

عاجز ہی اور اُنکو ادب سکھلایا کہ کوئی مناجات بدون تقدیم حمد کے لائق نہین ہی اور بتلایا کہ اُسکی حمد بندون پر فرض تھی جسکی تعلیم اُنپر احسان مزید ہے
واضح ہو کہ ادائے حمد کے واسطے تین زبانین ہین ایک زبان جسمانی دوم زبان روحانی سوم زبان ملکی زبانی پس زبان جسمانی تو عام مومنون
کے واسطے ہی کہ دلی تصدیق کے ساتھ انعام واکرام الٰہی کا شکر بزبان سے ادا کرین زبان روحانی خاصان حق کے واسطے ہی کہ وہ زبان
قلب سے بیشمار معارف وکرامات اور شکر کرتے ہین اور زبان ملکوتی زبان سرّی ہی جو خاص الخاص بندون کو مشاہرات قدس ومقامات قرب انس مین
شکر کے لیے حاصل ہوتی ہی پس ان بندون کے شکر مین بھی ایسا ہی عظیم تفاوت ہی جیسا اُنکی زبانون ومدارج کرامت مین ہی۔ اور حدیث مین
وارد ہوا کہ الٰہی مین تیری ثنا وصفت کا احصا نہین کر سکتا بلکہ تیری شان اُس کمال پر ہی جس طرح تو نے اپنی حمد فرمائی۔ شیخ ابوبکر بن طاہر
نے کہا کہ مخلوقات الٰہی مین ایسی کوئی چیز نہین ہی جسکو حمد الہام نہو۔ ابن عطا نے کہا کہ الحمد للہ کہ اُسنے ہمکو حمد تعلیم کر کے احسان فرمایا۔
بعض مشائخ نے کہا کہ الحمد للہ کے یہ معنے ہین کہ الٰہی یہ تیری ہی شان ہی کہ تیرے سب صفات کمال وافعال محمود ہین (رب العالمین) واضح ہو
کہ عالم کے تین اقسام ہین ایک عالم محسوس یعنے جو حواس سے ادراک کیا جاتا ہی اور اُسکی صفت یہ ہی کہ ایک دوسرے سے بقدرت الٰہی موجود
ہوتا اور مرتا ہی پس یہ عالم ایک حال پر نہین رہتا بلکہ متغیر ہوتا ہی۔ دوم عالم جبروت کہ اُس مین ایک جہت محسوس ہی اور دوسری جہت غیر محسوس ہی
جیسے جن وغیرہ۔ سوم عالم ملکوت جو ایک دفعہ پیدا ہوا اور بتغیر کمی بیشی کے اپنے حال پر باقی ہی اسیطرح ترکیب انسانی مین بھی تینون اقسام پائے
جاتے ہین اسی واسطے انسان کو عالم صغیر کہتے ہین کیونکہ انسان مین جسم ظاہری محسوس فانی ہی اور روح وعقل وارادہ وغیرہ ملکوتی باقی ہی اور سوم
کی مثال ادراکات حواس وقویٰ ہین پھر اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے بندہ کو اُسکے مرتبہ ومقام کے موافق اپنی معرفت عطا فرمائی حتی کہ اہل ارادت کو
بقدر ارادہ کے انوار واسرار سے تربیت فرمایا اور اہل محبت کو مناجات وخطاب سے سرفراز کیا اور اہل اشتیاق کو حسن وصال سے اور اہل عشق کو
کشف جمال سے اور اہل عرفان کو مشاہدۂ لقا وانس سے اور اہل توحید کو مقام عین الجمع وجمع الجمع سے تربیت فرمایا۔ بعض نے کہا کہ رب العالمین
کی تربیت سب سے بہتر یہ ہی کہ اپنی حمد کے ساتھ گویا فرمایا۔ محمد بن علی الترمذی سے منقول ہی کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ بندون سے پہلے پہ درجہ
نعمتون کا شکر ادا ہونا محال ہی پس بقدر امکان دن رات پانچ وقت نمازون مین الحمد للہ رب العالمین واجب کیا پھر جب اسپر بھی غفلت طاری ہوئی
تو غافلون نے یہ بھی چھوڑ دیا۔ بعض نے کہا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مین تنبیہ ہی کہ اُسی کی کمال رحمت سے ابتدا ہی اور الحمد للہ رب العالمین
اشارہ ہی کہ اُسی کی طرف انتہا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ شاید اس بزرگ نے اس آیت سے نکالا کہ۔ وآخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العالمین یعنی جب
اہل جنت اپنے مقام کرامت پر پہونچکر مطمئن ہونگے تو آخر کلمہ دعا یہی ہوگا کہ الحمد للہ رب العالمین۔ حارث محاسبی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
کتاب پاک کو حمد سے شروع کیا تاکہ مومنین ہر کتاب وخطاب ونیک کام پہلے حمد سے شروع کیا کرین کیونکہ یہ سب سے بہتر ہی۔ بعض نے کہا کہ جسنے
الحمد للہ رب العالمین کہا تو اُسنے حق عبودیت وشکر نعمت ادا کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ حدیث شریف سے بھی ثابت ہی اور اُسکے معنے یہ ہین کہ حقیقی
حمد کے سوائے جس طرح حمد کرنا بندہ کے امکان مین ہی اُسنے پورا کیا۔ روایت ہی کہ جب آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو اُنھون نے الحمد للہ کہا اس سے
حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہی (الرحمن الرحیم) واضح ہو کہ سورہ الحمد مین یہ کلمہ صرف ایک مقام پر آیا کیونکہ بسم اللہ اسکا جزو
نہین ہی اور اگر بقول بعض علما اسکا جزو ہو تو بھی مکرر نہین کیونکہ اسمین اشارہ ہی کہ رحمت بہ نسبت غضب کے مکرر ہی اور یہ بھی اشارہ ہی کہ
جیسے بنام الٰہی شروع کرنا کہ وہ بصفت الرحمن الرحیم ہی اسیطرح حمد کا استحقاق الٰہی بھی ان صفات کے ساتھ ہی کہ وہ رب العالمین والرحمن الرحیم ہی
پھر اسکے ساتھ مالک یوم الدین بھی ملا دیا تاکہ بندون کو خوف ہو۔ بعض نے کہا کہ الرحمن اسم حقیقت اور الرحیم اسم صفت ہی مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا

یہ مراد ہو کہ الرحمٰن بھی اسم ذات ہی چنانچہ بعض علماء کا یہی مذہب ہی۔ ابراہیم خواص سے روایت ہی کہ جسنے اللہ تعالیٰ کو الرحمٰن الرحیم پہچانا تو اپنے واسطے رحمت پر متوکل ہو کر اُسنے دنیا مین عام خلائق پر رزق و عافیت کی مہربانی فرمائی اور اُسکی صفت قدس مین کچھ تغیر نہین ہوتا تو آخرت مین بھی مغفرت و رحمت کا تیقن ہی۔ مترجم کہتا ہو کہ اگر کفار بھی اسپر یقین لاتے تو اُنکے واسطے بھی یہی فضیلت حاصل ہوتی لیکن وہ اسپر ایمان نہین رکھتے ہین۔ اور حدیث مین ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مین اپنے بندے کے ساتھ اُسی طرح ہون جسطرح وہ میرے ساتھ آرزو رکھتا ہو (الصحیح) لہذا دوسری حدیث مین فرمایا کہ مرتے وقت گناہون کا افسوس اور مغفرت کی قطعی اُمید جب کسی بندہ کے دل مین جمع ہوتی ہین تو وہ مغفرت سے سرفراز ہوتا ہے (الترمذی) لہذا احادیث دیگر مین تاکید ہی کہ مرتے وقت قطعاً مغفرت کا اُمیدوار ہو جاوے (الصحیح) شیخ جنید رحمہ نے فرمایا کہ رحمت دو طرح ہی ایک رحمت لطف یعنی کسی شخص پر بوجھ نہ ڈالنا بلکہ نرمی و سہولت کرنا اور دوم رحمت رافت یعنی پیار کے ساتھ برتاؤ کرنا پس الرحمٰن سے رحمت لطف عام ہی اور الرحیم پیار و رافت ہی۔ مترجم کہتا ہو کہ تمام چیزون کا پیدا کرنے والا کون ہی تو بعض آیات مین فرمایا کہ الرحمٰن۔ اس سے ظاہر ہی کہ الرحمٰن کا لطف عام ہر مخلوق کے واسطے ہی اور رؤف رحیم خاص مومنون کے حق مین دنیا و آخرت مین ہی بحکم قولہ تعالیٰ انہم رؤف رحیم۔ پس مومنون کے واسطے دنیا مین عام لطف مین بھی شمول ہی اور خاص رافت بھی ہی جو آخرت مین اُنکے واسطے مخصوص ہی۔ (مالک یوم الدین) اسم مالک حاضرین بارگاہ و ساجدین کے لیے اُمید ہی اور سرکش کافرین کے لیے خوف ہو دنیا مین جو بندے اپنے مالک کی طاعت مین نفس حقیر کی کلفت اُٹھاتے ہین اُن کے لیے آخرت مین مشاہدہ و کرامت ہی اہل محبت جو دنیا مین درد و غم کا وبال اُٹھاتے ہین مالک جزا نے اُنکے لیے جمال و جلال مہیا فرمایا ہی اہل صدق کو اگر دنیا مین صدق کی تلخی برداشت کرنا پڑی تو آخرت مین راحت جنت ہی۔ ابن عطاء نے کہا کہ قیامت مین ہر قسم کے لوگون کو اُنکی نیت و ہمت کے موافق جزا عنایت ہو گی پس عارفین کے لیے مقام قرب و دیدار ہی اور عابدین کے لیے اُنکے کام سے بہتر عیش جنت کا سامان ہی اور یہ درحقیقت مالکیت دنیا کا ظہور ہی یعنی دنیا مین بھی اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا مالک ہی لیکن کافرون کو نہین سوجھتا مگر آخرت مین ظہور ہو گا کہ اُس مالک نے اُنکو جہنم کے واسطے پیدا کیا تھا تو دنیا مین بھی مالک کے قبضہ سے تجاوز نکر سکے وقال تعالیٰ۔ ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ یعنی جہنم کے واسطے ہمنے بہت سے جن و انس پیدا کیے ہین جنکے دل ایسے ہین جنسے کچھ سمجھ نہین پاتے آخر تک چنانچہ آخر مین فرمایا کہ یہ جانورون سے بھی بدتر ہین بخلاف اُنکے مومنون کے مالک ہونے کا ظہور قیامت مین درجات ہین چنانچہ بعض مشائخ نے کہا کہ وہی عابدین کا مالک ہی کہ اُنکو اپنی خدمت عبادت مین لگایا کہ قیامت کے روز عطاء جنت کے ساتھ اُسکا اظہار فرمایا اور عارفین کا مالک ہی کہ اُنکو تجلی عطا فرمائی اور اہل وجد و محبین کا مالک ہی کہ اُنکو آیات قدرت پر فریفتہ فرمایا اسی طرح اقسام متقین سب اُسکے قبضہ قدرت مین ہین کہ امتحان دنیا مین ہر ایک کو اُسکے مرکز کیجانب پھیرا اور آخرت مین کافرون کو بھی مشاہدہ ہو گیا جب سے اُنکو عذاب کے غم نے گھیر لیا قال تعالیٰ ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین۔ چنانچہ اسکی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مفصل بیان آویگا (ایاک نعبد و ایاک نستعین) بیضاوی نے لکھا کہ ایاک نعبد مین بندہ نے عبادت کا کام اپنی طرف منسوب کیا یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین تو اُسکو وہم ہوا کہ ایک تو یہ فعل مجھسے صادر ہوا دوم میری ہی قدرت کا شمار ہی تو اسکے بعد ایاک نستعین کہا کہ عبادت بھی بدون تیری توفیق کے ناتمام ہی بلکہ شیخ نے عرائس مین خوب کہا کہ یعنے یہان ہم تیری ہی معونت سے اپنی ہستی کے لائق تیری ہی عبادت کرتے ہین وہ بھی اپنی طاقت و قوت سے نہین کر سکتے ہین بلکہ تجھی سے استعانت مانگتے ہین بلکہ مترجم کہتا ہی کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین اور چونکہ ہمارا اور ہمارے فعل کا پیدا کرنے والا تو ہی ہی تو تجھی سے استعانت چاہتے ہین کہ تیری توفیق سے ہم مین نیک کام پیدا ہون۔ شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے عبادت جب ہی خالص ہو گی کہ بدلے کی اُمید نہو یعنے

عبادت اسواسطے نہو کہ ہمکو جنت ملے یا دوزخ سے نجات ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے ایک حدیث نقل کی جسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک اعرابی نے کہا تھا کہ مین تو اپنے رب کی عبادت اسلیے کرتا ہون کہ جنت پاؤن اور دوزخ سے بچون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو منع نہین کیا پس مراد یہ ہے کہ عبادت تو خالص اللہ تعالی ہی کے واسطے ہو اور اسکے ضمن مین ثواب کی اُمید مضمر ہو اور کوئی شخص دوزخ یا جنت کی عبادت نہین کرتا پس حاصل یہ ہوا کہ جو شخص رضائے الٰہی عزوجل کے واسطے عبادت کرے کہ وہ مستحق عبادت ہے اور یہ بھی اُمید رکھے کہ اُسکی رضامندی سے مجھکو دوزخ سے نجات ہوگی اور جنت ملیگی تو مضائقہ نہین شیخ نے کہا کہ خلوص عبادت مین ضرور ہے کہ دل کی نگہداشت ہو کہ اللہ تعالی کے لیے سجدہ کرنے مین دوسرون کے تصورات نہ گذرین اور اُسی سے مدد چاہے کہ مشاہدہ کا پردہ کھلے تاکہ نفس کے خطرات سے کچھ نجات ہو۔ شیخ سہلؒ نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ تیری ہی ہدایت سے تیری عبادت کرتے ہین اور تجھی سے استعانت چاہتے ہین کہ عبادت پر ہماری دستگیری فرمائی جاوے تاکہ ہم ادا کر سکین۔ انطاکیؒ نے کہا کہ اللہ تعالی کی عبادت چار طور سے ہوتی ہے رغبت سے خوف سے حیا سے محبت سے اور انمین جو عبادت محبت ہو افضل ہے پھر وہ جو حیا ہو پھر وہ جو خوف ہو پھر وہ جو برغبت راحت ہو۔ شیخ نے کہا کہ عبادت الٰہی بندگان خاص کے واسطے تن کی راحت اور آنکھون کی قوت اور دل کا سرور ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے حدیث مین وارد ہوا کہ میری آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین ہے۔ (مسئلہ) کیا عارف سے کسی مرتبہ پر پہونچکر عبادت ساقط ہو جاتی ہے؟ جواب یہ کہ بعض گمراہون نے یہی زعم کیا ولیکن اکابر اولیاء الٰہی کے کلمات صریح ہین کہ کبھی ساقط نہین ہوتی ہان بعض نے فرمایا کہ تکلیف ساقط ہو جاتی ہے اور اسکے یہ معنے ہین کہ عوام مومنین تو تکلیف نفس کے ساتھ عبادت ادا کرتے ہین اور عارفین بدون تکلیف کے بلکہ راحت کے ساتھ کرتے ہین کیونکہ عبادت اُنکے واسطے عین راحت ہے (اہدنا الصراط المستقیم) واضح ہو کہ جو بندہ اپنی خواہش پر قائم ہو وہ اپنے نفس کے ساتھ ہے اور جس شخص نے نفس کا ساتھ دیا وہ مذموم جہنمی ہے چنانچہ علامات قیامت مین سے ایک حدیث مین فرمایا کہ اُسوقت حرص مال پر بخل ہوگا اور خواہش نفس کی پیروی ہوگی اور آخرت چھوڑ کر دنیا اختیار کی جاویگی اور ہر شخص اپنے خیالات پر نازان ہوگا یہ ترجمہ حدیث پورا ادا نہین ہوا کیونکہ حدیث ایک کلام جامع ہے جسکا پورا ادا کرنا محال ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا افرأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ یعنی کیا تو نے ایسے شخص کو دیکھا جسنے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا یعنی خواہش کا فرمان بردار ہے جو وہ کہتی ہے وہ کرتا ہے جیسے بندہ مومن اپنے رب عزوجل کا فرمان بردار ہوتا ہے کیونکہ اُسنے اپنے نفس کو اپنے رب عزوجل کے واسطے فروخت کر دیا بقولہ تعالی: ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم الآیۃ۔ اور جب اللہ تعالی نے اُسکا نفس خرید لیا تو مومن کی خود کوئی خواہش نہین رہی بلکہ جو اللہ تعالی کی مراد ہے اُسی کی فرمان برداری کرتا ہے اور نفس کو اُسی کے کام مین لگاتا ہے چاہے نفس کو گوارا ہو چاہے ناگوار ہو پس حاصل یہ ہوا کہ اپنی مراد چھوڑنا اور اللہ تعالی کی مراد پر قائم ہونا یہی ایمان ہے لہذا شیخ نے اہدنا الصراط المستقیم کے اشارہ مین کہا کہ یہ ہدایت کی درخواست ہے یعنی الٰہی جو تیری مراد ہے اُس سے ہمکو آگاہ فرما اور راہ دیدے اسلیے کہ راہ مستقیم وہ روش ہے کہ ارادۂ الٰہی کے موافق چلے اور اپنے نفس کا دخل چھوڑے تاکہ معارف عالیہ تک پہونچے لہذا اہدنا مین اشارہ یہ ہوا کہ الٰہی ہمکو اپنی پسندیدہ مراد پر چلا کہ ہمارے نفس کے دام یعنی جنت جو محل دیدار ہے عطا فرما۔ مترجم کہتا ہے کہ اس بیان سے وہ امور مجمل رہے لیکن شیخ نے خواہ مخواہ اجمال کیا کہ شریعت سنت مین ان اعمال کا صاف بیان ہے اور یہان سے معلوم ہوا کہ اس صراط المستقیم پر چلنے سے مقصود رضوان حق عزوجل ہے کیونکہ یہ راہ جہان ختم ہوئی وہین مقصود حاصل ہے اور اس راہ مین خاک مٹی نہین ہے بلکہ جمال انوار و اسرار کا ذخیرہ ہے جس سے کدورت جسمانی و نجاست طبیعت زائل ہو کر محل قدس و منزلت کے لائق ہوتا ہے اور یہ انوار و اسرار جب ہی حاصل ہوتے ہین کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کے قدم بقدم مانند صحابہ رضی اللہ عنہم کے چلے یا آپکی شریعت پر قائم ہو کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم قمر رسالت کے روشن ستارے ہین کہ
اُنکی اقتدار سے منزل مقصود پر پہونچ جاتا ہی اگرچہ ان ستارون کی طرح ہمہ تن روشن نہوںپس ہر ایک کے اجتہادی طریقہ مین نور ہے اور اسی طرح پر
علماء مجتہدین ہین کہ سب کا مرکز قرآن وحدیث وجماعت صحابہ و اجماع اُمت ہی اور کوئی اس مرکز سے متفرق وخارج نہین ہوا بلکہ اُسی جماعت
صحابہ رضی اللہ عنہم پر قائم ہین بخلاف روافض وخوارج وغیرہ کے کہ یہ پھوٹ کر نکل گئے اور ہم لوگ بحمد اللہ سبحانہ تعالیٰ راہ سُنت وجماعت پر قائم
ہین اسیواسطے ہمارے علماے مجتہدین حضرت جعفر صادق و ابوحنیفہ ومالک وشافعی واحمد وسفیان ثوری وداؤد ظاہری وبخاری ومسلم وسابقین
ولاحقین سب بالاتفاق حق پر ہین کیونکہ سب کا مرکز قرآن وحدیث وصحابہ رضی اللہ عنہم ہین پس ہر ایک نے بحکم الٰہی جو اجتہاد کیا وہ ثواب موعود
کا مستحق ہی اور اُسمین کچھ کمی نہوگی یہان فضل الٰہی سے زیادتی کی کوئی انتہا نہین ہی پس خلوص نیت ثواب کے لیے جس پر عمل ہوا اللہ تعالےٰ
قبول فرماویگا کیونکہ مقلد جو اپنی شامت اعمال سے جاہل رہا اور اُسنے میراث نبوت یعنی علم قرآن وحدیث مین لیاقت حاصل نہ کی تو لامحالہ
وہ تقلید کریگا پس اگر بدنیتی سے مختلف اجتہادات لیتا پھرے تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی حتی کہ جو بدنیتی سے نماز پڑھی وہ مردود ہوگی پھر ثواب کہان
سے پاویگا اور صراط المستقیم کا فائدہ جاتا رہا اور اگر نیک نیتی ہی تو بقدر خلوص کے جس اجتہاد پر عمل کرے ثواب کا ذخیرہ لیکر آگے بڑھے پس ہمارے
نزدیک یہ سب موافق شان مومنین کے بھائی بھائی اور راہ حق کے رفیق اور جنت کے ساتھی ہین کیونکہ یہ سب ایک ہی راہ مین ایک ہی
مقصد چاہتے ہین جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم متفق تھے اور ہرگز اُن مین دلی عداوت نہ تھی اور آخر مین اگر کچھ اختلاف ہوا تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کے
واسطے احکام شریعت پر تھا بدون اسکے کہ ایمانی بغض ہو اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے نور ایمان عطا فرمایا اُسکو یہ بات روز روشن کی طرح
سامنے نظر آتی ہی پھر افسوس اُن فرقون کے حال پر ہے جو خوارج وروافض کی طرح جماعت سے پھوٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوگئے اور شیطان نے
اُنکو دباکر مسمار کردیا۔ اور حدیث مین ہی کہ جو بچھڑا وہ جہنم مین گیا پھر سواے ان بھٹکے ہوے فرقون کے برابر باقی جماعت متفق چلی آتی تھی لیکن اس
زمانہ مین یقین ومعرفت مین یہانتک کمی ہوئی کہ لوگون نے ظاہری صورت شریعت اختیار کی اور نور یقین کی کمی مین تاریکی چھائی تو اندھیرے
مین اُنکو مکر شیطان نظر نہ آیا حتی کہ ان مقلدون نے باہم حنفیہ وشافعیہ کو لڑایا اور ایک دوسرے سے دل مین غبار لانے لگے بلکہ بعض نے ایسے
مسائل نکالے جس سے باہم ایک دوسرے کے پیچھے نماز مین تردد کرنے لگے جو دین کا رُکن اعظم ہی اس سے بھی بڑھکر اس زمانہ مین مقلدون وغیر مقلدون کا
نفاق بدرجہ عداوت پہونچا جو شرعاً حرام ہی حالانکہ یہ اختلاف چند مستحبات کے پیچھے واقع ہوا پس یہ جہالت غور کے قابل ہی کہ حرام کے مرتکب ہوتے ہین
کچھ تردد نہ ہوا اور یہ بھی نہین سمجھے کہ یہ اعمال تو راہ مین ذخیرۂ ثواب حاصل کرکے مقصود تک پہونچنے کے لیے تھے تو اُنکی یہ مثل ہی کہ دو شخص گھاٹ پر پانی
لینے کے واسطے جاتے ہین اور راہ مین باہم سامان پر تکرار کرکے گھڑے پھوڑے اور وہین بیٹھ کر لڑنے لگے پس ان لوگون کو لازم ہی کہ اپنا یقین آخرت درست کرین
تاکہ نور ایمان سے یہ فساد رفع ہو اور اپنی موت کے واسطے سامان مہیا کرین کیونکہ عذاب آخرت ومنزل گور سخت خطرناک ہی اللہ تعالیٰ کل عذاب سے
نجات عطا فرماوے اور ہم سب کو صراط المستقیم پر چلاوے آمین بعض مشائخ نے فرمایا کہ اهدنا الصراط المستقیم سے دعا کرنے مین مرکوز ہونا چاہیے کہ الٰہی ہمکو
راہ معرفت عطا ہو کہ ہم تیری خدمتگذاری پر اچھی طرح قیام کرین۔ اور واضح ہو کہ خلوص سے دعا کرنے والے بندہ کو جب اللہ عزوجل نے
صراط المستقیم پر پہونچایا تو راہ سلوک وفناے نفس اور وصول بحضرت اور انقطاع بدعت ونجاست شرک خفی ونجات فتنہ جو اس سب حاصل ہوجاتا ہی
شیخ جنید رح نے فرمایا کہ درخواست ہدایت کا بھید یہ ہی کہ جب بندہ پر ایمان کی معرفت سے صفات قدسیہ کا مشاہدہ طاری ہوا تو اُنھون نے
آداب عبودیت کی درخواست کی تاکہ کامل بندگی سے درجہ کمال پر فائز ہو۔ شیخ شبلی وغیرہ نے کہا کہ راہ اولیا واصفیا کی درخواست کی اور وہ

اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اهتدیتم

اسلام ہے شیخ حسین نے کہا کہ بعد ایمان کے اس درخواست کے یہ معنے ہین کہ جیسے تو نے معرفت توحید عطا فرمائی اسی طرح طاعت توحید
عنایت ہو۔ (صراط الذین انعمت علیہم) یعنی جن لوگون پر تو نے معرفت کا انعام فرمایا کہ اُنھون نے ادب کے ساتھ اچھی طرح خدمت ادا کی اُنھین
کی راہ عنایت ہو اور وہ ایسے لوگ ہین جنکو یقین کامل اور صدق دائم حاصل ہے اور نفس و شیطان کے مکر و مکائد سے آگاہ ہین اور انوار صفات
سے متصف ہین اور عبودیت مین اُنکو استقامت نصیب ہے یہ لوگ انبیا و صدیقین و شہدا و صالحین ہین۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ اُنپر انعام
اس طرح تھا کہ اُنکو راہ کے مہلکہ اور نفس و شیطان کے مکر سے آگاہ کیا۔ بعض نے کہا کہ اُنکو علم معرفت و فقہ اسرار عطا کی گئی تھے کہ اُنھون
نے نعمت سے نظر اُٹھا کر منعم کو پہچانا اور ازلی سعادت پر شکر گذار ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر پر راضی ہوئے اور خواہش نفس چھوڑ کر
عہد شریعت پر قائم ہوئے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اہل نعمت وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اُنکو نفس کی خودی سے فنا
کر کے اپنی طاقت و حیات سے باقی رکھا اور مکر شیطان و نفس اُنپر تسلط پانے سے روکا گیا حتّٰے کہ وہ رضوان حق عزوجل تک پہونچے
اور اُنکی صفات مین سے یہ ہے کہ ہر خدمت مین ادب کی حفاظت کرتے ہین اور ظہور انوار شہود کے وقت احکام عبودیت و ادب مین خلل نہین
ہوتا۔ (غیر المغضوب علیہم) شیخ ابو عثمان نے کہا یعنی اُن لوگون کی راہ سے پناہ ہو جنپر تو نے غضب کیا پس اُنکے قلوب محفوظ نہ رہے حتّٰے کہ وہ
یہودی ہو گئے۔ ابو العباس دینوری نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہین کہ وکالت و ولایت الٰہی نے اُنکو خود اُنکے بھروسہ پر چھوڑ دیا اور جو کوئی
اپنے نفس کے بھروسہ پر چھوڑ دیا گیا وہ برباد گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے حدیث مین دعا سکھلائی کہ الٰہی ہمکو ہمارے نفس کی وکالت مین
نہ چھوڑیو کہ وہ ہمکو نیکی سے دور اور بدی سے نزدیک کرے۔ بعض نے فرمایا کہ حرام کمائی والے تو غضب مین گرفتار ہین لیکن جو لوگ حلال کمائی مین
اس غرض سے مشغول ہون کہ اُنکے نفس کی خواہشین پوری ہون تو یہی در حقیقت مکر ہے (ولا الضالین) اور نہ اُن لوگون کی راہ جو بھٹک گئے شیخ
ابو عثمان کے قول مین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت مین مخلوقات کے قلوب ہین پس جب اُس نے اُنکے قلوب کو اپنے حفظ مین نہین رکھا تو
کج ہو کر برگشتہ و نصرانی ہو گئے۔ شیخ نے کہا کہ جو لوگ طریقہ سنت سے مخالف ہو کر اپنے اختراعی طریقہ مین پڑے لیکن استدراج کے
طور پر عالم سفلی یعنے مادیات مین سے کچھ کشف کیا گیا تو وہ اپنے آپ کو عالی درجہ معرفت مین سمجھے کہ اُنسے کرامت سرزد ہوئی حالانکہ وہ
شیطانی مکر مین گرفتار ہو کر گمراہ ہین اور حقیقت معرفت و مشاہدہ حق سے محجوب ہین اور اپنی خواہشون کے میدان مین بھٹکتے پھرتے ہین مترجم
کہتا ہے کہ اسمین اشارہ ہے کہ کرامت مقبول و استدراج مردود مین امتیاز کرنا ہر شخص کا کام نہین ہے اور عالم سفلیات مین سے کسی امر کی خبر دینا
مثلاً فلان شخص نوکر ہو جائیگا یا مسافر آ جائیگا یا فلان مقام پر یہ واقعہ ہے یا مانند اسکے دیگر امور کچھ کرامت کی دلیل نہین ہین بلکہ عالم مادیات
و شیطانی مین یہ ایسے لوگون کو بھی حاصل ہوتا ہے جو فی الجملہ ریاضت کو جوگیون کی طرح شیطانی طریقہ پر بجا لاوین اور یہ بکثرت مشاہدہ
مین موجود ہے بلکہ عوام کے واسطے شناخت کا صرف یہ طریقہ ہے کہ جس شخص کی نسبت کرامت کا خیال ہو اُسکو ایک زمانہ تک تجربہ
کرین کہ اگر وہ طریق شریعت و راہ سنت پر قائم ہے تو انوار حقیقت سے سرفراز ہے پس یہ امر اُسکی جانب سے کرامت ہے اور اگر وہ شریعت پر
قائم نہین ہے تو نور حقیقت حاصل ہونا محال ہے شیخ جنید نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جناب مین ہر مومن کے واسطے راہ ہو سکتی ہے اور بند ہے
کسی طرح نہین کھل سکتی جب تک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر قائم نہو اور شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ قول معروف ہے
خلاف پیمبر کسی رہ گزید + کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید[1] + یعنی جس شخص نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راہ اختیار کی وہ ہرگز
کبھی منزل معرفت تک نہین پہونچیگا اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ روافض و خوارج مین سے کوئی شخص مرتبہ معرفت پر مطلق نہین پہنچا کیونکہ

[1] دیگر مپندار سعدی کہ راہ صفا
توان یافت جز در پئے مصطفا ۱۲

صریح مخالف سنت ہین اور جو شخص خلاف شریعت وسنت ہو اگر اُس سے کوئی خرق عادت ظاہر ہو تو وہی شیطانی استدراج ہی اور چونکہ وہ شخص مردود ہو کر نفس و شیطان کے حوالہ ہو جاتا ہی تو شیطان اُسکو بہت سے کرشمے وصورتین دکھلاتا ہو جنکو وہ اپنے زعم باطل مین عالم ملکوتی کا کشف سمجھتا ہے چنانچہ آئندہ مقامات مین انشاء اللہ اسکی توضیح آویگی (تنبیہ) اس سورۂ مبارک کے اول مین ذکر حمد وثناے الٰہی ہی اور آخر مین گمراہون و مردودون کی راہ سے پناہ مانگنے کا بیان ہی پس اسمین اشارہ ہی کہ اللہ تعالی کی بارگاہ مین رجوع کرنا اور اُسکی حمد وثنا اور اپنی عاجزی و دعا کرنا تمام خوبیون کی اصل ہی اور اللہ تعالی کی درگاہ سے منہ موڑ کرنا فرمانیان کرنا اور اپنے نفس کی خواہشون کے پیچھے پھرنا تمام بدبختی وگمراہی ہی اللہ تعالی ارحم الراحمین ہم بندون کو اپنی رحمت سے راہ مستقیم راہ انبیاء وصالحین کی ہدایت فرماوے اور اپنی قوت وقدرت کاملہ سے ہمکو ان یہودیون ونصرانیون وتمام کافرون وگمراہون کی راہ سے بچاوے آمین یا ارحم الراحمین -

# سورۃ البقرۃ

قرطبی وسیوطی وغیرہ نے کہا کہ یہ سورہ مدنیہ ہو اور مدینہ مین ایک مدت کے اندر نازل ہوا - اور بعض نے کہا کہ مدینہ مین اول یہی سورہ نازل ہوا سوا سے آیات ربوا کے یعنی بیاج وسود کے احکام مین جو آیات نازل ہوئین وہ قرآن مین سب آخرین حالانکہ سورۂ بقرہ مین موجود ہین اور اسیطرح قولہ تعالی واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیہ - یہ بھی حجۃ الوداع مین یوم النحر کو مقام منی مین نازل ہوا - اور اتقان مین مذکور ہے کہ سورۂ بقرہ کا نزول بعد ویل للمطففین کے واقع ہوا اور یہ بھی اتقان مین مذکور ہو کہ سورۂ بقرہ جو دوسو چھیاسی یا ستاسی آیات ہین کل مدنیہ ہین سوا سے دو آیتون کے اول قولہ تعالی فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ الآیہ - اور دوم قولہ تعالی لیس علیک ہدٰہم الآیہ - (الاتقان) اس سورہ کے فضائل مین یہی کافی ہی کہ قرآن مجید کی ترتیب لوح محفوظ کے موافق یہ سورہ تم سب سے مقدم دیکھتے ہو اور اس سے زیادہ معتمد احادیث وآثار صحیحہ ہین جن سے اہل ایمان کے نور کو ترقی اور دل کو فرحت ہوتی ہی چنانچہ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البقرۃ سنام القرآن اور اُسکی چوٹی ہی اُسکی ہر آیت کے ساتھ اسی فرشتے نازل ہوئے اور آیہ اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم عرش کے نیچے سے لیکر اُسکے ساتھ ملائی گئی اور فرمایا کہ یٰس قرآن کا دل ہی جو شخص کہ رضاے الٰہی ودار آخرت چاہتا ہو وہ یٰس کو پڑھے تو ضرور اللہ تعالی اُسکی مغفرت فرمائیگا اور تم لوگ یہ سورہ اپنے مُردون پر پڑھا کرو (رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ) مترجم کہتا ہی کہ جیسے سورۃ البقرۃ اسکا نام ہی اسی طرح اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ البقرہ بھی نام ہی اور یہی یٰس وسورۂ یٰس مین ہی ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ ہر چیز کے واسطے سنام ہی اور سنام القرآن سورۃ البقرۃ ہی اور اسمین ایک ایسی آیت ہی جو آیات قرآن کی سردار ہی وہ آیۃ الکرسی ہی (رواہ الترمذی) ذروہ بمعنی چوٹی اور اسیکے قریب سنام کے معنی ہین - حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے گھرون کو قبرین مت بناؤ جس گھر مین سورۃ البقرہ پڑھی جاتی ہی اُسمین شیطان داخل نہین ہوتا (رواہ احمد ومسلم والنسائی والترمذی وقال حسن صحیح) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقابر مین قرأت قرآن نہین ہی اور شاید یہ مراد ہو کہ تم لوگ ایسے مت ہو جاؤ جیسے قبرون کے مردے ہوتے ہین کہ قرآن نہین پڑھتے ہین لیکن اس صورت مین ان لوگون کو تشبیہ دینا لازم آتا ہی یعنی تم لوگ اہل قبور کے مانند مت ہو جاؤ حالانکہ حدیث شریف مین گھرون کو قبور سے تشبیہ ہی لہذا معنی اول ظاہر ہین واللہ تعالی اعلم - حضرت انسؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر مین سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہو تو جس وقت شیطان اسکو سنتا ہی تو گھر سے نکل جاتا ہی - (رواہ ابوعبید) مترجم کہتا ہی کہ اسکا بھید یہ ہی کہ شیطان سیاہ قلب تاریکی ہی اور یہ اُسکی ذاتی حالت ہی

اور اس سورۃ مبارک کا نور اُسکی ذات کے واسطے سو بہان روح ہو کیونکہ نور سے تاریکی مٹ جاتی ہے لیکن اُسکی ذات اس قابل نہین ہو تو اُسپر یہ بہت
مرگ ہے۔ ھ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ شیطان جس گھر سے سورۃ بقرہ کی آواز سُنتا ہے وہان سے بھاگتا ہے (رواہ النسائی فی الیوم واللیلۃ
وابوعبید والحاکم) اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین تم مین سے کسی شخص کو ایسی حالت مین نہ پاؤن کہ
وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے گیت گاوے اور سورۃ بقرہ کا پڑھنا چھوڑ دے حالانکہ جس گھر مین سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے اُس سے شیطان بھاگتا ہے اور
سب سے چھوٹا وہ گھر ہے جو کتاب الٰہی سے خالی ہو (رواہ النسائی فی الیوم واللیلۃ وابن مردویہ) اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جس گھر مین سورۃ
بقرہ پڑھی جاوے تو سواے اسکے نہین کہ وہان سے شیطان بھاگتا ہے ایسی بُری حالت سے کہ اُسکی ریح نکلتی جاتی ہے اور فرمایا کہ ہر چیز کے واسطے
سنام ہے اور سنام القرآن سورۃ البقرۃ ہے اور ہر شے کے واسطے لُباب ہوتا ہے اور قرآن کا لباب مفصلات ہین (رواہ الدارمی) اور شعبی نے کہا کہ حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص نے سورۃ بقرہ کی دس آیات کسی رات مین پڑھین تو اس رات اس گھر مین شیطان داخل
نہ ہوگا از انجملہ چار آیات اول سورہ سے اور ایک آیۃ الکرسی اور دو آیتین اسکے بعد اور تین آیتین آخر سورہ سے ہین (رواہ الدارمی) اور دوسری
روایت مین یون فرمایا کہ اس رات اس شخص کے پاس یا اسکے اہل وعیال کے پاس شیطان یا کوئی مکروہ چیز نہین آسکتی اور فرمایا کہ جس مجنون پر یہ آیات
پڑھی جاوین اُسکو افاقہ ہوجائیگا۔ (الدارمی) مترجم کہتا ہے کہ جنون مس شیطان کی ایک قسم ہے کیونکہ شیطانی مادہ دخان ناری سیاہ ہے اور انسانی
مادہ اُسکے مخالف ہے تو جب کبھی تقدیر الٰہی سے باہم لگاؤ ہوتا ہے تو انسان اس صدمہ سے مجنون ہوجاتا ہے حتی کہ اطبا اُسکے علاج سے
عاجز ہین لیکن اگر ایسا شخص ان آیات کو پڑھکر دم کرے جسکو صدق ایمان سے ان آیات کا نور عطا ہو تو اس نور کے صدمہ سے شیطانی اثر
دور ہوجاویگا کیونکہ وہ اسکو متحمل نہین ہوسکتا جیسا کہ سابق مین بیان ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کے واسطے سنام ہے اور سنام القرآن البقرہ ہے اور جسنے یہ سورہ رات مین اپنے گھر مین
پڑھا تو تین رات تک شیطان اُسمین داخل نہوگا اور جسنے اسکو اپنے گھر مین دن مین پڑھا تو تین دن تک اُسمین شیطان داخل نہوگا (رواہ الطبرانی
وابن حبان وابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ تین راتون مع دن ہین اور تین دن مع راتون ہین اور یہ اُس نور کا بقا سے اثر ہے پس جس قدر
نور ایقان کے موافق بندہ کو نور تلاوت زیادہ حاصل ہوگا اُسی قدر زیادہ مدت تک شیطان کو مجال نہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔ ھ۔ حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آدمیون کی ایک جماعت کو جہاد کے واسطے بھیجنا چاہا اور اُنپر سردار
کرنے کے واسطے ہر ایک کو بلاکر اُس سے قرآن پڑھوایا پس جسقدر جسکو یاد تھا اُس قدر اُسنے سُنایا یہانتک کہ ایک نوجوان کی باری آئی جو ان
سب مین چھوٹا تھا تو اُس سے پوچھا کہ اے لڑکے تیرے پاس کیا ہے اُسنے عرض کیا کہ اے رسول اللہ میرے پاس فلان وفلان سورتین ہین
سورۃ البقرہ ہے تو فرمایا کہ کیا تیرے پاس سورۃ البقرہ ہے اُسنے عرض کیا کہ جی ہان تو فرمایا کہ جا تو ان سب پر سردار ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
کہا کہ پھر ان مین سے ایک شخص شریف نے کہا کہ واللہ مجھے سورۃ بقرہ کا علم حاصل کرنے سے کوئی چیز مانع نہین ہوئی سواے اسکے کہ مجھکو
یہ خوف ہوا کہ شاید مین اسکے ساتھ قیام نہ کرسکون یعنی رات کو نماز مین اسکی تلاوت نہ کرسکون پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ
قرآن سیکھو اور اُسکو پڑھو کیونکہ جسنے قرآن سیکھا اور اُسکی تلاوت کی اور اُسکے ساتھ قیام کیا یعنی نماز شب مین پڑھا تو اُسکی مثال ایسی ہے
جیسے ایک تھیلی مین مشک بھرا ہوا ہے کہ ہر جگہ سے اُسکی خوشبو اُڑتی ہے اور جسنے قرآن سیکھا اور وہ اُسکے دل مین محفوظ ہے مگر سو رہا
تو اُسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک تھیلی مین مشک بھرا ہوا ہے مگر اُسکے منھ پر گرہ دی ہوئی ہے (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ)

اُسید بن حضیرؓ سے روایت ہی کہ ایک وقت ایک شخص رات مین سورۂ بقرہ پڑھتا تھا اور اُسکے پاس اُسکا گھوڑا بندھا تھا کہ ناگاہ وہ گھوڑا جولانی کرنے لگا تو وہ شخص پڑھنے سے خاموش ہوگیا تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا پھر وہ پڑھنے لگا تو پھر گھوڑا جولانی کرنے لگا پھر وہ خاموش ہوگیا تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا پھر وہ پڑھنے لگا تو گھوڑا جولانی کرنے لگا پس اُس نے سلام پھیر یا کیونکہ اُسکا بیٹا جسکا نام یحیی تھا اُس گھوڑے کے قریب سوتا تھا تو وہ ڈرا کہ شاید اُسکو گھوڑے کا صدمہ پہونچے پھر صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال بیان کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت اُسید بن حضیرؓ کا خود ہی یہ واقعہ ہی لیکن راوی نے نام ظاہر نہین کیا چنانچہ روایت مین ہی کہ جب صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے ابن حضیر پڑھتا رہتا ابن حضیر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو یحیی پر خوف ہوا اور وہ گھوڑے سے قریب تھا پس مین سلام پھیر کر اُسکو اُٹھانے گیا پھر مین نے آسمان کو نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ مثل ظلہ ابر کے ایک چیز ہی جسمین مثل شمع سفید کے بہت سے چراغ روشن ہین پس وہ بلند ہوا یہانتک کہ پھر مین نے اُسکو نہ دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جانتا ہی کہ یہ کیا تھا مین نے عرض کیا کہ نہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے جو تیری آواز قراءۃ سُننے کے واسطے قریب ہوئے تھے اور اگر تو پڑھتا رہتا تو برابر صبح تک رہتے کہ لوگ اُنکو دیکھتے اور یہ اُنسے پوشیدہ نہوتے (رواہ البخاری والو عبید) مترجم کہتا ہی کہ ایک روایت مین آپ نے فرمایا کہ سکینت تھا پس اس سے معلوم ہوتا ہی کہ قرآن مجید مین جو سکینہ نازل ہوا کما فی قولہ تعالی فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ الآیۃ۔ تو وہ ایک جماعت ملائکہ ہین واللہ تعالی اعلم۔ اور صحیح البخاری مین مذکور ہی کہ تلاوت قرآن مخصوص اہل ایمان کے واسطے ایک نعمت ہی جس سے ملائکہ محروم ہین حتی کہ جب ملائکہ کسی بندۂ صالح کو تلاوت کرتے سنتے ہین تو آپس مین کہتے ہین کہ جلد آؤ کہ تمہاری مراد ملی اور نہایت خوشی سے سُنتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ کا یہ قول ایک حدیث صحیح مین وارد ہی اور حدیث مذکور مین بھی اشارہ ہی کہ نہایت شوق سے صبح تک سُنتے رہتے اور پوشیدہ نہوتے۔ چنانچہ بعض صحابہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایسا ہی واقع ہوا چنانچہ شیخؒ نے لکھا کہ امام ابو عبید القاسم بن سلام نے اپنی اسناد کے ساتھ جریر بن یزید سے روایت کی کہ مجھسے بزرگان مدینہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ثابت بن قیس بن شماس کے گھر مین آج صبح طلوع ہونے تک برابر مصابیح چمکتے رہے پس آپ دیکھتے ہین کہ یہ کیا بات ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید اُسنے سورۂ بقرہ تلاوت کی ہو پس بعض لوگون نے جا کر ثابتؓ سے دریافت کیا پس ثابتؓ نے بیان کیا کہ ہان مین نے سورۂ بقرہ پڑھی تھی شیخؒ نے کہا کہ یہ اسناد جید لیکن مرسل ہی۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا پس مین نے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تم لوگ سورۂ بقرہ سیکھو کہ اسکا لینا برکت ہی اور چھوڑنا حسرت ہی اور اہل بطالت اسکی استطاعت نہین پاتے ہین (رواہ احمد ابن ماجہ) اور اسکی اسناد حسن ہی۔ اور ابو امامہؓ کی حدیث صحیح مسلم مین بھی یہ فضیلت مذکور ہی۔ شیخؒ نے لکھا کہ اہل بطالت سے شیطانی ساحر مراد ہین۔ ابو منیب نے اپنے چچا سے روایت کی کہ ایک شخص نے سورۂ بقرہ و آل عمران پڑھی پس جب اُسنے نماز پوری کی تو اُس سے کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تو نے بقرہ و آل عمران پڑھی تو اُسنے کہا کہ ہان تو فرمایا کہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ ان دونون سورتون مین اللہ تعالی کا اسم اعظم موجود ہی کہ جب اُسکے ذریعہ سے دعا مانگی جاوے تو وہ فوراً قبول کیجاتی ہی تو اُسنے عرض کیا کہ آپ مجھے بتلا دیجیے کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ ہرگز نہین بتلاؤنگا اور اگر تجھے بتلاؤن تو شاید تو ایسی دعا کرے کہ جسکی وجہ سے مین اور تو دونون تباہ ہوجاوین (رواہ ابو عبید) ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم لوگ قرآن پڑھو کہ وہ قیامت کے روز اپنے لوگون کے واسطے شافع ہوگا اور تم زہراوین سورۂ بقرہ و آل عمران پڑھو کہ یہ دونون قیامت مین آوینگی گویا دو پارہ ابر یا دو چھتر ہین یا دو پرا پرند ہین

چھنٹا یا ہم پر بلائے ہوئے ہین کہ اپنے تلاوت کرنے والون کی طرف سے شفاعت وحجت کرینگی پھر فرمایا کہ تم لوگ سورۂ بقرہ پڑھو کہ اسکا لینا برکت
اور چھوڑنا حسرت ہے اور اہل بطالت اسکی استطاعت نہین پاتے ہین (رواہ مسلم واحمد) اور یہی معنی حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ مین بروایت احمد
ومسلم وترمذی موجود ہین ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمھارے ایک بھائی نے خواب مین دیکھا کہ لوگ ایک پہاڑ کے شگاف اور سخت چڑھائی پر چڑھتے
ہین اور اس پہاڑ کی چوٹی پر دو درخت ہرے بھرے آواز دیتے ہین کہ بھلا تم مین سے کوئی شخص سورۂ بقرہ پڑھتا ہے اور کوئی تم مین سورۂ آل عمران پڑھتا ہے
پس جب کسی شخص نے کہا کہ ہان تو دونون درخت اپنی گودون سمیت اس سے نزدیک ہوجاتے ہین تاکہ وہ انسے لٹک جاوے پھر اسکو سہارا
پر چڑھا لیتے ہین (رواہ ابو عبید باسناد جید) ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جسنے قرآن پڑھا تھا اپنے ایک پڑوسی پر حملہ کرکے
اسکو قتل کیا اور خود اسکے قصاص مین مارا گیا تو قرآن برابر ایک ایک سورہ کرکے اس سے جدا ہوتا جاتا تھا یہانتک کہ سورۂ بقرہ وآل عمران ایک جمعہ تک
باقی رہین پھر آل عمران بھی اس سے جدا ہوگئی اور سورۂ بقرہ ایک جمعہ تک ٹھہری پس سورۂ بقرہ کو حکم پہونچا کہ میرے یہان قول بدلتا نہین اور مین
بندون کے واسطے کچھ ظالم نہین ہون پس سورۂ بقرہ بھی نکل گئی گویا ایک ابر عظیم ہے (رواہ ابو عبید بسند جید) اور شیخ ابو عبید نے اسکے یہ معنی
بیان کیے کہ یہ دونون سورتین اسکے ساتھ قبر مین عذاب دفع کرتی تھین لیکن قاتل کے واسطے حکم الٰہی مواخذہ تھا اور وہ بدل نہین سکتا تو ناچار
ساتھ چھوڑ دیا واللہ اعلم یزید بن الاسود الجرشی سے روایت ہے کہ جسنے کسی دن سورۂ بقرہ وآل عمران پڑھی تو شام تک نفاق سے بری ہوگیا اور جسنے
رات مین دونون کو پڑھا تو صبح تک نفاق سے بری ہوگیا اسیواسطے یزید بن الاسود ہر روز رات ودن مین ان دونون سورتون کو بھی علاوہ
وظیفہ معمولی کے پڑھا کرتے تھے (رواہ ابو عبید بسند جید) اور سعید بن جبیر رضی سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رض نے فرمایا کہ جسنے رات مین سورۂ بقرہ
وآل عمران پڑھی تو اولیاء قانتین مین لکھا جائیگا (رواہ ابو عبید) اور واضح ہو کہ سورۂ بقرہ منجملہ ان سات سورتون کے ہے جنکو سبع طوال کہتے ہین
اور واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بجاے توریت کے مجھکو سبع طوال عطا ہوئین اور بجاے انجیل
کے مئین عطا ہوئین اور بجاے زبور کے مثانی عطا ہوئین اور باقی مفصلات سے مجھکو فضیلت عطا ہوئی (ابو عبید) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سبع طوال کو حاصل کیا وہ حبر ہے (ابو عبید واحمد) اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسکے
مثل روایت ہے (رواہ احمد) اور ابو عبید نے سعید بن جبیر سے قولہ تعالی ولقد آتیناک سبعا من المثانی کی تفسیر مین روایت کیا کہ یہ سبع طوال ہین
یعنی سورۂ بقرہ وآل عمران ونساء ومائدہ وانعام واعراف ویونس - اور مجاہد سے روایت ہے کہ سبع المثانی سبع طوال ہین - اور یہی قول مکحول وعطیہ
بن قیس وشداد بن اوس ویحیی بن الحارث وغیرہم کا ہے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ سورۂ بقرہ بلا خلاف مدنیہ ہے - اور خالد بن معدان سورۂ بقرہ کو فسطاط القرآن
کہتے تھے بعض علماء نے کہا کہ اس سورہ مین ہزار اخبار و ہزار امر و ہزار نواہی ہین - اور شمار کرنے والون نے اسکی دوسو ستاسی آیات کے کلمات
چھ ہزار دو سو اکیس شمار کیے جنکے حروف پچیس ہزار پانچ سو ہین - اور عاصم بن ہرثر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو مقابلہ کفار
سے پیچھے ہٹتے دیکھکر پکارا کہ اے اصحاب سورۃ البقرہ اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ جنگ حنین کے روز واقع ہوا - مترجم کہتا ہے کہ اس روز لشکر کی قطار آگے
پیچھے تھی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اصحاب مہاجرین وانصار تھے اور آپ کے آگے مکہ کے نومسلم لوگ تھے جنکے دل مین ہنوز
ایمان کے معنے نہین سمائے تھے پس ان لوگون نے خیال باندھا کہ آگے بڑھکر ہم ہی لوگ قوم ہوازن کو بھگادین تاکہ یہ فتح ہمارے نام لکھی
جاوے اور یہ لوگ دو ہزار تھے پس انھون نے پیش قدمی کرکے ہوازن پر حملہ کیا اور ہوازن چار ہزار قوم تیر انداز تھے جنھون نے اپنے
مال ومتاع کو لشکر مین ڈال دیا تھا پس وہ لوگ بھاگے اور وہان موڑ کا راستہ تھا تو نظر سے پوشیدہ ہوگئے اور یہ لوگ لوٹنے مین مصروف

ہوگئے پس انکو کچھ خبر نہوئی یہانتک کہ دوسرے موڑ کی طرف سے ناگاہ ہوازن نے نکلکر انپر حملہ کیا اور تیرون کی بوچھار سے زخمی کردیا پس اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو عباس رضی اللہ عنہ نے پکارا کہ ای اصحاب شجرۃ اور ایک روایت مین ہو کہ ای اصحاب سورۃ البقرہ پس اُن لوگون نے ہر طرف سے دوڑکر آنا شروع کیا شیخ نے کہا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنوحنیفہ قوم مسلیمہ کذاب پر جو مرتد ہوگئے تھے مہاجرین وانصار کا لشکر بھیجا اور قوم بنوحنیفہ بہت کثیر تھی اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سردار تھے اور بنو حنیفہ وغیرہ مین سے بعضے مرتدین تو بہ کرکے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوگئے تھے پس جب قتال سخت ہوا تو یہی لوگ بھاگنے لگے پس صحابہ مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم نے باہم پکارنا شروع کیا کہ ای اصحاب سورۃ البقرۃ تاکہ مہاجرین وانصار آگاہ رہین کہ اُن مین سے کوئی نہین بھاگا یہانتک کہ اللہ تعالے نے انکو فتح عطا فرمائی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت ہو کہ جسنے آخر سورۃ بقرہ کی دونون آیتین رات مین پڑھین تو وہ اُسکو کافی ہین۔ (الصحاح) یعنے شب بیداری کے بجاے کافی ہین اور انکی فضیلت انشاء اللہ تعالی آخر مین بیان ہوگی جیسے آیۃ الکرسی کے فضائل اپنے موقع پر بیان ہونگے۔ اور حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ مین ہو کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے دوہزار برس پہلے ایک کتاب الٰہی سے دو آیتین نازل ہوئین جو خاتمہ سورۂ بقرہ ہین پس جب وہ کسی گھر مین تین مرتبہ پڑھی جاوین تو یہ نہوگا کہ پھر شیطان اُس گھر کے پاس پھٹکے (الترمذی) اور صحیح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز شب مین سورۂ بقرہ وآل عمران سے زیادہ ایک رکعت مین پڑھا۔ اور اس قدر فضائل کافی ہین اور اللہ تعالی ہی اپنے فضل سے موفق ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بنام اللہ الرحمن الرحیم شروع ہے

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

یہ کتاب ہے اس مین شک نہین ہے

الٓمّٓ یعنی الف۔ لام میم۔ کیونکہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے کتاب الٰہی مین سے کوئی حرف پڑھا اُسکے واسطے ایک نیکی ہو اور وہ نیکی دس گونہ ہی اور مین نہین کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہو بلکہ الف ایک حرف ہو اور لام دوسرا حرف ہی اور میم تیسرا حرف ہو (رواہ الترمذی وقال صحیح) خلیل وابوعلی نے کہا کہ ہر ایک پر وقف کیا جاتا ہو اور بجاے الف کے ہمزہ استعمال ہی کیونکہ الف سے ابتدا متعذر ہے۔ ت س۔ فرقہ حشویہ نے کہا کہ انکے کچھ معنی نہین ہین۔ یہ قول مردود ہی کیونکہ اللہ تعالے نے مہمل سے خطاب نہین فرمایا حشویہ نے کہا کہ یہ حروف ہین بدلیل حدیث ابن مسعودؓ کے جواب دیا گیا کہ یہ غلط ہی کیونکہ حرف سے اصطلاح نحوی مراد نہین جو پچھلے زمانہ مین قرار پائی ہو بلکہ حرف لغوی یعنی کلمہ مراد ہی لہذا مہمل کہنا مردود ہی جب فرقہ مرجیہ نے دیکھا کہ مہمل کہنا ممکن نہین ہی تو اس فرقہ نے کہا کہ ظاہر کے خلاف معنی مراد ہین جیسے مرجیہ فرقہ کے نزدیک عذاب کی آیتون مین فقط دھمکی مراد ہے حقیقی مراد نہین اور یہ بھی مردود ہے اسواسطے کہ مرجیہ نے جو معنے قرار دیے وہ موضوع نہین ہین تو معنی حقیقی نہ ارادہ ہوئے اور جب معنی حقیقی نہ ارادہ ہین تو معنی مجازی بھی نہ ارادہ ہین کیونکہ مجاز تو حقیقت کے تابع ہوتا ہی اور رہا یہ کہ خلاف ظاہر جو چاہے بیان کرے تو قرآن مجید کے لیے یہ بات محال ہی کیونکہ ہر ایک کافر اس قسم کی تاویلات بیان کرنے سے عاجز نہوگا۔ مرجیہ نے کہا کہ اگر معنے نہ لیے جاوین تو خطاب مہمل ہوگا جواب یہ ہے کہ خطاب اسوقت مہمل ہو جب کوئی فائدہ نہ نکلے اور اُن آیات متشابہات سے ایمان مقصود ہو چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا فاما الذین فی قلوبھم

الم

زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله وما یعلم تاویله الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا به کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب
یعنی جن لوگون کے دلون مین کجی ہے وہ قرآن مین سے متشابہ کے پیچھے پڑتے ہین بخواہش فتنہ انگیزی اور بخواہش تاویل متشابہ کے حالانکہ سوائے
اللہ تعالیٰ کے کوئی اُسکی تاویل نہین جانتا اور جو بندے علم ایمان مین مضبوط ہین وہ یہی کہتے ہین کہ ہم اسپر ایمان لائے قرآن مین جو کچھ ہے
وہ کل ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہین جو اہل عقل ہین - مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ آیات
متشابہ سے مومنون کا ایمان لانا مقصود ہے اور اُسکی مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے - اور حدیث حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا مین آیا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی پھر فرمایا کہ جب تم ایسے لوگون کو دیکھو جو قرآن کی آیات متشابہات کے درپے ہوتے ہین تو جان لو
کہ یہ وہی ہین جنکو اللہ تعالیٰ نے زائغ فرمایا ہے پس اُن لوگون کو دور رکھو (البخاری وغیرہ) ایسے واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص ساکن
بصرہ کو جو عذاب قبر وغیرہ کسی متشابہ مین گفتگو کرتا تھا سر پر دُرّے مارے آخر اُسنے کہا کہ یا امیر المومنین میرا کیا قصور ہے تو فرمایا کہ مین نے تیرے
سر کے حواس ٹھیک کیے کہ اے کمبخت تو اپنی ہستی سے زائد علم متشابہ مین گفتگو کرتا ہے اور مومنین بصرہ کو لکھ بھیجا کہ اس جاہل کو کوئی اپنے پاس
نہ بٹھلاوے - مترجم کہتا ہے کہ غالباً تم اس سے سمجھ گئے ہوگے کہ متشابہات صرف الٓمٓ یا الٓمٓرٰ وحٰمٓ مین منحصر نہین ہین بلکہ عذاب قبر کی کیفیت
اور شہیدون کی حیات آخرت اور جنت کے کھانے پینے وغیرہ راحت کی کیفیت اور اسی طرح عذاب جہنم کی کیفیت سب متشابہات
ہین چنانچہ ایک شخص نے امام مالک رحمہ سے عذاب قبر کی کیفیت پوچھی تو آپ نے کچھ دیر سر جھکایا اُسکے بعد فرمایا کہ بحث عذاب قبر تو معلوم ہے
اور اُسکی کیفیت اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت مین مخفی فرمائی ہے اور اُسکا پوچھنا جہالت کی بدعت ہے پھر حکم دیا کہ اسکو نکال دو - مترجم کہتا ہے
کہ مین ایک مثال بیان کرتا ہون کہ ایک پہاڑ مین ایک مادرزاد اندھا پیدا ہوا اور دوسرا عنین پیدا ہوا اور تیسرا تندرست ہے لیکن اُس پہاڑ مین
سوائے ساگ پات کے کبھی اُسکو ایسا پھل نہین ملا جسکا مزہ شیرین ہو پھر ایک شائستہ شہر کا رہنے والا وہان پہونچا اور اندھے سے ملاقات ہوئی
پس اُسنے کہا کہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کہ تاریکی سے نکل کر نور حاصل کرے اُسنے کہا کہ نور کیا چیز ہوتی ہے پس اُسنے اُس کے حق مین سمجھانا
دشوار پایا سوائے اسکے کہ سردی گرمی اور مزہ کے ذریعہ سے سمجھاوے اور یہ طریقہ حور وقصور ہے پھر عنین سے ملا تو وہان حور وقصور کا بھی
طریقہ چھوڑنا پڑا کیونکہ وہ اس کیفیت سے کبھی واقف نہین ہے پھر تندرست کے حق مین یہ سب آسان تھا لیکن وہ شیرینی کی کیفیت سے بالکل
واقف نہین ہے پھر ایک دوسرے شہری نے اُسکو آگاہ کیا تو اُسنے اپنے ہادی سے پوچھا کہ ایک شخص بیان کرتا ہے کہ وہان جلیبی و برفی وقند وشکر
نہایت لطیف بامزہ ہین اور مین تو اُس شخص کو جھوٹا سمجھتا ہون مگر آنکہ آپ مجھکو کچھ کیفیت سمجھاوین اُس مرد عاقل نے اپنے آپ کو متحیر دیکھا کہ
یہ شخص عجب جاہل ہے جو کیفیت کو باتون مین ڈھونڈھتا ہے لیکن اُسنے دوسرے پہاڑ پر لیجا کر ایک بیر اُسکو کھلایا جو اُسنے کبھی نہین کھایا تھا پھر
سمجھایا کہ جیسی کیفیت تو نے اُسکے مزہ مین پائی اُسکو شیرین کہتے ہین اور یہ شیرینی لطیف ترکیب سے شہرون مین بہت عمدہ بنائی جاتی ہے - مترجم کہتا
ہے کہ دار آخرت کی کیفیت ان جاہلون کو کیونکر معلوم ہو سکتی ہے کہ جنہون نے کبھی وہان قدم نہین رکھا ہے اور لامحالہ چند روز کی زندگی کے
بعد قطعاً جان جائینگے مگر اسقدر بے عقل ہین کہ یہان کفر وشرک وانکار مین مبتلا ہو کر وہان کی عذابی کیفیت دیکھنا چاہتے ہین کہ پھر اُس عذاب سے
رہائی کی کوئی راہ نہوگی اور یہ نہین سمجھتے کہ حضرت خالق عزوجل جسکے عجائب قدرت وصنائع حکمت اس دنیا کے پہاڑون جنگلون وکھنڈرون
وغارون ودریاؤن مین بے انتہا ظاہر ہین کہ عقل متحیر ہے بلکہ اُسکے وطن ہی مین ایک گھاس کی پتی اگر خشک ہو تو تمام دنیا مجتمع ہونے سے اُسکا ہرا
ہونا غیر ممکن ہے بلکہ اگر وہ اپنے جسم ہی مین خیال کرے تو جو ناخن کٹ گیا وہ جوڑنا محال ہے اور یہ بیان تو صرف ایک تنبیہ ومثال ہے تاکہ خالق عزوجل

کی کمال حکمت وقدرت سے آگاہ ہون تو صریح عقل یقین دلاتی ہے کہ اللہ عزوجل نے جو کچھ قرآن مجید مین فرمایا وہ حق ہے اور کمال احسان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری ہدایت کے واسطے بھیجا اور آپ نے بدون کسی تعلق دنیاوی کے ہمکو پاکیزہ راستہ بتلایا حتی کہ اہل سعادت وکرامت یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم درجۂ قبولیت پر فائز ہوئے جنکی شہادت رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ الآیہ ہے پھر طبقۂ صحابہ رضی اللہ عنہم واکابر تابعین رحمہم اللہ کے بعد معتزلہ وغیرہ احمق پیدا ہوئے جنہون نے ہماری اندھے وعنین کے موافق اپنی رائے لگانی شروع کی کہ یہ کیونکر ہوگا اور وہ کیسے ہوگا اور تم خوب جانتے ہو کہ مرد عاقل اُن کیفیات کو کس طرح ان لوگون کے حواس مین پیدا کرسکتا ہے اسی واسطے جب خوارج وروافض وغیرہ پیدا ہوئے اور اُنھون نے متشابہات آخرت مین کلام کرکے دیدار باری تعالیٰ عزوجل سے انکار کرنا شروع کیا تو سلف صالحین نے انکو پہچان لیا چنانچہ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ زائغین یہی حروریہ وسبائیہ ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ حروراء ایک قصبہ ہے جہان خوارج جمع ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے نکل کر پہلے پہل اسی مقام پر مخالفت کا جھنڈا اُٹھایا تھا آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہؓ سے لڑائی موقوف کرکے پہلے حروریون کی جانب قصد فرمایا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ امیر معاویہؓ وشامیون کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور عقائد سنت مین کچھ کلام نہ تھا اگرچہ دنیاوی اُمور مین رنجش و مخالفت کی وجہ سے بدگوئی کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے کنبہ سے دشمنی کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نرغہ کرنے والون سے قصاص نہین لیتے ہین بخلاف حروریون کے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت کہتے کہ یہ قرآن سے پھرگئے اور اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو اعمال حسنہ کیے تھے وہ رٹ گئے حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان مردود گمراہون پر حملہ کرکے تباہ کردیا لیکن حدیث مین ہے کہ جو بدعت نکالیگی وہ قیامت تک نہین مٹیگی چنانچہ یہ معجزہ صادق ہے کہ اب تک اُنکا نشان موجود ہے۔ اور سبائیہ سے مراد فرقۂ عبداللہ بن سبا یہودی ہے جو ظاہر مین مسلمان ہوگیا تھا اور چاہتا تھا کہ جیسے نصرانیون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مین اُلوہیت اعتقاد کی اسیطرح مسلمانون مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ اعتقاد پھیلادے اور اتفاق یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج وغیرہ کے معاملہ مین بہت سی غیبی خبرین بطور کرامت اور بطور سماع نبوت بیان فرمائی تھین حتی کہ بہت سے اعراب تعجب کرنے لگے کہ وحی نہین آتی پھر آپ کیونکر یہ باتین بتلاتے ہین پس اس یہودی نے موقع پاکر خفیہ اُن لوگون مین یہ اعتقاد پھیلایا حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے غضبناک ہوکر قتل وجلانے کا حکم دیا مگر وہ منکر فرار ہوگیا اور فارس کے پہاڑون مین چھپا رہا مگر چند ہی روز کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک خارجی ابن ملجم مردود کے ہاتھ سے شہید ہوئے تب سے سبائیہ فرقہ معروف ہے چنانچہ طبقۂ تابعین رحمہم اللہ مین خوارج کو حروریہ کہتے اور روافض کو سبائیہ کہتے تھے۔ اور بعض سلف نے فرمایا کہ زائغین مین کل بدعتی داخل ہین جنہون نے اعتقاد سنت مین بدعت نکالی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح ہے اور معتزلہ وجہمیہ وغیرہ بہتر فرقے سب دیدار باری تعالیٰ عزوجل سے منکر ہین اور اللہ تعالیٰ کا یہ لطف عجیب ہے کہ یہ سب فرقے باہم ایک دوسرے کے نقیض ہین مثلاً خوارج تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منکر ہین مگر خلفاے سابقین رضی اللہ عنہم کا اقرار کرتے ہین اور روافض انکے نقیض ہین اور اہل سنت والجماعۃ سب سے الگ ہین بلکہ وہ اصل جماعت بطریقۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے سواد اعظم صالحین قائم ہے اور یہ بدعتی فرقے پھوٹ پھوٹ کر اپنی ٹکڑیان بنائے گئے الحاصل متشابہات کے بارہ مین اہل سنت کا یہی اعتقاد ہے جو سلف صالحین سے متواتر چلا آتا ہے۔ (تحقیق المقام) واضح ہو کہ متشابہات دو قسم ہین اول کلمات مقطعات مانند الٓمٓ وحٓمٓعٓسٓقٓ وصٓ وقٓ وغیرہ کے اور دوم وہ آیات جنمین حالات آخرت کا بیان ہے مگر اُنکی کیفیت متشابہ ہے مثلاً میزان اعمال لقولہ تعالیٰ ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ الآیۃ۔ وعذاب قبر واکل وشرب جنت وغیرہ انمین کیفیت کا علم نہین ہوسکتا پس قسم اول سے

مقصود یہ ہے کہ ایمان لایا جاوے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہیں جیسا کہ آیت میں منصوص ہوا اور یہ ایمان لایا جاوے کہ انکی تاویل سوائے
اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا لیکن جان لینا چاہیے کہ تاویل و تفسیر میں فرق ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ تاویل بھی ایک قسم کی تفسیر ہے اور تفسیر چار قسم ہے تاویل
چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تفسیر چار وجہ پر ہے ایک وہ تفسیر جسکو عرب اپنی زبان میں جانتے ہیں - دوم وہ تفسیر جسکے نہ جاننے پر کوئی معذور
نہوگا - سوم وہ تفسیر جسکو علماء راسخین جانتے ہیں - چہارم جسکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے حتی کہ جو جاننے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا
ہے - اس اثر کو عبد الرزاق نے بسند صحیح روایت کیا - اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکے مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نقل فرمایا اور ظ
ابن جریر اسکی مثال قسم دوم قولہ تعالیٰ - ولسان الذی یلحدون الیہ اعجمی الآیہ - یعنی ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن عربی ہے اور قسم اول کی مثال جسکو عرب جانتے
ہیں لغات عرب ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں حتی کہ اس زمانہ میں بہت سے جاہل نصاریٰ قرآن مجید کے غلط معنی بیان کرتے اور بہتان
باندھکر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں - قسم سوم کی مثال علماء راسخین کے اجتہادات ہیں - اور قسم چہارم حروف متشابہ کی تاویلات ہیں پس کبھی
عربی زبان جاننے والا یا عالم راسخ ایک آیت کی تفسیر جانتا ہے لیکن تاویل نہیں جانتا ہے کیونکہ تاویل کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ ما یؤول الیہ الکلام یعنی
انجام کو جو واقع ہو مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام نے آفتاب و ماہتاب و گیارہ ستاروں کو اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا اسکی تفسیر تو معلوم ہے یعنی
یہی معنی ہیں کہ آفتاب و ماہتاب و ستارے سجدہ کرتے ہیں لیکن تاویل معلوم نہ ہوئی بلکہ یہ سوچ لیتا سمجھا گیا کہ یہ کوئی بزرگی ہے جو یوسف علیہ السلام
کو عطا ہوگی پھر جب مصر میں حاکم ہوئے اور وہاں ماں باپ و کل بھائیوں کو بلوایا اور ملاقات کے وقت ان لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو
سلطانی تعظیم دی اور انکے سامنے جھکے تو اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یا ابت ہذا تاویل رؤیای من قبل یعنی اے میرے
باپ یہی میرے خواب سابق کی تاویل ہے - اور واضح ہو کہ متاخرین فقہاء میں تاویل کی اصطلاح بھی شائع ہوئی کہ ظاہر آیت کو کسی دوسری دلیل
کی وجہ سے ظاہر سے پھیر لینا مثلاً آیت وضو میں - اذا قمتم الی الصلوۃ الآیہ سے ظاہر ہوتا کہ ہر نماز کا قصد کرنے سے وضو واجب ہے لیکن حدیث
شریف سے معلوم ہوا کہ اگر وضو موجود ہو تو حاجت نہیں ہے پس آیت یہ ہو سکے کہ جب تم بے وضو ہونے کی حالت میں نماز کا ارادہ کرو تو پہلے وضو
کر لو تب کھڑے ہو جیسا یہ بات معلوم ہو چکی تو جاننا چاہیے کہ قولہ تعالیٰ - وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ - اس آیت میں
تاویل سے اگر معنی اول مراد لو تو کلمہ الا اللہ پر وقف واجب ہے چنانچہ جمہور علماء اہل سنت اسپر متفق ہیں کہ یہ تاویل سوائے اللہ تعالیٰ کے
کوئی نہیں جانتا اور اسمیں کچھ بھی اختلاف نہیں ہے اور اگر تاویل کے دوسرے معنی اور یعنی سوچ علم سے ایک طریق کا استنباط کرنا تو کلمہ فی العلم پر
وقف کرے یعنی ایسی تفسیر کو اللہ تعالیٰ و اسکے بندگان علماء جانتے ہیں اسی واسطے دونوں طرح اس آیت کی قراءۃ متواتر ہے - اور حضرت
ابن عباس و مجاہد و ایک جماعت علماء راسخین سے باسانید صحیحہ روایت ہے کہ متشابہات کی تاویل سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے
اور انھیں ائمہ صالحین سے باسانید صحیحہ بعض اشارات متشابہات کی بھی روایت ہیں چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (الف) آلاء
الٰہی یعنی نعمتہائے الٰہی سے خبر دیتا ہے (لام) لطف الٰہی (میم) ملک الٰہی ہے اور دوسری روایت ہے کہ الم کی تفسیر میں کہا کہ انا اللہ اعلم یعنی میں
اللہ خوب جانتا ہوں - اور تیسری روایت میں کہا کہ الم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ جبرئیل کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور
اسی طرح حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے بھی بعض اشارات مروی ہیں - بالجملہ ائمہ علماء کا اجماع ہے کہ متشابہات کی تاویل سوائے
اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا لیکن بعضے لطائف اشارات ہیں کہ عالم راسخ کی سمجھ میں آسکتے ہیں اور عالم راسخ وہ ہے جو اعتقاد صحیح جیسا صحابہ
رضی اللہ عنہم تھے بلا تغیر و تبدیل رسوخ کے ساتھ ظاہری اعمال سنت پر مستقیم ہو اور یہ اس قسم فراست ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ - ان فی ذلک لآیات

للمتوسمین کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا منجملہ لطائف کے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا کہ حروف مقطعہ جو انتیس سورتون مین ہین بحذف مکرر چودہ حرف ہین ۔ا ۔ل ۔م ۔ص ۔ر ۔ک ۔ھ ۔ی ۔ع ۔ط ۔س ۔ح ۔ق ۔ن ۔ جنکا مجموعہ نص حکیم قاطع لہ سر یعنی یہ حکیم حقیقی کی جانب سے کتاب متضمن اسرار ہے ۔ کشاف مین ہے کہ ان چودہ حروف مین غور کیا جائے تو اجناس حروف موجود ہین چنانچہ مہموسہ و مجہورہ مین سے نصف مہموسہ و نصف مجہورہ ہین چنانچہ ص ۔ک ۔ھ ۔س ۔ح مہموسہ ہین یعنی دس حروف مہموسہ مین سے پانچ مذکور ہین اور ۔ا ل ۔م ر ع ط ۔ق ۔ی ۔ن ۔ یعنی اٹھارہ حروف مجہورہ مین سے نصف مذکور ہین ۔ اسی طرح قسم شدیدہ و رخوہ مین سے نصف نصف مذکور ہین چنانچہ ۔ا ۔ق ۔ط ۔ک ۔ چار منجملہ آٹھ کے شدیدہ ہین اور بیس رخوہ مین سے دس یعنی ۔ل ۔م ۔ر ۔ص ۔ھ ۔ع ۔س ۔ح ۔ی ۔ن ۔ رخوہ ہین اسی طرح مطبقہ و منفتحہ مین سے نصف نصف ہین چنانچہ چار مطبقہ مین سے ۔ص ۔ط ۔ مذکور ہین اور چوبیس منفتحہ مین سے بارہ ۔ا ۔ل ۔م ۔ر ۔ک ۔ھ ۔ح ۔ع ۔س ۔ق ۔ی ۔ن ۔ مذکور ہین ۔ اسی طرح مستعلیہ و منخفضہ مین سے نصف نصف مذکور ہین چنانچہ سات مستعلیہ مین سے ۔ق ۔ص ۔ط ۔ ہین اور بائیس منخفضہ مین سے ۔ا ۔ل ۔م ۔ر ۔ک ۔ھ ۔ح ی ۔ع ۔س ۔ن ۔ مذکور ہین ۔ اور منجملہ پانچ حروف قلقلہ کے ۔ق ۔ط ۔ مذکور ہین ۔ اور تاریخ بخاری و تفسیر ابن جریر و روایت ابن اسحٰق مین باسناد ضعیف بعض یہودیون سے ایک قصہ آیا کہ اُنھون نے ان حروف کے اعداد سے اس اُمت کی مدت نکالی ورحق یہ ہے کہ ایسے اشارات سے اول تو فائدہ بہت کم ہے دوم یہ کہ کسی قسم کا اعتماد نہین ہو سکتا پس مختار یہ ہے کہ اس قسم متشابہات کی تاویل سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے اور ہم یقین کرتے ہین کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے اور اسکے نازل فرمانے مین اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان خاص حکمت و اسرار ہین جنکو ہمارے عقول نہین پہونچ سکتے ہین ۔ (بیان قسم دوم) یعنی عذاب قبر یا اکل و شرب جنت یا عرش وغیرہ کی کیفیت یا دیدار باری تعالیٰ جل شانہ ۔ پس انکی نسبت اعتقاد صحیح یہ ہے کہ یہ حقائق واقعی موجود ہین اور متواتر احادیث مین صفات حق عزوجل مانند صعود و نزول و ضحک وغیرہ بغیر تاویل منصوص ہین اور علمائے سلف صالحین رضی اللہ عنہم نے بغیر بیان کیفیت کے اسی طرح ثابت رکھا تو ہم بھی اسیطرح ثابت رکھتے ہین پھر اگر وہم ہو کہ تم خالق کو مخلوق سے مشابہ کہتے ہو تو جواب یہ کہ ہرگز نہین کیونکہ ہم ان امور کو صفات الٰہی عزوجل جانتے ہین اور کسی مخلوق کو اُس سے مشابہ نہین مانتے ہین ۔ امام راغب نے مفردات مین لکھا کہ عرش کو کوئی بشر سوائے نام کے ازراہ حقیقت نہین جانتا ہے یعنی یہ لفظ عربی بمعنی تخت ہے لیکن یہ لازم نہین آتا کہ اگر مخلوق کو سوائے لکڑی و سونے و چاندی کے تخت سے معلوم نہین تو یہ تخت بھی سونے کا ہو کیونکہ مخلوق کا علم بہت قلیل ہے جیسے مخلوق کو سوائے محسوسات عالم کے کوئی چیز محسوس نہین تو یہ لازم نہین کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہی ہے ۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا ۔ اسی طرح مخلوق حقیر کے تصور مین تخت کی جو ہیئت مصور ہوتی ہے وہ عرش نہین ہے یا جیسے بعض جاہلون نے گمان کیا کہ فلک اعلیٰ ہے یہ بھی گمان غلط ہے بلکہ اُسکی ماہیت سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہے پس اس قسم کے متشابہات مین بغیر تشبیہ کے ایمان لانا واجب ہے ۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ چار وجہ تفسیر جو حدیث ابن عباسؓ مین مذکور ہین یہ اقسام باہم جمع ہو سکتے ہین چنانچہ عرش کی تفسیر اہل عرب اپنی زبان مین جانتے ہین اور یہ بھی صحیح ہے کہ اسکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔ ف ۔ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ الٓمٓ ۔ الف وحدانیت ذات ہے ۔ لام ۔ ازلیت صفات ہے ۔ میم ملک قدیم ہے یعنی اشارہ ہے کہ اُسکی ذات واحد ہے اُسکے ملک قدیم مین صفات قدس کی حکمت خلق و تقدیر وغیرہ جاری ہین پس جو شخص متوجہ بتضرع زبانی اور مقصود بقرب نوافل ہوا وہ ملک قدم کے لوگون مین سے ہے بعض مشائخ نے کہا کہ الٓمٓ اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول علیہ السلام کے درمیان رمز و اشارہ ہے

مترجم کہتا ہے کہ ہمارے شیخ المشائخ دہلوی نے بھی الحجۃ البالغہ میں بعض معرفت متشابہات کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور حاصل یہ کہ الٓمٓ سر قرآن ہے کہ خاصان حق کو اُسکے بعض معارف حاصل ہوتے ہیں لیکن وہ قابل بیان نہیں ہیں اور اُنکی تاویل سوائے حق عزوجل کے کوئی نہیں جانتا ہے فافہم ۔ قال تعالیٰ ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ج ۔ یہ کتاب ہے اسمین کچھ شک نہیں ہے ۔ ف ۔ ایسی کوئی بات نہیں جسمیں ریب کو گنجائش ہو کیونکہ صدق مین سوائے طمانیت کے دغدغہ نہیں ہوتا ہے چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ صدق تو طمانیت ہے اور کذب ریب ہے حاصل یہ کہ یہ کتاب جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرماتے ہیں بے ریب معظم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے اسمین کچھ شک نہیں ہے ۔ اور واضح ہو کہ ریب کبھی تہمت و حاجت کے معنون مین بھی آتا ہے لیکن یہاں ریب کے معنے شک ہیں اور یہی حضرت ابن مسعود و ابن عباس و ابو الدرداء و مجاہد و سعید بن جبیر و ابو مالک و نافع و عطاء و ابو العالیہ و ربیع بن انس و مقاتل بن حیان و سدی و قتادہ و اسمٰعیل بن ابی خالد سے مروی ہے حتی کہ امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ مین نہیں جانتا کہ اسمین کوئی روایت اسکے خلاف ہو ۔ ع ۔ پھر لاریب فیہ کے معنے یہ ہیں کہ اسکے صدق مین شک مت کرو یا تمکو شک نکرنا چاہیے گویا اعجاز کلام کو دو صورتون مین انحصار فرمایا اول یہ کہ تمکو نور عقل و فطرت سے اپنے رب عزوجل کا کلام پہچان کر کچھ شک نکرنا چاہیے اور اسکے معارف و ہدایت پہچاننا چاہیے تاکہ کمال حاصل ہو چنانچہ دو رکوع تک اسکا بیان فرمایا پھر تیسرے رکوع مین دوسری شق بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا الآیہ ۔ یعنی حق تو یہ ہے کہ تمکو شک نکرنا چاہیے بلکہ اسکے ارشاد و ہدایت سے منور ہو جاؤ اور اگر دنیاوی کدورات و شیطانی غلبات سے تمکو اسمین شک ہو تو اُسکا دفعیہ بہت آسان ہے کہ تم اسکے مثل ایک سورہ بنا لاؤ اور اُسکے بنانے پر اپنے معبودون وغیرہ کے ساتھ سب کے سب مجتمع ہو جاؤ حالانکہ کسیطرح نہیں لا سکوگے تو جان لو کہ یہ اعجاز آلٰہی ہے تو بھی شک بالکل نیست ہو گیا پس شق اول کی تقدیر پر کہ اس مین کچھ شک نہیں ہے ارشاد فرمایا ۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

راہ بتاتی ہے ڈر والون کو جو یقین کرتے ہین بن دیکھا اور درست کرتے ہین نماز اور ہمارا دیا کچھ

يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ج وَ

خرچ کرتے ہین اور جو یقین کرتے ہین جو کچھ اُترا تجھ پر اور جو اُترا تجھ سے پہلے اور

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

آخرت کو وہ یقین جانتے ہین اُنھون نے پائی ہے راہ اپنے رب کی اور وہی مراد کو پہونچے

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یعنی یہ کتاب ہادی ہے ایسے بندون کے واسطے جو تقوی رکھتے ہین ۔ ف ۔ ہادی کے دو معنے آئے ہین جیسا کہ اہدنا الصراط المستقیم کی تفسیر مین گذرا یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت تو یہ ہے کہ مقصود تک پہونچا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن کو ہادی کہنا رہنمائی کے معنے ہین غرضکہ جہان دل مین ایمان پیدا کر دینے کے معنے ہون تو وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے ممکن نہین ہین اور جہان رہنمائی کے معنے ہون پس اگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مین نے رہنمائی کی تو یہی معنے ہو سکتے ہین کہ مین نے رسول و کتاب بھیجے جیسے قولہ تعالیٰ ۔ اما ثمود فھدیناھم فاستحبوا العمی علی الھدی یعنی ہمنے ثمود کو ہدایت کی مگر اُنھون نے اندھے رہنے کو ہدایت سے پسند کیا ۔ تو یہان ہدایت کے یہی معنی ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکے واسطے حضرت صالح علیہ السلام کو ہدایت کے لئے بھیجا کیونکہ اگر اُنکے دل مین ہدایت پیدا کرنے کے معنے ہوتے تو اسکے بعد اندھے رہنے کے کچھ معنے نہ تھے اور اسی معنے مین فرمایا آنک لا تھدی من احببت

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ تو جسکو پسند کرے اسکو ہدایت نہیں کر سکتا۔ حالانکہ راہ کی نصیحت کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی شان تھی تو رہنمائی کی نفی نہیں ہے بلکہ یہ معنے ہیں کہ تو جسکو چاہے اسکے دل میں ہدایت پیدا نہیں کر سکتا بلکہ یہ اللہ تعالی کی شان ہے پس
یہاں رہنمائی کے معنے یہ ہیں کہ یہ کتاب حق ایسے بندوں کے واسطے رہنمائی کرنیوالی ہے جو متقی ہیں یعنے اللہ تعالی نے انکی تقدیر میں تقوی
ہو جانے والا لکھا ہوا ہے۔ واضح ہو کہ تقوی کا کمتر درجہ یہ ہے کہ شرک سے بچے اور فرائض کی فرمانبرداری کرے لہذا ابن عباس نے کہا کہ متقین یہی
مومنوں میں جو شرک سے بچتے اور طاعت الہی پر عمل کرتے ہیں۔ اور دوسری روایت میں کہا کہ جو امور ہدایت ترک کرنے میں عذاب الہی سے ڈرتے ہیں
پھر تقوی کے … درجے ہیں … اسی واسطے حسن بصری نے کہا کہ متقی وہ ہے جو حرام سے بچے اور فرائض ادا کرے اور اعلی درجہ یہ ہے
کہ ایسا مباح جائز … میں کہا جاتا ہے کہ … جس میں کچھ مضائقہ نہیں … جیسا کہ ترمذی کی حدیث عطیہ سعدی
رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اس درجہ کو کہ متقین میں شمار ہو نہیں پہونچتا ہے جب تک کہ ایسی چیز کو چھوڑ دے جس میں
مضائقہ نہیں ہے بخوف ایسی چیز کے جس میں مضائقہ ہے۔ (رواہ ابن ماجہ) مترجم کہتا ہے کہ شریعت میں حرام و مکروہ تحریمی تو ظاہر ہے اور بعض چیزوں کی
نسبت کہا گیا کہ اسکے استعمال میں مضائقہ نہیں ہے تو اس میں ایک اشارہ ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ کا خوف ہے پس متقی کو چاہیے کہ اسکو ترک کرے
اسی طرح فرض اور واجب و سنت کو بجا لانا ظاہر ہے اور بعضے اعمال خصوصی ایسے ہیں کہ انکی نسبت کہا گیا کہ کچھ مضائقہ نہیں مثلاً علماء کے درمیان
اسکے جائز یا ناجائز ہونے میں اختلاف ہو تو متقی کو چاہیے کہ اس کام کو چھوڑ دے کہ اسمیں کوئی سنت یا مستحب ادا کرے مثلاً محفل عرس کو
ایک جماعت علماء شرع کہتے ہیں لیکن صوفیوں نے اسکو … شروع کیا ہے حالانکہ سلف صالحین میں اسکا وجود نہیں تھا پس متقی کو چاہیے کہ
… علماء … اسکی فضیلت … اسی طرح دیگر امور کو قیاس کر لینا چاہیے
اور … روایت ہے کہ قیامت میں لوگ ایک میدان میں جمع کیے جائینگے پھر ایک منادی پکاریگا کہ متقین کہاں ہیں پس یہ لوگ سایہ الہی میں …
… اور فرمایا کہ متقی وہ قوم ہے جو شرک و بت پرستی سے بچے اور خالص اللہ تعالی ہی کے واسطے عبادت
ادا کی پس یہ لوگ سایہ الہی میں جنت کو چلے جائینگے (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ خالص عبادت سے ریاء و شہرت وغیرہ بھی خارج ہو گیا اور
واضح ہو کہ اللہ تعالی نے انبیاء کا درجہ الگ رکھا اور امت کا درجہ الگ رکھا ہے پس صاحب تقوی جو کامل تقوی پر پہونچا وہ مرتبہ صدیق تک پہونچا
اور یہ یقین ہے کہ جو کامل ہو وہ نبوت کے قدم تک پہونچا لیکن نبوت کی حد میں داخل نہ ہوگا مگر انبیاء علیہم السلام سے متصل ہوگا اسیواسطے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ چونکہ تمام انبیاء سے افضل ہے اور آپکے اصحاب حضرت ابوبکر صدیق اکبر اور دیگر اصحاب متقین جو
آپکے ساتھ ہونگے وہ بہشت اعلی مقام پر ہونگے اگرچہ وہ پیغمبر نہیں ہیں اسیواسطے یعنی انبیاء سابقین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے واسطے … تو … آرزو کرتے تھے اور … آپکے امتیوں کو آپکی برکت اتباع و ہدایت
قرآنی سے حاصل ہے کہ … متقین کے درجہ تک پہونچے چنانچہ قرآن میں فرمایا ولکن البر من آمن باللہ الآیہ یعنے نیکی کا راستہ
یہ اللہ تعالی پر ایمان لانا … کتاب الہی و انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاتا ہے اور اللہ تعالی کی محبت پر ناتوں والوں و یتیموں و مسکینوں و مفلس مسافروں
و سائلوں کو مال دیتا ہے اور گردنیں چھڑانے میں خرچ کرتا ہے اور نماز ٹھیک ادا کرتا ہے اور زکوۃ دیتا ہے اور … عہد کرتے ہیں تو
پورا کرتے ہیں اور … و ضرر و حالت جہاد میں صابر ہیں … یہی لوگ متقین ہیں۔ اس آیت سے متقین
کی پوری صفت معلوم ہوگئی۔ اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے لکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب سے پوچھا کہ تقوی کیا ہے …

کہ جیسے خاردار راستہ مین چلئے تو یہی کیجیے گا کہ دامن سمیٹ کر کوشش کے ساتھ نکل جائے پس یہی تقوی ہے اور بعض نے یہی معنے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیے۔ اور ابوالدرداءؓ نے کہا کہ تمام تقوی یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ تعالے سے خوف حجاب سے بچے اگرچہ ایک ذرہ برابر ہو حتی کہ بعض ایسی چیزین ترک کرے جنکو حلال دیکھتا ہے مگر وغدغہ حرام کی وجہ سے خوف کرے کہ شاید اُسکے اور اللہ تعالے کے درمیان حجاب ہو اور یہی معنے ایک جماعت صلحاء تابعین سے مروی ہین پس حاصل یہ ہوا کہ یہ کتاب جلیل ایسے بندون کے واسطے رہنمائی فرماتی ہے کہ جو صفت تقوی سے موصوف ہونا چاہتے ہین اور اللہ تعالی نے اپنے بندون کے بعض اوصاف ذکر فرمائے کہ۔ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ یعنے ایسے بندے ہین کہ غیب پر یقین لاتے ہین۔ سو غیب اُس چیز کو بولتے ہین جو تمہاری نظر سے غائب ہو اور یہ بات بلحاظ آدمیون کے مختلف ہوتی ہے چنانچہ اُمت کے واسطے اللہ تعالی و ملائکہ و کتابون و رسولون و روز قیامت و تقدیر الٰہی و عذاب قبر و دوزخ و جنت و پل صراط و حشر و میزان ان سب پر ایمان بالغیب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معراج شریف مین دوزخ و جنت و طوبیٰ و حور و قصور وغیرہ کو دیکھ لیا تو اُس وقت آپ کے واسطے یہ غیب نہین رہا اسی طرح جب اللہ تعالی نے آپکو انکشاف عطا فرمایا اور آپ نے اُسکی خبر دی تو وہ آپ کے واسطے معائنہ ہے اور ہم لوگون کے واسطے غیب ہے جیسے بعض احادیث مین وارد ہے کہ قریب وفات شریف کے آپ نے مدینہ منورہ کے بعض ٹکڑون پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے بلاد و فتنہ کی خبر فرمائی چنانچہ بعد آپ کے لشکر یزید وغیرہ کے فتنے واقع ہوئے لیکن جس امر کو اللہ تعالی نے مخفی رکھا تو وہ غیب رہا اسیواسطے قطعی آیات و نصوص مین وارد ہے کہ سوائے اللہ تعالی کے غیب کوئی نہین جانتا ہے اور یہی بالاجماع اہل سنت والجماعت کا اعتقاد ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالی و ملائکہ و کتابون و رسولون و روز آخرت و جنت و دوزخ و حشر جو سب غیب ہے اور اسپر ایمان لاتے ہین۔ اور یہی حضرت قتادہؒ سے مروی ہے۔ اور ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکو بطور اجمال فرمایا کہ حال جنت و دوزخ وغیرہ جو قرآن مین مذکور اور بندون کی نظر سے غائب ہے وہ سب غیب ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک روز فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر تھی اور قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ غیب سے بہتر ایمان نہین ہے پھر یہی آیت پڑھی الذین یؤمنون بالغیب آخر تک (رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ والحاکم) مترجم کہتا ہے کہ یہ صریح دلیل ہے کہ جن بندون کو اللہ تعالی نے یقین صادق عطا فرمایا اور وہ کشف کے خواہشمند نہین ہین تو اُنکے واسطے ثواب زیادہ ہے کیونکہ جنہون نے کشف کی خواہش کی تو اول یہ خوف ہے کہ شاید اس خواہش نفس کی شامت سے شیطانی دخل ہو تو یہ بربادی ہے اور اگر یہ کشف صحیح ہوا تو بھی یہان غیب کا ثواب جاتا رہا پھر اگر دیکھا جائے کہ اس غیب کا کیا فائدہ ہے تو سوا اسکے کچھ نہین ہے کہ یقین مین بڑھ جاتا ہے تو لیکن یقین پیدا کرنا اللہ تعالی ہی کے قبضہ قدرت مین ہے تو معلوم ہوا کہ جن بندون کے دل مین حق سبحانہ نے بغیر اس کشف کے یقین پیدا فرمایا تو اُن کو افضل عطا فرمایا پس چاہیے کہ بندہ اسی کی خواہش کرے اور کشف ناقص کی خواہش نکرے ہان اگر بلا خواہش کوئی امر مکشوف ہو تو مضائقہ نہین۔ امام ابن کثیرؒ نے ابو جمعہؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کے کھانے مین شریک تھے اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم سے بھی کوئی بہتر ہین کہ ہم آپکے ساتھ ایمان لائے اور آپکے ساتھ جہاد کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان ایک قوم ہے جو تمہارے بعد آویگی کہ وہ مجھپر ایمان لاوینگے حالانکہ اُنہون نے مجھکو نہین دیکھا (رواہ احمد) صالح بن جبیرؒ نے کہا کہ ہمارے یہان ابوجمعہ الانصاری رضی اللہ عنہ تشریف لائے کہ بیت المقدس مین نماز پڑھا کرتے اور اس زمانہ مین رجاء بن حیوہ رضی اللہ عنہ ہمارے یہان تھے پس جب ابوجمعہ بیت المقدس سے نماز پڑھکر نکلے تو ہم لوگ اُنکے ساتھ ہوگئے پھر جب آپنے اپنی منزل کی جانب پھرنا چاہا تو ہم لوگون سے فرمایا کہ تم لوگ جائزہ کے مستحق ہوئے اور تمہارا حق لازم آیا پس مین تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہون جو مین نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہیں ہمنے نہایت خوش ہوکر التجا کی کہ وہ عطا ہو تو فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس آدمی تھے
جنمین ایک معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے پس ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمسے بڑھکر کسی قوم کو ثواب ملیگا کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے
اور آپکی اتباع ہمکو نصیب ہوئی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے اور آسمان سے وحی آتی ہے
تو تمکو کون چیز مانع ہے بلکہ تمہارے بعد ایک قوم آئیگی انکو کتاب الٰہی دو دفتیون کے بیچ مین ملے گی کہ وہ اُسپر ایمان لاوین گے اور جو کچھ اُسمین احکام ہین
اُسپر عمل کرین گے تو اُن کے واسطے دونا ثواب ہے (رواہ ابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ اس حدیث شریف مین ہم ناچیز لوگون کے
واسطے اسکو ایمان بالغیب قرار دیکر دونا ثواب عطا ہوا لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی فضیلت اور وہ نور عظیم
جو آسمان و زمین کی وسعت سے بڑھکر تھا ہم لوگون کو نصیب نہین ہوا کیونکہ اللہ جل شانہ نے اپنے علم قدیم سے یہ لیاقت خاص صحابہ رضی اللہ عنہم
کے واسطے مخصوص فرمائی تھی اور وہ اپنی مخلوق کا علیم ہے حتی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آخر تک تمام آدمیون مین سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو
اپنے حبیب افضل مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت کے واسطے خاص فرمایا اور قولہ تعالیٰ کنتم خیر اُمۃ الآیۃ سے ہمکو آگاہ کیا کہ صحابہ
رضی اللہ عنہم تمام امم بنی آدم سے افضل ہین اور کیونکر نہ ہوگا اسواسطے کہ افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی افضل امم ہونا چاہیے
لیکن ہم لوگ دل و جان سے اُمیدوار ہین کہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا دیدار ہمکو نصیب ہو تو اسکے واسطے ہمکو ایمان بالغیب پر دوچند ثواب عطا فرمایا
اور اسکے ساتھ یہ بشارت بھی عنایت ہوئی کہ جو شخص کسی قوم کو محبوب رکھے یعنی ظاہر و باطن اُسکا محب ہو اسطرح کہ اُنکے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرے اگرچہ
اُسکو یہ قوت حاصل نہ ہوگی لیکن حق عزوجل اپنے فضل عظیم سے اُنکی معیت عطا فرماویگا چنانچہ حدیث صحیح مین یہ بشارت مصرح ہے تو ہمارے واسطے اس فضل
عظیم کو دوچند ثواب سے ملاکر اس لائق فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اُنکی معیت نصیب ہو کیونکہ جسقدر ہمارا ثواب ہو وہی دوچند ہوگا حالانکہ ہمارے
ثواب مین اور اُنکے ثواب مین زمین و آسمان کا تفاوت ہے پس اس بشارت کے معنے سمجھ مین آئے اور یہ وہم شیطانی بھی دور ہوگیا کہ دوچند
ثواب افضل ہے ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ دوچند ثواب کی روایت حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص و حضرت عمر بن الخطاب و حضرت
انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے ۔ اور بدیلہ بنت اسلم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہمنے ظہر یا عصر کی نماز مسجد بنی حارثہ مین پڑھی
اور اُس زمانہ مین قبلہ بجانب بیت المقدس تھا پس ہمنے ہنوز دو رکعتین پڑھی تھین کہ اتنے مین ایک شخص نے پکارا کہ آگاہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو جانب خانہ کعبہ استقبال کا حکم ہوا کہ آپ نے جانب خانہ کعبہ نماز پڑھی پس ہم لوگون کی صفین فوراً جانب کعبہ پھر گئین حتی کہ
مردون کی جگہ عورتین اور عورتون کی جگہ مرد ہو گئے پس باقی دونون رکعتین ہمنے جانب کعبہ پڑھین پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ہوگئی
تو آپ نے بشارت فرمائی کہ بیشک یہ وہ لوگ ہین جو غیب پر ایمان لائے (رواہ ابن ابی حاتم) ۔ع۔ اور واضح ہو کہ ایمان بالغیب مقبول ہے
اور موت کے وقت جب غرغرہ پر دم آویگا کہ اُسوقت آخرت کا انکشاف ہو جائیگا تو اُسوقت ہر کافر و مومن دیکھ لیتا ہے پس وہ ایمان
قبول نہین ہے اور یہ حکمت الٰہی عزوجل ہے اور اسمین ہمارے واسطے یہ بھید کافی ہے کہ اپنے خالق عزوجل کی بندگی سے منحرف نہون کیونکہ
جو بغیر دیکھے نہین مانتا وہ خالق عزوجل کو نہین پہچانتا اور یہ امر ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز کا دیکھنا اُسکی لیاقت پر موقوف ہے چنانچہ اگر کوئی لڑکا
پڑھایا جائے اور اُسکو علمی معارف کا وعدہ دیا جائے مگر وہ نہ مانے اور کہے کہ جب تک مین اسکو نہ دیکھون نہ مانونگا تو بیشک وہ جاہل
گمراہ رہیگا اور اگر اُسنے ابتدا مین مان لیا تو انتہا مین خود پہچان جائیگا اسیطرح اہل ایمان کا حال ہے کہ وہ رب عزوجل کی کتاب پاک پر اور
اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد حق پر ایمان بالغیب لاتے ہین ۔ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ ۔ اور نماز کو قائم کرتے ہین ۵۱

ف یعنی نماز کو اُسکے فرائض کے ساتھ ادا کرتے ہین ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کی اقامت یہ ہے کہ اُسکا رکوع پورا کرے اور
سجدہ پورا کرے اور اچھی طرح تلاوت کرے اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز مین متوجہ رہے ۔ قتادہؒ نے بڑھایا کہ اُسکے اوقات اور وضو کی حفاظت رکھے
اور مقاتل بن حیان نے زیادہ کیا کہ التحیات ودرود بھی پڑھے ۔ ع پس متقین کی صفت مین اول ایمان بالغیب ہے اور اُسکے موافق اعمال صالحہ انجام
اقامت نماز ہے لہذا حدیث مین وارد ہوا کہ اسلام وکفر کے درمیان مین نماز فارق ہے (کما فی الصحیح) اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہین جانتے تھے سوا نماز کے (الصحیح) اور یہ تہدید جس کی تاکید
ہے کہ جسنے نماز ترک کی گویا وہ کافر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو ملایا بقولہ تعالیٰ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ
اور جو کچھ ہمنے اُنکو رزق دیا اُسمین سے خرچ کرتے ہین ۔ ف چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ابتداء سے زکوٰۃ مفروض ہوئی لیکن اُسکی کوئی
مقدار مفروض نہین تھی حتی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو بھی ابتدا مین آدمی کے خرچ سے جو کچھ فاضل ہو
سب صدقہ کر دینا واجب تھا گویا جان ومال دونون کے تعلق سے اُنکو منقطع فرمایا اور جہاد اُنپر مفروض کر دیا پھر ہجرت کے دوسرے سال
تخفیف فرما کر زکوٰۃ کی مقدار معین فرمائی مثلاً دو سو درہم مین سے پانچ درہم ہین لیکن سواے زکوٰۃ کے مومن پر اُسکی ذات وزوجہ واولاد کا
نفقہ واجب ہے لہذا آیت کی تفسیر مین ابن عباسؓ نے کہا کہ مراد یہ کہ اپنے مالون کی زکوٰۃ دیتے ہین ۔ اور حضرت ابن مسعود وابن عباس ودیگر صحابہ رضی اللہ عنہم
نے کہا کہ اپنی زوجہ واولاد کو نفقہ دیتے ہین ۔ قتادہؓ نے فرمایا کہ اے لوگو یہ اموال تمھارے ہاتھون مین عاریت وودیعت ہین عنقریب تم اُنکو
چھوڑ جاؤگے پس چاہیے کہ اُنکو اللہ تعالیٰ کی راہ مین خرچ کرو ۔ شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے متقین کی مدح فرمائی کہ اُنکے اموال مین جو
حقوق شرعی لازم ہوتے ہین وہ اُنکو ادا کرتے ہین خواہ زکوٰۃ ہو یا نفقہ اہل وعیال ہو کیونکہ جو خرچ شرع مین پسندیدہ ہے وہ لائق مدح ہے ۔
مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے حدیث مین فرمایا کہ جسنے دیا تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے دیا اور روکا تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے روکا تو اُسنے ایمان
پورا کر لیا (کما فی حدیث ابن ماجہ) یعنی اللہ تعالیٰ نے اموال کو بھی امتحان قرار دیا ہے حتی کہ حرام طریقہ سے مال حاصل کرنا معصیت ہے اور اگر مال
حرام سے ثواب کی نیت کرکے صدقہ دے تو فقہا نے اُسکو کفر لکھا ہے پس شرعی طور پر حلال مال حاصل کرنا چاہیے تا زوجہ واولاد وغیرہ کا نفقہ
واجب ادا کرے تو اسکے حاصل کرنے مین تجارت وغیرہ جس ذریعہ سے کمائی ومحنت اُٹھاوے وہ اُسکے واسطے طاعت وثواب ہے پھر جو کچھ اپنے قرابت والے پر
خرچ کرے وہ صدقہ ہے اور جو کچھ زوجہ واہل وعیال کو کھلاوے وہ بھی نیک نیت سے صدقہ ہے چنانچہ صحیحین وغیرہ کی حدیث سعد بن ابی وقاص وغیرہ
رضی اللہ عنہم مین مصرح ہے جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر آویگا ۔ پھر زکوٰۃ ونفقات واجبہ مین درجہ واجب وفرض کا ثواب ہے پھر
اسکے بعد اگر ممکن ہوا اور اُسنے محتاج اقارب یا اجانب کے ساتھ سلوک کیا تو درجہ مستحب کا ثواب ہے اور اگر اُسنے مال کو ناموقع شرعی وکارناجائز
مین صرف کیا جیسے گانے بجانے والون یا بیہودہ شاعرون کو دیا یا مذموم رسوم شادی وموت مین صرف کیا تو گناہ واسراف ہے اور مسرف کو اللہ تعالیٰ
نے اخوان الشیاطین فرمایا ہے پس اہل ایمان کی صفت یہ ہے کہ اپنی جان کو باطنی اعتقادات حق وایمان سے منور کرتے اور ظاہری جسم کو خوبی
نماز مین صرف کرتے ہین اور مال کو موافق حکم الٰہی کے حقوق واجبہ ومستحبہ مین خرچ کرتے اور شرعی ممنوعات سے روکتے ہین چنانچہ اُنکی بزرگی شان
کے واسطے اللہ تعالیٰ نے مکرر مدح فرمائی بقولہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ
مِنْ قَبْلِكَ ج اور ایسے بندے ہین کہ یقین لاتے ہین اُس چیز کے ساتھ جو تیری جانب نازل کی گئی اور جو تجھسے پہلے نازل کی گئی
ف پس یہود ونصاریٰ خارج ہوگئے جو دعویٰ کرتے تھے کہ ہم بھی ایمان لائے اور نماز پڑھتے وزکوٰۃ دیتے ہین کیونکہ یہودیون نے

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام وانجیل ہی سے انکار کیا اور نصرانیون نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا تو یہ دونون خارج ہوئے اور
ایسے بندے اس مدح کے لائق ہین جو قرآن مجید پر ایمان لائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا اور اگلی آسمانی کتابون پر بھی مع
کل پیغمبرون کے ایمان لائے اور یہ نہین کیا کہ بعض پر ایمان لاوین اور بعض سے کفر کرین لہٰذا علماء رحمہم اللہ نے فرمایا کہ آسمانی کتابون کی کوئی
تعداد مقرر نہ کرے کیونکہ یہ امر تحقیقاً نہین معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر پیغمبر اور کتنے صحائف وکتب نازل فرمائی ہین بلکہ یون کہے کہ
اللہ تعالیٰ نے جو کوئی پیغمبر سابق مین بھیجا جن مین سے حضرت آدم ونوح وابراہیم وغیرہ علیہم السلام قرآن مین مذکور ہین اور جو نہین مذکور ہین
اور جو کچھ اُنپر نازل فرمایا ہم سب پر ایمان لائے۔ **وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ** ۔ اور آخرت کے ساتھ یقین رکھتے ہین ف
اور آخرت کو مقدم کرنا اشارہ ہی کہ آخرت اُنکو اسقدر محبوب ہے کہ گویا آخرت ہی پر یقین کرتے ہین۔ اسیواسطے بعض روایات مین وارد
ہوا کہ دنیا مومن کے واسطے قیدخانہ اور کافر کے واسطے جنت ہے۔ اور کچھ شک نہین متواتر مشہور ثبوت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو موت
وآخرت نہایت محبوب ومرغوب تھی۔ **اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ** ۝
ایسے ہی بندے اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہین اور ایسے ہی بندے تو فلاح پانے والے ہین۔ ف ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہین یعنی ایک نور واستقامت پر ہین اور فلاح سے یہ مراد ہے کہ ہر خیر وخوبی جو چاہی تھی پائی اور ہر بدی
وبرائی سے جس سے کہ بھاگے تھے نجات پائی۔ اور واضح ہو کہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ مین سے بھی جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے
اُنکے واسطے دوچند ثواب ہے چنانچہ صحیحین کی حدیث ابوموسیٰ مین صحیح ہے پس یہ فضیلت عبداللہ بن سلام واصحاب نجاشی وابن قناطر رومی
وغیرہم کو حاصل ہے لیکن باہم صحابہ رضی اللہ عنہم مین اس مقام پر نسبت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق وباقی عشرہ مبشرہ وغیرہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم
جو اشراف قریش ہین علم کتاب ونبوت سے واقف نہ تھے اور یہود ونصاریٰ مین سے جو ایمان لائے وہ پہلے سے حضرت موسیٰ وعیسیٰ
علیہما السلام کی صحیح بشارات سے آگاہ تھے اور نبوت کے معنی جانتے تھے پس دو طرح سے انکو سبقت پہلے ایمان لانا چاہیے تھا لیکن حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مقدم ہوئے تو اُنکے درجات مین بے انتہا فرق ہو گیا اور اسی پر صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اور واضح ہو
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بشارات کہ توریت وانجیل مین مع تفصیلی بیانات حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے یہود ونصاریٰ
کے پاس متواتر مشہور موجود تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے حلیہ مبارک ودلالات مصرح
موجود تھے انکا بیان قولہ تعالیٰ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل الآیہ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ
آویگا۔ اور فضائل ومسائل نماز وزکوٰۃ اپنے اپنے موقع پر آوینگے اور قولہ تعالیٰ فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات الآیہ
کی تفسیر مین آویگا۔ اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جن بندون کے دل مین ایمان پیدا فرمایا اور اُنھون نے اپنے رب عزوجل کی ربوبیت کا
یقین کیا تو وہ مومن ہین اور جنکے دلون نے انکار کیا وہ کافر ہین پھر مومنین جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اُسی طرح اسکے احکام پر ایمان لائے
ہین لیکن اعمال اوا کرنے سے پہلے بھی وہ مومن ہین کیونکہ ایمان تو یقین جاننا اور دل سے ماننا معتبر ہے کیونکہ خالی جاننا بہت سے علماء
یہود ونصاریٰ مین موجود تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جانتے تھے لیکن انکے قلوب دار آخرت کے یقین مین سخت ہو گئے تھے اور
دنیا کی جانب انکا میلان زیادہ تھا پس دنیاوی لالچ وسلطنت وغیرہ کی ہوس مین مانتے نہین تھے پس جسنے حق جانا اور دل سے مانا وہ
مومن ہوا پھر جب تک یہ یقین باقی ہے تب تک وہ کسی عمل کی وجہ سے کافر نہوگا اگرچہ کسی بھائی مومن کو عمداً قتل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا۔ یاایہاالذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ یعنی مومنوں میں قاتل پر قصاص کا حکم دیا اور قصاص تو جبھی واجب ہوتا ہے جب
عمداً قتل کرے تو قاتل ہنوز مومن رہا چنانچہ اسکا بیان آویگا۔ اور اسی طرح قولہ تعالیٰ۔ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا الآیۃ یعنی اگر مومنوں
میں سے دوگروہ باہم قتال کریں ھ تو معلوم ہوا کہ مقاتلہ سے ایمان خارج نہیں ہوتا کیونکہ ایمان تو دلی تصدیق ہے بدلیل قولہ تعالیٰ اولٰئک
کتب فی قلوبہم الایمان یعنی اسی صفت کے لوگ ہیں جنکے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان جما یا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ایمان کا محل دل ہے اور
اسی طرح قولہ تعالیٰ۔ وقلبہ مطمئن بالایمان یعنی اُسکا دل بایمان مطمئن ہے۔ وقولہ تعالیٰ وقالت الاعراب آمنا الیٰ قولہ ولما یدخل الایمان فی
قلوبکم یعنی اعراب نے کہا کہ ہم ایمان لائے تو کہدے کہ تم ایمان نہیں لائے ولیکن کہو کہ ہم اسلام لائے اور ایمان ابھی تمھارے دلوں میں نہیں آیا
ہے۔ وقولہ تعالیٰ ولم تومن قلوبہم۔ اور اس بارہ میں نصوص بہت ہیں۔ اور قولہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا
مصباح الآیۃ۔ کی تفسیر میں بھی آویگا کہ قلب میں بمنزلہ شمع روشن ایمان ہے پھر جب اُسنے اعمال صالحہ کیے تو انوار بڑھتے جاتے ہیں حتیٰ کہ
وہ کمال پر پہونچتا ہے پس کمی وبیشی از راہ اعمال ہوتی ہے ورنہ نفس ایمان میں اگر کمی ہو تو وہ نفاق یا کفر ہوجاوے اسیواسطے امام شافعیؒ و ایک
جماعت علماء نے سلف صالحین کا اجماع نقل کیا کہ ایمان قول و عمل ہے اور کم و بیش ہوتا ہے۔ اور امام بخاریؒ نے ایک ہزار سے زائد علما
سے یہی نقل کیا تو معلوم ہوا کہ کمی بیشی از راہ قول و عمل ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کے نزدیک نفس ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی پس
درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ امام غزالیؒ وغیرہ محققین نے بیان کیا ہے۔ اور یہ جو امام نوویؒ وغیرہ نے کہا کہ مختار یہ ہے کہ نفس تصدیق
میں بھی قوت وضعف ہوتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کمی و بیشی نہیں ہے بلکہ دل میں جمنے کی کیفیت ہے کیونکہ جسقدر اعمال صالحہ سے جسم کے
تمام اعضا میں نورانیت ساری ہوگی اُسی قدر شیطان و نفس کی تاریکی مٹ جائیگی تو کوئی روک نہیں رہیگی اور اگر اعمال صالحہ میں
کمی ہوئی اور غفلت و معصیت چھائی تو نور ایمان مستور ہوجائیگا لہٰذا اُسکی کیفیت میں خلل ہوگا اور یہ اسواسطے کہا گیا کہ اگر نفس تصدیق ہی میں
خلل ہو تو اُسکو نفاق کہتے ہیں پس ایمان میں خلل نہیں ہوسکتا۔ وفی بعض اشارات عوائس میں ہے کہ قولہ الذین یومنون بالغیب یعنی جو چیزیں
گوشت و پوست کی بینائی سے غائب ہیں وہ بینائی روحی سے اُنکے دل پر منکشف ہیں اور روح کو دیدارِ غیب جبھی حاصل ہوتا ہے کہ لطف الٰہی سے
آیات اُلوہیت ظاہر ہوں یعنی ابتدا میں آیات وحدانیت سے انکشاف ہوتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تغیرات شمس و قمر سے ان لوگوں کا
مجبور مخلوق ہونا ظاہر ہوا اور توحید حق عزوجل کی ہدایت ہوئی پھر ان حواس ظاہری و باطنی کو جو متعلق بمادہ ہیں آئندہ قدرت نہیں ہوتی
حتیٰ کہ مراتب مشاہدہ میں اللہ تعالیٰ روح کے حواس کھولتا ہے جس سے بندہ امور غیبی کی تصدیق کرتا ہے تو وہ میدان غیب مشاہدہ کرتا ہے اور مرتبہ
حق الیقین میں نور قدس اُس کا قرۃ العین ہوجاتا ہے لیکن حقیقت یقین جبھی حاصل ہوتی ہے کہ سر باطن بالکل استدلال سے پاک ہوجاوے کہ
اُسوقت نور فرقان ظہور کرتا ہے حتیٰ کہ وہ حقائق اشیا پہچان کر نور قدس کو فرق کر لیتا ہے اور جلال مشہود میں عالم شہود اُسکی نظر سے غائب ہوجاتا ہے
اور وہ پردہ ہائے غیب میں انوار بے پردگی سے سرفراز ہوتا ہے اور آفتاب اسرار طالع ہوکر بیان و مشاہدہ سے خالص کر لیتا ہے تو حق الغیب کی حجاب
ظاہر ہوتی ہے اور اُسوقت سر و غیب دونوں متحد ہوجاتے ہیں حتیٰ کہ سر بعینہ غیب و غیب بعینہ سر ہوجاتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جیسے مولوی روم علیہ الرحمۃ
نے اشارہ کیا کہ ۔ علم حق در علم صوفی گم شود + این سخن کے باور مردم شود۔ بالجملہ یہ لائق غیب بطرق مشاہدہ ہوکر کسی وقت غائب نہیں ہوتا
مترجم کہتا ہے کہ یہ تجلیات سری ہیں۔ اور حدیث میں بھی آیا کہ بندوں کے واسطے حجاب نور ہے اگر ظہور ہو تو سب سوخت ہوجاویں۔ اور
طبرانی کی ایک روایت میں ستر حجاب ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ مسئلہ مختلف تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کل حجاب رفع ہوگئے یا ایک

باقی رہا اور یہی اظہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور تمام بیان اپنے موقع پر آویگا۔ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے واسطے علی قدر مراتب حجاب ہیں
اور رہے اولیاء تو ہر ولی زیر قدم نبی ہے شیخ واسطی نے فرمایا کہ اہل ایمان غیب پر ایمان لائے ہین پھر قیامت مین جب حق عزوجل معائنہ
کرینگے تو ایمان و مشاہدہ کا تفاوت معلوم ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ ایک حدیث مین بھی آیا کہ کشف حجاب کے وقت مومنین درخواست
کرینگے کہ اب ہمکو سجدہ کی اجازت ہو تو ارشاد ہوگا کہ مین نے اس دار آخرت مین بندون کو مکلف نہین فرمایا ہے بس جس طرح تم سجدہ
کرچکے وہ قبول ہوا (مسئلہ) کیا بعد موت کے علم زیادہ ہوتا ہے یا نہین؟ تو شیخ سمنانی رحمہ اللہ اس سے انکار کرتے تھے اور
شیخ ابن العربی رح اقرار کرتے بحکم قولہ تعالیٰ وبدا لہم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنکے لیے وہ ظاہر ہوا جو اُنکے خیال
و اعتقاد مین نہ تھا۔ تو علم بڑھ جاتا ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ قلب غیب ہے اور جن چیزون پر ایمان لایا وہ غیب ہین اور اللہ تعالیٰ غائب کرنے والا ہے
پس جب غیب کو غیب سے اتصال ہوا تو خالق غیب پر ایمان حاصل ہوا شیخ نے کہا کہ غیب پانچ گروہ ہین نفوس و ارواح و عقول
و قلوب و اسرار از انجملہ اہل نفوس اہل شقاوت ہین جنکو سائق قدرت موارد شہوت پر ہانک لیجاتا ہے اور وہ دنیا کی اُمیدین و خواہشین
فانیات ہین جنکی انتہا جہنم کے درکات ہین اور معاملات عقلی و روح اعمال صالحہ و عقائد حقہ ہین پس اصحاب عقول تو زاہد ہین جنکا مشرب طاعت
و عبادت ہے اور اصحاب قلوب اہل محبت ہین جو ادب کے ساتھ وجد و حال مین قائم ہین اور اصحاب اسرار عارفین ہین جو مقام توحید کے
مراقبہ و انس مین معتکف ہین۔ اور واضح ہو کہ جو اسلام کی شکل مین ولایت کے لیے چوڑے دعوی کرتے ہین اور لن ترانیان بکتے ہین یہی
اصحاب نفوس ہین شیخ ابو یزید نے کہا کہ جس شخص کے ساتھ غیب سے چراغ ہدایت نہو وہ ایمان غیب سے محروم ہے قولہ تعالیٰ ویقیمون الصلوٰۃ
پس اوقات نماز کی نگہداشت و انتظار کرتے ہین تاکہ مشک صفات سے مشام اسرار معطر ہوون اور بارگاہ عزت مین اپنی محتاجی ظاہر
کرنے کے لیے آداب عبودیت کے ساتھ حاضر ہو۔ ابن عطا نے فرمایا کہ ان حدود و آداب کے ساتھ اپنے سر قلبی کی حفاظت رکھے کہ عین
حضوری مین سواے اُسکی مناجات کے کوئی بات یاد نہ آوے۔ مین کہتا ہون کہ غزالی رح نے غافل کی مثال مین کہا کہ وہ بے ادب مستحق
تکریم نہین بلکہ قابل ملامت ہے جو بادشاہ کے حضور مین باتین کرنے لگا اور بادشاہ اُسکی طرف متوجہ ہے پھر اُس بے ادب نے جو باتین
کرتا جاتا ہے مُنہ پھیر کر مکان کی آرائش و اہل دربار کی صورتین و ہر ایک کی زیبائش دیکھنا شروع کی اسیواسطے حدیث مین آیا کہ نمازی سے رحمت حق
متوجہ ہوتی ہے مگر جب وہ دوسرے خیالات مین پڑ گیا تو اعراض فرماتی ہے پھر اگر وہ متنبہ ہوکر متوجہ ہوا تو پھر رحمت کی توجہ ہوتی ہے۔ مترجم کہتا ہے
کہ یہ رحمت حق عزوجل ہے ورنہ مخلوق بادشاہ تو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ ومما رزقنٰہم ینفقون) یہ لوگ رزق سے الگ ہوتے اور رزاق
عزوجل کا تقرب چاہتے ہین۔ کیونکہ جو شخص رزق کی محبت مین پھنسا وہ دور رہا اور جسنے رزاق عزوجل کو چاہا اُسکی سچائی کی پہچان یہ ہے کہ رزق کو
چھوڑ دے اور جسنے رزق عطا فرمایا اُسکا تقرب اسی وسیلہ سے ملا اور اسمین یہ بھی فائدہ ہے کہ رازق عزوجل کی صفت قدسیہ نورانیت چاہتے ہین حتی کہ
دوسرون کو دیتے ہین قولہ تعالیٰ (اولئک علیٰ ہدی من ربہم و اولئک ہم المفلحون یہ ہدایت انکو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے حاصل ہوئی کہ معارضہ شیطان
و نفس و ہوا تو اللہ تعالیٰ ہی کی عنایت سے یہ لوگ مکر و وسواس نفس و شیطان سے نجات پاتے ہین اور اپنی مراد پر پہونچے ہین یہ تو ایسے بندون کا بیان
تھا جو دوزخ سے بچے اور جنت مین پہونچے اور اُنکی صفت ایمان کامل و اعمال صالحہ ہے پھر انکے برعکس اہل جہنم کا حال بیان کیا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

وہ جو منکر ہوئے برابر ہے اُنکو تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ نہ مانینگے

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ؗ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۠

مہر کردی اللہ نے اُنکے دل پر اور اُنکے کان پر اور اُنکی آنکھوں پر ہے پردہ اور اُنکو بڑی مار ہے

واضح ہو کہ کفر چار قسم ہے کفر انکار جو سرے سے اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانے دوم کفر جحود جو جان بوجھکر منکر ہو جیسے ابلیس سوم کفر عناد جو پہچانے و مقر ہو مگر نمانے جیسے ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت جانی و اقرار کیا مگر ملامت کے خوف سے نمانی چہارم کفر نفاق چنانچہ منافقون کا بیان آگے آتا ہے اور اجماع ہے کہ جو شخص اُنمین سے کسی کفر پر مرے وہ اہل دوزخ مین سے ہے کہ اُسکے واسطے یہی مقام ہے اور اہل سُنت سلف و خلف کا قطعی اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس مخلوق کو پیدا کیا اُسکے انجام مقدر سے آگاہ ہے کیونکہ جہل و نجاننا اُسکی شان پاک مین محال ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ جو لوگ کافر ہوے اُنپر برابر ہے کہ تو اُنکو ڈراوے یا نہ ڈراوے وے ایمان نہین لاوینگے۔

ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جن لوگون پر اللہ تعالیٰ نے کفر لکھا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انذار کرنا یعنی عذاب الٰہی سے ڈرانا اور نہ ڈرانا اُنپر مساوی ہے یعنے وے ایمان نہین لاوینگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لا یومنون ولو جاءتہم کل آیۃ حتی یروا العذاب الالیم یعنی جن لوگون پر تیرے رب کا کلمہ ٹھیک پڑا وہ ایمان نہین لائینگے اگرچہ ہر قسم کا معجزہ اُنکے پاس آوے یہانتک کہ وہ لوگ عذاب الیم دیکھین۔ اسیطرح معاندین یہود و نصاریٰ کے حق مین فرمایا۔ ولئن اتیت الذین اوتوا الکتب بکل آیۃ ما تبعوا قبلتک یعنی اگر تو اہل کتاب کے پاس صدق نبوت کا ہر معجزہ لاوے تو بھی تیرے قبلہ کے تابع نہونگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل کتاب کے یہان برابر چلا آتا تھا کہ پیغمبر آخر الزمان کے لیے بیت المقدس سے پھیر کر خانہ کعبہ کی طرف قبلہ مقرر ہوگا پس جب مدینہ منورہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطے خانہ کعبہ کی جانب استقبال کا حکم ہوا تو یہ بھی یہود و نصاریٰ کے واسطے دلیل کامل تھی لیکن بجاے ہدایت کے اُنھون نے لوگون کو بہکانا شروع کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی سرکشی و شقاوت کا عوض جہنم لکھا تھا وہ اُنکے حق مین پورا ہوا پس اس آیت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تسلی فرمائی اور مومنون کے واسطے معجزہ ہوا کہ جن لوگون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتفسیر وحی سے ازلی کافر ہونے کی خبر فرمائی تھی اُنمین سے کوئی ایمان نہین لایا۔ شیخ نے لکھا کہ اسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ آپ رسالت الٰہی پہونچا دیجیے اور اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ کے واسطے بندے پیدا کیے ہین پس جو لوگ اہل سعادت ہین قبول کرینگے کہ اللہ تعالیٰ اُنمین ہدایت پیدا فرمائیگا اور جو لوگ اہل شقاوت ہین وہ سرکشی کرینگے پس اُنپر غمناک مت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو خوب جانتا ہے علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کے انکار و اختیار دوزخ سے غمناک ہوتے اور حرص کرتے کہ سب لوگ ایمان لاوین اور ہدایت کی پیروی کرین پس اللہ عز و جل نے اس آیت مین آپکو آگاہ فرمایا کہ ایمان وہی لاویگا جسکے واسطے ذکر اول مین سعادت لکھی گئی ہے اور وہی گمراہ ہوگا جسکے لیے ذکر اول مین شقاوت لکھی گئی ہے۔ سعید بن جبیرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اگر لوگون مین بعضے کہین کہ ہم سابق کتاب پر ایمان لائے یعنے مثلاً یہود کہین کہ ہم توریت پر ایمان لائے اور نصاریٰ کہین کہ ہم انجیل پر ایمان لائے پھر یہ لوگ قرآن کا انکار کرین تو بے ایمان ہین اسواسطے کہ توریت یا انجیل جسپر ایمان لانیکا اقرار کرتے ہین حالانکہ اُسمین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لانیکا عہد لیا گیا پس اُنھون نے کفر جحود کیا تو تیرا ڈرانا اور نہ ڈرانا اُنکے حق مین برابر ہے کیونکہ یہ جان بوجھکر انکار کرنے والے ہین ابو العالیہؒ سے روایت ہے کہ یہ دونون آیتین سرکشان قریش کے حق مین نازل ہوئین جنکے حق مین قولہ تعالیٰ۔ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا

داخلوا قومہم دار البوار جہنم الآیۃ۔ نازل ہوا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ کے نزدیک یہ آیت قریش ویہود وغیرہ میں سے ہر ایسے کافر کے حق میں نازل ہوئی جو علم الٰہی میں جہنمی ہے۔ اور اس مقام پر عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ہم لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو اسکی آیات سے اُمیدوار ہوتے ہیں پھر پڑھتے ہیں اور بعض آیات آتی ہیں کہ ہم مایوسی کے قریب ہو جاتے ہیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا میں تم کو اہل جنت واہل دوزخ بتلادوں ہمنے عرض کیا کہ جی ہاں ضرور فرمائیں آپ نے الٓمٓ ذٰلک الکتاب سے ہم المفلحون تک پڑھکر فرمایا کہ یہ لوگ اہل جنت ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اُمیدوار ہیں کہ ہم لوگ بھی انھیں میں سے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ان الذین کفروا سواء علیہم سے عذاب عظیم تک پڑھکر فرمایا کہ یہ لوگ اہل جہنم ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو یہ لوگ نہیں ہیں آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ایسے نہیں ہو (رواہ ابن ابی حاتم)۔ الحاصل اللہ تعالیٰ نے جو لوگ اپنے علم قدیم کے موافق جہنم کے واسطے پیدا فرمائے اُنکے قبیح حالات سے مومنین کو منع فرمایا وقال تعالیٰ ولقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ۔ یعنی ہمنے جہنم کے واسطے بہت سے جن وانس پیدا کیے جنکے دل ایسے ہیں کہ اُنسے سمجھتے نہیں ہیں اور اُنکی آنکھیں ایسی ہیں جنسے دیکھتے نہیں ہیں اور اُنکے کان ایسے ہیں جنسے سنتے نہیں ہیں یہ لوگ مثل جانوروں کے ہیں بلکہ جانوروں سے زیادہ گمراہ ہیں۔ اور معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو فطرت سلیمہ عطا فرمائی اور اپنی آیات قدرت دکھلائی اور سب ٹھیکر اُسکا وجود ہے کیونکہ سن بلوغ کو پہونچا تو اُسنے اپنے آپکو اپنے خالق عزوجل کا مخلوق پایا اور خالق عزوجل نے بہت بڑا احسان یہ فرمایا کہ اُسکو کتاب ورسول کے ذریعہ سے ہدایت کا طریقہ بتلایا اور شیطان نفس نے بھی اُسکو دنیا کمانے اور اُسمیں منہمک رہنے کا قانون پڑھایا پس اُس نے ہدایت الٰہی عزوجل سے منہ موڑکر قانون شیطانی پر عزم کرلیا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت میں طرح طرح کے شکوک پیدا کیے حتی کہ رحمت الٰہی نے توفیق نصرت چھوڑی یعنے انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ رحمت سے خارج کیا کیونکہ اُس سلسلہ کو قبول نہیں کرتا ہے اور سلسلہ غضبی کو اُس نے قبول کیا جسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق ملعون شیطان کو مسلط فرمایا ہے پس جو کچھ اس شخص نے اپنے حق میں اختیار کیا وہی اللہ تعالیٰ نے اُسکو دیدیا اور خوب جان لینا چاہیے کہ جس طرح سلسلہ رحمت کے اکابر انبیاء علیہم السلام کو ارشاد وہدایت کا اختیار ہے مگر کسی کے دل میں ہدایت پیدا کر دینے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح سلسلہ غضبی میں شیطان کو بہکانے ووسوسہ ڈالنے کا اختیار ہے اور کسی کے دل میں گمراہی پیدا کرنیکا اختیار نہیں ہے لیکن جب کسی شخص نے جسکو اللہ تعالیٰ نے جنت واُسکی راہ بذریعہ کتاب ورسول کے بتلائی اور ساتھ ہی جہنم اور بالفعل عیش وشہوات دنیا جو اُسکی راہ ہے بذریعہ شیطان واُسکے وسوسہ کے بتلائی پھر اس شخص نے دنیا واُسکے شہوات کو اختیار کرلیا تو وہ دربار ابلیس میں داخل ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام سے اُسکا سلسلہ منقطع ہوگیا بشرطیکہ وہ علم الٰہی میں اسی حال پر مرے ابتدا فرمایا خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ۔ مہر کردی اللہ تعالیٰ نے اُنکے دلوں پر اور اُنکے کانوں پر۔ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ۔ اور اُنکی آنکھوں پر موٹا پردہ ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ اور اُنکے واسطے عذاب عظیم ہے۔ ف۔ یعنے آخرت میں اُنکے واسطے جو عذاب ہے وہ ایسا سخت ہے کہ کوئی مخلوق اُسکو قیاس نہیں کرسکتا لیکن سمجھنے والا جان جاتا ہے کہ جسکو اللہ عزوجل نے عظیم فرمایا اُسکو مخلوق حقیر کہاں تک قیاس کرے چنانچہ ان لوگوں نے تن پروری وزبانی مزہ کے واسطے خالق عزوجل سے انکار اور اُسکی مخلوق ملعون شیطان کی اتباع کی اور اسپر عزم قوی تھا کہ اگر کروروں برس زندگی ہو تو بھی دین اسلام سے مضحکہ کریں بلکہ جہاں تک ممکن ہے اسلام کو مٹاویں اور اپنے قانون کو پھیلادیں اُنہیں اللہ عزوجل نے دائمی جہنم میں رکھا اور اُنکا جسم اسقدر موٹا ہوگا کہ ایک کافر کی داڑھ مثل احد

پہاڑ کے ہوگی اور اسی پر اُسکے تمام جسم کو قیاس کرنا چاہیے اور اُنکا روپیہ و اشرفی اُنکے جسم مین مثل آنکھ کے پیوست ہوگا اور جب شدت حرارت سے
کھال گر پڑیگی تو فوراً اُسکے مثل پیدا ہو جائیگی اور شدت پیاس مین اُنکو گرم حمیم جسکی سوزش سے آنتین کٹ گرین یا اُنمین کا بہا ہوا پیپ لہو ملیگا
حتے کہ اس عذاب سخت کے بیان مین اہل بیان کے رونگٹے کھڑے ہوتے اور زبان کانپتی ہے اور آئندہ اپنے اپنے مقامات پر انشاء اللہ تعالیٰ
واضح بیان آویگا - امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قتادہؒ نے اس آیت مین فرمایا کہ ان لوگون نے شیطان کی طاعت کی تو وہ اُنپر مستولی ہو گیا
پس اللہ تعالیٰ نے اُنکے دلون و کانون پر مُہر فرمائی اور آنکھون پر پردہ ڈال دیا کہ ہدایت اُنکو نظر نہین آتی اور حق اُنکو سنائی نہین دیتا اور دل سے
سمجھ و عقل نہین ہے - مجاہدؒ نے فرمایا کہ قلب پر گناہ جیسے پس ہر جانب سے محیط ہو کر قلب اُسپر سمٹ گیا تو یہی مُہر ہے - عبداللہ بن کثیرؒ نے فرمایا کہ مین نے حضرت
مجاہدؒ سے سُنا کہ قولہ تعالیٰ . کلا بل ران علیٰ قلوبہم مین فرماتے تھے کہ ران بہ نسبت مُہر کے آسان ہے اور مُہر بہ نسبت قفل کے آسان ہے
اور قفل سب سے سخت ہے - اور اعمشؒ نے فرمایا کہ ہمکو مجاہدؒ نے اپنے ہاتھ سے دکھلایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم قلب کو مثل ہتھیلی کے کشادہ جانتے
تھے پھر کسی بندے نے گناہ کیا تو قلب بھنچا اسطرح کہ چھنگلیا کو بند کر دیا پھر جب اُسنے توبہ نہ کی اور زیادہ گناہ کیا تو اُسکے پاس کی اُنگلی
بند کر کے دکھلایا اسیطرح زیادہ ہوتے ہوتے پوری مٹھی بند ہو گئی اور فرمایا کہ اسکو ران کہتے تھے پھر اگر بڑھا تو اللہ تعالیٰ اُسپر مُہر کر دیتا ہے
رواہ ابن جریر - قرطبیؒ نے کہا کہ اجماع اُمت ہے کہ اللہ عزوجل نے کافرون کے دلون و کانون پر سزا سے کفر کے عوض خود مُہر فرمائی ہے
کما قال تعالیٰ . بل طبع اللہ علیہا بکفرہم - اور شیخ نے لکھا کہ اس بارہ مین آیات بہت ہین کقولہ تعالیٰ فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم - یعنے
عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نصرانیون نے توحید کو چھوڑ کر شرک قبیح کا اعتقاد کیا حالانکہ یہ بدیہی باطل ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ لوگ
دین حق سے کج ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنکے قلوب کج کر دیے - مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے اوپر اسکا افادہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت انبیا اور اُسکا انجام جنت اور اُسکے
مقابلہ مین قانون شیطان و اُسکا انجام جہنم دونون بندے کے واسطے ساتھ ہی دیے پھر اگر اُسنے ہدایت انبیا علیہم السلام کو اختیار کیا تو جو اُسکے لوازم
ہین دنیا مین اُسکے ساتھ ہونگے اور آخرت مین بھی سرفراز ہوگا اور اگر اُسنے اتباع شیطان اختیار کی تو اُسکے لوازم اُسکے ساتھ ہونگے جیسے چلنا
مین چور کے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے اسی طرح ہدایت کی راہ اُسکے حق مین مسدود ہو گی حتی کہ انوار روحی و عقل نورانی ظہور نہین کریگی اور اُسکے معارف اسرار کا
کچھ نہین سمجھیگا اور جسمانی حواس و ہیولانی ترکیبین اچھی طرح باقی ہین حتی کہ دنیاوی آرائش اُسکے وسائل مین غالباً اُسکو مومنون سے زیادہ
سمجھ ہو گی کیونکہ مومنون نے دنیا اختیار نہین کی بلکہ آخرت کے واسطے ساعی ہین اور کافرون نے دنیا سے موجود اور جہنم موعود اختیار کی
تو دنیا اُنکے واسطے کشادہ کر دی جائیگی اور رہا ملک کا غلبہ تو قیامت تک مسلمانون پر کوئی ایسی قوم غالب نہین ہو سکتی جسکو اُنکے استیصال کی کچھ
طاقت ہو اور اگر مسلمانون نے دنیاوی زندگی کے لالچ مین موت و جہاد سے خوف کیا تو کفر کے تابع ہو کر چند روزہ زندگی بسر کرینگے یہ توضیح مقام ہے
واللہ تعالیٰ اعلم پس ثابت ہوا کہ جس شخص نے کفر اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اُسکے لوازم ہین پورے ہوتے ہین حتی کہ اُسکے دل و کانون پر
مُہر کر دی جاتی ہے - اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ قلوب پر فتنے پیش کیے جائینگے پس جس قلب نے اُسکو قبول کر لیا کہ اُسمین سما گیا تو اُس قلب مین ایک
سیاہ نکتہ پیدا ہوتا ہے اور جس قلب نے اُس سے انکار کیا اور رد کر دیا تو اُسمین ایک سپید نورانی نکتہ پیدا ہوتا ہے پس وہ صاف منور ہوتا ہے کہ
اُسکو جبتک آسمان و زمین قائم ہین کوئی فتنہ ضرر نہین کرتا اور دوسرا قلب جسنے قبول کیا ہے وہ کالا سیاہ اوندھے کوزہ کی طرح ہو جاتا ہے کہ
نہ کسی امر معروف کو نیک پہچانے اور نہ کسی ممنوع کو بد جانے - (کما رواہ مسلم) اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ بندۂ مومن نے جب کوئی گناہ کیا تو اُسکے دل مین ایک سیاہ نکتہ پیدا ہوتا ہے پھر اگر اُسنے توبہ کی اور گناہ سے باز آیا تو دل صاف و صیقل ہو جاتا ہے

اور اگر اُسنے گناہ مین زیادتی کی تو نکتہ بڑھتا جاتا ہی یہانتک کہ تمام قلب پر چھا جاتا ہی اُسی کو ران کہتے ہین جسکو اللہ تعالی نے فرمایا کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون۔ (رواہ ابن جریر والترمذی والنسائی وھو حسن صحیح) شیخ ابن جریر نے کہا کہ اس حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ جب آدمی پے درپے گناہ کرتا ہی تو دل پر اُسکی تاریکی چھا کر اُسکو ڈھانک لیتی ہی اور جب قلب ڈھنک گیا تو اللہ تعالی کی طرف سے اُسپر مُہر آجاتی ہی پس اُسوقت ایمان داخل ہونے کی کوئی راہ نہین ہوتی اور نہ کفر سے چھٹکارا ہوسکتا ہی پس یہی وہ مُہر ہی جو اللہ تعالی نے ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم مین بیان فرمائی جیسے ظاہری ظروف مین بند کر کے مہر کر دیجاے تو جبتک یہ مہر توڑ ہی نجاے کوئی چیز اُس سے خارج یا اُسمین داخل نہین ہوسکتی ہی اور حضرت ابن عباس وابن مسعود اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے قولہ تعالی ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم۔ کی تفسیر مین فرمایا کہ پھر اُسوقت نہ یہ لوگ سمجھتے ہین اور نہ سُنتے ہین اور قولہ علی ابصارھم غشاوۃ۔ مین فرمایا کہ اُنکی آنکھون پر پردے ہوجاتے ہین کہ پھر کچھ نہین دیکھتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ علی سمعھم پر وقف تام ہی۔ اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے بھی روایت کی کہ مُہر دلون وکانون پر ہی اور غشاوہ آنکھون پر ہی اور یہی ابن جریج سے مروی ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اسکے معنے یہی ہین کہ جو امور بذریعہ نور روح وعقل کے حواس قلب سے ادراک ہوتے ہین اور وہ معرفت الٰہی وعقبہ آخرت ہین تو اُنکی سمجھ غیر ممکن ہوجاتی ہی اور اسیطرح کان یا آنکھ کلام معرفت سُننے سے بہرا اور آیات قدرت وآثار وحدانیت دیکھنے سے اندھا ہوجاتا ہی حالانکہ حواس جسم وحواس ہیولانی بہت سے کفار مین نہایت قوی ہوتے ہین اسیواسطے تم اس عجائب حکمت الٰہی کو دیکھتے ہو کہ بہت سے مومنین کے نزدیک دلائل قدرت وآثار وحدانیت واسرار الوہیت بالکل بدیہی ہین حتی کہ جو کوئی انکار کرتا ہی اُنکو نہایت تعجب معلوم ہوتا ہی مگر کافرون کے نزدیک یہ باتین کسیطرح سمجھ مین نہین آتی ہین مگر علماے مومنین جانتے ہین کہ اس کافر بخت نے یہانتک اپنی نوبت پہونچائی کہ اُسپر مہر ہوگئی پھر جب عقل نورانی ہی نہین ہی تو وہ کیونکر سمجھ سکتا ہی اور یہان یہ تحقیق بخوبی یاد رکھنا چاہیے کہ عقل سے مراد وہ نور ہی جو قلب کے انوار سے ظہور کرتا ہی مگر جبتک اُسپر مہر نہو تب ہی تک ظہور ممکن ہی لیکن کافرون مین یہ ظہور غیر ممکن ہی تو اُسنے اپنی پیدایش سے موت تک کبھی عقل کو نہین جانا لہذا وہ حواس جسمانی وہیولانی کو عقل سمجھتا ہی کیونکہ اسکے سواے اُسکو عمر بھر کچھ معلوم نہین ہوا اور اللہ تعالی نے جسمانی ضروریات حاصل کرنے اور اُسکی تربیت کے لائق ہر شخص کو حواس عطا کیے ہین اور ان حواس کے مناسب قواعد کلیہ بتلا دیے ہین مثلاً جو شخص آگ مین ہاتھ ڈالے وہ جل جائیگا یا پانی پیے تو ٹھنڈک ہوگی و اسی طرح مادیات کے خواص وآثار طبعی ہین اور اسیطرح دھوئین وپانی ودیگر اشیاے مادی کے خواص وآثار دریافت کرنا حواس سے متعلق ہی جنکے ذریعہ سے تجارت وزراعت وغذا ولباس وغیرہ تن پروری کے اسباب اور سردی گرمی سے آرام کے وسائل حاصل کرتا ہی اور اللہ تعالی نے ان مادی آثار مین بطور عادت کے ایک ایسا کلیہ رکھا ہی جسکو کفار بطور خود مختار جانتے ہین اور اہل عقل واصحاب ایمان اُسکو خالق عزوجل کی قدرت مانتے ہین حتی کہ جب کبھی خاص طور پر اللہ تعالی کو منظور ہو تو ہر چیز کا اثر ظاہر نہین ہوتا حتی کہ ابراہیم علیہ السلام کے واسطے نار بجاے سوزش وتکلیف کے راحت ومسرت ہوئی اور حضرت مریم علیہا السلام سے بغیر شوہر کے حضرت عیسی علیہ السلام کا ظہور ہوا اور حضرت موسی علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا ہوجاتی تھی اور کچھ شک نہین کہ یہ اخبار متواتر ہین جنکا انکار غیر ممکن ہی لیکن کافر بذریعہ مادی حواس کے مثل حیوانات یا جمادات کے ہی کہ وہ اُنکا ادراک نہین کرسکتا اگرچہ قوت حواس کے ذریعہ سے اُسکی مادی ترکیبات عجیب ہون جیسے بعض حیوانات کے آثار غریب ہوتے ہین مثلاً بیا بغیر آلات کے جیسا جھونجھ بناتا ہی عمدہ صنعت ہی اور کافرون مین جسطرح حواس ظاہری پر مہر نہین ہوتی اسیطرح پیکر ہیولانی ہمزاد جو از جنس شیطانی ہی وہ بھی اسی جسم مادی کے ساتھ لازم ہی تو اُسکے حواس بھی مستور نہین ہوتے ہین اور مادیات مین اُسکے صنائع ترکیبات بھی عجیب وغریب ہین چنانچہ اللہ تعالی نے ہماری تنبیہ کے واسطے حضرت سلیمان علیہ السلام کا حال بیان فرمایا جس سے ظاہر ہی

کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے باوجود اس نبوت کے بلقیس کا تخت لانے یا محاریب و تماثیل بنانے کی صنعت پر وصف نہین کیا گیا بلکہ معارف
نبوت اُنکا وصف تھا اور یہ مادی صنائع صرف عفریت و اجنہ کی جانب منسوب فرمائے پس حاصل یہ ہے کہ مادیات مین صنائع ترکیبات صرف قوت
حواس کی دلیل ہین اور عقل نورانی کی دلیل ہرگز نہین اور خوب معلوم ہے کہ یہ مادیات سب فانی ہین جیسے کسی طفل نے بہت مشقت سے
نہایت نفیس کھلونا یا گھروندا بنایا اگرچہ دیکھنے مین خوبصورت ہے مگر جیسے یہ دیکھنے والی آنکھ ناپائدار ہے اُسیطرح وہ بھی فانی ہے اور کوشش و محنت
برباد ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (فائدہ) اگر کہا جاوے کہ جب یہ لوگ علم الٰہی مین ازلی کافر ہین کہ ایمان نہین لائینگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا انذار فرمانا بیکار تھا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور اُسے رسالت و تعلیم اُمت پر مدارج نبوت کا ثواب
عطا فرمایا اور کسی شخص خاص کی نسبت ازلی کافر ہونا نہین بتلایا بلکہ بطور قاعدہ کلیہ ارشاد کیا کہ جو شخص علم الٰہی مین کافر ہے یعنی اُسنے دنیا
اختیار کرکے شیطان کی نصیحت مان لی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکے دل پر مہر کردی کہ نور اُسمین داخل نہین ہوسکتا تو وہ آپکی نصیحت نہین
مانیگا جیسے نوح علیہ السلام کو وحی فرمائی ۔ واوحی الی نوح انہ لن یومن من قومک الا من قد آمن الآیۃ یعنی نوحؑ کو وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم سے جو
ایمان لاچکا اُنکے سوا کوئی بھی ایمان نہین لائیگا ۔ ھ ۔ پس ہدایت کرنا حضرت نوح علیہ السلام کیواسطے بلندی درجات تھا اور قوم کفار پر
اتمام حجت تھا اسیطرح کہ اُنپر راہ ہدایت اور اُسکا انجام جنت اور اُسکا اثر نورانیت اُنپر پیش کیا گیا مگر اُنھون نے اُس سے منہ موڑ کر دنیا اور کفر اختیار کیا (فت)
بعض اشارات عرائس مین ہے قولہ تعالیٰ (ان الذین کفروا سواء علیھم الآیۃ) جو لوگ خواہشات بشری مین تن پروری کے تابع ہو اُنپر حجاب سخت ہے جیسے مثال مین
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ظلمات بعضھا فوق بعض یعنی جیسے اندھیری رات مین بحر ظلمات کے اندر تہ بر تہ بادل ہو تو ہاتھ سے ہاتھ نہین سوجھتا ہے اسیطرح یہ لوگ حجاب
غفلت و حجاب خواہش و حجاب جسمانیت و حجاب نفس و حجاب شیطان مین مبتلا ہوکر نور معرفت سے بالکل منقطع ہوگئے تو اُنکو نور آیات الٰہی سے بہت دوری ہے اور
جبتک اُنکو نور نظر نہ آوے وہ اسی خواہش نفس کو سرور جانتے ہین پس وہ اسکے دور کرنیکی فکر بھی نہین کرینگے ۔ بعض نے اشارہ کیا کہ جو لوگ فقط زبانی ایمان
رکھتے ہین اور صوم و صلوٰۃ کو ظاہری صورت پر ادا کرتے ہین وہ نور قلب سے بے نصیب ہوکر مشاہدہ غیب تک نہین پہونچتے ہین قولہ تعالیٰ (ختم اللہ علی
قلوبھم) بعض نے فرمایا کہ معرفت الٰہی نور الٰہی ہے اور جنھون نے کفر کیا تو وہ اس سے محروم ہین کہ معارف الٰہی کو نور قلب سے پہچانین اور خطاب الٰہی کو
کانون سے سنین اور صنائع قدرت کو آنکھون سے دیکھین اسیواسطے جو لوگ دلیل سے ثابت کرنا چاہتے ہین وہ محجوب رہتے ہین کیونکہ وہ دلیل سے
دلیل پیدا کرنیوالے کو ثابت کرتے ہین پس یہ اُنکے دل پر حماقت کی مُہر ہے ۔ ع س ۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شروع سورہ سے چار آیات تک مومنین کا
وصف فرمایا پھر دو آیات مین کافرون کی مذمت بیان فرمائی اور کافرون سے کافر مجاہر مراد ہین یعنے جو لوگ جہر کے ساتھ اپنا کفر ظاہر
کرتے اور کسیکو دھوکا نہین دیتے ہین پھر ایسے کافرون کا حال ذکر کیا جو باطن مین کفر رکھتے ہین اور ظاہری زبان سے ایمان کا دھوکہ دیتے ہین اور
ایسے لوگ اپنے حق مین بدکار اور دوسرون کے حق مین بھی مضر ہین لہذا اُنکے بیان مین بہت توضیح فرمائی حتیٰ کہ انکے حق مین سورۂ برأۃ اور سورۂ
منافقین نازل ہوا اور سورۂ نور وغیرہ مین بھی انکے قبیح افعال کا ذکر ہوا اور یہان بھی اللہ تعالیٰ نے واضح بیان فرمایا لقولہ تعالےٰ ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور ایک لوگ وہ ہین جو کہتے ہین ہم یقین لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور اُنکو یقین نہین

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ

دغابازی کرتے ہین اللہ سے اور ایمان والون سے اور کسو کو دغا نہین دیتے مگر آپ کو اور نہین بوجھتے

واضح ہو کہ ایمان جمیع اعتقادات حقہ ہیں جو ظاہر و باطن یکسان ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے الذین یومنون بالغیب سے چار آیات تک بیان فرمایا
اور جب ایمان کے کسی امر ضروری میں انکار ہو تو وہ کفر ہو جائیگا کیونکہ ایمان کے جزو نہیں ہو سکتے ہیں حتی کہ اگر پیغمبر یا کسی کتاب آسمانی یا ملائکہ
وغیرہ کا صاف انکار ہو تو یہ کفر ہے اگرچہ وہ باقی پیغمبرون کا اقرار کرے اور کفر و ایمان میں قطعی ضد و مخالفت ہے اسیواسطے ان الذین کفروا
سے جب کافرون کا ذکر شروع فرمایا تو حرف عطف کلام میں نہیں آیا کیونکہ مومنون و کافرون میں ظاہر و باطن کوئی وجہ اتصال کی
نہیں ہے حتے کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ ذریات آدم کا جب ظہور ہوا تو ذریات مومنین سفید نورانی ظاہر ہوئین اور ذریات کافرین
سیاہ و قبیح ظاہر ہوئین پھر کافرون کی اول قسم پر دوسری قسم منافقین کا عطف فرمایا بقولہ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ
اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ - اور آدمیون سے بعض ایسا ہے جو کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ و روز دنیا
کے ساتھ ایمان لائے حالانکہ یہ لوگ ہرگز مومن نہین ہین - ف بلکہ خالی زبان سے کہتے ہین اور دلونپر وہی مہر غضب ہے جو قسم اول کے
کافرون پر تھی پس باطنی بدبختی مین تو دونون برابر ہین کہ دونون نے دنیا و طریقہ شیطان اختیار کیا لیکن یہ قسم بہ نسبت اول کے بھی
بدتر ہے کیونکہ وہ لوگ دھوکا نہین دیتے اگرچہ کفر پر دلیرانہ لڑتے ہین اور یہ قسم تو حقیر مال دنیا کے پیچھے ڈرتے ہین کہ پھر جہاد نہ کیا جاوے اور
جزیہ نہ باندھا جاوے کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کسی خاص شخص کی نسبت وحی اتاری کہ یہ شخص منافق ہے
تو اُسکے دل کا نفاق معلوم ہو گیا اور یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ممکن تھا اور بعد آپ کے زمانہ کے ظاہر حال قبول کیا جائیگا
لہذا حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مین ہے کہ نفاق کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تھا اور اب تو اسلام ہے یا کفر ہے
(الترمذی وغیرہ) لہذا حدیث مین آیا کہ اسلام یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ اور نماز کو
ٹھیک قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے یعنی جبکہ واجب ہوا اور رمضان کے روزہ رکھے اور خانہ کعبہ کا حج کرے بشرطیکہ استطاعت ہو فقہاء نے کہا
جو شخص ایسا کرے اُسپر مسلمان ہونیکا حکم دیا جائیگا حتی کہ اگر کوئی فعل لازم اسلام بجا لاوے مثلاً جماعت سے نماز ادا کرے تو اُسکے اسلام کا
حکم ہو جائے گا اور جو برتاؤ مسلمانون کے ساتھ ہوتا ہے مانند نکاح و ذبیحہ کے وہ اُسکے ساتھ ہوگا پھر اگر دل مین یہ اعتقاد نہ رکھتا ہو تو اُس کا
حساب خود اللہ تعالیٰ کے یہان قیامت مین ہوگا اور اگر اُسنے ظاہر مین اسلام سے پھرنا چاہا تو مرتد کے حکم مین قرار دیا جائیگا پس منافقین
چاہتے تھے کہ جہاد و جزیہ سے بچین اور صحابہ رضی اللہ عنہم جو کچھ مال غنیمت حاصل کرتے تھے اُس مین شریک ہون چنانچہ انکا سبب نزول
اُس بیان سے معلوم ہوگا جو شیخ ابن کثیرؒ نے تفسیر مین لکھا کہ نفاق کے معنے یہ ہین کہ بھلائی ظاہر کرے اور بُرائی چھپاوے اور اُسکی دو قسمین ہین
اول نفاق عملی یعنی درحقیقت وہ دل سے مومن ہے لیکن ایمان کے موافق برتاؤ نہین رکھتا ہے جیسے حدیث مین ہے کہ منافق کی علامت یہ ہے
کہ جب کوئی بات بیان کرے تو دروغ بولے اور جب اُسکے پاس امانت رکھی جائے تو اُسمین خیانت کرے اور جب کسی شخص سے مخاصمہ ہو تو بدکرداری
عمل مین لاوے یعنی اپنے مدعی یا مدعیٰ علیہ کے ساتھ خواہ زبانی گالی گلوج کرے یا حاکم کے سامنے جھوٹھ قسم یا جھوٹی بات کی پیروی کرنے
مین بدکردار ہوا اور جب کسی سے وعدہ و عہد کرے تو خلاف کرے پس یہ عملی منافق ہے اور یہ بھی گناہ شدید ہے جسکا تفصیلی بیان اپنے موقع پر
انشاء اللہ تعالیٰ آویگا حتی کہ ابن جریجؒ نے فرمایا کہ منافق کا قول و فعل باہم مخالف ہوتا ہے اور ظاہر و باطن و حاضر و غائب مین مخالفت ہوتی
ہے قسم دوم نفاق اعتقادی اور یہ اقسام کفر مین بدتر ہے اور منافقون کے بارہ مین جو آیات ہین اُنکا نزول بعد ہجرت کے مدینہ منورہ
مین شروع ہوا اسواسطے کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین تھے تب تک نفاق نہین تھا بلکہ برخلاف اسکے بعضے لوگ اسلام لاتے مگر

...کذب و اذا ائتمن خان و اذا عاہد غدر و اذا خاصم فجر...

کافرون کی ایذا کے خوف سے دل مین چھپائے رہتے تھے حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن تھے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو یہان دو قبیلہ اَوس وخزرج دو بھائیون کی اولاد تھے جو دراصل یمنی تھے اور زمانۂ جاہلیت مین مشرکین عرب کے
موافق بت پرستی کیا کرتے تھے اور یہان تین قبائل یہود رہتے تھے بنو قینقاع اور یہ لوگ خزرج کے شریک تھے اور بنو النضیر وبنو قریظہ اور
یہ دونون قبیلہ اَوس کے شریک تھے اور باہم قبیلۂ اوس وخزرج مین زمانۂ جاہلیت کے موافق جدال وقتال رہتا تھا چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے چھ برس پہلے اس قدر سخت قتال ہوا کہ چیل کوون نے مردون کا گوشت کھایا اور اُس واقعہ کا نام
یوم البعاث ہے اور اس لڑائی مین یہودی بھی اپنے حلفاء کے شریک رہتے تھے لیکن یہ شرکت بھی کسیقدر دباؤ اور مجبوری کے ساتھ تھی حتی کہ بعضے
اوقات اَوس وخزرج سے کہا کرتے کہ اب وہ زمانہ قریب ہے کہ ہم لوگ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ حمایت مین ہوکر تم لوگون کو تہ تیغ کرینگے
اور اَوس وخزرج اس گفتگو سے متعجب ہوتے تھے پھر اوس وخزرج بعد اس جنگ شدید کے باہم صلح پر آمادہ ہوئے اور چاہا کہ عبد اللہ بن اُبی
بن سلول کو جو قبیلۂ خزرج مین سے تھا اپنا بادشاہ بناوین اتنے مین حج کا موسم آیا تو قریش سے عہد کے واسطے اوس وخزرج دونون مین سے
بارہ آدمی بھیجے گئے وہان اُنھون نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو تمام قبائل عرب پر پیش کرتے اور راہ حق کی ہدایت فرماتے
جب گروہ اوس وخزرج نے دیکھا تو آپسمین کہا کہ یہ تو وہی شخص معلوم ہوتا ہے جسکی نسبت یہود ہمکو ڈرایا کرتے تھے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
رات مین گھاٹی پر لے گئے اور آپ سے علامات دریافت کرکے تحقیق کرلیا کہ بیشک یہ وہی شخص ہے کیونکہ جو علامات یہود بیان کرتے تھے وہ
موجود ہین اور اللہ تعالیٰ نے اُن لوگون کے دل مین ایمان ڈالا اور اُنھون نے دیکھا کہ نور نبوت چمک رہا ہے پس یہ لوگ بجائے قریش سے معاہدہ
کرنے کے مسلمان ہوگئے اور مدینہ کو واپس آئے اور یہان اوس وخزرج سے بھی عام طور پر اظہار نہین کیا مگر معتمد لوگون سے اظہار کرکے اپنا
شریک کیا حتی کہ دوسرے سال بہتر آدمی حج کے بہانہ سے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہماری تعلیم کے واسطے
اپنے اصحاب مین سے کوئی شخص بھیجین چنانچہ آپنے ایک شخص کو ساتھ کیا جو بنی عبد الاشہل کے باغ مین اُن لوگون کو قرآن مجید وارکان عبادت
تعلیم کرتا تھا ناگاہ ایک روز سردار کو خبر ہوئی اور وہ آیا تو اُسکے خوف سے سب لوگ متفرق ہوگئے اور اُسنے صحابی مہاجر رضی اللہ عنہ سے
کہا کہ تو کس بات سے لوگون کو بہکاتا ہے اُنھون نے حٰمٓ سے چند آیات سُنائین جنکی ہیبت سے وہ شخص کچھ دیر سکوت مین رہا اور گھر مین
آکر فوراً اپنے ہتھیار وگھوڑا مانگا اور لوگون کو خوف ہوا کہ شاید یہ قتل کرڈالیگا اور اُسکا بھائی بھی منجملہ مومنین کے تھا پس وہ مرد صالح سخت
غضبناک ہوا اور اُسنے بھی اپنی تلوار اٹھائی کہ واللہ اگر اُسنے صحابی کو قتل کیا تو مین بھی اسکو قتل کرڈالونگا لیکن یہ سردار جو عنایت ازل سے سعید
تھا نکلکر ایک ٹیکرے پر آیا اور اُسنے قوم کو آواز دی پس وہ لوگ گرد حاضر ہوئے اور اُسنے کہا کہ تم لوگ مجھکو کیسا سمجھتے ہو سبھون نے
کہا کہ آپ ہمارے بہتر سردار ہین تب سردار نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کے واسطے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اختیار کیا پس جو شخص چاہے
میرا ساتھ دے اور جو چاہے اپنی راہ اختیار کرے پس سبھون نے ساتھ دیا اور سردار نے اُن صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اُسدن
مدینہ مین ہر ایک گھر ذکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہوگیا لیکن بہت سے لوگ صرف سردار کے خوف سے ظاہری طور پر مسلمان ہوگئے تھے
اور یہودیون نے جب یہ سُنا تو اُنکی بدبختی نے اُنکے دلون مین حسد کی آگ بھڑکائی اور اُنھون نے اوس وخزرج کو برعکس علامات سے بہکانا شروع
کیا لیکن اوس وخزرج نے اُنکی شرارت کو پہچان لیا کہ اب یہ لوگ جھوٹ بولکر ہمکو بہکاتے ہین اور اوس وخزرج مع دونون سردارون
کے باہم متفق ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مددگاری پر آمادہ ہوگئے اسیواسطے اوس وخزرج کا نام چھوڑکر انصار اُنکا نام ہوا لیکن

مددگاران دین الٰہی یعنی ان لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین درخواست بھیجی کہ آپ یہان تشریف لاوین ہم لوگ جان و مال سے آپکی
مددگاری اور آپ کے اصحاب کی خدمتگذاری کو موجود ہین شیخ نے لکھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نزول حکم الٰہی کے مکہ سے ہجرت
کر کے مدینہ منورہ مین تشریف لائے اور مہاجرین اصحاب رضی اللہ عنہم بھی آئے تو اوس وخزرج نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپکے اصحاب
مہاجرین کو اپنے یہان جگہ دی اور یہودیون مین سے سوائے حضرت عبد اللہ بن سلام و اُنکے ساتھیون کے کوئی مسلمان نہوا اور انھون
پیغمبر آخر الزمان کے اوصاف وعلامات کو بدلنا شروع کیا لیکن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ علمائے یہود مین سب سے اشرف مشہور تھے
پس انھون نے اُن جھوٹون کی تردید کی اور یہ جھوٹ کیونکر چل سکتا تھا جبکہ مدت دراز سے خود یہودیون نے صحیح اوصاف مشہور کر رکھے تھے
اگرچہ اوس وخزرج جو نبوت کے معنے سے آگاہ نہ تھے اُنکی باتون پر توجہ نہین کرتے تھے شیخ نے لکھا کہ چند روز تک نفاق اسواسطے
شائع نہوا کہ مسلمانون مین ابھی شوکت وقوت نہ تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیون اور مدینہ کے گرد والے بہتیرے قبائل عرب
سے مصالحہ کر لیا تھا پھر جب اللہ عزوجل نے مقام بدر مین آپکی قلیل جماعت کو فتح دی اور اُسکی صورت یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم مدینہ منورہ سے چند آدمیون کو لیکر قریش کا تجارتی قافلہ روکنے کے لیے روانہ ہوئے اور چونکہ لڑائی کا قصد ظاہر نہین فرمایا تو قبائل
اوس وخزرج مین سے سب لوگ ساتھ نہین ہوئے لہذا بہت قلیل جماعت سے جب مقام بدر تک پہونچے تو وہان معلوم ہوا کہ سرداران قریش
بجماعت کثیر مع ساز وسامان کے لڑنے کو آئے ہین اور ناگاہ دونون لشکر مقابل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مومنون کو فتح کا وعدہ
فرمایا چنانچہ یہی ہوا کہ قریش کے بہت سے سردار مارے گئے اور بہت سے قید ہوئے جب اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو عزت دی تو وہی
عبد اللہ بن اُبی بن سلول خزرجی جسکو انصار نے اپنا بادشاہ بنانا تجویز کیا تھا اور وہ بوجہ اسلام انصار کے اُس سے محروم رہا اور دل مین جل گیا تھا
جسنے بعد واقعہ بدر کے اپنے خاص لوگون سے کہا کہ اب اسلام چل نکلا پس ظاہر مین وہ مسلمان ہو گیا اور اُسیوقت سے اہل مدینہ و اُسکے گردوا
اعراب مین نفاق شروع ہوا لیکن اصحاب مہاجرین رضی اللہ عنہم مین کوئی شخص منافق نہین تھا کیونکہ وہ لوگ اپنا وطن و مال و اولاد چھوڑ کر ایسی
حالت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرتے تھے کہ تکلیف و فاقہ روکنے کا کوئی سامان نہ تھا اور اسلام کو کوئی قوت نہ تھی اور
قریش و تمام قبائل عرب دشمن تھے اور مسلمانون کو دین چھوڑنے پر گالیان دیتے اور کوئی بھی موافقت نہین کرتا تھا اور یہ وقت نہایت
مشکل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جسکو ذرہ برابر بھی عقل دی وہ اُسوقت کی حالت وصورت کو قیاس کر سکتا ہے کیونکہ اس زمانہ مین تو پیدا ہوتے ہی اللہ
کی آوازین کانون مین آتی ہین اور گرد و پیش مسلمان نظر آتے ہین پس یہ زمانہ اور وہ زمانہ بالکل مباین تھا پس عاقل صاف جان رہا ہیگا کہ اللہ تعالیٰ
نے اصحاب مہاجرین مین جو عظیم نور معرفت رکھا تھا وہی اُنکو مال و اولاد و وطن چھوڑنے پر آمادہ کرتا تھا جب یہ بیان ہو چکا تو شیخ نے اُس
آیت قدسی کے سبب نزول مین لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ منافقین قبیلہ اوس وخزرج مین سے بعضے لوگ تھے جو ظاہر
مین اسلام کا اقرار کرتے تھے (رواہ محمد بن اسحٰق) اور یہی قول ابو العالیہ و حسن و قتادہ و سُدی وغیرہم سے مروی ہے شیخ نے لکھا کہ اللہ
تعالیٰ نے منافقون کے حالات بیان فرمائے ہین اسواسطے مزید توضیح فرمائی کہ مومنین صادقین کو اُنکے افعال و اقوال سے دھوکا نہو
کیونکہ وہ اپنے زعم مین مومن کو فسق و فجور کا مرتکب پاوینگے چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ جب کوئی مرد صالح کسی فعل ممنوع کا مرتکب نظر آتا ہے تو
اُسکے دیکھا دیکھی بہت لوگ مبتلا ہو جاتے ہین لہذا اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ یہ لوگ زبانی اقرار کرتے ہین اور اُنکے دل مین نور ایمانی
نہین ہے۔ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ یہ لوگ دہوکا دیتے ہین اللہ تعالیٰ کو اور اُن لوگون کو جو ایمان

لائے ہین۔ ف چونکہ اُنھون نے اللہ تعالیٰ کو نہین پہچانا کہ وہ عالم الغیب والشہادہ ہے تو اپنی جہالت سے گمان کیا کہ جیسے مومنون کے
نزدیک ہمارا قول مقبول ہوجاتا ہے ویسے ہی اللہ تعالیٰ بھی آگاہ نہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے لہذا فرمایا۔ وَمَا يَخْدَعُونَ
إِلَّا أَنْفُسَهُمْ۔ اور یہ لوگ تو سوا اپنی ذات کے کسیکو دھوکا نہین دیسکتے ہین۔ ف کیونکہ ہر چیز کا خالق اللہ عزوجل ہے
تو جو کچھ اُسکو منظور ہوگا وہی واقع ہوگا اور ان لوگون کا مکر خود انھین کے حق مین وبال ہے تو مکر کا نتیجہ خود اُنھین کی ذات کے واسطے ہوا۔
وَمَا يَشْعُرُونَ ٥ حالانکہ یہ لوگ شعور نہین رکھتے ہین۔ ف یعنے انتہا سے جہالت سے ایسی موٹی بات بھی نہین پہچانتے
ابن جریج نے کہا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ظاہر کرکے چاہتے ہین کہ اُنکے جان و مال محفوظ رہین حالانکہ چند ہی روز کے بعد مرتے ہی وبال
عذاب اُنپر طاری ہوگا جو ہمیشہ اُنپر باقی رہیگا تو خفیف راحت کے عوض دائمی رنج اُٹھاتے ہین۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس
مقام پر اپنا نام پاک صرف مومنون کی تکریم کے واسطے ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ جسنے مومن کو دھوکا دیا اللہ تعالیٰ اُسکو سزا دیگا۔ فقال
عرائس مین ہے کہ مسلمانون مین سے جو شخص لوگون مین درویش کامل یا عالم فاضل بننے کے واسطے اپنا ظاہر آراستہ کرے اور باطن
بد اخلاق ہو تو مسلمانون کو دھوکا دیکر عاقبت خراب کریگا۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین ہے کہ جس شخص نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا
جو اُسکو حاصل نہین ہے تو وہ ایسا ہوگا جیسے کسی نے مکر کا جوڑا پہنا۔ (الصحیح) اور بعض روایات مین ہے کہ اس اُمت
مین بعضے ایسے لوگ ہونگے جو صوف کا لباس پہنکر میٹھی باتین کرینگے لیکن اُنکا باطن ایلوے سے زیادہ تلخ ہے اور حدیث مین
ثابت ہے کہ جس عالم نے اسواسطے علم پڑھا کہ لوگون مین عالم کہلایا جاوے تو وہ کہلایا جاویگا اور قیامت مین بحکم الٰہی پیشانی کے بال
پکڑکر جہنم مین ڈال دیا جاویگا نعوذ باللہ من ذلک۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان زبانی مقر و باطنی منکرون کے بیان حال مین توضیح فرمائی بقولہ تعالیٰ

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ٥
اُنکے دل مین آزار ہے پھر زیادہ دیا اللہ نے اُنکو آزار اور اُنکو دُکھ کی مار ہے اسپر کہ جھوٹ کہتے تھے

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ۔ ان لوگون کے دلون مین روگ ہے۔ ف اور جسم کے روگ سے دل کا روگ بدرجہا بدتر ہوتا ہے
کیونکہ جسم کا روگ تھوڑی تکلیف دیتا اور چند روز بعد زائل ہوجاتا ہے حتی کہ موت کے بعد آدمی جسمی دُکھ سے کچھ تکلیف نہین اُٹھاتا ہے
اور دل کا روگ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ مین جلاتا ہے جسم کے روگ مین اگر آدمی صبر کے ساتھ تقدیر الٰہی پر ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ
اُسپر رحمت فرماتا اور اُسکے گناہون کا کفارہ ہوجاتا ہے اور دل کا روگ ہمیشہ بیکراری بڑھاتا اور بارگاہ الٰہی سے مردود کیا جاتا ہے
حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اُنکے دلون مین روگ یعنے شک و نفاق ہے۔ اور یہی تفسیر علما
تابعین مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و حسن البصری و قتادہ و ربیع بن انس و ابو العالیہ سے مذکور ہے۔ اور واضح ہو کہ کبھی سچے مسلمان مین بھی
ریا کا مرض پیدا ہوجاتا ہے وہ بھی نفاق کے قریب ہے کیونکہ منافق ہمیشہ ریاکار ہوتا ہے۔ چنانچہ طاؤس و عکرمہ نے کہا کہ اُنکے دلون مین
مرض یعنی ریا ہے۔ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ اُنکے دلون مین مرض یعنے روگ ہے اور یہ روگ دینی ہے اور مرض جسمی نہین ہے
اور یہ منافقین ہین جنھین اسلام کے حقائق مین شک کا مرض پیدا ہوگیا۔ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۚ پس اللہ تعالیٰ نے اُنکے واسطے
روگ بڑھا دیا۔ ف یعنے اُنکے روگ پر روگ زیادہ کیا کیونکہ آیات قرآنی کے نزول سے جو نور آیا وہ مومنون نے اپنے دل
مین لیا کہ اُنکے نور پر نور بڑھ گیا چنانچہ فرمایا۔ فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ۔ اور اُسکے برخلاف منافقون کے دل نے ان آیات سے بھی انکار کیا تو تاریکی ہے

سیاہی زیادہ ہوگئی کما قال اللہ تعالیٰ ۔ واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم یعنی جنکے دلون مین روگ ہے تو آیات قرآنی نے
اُنکی تاریک گمراہی پر گمراہی دیگر بڑھائی ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۔ اور ان منافقون کے واسطے عذاب
الیم ہے بوجہ اُنکے کذب کے یا بوجہ تکذیب کے ۔ ف یکذبون مین دو قراءۃ متواتر ہین اول یکذّبون بضم یا و تشدید ذال مشتق از تکذیب
یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن کو اُمور آخرت کے بیان مین دل سے جھٹلاتے ہین تو اُسکے سبب سے آخرت مین جہنم کا عذاب الیم
اُٹھاوینگے اور جملہ اسمیہ سے اشارہ ہے کہ یہ اُنکے واسطے مہیا ہے کیونکہ جہنم مثل جنت کے بالفعل مخلوق موجود ہے اور دوسری قراءۃ بفتح
یا و کسر ذال منقوطہ بدون تشدید مشتق از کذب ہے یعنے اُنکی دروغ گوئی کی وجہ سے اُنکے واسطے عذاب الیم ہے کیونکہ زبان سے جھوٹھ بولتے ہین
کہ ہم ایمان لائے اور دل مین ایمان نہین ہے تو ظاہری کافرون سے بھی یہ لوگ بڑھ گئے کہ اُنھون نے دلی کفر کے باوجود بندگان خدا کو دھوکا دیا
اسی واسطے منافقون کے لیے جہنم کے طبقات مین نیچا طبقہ ہے کما قال تعالیٰ ۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ۔ اور اس بیان سے
معلوم ہوا کہ خالی کذب اس عذاب الیم کا سبب نہین ہے جیسا زمخشری نے زعم کیا اور بیضاوی نے اُسکی اتباع کی اور دھوکا کھایا کیونکہ زمخشری
تو معتزلہ کی بداعتقادی کا تابع ہے کہ جو شخص کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے پس اُسنے آیت کو بھی اسی پر محمول کیا کہ کذب
کی وجہ سے یہ لوگ عذاب الیم مین مبتلا ہوئے حالانکہ منافق تو ایمان سے منکر و مکار ہوتا ہے پس وہ تو کفر کی وجہ سے دائمی جہنمی ہے اور واضح
ہو کہ کذب درحقیقت ایک قول ہے جو آدمی کی زبان سے نکلتا ہے اور اُسکی بُرائی اسیوجہ سے ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کے حق مین مضر ہوتا ہے
اور اُس سے فساد پھیلتا ہے حتی کہ اگر ایسا موقع پیش آوے جسمین کذب کے ذریعہ سے فساد دور ہو تو وہان کذب مذموم نہوگا بلکہ کبھی مستحب
ہوتا ہے مثلاً دو شخصون مین خلاف شرع کے صرف نفسانی رنجش ہے اور اس رنجش کی وجہ سے شرع مین دونون گنہگار ہوتے ہین کیونکہ حدیث مین
ہے کہ جب دو مسلمانون مین باہم نفسانیت ہوا اور تین دن کے اندر دونون نے مصالحت نہ کی تو اُنکے اعمال خیر مرتبہ قبولیت پر چڑھائے
نہین جاتے بلکہ روکے جاتے ہین یہانتک کہ دونون صلح کرین پھر ایک مرد صالح نے دونون مین ملاپ کا یہی طریقہ پایا کہ ان دونون مین سے
ہر ایک سے ملکر بیان کیا کہ تمکو فلان شخص سے ناحق ملال ہے کیونکہ وہ تمھاری تعریف کرتا تھا حتی کہ دونون یہ سنکر ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے تو درمیانی
آدمی نے نیک کام کیا کہ نفاق دور کیا اور دونون کو اُنکی نیکیان مردود ہونے سے بچایا اور کسیکا کچھ نقصان نہین کیا پس یہ کلام کذب مستحب ہے حتّٰی کہ
بعض صورتون مین جھوٹھ بولنا واجب ہو جاتا ہے مثلاً حاکم ظالم نے زید کو قتل کے واسطے گرفتار کیا کہ تو نے آج رات مین رہزنون کی شرکت کر کے
ڈاکہ مارا ہے حالانکہ بکر خوب جانتا ہے کہ زید ایک نیکبخت عالم ہے جو کبھی ڈاکہ مارنے کے نام سے بھی واقف نہین ہے اور خصوصاً آج وہ تمام رات
بکر کے یہان مجلس وعظ مین صبح تک وعظ کہتا رہا اور صبح کی نماز کے بعد جب بکر وغیرہ اُسکو گھر تک پہونچانے گئے تو وہ راستہ مین سپاہیون کے
ہاتھ مین گرفتار ہوا پس اگر زید کی رہائی کے واسطے یہی طریقہ ہو کہ بکر کو جھوٹھ بولنا پڑے تو اُسکو قتل ناحق سے بچانے کے واسطے بکر کو جھوٹھ
بولنا واجب ہے پس زمخشری کا خیال باطل ہے ۔ اور حدیث مین ہے کہ جھوٹھ تو سراسر گناہ ہوتا ہے سواے اُس جھوٹھ کے جس سے کسی مسلمان
کو شرعی نفع پہونچے یا اُسکے دین سے کوئی آفت دور ہو (الطبرانی فی الاوسط) اور آدمی پر ہر جھوٹھ لکھا جائے گا یعنے گناہ ہے سواے
تین کے ایک یہ کہ آدمی جنگ جہاد مین جھوٹھ بولے اسواسطے کہ لڑائی تو چالاکی ہے دوم اپنی زوجہ کو رضامند کرنے کے واسطے کوئی
بات کہدے سوم دو مسلمانون کے بیچ مین جھوٹھ بول کر صلح کراوے ۔ ف واضح ہو کہ بہت سے لوگ فقیری کی صورت بناکر بہت سے
جاہل مسلمانون کو دھوکا دیتے ہین چنانچہ روایت مین آیا کہ بالون کے لباس پہنکر میٹھی باتین کرتے ہین حالانکہ اُنکے دل بلوہ سے زیادہ

کرتے ہیں تو اُنکے دل میں بھی یہ روگ ہے کہ مخلوق الٰہی کے نزدیک [illegible] اپنی قبولیت سے خوش ہوتے ہیں اور بارگاہ الٰہی عزوجل
میں مردود ہونے سے بے پروا ہیں اسیطرح جسکے دل میں دنیاوی غفلت ہو تو یہ ایک مرض ہے اور جب یہ لوگ اللہ عزوجل کی یاد نہیں کرتے ہیں
تو اپنے نفس سے غافل کیے جاتے ہیں جسسے مرض بڑھتا جاتا ہے اسی طرح جو شخص گناہوں سے بچنے کی فکر نہ کرے اور توبہ و خوف سے غافل ہو تو ہلاک
کرو یا جاتا اور مرض بڑھ جاتا ہے اسیطرح جو شخص عبادت کرے مگر اپنی عبادت پر نازاں ہو تو یہی مرض ہے کہ وہ خوف و خشوع سے محروم ہو کر زیادہ
بیمار ہو جاتا ہے اسیطرح جو شخص سوائے حق تعالیٰ و دار آخرت کے دنیائے فانی کی کسی چیز پر دل لگا دے تو وہ اسکے عیب سے اندھا ہو کر زیادہ بیمار ہو جاتا ہے
کیونکہ حدیث میں ہے کہ آدمی کو کسی چیز کی محبت اسکے عیب سے اندھا و بہرا کر دیتی ہے شیخ سہل بن عبداللہ نے فرمایا کہ ریاکاری و عجب ایک مرض لادوا ہے
سوائے اسکے کہ دنیا و مافیہا سے منقطع ہو کر اخلاص کی راہ اختیار کرے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو نہ پہچاننا یا ناشکری کرنا مرض شدید ہے
عس شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قرطبی وغیرہ علماء سے پوچھا گیا کہ اس امر میں کیا مصلحت و حکمت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقون کو قتل
نہیں فرمایا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض منافقون کو بعینہ خاص طور پر پہچانتے تھے ۔ مترجم کہتا ہے کہ قرآن مجید میں بھی حکم دیا گیا کہ
یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم الآیۃ ۔ شیخؒ نے لکھا کہ ان علماء نے چند جوابات لکھے ازانجملہ یہ کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ میں تیری رائے کے موافق منافقون کو قتل نہیں کرونگا کیونکہ مجھکو یہ امر ناگوار ہے کہ
عرب میں یہ بات مشہور ہو کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں اسکے معنے یہ ہیں کہ اعراب کو قتل منافقین کی حکمت ظاہر نہ ہوگی کیونکہ ہنوز
انہیں معرفت شریعت و اسلام نہیں آئی تو وہ لوگ اسلام لانے سے باز رہیں گے اور جہالت سے سمجھیں گے کہ بعض ساتھی قتل کیے جاتے
ہیں ۔ قرطبیؒ نے کہا کہ ہمارے ملک کے علماء یہی حکمت خیال کرتے ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے لوگون کو تالیف قلب کے
واسطے بیت المال سے عطا فرماتے حالانکہ انکی بد اعتقادی کو خوب جانتے تھے اور یہی حکمت بہت سے علماء مالکیہ سے منقول ہے ۔
مترجم کہتا ہے کہ اس میں تردد یہ ہے کہ اگر کافرون کی طرح ان پر جہاد کا حکم الٰہی ہوتا تو کچھ شک نہیں کہ آپ اسکو جاری فرماتے پس قطعًا
معلوم ہوا کہ انپر قتل کا حکم نہیں تھا چنانچہ حدیث معروف بھی [illegible] آتی ہے ۔ ازانجملہ یہ مصلحت تھی جو امام مالک نے بیان فرمائی کہ امت کو
یہ بات معلوم ہو جاوے کہ حاکم موافق طریقہ شریعت کے فیصلہ کریگا اور اگر حاکم کو کسی مقدمہ میں اپنے علم سے کوئی بات معلوم ہو تو اسکے موافق حکم
نہیں کریگا ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ مصلحت بھی مخدوش ہے اسواسطے کہ جب وحی الٰہی سے انکا نفاق معلوم ہو گیا اور ظاہر میں فلان فلان شخص بتلا دیے گئے
تو اس سے بڑھکر کوئی شہادت نہیں ہو سکتی ۔ اور بقول قرطبی تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قاضی اپنے جاننے کے موافق حکم نہیں
کریگا اور یہاں تو شہادت الٰہی انکے حق میں موجود ہے ۔ ازانجملہ یہ مصلحت ہے جو امام شافعیؒ نے بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے
نفاق کا علم تھا مگر انکی جانب سے اسلام کا اظہار کرنا قتل سے مانع ہوتا تھا کیونکہ جب انہوں نے اسلام کا اظہار کیا تو [illegible]
کیونکہ اسلام سے اگلے گناہ مٹ جاتے ہیں اور اسکی تائید میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو حکم دیا گیا ہے کہ
لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ لا الٰہ الا اللہ کہیں پھر جب انہوں نے یہ کلمہ کہا تو انہوں نے مجھ سے اپنی جان و مال [illegible]
ان حقوق کے جو جان و مال سے متعلق ہیں اور باقی انکا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے یعنی ظاہر میں [illegible]
[illegible] میں تو اللہ تعالیٰ انکو ثواب بہشت عطا فرما دیگا اور اگر دل میں منافق ہیں تو [illegible] دنیاوی [illegible] کیونکہ اللہ تعالیٰ [illegible]
مترجم کہتا ہے کہ یہ وجہ قوی ہے لیکن اتنی بات ہے کہ اظہار اسلام سے صرف انکا منافقون کے حق میں شبہ ہو سکتا ہے [illegible]

معلوم نہ ہو لہذا اسکے ساتھ یہ وجہ ملائی جاوے جو بعض علما نے بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسواسطے منافقون کو قتل نہین فرماتے تھے کہ انکی بدی سے اسلام کو کچھ خوف نہ تھا پھر بعد زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر مسلمانون نے کسی کا نفاق جانا تو اسکو قتل کر ڈالینگے امام مالک رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مین جسکو منافق کہتے تھے آج اسکو زندیق کہتے ہین۔ شیخ رح نے لکھا کہ زندیق کے قتل کرنے مین علماء کے اقوال تفصیلی کتب فقہ مین مذکور ہین مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک مین بذریعہ وحی کے لوگون کا حال معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ دل سے مومن ہے اور وہ دل سے منافق اور اس زمانہ مین کسی کے دل پر حکم نہین ہو سکتا بلکہ جسنے زبان سے اسلام ظاہر کیا تو اسکے اسلام کا حکم دیدیا جائیگا اگرچہ وہ دل سے مومن نہو اور اگر اسنے کچھ افعال ناشائستہ اختیار کیے تو یہی کہا جائیگا کہ فاسق مسلمان ہے اور اگر کسی نے منافقانہ کلمات کہے تو ظاہر شرع اسپر یہی حکم لگاویگی اگرچہ وہ دل سے مومن ہو اور اسکا یہ قول بطور فسق ہو اور اسی وجہ سے فقہ مین جو اقوال و افعال ایسے مذکور ہین جنکی نسبت فقہا نے مرتد ہو جانیکا حکم دیا مثلاً کسی نے کمر پر زنار باندھی یا کہا کہ مین شرع وسع نہین جانتا ہون اور مانند اسکے تو بعض فقہا نے جنمین صاحب بحر الرائق ہین اختیار کیا کہ ایسے شخص کے حق مین کفر کا فتویٰ نہین دینگے کیونکہ امام ابوحنیفہ رح وغیرہ ائمہ اہل سنت والجماعت سے صحیح روایت ہے کہ ہم لوگ کسی ایسے شخص کی تکفیر نہین کرتے جو ہمارے قبلہ کی طرف توجہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھاوے مترجم کہتا ہے کہ جنہون نے ارتداد کا حکم دیا ظاہر انکا مطلب یہ ہے کہ مثلاً بت کو سجدہ کرنا یا کلام الٰہی کی توہین کرنا ایسے افعال کفر ہین اور جب اسکو مرتد ہونیکا حکم ہوا الا آنکہ وہ درحقیقت مرتد نہین ہے تو خواہ مخواہ حاکم اسلام سے توبہ کریگا عذر کریگا اور آئندہ ایسی حرکت سے خوف کریگا اگرچہ اسنے یہ حرکت بطور بیباکی و فسق و فجور کے ظاہر کی ہو اور بخلاف اسکے امام صاحب بحر الرائق وغیرہ کے کہ جب فتویٰ کفر کا نہین دیتے تو خوف اٹھ گیا لہذا متقدمین ہی کا قول قریب بفقہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تنبیہ) آیت قدسی جسمین منافقون و کافرون سے جہاد کا حکم ہے اسمین جہاد سے پوری کوشش مراد ہے اور یہ کوشش دونون فریق مین ہر ایک کے مناسب حال عمل مین لائی جائیگی چنانچہ کافرون کیساتھ بطریق قتال ہے یہانتک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہین اور صرف یہ زبانی اقرار قبول کر لیا جائیگا اور منافقین کو یہ کلمہ کہتے ہی ہین انکیساتھ قتال کی کوئی راہ نہین ہے بلکہ انسے جہاد بطور اخلاق حق و نصیحت اور انکی بد افعالیون پر تشنیع ہے اور اسکو بھی جہاد بولتے ہین۔ چنانچہ حدیث مین ہے کہ سلطان ظالم کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے پس اسطرح منافقون کو بھی درشتی سے نصیحت کرنا انپر جہاد ہے شیخ رح نے لکھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے لوٹے تو پہاڑ کی گھاٹی مین غار کے برابر ایک تنگ راستہ تھا اور تاریک رات تھی پس [illegible] منافقون نے قصد کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ناقہ اس مقام پر پہونچے تو تاریکی مین اس ناقہ کو [illegible] تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گر پڑین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی الٰہی کے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو انکے نامون اور انکے قصد سے آگاہ فرمایا تھی کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ صاحب سر کہلاتے ہین اور ان منافقون کو پایا اور انجام یہ ہوا کہ منافق معلوم کرکے [illegible] لیکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بہت سے منافقون کو پہچانتے تھے حتی کہ جب سب سے مشہور منافق عبد اللہ بن ابی ابن سلول مرا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے بیٹے کی خاطر سے جو سچا مسلمان تھا اپنی قمیص عطا فرمائی اور اسنے اپنے باپ کی نسبت عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ گو منافق مرگیا ہے مگر اگر آپ نماز پڑھین تو شاید اسکے حق مین کوئی نجات ہو پس جب آپ نماز کو کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سامنے آکر عرض کرنا شروع کیا کہ یا رسول اللہ آپ اس منافق پر نماز پڑھتے ہین اور بہت اصرار کیا کہ نہ پڑھین لیکن پھر آپنے نماز پڑھی تو آیت نازل ہوئی کہ۔ لا تصل علی احد منہم مات ابدا الآیۃ [illegible] کہ کوئی چیز مفید نہوگی حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جو مومنون کے واسطے نور عظیم [illegible] اس منافق کے واسطے اللہ تعالیٰ نے

قبول نہ فرمائی اور دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین بتلا دیے گئے تھے کیونکہ حکم آیت کی تعمیل جب ہی ممکن ہو کہ معلوم ہوں تاکہ جب کوئی مرے تو اسکی نماز نہ پڑھیں اور نہ اسکی قبر پر کھڑے ہوں پس یہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی معروف تھے اور حضرات مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سب ہی جانتے تھے قال تعالیٰ

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ

اور جب کہیے انکو فساد نہ ڈالو ملک میں کہیں ہمارا کام تو سنوار ہے سن رکھو وہی ہیں

هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ۝

بگاڑنے والے - پر نہیں سمجھتے

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ - اور جب کبھی انسے کہا جاتا ہو کہ تم زمین میں فساد مت پھیلاؤ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝ تو کہتے ہیں کہ ہمارا کام تو سنوار ہی ہے - فقط یعنی ہم تو بالکل اصلاح ہی کرتے ہیں اور ہماری حالت میں فساد بالکل نہیں ہے پس یہ لوگ باطن کفر کے ساتھ کافروں سے ملے رہتے اور ظاہری اسلام اظہار کرکے مسلمانوں میں ملنا چاہتے اور اسکو اپنی یہ حالت سے اصلاح سمجھتے تھے حالانکہ اس سے بہت بڑا فساد یہ تھا کہ کافروں کو ظاہر ہوتا کہ اسلام میں کوئی ذی شان نہ کیونکہ جب ایسا شخص جو اسلام میں داخل ہوا ایسی معصیت کا مرتکب ہے بلکہ ہماری جانب میل کرتا ہو تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ ایسے ہی مسلمانوں کے بھی ہونگے اور مسلمانوں کو بھی الٰہی کی ذات سے ضرر پہنچتا کہ ایک شخص کو بھائی دیکھکر دوسروں کے دل سے خوف مٹ جاتا ہے پس منافق کے دونوں طرف فساد ہے یا کہو اور اسکا باعث درحقیقت وہی کفر کی تاریکی دلی بیماری ہے - امام ابن کثیر کی تفسیر میں ہے کہ ابن عباس و ابن مسعود و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ یہ منافقوں کا بیان ہے انسے کہا جاتا ہے کہ لوگ زمین میں فساد نہ کرو یعنی کفر و معصیت نہ کرو - ابو العالیہ نے کہا کہ فساد یہ تھا کہ معاصی کے مرتکب ہوتے تھے کیونکہ زمین و آسمان کی صلاحیت تو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے ساتھ ہوا کرتی ہے اور یہی ربیع بن انس و مجاہد و قتادہ کا قول ہے اور مجاہد نے فرمایا کہ جب انسے کہا جاتا کہ یہ معاصی [illegible] ارتکاب کرتے ہو مثلاً کافروں سے دلی دوستی مت رکھو تو جواب میں کہتے کہ ہم تو بالکل اصلاح ہی کرتے ہیں شیخ ابن جریر نے کہا کہ جب منافقوں نے ملک میں رب عزوجل کی نافرمانی پھیلائی و وجہ انہوں سے ممانعت کی گئی تھی اسکا عمل میں لائے اور فرائض الٰہی کو ضائع کیا اور دین اسلام میں شک پھیلایا اور مسلمانوں کو جھوٹا بتایا اور جب کبھی موقع پایا کافروں کی مدد کی تو یہ سب فساد ہے جسکو وہ اصلاح سمجھتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ یعنی کافروں کے تو آپس ہی میں دوست ہیں اگر تم انسے دلی دوستی نہ توڑو گے تو زمین میں فتنہ و فساد کبیر پیدا ہوگا -
مترجم کہتا ہے کہ بعض اہل اشارات نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قلوب کو مانند آئینہ بنایا ہے کہ ایک کے دل پر دوسرے کا اثر پیدا ہوتا ہے اسیواسطے صحبت صالح میں بدوں کی صحبت سے احتراز کا حکم دیا گیا اور کافروں کی دلی دوستی میں اگرچہ کافروں کے دل پر بھی مسلمانوں کا اثر پیدا ہوگا لیکن اسکا کچھ فائدہ نہیں ہے اور مومنوں کے دل میں شر ہوا اور اسکی مثال یہ ہے کہ ایک گڑھے میں پاک پانی بھرا ہے اور اسکے قریب دوسرے گڑھے میں پیشاب بھرا ہو پھر اگر ان دونوں میں باریک سا سوراخ کرکے دونوں کو ملا دیا جاوے تو پانی کے میل سے پیشاب میں کمی آئیگی لیکن پیشاب کے میل سے پانی نجس ہو جاویگا اسیطرح کافروں میں مسلمانوں کے دل سے کوئی فائدہ نہوا اور کافروں کے دل کا اثر سے مومن کے دل میں نجاست پیدا ہوگا جبکہ وہ دلی دوستی رکھتا ہو اور اگر یہ موافقت صرف دنیاوی غرض سے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اسی وجہ سے

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی تفضیح میں مومنوں کو زیادہ توضیح دی کیونکہ انکے زبانی دعوے پر مومنین اُنکے ساتھ ولی دوستی کرتے تھے بخلاف ظاہری
کافروں کے کہ انکی مضرت خفیف ہے بلکہ انکا کفر بھی خفیف ہے کیونکہ کافر اگر اسلام کو سمجھا تو وہ مخلص مومن ہو گیا بخلاف منافقوں کے کہ یہ لوگ
زمین میں فساد کرتے اور جہل مرکب سے اس فساد کو اصلاح اعتقاد کرتے ہیں اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے بتاکید فرمایا۔ اَلَآ اِنَّھُمْ
ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۝ خبردار رہو کہ یہی لوگ مفسد ہیں لیکن شعور نہیں رکھتے ف زبان عرب
میں شعور ایسی چیز کے واسطے ہوتا ہے جو محسوس ہو اور انکا فساد بھی گویا محسوس تھا لہذا مومنوں کو تنبیہ فرمائی کہ انکا فساد اسقدر ظاہر ہے گویا
یہی مفسد ہیں لیکن اپنی جہالت سے اس کھلے ہوئے فساد کو بھی نہیں سمجھتے ہیں ف بعضے لوگ دنیا کی لذات کو دل میں جگہ دیتے ہیں
جس سے قلب کا فساد ہوا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں قلب کو زمین سے تشبیہ دی ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ
ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَھِیَ کَالْحِجَارَۃِ الآیۃ۔ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ توضیح آویگی پس جو لوگ لذت دنیاوی کی طرف میلان
کرتے ہیں وہ اپنے قلب کو بگاڑتے ہیں اور بسا اوقات ایسے مدعی پیروں سے خرق عادات بھی ظاہر ہوتے ہیں جنکو عوام کرامت سمجھتے ہیں
حالانکہ یہ استدراج ہے اور عوام دل و جان سے اُنکے تابع ہو کر ایمان کھو بیٹھتے ہیں حالانکہ کرامت صرف ایسے شخص میں ہوتی ہے جو راہ راست یعنی طریق
سنت پر مستقیم ہو۔ واضح ہو کہ منافقوں نے اپنے قول میں مومنوں پر طنز کیا تھا جیسا کہ کہا تو سراسر اصلاح ہی کرنیوالے ہیں یعنی اگر کچھ فساد ہے تو تمہاری
جانب سے ہے پس اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تکریم فرمائی کہ انکی طرف سے منافقوں کو جواب دیا اور جواب میں کمال بلاغت سے منافقوں ہی کو مفسد ٹھہرایا

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ ط اَلَآ اِنَّھُمْ

اور جب کہیے انکو ایمان میں آؤ جسطرح ایمان میں آئے سب لوگ کہیں کیا ہم اسیطرح مسلمان ہوں جیسے مسلمان ہوئے بیوقوف سنتا ہے ۝

ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۝

وہی ہیں بیوقوف پر نہیں جانتے

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ۔ اور جب انسے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے
ف یعنی جب منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ جیسے بزرگ لوگ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اللہ تعالیٰ و ملائکہ و کتابوں و
رسولوں و روز قیامت و جنت و دوزخ وغیرہ پر ایمان لائے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے
ہیں اسیطرح تم بھی سچے طور پر ایمان لاؤ تو خبیث منافقوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سفیہ یعنی کم عقل قرار دیا۔ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ
اٰمَنَ السُّفَھَآءُ۔ تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسے ایمان لاویں جیسے سفیہ لوگ ایمان لائے۔ ف یعنی ہم انکی طرح نہیں بنتے ہیں
یہی قول حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ و تابعین سے ماثور ہے اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے
مردود منافقوں کو جواب دیا۔ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ۔ خبردار رہو کہ یہ منافقین ہی خود سفیہ
لوگ ہیں ولیکن جانتے نہیں ہیں ف یعنی انکی کمال حماقت یہ ہے کہ اپنی حالت کو بھی نہیں پہچانتے ہیں اسی واسطے بعض لوگوں نے
کہا کہ جو شخص اپنے آپ کو نہ پہچانے وہ اپنے رب عزوجل کو بھی نہیں پہچانیگا کیونکہ جو شخص اپنے آپ کو بندہ جانیگا وہ خالق کو پہچانیگا۔
وکیع و ابن جریر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جن مفسدوں و جاہلوں کا آیت میں بیان ہے وہ ابھی تک ظاہر نہیں
ہوئے شیخ ابن جریر نے کہا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی یہ مراد نہیں معلوم ہوتی کہ اس قسم کا منافق کوئی ابھی تک ظاہر نہیں ہوا کیونکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین منافقون کا وجود معروف ہے اور آیات مین بکثرت مذکور ہے بلکہ انکی مراد یہ ہے کہ اُس اُمت مین جو منافق پیدا
ہونے والے ہین وہ ابھی تمنے نہین دیکھے کہ جب وہ ظاہر ہونگے تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین جو منافق تھے اُنسے یہ بدرجہا
بدتر ہین مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین یہ امر مشاہدہ ہوگیا چنانچہ فرقہ نیچریہ وغیرہ اُن منافقون سے بدرجہا بدتر ہین اور یہ لوگ سچے اعتقاد والون کو پرانا
خیالات کے احمق بتلاتے ہین اور الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے کلام قدیم ہی مین اپنے علم قدیم کے موافق انکا جواب دیدیا کہ یہی لوگ قطعی سفیہ
احمق ہین اور اللہ تعالیٰ کی شہادت سے بڑھکر کوئی سچی شہادت نہین۔ اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ والون نے اُسوقت
کے اکابر مومنین کو بوجہ فقیری و محتاجی کے سفیہ کہا تھا اسیطرح اس زمانہ کے منافقین نے بھی سچے مسلمانون کو جو بدکاریون سے بچکر تنگدستی
کی حالت مین ہین بیوقوف قرار دیا ہے حالانکہ صحیح مسلم مین ہے کہ اسلام غریب شروع ہوا اور جیسے شروع ہوا تھا عنقریب ویسے ہی غریب بن کر عود
کرے گا پس غرباء کے واسطے مبارکباد ہے (رواہ مسلم) پس یہ معجزہ بھی مسلمانون کے واسطے بشارت عظیم ہے۔ اور حدیث مین ہے کہ قیامت کے
قریب میری امت کے بہت سے فریق مشرکون مین ملجاوینگے (الصحیح) یہ معجزہ بھی اسوقت صادق ہے۔ اور واضح ہو کہ جسوقت مسلمانون کی
فتوحات ہندوستان سے لیکر ملک اندلس و اسپین تک پہونچی تھین تو اُسوقت نصرانی بالکل جانورون کی طرح گمنام تھے کسی کو انکی ترقی کا گمان
بھی نہ تھا لیکن حدیث مین آیا کہ قیامت کے قریب اُمت اسلام بگڑجائیگی اور ظلم و فسق و فجور و دنیاوی اترانے مین یہود و نصاریٰ کیطرح
عاقبت بھول جاوینگے اُسوقت اُنپر پے درپے بلائین نازل ہونگی اور اُسوقت نصاریٰ کی بکثرت اور روئے زمین پر غالب ہونگے اور
حدیث مین آیا کہ نصاریٰ سے روم مسلمانون کو گانون گانون کرکے نکالدینگے اور حدیث مین ہے کہ خروج دجال کے قریب بعد سخت
جدال کے قسطنطنیہ کو کفار فتح کرلینگے اور حدیث مین ہے کہ مسلمانون کے قبضہ مین سواے حیرہ و عرب و ایک قطعہ دیگر کے کوئی ملک نہین
رہیگا چنانچہ سورۂ اعراف مین انشاء اللہ تعالیٰ تفصیلی بیان آویگا۔ اور اُسوقت سے میری مراد یہ ہے کہ یہ حالت خود مومنون کے واسطے نور یقین
کے معجزات ہین جو اُنکے سامنے موجود ہین اور اللہ تعالیٰ ہم سب مومنون کو ایمان پر ثابت قدم رکھے اور فتنہ گمراہی سے محفوظ فرماکر چندروزہ
زندگی کے بعد خاتمہ بخیر فرماوے آمین یا ارحم الراحمین بحرمۃ حبیبک مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ ان منافقون کو بھی لازم ہے کہ چندروزہ دنیا پر
فریفتہ نہون اور جن خیالات فلسفیہ نے اُنکو دھوکا دیا مترجم نے مقدمہ مین اُنکا بطلان بدلیل بیان کیا ہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم
اور وہ دلائل اگرچہ صریح حق ہین لیکن جو شخص نظر عداوت سے دیکھے اُسکو حق نہین سوجھتا ہے کیونکہ جسنے کفر اختیار کیا اُسکے دل پر مُہر غضب
ہوجاتی ہے اور یہی منافقون کی حالت ہے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ

اور جب ملاقات کرین مسلمانون سے کہین ہم مسلمان ہوئے اور جب اکیلے جاوین اپنے شیطانون پاس کہین ہم ساتھ ہین تمہارے

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

ہم تو ہنسی کرتے ہین اللہ ہنسی کرتا ہے اُنسے اور بڑھاتا ہے انکو اُنکی شرارت مین بہکے ہوئے

اِس آیت مین اللہ تعالیٰ نے منافقون کا برتاؤ کافرون و مسلمانون کے ساتھ بیان فرمایا اور یہ بھی منجملہ اُنکے افعال قبیحہ کے تھا
وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ اور جب یہ منافقین اُن لوگون سے ملے جو ایمان لائے ہین تو کہتے ہین کہ ہم بھی
ایمان لائے۔ ف یعنی مومنون کے سامنے مومنون کے خوش کرنے کو اور دھوکا دینے کو تقیہ کرتے اور ایمان ظاہر کرتے ہین

تاکہ اُنکے ولیا نہ جہاد سے بچین اور اہل ایمان جو کچھ مال غنیمت حاصل کرتے ہین ہاتھ پھیلا کر اپنا بھی حصہ مانگین ۔ وَاِذَا خَلَوْا
اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اور جب لوٹ کر اپنے شیاطین کے پاس داخل ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم تمہارے ساتھ ہین
ف ۔ بیضاوی نے تجویز کیا کہ خلو بمعنی انفراد ہو سکتا ہے یعنے جب اپنے شیاطین یعنے سرداروں کے پاس منفرد اور اکیلے ہوتے ہین کہ وہان کوئی
مومن نہین ہوتا تو اُنسے اظہار کرتے ہین کہ دین مین ہم درحقیقت تمہارے ساتھ ہین ۔ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَھْزِءُوْنَ ہم تو استہزا اور ٹھٹھا
کرتے ہین ۔ ف یعنی اگر شیاطین مذکورہ نے ان دومنہون سے کہا کہ تم تو مومنون کے پاس جاکر مسلمان ہوئے ہو اور اُنسے ایمان کا عہد کرچکے ہو تو
انکو اطمینان دلاتے ہین کہ یہ تو فقط ہمارا استہزا ہے جس سے ہم ان بیوقوف لوگون کو بناتے ہین تاکہ انسے محفوظ رہین اور باطن مین ہم تمہارے
ساتھ ہین ۔ ابو مالک نے فرمایا کہ شیاطین سے مراد اُنکے سردار و رئیس مانند احبار یہود وغیرہ کے ہین اور ابن عباسؓ نے کہا کہ منافقون کے ساتھی بھی
اُس مین شامل ہین اور دوسری روایت مین ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انکے شیاطین دراصل وہ یہودی لوگ ہین جو الداری کی وجہ سے انکے
سردار بنے تھے اور انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و قرآن پاک مین شک دلاتے اور انکو جھٹلانے پر آمادہ کرتے تھے اور اسی کے مانند ایک جماعت
صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ ہر جنس مین جو سرکش متمرد ہو وہ اُس جنس مین شیطان ہے تو جیسے جنون مین
ابلیس شیطان ہے اسی طرح انس مین بھی جو لوگ کفر کی راہ مین مغرور ہون وہ شیاطین ہین اور اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کے واسطے جیسے اُسکے
اولیاء مومنین رکھے ہین ویسے ہی اُسکے دشمن بھی رکھے ہین چنانچہ فرمایا ۔ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ
اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا یعنی اسیطرح ہمنے ہر پیغمبر کے لیے انس کے شیطانون اور جن کے شیطانون کو پیغمبر کا دشمن بنایا کہ شیاطین
باہم بعض کو بعضے بیہودہ قول غرور کو دلون مین ڈالتے ہین ۔ اس آیت قدسی سے معلوم ہوا کہ آدمیون مین بھی بہکانے والے شیطان
ہوتے ہین حتی کہ انکی بدی سے بھی پناہ مانگنا چاہیے چنانچہ ابو ذر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ذر تو اللہ تعالیٰ
کی جناب مین شیاطین انس و شیاطین جن سے پناہ مانگ ابو ذرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آدمیون مین بھی شیاطین ہین آپ نے فرمایا کہ
ہان (رواہ احمد) مترجم کہتا ہے کہ جس شخص نے دنیا و قانون شیطانی اختیار کر لیا اور اسپر جم گیا تو اسکے لوازم مین سے یہ ہے کہ اُسکے دل پر مہر ہو جاوے
کہ نور عقل ظہور نہین کر سکتا پس جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو وہی شیطان ہے پھر اسکا کہنا ہمیشہ اُن لوگون مین اثر کرے گا جو ازلی بدبخت ہین
جیسے کہ ہدایت و معرفت کی بات کبھی اُسکے دل مین نہین سماوے گی اور اس شیطان کا کہنا فوراً سمجھ جاوینگا پس حاصل یہ ہوا کہ منافقین جو
مسلمانون کے پاس سے الگ ہو کر اپنے شیاطین کے پاس اکیلے ہوتے ہین اور شیاطین اپنی جہالت کے موافق اُنکو بہکاتے ہین تو یہ انکی بات
سمجھ جاتے اور کہتے ہین کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہین اور جب وہ ملامت کرتے کہ تم تو مسلمانون کے پاس عہد کر چکے ہو تو کہتے ہین کہ ہم تو اُن سے
تمسخر کرتے ہین ۔ اَللّٰهُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ وَیَمُدُّھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ ○ اللہ تعالیٰ اُنکے واسطے استہزا
فرماتا ہے اور ڈھیل دیتا ہے اُنکو اُنکی سرکشی مین حالانکہ اندھے بھٹکتے ہین ۔ ف اور اگر یہ آیت ابتدا ہو تو یہ معنے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ
اُنکے ساتھ استہزا فرماوے اور استہزا الٰہی یہ ہے کہ اُنکو ملامت و تحقیر کے ساتھ سزا ہو جیسے منافقون کے واسطے قیامت مین بعض
آثار امر ظاہر ہونگے جس سے ملائکہ و اہل ایمان اُن منافقون پر تمسخر کرینگے مثلاً تاریک راہ مین جب مسلمان و منافق پل صراط کی طرف
چلینگے تو مومنون کے آگے نور ہوگا اور منافقون کے واسطے ابتدا روشنی چمکیگی پھر دفعتاً بجھ کر پھر تاریکی چھا جاویگی کچھ نظر نہ آویگا
اور منافقین آگے بڑھنے سے ٹھٹھک رہینگے اور مومنون سے کہینگے کہ ٹھہر جاؤ ہم تمہارے نور سے اقتباس کرین تو کہا جاویگا لوٹو پیچھے ابتدا

کہ پیچھے جاکر نور تلاش کرو پھر اُنکے درمیان میں ایک دیوار حائل ہوجائیگی جسکے باطن میں مومنون کی جانب رحمت ہوگی و ظاہر میں منافقون کیجانب
اُسکی طرف سے عذاب آویگا اور بعض علماء نے کہا کہ ایسی آیات بر سبیل جواب ہیں جیسے ایک شخص دوسرے کے ساتھ مکر کرے لیکن مکار کو کوئی فائدہ
حاصل نہو تو وہ شخص کہتا ہے کہ میرا ہی مکر اُس پر غالب رہا حالانکہ اُسنے کوئی مکر نہیں کیا اور ان علماء نے کہا کہ قولہ تعالیٰ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر
الماکرین - اور قولہ تعالیٰ اللہ یستہزئ بہم بھی بر سبیل جواب ہے پس کافرون کے مکر یا استہزاء کا نتیجہ کافرون کو حاصل نہیں ہوا تو
گویا جواب میں کہا گیا کہ ہمارا مکر و استہزاء تم پر غالب ہے - اور دیگر علماء نے فرمایا کہ استہزاء یا خداع یا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فیسخرون منہم
سخر اللہ منہم اور قولہ تعالیٰ نسوا اللہ فنسیہم - اور اسکے مانند دیگر آیات میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اُسکے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُنکے
استہزاء پر اُنکو سزا دیگا اور اُنکے مکر یا اُنکے بھول جانے پر اُنکو سزا دیگا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی سزا دینے کو بطور جنس کے بیان کیا تاکہ جس
بات پر یہ لوگ سزا کے مستحق ہوئے ہیں وہ ظاہر ہوجاوے جیسے اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا - یعنی
ہر بدکاری کی سزا اُسکے مثل بدی ہے حالانکہ عذاب جہنم کوئی بدی نہیں ہے تو یہ امر بطریق مماثلت ہے جیسے کہتے ہیں کہ جیسا کروگے ویسا پاؤگے اور
محتمل ہے کہ جو معاملہ کافرون نے مسلمانون کے ساتھ دنیا میں کیا یا اسلام کے ساتھ تمسخر وغیرہ کیا اُسی کے مانند آخرت میں کافرون کو بطور عذاب
برداشت کرنا پڑیگا چنانچہ حدیث میں ہے کہ جنت کا دروازہ کھول کر منافقون کو بلایا جاویگا حالانکہ وہ حقیقی جنت نہیں ہے پھر جب قریب
پہونچیں گے تو دروازہ بند کرلیا جائیگا اور اسی معنی میں ہے قولہ تعالیٰ فالیوم الذین آمنوا من الکفار یضحکون مترجم کہتا ہے کہ تحقیق مقام
یہ ہے کہ مثلاً قولہ تعالیٰ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین میں مکر کا ذکر یہ تھا کہ کافرون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک بندش
باندھا تھا جسکا نتیجہ اُنکے زعم میں یہ نکلے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل ہوجاں اور حواریون کو ظاہر ہو اور جو شخص اس قسم کا منصوبہ باندھے
وہ نتیجہ پر جزم کرتے ہیں ورحقیقت احمق ہے اسواسطے کہ خالق افعال اللہ تعالیٰ ہے پس کیونکر معلوم ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیا بات پیدا کریگا
پس جب یہودیون نے ایک منافق کو اپنے ساتھ ملایا جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتایا تاکہ یہ لوگ اُس مکان پر پہونچکر
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر سولی دیدیں اور وہ منافق اُس مکان میں گیا اور باہر یہودیون کی فوج لگا دی اور پھر اس مکان میں گھس کر
دروازہ کھول دیا کہ تم لوگ آکر گرفتار کرو اور ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھا لیا اور اسی منافق کے چہرہ پر عیسیٰ علیہ السلام
کی مشابہت ڈال دی پس یہود کی فوج نے گھسکر اسی منافق کو پکڑ لیا اور کچھ بھی شک نہ کیا کہ یہی عیسیٰ علیہ السلام ہے اور فوراً باہر لاکر سولی
دیدی کیونکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو جادوگر وغیرہ سمجھکر باوجود سخت عداوت کے خوف کرتے تھے کہ وہ [illegible] ذریعہ سے [illegible]
ہو جائیگا پس جب صبح کو غور سے دیکھا گیا تو چہرہ تو بیشک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے موافق تھا مگر باقی جسم [illegible] تھا اور اُنکا ساتھی [illegible]
درمیان سے گم تھا تو یہ امر یہودیون کے نتیجہ کے بالکل خلاف ہوا کیونکہ اُنکا مکر یہ تھا کہ [illegible] افعال کا نتیجہ [illegible] کے خلاف [illegible]
وہ یہودیون کے مخالف اور نصرانیون کے موافق واقع ہوا کیونکہ جو امر یہ واقعہ دیکھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] وہ معتقد ہوگئے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

اختیار کرتے ہین مگر مرتے ہی اُسکا نتیجہ اُنکے خلاف ظاہر ہوتا ہے اور اسی قسم سے وہ معاملہ ہے جو شیخ عرائس وغیرہ نے لکھا کہ بلعم بن باعور و مسیلمہ کذاب وغیرہ کو ظاہر مین خرق عادات دیے گئے چنانچہ مسیلمہ کذاب جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب وفات شریف مین اپنی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اُسکے ہاتھ پر بعض خرق عادات ظاہر ہوتے تھے چنانچہ وہ اپنے آپکو کسی مرتبہ پر سمجھنے لگا یا اُسکا یقین کر لیا کہ وہ پیغمبر ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ازلی گمراہونکو بعضے استدراج دیتا ہے ویمدہم فی طغیانہم یعمہون اور کافرونکو اُنکی سرکشی مین مہلت دیتا ہے کہ متحیر بہکتے ہین یعنی اپنے اعتقاد پر تو وہ بہت ٹھیک ہین لیکن درحقیقت راہ معرفت سے دور ہوکر بھٹکتے پھرتے ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنستدرجہم من حیث لا یعلمون واملی لہم ان کیدی متین یعنی ہم درجہ بدرجہ اُنکو ایسی راہ سے لیجائینگے کہ وہ جانتے نہین ہین اور اُنکو ڈھیل دینگے یہ ہماری تدبیر بہت باریک ہے۔ بعض علما نے کہا کہ اسکی نوبت یہانتک پہونچتی ہے کہ جب اُنھون نے گمراہی مین کوئی طریقہ جدید نکالا تو اُسکے منافع دنیاوی بڑھائے جاتے ہین جسکو وہ اپنے حق مین خوبی و نعمت جانتے ہین حالانکہ درحقیقت وہ غضب کا سامان ہے قال تعالیٰ ایحسبون انما نمدہم بہ من مال وبنین نسارع لہم فی الخیرات بل لا یشعرون۔ یعنے ہم اُنکو مال اولاد سے جو کچھ زیادتی دیتے ہین تو کیا یہ لوگ خیال کرتے ہین کہ ہم تیزی کے ساتھ اُنکے حق مین نیکیان پہونچاتے ہین یعنے یہ خیال باطل ہے بلکہ یہ لوگ شعور نہین رکھتے ہین۔ حاصل یہ کہ اللہ عزوجل کی بندگی و طاعت مین اگر تکلیف کبھی پہونچے تو وہ نعمت عظیم ہے اور کفر و معصیت کیحالت مین جو مال و دولت بلکہ سلطنت ملے وہ بھی درحقیقت عذاب و غضب ہے اور اسمین بھید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر و کتاب کے ذریعہ سے اُنکو رضائے الٰہی و ایمان آخرت کی ہدایت فرمائی اور آدمی کبھی تکلیف کی حالت مین پراگندہ حواس ہوکر ٹھیک بات نہین سمجھتا ہے تو اُنکو وسعت و فراغت دی مگر جب نہ مانے تو اُنکو قحط و تکلیف مین گرفتار کیا کیونکہ آدمی کبھی مال و دولت مین اترا کر حق بات کی طرف کان نہین لگاتا تو اُنکے انسانی عذر سب دور کر دیے حتی کہ یہ بات اُنپر ثابت ہوگئی کہ اُن لوگون نے عزم جزم کر لیا ہے کہ دنیا سے موجود و راہ شیطان کے سواے اپنے خالق عزوجل کی بندگی و راہ آخرت نہین قبول کرینگے تو راہ نور بالکل مسدود کر دیگئی اور راہ تاریک جو جسم و حواس متعلق ہے اُنکے واسطے کھول دیگئی اور چونکہ دنیا ہی کے پیچھے اُنھون نے سب چھوڑا اور بیوقوفی سے اسی مایۂ حقیر کو اختیار کیا تو یہ دنیا بقدر مقدر اُنکو دیدی گئی خصوص جبکہ وہ اس زمین کو آراستہ کرنا چاہین چنانچہ فرمایا فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شئی حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناہم بغتۃ فاذا ہم مبلسون یعنی پھر جب اُنھون نے وہ بات بھلادی جسکی اُنکو نصیحت کی گئی تھی (یعنی کفر پر قطعی عزم کر لیا) تو ہم نے اُنپر ہر چیز کے دروازے کھول دیے " یعنی اُنکی دنیاوی خواہشین پوری کردین " یہانتک کہ جو کچھ اُنکو دیا گیا تھا اُسپر اترائے تو ہمنے اُنکو اچانک گرفتار کیا تو ناگاہ وہ لوگ ہر اُمید سے مایوس ہوگئے۔ یعنے اچانک موت آئی تو اُنھون نے دیکھا کہ سواے عذاب کے اُنکے واسطے کوئی نیکی نہین ہے۔ اور قولہ فی طغیانہم یعمہون یعنے اپنے کفر مین بھٹکے پھرتے ہین یہی تفسیر حضرت ابن عباس رض و ابوالعالیہ و مجاہد و قتادہ و ربیع بن انس وغیرہم سے ماثور ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ عمٰی تو آنکھون کے اندھے پن کو کہتے ہین اور عمہ دل کے اندھے پن کو کہتے ہین

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالۡہُدٰی ۪ فَمَا رَبِحَتۡ تِّجَارَتُہُمۡ
وہی ہین جنھون نے خرید کی راہ کے بدلے گمراہی سو نفع نہ لائی اُنکی سوداگری

وَمَا کَانُوۡا مُہۡتَدِیۡنَ ۝

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالۡہُدٰی - ایسے ہی لوگ ہین جنھون نے ہدایت کے بدلے گمراہی

خریدی - ف اور مغفرت کی جگہ عذاب لے لیا - فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ پس
اُن کی تجارت نے اُنکو کچھ نفع نہ دیا اور نہ یہ لوگ ہدایت پانے والے تھے - ف یعنی ہدایت دیکر گمراہی مبادلہ کر لینے کی تجارت مین ان لوگون کو
کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اس سے کچھ دیر دنیا مین اُنکو سور و شراب وغیرہ کھانے کا فائدہ مل گیا اور نہ آخرت مین سخت خسارہ ہوا کہ جہنم سے کبھی نجات نہ ہوگی
اور یہ لوگ اس قابل بھی نہ تھے کہ تجارت مین ہدایت پاوین کیونکہ ابلیس احمق کی تقلید کرتے تھے تو ایسے ڈھنگ سے تجارت ممکن نہ تھی جس سے دنیا مین
نقصان نہ پہونچے اور آخرت مین نفع عظیم حاصل ہو جیسے مومنون کو حاصل ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر چلتے ہین کیونکہ مومنون و
کافرون کے ڈھنگ مین جو فرق ہے اگر کفار اُسکو ذرا بھی غور کرتے تو اپنی حماقت جان جاتے کیونکہ اگر دار آخرت ہے جیسا کہ مومنین اعتقاد کرتے ہین تو
کافرون ومنافقون کے واسطے کہین ٹھکانا نہوگا سواے جہنم کے اور اگر دار آخرت نہو جیسا کہ کفار اعتقاد رکھتے ہین کہ مرنے کے بعد خاک
ہو جائینگے اور کچھ بھی حساب و ثواب و عذاب نہین ہے تو مومنون کے واسطے کچھ بھی نقصان نہوا کیونکہ دنیا مین بھی نفیس چیزین کھانے پینے پہننے مین مومنون
کے واسطے تنگی نہ تھی ہان البتہ سور و بہاج و شراب وغیرہ بیہودہ چیزین بیشک مومنون کو نہین ملین تو ایسی غلیظ و ناپاک چیزون کے نہ ملنے سے
کسی نفیس طبیعت کو ملال نہوگا - اگر کہا جاوے کہ اُنھون نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو کیونکر خریدا کیونکہ ہدایت اُنکے پاس موجود ہی نہ تھی اور اگر موجود
بھی ہوتی تو بھی وہ گمراہی کا عوض نہین ہوسکتی جواب یہ ہے کہ دنیا مقام تجارت ہے تاکہ یہان اپنا جان و مال رضاے الٰہی مین فروخت کرکے
دار آخرت حاصل کرے اور یہ بطریق مجاز ہے اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خریدارون کو یہ خریداری مبارک ہو کہ انکو
دونون عوض مل گئے یعنے جان و مال بھی درحقیقت اُنھین کے پاس رہا اور رضاے الٰہی عزوجل بھی حاصل ہوگئی لیکن جب کافرون کو یہ تہ
دکھی اور ساتھ ہی دنیا اور راہ شیطان بھی پیش کی گئی تو اُنھون نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے اسکو اُنکے حق مین خرید و
فروخت کی تجارت قرار دیا جسمین اُنکو سخت خسارہ ہوا - اور یہی حضرت ابن مسعود و ابن عباس و ایک جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم
ماثور ہے اور اسمین تنبیہ ہے کہ یہ لوگ اپنے انجام سے اسقدر بے پروائی کرتے ہین کہ کچھ بھی غور نہ کیا اور اتنا بڑا خسارہ اُٹھایا [illegible]
اگر دنیاے فانی کے واسطے ایک روپیہ کی چیز خریدین تو اُسمین ہر طرح نفع و نقصان کا غور کر لیتے ہین - مجاہد نے کہا کہ ہدایت کے بدلے گمراہی
لی یعنے ایمان لائے پھر کفر کیا - اور قتادہؒ نے فرمایا کہ ہدایت سے گمراہی کو زیادہ پسند کرکے چھانٹ لیا اور اسی کے مشابہ یہ آیت ہے - [illegible]
فاستحبوا العمی علی الہدیٰ - یعنے ثمود کو ہم نے ہدایت دی تو اُنھون نے عمایت کو ہدایت پر پسند کیا - اور حاصل یہ ہے کہ منافقون نے راہ [illegible]
عدول کیا کہ ہدایت سے مُنھ موڑ کر گمراہی کو اختیار کر لیا گویا کمال حماقت سے لعل کو دیکر ٹھیکری مول لی جسمین اُنکو سخت خسارہ ہوا اور
واضح ہو کہ جو فرقہ اسلام لاکر جماعت سے خارج ہوکر گمراہ ہوگیا وہ بھی اسی مین داخل ہے - چنانچہ قتادہؒ نے فرمایا کہ بیشک واللہ تم اُن کو
دیکھ چکے کہ وہ ہدایت سے نکلکر گمراہی مین چلے گئے اور جماعت سے نکلکر چھوٹے فرقون مین چلے گئے اور امن سے نکلکر خوف مین پہونچے
اور سنت سے نکلکر بدعت مین داخل ہوے (رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ قتادہؒ نے ظاہر اس سے خوارج [illegible]
و معتزلہ مراد لیے ہون واللہ تعالیٰ اعلم - بیضاوی وغیرہ نے یہان شریہ کی یہی تاویل لکھی کہ اللہ تعالیٰ ہر مولود کو فطرت کی ہدایت پر پیدا فرماتا ہے
اور وہ یہی ملت اسلامیہ ہے چنانچہ صحیح کی حدیث ابو ہریرہؓ مین منصوص ہے پس یہ ہدایت فطرت اُنکے پاس موجود تھی [illegible]
گمراہی بدل لی - چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اسی ملت پر پیدا ہوتا ہے اور قرآن مین ہے کہ [illegible]
فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا الآیۃ - پھر وہ اسی فطرت پر رہتا ہے یہانتک کہ اُسکی زبان بولنے لگے یعنے بالغ ہو یا سمجھدار ہو پھر اُسکے والدین [illegible]

[illegible]

یا نصرانی یا مجوسی کر دیتے ہین (کما فی الصحیحین) یعنے اکثر اوقات جب وہ اس قابل ہوتا ہے کہ اپنے خالق عزوجل کی توحید پر اقرار کرے تو جس حالت پر اُسکے والدین ہوتے ہین اُسی اعتقاد پر اُسکو پھیر لیجاتے ہین اور کبھی دیگر اسباب واقع ہوتے ہین مثلاً شیطان اُسکے قلب پر محیط ہوا اور اُسنے مذہب مادّی و نیچر اُسکو سمجھایا کہ اس دنیا مین تمام مادیات موجود ہین اور یہ آپ ہی آپ خود بخود پیدا ہوتے اور مرتے چلے جاتے ہین اور ہمنے تو جب سے دیکھا یون ہی چلا آتا ہے اور ہمین تو اُسکا کوئی خالق نہین نظر آتا پس وہ احمق بھی ایسے ہی بکنے لگتا ہے اور مترجم نے مقدمہ مین اسکو بدلائل مردود کیا ہے - ف بعض اشارات عرائس مین ہے کہ بعضے مسلمان زہد و عبادت کے صلہ مین کوئی خرق عادت پاتے ہین تو اُسی کو اپنے نفس کے واسطے کمال سمجھکر گمراہی مین پڑجاتے ہین حالانکہ منزلت تو قرب و رفع حجاب ہے پس رضوان آلہی کے بدلے اپنی خرق عادت کے ذریعہ سے دنیاوی جاہ و قبولیت بدل لیتے ہین حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا سے جو شخص دنیا و مافیہا کو بدلے وہ برباد ہوا کہ عمر بھر رائگان کھیلا اور آخر یہ فانی بھی ہاتھ نہ آیا کیونکہ وہ فنا ہوجائے گا عس - پھر اللہ تعالیٰ نے کافرون و منافقون کی حقیقی خصلت بیان فرماکر اسکو ایک مثل مین تعبیر فرمایا تاکہ مدعا عقلی محسوس ہوجاوے کیونکہ اکثر کم عقل لوگ جو وہم کے مرید ہوتے ہین تو محسوس مثال سے بیان کرنا اُنکی عقل مین جم جاتا ہے اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن مین امثال بیان فرمائین اور اُنکے بعد غور و فکر کرنے کی ہدایت کی چنانچہ منافقون کے واسطے بھی دو مثلین بیان فرمائین اول قولہ تعالیٰ

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ج فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ

اُنکی مثال جیسے ایک شخص نے سلگائی آگ پھر جب روشن کیا اُسکے گرد کو لے گیا اللہ اُنکی روشنی

وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ

اور چھوڑا اُنکو اندھیرون مین نظر نہین آتا بہرے ہین گونگے اندھے سو وہ نہین پھرینگے

ان امثال سمجھنے کے واسطے جو شخص کسی قدر ایمان کے موافق اسرار آلہی کا علم رکھتا ہو تو وہ بہت خوب سمجھتا ہے لہذا فرمایا - وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون - یعنے یہ امثال ہم عام لوگون کے واسطے بیان فرماتے ہین حالانکہ انکو وہی خوب سمجھتے ہین جو ہند عالم ہین - چنانچہ اس مثل مین اللہ تعالیٰ نے کافرون کی گمراہی خریدنے اور آخر تاریکی مین پڑجانے کی مثل ایسے شخص سے بیان فرمائی جسنے تاریک رات مین آگ روشن کرکے اُسکی گرمی و روشنی سے جاڑے وغیرہ کا خوف دور کیا مگر یکایک بجھی تو پھر اصلی خوف مین پڑگیا چنانچہ فرمایا - مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ان منافقون کی مثل ایسی ہے جیسے کسی نے خواہش کرکے آگ روشن کی - ف اور اُسوقت اندھیری رات چھائی ہوئی ہے بدلیل آنکہ فرمایا - فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ پھر جب آگ کی روشنی نے اُسکا گرد پیش چمکایا - ف حتی کہ سردی و درندہ وغیرہ جس چیز سے خوف تھا مطمئن ہوگیا ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ اچانک اللہ تعالیٰ نے اُنکا نور میٹ دیا اور اُنکو تاریکیون مین چھوڑ دیا کہ کچھ نہین دیکھ سکتے ہین - ف شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ یہی مثل منافقون کی ہے کہ کلمہ ایمان ظاہر کرکے دنیا مین اُنھون نے ایک روشنی حاصل کی اور خوف قتل و جزیہ سے مطمئن ہوگئے پھر جب مرے تو وہی کفر کی تاریکی و عذاب قبر و ظلمات آخرت نے ہجوم کیا اور اس مثل مین پہلے ایک شخص کا آگ جلانا مذکور ہوا پھر آخر مین ضمیر جمع لائی گئی اور اسمین کچھ حرج نہین ہے کہ ایک جماعت کی مثال کو ایک شخص کے بیان سے شروع کیا جاوے - [illegible] ابن کثیرؒ نے کہا کہ ظاہر اً شیخ ابن جریرؒ کو اس مقام پر [illegible] کہ اللہ تعالیٰ [illegible]

آمنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبہم فہم لا یفقہون ۔ یعنے منافقون کے حق مین یہ بات اسوجہ سے ہے کہ پہلے وہ لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے تو انکے دلون پر مہر کر دیگئی پس وہ لوگ کچھ نہین سمجھتے ہین ۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے یہ لوگ ایمان بھی لائے تھے اور اگر کہا جاوے کہ قولہ تعالیٰ وما ہم بمؤمنین سے نکلتا ہے کہ وہ ایمان ہی نہین لائے تو جواب صواب یہ ہے کہ یہ بیان انکی حالت نفاق کا ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ پہلے وہ لوگ ایمان نہ لائے ہون تو اس مثل کا انطباق اسطور پر ہے جو تفسیر کبیر وغیرہ مین بھی مذکور ہے کہ پہلے ان لوگون نے ایمان لاکر کچھ نور کمایا پھر منافق ہو کر غضب الٰہی اٹھایا تو وہ نور مٹ گیا پس سخت حیرت مین رہگئے کیونکہ دین کی حیرت سے بڑھکر کوئی حیرت نہین ہے ۔ چنانچہ سدیؒ نے اپنی تفسیر مین ابن عباس وابن مسعود و چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ قولہ تعالیٰ مثلہم کمثل الذی استوقد نارا ۔ اس مثل کا بیان یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو اُس زمانہ مین کچھ لوگ اسلام مین داخل ہوے پھر وہ لوگ منافق ہو گئے تو انکی مثال ایسی ہوئی جیسے ایک شخص نے تاریک رات مین آگ جلائی اور جب کوڑے کرکٹ وغیرہ کے جلنے سے اُسکا گرد روشن ہوا تو وہ ہر ایک چیز جس سے خوف کرتا تھا پہچاننے لگا پھر وہ اسی حال مین تھا کہ ناگاہ آگ بجھ گئی تو اُسکی یہ حالت ہو گئی کہ کسی موذی چیز سے بچنے کا حیلہ نہین کرسکتا ہے پس یہی منافق کا حال ہے کہ وہ شرک کی تاریکی مین پڑا تھا پھر مسلمان ہوا تو حلال و حرام اور نیک و بد پہچاننے لگا پھر وہ اسی حال مین تھا کہ ناگاہ کفر مین پڑ گیا تو پھر وہ حلال کو حرام سے اور خیر کو شر سے امتیاز نہین کرسکتا ۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ ایسی قوم کی مثل ہے جو پہلے ہدایت پر تھی پھر ایمان اُنسے چھین لیا گیا تو اسکے بعد وہ حدود سے متجاوز ہو گئے پس آگ کی روشنی تو وہ ایمان تھا جسکو زبان سے اقرار کرتے تھے پھر آخر مین تاریکی و گمراہی و کفر ہے جسکے ساتھ متکلف تھے ۔ مجاہدؒ نے فرمایا کہ آگ کی روشنی ان منافقون کے حق مین فقط یہی تھی کہ وہ مومنون و اسلام کی طرف متوجہ ہوتے تھے عطاء خراسانی نے کہا کہ یہ منافق کی مثل ہے جو کبھی دیکھتا اور کبھی نہین دیکھتا ہے پھر اُسکے قلب کا اندھاپن چھا لیتا ہے اور اسی کے مانند عکرمہ و حسن و سُدی و ربیع بن انس و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے مروی ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت مین فقط ایسے ہی منافقون کا انحصار نہین ہے جو ایمان لائے پھر کافر ہو گئے بلکہ ایسے منافق بھی شامل ہین جنھون نے ابتدا مین صرف زبان سے اسلام کا اظہار کیا تھا اور دل سے ایمان نہین لائے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جن منافقون کی نسبت یہ گمان ہے کہ وہ پہلے ایمان لائے تھے پھر کافر ہو گئے تو درحقیقت نور ایمان اُنکے سویدا سے دل مین نہین سمایا بلکہ ایک قصد تھا جو حواس مین جما اور اُس سے ایک روشنی ظاہر ہوئی بخلاف قسم دوم کے کہ اُن مین یہ بھی نہ تھا اور درحقیقت دلی تصدیق کا نور ان دونون مین سے کسی کو حاصل نہین ہوا اور اس امر مین کچھ تعجب نہ ہونا چاہیے کہ جنھون نے ایمان کا قصد کیا تھا اُنکے دل مین تصدیق کیونکر نہو گی کیونکہ انسانی حواس و نفسانی خطرات اسطرح خلط ملط ہو جاتے ہین کہ آدمی درحقیقت اپنی واقعی حالت دریافت نہین کرسکتا چنانچہ بسا اوقات کسی شخص کی دوستی اپنے دل مین گمان کرتا ہے مگر جب کوئی معاملہ اپنی جان و مال کے خطرہ کا اُسکی جہت سے پیش آتا ہے تو صاف اُسکی محبت سے گریز کر جاتا ہے کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ بحکم قولہ تعالیٰ ۔ ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ الآیۃ کے صحابہ رضی اللہ عنہم شہادت جہاد کی تمنا رکھتے تھے لیکن جنگ احد مین ایک جماعت نے فرار کیا تو فرق ظاہر ہو گیا کیونکہ کمال وہ ہوتا ہے کہ ظاہر و باطن یکسان ہو حتی کہ عمل بھی موافق ہوتا ہے اسیواسطے ایک جماعت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کمال تقوی سے اپنی ذات پر یہ خوف کرتے تھے کہ ایسا نہو کہ ہم مین نفاق کا مادہ موجود ہو لہذا ان آیات قدسیہ مین جو مثل بیان فرمائی وہ ہر قسم کے منافقون کو شامل ہے ۔ اسیواسطے علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی اللہ تعالیٰ نے منافقون کے واسطے یہ مثل بیان فرمائی جو زبانی اقرار اسلام کی وجہ سے ایک آگ جلانے والے کی طرح اس قدر روشنی پاتے تھے کہ اہل ایمان سے اقرار کلمہ توحید کی وجہ سے انکے ساتھ نکاح بیاہ کرتے تھے اور باہم میراث جاری کرتے اور مال غنیمت

مین سے انکو حصہ دیتے تھے پھر جب ایسا منافق مرا تو یہ عزت اُس سے چھین لیگئی جیسے آگ جلانے والے کا نور بجھ گیا۔ ربیع بن انس رض نے
ابو العالیہ سے روایت کی کہ آگ جبتک جلتی ہے اُسکا نور رہتا ہے اور جب بجھا دیگئی تو جاتا رہا اسیطرح جبتک منافق نے کلمۂ اخلاص اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و
اشہد ان محمدا رسول اللہ زبان سے کہا تب تک اس کلمہ کی روشنی ملی پھر جب مرا تو تاریکی مین پڑ گیا۔ اور عبد الرزاق نے بواسطۂ معمر کے قتادہ
رحمہ اللہ سے روایت کی کہ منافقون کی مثال یہ ہوئی کہ زبانی لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکو اتنی روشنی ملی کہ دنیا مین اسکے ذریعہ سے کھایا پیا اور جان و مال سے
بچے رہے کہ انکی عورتون سے نکاح کیا گیا اور چونکہ دل سے یہ کلمہ نہ تھا تو جب مرے تب ہی اللہ تعالیٰ نے انکا نور مٹا دیا اور ایسی تاریکیون مین پڑے رہ گئے
کہ کچھ نظر نہین آتا ہے اسواسطے کہ منافق کے دل مین اُسکی جڑ نہ تھی ورنہ اُسکے عمل کی حقیقت تھی حسن بصری رح نے کہا کہ تاریکیون مین اُسوقت چھوڑے
جائینگے جب مرینگے کیونکہ اُسوقت بدکاریون کا اندھیرا ہجوم کریگا اور تصدیق لا الٰہ الا اللہ کے موافق کوئی عمل نہین پاویگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل اشارات کے نزدیک
یہان نکتہ یہ ہے کہ جسمانی حیات ایک حکمت الٰہی عز وجل کے ساتھ بذریعۂ لطیف بخارات خون کے ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجل مقدر آئی تو جسم
فنا و خون ہوا ہو جاتا ہے پس اگر حیات حقیقی نہو تو وہ ہمیشہ موت مین مبتلا ہوتا ہے اور اگر حیات الٰہی سے متصف ہوا جو کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے
حاصل ہوتی ہے تو اُسکے واسطے حیات ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ یاایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مفصل بیان
آویگا پس جب منافق کو حیات حاصل نہ تھی تو مرتے ہی وہ اصلی تاریکی مین مبتلا ہوگا اور یہان زبانی کلمۂ اخلاص کہنے سے صرف جسم کے نفع تک
اُسکا نور حاصل ہوا پس جب جسم فنا ہوا تو اُس نور نے چھوڑ دیا اور زبان دل سے اُسنے کبھی نہین کہا تو نور روحی کے ساتھ اتصال نہین تھا بلکہ
دنیا اختیار کرنے کی وجہ سے کافرون کی طرح اُسکے کان و آنکھون و دل پر مہر تھی جسکا بیان اوپر گذر الغرض فرمایا ۔ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ
لَا يَرْجِعُونَ ○ بہرے گونگے اندھے ہین پس وہ نہین لوٹینگے - ف یعنے کلام ہدایت سُننے سے بہرے اور اقرار توحید سے گونگے اور آیات حق
دیکھنے سے اندھے ہین کیونکہ انکے دلون پر مہرین ہین پس وہ ہدایت اسلام کی طرف نہین لوٹینگے یعنے توبہ کرکے نصیحت حاصل
نہین کرینگے یہ تفسیر ابن عباس رض و قتادہ رح و سدی رح کا خلاصہ ہے۔ ع ف بعض اشارات عرائس مین ہے کہ بعضے مکار لوگ جو ولی و صاحب کرامت
بن بیٹھتے ہین حالانکہ انکو ان مقامات و درجات مین سے خود کچھ حاصل نہین ہوتا لیکن اولیاء اللہ کے جو حالات سُنتے ہین انکی تقلید سے
اپنے واسطے بھی دعوی کرتا ہے یعنے درحقیقت کچھ نہین ہے اور بطور نقلی تقلید کے مدعی ہے اور بعد اس دعوی کے عبادت و ریاضت ترک کرتا ہے پس
یہ منافق اسی تاریکی مین رہتا ہے چنانچہ جب اُسنے دعوی کی آگ روشن کی تو اُسکا آوازہ دور دور پہونچا اور جاہل لوگ ہر طرف سے اُسکی
جانب متوجہ ہوئے پھر خواہ دنیا مین یا موت کے وقت یہ آگ بجھی اور وہ عذاب آخرت کی تاریکی مین پڑ گیا شیخ ابو الحسن الوراق نے کہا کہ اس آیت
کے اشارہ مین ایسے شخص کی حالت موجود ہے جو ہنوز مقام ارادت مین ٹھیک نہین ہوا اگر اُسنے کشف و کرامت کا دعوی کیا اور یہ منافق ہے کہ خلاف
باطن کے اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے یا آخرت سے بد اعتقاد ہوکر کمالات اولیاء کو جھوٹ تصور کرکے دنیا کی جاہ و منزلت حاصل کرنے مین مشغول ہوا
تو مقام ارادت مین جو نور اُسکو ملا تھا جس سے کچھ لوگون مین وہ مشہور ہوا تھا وہ بھی جاتا رہا اور وہ اندھیرے مین شیطان کے حوالہ ہوگیا حتی کہ اب رجوع
نہین کرتا ہے اور نہ طبیب کے سامنے اپنی بیماری بیان کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ لوگ قرآن سُننے سے بہرے ہین اور اقرار ایمان سے گونگے ہین اور
آیات قدرت دیکھنے سے اندھے ہین عس۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان منافقون کے واسطے دوسری مثل بیان فرمائی -

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ ج يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم

یا جیسے مینہ پڑتا آسمان سے اُس مین اندھیرے اور گرج اور بجلی ڈالتے ہین اُنگلیان اپنے کانون مین

مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ

مارے کڑک کے ڈر سے موت کے اور اللہ گھیر رہا ہے منکرون کو قریب ہے بجلی کہ اُچک لے اُنکی آنکھین

كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ

جس بار چمکتی ہے اُنپر چلتے ہین اُسمین اور جب اندھیرا پڑا کھڑے رہے اور اگر چاہے اللہ لیجاوے

ع ۳ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○

اُنکے کان اور آنکھین اللہ ہر چیز پر قادر ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ مثل دوسری قسم منافقین کے واسطے بیان فرمائی جنکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ کبھی اُنکو حق ظاہر ہوتا ہے اور کبھی اُسمین شک کرنے لگتے ہین تو حالت شک وکفر مین اُنکے قلوب کی مثال ایسی ہے جیسے فرمایا۔ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ ۔ یا جیسے سما سے مینہ ۔ ف پس سما سے مراد یہان سحاب ہے کیونکہ سما ہر وہ چیز جو تیرے اوپر سایہ دار ہو اور اسی جہت سے آسمان کو بھی سما کہتے ہین جیسا کہ بیضاوی وغیرہ مین مذکور ہے ۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے ایک جماعت صحابہ وتابعین سے نقل کیا کہ صیب مینہ ہے ۔ اور ضحاکؒ نے کہا کہ صیب سحاب ہے مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین سما سے آسمان مراد ہوگا یعنے جیسے آسمان سے سحاب کیونکہ سحاب کی پیدایش اگر بخارات سے ہے جیسا کہ قولہ تعالیٰ ۔ الم تران اللہ یزجی سحابا ثم یولف بینہ الآیۃ ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا تو یہ بخارات بترکیب قواے آسمانی بشکل سحاب ہوجاتے ہین بہرحال مثال یہ ہوئی کہ جیسے آسمان سے سحاب یا جیسے سحاب سے مینہ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ؕ درحالیکہ اُسمین تاریکیان ورعد وبرق ہے ۔ ف کیونکہ ابر کے تہ برتہ ہجوم سے تاریکی چھاجاتی ہے اور اُسمین سے رعد گرجنے کی آواز آتی ہے اور تیزی برق چمکتی ہے تو اس حالت مین میدان کے چلنے والے خوف کھاتے ہین ۔ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ بوجہ صواعق کے موت کے خوف سے اپنے کانون مین اپنی اُنگلیان دے لیتے ہین ۔ ف تاکہ یہ آواز سخت اُنکے کانون مین نہ آوے ایسا نہو کہ اُنکے دل پھٹ جاوین یا حالت متغیر ہوجاوے لیکن آنکھون پر پٹی نہین باندھ سکتے کیونکہ لاچار یہ راستہ طے کرنا ہوگا حالانکہ کچھ سوجھتا نہین ہے اور یہ سمجھ باقی نہین کہ موت سے خوف بیفائدہ ہے کیونکہ موت کا وقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدر ہے ۔ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ اور اللہ تعالیٰ تمام کافرون کو محیط ہے ۔ ف یعنی اُسکی قدرت مین کل چیزین مقہور ہین لیکن سواے کافرون کے کل چیزین یہی سمجھتی ہین کہ اللہ تعالیٰ سب چیز پر قادر ہے لہٰذا کافرون کی خصوصیت فرمائی جو جہالت سے ہر چیز کو خود مختار فاعل سمجھتے ہین اور منافق تو موت کے خوف سے ڈرتے رہتے ہین کما قال تعالیٰ یحسبون کل صیحۃ علیہم ۔ اور ہر رعد نہ کو اپنی موت ہی خیال کرتے ہین ۔ غرضکہ اس تاریک رات مین جب تہ برتہ بادل سے مینہ گرتا ہے اور بادل گرجتا اور بجلی چمکتی ہے تو رعد کے خوف سے اپنے کانون مین گویا پوری اُنگلی ٹھونس لیتے ہین کہ اُنکے دل دہل نجاوین لیکن آنکھین لاچاری سے کچھ کچھ کھلی رکھتے ہین حالانکہ راستہ کچھ نہین سوجھتا ۔ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۔ قریب ہے کہ برق اُنکی بینائیان اُچک لے ۔ ف ۔ کیونکہ دہشت وخوف سے بینائی کا مادہ ہی کم ہوگیا کیونکہ وہ حسی خون سے متعلق ہے اور خوف کی حالت مین خون کی روانی پیشتر ہوجاتی ہے اور قوت بوجہ خوف کے کام نہین دیتی تو بینائی مین ضعف ہوتا ہے اور برق کی روشنی قوی ہوتی ہے تو خوف ہے کہ روشنی تیزی کی قوت سے اپنی ہم جنس نور باصرہ کو جذب کرلے پس منافق اس وحشت مین متحیر کھڑے ہین ۔ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ

مَّشَوْا فِيْهِ ط - ہر بار جب اُنکے لیے برق کچھ روشنی کردیتی ہے تو اُسمین چلتے ہین - ف یعنی راستہ سوجھ جاتا ہے تو چند قدم اُٹھاتے ہین -
وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا - اور جب اُنپر تاریکی چھا لیتی ہے تو ٹھٹھک رہتے ہین - ف اس مثال مین اللہ تعالیٰ نے
بہت دقیق اسرار کے ساتھ منافقون کی تشبیہ فرمائی اور جامع کلام پاک سے اُنکے مختلف وجوہ کے حالات جمع فرمائے چنانچہ ایک جماعت وہ ہے جو
نیشاپوری و سیوطی نے بیان کی کہ یہان تشبیہ مفرد بمفرد ہے اور مجموعہ بمجموعہ ہے چنانچہ نزول قرآن کو جو زندگی جاوید ہے اُسکو مینہ سے تشبیہ دی اور
قرآن مین جو کفر و نفاق مذموم کا بیان ہے وہ تاریکیان ہین اور اُسپر سخت وعید عذاب دوزخ مشابہ برعد ہے اور اسمین وحدانیت آلٰہی و آیات قدرت
کے روشن دلائل مشابہ ببرق ہین جنکے سُننے سے منافق اپنے کانون مین اُنگلیان دیتے اور اپنی عورتون کو مارتے اس خوف سے کہ وہ ان آیات کو
سُنکر ضرور اسلام کی جانب مائل ہو جائینگی حالانکہ اُسکو وہ اپنے نزدیک موت سمجھتے تھے اگرچہ یہ روشن دلیلین اُنکے دلون کو ہلا کر بے قابو کرتی ہین پھر
جب اُنمین سے کوئی بات اپنی خواہش کے موافق پاتے تو دو قدم اسلام پر چلتے پھر جب اُنکی خواہش کی تاریکی ہجوم کرتی تو رُک جاتے تھے جیسے عرائس
مین شیخ حسینؒ سے نقل کیا کہ جب دینی باتون مین اُنکو دنیاوی مراد ملی تو خوش ہو کر مالوف ہو گئے اور جب اُنکے حواس کے خلاف کوئی امر جو نور عقل سے
دریافت ہوتا ہے طاری ہوا تو مجہول ہو کر ٹھہر رہے - مترجم کہتا ہے کہ یہ تو ایک وجہ کا بیان ہے اور وجوہ دیگر کا بیان امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین باقوال
سلف صالحین رضی اللہ عنہم نقل کیا ولیکن سمجھدار کو چاہیے کہ مختصر بیان پر کفایت کر کے اپنی ایمانی سمجھ کے موافق ہر وجہ کو اپنے موقع پر محمول کرے
چنانچہ شیخؒ نے لکھا کہ نفاق جس قوم مین اللہ تعالیٰ نے رکھا وہ قوم بزدل و موت سے خوفناک ہوتی ہے کما فی قولہ تعالےٰ - ولکنہم قوم یفرقون
اور لکھا کہ برق وہ چمک ہے جو اس قسم کے منافقون کے دلون مین بعض اوقات نور ایمان سے پہونچ جاتی ہے اور برق اُنکی بینائیون کو اُچک
لینے کے قریب ہے اسوجہ سے کہ اُنکی بصیرت کمزور اور ایمان ثابت نہین ہے - ابن عباسؓ نے فرمایا کہ محکمات قرآنی ان منافقون کے مخفی عیوب پر دلالت
کرتے ہین اور دوسری روایت مین ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کلام حق کی روشنی اسقدر شدید ہے کہ اُنکی ذاتی بینائی اُچک لے یعنی ذاتی بینائی سے اوہام
و شکوک پیدا کرتے ہین لیکن جب نور کلام کی شدید روشنی اُنکے دل پر چمکی تو مانوس ہو کر کچھ دور اتباع کرتے ہین لیکن اُنکے قلوب قابل قبول نہین ہین
تو پھر وہی شکوک اُنکے دلون پر گھٹا کی طرح چھا جاتے ہین تو پھر متحیر ہو کر ٹھہر جاتے ہین - مترجم کہتا ہے کہ یہ تو اعتقاد کی جہت مین ہے اور اعمال کی جہت
مین بھی یہی حال ہے چنانچہ ابن عباسؓ سے تیسری روایت مین ہے کہ جب منافقون کو عزت اسلام مین سے کچھ پہونچا تو مطمئن ہو جاتا ہے اور
جب امر تقدیری سے کوئی تکلیف پہونچی تو منقلب ہو جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا - فان اصابہ خیر اطمأن بہ و ان اصابتہ فتنۃ انقلب علیٰ
وجہہ - اور سعید بن جبیرؓ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب نور اسلام سے روشنی چمکی تو اُسکے موافق ہو گئے پھر جب کفر مین گھسے تو تاریکی مین متحیر
کھڑے ہو گئے شیخ نے بھی ایک جماعت صحابہ و تابعین سے نقل کر کے کہا کہ یہی اصح و اظہر ہے اور قیامت مین بھی ان لوگون کا یہی حال ہوگا چنانچہ
جب اہل ایمان اپنے نور سے چلینگے تو منافقون مین سے بعض کو کم و بیش مسافت تک نور ملیگا اور بعض بالکل محروم ہونگے غرضکہ منافقون کا نور پائدار
نہوگا اور مومن کا نور ثابت و استوار ہوگا اگرچہ قلیل ہو چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مومنین بقدر اپنے اعمال کے نور کے ساتھ صراط
باریک پر چلینگے پس انمین سے بعض کا نور مثل پہاڑ کے ہوگا اور بعض کا نور مثل درخت خرما ہوگا اور سب سے کمتر اُس شخص کا نور ہے جسکے انگوٹھے پر
کبھی چمکیگا اور کبھی فرد ہو جائیگا (ابن جریر و ابن ابی حاتم) اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ مومنون مین سے کوئی نہین خالی ہوگا جسکو قیامت کے
وقت کچھ نور نہو اور رہے منافق تو اُنکا نور بجھا دیا جائیگا پس اہل ایمان اُس سے خوفناک ہو کر دعا مانگینگے کہ ربنا اتمم لنا نورنا یعنی آلٰہی ہمارا نور پورا کر دے
(ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ یہ صراط پل جسپر جہنم ہے جو اس سے پار ہو گیا وہ جہنم سے چھوٹ گیا - اور حدیث سے ثابت ہے کہ جمیع انواع

کفر و شرک تو پہلے ہی اپنے پیشواؤن کے پیچھے جا کر جہنم مین پہونچ جائینگے اور مؤمنین اس پل صراط کی جانب روانہ ہونگے جنکے پیچھے منافقین بھی
ہونگے اور منافقین اس پل سے پار نہونے پاوینگے لہذا ضحاکؒ نے فرمایا کہ دنیا مین جو ایمان ہے وہ قیامت کے دن نور ہوکر ظاہر ہوگا پھر جب یہ لوگ ظلمت
تک پہونچینگے تو منافقون کا نور بجھا دیا جاویگا پس مومنین یہ بات دیکھکر ڈرینگے اور اپنے پروردگار عزوجل سے التجا کرینگے کہ الٰہی ہمارا نور پورا کر دیا جائے ۔
شیخؒ نے لکھا کہ جب یہ بات معلوم ہو چکی تو جاننا چاہیے کہ لوگون مین چند اقسام ہین بعض تو مومنین خالص ہین اور اُن کا بیان اس سورۂ مبارک کی
اول چار آیات مین ہے بعض کفار خالص ہین جنکا بیان بعد کی دو آیتون مین ہے بعض منافق ہین ۔ پھر منافق دو قسم ہین جنکا بیان دونون مثل مین ہوا پس
مثل اول مین خالص منافقون کا بیان ہے اور مثل دوم مین متردد منافقون کا بیان ہے جنکا نور کبھی چمکتا اور کبھی بجھ جاتا ہے اور یہ لوگ بہ نسبت خالص
منافقون کے ہلکے ہین ۔ اور واضح ہو کہ سورۃ النور مین قولہ تعالیٰ ۔ اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح الآیۃ مین بھی فی الجملہ تشبیہ
مذکور ہے پس کوکب دری کی مثال ایسے مومن کا قلب ہے جو ایمان خالص پر مخلوق ہے اور اُسکو شریعت خالصہ سے مدد پہونچتی ہے جسمین کچھ کدورت
و خلط نہین ہے ۔ اور کفار کی مثال جو اپنے آپکو کسی منزلت پر سمجھتے ہین حالانکہ یہ اُنکا جہل مرکب ہے اسکے بعد بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ والذین کفروا
اعمالہم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماءً حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیئا الآیۃ ۔ یعنے ان کافرون کی مثل مانند سراب ہے کہ دور سے پیاسا اُسکو پانی
سمجھتا ہے یہانتک کہ جب وہان پہونچا تو اُسکو کچھ بھی نہ پایا اسیطرح کفار بھی اپنے جہل مرکب کے موافق اپنے اعمال کو مثمر جنت خیال کرتے ہین حالانکہ
وہ کچھ بھی نہین ہین پھر اسکے بعد خالص کافرون کی مثال بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ ۔ اوکظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ
سحاب الآیۃ ۔ اسیطرح سورۂ واقعہ و سورۂ انسان مین اللّٰہ تعالیٰ نے مومنین کی بھی دو قسمین بیان فرمائین پس حاصل یہ نکلا کہ مؤمنین کی دو قسمین
ابرار و مقربین ہین اور اسیطرح کافرین کی بھی دو قسمین اصلی و تبعی ہین اسیطرح منافقین کی بھی دو قسمین خالص و متردد ہین ۔ اور واضح ہو کہ کبھی
مومن مین اعتقاد کی راہ سے نفاق نہین ہوتا لیکن اعمال کی راہ سے نفاق ہوتا ہے چنانچہ حدیث عبداللّٰہ بن عمرو بن العاصؓ مین ہے کہ آنحضرت
صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسمین تین باتین ہون وہ خالص منافق ہے اور جسمین کوئی ایک ہو اُسمین نفاق کی شاخ ہے یہانتک کہ اُسکو ترک کرے
چنانچہ جب بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب اُسکو امانت سپرد کیجائے تو خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے (الصحیحین) اور بعض روایا
مین چار باتین ہین اور چوتھی بات یہ ہے کہ جب مخاصمہ کرے تو بدکاری کا برتاؤ کرے شیخ نے لکھا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی مین کبھی ایمان کے ساتھ
نفاق کی بھی شاخ ہوتی ہے ۔ اور حدیث ابو سعید رضی اللّٰہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قلوب چار ہین قلب اجرد جسمین
شمع کی لو کیطرح روشن ہے اور قلب اغلف جو اپنے غلاف مین مربوط ہے اور قلب منکوس اور قلب مصفح ۔ پس قلب اجرد تو مومن کا دل ہے
جسمین اُسکا نور مانند شمع کا فور کے روشن ہے اور قلب اغلف کافر کا دل ہے اور قلب منکوس منافق خالص کا دل ہے جسنے پہچانا پھر نہ مانا اور
قلب مصفح وہ دل ہے جسمین ایمان کے ساتھ نفاق بھی ہو پس اُسمین ایمان کی مثال مانند بقول کے ہے جو پاکیزہ پانی سے بڑھتا ہے اور اُسمین نفاق
کی مثال مانند قرحہ کے ہے کہ کچلو ہو و پیپ سے بھرتا ہے پس اس قلب مین دونون مادہ مین سے جو غالب ہوا اُسی کا غلبہ ہو جاتا ہے (رواہ احمد
باسناد حسن) ع ۔ مترجم کہتا ہے کہ منافقون کی قسم اول کے دل پر کبھی بالکل مُہر نہین ہوتی بلکہ وہ اوندھا ہو جاتا ہے اگرچہ قلب کافر کے مانند
اُسکا انجام بھی خراب ہے اور منافقون کی قسم دوم کا دل اس قابل ہوتا ہے کہ اگر وہ نیک صحبت مع مردانہ ہمت کے اختیار کرے تو مراد کو پہونچ جاوے
لیکن اُسنے اپنے کانون کو شیطانی باتین سُننے مین لگایا اور حق باتون سے غافل کیا اور آنکھون کو بھی آیات عبرت سے ہٹا کر غفلت مین ڈالا
تو مانند خالص منافق کے بربادی مین مبتلا ہوا ۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى

كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيۡرٌ - اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اُنکے کانون و آنکھون کو اُنکی سماعت و بصارت کو نیست کرے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے - ف سیوطیؒ نے لکھا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اُنکی باطنی سماعت و بینائی معدوم فرمائی ویسے ہی چاہے تو ظاہری سماعت و بینائی کو بھی نیست فرماوے - ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو جو امر اپنے بندون کے ساتھ از قسم عقوبت یا عفو منظور ہو سب اُسکے قبضۂ قدرت مین ہے پس جب چاہے اُنکی سماعت و بینائی زائل فرماوے کیونکہ اُنھون نے حق کو پہچاننے کے بعد چھوڑ دیا (تنبیہ) شیخ ابن جریر و قرطبی وغیرہ ایک جماعت مفسرین نے یہان دونون مثالون کو ایک ہی معنے مین محمول کیا یعنے چاہو اندھیرے مین آگ روشن کرنے والے سے منافقون کی مثال دو یا اندھیری رات مین پانی کی گھٹا مین چلنے والے سے مثال دو یعنے دونون مثالین برابر ہین اور یہی زمخشری و بیضاوی وغیرہ کا مختار ہے - اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ دو مثالین دو قسم منافقین کیواسطے بیان فرمائی گئین کیونکہ منافقین کے چند اقسام ہین اور ہر ایک کے احوال و اعمال علٰحدہ علٰحدہ ہین چنانچہ سورۂ براۃ مین ہر ایک کے اقوال و افعال کا مفصل بیان ہے - (تنبیہ ثانی) بعض روایات سے ثابت ہے کہ زیر عرش بعض سمندر ہین اللہ تعالیٰ اُنسے باران رحمت کے بادل بھیجتا ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہی بات بنظر جو اسا صحیح ہے اسوجہ سے کہ بارش کی کیفیت اور اُسکے آثار اور کثرت و مقدار اور مزہ اسکو مستدعی ہے اسیواسطے بعض مفسرین نے اسی پر جزم کیا اور اسکا انکار وہی شخص کریگا جو سواے محسوس کے کسی چیز کا قائل نہین ہے حالانکہ محسوسات مادیات پر انحصار کرنا محض احمق کا کام ہے جیسا مقدمہ مین اسکی کافی تردید گذری لیکن جب تک قوی روایت سے یہ امر ثابت نہو تب تک اسپر جزم نہین کرسکتے اگرچہ کوئی امر محال نہین ہے جیسا فرقۂ مادیہ کے مٹی کے تپلون نے قیاس دوڑایا ہے اور چونکہ اُنکا قیاس خود غیر محسوس ہے تو اُسکے اعتقاد کے موافق خود باطل ہے - رعد کو بیضاوی وغیرہ فلسفی متکلمین نے لکھا کہ وہ آواز ہے جو ہوا کے جھونکے سے بادلون کے اجرام مضطرب ہونے سے نکلتی ہے اور یہی فلاسفہ کا قول ہے اور یہ غلط ہے یا یون کہا جاوے کہ جیسے مادر زاد اندھے نے دوپہر کے وقت زمین پر ہاتھ رکھا تو کہا کہ یہ گرمی وہ ہے جو دن مین زمین پر ہاتھ رکھنے سے محسوس ہوتی ہے کیونکہ اُسکو آفتاب کی طپش نظر نہین آتی ہے اسیطرح سحاب مین سواے ظاہری صورت کے جن لوگون کو کچھ معلوم نہین ہوتا وہ اسیطرح اٹکل دوڑاتے ہین حالانکہ بلا اختلاف یہ سحاب ایک مخلوق الٰہی ہے اور ہر مخلوق الٰہی مین تواے ملکی ہے اپنے اقسام پر ہین اور اسیطرح انتظام الٰہی تمام مخلوقات مین جاری ہے چنانچہ حدیث ابن عباسؓ مین ہے کہ یہودیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رعد کو دریافت کیا کہ رعد کیا چیز ہے یعنی یہودیون نے توریت سے لیکر بطور امتحان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رعد کو دریافت کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ملائکہ مین سے ایک ملک ہے جسکے ہاتھ مین مخراق ناری ہین جنسے سحاب کو جہان اللہ تعالیٰ چاہتا ہے لیجاتا ہے تو یہودیون نے کہا کہ یہ آواز کیسی ہے جسکو ہم سنتے ہین تو آپ نے فرمایا کہ سحاب کو زجر ہے تاکہ جہان حکم ہے وہان تک پہونچے یہودیون نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا پھر کہنے لگے کہ ہمکو یہ بتلایئے کہ اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کیا چیز حرام کرلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنکو عرق النسا کا مرض ہوا تو اُنھون نے سواے اونٹون کے گوشت و اُنکے دودھ کے کوئی چیز اس مرض کے مناسب نہین پائی (کہ جس سے اس مرض کے پیدا ہونیکا احتمال ہو) پس اسواسطے اونٹون کا گوشت اور دودھ اپنے اوپر حرام کرلیا یہودیون نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہین (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح غریب) اور ابن عباسؓ نے کہا کہ رعد اُسی فرشتہ کا نام ہے جو سحاب کو چلاتا ہے اور برق اُسکے تازیانۂ نوری کی چمک ہے جس سے سحاب کو زجر کرتا ہے اور یہی اکثر سلف صالحین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور یہی علماے ربانیین کا قول ہے اور جنھون نے فلاسفہ کی بات مانی کہ برق ایک آگ ہے جو بادلون کی رگڑ سے نکلتی ہے تو جہالت کا تکلف ملانے کے سوا کوئی علمی بات نہ پائی - اور واضح ہو کہ صواعق ایک لطیف آگ ہے جو مخراق فرشتہ سے بروقت ضرب کے جدا ہوتی ہے اور

قولہ تعالیٰ ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رعد وصواعق کی آواز سنتے تو فرماتے اللہم لاتقتلنا بغضبک ولاتہلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک یعنی الٰہی ہمکو اپنے غضب سے قتل نفرمائیو اور اپنے عذاب سے ہلاک نفرمائیو اور اس سے پہلے عافیت عطا کیجیو (رواہ الترمذی) پھر اللہ تعالیٰ نے مومن وکافر ومنافق سب کی کیفیت بیان فرما کر اہل کفر کو معرفت الٰہی وایمان کا خطاب کیا بقولہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي

لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے بنایا تم کو اور تم سے اگلون کو شاید تم پرہیزگاری پکڑو جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ص وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ

بنا دیا تم کو زمین بچھونا اور آسمان عمارت اور اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اُس سے میوے

رِزْقًا لَّكُمْ ج فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

کھانا تمھارا سو نہ ٹھہراؤ اللہ کے برابر کوئی اور تم جانتے ہو

واضح ہو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن مین یاایہا الناس کا خطاب اہل مکہ کے واسطے ہو اور یاایہا الذین آمنوا کا خطاب اہل مدینہ کے واسطے ہو (ابن جریر وغیرہ) یہ خطاب بطریق ندا رہے۔ اور بعض محققین نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ کا قول کچھ کلیہ نہین ہو بلکہ اکثر ایسا واقع ہوا ہو کیونکہ سورۂ بقرہ ونساء وحجرات بالاتفاق مدنیہ مین حالانکہ انمین یاایہا الناس موجود ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ مدنیہ سورۃ مین بھی یہ بات ممکن ہو کہ اہل مکہ کو خطاب کیا جائے کیونکہ جیسے مکہ مین بیٹھکر مکہ والون کی نصیحت منظور تھی ویسے ہی مدینہ سے بھی انکی ہدایت مقصود تھی تو سورہ کو مدنیہ ہونے سے کوئی اشکال نہین ہو سکتا اور مترجم کہتا ہو کہ یہ سب کلام اس بنا پر ہو کہ جب یہ خطاب نازل ہوا تھا اُسوقت کن لوگون کو مخاطب کیا گیا تھا اور درحقیقت تو یہ خطاب اہل مکہ وتمام عرب وتمام دنیا بلکہ قیامت تک پیدا ہونیوالون کو عام ہو جس سے قیامت تک سبکو نصیحت لینا چاہیے کہ۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ۔ اے لوگو توحید کرو اپنے رب کی۔ ف اور اُسکے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرو نہ اعتقاد مین نہ صفت مین نہ فعل مین پس اُسی کے واسطے عبادت کرو کیونکہ وہی خالق اور وہی منعم ہو۔ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ۔ جسنے تمکو پیدا کیا اور اُن لوگون کو پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے۔ ف پس استحقاق بدلیل یہ کہ سابق ولاحق انسانون کا جو اشرف مخلوقات ہین وہی خالق ہو اور یہ احسان اُنکی جان عطا کرنیکا اُسوقت ہوا کہ یہ بالکل معدوم تھے پھر اپنی قدرت کے قبضہ مین اُنکو زندہ رکھا اور برابر رزق دیا پس الوہیت وعبادت اُسیکے واسطے خاص ہوئی جسنے تمکو پیدا کیا اور تمھاری زندگی باقی رہنے کی نعمتین تمکو عطا فرمائین پس ظاہر ہو کہ جو خالق ومالک ومنعم ہو وہی اُلوہیت والا مستحق عبادت ہو چنانچہ اول کا بیان یہ کیا الذی خلقکم والذین من قبلکم یعنی جسنے تمکو اور تم سے اگلون کو سبکو پیدا کیا اور پیدا کرنے والا بہ نسبت مالک کے بدرجہا بڑھکر ہو کیونکہ مالک تو کبھی اپنے مثل آدمی کا مالک ہوتا ہو جیسے آدمی اپنے غلام کا مالک کہلاتا ہو اگرچہ حدیث مین منع آیا کہ مالک نہ کہا جاوے بلکہ آقا وسردار کہا جاوے کیونکہ حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہو اور خالق وہ ہو جسنے نیست سے موجود کیا تو وہ حقیقی مالک ہو اور یہ امر ظاہر ہو کہ خالق ہونیکی قوت وقدرت اُسکے سوا کسی مین نہوگی جو خود مخلوق نہو اسیواسطے اہل سنت نے کہا کہ کوئی شخص اپنے افعال کا خالق نہین ہو سکتا بلکہ اُسکے ارادہ کرنے پہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہو تو وہ کام پیدا کر دیتا ہو اور نہین چاہتا ہو تو نہین پیدا کرتا ہو پس ہماری ذات کا اور ہمارے افعال کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہو تو اُسکی توحید وعبادت کرو۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ تاکہ تم اپنے آپ کو بچاؤ۔

ف یعنی آتش جہنم سے واضح ہو کہ لفظ لعل در اصل اُمید کے معنے میں آتا ہے تو یہاں ترجمہ یہ ہوا کہ شاید تم اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ پس وہ لوگ کی
نسبت اُمید پیدا کیا جاوے تو گویا اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو تنبیہ فرمائی کہ تم لوگ توحید الٰہی پر قائم ہو کر اُمیدوار رہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو آگ سے نجات
دے پس یہاں بھی کئی طرح کی معرفت عطا ہوئی اول یہ کہ اعبدوا ربکم کے لفظی معنے اپنے رب کی عبادت کرو اس سے مراد اپنے رب کی توحید کرو
چنانچہ یہی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح ہوئی۔ دوم توحید میں فرمانبرداری پر ذرہ برابر مغرور نہ ہو بلکہ قبولیت کی التجا کرو اور اُمیدوار رہو کہ یہی بندگی
ہو یہاں آدمی [illegible] کسی شخص کو یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق اسکی عبادت کر سکے کیونکہ مخلوق سے
جو عبادت پیدا ہو وہ بھی مخلوق ہوگی اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی شان خالق ہے تو اسکی بارگاہ کبریائی کے لائق جب خود آدمی نہیں ہے تو آدمی سے
[illegible] اسکی بارگاہ کے لائق ہو سکتی ہے اور اسکی شان عالی میں کسی قسم کی احتیاج نہیں ہے کیونکہ احتیاج تو
ایک نقص ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے اور اسکی سب صفات کامل ہیں اسیواسطے اللہ تعالیٰ کی صفت الصمد الغنی الحمید ہے اور
اسیواسطے [illegible] تمام انبیاء علیہم السلام باوجود کمال طاعت کے نفسی نفسی کہینگے اور اسیواسطے [illegible] کہ اللہ تعالیٰ
[illegible] اسکی بارگاہ کے لائق کوئی عبادت ادا ہونا ممکن نہیں ہے لیکن اللہ عزوجل نے اپنی رحمت سے جو کچھ
[illegible]
[illegible] اعمال کے موافق آخرت کے درجات پائینگے پس [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ کی اپنی رحمت سے [illegible]
[illegible] اعمال داخل جنت نہیں [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے [illegible]
[illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]
[illegible] پروردگار کی ناخوشی سے [illegible]
[illegible] لوگوں کو پیدا کیا [illegible]
[illegible] اُمید لگا کہ شاید بچاؤ [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] اور حدیث قدسی میں ہے
[illegible] کہ لفظ لعل یہاں [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]
[illegible] اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا [illegible] زمین کو [illegible]
[illegible]
[illegible] والسماء بناء [illegible]
[illegible] آسمان کو [illegible] آسمانی آیات قدرت [illegible] ہیں [illegible] اور لطف یہ ہے کہ　۹

اسی جہت سے انکو طرح طرح کے رزق ملتے ہیں اور روشنی و تاریکی کی راحت حاصل ہوتی ہے اور اسکے آیات قدرت کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا۔ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ - اور آسمان سے پانی اتار دیا پس اسکے ذریعہ سے طرح طرح کے پھل نکالے حالانکہ وہ تمہارے واسطے رزق ہیں - ف یعنی تم اور تمہارے جانور اس سے رزق پاتے ہوپس جب وہی خالق اور وہی منعم اور وہی رازق ہے اور یہ صفات کمال جب اسکی ذات پاک میں ہیں تو کوئی ذرہ اسکی قدرت سے خارج بھی نہیں ہو سکتا اور جمیع صفات کاملہ اسمیں موجود ہیں تو وہی مستحق عبادت ہوا - فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ پس تم اللہ کے واسطے انداد و ضد بنا ؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔ ف یعنی عقل رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی ضد و ند و شریک نہیں ہو سکتا یعنی جب تمنے جانا کہ اللہ تعالیٰ خالق و قادر و علیم و حکیم و تمام مخلوقات اسکے قبضہ قدرت میں مقہور ہیں اور اسکے زندہ رکھنے سے انکی زندگی قائم ہے تو ممکن نہیں کہ کوئی دوسری چیز درمیان میں تصرف کر سکے کیونکہ جو چیز مثلاً اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں مقہور ہے پھر دوسرے کا تصرف کیونکر وارد ہو سکتا ہے اور دوسرا اپنا تصرف کیونکر لائیگا کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اسکا تصرف بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے پیدا ہو سکتا ہے تو اسی چیز کا درمیان میں دخل ممکن نہیں کیونکہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت سے نکل نہیں سکتی پھر اسکو تصرف کی مجال نہیں حاصل ہو سکتی ہے پھر اہل شرک کے واسطے نفیس تنبیہ ہوگئی کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی شان الٰہی پہچان کر وتو صاف جان لوگے کہ یہ باطل الٰہی عزوجل کے ایک ذرہ پر بھی نہیں کر سکتا تو بتوں وغیرہ کو اپنا معبود بنانا محض حماقت ہے۔ (المرقاۃ) اور لیا سے الٰہی عزوجل اندھا اپدال ...

جو موافق توضیح حضرت سید جیلانی قدس سرہ کے اپنے ارادات سے فانی محض ارادات حق عز و جل سے باقی ہین تو انکو تقدیرات الٰہی عز و جل مین کچھ اختیار
نہین اور نہ خطرات غیر مین پس انکے افعال وہی ہین جو اللہ تعالیٰ چاہے اور کبھی انکی کرامات کے لیے ظاہر مین خرق عادات پیدا فرماتا ہے پس جسنے
انکو خود مختار قادر جانا وہ احمق گمراہ ہے جیسا کہ شیخ ابو الحسنؒ نے قصہ ابراہیم ادہم مین مصرح لکھا ہے پس حق عز و جل ہی خالق و قادر و فاعل مختار ہے کسیکو کچھ
بھی پیدا کرنے کی قدرت نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندگان صالحین سے کرامت پیدا کرتا اور انبیاے کاملین سے معجزات پیدا کرتا ہے (تنبیہ) جس بندے
کے دل مین نیک افعال کی نیت پیدا کی گئی تو صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جس کمال خوبی سے اسکے
دل مین شوق و نیت ہے اسی طرح کامل ثواب عطا ہوتا ہے پھر اگر وہ اس نیکی کو عمل مین لایا یعنی خالق عز و جل نے خارج مین اسکو خلق فرمایا تو
اور کچھ نہ ثواب سے جہانتک زائد اخلاص وغیرہ ہو لکھا جاتا ہے اسی سے کہا گیا کہ مومن کی نیت اسکے عمل مین لانے سے بہتر ہے۔ اور بدی کا گناہ جب ہی
لکھا جاتا ہے کہ عمل مین لاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ فعل صرف باطنی ہے مثلاً کسی صالح کی نسبت بدگمانی کرنا تو جب تک خطرہ ہے تب تک کچھ نہین ہے حتی کہ
اگر اسنے خطرہ کو دور کر دیا تو بھی موافق حدیث صحیح کے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اسنے اس بدگمانی کو جالیا تو گناہ کا مرتکب ہو گیا اور اگر فعل خارجی
ہے مثلاً شراب خواری تو جب ہی گناہ لکھا جائیگا کہ خارج مین شراب پی لے۔ (تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے اس آیت قدسی مین زمین کو فرش پیدا
کرنے کا بیان فرمایا پس اگر زمین مستوی ہو تو فرش ہونا ظاہر ہے اور اگر مدور ہو تو بھی امام رازی وغیرہ نے لکھا کہ جرم زمین بہ نسبت ذرہ جسم انسانی کے
بہت کبیر و وسیع ہے پس وہ اسکے واسطے فرش ہو سکتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ تمام قومون نے اس امر پر اجماع کیا کہ خشکی سے پانی ہفت گونہ سے زیادہ
ہے پس اللہ تعالیٰ کی قدرت عجیب یہ ہے کہ خشکی کو اسقدر عمیق کثیر سمندر جو محیط ہین نہایت کھاری و تلخ پانی ہے لیکن لطیف حکمت الٰہی عز و جل سے
خشکی مین اسکا اثر ظاہر نہین ہوتا حتی کہ اسکے کنوئین و دریا آب شیرین سے بھرے رہتے ہین۔ دوم یہ کہ یہ خشکی کا ڈھیلا اس کثیر پانی مین نہین گلتا
بلکہ چھوٹے چھوٹے ٹاپو جو سمندرون کے اندر پائے جاتے ہین بدستور رہتے ہین بلکہ کبھی انہین زیادتی ہو جاتی ہے اور اہل حق کے نزدیک انکی
حکمت لطیف قدرت الٰہی عز و جل ہے اور اہل باطل جو کچھ بیہودہ گوئی اس مقام پر کرتے ہین مترجم نے اسکے خیالات حماقت کو مقدمہ مین رد کر دیا ہے
(تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے آسمان کو محفوظ چھت پیدا کرنیکا بیان فرمایا اور وہ حسی و عقلی دلائل سے قطعاً موجود ہے مگر بعضے احمق اس بدیہی سے انکار
کرتے ہین جنکی تردید بدلائل قطعیہ مقدمہ مین مذکور ہے اور کچھ شک نہین کہ جو بدیہیات سے منکر ہوا اور دلائل عقلیہ کے سمجھنے سے قاصر ہوا انہین اور
جانورون مین بہت کم فرق ہے۔ (حکمت) اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے انواع ثمرات پیدا کرنیکا بیان فرمایا اور ہر ایک شخص دیکھتا ہے کہ آدمیون
و جانورون کی غذا و دوا کے اناج پھل و میوہ جات و ترکاریان اسی زمین سے پیدا ہوتی ہین اور یہ بات ظاہر ہے کہ ابتدائی وجود کے واسطے زمین سے
خارج آسمان وغیرہ سے کوئی بیج نہین لائے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ عز و جل نے حکمت کاملہ کے ساتھ آسمانی پانی و زمینی مٹی کے امتزاج سے ان ثمرات
کے اصول پیدا کیے جیسے جسم آدم علیہ السلام کو قدرت کاملہ کے ساتھ پانی و مٹی کے خمیر سے ترکیب دیا پس عجب شان حکمت ہے کہ جسم آدمی کو
اسی خاک کی ترکیب سے ایجاد فرمایا اور اسی خاک سے اسکے واسطے عجیب عجیب مختلف شکلون مین طرح طرح کے مزہ و آثار و خواص کے ساتھ غذائین پیدا
کین جس سے اس جسم کا بقا ہے اور اسی حکمت کی تعلیم سے طبیبون کو صحت اجسام کے واسطے علاج کی تفہیم ہوئی تاکہ عظیم قدرت الٰہی عز و جل کا شکر بجا
اداکرین مثلاً جسم مین رطوبت کا جزو کم ہو کر خشکی سے مرض پیدا ہوا تو جب اسکی غذا مین ایسا پھل دیا جاوے جس سے رطوبت کثیر پیدا ہو کر جزو
بدن ہوتی ہے تو اس یبوست کا علاج ہو جائیگا اسیطرح جسم انسانی کی ترکیب سے سونے چاندی جواہرات و فولاد یا زہریلے جمادات مین سے کوئی
جزو ضعیف ہوا تو اسی نباتاتی یا جمادی جزو کو خواہ بطور ہضم یا کشتہ کے جزو بدن کرنے سے صحت حاصل ہو جائیگی اور اسکے ساتھ ہی ہضم وغیرہ

کی قوتون اور خون وگوشت وغیرہ کی پیدائشی آثار اور جسم مین رگون سے نہرون کا سلسلہ آثار کمال قدرت وصنائع حکمت الٰہی عزوجل مین پس مشرک
کی بدبختی پر افسوس ہے جو ان صنائع وبدائع سے غافل ہوکر باطل شرک کا معتقد ہوتا ہے۔ (تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے سمندرون کے کھاری پانی کو اس
زمین سے ممنوع فرمایا تاکہ خشکی کے رہنے والے شیرین پانی سے اپنی زندگی مین آرام اُٹھاوین اور جملہ حیوانات ونباتات تندرستی سے زندہ رہین
اور اُنکی پیدا وار ہو پس یہ پانی جب سمندر مین سے نہین ہے تو ضرور ترکیب سماوی ہے کیونکہ بارش کا پانی تو ایک وقت خاص مین محدود ہوتا ہے
حالانکہ زمین کے اندر سے نہایت شیرین چشمے اُبلتے ہین پس یہ پیدائش خاص ہے جو اللہ عزوجل نے پیدا کرتے وقت اس خشکی کے اندر ودیعت
فرمایا اور یہ سمندرون سے چوسا ہوا پانی نہین ہے کیونکہ وہ محض شور ہے پس جو شخص قلب سلیم کے ساتھ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انسان کو پیدا
کیا حالانکہ وہ محض معدوم تھا اور اُسکو کسی قسم کا استحقاق ممکن نہ تھا اسواسطے کہ اُسوقت اُسکی ذات ہی معدوم تھی تو کسی فعل سے ذاتی
استحقاق ممکن نہین پھر بعد پیدا ہونے کے بعضے احمق مشرکون کو دیکھو کہ وہ اپنے واسطے استحقاق ثابت کرتے ہین حتی کہ بعضے کہتے ہین کہ اگر یہ بات
نہو تو ہمارے اوپر ظلم ہوگا اور یہ اُسکی حماقت ہے کیونکہ کسی مخلوق کو جب ذاتی استحقاق نہین ہے تو فعلی استحقاق کہان سے ہوگا بلکہ خالق عزوجل کا
محض احسان ہے جو اُسکے گوشت وپوست وذرہ ذرہ کا مالک ہے پس مخلوق سواے ہر طرح احسان ماننے وشکر کرنے کے ہرگز کسی طرح کا دعوے
نہین رکھتا اور خالق عزوجل جسطرح چاہے تصرف فرماوے کسی مخلوق کو مجال نہین کہ ظلم کا کلمہ زبان پر لاوے بلکہ اُسپر فرض ہے کہ اپنی ذات سے
احسانات الٰہی عزوجل شمار کرنا شروع کرے اور سمجھے کہ ہر سانس کی آمد ورفت اُسپر دو چند احسان ہے پھر اُسکی سانسین تمام ہوجائین گی مگر احسانات
الٰہی عزوجل شمار کرنا محال ہوگا پھر اُسپر یہ بہت ہی بڑا احسان ہے کہ اُنکو دائمی نعمت ودرجات جنت وتہذیب اخلاق وانوار عقول عطا فرمانے
کے واسطے اپنے بندگان خاص انبیا علیہم السلام کو اُنکی ہدایت کے واسطے بھیجا جو خالص اُنکے خیرخواہ ہین اور کوئی اُجرت ومال اُنسے
نہین چاہتے ہین پس اُنھون نے انکے کدورت اوہام ووساوس شیطان وخطرات نفس کا ہجوم اُنکی عقل سے دور فرماکر اُنکو معرفت حق عزوجل وتکمیل
نفس کی تعلیم فرمائی اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حق اپنے پیغمبر افضل الخلق صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرماکر نہایت لطافت کے ساتھ دلائل
معرفت سکھلائے ازانجملہ یہ ہے کہ تم لوگ مخلوق ہو اور مخلوق کے واسطے خالق بدیہی ہے اور خالق وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کا محتاج نہو بلکہ مخلوق ہرسا عت
مین اُسی کی محتاج ہو اور وہ مخلوق کو عدم سے موجود کرتا ہے پس وہ اُسکے گوشت وپوست ذرہ ذرہ کا مالک ہوتا ہے پس مخلوق کی ذات کو پیدا
کرتا اور جس حکمت کے ساتھ یہ مخلوق اپنی زندگی بسر کرے اور فنا نہوجاوے وہ اسباب عنایت فرماتا ہے پس اُسی کے واسطے اُلوہیت ہے اور مخلوق
کو سواے اُسکے کسی سے ایک ذرہ نہین مل سکتا پس تعلیم فرمایا کہ اے لوگو تم اپنے رب عزوجل ہی کی اُلوہیت مان کر اُسکی فرمانبرداری کرو جسنے تمکو
اور تمسے اگلون کو پیدا فرمایا اور اُسی نے تمھارے واسطے ہر طرح زندگی کا رزق دیا پس اپنے خالق عزوجل کی کسی صفت مین یا کسی فعل مین کسی کو
شریک نہ بناؤ پھر صفت مین شریک بنانیکی یہ صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے واسطے جو صفات مانند خالق ورازق وعلیم وخبیر وغیرہ ہین ان مین سے
کوئی صفت دوسرے مین سمجھے مثلاً خالق چنانچہ اگر کسی نے اعتقاد کیا کہ فلان شخص چاہے تو اُسکے بچہ پیدا کرے یا اُسنے سمجھا کہ مین اپنے افعال کا
پیدا کرنے والا خود ہون تو یہ شرک ہے اسیطرح اگر کسیکو عالم الغیب جانے تو شرک ہے اسیطرح اگر کسی شخص کا حکم بغیر حکم الٰہی کے بے چون وچرا اپنے
اوپر فرض سمجھے جیسے نصرانی لوگ اعتقاد کرتے ہین کہ جو کچھ پوپ چاہے حکم دے اور وہی ہمپر فرض ہے تو یہ شرک ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ اتخذوا
احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اسی طرح پانی برسانے وہوا چلانے وغیرہ افعال حکمت الٰہیہ
مین اگر کسی چیز کی شرکت سمجھے تو مشرک ہے مثلاً اگر فلان درویش چاہے تو پانی برسے یا وہ چاہے تو جھڑی موقوف ہوجائے تو یہ شخص مشرک ہو ونیز

ہر ہان اگر یہ اعتقاد ہو کہ فلان شخص بدلیل اتباع سنت وشریعت کے ہمارے نزدیک درویش ولی نظر آتا ہے پس اگر وہ رب عزوجل کی بارگاہ مین عاجزی کرے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکی دعا قبول فرماویگا کیونکہ یہ درویش بندہ رب عزوجل کا فرمانبردار ہے اور رب عزوجل اپنے فرمانبردار بندون کو کرامت عنایت کرتا ہے تو یہ اعتقاد صحیح ہے - امام ابن کثیرؒ کی تفسیر مین ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ گناہون مین سے کون گناہ عند اللہ سب سے بڑا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تو ساجھی بناوے حالانکہ اُسنے تجھے پیدا فرمایا الحدیث (صحیحین) دوسری حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی ہرگز یون نہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اور فلان چاہے (تو ایسا ہو جائے) بلکہ اُسکو یون کہنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے پھر فلان شخص چاہے (الصحاح) یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی کام کو چاہتا ہے تو بغیر کسی سبب ظاہری کے پیدا کرتا ہے ولیکن اللہ تعالیٰ نے جو امتحانی تدبیر کی حکمت جاری فرمائی ہے تو اُسمین عام طریقہ یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص کو سوزوپیہ وجہ معاش عطا فرمانا منظور ہے تو کسی مخلوق کے دل مین یہ خواہش پیدا کرتا ہے اور صاحب معاش پر طلب کا فعل لازم کر دیا ہے پس اسمین یہ فعل پیدا فرماتا ہے اور کام پورا کر دیتا ہے اور یہ سب امور اُسکے علم سابق سے تقدیر مین جاری ہو چکے ہین شیخؒ نے لکھا کہ طفیل بن سخبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ چند آدمیون کی جماعت پر میرا گذر ہوا مین نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو انھون نے کہا کہ ہم یہود ہین مین نے کہا کہ تم البتہ ایک قوم تھے اگر تمہارا یہ قول نہوتا کہ عزیر بیٹا اللہ کا ہے - وہ لوگ بولے کہ تم بھی قوم تھے اگر تم یون نہ کہو کہ ماشاء اللہ وشاء محمد یعنی اللہ ومحمد صلعم نے چاہا - پھر روانہ ہوا اور میرا گذر ایک جماعت پر ہوا کہ جنھون نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہین تو مین نے کہا کہ تم البتہ ایک قوم ہوتے اگر تمہارا یہ قول نہوتا کہ مسیح ابن اللہ ہے - اُنھون نے کہا کہ تم بھی قوم ہو اگر یون نہ کہو کہ ماشاء اللہ وشاء محمد - پھر صبح کو مین نے جس کسی سے کہا ہو اس سے کہا ہو اسکے بعد مین نے حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواب بیان کیا - آپ نے فرمایا کہ بھلا تو نے کسی سے یہ خواب بیان کیا ہے - مین نے عرض کیا کہ ہان پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد بیان فرمایا کہ طفیل نے ایک خواب دیکھا اور تم مین سے جس شخص سے بیان کیا اس سے بیان کر چکا اور تم یہ کلمہ ایسا کہا کرتے تھے جس سے تمکو منع کرنے سے مجھے ایسے اور ایسے امور مانع تھے اور اب تم لوگ ماشاء اللہ وشاء محمد مت کہا کرو بلکہ ماشاء اللہ وحدہ کہا کرو اپنے فقط ماشاء اللہ کہو اور کچھ شریک مت کرو (رواہ حماد بن سلمہ وقد اخرجہ ابن مردویہ وابن ماجہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ ماشاء اللہ وشئت یعنے اللہ تعالیٰ نے چاہا اور آپ نے چاہا - (تو یہ کام ہوا مثلاً) تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا ہمسر بنایا ہے بلکہ تو فقط ماشاء اللہ وحدہ کہا کر (رواہ النسائی وابن ماجہ وابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ اسکی اسناد مین اجلح بن عبد اللہ ابو حجیۃ الکندی راوی مین کلام ہے اور اصح یہ ہے کہ وہ حسن الحدیث ثقہ ہے شیخ نے لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشیت سے شرک ارادہ نہین کرتے تھے کیونکہ ایمان توحید بدیہی لیا گیا تھا پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ظاہری کلمہ بھی ایسی صورت پر نہو جس سے بت پرستون ویہود ونصاریٰ کو شبہہ پیدا ہو - مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باب توحید مین اہتمام بلیغ فرماتے تھے حتیٰ کہ مطرف بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے وفود مین انکو سید کہنے سے منع فرمایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی سید ہے - حالانکہ دوسرون کو منع نہین فرمایا بلکہ خود حدیث مین ہے کہ مین سید اولاد آدم ہون - حاصل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معرفت قلوب عطا ہوئی تھی پس جس قلب مین ایسے الفاظ سے بارگاہ الٰہی عزوجل سے غفلت دیکھتے تھے اسکو منع فرماتے تھے اور جنھین توحید باری تعالیٰ کا جزم پاتے اور اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے بندہ مین مشیت دیکھتے یا اللہ تعالیٰ ہی کے عطا کرنے سے سید ہونا دیکھتے اسکو منع نہین فرماتے تھے اسی طرح انبیاء علیہم السلام مین بھی

تفاضل منصوص ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے نص فرمایا کہ رسولون مین ہمنے بعض کو بعض پر فضل عطا کیا ہے لیکن چاہیے کہ ہر پیغمبر کے حق مین فضل الٰہی پر نظر رکھے اور ناضل و مفضول دونون کی شرافت ملحوظ رکھے اور اگر فضیلت دنیا بنظر تعصب ہو جیسے یہودی حضرت موسیٰؑ کو اور نصرانی حضرت عیسیٰؑ کو اور مسلم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حمیت و تعصب سے فضیلت دے تو یہ فعل شیطانی اُبھار ہے لہذا حدیث مین منع آیا کہ باہم انبیاء علیہم السلام مین تفاضل نہ کیا کرو تو یہ ممانعت اسی تعصب کی وجہ سے ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضہم الآیۃ کی تفسیر مین آویگا غرضکہ نیت و قلب کی حالت معتبر ہے لیکن جو لفظ کہ ظاہر مین شرک کا وہم دلاوے وہ فقہا کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اگرچہ باطن مین شرک نہو شیخ نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قولہ تعالیٰ فلا تجعلوا للہ انداداً مین فرمایا کہ انداد شرک خفی ہے اور جانو کہ وہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی کی چال جسقدر مخفی ہوتی ہے شرک مذکور اس سے بھی زیادہ مخفی ہے اور اُسکی مثالین یہ ہین کہ آدمی کہتا ہے کہ تیری جان کی قسم اور تیرے سر کی قسم- اور کہتا ہے کہ اگر یہ کتا نہوتا تو ہمارے یہان بھی چور گھستے- اور اگر یہ بط نہوتی تو چورون سے بچاؤ نہوتا- اور کہتا ہے کہ اوپر اللہ تعالیٰ ہے اور نیچے تم ہو- اور کہتا ہے کہ اگر یہ شخص نہوتا تو ہم مر چکے ہوتے- یہ سب شرک خفی ہین- (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام نفیس معرفت ہے اور اسمین تفصیل یہ ہے کہ جان و سر کی قسم تو قطعاً حرام ہے اور کتا و بط وغیرہ کا کلمہ بول چال مین جاری ہے لیکن جو لوگ اہل ایمان ہین وہ اللہ تعالیٰ کے توحید سے غافل نہین ہوتے اور مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میرے حق مین جاری ہوئی کہ اسنے میری حفاظت فرمائی جسکا ظاہری عنوان اس بط کا شور واقع ہوا اور فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے- اسی طرح دیگر کلمات مثلاً بینچ کھانے سے مجھے تو پیٹ مین درد ہوا- زید نے مجھے مارا- فلان دوا سے اچھا ہو گیا- اگر یہ لڑکا شوق کرتا تو پڑھ جاتا- پس ان سب صورتون مین بندہ مومن جملہ امور کو اللہ تعالیٰ عزوجل کے فعل سے جانتا ہے اور وہی مطلب لیتا ہے اور واضح ہو کہ زید جو فعل ظلم ظاہر ہوا تو اسکی خواہش فساد پر اللہ تعالیٰ نے اسمین یہ فعل پیدا کیا جس سے زید مین یہ صفت آئی جیسے شیشہ مین گلاب بھرو تو شیشہ مین یہ صفت ہے کہ بھرنے والے ہین- اسی طرح جس شیشہ مین قارورہ رکھا گیا تو شیشہ نجس ہے نہ بھرنے والا- اور رنگریز کے سرخ رنگنے سے کپڑا سرخ ہے نہ رنگریز پھر جب زید مین صفت ظلم آئی حتی کہ وہ ظالم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قاضی شرع سے مخاصمہ کر وہ زید کو سزا دیگا تا کہ آئندہ یہ خواہش اور ان اسرار مین زیادہ طویل کی گنجایش نہین ہے بلکہ نور ایمان خود عاقل کر دیتا ہے اور بدون اس نور کے خالی بیان مفید نہین ہے حاصل مقام یہ کہ شرک خفی سے احتراز واجب ہے حتی کہ جس شخص نے جانا اور ایمان لایا کہ فرمانبرداری صرف حق عزوجل کے واسطے ہے پس اللہ تعالیٰ نے جس طرح شریعت مین فرمانبرداری مفروض فرمائی حتی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اکابر و والدین وغیرہ کی فرمانبرداری سب بحکم الٰہی عزوجل ہے وقد قال تعالیٰ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ- اور اسکے جزئیات بیان کرنے سے کلیہ قاعدہ یہ کہ موافق شریعت سنت کے طاعت الٰہی ہے پھر جسنے خلاف شرع کے اپنی خواہش نفس کی تابعداری کی وہ شرک خفی مین پڑ گیا حتی کہ اگر عالم و درویش کی تابعداری صرف اسی کے قول کو مستقل سمجھے جیسے یہود و نصاریٰ کرتے تھے اور اب بھی نصرانیون مین پوپ کو اختیار ہے کہ ماہ صیام کو جب چاہے بدل دے تو یہ بھی شرک ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم ورہبانہم ارباباً من دون اللہ الآیۃ- کی تفسیر مین آویگا- پس خلاف شریعت کے کسی شخص کی یا اپنے نفس کی پیروی کرنا بھی شرک خفی ہے- (مسئلہ) جس جاہل نے زعم کیا کہ فلان بزرگ کے نام کی چوٹی اس بچہ کے سر پہ ہے تا کہ زندہ رہے ورنہ مر جاویگا یا جب پیدا ہوتا ہے تو فلان بزرگ کے نام پکارتے ہین تا کہ زندہ رہے- یہ سب شرک جلی و کفر صریح ہے اور ایسا شخص ایسے اعتقاد سے مرتد ہو کر اسلام سے خارج ہوا اور اسکی جورو کا نکاح باطل ہو گیا- (مسئلہ) نوروز یا بڑے دن کسی مجوس و نصرانی وغیرہ کو اس دن کی تعظیم کے طور پہ ہدیہ ڈالی و ہدیہ بھیجا تو مشائخ کبار نے اسکے کفر وارتداد کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ مین مصرح ہے- واضح ہو کہ ایمان [illegible]

بزرگ نعمت ہی کہ کوئی دولت اسکے پاسنگ مین نہین آسکتی ہی اور شیطان اسکا قطعی دشمن ہی اور آدمی کے ساتھ آل ولاد اور ہوا و ہوس لگی ہوئی
ہین جو تقدیری آفت و مرض و مصیبت مین ضرور مبتلا ہوتی ہین اور اسوقت مین طبیعت جسمانی کے جوش حماقت سے آدمی کوشش کرتا ہے کہ
شاید وہ تقدیر کا لکھا بدل ڈالیگا اور شرک جلی و خفی کرنے لگتا ہی حالانکہ عقلی نور سے استقامت یہ تھی کہ تقدیر نہین بدلتی تو شرک مین ایمان کھونا
گناہ عظیم و خسارہ شدید ہی پس لازم ہی کہ شرک جلی و خفی سے بچاؤ رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی کے جناب مین نماز کے اندر۔ اہدنا الصراط المستقیم الآیۃ
سے تمام تضرع التجا و لاوے۔ شیخ نے اس مقام پر لکھا کہ آیت کریمہ کے معنے مین حدیث حارث اشعری رضی اللہ عنہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کو پانچ کلمات کی وحی بھیجی کہ خود انپر عمل کرے اور بنو اسرائیل کو انپر عمل کرنے
کی تاکید فرماوے اور یحییٰ اس پیغام کی عظمت سے قریب تھا کہ ٹھٹک جاوین پس عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ سے کہا کہ تجھکو پانچ کلمات وحی کیے گئے
کہ خود انپر عمل کرو اور بنو اسرائیل کو انپر عمل کرنے کا حکم دے پس انکا پیغام یا تو تم پہونچاؤ یا مین پہونچاؤنگا یحییٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے برادر اگر تم پیغام ندکورہ
پہونچانے مین مجھپر سبقت کرو تو مجھے خوف ہی کہ شاید مجھپر عذاب آوے یا مین زمین مین خسف کیا جاؤن پھر یحییٰ نے بنو اسرائیل کو بیت المقدس
مین جمع کیا پھر بالاخانہ پر کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ کلمات کا حکم دیا ہی کہ مین انپر عمل خود کرون اور
تمکو بھی انپر عمل کرنے کی ہدایت کرون اول یہ کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسیکو شریک مت بناؤ کیونکہ مشرک کی
مثال ایسی ہی جیسے ایک شخص نے ایک غلام خالص اپنے مال روپیہ یا اشرفی سے خریدا پھر اس غلام نے یہ حرکت شروع کی کہ سردار کی روٹی
کھاتا اور جو کچھ کماتا وہ دوسرے شخص کو دیتا تھا مین تمسے یہ بات پوچھتا ہون کہ بھلا تمکو یہ بات پسند آتی ہی کہ تم مین سے کسی کا غلام ایسا ہی ہو
اور سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمکو پیدا کیا اور اسی نے تمکو رزق دیا پس تمپر یہی بات فرض ہی کہ اسکی بندگی کرو اور اسکے ساتھ کسیکو شریک مت
بناؤ دوم یہ کہ مین تمکو نماز کی ہدایت کرتا ہون چنانچہ اسکے فضائل مین سے یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ اپنی وجہ ذوالجلال والاکرام کو بندہ کے مواجہہ مین
رکھتا ہی جب تک بندہ کسی دوسری جانب التفات نکرے پس تم لوگ جب نماز پڑھا کرو تو کسی جانب التفات نکیا کرو سوم یہ کہ مین تمکو روزہ کی
ہدایت کرتا ہون چنانچہ روزہ دار کی مثال یہ ہی کہ جیسے ایک شخص کے پاس مشک کا نافہ ہی اور وہ لوگون کی ایک جماعت مین موجود ہی پس ہر شخص اُسکے
مشک کی خوشبو پاتا ہی اور تم جان لو کہ روزہ دار کے نہار منہ کی ہوا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہی چہارم یہ کہ مین تمکو صدقہ کی ہدایت
کرتا ہون چنانچہ صدقہ دینے والے کی مثال یہ ہی کہ اُسکا دشمن اُسکو قید کرکے لیگیا اور اُسکو طوق و زنجیر سے کسکر گردن مارنے کے لیے آگے بڑھایا
اسوقت اُسنے اپنے دشمنون سے کہا کہ بھلا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ مین اپنی جان کو فدیہ دیکر تمسے چھڑاؤن پس اس شخص نے ہر قلیل و کثیر کو اپنی جان کے
فدیہ مین دیا یہانتک کہ اپنے آپ کو اُنسے چھڑا لیا (یعنی زکوٰۃ و صدقہ دینے والا بھی اپنے نفس کو عذاب سے چھڑاتا ہی)۔ پنجم یہ کہ مین تمکو کثرت کے
ساتھ اللہ کی یاد کی ہدایت کرتا ہون اور اسکی مثال ایسی ہی کہ ایک شخص کے پیچھے اُسکا دشمن بہت تیزی کے ساتھ دوڑا حتی کہ اُسکے واسطے
کوئی مفر نہین ہی کہ ناگاہ وہ ایک مضبوط قلعہ کے اندر آگیا کہ جسپر دشمن کا قابو نہین چلتا ہی اور سمجھ لو کہ شیطان سے بندہ سب سے زیادہ محفوظ
اسوقت ہوتا ہی کہ جب اللہ تعالیٰ کے ذکر و یاد مین ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بھی تمکو پانچ چیزون کا حکم دیتا ہون جن کا
اللہ تعالیٰ نے مجھکو حکم فرمایا ہی اول جماعت دوم سمع سوم طاعت چہارم ہجرت پنجم راہ الٰہی مین جہاد ہی اور سمجھ لو جو شخص جماعت مین سے
بقدر ایک بالشت کے نکل گیا اُسنے ربقہ اسلام کو اپنی گردن سے نکال ڈالا مگر آنکہ وہ پھر اپنی جماعت مین لوٹ آوے اور جس شخص نے
زمانہ جاہلیت کی پکار سے پکارا تو یہ جثی جہنم ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگرچہ وہ روزہ رکھتا و نماز پڑھتا ہو تو بھی

اسلام سے خارج اور جہنم مین داخل ہوگا جبکہ جماعت اسلام سے باہر ہو) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان اگرچہ وہ شخص روزہ رکھتا و نماز پڑھتا ہو اور یہ زعم کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے پس تمکو چاہیے کہ مسلمانون کو انہین نامون سے پکارو جن نامون سے انکو اللہ تعالیٰ نے پکارا یعنی مسلمین مومنین عباد اللہ (رواہ احمد و ہذا حدیث حسن) مترجم کہتا ہے کہ جماعت سے مراد یہ ہے کہ جس شان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک مین صحابہ رضی اللہ عنہم ایک جماعت مجتمعہ تھے اُسی پر متفق رہے اور اس جماعت سے خارج نہوا اور اس سے معلوم ہوا کہ فرقہ خارجی و رافضی و معتزلہ و جہمیہ و شیعہ وغیرہ جو جماعت سنت سے نکل گئے انکے حق مین یہ وعید پوری ہے - اور سمع سے مراد یہ ہے کہ امام شریعت کا حکم گوش دل سے سنے اور طاعت یہ ہے کہ موافق شریعت کے امام کی فرمانبرداری کرے اور اگر وہ خلاف شریعت کوئی حکم دے تو اُسکی فرمانبرداری ہرگز نہ کرے بلکہ مسلمانون پر واجب ہے کہ سب متفق ہوکر اُسکو مخالفت شریعت و ظلم سے روکین حتی کہ اگر نمانے تو اُسکو معزول کرین چنانچہ قولہ تعالیٰ - واتقوا فتنۃ لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ الآیۃ - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مفصل آویگا پھر ہجرت ابتداے اسلام مین قبل فتح مکہ کے ہر مسلمان پر جانب مدینہ فرض تھی اور بعد فتح مکہ کے مدینہ منورہ کی خصوصیت نہین رہی بلکہ جس مقام پر ارکان اسلام ادا کرنے مین خلل واقع ہو وہان کسی اسلامی سلطنت مین ہجرت کرے اور رہا جہاد فی سبیل اللہ تو وہ ہر زمانہ مین لازم ہے - اور حدیث مین آیا کہ جب تم لوگ جہاد چھوڑ کر کھیتی باڑی کی فکر کروگے تو تمپر ذلت طاری ہوگی اور تمھارا دشمن غالب ہو جائیگا اور پے در پے بلائین نازل ہونگی اور ایک روایت مین ہے کہ اُمت پابندی شریعت چھوڑ کر فساد کریگی اور حیات دنیا کی ہوس مین مبتلا ہوگی و اُسوقت انپر خوف و بلائین نازل ہونگی پھر یہ لوگ اپنی عزت کے واسطے دنیاوی چال سے کوشش کرینگے حالانکہ ہرگز مراد نہ پاوینگے جبتک کہ اپنی شریعت کی جانب پھرین (ابن ماجہ وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ یہ معجزہ اہل ایمان کے واسطے بدیہی موجود ہے - قد شیخ نے لکھا کہ یہ آیت قدسی وحدانیت الٰہی عزوجل پر دلیل ہے چنانچہ شیخ رازی وغیرہ بہت سے مفسرین نے اسی آیت سے استدلال کیا اور یہ بات صحیح ہے کیونکہ جتنی موجودات زیر و بالا زمین و آسمان اور انکی درمیانی مخلوقات مختلف اشکال و رنگ و طبیعت و منفعت و خاصیت وغیرہ موجود ہین سب اس امر کی بدیہی دلیل ہین کہ انکا خالق عزوجل عالم و قدرت و حکمت و اتقان و کمال قوت مین بدیہی ہے - شیخ رازی نے امام مالک سے نقل کیا کہ امامؒ سے ہارون رشید بادشاہ نے وجود باری تعالیٰ کا استدلال پوچھا تو امام مالکؒ نے اُسکو ایک نوع بنی آدم مین جو ایک ہی شکل پر ہین بیشمار افراد مین باہم شخصی تمیاز سے اور مختلف اصناف کی مختلف زبانون سے اور مختلف آواز و نغمات سے لطیف تنبیہ فرمائی - امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ فرقہ زندیق نے جنکو فرقہ مادیہ و دہریہ کہتے ہین امامؒ سے وجود باری تعالیٰ کی دلیل پوچھی امامؒ نے کہا کہ تم لوگ اپنا جدال اسوقت مجھسے الگ رکھو کیونکہ میرے امتحان کے واسطے مجھکو ایک سوال دیا گیا ہے مین اُسکی فکر مین ہون اُنھون نے کہا کہ وہ کیا سوال ہے ہم بھی اُسکو سننا چاہتے ہین امامؒ نے کہا کہ سوال یہ ہے کہ ایک سمندر مین ایک کشتی مین ہر قسم کا اسباب تجارت لدا ہوا ہے لیکن کشتی کے ساتھ کوئی ناخدا چلانے والا نہین ہے اور باوجود اسکے وہ کشتی خودبخود آتی جاتی اور سمندر کی موجون کو پھاڑتی ہے اور پھر جاتی ہے نکل جاتی ہے اور جہان ضرورت ہے وہان اسباب اُتارتی چڑھاتی ہے پس اس کشتی مین کیا حکمت ہے مین اسکو غور کرتا ہون اُن لوگون نے کہا کہ یہ غور کرنے کے قابل بات نہین کیونکہ جسکو ذرا بھی عقل ہے وہ یہ بات نہین کہہ سکتا امامؒ نے فرمایا کہ پھر تمھین یہ نظام موجودات اس حکمت باہرہ کے ساتھ بغیر خالق عزوجل موجود ہے حالانکہ ایک کشتی کی رفتار بغیر ناخدا کے دیوانگی کا خیال ہے یہ سنکر یہ لوگ چونک پڑے اور اپنے خیالات سے نادم ہوکر توبہ کی اور امامؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے - اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ تم لوگ نہین دیکھتے ہو کہ یہی شہتوت کا پتہ ایک کیڑا کھاتا ہے تو اُس سے ابریشم پیدا ہوتا ہے اور یہی کھاکر شہد کی مکھی شہد بناتی ہے اور گائے بکری کے کھانے سے لید و مینگنی نکلتی ہے اور ہرن کھاتا ہے تو اُس سے مشک بنجاتا ہے - مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے اسیطرح نفیس بیانات ایک جماعت ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل کیے جو اہل عقل کے نزدیک لاثانی ہین اور وجود باری تعالیٰ خواہ نخواہ بدیہی ہے لیکن ہمارے زمانہ مین فرقہ باطنیہ بہت کثرت سے ...

مگر یہ لوگ اسقدر احمق ہین کہ سوائے حواس کے جو جسم کے لوازم سے ہے حتی کہ جانورون مین بھی یہی حواس موجود ہین ان لوگون مین جانورون سے امتیاز کی عقل کچھ بھی موجود نہین ہے حتی کہ ان لوگون مین بہت زیادہ ہوشیار وہ شخص ہے جسنے کہا کہ مسلمانون کے قوانین عقائد بہت صاف اور بے لگاؤ ہین لیکن وہ کہتا ہے کہ انکے اللہ کا تصور کسی طرح میرے خیال مین نہین آتا ہے مترجم کہتا ہے کہ جب ان مین سے بہت بڑے ہوشیار کی یہ کیفیت ہے تو دوسرون کی حالت کو اہل عقل خود قیاس کر سکتے ہین کیونکہ باوجود اس ہوشیاری کے یہ شخص کچھ بھی متنبہ نہوا کہ آدمی اور اسکا خیال محض ہیچ ہے کیونکر یہ طاقت رکھتا ہے کہ حضرت باری تعالیٰ اُسکے خیال کے اندر مصور ہو مگر وہ اپنی حماقت سے یہ چاہتا تھا کہ باری تعالیٰ کو جسم محسوس ہی مین مانے معاذ اللہ من ذلک ۔ اور یہ کمال حماقت ہے پھر مترجم نے اپنے اپنے موقع کی آیات مین نفیس استدلالات بیان کیے ہین واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ بیضاوی مین ہے کہ وحدانیت آلٰہی پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت قدسی مین ان مخلوقات مین اپنی حکمت بالغہ اور ان افعال مین اپنی حکمت کاملہ ظاہر فرمائی اُسکو صحیح فکر کے ساتھ غور کرے اور اس سے یہ معرفت بھی حاصل ہوگی کہ بندہ اپنی عبادت سے مستحق ثواب نہین ہوتا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اُسکو پیدا کیا اور زمین و آسمان کے صنائع حکمت و باران رحمت و انواع ثمرات سے رزق دیا تو بندگی ان نعمتون کا شکر ہے جو اُسکو پہلے ہی عطا ہوئین پس وہ تو ایسے مزدور کے مانند ہے جو اپنی مزدوری پہلے ہی لے چکا۔ مترجم کہتا ہے کہ جسوقت ان آیات قدسی کا نزول ہوا اُسوقت جو لوگ مخاطب موجود تھے وہ خواہ اہل مکہ ہون یا مع منافقین وغیرہ ہون بہرحال کلام آلٰہی عزوجل تمام لوگون کے واسطے قیامت تک عام نصیحت ہے کہ اے لوگو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق مانو اور اُنھین کی ہدایت کے موافق اپنے رب عزوجل کو پہچانو اور اُسی کی بندگی کرو جسنے تمکو پیدا کر کے لطیف حکمت کے ساتھ تمکو رزق عطا فرمایا اور یہ امر قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت جن صفات پاک سے ہوتی ہے اور جو طریق عبادت ہے وہ کسی طرح ممکن نہین سوائے اسکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوے اور قرآن مجید کو حق مانے پھر اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب رحمت خاص یہ رکھی کہ جیسے اوہام بشری دور کرنے کیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزات دیگر عطا فرمائے ویسے ہی قرآن مجید کو بعینہ دائمی معجزہ فرمایا یعنی عرب کے واسطے قرآن مجید خود معجزہ ہے اور جب عرب کے واسطے وہ معجزہ ہوا تو قیامت تک کل کے واسطے معجزہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۖ وَادۡعُوۡا

اور اگر تم ہو شک مین اس کلام سے جو اُتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورة اس قسم کی اور بلاؤ

شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا

جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کرو گے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ۝

تو بچو آگ سے جسکی چھپٹیان ہین آدمی اور پتھر طیار ہین منکرون کے واسطے

ابتدائے سورہ مین اللہ تعالیٰ نے۔ ذلک الکتاب لاریب فیہ فرمایا یعنی اس کتاب مین درحقیقت کچھ شک نہونا چاہیے پھر یہان فرمایا وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا۔ اور اگر تم اس چیز سے شک مین ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری۔ ف اگر تمکو اس کتاب قرآن مین کچھ شک ہو جو ہمنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی یعنی بدیہی نور عقل کی تو شان یہ ہے کہ یہ کتاب لاریب فیہ ہے کہ کچھ شک نہونا چاہیے اور اگر تمکو اوہام بشری یا وساوس شیطانی سے اسمین کچھ شک پیدا ہو تو

جسمانی اوہام سے منھ موڑ کر ذرا قلب سلیم کی جانب رجوع کرو تو نور عقل سے قطعاً بدیہی دلیل پاؤ جو شک کو جلا کر خاک کرے اور اسکا بیان یہ ہے کہ اگر تمکو اس قرآن میں کچھ شک ہو۔ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ۔ تو اسکے مثل ایک سورہ لاؤ۔ ف کیونکہ شک یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کتاب نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے بنائی ہے تو تم بھی اسکے مثل ایک سورہ بناؤ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سواے اپنے کسی مخلوق معلم کے بار احسان میں تربیت نہیں فرمایا حتی کہ تم خوب جانتے ہو کہ کسی شخص نے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھنا پڑھنا نہیں سکھلایا حتی کہ وہ تمہارے نزدیک محض امی ہیں اور تم لوگون نے پڑھ پڑھ کر فصاحت و بلاغت میں دعوے کمال پیدا کیا ہے پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکو اپنی طرف سے بناتے تو تم باوجود دعوی کمال کے اس سے بہتر فصیح و بلیغ بنا سکتے پس ایک سورہ ہی بنا لاؤ۔ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ اور اپنے شہداء کو پکارو جو سواے اللہ تعالیٰ کے ہیں اگر تم سچے ہو۔ ف ابن عباس رضی نے فرمایا شہداء یعنے مددگار لوگ۔ ابو مالک رح نے کہا یعنے دوسری قومیں جو اس کام میں تمہاری مدد کرین۔ بعض سلف نے فرمایا کہ شہداء کے معنے حاضر ناظر یعنے اپنے آلہہ کو پکارو جنکو اللہ تعالیٰ کے مانند حاضر ناظر سمجھتے ہو تاکہ وہ تمہاری مدد کرین حاصل یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو تم لوگ تنہا یہ کلام بنانے کا شک کرتے ہو تو تم لوگ مجتمع ہوکر بناؤ بلکہ دوسری قومون کو اور جنون کو اور بتون کو سب کو اپنا مددگار بنا کر اسکے مثل بنا لاؤ اگر تم سچے ہو کہ یہ کلام الٰہی نہیں بلکہ آدمی کا بنایا ہوا ہے۔ شیخ نے لکھا کہ یہ تفسیر بقول مجاہد و قتادہ رح ہے اور اسکو ابن جریر و زمخشری و رازی نے اختیار کیا اور رازی نے اسکو حضرت عمر رض و ابن مسعود رض و ابن عباس رض و حسن بصری و اکثر محققین سے نقل کیا ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکون کے لیے یہ دلیل مقابلہ متعدد سورتون میں سمجھائی چنانچہ سورۂ اسراء میں فرمایا قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہدے کہ واللہ اگر انس و جن اس بات پر مجتمع ہون کہ اس قرآن کے مثل لاوین تو ہرگز اسکے مثل نہین لا سکتے اگرچہ باہم بعض کے لیے بعض دل توڑ کر مددگار ہون۔ ۵۔ اس آیت میں مطلقاً قرآن کا مقابلہ محال بتلایا اگرچہ ایک سورہ یا دس آیات یا ایک آیت ہو اور یہ مکہ میں تنبیہ فرمائی تھی اسیطرح سورۂ ہود و سورۂ یونس وغیرہ میں بھی مکہ ہی میں تنبیہ فرمائی پھر مدینہ منورہ میں بھی یہی تنبیہ فرمائی چنانچہ سورۂ بقرہ مدینہ میں یہ آیت موجود ہے۔ شیخ نے لکھا کہ کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت تھی اور آپ کے دین کے سخت دشمن تھے باوجود اسکے مقابلہ سے عاجز ہوئے۔ رازی وغیرہ نے لکھا کہ یہ لوگ قصۂ رستم و اسفندیار کی حکایتین لاتے اور ہر طرح سے نور اسلام مٹانا چاہتے تھے باوجود اسکے بلاغت و فصاحت قرآن کے مقابلہ کرنے سے سخت عاجز ہوے اور تلوار سے اپنا خون بہانا اور اپنی آل و اولاد کی گرفتاری اختیار کرتے مین کوئی دقیقہ نہین چھوڑا مگر مقابلہ سے عاجز ہوے چنانچہ ولید بن المغیرہ و عمرو بن العاص وغیرہ صنادید قریش و عرب سے متواتر روایات موجود ہین کہ انھون نے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت میں اعجاز تسلیم کیا حتی کہ بعض اعراب سے منقول ہے کہ اسنے ایک آیت کو سنکر سجدہ کیا تو اسکی قوم نے کہا کہ ارے کمبخت تو دین کو چھوڑتا ہے اسنے کہا کہ واللہ میں دین تو جانتا نہین مگر اس کلام کی فصاحت کو سجدہ کرتا ہون حتی کہ ان لوگون نے عاجز ہوکر کہنا شروع کیا کہ۔ ہذا سحر مبین یعنی یہ تو صاف کھلا ہوا جادو ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ اس فصاحت و بلاغت کے باوجود دوسرا اعجاز یہ موجود ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ لن تفعلوا۔ سے معجزہ دیدیا کہ ہرگز کبھی مقابلہ نہین کرسکو گے۔ چنانچہ آج تک تواتراً کسی فصیح بلیغ عربی نے معارضہ کا دعوی نہ کیا ہوا پس حاصل استدلال صدق نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بیشک اللہ تعالیٰ کے رسول خاتم النبیین ہین کیونکہ یہ قرآن مجید کلام الٰہی عز و جل بلا ریب ہے کیونکہ اگر یہ کلام الٰہی نہوتا بلکہ کلام بشر ہوتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب محض امی ہوکر اسکو بنا سکتے تو یہ

پڑھتے پڑھاتے دعویٰ کمال بلاغت پر ضرور اسکے مثل لا سکتے حالانکہ کرورون فصحا بلغاء عرب خالص نے قطعاً اسکے مقابلہ سے عاجزی کا اقرار کیا تو قطعاً ثابت ہوا کہ یہ کلام بشر نہیں بلکہ بندون کا عاجز کرنے والا کلام الٰہی ہے اور جب یہ کلام الٰہی ٹھہرا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک پیغمبر حق ہیں -- مترجم کہتا ہے کہ یہ اعجاز قیامت تک تمام قومون کے واسطے معجزہ خالص موجود ہے اسکا بیان یہ ہے کہ بالاجماع عقلائے جہان کے نزدیک خبر متواتر سے جو بات ثابت ہو وہ قطعی یقینی ہوتی ہے مثلاً خبر متواتر سے شہر قسطنطنیہ کا وجود ثابت ہے اگرچہ زید نے اُسکو آنکھون سے نہیں دیکھا اور خبر متواتر سے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کا وجود ثابت ہے یعنے یہ امر متواتر ہے کہ زمانۂ قدیم میں ایک شخص موسیٰ علیہ السلام نے دعوے نبوت کے ساتھ معجزے دکھلائے پس یہ امر قطعی یقینی ہے جسکا انکار ممکن نہیں ہے لیکن اُنکی نبوت کو ماننا یا نہ ماننا تو اسکا تو وہی حال ہوگا جو خود اُنکے زمانہ میں پیش آیا کہ بنی اسرائیل نے اُنکو پیغمبر مانا اور فرعونیون نے نہین مانا پھر تقدیراً اُنکے وجود سے انکار ممکن نہیں جب یہ بات معلوم ہو چکی تو ہم کہتے ہیں کہ اس سیکڑون کڑور عرب و روم و شام سے قرآن مجید متواتر ہے اور قرآن مجید کے اندر یہ بات مذکور ہے کہ قرآن مجید کے مثل کسی فصیح بلیغ عرب سے ایک سورہ لانا ممکن نہوا تو یہ امر قطعی متواتر ہے کہ قرآن مجید ایسی کتاب ہے جسکے مثل ایک سورہ لانا محال ہے تو یہ معجزہ بعینہٖ ویسا ہی موجود ہے جیسا اُس زمانہ میں تھا جب اُسکا نزول ہوا تو ہر شخص کے واسطے یہ حجت ہوگئی کہ اگر اس کتاب میں شک ہو تو اسکی مثل لاؤ لیکن کوئی شخص اسکے مثل لانیکا دعویٰ نہین کر سکتا کیونکہ یہ امر متواتر ثابت ہوا کہ اہل کمال فصحاء عرب جو بت پرست و یہود و نصاریٰ و مجوس تھے سبھون نے اسکے معارضہ سے عاجزی ظاہر کی تو اب کوئی شخص اجنبی اسکا دعویٰ نہین کر سکتا اسیواسطے اللہ عزوجل نے اپنی کتاب پاک میں ارشاد فرمایا - فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ - پھر اگر تم مقابلہ نکر سکو اور ہرگز کبھی نہین کر سکو گے تو آگ سے بچو - ف یعنی جب تمکو اعجاز کلام سے معلوم ہوا کہ ہم اسکا مقابلہ نہین کر سکتے بلکہ اللہ تعالےٰ آگاہ فرماتا ہے کہ ہرگز کبھی معارضہ نہین کر سکو گے تو قطعاً معلوم ہوا کہ یہ کلام الٰہی ہے اور بدیہی ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر حق ہین تو اُنسے کفر کرنا موجب عذاب جہنم ہے پس جب تم جان چکے تو آگ سے بچو اور وہ آگ بھی دنیاوی آگ نہین ہے بلکہ - الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج ایسی آگ جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہین - ف یعنے وہ دنیاوی آگ کے مانند نہین ہے اگرچہ دنیاوی آگ کا کوئی شخص تحمل نہین کر سکتا بلکہ جہنم کی آگ بہت سخت شدید ہے کہ جو پتھرون و آدمیون سے روشن ہوگی - بعض علماء نے کہا کہ پتھرون سے بت مراد ہین کیونکہ قولہ تعالیٰ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ الآیۃ میں اللہ تعالیٰ نے بتون کو جو غالباً پتھر کے ہوتے ہین جہنم کا ایندھن بیان فرمایا - حق یہ ہے کہ پتھرون میں صرف بتون کی خصوصیت نہین ہے بلکہ بتون کو تو فقط کافرون کی توہین و ملامت کے واسطے جہنم میں جھونک دیا جائیگا خواہ وہ پتھر کے ہون یا لکڑی و پیتل وغیرہ کے ہون تاکہ اہل عقل کے واسطے ایک لطیف دلیل حاصل ہو کہ کافرون نے ان بتون کو اپنا معبود بنایا تھا اور جب معبود کسی کام کا نہین سوائے اسکے کہ وہ جہنم کا ایندھن ہو تو جو کفار کہ ان معبودون کے بندے بنے تھے اور صریح مقر تھے کہ اُنکے معبود اُنسے بے انتہا افضل ہین تو یہ لوگ بدرجہ اولےٰ اسی مقام جہنم کے لائق ہین اور یہان جن پتھرون سے جہنم بھڑک کر لپٹ ماریگی وہ کبریت کے سیاہ سخت پتھر ہین جو اسی واسطے پیدا کیے گئے ہین چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب آسمان و زمین پیدا کیا تو کافرون کے واسطے گندھک کے یہ پتھر مہیا فرمائے ہین (ابن جریر و ابن ابی حاتم الحاکم) - اور یہی حضرت ابن عباسؓ اور ایک جماعت صحابہ و مجاہد و ابوجعفر الباقر و ابن جریج و عمرو بن دینار وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے - أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝ - کی تفسیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ پتھر واسطے کافرون کے مہیا کیے گئے ہین - اور مشہور تفسیر یہ ہے کہ یہ آگ واسطے کافرون کے مہیا کی گئی ہے - شیخؒ نے کہا کہ دونون قول

گویا متحد ہین کیونکہ یہ پتھر اسی آگ ہی کے واسطے مہیا ہین۔ (تنبیہ) امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر موذی فی النار ہے اور اسکے دو معنے ہوسکتے ہین ایک یہ کہ جسنے ظلم سے لوگون کو ایذا پہونچائی وہ جہنم مین جائیگا اور دوم یہ کہ جو چیزین ایذا دینے والی ہوتی ہین مانند سانپ و بچھو وغیرہ کے وہ جہنم مین بشکل ناری ہونگی تاکہ اہل شرارت کو ہر طرح کا عذاب چکھنا پڑے لیکن قرطبیؒ نے کہا کہ یہ حدیث محفوظ و معروف نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے اس مقام پر سکوت کیا حالانکہ اسکی حدیث کی اسناد حسن ہے اور معنی ثانی کی تائید یہ ہے کہ تمام مکھیان سوائے شہد کی مکھی کے جہنم مین ہونگی تو ظاہر ایہی مراد ہے کہ ہر ایذا دینے والی چیز جو دنیا مین بشکل جسمانی ہے وہ جہنم مین بشکل ناری ہوگی اور سورۂ نحل مین انشاء اللہ تعالیٰ توضیح آویگی (مسئلہ) کتب سماوی جو سابق انبیا علیہم السلام پر مانند توریت و انجیل وغیرہ کے نازل ہوئین وہ جمہور علماء کے نزدیک معجز نہین ہین اسیواسطے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء مین سے کوئی نبی نہین گذرا مگر انکو آیات مین سے وہ کچھ دیا گیا کہ اُسکے مثل پر بشر ایمان لایا اور یہ جو مجھے دیا گیا یہ تو خالص وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے القاء فرمائی پس مین اُمید وار ہون کہ قیامت کے روز مین ہی سب پیغمبرون سے زیادہ تابعین والا ہونگا (الصحیحین) مترجم کہتا ہے کہ خالص کلام الٰہی کا تحمل سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا نہین ہوا باوجود اسکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بروقت وحی کے مردے کے مانند ہوجاتی تھی چنانچہ آئندہ اسکا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اگر کہا جاوے کہ قوم یہود و قوم نصاریٰ کی کثرت معروف ہے حالانکہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تابعین کو زیادہ فرمایا مترجم کہتا ہے کہ تابعین سے یہان شریعت کے بگاڑنے والے مراد نہین ہین بلکہ جو حقیقت مین اپنے پیغمبر کی شریعت پر باعتقاد حق قائم ہون اور یہ بات امت موسیٰ علیہ السلام مین بہ نسبت اُمت عیسیٰ علیہ السلام کے زائد ہے اور فضل الٰہی عزوجل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بہت ہی زائد رہی یہ یہود و نصاریٰ جو محض مشرک ہین ہرگز تابعین موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نہین ہین۔ (لطیفہ) مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا اور بہت سے اہل یمامہ اُسکے تابع ہوے اور اُس زمانہ مین عمرو بن العاص اسلام نہین لائے تھے اور مسیلمہ کے دعوی نبوت سے پہلے عمرو بن العاص اُسکے دوست تھے پس کسی مقصد کیواسطے قریش نے عمرو بن العاص کو مسیلمہ کذاب مذکور کے پاس بھیجا جب یہ وہان پہونچے تو مسیلمہ نے انسے یہی تذکرہ کیا کہ اس زمانہ مین اُس شخص پر کیا نازل ہوا جو تمھارے یہان نبوت کا دعوی کرتا ہے عمرو بن العاص نے کہا کہ مین نے اُسکے اصحاب سے ایک سورہ مختصر فصیح بلیغہ سنی ہے پھر سورۂ والعصر ان الانسان لفی خسر پڑھکر سنائی پس مسیلمہ نے ایک ساعت فکر کیا پھر اپنا سر اٹھا کر کہنے لگا کہ ابھی اسکے مثل مجھپر بھی نازل کی گئی ہے عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ وہ کیا ہے تو مسیلمہ نے پڑھا یا وبر یا وبر انما انت اذنان والصدر وسائرک حفر و نقر پھر عمرو بن العاص سے کہنے لگا کہ تمنے دیکھا کہ کیونکہ مجھپر نزول ہوتا ہے عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ واللہ تو خوب جانتا ہے کہ مین تجھکو جھوٹا جانتا ہون۔ ع۔ حدیث مین ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے ستر درجہ تیزی و سوزش مین زیادہ ہے (یعنی بکثرت زیادہ ہے) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہزار برس جلکر سرخ ہوئی پھر ہزار برس جلکر سفید ہوئی پھر ہزار برس جلکر سیاہ ہوگئی پس اب وہ بالکل تاریک سوزان موجود ہے کبھی نہین بجھتی ہے۔ اور ابن مردویہ و بیہقی نے اسکو حدیث انسؓ سے مرفوع روایت کیا ہے بیضاوی مین ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ ولن تفعلوا۔ معجزۂ غیب ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب سے آگاہ فرمایا کہ ہرگز معارضہ نہین لاسکوگے اور یہی واقع ہوا حالانکہ وہ لوگ بکثرت فصاحت و بلاغت مین معروف تھے اور باوجود اسکے اُنکو ہر طرح کا طعنہ دیا گیا کہ لاؤ اور اپنے شرکا و مددگار بلاؤ اگر تم کچھ بھی سچے ہو حالانکہ بعضے زبانی دروغ بکتے تھے کہ لو نشاء لقلنا مثل ہذا یعنے اگر ہم چاہین تو اسکے مثل بنا لائین پس سخت طعنہ دیا گیا کہ تم جھوٹے ہو اور یہ عرب اسکے واسطے زخم نیزہ سے بڑھکر تھا پس حاصل استدلال یہ ہوا کہ صدق نبوت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے دائمی معجزہ یہ کافی ہے کہ وہ قرآن معجز تلاوت کرتے ہین کہ جسکا مثل لانا محال ہے اور اُسمین علم الغیب کی خبرین موجود ہین جیسے ایک

کہ کبھی اسکا معارضہ نہیں لاسکتے دوم یہ قولہ۔ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ جس سے لازم آتا ہے کہ یہودی کبھی بادشاہ نہو گا جبتک قانون شریعت قائم ہے سوم وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ یعنی یہودیوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے ہمیشہ غالب رہینگے خواہ وہ اعتقاد حق پر ہانین یا اعتقاد شرک پر ہانین چہارم الٓمٓ غلبت الروم پنجم قولہ قل للذین کفروا ستغلبون یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو ان کافرون سے کہدے کہ تم لوگ عنقریب مغلوب ہوجاؤ گے ششم قولہ۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض یعنی صحابہ مومنین رضی اللہ عنہم کو خلافت زمین کا وعدہ دیا چنانچہ وہی واقع ہوا ہفتم امت اسلامیہ میں باہم کشت وخون ہشتم شریعت کو علانیہ بگاڑنا۔ غرضکہ اس کثرت سے معجزات ہین کہ جنکے جمع کرنے کے واسطے ایک کتاب چاہیے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اپنے موقع پر مذکور ہونگے پس معلوم ہوا کہ یہ کتاب آسمانی ہے اور اسکا معارضہ کسی طرح ممکن نہین ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیشک پیغمبر حق ہین تو جو شخص منکر ہو اسکے واسطے جہنم کی آگ مہیا ہے۔ اسلئے حدیث مین آیا کہ جس کسی یہودی ونصرانی نے میری رسالت کو سنا پھر ایمان نہ لایا تو قطعی جہنمی ہوگا (الصحیح) اور جیسے کافرون کے حق مین یہ عذاب شدید ہے اہل طاعت مومنین کے لیے ثواب جمیل چنانچہ فرمایا

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ

اور خوشی سنا انکو جو یقین لائے اور کام نیک کیے کہ انکو ہین باغ بہتی نیچے انکے ندیان

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ

جس بار ملے انکو وہان کا کوئی میوہ کھانے کو کہین یہ وہی ہے جو ملا تھا ہم کو آگے اور ان پاس وہ آوے ایک

مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ڎ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

ایک طرح کا اور انکو ہین وہان عورتین ستھری اور انکو وہان ہمیشہ رہنا۔

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے کافرون کا عذاب ونکال بیان کیا تو اسکے پیچھے مومنین اہل سعادت کا ثواب ارشاد فرمایا۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ اور بشارت دے اُن لوگون کو جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ف۔ یعنی اللہ تعالیٰ واسکے کلام ورسول کی تصدیق کی اور حکم کے موافق اعمال صالحہ بجالائے ایسے لوگون کو بشارت دے اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ یہ کہ انکے واسطے باغات ہین جنکے نیچے نہرین جاری ہین۔ ف۔ یعنی جنت کے مکانات ودرختون کے نیچے نہرین جاری ہین۔ حدیث مین آیا ہے کہ یہ نہرین بذریعہ غار ونالہ کے نہین جاری ہوتین جیسے کہ دنیا مین ہین اور نہر کوثر کے بارہ مین وارد ہوا کہ اسکے کنارے مجوف موتی کے قبہ ہین۔ شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ اسکا گارا مشک اذفر ہے اور اسکا سنگریزہ موتی وجوہر ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیاوی نہر ومکانات محض بے روح مادیات ہین جو اپنے مناسب وضع پر بحکمت الٰہی جاری ہین اور دار الآخرت مین یہ مردگی نہین ہے اسیواسطے اٹکل وقیاس کے لوگ دار الآخرت کی نسبت قیاس دوڑانے مین خطا کرتے ہین بخلاف اہل ایمان کے کہ حیات روحی سے انکو فہم عقلی حاصل ہے اور وہ یقین کرتے ہین کہ دوزخ کی طرح جنت بھی برحق ہے اور اسکے نیچے نہرین جاری ہین اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی نہرین کوہ مشک کے نیچے سے جاری ہین (رواہ ابن ابی حاتم) اور یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے (ابن ابی حاتم) اور اسمین ہر طرح کے میوہ جات کی نعمت ہے جو اٹکل وقیاس سے باہر ہے۔ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ

رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۔ ہر بار جب جنت مین سے کسی پھل سے رزق دیے جائینگے تو کہینگے کہ وہی ہے جو ہمکو قبل ازین رزق دیا گیا تھا ۔ ف
اور ایک قسم کے پھلون مین اُنکی خوشدلی و تفریح کے واسطے ہے اور یہ بات کئی طور پر ممکن ہے از انجملہ حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت
صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اہل جنت کے پاس جنت سے ایک قسم کا پھل لایا جائیگا جب اُسکی ظاہری صورت پر نظر کرینگے تو آپس مین
یون کہینگے کہ یہ تو ویسا ہی پھل معلوم ہوتا ہے جو اس سے پہلے ہمکو دنیا مین دیا گیا تھا ۔ (السدی) اور یہی تفسیر حضرت قتادہ و عبدالرحمٰن بن زید
بن اسلم سے مذکور ہے اور اسیکو شیخ ابن جریر نے اختیار کیا اور اس تقدیر پر قبل ازین کے معنے یہ ہین کہ دنیاوی زندگی مین ہمکو ایسا ہی پھل عطا
ہو چکا ہے اور یہ مشابہت صرف ظاہری صورت مین ہوگی اور باطنی مزہ مین کوئی مناسبت نہوگی تو یہ مقام تفریح ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اس
سے ظاہر ہوا کہ اہل جنت کے واسطے دنیا مین بھی میوہ جات کی نعمت ممنوع نہین ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ قل ہی للذین آمنوا فی الحیوة الدنیا
خالصة یوم القیامة یعنے دنیا مین مومنون کے واسطے مشترک ہے مگر دنیا مین آسائش و عشرت مقصود نہین بلکہ شکر و طاعت ہے اور آخرت مین مجض آسائش
ہے از انجملہ یہ صورت ہے جو حضرت عکرمہ و ربیع بن انس وغیرہ نے بیان کیا کہ اہل جنت کو رزق جنت ایک وقت عطا ہوگا جسکی لذت و مزہ
پہچانینگے پھر دوسرے وقت اُسی صورت کا رزق آویگا جسکو دیکھکر کہینگے کہ یہ تو وہی نظر آتا ہے جو ہمکو پہلے دیا گیا ہے حالانکہ اُسکے مزہ مین بہت
فرق ہوگا ۔ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا ۔ اور اہل جنت کو یہ رزق باہم متشابہ دیا جائیگا یعنے صورت مین متشابہ ہوگا مگر مزہ وخوبی مین باہم
متفاضل ہوگی ۔ سدی نے اپنی تفسیر مین حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کی کہ اہل جنت مین سے آدمی کے پاس سونے چاندی کی قاب مین
کوئی چیز لائی جائیگی پس اُسمین سے کھائیگا پھر دوسری قاب مین لائی جائیگی تو کہیگا کہ یہ تو وہی معلوم ہوتی ہے جو ہمکو پہلے عطا ہوا تھا پس لانیوالا کہیگا
کہ آپ کھائیے کہ قسم و شکل ایک ہی ہے مگر مزہ مین بہت فرق ہے ۔ اور ابن ابی حاتم نے باسناد قوی حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کی کہ گھاس
جنت زعفران ہے اور اُسکی نشستگاہ مشک کے چبوترے ہین اور غلمان اُنکے پاس طرح طرح کے فواکہ بار بار لاوینگے پس ایکبار کھانے کے
بعد دوبارہ لاوینگے تو اہل جنت کہینگے کہ تم لوگ ابھی اسیکو تو لائے تھے تو غلمان عرض کرینگے کہ نہین آپ کھائیں کہ رنگ ایک ہی ہے مگر مزہ مین رنگ
برنگ ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ وأتوا به متشابها ۔ یعنے بعض سے بعض مشابہ ہوگا اور مزہ مین رنگ برنگ ہوگا (ابن ابی حاتم) اور
یہی معنے ربیع بن انس و ابو العالیہ و مجاہد و سدی سے مروی ہین اور یہی ابن جریر نے ایک جماعت صحابہ سے روایت کیا کہ شکل و رنگ مین مشابہت
ہوگی اور مزہ مین مشابہت نہوگی ۔ اور سفیان ثوری نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ دنیا مین کوئی چیز ایسی نہین ہے جو جنت کی کسی چیز سے
سوائے نام کے مشابہ ہو اور دوسری روایت مین حضرت عبداللہ بن عباس رضی نے کہا کہ جنت کی چیزون مین سے دنیا مین سوائے نام کے کچھ نہین ہے
(ابن جریر و ابن ابی حاتم) اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ اسی مشابہت کی وجہ سے اہل جنت وہان سیب کو سیب اور انار کو انار پہچان
لینگے حالانکہ وہ مزہ مین مشابہ نہین ہے ۔ (ابن جریر) مترجم کہتا ہے کہ نعمت جنت و آخرت دنیا مین کسی طرح شناخت نہین ہو سکتی کیونکہ حواس تو صرف اسی
حد تک تجاوز کرتے ہین جو از جنس نظائر ہین حتی کہ جس شخص نے شیرینی کا مزہ کبھی نہ پایا ہو وہ خالی بیان سے ادراک نہین کر سکتا
باوجودیکہ دنیا کے نظائر ادراک کر چکا ہے پس نعمت و کیفیت جنت کا ادراک صرف حواس سے کسی طرح نہین کر سکتا کیونکہ حواس تو دنیا
کے تابع ہین ہان عقل سے ادراک کر سکتا ہے اسیواسطے اہل ایمان کو ان مقامات کے سمجھنے مین کوئی دشواری نہین ہوتی ہے بخلاف ایک جماعت
ملحدین کے کہ وہ طرح طرح کی تاویلین کرتا ہے اور نہین سمجھ سکتا ہے کیونکہ وہ حواس سے ایسی چیز کا ادراک کرنا چاہتا ہے جہان اُسکے حواس معطل ہین اور
چودھوین پارہ مین مترجم نے اس مقام کو مدلل بیان کیا ہے وہان رجوع کرنا چاہیے ۔ اور واضح ہو کہ دار الآخرة ملک زندہ ہے اور کوئی چیز وہان مردہ

نہین ہی اسیواسطے اہل ایمان کے خیالات بھی حقیقی اشیا ہین حتی کہ اگر اُسنے ہوامین اُڑتے ہوئے گھوڑے کو خیال مین مصور کیا تو وہ حقیقی صورت مین نمایان ہوگا اور جس مقام پر اُسنے نہر کا تصور کیا وہین روان ہوگی کیونکہ صفت حیات نے انہین ظہور فرمایا اور رضوان آلہی اُنپر دائمی مبذول ہی اسیواسطے درختان جنت کی شاخین خودبخود جھکین و اُٹھینگی اور جن تختون پر اُنکا جلوس ہوگا وہ ادب کے ساتھ بدون اسکے کہ ایک دوسرے کی جانب پشت کرے روان ہونگے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ تحقیق آوے گی۔ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ اور اہل جنت کے واسطے وہان پاکیزہ ازواج ہین ۔ ف یعنے حیض و پاخانہ و پیشاب اور رینٹ و تھوک سے پاک ہونگی یہی حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی (الحاکم و ابن مردویہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اُسکی اسناد مین تامل ہی شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ تاریخ مین ابن کثیرؒ نے اسکی اسناد کو حسن کہا ہی اور ایک جماعت صحابہ و تابعین سے یہ تفسیر صحیح ہوئی ۔ اور مجاہدؒ وغیرہ نے زیادہ کیا کہ وہ منی و بچہ سے بھی پاک ہونگی ۔ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کھائینگے پیئینگے مگر پیشاب نہین کرینگے اور نہ پاخانہ پھرینگے اور نہ ناک سے رینٹ جھاڑینگے اور نہ منہ سے تھوکینگے یعنے ایسی گندگیون سے پاک ہونگے اُنکو اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کا الہام ہوگا جیسے سانس لینے کا الہام ہوتا ہی اُنکا طعام صاف ڈکار ہی یعنے صرف یہی فضلہ ہوگا کہ معدہ سے سانس آوے اور اُنکا پسینا مشک ہی یعنے مثل مشک کے خوشبودار ہوگا (صحیح مسلم) غرض وہ ایسی نعمتون مین سرفراز ہونگے جو صرف حواس کے ادراک سے باہر ہین کیونکہ حواس نے کبھی اسکی نظیر نہین دیکھی مگر عقل اسکو بخوبی پہچانتی ہی اور جو اس کیفیت کو رضوان آلہی عزوجل کے ساتھ پاوینگے اُنکو مبارکباد ہی اس نعمت کے اثر کے بعد تکلیف کا تصور ہی خارج ہوجائیگا حتی کہ حدیث مین ہی کہ جس شخص نے دنیا مین سخت تکلیف اُٹھا کر جان دی ہی جب وہ ایکبار نعمت جنت مین غوطہ کھائیگا پھر اُس سے پوچھا جائیگا کہ اے شخص کبھی تجھے تکلیف یاد ہی تو وہ انکار کرے گا جیسے اسکے مقابل عذاب جہنم ہی کہ جو شخص نہایت عیش مین بسر کرکے مرا جب وہ جہنم کی ایک لپٹ پاویگا پھر اُس سے پوچھا جائیگا کہ اے شخص کبھی تو نے راحت پائی تو محض انکار کرے گا۔ نعوذ باللہ من عذاب جہنم ونسأل اللہ تعالیٰ الجنۃ ۔ اور نعمت جنت ہر روز متزائد ہی کیونکہ قدرت آلہی عزوجل غیر متناہی ہی۔ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۔ اور اہل جنت اُسمین ہمیشہ رہینگے ۔ ف یہ تمام نعمت ہی۔ سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ خالدون یعنی کبھی نہین مرینگے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس مقام پر موت سے مامون اور انقطاع سے محفوظ ہونگے نہ اُنکو خوف کفر ہی نہ موت کا ڈر ہی بلکہ دائمی نعمت سرمدی ہی اور ہم اپنے رب غفور رحیم سے عاجزانہ دعا کرتے ہین کہ ہمکو اہل جنت ہی کے زمرہ مین اُٹھاوے ہمارا رب جواد کریم ہی مستجاب کننا ہی آمین یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ اہل جنت جب جنت مین داخل ہوجائینگے اور دوزخی اپنی دوزخ مین ڈالے جائینگے تو پھر اُنکے درمیان مین ایک منادی پکاریگا کہ اے اہل دوزخ اب موت نہین ہی اور اے اہل جنت اب موت نہین ہی ہر ایک جس مقام مین ہی ہمیشہ وہین رہیگا ۔ (الصحیحین) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دوزخیون سے کہا جائے کہ دنیا مین جسقدر کنکریان و سنگریزے ہین اُنکی شمار برابر جہنم مین رہوگے تو وہ خوشی کے مارے پھولے نہ سماوین اور اگر اہل جنت سے کہا جاوے کہ دنیاوی سنگریزون کے شمار پر جنت مین رہوگے تو غمناک ہوکر گھبرا جاوین لیکن اُنکے واسطے تو ہمیشگی رکھی گئی ہی (الطبرانی و ابن مردویہ و ابونعیم) اور حدیث اسامہ بن زیدؓ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ ہو کہ کون ہی جو جنت کے واسطے دامن اُٹھا کر کمر کسنے والا ہو کہ جنت ایسی چیز ہی کہ اُسکے واسطے خطر نہین ہی قسم ہی رب کعبہ کی کہ وہ ایک نور ہی کہ چمکتا ہی اور ریحانہ ہی جو لہلہاتا ہی اور قصر پائدار ہی اور نہر لبریز خوشگوار ہی اور انواع ثمرات اپنے رس پر پکے ہین اور زوجات حسینہ جمیلہ اور زیور کثیرہ ہین

وہ مقام ابدی دار السلام ہے اور فواکہ تر و تازہ لہلہاتے ہیں الحدیث (ابن ماجہ ابن ابی الدنیا البزار ابن ابی حاتم ابن حبان البیہقی) اور نعمتہا
جنت کے بیان میں شیخ ابن قیم کی کتاب حادی الارواح نفیس کتاب ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آیات میں نعیم جنات کا حسب موقع بیان آتا جائیگا
پھر اس نعمت کے واسطے اصل سامان ایمان ہے کہ جسنے سچے یقین کے ساتھ تا موت یہ نعمت پائی قطعی وہ اہل جنت میں سے ہے یعنے اُسکا اصلی مقام
یہی ہے پھر اگر اعمال صالحہ و گناہوں سے توبہ کرتا رہا تو اُسنے جہنم سے کبھی بفضل الٰہی نجات پائی کیونکہ جہنمی وہ ہے جسنے اللہ تعالیٰ سے انکار
و شرک پر اصرار کر لیا تھا حتیٰ کہ مرتے دم تک ایمان نہ لایا تو اُسکا وطن جہنم ہے اور جو ایمان لایا اگر وہ اپنی بدکرداریوں کی سزا بھی پاوے تو بھی
جہنم اُسکا وطن نہیں ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایمان یہ ہے کہ دل سے مانے کہ اُلوہیت کا کوئی مستحق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اُسنے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اور موت کے بعد قیامت میں اُٹھائے جائینگے اور خیر و شر میں تقدیر الٰہی کی تصدیق کرے
(الترمذی) حدیث میں ہے کہ جسمیں تین باتیں ہوں اُسنے ایمان کا مزہ پایا (۱) اللہ تعالیٰ و اُسکا رسول اسکو سب سے زیادہ محبوب ہوں
(۲) کسی بندے سے خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے محبت کرے جس سے محبت کرے (۳) کفر سے نکلنے کے بعد شرک میں پڑجانے کو
ایسا ہی ناگوار سمجھے جیسے کوئی آگ میں گر کر پھر نکالے جانے کے بعد وہ دوبارہ آگ میں ڈالے جانے کو ناگوار جانتا ہے (الصحیحین وغیرہ) حدیث
جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دو باتیں واجب کرنے والی ہیں یعنی جو مرا ایسے حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک
بتاتا تھا تو دوزخی ہونا واجب ہے اور جو مرا ایسے حال میں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ شریک نہیں بتاتا تھا تو جنت میں داخل ہوگا (صحیح مسلم) حدیث
ابوہریرہ رضہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میری شفاعت کا مستحق وہ شخص ہے جسنے خالص دل سے لا اِلٰہ اِلّا اللہ کہا (البخاری) حدیث ابوہریرہ
میں ہے کہ آپ نے فرمایا قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں میں سے کوئی ہو یہودی ہو یا نصرانی ہو مجھے سُنے پھر
جسکے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں ایمان نہ لاوے یہانتک کہ مرجاوے تو سوا اسکے کچھ نہیں کہ وہ دوزخیوں میں سے ہوگا (صحیح مسلم) حدیث ابوہریرہ رضہ
میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کبھی شرک نہ کیجیو اگرچہ تو قتل کیا جاوے یا جلایا جاوے (الصحیح)
حدیث میں ہے کہ آدمی جب اپنا ایمان اچھا کر لیتا ہے تو وہ جو نیکی کرتا ہے وہ دس گونہ سے سات سو گونہ یا زیادہ تک لکھی جاتی ہے اور جو بدی کرتا ہے وہ
ایک ہی لکھی جاتی ہے یہانتک کہ مرجاوے (الصحیحین) مترجم کہتا ہے کہ اس مقام سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوبی ایمان و اسلام کو قیاس کرو کہ جنکے
آدھ سیر جو کے مقابلہ میں کسی شخص کا آسمان و زمین کے بھر اور برابر سونا خیرات کرنا قبول نہیں فرمایا گیا جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی حدیث مشہور میں مصرح ہے
حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قولہ تعالیٰ فمن شرح اللّٰہ صدرہ للاسلام فہو علیٰ نور من ربہ الآیۃ - کی تفسیر میں فرمایا کہ سینہ میں
جب نور داخل ہوتا ہے تو وہ نور کے لیے کھل جاتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکی کچھ پہچان ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ ہے
کہ دار غرور یعنی فریب گاہ دنیا سے کنارہ کرنا اور دار خلود یعنی آخرت کی طرف جھکنا اور موت آنے سے پہلے اُسکا سامان مہیا کرنا (البیہقی)
حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کی پہچان میں فرمایا کہ خلقی ہر ضعیف متضعف ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ
اُسکو سچا کردے اور دوزخیوں کی پہچان میں فرمایا کہ وہ ہر شخص جو عتل جواظ مستکبر ہے (الصحیحین) ف واضح ہو کہ اہل جنت کے واسطے
جسطرح کھانے پینے وغیرہ کی نعمتیں ہیں اسیطرح انوار صفات کا ظہور ہے حتیٰ کہ ان انوار کے مقابلہ میں نعمتہائے سابقہ گویا نظر سے ساقط ہو جاتی ہیں
حتیٰ کہ دیدار باری تعالیٰ سے بڑھکر اہل جنت کو کوئی نعمت معلوم نہوگی اور ان انوار کا ظہور ہر بندے کے واسطے موافق عبودیت ہے یعنے دنیا میں
عبودیت کی شان ہر بندہ کے ساتھ موافق شرع کے علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے مثلاً بعد فرائض کے کسی بندے کو تلاوت قرآن مجید میں زیادہ شوق ہے

اور کسیکو درود شریف مین اور کسیکو ذکر مین اور کسیکو آیات قدرت کی فکر مین اور کسیکو تعلیم علم مین اور کسیکو تہجد مین اور کسیکو تضرع کے ساتھ دعا کرنے مین غرضکہ ہر ایک کو معرفت ومحبت وقرب ومشاہدہ وذکر وفکر ومناجات وعلم واستغراق وغیرہ مراتب عبودیت مین مقامات ہین اور اسیکے موافق جنت مین نعمت انوار ہین اور موافق کشف ونیاوی کے ان نعمتون مین مشابہت ہوگی شیخ سری سقطیؒ نے اشارہ کیا کہ جنکے اسرار قلوب مین توکل واذکار کی نہرین جاری ہین اُنکے واسطے جنت مین انوار کی بشارت ہے۔ (عس) واضح ہو کہ اہل بیان صورت الفاظ ولہجہ زبان کسی شخص سے قبول نہین کرتے بلکہ اُنکو عین حکمت معانی وبیان مقصود ہوتی ہے جو باقی ہے بخلاف کافرون کے کہ وہ ہر ایسی چیز پر فریفتہ واُسکے لیے ساعی ہوتے ہین جو آخر فانی ہے اور امثال مین اسکا بیان خوب سمجھ مین آتا ہے اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے منافقون ومشرکون کے حالات وانجام مین امثال کو بیان فرمایا تاکہ یہ حقارت بدیہی مماثلت سے بیدار ہون مگر ان بدبختون نے بجاے نفع کے نقصان اُٹھایا چنانچہ حق عزوجل نے فرمایا

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ

اللہ کچھ شرماتا نہین کہ بیان کرے کوئی مثال ایک مچھر کی یا اُس سے اوپر پھر جو یقین رکھتے ہین سو جانتے ہین

أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِ

کہ وہ ٹھیک ہے اُنکے رب کا کہا اور جو منکر ہین سو کہتے ہین کیا غرض تھی اللہ کو اس مثال سے گمراہ کرتا ہے اس سے

كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝ الَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن

بہتیرے اور راہ پر لاتا ہے اس سے بہتیرے اور گمراہ کرتا ہے اُنھین کو جو بے حکم ہین جو توڑتے ہین قرار اللہ کا

بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ

مضبوط کیے پیچھے اور توڑتے ہین جو چیز اللہ نے فرمائی جوڑنی اور فساد کرتے ہین ملک مین

أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

اونھین کو آیا نقصان

شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بتون کے ہیچ ہونے کی مثال لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له الآیۃ۔ مین بیان فرمائی یعنے سواے اللہ تعالیٰ کے جس کسیکو پکارتے ہین وہ ایک مکھی بھی نہین پیدا کر سکتے اگرچہ سب کے سب مجتمع ہو جاوین۔ اسیطرح شرک کرنے والون کی مثل مکڑی کے جالے سے بیان کی بقوله تعالیٰ کمثل العنکبوت اتخذت بیتا الآیۃ۔ یعنے مشرکون کا معاملہ مکڑی کے جالے کی مثال ہے یعنے اسکی اصل حقیقت کچھ نہین بلکہ مشرکون کے واہی خیالات ہین سواے اللہ تعالیٰ کے غیرون کی الوہیت کا اعتقاد جما ہوا ہے جو جسم کے مرتے ہی مٹ جائیگا وہ مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہے۔ چنانچہ سورۂ عنکبوت مین اسکی تفسیر آویگی پس یہودیون نے طعن سے کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان حقیر چیزون کے ذکر سے کیا مقصود رکھا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اُنکی تردید کے واسطے نازل فرمایا کہ۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ اللہ تعالیٰ کچھ شرماتا نہین کہ مثل بیان کرے کوئی ہو مچھر ہو یا اس سے بڑھکر ہو۔

ف۔ شرم کرنا شان الٰہی مین آدمی کی طرح متصور نہین ہے کیونکہ شرم تو دل کے کھچنے سے ہوتی ہے لہذا شان الٰہی عزوجل مین استعمار کے وہ معنے لیے گئے ایک یہ کہ حقیقی صفت الٰہی عزوجل ہے جسکی کُنہ جاننا غیر ممکن ہے اور وہ اُسکی شان عالی کے لائق ہے بخلاف مخلوق کے کہ مخلوق مین البتہ دل کے کھچنے کو شرم کہتے ہین اور جب ذات وصفات الٰہی عزوجل سے کوئی چیز مشابہ نہین ہے تو وہان یہ معنے نہین ہین

بلکہ صفات قدسیہ مین سے ہے - دوم یہ کہ حیا سے مجازًا لازمی معنی لیے گئے کیونکہ حیا سے آدمی کام ترک کر دیتا ہے تو یہان یہ معنی ہوے کہ اللہ تعالےٰ
ترک نہین فرماتا مثل بیان کرنے کو اگرچہ وہ مچھر کے مانند حقیر چیز سے ہو یا اس سے بڑھکر ہو - بعض علماء نے کہا کہ بڑھکر یہ ہے کہ مچھر سے بڑا جانور ہو - بعض نے
کہا کہ نہین بلکہ حقارت مین بڑھکر ہو یعنے اگر مچھر سے بھی بڑھکر حقیر ہو تو اُسکے ساتھ بھی مثل متروک نہین کرتا کیونکہ اسمین اللہ تعالیٰ کی حکمتین موجود ہین
یہی قول حضرت قتادہؒ کا اور مختار شیخ ابن جریر و کسائی و ابو عبیدہ کا ہے اور یہی اکثر محققین کے نزدیک مختار ہے چنانچہ مچھر سے اُسکا پر زیادہ حقیر ہے - چنانچہ حدیث
سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر دنیا کی قدر مچھر کے پر برابر ہوتی تو کافر کو ایک
گھونٹ پانی نہ دیتا (الترمذی) اور اسی طرح حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مین ہے کہ نہین ہوتا کہ کسی مسلمان کو کوئی کانٹا یا اس سے بڑھکر مثلاً پھانس
لگ جاوے مگر یہی کہ اُسکے واسطے اس صدمہ کے عوض ایک درجہ لکھا جاتا ہے اور اُس سے ایک گناہ محو کیا جاتا ہے (صحیح مسلم) کیونکہ وہ راضی ہو کر
اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے - مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا نزول ان یہودیون کی تردید کے واسطے تھا اور شیخ ابن کثیرؒ نے
تفسیر سدی سے نقل کیا کہ حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے منافقون کے واسطے سابق
کی دونون مثلین بیان فرمائین یعنے قولہ - مثلہم کمثل الذی استوقد نارًا - اور قولہ - اوکصیب من السماء الآیۃ - تو منافقون نے کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالےٰ
کی شان اس سے بزرگ ہے کہ وہ ایسی مثل بیان فرماوے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی - اور عبد الرزاق نے قتادہؒ سے روایت کی کہ جب
مکھی و مکڑی کی مثل مذکور ہوئی تو مشرکون نے ان دونون پر اعتراض کیا کہ اسکے ذکر سے کیا مراد ہے تب اللہ عز وجل نے نازل فرمایا - ابو جعفر رازی نے
ربیع بن انس سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ضرب المثل ایک مچھر سے بیان فرمائی جسکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جبتک بھوکا رہتا ہے تو زندہ رہتا
ہے اور جب موٹا ہو جاتا ہے تو مر جاتا ہے اسیطرح اہل دنیا کی شان ہے کہ جب وہ کفر مین اصرار کرتے ہین اور بحکم قولہ تعالیٰ - فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب
کل شیئ الآیۃ - ہر قسم کی دنیا سے مالا مال کر دیے جاتے ہین اور جب یہ کیفیت ہوتی ہے تو ہلاک کر دیے جاتے ہین اسیکے مانند ابو العالیہ سے
روایت ہے - شیخ ابن جریرؒ نے سبب نزول مین سدیؒ کی روایت اختیار کی - ع - مترجم کہتا ہے کہ قتادہؒ کی روایت مین بھی مشرکون سے
یہود وغیرہ مراد ہو سکتے ہین تو بھی یہ آیت مدنیہ رہیگی بہرحال یہ تو سبب نزول مین کلام تھا اور حکم آیت ہمیشہ کے واسطے عام ہے کہ اللہ
تعالےٰ نے جو چیز مچھر یا اُس سے بھی زیادہ حقیر پیدا فرمائی اُسمین اُسکی قدرت عجیب و حکمت بالغہ ظاہر ہے اور وہ اہل عقل کی عبرت کے واسطے
کافی ہے چنانچہ مکڑی و مکھی و مچھر وغیرہ سے اللہ تعالیٰ نے سچی مثلین بیان فرمائی ہین لیکن عبرت اُنھین کو حاصل ہوتی ہے جو صاحب عقل ہین
چنانچہ فرمایا - فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فَیَعۡلَمُوۡنَ اَنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ج پس جو لوگ ایمان لائے وہ یقینًا جانتے ہین
کہ یہ اُنکے پروردگار کی جانب سے حق ہے - ف ٹھیک اپنے موقع پر ثابت ہے کیونکہ حقائق سمجھنے کے واسطے معرفت الٰہی کا علم چاہیے
اور یہ مومنون کو حاصل ہے اور جسقدر معرفت زیادہ ہوگی اُسیقدر مثل کے اسرار زیادہ معلوم ہونگے - وَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا
فَیَقُوۡلُوۡنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِہٰذَا مَثَلًا م - اور رہے وہ لوگ جنھون نے کفر کیا تو وہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے ساتھ
مثل بیان کرنے سے کیا ارادہ کیا - ف کیونکہ ان لوگون کو جہالت سے مفہوم آیت نہین سوجھتا ہے - یُضِلُّ بِہٖ کَثِیۡرًا وَّیَہۡدِیۡ
بِہٖ کَثِیۡرًا ط - اللہ تعالیٰ اسکے ذریعہ سے بہتون کو گمراہ فرماتا ہے اور اسکے ساتھ بہتون کو ہدایت فرماتا ہے - ف - سدی نے ابن عباس
و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ جنکو ہدایت فرماتا ہے وہ مومنین ہین کہ اُنکے نور ہدایت پر اس مثل کی تصدیق
سے نور دیگر زیادہ ہو جاتا ہے اور جنکو گمراہ فرماتا ہے وہ منافقین ہین کہ اُنکی تاریکی ضلالت مین اس کلام کے انکار سے تاریکی زیادہ بڑھ جاتی ہے

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ - اور اللہ تعالی اسکے ذریعہ سے کسیکو گمراہ نہین کرتا سواے فاسقین کے - ف - یعنی فاسقون کو
اس نور تک رسائی نہین دیتا ہے تو وہ بھٹکتے پھرتے ہین - ابو العالیہ وربیع بن انس نے کہا کہ فاسقین یہان منافقین ہین یعنی منافقین ہی ان آیات کے
نور ہدایت تک نہین پہونچتے ہین - مترجم کہتا ہے کہ پھر کفار ومشرکین بدرجۂ اولی نہین پہونچینگے - مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فاسقین
یہان وہ لوگ ہین جنھون نے پہچان کر کفر کیا - مترجم کہتا ہے کہ اسمین منافقین اور علماء یہود ونصاری بھی داخل ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق
جانتے مگر دنیاوی لالچ سے نہین مانتے تھے - قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ لوگ حد سے خارج ہو گئے پس اللہ تعالے نے انکو بھٹکا چھوڑ دیا - مترجم کہتا ہے کہ جو
امر حق وسنت صحیحہ سے جو باہر ہو وہ فاسق ہے لیکن فسق کے مراتب ہو جائینگے چنانچہ جو شخص عمل سنت سے خارج ہو وہ عملی بدعتی ہے اور جو شخص اعتقاد
سنت سے خارج ہو وہ اعتقادی مبتدع ہے اور جو شخص حرام کا مرتکب ہو اسکو اصطلاح مین فاسق کہتے ہین اور جو شخص عقائد اسلام سے خارج ہو وہ منافق ہے
اور اسمین مشرکین وکفار بھی داخل ہین کیونکہ عقائد اسلام سے خارج ہین - چنانچہ ابن ابی حاتمؒ نے سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کی کہ گمراہون سے خوارج مراد ہین -
مترجم کہتا ہے کہ خوارج کی بھی یہی حالت ہے جو اللہ تعالی نے گمراہ فاسقون کے حق مین بیان فرمائی یعنی الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ
بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ - یعنی گمراہ فاسقین ایسے لوگ ہین جو اللہ تعالی کے عہد کو اسکی مضبوطی کے بعد توڑتے ہین ف - چنانچہ شعبہ نے عمرو بن مرہ سے
روایت کی کہ مصعب بن سعد نے کہا کہ مین نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہین تو فرمایا کہ حروریہ ہین یعنی وہ خوارج ہین جنھون نے جماعت اسلام
مین سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر حرورا ونہروان مین خروج کیا - امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص سے یہ اسناد اگرچہ صحیح ہے یہ
معنی نہین ہین کہ نزول آیت کے وقت یہی لوگ مراد تھے بلکہ آیت قدسی کے عام معنی ہین جیسے منافقین ویہود وغیرہ مشرکین داخل ہین ایسے ہی خوارج بھی
داخل ہین جنھون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میثاق بیعت پورا ہونے کے بعد توڑ دیا اور جو شخص شرائع اسلام سے خارج ہو وہ فاسق ہے - مترجم کہتا ہے
ہر فرقہ جو جماعت اسلام سے خارج ہوا مانند معتزلہ وروافض وجہمیہ ونیچریہ وغیرہ کے قیامت تک اسمین داخل ہین کیونکہ صفات مومنین مین یہ ہے کہ - الذین
یوفون بعہد اللہ ولا ینقضون المیثاق والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویخشون ربہم ویخافون سوء الحساب یعنی مومنین ایسے بندے ہین جو اللہ تعالی کا
عہد پورا کرتے اور میثاق کو نہین توڑتے ہین اور ایسے بندے ہین کہ اللہ تعالی نے جس چیز کے ملائے رکھنے کا حکم دیا اسکو ملائے رہتے ہین اور اپنے
رب سے ڈرتے ہین اور قیامت کے بری حساب سے خوف کرتے ہین (سورۃ الرعد) اور انکے برخلاف منافقین ومشرکین کا حال ہے جو عہد الٰہی کو بعد
مضبوطی کے توڑ ڈالتے ہین وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ
اور اللہ تعالی نے جسکے ملائے جانے کا حکم دیا اسکو کاٹتے ہین اور ملک مین فساد کرتے ہین - ف یعنی قرابت کا صلہ رحم نہین
کرتے جیسے اللہ نے فرمایا - فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم - یعنی اگر تم متولی بنائے جاؤ تو تمھاری شان
سے یہی قریب ہے کہ زمین مین فساد مچاؤ اور اپنے قرابات کا ناتا کاٹو یعنی بخوف ہو کر خلاف شریعت عمل کرو اور اپنی قرابات مین
بجاے صلہ رحم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو - حدیث مین ہے کہ عرش الرحمن سے رحم معلق ہے التجا کرتا ہے کہ الٰہی تو نے اپنے نام پاک سے مجھے نام
دیا تو جو شخص مجھے ملائے رہے اسکو ملادے اور جو شخص مجھے توڑے اسے ٹکڑے کردے - (الصحیح) مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے جب شاہان اسلام
نے شریعت کو چھوڑ کر باہم قتال کیا تو سلطنت متعددہ کے ٹکڑے ہو کر کفار کا غلبہ شروع ہوا - اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
٢٠ ایسے ہی لوگ خسارہ مین ہین - ف ابن عباسؓ نے کہا کہ ایسا لفظ جب بجاے اہل اسلام کے دوسرون کی جانب منسوب ہوتا ہے
٢١٠ تو اس سے کفر مراد ہوتا ہے اور جب اہل اسلام کی جانب منسوب ہوتا ہے تو اس سے گناہ مراد ہوتا ہے - مقاتل بن حیانؒ نے کہا کہ خسارہ انکو آخرت مین ہے

شیخ نے کہا کہ جیسے سورۂ رعد کی آیت مین فرمایا کہ اولئک لہم اللعنۃ ولہم سوء الدار یعنے ایسے لوگون کے واسطے لعنت اور اُنکے لیے
جہنم ہے پس قیامت مین جب کمال محتاجی کا وقت ہوگا تو اُسوقت لعنت وجہنم اُنکے حق مین کمال خسارہ ہے نعوذ باللہ من ذلک (تنبیہ)
جس عہد شکنی کا ذکر اس آیت مین ہوا اُس سے کون عہد مراد ہے - ابو العالیہ نے فرمایا کہ منافقون مین چھ خصلت ہوتی ہین چنانچہ اگر اُنکو غلبہ
ہوتا ہے تو یہ سب ذمائم ظاہر کرتے ہین کہ جب بات کہتے ہین تو جھوٹھ بولتے ہین اور جب وعدہ کرتے ہین تو خلاف کرتے ہین اور جب اُنکے پاس امانت
رکھی جاتی ہے تو خیانت کرتے ہین اور مضبوطی کے بعد اللہ تعالیٰ کا عہد توڑتے اور قرابت کا ناتا کاٹتے اور زمین مین فساد کرتے ہین اور جب مغلوب
ہوتے ہین تو صرف تین باتین ظاہر کرتے ہین کہ جب بات کہتے ہین تو جھوٹھ بولتے ہین اور جب وعدہ کرتے ہین تو خلاف کرتے ہین اور جب
امانت دیے جاتے ہین تو خیانت کرتے ہین - سدیؒ نے کہا کہ عہد سے وہ عہد مراد ہے جو قرآن مین درباب ایمان آیا ہے - اور شیخ ابن جریرؒ نے
منافقون کے ساتھ اہل کتاب یہود ونصاریٰ کو داخل کیا جنسے توریت وانجیل مین عہد لیا گیا ہے اور یہی مقاتل ابن حبان کا قول ہے - اور
دیگر جماعت نے کہا کہ آیت مین تمام اہل شرک وکفر ونفاق مراد ہین اور انکا عہد ایک تو وہ ہے جو میثاق ازل مین پشت آدم علیہ السلام سے
لیا گیا دوم دُنیا کی آیات قدرت وپیغام رسالت ہے کیونکہ ان آیات قدرت کے ساتھ جب خود ہی ایمان توحید فرض تھا تو بعد
پیغام رسالت کے نہایت مؤکد ہوگیا اسیواسطے فرمایا کہ عہد کو بعد مضبوطی کے توڑتے ہین لہذا فرمایا

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ

تم کسطرح منکر ہوتے ہو اللہ سے اور تھے تم مُردے پھر اُسنے تم کو جلایا پھر تم کو مارتا ہے پھر جلا دیگا پھر

اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

اُس پاس اُلٹے جاؤگے

یعنے آیات قدرت وتاکید رسالت کے بعد تم لوگون سے تعجب ہے کہ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ - کیونکر تم اللہ تعالیٰ سے
کفر کرتے ہو - وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا - حالانکہ حالت یہ ہے کہ تم مُردے تھے - ف یعنے تم خوب جانتے ہو کہ تم اپنے ماں وباپ کے اندر نطفہ
تھے جسکو حس وحرکت نہین ہے - فَاَحْيَاكُمْ - پس اللہ تعالیٰ نے تمکو زندگی دی - ف شیخ نے لکھا یعنے تم معدوم تھے پھر تمکو
موجود کیا - ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ - پھر تمکو موت دیگا پھر تمکو زندگی عطا کریگا - ف چنانچہ قولہ تعالیٰ - ربنا امتنا اثنتین واحییتنا
اثنتین فاعترفنا بذنوبنا الآیۃ - مین مذکور ہے یعنے کفار بعد معائنہ عذاب آخرت کے کہینگے کہ الٰہی تونے ہمکو دو موتین اور دو حیاتین دین
سو ہمنے اپنے گناہون کا اقرار کیا اب یہان سے نکلنے کی بھی کوئی راہ ہے - ۵ - ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پہلے مردہ خاک تھے پھر زندہ کیا
پھر دوسری موت بوقت اجل دی پھر قیامت مین دوبارہ زندہ فرمائیگا پس یہ دو موتین و دو حیاتین ہوگئین اور یہی حضرت ابن مسعودؓ و ایک جماعت
صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے - ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ - پھر اللہ تعالیٰ ہی کی جانب تم لوگ رجوع کروگے - ف پھر وہان
بدون شرک کے توحید ربوبیت کا اقرار کروگے حالانکہ اُسوقت تمکو کچھ فائدہ نہوگا (تنبیہ) آدمی کی خلقت اپنے ماں وباپ دونون
نطفہ سے ہوتی ہے اور یہی حدیث صحیح سے ثابت ہے پس بعض اطبا کا قول غلط ہے جو گمان کرتے ہین کہ عورت کی طرف سے سوائے نطفہ مرد کے لینے کے
منی نہین ہوتی ہے - (فائدہ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث مین ہے کہ آدمی کی خلقت اپنی ماں کے پیٹ مین چالیس روز جمع
ہوتی ہے پھر چالیس روز مین خون کا تھکا ہوتی ہے پھر اتنی ہی مدت مین گوشت کا لوتھڑا ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اُسکی طرف چار باتون کے ساتھ ایک فرشتہ

بھیجتا ہی جو اُسکا رزق وعمر وعمل وشقی یا سعید لکھتا ہی پس اللہ تعالیٰ اُسمین روح پھونکتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس ذات کی جسکے سوا ے کوئی الوہیت والا نہین ہی کہ آدمی جنتی لوگون کے کام کرتا ہی (حالانکہ اُسکے حق مین عذاب دوزخ لکھا ہی) یہانتک کہ اُسمین اور جنت مین ایک ہاتھ کا فرق رہجاتا ہی پھر سابق تقدیر اُسپر غالب ہوتی ہی کہ وہ دوزخیون کا کام کرکے دوزخ مین داخل ہوتا ہی اور آدمی دوزخیون کے کام کرتا ہی یہانتک کہ اُسمین اور دوزخ مین ایک ہاتھ کا فرق رہجاتا ہی پھر سابق تقدیر اُسپر غالب ہوتی ہی کہ جنتیون کا کام کرکے جنت مین داخل ہوتا ہی (الصحیحین وغیرہ) اور یہ حدیث توضیح کے ساتھ بعض مقامات مین آویگی انشاء اللہ تعالیٰ - اور حدیث جابرؓ مین ہی کہ کوئی بندہ مومن نہوگا یہانتک کہ ایمان لاوے تقدیر کا تاکہ یقین کرے کہ جو نیکی بدی اُسکو پہونچی وہ ہرگز اُس سے چوکنے والی نہتھی اور جو اُسکو نہین پہونچی وہ ہرگز اُسکو پہونچنے والی نہتھی (الترمذی) ف۲ اشارات اسرار مین ہی کہ اضلال و ہدایت صفت آلٰہی عزوجل لطائف اسرار حکمت سے ہی - بعض نے فرمایا کہ یہان گویا دو سمندر ہین کہ بہت سے نجات والے پار ہوجاتے ہین اور بہت سے ڈوبنے والے ڈوب جاتے ہین اور گناہ اگرچہ صغیرہ ہو بیشک گناہ ہی کیونکہ کبھی آدمی غفلت سے مرتکب ہوجاتا ہی مگر ڈرجاتا ہی اور دوم یہ کہ غفلت جاتی رہی اور بیباک ہوکر گناہ مین گھسا تو یہ بیباکی اصرار ہی جس سے گناہ کبیرہ ہوجاتا ہی - حدیث ابوہریرہؓ مین ہی کہ جسکو یہ بات اچھی معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ اُسکے رزق مین کشایش دے اور اُسکی موت مین تاخیر کرے تو اُسکو چاہیے کہ اپنے قرابتیون کے ساتھ صلہ رحم کا سلوک رکھے (البخاری والترمذی) قطع رحم بھی گناہون مین سے ہی جسکا فساد بہت پھیلتا ہی - حدیث مین ہی کہ باہم پھوٹ ہی نیکیون کی مونڈنے والی ہی (السنن) شیخ نے عرائس مین لکھا کہ اصل حیات انوار ازل ہی ورنہ سب مردہ ہین جیسے غفلت کے بعد معرفت سے زندگی ہوتی ہی لہٰذا شیخ شبلی نے کہا کہ تمکو اپنے ساتھ زندہ کیا یعنی بصفت الحی القیوم بعض مشائخ نے تعجب کیا کہ جمادات سے نباتات بہتر اور نباتات سے حیوانات بہتر اور حیوانات سے انسان اشرف ہی مگر خالق عزوجل کی توحید مین کسیکو نزاع نہین مگر انسان سخت ناشکرا ہی کہ اُسکو جھگڑا ہی جسپر اسقدر انعام فرمایا ہی کما قال تعالیٰ

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ

وہی ہی جسنے بنادیا تمھارے واسطے جوکچھ زمین مین ہی سب پھر چڑھ گیا آسمان کو تو ٹھیک کیا اُنکو سات آسمان

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ ع ۳

اور وہ ہر چیز سے واقف ہی

اول اللہ تعالیٰ نے بندون کی ذات پیدا کرنا بیان کیا پھر اُنکو رزق دینا بیان فرمایا پس یہ بھی منجملہ دلائل قدرت توحید کے کفر سے مانع ہی یعنی تم کیونکر اپنے خالق عزوجل سے کفر کروگے حالانکہ اُسنے تمکو عدم سے موجود کیا اور تمھاری زندگی پھر تمکو طرح طرح کا رزق دیا - هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا - وہی ہی جسنے تمھارے واسطے پیدا کیا جوکچھ زمین مین ہی سبکا سب - ف اسیواسطے علماء کا صحیح مذہب یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جوکچھ پیدا فرمایا اُسمین اصل اباحت ہی یعنی اصل مین سب مباح ہی پھر جس کسی چیز کی نسبت دلیل خاص قائم ہو کہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہی فقط وہی حرام ہوگی اور حلال ہونے کے واسطے دلیل ڈھونڈھنے کی ضرورت نہین ہی کیونکہ وہ تو اسی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا کو آدمیون کے نفع کے واسطے پیدا فرمایا ہی پس جبتک کسی چیز کی نسبت بالخصوص حرام کرنے کی دلیل معلوم نہو تب تک سب مباح ہی چنانچہ کل جانورون کا گوشت حلال ہی سواے سور وغیرہ کے جنکی حرمت پر دوسری نص آگئی رہا یہ کہ اُنکے حرام کردینے مین کیا حکمت ہی تو علما نے عوام کی سمجھ کے لائق آسان جواب یہ لکھا کہ فرمانبردار و نافرمان پہچان لیا جائیگا لیکن دقیقہ یہ ہی کہ اُسمین اسرار حکمت مین کیا تم نہین دیکھتے کہ بکثرت خواہ سور کے گوشت مین کھانے والے کے نفس مین بھی یہی بیحیائی وگندگی پیدا ہوگی

جیسے کتون کے پالنے والے دنیا کے کتے ہین توحب خالی اُسکی محبت کا یہ اثر ہے تو غذائیت کی سیرت بہت مذموم پیدا ہوتی ہے اور من وسلوٰی کے
بیان مین کچھ ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پس جو لوگ اہل عقل ہین وہ ان محرمات کی حکمت مین اللہ تعالیٰ واُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری
کرتے ہین اور خالی زبان وخواہش نفس کے پیچھے اپنے خصائل کو مثل کتے وسور کے خراب نہین کرتے اور جب غور سے دیکھو تو جسکو بکری وہرن
ونیم وغیرہ کے نفیس گوشت ملے اگر اُسکو سور وکتے کا گوشت نہ ملا تو وہ کچھ بھی پروا کے قابل نہین اور جسکو تیتر وبٹیر وغیرہ کے نفیس گوشت
میسر آئے تو اُسکو کوے وگدھا وچیل کے گوشت نہ ملنے پر کچھ حرج نہوگا پس معلوم ہوا کہ حکمت شرعیہ تعلیم اخلاق جمیل ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ نے
جو کچھ روے زمین مین ہے سب انسان کے واسطے پیدا کیا پس کیونکر اُس سے کفر کر سکتے ہین جسنے اُنکی ذات کو پیدا کر کے اُنکے واسطے زمین کے
تمام حیوانات ونباتات وجمادات پیدا کیے جنکو اپنے رزق مین لاتے ہین حتی کہ جاندار جانورون کو مار کر کھاتے ہین پس کیونکر جائز ہوگا کہ
اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوے جانورون کو کسی غیر کے نام پر مارین یعنے غیر کی بھینٹ چڑھاوین یا غیر کے نام پر اُسکو قربان کرین اور کیونکر جائز
ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے رزق سے پیٹ بھرین اور غیر کا شکریہ ادا کرین حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی نے اُنکے رزق کے واسطے یہ سب زمین اور اُسکا سامان پیدا کیا
ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ ۔ پھر جانب آسمان مستوی ہوا ۔ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ پس اُنکو ٹھیک کر کے سات آسمان کیا
وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۔ اور وہ ہر چیز کے ساتھ خوب آگاہ ہے ۔ ف پس جسنے جان دی اور رزق عطا کیا اور اُسکی قدرت نے آسمان
وزمین کو محیط ہے کہ ایک ذرہ اُسکی قدرت سے باہر نہین ہو سکتا تو اُسکی ناشکری وکفر کیونکر ممکن ہے ۔ آیت قدری مین بہت سے فوائد ہین
(فائدۂ اولیٰ) یہ کہ اصل اشیا مین اباحت ہے جب تک کوئی دلیل حرمت قائم نہو جیسا کہ اثنا سے تفسیر مین گذر چکا ۔ (فائدۂ ثانیہ) ثم استویٰ الی السماء
علما نے کلام کیا کہ یہان استوا کے کیا معنے ہین کیونکہ زبان عرب مین یہ لفظ کئی معنون مین مستعمل ہوتا ہے ایک یہ کہ قصد وتوجہ کرنا اور اُسکے واسطے
حرف الیٰ آتا ہے اور وہ یہان بھی موجود ہے پس معنی یہ ہونگے کہ زمین کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان کی پیدائش کا قصد کیا کیونکہ حرف ثم
تاخیر پر دلالت کرتا ہے لیکن زمین کے پیدا کرنے سے اُسکا مجمل مادہ مقصود ہوگا اسیواسطے یہان مجمل زمین مذکور ہے کیونکہ تفصیل کے ساتھ سات زمین کا
بچھانا بعد پیدائش آسمانون کے ہے بدلیل قولہ تعالیٰ ۔ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰىهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا یعنی جو کفار
تعجب کرتے تھے کہ وہ بعد موت کے کیونکر پیدا کیے جائینگے گویا حماقت سے اُنکو اللہ تعالیٰ کی قدرت مین شک ہے کہ وہ مر کر کیونکر پیدا ہو سکتے ہین پس اُنکو
ملامت کی جھڑکی دی کہ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ الآیہ یعنی کیا تمھاری خلقت اشد ہے یا آسمان کی اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بنایا اُسکی چوٹی اُٹھا کر اُسکو ٹھیک کیا
اور اُسکی رات کو اندھیرا بنایا اور اُسکا نور پیدا کیا پھر اسکے بعد زمین کو بچھایا اور اُس سے زمین کا پانی وسبزہ نکالا اور پہاڑون کو اُسپر میخ کیا تاکہ تمھارے واسطے
اور تمھارے جانورون کے واسطے تمتع ہو ۔ ھ ۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ زمین وآسمان کی پیدائش کے بعد زمین کو
بچھونا کیا گیا اور اُسکی تفصیل سورۂ حٰمٓ السجدہ مین ہے جہان فرمایا ۔ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ الآیات ۔ یہ سب تقریر اس بنا پر ہے
کہ استوا بمعنے قصد وارادہ ہے ۔ اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ استوا بمعنے ارتفاع ہے ۔ الطبری نے کہا کہ بلند ہوا بجانب آسمان ۔ رازی وزمخشری نے
کہا کہ استوا بمعنے اعتدال واستقامت ہے یعنی ٹھیک جسمین کچھ کجی نہو جیسے آدم علیہ السلام کی خلقت مین فرمایا ۔ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ
سٰجِدِیْنَ ۔ یعنی ملائکہ کو فرمایا کہ جب مین اُسکو مستوی کردون اور اُسمین اپنی روح سے پھونکون تو تم لوگ اُسکے لیے سجدہ مین گر جاؤ ۔ ھ لیکن اسکے ساتھ
حرف الیٰ نہین آتا ہے اور جب ارتفاع وبلندی کے معنے مین ہوتا ہے تو حرف علیٰ آتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ ۔ فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ اور
جیسے قولہ تعالیٰ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ۔ لہذا یہان جبکہ حرف الیٰ آیا ہے تو معنی اول یعنے قصد ہی مناسب ہین اور اسکو شیخ ابن کثیر نے اختیار کیا ۔ (فائدۂ ثالثہ)

واضح ہو کہ آسمانوں کی تعداد سات منصوص ہے اسیطرح زمینوں کا شمار بھی سات ہے اور یہ حدیث میں بھی وارد ہوا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جسنے کسی دوسرے کی زمین میں سے بقدر ایک بالشت کے ناحق لے لی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسکو ساتون زمین سے طوق پہنا دیگا
(الصحیح) پھر بعض روایات میں وارد ہے کہ جیسے ہر دو آسمان کے درمیان پانچسو برس کی راہ ہے اسیطرح ہر دو زمین کے درمیان اسیقدر فصل ہے۔
امام رازی نے تفسیر کبیر میں آسمانوں کے بیان میں فلاسفہ کے اقوال بھی نقل کیے اور اُنکے دلائل کو مجروح کرنے کے بعد فرمایا کہ ان خبطیون کے اقوال
نقل کرنے سے مجھے صرف یہ تنبیہ مقصود ہے کہ کسی آدمی کی یہ مجال نہیں کہ آسمانوں و زمینوں کے تعلقات اور اُنکی کیفیت و تعداد اپنے حواس کے ذریعہ سے
دریافت کر سکے کیونکہ علم تو اسکو کہتے ہیں کہ جو قرار دیا وہ واقع بھی ہو اور اُسکے مخالف کچھ نہو حالانکہ یہ بات کسیطرح ممکن نہیں اور سوائے خالق عزوجل کے
کوئی شخص اسکو احاطہ نہیں کر سکتا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بات نہایت صحیح اور بالکل بدیہی ہے مگر اس زمانہ میں احمقوں کا ایک فرقہ ہے جو اپنے آپکو فلاسفہ
سمجھتے ہیں حالانکہ اُنکو فلسفہ میں سوائے اٹکل کے کچھ بھی حاصل نہیں ہے کاش ان لوگوں کو اتنی ہی سمجھ ہوتی جسقدر قدمائے فلاسفہ رکھتے تھے حالانکہ
انمین اور انمین زمین و آسمان کا تفاوت ہے ان موجودہ لوگوں نے تو فقط اٹکل پر چلنے کا فلسفہ نام رکھا ہے حالانکہ قدمائے فلاسفہ کی نسبت
تو نے دیکھا کہ امام رازی نے کسطرح اُنکو خبطی بیان فرمایا پھر امام رازی نے نصیحت کی کہ جب یہان کوئی عقل و قیاس کام نہیں دیتی ہے
تو لامحالہ اسی حد تک اقتصار کرنا چاہیے جہانتک خالق عزوجل نے قرآن یا حدیث سے ہمکو آگاہ فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ شائستہ آدمی کی تنبیہ کے لیے
یہ فکر کافی ہے کہ زمین بہ نسبت آفتاب کے ایک مٹر ہے جو ایک مٹکے کے مقابلہ میں ہو حالانکہ آفتاب کے مانند اگر اس آسمان میں بچھائے جاوین تو کروڑون
بیشمار سماوین پھر اس آسمان کے مقابلہ مین زمین کی کوئی نسبت باقی نہیں ہے اور خالق آسمان عزوجل نے آسمانوں کے محیط جو اجرام عرش و کرسی
پیدا فرمائے اُنکے مقابلہ مین آسمان ایک رائی سے کمتر ہے تو زمین کی نسبت کیونکر شمار ہو پھر یہ زمین جسپر ہم آباد ہیں اسکی نسبت سوائے اٹکل و قیاسی
باتون کے تحقیقی و قطعی علم نہیں حاصل کر سکتے اگرچہ بعض اٹکل کے قیاسات اس امر کا شبہ دلاتے ہیں کہ زمین مدور ہے لیکن کوئی قطعی دلیل
نہیں ہو سکتی پس آسمان کی کیفیت و تعلقات کیونکر قائم کیے جاوین پھر واضح ہو کہ جب زمین اس مخلوقات سماوی کے مقابلہ میں رائی کا
ہزاروان حصہ نہیں ٹھہرتی ہے تو انسان بے بنیاد اپنی ہستی کو ملحوظ رکھے اور عظمت خالق عزوجل اپنے قلب میں ہرگز کرے بلکہ قلب ضعیف اس تحمل کے
لائق ہے اور یہ بھی شان الٰہی عزوجل ہے کہ اُسنے اس انسان ضعیف الخلقت کو اپنی معرفت سے سرفراز فرمایا جو ان اجسام عظیمہ میں نہیں ہے لہٰذا
انسان کی تسبیح کو اشرف قرار دیا اور زمین کے حیوانات کو اپنے نام پر اُسکی غذا کر دیا پھر واضح ہو کہ زمین کے بارہ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے
تفصیل ثابت نہیں ہے اور نہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے وارد ہے اور اسکا بھید یہ ہے کہ اصل مقصود نور معرفت و دار آخرت ہے حتی کہ اُسوقت
سب کیفیت بھی ظاہر ہو جائیگی بخلاف اسکے اگر معرفت و آخرت سے گمرہ رہا تو زمین کی کیفیت سے اُسکو کچھ فائدہ نہ ہوگا بلکہ بسا اوقات اندھےپن
کی حالت میں بہت سے امور حق سے اندھا منکر ہو جاتا ہے ہان بنی اسرائیل کی روایات میں البتہ کچھ حالات وارد ہوئے ہیں چنانچہ حضرت کعب احبار
تابعی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے و دیگر اہل کتاب سے اسلامیوں نے بھی وہ روایات نقل کین لیکن کعب احبار
وغیرہ وہی باتین بیان کر سکتے ہیں جو اُنکو اپنے یہان کتابون میں ملین حالانکہ اُنمین اسناد ثقات کا سلسلہ نہ تھا چنانچہ مقدمہ میں تصریح
گذر چکی لہٰذا احتمال ہے کہ یہ بیان بزبان انبیاء سابقین علیہم السلام ہو اور محتمل ہے کہ اسرائیلیون میں سے کسی نے بنائی ہو لہٰذا ہم جزم نہیں کر سکتے
مگر نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور پانی سے پہلے جو پیدا کیا اُسکے سوائے یہ مخلوقات پیدا نہیں فرمائی تھی پھر جب اس خلق کو
پیدا کرنا چاہا تو پانی سے دھوان پیدا کیا وہ پانی کے اوپر بلند ہو گیا اسیواسطے سما اُسکا نام ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی آسمان کا مادہ ہے اور

بعض احادیث مین آیا کہ آسمان ایک موج مکفوف ہو - دم - پھر اللہ تعالے نے پانی کو خشک کر دیا تو اُسکو ایک زمین بنایا پھر اُسکو تہ
پھاڑ کر سنیچر و اتوار کے دو دن مین سات زمینین بنایا پھر زمین کو مچھلی پر رکھا جسکا ذکر - ن و القلم مین موجود ہی اور یہ مچھلی پانی مین ہو اور پانی پشت
صفاۃ پر ہی اور صفاۃ پشت فرشتہ پر ہی اور فرشتہ ایک صخرہ پر ہی اور صخرہ مذکور ہوا مین ہی جو آسمان یا زمین مین نہین ہی پھر مچھلی کی جنبش سے زمین
کو اضطراب ہوا تو پہاڑون سے اُسکو بوجھ دیدیا گیا اسی سے پہاڑ افتخار کرتے ہین پھر زمین مین پہاڑون کو پیدا کیا اور زمین والون کی روزی و رخت
پیدا فرمائے اور جو کچھ اُسکے واسطے سامان تھا یہ سب منگل و بدھ دو دن مین پیدا کیا پھر آسمان کی جانب قصد فرمایا حالانکہ وہ پانی کا دھوان تھا پس
اُسکو ایک آسمان بنا کر تہ پھاڑ کر جمعرات و جمعہ دو دن مین سات آسمان بنا لئے اور مین جمعہ کے دن آسمان و زمین کی خلقت جمع ہوئی اور اللہ تعالی نے
ہر آسمان مین اُسکے امور مین ملائکہ اور سمندر و جبال البرد و دیگر اشیا جنکو اللہ تعالی ہی جانتا ہی پیدا فرمایا پھر آسمان دنیا کو کواکب سے مزین فرمایا
کہ وہ آسمان کی زینت اور شیاطین سے حفظ ہین پھر جب اپنی مشیت کے موافق پیدائش سے فارغ ہوا تو عرش پر استوا فرمایا - شیخ ابن کثیر رح
نے لکھا کہ یہان ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا
کہ اللہ تعالے نے تراب کو سنیچر کے روز پیدا کیا اور اتوار کے روز اُسنے پہاڑ پیدا کیے اور دوشنبہ کے روز اُسنے درخت پیدا کیے اور مکروہات کو منگل کے
اور نور کو بدھ کے روز پیدا کیا اور جمعرات کو جانور منتشر فرمائے اور آدم کو جمعہ کے روز بعد عصر کے جمعہ کی آخر ساعت مین جو عصر سے رات تک ہی پیدا کیا
(رواہ مسلم و النسائی ایضًا) شیخ نے کہا کہ یہ حدیث اگرچہ صحیح مسلم مین موجود ہی اور اسکے رُواۃ ثقہ ہین لیکن یہ حدیث غریب ہی چنانچہ حفاظ حدیث مانند
علی بن المدینی و بخاری وغیرہ نے اسکو کعب احبار کا کلام بیان کیا ہی اور ابو ہریرہ رضہ نے اسکو کعب احبار ہی سے لیا تھا لیکن اسناد کے بعض راویون
کو وہم ہوگیا تو انہون نے ابو ہریرہ رضہ کا سننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر دیا چنانچہ بیہقی رح نے اسکو تحقیق اسانید کے ساتھ تحریر فرمایا ہی
(فائدہ) خلق لکم مین افادہ ہی کہ سب جو کچھ زمین مین ہی وہ تمہارے نفع کیواسطے ہی اور اصح یہ ہی کہ کل چیزین کسی نہ کسی نفع مین آتی ہین حتی
خاک و بالو بھی کام مین آتی ہی اور زہر بھی زخم کے کیڑے مارنے کے کام مین آتا ہی اور شراب بھی لیپ طور پر نافع ہی اگرچہ پینے مین بوجہ حرام ہونے کے
اللہ تعالی اثر نہین دیتا - چنانچہ حدیث مین ہی کہ اللہ تعالی نے جو چیز تم پر حرام فرمائی اُسمین شفا نہین رکھی ہی - (السنن) خانہ کعبہ مثل سفید بُدبُدے
کے آسمان سے پہلے پیدا ہوا ہی - ع - اس مین اشارہ ہی کہ کل چیزون مین نفع یہ ہی کہ سب امتحان و عبرت ہین اور خالق عز و جل کی دلیل قدرت ہین
پس جو شخص اُنسے منفرد ہو کر خالق عز و جل پر بھروسا کرے وہ محقق و اصل ہی چنانچہ ابن عطا نے فرمایا کہ خلق سب تیرے لیے ہی اور تو اللہ تعالے کے
واسطے ہوا اور جو شخص انہین مشغول ہو کر حق تعالے سے غافل ہوا تو وہ مدعی کاذب ہی - بعض مشائخ بغداد نے کہا کہ ہر شخص بندہ نعمت ہی تو ہر طرح کی
نعمتین عطا فرمائین تا کہ اپنے منعم حقیقی کو پہچانین - شیخ ابن العربی نے کہا کہ عالم سفلی و علوی کی نظیر انسان ہی چنانچہ انسان مین عالم سفلی یہ جسم ہی اور
عالم علوی مراتب روحانیات ہین اور وہ سات ہین اول ملکوت ارضیہ و قوائے نفسانیہ و جن ہی دوم عالم نفس سوم عالم قلب چہارم عالم عقل پنجم
عالم سر ششم عالم روح ہفتم عالم خفا ہی واضح ہو کہ اللہ تعالے نے ملائکہ کو نور سے پیدا فرمایا پس اُن مین کدورات مادیہ و خواہشات نفسانیہ نہین ہین مانند
کھانے پینے وغیرہ کی خواہش سے پاک ہین اور اُنکے افعال مین سہو و خلل بھی ممکن نہین ہی کیونکہ عقل خالص خطا نہین کرتی و رخطا جب ہی ہوتی ہی کہ اوہام
و خیالات ہجوم کر کے عقل پر پردہ کرلین اسیواسطے اللہ تعالی نے فرمایا - لا یعصون اللہ ما امرہم و یفعلون ما یؤمرون یعنی ملائکہ ایسے بندے ہین کہ جو اللہ تعالی نے
حکم دیا اُسمین نافرمانی نہین کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہی وہی کرتے ہین یعنی جب فرمایا کہ نافرمانی نہین کرتے تو شبہہ ہوتا تھا کہ حکم ہی بجالاتے ہین مگر ممکن ہی کہ
بجالانے مین اُنسے کام پورا نہو تو نافرمانی نہونے کے باوجود کام پورا نہوا پس تنبیہ کر دی کہ نہین بلکہ ٹھیک وہی پورا ہوتا ہی جو حکم دیا گیا کیونکہ اُن مین کمی

نہین ہے اور دوسری خلقت اللہ تعالےٰ نے جانورون کو پیدا کیا جو محض شہوات وبے عقل ہین پس جمعہ کی آخری ساعت مین اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو کمال حکمت بالغہ سے جامع پیدا فرمایا کہ اسمین ملکیت وشہوت دونون جمع ہین پس اگر آدمی شہوت کی اتباع کرے تو گناہ مین مبتلا ہوگا اور حد سے باہر ہو جائیگا لیکن ہادی عقل تو بہ کرکے اسکو اعتدال پر لاویگی یا حاکم شرع اسکو انصاف سے سزا دیگا تو صفت غضب وعدل ورحمت سبکا ظہور ہوگا پس اس راہ سے کہ شریعت عین حکم الٰہی ہے اور حاکم اسکی فرمانبرداری کرتا ہے تو وہ نائب شرع وخلیفہ الٰہی ہے اور ظالم ومظلوم مین سے اول بصفت غضب اور دوم بصفت رحمت متصف ہوگیا لہذا اللہ تعالیٰ نے جامع اسرار ومعارف آیات کو نازل فرمایا

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ

اور جب کہا　تیرے رب نے　فرشتون کو　مجھکو بنانا ہے　زمین مین　ایک نائب　بولے کیا تو رکھیگا اسمین جو شخص فساد کرے

فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاۗءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ

وہان　اور کرے　خون　اور ہم پڑھتے ہین　تیری خوبیان　اور یاد کرتے تیری پاک ذات کو　کہا　مجھکو

اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

معلوم ہے جو تم نہین جانتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت مین آدمیون پر اللہ تعالیٰ کا احسان ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبل پیدا ہونے کے ملاء اعلیٰ مین انکا ذکر فرمایا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ ۭ یعنی ای محمد ذکر فرما اور اپنی قوم کو سنا کہ جب تیرے رب نے ملائکہ سے کہا کہ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ مین زمین مین خلیفہ پیدا کرنے والا ہون۔ ف ابن ابی حاتم نے عبد الرحمٰن بن سابط سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ سے زمین بچھائی گئی اور پہلے جنھنے خانہ کعبہ کا طواف کیا وہ ملائکہ تھے۔ شیخ نے کہا کہ اسکی سند مین ضعف ہے۔ سدی نے اپنی تفسیر مین ابن عباس وابن مسعود وایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ مین زمین مین خلیفہ بنانے والا ہون تو ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب یہ خلیفہ کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسکی ذریات ہونگی جو زمین مین باہم فساد وحسد کرینگے اور آپس مین ایک دوسرے کو قتل کرینگے۔ امام ابن جریرؒ نے کہا کہ اس تاویل پر آیت کے یہ معنی ہوے کہ مین اپنی جانب سے زمین مین ایک خلیفہ کرنے والا ہون جو میری مخلوق کے درمیان میرے حکم شریعت کے موافق عدل جاری کریگا پس یہ میرا نائب ہے اور آدم علیہ السلام وانکی ذریات مین سے جو لوگ موافق شریعت کے عدل کے ساتھ حکم کرنیوالے ہونگے سب خلیفہ ہین اور رہا فساد وخونریزی کرنا تو یہ خلفاء کے سوا دوسرون سے واقع ہوا ہے۔ شیخ سیوطیؒ نے اسی تاویل کو اختیار کیا ہے لیکن امام ابن جریرؒ نے بعد اسکے لکھا کہ آیت مین تو خلافت سے باہم آدمیون مین نسلاً بعد نسل قائم مقامی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ثم جعلناکم خلائف فی الارض من بعدہم۔ یعنی ان امم ماضیہ کے بعد تمہین زمین مین تمکو انکا قائم مقام کیا اور یہی تفسیر کو امام شیخ ابن کثیرؒ نے اختیار کیا بدلیل قولہ تعالیٰ ہو الذی جعلکم خلائف الارض۔ یعنی اللہ ہی ہے جسنے تمکو زمین مین خلیفہ بنایا۔ وقولہ تعالیٰ ویجعلکم خلفاء الارض۔ یعنی اللہ ہی تمکو زمین مین خلفاء بناتا ہے۔ وقولہ تعالیٰ۔ وخلف من بعدہم خلف یعنی پھر ان کے پیچھے لوگون کے قائم مقام ہو کر ناخلف لوگ آئے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ایک گروہ مفسرین کے نزدیک اس مقام پر خلیفہ سے حضرت آدمؑ مراد ہین۔ اور قرطبی نے اسکو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وابن مسعودؓ وجمیع مفسرین کا قول نقل کیا۔ شیخ نے کہا کہ فقط آدم علیہ السلام کی خصوصیت نہین ہے کیونکہ اگر آدم علیہ السلام کی خصوصیت ہوتی تو اسمین ملائکہ کا یہ قول ذکر فرمایا۔ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاۗءَ ۚ ملائکہ کہنے لگے کیا تو زمین مین ایسے شخص کو

پیدا کریگا جو وہان فساد کرے اور خون بہاوے۔ ف پس یہ آدم علیہ السلام کے حق مین نہین ہوسکتا بلکہ یہ دوسرے لوگون کا فعل ہے
تو ملائکہ کی مراد یہ ہے کہ اس جنس مین ایسے لوگ ہونگے جو زمین مین فساد پھیلاوین اور باہم خونریزی کرین حسن بصری و قتادہ نے کہا کہ جب
اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو خبر دی تو اُنھون نے یہ سوال کیا۔ اور تفسیر سدی مین مذکور ہو چکا کہ ملائکہ نے پہلے ہی دریافت کیا تھا کہ ایک شخص خلیفہ کیونکر ہوگا تو
اُنکو بتلایا گیا کہ اُسکی ذریات باہمی حسد سے فساد و خونریزی کرینگی پس ملائکہ نے دو طور سے جانا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو تصریح کے ساتھ آدمیون کا
فساد و خونریزی بتلا دیا تھا اور دوم یہ کہ اُنھون نے جنون پر قیاس کیا۔ چنانچہ مجاہد نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ آدمؑ سے دو ہزار برس
پہلے بنو الجان زمین مین بسائے گئے پس اُنھون نے فساد و خونریزی کی تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ مین سے ایک گروہ بھیجا جنھون نے اُنکو مارا
یہانتک کہ سمندرون کے جزیرون مین پہونچایا (ابن ابی حاتم) ابو العالیہ نے کہا کہ یہین سے ملائکہ کہنے لگے کہ جیسے جنون نے فساد و خونریزی
کی اسیطرح یہ خلیفہ ہوگا یعنے بجائے جنون کے اُنکا قائم مقام ہو کر فساد و خونریزی کریگا تو جنون سے مطرود کرتے ہین اور اُنکے قائم کرنے مین
کیا مصلحت ہے۔ شیخ نے کہا کہ شاید اُنھون نے خلیفہ کی لفظ سے بھی یہی نکالے ہون۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اُسوقت ہو سکتا ہے کہ خلافت سے
مراد حکومت عدل کی نیابت ہے پھر شیخ نے کہا کہ یہ قول ملائکہ بطور اعتراض نہ تھا اور نہ بنی آدم کے ساتھ حسد تھا جیسا کہ بعض مفسرین نے وہم کیا ہے
کیونکہ ملائکہ کی شان سے یہ دونون بداخلاق بنص قرآنی دور ہین بلکہ اجازت الٰہی عز و جل کا اشارہ پا کر اُنھون نے اس حکمت کو دریافت کیا مترجم
کہتا ہے کہ حاصل یہ نکلا کہ پہلے جن آباد کیے گئے پھر جب اُنھون نے فساد و خونریزی کی تو ملائکہ کو بھیجکر نکلوا دیے گئے پھر ملائکہ کو آگاہ کیا گیا کہ دوسرا خلیفہ
پیدا کیا جائیگا جسکی ذریات باہم فساد و خونریزی کرینگی تو ملائکہ کو ظاہر ہوا کہ جب فساد و خونریزی ہی کرنے والے زمین مین ہین تو جنون کے
نکال دینے مین کیا حکمت تھی کہ اُنکے قائم مقام یہ خلیفہ رکھا جائیگا جو اُسیطرح فساد و خونریزی کریگا۔ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ
نُقَدِّسُ لَكَ ۔ اور حال یہ ہے کہ ہم بندے تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور تیرے واسطے تقدیس کرتے ہین۔ ف یعنے دنیا و نسل
کے واسطے ہم لوگ کافی ہین تو اس مخلوق مفسد مین کیا حکمت ہے۔ علماء نے کہا کہ ملائکہ کو جب بتلایا گیا کہ اُسکی ذریات باہم فساد
و خونریزی کرینگی تو اُسکو عموم پر محمول کر لیا گویا جنون کیطرح یہ بھی سب کے سب فسادی ہونگے اور ملائکہ نے ظہور آثار کو نہین جانا کہ جنون
مین عاجزی و فروتنی نہین ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ جنون کی پیدائش آتشی لپٹ سے ہوئی ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ وخلق الجان من مارج من
نار۔ اسپر نص صریح ہے حالانکہ محل رحمت وہ لوگ ہین جو جناب الٰہی مین عاجز ہین۔ چنانچہ حدیث مین [illegible]
جنت نے عرض کیا کہ میری کیا حالت ہے کہ مجھمین ضعفاء و مساکین داخل ہونگے تو ارشاد ہوا کہ تو میری رحمت ہے تیرے ساتھ اپنے بندون مین
سے جسپر چاہونگا رحمت کرونگا (کمافی الصحیح) پس قابل رحمت یہی مسکنت ہے جو انسانی جسم خاکی کے لوازم سے ہے پس ان مین علوم و معارف
اور ظہور رحمت کے آثار تھے لہذا اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو جو ارشاد ہوا ہے۔ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۔ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ جو کچھ مین جانتا ہون وہ تم نہین جانتے ہو۔ ف شیخ ابن کثیر نے لکھا یعنے اس خلافت مین جو اسرار حکمت ہین جنکو تم
نہین جانتے ہو ازانجملہ یہ ہے کہ ان مین اللہ تعالیٰ کے انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین پیدا ہونگے جو عابد ہین و زاہد ہین و ابرار و اولیاء
مقربین و علماء عاملین و بندگان خاشعین و محبین ظاہر فرمائے۔ حدیث مین آیا ہے کہ صبح و عصر کو جو ملائکہ باری باری سے آتے جاتے ہین وہ جو بندون کے
اعمال صالحہ پہونچاتے ہین تو رب عز و جل دریافت فرماتا ہے کہ تم نے میرے بندون کو کس حال مین چھوڑا حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تو ملائکہ
عرض کرتے ہین کہ جب ہم اُنکے یہان گئے تھے تب بھی وہ نماز پڑھتے تھے اور جب ہم آئے تب بھی اُنکو نماز پڑھتے چھوڑ آئے ہین (الصحیح)

گویا اُس جواب کی حکمت ہے۔ اور حضرت قتادہ نے فرمایا کہ ہمسے بیان کیا گیا کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے کہ جب اللہ تعالےٰ نے آدمؑ کو پیدا کرنا چاہا تو اس سے پہلے ملائکہ نے آپس میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو ہمسے زیادہ بزرگ و عالم نہیں پیدا فرمائیگا پس آدمؑ کو پیدا کرکے اُنکو مطلع کیا اور عالم میں جس مخلوق کو دیکھو وہ مبتلائے امتحان ہے چنانچہ آسمان و زمین کے واسطے بھی فرمایا۔ ائتیا طوعا او کرہا قالتا اتینا طائعین۔ یعنے تم دونوں بخوشی خاطر یا ناگواری حاضر ہوا دونوں نے عرض کیا ہم دونوں بخوشی خاطر تیری فرمانبرداری میں حاضر ہیں۔ (ابن جریر وغیرہ) گویا ملائکہ نے نسبح بحمدک ونقدس لک۔ سے اپنی تسبیح و تقدیس کو جامع و اشرف خیال کیا تھا عبد الرزاق نے قتادہؒ سے روایت کی کہ تسبیح تو یہی سبحان اللہ وبحمدہ ہے اور تقدیس سے نماز مراد ہے یہی سدیؒ نے اپنی تفسیر میں ابن عباس وابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔ اور حدیث ابو ذرؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ زبان سے کون بات بولنا افضل ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی کلمہ جسکو اللہ تعالےٰ نے اپنے ملائکہ کے واسطے پسند فرمایا وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے (صحیح مسلم) مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اس کلمۂ پاک سے ملائکہ کو تسبیح کی ہدایت فرمائی لیکن یہ سمجھنا چاہیئے کہ جب ملائکہ نے اس کلمہ سے تسبیح کی اور جب انبیاء علیہم السلام نے اس کلمہ سے تسبیح کی تو کلمہ واحد ہے اور تسبیح کرنا دونوں میں سے کسکا افضل ہے مترجم کہتا ہے کہ بیشک اُسکی تسبیح افضل ہوگی جو معرفت صفات میں افضل ہو اور شک نہیں کہ ملائکہ جامع صفات جستہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام جامع صفات جمیع ہیں تو جمیع صفات پر حمد و تسبیح بہ نسبت بعض کے افضل ہے حتی کہ یہ محبوب تسبیح اُنکو جنت میں بھی الہام ہوگی یعنی بجائے سانس کے تسبیح ہوگی۔ حدیث میں ہے کہ کسی شخص کو مدح اسقدر محبوب نہیں ہے جسقدر اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اسیواسطے بندوں کو اپنی حمد کا حکم دیا (الصحیح) عبد الرحمن بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں ملائکہ کی تسبیح بلند آسمانوں میں سبحان العلی الاعلی سبحانہ تعالیٰ۔ سنتے تھے (بیہقی) (مسئلہ) قرطبی وغیرہ نے اس آیت سے استدلال کیا کہ خلیفہ مقرر کرنا واجب ہے تاکہ لوگوں کے اختلافات و تنازع میں فیصلہ کرے اور مظلوم کی مدد کرکے ظالم سے انصاف لے اور زناکار وغیرہ پر حدود قائم کرے اور جو لوگ فواحش کے مرتکب ہوتے ہیں اُنکو سزائے تعزیر سے زجر کرے اور رہزنی وغیرہ کو روکے اور اسیطرح جمعہ و اعیاد قائم کرے کیونکہ جب ان امور مہمہ کا قائم کرنا واجب ہے حالانکہ انکا قیام بذریعہ امام ہوتا ہے تو امام مقرر کرنا بھی واجب ہوا پھر امامت کبھی بذریعۂ تصریح حاصل ہوتی ہے جیسے ایک جماعت اہل سنت نے کہا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صریح خلیفہ کیا گیا تھا اور دوسرے گروہ نے کہا کہ خلیفہ بنانے کا اشارہ کیا گیا تھا اسیطرح اگر ایک خلیفہ نے اپنی وفات کے وقت دوسرے کو خلیفہ کیا تو وہ خلیفہ ہو جائیگا جیسے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا اسیطرح اگر جماعت صالحین کی مشورت پر خلافت رکھی تو وہ جسکو خلیفہ کریں وہ خلیفہ ہو جائیگا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے افاضل صحابہ میں سے چھ آدمیوں کے مشورہ پر خلافت چھوڑی اور اُنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا اسیطرح اگر اہل حل وعقد کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے متفق ہوئے تو جمہور پر بیعت لازم ہے حتی کہ امام الحرمین نے اسپر اجماع نقل کیا اسیطرح اگر کسی شخص نے بزور شمشیر سلطنت حاصل کی تو احکام شریعت میں اُسکی اتباع لازم ہے تاکہ جماعت اسلام میں شقاق و نفاق نہو پھر امام میں چند صفات ہیں چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مذکر آزاد و عاقل بالغ مسلمان عادل مجتہد آنکھوں سے دیکھنے والا اعضا میں تندرست اور لڑائی کے ڈھنگ سے واقف ہو اور جب اختیار سے مقرر کیا جائے تو قریشی ہونا چاہیئے اور مترجم نے مقدمہ عین الہدایہ میں توضیح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ شیخ نے لکھا کہ قریش میں سے بنی ہاشم کی اولاد ہونا شرط نہیں ہے اور خطا سے معصوم ہونا بھی شرط نہیں ہے اور اسمیں شیعہ بھی متفق ہیں لیکن روافض مخالفت کرتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے عجب ہے کہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو ضرر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک رکھا اور آپ کے بعد اپنے زعم مین تجویز کیا کہ اُسکا نام ہی نام رہگیا اور وہ دنیا سے مٹ گئی تا کہ یہود و نصاری و بود و ہندو وغیرہ مین سے جو شخص اُنکے دھوکے مین آیا وہ قیامت مین انکا گریبان گیر ہو اسکا بیان یہہ ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسنے امام شریعت تلاش کیا اُسنے روافض کے زعم کے موافق نہین پایا کیونکہ آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ غیر معصوم بلکہ روافض کے زعم کے موافق خطاوار تھے اسیطرح بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی کوئی امام نہین گذرا جو لشکر جہاد کا پیشوا اور سلطنت کی صفات رکھتا ہو بلکہ بعض روافض نے یہانتک غلو کیا کہ ایک شخص امام مہدی پیدا ہوئے جو دشمنون کے خوف سے قرآن شریف کو لیکر سُر من رأے مین چھپ گئے تو کتاب آسمانی بھی گم ہوئی پس اقوام مشرکین مین سے نہ کسی نے امام شریعت پایا اور نہ کتاب الٰہی پائی حالانکہ شریعت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام مدت تک قائم رہی حتی کہ قرآن مجید مین اللہ تعالے نے بنی اسرائیل پر اپنا یہ احسان ظاہر فرمایا بقولہ تعالے - وآتینا ہم ملکا عظیما - اور بقولہ تعالے - وجعل فیکم انبیاء الآیۃ - یعنے حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کا احسان یاد دلایا کہ اُسنے تم مین انبیا پیدا کیے اور تمکو سلاطین بنایا - مالانکہ روافض نے اپنی حماقت سے جو یہ ان وسوسہ شیطانی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو اور کتاب الٰہی کو گم کردیا نعوذ باللہ من ذالک مسئلہ اگر اقالیم وسیع ہون تو ہر ایک مین جداجدا امام جائز ہے یا نہین اسکے جواب مین علما نے تردد کیا اور ابو اسحٰق کے نزدیک وسعت اقالیم کی صورت مین جائز ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ جیسے ایک وقت مین بغداد مین خلفاے عباسیہ تھے اور مصر مین خلفاے بنی فاطمہ تھے اور قرطبہ واندلس مین خلفاے بنی امیہ تھے (فائدہ) جب اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو بعد جسم بنانے کے روح پھونک کر زندہ کیا تو ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا پس سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جسکو ملعون کر کے نکال دیا گیا چنانچہ اُسکا بیان آئندہ انشاء اللہ تعالے آویگا

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ

اور سکھائے آدم کو نام سارے پھر وہ دکھائے فرشتون کو کہا بتاؤ مجھکو نام

هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ

انکے اگر ہو تم سچے بولے تو سب سے نرالا ہے ہمکو معلوم نہین مگر جتنا تو نے سکھایا تو ہی ہے

أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ

اصل دانا پختہ کار کہا اے آدم بتادے انکو نام اُنکے پھر جب اُسنے بتادیے

بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ

نام اُنکے کہا مین نے نہ کہا تھا تمکو مجھکو معلوم ہین پردے آسمان اور زمین کے اور معلوم ہے

مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝

جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاتے ہو

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ان آیات مین اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کی شرافت جس سے ملائکہ پر فضیلت حاصل ہو بیان فرمائی بذریعہ علم یعنے علم سے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر شرف عطا کیا - وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا - اور آدم کو اسمار سکھلائے کہ سب کے سب فنا اور یہ ملائکہ سے سجدہ کرانے کے بعد واقع ہوا - ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ اسماء یہی ہین جو لوگون مین متعارف ہین مانند انسان و چوپایہ و زمین و آسمان و کوہ

ومیدان وخشکی وتری وگھوڑا گدھا وغیرہ یہ روایت ضحاک ہے اور سعید بن معبد کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مین دیگ وہانڈی پیالا
وغیرہ کا نام بھی مذکور ہے (ابن ابی حاتم وابن جریر) حضرت مجاہد وسعید بن جبیر وقتادہ وغیرہ سلف صالحین نے بھی کہا کہ ہر چیز کا نام سکھلایا ربیع
بن انسؒ نے فرمایا کہ ملائکہ کے نام بھی سکھائے ۔ اور حمید شامیؒ نے فرمایا کہ ستارون کے نام بھی سکھلائے یعنے زہرہ مریخ مشتری وغیرہ ۔ اور شیخ
ابن جریر نے اختیار فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اُنکی ذریات وملائکہ وغیرہ سب کے نام سکھائے تھے اور اسمین حکمت یہ تھی کہ اس خلیفہ کو پیدا کر کے
مین ملائکہ پر اپنے بعض علم وقدرت کا اظہار فرماوے جو کہتے تھے کہ ہمسے بڑھکر علم والا اللہ تعالیٰ نہین پیدا فرماویگا پس آدم علیہ السلام کو کل اسمار سکھلائے
یعنے کل اشیا جو آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا ہو چکی تھین یا ہونے والی تھین سب کی ذات وصفات وافعال صغیر وکبیر سب پیش کر کے سکھلائے شیخ ابن کثیرؒ
نے کہا کہ یہی صحیح ہے ۔ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ پھر ان لوگون کو ملائکہ پر پیش کیا ف یعنے حضرت آدم علیہ السلام کی ذریات
انبیار وغیرہم کو مع دیگر اشیار کے جو انسان کی منفعت کے واسطے مخلوق ہین سب کو پیش کیا اسیواسطے حضرت ابی بن کعبؓ کی قرأۃ مین
ثم عرضها علی الملٰئکۃ ۔ آیا ہے یعنے ان اشیا کو ملائکہ پر پیش کیا لیکن متواتر قرأۃ مین یہ لطافت ہے کہ پہلے تو جمیع اسمار سے کل اشیار کا علم آیا
پھر ملائکہ پر پیش کرنے مین اہل عقل کی شرافت اظہار فرمائی گئی کہ ۔ عرضهم مین اُنھین کی جانب ضمیر راجع ہے تاکہ دیگر اشیا انکے تابع معلوم ہون
الحاصل پہلے حضرت آدمؑ کو صورت حقیقی ومثالی سے تمام مخلوقات کے نام بتلائے پھر ان مخلوقات کو ملائکہ پر پیش کیا چنانچہ عبدالرزاق نے قتادہ
سے اور سدی نے حضرت ابن عباس وابن مسعود وایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی آدم علیہ السلام کو سب مخلوق کے نام سکھلا کر
ان مخلوقات کو ملائکہ پر پیش کیا فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ پھر ملائکہ کو فرمایا کہ تم ان کے
نامون سے مجھے آگاہ کرو اگر تم سچے ہو ف حسن وقتادہؒ نے کہا یعنے اگر تم اس بات مین سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمسے بڑھکر علم والا نہین پیدا کریگا
تو تم اپنے علم سے ان چیزون کی ذات وخواص وافعال بیان کرو ۔ مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ کا مقولہ مذکور نہین ہے لیکن بلاغت کلام سے نکلتا ہے اور
کلام الٰہی موجز ومعجز ہے ۔ اسیواسطے ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی یعنے اگر تم اس بات مین سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ زمین مین خلیفہ نہین پیدا کریگا
بلکہ اس سے بہتر وہ روایت ہے جو سدی نے ابن عباس وابن مسعود وایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ معنے یہ ہین کہ تم ان لوگون
کے نام بتاؤ اگر تم اس بات مین سچے ہو کہ اولاد آدم سب کے سب زمین مین فساد وخونریزی کرینگے ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ عمدہ تفسیر ہے کیونکہ ملائکہ نے
اپنی تسبیح وتقدیس کا ذکر کیا اور بنی آدم کی نسبت کلیہ فساد وخونریزی کا گمان کیا حالانکہ اگر ان مخلوقات کو جانتے اور اُنکے خواص وافعال کو پہچانتے
تو اُنکو معلوم ہوتا کہ تسبیح وتقدیس انبیار واولیار علیہم السلام مظہر جامع صفات ہے اسیواسطے صحیحین وغیرہ کی احادیث صحاح مین وارد ہے
کہ صالحین کی قرأۃ قرآن وتسبیح الٰہی عزوجل کی مجالس مین ملائکہ کمال خوشی سے اپنی مراد حاصل کرنے کو آتے ہین حتی کہ حضرت اسید بن حضیر وثابت
بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہما کی تلاوت تہجد مین ملائکۃ السکینہ مثل پارہ ابر کے جسمین شمعہاے کافوری روشن ہون بغرض استماع قرارت
کے یہانتک قریب ہوے کہ لوگون نے معائنہ کیا اگرچہ اُنھون نے یہ نہین جانا کہ یہ کیا چیز ہے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو آگاہ فرمایا
خبر دی کہ اسید بن حضیرؓ کو فرمایا کہ اگر تو گھبرا کر تلاوت کو منقطع نکرتا جسکے بعد وہ بلند ہو کر غائب ہو گئے تو برابر صبح تک ساکن رہتے یہانتک کہ
لوگ اُنکو دیکھتے اس سے ملائکہ کا استغراق ظاہر ہے اور مجمع البحار مین ذکر کیا کہ ملائکہ کو فضیلت تلاوت حاصل نہین ہے شیخ ابن جریرؒ نے بھی اسی تفسیر کو پسند
کیا اور کہا کہ ملائکہ کو ارشاد ہوا کہ انکے نام بتلاؤ اگر تم سچے ہو کہ اگر مین نے تمھارے سواے دوسرے کو زمین مین خلیفہ کیا تو اُسکی ذریت مین
فساد وخونریزی ہوگی پھر جب تم ان چیزون کے خواص وافعال ہی نہین جانتے ہو جو تمھارے سامنے موجود ہین تو پھر جو چیزین آئندہ موجود ہون انکو بدرجۂ اولیٰ

نہین جانوگے - مترجم کہتا ہے کہ جو چیزین موجود ہین جب انکے افعال وخواص ہی سے آگاہی ہوا نکے استعمال وتفضا یا کیونکر موافق شریعت کے
قائم کرسکتے ہین قَالُوْا سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ط اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ - ملائکہ عرض کرنے لگے
کہ تیری ہی شان پاک ہے ہمکو تو کچھ علم نہین سواے اسکے جو تونے ہمکو سکھلایا البتہ تو ہی علیم حکیم ہے ف ملائکہ نے ادب کے ساتھ پہلے تسبیح کہی جس سے معلوم
ہوا کہ ہر عیب ونقص جناب باری عز اسمہ سے دور ہے اور اُسکی شان سراسر خوبی وکمال ہے اور جب اللہ تعالیٰ ہی کسی مخلوق مین علم پیدا کردیتا ہے تو وہ
اسقدر جان جاتا ہے جسقدر پیدا کیا اور اُسکے سواے کچھ نہین جانتا ہے پس ملائکہ ودیگر بزرگ مخلوقات کسی مین یہ قدرت نہین کہ اپنے آپ کسی
بات کو جان لے بلکہ اُسمین علم پیدا کردینا فقط فعل آلٰہی عزوجل ہے اسیواسطے حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام جب بکریون کے مقدمہ کا فیصلہ کرتے تھے
فرمایا ففہمناہا سلیمان الآیۃ - یعنے اس واقعہ کی سمجھ ہمنے سلیمان مین پیدا کردی (مسئلہ) کسی بندہ کے واسطے ممکن نہین کہ کسی بات کا علم جب چاہے
حاصل کرلے کیونکہ سواے اللہ تعالیٰ کے فہم وعلم کا پیدا کرنے والا کوئی نہین یہی معنے ہین کہ علم غیب سواے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہین جانتا ہے
لیکن انبیاء علیہم السلام مین جہانتک علم پیدا کردیا وہ بہت کثیر ہے اگرچہ باہم انبیاء علیہم السلام مین مراتب ہین اور اگر خضر ع پیغمبر نہون تو یہی ثابت ہوگا
کہ سواے پیغمبر کے بعض آدمیون مین ایسا علم پیدا کرتا ہے جو پیغمبر مین نہین ہوتا مگر اس سے خضر رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر
ظاہر نہین ہوتی ہے کیونکہ کمالات تو معارف آلٰہیہ ہین اور یہ جو خضر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا وہ دنیاوی چیزون مین فعل آلٰہی جاری ہونیکا علم تھا
حالانکہ علم صفات ومشاہدۂ ذات اعلیٰ واجل ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کو مراتب نبوت کے کمالات تھے مگر تخت بلقیس اُٹھا لانے کا کام ایک جنی سے
لیا گیا جیسے عفریتون سے محاریب وتماثیل ومکانات وقصور عجیب عجیب بنانیکا کام لیا جاتا تھا (فائدہ) ملائکہ نے علیم وحکیم ہونا جناب باری تعالیٰ
مین منحصر رکھا اور اُسمین تنبیہ ہے کہ حکمت آلٰہی عزوجل کو سواے اُسکے کوئی نہین جان سکتا کیونکہ جاننا خود کسی مخلوق کے اختیار ہی مین نہین ہے تو وہ
جب اپنی ماہیت ہی نہین جانتا ہے تو بے انتہا حکمت آلٰہی کیونکر پہچان سکتا ہے پس جن جاہلون نے حکم لگایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ایسا کرے تو عدل ہے اور
ویسا کرے تو ظلم ہے یہ محض جہالت ہے اسواسطے کہ جب وہ حکمت نہین جانتا اور نہ اسکا جاننا ممکن ہے تو یہ حکم لگانا جہالت ہے (مسئلہ دقیقہ)
آدمی جن محالات کا تصور کرتا ہے مثلاً باری تعالیٰ کا مثل وغیر ذلک تو شامت بیہودگی سے مثل افعال خبیثہ کے اُسمین یہ صورت پیدا
کردیجاتی ہے کیونکہ وہ کسی فعل آلٰہی کی ماہیت سے واقف ہی نہین ہوسکتا تو صفات وذات اعلیٰ واجل ہین اور محض ممنوع ہے کہ وہان ایسے
خیالات آوین واللہ علیٰ کل شئی قدیر - نص محکم ہے والحمد للہ رب العالمین - حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکابر اصحاب کے واسطے مجلس علم منعقد فرماتے
تھے تاکہ تابعین اسرار معارف سے آگاہ ہون - ابن ابی حاتم نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی
ودیگر اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ہمنے لا الٰہ الا اللہ پہچانا پس سبحان اللہ کیا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کلمہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی
ذات پاک کے واسطے پسند فرمایا اور اسکا کہنا محبوب کردیا - مترجم کہتا ہے کہ اس لطیفہ مین اشارات ہین کہ الوہیت جب ذات باری عز اسمہ مین
منحصر ہے تو کسی نقص کو وہان گنجایش نہین ہے چنانچہ قاتل نفس مذموم ہے حالانکہ خود فرمایا - ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا الآیۃ - یعنے
اللہ تعالیٰ کے واسطے کون مانع ہے اگر وہ چاہے کہ عیسیٰ مسیح واُسکی مان اور تمام زمین والون کو ہلاک کردے - ۞ پس اُسکی شان اعلیٰ واجل ہے
کسی فعل کی نسبت ظلم یا نقص کہنے کی گنجایش ہی نہین ہے کیا نہین جانتے ہو کہ اُسکو مخلوق سے کوئی مشابہت نہین ہے لہذا فرمایا - لا یسئل عما یفعل
وہم یسئلون - یعنے اللہ تعالیٰ جو کچھ کرے اُس سے پوچھ کچھ نہین ہوسکتی اور یہ بندے ہی ہین جو پوچھے جائینگے - الحاصل جب ملائکہ پر اشیا
پیش ہوئین اور انہون نے اُنکے نامون سے اپنی نادانی کا اقرار کیا اور اصل علم جناب باری عز اسمہ کے واسطے

خاص کیا یعنے خلیفہ پیدا کرنے مین جو حکمت ہے وہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور ہم لوگ نہین جانتے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام
کی لیاقت ظاہر فرمائی۔ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم انکو انکے نامون سے آگاہ کردے
یہین احتمال ہے کہ فقط ملائکہ کو انھین کے نامون سے آگاہ کیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ معنے ہون کہ اے آدم ان ملائکہ کو ان سب مخلوقات
کے نام سے آگاہ کرو علیٰ ہذا اہل عقل کے واسطے ضمیر مذکور ہے اور غیر عاقل انکے تابع ہین اور یہی راجح ہے۔ چنانچہ زید بن اسلمؒ نے فرمایا کہ حضرت آدم
علیہ السلام نے سبکے نام بتلانے شروع کیے چنانچہ فرمایا کہ تو جبرئیلؑ ہے اور تو میکائیلؑ ہے اور تو اسرافیلؑ ہے حتی کہ تمام اسما بتلائے یہانتک کہ حقیر
چیزون مانند کوے وغیرہ تک بیان کیے۔ اور یہی مجاہد و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ سے مروی ہے۔ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ
پھر جب آدم نے ملائکہ کو انکے نامون سے آگاہ کیا ف اور ملائکہ پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو خطاب کیا
قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ
فرمایا کہ کیا مین نے تمسے نہین کہا تھا کہ مین ہی خوب جانتا ہون غیب سمٰوٰت و ارض کو اور خوب جانتا ہون جو تم ظاہر کرتے اور جو
چھپاتے ہو ف یعنے مین نے تمسے پہلے ظاہر کر دیا تھا کہ غیب ظاہر و خفی سوا میرے کوئی نہین جانتا ہے۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے
کہ ملائکہ کو اشارہ ہوا کہ تمہارا اظہار بھی مجھے معلوم ہے اور تمہارے باطن مین جو ابلیس نے چھپایا وہ بھی معلوم ہے۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ یہ کبر و غرور اگرچہ
ملائکہ نورانی مین نہین تھا بلکہ فقط ابلیس مین تھا لیکن جب کوئی قوم مجموعہ ہوتی ہے تو انمین سے بعض کا فعل سب کی جانب منسوب کیا جاتا ہے مثلاً
کہتے ہین کہ یہ لشکر بہت تجربہ کار ہے کہ لڑ بھڑا اور مرا و مارا ہوا گا و بھگایا ہوا ہے حالانکہ کل لشکر نہین مرا اسیطرح اس گروہ ملائکہ مین بھی
صرف ابلیس ہی نے چھپایا تھا مگر مجمل نسبت فرمایا اور یہی تفسیر سدی مین ابن عباس و ابن مسعود و جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے مذکور ہے کہ جو
انھون نے اظہار کیا وہ یہ قول ہے کہ کیونکر ایسا خلیفہ بنایا جائیگا جو فساد و خونریزی کریگا اور جو کچھ انھون نے پوشیدہ کیا اُسسے وہ کبر و غرور مراد ہے جو ابلیس کے
دل مین تھا۔ یہی قول سعید بن جبیر و مجاہد و سدی و ضحاک و سفیان ثوری سے منقول ہے اور اسکو ابن جریرؒ نے اختیار کیا۔ ابو العالیہ
اور ربیع بن انس و حسن و قتادہ نے کہا کہ جو کچھ ملائکہ نے ظاہر کیا وہ یہی تھا کہ ہم لوگ تسبیح و تقدیس کرتے ہین پھر کیا حکمت ہے کہ ایسی مخلوق
خلیفہ ہو جو فساد و خونریزی کریگی اور جو کچھ انھون نے چھپایا وہ یہ قول تھا کہ ہمسے زیادہ عالم و بزرگ کوئی مخلوق نہوگی پھر ملائکہ نے جان لیا
کہ اللہ تعالیٰ نے علمیت و کرامت مین آدم کو فرشتون پر فضیلت دی ہے۔ ابن جریرؒ نے عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم سے اس قصہ مین روایت کی کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو
فرمایا کہ جیسے تم لوگون کو ان اشیاء کے نامون سے علم نہین ہے یونہی تم خلافت انسانی کی حکمت نہین جانتے ہو اور مین نے انکو زمین مین خلیفہ کیا تاکہ
بعض فرمان بردار و بعض نافرمان ہون اور سابق علم الٰہی مین جاری ہو چکا کہ وہ جہنم کو جن و انسان سے بھر دیگا لیکن ملائکہ بیچارے
اس علم کو نہین جان سکتے تھے لیکن جب انھون نے آثار سے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو علمی فضیلت عطا فرمائی ہے تو خلافت مین قدرتی حکمت کا اقرار کیا ملخصاً ابن کثیرؒ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ
اور جب ہمنے کہا فرشتون کو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ کر پڑے مگر ابلیس نے قبول نکیا اور تکبر کیا اور وہ تھا
مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝
منکرون مین کا

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت کریمہ مین ایک نعمت عظیمہ کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور انکی اولاد پر مبذول فرمائی ہے چنانچہ

آگاہ فرمایا۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۔ اور بیان کر دے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ احسان جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ تم لوگ آدم کے واسطے سجدہ کرو۔ ف۔ بعض مفسرین نے تنبیہ فرمائی کہ یہان عطف ترتیبی نہین ہے یعنے یہ مراد نہین ہے کہ پہلی آیات مین جو کچھ مذکور ہوا وہ پہلے واقع ہوا تھا اور یہان جو حکم سجدہ مذکور ہوا اسکے بعد واقع ہوا بلکہ یہ عطف بطور بیان واقعات ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت پوری ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا تھا بدلیل قولہ تعالیٰ۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ یعنی پھر جب مین اسکو ٹھیک کر دون اور اسمین اپنی روح سے پھونکون تو تم اسکے لیے سجدہ مین گر پڑو۔ اور یہی قول صحیح ہے۔ سجدہ لغت مین ذلت کے ساتھ سر جھکانے کو کہتے ہین اور شرع مین عبادت کے طور پر زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے اور ایک قسم سجدہ تحیہ ہے اور وہ تعظیم کے طور پر جھک جانیکو کہتے ہین پھر یہان چند مقامات ہین اول یہ کہ کس قسم کے سجدہ کا حکم ہوا دوم یہ آدم علیہ السلام ہی کے واسطے تھا یا آدم بطور قبلہ قرار دیے گئے تھے اور اصل سجدہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تھا سوم ملائکہ سے کل مراد ہین یا بعض جماعت خاص مراد ہین چہارم ابلیس از جنس ملائکہ تھا یا غیر جنس ہے کیونکہ حکم سب ملائکہ کے ساتھ موجود تھا اور قولہ تعالیٰ۔ وَكَانَ مِنَ الْجِنِّ ۔ یعنے ابلیس تو جنون مین سے تھا۔ اس آیت کے کیا معنے ہین۔ (بیان مقام اول) امام رازی کے نزدیک مختار یہ ہے کہ پیشانی رکھکر سجدہ کا حکم تھا چنانچہ آدمیون مین پہلی اسلام سے پہلے اگلی امتین یعنی یہود و نصاریٰ وغیرہ بادشاہون کو اسیطرح تعظیمی سجدہ کیا کرتے تھے اور اس صورت مین سجدہ عبادت و سجدہ تعظیم کے درمیان صرف نیت کا فرق ہے یعنے اگر معبود سمجھکر سجدہ کیا تو کفر ہوا اور اگر مخلوق مکرم سمجھکر سجدہ کیا تو تحیہ تعظیمی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اسجدوا لآدم یعنی اسجدوا الی آدم ہے یعنی آدم کی طرف ہوکر سجدہ کرو تو آدم بمنزلہ قبلہ ہوئے اور اصل سجدہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوا اور یہ تاویل اسواسطے کی گئی کہ سواے اللہ تعالیٰ کے غیر کو سجدہ کرنا کفر ہے لیکن یہ تاویل ضعیف ہے اسواسطے کہ غیر کو سجدہ کرنا شریعت اسلام مین دو حکم رکھتا ہے ایک یہ کہ بطور عبادت ہو تو کفر ہے اور دوم یہ کہ بطور تعظیم ہو تو حرام ہے اور یہ اسی امت مکرم کے واسطے ہے ورنہ ابھی معلوم ہوا کہ اگلون مین تعظیمی سجدہ جائز تھا تو شاید اسی طور پر آدم کے واسطے حکم دیا گیا ہو لیکن اسمین خلاف نہین ہے کہ آدم کیواسطے بطور عبادت حکم نہین تھا پھر تاویل کی کیا ضرورت ہے کیونکہ ظاہر کے خلاف ہے اس کو تغیر دینا جائز نہین ہے علاوہ برین اگر اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ ہوتا تو ابلیس منکر نہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۔ یعنے پس ان ملائکہ نے سجدہ کیا سواے ابلیس کے۔ ف۔ یعنے ابلیس نے سجدہ نکیا۔ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۔ ابلیس نے انکار کیا اور اسنے شیخی مین تکبر لایا اور حال یہ ہے کہ وہ کافرون مین سے تھا۔ ف۔ یعنے علم الٰہی مین وہ کافر ٹھہر چکا تھا لیکن اسکے حق مین وہی اسباب جمع ہوگئے کہ اسنے انکار و تکبر کیا۔ اور بعض نے کہا کہ کان من الکافرین یعنی صار من الکافرین یعنے کافرون مین سے ہو گیا لیکن اس صورت مین ظاہر کے خلاف تاویل ہوئی اور پھر یہ تکلف کرنا پڑیگا کہ کافرون مین سے ہو گیا جیسا کہ علم الٰہی مین مقدر تھا اسواسطے کہ ہم پوچھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کو انجام ابلیس کا علم تھا یا نہین اگر کوئی شخص کہے کہ نہین تو وہ کمبخت کافر ہے کہ اسنے اپنے معبود کو جاہل بنایا پس ضرور ہوا کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا تو یہی معنے ہوئے کہ جیسے اللہ تعالیٰ جانتا تھا ویسے ہی ابلیس سے واقع ہوا بالجملہ بعض علما نے کہا کہ اگر سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہوتا اور آدم فقط قبلہ ہوتے تو ابلیس انکار نکرتا۔ مترجم کہتا ہے کہ جواب تو وہی ہے جو اول مذکور ہوا اور یہ جواب ضعیف ہے اسواسطے کہ قبلہ بھی معظم مکرم ہوتا ہے تو شاید ابلیس نے آدم کو قبلہ بنانے سے تکبر کیا تو بس ظاہر یہی ہے کہ آدم کے واسطے سجدہ تعظیمی کا حکم تھا اور اسیکو شیخ سیوطی نے اختیار کیا ہے معالم مین بغوی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور حضرت یوسف کو بھی انکے والدین و بھائیون نے یہی سجدہ کیا تھا اور یہی مقام دوم کا بیان تھا۔ (بیان مقام سوم) کہ کل ملائکہ مراد ہین یا بعض مراد ہین و بیان مقام چہارم کہ ابلیس داخل ملائکہ بوجہ جنسیت ہے یا بغیر جنسیت ہے پس ان دونون مقامات کے بیانات مین اقوال و آثار مختلف ہین

امام محی السنۃ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ ابلیس از جنس ملائکہ تھا - اور شیخ سیوطیؒ کے نزدیک آثار سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جیسے بشر کے باپ آدمؑ ہیں اسیطرح جن کا باپ ابلیس ہے بدلیل قولہ تعالیٰ - کان من الجن الآیہ - مترجم کہتا ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے اسواسطے کہ آیت کریمہ کے توضیح یہ ہیں کہ جن میں سے ابلیس تھا تو جس طرح یون نہیں بولتے کہ بشر میں سے آدم علیہ السلام تھے اسیطرح اگر وہ جن کا باپ ہوتا تو کان ابوالجن کہا جاتا مگر انکو جن سے صفت شر آثار مراد لیجاوے یعنے وہ جنس شر طبیعت میں سے تھا اور یہ بہت تکلف ہے - اور امام محی السنۃ کی مراد یہ ہے کہ جن ایک قسم ملائکہ میں سے ہے اور اسی قسم میں سے ابلیس تھا پس محتمل یہ ہے کہ اسی قسم کے کل ملائکہ کو سجدہ کا حکم ہوا ہو یعنے قسم جن کو سجدہ کا حکم ہوا تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے - اور بعض علماء محققین کے نزدیک کل ملائکہ کو مع قسم جن کے سجدہ کا حکم ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے فسجد الملائکۃ کلہم اجمعون الا ابلیس الآیہ - یعنے ملائکہ کلہم اجمعین نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے - اور بلاغت عرب میں معلوم ہوا کہ جب اس طرح کی تاکید لاتے ہیں تو وہاں صریح ظاہر مقصود ہوتا ہے یعنے مجاز و تاویل کو گنجایش نہیں ہوتی ہے تو ثابت ہوا کہ کل ملائکہ مراد ہیں لیکن ملائکہ کا اطلاق اُن ملائکہ پر ہوتا ہے جو نور سے پیدا ہیں اور قسم جن کی پیدایش آتشی ظہور ہے تو جب اشرف ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو قسم جن بدرجۂ اولیٰ اسمین داخل ہوگئے جیسے قولہ تعالیٰ - عرضہم علی الملائکۃ - کی تفسیر میں معلوم ہوا کہ اہل عقل کے تابع ہو کر بے عقل بدرجۂ اولیٰ داخل ہیں - اگر کہا جاوے کہ حدیث میں آیا کہ ملائکہ نور سے پیدا ہوے اور جن دھوان ملی ہوئی آگ کی لپٹ سے پیدا ہوئے ہیں بلکہ خود قرآن میں فرمایا - خلق الجان من مارج من نار الآیہ - جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جن ہیں اور قسم ملائکہ نہیں ہیں جواب دیا گیا کہ شاید یہ قسم ملائکہ کا بیان ہو - مترجم کہتا ہے کہ ابن عباسؓ سے آئندہ روایت آتی ہے جس سے یہ بات سمجھی جاتی ہے لیکن میرے نزدیک اس تکلف سے روایت مذکور کی تاویل کرنا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ آیت یا حدیث میں ایسی تاویل کیجاوے جو ضعیف بلکہ صحیح نہیں ہے کیونکہ خود ابلیس کا مقولہ منصوص ہے کہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین - اور کچھ خلاف نہیں کہ جن کی پیدایش اسیطرح واقع ہوئی ہے پھر جن اور اس قسم ملائکہ میں کچھ فرق نہ ہوا اور عقائد میں قطعی قرار دیا گیا کہ بحکم قولہ تعالیٰ - لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون الآیہ - و دیگر آیات کثیرہ سے قطعی قرار پایا کہ ملائکہ ایک خلقت نورانی خالص از وساوس شیطانی و اوہام جسمانی ہیں کہ انکے فعل میں خطا نہیں اور حکم الٰہی میں نافرمانی نہیں ہوتی پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ابلیس از قسم ملائکہ ہو اور ایسی نافرمانی کرے جس سے دائمی ملعون ہوگیا اور بعض نے جواب دیا کہ شاید فرشتوں کی جو صفت مذکور ہوئی وہ اسوجہ سے ہے کہ اکثر فرشتے اسی صفت پر ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ بوجہ تخصیص وخلاف عقیدۂ قطعی کے بلا دلیل باطل ہے پس صحیح یہ ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ کے ساتھ ابلیس کو بھی سجدہ کا حکم ہوا تھا یا ملائکہ و کل جنون کو سجدہ کا حکم ہوا پھر ملائکہ نے اپنی خصلت نورانیت کے موافق فرمانبرداری سے سجدہ کیا مگر ابلیس جنی نے نہیں مانا اور جھگڑا کیا رہا یہ کہ ابلیس وہاں کیونکر پہونچ گیا تھا تو شہاب ثاقب کی حکمت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انکو آسمانون سے ممانعت نہیں تھی پھر جب زمین میں خلافت آدم علیہ السلام کی حکمت الٰہی جاری ہوئی اور ابلیس ملعون ہو کر مع ذریات کے امتحان و ابتلا ٹھہرایا گیا تو وہ آسمانون سے ممنوع ہوگئے بلکہ سعید بن جبیر تابعیؒ سے روایت ہے کہ یہ لوگ جنت میں کام کیا کرتے تھے واللہ تعالیٰ اعلم چنانچہ اس مقام پر تفسیر ابن کثیرؒ کی روایات نقل کرتا ہون لیکن جس طرح میں نے مقدمہ میں توضیح بیان کی ہے اُسکا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جہانتک آیات و احادیث صحیح میں وارد ہو وہی معتمد ہے اور آثار جو انکے موافق ہون وہی صحیح ہیں کیونکہ بعض آثار تو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی روایات ہیں اور بعض کی اسانید ضعیف ہیں پس عقل نورانی سے فہم حاصل کرنا چاہیے شیخ ابن کثیرؒ کی تفسیر میں ہے کہ امام ابن جریرؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ بطریق بشر بن عمارہ عن ابی روق عن الضحاک روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ملائکہ کی ایک قسم جسکو جن کہتے ہیں اسی میں ابلیس تھا اور تمام ملائکہ میں سے اسی قسم کی پیدایش نار السموم سے ہوئی ہے اور ابلیس کا نام حارث تھا اور وہ جنت کے خازنین میں سے تھا اور باقی سب ملائکہ کی پیدایش نور

خالص سے ہوئی ہے سوائے اُس گروہ جن کے جن مین سے ابلیس ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ قرآن مین جن کی خلقت مارج النار سے مذکور ہے
اور زبانہ آتش کو مارج کہتے ہین اور انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے پھر جاننا چاہیے کہ زمین مین جو پہلے بسے وہ جن ہین اُنھون نے زمین مین فساد و
خونریزیان کین اور بعض نے بعض کو قتل کیا پس اللہ تعالی نے ابلیس کو اُسکے گروہ ملائکہ کے ساتھ کہ اُنکو بھی جن کہتے ہین زمین کی جانب بھیجا جنھون نے
یہان سے جنون کو قتل کرکے پہاڑون وجزیرون مین نکال باہر کیا لیکن ابلیس کو اپنی اس حرکت سے غرور حاصل ہوا کہ جو فعل مجھسے سرزد ہوا وہ
کسی نے نہین کیا ہے لیکن اُسکے اس خیال پر سوائے عالم الغیب عزوجل کے کسی فرشتہ کو آگاہی نہین ہوئی پس اللہ تعالی نے اُسکے ساتھی ملائکہ سے
جنکو جن کہتے ہین ارشاد فرمایا کہ مین زمین مین ایک خلیفہ پیدا کرنیوالا ہون تو ان ملائکہ نے عرض کیا کہ کیا ایسا خلیفہ پیدا کیا جائیگا جو فسق و فساد کرے
جیسے قوم جن نے کیا ہے اور حضور آلہی عزوجل سے ہم لوگ اُنھین کی بربادی کے لیے مامور ہوئے تھے حالانکہ ہم لوگ تسبیح و تقدیس مین مستقیم
ہین پس اللہ عزوجل نے فرمایا۔ انی اعلم مالا تعلمون۔ گویا اشارہ سے متنبہ فرمایا کہ مجھے ابلیس کے دل کا تکبر وغرور ظاہر ہے جسکو تم لوگ نہین جانتے ہو
یعنے دعویٰ تسبیح و تقدیس ٹھیک نہین ہے ابن عباسؓ نے کہا کہ پھر اللہ عزوجل نے خلقت آدمؑ کی خاک لینے کا حکم دیا مترجم کہتا ہے کہ اسکا ذکر فوائد کے
ذیل مین عنقریب انشاء اللہ تعالی آتا ہے۔ تم پس اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کے قالب کو پاکیزہ طین لازب وحماء مسنون سے بنایا اور اپنے م
یدقدرت سے پیدا کیا اور یہ قالب خاکی چالیس دن تک پڑا رہا اور اس درمیان مین ابلیس اس قالب خاکی کے پاس آکر اپنے پانون سے ٹھوکر مارتا
تو اسمین سے کھنکھناہٹ ہوتی اسیکو صلصال کا لفخار فرمایا ہے پھر ابلیس اس قالب کے منھ سے گھستا اور اسفل کی جانب سے نکلتا اور اسفل کیجانب سے
گھستا اور منھ کیجانب سے نکلتا تھا اور کہتا کہ تو کچھ چیز نہین ہے اور ناکارہ پیدا ہوا ہے اور اگر مین تجھپر مسلط ہوا تو مین تجھکو تباہ کرونگا اور اگر تو مجھپر سردار بنایا گیا
تو مین ہرگز تیرا کہنا نہین مانونگا پھر جب اللہ عزوجل نے اس قالب مین اپنی روح پھونکی تو یہ سر کے جانب سے شروع ہوئی پس جسقدر اس لطیفہ آلہیہ
اس قالب مین آتا جاتا وہ فوراً گوشت وخون ہوتا جاتا تھا پھر جب نفخ روح ناف تک پہونچا تو آدمؑ نے اپنے جسم کیجانب دیکھا اور آنکو ایک قدرت عجیب
نظر آئی تو اُٹھنا چاہا مگر اُٹھ نہ سکے اسیواسطے خلق الانسان عجولا۔ آیا یعنی آدمی پیدائش مین جلد باز ہے۔ پھر جب نفخ روح پورا ہوگیا تو آدمؑ نے
چھینک لی اور بالہام آلہی الحمد للہ رب العالمین کہا پس اللہ عزوجل نے فرمایا یرحمک اللہ یا آدم۔ پھر اللہ تعالی نے آسمانی فرشتون کے سوائے
فقط اُن ملائکہ کو جو ابلیس کے ساتھ تھے آدمؑ کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا پس ان ملائکہ نے کلہم اجمعین سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جسنے انکار
و تکبر کیا کیونکہ اسکے دل مین پہلے سے غرور سمایا ہوا تھا چنانچہ اُسنے اپنا قیاس لگایا اور کہنے لگا مین آدم کے واسطے سجدہ نہین کرونگا کیونکہ مین
اس سے بہتر ہون اور سن مین زیادہ ہون اور خلقت مین بھی قوی واشرف ہون کیونکہ اللہ تعالی نے مجھکو آگ سے پیدا کیا اور اسکو خاک سے
پیدا کیا حالانکہ خاک سے آگ قوی و بہتر ہے جب ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا تو اللہ تعالے نے اُسکو ابلاس دیا اور ابلاس کے معنے ہر طرح کی بھلائی
سے مایوس کر دینا اسی وجہ سے اُسکا نام ابلیس ہوگیا اور اللہ تعالی نے عقوبت مین اُسکو دائمی ملعون کر دیا پھر اللہ تعالی نے آدمؑ کو سب اسماء
سکھلائے اور وہ یہی سب متعارف آدمی جانور خشکی تری پہاڑ سمندر دریا جھیل گھوڑا ہاتھی گدھا انواع نباتات وجمادات وحیوانات وغیرہ کے
نام ہین پھر اللہ تعالے نے ان اشیاء کو اسی گروہ ملائکہ پر پیش کیا جو ابلیس کے ساتھ تھے جنکی پیدائش نار السموم سے ہوئی ہے اور حکم دیا کہ ان چیزون
کے نام بتلاؤ اگر تم اس قول مین سچے تھے کہ تمکو معلوم ہے کہ مین زمین مین تمسے بہتر خلیفہ نہین کرونگا پھر جب ان ملائکہ کو معلوم ہوا کہ جو بات ہمنے کہی تھی
وہ حضرت عالم الغیب خالق عزوجل کے علم مین عیان ہے جسکی وجہ سے اللہ تعالی ہمپر خشمناک ہے تو اُنھون نے اللہ تعالی کی تسبیح کی یعنے تو پاک ہے کہ
سوائے تیرے کوئی علم غیب جانتا ہو اور ہم لوگ اپنے قول سے توبہ کرتے ہین اور ہمکو سوائے اُسکے کچھ علم نہین جو تونے ہمین پیدا کر دیا یعنے ہم بیچارہ

مانگتے ہین کہ ہمکو کچھ غیب کا دعوی ہو بلکہ علم تیرے ہی عطا کرنے سے ہوتا ہے تو جیسے تو نے آدم علیہ السلام مین علم پیدا کیا اسیطرح جہانتک
ہمکو علم دیا ہے اُسکے سوا ہم کچھ نہین جانتے ہین تب اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان لوگون کو اشیاء کے نامون سے آگاہ کر
پھر جب آدم علیہ السلام نے اُنکو اسماء اشیاء سے آگاہ کیا تو اللہ تعالے نے فقط انھین ملائکہ کو جنکا نام جن ہے خطاب فرمایا کہ مین نے تمسے
نہین کہا تھا کہ مین ہی آسمانون و زمین کے غیب سے آگاہ ہون کہ سوا میرے کوئی دوسرا انہین جانتا ہے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے یا جو کچھ تم
چھپاتے ہو اُسکو مین خوب جانتا ہون یعنے سر و علانیہ مجھکو خوب معلوم ہے یعنے تنبیہ فرمائی کہ ابلیس جو کچھ اپنے دل مین تکبر و غرور چھپائے تھا وہ مجھکو
خوب معلوم تھا ۔ مترجم کہتا ہے کہ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اثر غریب ہے اور اسمین بعضی باتین ایسی ہین جنکی صحت مین تامل ہے مترجم کہتا ہے کہ اسناد مین بشر بن
عمارہ و ابوروق دونون ضعیف ہین جیسا کہ مقدمہ مین مذکور ہے اور ضحاک کی روایت ابن عباسؓ سے محققین کے نزدیک مرسل ہے لیکن اسکے بعض
اجزا کی شہادت تفسیر سدی مین موجود ہے چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سدی نے ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم
سے روایت کی کہ جب اللہ تعالے نے مخلوقات مین سے جو کچھ منظور تھا پیدا کر دیا تو عرش پر استوا فرمایا پھر ابلیس کو دنیا کے آسمان پر مقرر فرمایا اور یہ
ابلیس ایک گروہ ملائکہ مین تھا جنکو جن کہتے ہین کیونکہ جنت کے خازن ہونے سے انکا یہ نام ہو گیا تھا اور ابلیس جب انکا سردار ہوا تو اپنے دل مین
کہنے لگا کہ مجھکو نورانی ملائکہ پر فضیلت ہے جب ہی اللہ تعالی نے مجھکو یہ مرتبہ دیا ہے پس جب اُسکے دل مین غرور آیا جو اللہ تعالے پر پوشیدہ نہین ہو سکتا ہے
تو اللہ تعالی نے ملائکہ سے فرمایا کہ مین زمین مین ایک خلیفہ پیدا کرنیوالا ہون ملائکہ نے کہا کہ یہ خلیفہ کیا ہوگا تو ارشاد ہوا کہ اُسکی ذریات ہونگی
جو زمین مین فساد کرین اور باہمی حسد کرینگے اور ایک دوسرے کو قتل کرینگے تب ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب کیا زمین مین ایسے لوگ ہونگے جو وہان
فساد و خونریزی پھیلاوین حالانکہ ہم لوگ تیری بارگاہ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہین ۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جو کچھ تم نہین جانتے ہو وہ مین
جانتا ہون ۔ یہ ابلیس کی حالت کا اشارہ ہے پھر اللہ تعالی نے جبرئیل علیہ السلام کو زمین مین بھیجا کہ زمین سے خاک لاوین پس زمین کہنے لگی کہ اے
جبرئیل مین اللہ تعالی کی پناہ لیتی ہون کہ تو مجھے ناقص یا عیبدار کرے یہ سنکر جبرئیلؑ لوٹ گئے اور جا کر جناب باری مین عرض کیا کہ اے رب
وہ تیری عزت و جلال مین پناہ لیتی ہے تو مین کا چھوڑنا ہون پس اللہ تعالی نے میکائیلؑ کو بھیجا اور میکائیلؑ سے بھی زمین نے پناہ مانگی تو وہ بھی
جناب باری تعالی مین لوٹ کر مثل عرض جبرئیلؑ کے عرض کرنے لگا پس اللہ تعالی نے ملک الموت کو بھیجا اور جب زمین نے اُس سے بھی پناہ مانگی
تو اُسنے کہا کہ مین اللہ تعالی کی پناہ لیتا ہون کہ مین بغیر نافذ حکم الہی عزوجل کے واپس جاؤن پس ملک الموت نے کل روے زمین سے ایک
مشت خاک اُٹھائی اور ایک ہی جگہ سے نہین لی تو سرخ و سپید و سیاہ سب طرح کی خاک آئی اسیواسطے آدم علیہ السلام کی اولاد مین مختلف
رنگ ہین پھر خاک تر کی گئی حتی کہ چپکتا ہوا گارا ہو گیا جسکو طین لازب کہتے ہین پھر اللہ تعالی نے ملائکہ سے فرمایا کہ مین اس طین سے ایک
خاکی یعنی بشر پیدا کرنیوالا ہون پس جب مین اُسکو ٹھیک کرون اور اُسمین اپنی روح سے پھونکون یعنے اپنی جانب سے روح ڈالون
تو تم اُسکے لیے سجدہ مین گر جانا پھر اللہ تعالی نے اُسکو اپنے ید قدرت سے بنایا تاکہ ابلیس کو تکبر ہو یعنی اللہ تعالی فرماوے کہ تو ایسی چیز سے
تکبر کرتا ہے جسکو اللہ تعالی نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے پھر یہ جسم خاکی چالیس صباح پڑا رہا کہ ملائکہ اُسکی طرف گذرتے اور اُسکو دیکھکر گھبرا
جاتے اور سب سے زیادہ گھبراہٹ ابلیس کو تھی پس ابلیس نے اُسکو ٹھوکر ماری جس سے کھنکھناہٹ ہوئی اور منہ کی جانب سے گھسکر اسفل کی جانب نکلا
اور اسفل کی جانب سے گھسکر منہ کی جانب نکلا پھر ملائکہ سے کہنے لگا کہ تمکو اس سے کچھ خوف نہ چاہیے کیونکہ اسکا جوف خالی ہے اور اگر مجھکو اس پر مسلط کیا گیا
تو مین اسکو تباہ کر دونگا یعنے جیسے جنون کو فساد کرنے مین مجھکو اُنسے قتال کا حکم دیا گیا تھا اگر اسنے فساد کیا اور مجھے تسلط دیا گیا تو مین اُسکو بھی

تباہ کردونگا) پھر جب روح پھونکنے کا وقت آیا تو اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کو تنبیہ فرمائی کہ جب اسمین روح آوے تو تم لوگ سجدہ کیجیو پھر جب
آدمؑ کے سر مین روح سمائی تو اُنھون نے چھینک لی پس ملائکہ نے کہا کہ الحمد للہ کہو آدمؑ نے الحمد للہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یرحمک ربک یعنی تیرا
رب تجھپر رحم فرماوے پھر جب آنکھون تک روح پہونچی تو اُنھون نے جنت کے پھل دیکھے پھر جب جوف تک روح پہونچی تو کھانے کی خواہش
کرکے اُٹھ بیٹھے حالانکہ ابھی پیرون تک روح نہین پہونچی تھی اسیواسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خلق الانسان من عجل الآیۃ - پھر موافق حکم الٰہی عزوجل
سب ملائکہ نے سجدہ کیا سواے ابلیس کے کہ اُسنے تکبر کیا اور سجدہ نہین کیا پس اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ جب مین نے تجھے ایسی چیز کے سجدہ کا حکم دیا جسکو
مین نے اپنے ید قدرت سے پیدا کیا ہے تو تو نے سجدہ سے کیون انکار کیا ابلیس نے عرض کیا کہ تو نے مجھے اس لائق نہین بنایا ہے کہ خلقت خاکی کے واسطے
سجدہ کرون حالانکہ مین اُس سے بہتر ہون کہ تو نے مجھکو آگ سے پیدا کیا ہے پس قہر الٰہی پہونچا کہ تو یہان سے نکل تجھکو یہان تکبر کرنے کی مجال نہین ہے
پس تو یہان سے ذلیل و خوار ہوکر نکل پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کل اسماء سکھلائے پھر ملائکہ پر مخلوق کو پیش کر کے فرمایا کہ تم لوگ انکے نام بتلاؤ
اگر تم سچے ہو ملائکہ نے عرض کیا - سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم - پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو ارشاد فرمایا کہ ملائکہ کو انکے نام بتلادے پھر
ملائکہ سے فرمایا کہ مین نے نہین کہا تھا کہ مین ہی آسمانون و زمین کے غیب کو خوب جانتا ہون اور جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ چھپاتے ہو اُسکو بھی خوب
جانتا ہون پس ظاہر تو یہی قول تھا کہ زمین مین ایسے شخص کو خلیفہ کیا جائیگا جو اُسمین فساد و خونریزی کرے اور پوشیدہ وہ تکبر تھا جو ابلیس نے
اپنے دل مین چھپایا تھا - امام ابن کثیرؒ نے بعد اس روایت کے بیان کیا کہ سدیؒ کی یہ تفسیر اس اسناد کے ساتھ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب
منسوب ہے اور اسمین بہت سے اسرائیلی اقوال واقع ہوجاتے ہین پس شاید سدیؒ وغیرہ نے اسمین ایسے اقوال درج کر دیے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کا کلام
نہین ہے یا بعض صحابہ نے ان اقوال کو کتب متقدمہ سے لے لیا ہو یعنے جیسے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کو فتح یرموک مین پھر انہون کی کتابونکا
ایک ذخیرہ مل گیا تھا اور بسا اوقات اُن کتابون کے اقوال لیکر بیان کر دیتے تھے - اور واضح ہو کہ حاکم نے مستدرک مین اسی اسناد سے بہت سی
باتین روایت کر کے کہا کہ یہ اسناد بشرط بخاری ہے شیخ نے کہا کہ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے واسطے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا
اور اُس حکم مین ابلیس بھی اُنکے ساتھ داخل ہوگیا اگرچہ وہ بحسب ذات اُنمین سے نہین تھا لیکن ظاہری عبادت کے افعال اختیار کر لینے سے اُنکے
مشابہ تھا اور قولہ تعالیٰ وکان من الجن ففسق عن امر ربہ الآیۃ - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کی تحقیق بیان کرونگا - پھر شیخ نے محمد بن اسحٰق و ابن
ابی حاتم وغیرہ وغیرہ کی کتابون سے طاؤس و مجاہد و سعید بن جبیر و ضحاک و صالح کی روایات ابن عباسؓ سے اور قتادہ کی روایت سعید بن المسیبؒ سے ذکر کی جنکا
حاصل یہ ہے کہ ابلیس ایک قبیلہ ملائکہ مین سے تھا جنکو جن کہتے ہین اور عزازیل اُسکا نام تھا پھر وہ ابلیس ہوگیا پھر امام ابن جریر کی روایت باسناد صحیح حضرت حسن بصری
سے بیان کی کہ ابلیس ایک دم کبھی ملائکہ مین سے نہین تھا بلکہ وہ اصل الجن ہے جیسے کہ آدم اصل الانس ہے اور لکھا کہ یہی عبدالرحمٰن ابن زید بن اسلم کا
قول ہے - پھر شہر بن حوشب وغیرہ بعض تابعین کے اقوال نقل کیے جنکا حاصل یہ ہے کہ جب بحکم الٰہی عزوجل ملائکہ نے زمین کے جنون کو مار کر نکالا
تو ابلیس گرفتار ہوا اور اُسوقت صغیر تھا تو تعلیم کے واسطے ملائکہ مین رہا شیخ نے لکھا کہ محمد بن کعب القرظی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پیدائش
ابلیس کو کفر و ضلالت پر رکھا تھا اگرچہ اُسنے درمیان مین اعمال ملائکہ اختیار کیے پھر انجام کو اپنی خلقت پر چلا گیا - قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے ملائکہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا تو اللہ تعالےٰ کے واسطے طاعت ہے اور آدم علیہ السلام کے واسطے اکرام و شرافت ہے پھر شیخؒ نے لکھا کہ
بعض علما کے نزدیک یہ سجدہ تعظیمی تھا اور یہ ملل سابقہ مین جائز تھا جیسے قصہ یوسف علیہ السلام مین ہے - اور معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین شام مین آیا
تو مین نے نصرانیون کو دیکھا کہ اپنے اساقفہ و علماء کے لیے سجدہ کرتے ہین مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ بالبتہ اسکے سزاوار ہین

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اور اگر میں کسی شخص کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کے واسطے حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کی عظمت حق کی وجہ سے اُسکو سجدہ کرے۔ ھ۔ امام رازی نے اسکو ترجیح دی اور یہی ظاہر واقوی ہے۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ ابلیس مردود نے آدم علیہ السلام پر حسد کیا جب اُسنے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو یہ کرامت عطا فرمائی ہے پس اُسنے تکبر سے سجدہ نکیا۔ شیخ نے لکھا کہ حدیث میں آیا کہ وہ شخص جنت میں نہیں جائیگا جسکے دل میں دانہ رائی برابر تکبر ہو (الصحیح) اور ابلیس کے دل میں تکبر و کفر و عناد اسقدر تھا کہ جسکی سزا دائمی لعنت ہے حتی کہ قولہ تعالیٰ وکان من الکافرین۔ کی تفسیر میں علماء نے کہا کہ وہ علم الٰہی میں کافر تھا۔ اور قرطبی نے اسی تفسیر کو ترجیح دی۔ (مسئلہ) جو شخص پیغمبر نہو اگر اُس سے خوارق عادت ظاہر ہوں تو کیا یہ کرامت ہیں اور اُسکے ولی ہونے کی دلیل ہیں۔ جواب یہ ہے کہ قرطبی نے کہا کہ بعضے صوفیہ کہتے ہیں کہ یہ اسکی ولایت و کرامت کی دلیل ہیں اور جمہور علماء و مشائخ صوفیہ کے نزدیک ولی ہونے کی دلیل نہیں ہیں۔ شیخ نے لکھا کہ خرق عادت کبھی غیر ولی سے بلکہ فاجر و کافر سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ بعض علماء نے استدلال کیا کہ ابن صیاد کو پانی پر تخت ابلیس نظر آتا تھا اور ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل میں دخان کو جو آثار قیامت سے ہے اخفا کیا تو اُسنے کہا کہ دُخ ہے اور جب وہ غصہ میں آتا تو اسقدر پھول جاتا تھا کہ تمام راستہ گھیر لیتا تھا چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اُسکی باتوں پر غصہ ہو کر اُسکو مارا تو وہ اسیطرح پھول گیا اسیطرح مسیلمہ کذاب و دجال کے خرق عادات مشہور ہیں۔ اور یونس بن عبد الاعلیٰ نے امام شافعیؒ سے کہا کہ لیث بن سعد فرماتے تھے کہ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ پانی پر چلتا اور ہوا میں اُڑتا ہے تو اُس سے دھوکا مت کھاؤ جب تک اُسکی حالت کو قرآن و حدیث پر پیش نکرو پس شافعیؒ نے اُنکی تصدیق کی۔ مترجم کہتا ہے کہ اسی پر اکابر ائمہ مشائخ وعلما متفق ہیں اور انکے نزدیک وہی ولی ہے جو شریعت سنت مقدسہ پر قائم ہو (مسئلہ) بیضاوی نے لکھا کہ سلف سے آجتک اہل عقل و دین کے درمیان وجود ملائکہ میں کچھ خلاف نہیں ہے ہاں اس بات میں کلام ہے کہ اُنکی حقیقت کیا ہے چنانچہ فلاسفہ یونان گمان کرتے ہیں کہ وہ جواہر مجردہ ہیں کہ نفوس ناطقہ سے حقیقت میں مختلف ہیں اور ائمہ اسلام کے نزدیک وہ نورانی ہیں جو بحکم الٰہی مختلف صورتوں میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ کو ماننا اور جاننا کہ وہ لوگ حکم الٰہی میں نافرمانی و خطا نہیں کر سکتے ہیں قطعی اعتقاد ہے کہ اس سے انکار کفر ہے اور ہمارے زمانہ میں بعض ملاحدہ نے شیخ محی الدین ابن عربی کے قول فصوص الحکم سے استدلال کیا کہ شیخ نے قوائے مفیضہ و مدرکہ کو ملائکہ کہا ہے لہذا ملائکہ کوئی چیز نہیں ہیں سوائے ان قوتوں کے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اُسنے شیخ کی عبارت سمجھنے میں غلطی کی اور دروغ افترا باندھا اور کلام شیخ کے صحیح معنے و صریح تحقیق یہ ہے کہ شیخ نے آدمی کو عالم صغیر بیان کیا اور اُسکی تطبیق میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو تمام عالم پیدا کیا اُسکو مجموعہ تصور کر کے ایک شخص قرار دو پس جیسے اُس عالم شخص میں ملائکہ نورانی تدبیر امور الٰہی کرتے ہیں مثلاً انبیاء علیہم السلام کے پاس فیض وحی لاتے ہیں اسیطرح شخص انسانی میں اُسکے قوائے مدرکہ ہیں جو واسطہ ہو کر فیض کو عقل تک پہونچاتے ہیں پس یہ تشبیہ بطریق مجاز ہے یعنی جیسے انبیاء علیہم السلام کو فیض وحی بواسطہ ملائکہ پہونچتا ہے اسیطرح نفس انسانی کو فیض وصول ہونے میں یہ قویٰ واسطہ ہیں پس وجود ملائکہ قطعی ہے اور دنیا میں تمام اہل عقل و دین اسپر متفق ہیں اور قرآن و حدیث میں اور سلف و خلف سے متواتر ہے پس جو چیز عقلاً و نقلاً متواتر ہو اُسکا انکار کفر و حماقت ہے

(تنبیہ) اگر وہم ہو کہ خلیفہ کرنیکی ضرورت تو غائب یا عاجز یا میت کو ہوتی ہے تا کہ نائب اُسکی جگہ کام کرے اور اللہ تعالیٰ لم یزل ولا یزال الحی القیوم ہر نقص و عیب سے پاک عالم الغیب والشہادہ ہے پھر یہاں خلافت کے کیا معنے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ تمنے ایسا خلیفہ و نائب کا حال بیان کیا جسکو خلیفہ کرنے والا اپنے فائدہ کے واسطے مقرر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ الغنی الحمید ہے تو اُسکے افعال کسی اپنے فائدہ کے واسطے نہیں ہو سکتے

کیونکہ جو شخص اپنے فائدہ کا حاجتمند ہو وہ محتاج ہے اور شان الوہیت اس سے پاک ہے۔ تعالی اللہ علواً کبیرا۔ بلکہ یہاں خلافت بفائدہ
مخلوق ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالی نے خلقت ازلی میں قلب منزہ و قابل پیدا فرمایا اور اُنکا عہد و میثاق بھی بطرز خاص ہے تاکہ
بواسطہ ملائکہ کے قابلیت فطرت کے ساتھ وحی الٰہی قبول کریں تاکہ مخلوقات کو پیغام الٰہی پہونچاویں اور چونکہ جنس بشری ہیں لہذا آدمیوں کو
اُنسے کامل فیض حاصل ہو سکتا ہے جو فرشتہ سے غیر ممکن ہے کما قال تعالی۔ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ - یعنے اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے
تو اُسکو بھی بشکل آدمی بناتے۔ ھ۔ اور عیاناً کسی مخلوق کو تاب نہیں ہے کہ بالمشافہ کلام کرے کیونکہ یہ جسم کسیطرح اسکو متحمل نہیں ہوتا ہے
لہذا فرمایا۔ ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب۔ یعنی کسی بشر کو یہ تحمل نہیں ہے کہ اللہ تعالی اُس سے کسیطرح کلام فرماوے
سوائے الہام و وحی یا پس پردہ۔ ھ۔ اور حدیث ابوموسیٰ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ میں پانچ باتیں فرمائیں کہ
اللہ تعالی خواب نہیں فرماتا اور نہ اُسکی یہ شان ہے اور بندوں کے رزق گھٹاتا بڑھاتا ہے اور دن کے اعمال قبل رات کے اُسکی جناب میں چڑھائے
جاتے ہیں اور رات کے اعمال قبل دن کے چڑھائے جاتے ہیں اور حق عزوجل کا پردہ نور ہے اگر اُسکو اُٹھاوے تو وجہ ذوالجلال کے انوار نہایت
نظر تک جلادیں (صحیح مسلم وغیرہ) امام بیہقی نے کہا کہ یہ پردہ نور فقط مخلوق کی آنکھوں پر ڈالا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام بیہقی کے اشارہ سے
ظاہر ہوا کہ یہ حال مؤمنین اہل کمال کا ہے ورنہ کافروں و مشرکوں کی نظروں پر تہ بتہ سیاہ تاریک پردے ہیں چنانچہ قولہ تعالی او
کظلمات فی بحر لجی الآیات کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالی بیان آویگا۔ اور کلام بیہقی کے معنے یہ ہیں کہ اہل کمال کی نظروں پر اللہ عزوجل نے
حجاب نورانی رکھے ہیں تاکہ فنا ہونے سے بچ جاویں اور اسی قول پر اکابر اولیاء رحمہم اللہ متفق ہیں چنانچہ قولہ تعالی۔ اللہ نور السموات
والارض الآیۃ - کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالی آویگا شیخ علاء سمنانی نے کہا ہے (قرب اُسکا وصال کہتے ہیں۔ وصال اُسکا محال کہتے ہیں) مسئلہ
ملائکہ افضل ہیں یا بشر افضل ہیں اسکے جواب میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اور محققین اہل سنت کے نزدیک انبیاء و اولیاء کو ملائکہ پر
فضیلت ہے اسیواسطے ملائکہ سے تعظیمی سجدہ لیا گیا اور حامل علوم نبوت و باب مدینۂ حکمت حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے کلام
حکمت میں ہے کہ ملائکہ عین عقل و بہائم محض شہوت ہیں اور آدمی دونوں سے مرکب ہیں پس اگر تابع عقل ہو کر شہوت کو زیر کیا تو فرشتے کے
درجہ پر ملائکہ سے افضل ہے کیونکہ ملائکہ کو کوئی امر مانع نہ تھا اسیواسطے اگر کوئی شخص خصی ہو تو اُسکی یہ تعریف نہیں ہو سکتی کہ ... پاکدامن
ہے بلکہ باوجود مردی کے اگر پاکدامن رہے تو اُسکی تعریف کیجاتی ہے اور اگر آدمی نے شہوت کے تابع ہو کر عقل کو خوار کیا تو وہ بہائم سے بدتر ہے
کیونکہ بہائم بے عقلی سے معذور ہیں اسیواسطے اگر ایک اندھا اور ایک آنکھوں والا کنوئیں میں گریں تو اندھے کو چھوڑ کر آنکھوں والے پر ملامت
کیجائیگی اسیواسطے اللہ تعالی نے مشرکوں کو فرمایا۔ اولئک کالانعام بل ہم اضل - یعنے یہ لوگ چارپایوں کے مثل بلکہ اُنسے بدتر گمراہ ہیں
اور یہ بات بوجوہ متعدد صحیح ہے از انجملہ یہ بہائم اپنے لائق اپنے رب عزوجل کی تسبیح کرتے اور کسیکو اپنا معبود نہیں بناتے ہیں بخلاف مشرک
کے کہ وہ بے حمیت کمینہ اپنے آپ کو کسی مخلوق کا بندہ بناتا ہے بلکہ بعضے مشرکوں کو دیکھو کہ وہ گائے و سانپ کو بلکہ نباتات میں پیپل
وغیرہ کو بلکہ جمادات میں سے پتھر وغیرہ کو پوجتے ہیں اور یہ امر قطعی معلوم ہے کہ پوجنے والا جب معبود کا بندہ ہوا تو اُس سے بدرجہا بدتر ہوگا پس
مشرک و کافر سب قسم کی مخلوقات حیوانات و نباتات و جمادات وغیرہ سے بدرجہا بدتر ہے اگر وہم ہو کہ پھر یہ دہریہ جو کسیکو معبود نہیں
بناتے ہیں اسمیں داخل نہونگے جواب یہ کہ نہیں بلکہ یہ لوگ ہر قسم کے مشرکوں میں شامل ہیں کیونکہ انھوں نے اپنی شہوت نفس کو
معبود بنایا کما قال تعالی۔ افرأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ الآیۃ - یعنے بھلا ایسے شخص کو تو نے دیکھا جسنے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنایا ...

شہوت نفس جن خوار چیزون کی جانب جاتی ہے جیسے سور وغیرہ کا گوشت تو یہ لوگ اس سے بدرجہا بدتر ہین۔ پھر واضح ہو کہ عوام بشر سے ملائکہ افضل ہین اور ظاہراً خواص بشر مین کل اہل ایمان داخل ہین جنکا مقام دار السلام جنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فائدہ) آدم کا لفظ ادیم الارض سے لیا گیا کیونکہ روے زمین کی خاک سے پیدائش ہے چنانچہ حدیث ابو موسیٰ ؓ مین آیا کہ آدم علیہ السلام کو ایک مشت خاک سے پیدا فرمایا جسکو تمام زمین سے مقبوض کیا لہذا اولاد آدم باندازہ زمین حاصل ہوے (یعنی صورت و سیرت مین مختلف ہین) بعضے سرخ و بعضے سپید و بعضے سیاہ و بعضے بیچ بیچ مین ہین اور بعضے نرم طبیعت و بعضے سخت طینت اور بعضے پاک سرشت و بعضے ناپاک ہین۔ (احمد ابو داؤد و ترمذی) اور حدیث حاکم مین ثابت ہوا کہ مٹی مختلف پانیون سے گوندھی گئی تھی۔ اور حدیث مرفوع مین ہے کہ آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ اور عرض سات ہاتھ تھا اور بعض حدیث مین ہے کہ آدم علیہ السلام ایسے پیغمبر تھے جنسے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ (صحیح مسلم) مترجم کہتا ہے کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور یہان سے تجھکو ایک تنبیہ حاصل ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ کعب احبار نے استنباط کرکے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دیدار و کلام کو حضرت موسیٰ و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین تقسیم کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار عطا فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور یہ استنباط ایام حج مین مقام منیٰ مین حضرت ابن عباس ؓ سے بیان کیا تھا چنانچہ صحیح ترمذی وغیرہ مین موجود ہے لیکن تجھے ابھی معلوم ہو چکا کہ کلام مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت نہین ہے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی کلام فرمایا بلکہ محققین علماء کے نزدیک معراج مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی بلا واسطہ تھی پس معراج وغیرہ کی خصوصیات فقط حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے البتہ خاص ہین اور دیگر فضائل مین شرکت ہے مع ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء پس ہمارے شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو بعض رسائل مین لکھا کہ انبیاء علیہم السلام کو جو فضائل جدا جدا دیے گئے وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جمع کیے گئے۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ وہ فضائل جمع ہونے کے ساتھ دیگر فضائل خاص کیے گئے ہین چنانچہ حدیث مین چھ امور کی فضیلت منصوص ہے عطائے جوامع الکلم یک ماہ راہ تک نصرت برعب زمین کا مسجد و طہور ہونا حلت مغانم و عطاء شفاعت و بعثت عامہ (کما فی الصحیحین وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ ان چھ باتون کی فضیلت آپ مین بلحاظ تعلق نبوت کے بیان فرمائی ہے کیونکہ عطائے معراج و معجزہ وحی قرآنی و سید اولاد آدم ہونا اور اول حشر قیامت و اول دخول جنت و سب سے اعلیٰ مقام جنت جسکا نام وسیلہ ہے و دیگر بکثرت فضائل خاصہ صحیح ہین والحمد للہ رب العالمین۔ ف۔ مفسرین نے لکھا کہ ملائکہ نے حکمت خلافت کے سوال مین جلدی کی تو جواب مین بالتعریض نکلتی ہے کہ جب انکو اللہ تعالیٰ کو علیم حکیم جاننا تھا جس سے لازم ہے کہ اُسکا کوئی کام خالی از حکمت کاملہ نہو تو انکو سوال مین جلدی نہ چاہیے تھی بلکہ غور کرنا چاہیے تھا اور یہان چند علوم دیگر حاصل ہوتے ہین اول آنکہ انسان اشرف ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جسکو مین نے اپنے ید قدرت سے پیدا کیا اُسپر ایسی مخلوق کو فضیلت نہ دونگا جسکو مین نے کُن سے پیدا کیا۔ (مشکوٰۃ) اگر کہا جاوے کہ کفار بھی آدمی ہین تو کیا یہ بھی ملائکہ سے افضل ہین علماء نے جواب دیا کہ انسان فی الجملہ افضل ہے اگرچہ کلیہ نہو۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر شرف دیا اور آدم علیہ السلام ہی اس حدیث کا موقع ورود ہین پس جو شخص ابن آدم ہے وہ اس شرافت مین داخل ہے اور یہ فقط انبیاء و اولیاء و مومنین ہین کیونکہ یہ شرافت بحسب جسم خاکی نہین ہے بلکہ بحسب علم معرفت ہے اور مومنین بھی سب کے سب اپنے رب عز و جل کو پہچانتے ہین رہے کفار و مشرکین تو وہ اعداء اللہ ہین اور آدم علیہ السلام سے انکا دائمی انقطاع ہو کر ابلیس ملعون سے لاحق کیا گیا پس آدم علیہ السلام ہمیشہ ابدالآباد مع صالحین اولاد کے جنت مین ہونگے جو کبھی جہنم مین نہین جاوینگے اور کفار و مشرکین ابدالآباد جہنم مین ابلیس کے ساتھ رہینگے جو کبھی جنت نہین دیکھنے پاوینگے کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بیٹے کو کیونکر باپ سے منقطع کیا اور فرمایا کہ۔ یا نوح انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح۔

یعنے اے نوح وہ تیرے گھر والون مین ہرگز نہین ہے اُسکے کام ناکارہ ہین - ھ پس کفر کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام سے نسب
منقطع کردیا حالانکہ وہ نسبی بیٹا تھا تو معلوم ہوا کہ آدمی وہی ہے جو آدم علیہ السلام کے ساتھ قائم رہا اسطرح کہ ایمان لایا پس اسکو ملائکہ پر فضیلت
حاصل ہے اور جو منقطع ہوکر کافرون کے ساتھ ملحق ہوا وہ شیاطین الانس مین داخل ومردود ہے تو وہ اس آیت یا حدیث مین شامل ہی نہین ہے
ہذا ما الہم المترجم واللہ تعالیٰ اعلم والحمد للہ رب العالمین ۔ علم دوم یہ کہ ان آیات سے نکلتا ہے کہ علم کو عبادت پر شرف ہے - مترجم کہتا ہے
کہ حدیث مین آیا کہ عالم کی فضیلت عابد پر اسقدر زائد ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت آپکی امت پر ہے (کما فی الصحاح
اور اس بارہ مین آیات واحادیث بکثرت ہین ۔ علم سوم یہ کہ خلیفہ جس کام مین نائب ہو اُسمین دیگر اوصاف سے علم اعلیٰ ہے مترجم
کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہے کہ خلافت نبوت مین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو علم معرفت سب سے زائد تھا اسیواسطے مرتدین عرب پر جہاد کرنے مین
صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حتماً آمادہ ہوئے اور باقی جمیع صحابہ متزلزل تھے بدین خیال کہ آنحضرت صلعم نے انکی ہدایت مین زمانہ دراز صرف
کیا تھا حالانکہ آخر مین سب صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صواب رائے کا شکریہ ادا کیا چنانچہ ایک جماعت کثیر صحابہ سے اسکی شہادت
صریح موجود ہے اور عجب حکمت الٰہی عزوجل ہے کہ قلیل جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو تمام عرب مرتدین پر عجیب فتح ونصرت عطا کی تاکہ یہی اہل حق
کے واسطے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حقیقت خلافت پر دلیل ہو جیسے آیت قرآن مین جو وعدہ دیا تھا کہ عنقریب ہم تمکو زمین مین خلیفہ کرینگے
وہ بھی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت مین پورا ہوا اور نہایت سرعت کے ساتھ سات ہی برس مین عرب وشام وروم وفارس وکابل
وکچھ ہندوستان وبخارا ومصر وحبش وبربر واسپین تک مسلمانون کے واسطے فتح کیا اگرچہ تھوڑا حصہ بعد سات برس کے فتح ہوا ہے مگر صدق خلافت کی صریح
دلیل ہے اور توریت وانجیل کتب سابقہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن ہجرت مقام طیبہ یعنی مدینہ منورہ ہے اور آپکا مقام سلطنت شام مذکور ہے
علم چہارم یہ کہ اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو اسمار تعلیم فرمائے پس علم پیدا کرنیوالا اللہ تعالے عزوجل ہی ہے لیکن اسکو معلم کہنا اسواسطے جائز نہین
ہے کہ یہ لفظ مکتب کے معلمون پر معروف ہوگیا ۔ مترجم کہتا ہے کہ بحکم قولہ تعالے یعلمہم الکتاب والحکمۃ ۔ اور بحکم حدیث کہ بعثت معلماً آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم حقیقی معلم ہین لیکن اسی وجہ مذکورہ سے آپ پر بھی بےضرورت یہ لفظ بولنا جائز نہین ہے ۔ علم پنجم یہ کہ اسماء اشیاء تو مختلف زبانون مین
ہین پس ہر زبان مین تعلیم ہوئی جس سے ظاہر ہوا کہ یہ زبانین کسی کی اصطلاح نہین ہین بلکہ اللہ تعالے کے واقف کرنے سے آدم علیہ السلام
کی ذریات مین جاری ہوئین ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ استنباط لطیف دقیق ہے اور اس سے حکمت بالغہ الٰہی عزوجل کے متعلق بہت سے علوم نکلتے ہین جنکا بیان بہ
طول اہل ایمان کے نور معرفت پر حوالہ کیا گیا ۔ علم ششم یہ کہ - انک انت العلیم الحکیم ۔ سے معلوم ہوا کہ علم وحکمت دو صفت ہین ۔ مترجم کہتا ہے کہ
قولہ تعالیٰ یعلمہم الکتاب والحکمۃ الآیۃ - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا ۔ علم ہفتم یہ کہ ملائکہ کے علوم بڑہ سکتے ہین بیضاوی نے کہا کہ فلاسفہ
بھی ارضی وسماوی ملائکہ مین یہ بات جائز کہتے ہین لیکن جن ملائکہ کا نام اُنہون نے عقول عشرہ رکھا ہے اُنمین انکار کرتے ہین ۔ مترجم کہتا ہے
کہ عارف خوب جانتا ہے کہ ان فلاسفہ نے ہزارون برس ضائع کیے اور اپنے زمانہ کے انبیاء سے گریز کیا مگر باوجود اس کوشش کے [illegible]
کی راہ مین ایک قدم بھی نہین چلے اگرچہ عوام کی سمجھ مین یہ مقام دشوار ہے لیکن اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ یہی حق ہے پس اگر کچھ ہمت ہے تو راہ [illegible]
مستقیم ہو واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔ علم ہشتم یہ کہ آدم علیہ السلام نے ملائکہ کو اسمار اشیاء وتمام لغات تعلیم فرمائین تو اُستاد وحق افضل ہوا
کیونکہ وہ علم مین زائد ہے وقد قال تعالیٰ ۔ ہل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون یعنی وہ لوگ جو علم الٰہی جانتے ہین اور وہ لوگ جو نہین جانتے ہین
بھلا کہین دونون برابر ہو سکتے ہین ۔ علم نہم یہ کہ ان آیات سے قطعاً معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کل اشیاء وجزئیات کو انکے حادث ہونے سے پہلے طرح انکی

ذات وصفات وافعال ونامون سے جانتا ہے حالانکہ جسوقت آدم علیہ السلام کو اُنکے اسماء ذات وصفات وافعال وغیرہ سکھلائے یہ کل چیزین
موجود نہین تھین علم دہم یہ کہ قطعًا معلوم ہوا کہ علم الٰہی ہر ایک جزئیات پر حاوی ہے اور اُسکو مفصل ومشخص بروجہ کمال جانتا ہے لہذا جو فلسفی فرقہ
علم جزئیات سے منکر ہے وہ کافر ہے وقد قال تعالیٰ - ولا یعزب عنہ مثقال ذرة فی السموات ولا فی الارض - یعنے کوئی چیز ذرہ برابر بھی کہین
آسمان یا زمین مین ہو اللہ تعالیٰ سے کسیطرح چھپتی نہین ہے علم یازدہم یہ کہ تکبر قبیح ہے اور تکبر اُسکو کہتے ہین کہ اپنے آپکو اپنے ذاتی استحقاق سے
دوسرے سے بڑھکر جانے اور دوسرے کو حقیر جانے یہ تکبر الٰہی اعتقاد ہے چنانچہ اگر خود مثلاً علم وغیرہ مین افضل ہو تو اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے
اور دوسرے کو حقیر نجانے علم دوازدہم یہ کہ تکبر کافر کر دیتا ہے اور اسمین کم نہین کہ وہ ابتدا ہمیشہ مین جاویگا چنانچہ حدیث قدسی مین ہے کہ جسنے کبریائی
وعظمت مین مجھسے جھگڑا کیا اُسکو دوزخ مین داخل کرونگا - (الصحیح) اور حدیث مین ہے کہ جسکے دل مین رائی کے ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت مین داخل نہوگا
(الصحیح) یعنے ابتدا نجاویگا - اور علم سیزدہم یہ کہ حکم الٰہی بجا لانے پر جلدی کرے - اور چہاردہم یہ کہ احکام الٰہی جو قرآن وحدیث سے ثابت ہین انمین
قیاس نہ دوڑاوے اور غوض نکرے کیونکہ جو حکمت اُسمین رکھی ہے وہ معلوم ہونا محال ہے کیونکہ یہ تو وہی جانے جو اسقدر حکمت والا ہو اور وہ کوئی
نہین سواے اللہ عزوجل کے سبحانہ وتعالےٰ عما یشرکون - اور پانزدہم یہ کہ اپنے حال پر ہمیشہ خائف رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کہ مجھکو اپنی
صراط مستقیم پر ثابت فرما کیونکہ اعتبار خاتمہ کا ہے کیا صحابہ کو نہین دیکھتے کہ انکا ابتدائی حال کیا تھا پھر آخر کو بعد انبیاء کے سب سے افضل مرے حتی کہ انکے بعد کے
تابعین و تبع تابعین و غوث وقطب وغیرہ کوئی انکے مرتبہ کو ہرگز نہین پہونچ سکتا جیسا کہ صحیح حدیثون سے ثابت اور عقائد مین مصرح ہے اور نیز حدیث صحیح
مین ہے کہ بندون کے دل اللہ تعالےٰ ہی کے قبضہ مین ہین جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے لہذا حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات دعا فرماتے کہ الٰہی میرے دل کو
اپنے دین پر ثابت فرمائیو (الصحیح) ف شیخ عرائس نے بعض اشارات مین لکھا کہ قولہ تعالیٰ انی جاعل فی الارض خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام کی
پیدایش مین منجملہ اسرار کے تکمیل ملائک ہے تا کہ ملائکہ کی طاعت بدرجہ کمال معرفت پہونچے اسیواسطے آدم علیہ السلام کو علم لدنی عطا فرمایا اور ملائکہ کو
تعلیم اسماء کا حکم دیا - مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ محض مظاہر رحمت ہین اگرچہ انواع رحمت مین سے بھی صرف طاعت بطینت پاکیزہ ہے کیونکہ رحمۃ للعالمین
صفت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسے ظہور غضبی کی جانب ابلیس کا سلسلہ ہے پس جمیع اسماء وصفات کی قابلیت خلقی ضرور ہے اور وہ حضرت
آدم علیہ السلام مین پیدا فرمائی لہذا علم لدنی کی قابلیت اُنھین مین تھی اور ملائکہ کی تعلیم جامع حال وقال نہین ہے کیونکہ بعض قابلیت جیسے صفات
غضبی کی معرفت ہو ملائکہ مین موجود نہین ہے اسیواسطے ملائکہ کے لیے لذات جسمانی یا غذا یا دیگر کاست نہین ہوتا پس یہ وجہ تھی کہ آدم علیہ السلام کو
علم لدنی اسماء وصفات عطا ہو کر ملائکہ کی تعلیم کے لیے ارشاد ہوا واللہ تعالیٰ اعلم شیخ نے لکھا کہ پیدایش خلیفہ کے وقت ملائکہ کو خبر دینا ایک
لطافت ہے جس سے ظاہر ہوا کہ ملائکہ اپنی قابلیت تسبیح وتقدیس مین طالب محبت نہین رکھتے ہین بلکہ محض عبادت ہے - مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے
علماء مین کلام ہے کہ ملائکہ کے واسطے دیدار باری عزوجل ہے یا نہین ہے شیخ نے لکھا کہ ملائکہ کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھین - مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ
خواہش ہو تو نتیجہ محبت نہین بلکہ ضمن عبادت ہے شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے جو ملائکہ کا خالق ہے اپنی مخلوق سے آگاہ ہے کہ انکو یہ قابلیت نہین لہذا آدم
کو پیدا کر دیا کہ اسکو دیکھکر سجدہ کرلو - مترجم کہتا ہے گویا عبادت کے واسطے مسجود کو دیکھنا چاہتے تھے - شیخ نے لکھا کہ اسکی وجہ یہ تھی کہ
اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ید قدس سے پیدا کیا اور صورت قدس پر بنایا اور آئینہ روح اسماء و ودیعت رکھا کہ جسیا اسمین اپنے
[illegible] ظاہر ہو - مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین وارد ہوا کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ پس شیخ نے [illegible]
کے مانند اسکے [illegible] اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو صورت قدس پر پیدا کیا - اور اسکی توجیہ یہ ہے کہ [illegible]

منزہ ذات ہی اور صورت وشکل وہان محال ہے لیکن تجلیات مین صورت ممکن بلکہ واقع ہے شیخ محمد طاہرؒ نے مجمع البحار مین اسکو مفصل بیان کیا ہے
اور احادیث قیامت مین بکثرت اس تجلی صوری کا ذکر ہوا ہو پس یہ صورت صرف تجلی صوری ہے چنانچہ حدیث مین آیا اتانی ربی فی احسن صورۃ
یعنے مین نے اپنے رب کو نہایت خوب صورت مین دیکھا یہ حدیث طویل آخر تک جامع ترمذی مین موجود ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ترمذی نے
اسکو حدیث حسن صحیح کہا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکے ثبوت مین کچھ شک نہین ہے چنانچہ ابن الجوزی نے علل تناہیہ مین اسکو حدیث ابن عباس ومعاذ
بن جبل وعبد الرحمن بن عائش وغیرہم رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا اور غالباً کل اسانید مین کلام کر کے بعد مسند احمد سے نقل کر کے اقرار کیا کہ
اسکی اسناد حسن ہے پس یہ تجلی صوری ہے اسیواسطے شیخ نے کہا کہ جب ملائکہ حضرت آدم علیہ السلام پر نظر کرینگے تو آئینہ روح سے انکو تجلی صوری نظر
آویگی واللہ تعالی اعلم۔ شیخ نے کہا کہ منجملہ اسرار حکمت کے شاید یہ بات ہو کہ ایک خلق کو اپنے ید قدس سے پیدا فرما کر لباس صفات سے مخلع کیا پس
اپنی صفات ہی سے بوجہ اپنی صفات کے محبوب فرمایا پھر نقاب قدس کو چہرہ آدم سے اٹھا کر تمام عالم کو منور فرمایا تب ملائکہ کو اپنی جہالت پر ندامت
ہوئی کہ ہمنے اسکو اپنی قیاس سے خونریز ومفسد کیون کہا تھا لیکن جاننا چاہیے کہ ملائکہ کا مقولہ از راہ تحریک اعمال تھا اور آدم علیہ السلام کا
ظہور از راہ احوال تھا۔ تو لامحالہ اہل عبادت اس حسن اصطفائیہ سے غافل رہے اور چونکہ انھون نے بے محل سوال کیا اسواسطے
محتاج ہوئے کہ تعلیم اسماء ومعارف کو آدم علیہ السلام سے حاصل کر کے مرتبہ حال ذا دب مقام حاصل کرین بعض نے سجدہ کا نکتہ یون بیان کیا کہ
ملائکہ نے اپنی عبادت کو موقع کرامت خیال کیا تھا تو اللہ تعالی نے علم معرفت سے آدم علیہ السلام کی بزرگی ظاہر فرمائی اور اہل عبادت کو اسکے لیے
سجدہ کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسی مقام سے اہل مقام نے کہا کہ مرید کو شیخ عارف کی تعظیم مین بہ ادب ملحوظ ہونا چاہیے حتی کہ اگر شیخ عارف صرف
فرائض پر اکتفا کرتا ہو اور مرید شب وروز عبادت مین مصروف ہو تو اس عابد پر کرنی ضرور نہو بلکہ عارف سے عابد تک ابھی زمین وآسمان کا فرق ہے
عابد شب علی کرے یکروزہ راہ + سے عارف در دم مین ہوتا تخت شاہ + انکی دو رکعت وغیری صد ہزار + کب برابر ہو سکین ای خاکسار + بعض مشائخ
عراقین نے فرمایا کہ خلافت کے شرائط سے ہے کہ اشیاء کو وصل وفصل سے پہچانتا ہو کہ وہان جدائی و وصل کچھ نہین ہے کیونکہ حادث کو قدیم سے
وصل غیر ممکن ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مولوی بحر العلوم نے شرح مثنوی مین و دیگر اکابر مشائخ نے صریح بیان فرمایا کہ حوادث ومخلوقات کسی حال مین متصف
بقدم نہین ہو سکتے ہین حتی کہ جسنے یہ اعتقاد کیا وہ اجہل گمراہ دائرہ کفر مین داخل ہو گیا اور فنائی فی اللہ وباقی باللہ کی معرفت یہ ہے کہ جب بندہ
قرب نوافل کے مرتبہ پر پہنچتا ہے تو استغراق حق مین اسکو اپنے نفس کا کچھ ہوش نہین رہتا ہے اور اسوقت حق چھا جاتا ہے اور حق عز وجل ہی
اسکے واسطے سمع وبصر وہاتھ وپاؤن ہو جاتا ہے یعنے جیسے عوام اپنے ارادات سے چلتے وقدم اٹھاتے اور ہاتھ کو کام مین لاتے ہین اور اپنی
خواہش سے سنتے و دیکھتے ہین تو اسکے خلاف مرد عارف از خود فراموش ہوتا ہے اور اسمین ارادات حق ظہور کرتے ہین پس وہ حق عز وجل کے ارادات
سے چلتا پھرتا اور نماز روزہ وغیرہ ادا کرتا اور وعظ ونصیحت کرتا اور یہ سب بارادت حق عز وجل اس سے ظہور کرتے ہین حالانکہ وہ خود مستغرق و نابود ہے
حتی کہ اس حالت مین اگر وہ کسی کے حق مین کوئی کلمہ کہتا ہے تو بدون اس شخص کے ہوش کے از جانب حق عز وجل ہوتا ہے حالانکہ ظاہر مین یہی نظر آتا ہے
کہ اس شخص نے بد دعا دی یا نیک دعا کی۔ اور یہی [illegible] قرب نوافل کا بیان انشاء اللہ تعالی آویگا اور جسنے یہ مقام سمجھ لیا وہ
راہ حق مین خطرات شیطانیہ سے محفوظ ہوگا اور جسنے نہین جانا وہ بہت جاہل صوفیون کے دام فریب مین پھنسکر شیطان ہو جاتا ہے عیاذاً باللہ تعالی منہ
[illegible] آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین [illegible] شیخ نے کہا کہ ابتدا مین ملائکہ کو معرفت آدم علیہ السلام سے نادانی تھی
[illegible]

حق عزوجل ہے اور اس سے انکار لعنت ہے۔ شیخ ابوعثمان مغربی نے فرمایا کہ خلق پر اُنکے دعووں ہی سے بلائیں آتی ہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ جب ملائکہ نے اپنی تسبیح و تقدیس کا دعوی کیا تو کیونکر جہالت میں مبتلا کیے گئے حتی کہ آخر انھوں نے اقرار کیا کہ۔ لاعلم لنا الا ما علمتنا۔ یعنے اپنی جہالت کا اقرار کیا شیخ نے کہا کہ تعلیم اسما میں معرفت افعال و صفات الٰہی کی حکمت مندرج ہے تا کہ اس علم سے مقام حال پر ترقی ہو شیخ ابن عطا نے کہا کہ اللہ تعالی ہی کے واسطے حمد ہے کہ اگر وہ آدم علیہ السلام کو اسمار کی تعلیم نفرماتا تو وہ ملائکہ سے بھی زیادہ عاجز ہوتے۔ شیخ نے لکھا کہ جب ملائکہ کے واسطے سجدہ کا حکم ہوا تو یہ ملائکہ کے واسطے آدم علیہ السلام میں سر الٰہی کا انکشاف ہے حتی کہ انھوں نے آدم علیہ السلام پر خلعت صبغۃ اللہ دیکھی اور ابلیس چونکہ غضبی مظہر تھا اُسکو یہ کچھ نظر نہیں آیا۔

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا

اور کہا ہمنے اے آدم بس تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اُسمیں محظوظ ہو کر جہاں جگہ چاہو

وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ

اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم بے انصاف ہو گے پھر ڈگا دیا اُنکو شیطان نے

عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ ج

اُس سے پھر نکالا اُنکو وہانسے جس آرام میں تھے اور کہا ہمنے تم سب اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝

اور تمکو زمین میں ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک وقت تک

ان آیات میں اللہ تعالی نے بعد سجدہ ملائکہ کے آدم علیہ السلام کے واسطے کرامت مقام اور تمہ خلافت کا انجام بیان کیا اور آدم علیہ السلام نبی متکلم تھے چنانچہ حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ میں بروایت ابن مردویہ مصرح ہے مترجم کہتا ہے بلکہ صحیح مسلم سے ثابت ہے اور یہی عقائد میں مقرر ہے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ محمد بن اسحق نے کتاب السیر میں تصریح کی کہ ہمکو علماء اہل کتاب توریت وغیرہ کی روایات بذریعہ حضرت ابن عباس رضی وغیرہ کے یوں پہونچی ہیں کہ جب آدم علیہ السلام نے ملائکہ کو اسماء اشیاء سے آگاہ فرمایا تو اُسکے بعد آدم علیہ السلام پر نیند غالب کی گئی پھر اللہ تعالی کی قدرت سے آدم کی پسلیوں میں سے بائیں پسلی لیکر وہاں گوشت بھر دیا گیا اور آدم ہنوز خواب میں تھے کہ اللہ تعالے نے اس پسلی سے حوا کو پیدا کیا کہ وہ اچھی خاصی عورت ہو گئی تا کہ آدم علیہ السلام کو اُسکے ساتھ سکون ہو یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام خواب سے جاگے تو اپنے پہلو میں اُسکو بیٹھا دیکھا کہ فرمایا کہ یہ میرا جوڑا ہے پھر جب اللہ تعالے نے تزویج فرمایا تو آدم علیہ السلام کو خطاب کیا چنانچہ فرمایا بالمشافہ وقلنا یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ اور ہمنے فرمایا کہ اے آدم تو اور تیری جوڑی جنت میں رہو۔ ف اور یہ حکم بصیغہ امر ہے جسکی تعمیل ایک ساعت رہنے سے پوری ہو سکتی ہے اور اُسکے ساتھ یہ بھی حکم دیا۔ وکلا منہا رغدا حیث شئتما ولا تقربا ہذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین ۝ اور دونوں اس جنت میں سے فراخی کے ساتھ جہاں تمہارا جی چاہے کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ ہونا کہ دونوں ظالمین میں سے ہو جاؤ گے۔ ف یعنے اگر اس درخت کے قریب جاؤ گے تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے اور یہ ممانعت بطور تاکید ہے کیونکہ دراصل اس درخت سے کھانا ممنوع تھا نہ اُسکے پاس جانا لیکن محرمات کے پاس جانے سے مبتلا ہو جانیکا خوف ہے لہذا احتیاطا پاس جانے سے منع فرمایا اسیواسطے حدیث میں آیا کہ حلال صاف ظاہر ہے اور حرام صاف ظاہر ہے اور ان دونوں کے بیچ میں امور

مشتبہ ہین جنکو بہت سے لوگ نہین جانتے ہین پس جو شخص مشتبہ سے الگ رہا وہ اپنے دین و آبرو کو بچا لیگیا اور جو کوئی چراگاہ کے
گرد پھرتا ہے وہ اُسمین مبتلا ہونے کے قریب ہو جاتا ہے اور آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کے واسطے چراگاہ ہے اور زمین مین اللہ تعالیٰ کی چراگاہ وہ امور ہین
جنکو اُسنے حرام کیا ہے (الصحیحین وغیرہما) اور اللہ تعالیٰ نے حوا کا نام نہین لیا جیسے قرآن شریف مین کسی عورت کا نام مذکور نہین ہے سوا
مریم علیہا السلام کے کہ جنکا نام بار ہا مکرر مذکور ہے تاکہ نصرانیون کو خفت ہو جو مریم کی نسبت بدگوئی کرتے ہین شیخ نے لکھا کہ محمد بن اسحاق
کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنت مین داخل ہونے سے پہلے حوا کی پیدائش ہوئی ولیکن سدی کی روایت ابن عباس و ابن مسعود و ایک
جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم مین آیا کہ جنت سے ابلیس نکالا گیا اور آدم علیہ السلام وہان بسائے گئے لیکن بغیر ساتھی کے تنہا پھرتے تھے کہ ناگاہ اُنپر
خواب طاری ہوا پھر جب جاگے تو دیکھا کہ ایک عورت اُنکے سرہانے بیٹھی ہے پس ملائکہ نے امتحاناً پوچھا کہ بھلا اسکا کیا نام ہے تو آدم علیہ السلام
نے فرمایا کہ اسکا نام حوا ہے اُنھون نے کہا کہ بھلا کیون تو فرمایا اسواسطے کہ یہ حی سے پیدا ہوئی ہے مترجم کہتا ہے کہ محمد بن اسحق نے اپنی روایت
مین اشارہ کیا کہ یہ اقوال بھی اسرائیلی روایات ہین پھر واضح ہو کہ علماء کے درمیان کچھ خلاف نہین ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش زمین مین
واقع ہوئی پھر یہان جنت سے مراد کیا وہ جنت ہے جسمین اہل ایمان دار الآخرت مین داخل ہونگے یا جنت سے مراد کوئی باغ دنیا مین تھا اور
یہان دونون احتمال ممکن ہین اور شیخ ابن القیم نے حادی الارواح مین دونون کے دلائل نقل کرکے سکوت کیا علامہ ابو السعود نے کہا کہ دلائل
متعارض ہونے سے توقف کرنا بہتر ہے لیکن شیخ جلیل نے سراج المنیر مین جزم کیا کہ وہ جنت بلند تھی جس سے گرانا واقع ہوا ہے واللہ تعالیٰ اعلم شیخ نے
لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جس درخت سے منع فرمایا وہ ایک امتحانی حکمت تھا پھر کسی روایت سے ثابت نہین ہوتا کہ وہ کیا درخت تھا اور بعض نے
اس بارہ مین اقوال مختلف ہین چنانچہ سعید بن جبیر و محمد بن قیس و جعدہ بن ہبیرہ قرشی و سدی نے کہا کہ درخت انگور تھا اور یہی سدی نے
ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ یہ درخت انگور کا تھا اور یہودی کہتے ہین کہ وہ گیہون کا درخت
تھا اور یہی ابن جریر و ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بروایت عکرمہ ذکر کیا و عبد الرزاق نے بروایت سعید بن ابی عروبہ
اور محمد بن اسحاق نے بروایت مجاہد بیان کیا اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی کہ ابن عباس نے ابو الجلد کو لکھا تو اُسنے جواب دیا
کہ جس درخت سے ممانعت تھی وہ گیہون کا درخت تھا اور جس درخت کے پاس توبہ قبول ہوئی وہ زیتون تھا اور یہی قول حسن بصری و وہب
بن منبہ و عطیہ العوفی و ابو مالک و محارب بن دثار و عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ہے اور محمد بن اسحق نے وہب بن منبہ سے روایت کی کہ وہ گیہون تھا لیکن جنت
مین اُسکا دانہ گائے کے گردہ کے برابر اور مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیرین ہے اور سفیان ثوری نے ابو مالک سے روایت کی
کہ وہ درخت خرما تھا اور ابن جریر نے مجاہد سے روایت کی کہ وہ درخت انجیر تھا اور یہی قول قتادہ و ابن جریج ہے ابو العالیہ سے روایت ہے
کہ وہ ایسا درخت تھا کہ اسکی غذا سے پاخانہ آوے عبد الرزاق نے وہب بن منبہ سے روایت کی کہ وہ درخت ایسا تھا کہ جو کوئی اُسکو کھائے
جو ہمیشہ زندہ رہے [illegible] مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ کا کھانے پینے سے پاک ہونا معلوم نہین ہوتا کہ [illegible]
اور ظاہر یہ اسرائیلی روایات ہین [illegible] روایات ہین [illegible]
نے اہل کتاب سے [illegible] اور خود اس بارہ مین [illegible] امام ابو جعفر بن جریر [illegible]
اس بارہ مین [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] جنت مین سے ایک درخت [illegible]
اور نہ یہ قرآن یا حدیث سے کوئی دلیل قائم ہوئی کہ وہ کونسا درخت ہے [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

مترجم کہتا ہے کہ جب اُسکے کھانے سے لباس ساقط ہو گیا تو شاید اُسکے کھانے کا اثر ہوا اور شاید نافرمانی کا ضرر ہو۔ امام رازیؒ نے بھی اسکو صحیح وصواب ٹھہرایا کہ بیان حکمت اسی سے متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو درخت خاص سے منع فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک یہ جنت آسمانی تھی اور ابلیس بوجہ آدم علیہ السلام کے ملعون کر کے نکالا گیا تھا وہ قیامت تک اولاد آدم کا بھی قطعی دشمن ہے جیسے دو نقیض کا جمع ہونا محال ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان ہٰذا عدو لک ولزوجک فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی یعنی ہمنے آدم سے کہدیا کہ یہ ابلیس تیرا اور تیری زوجہ کا دشمن ہے سو تم دونوں کو جنت سے نہ نکالے کہ تو شقی ہو جاوے یعنے مصیبت دنیا میں پڑ جاویگا۔ مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ حکمت خلافت سے ملائکہ کو آگاہ فرمایا اور آدم علیہ السلام سے یہ عہد لیا۔ چونکہ شیطان ازلی مردود ہے لہٰذا اُسکو کسی بکاری میں کچھ باک نہیں ہے پس اُسنے آدم علیہ السلام کو وسوسہ دلایا کہ اگر تم اس دار عافیت میں دوام چاہتے ہو تو میں تمکو ایک درخت بتلاؤں کہ جو کوئی اُسکا پھل کھاوے وہ ہمیشہ یہیں رہے پھر اُسنے یہی درخت بتلایا جس سے ممانعت کی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ کو درمیان دیکر قسم کھائی کہ میں تمہارا خیرخواہ ہوں چنانچہ قرآن مجید میں آویگا اور حضرت آدم علیہ السلام شاید اس نام پاک کی عظمت سے عہد الٰہی بھول گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فنسی ولم نجد لہ عزما۔ یعنے عزم قوی کے ساتھ عہد یاد نہ رکھا اور بھول گیا۔ھ۔ چنانچہ درخت ممنوع کا پھل کھالیا جس سے اللہ تعالیٰ نے انکو جنت سے اُتار دیا۔ فَاَزَلَّہُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْہَا فَاَخْرَجَہُمَا مِمَّا کَانَا فِیْہِ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اگر ضمیر راجع بجنت ہو تو قراءۃ عاصمؒ فَاَزَالَہُمَا کے معنے ہیں یعنے پھر دور کر دیا اُن دونوں کو شیطان نے جنت سے پس دونوں کو نکال باہر کیا اُس نعمت سے جسمیں دونوں موجود تھے۔ ف یعنی لباس لطیف و منزل شریف و رزق کریم و راحت عمیم سے نکال باہر کیا اور کھیلا جو پورا پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو جنت سے اُتار دیا اور اگر ضمیر عنہا راجع بجانب درخت ہو اور موافق قول حسن بصری و قتادہ کے اَزَلَّہُمَا مشتق زلل سے ہو تو معنے یہ ہیں کہ پھر شیطان نے ان دونوں کو اس درخت سے لغزش دلائی پس ان دونوں کو اُس نعمت سے جسمیں دونوں موجود تھے نکال باہر کیا۔ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَّلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ۝ اور ہمنے کہا کہ تم لوگ اُترو در حالیکہ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے واسطے زمین میں قرارگاہ و تمتع ایک وقت تک ہے۔ ف اہبطو صیغہ جمع ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ تم لوگ زمین میں اُترو پھر یہ مخاطب بعض مفسرین کے نزدیک حضرت آدم و حوا علیہما السلام مع اولاد ہیں اور اسکو شیخ سیوطیؒ نے اختیار کیا یعنے اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو بشمول اُنکی اولاد کے حکم دیا خواہ ان اولاد میں سے بعض وہاں پیدا ہو گئے ہوں جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے یا علم الٰہی میں موجود ہوں تو حاصل یہ ہوا کہ ان ذریات میں باہم بعضے بعضوں کے دشمن ہونگے اور باہم ظلم و فساد کرینگے اور ایک وقت تک وہاں تمتع پاوینگے یعنے پیداوار زمین سے تا وقت موت اپنی تمتع حاصل کرینگے اور زمین اُنکے واسطے قرارگاہ ہے کہ جسمانی زندگی میں زندگی کی قرارگاہ ہوگی اور بعد موت کے زمین انکے واسطے قبرگاہ ہوگی یہ سب اس بنا پر کہ اہبطوا سے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو مع ذریات خطاب ہو اور بعض کے نزدیک حضرت آدم و حوا علیہما السلام و ابلیس و سانپ ہیں امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ایک جماعت علماء تابعین مانند سدی و ابو العالیہ و وہب بن منبہ وغیرہ نے اس مقام پر اسرائیلی قصص روایت کیے جنکا حاصل یہ ہے کہ سانپ کے ذریعہ سے ابلیس جنت میں داخل ہو کر حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو وسوسہ دلایا جسکو ہم سورۂ اعراف میں انشاء اللہ تعالیٰ مبسوط بیان کرینگے۔ ابن ابی حاتم نے حسن بصری کی اسناد سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی کہ اللہ تعالیٰ

نے آدم علیہ السلام کو مرد دراز قامت پیدا کیا جسکے سر پر بکثرت بال تھے پھر جب انھون نے اُس درخت مین سے کھایا جس سے ممانعت تھی
تو لباس گر گیا پس شرمگاہ کھل گئی تو اُنھون نے جنت مین دوڑنا شروع کیا پس ایک درخت نے اُنکے بال پکڑ لیے اور دوسری روایت
مین ہے کہ اُنکے بالون سے درخت لپٹ گیا پس اللہ تعالے نے ندا فرمائی کہ اے آدم مجھسے بھاگتا ہے آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے
رب مین تجھسے نہین بھاگتا ہون بلکہ شرماتا ہون حکم پہونچا کہ اے آدم میرے جوار سے خارج ہو مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ یہان وہ شخص
نہین رہ سکتا ہے جسنے میری نافرمانی کی اور اگر مین تیرے مثل اس قدر مخلوق پیدا کرون جس سے ساری زمین بھر جاوے پھر وہ میری نافرمانی کرین تو انکو بھی
گنہگارون کے مکان مین بساؤن شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ روایت غریب ومنقطع بلکہ معضل ہے حسن بصریؒ نے کہا کہ جنت مین آدمؑ کا ٹھہرنا دن کی
ایک ساعت ہوا جو دنیا کے حساب سے ایک سو تیس برس ہوتے ہین (عبد بن حمید) ابن عباسؓ نے کہا کہ نماز عصر سے غروب آفتاب تک
آدم علیہ السلام جنت مین رہے۔ (الحاکم) ربیع بن انس نے کہا کہ آدم علیہ السلام جب جنت سے نکلے تو اُنکے ساتھ درخت جنت سے ایک
شاخ تھی اور سر پر وہان کی پتیون کا اکلیل تھا۔ سدیؒ نے کہا کہ آدمؑ وہان سے زمین ہندوستان مین اُترے اور انکے ساتھ حجر اسود تھا اور
ایک مٹھی پتے جنت کے تھے جنکو اُنھون نے ہند مین چھڑکا پس اسی سے اکثر خوشبو کی چیزین وہان سے آتی ہین مترجم کہتا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ
سر اندیپ یعنے لنکا کے پہاڑ پر اُترے جو اب تک کوہ آدم کے نام سے مشہور ہے اور بیشک ہندوستان مین ریاحین خوشبودار بکثرت ہین۔
اور حسن بصریؒ نے کہا کہ آدمؑ کا نزول ہندوستان مین ہوا اور حوا جدہ مین اور ابلیس دشت میسان مین جو سر زمین بصرہ ہے اور سانپ
اصفہان مین گرے (ابن ابی حاتم) اور ابو موسیٰؓ نے کہا کہ جب آدمؑ زمین مین اُترے تو اللہ تعالی نے انکو ہر ضرورت کی صنعت سکھلائی اور ثمر جنت کا
توشہ دیا (عبد الرزاق) اور واضح ہو کہ اس مقام پر صحیح حدیث ابو ہریرہؓ مین اسقدر وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر دن جس
مین آفتاب کو طلوع نصیب ہوا وہ جمعہ کا دن ہے کہ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت مین داخل کیے گئے اور اسی دن
وہان سے نکالے گئے (صحیح مسلم۔ النسائی) اور اس حدیث مین حضرت آدمؑ کا جنت سے نکالا جانا بھی اُن کے فضائل مین شمار ہوا اسواسطے
کہ حضرت آدم علیہ السلام کا نکلنا اسقدر اکابر انبیا وصالحین علیہم السلام کا ظہور ہے اور یہی خلافت الٰہیہ کی حکمت ہے۔ اور واضح ہو کہ ابن عباسؓ
نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سانپون کا مارنا اس خوف سے چھوڑا کہ وہ پیچھا کرینگے تو وہ مجھسے نہین ہے کیونکہ ہمنے جب سے
ان دشمنون سے محاربہ کیا تب سے کبھی صلح نہین کی ہے (ابوداود) ابن مسعودؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر قسم کے
سانپون کو مار ڈالو جو شخص سانپون کے عوض لینے سے خوف کرے وہ مجھسے نہین ہے سواے ایک قسم کے باریک سانپون کے جو چاندی کی
ڈنڈی کے مانند ہوتے ہین (ابوداود) شاید اس سے یہی چھوٹے چھوٹے سانپ مراد ہین جو گھرون مین رہتے ہین جنکو باسٹھنی بولتے ہین چنانچہ
حدیث ابو سعید خدریؓ مین بیان ہے کہ ان گھرون مین کچھ بسنے والے ہین پس جب کوئی انمین سے نظر آوے تو تین مرتبہ اُس سے کہدو کہ تمھارے
اسطرح ظاہر ہونے مین ہمارا حرج ہے پس اگر چلا جاوے تو خیر ورنہ اُسکو قتل کرو کہ وہ کافر ہے۔ اور ایک روایت مین ہے کہ مدینہ مین
کچھ جن ہین جو اسلام لائے ہین پھر جب تم اُنمین سے کسیکو دیکھو تو اُسکو تین دن تک اعلام کرو پھر اگر اسکے بعد ظاہر ہو تو اُسکو قتل کر دو کہ
وہ شیطان ہے (ابوداود) ان روایات سے مستنبط ہوتا ہے کہ جن وشیطان دونون سانپ کی شکل مین ظاہر ہوتے ہین شیخ ابن کثیرؒ نے
لکھا کہ جب شیطان نکال دیا گیا تھا تو اُسکے واسطے جنت مین وسوسہ ڈالنیکا امکان کیونکر ہوا بعض نے کہا کہ توریت مین آیا ہے کہ وہ سانپ کے منھ مین
ہو کر جنت مین گیا اور بعض نے کہا کہ اسمین کوئی محال نہین کہ شیطان زمین مین ہو اور اُسکا وسوسہ جنت مین پہونچے اور یہ بات حضرت ان چیزون کی جہالت پر مبنی ہے

حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ مسمریزم کے ذریعہ سے لکھنؤ کا آدمی ہزاروں کوس کے فاصلہ کا حال بیان کرنے لگتا ہے اور آفتاب کا اثر زمین پر پھیلتا ہے اور انسان کا خیال لاکھوں کوس دوڑتا ہے پس جب یہ امر معلوم ہو چکا کہ یہ از قسم مادیات نہیں ہے تو اسکو مادیات پر تصور کر کے حکم لگانا محض بیوقوفی ہے خطیب نے نقل کیا کہ شیطان نے عداوت ذاتی سے چاہا کہ آدم علیہ السلام و اُنکی ذریات کے ساتھ عداوت پوری کرے حتی کہ جو حکمت مشیت الٰہی میں جاری ہوئی تھی اُسیکا ظہور ہوتا گیا کہ ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا اور ملعون ہونے پر درخواست کی کہ الٰہی قیامت تک میری موت میں مہلت ہو اور یہ بمقتضائے مشیت منظور ہوئی اور اُسنے مصرح اظہار کیا کہ میں آدم علیہ السلام کی ذریات میں سے سوائے ایک گروہ قلیل کے سبکو آدم سے منقطع و برباد کرونگا اور یہی امر مشیت تھا چنانچہ سورۂ اعراف میں انشاء اللہ تعالیٰ واضح بیان آویگا اور حضرت آدمؑ رحمت الٰہی میں ایسے مستغرق ہوئے کہ باوجود تنبیہ حق عزوجل کے شیطان سے دھوکا کھایا جب اُسنے کہا کہ - یا آدم ہل ادلک علی شجرۃ الخلد و ملک لا یبلی - یعنی ای آدم میں تمکو شجرۃ الخلد اور ایسے ملک کی راہ بتلاؤں جو نیست نہ ہوگا - وقاسمہما انی لکما لمن الناصحین - اور حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے اللہ تعالےٰ کے نام کی قسم کھائی کہ وہ قطعی ان دونوں کا خیرخواہ ہے - چونکہ نام الٰہی کی عظمت درمیان میں آئی اور اسطرح اُنکے قلوب پر چھائی کہ بھلا اس نام پاک کی قسم کوئی شخص جھوٹی کھا سکیگا پس اس استنباط پر اعتماد کیا اور صریح عہد الٰہی جو نص محکم تھا بھول گئے کہ یہ شیطان تیرا اور تیری زوجہ کا دشمن ہے - خطیب نے نقل کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا لیکن حوا رضی اللہ عنہا کو شیطان کی باتوں سے خوف ہوا کہ تم یہاں سے نکالے جاؤگے اسیواسطے اس شجرۃ الخلد سے منع کیے گئے ہو پس طمع و ہوس دوام کا وسوسہ طاری ہوا تو پہلے اُنھوں نے پھل کھایا اور اُنکو کچھ ضرر اسوجہ سے نہوا کہ عہد نبوت حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ تھا - اور بعض نے کہا کہ حضرت آدمؑ کو شراب پلا کر حضرت حوا نے یہ پھل کھلایا اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ اگر حوا نہوتی تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند کی خیانت نہ کرتی اور اگر قوم بنی اسرائیل نہوتی تو کبھی گوشت گندہ نہوتا (الصحیحین) روایت ہے کہ جب پھل کھایا تو چاند سا بدن متغیر ہوگیا صرف ناخنوں پر نشان باقی رہگئے جب آدمؑ اُنکو دیکھتے تو یاد کر کے بہت روتے تھے - اور واضح ہو کہ وسوسہ شیطانی نہایت سخت چیز ہے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قل اعوذ برب الناس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا اور حدیث میں ہے کہ شیطان آدمی میں روانی خون کی طرح ساری ہوتا ہے (الصحیح) - (مسئلہ) فازلہما الشیطان نص صریح ہے کہ آدم علیہ السلام سے یہ خطا بطور لغزش تھی اور قولہ تعالیٰ فنسی ولم نجد لہ عزما - نص محکم ہے کہ یہ بطور نسیان تھا اور ہوئی اسیواسطے علما نے فرمایا کہ وہاں سے نکالا جانا اس خطا کی سزا نہیں تھی بلکہ اللہ تعالےٰ نے یہ امر مقدر فرمایا تھا کہ آدم علیہ السلام کے واسطے سکونت جنت صرف اس حد تک ہے کہ یہ پھل کھاویں علاوہ بریں گناہ کا مفہوم یہ ہوتا ہے جو عوام میں بطور عقوبت جہنم ہے و الا کر یہ عوام کے واسطے ہے اور جو لوگ درجہ عالی پر ہیں اُنکے واسطے غفلت و نسیان پر بھی مواخذہ ہوتا ہے چنانچہ تفسیر کبیر قولہ تعالیٰ - فانساہ الشیطان ذکر ربہ الآیہ کے حضرت یوسف علیہ السلام بھی نسیان پر ماخوذ ہوئے اور یہاں توضیح میں ایک مسئلہ کا فی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص کا قصد تھا کہ اپنی زوجہ کو [illegible] والکرہا میں سے فقط ہندہ کو طلاق دیگا اور کرہا کو نہیں دیگا اور اُسنے کرہا سے یہ وعدہ بھی کر لیا تھا پھر اُسنے بھولے سے کرہا کو طلاق دیدی تو یہ حکم قضا ہے جو کہ وہ وعدہ خلافی میں گنہگار نہوگا چنانچہ حدیث شریف میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا و نسیان کو مرفوع فرمایا ہے - ۵ - لیکن کیا اس پہلا یقین واقع ہوجانیگی اسیطرح حضرت آدم علیہ السلام پر بھول کا [illegible] تھا لیکن اس فعل کے ساتھ حکم الٰہی تھا کہ دنیا میں اتارے جاویں وہ پورا کر دیا گیا - (تنبیہ) امام ابن کثیرؒ نے امام رازی سے نقل کیا کہ آدمی کو چاہیے خطا [illegible] کو دور کرنا چاہیے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اسکے ساتھ حکم تقدیری [illegible]

اہل جنت میں سے ایک قوم تھے ہمکو ابلیس قید کر کے دنیا میں لایا تو سواے غم و رنج کے ہمارا کچھ کام نہیں ہو سکتا یہانتک کہ ہم اپنے گھر لوٹ جاوین (تنبیہ) اس مقام سے یہ قاعدہ مستنبط ہوا کہ جب نص صریح موجود ہو تو اُسکے مقابلہ میں استنباط قیاسی جائز نہیں ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو صریح اس درخت سے ممانعت کی گئی اور صریح بتلایا گیا کہ شیطان تمہارا قطعی دشمن ہے پس اُنکو شیطان کی قسم پر اور اُسکے شجرۃ الخلد بتلانے پر ہرگز اعتماد نہیں کرنا چاہیے تھا پس آدمی کو لازم ہے کہ دل سے جناب باری میں رجوع ہو کر وسوسۂ شیطانی سے پناہ مانگے اور شرع کی مضبوط رسی پکڑے رہے اور بغیر دلیل شرعی کے کسیکا قول نمانے اگرچہ قیاس سے کیسا ہی مضبوط نظر آوے فافہم واللہ تعالیٰ ہو الموفق والمعین (ف) عرائس البیان میں شیخ نے اس مقام کے اشارات میں لکھا ہے کہ صاحب ارادت کو چاہیے کہ ہر شخص کا کلام نہ سنے اگرچہ وہ مقام معاملہ کے مرتبہ میں ہو ہر ایک معاملہ بتلانے والے کی بات مان لیتا ہے پس شیطان کو اُسکے بہکانے کا موقع ملجاتا ہے حتی کہ شیطان خود کبھی بشکل انسان ہو کر اُسکو گمراہ کر دیتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی تاکید مولوی روم علیہ الرحمۃ نے فرمائی ہے ع اے بسا ابلیس آدم روے ہست * پس بہر دستے نباید داد دست * کہ اکثر ابلیس آدمی کی شکل ہو کر پس ہر ایک کے ہاتھ میں مت ہاتھ دو۔ شیخ نے لکھا کہ اگر وہ شیطان نہو تو بھی بسا اوقات انسان بصورت شیطان ہوتا ہے کہ جاہل مدعی شریعت الٰہی سے خارج مگر لباس کاملین پہنکر ایسے مقالات سے جو اولیاء اللہ کے کلام میں بیان ہوے ہیں جھوٹے دعوے سے عوام کو گمراہ کرتا ہے حتی کہ بسا اوقات مرتے وقت ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ مرتبۂ ارادت سے خارج ہو کر دہریہ و نیچری ہو جاتا ہے اور ان آیات میں تنبیہ ہے کہ کسی چیز کی خواہش کو خلاف شریعت اپنے اوپر غالب نہ کرے کیونکہ یہی خواہش سب فتنوں کی جڑ ہے حتی کہ بہت سی خواہشیں جو شرع میں مباح ہیں وہ بھی مرتبۂ تقویٰ سے گراتی ہیں اور مقام قرب و درجات سے محجوب کرتی ہیں مترجم کہتا ہے کہ بعض آیات و احادیث میں قلوب کو زمین سے مشابہ کیا گیا ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ ثم قست قلوبکم من بعد ذٰلک فہی کالحجارۃ الآیۃ۔ کے ذیل تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ توضیح ہوگی۔ لہذا شیخ نے اس مقام کے اشارہ میں بیان کیا کہ قلوب میں استقرار چاہیے تاکہ متاع انوار سے مقام مشاہدہ حاصل ہو اور لکھا کہ مشاہدہ نہ ہونے کی حالت میں انھیں سے زندگی ہوتی ہے مترجم کہتا ہے کہ مشاہدہ نہونے سے مراد یہ ہے کہ عین دیدار نہو چنانچہ شیخ عبد اللطیفؒ نے شرح مثنوی میں تصریح کی کہ دنیا میں عین مشاہدہ نہیں ہے اور یہی محققین علماء و مشائخ کے کلام میں صریح ہے بلکہ اسی پر اجماع ہے اور دنیاوی حیات میں صرف مشاہدۂ قرب حاصل ہوتا ہے اور مترجم نے مقدمہ عین الہدایہ میں شرح ملا علی قاری سے یہ مسئلہ مفصل ذکر کیا ہے۔ عس پھر

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا عذر و آیندہ جنت میں عود کرنیکا طریقہ بیان فرمایا

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْنَا

پھر سیکھ لین آدم نے اپنے رب سے کئی باتین پھر متوجہ ہوا اُسپر برحق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان ہمنے کہا

اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ

تم اُترو یہان سے سارے پھر کبھی پہونچے تمکو میری طرف سے راہ کی خبر تو جو کوئی چلا میرے بتانے پر نہ ڈر ہوگا

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ

اُنکو اور نہ اُنکو غم اور جو منکر ہوے اور جھٹلائین ہماری نشانیان وہ ہین

ع ١٠
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

دوزخ کے لوگ وہ اُسی مین رہ پڑے

جب آدم علیہ السلام سے یہ لغزش واقع ہوئی اگرچہ وہ بطریق نسیان تھی تاہم اُنکی شان کے لائق نہ تھی پس آدم علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ میں رجوع کیا چنانچہ عبید بن عمیرؓ سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب یہ خطیہ جو مجھسے سرزد ہوا ہے کیا تو نے میری پیدائش سے پہلے مجھپر لکھدیا تھا یا میں نے اسکو اپنی جانب سے ایجاد کیا ہے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے تیری پیدائش سے پہلے تجھپر لکھا تھا تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ پھر جیسے مجھپر لکھا تھا ویسے ہی مجھکو بخش دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ** پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے کئی باتیں پھر متوجہ ہوا اُسپر۔ ف یہ قرأت آدم کو رفع و کلمات کو نصب ہے اور ایک قرأت میں آدم کو نصب اور کلمات کو رفع ہے تو معنے یہ ہیں کہ پھر آدم کو اُسکے پروردگار کی جانب سے چند کلمات پہونچے سو اللہ تعالیٰ نے اُسپر رجوع کیا یعنی آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی کیونکہ اصل میں توبہ کے معنے رجوع کرنا اور اللہ تعالیٰ کا رجوع کرنا قرآن مجید کی آیات میں صحیح واقع ہوا ہے اسی سے محققین علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رجوع فرماتا ہے تب بندہ توبہ کرتا ہے۔ سدیؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب کیا تو نے مجھے اپنے ید قدرت سے نہیں پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیوں نہیں پھر عرض کیا کیا تو نے اپنی روح سے مجھ میں نہیں پھونکا فرمایا کہ کیوں نہیں پھر عرض کیا میری چھینک پر تو نے یہ نہیں فرمایا یرحمک اللہ اور کیا تیرے غضب پر تیری رحمت سابق نہیں ہے ارشاد ہوا کہ کیوں نہیں پھر عرض کیا کیا تو نے میری پیدائش سے پہلے مجھپر یہ نہیں لکھا تھا کہ مجھسے یہ خطیہ سرزد ہوگا فرمایا کہ کیوں نہیں پس آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی اگر میں توبہ کرلوں تو کیا مجھے جنت میں لوٹایا جائیگا ارشاد ہوا کہ ہاں۔ (رواہ العوفی وسعید بن جبیر وسعید بن معبد) اور یہی قول سدی وعطیہ عوفی ہے اور یہاں ابن ابی حاتم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اسی معنے میں مختصر حدیث روایت کی کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی اگر میں توبہ کرکے رجوع کروں تو کیا مجھے جنت میں پھیر لیا جائیگا ارشاد ہوا کہ ہاں شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب منقطع ہے۔ ابو العالیہ نے کہا کہ آدم علیہ السلام نے بعد خطیہ سرزد ہونے کے عرض کیا کہ الٰہی اگر میں توبہ کرکے نیک کام کروں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں میں تجھے جنت میں داخل کرونگا بعض علماء نے کہا کہ رب عز وجل کی جانب سے جو کلمات پہونچے تھے وہ یہی کلمات ہیں۔ اور ابن ابی نجیح نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ آدم علیہ السلام کو جو کلمات پہونچے وہ یہ ہیں۔ اَللّٰهُمَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ اِنَّكَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ اور اکثر محققین نے کہا کہ شاید یہ کلمات بھی ہوں جو مذکور ہوئے ہیں اور اصل تفسیر کلمات کی قولہ تعالیٰ۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ میں منصوص ہے اور یہی مجاہد وسعید بن جبیر وابو العالیہ وربیع بن انس وحسن وقتادہ ومحمد بن کعب قرظی وخالد بن معدان وعطا خراسانی وعبد الرحمن بن زید بن اسلم کی تفاسیر میں منقول ہے۔ **اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ** بیشک اللہ تعالیٰ ہی تواب رحیم ہے۔ ف جیسے قولہ تعالیٰ۔ الم یعلموا ان اللہ یقبل التوبۃ عن عبادہ الآیۃ یعنے کیا یہ لوگ جانتے نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور سورۂ نساء میں قولہ تعالیٰ۔ ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ الآیۃ۔ کی تفسیر میں مصرح ہے۔ بیہقی نے حدیث انسؓ سے روایت کی کہ آدم علیہ السلام کے کلمات یہ ہیں۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ۔ ھ۔ شیخ سیوطیؒ نے کہا

کہ اصح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو یہ کلمات الہام فرمائے ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ - یہ دراصل امام ابن جریرؒ کا قول ہے مترجم کہتا ہے
کہ ان روایات میں موافقت کی صورت ظاہر ہے اسطرح کہ آدم علیہ السلام نے پہلے اپنے نفس کے واسطے تنہا استغفار کیا جیسا کہ حدیث ابی وغیرہ میں مفرد اپنے واسطے ضمیر مذکور ہے پھر حوا کو ساتھ لیکر استغفار کیا جیسا کہ قولہ تعالیٰ - قالا ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ - کی ضمیر تثنیہ دلیل ہے
اگر کہا جاوے کہ تواب بمعنی مبالغہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں مبالغہ کیونکر ٹھیک ہو سکتا ہے کیونکہ مبالغہ موجود سے بڑھکر بیان کرنے کو کہتے ہیں جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کامل ہیں تو انہیں مبالغہ نہیں ہو سکتا پس شیخ سیوطیؒ نے فرمایا کہ بندوں کی کثرت کی وجہ سے تواب فرمایا جیسے رحیم بھی بندوں کی کثرت کی وجہ سے آیا بعض علماء نے کہا کہ تواب و رحیم کو جمع کردینے میں توبہ کرنے والوں سے لیے قصور کے باوجود رحمت کا وعدہ ہے - ف بعض اشارات عرائس میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام کے واسطے حکم تقدیری جاری ہی تھا تو یہ خطرہ لگ سکتا پیدا ہوا کہ اگر وہ استغفار سے بفضل الٰہی محو ہو تو یہ برقرار ہے لیکن اللہ عزوجل اپنے بندوں کو رحمت سے مشمول فرمایا چنانچہ آدم علیہ السلام نے ان کلمات سے عذر کیا - مترجم کہتا ہے کہ مسئلہ تقدیر عجیب حکمت الٰہی عزوجل ہے جسکی نسبت میں نے بارہا اہل عقل کو تنبیہ کی کہ جہاں حکمت الٰہی عزوجل کا ظہور ہے تو عقل ضعیف اسکو کیونکر ادراک کر سکتی ہے اور ہر عاقل جانتا ہے کہ حکمت الٰہی کا ادراک محال ہے تو جو احوال محقق ہے اسکو کوئی شخص رد کرنے کے درپے نہیں ہو سکتا اسیواسطے حدیث صحیح میں تو خوض تقدیر کے بارہ میں بہت شدت سے ممانعت فرمایا ہے اور حدیث ابو ہریرہؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمؑ و موسیٰؑ نے اپنے رب عزوجل کے پاس باہم مرحوں کی جمنا انسانی کی - (یعنی عالم حقیقی میں نہ اس جہان فانی میں) پس آدمؑ نے موسیٰؑ پر غلبہ پایا موسیٰؑ نے آدمؑ سے کہا کہ تم وہ آدم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تم میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لیے اپنے ملائکہ سے سجدہ کرایا اور تمکو اپنی جنت میں بسایا پھر تم نے اپنی خطیہ سے لوگونکو زمین پر گرایا آدمؑ نے فرمایا کہ تم وہ موسیٰؑ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو اپنی رسالت و کلام کے لیے برگزیدہ فرمایا اور تمکو الواح عطا کیں جنمیں ہر چیز کا کھلا بیان لکھا ہے اور مناجات کے لیے تمکو اپنی درگاہ سے نزدیک کیا تم بتلاؤ کہ تم نے توریت میں نہیں پایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے کس قدر پہلے توریت کو لکھوایا موسیٰؑ نے کہا کہ ہاں چالیس برس پہلے لکھوایا تو آدمؑ نے فرمایا کہ کیا تم نے اسمیں نہیں پایا کہ آدمؑ نے اپنے پروردگار کا حکم بھلایا تو راہ بھٹک گیا موسیٰؑ نے کہا کہ ہاں تب آدمؑ نے فرمایا کہ پھر تم ایسی چیز پر ملامت کر سکتے ہو (جیسے لوگونکا زمین پر اتارنا میرا فعل بتلاتے ہو) حالانکہ میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھدیا گیا تھا (صحیح مسلم) واضح ہو کہ اس حدیث میں چالیس سال کی مقدار بربنائے تحریر توریت ہے ورنہ تقدیر خلائق کی تحریر تو پیدائش آسمان و زمین سے ہزاروں برس پہلے واقع ہوئی جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث عبداللہ بن عمرؓ میں مذکور ہے اور اصل تقدیر حتیٰ کہ عاجز و چالاک تک جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث صحیح مسلم میں ہے وہ علم الٰہی ازلی ہے جسکے واسطے کوئی ابتدا نہیں ہے - م - شیخؒ نے لکھا کہ بعض مشائخ کے نزدیک کلمات یہ ہیں - ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم شیخ نے لکھا کہ بعض مشائخ نے کہا کہ کلمات یہ ہیں کہ الٰہی میں نے تیری ہی وجہ سے دھوکا کھایا - مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہو کہ جب ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی جھوٹی قسم کھائی تو آدم علیہ السلام نے اسکی بات مان لی واللہ تعالیٰ اعلم مترجم کہتا ہے کہ الحمد للہ کہ توبہ کا دروازہ ابھی کشادہ ہے لہٰذا توبہ کے شرائط و فضائل انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر بیان ہونگے واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم علیہ السلام کو انکی پشت سے مثل چیونٹیوں کے نکالا جنمیں سے سیاہ صورت کفار تھے اور سفید لوگ مومنین تھے اور انسے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا پس سبھوں نے اقرار کیا کہ بیشک تو ہمارا پروردگار ہے اور اسکو میثاق ازل کہتے ہیں - اور بعض مردوں نے

لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان ذریات پر ساتون آسمانون و زمینون و حضرت آدم کو گواہ کر لیا۔ بعض آثار مین وارد ہے کہ یہ معاہدہ قبل دخول
جنت کے وادی عرفات مین ہوا تھا اور چونکہ مشیت الٰہی متعلق تھی کہ آدم علیہ السلام کی ذریات کو زمین مین خلیفہ کیا جاوے لہٰذا درخت کا
پھل کھانے کی لغزش واقع ہونے کے بعد زمین مین اتارنے کی حکمت پوری ہوئی اور تمام ذریات کو مکرر تاکید فرمائی۔ **قُلْنَا اهْبِطُوا
مِنْهَا جَمِيعًا** ج یعنی ہم نے فرمایا کہ یہان سے تم سب کے سب اترو۔ **فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى** ۔ سو اگر تمہارے پاس
میری جانب سے ہدایت آوے۔ ف یعنی کتاب الٰہی و رسول آوے تو اسکو فضل الٰہی سمجھکر کمال شکر واجب ہے کیونکہ
کوئی استحقاق بعد عہد مذکور کے اور باوجود عبودیت کے ہرگز لازم نہین ہے۔ **فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ** ۝ پس جنہون نے میری ہدایت کی پیروی کی تو انپر کچھ خوف نہین اور نہ وہ غمگین ہونگے
ف یعنی جو ایمان لایا اور طاعت پر عمل کیا تو انپر خوف عذاب نہین اور نہ وہ جنت سے محروم ہونے پر غمناک ہونگے
کیونکہ جو لغزش کہ حضرت آدم علیہ السلام سے واقع ہوئی وہ معاف کر دیگئی۔ حاصل یہ کہ تمام ذریات مین سے جس فریق نے
ہدایت یعنی کتاب اور رسول کی پیروی کی اور ایمان لایا تو دنیا مین اسکو وہی پہونچیگا جو تقدیر ہے مگر آخرت مین وہ غمناک نہوگا بلکہ اسطرح
کہ جنت مین داخل کر دیا جائیگا اور رہا دوسرا فریق جو نہ مانے تو اسکو فرمایا۔ **وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ
النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ** ۝ اور جن لوگون نے نہ مانا اور ہماری نشانیون کو جھٹلایا تو یہی جہنمی ہین اور یہ وہان ہمیشہ رہنے والے
ہین ف یعنی جو فرقہ ایمان نہ لایا خواہ وہ نیچری دہریہ ہو یا بت پرست ہو یا حضرت عیسیٰ مین الوہیت کا قائل ہو یا کسی نبی کا منکر ہو
یا فرشتہ یا شیطان وغیرہ کسی کے وجود سے یا کسی قطعی اعتقادی بات سے انکار کرے تو یہ سب فرقہ کفر مین جنہون نے اللہ تعالیٰ کی
آیات کو جو آسمانی کتابون مین موجود ہین اور آیات قدرت کو بھی جو عالم مین موجود ہین جھٹلایا انکی نسبت فرمایا کہ یہ لوگ اصحاب النار ہین
یعنی جہنم ہی سے انکی خصوصیت ہے تو ظاہر ہے کہ وہی انکا مقام ہے لیکن صریح منصوص فرمایا کہ وے جہنم ہی مین ہمیشہ رہینگے نہ مرینگے اور
نہ فنا ہو سکینگے۔ چنانچہ حدیث مین ہے کہ جب اصحاب الجنۃ اپنے مقام جنت مین اور اصحاب جہنم اپنے مقام جہنم مین داخل ہو جائینگے تو موت بشکل
سیاہ مینڈھے کے درمیان مین لاکر ذبح کیجاویگی اور پکار دیا جائیگا کہ اے اہل جنت اب ہمیشگی ہے کہ موت نہین ہے اور اے اہل جہنم اب ہمیشگی ہے
کہ موت نہین ہے (الصحیح) یہان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مومنین بوجہ گناہ کے جہنم مین سزا پاوین وہ اصحاب جہنم نہین ہین۔ چنانچہ حدیث
ابو سعید رضی مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جہنم جو مخصوص وہین کے لوگ ہین تو یہ لوگ نہ وہان مرینگے اور نہ زندہ ہونگے (یعنی
وہ زندگی موت سے بدتر ہے کیونکہ عذاب مین پڑے رہینگے) لیکن گنہگارون مین سے بعض قومون کو بوجہ انکے گناہون کے آگ پہونچیگی
تو انکو اللہ تعالیٰ ایک قسم کی موت دیدیگا حتی کہ جب کوئلہ ہو جاوینگے تب شفاعت کی اجازت ہوگی (صحیح مسلم و ابن جریر وغیرہ) مترجم کہتا ہے
کہ شفاعت گنہگارون کے واسطے نصوص قطعیہ و احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور جو گنہگار کہ جہنم مین داخل ہونگے انہین سے بعض
اسی حالت مین نکالے جائینگے کہ آگ نے انکو پنڈلیون یا کمر وغیرہ تک جلایا ہو چنانچہ احادیث صحیحہ مین ثابت ہے اور یہ آخری
مرتبہ ہے کہ کوئلہ ہو جاوین اور یہین سے بعض علماء نے نکالا کہ یہان لوگون کے واسطے تیسری موت اور تیسری زندگی ہے۔ آیت مین
ہدیٰ سے مراد انبیاء و رسول و کتب ہین یہ قول ابو العالیہ ہے اور یہ تفسیر باعتبار ابتداء وجود آدم سے قیامت تک ہے اور اب اسکا حصر صرف
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید ہے اسی واسطے مقاتل بن حیان نے فرمایا کہ ہدیٰ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین۔ اور حسن بصری نے

فرمایا کہ قرآن مجید مراد ہے اور دونوں قول صحیح ہیں اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید دونوں متلازم ہیں کیونکہ جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا اُسنے قرآن مجید کو مانا اور جسنے قرآن مجید کو مانا اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا (فائدہ) کلمہ اِمّا ۔ دراصل اِنْ مَا ہے کہ نون کو میم میں ادغام کر دیا گیا ہے اور کلمہ ما تاکیدی ہے اور قرآن مجید میں ہر جگہ اِمّا کے بعد فعل بھی مؤکد بنون تاکید ہے اور یہی قیاس ہے۔ واضح ہو کہ حرف شرط ایسے مقام پر آتا ہے جسکا واقع ہونا ضروری و قطعی نہو مثلاً کہتے ہیں کہ اگر زید آیا تو میں خاطر کرونگا اور یوں نہیں کہتے کہ اگر آفتاب نکلا تو میں خاطر کرونگا بلکہ یوں کہتے ہیں کہ جب آفتاب نکلیگا تب خاطر کرونگا لہذا یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ ہدی یعنی کتاب و رسولوں کا بھیجنا تو یقینی تھا پھر اُسکو حرف اما شرطیہ کے ساتھ کیوں فرمایا یعنے اسمیں کیا بلاغت و حکمت ہے بیضاوی وغیرہ نے جواب دیا کہ اسمیں بلاغت لطیفہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اُسکی مخلوق پر بالکل ظاہر ہے باوجود اسکے اُنسے عہد بھی لیا گیا تھا تو کتاب و رسول بھیجنا ضروری نہ تھا لہذا سورہ یوسف میں فرمایا ۔ ذٰلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون یعنی حضرت یوسفؑ نے کہا کہ یہ رسالت و ہدایت ہم لوگوں پر اور تمام لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ولیکن بہتیرے لوگ شکر نہیں کرتے ہیں ۔ آیت میں کلمہ خوف مرفوع ہے اور حرف لا کی وجہ سے مبنی بر فتحہ نہیں چنانچہ لَا ہُم اسپر شاہد ہے کیونکہ لا نفی جنس معرفہ میں عمل نہیں کرتا ہے اور چونکہ ۔ لَا ہُم ۔ کا عطف لَا خَوْفٌ ۔ پر ہے تو وہ بھی اسیطرح معمول نہوگا علاوہ بریں اگر لا نفی جنس ہو تو ۔ لَا خوف ۔ سے جنس خوف بالکل مرتفع ہوگی حالانکہ مومنین سے خوف دنیاوی مرتفع نہیں ہے حتی کہ ایمان ہی خود خوف و اُمید کے درمیان ہے یعنے مومن وہ ہے کہ خوف عذاب سے مطمئن نہو اور اُمید ثواب سے مایوس نہو کیونکہ عذاب سے نڈر ہونا یا ثواب سے مایوس ہونا دونوں کفر ہیں پس مومنوں سے جنس خوف کی نفی نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ آخرت میں اُنکو کچھ خوف نہوگا ہاں اگر ہدایت یعنی قرآن و رسول کی پیروی میں قصور ہو جیسے گنہگار مومنوں سے ہوتا ہے تو اُنکو فی الجملہ قیامت میں بھی خوف ہوگا کیونکہ اُنہوں نے پیروی پوری نکی لیکن وہ جلد مرتفع ہو جائیگا ۔ آیات جمع آیہ کہ دراصل اَیَیہ تھا جسکو خلاف قیاس آیہ کیا یعنے یار کو الف سے بدل کر الف ممدودہ کیا ۔ تبیان میں شیخ عکبری نے زعم کیا کہ قیاس اسطرح جاری نہیں ہے کیونکہ جہاں دو یا جمع ہوں تو دوم بدلتے ہیں جواب دیا گیا کہ یہ خلاف قیاس ہے فتلقی ۔ کی فا جملہ معترضہ ہے نہ عطف اسواسطے کہ تاکید سے پہلے معطوف نہیں آتا رہا یہ کہ پھر بیچ میں کیوں لائے تو جواب یہ ہے کہ اسمیں قاعدہ بلیغہ یہ ہے کہ گناہ ظاہر ہونے پر فوراً توبہ کرے اور یہ کہ توبہ خود قابل اہتمام ہے کیونکہ ڈھیل ڈالنا دوسرا گناہ ہے ۔ (فائدہ) اِن آیات میں چند علوم ہیں اول یہ کہ جنت مخلوق موجود ہے دوم آنکہ جنت اوپر ہے اسیواسطے آیا کہ یہاں سے اترو سوم آنکہ توبہ قبول ہوتی ہے جبکہ مع شرائط کے دل سے ہو اور وہ دراصل دلی ندامت ہے چہارم آنکہ توبہ میں جلدی و اہتمام کرنا چاہیے پنجم آنکہ جب کافروں کے واسطے عذاب آخرت دائمی ہے تو معلوم ہوا کہ مومن گنہگار کے واسطے دائمی نہیں ہے ورنہ کچھ فرق نہو تا حالانکہ مومن و کافر میں فرق قطعی ہے ۔ (لطیفہ) مومنین جب جنت میں داخل ہونگے تو وہاں سے نہیں نکالے جاوینگے لیکن حضرت آدم علیہ السلام قبل وفات کے داخل ہوئے اور باہر بھی آئے تو معلوم ہوا کہ بعد وفات کے جو داخل ہو وہ نہیں نکلیگا (تنبیہ) حدیث میں ہے کہ میری امت سے خطا و نسیان کا گناہ دور کیا گیا ہے ۔ (ابن ماجہ) یہ آپ ہی کی امت مرحومہ کی خصوصیت ہے ورنہ ابو البشر آدم علیہ السلام پر بھول چوک سے عتاب ہوا اور یہ امتحانات الٰہی ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ سب لوگوں سے بڑھکر انبیاء علیہم السلام امتحانات میں مبتلا ہوتے ہیں پھر جو اُنسے نزدیک تر ہیں پھر جو اُنسے نزدیک تر ہوں یعنے درجہ بدرجہ (الترمذی وصححہ) اور ایک روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب سے بڑھکر مبتلائے امتحان ہوتے ہیں پھر علماء پھر صالحین (الحاکم) حدیث میں ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے عہد لیا اور بعض کو نصیحت فرمائی کہ امور خیر میں سے کسی فعل کو قلیل نہ سمجھے اور شرعی منکرات میں سے کسی ذرا کو حقیر نہ سمجھے

مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث کے واسطے شاہد یہ واقعہ بھی ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت کو عزم کے ساتھ خیال نہین فرمایا اور
اس قصہ مین تنبیہ ہی کہ عہد الٰہی پر شکر گزاری کے ساتھ قائم رہے ورنہ اُسکا انجام خراب ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ یہود و نصاریٰ سے
توریت و انجیل مین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے واسطے متواتر عہد لیا گیا لیکن اُن لوگون نے بدعہدی کر کے
اپنی عاقبت خراب کی حالانکہ مکرر یاد دلایا چنانچہ فرمایا

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ
اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو مین نے کیا تم پر اور پورا کرو قرار میرا
اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا
مین پورا کرون قرار تمہارا اور میرا ہی ڈر رکھو اور مانو جو کچھ مین نے اُتارا سچ بتاتا
مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَـمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّ
تمہارے پاس والون کو اور مت ہو تم پہلے منکر اُسکے اور نہ لو میری آیتون پر مول تھوڑا اور
اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝ ع
مجھی سے بچتے رہو

بنی اسرائیل اولاد یعقوب علیہ السلام کیونکہ یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم کو اسرائیل کہتے تھے کیونکہ عبرانی زبان مین اللہ تعالیٰ
کا نام ایل اور اسر یعنے بندہ تو اسرائیل یعنے عبد اللہ ہی بالجملہ مفسرین متفق ہین کہ بنی اسرائیل اولاد یعقوب ہین اور جن لوگون کو خطاب
کیا گیا وہ یہی یہود ہین جو بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین مدینہ مین موجود تھے شیخ عبد الحق نے سیر مین نقل کیا کہ یہان ان یہودونکی
ابتدا سے سکونت زمانہ حضرت موسیٰ یا سلیمان علیہ السلام سے ہی کیونکہ جب وہ خانہ کعبہ کی زیارت کو آئے تو راہ مین یثرب یعنی مدینہ
مین وہ آثار پائے گئے جو توریت وغیرہ مین پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن ہجرت کے بارہ مین مذکور ہین اور وحی نبوت
سے بھی معلوم ہوا لہذا ایک گروہ یہود نے درخواست کی کہ ہم لوگ یہین رہین تا کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ایمان لاوین
چنانچہ اُنکو اجازت ملی و یہ لوگ اسی شوق مین یہان رہتے تھے کہ جب کوئی مرنے لگتا تو وہ اپنی اولاد کو وصیت کرتا کہ اگر تمکو زمانہ خاتم النبیین
صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو تو میرا سلام عرض کر کے میرا ایمان لانا بیان کیجیو حتیٰ کہ اسی وتیرہ پر ایک زمانہ گذر گیا پھر یمن سے عرب و بھائی اوس
و خزرج بھی یہان آ کر آباد ہوئے لیکن یہودیون کی حالت اُسوقت از راہ دیانت خراب ہو گئی تھی حتیٰ کہ یہودیون کی جماعت عظیم ان
یمنیون پر ظلم کرتی تھی اور آخر اللہ تعالیٰ نے یمنیون کی اولاد مین برکت عطا فرمائی اور رفتہ رفتہ اُنمین اسقدر کثرت ہو گئی جنہون اُن یہودیون
کا مقابلہ کر کے اُنکو زیر کیا پھر ایک زمانہ کے بعد اوس و خزرج کی اولاد مین باہم نفاق پیدا ہوا حتیٰ کہ باہم لڑائیان شروع ہوئین اور یہودی بھی
خوشامد مین بعضے اوسیون کے اور بعضے خزرجیون کے تابع ہو گئے لیکن یہ گروہ یمنی سب بت پرست تھے اور یہودی اپنے دین پر قائم تھے
اور جب کبھی یمنیون سے تنگ ہوتے تو بد دعا کرتے اور کہتے کہ الٰہی ہمکو پیغمبر آخر الزمان کے طفیل سے ان لوگون کی شرارت سے
محفوظ رکھ اور یمنیون سے کہتے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہی کہ ہم لوگ پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کے سایہ حمایت مین ہو کر تمپر جہاد کرینگے پس
قبائل مین اس سے تعجب کرتے کیونکہ یہ علم فقط یہودیون کے پاس کتاب توریت وغیرہ مین موجود تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیون پر تشنیع

فرمائی بقولہ تعالیٰ - وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین چنانچہ عنقریب اسکی تفسیر آویگی
اور یہ دلیل قطعی متواتر ہے کیونکہ اگر یہودی اس ذریعہ سے دعا نہ کرتے ہوتے تو فوراً جھٹلاتے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک
ظاہر ہوئی تو اہل مدینہ جو مکہ میں قریش سے معاہدہ و حج کرنے کے واسطے گئے تھے اول انہوں نے یہودیوں ہی کے بیان سے پہچانا کہ یہی پیغمبر آخر الزمان
ہیں جنکے نام سے یہودی ہکوڑا پایا کرتے تھے پس وہ پہلے ایمان لے آئے جس سے یہودیوں کے دلوں میں عداوت کی آگ زیادہ بھڑک اٹھی
حتیٰ کہ وہ لوگ انکار پر آمادہ ہوگئے اور گروہ میں سے جو صفات و فضائل بیان کیا کرتے تھے برعکس بیان کرنا شروع کیے مثلاً حلیہ شریف
بدل کر کہنے لگے کہ پیغمبر آخر الزمان تو سیم فام دراز قد پتلے دبلے ہونگے ولیکن اللہ تعالیٰ نے یہ دولت یمنیوں کے حق میں ازل سے لکھی تھی آخر انہوں
یہودیوں کی عداوت پہچان لی اور ایمان پر ثابت قدم رہکر انصار کہلائے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو یہودیوں
نے جان بوجھ کر انکار کیا پس اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے آگے پیچھے اولاد یعقوبؑ پر نازل فرمائی
تھیں بایں وجہ کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے وہ ان یہودیوں کو بھی یاد دلائیں چنانچہ فرمایا بقولہ تعالیٰ - یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ
اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ - اے بنی اسرائیل یاد کرو میری اُن نعمتوں کو جو میں نے تم پر انعام فرمائیں
ف یعنے تمہارے باپ دادوں پر انعام فرمایا کہ اُنکو عذاب فرعون سے نجات دی اور فرعون کو ہلاک کیا اور اُنکے واسطے دریا کا
راستہ کھول دیا اور جنگل میں جہاں بھوک سے مرجاتے منّ و سلویٰ و آب شیریں پہونچایا و دیگر انعامات کثیرہ جنکا بیان آئندہ
انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پس اُسی انعام کی بدولت تمہاری نسل پیدا ہوئی پس تم اُن نعمتوں کو یاد کرو وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ
اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ - اور پورا کرو میرا عہد میں تمہارا عہد پورا کرونگا - وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ۝ اور مجھی سے امید لگائے ہوئے
خوف رکھو - ف اور شیطانی وسواس سے کسی غیر سے مت ڈرو کہ جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوجاؤگے تو عوام یہودی
تمہاری سرداری چھوڑ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوجاوینگے پس جو کچھ تمکو نذرانہ دیا کرتے ہیں وہ بند ہوجائیگا پس تم حقیر
مال کے پیچھے عہد چھپاکر کافر مت بنو اور مجھی سے خوف کرو ایسا نہو کہ جو عذاب بعضے اقوام بنی اسرائیل پر بوجہ نافرمانی کے بندر و سور کی
صورتوں میں مسخ کردینے وغیرہ کا نازل ہوا تھا وہ تمپر بھی نازل ہو جبکہ تم عہد پورا نکرو - فارہبون - دراصل - فارہبونی - تھا کیونکہ بار وقف
آیت پر قرار نہیں ہوتی اسیواسطے نون کسور ہے جیسے ایای فاتقون - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو انعام و ثواب
سے رغبت بھی دلائی اور عذاب سے خوف بھی دلایا تاکہ عہد پورا کریں علماء نے کلام کیا کہ عہد سے کیا مراد ہے حسن بصریؒ نے فرمایا کہ یہ عہد قولہ
تعالیٰ لقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منہم اثنی عشر نقیبا وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوۃ واٰتیتم الزکوۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموہم واقرضتم اللہ قرضا حسنا
لاکفرن عنکم سیاٰتکم ولادخلنکم جنات تجری من تحتہا الانہار الآیۃ - یعنے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور انمیں بارہ نقیب مقرر فرمائے
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تمنے نماز ٹھیک قائم کی اور زکوٰۃ دی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کو
قرض حسنہ دیا تو بیشک تمہارے گناہوں کو تمپر سے کفارہ کردونگا اور ضرور تمکو ایسے جنات میں داخل کرونگا جنکے نیچے سے نہریں جاری
ہیں ھ - مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر کے موافق حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا یہودیوں پر قطعی تھا خصوص
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک عہد خاص لیا گیا بقولہ تعالیٰ - واذ اخذ اللہ میثاق الذین
اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ الآیۃ - و دیگر آیات صریحہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و صفات لوگوں سے بیان کریں

اور بالکل نہ چھپاوین اور یہان عہد مذکور سے یہی مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرین اسیواسطے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ دیگر علما تابعین نے فرمایا کہ یہ عہد وہ ہے جو اللہ تعالے نے توریت مین یہودیون سے میثاق موکد لیا تھا کہ اللہ تعالی عنقریب بنی اسمٰعیل مین ایک پیغمبر عظیم پیدا فرماویگا کہ تمام قبائل پر اُسکی طاعت فرض ہوگی یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرماویگا جنکی رسالت تمام جہان پر لازم ہوگی پس جو کوئی اس پیغمبر کی فرمانبرداری کریگا اللہ تعالے اُسکے گناہ بخشیگا اور اُسکو جنت مین داخل کریگا اور اُسکو دوہرا ثواب عطا کریگا مترجم کہتا ہے کہ توریت و انجیل مین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک مع فضائل وکمالات ومقام ہجرت وبعض احکام شریعت وصفات مبت واوصاف خلفاء راشدین اور اپنی کمال رحمت ووعدۂ ثواب عظیم مفصل مذکور ہے اور حضرت موسیٰ وعیسیٰ ودیگر انبیاء بنی اسرائیل سے تفصیل تمام ماثور ہے حتی کہ جیسے آدمی اپنے بیٹے کو ہر وقت وہر گھڑی دیکھنے سے بخوبی پہچان جاتا ہے اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وآثار ہر زمانہ ہر وقت کے پیغمبرون سے بنواسرائیل کو سنائے وبتلائے گئے تاکہ فوراً پہچان لین اور کچھ بھی تردد نہو لیکن شان آلہی عجیب حکمت بالغہ ہے کہ باوجود اسطرح پہچاننے کے یہودیون نے گمراہی اختیار کی گویا اس سے مسئلہ تقدیر بدلیل قطعی تعلیم فرمایا کہ ان لوگون نے کسی تردد یا شبہہ کی وجہ سے کفر نہین کیا بلکہ مشیت تقدیر آلہی انپر پوری ہوئی تاکہ یہی حجت باقی نرہے کہ ہمکو پہچان مین کچھ شبہہ تھا اور اس سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم شان آپکے خالق عزوجل کی بارگاہ عظمت سے بندون پر کس طرح ظاہر فرمائی گئی ہے کہ انبیاء اولو العزم وکتب آسمانی کے بیان سے ہر وقت وزمانہ مین عہد ومیثاق لیا گیا شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ امام رازی نے انبیاء سابقین علیہم السلام سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات کثیرہ نقل فرمائین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہود ونصاریٰ نے ہرچند توریت وانجیل مین تحریف کی لیکن ہزارون کتابون مین تحریف کرتے کرتے زمانہ دراز گذرا اور بہت سے نسخے مسلمانون کے بھی ہاتھ آگئے مگر جہانتک اُنکے بادشاہ وعوام کی عداوت شدید سے ممکن ہوا اُنھون نے صریح بیانات کو بگاڑ کر تحریف کردیا لیکن ہم جانتے ہین کہ بحکم قولہ تعالی۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل الآیۃ کے قطعاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت توریت وانجیل مین مذکور ہے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد الآیۃ پس صریح نام سے بشارت مذکور ہے چنانچہ آیت سابق کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی عجیب تفسیر شریف آویگی اور امام رازی وغیرہ نے جو بشارات نقل کیے مع دیگر روایات کے ملخص بیان کرتا ہون حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رض نے خط عبرانی وزبان عبرانی سیکھی تھی پس اُنھون نے روایت کی کہ واللہ توریت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کثیرہ مین سے بعض وہ ہین جو قرآن مجید مین مذکور ہین پھر اُنکو مفصل بیان فرمایا جیسا کہ سنن ترمذی وغیرہ کی روایت مین مذکور ہے اور اسیکے مثل کعب احبار رض سے جو علماء یہود مین سے بہت بڑے عالم تھے مفصل روایت ہے اور وہ بھی سنن ترمذی وغیرہ مین مذکور ہے۔ رازی وغیرہ نے ذکر کیا کہ توراۃ کے سفر اول کے فصل نہم مین مذکور ہے کہ جب سارہ رض نے ہاجرہ رض پر غصہ کیا تو ہاجرہ رض گھر سے نکلکر بھاگین راہ مین ایک فرشتہ بشکل آدمی انکے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ اے ہاجرہ رض تم کہان جاتی ہو تو ہاجرہ رض نے کہا کہ مین اپنی بی بی سارہ رض کے پاس سے بھاگی جاتی ہون پس فرشتہ نے کہا کہ نہین تو اپنی مالکہ سارہ رض کے پاس لوٹ جا اور عاجزی کے ساتھ اُسکی فرمانبرداری مین قائم رہ کہ اللہ تعالی عنقریب تیری کھیتی کی بڑھاؤ کثیر فرماویگا اور تیری نسل کی ذریات بہت ہوگی چنانچہ تھوڑے ہی دنون بعد تو حاملہ ہوکر ایک بیٹا جنیگی اور اُسکا نام اسمٰعیل رکھیو اور یہ بات اللہ عزوجل نے اسواسطے تجھپر رحمت فرمائی کہ اللہ تعالی نے اپنی جانب تیرا منقطع ہونا جانا اور تیری عاجزی سن لی ور اس ذریت مین یہ ایک شخص عین الناس ہوگا اور اُسکا ہاتھ سبھون پہ بالا ہوگا اور سبھون کے ہاتھ عاجزی کے ساتھ اسکی طرف پھیلے ہونگے اور وہ سب بھائیون کے برخلاف اپنے رب عزوجل کا شکرگذار ہوگا امام رازی نے

اسطرح استدلال کیا کہ یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خاصۃً صادق ہے اسواسطے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی یہ حالت نہیں ہوئی بلکہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام مین سے بھی کسیکو یہ ثروت نہوئی کہ بنی اسرائیل کی قومون پر زبردست ہو اور عاجزی کے ساتھ سب ہاتھ اُسکی جانب پھیلے ہون حتی کہ وہ لوگ عرب کے جنگلون پہاڑون مین خانہ بدوش کی طرح رہتے تھے اُنکو یہ بھی طاقت نہ تھی کہ شام وعراق مین داخل ہون اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی جب وہ لوگ مسلمان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنکو روے زمین مین اکثر کا مالک کیا اور تمام قومون کے ہاتھ اُنھین کیطرف عاجزی کے ساتھ پھیل گئے مترجم کہتا ہے کہ امام رازی نے جو کچھ عبارت بالفعل توریت مین موجود تھی اُسی سے عمدہ استدلال قائم کیا حالانکہ یہ احتمال ضرور ہے کہ یہود ونصاریٰ نے عداوت سے درمیانی فقرہ حذف کر دیا ہو جسمین صریح نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم مذکور ہو حتی کہ جو شخص غور کرتا ہے اُسکو ربط عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہان یہ فرمایا ''اور یہ شخص عین الناس ہوگا'' اس سے پہلے ظاہراً کچھ عبارت نکال ڈالی گئی ہے اور امام رازیؒ نے بہت خوب کیا کہ اگر مان لیا کہ عبارت نکالی نہین گئی تو بھی تصدیق توریت کے واسطے فرض لازم ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بشارت ہو کیونکہ بغیر اسکے عبارت صادق نہین ہوتی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ الّا یہ خلفاے راشدین کی بھی بشارت نکل آئی کیونکہ یہ زمانہ خلفاے راشدین کے وقت مین حاصل ہوا حالانکہ اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مین سے شمار کیا گیا۔ دلیل دوم سفر پنجم کی فصل گیارہ مین مذکور ہے کہ تمھارا رب تمھارے واسطے میرے مثل ایک نبی تمھارے درمیان تمھارے بھائیون مین سے قائم کریگا اور اسی فصل مین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ مین ان لوگون کے لیے تیرے مثل ایک پیغمبر اُنکے بھائیون مین سے قائم کرونگا (یعنی بنی اسمٰعیل مین سے) اور یہ پیغمبر جو کلام میرے نام کے ساتھ میری طرف سے ادا کریگا تو جو شخص نہین سنیگا مین اُس سے انتقام لونگا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بشارت بہت قوی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثل قوت وشوکت جہاد کسی پیغمبر کو بعد موسیٰ علیہ السلام کے نہین ہوئی کیونکہ سب اسی توریت کے تابع تھے حتی کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی کے تابع تھے اور صاف اشارہ ہے کہ یہ پیغمبر موسوی کوئی کتاب مثل توریت وانجیل کے نہین لائیگا بلکہ کلمات الٰہی تھوڑے تھوڑے اس پر وحی کیے جاوینگے جنکو وہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ سناویگا یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ وحی الٰہی سناویگا یا اقرأ باسم ربک الذی خلق سناویگا کیونکہ وہ بنی اسرائیل مین سے نہین بلکہ اُنکے بھائیون بنی اسمٰعیل مین سے ہوگا کیونکہ اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام کا کوئی بھائی سواے عیص کے نہ تھا اور عیص کی اولاد مین سے سواے ایوب علیہ السلام کے کوئی پیغمبر نہین ہوا پھر ایوب علیہ السلام بھی موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہو چکے تو موسیٰ علیہ السلام کو اُنکی بشارت کیونکر دیجاتی پھر یہ بات ظاہر ہے کہ بعد موسیٰ علیہ السلام کے جو پیغمبر ہوا وہ بنی اسرائیل مین سے تھا سواے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ البتہ بنی اسمٰعیل مین سے ہین تو قطعاً یہ صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہین اگر کہا جاوے کہ عبارت مذکورہ مین تو یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پیغمبر کو ان لوگون کے درمیان قائم کریگا تو جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود ونصاریٰ مین قائم ہوکر اُنکو ایمان کی تعلیم فرمائی پس جو ایمان لایا وہ اچھا رہا اور جسنے نہ مانا اللہ تعالیٰ نے اُس سے انتقام لیا۔ دلیل سوم یہ کہ سفر پنجم کی فصل ۳۳ مین مذکور ہے

ان الرب تعالی جاء من طور سیناء وطلع لنا من ساعیر وظهر من جبال فاران معه عن یمینه عنوات القدیسین فمنحهم العز وحببهم الی الشعوب ودعا لجمیع قدوسیه بالبرکة۔ یعنے رب تعالیٰ طور سینا سے آیا اور ساعیر سے ہمارے واسطے طالع ہوا اور جبال فاران سے ظاہر ہوگیا اور اُسکے داہنے سے عنوات قدوسین کی صف باندھی پس اُنکو عزت عطا فرمائی اور شعوب وقبائل مین اُنکو محبوب کردیا اور برکت کے ساتھ پوری قدوسیت کی دعا فرمائی مترجم کہتا ہے کہ عرب کے جمیع شعوب وقبائل باہم دشمن وخونریز تھے اور اللہ تعالیٰ کی جناب مین شرک وبدگوئی کرتے تھے پھر جب جبال فاران سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور

قدوسین قائم ہوئی تو آخر جمیع شعوب وقبائل کو صحابہ رضی اللہ عنہم محبوب ہوگئے اور کمال معرفت میں انکو کثرت عطا فرمائی حتی کہ امم سابقہ کے انبیاء علیہم السلام جن علوم ومعارف کو پہونچے تھے وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء کو عطا فرمایا۔ امام رازی نے لکھا کہ بالاتفاق جبال فاران یہی ہیں جو حجاز مکہ میں ہیں اور خود توریت میں یہ بات مذکور ہے کہ اسمٰعیل نے بیابان فاران میں تیراندازی سیکھی پھر یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام نے ایام شیرخوارگی ہی سے مکہ میں سکونت اختیار کی پھر یہ بات معلوم ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام اسکا مصداق نہیں ہوسکتے کیونکہ اسمٰعیل علیہ السلام کے ایام سکونت میں وہاں سوا جنگلی شکار کے کوئی جماعت بھلی طرح قائم نہ تھی تو عزت کہاں سے ہوتی اور خانہ کعبہ کی بنا وبھی مدت بعد بنا ہوئی تو قدوسین کے ربوات یعنی مساجد کہاں سے قائم ہوتیں کیونکہ عرب مسجد کا نام بھی نہیں جانتے تھے پس کچھ شک نہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بشارت ہے اور یہودیوں نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ طور سینا وساعیر وفاران میں آگ لگیگی اور تمام جہان میں منتشر ہوجائیگی۔ میں کہتا ہوں کہ ان جنہیوں نے عجیب بے تکے تحریف کے معنے نکالے جو کسی طرح اس کلام سے نہیں نکلتے ہیں محض جہالت وبددیانتی ہے اور خود کتاب حبقوق میں بیان صریح موجود ہے کہ اللہ تعالی طور سینا سے آیا اور ساعیر سے طلوع ہوا اور قدس جبال فاران سے ظاہر ہوگیا۔ اگر آسمان بہا محمد سے کھل جائے اور زمین اسکی حمد سے بھر جائے تو اسکے منظر کی شعاع مثل نور کے ہوگی وہ اپنے شہر کو اپنی عزت سے محفوظ رکھیگا اور امیدیں اسکے آگے روان ہونگی ورسباع الطیر اسکے اجناد کے ساتھی ہونگے حتی کہ آخر میں لکھا وتروی السہام بامرک یا محمد ارتواءً وتخور الارض بالانہار ولقد راءتک الجبال فارتاعت وانحرف عنک شؤبوب السیل ونفرت المہاری نفیرًا ورعبا ورفعت ایدیہا وجلا وفرقا وتوقفت الشمس والقمر عن جراہما وسارت العساکر فی برق سہامک ولمعان بیانک تدوخ الارض غضبا وتدوس الامم زجرا لانک ظہرت بخلاص امتک۔ھ یہ بیان بالکل صریح ہے اور کتب نصاری میں یوں مذکور ہے۔ وظہر من جبال فاران لقد تقطعت السماء من بہاء محمد المحمود وترتوی السہام بامرک المحمود لانک ظہرت بخلاص متلک وانقاذ مسیحک۔ یہ عبارت بھی بالکل صریح ہے اور انقاذ مسیح سے مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح علیہ السلام کو کذب یہود ونصاری دونوں سے چھڑایا۔ دلیل چہارم یہ کہ کتاب شعیا کی فصل بالیسمین میں مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کو خطاب کرکے فرمایا کہ اٹھ اور اپنے چراغ روشن کر کہ تیرا وقت قریب آیا اور کرامت الٰہی تجھ پر طلوع کرنے والی ہے کیونکہ اب زمین پر اندھیرا چھا گیا اور امتوں پر بدلی چھا گئی اور رب عزوجل تجھ پر اشراق فرماویگا اور اپنی کرامت تجھ پر ظاہر کریگا تیرے نور کے سایہ میں امتیں گروہ گروہ آوینگی اور سلاطین تیری روشنی میں روان ہونگے تو اپنی آنکھ اٹھا کر اپنے گرد وپیش پر نظر ڈال کہ یہ لوگ تیرے پاس جمع ہونے والے ہیں اور تیرے فرزند دور دور سے تیری زیارت کو آوینگے کیونکہ ام القری ہے یہاں تک کہ آخر میں فرمایا کہ فاران کی بکریاں لائی جاوینگی اور میری قربانگاہ میں چڑھائی جاوینگی جس سے میں راضی ہونگا اور اسوقت اپنے بیت حمد کے واسطے ایک حمد نازل کرونگا۔ ھ۔ یہ سب صفات شان مکہ اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے موجود ہیں اور یہ بات بیت المقدس پر کسی طرح صادق نہیں آتی۔ دلیل پنجم یہ کہ توریت کے سفر اول میں ہے کہ اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ اللہ تعالی نے اسمٰعیل کے بارہ میں تیری دعا قبول کی اور میں اسپر خوب برکت کرونگا اور اسکی اولاد میں ایک بزرگ گروہ امت عظیمہ کے واسطے پیدا کرونگا۔ اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ سوا آپکے کوئی نبی اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے امت عظیمہ کے واسطے نہیں ہوا اور خود ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام نے یہ درخواست بنائے کعبہ کے وقت فرمائی کہ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتک ویعلمہم الکتاب والحکمۃ ویزکیہم انک انت العزیز الحکیم۔ اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما

کہ مین اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہون اور اپنے برادر عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہون۔ بعض علما نے بیان کیا کہ خود توراۃ
مین مذکور ہے کہ آپکا مولد مکہ ہے اور مسکن طیبہ ہے اور سلطنت شام ہے اور آپکی امت بہت حمد کرنے والی ہوگی۔ دلیل ششم یہ کہ مسیح نے حواریین سے کہا
کہ مین تو جاتا ہون اور عنقریب تمھارے پاس فارقلیط روح الحق آویگا جو اپنی طرف سے نہین بولیگا بلکہ وہی کہیگا جو اُس سے کہا جاویگا۔
رازی نے کہا کہ اسکی تصدیق خود قرآن مجید مین موجود ہے قولہ تعالیٰ۔ ان اتبع الا ما یوحیٰ الی۔ مترجم کہتا ہے بلکہ قولہ تعالیٰ۔ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو
الا وحی یوحی۔ اور فارقلیط کے دو معنے ہین ایک یہ کہ شافع مشفع اور دوم یہ کہ حق و باطل مین تفریق کرنے والا گویا در اصل فاروق ہے کہ فا
پس لیط کلمہ تحقیق و تاکید ہے۔ دلیل ہفتم یہ کہ دانیال پیغمبر نے بخت نصر کو بطور وحی کے اُسکا خواب بیان کیا جسکا ذکر سورۂ بنی اسرائیل مین
انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور اُسکے آخر مین ہے کہ پھر اس آخر زمانہ مین اللہ تعالیٰ ایک مملکت قائم کریگا جو قیامت تک رہیگی اور وہ شریعت منسوخ نہوگی
اور سوا ان دیگر بشارات عجیبہ ہین جنکا بیان آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اپنے موقع پر آویگا اور ان سب کے مجموعہ سے متواتر یہ بات ثابت ہوتی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کتب سابقہ مین بتوضیح تمام موجود ہے اور یہود و نصاریٰ سے عہد لیا گیا تھا کہ ان بشارات کو ظاہر کرین
اور پھر مگر یہ چھپاوین لہذا ان آیات مین اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنی نعمت یاد دلائی جس سے انکو یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت مین
سب کچھ ہے پھر تاکید فرمائی کہ میرا عہد وفا کرو یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات ظاہر کرکے خود ایمان لاؤ تو مین اپنا عہد پورا کرونگا یعنے تمکو ثواب
کے ساتھ جنت مین داخل کرونگا اور تہدید فرمائی کہ مجھی سے ڈرو یعنے دنیا مین جن امور کا خوف کرتے ہو مثلاً اجرت یا عوام یہود کی نذرانہ
وغیرہ ملتا تھا وہ جاتا رہیگا اور بعد مسلمان ہونے کے فریضہ جہاد مین موت سے ڈرتے ہو اور دنیاوی زندگی پر مرتے ہو یہ سب چھوڑ دو بلکہ مجھ
رب عز و جل نے یہ حکم نازل فرمایا وہ خود متولی بندگان ہے لہذا حکم فرمایا۔ وَاٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمۡ اور ایمان لاؤ
ایسی چیز کے ساتھ جو مین نے نازل فرمائی در حالیکہ وہ تصدیق کرتی ہے اُس چیز کی جو تمھارے ساتھ ہے۔ ف یعنے ایمان لاؤ قرآن منزل پر جو توریت
و انجیل کی تصدیق کرتا ہے۔ ابو العالیہ نے کہا کہ یہ اسواسطے کہ وہ لوگ توریت و انجیل مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس لکھا ہوا پاتے تھے
مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام و صفات و نشانات شریعت جس طرح توریت و انجیل مین مذکور ہین انہین کے موافق قرآن مجید
نازل ہوا تو یہ تصدیق ہوگئی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مانند قول ابو العالیہ کے مجاہد و ربیع بن انس و قتادہؒ سے مروی ہے حاصل یہ کہ اہل کتاب کے
ہاتھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے واسطے یہ بہت عمدہ آیت موجود تھی کہ توریت و انجیل مین جو حالات پاتے ہو قرآن مجید انکی تصدیق کرتا ہے
تو پھر ایمان لانا درحقیقت تمھارا اپنا حکم دیا کہ تم لوگ ایمان لاؤ با این تصدیق۔ وَلَا تَكُوۡنُوۡۤا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ۔ اور تم لوگ اُسکے ساتھ اول کافر
نہوجاؤ۔ ف بعض نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرنے والون مین سے تم لوگ اول نہو کیونکہ تم لوگ اسکی شناخت مین وہ علم حاصل ہے جو دوسرون کو
نہین ہے یہی ابن عباسؓ و ابو العالیہؒ سے منقول ہے یعنے جنس اہل کتاب مین سے تم اول نہو اور اسیکے مانند حسن و سدی و ربیع بن انسؒ سے مروی ہے اور
بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ تم لوگ اس قرآن منزل کے ساتھ اول کافر نہو شیخ ابن جریرؒ نے اسکو اختیار کیا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ دونون
قول صحیح ہین یعنے جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اُسنے قرآن سے انکار کیا اور جسنے قرآن سے انکار کیا اُسنے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے انکار کیا۔ شیخ نے لکھا کہ اول کافر سے یہ مراد ہے کہ بنی اسرائیل کے کافرون مین سے تم اول مت ہو اور یہ نا دلیل ہوا سے اکیکا کی یہود
سے پہلے قریش و عرب مین سے بہت سے لوگ کافر ہو چکے تھے پھر ہجرت مدینہ کے بعد یہود اون کو خطاب ہوا لیکن اُنھون نے دنیاوی اغراض کی
کمی اللہ سے کفر اختیار کیا جسکی بابت اشارہ پہلے انکو اپنی نعمتین یاد دلائین اور اپنے سوا غیر سے خوف رکھنے سے ممانعت کی پھر بیان فرمایا

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ز- اور میری آیات کے عوض ثمن قلیل مت خریدو ف یعنی میری آیات و رسول پر
ایمان لانے کو ہاتھ سے دیکر تمام دنیاے فانی بہت قلیل ہے کہ اسکی قلت کا اندازہ نہیں ہوسکتا کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ
سنت فجر پڑھنے کو دنیا و ما فیہا سے بڑھکر فرمایا پس جب ایمان کے ایک عمل نفل کی یہ فضیلت ہے کہ وہ دنیا و ما فیہا کے برابر نہیں بلکہ بہتر ہے تو عین
ایمان کی کیا شان ہوگی اسکو کون قیاس کرسکتا ہے اور یہاں تو یہ حال ہے کہ ان لوگوں کو تمام دنیا و ما فیہا بھی نہیں ملتی تھی بلکہ سالانہ [illegible]
وغیرہ سے کچھ غلہ ملتا تھا پس یہاں ایمان کے مقابلہ میں اسکو ثمن قلیل فرمایا تو یہ انکی خواہش کے اعتبار سے ہے اور درحقیقت وہ قلیل ہے حالانکہ وہ
قلت بنسبت کے شمار میں نہیں آتی ہے پس ایک گونہ ملامت کے ساتھ انکو منع فرمایا کہ یہ ہیچ پوچ مال دنیاوی جو تلف ہوجائیگا نشانہ ہے اسکو
لیکر عین ایمان بقرآن و رسول کو مت چھوڑو جیسے کوئی شخص لعل و موتی دیکر ایک مٹھی خاک خریدتا ہے تو وہ احمق اشرف مخلوق انسان نہیں بلکہ
ارذل خلق شیطان ہے ٥ [illegible] فرمایا یہ دنیا مختصر جو خبر بانجیل عیسیٰ مختصر حسن بصریؒ نے فرمایا کہ دنیا تمام و کمال ملکر قلیل مول ہے۔ سعید بن
جبیرؒ نے کہا کہ دنیا اور اسکی خواہشیں سب قلیل مول ہیں۔ سدیؒ نے کہا کہ انکی طمع ہی قلیل مول ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ اشارہ ہے کہ دنیاے فانی
میں سے انہیں سواے طمع کے کیا حاصل ہے یعنے اگر کوئی چاہے کہ میں دین چھوڑکر دنیا لیلوں تو یہ صرف اسکی طمع ہی طمع ہے کیونکہ دنیا
سے اسکو اسیقدر ملیگا جو اسکو مقدر ہے پس اس احمق نے اس طمع کے عوض میں دین کو برباد کیا۔ (تنبیہ) جاننا چاہیے کہ جب بندہ ایمان
و شریعت پر مستقیم ہونا چاہتا ہے تو شیطان اسکو فقر و فاقہ کا خوف دلاتا ہے تاکہ وہ ایمان چھوڑکر فسق و فجور کا مرتکب ہو بدلیل قولہ تعالیٰ۔ اَلشَّیْطٰنُ
یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ الآیہ۔ لہذا جب کبھی شیطان کا یہ وسوسہ پاوے تو چاہیے کہ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ تین بار کہے پس جس چیز کا خوف
کرتا ہے اس سے محفوظ رہیگا جیسا کہ طبرانی وغیرہ کی حدیثوں میں منصوص ہے بالجملہ انکو نصیحت فرمائی کہ دنیاے فانیہ قلیل کے عوض ایمان مت کھو
وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ۵ اور مجھی سے خوف رکھو۔ ف کیونکہ اللہ تعالیٰ جب نچاہے تو کسیکو ایک ذرہ نہیں مل سکتا کیونکہ خالق رازق
وہی ہے۔ طلق بن حبیب نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نور پر باُمید راحت اسکی طاعت کرے اور اللہ تعالیٰ سے نور پر بخوف
عذاب اسکی معصیت چھوڑ دے (ابن ابی حاتم) (مسئلہ) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس
علم سے رضاے الٰہی حاصل ہوسکتی ہے اگر اسکو فقط اس غرض سے حاصل کیا کہ دنیا کا کوئی اسباب حاصل کرے تو وہ قیامت کے روز
جنت کی خوشبو نہیں پاویگا (ابوداود) مترجم کہتا ہے کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ میدان قیامت میں مومنوں کو خوشبوے جنت پہنچتی رہیگی مگر یہ شخص
اس سے محروم ہوگا جیسے حدیث میں آیا کہ جسنے کسی معاہدی کو مار ڈالا وہ جنت کی خوشبو نہیں پاویگا اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں نے مثلاً کافروں کے
ملک کو فتح کیا اور ان لوگوں سے کچھ جزیہ یا مال صلح مقرر کرکے انکو امان دی اور امان یہ عہد ہے کہ تم لوگ یہ مال ادا کرتے رہو اور ہم لوگ تمہاری جان و مال
کے محافظ ہیں پھر اگر کسی مسلمان نے ان معاہدین میں سے کسیکو ناحق قتل کیا تو وہ میدان قیامت میں جنت کی خوشبو نہیں پاویگا حالانکہ اسکی
خوشبو پانچ سو برس کی راہ سے آتی ہے۔ (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اجرت لیکر علم پڑھانیکا کیا حکم ہے جواب یہ کہ یہاں دو صورتیں
ہیں ایک یہ کہ اس شخص پر یہ تعلیم متعین ہوجاوے مثلاً شہر میں دوسرا شخص موجود نہیں ہے تو ایسی صورت میں اجرت لینا جائز نہیں ہے
ہاں اگر بیت المال سے اسقدر لے جو اسکے اہل و عیال کے واسطے کفایت کرے تو جائز ہے اور جاننا چاہیے کہ جو شخص تعلیم کرنے میں اپنی
کمائی سے منقطع ہوجاتا ہو تو اسپر پڑھانا متعین نہوگا اور ایسی صورت میں اسکو اجرت لینا بھی جائز ہے یہ امام مالک و شافعی و احمد و جمہور علماء کا قول ہے
بدلیل حدیث۔ اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا کِتَابُ اللّٰہِ۔ (کما فی البخاری) مترجم کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دینی تعلیم و دینی فعل اذان وغیرہ پر

اجرت لینا جائز نہین ہے بدلیل حدیث ابی بن کعب و عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما کہ انھون نے اہل صفہ مین سے ایک شخص کو کچھ
قرآن پڑھایا تھا پھر اُسنے انکو ایک کمان ہدیہ بھیجی پس انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تجھے پسند ہو کہ
اللہ تعالیٰ تجھکو آگ کی کمان کا طوق پہناوے تو اُسکو قبول کرلے پس انھون نے واپس کردی (رواہ ابو داود) شیخ ابو عمر ابن عبد البر وغیرہ
علماے کثیر نے اس حدیث کو محمول کیا کہ جب پہلے اللہ تعالیٰ کے واسطے پڑھایا تو بعد اسکے جائز نہوا کہ ثواب کے بدلے یہ قوس لیجاوے
ہان اگر ابتدا سے اجرت ٹھہری ہو تو صحیح ہے کیونکہ اس صورت مین بقدر اجرت کے ثواب مین کمی ہوگی - مترجم کہتا ہے کہ مشائخ
حنفیہ مین سے بھی ایک جماعت متاخرین نے اس زمانہ مین موافق قول جمہور کے فتوی دیا کہ اجرت لینا جائز ہے کیونکہ مسلمانون
کے واسطے بیت المال نہین ہے پس اگر تعلیم قرآن کی اجرت جائز نہو تو علم قرآن اُٹھ جائیگا اور اسی پر تمام ملکون مین عملدرآمد ہے -
(تنبیہ) قولہ - مصدقا لما معکم - سے قرآن مجید کو توریت و انجیل کا مصدق فرمایا پس شیخ سیوطی وغیرہ نے تاویل کی کہ توحید و نبوت
جو اصل ہے اُسکی تصدیق کرتا ہے اگرچہ بعض احکام شریعت مین جدائی ہو اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے تاویل کی ضرورت نہین سمجھی کیونکہ مراد یہ ہے کہ نبی
آخر الزمان کے صفات و نشانات جسطرح توریت و انجیل مین مذکور تھے قرآن مجید اُنکی تصدیق کرتا ہے اور یہی علما سے تابعین کا کلام
ظاہر ہوتا ہے اور یہی اظہر و ارجح ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور قرآن مجید کی صفت دوسرے مقام پر مہیمن فرمائی کیونکہ یہود و نصاریٰ نے اپنی
قساوت قلبی و دیگر ہوا و ہوس کے وجوہ سے ایک مدت پہلے سے آیات الٰہی مین تحریف کردی تھی مثلاً جب اُنمین زنا کثرت سے پھیلا تو
جب کسی غریب سے زنا سرزد ہوتا تو اُسکو رجم کرتے اور اگر کسی رئیس و مالدار سے زنا سرزد ہوتا تو اُسکو چھوڑ دیتے تھے یہانتک کہ اکثر اسکے مرتکب
یہی مالدار ہوتے ہین اسواسطے اُنھون نے کتاب مین تحریف کرکے یہ حکم بنایا کہ جو شخص زنا کرے اُسکا منہ کالا کرکے گدھے پر سوار کرکے تشہیر کرکے
کچھ بید اُسکو کوڑے مارے جاوین اگر محصن ہو اسیطرح جب ان مین بہتر فرقے مختلف پیدا ہوئے اور اُنمین باہم اختلاف و تعصب پھیلا تو جس مقام پر کتاب الٰہی مین کوئی
لفظ کسی فریق کے مفید معلوم ہوتا تو دوسرا فریق اپنے یہان اُس لفظ کو بدل ڈالتا حتی کہ انھین تعصبات و عداوتون سے یہانتک نوبت پہونچی کہ ہزارہا
بلکہ لاکھون الفاظ مختلف متغیر ہوگئے جسکو موجودہ نصرانیون نے پڑھنے کی غلطی شمار کیا حالانکہ صرف تین سو پچاس نسخون کو فرض کیا بلکہ گننے سے لاکھ
اختلافات الفاظ برآمد ہوے جنکا اقرار اُن کے بڑے بڑے پادریون نے کیا جو آگے مین مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم نے ذکر کئے تھے اور یہ اقرار بیان ہے منفصلہ نصاریٰ کی
مولوی رحمت اللہ صاحب نے نقل کیا ہے جسکا انکار غیر ممکن ہے الحاصل کچھ ہی ہو مگر ان کیون نہون یہ قطعی ثابت ہو گیا کہ توریت و انجیل کے نسخون مین لاکھون
الفاظ مین تغیر و اختلاف ہے اور ہندوستان مین جو ترجمہ بنام انجیل پیش کیجاتے ہین انکا اعتبار نہین ہے علاوہ برین یہ صرف ایک ہی فرقہ کے
نسخے ہین تو قطعی یہ نتیجہ نکلا کہ کوئی یہودی یا نصرانی جب کوئی نسخہ توریت یا انجیل پیش کرے تو اسپر ہرگز اعتماد نہین ہو سکتا کیونکہ دیگر نسخون
مین ہزارون الفاظ اس سے مخالف موجود ہین تو یہ اعتماد ہی نہین ہوسکتا کہ اصل حکم الٰہی کیا ذکر ہے اگرچہ ہم یہ مانے لیتے ہین کہ پڑھنے ہی کی
غلطی ہے کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ خواہ پڑھنے کی غلطی سے یا عمداً تحریف سے یہ لاکھون الفاظ مختلف ہین تو امر الٰہی معلوم نہین ہوسکتا پس معلوم ہوا
کہ یہود و نصاریٰ کے پاس کوئی ایسی کتاب نہین ہے جسکو وہ حکم الٰہی بتلا سکین کیونکہ یہ سواے وحی کے نہین معلوم ہو سکتا کہ ان ہزارہا
نسخون مین جو لاکھون اختلافات موجود ہین انمین وہ کون لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور وہ کون الفاظ ہین جو پڑھنے والون وغیرہ
کی غلطی سے پیدا ہوے اور اگر کوئی کہے کہ ہم دوسرے قرائن سے یہ بات دریافت کرسکتے ہین تو ہم کہینگے کہ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ تمہارے
قرائن کے موافق اس مقام پر یہ لفظ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اُتارا ہوا ہے تو جو شخص تمہارے قرائن پر ایمان لاتا ہوگا وہ مان لیگا

مگر یہ نہیں جان سکتا کہ یہ واقعی اللہ تعالیٰ کا اُتارا ہوا ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ان کتابوں کے واسطے مہیمن کر دیا پس جو عبارت کہ قرآن مجید کے موافق ہو وہ صحیح ہے اور باقی سب تحریف یا پڑھنے والوں کی غلطیاں ہیں یہاں سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کو حلال نہیں ہے کہ کسی نسخہ توریت یا انجیل سے جو بالفعل موجود ہیں کوئی حکم نکالے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو توریت نازل فرمائی وہ اگرچہ آسمانی کتاب ہے لیکن یہ نسخے جنمیں لاکھوں اختلاف موجود ہیں کسی کی نسبت حکم نہیں ہو سکتا کہ یہ آسمانی کتاب ہے اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو سوائے میری اتباع کے انکو کچھ چارہ نہ ہوتا کما رواہ احمد وغیرہ پس ہم پر صرف ایمان لانا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی تھی اور وہ حق ہے لیکن اسوقت یہ یہود و نصاریٰ جو نسخے اپنے پاس سے نکالتے ہیں جنمیں لاکھوں اختلاف ہیں انمیں سے کسی کی نسبت ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ وہی توریت و انجیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھی (تنبیہ) یہود و نصاریٰ جنکو آیت میں خطاب کیا انکو اول کافر فرمایا کیونکہ پچھلے لوگ انہیں کے تابع ہونگے اسواسطے جس شخص نے اسلام میں سوائے سنت شریعت کے بدعت نکالی اسپر اُسکا گناہ اور اسکی پیروی کرنیوالوں کا بھی گناہ قیامت تک ہوگا حالانکہ اس بدعت پر عمل کرنے والوں کے لیے بھی پورا گناہ ہوگا جیسا کہ صحاح سے ثابت ہے (فا) واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو کچھ نصائح فرمائے وہ تو اہل ایمان کے واسطے خاص ہیں اور جو کفار و مشرکین کی مذمت بیان کی وہ مومنین کے واسطے عبرت ہے کیونکہ السعید من وعظ بغیرہ یعنی اہل سعادت میں سے وہ شخص ہے جو دوسروں کو دیکھکر نصیحت پکڑے۔ لہذا ان آیات میں بنی اسرائیل کو اپنی نعمتیں یاد دلا کر کفر و بدعہدی پر تہدید فرمائی جس سے اہل ایمان کے واسطے ہدایت ہے کہ جو لوگ اعمال صالحہ کریں وہ ان اعمال پر نظر نہ ڈالیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھیں کہ جنسے انکو اشرف المخلوقات و تندرست بنا کر توفیق و طاعت عطا فرمائی تو یہ اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ بنی اسرائیل کے واسطے اذکروا نعمتی فرمایا یعنی تم میری نعمت یاد کرو اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فرمایا۔ فاذکرونی اذکرکم یعنی تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے شیخ سہل بن عبداللہ نے کہا کہ اس امت کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے فرمایا وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فرمایا۔ الم تر الی ربک کیف مد الظل الآیۃ مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہ ہوا کہ دونوں مقاموں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے آثار قدرت کو دکھلایا مگر ابراہیم علیہ السلام کے واسطے ملکوت آسمان و زمین سے نظر بجانب مالک عزوجل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مالک عزوجل سے نظر بجانب ملکوت ہے اسیطرح بنی اسرائیل کی نظر نعمت سے بجانب منعم عزوجل ہے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر منعم عزوجل سے بجانب نعمت ہے گویا انکی ذاتی خوبی حاصل ہے اور بنی اسرائیل کو صفاتی خوبی اور وہ بھی شرط پر ہے چنانچہ فرمایا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ۔ اور دوسری جگہ واسطے فرمایا۔ ولو آمن اہل الکتاب لکان خیرا لہم الآیۃ۔ م۔ قولہ۔ اوفوا بعہدی۔ یعنی مقتضا سے معرفت کے میرے حکم کی فرمانبرداری کرو تو مقام قرب پاؤ گے یا اسرار سے مطلع ہوگے یعنی جیسی لیاقت ہو ویسی منزلت پاؤ گے۔ بعض مشائخ بغداد نے کہا کہ عہد ازل پورا کرو یعنی کسی چیز کی طرف منہ نکرو غرضکہ ہر چیز کا عہد اُسکے لائق ہے مثلاً علوم کو چاہیے کہ اُسکے لائق لوگوں میں صرف کرے ورنہ زبان بند رکھے تاکہ خزائن اسرار پر مطلع ہو اور طلب رزق میں توکل کرے تاکہ سبب اُسکی مہمات پوری ہوں۔ ابو سعید قرشی نے کہا کہ آداب شریعت محفوظ رکھے تاکہ قلوب میں نور حقیقت ظاہر ہو۔ بعض مشائخ عراق نے کہا کہ احکام شریعت پر عبادت کرے تاکہ درجات روحانیت پر پہونچے شیخ ابوعمر بیکندی نے کہا کہ وفائے عہد امانت ہے یعنی ظاہر

و باطن یکسان ہو پس اخلاص کے ساتھ عمل کرے شیخ سہل بن عبداللہ نے کہا کہ۔ ایای فارہبون۔ مقام معرفت و یقین سے ہے
و ایای فاتقون مقام علم سابق و مکر و استدراج ہے شیخ نے کہا کہ تقویٰ کی ابتدا یہ ہے کہ عالم ناسوت سے بیزار ہو کر عالم لاہوت کی
جانب رجوع کرے حتی کہ خوف و امید سب اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو بعض نے کہا تقویٰ چار طرح ہے اول عام کے واسطے شرک سے بچنا
دوم خاص کے واسطے گناہ و شرک خفی سے بچنا۔ سوم عارفون کے واسطے غیر سے توسل کی نظر اٹھانا چہارم اہل تجرید کے واسطے اللہ تعالیٰ
کے واسطے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تقویٰ کرنا مترجم کہتا ہے کہ جیسے حدیث میں آیا۔ اعوذ بک منک۔ یعنی تیرے خشم و غضب سے تیری ہی پناہ
ڈھونڈھتا ہون شیخ ابو عبدالرحمن السلمی نے کہا کہ تقویٰ یہ ہے کہ مخلوق کو ناقص دیکھے یعنی مخلوق خود محتاج ہے کہ اُس سے کچھ نفع و ضرر
حاصل ہونا ممکن نہین اگر یہود اسکو سمجھتے تو اللہ تعالیٰ کی نصیحت سے نصیحت ہو جاتے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا عہد پورا کرو اور آیات الٰہی
کے عوض دنیا مت یا لو چرا ن یعنے کسی مخلوق کو نفع و ضرر پہونچانے کی طاقت نہین ہو پھر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو فرمایا

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ

اور مت ملاؤ سچ مین غلط اور یہ کہ چھپاؤ سچ کو جان کر اور کھڑی کرو نماز

وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝

اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو ساتھ جھکنے والون کے

اللہ تعالیٰ نے یہودیون کو اُنکے مکر شیطانی سے منع فرمایا۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ۔ اور مت خلط کرو حق کو باطل کے
ساتھ۔ ف یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات و بشارات کو اپنے باتون سے کہتے ہو جھوٹ بہتان یعنی نہ ملاؤ یہ زبانی تحریر کی
کیونکہ ان مین سے بعضے لوگ اپنے ہاتھ سے لکھکر کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے یہاں یہ امر کہ اصلی توریت کو بھی تحریف کرتے تھے
یا نہین تو بعض علماء نے کہا کہ اسمین صرف معنے کی تحریف کرتے تھے اور ایک جماعت نے کہا کہ نہین بلکہ عبارت مین بھی تحریف کرتے تھے
اور نصرانیون سے یہ بات بیشک ثابت ہوئی کہ یہ لوگ کتاب مین تحریف کرتے تھے چنانچہ اسکی بحث اوپر گذری و آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے
موقع پر آویگی۔ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ اور مت چھپاؤ حق کو حالانکہ تم جانتے ہو۔ ف کہ یہ حق ہے یعنے جو علم حق متعلق
شریعت اسلام تمہاری توریت مین دیا گیا ہے اُسکو مت چھپاؤ کیونکہ علم کا چھپانا گناہ ہے حتی کہ چھپانے والے کے منہ مین آگ کی لگام دیجاوے گی کما فی
الحدیث پھر حال یہ ہے کہ تم لوگ اسکو حق جانتے ہو تو جان بوجھ کر چھپانا سخت کبیرہ گناہ ہو گیا اور اسکا ضرر شدید ہے کیونکہ اول تو حق چھپانا گناہ دوم
جان بوجھکر چھپانا سوم اپنے نفس کی محرومی کہ دل سے تم پر حق جانا لیکن ایمان نہ لایا چہارم یہ کہ دوسرون کو نہین بتلایا پنجم یہ کہ دوسرون کو
دھوکا دیکر کفر مین ڈالا اور بدعہدی کی اور آیت الٰہی کو کوڑیون کے مول بیچا اور ملک مین فساد پھیلایا۔ ف اس سے اہل ایمان کو نصیحت حاصل
کرنا چاہئے کہ معاملات الٰہی مین خلط و خبط نکرین حتی کہ کشف کو خیال سے نہ ملاوین اور فہم کو وہم سے اور فراست کو قیافہ سے اور الہام کو وسوسہ
سے اور حقیقت کو شک سے اور بندگی کو ربوبیت سے اور حقیقت کو رسم عادت سے اور اخلاص کو ریاکاری سے اور کرامات کو مکاری سے
خلط نکرین بلکہ شیخ سہل نے فرمایا کہ امر آخرت کو امر دنیا سے خلط نکرے۔ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ
الرّٰكِعِيْنَ ۝ اور ٹھیک کرو نماز کو اور دیا کرو زکوٰۃ کو اور جھکو جھکنے والون کے ساتھ۔ ف یعنے نماز پڑھو نماز پڑھنے والون کے
ساتھ۔ الراکعین، الف لام سے معہود صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہین اور حاصل یہ کہ اہل کتاب کو حکم دیا کہ ہمیشہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مین شامل ہوکر اُنکے ساتھ اعمال خیر بجالاوین اور پہلے اقیموا الصلوۃ - سے فرضیت نماز کا حکم دیا یعنے نماز و زکوۃ اپنے اوپر فرض سمجھو پھر نماز کو مومنون کے ساتھ ادا کرو اسیواسطے الصلوۃ کو مفرد فرمایا اور اقامت نماز کے یہ معنے ہین کہ خالص اللہ تعالے کے واسطے نیت کرکے طہارت مع شرائط پوری کرے پھر عاجزی و خشوع کے ساتھ نماز مین داخل ہوکر طریقہ سنت کے ساتھ مؤدب رہے کہ گویا اللہ تعالی اُسکو دیکھتا ہے پھر اذکار مسنونہ ادا کرکے قرارت پر پہونچے تو ترتیل کے ساتھ سمجھ سمجھکر سورۂ الحمد اور اُسکے ساتھ ایک سورہ و دیگر پڑھکر رکوع کرے پھر کم سے کم تین تسبیح یا ایک ہی تسبیح پڑھکر پھر اُٹھکر سیدھا قائم ہو پھر ٹھہر کر آہستگی و وقار سے سجدہ مین جاوے اور بقدر رکوع ٹھہر کر سر اُٹھا کر بیٹھے جسکی مقدار ایک تسبیح سے کم نہو اسیطرح تمام نماز کو خشوع و خضوع کے ساتھ پورا کرے اگر جماعت کا امام اچھی طرح سے ارکان ادا نکرتا ہو تو چاہیے کہ ٹھیک ادا کرنیوالا امام تلاش کرین کیونکہ اس آیت مین بھی جماعت سے نماز کا حکم ہے حتی کہ بعض علما نے اس سے جماعت واجب ہونے کی دلیل نکالی لیکن اس سے کم نہین کہ بہت فضیلت و تاکید ہے - اور حدیث مین ہے کہ تنہا پڑھنے والے سے جماعت کی نماز ستائیس درجہ زائد ہے (الصحیح وغیرہ) مع الساجدین یا مع المصلین کی جگہہ مع الراکعین فرمایا تاکہ یہود اپنی نماز کو اسوقت بے اعتبار سمجھین کیونکہ اُنکی نماز مین رکوع نہین ہے اور وہ تنہا پڑھا کرتے تھے اور حاصل یہ کہ تمھاری نماز کا کچھ اعتبار نہین جبتک تم مومنون کے مخالف ہو اور چونکہ یہودی لوگ خسیس بخیل خبیث تھے لہذا زکوۃ کی بھی تاکید فرمائی حسن بصریؒ نے فرمایا کہ زکوۃ ایک فریضہ واجبہ ہے کہ بدون زکوۃ و نماز کے اعمال کچھ نفع نہین دیتے ہین - اور حارث عکلی نے اس سے صدقۃ الفطر نکالا (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہو کہ حقوق مالی مین صدقۃ الفطر بھی واجب ہے جیسے سواے زکوۃ محتاج قرابتون کا نان و نفقہ واجب ہوتا ہے واللہ تعالی اعلم پھر فرمایا

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتٰبَ ؕ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

کیا حکم کرتے ہو لوگون کو نیک کام کا اور بھولتے ہو آپ کو اور تم پڑھتے ہو کتاب پھر کیا نہین بوجھتے

شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ یہ آیت علماے یہود کے حق مین نازل ہوئی جو اپنے مسلمان قرابتون کو کہتے کہ تم لوگ دین محمد پر ثابت قدم رہو وہ نبی حق ہے تو اللہ تعالے نے اُنکو عار دلائی کہ أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ کیا تم حکم کرتے ہو لوگون کو نیکی کا - ف - یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر ثابت قدم رہنے کا - وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ - اور فراموش کرتے ہو اپنے نفوس کو - ف - کہ خود اُسپر عمل نہین کرتے ہو - وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتٰبَ ؕ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ - حالانکہ تم لوگ کتاب توریت کی تلاوت کرتے ہو سو کیا تم سمجھتے نہین ہو - ف - کہ اپنے نفوس کو بھول کر عذاب مین ڈالنا کیسی بُری حرکت ہے کیونکہ اگر سمجھتے ہوتے تو اس حرکت سے باز آتے - اس سبب نزول کو واحدی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور اسکا حاصل یہ ہے کہ اے علماے یہود تم لوگ توریت کے عالم ہوکر لوگون کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو حالانکہ توریت مین ایسے شخص کی نسبت لکھا کہ وہ مستوجب عذاب ہے یہ حکم اللہ تعالے نے اسلام مین بھی قائم رکھا چنانچہ قرآن مجید مین فرمایا - یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون - یعنے اے ایمان والو تم کیون ایسی بات کہتے ہو جو نہین کرتے ہو ناخوشی کی راہ سے اللہ تعالی کے نزدیک یہ امر گران ہے کہ ایسی بات کہو جو نہین کرتے ہو - مترجم کہتا ہے کہ جو سبب نزول واحدی نے روایت کیا اسمین انحصار کی کوئی وجہ نہین ہے بلکہ یہودیون کی یہ حالت

تھی کہ لوگون کو امور خیر بتلاتے اور خود عامل نہین ہوتے تھے چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی یہ حالت تھی
کہ لوگون کو طاعت الٰہی و تقویٰ و نیکی کا حکم کرتے اور خود اُسکے خلاف کرتے تھے پس اللہ تعالےٰ نے اس آیت مین اُنکو عار دلایا (رواہ عبدالرزاق)
اور یہی قول سدیؒ کا ہے یعنے ان لوگون نے لوگون کے دکھلانے اور دنیا کمانے کے واسطے علم پڑہا اور خود اُس سے بداعتقاد ہین حدیث شریف مین
تین گروہ کا بیان ہے جنسے پہلے آگ جلائی جاویگی ازانجملہ ایک گروہ اُن عالمون کا ہے جنہون نے دنیا کے واسطے علم پڑہا اور دین کی تہتک
کی اور آیندہ انشاء اللہ تعالےٰ قولہ تعالیٰ - یا ایہا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان الآیۃ - اور قولہ تعالیٰ - کانوا لایتناہون عن منکر
فعلوہ الآیۃ - کی تفسیر توضیح آویگی - م - شیخؒ نے لکھا کہ ابن جریرؒ فرماتے تھے کہ اہل کتاب و منافقین کا یہ حال تھا کہ لوگون کو صوم و صلوٰۃ کا حکم
دیتے اور خود اُسپر عمل نہین کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اُنکو عار دلایا لہٰذا مسلمانون کو چاہیے کہ جو شخص دوسرون کو نیکی کا حکم دے تو خود سب سے
زیادہ اس کام مین پیش قدم ہو - محمد بن اسحٰقؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو عار دلایا کہ توریت
مین جو تمھارے پاس عہد نبوت ہے اُس سے کفر کرنے سے لوگون کو منع کرتے ہو حالانکہ توریت مین جو عہد مین نے تم سے لیا کہ میرے رسول محمد صلی اللہ
علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تم اُس سے انکار کرتے اور عہد توڑتے ہو تو اپنے نفوس کو بھولتے ہو ضحاکؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اے اہل کتاب
لوگون کو تم حکم دیتے ہو کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین داخل ہون اور اعمال نماز وغیرہ پر قائم رہین حالانکہ اپنے آپ کو بھولتے ہو - ابن جریرؒ
نے ابو الدرداءؓ سے روایت کی کہ آدمی پورا فقیہ سمجھدار نہین ہوتا جبتک اُسکی یہ شان نہو جاوے کہ اللہ تعالےٰ کے معاملہ مین تمام لوگون کو
دشمن کی نگاہ سے دیکھے پھر وہ اپنے نفس کی جانب رجوع کرے تو سب سے زیادہ اُسکا دشمن ہوجاوے - مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ شان الٰہی عزوجل کے
مقابلہ مین تمام جہان کی کچھ ہستی نہ سمجھے بلکہ جو شخص طاعت الٰہی مین روک ٹوک والا ہو اُسکو دشمن سمجھے پھر اسکے بعد اپنے نفس کو سب سے زیادہ
دشمن سمجھے - اور شیخ عوارفؒ نے شاید یہین سے لیا چنانچہ لکھا - وما کان تیم لرجل من تعظیم اللہ عزوجل حتی یکون الناس عندہ کالاباعر فی الفلوات
ثم یرجع الی نفسہ فیراہا اصغر صاغر - یعنے بندے سے تعظیم الٰہی پوری نہین ہوتی جبتک کہ اُسکے نزدیک لوگون کی قدر ایسی نہوجاوے
جیسے میدانون مین مینگنیان پڑی ہوتی ہین پھر وہ اپنے نفس کی جانب متوجہ ہو کر سب ذلیلون سے زیادہ ذلیل جانے - مترجم کہتا ہے کہ یہ
کلام حضرت ابو الدرداءؓ کے ارشاد سے زیادہ مشابہ ہے فافہم - م - عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اس آیت کے بیان مین کہا کہ یہودیون کی یہ
حالت تھی کہ جب کوئی اُنکے پاس آکر ایسی کوئی بات پوچھتا جس مین انکا کوئی حق یا موقع رشوت نہو تا تو اُسکو امر حق کی تاکید کرتے پس اللہ عزوجل
نے اُنپر تشنیع فرمائی - مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہودی اکثر اپنا حق نکالکر یا رشوت لیکر لوگون کو جھوٹی باتین میٹھی بتلاتے تھے
اور جب کبھی یہ امید نہین ہوتی تھی تو آدمی کو حکم حق بتلاتے اور مثل مشہور ہے کہ حق کڑوا ہوا کرتا ہے اور افسوس کہ اس زمانہ مین بہت سے لوگ جبہ
و دستار سے ظاہری صورت مثل عالمون کے بناکر شہر شہر وعظ کہتے پھرتے اور یہودیون کی چال پر چلتے ہین تا کہ لوگون سے مال کماوین اور در حقیقت
علم سے بے بہرہ ہین اسیواسطے جہان کہین اللہ تعالےٰ نے کوئی بندۂ عالم پیدا کیا ہے جو دنیا کی راہ سے قلیل معاش و زاہد ہے اور وہ لوگون سے
کچھ خواہش نہین رکھتا لیکن راہ حق بتلاتا ہے تو یہ مکار واعظین اُسکی خدمت مین جانے سے لوگون کو روکتے اور بہکاتے ہین کیونکہ اگر وہان جاکر
لوگون کو راہ حق معلوم ہوگئی تو اُنکی رونق بازار جاتی رہیگی - اور حدیث صحیح مین وارد ہوا کہ تم لوگ بھی یہودیون کے قدم بقدم چلوگے اور حدیث
صحیح مین آیا کہ آخر زمانہ مین علما اُٹھائے جائینگے اور لوگ متفق ہو کر کسی جاہل کو اپنا پیشوا بناوینگے تو یہ جہال اپنی جہالت پر فتوی دیکر خود گمراہ اور لوگون
کو گمراہ بنائینگے - اور سب سے زیادہ عجب یہ ہے کہ بعضے ایسے لوگ ہین جو معمولی علم کتاب جانتے ہین لیکن کسی تعصب یا حمیت سے باہم علما و عوام مین منافرت و

عداوت ڈالتے ہین اور یہ امر ظاہر ہے کہ انمین سفاہت وجہالت ہے اور دین کی سمجھ نہین جیسے حدیث صحیح مین منافق کے بارہ مین آیا کہ منافق
مین حسن خلق و دینی سمجھ جمع نہین ہوتی ہے اسیطرح یہ بھی دین مین طالب حق وآخرت نہونے سے باہمی نفاق وعداوت اسلام کو کمزور اور مشرکون
کی نظر مین اسلام کی حقارت کراتے ہین اور نہین سمجھتے کہ یہ نفاق قطعی حرام ہے اور انکی تعصب وحمیت سے غایت یہ کہ کرامت ثبوت ہو پس
یہ کون فقہ ہے کہ اسکے پیچھے حرام کا مرتکب ہو بلکہ ضعف اسلام وغیرہ سے محرمات کثیرہ کا ارتکاب لازم آوے ونسال اللہ تعالی الہدایۃ والسداد
والی اللہ المصیر۔م۔(مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ تحقیق مقام یہ ہے کہ اللہ تعالی نے یہودیون کو صرف اس بات پر تشنیع دلائی
کہ اپنے نفس کو کیون بھولتے ہین اور یہ مراد نہین ہے کہ جس بات کو نہین کرتے اُس بات کی نصیحت کیون کرتے ہین کیونکہ نیکی کی نصیحت
کرنا خود نیک کام ہے اور عالم پر یہ بات واجب ہے لیکن عالم کے واسطے بہتر ہے کہ جہانتک ہو سکے خود بھی عوام کا شریک ہو اور علماء سلف
وخلف کے دو قول مین سے اصح قول یہی ہے کہ عالم کو نصیحت کرنا واجب ہے اگرچہ[1] وہ خود یہ کام نہ کرتا ہو۔ ہان بعض کا یہ قول ہے کہ جو شخص کسی معصیت کا
مرتکب ہو وہ دوسرے کو اس سے منع نکرے لیکن یہ قول ضعیف ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر عالم کسی ممنوع شرعی کا مرتکب ہو تو یہ گناہ ہے پھر اگر
دوسرے کو دیکھکر منع نکرے حالانکہ اُسپر منع کرنا واجب تھا تو یہ دوسرا گناہ ہے۔ مالکؒ نے ربیعہ سے روایت کی کہ مین نے سنا کہ سعید بن جبیر
فرماتے تھے کہ اگر شرع مین یہ حکم ہوتا کہ کوئی شخص نیک کام کی نصیحت نکرے اور بدکاریون سے منع نکرے یہانتک کہ اُسمین کوئی برائی باقی
نرہے تو لازم آتا کہ دنیا مین کوئی کسیکو نیک کام کی نصیحت نکرے اور نہ برائی سے روکے امام مالکؒ نے فرمایا کہ یہ بہت سچ فرمایا کیونکہ
ایسا کون شخص ہے جسمین کوئی برائی نہو مترجم کہتا ہے کہ اگر کوئی وہم کرے کہ شاید یہ غرض ہو کہ جس بدی کا خود مرتکب ہے اُس سے منع نکرے اور دیگر
ممنوعات سے البتہ منع کرے یہ وہم لغو ہے اسواسطے کہ اگر ایک شخص نماز نہین پڑھتا لیکن زنا نہین کرتا تو یکسان ہے پس صحیح یہی ہے کہ
منع کرنا اُسپر علیحدہ واجب ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ہان یہ بات ضرور ہے کہ عالم سے جان بوجھکر گناہ کا مرتکب ہونا سخت شدید ہے اسیواسطے جندب
بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ جو عالم کہ دوسرون کو نیکی سکھلاتا اور خود نہین کرتا ہے اُسکی مثال مانند شمع کے ہے جو لوگون کو نور دیتی ہے
اور خود جلتی ہے (رواہ الطبرانی وہو حدیث غریب) مترجم کہتا ہے کہ مسلمانون کے سلطان پر نماز پڑھانا اور اُنکو نصیحت کا خطبہ سنانا واجب ہے حتی کہ
دور دراز ملکون مین وہ اپنا نائب مقرر کریگا مگر بہت سے سلاطین ظالم مانند حجاج وغیرہ کے ایسے گذرے کہ یہ کام بھی وہ لوگ دنیا ہی کے واسطے
کرتے تھے م۔ حدیث انس بن مالکؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج مین لے گئے تو میرا گذر ایک قوم پر ہوا کہ آگ کی
قینچیون سے اُنکے ہونٹ کاٹے جاتے تھے مین نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہین تو ملائکہ کہنے لگے کہ آپکی امت مین سے یہ لوگ خطیب ہین جو اہل دنیا مین سے تھے
کہ لوگون کو نیکی کا حکم کرتے اور اپنے نفوس کو بھولتے حالانکہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے (رواہ احمد وعبد بن حمید وابن مردویہ وابن حبان وغیرہم)
اور حدیث اسامہؓ مین ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے روز آدمی کو لاکر دوزخ مین ڈالا جاویگا تو
اُسکی انتڑیان گر پڑینگی وہ اُنکے ساتھ آگ مین چکر لگاتا پھریگا جیسے گدھا اپنی چکی گھماتا ہے پس دوزخی اُسکے گرد ہجوم کر کے کہینگے کہ اے فلان تجھے یہ کیا
مصیبت پہونچی کیا تو ہمکو نیک باتون کی نصیحت اور بدکامون سے ممانعت نہین کرتا تھا وہ کہیگا کہ ہان تمکو نصیحت کیا کرتا تھا اور
خود نہین کرتا تھا اور تمکو منع کرتا تھا اور خود کیا کرتا تھا (رواہ احمد والبخاری) حدیث انسؓ مین ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے روز بے علمون سے جسقدر
معاف کریگا اُسقدر عالمون سے نہین معاف کریگا (امام احمد) اور بعض آثار مین وارد ہے کہ جاہل کو ستر بار معاف کیا جائے تو عالم کو ایکبار معاف کیا جاتا
کیونکہ عالم وجاہل برابر نہین ہے اور حدیث مین ہے کہ اہل جنت مین کچھ لوگ جھانک کر بعضے دوزخیون کو کہینگے کہ تم دوزخ مین کیونکر آئے حالانکہ واللہ ہمنے

[1] صرف فرق یہ ہوا کہ اگر عالم ہو کر اگر نصیحت کرے تو زیادہ موثر ہوگی ۱۲

توجنت مین اُنھین باتون سے جگہ پائی جو ہمنے تمسے کہی تھین پس یہ لوگ کہینگے کہ ہم کہتے تھے اور کرتے نہین تھے (جریر وابن عساکر)
ایک شخص نے ابن عباسؓ سے آکر کہا کہ مین چاہتا ہون کہ لوگون کو نیک نصیحت کرون اور بدی سے منع کرون ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تو اس
درجہ تک پہونچ گیا اُسنے کہا کہ امید تو کرتا ہون آپ نے فرمایا کہ اگر قرآن مجید کی تین آیات سے تجھکو رسوائی کا خوف نہو توالبتہ یہ کام کر اُسنے
عرض کیا کہ وہ کیا ہین فرمایا کہ ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم الآیۃ۔ تو بھلا اس بات مین
تو مستحکم ہوگیا اُسنے کہا کہ نہین اور آپ دوسری آیت فرمائیے تو ابن عباسؓ نے کہا کہ قولہ تعالیٰ لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عند اللہ الآیۃ
تو بھلا تو اسمین مستحکم ہوا اُسنے کہا کہ نہین اور آپ تیسری آیت فرمائیے ابن عباسؓ نے کہا قول شعیب علیہ السلام وما ارید ان اخالفکم
الی ما انھٰکم عنہ الآیۃ یعنی جس چیز سے مین تمکو منع کرتا ہون اُسکے مخالف عمل کرنا نہین چاہتا ہون"۔ تو بھلا تو نے اس آیت کو مستحکم کیا
اُسنے عرض کیا کہ نہین ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پھر پہلے اپنے نفس سے شروع کر (ابن مردویہ) ابن عمرؓ کی حدیث مین ہے کہ جس نے
لوگون کو کسی قول یا عمل کی جانب بلایا حالانکہ خود اسکا عامل نہین ہے تو وہ برابر اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کے سایہ مین رہیگا یہانتک کہ
باز رہے یا اپنی نصیحت کے موافق خود عمل کرے (الطبرانی و فی اسنادہ ضعف) ابراہیم نخعیؒ کہتے کہ مجھکو تین آیتون کی وجہ سے
وعظ کہنا گوارا نہین ہوتا پھر وہی تین آیات بیان کین جو حضرت ابن عباسؓ کی روایت مین گذرین (ابن کثیر) پھر جس
مادۂ مذمومہ کی وجہ سے علماے یہود کی یہ حالت تھی اللہ تعالےٰ نے اُسکی تہذیب و علاج کیجانب ارشاد فرمایا بقولہ تعالیٰ۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَي الْخٰشِعِيْنَ ۙ
اور قوت پکڑو محنت سہارنے سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری ہے مگر اُنھین پر جنکے دل پگھلے ہین
الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ ع ۵
جنکو خیال ہے کہ اُنکو ملنا ہے اپنے رب سے اور اُنکو اُسی طرف اُلٹے جانا

یہان دو قول ہین ایک یہ کہ آیت مین خاص یہودیون کو خطاب ہے دوم یہ کہ یہودی وغیر یہودی سب کو عام خطاب ہے پس اگر علماے
یہود کے واسطے خطاب خاص ہو تو اُسکی وجہ یہ ہے کہ علماے یہود کو اپنے عالم ہونیکا غرور چھایا اور دنیاوی وجاہت و حرص مال نے اُنکے دل کو
سیاہ کیا یعنے غرور علم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ سے راہ حق سیکھنے کو عار سمجھتے تھے باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے فضائل عظیمہ و افضل انبیا و حبیب اللہ ہونے کو توریت سے جانتے تھے حتی کہ یہ علم یہودیون کے حق مین وبال عظیم ہوا اور دوم
یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خود ایمان لاتے تو عوام یہود بھی ایمان لاکر صحابہ مین داخل ہوجاتے پس ان عالمون کی سرداری جاتی
رہتی غرضکہ یہ دو مادۂ خبیثہ ان یہودیون کے اندر پیدا ہوئے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اُنکو صبر و صلوٰۃ سے استعانت کا حکم فرمایا بقولہ تعالےٰ
وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ۔ اور تم لوگ صبر و صلوٰۃ کے ساتھ استعانت چاہو۔ ف شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ صبر
روزہ مراد ہے کیونکہ وہ خواہشون کو توڑ دیتا ہے یعنے اس سے سرداری و مال کی خواہش ٹوٹ جاویگی اور نماز کا اسواسطے حکم فرمایا
کہ اس سے بارگاہ الٰہی مین خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے تو علم کا غرور جاتا رہیگا یعنے کتابون کے نقوش سمجھنے کا جاہلانہ غرور دور ہوگا اور
اگر یہ خطاب عام ہے تو ہر ایک کے واسطے یہی حکم ہے کہ امر آخرت مین صوم و صلوٰۃ سے استعانت لینا چاہیے اور اسی قول پر اعتماد کیا جاتا ہے
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندون کو جو دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتے ہین صبر و صلوٰۃ کے ساتھ استعانت کا حکم دیا چنانچہ مقاتل بن حیان نے

کہا کہ معنے یہ ہین کہ تم لوگ آخرت طلب کرنے کے واسطے فرائض و نماز پر صابر رہنے سے استعانت چاہو اور جملہ فرائض مین سے نماز کو خاصۃً مصرح بیان کیا تاکہ نماز کی عظمت و خوبی معلوم ہو گویا یون فرمایا کہ جمیع فرائض الٰہی پر اسطرح قابو ڈھونڈھو کہ نفس کو صبر کرنے پر مشاق کرو یعنے کسی تکلیف و ناگوار بات کے وقت نفس گھبرا کر خارج نہو جاوے بلکہ اُسپر ثابت قدم جاری رہے اور صبر کے افراد مین سے یعنے جہان صبر کی زیادہ ضرورت ہے ایک روزہ بھی ہے اسیواسطے مجاہدؒ نے فرمایا کہ صبر یہان روزہ ہے۔ قرطبی وغیرہ نے کہا کہ اسیوجہ سے ماہ رمضان کو ماہ صبر کہتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین بھی یہ اطلاق آیا ہے۔ اور بنی سلیم کے ایک صحابی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ آدھا صبر روزہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ معنے یہ ہین کہ روزہ ایسی طاعت ہے کہ گویا نصف صبر سے ادا ہوتی ہے جیسے حیا کی نسبت فرمایا کہ وہ نصف ایمان ہے حالانکہ دوسری حدیث مین آیا کہ حیا ایک شاخ ایمان ہے تو معنے یہی ہین کہ حیا سے امور ایمان کل ٹھیک رہتے ہین گویا حیا ہی کل ایمان ہے بعض نے فرمایا کہ صبر سے مراد یہ ہے کہ گناہون سے اپنے آپکو روکے رہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے بعض محققین نے کہا کہ صبر یہ ہے کہ اپنے نفس کو گناہون سے روکے اور عبادات پر قائم رکھے اور یہ تفسیر جامع و پسندیدہ ہے اور منجملہ عبادات کے افضل نماز ہے اسیواسطے نماز کو خاصکر بیان کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صبر دو طرح ہے ایک تو مصیبت کے وقت صبر کرنا اور یہ خوب ہے اور اس سے بہتر وہ صبر ہے جو ایسی چیزون کے چھوڑنے مین ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے (ابن ابی حاتم) اور اسیکے مانند حسن بصریؒ سے مروی ہے۔ اور سعید بن جبیرؓ سے مالک بن دینار زاہد نے روایت کی کہ صبر یہ ہے کہ جو کچھ بندہ کو مصیبت پہونچے اُسمین وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اعتراف کرے اور اللہ تعالیٰ ہی سے اُسکے ثواب کا خواستگار ہو اور کبھی آدمی کسی مصیبت مین مبتلا ہوتا ہے جسمین گھبرا جاتا ہے مگر اُسکی دلیری و مردانگی کی وجہ سے اُسکی طرف سے سوائے صبر کے کچھ نظر نہین آتا ہے مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے معارف کسقدر بلند تھے کہ وہ کلمات اب ہم لوگون کے واسطے لعل و گوہر سے بہتر ہین اور قول سعید بن جبیرؒ - انا للہ وانا الیہ راجعون - کی تفسیر ہے اور معرفت بلند جو اسکے اندر مضمر ہے وہ نہایت بہتر ہے - واللہ یہدی من یشاء حضرت ابوالعالیہ نے فرمایا کہ طاعت الٰہی پر نفس کے صبر سے مدد چاہو اور جان لینا چاہیے کہ یہ صبر بھی طاعت الٰہی ہے (ابن ابی حاتم) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ نماز کی خصوصیت اسواسطے فرمائی کہ بحکم قولہ تعالیٰ - ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر الآیہ - کے نماز ایسی چیز ہے کہ فواحش و منکرات سے روکتی ہے۔ حضرت حذیفہؓ کی حدیث مین ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر گران ہوتا تو آپ فوراً نماز کی جانب مبادرت فرماتے تھے۔ (احمد ابوداؤد و ابن جریر) چنانچہ غزوۂ احزاب مین جب ہزارون مشرکین عرب مدینہ پر ٹوٹ پڑے تو آپ اُس رات نماز مین مصروف تھے جیساکہ محمد بن نصر المروزی نے کتاب الصلوٰۃ مین روایت کی اور حضرت علیؓ نے کہا کہ ہمنے غزوۂ بدر کی رات مین اپنے آپ کو دیکھا کہ سب سوتے تھے سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نماز پڑھتے و دعا کرتے یہانتک کہ صبح ہوگئی (محمد بن نصر ایضاً باسناد صحیح) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سفر مین تھے کہ انکو اُنکے بھائی قثم بن عباس کے وفات کی خبر پہونچی تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر راستہ سے ایک طرف اونٹ بٹھا کر دو رکعت نماز پڑھی جنمین دیر تک بیٹھے رہے پھر اُٹھکر یہی آیت واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ - پڑھتے ہوئے اونٹ کی طرف گئے سنید نے ابن جریج سے روایت کی کہ صبر و صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہونے کے ذریعہ ہین - وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ - اور یہ نماز بیشک بھاری کام ہے - ف یعنے ہرچند کہ بہت ہلکا فعل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسمین ایک شان رکھی ہے کہ وہ کافرون و منافقون پر بہت ثقیل معلوم ہوتی ہے کہ کوئی اسکو آسان نہین سمجھتا - اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ - سوائے خاشعین کے کہ اُنپر بھاری نہین ہوتی - فـ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ خاشعین وہ لوگ ہین جنھون نے آیات الٰہی کو سچا جانا دل سے مانا - مجاہدؒ نے فرمایا یعنے جو سچے مومن ہین ابوالعالیہ نے کہا یعنے ۱۱

جو عذاب الٰہی سے خوف رکھتے ہین مقاتل نے کہا یعنے جو لوگ بارگاہ الٰہی مین تواضع کے ساتھ حاضر ہین ضحاک نے کہا کہ نماز سب پر ثقیل ہے سواے ایسے لوگون کے جو خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے اور اُسکے وعدہ و وعید کو سچا مانکر اُسکے عذاب سے ڈرتے اور اُسکے ثواب کے امیدوار ہین حاصل یہ کہ اُنکی صفت یہ ہو کہ **الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** ۝ ۔ ایسے بندے جو یقین رکھتے ہین کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہین اور وہ اُسی کی طرف لوٹ جانیوالے ہین **فائدہ** جانتے ہین کہ قیامت مین اُٹھائے جاوینگے اور اُسی کی مشیت پر پھیرے جاوینگے کہ جو چاہے حکم فرمادے تو اُنپر نماز و روزہ کی عبادت آسان ہے ۔ (تنبیہ) قرآن مجید مین یظنون ۔ فرمایا حالانکہ بالاتفاق مفسرین کے نزدیک اسکے معنے گمان غالب کے نہین بلکہ یقین کے ہین اور قرآن مجید مین بہت جگہ ظن بمعنے یقین آیا ہے کقولہ تعالیٰ ۔ ورأی المجرمون النار فظنوا انہم مواقعوہا الآیۃ ۔ وقولہ تعالیٰ ۔ انی ظننت انی ملاق حسابیہ حتی کہ مجاہد نے فرمایا کہ قرآن مین جہان ظن آیا وہ بمعنی یقین ہے ۔ (ابن جریر باسناد صحیح) مترجم کہتا ہے کہ گویا اسمین نکتہ یہ ہے کہ آدمی جس کام کی نسبت یقین کرتا ہے وہ درحقیقت گمان ہے اسواسطے کہ خالق تو اللہ تعالیٰ عزوجل ہے پس اسکا یقین صرف اسکے گمان پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔ اور حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندے سے فرماویگا کیا مین نے تجھے جوڑا نہین دیا کیا تجھے کرم نہین کیا کیا تیرے واسطے گھوڑے اونٹون کو مسخر و مطیع نہین کر دیا اور کیا تجھے سردار بنا کر چین کرتا نہین چھوڑا پس یہ عرض کریگا کیون نہین یعنے بیشک تو نے یہ سب انعام فرمایا پس اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ کیا تیرا ظن یہ تھا کہ تو مجھسے ملنے والا ہے یعنے تجھے اسکا یقین تھا پس وہ عرض کریگا کہ نہین تو اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ جیسے تو نے مجھے بھلایا آج مین تجھے بھلاونگا (صحیح) بیضاوی نے کہا کہ ظن بمعنے توقع ہے یعنے ملاقات الٰہی کی توقع رکھتے ہین ۔ راغبؒ نے کہا کہ ملاقات کنایہ موت سے ہے اور توقع یعنے انتظار ہے یعنے موت کے منتظر رہتے ہین جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین فرمایا منہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر اور ایسے لوگون پر نماز اسواسطے گران نہین ہوتی ہے کہ جس چیز کی توقع رکھتے ہین اُسکے ثمرات مین مشقت نہین ہے بلکہ نماز مین اُنکو مناجات الٰہی عزوجل حاصل ہوتی ہے اسیواسطے حدیث مین آیا کہ قرۃ عینی فی الصلوۃ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھاری دنیا مین سے مجھے تین چیزین محبوب کی گئی ہین عورت و خوشبو اور سب سے بہتر میری آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین ہے (النسائی والحاکم وغیرہ) **ف** کفر سے ایمان مین داخل ہونے کے واسطے صبر و صلوۃ سے استعانت ہے تاکہ ایمان حاصل ہو پھر بعد ایمان کے صبر و صلوۃ سے بھی مراتب حاصل ہوتے ہین چنانچہ اشارات عرائس مین ہے کہ مقامات قرب کے واسطے صبر سے مدد چاہیے اور مشاہدات کے لیے نماز سے مدد چاہیے اسی طرح جسمانیات پاک کرنے مین صبر سے مدد لے اور تربیت روحانیات مین نماز سے مدد چاہیے تاکہ حقائق حاصل ہون جیسا کہ ان علماء نے بیان کیا شیخ ابو عثمان نے کہا کہ غفلت چھوڑ کر یاد کی حفاظت کے واسطے صبر و صلوۃ سے مدد لینا چاہیے یعنے جبتک نماز مین داخل یا نماز کے انتظار مین ہے یاد مین رہیگا اور شیطان اپنی غفلت کا تصرف اُسپر نہین کر سکتا یعنے جو امور [illegible] رضوان الٰہی حاصل ہونے کے واسطے سواے اللہ تعالیٰ کے سب چیزین چھوڑنے سے مدد چاہو اور ادب کے ساتھ نماز مین حاضر ہو اور [illegible] کی درخواست کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تم مین معرفت پیدا کرے ۔ بعض نے کہا کہ مردان حق کا روزہ یہی ہے کہ ماسواے حق کے کل چیزون سے اپنے آپ کو روکین جیسے عوام کا روزہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو کھانے پینے و جماع سے روکین اسیطرح کاملون کو نماز مین مناجات الٰہی سے غذا [illegible] ہے اور یہ انہین لوگون کو حاصل ہے جنکا نفس مجاہدات مین پکا اور خشوع و خضوع مین آراستہ ہوا اور نماز کا رکن اصلی یہی ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو خاشعین ہی کی طرف راجع فرمایا ۔ شیخ ابو عثمان مغربی نے کہا کہ نماز اُن لوگون کی شان ہے جنکا قلب ہیبت و جلال الٰہی سے بھرا ہوا ہے جیسے کافرون و منافقون کے دل دنیاوی ہوس سے

مین حیران ہوتے ہین بعض نے کہا یظنون ۔ اسواسطے فرمایا کہ عوام مومنین بھی شامل ہین جنکو حق الیقین حاصل نہین ہے بلکہ یقین حاصل ہے
پھر جب بنی اسرائیل نماز و روزہ سے یقین حاصل کرین تو انعامات الٰہی و اعتقادات آخرت پر جمین لہذا انکو بکمال تفصیل نصیحت فرمائی بقولہ تعالیٰ ۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو مین نے تم پر کیا اور وہ جو مین نے تم کو بڑا کیا

عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَـيْـــًٔـا وَّلَا

جہان کے لوگون سے اور بچو اُس دن سے کہ کام نہ آوے کوئی شخص کسی کے ایک ذرہ اور نہ

يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا ھُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

قبول ہو اوسکی طرف سے سفارش اور نہ لین اُسکے بدلے مین کچھ اور نہ اُنکو مدد پہونچے

اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو سابق مین روے زمین کے لوگون پر فضیلت دی اور انھین مین انبیا و رسل بھیجے چنانچہ فرمایا
و لقد اخترناہم علی علم علی العالمین ۔ یعنے اپنے علم پر بنی اسرائیل کو تمام عالمین پر برگزیدہ فرمایا یعنی اُنکے زمانہ کے تمام اہل عالم
نے بنی اسرائیل کو پہچانتے کہ معرفت و عبادت کے واسطے موافق علم ازلی کے مخصوص فرمایا تھا کہ سواے بنی اسرائیل کے یورپ والے
و امریکہ بلکہ فارس و ایشیا کی قومین سب دنیا ہی کے واسطے خوار رہین اور معرفت کی فضیلت صرف بنی اسرائیل کو عطا فرمائی و یہ بڑی
نعمت ہے لہذا یاد دلایا کہ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ
فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ اے اولاد یعقوب یاد کرو میری نعمت کو جو مین نے تم پر انعام فرمائی اور یہ کہ مین نے تمکو تمام عالمین
پر فضیلت دی ۔ ف ابن عباس رض نے کہا کہ یہودیون مین سے ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا تو آپ نے فرمایا کہ
اے یہود تم جانتے ہو کہ اسرائیل یعقوب ہی تو کہنے لگے کہ ہان واللہ ہم جانتے ہین پس آپ نے فرمایا کہ یا الٰہی تو گواہ رہ روایت کیا ابو داؤد طیالسی نے
ابو العالیہ نے کہا کہ عالمین سے اُنکے زمانہ کے اہل عالم مراد ہین کیونکہ ہر زمانہ کے واسطے عالم ہوتا ہے پس بنی اسرائیل کو اپنے زمانہ کے عالمین پر
فضیلت عطا ہوئی کہ انھین مین انبیاء و رسول بھیجے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمائی انتہیٰ یا نحو اسکے مجاہد و ربیع بن انس و قتادہ و اسمعیل
بن ابی خالد سے مروی ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہی ٹھیک ہے کہ وہ لوگ اپنے ہی زمانہ کے عالمین پر فضیلت دیے گئے تھے کیونکہ کل امتوں سے
افضل امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے بدلیل قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ الآیہ ۔
کیونکہ یہ آیت صریح محکم ہے کہ انسانی گروہ مین جو لوگ پیدا کیے گئے سب مین یہ امت بہتر و افضل ہے اور حدیث معاویہ بن حیدہ القشیری رض مین
آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگون سے امتون کا شمار ستر پورا ہوتا ہے اور ان سب مین تمہاری امت بہتر اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک
زیادہ بزرگ ہے رواہ السنن والمسانید قرطبی و رازی نے نقل کیا کہ بعض علماء کے نزدیک بنی اسرائیل کی امت مین انبیاء کثرت سے ہین اور توریت
و زبور و انجیل تین کتابین انکو ملین تو اس راہ سے انکو سب پر فضیلت ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ قول کچھ معقول نہین ہے اسواسطے کہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام ان سے پہلے گذرے وہ سب انبیاء بنی اسرائیل سے افضل ہین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم انکے بعد ہوے اور آپ تمام اولاد آدم تمام
انبیاء سے افضل و سید اولاد آدم ہین پس یہی ٹھیک ہے کہ بنی اسرائیل کو اپنے زمانہ کے عالمین پر فضیلت تھی ۔ پھر جبکہ یہ یاد دلایا اور دین کی فضیلت
و اولاد کو شرافت ملتی یا موجودین یہود کو اسپر فخر تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے انکو نصیحت فرمائی یاد دلاکر اور توریت وغیرہ پر یقین دلاکر تنبیہ و تہدید فرمائی کہ

واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا۔ اور ڈرو اُس دن سے کہ کوئی نفس کسی دوسرے کو کچھ کفایت
نہیں کریگا۔ ف یعنے بغیر رضاے الٰہی کے کوئی کسی کے کام نہ آویگا اور وہ روز قیامت ہے پس اس میں یہودیان کو تنبیہ فرمائی کہ تمہارے
باپ دادوں کو جو فضیلت حاصل ہو وہ یہی کتنا ہے یا دنیا میں تھوڑا بہت اور تھوڑا کتنا ہے یا ونیت میں اس طرح موجود ہے کہ بغیر رضاے الٰہی کے کوئی کسی کے کچھ کام نہ آویگا
لیکن کلام کو حسب اصل مطلق فرمایا کہ کوئی کسی کے کام نہ آویگا اسواسطے کہ ایسا کیسا ہی قوی ہے ان دن کی نسبت یہ خیال کرتے کہ انکو بخشوا لینا جائز ہے
اور نہیں سمجھتے تھے کہ بغیر رضاے الٰہی کے اُس دن کسیکو بولنے کی مجال نہو گی لقولہ تعالیٰ۔ لا یتکلمون الا من اذن له الرحمن۔ یعنی کوئی نہیں
بول سکینگے سوا اسکے جسکو رحمن عزوجل نے اجازت دی ہو۔ تو حقیقت یہی رہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر مدار ہے اور کسی بندہ کو دوسرے
کے کام آنیکا کچھ اختیار نہیں ہے لہذا فرمایا کہ لوگو روز قیامت سے ڈرو کہ جس دن کسیکو دوسرے کے کام آنیکا کچھ مجاز نہیں ہے قال تعالیٰ لکل امرئ منهم
یومئذ شان یغنیه۔ یعنی اس خوفناک منظر قیامت کے روز ہر شخص کی ایسی حالت ہو گی کہ وہ اسکو سب سے بے پروا کردیگی۔ اور فرمایا۔ ولا تزر وازرة وزر اخرى
اور کوئی گناہ اُٹھانے والا نفس کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اُٹھائیگا حتی کہ فرمایا۔ یا ایها الناس اتقوا ربکم واخشوا یوما لا یجزی والد عن ولده ولا مولود هو
جاز عن والده شیئا۔ یعنی اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو اور اُس دن سے خوف کرو کہ باپ اپنی اولاد کے کچھ کام نہ آویگا اور نہ اولاد۔ [illegible]
[illegible] یعنی [illegible] بدون رضاے الٰہی [illegible]
ذکر کیا چنانچہ یہ فرمایا۔ ولا یقبل منها شفاعة ولا یؤخذ منها عدل ولا هم ینصرون
نفس سے سفارش قبول ہو گی اور نہ اس سے فدیہ لیا جائیگا اور نہ [illegible] بدون رضا و اجازت الٰہی عزوجل کے کسیکو بولنے
کی مجال نہیں ہے تو سفارش [illegible] اور اگر [illegible] کسی کا فرشتہ [illegible]
سو نا قبول ہوگا کما قال تعالیٰ۔ فلن یقبل من احدهم ملء الارض ذهبا ولو افتدى به الآیة۔ اور [illegible] فرمایا۔ ان الذین کفروا لو ان لهم ما فی الارض جمیعا ومثله
معه لیفتدوا به من عذاب یوم القیامة ما تقبل منهم ولهم عذاب الیم۔ [illegible] قبول ہوگا [illegible]
[illegible] کما قال تعالیٰ۔ [illegible] قبول نہو گا [illegible]
میں منصوص [illegible]
ہے کہ قیامت کے دن [illegible] سفارش [illegible]
کہ قولہ تعالیٰ۔ ولا یقبل منها [illegible] سفارش [illegible]
حالانکہ وہاں کوئی سفارشی [illegible] کما قال تعالیٰ۔ [illegible]
واسطے سفارش [illegible] سفارشی [illegible] کفار [illegible]
ذلیل [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] واسطے
سفارش کی اجازت فرمائیگا [illegible] اللہ تعالیٰ اجازت [illegible]
اپنے امتیوں کی بلکہ سب امتیوں کی سفارش کرینگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے [illegible]
ان [illegible] مقام محمود [illegible] وغیرہ کی تفسیر میں [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
ہیں اسیطرح آپکی شفاعت کبریٰ تمام امتوں کے واسطے [illegible] الٰہی عزوجل [illegible]

الا من اذن لہ الرحمٰن ورضی لہ قولا الآیۃ - کیونکہ اس سے ثابت ہے کہ انبیاء وصالحین اسی شخص کے حق میں شفاعت فرماوینگے جسکے واسطے کلام کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اور یہ بات ایمان پر مبنی ہے یعنی آدمی اگرچہ گنہگار ہو لیکن ایمان کی راہ سے اسکے دل میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا یقین صادق ہو تو وہ انشاء اللہ تعالیٰ مستحق شفاعت ہے اور بعض اعمال اس قسم کے ہیں کہ وہ یقین صادق کی دلیل ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا وغیرہ - اسکے دیگر اعمال جن پر اپنی شفاعت کی بشارت فرمائی ہے جیسے اسکے برعکس بعض اعمال کو شرع نے کفر کی علامت قرار دیا ہے جیسے کسی بت وغیرہ کو سجدہ کرنا یا مشرکوں کیطرح زنار باندھنا یا شرع کی توہین کرنا وغیرہ جو کتب فقہ کے باب ارتداد میں مذکور ہیں پس چاہیے کہ ایمان کو شرک وغیرہ سے محفوظ رکھے اور دل میں یقین صادق رکھے تاکہ شفاعت کا مستحق ہو پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر مجملا احسانات کثیرہ کے بعد تفصیلی احسانات کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالیٰ -

وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ

اور جب چھوڑا دیا ہمنے تمکو فرعون کے لوگوں سے دیتے تمکو بڑی تکلیف ذبح کرتے

اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ ۝

تمہارے بیٹے اور جیتی رکھتے تمہاری عورتیں اور اس میں مدد ہوئی تمہارے رب کی بڑی

وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰکُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

اور جب چیر دیا تمہارے پیٹھنے کے ساتھ دریا پھر بچا دیا تمکو اور ڈوبا دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم دیکھتے تھے

وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ - یعنی واذکروا اذ نجیناکم یعنی اور یاد کرو جب ہمنے تمکو نجات دی - ف یعنے اے بنی اسرائیل وا یہود جو مدینہ میں تھے پیغمبر فرمائیں انکو یاد کرکے شکر کرو انجملہ یہ نعمت یاد کرو کہ جب ہمنے تمکو نجات دی مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ - آل فرعون سے - ف یعنے ہمنے تمکو آل فرعون سے چھڑایا اور آل فرعون کل وہ لوگ ہیں جو فرعون کی قوم قبطی اور اسکے تابع تھے اور زبان عرب میں یہ محاورہ شائع ہے کہ جو لوگ کسی شخص کے تابع و مطیع ہوتے ہیں وہ اسکی آل کہلاتے ہیں اور انہیں فرعون بھی داخل ہے تو حاصل یہ ہوا کہ تم لوگ وہ نعمت یاد کرو کہ جب ہمنے تمہارے باپ دادوں کو فرعون و اسکے ارکان سلطنت وقوم قبط سے چھڑایا - یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ - وہ حالیکہ چکھاتے تھے تمکو بڑی تکلیف - ف جسکا تھوڑا بیان یہ ہے - یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے - ف یعنے فرعون کے حکم سے اگر بنی اسرائیل کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو وہ قتل کیا جاتا تھا اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تو وہ چھوڑ دی جاتی تھی اور بنی اسرائیل ایک مدت سے اس عذاب سخت میں مبتلا تھے لیکن دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے اور فرعون کی خدائی نہیں مانتے تھے حالانکہ اس امتحان سخت کو اٹھاتے تھے وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ ۝ حالانکہ تمہارے اس معاملہ میں تمہارے رب کی جانب سے بلاء عظیم تھی - ف بلاء کے معنے زبان عرب میں نعمت و امتحان دونوں کے آتے ہیں لہٰذا اگر آیت میں بلاء بمعنی نعمت ہو تو یہ معنے ہوے کہ تمہارے اس معاملہ میں یعنی تمکو عذاب فرعون سے نجات دینے میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی نعمت تھی یہی تفسیر ابن عباس و مجاہد و ابو العالیہ و ابو مالک و سدی وغیرہم سے مروی ہے اور شیخ ابن جریر نے بھی یہی تفسیر بیان فرمائی اور حاصل یہ کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظیمہ کو یاد کرو کہ تمہارے باپ دادوں کو اس قتل و ذلت سے جو فرعونیوں کے ہاتھ سے ہوتی تھی نجات دی تاکہ تم لوگ پیدا ہو - اور اگر بلاء بمعنی تکلیف ہو تو

یعنے یہ ہین کہ تمھارے باپ دادے اللہ تعالے کے اس امتحان عظیم مین دین توحید پر قائم رہے کہ اللہ تعالے نے اُنپر فرعونیون کو مسلط کردیا تھا
جو اُنکے لڑکون کو قتل کرتے اور لڑکیون کو چھوڑتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُنسے یہ بہت بڑا امتحان لیا تھا مگر فضل آلہی سے وہ دین توحید پر
قائم رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو سلطنت مصر و شام و ملک عظیم عطا فرمایا بحکم قولہ تعالیٰ - ان مع العسر یسرا- پھر تکلیف کے بعد راحت ہی بنی اسرائیل کو
سلطنت عظیم نصیب ہوئی - قرطبی نے کہا کہ جمہور علماء نے یہی تفسیر کی ہے اور اس صورت مین موجودہ یہودیون کو تنبیہ ہوگی کہ تم لوگ
کسقدر ناخلف ہو کہ توریت کی فرمانبرداری و محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا صرف حقیر مال وجاہ دنیا کے پیچھے چھوڑتے ہو حالانکہ
تمھارے باپ دادے اس بلاء عظیم مین دین توحید و عہد آلہی عزوجل پر قائم رہے حتیٰ کہ اللہ تعالے نے اُنپر اپنی نعمتین نازل فرمائین اور
فرعون کی سلطنت چھین کر اُنکو دیدی اور اُسکے ساتھ مین ملک شام کا بھی بادشاہ کیا اور وہ اس طرح ہوا کہ جب وہ لوگ اس عذاب پر قائم رہے
اور فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو کسیطرح نہ مانا تو اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو لیکر راتون رات بھاگ
ملک شام کو بھاگین حالانکہ اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارہا فرعون سے درخواست کی کہ بنی اسرائیل کو اس تکلیف غلامی سے چھوڑکر
میرے ساتھ کردے تاکہ مین اُنکو اُنکے باپ دادون کے ملک یعنے شام کو لیجاؤن لیکن اُسنے نہین مانا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک مچھر سے
فرعون کا سر کھلوا تا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات قدرت دکھلانے اور بنی اسرائیل مین یہ عقیدہ مضبوط کرنے کے واسطے کہ ہر کام کا نتیجہ
اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے اور دریا کا بہنا اور ہوا کا چلنا اور آگ کا جلنا اللہ تعالیٰ نے اپنے قبضہ قدرت مین معمولی رکھا ہے حتیٰ کہ جب چاہے اُسکو
بدل دے لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راتون رات بنی اسرائیل کو لیکر جانب شام بھاگنے کا حکم کیا حتیٰ کہ یہ لوگ بھاگتے بھاگتے بحر قلزم کی
بالائی شاخ پر پہونچے اور یہ سمندر اس مقام پر دو فرسخ یا کم چوڑا تھا لیکن گذرنا کسیطرح ممکن نہ تھا اور فرعون نے صبح کو لشکر جرار لیکر بنی اسرائیل کا
تعاقب کیا اور قریب پہونچ گیا تب اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو اس سمندر مین راستہ دیدیا کہ یہ لوگ پار ہوگئے اور فرعونیون نے بھی اُسی راہ
سے فرعون کے پیچھے اُترنا چاہا پس وہ بیچ سمندر مین مع لشکر غرق ہوگیا تاکہ بنی اسرائیل کو اپنی قدرت کاملہ کا ایک نمونہ دکھلاوے چنانچہ
اس نعمت عظیمہ کو بھی یاد دلایا بقولہ تعالیٰ - وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ
تَنْظُرُوْنَ ۝ اور یاد کرو جب ہمنے تمھارے سبب سے یا تمھارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا پس ہمنے تمکو نجات دیدی و آل فرعون کو ہمنے غرق کردیا
حالانکہ تم آنکھون دیکھ رہے تھے - ف سیوطی رح نے مفحمات مین لکھا کہ یہ سمندر بحر قلزم ہے جسکو بحر ابو خالد کہتے ہین ابن ابی حاتم نے ابن عباس رض سے روایت کی ہے
مترجم کہتا ہے کہ امام ابن کثیر رح و خطیب وغیرہ مفسرین نے بحر قلزم ہی لکھا ہے اور مین نے کسی محقق مفسر کو نہین دیکھا کہ اُسنے دریا نیل لکھا ہو
پس جس نیچری نے جہالت سے مفسرین پر طعن کیا کہ یہ لوگ نادانی سے دریاے نیل مین فرعون کا غرق ہونا بیان کرتے ہین یہ خود اُس
نیچری کی نادانی ہے کہ اُسنے بوجہ بے علمی کے فارسی شاعرون کے شعر مین ایسا مضمون پاکر گمان کیا کہ مسلمانون کے علماء مفسرین کا یہی قول ہوگا
اور اگر عربی جانتا ہوتا تو یہ بہتان نہ باندھتا عمرو بن میمون جو کبار تابعین سے ہین و دیگر علماء روایت کرتے ہین کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل
کو ساتھ لیے ہوے سمندر پر پہونچے تو وہ بھرا ہوا تھا اور اُسکے پار جانے کی کوئی راہ نہ تھی پس یوشع بن نون نے (جو بعد موسیٰ علیہ السلام کے
پیغمبر ہوے ہین) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے پروردگار نے آپ کو کدھر حکم دیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر کی
کی جانب اشارہ کیا پس یوشع نے سمندر مین اپنا گھوڑا ڈالدیا جب وہ دھارہ پر پہونچے تو سمندر کے کنارے سے پھر کنارے آگئے غرض کہ
تین بار ایسا ہی واقع ہوا اور بنی اسرائیل نے گھبرانا شروع کیا اتنے مین فرعونیون کا لشکر نظر آیا اور بنو اسرائیل نے کہنا شروع کیا کہ ہم پکڑے گئے

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جھڑکا اور کہا۔ کلا ان معی ربی سیھدین الآیۃ۔ یعنے ہرگز نہیں تحقیق میرے ساتھ میرا پروردگار ہے وہ عنقریب
میرے واسطے کوئی راہ دیگا پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ ان اضرب بعصاک البحر الآیۃ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا کے ساتھ
دریا کو مار۔ مترجم کہتا ہے کہ اسوقت تک وحی میں تاخیر ہونے کی لطافت ظاہر ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل کے بارہ قبائل کے لیے
سمندر میں بارہ جگہ پاس ہی پاس عصا مارا۔ فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم پس سمندر پھٹ گیا کہ ہر ٹکڑا مثل کوہ عظیم کے کھڑا ہو گیا۔
بعض روایات میں آیا کہ ہر فرق کے درمیان سوراخ تھے جس سے ہر راستہ والے دوسروں کو دیکھتے جاتے تھے اور بحکم آلہی درمیانی کیچڑ خشک ہو گیا
کما قال تعالیٰ۔ یبسا لا تخاف درکا ولا تخشیٰ۔ یعنے اس راہ یابس وخشک سے پار ہو جاؤ درحالیکہ تجھکو گرفتاری فرعون کا خوف نہیں ہے پس
تمام بنی اسرائیل انھیں خشک راہوں سے سمندر کے پار ہو گئے اور فرعون دوسرے کنارے پہونچ گیا اور اسکے وزیر ہامان ملعون نے اسکو
غرہ دلایا کہ موسیٰ بزور ساحری اس شان سے پار ہوا پس تو بقوت خدائی اتر چل فرعون اگرچہ پار جانا نہیں چاہتا تھا لیکن حمیت سے شرم کھاکر
اسی خشک راہ میں گھوڑا ڈال دیا اور بحکم آلہی ابھی تک یہ راستے خشک موجود تھے کما قال تعالیٰ۔ واترک البحر رھوا انھم جند مغرقون۔ جب
یہ لوگ گھسکر ان راہوں میں پورے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو انپر مطبق کر دیا اور بنو اسرائیل دوسرے کنارے ہراسان وخائف کھڑے ہوئے
دیکھ رہے تھے حتیٰ کہ جب یہ سب غرق ہو گئے تو بھی بعضے بنی اسرائیل پر خوف طاری تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا نے فرعون کا
جسم ناپاک کنارے پھینکدیا کما یشیر بہ قولہ تعالیٰ۔ الیوم ننجیک ببدنک الآیۃ۔ تب بنو اسرائیل مطمئن ہوئے اور یہ مقام قریب طور سینا تھا اور
روز عاشورا محرم کا واقعہ ہے پس موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکر آلہی عزوجل کا روزہ رکھا اسیواسطے حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی صوم عاشورا رکھتے ہیں پس آپ نے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ عاشورا ایک واقعہ
مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس روز بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات عطا فرمائی تھی پس موسیٰ علیہ السلام نے اس روز شکریہ کا روزہ رکھا تھا تو ہم بھی
رکھتے ہیں پس آپ نے فرمایا کہ موسیٰ کے ساتھ ہم احق ہیں نہ تم پس آپ نے عاشورا کا روزہ خود رکھا اور لوگوں کو حکم دیا۔ احمد بخاری مسلم مترجم کہتا ہے کہ
ظاہر روایت سے شبہہ ہوتا ہے کہ صوم عاشورا شروع ہونیکا یہی سبب واقع ہوا تھا حالانکہ یہ بات نہیں ہے کیونکہ دیگر احادیث صحیحہ میں وارد ہے
کہ قریش صوم عاشورا رکھتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبل ہجرت کے مکہ سے رکھتے تھے اور واضح ہو کہ مفصل قصہ موسیٰ علیہ السلام کی تفصیل
انشاء اللہ تعالیٰ سورۂ شعراء وغیرہ کی تفسیر میں آویگی۔ یہاں مجمل بیان یہ ہے کہ جیسے بادشاہ فارس کو کسریٰ اور بادشاہ روم کو قیصر اور شاہ چین کو
خاقان کہا کرتے ہیں اسی طرح شاہ مصر کا لقب فرعون ہوتا تھا اور دراصل یہ قوم قبط ہے جو عمالقہ کی نسل سے ہے پس جب یوسف علیہ السلام مصر میں
آئے اور اسوقت جو فرعون یعنے بادشاہ مصر تھا وہ مسلمان ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین مع گیارہ بھائیوں کے مصر میں عزت
کیساتھ رہے اور اللہ تعالیٰ نے انکی نسل میں برکت عظیم عطا فرمائی اور فرعون یوسف مر گیا تو اسکے بعد کسی بادشاہ نے اسلام قبول نہ کیا بلکہ بت پرستی
کیا کرتے تھے اور بنو اسرائیل کے دشمن تھے حتیٰ کہ یہ فرعون (یعنی زمانہ یوسف ۱۲) بادشاہ ہوا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے بعض کہتے ہیں کہ یہ فرعون یوسف کے
زمانہ ہی میں بادشاہ ہوا ہے بہرحال اس کمبخت نے خدائی کا دعویٰ کیا اور امام رازی کے خیال میں یہ شخص فلسفی تھا جسکا خیال یہ ہے کہ ہر نوع کے حیوانات میں اسکا
رب النوع ہوتا ہے جسکی تربیت سے اس نوع کی بقا ہوتی ہے پس فرعون کے ناپاک دماغ میں جم گیا کہ قبطیوں کا رب النوع کبیر میں ہوں اور اُسنے
قبطیوں کے واسطے چھوٹے آلہہ تراش رکھے تھے اسیواسطے وارد ہوا قولہ تعالیٰ۔ ویذرک وآلھتک الآیۃ یعنی قبطیوں نے فرعون سے شکایت کی
کہ تو نے کیوں موسیٰ کو چھوڑ دیا کہ وہ تجھکو اور تیرے آلہہ کو چھوڑتا ہے۔ بالجملہ اس فرعون نے بنی اسرائیل کو جو دین توحید یعنی دین ابراہیم علیہ السلام پر

قائم تھے سخت خوار و ذلیل بنایا تاکہ دین توحید سے پھرین اور بکمال حماقت سے نفیس باغات بنام جنت بنائے اور ایک طرف عذاب خانہ بنام جہنم بنایا اور اُنکے درمیان مین نہایت باریک پھسلونکا راستہ رکھا جسکا نام پل صراط رکھا غرضکہ زمانۂ یوسف علیہ السلام سے جو حالات دین توحید مین اللہ تعالیٰ کے عذاب وثواب کے اُسنے سنے تھے تو اپنی الوہیت کا دعویٰ کرکے اُسکی نقل بنانی شروع کی اور یہ اُسکی جہالت قابل مضحکہ ہے اور اس سے زیادہ قبطیون کی حماقت قابل تعجب ہے جو اُسپر ایمان لاتے تھے اور بنی سرائیل مین ظاہرا حضرت یوسف علیہ السلام کے اخبار نبوت سے یہ علم چلا آتا تھا کہ اللہ تعالیٰ بنی سرائیل مین جب ایسا اور ایسا وقت آئیگا تب ایک پیغمبر پیدا کریگا جس سے مصریون کا کفر برباد و فرعون ہلاک ہوگا اور اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو سب کا وارث کریگا چونکہ یہ واقعہ اسی فرعون خبیث کی گردن پر تھا لہٰذا اُسکو خوف پیدا ہوا اور اُسکے نجومیون نے بھی آگاہ کیا کہ بنی سرائیل مین ایک لڑکا ہوگا جو تیری ہلاکت کا باعث ہوگا پس اُسنے بنی سرائیل کے حق مین یہ حکم دیا کہ لڑکے قتل ہون و لڑکیان چھوڑی جاوین مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُسیکے گھر مین بہت ناز و نعمت سے پرورش کرایا تاکہ ایک آیت قدرت ہو کہ جو کچھ اللہ عزوجل نے مقدر فرمایا وہ کسی بندے کے ٹالے سے نہین ٹل سکتا اگرچہ فرعون ہو جب موسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے تو انکے ہاتھ سے ایک قبطی مردود قتل کرایا تاکہ یہ مصر سے نکلکر مدین مین شعیب علیہ السلام پاس پہونچے اور اُنکی لڑکی سے شادی کرکے بعد دس برس کے مصر کی جانب چلے اور راہ مین وادی مبارک مین نبوت سے سرفراز ہوکر بنی اسرائیل کی خلاصی اور فرعون کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے اور اُنکی معیت مین اللہ تعالیٰ نے ہارون علیہ السلام کو پیغمبر نائب مقرر کیا اور ایک مدت تک فرعونیون کو عصائے موسیٰ و ید بیضا و ساحرون سے مقابلہ و طوفان باران و وبائے ملخ و قمل و ضفدع و خون وغیرہ معجزات و آیات قدرت دکھلائین مگر وہ کسیطرح ایمان نہ لائے بلکہ فرعون کو اُبھارا کہ تو نے موسیٰ کو چھوڑ دیا کہ نہ وہ تجھے مانتا ہے اور نہ تیرے مقرر کیے ہوئے آلہہ کو مانتا ہے اور ملک مین فساد پھیلاتا ہے - یہ بدبخت لوگ دین توحید وعدل کو فساد کہتے تھے فرعون نے پھر تکبر کی راہ سے قہر دکھلایا کہ بنی سرائیل کے لڑکے مقتول و لڑکیان چھوڑنی شروع کین اور بنی اسرائیل پر سخت مصیبت پیش آئی حتی کہ اُنھون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی مگر آپ نے بحکم الٰہی اُنکو صبر کی نصیحت فرمائی اور کہا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمھارے دشمن کو ہلاک کریگا اور تمکو زمین کا وارث کریگا تاکہ تمھارے اعمال ملاحظہ فرماوے پھر جب فرعون نے دیکھا کہ مجھے کچھ خوف نکرنا چاہیے کیونکہ برابر اُنکے بال بچے قتل کیے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ نہ ہوسکا تو اُسکا تکبر زیادہ ہوگیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اُسنے یون کہا ذرونی اقتل موسیٰ یعنی پس اب مجھے چھوڑو کہ مین موسیٰ ہی کو قتل کردون اور اُسکی قوم والون نے پہلے ہی قرار کیا تھا بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ - مہما تاتنا من آیۃ لتسحرنا بہا فما نحن لک بمؤمنین یعنی موسیٰ علیہ السلام کے کل معجزات کو جادو پر محمول کیا اور ایمان سے قطعی دائمی انکار کردیا اور فرعون کے ساتھ قتل موسیٰ علیہ السلام پر راضی ہوئے پس اللہ عزوجل نے ان بدبختون سے انتقام لیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم پہونچا ان اسر بعبادی لیلا انکم متبعون - یعنی راتون رات میرے بندون کو لیکر روانہ ہو بیشک تمھارا تعاقب کیا جائیگا پس تعاقب قوم فرعون بدکار پر حتمی کردیا تھا کہ جاکر جہنم مین غرق ہون کہتے ہین کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چھ لاکھ بیس ہزار ایسے بنی اسرائیل ساتھ لیے تھے جو لڑائی کے لائق تھے اور فرعون نے انکا تعاقب کیا واسطے شہرون سے لشکر جمع کرائے گویا سبکے غرق ہونیکا حکم ہوگیا تھا کما قال تعالیٰ - فارسل فرعون فی المدائن حاشرین ان ہؤلاء لشرذمۃ قلیلون وانہم لنا لغائظون وانا لجمیع حاذرون - گویا اپنے لوگون کو اُبھارتا ہوا الایۃ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمندر پر حکم ہوا کہ - ان اضرب بعصاک البحر - یعنی اپنے عصا کے ذریعہ سے سمندر کو مار چنانچہ آپ نے مارا - فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم پس وہ پھٹ گیا تو ہر پارہ مثل بڑی پہاڑی کے کھڑا ہوگیا - اور یہ حکم اُسوقت پہونچا کہ جب فرعون مع لشکر قریب پہونچ گیا تھا فلما تراء الجمعان قال اصحاب

موسیٰ انا لمدرکون - یعنے جب دونون فریق آپسمین ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تو موسیٰ کے ساتھیون نے کہا کہ ہم پکڑ لیے گئے اُسوقت
حکم پہونچا کہ عصا سے دریا کو مار دے جب بنی اسرائیل پار ہو گئے تو بھی اُنکو فرعون کا خوف چھایا ہوا تھا حتی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا چاہی کہ
فرعون پار نہونے پاوے مگر پہلے ہی حکم پہونچا - واترک البحر رھوا انہم جند مغرقون یعنے اے موسیٰ سمندر کو ایسا ہی چھوڑ دے کہ فرعونی گروہ غرق
ہونے والے ہین چنانچہ جب بیچ سمندر مین پہونچے تو سب کے سب غرق ہو گئے - مترجم کہتا ہے کہ اس معجزہ مین تنبیہ ہے کہ ہر چیز مین جو خاصیت
رکھی گئی وہ بقدرت الٰہی اُسی طور پر جاری رہتی ہے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے ورنہ جس طور پر وہ چاہتا ہے اُسکے قبضہ قدرت مین جاری ہوتی ہے
چنانچہ پانی جو ہمارے حواس مین سیال چیز ہے بحکم الٰہی مثل پہاڑ کے قائم ہو گیا جیسے قیامت مین گنہگارون کا پسینا کسیکے ٹخنون تک اور کسیکے گھٹنون تک
اور کسیکے حلق وغیرہ تک قائم ہوگا اور بعض ملحد جو معجزات انبیا علیہم السلام سے منکر ہے مگر مسلمانون کے نام سے اسلام کا دعوی کا دیتا اور کہتا ہے
کہ جب موسیٰ علیہ السلام بحر قلزم پر پہونچے تو اُسمین جوار بھاٹا تھا یعنی اُتار کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اضرب بعصاک البحر
اور اسکے معنے مین تحریف کرکے کہتا ہے کہ اپنا عصا لیکر سمندر مین چلے جاؤ یعنے ضرب کو زمین پر چلنے کے معنے مین کہتا ہے اور یہ محض غلط ہے اور کردن نہو
کہ اس شخص کو زبان عربی مین صرف ونحو کی بھی لیاقت نہین ہے تو فصاحت وبلاغت کیونکر جانے اور معانی کلام کیونکر سمجھیگا لہذا اُسکی غلطی بیان کرتا ہون
آسان وجہون سے جواب دیتا ہون اور ان وجوہ کو ہر شخص عام وخاص بخوبی سمجھکر اس ملحد کی تحریف سے آگاہ ہو جائیگا اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کلام
کو یعنے - واذ فرقنا بکم البحر الآیہ - کو بنی اسرائیل پر نعمت عظیم کا احسان رکھنے کے طور پر بیان فرمایا کہ اُنکو سمندر سے نجات دی اور فرعون کو غرق کر دیا پھر
اگر یہ واقعہ اسطرح ہوتا جیسے ملحد بیان کرتا ہے تو اسمین انعام واحسان کی کون وجہ پائی جاتی ہے کیونکہ جب جوار بھاٹا آیا تھا تو پانی کے اُتار مین موسیٰ علیہ السلام
چلے گئے اور جب فرعون گھسا تو پانی مین چڑھاؤ ہو گیا تو وہ ڈوب گیا دوم یہ کہ - فرقنا بکم البحر - تو ٹکڑے ٹکڑے فرق کر دینے کے معنے مین ہے حالانکہ
اس ملحد کی تقریر پر فرق بالکل نہین ہوا سوم یہ کہ ضرب کے معنے چلنے کے جہان آتے ہین وہان حرف فی لازم ہے جیسے قولہ تعالیٰ - واذا ضربتم فی الارض
وغیرہ مین ہے چہارم سمندر سے عبور کرنا کہلاتا ہے اور سمندر مین چلنا فصیح زبان عرب کے علاوہ اُردو وغیرہ کسی زبان مین بھی نہین بولتے ہین پنجم چلنے کے
معنے ہوتے تو "فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم" کا کچھ بھی ربط نہین ہے کیونکہ اُسکے طور پر یہ معنے ہوتے ہین کہ اپنا عصا لیکر چل پس دریا ٹکڑے ٹکڑے
ہو گیا کہ ہر ٹکڑا مثل بڑی پہاڑی کے قائم ہوا اور ہر شخص جانتا ہے کہ اسکو کچھ بھی ربط نہین ہے اور اس جاہل نے زعم کیا تھا کہ - اضرب - کی جزا
فانفلق - ہے اور اعتراض کیا کہ اسپر فا نہین آتی ہے اور یہ محض جہالت ہے کیونکہ معنے یہ ہین فضرب فانفلق یعنے موسیٰ نے مارا تو سمندر پھٹ کر الگ ہوا اور
اس جاہل کو دوسرے مقام کی بھی نہین سوجھی یعنے قولہ تعالیٰ - فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا - دیکھو یہان ضرب کے معنے
مارنے کے موجود ہین اور - فانفجرت - پر فا داخل ہے یعنے اے موسیٰ عصا سے پتھر کو مار پس اُس بارہ چشمے جاری ہوئے پس یہی معنے ہین فضرب فانفجرت
حالانکہ یہان اس جاہل سے یہ کہنا ممکن نہین کہ ضرب کے معنے چلنے کے ہین کیونکہ یہ معنے ہو جاوین کہ اپنا عصا لیکر پتھر پر چل پس اُسمین بارہ چشمے
جاری ہوئے اور اگر وہ اسکا قائل ہو کہ عصا لیکر پتھر پر چلنے سے بارہ چشمے جاری ہو گئے تو یہی ایک معجزہ ہے پھر اُسکو صحیح طور پر معجزہ واقع ہونے سے
کیون انکار ہے ششم یہ کہ اگر جوار بھاٹے کی وجہ سے پانی اُتر گیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام اس دلدل مین کیونکر گھس سکتے تھے کیونکہ ایسے سمندر مین
دلدل کی وجہ سے خواہ عصا ہو یا نہو گذر غیر ممکن ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اس کثیر جماعت بنی اسرائیل مع مواشی وعورتون وبچون
کے واسطے کیونکر کافی ہوتا ہفتم جوار بھاٹے کا دعوی محض غلط ہے اسواسطے کہ جمیع اہل ہیئت متفق ہین کہ جوار بھاٹا عمیق وعریض سمندرون مین آتا ہے
اسواسطے جھیلون ونالابون مین نہین آتا ہے اور کسی نے اسمین خلاف نہین کیا ہے چنانچہ یورپینون ویونانیون وغیرہا کی کتابون مین بیان ہے ہشتم یہ کہ قرآن

مجید مین اس راستہ کے یابس وخشک ہوجانیکی تصریح موجود ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہشتم جب بنی اسرائیل پار ہو گئے تو انہون نے فرعون کے
خوف سے دعا چاہی کہ سمندر پھر عمیق ہو جاوے تا کہ فرعون اُترنے نپاوے لیکن حکم الٰہی پہونچا کہ یہ خواہش مت کرو اترک البحر رھوا انہم جند مغرقون
اور سمندر کو اسی حالت پر ٹھہرا رہنے دے کہ یہ گروہ فرعونی ڈوبنے والے ہین یعنی ہم اُنکو غرق کرینگے۔ مگر ملحد کہتا ہے کہ اسکے یہ معنے ہین کہ آہستہ آہستہ بہنے دے
یہ تحریف محض غلط ہے کیونکہ یہ شخص خود مقر ہے کہ بحیرۂ قلزم کی شمالی کھاڑی تھی اور یہ بہنے والا دریا نہین تھا تو یہان آہستہ بہنے کے کیا معنے ہین اور کبھی
کہتا ہے کہ یہ معنے ہین کہ تیز قدم بڑھا کر نکل جا یہ بھی حماقت ہے کہ اُسنے اپنی جاہلانہ زبان پر قیاس کیا جو ہرگز زبان عرب کا محاورہ نہین ہے اور جو شخص کچھ بھی
زبان عرب سے وقوف رکھتا ہے اُسکے حق مین اس شخص کی تحریف سے کچھ خوف نہین ہے بلکہ خوف تو ایسے لوگون کے حق مین ہے جو زبان عرب نہین
جانتے ہین اور رفتار زمانہ یہ ہے کہ مسلمانون مین باہمی نفاق بلکہ نور ایمان کم ہونے سے تعصب وعداوت کثیر پھیل گئی اور علماء یہود کی طرح صرف کتابی بحث
وجدال کی رعونت باقی ہے اور بمعجزۂ حدیث مبارک کے موافق حرص دنیا کا جوش بڑھا ہوا اور ہوا وہوس کی اتباع چڑھی ہوئی اور علم دین سے محض جہالت
پھیلی ہوئی ہے ایسی حالت مین یہ فرقہ ملحدین جو دین کی تخریب مین فرعون سے مشابہ ہے اور دنیا کی ہوس مین یہود سے بڑھکر ہے ظاہر مین مسلمان بنکر عوام جاہلون کو
سخت دہوکا دیتا ہے خصوصاً اُن جاہلون کو جو دار آخرت کو امید موہوم جانتے اور دنیا کے مال و دولت کو نقد تصور کرتے ہین اور اُسی کی توقیر اُنکی
نظرون مین چھائی اور جانورون کی طرح اُنھون نے اُسکو اپنی عمر کی کمائی اور اُسکو سرمایۂ انسانی سمجھا ہے تو جب یہ لوگ اس فرقۂ ملحدین کی دنیاوی
وجاہت وظاہری ثروت دیکھتے ہین تو یقین کر لیتے ہین کہ بھلا ان لوگون کی عقل مین خطا ہو سکتی ہے جیسے فرقۂ الحاد نے اہل یورپ کی عجیب عجیب
ریاضی ہندسین وکلین ودنیاوی انتظام وزمین کی پیداوار سونا وچاندی حاصل کرنے کی عمدہ تدبیرین دیکھکر یقین کر لیا کہ جیسی زمین کی تدبیرین
سمجھنے مین ان لوگون کے حواس کامل ہین ویسے ہی اللہ تعالیٰ کے معارف وصفات مین بھی اگر کچھ ہوتا تو یہ کبھی غلطی نکرتے تو دہریہ ہونا یا نیچری ہونا ہی
ٹھیک بات ہے اور یہ کمینہ پن ودنی ہمتی حد سے بڑھی ہوئی ہے اور اگر عالی ہمتی وقلب عاقل وجوہر پاکیزہ ہوتا تو اس بے انتہا مخلوقات الٰہی مین
اس مٹر برابر زمین و اُسکے تمام اموال وجواہرات کو ہیچ سمجھتے اور دنیاوی زندگی کو مثل حباب کے ناپایدار جانتے اور آخری معاملہ پروردگار سے
یقین کرتے تو نور بصیرت وعقل سلیم سے سمجھتے کہ علم عین معرفت الٰہی عزوجل ہے اور اس ہستی بے اعتبار کے بعد انجام کار دار الآخرۃ کی ہستی پایدار
اس اشرف المخلوقات انسان کے واسطے درختون ومکانات کی پایداری سے بڑھکر ضروری ہے۔ فنسال اللہ الہدایۃ والثبات علی الایمان ونعوذ باللہ
من الضلال ومن تلبیس ہؤلاء الجہال وحسبنا اللہ نعم الوکیل والحمد للہ رب العالمین۔ اور مسلمانون کے فرقہ مقلد وغیر مقلد بلکہ وہابی وبدعتی بلکہ سُنی وشیعہ
سبکو لازم ہے کہ بیہودہ خیالات وکینہ اختلافات ودنیاوی ہوسات کو عالمانہ وقار ویقین آخرت کی نظر سے دیکھکر دور کرین اور نفاق ظاہر سے اسلام
کو طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بناوین اور باہمی جدال دور کرین واللہ تعالیٰ ہو الموفق والمعین والی اللہ المصیر وانا للہ وانا الیہ راجعون۔ (تنبیہ)
اللہ تعالیٰ نے جو احسانات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین بنی اسرائیل پر فرمائے اُنکا احسان ان یہودیون پر رکھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ مین تھے تو اہل اسلام کو سعادتمندی سے عبرت ونصیحت لینا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک سے بہت بڑا احسان فرمایا
کہ اُنکو جہالت وضلالت سے نکالکر درجہ علم ومعرفت پر پہونچایا ورنہ فرعون کی طرح ضلالت مین ڈوب جاتے کما قال تعالیٰ۔ وکنتم علی شفا حفرۃ
من النار فانقذکم منہا الآیۃ۔ اور باہمی نفاق واختلافات سے نکالکر سب کو یک دل ومتحد بنایا کما قال تعالیٰ۔ والف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ
اخوانا الآیۃ۔ پس اس نعمت کا شکر یہ اُسپر حتمی واجب ہے کہ دنیا کو وسیلۂ آخرت بناوین اور علم وعمل سے متحد ہو کر دار الآخرت سنوارین کیونکہ اُنکو
قرآن عظیم عطا فرمایا ہے کہ جسمین اگلون وپچھلون کے آثار واخبار مین عبرت ہے بھلا کیا نہین دیکھتے کہ بنی اسرائیل پر شکر گوسالہ کی زمت وعطائے توریت کا احسان کیا

وَإِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَأَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ

اور جب ہمنے وعدہ کیا موسی سے چالیس رات کا پھر تمنے بنا لیا بچھڑا اسکے پیچھے اور تم بے انصاف ہو

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَإِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

پھر معاف کیا ہمنے تمکو اس پر بھی شاید تم احسان مانو اور جب ہمنے دی موسی کو کتاب

وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

اور چکوتی شاید تم راہ پاؤ

اہل تاریخ نے روایت کی کہ جب بنی اسرائیل کو مصر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلنے کا حکم ہوا تو بنی اسرائیل نے جشن شادی کے بہانہ سے قبطیون کا بیش قیمت زیور عاریت لیا تھا اور درحقیقت یہ اُنکے واسطے خوشی تھی کہ فرعون سے نجات پاوین اور ملک شام مین جا دین پھر جب فرعون مع لشکر کے دسوین محرم کو بحر قلزم مین غرق ہوا اور بنی اسرائیل نے نجات پائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بجانب شام چلے اور انکا گذر ایک قوم عمالقہ پر ہوا جو گاے کی شکل کے بت پوجتے تھے اور بعض روایات مین آیا کہ فرعون نے بھی اپنی قوم کے واسطے اپنی نیابت مین گاے کی شکل کے بت بنوائے تھے تو شاید ان لوگون نے قبطیون ہی کی تقلید کی ہو بہرحال بنی اسرائیل مین سے بعضے احمق جاہلون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ۔ اجعل لنا الٰہا کما لھم آلھۃ۔ یعنے ہمارے لیے بھی ایسا ہی ایک معبود بنا دو جیسے اُنکے معبود ہین حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُنکی جہالت پر افسوس فرما کر اُنکو جھڑکا اور وعدۂ الٰہی عزوجل کے منتظر ہوے کہ بعد غرق فرعون کے کتاب آسمانی عطا ہو جسپر بنی اسرائیل عمل کرین پس اللہ تعالےٰ نے اول ایک ماہ کے روزہ کا حکم فرمایا اور ابھی تک وہ زیورات جو بنی اسرائیل نے فرعونیون سے لیے تھے اُنکے پاس موجود تھے اور چونکہ وہ حربی کافرون کا مال تھا تو وہ مال غنیمت کے حکم مین ہوا لیکن مال غنیمت کسی امت سابق کو حلال نہین ہوا بلکہ یہ فضیلت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے واسطے خاص ہے جیسا کہ صحاح کی احادیث صحیحہ مین صریح منصوص ہے پس وہ سب مال و اسباب ایک گڑھے مین ڈال کر جلا دیا گیا بعض تفاسیر مین مذکور ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص سامری تھا جو سوناری کا پیشہ کرتا تھا اور اسکی پیدایش کی کیفیت مین مذکور ہے کہ جس زمانہ مین فرعونیون کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کے بچے قتل ہوتے تھے تو بنی اسرائیل کی عورتین وضع حمل کے وقت جنگلون و غارون مین چلی جاتین پھر اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اُسکو ساتھ لاتین اور اگر لڑکا ہوا تو وہین چھوڑ آتی تھین تاکہ اگر اُنکے پیچھے درندہ کھاجاوے تو اس سے بہتر ہے کہ اُنکی آنکھون کے سامنے اُسکو فرعونی ذبح کرین لیکن جنکو اللہ تعالیٰ چاہتا وہ وہان بھی پرورش ہوتے تھے اور بنی اسرائیل روایت کرتے ہین کہ جبرئیل علیہ السلام سے اُنکو دودھ ملتا تھا چنانچہ سامری بھی اسیطور سے پرورش ہوا اور اسرائیلی کہتے ہین کہ وہ جبرئیل علیہ السلام کو جس شکل مین اُسکے پاس پرورش کے لیے آتے تھے پہچانتا تھا اسیواسطے اُسنے غرق فرعون کے وقت نشان قدم کی خاک اُٹھالی تھی اور چونکہ وہ عالم آخرت کا اثر رکھتی تھی لہذا جب اُسنے بنی اسرائیل کی حماقت دیکھی کہ وہ لوگ بت پرستی کے واسطے گوسالہ مانگتے ہین تو اُسکے دل مین یہ شرارت سوار ہوئی کہ اُس خاک سے جو نشان جبرئیل علیہ السلام سے اُٹھائی ہے گوسالہ بناوے کہ وہ عالم آخرت کے اثر حیات سے جاندار کے مانند آواز کریگا چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام ایک مہینہ کے روزہ رکھنے اور توریت لانے کے لیے کوہ طور کی طرف گئے تو اُسنے یہان اسی گوسالہ کا سوانگ بنایا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی میعاد مین دس دن زیادہ کر دیے چنانچہ فرمایا۔ واذ واعدنا موسی ثلثین لیلۃ واتممناھا بعشر الآیۃ۔ پس بعد ایک مہینے کے اکثر بنی اسرائیل کو شیطانی اوہام نے گھیرا اور اُنہون نے سامری کے کہنے سے گوسالہ کی پرستش کرنی شروع کی اور ہارون علیہ السلام کا کہنا نہ مانا سوا بارہ ہزار آدمیون کے کہ حضرت ہارون علیہ السلام

کے ساتھ رہے حاصل یہ کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کے جنگل مین گئے تاکہ تیس رات روزہ وعبادت مین صرف کرکے مناجات و
عطاے کتاب کے لیے کوہ طور پر جاوین تو یہان سامری نے اُسی قبطیون کے زیور سے جو ایک گڑھے مین جلا دیا گیا تھا ایک بچھڑا بنایا اور
اُسکے پیٹ مین اثر جبرئیلؑ کی خاک ڈالی تو وہ بولنے لگا۔ کما قال تعالیٰ۔ فاخرج لھم عجلا جسدا لہ خوار الآیۃ۔ اور سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہی تمہارا
اور موسیٰؑ کا پروردگار ہے لیکن ہارون علیہ السلام نے اُنکو بہت سمجھایا کہ اے لوگو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف
ایک مہینہ کے واسطے گئے ہین تم اُنکو آنے دو جب تیس دن گذر گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نہین آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی میعاد مین دس راتین
زیادہ کردین تو بیوقوف اسرائیلیون نے جنھون نے پہلے ہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گوسالہ کی شکل کے بت مانگے تھے جلد بازی کی اور سامری نے
بہکایا کہ تمہارا اور موسیٰؑ کا پروردگار تو یہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام بھٹک کر کوہ طور کی طرف گئے اسواسطے وہ اب تک نہین آئے پھر ان بیوقوفون نے حضرت ہارون کا بھی
کہنا نہین مانا اور اُسکی عبادت مین مصروف ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتون کا شکر بجا لانے کے بجاے شرک کرنے لگے پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
وقت یہودیون کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی قدر نہین کرتے تھے یاد دلایا اور فرمایا۔ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً
اور ایک قراءۃ مین۔ وعدنا۔ بدون الف ہے یعنے اور یاد کرو جب ہمنے موسیٰؑ کو چالیس راتون کا وعدہ دیا۔ ف یعنے پہلے تیس رات پھر
دس بڑھا کر پوری چالیس راتون کا وعدہ دیا تاکہ اُنکے گذرنے پر توریت عطا فرمائی جاوے جسمین ہدایت و نور ہے پس موسیٰ علیہ السلام موافق
وعدۂ الٰہی کے کوہ طور کے غار مین روزہ رکھنے وعبادت کرنے کے واسطے گئے۔ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ پھر تمنے اُسکے
بعد گوسالہ کو بنا لیا۔ ف یعنے پھر تمنے بجاے شکرانہ کے سامری کے ڈھالے ہوے گوسالہ کو موسیٰ علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد
اپنا معبود بنا لیا۔ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ حالانکہ تم ظلم کرنے والے تھے۔ ف یعنے اپنی جانون پر سخت ظلم کرنے والے تھے کہ تمنے عبودیت
کو بے محل ایک جسمانی مخلوق جانور گوسالہ کے واسطے صرف کیا حالانکہ وہ تمسے بدتر چیز ہے باوجودیکہ تمنے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے توحید سیکھی
اور آیات قدرت الٰہی عز وجل کو فرعونیون کے مقابلہ مین معائنہ کیا اور صفات الٰہی سبحانہ وتعالیٰ کو جان لیا تھا کہ وہ بے مثل و بے مانند
و کسی مخلوق سے مشابہ نہین ہے اور تمام مخلوقات اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین اُسنے تمکو فالق البحر سے پار کیا اور فرعون کو غرق کیا پھر
بھی تمنے بجاے شکر کے شرک سے ظلم عظیم کیا لیکن ہمنے پھر بھی تمپر احسان فرمایا۔ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ۝ پھر اس معاملہ کے بعد بھی ہمنے تمکو عفو فرمایا تاکہ تم شکر گذار ہو جاؤ۔ ف یعنے بعد ظلم عظیم کے ہمنے ایک طریقہ
سے تمہاری توبہ قبول فرمائی تاکہ تم ناشکری چھوڑ دو اور شکر گذار ہو۔ اسرائیلی کہتے ہین کہ ماہ ذیقعدہ موسیٰ علیہ السلام کی میعاد تھی پھر
ذی الحجہ کے دس دن ملا کر تکملہ کیا گیا پھر چالیس راتین پوری ہونے کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر مناجات کے واسطے حاضر ہوے
تو توریت عطا ہوئی لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ وہان ہمنے تیری قوم کو تیرے بعد امتحان مین ڈالا اور سامری نے انکو بہکا دیا
ہے چنانچہ تفصیلی قصہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور توبہ کا بیان بھی آیندہ آیت مین آتا ہے۔ (فائدہ) امام ابن جریر و دیگر مفسرین نے
تصریح کی کہ جب فرعون کی ہلاکت دسوین محرم کو ہوئی اور مناجات دسوین ذی الحجہ کے ختم پر ہوئی تو ہلاکت فرعون و مناجات مین گیارہ مہینے کا
فرق ہوا اور اسوقت تک بنی اسرائیل کوہ طور کے نواح مین مقیم تھے نہ ملک شام مین آئے اور نہ مصر کو لوٹے اور ابن عقیل نے تفسیر مین لکھا کہ
یہ لوگ مصر سے نکلنے کے بعد پھر مصر مین نہین گئے اور بیضاوی نے کشاف زمخشری کے تابع ہو کر وہم کیا کہ مصر مین لوٹ جانے کے بعد
اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مناجات وعطاے توریت کا وعدہ دیا۔ (نکتہ) علماء نے فرمایا کہ چالیس راتون کی تعبیر اشارہ ہے کہ دن کے بطریق

رات بھی عبادت کے لیے مقصود ہی اور موسیٰ علیہ السلام ان دنون مین روزہ رکھتے اور راتون مین عبادت کرتے تاکہ بدن بھی پاک ہوجاوے
اور فرشتہ صفت ہوکر مناجات کی لیاقت آجائے اور مہینے سے حساب نہین فرمایا کیونکہ وہ کبھی انتیس ۲۹ دن کا ہوتا ہی حالانکہ چالیس کا شمار پورا
ہونا ضرور تھا اور یہین سے اکثر مشائخ نے چلّہ نکالا ہی یہ سمجھکر کہ چالیس راتون کی عبادت کو نفس کے پاکیزہ ہونے مین ایک دخل خاص ہی
مترجم کہتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین سلف و خلف صالحین رضی اللہ عنہم سے چلّہ کی کوئی روایت ثابت نہین ہوئی اور
شک نہین کہ مجاہدہ و ریاضت جائز ہی لیکن بعضے عوام اس طرح چلّہ کھینچتے ہین کہ بعد چلّہ کے اُس مُٹھ سے مردہ کے مانند نکالے جاتے ہین
اور روئی کے گالے وغیرہ سے منہ مین دودھ ٹپکا کر پالے جاتے ہین اور ظاہر ہی کہ ایسی حالت مین صوم و صلوٰۃ بالکل متروک ہوگی اور
یہ حرکت خلاف سنت و خلاف سلف صالحین و جمیع امت ہی ہان سلف و خلف مین بہت سے بزرگ گذرے ہین جو قریب ایک ہفتہ کے بدون غذا کے
صرف نماز و ذکر و تسبیح پر بسر کرتے تھے پس ایسے ائمہ دین و بزرگان یقین فرشتہ خصال کی اقتدا حاصل کرنا کمال ہی اور انکی مخالفت مذموم ہی
ف۲۰ اشارات عرائس مین ہی کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس میعاد مین صوم و صلوٰۃ و خلوت کے ساتھ بشری عادت و طبیعت
و رسوم سے پاک کیا تاکہ انوار خطاب کی لیاقت ہو اسیواسطے طالبان معرفت کے لیے چلّہ ایک سنت ہوگیا کیونکہ بعد اس میعاد کے موسیٰ
علیہ السلام مین کلام قدیم سننے کی لیاقت ہوگئی۔ (تنبیہ۸) آیت مفید امور ہی اوّل یہ کہ شرک ایک ظلم ہی جس سے مشرک ظالم ہوجاتا ہی وقد قال تعالیٰ
ان الشرک لظلم عظیم۔ دوم یہ کہ دین و کتاب الٰہی بڑی نعمت ہی وقال تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی الآیۃ یعنی آج مین نے تمہارے لیے
تمہارا دین کامل کیا اور تمپر اپنی نعمت پوری فرمائی۔ ھ۔ پس اسکا شکر واجب اس طرح ادا کرے کہ قرآن و شریعت پر یقین و عمل مستقیم ہو اور شرک
سے قطعًا پرہیز کرے سوم یہ کہ نجس کی شرارت سے بچے یعنی آدمی کے واسطے آدمی بھی شیطان سے زیادہ مضر ہی پس اُسکے قول و فعل کو
غور سے دیکھے اگر وہ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق کہے تو اُسکی بات مانے اور اگر مخالف ہو تو اُسکو جھوٹا و گمراہ جانے ورنہ
خود برباد ہوگا جیسے سامری کے کہنے سے بنی اسرائیل گمراہ ہوگئے تھے چہارم یہ کہ جو چیز خلاف عادت واقع ہو اُسکو کرامت ہی نہ سمجھنا چاہیے
کیونکہ سامری نے جو بچھڑا بنایا وہ بولتا ہوا جسم تھا حالانکہ وہ کرامت نہین بلکہ فتنہ تھا جسکے ماننے سے بنی اسرائیل مبتلا سے ضلالت ہوگئے پنجم
اگر شرک کر کے مرتد ہوجانے کے بعد شرک نادم ہوکر توبہ کرے تو اُسکی توبہ قبول ہوتی ہی ششم چاہیے کہ ہدایت کو کتاب الٰہی عزوجل سے تلاش کرے یعنے قرآن مجید
و حدیث شریف مین جو شریعت الٰہی مقرر ہی اُسکو ہدایت سمجھے اور جو اس سے خارج ہو وہ گمراہی ہی اور اس ہدایت پر شکر کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے
بنی اسرائیل پر احسان رکھا اور فرمایا وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ اور یاد کرو اُس نعمت کو جب
ہمنے موسیٰ کو کتاب اور فرقان عطا فرمائی تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔ ف کیونکہ جسنے ہدایت سے راہ سنت حاصل کی وہ رضوان جنت
مین دائمی عیش پر پہونچا تو یہ بہت بڑے شکر کا مقام ہی اور کتاب سے مراد توریت ہی اور اُسیکا نام فرقان اسواسطے فرمایا کہ اُسکے ذریعہ
حق و باطل مین اور حلال و حرام مین اور کرامت و جوگ مین اور ولی و شیطان مین فرق کیا جاتا ہی اور فرقان دراصل مصدر مانند رجحان و غفران
کے ہی اور قرآن مجید کا نام بھی اسی وجہ سے فرقان ہی۔ آیت مین بعض علما نے کہا کہ کتاب سے مراد توریت ہی اور فرقان سے مراد عصا و ید بیضا وغیرہ
معجزات ہین کیونکہ عصا سے موسیٰ کے دعوی نبوت و سحر مین فرق ہوگیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو
توریت عطا فرمائی تاکہ بنی اسرائیل اُس سے اعتقاد صحیح و اعمال صالحہ کی ہدایت پاوین اور یہ جہالت مٹ جاوے کہ موسیٰ علیہ السلام
سے بچھڑے کی طرح کوئی معبود بنانے جانے کی درخواست کرین یا ایسے فعل مین مبتلا ہون جو بچھڑے تو اُسکے عذاب ہو یا ایسے فعل مین

عمر رائگان کرین کہ جسمین بہت قلیل ثواب ملیگا حالانکہ کثیر ثواب کا فعل موجود ہے کیونکہ شیطان بنی آدم کا دشمن ہے تو جہانتک ممکن ہے وہ ثواب کا کام نہین کرنے دیگا اور اگر کوئی شخص آمادہ ہوا تو افعال مین سے ایسے فعل پر آمادہ کرتا ہے جسمین ثواب قلیل ہوتی کہ اُس فعل مین ایسی نیت بگاڑتا ہے کہ محنت برباد ہو پس علم شریعت مین ہدایت ہے

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم تمنے نقصان کیا اپنا بچھڑا بنا لیکر

فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ

اب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اور مار ڈالو اپنی جان یہ بہتر ہے تمکو اپنے خالق کے پاس پھر متوجہ ہوا

عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

تمپر برحق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان

جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بنی اسرائیل کے گمراہ ہوجانے سے آگاہ فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام توریت لیے ہوئے بنی اسرائیل کے پاس پہونچے تو نہایت غضبناک تھے اور گوسالہ کو جلا کر خاک کیا اور سامری کو خوار کیا کہ وہ دیوانہ کی طرح لامساس کہتا پھرتا اور بنی اسرائیل اپنی گمراہی پر افسوس کرنے لگے کما قال تعالیٰ۔ ولما سقط فی ایدیہم وراوا انہم قد ضلوا قالوا لئن لم یرحمنا ربنا ویغفر لنا لنکونن من الخاسرین الآیۃ یعنی بنی اسرائیل جب نادم ہوئے اور اُنھون نے جانا کہ وہ گمراہ ہوچکے ہین تو کہنے لگے کہ اگر ہمارے رب نے ہمپر رحم نکیا اور نہ بخشا تو خوار ہونگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُنکی توبہ قبول فرمائی اگرچہ صدق یقین ظاہر ہونے کے واسطے جان کا قتل کرنا شرط کیا کیونکہ جس شخص کو دار آخرت کا یقین واثق ہو تو جب اسکو مغفرت کا وعدہ دیا جاوے تو وہ اس دار فانی کو چھوڑ کر دار آخرت کو پسند کریگا اور یہی ایک نعمت عظیم ہے ان یہودیون کو یاد دلایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین موجود تھے تاکہ اپنے باپ دادون کا صدق یقین دیکھین چنانچہ فرمایا وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ ۔ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ ف یعنی جن لوگون نے گوسالہ کو پوجا تھا جب وہ نادم ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ۔ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ ۔ اے قوم تمنے اپنی جانون پر ظلم کیا بسبب معبود بنانے گوسالہ کے۔ ف یعنی تمنے گوسالہ کو معبود بنا کر اپنی جانون پر شرک کے ساتھ ظلم عظیم کیا۔ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ ۔ پس تم لوگ اپنے خالق کی جانب توبہ کرو۔ ف کیونکہ اُسنے تمکو پیدا کیا حالانکہ تمنے غیر کو معبود بنایا پھر یہ توبہ زبانی نہین تھی بلکہ توبہ اسطرح کرو کہ۔ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ۔ اپنی جانون کو قتل کرو۔ ف یعنی اپنی جانون کے قتل پر راضی ہوجاؤ۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ یہ بات تمہارے واسطے تمہارے خالق کے نزدیک بہتر ہے۔ ف پس یہ لوگ راضی ہوگئے یہان شان الٰہی دیکھنے کے قابل ہے کہ ہارون علیہ السلام صرف چندروز تامل کرنے کو کہتے تھے کہ ابھی گوسالہ پرستی مین جلدی نکرو یہانتک کہ موسیٰ علیہ السلام آجاوین مگر بنی اسرائیل نے نمانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان دینے کا حکم سنایا وہ مان لیا کما قال تعالیٰ۔ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۔ یعنی ہمنے موسیٰ کو کھلا ہوا غلبہ عطا فرمایا چنانچہ یہ لوگ قتل پر راضی ہوگئے سعید بن جبیرؓ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اللہ نے حکم بھیجا کہ ان لوگون کی توبہ یہ ہے کہ ان مین سے جو شخص اپنے باپ یا بیٹے سے ملے اُسکو تلوار سے قتل کر ڈالے اور پروا نکرے کہ اُسنے کس مقام پر اُسکو قتل کیا پس اُن سب لوگون نے توبہ کی کہ شناخت حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر مخفی تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ سے اُنکے

گناہون پر مطلع تھا پس اُنھون نے اپنے گناہون کا اقرار کرکے حکم کی فرمانبرداری کی پس اللہ تعالیٰ نے قاتل و مقتول دونون کو بخش دیا (ابن جریر
وابن ابی حاتم) اور اس روایت مین مراد یہ ہے کہ قاتل وہ لوگ قرار دیے گئے جنھون نے گوسالہ نہین پوجا اور مقتول وہ ہین جنھون نے گوسالہ پوجا
چنانچہ عکرمہؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب یہ حکم آیا کہ قتل النفس اُنکی توبہ ہے تو جن لوگون نے گوسالہ پوجا تھا اُنکو خبر دیگئی پس وہ
لوگ حکم الٰہی کے واسطے سر جھکا کر بیٹھے اور جنھون نے گوسالہ نہین پوجا تھا وہ تلوار لیکر اُٹھے اور اُسوقت ایک تاریکی چھاگئی پس اُنھون نے گوسالہ
پرستون کو قتل کرنا شروع کیا یہانتک کہ تاریکی دور ہوئی۔ اور سدیؒ کی روایت مین ہے کہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے دعا کی کہ اے رب بنی اسرائیل
مٹے جاتے ہین پس اللہ عزوجل نے رفع قتل کا حکم دیا۔ مجاہدؒ کی روایت مین ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اچھا مین نے اسیقدر پر کفایت فرمائی
تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا کپڑا پھینکا پس وہ تاریکی دور ہوئی اور اُن لوگون نے اپنے خنجر ڈالدیے حالانکہ ستر ہزار قتل ہوچکے تھے (ابن جریر
وابن ابی حاتم) زہریؒ نے بیان فرمایا کہ جب یہ لوگ قتل ہوتے تھے تو موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہاتھ اُٹھائے تھے یہانتک کہ جب اللہ تعالیٰ نے
توبہ قبول فرمائی تو قتل سے ہاتھ کھینچے گئے اور ہتھیار ڈالدیے گئے پھر موسیٰ علیہ السلام مقتولین کو دیکھکر غمناک ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے
موسیٰ کس چیز پر غم ہے کیونکہ جو لوگ مقتول ہوئے وہ میرے یہان زندہ اور رزق پاتے ہین اور جو لوگ باقی رہے مین نے اُنکی توبہ قبول فرمائی جب
یہ وحی پہونچی تو موسیٰ علیہ السلام و بنی اسرائیل بہت خوش ہوئے (رواہ ابن جریر باسناد جید) اور محمد بن اسحٰقؒ نے اسطرح روایت لکھی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام
نے گوسالہ جلا کر دریا مین پھینکدیا تو اپنی قوم مین سے کچھ لوگون کو چھانٹ کر مقام مناجات کو نکلے اور یہ وہی لوگ ہین جنکو صاعقہ نے گرفتار
کیا پھر اُٹھائے گئے پھر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے واسطے توبہ کی درخواست کی لیکن اللہ تعالیٰ نے قبول توبہ سے انکار فرمایا سوا
اس بات کے کہ اپنے نفوس کو قتل کرین محمد بن اسحٰق نے کہا کہ مجھکو روایت پہونچی کہ اُن لوگون نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم لوگ حکم الٰہی پر
صبر کرینگے پس موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ جنھون نے گوسالہ نہین پوجا وہ اُن لوگون کو قتل کرین جنھون نے گوسالہ پوجا ہو پس یہ لوگ میدانون مین بیٹھ گئے
اور دوسرون نے تلوارین کھینچکر اُنکو قتل کرنا شروع کیا پھر عورتون و بچون نے موسیٰ علیہ السلام کی جانب رونا شروع کیا اور عفو کی درخواست کی پس اللہ تعالیٰ نے
توبہ قبول فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم بھیجا کہ اُن لوگون سے تلوار اُٹھالیجاوے عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس
واپس آئے اور ستر آدمی تھے جنھون نے ہارون علیہ السلام کے ساتھ اس گوسالہ سے جدائی اختیار کی تھی پس موسیٰ علیہ السلام نے اُن لوگون سے کہا کہ اپنے رب عزوجل کے
مقام وعدہ پر چلو پس اُنھون نے عرض کیا کہ اے موسیٰ کیا کچھ توبہ نہین ہے آپ نے فرمایا کہ توبہ تو ہے ولیکن یہی ہے کہ وہ اپنی جانون کو قتل کرین یہی اُنکے حق مین بہتر ہے
پس ان پاک لوگون نے تلوارین کھینچین اور گناہگار لوگون نے گردنین جھکائین اور اللہ تعالیٰ نے سیاہ بادل کا ٹکڑا بھیجدیا کہ اُسکی تاریکی
مین قتل کرتے تھے حتیٰ کہ آدمی اپنے باپ و بھائی کو قتل کرتا مگر نہین پہچانتا تھا اور آپسمین پکارتے جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر رحم کرے
جو برابر صبر کیے رہے یہانتک کہ رضائے الٰہی حاصل ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی یعنے جو مقتول ہوا اُسکو شہید رکھا اور جو باقی رہے اُنکو
عفو کیا لہذا فرمایا۔ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ٥ پس اللہ تعالیٰ نے تمھاری توبہ قبول فرمائی بیشک وہ توّاب
رحیم ہے۔ ف ان روایات تفسیر سے ظاہر ہوا کہ جن لوگون نے گوسالہ پوجا تھا سب قتل نہین ہوے بلکہ ستر ہزار قتل ہونے پائے تھے کہ اللہ
تعالیٰ نے باقی کی توبہ کو قبول فرمایا حالانکہ سب لوگون کا یقین آخرت اس وجہ سے درست تھا کہ سبھی مقتول ہونے کے واسطے گردن جھکائے تھے
بلکہ جو مقتول ہوئے اُنکے واسطے بہت بڑی مبارکباد ہے کہ وہ بیشک مغفور اور امتحان سے باہر ہوگئے کیونکہ جو شخص دنیا مین زندہ موجود رہے
وہ خوفناک ہے اور نہین جانتا کہ آئندہ اُسپر کیا حکم ہوا اللہ تعالیٰ سب اہل ایمان کا خاتمہ بخیر کرے۔ ف بعض اشارات عرائس مین ہے کہ ان

آیات مین اہل ایمان کے واسطے تنبیہات ہین چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل۔ تمنے تمثال شیطانی کو مشاہدۃ الرحمن پر اختیار کیا
اور ظلم عظیم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ کے کلام مین خود مفید اشارہ ہے کہ دنیا مین مشاہدۃ الرحمن یعنے کشف قرب جو اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے وہ
بغیر تمثال و بے جہت و مکان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جگہ و جہت و تمثال و تشبیہ سے پاک ہے کہ اُسکے مثل کوئی چیز نہین ہے پس اگر کسی شخص نادان کو کوئی تمثال
دھوکا دے تو وہ مکر شیطان ہوگا اُس سے پناہ مانگے جیسے غوث الامۃ سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ کو پیش آیا چنانچہ یہ حکایت مترجم نے
خاتمہ سورۂ روم کی تفسیر مین بیان کی ہے۔ م۔ بعض مشائخ نے کہا کہ ہر انسان کا جسم اپنی خواہش نفسانی مین بچھڑا ہے جسنے اسکی خواہشون
کی پیروی کی وہ اسکو معبود بنانے والا ٹھہرا کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ یعنے تونے اُسکو دیکھا جسنے
اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا۔ اسیواسطے بعض احادیث و آثار مین مصرح وارد ہے کہ سب سے زیادہ تیرا دشمن یہ تیرا نفس ہے جو دونون پہلو کے
بیچ مین ہے اسیواسطے قتل نفس یہ ہے کہ شریعت سے اُسکو خارج نہونے دے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعضے جہال صوفیہ قتل نفس کے یہ معنے سمجھتے ہین
کہ کھانے پینے سے جسم کو لاغر کرے حالانکہ قتل نفس یہ ہے کہ نفس کی خواہشون کو شرع سے خارج نہونے دے اور جسم کے کمزور کرنے سے صرف
اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ بعض خواہشین کم ہوجاتی ہین لیکن اگر ایک شخص کمزور خلاف شرع خواہش پوری کرے تو ہنوز وہ نفس کا بندہ ہے اور
اگر ایک شخص پرزور اپنے نفس کو شرع سے خلاف نہ کرنے دے تو وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور یہی معنی شیخ ابن منصور دواطی فارسی رحمہم اللہ تعالیٰ
سے بنابر بیان شیخ کے نکلتے ہین۔ م۔ بالجملہ اس آیت سے ظاہر ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین جن لوگون نے گوسالہ پوجا اللہ تعالیٰ
نے اُنپر احسان عظیم فرمایا کہ اُنکو قتل سے باقی رکھا تاکہ جو یہودی موجود ہین پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُنکو حسن توبہ کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ
اللہ تعالیٰ کے فرمان پر جان دینے کے لیے راضی تھے پس جو لوگ موجود ہین اُنکو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون کو یاد کرین اور احکام توریت کے
موافق محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوین پھر اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر عمدہ جماعت بنی اسرائیل کو بعد موت کے زندہ کرنے کی نعمت یاد دلائی

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ

اور جب تمنے کہا اے موسیٰ ہم یقین نکرینگے تیرا جبتک نہ دیکھین اللہ کو سامنے پھر لیا تمکو بجلی نے

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝

اور تم دیکھتے تھے پھر اُٹھا کھڑا کیا ہمنے تمکو مرگئے پیچھے شاید تم احسان مانو

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کئی بار میقات طور سینا کے واسطے بلایا چنانچہ اول مرتبہ وہ ہے جب توریت عطا
فرمانے کے واسطے بلایا تھا اور اسکے بعد بنی اسرائیل نے خواہش کی کہ ہم لوگون کو ظاہر ہوجاوے کہ یہ احکام الٰہی ہین تو موسیٰ علیہ السلام
انکی پسند کے ستر آدمی ایک میقات کے واسطے ساتھ لے گئے تاکہ یہ لوگ خود سن لین اور ایک مرتبہ گوسالہ پرستی سے توبہ کے معاملہ مین عذر
کرنے کے لیے ستر آدمی گئے پھر ان آیات مین ساتھیون کا مرنا پھر زندہ ہونا مذکور ہے تو اہل تاریخ و روایات نے اختلاف کیا کہ یہ میقات
توریت مین واقع تھا یا گوسالہ کی توبہ مین واقع ہوا تھا اگرچہ اس سے کوئی حکم متعلق نہین ہان ہمارے نزدیک بالاتفاق ہے کہ جنھون نے
دیدار الٰہی کی درخواست کی تھی یہ درخواست کوہ طور ہی کے مقام پر تھی پس بعضے مورخین و صاحب کشاف و بیضاوی کے نزدیک یہ میقات
توریت کا واقعہ ہے اور اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ بعد غرق فرعون کے جب اللہ تعالیٰ نے توریت عطا فرمانیکا وعدہ دیا اور ایک مہینہ اور دس روز مقرر کیے
تو بنی اسرائیل نے کہا کہ یا نبی اللہ ہم مین سے کچھ اچھے لوگ آپکے ساتھ جاوین تاکہ خدا تعالیٰ کا کلام سنکر ہمکو گواہی دین کہ توریت کلام

الٰہی ہے جب سامری نے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر یہ لوگ گواہی چاہتے ہین تو اُسکو خوب یقین ہوگیا کہ سخت احمق ہین اور اُسنے گوسالہ بنانیکا قصد مصمم کرلیا پھر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل مین سے ستر آدمی چنے ہوے ساتھ لیے کما قال تعالیٰ - واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا الآیۃ - پھر ایک چلہ روزے وعبادت مین بسر کرنے کے بعد جب کوہ طور پر چڑھے تو موسیٰ علیہ السلام سب آگے پہونچے اور حق سبحانہ تعالیٰ دانا نے علیم نے فرمایا کہ موسیٰ تو اُن لوگون سے پہلے کیون آیا موسیٰ نے عرض کیا کہ پروردگار وہ لوگ بھی میرے قدم بقدم آتے ہین کما فی قولہ تعالیٰ - ہم اولاء علیٰ اثری وعجلت الیک رب لترضیٰ الآیۃ یعنی مین تیری رضا حاصل ہونے کے لیے جلدی حاضر ہوا - ہ - پھر انکو امتحان قوم وگمراہی سے آگاہ فرما کر ایک ابر سفید مین گھیر لیا پھر بعد مناجات کے ابر کھل گیا تو اُن لوگون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم کچھ کلام الٰہی سنین تو گواہی پوری ہو پس اُنھون نے کلام الٰہی سنا لیکن کہنے لگے کہ ہم نہین مانینگے جب تک کہ آنکھون سے نہ دیکھین قرطبی نے کہا کہ یہی صحیح ہے اور شیخ ابن کثیر نے اسی کو اظہر ٹھہرایا واللہ تعالیٰ اعلم - اور امام ابن جریر وبغوی وسیوطی وغیرہ نے بروایت محمد بن اسحٰق اسکو دوسری میقات قرار دیا جو گوسالہ پرستی سے توبہ کے متعلق ہے اور اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب توبہ مین قتل موقوف فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی قوم کے ستر آدمی لیکر میقات پر آوین تاکہ وہ لوگ گوسالہ پرستی سے معذرت کرین پس موسیٰ علیہ السلام نے عمدہ عمدہ ستر آدمی چنے اور اُنکو پاک صاف کر کے میقات پر لے گئے اور ابر سفید نے گھیر لیا اور ان لوگون کو بھی ابر مین داخل کیا تو یہ سجدہ مین گر پڑے اور حالت مناجات مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر ایسا نور آجاتا تھا کہ کسیکو دیکھنے کی تاب نہین ہوتی تھی لہذا درمیان مین ایک پردہ ہوگیا اور انھون نے بھی احکام الٰہی کو سنا لیکن بعد ختم مناجات کے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم یون نہین مانینگے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کو عیاناً آنکھون دیکھین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین بیان فرمایا - وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً - اور یاد کرو جب تمنے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم تیری تصدیق نہین کرینگے یہانتک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو آنکھون دیکھ لین - ف یعنے تم لوگ وہ واقعہ یاد کرو کہ جب تمھارے باپ دادون نے بجائے شکر وتعظیم کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسا گستاخی کا کلمہ کہا تھا کہ ہم تیری تصدیق نہین کرینگے جب تک اللہ تعالیٰ کو آنکھون نہ دیکھین جسکو تم قطعاً مانتے ہو - فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ پس تمکو صاعقہ نے گرفتار کیا درحالیکہ تم آنکھون دیکھتے تھے - ف ربیع بن انس نے کہا کہ اُنھون نے ایک آواز سخت سنی کہ مصعوق یعنے مردہ ہوگئے اور اصل صعق ایسی غشی ہے جو مردہ کے مانند ہو لیکن یہان موت مراد ہے بدلیل قولہ تعالیٰ - ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ پھر ہمنے تمکو تمھاری موت کے بعد اُٹھایا تاکہ تم شکر گذار ہو - ف یہ دلیل ہے کہ وہ لوگ مرگئے تھے لیکن جبکہ صاعقہ آواز تھی تو - انتم تنظرون - کے یہ معنے ہین کہ تم دیکھتے تھے اس واقعہ کو جو تمپر نازل ہوا اور ابن جریر نے سدی رح سے روایت کی کہ صاعقہ ایک آگ تھی جو آسمان سے نازل ہوئی جسنے اُنکو جلا دیا دعلیٰ ہذا تنظرون کے یہ معنے ہین کہ تم لوگ اس آگ کو آنکھون دیکھتے تھے جو تمپر نازل ہوئی - اور عروۃ بن رویم نے کہا کہ بعضے بیہوش ہوکر مر گئے اور بعضے دیکھتے رہے (ابن کثیر بیضاوی مین ہے کہ اگر صاعقہ آگ تھی تو خود آگ کو دیکھتے تھے اور اگر صاعقہ آواز تھی تو اُسکا اثر دیکھتے تھے جیسے لوگ کہتے ہین کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ حال ہوا سیوطی نے کہا یعنے تم لوگ یہ حال آنکھون دیکھتے تھے سدی ومحمد بن اسحٰق نے بیان کیا کہ جب اُنکو صاعقہ نے گرفتار کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوکر رونے لگے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرکے کہا کہ الٰہی مین بنی اسرائیل سے کیا کہونگا کہ ہزارون وہان مارے گئے اور جو کچھ اچھے اچھے چھانٹے گئے تھے وہ یہان ہلاک ہوگئے - ولو شئت اہلکتہم من قبل وایای اتہلکنا بما فعل السفہاء منا ان ہی الا فتنتک الآیۃ - الٰہی اگر تو چاہتا تو انکو پہلے ہی ہلاک کرتا اور مجھکو بھی ورکیا تو ہمکو ایسے کام پر ہلاک فرماویگا جو ہم میں سے بیوقوفون نے

کیا ہے یہ تو تیرا ہی امتحان ہے۔ ھ- پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ یہ ستر بھی انھیں لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے گوسالہ کو
معبود بنایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے انکو زندہ فرمایا اور وہ ایک ایک کرکے زندہ ہونا شروع ہوئے حتیٰ کہ ایک دوسرے کو دیکھتے جاتے تھے کہ
کیونکر زندہ ہوتے ہیں۔ ربیع بن انس نے کہا کہ انکا مرنا موت مقدر نہیں تھا بلکہ بطور سزا ہی کے واقع ہوا پھر زندہ کیے گئے تا کہ بقدر اپنی
معائنہ کریں اور اپنی موت مقدر پوری کریں اور یہی قتادہؒ کا قول ہے۔ ابن جریر نے محمد بن اسحٰق سے روایت کی جسمیں مذکور ہے کہ
انکو صاعقہ جنہوں نے گرفتار کیا خلاصۂ مفاد آیت یہ ہے کہ تم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں ناشکری کرتے اور بیجا سوال کرتے ہو
جیسے تمہارے باپ دادوں نے حضرت موسیٰؑ سے سوال کیا تھا کما قال تعالیٰ فسألوا موسیٰ اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جہرۃ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو تسکین فرمائی کہ مشرکوں و کافروں کے اس سوال سے غمگین مت ہو کہ تجھسے تو یہی سوال کیا حالانکہ موسیٰؑ سے اس سے بڑھکر سوال
کیا تھا جب کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کو آنکھوں دکھا دے فـ اشارات عرائس میں ہے کہ ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کی تقلید میں مشاہدہ
نہیں بلکہ معائنہ کی درخواست کی حالانکہ انکو مشاہدہ کی بھی لیاقت نہ تھی لہذا تجلی غضبی میں جل گئے لیکن رحمت سابقہ سے بدعاء موسیٰ
علیہ السلام انکو زندہ فرمایا تا کہ بعد موت کے زندہ ہونے کی شہادت ادا کریں ورنہ موسیٰ علیہ السلام پیغمبر کی بات کے واسطے کسی شہادت
کی ضرورت نہیں ہے پس جو شخص بغیر استعداد کے مشاہدہ طلب کرے اسکا یہی انجام ہے مترجم کہتا ہے کہ استعداد حاصل ہونا اتباع شریعت پر
موقوف ہے اور اسکی توضیح یہ ہے کہ جب بندہ ایمان لاتا ہے تو شمع ایمان قلب میں روشن ہوتی ہے پھر جب اعمال صالحہ کے نور سے مدد پہنچتی ہے تو تمام
اعضا منور ہو جاتے ہیں جنکی تفصیل قولہ تعالیٰ۔ یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور الآیۃ
کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگی اور اس استعداد کے بعد اسکو مشاہدہ کی لیاقت حاصل ہوتی ہے اور بدون اسکے شیطانی ہوسات ہیں جنمیں
اکثر جاہل صوفی گرفتار ہو کر برباد ہوتے ہیں۔ اور لالکائی نے کتاب السنہ میں روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے
موسیٰ کسی زندہ کو طاقت نہیں کہ مجھکو دیکھے مگر آنکہ وہ مر جائیگا اور تر خشک ہو جائیگا (بدور السیوطی) پھر جب بعد استعداد کے مشاہدہ میں کیفیت ہے
تو بنی اسرائیل نے بہت بے ادبی کی کہ آنکھوں دیکھنے کی درخواست کی حالانکہ سورۂ اعراف میں آویگا کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود شان نبوت کے
اسکے متحمل نہیں ہوئے۔ بعض مشائخ بغداد نے فرمایا کہ جسنے بغیر حرمت کے مشاہدہ چاہا محروم ہوا اور جسنے حرمت کے ساتھ مشاہدہ چاہا اسنے غلطی سے
چھپا لیا گئی مترجم کہتا ہے کہ مشاہدہ کی تو یہ کیفیت ہے کہ بغیر حرمت کے محروم اور باوجود حرمت کے خود رفتہ ہو جاتا ہے تو جسنے معائنہ کا دعویٰ کیا وہ [illegible]
کیا نہیں دیکھتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام معائنہ کی تاب نہیں لائے اور بنی اسرائیل نے خواہش کی تو صاعقہ سے جلائے گئے غرض دنیا میں معائنہ
کی کوئی راہ نہیں ہے اور جو شخص دعویٰ کرے جھوٹا ہے چنانچہ ملا علی قاریؒ نے شرح عقائد میں صریح لکھا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے شب
معراج میں دیدار کا قول بعض صحابہ و تابعین سے ماثور ہے اور اسمیں اختلاف بھی مشہور ہے جو شرح عقائد میں مذکور ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ۖ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ

اور سایہ کیا تمپر ابر کا اور اوتارا تمپر من اور سلویٰ کھاؤ ستھری چیزیں جو دیں ہمنے تمکو

وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

اور ہمارا کچھ نقصان نہ کیا پر اپنا ہی نقصان کرتے رہے

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بعد ہلاک فرعون و نزول توراۃ کے بنی اسرائیل کا انتظام درست فرمایا اور ملک مصر و فلسطین کے باغات و مکانات کا

بنی اسرائیل کو وارث فرمایا چنانچہ قبطیون و فرعونیون کی بدبختیون کا بیان فرمایا بقولہ تعالی ۔ کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم واورثنا ہا قوما آخرین ۔ چنانچہ وہ بنی اسرائیل کی وراثت مین آگئے لیکن مفسرین مین اختلاف ہے کہ جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تھے وہ لوٹکر مصر مین آئے یا نہین کیونکہ اُنکو شام کی زمین مقدس مین آباد ہونیکا حکم تھا بالجملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھڑے ہوکر بنی اسرائیل کو اللہ تعالی کی نعمتین یاد دلائین چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ۔ یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا وآتاکم ما لم یؤت احدا من العالمین ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے قوم تم اپنے اوپر اللہ تعالی کی نعمتین یاد کرو کہ اُسنے تم مین انبیاء بنائے اور ملوک بنادیا اور تمکو وہ کچھ دیا جو عالمین مین سے کسیکو نہین دیا ہے ۔ بعد اس نصیحت کے اُنکو ملک شام مین داخل ہونے وجہاد کرنیکی ترغیب دی کما قال تعالی یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم فتنقلبوا خاسرین ۔ یعنی اے قوم تم زمین مقدس مین داخل ہو جو اللہ تعالی نے تمہارے واسطے لکھی ہے اور اُلٹے پاؤن پیٹھ پھیر کر مت پھرو کہ لوٹ کر خاسرین مین سے ہوجاؤ ۔ چنانچہ بنی اسرائیل چلے لیکن جب اُنکو معلوم ہوا کہ ملک شام مین بڑے بڑے قدآور عمالقہ بستے ہین تو بزدل ہوکر داخل ہونے سے انکار کیا ہر چند حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُنکو نصرت الٰہی وفتح کی بشارت دی مگر یہ لوگ فرعونیون کی ماتحتی مین ایسے بزدل ہوگئے تھے کہ لڑنے سے مطلق انکار کیا حتی کہ اللہ تعالی نے چالیس برس تک انپر شام مین داخل ہونا محروم کر دیا اور یہ لوگ مصر واپس جانا چاہتے تھے وہ بھی ممنوع کر دیا کہ اسی تیہ یعنے جنگل مین حیران پھرین کما قال تعالی فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیہون فی الارض الآیۃ گویا اسکا یہ تھا کہ یہ بزدل لوگ جو فرعونیون کی ذلت کے عادی ہوگئے ہین گذر جاوین اور انکی اولاد باقی رہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان نبوت مین بھی ابوجہل وابولہب وغیرہ ایمان نہ لائے جنہین بت پرستی رچ گئی تھی لیکن اللہ تعالی نے انکو باوجود سرکشی کے ہلاک نہین فرمایا کیونکہ اُنسے انکی اولاد مین صالحین مقدر فرمائے تھے اسیطرح ان اسرائیلیون کو بھی اسی جنگل مین محبوس رکھا کہ ہرچند کوشش کرتے تھے مگر نہین نکل سکتے تھے حتی کہ بھوک پیاس سے مرنے لگے آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو اللہ تعالی نے بے محنت انکو سامان ہمیشہ عطا فرمایا جسکا احسان ان آیات مین مذکور ہے کما قال تعالی ۔ وظللنا علیکم الغمام ۔ یعنے یاد کرو اس نعمت کو کہ ہمنے تمپر غمام کا سایہ کیا ۔ ف غمام جمع غمامہ کیونکہ وہ آسمان کو یعنے مستور کرتا ہے اور وہ ابر سپید تھا جسنے تیہ مین سایہ کر دیا تاکہ یہ لوگ حرارت آفتاب سے محفوظ رہین (رواہ النسائی عن ابن عباسؓ) اور یہی ابن عمرؓ وربیع ابن انس و قتادہ وغیرہ کا قول ہے (ابن ابی حاتم) امام ابن جریر نے کہا کہ دیگر علمائے سلف نے بیان فرمایا کہ یہ غمام بہ نسبت ہمارے ابر سے زیادہ خنک وخوشگوار تھا ۔ مجاہدؒ نے فرمایا کہ یہ غمام صرف انہین لوگون کو حاصل ہوا ہے ۔ (ابن ابی حاتم) اور ابن جریج کی روایت مین ہے کہ جنگ بدر کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کو بھی ملائکہ اسی غمام مین آئے تھے (سنید) پھر اللہ تعالی نے انپر غمام کا سایہ کیا اور روشنی کے واسطے ایک ستون نور قائم ہوجاتا تھا جس سے تمام تیہ روشن رہتا تھا رہا کھانے پانی کا بیان تو وہ آیندہ آیات مین مذکور ہے چنانچہ کھانے کی نسبت فرمایا ۔ وانزلنا علیکم المن والسلوٰی ۔ اور ہمنے تمپر من وسلویٰ اُتارا ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ من کے بارہ مین عبارات مفسرین مختلف ہین چنانچہ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ من ایک چیز تھی جو درختون پر گرتی تھی اور یہ لوگ صبح کو جاکر جسقدر چاہتے تھے کھاتے تھے مجاہدؒ نے فرمایا کہ گویا وہ ایک قسم کا گوند ہے اور عکرمہ نے کہا کہ مثل ترشح شبنم کی اور اوس کی طرح گرتی تھی سدی نے کہا کہ زنجبیل کے درخت پر پڑتی تھی قتادہ نے کہا کہ اسی تیہ مین برف کی طرح گرتی تھی جسکا رنگ دودھ سے زیادہ سفید اور مزہ شہد سے زیادہ شیرین تھا وہ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک گرتی جسمین آدمی اسی روز کی قدر کفایت

ے لیتا حتی کہ اگر زیادہ لیتا تو بگڑ جاتی تھی ہاں جمعہ کے روز البتہ جمعہ و سنیچر دو روز کے واسطے لیتا تھا جو سنیچر کو نہیں بگڑتی تھی کیونکہ سنیچر انھوں نے
عبادت کے واسطے اختیار کیا تھا جسمیں معیشت کے واسطے نہیں اُٹھتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اس لائق بھی تھی کہ پانی میں گھول کر پی جاوے
چنانچہ ربیع بن انس نے کہا کہ وہ شہد کے مانند تھی جسکو پانی میں گھول کر پیتے تھے لیکن وہب بن منبہ کا قول ہے کہ وہ باریک میدہ کے مانند روٹی تھی اور
ابن جریر نے شعبی سے روایت کی کہ یہ تمھارا شہد اُس من کے ستر جزو میں سے ایک جزو ہے۔ شیخ ابن کثیر نے اس مقام پر طرق کثیرہ کے ساتھ
حدیث ذکر فرمائی کہ کماۃ بھی منّ میں سے ہے اور اُسکا پانی آنکھ کے واسطے شفا ہے (بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہم) اور حدیث ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ کماۃ تو زمین کی چیچک ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی
(الترمذی والنسائی) اور حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ میں اسقدر زیادہ ہے کہ عجوہ جنت سے ہے (النسائی) مترجم کہتا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ کماۃ یہی ہے جسکو کھنبی یا
وبھرتی کا پھول کہتے ہیں اور حدیث انس رضی اللہ عنہ میں وارد ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ذکر دوہرایا کہ قولہ تعالیٰ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض
مالہا من قرار الآیۃ میں شاید یہی کھنبی مراد ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کماۃ تو منّ سے ہے اور اسکا پانی آنکھ کے واسطے شفا ہے اور
عجوہ جنت سے ہے اور اسمیں زہر سے شفا ہے۔ (ابن مردویہ) رہا بیان سلوی تو ابن عطیہ نے کہا کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ وہ پرند ہے لیکن قرطبی نے کہا
اجماع کا دعوی نہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ مورج وجوہری وغیرہ بعض نے کہا کہ وہ شہد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ان لوگوں نے شعر عرب سے سند لی کہ سلوان شہد کو
جو شہد منسوب ہے اسکو بیان کیا ہے اور آیت میں وہ سلوی مراد ہے جو وہاں نازل ہوا پس شاید مفسرین متفق ہوں کہ آیت میں سلوی پرند ہے واللہ
اعلم۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سلوی ایک پرند تھا جو مشابہ سمانی کے تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ سمانی مشہور ہے کہ بٹیر کی
قسم سے ہے اور یہی قول سدی نے ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ سے روایت کیا اور ابن ابی حاتم نے بسند جید ابن عباس سے
روایت کی کہ سلوی یہی سمانی ہے اور یہی مجاہد و شعبی و ضحاک و حسن و عکرمہ و ربیع بن انس رحمہم اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور عکرمہ سے دوسری روایت
یہ ہے کہ سلوی ایک جنتی پرند سے مشابہ تھا جو گوریا سے بڑا ہوتا ہے اور قتادہ نے کہا کہ سلوی ایک پرند مائل بسرخی تھا جو ہوا جنوبی کے ساتھ
لاتی اور آدمی ایک روز کی مقدار اسمیں سے ذبح کر لیتا اور اگر زیادہ رکھتا تو وہ بگڑ جاتا تھا سوا روز جمعہ کے کہ سنیچر کے واسطے جو کچھ رکھ لیتے وہ نہ
بگڑتا تھا۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ سلوی ایک پرند ہوتا ہے کہ اسکا موٹا تازہ کبوتر کے مشابہ ہوتا ہے اور ایک روایت میں وہب نے کہا کہ بنی اسرائیل نے
موسی علیہ السلام سے گوشت کی درخواست کی (بعض روایت میں ہے کہ ہم من کے شیرینی سے اکتا گئے آپ دعا کریں کہ ہمکو گوشت ملے) تو اللہ
تعالیٰ نے فرمایا کہ میں انکو بہت ہلکا گوشت دونگا (تاکہ انکے دل نرم ہوں) پس اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ وہ سلوی انکے مساکن میں لاتی
لائی اور سلوی یہی سمانی ہے پس وہ میل در میل طول و عرض میں بچھا دیتی اور ایک نیزہ اونچائی ہوتی تھی اور حکم تھا کہ ایک ہی روز کے واسطے لیویں
اُنھوں نے خیانت کر کے اسکو جمع کیا تو گوشت سڑنا شروع ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث شریف میں یہی آیا کہ لولا بنو اسرائیل لم یخنز اللحم
اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت گندہ نہ ہوتا (رواہ مسلم) الحاصل اللہ تعالیٰ نے انکو بغیر مشقت و محنت کے لطیف غذا من و سلوی عطا فرمائی
تاکہ سایہ نعام میں شکر ادا کریں اور فرمایا۔ کُلُوا مِن طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ۔ کہا کھاؤ طیبات سے جو رزق ہم نے تمکو عطا کیا
ف۔ اگر طیبات بمعنی حلالات کے ہے تو تاویل یہ ہوگی کہ حلال کو ترجیح کرنے کو کہا کہ اے مردار نہ کھاؤ یا من کو ذخیرہ اور گوشت کو گندہ نہ کرو
انکو جو چیز میسر تھی وہ کل حلال تھی یا اضافت بیانیہ ہے یعنی یہ رزق جو ہم نے تمکو عطا کیا کہ وہ حلال ہے اسمیں سے کھاؤ اور اگر طیبات بمعنی لذیذ ہو تو
اضافت بیانیہ ہے یعنی اس رزق میں سے جو کہ لذیذ ہے کھاؤ بہرحال یہ حکم بطور عبادت نہیں ہے بلکہ بطور اباحت و احسان ہے جیسے کوئی شخص اپنے

غلامون کو غذاے نفیس کا ڈھیر دیکر کہے کہ لو عزیزو اس غذاے لطیف سے خوب کھاؤ پھر اوپر معلوم ہوا کہ اُنھون نے من وسلوی کا ذخیرہ کرکے برباد کیا جس سے یہ نعمت منقطع ہوگئی جیسا کہ شیخ سیوطیؒ نے لکھا یا اُنھون نے قدر نہ کی بلکہ گیہون ومسور ولہسن وپیاز وغیرہ مانگا چنانچہ آیندہ آویگا یا بقول شیخ ابن کثیرؒ ان لوگون کو شکر کرنے و فرمانبرداری کا حکم تھا اُنھون نے اُسمین مخالفت کرکے ظلم کیا قال تعالی وَمَا ظَلَمُونَا وَلٰكِنْ كَانُوٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ۔ اور ہمارا کچھ نقصان نہین کیا بلکہ یہ لوگ اپنی ہی جانون پر ظلم کرتے تھے ۔ ف کیونکہ شکر کی یا نافرمانی کرنیکا وبال انھین پر پڑتا تھا اور نہایت آرام سے جو غذا اُنکو ملتی تھی اُسکو چھوڑ کر گیہون وجو ومسور وپیاز وغیرہ کے واسطے محنت کرکے تکلیف اُٹھانا اُنھین پر لازم آیا ۔ ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ اللہ تعالی نے جو لباس اُنکو عطا فرمایا اُسمین واضح کرامت دیدی کہ وہ پھٹتا نہ تھا اور نہ میلا ہوتا تھا اور بچون کے بدن کے موافق بڑھتا جاتا تھا پانی کا بیان تو سدیؒ کی روایت مین ہو کہ جب اُنھون نے پانی مانگا تو اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا سے پتھر کو مارو تو اُسمین سے بارہ چشمے جاری ہوے چنانچہ آیندہ انشاء اللہ تعالی یعنے قولہ تعالے واذ استسقی موسی لقومہ کی تفسیر مین اسکا بیان آویگا ۔ (تنبیہ) علماء نے فرمایا کہ تیہ کے اندر قید ہونا بنی اسرائیل کے واسطے سرکشی کی سزا تھی اور موسی وہارون علیہما السلام کے واسطے رحمت تھی اور حدیث صحیح سے ثابت ہو کہ ہارون علیہ السلام نے تیہ مین انتقال فرمایا اور اُنکے ایک سال کے بعد موسی علیہ السلام نے بھی انتقال کیا اپنے انتقال کے وقت حضرت موسی علیہ السلام نے دعا کی کہ الٰہی مجھکو بیت المقدس سے اسقدر نزدیک کردیا جاوے جتنی مسافت کہ پتھر پھینکنے کی ہوتی ہو یعنے اگر بیت المقدس سے کوئی پتھر پھینکا جاوے تو وہان گرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مین وہان ہوتا تو اُنکی قبر بتلاتا جو سرخ ٹیلے کے پاس ہو ۔ (کما فی الصحیح) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کو جاتے ہوے موسی علیہ السلام کو اپنی قبر مین نماز پڑھتے دیکھا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ٹیلہ بیت المقدس سے مدینہ کی جانب واقع ہو پھر اس میعاد کے اندر بنی اسرائیل مین سے بھی سب وہ لوگ مر گئے جنکی عمر بیس برس سے زیادہ تھی اور باقی نوجوان و بچے رہگئے جن پر حضرت یوشع علیہ السلام پیغمبر ہوے جنھون نے اُنکو ساتھ لیکر کفار عمالقہ پر جہاد کیا یہانتک کہ اُنکو بالکل برباد کردیا کیونکہ اُسوقت جہاد مین یہ حکم تھا کہ بعد فتح کے کفار یا تو ایمان لاوین ورنہ بالکل قتل کردیے جاوین چنانچہ انبیاء بنی اسرائیل مین یہ حکم توریت دو ہزار برس تک برابر جاری رہا پھر جب حضرت عیسی علیہ السلام پیغمبر ہوے تو منجملہ اُن احکام کے جو انجیل مین منسوخ کیے گئے یہ حکم جہاد بھی ہو اور باقی احکام توریت برستور حضرت عیسی علیہ السلام کی شریعت مین بھی جاری رہے (تنبیہ) اونٹ کا گوشت اور دودھ اور چربی و شراب کا حرام ہونا اور جہاد کا فرض ہونا شریعت انجیل مین منسوخ ہوا اگر تعجب ہو کہ موجودہ نصرانی منسوخ ہونے کے معنے نہین جانتے اور قرآن مجید پر بعض احکام منسوخ ہونے کا اعتراض کرتے ہین اور کہتے ہین کہ نسخ ہونا جائز نہین ہو کیا اللہ تعالی پہلے نہین جانتا تھا جو ایک حکم دیا پھر منسوخ کیا حالانکہ ان نادانون سے کوئی شخص پوچھے کہ توریت تمپر فرض ہو اور کتاب الٰہی مانتے ہو پھر کیا نہین جانتے ہو کہ یہ احکام منسوخ ہوگئے اور شاید تم نہین جانتے ہو کیونکہ تمکو نسخ کے معنے ہی نہین معلوم ہوے بلکہ نسخ تو عین علم الٰہی کی دلیل ہو جسپر کوئی بات پوشیدہ نہین ہو پس اُسنے اپنے علم غیب سے جانا کہ یہ حکم جو پہلے دیا گیا ہو اسکے بعد میری قدرت مین فلان وقت آویگا جب مین بندون کی دوسری حالت قائم کرونگا تو اُسوقت اُنکے واسطے یہ دوسرا حکم ہوگا پس پہلا حکم اُسنے اپنے علم سے ایک مدت تک کے واسطے دیا تھا جب وہ مدت گذر گئی تو دوسرا حکم دیا جو اسکے علم مین سابق سے موجود تھا اور بندون کو اسکی حکمت کبھی ظاہر و کبھی مخفی ہوتی ہو مثلاً عیسی علیہ السلام کی شریعت مین حکم جہاد منسوخ ہونے کی بعض حکمت یہ ظاہر ہو کہ نبوت عیسی علیہ السلام صرف بنو اسرائیل سے مخصوص تھی اور وہ لوگ معنی نبوت سے خوب واقف تھے تو اُنپر جہاد کی کوئی

ضرورت نہ تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بعض انجیل موجودہ مین یہ بشارت موجود ہے کہ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ میرے بعد محمود و مقدس آویگا
جسکی جوتی کا تسمہ باندھنے کی مجھ مین لیاقت نہین ہے وہ مختار ہوگا کہ ناکارہ لوگون کو پھٹک کر تلوار سے آگ مین ڈالیگا۔ھ۔ یہ بشارت خاص محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے قطعاً ظاہر ہے کہ عرب کی جوتیان تسمہ دار ہوتی ہین اور آپ محمد محمود و مختار ہین کہ جہاد سے آپ نے ناہنجار
کفار کو فی النار کیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (تنبیہ) جب معلوم ہوچکا کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے تیہ مذکور مین انتقال کیا
تو ظاہر ہوا کہ جب بنی اسرائیل نے منّ وسلوی جمع کرکے ناشکری کی تو اس ناشکری پر منّ وسلوی کا آنا موقوف نہین ہوا تھا جیسا کہ شیخ
سیوطی رح نے گمان کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واذ قلتم یا موسی لن نصبر علی طعام واحد الآیۃ۔ چنانچہ عنقریب اسکی تفسیر مین ظاہر ہوگا کہ انھون نے
اپنی خواہش سے منّ وسلوی کی تبدیل چاہی تھی حتی کہ انکو مصر یعنے ایک شہر مین جانیکا حکم ہوا جہان انکو منّ وسلوی موقوف ہوکر انکی خواہش کی چیزین یعنی
مسور و جو و پیاز وغیرہ ملین اور چونکہ یہ خطاب موسی علیہ السلام کو ہے تو یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ شہر بیت المقدس کے قریب نہین تھا کیونکہ بیت المقدس مین یہ لوگ
بعد موسی علیہ السلام کے داخل ہوئے ہین اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مصر مذکور اسی تیہ کے احاطہ مین تھا بشرطیکہ تیہ مذکور سے نکلنے کی اجازت نہو اور شاید کہ
مصر سے ملک معروف مراد ہو تو ثابت ہوگا کہ پھر یہ لوگ بیت المقدس و شام سے محروم کرکے مصر کو واپس بھیجے گئے لیکن یہ بات صحیح نہین ہے کیونکہ
جب موسی علیہ السلام کا انتقال اسی جنگل مین ہوا تو صحیح یہی ٹھہرا کہ شہر مذکور بھی اسی جنگل کے احاطہ مین تھا اور یہ تحقیق یاد رکھنا چاہیے تاکہ آیندہ تفسیر
آیات مین تحقیقی مدد حاصل ہو واللہ تعالیٰ الموفق والحمد للہ رب العالمین بالجملہ اس تیہ مذکور مین گرفتار کرکے بنی اسرائیل کو عجائب آیات قدرت
دکھلائین اور انکا یقین معرفت الٰہی ان دلائل قدرت سے کامل ٹھیک کردیا تھا باوجود اسکے انھون نے آیندہ بعض نافرمانیان کین اسیواسطے
شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ بنو اسرائیل نے مصر مین بمقابلہ فرعون کے عجائب آیات قدرت کا معائنہ کیا اور نجات بحر قلزم و غرق فرعون مین غرائب معجزات
دیکھے اور تیہ مذکور مین طرح طرح کی کرامات مشاہدہ کین باوجود اسکے یقین باطن مین تزلزل ہوجاتا تھا اور یہین سے سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے اصحاب کی فضیلت دیگر انبیاء کے اصحاب پر ظاہر ہے کیونکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ مہالک و خطرات و قلیل جماعت سے
بہت کثیر مشرکین پر جہاد کرتے حالانکہ بھوک پیاس کی شدائد و تکلیفات اٹھاتے مگر کمال معرفت و یقین مین اسقدر مرتبہ عالی رکھتے تھے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب مین تعنت و سرکشی ورکنا کبھی خلاف ادب بھی نہین کیا بلکہ کبھی بدون آپکی مرضی کے کوئی سوال بھی نہین کیا
چنانچہ غزوۂ تبوک مین باوجود سخت گرمی و متناہی قحط و سفر دور دراز کے ساتھ حاضر رہے حالانکہ جب طعام کے سخت محتاج تھے حتی کہ ایک چھوہارا
کئی آدمی باری باری سے اپنے منہ مین چوستے تھے کبھی طعام کا سوال نکیا حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اپنی زبان مبارک
سے سب کے زاد راہ طلب فرمائے اور اس ستر ہزار لشکر نے جب وہ جمع کیے تو صرف ایک گز کے درمیان جمع ہوئے جتنی وسعت مین ایک
بکری بیٹھ جاتی ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ چاہی دعا فرمائی اور ایک چادر سے ڈھنک دیا کہ اسکے نیچے سے یہ لوگ اپنے اپنے
تھیلے و ظروف بھر لے گئے اور پانی کے سخت محتاج ہوئے تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ایک لوٹا طلب فرمایا جسمین چند قطرات
پانی تھا پھر اسکے منہ پر اپنا مبارک ہاتھ رکھکر جھکایا کہ لشکر والون نے اس سے وضو کیا اور اپنی اپنی مشکین بھر لے گئے حتی کہ جانورون کو بھی سیراب کیا
مترجم کہتا ہے کہ یہ کمال معرفت برکت کمال نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھی کہ آپ کے دیدار مبارک سے جو نور ایمان انکے قلوب مین آتا تھا بکمال
قبولیت و رحمت الٰہی عزوجل اسقدر کامل تھا کہ ہزارون برس کی طاعت و عبادت کے ساتھ بھی کسی زمانہ مین ممکن نہین وذلک فضل اللہ
یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم اور کیون نہو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق محبوب رب العالمین صفوۃ الانبیاء والمرسلین

خیر الخلائق اجمعین ہین تو آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی تمام پیغمبرون کے اصحاب سے افضل ہین اسیطرح آپ کے حقیقی امتی بھی دیگر انبیا علیہم السلام کے حقیقی امتیون سے زائد ہونگے بلکہ جمیع انبیا کی مجموعہ امتون سے سہ چند زائد ہونگے والحمد للہ رب العالمین ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موجودہ یہود کی تہدید کے واسطے انکے بزرگون کی نافرمانی پر جو عذاب کیا وہ بھی یاد دلایا تاکہ انعام وتہدید دونون سے انکو تنبیہ کی جاوے کہ اگر یہ لوگ توریت کا عہد ترک کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاوینگے تو قیامت تک انپر غضب الٰہی کی حجت پوری ہوگی

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا

اور جب کہا ہمنے داخل ہو اس شہر مین اور کھاتے پھرو اس مین جہان چاہو محظوظ ہوکر اور داخل ہو

الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

دروازے مین سجدہ کر کر اور کہو گناہ اوتر سے تو بخشین ہم تمکو تقصیرین تماری اور زیادہ بھی دینگے نیکی والون کو

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

پر بدل لی بے انصافون نے بات سواے اُسکے جو کہہ دی تھی پھر اُتارا ہمنے بے انصافون پر

رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

عذاب آسمان سے اُنکی بے حکمی پر

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قریہ سے بقول صحیح ایلیا بیت المقدس مراد ہے اور لکھا کہ جب بنی اسرائیل ملک مصر سے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے اور انکو ملک شام مین جو زمین مقدس میراث یعقوب علیہ السلام ہے داخل ہونیکا حکم ہوا کہ عمالقہ پر جہاد کر کے اُنکو مسلمان کرین یا نکالدین یا قتل کر ڈالین اور خود ملک شام مین داخل ہو کر آباد ہون مگر اُنھون نے نامردی کی حتی کہ ایک مدت تک جنگل مین پھنسے رہے اور اسی جنگل مین بنی اسرائیل کے بوڑھے لوگ مع موسیٰ وہارون علیہما السلام کے انتقال کر گئے اور بعد موسیٰ علیہ السلام کے یوشع علیہ السلام پیغمبر ہوے تو اُنھون نے بعد چالیس سال کے تیہ سے نکلکر بنی اسرائیل کے نوجوان بقیہ جماعت لیکر عمالقہ پر جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے فتح دی حتی کہ انھون نے جمعہ کے روز قریب غروب آفتاب کے ایلیا بیت المقدس کو فتح کیا اور اسی مقام پر آفتاب غروب ہوا جاتا تھا اور سنیچر کا دن داخل ہونے کا خوف تھا حتی کہ یوشع علیہ السلام نے دعا کی اور آفتاب ٹھہر گیا یہانتک کہ فتح پوری ہو گئی اور اُنھون نے جماعت عمالقہ کو قتل کر ڈالا پھر آفتاب غروب ہوا اور بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ تعظیم کے ساتھ اس قریہ مین داخل ہون چنانچہ فرمایا وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ ۔ اور جب ہمنے حکم دیا کہ تم لوگ اس قریہ مین داخل ہو ۔ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا ۔ پس یہانسے جو کچھ چاہو وسعت کے ساتھ کھاؤ ف یعنے تمپر کچھ ممانعت نہین ہے یہان ہر طرح کے اناج ومیوہ جات کثیرہ تمہارے واسطے مباح ہین وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا ۔ اور داخل ہو دروازے مین درحالیکہ تم سجدہ کرتے ہوئے ہو ۔ ف یعنے رکوع کی طرح جھکے ہوئے ہو یہی عوفی وسعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی (ابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم) اور یہ مجاز متعین ہے اسواسطے کہ سجدہ کی حالت مین چلنا ممکن نہین ہوتا بلکہ سجدہ کا اطلاق دونون معنے پر آتا ہے یعنے جھک جانیکو بھی سجدہ کہتے ہین اور سر زمین پر رکھنے کو بھی سجدہ کہتے ہین گویا ابتداے سجدہ جھکنا اور انتہاے سجدہ زمین پر سر رکھ دینا ہے اسیواسطے جب ہماری شریعت مین سواے اللہ تعالیٰ کے غیر کے واسطے بطور تکریم بھی سجدہ حرام ہے تو سلام کی حالت مین جھکنا بھی ممنوع ہے جیسا کہ حدیث مین مصرح ہے پس یہان سجدہ کے یہی معنے متعین ہین جنکے ساتھ

چلنا ممکن ہو حاصل یہ کہ اُنکو حکم دیا گیا تھا کہ ملک شام فتح ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اس طرح کہ قبلہ بیت المقدس کی جانب باب ایلیا
سے داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کے لیے رکوع کرتے ہوئے جاؤ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ - اور کہتے جاؤ حِطَّۃٌ - ف یعنے الٰہی ہمسے ہمارے گناہ حط فرما
یہی قول حسن و قتادہ ہے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ حطۃ یعنے مغفرۃ - مترجم کہتا ہے کہ اسکا بھی وہی حاصل ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے اُنکو حکم دیا کہ سجدہ
کرتے ہوئے یہ کہتے جاؤ کہ الٰہی ہمارے خطیئات ہمسے حط فرما یعنے مغفرت کر نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ - تو ہم تمہاری خطائین بخشدینگے -
وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ - اور محسنین کے واسطے ہم مزید فرماوینگے - ف یہان دو معنے ہین اول یہ کہ جو لوگ تم مین سے مرتبہ
احسان پر پہونچے ہین یعنے اُنکی خلوص عبادت بمنزلہ کشف و مشاہدہ ہو جیسا کہ صحیحین کی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مین مرتبہ احسان کے
یہ معنے منصوص ہین تو حاصل یہ ہوگا کہ جو لوگ تم مین سے مرتبہ احسان پر پہونچے ہین اُنکے خلوص و صفائے نیت پر ثواب مزید کثیر جمیل
عطا ہوگا دوم یہ کہ محسنین نیکوکار کے معنے مین ہو تو اُنکے واسطے ترغیب دی گئی کہ جب تم لوگ اس حکم کی فرمانبرداری کروگے کہ سجدہ کرتے ہوئے حطۃ کہتے ہوئے
داخل ہو تو تم لوگ محسنین ہوجاؤگے اور ہم ایسے محسنین کے واسطے مزید فرماوینگے کیونکہ بحکم قولہ تعالیٰ - لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ - ہر شکرگذار کے واسطے اللہ تعالیٰ
نعمتون مین زیادتی فرماتا ہے خصوصاً جبکہ یہ لوگ گناہون سے پاک ہوگئے تو اُنکے اعمال کا ثواب بڑھ گیا پس اُنکو وعدہ فرمایا کہ تمہاری اس
شکرگذاری پر تمہارے واسطے ثواب جمیل و فتوحات دیگر حاصل ہونگے اسیواسطے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات حاصل ہوتی تھین
تو جناب الٰہی عز و جل مین آپکا خضوع و خشوع بڑھتا جاتا تھا چنانچہ سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح - مین بھی تسبیح و استغفار کا حکم ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز بھی غسل فرماکر آٹھ رکعت نماز پڑھین - بعضے کہتے ہین کہ یہ نماز چاشت تھی اور بعضے کہتے ہین کہ نہین بلکہ نماز فتح تھی
اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے اسیواسطے ان علماء کے نزدیک مستحب ہے کہ جب سلطان کسی ملک کو فتح کرے تو داخل ہوتے ہی آٹھ رکعت شکرانۂ فتح ادا کرے
چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے جب دار السلطنت کسریٰ کو فتح کیا تو آٹھ رکعت نماز شکرانہ پڑھی اور امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ ہر دو رکعت کے
درمیان سلام پھیرے اور بعض کے نزدیک کل بسلام واحد ہین القصہ بنی اسرائیل کو بطور شکرانہ یون حکم دیا تھا کہ بیت المقدس مین داخل ہوتے وقت
تعظیم کی صورت مین رکوع کرتے ہوئے اور زبان سے حطۃ کہتے ہوئے داخل ہون تاکہ ہم اُنکی خطائین معاف کرین اور اونکے حق مین نعمت زیادہ
کرین لیکن اُنکو بجائے مغفرت و ثواب کے گیہون وغیرہ کی خواہش زیادہ تھی - مترجم کہتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید جنگل سے جب آبادی مین
بھی بھیجے گئے تو بھی وہان گیہون وغیرہ نہین ملے تھے کیونکہ اُنھون نے مسور و لہسن و پیاز وغیرہ مانگا اور منّ و سلویٰ کو اُس سے مبادلہ کرلیا
تو شاید گیہون وغیرہ ممنوع ہو جسکی خواہش بڑھی ہوئی تھی کہ بجائے مغفرت کے اُسکو مانگنے لگے کما قال تعالیٰ - فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ - پس بدل ڈالا اُن لوگون نے جنھون نے اپنی جانون پر ظلم کیا تھا بات کو سوائے
اُسکے جو اُنسے کہی گئی تھی - ف یعنے اُنسے سجدہ کرتے ہوئے حطۃ کی درخواست کرنے کو کہا گیا تھا سو اُنھون نے اُسکو بدل ڈالا چنانچہ
حدیث ابوہریرہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما مین ہے کہ بیٹھ کر چوتڑون کے بل کھسکتے ہوئے اور حبۃ فی شعیرۃ کہتے تھے (بخاری و ترمذی
نسائی ابوداؤد) براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سفہاء الناس یہ یہودی ہین کہ انسے کہا گیا تھا کہ اس دروازے مین سجدہ کرتے ہوئے
یعنے بحالت رکوع داخل ہو اور حطۃ یعنے مغفرۃ کہو مگر یہ لوگ چوتڑون کے بل کھسکتے چلے اور بجائے حطۃ کے حنطۃ فی شعیرۃ کہتے تھے یعنے
سرخ گیہون ملین جَبین جو ملے ہون - مترجم کہتا ہے کہ زبان عبرانی زبان عرب سے بہت مشابہ ہے چنانچہ عبرانی مین حطہ بمعنے حط و مغفرت کے
جیسے عربی مین یہی معنے لیے جاتے ہین اور جیسے عربی مین گیہون کو حنطہ کہتے ہین ویسے ہی عبرانی مین کہتے ہین اور یہی تفسیر جماعت صحابہ

تابعین سے مروی ہے پس جب انھون نے ایسے مقام تعظیم مین ایسی بے ادبی کی تو اللہ تعالی نے انکو فورًا سزا دی چنانچہ فرمایا۔ فَاَنْزَلْنَا
عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۰ پس ہمنے نازل کیا اُن لوگون پر جنھون نے ظلم کیا تھا
آسمان سے رجز بوجہ اُنکے فسق کرنے کے۔ ف یعنے فرمان سے باہر ہوکر یہ لوگ ظالم ہوئے تو ہمنے ان لوگون پر آسمان سے رجز یعنے عذاب
اُتارا اور یہ طاعون تھا سیوطیؒ نے لکھا کہ اس طاعون مین ستر ہزار یا کم ہلاک ہوئے نووی نے لکھا کہ طاعون ہر ایسی وبا کو کہتے ہین جو عادتی
امراض کے خلاف ہو اور اُسمین بہت سے لوگ مبتلا ہوجاوین مترجم کہتا ہے کہ طاعون عمواس جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت
ملک شام مین پھیلا تھا وہ ایک دانہ مٹر برابر نکلتا تھا جسمین نہایت شدت سے سوزش والتہاب ہوتا تھا اور کبھی اُسکا گرد سیاہ پڑجاتا تھا
اور وہ قاتل ہے۔ اور حدیث سعد بن مالک و اسامہ بن زید و خزیمہ بن ثابتؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون
ایک رجز عذاب ہے جسکے ذریعہ سے تمسے اگلے لوگون کو سزا دیگئی ہے (الصحیحین وغیرہ) اور حدیث حبیب بن ثابتؓ مین ہے کہ جب تم کسی زمین
مین طاعون کی خبر سنو تو وہان مت جاؤ اور اگر تم وہان موجود ہو اور اُسوقت یہ طاعون پھیلے تو وہان سے بوجہ طاعون کے مت نکلو
(کما فی الصحیحین) علماء نے لکھا کہ شاید شیطان وسوسہ دلاویگا کہ وہ نکلنے سے بچ گیا یا وہان آنے سے مبتلا ہوگیا حالانکہ انکار تقدیر کفر ہے۔ اور
حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ کوئی مرض متعدی نہین ہوتا ہے اور یہی حق صحیح ہے امام نووی نے لکھا کہ احادیث دیگر سے ثابت ہے کہ اللہ تعالے نے
طاعون کو اس امت کے واسطے رحمت کر دیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام ابو اسمٰعیل الازدی نے فتوح الشام مین بسند صحیح اسکو حضرت معاذ بن جبل
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور یہی حق صحیح ہے۔ (تنبیہ) ہان یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے اس جسم کے ساتھ تصوری خواص کا
داخل مقدار فرمایا ہے چنانچہ خرم و دہشت کے ساتھ جو تصور انسان پر طاری ہوجائیگا بتقدیر الٰہی جسم مین وہی حالت پیدا ہونے لگتی ہے اور اطباء محققین
بھی اسی پر متفق ہین حتی کہ اگر ایک شخص تندرست کو یہ خوف بیٹھ جائے کہ اسکو دق ہوگئی ہے تو آخر اُسکو دق ہوجائیگی اور چاند گہن کے وقت اگر حاملہ عورت
کو کٹا ہوا چاند دیکھکر خوف بیٹھ جائے تو کمزور حمل پر اسکا اثر طاری ہوگا حتی کہ اُسکے اطراف مین سے کوئی عضو مقطوع ہوگا اور اگر سفید کبوتر کے انڈے کو سیاہی
لگاوین اور اُسکے سامنے سیاہ کبوتر کی شکل بناوین کہ سیتے وقت برابر اُسکی نگاہ پڑتی رہے تو بچہ مین اثر ہوجاتا ہے اسیواسطے جذامی سے دور رہنے
کا حکم ہے کہ اُسکا خوف و تصور بیٹھ جاتا ہے اور علی ہذا کل امراض مین یہی حکم ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب اور پارۂ ہشتم مین قصہ موسی
علیہ السلام مین یہ اثر مدلل مذکور ہے بالجملہ اللہ تعالی نے یہود کو یاد دلایا کہ اللہ تعالی کی نعمتون پر بیوقوفی سے ناشکری کرنا اُنکا شیوۂ
قدیم ہے جیسے تیہ مذکور مین اُنکو دھوپ سے سایہ اور رات مین روشنی اور تن کا کپڑا اور کھانے مین منّ وسلوی دیا آخر اُنھون نے
ناشکری کی چنانچہ جس طرح اُنکو پانی دیا وہ معجزہ بیان کرنے کے ساتھ اُنکی ناشکری بھی بیان فرمائی بقولہ تعالے

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۭ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ
اور جب پانی مانگا موسی نے اپنی قوم کے واسطے تو کہا ہمنے مار اپنے عصا سے پتھر کو پھر بہ نکلے اُس سے
اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا
بارہ چشمے پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھاٹ کھاؤ اور پیو روزی اللہ کی
تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۰ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ
اور نہ پھرو ملک مین فساد مچاتے اور جب کہا تمنے اے موسی ہم نہ ٹھہرینگے ایک کھانے پر

وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا

سو پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو نکال دے ہمکو جو اُگتا ہے زمین سے زمین کا ساگ اور ککڑی اور گیہوں

وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ط قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ

اور مسور اور پیاز بولا کیا تم لیا چاہتے ہو ایک چیز جو ادنیٰ ہے بدلے ایک چیز کے جو بہتر ہے

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ط

اُترو کسی شہر میں تو تمکو ملے جو مانگتے ہو

واضح ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اور ہر بیٹے کی نسل کو سبط کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بارہ اسباط تھے
عصائے موسیٰ مشہور ہے اور اُسکے بارہ میں اسرائیلی روایات ہیں شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بعض روایت میں ہے کہ وہ درخت جنت کا تھا اور
اُسکا طول دس ذراع بقدر قامت موسیٰ علیہ السلام کے تھا اور دونوں کان کیطرح اُسمیں دو شعبہ تھے جو اندھیرے میں چمکتے تھے اور
اُسکا نام علیق تھا۔ سراج و معالم میں کہا کہ یہ ابن عباسؓ کا قول ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابن عباسؓ نے بھی اسرائیلی روایات نقل
فرمائی ہیں اور مقاتل نے نقل کیا کہ اُسکا نام نبعہ تھا اور آدم علیہ السلام اسکو جنت سے ساتھ لائے تھے اور وہ انبیا علیہم السلام میں
میراث میں چلا آتا تھا یہانتک کہ شعیب علیہ السلام کو پہونچا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے نقل کیا کہ اس پتھر کی نسبت بھی یہی روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام
جنت سے ساتھ لائے تھے اور وہ متوارث ہو کر شعیب علیہ السلام کو پہونچا اُنھوں نے مع عصا کے موسیٰ علیہ السلام کو دیدیا اور بعض روایت
میں ہے کہ ایک فرشتہ حضرت شعیب علیہ السلام کو امانت دے گیا تھا اور جب حضرت شعیب اپنی لاٹھیوں میں سے موسیٰ علیہ السلام کے دینے
کے واسطے ہاتھ ڈالتے تو ہر بار یہی عصا ہاتھ آتا تھا اور بنی اسرائیل سے یہاں دیگر روایات بھی ہیں جنکے نقل کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے صرف
اسقدر یقینی ہے کہ وادیٔ ایمن میں حصول نبوت کے وقت موسیٰ علیہ السلام نے انبساط حق عزوجل کے وقت عرض کیا کہ یہ میرا عصا ہے
چنانچہ آخر تک سورۂ طٰہٰ وغیرہا میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور اُسی میں اللہ عزوجل نے اژدہا بنانے کا معجزہ رکھا تھا اسی جہت سے وہ
معروف ہوگیا بالجملہ جب تیہ مذکور میں بنی اسرائیل پانی کے محتاج ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ دعا کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ ۔ اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے واسطے پانی مانگا۔ ف یعنی
جناب باری تعالیٰ میں التجا کی کہ منّ و سلویٰ کیطرح ان پیاسوں کو پانی بھی عطا ہو تو اظہار کمال قدرت الٰہی کیا گیا تاکہ ان لوگوں کا اعتقاد
درست ہو فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ط پس ہمنے فرمایا کہ اپنے عصا کے ساتھ پتھر کو مار۔ ف ۔ یہ وہی عصا ہے
جسکا ذکر اوپر ہوا اور رہا پتھر تو ابن عطیہ نے کہا کہ مفسرین کے نزدیک بلا خلاف مربع پتھر تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام اُسکو مارتے تو اُسکے
ہر جانب سے تین چشمے ٹپکنے لگتے تھے اور جب اُن لوگوں کو پانی کی حاجت پوری ہو جاتی تو خشک ہو جاتے تھے۔ زمخشری نے بعد
اس روایت کے زیادہ کیا کہ بنی اسرائیل آپس میں کہنے لگے کہ اگر یہ پتھر گم ہو جائے تو ہم لوگ پیاسے مرنے لگیں پس اللہ عزوجل نے وحی فرمائی
کہ صرف پتھر سے کلام کریں اور عصا نہ ماریں تاکہ ان لوگوں کو سمجھ حاصل ہو یوں ہی ابن کثیرؒ کے نسخے میں مذکور ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید
صحیح عبارت یہ ہے کہ بنی اسرائیل آپس میں کہنے لگے کہ اگر یہ عصا گم ہو جاوے تو ہم لوگ پیاسے مرنے لگیں اور شاید کہ وحی میں یہ ہو کہ پتھر سے
کلام کریں کہ پانی نکلیگا تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو کہ یہاں نہ عصا کی ضرورت ہے اور نہ کسی پتھر کی خصوصیت ہے اور زمخشری نے لکھا کہ

حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس پتھر کو چاہتے مارتے کسی پتھر کی خصوصیت نہ تھی اور کہا کہ یہ امر بنظر کمال معجزہ مناسب ہے اور اسمین اظہار قدرت زائد ہے پس اس تقدیر پر معنے یہ ہوئے کہ اے موسیٰ اپنے عصا سے کسی پتھر کو مار پس الحجر مین الف لام جنس ہے اور اسرائیلی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ الف لام معرفہ ہے یعنے وہ پتھر معین تھا چنانچہ حدیث الفتون مین ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ لشکر بنی اسرائیل کے درمیان ایک مربع پتھر رکھدیا گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اسی پتھر کو مارین کہ اسکے ہر طرف سے تین چشمے ٹپکنے لگے اور بارہ اسباط مین سے ہر سبط کو جس چشمے سے اسکو پانی ملنا چاہیے بتلادیا گیا (نسائی و ابن جریر و ابن ابی حاتم) اور عطیۃ العوفی نے کہا کہ اُنکے واسطے ایک پتھر بیل کے سر برابر معین کردیا گیا تھا کہ اسکو اپنے ساتھ رکھتے تھے جب کسی منزل مین اُترتے تو موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے سے اسمین سے بارہ چشمے جاری ہوتے تھے پھر جب اس منزل سے روانہ ہوتے تو پانی خشک ہوجاتا اور اسکو لاد کر ساتھ لیجاتے تھے۔ عطار خراسانی نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ساتھ ایک پتھر تھا جو ہارون علیہ السلام کی حفاظت مین رہتا تھا جب پانی کی ضرورت ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام اسمین عصا مارتے تھے اور حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ پتھر کوہ طور سے تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ ان روایات کے موافق ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جب نزول توریت کے بعد جہاد شام کا حکم ہوا تو ان میدانون مین پانی کے اہتمام کے واسطے اللہ تعالےٰ نے انکو یہ پتھر دیا ہو لیکن ظاہر سیاق کلام اس امر کو مقتضی ہے کہ یہ معمولی بات نہ تھی بلکہ جب اس جنگل مین پہنچے اور پانی کے محتاج ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ابتدائی درخواست فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم اور بعض نے کہا کہ یہ وہی پتھر ہے جسکے ذریعہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کی بدگمانی دور کی تھی جسکا بیان قولہ تعالیٰ۔ فبرأہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیہا الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور یہان سے ایک تنبیہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس پتھر کا واقعہ زمانۂ قیام مصر مین ہوا اگر یہ وہی پتھر ہو کیونکہ تیہ مذکور مین موسیٰ علیہ السلام نے انتقال فرمایا فاحفظہ۔ زمخشری نے نقل کیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام اس پتھر کو مارتے تو پانی جاری ہوتا تھا اور جب پانی کی ضرورت نہوتی تو آپ پھر عصا مارتے کہ وہ خشک ہوجاتا تھا واللہ تعالیٰ اعلم مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین اظہار قدرت کی تکمیل زائد ہے کیونکہ اُسی سے پانی جاری ہوا اور اُسی سے منقطع ہوا تو بمحض قدرت الٰہی عزوجل ہے الحاصل جب موسیٰ علیہ السلام نے پانی کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے حکم کیا کہ اپنے عصا کو پتھر پر مار پس موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل فرمائی اور پتھر کو عصا مارا بعض نے لکھا کہ بارہ دفعہ مارا جیسا کہ سراج مین عطاء سے منقول ہے فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا پس بہ نکلے اسمین سے بارہ چشمے۔ ف اور سورۂ اعراف مین۔ فَانْبَجَسَتْ۔ ہے جسکے معنے یہ ہین کہ پسیج کر ٹپکنے لگے۔ زمخشری و امام ابن کثیر و خطیب وغیرہ نے لکھا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ پہلے اسمین سے ٹپکنا شروع ہوتے پھر کثرت ہو کر روان ہوجاتے اسیواسطے خطیب وغیرہ نے لکھا کہ اوفق یہ ہے کہ یہ چشمے روان ہو کر ہر سبط بنی اسرائیل کے یہان پہونچتے تھے جس سے ہر سبط کو اپنا چشمہ معلوم ہوجاتا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ۔ پہچان لیا ہر گروہ نے اپنا گھاٹ۔ ف یعنے ہر سبط بنی اسرائیل کو اپنا چشمہ بخوبی معلوم ہوگیا جہان سے وہ پانی لیوین۔ اب ظاہر ہوگیا کہ اُنکو کھانا کپڑا پانی سایہ روشنی سب اپنے فضل سے عنایت فرمائین اور ارشاد فرمایا کہ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے رزق سے کھاؤ اور پیو اور مفسد ہو کر زمین مین فساد مت پھیلاؤ۔ ف اور فساد کے اقسام ہین ازانجملہ یہ کہ اعتقاد توحید مین وسوسۂ شیطان قبول کرے مثلاً موسیٰ علیہ السلام سے معبود مقرر کرنے کہا اور اعمال مین نافرمانیان کین مثلاً احکام توریت قبول کرنے سے انکار کیا یا جہاد سے پہلوتہی کی اور چونکہ

الفتون

چالیس برس تک اُنپر داخلہ شام حرام کردیا تھا لہذا اسوقت یہ تاکید نہین فرمائی کہ جاؤ جہاد کرو (تنبیہ) اضرب بعصاک الحجر حکم بصیغۂ امر ہے
اور۔ فانفجرت۔ بفاء تعقیب فعل موسی علیہ السلام پر ہے یعنے نضرب فانفجرت یعنے حکم کے موافق موسی علیہ السلام نے پتھر کو مارا پس چشمے
جاری ہوئے اور بعینہ اسکی نظیر قولہ تعالیٰ۔ اضرب بعصاک البحر فانفلق الآیۃ۔ واقع ہوئی ہے یعنے اپنے عصا کے ساتھ سمندر کو مار
پس موسی علیہ السلام نے مارا تو وہ پھٹ گیا قولہ۔ تعثوا۔ مشتق از عثی بمعنے فساد کرنا تو۔ لاتعثوا۔ کے معنے تم فساد مت کرو پس قولہ مفسدین
بطور تاکید کے حال واقع ہے آب جاننا چاہیے کہ جب بنی اسرائیل نے موسی علیہ السلام کے ساتھ جہاد کرنے مین نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انکو
ہلاک نہین کیا کیونکہ قدرت الٰہی مین انکی نسل سے فرمانبردار مومنین مقدر فرمائے تھے پس انکو کھانے پینے کو دیا جو بغیر محنت ومشقت انکو حاصل
ہوتا تھا اور جس شخص کو فناے دنیا و بقاء آخرت کا یقین ہے اُسکو فارغ البال بندگی کرکے درجات کے حاصل کرنے کا بہت اچھا موقع ہے
جبکہ فساد نکرین اور اس نعمت کی قدر نکرنا بھی فساد مین داخل ہے لیکن ان لوگون نے آخر اس پر صبر نکیا اور رحمت الٰہی دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے
اُسکو بھی معاف فرمایا چنانچہ اس احسان کو یاد دلایا بقولہ تعالیٰ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ
اور یاد کرو جب تمنے کہا اے موسی ہرگز ہم ایک ہی طعام پر صبر نہین کرینگے۔ ف۔ ایک ہی طعام سے اُنکی یہ مراد تھی کہ ہر روز ہمکو یہی من اور
سلوی ملتا ہے اگرچہ درحقیقت یہ دو طعام ہین۔ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ
بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۔ سو پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ نکال دے ہمکو جو اُگتا ہے
زمین سے زمین کا ساگ اور ککڑی اور گیہون اور مسور اور پیاز۔ ف۔ ابن مسعودؓ کی قرأت مین بجاے فوم کے ثوم واقع ہوا
یعنے لہسن اور ابن عباس ومجاہد وربیع بن انس وسعید بن جبیر نے کہا کہ فوم بمعنی لہسن ہے اور دیگر مفسرین نے کہا کہ فوم بمعنی گیہون ہے اور
یہی ابن عباس سے دوسری روایت ہے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ یہی بنی ہاشم کی زبان ہے اور جوہری نے صحاح اللغۃ مین یہی معنے لکھے ہین
پس یہ کل قریش کی زبان ہے اور قرطبی نے عطا وقتادہ سے نقل کیا کہ فوم ہر ایسے اناج کو کہتے ہین جسکی روٹی پکائی جاوے حسن بصری نے فرمایا
کہ ان لوگون نے نعمت الٰہی کی ناشکری کی اور جس لائق تھے وہی چیزین مانگین مترجم کہتا ہے کہ ان چیزون کو جسم خاکی و زبان کے مزے مین دخل ہے
تو یہ لوگ لطافت نورانیت کی نسبت مادی کدورت کی جانب زیادہ میل کرتے تھے واللہ تعالیٰ اعلم اور من وسلوی مین حلوا کی لطافت مناسب نورانیت
ہے بدلیل آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلاوت کو زیادہ پسند فرمایا ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ آپ حلوا و شہد کو پسند فرماتے تھے (بعض الصحاح)
اور سلوی لطیف گوشت پرند ہے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دست کا گوشت زیادہ پسند فرماتے تھے اور حضرت ام المومنین عائشہؓ
نے بیان فرمایا کہ آپکی پسندیدگی گوشت ذراع کو صرف اسوجہ سے تھی کہ وہ لطیف ہوتا ہے اور جلد گل جاتا اور ہضم ہو جاتا ہے (کما فی الصحیح) پس
انھون نے اشرف کو چھوڑ کر ادنی کو اختیار کیا لہذا حضرت موسی علیہ السلام نے انکی اس پر انکار فرمایا۔ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ
الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ۔ کہا کیا تم لیا چاہتے ہو ایسی چیز کو جو ادنی ہے بدلے ایسی چیز کے جو بہتر ہے۔
ف۔ یعنے موسی علیہ السلام نے انکی راے کا عیب انکو بتلایا کہ تم لطیف بابرکت رزق الٰہی کو جو بے محنت ومشقت تمکو ملتا ہے جسکے ساتھ
تم ہر طرح درجات آخرت حاصل کرنے کے واسطے فارغ البال ہوا اور اسکا مزہ ولطافت مناسب نورانیت ہے اسکو چھوڑ کر ادنی درجہ کی
چیزون کو مانگتے ہو جو صرف اسی جسمانی زبان کے مزے سے متعلق ہین حالانکہ یہ جسم عنقریب فانی ہو جائیگا باوجود اسکے حاصل کرنے مین
مشقت وتکلیف اُٹھاؤگے اور عبادت سے مجبور رہوگے پس اپنی راے ناقص سے کیونکر اُسکو پسند کرتے ہو لیکن انھون نے نمانا اور آخر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو حکم الٰہی پہونچا کہ اِهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ۔ اترو کسی شہر مین تو تمکو ملیگا
جو مانگتے ہو۔ ف مصر کے اصل معنے شہر کے ہین اور یہ ایک خاص ملک کا بھی نام ہے جہان فرعون حاکم تھا اور وہین سے بنی اسرائیل نکلکر
آئے تھے لیکن عربی زبان مین اُسکو ایسے مقام منصوب ہین جیسے آیت مین واقع ہوا ہے مصر بدون الف لکھتے ہین اب دیکھا جاوے کہ
آیت کریمہ مین مصر سے کیا مراد ہے یعنے خاص ملک مصر یا بمعنے شہر ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جو مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے لکھوائے تھے سب مین مصرًا تنوین کے ساتھ بالف لکھا ہوا ہے اور یہی جمہور سلف وخلف کی قراۃ ہے یعنے قراءات متواترہ
بھی اسی پر متفق ہین حتی کہ امام ابن جریرؒ نے کہا کہ اجماع مصاحف کی دلیل سے مین جائز نہین رکھتا ہون کہ کوئی شخص اهبطوا مصر بغیر
الف وتنوین پڑھے اور ابن عباسؓ نے بھی اسکی تفسیر مین کہا کہ معنے یہ ہین کہ شہرون مین سے کسی شہر مین اُترو (ابن ابی حاتم) اور اسیکے
موافق سدی وقتادہ وربیع بن انسؓ سے مروی ہے لیکن ابن جریرؒ نے فرمایا کہ ابی بن کعب وابن مسعودؓ کی قراۃ مین مصر بغیر الف ہے اور ابوالعالیہ
واعمش سے اور ایک روایت ربیع بن انسؓ وارد ہوئی کہ اس سے مراد مصر فرعون ہے پھر ابن جریرؒ نے کہا کہ "مصرًا" بتنوین الف کی صورت مین
بھی محتمل ہے کہ مراد مصر فرعون ہو کیونکہ کبھی قراۃ مین اُسکو تنوین دیدیتے ہین جیسے قواریرین قواریرًا کی بھی قراۃ آئی ہے پھر شیخ ابن جریرؒ نے
توقف کیا اور کہا کہ شاید مصر فرعون مراد ہو یا شہر دیگر مراد ہو۔ امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ تردد ٹھیک نہین ہے بلکہ حق یہ ہے کہ شہر دیگر مراد ہے جیسے
ابن عباسؓ وغیرہ نے تفسیر فرمائی ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اُن لوگون سے کہا تھا کہ جو کچھ تم مانگتے ہو یہ کوئی نفیس چیز قابل تردد نہین ہے
بلکہ جب کسی شہر مین اُترو ملیگی۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے جو اختیار کیا کہ سوائے مصر کے دوسرا شہر مقصود ہے تو یہ محل تحقیق ہے چنانچہ معلوم
ہوگا اگرچہ شیخ ابن کثیرؒ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ بنی اسرائیل پھر مصر مین داخل نہین ہوئے گویا استدلال کیا کہ اللہ تعالےٰ نے بسبب نافرمانی کے بنو اسرائیل پر
چالیس سال تک زمین مقدس یعنے شام مین داخل ہونا حرام فرمایا اور حدیث صحیح سے یہ بات ثابت ہے کہ موسیٰ وہارون علیہما السلام نے اسی تیہ
مذکور مین انتقال فرمایا پس اگر یہان مصر فرعون مراد ہو تو لازم آوے کہ یہ لوگ تیہ مذکور سے نکلکر ملک مصر مین گئے حالانکہ یہ درخواست
و واقعہ منصوص موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے اور معلوم ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام مصر نہین گئے بلکہ اسی تیہ مذکور مین کسی شہر صغیر مین اُترے اور اسکی
وجہ یہ ہے کہ یہ تیہ مذکور اپنے مضافات مین بہت سے دیہات قصبات کو شامل تھا لیکن چھ لاکھ لشکر کثیر اس قابل نہین تھا کہ وہ کسی شہر
خاص مین اوتارا جاوے تاکہ وہان دانہ چارہ کا قحط پڑجاوے لہٰذا وہ لوگ تیہ مین رہے اور مضافات کے دیہات وقصبات سے نزدیک ہوکر
ان چیزون کی کاشت وتردد سے یہ غذائین حاصل کین اور اسی تیہ مین موسیٰ وہارون علیہما السلام نے انتقال فرمایا لیکن عند التحقیق
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہلاک فرعون کے بعد بنو اسرائیل ایک مرتبہ ملک مصر مین گئے کیونکہ قصہ بقرہ وقتیل کا زندہ ہونا ودیگر واقعات اس امر پر
دلالت کرتے ہین اگرچہ مصر سے آکر تیہ مذکور مین پہنچنے کے بعد مصر کو واپس نہ گئے ہون واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۲ واضح ہو کہ جس طرح عالم محسوس
مین ہر ایک کے مشارب علٰحدہ مخصوص ہین مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اسباط بنی اسرائیل مین سے ہر ایک نے پانی مین اپنا مشرب
پہچان لیا تھا اور جیسے افعال واحوال مین ہر ایک کے مشارب ہوتے ہین جیسے کسیکا مشرب تجارت ہے اور کسیکا صناعت ہے اور کوئی شاعر ہے
اور کوئی خوشنویس حتی کہ شاعری مشارب بھی علٰحدہ علٰحدہ ہوتے ہین چنانچہ اہل فصاحت شعرا مین معروف ہین اسیطرح عالم آخرت مین لوگون کے
مشارب علٰحدہ علٰحدہ ہوتے ہین مثلاً بعضے اہل عبادت ہین اور بعضے اہل علم ومعرفت ہین اور یہ باعتبار صفات قدس وافعال الٰہی
عزوجل کے علٰحدہ علٰحدہ ہوتے ہین حتی کہ اہل علم مین سے بھی ہر شخص کے واسطے مشرب اجتہاد وتقلید علٰحدہ علٰحدہ ہوتا ہے شیخ جنیدؒ نے

ف۲ بلاشبہ ... [illegible] ... دونون ... جائز ... [illegible] ... کردی ہے ۱۲ م

فرمایا کہ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق چنانچہ سابق مین یہ روایت پوری مذکور ہوچکی ہے شیخ نے لکھا کہ یہ حضرت باری تعالیٰ عز وجل کی جناب
مین ہر ایک کی نسبت خاص ہے بعضے مقام حیرت مین ہین اور بعضے مقام منت مین اور بعضے مقام وصلت مین اور بعضے مقام فنا مین اور بعضے
مقام بقا مین اور بعضے مقام جلال وجمال مین اور بعضے مقام جبروت اور بعضے عالم ملکوت و بعضے مشاہد قدس و بعضے باغ انس مین اپنی
اپنی سیر کے مقام توقف پر متفاوت ہین اور ہر ایک کے واسطے ہادی تقدیر نے اسکا پہچانے والا رکھا ہے وہی اسکا مشرب وگھاٹ ہے
اور ابتدائی تفصیل مخلوقات مین دو طرح پر ہے جس سے دو فریق پیدا ہوگئے ہین اول وہ کہ جنکا مشرب نفس امارہ ہے جو اس عالم محسوسات پر
فریفتہ اور یہین سے پانی اپنا ہے پس یہ لوگ اہل کفر واہل دنیا ہین اگرچہ کافرون کے مشارب بھی بکثرت مختلف واقع ہوئے ہین لیکن کل
اسی گھاٹ مین خوار ہونگے تو انکی تفصیل مین وقت رائگان کرنا بیفائدہ ہے اور فرقہ دیگر وہ ہین جو انفتاح قلب سے عقلی مشارب ملکوت
مین ہین جنکی کچھ تفصیل وبیان ہوئی اور وہ سب اپنے اپنے مقام پر بہتر ہین لیکن انکے درمیان کبھی تفاوت زمین وآسمان ہوجاتا ہے
پس جنکا مشرب وانتہا عالم آخرت ہے انمین اور جنکا مشرب رضوان حق ووصلت ہے دونون مین بہت بڑا تفاوت ہے اور سورۂ اعراف مین انشاء اللہ
تعالیٰ اسکی تحقیق وتوضیح آویگی (تنبیہ) امام رازی نے لکھا کہ بعضے فلاسفہ اس مقام پر انکار کرتے ہین کہ ایک چھوٹے مربع پتھر سے کیونکر
بارہ نہرین جاری ہوسکتی ہین امام رازی نے لکھا کہ شاید اس احمق کو آیات قدرت مین کچھ بھی غور نصیب نہین ہوا کیا نہین دیکھتا ہے
کہ بعضے پتھر یہ خاصیت رکھتے ہین کہ بال گراوتے ہین اور بعضون پر ڈھیر ابا ندھکر جلاؤ تو آگ اثر نہین کرتی ہے اور مقناطیس لوہے کو جذب
کرتا ہے پس کیون محال ہے کہ یہ پتھر زمین سے پانی جذب کرکے بہاوے یا ہوا جذب کرکے پانی بناوے ـ مترجم کہتا ہے کہ مین نے مقدمہ
مین تنبیہ کردی اور یہان بھی دو دلیلین بیان کرتا ہون (اول) یہ کہ بنی اسرائیل چھ لاکھ سے زائد تھے جنپر یہ معجزہ طاری ہوا اور
توریت مین اسکا احسان رکھا گیا پھر اُسوقت سے برابر بنی اسرائیل کی کثرت ہوتی گئی اور نقل متواتر چلی آئی تو متواتر قطعی کا انکار کرنا بالکل باطل ہے
پس اس امر کا اقرار ضروری ہے کہ یہ محسوس واقعہ بیشک واقع ہوا تھا اور عصائے موسیٰ بیشک اژدھا ہوجاتا تھا اور توضیح یہ ہے کہ گذرے انبیا
وبادشاہ صرف بخبر متواتر ثابت ہوتے ہین مثلاً حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کا وجود بدلیل متواتر ثابت ہے اور شرط تواتر یہ ہے کہ اول
یہ امر از قسم محسوسات ہو نہ از قسم اعتنا دوم یہ کہ جن لوگون کے سامنے موجود ہوا ہو وہ اس کثرت سے ہون کہ عقلاً اُن کا دروغ پر متفق ہونا
باطل ہو سوم یہ کہ یہ تواتر کسی زمانہ مابعد مین کم نہو پس حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کا وجود وعصائے موسیٰ ویدبیضا کا معجزہ اور پتھر سے
پانی جاری ہونا یہ سب محسوسات قطعاً متواتر ہین کہ جس سے کوئی کافر بھی انکار نہین کرسکتا ہے رہا یہ امر کہ وہ پیغمبر تھے تو یہ امر محسوس نہین ہے کیا
نہین دیکھتے ہو کہ جسوقت موجود تھے اُسوقت مین بھی فرعون وغیرہ نے انکار نبوت کیا تھا اسیطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود دنیا وی
قطعی متواتر ہے حتی کہ یہود بھی اس سے انکار نہین کرتے ہین اگرچہ اُنکے نبی ہونے سے انکار کرتے ہین اور واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا
دعویٰ الوہیت متواتر نہین ہے کیونکہ اول تو یہ غیر محسوس چیز ہے دوم یہ عقیدہ نصرانیون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین سو برس بعد جب قسطنطین بادشاہ
روم نے سب کو جمع کرکے حکم دیا تھا کہ اختلاف چھوڑکر ایک قول پر قائم ہون تب سے نکالا ہے حتی کہ جن علمائے نصرانیہ نے اس عقیدہ پر
دستخط نہین کیے وہ بیچارے سخت عذاب سے قتل کیے گئے تھے بالجملہ یہ امر ثابت ہوگیا کہ ان معجزات کا واقع ہونا قطعی ہے تو منکر کو اسکے انکار کی
مجال نہین ہان اگر گنجائش ہے تو صرف اسقدر ہے کہ یہ معجزہ نہین تھا جیسے سحر کا انکار کرتے ہین بلکہ فرعونیون نے اُسی زمانہ مین انکار کرکے جادو
قرار دیا تھا دلیل (دوم) یہ کہ انکار کرنے والے دو قسم ہین اول وہ کہ اللہ تعالیٰ عز وجل کو خالق عالم مانتے ہین تو انپر حجت قطعی یہ ہے کہ خالق عالم کی قدرت

ہر چیز میں کمال ہے اور اگر نہ مانے تو لازم آویگا کہ وہ مجبور و ناقص ہے اور اُس سے بالاتر کوئی الوہیت والا ہے جو کسیطرح مجبور رہتا اور ہر چیز پر
اُسکا قبضہ و تسخیر ہر وقت موجود ہے ورنہ لازم آویگا کہ مخلوقات کی چیزیں یا خود مختار و اُسکے قبضہ سے باہر ہیں پس معلوم ہوا کہ جیسے اُسنے بڑے پہاڑوں سے
پانی جاری کیا اور یہ حکمت اُسنے مخصوص عادت رکھی ہے اسیطرح اُسکو اختیار ہے کہ چھوٹے پتھر سے پانی جاری کرے اور یہ خلاف عادت بطور معجزہ
ہے اور تمام ماہیت اُسکے اختیار میں ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ عصا سے موسیٰ علیہ السلام اژدہا ہو جاتا تھا دوم فرقہ منکرہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے
منکر ہے اور اپنے آپ کو و دیگر مخلوقات کو اتفاقی خودرو گھاس کے مانند بتلاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مادے تو موجود ہیں اور ہم اسکی ابتدا انتہا نہیں جانتے
حالانکہ باوجود اس جہالت کے ہر چیز کی نسبت اسباب قائم کرتے ہیں یعنی یہ چیز اُس سبب سے ہوئی اور وہ چیز اس سبب سے ہوئی تو جب ہمنے ان قیاسات کا
وجود قطعی ثابت کر دیا تو اُسپر لازم ہے کہ اُنکے اسباب بیان کرے کیونکہ اُنکے وجود سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے اور جب وہ اُنکے اسباب بیان نہیں
کر سکتا تو اسکو معجزہ قدرت کہتے ہیں اور مقدمہ میں مترجم نے بدلیل اُنکا باطل ہونا بیان کر دیا ہے جنکا اعادہ اس مقام پر بہت طول ہوگا
صرف اسقدر تنبیہ کافی ہے کہ جب اُسکے نزدیک کوئی چیز بے سبب نہیں ہوتی ہے تو لازم آئیگا کہ ان مخلوقات کا سبب کسی مقام پر منتہی ہو ورنہ
غیر متناہی باطل ہے تو انتہا خالق عز و جل پر لازم ہے کیونکہ ہمنے مقدمہ میں بدلیل ثابت کر دیا کہ محسوسات غیر متناہی نہیں ہو سکتے ہیں اور جب
یہ مخلوقات اپنی ذات میں ناقص ہیں تو دوسرے کے پیدا کرنے کی قدرت بھی نہیں رکھ سکتے کیونکہ جب اپنی ذات کا نقصان دور نہ کر سکے تو
دوسرے کا پیدا کرنا اور اُسکا مادہ موجود کرنا بدیہی باطل ہے اور زیادہ تحقیق مقدمہ میں دیکھو۔ القصہ جب بنی اسرائیل نے منّ و سلویٰ و راس نفیس ربانی
و نفیس نعمتوں پر صبر نہ کیا اور زمین کی ترکاریاں وغیرہ مانگنے لگے تو اُنکو آبادیوں سے قریب جا کر کاشتکاری وغیرہ کی اجازت دی گئی اور
یہ ناشکری اُنپر لازم ہوگئی کہ اُنہوں نے عزت چھوڑ کر ذلت اختیار کی اور اللہ تعالیٰ نے اُنکے باپ دادوں کو حضرت موسیٰ و یوشع انبیاء
بنی اسرائیل کی اتباع میں عالمین پر فضیلت عنایت کی تھی اور ملک شام و یمن و مصر وغیرہ سلطنتیں اُنکے پیرو فرمائیں پھر اُنمیں ایسے ناخلف
پیدا ہوئے کہ اُنہوں نے توحید الٰہی چھوڑ کر سخت دلی اختیار کی و طاعت و عدل چھوڑ کر انبیاء و صالحین کی قبریں پوجنے لگے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے
ہر قوم و قبیلے و ہر شہر میں ایک ہی وقت میں بکثرت انبیاء مبعوث فرمائے جو اُنکو برابر نصیحت کرتے اور اُنکے خاص خاص علما سے زیادہ جو
اُنسے دنیا نہیں چاہتے تھے بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نصیحت کرتے تھے اُنکے دشمن ہوگئے بلکہ یہانتک نوبت پہونچی کہ جو کوئی دین
توحید کی نصیحت کرتا اُسکو گمراہ سمجھتے بلکہ یہانتک نوبت پہونچی کہ انبیاء و صالحین کو قتل کرنے لگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُنکا انجام بیان فرمایا بقولہٖ

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا
اور ڈالی اُنپر ذلت اور محتاجی اور کما لائے غصہ اللہ کا یہ اسپر کہ وہ تھے
يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ
نہ مانتے حکم اللہ کے اور خون کرتے نبیوں کا ناحق یہ اس سے کہ بے حکم تھے اور حد پر نہ رہتے تھے

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و دیگر انبیاء علیہم السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو عزت و ثروت عطا فرمائی لیکن ناشکری کی خصلت
نہ گئی آخر اُنمیں یہانتک نوبت پہونچائی کہ صریح شرک و نافرمانیاں کرنے لگے اور انبیاء و صالحین کو قتل کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اُنکی فضیلت
سلب کر لی اور فرمایا۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۔ اور ٹھپا دیدی گئی اُنپر ذلت و مسکنت ۔ ف ۔ یعنی
ذلیل ہونا و مسکین ہونا اس طرح اُنپر مضروب کر دیا گیا جیسے روپیہ و اشرفی پر ٹھپہ ہوتا ہے کہ جہاں کہیں یہودی پایا جاوے اُسکے ساتھ

ومسکنت لازم ہو گی چنانچہ حسن وقتادہؓ نے فرمایا کہ یہانتک ذلت پہونچی کہ مجوس فارس نے اُنسے جزیہ لیا اور نصرانیون نے مغلوب کیا
یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے ماننے والے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُنکو اپنے تحت حکومت مین لیکر جزیہ پر
رکھا (عبدالرزاق) مترجم کہتا ہے کہ فارس کے مجوسی ان یہودیون سے سخت برتاؤ کرتے تھے اور نصارائے روم بھی بوجہ دشمنی کے اُنکو ذلیل وخوار
کرتے تھے یہانتک کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے نصاریٰ ومجوس کو مغلوب کیا تو انپر سے مصیبت کچھ کم ہوئی اگرچہ ذلت ومسکنت جو انکے ساتھ
لازمی ہے بدستور باقی رہی- ابوالعالیہ وربیع بن انسؓ نے فرمایا کہ مسکنت سے مراد محتاجی ہے علماء نے کہا کہ محتاجی کے یعنے دیے جانے سے
مراد یہ کہ جب تم کسی یہودی کو دیکھو تو اُسکی صورت سے ظاہر ہوگا کہ بہت مسکین ہے اگرچہ وہ بہت مالدار ہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ بخل اُنکے ساتھ
لازم ہوگیا- وَبَاۤءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ - اور کمالائے غصہ اللہ کا- ف ضحاک وسعید بن جبیر نے کہا یعنے اللہ تعالےٰ کیجانب
سے غضب کے مستحق ہوئے- ربیع بن انسؓ نے کہا کہ غضب الٰہی اُنپر طاری ہوگیا ابن جریرؒ نے کہا یعنے ان حرکات کا آخری مرجع غضب الٰہی
ہوا- مترجم کہتا ہے کہ مظاہر غضب الٰہی وہی لوگ ہین جو کفار ہون پس ظاہر ہوا کہ جو شخص یہودیون مین سے اپنے بدکار باپ دادون کی
تحسین پر قائم رہے وہ رحمت ایمان سے محروم ہوگا لہذا تم دیکھتے ہو کہ یہودیون مین سے بہت ہی کم مسلمان ہوئے بخلاف نصاریٰ کے کہ
انمین بکثرت مسلمان ہوئے- ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ
یہ اسی بابت سے کہ یہ لوگ آیات الٰہی کا انکار کیا کرتے تھے اور انبیا کو ناحق قتل کیا کرتے تھے- ف یعنے اسکو سزا شدید نہ سمجھو
بلکہ اُنکا گناہ عظیم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات قدرت ومعجزات نبوت وآیات کتابی یعنے توریت سے پے در پے کفر کرتے جاتے اور انبیا
علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے اسیواسطے ہمنے اُنکو ذلت ومسکنت اور نزول غضب کی سزا دی- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے
کہ مین ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا تو مین نے پایا کہ مالک بن مرارہ رہاوی رضی اللہ عنہ اپنی حالت
عرض کر رہے ہین کہ یا رسول اللہ آپ جانتے ہین کہ مجھکو جسقدر اونٹ عطا ہوئے ہین یعنے فضل الٰہی سے انکی تعداد بہت ہے پھر بھی میرا دل یہ چاہتا
کہ کسیکو دو تسمون کے ساتھ مجھپر فضیلت حاصل ہو تو کیا یہ بغاوت نہین ہے یعنے حد سے تجاوز کرنے مین داخل ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ یہ بغاوت نہین کہلاتی ہے بلکہ بغاوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اتراوے اور حق کی توہین کرے اور لوگون کو اپنی نظر مین خوار سمجھے (رواہ احمد)
یعنے حق کو رد کرے اور لوگونکو اپنی نگاہ مین خوار سمجھے لہذا جب بنو اسرائیل نے اس بغاوت کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالےٰ نے انکی ذلت آخرت
کے ساتھ اُنکی دنیاوی ذلت بھی ملائی چنانچہ تم کبھی نہ پاؤگے کہ کوئی یہودی بادشاہ ہوا اور اُنکی کوئی جماعت صاحب قوت وشوکت قائم ہوا ہو-
یہ ذلت بمقابلہ اُنکے گناہ کے بہت کم ہے کیونکہ قتل پیغمبر بہت کبیرہ وشدید ہے اسیواسطے حدیث ابن مسعودؓ مین وارد ہے کہ قیامت کے روز سب سے بڑھکر
عذاب اُس شخص کو ہوگا جسکو کسی پیغمبر نے قتل کیا یا اُسنے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو اور اُس شخص کو جسنے گمراہی کی پیشوائی کی اور اُس شخص کو جسنے مورتین
بنائین (رواہ احمد) مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ ابی بن خلف کو سخت عذاب ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے
واسطے جنگ احد مین تیزی کی لاگ سے دوڑا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو قتل کر دیا تھا اور اسیطرح ابوجہل ان گمراہونکا پیشوا تھا
جیسے فرعون اپنی قوم کا پیشوا تھا اور واضح ہو کہ کسی پیغمبر کو قتل کرنا سوائے ناحق کے کبھی حق نہوگا پھر آیت مین یہودیون کی فضیحت کے واسطے
صریح بیان فرمایا کہ انبیا کو ناحق قتل کرتے ہین- اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایکبار بنی اسرائیل نے تین سو پیغمبرون کو اول دن
قتل کیا اور اُسی دن آخر وقت اُنکی ترکاریون کا بازار لگا (ابوداؤد والطیالسی) مترجم کہتا ہے کہ یہ بات متواتر ثابت ہے کہ یہودیون مین ایسے ہی قاتلین

ہر ہر محلہ و قریہ و شہر شہر قوم مین متعدد پیغمبر ہوتے تھے جنپر اللہ تعالیٰ کی وحی آتی تھی لیکن یہ سب کتاب توریت کے تابع ہوتے تھے پس یہ لوگ شہوات دنیا مین ایسے منہمک ہوئے کہ بادشاہ کے اتفاق سے یا بادشاہ کے حکم سے مانند یحییٰ علیہ السلام اور اُنکے باپ زکریا علیہ السلام وغیرہ کے اُنھون نے ایک وقت مین اس قدر کثیر پیغمبر قتل کرڈالے اور بعض مفسرین نے زیادہ کیا کہ جب یہ کیفیت ہوئی تو پہاڑون جنگلون سے عابدون وزاہدون کی ایک جماعت کثیر نے آکر انکو سمجھایا اور ڈرایا کہ تم لوگون نے بہت بڑا گناہ کیا ہے اب بھی توبہ کرو ورنہ عذاب الٰہی نازل ہوگا پس اُن لوگون نے ان سب کو بھی قتل کرڈالا اور انھین واقعات سے شاہ روم جو فلسفی اعتقاد پر تھا انپر مسلط ہوا اور دوبارہ شاہ ایران جو مجوسی تھا انپر مسلط کیا گیا۔ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ یہ عذاب اسی سبب سے تھا کہ وہ لوگ نافرمانی کرتے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ ف ان آیات سے موجودہ یہودیون کو تنبیہ فرمائی کہ تم لوگ بھی ہمیشہ ذلت و خواری مین رہو گے کیونکہ تم عہد توریت کے موافق عیسیٰ علیہ السلام کا اقرار نہین کرتے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لاتے ہو کیونکہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اُنھون نے عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سچا اقرار کیا حتی کہ یہود و نصاریٰ کا بہتان دور ہوا اور یقین کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول برحق تھے جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے پس یہود نے جو بہتان حضرت مریمؑ کی نسبت بدکاری کا لگایا اور عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جادوگری کا لگایا نعوذ باللہ من ذلک اور جو بہتان نصرانیون نے بیٹا ہونیکا لگایا معاذ اللہ منہ یہ سب بہتان دور ہوگئے اور تعجب ہے کہ اس زمانہ مین بہت سے نصرانی یہ بہتان لگاتے ہین کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدایش یوسف نجار کے نطفہ سے ہوئی اور یہ کفر و بے شرمی ہے نعوذ باللہ منہا۔ ف۲ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ واذ قلتم یا موسیٰ لن نصبر علی طعام واحد الآیۃ۔ یہ لوگ شہوات طبیعت مین گرفتار تھے اور اُسکے مناسب طعام مانگتے تھے اسیوجہ سے ان لوگون نے طعام اہل روحانیت پر کفایت نہ کی۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل طبیعت سے اُنکی مراد ہے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان مین ترکیب روحانی و جسمانی رکھی ہے پس جسم سے متعلق جو حواس و قیاس سے خواہشات فانیہ ہین کیونکہ جسم خود فانی ہے لیکن جسم کے فنا ہونے کے بعد تعلق روحی جدا ہوجاتا ہے اگرچہ ایک قسم کا لگاؤ باقی رہتا ہے اور تعلق روحانی کے حواس و خواہشات موافق عقل ہین اسیواسطے کمالات حاصل کرنے کے لیے بقاے جسم ضروری ہے چنانچہ شرع مین خودکشی کرنا بھی منع ہے۔ شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسی اُنکو نعمتین عطا فرمائین ویسی ہی آزمائش بھی پوری کی لہذا جب اُنھون نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے طعام روحانی کی لذت اُنسے دور کردی یہانتک کہ کہنے لگے کہ ہم اس طعام پر صبر نہین کرسکتے اسیواسطے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو شکریہ کے ساتھ قائم رکھے ورنہ اللہ تعالیٰ اُسکی حالت کو متغیر کردیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ یعنے جو نعمت کسی قوم کے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ اُسکو تغیر نہین فرماتا یہانتک کہ وہی لوگ خود اپنی حسن نیت و اخلاص کو بدل ڈالین۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے جس قوم کو جو نعمت عطا فرمائی جب تک وہ لوگ شاکر نعمت پر قائم رہتے ہین تو اللہ تعالیٰ اُسمین تغیر وکمی نہین فرماتا پھر جب وہ اُسکو بدلتے ہین اور شرع الٰہی پر قائم نہین رہتے بلکہ ظلم و فسق و فجور کرتے ہین تو اللہ تعالیٰ اُس نعمت کو متغیر فرماتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مسلمانون کو یہ معاملہ خود اپنے بادشاہون وقومون مین دیکھ لینا چاہیے۔ شیخؒ نے لکھا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ آدمی دو طرح کے ہوتے ہین ایک وہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اُنسے تدبیر دور فرمائی یعنے عنایت الٰہی خود اُنکے واسطے مدبر ہے اور ان لوگون کی حالت یہ ہے کہ اختلاط سے علیحدہ اور ہر رنج و خوشی مین تقدیر الٰہی کے پابند ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اُنکی کیفیت یہ ہے کہ ہر ساعت مین وہ جسم نورانی کے موافق جسم خاکی کی تکمیل معارف عقل کے موافق کرتے رہتے ہین اور جسمانی تدبیر اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر چھوڑتے ہین اور قسم دوم وہ ہین جو اپنے پسندی کی تدبیر پر چھوڑے گئے ہین یعنے اپنے اختیارات

موافق ہر ایک تدبیر کو پسند کرین حتی کہ کبھی ایک بات کو چاہتے اور کبھی دوسری بات کو چاہتے ہین حتی کہ کبھی اس پسندیدگی و تدبیرین
ایسی خبط و خطا کرتے ہین کہ برباد ہو جاتے ہین جیسے بنی اسرائیل نے رزق روحانی چھوڑ کر رزق جسمانی ساگ پات پسند کیا کیا نہین
دیکھتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے کیونکر اُنپر انکار کیا کما قال تعالی - اتستبدلون الذی ہو ادنیٰ بالذی ہو خیر - اور کیون نہین کہ اُنھون نے
مقربین کا کھانا چھوڑ کر شہوت پرستون کا کھانا پسند کیا چنانچہ واسطیؒ نے فرمایا کہ ان لوگون نے منّ و سلویٰ جو کہ یوہین بغیر آوے بغیر تکلیف کے
اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُنکو ملتا تھا چھوڑ دیا اور اپنے نفوس کی پیروی کی اور جو کچھ طبیعتین چاہتی تھین وہ مانگا مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حکما سے یعنی عارفین
ربانی سے ایک حکمت منقول ہے کہ آدمی کبھی رضائے الٰہی عزوجل مین اپنے اختیار و پسند کو دخل نہ دے یعنی ضرورت کے موافق خواہش تدبیر کرے
اور جو کچھ نتیجہ میسر آوے اُسپر راضی رہے اور یہ ہوس نہ کرے کہ بجاے اسکے اگر ایسا ہوتا تو بہتر تھا کیونکہ وہ نہین جانتا کہ ایسا ہونے کی حالت مین کیا پیش آوے گا
ہان اللہ تعالیٰ سے ثبات یقین و استقامت دین کی درخواست کرتا رہے اور جو کچھ حکیم عزوجل نے مقدر فرمایا اُسپر بخوشی راضی ہو دلیل آنکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب
عورتون کے نرغے مین پڑے تو اللہ تعالیٰ سے اُنکے مکر سے حفاظت چاہی اور اسکے ساتھ بلاء الٰہی بھی پسند کی یعنے قال رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ کہا یہ عورتین جو مجھکو
خواہش کرتی ہین اسمین مبتلا ہونے سے مجھکو قید خانہ زیادہ محبوب ہے حالانکہ قید خانہ مین جا کر گھبرانے لگے لیکن وہان صبر کرنا بھی اُنھین کی شان نبوت کا
کام تھا چنانچہ سورۂ یوسف کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا قولہ تعالی - وضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ - اللہ تعالیٰ نے سرکشی کی عقوبت مین موجودہ
سے پہلے اُنپر شیطان کی پیروی کی وجہ سے ذلت کا داغ دیدیا تھا اور دنیا کی محبت کا لباس پہنایا کہ جس سے وہ آخرت سے بخیل تھے کہ رضاے الٰہی آخرت
کی جانب رجوع نہین کرتے تھے - بعض مشائخ نے فرمایا کہ اُنکی مسکینی حرص دنیا کے لباس مین ہے اور ذلت اس مال دنیا کی بخیل کے پیرایہ مین ہے
عکس - اگر کہا جاوے کہ کیا بنی اسرائیل سب ایسی قسم کے ناکارہ لوگ تھے جواب یہ ہے کہ ہر قوم مین اکثر کا اعتبار ہوتا ہے پس اکثر اوقات اُنمین جاہلون کا
غلبہ زیادہ ہوتا تھا جس سے فسق و فجور پڑ جاتا تھا اور یہ جو اُنمین اولیاء و صالحین گذرے وہ بھی بہت ہین قال تعالے -

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

یون ہی جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاری اور صابئین جو کوئی ایمان لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر

الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اور کام کیا نیک تو اُنکو ہے اُنکی مزدوری اپنے رب کے پاس اور نہ اُنکو ڈر ہے

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ٥

اور نہ وہ غم کھاوین

اس آیت کی تفسیر مین مفسرین کے دو قول ہین ایک یہ کہ اسمین موجودہ قومون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیکا بیان
ہے اور اُسکا حاصل یہ ہے کہ - إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا - جو لوگ ایمان لائے - ف یعنے جن لوگون نے اسوقت لا الٰہ الا اللہ
محمد رسول اللہ کہا کہ اُنکا نام مسلم یا مومن کہلایا خواہ اُسنے دل سے کہا ہو یا منافق ہو - وَالَّذِينَ هَادُوا - اور وہ
لوگ جو یہودی بنے ہین - ف یعنے اپنے آپکو شریعت موسیٰ علیہ السلام و توریت پر قائم و یہودی کہتے ہین - وَالنَّصَارَىٰ
اور جو نصاری کہلاتے ہین - ف یعنے اپنے آپکو تابع عیسیٰ علیہ السلام و شریعت توریت و انجیل کہتے ہین - وَالصَّابِئِينَ
اور وہ لوگ جو صابئین کہلاتے ہین - ف - غرض کہ اسوقت مین یہ فرقے جو مومنین و یہود و نصاری و صابئین کہلاتے ہین

انکا انجام یہ ہی کہ انمین سے۔ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ جو کوئی سچا یقین لایا اللہ تعالی اور روز قیامت کا اور نیک
کام کیا تو اُنکے لیے اُنکے پروردگار کے یہان اُنکا ثواب ہی اور اُنپر خوف نہین اور نہ وی غمگین ہونگے۔ ف یعنے ان فرقون مین
جو کوئی ایسا ایمان لایا جو اللہ تعالی کے نزدیک مقبول ہی اور وہ فقط اسی طور سے ہوگا کہ لا آلہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو سچے دل سے مانے
تو وہ آخرت مین بخوف و غم ہوگا خلاصہ یہ ہی کہ سابق مین جو پیغمبر و جو شریعت ہو وہ اب بالکل منسوخ ہی پس اب جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پر ایمان لایا وہی اللہ تعالی کے یہان مقبول ہوگا ورنہ زبانی منافق بننے یا یہودی و نصرانی و صابی ہونے سے کچھ فائدہ نہین ہی مترجم کہتا ہی
کہ یہ تفسیر ایک قول ہی لیکن اس تفسیر کے موافق دہریہ و بت پرست وغیرہ کسی کا ذکر نہین ہی حالانکہ مقصود تو یہ ہی کہ اب دنیا مین خواہ کافر
بت پرست ہو یا دہری نیچر ہو یا کسی پیغمبر و شریعت کا مقر ہو اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو سچے یقین سے مانے اور توحید قرآن کے موافق
آخرت پر یقین لا کر نیک کام کرے تو اُسکے واسطے آخرت مین خوف سے نجات و بلند درجات ہین۔ دیگر علما کے نزدیک اس آیت کے معنے
یہ ہین کہ زمانہ سابق مین ہر پیغمبر کے واسطے ایک زمانہ تھا اور اُس زمانہ تک اُسی پیغمبر کی شریعت مقبول تھی جیسے اس زمانہ مین قیامت تک محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی شریعت پر خاتمہ ہی پس زمانہ موسیٰ علیہ السلام مین جو یہودی درحقیقت اللہ تعالی و روز قیامت پر ایمان لایا اور زمانہ عیسیٰ علیہ السلام مین
جو نصرانی درحقیقت ایمان لایا اور اب زمانہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین جو کوئی درحقیقت مومن ہوا اُسکے واسطے آخرت مین نجات و درجات ہین چنانچہ شیخ
ابن کثیر نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالی نے پہلی آیات مین عام طور پر یہودیون کی نافرمانیان و ہتک حرمت و قتل انبیا علیہم السلام کے افعال شنیعہ و نزول
غضب الٰہی بیان فرما کر اس آیت مین آگاہ فرمایا کہ اگلی امتون مین بھی جب یہودی یا نصرانی یا صابی نے سچے دل سے اللہ تعالی و روز قیامت پر
یقین کیا جیسے اس زمانہ مین جو لوگ مومن کہلاوین اگر سچے دل سے اللہ تعالی و روز قیامت پر یقین لاوین تو اُنکے واسطے آخرت مین خوف
و غم نہین ہی کیونکہ یہ لوگ اولیاے الٰہی ہین اور اللہ تعالی نے فرمایا۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ آگاہ رہو کہ بیشک اولیاء
الٰہی کا یہ مرتبہ ہی کہ اُنپر خوف نہین اور نہ وی غمگین ہونگے۔ یعنے آخرت مین اُنکے لیے بخوف درجات بلند ہین۔ ابن ابی حاتم نے بسند جید
روایت کی کہ مجاہد نے بیان فرمایا کہ سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن راہب نصرانیون کا ذکر کیا جنھون نے مجھکو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب راہ بتلائی تھی یعنے عرب مین ایک پیغمبر آخر الزمان پیدا ہونے والے ہین اور نشانات سے اُنکا یہی زمانہ معلوم ہوتا ہی
پس تم عرب مین جاؤ اگر تم اُنکو پاجاؤ تو تمھاری نہایت خوش قسمتی ہی اور مین نے اُن لوگون کی عبادت کا بھی ذکر کیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ ان الذین
آمنوا والذین ہادوا والنصاریٰ والصابئین الآیہ۔ مترجم کہتا ہی کہ اس قول صحیح کے موافق آیت کی تفسیر یہ ہی کہ۔ ان الذین آمنوا جو لوگ اس
زمانہ مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ان مین مخلص و منافق دونون شامل ہین یا جو اسوقت مین بت پرست وغیرہ مومن ہوجاوین والذین ہادوا
اور جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت مین یہودی کہلائے۔ والنصاریٰ۔ اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت مین نصاریٰ کہلائے۔ والصابئین
اور جو اپنے پیغمبر کے وقت مین صابئین کہلائے۔ تو ان مین صرف زبانی کہلانے کا کچھ اعتبار نہین ہی بلکہ اُنکا حکم یہ ہی کہ من آمن باللہ والیوم الآخر
جو اللہ تعالی و روز قیامت پر ایمان لایا۔ وعمل صالحا۔ اور نیک کام کیا یعنے دل سے ایمان لایا و شریعت کی فرمانبرداری کی۔ فلہم اجرہم
عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ تو اُنکے واسطے اُنکے پروردگار کے نزدیک اُنکا ثواب ہی اور آخرت مین اُنپر خوف نہین اور نہ وی غمگین ہونگے
شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ یہودیون کا ایمان یہ ہی کہ اُنھون نے توریت و سنت موسیٰ علیہ السلام کو مضبوط لیا پھر جب عیسیٰ علیہ السلام ہوئے تو عیسیٰ علیہ السلام ۱

سے انکار نہین کیا اور جسنے انکار کیا وہ تباہ ہوا کیونکہ اُسوقت شریعت موسیٰ علیہ السلام جاری رہی تھی پھر جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاکر
نصرانی ہوئے تو اُنکا ایمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بندۂ پیغمبر ہین اور اُنھنے شریعت انجیل کے موافق توریت
پر بھی عمل کیا یہانتک کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ کی وہ برباد ہوا شیخ نے لکھا کہ یہود نام ہوا
ہود یعنی توبہ سے کہ ہے کیونکہ جب اُنھون نے مخالفت سے توبہ کی تو باہم یہود مشہور ہوئے بعض نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام
یہودا تھا تو اُنھین کی نسبت یہودی کہلاتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اُنھین کی جانب نسبت پھیل جانے کی یہ وجہ ہوئی ہو کہ بنی اسرائیل
مین سلطنت اولاد یہودا مین رہی تو سلطان کی خوشامد سے لوگ اپنے کو یہودی کہتے ہونگے جیسے سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ نے جنکا نام مصلح الدین
تھا اپنے بادشاہ ابوبکر سعد کی جانب نسبت کرکے اپنا تخلص سعدی رکھا اور ابو عمرو بن العلاء نے کہا کہ تہوّد بمعنی تحرک ہے یعنی ہلنا کیونکہ یہ لوگ توریت
پڑھتے وقت ہلتے جاتے تھے مترجم کہتا ہے کہ سراج مین لکھا کہ یہودی دعوی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جسوقت توریت نازل کی تو زمین و آسمان
کو جنبش و حرکت ہوئی اسی سبب سے یہ لوگ توریت پڑھتے وقت ہلا کرتے تھے شیخ نے لکھا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے
تو بنی اسرائیل پر اُنکی اتباع و نصرت واجب ہوئی تو جسنے نصرت کی وہ نصاری کہلایا کما قال تعالیٰ۔ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ اور بعض نے کہا
کہ یہ لوگ قریۂ ناصرہ مین بسے اسلیے نصاری کہلائے اور یہی قول قتادہ و ابن جریج و روایت ابن عباسؓ ہے پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو خاتم النبیین تمام بنی آدم کی جانب بھیجا تو تمام یہود و نصاری و عرب و عجم سب پر آپکی اتباع فرض ہوئی کہ آپ پر ایمان لاوین اور اللہ تعالیٰ نے
آپکی بشارت جمیع اقوام کو اُنکے پیغمبرون کے ذریعہ سے پہونچائی تھی اور آپکے امتیون کا نام مومنین رکھا کیونکہ انکے ایمان بہت قوی ہین اور اسوجہ
سے کہ یہ لوگ انبیائے سابقین و حالات آخرت پر ایمان لائے ہین رہا بیان فرقہ صابئین تو انمین اختلاف ہے چنانچہ مجاہد و عطا و سعید بن جبیر
و حسن بصری سے روایت ہے کہ یہ لوگ بے دین ہین اور ابو العالیہ و ربیع بن انس و سدی و ابو الشعثاء جابر بن زید و ضحاک و اسحق بن راہویہ نے کہا
کہ یہ لوگ اہل کتاب مین سے زبور پڑھتے ہین اسیواسطے امام ابو حنیفہؒ و اسحاقؒ نے کہا کہ اُنکا ذبیحہ کھانے و اُن کی عورتون سے نکاح کر لینے مین مضائقہ نہین ہے
اور ابن جریر نے حسن بصریؒ سے روایت کی کہ زیاد کو خبر پہونچی کہ صابئین پانچون نمازین بجانب قبلہ پڑھتے ہین تو اُسنے چاہا کہ انسے جزیہ موقوف کرے
پھر اُسکو خبر پہونچی کہ یہ لوگ ملائکہ کی پرستش کرتے ہین۔ ابو جعفر رازی نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ یہ لوگ زبور پڑھتے اور قبلہ رخ نماز پڑھتے اور ملائکہ کی پرستش
کرتے ہین اور یہی قتادہؒ سے روایت ہے اور ابن ابی حاتم نے ابو الزناد سے روایت کی کہ صابئین ایک قوم ہے جو عراق کے متصل قریۂ کوثی مین رہتی ہین اور
یہ لوگ جمیع انبیا کو مانتے اور سال مین تیس دن روزہ رکھتے ہین اور یمن کی جانب متوجہ ہو کر پانچ نمازین ہر روز پڑھتے ہین اور وہب بن منبہ نے کہا کہ یہ لوگ
لا الٰہ الا اللہ جانتے ہین اور اُنھون نے کوئی کفر نہین نکالا اور اُنکے واسطے کوئی شریعت بھی نہین ہے اور یہی قول عبد الرحمن بن زید سے مروی ہے اور خلیل نے کہا کہ وہ لوگ
اپنے کو دین نوح علیہ السلام پر سمجھتے ہین۔ قرطبی نے کہا کہ بعض علما کے بیان سے یہ نکلتا ہے کہ وہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہین اور باوجود اسکے نجوم مین تاثیر قدرتی
اعتقاد کرتے ہین اسیواسطے ابو سعید اصطخری نے اُنکے کفر کا فتوی دیا اور امام رازی نے کہا کہ یہ لوگ کواکب کو قبلہ عبادت سمجھتے ہین یا اُنکا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
اس عالم کی تدبیران کواکب کے سپرد فرمائی ہے اور یہی قول کشرانیون کا کہلاتا ہے جنکی ہدایت کے واسطے ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ
اقوال مین اظہر یہ ہے کہ یہ لوگ صرف لا الٰہ الا اللہ کہتے ہین اور وہ ان اقوام یہود و نصاری و مجوس و مشرکین کسی مین سے نہین ہین اسیواسطے
مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صابی کہتے تھے مترجم کہتا ہے کہ آیت قدسی کی تفسیر مختار سے یہ بات معلوم
ہوتی ہے کہ وہ لوگ اپنے وقت مین کسی پیغمبر حق پر ایمان لائے تھے اور قول امام رازیؒ سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ لوگ دین ابراہیم علیہ السلام پر ہین اور ظاہر

یہ معلوم ہوتا ہی کہ ابراہیم علیہ السلام ابتدا مین اعتقاد توحید تعلیم فرماتے تھے اور ظہور شریعت سے پہلے اُنھون نے بابل سے ہجرت فرمائی پس شاید اُنھون نے بشارت ابراہیم علیہ السلام سے شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام سیکھی پھر زمانہ دراز گذرنے کی وجہ سے ممکن ہی کہ بعضے اُن مین سے ستارے پوجنے لگے ہون جیسے نصرانیون نے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب کو پوجنا شروع کیا پس ظاہر یہی معلوم ہوتا ہی کہ صابی ایک فرقہ اہل دین مین سے ہی اگرچہ پچھلے زمانہ مین مشرک ہوگیا ہو اور یہی آیت قدسی کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہی پھر مین نے پایا کہ شیخ ابن تیمیہ نے منطقیین کے رد مین اسیکے مانند فرمایا ہی لہذا القول امام ابوحنیفہ و اسحق بن راہویہ کے اُنکا ذبیحہ جائز اور اُنکی عورتون سے نکاح حلال ہوسے اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہی اور شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ اُنکے تدین شریعت مین اختلاف کی وجہ سے شبہہ پیدا ہوا تو احتیاطاً حلت کا فتویٰ نہین دیا جائیگا واللہ تعالےٰ اعلم۔ (فائدہ) حدیث مین ہی کہ تین شخص ایسے ہین جنکے لئے اجر دوہرا ہی ایک وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تو اُسکو دوہرا ثواب ملیگا اور دوم وہ مملوک جسنے اپنے مولیٰ کا حق خدمت ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کا حق عبادت بھی ادا کیا تو اُسکے لیے دوہرا ثواب ہی سوم وہ شخص جسکے تحت مین لونڈی تھی اسنے اُسکو ایمان و اسلام اچھی طرح سکھلایا پھر اُسکو آزاد کرکے اُس سے نکاح کرلیا تو اُسکو دوہرا ثواب ہی اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی امتون کی نسبت تمھاری بقاء قیامت تک مثالاً اتنی ہی سی ہی جیسے عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت اور توریت والون یعنی یہود کو توریت دیگئی اُسپر اُنھون نے عمل کیا یہانتک کہ دوپہر ون آیا پھر عاجز ہوئے پس ایک ایک قیراط اپنی اجرت دیے گئے پھر انجیل والون یعنے نصاریٰ کو انجیل دیگئی سو اُنھون نے نماز عصر تک عمل کیا پھر عاجز ہوسے پس ایک ایک قیراط اپنی اجرت دیے گئے پھر ہم لوگ قرآن عطا کیے گئے سو ہمنے غروب تک عمل کیا پس ہم دو دو قیراط عطا کیے گئے اسپر پہلے دونون اہل کتاب نے کہا کہ ای پروردگار یہ لوگ دو دو قیراط دیے گئے اور ہم ایک ایک قیراط دیے گئے حالانکہ ہمنے انسے زیادہ کام کیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ کیا مین نے تمھاری اجرت مین تمکو کم کردیا تو اُنھون نے کہا کہ نہین تو فرمایا کہ پھر یہ میرا فضل ہی جسکو چاہتا ہون دیتا ہون (البخاری والترمذی وصححہ) پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دوسری بدعہدی اور اپنی نعمت یاد دلائی فقولہ تعالیٰ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا
اور جب لیا ہمنے قرار تم سے اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہم نے دیا زور سے اور یاد کرتے رہو

مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
جو اسمین ہے شاید تمکو ڈر ہو پھر تم پھر گئے اسکے بعد سو اگر نہوتا فضل اللہ کا

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝
تمپر اور اُسکی مہر تو تم خراب ہوتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو عہد میثاق یاد دلایا یعنے جب اللہ تعالےٰ نے اُنکو توریت بھیجی اور اُنھون نے اُسکے احکام دیکھے تو اُسکے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ ہم اسکو نہین لینگے پس اللہ عزوجل یاد دلاتا ہی وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ اور یاد کرو جب ہمنے تمسے عہد لیا ف یہ عہد اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا اور خطاب ان یہودیون کو کیا گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین موجود ہین کیونکہ یہ لوگ اپنی باپ دادون کے افعال پر فخر کرتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ قیامت تک اُنکی اولاد مین سے کوئی عذاب جہنم مین گرفتار نہوگا اور اگر عذاب ہوا تو صرف گنتی کے سات روز عذاب ہوگا

جتنے دن گوسالہ پوجا گیا تھا تو یہ لوگ اپنے باپ دادون کے ساتھ اپنے آپ کو سرعہد و میثاق و وعذاب وثواب مین داخل کرتے تھے لہذا اُنکو خطاب فرمایا کہ تم وہ وقت یاد کرو جب تمھارے باپ دادون سے ہمنے عہد لیا کہ توریت پر قائم رہین اور اُنھون نے قبول کرنے سے انکار اور عذر کیا کہ احکام بہت سخت ہین تو عذر مقبول نہوا۔ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ۔ اور ہمنے تمھارے اوپر طور کو بلند کیا۔ ف طور ہر ایسے پہاڑ کو کہتے ہین جسپر سبزہ ہو اور خاص اُس پہاڑ کا بھی نام ہے جسپر موسی علیہ السلام کو مناجات ہوئی اور یہان احتمال ہے کہ بطور اعجاز قدرت کے یہی پہاڑ اُنکے سر پر بلند کیا گیا ہو جیسے کہ ابن عباس ومجاہد وعطاء وعکرمہ وحسن وضحاک وربیع بن انس وغیرہم نے بیان فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ توریت بھی کوہ طور پر عطا ہوئی اور اُسی کے نواح مین یہ لوگ پڑے ہوئے تھے تو ظاہر یہی ہے کہ اسی پہاڑ کو اُنپر بلند فرمایا اور حکم ہوا۔ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ لو اس کتاب کو جو ہمنے تمکو عطا کی بقوت۔ ف یعنے بعزم قوی وجزم فرمانبرداری اس توریت کو لو۔ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ۔ اور جو کچھ اسمین ہے اُس سے نصیحت حاصل کرو۔ ف۔ یعنے اسکے معارف وحقائق سے آراستہ ہو اور اسے اخلاق ظاہر وباطن درست کرو۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ شاید تم عذاب سے بچو۔ ف یعنے امید رکھو کہ اس طرح طاعت ومعرفت سے اللہ تعالے تمکو عذاب سے نجات عطا فرماویگا یا۔ لعلکم تتقون۔ کے یہ معنے ہین کہ ایسا کرو تاکہ تم عذاب سے بچو سدیؒ نے فرمایا کہ جب اُنھون نے انکار کیا تو اللہ عزوجل نے پہاڑ کو حکم دیا جو اُنکے سر پر آیا اور قریب تھا کہ انپر گر پڑے پس گھبرا کر سجدہ مین گر پڑے اور ایک آنکھ کے کنارے سے دیکھتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور عذاب دور کر دیا لہذا یہودی اسیطرح سجدہ کرتے ہین کہ ایک طرف آنکھ کھلی رکھتے ہین اور کہتے ہین کہ واللہ یہی سجدہ خوب ہے جس سے اللہ تعالے نے عذاب دور کیا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ معجزہ قدرت قطعی ثابت ہے اس دلیل سے کہ قرآن مجید مین متواتر منقول ہے اور قرآن مجید مین جس وقت نازل ہوا تو یہودیون کی مذمت کے طور پر نازل ہوا حالانکہ اُسوقت لاکھون یہودی موجود تھے اور کسی نے اسکا انکار نہین کیا کیونکہ خود یہودیون مین حضرت موسی علیہ السلام کے وقت سے برابر متواتر منقول ہے پس کسیکو انکار کی مجال نہین ہوسکتی اور اس سے آیات قرآنی کا لطف ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آیات قدرت اس طور پر نازل فرمائین کہ گویا وہ اس امت مین واقع ہوئی ہین کیونکہ اگر اسوقت کوئی قوم نافرمان بناکر اُسپر یہ پہاڑ اسیطرح سایہ کیا جاتا تو وہ بھی ویساہی قطعی ہوتا جیسا نقل متواتر قطعی ہے اور ہمارے زمانہ مین بعض نیچریون نے جب دیکھا کہ اس نقل متواتر کا انکار ممکن نہین ہے تو اُسنے اسکے معنے مین تحریف کی اور کہا کہ۔ ورفعنا فوقکم الطور سے یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ ایک پہاڑ کے نیچے کھڑے کیے گئے تھے اور وہان حکم دیا گیا تھا کہ تم توریت کو مانو تو گویا پہاڑ انکے اوپر تھا جیسے بولا کرتے ہین کہ ہم لوگ پہاڑ کے نیچے پہونچے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بہتان صریح وکذب باطل ہے کیونکہ اول تو اللہ تعالیٰ نے دوسرے سورہ مین فرمایا۔ واذ نتقنا الجبل فوقہم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بہم خذوا ما آتیناکم بقوۃ واذکروا ما فیہ لعلکم تتقون۔ یعنے جب ہمنے پہاڑ اُٹھاکر اُنکے اوپر بلند کیا گویا وہ سائبان ہے اور اُنھون نے یقین کیا کہ اُنپر گر پڑا ہے آخر تک۔ یہ صریح ہے کہ وہ آیت قدرت کے طور پر اپنے مقام سے اُٹھاکر اُنکے سر پر بطور چھتر یا ظلہ ابر کے آیا تھا اور ڈرتے تھے کہ اُنپر ڈال دیا جاویگا دوم یہ کہ اسیطرح یہود مین متواتر منقول ہے جسطرح ہمنے بیان کیا تو متواتر مین اس نیچری کی تحریف محض باطل ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ خالی پہاڑ کے نیچے کھڑے ہونے مین کیا خوف وتہدید ہے اور جب یہود مین اسی کیفیت کے ساتھ متواتر منقول ہے تو آپکی تحریف کیونکر رائج ہوسکتی ہے سوم یہ کہ جب قرآن مجید نازل ہوا تو لاکھون ان یہودیون مین سے کسی نے انکار نہ کیا باوجودیکہ یہ اُنکی مذمت تھی کیونکہ متواترات کا انکار کسی سے

سکا نہیں ہے اور اسکے سچ ہونے میں کسیکو شک نہیں ہو سکتا سوائے ایسے ہی لوگوں کے جو دن دوپہر کو آفتاب سے منکر ہیں الغرض اللہ
تعالی نے یاد دلایا کہ اے یہود دیکھو توریت تمپر نازل کی گئی اور وہ عین ہدایت و نور تھی پہر تمنے اسپر عمل کرنے میں اسقدر جھگڑا کیا کہ
آخر تمپر ایک پہاڑ بلند کیا گیا تب تمنے اقرار کیا حالانکہ یہ تمہاری سفاہت تھی کہ تمنے عین ہدایت کو لینے میں اسطرح انکار کیا
واضح ہو کہ جب انہوں نے توریت کو قبول کیا تو ایک مدت تک بہت لوگ صلحا و علما اسی عہد پر قائم رہے حتی کہ انمیں انبیاء
و صالحین گذر رہے ۔ ثُمَّ تَوَلَّيْتُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ پہر تمنے اسکے بعد پیٹھ پہیری ۔ یعنی اپنے عہد و میثاق
توریت سے خلاف کرنے لگے لیکن اللہ عزوجل نے حضرت داؤد و سلیمان و اشموئیل وغیرہ انبیاء علیہم السلام بھیجکر انکو نصیحت فرمائی اور
اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے پہر انکی جماعت مجتمع اور کلمہ پابند رکھا جیسے امت اسلامیہ میں ہر صدی میں بمنزلہ انبیاء بنی اسرائیل کے علماء صالحین
ہوتے رہے ہیں جو انکو راہ توحید بتاتے رہتے ہیں پہر اگر عوام سمجھ جاویں اور مانیں تو جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالی کی رحمت ہے چنانچہ بنی اسرائیل کو
احسان رکھا اور فرمایا ۔ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنتُم مِّنَ الْخَاسِرِينَ ۝
اور اگر اللہ تعالی کا فضل و اسکی رحمت نہوتی تو تم لوگ خاسرین میں سے ہو جاتے ۔ فائدہ یعنی دنیا ہی میں عذاب سے ہلاک
ہو کر آخرت کی خواری میں پڑ جاتے واضح ہو کہ بنی اسرائیل میں انکی تنبیہ کے واسطے بہت ایسے امور واقع ہوتے تھے جس سے انکو
تنبیہ و تہدید رہے چنانچہ روایت ہے کہ جب بنی اسرائیل میں سے کوئی شخص گناہ کرتا تو صبح کو اسکے دروازے پر لکھا ہوا ملتا کہ فلان
شخص نے رات کو ایسا گناہ کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ بعضے خاص گناہوں کے بارہ میں تھا اور عموماً ہر گناہ میں نہیں تھا یا خاص
اہل بیت المقدس یا فلان کے ساتھ خاص ہو واللہ اعلم اسیطرح بعض بدکاروں کی نسبت منقول ہے کہ اسکو دفن کیئے گئے تو دوسرے روز
دیکھا کہ اسکو زمین نے نکال پھینکا ہے پہر اسکو دفن کیا تو پہر یہی ہوا اسیطرح بار بار ایسا واقع ہوا آخر لوگوں نے لاچار ہو کر اسکو جہاڑ میں
ڈال دیا غرض کہ جب کوئی قوم ایسا گناہ کرتی تھی جس سے شریعت کی ہتک حرمت ہو کر عوام میں فساد پہیلے تو ایک تنبیہ
کیجاتی تھی جس سے لوگوں کو تہدید ہو اور اسی قسم سے اصحاب السبت کا قصہ ہے جو زمانہ داؤد علیہ السلام میں واقع ہوا اور وہ
یہودیوں میں متواتر منقول بلکہ انکی اہمیت کے طور پر قرآن شریف میں مذکور ہے چنانچہ فرمایا ۔
وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝
اور جان چکے ہو جنہوں نے تم میں زیادتی کی ہفتے کے دن میں تو ہمنے کہا ہو جاؤ بندر پھٹکارے
فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝
پہر کیا ہمنے وہ دہشت رکھی اس شہر کے روبرو والوں کو اور پیچھے والوں کو اور نصیحت رکھی ڈر والوں کو
جاننا چاہئے کہ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کے ساتھ برکت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک نظر رحمت رکھی تھی کہ اس
زمانہ کے اہل عالم پر انکو فضیلت دی اور انمیں ہدایت آخرت کے اسباب قائم رکھے تھے کہ موسی علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی اور
دوران بنی اسرائیل میں حضرت عیسی علیہ السلام تک کوئی نہ کوئی انہوں پر قائم رہی یا بادشاہ رہے احکام کے جو اول انبیاء موجود کیے گئے تھے پہر
حضرت موسی علیہ السلام کے بعد یوشع علیہ السلام پیغمبر ہوئے پہر کالب بعد بھی بنی اسرائیل کے بت پرست ہو جاتے تھے کہ الیاس و یسع
وغیرہ علیہم السلام پیغمبر ہوتے آئے لیکن اکثر بادشاہوں کو فرمانبرداری میں فساد شریعت ہوتا تھا حتی کہ داؤد علیہ السلام سے بادشاہت پیغمبری

اور انکے عہد میں تمام بنی اسرائیل بزور سلطنت مطیع ہو گئے اور جب سرکشی سے انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے تھے اسکی خوب
سزا پائی اور انکے زمانہ میں شام کے پچھم جانب سمندر کے کنارے شہر ایلہ میں قریب تین ہزار آدمی کے رہتے تھے جنکی بڑی تجارت
مچھلیاں تھیں اور سنیچر کے روز اللہ تعالیٰ نے انپر عبادت مفروض کر دی تھی کہ سوائے عبادت کے کوئی کام نہ کریں چنانچہ شہر ایلہ والوں پر سنیچر کے
دن مچھلیوں کا شکار بھی حرام تھا پھر اللہ تعالیٰ نے عجائب قدرت سے بنی اسرائیل کو عبرت دلانی چاہی تاکہ سوائے اسکے
مسلمان ہوں پھر انہی شہر والوں کو امتحان میں مبتلا فرمایا اور اسکا واقعہ یہ ہوا جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ اعراف
میں مفصل بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ - واسئلہم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر اذ یعدون فی السبت اذ تاتیہم حیتانہم یوم سبتہم شرعا ویوم لا یسبتون
لا تاتیہم کذلک نبلوہم بما کانوا یفسقون - یعنے یہودیوں سے سمندر کے کنارے والے قریہ کا حال دریافت کر کہ انکا کیا حال گذرا جب وہ
سنیچر کی تعظیم میں فرمان سے بڑھ چلے تھے جب انکی تعظیمی دن سنیچر کو مچھلیاں پانی پر آ نمایاں ہوتی تھیں اور جب سنیچر نہ ہوتا تو نہ آتی تھیں اسی طرح
ہم انکو آزماتے تھے انکی نافرمانیوں پر چنانچہ اس مقام پر بنی اسرائیل کو مختصر یاد دلا کر فرمایا بقولہ تعالیٰ - ولقد علمتم
الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لہم کونوا قردۃ خاسئین - اور بیشک تم جان چکے
ہو ان لوگوں کو جنہوں نے تم میں سنیچر کی تعظیم کرنے میں حد سے تجاوز کیا تو ہم نے انکو کہا کہ بندر ہو جاؤ ذلیل پس وہ
بندر ہو گئے تین دن تک زندہ رہ کر مر گئے اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک فرقہ میں نازل کیا اور انکا
سب کے واسطے قطعی کر دیا اور اپنے فضل سے اگلے پچھلوں کو اس عذاب سے محفوظ رکھا
ویسی ہی عبرت ہو جیسے اس زمانہ والوں کے واسطے عبرت تھا اسیواسطے فرمایا بقولہ تعالیٰ فجعلناہا نکالا
لما بین یدیہا وما خلفہا وموعظۃ للمتقین - پس ہم نے اس واقعہ کو عبرت ناک کر دیا
وہاں کے موجود والوں کے لیے اور پیچھے والوں کے لیے اور نصیحت کر دیا پرہیزگاروں کے لیے
میں پرہیزگاری ہو وہی اس نصیحت کو پہنچتے ہیں ابن کثیر نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ
نے ان یہودیوں کو جو توریت کا عہد میثاق توڑ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے قطعی واقعہ سے تہدید فرمائی کہ
تم لوگ اس قریہ کا حال خوب جانتے ہو کہ جب انہوں نے سنیچر کے دن مچھلیوں کا شکار کیا تو اللہ تعالیٰ
نے انکو شکل انسانی سے مسخ کرکے بندروں کی شکل کر دیا سدی وقتادہ نے کہا کہ وہ لوگ بندر ہو گئے اور واضح ہو کہ بالاتفاق
یہودیوں کے نزدیک یہ لوگ بندر کی شکل ہو گئے تھے لیکن ابن ابی حاتم وابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ
صورت بندر نہیں ہوئی بلکہ انکے قلوب مسخ ہو گئے مترجم کہتا ہے کہ امام رازی وابن کثیر وخطیب وغیرہ جمیع علماء مفسرین نے اس روایت کو
کسی راوی کا وہم بیان کیا کیونکہ قطعی آیات ومتواتر روایات کے خلاف ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید حضرت مجاہد نے اصل مسخ بیان کیا
ہوگا کہ ظاہری صورت کا مسخ ہونا کوئی ایسی بڑی عبرت نہیں بلکہ اصل خوفناک یہ ہے کہ قلوب مسخ ہو کر بندر ہو جائیں
یعنی تہدید ہے کہ عقل سلب ہو کر حیوان کی کیفیت ہو جاتی ہے پس راوی نے وہم کیا کہ حضرت مجاہد کا یہ مطلب ہے کہ ان لوگوں کی ظاہری صورت
مسخ نہیں ہوئی تھی حالانکہ یہ وہم قال تعالیٰ من لعنہ اللہ وغضب علیہ وجعل منہم القردۃ والخنازیر الآیۃ
ابن عباس سے روایت کی کہ جوان لوگ تو بندر ہو گئے اور بوڑھے لوگ سور ہو گئے تھے قتادہ نے کہا کہ

ہو گئے جو بندروں کی بولی بولتے تھے۔ محمد بن اسحٰق نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ہفتہ میں ایک دن خالص عبادت کے لیے فرض کیا تو اُنھوں نے جمعہ چھوڑ کر سنیچر اختیار کیا پھر اُنھوں نے عہد و میثاق الٰہی میں نافرمانیاں کیں تو اللہ تعالیٰ نے اُنکو امتحان میں ڈالا اور یہ ایک قریہ قریب مدین کے تھا جو سمندر کے کنارے واقع ہے پھر جب سنیچر کا روز ہوتا تو چھوٹی بڑی مچھلیاں بکثرت سمندر پر منہ نکالتی تھیں اور جب سنیچر کا روز گذر جاتا تو نہیں معلوم کہ سمندر کی تہ میں کہاں چلی جاتی تھیں اور یہ خود اُنکے واسطے عبرتناک واقعہ تھا اسپر ایک زمانہ دراز گذر گیا تو ایک روز اُنمیں سے ایک شخص نے سنیچر کو ایک مچھلی پکڑ کر تاگے سے باندھی اور دریا میں چھوڑ کر میخ سے وہ تاگا باندھ دیا پھر جب اتوار کا روز ہوا تو اُسکو پکڑ کر کھینچ لیا اسیطرح اُسنے دوسرے سنیچر کو بھی ایسا ہی کیا اور رفتہ رفتہ لوگوں کو اُسکا حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے بھی اسیطرح خفیہ یہ حرکت کرنی شروع کی اور اسپر ایک زمانہ دراز گذر گیا اور اللہ تعالیٰ نے ہنوز اُنپر کوئی عقوبت نہیں نازل فرمائی تب تو یہ لوگ دلیر ہو گئے اور اُنھوں نے علانیہ پکڑ کر بازار میں بیچنی شروع کیں جب سب لوگوں نے دیکھا تو اُنمیں تین فریق ہو گئے ایک فریق ان شکار کرنے والوں کے ساتھ ہوا اور دوسرے فریق نے ان سے نفرت کی اور انکے ساتھ میل جول ترک کیا اور تیسرے فریق نے اُنکو منع کرنا شروع کیا ہر چند یہ لوگ منع کرتے تھے وہ نہیں مانتے تھے حتی کہ خاموش گروہ نے ان منع کرنے والوں سے کہا کما قال تعالیٰ ۔ لم تعظون قوما ن اللہ مہلکہم او معذبہم عذابا شدیدا۔ یعنے تم لوگ کیوں ایسی قوم کو نصیحت کرتے ہو جنکو اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب کرنے والا ہے۔ یہ بات اُنھوں نے اس فرقہ کے ہٹ کرنے پر اپنے گمان کے موافق بیان کی حالانکہ علم الٰہی میں یوں ہیں واقع ہوا تھا غرض کہ اس گانوں کے اسی ہزار آدمیوں میں کے تین گروہ میں سے ایک نے صریح سنیچر کی بے حرمتی کرنی شروع کی کہ سنیچر کو بے تکلف مچھلیاں پکڑ کر بیچنے و کھانے لگے اور بارہ ہزار آدمیوں کے گروہ نے اُنکو بتاکید شدید منع کرنا شروع کیا اور تیسرے گروہ نے سکوت کیا مگر اُنکے اس فعل کو دل سے بُرا جانا پھر جب بیباک گروہ نے نصیحت کرنے والوں کا کہنا نہ مانا تو اُنھوں نے کہا کہ واللہ ہم تمہارے ساتھ ایک گانوں میں نہیں رہینگے پس اُنھوں نے درمیان میں سے دیوار کھینچ لی اور بیباکوں نے سمندر کی جانب اختیار کی پھر ایک روز نصیحت کرنے والا گروہ اپنے دروازوں سے نکلکر کھیتی باڑی و بازاروں کے کام کاج کو آئے تو بدکاروں میں سے کسیکو نہ پایا اور اُنکی جانب سے سوائے ناگوار آوازیں کے اور کوئی آواز بھی نہیں سنائی دیتی تھی پس ناصحین نے درمیانی دیوار سے جھانکا اور کچھ لوگوں نے اُنکے دروازے جاکر کھٹکھٹائے مگر دروازے نہ کھلے اور دیوار پر جھانکنے سے معلوم ہوا کہ وہ بندر ہو گئے اور بندروں کی طرح چھپا کر روتے ہیں اور اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے ہیں۔ امام ابن کثیرؒ نے اس مقام پر سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے آثار نقل فرمائے جس سے یہ بات ظاہر ہو کہ مجاہدؒ سے جس راوی نے یہ روایت نقل کی کہ یہ لوگ باطن میں مسخ ہوئے ظاہر میں مسخ نہیں ہوئے تھے گویا اُسی راوی کا وہم ہے جسنے حضرت مجاہدؒ کا قول نہیں سمجھا چنانچہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب یہ فریق درمیانی دیوار سے جدا ہو گئے تو ایک عرصہ تک اسی حال پر رہے اسکے بعد ایک روز منع کرنے والا گروہ نکلکر اپنے راستوں و بازاروں و مسجدوں میں آیا اور وہاں اُسنے بیباک گروہ میں سے کسیکو نہ پایا تو آپس میں کہنے لگے کہ شاید اُنمیں کوئی معاملہ پیش آیا ہے تو چلکر دیکھیں کہ کیا بات ہے پھر اُنکے دروازوں کو جاکر بند پایا کیونکہ جب وہ لوگ گھروں کو آئے تھے تو اپنے دروازے بند کر لیے تھے پھر صبح کو یہ لوگ بندر ہو گئے تو وہ کواڑے اُسیطرح بند پڑے رہے پھر جب ان لوگوں نے اُنکی حالت دیکھی تو بندر ہو جانے کے باوجود آدمی جسکو پہچانتا تھا بعینہ اُسکو اس حالت میں بھی پہچانتا تھا حالانکہ وہ بندر کی صورت میں تھا اور عورتیں بندریا کی صورت میں تھیں اور بچے بھی بندروں کی صورت میں ہو گئے تھے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ واللہ اگر منع کرنے

واسطے لوگ منع نکرتے تو وہ بھی بندر ہو جاتے ضحاک نے بھی ابن عباسؓ سے اسکے مانند روایت کیا سدی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے
یہود پر سنیچر کی تعظیم فرض کر دی تھی کہ اُس دن سوا عبادت کے کوئی کام نکریں پھر سمندر کے کنارے ایک گاؤں تھا جو نافرمانیوں کے
سبب سے آزمائش میں ڈالا گیا کہ سنیچر کے روز سمندر سے مچھلیاں اپنا سر نکالتیں اور پانی کی سطح پر اُتراتی رہتی تھیں اور جب سنیچر کا دن گذر جاتا
تو سب پانی کی تہ میں بیٹھ جاتیں اور کوئی مچھلی نظر نہ آتی یہانتک کہ پھر سنیچر کا دن آتا تو پھر اُسیطرح بکثرت ظاہر ہوتی تھیں آخر ایک شخص نے
سمندر کے کنارے ایک حوض بنایا اور سمندر تک ایک نالی کاٹی تو سمندر کی لہر سے مچھلیاں اُس حوض میں گرتیں اور نکل نہیں سکتی تھیں
پھر وہ دوسرے روز جاکر پکڑ لاتا تھا اور اُسکی خوشبو اُسکے پڑوسیوں کو پہونچتی تو آخر اُنھوں نے پتہ لگا کر یہ بات دریافت کی اور رفتہ رفتہ اُن
لوگوں نے بھی مچھلیاں پکڑنی شروع کیں جب اُنکے علما کو خبر ہوئی تو اُنھوں نے لوگوں کو جھڑکا اور ڈرایا کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرو
تو اُنھوں نے کہا کہ ہمنے تو انکو اتوار کے روز پکڑا ہے فقہا نے فرمایا کہ نہیں یہ حیلہ بازی تمکو جائز نہیں لیکن ان لوگوں نے اپنی رائے کو قبول دیا
اور علما کا کہنا نہ مانا سوا ایک گروہ کے جنھوں نے اجتناب کیا پھر اہل طاعت نے کہا کہ واللہ ہم تمہارے ساتھ ایک گاؤں میں نہ رہینگے پس
اُنھوں نے گاؤں کا بٹوارہ کر کے درمیان میں ایک دیوار قائم کی پھر ایک روز اہل طاعت اپنے دروازوں سے نکلے تو کافروں کا دروازہ نہیں کھلا
آخر مسلمانوں نے دیوار پر چڑھکر دیکھا تو ناگاہ نظر آیا کہ وہ لوگ بندر ہو گئے ہیں ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جن لوگوں نے
سنیچر کی بے حرمتی کی تھی وہ ایکبارگی بندر ہو گئے پھر یہ لوگ سب مر گئے اور کسی مسخ شدہ کی نسل نہیں رہی ضحاک نے ابن عباسؓ سے
روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی بدکرداریوں کی وجہ سے کہ اُنھوں نے فرمان الٰہی کی بے حرمتی کی تھی بندر کر دیا پھر سوا تین دن سے زیادہ
زندہ نہیں رہے اور فرمایا کہ کوئی مسخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہی اور نہ اُسنے کھایا اور نہ پیا اور نہ اُسکی نسل ہوئی اور
یہ بندر اور سور تو مخلوق پیدا کرنے ہی کے وقت اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے تھے اور اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت دکھلانے کے واسطے
بندروں کی صورت میں ہلاک کیا اور اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے کہ جب کبھی جس کسی شخص کے واسطے چاہے اسیطرح صورت بدل سکتا ہے
یہ روایات صریح ہیں کہ یہ لوگ ظاہر و باطن دونوں طرح مسخ ہو گئے تھے اور یہی صحیح ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان آیتوں کا حاصل عبرت و نصیحت ہے کہ
ہتک حرمت سے باز رہیں اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اُسکو حلال کرنے میں حیلہ بازی نکریں تا کہ اُنکو بھی یہی بلا طاری نہ ہو
مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت دعا و رحمت الٰہی سے اس امت پر ظاہری صورتوں کا عام تباہی کا
عذاب نہیں آئیگا کیونکہ اسکے بعد کوئی دوسری امت آنے والی نہیں ہے جسکے واسطے نصیحت ہو بلکہ قیامت متصل ہے جس میں اُنکا فیصلہ کر دیا جائیگا
لیکن دوسری احادیث میں آیا کہ اس امت میں بھی خسف و مسخ ہے یعنی کچھ لوگ زمین میں دھنسا دیے جاوینگے اور کچھ مسخ کیے جاوینگے (سنن)
اور حدیث میں آیا کہ ایک خسف بجانب مشرق اور ایک خسف بجانب مغرب اور ایک خسف جزیرۂ عرب میں ہوگا (سنن وغیرہ) ابن عطیہ سے
دو تاویلیں منقول ہیں ایک یہ کہ جب قیامت قائم ہونے کے آثار شروع ہو جاوینگے اور قرآن مجید اٹھا لیا جاویگا اُسوقت خسف و مسخ واقع ہوگا
لیکن مترجم کہتا ہے کہ اس تاویل میں تردد ظاہر ہے سوا اسکے کہ جب نبوت مفقود ہو جاوے تو اُسوقت اس امت میں تہدید نہ ہوگی بلکہ حضرت ام المومنین
عائشہؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرنے نکلیگا حتی کہ جب بیداء میں آوینگے تو زمین میں دھنسا دیے جاوینگے حضرت ام المومنینؓ نے پوچھا کہ اگر ان میں کچھ لوگ
زبردستی پکڑ کے آئے ہوں تو فرمایا کہ وہ لوگ اپنی نیتوں پر اُٹھائے جاوینگے (الصحیحین) اس سے ظاہر ہے کہ اُسوقت شریعت و صلاحیت باقی ہوگی
تاویل دوم یہ ہے کہ اس امت میں حالت شریعت میں مسخ ہوگا لیکن مسخ دو طرح ہوتا ہے اول یہ کہ ظاہر و باطن دونوں مسخ ہو جاوے لیکن

حدیث اول سے ظاہر ہوا کہ اس امت مین ظاہری عذاب نہ ہوگا تو یہ مسخ باطنی ہے لہذا ایک جماعت کثیر مشائخ کشف وشہود سے منقول ہے کہ انھون نے
بعض روافض وخوارج کو کتے وبندر وسور کی شکلون مین دیکھا چنانچہ تاریخ امام یافعی وملا جامی مین یہ روایات مذکور ہین اور امام غزالی
علیہ الرحمۃ نے کتاب الاحیا مین اسکے تحقیق اسرار کا اشارہ فرمایا تھا اور جس شخص نے روافض وخوارج وغیرہ کے خیالات کو نظر تحقیق سے ملاحظہ کیا
وہ مفسد یہودیون ونصرانیون سے انکی مشابہت کامل پاتا ہے اور حدیث معروف مین خود تصریح موجود ہے کہ اس امت والے بھی یہود ونصاریٰ کے
قدم بقدم ہوجاینگے پس یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرن مبارک سے بہت قریب واقع ہوئی پس حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے
جو بات فرض فرمائی اسکی ہتک حرمت سے پرہیز کرے اور وبال مسخ سے خوفناک ہو اور اسمین حیلہ بازی کو دخل نہ دے کیونکہ اسیواسطے جماعت
کثیر علما نے شراب کو سرکہ کرنے سے پرہیز کیا اور اسیطرح کسی حکم کے متغیر کرنے کیواسطے شرعی حیلہ کرنا حرام ہے مثلاً بعضے لوگ رہن کی منفعت اٹھانے مین
جو درحقیقت سیاج وحرام ہے حیلہ بازی کرتے ہین اور بعضے لوگ زکوٰۃ ساقط کرنے کے واسطے حیلہ نکالتے ہین اور یہ سب تقویٰ کے خلاف ہے بلکہ حرام ہے پس چاہیے کہ ایسے
حیلہ سے پرہیز کرے قال ابو عبداللہ بن بطۃ حدثنا احمد بن محمد بن مسلم حدثنا الحسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی حدثنا یزید بن ہارون
حدثنا محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترتکبوا ما ارتکبت الیہود فتستحلوا محارم اللہ بادنیٰ
الحیل یعنی ابو عبداللہ بن بطہ نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اسکا مرتکب نہو جسکا مرتکب یہود
ہوئے ادنیٰ حیلہ کے ساتھ محارم الہی کو حلال کرنے لگو ابن کثیر نے ان احکام شرعیہ مین سے آسان وسہل کا اختیار کرنا اسکا تعجب ہے کیونکہ حدیث مین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے واسطے نرم وآسان پسند فرماتے تھے کیونکہ سختی اختیار کرنا ایک وسوسہ شیطانی ہے تاکہ آخر وہ حکم چھوڑ بیٹھے اور
احکام الہی مین حیلہ بازی کرنا نفس کا مکر وخیانت ہے جس سے دنیا وآخرت مین رسوائی ہوتی ہے چنانچہ بنی اسرائیل مین ایک شخص نے دنیا ومال کے
پیچھے جو درحقیقت اسکی میراث تھا بے صبری کرکے حیلہ بازی سے اپنے مورث کو مار ڈالا اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا مین بھی خوار ومحروم ہوا اور عاقبت کا
خوف عذاب باقی رہا اور اسکے ساتھ کچھ لوگون نے دین کے معاملہ مین اپنے اوپر سختی اٹھائی آخر اسکی مشقت مین مبتلا ہوے چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے اس مشہور واقعہ کو جسمین عجیب قدرت توحید کا بیان بھی شامل ہے بغرض عبرت ونصیحت وتحقیق ایمان توحید کے واسطے بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اللہ فرماتا ہے تمکو کہ ذبح کرو ایک گائے بولے کیا تو ہمکو پکڑتا ہے ٹھٹھے مین

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ ؕ

کہا پناہ اللہ کی اس سے کہ مین ہون نادانون مین بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کر دے ہمکو وہ کیسی ہے

قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَیْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝

کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی میانہ ہے اسکے بیچ اب کرو جو تمکو حکم ہے

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ

بولے کہ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کر دے ہمکو کیسا ہے رنگ اسکا کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک گائے ہے زرد ڈہڈہا

لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ

رنگ اسکا خوش آتی ہے دیکھنے والون کو بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو بیان کر دے ہمکو کس قسم مین ہے گائے یون مین شبہہ پڑا ہے

عَلَيْنَا ط وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ

ہکو — اور ہم — اللہ نے چاہا — تو راہ پالینگے — کہا وہ — فرماتا ہے — وہ ایک گاے ہے — محنت والی نہین

تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ ج مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ط قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ

کہ باہتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کہیت کو — بدن سے پوری ہے داغ کچھ نہین اُس مین بولے اب لایا تو ٹھیک بات

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

پھر اُسکو ذبح کیا اور لگتے نہ تھے کہ کرینگے

ع ۱۰

واضح ہو کہ اس قصہ مین بھی آیات قدرت و دلائل معرفت بہت ہین اور جسقدر قرآن مجید مین مذکور ہوا اور آیندہ روایات مین ابتدا سے قصہ اور اسکا نتیجہ مذکور ہوگا اسقدر بیان قطعی ہے امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ زیادہ تفصیل مین کوئی حکم دنیاوی یا معرفت اعتقادی کی ضرورت نہ تھی ورنہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا تو ہمکو تفصیل کی کوئی حاجت نہین ہے لیکن بعض علما سلف سے تفصیلی روایات ہین شیخ نے کہا کہ یہ تفصیلی روایات جو حضرت عبیدۃ السلمانی و ابوالعالیہ و سدی رحمہم اللہ تعالیٰ سے بلکہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہین بظاہر یہود و نصاریٰ کی کتابون سے ماخوذ ہین اور انکے نقل کرنے مین کوئی مضائقہ نہین ہے اگرچہ ہم اُنکی تصدیق یا تکذیب نہین کرتے سوا اسکے کہ وہ حق صریح کے مخالف ہون پھر شیخ نے ہر ایک کی روایت کو علیحدہ علیحدہ بیان فرمایا لیکن مترجم کے نزدیک یہ مناسب معلوم ہوا کہ اس تکرار کو حذف کر کے روایات کا لب لباب لے لیا جاوے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان آیات مین اپنی قدرت یاد دلائی کہ حشر کیا جائیگا مردون کو زندہ کرنے کا نمونہ قدرت سے اُنکو بقرہ کے قصہ مین دکھلایا کہ ایک مقتول نے زندہ ہو کر اپنا قاتل بتلایا مترجم کہتا ہے کہ سراج وغیرہ مین مذکور ہے کہ اس واقعہ مین تین حکمتین شامل تھین ایک یہ کہ بنی اسرائیل مین سے بعضے لوگون کے دلون مین تردد تھا کہ قیامت مین کیونکر مردے زندہ ہونگے دوسری یہ کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص صالح رہتا تھا اور اُسکے پاس ایک گاے کا بچہ یادہ تھا اُسنے مرتے وقت اپنی نابالغ اولاد کو دیکھا کہ انکی ماں بی بی کے مشورہ سے اس بچہ کو ایک جنگل مین اللہ تعالیٰ کی امانت مین چھوڑ دیا اور اس نیک عورت نے اپنے یتیم بچہ کی پرورش کی یہانتک کہ وہ جوان ہوا تو وہ بھی ایسا شائستہ نکلا کہ اپنی بوڑھی ماں کی بہت خدمت گذاری کرتا تھا مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین اگلی امتون مین سے ایک شخص کا حال مذکور ہے کہ اُسکے پاس ایک گاے تھی جس پر اُسکی بسر اوقات تھی اور وہ اپنی والدہ کی بہت خدمتگذاری کیا کرتا تھا حتی کہ اُسکی والدہ جب دودھ پیکر سیر ہو جاتی تھی تب باقی وہ اپنے بال بچون کو دیتا تھا چنانچہ ایک روز اُسکو آنے مین دیر ہوئی کہ اُسکی والدہ سو گئی اور وہ دودھ دوہکر اپنی والدہ کے سرہانے بیٹھا کہ جب بیدار ہو جاوے تو اُسکو پلا کر بال بچون کو دے اور اُسکے بچے بھوک سے بیقرار ہو کے اُسکے پیرون کے پاس بلبلاتے تھے مگر وہ برابر کھڑا رہا یہانتک کہ صبح ہو گئی (کما فی الصحیح) مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ وہی شخص ہو یا کوئی دوسرا شخص ہو بہر حال ایک روز اُسکی ماں نے کہا کہ تیرے باپ نے فلان جنگل مین ایک گاے بحفاظت الٰہی ودیعت رکھی ہے اس تو اسکو اسی نام سے جا کر امانت الٰہی خود طلب کر اور دیکھا کہ جنگل سے ایک گاے نہایت تندرست و توانا جسکا رنگ زرد خوشنما ایسا چمکیلا تھا کہ آفتاب اُسپر پڑتا تو انوار کی طرح اُسکے پاس آکر کھڑی ہو گئی اور وہ اُسکو اللہ تعالیٰ کے نام سے پکڑ کر روانہ ہوا راہ مین بقدرت الٰہی وہ گاے بولی کہ اے جوان تو مجھپر سوار کیون نہین ہو لیتا اپنی ماں کے فرمانبردار کیون پیدل چلتا ہے پھر سوار ہونیکو اُسنے یہ سنکر تعجب کیا اور کہا کہ اے نیک جانور مجھکو میری ماں نے یہ حکم نہین دیا کہ مین تجھپر سوار ہون اُسنے کہا کہ تو نے خوب کیا اور اگر تو مجھپر سوار ہو جاتا تو پھر تیری اطاعت مجھپر لازم نہ ہوتی اور مین چھوٹ کر جنگل مین پہونچتی پھر جب وہ اپنی ماں کے پاس لایا تو اُسنے اجازت دی کہ اسکو بازار مین فروخت

کرکے اپنے اہل وعیال کی پرورش مین مددحاصل کرے لیکن کہاکہ جو دام لگین بغیر میرے مشورہ کے نہ بیچیو پس یہ لیگیا اور ناگاہ
ایک شخص ملا جسنے کچھ دام لگائے تو اُسنے کہاکہ بہتر مین اپنی مان سے دریافت کرلون اُسنے کہاکہ بغیر مشورہ کے مین دوچند دام دیتا ہون اُسنے
نہ مانا غرض کہ کئی روز تک ایسا ہی اتفاق ہوا کہ وہ بغیر مشورہ کی شرط پر دام بڑھاتا جاتا تھا آخر اسکی مان نے پہچانا اور کہا کہ آج تو اُس سے
کہیو کہ ای بندۂ خدا تمکو اس گائے کے بارہ مین کیا مشورہ دیتا ہے یعنے اس نیک بڑھیا نے پہچانا کہ یہ کوئی فرشتہ ہے یا اولیاء الٰہی مین سے کوئی
بندہ ہے پس اُس شخص نے کہا کہ اپنی مان سے میرا سلام کہہ اور تاکید کیجیو کہ اس گائے کو اپنے پاس رکھے یہانتک کہ عنقریب بنی اسرائیل کو اسکی ضرورت
ہوگی تو اُسکے برابر دام لیکر بیچیو مترجم کہتا ہے کہ امام ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتم وابن جریر وعبد بن حمید کی تفسیر سے حضرت عبیدۃ السلمانی کی روایت
اورآدم بن ابی ایاس کی تفسیر سے ابوالعالیہ کی روایت اور ابن جریر کی تفسیر سے ابن عباسؓ کی روایت نقل فرمائی جنکا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل
مین ایک شخص بہت مالدار تھا اور اسکے کوئی اولاد نہ تھی بلکہ اسکے بھتیجے کے سوا اُسکا کوئی وارث بھی نہین تھا اور یہ بھتیجا محتاج تھا اور ابن عباسؓ کی
روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بھتیجے کئی بھائی تھے جو آپس مین کہنے لگے کہ کاش یہ مرجاتا تو ہمکو میراث مین اسکا مال ملجاتا جس سے ہماری محتاجی
جاتی رہتی آخر شیطان نے آکر انکو مشورہ سمجھایا کہ تم لوگ رات مین اُسکو مار کر دوسرے گاؤن کے ڈانڈے پر ڈال دو تاکہ تمکو میراث مین
سب مال بھی ملے اور اسکی دیت بھی دوسرے گاؤن والون سے تمہارے ہاتھ آوے اور توریت مین قسامت کا حکم تھا کہ جب دو گاؤن والون کے
درمیان مقتول پایا جاوے اور قاتل دریافت نہو حتی کہ وہ لوگ پچاس قسمین کھالین جنکے گاؤن سے مقتول زیادہ قریب ہے کہ واللہ ہمنے
اسکو قتل نہین کیا اور ہم اسکا قاتل بھی نہین جانتے ہین تو سب اہل قریہ ملکر اسکی دیت ادا کرتے تھے پس ان لوگون نے یہی کیا کہ رات مین
اسکو قتل کرکے پشتارہ باندھکر دوسرے گاؤن کے دروازہ پر ڈال آئے اور صبح کو اُٹھکر واویلا و شور وغوغا مچایا کہ انکا چچا مفقود ہے آخر
ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے دوسرے گاؤن کے دروازہ پر پایا اور دیکھا کہ اُس گاؤن والے اس بیچارے مقتول پر جمع ہوکر افسوس کرتے تھے کہ
ناگاہ ان لوگون نے ہجوم کرکے اُس گاؤن والون پر دعوی کیا کہ تمہین لوگون نے ہمارے چچا کو قتل کیا ہے اُن لوگون نے انکار کیا اور اپنی
برایت قسمین کھانے لگے لیکن ان لوگون نے ایک طومار باندھکر انھین لوگون پر الزام قائم کیا مترجم کہتا ہے کہ سراج وغیرہ مین مذکور ہے کہ اُن
لوگون نے دیت سے بھی انکار کیا حتی کہ دوچند دیت سے بھی زیادہ ہوس کرنے لگے لیکن ان آثار مین صرف اسقدر مذکور ہے کہ جب انھون نے
دوسرے گاؤن والون پر الزام لگایا تو دونون طرف کے لوگ ہتھیار بند ہوکر لڑنے پر آمادہ ہوئے لیکن ان مین سے صاحبان عقل نے منع کیا اور
کہا کہ آپس مین کیون خونریزی کرتے ہو حالانکہ رسول اللہ یہ سامنے موجود ہین اُنسے چلکر کیون نہین دریافت کرتے ہو پس سب متفق ہوکر
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور اُس گاؤن والون نے عرض کیا کہ ہم لوگون کو ایک دیت دینے مین کوئی دقت نہین ہے لیکن
اسکے بھتیجے ہمپر الزام لگاتے ہین سو ہمکو شرم آتی ہے کہ یہ الزام ہمپر ہمیشہ قائم رہیگا اور مقتول کے سبط والے ہمسے دشمنی کرینگے لہذا ہم چاہتے ہین کہ آپ اللہ تعالیٰ
سے دعا فرمائین کہ قاتل کا نام دریافت ہو پس موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو وحی آئی سے گائے ذبح کرنیکا حکم آیا چنانچہ ان آیات مین یاد دلایا وَاِذْ
قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۔ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ
اللہ تعالیٰ تمکو یہ حکم فرماتا ہے کہ تم لوگ ایک گائے ذبح کرو۔ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۔ قوم والے کہنے لگے کہ کیا آپ ہمکو ٹھٹھا بناتے ہین
فـ یہ اُنکا کلام بے ادبی مین شامل تھا کہ اُنھون نے پیغمبر خدا علیہ السلام کے کلام کو ٹھٹھول سمجھا اگرچہ اُنھون نے قاتل کا نام
پوچھا تھا لیکن اس حکمت کے منتظر رہتے کہ گائے ذبح کرنیکا حکم ہوا تو اسمین کوئی حکمت ہوگی ورنہ اسکو حسن ادب سے عرض کرتے اور

کہنا گستاخی تھا کہ آپ ہم سے ٹھٹھول کرتے ہو کیونکہ یہ پیغمبر کی شان نہیں ہے لہٰذا موسیٰ علیہ السلام نے سخت انکار کیا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۔ موسیٰ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں جاہلوں سے ہو جاؤں ۔ ف یعنی میں
جاہل نہیں ہوں کہ ٹھٹھول کروں کیونکہ ایسے موقع پر ٹھٹھول کرنا جہالت ہے ۔ ابن عباسؓ و ایک جماعت تابعین نے کہا کہ اگر یہ لوگ کسی گائے کو
لیکر ذبح کر دیتے تو آسانی سے کفایت ہو جاتی اور فرمانبرداری میں بھی جلدی کرنے کا ثواب پاتے لیکن انھوں نے جب یہ جانا کہ حکم لازمی ہے
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۔ تو کہنے لگے کہ ہمارے واسطے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ہمارے واسطے
ظاہر فرما دے کہ یہ گائے کیا ہے ۔ ف یعنی اسکا سن کیا ہوگا پس ان لوگوں نے فرمانبرداری میں جلدی چھوڑ کر سختی و دیر کرنا شروع کی ۔
مترجم کہتا ہے کہ یہاں تک سختی کی کہ ایسی گائے بتلائی گئی جو سوائے اس نیکمرد کے کسی کے پاس نہ تھی جو اپنی والدہ کی بہت خدمتگذاری کرتا تھا
اور سوالات میں یہاں تک تاخیر کی کہ مقتول سڑ کر خاک ہو گیا اور اسمیں حکمت الٰہی کا نمونہ ہے جو تھوڑے غور سے ظاہر ہو جاتا ہے بالجملہ انھوں نے
گائے کی عمر پوچھی ۔ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا
مَا تُؤْمَرُوْنَ ○ موسیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایسی گائے ہے کہ نہ ایسی بوڑھی ہے جسکی نسل منقطع ہو اور نہ ایسی چھوٹی ہے
کہ نر تک نہ پہونچی ہو بلکہ دونوں کے بیچ میں ہے پس جو تمکو حکم دیا جاتا ہے اسکو پورا کرو ۔ ف ابن جریر نے بسند صحیح ابن عباسؓ سے روایت کی
کہ اگر یہ لوگ کوئی گائے لیکر قربانی کر دیتے تو انکو کافی ہو جاتی ولیکن انھوں نے تشدد کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سخت کر دیا یہی قول
عبیدۃ السلمانی و سدی و مجاہد و عکرمہ و ابو العالیہ و دیگر علما تابعین سے مروی ہے اور ابن جریج نے جو تبع تابعین میں ہیں بوجہ کمال
وثوق کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو تو کوئی گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا
لیکن جب انھوں نے تشدد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت کر دیا اور واللہ اگر یہ لوگ انشاء اللہ تعالیٰ نہ کہتے تو قیامت تک انکو کبھی نہ ملتی فارض یعنی ایسی
گائے جو اسقدر بڈھیا ہو گئی ہو کہ اسکے جننے کی امید نہ ہو اور بکر ۔ وہ بچھیا جو گابھن نہ ہوئی ہو یہ قول ابو العالیہ و سدی و مجاہد و عکرمہ و عطیہ
عوفی و عطا خراسانی و وہب بن منبہ و ضحاک و حسن و قتادہ رحمہم اللہ کا ہے اور یہی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ
عوان یہ وہ کہ کبیرہ و صغیرہ کے درمیان ہو اور یہاں چار برسوں میں نہایت عمدہ جوانی کا وقت کہلاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ اس [illegible]
فرمائی یعنی فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۔ جو تمکو حکم دیا گیا اسکو پورا کرو پس دیکھنا چاہیے کہ صیغہ امر ۔ افعلوا ۔ تو کافی ہے تاکید کیونکہ صیغہ امر سے حکم دینا وجوب
ہے اسپر مکرر وجوب ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر تاکید فرمایا کہ ۔ فافعلوا ۔ لیکن پھر بھی ان لوگوں نے نہیں کیا بلکہ قَالُوا ادْعُ
لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۔ تو مردوا لے کہنے لگے کہ آپ ہمارے واسطے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کیجیے
کہ ہمارے سے بیان فرما دے کہ اس گائے کا کیا رنگ ہے ۔ ف یعنی پہلے تو اسکا سن دریافت کیا تھا اب اسکا رنگ دریافت کیا قَالَ اِنَّهٗ
يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ○ موسیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایسی گائے ہے کہ زرد گہرا
کہ اسکا رنگ چٹکیلا ہے دیکھنے والوں کو سرور دیتا ہے ۔ ف یعنی دیکھنے والوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے یہ قول سدی و ابو العالیہ و قتادہ
و ربیع بن انس ہے اور وہب بن منبہ نے کہا کہ اسکی کھال پر نظر کرنے سے ایسا خوش معلوم ہوتا تھا کہ گویا آفتاب کی شعاعیں نکلتی ہیں مترجم کہتا ہے
کہ اسکا رنگ نہایت شوخی سے ایسا چٹکیلا تھا کہ اسپر دوسرے رنگ کی لہر معلوم ہوتی تھی کیونکہ زردی یا سبزی جب نہایت شوخ ہو
[illegible]

حسنؒ کی روایت میں سیاہی مائل اور ابن عباسؓ کی تفسیر میں سپیدی مائل آیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ توریت میں سرخی مائل کو ہم
شیخ نے کہا کہ اسکی یہی وجہ ہے کہ اسکی زردی ایسی گہری تھی کہ کبھی وہ سیاہی یا سرخی مائل نظر آتی تھی مترجم کہتا ہے کہ اپنی چمک کی وجہ سے کبھی
سفیدی مائل نظر آتی تھی آمدہ بیان ایک تنبیہ یہ ہے کہ بعد اس واقعہ کے توریت نازل ہوئی ہے تو لامحالہ یہ واقعہ مصر میں ہوا ہو گا واللہ تعالیٰ اعلم
ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو شخص زرد جوتیاں پہنے وہ جب تک پہنے رہے برابر سرور میں رہیگا ع ۔ بالجملہ گائے کا سن و رنگ
بیان ہو گیا پھر بھی اس قوم نے سوال نہ چھوڑا۔ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا
وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۞ کہنے لگے کہ ہمارے لیے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں صاف بتلا دے کہ وہ کیا ہے
کہ گائیں تو ہمیں مشتبہ ہو گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم مقصد پر پہونچ جائینگے۔ ف حدیث میں ہے کہ اگر ان شاء اللہ تعالیٰ نہ کہتے تو انکو
قیامت تک نہ کھلتی (ابن جریر وغیرہ) امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث غریب ہے اور اظہر قول ابوہریرہؓ ہے بیضاوی نے یہاں ایک فائدہ دقیق نکالا
کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے حکم دیدیا تھا پھر یہاں ان شاء اللہ تعالیٰ کہا گیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسکو حکم دیتا ہے وہ حکم بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر
رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ و مشیت اگرچہ قدیم ہے مگر بندے کے فعل سے متعلق ہوا کرتی ہے تو تعلق البتہ حادث ہے یعنی ازلی ارادۂ الٰہی جس وقت
کے واسطے تھا جب وہ چیز پیدا کرتا ہے تب اسکے ساتھ متعلق ہوتا ہے الحاصل اس سوال میں ان لوگوں نے دریافت کیا کہ متوسط عمر کی زرد
رنگ گائیں بہت ہوتی ہیں تو ہمکو یہ بتلانا چاہیے کہ وہ چرائی کی گائے ہے یا کھیتی باڑی کی چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی جب حکم آیا تو انکو بلایا قَالَ
إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے
ایسی ہے کہ ذلول نہیں کہ زمین جوتتی ہو اور نہ کھیتی سینچتی ہے۔ ف ذلول جو کام سے مذلل یعنی کام کی محنت میں دبی ہوئی ہو اور
اثارۃ الارض۔ زمین جوتنا و گوڑنا پس غیر ذلول ہونے کی یہ تفسیر ہے کہ زمین جوتتی نہیں اور کھیتی سینچتی نہیں ہے اور اسکے ساتھ یہ بھی فرمایا
کہ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا۔ یعنی مسلم ہے کہ اسکے بدن میں کوئی نقص نہیں ہے ف اور نہ اسمیں کوئی داغ ہے یعنی سوائے اسکے
رنگ خالص کے کسی دوسرے رنگ کا داغ نہیں ہے۔ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ۔ کہنے لگے کہ اب آپ حق کو لائے۔
ف قتادہؒ نے کہا یعنی اب آپ نے پورا بیان فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی گویا بے ادبی کی تعریض ہے کہ پہلا بیان صاف نہ تھا حالانکہ در اصل
یہ انکی ناسمجھی تھی ورنہ کلام نبوت بہت صاف تھا اور یہاں سے یہ معرفت نکل آئی کہ امتی لوگ جب کلام نبوت پر فہم سلیم کے ساتھ
عمل کریں تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیگا اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو آسانی کا حکم دیا اور حکم الٰہی کو اپنے اوپر تنگ کر لینے سے
بہت منع فرمایا ہے چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ و ابو موسیٰ اشعریؓ کو جب اہل یمن کے یہاں بھیجا تو یہ بھی فرمایا کہ "یسرا ولا تعسرا" یعنی تم آسانی دکھیو اور سختی
مت کیجیو (الصحاح) اور یہ حکم بہت سی احادیث میں وارد ہے الغرض روایات سلف میں وارد ہے کہ جب ان لوگوں نے یہ حکم پایا تو ایسی گائے کی تلاش میں
پھرنے لگے ایک مدت کے بعد ایسی گائے جسمیں یہ تمام صفات موجود ہوں اسی مرد صالح کے پاس ملی جو اپنی ماں کی خدمتگذاری میں باوجود محتاجی
کے اپنے بال بچوں پر ترجیح دیکر ثابت قدم رہتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی اسکو اس کار نیک کا کچھ عوض دینا چاہا حالانکہ اہل المعرفت جانتے
ہیں کہ جب دو رکعت سنت کا ثواب تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہو تو خدمت والدین جو اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائی ہے اسکا ثواب تمام دنیا و مافیہا
کیونکر ہو سکتی ہے پس معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دنیا میں آسانی کے ساتھ خدمت کرے پس ان لوگوں نے وہ گائے اس جوان صالح سے
طلب کی اور اسوقت کی قیمت کے موافق دوگنی چوگنی قیمت دینی چاہی مگر اسنے منظور نہیں کیا آخر ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی

تو اُنسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر حکم نبوت ہی تو یہ گائے حاضر ہی آپ نے فرمایا کہ نہین تجھکو ہر طرح اختیار ہی اور اسرائیلی
روایات مین وارد ہی کہ ایک فرشتہ نے بشکل آدمی سامنے ہو کر پہلے ہی اسکو آگاہ کر دیا تھا جب وہ بیچنے جاتا تھا کہ تو ابھی اس گائے کو مت فروخت
کیجیو یہانتک کہ بنی اسرائیل مین ایک مقتول کے واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے یہ گائے خریدی جائیگی خبردار اسکو اسکی کھال بھر
سونے سے کم مت بیچیو غرضکہ اُس شخص نے اُسکی قیمت مین اُسکی کھال بھر اشرفیان مانگین اور کسی طرح اس سے کم نہ کیا آخر دونون قومون نے لاچار ہو کر
اسکو اُسکی کھال بھر سونا دیکر خریدا۔ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ٥ پھر اس گائے کو ذبح کیا حالانکہ ذبح کرتے نہین
لگتے تھے ف یعنی اسقدر گران ثمن تھا کہ اُسکی مشقت سے قریب تھا کہ نافرمانی کرین۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ محمد بن کعب و محمد بن قیس و ابن جریر
نے یہی وجہ بیان کی کہ گرانی ثمن کی وجہ سے ذبح کرتے نہین معلوم ہوتے تھے پھر شیخؒ نے لکھا کہ یہ تفسیر اس مقام پر منقول نہین ہی اسواسطے کہ
ثمن کی گرانی تو صرف اسرائیلیون کے بیان سے معلوم ہوئی ہی چنانچہ ابوالعالیہ و سدی نے نقل کیا اور عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت
کی اور عبیدۃ السلمانی و مجاہد و وہب بن منبہ و ابوالعالیہ و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ ان لوگون نے اس گائے کو بعوض مال کثیر خریدا
شیخ نے کہا کہ اس سے صرف مال کثیر معلوم ہوتا ہی اور یہ لازم نہین آتا کہ اُسکی کھال بھر سونا ہو اور عبدالرزاق نے بسند صحیح حضرت عکرمہ سے
روایت کی کہ اس گائے کے دام فقط تین اشرفیان تھین ظاہرا یہ بھی اسرائیلیون ہی سے لیا گیا۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخؒ کی مراد یہ ہی کہ ثمن یا دام وہی
کہلاتے ہین جو بائع و مشتری کے درمیان قرار پاوین اور جو اسکی مالیت اصلی ہوتی ہی وہ قیمت کہلاتی ہی تو جب معلوم ہوا کہ ثمن تین اشرفیان
تھین تو ظاہر ہوا کہ دس درم کی گائے جب تین اشرفیون کو خریدی گئی تو در حقیقت بہت دام دیے گئے لیکن یہ ایسی گرانی نہین ہی جسکی وجہ
تعمیل حکم سے باز رہتے بلکہ صحیح و صواب اس مقام پر وہ تفسیر ہی جو ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہی کہ۔ فذبحوہا وما کادوا یفعلون یعنی اُن لوگون
نے ذبح کر دیا مگر اُنکے ارادہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کام نکرینگے کیونکہ اُنکی مراد یہی تھی کہ ہم ذبح نکرین یعنی اسقدر سوال و جواب سے اُنکی غرض یہ
نہین تھی کہ حکم کی تعمیل بہت خوبی کے ساتھ ادا ہو بلکہ یہ سوال و جواب سرکشی کا بہانہ تھا کہ اُنکو گائے ذبح نکرنا پڑے اور یہ غرض نہ تھی کہ جو حکم ہے
اُسکو بہت خوبصورتی سے ادا کرین۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ ابن کثیرؒ کی تحقیق بہت نفیس ہی کیونکہ اگر گرانی ثمن کی علت کہی جاوے جیسا کہ شیخ سیوطی
وغیرہ نے اختیار کیا ہی تو لازم آتا ہی کہ تفسیر آیت کے سمجھنے کے واسطے بیان اسرائیلی کی ضرورت ہی کیونکہ جب تک اسرائیلی بیانات سے ظاہر نہ
ہو کہ اُسکا ثمن اسقدر گران تھا تب تک آیت کی تفسیر سمجھ مین نہ آویگی اگر کہا جاوے کہ گائے کا یہ قصہ بنی اسرائیل مین برابر متواتر چلا آتا ہی اور
یہ بات مشہور سے زیادہ متواتر ہی تو جواب یہ ہی کہ اصل واقعہ تو بیشک متواتر ہی لیکن اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ اُسکا ہر جزو و تفصیلی بھی متواتر ہی تاہم
وہی لوگ اسکو سمجھ سکتے ہین جنکو اس متواتر کا علم ہوا اور یہ بات تمام عرب و عجم کے واسطے لازم نہین ہی پس صواب وہی ہی جو شیخ ابن کثیرؒ
نے اختیار فرمایا ہی (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت سے جانورون کی بیع سلم صحیح ہونے پر استدلال کیا گیا کیونکہ بنی اسرائیل کی گائے
ان صفات و قیود سے متعین ہوگئی یا اُسکے قیود سے معرفت پوری ہوگئی اور جانورون کی بیع سلم صحیح ہونے کے واسطے اسیقدر کافی ہی کہ
جانور کی شناخت ہو جاوے اور یہی امام مالک و اوزاعی و لیث بن سعد و شافعی و احمد و جمہور علماے سلف و خلف کا قول ہی بدلیل حدیث آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے آگے کسی عورت کے اوصاف اس طرح بیان نکرے کہ گویا یہ مرد اُس عورت کو دیکھتا ہی۔
(الصحیحین) کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ اوصاف بیان کرنے سے اس قابل ہو جاتا ہی کہ گویا وہ نظر کے سامنے ہی اور بدلیل حدیث و دیگر مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل خطا و شبہ عمد کی دیت مین اونٹون کے اوصاف بیان فرمائے۔ (کما فی السنن) اور امام ابوحنیفہ و سفیان ثوری

ودیگر علماے کوفہ نے کہا کہ حیوانات مین بیع سلم نہین صحیح ہو کیونکہ حیوانات کے حالات منضبط نہین ہوسکتے ہین اور تھوڑے فرق مین ازاد
قیمت کے بڑا تفاوت ہوجاتا ہو اور یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعود وحذیفہ بن الیمان وعبدالرحمن بن سمرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہو
ع ف مترجم کہتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گاے کا قربانی کرنا ثابت ہو چنانچہ حجۃ الوداع مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رواہ مسلم نسائی
ازواج مطہرات کی جانب سے گاے کی قربانی کی اور اللہ تعالی کے نام پر قربانی کرنے مین جو جانور زیادہ نفیس وگران ہو وہ بہتر ہو اور
اونٹ کے بہ نسبت گوشت مین گاے افضل ہو لیکن ہندوستان کے مسلمان دو فریق ہین بعضے تو گاے کی قربانی بوجہ گرانی ونفاست کے کرتے ہین
اور اسمین ثواب زائد ہو اور بعضے بوجہ آسانی کے بھی کرتے ہین کیونکہ ایک گاے مین سات آدمیون کی شرکت جائز ہو اور اسمین فقرا ومساکین کا
نفع مزید ہو اسواسطے کہ انکے حصہ مین گوشت زیادہ ملتا ہو پس ادائے فرض کے ساتھ مین یہ نیت بھی خوب ہو لیکن اس زمانہ مین ہندوون مین بعضے
فریق اس قسم کے ظاہر ہوے جو مسلمانون کے ساتھ گاے کی قربانی مین شدید مناقشہ ومجادلہ کرنے لگے اور جب انصاف کے ساتھ غور کیا جاوے تو یہ
بیفائدہ فساد وشرارت طبیعت سے پہنچی ہو کیونکہ اس حالت مین جبکہ انگریزی حکومت ہو اور وہ نوع آزادی پہنچی ہو تو ہر فریق کو لازم تھا کہ اپنے اعتقاد کے
موافق اپنے افعال کو ٹھیک رکھے پس اہل ہنود کو زیبا نہین کہ وہ انگریزی فوجون کی غذا کے گاؤ بند کرین یا مسلمانون کو انکے احکام شریعت
سے مانع ہون جیسے مسلمانون کو روا نہین ہو کہ ہندوون یا نصرانیون کو سور یا اعلان کلمہ شرک سے بطور مجادلہ مانع ہون یا شراب کو عموما
الاستعمال یا فروخت کرنے سے مانع ہون ہان باہمی مصالحہ مقتضی ہو کہ اگر درحقیقت ہندوون کو کسی مقام پر گاے کے ذبح ہونے سے نفرت ہوتی ہو تو
انسے ہٹا کر ذبح بنایا جاوے باوجودیکہ ہندوون کو یہ قطعی علم ہو کہ روزانہ غذاے فوج کے واسطے یا غذاے عام کے واسطے اس جانور کا ذبح کرنا جاری ہو
پس انکے واسطے اسیقدر احتیاط کافی ہو کہ وہ اپنی نظر ایسے مقام سے ہٹا دین جہان دوسری قومون کو اسکے ذبح کی ضرورت ہو یا باہمی مصالحت
کے ساتھ مسلمان اپنا ثواب افضلیت ومنفعت فقرا چھوڑ دین اور بجاے اسکے بکری وغیرہ ذبح کرین کیونکہ باہمی ہندوون ومسلمانون مین یہ نزاع
سمال بے تہذیبی وجہالت وبدبختی کی دلیل ہو اسیواسطے عقلاء فریقین کو لازم ہو کہ نامردی کے ساتھ باہم الجھی ہونگے سے اپنے سر پھوڑین
جسکی بے تمیزی ایسی کھلی ہوئی ہو کہ اسکے واسطے کسی دلیل کی بھی ضرورت نہین ہو اور اس کشت وخون مین طرفین کی کمی کے واسطے بھی شجاعت
دلیری کا گمان نہین ہوسکتا بلکہ قطعی جہالت ونامردی کی دلالت ہو کیونکہ بزدل کتا اپنے گھر ہی والون کو کاٹتا ہو اور نامرد زنانہ اپنے پاؤن مین
کلہاڑی مارتا ہو فافہم (فائدہ) جنگ بدر کی فتح کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے سرداران قریش مین سے جو قید ہوے تھے چاہا کہ قتل کے عوض فدیہ
لینا اختیار کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پیغام پہونچایا کہ دو باتون مین سے افضل اختیار کرو ایک یہ کہ ان سرداران کفر کو قتل کردو دوم
یہ کہ انکا فدیہ لیکر انکو چھوڑ دو اور سال آئندہ مین جس قدر چھوڑو گے اُتنے ہی تمہارے جماعت سے قتل ہونگے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مشورہ لیا تو حضرت عمرؓ اور بعض انصار نے انکو قتل کردینا اختیار کیا اور حضرت ابوبکرؓ ودیگر صحابہؓ نے چاہا کہ سال آئندہ مین شہید ہون اور
یہ لوگ فدیہ لیکر چھوڑ دیے جاوین اسی راے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا لیکن اللہ تعالی نے بعد اسکے جو آیات نازل فرمائین
انسے عتاب ظاہر ہوا یعنے اختیار رہنا سے یہ بہتر تھا کہ صنادید کفار کو قتل کردیا جاتا لیکن مقدور الہی نہین بدلتا ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب
مین دیکھا کہ میرے گرد گائین ذبح کی ہوئی پڑی ہین اور آپ نے تلوار ہلائی تو اسکا پھل ٹوٹ گیا لیکن پھر وہ بدستور درست ہوگئی تو آپنے تعبیر فرمائی کہ
میرے اصحاب شہید ہونگے اور میرے اہل بیت مین سے کوئی شخص شہید ہوگا پھر اللہ تعالی بہتری فرمائیگا چنانچہ یہی ہوا کہ جنگ احد مین بتعداد
قیدیان بدر کے صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوے اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب شہید ہوے چنانچہ انشاء اللہ تعالی مفصل بیان آویگا اور اسمین

معلوم ہوتا ہے کہ جسم انسانی کی تعبیر گائے سے ہوتی ہے لہذا صاحب عرائس وغیرہ نے اشارہ سے نکالا کہ انسان کو چاہیے کہ مردہ کی حیات
حاصل ہونے کے واسطے اپنے نفس کو قربان کرے اور نفس کا قربان کرنا یہ ہے کہ اس جسم کی خواہش کو غور کرے اگر وہ خلاف شریعت کے خواہش
کرتا ہے تو اُس خواہش کو قطعاً ترک کرے حتیٰ کہ نفس کو اپنی خواہشوں سے مردہ کر دے اور کل خواہشیں وہی قائم رکھے جو شرع میں جائز ہیں اور
اسکو مردہ بنا کر شریعت کے قابو میں دیدے کہ وہ اُس سے فرائض وواجبات احکام کی تعمیل کرا دے اور اگر اُسکی خواہشیں موافق شریعت ہو جاویں
تو وہ کمال انسانی پر فائز ہونا شروع ہوگا - حدیث میں ہے سب سے بڑھکر تیرا دشمن یہ تیرا نفس ہے جو دونوں پہلوؤں کے بیچ میں ہے پس معلوم ہوا کہ پہلے اسی کو مار ڈالنا چاہیے اور
یاد رکھو کہ جسنے اس نفس کو اللہ تعالیٰ کے واسطے مار ڈالا یعنے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیا حتیٰ کہ وہ سوائے رضائے الٰہی کے اپنی خواہش پر نہیں چل سکتا ہے
تو یہ درحقیقت موت نہیں ہے بلکہ موت سے مبعوث ہو کر زندہ جاوید ہو گیا اور جسنے اس نفس کو پالا وہ خالی جسم حیوانی ہے جو مرتے ہی فنا ہو جائیگا اور یہ نفس عذاب
جہنم میں جلیگا اور جسنے نفس کو اپنی خواہشوں سے مار ڈالا اور ارادات واحکام الٰہی پر مستقیم ہو گیا وہ زندہ ہو کر نور فراست ومشاہدہ غیب تک پہونچا
(تنبیہ) اکابر مشائخ متفق ہیں کہ نفس ایک ہے پس بعضے ناواقفوں نے جو تین نفس بیان کیے کہ ایک نفس امّارہ اور دوسرا نفس لوامہ اور
تیسرا نفس مطمئنہ ہے یہ اُنکی غلط فہمی ونادانی ہے بلکہ درحقیقت یہ نفس کے صفات ہیں چنانچہ کافروں کے نفس کی صفت نفس امارہ ہے اور یہ صفت
نفس کے واسطے لازمی ہے کہ وہ ہمیشہ بد کاموں کے واسطے حکم دیتا ہے لہذا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا - وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء
الآیۃ - اور دعا احادیث میں وارد ہے اللھم لا تکلنی الی نفسی الخ یعنے الٰہی مجھکو میرے نفس کی کفالت میں نہ چھوڑیو کیونکہ اگر تو مجھکو میرے نفس کی
کفالت میں چھوڑیگا تو وہ مجھکو بھلائی ونیکی سے دور کریگا اور بدی وجہنم سے نزدیک کریگا - ۵ چنانچہ سورۂ مریم میں قولہ تعالیٰ لا یملکون الشفاعۃ
الا من اتخذ عند الرحمٰن عہدا الآیۃ - کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ دعا پوری آویگی پھر جب ایمان کے ساتھ آدمی نے نفس کو معصیات الٰہی پر
ملامت کر کے مستقیم کیا تو اسکی صفت نفس لوامہ ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ - ولا اقسم بالنفس اللوامۃ - کی تفسیر میں آویگا اور جب دار آخرت کے ساتھ مطمئن
ہوا تو اس نفس مطمئنہ کا بیان قولہ تعالیٰ - یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الآیۃ - کی تفسیر میں آویگا - بعض تابعین یا ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ
من عرف نفسہ فقد عرف ربہ - جسنے اپنے نفس کو پہچانا اُسنے اپنے رب عزوجل کو پہچان لیا پس قتل نفس سے یہ غرض نہیں ہے جو بعضے نادان سمجھتے
ہیں کہ اُسکو کھانے پینے وغیرہ سے پژمردہ کرے کیونکہ یہ گمراہ راہبوں کا طریقہ تھا جیسا جوگیوں میں معمول ہے اور اللہ تعالیٰ نے راہبوں کی
مذمت فرمائی بقولہ تعالیٰ - ورہبانیۃ ابتدعوہا ما کتبناہا علیہم الآیۃ یعنی انھوں نے رہبانیت اپنی طرف سے بدعت نکالی جسے اُنپر حکم نہیں بھیجا تھا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نفی شدید فرمائی کہ - لا رہبانیۃ فی الاسلام یعنی اسلام میں رہبانیت کی جنس ہی نہیں ہے - اور
حدیث میں ہے - ان لنفسک علیک حقا بیشک تیرے نفس کا تجھپر حق ہے - اور اس حدیث صحیح کی تفسیر وتنصیص سے خود نکلتا ہے کہ کھانا و پینا
و نکاح وحقوق اہل وعیال وحقوق مہمان وغیرہ داخل طریقۂ عبادت ہیں کیونکہ مومن کے کل افعال بنیت اتباع شریعت کے داخل عبادت ہیں
پس قولہ تعالیٰ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون - یعنے میں نے جن وانس کو عبادت ہی کے واسطے پیدا کیا پس خالص مومنین کے کل افعال حتیٰ کہ
خواب واستراحت داخل عبادت ہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حدیث سعد میں مصرح ہے کہ جو لقمہ تو اپنی جورو کے منہ میں دیتا ہے اُسکو صدقہ پہونچاوے تو اُسمیں تیرے
لیے نیکی ہے (کما فی الصحیحین) وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی مرد نیک کے واسطے مال نیک خوب چیز ہے - (صحیح مسلم)
کیونکہ وہ اُس سے مرضیات الٰہی بدون ہوس دنیا وتن پروری کے حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ اُسکی حفاظت لازم ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ فرمایا
من قتل دون مالہ فہو شہید - یعنے اپنے مال حلال کے ناحق چھینے جانے میں جو مارا جاوے وہ شہید ہے - اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح انبیاء علیہم السلام

کہ بحکم قولہ تعالےٰ - یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا الآیۃ سے طیبات کھانے اور اعمال نیک بجالانیکا حکم دیا اسی طرح اہل ایمان کو بقولہ تعالےٰ - یا ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون - اکل طیبات واعمال صالحہ کا حکم دیا ہان اگر کوئی شخص دیکھے کہ جب وہ عمدہ غذاؤن کے بعد اپنے نفس کو قابو مین نہین رکھ سکتا تو تقلیل کرے اور برابر اعمال صالحہ پر قائم ہو یہانتک کہ بد اخلاق و ذمیمہ خصال زائل و مضمحل ہوتے جاوین اور اخلاق کریمہ و صفات شریفہ ظہور کرتی جاوین اور اسکے واسطے اللہ تعالےٰ سے ہدایت و صبر و صلوٰۃ کی درخواست کرے کیونکہ نفس مکار ہے - شیخ رح نے لکھا کہ کبھی وہ عبادت کے لباس مین ظاہر ہو کر آدمی کو اپنی خوبی دکھلاتا ہے یعنی آدمی دیکھنے لگتا ہے کہ میرا نفس تو عبادت پر قائم ہے اور یہ نہین خیال کرتا کہ اللہ تعالی کی ہدایت ہے پس جب ہی تشنہ نفس کو خوبی کی نظر سے دیکھا کہ اندھیرا چھا گیا اسیواسطے اہل حق اپنے نفس کو نیکی مین بھی متہم رکھتے ہین اور ہمیشہ اللہ تعالی کی رحمت پر نظر رکھتے ہین کہ اُسکی عنایت سے مین نے یہ کار خیر پایا ورنہ نفس مجھکو برباد کرتا - عس - القصہ بنی اسرائیل نے گاے ذبح کرنے مین فرمانبرداری سے گریز و تعلل کیا یہانتک کہ آخر یہ نوبت پہونچی کہ جب سب حیلے ساقط ہوئے تو بمجبوری وہ گاے ذبح کی پھر اللہ تعالی نے ابتداء قصہ اعجاز قدرت یاد دلایا

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ۭ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

اور جب تمنے مار ڈالا تھا ایک شخص پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے اور اللہ کو نکالنا اُسکو جو تم چھپاتے تھے

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۭ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ

پھر ہمنے کہا مارو اُس مردے کو اس گاے کا ایک ٹکڑا اسی طرح جلا دیگا اللہ مردے اور دکھلاتا ہے تمکو اپنے نمونے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

شاید تم بوجھو

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا - اور یاد کرو جب تمنے ایک نفس کو قتل کر ڈالا تھا - ف یعنے تم مین سے بعض نے ایک نفس کو خفیہ مار ڈالا اور بنی اسرائیل مین اُسکا واقعہ اس طرح مشہور ہے کہ بھتیجون نے اپنے لاولد چچا کو مال کے واسطے مار ڈالا تھا جیسے اوپر قصہ مذکور ہوا - فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا - پھر تمنے اُسکے بارہ مین اختلاف کیا - ف بخاری نے کہا ادارأتم - ای اختلفتم - اور یہی ابن ابی حاتم نے مجاہد رح سے روایت کیا ابن جریج نے کہا یعنے تم مین دو فریق ہو گئے ہر ایک نے دوسرے پر قتل کا الزام لگایا - وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ حالانکہ جسکو تم چھپاتے ہو اللہ تعالی اُسکو نکالنے والا ہے - ف یعنی اللہ تعالی ضرور ظاہر فرماویگا کہ کون قاتل ہے چنانچہ اُنسے گاے ذبح کرائی اور ہنوز قاتل کی سمجھ مین بھی نہ آیا کہ گاے کے ذبح کرنے سے اُسکی بدکاری کیونکر ظاہر ہوگی - فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا پس ہمنے حکم دیا کہ تم اس مذبوحہ گاے مین سے بعض ٹکڑے کے ساتھ اس قتیل کو مارو - ف اور بنی اسرائیل مختلف روایتین بیان کرتے ہین کہ دُم کی ہڈی یا زبان وغیرہ کس ٹکڑے سے مارا تھا اور ہمکو اسکی تفتیش کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہے کیونکہ یہ تو اعجاز قدرت تھا تو جس ٹکڑے سے مارتے وہ زندہ ہو جاتا - ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اُنھون نے گاے کے ایک ٹکڑے سے مقتول کو مارا تو وہ اُٹھ بیٹھا اس حالت سے کہ اُسکی رگون سے خون جاری تھا حالانکہ اُسکو قتل و دفن ہوے ایک زمانہ گذر چکا تھا پھر اُس سے پوچھا کہ کس نے تجھکو مارا ہے اُسنے کہا کہ مجھکو فلان شخص نے قتل کیا ہے سدی نے کہا کہ اپنے بھتیجے کا نام بتلایا ابو العالیہ نے فرمایا کہ نام بتلانے کے بعد پھر وہ بدستور سابق مردہ ہو گیا مترجم کہتا ہے کہ اسمین اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو مردہ زندہ کرنے کی قدرت آنکھون سے دکھلائی اور یہ بات بنی اسرائیل مین متواتر ثابت ہے

پس کسی شخص کو اسمین مجال انکار نہیں ہے اور نہ کوئی شخص تاویل کر سکتا ہے کیونکہ جو امر محسوس متواتر ثابت ہوا اسمین کسی تاویل کی گنجایش نہیں ہوتی ہے لہذا
اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی ۔ کَذٰلِکَ یُحۡیِ اللّٰہُ الۡمَوۡتٰی ۔ یون ہی اللہ تعالیٰ زندہ فرمائیگا مُردون کو ۔ ف یعنے جیسے اس مقتول کو
زندہ کر دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت میں مُردون کو زندہ کریگا پس بنی اسرائیل کو آنکھون دکھا دیا تاکہ انکو حشر قیامت میں شک نہ باقی
رہے ۔ وَ یُرِیۡکُمۡ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝ اور اللہ تعالیٰ تمکو اپنی آیات قدرت دکھلاتا ہے تاکہ تم سمجھ حاصل کرو ۔ ف
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں پانچ مقام پر آیات قدرت احیاء دکھلانے کا ذکر فرمایا ۔ (۱) ثم بعثناکم من بعد موتکم
لعلکم تشکرون ۔ (۲) اس قصہ میں ۔ (۳) قولہ تعالیٰ الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم وہم الوف حذر الموت الآیۃ ۔ (۴) قولہ تعالیٰ
او کالذی مر علی قریۃ وہی خاویۃ علی عروشہا الآیۃ ۔ (۵) ابراہیم علیہ السلام و انکے چار پرندون کا قصہ ۔ یہ تو خصوص میں جانداروں کے دوبارہ
زندہ کرنے کے مقامات ہیں اور اللہ تعالیٰ نے دلائل آیات سے بھی احیاء موتیٰ کو ظاہر فرمایا چنانچہ خشک زمین کو نباتات سے ہرا کر دیا ۔
اور حدیث ابو رزین العقیلی میں ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ احیاء موتیٰ کس کیفیت سے ہوگا تو فرمایا بھلا تو خالی وادی میں کبھی گذرا ہے
میں نے عرض کیا کہ جی ہان آپ نے فرمایا کہ پھر تو اُسی وادی میں ایسے وقت گذرا ہے جب وہ سبزہ زار ہو میں نے عرض کیا کہ جی ہان فرمایا کہ یون ہی
نشور قیامت واقع ہوگا (رواہ ابو داؤد و الطیالسی) (تنبیہ) قولہ تعالیٰ ۔ واللہ مخرج ما کنتم تکتمون جملہ اسمیہ ہے جو دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی یہ شان ہمیشہ کے واسطے ہے لہذا مسیب بن رافعؒ فرماتے تھے کہ کوئی آدمی اگر ستّر کوٹھریون کے اندر کوئی نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو
ضرور ظاہر فرما دیگا اور اگر ستّر کوٹھریون کے اندر کوئی بدی کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو بھی ظاہر فرما دیگا اور اسی آیت سے استدلال کیا
(ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ وجہ استدلال یہ ہے کہ آیت جملہ اسمیہ ہے جو دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے یعنے اللہ تعالیٰ کی شان پاک یہی ہے کہ
وہ اظہار فرماتا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ کسی صحیح روایت سے یہ بات ثابت نہوئی کہ کس جزو سے قتیل کو مارا تھا پس اسکی تعیین کرنا بیفائدہ ہے
مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ نے دُم کی ہڈی جسکو دُمگزہ کہتے ہیں یا زبان کو بیان کیا ظاہرا انکے نزدیک یہ امر بظاہر مرجح ہوگا ورنہ درحقیقت
اس بارہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے ۔ (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس قصہ میں مذکور ہے کہ جب مقتول مذکور زندہ ہوا اور
اُس سے پوچھا گیا کہ تجھے کس نے قتل کیا ہے اُسنے بیان کیا تو مقتول مذکور کا یہ قول قبول ہوا اسی سے امام مالکؒ کے مذہب پر استدلال کیا گیا کہ
اگر مقتول قریب المرگ سے پوچھا جاوے کہ تجھکو کس نے قتل کیا اور وہ بیان کرے کہ مجھے فلان شخص نے قتل کیا ہے یا اُس سے پوچھا جاوے کہ کیا تجھکو
فلان شخص نے قتل کیا اور وہ سر کے اشارہ سے کہے کہ ہان تو اسکا قول قبول ہوگا کیونکہ غالبا وہ ایسی حالت میں دروغ نہیں کہیگا اور اس بارہ میں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے جیسا کہ ایک یہودی نے زیور کے لالچ سے ایک جاریہ انصاریہ کا سر دو پتھرون کے
درمیان کچل دیا تھا اور لوگون نے اس جاریہ کو ایسی حالت میں پایا کہ اسمین جان ایک رمق باقی تھی تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تجھے فلان شخص نے قتل کیا
اور کیا فلان و فلان شخص نے قتل کیا یہانتک کہ جب اس یہودی کا نام لیا تو اُسنے سر سے اشارہ کیا کہ ہان پس یہودی مذکور اُسکے قصاص میں
قتل کیا گیا اس طرح کہ اُسکا سر بھی دو پتھرون کے درمیان رکھکر کچل دیا گیا اور جمہور علماء نے اس بارہ میں قتیل کا قول قبول نہیں کیا
اور اس حدیث کی دیگر روایات میں آیا کہ جب وہ یہودی گرفتار ہوا تو اُسنے اقرار کیا کہ میں نے اسکو قتل کیا ہے پس وہ قصاص میں قتل
کیا گیا اور واضح ہو کہ دونون پتھرون کے درمیان سر کچلنا بطور سیاست و تعزیر تھا کیونکہ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ لا قود الا بالسیف یعنی
تلوار ہی سے قصاص لیا جاوے اسکی اسناد حسن ہے اور نیز حدیث صحیح میں آیا کہ جب تم قصاص لو تو اچھی طرح ...

مقتضی ہے کہ تلوار سے گردن کاٹ دیجاوے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور دیگر ائمہ کے نزدیک جس طرح قاتل نے مارا ہو اُسی طرح
قتل کیا جاوے جیسے یہودی مذکور قتل کیا گیا واللہ تعالیٰ اعلم (تنبیہ) بنی اسرائیل میں مقتول کو ابتداءً زندہ نکرنے میں بہت سے فوائد تھے
(۱) یہ کہ قربانی کرنے اور حکم واجب ادا کرنے میں تقرب الٰہی حاصل ہو (۲) اُس یتیم کو جو زرد گاے کا مالک تھا اور اپنی مان کا بہت خدمتگذار
تھا دنیا میں فراغت و نفع کثیر حاصل ہو (۳) بھاری داموں کی قربانی افضل ثابت ہو (۴) لوگون کو معلوم ہو کہ تاثیر دینے والا فقط اللہ تعالیٰ
عزوجل ہے وہ جس چیز میں جو اثر چاہے پیدا کر سکتا ہے اور یہ ظاہری اسباب فقط نشانات قدرت ہیں انمین خود کوئی اثر نہیں ہے (۵) لوگون
کو تنبیہ ہو کر اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں قتل کرین جو اُنکو نافرمانی میں قتل کرنا چاہتا ہے اور ایسے زمانہ میں کہ اُس سے
بچپن دور ہوا اور ہنوز بڑھاپا نہیں آیا ہے بلکہ عین جوانی ہے اُسکو خدمت الٰہی میں مصروف کرے (۶) نفس کو دنیا سے فانی حاصل کرنے میں
ذلیل یعنی خوار نکرے (۷) شرک و کفر کے لوث سے پاک ہو کہ اُسمین سواے صبغۃ اللہ یعنی رنگ توحید کے دوسرا رنگ نہو (۸) باہمی
مخاصمہ اسطرح دفع کرے کہ نفس کو طاعت الٰہی میں قربان کرے اور باہمی مخاصمہ اس طرح ہوتا ہے کہ نفس مذکور اپنی خواہش دنیا میں آدمی کو
مار ڈالتا ہے کیونکہ کفر و بدکاری وغیرہ موت حقیقی ہے پس نفس مذکور درحقیقت اس شخص کے واسطے قاتل ہے پھر اس قاتل سے قصاص یعنی میں
عقل و وہم باہم جھگڑا کرتے ہیں چنانچہ عقل سلیم اس نفس کو امر آخرت و انجام کار میں لاتی ہے اور وہم اُسکو بقدر غلبہ کے دفع کرتا ہے اور چاہتا ہے
کہ نفس چھوٹا رہے پس چاہیے کہ باہمی مخاصمہ چھوڑ کر نفس کو فرمان الٰہی کے موافق اُسکے جسم گاو کو قتل کرے یعنی طاعت الٰہی میں لگا دے
ور نفس کی خواہش سے چھڑا دے تاکہ قصاص سے حیات حاصل ہو کما قال تعالیٰ - ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب الآیۃ ملخص
البیضاوی وغیرہ) بالجملہ اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو معارف و آیات قدرت دکھلائین پھر بھی وہ مفسد ہوے چنانچہ فرمایا

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ
پھر تمہارے دل سخت ہوگئے اس سب کے بعد سو وہ جیسے پتھر یا اُن سے بھی سخت اور
الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهٰرُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ
پتھرون میں تو وہ بھی ہیں جن سے پھوٹتی ہیں نہرین اور اُن میں تو وہ بھی ہیں جو پھٹتے ہیں اور نکلتا ہے اُنسے
الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ
پانی اور اُنمین تو وہ بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے

اللہ تعالیٰ نے یہودیون کو ملامت فرمائی کہ تمنے مردہ مقتول زندہ کرنے و دیگر معجزات و آیات الٰہی کو اپنی آنکھون دیکھا لیکن ثُمَّ
قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ - پھر تمہارے دل سخت ہوگئے بعد اسکے ف یعنی بعد معائنہ و مشاہدہ ان آیات
کے تمہارے دل نرم نہوے فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً - پس یہ تمہارے دل مانند پتھر کے یا سختی میں اُس سے
بھی کڑے ہیں - یعنی ایسے سخت ہو جاتے ہیں تمہارے دل مانند پتھر کے ہیں جو کبھی موم کی طرح نرم نہیں ہوتا ہے یا پتھر سے بھی سخت
ہے اور یہ بیان میں شک نہین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان میں شک کرنا محال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جو شخص ان لوگون کے حال سے واقف
ہو وہ انکے دلون کو پتھر سے تشبیہ دے یا اس سے بڑھکر لوہے وغیرہ سے تشبیہ دے بیضاوی و عکبری نے کہا کہ یہ بطور اختیار کے ہے یعنی
چاہو انکے دلون کو پتھر سے تشبیہ دو یا اُس سے بڑھکر سخت قرار دو اور خلاصہ یہ ہے کہ سخت تشبیہ مثل پتھر کے تھی لیکن ان لوگون کے دلون کو اُس

کچھ زیادہ تصور کرنا چاہیے کیونکہ پتھروں سے تشبیہ کامل نہیں ہے اگرچہ بہت سخت تصور کیجاتی ہے۔ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا
يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ حالانکہ پتھروں میں بعض ایسا ہے جس سے نہریں جاری ہوتی ہیں وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ
مِنْهُ الْمَاءُ۔ اور پتھروں میں سے بعض وہ ہے جو شق ہو جاتا ہے پھر اس سے پانی نکلتا ہے۔ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ
ف مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ اور پتھروں میں بعض وہ ہے جو خوف الٰہی سے گر پڑتا ہے۔ [illegible] ہوا ان کے دل اس سے
بھی سخت ہیں کہ امر حق کے واسطے نرم نہیں ہوتے ہیں۔ روا ابن ابی حاتم [illegible] ابن عباس سے روایت
کی کہ جب اس گائے کے ٹکڑے سے مقتول کو مارا اور اسنے زندہ ہو کر بتلا دیا کہ [illegible] نے مجھکو قتل کیا پھر مردہ
ہوگیا تو انکو آیات الٰہی کے واسطے نہایت نرم دل ہونا چاہیے تھا کہ انھوں نے قدرت الٰہی کو مشاہدہ کیا لیکن [illegible] اسکے حال
ہوا کہ جب مقتول مذکور پھر مردہ ہوگیا تو ان لوگوں نے جھٹلانا شروع کیا کہ واللہ ہم نے نہیں مارا لیکن یہ قول جھوٹا ہوا اور وہ لوگ [illegible]
میں قتل کیے گئے اور میراث سے محروم رہے۔ یہ بیان اللہ عزوجل نے [illegible] فرمایا کہ پتھر بھی اس سے زیادہ سخت ہیں کیونکہ بعض پتھروں
سے [illegible] الٰہی عزوجل دریا جاری ہوتے ہیں اور بعض شق ہو جاتے ہیں اور بعض خوف الٰہی عزوجل سے گر پڑتے ہیں حالانکہ ان کے قلوب پر کچھ
بھی اثر نہ ہوا کہ یہ لوگ [illegible] الٰہی کو جھٹلانے لگے [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
عہد مبارک میں موجود تھے کہ باوجود ان آیات [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
ایمان نہیں لاتے بلکہ توریت میں تحریف کرتے تھے لہذا اللہ نے فرمایا۔ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ اور نہیں
ف ہے اللہ تعالیٰ اس سے کچھ بھی غافل نہیں ہوتا بلکہ [illegible] حالانکہ دوام آخرت
کے مقابلہ میں یہ تاخیر نہایت ہی قلیل ہے۔ ابن ابی حاتم نے یحییٰ بن ابی [illegible] سے روایت کی کہ پتھروں سے نہریں جاری ہوتی ہیں [illegible]
کہ یہ گریہ وزاری کی کثرت ہے اور جن پتھروں سے شق کر پانی نکلتا ہے [illegible] اور پتھر کہ خوف الٰہی سے گر پڑتا ہے [illegible]
یہ بغیر آنسوؤں کے قلب کا رونا ہے (ابن ابی حاتم) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پتھروں میں [illegible] جاری ہے اور بعض لوگوں
گمان کیا کہ پتھر کی نسبت خوف الٰہی بطور مجاز ہے لیکن امام رازی و قرطبی وغیرہ [illegible] نے فرمایا کہ [illegible] اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات
میں [illegible] کے واسطے اپنی معرفت کی فہم پیدا فرمائی ہے اور یہی سلف وخلف اہل سنت کا مذہب ہے [illegible] کے سوا [illegible] جمادات ونباتات
وحیوانات سب چیزوں میں اللہ کی طرف سے ایک علم [illegible] ہر ایک اپنے خالق عزوجل کو پہچانتی [illegible] ہے اور [illegible] مخلوق
سوا [illegible] دوسری مخلوق ہیں [illegible] آیات [illegible] اول قولہ تعالیٰ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا الآیہ۔ دوم قولہ تعالیٰ [illegible] سوم قولہ تعالیٰ تُسَبِّحُ لَهُ
السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ۔ چہارم قولہ تعالیٰ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ۔ پنجم قولہ تعالیٰ
وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ۔ ششم قولہ تعالیٰ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ [illegible] ہفتم قولہ تعالیٰ لَوْ أَنْزَلْنَا
هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ۔ ہشتم قولہ تعالیٰ [illegible] السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ [illegible]
قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ الآیہ۔ دہم قولہ تعالیٰ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ۔ ودیگر آیات [illegible] احادیث وغیرہ کے اور حدیث میں
احد کی نسبت آیا کہ یہ پہاڑ ہمکو دوست رکھتا ہے اور ہم اسکو دوست رکھتے ہیں (الحدیث) اور ابوجہل مردود کے ہاتھ میں کنکریوں نے [illegible]

[illegible] جبل [illegible]

صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت پر گواہی دی اور زہر ملی ہوئی بکری نے آپکو آگاہ کیا کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے اور جنگل کے ایک درخت نے گواہی دی
طلب کی تو وہ زمین پھاڑتا ہوا آیا اور گواہی دیکے چلا گیا اور ایک مرتبہ انہیں قضاے حاجت کے واسطے دو درختوں کو طلب فرمایا تو دونوں حاضر ہوگئے اور
جھک کر پردہ وسایہ کرلیا اور ایک باغ میں اونٹ نے آپ سے اپنی محنت و بھوک کی شکایت کی اور ایک شخص کے اونٹ نے آپکو سجدہ کیا
شیخ ابن کثیر نے کہا کہ خبر متواتر مشہور ہے کہ ستون حنانہ آپکے فراق میں بچے کی طرح رویا اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ میں مکہ میں ایک پتھر پہچانتا
ہوں جو ایام بعثت میں مجھے سلام کیا کرتا تھا علماء نے کہا یہ سواے حجر اسود کے ایک پتھر ہے مکان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے
واقع تھا اور حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگ مکہ کے نواح میں نکلے سو ہم پہاڑوں و جنگلوں میں
الجھن درخت و پتھر کی طرف گذرے تو ہر ایک کہتا کہ السلام علیک یا رسول اللہ (الدارمی وغیرہ) اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو لیکر پہاڑ پر چڑھے تو اسکو
جنبش ہوئی پس آپ نے ٹھوکر مار کر فرمایا کہ ٹھہر اسکے اوپر نبی و صدیق و شہید ہے او[illegible] وغیرہ کی دیگر احادیث میں اس کثرت سے منصوص ہوا ہے
ہیں کہ شمار سے باہر ہیں۔ تعالی نے طلوع میں [illegible] آفتاب کیونکر سجدہ کرتا کیونکہ سجدہ تو زمین پر پیشانی رکھنے کو کہتے ہیں اور آفتاب کی پیشانی
[illegible] زمین پر [illegible] یہ گمان نادانی کی بات ہے [illegible] آدمی کے سجدہ کرنے کے [illegible] ہیں کہ وہ زمین پر سر رکھے
و [illegible] واسطے [illegible] اور حدیث ابوذر [illegible] آفتاب جا کر زیر عرش سجدہ کرتا ہے پھر اسکو حکم ہوتا ہے کہ جا کر وہیں
سے طلوع کر [illegible] سے نکلتا ہے (الترمذی حسن صحیح) بالجملہ اہل سنت کے نزدیک ہر چیز کے واسطے تسبیح و صلوۃ معلوم ہے اگرچہ اسکی
کیفیت سے ہم واقف نہیں اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ (مسئلہ) امام رازی نے تفسیر واحدی سے نقل کیا کہ اسلاف صالحین
علماء محققین کے نزدیک ان اشیاء کی جنس کے انبیاء ہیں اور اس کے واسطے لطیف استدلال فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وما من دابۃ فی الارض
ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم الآیۃ صریح ہے کہ زمین کے ہر قسم کے چرند و جانور و ہر قسم کے پرند بھی انسانوں کے مثل امتیں جداگانہ ہیں
اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک پیغمبر ایک درخت کے نیچے نزول کیا جہاں چیونٹیوں کے جھنڈ تھے پس ایک چیونٹی نے کاٹ کھایا
تو انہوں نے اسباب اٹھوا کر چیونٹیوں کے قریہ کو جلا دینے کا حکم کیا پس اللہ تعالی نے وحی فرمائی کہ ایک چیونٹی کے کاٹنے سے تم نے ایک
امت کو جلا دیا جو تسبیح کرتی تھی اور اگر قصاص تھا تو ایک ہی چیونٹی سے لیا گیا ہوتا (صحیح مسلم) پس معلوم ہوا کہ چیونٹیاں بھی ایک امت ہیں پھر
اللہ تعالی نے فرمایا۔ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر الآیۃ صریح ہے کہ ہر امت میں پیغمبر بھیجا گیا تو ثابت ہوا کہ ان امتوں میں بھی پیغمبر ہیں
اسی واسطے علماء نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام مخلوقات عالم کے واسطے عام ہے یہ استدلال نہایت لطیف ہے لیکن جن لوگوں
کی عقل پر حواس و اوہام غالب ہیں انکو ان آیات میں تردد ہوتا ہے اور یہ انکی جہالت و بیماری ہے (فائدہ) آیت سے ثابت ہوتا ہے
کہ دل ہی کی سختی و لگاؤ سے آدمی کی صلاحیت بگڑ جاتی ہے اسی واسطے حدیث میں آیا کہ بدن میں ایک مضغہ ہے جب وہ صلاحیت پر ہوتا
ہے تو تمام جسم صالح ہوتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو تمام جسم میں فساد ہو جاتا ہے آگاہ رہو کہ وہ دل ہے (الصحیح) اور حدیث میں ہے کہ الٰہی
میرے قلب کو اپنے دین پر قائم رکھ۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا الآیۃ یعنی الٰہی ہمارے دلوں کو بعد ہدایت کے کج
نہ فرمائیو۔ الخ اور یہ قلوب [illegible] قدرت الٰہی میں مسخر ہیں جدھر چاہتا ہے پھیرتا ہے۔ (کما فی الصحیحین) اور حدیث شریف میں ہے
کہ اللہ تعالی تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے (کما فی الصحیح) اس سے نکل آیا کہ کاموں کا مدار نیت پر ہے
چنانچہ حدیث میں خود منصوص ہے کہ۔ انما الاعمال بالنیات (کما فی الصحاح) شیخ ابن العربی نے آیت میں اشارہ لکھا کہ قلوب چار طرح ہیں

[illegible] ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ
واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وہی القلب [illegible]

ایک وہ دل کہ نور الٰہی سے منور اور اُسمین مستغرق ہو گیا پس اس سے علم کی نہرین جاری ہوئین کہ جسنے ان نہرون سے پیا وہ ہمیشہ کے لیے
١ زندہ ہوا اور یہ قلوب ویسے ہین جیسے خاصان خدا کے ہین جو درجون مین سب سے آگے ہین یعنے مانند انبیاء علیہم السلام و اُنکے امتی اولیا
٢ کاملین رضی اللہ عنہم اور انکا بیان کی طرف اس کلام سے اشارہ فرمایا۔ وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانھار الآیہ۔ دوم وہ دل ہے کہ اسنے ان
علوم سے ایک حصہ حاصل کر کے جمع کیا اور اسکو حفظ کیا اور اس سے فہم و استنباط کیا اور پھیلایا کہ اس سے لوگون نے نفع پایا اور یہ مثل علماء ربانیین
کے دلون کی ہے اور اسی کی طرف اشارہ کیا اس کلام سے۔ وان منہا لما یشقق فیخرج منہ الماء۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ علماء مجتہدین و حکماء
٣ ربانیین ہین اور سوم وہ دل ہین کہ خاشع و مطیع ہوئے جیسے مسلمانون مین سے زاہدون و پرہیزگارون کے دل ہین اور انکی طرف اس کلام سے
اشارہ فرمایا وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ۔ اور انکا ادنیٰ حال یہ ہے کہ احکام الٰہی کے لیے یہ دل مطیع ہوتے ہین جو انکو نیک منزل پر پہونچا دینگے
٤ پھر ایک چوتھا دل باقی رہا جسکو علم کا اثر تک نہین پہونچا اور نہ وہ خوف الٰہی سے نرم ہوا بلکہ ہمیشہ سے ہوس اور غرور مین ہے اور نفس
کی خواہشون سے بھرا اور سرکشی مین پورا ہے سو عالم مین جتنی چیزین محسوس موجود ہین کسی سے اسکی مثال نہین ہو سکتی کیونکہ سب چیزین جو اللہ تعالیٰ
نے انکو حکم کیا قبول کرتی ہین سو لوہے سے اسکی مثال کیا ہو سکتی ہے کہ وہ تو ظاہر مین پگھل جاتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مثل اس ہدایت و
علم کی جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے ایسی ہے جیسے ایک زمین پر پہنچا پانی نفع دینے والا برسا سو اس زمین مین بعضے ٹکڑے تو پاکیزہ ہین
جنھون نے اُس پانی کو قبول کیا اور پی لیا اور بہت ہری ہری گھاس و میوہ و اناج وغیرہ اُگایا اور اُس زمین مین سے بعضے ٹکڑے
اجدب ہین کہ انہون نے پانی کو اپنے پاس ٹھہر رکھا سو اس سے اللہ تعالیٰ نے لوگون کو نفع دیا کہ لوگون نے اُس سے پیا اور پلایا اور کھیتی کی اور ایک
ٹکڑا چٹیل میدان کہ نہ وہ پانی روک رکھتا ہے نہ گھاس اُگاتا ہے الی آخر الحدیث۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین تینون قلوبون کو بیان
فرمایا اور اول انہین سے قلب محمدی ہے قال المترجم جاننا چاہیے کہ افضل تمام قلوب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب شریف ہے پھر
درجہ بدرجہ دیگر انبیاء علیہم السلام کا پھر اُمت مین سے قلوب اس نوع کے نہین ہو سکتے جو انبیاء علیہم السلام کے ہین لیکن جو صفات مین
انکے مشابہ ہوتے ہین پس قلب محمدی سے ایسے قلوب مراد ہین جو آپ کے قلب مطہر مقدس سے مشابہ ہون جیسے ولایت محمدی سے مراد یہ ہے
کہ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ولایت حاصل ہوئی اور وہ افضل اولیاء وقت ہوتا ہے حتی کہ شان معرفت مین اعلیٰ ہے اگرچہ شان عبادت
مین دوسرے لوگ زائد اجتہاد و محنت کرنے والے ہون کیونکہ وہ احکام سُنت پر اپنے کثیر ازواج و اولاد کے ساتھ ہدایت و ارشاد مین کامل
ہوتا ہے اور اسی پر کلمات اولیاء اُمت متفق ہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ م۔ اور حدیث ابن عمرؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ سوائے ذکر الٰہی کے زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ کثرت کلام کی جو سوائے ذکر الٰہی کے ہو دل کو سخت کرتی ہے اور لوگون مین اللہ تعالیٰ
سے بہت دور رہونے والا وہی شخص ہے جسکا دل سخت ہو۔ (الترمذی) اور حضرت انسؓ کی حدیث مرفوع مین ہے کہ چار چیزین شقاوت سے
ہین ایک آنکھ کا ٹھہرانا دوم دل کا سخت ہونا تیسرے اُمید کی رسی دراز ہونا چوتھے دنیا پر حرص (البزار) ع۔ اور آیت مین اشارہ ہے کہ
ظاہری صورت سالم رہنے کے باوجود باطن مسخ ہو جاتا ہے جیسے ان موجودہ یہودیون وغیرہ مین حالت ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے مومنون کو
ان یہودیون کے حال سے متنبہ فرمایا مع انکے برادرون یعنے منافقون کے قال تعالیٰ

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ

اے کیا تم مسلمان توقع رکھتے ہو کہ وہ مانین تمھاری بات اور ایک لوگ تھے اُن مین کہ سُنتے کلام اللہ کا

ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا

پھر اُسکو بدل ڈالتے بوجھ لیکر اور اُنکو معلوم ہے اور جب ملتے ہیں مسلمانون سے کہتے ہیں

آمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

ہم مسلمان ہوئے اور جب اکیلے ہوتے ہیں ایک دوسرے پاس کہتے ہیں تم کیون کہہ دیتے ہو اُنسے جو کھولا ہے اللہ نے تمپر

لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا

کہ جھٹلا دین تمکو اُس سے تمہارے رب کے آگے کیا تمکو عقل نہین کیا اتنا بھی نہین جانتے کہ اللہ کو معلوم ہے جو

يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝

چھپاتے ہین اور جو کھولتے ہین

تفسیر

ان آیات مین بھی اللہ تعالیٰ نے یہودیون کے بعض عیوب بیان فرمائے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادون کے مقتدا اور انہین کی چال کے ثناخوان ہین۔ أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ سو کیا تم آرزو رکھتے ہو کہ یہ موجودہ لوگ تمہاری بات مانینگے۔ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ حالانکہ ان مین سے ایک فریق ایسا تھا جو کلام الٰہی کو سنتے تھے پھر بعد اسکے سمجھ لینے کے اسکو تحریف کرتے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے۔ فت یعنی انکے بزرگون مین سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک گروہ تھا اور وہ گروہ علماء تھا کہ انکی یہ حالت تھی کہ کلام الٰہی کو سمجھ لینے یعنی توریت کو اچھی طرح سنکر سمجھ لینے پر جان بوجھکر تحریف کرتے تھے اور یہ لوگ انہین کی تقلید کرتے ہین تو جبکہ اوائل کی یہ حالت تھی انکے اواخر مقلدین سے تم کیونکر ایمان کی طمع رکھتے ہو یعنی انسے کچھ طمع مت رکھو کہ یہ لوگ شریر بلید و خبیث اجبات ہین پھر جاننا چاہیے کہ قولہ ان یؤمنوا لکم مین ایمان سے تصدیق یعنی بات مان لینا مراد ہے یا ایمان شرعی مراد ہو پس اگر ایمان شرعی مراد ہو تو افتطمعون کا خطاب در اصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اور لفظ جمع یا تو بطور تعظیم ہے یا صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس وجہ سے شامل کر لیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تلقین کرتے تھے اور حاصل یہ ہوگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ یا آپ مع اصحاب رضی اللہ عنہم کے ان یہودیون سے یہ طمع رکھتے ہین کہ یہ لوگ آپ پر ایمان لاوینگے حالانکہ یہ لوگ اپنے باپ دادون کے مقلد ہین جن مین سے ایک فریق کی یہ کیفیت تھی کہ وہ لوگ کلام الٰہی کو سنکر سمجھ لینے کے بعد جان بوجھکر تحریف کرتے تھے یعنی کسی طرح کا عذر نہ تھا کہ سمجھے نہون یا بھول کر معنے بدل گئے ہون اور یہ سخت بیباکی و کفر ہے۔ اور اگر بات مان لینے کے معنے ہین تو خطاب صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ٹھیک ہے یعنی تم ایسی قوم سے اپنی بات ماننے کی کیونکر امید رکھتے ہو جنکے بزرگون مین سے ایک فریق ایسا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بات مین عمداً تحریف کرتا تھا۔ یہ سب اسی بنا پر کہ قد کان فریق منہم سے زمانہ گذشتہ کا حال ہو اور کبھی ایسا کلام زمانہ موجود کے واسطے بھی بولا جاتا ہے تو یہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ تم ان عام یہودیون سے ایمان کی امید کیونکر رکھ سکتے ہو جبکہ انہین سے ایسا ایک فریق یعنی انکے احبار علماء کا ایک فریق ایسا ہے کہ وہ توریت کو سنکر سمجھ بوجھکر تحریف کرتا ہے حالانکہ متواتر حکم کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے رہا اسکی کلام الٰہی ہونے مین یہ لوگ لفظ و معنے دونون بدل لیتے تھے یا فقط معنے بدل لیتے تھے یا اصل توریت کو چھپا کر دوسری کتاب لکھکر کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بات ظاہر ہو کہ جنہون نے اپنی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ تعالیٰ کی کتاب بتلایا اور یہ افتراء کفر باندھا تو

ایسے شخص سے کیونکر اُمید کرسکتے ہو کہ اُسنے کتاب الٰہی کو نہیں بدلا کیونکہ جب اس کفر میں اُسکو ڈر نہیں ہے تو اُس کفر میں بھی ڈر نہو گا بلکہ خود اللہ تعالیٰ
فرمایا۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ یعنے کلمات توریت کو اپنے ٹھکانے سے متغیر کرتے ہیں۔ تو کچھ شک نہ رہا کہ وہ توریت میں تحریف کرتے تھے
اب رہا یہ کہ خالی معانی میں تحریف کرتے تھے تو یہ خیال صرف اس وجہ سے پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا ان کنتم
صادقین یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ ان یہودیوں کو حکم دے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو توراۃ یہاں لاکر پڑھو۔ اسلام
ہوا کہ اگر توریت کے الفاظ بدل ڈالے ہوتے تو اسکے پڑھنے سے کیا فائدہ ہوتا۔ مترجم کہتا ہے کہ انھوں نے ہر مقام تو نہیں بدل ڈالا تھا علاوہ اس کے
عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو سب علماے یہود میں سے افضل و زبردست عالم تھے وہ مسلمان ہو چکے تھے تو انکے سامنے یہودیوں کی تحریف
کچھ کارگر نہیں ہوسکتی تھی اور مترجم کہتا ہے کہ اسوقت کوئی حالت ہو لیکن اس زمانہ میں تو بخوبی ثابت ہو گیا کہ نصرانیوں میں سے ہر فرقہ نے انجیل کو
اپنی مراد کے موافق بدل ڈالا اور یہی غالب حال توریت کا ہو گیا کیونکہ توریت و انجیل کے نسخوں میں صرف تین سو برس کے قریب سے
ایک ہی کتب خانہ کے نسخے ملانے میں کئی ہزار الفاظ کا اختلاف موجود ہے تو کسی صورت سے یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ اصل میں کیا لفظ تھا اور
حکم الٰہی فقدانًا گم ہو گیا اسیواسطے اہل اسلام میں یہ امر جائز نہیں ہے کہ توریت و انجیل سے کوئی امر ثابت کریں یا یہود و نصاریٰ کو قائل کرنے کے
واسطے علماء کو نظر کرنا جائز ہے اب یہاں بعض آثار سلف کو تفسیر شیخ ابن کثیر سے ملخص کیا جاتا ہے اور چونکہ وجوہ میں سے اور قابل کے ہیں لہذا
ہر روایت کا ثبوت وجہ پر محمول کرنا چاہیے۔ محمد بن اسحٰق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحاب مومنین رضی اللہ عنہم کو یہودیوں کے ایمان سے مایوس کر دیا اور یہ فریق جنھے کلام الٰہی کو بدلا یہ وہی لوگ ہیں
جنھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دیدار باری تعالیٰ کی درخواست کی تھی۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھسے بعض اہل علم نے بیان
کیا کہ ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو دیدار باری تعالیٰ میسر نہیں ہوسکتا لیکن آپ یہ درخواست کریں کہ ہم لوگ کلام الٰہی
سن لیں پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اچھا یہ لوگ روزہ رکھیں اور طہارت کامل کریں پس جب موسیٰ علیہ السلام میقات پر
گئے تو انکو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور جب پہاڑ پر سفید ابر آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکو سجدہ کا حکم دیا پس یہ لوگ سجدہ میں گر پڑے اور انھوں نے بھی احکام الٰہی سنے
پھر جب بنی اسرائیل کے پاس آئے تو جو کچھ سنا تھا اُسکو متغیر کرکے بیان کیا۔ ھ ع۔ اور خطیب نے کہا کہ جو کچھ سنا تھا وہ بیان کرتے تھے لیکن اپنی طرف سے
اسقدر ملا دیا کہ جہانتک تم سے ہوسکے عمل کرو ورنہ کچھ حرج نہیں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت پر لازم آتا ہے کہ کلام الٰہی کی خصوصیت
موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہو بلکہ دوسروں نے بھی کلام الٰہی سنا ہو حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں ہے۔ شیخ ابن کثیر نے جواب دیا کہ یہ بات نہیں لازم آتی
کیونکہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے سنا تھا شاید اُس طور پر انھوں نے نہ سنا ہو جیسے قولہ تعالیٰ۔ وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ الآیۃ
میں یہ معنے ہیں کہ اگر مشرکوں میں سے کوئی شخص تجھسے پناہ مانگے تو اُسکو پناہ دے یہانتک کہ وہ کلام اللہ سنے پس اُسنے کلام اللہ سنا اسی طرح فرقۂ
بنی اسرائیل نے بھی کلام الٰہی سنا ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ محل تردد ہے اسواسطے کہ اُن لوگوں نے یہ درخواست نہیں کی تھی کہ ہم لوگ آپکی زبان سے کلام الٰہی
سنیں کیونکہ یہ امر تو انکو پہلے ہی سے ممکن تھا بلکہ دراصل تقاضا یہی ظاہر ہے۔ ابن اسحٰق نے جن اہل علم سے یہ روایت سنی وہ یہودی لوگ ہونگے جنکا
نام ظاہر نہیں کیا ہے پس یہ اسرائیلیوں کی روایات انکی نادانی کی حکایات ہیں واللہ تعالیٰ اعلم اور اصل بات یہی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
توریت کے کلمات سنکر سمجھ لینے کے بعد تحریف کرتے تھے چنانچہ قتادہ نے فرمایا کہ یہ احبار یہود کا حال تھا جو توریت سنکر خوب سمجھ لینے کے بعد تحریف
کرتے تھے اسیطرح مجاہد نے فرمایا کہ یہ یہودیوں کا بیان ہے اور انہیں ایک فرقہ اسواسطے فرمایا کہ جو لوگ توریت کو سنتے و سمجھتے تھے وہ احبار تھے نہ کل یہود

نہین فرمائے کہ اصل مین سمجھنے و تحریف کرنے والے صرف وہی لوگ تھے جو علماء و احبار کہلاتے تھے تو یہ ایک فرقہ ہوا اسواسطے فرمایا کہ اُن مین سے ایک فرقہ ایسا تھا ابو العالیہ نے فرمایا کہ یہ یہودیون کی مذمت ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے توریت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و زانی محصن کو سنگسار کرنے کے احکام نازل فرمائے مگر اُنھون نے عمداً تحریف کر دیے ابن وہب نے کہا کہ ابن زید نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیون پر توریت نازل فرمائی تو بجائے شکر کے ان لوگون نے حرام کو حلال کیا اور حلال کو حرام اور حق کو باطل اور باطل کو حق کرنا شروع کیا اور اُسکی صورت یہ ہوئی کہ جب کوئی حقدار کچھ رشوت لیکر آتا تھا تو اُسکے واسطے کتاب اللہ مین سے حق فتوی دیدیتے تھے اور جب کوئی جھوٹا مدعی رشوت لاتا تو رشوت لیکر اُسکے موافق فتوی دیدیتے تھے مترجم کہتا ہے کہ یہ قول جید و عمدہ ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ - ان کثیرا من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ اسکا واضح بیان آویگا اور اُسکے موافق آیت کے معنے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنون کو آگاہ فرمایا کہ تم ان عوام یہودیون سے ایمان کی کیا توقع رکھتے ہو جبکہ ان مین سے پڑھے لکھون کی یہ کیفیت ہے کہ سخت دل ہو کر حقیر مال دنیا کے بدلے کلام الٰہی کی تحریف کرتے ہین کیونکہ انکے دل مین آخرت کا یقین و عذاب الٰہی کا خوف نہین رہا ہے یہ ظاہر مین توریت کے ماننے والے بنتے ہین مگر باطن مین انکے قلوب سخت ہو کر غضب الٰہی مین پھنسے ہین تو تم لوگ ایسے ایمان کی توقع مت رکھو اور جو کوئی ان مین سے بظاہر مسلمان ہوا وہ بھی منافق ہے - وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا - اور جب یہ لوگ اہل ایمان سے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے اور ہم کیونکر ایمان نہ لاوین حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک عربی پیغمبر ہین اور انھین کے نام کے طفیل سے ہم لوگ تھوڑا زمانہ ہوا کہ تم لوگون پر فتحمندی کی دعا مانگا کرتے تھے اور حکم توریت کے موافق خود انکے منتظر تھے (محمد بن اسحٰق عن ابن عباس) وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ - اور جب ایک دوسرے کے پاس اکیلے ہوتے ہین - ف - یہ اقراری لوگ ظاہر کرتے ہین کہ ہمنے مومنون سے صرف ظاہر مین ایمان کا اقرار کر دیا ہے اور دل سے ہم لوگ مومن نہین ہین - غرضکہ یہ منافقین جب اپنے بڑے لکھے گروہون کے پاس اکیلے ہوتے ہین تو انکے خوش کرنے کو اظہار کرتے ہین کہ آپ لوگ مطمئن رہین کہ ہم دل سے مومن نہین ہین - قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وہ لوگ کہتے ہین کہ بھلا تم ایسے ایسی باتین بیان کر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمپر کھول دی ہین تاکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے تمپر حجت قائم کرین سو کیا تم سمجھتے نہین ہو - ف - کہ تمھارے اس فعل سے تمپر عذاب کی حجت قائم ہو جائیگی خلاصہ یہ کہ منافقون کو انکے احبار جو گدھون کی طرح اپنے اوپر کتابین لادے تھے ایک بات مین ملامت کرتے ہین کہ تم دنیاوی مصلحت سے ایمان ظاہر کرتے ہو اور دل سے نہین مانتے ہو تو یہ خوب ہے لیکن اُنسے یہ باتین کیون ظاہر کرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک پیغمبر حق ہین اور ہم کو توریت مین انھین پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے اور ہم مدت سے انکے ظہور کے منتظر تھے اور زمانہ جاہلیت مین ہم انھین کے فضائل تمسے بیان کیا کرتے تھے اور انھین کے نام پاک کا واسطہ و وسیلہ لا کر اللہ تعالیٰ سے تمپر فتح و نصرت کی دعائین کیا کرتے تھے - بالجملہ منافقین تو مسلمانون سے خوشامد کے لیے یہ باتین اظہار کرتے تھے اور یہان سے جا کر جب اپنے احبار سے اپنا نفاق ظاہر کرتے تو وہ لوگ انکو ملامت کرتے کہ تم یہ باتین اُنسے کیون ظاہر کرتے ہو کیا سمجھتے نہین ہو کہ وہ لوگ انھین باتون سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمپر حجت قائم کرینگے کہ اُنھون نے جان بوجھکر کفر کیا ہے تو ہم تم سب اسکے سبب سے عذاب مین گرفتار ہونگے مترجم کہتا ہے کہ یہ لوگ اپنی سمجھ کا دعوی کرتے تھے حالانکہ اسقدر سخت احمق تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انکو جھڑکا اور فرمایا اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ کیا یہ نہین جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز جسکو وہ لوگ چھپاتے اور جسکو ظاہر کرتے ہین سب جانتا ہے - ف - پس اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی خفیہ

باتون سے آگاہ فرمایا اور یہی اُنکے واسطے دلیل ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اُنکی خفیہ وظاہر سب باتون کو جانتا ہے لیکن یہود ایک قوم احمق تھے جو اپنی
بیوقوفی سے صفات باری تعالیٰ کو نہین سمجھتے تھے حتی کہ علمائے محققین نے بیان فرمایا کہ یہودی قوم مجسمہ ہے چنانچہ انکے اعتقادات مین سے ایک یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن تک مخلوقات کو پیدا کیا اور ساتوین روز سنیچر کو استراحت کے لیے پاؤن پھیلا کر عرش پر لیٹا اور یہ اُنکا کفر وجہالت ہے بلکہ
اللہ تعالیٰ کے واسطے جسمانی صورت بیان کرتے ہین ۔ تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا ۔ اسیواسطے انکو یہ گمان تھا کہ خفیہ باتون کو اللہ تعالیٰ
نہین جانتا ہے اور باوجود ان تمام معجزات کے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ واقع ہوئے اور باوجود معارفِ توریت کے یہ لوگ ایسے ہی احمق
و ناسمجھ ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے انکو بمثل الحمار یحمل اسفارا الآیۃ ۔ مین انکے عالمون کو ایسے گدھے سے مثال دی جسپر کتابین لدی ہون
اور اسی جہالت کی وجہ سے گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اُنکی پوشیدہ باتون کو نہین جانتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہین
یعنی ظاہر مین ایمان لاتے ہین اور باطن مین نہین رکھتے اور اُن کے احبار ان منافقون سے کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت و نبوت جو
تمھاری کتاب مین مذکور ہے اور جسپر ایمان لانیکا عہد لیا گیا ہے وہ تم لوگ مومنون سے کیون ظاہر کرتے ہو کیونکہ اگر ایسا کروگے تو یہ لوگ تمھارے رب کے
نزدیک تمپر حجت قائم کرینگے یہی ابو العالیہ و قتادہ وغیرہ علمائے تابعین سے مروی ہے اور ایک روایت مین مجاہد سے آیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے قلعہ کا محاصرہ فرمایا تو بعض صحابہ نے کہا کہ اے بندرو اور سورو ۔۔۔ تو وہ آپس مین ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا کہ یہ تمھاری ہی باتین ہین کہ تمہین نے انکو آگاہ کیا ہے تاکہ قیامت کے روز تمپر حجت قائم ہو اور یہ انکی جہالت کی وجہ سے تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے رد فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کو نہین جانتے ہین پھر اللہ تعالیٰ نے عوام وغیرہ یہودیون کی تفصیل بیان فرمائی تو فرمایا
وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّا اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ
اور ایک اُن مین بن پڑھے ہین خبر نہین رکھتے کتاب کی مگر باندھ لی اپنی آرزوئین اور اُن پاس نہین مگر اپنے خیال سو خرابی ہے اُنکو جو
يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا
لکھتے ہین کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہتے ہین یہ اللہ کے پاس سے ہے کہ لیوین اُس پر مول
قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝
تھوڑا سو خرابی ہے اُنکو اپنے ہاتھ کے لکھے سے اور خرابی ہے اُنکو اپنی کمائی سے
امیون ۔ جمع اُمّی جس شخص کو لکھنا نہ آتا ہو یہی قول ابو العالیہ و ربیع و قتادہ و ابراہیم نخعی وغیرہم ہے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
امی کہتے ہین اور یہ آپ کے حق مین معجزہ کاملہ ہے کما قال تعالیٰ وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون ۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اس
سے پہلے تو کوئی کتاب نہین پڑھتا تھا اور نہ اُسکو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھ سکتا تھا کہ ایسا ہوتا تو اہل بطالت شک کرتے ۔ یعنی اہل کفر و نفاق کو
کوئی وجہ شک کی باقی نہین چھوڑی گئی تھی کہ خاتم النبیین کو جنہون نے لکھنا پڑھنا نہین سیکھا ایسا تاکہ کفار کا یہ وہم باطل ہوجائے جو حق بیان کرتے ہین
شاید یہ پہلے سے لکھ پڑھ کے جانا ہو بلکہ یہ صریح دلیل ہے کہ جو کچھ آپ بیان فرماتے ہین وہ وحی الٰہی ہے اور یہی حال ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام
و قالیکثیر وحی فرماتے تھے جو خاصۃ یہودی عالمون کے پاس تھے اور وہ تفصیل لکھے ہوے تھے تاکہ شیطانی وہم بالکل دور ہو ۔۔۔
اُمّ یعنی ماں ہے کیونکہ ماں کے پیٹ سے جیسے لکھا پڑھا پیدا ہوتا ہے یا منسوب بجانب امت عرب ہے جو لکھنے پڑھنے نہین جانتے تھے اسی واسطے
حدیث شریف مین آیا ۔ انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب ۔ یعنی ہم لوگ امی اُمت ہین کہ لکھتے نہین اور حساب نہین جانتے ہین ۔ اُن کا ۔۔۔

ہیں اللہ تعالیٰ نے یہود کی دو قسمیں فرمائیں ایک احبار جو لکھتے پڑھتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں دوم بے پڑھے عوام جو اُنکی تقلید میں بغیر علم توریت
کے صرف ربانی خیالات پر جمے ہوئے جھوٹی باتیں اعتقاد کرتے ہیں چنانچہ فرمایا۔ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا
أَمَانِيَّ ۔ اور ان یہودیوں میں سے بعضے اُمّی ہیں جو کتاب کو نہیں جانتے سوا جھوٹی باتوں کے۔ ف یعنی یہودیوں میں جاہل بے پڑھے
فریق کا یہ حال ہے کہ کتاب توریت تو جانتے نہیں ہیں لیکن جھوٹی باتیں اپنے احبار سے سیکھی ہیں جنکا علم نہیں رکھتے۔ وَإِنْ هُمْ
إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ اور یہ لوگ تو گمان ہی گمان رکھتے ہیں ف کیونکہ توریت سے علم حاصل ہونے کی انکو کوئی راہ نہیں ہے لیکن احبار سے
سنکر اعتقاد کر لیا کہ توریت میں لکھا ہے کہ دین یہودی قیامت تک رہیگا اور کسی یہودی کو سات دن سے زیادہ عذاب نہوگا اگرچہ کیسا ہی گناہگار ہو
اور جو شخص محصن زنا کرے اسکا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے پھراویں پھر اُسکو دُرّے ماروا اور مانند اسکے بہت سی جھوٹی باتیں سنکر اعتقاد کر لیں کہ
یوں ہی توریت میں مذکور ہیں حالانکہ انکے احبار نے عربی یا عبرانی زبان میں اپنی طرف سے کتابیں بنائیں اور یہ جالی سے اُنمیں لکھدیا کہ توریت
میں اسطرح مذکور ہے حالانکہ جو کچھ توریت میں مذکور تھا اُسکو بدل ڈالا مثلاً توریت میں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و حلیہ مبارک اسطرح مذکور تھا
کہ رنگین آنکھیں سرمگین بدن نکلتا ہوا میانہ قد خوبصورت چہرہ لہردار خوبصورت بال ہونگے آخر تک بہت تفصیل سے صفات مذکور ہیں تو ان یہودیوں
نے بجائے اسکے یوں لکھا لمبا قد کنجی آنکھیں سیدھے بال والا لکھدیا اور یہ کہ جو مرد یا عورت کے زنا کرنے میں رجم یعنی پتھروں سے سنگسار کرنیکا حکم تھا اور
انھوں نے بجائے اسکے منہ کالا کرنا لکھدیا تاکہ عوام یہودیوں کے سر زبان بنے رہیں اور عوام جہال انکو نذرانہ دیا کریں حالانکہ انھوں نے حقیر دنیا
کے پیچھے اپنی عاقبت برباد کی لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ
هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۔ پس ویل یعنی عذاب شدید ہے اُن لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں
کتاب کو لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اسکے عوض حقیر دام لیویں۔ ف پس لکھکر افترا باندھنا گناہ عظیم و کفر تھا
اور اسکے عوض جو مال لیا یہ بھی حرام خبیث ہوا۔ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۝
سو خرابی ہے انکو اپنے ہاتھوں کی کتاب بنائی سے اور خرابی ہے انکو اپنی کمائی سے ف یعنی دونوں طرح مستحق ویل ہیں چنانچہ بنائی ہوئی
کتاب سے مستحق ویل ہوئے اور جو مال اُسکے عوض کمایا اُس سے بھی مستحق ویل ہیں۔ عطاء بن یسار نے فرمایا کہ ویل جہنم میں ایک وادی ہے کہ اگر
اُسمیں پہاڑ ڈالے جائیں تو گل جائیں اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم میں
ویل ایک وادی ہے کہ کافر اُسکی قعر تک پہونچنے سے پہلے چالیس خریف تک گرتا چلا جائیگا (رواہ الترمذی) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ ویل ایک کوہ آتشی ہے اور یہی یہودیوں کے حق میں موعود ہے کیونکہ انھوں نے توریت میں تحریف کی اور اپنی خواہش کے موافق
گھٹایا بڑھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محو کرنا چاہا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے اُن پر غضب فرمایا۔ ابن جریر نے سدی رح سے کہا کہ احبار یہود
اپنے ہاتھوں سے کتابیں لکھکر عوام کے ہاتھ بیچتے اور کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے پس اسکے عوض ثمن قلیل حاصل کرتے
تھے اور ابن عباس رض نے وعظ فرمایا کہ اے گروہ مسلمین کیونکر تم اہل کتاب سے کوئی بات پوچھتے ہو حالانکہ قرآن الٰہی جو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر
نازل ہوا ہے بالکل خالص کتاب ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمسے بیان فرمایا کہ اہل کتاب نے کتاب الٰہی کو متغیر و متبدل کر دیا اور اپنے ہاتھوں سے
کتابیں بنائی ہیں تاکہ اسکے عوض ثمن قلیل حاصل کریں پس جو علم الٰہی تمہارے پاس آیا کیا وہ تمکو اس امر سے مانع نہیں ہے کہ تم اہل کتاب سے
کوئی بات پوچھو اور واللہ ہمنے نہیں دیکھا کہ انمیں سے کوئی شخص تم سے ایسی بات پوچھتا ہو جو تمہارے یہاں نازل کی گئی ہو (رواہ البخاری)

حسن بصری نے فرمایا کہ اگر تمام دنیا و مافیہا ملے تو وہ بھی ثمن قلیل ہے (مسئلہ) مصحف مجید فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں شیخ سیوطی نے
درمنثور میں ایک جماعت سلف سے آثار نقل کیے کہ انہوں نے اسی مقام کی آیت سے نکالا کہ مکروہ ہے کیونکہ ثمن قلیل کے عوض فروخت
لازم آتی ہے اور دیگر جماعت سلف سے آثار نقل کیے کہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ ثمن قلیل کے عوض فروخت کرنا یہ ہے کہ کتاب الٰہی عزوجل سے
ثمن قلیل حاصل کرے اگرچہ تمام دنیا و مافیہا ہو حالانکہ جس نے مصحف مجید لکھ کر فروخت کیا وہ قرآن سے ثمن نہیں لیتا ہے بلکہ وہ اپنی محنت سے کتاب الٰہی
لوگوں میں پھیلاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی قول اظہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم حتیٰ کہ اگر ایک شخص نے مصحف مجید لکھ کر اپنے پاس رکھا اگرچہ وہ کتاب الٰہی پھیلا نہیں کرتا
بلکہ حرام و رشوت لیتا ہو تو وہ کتاب الٰہی کو ثمن قلیل کے عوض بیچنے والا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کا ایک افترا ان سے نقل فرمایا ارشاد فرمایا تعالیٰ

وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ

اور کہتے ہیں ہم کو آگ نہ لگے گی مگر گنتی کے دن تو کہہ کیا لے چکے ہو اللہ کے یہاں سے قرار تو البتہ خلاف نہ

اللَّهُ عَهْدَهُ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ

کرے گا اللہ اپنا قرار یا جوڑتے ہو اللہ پر جو معلوم نہیں رکھتے

شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ یہودیوں نے اپنی ذات کے واسطے یہ دعویٰ کیا کہ دوزخ کی آگ ان کو نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن پھر اس کے بعد نجات پائیں گے اور ابن ابی حاتم نے
نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہودی کہتے تھے کہ دنیا کی کل مدت سات ہزار برس ہے اور ہم لوگوں پر ہر ہزار برس کے بدلے ایک دن عذاب ہوگا پس
کے سات دن دوزخ میں رہیں گے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً
اور یہودی کہتے ہیں کہ ہم کو آگ ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنتی کے چند روز اور امام ابوبکر بن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی
کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کیا تو آپ کے واسطے ایک بکری کا گوشت بھیجا گیا جس میں زہر ملا ہوا تھا جیسا کہ صحیح بخاری کی
حدیث میں آیا کہ جب آپ کو دیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بکری مجھ سے کہتی ہے کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ یہاں جو یہودی ہیں ان کو جمع کرو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا باپ کون ہے کہنے لگے کہ فلاں شخص آپ نے
فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو بلکہ تمہارا باپ فلاں شخص ہے کہنے لگے کہ آپ نے سچ کہا پھر آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کچھ پوچھوں تو سچ بولو گے
کہنے لگے کہ اے ابا القاسم ہاں اور اگر ہم جھوٹ بولیں تو آپ پہچان لیں گے جیسے آپ نے ہمارے باپ کے بارہ میں پہچانا پھر
آپ نے فرمایا کہ اہل دوزخ کون ہیں کہنے لگے کہ ہم لوگ تھوڑی مدت اس میں رہیں گے پھر ہمارے
بعد آپ لوگ ہوں گے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس میں ذلیل رہو واللہ ہم کبھی تمہارے قائم مقام نہ ہوں گے پھر آپ نے فرمایا
کیا تم سچ بولو گے اگر میں تم سے کچھ پوچھوں کہنے لگے کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا کہنے لگے کہ ہاں پھر
فرمایا کہ تم کو ایسا کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا کہنے لگے کہ ہمارا خیال یہ تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو آپ سے ہم لوگ نجات پائیں گے اور اگر
نبی ہیں تو آپ کو ضرر نہ دے گا اور نسائی نے روایت کی کہ یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ ہم سوائے چالیس روز کے دوزخ میں ہرگز نہ رہیں گے اور ہماری جگہ
ہمارے دوسری قوم داخل کی جائے گی ان کی مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ
ان کے سر پر رکھ کر فرمایا کہ ہرگز نہیں بلکہ تم ہی اس میں ہمیشہ رہو گے کوئی تمہاری جگہ نہ آئے گا پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی
وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودة بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی واقعہ سبب نزول ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ اس آیت میں ان کے قول کی

تردید ہے چنانچہ ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہودی گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے توریت میں یہ لکھا پایا کہ جہنم کے دونون کنارون کے درمیان چالیس برس کی راہ ہے یہانتک کہ شجرۃ الزقوم تک پہونچین جو اصل الجحیم مین جما ہوا ہے اور ان یہودیون نے دعوی کیا کہ ہم لوگ تو اسیوقت تک عذاب پاوینگے کہ شجرۃ الزقوم تک پہونچین پھر جہنم جاتی رہیگی اور یہی اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ قالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ یعنے یہودی کہتے ہین کہ ہمکو آگ نہین چھوویگی سوا ے ایام معدودہ کے۔ قتادہؓ نے فرمایا کہ یہودی کہتے تھے کہ صرف انہی دنون ہمکو عذاب ہوگا جتنے دن ہمنے گوسالہ پوجا اللہ تعالے نے اسکو رد فرمایا۔ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ - یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان بدبختون سے کہدے کہ کیا تمنے اللہ تعالی کے نزدیک کوئی عہد لیا ہے تاکہ ثابت ہو کہ اللہ تعالی اپنے عہد کے خلاف نہین فرمایگا۔ ف تو باوجود تمھارے شرک وکفر وگناہون کے تمپر اوسعہد کے عذاب نہوگا حالانکہ خوب جانتے ہو کہ کوئی عہد نہین ہے۔ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ - بلکہ تم لوگ اللہ تعالی پر ایسی بات کہتے ہو جو جانتے نہین ہو۔ ف یعنے اللہ تعالے پر کذب وافترا باندھتے ہو کیونکہ جو امور اللہ تعالے کے علم مین ہین انکے معلوم ہونیکی کوئی صورت نہین سواے وحی الٰہی کے جو کتاب الٰہی و پیغمبر پر نازل ہو پس یہودیون کو صرف وہی بات کہنی چاہیے تھی جو توریت مین ہو ولیکن جب اس قوم پر اللہ تعالی کا غضب آیا تو اُنہنے بیباکی سے اللہ تعالی پر بہتان باندھا جو کفر ہے اور اگر غور کیا جاوے تو یہ محض حماقت ہے کیونکہ اگر درحقیقت یہ لوگ جہنم مین چندہی روز رہنے والے ہوتے تو ایسی سے کہنا بیفائدہ کفر وجرم ہے اور اگر درحقیقت یہ نہین ہے تو دعوی سے کیا فائدہ ہوگا کیونکہ عاقل کا یہ کام نہین ہے کہ ایسی بات کہے کہ اگر سچ ہو تو کوئی فائدہ نہین اور اگر جھوٹ ہو تو کفر و جہنم مین جاپڑے حالانکہ خود جھوٹ کی دلیل موجود ہے کہ وحی الٰہی سے جو بات ثابت ہوتی اُسکو اپنے قیاس سے بیان کرتے ہین پھر ایسے کافرون کے واسطے دائمی جہنم خود ثابت ہے مترجم کہتا ہے کہ افسوس یہ ہے کہ اس زمانہ مین مسلمانون مین بھی بہت ایسے لوگ پیدا ہوئے جو ایمان سے بخوف ہو کر اسی قسم کے دعوی کرتے ہین حالانکہ کسی حدیث یا آیت سے کوئی دلیل نہین رکھتے ہین پس معجزہ حدیث شریف صادق آیا کہ تم لوگ یہود ونصاری کے قدم بقدم چلوگے پس اہل اسلام کو لازم ہے کہ اُمور غیب مین سے بلادلیل کسی بات کا دعوی نکرین اور یہودیون کے حال سے عبرت حاصل کرین جبتک کہ حکم الٰہی نہ پاوین دیکھو کیونکر اللہ تعالی نے انکو جھوٹا کا اور رد فرمایا بقولہ تعالی

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

کیون نہین جسنے کمایا گناہ اور گھیر لیا اُسکو اُسکے گناہ نے سو وہی ہین لوگ دوزخ کے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ؀ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ

وہ اُسی مین رہ پڑے اور جو یقین لائے اور عمل کیے نیک وہ لوگ ہین جنت کے

ع ۹ ۱۱ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ؀

وہ اُسمین رہ پڑے

جاننا چاہیے کہ زبان عربی مین استفہام مثبت کے جواب مین لا اور نفی کے جواب مین بلیٰ آتا ہے جبکہ تردید مقصود ہو مثلاً یہودی نے کہا کہ کیا ہم جنت مین جاینگے تو جواب لا یعنے نہین جاؤگے اور اگر اُسنے کہا کہ کیا یہودی دوزخ مین نہین جاینگے یا یہودی نے کہا کہ ہم دوزخ مین نہین جاینگے تو جواب بلی یعنے کیون نہین یعنے ضرور دوزخ مین جاؤگے چنانچہ جب یہودیون نے کہا کہ سوا ے ایام معدودہ ہمکو دوزخ

آگ نہین چھوئیگی تو اللہ تعالی نے رد فرمایا۔ بَلٰی۔ یعنے کیون نہین ضرور تمکو دوزخ کی آگ لگیگی۔ ف پھر انکا حال بطور کلیہ بیان فرمایا مَنْ
کَسَبَ سَیِّئَۃً۔ جس شخص نے بدی کمائی ف حتی کہ یہ نوبت پہونچائی جو یہود کی حالت ہے۔ وَاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓئَتُہٗ
اور اُسکی خطاؤن نے اُسکو گھیر لیا۔ ف حتی کہ اُس مین نیکی نہین سمائی کیونکہ جب خطیئات سب طرف سے گھیر لیتی ہین تو قلب کشادہ نہین
رہتا بلکہ سیاہ ہوکر بند ہو جاتا ہے پھر اُس مین ایمان نہین سماتا ہے بلکہ اگر ایمان لایا ہو تو کافر ہو جاتا ہے کما قال تعالی ثُمَّ کَانَ عَاقِبَۃَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا
السُّوْٓآٰی اَنْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یعنے جو لوگ بیدھڑک بدکاریان کر چلے اُنکا انجام کار یہہ ہوا کہ اللہ تعالی کی آیتون کو جھٹلانے لگے یعنی کافر
مشرک ہوگئے۔ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ پس ایسے لوگ جہنمی ہین وے اُسمین ہمیشہ
پڑے رہینگے۔ ف حسن بصری رح نے فرمایا کہ جس بدکاری پر اللہ تعالی نے آگ کی وعید فرمائی وہ خطیئہ ہے۔ ابن عباس رض و مجاہد نے فرمایا
کہ خطیئہ یہان شرک ہے مترجم کہتا ہے کہ جسکو سب طرف سے خطیئہ نے گھیر لیا ہو اُسکا انجام کفر ہے کیونکہ ایمان تو بہت بڑی نیکی ہے پس اگر باقی
ہوتا تو سب طرف سے خطیئہ نہ گھیرتی اسی واسطے محمد بن اسحق نے بالاسناد عکرمہ یا ابن عباس رض سے روایت کی کہ یہہ یہودیون کو خطاب
ہے یعنی جیسے تمہارے مانند اعمال کیے اور تمہاری طرح کفر کیا حتی کہ بدکاری نے اُسکو گھیر لیا تو اُسکے واسطے کوئی نیکی نہین ہے اور واسطے
ابن عباس و ابو وائل و ابو العالیہ و مجاہد و عکرمہ و حسن و قتادہ و ربیع بن انس نے کہا کہ اُسکے قلب کو شرک نے گھیر لیا۔ ع۔ اس سے معلوم ہوا کہ
اگر ایمان باقی ہو اور گناہون کی یہہ نوبت نہ پہونچے کہ وہ دل کو گھیر لین جیسے گنہگار مومنون کا حال ہوتا ہے تو وہ ہرگز دوزخ مین ہمیشہ ہمیشہ
دوزخ مین نہین رہیگا کیونکہ جب ایمان باقی ہے تو ضرور ثابت ہوا کہ خطیئہ نے اُسکو احاطہ نہین کیا۔ ھ شیخ محی الدین بن العربی نے اشارہ کیا کہ یہود
اپنی حماقت سے گناہ کو ظاہری فعل محدود سمجھتے تھے اور یہہ نہین جانتے تھے کہ گناہ اپنی شامت سے دل مین جگہ محیط ہو جاتا ہے جس سے
ملکہ راسخ پیدا ہو جاتا ہے اور اسی سبب سے جب گناہون کی انتہا یہانتک پہونچی کہ محیط ہوکر کفر مین داخل کرین تو وہ دائمی دوزخ مین رہتا ہے
کیونکہ ملکہ راسخ دائمی ہوتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہوتا تو ثواب بھی ہمیشہ کے لیے جنت کا باعث نہوتا پس انصاف یہ ہے کہ جب کسی کے دل کو خطیئہ
نے محیط ہوکر سیاہ کر دیا اور وہ جم گیا جیسے کپڑے پر سیاہ رنگ جم جاتا ہے کہ وہ کپڑے کو اصلی حالت پر کبھی نہین آنے دیتا ہے تو کافر ہمیشہ کے لیے
اپنے لائق مقام پاویگا اور وہ جہنم ہے جیسے کسی نے ایمان و طاعت سے دل مین ملکہ نورانی حاصل کیا تو یہی اُسکے قلب کے واسطے اصل ہے
چنانچہ فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ
اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنھون نے کارہاے نیک کیے تو ایسے ہی لوگ جنتی ہین وے اُسمین ہمیشہ رہینگے کیونکہ ایمان اُنمین ملکہ
راسخ ہے تو کبھی خارج نہین ہو سکتے ہین (تنبیہ) عبد اللہ بن مسعود رض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ حقیر گناہون سے
ہوشیار و خبردار ہو کہ وے آدمی کے گرد جمع ہوکر اُسکو ہلاک کرتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی مثال بیان فرمائی کہ جیسے کوئی
قوم کسی جنگل مین اُترتی ہے تو ہر آدمی جنگل سے ایک ایک لکڑی لا کر ڈال دیتا ہے کہ وہ انبار کثیر ہو جاتا ہے در وہ اسمین یعنی اگر اُسمین آگ لگا دے
تو تمام جنگل جل جاوے۔ ف بعض اشارات وائس مین ہے کہ جملہ آدمی کی خطیئات سے کبھی ہوتا ہے کہ آدمی نے طاعت مین ریاکاری و
عجب و شہرت پیدا کرتا ہے کہ وہ طاعت اُسکے حق مین معصیت ہو جاتی ہے حالانکہ وہ شخص وسوسۂ شیطانی سے اپنے واسطے فخر سمجھتا ہے کہ اُسنے
اللہ تعالی کی عبادت ادا کی اور جو لوگ اہل ایمان و طاعت ہین وہ اللہ تعالی کی بندگی کو نیالی جانتے ہین اور جو عبادت ادا کرتے
ہین اُسکو فقط حکم کی فرمانبرداری جانتے ہین اور اُسمین کمی کی ہزار قدر ہوتے خوفناک ہین اور جو کچھ میسر آیا اُسکو اپنے حق مین نعمت الہی

سمجھتے ہیں۔ ف — پس۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہود کی بعضی بدکاری و بدعہدی بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ
اور جب ہمنے لیا قرار بنی اسرائیل کا بندگی نہ کریو مگر اللہ کی اور ماں باپ سے سلوک نیک اور

ذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ
قرابت والے سے اور یتیموں سے اور محتاجوں سے اور کہیو لوگوں سے نیک بات اور کھڑی رکھیو نماز اور دیتے رہیو زکوٰۃ

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝
پھر تم پھر گئے مگر تھوڑے سے تم میں اور تمکو دھیان نہیں

ان آیات میں بنی اسرائیل کو دوسری بدعہدی یاد دلائی کہ اللہ تعالیٰ نے توریت میں جو انکا شریعت پر عمل کرنے اور حرام سے باز رہنے کا عہد لیا تھا بنی اسرائیل نے اسکو توڑ دیا ہے۔ کیونکہ بنی اسرائیل ملک شام میں آباد ہوئے اسکے بعد ناکہ حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے بت پرست و مشرک ہو گئے تھے۔ ف — پس۔ ظاہر انکی بت پرستی نے اکا بہت ساتھ شرک ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم غرض کہ اول ایمان کی تنبیہ کے ساتھ بنی اسرائیل کو یاد دلایا بقولہ تعالیٰ۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ — اور یاد کرو جب ہمنے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا یعنی توریت میں بنی اسرائیل سے عہد لیا اور انسے کہا کہ۔ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ — ف امام ابن کثیر و حمزہ و کسائی کی قراءۃ لایعبدون بیاء تحتیہ ہے یعنی یہ لوگ کسی کی عبادت نکرینگے سوا اللہ تعالیٰ کے۔ اور امام نافع و ابو عمرو و ابن عامر و عاصم کی قراءۃ لاتعبدون بتاء فوقیہ ہے یعنی تم لوگ کسی کی عبادت نکروگے سوا اللہ تعالیٰ کے مراد یہ کہ تم لوگ شرک سے بچو چنانچہ ایک قرءۃ شاذہ میں لاتعبدوا آیا ہے اور بصیغہ خبر لانے میں مبالغہ ہے کہ نہی کو بطور خبر بیان کرتے ہیں یہ بلاغت ہے گویا تم لوگ اس عہد کے ایسے پابند ہو جاؤ گے کہ تمہارا یہ حال بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ کبھی شرک نہیں کرینگے (السیوطی وغیرہ) اور شاید کہ یہ عہد کا بیان ہو یعنی ہمنے توریت میں بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ یہ لوگ سوا اللہ تعالیٰ کے دوسرے کی عبادت نکرینگے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا یعنی وتحسنون بالوالدین احسانا۔ یعنی اپنے والدین کے ساتھ خوب برتاؤ کرینگے یا کرو جیسا چاہیے۔ ف یعنی انکی خدمتگذاری و فرمانبرداری میں کچھ دریغ نہیں کرینگے پس والدین کے ساتھ احسانا کو ملحق کر کے بہت تاکید فرمائی اگرچہ احسان دوسروں کے ساتھ بھی مقصود ہے چنانچہ فرمایا۔ وَذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ۔ اور احسان کرینگے یا کرو گے صاحبان قرابت کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ ف یعنی والدین کے ساتھ ان لوگوں کے بھی حقوق و صلہ رحم کا لحاظ رکھیں اور یہی حکم دیا۔ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ اور لوگوں سے قول نیک کہو۔ ف یعنی لوگوں کو نیک باتیں بتلاؤ اور بری باتوں سے روکو اور انسے مہربانی کرو سیوطی نے لکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی لوگوں سے سچ اور صاف بیان کرو۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔ اور نماز کو ٹھیک قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ ف اگرچہ عبادت الٰہی میں یہ دونوں طاعت بھی داخل تھیں لیکن زیادہ اہتمام کے واسطے انکو صریح علیحدہ بیان فرمایا۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اول حکم توحید تو تمام انبیاء علیہم السلام کی ہدایت اجماعی ہے کما قال تعالیٰ۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون یعنے ہمنے تجھسے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسکو یہی وحی کرتے رہے کہ سوائے میرے کوئی الوہیت والا نہیں ہے تم لوگ میری عبادت کرو۔ پس سب سے پہلے اپنا حق بیان فرمایا جو سب سے احق و اعظم ہے پھر دوم حقوق مخلوق بیان فرما

جنمین حق والدین اشرف ہی لہذا اللہ تعالیٰ اپنے حق کے ساتھ بندہ کے لیے حق والدین شامل فرماتا ہی کما قال تعالیٰ۔ وقضیٰ ربک ان لا تعبدوا
الا ایاہ وبالوالدین احسانا یعنی فرض کر دیا تیرے رب نے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نکرو سواے رب عزوجل کے اور نیکی کرو اپنے والدین کے
ساتھ اچھی طرح وقال تعالیٰ۔ ان اشکرلی ولوالدیک۔ یعنی میری شکرگذاری کرو اور اپنے والدین کی۔ ف۔ اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ
مین ہی کہ مین نے پوچھا یا رسول اللہ سب سے افضل کون کام ہی آپ نے فرمایا کہ نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا مین نے پوچھا کہ اسکے بعد کون کام ہی
تو فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا پھر مین نے عرض کیا کہ اسکے بعد کون کام ہی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرنا۔ (الصحیحین)
حدیث مین ہی کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب سے اول کون شخص ہی جسکے ساتھ مین سلوک و خدمتگذاری کرون فرمایا
کہ تیری ماں ہی اُسنے عرض کیا کہ پھر اسکے بعد کون شخص ہی فرمایا کہ پھر تیری ماں ہی اُسنے عرض کیا کہ پھر کون ہی فرمایا کہ پھر تیرا باپ ہی پھر درجہ بدرجہ
جو تجھسے زیادہ قریب ہو یعنی از راہ نسب کے زیادہ قرب رکھتا ہو۔ (الصحیح) اسیواسطے علماء نے فرمایا کہ حسن و خدمتگذاری مین
باپ پر ماں مقدم ہی کیونکہ وہ عورت ہی جو بذات خود مال حاصل کرنے کے لائق نہین ہوتی بخلاف باپ کے کہ وہ اپنی قوت بازو
سے مال کماتا ہی اور حکم کی فرمان برداری مین ماں پر باپ مقدم ہی شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ یتامیٰ ایسے نابالغ بچے ہین جنکا باپ نہو
اور مساکین ایسے لوگ ہین جنکو قدر کفایت نہ ملتا ہو مترجم کہتا ہی کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسکین وہ ہی جسکے پاس کچھ نہو چنانچہ
مصارف زکوٰۃ مین اسکی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ آویگی اور لوگون سے نیک بات کہنے مین بقول حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے امر معروف
ونہی منکر بھی داخل ہی یعنی لوگون کو ثواب کے کام بتلانا اور بدکاریون سے منع کرنا اور انکی بدگوئی سے چشم پوشی کرنا غرض کہ ہر خلق جو اللہ تعالیٰ
کے نزدیک پسند ہو اسکو شامل ہی اور حضرت ابوذر رضی سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرع مین جو امور خیر قرار دیے گئے ہین
اُنمین سے کسی کو حقیر مت سمجھو اور اگر کچھ نہ پاے تو یہی سمجھو کہ اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو (احمد مسلم ترمذی) اور حدیث مین امور خیر مین مالی سلوک
بدرجہ اولیٰ شامل ہی پس حاصل یہ ہی کہ آدمی اگر اپنے پڑوسی یا دوستون کو کھلانے کے واسطے ایک ایک چھوہارہ پاوے تو اسکو کھلانے مین
بھی دریغ نکرے اور حقیر نہ سمجھے پس جسکو بھیجے اسکے واسطے بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہی کہ اپنے بھائی مسلمان کی طرف سے جو کچھ اسکو پہونچا اگرچہ جلی
کھری ہو یعنی پاے کی بھی نہون بلکہ جلی ہوئی کھری ہو تو اسکو بھی حقیر نہ سمجھے بلکہ خوشی سے قبول کرے چنانچہ دوسری حدیث مین ہی کہ کوئی
عورت اپنی پڑوسن بہن سے کسی معروف خیر کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ جلی کھری ہو (الترمذی)) پھر اگر سلوک کیواسطے کچھ بھی میسر نہ آوے تو بھی اسکے
واسطے نیکی یہ ہی کہ جب اپنے بھائی سے ملاقات ہو تو خندہ پیشانی سے خوش ہو کر اسکا دل خوش کرنا ثواب ہی اور چونکہ آیت مین عموما لوگون سے نیک کلام
کرنیکا حکم ہی کوئی خصوصیت اہل اسلام کے ساتھ نہین ہی لہذا اسدی و واحدی نے ذکر کیا ہے کہ توراۃ مین جو کوئی ملتا اگرچہ یہودی یا نصرانی ہوتا
اُسکو سلام کرتے تھے تو پوچھا گیا کہ آیا یہ کیا شان ہی کہ آپ یہود و نصاریٰ کو سلام کرتے ہین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی۔ وقولوا للناس حسنا۔ تو مین
اُنسے بھی سلام خوب کلام کرتا ہون ابن ابی حاتم نے اسکو روایت کرنے کے بعد کہا کہ اسیکے مانند عطاء خراسانی سے مروی ہی شیخ ابن کثیر نے کہا
سنت معروفہ یہ ہی کہ یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے مین پیش قدمی نکرے مترجم کہتا ہی کہ بضرورت جواز ہوگا جیسا کہ فتاویٰ کی کتاب الادب مین
بھی اشارہ کیا گیا ہی واللہ تعالیٰ اعلم بالحال انہی امور کے واسطے بنی اسرائیل مامور ہوے تھے اور انہون نے قبول کیا پھر بدعہدی کی چنانچہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہی ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ ○ پھر تم لوگون نے پیٹھ پھیری باستثناء تھوڑے قلیل لوگون مین
سے درحالیکہ تم اعراض کرنیوالے تھے۔ ف۔ سدی علی وغیرہ نے فرمایا کہ ثم تولیتم الا قلیلا منکم سے وہ لوگ مراد ہین جو اہل یہود

باپ دادے تھے جو بالفعل موجود ہین اور ۔ انتم معرضون سے یہ لوگ مراد ہین جو بالفعل موجود ہین یہ حاصل یہ ہوگا کہ تمھارے باپ دادون نے بھی
عہد الٰہی سے پیٹھ پھیری اور تم لوگ بھی عہد توریت سے منھ موڑتے ہو ۔ بیضاوی نے کہا کہ موجودہ یہودی چونکہ اپنے باپ دادون کی تقلید پر قائم تھے اور
اُنکے افعال کو پسند کرتے تھے تو تغلیبًا سب کو شامل کر کے خطاب فرمایا کہ پیٹھ پھیر کر تم لوگ اُنکا پیرو ثابت قدم ہوا اور خلاصہ یہ ہوا کہ بدعہدی ان لوگون
کی جبلت ہے حالانکہ ان پر چاہیے کہ عہد الٰہی پر قائم رہین تا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوین اور اسمین اہل اسلام کو تنبیہ ہے کہ یہودیون کی
طرح قرآن مجید کے عہد میثاق سے برگشتہ ہوون ورنہ یہودیون کی طرح غضب مین گرفتار ہونگے (تنبیہ) علم بلاغت مین کبھی غائب اور کبھی
مخاطب کرنے کی خوبی مشہور ہے مفصل مذکور ہے اور اسکی تفصیل کا یہان موقع نہین ہے لیکن جو شخص بول چال کے اثر کو سمجھتا ہو وہ خود غور کرنے
سے لطافت پاویگا چنانچہ شروع آیت ۔ واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل مین بنی اسرائیل کو خطاب نہین کیا یعنی یون نہین فرمایا کہ تم سے
عہد لیا پھر ۔ لا یعبدون ۔ کی قراءۃ بھی بصیغہ غائب ہے اور ۔ لا تعبدون ۔ بصیغہ خطاب ہے گویا بالفعل خطاب کر کے عہد لیا جاتا ہے پھر قولوا
ثم تولیتم ۔ اور ۔ انتم ۔ مین خطاب کیا گویا اُن لوگون کو پیش کر کے تشنیع و ملامت فرمائی پس اسکو غور کرو اور وہی خوب سمجھیگا جو زبان کی
لطافت جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان یہودیون کی دوسری بدعہدی بیان فرمائی قولہ تعالیٰ ۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ
اور جب لیا ہمنے اقرار تمھارا نہ کرو گے خون آپسمین اور نہ نکال دو گے اپنون کو اپنے وطن سے
ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ○ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ
پھر تمنے اقرار کیا اور تم مانتے ہو پھر تم ویسے ہی خون کرتے ہو آپس مین اور نکال دیتے ہو
فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ
اپنے ایک فرقے کو اُنکے وطن سے چڑھائی کرتے ہو اُن پر گناہ سے اور ظلم سے اور اگر وہی آوین تم پاس
اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ط اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ
کسی کے قید مین پڑے تو اُنکی چھڑائی دیتے ہو اور وہ بھی حرام ہے تم پر اُنکا نکال دینا پھر کیا مانتے ہو تھوڑی
الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي
کتاب اور منکر ہوتے ہو تھوڑی سے پھر کچھ سزا نہین اُسکی جو کوئی تم مین یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
دنیا کی زندگی مین قیامت کے دن پہونچائے جاوین سخت سے سخت عذاب مین اور اللہ بے خبر نہین
تَعْمَلُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ز فَلَا يُخَفَّفُ
تمھارے کام سے وہی ہین جنھون نے خرید کی دنیا کی زندگی آخرت دیکر سو نہ ہلکا ہوگا
عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○ ع ۱۰
اُنپر عذاب اور نہ اُنکو مدد پہونچیگی

جاننا چاہیے کہ مدینہ مین پانچ قبائل رہتے تھے قبیلہ اوس و قبیلہ خزرج اور یہ دونون بُت پرست تھے اور یہی دونون تھے ایمان

لائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو صحابہ انصار رضی اللہ عنہم قرار دیا لیکن زمانۂ جاہلیت میں قبل اسلام کے باہم دونوں قبیلوں میں بکثرت جدال و
قتال رہتا تھا اور باقی میں قبائل یہود تھے جن میں سے بنو قینقاع و بنو النضیر دونوں ملکر قبیلہ خزرج کے ہم قسم و مددگار رہتے تھے اور بنو قریظہ قبیلہ
تھا کہ وہ قبیلہ اوس کا ہم قسم و مددگار رہتا لیکن مجموعی طور پر تینوں قبائل یہود دونوں قبیلہ اوس و خزرج سے مغلوب رہتے تھے اسواسطے
کبھی کبھی لاچار ہوکر انکو دھمکاتے کہ ہماری توریت میں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت پاک مذکور ہے اور انکے پیدا ہونے کی
علامات بہت قریب آگئی ہیں پس تم لوگ چند روز ہمکو ڈھیل کر لو پھر تو ہم انکے ساتھ ہوکر تمکو قتل کرینگے لیکن یہ ... بہت جاہل
کہ وہ نبوت کے معنے نہیں جانتے تھے تو یہودی لوگ جب پیغمبر آخر الزمان کے صفات و فضائل بیان کرتے کہ ... اور انکی شریعت میں
ایسے ایسے احکام ہونگے اور اللہ تعالیٰ انکو غالب کرکے دین مستقیم قائم فرمائیگا اور مانند اسکے دیگر صفات بیان کرتے تو ... خزرج کے لوگ
تعجب کرتے تھے لیکن یہودیوں کو ذلت دیتے سے باز نہیں آتے تھے تو یہودی ... اگر یہ ... پیغمبر آخر الزمان کے ... فتح دیکا اور
مغلوب ہوکر بنو قینقاع و بنو نضیر نے قبیلہ خزرج سے اور بنو قریظہ نے قبیلہ اوس سے تحالف کر لیا ... دونوں میں لڑائی ہوتی تو ہر
فریق یہودی اپنے حلیف کے ساتھ ہوکر قتال کرتا اور قتال میں دوسری طرف والے یہودیوں کو قتل بھی کرتا اور جس فریق کو غالب پاتا وہ
دوسروں کے گھر لوٹتا و جلاتا اور نکال باہر کرتا اور ... جب لڑائی ختم ہوجاتی تو سب یہودی ... 
قیدیوں کو چھڑاتے تھے اور توریت میں یہی آخری حکم تھا کہ بنی اسرائیل میں جس کسی ... اور ...
نکریں اور کسی بنی اسرائیل کی خانہ ویرانی کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ
وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ - اور یاد کرو جب ہمنے تمہارا عہد لیا کہ تم اپنوں کا خون نہ بہاؤگے اور اپنوں
ف کو انکے گھروں سے باہر نکروگے ف یعنے اللہ تعالیٰ ان یہودیوں کو فرماتا ہے یاد کرو جب ہمنے تمہارے باپ دادوں سے توریت میں
عہد لیا تھا کہ بنی اسرائیل آپس میں باہم خونریزی نکریں اور کسی فریق پر چڑھائی کرکے انکی خانہ ویرانی نکریں - ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ پھر تمنے اس
ف عہد کا اقرار کیا - ف یعنے تمہارے باپ دادوں نے اس عہد کو مانا (اسکو قبول کیا) یا تم لوگوں نے خود اس عہد کو تسلیم کیا - وَاَنْتُمْ
ف تَشْهَدُوْنَ اور حال یہ کہ تم لوگ شہادت دیتے ہو - ف یعنے گواہی دیتے ہو کہ تمہارے باپ دادوں سے ایسا عہد لیا گیا جو توریت
میں مذکور ہے یا تم لوگ اس بات کو دل سے حق جانتے ہو کہ تمہارے بزرگوں سے یہ عہد لیا گیا تھا اور واضح ہو کہ یہی عہد لیا گیا تھا کہ جب کسی
بنی اسرائیل کو کسی کافر دشمن کی قید میں پاؤ تو اسے چھڑاؤ کیونکہ یہ ... اور ایسا ہی تم لوگ اس بات پر ناز کرتے ہو کہ تم اپنے باپ دادوں کی
قائم ہو اور توریت کے عامل ہو - ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ پھر تم لوگ ای یہودیوں اپنے نفسوں کو قتل کرتے ہو - ف یعنے
ای یہودیو تم اپنا حال دیکھو کہ تم اپنے آپس والوں کو قتل کرتے ہو - وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ - اور اپنوں میں سے
ایک فریق کو انکے گھروں سے نکالتے ہو ف یعنے غلبہ کرکے انکی خانہ ویرانی کرتے ہو - تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
دوسرا ... گناہ و ظلم کے ساتھ اُن پر چڑھائی میں مددگاری کرتے ہو - ف یعنے اپنوں میں سے ایک فریق کی خانہ ویرانی کرنا ... شریعت کے
حکم کے موافق نہیں بلکہ ظلم و ... کے طور پر اور وہ بھی تم خود نہیں بلکہ غیروں کی مدد کرکے ان پر چڑھائی لاتے ہو پس ... توریت
... توریت میں عہد لیا گیا تھا کہ اپنوں کو قتل نکریں اور ... انکی خانہ ویرانی نکریں پس ... تم لوگ باوجود اقرار و شہادت
عہد الٰہی سے صریح مخالفت کرتے ہو - وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ - اور اگر وہ لوگ تمہارے پاس قیدی ہوکر آئیں ...

فدیہ گذاری کر لیتے ہو۔ ف یعنے مال کر فدیہ دیکر انکو چھڑا لیتے ہو۔ یعنے یہودیوں کا ایک فریق جس دشمن کے ساتھ مددگار ہوتا اگر اُسکے دوسری
جانب کے مددگار یہودیوں میں سے کسیکو قید کیا تو اُسکو فدیہ دیکر چھڑانے میں یہ یہودی خود بھی شریک ہو جاتے تھے اور جب پوچھا جاتا کہ ابھی تو
تم انکو لڑائی میں قتل کرتے تھے اور اُنکی خانہ ویرانی کرڈالی پھر اب چھڑانے میں اُنکی طرف سے فدیہ کیوں دیتے ہو تو کہتے تھے کہ ہمارے اوپر توریت
میں یہی حکم فرض کیا گیا ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ۔ حالانکہ شان یہ کہ تم لوگوں پر ان
قیدی یہودیوں کا نکالنا بھی حرام کیا گیا تھا۔ ف توجب ان یہودیوں سے کہا جاتا کہ پھر تم اُنسے لڑتے کیوں ہو تو کہتے کہ ہمکو شرم معلوم
ہوتی ہے کہ ہمارے حلیف اس لڑائی میں ذلیل ہوں پس معلوم ہوا کہ اس خیال کے پیچھے حکم آلہی چھوڑ دیا کہ آپس میں کسی فریق سے قتال نکرو اور
نہ اُن کی خانہ ویرانی کرو اور رہا فدیہ سے چھڑانا کا حکم تو البتہ لے لیا غرض کہ جو حکم ناگوار معلوم ہوا اُسکو ترک کیا اور چونکہ یہودی مالدار زیادہ تھے
اور نیز غالب کرکے دوسرے فریق کے اموال لوٹ لیتے تھے تو فدیہ دینے کا حکم اختیار کر لیا لہذا اللہ تعالیٰ تشنیع فرماتا ہے بقولہ تعالیٰ۔ أَفَتُؤْمِنُونَ
بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ۔ پس کیا تم تھوڑی توریت پر ایمان لاتے ہو اور تھوڑی توریت سے انکار کرتے ہو۔ ف
کیونکہ توریت میں جیسے فدیہ دیکر چھڑانے کا حکم تھا اسی طرح یہ بھی حکم تھا کہ کسی یہودی فریق سے قتال مت کرو اور نہ اُسکی خانہ ویرانی کرو
مگر اسکو نہیں مانا۔ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ پس تم میں سے جو کوئی یہ کام
کرتا ہے اُسکی سزا سواے اسکے کچھ نہیں کہ دنیاوی زندگی میں خوار ہو۔ ف چنانچہ بنو قریظہ تو آخر کو خواری کے ساتھ قتل کیے گئے اور اللہ تعالیٰ
نے قبیلہ اوس ہی کو مسلط کر کے انہیں کے ہاتھوں قتل کرایا جنکی مددگاری میں حکم الٰہی کی نافرمانی کرتے تھے اور باقی دونوں فریق
یہود یعنے بنی نضیر وقینقاع جانب شام نکال دیے گئے اور وہاں اُنپر خواری کے ساتھ جزیہ باندھا گیا پس اللہ تعالیٰ نے ان سبھوں کو تو یہاں
دنیا میں یہ سزا دی اور فرمایا۔ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ۔ اور قیامت کے روز سخت تر عذاب کی جانب
پھیرے جائینگے۔ ف یعنے اسی عذاب دنیا پر کفایت نہوگی بلکہ قیامت کا عذاب جو انکو دیا جائیگا وہ بہت سخت ہے۔ وَمَا اللَّهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام سے کچھ غافل نہیں ہے۔ ف اس مقام پر انکو سخت تہدید و جھڑکی کے واسطے
مخاطب بناکر فرمایا کہ تم لوگ ہوش میں رہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے غافل نہیں ہے بلکہ اُسنے کافروں کے واسطے اپنی مشیت میں
ایک مہلت رکھی ہے کہ موت تک اُسکو پورا کرینگے حالانکہ یہودی احمق باوجود توریت کے اللہ تعالیٰ کی شان میں جسمیت کا اعتقاد کرتے تھے
پس اپنے افعال کو مخفی خیال کرتے تھے چنانچہ اوپر بھی قولہ تعالیٰ۔ اتحدثونهم بما فتح الله علیکم الآیۃ کی تفسیر میں تنبیہ کی گئی ہے پس یہ نتیجہ
اُسی غضب الٰہی پر تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کرنے اور احکام الٰہی کی توہین کرنے سے یہودیوں پر
طاری ہوا تھا حالانکہ اُنکے پاس توریت موجود تھی اور اہل عرب باوجودیکہ جاہل و بت پرست تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُنکی عقل صاف رکھی
تھی چنانچہ جب فتح مکہ کے روز عکرمہ رضی اللہ عنہ جو ابو جہل لعین کے بیٹے تھے جدہ کی جانب بھاگے تا کہ کشتی میں سوار ہو کر حبش وغیرہ کسی ملک
کو چلے جاویں تو جب کشتی روانہ ہوئی تو ناخدا نے پکارا کہ طوفان کے آثار معلوم ہوتے ہیں پس ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے لیکن سواے
اخلاص الٰہی عزوجل کے یہاں کسی دوسرے سے فریاد نکرے حضرت عکرمہ نے تعجب سے یہ کلمہ سنا تو ناخدا سے درخواست کی کہ مجھے پھر لوٹا دو میں
مجھکو کنارہ پر اُتار دو جب اُسنے اُتار دیا تو اپنی بی بی سے کہا کہ جب سمندر میں اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے تو خشکی میں بھی وہی وحدہ لاشریک
پھر بغیر عہد و امان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر کلمہ توحید ادا کیا اور بہت صدق دل سے ایمان لائے اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت مین جہاد شام مین شہادت پائی سبحان اللہ تعالیٰ شانہ کہ کہان وہ باپ ابوجہل ملعون اور کہان یہ بیٹے شہید مقبول رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالجملہ بیوقوف یہودیون کو تہدید فرمائی کہ اے احمقو تم اللہ تعالیٰ کو غافل نہ جانو بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور یہ مہلت اسکی حکمت مشیت ہے جسکا ادراک کسی مخلوق کی طاقت نہین ہے پس اگر نیکبختی چاہتے ہو تو ان بد اعتقادیون و بداعمالیون کو چھوڑ دو اور عہد توریت کے موافق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر ایمان لا کر سایہ رحمت مین داخل ہو اور غضب سے نجات پاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ غنی حمید ہے اور قوی عزیز ہے پس تمھین دنیا مین خوار و عاقبت مین فی النار ہوگے (**تنبیہ**) تظاہرون مین دوسری قراءۃ تظاہرون بتشدید ظاء منقوطہ ہے دراصل تتظاہرون کہ تا کو ظاء سے بدل کر ادغام کیا گیا۔ اساریٰ۔ دوسری قراءۃ مین اسریٰ اور دونون جمع اسیر بمعنے قیدی ہین۔ تفادوہم۔ دوسری قراءۃ مین تفدوہم بمعنی فدیہ دیکر قید سے چھڑانا۔ قولہ۔ وہو محرم علیکم مین ہو ضمیر شان ہے اور یہ جملہ متصل بقولہ۔ وتخرجون فریقا منکم من دیارہم ہے اور قولہ تظاہرون علیہم بالاثم والعدوان۔ درمیان مین جملہ معترضہ ہے اور قولہ۔ وما اللہ بغافل عما تعملون مین ابن کثیر و نافع کی قراءۃ یعملون بیا تحتیہ ہے۔ (**تنبیہ**) اللہ تعالیٰ نے یہودیون پر تشنیع فرمائی کہ کتاب الٰہی مین سے بعض پر ایمان لاتے ہین اور بعض سے کفر کرتے ہین کیونکہ اگر ایک لفظ سے بھی عمداً انکار کرے تو کفر ہے اگر کہا جاوے کہ یہود کے قبائل اپنے آپ کو قتل نہین کرتے اور نہ گھرون سے نکالتے تھے حالانکہ فرمایا۔ لاتسفکون دمائکم و لاتخرجون انفسکم۔ جواب یہ ہے کہ جو لوگ متحد ہوتے ہین اُن مین ہر ایک کے حق مین دوسرے کی جان بمنزلہ اپنی جان کے ہوتی ہے لہذا ترجمہ یہ ہوا کہ تم لوگ اپنون کے خون نہ بہاؤ اور نہ اپنون کو نکالو۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اسکی مثال درگذر چکی بقولہ تعالیٰ فاقتلوا انفسکم۔ یعنے بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی کی توبہ مین حکم دیا کہ اپنے نفوس کو قتل کرو حالانکہ قتل کی صورت یہی تھی کہ جنھون نے گوسالہ نہین پوجا وہ پوجنے والون کو قتل کرتے تھے اور اسکا بھید یہ ہے کہ جو لوگ ملت واحدہ پر ہون وہ بمنزلہ ایک جان کے ہوتے ہین جنکے قالب فقط جدا ہوتے ہین جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کی مثال فرمائی کہ مومنین اپنی مودت و مواصلت و باہمی ترحم مین بمنزلہ ایک جسم کے ہین چنانچہ جب جسم واحد مین سے کسی عضو مین درد ہوتا ہے تو تمام جسم بخار و بیخوابی سے معاون ہو جاتا ہے القصہ محمد بن اسحٰق نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب اوس و خزرج کے درمیان لڑائی ہوتی تو یہودیون مین سے فرقہ نضیر نکلکر خزرج کے ساتھ ہوتا اور فرقہ قریظہ نکلکر اوس کے ساتھ ہوتا اور قتال مین اپنے بھائی یہودیون کو بھی قتل کرتے اور اُنکے گھر اُجاڑتے و جلاتے اور قید کر لاتے حالانکہ توریت اپنے ہاتھون مین لیے ہوئے اُسکے احکام جانتے تھے اور دونون قبیلہ اوس و خزرج یعنے جو بعد ایمان لانے کے انصار کہلاتے ہین تو یہ لوگ اُسوقت بُت پرستی کرتے تھے نہ جنت جانتے نہ دوزخ اور نہ حشر جانتے نہ قیامت اور نہ کسی کتاب آسمانی کے قائل تھے جسمین حلال و حرام پہچانتے پھر جب لڑائی تھم جاتی تو یہودی لوگ اپنی توریت کی تصدیق بیان کرتے اور طرفین سے جو یہودی قید ہوتے تو ملکر اُنکا فدیہ دیکر اوس و خزرج سے چھڑا لیتے تھے حالانکہ بُت پرستون کی مدد کر کے آپسمین بہت سے یہودیون کو قتل کر چکے اور اُنکے گھر اُجاڑ چکے پس اللہ عزوجل نے ان آیات مین انپر تشنیع فرمائی کہ کیا تم لوگ تھوڑی توریت پر ایمان لاتے ہو کہ قیدیون کو فدیہ دیکر چھڑاتے ہو اور تھوڑی توریت سے کفر کرتے ہو کہ اہل شرک کی مدد کر کے اور ایک فریق یہودیون کو قتل کرتے اور اُنکے گھر اُجاڑتے ہو حالانکہ دنیا کی خواہش سے یہ فعل کرتے ہو سدیؒ نے روایت کی کہ فریقین مین جب کوئی یہودی قید ہوتا تو دونون اُسکا فدیہ دیکر چھڑاتے اور سدیؒ نے عبد خیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ ہم لوگون نے سلمان بن ربیعۃ الباہلی کی سرداری مین بلنجر پر جہاد کیا اور آخر بعد محاصرہ کے شہر کو فتح کر لیا اور بہت سے کفار مرد و عورتین قید کیے (اور اس شہر مین بکثرت یہودی رہتے تھے اور اسکے فرمانروا راس الجالوت نامی یہودی بہت مالدار تھا) پھر عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے سات سو درہم کو ایک یہودیہ قیدی خریدی اور راس الجالوت

کی طرف گذرے تو اُس سے کہا کہ اے راس الجالوت یہاں تیرے دین کی ایک عورت قیدی ہے بھلا تو اُسکو مجھسے خرید لیگا کہنے لگا کہ ہاں
عبداللہؓ نے کہا کہ میں نے اُسکو سات سو درم کو خریدا ہے پھر راس الجالوت بولا کہ میں آپکو سات سو درہم نفع دونگا یعنے چودہ سو درم کو خرید لونگا عبداللہؓ نے
فرمایا کہ میں نے تو قسم کھائی ہے کہ اُسکو چار ہزار درہم سے کم نہ بیچوں راس الجالوت بولا کہ پھر مجھے اُسکے خریدنے کی کوئی حاجت نہیں ہے (عبداللہ بن سلامؓ
علماے یہود میں سے بہت بزرگ مشہور معروف عالم تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لاتے ہی مسلمان ہو گئے تھے) پس
عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے راس الجالوت تو اس عورت کو خریدیگا یا جس دین کا معتقد ہے اُس سے کفر کریگا اور قریب بلا کر اُسکے کان
میں توریت کی وہ آیت پڑھی جسمیں حکم ہے کہ ہر یہودی جس بنی اسرائیل کو مملوک پاوے تو یہی واجب ہے کہ اُسکو خریدکر آزاد کرے (مشہور ہے کہ
یہودیوں میں کوئی توریت کا حافظ نہ تھا سواے عبداللہ بن سلامؓ کے) جب عبداللہؓ نے اس طرح اُسکو آیت توریت سنائی تو وہ چونک کر کہنے لگا
کہ کیا تم عبداللہ بن سلام ہو انھوں نے کہا کہ ہاں پھر اُسنے لاکر چار ہزار درہم ادا کیے پھر عبداللہؓ نے دو ہزار اس میں سے لیکر دو ہزار اُسکو پھیر دیے
آدم بن ابی ایاس نے اپنی تفسیر میں باسناد صحیح حضرت ابوالعالیہؓ سے روایت کی کہ عبداللہ بن سلامؓ کا گذر کوفہ میں ہوا تو انھوں نے راس الجالوت
کو دیکھا کہ عرب سے جہاد میں جو یہودیہ عورتیں قیدی کی تھیں انہیں سے جن عورتوں کے ساتھ عرب نے جماع نہیں کیا تھا اُنکو خرید لیتا ہے یعنے اپنے
زعم میں فدیہ دیکر چھڑا لاتا ہے اور جن عورتوں سے عرب نے جماع کر لیا اُنکو چھوڑ جاتا ہے یعنے اُنکو فدیہ دیکر نہیں چھڑاتا ہے تو عبداللہؓ نے کہا کہ اے
راس الجالوت تیرے پاس جو کتاب ہے اُس میں تو حکم لکھا ہے کہ سب کو چھڑا دے امام ابن کثیر نے کہا کہ ان آیات قدسیہ کا مفاد یہودیوں کی مذمت ہے
کہ وہ لوگ زبان سے توریت کی صحت کا دعوی کرتے اور اُسکے احکام کی گواہی دیتے پھر اُس کی مخالفت کرتے تھے اسی واسطے یہودی اگر توریت
نقل کرتے ہیں تو اُنکی نقل پر کچھ اعتماد نہیں ہے کیونکہ اُنکی خیانت قطعی ظاہر ہے اور انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک وصفات وقیام بعثت
ومقام ہجرت ونعت شریعت وغیرہ جو کچھ تھا انھوں نے توریت میں سے نکال ڈالا اور انبیاء سابقین علیہم السلام کی بشارات جو در بارہ
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم متواتر مشہور چلی آتی تھیں اُنکو چھپایا تو ہرگز ان یہودیوں کی تصدیق نہیں ہو سکتی مترجم کہتا ہے کہ اسی طرح نصرانیوں نے
بھی تحریف کر کے صریح بشارات نکال ڈالیں اور دروغ دعوی کیا کہ انمیں موجود نہیں ہیں لیکن بعض نسخے انجیل وتوریت کے بعض راہبوں کے
پاس شام وسقایہ ہرت کے جو قسطنطین وہرقل وغیرہ کے خوف سے ملک فارس وغیرہ کے غاروں و پہاڑوں میں چھپے تھے تو انمیں بشارات صریح موجود
ہیں اور باقی جہانتک اُنکے ہاتھ آئے انھوں نے تحریف کر دیے کیونکہ اول تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دو سو برس بعد قسطنطین شاہ روم نے
تمام نصرانیوں کو جمع کر کے مسیح ابن اللہ کے عقیدہ پر دستخط کرائے اور جنہوں نے انکار کیا وہ مقتول وخوار ہوے سواے معدودے چند کے جو دور دراز پہاڑوں
وغاروں میں چھپے تھے اور وہ بھی فارس کی خوفناک تھے تو کہ نسخے انجیل اُنکے پاس رہے اور باقی نسخوں میں کہاں کی راہ سے خوب خوب تحریف کی گئی
اور جو عقیدہ قرار دیا اسی کے واسطے صحیح الفاظ میں تبدیل کی اور اپنے زعم میں جب عیسیٰ کو ابن اللہ ٹھہرایا تو دین کو الٰہی بنایا اور تمام عبارات اسی
معنی میں تحریف کیں۔ واضح ہو کہ تحریفات کرنے میں یہودیوں سے نصرانی بہت بڑھے ہوئے ہیں اور ان تحریفات کی اصلاحیں رہی حتی کہ یونانیان
ودیگر فرقہاے نصاری میں ہر ایک نے اپنی موافق تائیدیں اور مخالف کی تردید میں تحریف کا دقیقہ نہیں چھوڑا اور عجب یہ کہ ۱۸۹۲ع کے
اخبارات میں روس کی جانب سے حکم جاری ہوا تھا کہ قرآن مجید میں سے آیات جہاد نکال ڈالی جاویں لیکن اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ ف
دیکھنا چاہیے کہ بنی اسرائیل کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ظاہری قید بانی سے چھڑانے کو فدیہ کرنیکا حکم دیا حالانکہ قید باطنی سے چھڑانا بدرجہ اولے
مقصود ہے اسی واسطے بعض اشارات ہوا کس میں ہے کہ جو لوگ مصنوعات ظاہری کے قیدی ہوں یعنے دنیا کی چیزوں میں اُنکے دل لگے ہوں

تو انکو ان مصنوعات سے چھڑا کر صانع عزوجل کی طرف لاؤ کیونکہ نفس غافل ان مصنوعات دنیاوی مین گرفتار ہو کر صانع عزوجل کو
بھول جاتا ہے اور اسی طرح ہر ایک وجہ بدرجہ بیماری ہے یہانتک کہ سب تعلقات کو چھوڑ کر حق عزوجل کے واسطے ہو جاوے پس مصنوعات
کی قید سے چھڑانیکا فدیہ یہ ہے کہ آسمان و زمین و اُسکے عجائب کی خلقت مین تفکر کرے کما قال تعالیٰ یتفکرون فی خلق السموات والارض۔
پس صانع قدرت کی مخلوقات مین جو شخص گرفتار ہوا اُسکو چھڑا کر صنعت الٰہی کی طرف لاوے پھر جب وہ صنعت یعنی افعال الٰہی مین پابند ہو
تو صنعت فعل سے چھڑا کر صفت قدرت کی جانب لاوے اور اسی طرح جو شخص عیب قلب مین گرفتار ہو تو اُسکو انواع غیب کی طرف چھڑا لاوے
شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ اگر گناہون کا قیدی ہو تو اُسکو توبہ سے چھڑاوے اور شیخ واسطیؒ نے فرمایا کہ اگر اپنے نیک افعال کے عجب و غرور مین گرفتار
تو اُسکو اللہ تعالیٰ کے انعامات و توفیق سے چھڑاوے یعنے اُسکو راہ بتلاوے کہ درحقیقت اُسکے فعل خیر کی کوئی ہستی نہین ہے کیونکہ جو کچھ اُس نے
کیا وہ اللہ تعالیٰ کے انعام قدرت و حسن توفیق کا ثمرہ ہے ورنہ اُس سے کچھ نہو سکتا شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ اگر علائق دنیا مین گرفتار لوگ آوین تو انکو
اسباب و تعلقات سے قطع کرکے حق عزوجل کی طرف لاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ممنوع فرمایا کہ کسی ایسے قلب پر تجلی فرماوے جو سواے حق تعالیٰ کے
کسی غیر سے متعلق ہو مترجم کہتا ہے کہ گرفتاران علائق سے مطلب یہ ہے کہ ان لوگون کے ذہن مین جم گیا کہ ہر ایک چیز کا حصول در حقیقت بغیر ان اسباب کے
نہین ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ نے دنیا مین جاری کیے ہین حتی کہ وہ ان اسباب کو مؤثر سمجھتے ہین اور ہنوز انکی سمجھ مین نہین آیا کہ مؤثر صرف اللہ تعالیٰ
ہے اور یہ ظاہری اسباب صرف امتحانی ہین انمین خود کوئی تاثیر نہین ہے اور کسی فعل الٰہی کے واسطے یہ شرط بھی نہین ہین حتی کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے
تو بدون ان اسباب کے پیدا فرما دے لیکن اُسنے اپنی حکمت سے ایک امتحانی سلسلہ رکھا ہے پس جو لوگ ان اسباب کو مؤثر سمجھتے ہین حتی کہ
کسی شخص کو یا کسی ولی کو مؤثر جانتے ہین تو یہ عبادت و کفر ہے بعض بغدادیون نے فرمایا کہ اگر ایسے لوگ پاؤ جو اپنے افعال و صفات مین گرفتار
ہین تو انکو اپنے قید نفس سے چھڑا کر اللہ تعالیٰ کے حسن صنعت و قدرت مین گرفتار کرو مترجم کہتا ہے کہ ان سب کا مآل کار یہی ہے کہ سواے
حق عزوجل کے غیر کی قید تعلق مین نہو حتی کہ جو شخص دنیا کے پھندے مین مشغول ہو وہ کافر ہے حتی کہ بنی اسرائیل کو جسم فانی کی تربیت بھی بغرض ابتلا
لیکن اُنھون نے احکام الٰہی کو دنیا کے پیچھے کھیل بنایا گویا دنیاوی زندگی پر بھروسا کر کے اسکو اختیار فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ۔ اسی صفت کے لوگ ہین جنھون نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے عوض خریدا۔ یعنے
آخرت کو چھوڑ کر دنیا ہی پر بھروسا و اطمینان کیا تو آخرت مین انکے واسطے سواے جہنم کے کچھ نہوگا۔ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ
وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ۝ پس انپر سے عذاب تخفیف نہ کیا جائیگا اور نہ یہ لوگ نصرت دیے جائینگے۔ یعنے دار الآخرۃ مین
انکے واسطے سواے جہنم کے کوئی ٹھکانا نہین ہے اور وہ محل عذاب ہے تو وہان عذاب مین ایک لحظہ فتور نہوگا اور نہ وہان کوئی مددگار
ممکن ہے جو انکو عذاب سے چھڑاوے اور یہ سب نتیجہ انکو صرف دنیا کی محبت سے حاصل ہوا اسیواسطے حدیث مین ثابت ہے کہ دنیا کی
محبت ہر خطا کاری کی چوٹی ہے (ابوداؤد و رزین) اور اسکی سند مین کچھ کلام ہے لیکن یہ معنے بعض حدیث صحیح مین ثابت ہین اور اسکا حاصل یہ ہے
کہ جب دنیا کی محبت دل مین سمائی تو خطاؤن مین سرزد ہونے کے اسباب پیدا ہو جاتے ہین حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث مین ہے کہ دنیا ملعون ہے اور
جو کچھ دنیا مین ہے سب ملعون ہے سواے یاد الٰہی عزوجل اور جو کچھ اُسکی محبت مین ہو اور عالم و متعلم کے (الترمذی) یعنے دنیا مین ہر چیز ملعون نہین
ہین مگر عالم اور دوسرا علم سیکھنے والا اور سوم ہر ایسی چیز جو اللہ تعالیٰ کی بندگی مین مددگار ہے جیسے نیک بیوی جسکی ذات سے یاد الٰہی مین مدد ملے یا اولاد
کی پرورش بہ نیت ثواب یا دینی دوست یا کتاب الٰہی و دیگر کتب شریعت و مساجد وغیرہ چہارم ذکر الٰہی کہ یہ سب سے افضل ہے۔ حدیث سہل بن سعدؓ مین ہے

کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر برابر ہوتی تو وہ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا (ترمذی وغیرہ) لیکن کافرون کو اگر دکھا جاوے تو آخرت مین جو اُنکے واسطے عذاب شدید ہی اُسکے مقابلہ مین یہ دنیا اُنکے لیے جنت ہی چنانچہ حدیث ابوہریرہؓ مین ہی کہ کافر کے واسطے یہ دنیا جنت ہی اور مومن کے واسطے قید خانہ ہی (صحیح مسلم وترمذی) اس سے ظاہر ہو گیا کہ مومن کے واسطے آخرت محل کرامت و آسایش ہی اور واضح ہو کہ بہت سے لوگ دنیا کے معنے نہین سمجھتے ہین تو اُسکا مختصر بیان یہ ہی کہ مال ومتاع وجورو ولڑکے کا نام دنیا نہین ہی بلکہ جو شخص ایمان لایا اس نے جان لیا کہ دار الآخرت اُس کا اصلی وطن ہی اور دنیا مین وہ ایک وقت تک اسواسطے رکھا گیا ہی کہ اس امتحان کے مقام پر ایمان لاوے اور اپنی جان ومال کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے ہاتھ فروخت کرے اور اسکے معنے یہ ہین کہ مال کو اسی دنیا مین رہنے کے واسطے خواہش نکرے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق آخرت کے ثواب کے لیے حاصل کر کے خرچ کرے اور فسق وفجور وخواہش نفس مین اسراف نکرے حتی کہ جورو وبچون کو نیک نیتی سے کھانا دینا ثواب ہی کیا یہ نہین سمجھتے ہو کہ ان لوگون کا نفقہ واجب ہی اور فقیرون کو خیرات کرنا مستحب ہی حالانکہ مستحب سے واجب کا ثواب زیادہ ہوتا ہی اور زناکاری وبدکاری سے بچنے کے واسطے نکاح کرنا سنت وثواب ہی تو حلال زوجہ کے پاس جانا کیونکر ثواب نہوگا جبکہ حرام عورت کے پاس جانا گناہ وعذاب ہی پس مومن اپنے مال کو اپنی خواہش نفس مین خرچ نہین کرتا بلکہ آخرت کے واسطے اُسکو خرچ کر کے ثواب حاصل کرتا ہی اسیطرح اُس نے اپنی جان کو بھی فروخت کیا چنانچہ حکم الٰہی عزوجل کے موافق اُسکو نیک کام مین لگاتا ہی کہ نماز وروزہ وجہاد وغیرہ جو کام اسپر فرض ہی یا اُس مین ثواب ورضاے الٰہی ہی اُسکے ادا کرنے مین کچھ تعلل نہین کرتا حتی کہ سردی مین وضو کر کے نماز پڑھتا ہی اور اپنے نفس کی ناگواری پر خیال نہین کرتا کیونکہ وہ اپنے نفس کو خواہش شیطانی ودنیا سے چھڑا کر شریعت کے ہاتھ فروخت کر چکا ہی پس حاصل یہ نکلا کہ جسنے جان ومال کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی وآخرت کے واسطے کر دیا وہ دنیا کی قید سے چھوٹا اور جسنے آخرت ورضاے الٰہی کو چھوڑ کر اپنے جان ومال کو اپنی خواہش وحیات دنیا کے واسطے رکھا وہ دنیاے ملعون مین شامل ہی اور آخرت کو بیچکر دنیا خریدنے والا ہی پس اگر کسی مومن کے پاس مال ودولت کثیر ہو لیکن وہ اپنی جان ومال کو رضاے الٰہی ودار الآخرت کے واسطے جزم کرے اور دنیا پر مطمئن نہو بلکہ اسکو مسافرخانہ سمجھکر دار الآخرت کو اپنا اصلی وطن سمجھے تو وہ مومن صالح ہی چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت مالدار تھے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی جان سے جہاد کیا اور مال بھی اللہ تعالیٰ کی راہ مین بہت خرچ کیا حتی کہ مکرر سہ کرر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی بشارات حاصل کین تو تونگری کچھ مضر نہین ہی بخلاف اسکے بہت سے کافرون کو دیکھو کہ دنیا مین خستہ وخوار پڑے ہین لیکن رضاے الٰہی کو اور دار آخرت کو نہین چاہتے بلکہ دنیاوی زندگی پر بھروسا کرتے ہین پس دنیا مین بھی مقدر سے زیادہ نہین ملا اور آخرت مین بھی برباد ہونگے اگرچہ آخرت کا اُنکو یقین نہو اور جو شخص اس تمام بیان مین غور کرے وہ بخوبی جان جائیگا کہ مومن کے تمام افعال سونا جاگنا کھانا پینا وغیرہ اُسکی حسن نیت سے سب ثواب ہی مین داخل ہین اور کافر کے کل افعال اگرچہ وہ صدقہ وخیرات ہون اُسکی بدنیتی سے سب دنیاے ملعون ہی ہین نعوذ باللہ من الکفر والضلال پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زیادہ یہودیون کے افعال بد کا بیان فرمایا جس سے ظاہر ہی کہ یہ لوگ اپنی ہوا وہوس کے بندے تھے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۬ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ

اور ہمنے دی موسیٰ کو کتاب اور پیچھے درپے بھیجے اُسکے پیچھے رسول اور دیے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ

قوت دی اُسکو روح پاک سے پھر بھلا جب تم پاس لایا کوئی رسول جو نہ چاہا تمھارے جی نے تم تکبر کرنے لگے

# فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ٥

پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو مار ڈالتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بنی اسرائیل کی سرکشی و عناد اور انبیاء علیہم السلام سے مخالفت و تکبر کرنا اور درحقیقت اپنی خواہشوں کی پابندی کرنا بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ۔ اور ہمنے موسیٰ کو بیشک کتاب عطا فرمائی۔ ف یعنے توریت عطا کی شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ پھر یہودیوں نے اس کتاب پاک کو تحریف و تبدیل کیا اور اُسکے احکام کی مخالفت کی اور اپنی خواہش کے موافق بہت سے معانی بدل ڈالے لیکن اللہ تعالیٰ نے متواتر انبیاء بھیجے جنہوں نے توریت کی محافظت رکھی چنانچہ فرمایا۔ وَقَفَّيْنَا مِن بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ۔ اور ہمنے موسیٰ کے بعد رسولوں کو پے درپے بھیجا۔ ف یعنی موسیٰ علیہ السلام کے نشان قدم پیچھے بعد دیگرے برابر رسول بھیجے جو احکام توریت کی پابندی کرتے تھے بلکہ ایک ہی وقت میں ہر قبیلے و شہر کے واسطے جداجدا رسول ہوتے تھے لیکن شریعت سبکے واسطے متحد تھی کما قال تعالیٰ۔ انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدی و نور یحکم بہا النبیون الذین اسلموا للذین ہادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شہداء۔ غرض کہ برابر اسی شریعت توریت پر عمل کرنے والے انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد قدم بقدم بھیجا اور اُسوقت تک برابر توریت محفوظ رہی لیکن آخر میں یہودیوں نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا شروع کیا اور توریت میں تحریف کرنے لگے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آخر میں بھیجا اور انجیل دیکر توریت کے بعض احکام مانند جہاد و حرمت گوشت شتر و شراب وغیرہ کو منسوخ فرمایا لیکن اسکے ماننے کے واسطے معجزات کی بھی حاجت تھی لہذا فرمایا۔ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ۔ اور ہمنے عیسیٰ ابن مریم کو بینات عطا کیے۔ ف یعنے کھلے ہوئے معجزات دیے۔ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ۔ اور روح القدس سے اُسکی تائید فرمائی۔ ف ابن عباسؓ نے کہا کہ منجملہ معجزات عیسیٰ علیہ السلام کے یہ تھا کہ باذن اللہ تعالیٰ مردہ کو زندہ کرتے اور مادر زاد اندھے و کوڑھی وغیرہ کو اچھا کرتے اور مٹی کا پرندہ بنا کر اُس میں پھونکتے تو وہ اُڑجاتا اور بنی اسرائیل کو اُنکے گھروں کے کھانے پینے و ذخیروں سے آگاہ کرتے سیوطی نے لکھا کہ روح القدس یعنے جبرئیلؑ اُنکے ساتھ رہتے تھے جہاں جاتے وہاں ساتھ جاتے تھے اور جبرئیل علیہ السلام کو بوجہ پاکیزگی و طہارت کے روح القدس یعنی مقدس روح فرمایا پس اگر یہودی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابع ہوتے تو بہت آسانی پاتے کیونکہ بہت چیزیں جو توریت میں یہودیوں پر حرام کی گئی تھیں وہ اللہ تعالیٰ نے انجیل میں حلال کردی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نیابت میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پیغمبر کیا لیکن بنی اسرائیل کے بادشاہ نے اُنکو قتل کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے سخت دشمن ہوگئے حالانکہ توریت میں و دیگر انبیاء علیہم السلام کی بشارت حتی کہ خاتم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و محامد صریح مذکور تھے لیکن یہودیوں نے دین الٰہی و دار الآخرت سے سخت دلی کرلی اور اپنی خواہش نفس کے بندے بن گئے اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ سخت بے ادبی کا برتاؤ کیا کیونکہ دین حق اُنکی خواہش نفسانی کے مخالف ہوتا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تشنیع فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ۔ پھر کیا ہر بار جب کوئی رسول تمہارے پاس ایسی چیز لایا کہ اُسکو تمہارے نفوس نہیں چاہتے تھے تو تمنے ماننے سے تکبر کیا۔ ف اور یہ تکبر خالی انکار ہی نہ تھا بلکہ بہت گستاخی کی۔ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ۔ پس ان رسولوں میں سے ایک فریق کو تمنے جھوٹا بنایا۔ ف۔ بلکہ اُسوقت کی حالت غور کرکے دیکھو کہ ادھر ایک فریق کو تو جھٹلاتے ہو۔ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ۔

اور دوسرے فریق کو قتل کرتے ہو۔ ف تقتلون بصیغۂ مضارع جس سے زمانۂ حال مراد ہے اسیواسطے فرمایا کہ اُس حالت کو اپنے پیش نظر کر کے دیکھیں کہ کس قدر نامعقول حرکت کر رہے تھے یعنے گویا اُس حالت کو دیکھ رہے ہیں کہ پیغمبروں کو قتل کرتے ہیں حالانکہ یہ بہت سخت گناہ ہے کہ پیغمبر محض خیرخواہی کے ساتھ اُنکو سمجھاتے اور آگ دوزخ سے بچاتے تھے اور اُنہیں کو یہ لوگ قتل کرتے تھے صرف اتنی بات پر کہ وہ اُن کی نفسانی خواہش کے خلاف احکام لائے تھے اور چاہتے تھے کہ یہ لوگ عذاب جہنم سے نجات پاویں اسیواسطے حدیث میں آیا کہ جہنم میں سب سے سخت عذاب اُس شخص پر ہوگا جسکو کسی پیغمبر نے قتل کیا ہو یا اُسنے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو (الصحیح) اور علما نے اختلاف کیا کہ اس مقام پر روح القدس سے کیا مراد ہے چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ روح القدس وہ اسم اعظم ہے جسکے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام مردہ کو زندہ کرتے تھے (ابن ابی حاتم) اور یہ روایت ضحاک عن ابن عباسؓ منقطع ہے لیکن ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسی کے مانند سعید بن جبیر سے مروی ہے اور قرطبی نے اسکو حضرت عبید بن عمیر سے بھی نقل کیا اور ابن ابی نجیح نے کہا کہ ملائکہ کے حافظین میں روح ہے اور ربیع بن انسؓ نے کہا کہ روح القدس یعنی روح اللہ ہے اور یہی قول کعب احبار ہے اور عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قدس بمعنے پاکیزہ ہے اور زمخشری نے نقل کیا کہ خود عیسیٰ روح اللہ کا نفس پاکیزہ مراد ہے اور ابن زید نے کہا کہ روح سے مراد انجیل ہے جیسے قرآن مجید کی نسبت فرمایا۔ وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا۔ ذکرہ ابن جریر) لیکن شیخ ابن جریر نے کہا کہ اس مقام پر صحیح وصواب تاویل یہ ہے کہ روح القدس سے جبرئیلؑ مراد ہے مترجم کہتا ہے کہ تائید جبرئیلؑ مناسب طہارت عیسیٰ علیہ السلام باذن آلہی عزوجل جمع ہوئی تو یہ سب باہم متلازم ہیں اسیواسطے ہر ایک سے تفسیر ہو سکتی ہے اگرچہ جہت تفسیر علیحدہ ہوگی پس فی الحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے اور اظہر یہی ہے کہ روح القدس جبرئیلؑ ہیں امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسپر دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ و ابن عباسؓ و محمد بن کعب و اسمٰعیل ابن ابی خالد و سدی و ربیع بن انس و عطیہ عوفی و قتادہ نے فرمایا کہ اس مقام پر روح القدس سے جبرئیلؑ مراد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین۔ اور حدیث ابوہریرہ و عائشہ رضی اللہ عنہما میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابتؓ کے واسطے مسجد میں منبر رکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کافروں کی ہجو کرتے اور اُنکا جواب دیتے تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آلہی تو حسان بن ثابتؓ کی روح القدس سے تائید فرما جیسے وہ تیرے پیغمبر کی طرف سے کافروں کی ہجو کا جواب دیتا ہے (البخاری وابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح) اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی جانب گذرے کہ وہاں حسان بن ثابتؓ مسجد میں شعر پڑھتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حسانؓ کو ترچھی نگاہ سے دیکھا پس حسانؓ نے کہا کہ میں تو مسجد میں اُس زمانہ میں شعر پڑھتا تھا جب مسجد میں آپ سے بہتر موجود تھے پھر ابوہریرہؓ کی طرف ملتفت ہو کر کہا کہ میں تمکو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کہ آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اے حسان میری طرف سے جواب دے آلہی تو روح القدس سے اسکی تائید فرما پس ابوہریرہؓ نے کہا کہ ہاں بیشک میں نے سنا ہے (الصحیحین) اور بعض روایات میں ہے کہ حسانؓ کو فرمایا کہ تو مشرکوں کی ہجو کر اور جبرئیلؑ تیرے ساتھ ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں ہے کہ روح القدس نے میرے دل میں پھونک دیا کہ کوئی جاندار نہیں مریگا یہانتک کہ اپنا رزق و اپنی عمر پوری کرے پس تم لوگ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ رکھو اور طلب رزق میں اجمال کرو۔ (صحیح ابن حبان) پس ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس جبرئیلؑ ہیں مترجم کہتا ہے کہ اس سے ایک بہت بڑا افادہ ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام کی معیت سے فیض علمی ایک خاص طور پر ہوتا ہے اگر کہا جاوے کہ جبرئیل علیہ السلام تو جمیع انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوتے ہیں حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے حسان بن ثابتؓ کے ساتھ ہو گئے اگرچہ حسانؓ کے ساتھ اُسیوقت تک رہتے تھے جب تک حسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک سے ہجو کفار کی تردید کرتے تھے چنانچہ

ان روح القدس نفث فی روعی ان نفسا لن تموت حتی تستکمل رزقها [illegible] ۱۲

روایت صحیح میں مصرح ہے پس سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت کیوں فرمائی کہ ہمنے اُسکو جبرئیل سے تائید فرمائی تھی جواب یہ ہے
جو شیخ سیوطیؒ نے ذکر کیا کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے جہاں جاتے تھے وہاں ساتھ جاتے تھے مترجم کہتا ہے کہ شاید
اسکا بھید یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ زندہ کرنے اور لاعلاج امراض سے تندرست کرنیکا معجزہ عطا ہوا تھا اور اُسکی ضرورت ہمیشہ ہر وقت
میں ہوتی تھی لہٰذا جبرئیلؑ کی معیت عطا ہوئی تھی اور واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک کرامت خاص کا ظہور آئندہ بھی ہونیوالا ہے
جبکہ اُمت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے فتنۂ دجال دور کرنے کے واسطے عنقریب نازل ہونگے اور وہ یہ ہے کہ اُنکی سانس سے ایک میل تک
کافروں پر موت چھا جائیگی اور دجال ایسا گلیگا جیسے پانی میں نمک گلتا ہے اور غالباً یہ کمال بعد زمانہ عروج کے پیدا ہوا کیونکہ ابتدائے بعثت میں
یہودی کافروں کی یہ کیفیت نہیں ہوتی تھی اور غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کمالات عطا فرمائے کہ معیت جبرئیلؑ کی حاجت
نہ تھی سوائے ابتدا کے کیونکہ صحیح روایت سے یہ بات ثابت ہے کہ ابتدا میں تین برس تک جبرئیلؑ ساتھ رہے اگر کہا جاوے کہ آپ تو جبرئیل
علیہ السلام کی صورت سے بھاگتے تھے جواب یہ ہے کہ وہ صورت اصلیہ تھی جو آپکی کامل استعداد کی وجہ سے آپ کو دکھلائی جاتی تھی اور جبرئیلؑ کے ساتھ
ہونے کے واسطے اصلی صورت بلکہ ظاہر ہونے کی ضرورت نہیں ہے اسیطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعد عروج آسمانی وحصول کمال کے دوبارہ نزول
کے وقت جبرئیل علیہ السلام کی ضرورت نہوگی کیونکہ کسی حدیث میں دوبارہ نزول کے بعد جبرئیل علیہ السلام کی معیت معلوم نہیں ہوئی واللہ تعالیٰ
اعلم الحاصل اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی مذمت فرمائی کہ کمالات روحی واستعداد دار الآخرت کو نہیں چاہتے تھے بلکہ دنیا و خواہش نفس کے تابع تھے
اور انہیں کے مقلدین جواب موجود ہیں اُنکی بھی یہی حالت ہے کہ محض خواہش نفس کے پابند ہیں اور حکم الٰہی کو اور اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام
کو محض بے قدری کے ساتھ ترک و قتل کرتے تھے پس دیکھو کہ اوپر کی آیات میں فرمایا تھا کہ عہد توریت کے خلاف یہ لوگ اپنوں میں سے ایک فریق کو
قتل کرتے اور اُنکی خانہ ویرانی کرتے ہیں اور ان آیات میں فرمایا کہ یہ قوم ایسی بدکار ہے کہ اپنی قوم والے درکنار رہے دیکھو تو کہ یہ لوگ اپنی خواہش
نفس کے پیچھے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلاتے و قتل کرتے رہے ہیں حالانکہ انبیاء علیہم السلام اُنکی خواہشوں میں سے جو حرام خوری و حرام کاری تھا
اُسکی کسی عمدہ بات سے نہیں روکتے تھے اور کمال خیرخواہی سے انکے حق میں چاہتے تھے کہ دنیائے فانی میں سے لطیف و عمدہ چیزوں کو لیویں اور
ایسے طرز پر چلیں کہ دار الآخرت میں اُنکی نعمت دائمی برقرار رہے اور شدید عذاب جہنم اور سب دکھوں سے بچ جاویں پس نہایت کمینہ و خبیث وہ
شخص ہے جو نیک خیرخواہ کے ساتھ بدی پر آمادہ ہو بلکہ جانی دشمن ہو جائے اور اس سے اہل ایمان کو نصیحت و عبرت حاصل کرنا چاہیے کیونکہ حدیث صحیح
میں ہے کہ نیک بخت وہ ہے جو دوسرے کا حال دیکھکر نصیحت پکڑے پس اہل ایمان پر فرض ہے کہ اپنوں کو قتل یا خانہ ویرانی نکریں لیکن افسوس ہے کہ سلاطین شام
و ایران و ہندوستان کے سلاطین اسلام باہم خانہ جنگیاں کرتے رہے اور فسق و فجور میں کسی حاکم کی تابعداری نکریں اور اپنی خواہش نفس کو حکم الٰہی
و شریعت کے تابع کریں نہ برعکس اور افسوس کہ اس زمانہ میں یہودی عالموں کے مانند مسلمانوں میں بہت سے لوگ عالموں کی صورت بنکر عوام کو
اُنکی خواہش نفس و ترغیب حیات دنیاوی کے مسائل بتلاتے ہیں اور ادھر اُدھر کی مہمل کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں پس عوام کو یاد رکھنا چاہیے
کہ جسنے اُنکے خواہش نفس کے موافق مسئلہ بتلایا جس میں شریعت الٰہی عز وجل سے مخالفت ہو تو اُسکو اپنے حق میں زہر اور بتلانے والے کو دشمن
سمجھیں اور حیات دنیاوی کو چند روزہ مسافر خانہ خیال کرکے دار الآخرت کی فکر کریں اور وہاں کے عذاب سے نجات حاصل ہونے کی تدبیر
تلاش کریں کیونکہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وانبیاء وصالحین کوئی بھی اُسکی سفارش نکرینگے کیونکہ اللہ تعالیٰ
کے مقبول بندے تو اُسکی خوشی کے موافق کلام کرینگے۔ (تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما السلام کے

ذریعہ سے معجزات باہرہ دکھلائے اور چونکہ حضرت موسٰی علیہ السلام کے وقت مین جادو و اُسکے کرشمات پھیلے ہوئے تھے لہذا عصا و یدِ بیضا وغیرہ ایسے معجزات دیے جنسے جادو ردہو اور جو لوگ جادو مین کمال رکھتے ہین فوراً پہچان جاوین کہ یہ معجزہ الٰہی ہے اور جادو سے ہرگز ممکن نہین ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو جبکہ جالینوس وغیرہ طبیبون کا زور تھا کوڑھی اندھے بلکہ مردے تندرست و جلانے کے معجزات دیے جنسے طبیب عاجز ہو جاوے لیکن یہودیون کی بیوقوفی دیکھو کہ وہ ان دقائق کو کچھ بھی نہ سمجھے حالانکہ یہ معجزات عالم سفلی کے مادیات مین سے ہین تو عالم علوی کے دقائق عقل نورانی کو یہ کودن لوگ کب سمجھ سکتے ہین اور یہ رحمت خاص و کمال اختصاص روز ازل سے حضرت عالم الغیب عزوجل نے اسی امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے واسطے کمالات معرفت کی راہ سے مقدر فرمایا تھا اسیواسطے اس امت کو جمیع امم سے بہتر فرمایا ہے بقولہ تعالٰی کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیہ۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالٰی توضیح آویگی پس عالم سفلی کے معجزات کے ساتھ شق القمر و معراج اکبر وغیرہ کمال معرفت کے معجزات عطا فرمائے اسی وجہ سے اس امت کے معارف و مدارج عرفان بہت بلند ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ بعد ختم نبوت حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس امت کے واسطے انبیاء کا آنا ممکن نہ تھا پس اللہ عزوجل نے علماء ربانیین کو اسکا قائم مقام فرمایا چنانچہ حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ جو باسانید کثیرہ مروی ہے بایں معنے صحیح ہے کہ جیسے بنی اسرائیل مین انبیاء علیہم السلام تجدید و تذکیر کے واسطے بھیجے جاتے تھے اسی طرح حدیث مین آیا کہ اس امت مین ہر قرن پر اللہ تعالٰی ایسا شخص مبعوث فرمائیگا جو اس قرن والون کے لیے دین کی تجدید فرماوے یعنے احکام قرآن و سنت و معرفت ایمان اُنکو یاد دلاوے (کمافی سنن ابن ماجہ وغیرہ) اور اس سے ظاہر ہوا کہ اس اُمت مین اللہ تعالٰی نے قلوب کی معرفت بلند رکھی ہے اور علماء و اولیاء کے معارف ارجمند ہین جسکی لیاقت یہود و نصارٰی کو نہین دی گئی تھی اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ اہل ایمان جن معارف توحید پر بفضل اللہ سبحانہ و تعالٰی آسان سمجھ کے ساتھ یقین کرتے ہین وہ یہود و نصارٰی کے بڑے دانشمندون کے سمجھ مین نہین آتے ہین چنانچہ جسنے یورپ کی حکما کے اقوال دیکھے پائے ہین وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ بیچارے کس عاجزی سے بیان کرتے ہین کہ مسلمانون کے عقائد دربارہ الوہیت بہت صاف و پاکیزہ ہین لیکن مین جہانتک غور کرتا ہون تو یہ لوگ جس طرح خدا تعالٰی کا اعتقاد رکھتے ہین بغیر شکل و صورت و جسمیت وغیرہ کے یعنے ہر طرح کے عیوب و نقائص و خیالات سے پاک اعتقاد کرتے ہین وہ میرے خیال مین کسی طرح نہین آتا۔ مترجم کہتا ہے کہ خالق و مخلوق مین تمیز امتیاز نہین کر سکتا اور یہ امر ظاہر ہے کہ اسکے تصور مخلوق مین جو مخلوقات غیر محسوس ہین وہ متصور نہونگی پھر سخت عجب ہے کہ وہ خالق کو مخلوق غیر محسوس بھی نہین بلکہ مادی محسوس کی شکل مین بنا کر اپنے چھوٹے سے دماغ مین لانا چاہتا ہے اور جسکو ذرا بھی عقل ہے وہ اس بیوقوفی سے نہایت تعجب کریگا حالانکہ عوام مؤمنین اپنے قلوب نورانی سے حق عزوجل کو ماوراے محسوسات و غیر محسوسات کے بالیقین جانتے ہین پس اُنکو معرفت مین کچھ شک نہین ہے اور بندہ اُنکی معرفت اس امر پر موقوف ہے کہ حضرت خالق جل شانہ کو مخلوق بلکہ محسوس صورت و رنگ کے لباس مین لاکر کافرون کی طرح تصور باندھین بلکہ وہ خوب سمجھتے ہین کہ ہماری عقل بلکہ تمام عالم کو یہ مجال نہین ہے کہ خالق عزوجل کو تصور مین لاوے بلکہ اُسکا تصور محال ہے اور مخلوق مین جو چیز متصور ہوکر پیدا ہو وہ مخلوق کی مخلوق ہے اور خالق عزوجل اس سے پاک برتر ہے تعالٰی اللہ عما یشرکون پس غور کرو کہ جب اُنکے بڑے دانشمند کی یہ حالت ہے تو عوام کو کیا قیاس کیا جائے اور جب اہل ایمان مین سے معرفت عوام کی یہ شان ہے تو اُنکے علما کی معرفت کس مرتبۂ عالی پر ہوگی الحمد للہ رب العالمین اور اسکا بھید یہ ہے کہ یہ معرفت متعلق بادراک روح ہے جس سے ان حواس جسمانی کو کچھ مناسبت نہین ہے پھر اگر اللہ تعالٰی نے لطیفہ سری یعنے قلب پر مہر نہین فرمائی تو انوار روحی سے معرفت ہو سکتی ہے جبکہ بندہ نے اس دنیاے فانی سے بیزار ہوکر دار الآخرت و جوار رحمت کا عزم کیا ہو اور اگر کسی شخص نے اس سے کفر کیا حتی کہ مہر کردی گئی تو اس معرفت کی کوئی راہ نہین ہے جیسے تمنے نصرانیون کے ایک بڑے دانشمند کا قول سن لیا

اور اُس بیچارے نے کوئی نئی بات نہین نکالی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین یہودیون کی بھی کج فہمی کیفیت تھی کیونکہ اُسکا عہد مین نے بتلا دیا تو یہ بندہ دنیا کیونکر سمجھیگا اور اسی قسم کے جوابات دے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیون کے بارہ مین نازل فرمایا

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ط بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝

اور کہتے ہین ہمارے دلپر غلاف ہے یون نہین لعنت کی ہے اللہ نے اُنکے انکار سے سو کم یقین لاتے ہین۔

چونکہ یہودی غضب مین گرفتار اور مہر قلبی کی وجہ سے حیات دنیا کی حرص اور کفر آخرت وعناد و نبوت مین استوار تھے کسی بیان فرشتہ کو نہین سمجھتے تھے بلکہ ہمیشہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا معاندانہ جواب دیا۔ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ اور کہنے لگے کہ ہمارے دل تو غلف ہین۔ ف غلف جمع اغلف وہ شخص جسکا ختنہ نہوا ہو پس یہ کنایہ ہے کہ دل پر پردے منڈھے ہین دلیل اسکا قولہ تعالیٰ۔ قلوبنا فی اکنۃ الآیۃ۔ ہے چنانچہ ابن عباسؓ نے غلف کو اکنۃ سے تفسیر فرمایا (ابن اسحٰق) اور مجاہد وسدی وقتادہ نے کہا کہ ان لوگون کی مراد یہ تھی کہ ہمارے قلوب پر غلاف چڑھا ہے تو ہم تمھاری بات نہین سمجھتے ہین اور ابن عباسؓ نے غلف بضم لام پڑھا ہے اور معروف قراءۃ مین سکون لام ہے تو شاید تخفیف کے واسطے لام ساکن کر دیا گیا ہو اور ابن جریر نے حدیث حذیفہؓ جسمین چار قسم کے قلوب کا ذکر ہے بیان روایت کی جن مین ایک قسم قلب اغلف مغضوب علیہ ہے اور وہ قلب کافر کا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ان کافرون کی مراد یہی تھی کہ تمسخر کے طور پر کہتے کہ ہم لوگ علمائے توریت یعنے زبردست عالم ہین حالانکہ تمھاری بات نہین سمجھتے تو ہمارے دلون پر غلاف ہے اور بعض علما نے کہا کہ غلف سے اُنکی مراد یہ تھی کہ اُنکے قلوب تھیلے ہین یعنے دعوی کرتے تھے کہ ہمارے قلوب مانند اناج وخرما کے گون وتھیلون کے علوم سے بھرے ہوئے ہین تو اب ہمکو تمھاری تعلیم کی حاجت نہین گویا دعوی کرتے کہ باوجود اس علم کے جو ہم سمجھے ہین وہی ٹھیک ہے اور تمھارا بیان ٹھیک نہین تو اُسکو ہم نہین سمجھتے اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا کہ یہ اُنکا گمان باطل ہے۔ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ۔ بلکہ اللہ عزوجل نے اُنکے کفر کی وجہ سے اُنکو ملعون کر دیا ہے ف یعنے اُنکے قلوب مہر کیے ہوئے ملعون ہین تو اُنمین معارف حق کا ظہور نہین ہو سکتا ہے۔ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ پس بہت ہی قلیل ایمان لاتے ہین۔ ف جیسے سورۂ نساء مین فرمایا۔ وقولہم قلوبنا غلف بل طبع اللہ علیہا بکفرہم فلا یؤمنون الا قلیلا۔ بعض علما نے فرمایا یعنے بہت قلیل باتون کی تصدیق کرتے مثلاً حضرت موسیٰ وتوریت وغیرہ کا اقرار کرتے ہین حالانکہ بہت سے امور سے منکر ہین تو یہ ایمان اُنکو کچھ نافع نہوگا کیونکہ ایمان تو مجموع ہے اسکے ٹکڑے نہین ہو سکتے ہین پس اگر توریت پر ایمان لائے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے۔ بعض نے کہا یہ محاورہ مقام نفی پر بولا جاتا ہے مثلاً ودقل ما رایت مثل ہذا قط "یعنے بہت ہی کم تونے کبھی ایسا دیکھا ہوگا یعنے کبھی نہین دیکھا ہوگا ہے۔ پس مراد یہ ہوئی کہ ان لوگون کا ماننا صرف زبان تک ستوقف ہے اور دل مین ساری نہین ہوتا کیونکہ یہ لوگ اپنے نفس کے پابند ہین چنانچہ توضیح فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ لا وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ

اور جب انکو پہونچی کتاب اللہ کی طرف سے سچا بتاتی اُن پاس والی کو اور پہلے سے فتح مانگتے تھے

عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ج فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ز فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

کافرون پر پھر جب پہونچا اُنکو جو پہچان رکھا تھا اُس سے منکر ہوئے سو لعنت اللہ کی منکرون پر

واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ۔ فقلیلا ما یؤمنون سے شاید کسی شخص کو شبہہ ہو تا کہ شاید یہ لوگ قلیل ایمان بھی رکھتے ہین تو یہ شبہہ دفع ہو گیا

دوطرح اول یہ کہ ایمان سے یہان صرف لغوی معنے مراد ہے کیونکہ اُنکو لعنت فرمائی تو ایمان شرعی و لعنت جمع نہیں ہو سکتے ہیں جیسے قولہ تعالیٰ
اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون پس معنے یہ ہوے کہ بعض کتاب پر ایمان لاتے ہین جیسے اور فرمایا۔ افتؤمنون ببعض الکتاب ۔ اور شرع کی راہ سے
یہ درحقیقت کفر ہے دوم یہ کہ اس آیت مین اُنکے کفر کی تصریح فرمائی بقولہ تعالیٰ **وَلَمَّا جَآءَهُمۡ كِتَٰبٞ مِّنۡ عِندِ ٱللَّهِ مُصَدِّقٞ**
**لِّمَا مَعَهُمۡ** ۔ اور جب اُنکے پاس اللہ تعالیٰ کے یہان سے کتاب آئی جسکی صفت یہ ہے کہ جو کچھ اُنکے پاس ہے اُسکی تصدیق کرنے والی ہے
ف یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے انکو قرآن مجید حاصل ہوا جو بیان و بشارت توریت سے صریح موافق و مصدق ہے تو کفر کرنے لگے
**وَكَانُواْ مِن قَبۡلُ يَسۡتَفۡتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ** ۔ حالانکہ پہلے انکی یہ کیفیت تھی کہ کافرون پر فتح کی دعا مانگتے تھے
ف کہ الٰہی ہمکو پیغمبر آخر الزمان کے طفیل سے ان کافرون پر فتح دے ۔ **فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُواْ كَفَرُواْ بِهِۦ** ۔ پھر جب یہ
رسول مع اس کتاب کے انکے پاس آیا جو اُنھون نے پہلے پہچانا اُس سے منکر ہو گئے ۔ ف یعنے صریح پہچان کر انکار کرنے لگے اور کہنے لگے
کہ ہم نہین پہچانتے ہین ۔ **فَلَعۡنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلۡكَٰفِرِينَ** ۔ تو کافرون پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ۔ ف مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
اس طرح سخت تشنیع کے ساتھ لعنت فرمانے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت پر دائمی معجزہ رکھا کیونکہ جس قوم کو اس طرح سخت تشنیع سے
لعنت کی گئی اگر وہ لوگ پہلے زمانہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک سے کافرون کے ساتھ استفتاح نکرتے تو اسوقت یہ لاکھون یہودی بلکہ نصرانی
بلکہ بت پرست سب دشمن جانی اسکا صریح انکار کرتے حالانکہ متواتر ثابت ہے کہ اُنھون نے سر جھکایا اور کچھ انکار نکر سکے سوا اسکے اس امر کے
کہ وہ پیغمبر آئندہ پیدا ہونگے جنکا ذکر توریت مین ہے اور اس سے یہ بھی صاف معلوم ہو گیا کہ توریت مین پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مفصل تھا اور
یہودی لوگ اُنکے نام سے استفتاح کیا کرتے تھے لیکن بعد ظہور کے انصاریون کے حسد و عداوت سے اور دنیاوی ریاست مٹ جانے کے خوف سے
کافر ہو گئے پھر یہ دعویٰ کرنے لگے کہ دین یہودی بھی قیامت تک دائم ہے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جب مشرکین سے قتال ہوتا تو کہتے کہ عنقریب پیغمبر آخر الزمان
مبعوث ہونگے تو اُنکے ساتھ ہم تمکو قوم عاد و ارم کی طرح قتل و برباد کرینگے چنانچہ عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری نے اپنی قوم کے بزرگون سے
روایت کی کہ واللہ یہ آیات ہم انصاریون اور ہمارے پڑوسی یہودیون کے بارہ مین نازل ہوئین اور ہمنے زمانہ جاہلیت مین ایک مدت تک یہودیون
کو مقہور کر لیا تھا تو یہودی ہمسے کہتے کہ ایک پیغمبر پیدا ہونے والے ہین اور اُنکی پیدایش کے آثار سب ظاہر ہو گئے ہین تو ہم اُنکے ساتھ ہو کر تمکو قوم عاد و ارم
کی طرح نیست و برباد کرینگے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش سے مبعوث فرمایا اور ہم لوگون نے آپکی پیروی کی تو یہودی خالص
انکار کرنے لگے (محمد بن اسحٰق) اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہودی لوگ بطفیل آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ اوس و خزرج پر فتح مانگا کرتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش عرب مین سے مبعوث
فرمایا تو یہودیون نے حسد و عداوت سے انکار کرنا شروع کیا اور جو کچھ آپ کے صفات بیان کرتے تھے سب سے منکر ہو گئے تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ و بشر بن براء
بن معرور اور داؤد بن سلمہ نے یہودیون سے کہا کہ اے یہود تو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ ابھی چندروز ہوئے کہ تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے
ہم لوگون پر فتح مانگتے تھے حالانکہ ہم لوگ اُسوقت مشرکین میں تھے اور تم لوگ ہمسے کہا کرتے تھے کہ وہ عنقریب مبعوث ہونگے اور یہی صفات بیان
کرتے تھے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین اسوقت موجود ہین تو بنی نضیر کا یہودی عالم جسکا نام سلام بن مشکم تھا ان سے کہنے لگا کہ یہ شخص تو
ایسی کوئی چیز نہین لائے جس سے ہم پہچانین اور یہ وہ شخص نہین ہے جسکا ہم تُمسے ذکر کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائین
(ابن اسحٰق) اور اسکے مانند مجاہد و ابو العالیہ وغیرہ سے مروی ہے بخلاصہ قصہ یہ ہے کہ جب توریت نازل ہوئی اور بنی اسرائیل ایمان لائے اور استقامت سے

آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم وانکی امت مرحومہ کے فضائل اور یثرب یعنے مدینہ مین انکا ہجرت کرکے آنا وغیرہ مفصل مذکور تھا اور زمانۂ حضرت موسیٰ
علیہ السلام سے معلوم کیا تو اول ایمان بہت شوق مین آئے پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے ایک مدت بعد بخت نصر نے ملک شام
کو پامال و ربیت المقدس کو خراب کیا تو اس حادثہ مین سوائے دیار عرب کے انھون نے کوئی جگہ جانے کی راہ نہ پائی اور انکے علما و اہل علم
جو آگاہ تھے کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ایسے ایک قصبہ مین جسکو ذات النخل کہتے ہین ہجرت فرماوینگے تو یہان اس صفت کا گاؤن ڈھونڈتے
رہے آخر یثرب پر گذر ہوا تو اسکو اس صفت کا پاکر اسمین رہ پڑے پس اولاد ہارون علیہ السلام سے ایک جماعت یہان اور ایک
جماعت خیبر مین رہنے لگی اور قبل انکے عمالقہ اس سرزمین مین تھے جو جہاد بنی اسرائیل مین بعد فتح ملک شام کے ہلاک کیے گئے تھے اور یہودیان
چرب کرو فروت رہتے تھے یہانتک کہ اوس و خزرج جو اولاد یعرب بن قحطان سے ملک سبا کے رہنے والون مین سے تھے یہان آ رہے اور
انھون نے یہود کو بعد اسکے کہ یہود کے ہاتھون ظلم سے تھے ایک مدت پیچھے زیر کیا اور خوب سزا دی تو یہودی دعا کرتے کہ اے پروردگار
ہمکو نبی آخر الزمان سے جلد مدد دے اور اوس و خزرج اسکو سنکر تعجب کرتے کہ یہ کیا بات ہے اور یہودی فخر کرتے کہ وہ ایسا ایسا نبی ہے
اور ہم تمکو انکی حمایت مین ہلاک کرینگے اور یہ یہودی دو گروہ قریظہ و نضیر باہم متفق تھے آخر کار اوس و خزرج مین نفاق ہوا اور قریب برس
باہم قتال رہا اور یہود نے اسطرح ہم سوگند ہوگئے تھے کہ جیسے اوپر گذرا اور قریب ہجرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوس و خزرج مین باہم ایک
معرکہ ہوا جسکا نام یوم البعاث ہے کہ بڑے بڑے سرکش سردار دونون طرف سے مارے گئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ایک حکمت
و حسن تقدیر الٰہی تھی (کما فی الصحیحین) پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اوس و خزرج نے تصدیق کی اور یہود اپنے
ان کو بہکانا شروع کیا لیکن یہود کی باتون نے فائدہ نہ دیا اور اولاد اوس و خزرج پہلے مسلمان ہوئی اور یہودی حسد و عداوت سے کافر ہوگئے
سو یہی اس آیت مین اشارہ ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔ اور استفتاح مین سین استفعال تو طلب کے واسطے ہے اور فتح بمعنے کھولنا و لیکن علی الذین
کے علی سے معنے مدد کو متضمن ہے لہذا یستنصرون سے تفسیر کی گئی اور ما علموا کی تفسیر ما عرفوا ہے کیونکہ انکا علم اس درجہ موکد ہوگیا تھا کہ مثل معرفت
و دریافت حواس کے ہوگیا تھا اور مروی ہے کہ ان یہودیون کے آبا و اجداد جو مدینہ مین آباد ہوئے تھے اپنی موت کے وقت اپنی اولاد کو وصیت
مفصل پتہ و نشان سے لکھ جاتے کہ پیغمبر آخر الزمان کی بعثت پہنچے یہ اوصاف ہین انکے تابع ہونا چاہیے انکو زندگی مین نصیحت کیا کرتے تھے
پس بعثت کا علم انکے نزدیک مثل معرفت کے تھا اور قولہ تعالیٰ فلعنۃ اللہ علی الکافرین۔ ای فلعنۃ اللہ علیہم پس بجائے ضمیر کے اسم ظاہر فرمایا
کہ اسمین انکی تقبیح ہے اور یہ دلالت ہے کہ انپر لعنت کا سبب انکا کفر ہے پس الکافرین کا الف لام عہد کا ہوگیا اور جائز ہے کہ الف لام جنس کا ہو اور یہودی
پہلے انہین داخل ہین اسلیے کہ کلام انہین مین ہے اور باقی کافر اسمین بالتبع داخل ہین اور معلوم ہوا کہ یہودیون نے خواہش نفس سے
دو طرح جاہلی اول یہ کہ پیغمبر آخر الزمان کا وجود قریش عرب سے کیون ہوا اور یہودیون سے کیون نہوا۔ دوم یہ کہ اوس و خزرج جن سے خار کھاتے تھے
پہلے ہی مسلمان ہوگئے لیکن ایسی سرکشی سے انھون نے خود اپنے آپ کو برباد کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَنْ يُنَزِّلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ
برے مول خرید کیا اپنی جان کو کہ منکر ہوئے اللہ کے اتارے کلام سے اس ضد پر کہ اتارے اللہ اپنے فضل سے
عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ
جس پر چاہے اپنے بندون مین سو کما لائے غصہ پر غصہ اور منکرون کو عذاب ہے ذلت کا

مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہودیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پاک کو چھپایا حالانکہ اُنسے عہد لیا گیا تھا کہ ظاہر کرین پس اُنھون نے اپنی جان کے واسطے حق چھوڑ کر باطل اختیار کیا اور سدی نے فرمایا کہ یہودیون پر واجب تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق وتائید ومددگاری کرین لیکن جب اُنھون نے دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور عرب وقریش سے ہوا ہے تو اُنکو نہایت گران گذرا اور حسد وبغاوت سے اُنھون نے کفر اختیار کیا پس اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بہت بُری چیز ہے جسکی عوض خریدا اُنھون نے اپنی جانون کو کہ کافر ہوے اللہ تعالےٰ کے اُتارے کلام سے۔ ف سدی نے کہا یعنے بُری چیز ہے وہ جسکو اپنی جانون کے واسطے اُنھون نے عوض لیا اور اُس پر راضی ہوگئے اور وہ کلام الٰہی سے کفر ہے ع۔ کشاف وبیضاوی وسیوطی وغیرہ نے کہا کہ قولہ۔ بئسما اشتروا بہ انفسہم ان یکفروا۔ کی تقدیر یہ ہے بئس الشئ شیئا اشتروا بہ حظ انفسہم کفرہم بما انزل اللہ۔ یعنے یہودیون نے اپنے کفر کو بہتر سمجھا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ درحقیقت وہ چیز بہت بُری ہے جسکے عوض اُنھون نے اپنی جانون کا حصہ خریدا وہ آیات الٰہی سے کفر ہے اور اسکی علت بیان فرمائی۔ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ بوجہ بغاوت اس امر کے کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اپنے بندون مین سے جس پر چاہے اُتارے ف یعنے اُنکے کفر کا سبب یہ حسد وبغاوت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے پیغمبر آخر الزمان کو عربی نسل سے کیون پیدا فرمایا کر قرآن مجید نازل فرمایا حالانکہ یہ اللہ عزوجل کی جناب مین سخت بے ادبی وگستاخی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے اور وہ اپنے علم ازل سے ہر ایک چیز کو مقدر فرماتا ہے پس اللہ تعالیٰ کی جناب مین اعتراض کرنا مذموم ہے اور حسد کرنا مذموم دیگر اور آیات الٰہی سے کفر کرنا مذموم دیگر اور عہد الٰہی توڑنا مذموم دیگر پس اُنھون نے اول عہد توریت کو ضائع کیا اور عیسیٰ علیہ السلام سے کفر کیا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت و وحی الٰہی سے انکار و توریت مین تحریف کردی۔ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ پس غضب پر غضب کما لائے۔ ف اور غضب کی تنوین تعظیم ہے یعنے غضب عظیم پر غضب عظیم کمایا۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ اور کافرون کے واسطے عذاب اہانت کرنے والا ہے۔ ف یعنے ایسا عذاب ہے کہ جسمین اہانت وخواری بھری ہوئی ہے شیخ ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ ان لوگون نے تکبر کیا تھا لہذا اسکے مقابلہ مین اُنکو خواری کا عذاب دیا گیا چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگون نے تکبر کیا وہ لوگ قیامت کے روز آدمی کی صورت مین چیونٹیون کی طرح میدان قیامت مین ڈالے جاوینگے اور اُنکی خواری کی وجہ سے ہر شے اُنپر چڑھیگی یہانتک کہ جہنم کے قیدخانہ مین جسکا نام بولس ہے داخل کیے جاوینگے پس اُنپر نار الانیار چھاویگی ور دوزخیون کے نچوڑے ہوئے پیپ ولہو سے جس وادی مین گار ہو جائیگا وہی اُنکو پلایا جاویگا۔ (رواہ احمد) اور اسکے شواہد سنن ترمذی وغیرہ مین موجود ہین ع۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت قدسی مین ظاہرا غضب پر غضب کمانے سے یہ مراد ہے کہ یہ لوگ ہر غضب الٰہی کما لے گئے اور شاید پہلا غضب وہ ہو کہ آیات الٰہی کا انکار کرتے اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے تھے کما قال تعالیٰ۔ فباؤ بغضب من اللہ ذلک بانہم کانوا یکفرون بآیات اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق الآیۃ۔ پس ہمکو معلوم ہوا کہ پہلا غضب اس جگہ سے شروع ہوا اور دوسرا غضب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر وقرآن سے انکار کیا اور یہی مضمون ہے کہ عہد توریت واسکی آیات سے انکار ہوا اور جاننا چاہیے کہ عذاب مہین مین اشارہ ہے کہ کافرون کو جو عذاب دیا جاتا ہے وہ اُنکی ذلت وخواری کے واسطے ہے بخلاف اسکے بعضے گنہگار مسلمانون کو جو جہنم مین ڈالے جاوینگے اُنکا عذاب بغرض اہانت نہین ہے بلکہ اسواسطے کہ گناہون کی نجاست سے پاک ہوجاوین اسیواسطے حدیث سے ثابت ہوا کہ اُنکی صورتین مسخ نہ ہونگی ورنہ عذاب کی حالت مین زندہ چھوڑے جاوینگے بلکہ ہر ایک بقدر اپنے گناہ کے آتش جہنم سے پاک کر کے نکال لیا

جاویگا اور واضح ہو کہ سابق میں ملکو تنبیہ گذری کہ یہودی درحقیقت توریت پر ایمان نہیں رکھتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ لوگ نہیں پہچانتے تھے کیونکہ عموماً یہود و نصاریٰ فرقہ مجسمہ ہیں وقد قال تعالیٰ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ پس یہ صریح تنصیص ہے کہ یہود و نصاریٰ نے جو تصویر اپنے ذہن میں گڑھی اُسکو اپنا اللہ تصور کرکے اُسپر ایمان لائے حالانکہ اللہ تعالیٰ قطعاً تصورات سے پاک ہے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ اُسکی تفسیر میں آویگا اسی طرح یہودی دعویٰ کرتے کہ ہم توریت پر ایمان لائے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جو آئندہ بیان ہوتی ہیں صریح اُنکے دعویٰ کو ایسے طور پر رد فرمایا کہ بندے بھی اُسکو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کما قال تعالیٰ۔

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَیَکْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَہٗ

اور جب کہیے اُنکو مانو اللہ کا اُتارا کلام کہیں ہم مانتے ہیں جو اُترا ہمپر اور وہ نہیں مانتے جو پیچھے آیا اُس سے

وَھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَھُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰہِ مِنْ قَبْلُ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

اور وہ اصل تحقیق ہے سچ بتاتا اُن پاس والے کو کہہ پھر کیوں مارتے رہے ہو نبی اللہ کے پہلے سے اگر تم ایمان رکھتے تھے

وَلَقَدْ جَآءَکُمْ مُّوْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِہٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ

اور آچکا تم پاس موسیٰ صریح معجزے لیکر پھر تمنے بنا لیا بچھڑا اُسکے پیچھے اور تم ظالم ہو اور جب

اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا

ہمنے لیا قرار تمھارا اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہمنے تمکو دیا زور سے اور سنو بولے

سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا ٭ وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْعِجْلَ بِکُفْرِھِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُکُمْ بِہٖۤ

سُنا ہمنے اور نہ مانا اور رچ رہا اُن کے دلوں میں وہ بچھڑا مارے کفر کے تو کہہ بُرا کچھ سکھاتا ہے تمکو

اِیْمَانُکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

ایمان تمھارا اگر تم ایمان والے ہو۔

یہودیوں کی یہ حالت تھی کہ اُنکو ایمان قلبی و دعوی نفسانی میں تمیز نہ تھی اور اسکا سبب یہ ہوتا ہے کہ جب کسی قلب پر مہر ہوتی ہے تو وہ قلبی تصدیق و نور ایمان کی کیفیت سے واقف ہی نہیں ہوتا تو یہ سمجھتا ہے کہ خیالی قرار ہی ایمان ہے جیسے مرتبہ عقل کی کیفیت بیان کی کہ وہ نور روحانی ہے اور کفار جب اُس سے محروم ہوتے ہیں تو حواس باطنی کو عقل سمجھتے ہیں اور حقیقت عقل سے کبھی واقف نہیں ہوتے ہیں تو سوا حواس کے انکار کرتے ہیں کہ عقل کوئی دوسری چیز نہیں ہے اسیطرح جس قلب پر مہر ہے اسمین نور ایمان داخل ہی نہیں ہوا وہ زبانی دعوی کو اور حواس کی تصدیق کو دلی یقین سمجھتا ہے اور اہل اسلام کو بھی عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ اُنکا یقین مثل یہود و نصاریٰ کے نہو جو اپنے یقین میں یہی سمجھتے تھے کہ ہم توریت و انجیل پر ایمان لائے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُنکا یقین اُنکے دلوں میں نہیں تھا بلکہ اندرونی حواس نے ٹھہرا رکھا تھا اور یہ مقام بہت مشتبہ ہوتا ہے اسیواسطے بہت سے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے خوفناک ہوتے تھے (کما رواہ البخاری وغیرہ) لہٰذا اللہ تعالیٰ نے عبرت کے واسطے یہودیوں وغیرہ کا حال بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ۔ اور جب ان لوگوں سے کہا جاوے کہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اُسکے ساتھ ایمان لاؤ۔ ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا یعنی جب یہودیوں اور اُنکے مانند نصرانیوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اُسکو مانو اور اُسکی پیروی کرو حالانکہ وہ توریت و انجیل کی بشارت

کے بالکل موافق ہے۔ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا۔ تو کہتے ہیں کہ جو ہم پر نازل کیا گیا ہم اسکو مانتے ہیں ف۔ چنانچہ
یہودی کہتے ہیں کہ ہم توریت کو مانتے ہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ ہم انجیل کو مانتے ہیں۔ وَیَکْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ۔ اور اسکے ماسوائے
سے منکر ہوتے ہیں ف ا وہم یکفرون بما وراءہ - یعنی حال یہ کہ ماسوائے اس کتاب کے جو انکے پیغمبر پر نازل کی گئی ہے سب سے انکار کرتے
ہیں۔ گویا تعصب وحمیت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لازم ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کل مانے اور سب کو حق جانے اگرچہ اعمال
ادا کرنے میں وہی شریعت ہوگی جو اپنے پیغمبر پر مقرر کی گئی ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے ہر زمانہ وقوم کے واسطے احکام
عبودیت و درجات معرفت خاص رکھے ہیں یعنی اصل توحید تو قطعاً متحد ہے لیکن اس اصل پر فروع اعمال خاص خاص ہیں اور یہ تحقیق فی الجملہ علماء
راسخین سمجھتے ہیں اور جو تمام قرآن کی تفسیر سمجھے وہ بھی سمجھ جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ لہذا مؤمنین امت محمدی تمام انبیاء سابقین کی نبوت و کتب آسمانیہ کو
بھی حق جانتے ہیں لیکن توریت و انجیل کے جو ترجمے اسوقت ان یہود و نصاریٰ کے پاس موجود ہیں انمیں اسواسطے سکوت کرتے ہیں کہ اول تو یہ
ترجمے ہیں کہ معلوم نہیں انکے مترجموں نے کہاں غلطی کی اور کہاں نہیں۔ دوم یہ کہ بہت عبرانی و اصل سریانی اگر کہا بھی تو یہ قوم اسقدر بیباک ہے کہ انپر
اعتماد نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمکو آگاہ فرمایا کہ اہل کتاب نے کتب الٰہی میں تحریف کی اور اپنے ہاتھوں کتابیں لکھکر لوگوں کو کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے
لہذا ہمیں ان لوگوں سے بیزار ہوکر اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر نازل فرمایا تھا یعنی توریت و انجیل وہ حق ہے اور قطعاً انمیں
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت مذکور تھی و سب صحف انبیاء سابقین و زبور داؤد علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام حق ہیں بخلاف یہود و نصاریٰ
کے کہ جسکے انکار کرتے ہیں اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ توریت یا انجیل پر ایمان لائے ہیں حالانکہ قطعاً توریت و انجیل میں حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے بشارت عامہ اور نزول قرآن کا ذکر ہے جس پر ایمان لانا انپر قطعاً فرض ہے پس کہاں توریت یا انجیل پر ایمان ہوا جبکہ انھوں نے قرآن مجید
سے کفر کیا۔ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ۔ حالانکہ قرآن مجید حق ہے در حالیکہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو ان لوگوں کے
پاس ہے ف ا اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبرانی یا سریانی بلکہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے تو لامحالہ یہ قرآن وحی الٰہی ہے جسمیں توریت و انجیل کے موافق
تصدیق موجود ہے پس یہود و نصاریٰ کے لیے قطعی معجزہ ہے کہ جسطرح توریت و انجیل میں مذکور تھا اسی طرح نازل ہوا تو یہ وہی قرآن ہے جسکی بشارت موجود ہے
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الذین آتیناہم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم الآیۃ یعنی جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن کو
اسطرح کامل پہچانتے ہیں جیسے اپنے فرزندوں کو پہچانتے ہیں۔ لیکن جان بوجھکر انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ
قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ تو کہدے کہ پھر پہلے سے تم لوگ کیوں انبیاء الٰہی کو قتل کرتے
رہے ہو اگر تم ایمان والے ہو ف ا یعنی جو کوئی پیغمبر کو بلکہ نبی کو قتل کر ڈالے تو وہ اشد کافر ہے اور یہودیوں نے کثرت سے پیغمبروں کو قتل کر ڈالا حتی کہ حضرت زکریا و یحییٰ
کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنے گمان میں قتل کیا۔ شیخ ابن جریر نے کہا کہ جب یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ توریت جو ہمارے پاس ہے ہم اسپر ایمان رکھتے ہیں
حالانکہ اسمیں پیغمبروں و صالحین کے قتل سے سخت ممانعت ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان یہودیوں کو عار دلاؤں کہ توریت پر تم کہاں ایمان لائے جبکہ تم پہلے سے انبیاء اللہ کو قتل
کرتے تھے حالانکہ وہ لوگ اسی توریت کی تعلیم کرتے تھے پھر اگر دعویٰ کریں کہ وہ پیغمبر نہیں الخ تو اسکو بھی رد فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ
مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ اور بیشک تمہارے پاس موسیٰ معجزات لے آیا تھا۔ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ پھر تم نے اسکے پیچھے
گوسالہ کو معبود بنا لیا حالانکہ تم ظالم تھے۔ ف ا یعنی معجزات و آیات قدرت عصا و اژدہا وغیرہ باوجود کثرت کے موسیٰ علیہ السلام سے دیکھے تھے پھر اس کے بعد
کفر کر کے گوسالہ کو معبود بنا لیا یہ مراد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر چلے جانے کے بعد تم نے گوسالہ کو معبود بنایا حالانکہ اسکے بعد تمکو تنبیہ

گیا تھی اور تمہارا گوسالہ تمہاری آنکھوں کے سامنے جلا کر سمندر میں پھینکا گیا اور تمکو توریت دیگئی تب بھی تمکو اسکے قبول کرنے میں دل سے
انکار رہا چنانچہ فرمایا۔ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ - اور یاد کرو جب ہمنے تمہارا عہد لیا اور تمپر کوہ طور
بلند کیا۔ ف یعنی توریت قبول کرنے کے واسطے تمسے عہد لیا اور جب تمنے توریت کے احکام دیکھکر انکار کیا تو جبرئیل نے بحکم الٰہی ایک پہاڑ اکھاڑ کر
تمہارے سروں پر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ۔ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا - جو کچھ ہمنے تمکو دیا ہے اسکو دل سے
کوشش کے ساتھ لو اور حکم کو اچھی طرح سنو۔ ف اور اگر ایسا نہ کروگے تو یہ پہاڑ تمپر ڈال دیا جائیگا پس جب انکی سرکشی دل میں ثابت ہوا کہ
نہ ماننے کی صورت میں ایسا ہی ہوگا تو لاچار ہو کر سجدہ میں گر کے۔ قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا - اور کہنے لگے کہ ہمنے سنا اور نافرمان ہوئے
ف یعنی ظاہر میں تو یہ کہا کہ ہمنے سنا کہ یہ عذاب اٹھا دیا جاوے مگر یا اللہ تعالیٰ کو دھوکا دیتے تھے حالانکہ وہ عالم الغیب ہے چنانچہ اسنے ظاہر
کردیا کہ انکے دل میں عصیان تھا اگرچہ ظاہر میں فرمانبرداری کا سننا بیان کرتے تھے۔ وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ - اور پلائے گئے
حالانکہ کفر کی وجہ سے انکے دلوں میں بچھڑا رچ گیا تھا۔ ف یعنی جیسے اسفنج پانی کو چوس لیتا ہے اسی طرح انکے خالی دلوں نے بچھڑے
کی محبت چوس لی تھی کیونکہ کفر کی شامت سے انکے دل نے نور توحید نہیں لیا اور بجائے اسکے بچھڑے کی محبت بیٹھ گئی اور واضح ہو کہ
یہ حرکات ان یہودیوں کے باپ دادوں نے کئے جو اسوقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے سے انکار کرتے تھے اور
اپنے باپ دادوں کی تقلید پر راضی ہو کر کہتے تھے کہ ہم توریت ہی پر چلینگے اور اپنے باپ دادوں کے قدم بقدم چلے جاوینگے پس اللہ تعالیٰ نے انکے
باپ دادوں کے کفر یاد دلائے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُم بِهِ إِيمَانُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ - تو کہہ
کہ بہت برا تمہارا ایمان جس چیز کے ساتھ تمکو حکم دیتا ہے وہ بہت بری ہے اگر تم مؤمنین ہو۔ ف شیخ ابن کثیر نے لکھا یعنی جو ایمان تم لائے ہو وہ زمانہ
قدیم میں تمہارے باپ دادوں کو اور زمانہ حال میں تم لوگوں کو یہی حکم دیتا ہے کہ تم آیات الٰہی سے کفر کرو اور انبیا علیہم السلام سے مخالفت کرو
پس یہی بڑا کفر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور قرآن کو حق نہ جانا پس ایسا ایمان ہے کہ تم ... شیخ سیوطی نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تشنیع فرمائی
کہ تم اپنے زعم میں توریت پر ایمان لائے ہو تو کیسا ایمان ہے کہ گوسالہ کی محبت اور آیات الٰہی سے انکار و قتل انبیا علیہم السلام کا حکم دیتا ہے یعنی یہ
لوگ مؤمن نہیں تھے کیونکہ ایمان مقتضی نہیں کہ کوئی شخص گوسالہ پوجے یا انبیا علیہم السلام کو قتل کرے پس حاصل یہ ہوا کہ جس طرح تمہارے
باپ دادے توریت پر ایمان کا دعوی کرکے ماننے سے انکار کرتے تھے اور انبیا علیہم السلام کو قتل کرتے اور بچھڑا پوجتے تھے کہ ہرگز مؤمن نہ تھے
اسیطرح تم لوگ بھی توریت پر ہرگز ایمان نہیں لائے ہو کیونکہ اگر تم لوگ توریت پر ایمان لاتے حالانکہ توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
ایمان لانا فرض کیا گیا ہے تو وہ ہرگز مقتضی نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن سے کفر کرو پس تم محض جھوٹے ہو اور تمہارے دل میں
کچھ ایمان نہیں ہے سوا کفر کے جو کہ تمکو ان باتوں کا حکم کرتا ہے۔ اور اسی کفر کے آثار میں سے یہ تھا کہ دار الآخرت و جنت کو خالص یہودیوں کے
واسطے قرار دیتے اور انہیں کی دیکھا دیکھی پھر ان کے نصرانیوں نے بھی یہی دعوی کرنا شروع کیا کیونکہ ان دونوں فرقوں میں باہم جو جھگڑے
چلا کرتی تھیں چنانچہ جب یہودی کوئی ایسی بات کہتے جس سے اپنا فخر نکلے تو نصرانی بھی اسی کے مانند کہنے لگتے تھے جیسے یہ قول کہ سوائے یہود
کے جنت میں کوئی نہیں جائیگا تو نصرانی کہنے لگے کہ سوائے نصاریٰ کے کوئی جنت میں نہیں جائیگا اور جب نصرانیوں نے اپنے بہتان
سے کفر نکالا کہ مسیح ابن اللہ ہے تو یہودیوں نے اپنے بہتان سے یہی نکالا کہ عزیر ابن اللہ ہے اور انکے سب اور سب دلوں کو کچھ خوف نہ آیا کہ خدائے باری جل شانہ
کی شان عظمت و کبریائی میں کس طرح بے تمیزی و کفر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان مکار جھوٹوں کی آزمائش کے واسطے نہایت خوب کلام پاک فرمایا

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ
تو کہہ اگر تمکو ملنا ہے گھر آخرت کا اللہ کے یہان الگ سوائے اور لوگون کے تو تم مرنے کی آرزو کرو
إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝
اگر سچ کہتے ہو اور یہ آرزو کبھی نہ کرینگے جس واسطے آگے بھیج چکے ہین ہاتھ اُنکے اور اللہ خوب جانتا ہے گنہگارون کو
وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ
اور تو دیکھے اُنکو سب لوگون سے زیادہ حرص جینے کی اور شریک پکڑنے والون سے بھی ایک ایک چاہتا ہے
لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُّعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ
کہ عمر پاوے ہزار برس اور کچھ اسکو سرکا نہ دیگا عذاب سے اتنا جینا اور اللہ دیکھتا ہے
بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۱۱
جو کرتے ہین

محمد بن اسحٰق نے بالاسناد حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب بے ایمان قوم یہود نے اللہ تعالیٰ پر کذب و افترا باندھا کہ بعد توریت موسیٰ علیہ السلام سے جنت خالص یہودیون کے واسطے ہے اور دوسرون کے واسطے نہین ہے تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کہدے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے یہان خالص تمھارے ہی واسطے دار الآخرت ہے بدون دوسرے لوگون کے تو تم لوگ موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو فـ کیونکہ جسکے واسطے دار الآخرت جنت ہو اور اُسکی نعمتین بے مثل بے مثال ہین اور اُسکی راحت و عیش ابدی پائدار ہے تو جس شخص کے واسطے وہ قطعی خالص ہو وہ قطعاً اُسکی تمنا کریگا اور اس سے مقصود یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مدعیون سے کہین کہ تم اپنے دعوے کے موافق دعا کرو اور مین بھی تمھاری موت کے واسطے دعا کرون اگر تم اپنے دعوے مین سچے ہو تو اس پر راضی ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے معجزہ قرار دیکر اپنے علم غیب سے یہودیون کا انکار بھی بتلا دیا بقولہ تعالیٰ۔ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ۔ اور کبھی ہرگز موت کی تمنا نہین کرینگے بوجہ اُن بدکاریون کے جو اُنکے ہاتھون نے پہلے ہی بھیجائی ہین۔ فـ یعنی جو کفر و بدکاریان تحریف توریت و قتل انبیا و کفر بقرآن و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ اُنسے وارد ہین اور صریح انکے ہاتھون سرزد ہو چکے ہین جو اُنکے حق مین موجب جہنم ہین اُنکی وجہ سے یہ لوگ کبھی موت کی تمنا نہین کرینگے اور یہی ہوا چنانچہ ابن عباسؓ نے بیان فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیون کو فرمایا کہ تم موت کے واسطے دعا کرو کہ فریقین مین جو شخص جھوٹا ہو اُس پر آئے ہو تو یہودیون نے مہلت مانگی کہ اے ابو القاسم تامل فرمائیے کہ ہم اپنے کام مین غور کرلین پھر آپسمین کہا کہ تم لوگ خوب جانتے ہو کہ یہ شخص پیغمبر ہے پس جمع ہو کر آئے اور اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہمارے واسطے ہمارا دین اور آپکے واسطے آپکا دین ہے ابن عباسؓ نے کہا کہ اگر یہودی اسکی تمنا کرتے تو روئے زمین پر کوئی یہودی باقی نہ رہتا بلکہ مرجاتا انتہیٰ اسکے بھی ابن عباسؓ سے روایت کی کہ تمنا سے موت یہی مراد ہے کہ موت کی دعا مانگو (ابن اسحٰق) عبد الرزاق نے بھی ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اگر یہود تمنائے موت کرتے تو سب مرجاتے اور ابن ابی حاتم نے بھی معنی حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اسانید صحیح ہین اور ابن جریرؒ اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر یہودی تمنا موت کرتے تو سب مرجاتے اور جہنم مین اپنے اپنے ٹھکانے دیکھ لیتے اور اس حدیث کو امام احمدؒ نے بھی مسند مین روایت کیا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ آیت کی یہی تفسیر ہے کہ یہودیون سے بطور مباہلہ کہا گیا تھا کہ آؤ بددعا کرو کہ تم مین اور اہل اسلام مین جو کوئی جھوٹا ہو وہ مرجاوے اور یہی

حضرت قتادہ وابوالعالیہ وربیع بن انسؓ سے مروی ہیں مترجم کہتا ہے کہ اسکے ساتھ جب یہودیوں نے پہلے یہ کہدیا کہ ہمکو قطعی یقین ہے کہ دار الآخرت
خالص تمہارے ہی واسطے ہے اور تم اسکو توریت میں سے اپنا ایمان بیان کرتے ہو پس اگر تمکو ایمان ہے تو تم موت کی تمنا کرو ورنہ جھوٹے ہو
پس یہ یہود کے سب بے ایمان ہونے کے واسطے بالکل صریح ہوگیا اور سورۂ جمعہ میں بقولہ تعالیٰ قل یا ایہا الذین ہادوا ان زعمتم انکم اولیاء للّٰہ
من دون الناس فتمنوا الموت الآیۃ بہت صریح بیان فرمایا ہے کہ جب یہودیوں نے باوجود دعوی ایمان کے اس سے انکار کیا تو صریح ثابت ہوگیا
کہ جس امر کی نسبت ایمان و یقین کا دعویٰ کرتے ہیں درحقیقت اسکا یقین نہیں رکھتے ہیں لہذا فرمایا۔ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ
اور اللہ تعالیٰ تو ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ ف ظالم وہ ہے جسنے اپنے نفس پر ظلم کیا مترجم کہتا ہے کہ نفس پر ظلم دو طرح پر ہوتا ہے ایک بنظر آخرت اور
دوم بنظر دنیا پس بنظر آخرت ظلم یہ ہے کہ نفس کو جنت و رضاے الٰہی سے محروم کرے یا اسکو عذاب جہنم کے واسطے پیش کرے پس اگر جنت سے
محروم کیا تو وہ اس طرح ہے کہ شرک و کفر اختیار کرے اسیواسطے فرمایا بقولہ تعالیٰ ان الشرک لظلم عظیم کیونکہ مشرک کافر ہوکر جنت اور رضاے الٰہی سے
بالکل محروم ہوجاتا ہے اور اگر اسنے شرک نہ کیا بلکہ گناہوں میں مبتلا ہوا تو دو حال سے خالی نہیں یا اسنے توبہ کرلی ورنہ توبہ قبول ہوئی تو جس وقت
تک اسنے فسق و فجور میں عمر گنوائی یہ زمانہ رائگان گیا تو نفس پر ایک قسم کا ظلم ہوا باوجود اس خوف کے کہ شاید توبہ قبول نہو کیونکہ توبہ تو ہر شخص
کی قبول ہوتی ہے لیکن اسکے شرائط و دلی ندامت ضرور ہے اور اگر معاذ اللہ اسکی توبہ قبول نہوئی تو ایمان کے ساتھ آخرت میں شفاعت و عفو
کی امید ہے جیسے بدون توبہ کے مرجانے کی صورت میں ہے پھر اگر تقدیر الٰہی سے اسکو شفاعت نصیب نہوئی تو بقدر گناہ کے جہنم میں رہیگا
تاکہ اس گناہ سے پاک ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اہل جہنم نہیں رکھا بلکہ اہل جنت قرار دیا الحاصل یہودیوں کے حق میں ظلم عظیم یعنے
کفر ہے کہ انہوں نے اپنے نفس پر ظلم عظیم کیا کہ اسکو دائمی جہنمی کردیا۔ ھ امام ابن جریرؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو معجزۂ واضحہ کے ساتھ مدینہ کے یہودیوں پر غلبہ تامہ عطا فرمایا اور انکے احبار و علماء کو صریح فضیحت کیا جس سے عوام عرب انکے دام مکر و فریب
سے چھوٹ گئے جیسے نصاریٰ کے ایک فریق اہل نجران کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں دروغ بکتے تھے اسیطرح فضیحت فرمایا چنانچہ
آئندہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اسکی صورت یہ ہوئی کہ فریق یہود کو حکم دیا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو کیونکہ اس سے تمہارا کچھ ضرر نہیں ہے
اسواسطے کہ جب تم اس دعویٰ میں سچے ہو کہ توریت پر تمہارا ایمان کامل ہے اور دار الآخرت و قرب منزلت و رضوان جنت سواے ہم لوگوں کے
فقط تمہارے ہی واسطے خاص ہے تو تمناے موت سے تمہارا صدق ظاہر ہوجائیگا کہ تمکو اللہ تعالیٰ بے مثال عیش عطا فرماویگا اور اگر تمنے
اس امر سے انکار کیا تو لوگوں کو بخوبی ظاہر ہوجائیگا کہ تم لوگ جھوٹے ہو اور ہم سمجھتے ہیں کہ تمہاری تمنا کے وقت سے تم پر موت ٹوٹ پڑیگی لیکن
یہودیوں نے اس سے قطعی انکار کیا کیونکہ وہ لوگ خوب جانتے تھے کہ خود جھوٹے و مفتری ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب پہچانتے تھے باوجود
انکار کرتے ہیں اور بعہد توریت چھوڑکر توریت میں آپکے جو فضائل کاملہ موجود ہیں انکو چھپاتے ہیں اور غضب الٰہی کا اثر ان پر طاری ہے کہ موت سے گھبراتے
ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ کے انکی باطنی حالت سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ
وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا۔ اور بیشک تو ان یہودیوں کو زندگانی دنیا پر سب لوگوں سے زیادہ حریص دیکھیگا اور ان لوگوں
سے بھی زیادہ جو مشرک بنے ہیں۔ ف مشرکوں سے مراد عرب کے بت پرست و عجم کے مجوس و ہنود وہیں ذکرہ ابن ابی حاتم والحاکم
کیونکہ بت پرستوں کے نزدیک دار الآخرت و قیامت کوئی چیز نہیں ہے تو وہ زندگانی دنیا ہی کو بہت غنیمت سمجھتے ہیں اور اسکے قریب مجوسیوں
کی کیفیت ہے مگر باوجود اسکے انکے دل میں مرنے کے بعد عذاب کا ڈر نہیں ہے بخلاف یہودیوں کے جیسے منافقوں کے کہ انکو بعد مرنے کے الٰہی

بداعمالیون سے عذاب کا سخت دغدغہ ہے اسیواسطے یہ لوگ تمنا کرتے ہین کہ جب تک جیتے رہین بہت غنیمت ہے کہ عذاب سے بچین کیونکہ کافر کے
واسطے دنیا جنت ہے۔ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۔ انمین سے ہر کوئی چاہتا ہے کہ کاش وہ ہزار برس عمر دیا جاتا
ف حسن بصریؒ نے فرمایا کہ منافقون مین سے ہر ایک یہ تمنا کرتا ہے کہ ہزار برس زندہ رہتا دیگر علماء نے فرمایا یعنی یہودیون مین ہر ایک کو
ہزار برس عمر کی تمنا ہے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی سیاق اظہر ہے اور حضرت ابن عباسؓ و مجاہد و سعید بن جبیر و ابو العالیہ نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ ان مشرکون
یعنی بت پرستون و مجوس مین سے ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش وہ ہزار برس عمر پاوے ابن عباسؓ نے کہا کہ مراد درازی عمر ہے جیسے مجوس فارسی بولتا ہے کہ کاش
وہ ہزار سال زیم مجاہدؒ نے فرمایا کہ بدکاریون نے انکو دنیا کی زندگی کا لالچ دلایا مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین معنی یہ ہونگے کہ بت پرست و کفار ہزار برس
کی زندگی کا لالچ کرتے ہین تو یہودی و منافق ان سے بھی زیادہ زندگی کا حریص ہے کیونکہ اسکو عذاب کا بھی دغدغہ ہے تو چاہتا ہے کہ جب تک زندہ رہے
غنیمت ہے کہ عذاب سے چھوٹا رہے وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۔ حالانکہ نہین ہے وہ کہ دور کرنیوالا ہو اسکو عذاب سے
عمر دراز دیا جانا ف ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابو العالیہ نے فرمایا یعنے عمر دراز دیا جانا اسکو عذاب سے چھڑانے والا نہین ہے عبد الرحمن بن زید نے کہا
یعنے اگر اسکو ابلیس کی طرح عمر طویل دیجاوے تو بھی اسکو کیا فائدہ ہوگا جبکہ وہ کافر ہے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہودیون کو بت پرستون سے بھی زیادہ
زندگی کی ہوس اسوجہ سے تھی کہ بت پرست تو اپنے اعتقاد کفر مین حشر و قیامت کا یقین ہی نہین رکھتا تھا تو وہ عمر کو صرف دنیا کی لذت کیواسطے
پسند کرتا تھا اور موت کے بعد عذاب سے نہین ڈرتا تھا بخلاف یہودی کے کہ اسکو اپنی بدکاریون کی وجہ سے عذاب کا خوف ہے تو وہ بت پرستون
سے بھی زیادہ زندگی پر حریص ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۔ اور اللہ خوب دیکھتا ہے جو یہ کرتے ہین۔ ف پس انکی
بداعمالیون کی سزا قطعی پہونچنے والی ہے (مسئلہ) موت کی تمنا کرنا۔ جواب محققین کے نزدیک اگر دنیا کی محنت و مشقت یا مصیبت
کے جزع و فزع سے موت کی تمنا کرے تو ممنوع ہے اسیواسطے حدیث مین موت کی تمنا سے منع فرمایا کہ تم مین کوئی موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ
اگر بدکار ہے تو شاید اسکو توبہ و اعمال صالحہ کی توفیق حاصل ہو اور اگر نیکوکار ہے تو امید ہے کہ اسکی نیکیان بڑھین (الصحیح) محققین نے کہا کہ
اگر شوق آخرت مین موت کی خواہش کرے یا حفاظت ایمان کے واسطے آرزو کرے تاکہ جو نعمت ایمان اسکو بالفعل حاصل ہے اسکو سلامت
لیجاوے ایسا نہو کہ آیندہ کسی فتنہ مین مبتلا ہو تو یہ ممنوع نہین ہے چنانچہ دعاے یوسف علیہ السلام مین فرمایا۔ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ الآیۃ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب وفات کی حدیث مین ہے۔ اللهم الرفيق الاعلى (الصحیحین) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب
مبارک کی حدیث مین منجملہ دعا کے یہ کلام ہے۔ واذا اردت بعبادك الفتنة فاقبضني اليك غير مفتون یعنے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی خواب مین جو دعا تعلیم فرمائی اسمین ہے الٰہی جب تو اپنے بندون کو فتنہ مین ڈالنے کا ارادہ فرمائے تو مجھے
بغیر ابتلاء فتنہ کے اپنے پاس مقبوض فرمائیو" (الترمذی واحمد باسناد حسن صحیح) اور امام ابو اسمٰعیل الازدی نے باسانید صحیحہ حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ و ایک جماعت صحابہؓ سے روایت کیا کہ نصاری شام و مجوسیان فارس کو فرمایا کہ تمپر جہاد کرنے ایسی قوم آئی ہے جس قدر تمکو دنیاوی
زندگی محبوب ہے اس سے بڑھکر انکو موت محبوب ہے (فتوح الشام) اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفت مین فرمایا فمنهم من قضى نحبه ومنهم
من ينتظر وما بدلوا تبديلا الآیۃ۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ باغیان خوارج کے مقابلہ مین بنفس خود کے دونون صفون کے درمیان
قتال نہ ہوتے تھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ تو لڑنے والون کی وضع نہین ہے تو فرمایا اے فرزند تیرے باپ کو یہ پرواہ
نہین کہ تیرا باپ موت پر جا گرا یا موت اسپر آ پڑی اور جس صبح کو آپنے ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے شہادت پائی اس رات کو بار بار نکلتے اور دیکھتے (۱۶۱

تھے کہ صبح ہوئی اور یہ کمال اشتیاق ہے۔ حذیفہؓ نے موت کے وقت کہا حبیب جاء علی فاقۃ لا افلح من ندم یعنی عین آرزو
کے وقت حبیب آیا جو اُسپر نادم ہوا اُسکا بھلا نہو۔ مترجم کہتا ہے کہ امام ابو اسمٰعیل نے اسیکے مثل حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا و اسنادہ صحیح
اور جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے تھے الآن الاقی الاحبۃ محمدا و حزبہ اب وہ وقت آیا کہ میں اپنے محبوبوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور
آپ کے یاروں سے ملونگا چنانچہ شہید ہوگئے رضی اللہ عنہ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کا موت کی دعا کرنا اور انتقال فرمانا مشہور ہے
اور اکابر رضی اللہ عنہم سے اشتیاق آخرت و تمناے موت کی روایات بکثرت ہیں اور کیوں نہو کہ دنیا دار فانی و مقام حجاب ظلمانی ہے کہ
وہ مومن کے واسطے قیدخانہ ہے پس رحمت و مغفرت الٰہی کے ساتھ موت نہایت محبوب ہے ان ربی غفور رحیم۔ (مسئلہ) جب حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے دیدار باری تعالیٰ کی درخواست کی تو حکم آیا کہ۔ لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ یعنے تو
مجھے نہیں دیکھیگا ولیکن پہاڑ کی طرف دیکھ پھر اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھیگا پس یہ آیت خود دلیل ہے کہ دیکھنا مانند شریک
باری تعالیٰ کے محال نہیں تھا اگرچہ اسوقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسکا تحمل ممکن نہ تھا کیونکہ جسم فانی میں اس تحمل کی طاقت نہیں ہے چنانچہ سورۂ
اعراف میں انشاء اللہ تعالیٰ بکثرت دلائل آوینگے اور یہاں مقصود بیان یہ ہے کہ سواے اہل السنۃ کے باقی فرق اسلامیہ نے دیدار باری تعالیٰ محال
سمجھکر استدلال کیا کہ۔ لن ترانی۔ میں کلمہ لن جو نفی دائمی ہوتا ہے وارد ہوا تو یہ دلیل ہے کہ کبھی نہیں دیکھ سکتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ لن تو اس حیات
کی نفی دائمی ہے دلیل آنکہ اس آیت میں یہودیوں کو فرمایا کہ۔ لن یتمنوہ ابدا بما قدمت ایدیہم۔ یعنے ہرگز موت کی تمنا نہیں کرینگے بلکہ کلمہ ابدا
سے تاکید بھی مذکور ہے کہ ہرگز کبھی تمنا نہیں کرینگے حالانکہ یہ نفی فقط اسی دنیا تک دائمی ہے کیونکہ جہنم میں موت کی تمنا کرنا صریح منصوص ہے
چنانچہ فرمایا۔ یالیتہا کانت القاضیۃ ای کاش موت آجاتی۔ اور فرمایا۔ یا مالک لیقض علینا ربک۔ یعنے جہنم کے خازن سے جسکا نام مالک ہے
درخواست کرینگے کہ اے مالک تم دعا کرو کہ تمہارا پروردگار ہمکو موت دیدے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ لن کی نفی سے یہ مراد نہیں ہوتی ہے
کہ علم الٰہی و آخرت تک نفی ہے بلکہ دوام دہر جو محدود ہوا اُسکی دائمی نفی ہوتی ہے حتی کہ یہود کی تمنا دائمی حیات دنیا تک منفی ہے اور یہ بحث
سورۂ اعراف میں انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ توضیح کے ساتھ آویگی (ف) بعض اشارات اس آیت میں ہے قولہ تعالیٰ۔ ولتجدنہم احرص الناس علی
حیوۃ۔ جب قلب پر غفلت و شہوت کا پردہ ڈھک جاتا ہے تو اُسکی ترقی صرف مادیات تک رہتی ہے اور مادیات کا تلذذ اسی جسم تک ہے لہذا
بقاے جسم کی حرص زیادہ ہوجاتی ہے اسیواسطے بوڑھے آدمی کی بدانجامی کے آثار میں سے حدیث شریف میں آیا کہ بوڑھاپے میں اُسکو زندگی اور مال کی
حرص بڑھ جاتی ہے شیخ محمد بن الفضیل نے فرمایا کہ جمیع اہل شرک و کفر زندگی دنیا پر حریص ہوتے ہیں اور یہود منافق ہوے ان سب سے زیادہ حریص
تھے پس مومنین کا حال نسے مخالف ہونا چاہیے یعنے لقاے الٰہی و دوست کا مشتاق ہو تا کہ غیب کا کشف و ظہور ہو اور مقام انس تک رسائی ملے اور وحشت
کا پردہ دور ہو اور حدیث میں ہے من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ اور جب حضرت بلالؓ کی موت کا وقت ہوا تو اُنکی بیوی نے کہا کہ واحزناہ
یہ جدائی بڑی مصیبت و غم کا سامنا ہے حضرت بلالؓ نے کہا کہ اری چپ چپ۔ واطرباہ بلقاء الاحبۃ۔ اب بڑی خوشی کا وقت ہے کہ اپنے محبوبوں سے
ملاقات نصیب ہوگی واضح ہو کہ موت کے وقت جان نکلنا ایک تکلیف شدید ہے لیکن اہل شوق کو یہ کلفت آسان ہوجاتی ہے اور اسیواسطے
اہل ایمان میں سے بہت پاکیزہ لوگوں پر سختی کی جاتی ہے کہ بالکل پاک و مطہر جاویں اور یہ سختی بالکل کفارہ ہوجاوے اور چونکہ عالم سکرات اشد ہے
اسی واسطے حدیث میں دعا آئی ہے کہ الٰہی سکرات کے وقت اعانت فرما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے کہ اے لوگو اگر خدا کی راہ میں شہید نہو تو بستر پر مروگے
اور قسم اُس پاک کی جسکے قبضہ میں ابن ابی طالب کی جان ہے کہ سر پر ہزار تلواریں کھانا مجھے بستر پر جان دینے سے آسان ہے شیخ واسطی نے کہا کہ

عالم سے بیداری ہو تو جو شخص اس بیداری سے محجوب ہے وہ اپنے مردہ ہونے کی خرابی سے آگاہ نہوا اور بیمردگی کی خرابی تیرے دل مین کیا اثر کریگی
جبکہ تو موت سے ڈرتا ہے بعض محققین نے کہا کہ حیات دنیا ایک گران خواب ہے کہ جب مرکر بیدار ہوگا تو خواب مین بدکاری کی تاویل بہت پشیمانی ہے نعوذ
باللہ من ذلک مترجم کہتا ہے کہ جب افعال قبیحہ کی شامت سے قلب پر غلاف ہوجاتا ہے تو ملک آخرت و نعمت حقیقی کی لذت موہوم ہوجاتی ہے
اور کدورت جسمیت غالب ہوکر دنیا کی چاہت بڑھجاتی ہے اسیواسطے عالم دنیا و اسکی مکدرات اور شیطان و اسکے ہوسات و ذریات سے
مانوس ہوجاتا ہے اور انبیاء و صالحین و آخرت و ملائکہ مقربین سے انکار و عداوت پیدا ہوجاتی ہے کیونکہ کدورات و نورانیات مین ضدیت ہے اسیواسطے
خبیث یہودیون نے حضرت جبرئیل سے عداوت پیدا کرلی اور اللہ تعالی نے اسکے عوض یہودیون کو دشمن بنایا چنانچہ فرمایا۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

تو کہہ جو کوئی ہوگا دشمن جبرئیل کا سو اُسنے تو اُتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے سچ بتاتا اُس کلام کو جو اُسکے آگے ہے

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ

اور راہ دکھاتا اور خوشی سناتا ایمان والون کو۔ جو کوئی ہوگا دشمن اللہ کا اور اُسکے فرشتون کا اور رسولون کا اور جبرئیلؑ

وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝

اور میکائیلؑ کا تو اللہ دشمن ہے اُن کافرون کا

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام ابن جریرؒ نے فرمایا کہ علماء تفسیر متفق ہین کہ یہ آیت یہودیون کے رد مین نازل ہوئی ہے جبکہ اُنہون نے
یہ کہا تھا کہ جبرئیلؑ ہمارا دشمن ہے اور میکائیلؑ ہمارا دوست ہے یہ خصوص سبب مین البتہ روایتین مختلف ہین بعض نے کہا کہ یہودیون نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے آپکی نبوت کے بارہ مین جھگڑا کیا تھا چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہودیون مین سے ایک گروہ نے حاضر ہوکر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپسے چند سوال کرنا چاہتے ہین جنکو سوائے پیغمبر کے کوئی نہین جانتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جو کچھ تمھارا جی چاہے مجھسے پوچھو ولیکن میرے واسطے وہ عہد دو جو حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد سے لیا تھا کہ اگر مین تم سے ٹھیک بتلاؤن
اور تم اُسکو پہچان لو تو مسلمان ہوجانے مین میری متابعت کروگے پس کہنے لگے کہ بیشک ہم آپکے واسطے یہ عہد دیتے ہین پس آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا پوچھو تو کہنے لگے کہ ہم چار باتین پوچھتے ہین اول یہ فرمائیے کہ اسرائیل نے نزول توراۃ کے زمانہ سے پہلے کس چیز کو
اپنے اوپر حرام کیا تھا اور دوم یہ فرمائیے کہ عورت و مرد کی منی کیونکر ہوتی ہے اور اُس سے لڑکا یا لڑکی کیونکر پیدا ہوتی ہے سوم یہ فرمائیے کہ توریت
مین جو نبی امی کی صفت مذکور ہے وہ کیا صفات ہین اور یہ فرمائیے کہ ملائکہ مین کون اُسکا ولی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے اللہ تعالی کا
عہد لیا کہ آگاہ کرنے پر وہ لوگ متابعت کرینگے پس اُنھون نے عہد و میثاق دیا تو آپنے فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالی ہی کی قسم دلاتا ہون جسنے موسیؑ پر توریت
نازل فرمائی تم جانتے ہو کہ یعقوب اسرائیل کو ایک مرض شدید لاحق ہوا اور یہ بیماری دراز ہوئی پس اُنھون نے اللہ تعالی کے واسطے نذر کی
کہ اگر اللہ تعالی اُنکو اس مرض سے صحت عطا فرماوے تو وہ ایسا کھانا و پینا جو اُنکو زیادہ مرغوب ہے اللہ تعالی کے واسطے چھوڑ دینگے اور وہ اونٹ کا
گوشت اپنے کھانے مین زیادہ محبوب رکھتے اور اونٹ کا دودھ پینے مین زیادہ مرغوب رکھتے تھے پس کہنے لگے کہ واللہ ٹھیک فرمایا پس
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر اُٹھاکر فرمایا کہ الٰہی تو اُنپر گواہ رہیو پھر آپنے فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالی ہی کی قسم دلاتا ہون جسکے
سوا کوئی اور معبود نہین ہے جسنے موسیؑ پر توریت نازل فرمائی بھلا تم جانتے ہو کہ مرد کا پانی گاڑھا سفید ہے اور عورت کا پانی رقیق زرد ہے

پس ان دونوں میں سے جو پانی بحکم الٰہی عزوجل اوپر رہجاتا ہے بچہ اُسکے مشابہ اور وہی ہوتا ہے یعنے اگر مرد کی منی عورت کی منی کے اوپر ہوجاتی ہے
تو بحکم الٰہی عزوجل بچہ نر ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی مرد کی منی کے اوپر ہوجاتی ہے تو بحکم الٰہی وہ بچہ مادہ ہوجاتا ہے اور اُسیکے مشابہ ہوتا ہے جسکا غلبہ ہو کہنے لگے
کہ واللہ سچ فرمایا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی تو گواہ رہیو اور فرمایا کہ میں تمکو اللہ تعالیٰ ہی کی قسم دلاتا ہوں جسنے موسیٰ پر توریت
نازل فرمائی بھلا تم جانتے ہو کہ یہ نبی امی جو توریت میں مذکور ہے اُسکی یہ صفت ہے کہ اُسکی آنکھیں سوئینگی و دل اُسکا نہیں سوئیگا کہنے لگے کہ واللہ
سچ فرمایا پھر کہنے لگے کہ اب آپ یہ فرمائیے کہ ملائکہ میں سے آپکا ولی کون ہے بس یہی بات ہے یا تو ہم لوگ آپ سے متفق ہوجائینگے یا جدا ہوجائینگے
پس آپ نے فرمایا کہ میرا ولی جبرئیل ہے اور اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر کہ جبرئیل ہی اُسکا ولی رہا تو کہنے لگے کہ اب ہم ضرور آپ سے
جدا ہونگے اور اگر ملائکہ میں سے سوائے جبرئیل کے اور کوئی آپکا ولی ہوتا تو ہم آپکی تصدیق کرتے اور آپکے تابع ہوتے پس آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم جبرئیل کی تصدیق کیوں نہیں کرتے ہو تو کہنے لگے کہ جبرئیل ہمارا دشمن ہے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا قُلْ
مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ۔ کہدے کہ جو شخص جبرئیل کے واسطے دشمن ہو۔ ف تو وہ اپنی عداوت میں جل مرے اور جبرئیل کا
کچھ نقصان نہیں ہے۔ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ۔ کہ جبرئیل نے اس قرآن کو تیرے قلب پر بحکم الٰہی اتارا
ف کچھ اپنی طرف سے نہیں اُتارا تو یہ کلام الٰہی ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ۔ درحالیکہ یہ قرآن اُس کلام کی تصدیق
کرنے والا ہے جو اُسکے سامنے موجود ہے۔ ف یعنے اگلی کتابوں توریت و انجیل کی تصدیق کرتا ہے وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ
اور درحالیکہ وہ مومنوں کے واسطے ہدایت و بشارت ہے۔ ف یعنے گمراہی سے ہدایت کرنیوالا اور جنت کی بشارت دینے والا ہے کیونکہ
اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ کی راہ ایسے طور پر رکھی ہے کہ کوئی شخص اپنی سمجھ سے یہ بات نہیں کہ جنت کی راہ دریافت کرسکے بلکہ جدا
جدا بھٹکتا رہیگا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا تاکہ بھٹکنے سے بچکر ٹھیک راہ پر چل سکے کیونکہ حدیث میں ہے کہ جنت ایسی چیزوں سے
گھری ہوئی ہے جو نفس پر شاق ہیں اور جہنم ایسی چیزوں سے گھری ہوئی ہے جو نفس کی خواہش ہیں پس اگر نفس کی سمجھ پر چھوڑا جاوے
تو وہ خواہ مخواہ ایسی ہی چیزوں میں گھسیگا جو اُسکو مرغوب ہیں حالانکہ وہ جہنم تک پہونچادینگی تو قرآن مجید واسطے ہدایت کے بھیجا تاکہ بھٹکنے
سے بچا دیں پس جسنے اسکی پیروی کی تو اُسکو مبارکباد ہے کہ وہ خواہش کو چھوڑکر عقل کی راہ پر آیا جسکی انتہا جنت ہے تو اُسکو بشارت
حاصل ہوئی چاہیے کافروں کو جو نہیں مانتے ہیں یہود وغیرہ کے اُنکو وعید عذاب ہے اور یہودیوں [illegible] جبرئیل علیہ السلام کی عداوت
واقع ہوئی اسمیں جبرئیل ہی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کا دشمن ہو
ف بایں طور کہ خالق عزوجل سے انکار کرے جیسے فرقہ دہریہ و نیچریہ وغیرہ ہیں یا اللہ تعالیٰ کے صفات و تقدیر وغیرہ کا انکار کرے۔ وَمَلَائِكَتِهِ
اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ملائکہ کا دشمن ہو۔ وَرُسُلِهِ۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کا دشمن ہو۔ ف خواہ وہ رسول سابق ہوں
یا بالفعل ہوں۔ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ۔ اور جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہو۔ ف یعنے یہودی تخصیص کرتے تھے غرض کہ
جو ان کا دشمن ہو وہ کافر ہے۔ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ۔ تو اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے۔ ف پس انکو سزا دے جہنم میں ڈالیگا
اس حدیث ابن عباسؓ کو جسمیں مناظرہ یہودیوں کا سبب مذکور ہے ابن جریر و امام احمد و محمد بن اسحٰق نے روایت کیا اور ابن اسحٰق کی روایت
میں اسقدر زیادہ ہے کہ پھر یہودیوں نے کہا کہ آپ ہمکو روح سے آگاہ فرمائیے، مترجم کہتا ہے یعنے روح القدس کو پوچھا تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمکو اللہ تعالیٰ اور اُسکے انعامات کی جو بنی اسرائیل پر کیے ہیں قسم دلاتا ہوں کہ بھلا تم جانتے ہو کہ وہ

جبرئیل ہے اور وہی میرے پاس وحی لاتا ہے تو کہنے لگے کہ ہاں واللہ یہ تو ٹھیک ہے مگر وہ ہمارا دشمن ہے کہ وہی ہمیشہ قحط و خونریزی لایا اور اگر یہ ہوتا تو ہم آپکی پیروی کر لیتے پس اللہ تعالی نے یہ آیات نازل فرمائیں قل من کان عدوا لجبریل الآیۃ ۔ ھ ۔ اور امام احمد نے دوسری اسناد کے ساتھ بطریق سعید بن جبیر روایت کی جسمیں یہ تصریح ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو عرق النسا کی بیماری تھی تو انھوں نے اونٹ کا گوشت اور اسکا دودھ اپنے مناسب پاکر اپنے اوپر حرام کر لیا اور یہ بھی مذکور ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ جبرئیل وحی لاتے ہیں تو کہنے لگے کہ یہی لڑائی وقتال وقحط وعذاب لاتا ہے اور اگر میکائیل ہوتا تو البتہ ہم ایمان لاتے کہ وہ باران رحمت وفراخی وپیداوار لاتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی (رواہ الترمذی والنسائی) اور اسکے مانند کہ یہود نے کہا جبرئیل ہمارا دشمن ہے حضرت مجاہد وقاسم وغیرہ سے مروی ہے اور امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور عبد اللہ بن سلام نے آپکے آنے کی خبر سنی اور اسوقت وہ اپنی زمین میں کام کر رہے تھے وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ سے تین باتیں پوچھتا ہوں جنکو سوائے پیغمبر کے کوئی نہیں جانتا ہے اول یہ کہ علامات قیامت میں سے اول کون ہے دوم اہل جنت کا اول طعام کیا ہوگا سوم کیا بات ہوتی ہے کہ بچہ اپنی ماں یا باپ پر پڑتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اسکا علم نہ تھا مگر ابھی ابھی جبرئیل نے مجھکو آگاہ کیا عبد اللہ نے کہا کہ کیا جبرئیل نے آپکو آگاہ کیا آپ نے فرمایا کہ ہاں تو عبد اللہ نے کہا کہ یہ تو ملائکہ میں یہودیوں کا دشمن ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات سنائیں ۔ قل من کان عدوا لجبریل الآیۃ ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامات میں سے پہلی علامت یہ ہے کہ ایک آگ پیدا ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کو ہانکے گی اور اہل جنت کا پہلا طعام جگر مچھلی کا زائدہ ہے اور جب مرد کی منی عورت کی منی سے سبقت کرتی ہے تو لڑکا مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی سبقت کرتی ہے تو اسکے مشابہ ہوتی ہے عبد اللہ نے کہا کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ پھر عبد اللہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہودی بہت مفتری قوم ہے اگر وہ لوگ میرے اسلام سے آگاہ ہو جائینگے تو مجھپر بہتان باندھینگے پس آپ پہلے دریافت کر لیں اتنے میں یہودی آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ عبد اللہ بن سلام تم میں کیسا شخص ہے کہنے لگے کہ وہ بہت بہتر ہے اور بہتر کی اولاد ہے اور ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہو جاوے تو کہنے لگے کہ اللہ تعالی اسکو اس سے محفوظ رکھے معاذ اللہ وہ کیوں مسلمان ہوگا پس عبد اللہ بن سلام اندر سے نکل آئے اور کہنے لگے کہ میں بیشک گواہی دیتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پس جب یہودیوں نے یہ سنا تو کہنے لگے کہ یہ ہم میں بدتر شخص ہے اور بدتر کی اولاد ہے اسکا کچھ اعتبار نہیں اور عیوب بیان کرنے لگے عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ میں اسی بات سے خوف کرتا تھا (رواہ البخاری ومسلم) ابن جریر نے کہا کہ ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ یہودیوں کے مناظرہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور دیگر علماء نے کہا کہ پہلے مناظرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دربارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تھا چنانچہ شعبی نے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں یہودیوں کے مدارس میں جاتا تھا اور تعجب کیا کرتا تھا اور مجھے اچھا معلوم ہوتا تھا کہ کس خوبی کیساتھ توریت تصدیق قرآن کرتی ہے اور قرآن تصدیق توریت کرتا ہے ایک روز ان یہودیوں نے مجھسے کہا کہ اے ابن الخطاب آپکے ساتھیوں میں آپسے زیادہ کوئی ہمکو محبوب نہیں ہے میں نے پوچھا کہ یہ کیوں تو کہنے لگے کہ آپ ہمارے پاس آتے ہیں اور دوسرے نہیں آتے ہیں میں نے کہا کہ میں آتا ہوں تو مجھکو نہایت خوش معلوم ہوتا ہے کہ توریت تصدیق قرآن کرتی ہے اور قرآن تصدیق توریت کرتا ہے اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر اس طرف سے ہوا تو یہود مجھسے کہنے لگے کہ اے ابن الخطاب یہ آپکے صاحب جاتے ہیں آپ انکے پاس جائیے پس میں نے ان یہودیوں سے کہا کہ میں تمکو اللہ عزوجل کی قسم دلاتا ہوں جسکے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور جسنے تمپر رعایت فرمائی اور جسنے تمسے توریت میں عہد لیا ہے بدالہم جانتے

ہوکہ یہ رسول اللہ ہین تو اُسکے جواب مین یہ لوگ خاموش ہو رہے پس ان لوگون مین جو سب سے بڑا عالم تھا اُسنے یہودیون سے کہا کہ ابن
الخطاب نے تمکو بہت سخت قسم دلائی ہے پس چاہیئے کہ کچھ اُنکو جواب دو تو کہنے لگے آپ ہی تمام ہم سب مین عالم و بزرگ ہین آپ ہی جواب دین
تو کہنے لگا کہ آپنے جب ہمکو ایسی سخت قسم دلائی تو ہم کہتے ہین کہ بیشک یہ رسول اللہ ہین تو مین نے کہا کہ جب تم جانتے ہو کہ وہ رسول اللہ ہین تو
اب تم برباد ہوئے کہنے لگا کہ ہم برباد نہونگے مین نے کہا کہ یہ کیون حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ رسول اللہ ہین پھر بھی پیروی و تصدیق نہین کرتے ہو ضرور تباہ ہوگے تو کہنے لگا
کہ ہم اسواسطے تباہ نہونگے کہ ملائکہ مین سے بعض ہمارے دوست ہین اور بعضے دشمن ہین اور آنحضرت کے ساتھ ملائکہ مین سے وہ فرشتہ ولی کیا گیا ہے جو ہمارا دشمن ہے تو مینے پوچھا کہ
تمہارا کون فرشتہ دشمن اور کون دوست ہے تو کہنے لگے کہ جبرئیل ہمارا دشمن ہے اور میکائیل ہمارا دوست ہے اور کہنے لگے کہ جبرئیل سخت دل فرشتہ ہے کہ وہ تنگی و تکلیف و عذاب
لاتا ہے اور میکائیل نرم دل فرشتہ ہے کہ وہ رحمت و فراخی و آسانی لاتا ہے تو مین نے کہا کہ پروردگار عزوجل کے نزدیک انکا مرتبہ کیا ہے کہنے لگے کہ ایک داہنی طرف ہے اور
دوسرا بائین طرف ہے تو مین نے کہا قسم اُس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہین ہے یہ دونون فرشتے مع اُس پاک عزوجل کے جسکے نزدیک ان دونون کا مرتبہ ہے
سب ہی تو اُسکے دشمن ہونگے جو انمین سے کسیکا دشمن ہو اور سب ہی تو اُسکے دوست ہونگے جو انکا دوست ہو اور جبرئیل سے ایسا نہین ہو سکتا کہ ایسے شخص کا
دوست ہے جو میکائیل کا دشمن ہو اور میکائیل سے یہ نہین ہو سکتا کہ ایسے شخص کا دوست ہے جو جبرئیل کا دشمن ہو یہ کہکر مین اُٹھا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے جا کر یہ حال بیان کرون پس جب مین آپکے پاس پہونچا تو آپ بنی فلان کے دروازہ سے باہر آتے تھے ایک آپنے مجھسے فرمایا کہ اے ابن
الخطاب ابھی چند آیات نازل ہوئین جو مین تجھکو سناؤن پس آپنے سنایا من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ الآیۃ پس مین
رونے لگا اور عرض کیا کہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون کہ مین تو آپکو خبر بیان کرنے آیا تھا حالانکہ مین دیکھتا ہون کہ حضرت سمیع بصیر عزوجل
نے پہلے ہی سے آپکو آگاہ فرمادیا۔ (وقد رواہ ابن ابی حاتم عن الشعبی ابن جریر و عبدالرزاق عن قتادۃ و آدم بن ابی ایاس عنہ وقد رواہ ابن ابی حاتم
وابن جریر عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن عمر بن الخطابؓ) امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسمین نکتہ یہ ہے کہ جو کوئی کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے تو اللہ تعالے اُس سے
دشمنی فرماتا ہے چنانچہ حدیث ابوہریرۃؓ مین آیا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جسنے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو اُسنے میرے ساتھ لڑائی کی مبارزت کی
(البخاری) چنانچہ جب یہودیون نے حضرت جبرئیل سے دشمنی کی تو اللہ تعالی نے غضب فرمایا اور قرآن مین یہ آیات نازل فرمائین جنمین
یہودیون پر لعنت ہے ابن ابی حاتم نے کہا کہ مجھسے میرے باپ ابوحاتمؒ نے روایت کی کہ مجھسے احمد بن ابی الحواری نے روایت کی کہ مجھسے عبدالعزیز بن عمیر
نے روایت کی کہ ملائکہ مین جبرئیل کا نام خادم اللہ ہے احمد نے کہا کہ مین نے اس حدیث کو ابوسلیمان الدارانی سے بیان کیا تو جنبش مین آکر لرزنے لگے اور اُنکے
سامنے کچھ لکھے ہوئے کاغذ تھے انکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ہر شئے سے مجھکو یہ حدیث زیادہ محبوب ہے مترجم کہتا ہے کہ ابوسلیمان دارانی و احمد بن ابی الحواری
بھی صوفیین اولیاء معروفین میں سے علماء ثقات ہین (کما فی التقریب) اور احمد بن ابی الحواری سے صحاح مین روایات ہین اور واضح ہو کہ
نزول کی دونون روایات مین توفیق یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مع ایک جماعت صحابہ
کے آپسے پہلے آگئے تھے پھر جب آپ تشریف لائے تو آپکے قریب سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہودیون کا مباحثہ ہوا اور یہ
آیات نازل ہوئین پھر عبداللہ بن سلام اُسوقت آئے کہ جب آپ مسجد قبا سے درمیان مدینہ مین آگئے تھے چنانچہ صحیح بخاری کی روایت
حضرت انس رضی اللہ عنہ مین جو اوپر مذکور ہوئی ہے کہ آپنے عبداللہ بن سلام کو یہ آیات سنائی تھین پھر اُسکے بعد بہت یہود جمع ہوکر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مباحثہ پیش کیا جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ کی روایت مین مذکور ہے جو سب سے پہلے گذری فافہم واللہ تعالی اعلم بالصواب
(فائدہ) ابن جریر وطبرانی نے عکرمہ سے اور بخاری نے تعلیقاً روایت کی کہ جبر و میکا و سراف و اسر کے معنے بندہ و عبد ہے اور ایل اللہ ہے

جبرائیل ومیکائیل وسرافیل واسرائیل یعنے عبداللہ ہے اور جبرئیل مین چار قراتین مشہور ہین اول جبرائیل بوزن سلسبیل بقراۃ حمزہ وکسائی دوم جبرئیل بوزن قندیل بقراۃ ابن کثیر ہے سوم جبرئیل بوزن واصل چہارم باقیون کی قراۃ جبریل بروزن مندیل ہے اور میکائیل بوزن میکال قراۃ ابو عمرو اور حفص ہے اور اکثرون کی قراۃ میکائیل بوزن اسرافیل ہے اور یہ اسماء بوجہ عجمہ و معرفہ ہونے کے غیر منصرف ہین لیکن اعتراض کیا گیا کہ جب ترکیب مین عبداللہ کے معنے ہین تو منصرف ہونا چاہیے اور جواب یہ ہے کہ یہ عجمی نام ہے اور عبداللہ کی ترکیب عربی ہے۔ بعض نے زعم کیا کہ آیت مین ملائکہ کو رسولون سے مقدم کرتے ہین ملائکہ کی فضیلت نکلتی ہے جواب یہ ہے کہ رسولون سے عداوت بوجہ وحی کے ہے جو ملائکہ سے ہین بحکم الٰہی پہونچاتے ہین اسی ترتیب سے ذکر ہوا اور اگر ترتیب بطور فضیلت ہوتی تو جبرئیل و میکائیل سے رسول افضل ہوتے اور رسولون سے ملائکہ افضل ہوتے حالانکہ یہ باطل ہے اور لازم آتا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ پر اپنی فضیلت کی ترتیب فرمائی حالانکہ ملائکہ وغیرہ کسی مخلوق کو حضرت باری تعالیٰ عزوجل سے کوئی ترتیب نہین ممکن ہے اور تمام تفصیل کلام کے لائق مین ہے۔ شیخ سیوطی نے لکھا کہ ابن صوریا نے جو ان مین بڑا عالم مشہور اور فقیہ تھا غرض الٰہی نازل نہ تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ ہم لوگ خود بڑے عالم ہین اور آپ ہمارے پاس کوئی نشانی ایسی نہین لائے کہ ہم پیروی کرین تو اللہ تعالیٰ نے اتارا

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا

اور بیشک اتارین ہم نے تیری طرف آیتین واضح اور منکر نہوینگے اُن سے مگر وہی جو بدحکم ہین کیا اور جس بار باندھین گے ایک قرار

نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَاۗءَھُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

پھینکدین گے اُسکو ایک جماعت اُن مین بلکہ وہ اکثر یقین نہین کرتے اور جب پہونچا اُنکو رسول اللہ کی طرف سے

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِھِمْ

سچ بتاتا اُس پاس والی کو پھینکدی ایک جماعت نے کتاب پانے والون مین کتاب اللہ کی اپنی پیٹھ کے پیچھے

كَاَنَّھُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰي مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ

گویا کہ اُنکو معلوم نہین اور پیچھے لگے ہین اُس علم کے جو پڑھتے شیطان سلطنت مین سلیمان کے اور کفر نہین کیا سلیمان نے

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۤ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَي الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ ھَارُوْتَ

لیکن شیطانون نے کفر کیا لوگون کو سکھاتے سحر اور اُس علم کے جو اُترا دو فرشتون پر بابل مین ہاروت

وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ

اور ماروت پر اور وہ نہ سکھلاتے کسی کو جب تک نہ کہتے کہ ہم تو ہین آزمانے کو سو تو مت کافر ہو پھر اُن سے سیکھتے

مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا ھُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ

جس چیز سے جدائی ڈالتے ہین مرد مین اور اُسکی عورت مین اور وہ اُس سے بگاڑ نہین سکتے کسی کا بغیر اذن اللہ کے

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ

اور سیکھتے ہین جس سے اُنکو نقصان ہے اور نفع نہین اور جان چکے ہین کہ جو کوئی اُسکا خریدار ہوا اُسکو آخرت مین نہین

مِنْ خَلَاقٍ ۫ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا

کچھ حصہ اور بہت بُری چیز ہے جس پر بیچا اپنی جان کو اگر اُنکو سمجھ ہوتی اور اگر وہ یقین لاتے

ع ۱۲ ۷

وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝

اور تقویٰ کرتے تو ثواب اللہ کے یہان سے بہتر تھا اگر وے جانتے

امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید مین وہ معارف وحقائق نازل فرمائے جو اگلی کتابون مین اُتارے تھے کہ معارف واسرار الٰہی مین سے احمق یہودیون ونصرانیون نے جو کچھ اپنی سمجھ کے موافق تحریف کرڈالا تھا اُسکو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین محقق کیا پھر ان معارف سے علاوہ قرآن عظیم کے بلند معارف وبیان فرمائے جنسے یہود ونصاریٰ کو کچھ خبر نہ تھی لہذا فرمایا وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ بیشک ہمنے تیری جانب آیات واضحات نازل فرمائین - ف یعنے جنکی معرفت اہل ایمان کے واسطے بہت واضح ہے کہ تیری نبوت پر صریح دلیل ہین کیونکہ جو شخص امی محض ہوکر ایسی آیات لاوے جو لب لباب توریت وانجیل ہے جسکے واسطے مدت دراز تک علما سے یہود ونصاریٰ کوشش کرکے فخر کرتے ہین حالانکہ ان معارف بلند تک نہین پہونچتے تو یہ اُنکے حق مین قطعی دلیل نبوت تھی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق مین معجزہ عصا قطعی دلیل ہوگیا حالانکہ آیات قرآنی تو صالحین عرب کے واسطے بسبب اعجاز بلاغت کے وبلند معارف ہے آیت قطعی دلیل ہوا پس اسکا کون انکار کرسکتا ہے لہذا فرمایا وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ - اور ان آیات کا کوئی انکار نہین کریگا سوا ایسے لوگون کے جو فاسق ہین ف یعنی طاعت الٰہی وحد ایمان سے خارج ہین محمد بن اسحٰقؒ نے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ ابن صوریا کانے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے پاس کوئی ایسی نشانی نہین لائے جس سے ہم پہچانین کہ آپ پیغمبر آخرالزمان ہین تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور مالک بن صیفؓ یہودی نے کہا کہ آپ کے بارہ مین کوئی بھی عہد ہمسے توریت مین نہین لیا گیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا - أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُم - اور کیا ہر بار جب اُنھون نے عہد باندھا تو انمین سے ایک فریق نے اُسکو توڑ دیا ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو بخوبی پہچانتے تھے کما قال تعالےٰ یعرفونه کما یعرفون ابناءهم - یعنے پیغمبر آخرالزمان کو ایسے پہچانتے ہین جیسے بخوبی شناخت مین اپنے بیٹون کو پہچانتے ہین - بلکہ عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ اپنے بیٹے مین مجھے یہ شبہہ بھی ہوسکتا ہے کہ شاید اُسکی ماں نے فجور کیا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت مین مجھے یہ بھی تردد نہین تھا دالنجاری) بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ بلکہ بہتیرے انمین سے ایمان ہی نہین لاتے ہین ف حسن بصریؒ نے فرمایا کہ بے ایمانون کی یہی کیفیت ہے کہ آج عہد کرتے اور کل توڑتے ہین سدیؒ نے کہا کہ اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لاتے ہین مترجم کہتا ہے یعنے توریت کو قرآن کے موافق پایا تو توریت کو چھوڑ دیا پھر وہ قرآن پر بھی ایمان نہین لاتے ہین چنانچہ فرمایا وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ اور جب اُنکے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا رسول آیا کہ وہ ایسی کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو اُنکے پاس موجود ہے تو جن لوگون کو کتاب دی گئی تھی اُن مین سے ایک فریق نے کتاب الٰہی کو اپنے پیٹھون کے پیچھے ڈال دیا گویا وے جانتے ہی نہین ہین - ف سدیؒ نے فرمایا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان اہل کتاب پر آئے تو اہل کتاب نے توریت وانجیل کو قرآن مجید سے مقابلہ کیا پس قرآن سے یہ دونون کتابین موافق پڑین تو اُنھون نے سابق کتابون کو بھی چھوڑ دیا یعنی توریت وانجیل کے میثاق وعہود بھلا دیے اور ایسے ہوگئے کہ گویا وہ ان کتب آسمانی واُنکے عہد میثاق کو جانتے ہی نہین ہین مترجم کہتا ہے کہ زیادہ تر تحریف نصرانیون مین پھیل گئی چنانچہ جو شخص اُنکے حالات وسوانح ایام سے واقف ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ ان لوگون نے قسطنطین کے عہد مین

محض اتفاق رہے سے عقائد کی کتاب اور سلطنت کے قوانین بنائے اور اس سب کی بنیاد اس عقیدہ پر تھی کہ الوہیت ایک معنے ہیں کہ وہ تین
اقنوم یعنے عیسیٰ و اُنکی ماں و روح القدس سے قائم ہیں اور یہ اول جہالت تھی کہ جسنے بہت بڑی خرابی ڈالی اول تو یہ معنی مہمل ہیں دوم اس سے
تمام قوانین جو بنی ہوے سب مہمل ہوے سوم دین آلہی بالکل مفقود ہوگیا اور شیطان مسلط ہوگیا اور اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالےٰ اسکی توضیح
بلیغ آئیگی رہے یہود تو انہین اگرچہ تحریف اسقدر شدید نہ تھی لیکن جو تحریف کیگئی اُسنے بنیاد بگاڑ دی کہ اُنھون نے خاتم النبیین صلے اللہ
علیہ وسلم کے عہود و مواثیق نکال ڈالے گویا اپنے ایمان کا سر کاٹ دیا اور اس طرح غضب آلہی میں گرفتار ہوے کہ حق کے صریح معاند ہوگئے گویا
وہ کتاب آلہی جانتے ہی نہیں تھے۔ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۔ اور اُس چیز کی پیروی کری
جو ملک سلیمان پر شیاطین پڑھتے تھے۔ ف اور وہ سحر و جادو تھا چنانچہ آئیندہ بیان مترجم سے اسکی تحقیق و توضیح اس طرح آویگی کہ ہر فہمی عقل
بخوبی سمجھ جائیگا اور یہان مقصود آیت قدسی یہ ہے کہ اہل کتاب نے معارف نبوت و کتاب آلہی کو چھوڑ کر وہ امر اختیار کیا جسکا نتیجہ آخرت میں عذاب
شدید ہے اور دنیا میں بھی سواے شرارت یا فساد کے کوئی فائدہ نہیں ہے کہ اگر اُسکے ذریعہ سے تمام دنیا مل جاتی تو بھی بمقابلہ عذاب آخرت
اتباع شیطان کے بالکل ہیچ و باطل تھی حالانکہ دنیا میں بھی بہت ہی خفیف ملا اور وہ بھی نجس و حرام طریقہ سے ملا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے
اس قوم احمق کی تشنیع فرمائی کہ اُنھون نے کتاب آلہی کو چھوڑا اور اتباع رحمت و معالی درجات آخرت و جنت اور مکارم اخلاق و فضیل
نورانیت سے منھ موڑا اور بجاے اسکے دو چیزون کی اتباع کی اول وہ کہ جسکو شیاطین عہد ملک سلیمان پر تلاوت کرتے اور دوم وہ کہ جو بابل میں
ملکین پر نازل ہوا تھا پس اول کا بیان یہ ہے جو عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو جن و انس پر حکومت
عطا فرمائی اور یہ سلطنت اُنکی حیات تک قائم رہی لیکن درمیان میں چند روز کے واسطے اللہ تعالیٰ نے لوگون کو امتحان میں ڈالا اور سلیمان
علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی اُسمین اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت عجیبہ تھی پس وہ انگوٹھی چند روز کے واسطے مفقود کیگئی تو اُنکی حکومت میں
اختلال واقع ہوا اور اس درمیان میں جن و انس کا ایک گروہ مرتد ہوکر اپنے نفس کی خواہشون میں پڑ گیا اور شیاطین نے اُنکو کلمات سحر سکھلائے پھر
جب اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو وہی حکومت عطا فرمائی تو آپ اس قوم کی کتابون پر مطلع ہوئے اور اُنسب کو چھین کر اپنے تخت کے نیچے دفن
کرا دیا لیکن آدمیون کو یہ حال معلوم نہ تھا پھر جب سلیمان علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو شیاطین نے لوگون کو ان کتابون پر مطلع کیا جب اُنھون نے
کھود کر نکالیں تو شیاطین نے اُنسے کہا کہ سلیمان کو یہی کتاب حاصل ہوئی تھی جس سے وہ آدمیون و جنون پر حکومت کرتے تھے مترجم
کہتا ہے کہ اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت ثابت نہیں ہوئی تو ابن عباسؓ نے ان حکایات و روایات کو بنی اسرائیل سے
حاصل کیا ہے اور بنی اسرائیل کی روایات اس بارہ میں مختلف ہیں چنانچہ ابن ابی حاتم کی اسناد سے سعید بن جبیر کی روایت اسطرح وارد ہوئی کہ سلیمان
علیہ السلام کے وزیر آصف کو دکھا گیا کہ شخص جن میں دیو رجیم تھا) اسم اعظم معلوم تھا اور یہ شخص بحکم سلیمان علیہ السلام ہر ایک تحریر لکھتا اور تخت کے نیچے دفن کر دیتا
تھا بعد وفات سلیمان علیہ السلام کے شیاطین نے ان تحریرات کو نکالا اور اُنکے درمیان میں جادو و کلمات کفر لکھے اور لوگون سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام
اسی پر عمل کرتے تھے جب بنی اسرائیل نے وہ کلمات کفر دیکھے تو جاہلون نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تکفیر شروع کی اور بدگوئی کرنے
لگے کہ یہ شخص بذریعہ سحر کے ہمپر حاکم ہوا اور ہمکو اسطرح مجبور کر رکھا تھا اور یہودیون نے یہی سحر سیکھنا شروع کیا اور یہودیون میں برابر حضرت سلیمان
علیہ السلام کی تکفیر جاری رہی بلکہ اُنکے باپ داؤد علیہ السلام کو بھی ساحر و کافر کہا کرتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حبیب حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو جیسے آپ کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام و اُنکی والدہ مریم رضی اللہ عنہا سے یہودیون کی بدگوئی

والزام دور کیا اسیطرح حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام سے بھی یہودیون کا بہتان دور کیا چنانچہ فرمایا ۔ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۔ اور سلیمانؑ نے کبھی نہین کفر کیا ولیکن شیاطین نے کفر کیا حالانکہ وہ لوگون کو سحر سکھلاتے تھے ۔ ف اگر شیاطین سے ابلیس و اُسکی ذریات مراد ہو تو بیان بطریق مقابلہ ہے کیونکہ ابلیس تو پہلے ہی سے کافر ملعون ہے وہ کچھ سحر سکھلانے سے کافر نہین ہوا مگر جو لوگ سلیمان علیہ السلام کی نسبت تکفیر کرتے تھے اُنکی تردید مین فرمایا کہ سلیمان نہین کافر ہوا بلکہ شیاطین ہوئے جو لوگون کو سحر تعلیم کرتے تھے اور ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ سلیمان علیہ السلام جب پیخانہ جانا چاہتے یا کسی جورو کے پاس جانا چاہتے تو اپنی بی بی جرادہ کو اپنی انگوٹھی دیدیتے تھے پھر جب اللہ تعالےٰ نے سلیمان علیہ السلام کو اس بلیہ مین مبتلا کرنا چاہا جسمین مبتلا ہوئے تھے تو ایسا ہوا کہ ایک روز سلیمان علیہ السلام نے جرادہ کو اپنی انگوٹھی دی پھر سلیمانؑ کی صورت مین ایک شیطان آیا اور جرادہ سے وہ انگوٹھی مانگ لی جب اسنے پہنی تو انس و جن اُسکے مطیع ہوگئے پھر سلیمان علیہ السلام نے آکر اپنی انگوٹھی مانگی تو جرادہ نے کہا کہ تو سلیمانؑ نہین ہے تو جھوٹا ہے پس سلیمان علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ ایک امتحان الٰہی ہے پھر شیاطین نے ان ایام مین سحر و کفر کی کتابین لکھکر تخت سلیمانؑ کے نیچے دفن کردین (پھر آصف کو معلوم ہوا کہ یہ سلیمان نہین ہے چنانچہ اسم اعظم و توریت کی قرأت سے وہ بھاگ کر دریا مین چھپا اور ایک مچھلی کے ذریعہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ انگوٹھی پھر مل گئی اور بدستور بادشاہ رہکر تریپن برس کی عمر مین انتقال کیا) پھر جب سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہوگیا تو شیاطین نے لوگون کو یہ کتب سحر نکلوا دین حتی کہ لوگون نے سلیمان علیہ السلام کی تکفیر کرنی شروع کی یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور یہ آیت اُتاری جس سے سلیمان علیہ السلام کی برأت ہوئی (ابن جریر) مترجم کہتا ہے کہ ان روایات مین تردد ہے اول یہ کہ شیطان بصورت سلیمانؑ کیونکر بن سکتا ہے دوم یہ کہ اسمین یہ مذکور ہے کہ خود شیطان نے تخت کے نیچے سحر کو دفن کیا تھا اور اوپر کی روایت مین معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام نے خود اُن لوگون کی کتابین دفن فرمائی تھین بہرحال یہودیون کی روایات پر ہمکو اعتماد نہین ہے لیکن اتنا معلوم ہے کہ زمانہ سلیمان علیہ السلام مین شیاطین نے لوگون کو سحر تعلیم کیا تھا اور یہ بات ممکن ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اُنکو چھین کر دفن کر دیا ہو اور امام ابن جریر نے باسناد صحیح عمران بن الحارث سے روایت کی کہ بعد شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہم لوگ ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے تھے یعنے جس زمانہ مین حضرت ابن عباسؓ طائف مین تھے کہ اتنے مین ایک شخص آیا تو آپ نے فرمایا تو کہاں سے آتا ہے اُسنے کہا کہ مین عراق سے آتا ہون آپ نے فرمایا کہ عراق مین کہاں سے آتا ہے اُسنے کہا کہ مین کوفہ سے آتا ہون تو آپنے پوچھا کہ کیا خبر ہے اُسنے کہا کہ مین لوگون کو اس حال مین چھوڑ آیا ہون کہ اُنمین یہ افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر نکلنے والے ہین یہ سُنکر حضرت ابن عباسؓ کے چہرے پر ملال و گھبراہٹ کے آثار ظاہر ہوئے کہ پھر اس شخص سے فرمایا کہ ای بیہودہ اس بارہ مین تو کیا بولا ہے اور پیچھے یہ سمجھ نہین ہے کہ اگر ہم لوگون کو اس بات کا کچھ شعور ہوتا تو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوہ عورتون کو نکاح نہ کرنے دیتے اور نہ اُنکی میراث تقسیم کرتے پھر فرمایا کہ ای لوگو مین تمسے اس شیطانی وسوسہ کا بھید بیان کرون کہ شیاطین تلے اوپر مچھو کی طرح لٹک کر آسمان تک جاتے ہین اور وہان چوری سے کان لگاتے ہین (یعنے ملائکہ کے بیانات سنتے ہین) تو کوئی اُنمین سے کلمہ حق لے بھاگتا ہے اور وہ کسی بے ایمان شخص کے دل مین جو ولی ہونیکا مدعی ہوتا ہے ڈال دیتا ہے پس جب یہ بات اُس سے تحقیق کرلی جاتی ہے سچ ہوتی ہے تو پھر شیطان اسکے ساتھ مین ستر جھوٹ ملاتا ہے پس وہ لوگون کے دلون مین سما جاتی ہین یعنے لوگ اس شخص کی سب باتون کو اگرچہ وہ خلاف شرع ہون سچ ماننے لگتے ہین یعنے کہنے لگتے ہین کہ اُسنے فلان بات کیسی سچ کہی تھی بیشک یہ ولی ہے اور جب یہ ولی ہے تو جو کچھ کہتا ہے وہ بھی سب سچ ہے تو سالم لوگ ...

جن باتون کو کہتے ہین وہی خود غلط کہتے ہونگے چنانچہ سلیمان علیہ السلام کے وقت مین اسطرح شیاطین نے کیا تھے کہ لوگون نے ذخیرہ جمع کرلیا پھر
اللہ تعالے نے سلیمان علیہ السلام کو اطلاع دی تو انہون نے ان کتابون کو لیکر اپنے تخت کے نیچے مدفون کردیا پھر جب سلیمانؑ نے وفات پائی
تو شیطان رہزن اٹھ کھڑا ہوا اور لوگون سے کہا کہ بھلا مین تمکو ایسا خزانہ بتلاؤن کہ جسکے مثل کبھی حاصل نہین ہوا ہے پھر تخت کے
نیچے سے نکلوایا اور کہا کہ دیکھو یہ سحر ہے پھر برابر اقوام یہود ان کتابون سے نقل کرتے آئے تھے کہ یہی اُسی کا بقیہ ہے جو اہل عراق باہم بیان
کرتے ہین یعنے وہی شیطانی کذب ہے رواہ ابن جریر والحاکم اور اسکو شیخ سیوطیؒ نے اختیار کیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اہل عراق کا یہ عقیدہ یوجہ عبداللہ
بن سبا یہودی کے واقع ہوا جسنے ان باتون سے روافض کو گمراہ کیا ہے کیونکہ عبداللہ بن سبا درحقیقت یہودی تھا جو ظاہر مین عبادت وغیرہ ظاہر کرکے
ولی بن بیٹھا تھا اسی واسطے ابن عباسؓ نے اس آیت یعنے - واتبعوا ما تتلوا الشیاطین - سے اشارہ کیا اور اس روایت کی توضیح وہ ہے جو امام
ابن کثیرؒ نے سدیؒ سے روایت کی کہ زمانہ سلیمان علیہ السلام مین شیاطین اپنے معمول کے موافق آسمان تک چڑھ جاتے اور باتین سننے کے مقامات پر
چوری سے بیٹھتے پس زمین مین موت و زندگی وغیرہ کے جو واقعات ہونے والے تھے اُنکے بارہ مین ملائکہ کے بیانات سنتے اور وہان سے یہ خبر لاکر
اپنے تابعین کاہنون کو بتلا دیتے یعنے جو لوگ ولی ہونے کے مدعی ہوتے تھے حالانکہ درحقیقت اُمر آخرت سے بے ایمان ہوتے تھے اُنکے
دل مین ڈالتے پس یہ مدعی اسکو لوگون سے بیان کرتا تو لوگ ویسا ہی پاتے جیسا اُسنے بیان کیا پس عوام لوگ اُنپر غیب دانی کا اعتقاد کرلیتے
تھے یعنے اُنکے ولی ہونے کا یقین کرلیتے تھے پھر یہ جھوٹے مدعی اس کلمہ حق کے ساتھ ستر باتین سحر و باطل وغیرہ کی جو دین کے خلاف ہین شامل
کرلیتے یعنے یہ دروغ باتین بھی شیطان انہین القا کرتا تھا پس لوگ اُن باتون کو اپنی بیاضون و کتابون مین لکھ لیتے تھے رفتہ رفتہ بنی اسرائیل مین
یہ بات پھیل گئی کہ جن لوگ غیب جانتے ہین جب سلیمان علیہ السلام کو یہ اطلاع ہوئی تو آپ نے ان سب کتابون کو جمع کرکے ایک صندوق مین
رکھکر اپنے تخت کے نیچے دفن کرادیا اور شیاطین مین سے کسی کو یہ طاقت نہ تھی کہ تخت سلیمان علیہ السلام سے قریب ہو ورنہ جل جاتا تھا اور
حضرت سلیمان علیہ السلام نے منادی فرمائی کہ اگر مین نے کسیکو سُنا کہ وہ یہ بات بیان کرتا ہو کہ شیاطین علم غیب جانتے ہین تو مین اُس کی
گردن مارونگا پھر جب سلیمان علیہ السلام نے انتقال فرمایا اور وہ علما بھی جاتے رہے جو سلیمان علیہ السلام کے حکم سے واقف تھے اور اُن
کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے جنکو علم نہ تھا تو شیاطین نے موقع پایا اور آدمیون کی صورت بنکر لوگون کے پاس آئے اور خاصکر جاہل قوم
کو گھیر کر اُنسے کہا کہ تم لوگ سلطنت کے امراد ہوا اور ہم تمکو ایسا خزانہ بتلادین کہ جب تک دنیا قائم ہے تم اُسکو کھاتے رہو پس
اُنھون نے بہت شکر گذاری سے قبول کیا تب اُنھون نے بتلایا کہ اس تخت سلیمانی کے نیچے کھودو اور خود ایک کونے مین کھڑا رہا
تو اُنھون نے کہا کہ تم بھی شریک ہوکر مدد کرو مگر اُسنے نمانا اور کہا کہ مین یہین رہونگا اور تمہارے سامنے موجود ہون اگر نہ نکلے تو مجھے مار ڈالنا آخر جب اُنھون
نے وہ تمام مکان و نفیس عمارت ضائع کی تو نیچے سے یہ کتابین برآمد ہوئین اپس اس شیطان نے جو انسان صورت تھا لوگون سے کہا کہ
سلیمان علیہ السلام اسیکے ذریعہ سے جن و انس و چرند و پرند پر سلطنت کرتے تھے پھر وہ غائب ہوگیا تو لوگون نے جانا کہ یہ شیطان تھا اور
یہ بات لوگون مین پھیل گئی کہ سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے اور یہ کمبخت اُنکو کافر کہنے لگے اور بنو اسرائیل نے ان کتابون کو لیکر سحر وغیرہ
کفریات کی پیروی کرلی اور کتاب الٰہی عزوجل سے منھ موڑا یہان تک کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو یہودیون نے
مخاصمہ کیا اور کہنے لگے کہ دیکھو یہ تو سلیمان کو انبیا مین بیان کرتے ہین حالانکہ وہ تو ایک ساحر تھا پس اللہ تعالیٰ نے انکو رد فرمایا کہ ما کفر
سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر ربیع بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قوم یہود نے ایک مدت تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے

توریت کے امور میں سے بہت سے اُمور پوچھے اور جب کوئی بات پوچھتے تو اللہ تعالیٰ اسکا علم تحقیق نازل فرماتا جس سے یہودی بہرہ گئے
تو آپس میں کہنے لگے کہ بیشک یہ شخص تو ہم سے زیادہ ہمارے علوم کو جانتا ہے پھر ان لوگوں نے سحر میں مخاصمہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیات
نازل فرمائیں۔ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین الآیۃ۔ اور شیاطین نے ایک کتاب سحر و کہانت وغیرہ کی لکھکر تخت سلیمان علیہ السلام کے نیچے دفن کر دی تھی
اور سلیمان علیہ السلام کو اس غیب کا علم نہ تھا چنانچہ جب آپ نے انتقال فرمایا تو شیاطین نے لوگوں سے یہ کتاب نکلوا کر دھوکا دیا کہ سلیمانؑ نے اسی کے
ذریعہ سے لوگوں پر غلبہ پایا تھا پس یہودیوں نے اسکی اتباع کی اور سلیمان علیہ السلام کی تکفیر کیا کرتے تھے یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
انکو آگاہ کیا اور اسیکے مانند حضرت مجاہد و سعید بن جبیر و محمد بن اسحٰق سے مروی ہے اور ابن جریر نے شہر بن حوشب سے روایت کی کہ سلیمان علیہ السلام
کی غیبت میں شیاطین سحر لکھا کرتے تھے چنانچہ انھوں نے ایک کتاب لکھی جسکا عنوان یہ تھا کہ یہ اسرار علم خاص ہیں جنکو آصف بن برخیا نے بادشاہ
سلیمان بن داؤد کے لیے تحریر کیا پھر اسمیں اس قسم کی باتیں لکھیں کہ جو شخص ایسا ایسا قصد رکھتا ہو اسکو چاہیے کہ صبح کو آفتاب کی طرف منہ
کرکے اتنی مرتبہ یہ کلمات پڑھے اور جس شخص کی یہ مراد ہو اسکو چاہیے کہ آفتاب کی طرف پیٹھ کرکے یہ کلمات پڑھے غرضکہ اسی قسم کے کلمات
کفر و باطل لکھکر تخت سلیمان علیہ السلام کے نیچے دفن کر دیے پھر جب سلیمان علیہ السلام نے انتقال کیا تو ابلیس بصورت آدمی ہو کر لوگوں میں
کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ تم لوگ خوب یاد رکھو کہ سلیمانؑ کوئی پیغمبر نہ تھا اور تم نے کسی پیغمبر کو نہیں سنا کہ وہ بادشاہ ہوا اور اسکی تسخیر میں جن وانس ہوں
اور پیغمبر کو دنیا کی بادشاہی سے کیا مطلب ہے بلکہ وہ بہت بڑا ساحر تھا جس نے اپنے جرند و پرند و جن وانس کو مسخر کر لیا تھا پس تم اس سحر کو سلیمانؑ کے
اسباب میں تلاش کرو آخر انکو تخت کے نیچے کھودنے کی راہ بتلائی پس جب ان لوگوں نے تخت کے نیچے کھودا تو ایک کتاب نکلی پس اہل سلطنت جو
حمقا ہوتے ہیں کہنے لگے کہ واللہ یہ شخص سچ کہتا تھا یہ تو بیشک جادو ہے اور اسکی وجہ سے سلیمانؑ نے ہم سبکو مطیع و مقہور کر لیا تھا پس مومنوں نے
کہا کہ نہیں تم جھوٹے ہو بلکہ وہ پیغمبر صادق تھے ولیکن عوام یہودیوں نے اسی سحر شیطانی کی اتباع کی یہانتک کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مبعوث ہوئے تو یہودیوں نے کہنا شروع کیا کہ اس پیغمبر کو دیکھو کہ حق و باطل کو ایک ہی میں ملاتا ہے اور انبیا کے بیان میں سلیمانؑ کا نام لاتا ہے
حالانکہ سلیمان تو ایک جادوگر تھا جو اپنے جادو کے زور سے ہوا پر اڑتا پھرتا تھا پس اللہ عزوجل نے یہودیوں کو رد فرمایا اور یہ آیات نازل فرمائیں
اور اسیکے مانند ابن جریر نے ابو مجلز سے اور ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے روایت کیا ہے اور حسن بصریؒ نے یہی فرمایا کہ جادو تو حضرت سلیمان
علیہ السلام سے پہلے موجود تھا لیکن اسکی اتباع صرف اسیوقت کی گئی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ صحیح ہے اور مراد یہ ہے کہ سابق میں مومنین عقلا اس
سحر سے نفرت کرتے تھے حتی کہ عہد سلیمان علیہ السلام کے بعد سے یہودیوں نے باتباع شیطانی اسکی تتبع و تلاش کی بعض علماء نے کہا کہ اسیوجہ
سے تم دیکھتے ہو کہ کثرت یہودیوں میں سحر بکثرت ہے چنانچہ ایک یہودی خبیث نے جسکا نام لبید بن اعصم تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر
کیا چنانچہ صحیحین وغیرہ میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے اور اسکا خلاصہ یہ تھا کہ اُسنے آپکی کنگھی کے بال لیکر گیارہ گرہیں دیکر نر کھجور کے خوشۂ طلع میں
رکھا اور پھر ذی اروان سے ایک خرمہ کا درخت اُگا تھا اُسکے کاٹھ میں رکھا اور اسکا اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا اسقدر ہوتا تھا کہ بعض
امور جو آپنے درحقیقت نہیں کیے وہ آپکو متخیل ہوتے تھے کہ گویا آپنے کیے ہیں مثلاً ازواج مطہرات کے پاس نہیں گئے مگر تخیل ہوتا تھا کہ
گویا گئے ہیں یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ ملائکہ کے آپ کو آگاہ فرمایا تو آپ نے جا کر درخت کے کاٹھ سے نکالا اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب
الناس پڑھے گئے پس اسکا سحر باطل ہو گیا لیکن آپنے اُس یہودی کو کوئی سزا نہیں دی اور تمام یہ قصہ صحاح میں مذکور ہے پس یہودیوں نے ایسا
سحر کی اتباع کی جو شیاطین نے بنام سلیمانؑ پڑھا تھا اور وہ جس کی اتباع کی وہ یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما انزل علی الملکین

ببابل هاروت وماروت ۔ اور پیروی کی اس چیز کی جو دونوں فرشتوں پر بابل میں اتاری گئی جنکا نام ہاروت
وماروت تھا ف۔ اور قرطبی وغیرہ نے کہا کہ یہ معنے اس صورت میں ہیں کہ ۔ ما انزل میں ۔ ما موصولہ ہو جسکا عطف ۔ ماتتلوا الشیاطین ۔ پر ہو
لیکن ٹھیک یہ ہے کہ ما نافیہ ہے اور اسکا عطف وما کفر سلیمان پر ہے تو اس صورت میں معنے یہ ہونگے کہ نہیں کفر کیا سلیمان نے اور نہیں اتارا گیا جادو
ملکین پر ولیکن شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو سحر سکھلاتے بابل ہاروت وماروت میں اور ابن جریر نے باسناد ضعیف ابن عباس رض وربیع بن انس
سے روایت کی کہ ۔ ما انزل علی الملکین یعنے اللہ تعالے نے سحر نہیں اتارا ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ما نافیہ ہے اور ہاروت وماروت بدل الناس سے ہے
یعنے شیاطین یعنی بابل میں لوگوں کو یعنے ہاروت وماروت کو سحر سکھلاتے تھے شیخ ابن جریر نے بھی اس تاویل کو نقل کیا شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ابن ابی حاتم
نے عطیہ سے روایت کی کہ ۔ ما انزل علی الملکین یعنے اللہ تعالی نے جبرئیل و میکائیل پر جادو نہیں اتارا اور ابن ابی حاتم نے عبد الرحمن بن ابزی سے
روایت کی کہ انکی قراءت میں ملکین بکسر لام تھی جسکی تفسیر داؤد وسلیمان ہے یعنے دونوں بادشاہوں داؤد وسلیمان پر کچھ نہیں اتارا اور ابو العالیہ نے
کہا کہ ان دونوں پر کچھ نہیں اتارا گیا یعنے یہ دونوں ایمان وکفر سمجھاتے تھے پس سحر کفر ہے تو اس کفر سے دونوں منع کرتے تھے شیخ ابن جریر نے
بعد اس تاویل بیان کرنے کے اسکو رد کرنا شروع کیا اور کہا کہ ٹھیک یہی ہے کہ ما موصولہ ہے اور معنے یہ ہیں کہ بابل میں ہاروت وماروت دونوں
بادشاہوں پر جو کچھ اتارا گیا یہودیوں نے اسکی پیروی کی ہے اس صورت میں کہ ملکین بکسر لام یعنے بادشاہ ہوا اور اگر بفتح لام یعنے فرشتہ ہو
جیسے معروف قراءت ہے تو بیضاوی وغیرہ نے محمول کیا کہ یہ دونوں بادشاہ بوجہ صلاحیت کے فرشتہ خصلت تھے اور محققین مفسرین نے انکو حقیقی فرشتہ
کے معنے میں لیا اور کہا کہ درحقیقت یہ دونوں فرشتے تھے لیکن جب انہوں نے دعوی کیا کہ اگر ہم لوگوں میں آدمیوں کی طرح سے عقل و شہوت ہوتی
تو ہم لوگ نافرمانی نہ کرتے پس اللہ تعالے نے اپنی قدرت کاملہ سے امتحاناً انکی ماہیت کو بدل دیا جیسے عصا سے موسی کی ماہیت بدل کر اژدہا
کر دیجاتی تھی پس وہ فرشتے باعتبار ماہیت سابقہ کے تھے اور شاید بعد گذرنے دنیا کے قیامت میں پھر فرشتے کر دیے جاویں یا آدمی رہیں واللہ تعالے
اعلم پس حاصل یہ ہوا کہ یہودیوں نے اس جادو کی بھی اتباع کی جو بابل میں دونوں فرشتوں ہاروت وماروت پر بغرض امتحان اتارا گیا تھا پس فرشتوں
کے حق میں تو یہ امتحان تھا کہ آدمیوں کی طرح فسق وفجور میں مبتلا ہوں یا اور آدمیوں کے حق میں یہ امتحان تھا کہ دونوں سے جادو سیکھیں ۔ وما
یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنة فلا تکفر ۔ اور یہ دونوں کسی کو بھی نہیں سکھلاتے
تھے یہانتک کہ دونوں اس سے کہہ دیتے کہ ہم تو فتنہ ہیں پس تو کفر مت کر ف کیونکہ اس عالم میں اللہ تعالے نے بعضے اقوال وافعال میں
ایک تعلق خاص رکھا ہے کہ جسکی مزاولت سے خرق عادات ظاہر ہوتے ہیں اور جس طرح ملائکہ وشیاطین غیر محسوس ہیں اسی طرح یہ تعلقات بھی
غیر محسوس ہیں اور اہل سنت وجماعت کے نزدیک بالاجماع یہ آثار بعض صورتوں میں انسانی موت تک نوبت پہونچاتے ہیں اور بعض
جاہلوں کو صرف نظربندی ہوتی ہے مثلاً اندازہ آتا ہے کہ جادوگر نے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا یا ماش کے دانے پھینکے اور وہ بشکل سانپ نظر آنے لگے ڈھیلے یا ہاتھ میں لیں
اور وہ روپیہ واشرفیاں نظر آتی ہیں چنانچہ انشاء اللہ تعالی توضیح آویگی اور یہ تعلقات جن وشیاطین ہیں لیکن ایسے تعلقات کا جاننا بدون تعلیم کے
ناممکن ہے پس اللہ تعالی نے ان فرشتوں کو امتحان وفتنہ قرار دیا تھا اور یہ تعلقات انکو بتلا دیے تھے اور چونکہ ان آثار کا ظہور بہ مناسبت کے
ہوتا ہے لہذا دونوں فرشتے بتلا دیتے تھے کہ اپنے قلب کو شیاطین سے مناسبت خبیثہ مت کر کیونکہ بعد اسکے ایمان سے محروم ہو جاویگا لیکن ان یہودیوں
نے دنیا کے عوض ایمان کو ناقبول کیا اور انکے کہنے پر انکار کیا ۔ فیتعلمون منهما ما یفرقون به بین
المرء وزوجه ۔ پس ان دونوں سے لوگ ایسی بات سیکھتے جسکے ذریعہ سے آدمی اور اسکی جورو [illegible] ما

ف یعنے اس قسم کا جادو سیکھتے تھے جسکے ذریعے سے شوہر و زوجہ مین لڑائی کراوین اور دونون کو ضرر پہونچاوین جیسے اکثر فحش لوگ کیا کرتے ہین اور یہ اب بھی جاری ہے اور یہ ایک لطیفہ عجیبہ ہے کہ ان اقوال و افعال کے پیچھے اللہ تعالی یہ اثر پیدا کرتا ہے جیسے محسوسات مین کسی شخص کا گلا دباوے تو اللہ تعالی اُسکا اثر موت پیدا کرتا ہے پس فرق صرف محسوس و غیر محسوس مین ہے ورنہ ہر صورت خالق اللہ عزوجل ہے چنانچہ فرمایا۔ **وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ** ۔ اور یہ لوگ اسکے ذریعے سے کسی کو کچھ ضرر پہونچا نہین سکتے مگر باجازت الٰہی ف یعنے جیسے عالم محسوسات مین اللہ تعالی نے اپنی خلق کے آثار رکھے ہین ایسی طرح ان غیر محسوسات مین بھی اُسی کے ارادہ و مشیت سے ہوتا ہے اگرچہ ساحر کو مانند کافر کے بوجہ کفر کے قدرت الٰہی نظر نہ آوے ۔ **وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ** ۔ اور یہ لوگ ایسی چیز سیکھتے جو انکو مضر ہوگی اور کچھ نافع نہوگی ۔ ف کیونکہ شیاطین کی مددگاری ساحر کے ساتھ اسی صورت مین رکھی گئی کہ ساحر و شیاطین مین مناسبت تام ہو جاوے تو ساحر نے طہارت دنیا و کار ہم اخلاق و کرامت ظاہر و باطن چھوڑکر اور ایمان و شفاعت آخرت سے منھ موڑکر اگر ایسی چیز حاصل کی جس سے شوہر و زوجہ مین تفرق کرے تو کمبخت برباد ہوا اور سوائے ضرر کے کچھ بھی نفع نہوا خصوصاً جبکہ کتاب الٰہی کو چھوڑکر یہ جہالت اختیار کی ۔ **وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ** ۔ اور خوب جان چکے کہ جسنے ایمان دیکر اس کفر کو خریدا اُسکے لیے آخرت مین کوئی حصہ نہین ہے ۔ ف لہذا امام الحرمین نے کہا کہ سحر اُسکے ہاتھ سے ظاہر ہوگا جو علانیہ فاسق ہو اور اُسکے ہاتھ سے جو خرق عادت ظاہر ہو وہ از قبیل سحر ہے اور امام مالک و ایک جماعت نے فرمایا کہ سحر کفر و ساحر کافر ہے اور خطیب نے کہا کہ امام احمد کے نزدیک بھی مطلقاً یہی حکم ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر اسکو حلال جانے یا اُسمین کوئی ایسا قول یا فعل اعتقاد کرتا ہو جو کفر ہے تو کفر ہے اور حنفیہ کے نزدیک فتح القدیر مین مذکور ہے کہ سحر سیکھنے یا کرنے سے ساحر کی تکفیر کیجائے خواہ وہ اُسکے حرام ہونیکا معتقد ہو یا نہو اور وہ قتل کیا جاوے اور مدارک مین شیخ ابو منصور ماتریدی سے منقول ہے کہ اگر ایسا سحر کرے کہ اُسمین شرط ایمان سے جو چیز لازم آتی ہے اُسکی تردید ہو تو کفر ہے ورنہ نہین اور خانیہ مین ہے کہ اگر ساحر اُسکو تجربہ کے واسطے عمل مین لاوے معتقد نہو تو تکفیر نہوگی رہا قتل کر دینا بالاجماع واجب ہے یہ تو سزاے دنیاوی ہے اور آخرت کی بربادی ظاہر ہے ۔ **وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ** ۔ اور جس چیز کے عوض اُنھون نے اپنے نفوس کو خریدا وہ بہت بُری ہے کاش یہ لوگ جانتے ہوتے ۔ ف کہ بہت بُرا مبادلہ کرتے ہین ۔ **وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ** ۔ اور اگر یہ لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ حاصل کرتے تو بیشک اللہ تعالےٰ کی طرف سے ثواب بہت بہتر تھا کاش یہ لوگ اسکو جانتے ہوتے ۔ ف اور حدیث ابن مسعودؓ مین وارد ہے کہ جو شخص کسی کاہن یا ساحر کے پاس آیا یا اُسکے قول کی تصدیق کی تو اُسنے قرآن مجید سے کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا ہے (الحاکم و البزار باسناد صحیح) حدیث عمران بن حصینؓ مین ہے کہ جسنے تطیر کیا یا اپنے لیے تطیر کرایا یا کاہن کے پاس گیا یا اپنے لیے کہانت کی یا سحر کیا یا کرایا یا گرہ باندھی یا کاہن کے پاس جاکر اُسکے قول کی تصدیق کی تو جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا اُس سے منکر ہوگیا (البزار) صفوان بن سلیم سے مرسل روایت ہے کہ جسنے تھوڑا یا بہت سحر سیکھا تو اللہ تعالی سے جدا ہونے کا آخری وقت ہے (عبد الرزاق) کاہن وہ ہے جو ستارہ وغیرہ سے آئندہ زمانہ مین ہونے والی بات جاننے کا دعوی کرتا ہے پس اسکی بعض صورتین کفر ہین ورنہ حرام ہونے مین کچھ تامل نہین اور اُسکی اجرت بھی حرام ہے (کما فی الصحیح) اور منجم وہ ہے جو دعویٰ کرے ستارون سے اُنکے ذریعے سے غیب دانی کا دعوی کیا جاوے اور رمل یا کنکریان یا دیگر شعبدہ جیسے کہ انکے علم مین ہے جبکہ اُسکے ذریعے سے غیب کا دعوی ہو اور اُسکی اجرت بھی حرام ہے جیسا کہ روضہ نووی و سراج مین ہے

اور رہا حیلہ گری و شعبدہ بازی جو ہاتھ کی چالاکی یا دواؤن کے ذریعہ سے کرشمہ کرتے ہین بیضاوی نے کہا اُسکو سحر کہنا مجاز ہے اور وہ مذموم نہین ہے
مترجم کہتا ہے کہ شاید بیضاوی کا یہ مطلب ہے کہ وہ سحر کے برابر مذموم نہین ہے کیونکہ امام نووی وغیرہ نے تصریح کر دی کہ یہ بھی حرام ہے اور اگر مال کی جہالت سے
دھوکا نہ کھانا چاہیے اگرچہ نفع ظاہر ہو وہ اہل علم مین نجوم کہلاتا ہے اور یہ جو حدیث مین آیا کہ انبیاء مین سے ایک پیغمبر خط کھینچا کرتا تھا تو جسکا خط اُسکے موافق ہو تو ٹھیک ہے اس حدیث سے
جواز ثابت نہین ہوتا کیونکہ اُسکے خط سے موافقت معلوم ہونا محال ہے تو حدیث مین تعلیق بمحال ہوئی جیسے کہا جاوے کہ اگر فرشتہ ہو جاوے تو اُسکو پے درپے روزہ رکھنا
جائز ہے اور مترجم نے مقدمہ عین الہدایہ کے عقائد مین یہ مسئلہ مفصل لکھا۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ یہودیون نے انبیاء علیہم السّلام کی کتابون توریت
و زبور کو جزدان مین بند کر کے بالائے طاق رکھدیا جیسے ہمارے زمانہ مین لوگ قرآن شریف و احادیث سے ایسا ہی برتاؤ کرتے ہین اور اُس شیطانی
جادو کے پیچھے پڑے جو شیاطین نے عہد سلطنت سلیمان علیہ السلام مین سکھلایا یا جو بابل کے ملکین سے سیکھا گیا جیسے ہمارے زمانہ مین لوگ عملیات
سے معلوم بلکہ شیطانی جادو سیکھا کرتے ہین قولہ تعالےٰ - ولکن الشیاطین کفروا احتمل ہے کہ شیاطین حقیقی مراد ہون یعنی سلیمان علیہ السّلام سحر سے
پاک تھے اور یہودیون کا دعویٰ غلط ہے بلکہ شیاطین ہی کے کفر کی یہ حرکت تھی اور محتمل ہے کہ شیاطین حقیقی مع شیطان خصلت آدمیون کے جو شیاطین
الانس کہلاتے ہین دونون مراد ہون کیونکہ جن آدمیون نے سیکھا یہ بھی لوگون کو سکھلاتے تھے اور بابل ایک مقام ہے جسکی تعیین مین اختلاف
واقع ہوا بعض نے کہا کہ مراد مغرب ہے مین کہتا ہون کہ بلاد یورپ مین جادو کے خیالات بکثرت جاری تھے بعض نے کہا کہ نصیبین اور بعض نے کہا
کہ نہاوند اور بعض نے کہا کہ کوہ دماوند اور سابق روایت ابن عباس رضی و قول ابن مسعود رضی سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین کوفہ ہے اور بعض نے کہا کہ سواد عراق مین
ایک شہر ہے شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ بابل سے عراق مراد ہے کیونکہ حضرت علی رضی کا گذر بابل سے ہوا تو موذن نے اذان عصر کی اجازت چاہی تو آپ نے
اجازت نہ دی یہانتک کہ وہان سے نکل گئے تب اجازت دی اور بعد نماز کے فرمایا کہ مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ زمین
مقبرہ مین نماز پڑھون اور مجھے منع فرمایا کہ زمین بابل مین نماز پڑھون کیونکہ وہ زمین ملعونہ ہے (رواہ ابو داؤد و ابن ابی حاتم) اور
ابو داؤد نے بعد روایت کے سکوت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اُسمین نماز مکروہ ہے جیسے قوم ثمود کی بستی مین مکروہ ہے جہان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع فرمایا کہ تم لوگ اس قوم معذبین کے وہان مت جاؤ الا اس حالت سے کہ تم اللہ عزوجل کے خوف سے
روتے ہوئے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی حمید ہے وہ کچھ پروا نہین کرتا ہے چنانچہ گیارھوین پارہ مین غزوہ تبوک کی تفصیل مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا
شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ علماء ہیئت کے نزدیک بابل کی بلندی بحر اوقیانوس یا بحر ظلمات سے ستر درجہ ہے اور بعد عرضی خط استوا سے ٣٢ بتیس
درجہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم خطیب وغیرہ نے لکھا کہ بابل کا نام اسوجہ سے ہوا کہ نمرود ملعون نے جب ابراہیم علیہ السّلام سے خوف کھایا اور
دیکھا کہ آگ نے اُنکا ایک رونگٹا بھی نہین جلایا تو آئندہ ابراہیم علیہ السّلام کے ساتھ تعرض کرنے سے اُسکے دل مین ہیبت بیٹھ گئی اور اُسنے دیکھا
کہ ایسی حالت مین لوگ خواہ مخواہ دین ابراہیمی کی جانب رجوع کرینگے تو فرعون کی طرح اُسنے حیلہ بازی کی کہ ایک مکان بلند بناؤ جیسے بقول اُسکے
ابراہیم کے خدا سے مقابلہ کرون تاکہ اس حیلہ سے لوگون کو ایک مدت غیر محدود تک دین حنیف سے روکے اور اُسنے بیابان بابل کو مکان کیواسطے
مختص کیا اور اس لاٹ کے بلند بنانے مین ایک زمانہ دراز گذرا اگرچہ وہ کئی کوس تک بلند ہو گئی لیکن اُسکو آسمان سے کیا مناسبت تھی ناگاہ
حق عزوجل نے اُسپر بجلی گرائی جسکے صدمہ سے معمارون کے کلیجے پھٹ گئے اور کوسون کے فاصلہ پر جو آبادیان واقع تھین اُنکے دل اُنھون
مین اسقدر دہشت پہونچا کہ زبانین بلبلانے لگین اور آئندہ مرد و زن ایسے ہو گئے کیونکہ ایک دوسرے کی بولی نہین سمجھتا تھا اسیلئے بابل اُسکا
نام ہوا اور زبانان مختلف یہودیون نے یہ روایت گھڑ لی کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی زبانون مین فرق ڈال دیا تاکہ ایسا نہ کرین اور آگے ...

اللہ تعالیٰ کے بھید سے واقف ہو جاویں حتی کہ انھوں نے اسکو اپنی کتابوں میں درج کر دیا بلکہ انھیں کے قدم بقدم نصاریٰ ہوئے کہ اپنی کتابوں
میں لکھ لیا پس ان مجسمہ فرقوں کو دیکھو جنکو معرفت الٰہی سے کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور نور عقلی اگر کم تھا تو بالکل بجھ گیا ہے کہ فلا سفہ
سابقین کے مانند حواس ہی کی کوئی بار یک بات کہتے بلکہ محسوس ہونی و نقدی باتیں کہتے ہیں اور چونکہ زیادہ کچھ نہیں ہے [illegible]
باتوں سے انکار کرتے ہیں اسیواسطے اس زمانہ میں ان لوگوں [illegible] کوئی چیز نہیں ہے اور اس خیال میں [illegible]
مبتلا ہو گئے اور عنقریب اس بارہ میں تحقیق لطیف آویگی [illegible] و ما انزل علی الملکین ببابل الخ آ[illegible] اشارہ گذرا کہ اس کلام کی تفسیر میں
وجوہ اختلاف برنباے اعراب کلام ہیں۔ اول عطف و ما انزل۔ یا تو ما تتلوا الشیاطین پر ہے یا ما کفر سلیمان پر ہے اور الملکین بفتح لام [illegible]
یا بکسر لام یعنی بادشاہ ہے اور قوی وجوہ میں سے اگر عطف ما کفر سلیمان پر ہو تو مشہور ہوئے کہ ان لوگوں نے کتاب الٰہی کو بالاے طاق رکھ کر
اعراض کیا اور اس سحر کی اتباع کی جو سلطنت سلیمان علیہ السلام میں شیاطین خفیہ طور سے لوگوں کو پڑھاتے اور اسکی صورت یہ تھی کہ شیاطین [illegible]
کی بلندی پر چڑھ کر ملائکہ کی باتوں میں سے آیندہ واقعات کی [illegible] اور یہ شان الٰہی عز و جل [illegible]
کفر و شرک و شیطان کا وجود ہی باقی نہ رکھتا [illegible] آدمی [illegible]
تو پھر شیطان [illegible] واقعہ اتفاقاً [illegible] کے قائل ہو جاتے اور اس حیلہ سے
شیطان انکی زبان سے بہت سے باطل و کفر و شرک [illegible] کا اعتقاد تھا خصوصاً [illegible]
بہت جاہلانہ باتوں کو جو خلاف توحید [illegible] کتاب الٰہی عز و جل کو بالاے طاق [illegible] اور ذوق
توحید و علم کتاب سے پہلے ہی [illegible] اور جو کوئی عالم باقی [illegible] کیا جاتا [illegible]
ذریعہ [illegible] قدم رکھا تھا تو عالم کو اسواسطے دشمن [illegible] اور ولی و شیطان میں فرق نہیں کر سکتا
تھے اور [illegible] سے جب آدمی ساحر و نظر [illegible] شیطان کے کرشمے حواس آدمی [illegible] ظاہر کرے
کیونکہ [illegible] اور اللہ تعالیٰ [illegible] اگر [illegible]
صالح ہو اگرچہ وہ کرشمہ نہ دکھلا وے اور اگر [illegible]
الٰہی عز و جل سے [illegible]
یہ وہ [illegible] اس [illegible] بالکل [illegible]
نہ کمال [illegible] کتاب الٰہی [illegible]
[illegible] من عند اللہ مصدق لما معہم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتٰب کتٰب اللہ وراء ظہورہم کانہم لا یعلمون واتبعوا ما تتلوا الشیٰطین
علیٰ ملک سلیمٰن پس ان لوگوں [illegible] شیطانی [illegible]
[illegible] وہ اقوال قبول کیے جو خلاف [illegible]
[illegible] کہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول سے منکر ہو جاتا [illegible]
[illegible] ما کفر سلیمٰن۔ اور۔ و ما انزل علی الملکین [illegible]
اور اگر عطف اول ہو تو معنی یہ ہیں کہ انھوں نے کتاب الٰہی عز و جل [illegible]

اور جو اُنھون نے بابل کے ملکین ہاروت و ماروت سے سیکھا ملکین۔ اگر بکسر لام معنی دو بادشاہ ہو چنانچہ ابن عباسؓ کی روایت ہو کہ
وہ دو جادوگر تھے اور اگر ملکین بفتح لام یعنے دو فرشتہ ہو تو محتمل ہو کہ انھین دونون بادشاہون کو بوجہ ذاتی تقویٰ و پرہیزگاری کے فرشتہ کہدیا
اور محتمل ہو کہ درحقیقت یہ دونون آسمانی فرشتہ ہون جو امتحان کے واسطے ماہیت انسانی مین بدل دیے گئے ہون اور یہ اللہ تعالیٰ کی
قدرت بدیہی ہو جیسے عصاے موسیٰ علیہ السلام کبھی وقت اژدہا کر دیا جاتا تھا پھر بدل کر لکڑی کا عصا کر دیا جاتا تھا اور چونکہ ان دونون
فرشتون کو بابل مین ماہیت بدلنے کے بعد بادشاہت کی حالت مین رکھا گیا تھا اسیواسطے اُنکو دو بادشاہ کہا گیا اور چونکہ ماہیت بدلنے کے بعد وہ دونون
انسانی خلقت مین جادوگر کیے گئے تھے یعنے اُنکو حکم دیا گیا تھا کہ جو کوئی سیکھے اُسکو جادو سکھلا دین لیکن پہلے بہت منع کرین کہ یہ فتنہ ہو اور تو سیکھنے سے
کافر ہو جائیگا۔ اور یہی قول ٹھیک معلوم ہوتا ہو واللہ تعالیٰ اعلم لیکن بیضاویؒ نے کہا کہ یہ جو روایت آئی کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے
کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان کے لیے سحر سکھلانے کے لیے اُتارے گئے تھے اور دونون مثال آدمی کے کر دیے گئے اور اُنھین شہوت کیساتھ کر دی گئی
مین اُنھون نے ایک عورت زہرہ سے تعرض کیا جسنے اُنکو گناہون اور شرک پر برانگیختہ کیا اور خود اُنکی تعلیم سے آسمان پر جاکر مسخ ہو کر ستارہ
ہو گئی۔ بیضاوی نے کہا کہ یہ یہودیون کی حکایات ہین اور ظاہر اگلون نے اسکو بطور رمز بیان کیا ہو" شیخ الاسلام زکریاؒ نے کہا کہ رمز
سے یہ مراد ہو کہ عقل و نفس مطمئنہ دو فرشتے ہین اور زہرہ نفس امارہ ہو اور آسمان کا چڑھنا اُسکی سوت ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ تاویل ضعیف ہو بلکہ شیخ
محی الدین بن عربیؒ نے فرمایا کہ جسم انسانی مین اسکی تاویل یہ ہو کہ عقل نظری و عقل عملی دو قوت ملکیہ ہین جو نفس ناطقہ جسمانی سے متعرض ہو کر
سینہ کی چاہ تاریک مین قید ہین اور بمقتضاے طبیعت دونون نے گناہ و شرک کی جانب میل کیا لیکن نفس ناطقہ نے تصفیت حاصل
کر کے مبدا اعلیٰ یعنے عقل کلی کی جانب رجوع کیا۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ تاویل مقبول ہو اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ یہ آیت قدسی کی تفسیر ہو امام
بغوی و بیضاوی کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہو کہ ہاروت و ماروت دو آدمی متقی و پرہیزگار فرشتہ خصلت تھے جو امتحاناً جادو سکھلانے کے واسطے
متعین ہوئے اور جادو اُنکو الہام کیا گیا لیکن شیخ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ یہ قصہ متعدد طرق سے مسند احمد و صحیح ابن حبان و سنن بیہقی وغیرہ مین مرفوع ہے
اور حضرت علی و ابن مسعود و ابن عباسؓ وغیرہم سے باسانید صحیحہ مروی ہے شیخ سیوطیؒ نے کہا مین نے اس قصہ کو علیحدہ رسالہ مین لکھا ہو اور
بیضاویؒ نے جو اسکو رمز پر محمول کیا تو شاید ان روایات پر وقوف نہین ہوا تو اسکو مستبعد خیال کیا۔ مترجم کہتا ہو کہ بعید خیال کرنے کی وجہ یہ ہے
کہ اگر فرشتہ معصوم نہو تو انبیاء علیہم السلام پر جو کچھ وحی لاتا ہو اُس سے اعتماد اُٹھ جاوے لیکن بیضاویؒ نے اچھی طرح غور نہین کیا کیونکہ اصل قصہ کا
حاصل یہ ہو کہ ملائکہ نے بنی آدم کے گناہون پر طعن کیا اور مقتضاے شہوت سے اُنکو معذور نہین رکھا پس اللہ تعالیٰ نے امتحاناً انمین سے دو فرشتون کی
ماہیت بدل دی پس جب اُنکی ماہیت بدل گئی تو وہ فرشتے کے حکم مین باقی نہین رہے پس کوئی وجہ اعتراض نہین ہو۔ مترجم کہتا ہے
کہ اس زمانہ مین جو احمق معترض ہوتے ہین وہ دو طرح معترض ہین اول یہ کہ جادو کوئی چیز نہین ہو دوم یہ کہ بابل مین تلاش کرنے سے ان
دونون فرشتون کا وجود نہین ملتا ہو اور یہ دونون امر دلیل ہین کہ اعتراض کرنے والے محض جاہل ہین چنانچہ پہلے اس بارہ مین روایات سلف صالحین
ذکر کرنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ کلام آویگا اور حاصل مقام یہ ہو کہ جو شخص عقل و فطنت رکھتا ہو اگر سمجھ جائے تو بہتر ہو ورنہ آیات الٰہی عزوجل سے
منکر ہو کر کافر نہ بنے چنانچہ قاسم بن محمدؒ نے فرمایا کہ خواہ یہ دونون ہاروت و ماروت دو شخص ہون یا دو فرشتے ہون جو سحر کی تعلیم کرتے تھے بہرحال مین اپنے
رب عزوجل کے کلام پر ایمان لایا ہون (رواہ ابن جریرؒ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بہت سے علماے سلف کا مذہب یہی ہو کہ یہ دونون
آسمانی دو فرشتے تھے جو زمین مین اُتارے گئے تھے۔ (ذکر احادیث و آثار) عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے

کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو زمین میں اُتارا تو ملائکہ نے کہا کہ الٰہی تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بناویگا جو زمین میں فساد و خونریزی کرے
حالانکہ ہم لوگ تیری تسبیح کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ہو ملائکہ نے کہا کہ بنی آدم سے ہم زیادہ مطیع ہیں تو
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا تم انہوں میں سے دو فرشتے منتخب کرو جنکو ہم زمین پر اُتاریں پھر دیکھو کیسی حرکات کرتے ہیں تو انھوں نے ہاروت و ماروت کو
منتخب کیا پس یہ دونوں زمین پر اُتارے گئے اور ایک عورت زہرہ نہایت خوبصورت انکے واسطے متمثل ہوئی پس ان دونوں نے اسکی
درخواست کی تو اُسنے انکار کیا مگر ایک شرط سے کہ وہ عورت جو شرک کرتی تھی وہی کلمہ کہیں لیکن دونوں نے کلمہ شرک سے انکار کیا اُسنے کہا کہ پھر وصال
کی بھی کوئی صورت نہیں ہے پھر چند روز کے بعد ایک لڑکا ساتھ لیے ہوئے آئی تو پھر ان دونوں نے اس سے درخواست کی اسنے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا
ہے جب تک کہ تم اس لڑکے کو قتل نکرو مگر ان دونوں نے اُسکے قتل سے انکار کیا پھر وہ اس لڑکے کے ساتھ واپس چلی گئی پھر ایک مدت کے بعد آئی
اور وہ لڑکا بھی ہمراہ تھا شراب کا پیالہ اُسکے ساتھ تھا پھر ان دونوں نے اس سے درخواست کی تو اُسنے کہا کہ نہیں ہو سکتا یہانتک کہ تم شراب پیو تو ان
دونوں نے شراب کو آسان سمجھکر پی لیا اور نشہ کی حالت میں اس عورت سے اختلاط کیا پھر فضیحت سے خوفناک ہو کر اُس لڑکے کو قتل کر ڈالا پھر
جب ہوش میں آئے تو عورت نے کہا کہ تمنے آخر اُس لڑکے کو قتل کیا اور جس سے انکار کیا تھا وہی پیش آیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فرشتوں کو
عذاب دنیا و عذاب آخرت میں مختار کیا تو ان دونوں نے عذاب دنیا اختیار کر لیا (رواہ احمد وابن حبان فی صحیحہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد
کے سب راوی ثقات ہیں سوائے موسیٰ بن جبیر کے کہ وہ البتہ مستور الحال ہے اور اس روایت میں متفرد ہے لیکن ابن مردویہ نے موسیٰ بن جبیر
سے اسکی متابعت روایت کی مترجم کہتا ہے کہ تقریب میں اسکو بھی مستور الحال لکھا ہے اور ابن جریر نے سنید بن داؤد کے طریق سے نافع سے روایت
کی کہ میں سفر میں ابن عمرؓ کے ساتھ تھا ایک روز رات میں مجھسے دو تین مرتبہ پوچھا کہ ستارہ حمرا نکلا یا نہیں میں نے کہا کہ نہیں پھر جب نکل آیا تو
میں نے کہا کہ وہ ستارہ نکل آیا تو آپ نے فرمایا کہ لا مرحبا بہ ولا اہلا تو میں نے عرض کیا کہ سبحان اللہ آپ ستارہ کے حق میں ایسا فرماتے ہیں جو اپنے رب عزوجل کا
سامع و مطیع ہے ابن عمرؓ نے کہا کہ میں نے تو وہی کہا ہے جو آنحضرت صلعم سے سنا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملائکہ نے اپنے رب عزوجل سے عرض کیا کہ اے پروردگار
تو بنی آدم کی خطاؤں پر تحمل فرماتا ہے اور انکو عذاب نہیں فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے انکو امتحان میں مبتلا کیا ہے اور تمکو عافیت دی ہے ملائکہ نے
عرض کیا کہ اگر ہم انکی جگہ ہوتے تو تیری نافرمانی نکرتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا تم انہوں میں سے دو فرشتے اختیار کر لو پس انھوں نے بہت کوشش سے ہاروت و ماروت
کو چھانٹا — مترجم کہتا ہے کہ اس روایت میں سنید بن داؤد صاحب تفسیر میں کلام کیا گیا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت
عبداللہ بن عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بلکہ کعب احبار سے لی ہے چنانچہ عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں بجائے نافع کے سالم بن عبداللہ
بن عمرؓ سے روایت کی کہ میرے باپ نے کعب احبار سے روایت کی کہ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں بنی آدم کے گناہوں کی مذمت کی تو انسے کہا
گیا کہ تم انہوں میں سے دو فرشتوں کو چھانٹو پس انھوں نے ہاروت و ماروت کو چھانٹا اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کو حکم دیا کہ تم کچھ شرک نہ کیجیو
اور نہ زنا کیجیو اور نہ شراب پیجیو اور فرمایا کہ آدمیوں کے پاس میں رسول بھیجتا ہوں اور میرے تمہارے درمیان میں کوئی رسول نہیں ہے کعب نے کہا کہ
جس دن دونوں اُتارے گئے تھے واللہ اُس دن شام نہیں ہونے پائی تھی کہ اُنھوں نے وہ کام پورے کیے جنسے منع کیے گئے تھے (رواہ ابن جریر
وابن ابی حاتم) اور اسکی اسناد اصح و اثبت ہے اور اسکے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں اور نافع کی بہ نسبت سالم خود زیادہ اثبت ہیں تو معلوم
ہوا کہ اس روایت کا مدار کعب احبار پر ہے جو حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر ایمان لائے اور سابق میں علمائے یہود میں بہت بڑے عالم تھے اور کعب احبار نے
بلاشک اس قصہ کو کتب یہود سے نقل کیا پھر شیخ ابن کثیرؒ نے آثار نقل فرمائے چنانچہ ابن جریر نے باسناد جید حضرت علیؓ سے روایت کی

کہ زہرہ ایک خوبصورت عورت فارسی تھی جسنے ملکین ہاروت و ماروت کے حضور مین اپنا مقدمہ پیش کیا یعنے کسی معاملہ مین نالش کی پس
ان دونون نے اُسکی خوبصورتی پر عاشق ہوکر وصال کی درخواست کی تو اُسنے انکار کیا مگر اس شرط سے کہ اُسکو وہ بات سکھلا دین جسکے کہنے
سے آسمان پر چڑھ سکے تو ان دونون نے اُسکو یہ کلام سکھلا دیا پس وہ آسمان پر چڑھی لیکن مسخ کر کے تارا کر دی گئی شیخ ابن کثیر
نے کہا کہ اسکے راوی ثقات ہین لیکن یہ روایت شاذ ہے اور ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے بھی حضرت علی سے ما انزل علی الملکین کی تفسیر مین
روایت کیا کہ یہ دونون آسمانی فرشتے تھے بلکہ حضرت علی سے مرفوع روایت کیا زہرہ کو اللہ تعالیٰ لعنت کرے کہ اُسی نے ہاروت و ماروت
دونون فرشتون کو امتحان مین ڈالا الخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ دونون روایتین منکر و غیر صحیح ہین واللہ تعالیٰ اعلم اور ابن جریر نے ابن مسعود و ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب زمین مین آدمیون کی کثرت ہوگئی اور انھون نے نافرمانیان کین تو ملائکہ و زمین و پہاڑ [illegible] بددعا کی
کہ الٰہی ان کو مہلت نہ دی جاوے اور فرشتے کہنے لگے پس اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو وحی فرمائی کہ مین نے تمھارے دلون سے شہوت و شیطان کو دور کیا ہے
آدمیون کے دلون مین شہوت و شیطان کو ڈال دیا ہے اور اگر شہوت و شیطان تمھارے دلون مین ڈالا جاتا تو تم بھی ایسا ہی کرتے پس ملائکہ
نے اپنے دلون مین کہا کہ اگر ہم ایسے مبتلا ہوتے تو ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرتے پس اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم کیا کہ تم ملائکہ مین سے
اپنا افضل بلکہ دو شخصون کو چن لو پس انھون نے ہاروت و ماروت کو چن لیا اور وہ دونون زمین مین اُتارے گئے اور یہان اہل فارس مین
سے ایک عورت خوبصورت کی صورت مین زہرہ اُتاری گئی تھی پس یہ دونون اُسکے ساتھ مبتلا ہوکر گناہ کر بیٹھے اور ملائکہ کی
یہ عادت تھی کہ اہل ایمان کے واسطے مغفرت مانگتے تھے کما قال تعالیٰ ویستغفرون للذین آمنوا الآیۃ پھر جب ہاروت و ماروت سے یہ گناہ سرزد ہوا
تو اہل زمین کے واسطے عذاب سے پناہ مانگنے لگے کما قال تعالیٰ ویستغفرون لمن فی الارض الا ان اللہ ہو الغفور الرحیم پھر ہاروت و ماروت کو
عذاب دنیا و عذاب آخرت مین اختیار دیا گیا تو انھون نے عذاب دنیا کو اختیار کر لیا ابن جریر اور اسکی اسناد مین علی بن زید بن جدعان مین کچھ
کلام کیا گیا لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ حسن الحدیث ہے اور ترمذی نے اسکی حدیث کو حسن کہا اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی کہ مین حضرت عبداللہ
بن عمر کے ساتھ سفر مین تھا کہ ایک رات اپنے غلام سے کہا کہ دیکھ ستارہ زہرہ طلوع ہوا ہے یا نہین پھر اسکے حق مین کہا کہ لا مرحبا ولا اہلا ولا حیاہا
اللہ اور یہی وہ عورت ہے جسنے ہاروت و ماروت کو فتنہ مین ڈالا اور واقعہ یہ ہوا کہ ملائکہ نے کہا کہ اے رب کیونکر آدمیون کو مہلت دیتا ہے
جو باہم خونریزی کرتے اور حرام کے مرتکب ہوتے اور زمین مین فساد کرتے ہین تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مین نے انکو مبتلا کیا ہے اور اگر
تم کو اس امتحان مین مبتلا کرون تو تم بھی وہی کرو گے جو وہ کرتے ہین ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب ہم ایسا نہ کرینگے تو حکم ہوا کہ اچھا تم ملائکہ
مین سے دو شخصون کو چن لو پس انھون نے ہاروت و ماروت کو چن لیا اور اللہ تعالیٰ نے انکو فرمایا کہ مین تم کو زمین مین اُتارتا ہون اور عہد
دیتا ہون کہ تم شرک نہ کرو اور زنا نہ کرو اور خیانت نہ کرو پس یہ دونون زمین مین اُتارے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر شہوت ڈالی اور ان
کے واسطے زہرہ بہت خوبصورت عورت کی شکل مین اُتاری گئی پس یہ دونون اُسکے عاشق ہوکر اُسکو پھسلانا چاہا تو اُسنے کہا کہ مین ایک دین پر
ہون اور کسی کو میرے پاس آنا جائز نہین جب تک میرے دین پر نہ ہو ان دونون نے کہا کہ تیرا دین کیا ہے تو اُسنے کہا کہ مجوسی ہون تب ان دونون نے کہا کہ یہ
تو شرک ہے ہم اسکو نہ کرینگے اور وہ چلی گئی پھر چند روز کے بعد ان کے پاس آئی اور ان دونون نے اُس سے وصال کی درخواست کی تو اُسنے کہا کہ
مجھے تمھاری خاطر منظور ہے لیکن میرا شوہر ہے اور مین اس بات سے ڈرتی ہون کہ وہ اس بات سے آگاہ ہو جاوے پس تم مجھے ایسی بات بتلاؤ
کہ جس سے مجھے آسمان پر پہنچاؤ آخر ان دونون نے اُسکے دین کا اقرار کیا اور اُس سے جو چاہتے تھے وہ فعل کیا اور اُسکو آسمان پر لے گئے

لیکن ان دونوں کے پر کٹ گئے اور زمین پر گرے اور زہرہ اسی سے لٹکی اور یہ دونوں خائف و نادم ہو کر زمین پر روتے رہے اور اُس زمانہ میں
ایک پیغمبر تھا جو ہر دو جمعہ کے بیچ میں دعا کیا کرتا تھا اور جمعہ کو اُسکی قبولیت ہوتی تھی تو یہ دونوں کہنے لگے کہ آؤ چلکر اس پیغمبر کے پاس درخواست
کریں تاکہ وہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں توبہ مانگے پس ان لوگوں نے جاکر اُس پیغمبر سے درخواست کی تو انہوں نے کہا کہ اہل زمین کیونکر
آسمانوں کے لیے توبہ کی دعا مانگیں ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ مبتلا ہے امتحان کیے گئے تھے تو پیغمبر نے فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے دن آؤ
پس جب جمعہ کے روز یہ لوگ گئے تو کہا کہ تمہارے بارہ میں مجھ کو کچھ جواب نہیں ملا پس یہ لوگ دوسرے جمعہ کو آئے تو فرمایا کہ تمہارے بارہ
میں حکم الٰہی پہونچا کہ تم لوگ عذاب دنیا و عذاب آخرت میں سے کوئی اختیار کرو پس اگر دنیا میں عافیت چاہتے ہو تو آخرت میں عذاب ہوگا یا عذاب
دنیا اختیار کرو تو آخرت میں تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر پہونچو گے پس ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ ابھی دنیا میں سے تھوڑا حصہ گذرا ہے دوسرا بولا
کہ ای کمبخت پہلی بات میں میں نے تیرا کہنا مانا تھا اور اب تو میرا کہنا مان کیونکہ عذاب آخرت دائمی ہے تو اسکے ساتھ اس عذاب دنیا کو کوئی مناسبت
نہیں جو ایک دن زائل ہو جائیگا دوسرا بولا کہ اگر ہم عذاب دنیا اختیار کریں تو بھی قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہیں اور معلوم نہیں کیا ہوگا
پس دوسرا بولا کہ مجھکو قوی امید ہے کہ جب ہم نے آخرت کے خوف سے عذاب دنیا اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تو ہم پر دونوں عذاب
جمع نہیں فرمائیگا پس دونوں نے عذاب دنیا اختیار کیا پس یہ دونوں ایک آہنی کنوئیں میں آہنی زنجیر سے باندھ کر لٹکا دیئے گئے انتہیٰ ابن کثیر نے
کہا کہ اس روایت کی سند جید ہے پس یہی صحیح ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بیان کو کعب احبار وغیرہ کی روایات اسرائیلیہ سے لیا ہے
اور مرفوع حدیث ہونے سے یہ اصح و اثبت ہے اور یہ امر جو روایات میں مذکور ہے کہ زہرہ بشکل عورت نازل کی گئی وہی حضرت علی
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا تو یہ روایت نادر و غریب ہے اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کی خوبصورتی کی وجہ سے اسکو زہرہ سے
تشبیہ دی گئی چنانچہ ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ جب آدم علیہ السلام کے بعد لوگ کفر و عصیان میں مبتلا ہوئے
تو ملائکہ سماوی نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کرنا شروع کیا کہ اے رب العالمین یہ وہ عالم ہے جسکو تو نے اپنی عبادت و طاعت کے
لیے پیدا فرمایا تھا حالانکہ یہ لوگ کفر و قتل و حرام کاری و حرام خوری و چوری و شراب خوری میں مبتلا ہوگئے پس ملائکہ نے ان پر بددعا کرنی
شروع کی تو ارشاد ہوا کہ وہ لوگ غیب میں ہیں لیکن ملائکہ نے ان کو معذور نہ رکھا پس حکم ہوا کہ تم لوگ اپنے میں سے دو فرشتے
اختیار کرو پس انہوں نے ہاروت و ماروت کو چھانٹا پس وہ دونوں زمین پر اتارے گئے اور ان دونوں میں شہوت کے سبب قدرت نفسانی رکھی گئی جیسی
آدمیوں میں ہوتی ہے اور حکم دیا گیا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے شرک مت کیجیو اور کسی نفس محترم کو قتل نہ کیجیو اور حرام مال نہ کھائیو اور
زناکاری و چوری و شرابخواری سے بھی منع کر دیا گیا پس یہ لوگ ایک مدت تک زمین میں توحید الٰہی پر قائم رہے اور حق پر حکم کرتے اور لوگوں میں
عدل و انصاف سے حکم فرماتے رہے اور یہ زمانہ حضرت ادریس علیہ السلام کا وقت تھا اور اس زمانہ میں ایک عورت نہایت خوبصورت تھی
جسکی خوبصورتی کو عورتوں کے درمیان ایسی فضیلت تھی جیسی زہرہ کو تمام کواکب میں ہے ایک مرتبہ یہ دونوں اس عورت کے پاس آئے اور
اُس سے میٹھی میٹھی لبھانے والی باتیں کرکے وصال کی خواہش ظاہر کی تو وہ انکار کر گئی الا اس شرط پر کہ دونوں اسکا دین قبول کریں الغرض ان
دونوں نے پوچھا کہ تیرا کیا دین ہے تو اُسنے ایک بت نکال کر کہا کہ میں اسکی پرستش کرتی ہوں جب ان لوگوں نے اس شرک جلی کو دیکھا تو فوراً منکر
ہو کر چلے گئے لیکن جوش شہوت سے پھر ان دونوں کو اُسکے پاس لے گیا لیکن اُسنے پھر اسی شرط سابق پر اصرار کیا لیکن یہ لوگ شرک جلی کے ساتھ
انکار کر کے واپس آئے مگر جوش شہوت نے انکو مجبور کیا یہاں تک کہ پھر اسکے لبھانے کے واسطے گئے جب آئے تو دیکھا کہ یہ لوگ بہت آمادہ ہیں۔

تو کہنے لگی کہ تم تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرو یا تو اس بت کی عبادت کرو یا اس شخص کو قتل کر دو یا یہ ساتھ شراب پیو آخر ان
دونوں نے شراب خواری کو آسان سمجھکر شراب پی لی اور جب شراب کے نشہ میں مخمور ہوئے تو اس عورت سے زنا کیا پھر وہاں ایک شخص تھا ڈرے کہ
شاید اسکی خبر سے لوگوں کو آگاہ کرے پس اسکو ناحق قتل کر ڈالا پھر جب نشہ سے ہوش میں آئے اور اپنی بدکرداریوں سے واقف ہوئے تو چاہا کہ
آسمان کو اڑ جاویں لیکن انکی قوت نہ پائی اور انکے درمیان میں روک کر دی گئی اور جب ملائکہ آسمانی نے انکو دیکھا کہ کیسی ناگوار معصیات میں
گرفتار ہوئے ہیں تو انہوں نے سخت تعجب کیا اور پہچانا کہ جو شخص پردہ غیب میں ہو اسکو خوف کم ہوتا ہے پھر اسکے بعد اہل زمین کے واسطے
استغفار کیا کرتے تھے چنانچہ اسی ارشاد کے واسطے نازل ہوا قولہ تعالے۔ والملائکۃ یسبحون بحمد ربہم ویستغفرون لمن فی الارض۔ پھر ان دونوں کو
اختیار دیا گیا کہ عذاب دنیا و آخرت میں سے ایک کو پسند کریں تو انہوں نے عذاب دنیا کو پسند کیا پس وہ دونوں بابل میں رکھے گئے کہ انپر عذاب
ہوتا ہے (رواہ الحاکم و صححہ) شیخ ابن کثیر نے کہا کہ زہرہ کے بارہ میں یہ قول قریب ہے کہ وہ حسن میں مشابہ زہرہ تھی لیکن ابن ابی حاتم نے دوسری
اسناد کے ساتھ ابن عباس سے روایت کی جس میں یہی قصہ اسی طرح مذکور ہے کہ فرشتوں نے آدمیوں کی معصیات دیکھ کر جناب باری تعالی میں
عرض کیا کہ یہ لوگ بہت فسق و فجور میں مبتلا ہیں تو حکم ہوا کہ تم لوگ اپنوں میں سے تین فرشتے اختیار کرو پس انہوں نے تین فرشتے چھانٹے تاکہ
ان میں آدمیوں کی شہوت رکھی جاوے اور زمین میں توحید کے ساتھ عبادت کریں اور لوگوں کے درمیان عدل کے ساتھ حکم کریں اور شراب خواری
قتل نفس محترم و زناکاری و بت پرستی وغیرہ فجور سے منع کر دیا گیا لیکن تینوں فرشتوں میں سے ایک فرشتے نے اپنے آپ کو اس امر سے بچا لیا پس
دو فرشتے باقی رہ گئے پس شہوت کے ساتھ زمین میں آئے پھر یہاں ایک عورت ناہید نام جو اپنے وقت میں حسن و جمال میں مشہور تھی انکے ساتھ ہوئی اور
مبتلا ہو کر دونوں نے اس سے نفس کی خواہش کی مگر اس نے یہ شرط لگائی کہ شراب پیو اور میرے بت کو سجدہ کرو اور میرے اس پڑوسی کے
لڑکے کو قتل کر دو پس کہنے لگے کہ ہم بت کو تو سجدہ نہیں کرینگے لیکن آخر شراب پی لی اور مستی میں عورت سے زناکاری و بت پرستی کا ارتکاب کیا اور
فضیحت کے خوف سے اس نفس محترم کو بھی قتل کر ڈالا حالانکہ یہ جو اسم کہ وہ کلمات توبہ و تسبیح سیکھے ہوئے تھے کہ جنسے آسمان کو اڑ جاتے
پس وہ تسبیح کے کلمے انکو فراموش ہو گئے اور ان دونوں کو سلیمان علیہ السلام نے اختیار دیا کہ عذاب دنیا و آخرت میں سے ایک اختیار کر لیں تو انہوں نے
عذاب دنیا اختیار کیا اور آسمان و زمین کے درمیان لٹکائے گئے۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ روایت غریب منکر ہے اور عبد الرزاق نے باسناد
صحیح عبید اللہ بن عتبہ تابعی سے روایت کی کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے جو اس واسطے اتارے گئے تھے کہ لوگوں میں عدل کے
ساتھ حکم کریں اور اسکی وجہ یہی کہ ملائکہ نے آدمیوں کے حاکموں سے تمسخر کیا یعنی انکو ظالم و فاسق ٹھہرایا پھر ان دونوں فرشتوں کے
پاس ایک عورت اپنی فریاد لائی کہ آخر اسکے حسن پر فریفتہ ہو کر اسکے ساتھ فجور میں مبتلا ہوئے پھر چاہا کہ آسمان کو اڑ جاویں لیکن روکے
گئے اور عذاب دنیا و آخرت میں مختار کیے گئے آخر انہوں نے عذاب دنیا اختیار کیا۔ ھ معمر نے قتادہ سے روایت کی کہ یہ دونوں سحر
سکھلاتے تھے اور ان سے عہد لیا گیا تھا کہ کسی کو نہ سکھلاویں جب تک اس سے یوں نہ کہیں کہ ہم لوگ تو فتنہ یعنی امتحان کیے گئے ہیں پس
تو کفر مت کر۔ ھ اور اسباط بن محمد نے سدی سے روایت کی کہ ہاروت و ماروت کا قصہ یہ ہے کہ انہوں نے اہل زمین کے احکام پر طعن
کیا تھا تو انسے کہا گیا کہ ہمنے بنی آدم کو دس قسم کی شہوات دی ہیں کہ انہیں کی وجہ سے نافرمانیاں کرتے ہیں۔ ہاروت و ماروت
نے عرض کیا کہ الٰہی اگر یہ شہوات ہم کو بھی دی جاویں پھر ہم لوگ زمین میں اتارے جاویں تو بھی ہم تیری نافرمانی نہ کریں گے تو
حکم ہوا کہ اچھا اترو اور تمکو یہ دسوں شہوات دی ہیں اور جا کر لوگوں میں حکم کیا کرو پس دنیا میں بابل میں اتارے گئے پس ان

دونون کا دستور تھا کہ دن بھر حکم و تعلیم کرتے اور شام کو آسمان پر اُڑ جاتے پھر صبح کو زمین پر آجاتے تھے یہانتک کہ ایک روز انکے پاس ایک
عورت نالش لائی جو اپنے شوہر پر فریاد کرتی تھی یہ دونوں اُسکے حسن کو دیکھکر فریفتہ ہوگئے اور اس عورت کا نام عربی میں زہرہ ہے اور زبان
نبطی میں بے دخت ہے اور زبان فارسی میں ناہید ہے پس ہاروت و ماروت میں سے ایک نے کہا کہ یہ عورت تو میرے دل کو نہایت فریفتہ کرتی ہے
دوسرا بولا کہ میں خود تجھسے یہی کہنا چاہتا تھا مگر شرم سے نہیں کہا پس اُس نے کہا کہ بھلا اس سے وصال کی خواہش کریں تو دوسرے نے کہا کہ ہاں لیکن
اللہ تعالی کے عذاب سے چھوٹنے کی کیا صورت ہے تو اُسنے کہا کہ اللہ تعالی ارحم الراحمین ہے پھر جب وہ اپنے شوہر پر مقدمہ لائی تو ان دونوں
نے اس سے وصال فجور کی درخواست کی تو وہ بولی کہ میں اسطرح نہیں مانونگی جب تک کہ تم میرے شوہر پر حکم نہ دو پس ان دونوں نے اُسکے
موافق اُسکے شوہر پر حکم دیدیا اور اس عورت نے ایک کھنڈل میں اُنسے وعدہ کیا جب یہ دونوں وہاں جمع ہوئے تو اُسنے کہا کہ اسطرح تو
میں نہ مانونگی جب تک کہ تم دونوں مجھے وہ کلمات نہ سکھلاؤ جنکے ذریعہ سے تم آسمان پر چلے جاتے اور اتر آتے ہو پس ان دونوں نے
اُسکو وہ کلمات سکھلا دئیے پس وہ آسمان کو اُڑ گئی لیکن بتقدیر الٰہی وہ کلمات بھول گئی جس سے اترتے تھے تو وہیں رہ گئی اور اللہ تعالی نے
اُسکو مسخ کر کے کوکب زہرہ کر دیا چنانچہ عبد اللہ بن عمر جب اُسکو دیکھتے تو لعنت کرتے تھے اور کہتے کہ اسی نے ہاروت و ماروت کو فتنہ میں ڈالا
تھا پھر جب رات ہوئی تو ہاروت و ماروت نے چاہا کہ آسمان پر جاویں تو انکو یہ قدرت حاصل نہ ہوئی اور انھوں نے جان لیا کہ ہلاک ہوگئے
ہوئے اور اُنھوں نے عذاب دنیا اختیار کیا اور بابل میں لٹکائے گئے اور لوگوں کو اسی حال سے سحر سکھلایا کرتے تھے - اور شیخ
ابن کثیر نے مجاہد سے بھی ایسی ہی مانند طویل روایت لکھی اور آخر میں ہے کہ جب یہ دونوں مجبور ہوئے تو ایک آدمی کے پاس گئے اور
کہا ہم نے سنا ہے کہ ملائکہ تجھکو بھلائی کے ساتھ یاد کیا کرتے ہیں پس تو ہمارے واسطے سفارش کر پس اُسنے اُنسے تین روز کا وعدہ کیا اور
تیسرے روز شفاعت قبول ہوئی اور دونوں فرشتوں کو عذاب دنیا و عذاب آخرت میں اختیار دیا گیا پس انھوں نے عذاب
دنیا اختیار کیا - اور شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ ہاروت و ماروت کے قصہ میں ایک جماعت تابعین یا اتباع تابعین مثل مجاہد و سدی
و حسن بصری و قتادہ و ابو العالیہ و زہری و ربیع بن انس و مقاتل بن حیان وغیرہم سے روایات ہیں اور متقدمین و
متاخرین اہل تفسیر میں سے بکثرت لوگوں نے اس قصہ کو نقل کیا ہے لیکن کچھ شک نہیں ہے کہ یہ تفصیل بیانات صرف
بنی اسرائیل سے سنی ہوئی روایات ہیں اور اس بارہ میں کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل الاسناد موجود نہیں ہے اور قرآن مجید میں جو قصہ مجمل
درباره ہاروت و ماروت کے مذکور ہوا وہ کچھ اس تفصیل کو مستدعی نہیں ہے پس ہم ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو کچھ اللہ تعالی نے نازل فرمایا
اور جو کچھ اس سے مراد لی وہ سب حق ہے اور ہمارا افادہ صرف اسی قدر پر تمام ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے کتاب الٰہی کو چھوڑ کر اس سحر کی اتباع کی جو
بابل میں ہاروت و ماروت پر بطور امتحان نازل کیا گیا تھا حالانکہ وہ دونوں اپنا فتنہ ہونا اور کفر سے پرہیز کرنا بتلاتے تھے باوجود
اسکے ان لوگوں نے نہ مانا پھر شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اس مقام پر ایک عجیب قصہ بھی وارد ہوا جسکو ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں قال الامام ابو جعفر
ابن جریر حدثنا الربیع بن سلیمان انا ابن وہب اخبرنی عبد الرحمن بن ابی الزناد حدثنی ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ انہا قالت قدمت علی
امراۃ من اہل دومۃ الجندل الخ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ وفات سے قریب میں
دومۃ الجندل کے لوگوں سے ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتی ہوئی آئی تاکہ آپ سے سحر کی چند باتیں دریافت کرے جسمیں وہ
اتفاق سے پڑ گئی تھی ولیکن اُسنے سحر کے موافق کوئی کام نہیں کیا تھا عروہ نے کہا کہ میری خالہ حضرت عائشہ نے مجھسے فرمایا کہ میری آنکھ

لڑکے جب اس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو روتی تھی اور ایسی زار زار روتی تھی کہ مجھکو بھی اُس پر رحم آتا تھا اور وہ کہتی تھی کہ مجھے نہایت خوف ہے کہ میں برباد ہو گئی کیونکہ میرا شوہر تھا وہ کہیں پردیس چلا گیا اور میرے پاس ایک بڑھیا آئی تو میں نے اُس سے اس امر کی شکایت کی وہ کہنے لگی کہ جو میں بتلاؤں تو ویسا ہی کرے تو تیرا شوہر آجاویگا تو میں نے کہا کہ میں ضرور ایسا ہی کرونگی وہ کہنے لگی کہ اچھا تو تیار رہ میں رات کو آؤنگی جب رات ہوئی تو وہ دو سیاہ کتے لیکر آئی اور ایک پر آپ سوار ہوئی اور کہنے لگی کہ دوسرے پر تو سوار ہو جا پھر پلک مارنے کی دیر تھی کہ میں نے آنکھ کھولی تو اپنے آپکو بابل میں کھڑا دیکھا اور ناگاہ نظر اُٹھا کر کیا دیکھتی ہوں کہ دو شخص اپنے پاؤں سے لٹکے ہوئے ہیں وہ مجھے کہنے لگے کہ تو کیوں آئی ہے میں نے اُس بڑھیا کے کہنے سے کہا کہ میں سحر سیکھنے آئی ہوں تو کہنے لگے کہ ہم فتنہ میں ہیں تو کفر مت اختیار کر اور یہاں سے اپنے گھر لوٹ جا لیکن بڑھیا کے سکھلانے سے میں نے انکار کیا اور کہا کہ میں ضرور سیکھوں گی تو کہنے لگے کہ اچھا اس تنور میں جاکر پیشاب کر جب میں گئی تو ڈر کے مارے میں نے پیشاب نہ کیا اور اُنکے پاس لوٹ آئی وہ دونوں کہنے لگے کہ تو نے یہ کام کیا میں نے جھوٹ موٹ کہدیا کہ جی ہاں تو کہنے لگے کہ بھلا تو نے کیا دیکھا میں نے کہا کہ میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا تو انہوں نے مجھے کہا کہ تو نے ہرگز یہ کام نہیں کیا ہے اور اب بھی تو اپنے ملک کو لوٹ جا اور کفر مت اختیار کر میں نے پھر نہ مانا اور یہی کہا کہ میں سیکھونگی تو کہنے لگے کہ پھر اسی تنور میں جاکر پیشاب کر جب میں تنور پر گئی تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور مجھکو خوف معلوم ہوا اور پھر میں ان دونوں کے پاس لوٹ آئی اور کہا کہ میں نے یہ کام کر لیا انہوں نے کہا کہ پھر تو نے کیا دیکھا میں نے کہا کہ میں نے تو کچھ نہیں دیکھا۔ وہ دونوں کہنے لگے کہ تو جھوٹی ہے تو نے یہ کام ہرگز نہیں کیا اور اب بھی تو اپنے شہر کو لوٹ جا اور کفر مت اختیار کر کیونکہ تو اپنے معاملہ میں ابھی تک معلوم ہوتی ہے پھر میں نے نہ مانا اور اُن دونوں سے کہا کہ میں ضرور سیکھونگی تو انہوں نے کہا کہ اس تنور میں جاکر پیشاب کر اس مرتبہ جاکر میں نے اُس تنور میں پیشاب کیا [illegible] میں نے اسمیں پیشاب کیا تو دیکھا کہ مجھ میں سے ایک سوار مسلح نکلکر آسمان کو چلا یہاں تک کہ میری نظر سے غائب ہو گیا پھر میں اُن دونوں کے پاس آئی اور کہا کہ میں نے وہ کام کر لیا انہوں نے کہا کہ پھر تو نے کیا دیکھا میں نے کہا کہ مجھکو نظر آیا کہ مجھ میں سے ایک سوار مسلح نکلکر جانب آسمان چلا اور برابر دیکھتا رہا کہ میری نظر سے غائب ہو گیا۔ پس وہ کہنے لگے کہ تو سچی ہے اور یہ تیرا ایمان تھا جو تجھ سے نکلکر چلا گیا اور اب تو یہاں سے روانہ ہو۔ پھر میں نے اُس بڑھیا سے کہا کہ واللہ مجھے تو کچھ نہیں معلوم ہوا اور ان دونوں نے کچھ مجھے کہا وہ کہنے لگی کہ نہیں بلکہ تجھکو سحر حاصل ہو گیا اور اب تو جس چیز کا ارادہ کریگی وہ ہو جاویگا اچھا تو یہ بالی گیہوں کی لے اور اسکو بو دے [illegible] پس میں نے انکو بویا اور کہا کہ اُگو تو وہ اُگ آئے پھر میں نے کہا کہ بالیاں نکل آویں تو ناگاہ سب بالیاں نکل آئیں پھر میں نے کہا کہ تم خشک ہو جاؤ تو وہ سب خشک ہو گئیں پھر میں نے کہا کہ تم پس جاؤ تو وہ سب پس گئیں پھر میں نے کہا کہ روٹیاں ہو جاؤ تو وہ روٹیاں ہو گئیں پھر میں نے دیکھ لیا کہ میں جس چیز کو چاہتی ہوں وہ ہو جاتی ہے تو میں نے اُسکا لاحاصل دیکھا اور مجھے ندامت طاری ہوئی کہ میں نے ایمان کھو کر اسکو پایا پھر کہنے لگی کہ اے ام المؤمنین واللہ میں نے کچھ نہیں کیا اور نہ میں کبھی کچھ کرونگی اس قصہ کو ابن ابی حاتم نے بھی [illegible] روایت کیا ہے اور روایت کرنیکے اسقدر زیادہ روایت کیا کہ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس معاملہ کو دریافت کیا حالانکہ اس وقت بکثرت صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے لیکن سب خاموش ہو گئے اور سمجھا کہ اس بارہ میں اس عورت کو کیا جواب دیں [illegible] ابن عباس سے یا ابن عباس کے پاس بیٹھے تو کسی شخص نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کاش آپ کے والد زندہ ہوتے یعنی معرفت انکے واسطے خاص تھی۔ ہشام کہتے ہیں کہ آج اگر ہمارے پاس

دہ آتی تو ہم ضرور اُسکو کچھ فتویٰ دیدیتے۔ ابن ابی الزناد کہتے تھے کہ ہشامؒ فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تقویٰ و خوف الٰہی میں بدرجۂ کمال تھے اور ہمارا زمانہ یہ ہے اگر اب ایسی عورت آوے تو ہم اُسکے حق میں ضرور کوئی فتویٰ دیں اور یہ بے علمی کا تکلف ہو۔ امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس روایت کی سنا جید ہے اور اسی اثر سے بعض لوگوں نے استدلال کیا کہ ساحر کو یہ قدرت ہو جاتی ہے کہ وہ اعیان کو بدل دے کیونکہ اُسنے بالی بوئی یہانتک کہ اُسکی روٹی پکائی اور دیگر علماء نے کہا کہ ساحر کو یہ قدرت ہرگز نہیں حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ صرف تخیلات ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہی قول صحیح ہے کہ ساحروں کو قلب اعیان کی طاقت نہیں ہوتی ہے کیونکہ ساحران فرعون نے کہا تھا کہ ان لنا لاجرا ان کنا نحن الغالبین یعنی اگر ہم ہی غالب ہوں تو ہمارے لیے اجرت ضرور ہوگی چنانچہ فرعون نے اسکو قبول کیا اور اسکے ساتھ یہ بھی بڑھایا کہ علاوہ اجرت و انعام کے تمکو اپنا مقرب بھی بناؤنگا پس اگر ساحروں کو قلب اعیان کی قدرت حاصل ہوتی تو وہ فرعون سے انعام کیوں مانگتے بلکہ تمام جہان کے کنکر پتھروں کو لعل و جواہرات و سونا بنا لیتے حالانکہ یہ بالضرور باطل ہے لیکن سحر محض تخیلات ہی نہیں ہیں اور جسطرح نفوس انسانی بلحاظ ایمان و قوت ملکیہ کے اور باعتبار انواع کفر و قواے شیطانیہ کے مختلف باختلاف کثیرہ ہوتے ہیں اسی طرح سحر کا اثر بھی ان لوگوں پر مختلف واقع ہوتا ہے چنانچہ ترکیب حروف و زبانی الفاظ سے اجسام انسانی میں طرح طرح کے آثار ظاہر ہوتے ہیں مثلاً جمیع کہتے گدھا اگر کسی رذیل شخص کو کہو تو اسمیں وہ اثر نہیں ہوتا جو کسی شہزادی کو کہا جاوے اور اسی ح م ی ر کی ترکیب مختلفہ سے آثار مختلفہ ہیں مثلاً رح ی م - رحیم - غایت تحسین ہے اور ر م ر ی ح - مرحج - دوسرے معنے و اثر دیتا ہے اور جو لوگ مدارک اسرار میں کسی قدر فائق ہیں اور دنیاوی افعال اغراض یا نماز روزہ و صلوٰۃ وغیرہ کو اور مانند کلمات تسبیح و تہلیل و تحمید و تمجید کو صرف خیال نہیں جانتے بلکہ یہ امور دارالآخرت و دل میں حقائق جو ہیں یہی ہیں کہ فضائل قراءت قرآن و نماز و صوم وغیرہ کی احادیث صحیحہ میں تصریح بلیغ موجود ہے کہ انکے حقائق حقیقیہ ہیں تو یہ لوگ خوب سمجھتے ہیں کہ جسطرح ان امور خیرات کے واسطے حقائق انوار ملکیہ ہیں اسی طرح کلمات سحر کے ساتھ حقائق شیطانیہ ہیں اور جب سحر سیکھنے والے نے انکو اپنے وجود میں برغبت خود دخل دیا تو بالضرور تو اسکے خارج ہو کے اکتساب سے حاصل ہوتے ہیں مانند ایمان وغیرہ کے بخلاف خلقی قواے ملکیہ کے کہ انکو اذیت ہے جیسے حواس ظاہرہ میں ناک کان کو خوشبو و نفیس لطیف آواز سے فرحت ہوتی ہے اور ہر عطر جو خارج سے ہو برعکس بدبو لگانے سے زائل ہو جائیگا لیکن قواے حواس صرف اذیت کے ساتھ ایک وقت تک زندہ رہینگے پس جن احمقوں نے خیال کیا کہ سحر فقط اوہام ہیں یہ ان لوگوں کے وہم کا قصور ہے کہ یہ نہیں سمجھے کہ ترددو نشو ونما چاہیے کہ ہر خیر و شر کے خلق و ایجاد میں کسی بندہ مخلوق کو کچھ طاقت نہیں سوا اسکے کہ مخلوق صرف ظرف ہے تو اسکے اندر بندہ بظاہر کلمات وغیرہ کے اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے فافہم۔ ھ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابوجعفر رازی نے ربیع بن انس عن قیس بن عباد سے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب ہاروت و ماروت کے پاس کوئی شخص سحر سیکھنے آتا تو اسکو سخت ممانعت کرتے اور کہتے کہ ہم تو فتنہ امتحانی ہیں تو کفر مت اختیار کر اور یہ اسوجہ سے تھا کہ ان دونوں کو بھلائی و برائی و کفر و ایمان کا علم حاصل تھا تو انکو معلوم تھا کہ سحر بھی کفر ہے پھر جب وہ کسی طرح نہ مانتا تو اُس سے کہتے کہ فلان فلان جگہ جا پھر جب وہ وہاں جاتا تھا تو اُسکو شیطان نظر آتا تھا اور وہ اُسکو سحر سکھلاتا تھا پھر جب شیطان نے اُسکو سحر سکھلایا تو اُس سے ایک نور نکلکر آسمان کو چڑھتا تھا اور جب وہ اس نور کو دیکھتا تھا تو حسرت سے چلاتا تھا اور حسن بصریؒ نے بھی فرمایا کہ ہاں بیشک یہ دو فرشتے سحر سکھلانے کے واسطے اتارے گئے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے واسطے امتحان چاہا تھا پس ان دونوں سے کہدیا تھا کہ کسی کو سحر نہ سکھلاویں حتیٰ کہ اُس سے یہ نہ کہدیں کہ ہم فتنہ ہیں پس تو کفر مت کر (ابن ابی حاتم) اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی ساحر یا کاہن یا عراف کے پاس جو کچھ اُسنے کہا اُسکی تصدیق کی تو جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا اُس سے کفر کیا (رواہ البزار باسناد صحیح) اور واضح ہو کہ اُس زمانہ کے

لوگ ہاروت و ماروت سے ایسی چیزین سیکھتے تھے جس سے شوہر و زوجہ مین پھوٹ ڈالین اور ظاہر ہو کہ یہ حرکت شیطانی ہو چنانچہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اپنا تخت پانی پر رکھتا پھر اپنے چھوٹے چھوٹے لشکرون کو بھیجتا ہو یعنے آدمیون کو گمراہ کرنے کو بھیجتا ہو پھر اُسکی ذریات مین سے وہ شیطان زیادہ مرتبہ والا ہوتا ہو جو آکر اُس سے کہے کہ مین نے فلان شخص کو نہچھوڑا یہانتک کہ اُسکے اور اُسکی زوجہ کے درمیان تفریق کی پس گلے سے لگا کر اُسکو اپنے قریب بٹھلاتا ہو اور کہتا ہو کہ تو بہت اچھا ہو (الصحیحین) اور اسکی وجہ یہ ہو کہ باہمی پھوٹ سے بہت خرابیان پیدا ہوتی ہین اسیواسطے حدیث مین آیا کہ باہمی فساد ہی نیکیونکا مونڈنے والا ہو اور کلمات سحر کے ذریعہ سے نفاق زیادہ جم جاتا تھا حتی کہ باذن اللہ تعالے دونون مین جدائی واقع ہوجاتی تھی حتی کہ اگر اللہ تعالیٰ کو کسی شخص کے حق مین یہ ضرر منظور نہوتا تو ان کا سحر کچھ کام نکرتا تھا۔ (مسئلہ) ایک جماعت سلف نے کہا کہ ساحر کافر ہوجاتا ہو اور یہ امام احمدؒ سے ایک روایت ہو اور دیگر جماعت سلف نے کہا کہ اگر وہ کفر کا اعتقاد نکرے تو کافر نہوگا ولیکن اُسکی سزا یہ ہو کہ اُسکی گردن ماردی جاوے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمان لکھا کہ ہر ساحر مرد و عورت کو قتل کردو چنانچہ تین ساحر قتل کیے گئے (البخاری وشافعی واحمد) اور یونہی ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا پر اُنکی ایک باندی نے سحر کیا تو اُمنوںنے اُسکے قتل کا حکم دیا۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ تین صحابہ رضی اللہ عنہم سے قتل ساحر کی روایت ثابت ہو اور جندب الازدی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساحر کی حد یہ ہو کہ تلوار سے ماردیا جاوے (رواہ الترمذی) لیکن اسمعیل بن مسلم ضعیف راوی ہو اور صحیح یہ ہو کہ یہ جندب رضی اللہ عنہ کا قول ہو شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ طبرانی نے اسکو دوسری اسناد سے بھی مرفوع روایت کیا اور متعدد اسانید سے روایت کیا گیا کہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک ساحر تھا جو اُسکے سامنے تماشہ کیا کرتا چنانچہ اپنے سامنے ایک لڑکا بٹھلا کر اُسکی گردن مارتا اور لوگون کو معلوم ہوتا کہ اُسکی گردن الگ ہوگئی پھر اُسکو ایک آواز دیدیتا تو اُسکا سر اُسکے دھڑ سے لگجاتا تھا تو عوام لوگ کہنے لگتے کہ سبحان اللہ اسکو خوب کمال حاصل ہو یہ تو مردے زندہ کرتا ہو اور وہان صالحین مہاجرین مین سے ایک بزرگ تھے جب اُنھون نے سُنا تو چاہا کہ یہ تماشہ دیکھین پھر دوسرے روز اپنی چادر مین تلوار چھپائے ہوئے لے گئے اور جب ساحر مردود نے یہ تماشہ کیا تو تلوار نکالکر اُسکو قتل کردیا اور فرمایا کہ اگر یہ سچا تھا تو اپنے آپ کو زندہ کرے اور یہ آیت پڑھی۔ اتاتون السحر وانتم تبصرون لیکن ولید بن عقبہ ایک فاجر حاکم تھا وہ غصہ ہوگیا اور اُسنے یہ الزام لگایا کہ بغیر میرے پوچھے اسکو قتل کردیا پس اُسنے قید کیا پھر چھوڑدیا (الطبرانی ونحوہ ابوبکر الخلال) اور امام شافعی نے فرمان حضرت عمرؓ و حکم حفصہ رضی اللہ عنہا کو جس مین قتل ساحر کا حکم ہے ایسے سحر پر محمول کیا جسمین شرک ہو مترجم کہتا ہو کہ جملہ اقوال مین سے اقوی یہ ہو جو ہمارے مشائخ حنفیہ نے اختیار کیا کہ اگر ساحر اُسپر عمل کرے تو قتل کردیا جاوے کیونکہ سحر تو کبھی کلمات خبیثہ سے خالی نہین ہوتا ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مسئلہ) امام رازی نے نقل کیا کہ معتزلہ وجود سحر سے منکر ہین بلکہ جو شخص سحر کا قائل ہو کبھی اُسکو کافر بتلاتے ہین۔ مترجم کہتا ہو کہ یہی ملحدین نیچریہ کا خیال ہو اور علماے اہل سنت کے نزدیک سحر صحیح ہو خواہ وہ نظر بندی ہو یا اُسکی کوئی دوسری حقیقت ہو اس سے کچھ بحث نہین ہو غیر از نکہ سحر کے واسطے ایک ماہیت ہو حتی کہ ساحر سے ہوا مین اُڑنا وغیرہ ممکن ہو مترجم کہتا ہو کہ امام غزالی وغیرہ ایک جماعت صالحین نے بعض اکابر سے حکایت کی جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ شیاطین اُسکو ہوا مین اُڑاتے پھرتے ہین حتی کہ اگر اُسکے قریب کوئی ایسا بزرگ گذر جسکے سامنے خبائث نہین ٹھہر سکتے ہین تو اُسکو چھوڑ بھاگنے سے یہ شخص گر پڑے گا چنانچہ ایسی حکایات معتمد ائمہ علما سے معروف ہین مترجم کہتا ہو کہ اس زمانہ مین عوام دہریہ و نیچریہ وغیرہ مین روحین بلانے کا شور ہو اور یہ فتنہ شیطانی ان جاہلون کے واسطے سخت و شدید ہو اور حدیث شریف مین وارد ہوا کہ آخر زمانہ مین شیاطین بشکل انسانی آکر گمراہون کی پیروی کرتے اور بد اعتقادی کے اندر منہمک ہونے کی تاکید و تلقین کرینگے۔ اور تحقیق مقام یہ ہو کہ آدمی کی ترکیب عجیب مین اللہ تعالیٰ عزوجل نے روح ڈالکر یہ کہا جو نفی ہو

اور جسم و پیکر ہیولانی رکھا لیکن جسم محسوس تو ظاہر ہے اور پیکر ہیولانی ہی لمہ شیطانی بالکل اسی جسم سے مماثل ہے سوائے اسکے کہ وہ چھونے سے ملموس نہیں ہوتا اور اگر آنکھوں کے مقابل ہو تو بعینہٖ یہی مجسم آدمی نظر آوے گا - پھر موت کے بعد روح و لمۂ ملکی الگ ہو جاتا ہے اور رہا جسم و لمۂ شیطانی جو طبقۂ زمین میں ہے انہیں سے جسم سڑ کر خراب ہو جاتا ہے - اب سنو کہ حدیث میں انسانی ترکیب بلمۂ ملکی و بلمۂ شیطانی موجود ہے اور حدیث دیگر میں آیا کہ ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان مخلوق ہوتا ہے - اور حدیث میں آیا کہ جب مومن مرتا ہے تو اسکا شیطان بھی مدفون و مقید رہتا ہے کہ اسکو حرکت و انتقال کی وسعت نہیں ہوتی ہے اور کافر کا شیطان آزاد پھرتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے روز وہ بھی زنجیر میں مسلسل ہو کر داخل جہنم کیا جائے گا - جب یہ امر معلوم ہوا تو جسقدر حکایات ان حمقاء ملاحدہ نے درباره روحوں کے بیان کیں اور اپنی حماقت سے انکو روح سمجھے ہیں بلکہ شیطانی ہیں برباد پڑے ہیں اور درحقیقت یہ وہی شیطان ہے جو انکو فلاں شخص معروف کے بعینہٖ صورت میں نظر آتا ہے اور انکو عین گمراہی میں نہایت تعلیم کرتا ہے لہذا ہرگز ممکن نہیں کہ کسی مومن ولی معروف کی روح کو انہیں سے کوئی طلب کر سکے پس اہل ایمان کو چاہیے کہ اپنے عقائد معارف کو بحفظ الٰہی عزوجل محفوظ رکھیں اور مزید اطمینان یہ ہے کہ ہر مدعی سے اہل ایمان کے ولی معروف میں سے جو شریعت و طریقت پر کامل تھا مطالبہ کریں بشرطیکہ خود اس ولی کے فیض صحبت سے اچھی طرح پہچانتے ہوں کہ ہرگز یہ خباثت اسکے ہمزاد کو نہیں بلا سکتے ہیں - اے اہل ایمان و اسلام یہی قرآن پاک و حدیث مبارک میں معرفت بلند بکمال ارجمند ہے تم اسپر مضبوط مستقیم رہو اور ہر فتنہ سے اپنی نعمت ایمان کو محفوظ رکھو ورنہ اس سے تجاوز محض گمراہی و ضلالت ہے جو بعد موت کے صاف منکشف ہو جائیگی اور اسوقت سوائے حسرت و وبال کے کچھ حاصل نہوگا - اور عجب کہ تم تجربات احادیث و آیات کو دیکھتے ہو جن میں تمہارے واسطے تمام فتن مضلہ یعنی گمراہ کرنے والے فتنہا سے تحذیر کی جو قیامت تک مضر ایمان پیدا ہونگے تصویر کھینچ دی گئی پھر بھی تم ان فریبوں وغیرہ کے دھوکے میں پڑو - نعوذ باللہ من الضلال ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم (تتمہ) اہل السنت کے نزدیک اگرچہ سحر کی ہیئت و حقیقت موجود ہے لیکن ساحر کو کچھ پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے غیر ازینکہ جب ساحر سے یہ کلمات خبیثہ صادر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے جو آثار مقدر فرمائے ہیں ان کو پیدا کرتا ہے حتیٰ کہ کبھی بعض اجسام میں موت پیدا ہوتی ہے لہذا قال تعالیٰ - وما ہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ - اور عورت مذکورہ جو بابل سے سیکھ آئی اور آیت مقام و حکایات کثیرہ اس امر کی دلیل ہیں کہ سحر کی حقیقت موجود ہے - (مسئلہ) امام رازیؒ نے زعم کیا کہ سحر سیکھنا اس نظر سے کہ سحر و معجزہ میں فرق پہچانے قبیح نہیں ہے کیونکہ معجزہ پہچاننا واجب ہے تو سحر جس سے پہچان ہو کیونکر قبیح ہوگا اور اسی پر محققین نے اتفاق کیا ہے شیخ امام ابن کثیرؒ نے اسکو قطعاً رد کر دیا کہ آیات مذکورہ و حدیث صحیح صریح اسکی شناخت کرتی ہیں اور وہ کون محققین ہیں جنہوں نے سحر کی خوبی پر اتفاق کیا ہے حالانکہ کسی ایک محقق سے بھی نص موجود نہیں ہے بالجملہ مفصل رد کر دیا اور صواب کیا پھر شیخ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ابو عبداللہ الرازی نے پھر اسکے بعد سحر کی آٹھ قسمیں بیان کیں مترجم کہتا ہے کہ میں انکو بنظر بعض فوائد کے مختصر بیان کرتا ہوں (قسم اول) سحر کذابین و کشدانیین ہے جو سبع سیارہ کی پرستش کرتے ہیں اور انہیں کی طرف سے خیر و شر کی پیدائش خیال کرتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں کو مسلمان کرنے اور انہیں کی تردید کرنے کے واسطے بھیجے گئے تھے اور ابن خلکان نے آفتاب و ستاروں وغیرہ کی تسخیر کا طریقہ اور انکی دعوتیں و لباس اور بخور و پڑھنے کے کلمات وغیرہ مفصل نقل کیے ہیں اور گمان یہ ہے کہ اسنے صرف ان لوگوں کے باطل خیالات سے پرہیز کے واسطے ان چیزوں کا بیان کر دیا ہے (قسم دوم) سحر اصحاب اوہام و تصورات تو یہ مترجم کہتا ہے کہ یہی مسمریزم ہے جو اس زمانہ میں معروف ہے یعنی تصورات کو اسقدر قوی کرتے ہیں کہ اسکا اثر بیہوش کرنے وغیرہ میں کم و بیش واقع ہو جاتا ہے جیسا کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ اس فن کے ہیں شیخ نے لکھا کہ امام رازیؒ نے وہم کی تاثیر پر اس طرح دلیل قائم کی کہ اگر زمین پر پل رکھا ہو تو اسپر سے چلنا ممکن ہے اور اگر نہر کے مانند کسی جگہ پر

ہوتو نہین ممکن ہے اور جیسے اطبانے اتفاق کیا کہ جسکو نکسیر کا مرض ہو وہ سرخ چیزون کو نہ دیکھے اور جسکو مرگی کا مرض ہو وہ چمکتی و گھومتی چیزین نہ دیکھے اور یہ صرف اسیوجہ سے ہے کہ اسکے ذہن مین اوہام جم جاتے ہین مترجم کہتا ہے کہ تحقیق دلیل جسمین اطبا و فلاسفہ بھی متفق ہین میرے نزدیک اسطرح کہ اللہ عزوجل نے اس جسم مین طبعی قوت مدبرہ رکھی ہے اور یہ بطور عادت ہے جیسے آگ مین جلانے اور پانی مین ٹھنڈا کرنے کے افعال بطور عادت جاری ہین اور اطبانے بیان کیا کہ طبیعت مدبرہ صرف بدن سے متعلق ہے اور اسکو عقل سے ارتباط نہین ہے چنانچہ اگر کسی عضو مین درد یا دکھ ہو یا وہان کوئی زخم لگ جاوے تو طبیعت مدبرہ اس طرف حفاظت کے لیے خون چڑھا لیجاتی ہے حالانکہ یہ عقلاً مضر ہے کیونکہ جب وہ خون چڑھا لیجاوے تو ورم پیدا ہو جائیگا اسیواسطے جہانتک ممکن ہے درد کو تسکین دیتے ہین خصوص ایسے مقام پر جہان ورم ہو جانے مین خوف شدید ہے پھر جب طبیعت مذکورہ کو کسی تصور کا عادی کیا جاوے مثلاً یہ تصور کیا کہ میرا اثر بالکل فلان شخص مین ساری ہو گیا حالانکہ اس تصور کے وقت اسکو کسی دوسری چیز کا خیال آئے حتی کہ اپنے نفس کا بھی خیال محو ہو جاوے تو یہ تصور موثر نظر آتا ہے حتی کہ اگر کوئی عورت حاملہ چاندگہن سے خوفناک ہو کر اُسکے تصور مین مستغرق ہوجاوے تو اُسکے بدن مین جو سب سے کمزور عضو ہو اُسپر اُسکا اثر واقع ہوگا اور وہ بچہ ہے چنانچہ اکثر اوقات اُسکا کوئی عضو کٹا ہوا ہوتا ہے چنانچہ یہ استدلال بتوضیح تمام سابق مین مذکور ہوا حتی کہ اسی تصور کے ذریعہ سے سلب امراض کا عمل جاری ہے اور یہ کرامت کی دلیل نہین بلکہ قوت تصور کی دلیل ہے اسیواسطے اکثر کافرون کو حاصل ہوتا ہے اور اسپر طب بہت سے قواعد مبنی ہین امام رازی رح نے لکھا کہ یہی قاعدہ ہے نظر بد کا اثر ہے امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ ہان نظر بد ٹھیک ہے کیونکہ حدیث مین ہے کہ نظر ٹھیک ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرتی تو نظر ہی ہوتی (الصحیح) پھر امام رازی نے کہا کہ نفس انسانی کبھی قوی ہوتی ہے اور کبھی ضعیف ہوتی ہے پس اگر کمزور ہے تو اُسکو ایسے اسباب کی ضرورت ہوتی ہے جیسے مسمریزم والے جمع کرتے ہین اور اگر قوی ہوتی ہے تو اُسکو کچھ حاجت نہین ہے اور اُسکی تحقیق یہ ہے کہ اگر نفس کو اس بدن سے تعلق کم رہا اور اُسکا جذب عالم آسمانی کی جانب زیادہ ہو گیا تو گویا وہ ایک روح سماوی کے مانند ہو جاتا ہے تو اُسکا اثر ان مادیات عالم سے بخت واقع ہوتا ہے اور اگر نفس کا تعلق اس لذات بدنیہ سے زیادہ ہو تو وہ بوجہ کمزوری کے کوئی تصرف نہین کرسکتا ہے امام ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ بیان احوال ہے اور وہ دو قسم ہے پہلی تو حال صحیح باتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و استقامت شریعت و تقوی ہوتا ہے اور یہ اس اُمت کے صالحین کے واسطے کرامات ہے دوم وہ حالت جو فاسقین فاجرین خلاف شریعت کو حاصل ہوتا ہے اور یہ کرامت کی دلیل نہین بلکہ استدراج لعنت ہے چنانچہ دجال ملعون کے حالات و خوارق عادات بکثرت احادیث صحیحہ مین وارد ہوئے حالانکہ وہ صرف استدراج و لعنت ہے

(قسم ششم) وہ سحر ہے جو قواے ارضیہ مانند اجنہ وغیرہ سے استعانت کرنے پر ہوتا ہے اور اسیکو عزائم و تعویذات و تسخیرات کہتے ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ اجنہ و شیاطین دو قسم ہین ایک وہ جو زندہ از قسم جن موجود ہین خواہ مسلمان ہون یا کافر ہون اور اس سحر سے جو اثر پیدا ہوتا ہے وہ مسحور کے جسم پر محسوس ہوتا ہے اور چونکہ وہ اجسام ہوائی ہین تو جب انکو جذب بالائی مقصود ہوتا ہے تو مسحور کبھی ہلکا ہوکر اُڑنے کے مانند ہوجاتا ہے اور کبھی جذب سفلی کی وجہ سے بہت بھاری ہوجاتا ہے جیسے خواص ہوا مین یہ باتین معلوم ہو سکتی ہین دوم وہ ہمزاد ہین جو کافرون کی موت کے بعد زندہ چھوڑ دیے جاتے ہین کیونکہ شیطان و اُسکی ذریات کے واسطے تا قیامت موت نہین ہے بخلاف دیگر اجنہ کے پھر یہ ہمزاد جو چھوڑے جاتے ہین بالکل اُسی شکل کا ہوتا ہے جس جسم کا ہمزاد ہو سوا اسکے کہ اگر اس کو ٹٹولو تو کوئی چیز نہین ہے جیسے تم آئینہ مین بعینہ یہی صورت دیکھتے ہو مترجم کہتا ہے کہ انہین ہمزادون کی وجہ سے آج کل ایک جماعت کفار نے جو معارف حقیقیہ سے گمراہ ہین روحین بلانے کا دعوی کیا اور ان لوگون کے حال پر نہایت افسوس ہے کہ رات دن تصورات اور دونون کو خیالات مین تمام تکلیفات کے ساتھ ریاضات شدیدہ برپا کر

اور انھین ہمزادون کے چکر مین گمراہ ہوکر آخر بعد موت کے جہنم مین تکلیف اُٹھاوینگے اور اُسوقت حسرت سے پچھتاوینگے امامؒ نے لکھا کہ ان نفوس
ارضیہ سے کرشمہ سحر بہت جلد حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ انھین مناسبت وقرب خود موجود ہے (قسم چہارم) انواع تخیلات وشعبدات ہین ۴
اور یہ درحقیقت سحر نہین ہے بلکہ ہاتھون کی چالاکی ہے اور بسا اوقات اسکے ساتھ کچھ دواؤن کی ترکیب شامل ہوتی ہے لیکن ایسی چیز کو اہل فطانت
اسکو آسانی سے پہچان لیتے ہین (قسم پنجم) ترکیبات کل وغیرہ عجائبات مین امام رازی نے کہا کہ اس قسم مین صرف خیالات صحیح اور ریاضی ۵
وترکیبات کیمیائی جاننے کی ضرورت ہے چنانچہ اسی سے ساعتی صندوق مینہ کا الک گھڑی وعلم جرثقیل وغیرہ بنائے گئے ہین مترجم کہتا ہے کہ یہی فن
سحر مین داخل نہین ہے (قسم ششم) بعض خواص ادویہ کی ترکیب [illegible] ۶
(قسم هفتم) تعلیق قلبی اور یہ اس طرح ہے کہ چالاک آدمی نے بیوقوف کو [illegible]
جانتا ہون حتی کہ وہ خوفناک ہوکر اُسکا مطیع ہوا پھر اُسوقت ساحر نے اپنا اثر ڈالا مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی کچھ سحر نہین ہے بلکہ [illegible]
مترجم کہتا ہے کہ بسا اوقات مرد احمق اپنے آپکو کسی شخص کے اعتقاد مین [illegible]
اگر وہ اُسکو حماقت سے اپنے معتقد علیہ کی کرامت سمجھتا ہے حتی کہ اگر اُسکا خیالی ولی شریعت سے خارج اور ایمان سے [illegible] ایمان
کھو کر خسر الدنیا والآخرۃ ہوجاتا ہے اسواسطے بزرگون نے [illegible]
مخفی ہے افعال ہین جنکو اکثر احمق سمجھتے نہین ہین امام ابن کثیرؒ نے کہا چونکہ لغت مین [illegible]
امام رازی نے ان اقسام کو سحر مین داخل کیا اور اسی لحاظ سے کہ لغت عرب [illegible]
کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بیان کو سحر فرمایا مترجم کہتا ہے کہ شیخ [illegible]
کلام لطیف بیان فرمایا ہے جو سورہ فلق کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی آویگا [illegible]
حاصل ہوتے ہین بعض عالم مین [illegible] آثار سحر ہین [illegible]
شعبدہ کو سحر خیال کیا اور یہ بالبداہت باطل [illegible]
اور عموما اہل ہنود اور اہل اسلام [illegible]
سحر نہین ہوا اور چونکہ اس معرکہ مین [illegible]
متداول ومتواتر ہے جسکا انکار محض [illegible]
تو شیخ ابن کثیرؒ نے کتاب الاشراف سے نقل کیا کہ بالاجماع سحر [illegible]
کیونکہ امام ابو حنیفہؒ سے معتزلہ نے یہ قول نقل کیا اور یہ افترا ہے [illegible]
سے نقل کیا کہ جو شخص سحر سیکھے یا عمل مین لاوے [illegible]
پس اگر اُسنے موجب کفر بیان کیا مثلا اہل بابل کی طرح [illegible]
اسکی اباحت کا اعتقاد کیا تو کافر ہے مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابو منصور ماتریدی [illegible]
موجب کفر دیکھکر کافر ہونے کا حکم دیا جاوے [illegible]
منع کیا ہان اگر کسی معین کو سحر سے قتل کیا وثبوت ہوا تو بالاجماع قتل کیا جاوے اور کتاب الاشراف مین [illegible]

قرار دیا سواے قول شافعیؒ کے کہ بطور قصاص کے قتل ہو۔ اور لکھا کہ امام ابوحنیفہ و مالک و احمدؒ کے نزدیک ساحر کی توبہ قبول نہیں اور شافعیؒ کے
نزدیک قبول ہے۔ ساحر کافر بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مثل ساحر مسلمان کے قتل ہو اور عورت ساحرہ بغیر قتل کے محبوس کی جاوے اور
ائمہ ثلثہ کے نزدیک لبید بن الاعصم یہودی ساحر قتل نہیں کیا گیا تو کافر ساحر قتل نہوگا اور عورت مثل مرد کے ہے۔ (مسئلہ) ساحر سے
اپنا سحر دور کرنے کی درخواست کی جاوے۔ امام بخاریؒ نے سعید بن المسیب سے نقل کیا کہ ہاں۔ اور شعبیؒ نے کہا کہ نشرہ مین مضائقہ نہیں ہے
لیکن حسن بصریؒ نے اسکو مکروہ کہا۔ قرطبیؒ نے وہبؒ سے نقل کیا کہ بیری کی سات پتیان لیکر دو پتھرون کے درمیان کچل کر پانی ملایا جاوے
اور اسپر آیۃ الکرسی پڑھکر مسحور کو تین گھونٹ پلا کر باقی سے نہلایا جاوے تو سحر دور ہوگا۔ قرطبیؒ نے کہا کہ جو شخص اپنی زوجہ سے بند ہو گیا اسکے
واسطے یہ عمدہ علاج ہے۔ شیخؒ نے کہا کہ اس بارہ مین سب سے عمدہ علاج قراءت قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس اور آیۃ الکرسی ہے کہ آیۃ الکرسی
بھی شیطان کو مطرود کرنے والی ہے۔ انتہی۔ ما فی تفسیر ابن کثیرؒ ملخصا۔ امام غزالیؒ نے کہا کہ سحر ایک نوع دقیق ہے جو خواص جواہر جانکر اور مطالع نجوم مین
حساب لگا کر انکے موافق جسپر سحر کرنا منظور ہوتا ہے اسکی صورت بنا کر وقت خاص کے منتظر رہتے ہین اور اسکے ساتھ چند کلمات کفر و فحش جو خلاف شرع
ہین ملا کر کام کرتے ہین جن کلمات سے شیاطین سے استعانت ہوتا ہے اور حق عزوجل نے عادت قدرت جاری فرمائی ہے کہ ایسی حالت مین مسحور مین عجیب
و غریب حالت پیدا ہوتی ہے۔ ھ۔ سحر بھی منجملہ کبائر عظیمہ کے شرک سے ملحق ہو کر حدیث مین مذکور ہوا ہے۔ (کما فی الصحیحین) اب مترجم کہتا ہے کہ ان
آیات قدسیہ کی تاویل مین دو قول مذکور ہوئے۔ اول یہ کہ ہاروت و ماروت دو بادشاہ یا حاکم تھے جو بابل مین لوگون کو سحر سکھلاتے اور چونکہ
تقوی و طہارت و علم سے متصف تھے تو فرشتہ خصلت ہونے سے ملکین کہلائے اور سحر کے کفر ہونے کو جانکر لوگون کو اس سے منع کرتے تھے۔ قرطبیؒ نے
ابوالسعود و بیضاوی وغیرہم نے اسی پر جزم کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تاویل پر نظم بلیغ کلام مین خلل ہوتا ہے باوجود اسکے یہ سوال ہے کہ پھر آخر وہ لوگ
کیون سحر تعلیم کرتے تھے اور جواب ہو سکتا ہے کہ شاید انکو ابتلاء تعلیم کا حکم الٰہی عزوجل ہوا لیکن کچھ خلاف نہین کہ وہ دونون کچھ پیغمبر نہین تھے۔ تاویل دوم
یہ کہ حق عزوجل نے موافق تقدیر ازل کے ہاروت و ماروت سے دعوی پر جو ملائکہ سے تھے (کہ اگر ہم آدمی ہوتے تو کبھی گناہ نکرتے)۔ ان دونون کو
ماہیت ملکیہ سے قلب کر کے ماہیت بشری مین کر دیا حتی کہ قیامت تک فرشتہ کی ہیئت سے محروم ہو کر دنیا مین اُتارے گئے اور ایک عورت زہرہ سے مبتلا
فحش ہو کر عذاب کیے گئے اور انکو اس حالت مین سحر سکھلانے کا فتنہ بنایا گیا۔ چونکہ معارف صحابہ رضی اللہ عنہم بہت بلند تھے تو انھون نے اسکو حضرت
صلعم کی طرف نسبت نہین فرمایا تا کہ عوام جو اسرار الٰہیہ سے جاہل و در دائرہ حواس مین مجہول ہوتے ہین بے سمجھی سے منکر نہو جاوین پھر اس بارہ
مین روایات با سانید صحیحہ وارد ہین حتی کہ شیخ امام حافظ ابن حجرؒ نے صحت پر جزم کیا اور شیخ زکریا انصاری نے اسی کو حق جانا کما فی الخطیب و شیخ
ابن حجر المکیؒ نے زواجر مین بہت خوب جوابات سے بیضاوی و رازی وغیرہ کو رد کر دیا جو اس قصہ کو فقط یہودیون کی ساخت سمجھتے اور عقل و نقل
سے بعید جانتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ جس شخص کی سمجھ اس قابل نہو اسکو چاہیے کہ بیان یون اعتقاد کرے کہ جو کچھ مراد الٰہی عزوجل ہے ہم اسپر ایمان لائے اور
حقیقت عارف اسرار کے نزدیک بیان کچھ بھی مستبعد نہین بلکہ عجائب اسرار قدرت سے ہین از انجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ جسطرح حقائق کو زندہ ظاہر و موجود
مخفی کرتا ہے اسی طرح زندہ مین جسکو چاہتا ہے مثل قواے عقلی و روحی کے مخفی کر دیتا ہے کہ اسپر کسی بشر کو اطلاع غیر ممکن ہے لہذا جن جفا دے نے تعجب
کیا کہ بابل مین باوجود تلاش کے پتہ نہین ملتا ہے۔ یہ عجیب حماقت ہے کہ اسکو اپنے نفس مین عقل و روح تلاش کرنے سے بدل گیا کہ وہ غیر کو
تلاش کرتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ زہرہ مذکورہ ظاہر ای ستارہ ہے کہ جیسے ملائکہ مذکورین کی ماہیت تبدیل کی گئی جیسے عصاے موسیٰ کی ہیئت
تبدیل کی جاتی تھی اور تینون ملائکہ مین سے ایک نے عہد سے اقالہ کیا اور دونون ہاروت ماروت اُتارے گئے تو وہ حاکم کیے گئے اسیواسطے

قرارت ملکین ہے اور دوسری قرارت ملکین بمعنے دو فرشتہ ہے اور اُنکے فتنہ کے لیے زہرہ ستارے کو قالب فرما کر بشکل نازنین عورت کے اُتارا گیا پھر جب
دعویٰ ملکین باطل ہوچکا تو بدستور وہ زہرہ کردی گئی و محتمل ہے کہ جیسے فرشتوں کی تقلیب ہوا اسی طرح عورت کی تقلیب بہ ستارہ ہو۔ بہرصورت انہیں سے
کوئی امر ایسا نہیں ہے جسکی نظیر خود موجود نہو سوا اسکے کوتاہ نظری کے یہاں کچھ بھی بعید نہیں ہے اور ہر ایک امر اس عالم علوی و سفلی میں عجائب حکمت و امر الٰہی
سے منتظم و مربوط ہے پس جیسے عالم ارضی میں سے بعض امور محسوسہ جانکر تمام جہان کو اسی پر قیاس کیا وہ قطعی احمق ہے حالانکہ قطعا وہ کچھ بھی تحقیقی حالات
کا ہنوز تک نہیں جانتا اور نہ اسکو ان بیشمار ستاروں کی حکمت و ماہیت و آثار کا علم یا گمان ہے۔ پھر جب یہ ملکین مقرب ہوئے تو ایک شخص ان سے سحر کی
تعلیم کے لیے مع تفہیم فتنہ کفر کے مامور ہوئے چنانچہ جسنے تعلیم سحر تلاش کیا وہ انکو پاگیا ورنہ نہیں فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (تنبیہ) اہل باطن نے لکھا
کہ وجود روح اور پردہ جسم کے قواے ملکیہ اور سہر وکہ کفر پر دائمی عذاب القرار۔ ہر وہ مومن پر دائمی راحت قبر وغیرہ کے معتقد حقیقی ہیں تو بابل میں انکی نظیر آنے
سے بعید ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جادو میں بذات خود مثل اشیاء دیگر کے کوئی تاثیر نہیں بلکہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ قولہ ولو انہم آمنوا واتقوا الآیۃ
دلیل ہے کہ ساحر کی توبہ قبول ہے بلکہ ساحران فرعون کی توبہ قبول ہونا معلوم ہے اور مسلمان بھی اگر مرتد ہوگیا تو اسکی توبہ قبول ہے خطیب نے کہا کہ جسنے عدم قبول توبہ کہا
اسنے غلط کہا۔ جواب یہ کہ توبہ قبول ہے مگر ساحر کی توبہ قتل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہود وغیرہ کو انبیاء علیہم السلام یاد دلایا اور انکی حرکات کفر
پھر و ترک توریت و ایمان آخرت پر ملامت کی مگر بیجا سے نفع سکے۔ آن مغضوب علیہم میں نفرا سے نورانی مضر ہوتی گئی اور قدرت الٰہیہ کا اعجاز ظہور یک
ہوا کہ یہ لوگ غضب علی غضب میں مبتلا ہیں حتی کہ رسول اللہ صلعم کے حق میں بدگوئی کرنے کے مواقع تلاش کرنے لگے اسطرح کہ عرب اپنی زبان
میں (راعنا) ایسے موقع ادب پر بولتے ہیں جیسے ہم لوگ کسی بزرگ سے عرض کرتے ہیں کہ "حضور ذرا میری طرف ترحم کی نظر فرماویں" لیکن یہود
خبیث نے اپنی زبان میں اسکو بدگوئی کا کلمہ ٹھہرایا تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت دیکر ڈالی اور اہل ایمان کو ادب تعلیم فرمایا قولہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۗ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اے ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور منکروں کو دکھ کی مار ہے

مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ

دل نہیں چاہتا اُن لوگوں کا جو منکر ہیں کتاب والوں میں اور شرک والوں میں یہ کہ اُترے تم پر کچھ نیک بات تمہارے رب سے

وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

اور اللہ خاص کرتا ہے اپنی مہر سے جسکو چاہے اور اللہ بڑا فضل رکھتا ہے

خطیب نے سراج المنیر میں لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حال پر توجہ دلانا چاہتے تو ادب سے لفظ۔ راعنا کہا کرتے
یعنے آپ ہماری مراعات فرمائیے اور یہودی اپنی زبان میں اس۔ لفظ کو بدگوئی و حماقت کے معنے میں استعمال کیا کرتے تھے پس ان بیہودوں نے
یہ گوارا کلمہ کہنے کا موقع پایا۔ الخ۔ اور ظاہرا یہ لفظ زبان عبرانی یا سریانی میں۔ راعنا بتنوین بمقابلہ اور احمق ہے یا کمیح بخاری میں موجود ہے کیونکہ
بخاری حفاظ کے نزدیک راعنا بتنوین محفوظ ہے مگر یہودی اسطرح زبان مڑوڑ کر کہتے کہ تنوین بھی طرح ظاہر نہوتی تھی کما قال تعالیٰ۔ راعنا لیا
بالسنتهم وطعنا فی الدین الآیۃ۔ خطیب نے لکھا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو انصار کے قبیلہ اوس کے سردار تھے بعض لغت یہود پہچانتے تھے
تو انکا اُنہوں نے یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمہ کہتے سنا تو غضبناک ہوکر یہودیوں سے فرمایا کہ او ملعونو اگر میں نے پھر تم سے کبھی یہ کلمہ سنا تو
واللہ تمہاری گردن ماردونگا پس یہودی خوفناک ہوکر کہنے لگے کہ ہماری کوئی خطا نہیں ہے کہ آپ سب لوگ بھی تو یہی کلمہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے خطاب میں استعمال کرتے ہیں پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ یا ایہا الذین اٰمنوا لا تقولوا راعنا اے
ایمان والو تم لوگ راعنا نہ کہا کرو۔ ف تاکہ یہودیوں کی زبان درازی کی جڑ کٹ جاوے اور یہودیوں سے قول وفعل میں مشابہت نہ رہے
وقولوا انظرنا۔ اور تم لوگ انظرنا کہا کرو۔ ف یعنی ہمارے حال پر نظر فرمائیے پس اس حال میں دو فائدہ ہوئے اول یہ کہ یہود سے
مشابہت نہیں رہی دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مشتبہ وموہم الفاظ سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو پاک رکھا حالانکہ یہودی لفظ رعنا
جس سے راعنا مشتق ہوتا ہے اپنے بزرگوں کی شان میں ادا کرتے اور اس سے رعایت ہی کے معنے لیتے تھے۔ اسمع غیر مسمع۔ کہتے اور اس سے یہ مراد
لیتے کہ ہماری بات سنو دیا کچھ خدا تم کو بری بات نہ سناوے لیکن اس کے یہ بھی معنے ہوسکتے ہیں کہ تو نہ سنا جائے الا آنکہ تجھ کو سنانا نہ سب سنو جیسے یہودی کہتے
کہ سمعنا وعصینا۔ اور اس سے مراد لیتے کہ ہم نے حکم الٰہی سنا اور شیطان کی نافرمانی کی لیکن اس کے یہ بھی معنے ہوسکتے ہیں کہ ہم نے سنا اگر مانا تو عجب کبھی
یہودی خبیث اپنے کسی شیطان سے خطاب کرتے تو اچھے معنے مراد لیتے اور جب اپنی شیطانیت کے موافق اہل حق سے خطاب کرتے تو دوسرے
معنے مراد لیتے تھے پس اللہ عزوجل نے ان سب امور سے منع فرمایا چنانچہ سورۃ النساء میں انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے اور یہاں بھی راعنا سے منع کر کے انظرنا
کہنے کا حکم دیا اور فرمایا۔ واسمعوا۔ یعنی تم لوگ حکم الٰہی دل سے سن لو۔ ف یعنی تمہارا ایمانی مقولہ یہی ہو کہ سنا یعنی ہم نے دل سے
سنا پس یہودیوں پر تشنیع ہے جو اس کے ساتھ سمعنا وعصینا ملاتے تھے یا۔ اسمع غیر مسمع۔ ملاتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی خباثت کا حال
بیان فرمایا ہے قولہ تعالیٰ من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیا بالسنتہم وطعنا فی الدین۔ اور اس کے
بعد فرمایا۔ ولو انہم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیرا لہم واقوم ولکن لعنہم اللہ بکفرہم الآیۃ یعنی اگر یہ لوگ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی
اور کہتے کہ اسمع یا انظرنا۔ تو یہ ان کے حق میں بہتر واقوم ہوتا ولیکن ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی ہے۔ ف۔ اس سے معلوم ہوا کہ
سمعنا کے ساتھ عصینا ملانا اور اسمع کے ساتھ غیر مسمع ملانا ان کے قولوں پر لعنت تھا پس اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو صرف سمعنا
کی ہدایت فرمائی تاکہ یہود ملعونوں سے مخالفت ہو جیسے کہ ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وللکافرین عذاب الیم۔ اور ان کافروں کے
واسطے عذاب الیم مہیا ہے۔ ف کافرین سے یہودی مراد ہیں امام ابن کثیر نے لکھا حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو قول وفعل میں کافروں کے
ساتھ مشابہت رکھنے سے منع فرمایا اور امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے روبرو تلوار
کے ساتھ بھیجا گیا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کیا جاوے اور میرا رزق میرے نیزہ کے سایہ میں رکھا گیا ہے اور جو شخص میرے حکم کی
مخالفت کرے اس پر ذلت وخواری ڈالی گئی ہے اور جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ اسی قوم میں سے ہے (رواہ احمد) اور ابو داود نے بھی روایت کیا اور
ابن کثیر نے بیان کیا پس اس حدیث میں سخت ممانعت ہے کہ ہماری شریعت میں جو جائز نہیں کسی کافر قوم کے ساتھ مشابہت کیا جاوے خواہ اقوال
ہوں یا افعال ہوں اور خواہ کھانا پینا ہو یا لباس ہو خواہ شادی کے رسوم ہوں یا موت کے رسوم ہوں اور ہم کہتے ہیں کہ اسی حدیث سے امام
حافظ ابن کثیر نے استنباط کیا ہے مومنوں کے واسطے مطلقاً حرام ہے کہ اپنی شادی وغمی وغیرہ کے رسوم میں کوئی امر ایسا ہو جو یہود
ونصاریٰ ومجوس وہنود وغیرہ اقسام کفار سے مشابہ ہو اگرچہ بظاہر اپنی رائے سے اس کو بہت عمدہ خیال کرتے ہوں کیونکہ جو بات عمدہ بھی ہو
تو مشابہت کفار کی وجہ سے بہت قبیح ہوجاتی ہے۔ ف۔ ابن کثیر نے لکھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر حضرت
عبداللہ سے عرض کیا کہ مجھے آپ کچھ وصیت فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ جہاں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے۔ یا ایہا الذین اٰمنوا۔ سے خطاب فرمایا
وہاں تجھے چاہیے کہ کان دھر کر سن کہ وہ یا تو کوئی امر خیر ہے جس کا حکم دیا گیا ہے یا کسی امر بد سے منع کیا گیا ہے۔ (ابن ابی حاتم) اور رحمہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ انصار رضی اللہ عنہم کی زبان تھی کہ۔ راعنا۔ کہا کرتے جب یہ مراد ہوتی کہ تم ہماری بات سنو اور مجاہدؒ نے فرمایا یعنی تم ہم سے سنو تم ہم سے
سمیں ابو صخرؒ نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص پیچھے سے پکارتا تو اس لفظ سے آواز دیتا پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کی تعظیم و تکریم کے واسطے یہ لفظ غیر مناسب قرار دیکر مومنوں کو اس سے منع فرمایا شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ لفظ مذکور مشتبہ تھا جیسے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے انگور کو کرم کہنے سے منع کردیا اور فرمایا کہ کرم تو مومن کا دل ہے اور جیسے غلام کو اپنا عبد کہنے سے منع فرمایا یعنی سب اللہ تعالیٰ
ہی کے عبد ہیں اسیطرح راعنا وغیرہ مشتبہ الفاظ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہنے سے منع فرمایا مترجم کہتا ہے کہ اس نہی میں وہ فائدہ بھی
حاصل رہا جو امام ابن کثیرؒ نے نکالا کہ وہ کفار سے مشابہت بھی منع فرمائی اسیواسطے کافروں کی دلی دشمنی سے آگاہ کیا تاکہ مسلمانوں کو انکی مشابہت
سے قطعی نفرت ہوجاوے بقولہ تعالیٰ۔ مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کسی طرح چاہتے نہیں وہ لوگ جو منکر ہوئے ہیں۔ مِنْ اَھْلِ
الْکِتٰبِ ۔ اہل کتاب میں سے۔ وَلَا الْمُشْرِکِیْنَ ۔ اور نہ مشرکین۔ مثل عرب و مجوس وغیرہ یعنی کفار خواہ اہل کتاب
میں سے یہود و نصاریٰ ہوں یا عرب و عجم کے بت پرست وغیرہ ہوں کوئی نہیں چاہتے ہیں کہ۔ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ خَیْرٍ
مِّنْ رَّبِّکُمْ ۔ تمہارے رب کی طرف سے خیر اتاری جاوے ف یعنی نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم پر وحی نازل فرماکر یہ خیر اتارے
(السیوطی) پس مشرکین عرب تو وحی کے قائل نہیں تھے لیکن جہالت سے حسد کرتے کہ بنی ہاشم میں ایک پیغمبر ہوگئے اور انکی طرف سے باعث
پہلے ہوا چنانچہ ابو جہل کہتا تھا کہ بنو ہاشم نے فضائل افتخارات حاصل کئے آخر ہم بھی کوشش کی کہ انکے برابر ہوں اور پوری کا مدد
انکے ساتھ اس درجہ پر پہونچے کہ جیسے ان کی گویا گھوڑی ہوتی ہے تو اب انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم میں ایک پیغمبر ہے ہم کہاں تک برابری کریں
تو واللہ ہم اسکو ہرگز نہیں مانینگے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ فانہم لایکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون۔ کی تفسیر میں توضیح آویگی۔ اور مشرکین
و کفار اہل کتاب کو یہ حسد تھا کہ آج تک اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے صرف اولاد اسحٰقؑ و یعقوبؑ میں نبوت چلی آئی اگرچہ وہ صرف دنیا کے ایک فرقہ
بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص تھی اور اب اولاد اسمٰعیلؑ یعنی عرب قریش میں سے ایک عظیم الشان پیغمبر ہوا جسکی عظمت نبوت و کمالات امت کا انداز
تمام امم سابقہ و کتب سالفہ سے چلا آتا ہے جسکی نبوت تمام جہان کے واسطے عام ہوگی پس حسد سے نہیں چاہتے تھے کہ وہ عرب کی قوم سے ہو
وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ۭ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسکو
چاہتا ہے مختص فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے پس اس نے اپنے فضل عظیم سے اولاد اسمٰعیل میں سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کو ختم نبوت اور تمام جہان پر رسالت کے ساتھ مختص فرمایا۔ پس جو کوئی حسد کرے وہ جل مرے کیونکہ حق عزوجل قادر مختار ہے اسکی
حکمت و مشیت میں کسی مخلوق کو دخل کی مجال نہیں ہے۔ اسمیں تنبیہ ہوئی کہ اہل ایمان کو یعنی دشمن کافر سے دلی محبت نہ رکھیں یعنی قلب میں کافر کی دوستی کو
داخل نہ کریں اور نہ اسکے ساتھ قول و فعل میں مشابہت پیدا کریں کیونکہ یہ کفار کبھی اسطرح اہل ایمان کے اور ایمانی امور میں دشمن ہیں جیسے شیطان انکے
ایمان کا دشمن ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ مایود الذین۔ میں وداد کی نفی ہے اور ودّ تمنا سے دل کے ساتھ محبت کو کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ دلی
آرزو و محبت کے ساتھ یہ کفار نہیں چاہتے ہیں کہ مومنوں کو خیر پہونچے اور خیر درحقیقت وہ ہے جو ایمان سے متعلق ہو اور دینی ہو یعنی اصل اصول ہے کیونکہ
وحی و نبوت ہی سے ایمان و جمیع خیرات حاصل ہوتی ہیں (تنبیہ) یہاں سے مستنبط ہوا کہ اہل کفر کی وساطت سے دنیا حاصل ہونا بغیر
خسارۂ ایمانی غیر ممکن ہے کیونکہ دنیا کی چیزیں اسوقت تک خیر ہوتی ہیں کہ وہ کمالات آخرت کا ذریعہ ہوں مگر کفار تو باطل کے شیدائی ہیں
تو جب کوئی شخص محض دنیا کے واسطے حاصل کرے وہ آخرت سے خرابی میں پڑیگا اگرچہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ ہوس کرتے ہیں (الموائد)

فائدہ اول۔ خیر کے تین معنے ہین وحی و علم دین و نصرت الٰہی و بیضاوی نے کہا کہ یہان یہی معنے عام لیے جاوین جو سبکو شامل ہون اور شیخ سیوطیؒ نے فقط وحی سے تفسیر کی کیونکہ یہی قول حضرت علیؓ و مجاہد ہے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ خیر یعنے اسلام مترجم کہتا ہے کہ یہ عام معنے کو شامل اور راے بیضاوی کے واسطے دلیل ہے فائدہ دوم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین جب راعنا وغیرہ الفاظ مشتبہ سے یہودیون نے کو بھڑکا کر کفر و مستحق عذاب الیم فرمایا تو معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین حتی کہ آپ کے کسی قول و فعل کی نسبت کوئی اہانت کا کلمہ کہے تو وہ بد نصیب اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے حتی کہ بعض علما نے فرمایا کہ اسکی توبہ قبول نہوگی بلکہ قتل کیا جاوے اور بعض علماے تفسیر نے فرمایا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ اگر وہ سخت نادم ہو کر جناب باری تعالےٰ مین توبہ کرے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت مین اسکو مومن اٹھاوے لیکن دنیا مین اسکی توبہ یہی رکھی گئی کہ قتل کیا جاوے جیسے بنی اسرائیل کی توبہ قتل تھی مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک و اقوال و افعال مقدسہ کے ساتھ کمال ادب بلحاظ رکھے اور شاعرون کے اشعار سے پرہیز کرے کہ یہ لوگ اپنی جہالت سے بعض اشعار کو مدح خیال کرتے ہین حالانکہ وہ بے ادبی ہوتی ہے جس کا خوف کفر ہے فائدہ سوم۔ نبوت اختصاص الٰہی عزوجل ہے جو اسنے اپنی رحمت سے ازل مین مقدر فرمایا حتی کہ اگر کوئی شخص اسکا تقویٰ و پرہیزگاری و عبادات کا نتیجہ سمجھے تو کافر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جنکو اپنے علم ازل مین پیغمبر مقدر فرمایا انکو تقویٰ و عبادت مین بھی مرتبہ نبوت عطا کیا تھا یعنے انکی عبادت و تقویٰ بھی انھین کی شان نبوت کے لائق تھا اور انکے ساتھ قبولیت الٰہی بھی خاص تھی اور وہ اسلام و ایمان مین نہایت اعلیٰ درجہ ہے کہ اسکے بعد مراتب امت یعنے مراتب صدیقین پھر شہدا پھر صالحین واقع ہوئے ہین اور آخری درجہ صالحین ہے جو گناہ ہو وہ البتہ محاسبہ جہنم کے لائق ہوتا ہے بخلاف انبیا علیہم السلام کے اگر بالفرض انسے گناہ ہو تو وہ درجہ صدیقین کی طاعت کے برابر ہو لیکن انبیا علیہم السلام خود گناہ سے معصوم ہین ہان اگر کوئی لغزش ہوئی تو وہ انکی شان کے مقابلہ مین لغزش ہے اسیوجہ سے کہا گیا کہ حسنات الابرار سیئات المقربین یعنی جو امور کہ ابرار و نیکون سے طاعت شمار ہوتے ہین وہ مقربین کے مرتبہ مین گویا گناہ ہین پس اس مقام کو نور یقین سے اچھی طرح سمجھ لو جسمین بہت سے بد دین ناسمجھی سے گمراہ ہوئے ہین کہ یہ جاہل اوباش لوگ مدارج قرب و اوصاف جلال سے جاہل رہے اور اپنی رعونت نفس سے دھوکا کھایا کہ شہدا و صدیقین بلکہ انبیا علیہم السلام سے بشریت کا مقابلہ کیا اور یہ توفیق سے محرومی ہے اسیطرح جو کوئی اپنے نفس مین متکبر ہو وہ ہمیشہ معارف سے دور محروم ہو کر خیالات واہام مین مشتبہ ہوجاتا ہے چنانچہ یہود و نصاریٰ کو کتب سابقہ مین تنبیہ کردی گئی تھی کہ وہ رسول اعظم و اکمل جو خاتم النبیین اور تمام جہان پر رسالت کیساتھ بھیجا جائیگا وہ کلام حق و احکام نبوت کو اپنی زبان سے ادا فرمائیگا بلکہ اسکے ساتھ کامل فضائل بیان کیے گئے تھے کہ بعض فضائل ظاہرہ سے یہ مفہوم ہوتا تھا کہ تبدیل و ترمیم و دکھنا انکے اختیار مین دیا گیا یعنے اسکا کلام عین وحی الٰہی ہوگا چنانچہ قرآن مجید مین یہی شان حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے منصوص ہے پھر بیانات ظاہر ہوا کہ احکام شریعت مین نسخ و تبدیل بمقتضاے حکمت آپ ہی بدرجہ اولیٰ انکے اختیار مین ہے یعنے انکی زبان وحی عین شریعت ہوگی اور یہ کمال بزرگی بشان نبوت ہے لیکن بکثرت یہودی و بعض نصرانی جو توفیق سے محروم ہوئے وہ کہنے لگے یہ کیا بات ہے کہ پیغمبر اپنی امت کو بعض حکم دیتے ہین پھر منسوخ کردیتے ہین پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا قولہ تعالےٰ

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۭ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ

جو منسوخ کرتے ہین ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہین تو بھیجتے ہین اس سے بہتر یا اسکی برابر کیا تجھکو معلوم نہین کہ اللہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

قادر ہے کیا تجھکو معلوم نہین کہ اللہ ہی کو سلطنت ہے آسمانون اور زمین کی اور تمکو نہین اللہ کے سوا کوئی

# وَلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

کوئی حمایتی اور مددگار۔

واضح ہو کہ نسخ کے چار معنے آتے ہیں اول نقل اُتارنا جیسے نسخ الکتاب یعنی ایک کتاب سے دوسری کتاب میں نقل اُتاری دوم معنی تحویل جیسے
تناسخ میراث کیونکہ مورث سے تحویل ہو کر وارث کو پہونچتی ہے سوم معنی مٹانا و دور کرنا کقولہ تعالیٰ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان۔ یعنی جو کچھ
شیطان القا کرتا ہے اُسکو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے چہارم معنی تبدیل چنانچہ فرمایا۔ واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ الآیۃ۔ اور یہی نسخ شرعی یہاں مراد ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے اپنے علم قدیم میں ایک حکم کو ایک وقت کے واسطے رکھا تھا پھر جب دوسرا وقت آیا تو اُسکو تبدیل فرمایا اور اسمیں بہت رحمت و دقائق حکمت
ہیں لہذا فرمایا۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا۔ یعنے اگر ہم کوئی آیت نسخ کریں یا اُسکو بھلا
دیں تو اُس سے بہتر یا اُسکے مثل لاتے ہیں۔ ف ایک قراءۃ متواترہ میں ننسہا کی جگہ ننسأہا آیا جسکے معنے تاخیر ہیں یعنے یا ہم اُسکو
مؤخر کرتے ہیں۔ تاخیر سے مراد یہ ہے کہ اُسکی تلاوت اُٹھائی اور اُسکا حکم باقی رکھا یا لوح محفوظ سے نزول میں تاخیر دی۔ حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ
نے جس آیت کو تبدیل فرمایا اسطرح کہ قراءۃ باقی رہی و تعمیل حکم کو بدل دیا جیسے قولہ تعالیٰ لکم دینکم ولی دین۔ یا جیسے فرمایا۔ فاعفوا واصفحوا حتی یأتی اللہ
بامرہ یعنے تم لوگ کافروں کی طعن و بدگوئی کو ابھی عفو کرو اور اُس سے منہ موڑ دو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لاوے۔ چنانچہ آیت جہاد سے اسکو تبدیل فرمایا
یا اُسکو نسیان کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسیکو بالکل یاد نہ رہا اور یہ معجزہ عجیب تھا پس اسکی تلاوت و حکم دونوں اُٹھا لیے
گئے یا صرف تلاوت اُٹھائی اور حکم میں تاخیر دی جیسے قولہ تعالیٰ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔ یعنی بوڑھا
مرد و بوڑھی عورت اگر زنا کریں تو اُنکو سنگسار کرو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عقوبت ہے اور اللہ تعالیٰ عزیز حکیم ہے پس اسکا حکم باقی ہے اور تلاوت
اُٹھائی یعنے مؤخر ہو گئی پس خواہ تبدیل ہو یا بغیر تبدیل کے نسیان یا تاخیر ہو بہرحال اللہ عز وجل بہتر یا اُسکے برابر لاتا ہے۔ اَلَمْ تَعْلَمْ
اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ کیا تو جانتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے پس وہ جب چاہے ایک حکم سے بہتر حکم دے
کہ جسمیں کثرت ثواب و مصلحت و سہولت بہت ہو یا مشقت میں اُسکے مثل ہو اور دقائق حکمت و تکمیل نفس میں اکمل ہو جیسے سابق میں احکام
توریت میں تھے اور حضرت شعیب و حضرت ابراہیم وغیرہ کے احکام کو انجیل میں منسوخ فرمایا اسیطرح حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان
میں جس وقت چاہا حکم دیا اور اپنی حکمت بالغہ و مشیت کاملہ کے موافق منسوخ فرمایا کیونکہ احکام [illegible] اوقات میں [illegible] جسطرح چاہا اپنی
بندگی کے واسطے حکم فرمایا اور کسی کی مجال نہیں کہ اُسپر اعتراض کر سکے۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے آسمانوں و زمین کی سلطنت ہے وہ اپنی حکمت و رحمت سے جسطرح چاہتا ہے اپنی مخلوقات
میں تصرف فرماتا ہے اور ان حکمتوں سے آگاہ ہونا بطور کمال غیر ممکن ہے [illegible] کے واسطے [illegible]
نہیں رکھتے ہیں ہاں صحابہ و تابعین و ائمہ مومنین البتہ کچھ سمجھتے ہیں چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے ابتدا میں سوا اعتقاد توحید کے شرائع کچھ
کچھ نہیں رکھے کیونکہ اہل عرب تو معنے توحید و نبوت سے بالکل واقف نہ تھے تو نہایت رحمت سے اول اُنکو معنے توحید کے بتلائے جب وہ
معرفت توحید کو سمجھ گئے اور اعتقاد اُنکے دلوں میں جم گیا تو دو رکعت نماز وہ بھی ایک دو وقت مقرر فرمائی تاکہ اطمینان سے سمجھکر ادا کریں
اور اسی طرح رفتہ رفتہ جمیع شرائع تعلیم فرمائے تاکہ بہت آہستگی سے بتدریج اُنکے نفوس بدرجہ کمال پہونچ جاویں جیسے اُستاد [illegible]
آہستگی کے ساتھ جمیع علوم پڑھاتا ہے حتی کہ اگر یکبارگی اسکو معانی [illegible] پڑھاوے [illegible] ظاہر ہے [illegible] یکبارگی

نازل ہوتے تو یہ کمال جاتا رہتا کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بنی اسرائیل کو بعد ایک مدت دراز کے پوری توریت دیگئی تو انکے قبول کرنے سے
منکر ہوئے اس سے معلوم ہو گیا کہ نسخ میں کیسے دقائق حکمت موجود ہیں اور یہ جو بعض یہود و نصاریٰ نے بیہودگی سے گمان کیا تھا کہ حکم بدلنا تو تذبذب ہے
کہ کبھی ایک حکم دیا پھر ایک حکم دیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ تذبذب نہیں بلکہ علم الٰہی کی دلیل ہے کہ اُسنے ایک مدت کے واسطے جو حکم دیا وہ برابر تحقیق کر رہا
اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ فلاں وقت دوسرا حکم ہو پس جس زمانہ میں جو حکم تھا وہ بھی اُسوقت کے واسطے حق و باقی ہے پس نسخ و تبدیل درحقیقت
اہل ایمان کے واسطے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکمیل فرمائی حتیٰ کہ انکے قلوب بہت قوی بعض احکام کے متحمل ہوگئے
مثلاً حکم تھا کہ روزانہ سوا اسکے قدر کفایت کے باقی سب صدقہ کریں اسیطرح کافروں کے مقابلہ میں جہاد ہے جسقدر کثیر ہوں منہ نہ موڑیں
وغیرہ ذالک لیکن ظاہر ہے کہ پچھلی اُمت اس تحمل کے لائق نہ تھی تو انکے واسطے نہایت آسانی فرمائی کہ مال میں بھی جو ضرورت و استعمال سے
بالکل فاضل ہو اسمیں بھی فقط چالیسواں حصہ زکوٰۃ مفروض فرمائی اور کافروں کے مقابلہ سے بھی جب وہ دوچند سے زائد ہوں معذور رکھا اسی طرح
اپنی ولایت سے ہر طبقہ کے مناسب پرورش فرمائی اسیواسطے خطاب فرمایا۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ
وَّلَا نَصِيْرٍ۔ اور سوائے اللہ تعالیٰ کے تمہارے واسطے کوئی متولی نہیں اور نہ ناصر ہے۔ ف پس ہم لوگوں پر اسکی شکر گذاری واجب ہے
(مواقع نسخ وکیفیت نسخ) امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام ابن جریرؒ نے فرمایا کہ نسخ صرف انہیں آیات میں ہوتا ہے جو امر و نہی و حرام و مباح کا حکم شرعیہ
ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی توحید و صفات میں یا اخلاق کریمہ میں نسخ نہیں ہو سکتا اسی طرح قرآن میں جو اخبار سابقین ہیں یا احوال آخرت ہیں یا مانند
وعدہ ثواب و وعید عذاب کے انمیں بھی نسخ غیر ممکن ہے پھر نسخ کی کیفیت اسطرح تھی کہ کبھی بالکل بھلا دیا گیا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
سے روایت ہے کہ دو بھائی مسلمان ہوئے اور انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سورت پڑھایا پس دونوں رات کی نماز میں اسکی تلاوت کیا کرتے تھے ایکروز
ایسا اتفاق ہوا کہ رات میں جب دونوں نماز کے واسطے کھڑے ہوئے تو اس سورہ میں سے ایک حرف بھی نہ پڑھ سکے (آخر انہوں نے دوسری سورتوں سے اپنی نماز پڑھی)
پھر صبح کو دونوں روانہ ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور خوفناک ہوکر دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا حال عرض کیا
تو آپ نے فرمایا کہ ڈرو مت کہ یہ سورہ منسوخ کی گئی و بھلا دی گئی ہے (رواہ الطبرانی وابوبکر بن الانباری) قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ چاہتا بھلا دیتا اور جو کچھ چاہتا تبدیل فرماتا تھا (عبدالرزاق) اور اسکے مانند حسن بصریؒ سے روایت ہے (ابن جریر)
اور اسکے مانند حضرت ابن عباسؓ نے تفسیر فرمائی (ابن ابی حاتم) اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ ہم میں علی رضی اللہ عنہ
فیصلہ قضایا میں سب سے بہتر ہیں اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قراءۃ میں سب سے بہتر ہیں حالانکہ ابی بن کعبؓ کا یہ قول ہم چھوڑتے ہیں کہ جو ابیؓ کہا
کرتے ہیں کہ میں نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اسکو نہیں چھوڑونگا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا
(رواہ احمد والبخاری) اور معنے یہ ہیں کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آیات ایسی سنیں جنکی تلاوت منسوخ ہوگئی لیکن
بھلائی نہیں گئی ہیں تو ابی بن کعبؓ انکو پڑھنے پر بھی آمادہ ہیں اگرچہ مصحف میں داخل نہ کریں لیکن اس تبرک کے خیال سے نہیں چھوڑتے
کہ میں نے انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا تھا تو یہ امر اگرچہ ابیؓ کے واسطے مضر نہیں ہے کیونکہ وہ خود ناسخ
و منسوخ کو پہچانتے ہیں لیکن تابعین کے حق میں مضر ہے کہ وہ اُسکو مصحف میں سے گمان کرینگے لہذا حضرت عمرؓ نے ذرا اس پر تنبیہ فرمائی اسی کو کہا ہے
نسیان کے طور پر نسخ ہونے کی دوسری مثالیں بھی موجود ہیں از انجملہ گیارھویں پارہ میں جہاں اقسام منافقین کی فضیحت کا ذکر
ہے تو ابتدا میں منافقوں کے نام بھی بیان کئے گئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے بھلا دیے چنانچہ وہاں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صریح روایت

ہو گی اور واضح ہو کہ ناسخ و منسوخ کے چند اقسام ہیں اول یہ کہ لفظ و معنی دونوں منسوخ ہوئے چنانچہ نسیان کی مثالوں میں ظاہر ہے اور نیز حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ - کان فی ما انزل عشر رضعات معلومات - یعنے جو اتارا گیا اسمیں دس رضعات معلومہ تھیں یعنی دس بار دودھ
پلانے سے حکم رضاعت کا ثابت ہوتا تھا (کما فی الصحیحین) حالانکہ اسکا لفظ بھی منسوخ ہے اور معنی بھی منسوخ ہیں دوم یہ کہ حکم منسوخ مگر تلاوت باقی
ہے اور اسکی بعض مثالیں وہ گذریں اور نیز قولہ تعالی - واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم یعنی جو عورتوں کی زناکاری پر چار [illegible] کر کے الگ
پڑی چھوڑنے کا حکم تھا پھر سورۃ نور کی حد زنا کی آیت نازل ہو کر یہ حکم منسوخ ہو گیا - سوم یہ کہ حکم باقی مگر تلاوت منسوخ ہو جیسے قولہ الشیخ و
الشیخۃ اذا زنیا الآیۃ - اور بعض علما نے قسم اول کو جائز نہیں رکھا ہے بدلیل ظاہر قولہ تعالی - نات بخیر منہا او مثلہا - یعنے ویسا یا اس سے بہتر آنا ضرور ہے
اور جواب اسکا وہی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جو اوپر گذری اور نیز بہتری کچھ اسمیں منحصر نہیں ہے کہ دوسری آیت ہی آوے بلکہ بندوں کی
تکلیف دور کرنا جبیر انکی شکر گذاری ہووے بہتر ہے مترجم کہتا ہے کبھی حکم بدون تعمیل کے منسوخ ہو جاتا ہے جیسے معراج مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی امت پر پچاس وقت کی نمازوں کا حکم ہوا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے اللہ عزوجل نے نسخ فرما کر صرف پانچ وقت کی رکھیں امام ابن جریر
نے فرمایا کہ آیت میں اگرچہ اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بطریق خبر کے اپنی عظمت سے آگاہ فرمایا لیکن اس سے یہودیوں کو جھوٹا و خوار
بنانا بھی ظاہر ہے کیونکہ یہودی اس بات سے انکار کرتے تھے کہ توریت کے احکام منسوخ ہوں اسواسطے حضرت عیسی علیہ السلام کی نبوت
انکار کرتے تھے کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام نے انجیل الہی سے توریت کے بعض احکام منسوخ کیے اگرچہ باقی توریت انپر بھی بدستور لازم رہی اور یہ
یہودیوں کی محض عداوت تھی کیونکہ عقلا کچھ بھی محال نہیں ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو جس طرح چاہے حکم فرماوے اور اللہ تعالی پر یہ واجب نہیں ہے کہ ایک ہی
طرح کا حکم سب بندوں پر لازم رکھے اور کیونکر کوئی شخص نسخ کا انکار کر سکتا ہے کیونکہ یہ تو یہودیوں کے بدتوں کتب سابقہ و شرائع سابقہ میں واقع ہو چکا کیونکہ حضرت
آدم علیہ السلام کو اپنی اولاد میں لڑکا و لڑکی کا باہم نکاح کرنا جائز تھا حالانکہ بعد اسکے بھائی بہن کا نکاح منسوخ ہو گیا اور اسیطرح حضرت نوح علیہ السلام کو
بعد طوفان کے کشتی سے نکلکر جمیع حیوانات کا کھانا جائز تھا حالانکہ بعد اسکے بعض جانور منسوخ ہوئے اور اسیطرح حضرت یعقوب علیہ السلام اور انکی اولاد
کو ایک وقت میں دو بہنوں کا نکاح میں رکھنا حلال تھا حالانکہ بنی اسرائیل میں بعد نزول شریعت توریت کے ممنوع ہو گیا اور اسی طرح حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو اپنے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا لیکن یہ کام پورا کرنے سے پہلے منسوخ کر دیا گیا اور اسی طرح گوسالہ پوجنے والے بنی اسرائیل کو قتل
نفس کا حکم ہوا پھر ہنوز سب قتل نہ ہوئے تھے کہ اللہ تعالی نے یہ حکم منسوخ فرمایا اور اسی طرح بہت سی مثالیں ہیں جو یہودیوں پر حجت لازم ہیں اور خود
انکا اقرار کرتے ہیں اور اسی طرح توریت و انجیل میں حضرت خاتم النبیین کی بشارت اور انکی متابعت شریعت کا حکم قطعی موجود ہے پس ظاہر ہے کہ شریعت
سابقہ منسوخ ہو گی مترجم کہتا ہے یہ کلام خوب و حجت قاہرہ ہے لیکن نصرانیوں پر تعجب ہے کہ یہودیوں کے ساتھ ملکر کہنے لگے کہ ہاں نسخ نہیں ہو سکتا [illegible]
یہودیوں نے انکو جاہل بنایا اس طرح کہ جب نسخ نہیں ہو سکتا ہے تو انجیل و نبوت حضرت عیسی علیہ السلام دونوں کا دعوی باطل ہو گا کیونکہ شریعت
انجیل میں جن سے احکام توریت منسوخ ہو گئے مانند وجوب جہاد و حرمت شراب و گوشت شتر و چربی وغیرہ پس نسخ صحیح و قطعا واقع ہوتا چلا آیا ہے
اور اللہ تعالی اپنی حکمت بالغہ سے اپنے بندوں پر اپنی مشیت کے موافق جن افعال سے چاہتا ہے عبادت مقرر فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالی کی معرفت و
توحید صفات و اخبار آخرت مانند ثواب و عذاب قابل نسخ نہیں ہیں اور یہی اصل ہیں اور انہیں جمیع انبیاء علیہم السلام متفق ہیں پس طریقہ عبادت
اور کھانے پینے کے حرام و حلال میں البتہ اپنی مشیت کے موافق بندوں کو مختلف طور سے بندگی کرنے کا حکم فرمایا اور یہ اپنی مخلوقات میں
تصرف بحکمت ہے - (فائدہ) مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالی - نات بخیر منہا او مثلہا - میں اشکال ہے [illegible]

اگرچہ حکمت الٰہیہ میں ناسخ و منسوخ ہر ایک سے مصلحت خاص متعلق ہے اور نظم قرآنی کی تثلیث مراد نہیں ہے چنانچہ بعض نے یہی وہم کر کے دعویٰ کیا
کہ قرآن مجید کا حکم سنت نبوت یعنی حدیث سے منسوخ نہیں ہو سکتا اور یہ قول باطل ہے اور تمام اہل سنت متفق ہیں کہ آیت قرآن کا نسخ
جس طرح دوسری آیت قرآن سے ہے اسی طرح حدیث سے ہوتا ہے لیکن مالکیہ و شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک تو اسناد صحیح ہونا کافی ہے توضیح یہ ہے کہ قرآن مجید
تو متواتر ثابت ہے اور احادیث شریف اگر متواتر یا مشہور اسناد سے پہونچیں تو بلا خلاف یقین ہوگا کہ یہ حدیث بیشک آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمائی اور چونکہ حدیث بھی وحی الٰہی ہے تو اس سے بالاتفاق آیت قرآن کا نسخ جائز ہے اور اگر اسناد مشہور یا متواتر نہو بلکہ
اس سے کم مگر اسناد صحیح ہو تو بھی مالکیہ و شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک ناسخ ہو سکتی ہے اور حنفیہ کے نزدیک نہیں اور یہی بعض مالکیہ کا قول ہے
اور منہاج البیضاوی کی شرح میں لکھا کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک قیاس سے بھی نسخ جائز ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ مشہور اصول حنفیہ کے خلاف
ہے اور صحیح یہ تفصیل ہے کہ اگر قیاس منصوص العلت ہو جیسے قولہ تعالیٰ ۔ یسئلونک عن المحیض قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض الآیۃ
سے معلوم ہوا کہ حیض میں جماع کی ممانعت اس علت سے ہے کہ یہ گندگی کی حالت ہے تو جب یہ علت قطعی معلوم ہو گئی تو ہر ایسا جماع جس میں گندگی
ہو قطعاً حرام ہوگا جیسے زوجہ کے ساتھ لواطت کرنا قطعی حرام ہے کیونکہ وطی حیض سے بھی زیادہ نجس ہے اجماع الامۃ سے بالاتفاق نسخ جائز ہے
قطعی اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے کیونکہ مومنین کا اجماع شرط ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا مومن ہونا قطعی معلوم ہے بدلیل قولہ تعالیٰ اولئک
ہم المومنون حقا ۔ اور قولہ تعالیٰ ۔ اولئک ہم الصادقون ۔ اور قولہ تعالیٰ ۔ اولئک ہم المفلحون ۔ اور قولہ تعالیٰ ۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ
اور قولہ تعالیٰ ۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم الآیۃ پس صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع تو قطعی مومنین کا اجماع ہے
بعضوں نے کہا کہ شیخ ابن حزم نے اجماع کے قطعی ہونے سے انکار کیا لیکن صحیح یہ ہے کہ ابن حزم کو قطعیت سے انکار نہیں ہے بلکہ شیخ مذکور کہتا ہے کہ قوم
جن کے مسلمان بھی صحابی ہیں حالانکہ اجماع میں انکا موجود ہونا روایت نہیں ہے ذکرہ الشیخ ابن حجر فی الاصابۃ لیکن شیخ ابن حزم کا قول نزدیک
رد ہونے پر اجماع ہے پھر سوائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو اجماع واقع ہوئے وہ قطعی نہیں ہیں ف واضح ہو کہ قرآن پاک عین تکمیل صفات ہے
اور یہ حقیقی شان حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھی کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا خلق عظیم یہی قرآن ہے (کما فی الصحیح) یعنے آپ کے اخلاق کریمہ عین موافق القرآن مجید ہیں اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم درجہ بدرجہ جنھیں
کہ جس قدر قرآن مجید سے توافق زیادہ ہوا اسیقدر خصائل رذیلہ زائل ہو کر اخلاق کریمہ پیدا ہوتے ہیں اور یہ عین صفات قدسیہ الٰہی عز و جل
تنویہ ہے لہذا الشیخ عرائس نے قولہ تعالیٰ ۔ ما ننسخ من آیۃ کے اشارہ میں کہا کہ ہر مرتبہ و مقام کے لائق صفات بشریہ سے اللہ تعالیٰ بذریعہ اپنے
کلام پاک کے زائل فرما کر صفت نورانی عطا فرماتا ہے اور یہ تبدیل برابر جاری رہتی ہے یہانتک کہ کمال حاصل ہو اور چونکہ کلمات الٰہیہ
غیر متناہی ہیں بدلیل قولہ تعالیٰ ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ یعنی اگر زمین کے کل درخت کوئی
ہوں سب قلمیں جاویں اور سمندر سب دوات ہو جاویں اور ایسے سات سمندر دیگر اسکے ساتھ شامل ہوں تو بھی کلمات الٰہی کم نہوں ۔ ہم پس
عطاء معارف کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے لہذا البعض نے فرمایا کہ اہل قبولیت نہیں صلاحیت جنکی وہ ہمیشہ بیشتر ہیں کیونکہ وہ دیں کہ وہاں بے انتہا
ترقیات نعمت مدارج معرفت پر بڑھتے چلے جائینگے اور یہ ترقی تو اہل سعادت کے واسطے حیات دنیا سے شروع ہوتی ہے حتیٰ کہ ایک حالت سے
ترقی کر کے بلند حالت پر پہونچایا جاتا ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی تھا مگر فرق یہ ہے کہ انہوں کے لیے تو اپنے منازل
میں ترقی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے ابتدا حال وہ تھا کہ صدیقین کا انتہا سے عروج اسکے متصل ہوتا ہے مگر اصل میں واصل

نہین ہوتا ہے پس آپ کے مدارج آپ کی شان نبوت مین ترقی کرتے حتی کہ معراج بھی ایک مرتبہ تھا قال تعالے - دنی فتدلی فاوحی الی عبدہ
ما اوحی - اور عالی مدارج کو اللہ تعالے ہی جانتا ہے - (عس) واضح ہو کہ ہر عارف عاقل خوب سمجھتا ہے کہ انسان اپنے مدارج نفس کے ترقیات
مین کبھی راہ نہ پاوے اگر ہدایت الٰہی بشرع رسالت اُسکی دستگیری نہ فرماوے تو پھر آدمی کی کیا مجال ہے کہ وہ حکمت الٰہیہ کے نسخ و تبدیل وغیرہ مین سوالات
کرے کیونکہ جو شخص مثلاً دنیا مین شاہی اصول حکمت سے واقف ہو وہ موقع اور ادب سے مناسب سوال کر سکتا ہے حالانکہ یہ معاملات صرف انہین
حواس سے متعلق ہین جنمین سب آدمی برابر ہین پھر بھی وزیر سلطنت و بازاری کی فہم و فراست مین بڑا فرق ہے تو مدارج آخرت و تعلیم نبوت مین
جہان بادشاہ ایک بازاری کی برابر بھی حیثیت نہین رکھتا ہے کیونکر کوئی شخص سوالات کر سکتا ہے بلکہ وہان یہی راہ ادب ہے کہ اللہ تعالیٰ
و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و رضا پر ہمہ تن اپنے آپکو سپرد کر دے اسلئے اللہ تعالے نے اپنے خاص بندون کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
کے حضور مین حسن ادب کا لحاظ رکھنا چاہیے سکھلایا اور اپنے دشمنون شیاطین انس و جن کے فریب و وسوسہ سے نجات کا قاعدہ بتلایا کما قال تعالیٰ

أَمْ تُرِيدُونَ أَن تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ ۗ وَمَن يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ

کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ سوال شروع کرو اپنے رسول سے جیسے سوال ہو چکے ہین موسیٰ سے پہلے اور جو کوئی انکار لیوے

بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن

بدلے یقین کے وہ بھولا سیدھی راہ سے دل چاہتا ہے بہت کتاب والون کا کسی طرح تم کو پھیر کر مسلمان

بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ

ہوئے پیچھے کافر کر دین حسد کر کر اپنے اندر سے بعد اسکے کہ کھل چکا اُنپر حق

فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

سو تم درگذر کرو اور خیال مین نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم البتہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ ۗ

اور کھڑی رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے بھلائی وہ پاؤ گے اللہ کے پاس

إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

اللہ تمھارے کام دیکھتا ہے

امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین ایسی باتین پوچھنے سے منع فرمایا جنکا ابھی وقوع نہین ہوا ہے جیسے قولہ تعالیٰ
یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم الآیۃ یعنے اے ایمان والو مت پوچھو ایسی چیزین کہ اگر تمھارے لئے ظاہر کی
جاوینگی تو تمکو برائی پہونچا وینگی حالانکہ جن باتون مین قرآن نازل ہو رہا ہے اگر اسوقت پوچھو تو تمھارے واسطے ظاہر کی جاوینگی
ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اشیا کو اصلی اباحت پر رکھا ہے کما قال تعالیٰ خلق لکم ما فی الارض جمیعا پھر ایک وقت کا انتظار کیا اور
ان چیزون کے کھانے کو ممنوع کر دیا اور یہ کمال رحمت سے بندون پر آسانی ہے اور پوچھنے مین یہ ڈر ہے کہ شاید وہ حرام کر دی جاوے تو
کوئی عذر مسموع نہو گا اسیواسطے حدیث مین آیا کہ مسلمانون کے حق مین وہ مسلمان سب سے زیادہ مجرم ہے جس نے ایسی چیز کو دریافت کیا جسکی بابت کوئی
نص حرام کرنے والی نہین تھی پھر وہ اسکے پوچھنے سے حرام کر دیگئی (الصحیح) اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سوال کو مکروہ

معیوب رکھتے تھے چنانچہ صحیحین کی حدیث ملاعنہ میں مروی ہے اور حدیث مغیرہ بن شعبہؓ میں آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو باہمی قیل وقال اور بربادی مال وکثرت سوال سے منع فرماتے تھے (الصحیحین) اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ جب تک میں تمکو چھوڑوں تم مجھے چھوڑ دو یعنی اُسکی بابت حکمت مت پوچھو کیونکہ تم سے اگلی اُمتیں اسی جہت سے تباہ ہوئیں کہ اپنے انبیاء سے بکثرت احکام پوچھے پھر مخالفت کی پس تمکو جب میں کسی امر کا حکم دوں تو جہانتک ممکن ہے اُسکو عمل میں لاؤ اور اگر کسی بات سے منع کروں تو اُس سے باز رہو (صحیح مسلم) اور یہ حدیث آپنے اُس وقت فرمائی کہ جب لوگوں کو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے تم پر حج فرض کیا ہے پس ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا ہر سال فرض کیا ہے اور اُسنے بار بار پوچھا یہانتک کہ تین بار آپ خاموش رہے پھر فرمایا کہ نہیں یعنی ہر سال فرض نہیں ہے اور اگر میں کہتا کہ ہاں تو تم پر ہر سال فرض ہوجاتا اور اگر ہر سال فرض ہوجاتا تو تم سے ادا نہ ہوتا (الصحیح) یہ حدیث بھی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے لسان شریعت عطا فرمائی ہے جیسا کہ کتب سابقہ میں آپکی صفات میں مذکور ہے اور انس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ہم لوگ تو سوال سے منع کر دیے گئے تھے تو ہمکو تمنا ہوتی تھی کہ اعراب میں سے کوئی سمجھدار آدمی آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھے تو ہم بھی سن لیں (السنن) اور براء بن عازبؓ سے اسکے مانند روایت ہے اور کہا کہ ہمکو کوئی بات پوچھنی ہوتی تو سال گذر جاتا اور ہم بوجہ ہیبت کے نہیں پوچھ سکتے تھے (ابو یعلی) اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر ایک ہیبت عظیم چھائی ہوئی تھی (کما فی الصحیحین) حتی کہ ہرقل قیصر روم کی طرف سے اور پرویز کسری فارس کی طرف سے جو ایلچی آئے تھے اُنپر اسقدر ہیبت سوار ہوئی کہ کانپنے لگے اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے پیغام ادا کیا (کما فی السیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بہتر قوم نہیں دیکھی کہ انھوں نے صرف بارہ مسئلے پوچھے کہ وہ سب قرآن مجید میں مذکور ہیں (البزار)

مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ قرآن مجید کلام الہی عزوجل قدیم ہے تو جو کچھ کلام الہی عزوجل میں ازل سے واقع ہوا تھا وہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا پس اُنکی فضیلت کا مانہ ظاہر ہے کہ اُنکے وہی سوال ہیں جو کلام الہی میں تلاوت کیے جاتے ہیں پس اسکو سمجھو کہ یہ کلام ابن عباس رضی اللہ عنہ نہایت لطیف دقیق متین ہے پس یہ کرامت تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے خاص ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے واسطے رسول ہیں تو اسمیں مومنین وکافرین سب شامل ہیں مگر کافروں پر علاوہ نحوست کفر کے بیہودہ سوال کرنے کا بھی عیب ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا یسئلک اہل الکتاب ان تنزل علیہم کتابا من السماء فقد سألوا موسی اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جہرۃ یعنی اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب اُتار لائیے (اس بیہودہ سوال سے تعجب نہ کیجیے) انھوں نے تو موسی سے اس سے بھی بڑھکر سوال کیا تھا کہ کہنے لگے ہم کو کھلا کھلا اللہ تعالی کو آنکھوں دکھلا دیجیے۔ ھ۔ اور محمد بن اسحق نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہودی رافع بن حریملہ و وہب ابن زید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ آسمان سے کوئی کتاب ہمارے لیے اتار دیجیے اور یہاں نہریں جاری کر دیجیے تو ہم آپکو مان لیں پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ یا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ویسے سوال کرو جیسے موسیٰ سے قبل میں سوال کیا گیا تھا چنانچہ موسیٰ سے کہا کہ ہمارے لیے بھی ایسے لوگوں کے بتوں کے مانند ایک خدا بنا دو اور یہ بھی کہا کہ ہمکو عیاناً اللہ تعالی کو دکھلا دو اور مانند اسکے بیہودہ سوالات کیے اسیطرح ان یہودیوں نے بھی عناد و سرکشی سے معجزات عظیم وقطعی دلائل نبوت چھوڑ کر بیہودہ سوالات شروع کیے جیسے کفار مکہ کی بھی یہی کیفیت تھی چنانچہ مجاہد نے فرمایا کہ کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارے واسطے اس کوہ صفا کو سونے کا کر دیجیے تو آپ نے فرمایا کہ اچھا اگر تم چاہتے ہو کہ بنی اسرائیل کے واسطے مائدہ آسمانی تھا ویسے ہی یہ سونے کا پہاڑ تمہارے واسطے ہوگا تو جو شخص اس سے انکار کیا وہ ہلاک ہو گیا

عن قیل وقال وعن اضاعۃ المال وکثرۃ السوال ۱۲

سدی و قتادہؒ سے بھی اسیکے مانند مروی ہے ۔ع۔ مترجم کہتا ہے کہ بنی اسرائیل نے آسمان سے طعام پختہ مانگا تھا تو یہ شرط ہوئی کہ اچھا بھیجا جائیگا لیکن اگر ناشکری سے ذخیرہ کیا گیا تو عذاب سخت دیا جائیگا پس اُنہوں نے منظور کر لیا لیکن امتحان میں پورے نہ اُترے تو نافرمانی سے مسخ کر کے سور کر دیے گئے جو بیچ بیچ کر مر گئے چنانچہ سورۂ مائدہ میں انشاء اللہ تعالےٰ آویگا۔ واضح ہو کہ قریش کو یہ سوال غالباً یہودیوں وغیرہ نے سکھلایا تھا اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے وہی شرط لگائی جو نزول مائدہ میں تھی اور چونکہ یہودیوں سے قریش نے مائدہ والوں کا انجام سُنا تھا لہذا خوفناک ہو کر نا منظور کیا علامہ بیضاویؒ وغیرہ نے لکھا کہ۔ ام تریدون۔ ام متصلہ یا منقطعہ ہے لیکن متصلہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے ہمزۂ استفہام ہو جیسے بولتے ہیں اہو زید ام عمرو یعنے کیا وہ زید ہے کہ عمرو ہے پس یہان کہا گیا کہ۔ الم تعلم میں جو ہمزہ ہے وہی کافی ہے اور معنے یہ ہیں کہ کیا نہیں جانتے ہو کہ اللہ تعالےٰ مالک و قادر ہے وہی احکام جس طرح نسخ و تبدیل وغیرہ سے چاہتا ہے جاری کرتا ہے اور یہاں کر کے کر کے رسول سے سوال کرتے ہو جیسے یہود نے موسیٰ سے سوال کیا۔ مراد یہ کہ مسلمانوں کو ارشاد کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مضبوط رہیں اور کافروں و مشرکوں کے شبہہ ڈالنے سے سوالات میں نہ پڑیں جیسے موسیٰ کی قوم نے شیطانی وسوسہ سے بیجا سوال کیے آخر گمراہ ہوئے پس تمہیں اتنا سمجھنا کافی ہے کہ جب اللہ تعالےٰ مالک آسمان و زمین ہے تو وہ جو کچھ نسخ و تبدیل کرے بہت خوب و عین حکمت و تمام مصلحت ہے۔ مترجم کہتا ہے اس تقریر بیضاویؒ پر۔ رسولکم۔ سے اپنا نا ہوا رسول مراد ہوگا کیونکہ یہ خطاب صرف مومنوں کو ہوا کہ تم اپنے رسول سے بیجا سوال نہ کرو اور اگر یہ کافروں کو ملامت ہو جیسے تقریر ابن کثیرؒ سے ظاہر ہوا کہ کفار یہود و مشرکین قریش کی نسبت ہے تو۔ رسولکم۔ کے یہ معنے ہونگے کہ اس طبقۂ امت کے واسطے جو رسول بھیجا گیا ہے کیونکہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول تو نہیں کہتے لیکن درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طبقۂ اُمت کے واسطے جو قیامت تک ہے رسول برحق ہیں۔ بیضاویؒ نے حاشیہ میں کہا کہ صاحب مفتاح کے نزدیک یہان ام متصلہ نہیں ہے کیونکہ اُسکے بعد مفرد ہوتا ہے علامہ عکبریؒ نے اعراب القرآن میں کہا کہ۔ ام۔ یہان منقطعہ ہے اسواسطے کہ۔ الم تعلم۔ میں جو ہمزہ ہے وہ اس موقع میں نہیں ہے اسکو سیوطیؒ نے اختیار کیا کیونکہ۔ الم تعلم۔ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یا آپ بھی داخل ہیں کیونکہ معنے یہ ہیں کہ کیا تو نے نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ملک سموات والارض ہے۔ ام تریدون۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہیں پس اگر متصلہ ہو تو خلاصہ یہ کہ۔ الم تعلم و لکن ام تریدون السوال یعنے کیا تو نہیں جانتا ہے قدرت الٰہی یا تم لوگ بیجا سوال کرتے ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ تقدیر نہیں بنتی ہے پس یہان ام منقطعہ بمعنے بل کے ہے یعنے یہان سے دوسرے کلام کی طرف رجوع ہے گویا فرمایا کہ نسخ و تبدیل احکام میں کچھ شبہہ نہیں ہو سکتا کیونکہ کون شخص یہ بات نہیں جانتا کہ آسمان و زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ جو چاہتا ہے اور جس طرح چاہے حکم کرے تو تم لوگ ایمان لانے کے لیے پوچھ کچھ نہیں کرتے ہو بلکہ تمہارا ارادہ یہ ہے کہ اپنے وقت کے رسول سے بھی ایسے ہی بیہودہ سوال کرو جیسے قوم موسیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیے تھے۔ اسمین تنبیہ ہے کہ جو شخص ایسی جہالت کرکے اپنی عاقبت برباد کرے حالانکہ وہ دلائل قطعیہ سے حق پہچان گیا وہ بدبخت و شقی ہے۔ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ

اور جس نے ایمان کے عوض کفر کو بدل لیا تو وہ سیدھی راہ سے گمراہ ہوا۔ ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات نبوت و دلائل معجزات قدرت اور بات بات میں معجزات اس بات کے واسطے قطعی آیات و دلالات ہیں کہ آپ بلاشبہہ پیغمبر حق و خاتم الانبیاء ہیں تو ایمان صریح موجود ہے پھر اسکو چھوڑ کر کفر لینا و بیجا سوالات و عداوت و حسد کرنا عین گمراہی ہے اور عجیب تر یہ کہ یہ بدبختی زیادہ تر یہودیوں میں تھی جنکے پاس باوجود علم کے آپ کی نبوت کے دلائل قطعی موجود تھے حالانکہ یہ لوگ علاوہ اپنی گمراہی کے حسد سے مومنوں کو بہکانا چاہتے

کہ گمراہ ہو جاویں لہذا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو انکی شیطانیت سے متنبہ کر دیا چنانچہ فرمایا۔ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ
لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
لَهُمُ الْحَقُّ ۔ بہتیرے اہل کتاب نے دلی خواہش سے تمنا کی کہ کاش ایسا ہوتا کہ تم لوگوں کو تمہارے ایمان کے بعد موڑ کر کفار کر دیویں
بوجہ ایسے حسد کے جو انکے نفوس کی جانب سے اُبھرا بعد ازانکہ انکو حق ظاہر ہو چکا۔ ف یعنے اللہ عزوجل کی توریت و انجیل وغیرہ
کتب انبیاء سابقین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل نبوت و احکام اُمت ایسی تفصیل کے ساتھ مذکور تھے کہ یہود و نصاریٰ
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب و کتاب یعنی قرآن مجید سے مقابلہ کیا تو امر حق بالکل کھل گیا اور کچھ بھی شبہہ باقی نہ رہا مگر انکو
حسد نے جان بوجھکر انکار پر آمادہ کیا مترجم کہتا ہے کہ شاید کسی روایت میں یہ نہیں مذکور ہو کہ پیغمبر آخر الزمان محض اُمی ہونگے اگرچہ آپکی بشارت
سے یہ بات ظاہر ہے کہ آپ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے ہونگے لیکن یہودیوں نے اپنے فہم ناقص کے موافق حضرت داؤد علیہ السلام کی بعض عبارت
سے یہ نکال رکھا تھا کہ بنی اسرائیل ہی میں نبوت دائمی رہیگی حالانکہ یہ انکی غلط فہمی تھی و تمام انبیاء علیہم السلام نے موافق توریت کے بشارت دی تھی
کہ زمین تہامہ سے پیغمبر آخر الزمان پیدا ہونگے اور تہامہ بالاتفاق یہی زمین حجاز ہے جس میں مکہ و مدینہ واقع ہے اور خصوصاً ان یہودیوں کو جو عرب
میں رہتے تھے کچھ بھی شک نہ رہا کہ تہامہ سے مبعوث ہونے والے پیغمبر آخر الزمان یہی ہیں چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہودیوں
جو اہل علم پیشوا تھے دیکھا کہ پیغمبر آخر الزمان جنکے اسقدر فضائل مذکور ہیں ایک اُمی ہیں جو انکی تمام توریت سے خبر دیتے ہیں اور تمام انبیاء اور
انکی کتابوں اور امتوں کا بیان کرتے ہیں جو انکو بھی نہیں معلوم ہے اور توریت انکی تصدیق کرتی ہے تو پھر ایسے صدق ایقان کے حسد نے انکو آمادہ کیا
کہ جان بوجھکر انکار کرنے لگے مترجم کہتا ہے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہود کے عالموں میں سے حیی بن اخطب و ابو یاسر کو سب سے زیادہ عرب سے
حسد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر آخر الزمان کے اسقدر فضائل پہلی کتابوں میں بیان فرمائے اُسکی خصوصیت عرب سے ہوئی حالانکہ
یہ بڑی قوم ہیں پس یہودیوں سے نہ ہو سکا وہ حسد کرتے تھے جہانتک ممکن تھا عرب کو ایمان سے بہکاتے تھے (محمد بن اسحٰق) مترجم کہتا ہے کہ
یہ دونوں نہایت جاہل تھے کہ جب انکو معلوم ہو چکا کہ پیغمبر آخر الزمان کی بعثت عرب میں واقع ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہی تقدیر الٰہی ہے پس یہود کو اسکے
سوا سے اپنی بربادی کے کیا فائدہ تھا ظاہراً وہی صحیح ہے جو بعض علماء نے فرمایا کہ یہودی قوم ہمیشہ سے جو مسائل معرفت کو نہیں سمجھتے لیکن مترجم
کہتا ہے کہ ظاہراً یہی یہودی ایسے ہوں جیسے شخص تقدیر سے منکر ہے اسکا ایمان ہی درست نہیں ہو سکتا حالانکہ قوم موسیٰ علیہ السلام میں بہت سے
علماء صالحین و اولیاء گذرے ہیں وہ کیونکر تقدیر سے منکر ہو سکتے ہیں اسیطرح قوم عیسیٰ علیہ السلام میں بھی بہت سے صالحین گذرے کہ وہ بالاتفاق
ایمان تقدیر پر قائم تھے حالانکہ بالفعل جو نام کے نصاریٰ ہیں تقدیر سے بالکل منکر ہیں پس یہی ان یہودیوں کا حال تھا جو یہ نہایت کتابی
الفاظ پر لیٹے انکو عالم سمجھے اور سخت غلطی سے بچا کہ کوشش کرتے کہ پیغمبر آخر الزمان کی نبوت قوم عرب نہ ہو اور تفسیر ابن عباسؓ سے معلوم ہوا کہ حیی
بن اخطب و اُسکا بھائی ابو یاسر انہیں کا ذکر اسوقت میں تھا اور کعب بن مالکؓ نے کہا کہ ایک یہودی کعب بن الاشرف جو کہ شاعر تھا جو بھی کہا کرتا تھا
اُسکے حق میں بھی یہ آیت نازل ہوئی ہے (ابن ابی حاتم)۔ معالم التنزیل میں یوں قصہ مذکور ہے کہ جب جنگ احد میں مسلمانوں نے بوجہ
نافرمانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شکست پائی تو یہودیوں نے حضرت حذیفہ بن الیمان و عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو بہکانا شروع کیا کہ
اگر تم لوگ دین حق پر ہوتے تو کیوں شکست پاتے اور اگر تم ہمارے دین کیطرف رجوع کرو تو زیادہ ہدایت پاؤگے پس عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ تم لوگ واقف ہو کہ عہد شکنی کا کیا حکم ہے تو کہنے لگے کہ عہد توڑنے کا بہت بڑا گناہ ہے پس عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے عہد

کر لیا کہ جب تک زندہ ہوں تیرے دین اسلام اور تیرے رسول حق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پھرونگا لیکن تم لوگ بدعہد ہو کہ اللہ تعالیٰ کے
عہد و قول سے پھر گئے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو اس بات پر راضی ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیغمبر
ہیں اور اسلام میرا دین ہے اور قرآن میرا پیشوا ہے اور کعبہ میرا قبلہ ہے اور مومنین میرے بھائی ہیں اور کفار میرے دشمن ہیں پھر دونوں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر یہ حال بیان کیا تب یہ آیت اتری۔ ودّ کثیر من اہل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا
من عند انفسہم من بعد ما تبین لہم الحق۔ پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو کفار کی گستاخیوں سے اعراض کا حکم فرمایا بقولہ تعالیٰ فاعفوا
واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ۔ پس تم لوگ عفو کرو اور درگذر کرو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لاوے۔ ف یعنی اہل
ایمان نے صبر کیا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ اب جہاد کرو یعنی اہل کتاب سے بھی جہاد کرو لیکن اتنی تخفیف فرمائی کہ اگر یہ لوگ مطیع ہو جاویں تو
انسے جزیہ قبول کر لو الا مشرکین سے کہ سوائے اسلام کے جزیہ قبول نہیں ہوتا ہے اسواسطے حضرت ابن مسعود و ابن عباس و ایک جماعت
سے مروی ہے کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا بقولہ تعالیٰ۔ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا
یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون۔ ف لیکن ایک جماعت فقہا و مفسرین نے یہاں منسوخ کا
حکم دینا تسلیم نہیں کیا اور یہ حجت پیش کی کہ اللہ تعالیٰ نے عفو و درگذر کرنیکا مطلق حکم نہیں دیا بلکہ یوں حکم دیا کہ عفو و درگذر یہانتک کرو
کہ حکم الہی آوے تو اللہ تعالیٰ نے ایک وقت تک خود ہی محدود فرمایا تھا اور اصطلاح میں اسکو نسخ نہیں کہتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ ان حضرت ابن مسعود
وابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم نے یہی ہے لوگوں کی نسخ اصطلاحی مراد نہیں رکھی ہے کیونکہ اسوقت تک یہ اصطلاح کہیں نہیں تھی پس ان صحابہ رضی اللہ
عنہم کی غرض یہ ہے کہ جب اہل کتاب پر جہاد کرنیکا حکم آیا تو عفو و درگذر کرنیکا حکم ختم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسی میں مسلمانوں کو امید دلائی ہے
کہ اہل کتاب کی ایذا انسے دور کیجاویگی حالانکہ اسکا فائدہ ابھی چلا آیا بقولہ تعالیٰ لتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا
الآیۃ گویا اشارہ ہے کہ تمکو اپنے نفس سے اوہام دور کرنے کے واسطے ضرور بہت سی ایذا ان مشرکوں و اہل کتاب سے سننا پڑیگی تاکہ تمہارا نفس
مغرور نہو کہ ایمان کی وجہ سے ہمکو اختصاص ثابت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل ہی کا احسان ہے تو کہہ ہم لوگ ایمان پر ثابت قدم رہینگے اگرچہ کفار سے کیسی ایذا
پہونچے کیونکہ یہی خلوص توحید ہے کہ نفس کے واسطے کوئی کام نہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو حتیٰ کہ جب اس میں کامل ہوئے یعنی
خطرات نفس سے چھوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے انکو ایذا سے کفار سے نجات دی اور جہاد کا حکم دیکر سب کافروں کو خوار کیا۔ ان اللہ
علی کل شیء قدیر۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ف پس اسوقت اہل ایمان کے واسطے معلوم تھا کہ نفس میں کچھ بھی موجود تھا کہ
باوجود اس حالت کے اس بات کا یقین کامل رکھیں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے ان کافروں کو خوار کرے اور بالفعل انکو چھوڑ دینا حکمت
اور خود ہمارے واسطے مصلحت ہے کیونکہ احکام الہی میں حکمت و مصلحت ہیں چنانچہ یہاں حکم دیا کہ تم لوگ عفو کرو اور درگذر کرو اور یہی
حکم دیا کہ۔ واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ۔ اور ٹھیک قائم رکھو نماز اور ادا کرو زکوۃ۔ ف پس اول سے انکے نفوس کو منقطع کیا
اور ٹھیک نماز پر قائم کرنے سے وسوسہ نفس زائل کیا کیونکہ جسکے نفس میں وسوسہ ہو کہ آخرت کوئی چیز نہیں ہے تو وہ بالفعل نماز میں
تکلیف نہیں اٹھاویگا اسیواسطے حکم دیا کہ علاوہ فرائض کے ہر ایک طرح کی نیکی جو ممکن ہو عمل میں لاؤ۔ وما تقدموا لانفسکم من
خیر تجدوہ عند اللہ۔ اور اپنے نفوس کے واسطے جو تم پہلے پہونچا رکھو اسکو اللہ تعالیٰ سے یہاں پاؤگے۔ ف پس
تمہارا نفس باتباع عقل کے خود خوش ہو کہ یہ اسی کے واسطے بھلائی ہے کہ اس دار فانی میں جو کچھ نیکی کریگا وہ آرام کے ساتھ

وہان پاوے گا پس چاہیے کہ نفس محض اخلاص کے ساتھ نیکی مین سرگرم رہے ۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔ جو کچھ تم کرتے ہو البتہ اللہ تعالےٰ خوب دیکھتا ہے ف اور کوئی چیز اُسکے دیکھنے مین حائل یا مانع نہین ہوسکتی حتی کہ تمھارا دل و اُسکا ہر ذرہ اللہ تعالےٰ کے سامنے ہے چاہیے جہان ہو حتی کہ بعض احادیث مین آیا کہ اندھیری تاریک رات مین کوہ صفا کے غار مین چیونٹی کی چال حضرت حق عزوجل کے سامنے ہے اسیواسطے بعض مشائخ نے کہا کہ دیکھو شیطان تمھاری رگون مین خون کی طرح جاری ہے تو ایسے نزدیک متصل دشمن سے کون بچ سکتا ہے سواے اُس شخص کے جو ایسے حامی سے پناہ لے کہ وہ اس سے بھی قریب ہے اور وہ اللہ عزوجل ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ بہت نفیس کلام ہے ورنہ شیطان خود اس قدر قریب جادی اور خود انسان کا نفس بھی اُسکے وساوس قبول کرنے والا یعنے خود اپنی جان کا دشمن یعنے نہایت احمق ہے بلکہ آدمی ہی جنس کے آدمیون یعنی کافرون کی جانب میلان کرتا ہے اور جنسیت کی وجہ سے اُنکا ضرر شدید ہے حتی کہ آدمی کو مجوس و ہنود کا ضرر ہے اور اس سے بڑھکر یہود و نصاری سے ضرر ہے اور اس سے بڑھکر اسلام کی شکل مین مبتدعین خوارج و روافض و شیعہ و معتزلہ وغیرہ سے ضرر ہے اور اس سے بڑھکر اہل سنت کے علمی مبتدعین سے ضرر ہے مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت مین یہ اعتقادی بدعتی یعنی خوارج و روافض و شیعہ وغیرہ نہین تھے مگر یہود و نصاری و منافقین موجود تھے اور وہ ہر طرح سے اہل ایمان کو دھوکا دیتے تھے لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم مین حسن صفت الٰہی عجیب تھی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بھی انبیا علیہم السلام مین عجیب ہے کیونکہ باوجود اُمی ہونے کے معرفت و علم الٰہی و علم اولین و آخرین مین سب سے اکمل ہین اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم بھی جمیع امم ماضیہ سے اکمل ہین و منجملہ فتنہ کفار کے فرمایا ۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا

اور کہتے ہین ہرگز نجا دینگے جنت مین مگر جو ہونگے یہود یا نصاری یہ آرزوئین باندھ لی ہین اُنھون نے کہہ دے لاؤ

بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ

سند اپنی اگر تم سچے ہو کیون نہین جسنے تابع کیا مُنھ اپنا اللہ کے اور وہ نیکی پر ہے اُسی کو ہے مزدوری اُسکی

ع عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى

اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے اُنپر اور نہ اُنکو غم ہے اور یہود نے کہا نصاری نہین

عَلٰى شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ

کچھ راہ پر اور نصاری نے کہا یہود نہین کچھ راہ پر اور وہ سب پڑھتے ہین کتاب اسی طرح

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

کہی اُن لوگون نے جن پاس علم نہین اُنھین کی سی بات اب اللہ حکم کرے گا اُن مین دن قیامت کے جس بات مین

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۞

جھگڑتے تھے

اللہ تعالےٰ نے تنبیہ فرمائی کہ یہود و نصاری اپنے خیالات مین مغرور ہین چنانچہ ایک گروہ یہود و نصاری نے اپنے اپنے غرور پر دعویٰ کیا جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۔ اور کہتے ہین کہ جنت مین ہرگز داخل نہوگا سواے اُسکے جو یہودی یا نصرانی ہو ۔ ف یعنے یہودی تو دعوی کرنے لگے کہ جنت مین سواے

یہودی کے کوئی داخل نہ ہوگا اور نصرانی کہنے لگے کہ سوائے نصرانی کے کوئی داخل نہ ہوگا حالانکہ یہ لوگ باقرار [illegible] کے کلام کا [illegible]
نہیں سمجھتے کہ آخر اس گفتگو سے کیا لازم آتا ہے کیونکہ جب سوائے یہودی و نصرانی کے کوئی داخل جنت نہ ہوگا تو انبیاء سابقین [illegible] اور انکے تابعین محروم
ہوں مثلاً جب یہودیوں نے کہا کہ سوائے یہودی کے کوئی بھی جنت میں نہ جائیگا معاذ اللہ لازم آیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جنت میں نہ جاوین
اور جب نصرانی نے یہ دعوی کیا تو اس پر بھی یہی لازم آیا حالانکہ [illegible] بلکہ [illegible] یہ [illegible] آرزوئیں
خواہشیں ہیں ۔ ف کوئی عقلی یا شرعی [illegible] یہود و نصاری [illegible] ہر ایک نے [illegible]
ہم لوگ [illegible] فرزندان الٰہی و محبان الٰہی ہیں [illegible] فرمایا کہ یہ لوگ [illegible]
[illegible]
[illegible] قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے [illegible]
[illegible]

تو وہ قابل جنت ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۪ ۔ تو ہر ایسے شخص کے واسطے اُسکے رب عزوجل کے یہاں اُسکا ثواب ہے
ف لیکن سواے صحابہ رضی اللہ عنہم کے کہ اُنکے واسطے خاص بشارت دیدی گئی ہے باقی کسی شخص کو یہ سمجھنا روا نہیں ہے کہ مین ایسا ہی
نیکوکار ہون بلکہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ پاک مین خوف و امید کے ساتھ با وجود ہر طرح کے نیک کامون کے التجا و آرزو لاوے کہ حضرت ارحم الراحمین
عزوجل اُسکے اعمال صالحہ کو قبول فرماوے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے نیک بندون کو جانتا ہے بلکہ بدبختون کی پہچان معلوم ہوگئی کہ یہود و نصاریٰ کی طرح
مغرور و جنتی ہونے کے مدعی و نڈر ہوتے ہین سوا اعمال نیک بخت و سعید بندے وہی ہونگے جو باوجود اس طرح کی نیکوکاریون کے خائف و امیدوار ہون
اور اپنے اعمال کی طرف نگاہ نکرین بلکہ اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے سے ڈرین نہین معلوم اُسکے علم مین میرا عمل کس طرح واقع ہوا مگر اُسکے فضل
و رحمت پر اُمیدوار ہون اور رب ارحم الراحمین فرماتا ہے۔ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ اور ایسے بندون پر خوف
نہین اور نہ وے غمگین ہونگے۔ ف یعنے دنیا مین جو غم و رنج کہ تقدیری ہو وہ تو پہونچیگا لیکن یہ لوگ تو اپنے سچے گھر یعنے آخرت کے
غم مین پڑے رہتے ہین گویا اللہ تعالیٰ نے اسی غم کو مکافات کردیا پھر آخرت مین نہ اُنپر خوف رکھا اور نہ کچھ غم ہے رب ارحم الراحمین اس بندہ مترجم
کو مع جمیع مومنین کے انھین بندون کے ساتھ حشر فرماوے آمین یا ارحم الراحمین شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
حضور مین نجران کے نصاریٰ آئے اور مدینہ کے یہودی بھی جمع ہوئے اور باہم دونون فریق نے مناظرہ کرنا شروع کیا تو یہودیون نے کہا کہ سوا
یہود کے کوئی بھی جنت مین نجائیگا اور نصاریٰ نے اسکے جواب مین کہا کہ سوا نصرانیون کے کوئی بھی جنت مین نجائیگا پس دونون فریق
مین باہم طول کلام ہوا چنانچہ ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ محسن کا اطلاق صحیح اعتقاد سے شریعت
حق کے موافق خالص عمل کرنے والے کو بھی کہتے ہین اور احسان ایک مرتبہ بھی ہے یعنے اول درجہ اسلام ہے پھر اگر وہ ایمان قلبی کے
ساتھ ہوا تو مومن ہے ورنہ منافق ہے پھر جب ایمان پر ثابت قدم ہوا تو مرتبہ احسان ظاہر ہوتا ہے اور اسیکو صوفیہ مرتبہ
حقیقت کہتے ہین حدیث مین آیا کہ اسلام یہ ہے کہ تو گواہی ادا کرے کہ لا الٰہ الا اللہ و محمد عبدہ و رسولہ اور نماز ادا کرے اور رمضان کے روزے
رکھے اور زکوٰۃ دے اور استطاعت ہو تو حج کرے اور ایمان یہ ہے کہ دل سے اللہ تعالیٰ و اُسکے فرشتون و رسولون و کتابون اور روز قیامت
کی تصدیق کرے اور دل سے سچ مانے کہ بھلائی و بُرائی کی تقدیر سب اللہ ہی کی طرف سے ہے یعنے تقدیر پر ایمان لاؤ اور احسان یہ ہے کہ تو
اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا اُسکو دیکھتا ہے پس اگر تو نہین دیکھتا تو وہ ضرور تجھے دیکھتا ہے (الصحیح والسنن) پس محتمل ہے کہ آیت مین یہی
مرتبہ مراد ہو (تنبیہ) قولہ۔ فلہ اجرہ عند ربہ۔ مین ضمیرین واحد بجانب لفظ من راجع ہین کیونکہ لفظ من واحد ہے لیکن اُسکے معنے جمع ہین کیونکہ
تخصیص جسکی یہ صفت ہو سبکو شامل ہے اسیواسطے۔ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ مین اسی ضمیر کو جمع کردیا مترجم کہتا ہے کہ گویا نکتہ بلاغت یہان یہ ہے کہ
اگر۔ فلہ اجرہ۔ کی جگہ فلہم اجرہم عند ربہم۔ ہوتا تو شاید اشتباہ ہوتا کہ سب نیکون کے واسطے اللہ تعالیٰ کے یہان ایک مشترک مجموعی ثواب
ہوگا پس ضمیر واحد سے تنصیص فرمائی کہ ہر ایک کے واسطے بقدر اعمال و حسن نیات کے علیحدہ علیحدہ ثواب ہوگا کیونکہ یہان توجہ اسی
کی جانب تھی لیکن اسمین ایک یہ شبہہ ہوسکتا تھا کہ شاید آخرت مین خوف و غم بھی ہر ایک سے موافق اُسکے اعمال کے دور ہو تو حضرت حق
عزوجل نے لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ مین سبکو مشترک کردیا کہ درجات اگرچہ موافق اعمال کے ہون لیکن خوف و غم دور ہونے مین
یکسان ہین حتی کہ نیچے درجہ والے کو اونچے درجہ والون کا دیکھکر کچھ بھی غم و حسد نہوگا کیونکہ وہ محل حسد نہین ہے فافہم و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
فائدہ شیخ عرائسؒ کے بعض اشارات مین ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ بلی من اسلم وجہہ للہ۔ یہ اسوقت مستقیم ہوتا ہے کہ انعام الٰہی سے نظر اُٹھا کر منعم

عزوجل میں نیست ہو درحالیکہ اپنے معاملات میں بھی محسن ہو کہ اپنے اعمال سے نظر دور کرکے حق عزوجل کو دیکھے اس صفت سے کہ خود فانی ہوا
تو اُسکے واسطے بقاے حق ہوا اور اُسکو نہ خوف فراق ہوگا اور نہ حجاب دیدار سے حزن وملال لاحق ہوگا مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے
واسطے گردن جھکانا جمیع اعتقادات و اعمال میں مسلم ہو پس اپنے نفس کو انعام الٰہی کیے اور اُسمیں ایمان وطاعات کا خالق اُسی کو جانے
حتی کہ اپنے آپ کو درمیان سے خارج وگم پاوے تو عین صفات الٰہی عزوجل کا بقا ہو فافہم بعض نے کہا کہ محسن وہ شخص ہے کہ اپنے اعمال و وجوہ کو
ریا و شرک خفی سے پاک کرے مترجم کہتا ہے کہ شروع سورہ میں شرک خفی کے وجوہ بیان ہوئے ہیں از انجملہ یہ کہ اگر زید نے چھپے چھپے اوراد پڑھے میں
ورد ہوا تو اس جانب نظر دوڑانا کہ چھپے چھپانے سے ورد ہونے لگا نظر شرک خفی ہے بلکہ فضل الٰہی عزوجل و اُسکے حسن صنعت پر نظر کرے نہایت یہ کہ
ورد ہونے سے نظر تنبیہ دوڑاوے کہ نفس کی خواہش میں بغیر نیت صحیح کے چھپے چھپانے کا مزہ حاصل کرنا میرے حق میں تباہ ہے لیکن یہ جب ہی
حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکے قلب پر مہر نہ کی ہو اسیطرح اگر عمرو نے بکر کو مارا تو اُسکی مار پر عین نظر قدرت رکھنا شرک خفی ہے ۔ ف ۔
بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اسلام الوجہ یہ ہے کہ اپنے منھ کو غیر کی بندگی سے آزاد کرے مترجم کہتا ہے یعنی اُسکا نفس جن وجوہ و جہات
کی جانب اُسکو پھیرے اُسمیں سواے بندگی حق عزوجل کے نفس یا غیر کی طاعت منظور نہو مثلاً نفس نے اُسکو کھانے کی طرف پھیرا تو اس طرف
منھ کرنے میں اُسکو نفس کی خواہش ولذت پر عمل کرنا مقصود نہو بلکہ غور کرے کہ وہ کس واسطے کھاتا ہے پس اگر اُسکو نفس کی خواہش نظر آوے
تو ترک کرے اور اگر یہ غرض ہو کہ اس کھانے سے کسی عبادت الٰہی کی قوت حاصل ہو تو کھاوے اور اسمیں وجوہ کثیرہ ہیں مثلاً ایک شخص مزدوری
سے اپنی اُجرت پیدا کرکے بال بچوں کو کھلاتا اور عبادات کے فرائض و واجبات ادا کرتا ہے اور باقی حالت سے تندرست ہو تو وہ ایسی غذا
اور اسقدر کھاوے کہ اپنی مزدوری کے کام سے اور طاعات سے عاجز نہو جاوے اور اگر اُسنے اُس سے زیادہ مقدار کرنے میں یہ نیت کی کہ اچھی
قوت سے کام کر سکے تو جائز ہے مگر ثواب نہوگا اور اگر اُسکی تندرستی میں فرق ہو اور اُسنے اچھی غذا اسی نیت سے تجویز کی تا کہ کام سے عاجز نہو یا کوئی
عالم ہے کہ ذہن و دماغ کے خیال سے اُسنے لطیف غذا کھائی تا کہ پڑھنے پڑھانے سے عاجز نہو تو مضائقہ نہیں بلکہ ثواب پاوے گا علیٰ ہذا القیاس
سونا جاگنا اُٹھنا بیٹھنا شادی بیاہ نوکری چاکری ملاقات محبت وغیرہ جمیع جہات نفس میں اس شخص نے نیت طاعت الٰہی و اتباع شریعت
منظور رکھی تو اُسنے اپنے آپکو اللہ تعالیٰ کے واسطے آزاد کر لیا اور اگر روپیہ و اشرفی وغیرہ خواہشات نفس کا قصد کیا تو وہ مذموم ہے جیسے کہ
حدیث شریف میں آیا ۔ تعس عبد الدینار والدرھم ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ ۔ سو جو نفس کی چاہت
پر چلا اُسنے نفس کو معبود بنایا اور جسنے خواہش نفس سے اپنے آپکو آزاد کیا اُسکے حق میں ۔ اسلم وجہہ للہ ۔ صادق آیا ۔ ف ۔ قولہ تعالیٰ ۔ وھو محسن ۔
یعنی طاعت الٰہی کو احسان کے طریقہ پر ادا کرکے بجا لاتا ہے اور یہ توفیق رضاے الٰہی عزوجل ہے قولہ تعالیٰ ۔ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔ ظاہر ہے کہ
جب وہ لوگ جنت میں داخل ہوئے تو یہ جہت بھی اُنکے نفس کی نہ تھی پس وہاں بھی اللہ تعالیٰ ہی کی جہت حاصل ہوئی لیکن عیان سے
کہ اُس سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں شیخ ابن عطا رح نے فرمایا کہ جسنے اپنا طریقہ و اپنا منھ و اپنی مراد و اپنا قصد و اپنی تدبیر سب کو اللہ تعالیٰ
ہی کے واسطے کر دیا تو اُسکے واسطے کوئی جہت نہ رہی جو اللہ تعالیٰ کے واسطے نہو اور سواے حق عزوجل کے کہیں اُسکی نظر نہوگی ۔ شیخ عبد العزیز
مکی نے کہا کہ یہ ایسے بندۂ مخلص کا بیان ہے جو اپنے رب عزوجل کے آداب عبودیت میں تعظیم اجلال کا لحاظ رکھتا ہے اور اُسنے اپنے قلب کو اللہ
تعالیٰ ہی کی محبت کے واسطے خالص کیا کہ وہ اسمیں محسن یعنی کامل ہے ۔ ف ۔ سعید بن جبیر رح نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ولا خوف علیھم یعنی
آخرت میں اُنکے واسطے کچھ خوف نہیں ہے اور قولہ تعالیٰ ۔ ولا ھم یحزنون ۔ یعنی موت سے غمگین نہونگے ۔ محمد بن اسحٰق نے ابن عباس رض

سے روایت کی کہ جب نصاریٰ نجران مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے یہ لوگ [illegible] صلح کرنے کے لیے آئے تھے اور آخر
جزیہ دینا منظور کیا اور علماء یہود بھی ان نصرانیوں کے پاس آئے اور ان دونوں فریق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی باہم مناظرہ
شروع کیا اور اسکی نوبت یہاں تک پہونچی کہ رافع بن حرملہ یہودی نے نصرانیوں سے کہا کہ تم لوگ جس حالت پر ہو وہ کچھ نہیں ہے اور آپ نے عیسیٰ
علیہ السلام اور انجیل سے انکار و کفر کیا اور نصاریٰ نجران میں سے ایک نے یہودیوں سے کہا کہ تم جس حالت پر ہو کچھ نہیں ہے اور آپ نے حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور توریت سے انکار و کفر کیا پس اسی بارہ میں اللہ عزوجل نے نازل فرمایا - وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ
عَلَىٰ شَيْءٍ - اور یہودیوں نے کہا کہ نصاریٰ کسی چیز پر نہیں ہیں یعنی نصاریٰ کسی ایسی چیز پر نہیں ہیں جو کچھ شمار ہو کیونکہ عیسیٰ
علیہ السلام و انجیل سے منکر ہوئے حالانکہ توریت میں عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے - وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ
الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ - اور نصاریٰ نے کہا یہودی کسی چیز پر نہیں ہیں یعنی ایسی چیز پر نہیں ہیں جو کچھ شمار ہو کیونکہ حضرت موسیٰ
علیہ السلام و توریت سے منکر ہو گئے حالانکہ انجیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود اور احکام توریت اکثر لازم ہیں باستثناء
بعض احکام کے جو انجیل میں منسوخ ہو گئے ہیں - وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ - حالانکہ یہ لوگ کتاب کی تلاوت کرتے ہیں یعنی
یہودی اپنی کتاب توریت پڑھتے ہیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے اور نصرانی اپنی کتاب آسمانی انجیل
پڑھتے ہیں جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق [illegible] بایں ہمہ [illegible] سے انکار کرتے ہیں - كَذَٰلِكَ قَالَ
الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ - اسی طرح ان لوگوں نے جو نہیں جانتے ہیں انھیں کے قول کے مثل کہا - [illegible]
مشرکین عرب [illegible] یہود و نصاریٰ کے مثل [illegible] کہ وہ کچھ نہیں ہیں [illegible]
احکام [illegible] - فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ
پس اللہ عزوجل ان لوگوں میں قیامت کے روز [illegible] فیصلہ فرماوے گا جس میں یہ لوگ اختلاف کرتے تھے [illegible]
[illegible]

صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور کسی پیغمبر سابق سے بھی منکر نہیں ہوئے تو وہ جنتی ہیں اور اسکے ماسوا سب گمراہ ہیں لیکن بغوی وغیرہ نے فرمایا کہ ان اختلاف کرنے والوں میں چونکہ کوئی فریق بھی حق پر نہ تھا تو ان میں حکم الٰہی یہی ہے کہ ہر ایک کے لائق اُسکا عذاب مقرر فرماوے اور معالم وغیرہ میں لکھا کہ حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ان جھگڑالو فریقوں میں اللہ تعالے کا حکم یہ ہے کہ اُنکا جھوٹ ظاہر کر کے اُنکو آگ میں داخل کرے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام ابن جریرؒ کے نزدیک یہ آیت ہر ایسے لوگوں کے حق میں عام ہے جو دین کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اُنکے واسطے قیامت کا دن اپنے فیصلۂ عدل کے لیے مقرر فرمایا جسمین ذرہ برابر ظلم نہیں ہے جیسے سورۂ حج میں فرمایا- ان الذین آمنوا والذین ہادوا والصابئین والنصاری والمجوس والذین اشرکوا ان اللہ یفصل بینہم یوم القیامۃ ان اللہ علی کل شئ شہید- یعنے مؤمنین و یہود و صابئین و نصاری و مجوس و مشرکین کے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماویگا- ھ- (تنبیہات)- اول- اہل کتاب کی مذمت فرمائی کہ یہ لوگ باوجود تلاوت کتاب کے اس طرح نفسانیت کے پابند ہیں کہ اللہ تعالے کے پیغمبروں و کتابوں کو جھٹلاتے ہیں اور جب اسکے ساتھ یون فرمایا کہ انہیں کے قول کے مانند بے علم مشرکین نے بھی ہر اہل دین کو جھٹلایا تو اس سے اہل کتاب کی مذمت شدید ظاہر ہوئی کہ باوجود علم کتاب کے ایسے ہی بے علم جاہل ہیں جیسے مشرکین عرب و مجوس تھے کیونکہ یہ لوگ کتاب کے پابند نہیں بلکہ نفس کے پابند ہوئے اور نفس کی پابندی میں دونوں برابر ہیں- تنبیہ دوم- اللہ تعالے نے سواے ان لوگوں کے جنکے پاس توریت یا انجیل تھی باقی سب کو لا یعلمون فرمایا یعنے بے علم ہیں حالانکہ مجوس فارس کو دیکھو تو سلطنت کے قوانین و صنعت و حرفت خوب جانتے تھے اور روم کے لوگ طب و یونانی فلسفہ وغیرہ خوب جانتے تھے باوجود اسکے جب اُنکو جاہل فرمایا تو معلوم ہوگیا کہ ان فنون کو دین سے لگاؤ نہیں ہے بلکہ انکا جاننے والا بلحاظ دین کے جاہل ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان فنون کے علم سے اس قابل نہیں ہوتا کہ اُسکو علم کہا جاوے کیونکہ علم درحقیقت وہی ہے کہ جس سے اپنے آغاز و انجام کا علم ہو اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ اپنے خالق عزوجل کو پہچانے اور اُسکے حقوق جانے اور اپنا مخلوق و بندہ ہونا پہچان کر اپنی عبودیت کے آداب معلوم کرے تاکہ شیطانی راہوں سے ممتاز ہو اور یہ بعطاے عقل نورانی ہے اور فنون فلسفہ و ریاضیات وغیرہ سے یہ کچھ بھی نہیں حاصل ہو سکتا حتیٰ کہ وہ عقل سے معذور ہو کر صفاے حواس ظاہری و باطنی کو جو فلسفہ کا نتیجہ ہے عقل سمجھنے لگتا ہے لہذا ایک جماعت کثیر علماء حنفیہ و مالکیہ و شافعیہ و حنبلیہ نے کتب فلسفہ پڑھنے پڑھانے کو حرام لکھا ہے اور مولانا روم علیہ الرحمۃ نے سچ فرمایا ع علم دین فقہ است و تفسیر و حدیث + ہر کہ خواند غیر ازین گردد خبیث + یعنے ع علم دین ہے فقہ و تفسیر و حدیث + جو پڑھے اسکے سوا ہووے خبیث + اور کچھ شک نہیں کہ جو لوگ فلسفہ پڑھتے اور دینی استدلال کے نام سے اُسکو کام میں لاتے ہیں اول تو ابتدائی عقائد حقہ کو ان وہمی دلائل سے بھی ثابت نہیں کر سکتے بلکہ شک و نفاق میں گرفتار ہو کر برباد ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی ثابت قدم بھی رہا تو ان فنون کی شامت سے وہ ایسے جہل مرکب میں گرفتار ہوتا ہے کہ معانی معرفت سے محروم ہو جاتا ہے اعاذنا اللہ عزوجل اور طلبہ میں سے جو لوگ اس فلسفہ کی شیرینی میں منہمک ہو جاتے ہیں اُسکا ترک ناگوار سمجھتے ہیں لیکن اگر معارف سنت سے آگاہ ہوتے تو اُسکو عین جہالت بالبداہت سمجھتے واللہ الہادی الی سواء السبیل- تنبیہ سوم- فنون صرف و نحو و معانی و بیان و زبان عرب بدلیل اقتضا جائز ہے کیونکہ یہ آلات واسطے قرآن و حدیث کے ہیں رہے وہ فنون جو معاش دنیا کے واسطے حاصل کیے جاتے ہیں مانند طب وغیرہ پس اگر دین میں مضر نہوں جیسے طب تو روا ہے بلکہ اگر طبیب خالصۃً لوجہ اللہ علاج کرے تو ثواب ہے اور اگر مضر ہو تو جائز نہیں ہے جیسے رمل وغیرہ کہ حرام ہیں رہا فن منطق یعنے قواعد کلیہ جنسے استدلال کا طریقہ معلوم ہو تو اُسکا جائز ہونا ظاہر ہے لیکن متاخرین میں جو منطق رائج ہوگئی جسمین فلسفہ خلط ہوگیا وہ مکروہ ہے- رہے فنون ریاضی مانند جبر و مقابلہ و حساب و پیمائش

و طبعیات جیسے ریل و کلین وغیرہ ایجاد کرنے کی مدد ہوتی ہے اور آلات جنگ بنائے جاتے ہین توانہین بذات خود کوئی مضائقہ نہین ہے بلکہ دینی طور پر کام مین لانا مثمر ثواب ہے گویا انکی مثل لطیف غذا ہے چنانچہ پلاؤ و زردہ وغیرہ اچھا ہے لیکن اگر کسی بیمار کو کھلایا جاے تو مہلک ہے اسی طرح ان فنون سے اگر دنیا پر بھروسہ اور اُسکی آرایش مقصود ہو تو مہلک ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب - تنبیہ چہارم - حدیث مین ہے کہ سب سے بڑھکر تیرا دشمن یہی تیرا نفس ہے جو تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہے (الصحیح) اسیواسطے اکابر علما نے فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کی راہ چلا اُسنے اپنے نفس کو معبود بنا کر اپنے آپ کو اُسکا بندہ بنایا اور دائرہ حق عزوجل سے خارج ہوگیا - یہ سچ ہے چنانچہ ان یہود و نصاریٰ کو دیکھو کیونکر اپنی نفسانیت کے تابع ہوکر اللہ تعالےٰ و اُسکے رسولون و کتابون سے منکر ہوئے بلکہ یہود و نصاریٰ کی دشمنی یہانتک بڑھی کہ یہودی جو اپنے غلبہ کی حالت مین بیت المقدس کو قبلہ بنائے تھے جب نصرانیون نے غلبہ پایا تو خاص وہ مقام صخرہ جو یہودیون نے قبلہ بنایا تھا ممنوع کیا اور یہانتک اُسکی ہتک کی کہ اُسمین کوڑا ڈالا غرضکہ فریقین کی جانب سے حرمات الٰہی کا ہتک جاری رہا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کلام قدیم مین اُسکا مصداق کر فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ط اُولٰٓئِكَ

اور اُس سے ظالم کون جسنے منع کیا اللہ کی مسجدون مین کہ پڑھیے وہان نام اُسکا اور دوڑا اُنکے اجاڑنے کو

مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ط لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ

ایسون کو نہین پہونچتا کہ پیٹھین اُن مین مگر ڈرتے ہوئے اُنکو دنیا مین ذلت ہے اور اُنکو

فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

آخرت مین بڑی مار ہے -

واضح ہو کہ اس آیت کی شان نزول مین مفسرین کے دو قول ہین پس مترجم کو یہان تین مقام بیان کرنا چاہیے از انجملہ دو مقام تو یہی دونون قول ہین اور مقام سوم یہ کہ اب اس آیت کا حکم کیونکر ہے کیونکہ یہ امر مقدمہ مین بیان ہوگیا کہ سبب نزول سے صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ کس واقعہ پر اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا لیکن جو حکم آیت مین نازل ہوا وہ اپنے عام معنے سے قیامت تک باقی ہے پس مفسرین کے دو قول یہ ہین کہ یہ اُن رومی نصرانیون کی تفضیح ہے جنھون نے بیت المقدس کو خراب کیا یا مشرکین مکہ پر تشنیع ہے جنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب کو سال حدیبیہ مین خانہ کعبہ کے عمرہ سے روکا (مقام اول) اللہ تعالےٰ نے رومی نصرانیون پر تشنیع فرمائی جو اپنے آپکو منسوب کہتے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور اُنکی مدد کی بخلاف یہودیون کے حتی کہ اپنے زعم باطل کے موافق دعویٰ کرتے ہین کہ یہودیون نے حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کو قتل کرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی قتل کیا حالانکہ رومی نصرانیون نے قابو پاکر یہودیون کو قتل و اسیر کرنے کے علاوہ یہودیون کی عداوت کے بہانہ سے توریت جلائی جو کلام الٰہی تھا اور بیت المقدس اُجاڑا جو قبلہ تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ - اور ایسے شخص سے بڑھکر کون ظالم ہوگا جسنے مساجد الٰہی کو اس امر سے ممنوع کردیا کہ ان مساجد مین اللہ تعالیٰ کا نام پاک یاد کیا جاوے - عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ لوگ نصاریٰ ہین (ابن جریر) مجاہدؒ نے فرمایا کہ یہ نصرانی ہین یعنی رومی نصاریٰ ہین جنھون نے بیت المقدس مین کوڑا ڈالا اور یہودیون کو اُسمین نماز پڑھنے سے روکا - وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا - اور اُسنے مساجد الٰہی کے خراب یعنی اُجاڑ کر معطل کرنے مین کوشش کی - قتادہؒ نے کہا کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ نصرانیون نے بخت نصر مجوسی شاہ بابل کی مدد کی تاکہ اُسنے حملہ کرکے یہودیون کو قتل اور بیت المقدس کو خراب کیا (عبد الرزاق) اور سعید بن ابی عروبہ نے قتادہؒ سے روایت کی کہ ان نصرانیون کو یہود کی دشمنی نے آمادہ کیا کہ اُنھون نے بیت المقدس کی بربادی کے واسطے بخت نصر مجوسی کی مدد کی - سدیؒ نے ۱۱۴

فرمایا کہ بیت المقدس کی بربادی مین نصرانیون نے بخت نصر مجوسی کی مدد کی یہانتک کہ اُسنے بیت المقدس کو اُجاڑ کر اُسمین گندگی و کوڑا ڈالنے کا حکم جاری کیا اور یہ فقط اسواسطے تھا کہ یہودیون نے یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا تھا۔ اسی کے مانند حسن بصریؒ سے روایت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مفصل حال حضرت یحییٰ کے بیان مین آویگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ حاصل یہ کہ ان رومی نصرانیون سے بڑھکر کوئی ظالم نہین ہے جنہون نے بیت المقدس وغیرہ مساجد الٰہی کو اسطرح برباد کیا کہ وہان اللہ تعالیٰ کا ذکر نہو سکے اور اُسکی بربادی مین کوشش کی۔ اُولٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ط حالانکہ ایسے لوگون کو یہ واجب تھا کہ ان مساجد مین داخل ہون سوا اس حالت کے کہ خوف کرتے ہوئے ہون ف یعنے کمال تعظیم سے وہان خائف ہوکر قدم رکھنے کے سوائے انکو جانے کی لیاقت نہین تھی تو سخت بدبختی و قساوت قلبی ہے کہ اسکو اُجاڑین اور کفار سے اُجڑوانے مین مدد کرین۔ اور بعضون نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم مقدر ہے چنانچہ کعب الاحبار نے فرمایا کہ نصاریٰ کو جو بیت المقدس پر غلبہ ہوا تو انھون نے بیت المقدس کو برباد کردیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو یہ آیت نازل فرمائی پس لازم آیا کہ دنیا مین کوئی نصرانی نہوگا مگر اُسکی یہی حالت رہیگی کہ جب وہ بیت المقدس مین داخل ہوگا تو خوفناک داخل ہوگا۔ سدیؒ نے فرمایا کہ اب دیکھو کہ روے زمین پر آج کوئی نصرانی نہین ہے مگر اُسکی یہی حالت ہے کہ بیت المقدس مین داخل ہوتے وقت اپنی موت یا جزیہ سے خوف کرتے ہین (مقام دوم) وعبدالرحمن بن زیدؒ نے فرمایا کہ یہ تشنیع تھی مشرکین مکہ پر جنہون نے سال حدیبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ مین عمرہ ادا کرنے سے روکا تھا حتی کہ باہم صلح واقع ہوئی اور اُنسے فرمایا کہ اس بیت العتیق سے کوئی شخص نہین روکا جاتا تھا حالانکہ آدمی اپنے بھائی یا باپ کے قاتل سے ملتا تو اُسکو بھی نہین روکتا تھا مشرکین مکہ کہنے لگے کہ ہم تو ایسے لوگون کو نہین آنے دینگے جنہون نے بدر کے روز ہمارے باپ چچا اور بھائیون کو قتل کیا اور ابن زیدؒ نے کہا کہ مسجد الحرام کے خراب کرنے مین انکی کوشش یہ تھی کہ انھون نے آبادی مسجد سے روکا کہ اُسمین عمرہ ادا نہ کیا جاوے (ابن جریر) اور عکرمہ یا سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام مین خانہ کعبہ کے پاس نماز سے روکا تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ الآیۃ۔ (ابن ابی حاتم) امام ابن جریرؒ نے دونون قولون کی روایت کے بعد قول اول کو اختیار کیا اس دلیل سے کہ قریش نے خانہ کعبہ کی تخریب مین کوشش نہین کی بلکہ رومی نصرانیون نے البتہ بیت المقدس خراب کرنے کی کوشش کی تھی۔ امام ابن کثیرؒ نے قریش کی کوشش بھی خانہ کعبہ کے اُجاڑنے مین ثابت کرکے کہا کہ میرے نزدیک یہی قول دوم ظاہر ہے اس وجہ سے کہ نصرانیون نے اگر یہودیون کو بیت المقدس مین نماز پڑھنے سے منع کیا تو ایسے وقت منع کیا کہ یہودیون سے نصرانی زیادہ ٹھیک تھے کیونکہ اسوقت مین یہودیون سے ذکر الٰہی مقبول نہ تھا اسلیے کہ یہ لوگ تو حضرت داؤد و عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے ملعون ہوچکے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق واللہ اعلم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیون کے ذمائم بیان کرنے کے بعد نصرانیون کی نفسانیت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام و توریت سے انکار اور بیت المقدس کی بربادی بیان فرمائی کیونکہ رومی نصرانیون کا قصد کرنا اور بیت المقدس کو خراب کرنا ظاہر و باطن دونون طرح سے تھا کیونکہ اُنھون نے یہودیون کو خالص نماز ہی سے منع کیا تھا بعد ظلم جس پر کہ طیطوس یعنی اسپانوس رومی اور اُسکے ساتھیون نے یہودیون کو قتل و قید کیا اور توریت جلائی اور بیت المقدس کو اُجاڑ دیا یعنے بیت المقدس مین خاص وہ مقام جسکو صخرہ کہتے ہین اور وہ یہودیون کا قبلہ تھا اسقدر خراب کیا کہ اُسمین سور ذبح کرائے اور کوڑا و گندگی ڈالی تو اُنھون نے ظاہر و باطن دونون طرح سے خراب کیا اور اس قابل نرکھا کہ اُسمین نام الٰہی ذکر کیا جاوے برخلاف قریش کے کہ انھون نے خانہ کعبہ کے عمرہ درحقیقت نہین روکا بلکہ ظاہری عداوت سے روکا کیا نہین دیکھتے ہو کہ صلح سے دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے

مکہ خالی کردیا کہ تین روز تک عمرہ ادا کریں مگر جس سال منع کیا تھا وہ بیشک معنوی خرابی تھی بلکہ مکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو نکالنا اور وہاں بتوں و شرک کو پھیلانا بھی معنوی خرابی ہے اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ومالهم الا يعذبهم الله وهم يصدون عن المسجد الحرام وما كانوا اولياءه ان اولياءه الا المتقون الآیۃ۔ اور ظاہر ہے کہ مشرکون سے کسی مسجد کی آبادی نہین ہوسکتی ہے کما قال تعالیٰ۔ ما كان للمشركين ان يعمروا مساجد الله شاهدين على انفسهم بالكفر الآیۃ۔ یعنے مشرکین جب اپنی ذات پر کفر کی شہادت دیتے ہین تو مساجد الٰہی کی آبادی اُنکی لیاقت سے نہین ہے وقال تعالیٰ۔ انما يعمر مساجد الله من آمن بالله واليوم الآخر الآیۃ۔ یعنے مساجد الٰہی کی آبادی وہی بندہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان لایا۔ ھ۔ پس جب اہل ایمان کو مسجد الحرام سے نکالا تو اُسکی آبادی مٹانے مین کوشش کی کیونکہ مساجد کی آبادی اُسکی ظاہری صورت درست کرنے اور اُسکے نقش و نگار کرنے سے نہین ہوتی ہے بلکہ معرفت توحید کے ساتھ اُسمین شرع الٰہی قائم کرنے سے ہوتی ہے اور واضح ہو کہ رومی نصرانیون نے اگرچہ غلبہ پایا لیکن اُسی نے تمام نصرانیون کو جمع کرکے اللہ تعالےٰ کی تثلیث اور عیسیٰ علیہ السلام کے بیٹا کہنے کا قول سب نصرانیون مین شائع کیا چنانچہ آل عمران کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالےٰ آویگا۔ پس جس شرک پر یہ مفسدین جمع ہوگئے تھے وہ بھی یہودیون کے مثل یا قریب ہوگیا پھر مترجم کہتا ہے کہ بیت المقدس کے خراب کرنے والے قسطنطین یا طیطروس اُسکو ظاہری عمارت و باطنی تعمیر دونون طرح سے خراب کرچکے اور قریش نے اگر خانہ کعبہ کی تعمیر چھوڑی تو صرف معنوی خرابی کی۔ رہا مساجد الٰہی سے منع کرنا تو یہ بھی نصرانیان روم کی طرف سے صریح واقع ہوا اور قریش کی طرف سے قصداً منع نہ تھا بلکہ ضمناً منع لازم آیا پس مترجم کے نزدیک قوی وہ قول ہے جو امام ابن جریرؒ نے اختیار فرمایا کہ آیت قدسی کا اقوی مصداق نصاریٰ روم ہین۔ (مقام سوم)۔ اس آیت قدسی کا حکم تمام ایسے لوگون کو شامل ہے جو مساجد الٰہی کو خراب کرین خواہ اسطرح کہ اُسکی ظاہری عمارت بھی گرادین یا فقط اُسمین اہل ایمان کو نماز و ذکر سے روکین پس اگر کسی قبلہ سے روکین تو اللہ عزوجل نے اُنکے حق مین اہانت مقدر فرمائی چنانچہ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جب نصرانیون نے بیت المقدس کے مقام صخرہ کی اہانت کی جسکو یہود نے قبلہ بنایا تھا تو نصرانیان پر شرعی و تقدیری ذلت طاری ہوئی کہ ہمیشہ جب بیت المقدس مین داخل ہوتے ہین تو خوفناک داخل ہوتے ہین مترجم کہتا ہے یہ بات اب بھی مشاہدہ ہے اسیطرح جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ سے روکا تو اُنپر ذلت و خواری آئی چنانچہ اُنھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دس برس کے واسطے صلح ٹھہرائی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فتح فرمایا چنانچہ سورۂ انا فتحنا نازل ہوئی اور اسی رات کو ہرقل شاہ روم نے دیکھا کہ فتنہ کرنے والی امت کی بادشاہت ہوگئی چنانچہ چند ہی روز کے بعد قریش نے بدعہدی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کرکے مکہ فتح کرلیا اور جب حج کا زمانہ آیا تو منادی کرادی کہ آئندہ اس بیت العتیق سے کوئی مشرک قریب نہو امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اسی طرح جب یہود نے اللہ عزوجل کی نافرمانیان کین حتیٰ کہ بیت المقدس مین انبیاء کے خون بہائے اور ان ہر دو دون کی نافرمانی سب سے بڑھکر ہوئی یعنے قریش سے بڑھکر نصرانیون کا فعل تھا اور نصرانیون سے بڑھکر یہودیون کی حرکت تھی تو اللہ عزوجل نے ہر ایک کے واسطے مناسب عقوبت مقدر فرمائی۔ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ان لوگون کے واسطے دنیا مین خواری ہے اور اُنکے واسطے آخرت مین عذاب عظیم ہے۔ ف بعض نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانون کو بشارت ہے کہ عنقریب سب قسم کے مشرکین بُت پرست و مجوس اور کافرین یہود و نصاریٰ سب دنیا مین بھی خوار ہونگے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے یہ وعدہ پورا فرمایا اور مشرکین تو مسجد الحرام سے ممنوع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کرامت کے موافق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت مین جزیرۂ عرب سے تمام یہود و نصاریٰ کو جو اسلام نہین لائے نکال دیا یہ خانہ کعبہ و مسجد الحرام کی

بزرگی وطہارت ہے کہ اُسکے گرد نجاست کفر نہو۔ اور ایک جماعت نے تفسیر فرمائی کہ نصرانیون کی خواری بالکلیہ اس دنیا مین اُسوقت ہوگی جب امام مہدی
علیہ السلام پیدا ہوکر جہاد کرینگے جبکہ اُنکی عمر چالیس سال کی ہوجائیگی یہ قول سدی وعکرمہ ووائل بن داؤد کا ہے۔ اور قتادہؒ نے فرمایا کہ خاصۃً رومیون کی
خواری اس طرح کہ یہ لوگ مطیع ہوکر جزیہ ادا کرین۔ امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ دنیاوی خواری مین ہر طرح کی خواری شامل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جو شخص دنیا پر
مطمئن ہوکر اسی کے مال و دولت کمانے وجمع کرنے مین مبتلا ہوجاوے وہ خود خوار کیا گیا ہے اگرچہ اُسکو چند روز کے بعد اپنا انجام بد نظر آوے
امام احمدؒ نے کہا کہ اخبرنا الهيثم بن خارجة اخبرنا محمد بن ايوب بن ميسرة بن حلبس سمعت ابي يحدث عن بسر بن ارطاة
قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعو اللهم احسن عاقبتنا في الامور كلها واجرنا من خزي الدنيا وعذاب
الآخرة۔ یعنی الٰہی سب کامون مین ہمارا انجام نیک کیجیو اور ہمکو خواری دنیا وعذاب آخرت سے چھڑا دیجیو۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے
اور کسی صحاح ستہ مین نہین ہے (تنبیہ) بہر تقدیر خواہ مسجد بیت المقدس یا مسجد الحرام کسی ایک مسجد کی بے ادبی ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ
نے مساجد اللہ اسواسطے فرمایا کہ جسنے مسجد قبلہ کی تعظیم چھوڑی اُسنے بدرجہ اولی تمام مساجد کی تعظیم چھوڑی جیسے کسی نے ایک نیک مرد کو
ایذا دی تو کہتے ہین کہ اس سے بڑھکر کون ظالم ہے جو نیکون کو ستاوے۔ یہ زیادہ بلیغ ہے جیسے بنی اسرائیل پر حکم لکھا تھا کہ جسنے ایک کو ناحق قتل کیا
گویا اُسنے کل کو قتل کیا کیونکہ نفس محترم کا احترام توڑ دیا (مسئلہ) قولہ تعالیٰ۔ ما کان لهم ان يدخلوها الا خائفين۔ سے نکلتا ہے کہ مشرکون کا
مسجد مین داخل ہونا جائز ہے اور یہی امام ابوحنیفہ وبخاری وغیرہم کا مذہب ہے اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ بن اثال کو
مسجد مین باندھا تھا درحالیکہ وہ مشرک تھا پھر تین روز کے بعد کھول دیا لیکن وہ تھوڑی دیر کے بعد نہا کر آیا اور مسلمان ہوگیا (البخاری) اور
فتح مکہ مین بھی قبل داخل ہونے کے حکم بھیجدیا تھا کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر مین چلا جاوے یا خانہ کعبہ مین چلا جاوے یا اپنا دروازہ بند کرلے
یا ہتھیار ڈال دے تو وہ بیخوف ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ مین مشرک کا داخل ہونا جائز ہے لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ یہ لوگ اُسوقت بھی
خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے تھے اور امام مالکؒ کے نزدیک مطلقاً منع ہے کیونکہ مشرک نجس ہے شافعیؒ کے نزدیک مسجد الحرام مین کافر کا جانا منع ہے اور دیگر
مساجد مین اگر کوئی حاجت ہو اور کوئی مسلمان اجازت دے تو جائز ہے۔ پھر واضح ہو کہ مساجد بہ شرف نام الٰہی کی تعظیم سے مکرم ہین ورنہ اللہ تعالیٰ کے
واسطے کسی جگہ سے کوئی خصوصیت نہین ہے وہ ہر مخلوقات کے لگاؤ سے پاک ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ یہودیون کی بدکاریون سے بخت نصر
مجوسی کو مسلط فرمایا کہ اُسنے یہودیون کو قتل و غارت کیا اور بیت المقدس گرا دیا پھر اُسکے بعد جب رومی نصاریٰ مسلط ہوئے تو اُنھون نے
صخرۂ بیت المقدس مین بوجہ عداوت یہود کے کوڑا ڈالا اور مدت دراز تک یہی حالت رہی یہانتک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود تشریف
لیجاکر بیت المقدس کو فتح کیا اور جب بیت المقدس مین داخل ہوئے تو یہ حالت دیکھکر اپنی چادر بچھائی اور کوڑا بھر کر پھینکنا شروع کیا اور
بعض مومنین نے چاہا کہ آپ کو اُس تکلیف سے بچاوین تو آپ نے فرمایا کہ تم بھی اپنے ثواب کو حاصل کرو حتیٰ کہ مسلمانون نے ملکر ایکدم مین سب
صاف کردیا اور آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے واسطے جو آثار وارد ہوئے ہین انکا یہ ہے
کہ دنیا ظلم وجور سے بھر جاویگی اور نصرانی اُسوقت بکثرت ہونگے اور اکثر روئے زمین پر غالب ہونگے اور رومی یعنی نصاریٰ قوم روم
ملکر مسلمانون کو گانون گانون کرکے نکال دینگے اور آخر قسطنطنیہ فتح ہوجائے گا اور سلطان مقام شام مین لڑائی مین شہید ہوجاوینگے
پھر مدینہ منورہ سے امام مہدی رضی اللہ عنہ نکلکر جہاد فرماوینگے اور اللہ تعالیٰ برابر اُنکو فتح عنایت کریگا اور یہی زمانہ خروج دجال کے واسطے
مقرر ہے اگر پوچھو کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمانون کی کیا کیفیت ہوگی تو مجھے تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے بلکہ جو کیفیت

سامنے موجود ہین جو معجزات روایات مین مذکور ہین یعنے فسق وفجور علانیہ ہونا شراب خواری شرع کی ہتک حرمت بدعات کی کثرت اور خصائل نیک چھوڑکر بدخصال کی شدت مسجدونکا نقش ونگار وہان دنیاوی باتین جاہلون کو پیشوا بناکر اُنکے احکام پر عمل کرنا طریق سُنت چھوڑکر مشرکون کے طریقہ پر کوشش کرنا تاکہ ترقی حاصل ہو گمرہ ہا گروہ مسلمانون کا دین سے خارج ہوکر مشرکون مین شامل ہونا متبعین سنت غربا دین اسلام باقی ہونا مان باپ کی نافرمانی دوستون سے ملاپ امانت مین خیانت دولت کا ڈول کی طرح گھومنا مزامیر کا رواج بکثرت بخل خواہش نفس کی پابندی آخرت چھوڑکر دنیا اختیار کرنا ہر شخص کا اپنی راے پر نازان ہونا جہالت کی کثرت اور مانند اسکے بہت سی علامات دیگر ہین جنکا بیان طول ہے اور جو کچھ بیان ہوا یہ علاوہ کتب حدیث کے صرف صحاح ستہ مین موجود ہین جو تیسری صدی مین تصنیف ہوئین جسوقت ہر طرف مسلمانون ہی کا غلبہ تھا پس یہ اہل ایمان کے واسطے عین معجزات طمانینت ہین اور حدیث مین یہ بھی آیا کہ جو ایسے وقت مین سُنت پر قائم ہو جب یہ اُمت فاسد ہوجائیگی تو اُسکے لیے سو شہید کا ثواب ہے (السنن) اور یہ بھی حدیث مین آیا کہ فساد اُمت کے وقت سنت پر قائم رہنے والا ایسی حالت مین ہوگا جیسے چنگاری پکڑے ہو (بعض السنن) پھر واضح ہو کہ بیت المقدس ہو یا خانہ کعبہ ہو ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی کے واسطے ایک جہت مقرر فرمایا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی جانب خصوصیت نہین ہے قال تعالیٰ

وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ۭ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝

اور اللہ ہی کی ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہان ہی متوجہ ہے اللہ برحق اللہ گنجایش والا سب خبر رکھتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا قبلہ ہونا محبوب رکھتے تھے اور مکہ معظمہ مین کعبہ کو سامنے کرکے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے پھر جب مدینہ مین ہجرت فرمائی تو یہ ممکن نہوا بلکہ شام کی طرف جانب صخرۂ بیت المقدس نماز پڑھنے کا حکم ہوا چنانچہ سولہ یا سترہ مہینہ تک پڑھتے رہے اور آپ چاہتے تھے کہ قبلہ بجانب کعبۂ ابراہیمؑ ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسکو منظور فرماکر خانہ کعبہ کی جانب تحویل فرمائی تو یہود نے طعن کیا کہ انکا کوئی قبلہ معلوم نہین کبھی بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور کبھی خانہ کعبہ کی طرف تو یہ آیت اُتری اور یہ عکرمہؓ سے مروی ہے اور اصح قول کے موافق واللہ اعلم بات یہ تھی کہ مدینہ مین آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہود کی تالیف قلوب اور نیز حجت الٰہی پوری ہونے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھین چنانچہ ایسا ہی ہوا پس ہدایت کی جگہ انکو گمراہی نے گھیرا اور لگے طعن کرنے جیسا کہ مذکور ہوا اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ سفر مین نماز نفل سواری پر جدہر وہ چلے پڑھنے کے جواز مین اُتری چنانچہ سعید بن جبیرؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نفل پڑھتے جدہر وہ متوجہ ہوتا درحالیکہ آپ مکہ سے مدینہ کو آتے تھے پھر ابن عمرؓ نے یہ آیت پڑھی ۔ وللہ المشرق والمغرب الآیۃ ۔ اور ابن عمرؓ نے کہا کہ اسی مین یہ آیت اُتری ہے (مسلم والنسائی والترمذی وقال حدیث حسن صحیح) اور قتادہؒ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے بقولہ تعالیٰ قول وجہک شطر المسجد الحرام الآیۃ ۔ (اخرجہ الترمذی ایضا) اور مسئلہ یہ ہے کہ سفر مین اگر اونٹ مثلاً مشرق کی طرف جاتا ہو حالانکہ قبلہ مغرب کی طرف ہے جیسا کہ ہمارے یہان سے ہے اور وہ نفل نماز ادا کرنا چاہے تو باوضو یعنے طہارت نماز کے ساتھ نیت کرے پھر اسکو مشرق کی طرف چلنے دے اور نماز کو تمام کرے اور رکوع وسجدہ اشارہ سے کرے اور فرض نماز اس طرح نہین جائز ہے بلکہ اُترکر پڑھے اور سواری پر نفل پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باہت مروی ہے اور نیز مروی ہے کہ وتر سواری پر پڑھتے تھے اسی سے صاحبین وغیرہ اماموں کے نزدیک وتر سُنت ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے پس شاید کہ سواے فریضہ کے واجب وسنت سب اس طرح جائز ہو اگرچہ اسمین کلام کیا گیا ہے فتامل ورا سکا ربط ماقبل سے بعض علما نے یون بیان کیا کہ بیت المقدس یا خانہ کعبہ سے منع کرنے کو کافرون نے ابطال خیر و افساد جانا حالانکہ بیت المقدس وبیت الحرام

فقط قبلہ یعنے جہت استقبال ہے کہ جس طرف ہوکر نماز پڑھیں ولیکن یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کے لیے بایں معنی وہ جہت ہو کہ بغیر اسکے عبادت نہیں ہوسکتی بلکہ اللہ عزوجل کا علم ہر جگہ ویسا ہی ہے جیسا بیت المقدس وکعبہ کی طرف توجہ کرنے میں ہے اور اسمین ان جاہلون کی حماقت کا اشعار ہے اور مسلمانون پر رحمت ہے کہ ہمنے اجازت بھی دیدی اور نیز اشارہ ہے کہ نماز کے لیے وہ جگہ بھی مخصوص نہیں اور یہ انعام خاص کہ اس اُمت مرحومہ کو بواسطہ نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطے ہر جگہ جہان چاہین نماز شرائط سے ادا کرین فی صحیح حدیث مین ہے کہ جعلت لی الارض کلہا مسجدا یعنے میرے واسطے مخصوص سوا سے اور انبیا کے تمام زمین مسجد قرار دیگئی (الصحیحین) یعنی جہان چاہون نماز پڑھون اور یہ معنے نہیں کہ تمام زمین کے لیے مجھپر بھی رعایت واجب ہین جو مسجد کے واسطے ہوتی ہین اور یہ خصوصیت آپکی بمقابلہ دیگر انبیاء کے ہے کیونکہ اورون کے واسطے کوئی نہ کوئی جگہ خاص کردیجاتی تھی خواہ وہ ہمیشہ کے واسطے یا چند روز کے واسطے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات مین سے جو اگلی کتابون مین بھی پہچان کے نشان کے طور پر مذکور ہے یہ ہے کہ جہان اُنکو یا اُنکی اُمت کو نماز کا وقت آجائیگا وہین ادا کرسکینگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ اور اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے مشرق اور مغرب ہے۔ ف یعنے شمال وجنوب ومشرق ومغرب جسقدر جہات ہین سب اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہین اور اُسکی ذاتی خصوصیت کسی مقام سے نہین ہے بلکہ ہر طرف اللہ تعالےٰ کی حکمت وقدرت موجود ہے اور اگر اُسکی فرمانبرداری کے ساتھ کسی جہت توجہ ہو تو اُسی طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت پاوے جیسے اُسکی نافرمانی مین کافر ومشرک جس طرف توجہ کرتا ہے اُسی طرف غضب الٰہی پاویگا اگرچہ اُسکو معلوم نہو کیونکہ مومنین اپنے نفس کے واسطے کسی جانب توجہ نہین کرتے خصوصًا نماز مین لہذا اُنکو آگاہ کیا کہ جس طرف توجہ کرو اللہ تعالیٰ کی رحمت پاؤگے کیونکہ ہر جہات مشرق ومغرب وغیرہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہین۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ پس جہان کہین تم لوگ مُنھ کرو یعنے متوجہ ہو تو وہین وجہ اللہ ہے۔ ف یعنے وہین قبلہ الٰہی موجود ہے۔ یہ تفسیر امام ترمذی نے حضرت مجاہدؒ سے روایت کی۔ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے۔ ف یعنی اُسکی رحمت ومغفرت وسیع اور اُسکا علم محیط ہے پس جدھر تم اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے توجہ کرو اُسی طرف اللہ تعالےٰ کی جہت وقبلہ پاؤ اور وہ خوب جانتا ہے دیکھتا ہے تو وہین تمکو ثواب ورحمت عطا فرماویگا۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت قدسی مین اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنہون نے ہجرت سے کعبہ کو چھوڑا تھا بشارت تسلی فرمائی کہ جب تمنے اللہ تعالیٰ کے واسطے ہجرت کی تو جہان کہین جدھر توجہ کرو تمہارے واسطے وہی جہت قبلہ ہے اور وہی رحمت کعبہ ہے کیونکہ مکہ معظمہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت المقدس کی جانب نماز پڑھتے تھے تو کعبہ کو اپنے سامنے کرلیتے تھے پھر جب مکہ چھوڑا تو صرف بیت المقدس کا استقبال باقی رہا پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اُنکی تسلی فرمائی پھر آپ نے مدینہ منورہ مین سولہ یا سترہ مہینے جانب بیت المقدس نماز پڑھی لیکن آپ پسند کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو خانہ کعبہ کی جانب متوجہ فرمایا چنانچہ شروع پارہ دوم مین آتا ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ جہانتک ہمسے بیان کیا گیا ہے اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پہل قبلہ ہی کے بارہ مین نسخ ہوا ہے (الوجیہ) اور آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قبلہ صرف جہت عبادت ہے یعنے اللہ تعالےٰ نے اپنی فرمانبرداری دیکھنے کے واسطے بندون کو ایک جانب متوجہ فرمایا تاکہ اُس سے انحراف نہ کرین اور آیت مین تنبیہ کی کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی مین جدھر توجہ کرو اُسی طرف قبلہ الٰہی ورحمت پاؤگے یعنے اللہ تعالیٰ کو جہت کعبہ سے کوئی خصوصیت نہین ہے (مسئلہ) اسی مقام سے ائمہ حنفیہ نے کہا کہ خانہ کعبہ کی عمارت کو قبلہ ہونے مین کچھ دخل نہین ہے بلکہ وہ مقام ہے خواہ عمارت ہو یا نہو حتیٰ کہ اگر عمارت کے واسطے سجدہ کرنے کا قصد کرے تو کفر کا خوف ہے لہذا اگر عمارت کعبہ منہدم ہو جاوے معاذ اللہ تعالےٰ

تو بھی قبلہ بدستور باقی ہے بلکہ ابن الزبیرؓ وغیرہ نے توڑ کر خانہ کعبہ کی عمارت بنائی چنانچہ اسکا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے پھر شیخؒ نے لکھا کہ
عکرمہؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ تعالیٰ۔ فثم وجہ اللہ یعنی جدھر مشرق یا مغرب میں توجہ کرو اُدھر قبلہ الٰہی ہے۔ اور اسی کے مانند مجاہدؒ
سے روایت ہے شیخؒ نے کہا کہ ظاہر اثر ابن عباسؓ دلالت کرتا ہے کہ یہ آیت دربارۂ نسخ قبلہ نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتمؒ نے کہا کہ اسی کے مانند
ابو العالیہ و حسن بصریؒ و عطاء خراسانی و عکرمہ و قتادہ و سدی و زید بن اسلم سے روایت ہے کہ یہ آیت دربارۂ نسخ قبلہ ہے۔ امام ابن جریرؒ نے کہا
کہ ایک جماعت دیگر کے نزدیک اس آیت کا نزول خانہ کعبہ کی طرف توجہ فرض ہونے سے پہلے واقع ہوا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے
اصحاب رضی اللہ عنہم کو معلوم ہو جاوے کہ نماز میں جس جانب توجہ کریں اُسی طرف وجہ اللہ پاوینگے کیونکہ کسی جگہ کی محتاج نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ
کو محیط ہو بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کا علم جمیع اشیا کو محیط ہے پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے خانۂ کعبہ کی جانب توجہ کو حتمی کر دیا۔ اور تیسری جماعت
علما نے کہا کہ یہ آیت اسواسطے نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے سفر میں سواری پر نوافل پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی جا ہے جس طرف توجہ
ہو یعنی مثلاً قبلہ بجانب مغرب ہے اور یہ شخص بجانب مشرق جاتا ہے تو سواری پر نفل کی نیت کرے اور اشارہ سے رکوع و سجود کرتا جاوے اور
اسیطرح حالت خوف میں جسطرف موقع پاوے اُسی طرف اسکا قبلہ ہے۔ سعید بن جبیرؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ابن عمرؓ
کا اونٹ جسطرف جاتا اُسی طرف نماز پڑھتے جاتے اور بیان کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے اور ابن عمر
رضی اللہ عنہما اس آیت۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ کی یہی تاویل بیان کرتے تھے (رواہ مسلم والترمذی والنسائی و ابن ابی حاتم و
ابن مردویہ) اور اصل حدیث صحیحین میں بدون تاویل آیت کے مروی ہے۔ اور ابن عمرؓ سے جب نماز خوف کا حال پوچھا جاتا تو اُسکو بیان کرکے کہتے
کہتے کہ اگر اس سے زیادہ خوف ہو تو سوار یا پیدل خواہ کعبہ کا رُخ ہو یا نہو ادا کریں۔ نافع نے کہا مجھے ایسا ہی یاد پڑتا ہے کہ اسکو ابن عمرؓ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ (مسئلہ) سواری پر نفل جائز ہے خواہ ایسا سفر ہو جسمیں قصر نماز جائز ہے یا اس
کم ہے۔ یہی قول ابی حنیفہ و مشہور قول شافعیؒ و ابو یوسف وغیرہ کا ہے اور اسمیں امام مالکؒ و اُنکے اصحاب نے اختلاف کیا رہا وطن مقیم
میں سواری پر نفل پڑھنا تو ابو یوسف و ابو سعید الاصطخری و ابو جعفر الطبری نے جائز مختار رکھا بلکہ امام ابو جعفر الطبری نے تو پیدل کیواسطے
بھی وطن میں جائز رکھا۔ پھر امام ابن جریرؒ نے کہا کہ جماعت چہارم کے نزدیک یہ آیت ایسے لوگوں کے حق میں ہے جنکو جنگل و تاریکی وغیرہ
کی وجہ سے جہت قبلہ معلوم نہو اور اُنھوں نے تحری سے مختلف جہات میں نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے اُنکے واسطے اجازت دیدی
کہ تم سب کی نماز جائز ہے پھر عامر بن ربیعہؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں اندھیری رات میں ایک مقام پر
اُترے تو آدمیوں نے پتھروں کی آڑ بنا کر نماز پڑھی پھر جب صبح ہوئی تو ہمنے دیکھا کہ ہم لوگوں نے قبلہ کے سوا دوسری جانب نماز پڑھی ہیں
ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم لوگوں نے غیر قبلہ کی جانب نماز پڑھی یہ آیت نازل ہوئی (ابن جریر
و ترمذی و ابن ابی حاتم و اسنادہ ضعیف) اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں
کا ایک سریہ بھیجا تو پہنچے وہاں رات میں سخت تاریکی کی وجہ سے قبلہ نہ پہچانا اور ہم نے غیر قبلہ کی جانب خطوط کھینچکر
نماز پڑھی پھر جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ خطوط بجانب غیر قبلہ ہیں پس جب ہم واپس آئے تو اسکو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے ذکر کیا مگر آپ خاموش رہے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی (ابن مردویہ و دارقطنی و رواہ ابن مردویہ
عن ابن عباس ایضاً و فی الاسناد مقال) پھر ابن جریرؒ نے فرمایا کہ پانچویں جماعت علما کا یہ قول ہے کہ یہ آیت دربارۂ نجاشی بادشاہ

ف بیان نماز خوف کی کیفیت میں انشاء اللہ تعالیٰ سورۂ نساء میں آویگا ۱۲ م

حبش کے نازل ہوئی چنانچہ اپنی اسناد کے ساتھ قتادہؒ سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ایک بھائی مر گیا پس تم لوگ
اُسپر نماز پڑھو (یعنے مدینہ منورہ میں غائبانہ اُسپر نماز پڑھو) پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا ایسے شخص پر نماز پڑھیں جو مسلمان
نہیں تھا تو نازل ہوا قولہ تعالےٰ - وان من اہل الکتاب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم خاشعین للہ لا یشترون بآیات اللہ
ثمنا قلیلا الآیۃ - خاتمہ آل عمران - قتادہؒ نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ تو قبلہ کی جانب نماز نہیں پڑھتا تھا پس اللہ
عزوجل نے نازل فرمایا - وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیۃ - ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ روایت غریب ہے مترجم کہتا ہے کہ اس کے
راوی سب ثقات اثبات ہیں لیکن تفرد کی وجہ سے بیشک غریب ہے - اور واضح ہو کہ نجاشی بادشاہ حبش صدق دل سے مسلمان ہو گیا تھا
حتی کہ جو صحابہؓ وہاں ہجرت کر گئے تھے وہ لوگ بعد مرنے کے اُسکی قبر سے نور دیکھتے تھے اور آپس میں اسکا ذکر کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے
باسناد صحیح مروی ہے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو یہ کہا کہ مسلمان نہیں تھا ظاہرا اس گمان سے کہا کہ اُس وقت ہجرت فرض تھی حالانکہ وہ
ہجرت کر کے مدینہ نہیں آیا اور اُسکا عذر یہ ہو سکتا ہے کہ اُسکے ساتھ انتظام سلطنت متعلق تھا اور اُسکے عائد سلطنت کبھی مسلمان ہو گئے
تھے تو اُسکے ذمہ سے ہجرت کی فرضیت ساقط ہو گئی تھی بخلاف ہرقل بادشاہ روم کے کہ جب اُسکی سلطنت والے مسلمان نہیں ہوئے
تو اُسپر ہجرت کرنا فرض تھا حالانکہ وہ ایلچیوں کو بھیجتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو اُسنے بھی ا-
اسلام کا اقرار کیا اگرچہ ہمکو اُسکی نسبت بھی اسلام کا گمان ضرور ہوتا کیونکہ ہجرت ترک کرنے سے صرف کبیرہ گناہ لازم آوے گا لیکن ابن حبان
وغیرہ کی صحیح روایت میں وارد ہوا کہ جب مقام تبوک میں اُسنے اپنا ایلچی و اپنا عریضہ بھیجا تھا اور کچھ سونا بطور نذر بھیجا تھا اور کہلا بھیجا کہ میں حضور پر
ایمان لایا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جھوٹا ہے یہ اپنی نصرانیت پر باقی ہے چنانچہ اسکی تفصیل انشاء اللہ تعالےٰ اپنے مقام پر
آوے گی رہا یہ کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ قبلہ کی جانب نماز نہیں پڑھتا تھا تو شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعض علماء نے جواب دیا ہے
کہ اُسکو خانہ کعبہ کی جانب قبلہ کی تحویل کا حکم پہونچنے نہیں پایا تھا کہ اُسنے انتقال کیا - اور قرطبی نے اسکو قتادہؒ سے نقل کیا ہے مترجم کہتا ہے
کہ نجاشی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا صحیح روایات صحاح سے مرفوع ثابت ہے لیکن اُن روایات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا سوال
کرنا و نزول آیات کا کچھ ذکر نہیں ہے شیخ نے لکھا کہ قرطبی نے یہاں یہ مسئلہ لکھا کہ اسی سے ایک جماعت علماء کے نزدیک غائب میت پر نماز جنازہ
جائز ہے شیخ قرطبیؒ نے کہا کہ ہمارے اصحاب مالکیہ کے نزدیک یہ واقعہ بطور تشریع کے عام نہیں تھا بلکہ یہ تین وجہ سے مخصوص ہے مترجم نے کہا کہ
ائمہ حنفیہؒ کے نزدیک بھی خاص ہے - اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے نجاشی کے جنازہ سے پردہ اُٹھا دیا گیا تھا حتی کہ جب آپنے
نماز پڑھی تو وہ آپ کے سامنے موجود تھا دوم یہ کہ جب نجاشی کے پاس کوئی مسلمان نہ تھا جو اُسکے جنازہ کی نماز پڑھے تو آپ نے اُسکی نماز
پڑھی اور اسکو ابوبکر بن العربی نے اختیار کیا لیکن قرطبی نے اعتراض کیا کہ یہ بات بہت بعید ہے کہ ایسے بادشاہ مسلمان کی قوم میں سے کوئی
اُسکے پاس مسلمان نہ ہو لیکن امام ابوبکر بن العربی نے خود اسکا یہ جواب دیا ہے کہ شاید اُنکے نزدیک میت پر نماز مشروع نہ ہو اور یہ جواب جید ہے
مترجم کہتا ہے کہ جید اس وجہ سے ٹھہرا کہ یہ طریقہ نماز کا صرف اسلام میں خاص ہے اور حبش تک ہنوز یہ حکم نہیں پہونچا تھا کیا نہیں دیکھتے ہو کہ
اسکو نسخ قبلہ کی خبر نہ پہونچی وجہ سوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہ پر اسواسطے نماز پڑھی تاکہ دوسرے بادشاہوں کی تالیف
قلب ہو واللہ تعالیٰ اعلم - مترجم کہتا ہے کہ بہرحال نجاشی کے حق میں یہ فضیلت ظاہر ہے اور اسکی وجہ بھی ظاہر ہے کیونکہ اُسنے سلطنت دنیا کا کچھ خیال
نہ کیا پس یہ امر مشکور ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ احبار یہود نے باوجود عالم ہونے کے ایک خفیف خیرات کے پیچھے جانا عام یہود کا

ملتی تھی اسلام لانا چھوڑ دیا باوجودیکہ اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت ہرطرح توریت سے یقینی معلوم ہوگئی تھی پھر بادشاہ نجاشی کو کس قدر فضیلت ہے کہ اُسنے سلطنت کی پروا نہ کی لہذا اللہ تعالیٰ نے اُسکو یہ کرامت عطا فرمائی کہ اپنے پیغمبر خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشرف فرمایا اور بعض احادیث صحاح سے ثابت ہوا کہ آپ کی نماز سے اللہ تعالےٰ میت کی قبر مین نور عظیم نازل فرماتا ہے پس اگر دوسرے بادشاہون کو سمجھ ہوتی تو وہ اس نعمت عظمیٰ کو جان دیکر حاصل کرتے لیکن اُنھون نے دنیا لی جو مرتے ہی فنا ہوگئی نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہان حدیث ابو ہریرہؓ مناسب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل مدینہ واہل شام واہل عراق کے واسطے درمیان مشرق ومغرب کے قبلہ ہے (ابن مردویہ ونحوہ الترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی حسن صحیح) مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ قبلہ کا استقبال کرنے مین یہ شرط نہیں ہے کہ ضرور ایسے طور پر کھڑا ہو کہ اگر اُس سے ایک خط کھینچا جائے تو ٹھیک خانہ کعبہ پر متصل ہو بلکہ جس جہت مین خانہ کعبہ ہے وہ جہت ٹھیک ہو مثلاً ہندوستان سے خانہ کعبہ جانب مغرب واقع ہے اور زیادہ درستی یہ کہ کسی قدر جنوب کی جانب جھک جاوے لیکن اگر کوئی شخص سیدھا مغرب کی جانب کھڑا ہوگیا تو کافی ہے بشرطیکہ استقبال قبلہ کی نیت ہو اور اہل مدینہ وعراق وشام والون کے واسطے یہی جہت ہے جو حدیث مین منصوص ہے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تو مغرب کو اپنے دائین طرف کرے اور مشرق کو بائین طرف کرے تو انکے بیچ مین قبلہ ہے جبکہ تو قبلہ کا استقبال کرے یعنے نیت استقبال ہو (الترمذی) اور یہ آپ نے اہل مدینہ اور اُنکے رُخ والون کے واسطے فرمایا وعلیٰ ہذا اہل ہند مین سے جب کسی نے شمال کو دائین اور جنوب کو بائین کیا تو انکے درمیان مین قبلہ ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ جہانتک ہوسکے ایسے طور پر جہت ٹھیک کرے کہ مصلے سے قبلہ تک خط مستقیم ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کابل تک اپنے زمانہ مین ملک فتح کیے اور قبلہ کی جانب محرابین بنائین پس وہ محرابین نہایت ٹھیک ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان فلسفی وہمیون کے واسطے عجیب تنبیہ ہے کہ دیکھو صحابہ رضی اللہ عنہم ان فنون ہیئت وریاضی وغیرہ مین عمر برباد نہین کرتے تھے بلکہ معرفت قلبی حاصل کرتے تھے جسکی یہ شان تھی کہ ٹھیک خط مستقیم پر محراب بنائی جہان بڑے بڑے مہندس حیران ہین اور علم درحقیقت یہی علم ہے جو حواس قلب ومعرفت عقل سے حاصل ہوا اور یہ نہین ہے کہ جو جسم کے فانی حواس مین مرتکز ہو کہ یہ تو عنقریب اسی جسم کے ساتھ خاک ہوجائیگا اور علم معرفت جب ہی حاصل ہوتا ہے کہ عین اتباع شریعت وسنت طریقت پر بغیر قیل وقال کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قدم بقدم چلے اور یہی ہر سعید ازلی کو نصیب ہے ورنہ بدبخت شقی تو ہمیشہ اوہام وشکوک مین گرفتار ہوکر یقینیات سے بھاگتا ہے اور عجب کہ شیطانی اوہام پر جم جاتا ہے نعوذ باللہ من الضلال ف بعض اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ تعالےٰ۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ یعنے جدھر منہ کرو وہین جہت الٰہی واُسکا قبلہ موجود ہے۔ جیسے یہ توجہ اس جسم وحواس جسمانی سے ہوتی ہے اسیطرح قلب وحواس روحانی سے ہوتی ہے پس اگر قبلہ کی جانب حواس جسمانی وجسم سے متوجہ ہوا اور اسکے ساتھ ہی قلب حواس قلبی سے متوجہ ہوا تو دونون جمع ہوگئے اور کبھی فقط توجہ جسمانی ہوتی ہے اور وہ دوطرح ہے ایک یہ کہ منافق ہو اور دوم یہ کہ دنیا کی ہوسات مین غافل ہو جیسے لب پر تسبیح ودل مین گاؤخر۔ اس تری تسبیح کا کیا ہوا اثر + اور کبھی جسمانی توجہ نہین ہوتی اور دلی توجہ موجود ہوتی ہے چنانچہ اگر ایک شخص مشرق کی جانب سفر مین جاتا ہے اور سواری پر نماز نفل پڑھتا جاتا ہے تو وہ اپنے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہے اگرچہ بظاہر بجانب مشرق ہو اسی طرح جسنے کسی مومن صالح کی زیارت مین خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے قصد کیا تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی جانب متوجہ ہے اگرچہ کسی جانب جاتا ہو۔ اسی طرح اشارہ ہے کہ اسرار کی آنکھون سے جدھر دیکھو اُدھر انوار مکاشفہ موجود ہین اسی طرح ان موجودات کو اگر بطور مخلوقات ومصنوعات کے دیکھو کہ یہ چیز خوبصورت ہے اور یہ چیز بدصورت ہے تو یہ غفلت ولغویت ہے اور اگر اس نظر سے دیکھو کہ یہ کوئی چیز اپنی طاقت وقدرت مین نہین بلکہ صانع عزوجل کی صنعت ہین تو اُنمین قدرت الٰہی عزوجل

مشاہدہ ہے اور یہ کشف فعلی ہے اور اسکے خاص لوگون کو کشف صفت کا نور بھی حاصل ہوتا ہے واضح ہو کہ ہر شہود مین موافق استعداد و محل کے مشاہدہ ہوتا ہے یعنی اگر مثلاً اونٹ ہو تو اُسمین تنبیہ فرمائی کہ۔ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت ۔ اور اگر آسمان و زمین کے عجائب قدرت دیکھو تو اُسکی نسبت فرمایا۔ لآیات لاولی الالباب ۔ اور بعض مین فرمایا۔ لآیات لقوم یعقلون ۔ اور بعض مین فرمایا حتی یتبین لہم انہ الحق پس انسانی مشاہدہ مین کمال مزید ہے اسیواسطے انسانی تسبیح بھی اکمل ہے اسیوجہ سے چرند و پرند جو اپنے رب عزوجل کی تسبیح کرتے ہین باوجود اسکے اجازت فرمائی کہ انسان اُنکو اللہ تعالےٰ کے نام پر ذبح کر کے کھاوے لہٰذا اگر کھانے والے نے کفر کیا تو یہ اُسکے حق مین وبال شدید ہے مگر تسبیح الٰہی بر وجہ کمال موجود ہے اور یہ بھید اکثر عوام کی سمجھ سے باہر ہے اور یہی بھید تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت قبلہ بیت المقدس کے خانہ کعبہ کا قبلہ زیادہ پسند فرماتے تھے اسیوجہ سے علما نے کہا کہ حقیقت قبلہ نامعلوم ہے اور اسی جہت سے انبیاء علیہم السلام اسی کے گرد طواف کرتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر اوقات بعضے انبیاء کا طواف بیان فرمایا چنانچہ صحاح کی احادیث مین بیان آیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر کچھ بیان آویگا پس بندہ سالک کو چاہیے جو اس دنیا سے حقیر سے ہمت اُٹھا کر معالی درجات کی جانب کوشش کرے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم شیخ نے کہا کہ جسنے نظر چشم سے دیکھا اُسکا قبلہ ظاہری ہے اور اسی حالت مین اگر ترقی کے ساتھ نظر قلبی و عقلی سے متوجہ ہوا تو اُسکا قبلہ آیات ہین اور اگر زیادہ عروج ہے کہ روح کی آنکھ سے دیکھا تو قبلہ اُسکا صفات ہین ۔ ابن منصور نے کہا کہ جہان تو توجہ کرے وہین وجہ اللہ ہے اور جہان گم ہو وہان گم ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین آیا کہ نمازی جب تک سجدہ سے متوجہ رہتا ہے تو رحمت الٰہی سے مواجہہ ہوتا ہے اور جب خیالات مین پڑجاتا ہے تو رحمت سے اعراض ہوتا ہے پھر جب متوجہ ہوجاتا ہے تو پھر توجہ پاتا ہے (کما فی السنن) بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف تیری توجہ تیری صدق نیت سے ہے اور اُسکی جانب راہ یہ ہے کہ تو اپنے نفس سے سچ کے ساتھ ادھر اُدھر مائل ہونے سے صدر پر قائم رہ ۔ اور ہر چیز کو اُسکی ضد کے ساتھ باندھ دے اور خود اکیلا منفرد ہوجاتا ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام لطیف ہے جسکے واسطے لطیف سمجھ درکار ہے واللہ تعالےٰ ہو الموفق ۔ اسیواسطے جو لوگ صدر پر قائم نہین رہے وہ قبلہ نورانی سے نکلکر اوہام شیطانی مین پڑگئے اور طرح طرح کے بہتان باندھنے لگے کیونکہ یہی مقتضا ہے حواس جیسی ہے جبکہ دونون عقلی سے منقطع ہوجاوین چنانچہ ان لوگون کی شک و گمراہی کے بعض اوہام کو حق عزوجل نے بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ

اور کہتے ہین اللہ رکھتا ہے اولاد وہ سب سے نرالا ہے بلکہ اُسکا مال ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین مین سب اُسکے آگے ادب سے جھکے

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

نیا نکالنے والا آسمان اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہے ایک کام کو تو یہی کہتا ہے اُسکو کہ ہو وہ ہوتا ہے

اللہ تعالےٰ نے اپنی وحدانیت اُلوہیت ذات و صفات کا اعتقاد بندون پر فرض کیا بلکہ اگر اُنہون نے یہی نہ پہچانا تو اپنے خالق عزوجل کو بالکل نہ پہچانا اور جس مخلوق نے اپنے خالق کو نہ پہچانا وہ بدتر گمراہ ہے پس اہل ایمان صحیح معرفت سے پہچانتے ہین کہ خالق عزوجل جمیع صفات کمال سے موصوف ہے اور کسی مخلوق سے مشابہ نہین اور نہ کوئی مخلوق اُس سے مشابہ ہوسکتی ہے اور وہ جسم و جہت و شکل و صورت وغیرہ اور ہر ایسی چیزون سے جو مخلوق ہین یا مخلوق کے تصور و خیال و قیاس و گمان و وہم مین آتی ہین سب سے پاک ہے کیونکہ جو مخلوق کے تصور اور وہم مین آویگا وہ اس مخلوق کے اندر مخلوق ہوا اور اللہ تعالیٰ جبکہ خود مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے تو جو چیز کہ اس مخلوق کے خیال مین آوے اُس سے بدرجہ اولیٰ پاک ہے اسیواسطے اوپر تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی جہت نہین ہے بلکہ قبلہ تو اُسنے اپنے بندون کے لیے

بندگی کی جہت معین فرمائی ہے پس جو شخص اسطرح ایمان لایا وہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور جو اس راہ سے بھٹکا تو وہ اپنے تصورات پر ایمان لایا
کیونکہ جو کچھ اسکے تصور میں بندھا اُنہیکو اُسنے اپنا خدا بنایا جیسے نصرانی نے تصور باندھا کہ مسیح بیٹا ہے اور انکی دیکھا دیکھی یہود گمراہ ہوئے کبھی
اپنے یہاں عُزیر کو بیٹا بنایا اور انکی باتیں سُنکر عرب کے مشرکوں نے ظاہر البطون ہے لفظ ملائکہ کو مؤنث دیکھکر کہنے لگے کہ یہ اللہ تعالیٰ
کی بیٹیاں ہیں گویا یہود و نصاریٰ کو احمق بنایا کہ یہ لوگ اللہ کے پیغمبر بتلاتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ اللہ کا بیٹا ہے تو جب بیٹا ہو سکتا ہے تو بیٹیاں بھی
ہونگی تو پھر ملائکہ کو بیٹیاں کہو۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے عرب کی ذاتی صفائے عقل ظاہر ہے اور یہود و نصاریٰ کی حماقت بھی ظاہر ہے کیونکہ یہودی
تو علاوہ عزیر کو بیٹا کہنے کے کمبخت کہا کرتے کہ اللہ تعالےٰ نے چھ دن تک سب مخلوقات پیدا کی جب تھک گیا تو ساتوین دن تخت عرش پر پاؤں
پھیلا کر لیٹا اور یہ ان ملعونوں کی حماقت شدید و کفر قبیح ہے غرضکہ یہود و نصاریٰ نے اپنے تصور میں خدا کے معنے متصور کیے اور اُسکو خدا سمجھا کہ اسکا
بیٹا وغیرہ ہے پس انمین اور بت پرستوں مین صرف یہ فرق تھا کہ بت پرست نے تو ظاہر مین وہ صورت بنائی اور یہود و نصاریٰ نے تصور مین بنائی
بلکہ عرب کے بت پرست تو اللہ تعالےٰ کو اسقدر پاک کہتے کہ اپنا وہان لگاؤ غیر ممکن جانتے تھے تو نیک بندوں کی صورت بنا کر اُس کے
واسطے سے رسائی سمجھتے اور یہ بھی شان الٰہی سے جہالت و کفر ہے اور یہ یہود و نصاریٰ تو اپنے ذہن مین خدا ئے تعالیٰ کی تصویر بناتے ہین یعنی
جو صورت انہوں نے خیال کی اُسیکو خدا سمجھے چنانچہ بعضے نصرانیون نے کہا کہ اہل اسلام کا اعتقاد بہت صاف و پاکیزہ ہے لیکن وہ لوگ جو کچھ خدا کے معنے
بیان کرتے ہین وہ میرے خیال کے باریک تصور مین بھی نہین آتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ عجب حماقت ہے کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ جو امر اُسکے دماغ مین پیدا
ہو وہ خدا ہو پس متعجب ہے کہ یہ بدیہی دلیل اُسکے سمجھ مین نہ آئی کہ جو چیز مخلوق ہے یا مخلوق کے اندر اُسکے خیال وغیرہ مین پیدا ہو یہ سب بہتر مخلوق
ہوگی تو یہ خالق کیونکر ہو سکتی ہے اسیواسطے بعض علمائے عارفین نے کہا کہ ہر تصور جو تیرے خیال مین آوے اللہ تعالےٰ اُس سے پاک ہے اور یہ
بیان سے ثابت ہوگیا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ تمام فرقہائے گمراہ صرف زبان سے خدا کا اقرار کرتے ہین اور اس لفظ کے معنے وہ لیتے ہین جو انہوں
نے اپنے تصور مین باندھے ہین یعنی نصرانی اُسکو خدا کہتا ہے کہ جو عیسیٰ کا باپ ہے یا کہو کہ جسکا عیسیٰ بیٹا ہے اسیطرح یہودی کو سمجھو اسیطرح مشرکین عرب اُسکو خدا
سمجھتے تھے کہ جسکی مخلوقات مین لات و عزیٰ وغیرہ اپنی مرضی کے موافق اپنے پوجنے والوں کو رزق و آل اولاد دیتے پھر چاہے اللہ تعالےٰ کو آگاہ کریں
یا نکریں اسیطرح مجوسی سمجھتا کہ خدا وہ ایزد ہے کہ اُسکی مخلوقات مین اہرمن اُسکا دشمن حملہ کر کے تباہ کرتا ہے اور آگ کو پوجتے تھے اسیطرح بہت سی
گمراہ قومین بزرگوں کی قبروں کی پرستش و تعظیم اس اعتقاد پر کرتی ہین کہ یہ چاہے تو ہمکو اولاد و رزق و نوکری دیدے کیونکہ جو کچھ یہ کرے گا
اللہ تعالیٰ اسکو نہین روکیگا گویا اُسکو اور اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے قبضہ سے باہر سمجھتے تھے جیسے بعضے جاہل اس شیطان کو خود مختار تصور کرتے
ہین اور انمین سے کوئی بھی اللہ تعالےٰ پر ایمان نہ لایا اور زبانی لفظ کہنے سے کچھ فائدہ نہین ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ جب نصرانی نے کہا کہ اے میرے
خدا مجھکو رزق دے اور اُسکی مراد یہ ہے کہ اے عیسیٰ کے باپ مجھکو رزق دے یا یہودی کی مراد یہ ہے کہ اے عزیر کے باپ مجھکو رزق دے تو اُسنے
اپنی خیالی تصویر کو پکارا اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال ۔ اور اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ یہود و نصاریٰ کی نسبت
صاف فرمایا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لائے ہین بقولہ تعالےٰ ۔ وقاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ و
رسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب الآیۃ ۔ یعنے ان اہل کتاب یہود و نصاریٰ پر جہاد کرو جو اللہ تعالےٰ پر ایمان نہین لائے
آخر تک ۔ ھ ۔ اور یہاں اُنکا مقولہ کفر نقل فرمایا ۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۔ اور کہتے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے فرزند
بنایا ف چنانچہ نصرانی تو عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بہتان باندھتے اور یہودی انکی دیکھا دیکھی حضرت عزیر علیہ السلام کی نسبت

اور بعضے ملائکہ کو بیٹیان کہکر ایسا کلمۂ کفر وافترا بکتے ہین جس سے آسمان وزمین تھراتے ہین کما قال تعالےٰ- تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق
الارض وتخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمٰن ولدا- یعنے قریب ہی کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوجائین اور زمین پارہ پارہ ہوجائے اور پہاڑ گر پڑین اس کلمہ سے
کہ یہ لوگ حق عزوجل کے واسطے فرزند لگاتے ہین- ھ- پس اس آیت مین یہود ونصاریٰ ومشرکین عرب وغیرہ سب پر رد ہی جنہون نے ایسا
ناگوار کلمہ کہا- سُبْحٰنَہٗ- پاک ہی اللہ عزوجل ف ایسے افترا وکلمات کفر وبے ادبیون سے جو ان کمبختون کی زبان سے نکلتا ہے
بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ- بلکہ اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہی جو کچھ آسمانون وزمین مین ہی ف سب اُسی کی
ملک ومخلوق ہین وہی اُنکا خالق ہی اور وہی اُنکو رزق عطا فرماتا ہی اُسی نے ہر ایک کی تقدیر واندازہ مقدر فرمایا اور سب اُسی کے قبضۂ قدرت
مین مسخر ہین اور وہی اُنہین جسطرح چاہتا ہی تصرف فرماتا ہی پس سب ہی تو اُسکے مخلوق ومملوک وبندے ہین- كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ-
سب ہی تو اُسکے لیے سر جھکائے ہین ف اور کل مخلوقات انس امر کو اچھی معرفت سے جانتی ہی سوائے انس وجن کے کہ حکمت کاملۂ الٰہی
سے جو بندے مومن ہین وہ تو دیگر مخلوقات سے بھی زیادہ اس معرفت کو پہچانتے ہین لیکن جو ان مین کافر ہین اُنکے حواس سمجھتے نہین اور
یہ دائرۂ امتحان صرف موت تک ہی پھر یہی پہچان جائینگے چنانچہ فرمایا- ان کل من فی السموات والارض الا آتی الرحمٰن عبدا- یعنی آسمانون
وزمینون مین جو کوئی ہی سب ہی حضرت حق عزوجل کے حضور مین بندہ بنے ہوئے حاضر ہونگے- ھ- پس حضرت خالق عزوجل جلہ وحدہ لاشریک
ہی نہ اُسکی نظیر ہی نہ شبیہ ہی نہ مثل ہی نہ مانند ہی تو پھر اُسکا فرزند کہان سے آیا- حدیث مین آیا کہ بدگوئی سنکر حلم فرمانے والا اللہ تعالیٰ سے بڑھکر
کوئی نہین کہ نالائق بندے اُسکے واسطے فرزند بناتے ہین حالانکہ اللہ تعالیٰ اُنکو رزق وعافیت دیے جاتا ہی (الصحیحین) اور یہ کلمہ جناب
باری عزوجل کی شان مین شتم یعنے دشنام ہی چنانچہ صحیحین کی حدیث ابوہریرہؓ مین مصرح ہی کیا نہین سمجھتے ہو کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کو چمار کا
خطاب دے تو بھلا یہ اُسکے حق مین خطاب ہی یا دشنام ہی پھر اس سے زیادہ غور کرو کہ بادشاہ وچمار در حقیقت دونون آدمی ہین اور یہان حضرت
باری تعالیٰ جل شانہ اور مخلوق مین ہرگز برابری کیسی کہ مشابہت بھی نہین ہی پھر ذرا سمجھو کہ یہ کسقدر سخت کلمہ ہوا جو شان حق عزوجل سے
کسیطرح مناسبت ہی نہین رکھتا- قولہ کل لہ قانتون- سدیؒ نے کہا کہ سب اُسکے واسطے مطیع ہین- مجاہدؒ نے کہا کہ بالکل مطیع ہین کہ حق عزوجل
نے جب فرمایا کہ انسان ہوجا تو وہ ہوگیا اور جسکی نسبت فرمایا کہ گدھا ہوجا وہ ہوگیا اور کافر کا سایہ سجدہ مین رہتا ہی- اسی کو ابن جریرؒ نے اختیار کیا
اور بعض سلف نے قانتین یعنے نماز پڑھنے والے اور عبودیت کا اقرار کرنے والے اور خالص بندے وغیرہ بیان کیا پس شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ
اس کی تحقیق یہ ہی کہ قنوت دو طرح ہوتا ہی کہ ایک شرعی طاعت ہی اور دوم تقدیری طاعت- مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے کل مخلوقات کیواسطے اپنی
تقدیر مقدر فرمائی پس ہر مخلوق اُسی تقدیر پر اپنے اعمال کماتے ہین بعض مشائخؒ نے کہا کہ نافرمانی کے معنے یہ سمجھے جاتے ہین کہ زید تو چاہتا تھا کہ اُسکا
غلام یہ کام کرے مگر غلام نے اپنی قوت سے نافرمانی کرکے دوسرا کام کیا اور زید چاہتا تھا کہ اُسکا گھوڑا آہستہ اُسکی چال سے چلے مگر اُسنے نافرمانی کی اور غالب ہوکر
تیز بھاگا کہ اُسکو گرا دیا پھر اگر کوئی شخص حضرت خالق عزوجل کی جناب مین کسی مخلوق کی نافرمانی مین یہ معنے سمجھتا ہی- ہرگز نہین بلکہ محض احمق کافر
ہوجائیگا اسیواسطے کہا گیا کہ جیسے حق طاعت جو لائق جناب باری تعالیٰ ہی غیر ممکن ہی اسی طرح بمعنی مذکور نافرمانی کرنا محال ہی بلکہ نماز وروزہ وغیرہ احکام الٰہی جن وانکی
کمائیان ہین پس جو نمازی روزہ دار نیکوکار تو مطیع وفرمانبردار کہلاتا ہی اور جنسے فسق وفجور وبدکاریان کمائین وہ عاصی فرمان کہلاتا ہی اور یہ دونون کی کمائیون کو پیدا
کرنے والا وہی عزوجل وحدہ لاشریک ہی پس سب ہی اسکے واسطے قانتین مطیعین ہین رہا جو کچھ حکمت بالغۂ الٰہیہ کا بھید ہی سو یہ بیان متعلق ہی وہ مخلوق کے اندازۂ فہم
سے باہر ہی کیونکہ وہ علم باری تعالیٰ عزوجل کا ظہور ہی اور علم صفت باری تعالیٰ ہی تو مخلوق سے اُسکا ادراک کرنا محال ہی اور اُسکو مترجم نے ذکر بیان کیا ہی

پس مومن عاقل تو بنور معرفت پہچانتا ہے اور کافر جاہل صرف جدال کرتا ہے اور قبضۂ قدرت الٰہیہ سے کوئی خارج نہیں ہے۔ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ وہ آسمانوں و زمین کا پیدا فرمانے والا ہے۔ ف اُسی نے ان سب کو عدم سے ظاہر فرمایا پس اُسی نے ان تمام اشیا کو اپنی وحدانیت پر دلیل بنایا اور اُسی نے مسیح عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا (ابن جریر) پس جس نصرانی نے فقط اتنی بات پر کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے فرزند ہونے کا بہتان لگایا وہ عجیب جاہل ہے۔ خطیب نے لکھا کہ نصاریٰ روم کے جہاد میں ایک عالم قید ہو گئے پس نصرانیوں نے اس قیدی عالم سے مباحثہ کیا اور یہی دلیل پیش کی تو عالم ربانی نے جواب دیا کہ پھر تم لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت سب سے پہلے بیٹا ہونا کیوں نہیں قائل ہو جاتے کیونکہ وہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے اور ملائکہ نورانی کے حق میں تم بھی زیادہ کوئی [illegible] کہ وہ [illegible] ہے اور کھانے پینے و بیٹا بیٹی [illegible] وغیرہ سے بھی پاک ہیں اور جبرئیل نے ایک دم میں تختۂ قوم لوط اُلٹا دیا یہ جواب سنکر ان [illegible] کو شرم آئی اور خاموش ہو گئے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان اوہام پر ایسا [illegible] صحیح اعتبار کرنا جو عقلاً و نقلاً محال ہے سوا بدبختی کے کچھ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ قدرت الٰہی [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہزاروں بغیر باپ کے پیدا فرماوے بلکہ بغیر ماں باپ کے پیدا فرماوے وہ سب طرح قادر ہے۔ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ اور جب کسی امر کا ارادہ فرماتا ہے تو اُس کو یہی فرماتا ہے کہ ہو پس وہ ہو جاتا ہے ف پس اُس کی کمال قدرت و عظمت خالقیت [illegible] واسطے اسباب یا وہ مخلوقات کی ضرورت نہیں ہے اور جس جاہل نے مخلوقاتی قیاس دوڑایا وہ محض احمق ہے کہ خالق کو مخلوق پر قیاس کرتا ہے اس واسطے فرمایا۔ [illegible] آدم خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ایسی ہے جیسے آدم کہ اُس کو مٹی سے پیدا کر کے فرمایا کہ ہو جا پس وہ ہو گیا۔ الخ۔ بالجملہ اس آیت قدسی میں جو ارادہ سے اپنے گمراہوں کی تردید ہوئی جو راہ حق [illegible] کرتا سیاہ [illegible] سے فرزند بنانا لگے کیونکہ نور حق سے محروم ہوا تا ہے وہ تاریکی اوہام کے سوا [illegible] پاتا ہے تو الحاد سے [illegible] کا جہاں تک اوہام کی رسائی ہے اسی واسطے تم [illegible] سے دیکھو گے کہ صریح عقلی دلیل حق سمجھ [illegible] نہیں [illegible] شکوک ہو گا اور [illegible] کی دلائل باطل پر بات کو یقین کر لے گا۔ وجوہ ایں بعض [illegible] سے پس جبکہ اسکو ہر نقص [illegible] پاکی ہے تو جورو بیٹا اور بچہ وغیرہ [illegible] کی حاجت و لوازم میں سے پاک ہے اور دوم بَلْ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی جو چیز آسمان و زمین میں ہے وہ سب اُسکی ملکیت و مخلوق ہیں اور ملکیت ہونا والا ہونے میں باہم منافات ہے اور سوم كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ۔ یعنی ہر ایک سے جو ارادہ کیا جاوے وہ اُسکا مطیع ہے اور اُسکی [illegible] کا مقر ہے پس یہ اولاد ہونے کے منافی ہے اور اسی آیت سے فقہاء نے استنباط کیا کہ جو شخص اپنی اولاد کو خریدے تو اُسکی ملکیت سے آزاد ہو گی خواہ وہ آزاد کرے یا نہ کرے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ملکیت ثابت کر کے اولاد کی نفی کی ہے تو ثابت ہوا کہ ملکیت اولاد کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ہے۔ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو بنایا پیدا فرمایا اور بنایا تو بدیع [illegible] ہم نوع و وہم [illegible] جو شخص [illegible] ہوتا ہے [illegible] قولہ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا۔ یعنی اِذَا اَرَادَ قَضَاءَ اَمْرٍ۔ پس مراد یہ کہ جو امر علم الٰہی میں موجود ہے جب اُسکے جاری کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ کن سے موجود ہو جاتا ہے۔ قولہ فَيَكُوْنُ۔ جمہور کے نزدیک بالرفع یعنی فَهُوَ يَكُوْنُ کہ وہ ہو جاتا ہے کلام جو ہے کہ کلمہ کن سے مثال سب ہوتا ہے اگرچہ اسکی ضرورت نہیں بلکہ ارادہ الٰہی سے ہر چیز موجود ہو جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین وغیرہ کو چھ دن میں پیدا فرمایا حالانکہ اگر چاہتا تو فقط موجود ہو جاتا وہ [illegible] اشارہ [illegible] میں ہے قولہ تعالیٰ - بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اسمیں بعض آیات قدرت کا بیان ہے جن سے عقل حق عزوجل کے اقرار اہل فکر کے واسطے تسکین [illegible] میں چنانچہ فرمایا يَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ یعنی پیدائش آسمان و زمین میں عجائب صنعت الٰہی کو دیکھکر اس کی حقیقت قدرت کا اقرار کرتے ہیں کہ اے رب عزوجل تو نے یہ باطل نہیں پیدا کیا اسی سے بعض مشائخ نے کہا کہ صنع الٰہی ہر مصنوع کے واسطے صانع ہے

اور ہر مخلوق کے واسطے خالق ہو اور اُسکی صنعت کے واسطے کوئی علت نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ اس سے دو فائدے بیان فرمائے اول یہ کہ صنعت
الٰہی عزوجل کی عظمت اُسکے مصنوعات سے حاصل کرے اور یہان صنعت جو صفت الٰہی ہے اُسکی کنہ کے تصور مین نہ پڑے کیونکہ جو کچھ تصور
مین آویگا وہ اُسکا گھڑا ہوا بنا ہوگا دوم یہ کہ اس مقام پر وسوسہ شیطانی ملا ہوا ہے جس سے بخوبی پرہیز رکھے چنانچہ تمام کافرون پر شیطان قابو پاکر
اُنکو موجودات کی علتین تلاش کرنے مین مشغول کرتا ہے حتی کہ زمین کی علتین بڑھاتا ہوا آسمان تک لیجاتا ہے خصوصاً ان لوگون کو جو فلاسفہ
کی باتون مین پڑتے ہین کہ آسمان کی پیدائش کیونکر ہے پس وہ خود شیطان کو اپنے اوپر قابو دیتے ہین چنانچہ حدیث مین آیا کہ آدمی کے پاس
شیطان آکر کہتا ہے کہ اس چیز کو کس نے پیدا کیا اور وہ چیز کس نے بنائی یہانتک کہ کہتا ہے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا تو جب یہانتک نوبت پہنچے تو چاہیے
کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے (الحدیث) اور وسوسہ [illegible] مین خود شیطان کا قول ہے کافر و فاسق فلاسفہ وغیرہ اسکی [illegible]
کر اثبات وحدانیت مین دلائل پیش کرنے کے لیے [illegible] امام رازی علیہ الرحمۃ نے [illegible] کا ایک [illegible]
یہ خود وسوسہ شیطانی ہے کیونکہ خالق عزوجل نے انسان و اسکی عقل و دلائل وغیرہ سب کو اپنی قدرت سے پیدا کیا تو جو چیز اُسکے سوا ہے وہ سب اُسی کی
پیدا کی ہوئی اور اثبات سے قائم ہے پس ممکن نہین کہ کوئی چیز [illegible] اثبات کرے کیونکہ اثبات تو ایک قسم کا احاطہ ہے اور خالق عزوجل کی شان و احاطے
سے عالی ہے چنانچہ مقدمہ مین [illegible] کر دیا گیا اور اسکا یہ ہے کہ وحدانیت الٰہی عزوجل خود اسقدر بدیہی ظاہر ہے کہ ہر ایک مخلوق [illegible]
اور [illegible] تو اسکے واسطے دلیل [illegible] مشغول ہوگا [illegible] معجزات انبیاء علیہم السلام [illegible] اللہ تعالیٰ نے
وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ
اور کہا ان لوگون نے جو علم نہین رکھتے کیون نہین بات کرتا ہم سے اللہ یا ہم کو آوے کوئی آیت اسی طرح کہا تھا ان سے
قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ○
اگلے انہین کی سی بات ایکسے ہین دل انکے ہم بیان کر دیں نشانیان واسطے ان لوگون کے جو یقین رکھتے ہین ۔
مفسرین کے بیان مین اقوال ہین چنانچہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رافع بن حریملہ یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ
رسول ہین تو اللہ تعالیٰ سے کہیے تاکہ ہم سے کلام کرے یا کوئی ایسی نشانی آوے (محمد بن اسحٰق و ابن جریر) [illegible]
[illegible] ابن جریر نے اختیار کیا کیونکہ سیاق آیات انہین یہود و نصاریٰ کے حق مین ہے [illegible]
یہ کفار عرب کا قول تھا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ
اور جو لوگ علم نہین رکھتے ہین اُنھون نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیون نہین ہم سے کلام کرتا یا ہمارے پاس کوئی آیت آتی [illegible]
[illegible] ہمارا رسول ہے [illegible] ہمارے پاس کوئی معجزہ آوے جس سے ہم لوگ [illegible] ان لوگون کا
یہ کہنا محض ہٹ دھرمی تھی کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات نہایت کثرت کے ساتھ واقع ہوئے گویا آپکی ذات ہی معجزہ تھی [illegible]
پتھر و درخت وغیرہ صحیح آواز بلند السلام علیک یا رسول اللہ کہکر آپکو سلام کرتے تھے اور شق القمر یعنی چاند دو ٹکڑے ہوجانا و مانند اسکے آسمانی
معجزات جو آپکو عطا ہوئے وہ بے مثل ہین کیونکہ عالم علوی و مادی مین مانند عصاے موسیٰ وغیرہ کے کافرون کو یہ دھوکا و شبہہ بھی [illegible]
اور آسمانی چیزون مین سحر کا دخل بالکل غیر ممکن ہے چنانچہ ساحرین بلا خلاف اسکا اقرار کرتے ہین اور باوجود ان معجزات کے کافرون نے
آیت مانگی یہ محض عناد و حسد تھا اور ایسے معاندین کفار کو معجزات نہین دکھلائے جاتے ہین کیونکہ رسول و ہدایت بھیجنا تو اللہ عزوجل

کی طرف سے احسان ہے حالانکہ یہ معاندین اپنا احسان رکھنا چاہتے تھے پس جو لوگ ازلی کافر ہون اُنکے حق مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وان یروا کل آیۃ لا یؤمنوا بہا یعنے اگر کل معجزات دیکھ لین تو بھی ہرگز ایمان نہین لائینگے۔ اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ قل انما الآیات عند اللہ۔ یعنے تو کہدے کہ آیات تو اللہ تعالےٰ کے اختیار مین ہین یعنے مجھے کوئی اختیار نہین ہے۔ وانما انا نذیر مبین۔ اور مین تو صاف ڈرسنانے والا ہون۔ یعنے ہدایت کے واسطے کافی معجزات پہونچ گئے جو اہل سعادت کو نافع ہوئے اور بدبختون پر حجت ہو گئے اب کسی آیت کی ضرورت نہین واضح ہو کہ شیخ ابن کثیرؒ و سیوطیؒ نے یہی اختیار کیا کہ اس قول مین مشرکین عرب مراد ہین اور مترجم کہتا ہے کہ قول ابن عباسؓ و مجاہدؒ بھی صحیح اسناد سے ثابت ہے پس تحقیق واللہ اعلم یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب نے یہ قول اس معنے مین کہا کہ یہ لوگ معنے نبوت نہین جانتے تھے تو انکی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ ہمسے کلام کرے کہ مین نے پیغمبر بھیجا ہے اور یہودی و نصرانیون کی غرض یہ تھی کہ بیشک ایک پیغمبر خاتم المرسلین مبعوث ہونگے پس اگر وہ تم ہی ہو تو اللہ تعالےٰ ہمسے کہدے تو ہم مان لین پس قول ابن عباسؓ و مجاہدؒ بھی ٹھیک ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان یہودیون و نصرانیون کو باوجود توریت وانجیل جاننے کے لا یعلمون اسواسطے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا نام پاک مع حلیہ مبارک و علامات نبوت کے اسقدر توضیح کے ساتھ توریت و انجیل مین موجود تھا کہ انکی معرفت مین کچھ تردد کا مقام ہی نہ تھا لہذا انکو جاہل فرمایا کہ کتاب الٰہی پر عمل نکرتے یا عمداً جاہل بنتے یا آخرت سے بد اعتقاد ہو کر جہالت کی باتین کرتے پس اللہ تعالےٰ نے ان سبکو ایکبار رد کر دیا اور فرمایا۔ کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ مِّثْلَ قَوْلِھِمْ۔ اسی طرح ان لوگون کے قول کے مثل اُن لوگون نے کہا تھا جو اُن سے پہلے تھے ف یعنے اگلے انبیا کی قومون نے بھی اپنے پیغمبرون سے یون ہی سرکشی و تکبر کیا کہ اگر ہم سے اللہ تعالےٰ کہدے کہ تم رسول ہو تو ہم مانین حتی کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ یعنی ہم ہرگز تیری تصدیق نہین کرینگے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ کو کھلی آنکھون دیکھین۔ تَشَابَھَتْ قُلُوْبُھُمْ۔ ان لوگون کے قلوب باہم متشابہ ہین ف یعنے موجودہ کفار عرب و یہود و نصاریٰ کے دل اور ان سے پہلون کے دل باہم کفر و عناد و سرکشی مین متشابہ واقع ہوئے ہین قال تعالےٰ۔ کذلک ما اتی الذین من قبلھم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون۔ یعنی اسیطرح ان موجودہ لوگون سے پہلے والون کے پاس کوئی رسول نہین آیا مگر انکو اُن لوگون نے بھی یہی کہا کہ ساحر ہے یا مجنون ہے۔ ہ پس یہ ٹیڑھے دل کسی آیت و معجزہ سے ایمان نہ لاوینگے کیونکہ جس نے انکو پیدا کیا وہ خوب جانتا ہے اسیطرح ایسے بندون کو بھی جانتا ہے جنکے قلب سلیم ہین چنانچہ فرمایا۔ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ۔ ہمنے تو آیات ایسی قوم کے واسطے ظاہر کر دین جو یقین رکھتے ہین ف یعنے صدق رسالت پر ایسے معجزات دیدیے کہ اس کے بعد کسی آیت کی ضرورت نہین ف بعض اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ تعالےٰ۔ وقال الذین لا یعلمون لولا یکلمنا اللہ الآیۃ۔ اُنھون نے قلب سلیم سے کلام اللہ کو نہ سُنا تو طلب کیا کیونکہ گمراہی سے انکے کان بہرے پڑ گئے اور نیز اُنھون نے گمان کیا کہ ہم ایسے لوگون سے ہین جو اللہ تعالےٰ کے خطاب کے لائق ہین اور مقام مشاہدہ سے جاہل تھے حالانکہ اُنھون نے اپنے گمان مین بہت خطا کی اسلیے کہ انکو درمیانی واسطہ دیکھنے کی طاقت نہوئی یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات نہ دیکھ سکے اور نہ آپکا خطاب اُنکی سمجھ مین آیا تو جب یہ حال تھا تو حضرت ذو الجلال سے خاص خطاب کیونکر سن سکتے تھے اور واسطیؒ نے معنے کو بزبان حق یون تقریر کیا کہ مین نے انسے کلام کیا جبکہ مین نے اپنا کلام اُتارا اسکو نہ سمجھے اور کون سی آیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر ہے اور حال یہ کہ مین نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ظاہر کیا قال المترجم یہ نکتہ شریف ہے اہل اسرار نے کہا کہ قرآن مجید کے معنے قدیم ہین اور وہ ان الفاظ کے پردہ مین موجود ہین پس جب لیاقت کو پہونچا تو وہ ظہور کرتے ہین ۔ قرآن کے ظہر و بطن کی حدیث کو بغیر تاویل کے انھین معنے پر محمول کیا اور سابق مین مترجم نے اشارہ کیا کہ شاید آثار مشہورہ کے واسطے جدا جدا مستند ہین پس اہل دل کے واسطے حدیث

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شاہد تھے کہ آپ سے جو مشاہدہ حق حاصل ہوتا تھا وہ کسی سے ممکن نہیں گویا شاہد ہونے کے لیے کامل فرد تھے
اسی واسطے حضرت عزوجل نے فرمایا - انا ارسلناک شاہدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا - اور اس آیت کریمہ میں آیات ہیں اُن لوگوں کے
واسطے جو خلق سموات وارض میں فکر کرتے ہیں فتفکر -

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحَٰبِ ٱلْجَحِيمِ

ہمنے تجھکو بھیجا ہے ٹھیک بات لیکر خوشی    اور ڈر سنانے کو اور تجھسے پوچھ نہیں دوزخ والوں کی

جب مشیت الٰہی بعض مخلوقات کے حق میں جہنمی ہونے کے واسطے مقدر ہوئی تو انسے ایمان لانا کسی طرح ممکن نہیں ہے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے مثل خاتم المرسلین وافضل الخلق اجمعین کو پاویں لیکن اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی بقولہ تعالی - اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ
بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا - ہمنے تجھکو حق کے ساتھ بشیر ونذیر بھیجا ف حق سے مراد قرآن ہے کقولہ تعالے - بل کذبوا بالحق لما جاءہم -
یعنے ان کافروں نے حق کو جھٹلایا جب انکے پاس آیا - ھ - اور یہی ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا ہے - اور شیخ سیوطیؒ نے
ہی مراد لیا یعنے قرآن وحدیث جامع شریعت اور یہ بھی صحیح ہے گویا یہ قرآن کی تفسیر ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ میں بشیر ہوں یعنے جنت کی بشارت سنانے والا اور دوزخ سے نذیر یعنے ڈر سنانے والا (محمد بن اسحق) یعنی جو شخص ایمان لایا اُسکے
حق میں جنت کی بشارت سنانے والے ہیں اور جسنے کفر کیا اُسکو عذاب جہنم کا ڈر سنانے والے ہیں - وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ
اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ٥ - اور تو اصحاب جہنم سے نہیں پوچھا جائے گا ف یعنے جو لوگ کفر کرکے جہنمی ہوئے اُنکی پوچھ گچھ تجھسے نہوگی
بلکہ خالق عزوجل خود دیکھتا بھالتا ہے - یہ گویا بشیر ونذیر ہونے کی تاکید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف پیغام الٰہی پہونچاویں رہا بندوں کا
ماننا یا نماننا تو اسکا حساب حضرت خالق عزوجل خود فرماویگا اور جنھوں نے نمانا وکفر کیا کہ اُنکے واسطے قطعی جہنم ہے تو اُنکے سمجھانے کا ثواب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی ہدایت میں کچھ کمی نہیں فرمائی - واضح ہو کہ - لاتسئل جمہور کی
قرأت ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ سے - ماتسئل - مروی ہے اور معنے واحد ہیں لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان تسئل وارد ہوا اور اسکے
معنے بھی وہی ہیں اگرچہ اسمیں تاکید زائد ہے یعنے جہنمیوں کی پوچھ گچھ تجھسے ہرگز نہوگی کقولہ تعالی - فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب یعنی تجھپر
تو صرف پیغام پہونچانا ہے اور انکا محاسبہ سو وہ ہمارے ذمہ ہے - ھ - جیسے فرمایا - لست علیہم بمصیطر - یعنی تو ان لوگوں پر کچھ محافظ نہیں مقرر کیا گیا
ہے - ایک قرأت یہاں دوسری بھی ہے وہ - لاتسأل عن اصحٰب الجحیم - یعنی بصیغہ نہی معروف یعنی تو جہنمیوں کا حال مت پوچھ - گویا جہنمی لوگوں کے
بارہ میں آپکو سعی وسفارش سے منع فرمایا یعنے جو لوگ یہود ونصاریٰ میں سے ایسے حالات پر تھے جنکا نمونہ اوپر مذکور ہوا ہے اُنکے بارہ میں ایمان
کی دعا کرنے سے منع فرمایا اور یہاں ایک عجیب روایت ہے قال عبد الرزاق اخبرنا الثوری عن موسی بن عبیدۃ عن محمد بن کعب
القرظی قال قال رسول اللہ - ھ - یعنی عبد الرزاق نے اسناد مذکور کے ساتھ محمد بن کعب القرظیؒ سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایکروز فرمایا کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرے والدین کا کیا حال ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی - ولاتسئل عن اصحٰب الجحیم یعنی مجھے جہنمیوں کے بارہ میں کچھ مت
پوچھو - پس آپنے بعد اسکے کبھی والدین کا ذکر نہ کیا یہانتک کہ وفات فرمائی (رواہ ابن جریر من طریق موسی بن عبیدۃ وقال حدثنا القاسم قال حدثنا
الحسین عن حجاج عن ابن جریج عن داؤد بن ابی عاصم مرسلا) اور شک نہیں کہ موسی بن عبیدہ راوی ضعیف ہے - قرطبی نے یہی قول ابن عباسؓ
سے نقل کیا اور کہا کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ جیسے محاورہ میں کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص کا کچھ حال مت پوچھو یعنے وہ تو تمہارے خیال سے زیادہ

بڑھی ہوئی حالت میں ہے۔ ابن جریر نے کہا کہ محمد بن کعب وغیرہ سے جو یہ قول مروی ہے یہ وہم ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارہ میں کوئی شک نہیں ہو سکتا تھا اور قرأت وہی ہے جو جمہور صحابہ وتابعین سے ماثور ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ وجہ تو نہیں ہو سکتی کیونکہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے والدین کے حق میں استغفار کا قصد کیا اُسوقت ایسا کہا ہو پھر جب آپکو معلوم ہوا تو سکوت کیا جیسا کہ صحیح کی حدیث میں ایک شخص کو فرمایا کہ اِن ابی واباک فی النار۔ علاوہ بریں وہ روایت صحاح ستہ میں نہیں ہے اور قرطبی نے کہا کہ میں نے اپنی کتاب التذکرہ میں بیان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو اتنی دیر کے واسطے زندہ فرمایا کہ وہ دونوں آپ پر ایمان لائے پھر بدستور مردہ ہو گئے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ اِن ابی واباک فی النار یعنی میرا اور تیرا باپ دوزخ میں ہے۔ تو یہ اُسوقت فرمایا تھا کہ جب تک اُنکا ایمان متحقق نہیں ہوا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ نے اس مسئلہ میں ایک خاص رسالہ لکھا اور روایات کو مستکمل جمع کیا ہے لیکن شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے کی روایت صحاح ستہ یا کسی معتمد کتاب میں نہیں ہے اور طبقہ متاخرین کی کتابوں میں آئی اور اُسکی اسناد بھی ضعیف ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسی طرح ملا علی قاری حنفی نے بھی اسکے مانند اعتراض کیا اور سیوطیؒ کے رسالہ کا رد لکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ مسئلہ کسی اصول اعتقادی یا فروع عملی سے کچھ بھی متعلق نہیں ہے۔ اے کاش جانبین سے سکوت کیا جاتا اور یہ مقام نہایت خوف وعبرت کا مقام ہے اور بتفضل ارحم الراحمین بطفیل حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مترجم کا خاتمہ ایمان صادق پر بخیر ہو تو اس رحمت کاملہ حق عزوجل کا کچھ اندازہ ہو نہیں سکتا کہ جو اس مترجم ہیچ کے ساتھ رحمت فرمائی گئی اور ہر ایک اہل ایمان کے واسطے اس نعمت ایمان کی شان غور کرنی فرض ہے کہ وہ اس ایمان کی بدولت کس مرتبہ پر ہے اور اگر ہم لوگ اسکے شکریہ میں طہارت کر کے ایک سجدہ میں اپنی تمام عمر ختم کر دیں تو بھی شرمندگی سے سراسر قابل نہوگا کہ اٹھا دیں سبحان اللہ عزوجل کہ ہم سے ناچیز بندوں کو بطفیل اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نعمت سے سرفراز فرمایا جسکا شکر ادا کرنا غیر ممکن ہے۔ اللھم تمم نعمتک علینا بفضلک العظیم وانت ارحم الراحمین واللھم صل وسلم علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام احمدؒ نے باسناد صحیح عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کی کہ انسے عطاء بن یسار نے پوچھا کہ آپنے بحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زبان عبرانی سیکھ لی ہے آپ مجھکو بتلائیے کہ توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کیونکر ہے حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ ہاں واللہ جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آپکی صفات بیان فرمائیں اس سے بڑھکر توریت میں آپکی صفات اس طرح مذکور ہیں کہ اے میرے نبی میں نے تجھکو شاہد ومبشر ونذیر وامیوں کا حرز بھیجا اور تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے میں نے متوکل تیرا نام رکھا تو سخت زبان نہیں اور نہ سخت دل ہے اور نہ بازاروں میں آواز بلند کریگا اور نہ بدی کے عوض بدی کریگا بلکہ عفو ومغفرت فرماویگا اور میں اُسکو ہرگز اپنے پاس نہیں بلاؤنگا یہانتک کہ ٹیڑھی راہ کو سیدھی کر دوں بایں طور کہ لوگ لا الہ الا اللہ کہنے لگیں پس میں اُسکے ذریعہ سے اعین عمیا وآذان صم وقلوب غلف کو کھول دونگا (رواہ البخاری والترمذی) اور بخاری نے ثابت فرمایا کہ یہ حدیث بدرجہ مشہور ہے اور فرمایا کہ اسکو عطاؒ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اعاظم علمائے یہود میں سے معروف ومشہور ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لاتے ہی آپ پر بڑے شوق سے ایمان لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انسے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علمائے یہود ونصاریٰ اس طرح پہچان لیتے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں پس یہ کیونکر ہے تو عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ واللہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا یعنی بوجہ صفات توریت کے میں فوراً پہچان لیا بلکہ بیٹے سے بڑھکر پہچانا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ کیونکر ہوا عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ یہ اسوجہ سے کہ مجھے اپنے بیٹے کے حق میں یہ بھی شک ہو سکتا ہے

الذین اتینھم الکتب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم

کہ شاید اُسکی ماں نے در پردہ کوئی فجور کیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین کچھ بھی شبہہ نہو احضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شاباش
اے عبداللہ تجھکو مبارک ہو (الصحیح) واضح ہو کہ کعب احبار بھی زبردست علماء یہود مین سے تھے حتی کہ احبار اُنکا لقب ہوا یعنے جامع علماے
گویا جو کچھ علماے یہود کو حاصل ہوا اُن سب کا مجموعہ انکو حاصل تھا اور یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے - حافظ ابو بکر
بن مردویہ نے حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو روایت کرکے عطاؒ سے روایت کیا کہ عطاؒ نے کہا کہ پھر مین کعب الاحبار کے پاس گیا
اور مین نے اُنسے توریت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صفات کو دریافت کیا تو واللہ اُنھون نے حرف بحرف وہی بیان کیا جو حضرت
عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے بیان کیا تھا سوا اتنی بات کے کہ کعب احبار نے اپنی زبان کے موافق اعینا عمومیا و اذانا صمومیا و قلوبا
غلوفیا - کہا مترجم کہتا ہے کہ اسکو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور عمدہ توضیح قولہ تعالےٰ - یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل
الآیۃ - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالےٰ آوے گا اور مین کہتا ہون کہ خبردار کوئی شخص ان اُردو وغیرہ ترجمون پر جو آجکل توریت و انجیل
کے نام سے یہود و نصاریٰ لاتے ہین ہرگز اعتماد نکرے کیونکہ قطعی آیات و مشاہیر روایات کے مقابلہ مین انکی تحریف و تبدیل بخوبی
کھل گئی ہے اور عنقریب معلوم ہوگا کہ ہرقل شاہ روم نے فوراً پہچانا اور تمام نصاراے شام و روم کا عالم سردار ضغاطر فوراً ایمان لایا
اگرچہ نصرانیون نے اُسکو اسقدر مارا کہ وہ شہید ہوگیا اور اُسکے مانند ابن قناطر نے بھی اسی طرح ایمان کے ساتھ جان دی پھر جب لشکر اسلام
نے ملک شام پر جہاد کیا تو ہزارون علماو امراے نصاریٰ اسلام لاکر اہل اسلام کی حمایت مین آگئے کہ یہ وہ لوگ ہین
کہ جنکو اللہ تعالےٰ نے قبول فرمایا ورنہ بدبخت کا کوئی علاج نہین ہے ونعوذ باللہ من الضلال - قال تعالےٰ
وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ
اور ہرگز راضی نہونگے تجھسے یہود اور نہ نصاریٰ جبتک تابع نہو تو اُنکے دین کا تو کہہ جو راہ اللہ دکھاوے وہی راہ ہے
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ
اور کبھی تو چلا اُنکی پسند پر بعد اس علم کے جو تجھکو پہونچا تو تیرا کوئی نہین اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا
وَّلَا نَصِيْرٍ ؔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ
ع ۱۴　اور نہ مددگار　　وہ لوگ جن کو ہم نے دی ہے کتاب پڑھتے اس کو جو حق ہے اسکے پڑھنے کا　　وہی لوگ ایمان لاتے
بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۠
اسکے ساتھ اور جسنے انکار کیا اس سے سو وہی لوگ ہین خسارہ والے
بعض نے لکھا کہ ان آیات مین مقصود یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ مین سے جو لوگ کتاب الٰہی یعنے توریت و انجیل کی تعلیم و پابندی کرتے ہین انکو تو
انجیل و توریت ہی کی بشارت کافی ہے اور ہر ایک معجزہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھا ہے وہ اُنکے واسطے دربارۂ تصدیق بس ہے اور یا سوا اُنکے جنھون
نے توریت و انجیل ہی سے منھ موڑا اور اپنی ہوا و ہوس کی پابندی اختیار کی تو وہ اپنی خیالی باتون کے نہین چھوڑینگے لہذا فرمایا - وَلَنْ تَرْضٰى
عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ - یہود و نصاریٰ تجھسے کبھی راضی نہونگے یہانتک کہ تو انکی ملت
کی پیروی کرے - ف - یعنے یہ معجزات و آیات جو درخواست کرتے ہین کچھ اسواسطے نہین ہین کہ ان آیات و معجزات کو دیکھنے کے بعد یہ لوگ
راہ حق کی جانب رجوع کرینگے بلکہ اُنکا مقصود محض تعنت و عناد ہے اور یہ راہ حق کی پابندی نہین چاہتے بلکہ جو راہ اُنھون نے اپنے خیالات

کے موافق اختیار کی ہمی کج راہ کو چاہتے ہین پس اگر اس گمراہی مین اُنکی موافقت کرے تو راضی ہونگے حالانکہ وہ عین گمراہی ہے پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلاغت کے ساتھ آگاہ فرمایا کہ آپ ایسی چیزون کی خواہش چھوڑ دیجیے جس سے یہ لوگ موافق ہو کر راضی ہوجاوین بلکہ رضائے الٰہی
عزوجل کی پیروی فرمائیے اور جو پیغام رسالت آپکو دیا گیا وہ پہونچا دیجیے (ابن جریر) لہذا فرمایا۔ قُلۡ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الۡهُدٰى
کہدے جو راہ اللہ دکھاوے وہی راہ ہے۔ ف یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کہدے کہ جس ہدایت پر اللہ تعالیٰ نے مجھکو بھیجا وہی تو
حقیقی ہدایت ہے اور وہ دین اسلام ہے اور ماسوائے اسکے جو کچھ تم بیان کرتے یا سمجھتے ہو سب گمراہی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ہدی اللہ تعالیٰ جمیع عقائد
و شرائع کو شامل ہے اور ہو الہدیٰ سے انحصار فرمایا تاکہ ظاہر ہو کہ ماسوا اسکے جو کچھ ہے سب گمراہی ہے۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے یہ طریقہ
مناظرہ حق کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرمایا کہ اسی طریقہ کے ساتھ جمیع گمراہون سے مباحثہ
فرماوین اور قتادہؒ نے فرمایا کہ ہمکو خبر پہونچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت مین سے ہمیشہ ایک گروہ حق پر قتال کرتا ہوا
غالب رہیگا کہ جو کوئی اُنسے مخالف ہو وہ اُنکو کچھ ضرر نہین پہونچا سکیگا یہانتک کہ حکم آلٰہی عزوجل آوے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث توصحیحین
مین عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوع متصل صحیح موجود ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امر حق پر قتال کرنا دو طرح ہوتا ہے اول تلوار سے جہاد کرنا اور
دوم دلائل سے جہاد کرنا پس قتادہؒ نے یہان اسکو دلائل سے جہاد کرنے پر محمول کیا۔ ترمذی وغیرہ نے بعد روایت کے ایک جماعت ائمہ سے نقل کیا
کہ یہ گروہ یہی علمائے حدیث کا گروہ ہے جو حدیث کے ذریعہ سے گمراہون کو رد کرتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیح کی روایت مین آخری جملہ اس طرح واقع ہوا کہ
جو کوئی اس گروہ کی مددگاری نکرے تو بھی اُنکو کچھ مضر نہوگا اور وہ برابر غالب رہینگے یہانتک کہ جب امر آلٰہی عزوجل واقع ہوگا تو بھی وہ غالب ہونگے۔
مترجم کہتا ہے کہ امر الٰہی سے ظاہر احضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا زمانہ مراد ہے اور واضح ہو کہ اس سے یہ لازم نہین آتا کہ تلوار سے جہاد کرنے والا گروہ نہو بلکہ
دونون فریق کو شامل ہے تو اس بشارت سے یہ معلوم ہوا کہ زمانہ امام مہدی و نزول حضرت عیسیٰ علیہما السلام تک دین اسلام مین ضرور ایک فرقہ ایسا ہوگا
کہ جب وہ حق اسلام کے واسطے قتال کرینگے تو برابر غالب رہینگے اور ایسا فرقہ بھی ہوگا جو حجت کے ساتھ غالب رہے اور خلاصہ یہ کہ دین اسلام مانند
ملت یہود و نصاریٰ کے متغیر و محرف ہو کر خلط و خبط نہوگا کہ کالعدم ہوجاوے کیونکہ ملت یہود و نصاریٰ اسطرح متغیر و محرف ہوگئی تھی کہ کسی طرح امر حق
دریافت نہین ہوسکتا تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معجزہ کے آگاہ فرمایا کہ دین اسلام مین یہ بات نہوگی یعنے اگرچہ اُمت اسلامیہ بگڑ کر
معاصی و بدعات مین مبتلا ہوجاوے اور تہتر فرقے ہوجاوین لیکن انمین ایک فرقہ ضرور صحیح سُنت پر ثابت قدم رہیگا اور روئے زمین پر کفار و مبتدعین مین
کوئی اُنکو مغلوب نہین کرسکتا اگرچہ سب متفق ہوجاوین تو بھی وہ مغلوب نہونگے اگرچہ فرقہائے اسلام مین سے کوئی اس فرقہ حق کا مددگار نہو
اور یہ لوگ برابر باقی و غالب رہینگے یہانتک کہ حضرت مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کا زمانہ آوے کیونکہ زمانہ عیسیٰ علیہ السلام مین بقوت قہری تمام
روئے زمین کے کفار بقہر اسلام مین داخل کیے جاوینگے پس قتادہؒ کا مطلب یہ ہے کہ حجت آلٰہی عزوجل یعنے قرآن عین معجزہ ہے تو بعد اس اہتداء کے
کوئی یہودی یا نصرانی جو اسکے سوا معجزہ طلب کرے وہ گمراہی ہوگی تو یہود و نصاریٰ پر صریح حجت قائم ہوگئی کہ تم لوگ توریت و انجیل کو چھوڑ کر
اپنی اہواء کے مطیع ہو۔ اہواء۔ جمع ہوی یعنے خواہش نفس و گمان باطل اور جبکہ ان لوگون کی ملت صرف اہواء ٹھہری تو اُسکی اتباع غیر ممکن ہے
لہذا اللہ عزوجل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ اگر تو ان لوگون کو راضی کرنا چاہتا ہے تو یہ لوگ کسی طرح راضی نہونگے سوا اس طریقہ کہ
تو انکی ہوا کی پیروی کرے۔ وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ الَّذِىۡ جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ
اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ اور اگر تو بعد اس علم کے جو تجھے حاصل ہوچکا ہے ان لوگون کے اہواء کی پیروی کرے تو اللہ تعالیٰ

کی طرف سے تیرے واسطے کوئی ولی نہوگا اور نہ کوئی ناصر ہوگا ف یعنے بعد اس علم ثبوت کے جو تجھکو حاصل ہوچکا ہے اگر بفرض محال تو ان گمراہوں کی پیروی کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرا کوئی مددگار و ناصر نہوگا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل المرسلین خاتم النبیین خالص معصوم تھے اور معصوم رکھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے تو ان گمراہوں کی پیروی آپ کی جانب سے غیر ممکن تھی پس یہ آپ کی امت کے واسطے تنبیہ ہے کہ جب انکو امر حق کا علم حاصل ہوگیا تو وہ یہود ونصاریٰ کی طرح تابع اہواء نہوا افسوس ہے کہ اسلام میں ہوا کے پابند بہت فرقے ہوگئے جیسے خوارج کہ انہوں نے یہودیوں کی مشابہت سے خلیفہ برحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے انحراف کیا اور قرآن وسنت کو چھوڑ کر اپنے خیال وگمان سے دلائل نکالکر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں گستاخی کی حالانکہ جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم بالاجماع حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضل وکمال کے قائل تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ اور انکا گروہ اگرچہ آپ سے لڑا لیکن انہوں نے کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات کا منکر نہ تھا بلکہ ایک مسئلہ اجتہادی میں اختلاف کرتے تھے۔ اسیطرح خوارج کے مقابل فرقہ روافض پیدا ہوا نصاریٰ کی مشابہت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں یہانتک غلو کیا کہ خلفاء سابقین رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرنے لگے حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مع جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کے انکے فضائل وکمالات کے قائل ہیں اور قرآن مجید واحادیث صحیحہ صریحہ انکی بزرگی پر ناطق ہیں۔ کاش یہ لوگ معرفت حق تک پہنچتے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت دیتے ہیں اور جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کی بزرگی کے قائل ہیں اور ترتیب خلافت میں انکار نہیں کرتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ پہلے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو خلافت عطا ہوئی تاکہ آپکے بعد سلسلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باقی رہے یہ قول اگرچہ خلاف اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے بدعت ہے مگر اسقدر بدتر نہیں ہے جسقدر یہود ونصاریٰ کے قدم بقدم چلنے والوں نے راہ مستقیم سے انحراف کیا اسیطرح فرقہ معتزلہ وجہمیہ وغیرہ نے کفار فلاسفہ کی مشابہت میں سواد اعظم سے انحراف کرکے دوسری راہ اختیار کی حالانکہ ان سب پر واجب تھا کہ ہمیشہ اللہ عز وجل کی شریعت پر ثابت قدم رہتے اور عدل پر قائم رہتے اور بہت پھونک پھونک کر قدم رکھتے کیونکہ اسی صراط المستقیم کی حقیقت وہ پل صراط ہے جو جہنم پر قیامت میں قائم ہوگا کہ وہ بال سے زیادہ باریک ہے۔ اسیطرح دنیا میں راہ حق وعدل پر قائم رہنا بہت باریک ہے کہ اگر ذرا بھی تجاوز کیا تو گمراہی میں قدم پڑیگا۔ (مسئلہ) آیت میں قولہ تعالیٰ حتی تتبع ملتہم لفظ ملت کو مفرد فرمایا حالانکہ یہود ونصاریٰ کی ملتیں دو ہیں لیکن ملتیں سب باہم کفر ہیں اور کفر باوجود ملتہائے مختلفہ کے ایک ہی ملت کفر ہے جسکی عقوبت واحد جہنم ہے جیسے کافروں کے واسطے قولہ تعالیٰ لکم دینکم میں ایک ہی دین فرمایا اور یوں نہیں فرمایا کہ لکم ادیانکم پس اسی مقام سے بہت فقہاء نے استدلال کیا کہ کافروں ومشرکوں کی ملتیں سب ایک ہی ملت ہیں اور اسی سے یہ مسئلہ نکالا کہ اگر ایک خاندان میں بعضے یہودی و بعضے نصرانی اور بعضے مسلمان ہوں تو مسلمان وکفار میں باہم میراث جاری نہوگی بخلاف باقیوں کے کہ انمیں میراث جاری ہوگی اگرچہ بعض یہودی و بعض نصرانی ہوں کیونکہ کفر تو ایک ہی ملت ہے اور یہی مذہب ابو حنیفہ وشافعی کا ہے اور امام مالک نے کہا کہ کافروں کی اپنی ملتیں مختلف ہوں تو باہمی توارث جاری نہوگا اور ایک حدیث میں بھی ایسا ہی وارد ہے اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک قول موافق قول ابو حنیفہ اور دوسرا موافق قول مالک ہے۔ الحاصل یہود ونصاریٰ وانکے مانند جو فرقہ اپنی ہوا وہوس کا تابع ہوجاوے اور کتاب الٰہی کی پیروی نہ کرے اسکو کوئی معجزہ وکرامت کافی نہوگا اور وہ ہمیشہ ایمان لانے سے متردد ہوگا پس اسکے واسطے کسی معجزہ کی تدبیر مفید نہوگی اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے معجزہ طلب کرنے سے آگاہ کیا اور فرمایا **الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ**۔ ایسے لوگ جنکو ہم نے کتاب عطا فرمائی **يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ**۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ وہ اس کتاب کو جس طرح تلاوت کا حق ہے پڑھا کرتے ہیں۔ **أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ**۔ تو ایسے ہی صفت والے بندے اس پر ایمان لاتے ہیں

ف اور انکو کوئی شک دامنگیر نہین ہوتا اور بلکہ اپنے اہوا کے پابند ہوتے ہین۔ واضح ہو کہ یہ آیت قدسی بھی اعجاز بلاغت کے ساتھ خوب جامع ہے اسکا بیان یہ ہے کہ کتاب الٰہی توریت وانجیل و قرآن مجید ہے پس یہودیمین جو لوگ توریت کو جس طرح تلاوت کا حق ہے پڑھتے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید پر بدون شک و تردد کے ایمان لائے جیسے عبداللہ بن سلام وکعب احبار وغیرہ اور اسیطرح نصاریٰ مین جو لوگ انجیل کو بدون تحریف وتبدیل کے حق طور پر پڑھتے تھے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جیسے بادشاہ حبش اور وہان کے علماء نصاریٰ وضغاطر رومی وغیرہ اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم جو قرآن مجید پر ایمان لائے وہ کبھی منافقون وغیرہ کی طرح مشکوک نہین ہوئے پس یہ آیت قدسی جامع ہے اسیواسطے معمر نے حضرت قتادہؒ سے روایت کی کہ یہ لوگ جو یہود ونصاریٰ ہین (عبدالرزاق) اور یہی عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے اور اسیکو شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا۔ اور سعیدؒ نے حضرت قتادہؒ سے روایت کی کہ یہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حق تلاوت یہ ہے کہ جب ایسی آیت پر پہونچتے ہین جسمین جنت کا ذکر ہو تو اللہ تعالیٰ سے جنت مانگتے ہین اور جب ایسی آیت پڑھتے ہین جسمین دوزخ کا ذکر ہو تو اللہ تعالیٰ سے عذاب جہنم سے پناہ مانگتے ہین (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ جن بندون کی یہ کیفیت ہو وہ کلام الٰہی پر بالضرور عامل ہونگے۔ ھ۔ ابو العالیہ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ کتاب الٰہی کا حق تلاوت یہ ہے کہ اُسکے حلال کو حلال رکھے اور اُسکے حرام کو حرام رکھے اور جسطرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اُسی طرح پڑھے اور کلمات کو اپنی جگہ سے تحریف نکرے اور بے موقع اُسکی تاویل نکرے (عبدالرزاق) اور یہی حضرت قتادہ ومنصور بن المعتمر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور یہی سُدیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا (ابن ابی حاتم) اور یہی حسن بصری وعکرمہ وعطاء ومجاہد وابورزین وابراہیم نخعی کا قول ہے اور اسکا حاصل یہ ہے کہ جسنے قرآن مجید کی اتباع پوری کی اُسنے حق تلاوت ادا کیا چنانچہ سفیان الثوریؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہی روایت کیا اور ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہا کہ جس شخص نے قرآن کی اتباع کی تو وہ اُسکو لیجا کر باغ جنت مین اُتارے گا (قرطبی وغیرہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا حاصل یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ مین سے جسنے توریت وانجیل کی سچی اتباع کی تو خواہ مخواہ موافق بشارت توریت وانجیل کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیگا اللہ نے فرمایا۔ قل یا اہل الکتاب لستم علی شئ حتی تقیموا التوراۃ والانجیل۔ یعنی کہدے کہ اے اہل کتاب تم کوئی چیز نہین ہو جبتک کہ توریت وانجیل پر ٹھیک قائم نہو۔ ھ۔ اور فرمایا۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل۔ یعنی یہ ہر حال انھین بندون کا ہے جو فرمانبرداری کرتے ہین رسول نبی امّی کی جسکو اپنے پاس توریت وانجیل مین لکھا پاتے ہین۔ ھ۔ اور فرمایا۔ الذین اتینٰھم الکتاب من قبلہ ھم بہ یؤمنون۔ یعنی قرآن مجید سے پہلے ہمنے جن لوگون کو کتاب عطا فرمائی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہین۔ ھ۔ کیونکہ جو کتاب پر ٹھیک قائم ہے وہ کتاب کی کسی آیت سے منکر نہوگا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اُسپر ایمان لاویگا

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اور جو کوئی اس قرآن سے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو تو ایسے ہی لوگ خوار ہونے والے ہین۔ ف چنانچہ فرمایا۔ ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ۔ یعنی ان گروہون مین سے جو کوئی اس سے منکر ہو تو جہنم اُسکا ٹھکانا ہے۔ ھ۔ اور اس سے بڑھکر کون خواری ہوگی کہ جہنم مین دائمی برباد ہوا اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اُس پاک ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ اس امت مین کوئی یہودی یا نصرانی جو مجھکو سنے پھر مجھپر ایمان نلاوے تو اسکے لیے یہی ہوگا کہ وہ جہنم مین جاوے (الصحیح) (تنبیہ) شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ۔ الذین آتینٰھم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ الآیۃ۔ کا سبب نزول اہل حبش کے نصاریٰ ہین مترجم کہتا ہے کہ دمشقی مین مذکور ہے کہ یہ آیت بقایائے اہل کتاب کے حق مین نازل ہوئی جنکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل مین بشارت دی تھی

میرے بعد ایک پیغمبر آویگا جسکا نام احمد ہی چنانچہ قرآن مجید میں بھی مصرح ہے پس وہ لوگ اسی ایمان پر نسلاً بعد نسل چلے آئے یہانتک کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو جو لوگ انجیل کے سچے اعتقاد پر باقی تھے وہ آپ پر ایمان لائے۔ ظاہر اس اجمال کی تفصیل وہی ہے
جو شیخ سیوطیؒ نے ذکر فرمائی کہ کفار مکہ کے ایذا دینے کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے ملک حبش کی جانب ہجرت فرمائی وہان
کے بادشاہ کا نجاشی لقب تھا اور اسکا نام اصحمہ تھا اور کفار مکہ نے اُسکے یہان تحفہ وہدایا لیکر سفارش پہونچائی تاکہ بادشاہ ان لوگون کو
اپنے یہان سے نکال دے مگر اُسنے نمانا بلکہ ان لوگون کو بلا کر اطمینان دلایا کہ تم لوگ یہان بے کھٹکے رہو اور ان لوگون کے حال دریافت کیا
اور مہاجرین مین حضرت جعفر بن ابی طالب تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی بھی تھے پس اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور
اپنے ایمان لانے کا سب حال بیان کیا تو اُسنے درخواست کی کہ جو کلام الٰہی اُنپر نازل ہوا ہو وہ پڑھو پس جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم تلاوت کی
جسکو سنکر بادشاہ مع اُن علماء کے جو موجود تھے رونے لگے اور کہا کہ یہ کلام بالکل ویسا ہی ہے جیسا حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوا تھا اور کہا کہ بیشک
یہ وہی پیغمبر ہین جنکی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل مین دی ہے اور اُسنے اپنی طرف سے چالیس آدمی واسطے تحقیق حال کے بھیجے
اور اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ مین آگئے تھے پس وہ لوگ مکہ سے مدینہ مین آئے اور فوراً پہچان کر بغیر تجربہ کے حال
کے مسلمان ہوئے اور بادشاہ کی طرف سے بھی پیغام پہونچا کہ مین آپ پر ایمان لایا اور کار و بار ملک کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا ہون
اور نیابت کے طور پر بیعت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی آیت نازل فرمائی کہ۔ الذین آتیناھم الکتاب الآیۃ۔ اور یہی نجاشی بادشاہ ہے کہ جب
اُسنے انتقال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خبر غیب کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگاہ فرمایا کہ تمہارے بھائی نجاشی نے انتقال کیا تو تم لوگ اُسکے
جنازہ کی نماز پڑھو چنانچہ میدان مین جا کر اُسکے جنازہ کی نماز پڑھی۔ علماء حنفیہ وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکا جنازہ آپ پر کشف فرمایا تھا
چنانچہ سابق مین یہ مسئلہ مفصل بیان ہوا ہے اور حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہا سے جو حبش مین ہجرت کر گئے تھے اس بادشاہ کے فضائل مین یہ بھی
روایت ہے کہ ہم لوگون مین باہم تذکرہ ہوا کرتا تھا کہ جب یہ بادشاہ مرا اسکی قبر پر ایک نور دیکھا جاتا تھا اسناد صحیح ہے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تذکیر فرمائی کہ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو مین نے تمپر کیا اور وہ کہ بڑا کیا تمکو سارے جہان پر اور بچو اُس دن سے

لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـــًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ

نہ کام آوے کوئی شخص کسی شخص کے ایک ذرہ اور نہ قبول ہو اُسکی طرف سے بدلا اور نہ کام آوے اُسکو سفارش اور

لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

نہ اُنکو مدد پہونچے

اکثر اہل تفسیر مانند بقاعی وغیرہ نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اول سورہ مین بنی اسرائیل کو نعمتین یاد دلائین کہ جو درمیان مین اُنکے
عیوب و بدکاریان مذکور ہوکر طول ہو گیا لہذا یہان مکرر انعامات کو یاد دلایا۔ اور حرالیؒ سے نقل کیا کہ اس آخر خطاب کو اول سے التیام ہے کیونکہ
ہے لیکن بعض علماء نے اس توجیہ کو تکلف خیال کیا۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس سے بنی اسرائیل کو اس امر کی تاکید فرمائی کہ حضرت خاتم النبیین
جامع کمالات الرسول النبی الامی پر ایمان لاوین جنکی صفت اپنی کتابون مین پاتے ہین اور جنکی بابت عہد لیا گیا ہے اور یہی بڑا انعامات کثیرہ کا ذریعہ ہے
پس اپنے چچیرے بھائیون عرب پر حسد مکرین کہ خاتم المرسلین کو اللہ تعالیٰ نے عرب مین پیدا کیا اور تکذیب و مخالفت سے باز آوین اور اللہ تعالیٰ کی

نعمتوں کو یاد کریں لہذا فرمایا۔ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ
اے بنی اسرائیل یاد کرو میری اُن نعمتوں کو جو میں نے تمہیں انعام فرمائیں اور اس بات کو کہ میں نے تمکو عالمین پر فضیلت دی ف یعنے تمہارے
زمانہ کے عالموں پر تمکو فضیلت عطا فرمائی پس ان نعمتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ شکرگذاری کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ کیونکہ تمہارے
جمیع انبیا علیہم السلام وصالحین سب ایمان لا چکے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کے مطیع اور اُسکی رضامندی کے خواہان تھے حالانکہ تم نافرمانی کرتے ہو
پس یہ گمان ہرگز مت کرو کہ جو لوگ اپنے رب عزوجل کی خوشی چاہتے ہیں وہ اُسکی نافرمانی کرنے والوں سے راضی ہوں یا سفارش کریں بلکہ
قطعًا اُنکے دشمن ہو جاوینگے لہذا فرمایا۔ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا ۔ اور ڈرو ایسے دن سے کہ کوئی نفس کسی کے
ایک ذرہ کام نہ آویگا ف کیونکہ کوئی نفس خود مختار نہیں ہے جب تک اللہ عزوجل نہ چاہے اور نیک بندے اپنے رب عزوجل کے خلاف رضا ہرگز کچھ
نہیں چاہینگے۔ وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ ۔ اور کسی نفس سے فدیہ قبول نہوگا ف حالانکہ اُس دن فدیہ میسر ہی نہیں ہے اور اگر میسر بھی ہوتا یا
کسی احمق نے اعتقاد کر لیا کہ مجھے میسر ہوگا تو بھی فدیہ قبول نہوگا لیکن شیطان نے یہود کے دل میں جما دیا تھا کہ تم لوگ جیسے چاہو برے اعمال کرو تمہارے
باپ دادوں میں انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں وہ تمہاری سفارش کرینگے جیسے نصرانیوں کے ذہن میں اس سے بھی زیادہ جما یا کہ عیسیٰ علیہ السلام تم لوگوں
کی بدکاریوں کا کفارہ ہوگئے حالانکہ یہ ایسے احمقوں کے خیالات ہیں جنکو معرفت الٰہی میں سے ذرہ بھی نصیب نہیں ہے لہذا صریح تہدید فرمائی۔
وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ اور نہ کسی نفس کو کوئی سفارش نفع کریگی اور نہ وہ مدد پہونچائے جاوینگے
ف کیونکہ کفر کے ساتھ سواے عذاب جہنم کے جنت حرام ہے تو سفارش بیکار ہے اسواسطے دوسری آیت میں فرمایا۔ فما لنا من شافعین۔ یعنے کفار کہینگے
کہ ہمارے واسطے سفارشیوں میں سے بھی کوئی نہیں ہے پس یہاں عظمت وجبروت الٰہی عزوجل کا حکم دیا کہ کوئی سفارش کام نہ آویگی یعنے درحقیقت
سفارش ہی نہوگی لیکن اگر کسی نے وہم شیطانی سے اسکو اپنے دل میں جما یا تو قطعًا وہ سفارش مردود ہے رہی نصرت ومددگاری تو خود ظاہر ہے کہ بھلا کس
کی مجال ہے کہ حکم الٰہی عزوجل یعنے کافروں کے واسطے عذاب کا حکم روکے پھر کافروں کا مددگار ہے حالانکہ تمام مخلوق اُسکے قبضۂ قدرت میں مسخر ہے
(مسئلہ) معتزلہ اسی آیت سے کہتے ہیں کہ کسی نفس کو شفاعت نصیب نہوگی جواب یہ ہے کہ بیشک کوئی نفس اپنے اختیار سے شفاعت ہی نہیں کر سکتا
تو مفید ہی کیا ہوگی لیکن اسمیں اس امر کی نفی نہیں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسیکو شفاعت کی اجازت دے تو وہ قبول نہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جو شفاعت ہے
وہ رحمت اور نافع ہے رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ کسی بندۂ مکرم کو شفاعت کی اجازت فرماویگا یا نہیں تو ہمکو قطعی متواترات سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے اللہ تعالے نے شفاعت کبریٰ وشفاعات خاصہ کا وعدہ دیا ہے اور وعدۂ الٰہی میں کبھی خلاف نہیں ہوتا لہذا فرمایا۔ ولا یشفعون
الا لمن ارتضیٰ۔ یعنے سفارش نہیں کرینگے مگر ایسے بندے کے واسطے جسکے حق میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔ ۵ ۔ اور جب کفار کے حق میں شفاعت
محض بیکار فرمائی تو معلوم ہوا کہ یہ شفاعت صرف مؤمنین کے واسطے خاص ہے پس اگر ایسا بندہ مؤمن ہے جو بخشا گیا تو اُسکے حق میں یہ شفاعت
عظمیٰ اُسکے درجات بلند ہونیکو مفید ہوگی کیونکہ حدیث میں ہے کہ جنت میں سو درجات ہیں ہر ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک اتنا فرق ہے
جتنا زمین وآسمان میں ہے (الصحیحین) اور اگر مؤمن گنہگار ہے تو اُسکی مغفرت ہو جائیگی کیونکہ اصل ایمان ہے اور اعمال تابع ہیں تو وہ اصل ایمان
میں سچا تھا مگر اعمال میں گنہگار ہو گیا پس حق عزوجل نے اپنی رحمت سے عفو فرمایا۔ (نکتہ) چونکہ طاعت وعبادت الٰہی عزوجل کا حق ادا ہونا
غیر ممکن ہے تو انبیا علیہم السلام اُس دن نفسی نفسی کہینگے اگرچہ حکم الٰہی کی فرمانبرداری میں سب پورے ہیں لیکن بخوف عظمت وجلال
الٰہی عزوجل اُس دن مواخذہ کا ادب کرینگے کیونکہ بندہ کی یہ شان نہیں ہے کہ اُسکی عظمت کے مقابلہ میں دلیر ہو کیونکہ وہ قادر مختار ہے جو چاہے

کرے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مغفرت کاملہ عطا فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر یعنی آپ کو قطعاً مواخذہ سے بری کر دیا لہٰذا آپ ہی شفاعت پر قیام فرماوینگے (تنبیہ) اسلامیہ فرقہا سے مبتدعین نے گمان کیا کہ پیغمبروں سے بھی گناہ ہوتے ہیں حالانکہ یہ معارف آلہیہ میں جہالت ہے سلہ چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند۔ بلکہ یہ معالی درجات کے آداب ہیں اور شان پاک خالق عزوجل کے لائق عبادت حاضر کرنا محال ہے کیونکہ بشر حادث ہے اور بشر کی عبادت حادث در حادث ہے اور حضرت القدس سبحانہ تعالیٰ تعلق حوادث سے پاک ہے پس اُسکی شان کے لائق عبادت غیر ممکن ہے اور سابق میں بھی یہ تحقیق مذکور ہوئی ہے اور قولہ تعالیٰ۔ ومن عصانی فانک غفور رحیم الآیۃ۔ کی تفسیر میں دیکھو پس بلحاظ ایسے معاصی کے جنکی سزا جہنم ہو انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں پھر واضح ہو کہ بنی اسرائیل و بنی اسمٰعیل کی نسل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی اولاد میں سے کافروں کو عہد سے خارج فرمایا تو بنی اسرائیل کا اعتماد با وجود کفر کے باطل ہو اقال تعالیٰ

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ

اور جب آزمایا ابراہیم کو اُسکے رب نے کئی باتوں میں پھر اُسنے وہ پوری کیں فرمایا میں تجھکو کر دونگا سب لوگوں کا پیشوا

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝

بولا اور میری اولاد میں بھی کہا نہیں پہونچتا میرا قرار بے انصافوں کو

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام کا شرف یاد دلایا جبکہ توحید میں ابراہیم علیہ السلام کو امام بنایا پس جو شخص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب منسوب ہو اُسکی نسبت جب ہی ٹھیک ہوگی کہ اُنکی توحید پر قائم ہو چنانچہ فرمایا۔ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۔ اور جب ابراہیم کو اُسکے رب نے چند کلمات کے ساتھ امتحان فرمایا پس ابراہیم نے اُنکو پورا کیا ف یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین عرب و یہود و نصاریٰ کو جو ابراہیم علیہ السلام کی جانب نسبت ملاتے ہیں تذکیر و نصیحت سنا دیجیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو چند احکام و کلمہ امتحان فرمایا پس ابراہیم علیہ السلام نے اُنکو پورا کیا۔ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا تو رب عزوجل نے فرمایا کہ میں تجھکو لوگوں کے واسطے امام بنانے والا ہوں ف اور یہ حکم تقدیر سابق ہے جو اللہ تعالیٰ نے ازل میں رکھی تھی لیکن اُسکا ظہور اس طرح ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کو بعد توحید کے احکام شریعت دیے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پورے کر چکے تو امامت کا خطاب بھیجا پس ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کا شمول چاہا۔ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۔ ابراہیم نے عرض کیا اور میری نسل سے ف یعنے میری اولاد میں سے بھی امام بنائے جاویں۔ چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے تمام اولاد کے واسطے خطاب کو عام کیا ظاہراً غایت توحید سے اُنکے ذہن میں کفار کا خیال بھی نہوگا کہ ذریات کافر پیدا ہونگی پس اُنھوں نے مطلق ذریات کے واسطے درخواست کی تو حکم تفصیلی ہوا یعنے قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عہد تو ظالموں کو نہیں پہونچتا ف یعنے عہد امامت تیری اولاد میں سے کافروں کو نہیں پہونچیگا پس اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے جو لوگ کسی عہد آلہی سے کافر ہوئے وہ خارج ہوگئے جیسے یہود و نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے کفر کیا پھر یہود و نصاریٰ دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا یا مشرکین عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانا تو یہ سب خارج ہو گئے لہٰذا فرمایا۔ ماکان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما الآیۃ بخلاف اُنکے جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اُنکو شامل رکھا بقولہ تعالیٰ۔ ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ وہذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المومنین چنانچہ اسکی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے۔ رہا یہ بیان کہ وہ کلمات جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیے گئے تھے کیا کلمات ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہاں تو اللہ تعالیٰ نے کلمات کا

تعلق مقصود نہین رکھا ہی بلکہ ظاہر فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے حق توحید کے ساتھہ اُنکو پورا کیا خواہ وہ کوئی کلمات ہون کیونکہ اللہ تعالیٰ
جس زمانہ مین جو حکم فرماوے وہی شریعت ہی تو ان کلمات کے جاننے سے ہمارا کوئی مطلب نہین ہی کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے
شریعت تھے اور شریعت بدل جاتی ہی اور توحید نہین بدلتی ہی پس ہمکو اُس شریعت پر عمل کرنا چاہیے جو بالفعل حکم دی گئی ہی اور اُسی طرح پوری
کرنی چاہیے جسطرح ابراہیم علیہ السلام نے پوری کی لیکن علمائے مفسرین نے اُن کلمات کی بھی تفتیش فرمائی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیے گئے تھے
تاکہ اُسکے ضمن مین کوئی فائدہ حاصل کرین لیکن وہ کلمات بعض تو متعلق فرائض و واجبات ہین و بعض متعلق فطرت و سنن ہین و بعض متعلق
معارف ہین لہذا ابن عباسؓ سے اس بارہ مین مختلف روایات ہین چنانچہ قتادہؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم
علیہ السلام کو مناسک حج تعلیم فرمائے (عبدالرزاق) اور طاؤسؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ طہارت کے دس احکام دیے ازانجملہ پانچ
سر مین اور پانچ بدن مین ہین پس سر کے پانچ احکام مین مونچھون کا اچھی طرح کترنا اور کلی کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا اور مسواک کرنا
اور بال مونڈنا یا بال ہون تو مانگ نکالنا اور بدن کے پانچ یہ ہین کہ ناخن کترنا اور زیرناف کے بال مونڈنا اور ختنہ کرنا اور بغل کے بال اُکھاڑنا
اور پیخانہ و پیشاب کے اثر کو پانی سے دھونا (عبدالرزاق) اور اسیکے مانند سعید بن المسیبؒ و مجاہدؒ و شعبیؒ و نخعیؒ و ابوصالحؒ سے مروی ہی (ابن ابی حاتم) اور اسیکے قریب
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس خصلتین از قسم فطرت ہین مونچھین کترنا اور داڑھی چھوڑنا اور مسواک کرنا
اور ناک مین پانی ڈالنا اور ناخن کترنا اور اُنگلیون کے جوڑ صاف کرنا اور بغل کے بال اُکھاڑنا اور زیرناف کے بال مونڈنا اور پانی سے استنجا کرنا۔ راوی نے کہا کہ
دسوین بات مین بھول گیا اور شاید وہ کلی کرنا تھی (صحیح مسلم) اور حدیث ابوہریرہؓ مین ختنہ کرنا مذکور ہی کما فی الصحیحین) اور ابن عباسؓ سے
حنش صنعانی کی روایت مین آیا کہ ختنہ و موے زہار یعنی موے زیرناف صاف کرنا و ناخن کترنا اور مونچھین کترنا اور مسواک و غسل جمعہ اور مناسک
حج مین سے طواف و سعی صفا و مروہ و رمی الجمار و افاضہ عرفات (ابن ابی حاتم) عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ احکام دین مین جو شخص ٥
مبتلا کیا گیا سواے ابراہیم علیہ السلام کے کوئی پورا نہین اُترا (ابن کثیر) ظاہر ابن عباسؓ نے انبیاء علیہم السلام کا استثنا کر لیا ہی۔ م عکرمہ نے
کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ شرائع اسلام تیس سہام ہین ازانجملہ دس کا ذکر سورۂ براءۃ کی آیت التائبون العابدون الآیہ مین ہی اور دس کا ذکر
اول سورۂ قد افلح المومنون و سورۂ سال سائل بعذاب واقع مین ہی اور دس کا ذکر سورۂ احزاب قولہ تعالیٰ ان المسلمین والمسلمات الآیہ مین
ہی پس ان سبکو ابراہیم علیہ السلام نے پورا کیا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ابراہیم الذی وفی الآیۃ۔ (الحاکم ابن جریر ابن ابی حاتم) اور
ابن عباسؓ سے آیا کہ جن کلمات کے ساتھہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو امتحان فرمایا یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی قوم کو چھوڑ کر
ہجرت کرین اور نمرود ملعون سے بحث توحید پر مناظرہ کرین باوجودیکہ اُسکی جانب سے آگ مین ڈالنے کا خوف تھا حالانکہ ابراہیم علیہ السلام نے
اس ہول عظیم کی کچھ پروا نہ کی پھر مہمانداری پر صبر کرنے کا حکم دیا پھر اپنا فرزند ذبح کرنے کا حکم دیا اور ہر بات مین ابراہیم علیہ السلام نے بدون
خلاف کے اطاعت کی (ابن اسحٰق) حسن البصریؒ کہا کرتے تھے کہ واللہ حضرت ابراہیمؑ نے خوب صبر کیا کہ پہلے کواکب و شمس و قمر مین امتحان کیا
اور پہچان لیا کہ میرا رب عزوجل دائم قائم ہی اور شرک سے بیزار ہوئے پھر آگ سے امتحان لیا تو ثابت رہے پھر وطن و قوم چھوڑ کر ملک شام مین ہجرت کا
حکم دیا تو پورے ہوئے پھر ختنہ کرنے و ذبح فرزند کا حکم دیا تو پورا کیا (ابن جریر و اختصرہ عبدالرزاق) مجاہدؒ نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام سے
رب عزوجل نے امتحان لیا اور فرمایا کہ مین تجھکو امام بنانا چاہتا ہون عرض کیا کہ بہت اچھا اور میری ذریات مین سے بھی امام بنائیے فرمایا کہ ظالمین
لینے کافرون کو میرا عہد نہین پہونچیگا۔ عرض کیا کہ خانہ کعبہ کو لوگون کا مرجع بنا دیجیے فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ اسکو امن بنا دیجیے فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ ہمکو [مقام ابراہیم] وہ

اسمٰعیل کو اور ہماری ذریت مین سے ایک گروہ کو مسلمان بنا دیجیے فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ اہل مکہ کو ثمرات سے رزق دیجیے جو انمین سے
اللہ تعالی پر ایمان لایا فرمایا کہ ہان (ابن ابی حاتم و ابن جریر) سعید بن مسیبؒ فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی ہین جنھنے پہلے ختنہ کیا اور پہلے
مہمانداری کی اور پہلے ناخن کترے اور پہلے مونچھین کترین اور یہی پہلے بوڑھے ہوئے ہین پھر جب بڑھاپا دیکھا تو عرض کیا کہ یہ کیا ہے حکم ہوا کہ
وقار ہے عرض کیا کہ ای رب میرا وقار بڑھا دیجیے (الموطا وغیرہ) شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ کلمات کی جو تفاسیر مذکور ہوئین شاید یہ سب ہون یا بعض ہون
مگر کسی پر خاص جزم نہین ہوسکتا ہے - ابن کثیرؒ نے کہا کہ اقوی یہ ہے کہ جمیع امور مذکورہ کو شامل ہے اور آیت مین دلیل ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی
ذریت مین ظالم کفار بھی ہونگے پس وہ لوگ اس قابل نہین ہین کہ پیشوا بنائے جاوین وبحکم قولہ تعالے - وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیۃ
صاف معلوم ہوا کہ بعد ابراہیم علیہ السلام کے جو پیغمبری وکتاب آئی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد مین ہوئی (فائدہ) حدیث
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین مرفوع روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسّی برس کی عمر مین قدوم مین ختنہ کیا (الصحیحین) اور شاید قدوم
یہی آلہ معروف ہو جسکے ذریعہ سے ختنہ کیا - م - رزینؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو سو برس کی عمر پائی
قریش مین دستور تھا کہ قریب بلوغ ختنہ کرتے تھے اور عورتون کے ختنہ کی روایت مرفوع جو سنن ابوداؤد و رزین مین ہے اسکو ابوداود نے
ضعیف کہا نیا دی مین ہے کہ عورتون کا ختنہ مکرمت ہے - آیات سے جو شرائع نکالے گئے انکو بعض علما نے تفصیل وار بیان کردیا کہ سورۂ برأۃ مین توبہ و
عبادت وحمد وسیاحت ورکوع وسجود وامر معروف ونہی منکر وحفاظت حدود واٰلٰہی ایمان ہے سورۂ احزاب مین اسلام وایمان وقنوت وصدق وصبر وخشوع
وتصدیق وروزہ وحفاظت شرمگاہ وذکر الٰہی ہین - اور سورۂ مومنون مین ایمان وخشوع نماز وپرہیز لغو وزکوۃ وحفاظت شرمگاہ وعہد وامانت
ومحافظت نماز ہے - ابراہیم لفظ عجمی ہے اور بقول صحیح وہ آزر کے بیٹے ہین اور انکی پیدایش صوبہ اہواز کے مقام سوس مین واقع ہوئی اور بعض نے حرانی کہا
لیکن انکے باپ انکو نمرود بن کنعان کی دار السلطنت بابل مین لے گئے - امام اُس شخص کو کہتے ہین جسکی اقتدا کیجاوے - سفیان نے کہا کہ آیت
مین دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبل نبوت کے بھی گناہون سے محفوظ ہوتے ہین ف ۳ اشارات عرائس مین ہے کہ خاصان حق مانند ابراہیم علیہ السلام
کے ازل ہی مین خطاب خاص سے سرفراز ہوتے ہین اور دنیا مین بھی انکا مرجع وہی ہوتا ہے اگرچہ امتحان مین ڈالے جاوین اور منجملہ امتحانات
ابراہیم علیہ السلام کے ایک مقام التباس تھا کما قال تعالیٰ - کذلک نری ابراہیم ملکوت السمٰوٰت والارض - پھر اسکا انجام تمکین تھا بدلیل
قولہ تعالیٰ - ولیکون من الموقنین - اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا - انی وجہت وجہی للذی فطر السمٰوٰت والارض الآیہ - بعض مشائخ نے کہا کہ امامت
کے واسطے یقین کامل ہونا پہلا درجہ ایمان ہے پھر اسکے بعد ولایت مین ترقی ہوتی ہے لہذا کہا گیا ہے ولایت اور صلاحیت تو دور پہلے تو مومن تو
ہوا ہے بے شعور + شیخ ابوعثمان نے کہا کہ امام وہ ہے جو ظاہر مین پہنسا رہے اور جو نسبت اُسکو بارگاہ عزوجل مین حاصل ہے اُسمین کچھ خلل نہو
جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک سے ظاہر ہے اور قولہ تعالی - لاینال عہدی الظالمین صریح نص سے بتلا دیا کہ جو موہبت عظمی کہ حق تعالیٰ
کی طرف سے انبیا و اولیا کو حاصل ہوتی ہے وہان سبب ونسب کی جڑ کٹی ہے ورنہ ابراہیم علیہ السلام کی کل ذریات کو قبولیت حاصل ہوتی کیونکہ یہ
قبولیت جن بندونکو عطا ہوئی وہ ازل ہی مین عطا ہوئی جبکہ انکی طاعت بلکہ وجود ہی نہ تھا تو سبب یا نسب کیونکر ہوسکتا تھا جعفر صادقؒ کی روایت ہے
کہ جو شخص محبت ومشاہدۂ الٰہی سے ہٹکر کسی جانب راحت وسکون پاوے وہ ظالم ہے پس بعض نے فرمایا کہ منجملہ کلمات کے یہ بھی ہین جو آیندہ آیات مین مذکور ہین کما قال تعالیٰ

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى

اور جب ٹھہرایا ہمنے یہ گھر کعبہ اجتماع کی جگہ لوگون کی اور پناہ اور کر رکھو جہان کھڑا ہوا ابراہیم نماز کی جگہہ

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ تعالیٰ - وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ - اور جب ہمنے بیت
لوگون کے واسطے مثابہ کردیا ف یعنے یہ نصیحت کرکہ تم یاد کرو وہ وقت جب ہمنے خانۂ کعبہ کو لوگون کے لیے مرجع بنادیا کہ خانہ کعبہ
سے مومنون کی آرزو کبھی سیر نہین ہوتی لوٹ جاتے ہین پھر شوق سے اُسکی جانب رجوع کرتے ہین اسکے مانند علی بن ابی طلحہ نے روایت کی ہے
(ابن جریر) ابن ابی حاتم نے بذریعہ مجاہدؒ کے اسیکے مانند ابن عباسؓ سے روایت کیا اور کہا کہ یہی ابوالعالیہ وعطا وحسن وغیرہ سے مروی ہے
اور عکرمہ وقتادہ وغیرہ نے فرمایا کہ بیت اللہ لوگون کے واسطے مثابہ یعنی جمع ہونے کی جگہ ہے اور وہ مقام امن ہے حتی کہ زمانۂ جاہلیت مین مکہ کے
گرد جو شہر ومقامات تھے وہان کے لوگ آپسمین کشت وخون کرتے لیکن اہل مکہ سے کوئی تعرض نہین کرتا تھا اور کبھی پردیسی آدمی کہ جسکے باپ کو
مارکر ہم مکہ مین چلا آتا تھا پھر مقتول کا بیٹا اپنے باپ کے قاتل کو یہان پاتا لیکن کچھ بھی جنبش نہین دیتا تھا اور اسیکے مانند ایک جماعت تابعین سے روایت ہے
ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کا شرف بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسمین یہ قدرتی آیات وشرعی بات رکھی
ہین از انجملہ یہ کہ وہ لوگون کے واسطے مرجع اشتیاق ہے حتی کہ مومنون کی روحین اُسکی جانب محبت سے جھکتی ہین اور اگر ہر سال اُسکا طواف کرین تو بھی
اُنکا دل سیر نہین ہوتا ہے چنانچہ دعاء خلیل اللہ علیہ السلام مین آیا کہ - فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ - ابن عباسؓ نے کہا کہ من الناس صرف
بعض یعنے مومنین رکھا اور کل نہین رکھے - اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا - فیہ آیات بینات مقام ابراہیم ومن دخلہ کان آمنا - یعنے بیت اللہ مین آیات بینات
ہین یا مقام ابراہیم ہے اور جو کوئی اسمین آگیا وہ مامون ہوگیا - ھ - اس مقام کی آیت مین بھی حکم دیا - وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى - اور
مقام ابراہیم کو مصلی بناؤ ف مقام ابراہیم کی دو تفسیرین روایت کی گئی ہین چنانچہ مجاہد نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ مقام ابراہیم تمام حرم ہے
(ابن ابی حاتم) دوم مقام ابراہیم ایک پتھر ہی جسپر اُنکے قدم کا نشان ہے چنانچہ عطاء نے کہا کہ مین نے ابن عباسؓ سے سنا کہ آیت مین جو مقام ابراہیم مذکور ہے
وہ تو یہی مقام ابراہیم ہے جو مسجد الحرام مین ہے اور اس سے زیادہ تمام حج بھی مقام ابراہیم شمار ہوتا ہے پھر عطاء نے اسکی تفصیل بیان کی کہ عرفات مین وقوف کرنا
اور وہان نماز ظہر وعصر کو جمع کرنا اور مشعر الحرام ومنی ورمی جمار وصفا ومروہ کے درمیان سعی ہے (ابن ابی حاتم) سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ مقام ابراہیم
ایک پتھر ہے جو اللہ تعالیٰ نے رحمت قرار دیا یعنی ابراہیم علیہ السلام اُسپر کھڑے ہوتے اور اسمٰعیل علیہ السلام اُنکو پتھر پہونچاتے تھے - سدی نے
کہا کہ یہ نہین بلکہ اس پتھر پر بٹھلا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُنکی بہو یعنے زوجہ اسمٰعیل علیہ السلام نے نہلایا - شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قرطبی نے
اسکو ضعیف کہا کیونکہ سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہوتا تو اُنکے پاؤن مختلف واقع ہوتے لیکن دیگر علما نے اسی قول کو ترجیح دی ہے - ابن ابی حاتم نے
جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین طواف سے فراغت فرمائی تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ یہی تو ہمارے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے آپ نے فرمایا کہ ہان تو عرض کیا کہ پھر ہم اسکو مصلیٰ بنا وین پس اللہ عزوجل نے نازل
فرمایا - واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی - (رواہ ابن مردویہ وغیرہ) یہ مضمون تو صحیحین کی احادیث مین ثابت ہے چنانچہ خود عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین اپنے رب عزوجل سے تین باتون مین موافق پڑا ایک تو مین نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہی ہو کہ مقام ابراہیم کو مصلی
بناوین پس نازل ہوا قولہ تعالیٰ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی - الحدیث (البخاری ومسلم وغیرہ) شیخ ابن کثیرؒ نے بعد ذکر روایات کے کہا کہ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ مقام ابراہیم سے یہی مراد ہے جو مسجد الحرام مین ہے اور یہ پتھر تھے کہ جب ابراہیم علیہ السلام دیوار کعبہ کو اونچی کرتے تو اسی پتھر پر کھڑے ہوتے اور
اسمٰعیل علیہ السلام نیچے سے پتھر پہونچاتے تھے اور اس پتھر مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم بہت ظاہر تھے لیکن لوگون کے چھونے سے
اسکے نشان کچھ مٹ گئے ہین باوجود اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک بہت واضح نشان موجود تھا چنانچہ حدیث انس رضی اللہ عنہ مین صریح موجود ہے

(ابن وہب) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مقام ابراہیم پہلے دیوار کعبہ سے ملحق تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں جبکہ جمیع صحابہ متوافر موجود تھے اسکو ہٹا کر اس مقام پر کیا جہاں اب موجود ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود خلفاء راشدین میں سے ہیں بلکہ دو خلیفہ سابقین میں سے جنکے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میرے بعد تم لوگ ان دونوں کی اقتدا کیجیو جو میرے بعد ابوبکر و عمر ہیں۔ ھو۔ اور حضرت عمرؓ ہی کے موافق اس مقام پر نماز کے واسطے قرآن مجید نازل ہوا اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے دیوار سے ہٹانے میں انکار نہیں کیا عطاء و مجاہد وغیرہ نے کہا کہ اول اسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی دیوار سے ہٹا کر یہاں رکھا جہاں بالفعل موجود ہے (عبد الرزاق) (مسئلہ) خلف المقام بعد طواف کے دو رکعت پڑھنا ائمہ حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک واجب ہیں اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک مستحب ہیں۔ ف بعض اشارات ہوا کیں میں ہے کہ بیت اللہ امیدواروں کا مرجع اور خائفوں کا امن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اس میں آیات ہیں جس سے خائف کو سکون ہوتا ہے اور ظالم کو جرأت نہیں ہوتی اور امیدواروں کو حسن تجلی سے سکون ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ مقام طہارت ہونے سے سکون و جمعیت طاری ہوتی ہے اسیواسطے حکم فرمایا

وَعَهِدْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَٰعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِينَ وَٱلْعَٰكِفِينَ

اور کہہ دیا ہمنے ابراہیم اور اسمٰعیل کو کہ پاک رکھو گھر میرا واسطے طواف والوں کے اور اعتکاف والوں کے

وَٱلرُّكَّعِ ٱلسُّجُودِ ۝ وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ رَبِّ ٱجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا ءَامِنًا وَٱرْزُقْ أَهْلَهُۥ

اور رکوع اور سجدہ والوں کے اور جب کہا ابراہیم نے اے رب کر اسکو شہر امن کا اور روزی دے اسکے لوگوں کو

مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ مَنْ ءَامَنَ مِنْهُم بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۖ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُۥ

میوے جو کوئی اُن میں یقین لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر فرمایا اور جو کوئی منکر ہے اسکو بھی فائدہ دونگا

قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُۥٓ إِلَىٰ عَذَابِ ٱلنَّارِ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ۝ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَٰهِـۧمُ

تھوڑے دنوں پھر میں اسکو قید کر بلاؤنگا دوزخ کے عذاب میں اور بری جگہ پہونچا اور جب اٹھانے لگا ابراہیم

ٱلْقَوَاعِدَ مِنَ ٱلْبَيْتِ وَإِسْمَٰعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ۝

بنیادیں اس گھر کی اور اسمٰعیل اے رب قبول کر ہم سے تو ہی ہے سنتا جانتا

رَبَّنَا وَٱجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا

اے رب اور کر ہمکو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی ایک امت حکم بردار اپنی اور جتا ہمکو

مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ۝

دستور حج کرنے کے اور ہمکو معاف کر تو ہی ہے اصل معاف کرنے والا مہربان

اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی پاکی میں نشان قدرت و نشان شریعت کو جمع فرمایا کیونکہ جاہلوں اور دہاں بت و نجاست نہیں کرتے اور اونمیں بھی کوئی ایسا نہیں گذرا اور باوجود اسکے حکم فرمایا بقولہ تعالیٰ وَعَهِدْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَٰعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِينَ وَٱلْعَٰكِفِينَ وَٱلرُّكَّعِ ٱلسُّجُودِ۔ اور ہمنے ابراہیم و اسمٰعیل کو حکم فرمایا کہ میرے بیت الحرام کو طواف کرنے والوں کے لیے اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو

یعنی نجاست و گندگی میں سے کچھ بھی اسکو نہ پہونچے یہ تفسیر حسن بصری کی ہے۔ ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاؒ سے پوچھا کہ یہاں عہد کے
کیا معنے ہیں فرمایا کہ حکم دیا اور یہی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ محاورہ عرب کا مقتضی ہے کہ یہاں اس سے وحی مراد ہو یعنی
ہمنے ابراہیم و اسمٰعیل کو وحی فرمائی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ پاک رکھو یعنی بتوں سے پاک رکھو۔ مجاہد و سعید بن جبیر نے کہا کہ بتوں و فحش کلام و کلمہ
کفر و بہتان اور ہر قسم کی گندگی سے پاک رکھو۔ عبید بن عمیر و ابو العالیہ و سعید بن جبیر و مجاہد و عطاء و قتادہ نے کہا کہ توحید کے ساتھ اسکو شرک سے
پاک رکھو (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر پر وحی کا حاصل یہ ہوگا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے وقت سے حکم الٰہی یہی چلا آتا ہے کہ بیت اللہ کو
شرک و نجاسات سے پاک رکھا جاوے پھر جس شخص نے اس میں بت لایا اور شرک پھیلایا اسنے حکم الٰہی سے مخالفت کی اور سنت ابراہیم علیہ السلام سے پھر گیا
اسی واسطے حدیث میں ہے کہ میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں اوجھ کے ساتھ گھسیٹتا پھرتا ہے جیسے چکی کو گدھا کھینچتا ہے اور اسی نے
پہلے سانڈھ چھوڑنے کی رسم نکالی اور اسی طرح جو شخص بت لایا اسکو بھی آپ نے جہنم میں دیکھا۔ وہ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ طواف کرنے والے
تو معروف ہیں لیکن سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ طائفین وہ لوگ ہیں جو پردیس سے زیارت بیت اللہ کے لیے آویں اور عاکفین وہ لوگ جو مکہ میں
رہتے ہیں۔ اور عطاء نے کہا کہ جو شخص پردیس سے آکر مکہ میں ٹھہرا اور رہا وہ عاکفین میں ہے مترجم کہتا ہے کہ پھر جو شخص یہیں رہتا ہو اسکا نام مجاور ہے
اور وکیع نے اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جو شخص مسجد الحرام میں بیٹھے وہ عاکفین میں ہے یعنی معتکف ہوا اور ثابت البنانی رحمہ اللہ نے
عبداللہ بن عبید بن عمیر سے کہا کہ میں امیر مکہ سے کہنے والا ہوں کہ جو لوگ مسجد الحرام میں سوتے ہیں انکو روکا جاوے کیونکہ وہ احتلام سے جنب
ہو جاتے ہیں اور ریاح وغیرہ سے حدث ہو جاتا ہے تو عبداللہ بن عبید نے کہا کہ ایسا مت کر اسواسطے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے انکا حال
پوچھا گیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ عاکفین ہیں (ابن ابی حاتم و عبد بن حمید باسناد صحیح) شیخ نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہوا
کہ جس زمانہ میں ابن عمرؓ نابالغ کوارے تھے تو مسجد نبوی میں سویا کرتے تھے (کذا فی الصحیح) ابن عباسؓ نے کہا کہ جو شخص مسجد الحرام میں نماز پڑھے وہ رکع السجود
میں ہے لیکن اسکی اسناد ضعیف ہے۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بتوں و انکی عبادت و شرک سے پاک رکھنے کا حکم دیا اور اسکا حاصل یہ ہے کہ بنا کعبہ
خالص توحید الٰہی عزوجل کے واسطے ہو (مسئلہ) طواف افضل ہے یا وہاں نماز پڑھنا جمہور علما نے کہا کہ نماز مطلقاً افضل ہے۔ اور امام مالکؒ نے کہا کہ
جو لوگ پردیس سے آویں انکے لیے طواف افضل ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ آیت میں مشرکین عرب و یہود و نصاریٰ کی تردید ہے کیونکہ مشرکین تو اسمیں بت پرستی
کی نجاست پھیلاتے تھے اور یہ ابراہیم علیہ السلام سے مخالفت تھی اور یہود و نصاریٰ بھی اسکا حج نہیں کیا کرتے حالانکہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی فضیلت جانتے ہیں
مگر ہٹ دھرمی سے انکی اقتدا نہیں کی حالانکہ حضرت موسیٰ وغیرہ انبیاء نے خانہ کعبہ کا حج کیا ہے شیخ نے لکھا کہ مسجدوں کے پاک رکھنے کا حکم اسی آیت سے لیا گیا ہے اور
ساتھ ہی احادیث کثیرہ بھی وارد ہیں شیخ ابن کثیرؒ نے صحیحین وغیرہ سے وہ احادیث نقل کی ہیں جن سے ثابت ہوا کہ مکہ حرم محترم ہے اور اسکا
درخت کاٹنا جائز نہیں اور وہاں کے وحشی جانور شکار کو بھگانا جائز نہیں اور وہاں گرا ہوا لقطہ کو حلال نہیں ہے کہ اٹھاوے سوا اسکے
ایسے شخص کے جو اس غرض سے اٹھاوے کہ شناخت کرا کے مالک کو پہونچاوے تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں و زمین کے پیدا کرنے کے وقت
سے مکہ کو حرم محترم قرار دیا اور اسکے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسکو بلد الحرام کیا یعنی حکم الٰہی پہونچا دیا پس اسمیں قتال وغیرہ جائز نہیں
ہے اور فتح مکہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ میرے واسطے صرف ایک ساعت کے لیے اجازت دی گئی تھی پھر وہ بدستور
حرام ہو گیا اور آپ نے تنبیہ فرمائی کہ آئندہ اگر کوئی شخص یہاں اس دلیل سے قتال کرنا چاہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں
قتال کیا ہے تو تم لوگ اسکو کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی تھی اور تمکو کوئی اجازت نہیں ہے چنانچہ احادیث

لہ تحقیق [illegible] ۱۲

صحیحین میں مصرح ہے اور حدیث جابرؓ میں ہے کہ مکہ میں کسیکو ہتھیار اٹھانا حلال نہیں ہے (صحیح مسلم) لہذا فرمایا وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ
رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا - اور ذکر کر جب ابراہیم نے کہا کہ اے رب اسکو امن کا شہر کر دے - ف جو کوئی اسمیں داخل
ہو امن میں ہو جاوے - وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ - اور اسکے لوگون کو پھلون سے رزق دے - ف لیکن چونکہ اسکے
لوگون میں بعضے کافر بھی ہونگے اور ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالے نے متنبہ فرمایا تھا کہ ظالمون کافرون کو میرا عہد نہیں پہونچیگا تو ابراہیم علیہ السلام
نے کمال ادب کے ساتھ رزق کی دعا میں بھی کافرون کو نکال ڈالا اور کہا - مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ - ان میں سے جو
شخص کہ اللہ تعالی اور روز قیامت پر ایمان لایا - ف یعنی مکہ کے لوگون میں سے انکو ثمرات کا رزق عطا فرما جو اللہ تعالی اور روز قیامت پر
ایمان لاوین لیکن اللہ تعالے نے رزق میں کافرون کو شامل رکھا قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى
عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ - اللہ تعالے نے فرمایا اور جسنے کفر کیا تو اسکو تھوڑے دنون تک متاع عطا کرونگا پھر اسکو
مجبور کر کے عذاب دوزخ میں لاؤنگا - اور وہ برا مرجع ہے - ف یعنی جب ابراہیم علیہ السلام نے حسن ادب سے دعاء رزق میں کافرون کو
نکالا یعنی کافرون کے واسطے رزق کی دعا نہیں فرمائی بلکہ یہی کہا کہ مومنون کو عطا کر تو گویا مومنون کے حق میں قبول فرما کر یون کہا کہ
ہان مومنون کو عطا کرونگا اور کافرون کو بھی چند روز تک انکی زندگی بھر رزق دونگا پھر ان سرکشون کو مجبور کر کے دوزخ میں ڈالدیا جائیگا
یہ بات ظاہر ہے کہ ہر شخص موت سے لاچار ہو کر آخرت میں جاتا ہے اگرچہ زندگی میں سرکشی و تکبر کرے جیسے فرمایا کہ وہ برا ٹھکانا ہے یعنی کفار اپنی
شامت سے دنیا فانی کو چھوڑ کر جہان لوٹ جائینگے وہ ٹھکانا بہت برا ہے - ابن عباسؓ نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے رزق کو صرف مومنون ہی کے
واسطے مخصوص فرمایا تھا لیکن اللہ عزوجل نے نازل فرمایا کہ میں کافرون کو بھی تھوڑا رزق دونگا کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں مخلوق کو پیدا
کر کے اسکو بے رزق چھوڑ دون لیکن یہ مدت قلیل ہوگی تو پھر اسکی سرکشی کے موافق اسکو عذاب النار کی جانب مجبور کرونگا پھر ابن عباسؓ نے
یہ آیت پڑھی - كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۗءِ وَهٰٓؤُلَاۗءِ مِنْ عَطَاۗءِ رَبِّكَ - ہر ایک کو ہم مدد دیتے ہیں ان کو اور ان کو عطاء رب سے یعنی فریق مومنین و فریق کافرین ہر ایک کو عطاء الٰہی پہونچتا
رہیگا اور تیرے پروردگار کا عطیہ ممنوع نہیں ہے - الخ - اسی واسطے حدیث میں آیا کہ کوئی شخص ایذا پر اللہ تعالے سے زیادہ صابر نہیں ہے
کہ یہ لوگ اسکے لیے فرزند بتلاتے ہیں حالانکہ وہ انکو رزق و عافیت دیتا ہے (الصحیحین) اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالے ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب
اسکو گرفتار فرماتا ہے تو وہ چھوٹ نہیں سکتا ہے اور یہ آیت پڑھی - وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ - تیرے پروردگار
کی گرفت یون ہی ہے جب وہ ظالم قریات کو بسبب انکے ظلم کے گرفتار فرماتا ہے بیشک اسکا گرفتار کرنا سخت دردناک ہے - الخ (الصحیح) اور نیز حدیث میں
ہے کہ مومن کو اسکے جان و مال میں آفات پہونچتی رہتی ہیں جو اسکے گناہون کا کفارہ ہو جاتی ہیں حتی کہ وہ دنیا سے پاک نکلتا ہے اور کافر
مانند درخت صنوبر کے جیسا کھڑا رہتا ہے تو یکبارگی جڑ سے جاتا ہے (کما فی الصحیح) وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ
اور ذکر کر جب ابراہیم اس بیت کی نیو یا دیوارین اٹھاتا تھا اور اسمعیل - ف کیونکہ اسمعیل علیہ السلام بھی شریک تھے اور
جیسے نیک بندون کا قاعدہ ہوتا ہے کہ اپنے اعمال مردود ہو جانے سے ڈرتے رہتے ہیں یہ دونون بزرگ بھی بنا اور دعا کرتے جاتے کہ رَبَّنَا
تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ - اے رب ہمسے قبول فرما تو ہی ہے سننے والا جاننے والا - ف کہ بندون کی حاجتیں اور انکے اخلاص
بندگی کو جانتا ہے وہیب ابن الورد جب اس آیت کو پڑھتے تو روتے اور کہتے کہ خلیل اللہ عمارت بیت اللہ کرتے تھے پھر بھی خوف تھا کہ شاید قبول نہو
(ابن ابی حاتم) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے مومنین صادقین کا یہی حال بیان فرمایا ہے - وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ

الآیۃ- یعنے راہ الٰہی مین صدقات دیتے حالانکہ اُنکے دل تھرتھراتے کہ ایسا نہو جو قبول نہو اور یہی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مین بروایت صحیح وارد ہی- بعض مفسرین نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بنیاد اُٹھاتے تھے اور اسمٰعیل علیہ السلام یہ دعا کرتے جاتے تھے لیکن صحیح یہ ہی کہ دونون بنیاد اُٹھاتے اور دونون دعا کرتے تھے اور تتمہ دعا یہ ہے رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ - ہمارے رب اور ہم دونون کو اپنی خدمت کے واسطے مطیع کرے اور ہم دونون کی ذریات مین سے بھی ایک امت کو اپنے واسطے مطیع کرے اور ہمکو ہمارے مناسک دکھلا اور ہم پر مغفرت سے رجوع فرما بیشک تو رجوع فرمانے والا رحیم ہے ف یہ اگرچہ دعاے اول کا تتمہ ہی لیکن درمیان مین ربنا بہ سبب (اے رب) بڑھانے مین اپنے رب عز وجل کے ترحم کی زیادتی ہے اسیواسطے دعا مین مستحب ہے کہ جتنی باتین ہون ہر ایک اور یہ آخر تک ان سب کے بیچ مین رب عز وجل کی حمد وثنا و اپنی بندگی کا اشارہ لاوے مثلاً اے رب میرے مین بہت گنہگار ہون اپنے گناہون کا معترف ہون مجھے اپنے فضل ورحمت سے بخش دے اور اے رب میرے مین ضعیف عاجز ہون اپنی طاقت وقوت کے گمان سے بیزار ہون تیری ہی حول وقوت پر بھروسا کرتا ہون تو ہی مجھے اپنی توفیق سے اپنی خدمت مین قبول کرلے اور اے رب میرے مین اپنی ذات سے اس لائق نہین ہون مگر تو اپنے فضل ورحمت سے مجھے اپنے نیک بندون کے ساتھ ملادے اور یہ طریقہ سورۂ بقرہ وسورۂ آل عمران کے آخری رکوع مین انشاء اللہ تعالیٰ سے خوب معلوم ہوجائیگا اور یہان مسلمین سے مطیعین مراد ہے کیونکہ اُن دونون کو ایمان بنبوت حاصل تھا تو رفع درجات کے واسطے خدمات وطاعات کی دعا فرمائی اور یہ دلیل ہے کہ خالق افعال حق عز وجل ہے جیسے ایمان کو بندے کے دل مین پیدا کرنے والا بھی وہی حق سبحانہ تعالیٰ ہے اور یہان اس نکتہ لطیفہ پر غور کرنا چاہئے کہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام مین سے ایک امت ہونے کے لیے اہتمام عجیب فرمایا کہ اُنکے واسطے اول خانہ کعبہ بنوایا اُسکے بعد دونون پیغمبرون سے یہ دعا کرائی اور چونکہ خانہ کعبہ کو تمام مساجد پر شرافت حاصل ہے تو جس امت مسلمہ کے واسطے اس بیت معظم کو قبلہ بنایا اُسکی شرافت خود دیکھ لینا چاہیے اور یہ قیاس نہین ہے بلکہ حدیثون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر تا ظہور مبارک اپنے حق مین فرمایا ہے کہ ہمیشہ اللہ عز وجل نے مجھکو دو فرقون مین سے بہتر فرقہ مین رکھا یعنے آپکا نطفہ مبارک ہر زمانہ مین اسی قوم مین منتقل ہوتا آیا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر تھا یہانتک کہ اسمٰعیل واسحٰق علیہما السلام مین سے حضرت اسمٰعیل افضل ہین چنانچہ قوله تعالیٰ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ الآیۃ- کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا لیکن یہ مسئلہ اسواسطے احتیاطاً مختصر ذکر کیا جاتا ہے کہ عوام لوگ دو پیغمبرون کی نسبت کو تمام تر نظر سے دیکھتے ہین حالانکہ کسی پیغمبر کی شان مین ذرا سی بھی نقص کی نگاہ کرنا کفر ہے لہذا اُنپر فرض ہے کہ جب اس طرح دو پیغمبرون مین ذکر آوے تو پہلے مفضول کو کمال تعظیم نبوت کی نظر سے دیکھین گویا آفتاب کامل ہے پھر جب اُنسے افضل پیغمبر بتلایا جائے تو قدرت الٰہی کی راہ سے خوشی وتعجب کیساتھ سبحان اللہ کہین اور عظمت حق عز وجل کی تحت مین نیست ہوجاوین کہ حضرت خالق عز وجل کی شان کبریائی وہ ہے کہ جسنے اپنے بندون مین ایسے ایسے بزرگ پیدا فرمائے جنکی شان ہمارے قیاس سے باہر ہے بالجملہ یہ امت مسلمہ ایک مدت تک اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے چلی آئی پھر وہ لوگ مشرک ہوگئے پھر اللہ عز وجل نے حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرماکر اس دعاء ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کو کامل فرمایا کیونکہ اگلی آیت مین اس دعا کا تتمہ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتک الآیۃ- مخصوص بشان پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی چنانچہ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ خانہ کعبہ بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بالحرام لکھا ہوا مقدر رہا جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک [illegible] خاتم النبیین [illegible] باوجودیکہ آدم علیہ السلام کا قالب خاکی بھی [illegible]

مصرح ومشہور ہے اور دعاے ابراہیم یعنے ۔ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم الآیہ ۔ مین محقق مذکور ہے لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے آپکی ابتداے شان کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مین اپنے پدر اعلیٰ حضرت ابراہیم کی دعا ہون اور اپنے برادر عیسیٰ بن مریم کا
بشری ہون اور جب مین پیدا ہوا میری والدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شام کے مکانات روشن ہوگئے (ابن کثیر) مترجم کہتا ہے کہ بچپن مین جب
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت مین تھے اور آپ جنگل کی جانب مع فرزند حلیمہ یعنے رضاعی بھائی کے تشریف لے گئے
اور آپ نے برادر رضاعی کو کسی مقصد سے گھر بھیجا تو آپ نے دیکھا کہ دو پرند سفید اڑتے آتے ہین پس ایک نے کہا کہ یہ وہی ہین دوسرے نے کہا کہ
ہان پس دونون اتر پڑے حالانکہ وہ دونون فرشتے تھے اور انھون نے آپکا سینہ شق کرکے اسمین سے حظ شیطان نکال ڈالا اور نور سے معمور کردیا
اور جب برادر رضاعی آیا تو آپ کو سب طرح تندرست پایا لیکن شق الصدر کا نشان ظاہر تھا اور آپکا چہرہ کسیقدر متغیر تھا پس اس مرد سعید نے
اپنی والدہ حلیمہ سے ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حال بیان کردیا حضرت حلیمہ یہ متردد ہوکر آپ کو ہمراہ لیکر مکہ معظمہ مین لائین
اور آپکی والدہ ماجدہ کے سپرد کردیا اور یہی عذر بیان کیا تو آپ کی والدہ ماجدہ کو اس بات سے کچھ بھی تعجب نہوا بلکہ فرمایا کہ ان مین تو اسکی پیدایش
کے وقت عجب نور دیکھا کہ مجھے ملک شام کے قصور نظر آتے تھے (رواہ الدارمی) رہا یہ امر کہ شام کے قصور خاصۃ ظاہر ہوئے مین کیا حکمت تھی تو
عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ یہ نکتہ بیان ہوگا اور چونکہ شیخ امام ابن کثیرؒ نے اس مقام پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا بیان رہنا بروایت بخاری کے
بیان کیا اور بیشک اسکا ذکر موزون ہے لہذا مترجم چاہتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی مختصر حال ابتدا سے بیان کرکے اس روایت صحیح سے
مربوط کرے چونکہ مقدمہ مین اور نیز ان آیات کی تفسیر مین فی الجملہ ذکر ہوچکا ہے تو انکے اعادہ سے تطویل وبنا بیفائدہ ہوگا پس مختصر بیان یہ ہے کہ
بعض مورخین نے لکھا کہ قدیم زمانہ مین بابل تا بغداد بہت زرخیز ملک شاہ نمرود بت پرست کی سلطنت مین تھا جو حماقت سے خدائی کا
دعوے کرتا تھا اسکو نجومیون نے آگاہ کیا کہ امسال تیری سلطنت مین ایک لڑکا پیدا ہوگا جس سے تیرا زوال ہوگا لہذا نمرود نے ہر مولود کو قتل
کرنا شروع کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے یہ دیکھکر پہاڑ کے غار مین وضع حمل کے بعد چھوڑ دیا کہ انکی آنکھون کے سامنے قتل ہونے سے
بہتر ہے کئی دن کے بعد بیتاب ہوکر وہان روتے گئین تو دیکھا کہ بچہ زندہ پڑا ہوا انگلیان چوستا ہے اللہ تعالیٰ نے انکو اسی طرح رزق دیا اور
دنون ایسا بڑھتے تھے جیسا کوئی بچہ سالون بڑھتا ہے حتی کہ ایک برس کے بعد باہر آکر عجائب قدرت الٰہی مین فکر کرنے لگے پہلے تارا پھر چاند پھر سورج کو
خدا مانا لیکن ہر ایک اپنی حالت سے متغیر ہوکر ڈوب گیا تو پہچانا کہ یہ سب مخلوقات ہین اور میرا رب وہی جوان سب کا خالق ہے
بعض نے کہا کہ نہین بلکہ انکی والدہ انکو غار کے اندھیرے سے نکال کر گھر لائین چونکہ پندرہ برس کے جوان معلوم ہوتے تھے تو کسی نے انکو
سال گذشتہ کی پیدایش نجانا آخر جب چالیس برس مین نبوت ہوئی تو اپنی قوم دیکھا کہ ستارے پوجتے ہین تو انکی فہمایش کے واسطے ایک
ستارہ کو چمکتا ہوا دیکھکر فرمایا کہ یہی رب ہے جب وہ صبح کو نابود ہوا تو چاند کو رب بنایا وہ بھی غروب ہوا تو کہا کہ سورج سب سے بڑا ہے پھر جب
وہ بھی ڈوبا تو حجت قائم کی کہ ایسی متغیر وڈوبنے والی چیزین کیونکر رب ہوسکتی ہین بلکہ رب وہی ہے جسنے سب کو پیدا کیا ۔ مترجم کہتا ہے کہ انکی
قوم کے شہر انہین ستارہ پرست تھے چنانچہ صابئین کے بیان مین ذکر ہوچکا ہے اسیطرح یہ لوگ انھین ستارون کے موافق بت بناکر ارباب النوع ومعبود
سمجھتے تھے اور سال مین ایک روز عید کے لیے جنگل مین جمع ہوتے اس دن فہمایش کا موقع پاکر لوگون سے کہا کہ مین بیمار رہون جب
لوگ باہر گئے تو انکے بت خانہ مین گھسکر بڑے سب چھوٹے بتون کے ہاتھ پانون توڑ ڈالے اور بڑے بت کی شکل بگاڑی اور تبر اسکے
کندھے پر رکھدیا جب یہ لوگ آئے اور یہ حال دیکھا تو غوغا ہوا کہ یہ کسنے کیا آخر چرچا ہوا کہ وہ جوان جسکا نام ابراہیم ہے وہی انکے عیوب بیان کیا کرتا تھا

آخر انکو پکڑ کر لے گئے تو آپ نے فرمایا بلکہ انھیں میں سے جو بڑا بت ہے اس نے کیا ہے پس تم انسے پوچھو اگر بول سکتے ہوں (مطلب یہ تھا کہ اسی بت کی شامت نے ایسا کرایا اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ خود بت کیونکر کرتا اسی واسطے فرمایا کہ انسے پوچھو اگر بولتے ہیں) کہنے لگے کہ یہ تو خوب معلوم ہے کہ یہ بول نہیں سکتے ہیں فرمایا کہ پھر تم ایسی چیزوں کو اپنا خدا بناتے ہو کہ جنکو بولنے کی بھی طاقت نہیں اور جو اپنی ذات سے بلا دفع دور نہ کر سکا وہ تم کو کیا نفع و ضرر پہونچا دیگا پس کچھ شرمائے اور راہ ضلالت سے اور توحید کی جانب جھکے لیکن ازلی کافروں کے قلوب پر مہر ہوتی اور راہ بند ہوتی ہے پس فوراً پلٹا کھایا۔ ونکسوا علی رؤسہم یعنی سر کے بل اوندھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ تم ہمکو ہمارے باپ دادوں کے دین سے پھیرنا چاہتے ہو حضرت نے فرمایا۔ انتم وآباؤکم فی ضلال مبین۔ یعنی تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں پڑے ہو نمرود بولا کہ آپکا معبود میں ہوں اور یہ تو میرے تابعین ہیں اور میں کیا نہیں کر سکتا ہوں جو تمہارا خدا کر سکتا ہے حضرت نے فرمایا کہ میرا پروردگار تو زندہ کرتا اور مارتا ہے نمرود احمق نے دو قیدیوں کو بلایا جنمیں ایک بری تھا اور دوسرا پھانسی کے قابل تھا پس بےخطا کو پھانسی دیدی اور جو پھانسی کے قابل تھا اسکو چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ دیکھو میں بھی زندگی و موت دے سکتا ہوں حضرت نے اسکو سخت احمق دیکھکر فرمایا کہ میرا رب تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے پس تو اسکو مغرب کی طرف سے تو نکال پس یہ کافر مبہوت ہو کر رہ گیا اور ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو دعوت توحید شروع کی مگر انھوں نے ایمان سے [illegible] نمرود نے بتوں کا قصاص چاہا اور متفق ہوئے کہ اپنے بتوں کی مدد کرو اور ابراہیم کو آگ میں جلا دو کہ یہ اپنے خدا کی بہشت میں پہونچے پس زیر کوہ بہت سا لکڑیوں کا انبار جمع کرکے آگ لگائی کہ جب اسکا شعلہ پہاڑ تک بلند ہوا حتی کہ پرند اسکے اوپر سے نہیں اڑ سکتا تھا تو کسیکو اسکے قریب جانے کی مجال نہیں تھی حیران ہوئے کہ ابراہیم کو آگ میں کیونکر ڈالیں آخر کار پہاڑ پر گوپھن لٹکا کر اسمیں بٹھا کر پھینکنا چاہا [illegible] آسمان و زمین [illegible] الٰہی اپنے بندہ صالح ابراہیم علیہ السلام پر رحم فرما حکم ہوا [illegible] ابراہیم مدد مانگے اسکی مدد کو پہونچ [illegible] بڑی خوشی سے [illegible] ملائکہ آئے کہ حکم ہو تو ہم پانی سے یہ آگ بجھا دیں کسی نے کہا کہ ہوا سے یہ آگ اڑا دوں [illegible] آپ نے سکوت کیا آخر جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا آپ کیوں نہیں کہتے تاکہ میں یہ تختہ لوٹ دوں آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیل مجھے تمہاری حاجت نہیں ہے کیونکہ میرا رب عزوجل کافی ہے [illegible] ملائکہ آپکے کمال یقین پر تعجب کرنے لگے لیکن جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اچھا آپ اپنے رب عزوجل ہی سے مدد مانگیں آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیل کیا وہ میرے حال کو نہیں جانتا ہے جبرئیل نے کہا کہ [illegible] نہیں تو فرمایا کہ پھر اسکا جاننا میرے واسطے بہت کافی ہے [illegible] آپکو پہنچایا تو حضرت رب عزوجل [illegible] ابراہیم کے واسطے [illegible] پس [illegible] ابراہیم علیہ السلام کو اپنی گود میں لے لیا اور لوہے کی زنجیر و بند سب پانی کر دیئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس گلزار میں تخت [illegible] بیٹھے نماز میں مشغول ہوئے کیونکہ کافروں نے آپکو برہنہ کرکے آگ میں پھینکا تھا [illegible] اور انگارے ہو گئے تو نمرود اپنے محل کے کوٹھے پر [illegible] اور اسکا دل خائف تھا ناگاہ دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام باغ میں مشغول ہیں یہ ہولناک منظر دیکھکر قریب تھا کہ بیہوش ہو کر گر پڑے آخر سنبھل کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ بیشک ابراہیم علیہ السلام ہیں اور آواز دیکر باہر بلایا حضرت ابراہیم علیہ السلام ان انگاروں کو طے کرتے ہوئے باہر آئے نمرود خوفناک متحیر ہو کر [illegible] گھر سے باہر نہیں نکلا [illegible] چاہتا تھا کہ اسلام لاؤں لیکن بدبختی سے اسکا نفس [illegible] آخر کار ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تمہارا رب بیشک [illegible] دوست [illegible] میں اسکے واسطے قربانی کروں گا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک تو کفر نہ چھوڑے تیری طاعت قبول نہ ہوگی [illegible] چار ہزار گائیں [illegible] پوشیدہ [illegible] لوگ ایمان لائے [illegible] حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور حضرت سارہ جو انکے چچا کی بیٹی تھیں

مسلمان ہو گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے نکاح کر لیا جب نمرود کو کچھ خفیہ حال معلوم ہوا تو اُسنے حکم دیا کہ تم میری [illegible]
تباہ کر دو گے تم یہاں سے نکل جاؤ آپ نے بحکم الٰہی عزوجل ہجرت اختیار کی اور چلتے وقت اپنے باپ سے کہا کہ میرے ساتھ چلو میں تجھے راہ راست بتلاؤنگا
ہر چند سمجھایا مگر اُسنے ازلی بدبختی سے جواب دیا کہ اے ابراہیم تو میرے بتوں کی مذمت اور مجھکو بہکانے سے درگذر ورنہ میں تجھے پتھروں سے مار ڈالونگا
اور میرے تیرے درمیان رشتہ کی جدائی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں تمھارے واسطے دعا کرونگا کیونکہ میرا رب مجھ پر بہت مہربان ہے
اور حضرت لوط نے کہا کہ میں ایمان لایا اور اپنے رب عزوجل کی جانب ہجرت کرتا ہوں اور حضرت سارہ بھی ساتھ ہوئیں [illegible] حضرت ابراہیم علیہ السلام
مع سارہ کے جاتے جاتے ملک مصر میں پہونچے وہاں کے بادشاہ فاسق نے سنا کہ ایک مسافر کے ساتھ نہایت حسین عورت ہے تو اُسنے اپنے [illegible]
بھیجے اگر اُسوقت ظاہر کیا جاوے کہ ابراہیم علیہ السلام شوہر ہیں تو شاید وہ فاسق اُنکو قتل کرے حضرت سارہ کو طلب کیا [illegible]
سے کہا کہ تو میری دینی بہن ہو اور اس زمین پر سوا میرے اور تیرے کوئی مسلمان نہیں ہے پس ان لوگون سے یہی کہتا ہوں کہ میری بہن ہے [illegible]
وہ لوگ حضرت سارہ کو لیکر آئے کہ یہاں کا بادشاہ بلاتا ہے تا کہ حال دریافت کرے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صبر کیا اور نماز میں مشغول ہو گئے اور حضرت
سارہ جب اس بادشاہ کے یہاں پہونچیں تو اُسنے ظاہر حال دریافت کیا اور تنہا مکان میں مکر کا قصد کیا حضرت سارہ نے اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگی
کہ ناگاہ اس شاہ فاسق کو مرگی نے دبوچا [illegible] آنکھیں نکل آئیں اُسنے اشارہ سے کہا کہ میرے حال پر رحم کر میں پھر ایسا نہیں
کرونگا لیکن جب اُس حالت سے چھوٹا تو پھر تھوڑی دیر کے بعد مکر کا قصد کیا اور اسکی مرتبہ اول سے بھی زیادہ [illegible] اور اُسنے پھر
عاجزی کی اور بعد رہائی کے پھر وہی مکر کا قصد کیا اور اس مرتبہ قریب ہلاک ہو گیا اور بہت عاجزی سے [illegible]
کوئی جنّیہ ہو اور خوف سے ہاجرہ یا آجر نامی کنیز انکے حوالہ کی اور کہا کہ ہمارے ملک سے ان سب کو خارج کرو۔ کہتے ہیں کہ ہاجرہ کسی [illegible]
زادی تھی اور فاسق مذکور اپنی بیٹی تھا ورنہ [illegible] ہوتا تھا لہذا اسنے جنیہ سمجھکر دونون کو نکال دیا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں [illegible]
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام پھیرا تو ان سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مکر کافر کو دور کیا اور یہ ہاجرہ خدمتگاری کے واسطے حاصل ہوئی [illegible]
تمام واقعہ بیان کیا اور شاہ فاسق کے یہاں سے [illegible] کہ تم لوگ یہاں سے نکل جاؤ ورنہ قتل کئے جاؤ گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام [illegible]
سے واپس ہو کر ملک شام میں [illegible] اور اللہ تعالےٰ نے انکی زراعت میں برکت عطا فرمائی اور [illegible]
مہمان نوازی فرض فرمائی اور یہیں سے لوط علیہ السلام کو دیہات سدوم کی جانب روانہ کیا کہ [illegible] علیہ السلام کے [illegible]
وہاں پہونچے اور بعد ہجرت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو حال نمرود کا ہوا وہ [illegible] حضرت سارہ رضی اللہ عنہا [illegible]
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ مجھسے تمھاری اولاد نہیں ہوتی اگر چاہو تو ہاجرہ [illegible]
اسمعیل علیہ السلام پیدا ہوئے لیکن آخر میں حضرت سارہ کو رشک [illegible]
نکلو دیا صحیح بخاری میں ابن عباس سے روایت ہے کہ عورتون میں [illegible]
کہ سارہ رضی اللہ عنہا [illegible] ظاہر ہو پھر ابراہیم علیہ السلام انکو اور اسمعیل علیہ السلام کو [illegible]
علیہ السلام اسوقت دودھ پیتے تھے پس انکو لا کر بیت العتیق کے پاس ایک [illegible]
پیچھے اُس زمانہ میں صرف اس درخت کا نشان تھا اور مکہ میں اسوقت کوئی آدمی نہ تھا اور نہ [illegible] پانی [illegible]
ایک مشکیزہ پانی اور ایک تھیلی چھوہاروں کی رکھی اور منہ موڑ کر جانب شام روانہ ہوئے [illegible]

اے ابراہیم آپ ہمکو کہاں چھوڑے جاتے ہیں کہ اس وادی میں نہ کوئی چیز ہے اور نہ کوئی مونس وغمخوار ہے آجرہ نے یہ کلمہ بار بار کہا مگر حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے کچھ جواب نہ دیا تب پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا آپ کو یہ حکم دیا ہے فرمایا کہ ہاں تو آجرہ نے کہا کہ اچھا آپ تشریف لیجائیے اللہ تعالیٰ
ہمکو ضائع نہیں فرماویگا جب ابراہیم علیہ السلام نکلکر ثنیۃ الوداع تک پہونچے (اور آپکو بتلا دیا گیا تھا کہ یہیں بیت العتیق ہے) تو خانۂ کعبہ کی طرف
منھ کر کے دعا مانگی کہ الٰہی میں نے اپنی بعض ذریات کو بے زراعت وادی میں تیرے بیت الحرام کے پاس بسایا۔ الخ پھر جانب شام فلسطین روانہ ہوگئے
اور اس بیابان بے آب میں آجرہ رضی اللہ عنہا تنہا رہتیں اور جب تک اس مشک میں پانی رہا پیا کرتی تھیں پھر جب پانی چک گیا تو پیاس
غالب ہوئی اور لڑکے کا دم بھی ٹوٹنے لگا اوپر ہونے لگا آجرہ نے آنکھوں سے یہ حالت دیکھنا گوارا نکیا اور کوہ صفا کو سب سے نزدیک پہاڑ پاکر چڑھ گئیں
اور جنگل میں دور دور نظر ڈالی مگر کوئی نظر نہ آیا پھر صفا سے اُتر کر وادی سے دامن اُٹھا کر مروہ کی جانب دوڑیں جیسے مرد پریشان دوڑتا ہے
حتی کہ مروہ پر چڑھ کر نظر کی تو کوئی نظر نہ آیا اور سات مرتبہ یہی حالت ہوئی۔ ابن عباس رضی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ
اسی وجہ سے لوگ ان دونوں کے درمیان سعی کرتے ہیں پھر جب آجرہ کوہ مروہ پر تھیں تو ناگاہ ایک آواز سنی تو اپنے جی میں کہا کہ ٹھہر پھر کان لگا
تو وہی آواز سنی تب کہا کہ تو نے آواز سنائی اگر مددگار ہے تو میری مدد کر بس ناگاہ جبرئیل علیہ السلام کو وہاں دیکھا جہاں چاہ زمزم ہے پس
جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی سے یا بازو سے وہ مقام کھودا یا تو آجرہ نے اُسکو بطور حوض بنانا شروع کیا اور اُسکا پانی لیکر مشک میں
بھرتی تھیں حالانکہ بعد اُلچنے کے وہ جوش کرتا تھا۔ ابن عباس رض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ پر اللہ تعالیٰ
رحم کرے کہ اگر وہ اُسکو بہتا چھوڑ دیتیں تو زمزم ایک عمیق چشمہ ہو جاتا ابن عباس رض نے کہا کہ پھر آجرہ نے پانی پیا اور اپنے فرزند کو پلایا اور
فرشتہ نے اُنسے کہا کہ تم اپنے ضائع ہونیکا خوف نکرو کہ یہاں بیت اللہ ہے جسکی عمارت یہ لڑکا اور اسکا باپ بناوینگے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو
ضائع نہیں فرماتا ہے ابن عباس رض نے کہا کہ بیت العتیق اُس زمانہ میں ٹیلہ کی طرح زمین سے بلند تھا اور جب سیل آجاتی تو اُسکے دائیں بائیں ہو کر
نکل جاتی تھی پھر چند روز یہی حال رہا یہانتک کہ قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ یا ایک خاندان جرہم کے لوگ جانب کدا سے آکر اسفل مکہ میں
۱۲ اُترے پیشے راہ میں سیر کیا تو اُنھوں نے دیکھا کہ آنکھ پرند اُڑتے ہیں تب آپس میں کہنے لگے کہ یہ پرند تو پانی کے گرد اُڑا کرتے ہیں
اور ہم تو بارہا اس وادی میں آئے اور کبھی پانی نہیں پایا پس اُنھوں نے ایک یا دو آدمی دوڑائے کہ ناگاہ اُنھوں نے دیکھا کہ پانی کا
ایک چشمہ ہے جب اُنھوں نے یہ خوشگوار پانی پایا اور دیکھا کہ پانی کے پاس آجرہ مادر اسمٰعیل ہیں تو اُنسے عرض کیا کہ اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم بھی اس پانی کے
پاس اُتریں آجرہ نے کہا کہ اچھا لیکن اس پانی میں تمھارا حق نہوگا کہنے لگے کہ ہمکو منظور ہے ابن عباس رض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے
کہ یہ اتفاقی بات تھی کہ مادر اسمٰعیل خود چاہتی تھیں کہ یہاں کوئی مونس ہو پھر جرہمیوں نے اپنے گھر والوں کو بلایا وہ سب آکر یہیں اُترے
یہانتک کہ مکہ میں اُنکے چند گھر ہو گئے اور یہ لڑکا بڑا ہوا تو جوانی میں اُن سب سے انفس واعجب تھا اور اُنھیں سے زبان عربی سیکھی پھر آجرہ نے
انتقال فرمایا حالانکہ جرہم نے اپنی لڑکی حضرت اسمٰعیل کو بیاہ دی تھی اسکے بعد ابراہیم علیہ السلام دیکھنے آئے (مشہور یہ کہ اٹھارہ برس کے
بعد آئے تھے) جب گھر میں پہونچے تو اسمٰعیل علیہ السلام کو نہ پایا اور اپنی بہو سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ ہمارے واسطے رزق تلاش کرنے گئے ہیں
(تیر سے شکار مار لاتے تھے) پھر ابراہیم نے اُس عورت سے بسر اوقات کا حال پوچھا تو اُسنے عرض کیا کہ ہم لوگ بڑی طرح سختی و تکلیف میں ہیں
یعنی اپنی بسر اوقات کی شکایت کی ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تیرا شوہر آوے تو کہیو کہ ایک بوڑھے نے سلام کہا اور یہ کہہ گیا ہے کہ اپنے دروازہ
کی چوکھٹ بدل دے پھر جب اسمٰعیل آئے تو گویا کچھ آہٹ مل جاتی ہے اپنی زوجہ سے پوچھا کیا کوئی آیا تھا بولی کہ ہاں ہمارے یہاں ایک ایسا ایسا بوڑھا آیا تھا

اور ہمسے تمہارا حال پوچھا تو ہمنے کہدیا اور ہمسے بسر اوقات کو پوچھا تو میں نے کہا کہ ہم لوگ سختی و تکلیف میں ہیں اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا کہ تجھے
کچھ وصیت کی ہے کہنے لگی کہ ہاں مجھے کہا کہ تو اپنے شوہر کو سلام کہیو اور اُس سے کہیو کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دے اسمٰعیل عم نے کہا کہ وہ
میرے باپ ہیں اور مجھکو حکم دیا کہ میں تجھے جدا کر دوں پس اُسکو طلاق دیکر اُسکے گھر والوں میں بھیجدیا پھر جرہم میں سے دوسری عورت سے نکاح
کیا اور ابراہیم علیہ السلام ایک مدت تک نہیں آئے پھر جب اللہ تعالےٰ نے چاہا تب آئے اور اسمٰعیل کو نہ پایا اور اُنکی بی بی سے اُنکا حال
پوچھا تو اُسنے کہا کہ ہمارے واسطے رزق تلاش کرنے گئے ہیں فرمایا کہ تم لوگ کس حال میں ہو وہ بولی کہ ہم اچھی طرح آسائش میں ہیں اور اللہ تعالےٰ کی
شکر بیان کیا آپ نے کھانے پانی کو پوچھا تو اُسنے عرض کیا کہ گوشت و پانی ہماری غذا ہے آپ نے دعا کی کہ الٰہی انکے گوشت و پانی میں برکت دے
(اور ایک روایت میں ہے کہ اُسنے خدمتگزاری سے ایک پتھر پر بٹھلا کر سر دُھلایا اور نہلایا) ابن عباسؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں اہل مکہ کے یہاں اناج نہ تھا اور اگر ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام اُسمیں بھی برکت کی دعا فرماتے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے مکہ کے اگر کہیں کوئی شخص خالی گوشت و پانی پر اکتفا کرے تو موافق نہو گے پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ
جب تیرا شوہر آوے تو اُسکو سلام کہیو اور حکم دیجیو کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھے پھر جب اسمٰعیل علیہ السلام آئے تو پوچھا کہ کیا تمہارے پاس
کوئی آیا تھا زوجہ نے کہا کہ ہاں ایک بزرگ نورانی صورت آئے تھے اور اُنکی تعریف بیان کی پھر تمہارا حال پوچھا تو میں نے بیان کیا پھر
ہماری بسر اوقات دریافت کی میں نے کہا کہ ہم لوگ اچھی طرح ہیں اسمٰعیل نے پوچھا کہ تجھے کچھ وصیت فرمائی کہا کہ ہاں وہ تمکو سلام کہہ گئے
اور حکم دیگئے کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ قائم رکھیو فرمایا کہ یہ میرے باپ ہیں اور وہ چوکھٹ تو ہے کہ مجھے حکم دیگئے کہ تجھے اپنے نکاح میں رکھوں پھر
کچھ روز تک ابراہیم علیہ السلام نہیں آئے پھر جب اللہ تعالےٰ نے چاہا تب آئے اور اُسوقت اسمٰعیل علیہ السلام ایک درخت کے نیچے زمزم کے
قریب بیٹھا اپنے تیر درست کرتے تھے پھر جب اسمٰعیل علیہ السلام نے دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور جس طرح باپ بیٹے کے ساتھ یا بیٹا اپنے باپ کے
ساتھ کرتا ہے وہ مراسم پورے کیے پھر فرمایا کہ اے اسمٰعیل اللہ تعالےٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے اسمٰعیل نے کہا کہ آپ حکم رب عزوجل پورا فرمایئے
آپ نے فرمایا کہ تو میری اعانت کریگا کہا کہ جی ہاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس بلند ٹیلے پر بیت بناؤں پس دونوں نے
قواعد بیت کو اُٹھانا شروع کیا پس اسمٰعیل علیہ السلام تو پتھر لاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام اُسکو بناتے جاتے تھے جب عمارت اونچی ہو گئی
تو اسمٰعیل عم نے یہ پتھر لاکر رکھا اور ابراہیم نے اُسپر کھڑے ہو کر بنانا شروع کیا اور اسمٰعیل پتھر لاتے اور دونوں کہتے جاتے تھے —
ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم یہانتک کہ اُسکا دور پورا کیا۔ (رواہ عبد بن حمید و ابن ابی حاتم و ابن جریر وغیرہم) اور بخاری کی
دوسری روایت میں اسیکے مانند ذکر ہے اور اُسمیں آیا کہ جب ہاجرہ نے کہا کہ تم ہمکو کس پر چھوڑتے ہو تو ابراہیم نے فرمایا کہ اللہ کے بھروسہ
پر تب ہاجرہ نے کہا کہ میں اپنے رب عزوجل کے بھروسہ پر راضی ہوں اور اس روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری
تو پانی اُبل آیا اور اُسی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ کی برکت بدعائے ابراہیم علیہ السلام ہے [illegible]
آئی کہ ابراہیم علیہ السلام براق پر سوار ہو کر [illegible] ان لوگوں کی زیارت کو آتے تھے پھر شام میں لوٹ جاتے تھے [illegible]
علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا کہ ابراہیم علیہ السلام اول ہی مرتبہ بیت بنا کر اسمٰعیل اور اُنکی والدہ کو چھوڑ گئے تھے اور شاید مراد یہ ہے
[illegible]
[illegible]

کیا اور یہیں سے زمین بچھائی گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ابن جریر و قول سدی وغیرہ میں ہے کہ ریح الخجوج نے حضرت ابراہیم کو
بیت العتیق کی جگہ بتلائی اور سدیؒ نے کہا کہ حجر اسود تو جنت سے آدم علیہ السلام ساتھ لائے تھے اور جبرئیلؑ نے ہند سے لاکر ابراہیم علیہ السلام کو
سپرد کیا اور امام احمدؒ کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ قواعد البیت پہلے سے موجود تھے پھر ابراہیم علیہ السلام نے انکو بلند کیا اور عبد الرزاق
کی روایت عطاؒ میں ہے کہ اللہ تعالے نے ایک یاقوت جنت کو مقام بیت العتیق میں اتارا جو طوفان میں اٹھا لیا گیا۔ اور عبد الرزاق نے
عطاء سے روایت کی کہ بناے کعبہ پانچ پہاڑوں ۔حرا و طور زیتا و طور سینا و جودی و احد سے ہے اور یہ بناء آدم علیہ السلام تھی اور اسی پر
ابراہیم علیہ السلام نے بنایا ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اسناد اگرچہ صحیح ہے لیکن اسمیں بعض نکارت ہے اور بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حطیم بیت اللہ سے ہے لیکن قریش نے جب خانہ کعبہ بنایا تو تنگی خرچ کی وجہ سے اسکو قواعد ابراہیم سے کم کر دیا
اگر تیری قوم کا زمانہ کفر سے قریب نہوتا تو میں توڑ کر بناتا اور اسکے واسطے باب شرقی و باب غربی بناتا اور اسکی چوکھٹ زمین سے برابر کرتا (رواہ مسلم
وغیرہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنین متصل حجر کا استلام اسیواسطے چھوڑا کہ قواعد ابراہیم پر بیت کی بنا نہیں ہوئی
(الصحیحین) (**ذکر بنای خانۂ کعبہ**) بعد بناے ابراہیم علیہ السلام کے ابرہہ نے ہاتھیوں کا لشکر لیکر خانۂ کعبہ گرانے کا قصد کیا جب قریب
پہونچا تو قریش بہت پریشان ہوئے اور عبد المطلب اسکے پاس گئے تو اسکو عبد المطلب کی ہیبت معلوم ہوئی اور عبد المطلب نے اس سے بیان کیا
کہ اس خانہ کا ایک رب ہے وہی اسکی حفاظت فرماتا ہے اور اسکے پاس سے چلے آئے پھر اللہ تعالے نے طیر ابابیل کو مسلط کیا کہ انکی
کنکریوں سے ہاتھی مع لشکر ہلاک ہو گئے اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی پھر جب آپکی عمر پینتیس برس کی تھی
یعنی نبوت سے پانچ برس پہلے قریش نے چاہا کہ سیل وغیرہ سے خانۂ کعبہ کی بنیاد سست ہو گئی ہے اسکو گرا کر دوبارہ بناویں۔ محمد بن
اسحق نے بیان کیا کہ قریش اسکی چھت بھی بنانا چاہتے تھے مگر اسکے گرانے سے خوفناک تھے اور بلندی صرف قد آدم تھی تو اسکو بلند کرنا
چاہتے تھے اور اسکی وجہ یہ واقع ہوئی کہ خانۂ کعبہ کے چڑھاوے کا خزانہ جوف کعبہ کے کنوئیں میں رہتا تھا اسکو بعض لوگوں نے چرا لیا اور یہ خزانہ
جسکے آزاد کیے ہوئے دویک نام غلام کے پاس پایا گیا تھا پس قریش نے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور لوگ کہتے ہیں کہ دویک خود چور نہ تھا بلکہ چوروں
نے اسکے پاس رکھ دیا تھا ابن اسحق نے بیان کیا کہ تاجران روم میں سے ایک شخص کی کشتی مقام جدہ میں ٹوٹ گئی تو اسکی لکڑیاں پڑی ہوئی
تھیں ان لکڑیوں کو لیکر قریش نے چاہا کہ چھت بنا دیں اور مکہ میں ایک قبطی بڑھئی رہتا تھا جسنے انسے وعدہ کیا کہ میں پاٹنے کا سامان درست کر دونگا لیکن
کعبہ کے کنوئیں میں سے روز ایک سانپ نکلکر دیوار پر بیٹھتا اور قریش اس سے خوفناک ہوتے تھے کیونکہ جو شخص اسکے قریب جاتا وہ کہیں پھیلا کر منہ پھاڑ کر دوڑتا
اسیطرح چند روز گذر گئے ناگاہ وہ اپنے معمول کے موافق دیوار پر بیٹھا تھا کہ اسپر ایک پرند ٹوٹا اور پنجہ میں دبا کر لے گیا تب قریش نے کہا کہ ہمکو امید ہے کہ
اللہ تعالی ہمارے کام سے راضی ہے کیونکہ اسوقت ہمارے پاس لکڑی کا سامان بھی موجود ہے اور بڑھئی بھی مل گیا اور اللہ تعالی نے سانپ کو
بھی دور کر دیا پس سب لوگ اسکے بنانے پر متفق ہوئے تو عبد اللہ بن وہب بن عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم نے جا کر ایک پتھر اکھاڑا
لیکن وہ اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر پھر اپنے مقام پر گرا تو اسنے قریش سے کہا کہ تم لوگ اس عمارت میں سوائے پاکیزہ کمائی کے کچھ بھی داخل نکرنا
حتی کہ اس میں زنا یا سود یا کسی آدمی کا ظلم سے لیا ہوا مال نہو پھر قریش نے کعبہ کے ٹکڑے بانٹ لیے پس دروازہ کی جانب بنی عبد مناف
اور زہرہ نے لیا اور رکن اسود سے رکن یمانی تک بنی مخزوم نے لیا اور انکے ساتھ چند قبائل قریش مل گئے اور پشت کعبہ واسطے بنی سہم
و جمح کے قرار پائی اور جانب حجر واسطے بنی عبد الدار بن قصی و بنی اسد بن عبد العزی بن قصی و بنی عدی بن کعب کے قرار پائی اور

اُسکے گرانے سے خوف کیا تو ولید بن المغیرہ نے کہا کہ پہلے مین پیشقدمی کرتا ہون پس اُسنے کدال لیکر ایک پتھر گرایا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ ہمارا بہتری کے سوا ہمارا ارادہ نہین ہے پھر لوگون نے اس رات انتظار کیا کہ دیکھین کیا ہوتا ہے اگر ولید کو کچھ صدمہ پہونچا تو نہین گرائینگے ورنہ ہم جانینگے کہ اللہ تعالے ہمارے فعل سے راضی ہے پھر صبح کو ولید بدستور اپنے کام پر پہونچا اور گرانا شروع کیا تب لوگون نے بھی گرانا شروع کیا یہانتک کہ بنیاد ابراہیم علیہ السلام تک نوبت پہونچی تب وہان ایک سبز پتھر نکلا جو دانت کی طرح آپس مین دور تک جٹا ہوا چلا گیا تھا ابن اسحق نے کہا کہ بعض راویون نے مجھسے بیان کیا کہ جو شخص گراتا تھا اُسنے دو پتھرون کے درمیان اوزار ڈالکر جدا کرنا چاہا تو پتھر کی جنبش ہونے سے تمام مکہ ہل گیا تو لوگون نے اس بنیاد کو ویسا ہی چھوڑ دیا پھر قریش کے ہر گروہ نے اسکے بنانے کے واسطے علیحدہ علیحدہ پتھر جمع کیے پھر بنایا یہانتک کہ حجر اسود تک عمارت پہونچ گئی پس حجر اسود کو اُٹھا کر رکھنے مین تمام قبائل عرب نے مخالفت کی ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ مین ہی اسکو اُٹھا کر رکھون یہانتک کہ گفتگو طویل ہوئی اور لوگ قتال کے واسطے آمادہ ہوئے حتی کہ بنو عبد الدار و بنو عدی بن کعب بن لوی نے ایک خون بھرے پیالہ مین ہاتھ ڈبوئے اور باہم موت پر معاہدہ کیا یعنے دونون لڑکر مر جائینگے اسیواسطے قریش نے انکو خون چاٹنے والے کہنا شروع کیا غرضکہ چار یا پانچ روز تک قریش اسی حال پر رہے پھر مسجد مین اتفاق کرکے یہ مشورہ قرار دیا کہ جو شخص اس مسجد مین پہلے آوے وہی تم مین فیصلہ کرے اور اُسکے فیصلہ پر راضی ہو جاؤ پس صبح کو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے جب قریش نے آپکو دیکھا تو کہنے لگے کہ بیشک یہ امین ہین ہم انکے فیصلہ پر راضی ہین اور جب آپ کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک کپڑا لاؤ جب وہ لوگ لائے تو آپ نے حجر اسود کو اُٹھا کر اُس چادر مین رکھا پھر فرمایا کہ ہر قبیلہ اسکے ایک کونے کو پکڑے اور سب لوگ اُٹھا کر اپنی جگہ پر چلو پھر جب یہ لوگ اُس مقام تک لے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو اُٹھا کر اپنے ہاتھ سے رکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض روایت مین ہے کہ آپ نے قریش سے فرمایا کہ تم سب قبائل ملکر مجھکو وکیل کرو بالجملہ قریش اس فیصلہ پر بہت راضی ہوئے ابن اسحق نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین خانہ کعبہ اٹھارہ ہاتھ تھا اور قباطی لباس اُسپر پہنایا جاتا تھا پھر اُسکے بعد لباس بُرود پہنایا گیا پھر حجاج بن یوسف نے اُسکو پہلے پہل دیباج پہنایا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ برابر اسی عمارت قریش پر باقی رہا یہانتک کہ عبد اللہ بن الزبیرؓ کے زمانہ خلافت مین سنہ ساٹھ ہجری کے بعد کچھ منہدم ہوا پس ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے جسطرح اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مین سنا تھا اُسیطرح موافق قواعد ابراہیمؑ کے بنایا کہ حجر و حطیم کو اُسمین داخل کر لیا جسکو قریش نے بوجہ کمی نفقہ کے خارج کر دیا تھا اور اُسکا ایک دروازہ شرقی اور دوسرا غربی اسطرح بنایا کہ زمین سے ملصق ہے پھر جب عبد اللہ بن الزبیرؓ نے شہادت پائی تو حجاج مذکور نے بحکم عبد الملک بن مروان کے اسکو توڑکر بنائے قریش کے موافق بنایا کیونکہ عبد الملک بن مروان کو یہ حدیث نہین پہونچی تھی پھر جب عبد الملک کو تحقیق ہوئی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث تحقیقا روایت فرمائی ہے تو کہنے لگا کاش مجھکو پہلے خبر پہونچتی تو جو کچھ ابن الزبیرؓ نے بنایا تھا اُسی پر چھوڑ دیتا۔ رواہ عبد الرزاق و مسلم وغیرہما پھر اسکے بعد جب خلفائے عباسیہ مین سے مہدی و ہارون الرشید کا زمانہ ہوا تو انھون نے امام مالکؒ و دیگر علماء رحمۃ اللہ علیہم سے اس بارہ مین مشورہ کیا کہ خانہ کعبہ موافق بنائے ابن الزبیرؓ کے بناویں تو امام مالکؒ نے مشورہ دیا کہ ایسا مت کرو کہ آئندہ سلاطین اُسکو کھیل بنا دینگے کہ ہر ایک اُسکو توڑ کر اپنی خواہش کے موافق بنانا شروع کریگا لہذا مہدی و رشید نے اُسکو اپنے حال پر چھوڑ دیا (ذکرہ القاضی والنووی) ابن کثیرؒ نے کہا کہ ظاہر اوہ برابر اسی حال پر رہیگا یہانتک کہ قیامت کے سامنے آخر زمانہ مین جب روئے زمین پر کوئی مسلمان نہ رہیگا تو حبشہ مین سے ذو السویقتین اُسکو بالکل منہدم کر دیگا جیسا کہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہے فظاہر اوالله اعلم یہ امر یاجوج و ماجوج کے خروج کے بعد ہوگا کیونکہ حدیث البخاری مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ [illegible] یاجوج و ماجوج کے [illegible] بیت اللہ کا حج و عمرہ کیا جائیگا صحیح البخاری اگر کہا جاوے [illegible]

علیہما السلام نے باوجود تحقیق ایمان ونبوت کے یہ دعا فرمائی۔ کہ ربنا واجعلنا مسلمین لک۔ تو اسکے کیا معنے ہیں جواب یہ ہے کہ مسلم سے لغوی معنے مطیع ومخلص مراد ہیں اور خود ہرچند مطیع ومخلص تھے لیکن تبرک کے طور پر اپنے اخلاص وطاعت کے ذیل میں اپنی ذریات میں ایک امت کے واسطے دعا کی بقولہ۔ ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک۔ یعنے ہماری ذریت میں سے بھی ایک گروہ کو اپنی طاعت کے واسطے مخلص فرما اور ابن ابی حاتم نے سلام بن ابی مطیع سے روایت کی کہ دونوں پیغمبر اگرچہ مسلم تھے لیکن ادب کے ساتھ جناب باری تعالیٰ میں اسلام اخلاص پر ثابت رہنے کی دعا فرمائی۔ عکرمہؒ نے کہا کہ جب دونوں پیغمبروں نے دعا کی کہ ہم دونوں کو اپنے واسطے مسلم فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے قبول کیا اور جب دعا کی کہ ہماری ذریات میں سے بھی ایک امت کو مسلمہ فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے قبول کیا شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ ذریات سے عرب وغیرہ سب کا شمول مراد ہے کیونکہ ذریات ابراہیم علیہ السلام میں اولاد اسحٰق علیہ السلام بھی ہیں لیکن سدیؒ سے روایت ہے کہ مراد عرب ہیں شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اولاد ابراہیم جو اسحٰق علیہ السلام سے پیدا ہوئی اسکے اسلام کی نفی نہیں ہے مگر اس مقام پر سیاق باولاد اسمٰعیل ہے گویا اولاد اسمٰعیلؑ کے لیے دعا فرمائی اسیواسطے آئندہ آیت میں۔ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم الآیہ۔ میں ایک رسول معظم کا اشارہ ہے اور بالاتفاق اس سے حضرت سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں چنانچہ عنقریب بیان آتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ تمام ذریات کے واسطے اسلام کی دعا نہیں فرمائی کیونکہ قولہ تعالیٰ لاینال عہدی الظالمین۔ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اشعار ہو چکا تھا کہ ذریات میں بعض ظالم مشرک ہونگے لہذا التجا کی کہ جملہ میں ایک امت کو شرک وغیرہ سے مخلص فرما کر مسلمہ کردے۔ اور واضح ہو کہ اولاد صالح بھی نعمت غیر مترقبہ ہے کیا نہیں دیکھتے کہ وہ ایسے وقت کام آتی ہے کہ انسان مجبور ومعذور ہو حدیث میں ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اسکا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوا تین کے ایک صدقہ جاری (مانند وقف وغیرہ کے جو برابر جاری رکھا جاوے) اور دوم علم جس سے انتفاع حاصل کیا جاوے اور سوم فرزند صالح جو اسکے لیے دعا کرتا ہے (صحیح مسلم من حدیث ابی ہریرہؓ)

اگر کہا جاوے کہ قولہ ارنا مناسکنا۔ (ہم کو ہمارے مناسک دکھلا) سے کیا مراد ہے عطاؒ نے کہا یعنے ہم کو مناسک کا علم دیدے۔ مجاہدؒ نے قربانیاں مراد لیں مترجم کہتا ہے کہ مجاہد نے مناسک میں ذبائح کو شامل کیا ہے یا اعمال حج سب درحقیقت اپنے ارکان کی قربانی ہیں لہذا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مانند قول مجاہدؒ کے عطا وقتادہ سے بھی روایت ہے اور سعید بن منصورؒ نے بسند جید روایت کی کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے مناسک دکھلانے کی دعا کی تو جبرئیل علیہ السلام آکر ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ پاس لائے اور کہا کہ قواعد اُٹھائیے پھر بانتہ بنا کر صفا کو لیکے گئے اور کہا کہ یہ شعائر اللہ میں سے ہے پھر وہاں سے مروہ پر لائے اور کہا کہ یہ شعائر اللہ میں سے ہے پھر وہاں سے منا کو لے گئے جب مقام عقبہ پر پہونچے تو درخت کے قریب شیطان کو کھڑا دیکھکر فرمایا کہ تکبیر کہکے اسکو مار وپس ابراہیم علیہ السلام نے تکبیر کہکر اسکو رمی کیا پھر ابلیس ہٹ کر جمرۃ الوسطیٰ کے پاس کھڑا ہوا پھر جب جبرئیل وابراہیم علیہما السلام وہاں پہونچے تو ابراہیمؑ سے کہا کہ اسکو تکبیر کہکر رمی کرو پس آپ نے تکبیر کہکر رمی کی پھر ابلیس خبیث چل دیا حالانکہ وہ چاہتا تھا کہ حج میں کچھ دخل پیدا کرے مگر آپ نے قابو نہ پایا پھر جبرئیل علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کو لیکر مشعر الحرام پر آئے اور بتلایا کہ یہ مشعر الحرام ہے پھر ابراہیم علیہ السلام کو لیکر عرفات پر آئے اور کہا کہ جو کچھ میں نے دکھلایا وہ تمنے معرفت کے ساتھ پہچانا تو ابراہیم نے کہا کہ ہاں۔ یہ کلمہ تین مرتبہ کہا (سعید بن منصور) اور اسکے مانند ابو مجلز وقتادہؒ سے مروی ہے۔ ابوداؤد الطیالسی اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو مناسک دکھلائے گئے تو سعی میں صفا ومروہ کے درمیان [illegible] شیطان معارض ہوا لیکن ابراہیم علیہ السلام نے سبقت فرمائی پھر جبرئیل علیہ السلام انکو لیکر منیٰ میں آئے اور کہا کہ یہ لوگوں کے [illegible] جمرۃ العقبہ پر پہونچے تو شیطان معترض ہوا تو آپ نے سات کنکریاں [illegible]

توپھر شیطان متعرض ہوا پس اُسکو سات کنکریوں سے مارا کہ وہ چلدیا پھر اُنکو جمرۃ القصوی پر لائے تو پھر وہان شیطان متعرض ہوا پھر اُسکو
سات کنکریوں سے مارا تو بھاگ گیا پھر ابراہیم علیہ السلام کو لیکر مزدلفہ میں آئے اور کہا کہ یہ مشعر الحرام ہے پھر لیکر عرفہ میں آئے اور کہا کہ تم نے معرفت
پائی یہی عرفہ ہے (الطیالسی) (تنبیہ) حدیث میں ہے کہ حجر اسود سفید تھا اُسکو بنی آدم کی خطاؤن نے سیاہ کیا۔ (الصحیح) صراح میں ہے
کہ اللہ تعالی نے موضع بیت کو زمین کی پیدایش سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا پس وہ پانی پر سفید تھا پھر اُسکے نیچے زمین بچھائی گئی
اور جب اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا تو اُنکے رفع وحشت کے واسطے بیت المعمور کو جو ایک یاقوت کا تھا جسکے دو دروازے
شرقی و غربی زمرد سبز کے تھے جنت سے اُتارا اور وہ اسی مقام پر تھا جہان بیت اللہ ہے اور آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ میں نے تیرے لیے
ایک بیت اُتارا ہے تو اُسکے گرد طواف کیا کر جیسے میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور اُسکے پاس نماز پڑھ جیسے میرے عرش کے گرد نماز
پڑھی جاتی ہے اور اسی میں حجر اسود اُتارا جو سفید تھا پھر زمانہ جاہلیت میں حائضہ عورتوں کے چھونے سے سیاہ ہو گیا پھر آدم علیہ السلام نے
زمین ہند سے ایک فرشتہ کی رہبری میں پیادہ اس بیت کے حج کا قصد کیا اور وہاں پہونچکر مناسک کو پورا کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ آدم علیہ السلام نے ہند سے پیادہ چالیس حج ادا کیے۔ پھر یہ بیت تا طوفان نوح علیہ السلام یونہی رہا پھر اللہ تعالی نے
طوفان کے ساتھ اُسکو چوتھے آسمان پر اُٹھا لیا اب ہر روز اسمیں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جنکو دوبارہ اسمیں آنے کی نوبت نہیں
حاصل ہوتی اور حجر اسود کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کوہ ابو قبیس میں مامون رکھا تھا یہانتک کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے بنا اُٹھائی تو لا دیا
گیا۔ روایت ہے کہ بعد ابراہیم علیہ السلام کے قوم بنی العمالقہ نے عمارت کعبہ کو بنایا پھر جرہم نے پھر قصی بن کلاب نے اور جب قریش نے بنایا تو حضرت
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پتھر لانے میں شریک تھے مترجم کہتا ہے کہ آپ اپنے کاندھے پر پتھر لاتے تو آپکے چچا حضرت عباس بن
عبد المطلب نے فرمایا کہ اے فرزند اگر تو بھی دوسروں کی طرح اپنی ازار اپنے کاندھے پر ڈال لیتا تو راحت ہوتی (قریش میں برہنگی کا رواج تھا) پس آپ نے
اُنکے کہنے سے ایسا ہی کیا پس ستر کھولنا تھا کہ آپ غش کھا کر گرے اور آنکھیں آسمان کی طرف پھٹی لگیں پس جلدی سے آپکا بدن چھپا دیا گیا
تو آپ کو ہوش آیا پھر آپکو کسی نے برہنہ نہیں دیکھا (رواہ الدارمی وغیرہ) قولہ تب علینا۔ اسی میں توبہ کی درخواست بطریق تواضع و تعلیم ہے
شکر ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالی نے آپکے واسطے اگلے و پچھلے گناہ معاف فرمائے پھر آپ کیون اسقدر
اُٹھاتے ہیں تو فرمایا کہ کیا میں بندہ شاکر نہ ہوں مترجم کہتا ہے کہ توبہ درحقیقت رجوع الی اللہ عز وجل ہے جسپر اللہ تعالی اپنی رحمت سے
رجوع فرماوے تو یہ ہر شخص کے واسطے نعمت ہے اور اسمیں گناہ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر گناہ ہوں تو معاف ہو جائیں گے اور اگر نہ ہوں تو درجات
بلند حاصل ہونگے وفیہ بعض اشارات سوائے اس میں ہے قولہ تعالی ربنا واجعلنا مسلمین لک۔ واضح ہو کہ اسلام ظاہر و باطن ہے ظاہر
یہ ہے کہ جیسے اعضاء سے ظاہر خدمت خالق عز وجل میں جھکے ہوں اسیطرح سے باطن میں بھی نفس کی جانب رجوع ہوں تو الٰہی حالت میں
بندہ تابع فرمان حق عز وجل ہو جائیگا اور ہر صفت کے واسطے حضرت خالق عز وجل کی صفات [illegible]
بندہ کا ہر تصرف علم موافق ترحم و علم الٰہی عز وجل ہو تو کمال اسلام کا حاصل یہ ہے کہ بندہ کی صفات خارج ہوں [illegible] عز وجل [illegible]
ساکہ اسکو فنا سے درجہ بقا حاصل ہو حضرت جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ ظاہری اسلام یہ ہے کہ [illegible] ساقط ہو جاتی ہیں
یاد و طاعت میں کوئی کلفت باقی نہیں رہتی بلکہ یہ طاعت بے تکلف ہوتی [illegible] شیخ فارس سے [illegible]
منجملہ اسلام کے یہ ہے کہ اسباب و حیل و تدابیر سے نظر ساقط ہو اور جمیع تابع فرمان حق ہو واللہ تعالی اعلم [illegible]

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

اے رب ہمارے اور اُٹھا اُن مین ایک رسول اُنھین مین کا پڑھے اُن پر تیری آیتین اور سکھا وے اُنکو کتاب اور پکّی باتین

وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ع ۱۵ / ۸

اور اُنکو سنوارے۔ توہی ہے اصل زبردست حکمت والا

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریات مین سے ایک امت مسلمہ کے ساتھ اُنکے حق مین یہ بھی دعا فرمائی کہ
رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ۔ یعنے ہمارے پروردگار ایک دعا اور بھی یہ ہے کہ ان ذریات مین ایک رسول انھین
مبعوث فرمائیو ف یعنے وہ رسول کسی غیر قوم مین سے نہو بلکہ اسی قوم مین سے ہو جسکی شان یہ ہو کہ۔ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔ ان ذریات پر تیری آیات کو تلاوت کرے اور اُنکو کتاب وحکمت تعلیم فرماوے اور اُنکو
پاکیزہ کرے ف یعنے شرک وکفر وغیرہ نجاسات جہنم سے پاک کرے اور نیز ہر ایسی ونجاست سے پاک کرے جو جنت کے لائق نہین ہے جیسے
بداخلاقیان وظلم وفسق وفجور وغیرہ بداعمال سے پاک کرے۔ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ بیشک توعزیز حکیم ہے۔ ف عزیز غالب
جسکو کوئی چیز مانع نہو پس اللہ عزوجل کی جناب مین دعا کے ساتھ یہ ثنا کی تو عزیز غالب ہے کہ جو چاہے کرے تجھے کوئی چیز مانع نہین ہے پس
ہم بندون کی دعا قبول کرنے مین ہمکو پورا بھروسا ہے کہ اگر تیری حکمت عالی کے ساتھ یہ دعا قابل قبولیت ہو تو ضرور قبول ہوگی کیونکہ جو کچھ
تو چاہے وہ واقع ہوتا ہے کیونکہ کوئی چیز ایسی نہین ہوسکتی جو تجھکو مانع ہو اسیواسطے حدیث صحیح مین آیا ہے کہ جب تم لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو
قبولیت کا یقین کرتے رہو کیونکہ جناب باری تعالیٰ کو کوئی چیز مانع نہین ہوسکتی ہے (الصحیح) یعنے بندہ جب کوئی دعا مانگے تو ہرگز یہ خیال نکرے
کہ یہ دعا کیسی ہوگی کیونکہ باری تعالیٰ جل شانہ کی قدرت عالی مین کوئی چیز گران نہین ہے کیونکہ جو کچھ وہ چاہے فوراً ہوجاتا ہے اور جس بندے کو چاہے
جس لائق کردے لہٰذا حدیث مین ہے کہ آپؐ نے جنت الفردوس کی تعریف فرمائی کہ وہ سب سے اعلیٰ ہے پھر صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگ اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو تو
جنت الفردوس مانگا کرو (الصحیح) کیونکہ جس بندہ کو اللہ تعالیٰ نے جنت الفردوس عطا فرمائی تو یہ اُسکے قبضہ قدرت مین ہے اور جب اُسنے جنت الفردوس دی تو اُسکو
جنت کے لائق کردینا بھی اُسیکے اختیار مین ہے اسیواسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حمد وثنا کی کہ اے رب توعزیز حکیم ہے ہماری دعا قبول کرلے۔ ابوالعالیہؒ
سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام نے یہ دعا کی تو حکم ہوا کہ تیری دعا قبول کی گئی اور یہ آخر زمانہ مین ہوگا یہی سدی وقتادہؒ
سے روایت ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہ دعا مستجاب ہوا موافق تقدیر الٰہی عزوجل کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین واقع ہوئی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ
نے نسل ابراہیم علیہ السلام سے پیغمبر خاتم النبیین تمام عرب وعجم یعنے کل بنی آدم وجن سب کے واسطے مبعوث فرمایا حتیٰ کہ جو آپ پر ایمان نہ لاوے اُسکو جہنمی کہا
کیونکہ معرفت قبولیت وپاکیزگی جنت تو آپ ہی کی تعلیم حکمت پر منحصر فرمائی پس جو شخص آپ پر ایمان نہ لایا وہ جاہل ناپاک رہا تو جنت ایسے
ناپاک جاہلون کا ٹھکانا نہین ہے۔ عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مین تو اللہ تعالیٰ کے
نزدیک اُسوقت خاتم النبیین تھا جب آدم خالی گوندھی ہوئی مٹی تھا اور مین تمکو ابتدا سے حال سے آگاہ کرون کہ مین اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام
کی دعا ہون اور اپنے برادر عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہون اور اپنی والدہ کا خواب ہون جو انھون نے دیکھا تھا اور پیغمبرون کی مائین یونہین دیکھتی
ہین (رواہ احمد) خواب سے مراد یہ ہے کہ آپ کی ولادت مبارک سے کچھ پہلے آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب دیکھا کہ مجھسے نور ظاہر ہوا جس سے
ملک شام کے مکانات روشن ہوگئے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میرا خاتم النبیین ہونا تقدیر ازلی سے مقرر تھا تمام

جبکہ آدم علیہ السلام کا جسم خاکی تیار بھی نہین ہوا تھا پھر اس تقدیر کو اول جس شخص نے ظاہر کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہین مترجم کہتا ہے
کہ ظاہر اس دعا مین اگرچہ ابراہیم علیہ السلام نے صاف نام نہین لیا لیکن غالباً اپنے امیتون کو آپ کے فضائل و شرائع سے آگاہ فرمایا تھا
اور صابیہ و کشرانیہ جہان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت ہوئی ہے وہ لوگ برابر خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے اور سال مین ماہ رمضان کا
روزہ رکھتے تھے کہ یہی قبلہ ابراہیم و قبلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے شیخ نے کہا کہ اسوقت سے برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر انبیاء نبوت مین معروف
و مشہور رہا حتی کہ توریت و انجیل مین نازل کیا گیا حتی کہ بنی اسرائیل کے خاتم انبیاء یعنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تصریح نصیح نام بیان فرمایا چنانچہ
بنی اسرائیل مین کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا اور کہا کہ مین اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہارے واسطے رسول ہون درحالیکہ کتاب توریت کی جو میرے سامنے
موجود ہے تصدیق کرنے والا ہون اور تمکو ایک رسول مکرم کی خوشخبری سنانے والا ہون جو میرے بعد آویگا جسکا نام مبارک احمد ہے۔
اور یہ امر برابر متواتر ثابت ہے اور کثیر جماعت بادشاہ حبش و قیصر روم وغیرہم نے برابر اسکی گواہی دی حتی کہ اب کسی شخص کو توریت و انجیل کے
بنائے ہوئے ترجمے لاکر مجال انکار نہین باقی رہی شیخ نے لکھا کہ علما نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ایام حمل مین یہ
خواب دیکھا کہ مجھسے ایک نور ظاہر ہوا کہ جس سے مکانات شام روشن ہوگئے آپکی والدہ نے یہ خواب اپنی قوم سے بیان کیا اور وہ انمین شائع و مشہور
ہوگیا علما نے کہا کہ ملک شام کی خصوصیت مین اشارہ ہے کہ ملک شام مین آپکی نبوت مستقر ہوگی۔ مترجم کہتا ہے کہ کتب سابقہ مین اس طرح مذکور ہے
کہ مقام ظہور حجاز اور مقام ہجرت طیبہ ہوگا اور ملک آپ کا شام ہوگا یعنے ہر نبوت کے بعد جو سلطنت ہوتی ہے وہ ملک شام مین ہوگی۔ شیخ نے
لکھا کہ اسیواسطے آخر زمانہ مین ملک شام ہی تمام اہل اسلام کا مرکز ہوگا اور وہین حضرت عیسیٰ جامع مسجد دمشق کے سفید منارہ شرقی پر نازل ہونگے
اسیواسطے حدیث صحیحین مین آیا کہ میری امت مین سے برابر ایک گروہ حق پر غالب رہیگا چاہے کوئی انکی نصرت نکرے یا چاہے انکی مخالفت کرے وہ انکو
کچھ بھی ضرر نہین پہونچا ویگا یہانتک کہ حکم الٰہی آوے درحالیکہ وہ اسی طرح غالب ہونگے (الصحیحان) اور وہ لوگ شام مین ہونگے (صحیح البخاری)
ابن عباسؓ نے فرمایا۔ ویزکیہم۔ یعنے طاعت توحید و اخلاص کے ساتھ انکو پاک فرماوے۔ قتادہؒ نے کہا کہ حکمت یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی سنت ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ حکمت جبہی حاصل ہوتی ہے کہ علم کے ساتھ عمل کو جمع کرے۔ بالجملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دونون بیٹون
اسمعیل و اسحق کی نسل کے واسطے ایک پیغمبر عام کی دعا فرمائی جو انکو تعلیم حکمت فرماوے اور یہ سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر صادق نہین آتا ہے کیونکہ
انبیاء بنی اسرائیل صرف نسل اسحق علیہ السلام کے واسطے مخصوص تھے اور ملت ابراہیم علیہ السلام صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص ہے
تو نسل ابراہیم علیہ السلام مین سے کسیکو انکار کی مجال نہین ہے اور سابق مین بشارت گذر چکی کہ اسی پیغمبر کی جانب تمام نسل ابراہیم کے احکام پہنچے ہونگے لہذا فرمایا

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ط وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ج

اور کون پسند نہ رکھے دین ابراہیم کا مگر جو بیوقوف ہوا اپنے جی سے اور ہمنے اسکو خاص کیا دنیا مین

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ لا قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور وہ آخرت مین نیک ہے جب اسکو کہا اسکے رب نے حکم بردار ہو بولا مین حکم مین آیا جہان کے صاحب کے

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ط يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ

اور یہی وصیت کر گیا ابراہیم اپنے بیٹون کو اور یعقوب اے بیٹو اللہ نے چن کر دیا ہے تمکو دین پھر نہ مریو

اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

مگر مسلمانی پر

جب یہ بات متعین ہوئی کہ ذریات ابراہیم علیہ السلام تابع توحید ابراہیم علیہ السلام ہیں اور یہ امر بھی مکرر بیان ہو چکا کہ توحید ایسی چیز نہیں ہے
جسمیں نسخ جاری ہو تو ملت ابراہیم علیہ السلام تمام ذریات پر لازم ہے لہذا فرمایا۔ وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ
إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ ۔ کوئی نہیں کہ ملت ابراہیم سے منہ موڑے سوائے اُس شخص کے جو اپنے نفس سے سفیہ ہو۔ ف
یعنے اُسنے اپنے نفس کو نہ پہچانا کہ وہ مخلوق ہے اور اللہ عزوجل اُسکا خالق ہے بلکہ اُسنے کفر و شرک کیا تو کافر و مشرک ہی ملت ابراہیم علیہ السلام
سے بیزار ہوگا اور یہ قطعی انحصار ہے کہ مومن کبھی سفیہ نہیں ہوتا ہے اور کافر ہمیشہ سفیہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے زیادہ احمق کون ہوگا جسنے اپنے خالق
عزوجل کو نہ پہچانا لہذا یہود و نصاریٰ بدرجہ اولیٰ ملت ابراہیم علیہ السلام سے خارج ہیں کیونکہ جس احمق نے کہا کہ مسیح ابن اللہ ہے یا عزیر ابن اللہ ہے
اُسنے پروردگار تعالیٰ و تقدس کو نہ پہچاننے کی حماقت ہی نہیں کی بلکہ بجائے توحید کے اُسنے باری تعالیٰ کی شان میں بدگوئی کی ہے جسکے اسمیں
مخلوق کے صفات ثابت کیے چنانچہ سابق میں اسکی توضیح بیان ہو چکی ہے کہ یہ سخت بدگوئی ہے یہیں سے بعض علماء نے تابعین سے استنباط کیا کہ جو شخص
اپنے نفس سے جاہل نہو بلکہ اُسکو پہچان لے تو وہی اپنے رب عزوجل کو پہچان لیگا۔ خطیب وغیرہ نے ذکر کیا کہ جب اُسنے نفس کو مخلوق
و مجبور جانا تو خالق عزوجل کو پہچانا اور جب اُسنے تمام مخلوقات کو اپنے مثل مخلوق و محتاج دیکھا تو وہ شرک سے بیزار ہوا اور اُسنے خالق
عزوجل کو مشابہت مخلوق سے پاک و برتر دیکھا اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے جمیع صفات کمال کا اقرار کیا اور یہی معنے قل ہو اللہ احد کے
ہیں یہ دو معنی معرفت ہیں اور اسکی توضیح بہت طول چاہتی ہے پس خلاصہ یہ ہی ہے کہ ملت توحید یعنے ملت ابراہیم علیہ السلام سے وہی منہ موڑیگا جو
اپنے نفس سے جاہل ہے پس اس سے ظاہر ہوا کہ یہود و نصاریٰ سفہاء احمق اور ملت ابراہیم سے خارج ہیں اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ما کان ابراہیم
یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔ یعنے ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے لیکن حنیف مسلم تھے۔ اور بیان فرمایا۔ وَلَقَدِ
اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۔ اور ہمنے ابراہیم کو دنیا میں برگزیدہ فرمایا ف یعنے نبوت اور خلت عطا فرمائی اور اُنکی ذریات
میں قیامت تک نبوت دی۔ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۔ اور وہ آخرت میں صالحین سے ہے۔ ف اس میں نعمت
کمال ہے کیونکہ سفہاء یہود و نصاریٰ اپنی دنیاوی ثروت کی وجہ سے اپنے آپ کو اچھا جانتے ہیں جیسے بہت سے مشرکین بھی دنیا کی
وجہ سے وہم ہوتا ہے پس رد کر دیا کہ نعمت وہ ہے جو آخرت میں نصیب ہو پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے صفات اسلام کو بیان فرمایا
إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۔ یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کر جبکہ ابراہیم سے اُسکے پروردگار نے فرمایا کہ اسلام لا۔ ف یعنے
اطاعت و فرمانبرداری کر تو ابراہیم نے صرف یہی نہیں کہا کہ اچھا بلکہ نہایت خوشی سے عرض کیا۔ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ
الْعَالَمِينَ ۔ کہا کہ میں رب العالمین کے واسطے اسلام لایا۔ ف یعنے سراپا میں نے اپنے آپ کو اپنے رب عزوجل کے سپرد کر دیا
جو رب العالمین ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ یہ بات امتحان ہوگئی کہ جب آگ میں ڈالے گئے تو کسی فرشتہ سے مدد نہ مانگی۔ ابوالسعود نے کہا
کہ اسمیں اشارہ ہے کہ اسی خوبی کے ساتھ حاضر ہونے سے اُنکو مراتب عالیہ حاصل ہوئے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض کے نزدیک قولہ تعالیٰ
اذ قال متعلق اصطفیناہ ہے یعنے ابراہیم کو برگزیدہ فرمایا جب وہ حکم کے موافق اس خوبی سے اسلام لایا لیکن مترجم کے نزدیک یہ
صاحب کشاف وغیرہ محققین کا مختار ہے کہ اُسنے اس ترتیب سے چاہا کہ یہ اشارہ ہو جاوے کہ تقدیر سابق کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اسی [illegible]
سے یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے [illegible] نزدیک ازل میں اُنکو نبوت و خلت کے واسطے برگزیدہ فرمایا تھا جسکا ظہور [illegible]
پس حق یہی ہے کہ آیت کے [illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان جاہلوں کو نصیحت فرمائے جو ملت ابراہیم سے منہ موڑتے ہیں اور [illegible]

ابراہیم علیہ السلام کی یہ شان تھی کہ جب اُنسے پروردگار عزوجل نے توحید خالص کو فرمایا تو بخوشی انھون نے رب العالمین کے واسطے سر جھکایا پس ملت
ابراہیم علیہ السلام پر وہی ہے جو اسطرح عمل کرے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے مانند یعقوب علیہ السلام کے اپنی اولاد کو یہی تاکید فرمائی یعنے نسل ابراہیم علیہ السلام
مین یہ طریقہ مستمر چلا آیا چنانچہ فرمایا۔ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۔ اور ابراہیم نے اپنے بیٹون کو اس ملت
کی وصیت فرمائی اور یعقوب نے ف پھر اسرائیل یعنے یعقوب کے بیٹے تو معلوم ہین اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹون کو وصیت فرمائی حالانکہ
دو بیٹے اسمٰعیل و اسحٰق معروف ہین اور یعقوب پسر اسحٰق بھی بقول مشہور حضرت سارہ و ابراہیم کی حیات مین پیدا ہوگئے کیونکہ بحکم قولہ تعالیٰ
فبشرناها باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب ۔ یعنے ہمنے سارہ کو بشارت اسحٰق کی اور وراء اسحٰق کے یعقوب کی سنائی پس ظاہر یہ مراد ہے کہ ابراہیم
علیہ السلام نے اپنے پسر اسمٰعیل و اسحٰق کو اور اپنے پوتے یعقوب کو اس ملت توحید پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی پھر یعقوب نے اپنی وفات کے وقت اپنے بارہ
بیٹون کو اسی ملت توحید کی وصیت فرمائی وصیت کا بیان یہ ہے کہ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا
وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ اے میرے بیٹو خوب جان لو کہ اللہ تعالے نے تمھارے واسطے اس دین کو چن دیا ہے پس تم کسی حالت پر
انتقال نہ کیجیو سوائے اس حالت کے کہ تم مسلمان ہو ف یعنے مرتے مرتے اسی دین پر قائم رہیو اور کبھی نہ پھریو یہانتک کہ تمھاری
جان نکل جائے کیونکہ جس حالت پر آدمی مرتا ہے اُسی حالت پر اُٹھایا جائیگا اور واضح ہو کہ یہ وصیت خیر ہے اور بیان تقدیر نہین ہے
پس جو شخص اس طرح نصیحت کرنے مین بندونکی خیر خواہی کا قصد کرے وہ اپنے ثواب سے مستفید ہوگا اگرچہ وہ شخص جسکو نصیحت کی گئی
اُسپر قائم نرہے کیونکہ تقدیر مین اگر کوئی شخص جنتی ہے تو اُسپر آخر مین جنت کے کام آسان ہوجاتے ہین بخلاف اسکے اگر دوزخی ہے تو آخر مین
اُسپر دوزخ کے کام آسان ہوجاتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ آدمی اہل جنت کے کام کرتا ہے یہانتک کہ اُسکے اور جنت کے درمیان فقط
ایک ہاتھ کا فرق رہتا ہے پس تقدیر اُسپر غالب ہوتی ہے اور اہل دوزخ کے کام کرکے جہنم مین داخل ہوتا ہے اور آدمی دوزخیون کے کام کرتا ہے یہانتک
کہ اُسمین اور دوزخ مین ایک ہاتھ کا فرق رہجاتا ہے کہ اُسپر تقدیر غالب ہوتی ہے پس وہ اہل جنت کے کام کرکے جنت مین داخل ہوتا ہے۔ صحیح
بالجملہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و اسباط سب ہی اس ملت توحید پر قائم تھے اور برابر اسی ملت کی وصیت کرتے تھے اور یہ یہودیت و نصرانیت بعد ان
انبیاء علیہم السلام کے پیدا ہوئی ہے کیونکہ یہودی بعد نزول توریت کے ایک مدت پیچھے پیدا ہوئے اور نصرانی بعد زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے ظاہر ہوئے جیسے
ملت اسلامیہ مین فرقہ خوارج و روافض وغیرہ بعد قرن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرن صحابہ رضی اللہ عنہم کے ظاہر ہوئے ہین پس ان یہود و نصاریٰ کا
یہ دعوی کہ ہم لوگ ملت ابراہیم پر ہین بلکہ یہود کہتے کہ ابراہیم بھی یہودی تھے اور نصرانی کہتے کہ ابراہیم بھی نصرانی تھے یہ سب محض افترا و کذب ہے چنانچہ رد فرمایا

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا
کیا تم حاضر تھے جسوقت پہونچی یعقوب کو موت جب کہا اپنے بیٹون کو تم کیا پوجوگے بعد میرے بولے
نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ
ہم بندگی کرینگے تیرے اور تیرے باپ دادون کے رب کو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق وہی ایک رب اور ہم اُسی کے حکم پر ہین
تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
وہ ایک جماعت تھی گذر گئی اُنکا ہے جو کما گئے اور تمھارا ہے جو تم کماؤ اور تم سے پوچھ نہین اُنکے کام کی

ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب پر جو اولاد اسمٰعیل علیہ السلام ہین اور بنی اسرائیل پر جو اولاد یعقوب علیہ السلام ہین حجت قائم فرمائی

کر - اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ کیا تم لوگ حاضر تھے جب یعقوب کی موت آئی - ف پھر تم کیونکر کہتے ہو کہ یعقوب نے مرتے وقت اپنی اولاد کو یہودی ہو جانے کی وصیت فرمائی تھی تم محض جھوٹے ہو تم اُسوقت موجود نہ تھے - اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ - جب یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد تم کسکی عبادت کرو گے قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ - بیٹوں نے کہا کہ ہم لوگ عبادت کرینگے تیرے پروردگار کی اور تیرے آباء کے پروردگار کی - ف آباء باپ دادون کو کہتے ہین اور چچا بھی بمنزلہ باپ ہوتا ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ عم الرجل صنو ابیہ - یعنے آدمی کا چچا اُسکے باپ کی گودہ کا جوڑا ہے (کما فی الصحیح) لہذا ان لوگون نے آباء کے بیان مین کہا - اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ - یعنے ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق ف کیونکہ یعقوب علیہ السلام کے باپ اسحاق ہین اور چچا اسمٰعیل ہین اور دادا ابراہیم علیہم السلام ہین پس کہا کہ ہم لوگ اُس پروردگار کی بندگی کرینگے جو تمھارا اور تمھارے آباء ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق کا پروردگار ہے پھر تاکید فرمائی - اِلٰهًا وَّاحِدًا - یعنے ہم لوگ پروردگار وحدہ لاشریک کی عبادت کرینگے جو تم سبکا پروردگار ہے ف پس شبہہ ہوتا تھا کہ شاید یہ بطور تقلید ہو تو کہا کہ تقلید نہین ہے بلکہ تحقیق ہے - وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ - اور ہم لوگ اُسی رب عزوجل کے واسطے مومن مخلص ہین - ف چونکہ اسوقت مین حضرت یعقوب علیہ السلام مصر مین وارد تھے جہان یوسف علیہ السلام کو وزارت حاصل تھی لیکن سوا بادشاہ کے اکثر قوم قبط بت پرست تھے تو گویا بنی اسرائیل نے اپنے باپ اسرائیل علیہ السلام کو اطمینان دلایا کہ ہم لوگ برابر اسلام پر مستقیم رہینگے بالجملہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صرف اخلاص توحید کی وصیت کی اور یہودیت کے بارہ مین کچھ ذکر نہین کیا حالانکہ یہودیت تو عرصہ دراز کے بعد زمانہ موسیٰ علیہ السلام سے پیدا ہوئی تو یہودیون کا یہ کہنا محض غلط ہے کہ یعقوب نے اپنے بیٹون کو یہودی ہونے کی وصیت کی تھی - مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ نے جلالین مین یہ سبب نزول ذکر کیا لیکن اپنی کتاب لباب النقول مین کہا کہ مین نے کسی کتاب مسند مین یہ قول نہین پایا اور بیضاوی نے بھی یہ اعتراض کیا کہ یہان استفہام انکاری نہین بنتا ہے کیونکہ اس دعوی کے واسطے اُنکا حاضر ہونا ضروری نہ تھا کیونکہ ممکن ہے کہ خبر متصل پہونچی ہو لہذا تحقیق مقام یہ ہے کہ اوپر کی آیت مین یہ بیان تھا کہ ابراہیمؑ نے اپنے بیٹون کو توحید اسلام کی وصیت فرمائی اور یعقوبؑ نے بھی یہی وصیت فرمائی - ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت الخ یعنے بلکہ یعقوب کی موت کے وقت تو تم لوگ یعنے تمھارے باپ دادے خود حاضر تھے جب اُنھون نے اپنے بیٹون کو یہ وصیت فرمائی تو معلوم ہوا کہ یہی اسلام سب انبیاء علیہم السلام کی ملت واحدہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون یعنے تجھسے پہلے ہمنے کوئی رسول نہین بھیجا مگر یہ کہ ہم اُسکو یہی وحی بھیجتے رہے کہ کوئی الوہیت والا معبود نہین ہے سوا میرے پس تم لوگ میری ہی عبادت کرو - ۵ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء ہین جو علاتی اولاد ہین کہ ہمارا دین واحد ہے اور شریعتین جدا جدا (کما فی الصحیح) اگر کہا جاوے کہ موت حاضر ہونے کے وقت یعقوب علیہ السلام نے کیونکر وصیت فرمائی جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی پیغمبر کو وفات دینا چاہتا ہے تو اُسکو دنیا مین رہنے یا آخرت مین آنے کا اختیار دیتا ہے (کما فی الصحیح) لہذا جب یعقوب علیہ السلام کو یہ اختیار دیا گیا تو اُسوقت اُنھون نے وصیت فرمائی (مسئلہ) اگر زید مرا اور اُسکا باپ موجود نہین بلکہ اُسکا دادا موجود ہے تو وہ بجاے باپ کے میراث پاویگا چنانچہ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آباء مین شمار کیا حالانکہ وہ یعقوب علیہ السلام کے دادا ہین اور یہی مذہب حضرت ابوبکر الصدیقؓ و ام المومنین عائشہؓ و قول حسن بصری و طاؤس و عطاء و ایک جماعت سلف و خلف کا ہے اور یہی ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے اور باقی فقہاء کے نزدیک دادا اُسکے بھائیون کا شریک ہوگا اور یہ بھی ایک جماعت صحابہؓ و تابعینؒ کا قول ہے (تنبیہ) قولہ تعالیٰ - الٰہا واحدا - بدل الٰہک ہے جیسے قولہ تعالیٰ - بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ - مین ہے پھر یہود اپنی جہالت سے دعوی کرتے

کہتے کہ یہ لوگ ہمارے باپ دادے ہین تو ہماری بداعمالیون سے ہمکو بچاوینگے پس اللہ عزوجل نے اُنکا زعم توڑ دیا اور فرمایا۔ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ یہ ایک امت تھی کہ گذر گئی۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ۔ جو کچھ اس امت صالحہ نے کمایا وہ اُنہین کے واسطے تھا۔ ف پس اُنکی نیکیون سے نفع نہین ہوگا نہ اُنکی طرف نسبت لگانے سے کوئی فائدہ ہے۔ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ۔ اور تمہارے واسطے خاص کر وہی ہوگا جو تمنے کمایا۔ ف پس اگر تمنے اپنے اعمال مین رضاے الٰہی عزوجل کا وسیلہ پایا ہے تو ممکن ہے کہ بحکم قولہ تعالیٰ۔ الحقنا بہم ذریتہم الآیۃ۔ انکو ان اولیاء کے ساتھ لاحق کیے جاوین جیسے حدیث صحیح مین آیا۔ المرء مع من احب۔ آدمی اُس شخص کے ساتھ ہوگا جسکے ساتھ محبت رکھتا تھا۔ (الصحیح) یعنے ایمانی محبت جسکے ساتھ رکھتا ہو اُسکے ساتھ کردیا جاویگا اگرچہ اعمال مین اُسکے برابر نہو چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ بعد ایمان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اتنی خوشی کسی چیز سے حاصل نہین ہوئی جتنی اس حدیث مبارک سے ہوئی اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت ہے اگرچہ میرے اعمال اُنکے مثل نہین ہین (رواہ الترمذی) لیکن یہ بات اُسوقت حاصل ہے کہ اُسنے ایمان توحید مین خلاف نکیا اور یہ سب محض فضل الٰہی عزوجل ہے اور یہود ونصاری نے توحید واسلام چھوڑ کر حضرت عیسی علیہ السلام وحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا پس یہ لوگ منقطع ہو گئے اور اس آیت مین اُن لوگون کا رد ہے جو اپنے نسب بزرگون پر تکیہ کرکے خود فسق وفجور مین مبتلا ہوجاتے ہین اور یہ تکیہ کرنا خود قریب بکفر ہے جبکہ اپنے باپ دادون کو اپنے بچانے مین قادر سمجھنے لگتے ہین کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان لیس للانسان الا ما سعی۔ یعنے آدمی کے واسطے وہی ہے جو اُسنے کوشش کرکے کمایا۔ ھ۔ پھر اگر اُسنے اپنی کوشش سے اسقدر کمایا ہو جس سے اُسکی مغفرت ہوجاوے تو البتہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ ان ذریات کو اُنکے آباء صالحین کے ساتھ لاحق کرینگے۔ پس یہود ونصاری جب کفر وشرک مین مبتلا ہوگئے تو اس لائق نہین رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیۃ یعنے اللہ تعالیٰ اس امر کو نہین بخشتا کہ اُسکے ساتھ شریک کیا جاوے ھ۔ تو معلوم ہوا کہ جب یہ لائق مغفرت نہین تو لائق شفاعت والحاق بھی نہین ہے لہذا ان مشرکون کو فرمایا۔ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اور جو کچھ وہ لوگ کرتے تھے اُس سے تم لوگ نہین پوچھے جاؤگے۔ ف پس صاف معلوم ہوگیا کہ تم اُنکی نیکیون سے نفع نہ پاؤگے اور نہ وہ تمہاری بدکاریون کے ذمہ دار ہونگے بلکہ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کا ساتھی ہے کما قال تعالیٰ۔ وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ الآیۃ۔ یعنے ہمنے ہر آدمی کے ساتھ اُسکا نامہ اعمال لازم کردیا کہ وہ کبھی جدا نہوگا اور فرمایا۔ ولا تزر وازرۃ وزر اخری یعنے کوئی گناہ اُٹھانیوالا دوسرے کے گناہ نہین اُٹھاویگا ھ۔ پس حاصل یہ نکلا کہ میدان قیامت مین اول تو اسلام وکفر مین امتیاز ہوگا پس حضرت ابراہیم واسمعیل واسحق ویعقوب واسباط ودیگر انبیاء علیہم السلام سب اپنے اپنے سایہ مین ہونگے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جو لواء الحمد عطا کیا جائیگا جمیع انبیاء مع آدم علیہم السلام کے اُسکے سایہ مین ہونگے پھر اُسکے بعد جو لوگ یہان پر مرے ہین اگرچہ وہ گنہگار ہون تو بھی انبیاء علیہم السلام کی تبعیت مین رکھے جائینگے اور جو لوگ کفر وشرک مین مبتلا ہوئے خواہ اسطرح کہ وہ اسلام ہی نہین لائے جیسے نمرود وفرعون وانکی قومین یا اسلام سے نکلکر مشرک ومرتد ہوگئے جیسے یہود ونصاری وغیرہ تو یہ سب خارج کرکے شیطان لعین کے ساتھ کیے جائینگے کیونکہ کافر ومشرک کے واسطے کوئی حساب وکتاب نہین ہے اگرچہ قصاص وسزا ہو پس یہ لوگ بلا حساب کے جہنم مین بھیجے جائینگے اور جو لوگ کہ انبیاء علیہم السلام کے تابع رہے ہین اُنمین بعض گروہ مثل چاند وسورج کے بغیر حساب کے جنت مین بھیجے جائینگے مگر سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے ایسے امتی داخل ہونگے کیونکہ حدیث مین آیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو سب پر ممنوع کیا ہے یہانتک کہ مین داخل ہون (الصحیح) پھر دوسرا گروہ اہل ایمان وہ ہے کہ بعد حساب کتاب کے مغفور ہو یعنے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مغفور ہو تو اُنکے سامنے صرف نامہ اعمال پیش کیا جائیگا اور

حساب مین کچھ مناقشہ نہوگا پھر یہ لوگ اگرچہ اعمال کی راہ سے نیچے درجہ کے لائق ہون لیکن اللہ تعالیٰ بذریعۂ شفاعت واپنے فضل کے
انکو انکے بزرگون کے ساتھ لاحق فرمائیگا رہا تیسرا گروہ جو حساب کے مناقشہ مین پڑا تو انمین سے بہتیرے بذریعۂ شفاعت انبیاء وصالحین
وملائکہ کے عفو فرمائے جاوینگے اور بعضون کے گناہ بذریعۂ آگ کے پاک کیے جاوینگے لیکن بہرحال یہ لوگ جنتی ہین اور دوزخی نہین ہین اور بعد مغفرت
کے امید ہے کہ یہ بھی اپنے بزرگون کے ساتھ لاحق ہون خواہ کل یا بعض - بہرحال ایمان اسمین اصلی مدار ہے پس جو لوگ کہ اسلام و توحید سے
غافل ہو کر کفر و شرک مین مبتلا ہوجاتے ہین وہ جب مغفور ہی نہون تو ہرگز اپنے بزرگون کے ساتھ لاحق نہین ہوسکتے بلکہ یہ لوگ
تو صالحین سے منقطع ہو کر مشرکین و کفار مین داخل ہوگئے تو انکا پیشوا وہی انکا بزرگ ہے نعوذ باللہ من الکفر والضلال (تنبیہ) حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے بیٹے بقول مشہور دو ہین - اسمعیل و اسحٰق اور مقاتل نے مدین و مدائن کو زیادہ کیا اور بعض نے کہا آٹھ اور بعض نے کہا چودہ مگر یعقوب انکے
پوتے یعنی اسحٰق کے بیٹے ہین اور انکے بیٹے بارہ ہین روبیل و شمعون و لاوی و یہودا و ایشسوخور - زبولون و دونی و نفتولی و لودا - آوشیر
و بنیامین و یوسف واللہ تعالیٰ اعلم (ف۲) عرائس مین ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا اسلام یعنی اپنے آپ کو تسلیم و تفویض کرنا یہانتک پورا ہوگیا تھا کہ جب
فرزند کے ذبح کا حکم دیا گیا تو اسکو پورا کیا اور فرزند کا اسلام بھی کامل تھا کہ اپنی گردن جھکائی اور وہ اسمعیل علیہ السلام تھے لہٰذا جو شخص اقتدا کرے اسکا
اسلام جب ہی ٹھیک ہوگا کہ غیر حق کا لگاؤ چھوڑے اور جو چیز حق سے مانع ہو اس سے منہ موڑے اور امر قضا و قدر کے آگے سر جھکائے اور
نفس سرکش سے مقابل ہو کہ اسکو مخالفت سے محفوظ رکھے اور خلق خدا پر شفقت کرے اور دینی بھائیون کے ساتھ صادق ہو اور انکے ساتھ
انصاف کا برتاؤ کرے اور کسی سے معارضہ نکرے اور نہ بدلہ لے اگرچہ حق پر ہو اگر کہا جاوے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وصیت مین اسمعیل و اسحٰق
انکے بیٹون کے ساتھ مین انکے پوتے یعقوب بھی داخل تھے بلکہ یعقوب نے اپنے بیٹون کو خود اسلام کی وصیت فرمائی پھر کیا سبب تھا کہ حضرت
یوسف علیہ السلام کی جدائی مین کہا کہ یا اسفیٰ علی یوسف - جواب دیا گیا کہ یہ جسمانی تعلق کے لحاظ سے تھا کیونکہ اہل ایمان کی شان ہے کہ
انکو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہے کما قال تعالےٰ - والذین آمنوا اشد حبا للہ الآیہ - پھر شان نبوت اس سے بہت بلند ہے کیا نہین
دیکھتے ہو کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے دوسرے بھائی بنیامین کو گم کرنے کے بعد یہ کلمہ فرمایا تھا حالانکہ جب فرزندی مین
انکو شامل نہین کیا پس مقام اسرار مین یہ خاص بھید فقط یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھا اور نہ انکی محبت خالص اللہ عزوجل کے واسطے
کامل تھی اور اسلام مین وہ اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کی وصیت پر قائم تھے واللہ تعالےٰ اعلم - مترجم کہتا ہے کہ تمام مدارک آیات و تحقیق اسلام سمجھ لینے
کے بعد صاف متحقق ہوگیا کہ یہود و نصاریٰ کو یعنے اسلام سے کچھ بھی حصہ نہین ہے اور بنی اسرائیل کے نسب پر مغرور ہونا عین جہالت ہے
اسیواسطے حدیث مین وارد ہوا کہ آخرت مین جسکے عمل نے کوتاہی کی اُسکا نسب کچھ کام نہ آویگا - مترجم کہتا ہے کہ اس مقام پر یہ تحقیق یاد
رکھنا چاہیے کہ خود اسلام و ایمان بھی عمل ہے پس اگر اسلام صحیح ہو تو آخر وہ جہنم سے نجات پاویگا کیونکہ اسلام و ایمان کے فقط یہ معنے نہین ہین کہ دل
مین کسی چیز کا یقین بیٹھ جاوے کیونکہ یہ تو بے اختیاری ہوتا ہے اسمین آدمی کے فعل کا کچھ دخل نہین ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ بہت سے یہود و نصاریٰ کے دل مین
صاف بیٹھ گیا تھا کہ محمد صلعم بیشک پیغمبر ہین حالانکہ وہ کافر ہی رہے جبکہ انھون نے انکار کیا پس ایمان کے واسطے ضرور ہے کہ اپنے دل مین یقین جماوے
اور امور غیبی پر ایمان لاوے اگر اسکا نفس اسکے ساتھ جھگڑا کرے اور شک ڈالے مگر وہ ہمیشہ اپنے نفس کو مارے اور دلائل عقلیہ کو نچھوڑے اور واضح ہو کہ
کیفیت بھی چند ہی روز رہتی ہے پھر جب دل منور ہوگیا تو خود ہی اسکو حق نظر آنے لگتا ہے اور اس روشنی مین شیطان و نفس دونو ہی تباہ ہوجاتا ہے
پس معلوم ہوا کہ دل کو حق پر جمانا یہی اسلام ہے اور یہ فعل قلبی بہت اعلیٰ فعل ہے بلکہ جب وہ دل سے یقین لایا اور دل کو اسی پر جمایا تو قصد کیا کہ جو کچھ فرائض و احکام اسلام مین ٢٦

سبکو اپنے اپنے وقت پر ادا کریگا اور جسقدر ممنوعات ہین سب سے باز رہیگا تو اس نیت کے موافق اُسنے تمام شرائع اسلام ادا کرنیکا ثواب پایا اور تمام ممنوعات سے بچنے کا ثواب پایا پھر جب اُسپر کسی نماز فرض کا مثلاً وقت آیا اور اُسنے ادا کی تو دس گونہ سے لیکر سات سو گونہ یا زیادہ تک ثواب پاتا رہیگا پس معلوم ہوا کہ اسلام لانا خود بھی عمل ہے حتی کہ اگر اسلام صحیح ہو لیکن شامت نفس سے بدکاریون مین مبتلا ہو کر مرا مگر دل مین یقین اسلام ٹھیک رکھا تو وہ دائمی جہنمی نہوگا بلکہ خواہ عفو کیا جاوے یا بدکاریون کی سزا پاکر چھوٹے بہرحال وہ اہل جنت سے ہے کیونکہ اُسکے ساتھ عمل و یقین موجود ہے برخلاف یہود و نصاریٰ و منافقین کے کہ اُنمین ایمان نہین ہے تو عمل بھی نہ دارد ہے اور تعجب ہے کہ باوجود اسکے لوگون کو اپنی گمراہی کی جانب بلاتے تھے کما قال تعالیٰ

**وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝**

اور کہتے ہین ہو جاؤ یہود یا نصاریٰ تو راہ پر آؤ تو کہہ نہین ہمنے پکڑی راہ ابراہیم کی جو ایک طرف کا اور نہ تھا شریک والون مین

معالم مین ابن عباس رضی اللہ سے روایت کی کہ یہ آیت قدسی مدینہ کے یہودیون کعب بن الاشرف و مالک بن صیف و وہب بن یہودا و ابو یاسر بن اخطب وغیرہ کے حق مین اور نصارائے نجران یعنے عاقب وغیرہ کے حق مین نازل ہوئی جنمین سے ہر ایک اپنی حقیت کا دعویٰ کرتا تھا مترجم کہتا ہے کہ یہ بات یہ واقع ہوئی کہ نجران کے نصاریٰ مدینہ مین آئے اور یہودی بھی آکر مجتمع ہوئے پس پہلے تو دونون فریق نے باہم مخاصمہ کیا حتی کہ یہودیون نے نصرانیون کی تکفیر کی و عیسیٰ علیہ السلام و انجیل سے انکار کیا اور اسکے جواب مین نصرانیون نے یہودیون کی تکفیر کی چنانچہ سابق مین مفصل مذکور ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ انکے قلوب پر شیطان و کفر مستولی تھا پس اُنہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین دلیری کی چنانچہ محمد بن اسحٰق نے اسناد جید کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابن صوریا اکشم جو خیبر کے یہودیون کا عالم تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ ہم لوگ جس مذہب پر ہین اُسکے سوا کوئی ہدایت نہین ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے اُس شیطان نے کہا کہ تم بھی اسکو مانو تو ہدایت پاؤ نصارائے نجران نے اسکے معارضہ مین اپنے حق مین ایسا ہی بیان کیا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ **وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا**۔ یعنے ان گمراہون نے کہا کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ گے۔ ف مراد یہ ہے کہ یہودیون نے کہا کہ یہودی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ گے اور نصاریٰ نے کہا کہ نصرانی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ گے پس اللہ عزوجل نے ان دونون گمراہون کو ایک مین شامل کرکے رد کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ۔ **قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا**۔ کہدے کہ نہین بلکہ ملت ابراہیم کی جو حنیف تھا۔ ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ تقدیر کلام یہ ہے کہ۔ بل نتبع ملۃ ابراہیم حنیفا۔ اور دوسرون نے کہا کہ بل اتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا یعنے اُنکے قول سے انکار کیا کہ اُس سے ہدایت نہین پاؤ گے بلکہ اتباع کرو ملت ابراہیم حنیف کی تو ہدایت پاؤ۔ مترجم کہتا ہے کہ یعنی زیادہ بلیغ ہے کہ اسمین زیادہ خصوصیت نہین فرمائی بلکہ تحقیق کر دیا کہ تم لوگ دعوی ہدایت مین جھوٹے ہو اور ہدایت وہی ہے جو حضرت عالم الغیب عزوجل نے حکم دیا کہ ملت ابراہیم کی اتباع کرو پس ہم لوگون نے اُسکی اتباع کی پس جو کوئی اُسکی اتباع کریگا وہی ہدایت پر ہوگا کیونکہ حنیف یعنے مستقیم و ہمہ تن جانب حق اسی ملت ابراہیم کی صفت ہے اور خود ابراہیم علیہ السلام کی یہی صفت ہے۔ **وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ**۔ اور ابراہیم کچھ بھی مشرکین مین سے نہ تھا۔ ف پس شرک و کفر کبھی ملت ابراہیم مین داخل نہوگا اور یہ ان یہود و نصاریٰ پر تعریض ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دین توحید سے مرتبہ خلیل اللہ پایا اور برابر اپنے بیٹون کو اسکی وصیت فرمائی اور اُنکے بیٹے پوتون نے برابر اسکی تاکید فرمائی پس تم لوگ جو کھلے ہوئے مشرکین ہین ہو بالکل ملت ابراہیم سے خارج ہو گئے کیونکہ وہ بالکل مشرک نہ تھے اور تم بالکل مشرک ہو۔ ابو قلابہؒ نے فرمایا کہ حنیف وہ ہے جو اول سے آخر تک سب رسولون پر ایمان لاوے اور ابن کثیرؒ و ابو العالیہ

مرفوع روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین سہل ملت حنیفیہ کے ساتھ بھیجا گیا ہون (احمد وسنن) اور فرمایا کہ سہل ملت حنیفیہ اللہ تعالی کو محبوب ہے (احمد وادب المفرد للبخاری وغیرہ) اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفات مین وارد ہوا کہ ایمان انکے دلونمین پہاڑ سے زیادہ بھرا ہوا تھا مگر آسانی دینے والے بے تکلف لوگ تھے (کما رواہ الدارمی) اسی مقام سے کہا گیا کہ بعضے لوگ جو بوجہ وہم وغیرہ کے اپنے اوپر سختی لیتے ہین وہ ناوانی سے شیطان کو اپنے اوپر قابو دیتے ہین اور اسیواسطے علماے حقانی نے ایسے اوہام سے سخت ممانعت فرمائی ہے اور واضح ہو کہ جو شخص ابتدا سے انتہا تک جمیع رسولون پر ایمان لایا اُسنے اپنے دین کو خالص اللہ تعالے کے واسطے کر دیا اور معرفت آگاہ ہوگیا پس وہ شرک سے بیزار ہوگا لہذا اللہ تعالی نے اہل ایمان کے واسطے آیندہ ایک حکم صاف صریح نازل فرمایا جس سے تمام مشرکون وگمراہون کے وساوس سوختہ ہوگئے اور کسیکو وسوسہ ولانے کی مجال نہین رہی چنانچہ یہود ونصاریٰ وغیرہ کو رد کرنے کے بعد حکم فرمایا قولہ تعالی

قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

تم کہو ہم نے یقین کیا اللہ تعالے کے ساتھ اور جو اُتارا گیا ہماری طرف اور جو اُتارا گیا ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اور اُسکی اولاد کی طرف اور جو کچھ ملا ہے موسی اور عیسی کو اور جو کچھ سب پیغمبرون کو دیا گیا ہے اپنے رب کی طرف سے ہم انکے درمیان مین

اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

کسی پیغمبر مین بھی تفریق نہین کرتے ہین اور ہم تو اُسی کے حکم پر گردن جھکائے ہین

اللہ تعالے نے پہلے تو مومنون کو ملت ابراہیم کا حکم دیا اور نصرانیون ویہودیون کو اس سے خارج کر دیا اور تعریض فرمائی کہ ملت حنیفیہ ابراہیم علیہ السلام سے یہ یہود ونصاریٰ کیونکر خارج نہونگے کہ یہ لوگ تو مشرک ہین حالانکہ ابراہیم علیہ السلام کچھ بھی مشرک نہین تھے پھر یہودیون ونصرانیون کے خارج ہونے کی توضیح دراز کی ضرورت نہین بلکہ مومنون کو حکم دیا کہ اپنا عقیدہ حقہ جو عین ملت ابراہیم ہے ظاہر کرین تاکہ خود یہود ونصاریٰ خارج ہون اور اسکا عقیدہ حق بھی ظاہر ہوگیا پس یہ بلیغ اعجاز ہے کہ اصل مقصود یعنی ایمان مومنین کی تحقیق ہوگئی اور درمیان سے اہل باطل یعنی یہود ونصاریٰ ومشرکین سب خارج ہوگئے اور آیندہ انہین سے جسکو راہ راست کی ہدایت وتوفیق ہو وہ خود ادراک کرلے اور یہ آیتین بکثرت فوائد ہین چنانچہ فرمایا۔ قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ۔ تم کہو کہ ہم لوگ ایمان لائے اللہ تعالے کے ساتھ اور ایمان مجمل یہ ہے کہ ہمنے دل سے مان لیا کہ بیشک اللہ تعالی وحدہ لاشریک ہمارا اور سب کا رب اپنی ذات وصفات کے ساتھ حق ہے اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے بندہ ورسول حق ہین اور جو کچھ اللہ تعالی نے نازل فرمایا سب حق ہے کیونکہ کسی شخص کا ایمان وحدانیت صحیح نہین ہوتا جب تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کو یقین نکرے کیونکہ حدیث ابن عباسؓ مین وفد عبد القیس کے بارہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو چار باتونکا حکم دیا از انجملہ اول یہ کہ اللہ تعالی وحدہ پر ایمان لاوین پھر آخر مین فرمایا کہ تم نے جانا کہ اللہ وحدہ پر ایمان کیا ہے انھون نے عرض کیا کہ اللہ ورسول ہی کو خوب علم ہے فرمایا کہ یہ کہنا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ پس ثابت ہوا کہ توحید الٰہی کے یہ معنے نہین کہ اللہ تعالی کو ایک کہے یعنے جیسے گنتی مین ایک دو کا شمار ہوتا ہے کیونکہ شمار وگنتی تو اللہ تعالے نے مخلوق فرمائی ہے تو اسکی ذات پاک کو ایک کی گنتی کیونکر لاحق ہوسکتی ہے بلکہ معنے یہ ہین کہ وہ اکیلا الوہیت والا ہے یعنے الوہیت سواے اللہ تعالے کے کسی فرد کے واسطے نہین ہے یعنی جمیع صفات حق عز وجل اسی کے لیے خالص رکھے تو لامحالہ رسول مبعوث کرنا اُسی کے افعال الوہیت سے ہے پس جسنے کسی رسول کا انکار کیا اُسنے الوہیت توحید الٰہی سے انکار کیا تو وہ

کافر مشرک ہوا اور جسنے کسی مخلوق کو نفع یا ضرر پہونچانے والا مستقل جانا وہ مشرک ہو گیا جیسے یہود نے اپنے انبیاء و اولیاء کی نسبت اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت خیال کیا لہذا مشرک ہوئے بلکہ یہودی بوجہ کفر عیسیٰ علیہ السلام کے اور نصاریٰ بوجہ انکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الوہیت سے کافر ہو گئے۔ حتی کہ اس زمانہ میں جو کوئی مسلمانوں میں جاہلانہ اعتقاد کرے وہ خارج ہو جائیگا اگرچہ وہ کسی ولی کی معرفت کی نسبت اعتقاد کرے کیونکہ ولی مقبول تو خالص بندہ حق عزوجل ہے تو وہ ایسے مشرک سے خود بیزار ہو گا جیسے عیسیٰ علیہ السلام ان مشرک نصرانیوں سے بیزار ہیں۔ پھر بیان ایمان تفصیلی اسطرح ہے کہ اللہ تعالیٰ و ملائکہ و انبیاء و کتب اور روز آخرت و جنت و دوزخ وغیرہ پر اعتقاد کرے۔ پھر بیان بمقابلہ یہود و نصاریٰ کے بعض وہ امور ذکر فرمائے جنکے انکار سے یہ لوگ کافر و مشرک ہو کر ملت حنیفی سے خارج ہو گئے تھے اور یہ تو معلوم ہو چکا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ٹھیک ایمان لایا وہ اسکی کل الوہیت پر ایمان لایا لہذا جب اہل اسلام کو حکم دیا کہ کہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ یقین لائے تو جمیع حقائق اسمیں آ گئے حتی کہ تقدیر بھی قطعاً حق ہے اور وہی ہمارے افعال کا بھی مثل ہمارے خالق عزوجل ہے اور یہ وہم ہو کہ آدمی تو زنا و چوری وغیرہ کرتے ہیں۔ جواب یہ کہ جب بندہ نے زناکاری کمانی چاہی تو اسکے عزم پر اللہ تعالیٰ اسمیں زنا پیدا کر دیتا ہے جیسے بندے دعا میں آرزو کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دیدیتا ہے پھر یہ بندہ چور و زانی ہو گیا جیسے رنگریز نے کپڑا اسطرح رنگا تو وہ رنگریز گلگون نہیں بلکہ کپڑا ارغوانی ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ خالق ہے اور مخلوق اس وصف نیک یا بد سے متصف ہوتا ہے پس یا ہم یقین لائے اور وسوسہ شیطانی کو دور کیا اور دل صاف خالص جانا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے تو جمیع عقائد حقہ پر یقین لائے۔ پھر اسکے ساتھ ان امور جنکے انکار سے یہود و نصاریٰ کافر مشرک ہو کر خارج ہو گئے تھے بیان فرمائے کہ۔ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡنَا۔ اور یقین لائے اس پر جو ہمارے جانب نازل فرمائی گئی ف اور وہ قرآن مجید ہے اور حدیث بھی اسمیں اسوجہ سے شامل ہے کہ وہ بھی بوحی خفی نازل ہوئی پس ایمان لائے کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف لائے سب حق ہے۔ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ۔ اور ساتھ ہی یقین لائے اس چیز پر بھی جو اتاری گئی ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و اسباط کی جانب ف اسباط جمع سبط جسکا اطلاق اکثر پوتوں پر ہوتا ہے اور یہاں اولاد یعقوب علیہ السلام کی نسل مراد ہیں جو خود حضرت ابراہیم و اسحٰق کے پوتے پڑپوتے تھے اور یہ لوگ اسباط کہلاتے ہیں شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل ہوئے تھے شیخ ابن ... فرمایا کہ اسباط بارہ اولاد یعقوب ہیں اور ہر ایک کی اولاد میں ایک گروہ کثیر ہوا تو ہر گروہ کو سبط اور ان سب کو اسباط کہنے لگے مترجم ... حضرت یعقوب کے ہر بیٹے کی نسل کو سبط کہتے ہیں خلیلؒ نے کہا کہ بنی اسرائیل میں اسباط اسی طرح کہلاتے ہیں جیسے بنی اسمٰعیل میں قبائل ... اسکے مانند امام بخاریؒ کا قول ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت میں ظاہر یہ ہے کہ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی و صحائف نازل ہوئے اسی طرح ... و اسحٰق و یعقوب کی اولاد اور پوتوں پر بھی نزول ہوا اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے بھی نہیں انبیاء کا ہونا محتمل ہے اور قول موسیٰ علیہ السلام کی ... کہ۔ اِذۡ جَعَلَ فِيۡكُمۡ اَنۡۢبِيَآءَ الآیۃ یعنے نعمت الٰہی یاد کرو کہ اسنے تم میں انبیاء کیے اور محتمل ہے کہ آئندہ کے لیے ہو اور سابق میں بارہ اولاد یعقوب ہوں ... کہ اسباط بنی اسرائیل کا ذکر کیا اور قبائل بنی اسمٰعیل کا ذکر نہیں کیا تو یہ دلیل ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی جانب ہی کا نزول ہوا اور قبائل ... نہیں گذرا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انمیں سے مبعوث فرمایا۔ بالجملہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر پر نازل کیا ہم ایمان لائے اور انمیں سے خاص طور پر حضرت موسیٰ و عیسیٰ کی تصریح فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ وَمَآ اُوۡتِىَ مُوۡسٰى وَعِيۡسٰى۔ اور ہم سب کے ساتھ یقین لائے جو کچھ موسیٰ و عیسیٰ کو دیا گیا۔ ف کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توریت دی گئی اور ساتھ میں جو کچھ دی گئی ہے پھر درمیان

مین داؤد علیہ السلام کو زبور عطا ہوئی لیکن کہا گیا کہ زبور صرف حمد وثنا ہے جسکو داؤد علیہ السلام خوش الحانی سے ادا کرتے تھے اسیواسطے جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تلاوت قرآن کو نماز تہجد مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ جا کر سنا تو فرمایا کہ اسکو مزامیر آل داؤد سے ایک مزمار عطا ہوا ہے۔ اور احکام تو اُسوقت بھی برابر وہی واجب تھے جو توریت مین نازل ہوئے اور برابر توریت کا حکم مستمر رہا یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو اسوقت انجیل نازل ہوئی جسمین بعض احکام توریت منسوخ کیے گئے اور باقی احکام توریت محکم رہے اسیواسطے نصاریٰ توریت کو عہد عتیق اور انجیل کو عہد جدید کہتے ہین اور جو احکام کہ توریت مین سے اُسوقت منسوخ ہوئے ازانجملہ حرمت شرب چربی و گوشت شتر وغیرہ ہے کہ یہ انجیل مین حلال کر دیے گئے اور جہاد کا حکم منسوخ ہو گیا حالانکہ برابر دو ہزار برس تک بنی اسرائیل مین جاری رہا تھا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ سلیمان بن حبیبؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ہمکو یہی حکم دیا کہ ہم توریت وانجیل کے حق ہونے پر ایمان لاوین اور نہین حکم دیا کہ ہم انکے احکام پر عمل کرین مترجم کہتا ہے کہ جمیع اہل اسلام اسی پر متفق ہین کہ اللہ تعالےٰ نے جو توریت وانجیل نازل فرمائی تھی وہ بیشک کتاب الٰہی اور حق ہے ولیکن جو ترجمے کہ زبان اُردو یا فارسی وغیرہ مین اسوقت ہمکو دیے جاتے ہین ہم انکی تصدیق یا تکذیب کچھ نہین کرتے ہین کیونکہ جب یہود ونصاریٰ سے کتب الٰہی مین تحریف کرنا بدلائل قاطعہ ثبوت ہو چکا تو ہم نہین کہہ سکتے کہ کون حکم اصلی اور کون محرف ہے بلکہ اسوقت خود یہود ونصاریٰ کو بھی یہ تحقیق نہین معلوم ہے اور ہزارون الفاظ مین جو اختلاف معنوی موجود ہے اسکی نسبت وہ لوگ کہتے ہین کہ یہ پڑھنے والون کی غلطی ہے۔ ہم کہتے ہین کہ اچھا وہ پڑھنے والون ہی کی غلطی سہی لیکن آخر یہی نتیجہ نکلا کہ یہ امر نہین معلوم ہو سکتا کہ اصل کون لفظ اور کیا حکم ہے پس جب ایک قوم کے پاس ایسی کتاب ہو کہ جسمین یہ معلوم نہو سکے کہ اصلی حکم کیا ہے تو یہی شریعت کا ٹُٹنا کہلاتا ہے اور خود نصاریٰ منتظر ہین کہ بعد عیسیٰ علیہ السلام کے ایک روح مقدس آنے والا ہے تو دیدۂ انصاف سے دیکھیے اور جانیے کہ وہ یہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مع شریعت حقہ قرآن مجید ہین۔ بہرحال ہم ایمان لاتے ہین کہ جو کچھ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو عطا ہوا تھا حق ہے۔ وَمَآ أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ اور ایمان لاتے ہین کہ جو کچھ پیغمبرون کو اُنکے رب عزوجل کی طرف سے عطا ہوا ہے ف سب حق ہے۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مومنون کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاوین اور اللہ تعالےٰ کی سب کتابون اور سب رسولون کی تصدیق کرین۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ توریت وزبور وانجیل پر ایمان لاؤ لیکن قرآن مجید تمکو کافی ہو۔ (رواہ ابن ابی حاتم) خلاصہ یہ کہ بنظر اختلاف یہود ونصاریٰ کے حضرت ابراہیم سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بعضے انبیا علیہم السلام کو مفصل بیان فرمایا پھر جمیع انبیا علیہم السلام کو مجمل ذکر کیا تو ہم ان سب پر ایمان لاتے ہین۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ ہم نہین ان مین سے کسی ایک مین بھی تفریق نہین کرتے ف اور کسی پیغمبر یا کتاب آسمانی کو نہین جھٹلاتے ہین۔ کیونکہ الوہیت خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے پس اسنے جمیع انبیا علیہم السلام کو کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ بھیجا اور احکام عملی مین البتہ اپنی حکمت ومشیت کے ساتھ ہر عہد مین اسکے موافق احکام دیے اور یہ اسکو ہر وقت اختیار ہے۔ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۔ اور ہم سب تو اسی کے واسطے مخلص مطیع ہین ف وہ جو کچھ چاہے حکم فرماوے مثلاً شریعت توریت مین شراب حرام تھی پھر انجیل مین مباح کی گئی پھر شریعت اسلام مین بعد ہجرت مدینہ کے ایک مدت گذرے اسکو حرام کر دیا۔ اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اسلام ہی عین شریعت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھی کہ ہر حال مین اللہ تعالیٰ کے حکم پر گردن جھکاتا تا اور جمیع انبیاء وکتب پر ایمان لاتا اور ہم اسی شریعت پر ہین اور یہی اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا برخلاف مشرکین عرب کے کہ انھون نے صریح بت پرستی کی اور نبوت سے انکار کیا اور برخلاف یہودیون کے کہ انھون نے باوجود تحریف توریت وشرک وغیرہ کے صریح ضد یہ کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وحضرت

خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انجیل و فرقان سے کفر کیا اور برخلاف نصرانیوں کے کہ باوجود شرک قبیح و بہتان صریح و تحریف کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا بلکہ یہودی و نصرانی نصاری نے باہم ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل کی تو یہ سب ملت ابراہیم علیہ السلام سے خارج ہیں اور الحمد للہ کہ ہم لوگوں کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہم ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ الوہیت والا وحدہ لاشریک لہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے و رسول ہیں جو کچھ انپر نازل کیا گیا قرآن و وحی خفی سب حق ہوا اور جو کچھ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق علیہم السلام و جمیع انبیاء بنی اسرائیل و جمیع انبیاء حضرت آدم سے لیکر آخر تک خواہ ہمکو انکا نام معلوم ہو یا نہ معلوم ہو سب حق ہیں اور جو کچھ ان پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہو سب حق ہے ہم کسی میں تفرقہ نہیں کرتے کہ بعض پر ایمان لاویں اور بعض سے کفر کریں یا قرآن مجید سے بعض حکم کو مانیں اور بعض سے انکار کریں جیسے یہود و نصاریٰ نے کیا ہے بلکہ ہم بغیر تفریق کے سب پر ایمان لاتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے دین کو خالص کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ارشاد فرمایا کہ ان یہود و نصاریٰ کو جو باہم تکفیر کرتے ہیں ۔۔۔

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ

پھر اگر وہ لوگ یقین لاویں اسی پر جس پر تم یقین لائے ہو تو بے شک راہ راست پر آگئے اور اگر انھوں نے منہ موڑا تو ۔۔۔

اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ صِبْغَةَ اللَّهِ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۖ وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ ۝

اللہ تعالیٰ انکو کفایت کریگا اور وہی خوب سننے والا جاننے والا ہے ہم نے لیا رنگ اللہ کا اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے بہتر ہو رنگ میں اور ہم تو اسی کے لیے عبادت کرنے والے ہیں

یہ خطاب بھی مومنوں کو عطا ہوا اور اسمیں انکی تقویت و فضیلت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و معجزہ اخبار غیب ہے چنانچہ فرمایا ۔ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۔ پھر اگر انھوں نے ایسا ہی کر لیا یقین کیا جیسے تم نے یقین کیا ہے تو راہ پا گئے یعنی اگر یہود و نصاریٰ جو باہم ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور راہ حق سے یعنی راہ مستقیم سے دائیں بائیں ہو کر نکلے ہیں اگر اسی طرح مانیں جیسے تم نے یقین کیا ہے تو راہ راست پر آگئے اور ٹھیک راہ اختیار کی ۔ حاصل یہ کہ اگر یہود و نصاریٰ ۔۔۔ سب رسولوں و سب کتابوں کا اقرار کیا تو راہ راست پائی وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۔ اور اگر انھوں نے منہ موڑا تو ۔۔۔ شقاق ہی میں پڑے ہیں ف یعنی راہ مستقیم سے ایک شق اختیار کر لی ۔۔۔ معراج میں ایک روایت میں مذکور ہے کہ جب آپ روانہ ہوئے تو راہ راست کے دائیں طرف ایک شخص نے پکارا ۔۔۔ اور دوسری طرف ہی جبرئیل نے کہا کہ آپ چلے چلیں اور اسکو کچھ جواب نہ دیں ۔۔۔ پھر بائیں طرف سے آواز دی ۔۔۔ پھر جبرئیل نے کہا کہ آپ چلے چلیں اور اسکو جواب نہ دیں پھر ایک عورت ۔۔۔ آپ نے متوجہ نہ کیا تو جبرئیل نے ۔۔۔ کہ چلے چلیے اور اسکی طرف التفات نہ فرمائیے پھر جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ وہ راہ سے دائیں شق والا تو یہود تھا کہ اسکی طرف بلاتا تھا اور بائیں طرف والا نصاریٰ ہے اور یہ عورت دنیا ہے ۔ رواہ الطبرانی مرسلا من طریق محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیحین کی بعض احادیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خط مستقیم کے دائیں بائیں خطوط کھینچکر فرمایا کہ مستقیم تو راہ حق ہے اور یہ ۔۔۔ ابو العالیہ نے فرمایا کہ شقاق یعنی فراق میں پڑے ہیں ۔ ابن عباس و عطاؒ نے کہا کہ شقاق یعنی خلاف و منازعت میں ۔ معالم میں لکھا کہ آمنوا بمثل ما آمنتم بہ میں کلمہ مثل زائد ہے اور معنے یہ ہیں کہ فان آمنوا بما آمنتم بہ یعنی جس چیز کے ساتھ تم ایمان لائے ہو اگر اسی چیز کے ساتھ یہ لوگ ایمان لاویں تو راہ راست پاویں معالم و تبیان میں کہا کہ یہی قرات ابن عباس ہے ۔۔۔ کہا کہ یہ قرات ابن مسعود ہے ۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مومنین کا اعتقاد و دین اسلام ہے اور ۔۔۔



اسلام کے کہاں پاوینگے بلکہ بعینہ اسلام پر اعتقاد کریں۔ کشاف وبیضاوی وغیرہ نے کاشمثل کو بغیر تاکید کے بھی حجت تعجیز قرار دیا یعنی
اس سے ان لوگوں کو عاجز ٹھہرانا منظور ہوا و حجت کی تقریر یہ ہے کہ تمام انبیاء سابقین وانکی متبعین متواتر چلا آتا ہے کہ انہیں میں محمد بھی تھا کہ اللہ
عزوجل کے ساتھ ایمان لاوین مع اس اعتقاد کے کہ اللہ تعالیٰ کے سب رسول خواہ سابق ہوں یا لاحق ہوں اور سب کتابیں احکام کل حق ہیں
اور جب یہ متواتر ثابت ہوا تو یہی حق اور یہی ملت ابراہیم واسمعیل واسحق واسباط وموسیٰ وعیسیٰ ہے پس اہل اسلام قطعًا اسی ملت میں ہیں پس تم لوگ
اگر اسکے مثل لاؤ تو البتہ ہدایت پر ہو حالانکہ یہ امر معلوم ہے کہ اسکا مثل نہ اور وہ بلکہ خود یہی ایک صراط المستقیم ہے تو یہ لوگ مثل کہاں سے لاوینگے
پس جبھی ہی حق پر ہونگے کہ بعینہ اسلام لاوین اور اپنے دعوے وانکار سے توبہ کریں۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ یہ حجت جمیع فرقہائے گمراہ پر ہے خواہ یہود
ونصاریٰ ہوں یا عرب کے بت پرست ہوں جو اپنے آپکو ملت ابراہیم واسمعیل پر سمجھتے تھے۔ فان تولوا فانما ہم فی شقاق۔ یعنے پھر اگر بعد
اس حجت واضح کے بھی اسلام سے منہ موڑیں تو یہ لوگ راہ حق سے چھوٹ کر مخالف جہت میں پڑے ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی
کہ ان مخالفوں کی کچھ پرواہ مت کیجیو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات پر قاہر ہے اور انکا فی الحال چھوڑ دینا کچھ اس وجہ سے نہیں کہ معاذ اللہ یہ لوگ قبضہ
قدرت سے باہر ہیں بلکہ ارادہ الٰہی انکے حق میں یوں ہی متعلق ہے کما قال تعالیٰ۔ انما یرید اللہ ان یعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا وتزہق انفسہم
وہم کافرون یعنے اللہ تعالیٰ کی ارادت کا یہ متعلق ہے کہ ان لوگوں کو اس دنیاوی زندگی میں بھی بوجہ مال واولاد دنیاوی کے عذاب میں ڈالے
اور یہی کفر کی حالت میں انکی جانیں نکل بھی جاویں۔ پس تو اپنے وقت تک جب تک انکو چھوڑیگا پھر آخر اپنے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے
دین حق کو سب پر غالب فرماویگا لہٰذا فرمایا۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پس عنقریب اللہ تعالیٰ تیری طرف سے
انکو کفایت فرماویگا اور وہی خوب سننے جاننے والا ہے ف یعنے عنقریب تجھکو انپر فتح ونصرت کے ساتھ غالب فرماویگا چنانچہ یہی ہوا کہ
ہجرت کے تیسرے سال میں آپ نے یہود کے فرقہ بنی نضیر کو ملک شام کی جانب نکالدیا اور آخر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے
زمانہ خلافت میں وہاں بھی انپر خواری کا جزیہ باندھا گیا اور ہجرت کے پانچویں سال غزوہ احزاب سے فراغت کے بعد آپ نے فوراً
کمر نہیں کھولی تھی کہ آپکو بنی قریظہ پر جہاد کا حکم ہوا حتی کہ یہ مغرور لوگ مجبور ہو کر خوف کے مارے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر
اور سعد رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا کہ انکے مرد اور عورتوں وبچوں کو سب قتل کیا جاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ تمنے حکم الٰہی
عزوجل کے موافق پایا۔ اور نصاریٰ نجران سب مطیع ہوئے چنانچہ سورۂ آل عمران میں انکا عجیب واقعہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا اسی طرح
آنحضرت صلعم کے واسطے معجزہ واضحہ ہے جیسے سورۂ آل عمران کی آیت میں قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جہنم الآیۃ میں بھی صاف معجزہ ہے
جبکہ ان بدبخت احمق یہودیوں نے کہا تھا کہ اے محمد آپنے قریش کے چند اوباش کو جو فن جنگ سے واقف نہیں ہیں مغلوب کیا تو یہ کچھ نہیں ہے
کیونکہ کبھی ہمارا مقابلہ ہو تو معلوم ہو کہ مرد ہم ہیں لوگ ہیں پس آپکو حکم ہوا کہ ان لوگوں کو کہدیجیے کہ اے کافرو عنقریب تم لوگ مغلوب ہو کر جہنم کو حشر
کیے جاؤگے۔ اور اللہ تعالیٰ سمیع علیم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محض خیر خواہی سے ان لوگوں کے حق میں دین ودنیا کی بہتری چاہی درحقیقت دنیا
محض ہیچ ہے تو دائمی حیات ونعیم جنت میں پہنچانے کی کوشش بلیغ فرمائی حالانکہ اسکے جواب میں ان بدکاروں کی طرف سے بدگوئی وعداوت کا
عوض تھا پس اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت پاک سمیع علیم سے تسکین فرمائی۔ اور یہ ہر عاقل نیکوکار کے واسطے مقام تسکین ومسرت ہے کہ حق عزوجل
اسکے افعال واقوال کا سمیع علیم ہے تو رحمت سے محروم نہیں۔ اور اسکے مخالفین کے اقوال وافعال کا سمیع علیم ہے تو وہ لوگ بالضرور اپنی سزا کو پہنچینگے
اور یہاں ایک نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو یہود ونصاریٰ دونوں پر فتح ونصرت وغلبہ اسلام کی بشارت دی حالانکہ نصرانیوں پر غلبہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما

رضی اللہ عنہم کی خلافت میں پورا ہو گیا تو ان الاموں کے غلبہ کو ان ہی آپکا غلبہ قرار دیا اسیواسطے حضرت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت بالاجماع خلافت نبوت ہے نہ خلافت سلطنت۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلامی غیوں کا تمام قتال کا حکم تسلیم ہو گیا (تنبیہ) روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے اور تلاش کرکے صحابہ رضی اللہ عنہم ہو پہنچے اور پیچھے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک سوراخ سے داخل ہوئے اتنے میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص پہلے آوے اسکو جنت کی بشارت دے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ اجازت دے اور اسکو جنت کی بشارت دے پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے تو فرمایا کہ اجازت دے اور جنت کی بشارت دے پھر عثمان آئے تو فرمایا کہ اجازت دے اور ایک بلوی پہونچیگا کہ اسپر جنت کی بشارت دے الحدیث (الصحیح وغیرہ) اور وقت وفات شریف کے عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر خفیہ فرمایا اور عثمان کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا کما فی الصحیح وغیرہ۔ یہ سیاسی بلوہ کا اشارہ ہے جو باغیوں نے آپ کے زمانہ خلافت میں اٹھایا تھا حتی کہ آپ شہید ہوئے اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت عثمان کو ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے کبھی قمیص خلافت پہناوے اور لوگ چاہیں کہ تو اسکو اتار دے تو مت اتاریو (ابن ماجہ وغیرہ) حضرت عثمان نے محاصرہ باوجود اس قدر اظہار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے ایک عہد لیا کہ میں اسپر صابر ہوں (بعض الصحاح) اور روایت ہوئی کہ جس روز محاصرہ ہوا شہید ہو گئے تو اول باغیوں نے بیعت قائم کی [illegible] جاتے ہم ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فلان و فلان و فلان بشارت جنت دی ہیں۔ باغیوں نے ہر ایک پر اقرار کیا کہ اللہم ہاں [illegible] پھر یاد دلایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے کوہ حرا پر تھا کہ پہاڑ کو جنبش ہوئی تو آپ نے اسکو ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ ٹھہر کہ تجھ پر نبی و صدیق اور دو شہید ہیں تو پہاڑ ٹھہر گیا۔ باغیوں نے کہا کہ ہاں واللہ ٹھیک ہے پس آپ نے باواز بلند تکبیر کہی اور فرمایا اللہ اکبر واللہ یہ لوگ گواہی دیتے ہیں کہ میں شہید ہوں (الصحیح وغیرہ) پھر بعض نے کہا کہ شب خواب سے بیدار ہوکر لوگوں سے کہا کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے حضور ہی کی بشارت دے گئے ہیں (باسناد صحیح) حتی کہ آخر رات شہید ہوئے تو اس وقت مصحف مجید آپ کی گود میں تھا اور قطرہ خون ٹپک کر قولہ تعالیٰ فسیکفیکہم اللہ الآیۃ پر گرا اسکا نشان باقی ہے چنانچہ اہل بغاوت کو بعد پہونچے انواع محنت کے بعد مارے گئے باوجود یکہ کسی ظاہری فساد میں نہ گیا کہ اہل بغاوت نے جیسے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کر لی [illegible] ابو حاتم نے کہا کہ مجھے یونس بن عبدالاعلی نے خبر دی کہ ابن وہب نے خبر دی کہ مجھے زیاد بن یونس نے فرمایا کہ نافع بن ابی نعیم نے بیان فرمایا کہ مجھے خلفا نے میرے پاس مصحف عثمان رضی اللہ عنہ اس غرض سے بھیجا کہ میں اسکی جلد وغیرہ درست کر دوں۔ زیاد نے کہا کہ میں نے حضرت نافع سے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو یہ مصحف انکی گود میں تھا حتی کہ فسیکفیکہم اللہ الآیۃ پر انکا خون ٹپک پڑا۔ تو نافع نے فرمایا کہ واللہ میری ان دونوں آنکھوں نے اس آیت پر یہ خون مبارک دیکھا ہے [illegible] پڑا ہوا داغ تھا مترجم کہتا ہے کہ حاصل تفسیر یہ ہوا کہ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے یک رنگ توحید کا حکم دیا اور ارشاد کیا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ یا تو یہی رنگ اختیار کرینگے یا اللہ تعالیٰ تمکو کفایت فرماویگا۔ نصرانیوں میں اصطباغ شرک قبول کیا یعنی جب کوئی نصرانی ہوتا تو [illegible] میں داخل ہوتا وہ لوگ اسکو اپنے رنگ میں اصطباغ دیتے تھے لیکن ہر ایک شرک میں اصل ہے لہذا مومنوں کو موافق حکم الٰہی عزوجل کے [illegible] سے بالکل جدائی کر لی چنانچہ فرمایا۔ صِبْغَةَ اللّٰہِ۔ یعنی صبغنا اللہ صبغۃ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمکو رنگ دیا یعنی توحید کا [illegible] قولوا آمنا باللہ کا مضمون ہوا اور قولوا کے تحت میں داخل ہے اسیواسطے حذف فعل واجب ہے کیونکہ ایمان توحید کا یہی حاصل ہے [illegible] سوا کچھ داغ شرک نہ ہو۔ اور حاصل یہ ہوا کہ تم لوگ کہدو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو رنگ توحید الٰہی سے یکرنگ کر دیا۔ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَةً اور اللہ تعالیٰ سے بہتر کون اصطباغ دینے والا ہے کوئی نہیں پس نصرانیت یا یہودیت کا اصطباغ باطل و شرک [illegible]

لَهٗ عٰبِدُوْنَ - اور ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عبادت کرنے والے ہیں ف کسی کو اسکے ساتھ شریک نہیں لاتے بخلاف مشرکین
یہود و نصاریٰ و عرب کے - یہ بھی - قولوا - کے تحت میں داخل و مربوط ہے یعنے کہو کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے مخلص موحد ہیں -
پس صبغۃ اللہ منصوب بر بنائے مفعول مطلق ہے کہ وہ جملہ آمنا باللہ - کا حاصل ہے اور یہی قول امام سیبویہؒ کا ہے اور اسی کو زمخشریؒ نے کشاف
میں اختیار کیا اور اسکی خوبی خود ظاہر ہے لہٰذا دیگر اقوال کو مترجم نے ترک کر دیا اور امام ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ابن عباسؓ و مجاہدؒ نے کہا کہ صبغۃ اللہ
سے مراد فطرت الٰہی ہے یعنے دین توحید فطری کہ وہ یکرنگ صاف بدون داغ ہے - اور اسکے مانند - ابو العالیہ و عکرمہ و ابراہیم نخعی و حسن و قتادہ و ضحاک
و عطیہ و ربیع و سدی وغیرہم سے مروی ہے - ھ - اور یہ تشبیہ لطیف ہے کہ جیسے کپڑے پر رنگ ہوتا ہے اسیطرح ہر ملت والے پر اسکے دین کا
رنگ ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ گویا یہ اسکا قولہ تعالیٰ - لباس التقوی ذلک خیر ذلک من آیات اللہ الآیۃ - یعنے لباس تقوی ہی بہتر ہے اور
وہ آیات الٰہی سے ہے - ھ - مترجم کہتا ہے کہ اسیوجہ سے لباس تقوی ہر کافر و فاسق کو نظر نہیں آتا جو آیات الٰہی سے اندھے ہوتے ہیں -
مومن صادق کی پیشانی کا نور ایک چھپا رہتا ہے بیش و بی شعور - یہ نور بعد موت کے عموماً ظہور کریگا جبکہ آگے چاند سورج کی روشنی بے حقیقت ہوگی
اور حدیث میں لباس تقوی کی توضیح آئی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ لباس التقوی کی تفسیر میں احادیث و آثار کا ذکر آویگا - اور واضح ہو کہ طفیل
بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ ذی النور کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی اسکا نور ظاہر کر دے تو انکی پیشانی سے مانگ تک ظاہر ہو گیا
کہ اندھیری رات میں انکو کسی چاندنی کی ضرورت نہ تھی لیکن طفیل رضی اللہ عنہ نے جو صادق الایمان تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شاید لوگ داغ کا شبہ کریں تو آپ نے
چابک میں اشارہ کیا تو وہ دونوں کے سوا منیر تھا - اسیواسطے ذی النور لقب ہو گیا معالم میں ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نصاریٰ میں جو لڑکا
پیدا ہو کر سات روز کا ہوتا ہے تو شریعت توریت کی عقیقہ و ختنہ کے بجائے اسکو زرد رنگ میں جسکو آب معمودیہ کہتے ہیں غوطہ دیکر رنگتے ہیں کہ اب نصرانی
ہو گیا پس اللہ عز وجل نے رد فرمایا کہ یہ ظاہری رنگ ہے مقبول نہیں بلکہ مقبول وہ ہے جو دین الٰہی عز وجل سے منور ہوا اور وہ اسلام ہے - ھ -
حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تعلیم دیا کہ تم ان خیالی دعوے والوں کو کہو کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے ایسے رنگ سے رنگا جو مثل تمہارے رنگنے کے نہیں ہے
اور وہ طہارت اسلام سے پیدا رنگ ہے جسپر حضرت نوح و ہود و ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب وغیرہ انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں ابن ابی حاتم و ابن مردویہ
نے اپنی تفسیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپکا
پروردگار رنگ دیتا ہے حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ تم ایسے کلمات سے ڈرو پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ انسے کہو کہ ہاں میرا رب عز وجل رنگتا ہے
سرخ و سفید و سیاہ و دیگر رنگ میری ہی رنگت سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صبغۃ اللہ ومن احسن الآیۃ نازل فرمایا - ابن کثیرؒ نے
لکھا کہ ابن مردویہ نے اسکو مرفوع حدیث روایت کیا لیکن ابن ابی حاتمؒ کی روایت میں ابن عباسؓ کا قول ہے اور یہی اشبہ ہے بشرطیکہ اسناد صحیح
ہو - مترجم کہتا ہے کہ گویا اشارہ ہے کہ اسناد میں تردد ہے - بعض علماء نے کہا کہ معمودیہ کی تردید تو فقط نصاریٰ سے متعلق ہوگی حالانکہ یہ کلام تو
یہود بلکہ مشرکین عرب کی بھی تردید ہے مترجم کہتا ہے کہ اسکے دو جواب ہو سکتے ہیں - اول یہ کہ تردید کا ہر جملہ ضرور نہیں کہ دونوں سے متعلق ہو -
دوم صبغۃ اللہ سے درحقیقت رنگ مراد نہیں بلکہ مقصود تشبیہ ہے یعنے تم لوگ تو اپنے رنگ میں ہو جو اللہ تعالیٰ و اسکے رسولوں کے مخالف ہے
حتی کہ تم میں سے نصرانیوں نے معمودیہ کو بھی نصرانی ہونے کی رسم نکالی ہے اور ہم لوگ اپنے اللہ تعالیٰ کے رنگ سے موحد خالص بنے ہیں
یہ بطور تشبیہ ہے اور اس استعارہ کی تقریر مفتاح و شرح مطول میں مفصل مذکور ہے پس ہم لوگ اس فطرت پر ہیں جس پر انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں
اور تم اپنے خیالی رنگ پر مشرک ہو لہٰذا آئندہ آیت میں انکے اس خیال کی تردید فرمائی کہ تم اپنے خیال میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب

واسباط کو اپنے رنگ یہودیت یا نصرانیت پر کہتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم جھوٹے ہو بلکہ ہر شخص پر ظاہر ہے کیونکہ یہودیت
تو بعد توریت کے اور نصرانیت بعد زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے ظاہر ہوئی حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ بہت مقدم گذرے ہیں (تنبیہ)
کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب رنگوں کا حقیقی خالق ہے لیکن بالاجماع اسپر رنگریز کا اطلاق کرنا روا نہیں ہے اسوجہ سے کہ بول چال میں یہ لفظ
یک حقارت کے معنے میں بپیشہ رذیل ہو گیا ہے ف۲ شیخ الصوفیہ محقق محی الدین بن العربیؒ جنکی نسبت کہا گیا کہ وہ ایمان فرعون کے قائل ہیں حالانکہ
درحقیقت یہ غلط فہمی ہے انھوں نے ایمان نافع میں کلام نہیں کیا جیسے کوئی کہے کہ تمام کفار قیامت میں یا موت کے وقت ایمان لاتے ہیں تب روح
نکل جاتی ہے تو یہ صحیح ہے حالانکہ وہ ایمان نافع نہیں ہے۔ بالجملہ اس گفتگو کو چھوڑ کر میں اس شیخ کے کلام کو اس مقام پر ملخص نقل کرنا چاہتا ہوں۔
شیخؒ نے کہا کہ صبغۃ اللہ کے معنے یہ ہیں کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے اپنے رنگ سے رنگ دیا۔ بات یہ ہے کہ ہر اعتقاد و مذہب والے کا باطن اسکے اعتقاد
و مذہب کے موافق رنگین ہوتا ہے جیسے طریقۂ اجتہاد والے کا مقلد اپنے امام کے رنگ پر رنگین ہوگا اور جیسے فلاسفہ اپنے اوہام سے
مصبوغ ہیں جنکو عقل سمجھتے ہیں۔ غرضکہ ہر فرقہ اپنے رنگ اعتقاد پر ہے اور موحدین خاصۃ اللہ تعالیٰ ہی کے رنگ مشہور ہیں جس میں خود ان کا رنگ نہیں ہے
یعنے درحقیقت یہی رنگ مقبول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ فرش علیہم من نورہ
فمن اصابہ من ذلک النور اھتدی ومن اخطاہ ضل۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے خلق کو اسکی تاریکی میں پیدا فرمایا پھر اپنے نور سے چھڑکا تو جس
خلق کو اس نور سے کچھ پہونچا اُسنے راہ پائی اور جو کوئی چوک گیا وہ گمراہ ہوا رواہ احمد والترمذی (المشکوٰۃ) وغیرہ مترجم کہتا ہے یہی نور یہاں مراد ہے
جسکو رنگ فرمایا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہانتک شیخ ابن العربیؒ کا کلام تمام ہوا۔ و شیخ رکن الدینؒ نے عرائس میں اسکے نور صفات کا اشارہ لیا ہے اگرچہ
یہی حاصل کلام شیخ ابن العربیؒ بھی ہے۔ چنانچہ شیخؒ نے عرائس میں کہا کہ یہ رنگ صفت خاصہ ہے جسپر آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور حدیث میں ہے
کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے آدم کو اسکی صورت پر پیدا کیا۔ انتہیٰ پس یہی لباس صورت خاصہ ہے جو رنگ فطرت سے
تعبیر کیا گیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اکابر مشائخ کے نزدیک خلقت انسانیہ جامع مظاہر صفات ہے حتی کہ صفات رحمت و غضب دونوں ہیں پس جسنے
موافق فرمان الٰہی عزوجل کے دونوں میں عمل رکھا وہ صراط مستقیم میں برنگ الٰہی عزوجل ہے اور جسنے مظہر غضب کو خالص کر لیا خواہ عمداً سرکشی سے
جیسے یہودیوں میں غضب پر غضب ہے یا جہالت سے جیسے نصاریٰ میں ضلالت ہے تو یہ راہ مستقیم سے خارج ہو کر گمراہ ہیں۔ اور اپنے رنگ نفس سے ہوئے
واضح ہو کہ حدیث خلق آدم جو صحیحین میں واقع ہے ائمہ علماء اسکی تاویل میں مرجع ضمیر جانب آدم ٹھہراتے ہیں یعنے اللہ تعالیٰ نے آدم کو آدم کی صورت پر
پیدا کیا۔ یعنے ایسی صورت پر پیدا کیا جو آخر آدم کی صورت ہوئی اور مشائخ اسمیں صفت خاصہ کے معنے لیتے ہیں یعنے صورت ایک صفت خاصہ ہے
جسکا رنگ ظاہر میں یہ صورت یعنے شکل ہے اور وجہ یہ کہ آدم علیہ السلام کیواسطے کوئی صورت سابق نہیں تھی کہ جس صورت پر پیدا کیا ہو یعنے مشائخ
وائمہ علماء دونوں متفق ہیں کہ یہ صورت جو یعنے تصویر و شکل ہے اس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے کیونکہ اسکی شبیہ و مثال محال ہے پس جیسے۔ خلقت بیدی الآیۃ۔ یا قولہ
ہو السمیع البصیر۔ یا قولہ ید اللہ فوق ایدیہم الآیۃ وغیرہ میں۔ ید و سمع و بصر سے یہ اعضاء جسمی مراد نہیں بلکہ متاخرین علماء تاویل بیان کرتے ہیں اور متقدمین
وسلف صالحین رضی اللہ عنہم یہاں صفات حق عزوجل مراد لیتے ہیں اسیطرح صورت کا اطلاق ایک صفت خاصہ پر ہے اور علو مرتبہ کے واسطے دو حدیث
روایت صحیحین بحدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ جب کوئی تم میں سے اپنے بھائی سے مار پیٹ کرے تو اسکے چہرہ کو بچاوے یعنے اسکے بگاڑنے سے
اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو علی صورتہ پیدا فرمایا ہے (رواہ مسلم) یہاں ظاہر ہے کہ اگر ضمیر راجع بجانب آدم ہو اور یہی شکل مراد ہو تو
تعلیل غیر مفید ہوئی جاتی ہے اور جو تاویلیں بیان کی گئی ہیں غایت تکلف ہیں اسیواسطے اکثر علماء نے اسکو احادیث صفات متشابہ میں داخل کیا ہے اور سیقول

مؤید کلام مشائخ ہے - بلکہ مشائخ تو خود ہی اسکو متشابہات میں داخل کرتے ہیں - اور امام احمد وغیرہ کی روایت میں آیا کہ - ان اللہ خلق آدم
طولہ ستون ذراعا فی سبعۃ اذرع عرضا - یعنے اللہ تعالےٰ نے آدم کو پیدا کیا اس صفت سے کہ آدم کا طول ساٹھ ہاتھ اور عرض سات ہاتھ تھا - اسکو بیان
سابق سے منافات نہیں ہے کیونکہ یہ بھی ظہور صفت کا بیان ہے - بالجملہ مشائخ و ائمہ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ میں درحقیقت کچھ اختلاف نہیں ہے کیونکہ
مشائخ بھی ہرگز نہیں کہتے کہ حق تعالےٰ عزوجل کے واسطے صورت بمعنی شکل وہیات ہے بلکہ صفت خاص ہے جسکا ظہور ان مخلوقات میں بطریق صورت ہے
اور علماء رحمہم اللہ تعالےٰ بھی صفات الٰہیہ سے انکار نہیں کرتے ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حدیث کے یہ معنے "کہ اللہ تعالےٰ نے آدم کو آدم کی
صورت پر پیدا کیا" بلا خلاف معنے صحیح ہیں لیکن مشائخ رح نے اسمیں معنے دقیق کا اشارہ کیا جسکا ظہور اس مظہر آدم میں بشکل وصورت ہوا ہے اور یہاں سے
معلوم ہوا کہ حق عزوجل نے امت محمدی کے علماء کو کس شان کے ساتھ سداد و صواب پر مستقیم فرمایا ہے کہ حفظ شریعت کے ساتھ معنی حقیقت جمع ہیں اور
اسکی نظیر عالم آخرت میں جنت کی نعمتیں ہیں کہ باغ و حور و قصور و اکل و شرب کی نعمتوں کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ - فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین الآیہ
یعنے کسی نفس کو نہیں معلوم جو اسکے لیے اسکی آنکھوں کی ٹھنڈک سے مخفی رکھی گئی ہے - ف اور حدیث میں آیا کہ "ان نعمتوں کو نہ آنکھ نے دیکھا اور نہ کان نے
سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر خطور ہوا" اور دونوں صحیح ہیں - اسی طرح یہاں بھی دونوں معنے صحیح - بالجملہ مشائخ رح نے اللہ تعالےٰ کی صفت خاصہ
کا ظہور آدم کے ظاہر میں بروجہ صورت فرمایا - اور باطن میں رنگ تجلی ہے جسکے ظہور پر ملائکہ کے لیے سجدہ کا حکم دیا - مترجم کہتا ہے کہ تجلیات صوری
سے کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن عوام کو بہت احتیاط سے ہوش سنبھال رکھنا واجب ہے یعنے تجلی صوری کو بمعنی شکل نہ سمجھیں بلکہ ظہور تجلی بلحاظ
اس صفت خاصہ کے جسکا نام صورت ہے اور جسکا مظہر آدم میں بطریق شکل ہے اور دلیل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے
رب عزوجل کو نہایت خوب صورت میں دیکھا" تمام حدیث جامع ترمذی میں ہے و قال حدیث حسن و فی نسخۃ صحیح - اور ابن الجوزی رح نے مسند احمد سے
نقل کر کے کہا کہ اسکی اسناد حسن ہے کما فی العلل المتناہیۃ - یہ خواب میں دیکھا تھا اور خواب انبیاء علیہم السلام تحقیق عین الوحی ہے پس معنے یہ کہ اس صفت صورت کی
تجلی میں دیکھا - اور اسی طرح احوال قیامت کے متعلق حدیث میں ہے کہ حکم ہوگا کہ ہر امت اپنے پیشوا کے پیچھے روانہ ہو - حتی کہ سب چلے جاوینگے سوائے
مؤمنین کے تو اللہ تعالیٰ انپر تجلی فرماویگا اور کہیگا کہ تم لوگ کیوں نہیں اتباع کرتے جیسے لوگوں نے کیا - مؤمنین کہینگے کہ نہیں ہمارا تو یہی مقام ہے یہانتک
کہ ہمارا رب عزوجل آوے - پھر انپر دوبارہ تجلی فرماویگا اور بعد سوال و جواب کے فرماویگا کہ اچھا میں تمہارا رب ہوں - مؤمنین اس تجلی کو
نہیں پہچانینگے تو کہینگے کہ معاذ اللہ ہم تو اپنے رب عزوجل کے منتظر ہیں - پھر انپر معروف تجلی فرماویگا تو مؤمنین سجدہ میں گر پڑینگے - ف چنانچہ قولہ تعالیٰ
یوم یکشف عن ساق الآیہ - وغیرہ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ حدیث مذکور یا ترجمہ نقل ہوگا - پس اہل السنۃ جو اہل الحق اہل المعارف ہیں سب اسرار
تجلیات پر متفق ہیں جیسے حضرت باری تعالیٰ کی صفت قدس و کمال کا نام صورت ہے تو اسی صفت قدس کا مظہر آدم میں ظاہر و باطن ہے پس ظاہر تو یہ شکل ہے اور اسمیں
مؤمن و کافر سب مشترک ہیں اور باطن وہ رنگ فطرت و نورانی لباس ہے کہ جو قلب پر خلعت ہے لیکن مطلع ظہور یہ مظہر صورت ظاہری نہیں بلکہ باطنی ہے
اسیواسطے حدیث میں آیا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں و مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں و اعمالوں کو دیکھتا ہے - ف صحیح مسلم وغیرہ - شیخ رح نے کہا کہ یہی
دونوں صفتیں ہیں جنکے ساتھ اللہ تعالےٰ نے آدم کو اختصاص بخشا اور انکی اولاد میں میراث دیا چنانچہ اسکو انبیاء و اولیاء علیہم السلام نے پایا - مترجم کہتا ہے کہ مؤمنین
کامل اولیاء ہیں و بصرف انہیں کی خصوصیت اسوجہ سے ہوئی کہ میراث آدم تو انہیں کو ملیگی جو آدم کی ذریات ہوں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ میراث میں
دینی اتحاد شرط ہے حتی کہ کافر کی میراث بھی اسکے مؤمن اولاد نہیں پاتے ہیں چنانچہ ابوطالب کے چار بیٹے تھے طالب و عقیل و علی و جعفر - اور جس وقت ابوطالب نے
انتقال کیا تو جعفر و علی رضی اللہ عنہما مؤمن تھے لہذا طالب و عقیل نے ابوطالب کی میراث پائی اور حضرت علی و جعفر نے کچھ نہیں پایا اگرچہ بعد کو حضرت عقیل بھی مسلمان ہوگئے جب

پیدا معلوم ہوا تو آدم علیہ السلام کی اولاد میں جو لوگ کافر و مشرک و یہود و نصاری ہو کر توحید سے خارج ہوئے تو آدم علیہ السلام سے
منقطع و میراث سے محروم ہو کر اپنے پیشوا ابلیس کے اتباع میں داخل ہوئے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نوح علیہ السلام کا پسر کافر ہو کر نکالا گیا حالانکہ
نوح علیہ السلام نے التجا کی کہ اے رب وہ میرا بیٹا ہے تو حکم ہوا کہ انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح یعنے وہ تیری آل میں سے نہیں کیونکہ مشرک
بدکار ہے۔ اسی طرح کفار جب ذریات آدم سے خارج ہوئے تو اس میراث سے محروم ہو گئے اور فقط انبیا علیہم السلام و مومنین رحمہم اللہ تعالی نے
حسب حصص اس میراث کو پایا اور جیسے ظاہری ترکہ کی تقسیم خود حق تعالی نے اپنے حکم پر رکھی ہے کہ قرآن میں حکم نازل کر دیا اسی طرح اس ترکہ باطنی
میں خالص اپنا اختیار رکھا حتی کہ عالم کو قدرت نہیں کہ اپنی اولاد کو عالم کرے اور ولی کو قدرت نہیں کہ اپنی اولاد کو ولی کر دے بلکہ اکثر اوقات
دوسروں کو خلافت نصیب ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات ولی کی اولاد جاہل بدکار ہو جاتی ہے اور کافر فاجر کے نطفہ سے بہتیرے صالح خلیل شدید ہوتا ہے
اور شان حق عز و جل ہے یہاں کسی مخلوق کی مجال نہیں ہے کہ دم مارے شیخ نے کہا کہ یہ بات اس طرح ہو کہ حق عز و جل نے ازل ہی میں ارواح کو پیدا فرما کر اپنے تجلیہ
میں تشریف جلال و جمال سے مشرف فرمایا اور یہ عطا نور اپنی مشیت کے موافق بر وجہ استعداد ہے مترجم کہتا ہے کہ پھر جسکو نور نہیں ملا وہ یہاں گمراہ ہوا چنانچہ حدیث شریف
ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ فالقی علیہم من نورہ الحدیث (رواہ احمد والترمذی) میں بیان ہو چکا اور عجائب قدرت سے بغور دیکھو کہ باوجود مشابہت
شکل کے باطن میں باہم آسمان و زمین کا تفاوت ہے بلکہ غور کرو کہ موسی علیہ السلام اور فرعون ملعون میں مباینت ہے۔ اسیواسطے اہل الحق نے کبر تشبیہ
کی کہ یہ شکل جسمانی و اسکے متعلق احکام کا کچھ اعتبار نہیں ہے حالانکہ ایک جماعت نے مشابہت ودھوکا کھایا اور فرقہ رافضیہ کو برباد کیا شیخ نے کہا کہ اسی لباس
کے تحت میں علوم و معارف کا ظہور ہے اور یہی بندگان مخلصین رنگ توحید و فردانیت میں رداء کبریائی کے تحت میں مستور ہیں کہ کسی غیر اپنا اور ہستی کا نام
و نشان کبھی ثابت نہیں کرتے اور حق عز و جل ہی کی وجہ ذوالجلال میں فانی و اسی کے کمال میں ساکن و خوشوقت ہیں تو انپر رنگ صفات ظاہری
و رنگ ذات باطنی سے خلعت فطرت و توحید ہے مترجم کہتا ہے کہ خلاصہ یہ نکلا کہ ارواح اہل سعادت کو بحکم قولہ تعالی ولقد کرمنا بنی آدم۔ کے ازل ہی
میں نور صفات سے منور فرمایا اور یہی رنگ حقیقت انکی اس دار دنیا میں ظاہر ہوا جیسے اہل شقاوت اس سے محروم ہو کر یہاں ہر ایک اپنے
خیالی رنگ سے رنگ برنگ ہیں اور اہل سعادت میں ظہور بشرط اتباع اسلام ہے گویا یہی رنگ ہے۔ بار شیخ نے کہا کہ جس کا باطن رنگ
اخلاص و توحید آراستہ ہوتا ہے اسکا ظاہر پابندی شریعت و اتباع سنت سے مجاہدہ سے آراستہ ہوتا ہے بخلاف ان مشرکین یہود و نصاری کے کہ انکا دعوی بے حقیقت انکا باطن دروغ ہے
قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۙ
کہہ کیا تم ہمارے ساتھ جھگڑتے ہو شان الہی میں حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں اور ہم تو اسی کے خالص بندے ہیں
اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ
یا تم لوگ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب اور اسباط یہ سب یہود یا نصاری تھے تو کہہ کیا تم زیادہ
اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝
جانتے ہو یا اللہ تعالی اور اس شخص سے بڑھکر کون ظالم ہوگا جسنے وہ گواہی چھپائی جو اسکے پاس اللہ تعالی کیطرف سے موجود تھی اور اللہ تعالی غافل نہیں اس سے جو تم کرتے ہو
۱۶ ع ۱۴ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝
وہ ایک امت تھی کہ گذر چکی اس امت کے لیے ہے جو اسنے کمایا تھا اور تمہارے لیے وہ ہے جو تم نے کمایا اور تم سے اسکا سوال نہ ہوگا جو وہ لوگ کرتے تھے
واضح ہو کہ یہاں اکثر اہل تفسیر متاخرین نے ایک سبب نزول بیان کیا ہے جسکی نسبت شیخ سیوطی نے لباب النقول میں الکہ دیا ہے کہ مجھے نہیں ملا

حدیث و آثار مین نہین پایا اور نہ کسی ایسی تفسیر مین دیکھا جسمین روایات اسباب نزول کے لیے اسانید لاتے ہین یعنے مانند تفسیر امام
ابن ابی حاتم و تفسیر ابن جریر وغیرہ کے - مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو اپنی تفسیر مین ذکر نہین کیا لیکن محی السنۃؒ نے معالم مین
البتہ ذکر کیا اور ابتداے معالم مین مجمل اسانید کا حوالہ دیدیا ہے تو غالبًا انھین مین سے کسی اسناد کے ساتھ پہونچی ہوگی و شیخ سیوطیؒ نے باوجود اس
قول لباب النقول کے اپنے تکملہ جلالین مین اس شان نزول کو بیان کر دیا کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ یہودیون نے مسلمانون سے کہا کہ ہمکو کتاب الٰہی
(توریت) تمسے اول ملی و ہمارا قبلہ (بیت المقدس) کعبہ تمسے مقدم ہے اور ہمین لوگون یعنے بنی اسرائیل ہی مین انبیا ہوتے آئے ہین اور عرب
مین کوئی پیغمبر نہین ہوا پس اگر محمد صلعم پیغمبر ہوتے تو ہمین سے ہوتے - پس اللہ تعالے نے یہ آیات نازل فرمائین یعنے کیا تم اللہ تعالے کی
شان مین ہمسے جھگڑتے ہو کہ وہ کہین سواے تمھارے پیغمبر نہین کر سکتا ہے یا تمنے انبیاے سابقین ابراہیم و اسمعیل آخر تک سب کو یہود یا
نصاریٰ مین سے ٹھہرایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادات صریحہ کو تمنے چھپایا اور خود ابراہیم و اسمعیل وغیرہم علیہم السلام کے موحد ہونے کو
چھپا کر یہود و نصاریٰ بنایا - مترجم کہتا ہے کہ سبب نزول دو طرح کا ہوتا ہے - اول یہ کہ ظاہر آیت سے جو مفہوم ہے وہ سبب نزول معلوم کر کے کچھ تغیر
خواہ نفس کلام یا حکم یا نوع حکم مین ہو یعنے درحقیقت تو کلام کے یہی معنے ہین جو سبب نزول معلوم ہو کر ظاہر ہوے لیکن پہلے سمجھنے مین ہم خطا کرتا تھا
قسم دوم یہ کہ جو ظاہر آیات ہو وہی سبب نزول سے ظاہر ہو پس قسم اول کے واسطے تو اسناد صحیح ہونا ضرور ہے اور قسم دوم مین فی الجملہ چشم پوشی
جائز ہے اور یہان محتمل ہے کہ یہود و نصاریٰ کے سابق مخاصمہ سے جو قولہ - قالوا کونوا ہودا او نصاریٰ تہتدوا الآیۃ - سے معلوم ہوا ہو اسکے بعض
روایات مین یہ امر زائد ہو یا اسی سے مفہوم ہو لیکن معالم وغیرہ سے سبب نزول فقط یہودیونکا مقولہ مذکور ہے حالانکہ آیت مین یہود و نصاریٰ
دونون کا رد ہے - شاید یہود مدینہ کے ساتھ مین نجرانی نصاریٰ بھی یون ہی مدعی ہون - یا بطور شمول کے نصاریٰ کا مقولہ در بارۂ حضرت ابراہیم
و اسمعیل وغیرہم علیہم السلام کے رد کر دیا گیا - پھر جب مان لیا جاوے کہ یہی سبب نزول ہوا اور یہود نے مسلمانون سے یہ مکر باندھا تو مترجم پہلے ان کے
کلمات کا صدق و کذب ظاہر کرتا ہے - اول اُنھون نے کہا کہ ہم کو توریت پہلے عطا ہوئی ہے - مین کہتا ہون کہ ہان چنانچہ خود حدیث مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ دنیا مین سب سے پیچھے ظاہر کیے گئے و آخرت مین سب سے سابق ہین بغیر ازینکہ یہود و نصاریٰ کو کتاب ہمسے پہلے دی گئی - کما فی الصحیحین وغیرہما -
مگر یہودیون کو اس دعوی مین کچھ فضیلت کی وجہ نہوئی سواسطے کہ بلا خلاف یہودی و نصرانی خود ایک پیغمبر آخر الزمان کے منتظر ہین اور انکار تو انھون نے
حضرت محمد صلعم سے یہی کیا کہ وہ پیغمبر آپ نہین ہین بلکہ وہ ہم مین سے ہوگا - پھر خوب معلوم ہے کہ خود اسکے افضل ہونے کے معتقد ہین تو کھل گیا کہ اول کتاب والون
کو اسپر فضیلت کچھ نہوگی - پس یہ محض تعصب و نفسانیت کا دعوی تھا - دوم انھون نے دعوی کیا کہ ہمارا قبلہ بیت المقدس مقدم ہے - یہ محض دروغ ہے
اسواسطے کہ خانۂ کعبہ قبلۂ ابراہیم بلکہ اُنسے بھی قدیم ہے اور خود توریت وغیرہ مین منصوص ہے سوم یہ دعوی کہ عرب سے کوئی پیغمبر نہین ہوا - محض فریب ہے
اسواسطے کہ حضرت ہود و صالح کی قوم عرب بلکہ اس قوم کے کھنڈر تک موجود تھے اور ابن عباسؓ وغیرہ نے عرب سے دس انبیا شمار فرمائے ہین
اور یہان عرب اولاد اسمعیل علیہ السلام سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور عجب کہ نصرانی بھی منکر ہین کہ قریش اولاد اسمعیل نہین ہین - مترجم کہتا ہے
کہ یہ کہتے ہوے شرم نہ آئی کہ جسکو ذرہ برابر بھی عقل ہے وہ اس دروغ پر نفرت کریگا اسواسطے کہ عرب مین نسب ایک جزو اعظم تھا اور کروڑون عرب
و سیکڑون قبائل اپنے نسب کے شاہد موجود تھے تو اسقدر متواتر قطعی کو اجنبی آدمی کا جھٹلانا خود اسکے بدیہی دروغ کی قطعی دلیل ہے جیسے کوئی کاذب جی میں
کہے عیسیٰ تو مریمؑ کے بیٹے نہین تھے - چہارم انکا دعوی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوتے تو بنی اسرائیل مین سے ہوتے - مین کہتا ہون کہ اپنے منہہ
میان مٹھو بھلا اسپر کوئی دلیل ہے کہ بنی اسرائیل کے سواے بنی اسمعیل سے ہونا غیر ممکن ہے یا اللہ تعالی پر دروغ باندھا ہے اور تمام بشارات توریت و انجیل

تحریف کرکے چھپا دیا کہ صحیح نبی اسمٰعیل سے بمقام حجاز سے ظہور ہوگا اور خانہ کعبہ سے نورِ حق باعلان ظاہر ہوگا۔ اسیواسطے حق عزوجل نے
ان جھوٹوں کو رد فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ۔ کہہ کہ کیا تم شان الٰہی میں ہم سے مخاصمہ کرتے ہو حالانکہ وہ بے انتہا
قادر قوی عزیز حکیم ہے جسطرح چاہتا ہے اپنی مخلوقات میں تصرف کرتا ہے اور اسکے قبضۂ قدرت میں برابر تمام مخلوقات ہیں جسکو چاہتا ہے مختار و
برگزیدہ فرماتا ہے اور جسکو چاہتا ہے نصرت و توفیق سے محروم فرما کر خوار کرتا ہے لہذا تمام بندے جب اسکی مخلوقات ہیں تو سب ہی اسکے فضل
کے امیدوار ہیں۔ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ۔ وہی ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے ف پس ہم تم دونوں اسکے بندے اور اسکے
قضا و قدر میں مسخر ہیں۔ ہر ایک بندہ اسکی بندگی میں مطیع و مقہور ہے لَنَآ اَعْمَالُنَا۔ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں ف ہم امیدوار ہیں
اگر اسکے فضل و رحمت سے ہمارے اعمال و ہماری بندگی قبول ہو تو وہ ہمکو اپنی رحمت سے سرفراز فرما دے کیونکہ اسکی عنایت پر بھروسا [illegible]
وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ۔ اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں ف اور جب تم برادرِ حق نہیں مانتے ہو تو ہم تمہارے اعمال سے بری ہیں [illegible]
آیت میں فرمایا۔ فان کذبوک فقل لی عملی ولکم عملکم انتم بریئون مما اعمل وانا بریء مما تعملون۔ یعنی اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاویں تو کہہ دے کہ میرے لیے
میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے تم میرے عمل سے بری ہو اور میں تمہارے عمل سے بری ہوں۔ ف۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال
بیان فرمایا وحاجہ قومہ قال اتحاجونی فی اللہ الآیہ۔ اور ظاہر ہے کہ جس شخص نے کسی کی پاکیزہ چیز سے انکار و کفر کیا تو وہ اپنے نفس کا [illegible]
پس اسکا عمل قطعاً اسی قابل ہے کہ مومن اس سے بیزار ہو کر پناہ مانگے اسیواسطے اُن لوگوں کے اعمال سے پناہ مانگی [illegible] معاذ اللہ انکے اعمال [illegible]
خبیث ہیں۔ اور فقط اپنے اعمال ہی واسطے رکھے اور کہا۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ۔ اور ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے [illegible]
ہیں ف اسی وحدہ لاشریک کی عبودیت کرتے ہیں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے ہیں نہ اعتقاد میں اور نہ اعمال میں [illegible]
[illegible] کہ ہم لوگ ہدایت پر نہیں ہو سکتے ہیں سوائے یہود یا نصاریٰ کے حالانکہ تم دونوں توحید و اخلاص [illegible]
اللہ تعالیٰ نے یہ حکم لگانا شروع کیا۔ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ۔ یا تم کہتے ہو کہ ابراہیم ف [illegible] (اَمْ)
بمعنی (بل) ہے یعنی بلکہ تم لوگ کہتے ہو کہ ابراہیم ف۔ اور حاصل یہ ہوگا کہ تم لوگ [illegible]
اقرار یا انکار کرتے ہو۔ یا تم اخلاص توحید سے منحرف ہی نہیں ہو بلکہ جان بوجھ کر کتاب الٰہی میں تحریف [illegible]
یہود یا نصاریٰ تھے بعض مفسرین نے کہا کہ۔ اَمْ معادلہ ہمزہ۔ اتحاجوننا۔ واقع ہوا یعنی کیا تم شان الٰہی میں [illegible]
کہ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اور اسمٰعیل و اسحٰق ف یعنی ابراہیم کے فرزند کلان اسمٰعیل [illegible]
اسحٰق وَيَعْقُوْبَ۔ اور یعقوب ف فرزند اسحٰق جنکا نام اسرائیل بھی ہے جنکے بارہ بیٹے [illegible]
وَالْاَسْبَاطَ اور اسباط ف جمع سبط یعنی اولاد یعقوب [illegible] السلام كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى [illegible]
یہود تھے یا نصاریٰ تھے ف یعنی تم میں سے یہودی کہتے ہیں کہ [illegible]
[illegible] تھی اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ سب نصرانی تھے۔ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ۔ کہہ دے کیا تم دانا تر ہو یا اللہ تعالیٰ [illegible]
ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی دانا علیم و خبیر ہے۔ اور اسی نے ہمکو آگاہ فرمایا کہ ابراہیم دین اسلام توحید پر تھا اور مرتے وقت اپنے بیٹوں کو
اسی کی وصیت کی اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو سخت تاکید کی اور یہی برابر انکا دین تھا۔ پھر ایک مدت کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام [illegible]
[illegible] اور انہیں میں گروہ اسلام تو شرک پر نہیں تھا پھر شرک پیدا ہوا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر پیغمبر بنی اسرائیل [illegible]

اور انجیل سے بعض احکام توریت منسوخ کیے تو لازم تھا کہ حکم حق پہچانتے اور ایمان لاتے مگر منکر ہو گئے حتیٰ کہ ان کا فرقہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سے بھی کفر کیا۔ یہ نصرانی تو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد یہاں تک بڑھے کہ انکو الوہیت میں شریک بنانے لگے اور باہمی تعصب یہودیت و نصرانیت
میں مبتلا ہو کر فسق و فجور کے مرتکب ہوئے اور دین کو بھی ایک کھیل بنایا اور تمام راہ حق و معارف توحید سے گم ہو گئے۔ یہ سب تاریخ صاف بتاتی ہے
تو عجیب دروغ تھا کہ حضرت ابراہیم وغیرہ علیہم السلام کو یہودی یا نصرانی بتاتے تھے لہٰذا حق عزوجل نے تشنیع فرمائی وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ
كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللّٰهِ ط اور ایسے شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو ایسی گواہی چھپا وے جو اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف
سے موجود ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ توریت وغیرہ میں پڑھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین پسندیدہ وہی ہے
جو دین اسلام ہے اور وہ خالص توحید ہے جس پر ابراہیم علیہ السلام تھے اور پڑھتے تھے کہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ہیں جن کا حلیہ یہ ہے اور انکی صفات یہ ہیں
اور انکی بزرگیاں یہ ہیں اور انکے بعد جا نشین ہونگے جن کے اوصاف یہ ہیں اور انکی امت کے اوصاف یہ ہیں چنانچہ مترجم انشاء اللہ تعالیٰ آثار
واحادیث کو قولہ تعالیٰ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ الآیۃ کی تفسیر میں لاویگا۔ اور یہ لوگ پڑھتے کہ ابراہیم و اسمٰعیل
و اسحٰق و یعقوب و اسباط خالص توحید پر تھے تو صاف معلوم ہوا کہ یہودیت و نصرانیت انکے القاب نہیں تھے بلکہ مترجم کہتا ہے کہ یہودیت و نصرانیت تو بعد
حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے ان لوگوں کی ایجاد کی ہے پھر ابراہیم علیہ السلام بھلا کیونکر یہودی یا نصرانی ہوتے جیسا حسن بصری نے کہا کہ یہ لوگ ہر چند
اس امر کا صحیح و شہادت صحیح کے بھی ایمان لانے کا دعوی کرتے تھے اس شہادت الٰہی تعالیٰ کو چھپاتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ لوگ صرف شہادت الٰہی تعالیٰ
و تعبد اعمال کو فقط چھپاتے ہی نہیں تھے بلکہ اسکے سامنے میں برعکس شہادتیں بناتے تھے چنانچہ اسلام توحید پر حضرت ابراہیم وغیرہ علیہم السلام
انکو یہودی و نصرانی بتاتے اور صفات حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو برعکس بتلاتے تھے تا کہ باوجود اس گناہ عظیم کے اس بدشعاری کو کچھ
نقصان نہیں ہوا چنانچہ سابق میں یہ تفصیل مذکور ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہود کو تشنیع کی کہ پہلے تم لوگ خود پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ
وسلم کے فضائل بیان کرتے تھے اسکو کیا ہوا کہ انکار کرتے ہو تو کہتے کہ وہ پیغمبر نہیں ہیں بلکہ انکی شکل یہ ہوگی پیشانی برعکس سے وغیرہ بیان کیا
تو انصار نے فرمایا کہ اس کو کچھ تم سے آگے ہو بات نہیں کہا تو اگر انکا چہرہ مثل چاند کے ہوگا تا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک گویا اس میں سورج روان ہے
اور ایسا تم اسکے سچ دروغ بکتے ہو۔ بالجملہ یہود وغیرہ یا وجود چھپانے کے برعکس اظہار کیا اور یہ سخت بدتر ظلم ہے اپنے نفس کو تباہ کیا پس ہم اللہ تعالیٰ ہی سے پناہ مانگتے ہیں
من ذلک (مسئلہ) حدیث مشہور میں وارد ہے کہ جس شخص نے ہمارے اس دین میں ایسی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ کما فی الصحیحین حتیٰ کہ حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو دیکھا کہ مسجد میں حلقہ سے بیٹھے اور ایک کہتا کہ سبحان اللہ کہو تو سب لوگ شمار کر کے پڑھتے پھر اسی طرح الحمد للہ وغیرہ
کہتے تو آپ نے انکو منع فرمایا کہ تم لوگ اپنی تنبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برتن نہیں ٹوٹے کہ تم نے یہ بدعت نکالی۔ انھوں نے کہا کہ یا حضرت ہم نے تو اس سے سوائے بہتری کے کچھ ارادہ
نہیں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر بجائے اسکے اپنے گناہ شمار کر کے استغفار کرتے تو میں تمہارے واسطے ضامن تھا پھر آپ نے حدیث رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کیے اور فرمایا کہ جس چیز کو مومنوں نے خوب دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خوب ہے اور بعض روایات میں ہے
کہ جسکو انھوں نے برا دیکھا تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری ہے۔ رواہ الدارمی وغیرہ۔ اس روایت میں دلالت ہے کہ آپ نے مومنوں سے اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم
کو مراد لیا ہے اور یہی صحیح ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ جن لوگوں کو منع فرمایا تھا یہی تو مومنوں میں شمار تھے مگر انکی رائے کا کچھ اعتبار نہیں کیا کیونکہ صحابہ
رضی اللہ عنہم ہی خیر الامۃ اور اللہ تعالیٰ کی شہادت سے مومنین ہیں اور دوسروں کا حال کون جانتا ہے چنانچہ اسی روایت میں مذکور ہے کہ راوی
کہتا کہ پھر میں نے انھیں لوگوں کو دیکھا کہ ایک زمانہ کے بعد یہ لوگ خوارج کے ساتھ مقتول ہوئے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا دے۔ صحیحین وغیرہ حدیث قریب متواتر ہی تھا سے لکھا کہ اگر کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ یہ بات اس طرح ہے حالانکہ وہ بات
اس طرح نہیں ہے تو وہ کافر ہوا (الفتاوی) حدیث میں ہے کہ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ
میں تجھے حکم الٰہی عزوجل کی کفایت نہیں کر سکتا ہوں چنانچہ حدیث انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر ترجمہ ہوگی۔ اور یہ کہ شرک سے بیزار ہو کر خالص
توحید ضروری ہے ہاں بعد ایمان و اسلام کے البتہ گناہوں کے لیے رحمت الٰہی عزوجل سے شفاعت ہے چنانچہ اس کی تحقیق ذکر ہوئی ہے اب یہ
دیکھنا چاہیے کہ یہ یہود و نصاریٰ کس قدر بیباک تھے جو مدعی تھے کہ ہمارے آبا انبیاء و صالحین علیہم السلام تھے ہم ان سے افضل ہوئے اور وہ ہم کو [illegible]
بچا لینگے پیغمبروں سے معارضہ و اللہ تعالیٰ پر افترا اور ہر طرح کے فواحش و کبیرہ کرتے ہیں [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] فرمائی [illegible]
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ یعنی تمہارے اعمال سے اللہ تعالیٰ کچھ بھی غافل نہیں ہے۔ ف۔ یعنی خوب دیکھتا اور جانتا ہے تو عنقریب تم کو
سزا دیگا [illegible] رنگیں کوٹھے ہوئے اور وہ خوف سے [illegible] ہیں۔ حالانکہ یہ بیباک یہود و نصاریٰ [illegible]
[illegible] کفر کا اعتقاد کرتے تھے لہذا فرمایا تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۔ یہ ایک امت تھی جو گزر چکی ف۱ یعنی حضرت ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب
علیہم السلام ایک گروہ خالص بندگان الٰہی سبحانہ تعالیٰ سے تھا اور وہ گزر چکے۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ ۔ وہ انہیں کے لیے ہے جو انہوں نے کمایا ف۲ [illegible]
انکے اعمال سے کچھ نہیں مل سکتا حتیٰ کہ مشرکین عرب جو حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام [illegible] آپ کو انکی راہ پر جانتے تھے اگر [illegible]
تو نہیں تھا کہ وہ ہمارے واسطے [illegible] سفارشی ہیں [illegible] کہ تم اس گزری امت سے [illegible]
وہ انکے ساتھ ہیں وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۔ اور تمہارے لیے وہ ہے جو تم نے کمایا ف حتی کہ یہ اعمال [illegible] وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
اور تم سے نہیں پوچھا جائیگا اس فعل سے جو وہ لوگ کرتے تھے ف حتی کہ اگر کسی کا باپ مثلاً فاسق فاجر تھا اور بیٹا ایمان دار صالح ہے تو
کیا وہ خوفناک رہے کہ اس کو قیامت میں اسکے باپ کے اعمال فجور کی پرسش و گرفت ہوگی حتی کہ اسکا کافر باپ یا جد اعلیٰ [illegible] جہنم کو
ڈالا جائیگا نہیں [illegible]
خود صاف ظاہر ہے ہاں۔ اب تم [illegible] دیکھو کہ بالکل اسی طرح وہ بھی تمہارے اعمال سے نہیں پوچھے جاوینگے [illegible] اس وقت [illegible]
نہیں ہیں جب تم اپنے فسق و فجور [illegible] کے مرتکب ہوئے [illegible] شیطان کا [illegible]
اور [illegible] اور جب تمہارے اعمال کفر و شرک میں [illegible] جہنم کو بھیجے جاؤگے۔ [illegible] اگر خالی بزرگوں [illegible]
آدم علیہ السلام [illegible] بزرگ ہیں [illegible] کافر بھی جہنم کو پہنچانا۔ اگر بزرگوں ہی [illegible] حضرت نوح اپنے کافر بیٹے کو دنیا ہی میں غرق [illegible]
بھلا ہوتا کہ قیامت میں کیونکہ کوئی کسی کو بچا سکتا ہی ہاں۔ جب بندہ اپنے رب عزوجل پر ایمان خالص رکھتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ [illegible]
کتابوں و آخرت کو برحق جانتا و مانتا ہو حتی کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین اسلام سے ظاہر و باطن [illegible] ہو کر حق تعالیٰ کا پسندیدہ ہو گیا لیکن [illegible]
[illegible] حالت سے گناہوں میں مبتلا ہو گیا تو قطعاً وہ بے حساب جنتی [illegible] نہیں ہے [illegible] اپنے رب ارحم الراحمین کی [illegible]
امیدوار [illegible] ہوگا تو امید ہے کہ ارحم الراحمین کی رحمت خاص اسکی دستگیری فرماوے اور [illegible] رسول کریم [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی شفاعت کا اشارہ ہو یا پہلے انبیاء و صالحین علیہم السلام [illegible] کسی کو اشارہ ہو [illegible]
ذوالجلال والاکرام ہے ایک ذرہ بھی کسی میں الوہیت نہیں ہے جو کوئی [illegible] کافر مردود ہے اور بندگان حق [illegible]
حضرات انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے رب ارحم الراحمین کے سایہ رحمت میں [illegible]

نہین کرسکتا اور یہ تمام دنیا و ما فیہا جسکو ملعونہ و خوار ہے تو مترجم کی حیرانی دیکھو کہ کس چیز سے مثال لاوے فسبحان الذی اعطاہم مالا یدرکہ العقول ولا یصل الیہ الاوہام - اسی پاک جل جلالہ کے واسطے حمد بے انتہا ہے جسنے انکو وہ مرتبہ عطا کیا کہ کسی عقل کو ادراک کی مجال نہین اور کسی وہم کو وہانتک پہونچنے کی سبیل نہین ہے - اللہم یا ارحم الراحمین ادخلنی معہم برحمتک یا حی یا قیوم یا احد یا صمد یا اللہ الذی لا الٰہ الا انت بدیع السموٰت والارض یا ذا الجلال والاکرام وانت علیٰ کل شئ قدیر والحمد للہ رب العالمین (التنبیہ) ان آیات مین اللہ تعالے نے مومنون کو ذمائم اخلاق یہود و نصاریٰ و مشرکین سے بہت کچھ بتلائے اور آیندہ بھی معلوم ہونگے اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ تم لوگ بھی ان یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلوگے یہانتک کہ اگر وہ لوگ کسی گوہ کے بل مین گھسے ہون تو تم بھی گھسوگے - اور ایک روایت مین ہے کہ جسنے انمین سے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا تم مین بھی وہ ہوگا جو اسیطرح کرے (السنن وغیرہ) اور حدیث سے مستنبط ہے کہ تم بھی دنیا مین تنافس کرکے ہلاک ہوگے - پس اہل ایمان و اسلام خصوصاً علما کو لازم ہے کہ پھونک پھونک کر قدم رکھین اور وہ اخلاق و تعصب جو یہود و نصاریٰ مین تھا چھوڑین - اور قولہ تعالیٰ - یا ایہا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل الآیۃ مین مومنون کو خطاب فرمایا کہ اے مومنو بہتیرے احبار یہود اور راہبان نصاریٰ دیکھو کہ لوگون کے اموال بطور باطل کھاتے ہین یہ تو تنبیہ شدید ہے کہ جیسے یہ لوگ ہین تم مت ہو جیو - افسوس کہ اسلام مین بھی رشوت قاضی و مفتی کا بازار گرم ہوا اور علماء دور دنیا بطور باطل طریقہ سے مال کھاتے ہین مین آلہی بیحد اسقدر اختلاف کثیر کیسا اوقات کافرون کو اپنے درمیان پنچ و حکم بناتے ہین - یا للہ العجب یہ مقام ہے کہ اہل ایمان روتے تڑپتے ہوتے ہین ذمائم اخلاق گویا کرائم ہین - جہالت فخر ہے - ایمان قلبی کا علم تو اللہ تعالے ہی کو ہے مگر اعمال ایسی قوم کے مانند ہین جنکو آخرت پر یقین نہین ہے - چہ الی محاسبہ سخت ما نعت تھی وہ بھرو نفس پرستی کی اصل ہے علم را بردل زنی یارے بود علم را برتن زنی مارے بود - اور حدیث شریف مین تنبیہ فرمائی کہ ارے ان یہود و نصاریٰ کے پاس کتاب جو تھی پھر کچھ بھی اس سے نفع پاتے ہین (بعض السنن) پس اول ایمان خوف و امید ہے اور دنیا دل سے اٹھا کر آخرت محبوب ہو اور سمجھے کہ آخرت بہتر ہے تو علمین ہدایت قرآن و حدیث کی قدر کرے اور بیوقوفی کی وجہ سے باہم نزاع ہے اور نیز فرقہ اہل البدعۃ کی اصل قرآن و حدیث سے منقطع ہوکر بالکل بیدین ہو گیا وغیرہ کا ساتھ کبھی نہ دے تاکہ دین باقی رہے اور انشاء اللہ تعالیٰ سورۂ مبارکہ کے خاتمہ پر توضیح کیساتھ اصول

بیان ہونگے واللہ تعالے ہو الموفق للصدق والصواب ۔ والحمد للہ رب العالمین ۔ تم الجزء الاول ویتلوہ الثانی بفضل اللہ تعالے

متبرک کتاب کو بہت تصحیح کے ساتھ شائع کیا ہے
اسکی تہذیب اس طور پر رکھی گئی ہے کہ
متن بخط نسخ اور شرح امام نودی بخط نستعلیق
ہے حاشیہ پر مولانا مولوی سید امیر علی
صاحب مرحوم کے فواید مزید درج ہین
اسکی تصحیح مین خاص اہتمام کیا گیا ہے
اول اسکو ایک مصری نسخہ سے ملایا اور
بعد کو اور کئی نسخون سے مقابلہ کرنے کے
بعد شائع کرایا گیا اور جملہ اختلافات بھی
درج کیے گئے ہین۔ چونکہ مطبوعہ سابق کا
سائز بہت بڑا تھا اسلیے اسکین ترمیم کرکے
اسکو $\frac{۲۰}{۲۶}$ (۱/۸) پیمانہ پر طبع کیا ہے۔
کتاب کے نایاب ہونے کی وجہ سے
اسکی فرمائشات بہت کثرت سے آرہی ہین
لہذا آپ کو جسقدر خریداری منظور ہو جلد
آرڈر دیجیے کہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے
کاغذ سفید۔ خط پاکیزہ۔

## فقہ اُردو

**غایۃ الاوطار** - ترجمہ اُردو دُرمختار
بہتر ترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن
کامل چار جلد ہین۔

**راہ نجات** - ضروری مسائل نماز
و روزہ وغیرہ۔

**مفتاح الجنت** - از مولوی کرامت علی
جونپوری۔

**حقیقۃ الصلوٰۃ** - مع رسالہ
بے نمازان۔

**ترجمہ فتاوی عالمگیری** - کامل
ہر چار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اول مترجمہ
مولانا احتشام الدین و باقی ہر سہ جلد مع
مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی۔

**کشف الحاجات** - ترجمہ اُردو مالابدمنہ
از مولوی محمد نور الدین۔

**عدالآثام** - یہ ایک جدید الطبع
کتاب ہے جسمین مصنف نے تمام اُن
باتون کا تفصیل ذکر کر دیا ہے جنکا مرتکب
ہونے والا گنہگار قرار پاتا ہے اسمین صغایر
و کبائر تمام گناہون کا بیان ہے اور اس کا
پڑھنے والا ان تمام باتون سے متنبہ ہو جاتا ہے
جو شرعًا ناجائز ہین۔

**مرآۃ الصلوٰۃ** - یہ بھی کتاب جدید الطبع
ہے جسمین وضو اور نماز کے تمام مسائل
نہایت عمدگی سے بیان کیے ہین۔ از مولوی
محمد مرتضی صاحب بندوی اعظمی۔

**ہزار مسئلہ** شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار
مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ
(۴) مناجات بدرگاہ باری تعالی (۵)
حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل۔
مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام۔

**شرع محمدی** منظوم۔ مسائل فقہیہ از
محمد خان قندھاری۔

**تنبیہ الغافلین** - مسائل دینیہ۔

**حیرت الفقہ** مسائل مشکلہ فقہ از
مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔

**جواب السائلین** - بطور استفتا۔

**کنز الدقائق** - اُردو ترجمہ از مولوی
محمد سلطان خان۔

**چہل مسائل فقہ** - از مولوی ابراہیم حسین
بنگلوری۔

**اشرف المسائل** - از مولوی اشرف علی خان۔

**رسالہ تجہیز و تکفین میت** - از محمد عمر۔

## فقہ فارسی

**ہدایہ** - پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین
ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو مدت
سے متداول ہے دو مجلد کامل۔

**شرح سفر السعادت** - از مولانا عبد الحق
دہلوی معروف۔

**تحجج الحجج** مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔

**تبیان** - در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین۔

**بدائع منظوم** - مسائل فقہ بنظم فارسی
از ملا ناظم علی رح۔

**تمام حق** مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری رح

**مائۃ مسائل** - سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ

**شرح وقایہ فارسی** - مع حاشیہ ملتقی الابحر
از شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔

**مسالک المتقین** - مرغوب علماے ولایت
از مولوی اللہ یار خان۔

**فتاوی برہنہ** - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین

**قدوری** - مترجمہ مولانا ابو القاسم۔

**شرح فارسی مختصر وقایہ** - از عبد الرحمن جامی۔

**کنز فارسی** - از مفتی نصیر الدین گیلانی محشی مع فرہنگ۔

مالا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔

شرح مختصر وقایہ کو بیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی۔

رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران۔

رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان۔

## فقہ عربی

برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔

جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس الدین محمد قہستانی متداول۔

فتح القدیر - [illegible] بحر فی ہدایہ [illegible]

[illegible] کمال الدین بن الہمام [illegible]

[illegible] شرح مشہور [illegible]

[illegible]

ہدایہ [illegible]

[illegible]

[illegible] جلد [illegible] بہ تفصیل ذیل۔

۱ - جلد [illegible] اولین ہدایہ [illegible]

۲ - جلد [illegible] آخرین [illegible]

فتاوی عالمگیری - [illegible] جلد [illegible]

عنایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین [illegible]

[illegible] معروف و مستند متداول [illegible] جلد

[illegible] شرح ہدایہ [illegible]

[illegible] بہ تفصیل ذیل۔

ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح۔

ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔

فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور قاضیخان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل۔

شرح وقایہ مع شرح و[illegible] حاشیہ [illegible]

ذخیرۃ العقبیٰ - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔

اشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول۔

[illegible]

کنز الدقائق [illegible] متداول [illegible]

[illegible] کنز الدقائق [illegible]

مشہور متداول۔

عینی شرح کنز الدقائق - [illegible] جلد مستند معروف متداول [illegible]

(۱) جلد [illegible] اولین [illegible]

(۲) جلد [illegible] آخرین [illegible]

مختصر [illegible] - از امام [illegible]

[illegible] متداول۔

[illegible] - فی مسائل [illegible]

مولوی [illegible] مرحوم۔

## اخلاق و تصوف اردو

جامع الاخلاق - ترجمہ اخلاق جلالی۔

[illegible] دانش - مولفہ مولوی محمد کریم بخش [illegible]

ارشادات عزیزی - از [illegible] غلام [illegible]

ترجمہ عوارف المعارف [illegible]

مترجمہ مولانا ابو الحسن فرید آبادی۔

خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش۔

بحر الحقیقت - اصلاح نفس [illegible]

آئینہ بصیرت - اخلاقی و [illegible] میں مصنفہ منشی کانتا پرشاد۔

کیمیائے حکمت - حصہ اول بیان شرافت علم و ادب۔

تہذیب الاخلاق - مولفہ مولوی نجم الحق۔

پیراہن یوسفی - اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم [illegible] شعر [illegible]

مطالب [illegible] کامل [illegible]

بہ تفصیل ذیل۔

(۱) جلد اول [illegible]

(۲) جلد دوم [illegible]

[illegible] مثنوی [illegible]

[illegible] غلام [illegible]

[illegible] - نظم [illegible]

[illegible] غلام [illegible]

[illegible] الاسرار - ترجمہ اردو نظم [illegible]

[illegible] مثنوی [illegible] از مولوی [illegible]

غلام [illegible]

[illegible] ترجمہ اردو [illegible]

[illegible] شیخ فرید الدین [illegible]

از مولوی عبد [illegible]

مذاق العارفین - ترجمہ احیاء علوم الدین [illegible] کامل [illegible]

تہذیب [illegible] - مولفہ [illegible] حسان [illegible]

يعلمكم الكتاب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون

[illegible] کنوز اسرار ربانی [illegible] مجموعہ معارف و حقائق ذخیرہ اسرار و دقائق [illegible]
[illegible]

# نفحات الرحمن

# جامع الرسائل

[illegible]
[illegible]

لكل نبأ مستقر وسوف تعلمون



باہتمام [illegible] سپرنٹنڈنٹ سنہ ۱۹۲۶ء

**اطلاع**۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہی جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہی جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے صفحہ جو سادے ہین اُن مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہو اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو



## تفاسیر قرآنی اُردو

**تفسیر قادری**۔ ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلد ہین۔

**تفسیر سورۂ اذا زلزلت**۔ جدید الطبع۔

**تفسیر سورۂ فاتحہ** مسمیٰ بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔

**تفسیر سورۂ یوسف**۔ مصنفہ جناب مولوی اشرف علی۔

**پنجسورہ مترجم**۔ با ترجمہ اُردو۔

## ایضاً فارسی

**تفسیر حسینی** از ملا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط۔

**تفسیر اسرار الفاتحہ**۔ مصنفہ ملا معین ہروی مرانہ معروف۔

## ایضاً عربی

**تفسیر بے نقط الفیضی** مسمیٰ بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج یعنی جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت یعنی عجیب صنعت ہی بالکل بے نقط اسمین عجیب بلاغت و سلاست بھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی ۹ سطر اصطلاح بے نقط۔ فرعون و قارون کا نام ہے نقطہ حوالہ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت

کرنا واقعی بجا تھا اور یعنی مصنف کا فخر بیجا دیباری پایا جیسا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس سے لکھوا بہت عمدہ چھپا۔

**فتح الخبیر**۔ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ بحکم غیر۔

## احادیث اُردو

**مظاہر حق**۔ ترجمہ مشکوۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد ہین ہی حامل المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اُسکا ترجمہ اُردو مین۔

**تحفۃ الاخیار**۔ ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔

**ترجمۂ جامع ترمذی**۔ حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری ولاوری لاہوری۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہی اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہین۔

**ایضاً**۔ جلد دوم حسب مراتب بالا۔

## حدیث فارسی

**اشعۃ اللمعات** حامل المتن۔ شرح مشکوۃ از مولانا محدث عبدالحق دہلوی چار مجلدات ہین۔

## ایضاً عربی

**تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول** از شیخ عبدالرحمن بن علی یمنی معروف۔

**جامع ترمذی**۔ امام ابو عیسیٰ جو صحاح ستہ مین سے معروف ہی رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی جدید۔

**سنن ابی داود**۔ منجملہ صحاح ستہ ایک یہ بھی ہی بصحت تمام ہر چھپا دو جلد کامل دو جلد ہین از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ معروف جدید الطبع۔

**دلائل الخیرات**۔ با ترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسماء حسنیٰ معروف۔

**زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل**۔ ذخیرۂ احادیث مولانا غلام یحییٰ۔

**صحیح مسلم عربی مع شرح امام النواوی** چونکہ ہر صفحہ دراز سے یہ کتاب ہندوستانی مطابع نے شائع نہین کی تھی اور چونکہ یہ طلباء کے صحاح ستہ کے درس مین داخل ہی لہذا اسکی خواہش اہل ملک کو بہت زیادہ تھی بعض نے بہت ہی کتاب پاک مدت سے ختم ہوگئی تھی اور اسکی اکثر فرمائشات کو بوجہ عدم موجودگی خارج کرنا پڑتا تھا۔ اسلیے مطبع ہذا نے نہایت اہتمام کے ساتھ دوبارہ اسکو

# سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ

قریب ہے کہ کہیں گے بیوقوف لوگ کاہے پر پھر گئے مسلمان

عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ

اپنے قبلہ سے جس پر تھے تو کہہ اللہ کا ہے مشرق و مغرب چلاوے جسکو چاہے

إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى

سیدھی راہ اور اسی طرح کیا ہمنے تمکو امت عدل تاکہ تم گواہ ہو لوگوں

النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ

پر اور رسول ہو تم پر گواہ اور نہیں کیا تھا ہمنے اسکو قبلہ جسپر تو تھا مگر

عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً

اسی واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہیگا رسول کا اور کون پھر جائیگا الٹے پاؤں اور یہ بات بھاری ہوئی مگر ان

إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ

لوگوں پر جنکو ہدایت کی اللہ نے اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کرے تمہارے ایمان کو اللہ البتہ لوگوں پر

لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝

شفقت والا مہربان ہے

واضح ہو کہ اہل ایمان کے قلوب کو خالص اللہ تعالیٰ کی توحید اور قولہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ آیہ کی تحقیق عطا کرنے کے لیے اپنی عبادت میں بیت المقدس کی طرف متوجہ کیا بعض علماء نے زعم کیا کہ ہجرت سے پہلے ہی حکم ہوا تھا اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ ہجرت کے بعد حکم ہوا اور اس میں دقیق اسرار ہیں جو علماء ربانیین کی سمجھ پر چھوڑا اور یہ دیکھو کہ جدھر منہ موڑا اللہ تعالیٰ ہی کا قبلہ ہو دیکھو سایہ پھر جاتا ہے حق تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہوا اور نفل نماز میں جدھر جاوے سواری پر اشارہ سے نماز پڑھتا جاوے تاکہ کسی چیز کا پابند نہ ہو یہ حکم حق تعالیٰ نے چند روز کے واسطے دیا تھا پھر تحقیق کر دیا کہ جیسے توریت و انجیل میں آگاہ کیا ہے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ جانب کعبہ کا خانہ کعبہ کی جانب کو دائمی قبلہ ٹھہرایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلے سے آگاہ کیا کہ عنقریب بیوقوف جنکو معرفت حق تعالیٰ سے کچھ بہرہ نہیں تم پر اعتراض کریں گے چنانچہ نازل فرمایا سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ عنقریب لوگوں میں سے سفہاء کہیں گے کہ [illegible] سفیہ ہر ایسے جھوٹے بہتان باندھنے والے کو کہتے ہیں جو جان بوجھ کر اپنے علم کے خلاف کہے اور قاموس و کشاف میں کہا کہ خفیف سمجھ والا [illegible] میں ہو کہ مراد یہاں عرب کے مشرک ہیں (الزجاج) اور مجاہد نے کہا کہ یہود کہ پڑھے لکھے ہیں اور سدی نے کہا منافق لوگ ہیں اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ آیت ان سب لوگوں کے حق میں عام ہے اور محمد بن اسحاق نے براء بن عازب سے روایت کی کہ لوگوں میں سے سفہاء نے اور وہ اہل کتاب ہیں یوں کہا مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا کس چیز نے مسلمانوں کو اس قبلہ سے پھیرا جسپر قائم تھے ف یعنی بیت المقدس سے پھر جانے کا کیا باعث ہوا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری قد نری تقلب

بطریق علی بن ابی طلحہ کے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں آئے تو اللہ تعالیٰ
نے انکو حکم کیا کہ بیت المقدس کے رخ نماز پڑھا کریں پس یہود خوش ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ اوپر دس مہینہ بیت المقدس
کا استقبال کیا اور آپ قبلہ ابراہیم یعنی کعبہ کو دوست رکھتے تھے پس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور آسمان کو نظر اٹھاتے پس اللہ تعالیٰ نے
اتارا فولوا وجوہکم شطرہ پس اس سے یہود نے شک کیا اور کہا ما ولٰہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا پس اللہ تعالیٰ نے اتارا قل للہ المشرق والمغرب
اور فرمایا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیہ (اسنادہ صحیح سیوطی) براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس
کیطرف سولہ مہینہ یا سترہ مہینہ نماز پڑھی مگر آپ کو خوش آتا تھا کہ قبلہ آپکا خانہ کعبہ کی طرف ہو اور آپنے خانہ کعبہ کیطرف اول نماز عصر پڑھی
پھر ایک مرد جسنے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی نکلا پس ایک مسجد والوں کی طرف گذرا درحالیکہ وے لوگ جانب شام رکوع میں تھے
پس اُسنے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ البتہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانب مکہ نماز پڑھی پس وہ لوگ جس ہیئت پر تھے
خانہ کعبہ کی جانب گھوم پڑے اور کچھ لوگ شہید ہوچکے تھے کہ جنھوں نے بیت المقدس کیطرف نماز پڑھی قبل اسکے کہ خانہ کعبہ کیطرف تحویل
کیجاوے انکے حق میں ہم نہ جانتے تھے کہ کیا کہیں تو اللہ نے اتارا وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ان اللہ بالناس لرؤف رحیم۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ
اس باب میں احادیث بہت آئی ہیں۔ معالم میں ہے کہ یہ آیت یہودیوں و مکہ کے مشرکوں کے حق میں اتری جنھوں نے بیت المقدس سے
کعبہ کی طرف قبلہ کی تحویل میں طعن کیا تھا پس یہود نے مشرکین مکہ سے کہا کہ محمد اپنے امر میں متردد ہوکر اپنی پیدائش کے مقام کیطرف
مشتاق ہوئے اور تمہارے شہر کی طرف توجہ کرلی ہے اور وہ تمہارے دین کیطرف پھر آنے والے ہیں اور سیقول یعنی عنقریب کہینگے
اسمیں آیندہ کے حال کی خبر قبل وقوع ہے پس یہ اخبار بالغیب ہے اور یہی اکثر مفسروں کا قول ہے اور من الناس موضع نصب میں
السفہاء سے حال ہے اور ما بمعنی ای شی مبتدا اور ولٰہم خبر اور یہ جملہ سیقول سے موضع نصب میں ہے اور چونکہ یہ مقولہ ان سفہاء کی زبان سے حکایت
ہے لہٰذا ولٰہم بضمیر نقل فرمایا اگرچہ مرجع مذکور نہیں ہے اور مرجع نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع مومنین ہیں اور کانوا علیہا میں حذف مضاف ہے
ای علی استقبالہا۔ یا علی اعتقادہا اور مراد اس قبلہ سے بیت المقدس ہے اور قبلہ بروزن فعلہ از مقابلہ ہے کیونکہ نمازی اسکا مقابل
ہوتا ہے اور وہ نمازی کا مقابل ہوتا ہے پھر جب سفہاء نے ایسا کہا تو اللہ تعالیٰ نے انکو رد کردیا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ط
کہدے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مشرق و مغرب ہے یعنی مشرق و مغرب و شمال و جنوب سب جہتیں اُسی کی ہیں اسکی خصوصیت
ذاتی کسی مقام سے نہیں کہ دوسری جگہ اسکے قائم مقام نہ ہوسکے بلکہ اعتبار اُسکے حکم بجالانے کا ہے نہ خصوص مقام کا اور نہ روایت
علی بن ابی طلحہ کی ابن عباسؓ سے جو اوپر مذکور ہے دلالت کرتی ہے کہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیہ بھی انھیں کے ویں اتری ہے اور ابن عمرؓ
سے روایت ہے کہ سواری پر نفل نماز پڑھنے میں جسطرف متوجہ ہو یہ آیت اتری ہے (صحیح) تو یہ منافی نہیں اور تحقیق اسکی ترجمہ مقدمہ میں
مذکور ہے یَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ o جسکو چاہتا ہے راہ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے یعنی اسکو
مقصود تک پہنچا دیتا ہے مراد یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم انھیں میں ہیں جنکو وصل حق فرمایا بدلیل قولہ تعالیٰ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ
اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط اور یوں ہی
ہم نے تم کو امت وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہو یعنی جیسے ہم نے تمکو راہ مستقیم کی ہدایت دیدی اسی طرح
ہم نے تم کو عادل متوسط کردیا۔ بعض نے کہا کذلک یعنی جسطرح ہمنے تمکو وسط الارض یعنی کعبہ کی طرف ہدایت کی اسیطرح

تمکو امت وسط بنا دیا اور اسمین اشارہ ہو کہ کعبہ کیطرف استقبال کی اجازت پہلے پہل ابھی فرمائی ہو اور عنقریب اسکا مفصل بیان آتا ہو
بیضاوی مین ہو جیسے ہم نے تمھارا قبلہ سب قبلون سے افضل قرار دیا تمکو سب سے افضل کیا اور وسط دراصل ایسی جگہ کا نام ہو جسکی
مساحت سب طرف سے برابر ہو جیسے دائرہ مین مرکز ہوتا ہو پھر یہ لفظ اچھی خصلتون کے لیے استعارہ کر لیا کیونکہ وہ بھی افراط اور
تفریط یعنی حد سے بڑھ جانے اور گھٹ جانے کے بیچ مین ہین جیسے سخاوت کہ وہ اسراف اور بخل کے بیچ مین ہو پھر یہ لفظ ہر ایسے
شخص پر اطلاق کیا گیا جو ایسی اچھی خصلتون سے متصف ہو اور یہ لفظ واحد و جمع و مذکر و مونث کے واسطے برابر ہو یعنی اسی لیے
امت کی جو لفظاً مونث ہو وسطاً صفت آیا انتہی پس وسط اور عدل اور انصاف الفاظ مترادفہ ہین لہذا مفسر سیوطی رح نے امۃ وسطا
کیے خیارا عدولا سے تفسیر کی قال تعالےٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر الآیۃ یعنی تم سب امتون سے
یعنی سب سے بہتر عادلین"
افضل ہو اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین صریح ہو کہ وہ سب امتون سے بہتر اور نیکو کار و نیکو خصال تھے اور یہین سے کہا گیا ہے
کہ جو کوئی مثل فرقہ رافضی کے صحابہ رض کو جنکا خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب مین ہونا معروف ہو فاسق و کافر
جانے وہ مرتد کافر ہو اور یہی اصح ہو اور بیضاوی مین ہو کہ اسی سے استدلال کیا گیا کہ صحابہ کا اجماع حجت ہو کیونکہ جس امر پر وہ
متفق ہو گئے اگر وہ باطل ہو تو انکے عادل ہونے مین رخنہ ہوتا ہو اور انکا عادل ہونا قطعی ہو پس جس پر وہ متفق ہوئے وہ حق
یقینی ہو مین کہتا ہون کہ بیضاوی نے اسکو منہاج مین اچھی تحقیق سے بیان کر دیا ہو قولہ لتکونوا شہداء علی الناس یعنی تاکہ تم لوگ
قیامت مین لوگون پر گواہ ہو یعنی تمکو خیار عادل اسواسطے ہم نے بنایا ہو تاکہ تم قیامت مین لوگون پر گواہ ہو اس بات کے کہ انکے
رسولون نے انکو پہونچا دیا جو اللہ تعالےٰ کا پیغام تھا۔ اور امام احمد رح نے ابو سعید خدری رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن نوح ع کو بلا کر کہا جائیگا کہ کیا تو نے پہونچا دیا پس کہیگا کہ ہان تو اسکی قوم بلائی جائیگی پس
اُن سے کہا جائیگا کہ کیا تمکو پہونچا دیا پس وہ لوگ کہینگے کہ ہمارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہین آیا پس نوح ع سے کہا جائیگا کہ
کون تیری گواہی دیتا ہو پس کہیگا کہ محمد اور اسکی امت. فرمایا کہ یہی ہو قول اللہ تعالیٰ کا وکذلک جعلناکم امۃ وسطا۔ آپ نے فرمایا کہ
وسط وہی عدل ہو پس تم لوگ بلائے جاؤگے پس تم نوح ع کے واسطے گواہی دوگے پھر مین تمپر گواہ کیا جاؤنگا۔ اس حدیث کو بخاری
و ترمذی و ابن ماجہ و نسائی نے بھی روایت کیا اور نسائی کی روایت مین زیادہ ہو کہ پھر کہا جائیگا کہ تمنے نوح کا پیغام پہونچانا کیونکر
معلوم کیا تو تم کہوگے کہ ہمارے پاس ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آیا پس اُسنے ہمکو خبر دی کہ رسولون نے البتہ پیغام حق پہونچا دیا جابر رض
نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا قیامت کے دن مین اور میری امت خلائق پر مطلع ہونگی اور لوگون مین سے
کوئی ایسا نہین جو ہم سے قریب نہ آویگا اور کوئی پیغمبر جسکو اُسکی قوم نے جھٹلایا اُسکے حق مین بھی ہوگا کہ ہم اُسکے واسطے گواہی
دینگے کہ اُسنے اپنے پروردگار عز وجل کا پیغام ان لوگونکو پہونچا دیا ابن کثیر اور خلاصہ مضمون ان روایات کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
قیامت کے روز اگلوں پچھلوں سب کو ایک میدان مین جمع فرمائیگا پھر ہر ہر امت کے کافرون سے کہا جائیگا کہ تمکو ڈر سنانے والا
نہین پہونچا تو کہینگے ما جاءنا من بشیر ولا نذیر نہین آیا ہمارے پاس کوئی خوشخبری سنانے والا اور نہ ڈر سنانے والا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
کتاب مجید مین ذکر فرمایا ہو پس ان امتون کے انبیاء علیہم السلام سے مطالبہ کیا جائیگا کہ گواہ لاؤ اور اللہ تعالیٰ ان سب کو خوب جانتا ہو
لیکن ان کافرون پر حجت تمام کرنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آپکی امت کی بزرگی ظاہر فرمانا ہو پس جیسا کہ پہلے اس امر کے

گواہ مانگے جاینگے کہ تمنے پہونچا دیا حالانکہ اللہ تعالے داناتر ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو گواہ دینگے پس
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کی امت حاضر ہوکر گواہی دینگے تو امتون کے منکر کافر کہینگے کہ یہ لوگ ہمارے بعد آئے ہین انھون نے
کیا کیسے جانا کہ ان رسولون نے پہونچایا ہے پس امت محمد صلعم سے یہ سوال کیا جایگا تو یہ جواب دینگے کہ اللہ تعالی نے جو اپنی سچی کتاب
اپنے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اُسکے اخبار سے ہمنے جانا ہے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آپکی امت کا حال پوچھا
جایگا پس آپ انکی تزکیہ وعدالت کی گواہی دینگے اور یہی اللہ تعالے نے فرمایا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ہؤلاء شہیدا
الآیۃ اگر کہا جاوے کہ آیت مین علیکم شہیدا فرمایا اور لکم شہیدا نہین فرمایا حالانکہ یہ گواہی تو ان صحابہ رض کے واسطے ہے اور انکے اوپر نہین ہے
کیونکہ مراد اللہ تعالی کی بالاتفاق یہی ہے کہ ان کافرون پر جیسا انھون نے کہا ہے سچا الزام ثابت کیا جایگا پس گواہون کیواسطے عدالت
ثابت ہوگی نہ یہ کہ گواہون پر کوئی گواہی دیجاوے تو جواب یہ ہے کہ یہان جیسکے واسطے گواہی دی ہو اسپر گواہ مثل ایک نگہبان کے ہے
اسواسطے لفظ علی کے ساتھ فرمایا جسمین ایک بلندی مرتبہ وعلوشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسے فرمایا واللہ علی کل شیء
شہید حالانکہ کل شیء مین انبیاء واولیاء وملائکہ وصالحین سب ہین الرسول کا الف لام عہد کا ہے اور مراد خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین
محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین۔ جاننا چاہیے کہ یہان سے ثابت ہے کہ گواہ عادل ہون اور گواہون کی عدالت ایسے لوگون سے لیجاوے جو ثقہ ہون
اور ظاہر کلام سے نکلتا ہے کہ گواہون کی گواہی پر قاضی کچھ جرح نہ کریگا بلکہ مدعاعلیہ جرح کرے تب انکی عدالت ثابت کیجائیگی اور یہی امام
ابوحنیفہ رح کا ایک قول ہے اور قاضی اپنے علم پر فیصلہ نہ کریگا اور گواہ لانا مدعی پر واجب ہے جبکہ مدعاعلیہ منکر ہو اور گواہ کو جائز ہے کہ گواہی
خبر سے معلوم کرکے گواہی دے اگرچہ مشاہدہ نہ کیا ہو اور ضرور نہین کہ گواہ یہ تفصیل کرے کہ مین نے معائنہ سے گواہی دی یا خبر وغیرہ سے معلوم
کرکے اور یہی اصح مذہب حنفیہ کا ہے اور جاننا چاہیے کہ یہان سے ثابت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب عادل ہین جو شخص ان مین سے کسی پر جرح
کرے ایسی جو انکی عدالت کے برخلاف ہو وہ مبتدع گمراہ ہے اور اگر انمین سے کسی نے دین کے مسائل مین اللہ تعالی اور اسکے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کے کلام سے مسئلہ نکالا اور اسمین وہ چوک گیا اُس سے اجتہاد مین چوک ہوئی تو یہ اسکی عدالت کے لیے کچھ بھی منافی نہین ہے
اور ہوسکتا ہے کہ صحابی نے ایک خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی حالانکہ وہ اپنے موقع پر نہین مگر اُسنے جسطرح ہوا اسیطرح
بیان کیا ہے پس یہ بالکل جرح نہین ہے مثلاً بعض صحابہ نے روایت کیا کہ حج مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو جاتے ہوئے
بیدا کی بلندی پر چڑھتے وقت تلبیہ کہا اور آواز بلند کی پس اُسنے جیسا اُسنا ویسا روایت کیا اور دوسرے صحابی نے روایت کی کہ احرام
کے بعد ہی تلبیہ کہا تو یہ صحیح ہے حاصل کلام یہ ہے کہ صحابہ رض سب عادل ہین اور انکے فضائل وکمالات بہت بڑھکر ہین جیسے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کمالات انبیاء علیہم السلام کی نسبت بہت اعلی وافضل ہین ایسے ہی آپکے صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل اس تمام
امت اور اگلی تمام امتون کی نسبت بہت فضل ہین پس فرقہ رافضی و فرقہ خارجی دونون نے شیطان کی پیروی کی اور دین سے گمراہ ہوئے
اور ابن کثیر نے تفسیر مین ذکر فرمایا ہے کہ حاکم نے مستدرک مین اور ابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ رض سے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
بنی سلمہ مین سے ایک شخص کے جنازہ پر تشریف لائے اور مین آپکے پہلو مین تھا پس صحابہ رض مین سے بعضون نے کہا کہ واللہ یا رسول اللہ
البتہ اچھا مرد تھا البتہ عفیف مسلمان تھا اور اُنھون نے اُسکی ثنا کی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اسی قدر بات کہہ جتنی تو جانتا ہے
تو کہنے والے نے عرض کیا کہ چھپی باتون کا تو خدا ہی دانا ہے اور ہمنے تو وہی کہا جو ہمکو اُسکے حال سے ظاہر ہوا وہ یہی ہے پس نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہوئی پھر بنی حارثہ میں سے ایک شخص کے جنازے پر تشریف لائے اور میں آپ کے پہلو میں تھا پس بعض
صحابہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ یہ شخص بُرا آدمی تھا البتہ یہ شخص سخت دل فحش بکنے والا تھا اور اُسپر اسلام کے برخلاف باتیں بیان کیں تو
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض سے کہا کہ تو بات اتنی ہی کہ جتنی تو جانے پس کہنے والے نے عرض کیا کہ بھی باتوں کا تو خدا ہی
دانا تر ہے اور ہمنے تو وہی کہا جو ہمکو اسکے حال سے ظاہر ہوا وہ یہی ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہوئی پھر
مصعب بن ثابت راوی نے کہا کہ اس بیان پر محمد بن کعب القرظی راوی نے کہا کہ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر
پڑھی یہ آیت وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا- حاکم نے کہا کہ صحیح الاسناد ہے اور امام احمد نے
اپنے اسناد سے ابوالاسود سے روایت کی کہ کہا میں مدینہ میں آیا پس ایسے حال میں وارد ہوا کہ وہاں مرض پھیلا تھا اور لوگ بہت
مرتے تھے پس میں عمر بن الخطاب کے پاس بیٹھا پھر وہاں سے ایک جنازہ گذرا پس اس میت پر بھلائی کی تعریف کی گئی تو فرمایا
عمرؓ نے کہ واجب ہوئی پھر دوسرا جنازہ گذرا پس اُسپر برائی بیان کی گئی تو عمرؓ نے کہا کہ واجب ہوئی پس ابوالاسود نے کہا یا
امیرالمومنین کیا واجب ہوئی تو فرمایا کہ میں نے ویسا ہی کہا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان کہ چار آدمی
اُسکے لیے بھلائی کی گواہی دیں اللہ تعالیٰ اسکو جنت میں داخل کردیگا- کہا حضرت عمرؓ نے کہ ہم لوگوں نے عرض کیا اور تین تو حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اور تین بھی کہا حضرت عمرؓ نے پس ہمنے عرض کیا اور دو تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور دو پھر ہم نے آپ سے
ایک ہی کی گواہی دینے کو نہیں پوچھا- ایسا ہی اسکو بخاری و ترمذی و نسائی نے بھی روایت کیا ہے- اور ابن مردویہ نے اور ابن ماجہ نے
ابو زہیر ثقفی سے اور امام احمد نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ وہ زمین کہ تم جان لو اپنے
بھلوں کو بُروں سے ہم لوگوں نے کہا کہ کس چیز کے ساتھ یارسول اللہ تو فرمایا کہ اچھی تعریف کیے جانے اور بُری تعریف سے کیونکہ تم
سب ہم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو- جاننا چاہیے کہ نفاق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پھیل رہا تھا اور ایسے لوگ
فقط ڈر سے مسلمان بنے تھے اور ایسے ظاہر میں مسلمان اور دل میں درحقیقت متردد تھے کہ اگر اسلام حق ہو تو حضرت چند
روز میں غالب ہوجاوینگے پس اُسوقت وہ پکے ہو نگے منتظر تھے اور بنا بر آن لوگوں پر بھی صحابی کا اطلاق آیا ہے پھر وہ زمانہ ہنوز
نہ آیا تھا کہ انکو یقین کامل حاصل ہو کہ وہ مرگئے اور تمام تحقیق اپنے مقام پر مذکور ہے یہ مقام تفسیر کی طرف رجوع کرنے کا ہے قولہ تعالیٰ
وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ
عَلَىٰ عَقِبَيْهِ اور جس قبلہ پر تو پہلے تھا اُسی کو ہمنے قبلہ نہیں بنایا مگر اسی واسطے کہ ہم جانیں ہر ایسے کو جو رسول کی اتباع کرتا ہے
اُس سے جو اپنی ایڑی کے بل پھر جاتا ہے یعنی ثابت قدم مومنوں کو منافقوں سے امتیاز کریں اسمیں دو مقام ہیں مقام
اول یہ کہ القبلۃ التی کنت علیہا سے کون قبلہ مراد ہے اور مقام دوم یہ کہ الا لنعلم من یتبع الخ سے اللہ تعالیٰ کے جاننے کیا مراد ہے پس
میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے دونوں کو بیان کرتا ہوں (مقام اول) مفسر لکھتے ہیں کہ القبلۃ سے نا کہ مراد رکھا اور جعل بمعنی تصییر متعدی
بدو مفعول لیا پس مفعول اول القبلۃ اور مفعول دوم مقدر جسکی صفت التی کنت علیہا ہو یعنی الجہۃ التی کنت علیہا یعنی نہیں بنایا ہم نے
قبلہ وہی جہت جسپر تو تھا اور مقصود یہ ہے کہ ہم نے ایسا نہیں کیا مگر اس جاننے کے واسطے یعنی امر جاننے کے واسطے ایسا کیا یعنی پہلے اور پھر
کردیا ہمنے تیرے لیے قبلہ اب اُسی جہت کو جسپر تو پہلے تھا اور وہ کعبہ تھا اور یہ بنا بر اس قول کے ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

جب مکہ میں تھے تب کعبہ کیطرف نماز پڑھتے تھے اور اسمیں دوسرا قول یہ ہے کہ مکہ میں بھی صخرہ بیت المقدس کیطرف پڑھتے تھے اور اسکا بیان آتا ہے پس مفسر رحمہ نے قول اول اختیار کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کیطرف مکہ میں پہلے پہل نماز پڑھا کرتے تھے پھر جب مدینہ میں ہجرت کر کے آئے تو سولہ یا سترہ مہینہ تک یہودیوں کی تالیف قلوب کے واسطے بیت المقدس کیطرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور ظاہر سے بھی یہی ہے کیونکہ آپ خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے کما فی الصحاح اور روایۃ علی بن ابی طلحہ سے جو ابن عباس رضی سے اوپر گذری ہے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں آنے کے بعد بیت المقدس کیطرف استقبال کا حکم جدید ہوا اور نیز تالفاً للیہود کی وجہ بھی اسی پر شاہد ہے کیونکہ علت مذکورہ مدار حکم ہے اور وہ کعبہ میں نہ تھی کیونکہ وہاں کے سب لوگ مشرک تھے اور یہی بعض نے اختیار کیا ہے اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ نسخ دو مرتبہ واقع ہوا اول کعبہ سے بیت المقدس کیطرف پھر بیت المقدس سے بیت اللہ کیطرف فافہم۔ اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر میں کہا کہ حاصل یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صخرہ بیت المقدس کیطرف استقبال کرنے کا حکم پہلے پہل ہی اسطرح دیا گیا تھا کہ جب مکہ میں تھے تو دونوں رکنوں کے درمیان نماز پڑھتے کہ کعبہ آپ کے سامنے ہوتا اور آپ صخرہ بیت المقدس کا استقبال کرتے پھر جب مدینہ میں آئے تو دونوں میں جمع کرنا متعذر ہوا پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف توجہ کرنے کا حکم دیا قال المترجم محصول یہ ہے کہ القبلۃ سے مراد بیت المقدس ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا قبلۃ لک الا لنعلم الخ یعنے نہیں کر دیا تھا ہمنے بیت المقدس جسکی طرف تو نماز پڑھتا تھا تیرے لیے قبلہ مگر اسواسطے کہ ہم جان لیں الخ آخرہ یعنی اصل قبلہ تیرا تو وہی بیت اللہ ہے مگر چند روز کے واسطے جو ہمنے بیت المقدس کو تیرے لیے قبلہ کر دیا تھا تو اس جاننے کے لیے کیا تھا اور ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ قرآن میں جو اول نسخ ہوا وہ قبلہ ہے اور کہا ابن عباس رضی نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بیت المقدس کیطرف نماز پڑھتے اور کعبہ آپ کے سامنے ہوتا اور مدینہ میں ہجرت کرنے کے بعد بھی سولہ مہینہ ایسا ہی کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کعبہ کیطرف پھیر دیا اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اس قول ابن عباس کے مانند جمہور مفسرین کا قول ہے قال المترجم اور وہ جو ابن عباس سے علی بن ابی طلحہ نے روایت کی کہ مدینہ میں آنے کے بعد آپ کو بیت المقدس کے استقبال کا حکم دیا گیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ خالی بیت المقدس ہی کی طرف استقبال کرنیکا بدون اسکے کہ کعبہ آپ کے سامنے ہو کیونکہ دونوں کا جمع ہونا متعذر ہو گیا تھا اور مکہ میں امامت جبرئیل بجانب کعبہ حدیث میں بھی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ کعبہ سامنے تھا اور اصل استقبال بیت المقدس کا تھا اور ہجرت کے وقت جو آپ فراق کعبہ سے روئے وہ مخصوص انوار و فیوض خانہ کعبہ کی وجہ سے تھا بالجملہ ابن عباس اور جمہور مفسرین کے نزدیک ابتدا میں اور بعد ہجرت کے مدینہ میں سولہ یا سترہ مہینہ تک آپ بیت المقدس کی طرف استقبال کرتے تھے ولیکن ان علماء نے اسمیں اختلاف کیا ہے کہ مکہ میں آپ کو بیت المقدس کے استقبال کا حکم ہوا تھا یا آپ نے اجتہاد سے ایسا کیا تھا اسمیں دو قول ہیں ابن کثیر نے کہا کہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں عکرمہ و ابوالعالیہ و حسن بصری سے نقل کیا کہ بیت المقدس کی طرف توجہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے کی تھی اور مقصود یہ ہے کہ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال بیت المقدس کیطرف اسی حال پر قریب ڈیڑھ برس کے مستمر رہا اور ظاہر قول ابن عباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں آپ کو حکم ہوا تھا اور اول نسخ قرآن بھی اسی پر دلالت ہے اور اسپر دو بار نسخ ہونا بھی لازم نہیں آتا ہے اور شیخ ابن کثیر نے اسی کو اختیار کیا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کا استقبال کرتے ولیکن آپ تضرع و دعا کرتے کہ کعبہ کیطرف جو قبلہ ابراہیم علیہ السلام تھا متوجہ کیے جاویں پس اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور خانہ کعبہ کیطرف جو بیت عتیق و بیت اللہ ہے توجہ کا حکم دیا پس آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور لوگون کو اس سے آگاہ فرمایا اور پہلی نماز جو کعبہ کیطرف پڑھی وہ نماز عصر تھی جیسا کہ روایت صحیحین مین پہلے گذرا اور نسائی کی روایت مین ابو سعید بن المعلی سے آیا ہو کہ وہ ظہر تھی اور کہا کہ مین اور میرے ساتھی نے اول کعبہ کی طرف نماز پڑھی ہو اور شیخ سیوطی رح نے مقدمۂ اتقان مین اسکو مشرح بیان کیا ہو اور ابن کثیر نے فرمایا کہ اکثر مفسرین وغیرہ نے ذکر کیا کہ قبلہ کی تحویل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس حال مین نازل ہوئی کہ آپ ظہر کی دو رکعتین پڑھ چکے تھے اور یہ مسجد بنی سلمہ مین واقع ہوا اسی سبب سے اُسکو مسجد القبلتین کہنے لگے اور حدیث نویلہ بنت مسلم مین ہو کہ اُنکے پاس یہ خبر آئی درحالیکہ وہ ظہر کی نماز مین تھے پس پھر گئے اسطرح کہ مرد لوگ عورتون کی جگہ ہو گئے اور عورتین مردون کی جگہ ہو گئین ذکرہ الشیخ ابو عمر بن عبد البر النمری اور اہل قبا والون کو دوسرے روز کی نماز فجر تک خبر نہین ہوئی جیسا کہ صحیحین مین ابن عمر رض سے روایت آئی ہو کہ اس بیچ مین کہ لوگ مسجد قبا مین صبح کی نماز مین تھے کہ ایک آنے والا آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کو قرآن اُترا اور البتہ آپکو حکم دیا گیا ہو کہ کعبہ کا استقبال کرین پس سبھون نے کعبہ کا استقبال کیا اور اُنکے منھ شام کیطرف تھے پس گھوم پڑے کعبہ کیطرف۔ شیخ ابن حجر نے فرمایا کہ اگلے کچھ دن پر رات کا اطلاق مجازا واقع ہوا ہی۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ اسمین دلیل ہو کہ ناسخ کا حکم جبھی سے لازم ہوتا ہو کہ جب سے اسکا علم حاصل ہو اگرچہ اُسکا نزول پہلے ہو لیا ہو کیونکہ مسجد قبا والون کو عصر و مغرب و عشاء گذشتہ کو اعادہ کرنے کا حکم نہین کیا گیا واللہ اعلم اور جب ایسا واقع ہوا تو منافقون و یہود و یون کو شک و گمراہی نے گھیرا اور نسبکی اللہ تعالے نے پہلے خبر دی کہ سیقول السفہاء من الناس ما ولٰهم عن قبلتهم التی کانوا علیہا۔ ولیسا کہنے لگے جیسا کہ اوپر بیان گذرا پس قولہ تعالے وما جعلنا القبلة التی کنت علیہا الخ کے یہ معنی ہین کہ اے محمد ہم نے پہلے تمہارے لیے بیت المقدس کو قبلہ کیا پھر اُس سے کعبہ کی طرف پھیر دیا یہ اسی واسطے کیا تاکہ ہم معلوم کرین کہ کون تیری اتباع کرتا اور اطاعت کرتا ہی اور جدھر تو استقبال کرے تیرے ساتھ استقبال کرتا ہو اور کون اُلٹے پاؤن دین سے پھر کر مرتد ہو جاتا (مقام دوم) یہ کہ اللہ تعالے کا علم ازلی ہو اور وہ ہر چیز کو اُسکے وقوع سے پہلے جانتا ہو پس یہان جو فرمایا الا لنعلم تاکہ ہم جان لین اس سے کیا مراد ہو کیونکہ اللہ کا جان لینا ایسا واقع ہونے پر نہین ہو اسکا جاننا کسی چیز کی ثابت نہین ہو سکتا پس اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول وہ جو ابن عباس سے مروی ہو کہ قولہ الا لنعلم ای الا لنمیز اہل الیقین من اہل الشک یعنی مگر اسواسطے کہ تمیز کر دین ہم ایمان والون کو منافقون شک والون سے یعنی تاکہ ظاہر ہو جاوے تمیز مسلمین کی عاصیون نافرمانون سے اور یہی ہمارے شیخ مفسر دہلوی رح نے ذکر کیا پس یہان مجازا تمیز پر علم کا اطلاق کیا بعلاقہ سبب و مسبب کیونکہ علم سبب ہو اور تمیز مسبب ہو اور شیخ ابو حیان نے کہا کہ یہان تمیز کے ساتھ علم کا متعدی ہونا بھی اسی کا مؤید ہو اس واسطے کہ علم کا لفظ من سے متعدی نہین ہوتا الا اسی صورت مین کہ علم بمعنی تمیز ہو اور بیضاوی نے کہا ہو کہ یہ مثل قولہ تعالے لیمیز اللہ الخبیث من الطیب کے ہو اور اسی کی مثال ہو وہ قرأت جس مین لیعلم کی جگہ لیعلم بصیغہ غائب مجہول پڑھا گیا ہی کیونکہ بربنائے مجہول ہونا اس امر کا شاہد ہو کہ یہ مقصود نہین کہ اسکو ایک ہی شخص معین جانے بلکہ جانا جاوے یعنی ہر شخص جسکو جاننے کی لیاقت ہو اسکو جان لے اور یہ ظاہر ہو کہ یہ جبھی ہوگا کہ اللہ تعالے خارج مین ثابت قدم رہنے والون مین اور پھر جانے والون مین اسطرح تمیز کر دے کہ کسی پر پوشیدہ نہ رہے۔ دوم یہ معنی ہین تاکہ جان لین ہم اسکو حادث موجود ہونے کے ساتھ بھی اگرچہ علم ازلی واقع تھا۔ سوم لنعلم سے لنمتحن تاکہ ہم امتحان مین مبتلا کرین مترجم کہتا ہو کہ یہ غیر ظاہر تو جیہ ہی جیسا امام رازی نے کبیر مین فرمایا۔ یعنے وہ علم جس سے ثواب و عذاب متعلق ہوتا ہی کیونکہ جب کا اللہ تعالے عالم الغیب عالم ہو اُس سے ثواب و عذاب

نہین بلکہ اسی سے متعلق ہوتا ہے جو پائے جانے کے ساتھ ہے اور معنی یہ ہو سکتا کہ جانین ہم وہ جاننا جس کے موافق عمل کرنے والا ثواب یا
عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور اسی کی نظیر ہے قولہ تعالیٰ ولما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم و یعلم الصابرین ٥ مترجم کہتا ہے کہ مفسر سیوطی رحمہ نے بھی علم
ظہور سے تفسیر کی اور شاید مراد یہی معنی ہون جو رازی نے ذکر فرمائے ہین نتیجہ لنعلم اے لیعلم الرسول والمومنون تاکہ رسول صلعم اور مومنین
جان لین ولیکن اپنی طرف علم کی نسبت کر لی کیونکہ یہ لوگ اُسکے خاص بندے ہین تتمہ لنعلم اے فعلنا فعل من یرید ان یعلم یعنے
ہمنے ایسا فعل کیا جیسا وہ شخص کرتا ہے جو جاننا چاہتا ہے پس یہ کلام بر سبیل تمثیل ہے تفسیر ابن کثیر مین ہے لیظہر حال من یتبعک ویطیعک
ممن ینقلب علی عقبیہ مرتدا عن دینہ یعنے تاکہ ظاہر ہو حال اُسکا جو تیری اتباع و اطاعت کرے ایسے سے جو اُلٹے پاؤن پھر جاوے
یعنے اپنے دین سے مرتد ہو جاوے وقولہ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ط اور یہ محنت بیشک بڑی
ہے سوائے ان لوگون کے جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ف یہ اِن مخففہ ہے در اصل انہا تھا اور ضمیر راجع بجانب مدلول جملہ ماقبل ہے
یعنی الفعلة یعنے پھیر دینا قبلہ کا بیت المقدس سے کعبہ کی طرف اور لکبیرۃ کا لام ہی اِن مخففہ و نافیہ مین فرق کرتا ہے۔ اور بعض نے نافیہ لیا
اور لام بمعنے الا ہے لیکن شیخ عکبری نے رد کر دیا کہ یہ خلاف لغت و قیاس ہے اور بعض اہل تفسیر نے اشارہ کیا کہ انہا کانت اے ان
القبلة یعنے الصلوة الیہا پس معنی یہ ہونگے کہ نماز اس قبلہ کیطرف بھی ان مرتدون پر ثقیل تھی الا انھین پر ثقیل نہ تھی جنکو اللہ نے
ہدایت کی یعنے اُنکے دلون کو تیری تصدیق کیواسطے کھول دیا کہ جو کچھ رسول لایا وہ سب حق ہے اسمین شک کی گنجائش نہین اور یقین
دیدیا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو حکم چاہتا ہے دیتا ہے اسکو اختیار ہے کہ اپنے بندون کو جس امر کیواسطے چاہے مکلف کرے اور
جو چاہے نسخ کرے ہر ایک مین پوری حکمت موجود ہے بلکہ جب آیت اُترتی ہے تو انکا ایمان بڑھتا ہے چنانچہ فرمایا فاما الذین امنوا فزادتھم
ایمانا بخلاف منافقون کے کہ وہ اپنے اوہام کے پابند جب کوئی امر پیدا ہوا پھر گئے اور جب آیت آئی منکر ہو کر گمراہ ہوئے کما قال تعالیٰ واما الذین
فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم تنبیہ چونکہ یہ امر عظیم تھا کہ اسمین بہتیرے مرتد ہو گئے لہذا اس واقعہ مین جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی تصدیق و اتباع مین ثابت رہے اور بلا شک و شبہ کے جدھر اللہ تعالیٰ نے حکم کیا پھر گئے وہ سرداران صحابہ مین سے ہین
اور بعض نے اسطرف گئے ہین کہ السابقون الاولون من المہاجرین والانصار جنکو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہی لوگ ہین جنھون نے دونون
قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے اور بخاری نے اس آیہ کی تفسیر مین ابن عمرؓ سے روایت کی کہ اس بیچ مین کہ لوگ مسجد قبا مین صبح کی
نماز مین تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رات قرآن اُترا ہے اور البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو حکم دیا گیا کہ کعبہ کا استقبال کرین پس فورًا لوگون نے کعبہ کا استقبال کیا کہ اسکی طرف سب متوجہ ہو گئے اور ترمذی و مسلم
کی ایک روایت مین ہے کہ مسجد قبا والے صحابہ رکوع مین تھے پس اسی حالت مین وہ کعبہ کی طرف گھوم پڑے درحالیکہ وہ رکوع
مین رہے اور یہ دلیل ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کی فرمانبرداری و اتباع مین کمال ہی ثابت قدم تھے رضی اللہ
عنہم اجمعین پھر منافقون و یہودیون نے مومنون کو شک دلانا شروع کیا تو نازل ہوا قولہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ
لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ اور اللہ تعالیٰ کی شان نہین کہ تمہارے ایمان یعنی
نمازون کو ضائع فرماوے۔ اللہ تعالیٰ تو لوگون پر رؤف رحیم ہے ف معالم مین ذکر ہے کہ حیی بن اخطب یہودی اور اُسکے لوگون نے
مومنون سے شک ڈالنے کو کہا کہ تم ہمین بتلاؤ کہ تمہاری نماز بیت المقدس کیطرف کیسی تھی اگر ہدایت تھی تو تم اُس سے پھر گئے

اور اگر گمراہی تھی تو تینے اللہ تعالیٰ کا گناہ سمیٹا اور جو تم میں سے بیت المقدس کیطرف نماز پڑھنے کی حالت میں مرا ہے وہ گمراہی پر مرا پس
مومنین نے جواب دیا کہ ہدایت وہی ہے جسکا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور گمراہی وہی ہے جس سے ممانعت فرمائی پس جب یہ ایمان کا جواب پایا
تو قلبیں سے بولے کہ تمہارے پاس ان لوگون کے حق مین کیا شہادت موجود ہے جو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے زمانہ مین
مرے ہین اور حال یہ گذرا تھا کہ خانہ کعبہ کی طرف تحویل کا حکم آنے سے پہلے مسلمانون مین سے اسعد بن زرارہ و ابو امامہ قبیلہ بنی النجار
سے اور براء بن معرور قبیلہ بنی سلمہ سے اور دیگر لوگ شہید ہو چکے تھے پس اُن لوگون کے قرابتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قبلہ ابراہیم کیطرف پھیرا پس ہمارے ان بھائیون کا کیا حال ہوگا جو بیت المقدس
کیطرف نماز پڑھتے تھے اور اسی حال مین مر گئے پس اللہ تعالیٰ نے اُتارا وما کان اللہ لیضیع ایمانکم یعنی صلوٰتکم الی بیت المقدس
یعنی تمہاری نماز کو جو بیت المقدس کیطرف تھے - اور بخاری مین براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ ایک قوم نے انتقال کیا تھا جو بیت
المقدس کیطرف نماز پڑھتے تھے پس لوگون نے کہا کہ انکا حال اس معاملہ مین کیا ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے اُتارا وما کان اللہ لیضیع ایمانکم الآ
بخاری کی دوسری روایت براء سے ہے اور تھے کچھ لوگ کہ مر گئے تھے بیت المقدس کے قبلہ ہونے کے حال پر قبل اسکے کہ کعبہ کیطرف تحویل ہو
پس ہم نہین جانتے تھے کہ انکے حق مین کیا کہین پس اترا وما کان اللہ لیضیع ایمانکم الآیۃ اور ترمذی نے اسکو ابن عباسؓ سے روایت کیا
اور صحیح کہا اور مانند اسکے امام احمد و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن حبان و طبرانی و حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے
اور قرطبی نے اپنی تفسیر مین کہا کہ علماء اس بات پر متفق ہین کہ یہ آیت ان لوگون کے حق مین اُتری جو مر گئے در حالیکہ بیت المقدس کی
طرف نماز پڑھتے تھے پس نماز کو ایمان فرمایا اس لیے کہ اسمین ایمان کی ضروریات نیت و قول و عمل سب موجود ہین اور تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ
محمد بن اسحاق نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم اے بالقبلۃ الاولی یعنی پہلے قبلہ کیطرف تمہارے ایمان کو
اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و اتباع کرنے کو دوسرے قبلہ کیطرف توجہ کرنے مین ضائع نہ کریگا بلکہ کل ثواب عطا کریگا
قولہ ان اللہ بالناس لرؤف رحیم یہان مراد الناس سے خاصۃً مومنین ہین بالف لام عہد بقرینہ لرؤف رحیم پس رؤف مبالغہ از صفت
رافت اور رحیم مبالغہ از مصدر رحمت ہے اور اول بنسبت ثانی کے زیادہ بلیغ ہے جیسے مصدر اسکا بنسبت دوسرے کے مصدر کے مبالغہ
رکھتا ہے کیونکہ رافت یعنی شدت رحمت ہے پس اگر کہا جاوے کہ بلیغ سے ابلغ کیطرف ترقی ہونی مناسب تھی یعنی رحیم مقدم ہوتا تو بعض مفسرین نے
مانند دیگر مفسرین کے جواب کا اشارہ کر دیا کہ فاصلہ کی رعایت سے رحیم کو موخر کیا یعنی صراط مستقیم کے مناسب لرؤف رحیم رکھا لیکن رؤف
تمام قرآن مین رحیم سے مقدم ہے اسواسطے اسکے اندر معنوی مناسبت بھی ہے وہ یہ ہے کہ رافت ایک خاص رحمت مین مبالغہ ہے یعنی ضرر
دور کرنے مین اور رحمت عام ہے لیکن چونکہ دفع ضرر ایک امر اہم ہے اسلیے رؤف مقدم کیا گیا ہے بلکہ تمام قرآن مین اور حدیث مین رافت
رحمت الٰہی کی ایک تمثیل بادنیٰ مناسبت بیان ہوئی ہے چنانچہ صحیح مین روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی عورتون مین سے
ایک عورت کو دیکھا جسکا بچہ اسکے پاس سے جدا ہو گیا تھا وہ عورت اپنے بچہ کو تلاش کرتی پھرتی اور قیدیون مین سے جو کوئی بچہ پا جاتی
اسکو لیکر اپنے سینہ سے لگا لیتی پھر جب اس عورت نے اپنا بچہ تلاش کر پایا تو اپنے سینہ سے ملا کر چمٹا لیا اور دودھ پلایا تو دیکھی پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ مین ڈال دینے والی ہے در حالیکہ وہ قدرت رکھتی ہو کہ اس کو آگ مین نہ ڈالے
تو صحابہ نے عرض کیا کہ نہین یا رسول اللہ تو فرمایا کہ پس قسم ہے اللہ کی البتہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون پر اس عورت سے بھی زیادہ مہربان ہے

زیادہ مہربان ہو ف عرائس البیان میں ہو کہ قولہ تعالی وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ
جو لوگ مرتد ہوے انکے ساتھ حال یہ ہوا کہ امتحان ہونے کے وقت جبکہ چاہیے یہ تھا کہ خط تسلیم پر سر جھکاتے اور امر کو امر میں مشاہدہ کرتے
جیسے اچھے لوگون نے کیا تھا ان مرتدون کو موڑا اور مکر قدم سے انکو اسطرف پھیر دیا کہ یہ فعل کے دیکھنے میں پڑ گئے حالانکہ اس سے ارادہ متعلق
تھا اور یہ بات اس وجہ سے تھی کہ علم قدم کے اسباب ظاہر ہوجاوین اور اُسکے علم قدیم میں یہ بات پہلے ہوچکی تھی کہ یہ لوگ گمراہی کے
میدانون میں کفر کو لائے ہوے خاک چھانتے پھرینگے اور بعض نے کہا کہ یہان الا لنعلم جو فرمادیا یہ خطاب لوگون کے عقلون کی مقدار پر
ہو کیا تو نہین دیکھتا کہ آخر آیت میں اسکی علت صاف فرمائی کہ وما انت بتابع قبلتہم اور نہین ہو تو کسی طور انکے قبلہ کا تابع ہونے والا یہ
اپنی طرف سے اپنی صنعت و حکمت کا احکام ہو یعنے مضبوطی کا اظہار ہو یعنی آخر میں اپنی صنع محکم و مضبوط کا صاف بیان کردیا کہ جو علم الٰہی
اسکی تقدیر میں منضبط و جاری ہوچکا ویسا ہی ضرور واقع ہوگا پس یہان جو فرمایا کہ الا لنعلم تاکہ ہم جان لین یہ لوگونکی سمجھ کے موافق انکے
خطاب مقصود ہو اور وہان خاص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہو اور آپ کو علم اولین و آخرین بدرجہ کمال تھا پس وہان صاف کہہ دیا
اور بات ٹھیک یہی ہو کہ بول چال اور محاورات تمام بندون کی تعلیم و فہمائش میں اسی طور پر واقع ہوے جن سے مانوس ہین اور جو انکی عقلون سے
باہر نہین کیا نہین دیکھتے کہ حدیث میں ہو کہ لوگون سے انکی عقل کے موافق باتین کرو اور صحابہ رضی جو پہلے تمام عرب کی مانند جاہل تھے انکو ابتدا
مین بلند خطاب نہ کیے گئے بلکہ چند سے آداب و کلام سے لائق فیض کر کے جب انوار سے پر کردیا تو خود انکی آنکھین ہوگئین یعنی صفات
الٰہی کے ساتھ دیکھنے و سننے لگے اور پہلی وہی آنکھین جاتی رہین کیا تم نے توجہ نہین کی کہ حدیث مین آیا ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے
حالات زمانہ جاہلیت کے خاص جلسہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں بیان کرتے اور ہنستے یعنی کمال خوشی سے جب اِنکی حالت اور
شب کی حالت میں فرق دیکھتے تھے پھولے نہ سماتے اور ہنستے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے ساتھ مسکراتے تھے پھر اللہ تعالی نے اپنے
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کہ کھا کہ قبلہ مکرم و محل رحمت عالم کی جانب متوجہ فرمایا لقولہ تعالٰی

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاۗءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ
ہم دیکھتے ہین پھر جانا تیرا منھ آسمان میں سو البتہ پھیرینگے تجکو جس قبلہ کیطرف سے تو راضی ہوگا اب پھیر منھ اپنا طرف
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
مسجد الحرام کے اور جس جگہ تم ہوا کرو پھیرو منھ اسیکی طرف اور جنکو ملی ہے
اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝
کتاب البتہ جانتے ہین کہ یہی ٹھیک ہے انکے رب کیطرف سے اور اللہ بے خبر نہین ان کامون سے جو کرتے ہین

ف قرطبی رح نے کہا کہ علماے مفسرین کہتے ہین کہ یہ آیت سیقول السفہاء سے پہلے اتری ہو اور معالم میں ہو کہ یہ آیت اگرچہ تلاوت
مین پیچھے ہو مگر معنی میں پہلے ہو کیونکہ یہی شروع قصہ ہو کما قال تعالی قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاۗءِ
البتہ ہم نے تیرے چہرہ کو آسمان میں منقلب ہوتے دیکھا ہے یعنی بار بار بکثرت بطور اشتیاق کے آسمان کی جانب نظر اٹھانا اس امید پر
کہ اب شاید وحی آوے کہ جانب قبلہ اعظم و اقدم کعبہ کے منھ کرو ہم نے اسکو بہت دیکھا لہذا ہمنے تجکو جانب قبلہ محبوب راجع فرمایا واضح
ہو کہ شیخ مفسر رح نے اختیار کیا کہ قولہ قد نرى تحقیق کے لیے ہو اور یہی کا موید ہو کہ نری بلفظ مستقبل ہو اور تبیان عکبری مین تصریح کی کہ

مراد اس سے ماضی ہے یعنی قد راینا اور یہ ماضی و مستقبل بلحاظ بندون کے ہو ورنہ جناب باری تعالیٰ مین سب حاضر ہو اور صاحب
کشاف و بیضاوی نے کہا کہ قد نری بمعنی ربما نری یعنی بکثرت ہمنے دیکھا اور کہا کہ قد واسطے تقلیل کے موضوع ہی مثل رب کے مگر دونون
تکثیر کے لیے آتے ہین بطور استعارہ کہ لفظ کو ہر دو نقیضین مین سے ایک کے واسطے استعارہ کیا پس دفع ہوگیا اعتراض ابوحیان کا کہ مضارع کے
ساتھ قد بمعنی کثرت موضوع نہین ہے خواہ مضارع سے معنی ماضی مراد ہون یا نہون حالانکہ خود کہا کہ قد بمعنی بکثرت کو سیبویہ و ابن ہشام
ذکر کیا ہے اور اسیکو زمخشری نے اختیار کیا پھر یہان قد کو بمعنی تقلیل اس وجہ سے نہ لیا کہ جیسے ایک مرتبہ اپنی نظر آسمان کو اٹھائی اسکو یہ نہین
کہتے کہ تقلب بصرہ الی السماء بلکہ یہ جبھی کہتے ہین کہ بار بار ایسا کیا ہو پس کثرت کے معنی لفظ تقلب سے سمجھے گئے ہین جو تقلیب کا مطاوع ہے چنانچہ
بولتے ہین کہ قلبتہ فتقلب یعنی مین نے اُسکو تقلیب کیا تو وہ متقلب ہوگیا یعنی پھیرا تو پھر گیا پس تقلیب پھیرنا اور تقلب پھرنے پر پھیر جانا
فی السماء آسمان مین بحذف مضاف ای فی جہۃ السماء اسلیے کہ تقلب آسمان مین نہین تھا اور معنی یہ ہین کہ البتہ ہم نے دیکھا تجھے بکثرت اپنا منھ
پھیرتے ہوئے یا بار بار اپنا منھ پھیرتے آسمان کیطرف واقعہ حال یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ایسا کرتے تھے کہ بشوق استقبال
کعبہ و بہ انتظار وحی کے شاید اب اس کا حکم آجاوے بار بار منھ بجانب آسمان اُٹھاتے گویا آپکے پاک دل مین یہ توقع پڑ گئی تھی کہ اللہ پاک
تجھے کعبہ کیطرف متوجہ کرویگا اور یہ شوق اس وجہ سے تھا کہ وہ قبلہ ابراہیم علیہ السلام ہے جو حنیف مسلم تھے یہودی و نصرانی نہ تھے اور
خانہ کعبہ سب سے مقدم قبلہ ہے اور عرب والون کے ایمان لانے کا زیادہ باعث ہے اور عرب ہی اس دولت لازوال سے سرفراز ہوے کیونکہ یہودی
تو غضب الٰہی مین گرفتار ہو چکے تھے چنانچہ ابتداے سورہ مین گذرا پس بیت المقدس کو قبلہ کرنے مین انکا ایمان مقصود نہ تھا بلکہ انپر حجت
الٰہی عزوجل سب طرح پوری کی گئی جس سے انپر غضب مکرر ہوگیا اور نصاریٰ سفیہ جاہل گمراہ تھے لیکن انکو بیت المقدس سے سروکار
نہ تھی بلکہ جو نصاریٰ بکثرت اسلام لائے وہ خوشی خوشی خانہ کعبہ کیطرف راجع ہوئے چنانچہ سورۂ آل عمران مین انشاء اللہ تعالیٰ بیان آویگا یا یکلمہ
آنحضرت صلعم اصل قبلہ کے لیے حکم الٰہی عزوجل کے منتظر رہتے اور کمال شوق مین بار بار نظر اوپر اٹھاتے۔ اور اسمین آپکے کمال ادب کا بیان ہے
کہ انتظار کرتے رہے اور سوال نہ کیا لیکن تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ علی ابن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اول جو چیز قرآن سے منسوخ ہوئی
وہ قبلہ ہے اور بات یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کو ہجرت فرمائی اور مدینہ کے رہنے والے بیشتر یہودی تھے
پس آپکو اللہ تعالیٰ نے حکم کیا کہ بیت المقدس کا استقبال کرین پس یہودی خوش ہوئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس مہینے
یعنی سولہ یا سترہ مہینہ بیت المقدس کیطرف نماز پڑھی حالانکہ آپ چاہتے تھے کہ میرا قبلہ وہ ہو جو قبلہ ابراہیم ہے پس اللہ تعالیٰ سے دعا
کرتے اور آسمان کیطرف نظر اُٹھاتے پس اللہ تعالیٰ نے اُتارا قد نری تقلب وجہک فی السماء تا قولہ فولوا وجوہکم شطرہ الآیہ پس اس
سے یہود نے مکاری و فریب کا دھوکا کیا اور کہا ما ولٰہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُتارا۔ قل للہ المشرق والمغرب اور
فرمایا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ الآیہ
اور اس روایت سے ثابت ہے کہ یہ آیت پہلے اتری ہے کیونکہ ما ولٰہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا مربوط ہے ما قبل یعنی سیقول السفہاء من الناس سے
پس وہ سب پیچھے اُتری لیکن اس صورت مین سیقول اخبار بالغیب کیونکر ہوگا جیسا کہ ہمارے مفسر سیوطی وغیرہ نے پہلے بیان کیا ہے پس توجیہ
یہ ہے کہ آیۃ تحویل یعنی قد نری تقلب وجہک الآیۃ پہلے اتری اور اسکی عمل کے بعد ہنوز یہودیون وغیرہ نے طعن وارتیاب نہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے
سیقول السفہاء الخ اُتارا کہ وہ انکی طعن کا جواب ہو جاوے پس یہ اس نوع کا قرآن ہوگا جو سبب واقع ہونے سے پہلے اترا فافہم اور اسی

روایت سے یہ بھی نکلتا ہی کہ قولہ تعالی وما جعلنا القبلة التی الی اخرہ کے یہ معنی ہین کہ اصل قبلہ تیرا خانہ کعبہ ہی اور چند روز کے واسطے جو ہم نے
بیت المقدس کو تیرا قبلہ کیا وہ اسی واسطے تاکہ ظاہر ہو جاوے حال سچے مومنین کا کچے وجھوٹے منافقین وغیرہ سے کہ ایسے لوگ الٹے پاؤن پھر کر
مرتد ہو جاوینگے فافہم بالجملہ تکریم الہی عزوجل اپنے حبیب مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف کس شان عظمت سے ہی کہ فرمایا ہمنے بار بار تیرا تقلب دیکھا
**فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا** پس ہم تجھے ایسے قبلہ کیطرف متوجہ کرتے ہین کہ تو اسکو پسند کرتا ہی ف دیکھو کیونکر
بے مانگے مراد عطا فرمائی اور آپکی خوشی پوری کی لنولین میون تاکید یا تو ماخوذ از ولایت ہی بمعنی تصرف کرنا اور قابو پانا پس معنی یہ ہین کہ البتہ
قابو دلا وینگے ہم تجکو اسکی طرف استقبال کرنے کا یا ماخوذ از ولی بمعنی نزدیک ہونا اور بولتے ہین کہ ولیہ لے نزدیک ہوا اس سے اور ولیتہ ایاہ
از باب تفعیل یعنی مین نے اسکو نزدیک کر دیا پس معنی یہ ہوے کہ البتہ کر دینگے ہم تجکو کہ نزدیک ہوگا تو کعبہ سے لیکن نفس کعبہ سے نزدیکی جو کہ
خود مقصود نہین لہذا مضاف حذف ہوگا یعنے نزدیک ہوگا تو جہت کعبہ سے اور قول مفسر رح نحولنک از تحویل ظاہرا یہان مراد ہی ولیکن قبلةً بتقدیر
الی قبلةٍ ہوگا کیونکہ حوّل متعدی بمفعول ثانی بدون الی کے متضمن معنی تصییر ہوتا ہی اور یہان یہ مراد نہین کہ ہم تجکو قبلہ کر دینگے بلکہ ہم تجکو یعنے
تیری توجہ کو تحویل کر دینگے طرف قبلہ کے فافہم اور جسنے کہا کہ یہ ماخوذ از تولی ہی اُسنے سہو کیا فتدبر بالجملہ اسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے
بشارت ہی اور اسمین حضرت سرور عالم صلعم کی طینت طیبہ وکمال علو مرتبہ ظاہر ہے کہ حضرت صلعم کا شوق جو اس قبلہ کیطرف کو پیدا ہوا
وہ ایسا تھا کہ اللہ تعالی کی مشیت مرضیہ وحکمت کاملہ کے موافق واقع ہوا پس اللہ تعالے نے اُسکا فرض حکم دیدیا بقولہ تعالے **فَوَلِّ**
**وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** پس متوجہ کردے منہ اپنا طرف مسجد حرام کے ف اسمین خود اشارہ ہی کہ یہ نماز
کی حالت مین واقع ہوا اور قریب اسکا بیان آتا ہی اور یہی اسکا قرینہ ہوا کہ حکم کو حالت نماز کے ساتھ مقید بیان نہ کیا اگرچہ مراد یہی ہی کہ حالت نماز
مین اپنا منہ کعبہ کیطرف پھیر اور یہ نہین مراد ہی کہ ہر وقت نماز وغیر نماز مین اسی طرف منہ رکھ اگرچہ اتنے پر تو دلیل عقلی سے بھی تخصیص ہوگی کہ
نماز وغیر نماز سب حالت مین یہ حکم مراد نہین ہی اصول الفقہ کی بحث سے یہ بات ثابت ہو گئی ہی کہ یہان قول وجہک مین صیغہ امر ایکبار مرتبہ
تعمیل کرنے سے پورا ہوتا ہی لیکن جیسے نماز برابر مکرر ہر روز مستمر ہوتی ہی اسی طرح استقبال قبلہ بھی ہر نماز مین دائمی مستمر حکم ہی پھر شطر المسجد الحرام
بروایت ابن عباس رض کے میزاب الرحمۃ ہی (ابن مردویہ) اور یہی قول عبد اللہ بن عمرو بن العاص ہی (رواہ ابن ابی حاتم والحاکم) بیضاوی رح نے
کہا شطر در اصل اسکو کہتے ہین جو شی سے جدا ہوا پس شطر الشی وہ ہی جو اس شی سے جدا ہو پھر شی کیجانب مین مستعمل ہوا اگرچہ جدا نہو اور
مین کہتا ہون کہ کئی معانی مین اسکا استعمال آیا ہی چنانچہ بعض نے نقل کیا کہ بمعنی ناحیہ وجہت آیا ہی اور بمعنی بعض مطلقا اور بمعنی نصف شی
کما قیل فی شطر اللیل اور بولتے ہین کہ شطر الیہ اسے اقبل یعنی متوجہ ہوا پھر جاننا چاہیے کہ شطر المسجد سے یہان کعبہ مراد ہی اور قرطبی نے نقل کیا
کہ اجماع ہے کہ جو شخص کعبہ کو معائنہ کرتا ہو اسپر عین کعبہ کا استقبال فرض ہی اور اجماع ہی کہ جسکی آنکھ سے کعبہ کا معائنہ نہین یعنی غائب و
دور ہو اسپر استقبال جہت کعبہ فرض ہی ابن کثیر رح نے لکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شطر سے جانب کعبہ لیا (رواہ الحاکم) اور یہی
قول ابو العالیہ ومجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وقتادہ وربیع بن انس وغیرہم اکثر علماء کا ہی مین کہتا ہون کہ مشاہدہ کرنے والے پر عین کعبہ کا
استقبال فرض ہونے پر تو ائمہ اربعہ کا اجماع ہی اور جو شخص کے پیش نظر کعبہ نہین اسمین امام ابو حنیفہ و امام احمد کا مذہب یہ ہی کہ اسپر جہت کی سمت
فرض ہی اور زمخشری نے کشاف مین کہا کہ مسجد الحرام کہنے اور کعبہ نہ کہنے مین دلیل ہی کہ دور والے پر کعبہ کی سمت کی رعایت واجب ہی نہ عین
کعبہ کی اور شافعیہ مین اختلاف ہی چنانچہ عراقیون وقفال نے کہا کہ یہ اصابت عین کعبہ ہی اور اکثر خراسانیون نے کہا کہ جہت کعبہ سے ہی اور

احیاء العلوم مین اسی کو ترجیح دی اور یہی بیضاوی نے اختیار کیا اور امام مالکؒ کے نزدیک یون ہی کہ کعبہ تو اہل مسجد الحرام کا قبلہ ہے اور
مسجد الحرام اہل حرم کا قبلہ ہی اور حرم قبلہ دنیا ہی اور بیہقی نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ بیت یعنی خانہ کعبہ اہل مسجد کا قبلہ ہی اور مسجد
اہل حرم کا اور حرم میری امت کے اہل مشارق و مغارب کا قبلہ ہی۔ قرطبی نے اسکو ابن جریج کی اسناد سے حدیث ابن عباسؓ سے ذکر کیا۔ اور
یہی ابن عباس کا مذہب بھی مروی ہی اور دوسرون نے کہا کہ قبلہ یہی کعبہ ہی بدلیل حدیث کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے روبرو دو رکعتین
پڑھین اور کہا کہ یہی قبلہ ہی (الصحیحین)۔ قال المترجم میزاب کعبہ۔ عمر بن زیاد الکندی نے علیؓ بن ابی طالب سے روایت کی کہ قولہ فول وجہک
شطر المسجد الحرام یعنے تو اسکے سامنے متوجہ ہو (الحاکم) اور حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ مین گزرا کہ جسنے آنحضرت صلعم کے ساتھ نماز پڑھکر
راہ مین ایک مسجد والون کو خبر دی کہ مین نے نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کیطرف پس پھر گئے وہ لوگ جیسی ہیأت پر تھے
بیت یعنے کعبہ کیطرف کو۔ قال المترجم یعنے طرف کعبہ مراد ہی نہ عین کعبہ۔ اور ابو سعید بن المعلی سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ مین ہم اگلے وقت مسجد کیطرف جایا کرتے پس اسمین نماز پڑھتے پس ایک روز ہم گزرے درحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے پس
مین نے کہا کہ البتہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہی پس مین بیٹھ گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی قد نری تقلب وجہک فی السماء
فلنولینک قبلۃ ترضٰھا یہانتک کہ آیت سے فارغ ہوئے پس مین نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ ہم تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے اترنے
سے پہلے دو رکعتین پڑھ لین تاکہ ہم ہی سب سے اول اسطرف پڑھنے والے ہوجاوین پس ہمنے پوشیدہ ہوکر دو رکعتین پڑھ لین پھر نبی صلی اللہ
علیہ وسلم اترے اور اُس دن ظہر کی نماز لوگون کو پڑھائی (رواہ النسائی و روی ابن مردویہ عن ابن عمرؓ) پھر مشہور یہ ہی کہ پہلے نماز جو حضرت صلعم
کعبہ کیطرف پڑھی وہ نماز عصر ہی اسی سے اہل قبا کو خبر پہونچنے مین نماز صبح تک دیر ہوئی۔ خویلہ بنت مسلم سے روایت ہی کہ ہمنے ظہر یا عصر کی نماز مسجد
بنی حارثہ مین بیت المقدس کیطرف پڑھنا شروع کی پس دو رکعتین پڑھی تھین کہ اتنے مین ایک شخص بیان کرنے والا آیا جسنے ہم لوگون کو کہا
کہ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت الحرام کا استقبال کیا ہی پس ہم سب پھر پڑے حتی کہ عورتین مردون کی جگہ پر آگئین اور مرد عورتون
کی جگہ پر ہوگئے پس ہمنے باقی دو رکعتین بیت الحرام کی طرف استقبال کرکے پڑھین پھر بنی حارثہ کے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہم لوگون کے حق مین فرمایا کہ یہی ایسے لوگ ہین جو غیب پر ایمان لائے ہین۔ (ابن مردویہ) عمارۃ بن اوس سے روایت ہی کہ ہم لوگ
بیت المقدس کیطرف نماز مین رکوع مین تھے کہ ایک پکارنے والے نے دروازے پر سے پکارا کہ البتہ قبلہ پھیر دیا گیا کعبہ کیطرف۔ کہا کہ پس مین گواہی
دیتا ہون اپنے امام پر کہ گھوم پڑا وہ اور دیگر مرد مقتدی و لڑکے کعبہ کی جانب کو درحالیکہ یہ سب رکوع مین تھے (ابن مردویہ) بالجملہ ان روایات سے
کعبہ کیطرف استقبال ثابت ہی۔ اور یہی سیوطی کی تفسیر سے ظاہر ہے پھر جاننا چاہیے کہ کعبہ کیطرف تحویل واقع ہونے کے وقت مین فی الجملہ روایات
ہین چنانچہ اکثرون کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ مین آنے کے سترھوین مہینہ پر آدھا ماہ رجب گذرا تھا کہ دوشنبہ کے روز
بعد زوال کے جنگ بدر واقع ہونے سے دو مہینے پہلے درحالیکہ آپ اپنے اصحاب کو مسجد بنی سلمہ مین ظہر کی نماز پڑھاتے تھے اور دو رکعتین پڑھ چکے
تھے کہ کعبہ کیطرف تحویل کا حکم آیا پس آپ نماز ہی مین پھر گئے اور میزاب کعبہ کا استقبال کیا اسی وجہ سے یہ مسجد بنی سلمہ مسجد القبلتین کے نام
سے مشہور ہوئی ہی اور بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہی کہ نماز ظہر سے پہلے حکم آیا اور بعض سے معلوم ہوتا ہی کہ ظہر و عصر کے درمیان حکم ہوا اور توجیہ
یہ ہے کہ مسجد بنی سلمہ مین عین نماز مین حکم ہوا پھر آپ نے بعد نماز کے منبر پر آیات سنائین پھر نماز عصر پڑھی اور کبھی عصر کو بنام ظہر بولتے
ہین جیسے　مذہب کو منسوخ کے اول کہتے ہین واللہ تعالیٰ اعلم پھر آپکو ساتھ آپکی جمیع امت کو حکم دیا فولوا [illegible]

مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ اور تم لوگ جہان کہین ہو تو اپنے چہرون کو مسجد الحرام کی جانب متوجہ کرو یعنے
نماز مین اور یہ خطاب امت کو ہے پس پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب مین خاص فرمایا جسمین سب پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کا
اظہار ہے اور نیز آپ کی رغبت کا جو قبلہ ابراہیم کیطرف تھی ایجاب ہے پھر خطاب کو عام کرکے فرمادیا تاکہ تصریح ہوجاوے کہ حکم عام ہے اور کعبہ کیطرف
استقبال کرنے کے حکم مین تاکید بھی ہوجاوے اور امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر آمادگی ہوجاوے کہ مرضی الٰہی عز وجل اسی مین ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و طریقہ پر مستعدی سے چلین پس فرمادیا کہ حیث ما کنتم یعنے تم لوگ جہان کہین ہو خشکی مین یا سمندر مین اور کعبہ
سے پورب یا پچھم یا اتر یا دکھن یا کسی جہت و طرف مین ہو تمپر واجب ہے کہ کعبہ کی جہت کا استقبال کرو۔ اور اوپر بیان ہوا کہ یہی امام ابوحنیفہ
و امام احمد و اکثر شافعیہ کا مذہب ہے کہ جو لوگ خانۂ کعبہ سے دور ہون اُسکو آنکھ سے نہ دیکھتے ہون انپر عین کعبہ کا استقبال واجب نہین حتی کہ مصلے
سے خانہ کعبہ تک خط مستقیم ضرور خانہ کعبہ تک منتہی ہو بلکہ جہت کعبہ کا استقبال واجب ہے کہ جس سمت کعبہ ہے اُسی طرف استقبال کعبہ کی نیت کرے
و اُسمین وسعت ہے چنانچہ ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ ما بین المشرق والمغرب قبلة۔ یعنے مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے
اخرجه الترمذی و قال حدیث حسن صحیح اور یہ صریح ہے کہ جہت مراد ہے نہ اصابت عین کعبہ اگرچہ نیت استقبال کعبہ کی ہر حال مین ہوگی پھر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ فرمایا یہ اہل مدینہ اور تمام ان لوگون کے واسطے ہے جو خانہ کعبہ سے شمال یعنی اُتر کیجانب
ہین اور ہمارے ملک ہندوستان مین ما بین شمال و جنوب کے پچھم رخ کو قبلہ ہے اور جہت کسی قدر اس صوبہ او دھ اور اسکے سیدھ والے
ملکون سے دکھن کیطرف جھکی ہوئی ہے اور عبد اللہ بن المبارک نے اہل مرو کے لیے تیاسر اختیار کیا کما رواہ الترمذی۔ شیخ رح نے لکھا کہ اسی حکم
سے ہر نماز مین خانہ کعبہ کا استقبال فرض ہے اور اسمین سے کچھ مستثنیٰ نہین سوائے سفر کی نفلون کے سواری پر جدھر وہ جاتی ہو پڑھتا جاوے
اگرچہ دل بجانب کعبہ ہو اور سوائے مسابقہ قتال کی صورت کے اور تحری سے نماز پڑھنے والے کے کیونکہ تحری مین کبھی خطا ہوتی ہے۔ مترجم
کہتا ہے کہ عین قتال مین ہمارے فقہاء حنفیہ کے نزدیک نماز نہین ہے اور واضح ہو کہ جب کسی کو قبلہ معلوم نہو تو جدھر اسکا دلی تیقن واقع ہو وہی اُسکی
لیے عین قبلہ ہے تو معلوم ہوا کہ اسکا قبلہ خاصتہً جہت کعبہ معظمہ نہین ہے بلکہ وسعت ہے بحکم قوله اینما تولوا فثم وجه الله۔ لیکن قصد تیقنی بجانب
کعبہ ہونا چاہیے فافہم (مسئلة) مالکیہ نے اسی آیت سے استدلال کیا کہ مصلی اپنے سامنے دیکھتا رہے نہ اپنے سجدے کی جگہ کو کیونکہ اللہ
تعالے نے فرمایا فول وجهك شطر المسجد الحرام پس سامنے نظر ہونا چاہیے کہ یہی توجہ جانب مسجد الحرام ہے۔ اور اگر وہ اپنے سجدے کی جگہ نظر ڈالیگا
جیسا مذہب امام ابوحنیفہ و شافعی و احمد کا ہے تو ضرور ایک طرح کی جھکاؤ کی طرف تکلف کرنے کا محتاج ہوگا اور یہ پوری طرح کھڑے ہونیکے
منافی ہے۔ اور بعضون نے کہا کہ مصلی اپنے قیام کیحالت مین اپنے سینہ کی طرف نگاہ رکھے اور شریک القاضی رح نے کہا کہ مصلی اپنے قیام کی
حالت مین اپنے سجدے کی جگہ پر نگاہ رکھے جیسا کہ جمہور نے کہا ہے اس واسطے کہ اسمین خضوع بلیغ اور خشوع زائد ہے اور اسمین ایک
حدیث بھی آئی ہے اور رہا اپنے رکوع کی حالت مین سو اپنے قدمون کی جگہ پر نگاہ رکھے اور اپنے سجدے کی حالت مین اپنی ناک
کی جگہ پر اور بیٹھنے کی حالت مین اپنی گود پر نظر رکھے (ابن کثیر) بالجملہ جب اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو خانۂ کعبہ کیطرف
متوجہ فرمایا تو وہ بشارت و اشارت پوری ہوئی کہ خاتم المرسلین پہلے بیت المقدس کیطرف پھر خانہ اقدس اقدم کعبہ کی طرف متوجہ کیے
جاوینگے لہذا فرمایا وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ اور البتہ جن لوگون کو کتاب
سماوی دی گئی وہ خوب جانتے ہین کہ یہ تحویل قبلہ تو برحق ہے یعنے اپنے موقع پر ٹھیک ہے سدی رح سے مروی ہے کہ اہل کتاب سے یہود

مراد ہین اور کتاب سے توریت مراد ہے کیونکہ توریت مین تحویل کا مفصل حال نازل ہوا تھا اور معالم مین مذکور ہے کہ یہودیون نے کہا کہ یہ تحویل قبلہ
کچھ بات نہین سوائے اسکے کہ تم اپنے دل سے نکالتے ہو پس کبھی بیت المقدس کا استقبال کرتے ہو اور کبھی خانہ کعبہ کا اور اگر تم ہمارے قبلہ پر
ثابت رہتے تو ہمکو امید ہوتی کہ تم وہی نبی ہو جنکا ہم انتظار کرتے ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ خبیث لوگ اس کلام سے عرب کو دھوکا دیتے اور
مکر باندھتے تھے ۔ علماء نے کہا کہ اہل کتاب لفظ عام ہے جو علماء یہود و نصاری دونون کو شامل ہے اور لفظ کتاب بھی شامل توریت و انجیل ہے
اور بقول سدی رح معنی یہ ہین کہ یہود جنھون نے کعبہ کیطرف استقبال کرنے سے انکار کیا خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالی اس نبی حق یعنے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو تھوڑے ہی دنون بعد کعبہ کیطرف متوجہ فرما دیگا کیونکہ انکی کتابون مین اُنکے انبیاء علیہم السلام سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و
آپ کے امت کی نعت و صفت و خصائص کرامات و کمالات شریعت سب موجود تھے ولیکن حسد سے پوشیدہ کرتے تھے ضمیر (انہ) راجع ہے
مدلول کلام سابق کیطرف یعنی کعبہ کیطرف تحویل ہونا اور بیت المقدس کا استقبال منسوخ ہوجانا اور قولہ من ربہم صفت الحق ہے یعنی الحق
الثابت من ربہم اور شاید سدی رح نے اُسی سے نکالا کیونکہ یہ توریت مین نازل کیا گیا تھا لیکن مترجم کہتا ہے کہ اتباع توریت تو نصرانیون پر بھی فرض
ہے سوائے چند احکام مانند جہاد و حرمت شراب و گوشت شتر وغیرہ کے کہ یہ البتہ انجیل کے ذریعہ سے منسوخ کیے گئے اور باقی احکام توریت انپر لازم رکھے
گئے تو وہ نصرانیون پر بھی لازم ہے ۔ الحاصل یہود و نصاریٰ کے کتاب پڑھے ہوئے خوب جانتے ہین کہ پیغمبر آخر الزمان صلعم کی سعی فشانی سے
کہ وہ کعبہ کی جانب متوجہ کیے جائین لیکن شیطانی حسد و عداوت سے جھوٹ افترا باندھتے ہیں لہذا تہدید کی بقولہ تعالی وَمَا اللّٰہُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اور اللہ تعالے کچھ بھی غافل نہین ان حرکات سے جنکو تم کرتے ہو ف ۔ اے یہودیو یا اے یہود و نصرانیو ۔
اور اگر تم کو اللہ تعالے کے جاننے مین شک ہے تو بدتر جاہل ہو ۔ یہ بنا بر قرأت ابن عامر و حمزہ و کسائی رح تعملون ۔ بتاء فوقیہ خطاب ہے اور بعض نے
کہا کہ خطاب اہل ایمان کو بطور بشارت ہے یعنی اے مومنو تم جو کچھ تابعداری کرتے ہو اللہ تعالے خوب جانتا ہے وہ تمکو اجر عظیم عطا فرماوے گا
لیکن قوی تفسیر یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کو تہدید شدید ہے جیسے دوسری قرأت یعملون ۔ بیاء تحتیہ جو قرأت جمہور مین ہے کہ جسکے یہ معنی ہوئے
کہ اللہ تعالے کچھ بھی غافل نہین ان حرکات سے جو یہ لوگ کرتے ہین پس ان منکر یہودیون و نصرانیون کے واسطے تہدید و وعید عذاب ہے
اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالے پر سہو و غفلت کا وہم نہین مگر ثواب یا عذاب مین تاخیر ایک میعاد تک ہے اور نیز یہود کو جو منکر ہین دنیا و آخرت مین
عذاب دیگا پس یہ یہودیون کے حق مین سخت تہدید ہے (مسئلہ) استقبال کعبہ مین عمارت کا قصد نہ کرے کیونکہ عمارت کوئی چیز
قبلہ نہین ہے بلکہ وہ مقام قبلہ ہے خواہ عمارت پیش نظر ہو یا نہو (مسئلہ) علماء مجتہدین نے جن مسائل مین اجتہاد کیا انمین کسی جانب
غلطی کا حکم نہین ہوسکتا جیسے کسی جانب قطعی صواب کا حکم نہین ہوسکتا ہے اسی واسطے بقول امام جصاص رازی رح کے حنفیہ و شافعیہ و
مالکیہ و حنبلیہ باہم ملکر ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھین اگرچہ شافعی امام رح نے مثلاً خون نکلنے سے وضو نہ کیا ہو بخلاف اسکے اگر قبلہ
مخفی ہوا اور امام نے تحری سے ایک طرف قبلہ لیا اور مقتدی کی تحری برعکس واقع ہوئی تو نماز باطل ہے کیونکہ یہان تحری کی جہت اسکا قطعی قبلہ ہے
مگر جبکہ اندھیری رات مین اقتدا کی اور مقتدی کو اختلاف معلوم نہوا تو نماز ہوگئی اور مترجم نے عین الہدایہ مسئلۃ التحری مین مفصل بیان
کیا ہے ف ۔ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ قد نری تقلب وجہک فی السماء الآیۃ سے واضح ہوا کہ عالم اصغر انسانی مین خود نفس اماّرہ
قبلہ حق و سمارک کے بلثا بطن موجود ہین اور اسکو ارباب کمال مقام قرب مین بر وجہ حال جانتے ہین جہان مقال کا کام نہین کرتا اور اشارات
کا مفاد سہولت طی منازل ہے چنانچہ مقدمہ مین گذرا پس اس مقام پر اشارت ہے کہ چشمہ سری کو آسمان عبودیت مین تعیین قبلہ کی

ف بھورت [illegible] بائی از صنعت و کیفیت جزان [illegible] مساۃ کو [illegible] بھی ہو [illegible] حصول اشارہ کی ذات کی [illegible]

طلب مین متوجہ دیکھا تاکہ مشاہدہ بچشم دید اور قبلہ قربت خاص حاصل ہو اور صفت کا زوال صفت مین اور خطاب خاص کا سننا گوش خاص
مین نصیب ہو جیس سے عین الجمع کا مقام سب وجہ سے تمام ہو قال المترجم خلاصہ یہ ہو کہ ستر باطن یعنے سرّ السر سے یہ خواہش ہوئی کہ حضرت
ذات عزوجل اسکا قبلہ ہو اور بالعیان مشاہدہ رہے وہ اسطرح پر کہ صفت امکان صفت قدم مین مٹ جاوے تاکہ سماع ازل سے کلام
حق کا استماع نصیب ہو کیونکہ اس خطاب ازل کا سماع بصفت ازل ہو نہ بگوش امکانی اسلیے کہ وجوب کی صفت کو امکان نہین
اُٹھا سکتا ہو اسلیے صفت امکان کے زوال کی خواہش کی کہ حضرت او تعالےٰ متکلم اور سمیع و بصیر ہے پس خطاب قدیم خاص کا سننا بھی سمع
قدیم خاص سے چاہا اور اس خواہش کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر طرح سے مقام عین الجمع حاصل ہو جاوے۔ واضح ہو کہ یہ مقام نسبت لسرور
عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور آپ بندہ خاص افضل الخلق بالاختصاص ہین لہذا کسی فرد بشر کو اس قرب مین ادراک کی مجال نہین ہو سکتی ہے
لیکن اولیاے امت مین سے جسنے دیدار مشاہدہ کا اطلاق کیا تو یہ مراد نہین کہ وعدۂ آخرت کے مانند عیانًا حاصل ہو بلکہ حجاب النور سے ظہور
بچشم باطن ہو چنانچہ خود شیخ رحمۃ اللہ تعالےٰ نے قولہ والتوبہ متشابہا۔ کے تحت مین اس مشاہدہ کو بیان کر کے کہا کہ آخرت مین جب دیدار
موعود دیکھینگے تو ویسا ہی پاوینگے جیسا کہ کشف و مشاہدہ مین دیکھ چکے تھے پھر یہان مراد تقلب سے حرکت ستری اور وجہ سے ستر
مذکور اور فی السماء سے مقام ہویت جو محل حصول عین الجمع و مشاہدہ ذات ہو نظائر اشارات ہین واللہ تعالیٰ اعلم (م) بعض مشائخ نے کہا
کہ پہلے اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیا کہ تو ایسی جگہ ہو جہان تجکو حق عزوجل دیکھتا ہو یعنے قدرےسے فرما دیا تاکہ ہوشیار
رہین اور جو آداب کہ حضرت حق عزوجل کے لائق ہین اُنھین سے آراستہ رہین چنانچہ یہی حسن آداب دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے آسمان کیجانب نظر اُٹھائی اور درخواست نہ کی اور اسی نظر پر انکی مراد پوری کی گئی قولہ تعالےٰ فلنولینک قبلۃ ترضٰہا اشارہ ہو کہ ہم تجکو خوش
کرینگے کہ قبلہ حق کشف فرماوینگے تاکہ پھر خطرات نفس سے بالکلیہ نجات ہو قال المترجم کیونکہ جب توجہ بقبلہ حق عین مرضی ہے تو پھر توجہ
بخواہش نفس کی کوئی راہ نہین رہی اور یہ اشارہ ہو کہ جس شخص نے کسی جانب توجہ کی وہ اُسکا قبلہ ہو اور اس توجہ مین جو خواہش مقصود ہو
وہی اُسکا معبود ہو اگرچہ حکم الشرک اسمین سے صرف کھلے ہوے ظاہر سے متعلق ہوتا ہو اور تفصیل یہ کہ توجہ بھی بجانب قبلہ کعبہ ہو حتی کہ اگر کوئی
عمدًا ترک کر کے جانب بیت المقدس یا مزار ولی وغیرہ استقبال کرے تو بوجہ صاف ظہور کے تکفیر کیا جائیگا اور اگر طواف کعبہ کیطرح کہین
طواف کرے تو امام نووی و ملا علی قاری وغیرہ نے مناسک مین خوف کفر کی تصریح کی ہے اور باطنی توجہ و اقبال کسی چیز کی جانب دیکھا جاوے
کہ اگر وہ بحکم شریعت و رضاے حق عزوجل ہو تو رضاے حق اسکا قبلہ مقصود اور حق عزوجل معبود ہو اور اگر دنیا وغیرہ مقصود ہو تو یہ بسبب فعل
کے کبھی گناہ کبھی شرک خفی ہوگا اور اسکا اثر خرابی قلب ہو اعاذنا اللہ تعالےٰ فافہم۔ (م) اسمین یہ بھی اشارہ ہو کہ مین قبلہ ہون جیدھر تو توجہ کرے
تاکہ تو میری طلب مین عالم وجود مین بلا جہت ہو جاوے یعنی تجھے معلوم ہو کہ طلب الٰہی سبحانہ تعالیٰ کسی جہت سے متعلق نہین بلکہ خود بلا جہت
ہو جانا یہی وصال ہو اس سے اللہ تعالےٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ادب سکھلایا تاکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تمام و کمال سواے حضرت
باری عزوجل کے امر دیگر نہو۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد پوری کرنے مین اُنکو آگاہ فرمایا کہ تیری مراد ہماری مراد سے
مخالف نہین واقع ہوئی اسلیے کہ ہماری مراد بھی تھی کہ ہم تجکو کعبہ کیطرف پھیر دین اور اسی پر تجھے ثابت رکھین اور پہلے سے ہمنے
اسکو تیرے لیے اور تیری امت کے لیے قبلہ کر دیا تھا تاکہ تو جان لے کہ تیری پسند ہماری پسند سے متوافق ہو قولہ تعالیٰ فول لہا
وجہک شطر المسجد الحرام۔ حرام بمعنی ممنوع اور مسجد الحرام اس وجہ سے کہلاتی ہو کہ اسمین قتال ممنوع ہو یا کہ ظالمون کے تعرض سے ممنوع ہے ۱۴۰

اپنے سینہ کے مراقبہ کی طرف اپنا منہ پھیر کیونکہ وہی انوار حقائق کی مسجد ہے اور وہ وسواس و تعلقات کے غبار سے منزہ ہے اور اسی مین
قلب ہے اور وہی کعبۂ انس ہے اور اسی مین آیات بینات برہان حق عز و جل ہے - قال المترجم یعنے کعبۂ ابراہیم کی نسبت اللہ تعالٰی نے فرمایا - فیہ آیات
بینات مقام ابراہیم الآیہ یعنی کھلی نشانیاں مقام ابراہیم ہے پس اشارہ کیا کہ آیات مین میرے آثار ہین اور آثار مین میری صفتون کے انوار مین لیکن
چہرۂ ظاہر جب متوجہ کعبۂ معظمہ ہو تو آیات بینات کے پردہ مین ظہور دیکھے پس ظاہری آنکھ تو ان نشانیون سے پرنور ہے اور چشم باطن سے
صفات کا مشاہدہ حاصل ہے مترجم کہتا ہے کہ اسی دیدار سے احادیث صحاح و آثار مین حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق جمال کعبہ و حزن فراق
ہجرت مذکور ہے یعنے عراقیون نے فرمایا کہ کعبہ کی طرف بدن سے متوجہ ہونے مین تو جسم و قالب اور قلب سے مشاہدہ مین استغراق ہے کیونکہ تن کے واسطے
جیسے کعبہ کو قبلہ کر دیا ہے اسی طرح سینہ سے گئے قلب کے لیے ظہور قبلہ ہے - واضح ہو کہ کعبہ معظمہ ظاہر ایک مکان ہے کہ کائنات کی راہ سے اسکا التباس ہے اور باطن
مین اسکے انوار و آیات ہین جنکا اشارہ قولہ تعالٰی - فیہ آیات بینات مقام ابراہیم الآیۃ - ہے و اہل سکا شہ مختلف ہین کہ کعبہ اشرف ہے یا موضع مزار
شریف و اسیطرح موضع مزار شریف افضل ہے کہ عرش اور مترجم نے خاتمہ زیارات شرح عین الہدایہ مین لکھا ہے اور آیندہ ان شاء اللہ تعالٰی یہین بھی آویگا
شیخ ابن العربی نے اشارہ مین کہا کہ قولہ تعالٰی - قد نری تقلب وجہک فی السماء - اسے آسمان روح کہ مقام جمع مین وحدت کے اندر مستغرق ہونے اور حق کے
ساتھ خلق سے محجوب ہونے کے وقت دریا لیکہ وزیر نبوت اور مقام دعوت خلق تجھپر گران تھا سبب اسکے کہ تیرا التفات کثرت کی طرف نہ تھا اور ابتدا
حال مین فنا کے بعد بقا حاصل ہونے پر خلق کی طرف رجوع ہونا تجھپر مشکل تھا کیونکہ پہلے حق کی طرف توجہ بہت قوی تھی - فلنولینک قبلۃ ترضاہا
یعنے البتہ کر دینگے ہم تیرے رخ کو کہ نزدیک ہو کا قبلہ تھا سے اس طرح کہ سینہ کھول دینگے جیسے فرمایا - الم نشرح لک صدرک و وضعنا عنک وزرک
الذی انقض ظہرک ایسی ایسا قبلہ ہو کہ تجکو پسند آویگا اسلیے کہ باقی پل کی صورت مین جمع حاصل ہے اور یہان کی کثرت وحدت مین کچھ حجاب نہین ہے
پس تو اس قبلہ کو ضرور چاہیگا کیونکہ مشاہدہ وحدت باقی ہونیکے باوجود تو خلق کو حق عز و جل کی طرف ہدایت کر سکتا ہے - قولہ تعالٰی - فول وجہک
شطر المسجد الحرام - یعنے اپنے سینہ کی طرف جو کھول دیا گیا ہے اور منشرح کیا گیا کہ اس تک نفس کے صفات ردیہ اور ہوائے نفس و شیطان نہین آ پہنچ
سکتے ہین قولہ تعالٰی - وحیث ما کنتم - یعنے تم جہان کہین ہوا سے ایمان والو اور مقام تحقیق حاصل کرنے والو خواہ مشرق روح مین ہو یا مغرب نفس مین ہو فولوا
وجوہکم - اسے اپنے منہ پھیر دو اسکی جانب تاکہ اگر روح کے روشن مقام مین ہو تو تمپر مشاہدہ کا موقع دینا اور بیعت کا موقع کرنا آسان ہو اور اگر مغرب
نفس مین ہو تو اپنے حال و مقام سے ترقی کرنا اور خواہش نفسانی و شیطانی سے محجوب ہونے سے بچنا آسان ہو (ف) کلام مترجم کہتا ہے کہ اسمین سے
بعضے جلی افادات مین سے اول یہ ہے کہ بندہ کو آرزو ہے خیر کی خواہش مین جو قرآن یا حدیث مین منصوص معلوم ہو اور جناب آسمان نظر اٹھانا کہ قبول
فرمائی جاوے جائز ہے - دوم قبلہ کعبہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ ہے اور اسکا بیان مفصل قولہ تعالٰی - وللہ علی الناس حج البیت الآیۃ - مین آئیگا
سوم اس آیت مین قطعی دلیل ہے کہ اہل کتاب علمائے یہود و نصارٰی کے پاس اس بات کے قبلہ کعبہ کے حقیقی ہونے کی دلالت تھی کیونکہ قرآن مجید نازل ہوا
انہین سے کسی نے اس سے انکار نہ کیا اور قرآن مجید اب تک برابر متواتر ہے تو گویا آج ان لوگون سے کہا گیا کہ تم جانتے ہو کہ یہ سچ ہے اور وہ چپ ہیں
مین تو یہ معجزۂ حجت قطعی ہو گیا کہ بشارت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ سابق میں متواتر موجود تھی لیکن اللہ تعالٰی نے گروہ کفار یہود و نصارٰی کی ازلی بدبختی کو بیان کیا فقولہ

وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا

اور اگر تو لاوے کتاب والون پاس ... ساری نشانیان نہ چلینگے تیرے قبلہ پر اور نہ تو مانے ان کا قبلہ اور نہ

بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ

انمین ایک مانتا ہے دوسرے کا قبلہ ... اور اگر تو چلا ان کی پسند پر بعد اس علم کے جو تجھکو پہنچا تو بے شک تو بھی بے انصافون مین

ف ۔ ہر شکیت ازلی کو ضرور عجب ہوگا کہ وائے برحال یہود و نصاریٰ کہ کس قدر دنیا کی فریب میں مغرور ہوئے کہ باوجود علم آثار نبوت حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دنیا کو چھوڑ کر آپ کی اتباع سے جو بیشک دنیا چھوڑ کر آخرت کے درجات دائمی کی کرامات ہیں منکر ہوگئے اور آخر چندروز کے بعد خواہ مخواہ ملک الموت کے قبضۂ قہر میں جان دینی پڑی امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ یہودیوں نے کیونکر کفر و عناد کیا اور اپنے علم سے برخلاف منکر ہوگئے یعنے شان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں صدق نبوت و قطعی افضلیت کو پہچان کر اسکی مخالفت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی سلطنت کبریائی و عظمت الوہیت کی حکمت بالغہ تقدیری سے آگاہ فرماتا ہے کہ جن پر اسنے کفر مقدر فرمایا اگر اسکے لیے ہر طرح ہزار دلیلیں کوئی قائم کرے تو بھی ہرگز اتباع نہ کرینگے اور اپنی باطل خواہش نہ چھوڑینگے جیسے فرمایا۔ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لا یومنون ولو جاءتہم کل ایۃ حتی یروا العذاب الالیم۔ یعنی وہ لوگ جنپر ٹھیک ہولیا کلمہ تیرے پروردگار کا ہرگز ایمان نہ لاوینگے اگرچہ اُنکے پاس ہر معجزہ آوے یہانتک کہ عذاب دردناک دیکھیں اسی طرح یہاں فرمایا۔ وَلَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ بِکُلِّ اٰیَۃٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَکَ ط یعنے اگر اہل کتاب کے پاس تو بالفرض کل معجزات لاوے تو بھی وہ تیرے قبلہ کی اتباع نکرینگے

ف۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ تو عین قبلہ حق ہے پس جب یہ یہود و نصاریٰ اسکو نہ مانیں تو لامحالہ اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ کر دوسری جانب اپنا خدا بناوینگے پس قطعاً کافر ہیں۔ قولہ لئن۔ بلام قسم وحرف ان شرطیہ ہے اور قولہ ما تبعوا الخ جواب قسم وجزائے شرط دونوں کو محتمل ہے لیکن اظہر یہ ہے کہ جواب ہے (سیوطی بیضاوی عکبری وغیرہ) مراد اوتوا الکتاب سے یا تو فقط یہود ہیں یا عام یہود و نصاریٰ ہیں اور یہ اولیٰ ہے کہ لفظ عام ہے اور کتاب جنس ہے توریت و انجیل پر صادق ہوگی فافہم اور بکل آیۃ یعنے ہر معجزہ و حجت و برہان اور معنے یہ کہ کعبہ کے قبلہ برحق ہونے پر اگر تو ہر حجت و برہان لاوے تو بھی تیرے قبلہ کا اتباع نہ کرینگے پس ما تبعوا اسے لا یتبعوا پس وہ ماضی بمعنی مستقبل ہے اور چونکہ لفظ ماضی تھا لہذا ما داخل ہوا اور اسی وجہ سے جواب قسم پر سے فاء حذف ہوئی اور فراء رحمہ نے کہا کہ ان اس مقام میں بمعنی لو ہے اسی واسطے ما۔ اسکے جواب میں آیا اور یہ بعید ہے اسواسطے کہ ان واسطے زمانہ مستقبل کے اور لو واسطے ماضی کے ہے۔ پھر ما تبعوا بلفظ ماضی اسواسطے فرمایا کہ اسکا وقوع متحقق تھا جیسے۔ اتیٰ امر اللہ فلا تستعجلوہ۔ میں ہے یعنی آگیا امر الٰہی (قیامت) پس تم اسکو مانگنے میں جلدی مت کرو۔ یعنے قیامت چونکہ قطعی آویگی لہذا نہایت قرب اور تحقیق وقوع سے کہدیا کہ پلک مارتے تو آتا ہے جیسے فرمایا۔ وما امر الساعۃ الا کلمح البصر۔ قیامت کا معاملہ تو گویا پلک مارنے کا ہے مترجم کہتا ہے کہ دار الآخرۃ کی مدت کروڑ در کروڑ کی بے انتہا کے مقابلہ میں یہ چندروزہ زندگی دنیاوی پلک مارنے سے بھی بہت کم ہے جسکو عقل کا ذرہ بھی ملا وہ صاف سمجھ سکتا ہے پھر جب ما تبعوا جواب قسم ہے تو جزائے شرط کہاں ہے جواب یہ کہ یہی جملہ جو جواب قسم قائم مقام جواب شرط ہوگیا اور معنی یہ ہیں کہ انھوں نے تیرا قبلہ کسی شبہہ کی وجہ سے نہیں ترک کیا جو دلیل روشن و حجت واضح سے زائل ہوجاتا بلکہ انکی مخالفت تیرے ساتھ محض مکابرہ و عناد ہے کیونکہ تیرے حق ہونے اور کعبہ کیطرف پھیرے جانے کو وہ لوگ اپنی کتاب سے بخوبی جانتے تھے تو انکا منکر ہونا انکی تقدیر میں غضب الٰہی عزوجل کے حجاب ہیں۔ پھر مراد اس خبر دینے سے نہیں ہے کہ تیری متابعت بالکل نہ کرینگے یعنی متابعت کی نفی بتاکید مقصود نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حجت و برہان انہیں بالکل تاثیر نہیں کرینگی اسواسطے کہ وے لوگ تو جانتے ہی ہیں اور حجت واضح تو اسکو مفید ہوتی ہے جسکو کچھ شبہہ پڑگیا ہو اور انکا انکار شبہہ سے نہیں بلکہ عناد سے ہے تو معجزہ واضح انکو نہ فائدہ کریگا بلکہ وہ چیز فائدہ کریگی جو انکے مرض عناد کو زائل کردے اور یہ سوا خالق عزوجل کے کسی کے اختیار میں نہیں ہے حالانکہ اسنے تنبیہ فرمائی کہ جنے یہودیوں کو قیامت تک غضب عظیم سے ذلیل و خوار و رسوا کیا ہے نعوذ باللہ من غضبہ تعالیٰ وقولہ تعالیٰ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَہُمْ ۚ اور تو کبھی بھی انکے قبلہ کا تابع ہونے والا نہیں ہے ف۔ یہ کلام بظاہر نفی ہے اور محاورہ میں نہی تاکیدی کی جگہ بھی بولتے ہیں جیسے کسی کریم سے کہو کہ آپ مہربانی سے ایسا نہیں کرینگے یعنی مت کیجیے پس یہاں احتمال ہے کہ معنی نہی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے قبلہ کی اتباع سے ممانعت کی ہو اور احتمال ہے کہ اپنے ظاہر پر ہو اور مقصود یہ ہے کہ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طمع انکے اسلام سے قطع کردی کہ یہ لوگ علم خالق عزوجل میں ایمان لانے والے

نہیں ہیں اسی طرح کافرون کی طمع بھی قطع کر دی حتی کہ کافرون نے جان لیا کہ اس حکم کے بعد کبھی وہ ہمارے قبلہ کیطرف رجوع نہ کرینگے کیونکہ حکم استمراری ہے بلکہ للامام ابن کثیر رحمہ نے خوب فرمایا کہ حق تعالیٰ عزوجل نے آگاہ فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کی متابعت میں بہت مضبوط اور شدید ہیں اور جیسے وہ لوگ اپنی باطل خواہشوں کے اوپر اڑے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری واطاعت و مرضیات کے بخوبی تمام پابند ہیں اور یہ صریح اخبار ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سب حالون میں سے کسی حال میں بھی ان کافرون کی خواہش کی پیروی نہیں کرتے تھے جیسے کافرون نے جہالت سے وہم کیا تھا کہ ہماری خوشی کے لیے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی دائمی شان سے اہل ایمان وغیرہ سب کو آگاہ فرمایا کہ بیت المقدس کیطرف آپکا متوجہ ہونا کچھ اسوجہ سے نہ تھا کہ وہ یہود کا قبلہ ہے بلکہ یہ فقط اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری تھی **وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ** اور یہ بعض بھی قبلہ بعض دیگر کے تابع نہیں ف بلکہ اپنی مختلف رایوں و ہوسات کے بندہ ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے تحذیر کی اور ڈرایا ہر ایسے عالم کو جو اپنے علم سے خلاف کرے اسلیے کہ عالم پر حجت بہ نسبت غیر عالم کے زیادہ قائم ہوتی ہے لیکن آپ کی امت کے علما سب آپ کے روے مبارک کی دیکھنے والے ہیں اور سب بدل وجان آپکے تابع ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کرکے فرمایا **وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ** ٥ یعنے بقسم اگر بعد اس علم کبیر کے جو تیرے پاس آچکا ہے تو ان گمراہوں کی خواہشون کی پیروی کرے تو بیشک اب تو ظالمون سے ہے ف یہ تو قطعاً معلوم ہے کہ آپ پیغمبر افضل الانبیا معصوم ہیں بھلا جب عزوجل نے آپکو محفوظ فرمایا تو آپکے حق میں خطاب مذکور صرف یون ہوا کہ اگر بفرض محال تو کبھی ایسا کرے لیکن آپ کی امت کے علما البتہ جھجھک کر ہوشیار ہوے اور جناب باری تعالیٰ میں ہر وقت التجا کرنے لگے کہ الٰہی سبحانہ تعالیٰ ہم بندون کو طفیل اپنے حبیب معصوم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس امر سے محفوظ فرما یا جاوے کہ ہم کسی حال میں بھی کبھی کافرون و گمراہون کے اہوا کی پیروی کرین۔ واضح ہو کہ یہ کلام بہت بلیغ تاکید ہے جیسے ما تبعوا کا کلام بھی بلیغ ہے لیکن یہ جملہ بہ نسبت ما تبعوا قبلتک کے کئی وجہ سے زیادہ موکد ہے از انجملہ یہ جملہ اسمیہ ہے اور اسمیں ہم مکرر ہے پھر اظہار فرمایا کہ کفار اپنی مختلف خواہشون کے بندے ہونے سے باہم مختلف ہیں بقولہ تعالیٰ وما بعضہم بتابع قبلۃ بعض۔ اور یہ لوگ باہم بعض تابع قبلہ بعض دیگر نہیں ہیں ف کیونکہ جب نفس کے بندہ ہیں تو اختلاف لازم ہے اور اسمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے تسلی ہے کہ انکا عناد کچھ حضرت صلعم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ انکی حالت یہ ہے کہ ایک دوسرے کے قبلہ کی اتباع نہیں کرتے کیونکہ یہودی تو صخرہ بیت المقدس کا استقبال کرتے اور نصاریٰ مطلع الشمس کا استقبال کرتے ہیں پس جیسے انکی آپسمین موافقت نہیں ویسے تیرے ساتھ موافقت کی امید نہ کرنی چاہیے کیونکہ ہر ایک اپنی خواہش نفس پر اڑا ہے اور جاننا چاہیے کہ قبلہ نصاریٰ مطلع شمس ہونیکی کشاف و بیضاوی وغیرہ مفسرین نے تصریح کی ہے مگر بعض کتب میں ہے کہ قبلہ عیسیٰ بھی بیت المقدس تھا مترجم کہتا ہے کہ یہی بات ٹھیک ہے کیونکہ توریت میں حکم قبلہ برابر نصرانیون پر لازم رہا اور انجیل میں اسکا نسخ نہیں ہوا لیکن امت عیسیٰ نے اپنی اپنی رائے سے احکام نکالے ہیں لیکن شیخ ابن القیم رحمہ نے بدائع الفوائد میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کا قبلہ کچھ اللہ تعالیٰ کی وحی اور واقف کرانے سے نہ تھا بلکہ مشورہ واجتہاد سے تھا پس نصاریٰ کیواسطے تو کچھ شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انجیل وغیرہ میں انکو مشرق کے استقبال کا حکم نہیں دیا اور وہ اقرار بھی کرتے ہیں کہ مسیح کا قبلہ وہی ہے جو بنی اسرائیل کا قبلہ یعنی صخرہ ہے اور یہ قبلہ مشرق ہمارے واسطے ہمارے پیشواؤن (پوپ) نے مقرر کر دیا ہے پس وہ یہود کے ساتھ اس امر پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کا استقبال اپنے رسول پر مشروع نہیں کیا اور رہے یہود تو توریت میں صخرہ کے استقبال کا حکم نہیں ہے بات یہ تھی کہ وہ تابوت آسمانی کیطرف نماز پڑھتے اور جہان جاتے تابوت کو ساتھ لیجاتے اور ہر جگہ نماز نہیں پڑھتے تھے پس اسکو رکھکر اسکی طرف نماز پڑھتے پھر جب آتے تو اسکو صخرہ پر رکھدیتے اور اسکی طرف نماز پڑھتے اور دیار مصر میں نماز بیرون فرض تھی پھر جب وہ تابوت اٹھا لیا گیا تو انھون نے اسکی جگہ کی طرف نماز پڑھنی شروع کی مترجم کہتا ہے کہ فرعون کے عہد میں بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حکم آیا الٰہی کہ اجعلوا بیوتکم قبلۃ الآیہ۔ چنانچہ اعراف میں منصوص ہے پس

ہکواس تفتیش سے کوئی فائدہ نہین لیکن یہ معلوم ہو کہ یہ لوگ صخرۂ بیت المقدس کا استقبال کرتے تھے اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قبلہ فرمایا۔ کہ ما انت
بتابع قبلتہم۔ یعنے تو انکے قبلہ کا تابع نہین حالانکہ تم ان روایات سے انکے دو قبلہ بتلاتے ہو تو جواب یہ ہو کہ اب چونکہ دونون باطل ہوگئے ہین تو دونون
یکسان ہین لہذا ایک ہی فرمایا یا قبلہ نصاری بھی دراصل وہی ہو جو بنی اسرائیل کا قبلہ تھا لہذا قبلہ واحد فرمایا اور ما بعضہم بتابع قبلۃ بعض یعنی امر قبلہ مین وہ
آپسمین ایک دوسرے کی پیروی نہین کرتے بلکہ خواہش نفسانی سے اپنا اپنا قبلہ بناتے ہین مترجم کہتا ہو کہ ظاہرا مریم رضی اللہ عنہا نے بحکم قولہ تعالیٰ مکانا شرقیا الآیۃ
کے مشرق کی جانب مکان کر لیا تھا تو نصاری نے اُسی جانب مطلع الشمس مشرق کو قبلہ بنالیا تھا کہ یہود سے مخالفت ہو کیونکہ باہم دونون فریق مین اسوجہ سے
عداوت سخت کا باعث موجود ہو کہ یہود نے حضرت عیسی و مریم کے حق مین کوئی دشمنی نہین چھوڑی تو دوستان عیسی علیہ السلام انکے ضرور دشمن ہین جیسے اہل ایمان
بھی سب یہودیون کے دشمن ہین۔ قولہ تعالیٰ۔ ولئن اتبعت اہواءہم الآیۃ مین حرف ان شرطیہ ہو جسمین شرط ہو کہ مشکوک ممکن پر داخل ہو اور قطعی چیز پر شرط نہین ہوتی
لیکن جاننا چاہیے کہ حرف ان کبھی ایسے جملہ پر داخل ہوتا ہو جسکے واقع ہونے کی امید ہو شک کے ساتھ جیسے۔ ان ینصرک زید کان خیرا لک۔ اگر زید تیری مدد کرے
تو تیرے واسطے بہتری ہے حالانکہ زید کی مدد ممکن ہو اور کبھی ایسے جملہ پر داخل ہوتا ہو جس سے مراد محض فرض و تقدیر ہوتی ہو یعنی اگر بالفرض ایسا ہو تو ایسا ہوگا
جیسے کوئی کہے کہ آسمان قبل قیامت کے نہین ٹوٹیگا ورنہ سب دبکر مرجاوین پھر کسی احمق نے کہا کہ شاید ٹوٹ پڑے تو جواب دینے والے نے کہا کہ اگر بالفرض ایسا ہو
تو بیشک سب دب مرینگے اوراسی طرح یہان فرمایا کہ اگر بالفرض تو انکی باطل خواہشون کی پیروی کرے تو تو ظالمین سے ہوگا اور قولہ تعالیٰ من بعد ما جاءک
من العلم۔ تاکید ہو بس درحقیقت یہ تنبیہ ہو تمام لوگون کو جو اپنے علم سے خلاف کرین بخواہش نفسانی اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ خطاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو ہو اور مراد آپکی امت ہو اور معنی یہ ہین کہ اگر تم لوگ بعد اس علم کے جو تمکو وحی الہی سے جو اپنے رسول سے پہنچی ہو حاصل ہوچکا پھر باطل خواہشون کی پیروی
کروگے تو تم ظالمین سے ہوگے اور حضرت کو خطاب کیا تاکہ تاکید بلیغ ہوجاوے کہ اگر بالفرض انبیاء بھی ایسا کرین تو وہ بھی ایسے ہی ہین اور بیضاوی نے فرمایا کہ آیت مین
اللہ تعالیٰ نے تہدید کو بتاکید بلیغ فرمایا اول لام آیا جو توطیہ قسم ہو دوم قسم مضمر سوم حرف تحقیق یعنے انک مین ان۔ چہارم ترکیب جملہ اسمیہ پنجم خبر پر لام آیا
لمن اور ششم الظالمین پر الف لام جو استغراق کا ہو اور نیز ظالمین سے بیچ کردینا کہ استغراق سے ایہام تمام ازلیۃ ظلم سے ظالم ہونے کا ہو ہفتم علم حاصل ہونے
کے بعد کہنے سے۔ تاکید بغرض تعلیم حق معلوم اور تحریض اتباع حق و تحذیر از متابعت ہوا و تشنیع بصدور گناہ از انبیاء اسواسطے کہ انبیا سے گناہ صادر ہونا
محال ہو کہ وہ معصوم ہین اور یہی قطعی حق اجماعی ہو اور اذا حرف ہو اور دونون اسمین اصلی ہو اور جواب ہی مین مستعمل ہوتا ہو اور یہان اسکا کچھ عمل نہین کیونکہ اسکا
عمل فعل مین ہوتا ہو اور یہان فعل نہین ہو ذکرہ العکبری۔ واضح ہو کہ عالم سے گناہ کی شناعت آئندہ اپنے موقع پر بکثرت آویگی۔ پھر حاصل یہ معلوم ہوا
کہ یہودی و نصرانی وغیرہ کوئی عالم ہو جب اسنے دنیا کی طرف دل جھکایا اور شیطان اسپر مسلط کیا گیا تو وہ کتا ہو یا انکا بوجھ لادنے والا گدھا ہوتا ہو بقولہ تعالیٰ
کمثل الحمار یحمل اسفارا حتی کہ امت اسلامیہ بعد فساد کے جاہل سے بدتر عالمون کی پیروی کرنے لگی حتی کہ انکی شناعت اقوال و افعال سے بھی اللہ تعالیٰ سے پناہ
مانگنے کی ضرورت پیش ہوگئی اور معجزۂ حدیث شریف صادق آیا کہ یہ لوگ بھی یہود و نصاری کے قدم بقدم گئے یہانتک کہ بہتر سے تہتر فرقہ ہوجاوینگے اور
احادیث و آیات مین جو کیفیات حرکات یہود و نصاری کے عالمون کی منقول ہین وہ عبرت ہین حتی کہ ہو بہو دنیا کے لالچ مین حضرت افضل المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ
علیہ وسلم کی اتباع چھوڑی اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہو کہ قرآن و حدیث بخوبی تمام جاننے کے بعد اصطلاح مرتد کے مانند کافر سے جا ملے ہین اللہم اعذنا من
الزیغ بعد الایمان وثبتنا علی دینک الحق وسنۃ نبیک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسوقت کے سچے اہل کتاب
علماء یہود و نصاری کا حال بیان فرمایا جنھون نے اپنی جان دی اور آپکی شہادت کھلم کھلا ادا کی جیسے ابن قناطر رومی عالم نصرانی رضی اللہ
عنہ جو حضرت صادق ہوگئے جنکو حبشیون نصرانیون نے مار ڈالا اور جیسے عبداللہ بن سلام یہودی زبردست عالم تھے جو فوراً ایمان لائے اور یہودیون نے

دشمنی سے انکو چھوڑ دیا رضی اللہ عنہ پس حق تعالیٰ نے انکی مدح مین نازل فرمایا

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ

جنکو ہم نے دی ہے کتاب پہچانتے ہین اسکو جیسے پہچانتے ہین اپنے بیٹون کو اور ایک فرقہ انمین سے چھپاتے ہین

الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝ ع

حق کو حالانکہ وہ جانتے ہین حق وہی ہو جو تیرا رب کہے پھر تو نہو شک لانے والون مین سے

ف بیان اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی جان بوجھکر ہٹ دھرمی بیان کی- گویا دیدہ و دانستہ اپنے پاؤن مین کلہاڑی ماری- یہ دلیل ہو کہ انکے دلون پر ایسی سختی آگئی تھی کہ آخرت کو سچ نہین مانتے تھے کما قال تعالیٰ- فطال علیهم الامد فقست قلوبهم الآیہ- یعنے زمانہ دراز گذرنے سے دل سخت ہو گئے اور یہی ہر امت کا حال ہوتا ہو حتی کہ مسلمانون کی کیفیت آخر یہی ہوئی جیسے حدیث شریف مین خود خبر دی گئی ہو- اسی طرح اہل کتاب نے باوجود صریح اخبار و بشارات کچھ نفع نہین پایا اور پیغمبر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ جن لوگون کو ہمنے کتاب سابق دی تھی وہ اسکو ایسے پہچانتے ہین جیسے اپنے بیٹون کو پہچانتے ہین ف الذین اسم موصول ہو جس سے مراد علماے اہل کتاب ہین خواہ عام یہود و نصاریٰ جیسا کہ بعض علما نے کہا یا فقط علماے یہود جیسا کہ دوسرون نے کہا اور معنی یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل علماے توریت و انجیل پہچانتے ہین وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ- لیکن انمین سے ایک فریق چھپاتا ہو حق کو حالانکہ خوب جانتے ہین ف بعض نے زعم کیا کہ موصول سے مراد مومنین اہل کتاب ہین مثل عبد اللہ بن سلام و انکے ساتھیون کے گویا کتاب انھین کو دی گئی کیونکہ اس سے بہرہ مند ہوئے اور دوسرے کشل الحمار یحمل اسفارا- مانند گدھے کے ہین کہ کتابین لادے ہون کیونکہ وہ اس سے کچھ نفع نہین پاتا ہو لیکن اس صورت مین اظہر یہ ہوگا کہ من الذین اتیناہم الکتاب- تقدیر ہو کیونکہ آگے منہم کی ضمیر انکی راجع ہو فافہم اور قولہ یعرفونہ- اسکی ضمیر مفعول مین اختلاف ہو زمخشری و بیضاوی و بغوی وغیرہ ایک جماعت نے کہا کہ یعرفونہ ای یعرفون محمدا- اگر پہچانتے محمد کو پہچانتے ہین ۱۲ کہا جائے کہ مرجع مذکور نہین ہو تو بیضاوی وغیرہ نے جواب دیا کہ اگرچہ سابق مین ذکر نہین مگر دلالت کلام سے مرجع معین ہو اور بغیر مرجع مین بیان کچھ التباس و تردد نہین ہو اور بعض نے جواب دیا کہ نہین بلکہ بلفظ الرسول دو مرتبہ پہلے ذکر کیا گیا ہو اور بیضاوی وغیرہ کی مراد یہ ہو کہ اس خاص کلام مین صریح نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہین وارد ہو پہلے مرجع نہین مذکور ہو کہا گیا کہ یعرفونہ ای یعرفون نبوتہ- یہ مجاہد و قتادہ وا ایک گروہ اہل علم سے نقل کیا گیا- قال المترجم نبوت کی طرف ضمیر مذکور بلا تاویل کے ذکر راجع ہو گی اگرچہ بطریق بیان معنی کے صحیح ہے کہ یعرفونہ ای یعرفون محمدا نبیا حقا- قول سوم یہ کہ یعرفونہ ای یعرفون ان ما جاء به الرسول من امر القبلۃ حق ہو- چنانچہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین کہا کہ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہو کہ علماے اہل کتاب جو چیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے اسکے صحیح ہونے کو ایسا جانتے ہین جیسے انمین سے ہر ایک اپنے بیٹے کو پہچانتا ہو اور عرب والون کا قاعدہ تھا کہ کسی چیز کے صحیح ہونے کی مثال یون ہی بیان کرتے تھے چنانچہ حدیث مین ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ساتھ ایک چھوٹا لڑکا دیکھکر پوچھا کہ یہ تیرا بیٹا ہو اسنے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ آپ اسکے شاہد رہین آپنے فرمایا کہ آگاہ رہ- یہ تو تجھپر پوشیدہ ہو سکتا ہو اور نہ تو اسپر پوشیدہ ہو سکتا ہو قال المترجم شیخ ابن کثیر نے مرجع عام لیا یعنے سب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے از انجملہ تحویل قبلہ بھی ہو اور بعض نے تحویل قبلہ صحیح ہونے کی طرف ضمیر پھیری اور مولف فتح البیان نے کہا کہ اسی طرف مفسرین کی ایک جماعت گئی ہو اور صاحب کشاف نے قول اول کو ترجیح دی اور میرے نزدیک یہ اخیر قول یعنے تحویل قبلہ کیطرف ضمیر راجع ہونا قول راجح ہو یعنی مترجم کہتا ہو کلیہ ترجیح وہی قول اول ہو چنانچہ قولہ تعالیٰ کما یعرفون ابناءہم سے بشاہد ہو قرطبی نے کہا کہ عمر سے روایت کیا جاتا ہو کہ انھون نے عبد اللہ بن سلام

کہا کہ بھلا تونے پہچانا محمد کو جیسا کہ تو اپنے فرزند کو پہچانتا ہے تو عبداللہ نے کہا کہ ہاں بلکہ اس سے بڑھکر اور سراج وغیرہ میں نقل کیا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سلام سے کہا کہ یہ پہچان کیونکر تھی تو عبداللہ نے کہا کہ اے عمر البتہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا جیسے میں اپنے فرزند کو پہچانتا ہوں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا پہچان لینا اپنے بیٹے کے پہچاننے سے زیادہ بڑھکر تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کیونکر تو عبداللہ نے کہا کہ اسلیئے کہ مجھے محمد صلعم میں کسی طرح کا شک ہی نہیں رہا کہ یہ وہی پیغمبر ہیں جنکی بشارت توریت میں ہے اور رہا میرا فرزند تو شاید کہ اسکی ماں نے خیانت کی ہو تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابن سلام اللہ تعالیٰ تجھے توفیق کثیر عطا فرمائے کہ البتہ تو نے تصدیق کی ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث تو صحیح بخاری وغیرہ کی روایت سے موجود ہے پھر ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں معنی آیت کے اسی طرح تھے اور ضمیر راجع بجانب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہ بجانب نبوت اور نہ بجانب تحویل قبلہ ولیکن چونکہ سبب نزول پر نص نہیں ہے پس یہ حدیث بمنزلہ سبب نزول کے بسبب رائج ہونے اعراول کے ہو گی اور باقی داخل نزول ہیں واللہ اعلم اور مولف فتح البیان نے خلاف بلاغت قول کو مرجح ٹھہرایا پھر بھی عجب خبط کیا چنانچہ لکھا لیعنی یعرفون ان القبلۃ المصرفۃ الیہا ہے قبلۃ ابراہیم کما یعرفون اولادہم قال ابن سلام لقد عرفتہ حین رایتہ کما اعرف ابنی ومعرفتی بمحمد اشد۔ مع الا انکا قول ابن سلام رضی اللہ عنہ صریح دلیل قول اول ہے۔ اور یہ تقریر خبط سے خالی نہیں پھر جاننا چاہیے کہ بیٹوں کی خصوصیت کی اور اولاد نہیں فرمایا اسواسطے کہ بیٹا اپنے باپ کے زیادہ ساتھ رہتا ہے اور بہت دل کو لگا ہوتا ہے اور قولہ۔ وان فریقا منہم الخ۔ یعنے باوجود ایسے یقین کے وہ لوگ حق کو چھپاتے ہیں یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو جو انکی کتاب میں ہے پوشیدہ کرتے ہیں اور انکی نعت سے یہ بھی مذکور ہے کہ وہ بیت المقدس و کعبہ دونوں کی طرف نماز پڑھینگے پھر یہ سخت گناہ ہے کہ جانکر چھپاتے تھے۔ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ۔ حق تو تیرے رب کیطرف سے ہے پس تو شکیوں میں سے مت ہو جیوے یہ نہیں کہا کہ شک مت کیجیو کیونکہ آدمی کبھی شکی ہوتا ہے مگر شک نہیں کرتا۔ زیادہ بلیغ یہ کہ تو شکیوں کی قسم سے مت ہو جیو۔ الحق مبتدا یعنے یہ ہین کہ حق یہی ہے جو اللہ تعالیٰ کیطرف سے ثابت ہوا پس قائم ہوا اور وہ نہیں جو نافرمان کافر لوگ کہتے ہیں پس تو شک کرنے والوں کی قسم ہی سے نہو اور یہ شک سے پوری طہارت ہے پھر یہ اگرچہ معنی نہی ہے ولیکن بصورت خبر ہے اور لا تمتر بصیغہ نہی اسیواسطے نہ فرمایا کہ مقصود کمال طہارت ہے۔ یہ خطاب اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر مومنین کو تعلیم ہے کہ انکو ثابت کرایا اور جتایا کہ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہی حق ہے کہ پروردگار کی طرف سے ثابت ہے جسمیں بالکل شک وشبہہ نہیں ہے۔ اگر کہا جاوے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شک نہ تھا پس ممانعت کیونکر فرمائی ہے تو جواب یہ کہ ممترین کا مصدر امترا ہے یعنی مریہ لینے شک حاصل کرنا پس معنی یہ ہیں کہ شک مت لینا تو موجود ہونا ثابت ہی نہیں ہے۔ اگر کہا جاوے کہ حضرت اسکے محل ہی نہ تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم کیا تھا تو جواب یہ ہے کہ پیغمبر اور امت کو تعلیم ہے جیسا کہ بیان ہوا لہذا آئندہ امت کو خطاب ہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجۡهَةٌ هُوَ مُوَلِّيۡهَا فَاسۡتَبِقُوا الۡخَيۡرَاتِ ؕ اَيۡنَ مَا تَكُوۡنُوۡا يَاۡتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ

اور ہر کسی کو ایک طرف ہے کہ منہ کرتا ہے اُس طرف سو تم سبقت چاہو نیکیوں کو جس جگہ تم ہو گے کر لا دیگا اللہ اکٹھا بیشک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے

یہ آیت مضمون سابق کی تقریر و توضیح ہے کہ ہر قبلہ والا دوسرے کے قبلہ کی اتباع نہیں کرتا ہے وَلِكُلٍّ وِّجۡهَةٌ هُوَ مُوَلِّيۡهَا اور ہر ایک کے لیے ایک جہت ہے وہ اُسی جہت کیطرف مڑنے والا ہے فیہا اُسی کا متولی ہے۔ فَاسۡتَبِقُوا الۡخَيۡرَاتِ پس تم لوگ بھلائیوں کی طرف سبقت حاصل کرو فی نیکیاں حاصل ہیں خواہ کسی جہت اسلام سے ہوں جبکہ امر توحید پر استقامت ہوا اور خالی رسم کی پابندی فضول ہے کیونکہ مرجع اللہ تعالیٰ کیطرف ہے۔ اَيۡنَ مَا تَكُوۡنُوۡا يَاۡتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيۡعًا تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تعالیٰ تم سب کو لاویگا اور ہر ایک کو اسکے اعمال کا نتیجہ پہونچاویگا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اسکی توحید والو ہمیشہ مستقیم ہو کر عمل کرو حتی کہ جو کچھ وہ حکم کرے وہی حکم ہو بعض نے کہا کہ مقصود یہ ہے کہ قبلہ کے بارہ میں جھگڑا نہ کرنا چاہیے اگر جواب ان کا بھلا ہو تو اسکا ہو یعنی خیر و طاعات کیطرف جلدی کرنا وہ باقی سے بچنا رہے اور اظہر یہ مراد ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک جہت ہے جسکی طرف وہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ع

اللہ تعالیٰ کی شریعت سمجھکر منھ کرتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ حکم الٰہی کی فرمانبرداری ہے پس کسی کو اسمین جھگڑا لائق نہین ہے بعد جب یہ امر تعین ہوا کہ سب قوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین ہین تو قبلہ وہی ہوگا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ ہے کیونکہ آپکی رسالت اور دعوت عام ہے پس یہ کلام مانند دلیل اور حجت فائق ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ جو غور نظر سے دیکھے وہ اس سے نور پاوے۔ حاصل یہ ہے کہ ہر قبلہ والا جب یہی سمجھکر دوسرے کے قبلہ کیطرف منھ نہین کرتا کہ یہ جہت جسمین ہون اللہ تعالیٰ نے مشروع کردی ہے اور دوسرے کے لیے دوسری جہت مشروع کی ہے پس مرجع اسکا حکم الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اب حق کے ساتھ بھیجا جسکو اہل کتاب بخوبی جانتے ہین تو جس قبلہ کا آپکو حکم کیا اسی کیطرف سب کا قبلہ ہے اور غرض قبلہ سے مرضیات الٰہی وطاعات ہین تو اسمین تردد وتامل بیجا ہے۔ نیکیان کما و حبھریا ولیس قولہ لکل ای لکل امۃ۔ جیسا کہ مفسرین نے کہا اور تنوین لکل کی عوض اضافت کے ہے اور یہ خبر واقع ہے۔ وجہۃ مبتدا مؤخر ہے اور یہ مصدر ہے بمعنے متوجہ الیہ یعنے جسکی طرف توجہ کیجاوے جیسے خلق بمعنی مخلوق اور یہان مراد قبلہ ہے کہ اسکی طرف توجہ کیجاتی ہے اور قیاس سے لفظ جہت مثل عدۃ وزنۃ ہے لیکن وجہۃ اپنی اصل پر آیا پس واؤ زائد نہین ہے اور یہ مصدر محذوف الزوائد ہے اسواسطے کہ فعل اسکا توجہ یا اتجہ۔ اور مصدر بزوائد توجیہ یا اتجاہ ہے مگر وجہۃ سے فعل مستعمل نہوا جیسے وعد سے وعدۃ آیا ہے ذکرہ العکبری اور ضمیر ہو راجع بجانب لکل امۃ ہے اور بعض نے کہا کہ جائز ہے کہ بجانب اللہ تعالیٰ راجع ہو اگرچہ لفظ مین مذکور نہین ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے اسکو قبلہ کردیا ہے لیکن یہ تکلف ہے علاوہ ازین اوپر مذکور ہوا کہ قبلہ نصاریٰ ویہود بحکم الٰہی نہین بمعنے انکا منصوص نہین ہے اور بعض نے کہا کہ خطاب مسلمانون کو ہے اور معنی یہ ہین کہ مسلمانون مین سے ہر قوم کے واسطے ایک جہت بجانب کعبہ ہے اسے مشرق والون کی جہت بجانب کعبہ مغرب رخ اور مغرب سے مشرق رخ علی ہذا شمالی وجنوبی مگر اصح یہ ہے کہ خطاب عام ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا اور مولیھا اسے مولی الیھا۔ اور ضمیر مؤنث بجانب جہت ہے اور متعدی بنفسہ ہے اور یہ ایک مفعول ہے اور وجہہ دوسرا مفعول محذوف ہے اسے وہ گروہ پھیرنے والا ہے اپنا منھ اس جہت کو اور ابن عامر کی قراءۃ مین مولاھا آیا ہے پس مولی بصیغہ مفعول ہے اور معنی یہ ہین کہ وہ فریق پھرا ہوا ہے اس جہت کو خواہ بطور حق یا بطور باطل کیونکہ اکثرون نے اپنے زعم سے ایک جہت مقرر کرلی ہے جیسے نصاریٰ کہ انکا قبلہ مطلع شمس ہے مترجم کے نزدیک عیسائیون کو مصر کی طرف عافیت ملی اور وہان رہے اور وہان سے بیت المقدس بجانب شرق ہے پس جہت وہی تھی جو پیچھے متبعون کی جہالت سے مطلع شمس ہوگئی یا حضرت مریم نے مکان شرقی لیا تھا وہ مطلع شمس پڑتا تھا تو نصرانیون نے صلیب کی طرح اسکو قبلہ بنا لیا واللہ اعلم اور تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی۔ ولکل وجھۃ مراد اس سے مختلف دینون کے لوگ ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر گروہ کے واسطے ایک قبلہ ہے جسکو اسنے پسند کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قبلہ وہی ہے جسطرف مومنون نے توجہ کی اور شیخ ابو العالیہ نے فرمایا کہ یہود کیواسطے ایک قبلہ ہے کہ وہ اس جہت کو اپنا منھ پھیرتے ہین اور نصرانیون کا ایک قبلہ ہے کہ وہ اسطرف اپنا منھ پھیرتے ہین اور تمکو اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبلہ کی ہدایت کی کہ وہی قبلہ ہے اور مجاہد وعطا وضحاک وربیع بن انس وسدی سے اسی کے مانند مروی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین ظاہر ہوا کہ یہ خطاب مسلمانون کو ہے اور معنی یہ ہین کہ ہر قوم نے ایک ایک جہت پسند کر رکھی ہے کہ اس طرف منھ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لطف فرمانے سے کسی نے راہ نہ پائی کیونکہ انھون نے ایک جہت نکالی اور وہی انپر لازم کی گئی جیسے یہود نے سنیچر کا دن عبادت کے لیے چاہا تھا تو انپر لازم ہوا اور جمعہ نہ پایا اگرچہ تحقیق جمعہ تھا پس تم اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس قبلہ کیطرف اللہ تعالیٰ کی نص سے ہدایت کیے گئے پس [illegible] ہدایت کیے گئے تمکو چاہیے کہ خیرات کی طرف سبقت کرو اور خیرات جمع خیرۃ ہے یعنے ہر چیز جو افضل ہے [illegible] افضل قبلہ کے مانند ہر افضل عبادت [illegible] کی طرف [illegible] اگر کہا جاوے کہ الخیرات الف لام استغراق کے ساتھ ہے پس جمیع خیرات کی فرمانبرداری لوگون سے کہان ممکن ہے تو جواب یہ ہے کہ معنی یہ ہین کہ [illegible] خیرات [illegible] انکی طرف سبقت کرو خواہ سب [illegible] ادا کرسکو یا نہین اور سب [illegible] انکی طرف سبقت کرنے کا حکم ہے اور [illegible] نے فرمایا کہ مراد اعمال صالحہ ہین [illegible] سبقت کرو

مین اشارہ ہوگیا کہ موت مقدر کم و زیادہ نہین اور فرصت کم ہے تو موت آنے سے پہلے جلدی کرو تو مناسبت بالعد خوب ظاہر ہوگئی کہ۔ اینما تکونوا یات
بکم اللہ جمیعا۔ یعنی کلام کا بیان حالت بعد موت کیطرف کھینچ گیا اور ظاہر آیت سے شافعی کی دلیل ہے کہ اول وقت نماز فریضہ ادا کرنا افضل ہے اور حق یہ ہے کہ اس سے
یہ نہین نکلتا ہے فافہم یہ تو اس صورت مین کہ خطاب مسلمانون کو ہو اور اگر خطاب عام ہو جیسا کہ تفسیر ابن کثیر مین مذکور ہے تو مجاہد اور حسن بصری نے
فرمایا کہ ہر قوم کو حکم دیا کہ کعبہ کیطرف نماز پڑھا کرین قال المترجم یعنی اللہ تعالے نے عام خطاب فرمایا کہ ہر قوم نے اپنی ایک ایک جہت مقرر کرلی او اسی پر جا ہے
انکو چاہیے کہ جو قبلہ اللہ تعالے نے مقرر فرمادیا اسی کی طرف سبقت کرین کہ وہ استقبال کعبہ ہے کہ ہر قبلہ سے افضل ہے اور ڈرین کہ وہ جہان کہین ہونگے اللہ تعالی انکو
جمع کریگا یعنی خواہ انکے اجزا مجتمع ہون یا متفرق ہون خواہ موافق ہون یا مخالف ہون سب کو حشر کرکے محشر مین جمع کریگا کیونکہ ان اللہ علی کل شئی قدیر
پس جب ہر چیز پر قادر ہے تو موت دینے اور زندہ کرکے جمع کرنے پر بھی قادر ہے و قال ابن کثیر حضرت ابن عباسؓ و ابو جعفر باقر و ابن عامر نے مولا ہا پڑھا ہے اور
یہ آیت تشبیہ ہے قولہ تعالے لکل جعلنا منکم شرعۃ و منہاجا ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن لیبلوکم فیما اتاکم فاستبقوا الخیرات الی اللہ مرجعکم جمیعا۔ یعنی ہر ایک گروہ کے
واسطے تم مین سے ہمنے راہ و طریق کردیا ہے اور اگر چاہتا اللہ تعالی تو تمکو ایک ہی امت کردیتا ولیکن نہ کیا تاکہ تمکو امتحان کرے اس چیز مین جو تمہارے لیے بین
آئی ہین سبقت کرو خیرات کی طرف۔ تم سب کو لوٹ جانے کی جگہ اللہ تعالے ہی کیطرف ہے قال المترجم یہ موید تفسیر ثانی ہے ف ۳ عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالے
ولکل وجہۃ ہو مولیہا فاستبقوا الخیرات اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا ہر روح کے واسطے وجود ذات و حقیقت صفات کی طرف ایک ایک راہ ہے اور ہر ایک کا
ایک ایک قبلہ ہے پس ارواح قدسیہ کا قبلہ عین العیان ہے اور ارواح جلالیہ کا قبلہ خاص صفات ہین اور ارواح عزہ کا قبلہ عین القدم ہے اور ارواح بقائیہ کا قبلہ
عین الابد ہے اور ارواح شائقہ کا قبلہ انوار المشاہدہ ہے یعنی جو روحین شوق الٰہی مین بھری ہوئی ہین انکی توجہ مشاہدہ کے انوار پر ہے جیسے بلند درجہ والون
کی ارواح کی توجہ ذات یا صفات خالص پر رہتی ہے اور ارواح موالسہ کا قبلہ حسن الصفات ہے اور ارواح روحانیہ کا قبلہ غیب کے باغات ہین اور قولہ ہو
مولیہا۔ یہ ارواح روحانیہ اپنے قبلہ کیطرف قصد کرنے والی اور الوہیت اور صمدیت کے مقام کیطرف مجذوب ہین اور انہین سے ہر ایک کیواسطے ایک مطلع
و منبع ہے پس بعض ارواح تو والہات ہین یعنی بالکل از خود رفتہ ہین اور بعضی شائقہ ہین کہ شوق مین بھری ہوئی ہین اور بعضی عاشقہ ہین اور بعضی موانسہ ہین یعنی انس سے
پر ہین اور بعضی فانیہ ہین یعنی اپنے سے فنا ہین اور بعضی باقیہ ہین یعنی فنا ہوکر بقائے قدم سے باقی ہین اور بعضی صاحیہ ہین یعنی شوق و جذب کے نشہ سے بعد فنا
ہوش کے بقائے قدم سے باقی ہوکر ہشیار ہین اگرچہ یہ ہوش پہلا نہین بلکہ بقا قدم کا ہوش ہے اور بعضی سا کرہ ہین یعنی ہنوز نشہ عشق مین بیہوش ہین یعنی ادب
الٰہی کے مقامات اور مشاہدات و معاینات کے کشف ہونے کے خوف سے اور غیب کے علوم سے بادب ہوکر خوفناک و بیہوش ہین قال المترجم یہ ایسا ہے جیسے
اللہ تعالے نے فرمایا۔ وتری الناس سکاری وما ہم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید یعنی قیام قیامت تو لوگون کو دیکھیگا بیہوش حالانکہ نہین ہین وہ
نشہ مین ولیکن عذاب اللہ تعالی کا سخت ہے۔ اور جیسے فرمایا۔ وہم من خشیۃ ربہم مشفقون۔ اور وہ تیک بندے اپنے پروردگار کے خشم سے لرزتے
ہین یعنی باوجود دیکہ وہ قابل خشم کیے جانے کے نہین اور نہ انپر خشم کیا گیا مگر مقتضائے قدر و عظمت و جبروت ہے فافہم قولہ۔ فاستبقوا الخیرات جسکے
اعلیٰ مقام فنا و توحید و تجرید ہے اور وہ انکین کو حاصل ہے جو طریقہ سنت پر مستقیم ہین اور قولہ۔ اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا آہل معرفت جو خواص لوگ اور عوام
باقیون کی روحین جو ازل مین موجود ہوکر خطاب کی گئی ہین اس طور کہ آنا و عالم الصفات کی سیر پر مسیر ہوئی ہے تو وہ اپنی مقادیر ازل کے موافق حضوری پائینگے
یعنی پہونچنگی قولہ ان اللہ علی کل شئی قدیر پس قادر ہے اس بات پر کہ سبقت کرنے والون اور ثابت قدم رہنے والون کی ارواح کے لیے مقام استقامت سے مشرف
عطا کرے۔ اقول حاصل یہ کہ اہل استقامت کا مرجع اور قبلہ خاص ذات باری و وحدت ہے اور یہ جبھی حاصل ہوتا کہ پہلے ابتدائی ایمان معرفت حاصل ہو پھر طبیعت نفس
کے تعلقات سے تخلیٰ ہوجاوے اور ورزش آجاوے اور ہر حال مین عرفان الٰہی کا ظاہر و باطن لحاظ رکھے حتے کہ کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرے کہ وہی قبلہ ہوجاوے تیج

لہٰذا آئندہ ارشاد فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللَّهُ
اور جس جگہ سے تو نکلے منھ کر طرف مسجد الحرام کے اور یہی تحقیق ہے تیرے رب کیطرف سے اور اللہ بے خبر
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ
نہیں تمھارے کام سے اور جہاں سے تو نکلے منھ کر طرف مسجد الحرام کے اور جس جگہ تم ہوا کرو
فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا
منھ کرو اُسی کی طرف کہ نہ رہے لوگوں کو تم سے جھگڑنے کی جگہ مگر جو اُن میں سے بے انصاف ہیں سو اُن سے مت
تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ
ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور اسواسطے کہ پورا کروں تم پر فضل اپنا اور شاید تم راہ پاؤ جیسا بھیجا ہمنے تم میں رسول تمھیں میں کا
يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا
پڑھتا ہوا تمھارے پاس آیتیں ہماری اور تمکو سنوارتا اور سکھلاتا کتاب اور تحقیق بات اور سکھاتا تم کو جو تم
تَعْلَمُونَ ۝ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝
نہ جانتے تھے تو یاد رکھو مجھے میں تمھیں یاد رکھونگا اور میرا شکر کرو اور ناشکری مت کرو

واضح ہو کہ پہلے حضر میں قبلہ جانب کعبہ متعین ہوا پھر اب سفر میں بھی وہی قبلہ محکم کر دیا بقولہ تعالیٰ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔ اور جہاں سے تو نکلے اپنا منھ مسجد الحرام کی طرف متوجہ کر۔ ف۔ بعض نے ذکر کیا کہ ظاہر یہ ہے کہ مِنْ یہاں ابتدائیہ ہے بمعنی جہاں سے اور اقرب یہ ہے کہ مِن بمعنی فی یعنے فی ای مکانٍ مسافرت یعنی جونسی جگہ تو سفر میں ہو و قال العکبری حیث یہاں شرط کے لیے نہیں ہو سکتا کیونکہ ما اسکے ساتھ نہیں ہے اور شرط کے لیے جبھی ہوتا ہے پس یہ متعلق ہوگا فَوَلِّ سے اور مسجد الحرام خانہ کعبہ کی مسجد کا نام ہے جسکی وجہ اوپر مذکور ہو چکی۔ اور شطر بمعنی جہت و نصف و کچھ کم وغیرہ کئی معنے میں ہے اور یہاں مراد سب کعبہ کیطرف منھ کرنا یعنے رخ کرنا مراد ہے اور یہ اس مسئلہ کے منافی نہیں جو امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ مصلی اپنے سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے جیسا کہ اوپر گذرا پھر بالاتفاق استقبال کعبہ کا فرض ہے حالانکہ یہاں مسجد الحرام فرمایا تو مراد کعبہ ہے الحاصل سفر میں مثل حضر کے استقبال کعبہ فرض ہے لیکن یہ فرائض میں اجماعی ہے اور سفر میں جانور سواری پر بطور نفل پڑھنا یا خوف کی حالت یا ازدحام جنگ کی حالت کا حکم اس سے باحادیث مشہورہ مستثنیٰ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا قولہ تعالیٰ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ اور یہی تیرے رب کیطرف سے حق ہے اور اللہ تعالیٰ کچھ غافل نہیں جو کرتے ہیں یا تم کرتے ہو۔ ف۔ انہ کی ضمیر جانب تولی ہے جو فول کے ضمن میں مذکور ہے اور للحق میں لام تاکید ہے اور من ربک۔ یا تو حال ہے متعلق کائنا یا للحق الکائن من ربک صفت واقع ہے تعملون الخ یعنی خطاب ہے تو معنی یہ جو تم کرتے ہو۔ اے ایمان والو پس تمکو بڑا ثواب دیگا اور بڑا ثواب ہے اسواسطے کہا کہ جملہ میں تاکید سخت ہے جو اس امر کا مظہر ہے کہ ثواب عظیم ہو جبکہ یعملون بصیغہ غائب کی صورت میں معنی ہیں کہ جو یہ منکر لوگ کرتے ہیں یعنے انکار قبلہ و طعن اور حق چھپانا وغیرہ پس انکو عذاب سخت دیگا پھر فرمایا قولہ تعالیٰ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۔ اور جہاں تو نکلے تو اپنا منھ مسجد الحرام کے رخ متوجہ کر اور تم لوگ جہاں ہو تو اپنے چہروں کو اسی کی جانب پھیرو۔ ف۔ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو مکرر فرمایا

بلکہ تیسری مرتبہ حکم ہے پس علماے مفسرین نے اس تکرار کی حکمت سمجھنے و بیان کرنے میں اختلاف کیا ہے اگرچہ اسپر سب کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید میں کوئی کلمہ اس طرح مکرر نہیں کہ اسکا فائدہ نہو اور بیان جو مکرر کا اطلاق کیا وہ مجازاً بنظر ظاہری تکرار ہے تو بعض نے کہا چونکہ یہ پہلا نسخ تھا جو اسلام میں واقع ہوا جیسا کہ ابن عباس وغیرہ سے صریح مذکور ہو چکا اور یہودی وغیرہ نسخ سے جاہل تھے اور سوائے ذکی عارف کے اسکے فوائد سے کم لوگ آگاہ ہوتے ہیں پس فتنہ میں پڑجاتے ہیں اور شبہہ پڑجاتا ہے پس اسکو اول مرتبہ فرمایا تو بیچارے کیدل میں خیالات اوہام کا اثر پڑا اور بہتیرے شبہہ میں پڑے سوائے انکے جنکو معرفت حاصل ہو گئی تھی اور ہدایت الہی سے انکا یقین بجانب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حال خاص کے ساتھ پورا اور قلب سلیم انکو حاصل تھا پھر بیچ میں وہ امور بیان فرمائے جنسے امر دین اور امر قبلہ کی سمجھ حاصل ہو اور اہل کتاب جو عناد سے بہکاتے تھے انکا فتنہ فرو ہو اور ظاہر ہو جاوے کہ یہ حکم ازلی و تحقیقی اگلی کتابوں میں مذکور تھا پھر دوہی حکم مکرر سہ کرر فرمایا تاکہ پے درپے ہلنے سے جو خلجان ہو وہ بھی دور ہو جاوے۔ اور بیضاوی میں ہے کہ اللہ تعالے نے اس حکم کو مکرر نہیں فرمایا بلکہ ہر آیت کی علت الگ الگ ہے کیونکہ اللہ تعالے نے تحویل قبلہ کی یعنی بیت المقدس سے کعبہ کیطرف پھیر دینے کی تین علتیں بیان فرمائیں ایک تو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پوری کرنے کو اسکی تکریم کے لیے چنانچہ فرمایا۔ قد نرى تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضها پس یہ علت سبب فول وجهك شطر المسجد الحرام الی آخرہ کی جیسا کہ فول کی فاء اسپر شاہد ہے اور دوم اپنی عادت پاک اسطرح جاری ہونے کو کہ ہر ملت والے کو ایک طرف استقبال کرنے کا حکم دے چنانچہ فرمایا ولکل وجهة هو موليها الخ پس مومنوں کو کعبہ کیطرف اصلی استقبال کا حکم دیا اور اسپر اس بزرگ قبلہ کیطرف ہدایت کرنے کا پورا احسان رکھا اور اسکے ضمن میں نسخ کو مشروع کیا اور امت پر کمال آسانی کی اور غیب کی خبر دی کہ اگلی کتابوں میں مذکور ہے چنانچہ فرمایا۔ فاستبقوا الخيرات سوم مخالفوں کی حجت دفع کرنے کو جیسا کہ۔ لئلا يكون للناس عليكم حجة۔ سے واضح ہے یہاں بات اتنی ہے کہ اول دونوں جگہ علت کو مقدم کیا اور تیسری جگہ معلول کو مقدم کیا اور علت کو پیچھے بیان فرمایا جیسے بیان میں اعجاز نظم ظاہر ہے پس ان تینوں علتوں کے بیان کے ساتھ ہر دفعہ اسکے معلول کو بھی ساتھ بیان فرما دیا جیسے کہ ایک مدلول کے ساتھ چند دلائل ہوتے ہیں اور ہر دلیل کے ساتھ اسکے مدلول کو اس غرض سے ساتھ بیان کر دیتے ہیں کہ سمجھنے میں خوب آوے اور ذہن میں جم جاوے باوجود اسکے یہاں تو یہ بات بھی پائی گئی کہ نسخ کے ساتھ ہے جو نسخ سرسری نظر والوں کے فتنہ و شبہہ میں پڑنے کی چیز ہے پس اور زیادہ لائق تھا کہ ہر علت کے بیان کے ساتھ اسکے معلول کا ذکر مکرر کیا جاوے اور بار بار اعادہ کیا جاوے تاکہ دہشت والوں کی وحشت دور ہو مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام بیضاوی جو میں نے تفسیر کے ساتھ نقل کیا ہے کلام متین و اچھا ہے اور اول توجیہ پس توجیہ کا جزو ہو گئی اور اسی کے قریب ہے جو ابن کثیر نے بعض سے نقل کی کہ ہر جگہ چونکہ اس کلام کو اپنے ماقبل یا مابعد سے سیاق کی راہ سے ایک جدا تعلق تھا اسلیے بار بار فرمایا چنانچہ اول فرمایا قد نرى تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضها۔ تا قولہ وان الذين اوتوا الكتاب ليعلمون انه الحق من ربهم وما الله بغافل عما يعملون۔ پس اس مقام پر تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش قبول کرنے کی وجہ سے ذکر فرمایا اور حکم دیا کہ جس قبلہ کیطرف توجہ کو محبوب رکھتے اور چاہتے ہو اس طرف توجہ کرو اور دوم فرمایا۔ ومن حيث خرجت فول وجهك شطر المسجد الحرام وانه للحق من ربك وما الله بغافل عما تعملون پس اس مقام پر ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے حق ہے اور پہلے مقام سے جو ظاہر تھا کہ وہ رسول صلعم کی مرضی کی موافقت سے تھا اسپر اور ترقی ہو گئی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسند ایسی خوب ہے کہ وہ اللہ تعالے کی پسند و رضا سے موافق ہوئی کہ اللہ تعالے نے بھی اسکو ازل سے پسند کر دیا ہے اور سوم جو ذکر فرمایا اسمیں حکمت قطع حجت مخالفان ہے کہ یہود اپنے قبلہ کیطرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کی حجت لاتے حالانکہ اپنی کتابوں کے ذکر سے جانتے تھے کہ رسول صلعم عنقریب کعبہ کیطرف پھیر دیے جاوینگے جو قبلہ ابراہیم ہے اور یوں ہی مشرکین عرب کی حجت قطع ہوئی کہ قبلہ یہود سے آپ قبلہ ابراہیم کی طرف متوجہ ہوئے جنکی ملت پر ہونے کے مدعی تھے اور خود مشرکین عرب اس قبلہ کی تعظیم کرتے اور انکو حضرت صلعم کا اسطرف استقبال کرنا خوش معلوم ہوا پس اس قطع حجت کی حکمت بیان کرنے کے سیاق میں حکم کو ذکر کر دیا قال المترجم یہ توجیہ خوب ہے خواہ بطریق بیان بیضاوی ہو

یا اس طرح سے ہو لیکن فرق بعض الفاظ اس سے ظاہر ہوا کہ اول میں یون فرمایا۔ فول وجہک شطر المسجد الحرام اور دوم و سوم مین فرمایا۔ ومن حیث خرجت
فول وجہک الخ۔ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین یون توجیہ کی کہ اسکا نزول چند احوال پر ہے پس اول اس شخص کے واسطے ہے جو کعبہ کے پاس
حاضر ہوا اور دوم اسکے واسطے جو کعبہ سے اوٹ مگر مکہ مین ہو اور سوم اسکے واسطے جو مکہ سے باہر ہو۔ اور قرطبی نے کہا کہ اول اس شخص کیواسطے جو مکہ مین ہو اور دوم
اس شخص کے واسطے جو دیگر شہرون مین ہو اور سوم اس شخص کے لیے جو سفر مین نکلا ہو اور قرطبی نے اسی توجیہ کو ترجیح دی ہے قال المترجم مجھے ان دونون
توجیہون مین تامل ہے اسلیے کہ اول کا نزول بالاتفاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کعبہ کے واسطے ہوا بلکہ بعض روایت کے موافق نماز کی حالت مین
ہوا جیسا کہ اوپر گذرا اور اسمین کوئی خلاف نہین کہ آپ اسوقت مدینہ منورہ مین تھے پھر یہ توجیہ کیونکر ہو سکتی ہے اور مفسر سیوطیؒ نے یہ اختیار کیا کہ اول تو حکم حضر بیان کرنیکے
لیے نازل ہوئی اگرچہ حضر و سفر دونون کو شامل عام ہے لیکن تصریح نہ تھی پس دوسری مرتبہ حکم سفر بیان کرنے کیواسطے نازل ہوئی یعنی معلوم ہو جاوے کہ حکم سفر و حضر
یکسان ہے اور اسپر ایک قرینہ لفظ خرجت موجود ہے بلکہ صریح نص ہے اور حیث بیان ظرف مکان کیلیے ہے اور تیسری مرتبہ کے نزول کو مفسرؒ نے تاکید پر محمول کیا اور
تاکید کی توجیہ کمالین مین یون مذکور ہے کہ تاکید کے لیے اسوجہ سے مکرر فرمایا کہ یہ اول نسخ ہے جو اسلام مین واقع ہوا تھا جیسا کہ ابن عباسؓ وغیرہ نے تصریح فرمادیا ہے
اور نسخ مظنہ فتنہ و شبہہ ہے پس سزاوار ہے کہ بار بار اسکی تاکید کیجاوے اور پے در پے اسکا ذکر کیا جاوے قال المترجم یہ توجیہ تتمہ تقریر سیوطی کی ہے اور وہان جو بیان ہے
لیکن یہان خوب چسپان نہین ہے کیونکہ مفسر کا بیان ہے کہ یہ سفر کے بارہ مین اتری تاکہ حکم سفر و حضر یکسان ظاہر ہو جاوے۔ پھر ومن حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام
وحیث ما کنتم فولوا وجوہکم شطرہ کو تاکید کے لیے مکرر فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ تکرار نسخ نہین بلکہ تکرار حکم سفر ہے پس اولیٰ میرے نزدیک یہ ہے کہ قول مفسرؒ کی یہ توجیہ کیجاوے
کہ دوسری بار جو تساوی حکم سفر و حضر کیواسطے۔ ومن حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام وانہ للحق من ربک وما اللہ بغافل عما یعملون۔ فرمایا تھا اس سے
صرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سفر مین بھی کعبہ کیطرف استقبال کا حکم صریح ثابت ہوتا تھا اور امت کیواسطے تصریح نہ تھی لیکن چونکہ امت والے قبلہ مین آپکے
تابع تھے لہذا انکے واسطے بھی سفر و حضر کا حکم ضمناً یکسان ثابت تھا مگر تیسری بار تصریح کرکے اس امر کی تاکید کر دی کہ امت والے استقبال قبلہ مین حضر و سفر
دونون مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہین بلکہ بیان علت سے عظیم فائدہ ہے کما سیاتی اور میرے اس بیان سے مفسر پر بھی یہ وارد نہین ہوتا کہ جیسے
اُنھون نے اول کو بیان حکم حضر پر اور دوم کو بیان حکم تساوی سفر و حضر پر محمول کیا ویسے سوم کو امت والون کیلیے تصریح حکم سفر پر کیون نہین محمول کیا الا آخر
پھر جاننا چاہیے کہ تمام توجیہات جو اس مقام پر مفسرین نے بیان کی ہین جنکو امام رازی نے اپنی چوڑی تقریر سے نقل کیا ہے ان سب مین یہی تین توجیہین عمدہ ہین
اور میرے نزدیک یہ سب توجیہین ایسی ہین کہ بجاے خود مکرر بیان فرمانے کی حکمت کے لیے کافی اور باہم منافی نہین ہین پس اولیٰ یہ ہے کہ مکرر بیان کی حکمت کے لیے ان
سب کا مجموعہ ایک توجیہ بیان کیجاوے ولیکن اصل توجیہ یہ ہے جو مفسرؒ نے بیان کی ہے اور اقتران معلول ببیان ہر علت و اقتضاے سیاق ما قبل و ما بعد و رفع وحشت
بیان مکرر وغیرہ فوائد زوائد ہین اور اس بیان سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ اسکا نام تکرار رکھنا محض بنظر سرسری مجازاً ہے کیونکہ یہان تکرار نہین ہے بالجملہ آپکے ساتھ مومنون
کو عموماً حضر و سفر مین برابر استقبال قبلہ کا حکم فرما کر اسکی علت سے آگاہ فرمایا قولہ تعالیٰ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ
ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ تاکہ تم لوگون پر جاہلون کی کوئی
حجت نہ رہے سواے انہین سے ایسے جاہلون کے جنھون نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے پس تم اُنسے مت ڈرو اور مجھی سے خوف رکھو اور تاکہ مین تم پر اپنی نعمت
پوری کرون اور تاکہ تم ہدایت حاصل کرو ف جاننا چاہیے کہ یہ فولوا وجوہکم کی تعلیل ہے یعنی تم لوگ جہان کہین ہو سفر و حضر مین اپنا منہ کعبہ کیطرف پھیر دیا کرو
لوگون کی حجت تم پر ثابت نہو یعنی یہودی یا مشرک کی حجت تم پر نہ چلے پس نفی آئی ہے کہ تم پر حجت نہ چلیگی یعنی ایسی حجت نہ ہوگی جو تم پر چل سکے اور حجت جاہلانہ کی نفی نہین ہے
قال العکبری لئلا یکون لام متعلق بمحذوف ہے اے فعلنا ذلک لئلا یکون۔ اور حجت اسم یکون اور للناس اسکی خبر ہے اور علیکم در اصل صفت حجت ہے جو نکہ مقدم کیگئی

تو بنابر حالیت کے منصوب ہوگی اور یہ جائز نہیں کہ حجت کے متعلق ہوتا کہ یہ لازم نہ آوے کہ مصدر کا صلہ مصدر پر مقدم ہوگیا مترجم کہتا ہو کہ شاید مقدم کرنے میں یہی حکمت ہو کہ موخر ہونے کی تقدیر پر متعلق حجت ہو سکتا تھا اور متعلق ہونے سے معنی فاسد کا وہم ہوتا ہو پس وہ دراصل صفت حجت ہو اور یہ حجت اس طرح تھی کہ یہودی کہتے کہ ہمارے دین کا انکار کرتے ہیں اور ہمارے قبلہ کا اتباع و استقبال کرتے ہیں یعنی پس استقبال کعبہ سے یہ حجت باقی نہ رہی اور مشرکین حجت لاتے ہیں کہ ملت ابراہیم کے مدعی ہیں اور انکے قبلہ کا یعنے کعبہ کا استقبال نہیں کرتے ہیں اور ہر قائل اس امر کو جانتا ہو کہ ان گمراہوں کی یہ حجت درحقیقت حجت نہ تھی یعنی ایسی دلیل نہیں جس سے حق غالب ہو کیونکہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا بحکم الٰہی اگر ہو تو اس سے یہ کیونکر لازم ہوا کہ یہودی کفر یہ باتوں کی تصدیق کریں حضرت عیسیٰ کا تحقیقی یہی قبلہ تھا حالانکہ انھیں یہود گمراہوں کی ہدایت کو آئے تھے اور علیٰ ہذا ملت ابراہیم کے اتباع سچے مسلمان اللہ تعالیٰ کے حکم کے فرمانبردار ہونے میں ہی جلد متوجہ فرماوے اسی طرف بسر و چشم متوجہ ہو جاویں قبلہ تو اسکے حکم کی پابندی پر ہو اگر دن میں ہر طرف متوجہ ہونے کا حکم دیتا تو اسلام یہی کہ فوراً اسکے حکم پر متوجہ ہو جاوے اور یہی ملت ابراہیم ہی۔ قبلہ ابراہیم کے اتباع کی امین کیا تھا ہی پس درحقیقت یہ حجت نہ تھی جیسا کہ مفسر نے مجازاً اسکی تفسیر کرکے اشارہ کر دیا ہی لیکن چونکہ یہ لوگ اس ناسمجھی کی تقریر کو حجت کی جگہ پر لاتے تھے لہذا حجت فرمایا اور نیز بات یہ ہو کہ ان گمراہوں کے نزدیک تو یہ حجت ہی تھی پس انکے اعتقاد پر بھی اسکو دور کیا تاکہ اسکے ہمیں اور راہ پر آویں کہ مقصود اصلی ہدایت ہو اور شیخ ابن کثیر کی تقریر ہے فی الجملہ حجت کی صورت یہ نکلی ہو کہ للناس سے مراد اہل کتاب ہیں پس وہ لوگ اپنی کتابوں سے جانتے تھے کہ امت محمدی کی صفت سے یہ ہوگا کہ وہ کعبہ کی طرف توجہ کیا کرینگے پس جب تک یہ بات نہ ہوتی تو بسا اوقات وہ مسلمانوں پر حجت لاتے کہ تم وہ لوگ نہیں ہو جو پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی امت ہونگے اسلیے کہ انکی تحقیقی صفت ہو کہ وہ کعبہ کیطرف توجہ کرینگے یا یوں کہ امت محمدی ہمارے ساتھ قبلہ میں شریک نہ ہونگے تم وہ لوگ نہیں ہو تو یہ حجت اصلی ہو اور وہ بھی منقطع ہوگئی۔ اور شیخ ابو العالیہؒ نے فرمایا کہ للناس سے مراد اہل کتاب ہیں مع مشرکین عرب ہیں چنانچہ خانہ کعبہ کی طرف توجہ ہونے کے وقت اہل کتاب بولے کہ یہ پیغمبر اپنے باپ کے گھر اور قوم کے دین کی طرف مشتاق ہوا اور عرب والے کہنے لگے کہ عنقریب یہ ہمارے دین کی طرف رجوع کرینگے جیسا کہ ہمارے قبلہ کیطرف پھرے۔ شیخ ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسی کے مانند مجاہد و عطا و ضحاک و ربیع بن انس و قتادہ و سدی سے مروی ہو قال المترجم اس تفسیر سے ظاہر ہوا کہ حجت کا اطلاق محض مجادلہ کرنے و طعن وغیرہ پر ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وحاجہ قومہ یعنی ابراہیم سے اسکی امت نے جھگڑے کی گفتگو کی۔ قال اتحاجونی فی اللہ وقد ہدان۔ بولا کیا تم مجھ سے اللہ تعالیٰ میں جھگڑتے ہو حال یہ کہ اسنے مجھے راہ دی ہے۔ قال المترجم بلکہ شاید محاجہ بمعنی مجادلہ عام ہو کہ جو ہر طرح رد کرنے و باز رکھنے کو شامل ہو اور معالم میں مذکور ہو کہ بعض نے کہا کہ۔ الا الذین۔ استثناء منقطع ہو بمعنی لکن الذین ظلموا یجادلونکم بالباطل۔ یعنے جو لوگ ظالم ہیں وہ تم سے باطل گفتگو کے ساتھ مجادلہ کرینگے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مالہم بہ من علم الا اتباع الظن۔ یعنی بعلم نہیں لیکن ظن کی پیروی کا ہو ایسا ہی یہاں کہ حجت نہیں مگر مجادلہ باطل ہو قولہ تعالیٰ۔ فلا تخشوہم واخشونی۔ یعنے انکے طعنوں سے خوف نہ کرو کیونکہ اس سے تمکو ضرر نہیں اور مجھی سے ڈرو کہ میرے حکم کے خلاف نہ کرو اور نیز میری فرمانبرداری سے رضامندی حاصل ہونے پر میں ہی حجت و نصرت پر قادر ہوں تمکو انپر غالب کرونگا اور گویا یہ اشارہ ہو کہ اس قبلہ کا حج و طواف نہ حاصل ہونیکا خوف نہ کرو کیونکہ کعبہ اس وقت میں قریش کے سرکشوں کے قبضہ میں تھا پس اشارہ نصرت و غلبہ ہو۔ آور قولہ تعالیٰ لاتم نعمتی علیکم ولعلکم تہتدون۔ یہ عطف ہو لئلا یکون پر یعنے میں نے تمھارے لیے استقبال کعبہ جو مشروع کیا تو اس لیے کہ شریعت کو سب وجہ سے تمھارے لیے پورا کروں اور شاید کہ راجح صاحب کشاف کے نزدیک یہ ہو کہ مقدر پر عطف ہو گویا یوں ہو۔ واخشونی لاوفقکم ولاتم نعمتی علیکم یعنے مجھی سے ڈرو تاکہ تمکو توفیق دوں اور تاکہ تمپر اپنی نعمت پوری کروں محی السنہؒ نے سعید بن جبیر سے نقل کیا کہ مسلمان پر نعمت پوری نہیں ہوتی الا جب ہی کہ جنت میں داخل ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تمام نعمت یہ ہے کہ اسلام پر موت آوے قال المترجم اس اثر کو ترمذی کے ہاتھ سند سے روایت کیا ہے یہ گویا تائید ہو مقدر پر عطف ہونے کی واللہ تعالیٰ اعلم و قولہ لعلکم تہتدون۔ ای لکی تہتدوا الی ما ضلت عنہ الامم۔ یعنے تاکہ

تم پا جاؤ اسکو جس سے ارادت والے بھٹکے اور وہ کعبہ کی طرف استقبال ہے۔ اور لعل اور عسی کا لفظ اللہ تعالے کی طرف سے یعنی تحقیق ہوتا ہے ذکرہ البغوی
اور اسمین اشارہ ہے کہ لعل در اصل علّ ہے قولہ تعالے كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ - جیسے بھیجے تم مین ایک رسول عظیم تمہین
مین سے بھیجا ف۔ یہ تشبیہ کمال نعمت پوری کرنے مین ہے چنانچہ معالم مین مذکور ہے کہ یہ کاف تشبیہ بعض نے کہا کہ اپنے ما قبل کیطرف رجوع کرتا ہے اور وہ
یہ ہے۔ لاتم نعمتی علیکم کما ارسلنا فیکم یعنی تاکہ تمپر اپنی نعمت کامل پوری کرون جیسے مین نے تم مین رسول بھیجا۔ اور ابن جریرؒ نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے دو
دعائین چاہی تھین ایک یہ کہ۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک۔ اور دوسری یہ کہ۔ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم پس اللہ تعالے
نے یہ رسول بھیجا وہ کیسا بزرگ جسکے لیے دو پیغمبرون بزرگ نے دعا مانگی وہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور دوسری دعا کی قبولیت یہ ہے
کہ اولاد ابراہیم کی ذریات سے ایک گروہ کو مسلمان کردے تو فرمایا جیسے ابراہیم کی دعوت رسول بھیجنے کی پوری کی گوئی یہ ابراہیم کی دعا دوسری پوری کرون
کہ تمکو اسکے دین کی ہدایت کرون اور تمکو مسلمان بنادون اور اپنی نعمت تمپر اسطرح پوری کردون کہ ملت حنفیہ ابراہیم کے شرائع تمھارے لیے بیان کردون
اور مجاہد و عطاء و کلبی نے کہا کہ یہ اپنے مابعد سے متعلق ہے اور وہ قولہ تعالے۔ فاذکرونی اذکرکم۔ ہے اور معنی یہ ہین کہ۔ کما ارسلنا فیکم رسولا منکم فاذکرونی الآیۃ یعنی
جیسے مین نے تم مین ایک رسول تمہین مین کا بھیجکر انعام کیا پس تم مجھے یاد کرو قال المترجم اور یہی قول ابن عباس سے ظاہر ہوتا ہے ازانجا کہ بیان ہوگا
اور بغوی نے کہا کہ یہ خطاب اہل مکہ و عرب کو ہے یعنی جیسے تم مین رسول تمہین سے بھیجا اے گروہ عرب قال المترجم نزدیک [illegible] اختیار [illegible]
سے منقول ہوا کہ لاتم سے متعلق ہے اور کما [illegible] یعنی لاتم نعمتی علیکم ببیان الشرائع کما ارسلنا فیکم الرسول یعنی تاکہ تمپر اپنی نعمت کو
شرائع ملت حنفیہ بیان کرکے ویسی ہی پوری کردون جیسے مین نے تم مین رسول موصوف باین اوصاف بھیجکر نعمت پوری کی اور اولی یہ کہ نعمت کی تفسیر
بدعاء ابراہیم ہو جیسے ابن جریر نے کہا اور دعا کو نعمت سے تعبیر کیا کیونکہ [illegible] کی دعا تھی وہ بڑی نعمت ہے اور رسولا کی تنوین [illegible] ہے اور [illegible] رکھا
کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی متعین ہین کیونکہ مخاطبین کے علم وہی ہوتے اور منکم صفت رسولا کی ہے کائنا منکم اور مابعد کے جملے صفات ہین یا حال ہین یعنی قولہ تعالے
يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا یعنی درحالیکہ وہ رسول معظم تمپر ہماری آیات کی تلاوت کرتا ہے ف جیسے توریت و انجیل مین اسکی صفت ذکر ہوئی کہ خاتم
النبیین کی زبان وحی شریعت ہوگی یا اس رسول معظم کی صفت یہ کہ وہ تمپر ہماری آیات تلاوت کرتا۔ وَيُزَكِّيْكُمْ اور وہ تمکو پاک کرتا ہے ف نجاست
بت پرستی و کفر یہودیت و شرک نصرانیت سے پھر اعلی مراتب معرفت کے لیے پاک کرتا ہے وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور تم کو کتاب و حکمت
تعلیم کرتا ہے ف جس سے پاکیزگی ملتی ہے وہ قرآن و حدیث ہے بقول قتادہ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ اور تمکو وہ چیز سکھلاتا ہے جو تم
نہین جانتے تھے ف کیونکہ معرفت حق بدون اس تعلیم کے ملنا غیر ممکن ہے حتی کہ اگر فرض کرو کسیکو آفتاب مل جاوے تو یہ ممکن ہے لیکن معرفت بدون
اسکے ملنا غیر ممکن ہے اور ایسی معرفت تمام دنیا و آخرت بلکہ ہزار بار اپنی جان سے بہتر ہے۔ جاننا چاہیے کہ ان دونون آیتون سے عرب کی فضیلت ظاہر ہے لیکن
انہین سے وہ لوگ خارج ہونگے جو مسلمان نہ ہوئے بقولہ تعالے۔ لاینال عہدی الظالمین۔ بلکہ وہ لوگ غیر عرب والون سے بھی بدتر ہونگے اگرچہ مسلمان ہون اسلیے کہ نزول
نعمت اولا انپر تھا جسکو انہون نے نہ لیا اعاذنا اللہ تعالے قولہ تعالی فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ تو تم یاد رکھو مجھکو مین یاد رکھون
تمکو اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو فاذکرونی یعنی یاد کرو مجھکو ف نماز سے اور تسبیح سے اور اسکے مانند باتون سے اَذْكُرْكُمْ مین تمھین یاد
رکھونگا ف بعض نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ مین ثواب [illegible] وذکر کا فی الحدیث عن اللہ من ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی ومن ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء
خیر من ملائہ۔ اور حدیث مین اللہ تعالے عزوجل کا فرمان مذکور ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ جسنے مجھے یاد کیا اپنے جی مین تو مین بھی اسکو اپنے نفس مین یاد
کرتا ہون اور جسنے مجھے ایک جماعت مین یاد کیا تو مین بھی اسکو ایک جماعت مین جو اسکی جماعت سے اچھی ہے یاد کرتا ہون [illegible]

شکر

وَاشْكُرُوْا لِيْ - اور میرا شکر کرو ف یعنے شکر کرو میری نعمت کا اسطرح کہ میری فرمانبرداری کرو وَلَا تَكْفُرُوْنِ - اور میری ناشکری مت کرو
ف یعنے ناشکری نہ کرو میری اسطرح کہ نافرمانی کرو یہ تین آیتین جنکا خاتمہ یہ آیت ہے اُن لوگون کے لیے جو مقام ذکر و شکر و تفکر مین ہین خواہ
ابتدا مین ہون یا اس مقام کے انتہا مین بہت نعمت ہین چنانچہ اکابر کے بیان کو فی الجملہ مین ذکر کرتا ہون اس سے طالبان حق انشاء اللہ تعالےٰ
نفع پاوینگے پس اول اسکی تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون - اور بیان ہوا کہ بعض کے نزدیک قولہ تعالےٰ - کما ارسلنا فیکم مین کاف تشبیہ متعلق ما بعد اسے

ذکر

فاذکرونی ہے و قال العکبری محققین کی ایک جماعت نے کہا کہ تقدیر عبارت یون ہے - فاذکرونی کما ارسلنا - پس بنا بر این کما ارسلنا منصوب ہوگا اور صفت
ذکر واقع ہوگا اسے فاذکرونی ذکرا مثل ارسالی اور فاء فاذکرونی ایسے تعلق سے مانع نہوگی جیسا کہ باب شرط سے مانع نہین ہوتی ہے اور ما مصدریہ ہے
قال ابن کثیر اسمین اللہ تعالےٰ اپنے بندگان مؤمنین کو وہ نعمتین یاد دلاتا ہے جو انپر انعام فرمائی ہین جنمین سے بڑی نعمت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
رسول کرکے مبعوث فرمایا کہ انپر اللہ تعالیٰ کی کھلی آیات روشن پڑھتے ہین اور پاک کرتے ہین انکو اخلاق رذیلہ اور نفسون کے میل کچیل اور زمانہ جاہلیت
کے افعال سے اور انکو کفر و جہالت کے اندھیرے سے ایمان و ہدایت کی روشنی مین نکالے لاتے ہین اور سکھاتے ہین انکو کتاب کہ وہ قرآن ہے اور حکمت کہ وہ
سنت ہے اور سکھاتے ہین انکو وہ باتین جو نجانتے تھے پس زمانہ جاہلیت مین وہ جاہل سفیہ تھے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ایسے اولیاء اللہ ہوگئے
کہ تمام دنیا کے لوگون سے باعتبار علم کے بہت عمیق اور باعتبار درستی قلب کے سب سے بہتر اور تکلف مین بہت قلیل یعنے بناوٹ سے کچھ نہین بلکہ اصلی حالت ایسی
ہی ہوگئی اور زبان کے بہت سچے چنانچہ اور جگہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا - ولقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا منہم یتلو علیہم آیاتہ ویزکیہم الآیہ - اور جن
لوگون نے اس نعمت کی قدر نہین پہچانی انکی مذمت مین فرمایا - الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا و احلوا قومہم دار البوار جہنم یصلونہا و بئس المصیر کیا تونے نہ
دیکھا ان لوگون کو جنھون نے بدل ڈالا اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے اور لا ڈالا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر جہنم مین کہ اسمین پہونچینگے اور یہ جا پڑنے
کی بُری جگہ ہے - ابن عباس رض نے فرمایا کہ نعمۃ اللہ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین لہذا اللہ تعالےٰ نے مومنون کو اس نعمت کے اقرار کرنے پر مندوب کیا اور ارشاد
فرمایا کہ اس نعمت کے مقابلہ مین ذکر و شکر کرین اور فرمایا - فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون - اور مجاہد رح نے تفسیر قولہ کما ارسلنا فیکم رسولا منکم مین کہا
کہ فرماتا ہے کہ جیسے مینے یہ کیا پس تم مجھے یاد کرو - وفی البیضاوی فاذکرونی - بالطاعۃ اذکرکم بالثواب یعنے بندے کا اللہ تعالےٰ کو یاد کرنا بطاعت ہے اور اللہ تعالیٰ کا
بندے کو یاد کرنا یہ ہے کہ اسکو ثواب عطا فرماوے - اور تفسیر کبیر وغیرہ مین ہے کہ ذکر کبھی زبان سے ہوتا ہے مانند تسبیح و تحمید وغیرہ اذکار ماثورہ کے اور کبھی قلب سے ہوتا ہے
اور وہ فکر کرنا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت مین اور اسکی عجائب صنعت و دلائل قدرت مین - اور کبھی جوارح سے ہوتا ہے اور وہ مستغرق ہونا اُن کامون مین جنکا
حکم دیا گیا ہے مثل نماز وغیرہ - تمام طاعات کے جنمین جوارح کو دخل ہے - اور تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ حسن بصری رح نے اسکی تفسیر مین کہا فاذکرونی - یاد کرو مجھے ان باتون
کے بجا لانے سے جو مین نے تمپر فرض کی ہین - اذکرکم - مین یاد کرونگا تمکو وہ چیز دینے سے جو مین نے تمھارے لیے اپنے اوپر واجب کرلی ہے - اور سعید بن جبیر رح نے کہا کہ
فاذکرونی اذکرکم - مین مجازات کے معنی ہین اور کہا کہ - فاذکرونی - یاد کرو تم مجھے میری طاعت کے ساتھ یاد کرونگا مین تمکو اپنی مغفرت کے ساتھ اور ایک روایت مین ہے اپنی
رحمت کے ساتھ - اور ابن عباس رض سے اسکی تفسیر مین مذکور ہے کہ اُنھون نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کا تمکو یاد کرنا بہت عظیم ہے بہ نسبت تمھارے اللہ تعالےٰ کو
یاد کرنے کے مترجم کہتا ہے کہ ان اقوال سے مجازات کے معنے تو ثابت ہوتے ہین یعنے تم مجھے یاد کرو مین تمکو جزا و بدلا و ثواب دونگا مگر ظاہر سے منشا ہے کے
نزدیک کسی قدر یہ تاویل دبی ہوئی ہے اور شاید وجہ یہ ہے کہ کثرت سے احادیث مین اللہ تعالےٰ کا بندے کو ذکر کرنا وارد ہوا ہے اور ذکر مین جو زبان وغیرہ کی
شرط ہے وہ اُس ذکر کے لیے ہے جو بندہ کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنا بندے کو وہی خوب جانتا ہے کہ وہ کیونکر ہے لہذا یہ تاویلین جو مذکور ہوئین اگرچہ تفسیر
مین ویکن چ قطع و جزم کرلینا کہ واذکرکم - سے یہی مراد ہے نہین چاہیے بلکہ یہ ایمان لانا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ بندے کو یاد فرماتا ہے اگرچہ اسکی کیفیت ہمکو معلوم

جیسا کہ آیات صفات میں ہے اور منجملہ احادیث کے جو اللہ تعالیٰ کے بندے کو ذکر کرنے میں آئی ہیں ایک وہ جو مفسر رحمہ اللہ نے لکھی اور دوسری روایت بخاری میں و مسند امام احمد وغیرہ میں قتادہ عن انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قال اللہ عز وجل یا ابن آدم ان ذکرتنی فی نفسک ذکرتک فی نفسی وان ذکرتنی فی ملاء ذکرتک فی ملاء من الملائکۃ او قال فی ملاء خیر منہ وان دنوت منی شبرا دنوت منک ذراعا وان دنوت منی ذراعا دنوت منک باعا وان اتیتنی تمشی اتیتک ہرولۃ۔ اور بغوی کی روایت میں عن الحسن عن انس زیادہ ہے۔ وان ہرولت الیّ سعیت الیک وان سالتنی اعطیتک وان لم تسالنی غضبت علیک۔ اور ایک روایت بغوی من طریق البخاری عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ۔ انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ۔ پھر آخر تک مثل حدیث قتادہ عن انس روایت کی اور بغوی نے ابو ہریرہ سے روایت کی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ عز وجل انا مع عبدی ما ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ اخرجہ البخاری ومسلم اور بخاری کی روایت قتادہ میں ہے کہ قتادہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت قریب ہے بندہ سے اپنی رحمت کے ساتھ قال المترجم یعنے اللہ تعالیٰ کی قربت یعنی رحمت الٰہی کی قربت ہے اور حضرت ابو موسی اشعری سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مثال اس شخص کی جو یاد کرتا ہے اپنے پروردگار کو اور جو نہیں یاد کرتا ایسی ہے جیسے زندہ اور مردہ اخرجہ البخاری ومسلم اور عبد اللہ بن بشر مازنی سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کون عمل سب میں افضل ہے تو فرمایا کہ تو دنیا چھوڑے ایسے حال میں کہ تیری زبان اللہ تعالیٰ کی یاد سے تر ہو۔ اور ابن ابی حاتم نے مکحول سے روایت کی کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں کہ ناحق قاتل نفس اور شراب خوار و چور و زناکار یاد کرے اللہ تعالیٰ کو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فاذکرونی اذکرکم۔ تو ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ جب ایسا شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو اپنی لعنت سے یاد کرتا ہے یہاں تک کہ یہ شخص چپ ہووے۔ قال المترجم یہ معلوم ہوا کہ ایسے مرتکب گناہ نے حالت گناہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو مستوجب لعنت ہوا اور اسپر اتفاق ہے کہ مثلاً شراب پیتے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا کفر ہے اگر عمداً ہو۔ قولہ واشکروا لی ولا تکفرون۔ الحمد کی تفسیر میں شکر کی تفصیل گذر چکی اور فراء نے کہا شکرتک وشکرت لک۔ ایک ہی ہے اور ابن عطیہ نے کہا کہ دوم یعنے استعمال بلام افصح زیادہ ہے اور شکر پہچاننا احسان کا اور بیان کرنا اور تفسیر ابن کثیر میں زید بن اسلم سے روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے پروردگار میں تیرا شکر کیونکر کروں تو پروردگار تعالیٰ نے موسیٰ کو کہا کہ تو مجھے یاد کر اور نہ بھول پس جب تو نے مجھے یاد کیا تو تو نے شکر کیا اور جب تو نے مجھے بھولا تو تو نے کفر کیا یعنے ناشکری کی اور حسن بصری و ابو العالیہ وسدی و ربیع بن انس نے فرمایا کہ البتہ اللہ تعالیٰ یاد کرتا ہے اسکو جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور نعمت بڑھا دیتا ہے پھر جو اسکا شکر کرے اور عذاب دیتا ہے اسکو جو اسکے ساتھ کفر کرے اور بعضے سلف سے فی قولہ تعالیٰ۔ اتقوا اللہ حق تقاتہ۔ مروی ہے کہ یہ تقویٰ اسطرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے پس اسکی نافرمانی نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرے پھر نہ بھولے اور اسکا شکر کرے پس کفران نعمت نہ کرے۔ قال المترجم حسن بصری وابو العالیہ وغیرہ سے جو قول روایت کیا وہ ماخوذ ہے من قولہ تعالیٰ واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ اور ابو رجاء العطاردی سے روایت ہے کہ ہم لوگ منتظر تھے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نکلے اس حالت سے کہ انپر خز کی ایک مطرف تھی جو ہم نے اس سے پہلے انکے بدن پر نہیں دیکھی اور نہ اسکے بعد دیکھی پس فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت سے انعام کیا تو اللہ تعالیٰ اس امر کو دوست رکھتا ہے کہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے اخرجہ الامام احمد مترجم کہتا ہے کہ نعمت الٰہی کے اظہار کی غرض سے عمدہ پوشاک جو شرعاً مباح ہو پہننا مستحب ہے لیکن اسی وقت تک کہ اسکی محبت دل میں سما کر اور نہ عجب و فخر اور نہ اسکے لیے کوشش کرنی ہو بہ تکلف ورنہ روا نہیں ہے فافہم اور پوشیدہ نہیں کہ ذکر کے باب میں احادیث بہت ہیں اور حدیث صحیح میں یہ مضمون ہے کہ بھلا وہ شخص ہے جسنے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا پس اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور ذکر کے اقسام وانواع موافق حالات ذکر کرنے والے کے متفاوت ہیں ف۔ شیخ نے عرائس میں بیان کیا فی حقائق قولہ تعالیٰ۔ فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون ۞ یاد کرو مجھے زبان

اسرار سے میں تمھیں اسطرح یاد کرونگا کہ اپنے انوار منکشف کرونگا اور خالص بندگی کرنے سے میرا شکر کرو اور اپنی معرفت سے میری جناب میں کفر نہ کرو
قال المترجم یعنے زعم نہ کرو کہ میں نے معرفت حاصل کی اسلیے کہ جو شخص جانتا کہ میں نے پہچانا وہ جاہل ہے مجھے یاد کرو اسطرح کہ خلق سے اعراض کرو میں تمھیں
یاد کرونگا اسطرح کہ درمیان سے دوری اٹھا دونگا اور شکر کرو میرا ببذل اشباح اور نہ کفر کرو مجھسے بتعذیب ارواح قال المترجم ببذل اشباح یعنے تن بدن
کو میری طاعات و عبادات میں خرچ کرو اور ارواح کو عذاب میں ڈال کر میری نعمت کی ناشکری و کفر نہ کرو اور یہ اس بنا پر ہے کہ تن کا پالنا روح کا مارنا
پس جسنے اپنے تن کو پالا اور ناز و نعمت میں رکھا اسکو عبادات و طاعات کی مشقت میں نہ ڈالا اسنے جیون جیون تن پروری کی روز بروز روح کو مارا
اور عذاب دیا گیا یا یہ مراد ہے کہ جو تن پروری میں رہا اور خدا سے غافل رہا اسنے عاقبت میں اپنی روح کو عذاب میں ڈالا لیکن اول اصح ہے رہی یہ
بات کہ اسمیں کفران نعمت کیونکر ہے تو بات یہ ہے کہ آدمی کا بدن و حیات وسیلہ طاعات و تحصیل کمالات ہے اسکے حواس کو بجا سے خود رکھکر اس سے روح کے
کمالات بتدریج ظاہر کیے جاتے ہیں جیسے جیسے یہ بتدریج کامیاب ہوتا ہے ویسے ویسے روح درجہ بدرجہ اپنے کمالات سے متصف و ظاہر ہوتی ہے اور
ہر چیز میں متعلقات بدن ایک کیفیت ہے کہ اسکا زوال بوجہ اہمال و نقصان کمال روح ہے لہذا اسلام میں رہبانیت منع ہے اور نکاح سنت و کھانے پینے کے
لیے بغرض تحصیل عبادات و قوت تن کمالی کرا ہے عبادت اور غذا اسقدر کہ بدن کو عبادت پر قوت دے ثواب اور نہ کھانا پینا اور پور روزہ رکھنا
جس سے حواس مختل ہوں یا آدمی ہلاک ہو حرام ہے اور جسنے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و آیات کتاب مجید میں نیک نظر کی وہ ان مدارج کو خوب جانتا ہے
پس جسنے بدن سے یہ کام نہ لیا اور روح کو کمال تک نہ پہونچایا بلکہ برعکس کیا تو ظلم کیا اور لا الہ کا شکر منعم واجب تھا اسمیں ناشکری کی اور امام غزالی نے احیاء
میں ہر چیز و نیز ان کے کام اور انکے صرف کا طریقہ مفصل بیان کیا ہے فارجع الیہ - اور نیز یاد کرو تم مجھے زمانہ غفلت میں یاد کرونگا میں تمکو اپنی رحمت نازل
کرنے کے ساتھ اور شکر کرو میرا اسطرح کہ تمہارا مقصد یہی رہے کہ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی و رضامندی حاصل کریں اور مجھسے کفر نہ کرو اسطرح کہ بشریت کی برائیاں
عمل میں لاؤ قال المترجم زمانہ غفلت سے مراد وہ وقت ہے جو وقت عادت کے موافق انسان کو غفلت ہوتی ہے مثلاً عالم شباب جوانی یا ہر روز رات کو
وقت کہ نیند کے مزے میں غرق ہوتا ہے اور بشریت کی برائیاں یہ ہیں کہ بشر جو عقل و شہوت سے مرکب ہے اسمیں شہوت کی خواہشیں پوری کرے جو سراسر
گناہ ہیں اور عقل کی سو نصیحت بالکل لحاظ نہ رکھے یا اس طرح لحاظ رکھے کہ وہ مثل نہ لحاظ رکھنے کی ہے فافہم اور نیز یاد کرو مجھکو ساتھ دیکھنے میری یاد کے اپنے کو
ازل میں قبل اسکے کہ تم میری یاد کرو تو یاد کرونگا میں اپنے آپ کو تمہارے لیے ایسے ذکر سے جو میرے لیے لائق ہے اسلیے کہ تمکو یہ طاقت نہیں ہے کہ تم مجھے میری
حقیقت ذات و صفات سے یاد کر سکو اور کیونکر حادث چیز جسمیں حدوث کی صفت ہے وہ صفات قدیم کو ذکر کر سکتی ہے حال یہ ہے کہ زبانیں اسکی تعریف سے
گونگی ہیں اور آنکھیں اسکے جمال کو پانے سے پتھرائی ہوئی ہیں اور اسرار قلبی اسکی عظمت کی کنہ کو پہونچنے سے فانی ہیں - اور میرا شکر یوں کرو کہ شکر ادا کرنے کی
عاجزی کا اقرار کرو اور میرے ساتھ یوں کفر نہ کرو کہ اپنے مجھے یاد کرنے کو دیکھو اسلیے کہ میرا یاد کرنا تمپر واجب ہے مگر تمہارا یہ دیکھنا کہ تمنے مجھے یاد کر لیا یہ کفر خفی ہے
واسطی نے فرمایا کہ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ ذکر سے اعراض کرے اور اسکو بھول جاوے اور جسکو ذکر کیا ہے اسکے ساتھ قائم ہو قال المترجم یہ مطلب نہیں ہے کہ ذکر
چھوڑ دے کہ یہ تو سخت گناہ ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ہر دم کے ذکر کو ایسی نہ سمجھے کہ ریا سے قطرۃً بھی ادا ہوا پس ایسے ذکر کا وجود ہی کیا ہوا لہذا حقیقت ذکر الٰہی چھوڑ
بیان ہے سب مجاز بھی ریا سے قطرہ نہیں ہے تو عاجزی کے ساتھ اس ذکر کا عذر بیان کرے اور جسکا ذکر کیا یعنی حق عز و جل پر نظر رکھے کہ اسیکا کرم امیدگاہ ہے
بعضے عراقیوں نے فرمایا کہ قولہ فاذکرونی اذکرکم - ظاہر ہر شان کا مظاہر ہے یعنی حق عز و جل کی طرف سے باعث ہوتا ہے اور یہان اسکا ذکر کرنا تمکو بھی
باعث ہے اگر وہ مجھے ذکر نہ فرماتا تو تجھے کبھی اسکے یاد کی توفیق نہ ہوتی - اور بعض نے فرمایا کہ معنے یہ ہیں کہ یاد کرو مجھے اپنی کوشش و طاقت
بھر تاکہ میں اپنے آپکو خود یاد کرنے کو تمہارے ذکر میں ملا دوں پس تمہارے لیے ذکر کا ثبوت ہو اور لطائف حق حقیقت ذکر اسکو کہتے ہیں کہ ذکر کرنے والا

ہر چیز کو سواے اسکے جسکا ذکر کرتا ہو بھول جاوے حتی کہ ذکر کو بھی تاکہ جسکا ذکر کرتا ہو اسمین مستغرق ہو پس اسکے تمام اوقات سب ہی ذکر ہو جادین اور یہ شعر پڑھا ۵ لا لانی انساک اکثر ذکراک * ولکن بذاک یجری لسانا * یعنی نہیں ہو کہ تجھے بھول کر بہت تجھے یاد رکھتا ہوں ولیکن بات یہ ہے کہ اسپر میری زبان خود بخود چلی جاتی ہو- اور بعضے بغدادیوں نے فرمایا کہ ذکر ایک عذاب ہو اسلیئے کہ یہ غفلت کا راندنا ہو اور جب تک غفلت نہو تو ذکر کے معنی کیا ہونگے قال المترجم مطلب یہ ہو کہ اہل غفلت کے اندر جو غفلت ہو اسکے لیے عذاب یعنی موجود ہونے اور بے جگہ چلے آنے کی سزا یہ ذکر ہو کہ جب ذکر کام مین لایا گیا تو غفلت اسکے جاری ہوتے سے بھاگ گئی اور یہ مطلب نہین ہو کہ آدمی کے واسطے ذکر ایک عذاب ہو فافہم اور اہل خراسان مین سے بعضے متاخرین نے فرمایا کہ کیسے ذکر کیا جاسکتا ہو حق عز وجل ایسی عقلون کے ذکر سے جو بنائی ہوئی ہین اور ایسے اوہام جو مطبوع ہین اور کیسے ذکر کیا جائیگا زمانہ کے ساتھ وہ پاک و بے مانند جو زمانہ سے پہلے تھا اس شان سے جسپر وہ اب بھی ہو اسواسطے کہ حق عز وجل ہر مذکور سے پہلے ہو اور بعض نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ مجھے ہمیشہ برابر یاد کرو تاکہ میرے ساتھ تمھارے دل مطمئن ہون کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہو- الا بذکر اللہ تطمئن القلوب- یعنے آگاہ رہو کہ اللہ تعالے کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہین- اور بعضون نے کہا کہ پورا ذکر جب ہو کہ مذکور کا تجھے یاد کرنا تیرے لیے ہمیشہ یاد کرنے کے ساتھ شاہد ہو کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہو- فاذکرونی اذکرکم- قال المترجم یعنے اللہ تعالے نے جب یہ فرمایا کہ تم مجھے یاد کرو مین تمھین یاد کرونگا تو تیرے ہمیشہ یاد کرنے کے ساتھ گواہی حق عز وجل کی تجھے یاد کرنے کو پورا کرتی ہو اور شاید یہ معنی ہون کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ تم مجھے یاد کرو مین تمھین یاد کرونگا تو تیرے دوام ذکر حق عز وجل کا تیرے ذکر کے لیے شاہد ہونا بھی تیرے ذکر کو پورا کرتا ہو یعنے تیرا ذکر اس سے ذکر ہو سکتا ہے اگرچہ خالی تیری طرف منسوب ہونے سے تو وہ کچھ بھی نہین ہو واللہ تعالے اعلم- شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ تم مجھے یاد کرو اس شان کی حیثیت سے کہ مین ہون مین تمکو یاد کرونگا اس شان کی حیثیت سے کہ مین ہون اور تم مجھے اس مقام کی راہ سے کہ تم ہو یاد نہ کرو کہ جسکا نتیجہ یہ ہو کہ تمھارا یاد کرنا مجھسے پرے ہی منقطع ہو جائیگا قال المترجم شاید مراد یہ ہو کہ یون کہو- انت کما اثنیت علی نفسک- تو ویسا ہو جیسا تو نے خود اپنا وصف بیان کیا ہو اور لا الٰہ الا اللہ و دیگر اذکار مروی یہ ماثورہ اسی قبیل سے ہین اور اپنی رسائی عقل سے جو وصف بیان کروگے وہ کبھی اس شان بے مانند کے لائق نہوگا پس بالکل نہ پہونچیگا اور دور ہی قطع ہو جائیگا واللہ اعلم- اور بعضون نے کہا کہ تم مجھے یاد کرو میری توحید کے ساتھ مین تمھین یاد کرونگا اپنی بقا و دیدار عطا کرنے کے ساتھ اور تم مجھے یاد کرو میری بندگی کرنے سے مین تمھین یاد کرونگا درجات عطا کرنے سے اور تم مجھے یاد کرو توبہ کرنے کے ساتھ مین تمھین یاد کرونگا محبت اور تم مجھے یاد کرو نعمت سے مین تمھین یاد کرونگا اس نعمت کے بڑھا دینے سے - اور تم مجھے یاد کرو اپنی خوشی کی حالتون مین مین تمھین یاد رکھونگا تمھاری سختی کی حالتون مین- اور بعضون نے فرمایا کہ یاد کرنے والون کے کئی مرتبہ ہین چنانچہ ایک تو ایسے لوگ ہین کہ انھون نے اللہ تعالے کو اپنی بولتی زبانون اور عارف دلون سے یاد کیا یہانتک کہ یاد کرنے کی حلاوت انکو حاصل ہوئی اور ایک قوم وہ ہین جنھون نے اللہ تعالے کو خالص نیت کے کامون اور پسندیدہ طاعتون سے یاد کیا حتے کہ اپنے آپکو بھول گئے اسلیے کہ وے وہان پہونچ گئے جہان انکے دل اڑکر پہونچے اور ایک قوم وہ ہین جنھون نے اللہ تعالے کو اپنے حالات کے ساتھ ذکر کیا یہانتک کہ وہ حیا کے سمندر مین جا پڑے کیونکہ انکی نظر اس ذکر پر پڑی جو انکے سوا لیے انکو ازل مین یاد فرمایا تھا اور انھون نے اسکے ذکر کو اپنے اوپر ابد تک باقی دیکھا پس انھون نے اپنے ذکر کے دونون طرف دو بڑے ذکر عظیم دیکھے پس شرم سے پانی پانی ہو گئے پس اپنا ذکر انکے نزدیک ہوائی ہو گیا قال المترجم اہل عرفان کے مقامات و حالات مختلف کے موافق انکے ذکر کے درجات بھی مختلف ہین کبھی زبان سے کبھی دل سے کبھی سر سے کبھی سر السر سے مطابق درجات روح کے اور اکثر اکابر نے تصریح کر دی کہ بسا اوقات کہ زبان و دل کو اس سے خبر نہین ہوتی اور ایسا ذکر کہ ذاکر کو اس سے آگاہی نہین ہوتی اور ایسا امر ہو کہ خاموش اپنے دل یاد سے سب پر فنا کر

کر سکتا ہو ورنہ واصل تو عارف ہو فافہم واللہ اعلم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَن

اے ایمان والو قوت پکڑو ثابت رہنے سے اور نماز سے بیشک اللہ ساتھ ہے ثابت رہنے والوں کے اور نہ کہو جو کوئی

يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ﴿﴾

مارا جاوے اللہ تعالےٰ کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندے ہیں لیکن تم کو خبر نہیں

جب اللہ تعالےٰ نے ذکر و شکر کا حکم فرمایا تو بمقتضاے لطف وصبر کے خصلت استعانت کے لیے ارشاد کیا بقولہ تعالےٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔ اے ایمان والو مدد چاہو صبر و نماز کے ساتھ اللہ تعالےٰ صابرون کے ساتھ ہو ف صلوٰۃ کی طرف ہدایت کی کہ وہ جامع ذکر و شکر و صبر و خصائل خیر ہو۔ اور ابن کثیر نے کہا کہ اسلیے کہ بندہ یا تو نعمت کی حالت میں ہوگا پس اسپر شکر کریگا یا تنگی میں ہوگا پس اسپر صبر کریگا چنانچہ حدیث میں ہو کہ ایماندار کا حال خوب ہو کہ اللہ تعالیٰ اسکے لیے کوئی بات جاری نہیں فرماتا مگر اسمین اسکے لیے بہتری ہی ہوتی ہو پس اسکو خوشی پہونچے اور اسنے شکر کیا تو اسکو ثواب ملا اور اگر برائی پہونچی پس اُسنے صبر کیا تو اسکو ثواب ملا اور اللہ تعالےٰ نے یہ ظاہر کردیا کہ مصائب و تکالیف برداشت کرجانے کے لیے سب سے عمدہ صبر و صلوٰۃ کا اختیار کرنا ہو جیسا کہ اوپر بھی گذرا قولہ تعالےٰ۔ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین۔ اور حدیث میں بھی ہو کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر ناگوار پیش آتا تو نماز کی طرف مبادرت فرماتے تھے اور صبر دو ہیں ایک تو حرام اور گناہ کی چیزیں ترک کرنے پر صبر کرنا اور دوسرا صبر طاعتون اور قربتوں پر ہو اور یہ دوسرا ہی زیادہ ثواب کا ہو اسواسطے کہ یہی چیزیں مقصود ہیں اور رہا تیسرا صبر یعنے مصیبتون و سانحون پر صبر کرنا سو وہ بھی واجب ہو اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ صبر دو باب میں ہو ایک صبر کرنا اللہ تعالےٰ کے واسطے ان امور کے ساتھ جنکو وہ پسند فرماتا ہو پس ان امور کی درستی میں قوی ہے اگرچہ نفس و بدن پر یہ گران گذرے اور دوم صبر کرنا اللہ تعالےٰ کے واسطے ان امور کے ترک میں جنکو وہ مکروہ فرماتا ہو اگرچہ نفسانی خواہشیں ان امور کی طرف کھینچیں پس جو شخص اسطرح دونوں صبروں پر قائم ہو وہ البتہ صابرون میں سے ہو جنکا انجام سلامتی ہو انشاء اللہ تعالےٰ اور علی بن الحسین یعنے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہو کہ جب اللہ تعالےٰ سب اگلوں و پچھلوں کو جمع کریگا تو ایک پکارنے والا آواز دیگا کہ صبر والے لوگ کہاں ہیں تاکہ وے جنت میں حساب سے پہلے داخل ہوں فرمایا کہ پھر آدمیوں میں سے کچھ گردنیں اُٹھینگی پس فرشتے انسے ملینگے اور کہینگے کہ کہاں جاتے ہو اے بنی آدم پس یہ لوگ جواب دینگے کہ جنت کو تو بولینگے کہ حساب سے پہلے ہی تو کہینگے کہ ہاں تو فرشتے کہینگے کہ تم ہو کون تو جواب دینگے کہ ہم صابر لوگ ہیں تو کہینگے کہ تمہارا صبر کیا تھا تو جواب دینگے کہ ہمنے اللہ تعالیٰ کی بندگی بجا لانے پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی معصیت چھوڑنے پر صبر رہا یہانتک کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے وفات دی تو فرشتے کہینگے کہ تم ایسے ہو جیسا کہتے ہو جنت میں داخل ہو یہ جنت کا مقام ایسے کام کرنے والون کا اچھا ثواب ہو قال ابن کثیر اس کلام امام زین العابدین کے واسطے شاہد ہو قول اللہ تعالےٰ کا۔ انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب۔ یعنے یہی بات ہو کہ بھرپور دیے جاوینگے صبر والے اپنی اجرت بغیر حساب کے اور سعید بن جبیر نے کہا کہ صبر یہ ہو کہ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بندہ کو پہونچا مانند دکھ وغیرہ کے اسکو اللہ تعالےٰ کے واسطے اٹھاوے اور اللہ تعالےٰ کے پاس اپنے ثواب کی امید رکھے اور کبھی آدمی باوجود کرارے ہونے کے گھبراتا ہو کہ سواے صبر کے کوئی چارہ نہیں دیکھتا۔ قال المترجم علماء نے کہا کہ صبر یہ ہو کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے اپنے نفس کو ان چیزوں پر روکے رہے جو نفس پر گران گذرتی ہیں خواہ وہ طاعات و عبادات کی مشقت میں ہو یا ممنوع چیزوں سے نفس کی خواہشوں کے روکنے میں ہو یا مرگ اعزہ و اقارب و تلف اموال وغیرہ مصیبتوں میں ہو۔ اور جزع و فزع سے باز رہے۔ اور حدیث میں ہو کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو ایک قبر پر زاری کرتے دیکھا تو فرمایا کہ صبر کر اسنے نہ پہچانا اور کہا کہ اپنا راستہ لے کہ مجھ پر مصیبت ہے پھر جب اس سے کہا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے آپکو نہ پہچانا مین اب صبر کرتی ہون تو فرمایا کہ صبر پہلے وقت تھا یعنے اب ثواب صبر کچھ نہین ہے۔ اور جاننا چاہیئے کہ مصیبت چاہنا مکروہ ہے کیونکہ وہ محل امتحان ہے جسمین ہر ایسے ویسے کے حق مین خوف فتنہ ہے اور حدیث مین ہے کہ ایک شخص نے دعا مین صبر مانگا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ اے شخص تو اللہ تعالے سے عافیت طلب کر کہ تو نے اس سے مصیبت مانگی ہے پس آدمی ہمیشہ اللہ تعالے سے عافیت طلب کرے اور اگر مقدر سے اسکو مصیبت پہونچے تو تقدیر الٰہی عز وجل جانکر اسپر مضبوطی سے صبر کرے اور تحقیق فرمایا ان اللہ مع الصابرین۔ پس اس آیت مین صبر کرنے والون کے لیے تسکین ہے کہ جسکے ساتھ اللہ تعالے ہو یعنے اسکے حال کے ساتھ مدد و نصرت الٰہی شامل ہو وہ کسی سختی سے نہ گھبرائیگا اگرچہ پہاڑ کے مانند ہو اور یہ معیت یعنے مدد و نصرت الٰہی شامل حال ہونا متقیون و نیکوکارون و صابرون کے ساتھ مخصوص ہے اور علم و قدرت سے ساتھ ہونا تو ہر نیک و بد کے حق مین عام ہے جیسے اللہ تعالے نیکون کے ساتھ علم و قدرت سے ہے کہ انکے حال سے دانا ہے ویسے ہی بدون کے حال سے بھی دانا ہے۔ واسال اللہ العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ لی ولسائر المسلمین۔ اور اس آیت مین اشارہ کیا کہ جہاد وغیرہ مین مضبوط رہین اور نیز اشارہ ہے کہ مجاہدہ و عبادات خصوص نماز مین نفس کے ساتھ زیادہ سخت ہے بہ نسبت کافرون کے ساتھ لڑائی مین جہاد کرنے کے لہذا صحیح ہوا کہ کافرون کے ساتھ لڑائی جہاد اصغر ہوا اور عبادات مین صبر پورا قائم رہنا جہاد اکبر ہوا اور نیز اسمین اشارہ ہے کہ نماز سب نیکیون سے بڑھکر ہے اور اسمین ایک خاصیت ہے کہ جو اسپر پورا قائم ہوا وہ سب نیک کامون مین پورا اترےگا اور جو اسمین کچا ہے وہ سب مین خام ہے اسی لیے جہاد مین نماز سے مدد حاصل کرنیکو فرمایا و قولہ تعالے وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ۔ اور جو شخص کہ اللہ تعالی کی راہ مین مقتول ہوا ان لوگون کو مردے مت کہو بلکہ وے زندہ ہین۔ ف۔ پس لمن یقتل فی سبیل اللہ متعلق قول ہے اور اموات مقولہ ہے اسکا ہم اموات اور ضمیر ہم راجع بجانب من باعتبار معنی ہے یعنے ہر کوئی جو اللہ تعالی کی راہ مین شہید ہوا اسکو میت نہ کہو اسیواسطے میت بلفظ مفرد نہین فرمایا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ مخصوص کسی کے واسطے ہے اگرچہ فصیح تھا کما قالہ العکبری اور قولہ بل احیاء ای بل ہم احیاء جیسا کہ مفسر نے تفسیر کی اور اشارہ کیا کہ لفظ احیاء عطف اموات پر نہین ہے اور بل اضراب ہے لاتقولوا سے کیونکہ معنے یہ نہین ہین کہ لاتقولوا اموات بل قولوا احیاء بلکہ یہ مقصود ہے کہ انکے زندہ ہونے کو ثابت و ظاہر فرمایا جاوے یعنے شہید لوگ زندہ رہتے ہین مردہ نہین ہین انکو مردہ مت کہو اگرچہ اس سے یہ خود ثابت ہے کہ انکو زندہ کہنا بھی صحیح ہے اور عکبری نے کہا کہ قولہ بل احیاء ای بل قولوا ہم احیاء۔ اور یہ صحیح نہین ہے کیونکہ لوگون سے شہدا کو زندہ کہلانا مقصود نہین بلکہ انکے زندہ ہونے کی خبر دینا مقصود ہے قال ابن کثیر اللہ تعالے خبر دیتا ہے کہ شہید لوگ اپنی برزخ مین زندہ ہین رزق دیے جاتے ہین اور معالم مین مذکور ہے کہ بدر کے شہیدون کے حق مین اُتری اور وہ چودہ شخص تھے انمین سے چھ آدمی مہاجرین کے اور آٹھ آدمی انصار کے اور جو شخص اللہ تعالی کی راہ مین شہید ہوتا لوگ اسکو کہتے کہ فلان مرگیا اور اس سے دنیا کی نعمت و لذت جاتی رہی پس اللہ تعالے نے اُتارا ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات الآیہ قال المترجم یہ نزول اگر صحت کو پہونچا تو اسکے کہنے والے منافق و مشرک ہونگے جیسا کہ بعض حواشی بیضاوی مین ہے کہ یہ رد ہے مشرکون کا جو کہتے کہ محمد کے ساتھی بے فائدہ اپنے آپکو قتل کراتے اور دنیا کے عیش چھوڑ جاتے ہین ورنہ اہل ایمان دنیا کی زندگی کے واسطے ایسا نہ کہتے اور حدیث مین ہے کہ عیش کا وجود نہین مگر آخرت ہی مین اسے اللہ میرے بخش دے مہاجرین و الانصار کو الحدیث فی صحیح البخاری وغیرہ اور اللہ عز وجل نے صریح فرمایا۔ ومنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر یعنے صحابہ مین سے بعضے تو وہ ہین کہ اپنے نحب کو پورا کر چکے یعنے شہید ہوگئے اور بعضے وہ ہین کہ منتظر ہین۔ قال ابن کثیر صحیح مسلم مین آیا ہے کہ شہیدون کی روحین سبز چڑیون کے پوٹون مین جنت مین جہان چاہتی ہین کھاتی پھرتی ہین پھر ایسی قندیلون مین آجاتی ہین

جو عرش کے نیچے لٹکتی ہین پس ظاہر ہوا انپر پروردگار تعالے کی شان کا ظاہر ہونا اور فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو تو یہ شہدا بولے کہ اے ہمارے پروردگار اور ہم کیا چاہینگے حال یہ ہو کہ تو نے ہمکو وہ دیا ہو جو اپنے مخلوق مین کسیکو نہین دیا پھر پروردگار نے اسی مانند انپر اعادہ فرمایا پس جب انھون نے دیکھا کہ ہمسے پوچھا ہی جاتا ہو تو کہا کہ ہم چاہتے ہین کہ تو ہمکو دار دنیا مین پھر لوٹا دے پس ہم تیری راہ مین لڑین یہانتک کہ دوبارہ قتل ہون یہ انکی خواہش اسوجہ سے تھی جو انھون نے اللہ کی راہ مین شہید ہونیکا ثواب دیکھا پس اللہ تعالے فرماتا ہو کہ یہ تو مین نے لکھدیا ہو کہ وہ پھر دار دنیا مین لوٹائے نجاوینگے قال المترجم علماء نے کہا کہ سبز چڑیون کے پوٹون مین ہونے سے یا تو یہ مراد ہو کہ قالب اُنکے سبز چڑیان ہو جاتی ہین یا یہ مراد ہو کہ وہ خود اس صورت کے بن جاتے ہین جیسے فرشتہ بصورت آدمی ہو جاتا ہو اور میرے نزدیک حق یہ ہو کہ اسکی کیفیت وتاویل اللہ ورسول کو معلوم ہو چونکہ آدمی اسکی نظیر سے دنیا مین واقف نہین لہذا اسکی کیفیت سے واقف نہین ہو سکتا اور یہ حق ہو اور اسپر ایمان فرض ہو اور منکر اسکا جاہل مردود ہو اور یہ شہید جسکا یہ درجہ ہو حدیث مین آیا ہو کہ جو فقط اسواسطے لڑا کہ اللہ تعالے کا کلمہ بلند ہو یعنے دنیا کا مال وغیرہ یا دلیری دکھانا وغیرہ کوئی مقصد نہو صرف یہی نیت ہو کہ اللہ تعالے کا نام بلند ہو اور کفر وشرک کا فساد دور ہو اور یہ جو اللہ تعالی کا پوچھنا مذکور ہو اس سے ان لوگون کا اطمینان ہو کہ اس نعمت سے کبھی خارج نہ کیے جاوین گے اور دار محنت والم مین نہ ڈالے جاوینگے واللہ اعلم اور واضح ہو کہ حدیث مین ہو کہ شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہین سوائے قرض کے اعاذنا اللہ منہ اور یہ جو حدیث مین ہو کہ جنت مین جہان چاہتے ہین کھاتے پھرتے ہین شاید یہ ان نیکون کے راہ خدا وجہاد مین اپنے نفس کو حبس کرنیکا بدلا ہو کہ یہان اسکو بجبر قید کیا اگرچہ کہ شہادت مقدر تھی شہید ہوا پس وہان وہ چھوٹا ہوا ہو اور یہی اسکے لیے مزید کرامت ہو ورنہ نیک ایمان والون کی روحین سب طائر جنت ہین چنانچہ ابن کثیرؒ نے اصح حدیث نقل کی کہ امام احمدؒ نے امام شافعی سے انھون نے امام مالک سے انھون نے زہری سے انھون نے عبد الرحمن بن کعب بن مالک سے انھون نے اپنے باپ حضرت کعب بن مالک سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نسمة المؤمن طائر تعلق فی شجر الجنة حتے یرجعه الیٰ جسده یوم یبعثه - یعنے مومن کی روح ایک طائر (پرندہ ۱۲) ہو جو درخت جنت سے متعلق ہو یہانتک کہ جس دن اللہ تعالے مبعوث کریگا (یعنے روز حشر ۱۲) اسکو اسکے بدن مین لوٹا دیگا قال المترجم اسناد اس حدیث کی بہت جید ہو واللہ اعلم اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس حدیث مین عام مومنون کے لیے بھی زندہ ہونے کی دلالت ہو اگرچہ قرآن مجید مین شہیدون کو خاص کرکے انکی تکریم وبزرگی ظاہر کرنے کو ذکر فرمادیا قال المترجم انبیاء علیہم السلام بالاتفاق زندہ ہین بلکہ انکے بدن پاک کو زمین نہین کھا سکتی ہو حالانکہ وہ قرآن مین منصوص نہین اور وہ بہ نسبت شہدا وصدیقون کے اولے ہین فافہم۔ قولہ تعالے۔ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ لیکن تم نہین جانتے ہو یعنے وہ جس حال مین ہین اور مفسر سیوطیؒ نے لاتشعرون کو لاتعلمون سے اسواسطے تفسیر کی کہ شعور کا استعمال ان امور مین ہوتا ہو جو حواس سے دریافت کیے جاوین اور یہان ادراک حال کی نفی ہو جو علم کے استعمال کا مقام ہو ولیکن شعور کو اللہ تعالے نے جو اس مقام پر فرمایا اسمین اشارہ ہو کہ اہل حق وصاحب دل کے نزدیک انکی اس زندگی کا حال ایسا ظاہر ہو کہ جیسے حواس سے دریافت کرنے کی چیز ظاہر ہوتی ہو پس یہ ادراک شعور قلبی ہو جس سے یہ لوگ بے بہرہ تھے آیا نہین دیکھتے کہ اہل حق کے عقائد مین سے یہ بات ہو کہ شہدا زندہ ہین اور انبیاء علیہم السلام کا جسم پاک تک باقی ہو اور بیضاوی نے فرمایا کہ اسمین تنبیہ ہو کہ انکی زندگی جسم کے ساتھ کی زندگی کے مانند نہین اور نہ اس جنس سے ہو جو حیوانات مین محسوس ہوتی ہو یعنے اسی لیے ان گمراہون کو جو مثل چارپایون کے صرف حواس ظاہری کے پابند ہین اسکا شعور نہین ہوتا ہو اور بعضے محشیون نے تنبیہ کی یہ توجیہ بیان کی کہ جب انکے لیے زندگی ایسی حالت مین ثابت کی کہ بدن سٹ گیا اور ترکیب جاتی رہی اور مزاج باطل ہوا تو تنبیہ کی کہ انکی زندگی بدن کے ساتھ کی زندگی کے مانند نہین ہو قال المترجم میرے نزدیک تنبیہ لفظ لاتشعرون بجاے لاتعلمون کے استعمال سے ہو جیسا کہ مین نے اشارہ کیا اور حاصل یہ ہو کہ چونکہ تم لوگ انکی ارواح نکل جانے کے بعد انکے بدنون کو ظاہری نظر سے دیکھتے ہو تو انپر مردہ ونیست ہو جانے کا حکم کرتے ہو حالانکہ دروا قع ع

وہ ایسے نہین ہین بلکہ کامل زندگی سے زندہ ہین جیسا کہ شہداء احد کے حق مین فرمایا- ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم
یرزقون فرحین بما آتاہم اللہ من فضلہ الآیۃ- یعنے اور نہ خیال کر تو اُن لوگون کو جو قتل کیے گیے اللہ کی راہ مین مردے بلکہ وہ زندہ ہین اپنے پروردگار کے پاس رزق
دیے جاتے ہین درحالیکہ دل خوش ہین اُس چیز سے جو اللہ تعالے نے انکو اپنے فضل سے کرامت کی تا آخر آیت پس وہ لوگ زندہ ہین ایسی زندگی سے اگرچہ
تن سے روح باہر ہوجانے کی راہ سے انکو مردہ کہا جاسکتا ہو اور حسن البصریؒ سے روایت ہو کہ شہید لوگ اللہ تعالے کے نزدیک زندہ ہین انکے رزق انکی روحون پر
پیش کیے جاتے ہین پس انکو خوشی و فرحت پہونچتی ہو جیسے فرعون اور اسکے ساتھیون پر صبح و شام آگ پیش کیجاتی ہو پس انکو درد و تکلیف پہونچتی ہو قال المترجم
فرعون و اسکے ساتھیون پر آگ پیش کیے جانے سے مقابلہ و مثال مراد نہین بلکہ یہ دلیل کے مانند ہو کہ فرعونیون پر صبح و شام آگ کا سامنا ہونا نص قرآنی سے ثابت ہو
پس اہل کرامت پر نعمت کا پیش ہونا ثابت ہو جیسے امام مالکؒ نے قولہ- فما بکت علیہم السماء والارض- یعنے کافر کے مرنے پر آسمان و زمین کوئی نہین رویا اس قول الٰہی سے
استدلال کیا کہ اس سے ثابت ہوا کہ ایمان والے موحد کے مرنے پر آسمان و زمین روتا ہو اور البتہ حدیث صحیح سے یہ صریح ثابت ہوا ہو اور بالجملہ آیات و احادیث سے بخوبی یہ ثابت ہو
کہ وہ لوگ بالفعل زندہ ہین اور بعض معتزلہ وغیرہ نے جو تاویل کی کہ احیاء آئندہ ہین یعنے قیامت مین زندہ کیے جاوینگے تو یہ تاویل مہمل و مردود ہو پھر جاننا چاہیے کہ کعب بن
مالک کی مرفوع حدیث مین ہو کہ شہیدون کی روحین سبز پرندون کے پوٹون مین ہین اسکو امام احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث
صحیح ہو اور عبد الرزاق نے اپنی مسند مین روایت کی کہ سپید پرندون کی صورت پر ہین اور قتادہ سے روایت ہو کہ ہم لوگون کو یہ خبر پہونچی ہو کہ سپید پرندون کی
صورت پر ہین اور ابن ابی حاتم و بیہقی نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ سبز پرندون کی صورت پر ہین قال المترجم ان روایتون مین کوئی تناقض نہین کیونکہ
مختلف حالتون پر ہین اور اوپر لذا کہ انکی تاویل و تحقیق علم الٰہی مین ہو پھر جاننا چاہیے کہ گروہ معتزلہ کے نزدیک روح ایک عرض ہو کہ بدن بدن کے اسکا قیام نہین
جب بدن سے نکلی نیست ہوگئی اور یہ بڑی جہالت ہو بلکہ کفر ہو اگر تاویل نہ کیجاوے اور میرے گمان مین شاید معتزلہ ایسا نہ کہتے ہون اسلیے کوئی فرقہ
کے قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے اسکو رد کردیا کہ ان لفظون مین دلیل ہو کہ روحین جوہر ہین جو بذات خود قائم ہین جسمون پر موقوف نہین اور
یہ بدن جو محسوس ہوتا ہو اس سے بخبر ہین اور بعد موت کے بھی انکا ادراک رہتا ہو یعنے دکھ درد و خوشی و فرحت جو حال انکو پہونچے اسکا ادراک ہوتا ہو اور
[illegible] ہو کہ روح کے لیے حیات ثابت کی کہ جو عرض [illegible] اگر روح جوہر نہ ہو اور عرض ہو تو عرض کے ساتھ عرض کا قائم ہونا لازم آویگا اور یہ باطل ہو کہ قیام العرض
بالعرض کا بطلان اپنے موقع پر ثابت ہو لیا ہو قال المترجم ان عقلی دلیلون کی طرف رجوع کرنا [illegible] سے متمکن ہونا ایمان بالغیب کے خلاف ہو [illegible]
لازم ہو کیونکہ اللہ و رسول نے فرمایا حق ہو [illegible] قیام عرض بالعرض باطل ہو یا نہو [illegible] عقلی دلیل [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
ثابت ہونے پر [illegible] ذکر کیا کہ روح کا ادراک باقی رہتا ہو [illegible] تابعین رضی اللہ عنہم کا مذہب [illegible]
باطل ہین [illegible] قال الشیخ فی [illegible] قولہ تعالے- ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات [illegible] جو شخص کہ عشق کی راہ مین شوق کی تلوار سے [illegible]
مردہ مت گمان کر [illegible] زندہ ہین قال المترجم شیخ نے اس آیت سے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] سے استدلال کیا [illegible]

؎ عشق آن بگزین کہ جملہ انبیا ۔ یافتند از عشق اوکار و گیا ۔ یعنے باضافت اور یہ دلیل متغائرت ہے اور بحر العلوم نے شرح مثنوی مین دونون قول کی تفصیل کی ہے اور سیدھی راہ یہ ہے کہ اسمین بحث لغو ہے خود عارف اپنے عرفان سے محمود ہوتا ہے نہ خالی باتین جاننے سے فافہم لیکن بیان اتنی تنبیہ ضرور ہے کہ محبت وعشق ان اکابر کے نزدیک قریب قریب ہین اور اقسام محبت ہم اپنے موقع پر مشرح بیان کرینگے انشاء اللہ تعالے اور مبتدین موحدین کو مدار واجب ہے کہ کبھی عشق آلہی کا مدعی نہو کیونکہ مرتبہ عشق محض عرفان ہے اور عارف مدعی درواقع جاہل ہے اور شبلیؒ سے منقول ہے کہ جو شخص حق عزوجل کا محب وعاشق ہے وہ دنیا کی ہر چیز سے تنہا ومجرد ہوجاتا ہے کہ ظاہر حال محتاج ومفلس بے نوا ہوتا ہے اور جو شخص کہ حق عزوجل کے نزدیک محبوب ہے وہ قتل کیا جاتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مخصوص ہو بقطب وقت فافہم واللہ اعلم اور محب ومحبوب کا اطلاق باشتقاق کلام پاک وحدیث سرور اعظم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتا ہے کما لایخفی اور جاننا چاہیے کہ لوگ صوفی مشرب اس مقام پر اپنے آپ کو بے تکلف مخلوقات کا عاشق بتاتے اور بہتر تصور کرتے ہین حالانکہ یہ عین گمراہی ہے مولوی رومؒ نے فرمایا ؎ عشق آن نبود کہ در مردم بود ۔ این خمار خوردن گندم بود ۔ اور کمال جہالت سے یہ لوگ مولوی کا کلام ؎ عشق من گزین سر وگردان سرہست ۔ عاقبت ما ایدان سر رہبر است ۔ دلیل لاتے ہین اور اسکے معنی سے بے خبر ہین جیسا کہ ہم اسکی تحقیق انشاء اللہ بیان کرینگے اور یہ نہین دیکھتے کہ مولوی روم علیہ الرحمۃ نے صاف کہدیا ؎ عاشق صنع خدا با فر بود ۔ عاشق مصنوع او کافر بود ۔ اور متبعان شرع متین اپنی عاقبت خراب کیے نیکو طعن کرتے ہین کہ ؎ زان طرف کہ عشق می افزود درد ۔ بوحنیفہ شافعی درسے نکرد ۔ حالانکہ یہ بے محل ایراد کمال نادانی ہے یہ نہین جانتے کہ بالاتفاق ان اکابر نے تصریح کردی کہ عشق جسکی تعریف ہے محض اللہ عزوجل کا فضل ہے جسکو عطا فرمادے چنانچہ منتظر رہو عنقریب اسکی زیادہ توضیح آویگی انشاء اللہ تعالے قال الشیخ قولہ تعالے ۔ ولکن لاتشعرون ۔ اسواسطے تمکو انکی حیات کا شعور نہین کہ تم توجود وعدم کے درمیان مین قید ہو اور وے لوگ قدم کے بقا کے ساتھ ہمیشہ کے لیے باقی ہین اور جسنے اپنے نفس کو چار مقام سے ذبح کیا تو اسکو چار لباس حاصل ہوتے ہین چنانچہ جسنے اپنے حرص کے سر کو جو اسکو دنیا کے ساتھ تھی تیغ تقریب مین کاٹ دیا اور اپنی امید کے سر کو جو اسکو اپنے زندہ موجود رہنے کے ساتھ تھی تیغ تجرید مین کاٹ دیا اور اپنے ریاست کے سر کو جو اسکو مخلوق کے ساتھ تھی خنجر توحید مین کاٹ دیا اور اپنی خواہش کا سر جو اسکو دار آخرت کی طرف تھی مقتل تحقیق مین کاٹ دیا یعنے آدمی کا مقصد حقیقی دار آخرت یعنے جنت وغیرہ نہین بلکہ رضائے حضرت خالق عزوجل ہے تو جسنے ان چار مقام سے اپنے نفس کو ذبح کیا اسکی روح کو اللہ تعالے چار مقام مین چار لباسون سے پیراستہ کرتا ہے ایک تو اس مقام مکاشفہ مین نور معرفت کے لباس سے آراستہ کرتا ہے اور دوم مقام مشاہدہ مین صفائے محبت کے لباس سے پیراستہ کرتا ہے اور سوم مقام قربت مین ضیاء عزوجل کے لباس سے آراستہ کرتا ہے اور چہارم مقام مخاطبت مین کشادگی وغلبہ کے ساتھ انوار انانیت کے لباس سے آراستہ فرماتا ہے اور جب وہ شخص اس صفت پر ہوگیا تو موت کے سکرات سے اسنے نجات پائی اور صفتون کے باقی ہونے کے ساتھ زندہ ہوگیا ۔ قال المترجم یعنے انکے زندہ ہونے کی تحقیق یہ ہے جو بیان ہوئی ۔ اور بعض نے فرمایا کہ اسواسطے وہ لوگ مقتول فی اللہ ہین اور جو شخص مقتول فی اللہ ہو وہ بحیات آلہی زندہ ہوتا ہے ۔ ولکن لاتشعرون ۔ اے جسنے جہاد کی طرف تدبیر کی آنکھ سے دیکھا نہ رضامندی کی آنکھ سے تو وہ اسکو نہین جانتا ہے قال المترجم شاید مراد یہ ہے کہ جہاد کی طرف دو وجہ سے نظر ہوتی ہے ایک یہ کہ یہ تدبیر ہے یعنے کما قال تعالے ۔ وقاتلوا حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین للہ ۔ یعنے جہاد کرو یہانتک کہ نہ رہے فتنہ اور ہووے دین واسطے اللہ تعالے کے پس جسکی نظر اسی پر ہے وہ اس سے شعور نہین رکھتا اور جسکی نظر مین جہاد کے ضمن مین رضائے حق عزوجل ہے کہ مجلس فراق سے قرب ووصال مین آجاوین وہ اس بھید کو جانتا ہے اور اسکی طرف بھی اشارات موجود ہین بیکس ۔ پھر راہ حق مین جسنے جان ومال فدا کیا وہ مرتبہ عالی پر پہونچا لیکن یہ دعوی سے پورا نہ ہوگا بلکہ حق تعالے نے امتحان مین ڈالا چنانچہ فرمایا ۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ

اور البتہ ہم آزماوینگے تمکو کچھ ایک ڈر سے　اور بھوک سے　اور نقصان سے　مالون و　جانون　و میوون کے　اور خوشخبری سنا

الصَّابِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ

ثابت رہنے والون کو جوایسے ہین کہ جب پہونچے انکو کچھ مصیبت کہین ہم اللہ کا مال ہین اور ہمکو اُسیطرف پھرجانا ہے ایسے لوگ ہین

عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۛ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۞

انھین پر شاباشین ہین انکے پروردگار کی اور مہربانی اور وہی ہین راہ پر

اس آیت مین تفسیری علوم ومقامات اور حقائق کے اشارات ہین پس اول ہم تفسیر کیطرف رجوع کرین قال تعالے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ اور البتہ ہم تمکو امتحان کرینگے کچھ خوف وبھوک سے اور ناقص کرنے مالون اور جانون وپھلون سے ف قولہ لنبلونکم معطوف ہے قولہ یاایہا الذین آمنوا پر مگر عطف مضمون ہے اور دونون مضامین مین ربط یہ ہے کہ اول مین صبر سے قوت لینا اور دوسری مین صبر کے مقامات کا بیان ہے قال فی السراج اور لام واسطے جواب قسم کے ہے تقدیر عبارت یون ہے واللہ لنبلونکم اور مضارع بلام ونون تاکید مبنی ہے اور معنی لنبلونکم کے لنختبرنکم ہین اور اختبار بمعنی امتحان ہین پس قول مفسر۔ فننظر اتصبرون ام لا۔ یعنے پھر ہم دیکھینگے کہ تم صبر کرتے ہو یا نہین۔ نتیجہ اس امتحان کا ہے اور بیان تاویل ضرور ہے اسواسطے کہ اللہ تعالے کوئی چیز ازل سے ابد تک ایسی نہین جسکو نجانتا ہو پس اسکا امتحان اپنے جاننے کے واسطے نہین ہوسکتا کیونکہ قبل سے داناہے پس کہا گیا کہ لنختبرنکم کے معنے یہ ہین کہ تمھارے ساتھ وہ برتاؤ کرینگے جیسا امتحان لینے والا کرتا ہے یعنے البتہ مصیبت پہونچاوینگے ہم تمکو پہونچانا ایسے شخص کا جو تمھارے حال کا امتحان لینا چاہے کہ تم بلا پر صبر کرتے ہو اور قضا پر صابر رہتے ہو کہ نہین وقال فی السراج الابتلاء اظہار المطیع من العاصی۔ یعنے امتحان ابتلاء سے مقصود بیان یہ ہے کہ فرمابردار ونافرمان مین تمیز ہو جاوے ذکرہ فی المعالم اور قولہ بشیء من الخوف آہ تنوین بیان تقلیل کے واسطے ہے ای بشیء قلیل پس قلیل جو فرمایا تو بہ نسبت اس مصیبت کے جس سے انکو بچا لیا تاکہ ان پر ہلکی معلوم ہو اور انکو بتلا دیا کہ اس مصیبت مین رحمت الٰہی انسے جدا نہین ہے یا قلیل بہ نسبت اس مصیبت کے فرمایا جو انکے دشمنون کو آخرت مین پہونچیگی اسواسطے کہ وہ سخت درد ومصیبت ہے کہ اللہ تعالے اس سے ہم مسلمانون کو بچاوے پس جو مصیبت ودرد دنیاوی ہے سب اسکی نسبت بہت آسان ہے اور قبل وقوع کے انکو خبر اسلئے دیدی تاکہ نفس کو اچانک مصیبت پہونچنا سخت ناگوار نہو اور نیز یہ خیال نہو کہ رحمت الٰہی نیکو کارون سے قریب نہین ہے پھر یہ مصیبت کیونکر پہونچی اور معالم مین ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ خوف سے بیان خوف دشمن مراد ہے اور جوع سے قحط اور نقص اموال سے اموال تلف ہونے خواہ مواشی ہون یا روپیہ وغیرہ یا اور چیز خواہ مرنے سے ضائع ہون یا چوری وآگ لگ جانے وغیرہ سے وقال العکبری من الاموال صفت محذوف ہے تقدیر یون ہے ونقص شیء من الاموال کیونکہ نقص مصدر متعدی بمفعول ہے اور مفعول حذف کیا گیا اور اخفش کے نزدیک روا ہے کہ من زائدہ ہو اور جائز ہے کہ نقص کی صفت ہو واسطے نقص الشیء من الاموال اور یہ جو اموال کی تفسیر عام لی گئی اولی ہے بہ نسبت اسکے کہ اموال جمع مال بمعنے گلہ شتر لیا جاوے اور قرینہ والانفس سے بھی خلاف پڑتا ہے کیونکہ مقابلہ مال بمعنے عام کا نفس سے ہے اور مفسر سیوطی رح نے نقص النفس کو عام لیا کہ خواہ بقتل ہو یا امراض ہو یا بموت ہو اور امام ابن کثیر رح نے تفسیر مین کہا کہ ونقص من الاموال ای بعض مال جاتے رہنے سے والانفس مانند دوست احباب اقارب کے مرنے کے اور مفسر کے کلام مین موت سے مراد عام ہے اور قولہ والثمرات اے نقص ثمرات آہ ثمرات جمع ثمرہ بمعنے پھل پس اگر حقیقی معنے مراد ہین تو مقصود یہ ہوگا کہ پھلون کی پیداوار مین کمی آویگی جیسا کہ رجاء بن حیوۃ سے مروی ہے کہ لوگون پر ایک زمانہ آویگا کہ درخت خرما مین ایک ہی چھوارا آویگا یا یہ مقصود ہوگا کہ پھلین گے مگر جو انکے سے تباہ ہو جاوینگے اور جو انکے جمع جانے کی وہ آسمانی آفت جو پھلون کو پہونچتی ہے جس سے وہ سب خراب ہو جاتے ہین اور ثمرات بھی منجملہ مال کے ہین پس بنابر مذکور کے اموال پر ثمرات کا عطف بطریق عطف خاص بر عام ہوگا اور بعضون نے اسی وجہ سے ثمرات کو اولاد کے معنے مین لیا اور معالم مین مذکور ہے کہ امام

شافعیؒ سے روایت ہو کہ اُنھون نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ خوف سے مراد خوف اللہ تعالےٰ اور جوع سے مراد روزہ رمضان اور نقص اموال سے زکوٰۃ و صدقات اور نقص الانفس سے امراض اور نقص ثمرات سے موت اولاد مراد ہو اسواسطے کہ آدمی کی اولاد اوسکے دل کا پھل ہوتی ہو پھر بغویؒ نے اپنی اسناد سے ابوسنان سے روایت کی کہ مین نے اپنے بیٹے سنان کو دفن کیا اور ابو طلحہ خولانیؒ قبر کے کنارے پر تھے پھر جب مین نے نکلنا چاہا تو اُنھون نے میرا ہاتھ پکڑ کر نکال لیا اور فرمایا کہ کیا مین تجھے خوشخبری نہ سناؤن پس یہ خوشخبری سنائی کہ ضحاک بن عزرب نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مجھسے روایت کی کہ ابو موسیٰ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی کا فرزند مرتا ہو تو اللہ عزوجل اپنے ملائکہ سے فرماتا ہو کہ تمنے میرے بندے کا فرزند قبض کر لیا وہ عرض کرتے ہین کہ ہان پھر فرماتا ہو کہ تمنے اسکے دل کا پھل قبض کر لیا وہ عرض کرتے ہین کہ ہان پھر فرماتا ہو کہ پھر میرے بندے نے کیا کہا تو عرض کرتے ہین کہ اسنے استرجاع کیا یعنے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور تیری حمد کی تو فرماتا ہو کہ اسکے لیے جنت مین ایک گھر بناؤ اور بیت الحمد اسکا نام رکھو (الترمذی) قال المترجم یہ قرینہ اس تفسیر کا ہو اور نیز جو شافعیؒ سے تفسیر مذکور ہو اسپر قبل واقعہ کے اللہ تعالےٰ کا خبر دینا بھی دلالت کرتا ہو ولیکن شیخ ابن کثیرؒ نے بعض مفسرین سے یہی تفسیر نقل کر کے کہا کہ وفی ہذا نظر واللہ اعلم اور حق یہ ہو کہ تفسیر عام ہو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور جو شافعیؒ سے مذکور ہو وہ داخل تفسیر ہو فافہم بالجملہ یہ سب امور ایسے ہین کہ ایسی چیزون سے اللہ تعالےٰ اپنے بندون کا امتحان فرماتا ہو پس جو نا امید و بے صبر ہوا اسپر عذاب دنیاوی یا اخروی آتا ہو اور جسنے صبر کیا وہ ثواب پاتا ہو چنانچہ فرمایا وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ - اے علی ما یصیبہم من المکروہ یعنے خوشخبری دے صابرون کو اس چیز پر جو انکو مکروہ پہونچا ف یعنے جسکو وہ گراں سے اُٹھاتے تھے قال التفتازانی یہ عطف ہی لنبلونکم پر مگر یہ عطف مضمون پر مضمون ہو اور معنے یہ ہین کہ ابتلا تمھارے لیے ثابت ہو اور اسی طرح بشارت تمکو ثابت ہو مگر مخصوص اسکو جسنے صبر کیا پھر صابرون کو بیان فرمایا کہ کون لوگ ہین پس کہا الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون - اور اسی لیے شیخ سیوطیؒ نے ہم الذین کی تقدیر سے اشارہ کیا کہ الذین مرفوع بمدح ہو اور صابرین کی صفت نہین ہو اور وجہ یہ ہو کہ اگر صفت قرار دیا جاوے تو بشارت مذکور ایسے صابرون کے واسطے مخصوص ہو جائیگی جو انا للہ وانا الیہ راجعون کہین حالانکہ بشارت عام صابرون کیواسطے ہی پھر قولہ بشر الذین مین کسکو حکم ہو کہ بشارت دے جواب یہ کہ بشارت دینے کا خطاب یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو اور آپ کی تبعیت مین اورون کو ثابت ہوا اور یہی ارجح ہو یا مراد ہر وہ شخص ہو جو بشارت دینے کی صلاحیت رکھتا ہو پھر مصیبت کسکو کہتے ہین جواب یہ کہ مصیبت شامل ہو ہر کرہ کو جو کہ انسان کو پہونچے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو کیونکہ ابو داؤدؒ نے اپنی مراسیل مین روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ کل ما ساء المؤمن فہو مصیبۃ یعنے ہر ایک چیز جو مسلمان پر ناگوار پیش آوے وہ مصیبت ہو اور طبرانیؒ نے ابو امامہؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی کا قبالہ ٹوٹ گیا پس آپنے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ مصیبت ہو یا رسول اللہ تو فرمایا کہ جو مومن کو پہونچے اس چیز سے کہ اسکو مکروہ جانے وہ مصیبت ہو اور لفظ اذا اصابتہم مصیبۃ مین اشارہ ہو کہ مصیبت پہونچنے کے وقت ہی یون کہے اور حدیث مین بھی صحیح ہوا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الصبر عند الصدمۃ الاولیٰ یعنے صبر وہی ہو جو صدمہ اولےٰ کے وقت ہو اگرچہ استرجاع کا ثواب اوسکے بعد بھی ملتا ہو جیسا کہ عنقریب آتا ہو قال البیضاوی صبر فقط زبان سے استرجاع کہنے سے نہین ہو بلکہ زبان و دل دونون سے ہو بایطور کہ وہ جسکے لیے پیدا کیا گیا ہو اسکو تصور کرے اور یقین کرے کہ وہ پروردگار کیطرف رجوع کرنیوالا ہو اور اللہ تعالےٰ نے جو اسپر نعمتین کیسی ہین انکو یاد کرے تاکہ اسکو معلوم ہو کہ جو اسپر باقی ہین وہ بہت کو اس چیز سے زائد ہین جو اس سے پھیر لی گئی ہو لیس اسکا نفس اس پر مصیبت آسان ہوگی اور تقویٰ کرے [illegible] [illegible] یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون کہکے یہ ہین کہ ہم واسطے اللہ تعالےٰ کے ہین یعنی اسی نے ہمکو پیدا کیا اور ہم اسکے بندے ہین اور ہم اسی کی طرف پھر جانیوالے ہین پس جو شخص اسکو دل سے تصدیق کریگا اسپر کوئی چیز گران نہ گذریگی اور طبرانیؒ و ابن مردویہؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کو ایک ایسی چیز دیگئی ہو جو اگلی

امتون مین سے کسی امت کو نہین دی گئی تھی اور وہ یہ کہ میری امت والے مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون- کہتے ہین کیا تونے قول یعقوب علیہ السلام کا یوسف کے گم ہوجانے کے وقت نہین سُنا کہ کہا یا اسفیٰ علیٰ یوسف- اور یہ روایت سعید بن جبیر سے انکا قول بھی مروی ہو قال البیضاوی جس چیز کے ساتھ بشارت ایسے لوگون کو دی گئی وہ بیان نہین ہو محذوف ہو کیونکہ اسپر دلالت کرتا ہو قولہ تعالےٰ- اولٰئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولٰئک ہم المھتدون- ابن عباسؓ سے مروی ہو کہ صلوات یہان بمعنی مغفرت ہو اور ترمذیؒ نے حضرت سفیان الثوری وغیرہ سے نقل کیا کہ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہی- اور کشاف مین ہو کہ صلوٰۃ بمعنی رحمت وتعطف ہو پس بجاے رافت کے یہ لفظ رکھا گیا اور صلوٰۃ ورحمت کے درمیان جمع کیا گیا جیسے رافت ورحمت ورؤف رحیم- اور معنی یہ ہین کہ انپر رافت بعد رافت ہو اور رحمت بعد رحمت ہو اور بیضاوی نے کہا کہ صلوات کو جمع فرمایا اس تنبیہ کیواسطے کہ اسکے انواع واقسام بہت ہین اور رحمت سے مراد لطف واحسان ہی- وقال ابن کثیرؒ پس اللہ تعالےٰ نے جو کچھ انکو استرجاع کرتے وا س کا اعتقاد مضبوط رکھنے پر عطا کیا اسکی خبر دیدی اور فرمایا- اولٰئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ- یہ انپر اللہ تعالےٰ کی طرف تعریف ہو اور سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ اسکو عذاب سے بخوف کر دیا اور فرمایا- واولٰئک ہم المھتدون- مفسر سیوطیؒ نے اتقان مین فرمایا کہ لفظ رحمت قرآن مجید مین چودہ معانی کے واسطے آیا ہو اور یہان مراد نعمت ہو اور یہ قول جید ہو جیسا کہ متدبر پر پوشیدہ نہین ہو اور مھتدون اسے راہ یافتہ ہین طریق حق وصواب کے- قال ابن کثیرؒ اور حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ نعمت العدلان ونعمت العلاوہ- یعنے بہت اچھے ہین دونون عدل- اور بہت اچھی ہو علاوہ پس اولٰئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ دونون عدل ہین اور اولٰئک ہم المھتدون علاوہ ہو اور علاوہ وہ بار جو دونون گونون کے بیچ مین جمعیت رکھ دیا جاتا ہو پس ایسے اچھے لوگ ہین کہ اپنا ثواب دے گئے اور اسپر اور بڑھتی دیا گیا قال المترجم اور اسمین اشارہ ہو کہ ثواب اسقدر زیادہ دیا گیا کہ مثل بوجھ کے ہو اور تفسیر ابن کثیرؒ مین ہو کہ مصائب کے وقت- انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے ثواب مین بہت احادیث آئی ہین چنانچہ امام احمدؒ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک روز ابو سلمہ رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آئے اور کہا کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی جس سے مین بہت خوش ہوا کہ آپنے فرمایا کہ مسلمانون مین سے کسی کو کوئی مصیبت نہین پہنچتی کہ وہ اس مصیبت کے استرجاع کرے پھر کہے کہ- اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرًا منہا- یعنے اے میرے رب پناہ دے تو مجھے میری مصیبت مین اور میرے لیے اسکے پیچھے تو اس سے بہتر کر دے جو مجھسے جاتا رہا مگر کہ اللہ تعالےٰ اُسکے ساتھ ایساہی کرتا ہو- کہا ام سلمہؓ نے کہ مین نے اس سے یہ حدیث حفظ کر رکھی تھی پھر جب ابو سلمہؓ نے وفات پائی تو مین نے اس مصیبت مین استرجاع کیا اور کہا- اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرًا منہا- پھر مین نے اپنے دل کیطرف رجوع کی اور کہا کہ مجھے ابو سلمہؓ سے بہتر کہان سے ملیگا پھر جب میری عدت کے دن پورے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی اور مین اسوقت اپنے ایک چمڑے کو دباغت کرتی تھی پس مین نے قرظ سے اپنے ہاتھ دھو ڈالے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے کی اجازت دی اور آپکے بیٹھنے کو ایک چمڑے کا گدا جسکے اندر لیف بھرا ہوا تھا ڈالدیا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسپر بیٹھے پس آپ نے اپنے واسطے مجھے خطبہ کیا پھر جب آپ کہہ چکے تو مین نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے کیا ہو کہ آپ کیطرف رغبت نہو ولیکن مین ایسی عورت ہون کہ مجھ مین سخت غیرت بھری ہو پس مجھے خوف معلوم ہوتا ہو کہ آپ مجھسے کوئی ایسی بات دیکھین جسکے سبب سے مجھے اللہ تعالےٰ عذاب کرے اور مین ایسی عورت ہون کہ سن بھی میرا آچکا اور مین عیال دار ہون تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جو تونے غیرت کا حال بیان کیا تو قریب ہو کہ اسکو اللہ تعالےٰ دور کر دیگا اور یہ جو سن کا ذکر کیا تو مین بھی اتنا ہی پہونچا ہو جتنا تیرا ہو اور یہ جو تونے عیال کا ذکر کیا تو تیرے عیال وہ میرے عیال ہونگے پس ام سلمہؓ نے اپنے آپکو حضرت کے سپرد کیا پس حضرت نے ام سلمہؓ سے نکاح کیا پھر ام سلمہؓ نے بعد کو بیان کیا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے ابو سلمہؓ سے بہتر بدلے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کو دیا۔ اور صحیح مسلم رح کی روایت مین ام سلمہؓ سے اس حدیث مین اختصار کے ساتھ استرجاع کا حکم یون مروی ہو کہ مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
سُنا پس شاید کہ ابو سلمہؓ سے پہلے سُنا تھا پھر خود بھی حضرت سے سنا یا پوچھ لیا ہو اور امام احمد نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین ہو کوئی مسلمان مرد یا عورت کہ کسی مصیبت مین مبتلا ہو پس اسکو یاد کرے اگرچہ اسکا زمانہ دراز گذر چکا ہو پس وہ اسکے
واسطے از سر نو استرجاع کہے مگر یہ کہ اللہ تعالے اسکو ایسا کرنے پر نئے سر سے ویسا ہی اجر دیگا جیسا کہ مصیبت پہونچنے کے روز اسکو اجر دیا تھا اور ابن ماجہ
نے اسکو اپنے سنن مین بھی بسند جید حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہو اور امام احمد نے من طریق حماد بن سلمہ عن ابی سنان روایت کی کہ
ابو سنان نے کہا کہ مین نے اپنا ایک بیٹا دفن کیا اور مین ہنوز قبر کے اندر تھا کہ ابو طلحہ خولانی نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے باہر نکال لیا اور مجھسے کہا کہ
کیا مین تجھے بشارت نہ دون تو مین نے کہا کہ ہان بشارت دو تو کہا کہ مجھسے حدیث بیان کی ضحاک بن عبد الرحمٰن بن عوزب نے ابو موسیٰؓ سے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اے ملک الموت تونے میرے بندے کا فرزند قبض کیا تونے اسکا قرۃ العین اور اسکے
دل کا پھل قبض کیا تو ملک الموت نے عرض کیا کہ ہان تو اللہ عز وجل نے فرمایا کہ بندے نے کیا کہا تو ملک الموت نے عرض کیا کہ تیری حمد کی اور
استرجاع کیا تو اللہ عز وجل نے فرمایا کہ اسکے واسطے جنت مین ایک گھر بناؤ اور بیت الحمد اسکا نام رکھو۔ اور امام احمد نے اسکو من طریق عبد اللہ
بن المبارک روایت کیا جسمین یون ہی مذکور ہو اور ایسا ہی ترمذی نے سوید بن نصر عن ابن المبارک اسکو روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن غریب ہے
اور ابو سنان کا نام عیسیٰ بن سنان ہو۔ اور امام بغوی نے اپنی اسناد سے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ جسکے ساتھ اللہ تعالے خیر چاہتا ہو اسکو
کچھ مصیبت دیدیتا ہے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ کے طریق سے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ نہین پہونچتا ہے مسلمان کو نصب سے اور نہ وصب سے
اور نہ ہم سے اور نہ حزن سے اور نہ اذی سے اور نہ غم سے حتی کہ ایک کانٹے سے جو اسکو چبھ جاوے مگر یہ کہ اللہ تعالے اس مصیبت کے بدلے اسکے گناہون کو
کفارہ کر دیتا ہو۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی جسکے لمم تھا پس اسنے عرض کیا
یا رسول اللہ آپ میرے لیے اللہ تعالے سے دعا فرماوین کہ اللہ تعالے مجھے اس سے شفا دے تو فرمایا کہ اگر تو چاہے تو مین تیرے لیے اللہ تعالے سے
دعا کرون کہ تجھے شفا دے اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور تجھپر کچھ حساب نہین تو وہ عورت بولی بلکہ مین صبر کرتی ہون اور مجھپر حساب نہو اور ابو ہریرہؓ سے
مرفوعاً روایت کی کہ مومن مرد اور عورت کو برابر بلا اسکی جان و مال و اولاد مین پہونچتی رہتی ہو یہانتک کہ وہ ملتا ہو اللہ تعالے سے ایسے حال مین کہ اُسپر
اسکے گناہون سے کچھ نہین ہوتا ہو۔ اور سعد بن ابی وقاصؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ مومن کا بھلا حال ہو کہ اگر اسکو بھلائی پہونچی تو اسنے اللہ تعالی کی حمد کی اور
شکر کیا اور اگر اسکو مصیبت پہونچی تو اللہ تعالے کی حمد کی اور صبر کیا پس مومن اپنی ہر بات مین اجر دیا جاتا ہو یہانتک کہ اُس لقمہ کا بھی اسکو ثواب ملتا ہو جو اپنی جورو کے منہ مین
دیتا ہو۔ ف شیخ نعمۃ اللہ نے البیان مین کہا کہ قولہ تعالے۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات۔ خوف اس مقام پر سات قسم سے ہو اول نفس سے خوف دوم
شیطان سے سوم کفار سے چہارم دوزخ سے پنجم فراق وقطیعہ سے ششم خوف حجاب ہفتم خوف تعظیم و جلال ہیں سب ان خوفون کی تفصیل اسطرح ہو کہ خوف نفس وہ طبیعت کی اُس مردی کا
جو بشریت کی کمزوری کیوجہ سے ہوتی ہو جسکو بندگی کے مقام پر بندہ کے امتحان کیلیے اللہ عز وجل کا قہر ہیجان مین لاتا ہو تاکہ اسکی بشریت کی رعونتون سے اسکی محبت کی سچائی
ظاہر ہو جاوے اور نبیون سے یہ خوف اسکی تمام عمر مین زائل نہین ہوتا اسلیے کہ یہ ایک نفس کی صفت ہو اور نفس پر جہالت کا اولاً شبہ ہولی کی وعدون و وعید کی سچائی میں پانے کی قوت
کم ہوتی ہو الا جبھی ایسا نہین ہوتا ہو کہ معرفت تمکین کے ساتھ یقین کے آفتاب کی روشنی مین اسکو حقیقت حال نظر آوے اور غالباً ایسے مقام پر خطرات نہ چاہتے ہین اور اس خوف
نفس کی تفصیل یہ ہو کہ اسکو رزق جاتے رہنے کا ناحق خوف لگا رہتا ہو اور مجاہدہ سے اسکی نفرت کریگا خوف ہوتا ہو اور آخرت کے معاملات مین اللہ تعالے کے وعدون مین اسکے
مضطرب ہونے کا خوف ہو۔ زیادہ خوف جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہو وہ یہ ہو کہ یہ دشمن ایسے بندے کو جو حق کا طالب ہو اسکو دنیا ترک کرنے مین دائمی فقیری کا

امراض و درد کا اور مجاہدہ کرنے مین تلف نفس کا اور دنیا کے بلند درجے جاتے رہنے کا خوف دلاتا ہی اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نیک بندون کے لیے امتحان ہی تاکہ انکے لیے وہ ثواب دے جو اپنے دشمن سے انکے لڑنیکا بدلا اپنے کرم سے مقرر فرمایا ہی اور انکی سچی نیتین اپنے مقامات مین ظاہر ہون یعنی اپنی اپنی نیت کے موافق ہر ایک کا مقام و درجہ ہو- اور رہا خوف کفار کا تو وہ اسطرح ہی کہ اگر لڑائی مین قتل ہووے تو صورت زائل ہو جائیگی اور زندگی منقطع ہو جائیگی اور چوٹ اٹھانے مین صورت بگڑ جائیگی اسواسطے کہ انسان اپنی زندگی کو بہت چاہتا ہی اور اپنی موت سے بھاگتا ہی پس اللہ تعالیٰ اسکو کافرون کے خوف سے امتحان لیتا ہی تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ کون شخص ملاقات الٰہی کو اپنی زندگی سے زیادہ چاہتا ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فتمنوا الموت ان کنتم صدقین یعنی پس تمنا کرو تم موت کی اگر تم سچے ہو- اور رہا خوف دوزخ کا تو وہ نفس امارہ کے لیے لگام ہی کہ اگر ایسا کیا تو قہر حق کی سخت گرفت مین گرفتار ہونگا اور یہ خوف لگا ہوا ہی تاکہ آداب افعال مین گستاخی نہ کرے اور برے اخلاق سے دور رہے اور عوارض بشری اور طبیعت کی پلیدی اور شہوتون کی تیزی اور کبیرہ گناہون مین پڑنے کی برائی سے بچے اور نیز اللہ تعالیٰ نے اسکو دوزخ کا خوف دیکر امتحان کیا اسلیے کہ دوزخ کا خوف بھی اُن پردون مین سے ایک پردہ ہی جو بندہ اور پروردگار عزوجل کے درمیان ہین قال المترجم اشارہ یہ ہی کہ بندہ کا خلوص اللہ تعالیٰ کے واسطے جب ہی تمام ہو کہ اسی کے واسطے عبادت کرے بلکہ ایسا ہو رہے جسمین کوئی لگاؤ کسی قسم کا کسی چیز کیطرف نہو پس جب ایک شخص نے دوزخ کے خوف سے عبادت کی تو اسکی بندگی مین ایک داغ رہا بخلاف اسکے جسنے خالص رضاے الٰہی کے واسطے عبادت کی اور یہ مرتبہ آخر مین حاصل ہوتا ہی کیونکہ اول مین اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی تصدیق کی کہ جو انھون نے فرمایا ہی کہ نیکو کارون کو جنت اور بدکارون کو دوزخ ہی اور یہ امر واقعی ہی پھر اسکو صفات الٰہی کی تعلیم سے اصل حقیقت لا الٰہ الا اللہ معلوم ہوئی اور یہی مقام شہادت بشری کا ہی پس ملکوتیت کا مقام عبادت بدون خوف دوزخ ہی کیونکہ وہ شہوتون سے بالکل پاک ہین پس انکی عبادت و خوف محض جلال ذات عزوجل کے واسطے خالص ہی فافہم- اور رہا خوف فراق تو یہ خوف بندون کے دلون مین جب تک وہ دنیا مین موجود ہین برابر لگا رہیگا قال المترجم یعنی نیک بندون کو یہ خوف برابر رہتا ہی کہ ایسا نہو کہ کوئی امر خلاف ادب سرزد ہو جس سے وہ صراط مستقیم سے مردود کیجاوین اور ولی نزدیک ہونیکا مرتبہ جو انکو ایمان لانے سے حاصل ہوا ہی اس سے دور کر دیے جاوین اور یہ خوف اپنے اپنے مرتبہ پر جدا [illegible] جو لوگ کم ایمان ہین انکو کم خوف ہی اور جسقدر ایمان کامل و تقریب زائد ہی اسیقدر انکو خوف بے انتہا ہی اور حدیث مین ہی کہ ذرہ ایمان کا اسی نے پایا جسکو یہ [illegible] سے ایسا ناگوار ہو جیسے وہ شخص جو آگ سے نکالا گیا ہی پھر آگ مین ڈالے جانے سے ڈرتا ہی اور امام بخاری کی تعلیق روایت کا مضمون یہ ہی کہ بہت سلف ایسے تھے کہ اپنے اوپر خوف کرتے تھے کہ ہم منافق تو نہین ہین اور اس باب مین ایک جماعت سلف کی حکایات ہین اور حضرت جنید رضی اللہ عنہ سے حکایت ہی کہ ایک [illegible] کے پاس سے گئے تو روٹی پانی دیا اور رو کر فرمانے لگے کہ اگر جنید کا خاتمہ بخیر ہو تو وہ اس کتے سے بہت اچھا ہوگا اور اگر خدانخواستہ ایمان دنیا سے جاوے تو وہ اس کتے سے کہین بدتر ہوگا کہ باوجود اس نجاست کے کتے کو آگ مین نہ ڈالینگے اور حدیث مین آیا ہی کہ بنی اسرائیل مین ایک فاحشہ عورت تھی جسنے اسی طرح بدحال کتے کو پانی دیا تو وہ اپنے دنت کے [illegible] ان [illegible] گئی اور دوسری حدیث مین ہی کہ ایک عورت نے ایک بلی کو بند کر رکھا نہ دانہ پانی دیا [illegible] مر گئی [illegible] گرفتار ہوئی [illegible] خوف فراق بڑا خوف ہی قال الشیخ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا امتحان ہی تاکہ مراد کی طلب کرنے والے اپنی جان تک صدقہ کر دینے کو [illegible] کرین اور تمام مخلوقات سے الگ ہو جاوین تاکہ بدون صفات نفسانی اور عوارض بشری کے اس [illegible] کے مقام مین ہو رہین [illegible] عنایت ربانی رعایت کے ساتھ اہل محبت کے اسرار کو پہچان [illegible] تاکہ وہ لوگ [illegible] اس خوف سے [illegible] حق عزوجل کیطرف بھاگتے ہین کیونکہ وہ جانتے ہین کہ ہم [illegible] حق عزوجل کی طرف سے امتحان لیے گئے ہین [illegible] پیر کا شفہ والے کے لیے حق عزوجل کی طرف سے امتحان ہی تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ [illegible] مقام انبساط مین [illegible] کی حالت [illegible]

قہر کبریائی کی صورت میں مخلوقات سے باز رہتے ہیں یا نہیں اور رہا خوف جوع یعنے بھوک سو یہ ایسا ہے کہ اللہ تعالے اس سے اپنے اولیاء کا امتحان فرماتا ہے تاکہ انکو بشریت کی کدورتوں اور طبیعت کے میل کچیل سے پاک کرے اور انکے نفسانی پردون کو جلا دے جو انکے دلون کے اور اسرار آخرت کے درمیان پڑے ہیں حالانکہ یہ اسرار آخرت ایسے ہیں کہ ظاہری آنکھون کے دیکھنے سے پوشیدہ ہیں پس یہ خوف جوع انپر لازم کردیا تاکہ ان کی نیتون کے عنوان سے انکی رضاے الٰہی کی سچی چاہ کھل جاوے اور نیز اس رجوع کی حقیقت اس مقام پر عارفون کے نزدیک قلب کی بھوک ہے جو نفوذ وصال کے نہ رہنے کے وقت مشاہدہ کی خواہش سے پیدا ہوتی ہے پس انکو اپنے مشاہدہ کیطرف بھوکا کردیا اور اپنے شوق کی پیاس سے انکے جگر جلا دیے تاکہ وصال کو چاہتے ہوے جبروت کے خیمون کے دروازون پر جلد آوین اور عالم ملکوت سے انوار قدم میں جل جاوین۔ اور رہا نقص اموال تو یہ نقصان اس چیز کا ہے جو انھون نے اپنے مالک کے ساتھ تجارت کرنے میں حاصل کیا یعنے بلند درجے اور مقامات اور حالات کیونکہ حقیقت سے عارفون کا مال یہی ہے قال المترجم فرمایا اللہ تعالے نے۔ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ الآیہ خریدا اللہ نے مومنون سے انکے مالون وجانون کو اس عوض پر کہ انکے واسطے جنت ہے اور بعض محققین نے فرمایا کہ جنت سے جو ظاہر نعمتون کا تبادر ہوتا ہے اسکے مقابلہ میں فرمایا وہ جنت میں اعلی نعمت رضاے الٰہی ہے قلت حدیث میں یہ مضمون ہے کہ آخر میں ان نعمتون کے بعد اہل جنت سے فرماویگا یعنے حق عزوجل کہ تمھارے لیے یہ نعمت ہے کہ میں تم سے راضی ہوا کبھی غصہ نہو نگا اور اس سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہے۔ اور قولہ الحسنی وزیادۃ۔ کی تفسیر میں متواتر اخبار وآثار سے دیدار الٰہی ثابت ہے فافہم۔ رہا نقص الانفس سو یہ نقصان نفس مطمئنہ کا ہے حقیقی یقین کرنے میں مشاہدہ قربت تک پہونچ جانے سے معاملہ آخرت میں نعمت قربت الٰہی کے ساتھ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نفس امارہ کا نقصان مراد ہو کہ وہ اپنی الفت کی چیزون سے ٹوٹے میں رہے اور اپنے حق میں یہ نقصان کرے کہ مولے نے جو اسپر احسانات کیے ہیں انکو نہ دیکھے اور خود جس شخص میں ہے اسکو پروردگار کی طاعت میں مجاہدہ کرنے سے رنج میں ڈالے۔ اور رہا نقص ثمرات سو یہ ثمرات یعنے پھل ان درختون کے ہیں جو کرامات عالیہ اور مقامات ودرجات سنیہ کے بلند درخت ہیں اور یہ سب امتحانات اللہ تعالے کی طرف سے اپنے اولیاء کے حق میں اسوقت ہوتے ہیں جب وہ ازلیت کے جنگل اور وحدانیت کے میدانون میں اپنے اسرار سے سیر کرتے اور مقامات طے کرتے ہیں پس انکو ان امور مذکورہ سے امتحان فرمایا تاکہ مشاہدہ حق عزوجل کی طلب میں انکا سچا ارادہ ظاہر ہوجاوے اور اس سے یہ ہوتا ہے کہ سچون کے شوق کی آگ اور بھڑک اٹھتی ہے اور جذبۂ حق کی خوشبودار ہوا اور وصل کی ٹھنڈی ہلکی ہوا انکو لیے جاتی ہے پس حال یہ ہوجاتا ہے کہ وے لوگ اپنے مقصود کی طلب میں اس آگ میں جلکر فنا ہوجاتے ہیں اسلیے کہ حقیقت قربت حاصل ہونے کی شرط یہ ہے کہ سابقین ومقصدین کی روحین جلال مشاہدہ کے انوار میں جل جاوین۔ قولہ تعالے وبشر الصابرین۔ یعنے بشارت دیدے صابرون کو کہ میرے امتحان میں پورے اترنے کے بعد وے اپنے مقصود کو پا دینگے۔ قولہ تعالے الذین اذا اصابتہم مصیبۃ۔ یعنے ان مصیبتون میں سے جب کوئی مصیبت انکو پہونچی تو میرے قہر سے بھاگے بھی تو میرے لطف کی گود میں اور انھون نے اپنی جانون کو مجھے سونپ دیا کہ جو چاہون وہ انکے حق میں حکم دون اور یہی اللہ عزوجل نے اپنے خاص بندون سے حکایت فرمایا۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خوف یہان دشمن کا خوف ہے اور جوع سے رمضان کی بھوک ہے اور نقص اموال یہ زکوۃ ہے اور نقص انفس بیماریان ہیں اور ثمرات دیگر صدقات ہیں اور بشر الصابرین یعنے خوشخبری دیدے جنت کی انکے اداکرنے پر صبر کرنے والون کو قولہ تعالے۔ اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ۔ یعنے انپر مشاہدہ حق تعالے کے انوار کی برکتین ہین اور انسے امتحان دور ہونے کی رحمت ہے قولہ تعالے۔ واولئک ہم المہتدون اور وہی راہ پائے ہوے ہیں مقام انس کی طرف خالص اور قدس وصاف حجلۂ انس میں حالانکہ اس سے پہلے اس مقام سے اوٹ میں پڑے تھے عس۔ بالجملہ اللہ تعالے اپنے بندگان صالحین کو انواع مصائب میں امتحان فرماتا ہے اور یہ درحقیقت اسکے تربیت کا

قدرت کی تطورات ہین تاکہ صدق ظاہر ہو اور یہ عادت قدسی متوارث ہے حتی کہ حضرت ابراہیمؑ کو آزمایا کہ اپنی عمر کے اکلوتے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کو قریب بیت العتیق کے بے آب وگیاہ مقام مین ڈال جاوین اور انھون نے بھی کیا اور حضرت ہاجرہ انکی والدہ نے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیا تھے کہ اسمٰعیلؑ پیاس سے تڑپ کر جان دینے لگے اور اسوقت اس مقام متبرک کے مشاعر قدرت سے کچھ آگاہی نہ تھی تھے کہ انھون نے صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سعی کو مشکور فرما کر مشروع کر دیا اور مصیبت کو اس نعمت عظیمہ سے بدل دیا اور کل خوف دور ہو گیا اور چونکہ صحابہ انصار رضی اللہ عنہم اس حال سے واقف نہ تھے تو انھون نے بتون کے خیال سے حج مین صفا و مروہ کی سعی کو گران جانا تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ تم پر یہ شرع

ایک امت صالحہ کی مصیبت ہولناک پر رحمت کا آئینہ شروع ہوئی ہے قال تعالیٰ

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا

صفا اور مروہ جو ہین نشانی ہین اللہ کی پھر جو کوئی حج کرے اس گھر کا یا زیارت کرے تو گناہ نہین اسپر کہ طواف کرے ان دونون مین

وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ

اور جو کوئی شوق سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدردان ہے سب جانتا

جاننا چاہیے کہ خانہ کعبہ بیت عتیق ہے کہ حضرت آدمؑ نے اسکا حج کیا اور حضرت ابراہیمؑ کے بعد سے لوگ برابر اسکا حج کرتے تھے اور حضرت موسیٰ نے بھی اسکا حج کیا ہے پس اسکا بیت اللہ عزوجل ہونا کبھی نہین گیا کہ بیت المقدس قبلہ ہونے کی حالت مین بھی باقی تھا بخلاف بیت المقدس کے کہ اب اسکا طواف نہین جائز ہے پس حضرت ابراہیم کے بعد جب لوگ برگشتہ ہوے تو انھون نے حج مین جاہلیت کی بہت سی باتین شامل کر دین جس سے یہ تمیز نہ رہی کہ کون اصلی مناسک ہین اور کون رسوم جاہلیت ہین از انجملہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا بھی مسلمانون پر مشتبہ ہوا پس اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ یہ دونون شعائر اللہ سے ہین حیث قال عزوجل۔ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ البتہ صفا و مروہ تو شعائر الٰہی سے ہین ف یعنی معالم تعظیم ہین اگرچہ بت پرستون نے بجاے توحید کے یہان بت رکھے اور انکی تعظیم قرار دی پس تم لوگ بتون کو دور کر کے بدستور تعظیم الٰہی عزوجل ادا کرو فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔ پس جو کوئی حج کعبہ کرے یا عمرہ کرے تو اسپر گناہ نہین کہ ان دونون کا طواف کرے ف امام احمد نے مسند مین من طریق الزہری عن عروہ عن عائشہؓ روایت کی کہ عروہ نے کہا کہ مین نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آیا آپ دیکھتی ہین کہ اللہ نے فرمایا کہ۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما۔ پس واللہ کسی پر گناہ نہین کہ ان دونون کے درمیان طواف نہ کرے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اے میری بہن کے لڑکے تونے بڑی بری بات کہی کیونکہ اگر آیت مین یہی مراد ہوتی جو تونے تاویل کی ہے تو یون ہوتا فلا جناح علیہ ان لا یطوف بہما۔ پس تحقیق بات یہ ہے کہ انصار لوگ مسلمان ہونے سے پہلے منات طاغیہ کے لیے اہلال کرتے جسکو پوجتے تھے جو کہ مشلل کے پاس رکھا تھا اور جو کوئی اسکے واسطے اہلال کرتا تھا وہ گناہ جانتا کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے پس انھون نے بعد اسلام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو دریافت کیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ جاہلیت کے زمانہ مین صفا و مروہ دوڑنا گناہ جانتے تھے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونون کے درمیان طواف کرنیکو شرع مقرر فرما دیا ہے پس کسی کو روا نہین ہے کہ ان دونون کے درمیان طواف کو چھوڑے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور زہری کی ایک روایت مین ہے کہ مین نے یہ حدیث شیخ ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام سے بیان کی تو انھون نے کہا کہ البتہ یہ علم ہے کہ مین نے اسکو نہین سنا اور مین نے چند اہل علم سے سنا جو بیان کرتے تھے کہ لوگ سوا ان لوگون کے

جنکا ذکر حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے یوں کہتے کہ ان دونوں پتھروں کے درمیان ہمارا طواف کرنا امر جاہلیت میں سے ہے اور دوسروں نے جو انصار میں سے تھے یوں کہا کہ ہمکو تو بیت اللہ کے طواف ہی کا حکم دیا گیا ہے اور ہمکو صفا و مروہ کے درمیان طواف کا حکم نہیں دیا گیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ شیخ ابوبکر بن عبد الرحمن بن الحارث نے کہا کہ پھر شاید یہ آیت ان لوگوں اور ان لوگوں دونوں فریق کے حق میں اتری ہے اور امام بخاریؒ نے عاصم بن سلیمان سے روایت کی کہ میں نے انس بن مالکؓ سے صفا و مروہ کو پوچھا تو کہا کہ ہم لوگ جانتے تھے کہ یہ امر جاہلیت ہے سو جب زمانہ اسلام آیا تو ہم انکے درمیان سعی کرنے سے رک رہے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا کہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ اور قرطبی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی کہ شیاطین تمام رات صفا و مروہ کے درمیان پھیلے رہتے اور ان دونوں کے درمیان بت رکھے تھے جنکو جاکر مسح کرتے پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں کے بیچ میں طواف کرنے کو دریافت کیا تب یہ آیت اتری قال المترجم شاید کہ سبب نزول اس آیت کا یہ سب سوال ہوئے ہیں اور مفسر سیوطیؒ نے مقدمہ میں بیان کر دیا ہے کہ ایک آیت کے سبب نزول کئی واقعے ہو سکتے ہیں پس ایسی ہی آیتوں میں سے یہ بھی ہے واللہ اعلم اور معالم میں ہے کہ صفا جمع صفاۃ مثل نواۃ و نوی و حصاۃ و حصی وغیرہ۔ و قال ابوالبقا اسکا الف مبدل از واو ہے لقولہم صفوان۔ اور لغت میں اسکے معنے چکنا کڑا پتھر اور مروۃ واحد ہے اسکی جمع مروات و مرو آتی ہے اور معنے اسکے نرم پتھر ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ دونوں کے لغوی معنے ایک ہیں اور بغوی نے کہا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں لفظوں سے دو پہاڑ مراد لیے ہیں جو مکہ میں اس نام سے معروف ہیں اسیواسطے ان پر الف لام داخل ہوا ہے اور شعائر جمع شعیرۃ معنے علامت پس جو جگہ ایسی ہو جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب ہوتا ہے مثل دعا و نماز و قربانی وغیرہ کے وہ شعیرۃ ہے لہذا طواف و وقوف و قربانی کی جگہیں سب شعائر اللہ ہیں اور شعائر سے مراد یہاں وہ مناسک ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنی طاعت کے لیے اعلام قرار دیا ہے پس صفا و مروہ انھیں مناسک میں سے ہیں کہ انکا طواف کرنا طاعت و تقرب ہے اور قرطبی نے ذکر کیا کہ صفا کو مذکر فرمایا کیونکہ آدم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور مروہ کو مونث کیا کہ حوا علیہا السلام کے کھڑے ہونے کا مقام ہے اور اس بیان بالا سے کچھ حاجت نہیں رہی کہ تقدیر کلام میں طواف الصفا والمروۃ یا سعی الصفا والمروۃ لیجاوے کما قال ابوالبقا فتامل اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ صفا و مروہ کے درمیان طواف منجملہ شعائر اللہ کے ہے یعنے ان چیزوں میں سے ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے لیے مناسک حج میں مشروع کر دیا تھا اور اوپر حدیث ابن عباسؓ میں گذر چکا ہے کہ اس طواف کی اصل حضرت ہاجرہ والدۂ اسمعیل علیہ السلام سے ماخوذ ہے کہ جب حضرت ابراہیم ان دونوں کو یہاں چھوڑ گئے اور یہاں کوئی نہ تھا اور انکے پاس جو دانہ پانی تھا سب خرچ ہو گیا اور حضرت ہاجر کو اپنے فرزند کے تلف ہونیکا خوف ہوا تو وہ صفا و مروہ کے درمیان نہایت متردد و مضطر و خائف اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں محتاجی کے ساتھ ملتجی دوڑتی تھیں یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے رحم سے انکی سختی و تکلیف و غربت کو دور کیا پس جو شخص ان دونوں کے بیچ میں دوڑے اسکے پیش نظر اپنی فقیری و ذلت و محتاجی اس امر کے ساتھ ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اسکو راہ راست کی ہدایت کرے اور اسکے دل کو صلاحیت دے اور گناہ عفو کر دے اور بد خصلتیں اس سے دور کر دے اور اپنی مرضی پر ثابت رکھے قال المترجم مفسرین نے کہا کہ اہل اسلام کا اسپر اجماع ہے کہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا مشروع ہے مگر اختلاف اسمیں ہے کہ رکن ہے یا واجب ہے یا مستحب ہے پس شافعیؒ نے کہا کہ رکن ہے یعنے ایسا واجب ہے کہ اسکے جاتے رہنے سے حج نہ ہوگا اور کسی طرح جبر نقصان نہیں ہو سکتا اور دلیل انکی وہ حدیث ہے کہ جسمیں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی لکھدی ہے اسکو بیہقی و امام احمد و ابن المنذر و ابن القانع و ابن سعد نے حبیبہ بنت ابی تجراۃ سے روایت کیا اور طبرانی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی لکھدی ہے پس سعی کرو اور مسلم وغیرہ نے عائشہؓ سے روایت کی کہ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ مجھے اپنی عمر کی قسم کہ نہ پورا کیا اللہ تعالیٰ نے حج ایسے شخص کا جسنے صفا و مروہ کے بیچ میں سعی نہ کی اور نہ ایسے شخص کا عمرہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ

ف یعنی ان دونوں کے درمیان سعی کرنے کو ۱۲

ف یعنی جبتک زمانہ حالت اسلام نہ آیا تھا ۱۲

ف سعی ... یعنی صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا ۱۲ منہ

اور نیز حدیث حضرت عائشہ ہے جو سبب نزول کے بیان مین گذری اور یہی مذہب مشہور امام مالک کا اور ایک روایت امام احمد سے ہے قال المترجم بعض نے
کہا کہ فلا جناح پر ختم کلام اور۔ علیہ ان یطوف سے شروع ہے ذکرہ ابو البقا پس اسمین بھی دلیل ہے کہ یہ طواف اسپر واجب ہے مگر محققین نے اس طرح
قرات پر طعن کیا ہے انھین مین سے شیخ ابن الجزریؒ ہین اور حق یہ ہے کہ تقدیر کلام یون ہے۔ فلا جناح علیہ فی ان یطوف بہما۔ اور اس تقدیر پر اس کلام سے یہ ثابت
ہوتا ہے کہ جسنے حج یا عمرہ کیا اسپر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے مین گناہ نہین ہے یعنے وہ مختار ہے اور چونکہ بالاتفاق یہ سعی مباح نہین ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ من شعائر اللہ۔ تو یہ سعی مندوب و مستحب ہوگی جیسا کہ مذہب ابن عباسؓ و انسؓ و ابن عمرؓ کا ہے اور امام احمد و مالک سے ایک روایت مین ثوری و
شعبی و ابن سیرین سے یہی قول مذکور ہے اور بیضاوی نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے اسواسطے کہ گناہ کی نفی اس جواز پر دلالت کرتی ہے جو معنی وجوب مین
داخل ہے پس اس سے وجوب باطل نہین ہوتا ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ واجب ہے حرام نہین ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے بعضون نے استحباب کا قول نقل کیا مگر
اصح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ واجب ہے رکن نہین ہے چنانچہ اگر اسکو عمداً یا سہواً ترک کیا تو قربانی دیگر جبر نقصان ہو سکتا ہے اسلیئے
کہ آیت تو مستلزم ہجز ہے اور حضرت عائشہؓ و انسؓ سے جو سبب نزول مروی ہے اس سے بھی وجوب نہین ثابت ہوتا ہے ہان وہ حدیث جو شافعیؒ وغیرہ
نے روایت کی دلیل وجوب ہے لیکن چونکہ خبر احاد سے ہے اس سے رکن ہونا نہین ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ رکن تو قطعی دلیل سے ثابت ہوتا ہے پس اگر مان لیا
جاوے کہ حدیث مذکور بحسب المعنی قطعی ہے تو بحسب قطعی نہین جس سے رکن ہونا ثابت نہین ہوتا پس ہمنے آیت و حدیث کو جمع کرکے کہا کہ صفا و مروہ کے
درمیان طواف کرنا واجب ہے مگر ایسا واجب کہ اگر فوت ہو جاوے تو قربانی دیگر جبر نقصان کر دیا جا سکتا ہے اور حج و عمرہ تمام ہو جائیگا پس یہ
شافعی کے معارض ہے قول اجلہ صحابہ مثل ابن عباسؓ و ابن عمرؓ و انسؓ وغیرہ کا جیسا کہ ظاہر ہوا۔ پھر جاننا چاہیے کہ سعی پہلے صفا سے شروع کرے
جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث طویل جابرؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف بیت سے فارغ ہوئے تو رکن کیطرف پھر آئے اور اسکو استلام
کیا پھر باب صفا سے نکلے اور پڑھتے جاتے تھے۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ پھر فرمایا کہ مین اُسی سے شروع کرونگا جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع
کیا ہے یعنے صفا سے اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ نسائی کی روایت مین ہے۔ ابدأوا بما بدأ اللہ بہ۔ یعنے تم لوگ اس سے شروع کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع
کیا ہے قال المترجم اور مفسر سیوطیؒ نے اسکو بھی دلیل وجوب مین شامل کیا شاید بایں استدلال کہ جسکا شروع کرنا واجب ہے وہ چیز بدلیل اقتضاء خود
واجب ہوگی اور یہان صفا سے شروع کرنا بدلیل صیغہ امر جو وجوب کیواسطے ہے واجب ہوا تو طواف واجب ہے اور یہ غایت توجیہ ہے وفیہ تامل۔ اور حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم جو صفا و مروہ کے طواف کو جاتے ہوئے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ پڑھتے جاتے تھے اسمین جدید تنبیہ و اظہار تھا کہ ان دونون کی سعی بسبب
شعائر اللہ ہونے کے ہے نہ بسبب بتون کے کیونکہ پہلے ان دونون پر بت تھے جیسا کہ ابن عباسؓ کے اثر سے ثابت ہوتا ہے پس اساف و نائلہ یہ دونون انہین
مشرکون کے نزدیک بڑے ہو گئے اور شعبیؒ نے کہا کہ صفا پر اساف تھا اور مروہ پر نائلہ تھی اور جاہلیت مین لوگ طواف مین انھین دونون کو چوم
جاتے تھے پس بعد اسلام کے ان دونون کے درمیان طواف کرنے سے رکے پس یہ آیت اتری اور بعض نے ذکر کیا کہ اساف مرد کی صورت اور نائلہ
عورت کی شکل تھا اور یہ دونون قریش کے بت تھے اور انکو عمرو بن لحی نے یہان لا کر رکھا تھا اور محمد بن اسحاق نے کتاب السیر مین ذکر کیا کہ اساف و نائلہ عورت
مرد تھے اور قریش مین بہت نیک مشہور تھے ان دونون نے کعبہ کے اندر باہم زنا کیا پس مسخ کرکے پتھر کر دیے گئے پس قریش نے انکو کعبہ کے سامنے
رکھدیا تھا تاکہ لوگ انکو دیکھکر عبرت پکڑین پھر جب زمانہ دراز گذر گیا تو ذریات اولاد انکی پرستش کرنے لگے پھر دونون کو صفا و مروہ پر اٹھا لائے
اور یہان نصب کیا اور صفا و مروہ کی سعی مین انھین کو استلام کرتے تھے۔ اگر کہا جاوے کہ اس سے تو دلیل ہے کہ فلا جناح علیہ ان یطوف بہما۔
اللہ تعالیٰ نے انکے اس خیال کو دفع کیا جو سمجھتے کہ صفا و مروہ کی سعی جاہلیت اور گناہ کی رسم ہے سو فرمایا کہ گناہ نہین ہے اور وجوب سعی اپنے حال پر رہا تو

جواب یہ ہی کہ ہان یہ سب اس حجت کے جو وجوب پر لائی جاتی ہی تاکید ہی اور رہا رکن کی دلیل سوائے اس حدیث صحیح کے اور نہین اور ہمنے بیان کر دیا
کہ اسکی سند با وجود صحت کے ظنی ہی لہذا رکن ہونا ثابت نہ ہوگا پس واجب ہونا ثابت ہوا اور بعض نے کہا کہ عدم وجوب کی دلیل آخر آیت بھی ہی
فرمایا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ اور جسنے نیکی کو رغبت سے ادا کیا تو اللہ تعالے شاکر علیم ہے ف قرطبی نے استدلال
ذکر کیا یعنے - ومن تطوع بالسعے بینہما - اور خیرًا صفت مصدر محذوف ہی اور تطوع نفل ہوتا ہی تو وجوب نہوا اور جواب یہ ہی کہ طوع بمعنے انقیاد
اور عرف مین تطوع وہ امر خیر کہ جسکو اپنی رغبت سے بجا لاوے ایسے امور مین سے جو اسپر واجب نہین کما ذکرہ فی الکبیر پس یا تو یہ معنی ہین کہ فعل
طاعۃ فرضًا کان او نفلا یعنے طاعت کا فعل کیا خواہ فرض ہو یا نفل ہو یا یہ معنے ہین کہ زاد علی ما فرض علیہ من حج او عمرۃ - یعنے جو اسپر حج یا عمرہ فرض ہی اسپر
اور زیادہ کیا اور حج وعمرہ مین سعی مذکورہ واجب ہی پس تطوع منوی اور تقدیر کلام بلا ضرورت مسلم نہین ہی فافہم ف ل فی العرائس قولہ تعالے ان الصفا
والمروۃ من شعائر اللہ - صفا اور مروہ دونون مخصوص بانوار تجلی ہین کیونکہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا - جاء اللہ من سیناء واستعلن بساعیر واشرق من
جبال فاران - یعنے آیا اللہ تعالے سیناء سے اور ظاہر ہوا ساعیر سے اور چمکا فاران کے پہاڑون سے - اور یہ دونون آفتاب عزت کے اشراق سے
متلبس ہین اور جو شخص ان دونون پر چڑھا اسکو چاہیے کہ ان دونون مین لباس قدرت کا نور حال مشاہدہ کے نور مین مستغرق ہوکر دیکھے اور ان دونون
پر نظر ڈال کر بشریت کی کدورتون سے پاک ہو جاوے اور صفائی معرفت کے ساتھ اسمین اچھے اخلاق ظاہر ہون - اور نیز صفا و مروہ کے ذکر مین سرادق
ملکوت اور جبروت کی طرف اشارہ ہی اسلیے کہ صفا و مروہ دونون مکہ کے واسطے حجاب ہین اور مکہ حجاب ہی حرم کا اور حرم حجاب ہی بیت اللہ کا اسی طرح
خیمہ حضوری تک پردے ہین - اور نیز صفا کا اونچا مقام ان عارفون کے چڑھنے کا پہاڑ ہی جو مشاہدہ طلب کرنے کی غرض سے اپنی ارواح کو نور معرفت سے
صاف کرنا چاہتے ہین اور مروہ کا مقام ان زاہدون کے چڑھنے کا پہاڑ ہی جو معاملہ آخرت کی طلب مین اور جزا و ثواب حاصل کرنے کے واسطے اپنے
اشباح یعنے صورتون کو ندامت کے آنسوؤن سے پاک کرنا چاہتے ہین اور نیز صفا اشارہ ہی ازل سے اور مروہ اشارہ ہی ابد سے کیونکہ یہ دونون شعائر اللہ
تعالے سے ہین - اور نیز صفا وہ روح ہی اور مروہ قلب ہی - اور بعض اکابر نے فرمایا کہ جو شخص حج وعمرہ کرنے مین صفا پر چڑھا اور اسکا سِرّ واسطے اللہ تعالے
کے صاف ہوا تو شعائر حج مین سے اسپر کچھ بھی ظاہر نہوا اور جو شخص مروہ پر چڑھا اور حقائق مغیبات عالم الغیب مین سے اسکو کچھ نظر نہ آیا اسکے لیے شعائر حق سے کچھ
نہ کھلا اور بعض نے فرمایا کہ صفا حضرت حق عزوجل کے فردوس مین پہونچنے کا مقام ہی سو جو وہان پہونچکر مصافات حق کے واسطے خالص نہوا اسکو جان
لینا چاہیے کہ حج مین اسکی کوشش برباد اور وقت ضائع ہوا - شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے کہا مین نے منصور بن عبد اللہ سے سُنا کہ کہتے تھے مین ابو القاسم
سے سنا کہتے تھے کہ مین نے ابو جعفر سے سنا کہ وہ علی بن موسی الرضا عن ابیہ عن جعفر صادق علیہ السلام روایت کرتے تھے کہ حضرت جعفر صادق نے فرمایا کہ صفا وہ روح ہی کیونکہ وہ
مخالفتون کی پلیدی سے صاف ہوتی ہی اور مروہ نفس ہی کیونکہ وہ اپنے مولی کی خدمت مین قائم ہونے مین مروت کا برتاؤ کرتی ہی اور فرمایا کہ صفا وہ صفائے
معرفت ہی اور مروہ وہ مروت عارف ہی قال المترجم جاء اللہ من سیناء الی آخرہ جو حدیث کی لفظ سے نقل کیا یہ روایت اسرائیلیات ہی اور مرفوع ثابت نہین ہی
توریت یا انجیل مین ہی اور یہ اشارات ہین اور اسی توریت سے بشارت نبوت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتی ہی اور سیناء سے مراد کوہ طور موسی اور
ساعیر کوہ شام عیسی اور فاران کو پہاڑ مکہ ہین چنانچہ سابق مین مفصل ذکر ہوا ہی اور کتب توریت و انجیل مین فاران سے ظہور نبوت خاتم المرسلین صلوات اللہ
علیہم اجمعین صریح مذکور تھا اور یہی صفا و مروہ بھی ہین جنکو شعائر الہی فرمایا ولیکن یہود وغیرہ نے چھپایا لہذا اللہ تعالے نے فرمایا

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ

جو لوگ چھپاتے ہین جو کچھ ہمنے اوتارا صاف حکم اور راہ کے نشان بعد اسکے کہ ہم اونکو کھول چکے لوگون کے واسطے کتاب مین

اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ

انکو لعنت دیتا ہے اللہ اور لعنت دیتے ہین سب لعنت دینے والے مگر جنھون نے توبہ کی اور سنوارا اور بیان کردیا تو انکو معاف کرتا ہون

عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

اور مین ہون معاف کرنے والا مہربان

شیخ ابن کثیر وغیرہ کی تفسیر مین ہی کہ جو شخص ایسی چیزون کو چھپادے جسکو اللہ تعالے نے پیغمبرون کے ساتھ بھیجا ہی یعنی کھلی دلیلین جو مقاصد صحیحہ پر دلالت کرتی ہین اور نیک ہدایتین جو قلوب کی اصلاح کے لیے کافی ہین انکو جو شخص چھپادے اسکے لیے یہ سخت وعید ہی کہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۔ جو لوگ ان بینات اور ہدی کو چھپاتے ہین جو ہمنے نازل فرمائین بعد ازانکہ ہمنے انکو کتاب سابق مین بیان کردیا ایسے ہی لوگ ہین جنکو اللہ تعالے لعنت کرتا اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہین ف حتی کہ فاران پہاڑون کے فضائل جو متعلقًا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت عظیمہ ہین بیان نہین کرتے ہین۔ شیخ ابو العالیہ و ایک جماعت سلف نے کہا کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق مین اتری جنھون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو چھپایا پس اہل کتاب مین یہود و نصاری دونون شامل ہین کہ صفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چھپانے مین دونون شریک ہین اگرچہ یہود اس مذمت کے زیادہ لائق ہین کیونکہ انکی کتاب مین صفت شرح تھی اور انھون نے سوا اسکے دیگر احکام مثل آیت رجم وغیرہ کے بھی چھپائے تھے اور شاید اسی سے مفسر سیوطی رہ نے یہود کو مخصوص کیا پھر اصح یہ ہی کہ یہ آیت ہر ایسے شخص کے واسطے عام ہے جو علم حق کو چھپادے اسواسطے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہی خصوص سبب کا نہین کما تقرر فی الاصول۔ اور حدیث مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ جس کوئی علم پوچھا گیا اور اسنے چھپایا تو قیامت مین آگ کی لگام سے لگام دیا جائیگا اور یہ حدیث کئی طریق سے روایت کی کہ بعض کی بعض تقویت کرتا ہی اور صحیح مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ کہا تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہ رض نے اکثار کیا یعنی حدیثین بہت روایت کرتا ہی اور قسم ہی اللہ تعالے کی کہ اگر کتاب اللہ تعالے مین ایک آیت نہوتی تو مین کسی سے کچھ حدیث نہ بیان کرتا اور پڑھی۔ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات الآیۃ۔ اور صحیحین مین حدیث دیگر بھی ہی پس یہ تقویت ظاہر ہی کہ حکم آیت عام ہی قال المترجم عام ہونے سے اگر یہ مراد ہی کہ مسلمان اگر علم کو چھپادے تو مستحق لعنت ہوگا تو دلائل اسکے واسطے شاہد نہین اور حدیث ابو ہریرہ مین یہ مذکور ہی کہ قیامت مین اسکے منھ مین آگ کی لگام دیجائیگی اور اگر یہ مراد ہی کہ مطلق مذمت مین سب شامل ہین گو نوع عذاب مین فرق ہو تو اسمین کوئی شبہہ نہین ہی۔ اگر کہا جاوے کہ حضرت ابو ہریرہ رض جنھون نے حدیث کتمان علم روایت کی خود بھی چھپایا ہی چنانچہ بخاری مین حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو دعاء علم یاد کیے ایک تو مین نے تم مین پھیلا دیا اور رہا دوسرا پس اگر اسکو مین تم مین پھیلاؤن تو میرا نرخرا کاٹا جاوے تو جواب یہ ہی کہ نہ چھپانے کا حکم انھین علوم مین ہی جو بینات و ہدی ایسے ہون کہ اللہ تعالے نے انکو لوگون کے واسطے ظاہر فرمایا ہو جیسا کہ کہا ہی کہ یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب۔ اور جو ایسا نہو اسکے چھپانے مین مضائقہ نہین خصوص جبکہ قتل کا خوف ہو اور یہین سے معلوم ہوا کہ اکابر شراح نے جو اس حدیث ابو ہریرہ مین دوسرے دعاء علم کی تاویل مین کہا کہ وہ فتن و مشاجرات تھے ایک تحقیق ہی کہ حذیفہ رض بھی ایسا علم رکھتے تھے اور حضرت عمر رض بھی جانتے تھے جیسا کہ کنایات سے انکی گفتگو باہمی درباب شہادت عثمان رض و ترقی فتنہ تا قیامت کی حدیث بخاری سے واضح ہی اور وہ جو بعض عوام صوفیہ نے اسکو علم حقیقت پر محمول کیا ہی ضعیف ہی کما لا یخفی اگر کہا جاوے کہ الکتاب واحد ہی پس یا توریت یا انجیل ہوگی یہود و نصاری دونون کے حق مین عموم کیونکر ہو سکتا ہی تو جواب یہ ہی کہ کتاب اسم جنس ہی اور الف و لام کلے سے وہ شامل جمیع کتب کے ہو گیا الخ

بعض نے کہا کہ مراد توریت ہے - جاننا چاہیے کہ اسمین اختلاف ہے کہ علوم دین کا ظاہر کر دینا فرض کفایہ ہے کہ بعض کے اظہار سے باقیون کے ذمہ سے
ساقط ہوگا اور کوئی نہ ظاہر کرے تو سب گنہگار ہونگے یا فرض عین ہے کہ ہر جاننے والے پر اظہار کر دینا فرض ہے اور اصح یہ ہے کہ بعض کے اظہار سے اگر کل
اسکو پا سکتے تو پوشیدہ کرنے کی وعید نرہیگی پھر جاننا چاہیے کہ اہل کتاب جنکے حق مین یہ آیت ہے بڑا چھپانا چھپایا اور کفر اختیار کیا اسی سے اللہ عزوجل نے
فرمایا - اولٰئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون - پس اللہ تعالےٰ کی لعنت تو یہ ہے کہ انکو رحمت سے دور کر دیا اور مراد رحمت خاصہ آخرت ہے اور جسکو چاہے
دنیا مین بھی راندے اور لاعنون کی تفسیر مین اختلاف ہے پس ابو العالیہ و ربیع بن انس و قتادہ نے کہا کہ مراد ملائکہ و مومنون ہین پس مومنون مین
مسلمان انسان و جن دونون داخل ہونگے اور بصیغہ عقلاء جمع ہونا بھی اسکے مؤید ہے اور یہی قول زجاج کا ہے اور ابن عطیہ نے اسکو ترجیح دی ہے اور ابن عباس رضی
سے روایت ہے کہ لاعنون سے مراد سوائے جن و انس کے سب ہین پس صیغۂ عقلاء سے جمع ہونا بسبب تغلیب ملائکہ کے ہے اور اسکے مؤید ہے وہ حدیث جو براء بن
عازب رضی نے روایت کی کہ ہم لوگ ایک جنازہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ کافر کی دونون آنکھون کے بیچ مین ایک سخت
ضرب ایسی ماری جاتی ہے کہ اسکو ہر دابہ سوائے جن و انس کے سنتا ہے پس ہر دابہ جسنے اسکی آواز سنی اُس کافر میت کو لعنت کرتا ہے پس یہی ہے قول اللہ تعالےٰ کا
اولٰئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون - یعنے زمین کے دوابؔ رواہ ابن ابی حاتم و ابن ماجہ و ابن المنذر - اور مجاہد رح نے فرمایا کہ جب زمین مین خشک سالی
ہوتی ہے تو بہائم کہتے ہین کہ یہ آدمیون کے گناہون کی وجہ سے ہے اللہ تعالےٰ آدمیون مین کے نافرمانون پر لعنت کرے پس ان لعنت کرنے
والون کی لعنت کے یہی معنی ہین کہ اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہین کہ انپر لعنت کرے امام ابن کثیر رح نے فرمایا کہ غور سے دیکھو کہ حدیث مین آیا ہے کہ عالم کیواسطے
ہر چیز استغفار کرتی ہے یہانتک کہ چیونٹیان اپنے سوراخون مین اور مچھلیان دریاؤن مین اور پرندے ہوا مین پس یہ یہودی و نصاریٰ کے عالم لوگ بخلاف
علماء کے ہین کہ انپر اللہ تعالےٰ و ملائکہ و لوگون کی لعنت ہے - پھر یہ لعنت یا تو بزبان مقال ہے یا بزبان حال ہے اور شیخ ابو العالیہ سے روایت ہے کہ یہ قیامت
کے دن ہوگی قال المترجم اصح یہ ہے کہ یہ لعنت بنا بر تفسیر ابن عباس رض کے ہر ایک جاندار کی طرف سے تحقیقی ہے اگرچہ بعض کا ہمکو شعور ہے اور بعض کا نہین ہے اور
اسکی تحقیق ہم تحت تفسیر قولہ تعالےٰ - وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ - بیان کر چکے ہین فتذکر پھر اللہ تعالےٰ نے ان یہود و نصاریٰ کے علم چھپانے
والون سب مین سے ایسون کو استثنا کیا جنھون نے توبہ کی پس فرمایا اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ
اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سوائے ان کتاب والون کے جنھون نے توبہ کی اور اصلاح کی اور صاف
بیان کر دیا تو ایسے بندون پر مین رجوع فرماتا ہون اور مین تواب رحیم ہون ف اس استثنا مین اختلاف ہے کہ متصل ہے یا منقطع ہے جیسا کہ
شیخ ابو البقاء نے ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ استثنا متصل ہے اور مستثنیٰ منہ وہ ضمیر ہم فی قولہ یلعنہم ہے اور بعض نے فرمایا کہ استثنا منقطع ہے اسواسطے کہ
جنھون نے چھپایا تھا وہ قبل توبہ کرنے کے لعنت کیے گئے اور استثنا فقط اس بیان کے واسطے ہے کہ توبہ کرنے والون کی توبہ قبول ہوئی اور اسواسطے
نہین ہے کہ چھپانے والون مین سے ایک قوم پر لعنت نہین کی گئی قال المترجم تحقیق یہ ہے کہ استثنا متصل ہے اور چھپانے والون مین سے جنکا انجام مردود
اور جنکا مغفور ہو سکا سب علم الٰہی مین تھا فافہم اور تابوا سے مراد یہ ہے کہ انھون نے ہر کفر و شرک و بدعات سے توبہ کی جسمین سے امر حق کا چھپانا بھی ہے
کیونکہ خالی چھپانے سے توبہ کر لینے سے لعنت انپر سے نہ جائیگی جبتک کہ ایمان نہ لاوین اور ہر ایسی چیز سے توبہ نہ کرین جس سے توبہ کرنا واجب ہے
دفع لعنت کے لیے اور اسی سے فرمایا واصلحوا یعنے اپنے اعمال ظاہری و افعال باطنی نیک کیے اور جو خرابی کر ڈالی تھی اسکا تدارک کر دیا اور منجملہ مفسدات
کے کتمان حق تھا اسی سے فرمایا - وبینوا - یعنے جو انھون نے امر حق کو چھپایا تھا اسکو خوب مبالغہ سے ظاہر کر دیا تو وہ اس جزا و ثواب کے مستحق ہوئے
کہ - فاولٰئک اتوب علیہم - یعنے ایسے لوگون کی توبہ قبول کرتا ہون اور یہ محض صفت رحمت و توابی کا مقتضا ہے اسی لیے فرمایا - وانا التواب

ؔ دواب جمع دابہ ہر جاندار جو زمین پر چلتا ہے یا رینگتا ہے ۱۲م

الرحیم - اور یہ صفت مخصوص اسی امت مرحومہ نبی الرحمۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ظاہر ہوئی کہ دلی ندامت وبیان سے توبہ ہو شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ
اگلی امتون مین سے ایسے لوگون کی توبہ اسطرح نہین قبول ہوتی تھی اور اس کلام مین دلالت ہے کہ جو شخص کسی بدعت یا کفر یا شرک کی دعوت کرچکا ہو اگر اسنے سچی توبہ کی
اور مرد صالح ہو گیا اور پہلے کی غلطی کو ظاہر کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرما ویگا اور جو مرتے دم تک کافر رہے انکا انجام بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ

جو لوگ کافر ہوئے اور مرگئے اسی حال مین کہ وہ کافر تھے انھین پر ہے لعنت اللہ کی اور فرشتون کی اور لوگون کی سب کی

أَجْمَعِينَ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ۝

رہ پڑے اوسمین نہ ہلکا کیا جائیگا انپر سے عذاب اور نہ انکو فرصت ملے گی

واضح ہو کہ توحید ایمان صرف ایک راہ مستقیم ہے اور وراے توحید کے بیشمار راہین کفر ہین جیسے دو نقطہ کے بیچ مین خط مستقیم صرف ایک ہو سکتا ہے اور کج خطوط غیر متناہی نکلتے ہین لیکن یہ سب کفر ہین اسیواسطے کہا گیا کہ کفر ملت واحدہ ہے۔ بالجملہ بیشمار راہین کفر پر جو کوئی مرگیا اسکا انجام یہ ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ - البتہ جو لوگ کافر بنے اور اسی حالت پر مرے کہ کافر تھے ف بیضاوی نے اشارہ کیا کہ آیت مین حق چھپانے والے کافر مراد ہین چنانچہ بیضاوی نے تفسیر مین کہا کہ اے من لم یتب من الکاتمین حتی مات - یعنے حق چھپانے والون مین سے جسنے توبہ نہ کی یہانتک کہ مرگیا۔ ھ۔ شاید تخصیص اس نظر سے ہوگی کہ ماقبل کے ساتھ خوب منتظم ہو ورنہ کوئی وجہ تخصیص کی نہین جیسا کہ اورون نے کہا کہ کافر خواہ حق چھپانے سے ہوے یا اور وجہ سے اور یہی کلام مفسر سیوطیؒ سے ظاہر ہے اور یہی ارجح ہے اسلیے کہ معنی کی راہ سے شامل تر ہے اور اس شمول کے ساتھ ماقبل سے منتظم ہونا خود ظاہر ہے و قولہ وہم کفار۔ جملہ حال اور واو حالیہ ہے اور زمخشری نے کہا کہ اسکا حذف شاذ ہے۔ بالجملہ جس کسی کافر نے مرتے دم تک توبہ نہ کی أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ - تو یہی لوگ ہین کہ انپر اللہ تعالیٰ وملائکہ وجمیع لوگون کی لعنت ہے
ف یہ جملہ اسمیہ خبر ان واقع ہے اور یہ دوام واستمرار پر دلالت کرتا ہے کہ لعنت مذکور اس حالت پر مرنے والون سے کبھی الگ نہوگی بخلاف اوس آیت کے کہ اسمین یلعنہم اللہ۔ بجملہ فعلیہ فرمایا کہ اسکی دلالت وقوع پر ہے با وجود اسکے تاکید شدید فرمائی بقولہ تعالیٰ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ - یہ لوگ ہمیشہ اسمین رہینگے انسے عذاب تخفیف نہوگا اور نہ وے لوگ مہلت دیے جاوینگے ف یہان چند مقام ہین اول لعنت کیونکر ہے دوم سب آدمیون مین یہ کفار خود داخل ہین یا نہین سوم ضمیر خالدین فیہا سے اللعنۃ یا فی النار - اور بیان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی لعنت کرنے کے یہ معنے ہین کہ پھٹکارا اور اپنی رحمت سے دور کر دیا اور یہ سواے خداے تعالیٰ کے اور کسی سے ممکن نہین ہے اور فرشتون وتمام لوگون کی لعنت کرنے کے یہ معنی ہین کہ یون بد دعا کرین کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافر پر لعنت کرے اور شیخ ابو العالیہ وقتادہ سے روایت ہے کہ یہ قیامت کے روز واقع ہوگا کہ قیامت کے روز کافر کھڑا کیا جائیگا پس اللہ تعالیٰ اسپر لعنت کریگا پھر ملائکہ اسپر لعنت کرینگے پھر سب آدمی اسپر لعنت کرینگے۔ اور اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ کسی خاص معین زندہ کافر پر لعنت کرنا نہین جائز ہے اسواسطے کہ اسکا حال اسکی وفات کے وقت معلوم نہین اور ایک جماعت علماء اسی طرف گئی ہین کہ معین زندہ کافر لعنت نہ کیا جاوے مگر مطلق کافر پر لعنت کرنا علی العموم روا ہے اسمین کوئی خلاف نہین ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور انکے بعد کے خلفاء وائمہ اسلام قنوت وغیرہ مین مطلقاً کافرون پر لعنت کیا کرتے تھے اور اگر کہا جاوے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معین کافرون پر نام بنام لعنت فرمائی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوتا تھا اور کسی کو معلوم نہین ہو سکتا علاوہ ازین اللہ تعالیٰ نے آپکو اس سے منع بھی کر دیا جیسا کہ آئندہ تفسیر قولہ لیس لک من الامر شیء مین آویگا۔ اور بعض نے کہا کہ کافرون

لعنت کرنا بھی ظاہر پر عمل کر کے جائز ہے جیسا کہ اسکے ساتھ قتال کرنا جائز ہے اور اسی کو فقیہ ابو بکر بن العربی نے اختیار کیا ہے۔ اور قرطبی نے فرمایا کہ کافر پر
لعنت کرنا کفر سے زجر کرنے کے طریق پر نہیں ہے بلکہ یہ اسکے کفر کی جزاء ہے اور اسکے قبح کفر کا اظہار ہے خواہ کافر عاقل ہو یا مجنون ہو اور سلف میں سے ایک
جماعت نے فرمایا کہ کافرون میں سے جو مجنون ہو گیا یا مر گیا اسپر لعنت کرنیکا کچھ فائدہ نہیں ہے نہ بطور جزا کے اور نہ بطور زجر کے اور کہا کہ اس قول کی دلالت
یہ ہے کہ آیہ کریمہ مین اس امر کی خبر دی ہے کہ اللہ تعالےٰ اور ملائکہ اور سب لوگ ایسے کافرون پر لعنت کرتے ہین اور آیت کریمہ مین لعنت کرنیکا حکم نہیں دیا ہے
شیخ ابو بکر بن العربی مالکی نے فرمایا کہ گنہگار معین پر لعنت کرنا بالاتفاق نہین جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور مین ایک شراب خوار کئی بار لایا گیا اور
ہر بار اسپر حد ماری جاتی تھی پس ایک شخص نے کہا کہ اللہ تعالےٰ اسپر لعنت کرے کسقدر بار بار لایا جاتا ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی پر شیطان کے
مددگار نہ بنو اور حدیث صحیحین مین ہے اور بعض روایت مین ہے کہ فرمایا کہ اسکو لعنت مت کر کیونکہ وہ اللہ و اسکے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اسی سے
بعض نے استدلال کیا کہ جو شخص اللہ و رسول کو دوست نہ رکھتا ہو مثلاً کوئی کافر کہ وہ معین ہو تو اسپر لعنت کرنا جائز ہے۔ اور قولہ والناس اجمعین۔ یعنے لوگ کے
سب آور اجمعین یہ وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے والناس اجمعین فرمایا حالانکہ ناس مین مسلمان و کافر سب شامل ہین اور کافر کے دین والے کافر کو لعنت نہیں کرتے ہین اور
نیز ناس اجمعین مین وہ کافر خود شامل ہے حالانکہ اپنے آپ کو لعنت نہیں کر سکتا ہے اور اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول آنکہ کل مراد ہین لیکن یہ قیامت میں ہوگا
جیسا کہ ابو العالیہ و قتادہ سے اوپر گذرا دوم آنکہ الناس اجمعین سے مراد خاص وہ لوگ جنکے لعنت کرنیکا اعتبار ہے اور وہ مومنین ہین یہ ایک روایت قتادہ
سے بھی ہے اور یہی حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے اور اس صورت مین یہ کلمہ عام اور مراد خاص ہے اور تائید قول اول یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا۔
یلعن بعضکم بعضا۔ یعنے بعضے کافر دوسرون کو لعنت کرینگے۔ اور فرمایا کہ۔ کلما دخلت امۃ لعنت اختہا یعنے ہر بار جب ایک گروہ آگ مین داخل ہوگا
تو اپنے ساتھی گروہ پر لعنت کریگا۔ سوم آنکہ اکثر کی طرف سے لعنت ہونے پر کل کی طرف سے تغلیباً لعنت کا اطلاق ہے بوجہ اسکے کہ اکثر کا حکم اقل پر بھی
ہو گویا سب نے لعنت کی چہارم آنکہ وہ لوگ ظالمون و کافرون پر لعنت کرتے ہین حالانکہ وہ بھی ظالم و کافر ہین پس جب اسنے ظالم و کافر پر لعنت کی تو اپنے
آپکو لعنت کی قال المترجم اولیٰ یہ ہے کہ اجمعین تاکید مفردات ہے یعنے اللہ تعالےٰ کی اور ملائکہ کی اور لوگون کی سب کی لعنت ہے پس الناس سے مراد
اہل ایمان ہین بنا بر آنکہ الف لام عہد کا ہے آور بعض نے جواب دیا کہ لعنت کرنے سے مراد عام ہے کہ بزبان مقال ہو یا بزبان حال ہو پس بزبان
حال ہر کافر دوسرے پر بلکہ اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اور بعض نے حق جواب کی طرف یون اشارہ کیا کہ معنے یہ ہین کہ ان پر اللہ تعالےٰ و ملائکہ و
لوگون کی سب کی لعنت ہے یعنے ایسے کافر جو کفر پر مرے ہین وہ اس طرح لعنت کے مستحق ہین خواہ وہ اپنے اوپر اپنی زبان سے یا
اپنے ساتھیون پر اپنی زبان سے لعنت کرین یا نہ کرین پس یہ کلام ایسا ہے کہ گویا فرمایا کہ انپر افراد لعنت کے تمام و کمال ہین اور وہ قدرت
الٰہی مین واقع و متحقق ہین فافہم آور قولہ تعالےٰ خالدین فیہا ضمیر مونث فیہا کی لعنت کی طرف راجع ہے یا نار کی طرف راجع ہو مگر اس صورت
مین اضمار قبل الذکر ہوگا جسپر لعنت ہونا دلالت کرتا ہے پس یہ تہویل [ہول ڈالنا ۱۲] و تخویف [خوف دلانا ۱۲] و تعظیم شان کے طور پر ہے اور قولہ تعالےٰ ولاہم
ینظرون۔ یہان ینظرون یا تو انظار سے ہے یا نظر سے ہے اور نظر یا تو بمعنے دیکھنے کے ہے یا بمعنے انتظار ہے پس شیخ ابو العالیہ نے فرمایا کہ لاہم ینظرون
ای لا ینظرون لیعتذروا اسے انکو مہلت [مہلت دینا ہو ۱۲] نہ دی جائیگی تاکہ عذر کرین اور حضرت ابن عباسؓ سے اسی کے مانند روایت ہے یعنے تاخیر و مہلت نہ دیے
جاوینگے اور بعض نے فرمایا کہ لاہم ینظرون یعنے انکی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھا جائیگا اور مفسر سیوطی رحمہ نے تاویل ابن عباسؓ کو اختیار فرمایا اور انظار
بمعنے امہال لیا اور حق یہ ہے کہ کفار جو کفر پر مرے حیات دنیا ہی مین خود اپنے اوپر لعنت کرتے تھے سوا اسکے کہ انکے حواس لعنت کو ادراک نہین کرتے ہیں اور قیامت
مین انکی زبان ہاتھ پاؤن وغیرہ سب انپر لعنت کی گواہی دینگے حتی کہ مرتے ہی ظہور ہو جاوے گا اور کفر خود امر شدید ہے اگر اللہ تعالےٰ کی شان ارحم الراحمین نہ ہو تو مخلوق

عذاب سے نہین بچ سکتی اور اسکے جامع کمال صفات مین طاعت ومعصیت کو دخل نہین اور الوہیت کسی فرد مین سواے حق تعالےٰ کے محال قطعی

ہی لہذا اسم اعظم کی صفت سے تنبیہ فرمائی بقولہ تعالےٰ

19 ع 11

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

اور معبود تمھارا اللہ واحد ہے نہین کوئی معبود مگر وہی وہ رحمن و رحیم ہے

شان نزول شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ لوگون نے عرض کیا کہ ہمارے رب عزوجل کا وصف فرمایئے تو نازل ہوا قولہ تعالےٰ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ تمھارا آلہ واحد ہے اسکے سواے کوئی الوہیت والا نہین وہی رحمن رحیم ہے فقط اور یہی معالم مین مذکور ہے اور خطیب وغیرہ نے اسی کی پیروی کی اور سراج مین کہا کہ جب کفار قریش نے کہا کہ اے محمد وصف کرو ہمارے لیے اپنے پروردگار کو اور نسبت بیان کرو ہمارے لیے تو سورۂ اخلاص یعنے قل ہو اللہ احد اور یہ آیت اتری والٰہکم الٰہ واحد اور واحد وہ ہے جسکا نظیر نہو اور شریک نہو اقول یعنے واحد سے یہان یہ مراد نہین جو معروف وحدت ہو کہ اللہ تعالےٰ اس سے برتر ہے کہ کوئی چیز اسکو عارض ہو اور نیز وحدت وغیرہ عددی عوارض کمیات کے اوصاف ہین پس اللہ تعالےٰ کے واحد ہونے کے وہ معنی نہین ہین جو اور چیزون کے واحد ہونے مین تصور کیے جاتے ہین کہ اس چیز کو وحدت لگی ہوئے ہے جو تثنیہ وجمع کے مقابل ہوتی ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ اسکی ذات پاک ایسی ہے کہ کوئی اسکا نظیر نہین اور اپنی صفات مین فرد ہے کہ کوئی چیز اسکے مشابہ کسی وجہ سے نہین اور اپنے افعال مین واحد ہے کہ کوئی اسکے ساتھ شریک نہین اور یہی فقہ اکبر مین امام اعظمؒ سے مروی ہے اور شرح مثنوی مین ملا بحر العلومؒ نے ذکر کیا ہے اور اکابر اہل تصوف نے ایک اور معنی بیان کیے ہین جو اپنے مقام پر مذکور ہونگے۔ قال البیضاوی والٰہکم خطاب عام ہے یعنے مسلمانون وکافرون سب کیطرف خطاب ہے اور مراد یہ ہے کہ تمھاری طرف سے عبادت کیے جانے کا مستحق آلہ واحد ہے پس کافرون کے بت وغیرہ اگرچہ آلہ بنائے ہوئے تھے مگر وہ کوئی مستحق عبادت نہ تھے بلکہ بتان باطل تھے اور یہ درحقیقت آلہ کے معنے ہین کہ جو مستحق عبادت ہو اسیواسطے بیضاوی نے حرفاً سے تفسیر کی اور یہ توجیہ نہین ہے جیسا کہ بعض نے وہم کیا پس کافرون نے جو اپنے بتون وغیرہ کو آلہ قرار دیا یا اسمین نام رکھنے مین غلط کیا جیسے کوئی اندھے کو انکھیارا کہنے لگے اور معنی مین غلط کیا کہ غیر مستحق کو مستحق بنالیا۔ قال العکبری الٰہ خبر ہے اور واحد اسکی صفت اور مقصود یہان صفت ہے اسواسطے کہ الٰہکم واحد نہین فرمایا قل ہو اللہ احد اور بعض محققین نے کہا کہ آحد اور احد ایک معنی مین ہین۔ اور قولہ لآ الٰہ الا ہو۔ یہ اللہ عزوجل کی وحدانیت کی تقریر ہے اور لآ کے تحت مین آلہ نکرہ کی نفی سے بالکل الٰہ کی نفی ہوئی الا ہو۔ استثنا سے فقط اللہ عزوجل کی الوہیت ثابت رہی پس اس سے یہ وہم بھی دفع ہوگیا کہ شاید آلہ موجود ہون اگرچہ مستحق عبادت نہون تو فرمادیا کہ کسی کا وجود ہی نہین ہے اور ابو البقا نے ذکر کیا کہ الا ہو مستثنی موضع رفع مین ہے اور لا کے موضع سے بدل ہے کیونکہ لا آلہ کا موضع یعنے لا مع اپنے معمول کے موضع ابتدا مین ہے پس مرفوع المحل ہے پس لا بھی مرفوع المحل ہے اور اگر موضع نصب مین ہوتا تو الا ایا ہوتا اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ آلہ ہونے کا مقام فقط اللہ عزوجل کا ہے اور غیر اس مقام سے نفی کیا گیا ہے۔ الرحمن الرحیم ان دونون پاک نامون کی تفسیر اول سورۂ فاتحہ مین گذری اور مقدمہ مین مفصل بیان ہے اور یہ دونون یا تو الٰہکم کی خبر دوم وسوم ہین یا مبتداے محذوف کی خبر ہین ای ہو الرحمن الرحیم اور یہی مفسر سیوطیؒ نے اختیار کیا ہے اور الا ہو مین مستثنی سے صفت نہین ہوسکتے ہین اسواسطے کہ ضمیر کا وصف نہین آتا اور نہ ضمیر سے کسی کا وصف کیا جاتا ہے اور اس سے خبر بھی نہین ہوسکتی ہین اسواسطے کہ مستثنی اس مقام پر جملہ نہین ہے ذکرہ العکبری اور بیضاوی مین فرمایا کہ یہ دونون پاک نامون کا وحدانیت پر دلیل دینے کے مانند ہے کیونکہ جب اللہ تعالےٰ اصول وفروع چھوٹی بڑی سب نعمتون کا مولی ہے اور جو چیز سواے اللہ تعالےٰ کے ہے وہ یا نعمت ہے یا وہ ہے جسکو نعمت دی گئی تو کوئی منعم نٹھہرا پس اسکے سواے کوئی بھی مستحق عبادت نہین ہے اور حدیث میں اسماء بنت یزید بن السکن سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کا اسم اعظم ان دو آیتوں مین ہے۔ الٰهكم اله واحد لا اله الا هو الرحمن الرحيم۔ اور۔ الم الله لا اله الا هو الحي القيوم اس حدیث کو ابن ماجہ و دارمی و ابو داؤد و امام احمد و ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے اور کچھ بیان اسکا اول فاتحہ مین گذرا اور عنقریب تفسیر قولہ تعالے واذا سألك عبادي عني فاني قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان الآیۃ۔ مین اشارہ آتا ہے۔ اور حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ متمرد جنون پر کوئی چیز زیادہ سخت ان آیتون سے نہین جو سورۂ بقرہ مین ہین والٰهكم اله واحد لا اله الا هو الرحمن الرحيم۔ اسکو دیلمی نے روایت کیا۔ یعنی شیطان جنون پر۔ پھر الوہیت خالق عزوجل اسقدر عیان ہے کہ اُسی نے دلیل و برہان کو پیدا کیا اور اُسی نے معرفت کو پیدا کیا اور اُسی سے مخلوقات کا وجود ہے چنانچہ فرمایا۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا

آسمان اور زمین کے پیدا کرنے مین اور رات و دن ایک دوسرے کے پیچھے بدلتے آنے مین اور کشتی جو لیکر چلتی ہے دریا مین جو

يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا

چیزین لوگون کے کام آوین اور جو اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کیا اس سے زمین کو اسکے مرے پیچھے اور چھٹکا دئے

مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

اُسمین سب قسم کے جانور اور ہواؤن کے پھیرنے اور ابر کے پھیرنے مین جو حکم کا تابع ہے درمیان آسمان اور زمین کے ان مین نمونے ہین

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

عقلمند لوگون کو

اس آیت کا شان نزول بھی مفسر سیوطیؒ و معالم وغیرہ نے یہ بیان کیا کہ جب مشرکون نے حضرت باری تعالے کے اوصاف مقدس کو سنا کہ وہ واحد فرد لا شریک لہ الرحمن الرحیم ہے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے تعجب کر کے دلیل مانگی پس یہ آیت اُتری۔ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانون و زمین کی پیدائش مین وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور رات و دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے مین وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ۔ اور کشتیون مین جو لوگون کی نافع چیزین لیکر سمندر مین چلتی ہین وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اور اس معاملۂ بارش مین کہ اللہ تعالے نے آسمان سے پانی اُتارا اسپر اس سے زمین کو بعد مردگی کے زندہ کیا۔ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ۔ اور زمین مین ہر قسم کے جاندار پھیلائے۔ وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اور ہواؤن کے پھیرنے مین۔ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ اور بادل مین جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہین ف۔ بالجملہ ان جمیع آثار مین لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔ بیشک دلالات قدرت ہین ایسی قوم کے واسطے جو سمجھ رکھتے ہین ف۔ برخلاف بےعقل کافرون کے جو اپنے حواس حسی کے مردگی مین بےعقل ہو کر اسیکا عقل نام رکھتے ہین تو انکو کچھ نہین سوجھتا اور کچھ بھی غور سے نہین پاتے۔ بالجملہ اللہ عزوجل نے توحید کے ذکر کے بعد اسپر واضح دلیل بیان فرمائی اور وہ آٹھ باتین ہین جو اس آیت مین مذکور ہین اور اس خوبی کے ساتھ ہین کہ انکے ظاہر معنے کھلی دلیلین ہین کہ عوام و خواص سب اپنی نظر انصاف سے دیکھکر وحدانیت الٰہی پر یقین کر سکتے ہین اور خواص اسمین جسقدر اپنی نظر عقلی و علمی سے غور کرتے ہین انکو عجیب عجیب قدرت و کمال کے دلائل ملتے ہین اور یہ منجملہ معجزات قرآن سے ہے اور وہ آٹھ باتین یہ ہین اوّل خلق السموات والارض۔ دوّم تعاقب اللیل والنہار۔ سوّم روانی کشتی و جہاز دریا و سمندر مین۔ چہارم آسمان سے مینہ اوتارنا۔ پنجم اُس سے زمین کو زندہ کرنا۔ ششم اسمین اسکے سبب سے جانداروں کو منتشر کرنا۔ ہفتم تصریف ریاح۔ ہشتم تسخیر سحاب پس ان میں ہر ایک ایسا ہے مثلاً پیدائش آسمان و زمین ہی ایک دلیل ایسی ہے کہ کسی عقل والے نے آجتک اسکا پایاب نہ پایا

اور حقیقت اسکی کسی پر منکشف نہوئی خواہ فلاسفہ متقدمین ہون یا متاخرین سب اسکی حقیقت و ماہیت سے ناخبر ہین اور کمال فلاسفہ کا انکے قول پر یہ تھا کہ موجودات
کو ترتیب وجودی انواع کے ساتھ مع علت معلوم کرین مثلاً سب سے اول عقل اول پھر عقل دوم و فلک اول بعلت عقل اول پھر عقل سوم و فلک دوم بعلت عقل دوم
اسیطرح سے عقل دہم اور فلک نہم تک پھر عقل دہم نے تمام زمین ومافیہا کو پیدا کیا۔ یہ قول ہر چند کہ انکی جہالت اور محض گمان ہے جسکو وہ تحقیق وعلم جانتے ہین مگر ہماری مراد
اس واہی قول کی نقل کرنے سے یہ ہے کہ جب کہا جاتا ہے کہ پھر عقل دہم نے گیارھوین عقل اور دسوین آسمان کو کیون نہین پیدا کیا تو کہتے ہین کہ یہ ہم نہین جان
سکتے اسکو سوائے حق عزوجل کے کوئی نہین جانتا اور حکمت تو اسیقدر ہے کہ جو موجودات ہین ہم اسکی ترتیب علت کو اپنی عقل سے پاوین و دریافت کرین اور
یہ ہم نہین جانتے کہ ایسا کیون نہوا اور ویسا کیون نہوا۔ پھر جب کہا جاتا ہے کہ کنہ حقیقت آسمان کی کیا ہے تو کہتے ہین کہ آسمان تو دور رہا ایک گھاس کی جنس
و فصل ذاتی بھی معلوم ہونا دشوار ہے۔ یہ تو حال ہے پھر بھی یہ لوگ اور انکے مانند بہت ایسے بڑھکر جاہل فرقہ ہین جو اپنے گمان پر اتراتے ہین اور حق بات جسکو اللہ
تعالے واسکے رسول نے فرمایا ہے چھوڑتے ہین ایک ادنی بات یہ ہے کہ وہ اپنی حکمت کو علم قرار دیتے ہین یعنی جو باتین حکمت مین مذکور ہین وہ ضرور یون ہی ہین جیسے
ثابت کی گئین یا جنکو کہا گیا کہ یون نہین ہین وہ درواقع یون نہین ہین اب ہم کہتے ہین کہ فلاطون کہتا ہے کہ جسم محض صورت جسمانیہ کا ایک جزو ہے ہیولے
کوئی جزو نہین اور ارسطو والے کہتے ہین کہ جسم مرکب ہے صورت اور ہیولی دو جزو سے پس ہم یقیناً جانتے ہین کہ یا تو ہیولی نہ ہوگا جیسا کہ فلاطون کہتا ہے یا
ہوگا جیسا ارسطو کہتا ہے اور یہ نہین ہو سکتا کہ نہوا اور ہو بھی پس قطعاً معلوم ہوا کہ ان دونون مین سے ایک جھوٹا ہے پس حکمت کے یہ معنی کہان رہے کہ
قطعی و یقینی ہے اور یون ہی ہے جیسے کہا گیا و ابو علی بن سینا نے شفا مین حکمت و علم و یقین مین کہا کہ ہوا نہ لیس لا کذا۔ حالانکہ یہ غلط ٹھہرا پس برادر
اسلام کو فرض ہے کہ ان خیالات مین اپنی اوقات ضائع نہ کرے اور جو اللہ عزوجل اور اسکے رسول برحق صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ثابت و صحیح الروایۃ
معلوم ہوا اسپر تہ دل سے یقین کرے اور اسی راہ سے اللہ عزوجل نے اپنے دلائل قدرت و کمال مین فکر کرنے کو ارشاد کیا ہے اسمین خوض کرے اور عجائب
قدرت کی باریکیان و علم حق سے فیض پاکر خوش ہو چنانچہ اس آیت مین اللہ عزوجل نے دلائل توحید کو بقدر کفایت ارشاد کیا اور مدارک و جعفادی
مین ہے کہ روایت مین آیا کہ خرابی اسکی جسنے اس آیت کو پڑھا اور اسمین تفکر نہ کیا اور حدیث صحیح مین ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت اُٹھے اور اسکو
وضو سے پہلے پڑھتے رہے بالجملہ اگر ان آٹھون وجوہ مین سے ایک پر بھی شیطانی وسوسے چھوڑ کر غور کرے تو اسکو علم ربانی حاصل ہو کہ اسکا پیدا
کرنے والا وہی حق سبحانہ جامع اوصاف کمال ہے باوجود اسکے اسمین عجیب عجیب علوم مندرج ہین جو اسپر منکشف ہون انشاء اللہ تعالے پھر سموات کو
جمع فرمایا اور ارض کو واحد تو کہا گیا کہ اسلیئے کہ آسمان کئی طبقات ہین اور ہر طبقہ کے احکام جدا ہین لہذا جمع فرمایا اور زمین طبقہ واحدہ ہے اور رد کر دیا گیا
کہ زمین کے بھی وہی سات طبقے ہین چنانچہ فرمایا و من الارض مثلہن پھر توجیہ کی گئی کہ یہ زمین کے طبقات مثل پیاز کے تہ بتہ ہین کچھ آبادی وغیرہ نہین
پس مثل طبقات آسمان کے نہین ہو سکے بلکہ طبقہ واحدہ کے مانند ہوئے اور یہ بھی رد کیا گیا کہ حاکم نے من طریق ابی الضحی عن ابن عباس رض روایت کی
جسکا حاصل یہ ہے کہ ہر طبقہ زمین مین آبادی ہے اور ہر طبقہ کا آدم مانند ہمارے آدم کے اور موسی مانند ہمارے موسیٰ کے اور عیسی مانند ہمارے عیسیٰ کے اور محمد مانند
ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے اور حاکم نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور ہمارے مفسر نے تدریب الراوی شرح تقریب النواوی مین کہا کہ مین حاکم کی
اس حدیث کو صحیح کہنے سے تعجب کرتا تھا یہانتک کہ مین نے بیہقی کو دیکھا کہ انھون نے کہا کہ اسکی اسناد تو صحیح ہے ولیکن یہ اول ہی راوی پر شاذ ہے یعنی فقط
ابو الضحی اسکے ابن عباس سے راوی ہین مجھے کوئی انکا متابع نہین معلوم ہوا انتہی اور ابن المنذر وغیرہ نے اسکو دوسری وجہ سے بھی ابن عباس سے روایت کیا اور اسمین ابو الضحی
کی متابعت موجود ہے اور چونکہ نصوص قرآن و حدیث سے یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق عالم سے افضل و اکرم ہین اور طبقات بھی منجملہ عالم کے ہین
کیونکہ عالم ماسوائے ذات باری عزوجل ہے پس [illegible] مانند سے مراد مشابہت ہے اس امر مین کہ [illegible] انبیاء [illegible]

مثل و یکسان مراد نہین ہو بوجہ اسکے کہ ہمنے ذکر کیا کہ قطعی نصوص سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقاً افضل از خلق عالم ہونا جیسا ثابت ہو ویسا ہی دلالت
واشارت سے بکثرت معلوم ہو اور یہان تخصیص کرنا میرے نزدیک جرأت وجہالت ہو- اور بیضاوی نے کہا کہ آسمان کو اسواسطے جمع فرمایا کہ وہ سب اجناس
مختلفہ ہین ہر آسمان دوسرے آسمان سے غیر جنس ہو اور زمین کی جنس واحد یعنے خاک ہو اور اسکے جمع کی حاجت نرہی کہ محسوسات مین اعظم مخلوق آسمان ہے
جب اسکو متعدد پیدا کر دیا جو لفظ جمع سے ظاہر ہو تو زمین سے ہزارون ہو سکتے ہین حاجت جمع بیان کرنے کی کچھ نہین رہی- اور یہان ثابت ہوا کہ آسمان
طبقات متعدد موجود ہی محض ہمارے نظر نہین ہو جیسا کہ اسوقت کے بعض ملاحدہ سے مسموع ہوتا ہو اسلیے کہ استعمال عرب مین خلق کو معدوم ونا پید کیطرف
نسبت نہین کرتے ہین- اور مترجم نے مقدمہ مین اسکو دلیل عقلی وریاضی سے مدلل رد کر دیا ہو اور آسمان مین جو نشانی قدرت ہین منجملہ انکے یہ ہو کہ اسکو بلا بندش و
ستون کے اپنے حال پر مخلوق کر دیا اور اسمین سورج وچاند تارے وغیرہ جڑ دیے اور زمین مین منجملہ اسکی نشانیون کے اسکا پانی اپنی جگہ سے سائل نہین ہوتا اور
سمندر سے جانب بالا یا زیر نہین بہ جاتا ہو اور اسپر خاک بچھی ہو جسمین پہاڑ ودریا وکانین وجواہر واشجار واثمار کثیرہ ہین- اور یہان سے نکلا کہ پانی کی طرح قیامت
مین پیشے کا ایک حال پر رہنا بمشیت ایزدی ہو جیسے سمندر کے پانی مین مشاہدہ ہو- قولہ واختلاف اللیل والنھار- اختلاف اس مقام پر اس محاورہ سے
ہو کہ اختلف فلانٌ فلانًا- اے خلیفہ ہوا زید عمرو کا اور اختلاف ضد اتفاق یہان نہین ہو- پس اختلاف اللیل والنھار کے معنے یہ ہوے کہ باہم ایک دوسرے کا
خلیفہ ہوتا ہو باین طور کہ ایک جاتا ہو اور دوسرا اسکے پیچھے آتا ہو اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے- وھو الذی جعل اللیل والنھار خلفۃ- اے وہی اللہ پاک ہو جسنے کر دیا
رات اور دن کو خلفۃ اے خلیفہ ہو جاتا ہو انمین سے ہر ایک بعد دوسرے کے- اور عطاء رح نے فرمایا کہ روشنی وتاریکی اور زیادتی ونقصان مین ان دونون کا
اختلاف مراد ہو اور اس بنا پر اختلاف ضد اتفاق ہوگا- اور ابن الخطیب نے فرمایا کہ میرے نزدیک اسمین تیسری وجہ یہ ہو کہ یہ دونون جیسے زمانہ مین مختلف
ہوتے ہین ویسی جگہون مین بھی مختلف ہوتے ہین کیونکہ جو شخص زمین کو گول کہتا ہو پس جو ساعت تو مقرر کرے وہ زمین کے کسی مقام پر صبح ہوگی اور یہی ساعت
دوسرے مقام پر ظہر ہوگی اور تیسری مقام پر عصر ہوگی اور کہین مغرب اور کہین عشا ہوگی- اور یہ اسوقت ہو کہ ہمنے طول کی راہ سے بلاد مختلفہ کو لیا اور اگر عرض
کی راہ سے بلاد مختلفہ کو اعتبار کرین تو جس ملک کا عرض جانب شمال سے زیادہ ہوگا اسکی گرمی کے ایام بڑھکر ہونگے اور جاڑے کے ایام کم ہونگے پس
ملکون کے طول وعرض کی راہ سے شب وروز مین ایسے مختلف حالات ایک امر عجیب ہو- کما قالہ الکرخی اور لیل جمع لیلۃ کی ہو اور لیالی اسکی جمع الجمع ہو اور نہار جمع نہر
کی ہو اور لیل کو نہار سے مقدم کیا اسواسطے کہ وہ اقدم ہو جیسا کہ فرمایا- وآیۃ لھم اللیل نسلخ منہ النھار- یعنے نشانی ہو انکے لیے رات کھینچتے ہین ہم اس سے دن کو
اور یہ بنا بر این کہ ظلمت مقدم ہو نور پر یہی قول اصح ہو اور دوسرا قول یہ ہو کہ نور مقدم ہو ظلمت پر- اور اس اختلاف سے ایک فائدہ نکلتا ہو وہ یہ ہو کہ جو رات ہو وہ آیا
اپنے اگلے دن کے تابع ہو یا پچھلا دن اسکا تابع ہو پس اول قول کے موافق پچھلا دن اسکا تابع ہوگا اور دوسرے قول کے موافق اگلے دن کے تابع ہوگی پس یوم عرفہ
پہلے قول کے موافق اصل سے مستثنیٰ ہوگا کیونکہ اپنے پیچھے والی رات کا تابع ہو اور دوسرے قول پر اصل کے موافق ہو- اور طلوع فجر سے غروب شمس تک کے درمیان
نہار ہو اور نضر بن شمیل نے کہا کہ شروع نہار کا طلوع شمس سے ہو اور اس سے پہلے نہار مین سے شمار نہین ہو اور یہی ثعلب وزجاج کا قول ہو- اور ابن الانباری
نے زمانہ کی تین قسمین کی ہین ایک محض رات کو غروب آفتاب سے طلوع فجر تک ہو دوم محض نہار کہ طلوع آفتاب سے غروب تک ہو اور سوم مشترک درمیان لیل ونہار
کہ طلوع فجر سے طلوع شمس تک ہو کیونکہ کچھ تاریکی رات کی رہتی ہو اور کچھ دن کی روشنی ہو جاتی ہو اور یہ اصطلاح اہل لغت کے موافق بیان ہوا اور
شرع مین روزے کیواسطے بالاتفاق نہار کا اعتبار طلوع فجر سے تا غروب آفتاب ہو اور صدقۂ فطر کے واسطے اگر طلوع فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے
لڑکا پیدا ہوا تو فقہ مین اسکا کلام معروف ہو- قولہ والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس- لفظ فلک بضم اول وسکون دوم جمع ہو اور اسکے معنے بڑی
کشتیان اور اسکا مفرد وجمع ایک ہی لفظ پر ہو پس فرق یون بیان کیا گیا کہ اسکا واحد بروزن قفل ہو اور جمع بروزن اسد جمع اسد بفتحتین اور اسی سے بعض نے

کہا کہ واحد فلک بھی بروزن اُسدٗ بفتحتین ہے اور یہ تصرف فی اللغۃ بقیاس ہے اور یہ روا نہیں ہے اور محققین کے نزدیک فرق واحد و جمع مین باعتبار ضمہ
ہے یعنے جو ضمہ کہ فاءکو واحد مین ہے وہ غیر ضمہ جمع ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ جمع کا ضمہ اسمین بھی ہوتا ہے جسکا واحد مضموم نہین مثل اُسد وکُتب کہ واحد اسکا اَسَد
بفتحتین وکتاب ہے ذکرہ العکبری والبیضاوی- اور رضی مین ہے کہ ساکن العین ایسے الفاظ مین فرع مضموم العین کی ہے پس اصل مین فلک بضمتین ہوگا اور
یہی بعض قراءۃ مین آیا ہے اور فلک کی تانیث یا تو اسوجہ سے کہ بمعنے سفینہ ہے یا بوجہ جمع ہونے کے ذکرہ البیضاوی آور بعض نے کہا کہ کبھی اسکو مذکر لاتے ہین
کما فی قولہ فی الفلک المشحون- اور کبھی مونث کما فی قولہ- والفلک التی تجری فی البحر وقولہ حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بہم- ولیکن یہ قول وہم ہے اسلیے کہ اول
مثال مین لفظ مفرد ہے اور دوم وسوم مین جمع ہے پس تذکیر بوجہ افراد کے اور تانیث بوجہ جمع کے ہوسکتی ہے پھر نشان قدرت اسمین یہ ہے کہ کشتی باوجود گرانبار
ہونے کے اسباب وآدمیون وغیرہ سے بھر پانی پر روان ہوتی اور نہین ڈوبتی ہے اور یہ اللہ تعالے کی نجات سے ہے اور اسکی قدرت کاملہ کا ظہور ہے ورنہ ایک
کنکری ڈوب جاتی ہے آور مانی قولہ بما ینفع مین- موصولہ ہے مصدریہ نہین ہے علی ما قیل- اور قولہ- وما انزل اللہ من السماء من ماء- پہلا من ابتدائیہ اور دوسرا بیانیہ
موصول ہے- بغوی نے کہا کہ سماء سے مراد سحاب ہے کہ اللہ تعالے اسمین پانی پیدا کرتا ہے پھر اس سے نازل فرماتا ہے- اور بعض نے کہا کہ آسمان مراد ہے کہ اسمین پیدا
کرکے پھر سحاب مین اُتار کے پھر زمین کو نازل فرماتا ہے اور سراج مین کہا کہ ہمارے شیخ قاضی زکریا نے فرمایا کہ اخبار مین یون ہے کہ سحاب تو جنت کے پھل درخت
سے ہے اور مینہ عرش کے نیچے کے سمندر سے- مترجم کہتا ہے کہ اس بارہ مین حدیث صحیح مین کچھ نہین آیا البتہ اسرائیلی روایات ہین اور کلام اسمین پہلے گذر چکا
اور ماء سے مراد مینہ ہے کہ جو اللہ تعالے کے حکم سے عالم کی زندگی کا اور پیداواری نباتات وارزاق کا باعث ہے- فاحیا بہ الارض بعد موتہا- موت سے مراد زمین کا خشک
ہو جانا اور مجازاً اسکو موت فرمایا پس احیاء سے مراد یہ کہ زمین مین نباتات اُگائے یا اسکی تروتازگی ہے اور یہ انزل پر عطف ہے اور قولہ وبث فیہا من کل دابۃ
ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دابہ سے مراد ہر جاندار ہے جو روے زمین پر چلے خواہ کوئی مخلوق ہو آدمی یا جانور یا کیڑے پتنگے وغیرہ جنکی ہوتین مختلف ورنگ اور
زبانین جدا جدا باوجود کثرت بیشمار کے اور باوجود اسکے کہ آدمی مثلاً ایک اصل کی طرف راجع ہین پھر بھی ہر مرد کی صورت امتیازی وجود ہے عقل مین نہایت عجیب
ہے اور یہ عطف ہے احیاء پر کیونکہ احیاء ارض اور بث الدواب دونون اسی مطر کے سبب سے ہین اور کشاف مین کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ انزل
پر عطف ہے اور شیخ ابوحیان نے فرمایا کہ انزل پر اسکا عطف صحیح نہین اور نہ احیاء پر بلکہ صواب یہ ہے کہ یہان موصول محذوف ہے اے وما بث فیہا- اور کہا کہ
اسمین ایک زیادہ فائدہ یہ ہے کہ یہ ایک مستقل نشانی ہو جاتی ہے اور موصول کا حذف کرنا کلام عرب مین شائع ہے- قولہ وتصریف الریاح والسحاب
المسخر بین السماء والارض- ریاح جمع ریح بمعنے ہوا اور یہ لفظ مذکر ومونث دونون پر بولا جاتا ہے اور تصریف ریاح سے مراد اسکو اسکے چلنے کے رخ سے
بدل دینا مثل پوروائی وپچھیا وواتری ودکھنی کر دینا جسکو عربی مین قبول ودبور وشمال وجنوب کہتے ہین اور اسی قبول بالفتح کو صبا کہتے ہین وحدیث مین
کہ نصرت بالصبا واہلکت عاد بالدبور مین مدد دیا گیا صبا سے اور ہلاک کی گئی قوم عاد ہوا دبور سے اور شمال برونق اکرم جو اُتر کیطرف سے چلے
اور جنوب اسکے برعکس ہے اور بعض نے کہا کہ صبا وشمال وہ کہ دو ہواؤن کے بیچ کے بیچ سے چلے اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ریح وپانی اللہ تعالے کے لشکر
بڑے گروہ ہین اور حدیث مین ہے کہ ریح کی ہوا بدنون کے ساتھ وہی کرتی ہے جو درختون کے ساتھ کرتی ہے اور ابی بن کعب سے مروی ہے کہ قرآن مین جہان ریاح
کا لفظ ہے وہ رحمت ہے اور جہان ریح ہے وہ عذاب ہے اور ہوا کو برا کہنے سے ممانعت مین احادیث وارد ہین اور سراج مین ہے کہ صبا وشمال وجنوب
مین بشارت ہے اور دبور وہی ریح عقیم ہے اور بعض نے کہا کہ ریاح آٹھ ہین چار رحمت کیواسطے وہ مبشرات وناشرات وذاریات ومرسلات ہین اور یہ
کلام مجید مین مذکور ہین اور چار عذاب کی ہین دو خشکی مین عقیم وصرصر اور دو تری مین عاصف وقاصف اور یہ بھی قرآن مین مذکور ہین اور ریح مین نشان یہ ہے
کہ وہ ایک جسم لطیف ہے کہ نہ دکھلائی دیتا اور نہ ہاتھ مین آتا ہے اور باوجود اسکے اسمین ایسی طاقت ہے کہ بڑے بڑے پتھر اُڑا لاتا ہے ...

ڈھا دیتی ہے اور باوجود اسکے وہ زندگی کا سبب ہے کہ اگر ایک طرفۃ العین معدوم ہو تو ہر ذی روح مرجاوے۔ اور جو چیز زمین پر ہے سڑ جاوے۔ اور لفظ ریح مذکر و مونث دونون آتا ہے اور سحاب یعنی غیم مسخر ہے درمیان آسمان و زمین کے پس بعض نے کہا کہ مسخر ہونا یہ کہ جہان چاہا اسکو بھیجدیا اور بعض نے کہا کہ بدون بندان کے اسکا درمیان مین جما رہنا بھی اسکا مسخر ہونا ہے و اقول تسخیر کے معنی تو معلوم ہین یہ دونون باتین اور اسکے سوا ے اور اطاعت و فرمانبرداری کی باتین سب اسمین داخل ہین اور سحاب مین نشانی یہ ہے کہ باوجودیکہ وہ اس کثرت سے پانی کو شامل ہے کہ بڑے بڑے دریا اس سے روان ہوتے ہین پھر بھی آسمان و زمین کے درمیان بے روک ٹوک جاریتا اور پانی تھامے رہتا ہے اور اسمین اور طرح طرح کی نشانیان ہین جو ادنی فکر سے ظاہر ہوتی ہین پس یہ سب انواع دلائل حضرت خالق واجب قادر مختار وحدہ لاشریک لہ پر دال ہین اور حق وہ ہے جو اکابر سے منقول ہے کہ حق عزوجل ہر چیز کی دلیل ہے اور امام اعظم رہ نے انتہا کیا کہ اگر انبیاء علیہم السلام نہ بھیجے جاتے تو کوئی شخص اس امر مین معذور نہ رکھا جاتا کہ مین نے اپنے خالق کو نہ پہچانا فتفکر قولہ لآیات لقوم یعقلون - یعنی اللہ سبحانہ کی وحدانیت اور کمال صفات کی طرف دلالتین و نشانیان ہین ایسے شخص کے لیے جو آنکھ سے دیکھتا اور نورانی عقل سے فکر کرتا ہے جو اوہام کا پابند نہین اور اٹکلون پر نہین چلتا ہے اور بیضاوی وغیرہ مین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ویل ہے اُس شخص کے لیے جسنے اس آیت کو پڑھا اور اسمین فکر نہ کی۔ اور لفظ یہ ہین - ویل لمن قرأ ہذہ الآیۃ فمج بہا - شیخ ولی الدین عراقی نے فرمایا کہ مجھے اس روایت پر وقوف نہین حاصل ہوا یعنے کسنے روایت کی اور کیسی روایت ہے اور ہمارے مفسر رح نے فرمایا کہ اس لفظ سے یہ روایت نہین مروی ہوئی اور کہا کہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھپر اس رات اُتاری گئی آیۃ - ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب - پھر فرمایا ویل لمن قرأہا ولم یتفکر فیہا - اے ویل ہے اس شخص کے لیے جسنے اسکو پڑھا اور اسمین فکر نہ کی - شیخ اوزاعی رح سے پوچھا گیا کہ ان مین فکر کی حد کیا ہے تو فرمایا پڑھے اس آیت کو درحالیکہ اسکو سمجھتا جاوے - انتہی و بیضاوی نے کہا کہ اسمین علم کلام و اسکے جاننے والون کے حق مین اس آیت سے بزرگی نکلتی ہے - یہ تو بیضاوی رحمہ اللہ کا اجتہاد ہے اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ آدمی اگر اپنے پروردگار سے ہر گناہ کو لاد کر سوا ے شرک کے ملے تو اس سے بہتر ہے کہ علم کلام کے ساتھ اس سے ملے - اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ علم کلام والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور امام احمد رح سے حارث محاسبی کے حق مین اسی قسم سے مروی ہے اور ایک جماعت ائمہ سے اسکی مذمت مروی ہے شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین مع اسانید نقل کیا کہ حافظ ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ قریش کے لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد ہم چاہتے ہین کہ دعا کرو کہ تمہارا پروردگار صفا پہاڑ کو ہمارے واسطے سونے کا کردے کہ ہم اسکے عوض گھوڑے اور ہتیار خریدین اور تمہارے ساتھ ہو کر لڑین تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ وثیق عہد کرو کہ اگر مین نے پروردگار سے دعا کی اور اسنے تمہارے لیے صفا کو سونے کا کر دیا تو تم ضرور ایمان لاؤگے پس انھون نے وثیق وعدہ کیا پس آپ نے دعا کی پس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ پروردگار عزوجل نے انکو صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیا اس شرط پر کہ اگر یہ پھر سے اور ایمان نہ لاوینگے تو انکو ایسا عذاب کریگا جو تمام عالم مین کسی کو نہین کیا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ نہین اے میرے پروردگار بلکہ تو انکو اور مجھے چھوڑ دے مین انکو روز بروز دعوت و نصیحت کرونگا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری - ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس الآیۃ - اور ابن ابی حاتم نے دوسری وجہ سے جعفر بن ابی المغیرہ سے اسکو روایت کیا ہے اور آخر مین اسقدر زیادہ کیا اور کیونکر وہ لوگ تجھسے صفا کا سوال کرتے ہین حالانکہ وہ آیتون مین سے وہ دیکھتے ہین جو اس سے بڑھکر ہے - اور ابن ابی حاتم نے عطاء رح سے روایت کی کہ مدینے مین نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اتری - والہکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمن الرحیم تو کفار قریش نے مکہ مین کہا کہ کیونکر سب لوگون کو ایک واحد کافی ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس تا قولہ لآیات لقوم یعقلون - پس اس سے وہ جانینگے کہ وہ الٰہ واحد ہے اور وہ ہر چیز کا معبود ہے اور ہر چیز کا خالق ہے اور وکیع و ابن جریر نے ابوالضحیٰ سے روایت کی کہ جب یہ آیت اُتری - والہکم الٰہ واحد الآیۃ - تو مشرکون نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو ہم کو کوئی آیت دو

پس اللہ عزوجل نے اوتارا۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار تا قولہ یعقلون۔ اور آدم بن ابی ایاس نے دوسری وجہ سے اسکو ابو الضحیٰ سے روایت کیا ہے۔ قال الثعلبی اس آیت میں کوئی وقف نام نہیں ہے ف۔ شیخ نے عرائس میں ذکر کیا۔ قولہ ان فی خلق السموات والارض۔ اے آسمان و زمین کے نئی طور پر ایجاد کرنے میں نور صفات کا نور افعال میں ظہور ہے پس نور افعال کا ظہور آیات کے مقام میں ہے آور نیز آسمان اشارہ ہے روح کی طرف اور زمین اشارہ ہے قلب کی طرف۔ قولہ واختلاف اللیل والنہار۔ یعنے ان دونوں کی کمی اور زیادتی اور دونوں کے آنے اور جانے میں بقیاس طلوع آفتاب معرفت کے لیئے لیل و نہار ظاہری اشارہ و دلیل ہیں باطن کے بایں طور کہ جیسے نہار اس آفتاب کے طلوع سے اور لیل اسکے غروب سے ہوتی ہے ویسے ہی معرفت کا آفتاب جب قربت کے مطلع سے نکلتا ہے تو وہ نہار حقیقی ہے اور جب مشاہدہ جاتے رہنے سے نکرت چھا جاتی ہے اور ڈوب جاتا ہے تو وہی رات ہے۔ اور نور وصل جاتے رہنے سے ہجر کی تاریکیاں چھا جانے سے رات ہے اور اہل محبت کے دلوں میں تجلی حق عزوجل کے انوار چمکنے سے اس تاریکی کا زائل ہو جانا یہی روز روشن ہے اور نیز اشارہ ہے کہ بسط از انبساط کے دیکھنے سے اپنے حالات کو اسی پر قیاس کرو۔ مترجم کہتا ہے کہ احوال بھی تصرفات قدرت ہیں کسی ولی کے اختیاری نہیں ہیں چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ؎ بگفت احوال ما برق جہان ست۔ دمے پیدا و دیگر دم نہان ست۔ والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس شیخ نے اشارہ کیا کہ فلک قلب عارف ہے اور بحر دریائے قدم و ابد ہے اور بما ینفع معرفت کے موتی اور ناس مریدین ہیں اور حاصل معنی یہ ہیں کہ عارفین کی حالت انکے قلوب کا قدم و ابد کے سمندروں اور دریائے صفات میں جاری ہونا اور پھرنا اس غرض سے کہ ذات کے سمندر میں غوطہ لگا کر تہ سے معرفت کے موتی نکال لاویں جو مریدوں کے کام اسطرح آویں کہ آیات ملکوتیہ میں صفات جبروتیہ کو مشاہدہ کریں۔ قولہ وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتہا۔ عارفوں کے واسطے نصیب خاص ہے اس تفکر میں جو اللہ تعالیٰ قربت کے آسمان سے باران مشاہدہ نازل فرما کر ایسے قلوب مردہ کو جو قربت و مشاہدہ نہ پانے سے مرگئے تھے زندہ کرتا ہے۔ قولہ وبث فیہا من کل دابۃ۔ عارفوں کے قلوب کو عالم ملکوت کی سیر میں جو اپنے اپنے مقامات کی راہ مستغرق ہیں لطائف خطاب سے سرفرازی ہوتی ہے۔ قولہ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض۔ عارفوں کو تصریف ریاح اور تسخیر سحاب میں معارف مشاہدہ خاص ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ کفار مردہ ان چیزوں کو بے جان خیال کرتے ہیں اور سورۃ الرعد میں انشاء اللہ بیان آویگا قولہ لآیات لقوم یعقلون۔ اے حبیب کی باتیں جاننے والوں کے لیئے صفات قدرت کی نشانیاں ہیں بایں طور کہ انکی عقل کی آنکھیں عجیب حکمتوں سے کچھ دریافت کر جاتی ہیں لیکن کفار کچھ نہیں پہچانتے اور مخلوقات کو معبود بنا کر انکے شکر گذار و نہایت عاشق بن جاتے ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ۗ وَلَوْ يَرَى
اور بعضے لوگ جو پکڑتے ہیں اللہ کے برابر اوروں کو انکی محبت رکھتے ہیں جیسے محبت اللہ کی اور ایمان والوں کو اس سے بڑھی ہے محبت اللہ کی اور کبھی دیکھیں

الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ۝ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ
بے انصاف اسوقت کو جب دیکھینگے عذاب کہ زور سارا اللہ کو ہے اور اللہ کی مار سخت ہے جب الگ ہو جاویں جنکے

اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا
ساتھ ہوئے تھے اپنے ساتھ والوں سے اور دیکھیں عذاب اور ٹوٹ جاویں انکے سب واسطے اور کہیں کے ساتھ پکڑنے والے کا شکے ہمکو

كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ
دوسری بار زندگی ہو تو ہم الگ ہو جاویں انسے جیسے یہ الگ ہوئے ہم سے اسطرح دکھاتا ہے اللہ انکو کام انکے افسوس دلانے کو اور انکو

بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ۝
نکلنا نہیں آگ سے

ع ۲۰

پہلے اللہ عزوجل نے وحدانیت آلہی کو بعد اسپر دلیل کو ذکر فرمانے کے بعد ان لوگون کا حال بیان کیا جو مشرک ہین بقولہ تعالے وَمِنَ النَّاسِ
مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ اور آدمیون مین سے ایسا ہو جو سوا سے اللہ تعالے کے انداد بناتا ہو جنکے
ساتھ اللہ تعالے کے مانند محبت کرتا ہو وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ اور جو لوگ ایمان لائے وہ سب سے زیادہ شدید محبت اپنے اللہ
کے ساتھ رکھتے ہین ف پس کفار قابل لعنت ہین جو رب عزوجل کو چھوڑکر مخلوقات پر فریفتہ ہین آخر قیامت مین یہ سب باطل ہوگا اور عذاب شدید
مین پڑینگے وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ
اور اگر جانتے وہ لوگ جنھون نے شرک کیا جب عذاب دیکھین گے کہ قوت کل اللہ تعالے ہی کے واسطے ہو اور اللہ تعالے شدید العذاب ہو ف تو ہرگز دنیا مین
شرک نہ کرتے کیونکہ جنکو انداد بنایا وہ محض مجبور مخلوق ہو جو قیامت مین ظاہر ہوگا۔ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا
الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ جب تبرا کرینگے وہ لوگ جو پیشوا اتبوع بنائے گئے تھے ایسے لوگون سے جو انکے تابع بنے تھے درحالیکہ
یہ لوگ عذاب دیکھین گے اور انمین باہمی میل کٹ جائیگا ف یہ وقت پیروی کرنے والون پر حسرت وندامت کا ہوگا وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ
أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا۔ اور تابعداری کرنے والے باہم کہینگے کہ کاش ہمارے لیے لوٹنا ہوتا تو ہم بھی ان لوگون سے تبرا
کر لیتے جیسے انھون نے ہمسے تبرا کیا ف یعنے تمنا کرینگے کہ کاش ایکبے ہم دنیا مین بھیجدیے جاتے تو ہم بھی ان سردارون سے تبرا کر لیتے جیسے آج انھون نے
ہمسے کیا حالانکہ یہ لوگ جھوٹے ہین پھر اسی جہنم مین گرفتار ہوکر یہی کرتے كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ
بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ یون ہی اللہ تعالے ان کافرون کو انکے اعمال شرک وکفر کو حسرتین دکھلاتا ہو اور یہ لوگ آگ سے باہر ہونیوالے نہین
ہین ف بلکہ یہ حسرت علیحدہ عذاب ہو۔ واضح ہو کہ قولہ من دون الله مین دون بمعنے غیر ہے اور انداد جمع ند کی بمعنے نظیر ہو اور مفسر سیوطی نے اصنام یعنے بتون
تفسیر کی یعنی سوا سے اللہ تعالے کے بتون کو شریک لائے اور بیضاوی مین ہو کہ بعض نے کہا کہ انداد یعنی وہ سردار لوگ جنکی اطاعت کرتے تھے اسوجہ کہ آگے فرمایا
کہ۔ اذ تبرأ الذين اتبعوا من الذين اتبعوا۔ حالانکہ بیزاری کرنا بتون سے متصور نہین اور جو کوئی سوا حکم آلہی کے کسی کی بات مانتا ہے اسکو اپنا رب بنایا
چنانچہ قولہ تعالے۔ اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله مین بیان آویگا۔ اور شاید مراد عام ہو خواہ بت ہون یا ایسے لوگ ہون جنکی فرمانبرداری
خلاف حق تعالے بدون حکم شرعی اختیار کی تھی بلکہ وہ چیز مراد ہو جو اللہ تعالے سے مشغول کرے۔ آور یحبونهم سے مراد یہ ہو کہ تعظیم وخضوع مین مثل حب اللہ کے انکے
ساتھ برتاؤ کرتے ہین اور کحب اللہ مصدر مضاف بجانب مفعول ہو اور فاعل ضمیر راجع بجانب ان کافرون کے ہو اور مراد یہ ہو کہ یہ کافر ان انداد سے ویسی محبت
کرتے ہین جیسے اللہ تعالے سے محبت کرتے ہین یعنے محبت وطاعت مین اللہ تعالے اور انداد کو برابر رکھتے ہین اور بعض نے کہا کہ کحب الله سے کحب المؤمنین لله
یعنے بتون کو اسطرح مانتے ہین جیسے مومنین اپنے رب تعالے کے لیے محبت وخضوع کرتے ہین۔ اور بیضاوی مین ہو کہ محبت حب۔ بالفتح بمعنے میل قلب ہو
پھر یہ دل کے سیاہ نقطہ کیواسطے جسکو حبۃ القلب کہتے ہین مستعار لیا پھر اس سے حب بالضم کو ماخوذ کیا کیونکہ وہ دل مین اس نقطہ تک پہونچی اور اسمین جم
بیٹھی ہو۔ اور بندہ کی اللہ تعالے سے محبت کرنے کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالے کی طاعت کا ارادہ کرے اور اسکی مرضیات حاصل کرنے پر قصد رکھے
اور اللہ تعالے کا بندہ کے ساتھ محبت کرنے کے یہ معنی ہین کہ اسکی کرامت کا ارادہ فرمائے اور اپنی طاعت مین اسکو لگا دے اور معاصی سے
بچا وے اور حق یہ کہ محبت صفت آلہی سبحانہ تعالے ہو۔ اور اشد حبا بصیغہ اسم تفضیل ہے اسے اشد ہین انکی انداد کو چاہنے کی بہ نسبت یا انکے اللہ تعالے کو چاہنے
کی بہ نسبت کیونکہ وہ لوگ کبھی اللہ تعالے کے مقر تھے اور سختی کے وقت اسی کیطرف رجوع کرتے تھے اور یہی وجہ ہو کہ مسلمان انکے بہ نسبت اشد ہو کہ کبھی حال مین اللہ
تعالے سے دور ولی نہین کرتے ہین اور صحیحین مین عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہو کہ مین نے کہا یا رسول اللہ کون گناہ سب سے بڑا ہو فرمایا یہ کہ تو اللہ تعالے کا ند بناوے

حالانکہ اسنے تجھے پیدا کیا ہی۔ وقولہ لو یری الذین ظلموا۔ مفسر سیوطیؒ نے تفسیر مین تری بتاء فوقیہ قراۃ اہل شام کی اختیار کی ہی پس رویت سے آنکھ کا دیکھنا
مراد ہوگا اور خطاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا ہر مخاطب کو ہوگا اور معنے یہ ہین کہ اگر دیکھیگا تو اے محمد ان لوگونکو جنھون نے انداد بناکر اپنے اوپر ظلم کیا ہے
تو البتہ امر عظیم دیکھیگا۔ جواب لو محذوف ہی اور بعض نے کہا کہ ان القوۃ للہ جمیعا۔ یہی جواب ہی اے اگر دیکھے تو اے محمد ان ظالمون کو انکے عذاب دیکھنے کی
حالت مین تو تو جانے کہ قوت اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اسکو جانتے تھے لیکن خطاب آپکو کیا گیا اور مراد آپ کی امت والے
ہین۔ اور اہل مکہ کی قراۃ بیائے تحتانیہ ہی اور معنے یہ ہین کہ اگر دیکھین وہ لوگ جنھون نے ظلم کیا دنیا مین عذاب آخرت کو تو البتہ جان لین جس دم
دیکھین کہ قوت واسطے اللہ تعالے ہی کے ہی سب کی سب۔ اور یہ ابو عبیدہ کی تفسیر ہی اور نحاس نے کہا کہ اہل تفسیر اسی قول پر ہین اور اس تفسیر پر بھی رویت
رویت بصر یعنے آنکھ کا دیکھنا ہی اور مبرد نے کہا کہ جو تفسیر ابو عبیدہ نے فرمائی وہ جید نہین ہی کیونکہ عذاب کی تقدیر باین طور کہ۔ لو یری الذین ظلموا العذاب
ضروری ہی پس گویا مشکوک سی بات ہوگئی حالانکہ اسکو اللہ تعالے نے واجب کیا ہی پس احسن یہ ہی کہ یری بمعنی تعلم لیا جاوے اور تقدیر عبارت یون ہو۔ ولو یری
الذین ظلموا ان القوۃ للہ۔ لو یعلمون حقیقۃ قوۃ اللہ وشدۃ عذابہ۔ اور جواب لو محذوف ہی اے لتبینوا ضرر اتخاذہم الانداد۔ یعنے اگر مشرکین جان لین حقیقت
مین قوت کل اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی اور اسکا عذاب شدید ہی تو انکو کھل جاوے کہ انداد یعنے شریک بنانا نہایت سخت مضر ہی۔ اور اذ یہان بمعنی اذا ہی
اسواسطے کہ اذ موضوع ہی گذشتہ کے واسطے اور یہان مستقبلات پر داخل ہوا اس اعتبار سے کہ یہ چیزین متحقق ہونے مین ایسی یقینی ہین کہ مثل ماضی کے ہین
گویا واقع ہوگئین۔ اور یرون۔ بر بناء معروف جمہور کی قراۃ ہی اور بر بناء مجہول ابن عامر کی قراۃ از اراۃ ہی اور بعضون نے ان القوۃ۔ مین ان مکسورہ
پڑھا ہی اور قوت سے جسمی قوت مراد نہین بلکہ قدرت الٰہیہ و غلبہ مراد ہی۔ اور جمیع در اصل فعیل از جمع ہی اور شاید وہ اسم جمع ہی اسیواسطے کبھی مفرد اسکے
پیچھے آتا ہی مثل قولہ نحن جمیع منتصر۔ اور کبھی جمع مثل جمیع لدینا محضرون اور حال قرار دیے جانے سے اسکو نصب ہوتا ہی اور کبھی کل کے معنے پر تاکید آتا ہی
اور مثل کل کے شمول پر دلالت کرتا ہی اور ایک وقت مین مجتمع ہونے پر دلالت نہین کرتا ہی۔ اور قولہ ان اللہ شدید العذاب۔ بیضاوی نے کہا کہ یا تو
جملہ مستانفہ ہی یا قول یہان مضمر ہی اور بعض نے کہا کہ ماقبل پر عطف ہی اور فائدہ اسکا تہویل ہی کیونکہ اللہ تعالے کے ساتھ قوت کی خصوصیت ہونا
شدت عذاب کو واجب نہین کرتا ہی اسواسطے کہ جائز ہی کہ باوجود قدرت ہونے کے اسکو ترک کرے اور عفو کر دے اور جب تصریح کی کہ شدت
عذاب دیگا تو خوف جم گیا۔ قولہ اذ تبرأ الذین اتبعوا۔ یہ اذ بدل ہی پہلے اذ سے یعنے اذ یرون العذاب سے۔ یعنے جب دیکھین گے انداد بنانے والے عذاب کو
جبکہ یہ حال ہوگا کہ بیزاری کرینگے متبوع جنکو انداد بنایا تھا اپنے تابعین سے اور چونکہ متبوع لوگون کا عذاب دیکھنا اوپر مذکور نہ تھا اسیواسطے ورأوا العذاب
فرمایا کہ وہ لوگ بھی شدت عذاب کو معاینہ کرینگے۔ تفسیر ابن کثیر مین ہی کہ بیزاری کرینگے ایسے لوگون سے ملائکہ جنکو وہ دنیا مین پوجتے تھے پس
کہینگے تبرأنا الیک ما کانوا ایانا یعبدون۔ ہم نے تیری طرف کو بیزاری کی ان احمقون سے یہ نہ تھے ہمکو پوجتے۔ اور کہین گے سبحانک انت ولینا من دونہم
بل کانوا یعبدون الجن اکثرہم بہم مؤمنون۔ تو پاک ہی تو ہی ہمارا مولی ہی نہ وہ لوگ بلکہ یہ لوگ تو جنون کو پوجا کرتے اور ان مین اکثر ہین کہ جنون پر یقین لائے
ہین۔ یعنے چونکہ عبادت غیر کی ایک سخت خوفناک چیز ہی پس ملائکہ باوجود عصمت کے خوف کھاوینگے اور اپنی طرف اس نسبت بطور باطل سے بھی ڈرینگے
اور جنون کی طرف بات ڈال دینگے۔ یعنے پاک ہی تو۔ تو ہی ہمارا ولی ہی یہ لوگ نہین ہین بلکہ یہ لوگ تو جنون کو پوجتے تھے اور اکثر انمین کے جنون پر ایمان لائے
تھے۔ اور جن بھی انسے بیزار ہونگے اور انکی عبادت سے انکار کرینگے چنانچہ فرمایا۔ ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیمۃ وہم
عن دعائہم غافلون واذا حشر الناس کانوا لہم اعداء وکانوا بعبادتہم کافرین۔ اور کون بڑھا گمراہ ہی ایسے شخص سے جو پکارتے خدا کے سوا ایسے کو جو قیامت
تک اسکو اجابت نہ کرسکے اور وے لوگ انکی پکار سے غافل ہین اور جب سب لوگ حشر کیے جاوینگے تو وے ان لوگون کے دشمن ہونگے اور انکی عبادت

کرنے سے انکار کرنے والے ہونگے۔ اور فرمایا۔ واتخذوا من دون اللہ آلہۃ لیکونوا لہم عزا کلا سیکفرون بعبادتہم ویکونون علیہم ضدا۔ اور حضرت ابرہیم علیہ السلام نے
اپنی قوم سے کہا۔ انما اتخذتم من دون اللہ اوثانا مودۃ بینکم فی الحیوۃ الدنیا ثم یوم القیامۃ یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضا وماوٰکم النار وما لکم من
ناصرین۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ ولو تری اذ الظالمون موقوفون عند ربہم یرجع بعضہم الی بعض القول یقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم
لکنا مومنین قال الذین استکبروا للذین استضعفوا انحن صددناکم عن الہدی بعد اذ جاءکم بل کنتم مجرمین وقال الذین استضعفوا للذین استکبروا بل
مکر اللیل والنہار اذ تامروننا ان نکفر باللہ ونجعل لہ اندادا واسروا الندامۃ لما راوا العذاب وجعلنا الاغلال فی اعناق الذین کفروا ہل یجزون الا ما کانوا یعملون
تا آنکہ شیطان تک انکار کریگا کہ مین نے تمکو بلایا تمنے قبول کر لیا تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپکو ملامت کرو چنانچہ کلام مجید مین مذکور ہے اور قتادہ سے بھی
مروی ہے کہ شیاطین ہونگے کہ انسانون سے بیزاری کرینگے اور بعض نے کہا کہ مشرکین کے سردار اپنے تابعون سے بیزاری و دوری کرینگے وحق یہ ہے کہ یہ عام ہے
جیسا کہ شیخ ابن کثیر کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے۔ قولہ تقطعت بہم الاسباب۔ بہم یعنے عنہم ہے جیسا کہ تفسیر مین ہے اور شیخ ابو البقا نے کہا کہ با سببیہ ہے اسے
سبب کفرہم یعنے انکے کفر کے سبب سے۔ اور اسباب جمع سبب ہے اور لغت مین ایسی رسی کو کہتے ہین جس سے باندھکر کوئی چیز کھینچی جاوے پھر ایسی چیز کو
جو دوسری چیز کو کھینچے سبب کہنے لگے پس یہان اطلاق سبب کا مجازا ہے اور معنی یہ ہین کہ ٹوٹ گئے اُنکے حیلہ و اسباب خلاصی کے کہ آگ سے نجات کا
کوئی سبب نہ ملا۔ اور عطار نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ انھون نے اسباب کی تفسیر مودت سے کی یعنے آپس کی دوستی اور ایسا ہی ابن ابی نجیح کی روایت
مین مجاہد سے مروی ہے۔ اور نیز ابن عباس رض سے روایت ہے کہ کہا یہ منازل ہین اور نیز کہا کہ یہ ارحام اسے ناتے ہین اور بعض نے کہا کہ یہ اعمال ہین اور روایت
مودت کی اصح ہے یعنے قیامت مین کافرون و جنون و بتون سے مودت و دوستی سب منقطع ہو جاینگی۔ قولہ لو ان لنا کرۃ۔ کرۃ پہلے حال کیطرف عود کو کہتے
ہین اور لو یہان تمنا کے واسطے ہے اسے یا لیت لنا کرۃ۔ کاشکے ہمارے واسطے دنیا مین ایک دفعہ لوٹنا ہوتا اور اسی واسطے فا جواب مین آئی کہ فرمایا فنتبرا
منہم کما تبرؤا منا۔ یعنے ہم بیزار و دور رہتے ہین اُن لوگون اور اُنکی عبادت سے پس انکی طرف التفات نہ کرتے۔ بلکہ اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے
حالانکہ وے لوگ اسمین بھی جھوٹے ہین قال تعالے۔ ولو ردوا لعادوا لما نہوا عنہ وانہم لکاذبون۔ اور اگر وے پھیرے جاتے تو بھی ضرور عود کرتے انھین
کامون کے کرنے پر جنسے ممانعت کی گئی اور البتہ وہ جھوٹے ہین۔ قولہ۔ کذلک یریہم اللہ اعمالہم حسرات علیہم۔ اسے مانند اس عذاب دکھلانے کے دکھلائیگا
انکو اللہ تعالے انکے اعمال کو حسرات انپر۔ پس یریہم از ارادۃ ہے اسے دکھلانا۔ اور یہ دیکھنا اگر آنکھ سے ہے تو حسرات علیہم کو نصب بنا بر حال ہونے کے ہے
جیسا کہ مفسر سیوطی رح نے ذکر کیا اور اگر قلبی دیکھنا ہے تو ارادۃ کا تیسرا مفعول ہے۔ اور معنے یہ ہین کہ انکے اعمال فاسدہ اللہ تعالے انکو دکھلائیگا پس وہ
انپر حسرتین و ندامتین ہونگی یا یہ معنی کہ اللہ تعالے انکو اعمال صالحہ جو انپر واجب کیے تھے جنکو انھون نے ترک کیا دکھلاویگا پس یہ انپر حسرت و ندامت
ہوگی۔ اور حسرت اس غم کو کہتے ہین جو کسی چیز کے ندارد ہونے پر ہو اور کل اعمال کفار کوئی بھی قابل ثواب نہین ہے اگرچہ دنیا مین بعض افعال کی جزا انکو دیدی گئی
پس قابل آخرت کوئی نہین اور فرمایا اللہ تعالے نے۔ وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ہباء منثورا۔ اور فرمایا۔ مثل الذین کفروا بربہم اعمالہم کرماد
اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف الآیۃ۔ یعنے جن لوگون نے اپنے پروردگار سے کفر کیا اعمال انکے مثل ریگ کے کہ جسکو تیز ہوا والے دن مین ہوا کے
جھونکے اڑا دیتے ہین۔ اور یہ فرمایا والذین کفروا اعمالہم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء الآیۃ۔ اور جو لوگ کافر ہوے اعمال انکے مثل سراب کے
ایک چٹیل میدان مین کہ پیاسا اسکو دور سے پانی خیال کرے۔ اور فرمایا۔ لا یقدرون علی شیء مما کسبوا واللہ لا یہدی القوم الکافرین۔ نہ قادر ہونگے کسی
چیز پر اسمین سے جو انھون نے کمایا اور اللہ نہین ہدایت کرتا قوم کافرین کو۔ اور قولہ وما ہم بخارجین من النار۔ جملہ اسمیہ ہے جو استمرار و دوام پر دلالت
کرتا ہے حالانکہ وہ لوگ ابھی دوزخ مین نہین ہین پس مفسر سیوطی رح نے جواب دیا کہ مراد دوام و استمرار اسوقت سے ہے کہ جب داخل ہو جاوین بقرینہ آنکہ

جنہوں

خروج کسی شے سے اسمین داخل ہونے کی فرع ہی پس بعض داخل ہونے کے کبھی خارج ہونگے اور دراصل یہان جملہ فعلیہ ہی اے وما ہم بخارجین من النار۔ تاکہ جملہ فعلیہ
پر جملہ فعلیہ کا عطف مناسب ہو ولیکن جملہ اسمیہ کی طرف اسواسطے عدول ہوا کہ دوام و استمرار پر دلالت کرے پس اسمین دلیل واضح ہی کہ کفار ہمیشہ دوزخ
مین رہینگے اور ترکیب سے ظاہر ہی کہ یہ مخصوص کفار کیواسطے بسبب ضمیر ہم اور خبر مشتق ہونے کے جیسا کہ علم بلاغت مین مقرر ہوا فافہم ف۔ قال الشیخ
فی العرائس قولہ تعالے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا۔ انداد کا لفظ ہر ایسی شے پر واقع ہی جو بندہ کو اپنے
مالک کی خدمت سے مانع ہو از انجملہ نفس وہوی ہی کہ جب اسنے نفس وہوی کے تابع ہوکر اسکے حکم پر چلنا شروع کیا اور اللہ عزوجل کی خدمت سے باز رہا
تو اسکو اللہ عزوجل کا ند و نظیر بنا لیا نعوذ باللہ منہ چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ (خواہش نفسانی ۱۲)۔ کیا تونے دیکھ لیا اس شخص کو جسنے
اپنا معبود بنا لیا اپنی ہوی کو۔ از انجملہ خلق ہی کہ ریاست کی خواہش سے اسکی فکر مین پڑے ہین یعنے خلق کو اپنا مسخر بنا لینے کی فکر کرتے ہین تاکہ وہ لوگ
ہمکو بزرگ جانین اور ہم انکے رئیس و سردار بنین۔ اور از انجملہ دنیا و شیطان ہی کہ حصول دنیا کی فکر مین خالق سے باز رہتے ہین اور شیطان اپنے فریب
مین لاکر انکو باز رکھتا ہی پس جسکی جہت سے خدمت الٰہی سے باز رہا اسکو اسنے گویا ند بنایا معاذ اللہ منہ۔ قال تعالے يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ دوست
رکھتے ہین انکو مثل دوست رکھنے اللہ تعالے کے اسوجہ سے کہ انکو معرفت الٰہی کا مزا اور اسکی محبت کی لذت نہین حاصل ہوئی ہی اور اسکے مشاہدہ
کا نور نہین دیکھتے ہین اور اسکے وصال و قرب کے حقائق سے محروم ہین اور باوجود اسکے ان لوگون کی محبت خلق سے ایک محبت معلول ہے یعنے مطلب
کی محبت ہی کیونکہ اگر اپنے محبوبون سے اپنی مراد نہین پاتے تو ایسے بھاگتے ہین جیسے لڑائی مین تلوار کے سامنے بھاگنے والا ہوتا ہی قال تعالے
وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ۔ کیونکہ اہل ایمان و توحید نے اسکا خطاب الست بربکم سابق ازل مین خاص کانون سے سنا ہے
اور امتحانات واقع ہونے سے پہلے اسکے جلال کو مشاہدہ کیا ہی پس انکے دلون مین خطاب اور مشاہدہ کی لذت باقی رہیگی پس امتحان کی تلخی پاکر اسکو حق
عزوجل کیطرف سے اس طرح قبول کرتے ہین کہ اپنے حظوظ نفسانی چھوڑتے اور اپنی جانین اسپر سے خیرات کرتے ہین اور اپنے محبوب کے بارہ مین اپنے
سچے وعدون کو وفا کرتے ہین اور قاسم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معنی قولہ تعالے ومن الناس من یتخذ الآیۃ۔ کے یہ ہین کہ منجملہ ان لوگون کے جنکو یعنے مخاطبت ایمان
کے وقت خطاب خاص سے نکالا ہی چند قومین ایسی ہین کہ اپنی خواہشون کو انھون نے اپنا معبود بنا لیا اسی کی بندگی کرتے اور اسکو چاہتے ہین اور جو
لوگ ایمان والے ہین وہ اللہ عزوجل کو ایسا چاہتے ہین کہ جتنا وہ قومین اپنی خواہشون کو چاہتی ہین اس سے کہین بڑھا ہوا ہی کیونکہ ایمان والے تو بلا
کو اللہ تعالے کی طرف سے نعمت جانتے ہین اور انپر پے در پے بلاؤن کا آنا انکو اپنے پروردگار کی محبت سے نہین روکتا ہی بلکہ اس سے انکی محبت بڑھتی ہی
اسیواسطے فرمایا۔ والذین آمنوا اشد حبا للہ۔ اور شیخ شبلی رح نے کہا کہ جسنے اللہ تعالے کی محبت کا دعوی کیا اور اسکی یاد سے ایک پلک مارتے بھولا تو وہ ٹھٹھول
اور اللہ تعالے پر بہتان باندھنے والا ہی پس اسکے ساتھ وہی کیا جائیگا جو مفتری کے ساتھ کیا جائیگا۔ حضرت جعفر صادق رض نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اپنی
مخلوقات پر اس امر سے مباہات کرتا ہی کہ ایمان والے اسکو اشد محبت سے چاہتے ہین اور اشارہ فرماتا ہی کہ بندگی کرنے والے جن طریقون سے بندگی کرتے
ہین ان سب مین سے محبت خاص طریقہ ہی۔ شیخ ابن عطا نے کہا کہ مومنون نے دوست رکھا اللہ تعالے کو بوجہ دوست رکھنے اللہ تعالے کے اور اللہ
تعالے کی دوستی امر باقی ہی کہ کبھی زائل نہین ہوسکتی پس مومنون کی دوستی بھی بقاء حب اللہ تعالے باقی ہوگئی۔ قال المترجم بعض اکابر نے فرمایا کہ دوستی
حق عزوجل مومنون کے حق مین سابق ہی اور اسیواسطے فرمایا یحبہم ویحبونہ۔ اسے اللہ تعالے انکو دوست رکھتا ہی اور وہ دوست رکھتے ہین اللہ تعالی کو یعنی
اپنے دوست رکھنے کو مقدم ذکر فرمایا اور محبت کا اطلاق متعدد معنون پر آتا ہی اور ترقی محبت اور اسکی انتہا کو عشق کہتے ہین اور اللہ تعالے کا بندہ کو
محبوب رکھنا نصوص مین بہت وارد ہی ولیکن اللہ تعالے پر عاشق وغیرہ الفاظ کا اطلاق منع کیا گیا ہی اور اسی طرح معشوق کا اطلاق بھی ممنوع ہی اور

یہی صحیح ہے اور ظاہر دلیل ممانعت اس امر کو مقتضی ہے کہ ایسا کرنے والا حرام کا مرتکب ہوگا اب رہا یہ امر کہ محبت الٰہی یعنی بندے کو اللہ تعالیٰ کا محبوب رکھنا اسکے معنے کیا ہیں پس اکثروں کے نزدیک یہ ہیں کہ اسکو اپنی مرضیات و طاعات میں رکھکر جنت میں داخل فرمائے اور ثواب جمیل عطا کرے اور بندے کا اللہ تعالیٰ کو دوست رکھنے کے معنے یہ ہیں کہ اسکے حکم سے نہ پھرے اور ماں و باپ و اولاد و تمام جہان سے اسکے حکم کو ترجیح دے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند کو ذبح کرنا بحکم الٰہی قبول کیا۔ اور جاننا چاہیے کہ محبت کی چار قسمیں ہیں محبت طبعی اور محبت حیوانی اور محبت نفسانی اور محبت ایمانی پس محبت طبعی بمقتضائے جزئیت بدن ہوتی ہے مثل باپ بیٹے و اولاد و اقارب کے باہمی محبت کے کہ وہ کبھی زائل نہیں ہوتی جیتے جی بدن کے قیام کے ساتھ ہے پس جو حدیث ہے کہ تم میں سے کوئی مسلمان نہوگا جب تک میں اسکے نزدیک اسکے باپ و بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہوں اس سے طبعی محبت مراد نہیں اور نہ طبعی محبت دور کرنیکا اسمیں حکم ہے اسواسطے کہ طبعی محبت تو آدمی کے اختیاری نہیں بلکہ ایمانی محبت مراد ہے کہ آپ کے فرمان کو سب پر مقدم رکھے جیسا کہ آگے آتا ہے اور محبت حیوانی جسکو محبت شہوانی بھی کہتے ہیں منشا اسکا بدن کی قوت شہوانیہ ہے کہ مثل جانوروں کے آدمی میں یہ قوت غالب ہو کر طرح طرح کی خواہشوں میں مبتلا کرتی ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اسکو خوبصورت عورتوں وغیرہ کی طرف رغبت ہوتی ہے اور کبھی اسقدر بڑھ جاتی ہے کہ مجنون و خبطی ہو جاتا ہے اور امام غزالی علیہ الرحمۃ وغیرہ نے اسکی پہچان یہ فرمائی ہے کہ ایسے شخص کی نظر اپنے محبوب کی خوبصورتی اور جسم کے سڈول پن پر زیادہ ہوتی ہے اور اگر ایسے شخص کا مادۂ منی جو محرک اس قوت کا ہے کم ہو جاوے یا کم کر دیا جاوے تو کمی ہو جاتی ہے اور بڑھاپے میں بالکل زائل ہو جاتا ہے اور یہ بڑی بدتر بلا ہے ایسا شخص گدھے و پلید جانوروں کے مثل بلکہ انسے بدتر ہے۔ اور محبت نفسانی کا منشا روح دماغی ہے جو باعث حرکات ہے اور یہ بھی ہر چند کہ بدن سے متعلق ہے مگر میت کم اور ایسے شخص کی نظر اپنے معشوق کے سڈول جسم پر نہیں ہوتی بلکہ اسکی صفات اخلاق پر ہوتی ہے جیسے آواز خوش اور خوش سلیقہ اگرچہ وہ صورت میں بھونڈا ہو اور اسکو اپنے معشوق کے دیکھنے سے اتنی ہی خوشی ہوتی ہے جسقدر آب رواں و سبزہ زار کے دیکھنے سے ہوتی ہے اور ایسے شخص کو معشوق کے جسم و ہاتھ پاؤں و آنکھ ناک پر کچھ بھی نظر نہیں ہوتی ہے اور اسکو بعضے اہل تصوف ابتدائے حال میں عمل میں لاتے تھے تا کہ روح صاف ہو و لیکن شناخت حق و باطل کی اسمیں اکثر شہوت پرستوں سے اٹھ گئی اور انھوں نے منشائے شہوت سے اسمیں فرق نہیں کیا اور گمراہ ہوئے اور بعضے اکابر نے یہاں ایک محبت روحی لکھی ہے اور یہ وہ ہے جسکی طرف حدیث صحیح میں اشارہ ہے کہ روحیں ازل میں ایک جھنڈ تھیں جنمیں وہاں الفت ہوئی تھی انمیں یہاں الفت ہے اور جنمیں وہاں انجان پن تھا وہ یہاں بھی اجنبی ہیں اور یہ تحقیق سے قریب ہے اور رہی محبت ایمانی اور وہ ایک چیز ہے کہ اسکو سوائے حق و عز و جل کے کوئی نہیں جانتا ہاں اسکا اثر جن لوگوں میں پیدا ہوتا ہے وہ جانتے ہیں اور اکابر میں تو یہانتک کلام ہے کہ یہ صفات حق میں سے ہے بالجملہ ابتدا اسکی یہ ہے کہ بندہ احکام شرعی و حکم خدا و رسول پر خوب ثابت ہوتا ہے پھر اس مضبوطی پر اسکا شوق بڑھتا جاتا ہے پھر جوش ہو جاتا ہے و لیکن محض خاموش رہے اور محل اسکا قلب ہے اور اس حالت سے رفتہ رفتہ ترقی کر کے وہ نور جو افمن شرح اللہ صدرہ کی تفسیر ہے تمام جوارح و اعضا میں ساری ہوتا ہے اور اسوقت میں تمام اعضا خود بخود فرمان الٰہی عز و جل کے کاربند ہوتے ہیں اور بعد رجوع کر کے وہ قرارگاہ میں قرار پکڑتا ہے تا کہ موت آوے اور یہی محبت ہے جو ایمان کے مقام پر مذکور ہے اور اکابر نے اسی کی تعریف کی ہے فاستقم واللہ اعلم بالصواب

يَآ أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ ؕ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○

اے لوگو　کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے جو حلال ہے ستھرا　اور نہ چلو قدموں پر شیطان کے　وہ تمھارا دشمن ہے صریح

إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَأَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

وہ تمکو بُرے کام اور بےحیائی ہی کا حکم کریگا اور یہ کہ جھوٹ بولو اللہ تعالیٰ پر جو تمکو معلوم نہیں

واضح ہو کہ واحد جمع مخاطب امر ہے واحد اسکا کُل جو در اصل اُؤکل تھا پس پہلا ہمزہ وصل کا اور دوسرا فاءِ کلمہ ہے ولیکن عرب نے فاءِ کلمہ کو حذف کر دیا پس ہمزۂ
وصل سے استغنا حاصل ہوا کیونکہ مابعد متحرک ہو اور یہ حذف اس مقام پر قیاسی نہیں ہو اور سوا ے کل وخذ کے اور کہیں نہیں ہوا ہے۔ اور حلالا مفعول
کلوا ہے پس من واسطے ابتداے غایۃ کے متعلق۔ کلوا۔ سے ہوگا کما ذکرہ المحقق التفتازانی اسواسطے کہ من تبعیضیہ موضع مفعول مین ہے پس قولہ تعالے
یَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا۔ سے بعض ما فی الارض حلالاً طیبا۔ یعنے اے لوگو تم بعض چیز زمین سے حلال
طیب کو کھاؤ۔ ھ۔ اور مفسر سیوطیؒ نے مانند اور ون کے حلالاً کو حال قرار دیا یعنی اے لوگو جو زمین مین ہے اس سے کھاؤ درحالیکہ حلال طیب ہو اور کتاف
مین کہا کہ من واسطے تبعیض کے ہے اسواسطے کہ کل جو زمین مین ہے وہ حلال نہین ہے وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ
مُبِينٌ۔ اور نشان قدمہاے شیطان کی پیروی مت کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے وہ تمکو ہرگز راہ راست پر نہین لیجائیگا اور جب تم خلاف شرع
الٰہی تعالے کے قدم اُٹھاؤگے فوراً گمراہی مین پڑجاؤگے کیونکہ شیطان خود ملعون ہے تو تم بھی اس دشمن کے پیچھے جاتے ہو۔ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ
وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ وہ شیطان تو تمکو برابر بدی وفحش ہی کا حکم کریگا اور یہ حکم کریگا کہ تم
اللہ تعالے پر ایسی بات کہو جو تم نہین جانتے ہو مثلاً فلان چیز حرام اور فلان حلال ہے اور یہ اللہ تعالے پر افترا ہے اور یہی خطوات شیطان کی اتباع
ہے خطوات بضم طا اور بسکون طا بنابر تخفیف کے ہر دو قراءۃ ہین اور خطوہ بالفتح مصدر اور بالضم وہ چیز جو ہر دو قدم کے درمیان ہو۔ اور انہ لکم مین
ان مکسورہ کی قراءۃ ابلغ ہے اسواسطے کہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور شیطان کے حال سے آگاہی دینا مراد ہوتا ہے بخلاف ان مفتوحہ کے کیونکہ اس صورت مین تقدیر
کلام یہ ہوگی کہ اسکی اتباع مت کرو۔ لانہ لکم عدو مبین۔ اسواسطے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے حالانکہ اسکی اتباع مطلقاً ممنوع ہے اور شیطان سے یہان
جنس مراد ہے اور واحد مراد نہین ہے۔ اور ان تقولوا۔ موضع جر مین عطف ہے بالسوء پر اور وہان تقولوا ذکرہ العکبری پھر جاننا چاہیے کہ حکم آیت تو عموماً کل
کافرون ومومنون کے واسطے اتباع شیطان سے ممانعت ہے لیکن اسمین اختلاف ہے کہ یہ آیت کسکے حق مین اُتری پس بیضاوی مین ہے کہ ایک قوم کے حق
مین اُتری جنھون نے اپنے اوپر رفیع طعام ولباس حرام کرلیا تھا بدون قصد تورع کے اور یہ قول مرجوح ہے بلکہ بنابر مشہور کے ان لوگون کے حق مین وہ آیت
اُتری جو سورۂ مائدہ مین ہے یعنے یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم۔ اور اس آیت کے باب مین راجح ومشہور قول یہ ہے کہ یہ ایک قوم کفار یعنی ثقیف
وخزاعہ وعامر بن صعصعہ وبنی مدلج کے حق مین اُتری کہ انھون نے کھیتی اور چوپاؤن مین سے مثل بحائر وسوائب کے اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا اسی سے یہان
یا ایہا الناس سے خطاب فرمایا ذکرہ القرطبی اور مفسر سیوطیؒ نے اسکو اختیار کیا اور سوائب جمع سائبہ کی وہ جانور جو بتون کے نام پر چھوڑ دیتے کہ اسپر سوار ہونا وغیرہ
حرام جانتے تھے جسکو ہندوستان مین سانڈ کہتے ہین اور ہندو چھوڑ دیا کرتے ہین ولیکن اگر کوئی شخص عمدہ لباس اور کھانا بھی اپنے اوپر حرام کرے اور
اعتقاد کرے تو وہ بھی اسمین داخل ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا۔ اور طیب اس مقام پر مستلذ ہے جیسا کہ مفسر نے باتباع شافعی وغیرہ
اختیار کیا اور وہ ہر چیز کہ لوگ اسکو لذیذ جانین پس اس صورت مین طیبا صفت مقیدہ یا حال ہوگا اور امام مالک وغیرہ نے کہا کہ وہ حلال ہے پس گمان
کیا گیا کہ وہ حلالاً کی تاکید ہوئی الا آنکہ کہا جاوے کہ طیب وہ کہ ہر شبہہ سے طاہر ہو جسکو شرع نے پاکیزہ رکھا ہے پس یہ خاص مستلذات ہی پر نہین ہے
اور مما مین من تبعیضیہ ہے یعنے بعض ما فی الارض۔ اسلیے کہ یہ قطعاً معلوم ہے کہ زمین کی چیزون مین سے بعض کا کھانا مثل سنکھیا وغیرہ کے نہین جائز ہے
اگرچہ پاک ہے اور جو چیز کھانے کی ہے اسمین بھی ہر ایک کا کھانا روا نہین ہے۔ اور کلوا بصیغۂ امر فرمایا پس کہا گیا کہ امر یہان وجوب وندب ومباح کے
واسطے ہوسکتا ہے چنانچہ اگر بقاے زندگی کے لیے ہو تو اسقدر کھالینا واجب ہے جس سے جان نہ نکل جاوے اور اگر مہمان کے ساتھ ہو تو اسکا ساتھ دینا
مستحب ہے اور اسکے سوا مباح ہے اور بعض محققین نے کہا کہ سیری سے زیادہ کھانا حرام ہے اور بعض نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ زمین مین جو اشیا ان

اشیاء ہین جنکے بابتہ کوئی نص نہیں ہے اصل انکے حق مین حلت ہو یہانتک کہ کوئی حکم اسکے خلاف کے مقتضی ہو یعنی جب کسی دوسری دلیل سے معلوم ہو کہ فلان چیز منع ہو تب وہ اباحت سے خارج ہو جائیگی اور اکثرون نے یہ حکم قولہ تعالے۔ ہو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ سے نکالا ہوا اور یہ اظہر ہے نسا مل اور اس سے ثابت ہو کہ حلال کا حرام کرنا حرام بلکہ کفر ہے جیسے برعکس اور صحیح مسلم کی حدیث مین ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہر مال جو مین نے عطا کر دیا ہو اپنے بندون کو وہ انکے واسطے حلال ہوا اور اسی حدیث مین ہو کہ اور مین نے اپنے بندون کو حنیف پیدا کیا پس شیطان انکے پاس آیا اور انکو انکے دین سے پھیرا اور جو مین نے انکے لیے حلال کیا تھا وہ انپر حرام کر دیا۔ اور ابن مردویہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ تعالے یا ایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا الآیۃ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پڑھی گئی پس سعد بن ابی وقاص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لیے اللہ تعالے سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالے مجکو مستجاب الدعوۃ کر دے تو فرمایا کہ اے سعد پاک کر اپنا مطعم تو مستجاب الدعوۃ ہو جاے گا قسم اس ذات کی جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہو کہ آدمی اپنے پیٹ مین حرام لقمہ ڈال لیتا ہو کہ اس سے چالیس روز تک کچھ قبول نہین کیا جاتا ہو اور جو کوئی بندہ ایسا ہو کہ حرام وسود سے اسکا گوشت پیدا ہوا ہو تو دوزخ کی آگ اسکے واسطے اولے ہوا ور عنقریب دوسری حدیث تفسیر قولہ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ مین آئی ہو اور۔ قولہ لا تتبعوا خطوات الشیطان۔ زجاج نے کہا یعنے طرق الشیطان۔ شیطان کی راہین۔ اور ابو عبیدہ نے کہا کہ محقرات گناہ یعنے جن گناہون کو حقیر سمجھا جاے۔ اور مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا کہ خطوات الشیطان بمعنے تزئین الشیطان یعنے ہر بُری بات جسکو آنکھون مین زینت کے ساتھ دکھلاوے اور یہ قول سعید بن جبیر کا ہو اور قتادہ وسدی نے کہا کہ جو اللہ تعالے کا گناہ ہو وہ خطوات الشیطان سے ہو۔ اور شعبی نے کہا کہ ایک شخص نے نذر کی کہ اپنے بیٹے کو قربانی کریگا پس مسروق رض نے اسکو فتوی دیا کہ ایک مینڈھا ذبح کرے اور فرمایا کہ یہ خطوات الشیطان سے ہو اور ابو مجلز نے کہا کہ یہ گناہون کی نذرین ہین اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ ابن مسعود رض کے پاس کھیرے اور نمک آیا پس آپنے کھانا شروع کیا اور قوم مین سے ایک شخص الگ ہو گیا تو ابن مسعود رض نے فرمایا کہ اپنے دوست کو بھی دو تو اسنے کہا کہ میرا جی نہین چاہتا تو فرمایا کہ کیا تو روزہ دار ہو اسنے کہا کہ نہین تو پوچھا کہ پھر تیرا کیا حال ہے اس نے کہا کہ مین نے نذر کی ہو کہ کھیرے کبھی نہ کھاؤنگا تو ابن مسعود رض نے فرمایا کہ یہ خطوات الشیطان سے ہو تو کھا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے اور ابن عباس رض سے روایت ہو کہ فرمایا جو قسم یا نذر کہ غصہ مین ہو وہ خطوات شیطان سے ہو اور کفارہ اسکا کفارہ قسم ہو قال المترجم اور شافعی رح وغیرہ نے اسکو عام لیا کہ مثل طلاق وغیرہ مین بھی جو حالت غصہ مین ہوا اور ہمارے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی آیا نہین دیکھتے کہ مانند قول ابن عباس رض بعض معاملہ مین ابن عمر رض سے بھی روایت ہو حالانکہ طلاق مین ابن عمر واقع ہو جانے کی روایت کرتے ہین پس مراد یہان وہ چیزین ہین جو نذر معصیت وغیرہ ایسی ہون کہ کسی ایسے عقد کو زائل نکرین جسمین جد وہزل یکسان ہو فافہم۔ اور خطوات الشیطان کے بارہ مین جو اقوال مذکور ہوے سب شامل ہونا کچھ بعید نہین ہو اور قولہ مبین۔ یعنے بین العداوۃ یعنے شیطان کھلی ہوئی عداوت والا ہو۔ اشارہ ہو کہ مبین از۔ ابان ہین۔ بمعنے لازم ہو متعدی نہین اگرچہ باب افعال ہو قال البیضاوی یعنے ظاہر العداوۃ ان لوگون کے نزدیک ہو جنکی آنکھین ہین اگرچہ جن لوگون کو گمراہ کر دیتا ہو انکے ساتھ موالات و دوستی ظاہر کرتا ہو یعنے انکو اندیشہ پرست سے یہی بداقبالیان جو شیطان کی پیروی مین اچھی معلوم ہوتی ہین تو شیطان سے دوستی سمجھتے ہین حالانکہ اُسنے دشمنی سے انکو اپنے ساتھ جہنمی کرایا اسیواسطے اللہ تعالے نے فی قولہ اولیاءہم الطاغوت مین اسکو کافرون کا ولی و دوست کہا ہو اور قولہ۔ انما یامرکم بالسوء والفحشاء وان تقولوا علے اللہ ما لا تعلمون۔ یعنے شیطان تو تمکو بدی وفحش ہی کا حکم دیتا ہو الخ یہ بیان اسکی عداوت کا ہو اور زمخشری نے یہان اشکال پیش کیا کہ امر مقتضی علو ہو یعنے حکم دینے والا بلند مرتبہ حاکم ہوتا ہو حالانکہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ البتہ میرے بندون پر تجکو علو حاصل نہین ہوا اور بیضاوی نے جواب دیا کہ امر یہان استعارہ ہو یعنے انکے واسطے تزئین کرتا یعنے بدی کو سنوار کر خوبصورت دکھلاتا اور انکو بدکاری پر برانگیختہ کرتا ہو یعنی

شیطان انکے واسطے تزئین کرتا اور انکو گناہ پر امادہ کرتا ہو پس اسیکو مجازا یامرکم فرمایا کہ امر کو اس معنی کے واسطے مستعار لیا اور یہ اسواسطے کہ ان لوگونکی سفاہت بیان کیجاوے کہ اپنے دشمن کے مطیع ہوجاتے ہین گویا مامور ہین اور اسواسطے کہ ان لوگون کی تحقیر ہو کہ بندگان شیطان ہین اور بعض نے جواب دیا کہ امر کو بمعنے مجازی لینے کی کوئی حاجت نہین اسواسطے کہ امر درحقیقت طلب فعل کے واسطے ہو اور اسمین شک نہین کہ شیطان جنکو اغواء کرنا چاہتا ہے اُنسے یہی فعل چاہتا ہو آقول امر فقط طلب فعل نہین ورنہ دعا بھی اسمین داخل ہوگی حالانکہ وہ قسم علیحدہ ہو پس حکومت کے طور پر طلب فعل ہونا امر ہو اور سوء مصدر ساء یسوء اے سکو غمگین کیا پھر اُس چیز پر اطلاق کیا گیا کہ جسکو عقل انکار کرے کیونکہ وہ بھی عاقل کو غمناک کرتی ہو اور فحشاء وہ ہو کہ دیکھنے مین بدشکل ہو پھر ان معانی مین مستعمل ہوا جو قبیح ہون اور یہان مراد وہ چیزین ہین جنکو شرع نے قبیح بتلایا ہو اور ابن عباس سے روایت ہو کہ سوء وہ کہ جسمین سزاے حد مقرر نہین ہو اور فحشاء وہ کہ جسمین سزاے حد مقرر ہو اور ظاہر قولہ تعالے - قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن - دلالت کرتا ہو کہ فحشاء ادنے یہ ہو کہ حرام ہو اور بعض نے کہا ہر وہ چیز جس سے شرع نے نہی فرمائی وہ فحشاء مین سے ہو اگرچہ مکروہ ہو - اور قولہ - ان تقولوا - عطف ہو بالسوء یعنے حکم کرتا ہو تمکو کہ کہو اللہ تعالے پر وہ چیز جو تم نہین جانتے ہو - شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ مراد وہ جو انھون نے بحیرہ وسائبہ وغیرہ کو حرام کرکے مشروع قرار دیا تھا پس جو حلال وحرام بغیر علم ہو وہ سب اسمین داخل ہو بلکہ جو بلا علم شرعی ہو اسی حکم مین ہو قال البیضاوی اسمین دلیل ہو کہ ظن کا اتباع بالکل منع ہے یعنے ظن باعتبار لغت وعرف کے علم کا مقابل ہو پس ما لا تعلمون مین وہ بھی داخل ہو اور چونکہ یہان اعتراض وارد ہوتا ہو کہ مجتہد کے اجتہادات بیشتر ظنی ہین حالانکہ اسپر عمل کرنا قطعا واجب ہو تو قاضی رحمہ اللہ نے اسکی دفع مین کہا جسکا حاصل یہ ہو کہ مجتہد کا اجتہاد جسکی طرف مؤدی ہوا سکے طریقہ تحصیل کے درمیان ظن ہو پھر چونکہ اجتہاد مجتہد پر عمل کرنا بالاجماع واجب ہو تو یہ مظنون معلوم ہوگیا اور ظن منقلب ہوکر علم ہوگیا کذا قیل مین کہتا ہون کہ اس سے اعتراض مندفع نہین ہوتا اسلیے کہ محصول یہ ہوا کہ ظن کا اتباع سرے سے ممنوع ہو اور ظن مجتہد کی اتباع پر اجماع ہو اور یہ بات ظاہر ہو تو خود دیکھتا ہو اور غایۃ توجیہ یہ کہ مظنون مجتہد اپنے طریقہ تحصیل سے مظنون تھا پھر حصول کے بعد دلیل اجماع کی دلالت سے کہ اسپر عمل واجب ہو معلوم ہوا کہ وہ حکم اللہ ہو ورنہ اسپر عمل کرنا واجب نہوتا اور جو حکم اللہ تعالے ہو وہ قطعی اور علم ہو پس اتباع مجتہد اتباع علم ہو ذکرہ فی شرح المنہاج اور مین کہتا ہون کہ اسمین بھی نظر ہو اسواسطے کہ وجوب عمل سے اسکا حکم اللہ تعالے ہونا لازم نہین بلکہ اسپر عمل کرنا حکم اللہ تعالے ہو اور یہ اللہ تعالے کی طرف سے بندون پر بنظر رحمت خاص آسانی ہو کہ وہ تحقیقی حکم اللہ تعالے کے حاصل کرنے کے مکلف نہین کیے گئے جو انکے حیطہ امکان سے خارج ہو اور پوشیدہ نہین کہ ایک واقعہ مین متناقض دو اجتہاد ممکن بلکہ واقع ہین مثل الوتر واجب عند مجتہد والوتر لیس بواجب عند آخر پس حکم اللہ تعالے الاعمال البالغ علی ما ہو الصحیح اگرچہ اعتبار ثواب دونون پر ہو پس ظاہر ہوا کہ عمل مظنون مجتہد پر واجب ہونا اس امر کو مستلزم نہین کہ وہی حکم اللہ تعالے ہو اور نیز کیونکر نہین کہا کہ مظنون مجتہد قطعی ہو مطلقا بلکہ مظنون مجتہد حق عمل مین قطعی ہو اگرچہ فی نفسہ ظنی ہو جاننا چاہیے کہ تعلق ظن وعلم کا اسی اسناد سے ہو جو طرفین قضیہ کے درمیان ہو یعنے انکے یہ بات یون ہو یا یون نہین ہو نہ نفس طرف سے مگر باعتبار طرکہ یعنی موجود ہو یا نہین ہو وہ حقیقی وہی اسناد ہوگی پس جواز وعدم جواز مرجع ظن وعلم کا ہو اور جواز سے مراد عام شامل فرض وواجب ومستحب ومباح ہو اور عدم جواز سے مراد عام شامل حرام ومکروہ تحریمی مکروہ ہو پس جب کہا گیا کہ الوتر واجب تو ظن اسکے وجوب مین ہو اور جب کہا گیا کہ حکم الاجماع قطعی تو علم اسکے قطعی ہونیکا ہو پھر علم تو یہ ظاہر قطعی در اعتقاد مین بھی اور عمل مین بھی اسکے مقتضا پر لہذا ظن حق اعتقاد مین ہمیشہ ظن ہو کیونکہ وہ نفس ظن ہو اور حق عمل مین کبھی باوجود اعتقاد ظن کے اسپر عمل قطعی ہوتا ہو مثل عمل بمقتضا سے مظنون مجتہد کہ بحکم اجماع واجب ہو پھر آیہ کریمہ مین دلیل ہو کہ اتباع مظنون بالکل ممنوع ہو چنانچہ کافر لوگ بحیرہ وسائبہ وحرث والانعام کی نسبت ظنی حکم نکالکر شیطان کی پیروی مین گمراہ ہوئے کیونکہ مثلا سائبہ کا گوشت کھانا اور اسپر سوار ہونا حرام ہو یہ کافرون کا قول بدلیل

ظن تھا بدون کسی علم کے اور اہل ایمان جو مظنون مجتہد کی پیروی کرتے ہین وہ بدلیل ظن نہین بلکہ بدلیل اجماع ہو جو قطعا علم ہو پس کافر تو دلیل ظن کے پیرو تھے اور اہل ایمان دلیل علم کے پیرو ہوے باوجودیکہ مظنون مجتہد فی نفسہ ظنی ہو اور چونکہ یہ حق عمل مین ہو لہذا ایسا ہونا ممکن ہو اختلاف اعتقاد کے کہ اسمین نہین ہوسکتا اسیواسطے کہا گیا کہ قیاس واجتہاد حق اعتقاد مین نہین جاری ہو بمعنی آنکہ مظنون کیطرف مودی ہو کیونکہ وہ ہرطرح ظن ہی ہو نہ بمعنی ترتیب مقدمات کہ یہ تو علم مین بھی جاری ہو کیا تو نہین دیکھتا کہ توحید کا اثبات باوجود نتیجہ ترتیب مقدمات کے قطعی ہو اور بحیثیت نتیجہ شکل اول بعد ثبوت ہر دو مقدمات کے قطعی حاصل ہوتا ہو پھر جب یہ معلوم ہوا تو جاننا چاہیے کہ اتباع مظنون مجتہد کا جواب جو علامہ بیضاوی وغیرہ نے دیا کہ مودی اجتہاد مجتہد ظن مستند بمدرک شرعی ہو پس اسکا وجوب قطعی ہو اور ظن اسکے طریق مین ہو اس سے انکی مراد یہ ہو کہ مجتہد نے اجتہاد سے جو حکم واجب یا مستحب یا حرام نکالا ہو اسمین پیروی اسکے ظن کی اسکے اجتہاد کے موافق عمل کرنے مین نہین بلکہ پیروی حکم اجماع کی ہو کہ عمل بمقتضاے اجتہاد مجتہد واجب ہو اور یہ حکم اجماع قطعی ہو جیسا کہ کہا کہ اسکا وجوب قطعی ہو پس جسنے یہ گمان کیا کہ یہ مظنون قطعی ہوگیا اسنے دھوکا کھایا فلیتامل

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ

اور جب انکو کہیے پیروی کرو اسکی جو نازل کیا اللہ نے کہین نہین ہم چلین گے اسپر جسپر پایا ہمنے اپنے باپ دادون کو بھلا اگرچہ

آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝

انکے باپ دادے نہ عقل رکھتے ہون کچھ اور نہ راہ کی خبر

نزول اس آیت کا مشرکین کے حق مین ہو جنکو حکم کیا گیا کہ ظن کو چھوڑ کر قرآن مجید وآیات الٰہی کی اتباع کرین مگر انھون نے نہ مانا اور تقلید کی طرف جھک پڑے قال تعالے وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا اور جب ان کافرون سے کہا جاوے کہ جو اللہ تعالے نے اتارا اسکی پیروی کرو تو کہتے ہین نہین بلکہ ہمنے جسپر اپنے باپ دادون کو پایا اسکی اتباع کرینگے۔ عن فعلی ہذا ضمیر لہم راجع الناس کی طرف ہو جو یا ایہا الناس کلوا الآیۃ۔ مین مذکور ہو نہ اس الناس کی طرف جو قولہ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا الآیۃ۔ مین مذکور ہو جیسا کہ صاحب سراج نے وہم کیا ہو پس یہ آیت متصل بماقبل ہو اور بمقتضاے ظاہر اس صورت مین خطاب تھا ای اذا قیل لکم ولیکن انکو مخاطب کرنے سے عدول اسواسطے کیا تاکہ دلالت ہو کہ یہ لوگ نہایت حماقت سے جانورون کی طرح قابل خطاب نہین ہین گویا عاقلون کی طرف التفات کرکے فرمایا کہ تم ذرا ان احمقون کو تو دیکھو کہ کیسا جواب دیتے ہین البیضاوی اور محمد بن اسحق نے عکرمہ یا سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک گروہ یہود کے حق مین اتری کہ انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی طرف دعوت کی پس انھون نے کہا۔ بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی ابن کثیرؒ اور بغوی نے کہا کہ ابن عباس سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اسلام کی دعوت کی پس رافع بن خارجہ ومالک بن عوف نے کہا کہ بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری اور اس تقدیر پر یہ جملہ مستانفہ ہوگا اور لہم کی ضمیر ان غیر مذکورین سے کنایہ ہوگا۔ اور شاید کہ قلوب یہود ومشرکین عرب ان بعض وجوہ مین یکسان تھے یعنی باپ دادون کی اتباع الٹا اور نہین کی تقلید پر جھپنا اور حق کی طرف توجہ نہ کرنا اور نہ ماننا پس الکفار اذکر الناس ضمیر لہم راجع کردی اسواسطے کہ یہود بھی بعض ما احل اللہ کی تحریم اور اتباع ظن کرتے تھے۔ اور قولہ بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا۔ بل۔ اضراب ہی کیلیے ہے اسے لانتبع ما انزل اللہ یعنے جو اللہ تعالے نے تمہارا اسکی اتباع نہین کرینگے۔ اور ایک قصہ سے نکلا دوسرے قصہ کیطرف جانے کے واسطے نہین ہو اور مفسر سیوطیؒ نے لا کی تقدیر کرکے اسی طرف اشارہ کردیا اور الفینا یعنے وجدنا متعدی بیک مفعول اور کبھی متعدی بدو مفعول ہوتا ہو اور یہان دونو کا احتمال ہو پس مفعول اول آباءنا۔ ہو اور علیہ حال ہو یا مفعول ثانی ہے

یا الفینا جو لام کلمہ ہے وہ دراصل واؤ ہے قولہ- اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ- یعنے اور کیا وے لوگ باپ دادون کی پیروی کیے جاوینگے اگرچہ انکے باپ دادا کچھ عقل نہ رکھتے ہون اور نہ راہ پاتے ہون ف واو حالیہ ہے اور ہمزہ استفہام رد و تعجب ہے ولیکن واو سے مقدم کردیا گیا کیونکہ اسکے واسطے صدر کلام ہے- اے اتبعوہم ولو کان لوکاک- کیا انکا اتباع کرینگے حالانکہ وہ ایسے ہون اور ابوالبقاو بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ جواب لو محذوف ہے بہ تقدیر کہ واو عاطفہ ہواے لو کان آباؤہم جہلة عن امر الدین غیر مہتدین الی الحق لا یتبعوہم- یعنے اگر انکے باپ دادا امر دین جاہل ہون حق بات کی راہ نہ پاتے ہون تو بھی انھین کی اتباع کرینگے- اور بیضاوی نے کہا کہ بر تقدیر واو حالیہ ہونے کے جواب کی احتیاج نہین کیونکہ شرط جب ہی حال ہو سکتی ہے کہ معنے شرطیت کے اس سے نکال لیے جاوین وبہ جزم ابوالسعود- اسلیے کہ مقصود اس سے تعمیم احوال ہے اور مفسر سیوطی نے اتبعوہم کی تقدیر سے کفایت کردی- اور لا یعقلون شیئا- اے شیئا من امر الدین اے امر دین مین سے کوئی شے نہین سمجھتے تھے- اور مطلقا مراد نہین کیونکہ وہ لوگ امور دنیا مین سے بہت کچھ جانتے تھے پس لفظ عام وارد فرمایا اور مراد خاص ہے- اگر کہا جاوے کہ اسمین دلالت ہے کہ آیت کا نزول یہی مشرکین ہو نہ یہود اسواسطے کہ آبا یہود حضرت موسیٰ و دیگر انبیا کی اتباع مین بہت کچھ امور دین سے جانتے تھے تو جواب یہ ہے کہ مراد آبا سے وہ ہین جنکو ان کہنے والون نے پایا جیسا کہ خود بولے کہ الفینا علیہ آباءنا اور وہ انکی پہلی پشت ہین نہ سابقین اور یہ پہلے دو چار پشت والے اجہل تھے علاوہ برین اللہ تعالے نے لا یعقلون فرمایا اے امور دین مین انکو سمجھ نہ تھی پس اگر اقوال کے

یعنے خانی کتابی اقوال جانتے ہون

شناسا ہون بھی تو کیا ہوتا ہے قال البیضاوی اسمین ایسے شخص کے واسطے تقلید کرنے سے ممانعت ہے جو نظر اور اجتہاد پر قدرت رکھتا ہو اور امور دین مین غیر آدمی کا اتباع کرنا کسی دلیل سے یہ جان کر کہ یہ محق ہے مثل انبیا علیہم السلام کے اتباع کرنے یا مجتہدین فی الاحکام کی اتباع کرنے کی تو یہ درحقیقت تقلید نہین بلکہ جو اللہ تعالے نے اتارا اسکی اتباع ہے فعلی ہذا تقلید یہ ہوئی کہ احکام دین مین غیر کا قول بلا دلیل مان لینا اور یہ معنی تقلید کے ائمہ مجتہدین کی اتباع مین نہین پائے جاتے ہین مگر ان لوگون کے حق مین جو باوجود کلی یا جزوی قدرت نظر کے نظر نہین کرتے اور تقلید کرتے پس عوام مسلمین جو کچھ قدرت نظر نہین رکھتے وہ تو بری ہین اور ماخوذ وہ ہین جو فی الجملہ قدرت نظر رکھتے ہین اور بعض متاخرین نے تصریح کیا کہ عامی پر یہی واجب ہے کہ وہ کسی مفتی سے فتوی لیکر اسپر عمل کرے تاکہ ثواب حاصل ہو اور جو مفتی جبکہ وہ مفتی قرار پایا ہے اسکے واسطے کافی ہے کہ وہ اسکے فتوے کے موافق عمل کرنے مین عند اللہ تعالے ماجور ہوگا اور یہی یہان مقصود ہے فافہم اگر کہا جاوے کہ کافرون نے تو یہ کہا تھا کہ ہم اسکی اتباع کرتے ہین جسپر ہمارے باپ دادے تھے کیونکہ وہ ہم سے زیادہ علم والے اور دانا تھے اور اللہ تعالے نے اسکو رد کر دیا کہ انکی اتباع کیے جاوینگے اگرچہ وہ لوگ کچھ نہ جانتے اور نہ راہ پر ہون- تو جواب یہ ہے کہ اللہ عز وجل نے مختصر جواب بہ معنے ایسا فرما دیا جو ادنے غور سے سمجھ مین آسکتا ہے تاکہ یہ لوگ پورے بیوقوف سمجھ لیے جائین اور امام رازی نے اس جواب کی تقریر کو یون بیان کیا کہ اس جواب کی تقریر کئی وجہ سے ہے اول آنکہ مقلد سے کہا جاوے کہ تو اس بات کا اقرار کرتا ہے

تفسیر کبیر میں ہے

کہ کسی آدمی کی تقلید کے واسطے یہ شرط ہے کہ یہ جان لے کہ یہ شخص محق یعنے حق پر ہے یا یہ شرط نہین ہے پس اگر تو اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ ہان یہ شرط ہے تو تجکو کسی شخص کی تقلید جائز ہونا بعد اس امر کے معلوم ہوگا کہ تو جان لیوے کہ یہ شخص محق ہے پھر تو نے اسکا محق ہونا کیونکر معلوم کیا- اگر کسی دوسری تقلید سے یہ بات جانی تو دوسری جس شخص کی تقلید کی ہے اسکا محق ہونا کیونکر معلوم کیا اگر اسکو بھی تیسرے کی تقلید سے معلوم کیا تو اسمین بھی یہی کلام ہوگا حتی کہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا بے انتہا چلا جاویگا اور بے انتہا سلسلہ ہونا باطل ہے اور اگر تو نے اسکا محق ہونا اپنی عقل سے معلوم کیا ہے تو تجھے عقل خود کافی ہے تقلید کی حاجت نہین- اور اگر تو نے کہا کہ جواز تقلید کے لیے یہ شرط نہیں کہ جسکی تقلید کرے اسکا محق ہونا بھی جانے تو ایسی صورت مین تو نے اسکی تقلید جائز رکھی اگرچہ وہ شخص مبطل ہو پس تو اسکی تقلید پر خود نہین جانتا ہے کہ مین حق پر ہون یا باطل پر ہون- دوم آنکہ اچھا تیرا ہی کہنا مانا کہ یہ شخص جو پہلے زمانہ مین گذرا اس بات کا عالم تھا لیکن ہم اگر فرض کرین کہ پہلے زمانہ کا شخص اس بات کو نجانتا تھا اور نہ اسنے اس بات مین کوئی مذہب اختیار کیا تھا تو پھر جالل تجھے کیا کرنا پڑتا

کر تو اس بات مین غور و نظر کرکے اپنا مذہب اختیار کرے پس لامحالہ غور و نظر کی طرف رجوع صحیح ٹھہرا تو ایسا ہی یہان ہو سوم آنکہ اگر تو نے کسی اپنے اگلے شخص کی کسی مسئلہ مین تقلید کی تو ہم پوچھتے ہین کہ اس شخص نے اس مسئلہ کو کیونکر جانا تھا یعنے تقلید کرکے جانا تھا یا بلا تقلید پس اگر اسنے بھی تقلید کرکے جانا تھا تو وہی دور یا تسلسل لازم آویگا جو اول تقریر مین گذرا اور اگر اسنے بلا تقلید کے دلیل سے جانا تو جب تو نے اپنے اوپر اسکی تقلید واجب کرلی ہو تو تجھ پر بھی واجب ہوا کہ اسکو دلیل سے حاصل کر نہ تقلید سے کیونکہ اگر تو نے اسکو تقلید سے حاصل کیا بدون دلیل کے باوجودیکہ اس شخص متقدم نے اسکو دلیل سے حاصل کیا تھا نہ تقلید سے تو تو اسکا مخالف ہوا پس ثابت ہوا کہ قول تقلید ایسا ہی کہ اسکا ثبوت خود اسکی نفی کرتا ہی پس جو چیز ایسی ہو وہ باطل ہی۔ اور اللہ تعالے نے اس آیت کو اتباع خطوات شیطان سے زجر کرنے کے بعد جو ذکر فرمایا تو اسی تنبیہ کے واسطے کہ وساوس شیطان کی پیروی مین اور تقلید کی پیروی مین کچھ فرق نہین ہی اور اسمین قوی دلیل اس بات کی موجود ہی کہ نظر کرنا اور استدلال کرنا واجب ہی اور جو چیز بلا دلیل شرعی کے دل مین آوے اسپر اعتماد کبھی نہ کرے اور اسکا تابع نہ ہو اور جو چیز کہ شخص غیر کہے اسپر بلا دلیل اعتماد نہ کرے انتہی کلامہ۔ مترجم کہتا ہی کہ اس بات پر تو سب اہل اسلام متفق ہین کہ اعتقادات مین تقلید حرام ہے اور جو اعتقاد کہ تقلید سے ہو وہ کچھ نہین ہی پس جو شخص یہ اعتقاد کرے کہ چونکہ فلان شخص نے اعتقاد کیا کہ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق تھے لہذا مین بھی اسکے اعتقاد کی تقلید پر یہ اعتقاد کرتا ہون تو یہ لغو اور وہ کافر ہی اور وہ مومن نہوگا جب تک خود یقین کرے اور جنھے کچھ تقلید کو روا رکھا ہی تو فقط مسائل فروعیہ مین روا رکھا ہی سو اسکا مآل کچھ نہین اسواسطے کہ کسی کے حق مین حسن عقیدت سے تقلید کر لینا عوام کے واسطے ہی اور جو شخص دلائل کو دیکھ سکتا ہو اسکو بلا دلیل مان لینا نہین چاہیئے جیسا کہ پہلے گذرا اور اسی پر بیضاوی نے جزم کیا ہی فافہم

پھر اللہ تعالے نے ان کافرون کے واسطے ایک مثل بیان کی اور فرمایا

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ

اور مثال ان منکرون کی جیسے مثال ایک شخص کی کہ چیخ پکارتا ہے ایسی چیز کو جو کچھ نہین سنتی مگر پکارنا اور چلانا بہرے گونگے اندھے ہین

فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ

سو انکو عقل نہین

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ ان لوگون کی مثل جو کافر ہین۔ كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ۔ جیسے مثل اس شخص کے جو بلا کر ایسی چیز کو آواز دیتا ہو جو کچھ نہین سنتی إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً۔ سوا سے پکار و ندا کے ف یعنے اسکو فقط آواز سنائی دیتی ہی سوا اسکے کچھ نہین سمجھتا اور یہ حال چوپایون کا سا حال ہی صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ۔ بہرے گونگے اندھے ہین تو یہ کچھ نہین سمجھتے ہین ف مثل الذین کفروا۔ مبتدا اور کمثل الذی ینعق۔ اسکی خبر ہی اور نعق بنون و عین مہملہ بلند آواز دینا۔ اور بما بر باء موحدہ واسطے تعدیہ کے ہے کیونکہ نعق لازمی ہی یقال نعق المؤذن بلند آواز سے بولا مؤذن۔ اور نعق بالفتح بلند آواز سے بکریون کو ہانکا پس ما موصولہ ہی۔ اور مفسرین کے تفسیر آیت مین چند اقوال ہین بنا بر ینکہ تشبیہ مفرد ہی یا تشبیہ مرکب کیونکہ مثل الذین کفروا کی طرف تو صرف کفار مذکور ہین اور کمثل الذی ینعق بما لا یسمع۔ کی طرف ناعق اور منعوق بہا۔ دو مذکور ہین یعنے ایک آواز سے پکارنے والا اور دوسری وہ چیز جسکو پکارا ہی پس شیخ ابو البقا نے ذکر کیا کہ کلام مین حذف مضاف ہی تقدیرہ مثل داعی الذین کفروا۔ یعنے مثال بلانے والے کی ان لوگون کو جو کافر ہوئے راہ راست کیطرف جیسے مثال پکارنے والے کی بکریون کے گلہ کو۔ اور یہ اسواسطے مقدر کیا گیا تاکہ تشبیہ ٹھیک ہو پس دین کیطرف بلانے والا مثل ناعق کے اور کافر لوگ مثل بکریون کے ہین سیبویہ نے کہا کہ گویا اللہ تعالے نے کافرون اور انکی راہ کی طرف بلانے والے کو بکریون اور انکے پکارنے والے کے ساتھ تشبیہ دی ہی تو ہر دو شے مین سے ایک کو دوسرے سے

مقابلہ کر دیا بدون تفصیل کے باعتماد فہم معنی کے۔ اور نیز سیبویہ نے کہا کہ کافرون کی تشبیہ ناعق کے ساتھ نہیں بلکہ منعوق بہا یعنی ناعق نے جس چیز کو آواز دی ہو اسے ان بہائم کے ساتھ جو نہیں سمجھتے ہیں اقول اس تقدیر پر ظاہر ہوتا ہے کہ تشبیہ مستقل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کرنی منظور ہے حالانکہ مقصود استقباح حال کفار ہے اور اس سے اولے بحسب المعنی تو یہ ہے کہ مشبہ بہ کیطرف تقدیر کیجاوے۔ اے مثل الذین کفروا کمثل بہائم الذی ینعق۔ پس آیت میں تشبیہ [illegible] ۱۲ کافرون کی بہائم سے ہے اور معنے یہ ہیں کہ کافر لوگ بسبب اپنی تقلید میں منہمک ہونے کے جو انکو نصیحت کی جاتی ہے اسپر کان ہی نہیں دھرتے اور جو انسے تقریر کیجاتی ہے اسپر غور ہی نہیں کرتے پس وہ اس حالت میں مثل چوپاؤن کے ہیں کہ چرواہا انکو آواز دیتا ہے پس وہ آواز سن لیتے ہیں اور اسکا مقصود نہیں جانتے اور نداء کو محسوس کرتے ہیں اور معنی نہیں سمجھتے ہیں۔ کذا قال البیضاوی اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ قولہ تعالے مثل الذین کفروا اسے جس حال گمراہی وضلالت وجہالت میں کافر پڑے ہیں انکی مثال جیسے چلتے ریوڑ و گلے چوپاؤن کے کہ چرواہا اسکو پکارتا ہے کہ راہ پر چلاوے مگر وے اسکا کہنا نہیں سمجھتے خالی اسکی آواز سنتے ہیں۔ اور ایسا ہی شیخ ابوالعالیہ ومجاہد وعکرمہ وعطاء وحسن بصری وقتادہ وعطا خراسانی وربیع بن انس رحمہم اللہ مروی ہے اور معنے اس تفسیر کے یہ ہیں کہ یہ تمثیل ہے کہ کافر لوگ اپنے باپ دادے کے ظاہر حال کے اتباع میں بدون حقیقت حال سے واقف ہونے کے ایسے ہیں جیسے چوپائے کہ آواز سنتے ہیں اور جو اس سے مقصود ہے وہ نہیں سمجھتے ہیں پس قول اول اور اسمیں فرق یہ ہے کہ اول میں تو انکی تشبیہ بہائم سے اس امر میں کہ جو انکو القاء کیا جاتا ہے وہ نہیں سمجھتے ہیں اور اسمیں انکی تشبیہ بہائم سے اس بات میں کہ وہ اپنے باپ دادون کی اتباع ظاہری سے ایسے جاہل ہیں جیسے بہائم ہوتے ہیں۔ اور قطرب نے کہا کہ مثال کافرون کی اپنے بتون کو پکارنے میں ایسی ہے جیسے چرواہا اپنے گلہ کو پکارتا ہے حالانکہ وہ جانور یہی نہیں جانتے کہ کہان ہیں اور شیخ ابن جریر رح نے اسکو اختیار کیا ہے اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم رح نے کہا کہ مثال کافرون کی اپنے پتھر کے معبودون کو پکارنے میں ایسی ہے جیسے رات میں چیخنے والا کہ اسکی صدا خود اسکو آواز دیتی اور ایسی چیز کو آواز دیتا ہے جو نہ سنے اور جواب وہ دیتا ہے جسکی کچھ حقیقت نہیں ہے پس یہ سب چار اقوال ہوئے جنمیں اول و دوم قریب المعنی ہیں اور سوم وچہارم قریب المعنے ہیں مگر بیضاوی نے اخیر کے دونون قولون پر اعتراض کیا کہ خواہ تشبیہ مفرد لیجاوے یا مرکب لیجاوے اس تشبیہ کے جواز کی کوئی صورت نہیں اسواسطے کہ مشبہ بہ کو مشبہ سے وجہ تشبیہ میں اقوی ہونا واجب ہے حالانکہ کافرون کے بت بہ نسبت بہائم کے ناسمجھی میں بہت بڑھے ہوئے ہیں پس دفع ہوگیا جو بعض نے کہا کہ بتون کا نہ سننا کچھ مضر نہیں کیونکہ تمثیل مرکب ہے اور ایسا ہی شیخ ابن کثیر رح نے اسپر اعتراض کیا کہ اولی نہیں اسواسطے کہ بت کچھ نہیں سمجھتے ہیں اور نہ دیکھتے اور نہ سنتے اور نہ انمیں حیات ہے نہ فہم اور قولہ صم بکم عمی فہم لا یعقلون مفسر سیوطی رح نے اشارہ کیا کہ خبر مبتدا ے محذوف ہے بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ مرفوع علی الذم ہے اور معنی یہ ہیں کہ حق بات سننے سے بہرے اور حق کہنے سے گونگے اور راہ حق سے اندھے اور لا یعقلون سے مراد اس سے عقل دین کا جاننا ہے یعنی امر دین کو نہیں سمجھتے ہیں قال المترجم یعنی عقل نورانی نہیں رکھتے بلکہ حواس رکھتے ہیں جو آخرت سے بالکل بے بہرہ ہیں پھر فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۝　طیبت

اے ایمان والو کھاؤ ستھری چیزیں جو روزی دیں ہم نے تمکو اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسکے بندے ہو

اور بعض نے کہا کہ یہ حکم تاکید ہے قولہ تعالے۔ یا ایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا الآیۃ۔ کی اور یہاں مومنین کو خاص کر دیا کہ لوگون میں سے افضل نوع ہیں اور حق یہ ہے کہ سابق کی آیت میں بحائر وسوائب کے حرام جاننے والون کو اعلام حلت طیبات مقصود تھا اور اس آیت میں ارشاد اکل حلال ہے بقولہ تعالے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۝

اے ایمان والو ہمنے جو کچھ طیبات سے تمکو دیا ہے کھاؤ اور اللہ تعالے کا شکر کرو اگر تم اسی کی بندگی کرتے ہو۔ ف بعض نے کہا کہ اکل سے مراد بیان

نفع اُٹھانا ہو اسے نفع اوٹھین چیزون سے اوٹھاؤ جو تم کو شرع مین جس طور سے حلال ہو اور ظاہر یہ ہی کہ کھانے سے یہی عادت کے موافق کھانا مراد ہی اور
عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہی کہ آیت مین طیبات سے پاک کمائی مراد ہی خفت وصیت پاک طعام کی نہین ہی اور ضحاک نے کہا کہ رزق حلال مراد ہی اور اسی کو
مشعر ہی کہ شیخ ابو البقا نے کہا کہ کلوا کا مفعول محذوف ہی اسے کلوا رزقکم ۔ اور امام احمد و مسلم و ترمذی و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے ابو ہریرہ رضہ سے
روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ طیب ہے نہین قبول کرتا مگر طیب کو اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا مومنون کو جس چیز کا حکم دیا اپنے
رسولون کو چنانچہ فرمایا ۔ یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا انی بما تعملون علیم اور فرمایا یا ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم
پھر ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی طول سفر کرتا ہی پریشان گرد آلودہ اپنے ہاتھ آسمان کو اُٹھاتا ہی یارب یارب حالانکہ اسکا کھانا
حرام سے اور لباس حرام سے اور حرام کھایا پیا ہی تو کہان اسکی دعا قبول ہوگی ۔ اور ثابت ہوا ہی کہ عبادت کے قبول ہونے کے واسطے اکل حلال و لباس حلال
شرط ہی اور کہا گیا ہی کہ غذاے حرام سے چالیس روز تک عبادت مقبول نہین ہوتی ہی اور یہ سب اس حرام مین ہی کہ کھلا ہوا ہو اور عالمگیری وغیرہ مین مذکور ہی
کہ علماء نے فرمایا کہ اس زمانہ مین آدمی کو یہی واجب ہی کہ جسکو کھلا حرام دیکھ لے اور جان لے اس سے اجتناب کرے اور تقویٰ یہ ہی کہ شبہات سے بالکل پرہیز
کرے واللہ اعلم اور قولہ واشکروا للہ ۔ یعنی اشکروا نہین فرمایا بلکہ تکلم سے غیبت کیطرف التفات کیا واسطے تفخیم شان کے اور یہان امر واسطے وجوب کے ہی کیونکہ شکر اللہ
تعالیٰ واجب ہے اور حدیث مین ہی سبحان اللہ و تحمیدہ میزان کو بھر دیتی ہی پس یا تو شکر سے یہان مراد زبانی شکر ہی یا مراد ہی کہ جو نعمتین اللہ عزوجل نے بندہ کو کرامت فرمائی ہین سب اسکی
خدمت مین اسکے حکم کے موافق صرف کرے مثلاً آنکھ تلاوت کلام مجید مین اور پاؤن مسجد مین حج وغیرہ مین اور مثل اسکے عبادت مفروضہ خاصہ وعامہ مین اور ظاہر ایہی معنی مراد ہین اور قولہ
ان کنتم ایاہ تعبدون مفعول کو تخصیص کے واسطے مقدم فرمایا اگر عبادت کے واسطے تم اسکو مخصوص کرتے ہو اور اقرار کرتے ہو کہ وہی معبود ہی اسکے سوا کوئی نہین ہے اور بعضون نے کہا ہی اگر تم عارف ہو اللہ
تعالیٰ اور اسکی نعمتون کے تو نعمتون پر اسکا شکر کرو ۔ شکر الٰہی منجملہ حقوق ہی اور حرف شرط یہان امر مشکوک کے واسطے نہین ہی بلکہ تحریض اور برانگیختہ کرنے کے لیے
ہی جیسا کہ مقدمہ مین بیان ہوا جیسے کوئی اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہی تو اس کام کو پورا کر دے پس ایسا ہی یہان ہی ۔ اور بیہقی وغیرہ نے روایت
کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مین اور جن و انسان ایک بناء عظیم مین ہین پیدا مین کرتا ہون اور میرا غیر عبادت کیا جاتا ہے
اور رزق مین دیتا ہون اور میرا غیر شکر کیا جاتا ہی ۔ پھر جاننا چاہیے کہ شکر گذاری کا نفع بندون ہی کیطرف راجع ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ شکر کروگے
تو زیادہ نعمت ملیگی ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ ۔ یا ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم ۔ طیبات وہ چیزین ہین جو سابق علم ازل مین اپنی
رضا اور خوشنودی کے ساتھ اہل ایمان کے واسطے تقسیم کر دین یعنے اُنکی قسمت مین کر دین یعنے انکی ایسی معاش جسکا تناول کرنا انکے حق مین کسی
حال مین مذموم نہین اور یہ وہ تفرّس ہی جسکو ایمان دار آدمی کام مین لاتا ہی کہ وقت حاجت کے وقوع واقعہ سے پہلے نور ایمان سے فراست کے ساتھ
دریافت کر لیتا ہی قال المترجم مراد وہ نور مکاشفہ ہی جس سے اولیاء اللہ تعالیٰ مکرم کیے گیے ہین جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بوے یوسف علیہ السلام
کو مصر کی دوری سے سونگھ پایا تھا ۔ اور نیز طیبات وہ چیزین ہین جو مومن کو اللہ تعالیٰ کے مرضیات کی طرف رغبت دلاوین مانند معاملات سینہ اور
اخلاق حمیدہ کے اور بالوفات نفس (جتنا کہ نفس چاہتا ہی ۱۲) بمتابعت شہوت ترک کرنے کے ۔ اور نیز طیبات وہ چیزین ہین کہ غیب سے بدون آدمیون کی کاریگری کے حاصل
ہون کیونکہ جسمین آدمیون کی کاریگری لگی وہ لگاؤ سے خالی نہین ہین قال المترجم پس میوا اور زمین دپھل وغیرہ ایسے ہی ہین بخلاف طعام اور اسکی
ترکیبی لذت کے اور نیز طیبات وہ شہوت سے نہ کھائی گئی ہون اور اُنسے نتیجہ حکمت وعبادت حاصل ہو قال المترجم یعنے غذا اگر تن پروری کے
واسطے کھائی تو کچھ نہین اور اگر غذا بغرض قوت عبادت کھائی تو وہ طیبات سے ہی ۔ اور نیز طیبات وہ کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کھائی
گئی ہون اور بدعت کے طریقہ پر نہون ۔ اور نیز طیبات اشارہ ہی ذکر حق عزوجل کی طرف بشرطیکہ اسمین ذکر مخلوق کا میل نہو اور ایسا پاکیزہ ذکر حق

وہ غذاے روح اسطرح ہے کہ روح بقوت وجد پرواز کرے اور صفات کے باغون مین دیدار حق بوصف وصل کرے - اور شیخ عبد الرحمٰن سلمی رح نے
فرمایا کہ طیبات رزق یہ ہے کہ بیتابی کے وقت اسقدر کھالے کہ نفس باقی رہے تاکہ اداے فرائض پورے طور پر ہو اور یہ مقدار وہی ہے کہ کسی حال مین
اس کھانے کے پیچھے نقصان نہین ہوتی ہے - قولہ تعالےٰ واشکروا للّٰہ ان کنتم ایاہ تعبدون - اے شکر کرو اللہ تعالےٰ کا اپنی معرفت کے ساتھ مشکور اگر
تم اسکو عبادت کرتے ہو بشرط معرفت اسواسطے کہ معبود بنانا بدون معرفت صحیح نہین ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اعزاز ہے یعنے شرط معرفت سے
مخصوص اسی کی عبادت کرنے پر شکر گذاری اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندون کو آمادگی دلاتا ہے (عزہ دلاتا ہے) اور معاندین کو تنبیہ ہے تاکہ جان لین کہ شکر سزاوار نہین
مگر اسکو جسنے پیدا کیا اور رزق دیا اور موت دی اور زندگی دی ہے اور یہان ملا دیا عبادت کو ساتھ شکر نعمت کے واسطے تعریف منعم علیہ کے کہ اسکی
نعمت کا شکر یہ معرفت کے ساتھ عبادت کرکے ادا کرے - انتہی کلامہ رزق حلال کے ارشاد کے بعد بیان فرمایا کہ اپنے چند ہی گنتی کی چیزین
منجملہ تمام چیزون کے حرام کر دی ہین پس فرمایا

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ
یہی حرام کیا ہے تم پر مردہ اور لوہو اور سور کا گوشت اور جس پر نام پکارا گیا اللہ کے سواے کا پھر جو کوئی پھنسا

غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
نہ بے حکمی کرتا ہے نہ زیادتی تو اسپر گناہ نہین اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ تمپر حرام تو یہی مردار ہے ف یعنے مردار کا کھانا کیونکہ کھانے ہی مین گفتگو ہے اور اسی طرح آیندہ
چیزون مین بھی کھانا حرام ہے اور اسمین سے مچھلی ٹڈی استثنا ہے وَالدَّمَ - اور خون ہے - ف مراد خون مسفوح جو رگون سے نکلکر روان ہو جیسے
سورۂ انعام مین مذکور ہے وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ - اور سور کا گوشت ف اور جب گوشت نجس ہے تو باقی اسکے سب تابع سر سے پانْون تک نجس ہے اور بعض نے
کہا کہ ضرورت والون کے لیے سور کے بال سے کوچی بنانا جائز ہے وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ - اور جس چیز کے ساتھ غیر اللہ کا نام پکارا گیا ف یعنے سواے
اللہ تعالےٰ کے غیر کے لیے ذبح کیا گیا اور نام پکارنا اسواسطے فرمایا کہ بت پرست بتون کے نام سے پکارتے اور ذبح کیوقت بتون کا نام لیتے تھے فَمَنِ
اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ - پھر جو کوئی مضطر ہوا در حالیکہ باغی و عادی نہین
تو اسپر گناہ نہین ہے اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے ف باغی و عادی سے یا تو سلطان سے بغاوت اور مسلمانون پر عدوان یعنے رہزنی مراد ہے اور یہی امام
شافعی کا قول ہے اور قیاس سے ہر بدکار مسافر مانند بھاگے ہوے غلام کے اور جو ظلمانہ مال وصول کرنے جاتا ہو وہ بھی باغی و عادی مین شامل ہین اور یا
مراد باغی سے وہ کہ حلال چھوڑکر حرام کی خواہش کرے اور عادی وہ کہ اضطرار کے وقت حد سے تجاوز کرکے پیٹ بھرے اور یہی امام ابو حنیفہ وغیرہ کا قول ہے
تو ہر ایک مضطر کو ایسے وقت مین جان رکھنے کی قدر جائز ہے جبکہ خواہش حرام یا اس مقدار سے تجاوز نہ کرے - اور واضح ہو کہ المیتۃ ایک قراءۃ مین منصوب ہے
پس ما کافہ ہے اور حرم کا فاعل اللہ تعالےٰ ہے اور ایک قراءۃ مین بالرفع ہے پس ما بمعنے الذی ہوگا اور المیتۃ خبر ان ہے والمعنے ان الذی حرم علیکم المیتۃ الے آخرہ
اور ایک قراءۃ مین حُرِّمَ بصیغہ مجہول ہے پس المیتۃ بالرفع ہوگا مگر جائز ہوگا کہ ما بمعنے الذی اور المیتۃ خبر ان ہو یا ما کافہ اور المیتۃ مفعول مالم یسم فاعلہ
ہو اور سواے وجہ اول کے حصر اور صورتون مین ظاہر نہین مگر ترکیب مفید قصر حرمت ما استلزہ ہوگی اور المیتۃ در اصل بتشدید یا ہے بر وزن
فیعلۃ اور واوی ہے اسے میوتۃ پس تشدید کی قراءۃ علی الاصل ہے اور جسنے تخفیف سے پڑھا اسنے واو کو جو عین کلمہ ہے حذف کیا مانند سید
ہین کے کہ در اصل سیید وہیّن بتشدید یا ہین اور دوم مین لام کلمہ یا تھا جو بغیر علت حذف کیا گیا اور خنزیر کا نون اصلی ہے بر وزن و مانند غربیب

اوربعض نے کہا نون زائدہی ماخوذ از خزر - اور غیر باغ منصوب علی الحال ہی اسواسطے کہ استثنا ءجب ہوسکتا ہی کہ الا اسکے قائم مقام ہوسکے
ذکرہ العکبری وغیرہ پھر جاننا چاہیے کہ کلمہ انما موضوع ہے واسطے حصر کے اسے جو اسکے ساتھ مذکور ہین انھین کے واسطے حکم ثابت کرتا ہی اور غیر سے
نفی کرتا ہی پس یہ ہوگا کہ حرام ہونا انھین چیزون مین منحصر ہے جو میتہ و دم و لحم خنزیر و ما اہل لغیر اللہ مین مذکور ہین - پس اگر کہا جاوے کہ اور بہت چیزین
حرام ہین جو اسمین مذکور نہین پھر حصر کیونکر ہوگا تو جواب یہ ہی کہ اصل وضع انما کی قصر قلب کے واسطے ہی پس کفار نے جو ان سب چیزون کو مع دیگر اشیاء
کے حلال ہونیکا اعتقاد کیا تھا تو ابلغ طور پر قصر قلب کے ساتھ انحصار کرکے رد کیا کہ جن چیزون کو تمنے حلال کر رکھا ہی انمین سے اتنی ہی چیزین حرام ہین
یا جواب یون دیا جاوے کہ حالت اختیاری پر حرمت مقصور کرنا مراد ہی گویا یون کہا گیا کہ تم پر یہی چیزین حرام کی گئی ہین جب تک کہ تم ان چیزون کی
طرف مضطر نہو - پس حاصل یہ ہی کہ حصر مطلقا مراد نہین ہی بلکہ یا تو ان سب چیزون مین سے جنکو انھون نے حلال کر رکھا تھا یا حالت اختیار کی نسبت
کرکے قصر ہی اور خون کو بھی عرب حلال جانتے اور کھاتے تھے چنانچہ جو ضون مین جمع کر لیتے پھر اسکو بھونکر کھاتے تھے - پھر جاننا چاہیے کہ مردار وہ ہی
جس سے روح مفارقت کر گئی بدون اسکو ذکوۃ دیے ہوے یعنے شرع کے موافق بسم اللہ کہکر ذبح نہین کی گئی پس امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر
عمدا بسم اللہ کو ترک کیا تو بھی مردار ہی اور امام شافعی سے مشہور ہی کہ تسمیہ ہر مومن کے دل مین ہی اگر عمدا اسنے نہ بھی پڑھا ہو تو جائز ہی بالجملہ اتفاقی
ہے کہ جس جانور کی ذکاۃ منوی ہو وہ مردار ہی خواہ خود بخود مر گیا یا گلا گھٹنے سے مرا یا پٹکنے سے یا اونچائی سے گر کر یا دوسرے جانور کے سینگ وغیرہ مارنے سے
یا درندے کے مار ڈالنے سے مرا ہو اور جمہور نے اس عام مین سے دریائی صید کو مخصوص کیا ہی کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا - واحل لکم صید البحر و طعامہ
چنانچہ عنقریب انشاء اللہ تعالے آویگا - اور نیز حدیث عنبر کی حضرت جابرؓ کی روایت سے صحیح مین موجود ہی اور مسند امام احمد و موطا و سنن مین ہی کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے بحر کے حق مین فرمایا ہو الطہور ماءہ الحل میتتہ یعنے اسکا پانی طہور ہی اور اسکا مردار حلال ہی پس ظاہر ہوا کہ المیتۃ سے مراد یہان خشکی کی
کا مردار ہی یا مع دریائی مردار کے جو مشابہ اسکے ہو - اور شافعی و ابن ماجہ و دارقطنی و احمد و حاکم و ابن مردویہ نے ابن عمرؓ سے مرفوعا روایت کیا کہ حضرت صلعم نے
فرمایا کہ ہمارے لیے دو میتہ اور دو خون حلال کیے گئے ہین پس دو میتہ تو ٹڈی اور مچھلی ہین اور دو خون وہ کلیجی اور تلی ہی - اور یہ حدیث از قبیل مشہور ہی
اسیواسطے ہمارے علماے حنفیہ کے نزدیک کتاب اللہ پر اس سے زیادتی جائز ہوئی اور نیز قولہ احل لکم صید البحر - عام ہی کہ صید زندہ اور مردہ دونون کو
شامل ہی پس اس مخصص کے ساتھ حدیث اسکا بیان ہوکر خود آیت سے تخصیص ہوگی فافہم اگر کہا جاوے کہ جو گابھن بکری مثلا ذبح کی گئی اور اسکے پیٹ میں سے بھی
بچہ مرا نکلا تو وہ کھانا جائز ہونا چاہیے کیونکہ حدیث مین ہی کہ جنین کی ذکاۃ وہی اسکی مان کی ذکاۃ ہی تو علما نے اسکا جواب دیا کہ یہ حدیث مشہور نہین بلکہ
احاد ہی پس اس سے زیادتی نہین جائز ہی - اور یہ جواب کچھ قوی نہین اسواسطے کہ اصول مین مقرر ہو چکا ہی کہ جب عام ایک مرتبہ مشہور سے تخصیص یافتہ
ہو چکا ہو تو پھر احاد سے بھی اسکی تخصیص جائز ہوتی ہی - پھر اکثر اہل علم کے نزدیک دریائی جانور سب زندہ و مردہ کا کھانا جائز ہی اور بعض اہل علم کے نزدیک
دریائی جانورون مین سے جنکا مشابہ خشکی کے جانورون مین سے حرام ہی وہ حرام ہین اور ابن حبیبؒ نے دریائی سور کے حق مین توقف کیا اور ابن القاسم نے کہا کہ مین
اُس سے بچتا ہون اور اسکو حرام نہین جانتا ہون اور صحیح بنا بر قول بعض اہل علم کے وہ حرام ہی اور مانند اسی کے ہی ہمارے علماے حنفیہ کے نزدیک ابن کثیرؒ
نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ میتہ جانور کا دودھ یا پرندکا انڈا جو اسکے تھنون یا پیٹ مین ہی وہ شافعی وغیرہ کے نزدیک نجس ہی کیونکہ اسکا جز ہی اور امام مالک
کی ایک روایت مین وہ طاہر ہی مگر مجاورت سے نجس ہوا اور اسی طرح میتہ کے انفحہ مین خلاف ہی اور مشہور یہ ہی کہ وہ انکے نزدیک نجس ہی مگر خود اپنے اوپر اعتراض
وارد کیا کہ صحابہؓ نے مجوس کا پنیر کھایا ہی پس قرطبی نے اسکا یہ جواب دیا کہ یہان قلیل دودھ اسمین خلط ہی اور کثیر کے ساتھ قلیل نجاست عفو ہی - پھر دم سے
مراد دم مسفوح ہی یعنی جو جاری ہوکر روان ہی جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت مین او دما مسفوحا - فرمایا پس مطلق کو مقید پر محمول کیا جائیگا - اگر کہا

[illegible]

جاوے کہ حدیث مشہور مین جو آیا کہ ہمارے واسطے دو خون حلال کیے گئے کلیجی اور تلی سو یہ دونون دم مسفوح نہین بلکہ یہ خون کے لوتھڑے ہین پس وہ حرام مین سے سرے سے نہین ہین تو جواب یہ ہو کہ یہ تخصیص عام سے نہین بلکہ اظہار عدم حمل بر عام ہو فافہم۔ اور علما متفق ہین کہ حرام دم مسفوح ہو اور جو گوشت کے ساتھ مخلوط ہو وہ بالاجماع حرام نہین قالہ القرطبی اور حدیث مین حضرت عائشہؓ کی روایت ہو کہ وہ گوشت پکاتی تھین پس خون کی زردی ہانڈی پر چھا جاتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکو بلا انکار کے کھاتے تھے۔ پس خشکی کے مردار اور بعض دریائی مردار جو مشابہ ہو خشکی والے سے اور دم مسفوح اپر حرام ہین اور اسیطرح اپر سور کا گوشت حرام فرمایا پس بیان اور سورہ انعام کی آیہ مین لحم خنزیر فرمایا ہو اور ظاہر گوشت کو مخصوص بیان فرمانا بنظر اکل کے ہو اسواسطے کہ تقدیر حرم علیکم المیتۃ انکہ حرم علیکم اکل المیتۃ پس ایسا ہی مابعد مین اسے اکل لحم الخنزیر اسلیے کہ اکل الخنزیر نہین کہا جاتا ہو مگر مجاز یعنے اکل لحم الخنزیر۔ رہی اسکی چربی تو وہ لحم کے حکم مین ہو یا گوشت غالب ہونے کے تابع کر دیا یا گوشت اسکو شامل ہو اور مفسرین نے کہا کہ گوشت کو مخصوص اس نظر سے بیان کیا کہ معظم مقصود یہی ہو اور باقی اجزا اسکے تبع ہین اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ امت کا اجماع ہو کہ سور کی چربی مثل اسکے گوشت کے حرام ہو اور نیز فرمایا کہ امت کا اجماع ہو کہ سور کے سب اجزا سر سے پیر تک حرام ہین سوائے "بنابر تحقیق جمیع تابع" اسکے بالون کے کہ انکو خرازت کے کام مین لانا جائز ہو پھر ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک سور نجس العین ہو اور امام مالک سے مشہور ہو کہ وہ طاہر ہو جیسے اور حیوان اور شافعی کے اس مسئلہ مین کہ سور برتن مین منہ ڈال دے "یعنی چاٹ جاوے" دو قول ہین جدید قول یہ ہو کہ اگر کوئی نجاست اور نہ لگی ہو تو اسکا حکم مثل کتے کے ہو کہ سات بار دھوڈالے اور قدیم قول یہ ہو کہ ایکبار دھو ڈالنا کافی ہو اور صحیح قول اخیر ہو واللہ اعلم اور نیز حرام کر دیا اپر وہ ذبیحہ جسپر نام غیر اللہ تعالےٰ کا پکارا گیا ہو اور اہلال آواز بلند کرنے کو کہتے ہین اور چونکہ وہ لوگ ایسا کیا کرتے تھے جیسا کہ مفسرین وغیرہ نے ذکر کیا ہو لہذا بطور واقعہ کے بیان کے فرما دیا اور مراد یہ ہو کہ جس ذبیحہ پر غیر اللہ تعالےٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو وہ حرام ہو پس اگر بت پرست وغیرہ نے ذبیحہ پر اپنے کسی بت کا یالات وعزی کا یا ملائکہ یا جن وغیرہ کسی ایسے کا جسکو مانتا پوجتا ہو ذکر کیا یا مجوسی یعنے آتش پرست نے آگ کا نام ذکر کیا تو یہ اور مثل اسکے جتنے ذبیحہ ہین سب قطعاً حرام ہین اور اسیطرح اللہ تعالےٰ عزوجل کے سوائے کسی کی تقرب کی نیت سے ذبح کرنا حرام ہو چنانچہ فتاوائے عالمگیری مین یہ شرط مع مسائل مذکور ہو اور قرطبیؒ نے ابن عطیہ کی روایت سے حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ انسے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنی گڑیا کی شادی رچائی اور اسمین اونٹ ذبح کیے تو انکا گوشت کھانا کیسا ہی فرمایا کہ نہین کھایا جائیگا اسواسطے کہ وہ تصویر کے لیے ذبح ہوے ہین اور نیز قرطبیؒ نے حضرت عائشہؓ روایت وارد کی کہ حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ عجم والے اے مجوسی لوگ اپنی عید دن مین ذبح کرتے ہین پس اسمین سے مسلمانون کو ہدیہ بھیجتے ہین اسکا کھانا کیسا ہی تو فرمایا کہ جو اس دن کے واسطے ذبح کیا جائے اسمین سے مت کھاؤ ہان انکے بھیجے ہوے پھلون میوون کو کھاؤ اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی کہ قولہ۔ ما اہل بہ لغیر اللہ۔ کہا کہ اے ماذبح لغیر اللہ۔ یعنے جو غیر اللہ کے واسطے ذبح کیا گیا۔ اور بغوی نے بھی معالم میں اسکی تفسیر مین کہا اے ماذبح للاصنام والطواغیت۔ یعنے جو جانور کہ اصنام وطواغیت کیواسطے ذبح کیا گیا اور تفسیر نیشاپوری مین ہو کہ علماء نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی ذبیحہ ذبح کیا اور اسکے ذبح کرنے مین اسکا مقصود اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کا تقرب ہو تو وہ شخص مرتد ہو گیا اور ذبیحہ اسکا ویسا ہی حرام ہو جیسا مرتد کا ذبیحہ ہوتا ہو مترجم کہتا ہو کہ یہی ائمہ حنفیہ کی معتمد کتب الفقہ مین مصرح ہو اور صاحب الروض شافعی نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ذبح کیا تو وہ کافر ہوا۔ اب بیان سے ہر ہوشیار قیاس کر سکتا ہو کہ جب سوائے اللہ تعالےٰ عزوجل کے سید عالم واکرم الخلق صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے ذبیحہ نہین جائز ہو تو کسی نبی و ولی کے واسطے کبھی نہین روا ہو سکتا ہو اور جب یہ حال ہو تو جو لوگ شیخ سدو یا خبیث چیزون کے واسطے ذبح کرتے ہین وہ اپنے کافر و مرتد ہونے سے ڈرین اور یہ ذبیحہ حرام ہو اور صاحب تفسیر احمدی نے جو اس مقام پر تساہل کیا وہ سخت خطا ہو اللہ تعالےٰ ہمکو اور انکو عفو کرے اور بخشے اور یہ جو بعضے لوگون کو وہم ہوا کہ مہمان کے لیے ذبح کرتے ہین جواب یہ کہ اگر اسکے تقرب کے لیے

ذبح کرین تو مرتد و کافر ہین کما فی الفتاوی بلکہ یہ تو مہمان کی ضیافت کے لیے اللہ تعالےٰ کے نام پر ذبح ہوتا ہو جیسے روز بازار مین ہزار ون جانور ذبح ہو کر
فروخت ہوتے ہین خواہ بازار سے منگا لو یا خود اللہ تعالےٰ کے لیے ذبح کر کے اس سے گوشت مہیا کر لو جیسے مسلمانون مین طریقہ جاری ہو کہ حج میں قربانی کرتے
ہین اور اللہ تعالےٰ نے اسکے تقرب کے صلہ مین رحم کیا کہ جاندار کی جان اسکی قربت مین ہلاک ہوئی اور تمکو اسکا گوشت حلال کیا بلکہ قربانی مین ہر بال کے عوض
نیکی عطا فرمائی پھر جاننا چاہیے کہ مجوس و اسکے مانند جو قومین کسی کتاب آسمانی کی پیروی کرنے کی طرف منسوب نہین ہین اگر وہ غائبانہ ذبح کر کے گوشت
لادین یا فروخت کرین تو اسکا کھانا حرام ہو اگر کسی مسلمان نے سامنے ذبح کر کے انکو دیدیا اور معلوم ہو تو اسکو کھا سکتے ہین اور رہے یہود و نصاریٰ جو پیروی
توریت و انجیل کیطرف منسوب ہین سو انکے ذبیحہ مین اختلاف ہو بعضے اسطرف گئے ہین کہ حلال ہو کیونکہ قولہ تعالےٰ۔ وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم
عام ہو اور ذبیحہ مراد ہونے پر اتفاق ہو بلکہ طعام کا اطلاق پکے اور بے پکے سب کھانے پر ہوتا ہو اگرچہ ذبیحہ کے ساتھ قطعی یقین نہین ہو سکتا اور خصوص
اس زمانہ مین جبکہ علی العموم یہ معلوم ہو کہ یہ نصاریٰ مُرداری مرغی وغیرہ کھاتے ہین اور یہی انکے ذبیحہ کا دستور ہو اور امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی متفق
ہین کہ اگر انھون نے اسم اللہ تعالےٰ کے سوائے ذبح کیا تو حرام ہو پس اگر نہ معلوم ہو کہ کیونکر ذبح کیا تو اس وقت مین بھی حرام ہوگا واللہ اعلم۔ اور تمام بحث
عین الہدایۃ المترجم مین ہو پھر اللہ تعالےٰ عز وجل نے حالت اضطرار و مخمصہ مین ان حرام چیزون کو بھی مشروط طور پر حلال فرما دیا چنانچہ فرمایا۔ فمن اضطر
غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔ اسے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فانہ فلا اثم علیہ۔ اور اضطرار یہ ہو کہ کسی شے کیطرف ایسا مجبور ہو جاوے کہ بدون اسکے چارہ
نہ پاوے پس یا تو اضطرار اس طور سے ہوگا کہ بھوک سے اپنی جان تلف ہونیکا خوف کرے یا کوئی شخص اسپر زبردستی کرے اور زبردستی بھی جب ہی اضطرار معتبر ہوگا
کہ وہ شخص عضو یا جان تلف کر دینے پر آمادہ ہو پس اگر اسکو دوام ہو تو جائز ہو کہ ان محرمات مین سے سیر ہو کر کھا لے اور اسمین خلاف نہین اور
اگر نادر طور سے ایسا واقع ہو تو قول امام ابو حنیفہ اور ارجح قول شافعی مین کہا کہ سد رمق کھالے جس سے جان بچے الا آنکہ زبردستی کرنے والا اسکو زیادہ
کھانے پر مجبور کرے اور امام مالک نے کہا کہ سیری کی قدر بھی روا ہو اور غیر باغ ولا عاد۔ مین اختلاف ہو چنانچہ مجاہدؒ نے کہا کہ غیر باغ ولا عاد یعنے قاطع الطریق
نہو اور نہ امام مسلمین سے باغی ہوا ہو اور نہ عدوان یعنے معصیت الٰہی کے واسطے نکلا ہو تو ایسے شخص کو رخصت ہو کہ اسمین سے تناول کرے اور جو شخص
باغی ہو کر نکلا یا عادی ہو اور معصیت الٰہی مین جاتا ہو تو اسکو رخصت نہین ہو اگرچہ وہ ان چیزون کی طرف مضطر ہوا اخرجہ سعید بن منصور فی سننہ عن مجاہد
اور ایسا ہی سعید بن جبیر سے مروی ہوا اور یہی شافعی رہ کا قول ہو جیسا کہ مفسر سیوطی رہ نے بیان کیا اور یہی امام احمد کا قول ہو اور ایک روایت مین سعید بن جبیر
نے اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ غیر باغ یعنے اسکو حلال جاننے والا نہو اور سدی رہ نے کہا غیر باغ اسے اسکے کھانے مین اپنی خواہش پوری کرنا نچاہتا ہو
اور آدم بن ایاس نے اپنی تفسیر مین عطاء خراسانی سے روایت کی کہ انھون نے کہا کہ میتہ مین سے لیکر بریان نہ کرے تاکہ خواہش سے کھانے کے لائق
ہو جاوے اور نہ اسکو پکا دے اور اسمین سے نہ کھاوے مگر ایک ٹکڑا اور اپنے ساتھ اسمین سے اسقدر لے لے کہ اسکو رزق حلال تک پہونچا دے پھر جب رزق
حلال پہونچ جاوے تو اسکو پھینک دے اور یہی فرمایا کہ ولا عاد اسے لا تعدوا بہ الحلال اسکے ساتھ تجاوز نہ کرو حلال سے۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے
اسے لا یشبع منہا یعنے اس سے سیر ہو کر نہ کھاوے اور سدی رہ نے عدوان کی تفسیر اس سے بیان کی اور ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ غیر باغ ولا عاد فرمایا
کہ غیر باغی ہو یعنے مین اور نہ عادی ہو اسکے کھانے مین۔ اور یہی قول امام ابو حنیفہ اور جمہور کا ہو اور انھون نے بغی کے یہ معنی بیان کیے کہ دوسرے مضطر پر
اپنے نفس کو ترجیح دے اسطرح کہ تنہا اسکو کھا جاوے پس دوسرا مضطر مر جاوے اور لا عاد مین عدوان سے یہ مراد ہو کہ قدر حاجت سے تجاوز کرے
اور وہ سد رمق ہو جس سے جان بچے اور قتادہ نے کہا کہ غیر باغ اسے میتہ مین یعنے اسکے کھانے مین کہ حلال سے تجاوز کرے حرام کی طرف حالانکہ اسکو
حرام نہ کھانیکی راہ نکلتی ہو۔ اور قرطبیؒ نے مجاہد سے نقل کیا کہ فمن اضطر یعنے جو شخص مجبور کیا گیا اسپر بدون اپنے اختیار کے اقول محتمل دونون وجوہ اضطرار کو ہے ۱۶۰

یعنی بھوک نے اسکو مجبور کیا یا کسی نے اسپر زبردستی کی بقصد آنکہ اگر نہ مانیگا تو مار ڈالونگا ولیکن اکرہ کی لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقط زبردستی سے مجبور کیا جانا مراد ہے شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اگر مضطر نے میتہ کو اور غیر کے طعام کو پایا اور یہ طعام ایسا ہے کہ اگر مضطر اسکو کھالے تو رہزنی نہیں اور نہ مالک طعام کے حق میں ایذا ہے تو مضطر کو بالاتفاق اکل میتہ نہیں روا ہے پھر اگر اسنے ایسی حالت میں طعام غیر کھالیا تو آیا اسپر ضمان قیمت یا مثل لازم آویگی یا نہیں تو اسمین امام مالک سے دو روایتین ہیں ایک مین تاوان لازم ہوگا اور دوسری میں نہیں حکاہ القرطبی پھر سنن ابن ماجہ سے روایت پیش کی کہ عباد بن شرحبیل رضؓ نے کہا کہ ہم لوگون کو ایک سال مخمصہ[له] پہونچا پس میں مدینہ میں آیا پھر وہاں ایک چہار دیواری کے باغ میں جسمین کھیتی کھی تھی آیا اور میں نے اسمین سے ایک بالی توڑ کر اسکو ملکر دانہ نکالکر کھالیے اور نیز اسمین سے توڑ کر اپنی چادر میں رکھے پس کھیت والا آیا اور میرا کپڑا چھین لیا پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے آپکو اس حال سے خبر دی پس آپ نے اُس شخص سے کہا کہ تو نے اسکو کھانا نہ دیا جبکہ وہ بھوکا تھا اور نہ اسکو سکھلایا جبکہ وہ جاہل تھا پھر اسکو حکم دیا کہ اسنے میرا کپڑا مجھے پھیر دیا اور میرے واسطے ایک وسق طعام یا نصف کا حکم دیا شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اسناد اس حدیث کی صحیح قوی جید ہے اور اس حدیث کے شواہد بہت ہیں از انجملہ حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[عه] دریافت کیا گیا کہ لگے ہوے پھل کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ حاجتمند نے اگر اسمین سے اپنے منھ سے کچھ لیا بدون اسکے کہ جھولی بھرے تو اسپر کچھ الزام نہیں ہے تا آخر حدیث اقول صحیح مسلم میں بھی اسی مضمون کی حدیث موجود ہے اور ایک حدیث سے ثابت ہے کہ جھوڑنا اور ڈھیلے مارنا نہیں چاہیے ہے قال المترجم علماے حنفیہ نے اسمین تاویل کی ہے اور اسکو جائز نہیں رکھا ہے بدون اضطرار کے اور شاید یہ نظر اسکے کہ طباع عوام مائل بفساد و تعدی ہیں واللہ اعلم۔ اور جاننا چاہیے کہ سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ غیر باغ یعنی جماعت کو چھوڑنے والا نہ ہو ولا عاد یعنی مبتدع مخالف سنت نہو پس یعنی کے واسطے ضرورت کے وقت ان چیزون میں سے تناول حلال نہیں کیا اور مسروق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص مضطر ہوا یعنی اس حالت کو پہونچا کہ اگر میتہ یا دم یا گوشت سور میں سے نہ کھاتا تو ہلاک ہو جائیگا مگر اسنے نہ کھایا یہانتک کہ مرگیا تو دوزخ میں داخل کیا جائیگا کیونکہ اسنے اپنے تئین آپ ہلاک کیا اور یہ قول دلالت کرتا ہے کہ مخمصہ و اضطرار کے وقت ان محرمات میں سے تناول کرنا رخصت ہی نہیں بلکہ عزیمت ہے یعنی ضرور کھالیوے۔ قال ابو الحسن الطبری رفیق الغزالی وہو الصحیح عندنا ولیکن ظاہر سیاق اسکی رخصت پر دلالت کرتا ہے وہو قول اکثر اہل العلم۔ اور مقاتل بن حیان نے قولہ فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم میں کہا یعنی اسپر کچھ گناہ نہیں اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اس چیز کے حق میں جو اسنے اضطرار میں کھالیا ہے اور ہمکو یہ حکم پہونچا ہے واللہ اعلم کہ تین لقمہ سے زیادہ نہ کھاوے اور سعید بن جبیر نے کہا کہ غفور ہے اس چیز کا کہ اسنے حرام سے کھالیا اور رحیم ہے کہ اسنے اضطرار کے وقت حرام کو حلال کر دیا فت قال الشیخ فی العرائس فی حقائق قولہ تعالیٰ۔ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔ جو شخص میدان حقیقت میں سیر کرنے والا ہے اور اس صفت کے ساتھ کہ ظہور معرفت کے وقت اسکی روح ناطقہ دریاہاے ازلیت میں سیر کی پھر تک اور اسکے نفس امارہ کا تن بدن عشق و محبت کی آگ میں جل گیا اور اسکو خوف ہوا کہ سطوات عظمت میں وہ تتر بتر ہو جائیگا تو مضطر ہو کر اسکو روا ہے کہ محقرات دنیاوی میں سے کچھ تناول کرے تاکہ صورت باقی رہے ناچار عارف پر واجب ہے کہ جب تک وہ مقام عبودیت اور عجز بشریت میں موجود ہے مخلوقات میں سے نیک چیزون کی طرف انس پیدا کرے بایں معنی کہ عالم شواہد سے انوار الوہیت کو اقتباس کرے قولہ۔ ان اللہ غفور یعنی اہل معرفت کے واسطے حادث ہونے کی تہمت کو نور ازلیت کے پردے سے ڈھانکنے والا ہے۔ رحیم ہے انکے ساتھ بایں طور خاص کہ انکو انسانیت کی تاریکیون سے نکال کر نور صمدیت میں پہونچا دیتا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰۤئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ

جو لوگ چھپاتے ہین جو کچھ نازل کی اللہ نے کتاب اور لیتے ہین اسپر مول تھوڑا وہ نہین کھاتے

له یعنی بھوک [illegible] مخمصہ [illegible]

عه رواہ [illegible] عن [illegible]

فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

اپنے پیٹ مین مگر آگ اور نہ بات کریگا انسے اللہ قیامت کے دن اور نہ سنواریگا انکو اور انکو دکھ کی مار ہے

یہ آیت یہود کے عالمون کے حق مین اتری جنکو عوام یہودیون نے اپنا سرگروہ مقرر کر رکھا تھا اور جو وہ کہتے تھے وہی مانتے تھے اور سالانہ اپنی کھیتی باڑی مین سے انکے واسطے کچھ مقرر کر رکھا تھا اور یون ہدایا و تحفے وکھانے بھیجتے تھے اور امید رکھتے تھے کہ جو نبی آخر الزمان ہوگا وہ ہمین مین سے ہوگا پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرب مین اشرف قبیلہ بنی ہاشم سے مبعوث ہوے تو ان عالمون کو خوف ہوا کہ عام یہودی جب انکے تابع ہو جاوینگے تو ہماری سرداری جاتی رہیگی اور جو ہمکو ملتا ہے کچھ نہ ملیگا پس بد باطنی سے انھون نے کتاب توریت مین سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و نعت کو بدل ڈالا چنانچہ آپکا رنگ صبیح لکھا تھا اسکو کالا لکھدیا پھر اسکو اپنے تابعون پر یون ہی ظاہر کیا تو جب انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملایا تو بڑا فرق پایا اسی وجہ سے ایمان نہین لاتے تھے پھر اکثر کا تو یہ قول ہے کہ انھون نے اخر اصل کتاب توریت مین سے بگاڑ دیا تھا اور بعض کا قول یہ ہے کہ اسکی نقل کرتے اور اسمین بدل ڈالتے تھے اور صحیح یہ ہے کہ آخر کار انھون نے آپکے صفات کی آیتین دوسرے مقام پر اور قصون کے ساتھ ملا دین باوجود اسکے کہ نقل نسخون مین بدلی بھی تھی لہذا اللہ تعالے نے تہدید فرمائی بقولہ تعالے اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ - جو لوگ چھپاتے ہین کتاب کو جو اللہ تعالے نے اُتاری ف یہ یہود ہین جو کتاب توریت کو چھپاتے ہین جسمین محمد صلعم کی صفت تھی اور اپنے ہاتھ سے جھوٹ لکھکر کہتے کہ یہ توریت ہے وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا - اور کتاب حق کے عوض قلیل مال خریدتے ہین ف یعنے چھپانے سے یہ غرض کہ انکے سفلہ جہال انکو سردار بنا کر کچھ مال دیا کرتے تو حق بیچکر یہ مال لیتے ہین کیونکہ ظاہر کرتے تو سب مسلمان ہو جاتے پھر انکو سردار نہ بناتے اور نہ کچھ نذرانہ دیتے پس انھون نے حق بیچکر کھانا شروع کیا - اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ - ایسے لوگ اپنے پیٹون مین کچھ نہین کھاتے سواے آگ کے ف کیونکہ اس مال حرام کھانے کا یہی انجام ہے وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور قیامت کے روز اللہ تعالے انسے کلام نہین فرماویگا اور نہ انکو پاک کریگا اور انکے لیے عذاب سخت دکھ دینے والا ہے ف کلام نہ کرنا از راہ غضب ہے اور پاک نہ کرنا گناہون کے ادناس یعنے میل کچیل سے مترجم کہتا ہے کہ اس سے نکلا کہ گنہگار مومنون کو گناہون کے میل کچیل سے پاک فرماویگا کیونکہ صفت مذمت اسی طور پر انکے حق مین پوری ہے کہ مومنین گنہگار پاک کیے جاوین - وقولہ الا النار استثناء مفرغ ہے ای وہ اپنے عذاب نار واجب کر رکھا پس جو انھون نے کھایا اسکو نار کہا کیونکہ انجام کار اسکا آگ کی طرف ہے اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور بعض محققین نے کہا کہ یاکلون سے مراد یوم قیامت مین ہے اور آگ کھانے سے مراد حقیقی آگ کھلانا ہے یعنے وہ لوگ اپنے اس چھپانے اور بجاے اسکے منہ سے دروغ کہکر رشوت کھانے پر قیامت مین آگ کھانے سے سزا دیے جاوینگے اسیواسطے قولہ فی بطونہم زیادہ کیا تاکہ دلالت کرے اور تاکید ہو اس امر کی کہ یہ کھانا حقیقۃ ہوگا کیونکہ کبھی مجازا بھی بولتے ہین کہ اکل فلان ارضی - فلان شخص میری زمین کھا گیا یعنے پیداوار و حاصلات اسکی ولیکن یون نہین کہتے کہ اکل فلان ارضی فی بطنہ - فلان شخص میری زمین اپنے پیٹ مین کھا گیا اور اسی کے مثل ہے قولہ تعالے - ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا - اور حدیث صحیح مین ہے کہ - ان الذی یاکل او یشرب فی آنیۃ الذہب والفضۃ انما یجرجر فی بطنہ نار جہنم - جو شخص کھاتا یا پیتا ہے سونے و چاندی کے برتن مین وہ یہی ہے کہ اپنے پیٹ مین دوزخ کی آگ بھرتا ہے یعنے قیامت مین اسکے پیٹ مین آگ بھری جاویگی -

قولہ لا یکلمہم اللہ - شیخ ابن جریر نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ نہ کلام کریگا انسے ایسا کلام جو انکو خوش آوے اور نہ ایسا کلام جو رنج دے مثل قولہ تعالے اخسئوا فیہا ولا تکلمون - اور یہی ہمارے مفسر رحمہ کے کلام سے ظاہر ہے اور بعض نے کہا کہ روز قیامت مین اللہ تعالے سب خلق سے کلام فرماویگا

کہ مومنین کو اسکے کلام سے سرور وخوشی از حد ہوگی اور کافرون کو رنج وغم ہوگا پس یہان مراد کلام نہ کرنے سے مراد رحمت کا کلام نہ کریگا اور اللہ تعالے کا انسے کلام نہ کرنا یہ کنایہ ہے کہ اللہ تعالے کا غضب ان پر اتریگا اور اللہ تعالے انسے راضی نہوگا۔ قولہ لا یزکیہم۔ لا یطہرہم من دنس الذنوب یعنی انھیں میل کچیل سے انکو گناہون کے میل سے پاک نہ کریگا اور زجاج رحمہ اللہ نے کہا کہ انکی نیکوکاری کے ساتھ تعریف نہ فرمادیگا اور بعض نے کہا کہ انکے اعمال خبیثہ کی اصلاح نہ کریگا یا انکو پاک ٹھکانے جگہ نہ دیگا۔ اور جاننا چاہیے کہ حدیث مین بعضے گناہگارون کے واسطے بھی ایسا ہی کچھ آیا ہے چنانچہ حدیث ابوہریرہ مین تین شخص بیان ہین بوڑھا زناکار و ملک کذاب اور عامل مستکبر یعنے حاجتمند متکبر۔ پس فرق یہ ہے کہ جیسے کافر و گنہگار دوزخ کے جانے مین شریک ہین ولیکن گنہگار نکالے جاوینگے اور کافر نہین ویسے ہی اس عتاب وغضب مین شرکت ہے کہ کافرونکے واسطے دائمی ہے اور گنہگار ایسے لوگون کے واسطے کسی حد تک موافق انکے جرم کے یہ عتاب رہیگا پھر مرتفع کردیا جائیگا فافہم واللہ اعلم۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى

وہی ہین جنھون نے خرید کی گمراہی بدلے راہ کے اور عذاب بدلے مغفرت کے سو کیا سہار ہے اُن کو

النَّارِ ‎۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ

آگ کی یہ اسواسطے کہ اللہ نے اُتاری کتاب سچی اور جنھون نے کئی راہین نکالین کتاب مین وہ

لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ

ضدمین دور پڑے ہین

واضح ہو کہ یہود کا جرم سخت تھا کہ غضب پر غضب طاری ہوا لہذا آیت مذمت کو مکرر یعنی غضب فرمایا بقولہ تعالے أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ۔ انھین بدکارون نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید اف یعنے مبادلہ کر لیا جیسے خرید فروخت مین ہوتا ہے اور یہ دنیا مین کیا وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ۔ اور عذاب کو بدلے مغفرت کے ف یعنے آخرت کے لیے مغفرت کے بدلے عذاب لے لیا کیونکہ اگر نہ چھپاتے اور ظاہر کرتے تو مغفرت و رضوان انکے لیے موجود تھا تو اسکو چھوڑ کر عذاب لیا یعنے اپنا جنت کا گھر چھوڑ کر اسکے عوض مین جہنم کا گھر لے لیا۔ حالانکہ عذاب کیونکر برداشت ہوگا معاذ اللہ منہ۔ پھر جب گھر کا مبادلہ بطور خرید واقع ہوا تو جنت مین کچھ تعلق ہی نہ رہا جیسے بیع مین معمول ہے تو جہنمی گھر ہمیشہ کے لیے ہوگیا تو نہایت سخت و بے انتہا شدید ہوگیا لہذا فرمایا فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ یہ لوگ کسقدر سخت صبر کرنے والے آگ پر ہین ف یعنے تعجب ہے دیکھو کہ عذاب نار برداشت کرنے مین یہ لوگ کتنے دلیر ہین۔ حالانکہ اللہ تعالے جانتا ہے کہ یہ لوگ خبیث بھلا دلیر کیا ہونگے ولیکن سفہا احمق ہین جنکو اللہ تعالے نے مردود کردیا ہے کہ اس عذاب شدید مین انکی جھونک دیا ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ۔ یہ پھٹکار کا عذاب شدید اسوجہ سے کہ اللہ تعالے نے کتاب (توریت) اُتاری حالانکہ جن لوگون نے کتاب مین پھوٹ ڈالی ہے بیشک شقاق بعید مین ہین وہ یعنی راہ کتاب و صراط المستقیم سے پھٹ کر بہت دور ہوگئے ہین۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ اشتروا الضلالة مین خرید سے کیا مراد ہے جواب یہ کہ مراد اشترا سے بدلان لینا اور اختیار کرنا ہے کا حقیقی معنی اشترا کے مراد نہین ہین اسواسطے کہ چیزین اول تو اعیان نہین دوم بالہدی کی با داخل ثمن ہے اور ثمن مشتری کے پاس ہونا چاہیے حالانکہ انکی ملک مین ہدایت کبھی نہ تھی اور خرید مین بالاختصار یہ کہ جیسے بیع کے بعد تعلق نہین رہتا ہے اسی طرح اُن لوگون کو ہدایت و مغفرت و جنت سے کچھ بھی تعلق نہین رہا اور خرید یہان دنیا مین کرینگے اور دنیا کی قید اسلیے بڑھائی تاکہ معلوم ہو اور آگے والا جملہ مکرر نہون یعنے ظاہر ہوجاوے کہ اول مین دنیا

کرنا دنیا مین مراد ہو اور دوسرے مین عاقبت مین - قولہ بالمغفرۃ - یعنے مغفرت اس تقدیر پر کہ نہ چھپاتے اور ایمان لاتے تو موجود تھے پس اسی مغفرت سے
بدلا کر لیا ہو اور حاصل یہ کہ وہ لوگ حق بات کو جانتے تھے ولیکن انھون نے چھپایا حالانکہ اسکے ظاہر کرنے مین ہدایت تھی اور چھپانے مین گمراہی اور عذاب ہو
قولہ فما اصبرہم علی النار سیوطی رح نے کہا کہ پھر کس چیز نے انکو آگ پر صابر کیا ابو البقاء رح نے کہا کہ ما موضع رفع مین ہو اور کلام تعجب ہو کہ اس سے اللہ
تعالےٰ نے مومنون کو تعجب دلایا ہو اور اصبر مین ضمیر ہو جو ما کی طرف عائد ہو اور یہی مفسر سیوطی رح نے ذکر کیا اور یہ قول جمہور کا ہو جن مین سے حسن بصری رح
و مجاہد رح بھی ہین اور معنی یہ ہین کہ متعجب ہون مخلوق ان لوگون کے حال سے جو بے پروائی سے ایسی باتین کرتے ہین جینسے عذاب دوزخ واجب ہوتا ہو
پس گویا انھون نے ان باتون کے ارتکاب مین آتش دوزخ پر صبر کر لیا - اگر کہا جاوے کہ ما نکرہ ہو مبتدا نہین ہو سکتا ہو تو جواب دیا گیا کہ وہ باعتبار
اصل کے تامہ ہو اور اسکی تنکیر واسطے تہویل کے قرار دی گئی پس مخصوص ہو گیا جیسے شر اہر ذاناب مین ہو اے شر عظیم اور جائز ہے کہ ما استفہامیہ
او ر ما بعد خبر ہو یا موصولہ اور ما بعد صلہ اور خبر محذوف ہو اے الذی اصبرہم علے النار شئی عظیم - اور زجاج نے نقل کیا کہ اسکے معنی ما ابقاہم علے النار
جیسے عرب بولتے ہین ما اصبر فلانا علی الحبس یعنی ما ابقاہ فی الحبس - اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین ما اقل جزعہم من النار - پس آگ سے انکا کم جزع ہین
ہونا ہی صبر قرار دیا اور کسائی و قطرب نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ ما أدومہم علی عمل اہل النار پس صبر سے مراد دوام عمل موجب نار ہو یعنے ہمیشہ برا بری
کام کرتے ہین جس سے آگ مین پڑین اور ما استفہامیہ ہونے کی صورت مین یہ معنی ہین کہ کس چیز نے انکو صبر دلایا اہل دوزخ کے کام کرنے پر اور اولی یہ ہے
کہ یون تفسیر کیجاوے کہ کس چیز نے انکو صبر دلایا ایسے کامون پر جو جزاے جہنم واجب کرتے ہین اور یہی قول ابن عباس رض و سدی رح و عطاء رح و ابو عبیدہ رح کا ہو
اور مراد استفہام سے توبیخ ہو - قولہ ذلک بان اللہ نزل الکتاب بالحق - زجاج رح نے کہا کہ ذلک الامر وہو العذاب - اور مفسر رح نے آیت سابق سے
لیا اے اکل نار وغیرہ اور یہی تفسیر قول زجاج کی بھی ہو سکتی ہو اور اخفش نے کہا کہ اسم اشارہ کی خبر محذوف ہو اے ذلک معلوم لسبب ان اللہ - اور
الکتاب کو بعض نے کہا کہ توریت مراد ہو پس اس صورت مین فاختلفوا فیہ جو سیاق کلام کے موافق مفسر رح نے مقدر کیا ہو اس اختلاف سے مراد یہ ہوگی
کہ کچھ توریت پر ایمان لائے اور کچھ توریت کو چھپا کر کفر کیا اور بعض نے کہا کہ بایں طور کہ کچھ اپنے معنے و مراد پر رکھا اور کچھ بدل دیا اور اسمین تحریف
کر دی - بالجملہ یہ تتمہ احوال یہود بدمآل ہو اور بعض نے کہا کہ قرآن مراد ہو پس یہ دوسری وجہ انکے معذب ہونے کی ہوگی کہ توریت مین یون تحریف و کتمان کیا
اور قرآن پر ایمان نہ لائے پس اگر اختلاف کرنے والے یہود قرار دیے جاوین جیسا کہ بعض نے کہا ہو تو اختلاف یہ کہ بعض کتاب آسمانی پر ایمان لائے اور
بعض پر نہین قال المترجم یہ اس صورت پر ہو سکتا ہو کہ الکتاب کا الف لام جنس کا ہو یعنے کتب آسمانی نازل شدہ مین سے بعض پر ایمان لائے اور بعض سے
کفر کیا اور الف لام عہد سے قرآن مراد لیکر اختلاف یہود آمین یہ تھا کہ موافق توریت کے جو یہود مسلم اور دیگر یہین مسلم رکھتے اور جو انکی خواہش نفسانی کے
موافق ہوتا جیسے بجاے رجم کے کالا منہ کرکے پھرانا اگر حکم دیا جاوے تو قبول کرین ورنہ نہین - اور بعض علماء نے کہا کہ اختلاف کرنے والے کفار قریش ہین
بعض نے کہا جادو ہو اور بعض نے کہا کاہنون کی سی باتین اور بعض نے کہا کہ اگلے لوگون کی داستان ہو اور اس صورت مین بیان یہود مین عام اختلاف
کے عذاب مین دوسرون کو شامل کر دیا مع ان لوگون کے جنکا بیان ہو اور یہ کمال بلاغت ہو فافہم - پھر غور کرو کہ ابتداے پارہ مین تحویل القبلہ جو حق تھا یہود
نے اُسی سے بہکانے کا فتنہ برپا کیا تو اللہ تعالےٰ نے یہودیون پر ان آیات مین غضب اتارا اور انکی بدکاریون و بدانجامی کو سخت تہدید سے ظاہر کر دیا پھر اہل
حق کو اور نیز ان لوگون کو جو یہود کی جانب کان لگا کر بہکتے تھے تنبیہ فرمائی کہ قبلہ صرف ایک جہت عبادت ہو اصلی سعادت دیکھو بلکہ اصل معرفت کی جانب توجہ کرو بقولہ تعالےٰ
لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ
نیکی یہی نہین کہ منہ کرو اپنے طرف مشرق کے یا مغرب کے لیکن نیکی وہ ہو جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور فرشتون پر

وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ

اور کتاب پر اور نبیون پر اور دیوے مال اسکی محبت پر ناتے والون کو اور یتیمون کو اور محتاجون کو اور راہ کے مسافرون کو

وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ

اور مانگنے والون کو اور گردنین چھڑانے مین اور کھڑی رکھے نماز کو اور دیا کرے زکوۃ کو اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب قول کرین

وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ

اور ٹھہرنے والے سختی مین اور تکلیف مین اور وقت لڑائی کے وہی لوگ ہین جو سچے ہوئے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

وہی ہین جو بچاؤ مین آئے

یہود و نصاریٰ نے گمان باندھا اور مسلمانون کو بہکایا کہ قبلہ اصلی مدار نیکی ہے کیونکہ انپر سختی تھی کہ ہر جگہ نماز نہین پڑھ سکتے تھے تو اللہ تعالےٰ نے رد کردیا بقولہ تعالےٰ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ نیکی یہ نہین کہ مشرق و مغرب کیطرف اپنے منہ پھیرا کرو ف نماز کی حالت مین ایسے منہ پھیرنے سے آدمی عارف نہین ہو سکتا کہ یہ تو دیا نو بھی کر سکتا ہے وَلٰكِنَّ الْبِرَّ ولیکن نیکی ف یعنے نیکی والا چنانچہ ایک قراۃ مین بھی البار یعنے نیکو کار وہ شخص ہے کہ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ جو ایمان لایا اللہ تعالےٰ کے ساتھ ف کہ وہ وحدہ لاشریک ہے وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور ملائکہ کے ساتھ ف کہ وہ اللہ تعالےٰ کے بندے نوری مطیع ہین گناہ نہین کر سکتے اور جبرئیل علیہ السلام وحی لائے وَالْكِتٰبِ اور کتاب پر ف یعنے جنس کتاب الٰہی پر تو جمیع کتب آگئین کہ یہ کتاب اللہ تعالےٰ کی طرف سے حق ہین وَالنَّبِيّٖنَ اور پیغمبرون کے ساتھ ف باستغراق جمیع پیغمبرون پر ایمان لایا اور کسی سے ایک ذرہ انکار نہ کیا اور یہ مستلزم ہے کہ تقدیر و جمیع امور آخرت پر ایمان لایا۔ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى۔ اور مال کو باوجود محبت مال کے قرابتیون کو دیا ف یا محبت الٰہی پر مال کو دیا اپنی قرابتیون کو کیونکہ کمال ایمان یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی کیواسطے محبت ہو جس سے جوڑ کر دینا اسی کے واسطے ہو کما فی حدیث ابن ماجہ و اصح وَالْيَتٰمٰى۔ اور یتیمون کو دیا ف جنکے باپ قبل بلوغ کے مر گئے ہین وَالْمَسٰكِيْنَ اور مسکین کو دیا ف جنکے پاس کچھ نہین یا قدر کفایت نہین ہے اور حدیث مین ہے کہ وہ مسکین نہین جسکو لقمہ دو لقمہ دیکر ٹال دیتے ہین بلکہ وہ مسکین ہے کہ بقدر کفایت عیال نہ پاوے اور سائل بنوا ور نہ اسکے حال سے خبرداری ہو کہ خبر گیری کیجاوے۔ وَابْنَ السَّبِيْلِ۔ اور مسافر کو دیا۔ وَالسَّآئِلِيْنَ۔ اور سوال کرنے والون کو دیا ف کہ اسکا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر آوے کما فی حدیث ابن ماجہ۔ وَفِى الرِّقَابِ۔ اور گردنین چھڑانے مین دیا خواہ مکاتب ہون یا کافرون کے پنجہ مین قید ہو گئے ہون وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ۔ اور اپنی نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی ف یعنے فرض و نفل کیونکہ جیسے پہلے اخراجات نفل تھے وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا۔ اور اپنے عہد کو ادا کرنے والے جب وہ عہد کرین ف خواہ اللہ تعالےٰ سے جیسے عہد ایمان و نذر یا لوگون سے جیسے معروف ہین وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ۔ اور ایسے ممدوح بندے کہ صبر کرنے والے ہین محتاجی کی سختی مین وَالضَّرَّآءِ اور بیماریون مین۔ وَحِيْنَ الْبَاْسِ۔ اور وقت سختی قتال جہاد کے ف ان حالتون مین صابر رہتے ہین الرجیہ سختی ہو۔ سچے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ ایسے بندے ہین جو سچے تھے اور ایسی ہی بندے ہین جو متقی ہین ف یعنے ایمان مین سچے اور اللہ تعالےٰ کے متقی بندے یہی ہین صحیح ہو کہ شیخ ابو البقاء نے ذکر کیا کہ قولہ تعالےٰ لیس البران تولوا۔ ایک قراۃ مین برفع البر ہے بنابر یکہ وہ اسم ہے اور ان تولوا خبر ہے اور یہ قوی ہے کیا اسکے نظائر ہین اور ان بمنزلہ فاعل ہے اور خبر بمنزلہ مفعول کے ہے اور بعض نے کہا کہ فاعل مقدم مفعول پر ہے اور ایک قراۃ مین البر بنصب ہے خبر

مقدم اور ان تولوا اسم مؤخر ہے اور یہ قوی ہے بدین نظر کہ ان تولوا بہ نسبت البر کے اعرف ہے کیونکہ اسکا وصف نہین لایا جاتا اور البر کا وصف آتا ہے اور یہین سے
قولہ تعالے۔ فما کان جواب قومہ الا ان قالوا الآیۃ بنصب (جواب) کی قراءۃ کو قوی کہا گیا ہے اور قبیل بکسر قاف و فتح باء موحدہ بمعنی جہت ہے اور وہ ظرف
واقع ہے اور قولہ ولکن البر۔ لکن بتشدید نون و نصب البر اور بتخفیف نون و رفع البر دونون قرائتین ہین اور چونکہ بر مصدر ہے۔ وہ من امن باللہ الی آخرہ
نہین ہوسکتا پس تقدیر کی گئی تین وجہ سے اول وجہ یہ کہ بر یہان اسم فاعل ہے از بَرَّ یَبَرُّ۔ اور اصل اسکی بَرِرٌ مثل فَطِنٌ تھی اور اس صورت مین بغیر تقدیر
کے قراءۃ بارّ بتشدید راء بمعنے نیکی کرنے والا۔ سے موافقت ہوگی اور جائز ہے کہ البر مصدر لیکر بطریق مبالغہ محمول ہو بلا تقدیر کلام۔ اور دوم یہ کہ تقدیر
یون ہے ولکن ذا البر من امن اور یہی مفسر سیوطیؒ نے تقدیر کی تاکہ موافق ہو قراءۃ البار کے اور سوم یہ کہ خبر پر مضاف مقدر ہولے ولکن البر بر من آمن یعنی
لیکن نیکی اس شخص کی نیکی ہے کہ جو ایمان لایا الی آخرہ۔ اور الکتاب بلفظ مفرد جائز ہے کہ جنس ہو یہ بدین نظر قوی ہے کہ وہ دراصل مصدر ہے مثل خطاب کے
اور جائز ہے کہ جمع سے واحد پر اکتفا کیا حالانکہ جمع مراد ہے اور وجہ یہ ہے کہ فقط ایک کتاب پر ایمان لانا کافی نہین بلکہ تمام آسمانی کتابون پر ایمان اجب ہے
یعنی آنکہ وہ سب حق ہین اور شاید کہ فقط قرآن مراد ہو جس سے تمام آسمانی کتابون کی تصدیق حاصل ہے اور واحد لانیکا نکتہ یہ ہوگا کہ یہان مذکور اعتقاد
مع عمل ہے اور چونکہ اور کتابین عمل کی راہ سے منسوخ ہین صرف قرآن مجید پر عمل ہے پس یہی ایک کتاب دونون باتون کے واسطے کافی ہے کہ اسپر عمل مقصود یہی ہے
در اعتقاد حقیقت تمام کتب منزلہ بھی اس سے حاصل ہے۔ علی حبہ موضع نصب مین بنابر حالیت کے اور ضمیر راجع بمال ہے یا باسم اللہ تعالے یا بجانب
متصدق خود یا بجانب ایتاء و سیاق الکلام فیہ اور ذوی القربے منصوب بفعل۔ آتی ہے۔ نہ بمصدر لیکن اگر مصدر مین ضمیر راجع بجانب متصدق ہے تو جائز ہے
کہ ذوی القربے اسکا مفعول ہو اور ابن السبیل لفظ مین واحد اور وہ جنس ہے یا واحد بجائے جمع کے ہے اور فی الرقاب بحذف مضاف اے فی فک الرقاب
یا تخلیص الرقاب عتق الرقاب اور ظرف متعلق آتی سے ہے۔ قولہ والموفون۔ اسکے مرفوع ہونے کے تین وجوہ بیان ہوے ہین ایک یہ کہ من آمن پر معطوف ہے
چھوڑنا آزاد کرنا
جو بقوت المومنون ہے پس یون ہوا کہ ولکن البار المومنون والموفون۔ دوم یہ کہ وہ خبر مبتداء محذوف ہے اے وہم الموفون اور ان دونون وجہون پر الصابرین
کو نصب بتقدیر اعنی ہوگا او معنی کی راہ سے وہ من پر معطوف ہے دلیکن تکریر صفات سے نصب جائز ہے اور ذوی القربے پر معطوف نہین ہوسکتا تاکہ معطوف و معطوف
علیہ مین جو صلہ کے حکم مین ہے یعنے الموفون سے فصل لازم نہ آوے اور سوم یہ کہ الموفون معطوف ہے آمن کی ضمیر پر اور طول کلام بجائے تاکید ضمیر کے ہوگیا اور
اس وجہ پر الموفون داخل صلہ ہے پس روا ہے کہ الصابرین کو نصب خواہ بتقدیر اعنی ہو یا بالعطف بر ذوی القربے ہو اور حین الباس ظرف متعلق الصابرین
ہے۔ اب ہالکلام اس آیہ کریمہ کی تفسیر مین پس شیخ ابن کثیرؒ نے تفسیر مین ذکر کیا کہ عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے اس آیت کی تفسیر مین فرمایا
کہ معنی یہ ہین کہ نیکی یہ نہین ہے کہ تم نماز پڑھو اور عمل نہ کرو پس جبکہ یہ تحویل کی گئی مکہ سے طرف مدینہ یعنے وہان ہجرت واقع ہوئی اور نازل ہوے فرائض وحدود پس
حکم کیا اللہ تعالے نے فرائض کا اور اسپر عمل کیا گیا۔ اور ضحاک و مقاتل سے بھی اسیکے مانند مروی ہے اور اس تقدیر پر یہ خطاب مومنون کو ہے اور مراد یہ ہے کہ
اصلی مقصود اللہ تعالی کی فرمانبرداری اور اسکا حکم بجالانا ہے پس نیکی یہی ہے کہ اسکے فرائض وحدود پر کاربند ہو اور مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنا یہی نیکی
نہین ہے خصوص جبکہ بغیر حکم الٰہی ہو پس قولہ ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب۔ یعنے نیکو کاری یہی نہین ہے کہ قبلہ کیطرف منہ پھیرا جاوے اور اسمین
تعریض ہے یہود و نصاریٰ پر کیونکہ انھون نے بیت المقدس سے تا بکعبہ کیطرف قبلہ تحویل ہونے کے وقت بہت بہت گفتگو کی تھی اور ہر ایک اپنے اپنے قبلہ پر اٹہلاتا اور اسکو
مبالغہ سے بڑھاتا اور تعریفین کرتا تھا پس اللہ تعالے نے رد کر دیا کہ یہ جہالت بسبب بے ایمانی کے ہے کہ یہی نیکی سمجھی حالانکہ نیکی اللہ تعالی کی فرمانبرداری ہے اور اسپر
امر یہ دلالت نہین کرتا کہ یہ یہود و نصاریٰ کے رد کے واسطے اتری ہے جیسا کہ مفسر سیوطیؒ نے ذکر کیا لیکن شیخ ابو العالیہؒ سے روایت ہے کہ انھون نے کہا کہ یہود قبلہ کیا
کرتے بجانب مغرب اور نصاریٰ بجانب مشرق کا استقبال کرتے پس اللہ تعالے نے فرمایا لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب فرماتا ہے

کہ یہ کلام ایمان کا ہی اور حقیقت اسکی عمل ہو اور حسن بصری و ربیع بن انس سے مثل اسکے مروی ہو اور یہی قول قتادہ ہو اور اسمین باوجودیکہ
کہ یہ سبب نزول پر نص نہین ہو تامل ہو کہ نصاری مطلع شمس کا استقبال کرتے اور شاید مراد یہ ہو کہ ملک مصر مین انکو امن ملنے سے جہت مشرق پر
بیت المقدس کا استقبال کرتے جو آخر جہات سے مطلع شمس ہو گیا بہرحال اسکی توجیہ ہو اور یہود مغرب کا استقبال نہین کرتے تھے کیونکہ مدینہ سے بیت المقدس
بجانب شمال ہو نہ بجانب مغرب اور غایت جواب اسکا یہ ہوسکتا ہو کہ اصل عروج یہود کا بیت المقدس کے مشرقی ملکون مین تھا جو شاہ بخت نصر کے
غارت کرنے کے بعد برباد ہوا اور وہ لوگ عرب وغیرہ مین پریشان ہوے واللہ اعلم- ایک اور قوم نے کہا کہ یہ آیت عام ہو اہل اسلام اور یہود و
نصاری سب کو شامل ہو اور اس صورت مین معنے یہ ہوے کہ نیکی اسی مین منحصر نہین کہ کسی قبلہ کیطرف منہ کرو ولکن البر من آمن باللہ والیوم
الآخر والکتاب الیہ آخرہ- اور بعض تفاسیر مین ہو کہ کہا گیا کہ اسکا سبب نزول یہ ہو کہ ابوذر غفاری رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ایمان کا پس آپنے
یہ آیت پڑھی یہانتک کہ اسکو ختم کیا پھر یہی سوال کیا پھر آپنے یہی آیت پڑھی پھر یہی سوال کیا پھر یہی آیت پڑھی اور فرمایا کہ نشان ایمان یہ ہو کہ جب تک
تو نیک کام کرے تو تیرا دل اسکو محبوب رکھے اور جب تو برا کام کرے تو تیرا دل اسکو مبغوض رکھے اخرجہ ابن ابی حاتم اور کہا کہ ابن ابی حاتم نے اس حدیث کو
صحیح کہا ہو قال المترجم بر تقدیر صحت حدیث کے ہر علم والا اس بات کو جان لیگا کہ یہ سبب نزول نہین ہو کیونکہ سبب نزول تو آیت کے نازل ہونے
سے مقدم ہوتا ہو اور اسکی تحقیق مقدمہ مین بیان ہو چکی ہو پھر شیخ ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کی اسناد سے مجاہد رح کے طریق سے حضرت ابوذر رض سے
یہ حدیث وارد کی اور کہا کہ یہ حدیث منقطع ہو اسواسطے کہ مجاہد نے ابوذر رض کو نہین پایا کیونکہ وہ قدیم سے مر چکے تھے ابن مردویہ کی اسناد سے قاسم
بن عبد الرحمن کے طریق سے ابوذر رض سے روایت وارد کی کہ ایک مرد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ایمان کیا ہو تو ابوذر رض نے یہ آیت پڑھ دی
لیس البر ان تولوا وجوہکم- یہانتک کہ ختم کیا پس اس شخص نے کہا کہ مین نے بر کو آپ سے نہین پوچھا تھا پس ابوذر رض نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور جو تو نے مجھسے سوال کیا اسنے وہی حضرت صلعم سے سوال کیا پس آپنے اسکو یہی آیت پڑھ سنائی پس اسنے راضی
ہونے سے انکار کیا جیسا تو نے راضی ہونے سے انکار کیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کہا کہ مومن جب نیکی کرتا ہو تو اسکو خوشی ہوتی ہو اور
اسکے ثواب کی امید رکھتا ہو اور جب برائی کرتا ہو تو اس سے غمگین ہوجاتا ہو اور اسکے عذاب کا خوف کرتا ہو ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ روایت بھی منقطع ہے
بالجملہ اقرب یہ ہو کہ یہ معنی ہین کہ نیکو کاری یہی نہین کہ کسی طرف متوجہ ہونا اپنے نزدیک دارومدار سمجھو اور کام وعمل کچھ نہ کرو بلکہ نیکو کار وہ ہو کہ ایمان لایا ساتھ
اللہ کے اور روز آخرت کے الی آخرہ مجاہد نے کہا اسے ولیکن نیکو کاری وہ ہو جو اللہ عزوجل کی طاعت سے دلون مین ثابت ہوئی اور ضحاک رح نے کہا اسے
ولیکن بر وتقوی یہ ہو کہ ادا کرو فرائض اعمال کو پورا ٹھیک جس طرح ادا کرنا چاہیے- اور ثوری رح نے کہا کہ یہ سب انواع بر کو بجالاؤ اور بعض نے کہا کہ
بر سے مراد یہان ایمان وتقوی ہو- قولہ الی المال علی حبہ- بعض نے کہا کہ ضمیر حبہ کی مرجع مفہوم متضمن کیطرف ہو اسے الی سے جو ایتاء مفہوم ہو اور معنی یہ کہ وہ
مال دینے کو چاہتا ہو اور اسپر اسکا دل خوش ہوتا ہو- اور بعض نے کہا کہ مال کی طرف ہو اسے اپنے مال دیا باوجود اسکے دوست رکھنے کے اسے مال کے
دوست رکھنے کے باوجود اسکو دیدیا چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا لن تنالوا البر حتے تنفقوا مما تحبون- اسے ہرگز نہ پہونچوگے نیکی کو یہانتک کہ خرچ کرو اس
چیز سے کہ محبوب رکھتے ہو اور وجہ سابق مین باشارہ بیان ہوئی یعنے تاکہ ذوی القربے اسکا مفعول واقع ہو کیونکہ حسب متعدی بیک مفعول ہوسکتا ہو
اور بعض نے کہا کہ ضمیر راجع ہو باسم اللہ سبحانہ یعنے اسنے مال ان لوگون کو جو آیت مین مذکور ہین خالص اللہ تعالے کی محبت مین دیا جیسے فرمایا ویطعمون الطعام
علی حبہ مسکینا الآیہ- اسے کھلاتے ہین اللہ تعالی کی محبت مین طعام کو مسکین اور یتیم واسیر کو اور یہ سبب المعنی اقوی ہو- حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہو
کہ انہون نے اسکی تفسیر مین کہا کہ دیوے درحالیکہ وہ تندرست خواہشمند ہو زندگی کی امید رکھتا ہو- اور فقر سے خوف کرتا ہو اور حاکم نے ابن مسعود سے اسکو مرفوع روایت کیا

ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ قولہ آتی المال علی حبہ یعنے دے ڈالا اسکو درحالیکہ وہ اس مال کو چاہتا اور اسمین رغبت رکھتا ہو اور یہی تفسیر صریح
طور پر ابن مسعود و سعید بن جبیر وغیرہ سلف و خلف سے مروی ہی جیسا کہ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعًا روایت ہی کہ افضل صدقہ یہ ہی کہ تو صدقہ
کرے درحالیکہ تو تندرست حریص ہو امید رکھتا ہو غنا کی اور خوف کرتا ہو فقر کا۔ اور حاکم نے مستدرک مین حدیث شعبہ و ثوری سے ابن مسعودؓ سے
روایت کی کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وآتی المال علی حبہ۔ یہ کہ تو دیوے اسکو درحالیکہ تو تندرست حریص ہو امید رکھتا ہو زندگانی کی اور خوف کرتا ہو
فقیر ہو جانیکا حاکم نے کہا کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہی۔ اور مین کہتا ہون کہ وکیع نے اعمش سے اور سفیان نے زبید سے اسکو ابن مسعود سے موقوفًا روایت کیا
اور یہی اصح ہی اور مراد اس دینے سے صدقہ کرنا خدا کی راہ مین بغیر اسکے کہ اسپر فرض و واجب ہو یعنے خیر کی نیت سے صدقہ کرنا سوائے زکوٰۃ کے بقرینہ ذکر زکوٰۃ
اور مابعد۔ اور قبل فرضیت زکوٰۃ کے وہ واجب تھا اب وجوب نہین مگر عمدہ تطوع ہی اور میت کے ثواب پہونچانے مین بھی مالی خیرات کا ثواب پہونچنا بالاتفاق ہی اور اسکے
حق مین حدیث مین آیا کہ۔ اتقوا النار ولو بشق تمرۃ۔ بچو آگ سے اگرچہ ایک پارہ چھوارے کے سبب ہو۔ چونکہ چھوارے عرب مین بہت ہوتے تھے وہان
یہ ضرب المثل تھا جیسے ہندوستان مین ایک نوالہ روٹی کے سبب۔ اور اسی کے حق مین فرمایا۔ الصدقۃ تطفی غضب الرب۔ صدقہ کرنا پروردگار کے غصہ کو
ٹھنڈا کرتا ہی۔ اور یہ کنایہ ہی مغفرت کرنے اور رحمت متوجہ ہونے سے اور اقسام صدقہ بہت ہین اور ازانجملہ راہ خدا یعنے جہاد کے صدقہ مین اکثر تصریح فرمایا
تھا کہ جسنے اس جیش عسرت کا سامان کر دیا اسکے لیے جنت ہی پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر فورًا سامان تیار کر دیا اور مستحق جنت ہوے
دو وجہ سے ایک تو خود خیر ہی دوم بڑھکر یہ کہ حضرت نے صاف فرما دیا اور یہ حدیث صحاح مین ہی اور جسکے پاس مال نہو اسکو بھائی مسلمان کو طریق اسلام
کی نصیحت کرنا اگر یہ بھی نجانتا ہو تو کشادہ پیشانی اس سے ملنا اور مسلمانون کی راہ سے کنکر ہٹا دینا بھی صدقہ ہی اور اللہ تعالے عز و جل نے چند
اقسام کو یہان ذکر فرمایا اول ذوی القربیٰ یعنے قرابت والے اور ناتے والے یعنے جو شخص خیرات کرنا چاہے اسکے قرابت والے اور مراد وہ قرابت والے ہین
جو حاجتمند ہون اور قید یہان نہین فرمائی اسلیے کہ یہان التباس نہ تھا ہر شخص جانتا ہی کہ صدقہ محتاج فقیر کے لیے ہے اور دیگر اقسام سے ذوی القربیٰ
ناتے دار محتاجون کو مقدم فرمایا اسلیے کہ انکو دینے مین دو ثواب ہین ایک تو صدقہ اور دوسرے صلہ رحم ہے چنانچہ حدیث مین ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ صدقہ دینا مسکین کو ایک صدقہ ہی اور ناتے دار محتاج کو دو ہین ایک صدقہ اور ایک صلہ رحم۔ اخرجہ ابن ابی شیبہ والامام احمد والترمذی
وحسنہ والنسائی وابن ماجہ والحاکم والبیہقی فی سننہ من حدیث سلمان بن عامر الضبی۔ اور صحیحین مین حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بی بی زینب نام سے
روایت ہی کہ انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ بھلا میرا تصدق کرنا اپنے شوہر بیمار اور ان یتیمون پر جو میری گود مین ہین میری طرف
سے صدقہ سے کافی ہوگا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تیرے لیے دو اجر ہین ثواب صدقہ کا اور ثواب قرابت کا۔ اور دوسری روایت مین ہی کہ انھون
نے کہا کہ یا رسول اللہ عبد اللہ بن مسعود تنگدست آدمی ہین پس کیا ایسا کرون پھر یہ حدیث ذکر کی اور ام کلثوم بنت عقبہ سے روایت ہی کہ انھون نے سنا
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ناتے دار محتاج پر صدقہ کرنا سب سے افضل ہی اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا اور حاکم نے اور کہا کہ صحیح ہی اور
بیہقی نے اپنے سنن مین روایت کیا ہی۔ دوم الیتامی جمع یتیم یعنے ناتے دار محتاجون کے بعد یتیمون کو صدقہ دینا افضل ہی جو محتاج ہون پھر اگر ناتے دار یتیم
محتاج ہو تو وہ سب سے افضل ہی اور یتیم وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی ہی جسکا باپ نہو اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اللہ تعالے نے کئی مقام پر کتاب عزیز مین یتیمون کے
ساتھ احسان کرنیکا حکم دیا ہی اور یتیم وہ لوگ ہین کہ انکا کوئی کمانے والا نہین اور حال یہ ہی کہ انکے باپ دادا مرگئے اور وہ ضعیف صغیر ہین بالغ نہین
کمانے پر قادر نہین ہین اور عبد الرزاق رحمہ اللہ نے کہا کہ انبأنا معمر عن جویبر عن الضحاک عن النزال بن سبرۃ عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یتم بعد حلم۔ یعنے یتیم
(وہو ضعیف کما فی المقدمۃ)
ہونیکا حکم بعد بلوغ ہونے کے نہین ہی اور خلاصہ کلام یہ ہی کہ لڑکا یا لڑکی نابالغ جسکا باپ مرگیا اور محتاج ہو ایسون پر صدقہ اور مساکین سے افضل ہی اور

یتیم کو صدقہ دینے وخبرگیری کے فضائل مین احادیث ہین اور سلف صالحین اسکو بڑی بات جانتے تھے سوم مساکین اور یہ وہ لوگ ہین جو اپنے کھانے وپہننے ورہنے کی ضروریات مین اتنا نہ پاوین جو انکو کافی ہو پس انکو اتنا دیا جاوے کہ انکی اس حاجت کو بند کرے اور مراد یہ نہین ہی کہ جو اتنا نہ دے سکے وہ انکو نہ دے بلکہ یہ غرض ہی کہ انکو تونگر کر دینا مقصود نہین پس جو جس سے ہو سکے انکو دے اور صحیحین مین حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین یہ دروازون پر پھیرنے والے نہین ہین جنکو چھوارا و دو چھوارے لقمہ دو لقمہ دیکر پھیر دیتے ہین ولیکن مسکین وہ ہی کہ اتنا نہین پاتا جو اسکو بے پروا کر دے اور نہ اسکے حال سے یہ خبر جاتا ہی پس ایسے ہی شخص پر صدقہ کیا جاوے وسیاتی فی قولہ لا یسئلون الناس الحافا چہارم ابن السبیل وہ مسافر جو راہ مین ہو اور اسکا نفقہ وخرچہ ہو چکا پس اسکو اسقدر دیا جاوے جو اسکو اسکے گھر تک پہونچا دے اور اسیطرح جو شخص کسی نیک سفر کا قصد رکھتا ہو اسکو بھی آمد ورفت کا خرچہ دینا ثواب ہی اور اس حکم مین مہمان بھی داخل ہی جیسا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابن السبیل وہ مہمان ہین جو مسلمان کے یہان اترا کرتے ہین اور ایسا ہی کہا ہی مجاہد وسعید بن جبیر وابو جعفر باقر وحسن بصری وقتادہ وضحاک وزہری وربیع بن انس ومقاتل بن حیان نے ایسا ہی ذکر کیا شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اور مصارف زکوۃ کے آیت مین انشاء اللہ تعالے زیادہ بیان آویگا پنجم السائلین جمع سائل ہے سوال کرنے مانگنے والا اور یہ وہ لوگ ہین جنکو ضرورت نے مجبور کیا کہ سوال کرین پس بڑے ثواب کی بات ہی کہ جو کچھ ہو سکے انکو دیوے اور اسکے ظاہر حال پر نظر نہ کرے چنانچہ امام احمد وابو داود نے حضرت حسین بن علی علیہما السلام سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سائل کا حق ہی اگرچہ وہ اپنے گھوڑے پر آوے اگر کہا جاوے کہ سوال حرام ہی تو جواب یہ ہی کہ جملہ احادیث باب سے یہ ثابت ہوا کہ سوال حرام ہی اور اسمین بہت احادیث وارد ہین سواے سوال ایسے شخص سے جو صاحب سلطنت ہو یا حاجت ایسی ہو کہ اسمین سوال کرنے کے بدون چارہ نہو اسیواسطے علماء نے کہا کہ اگر بھوک مثلا باعث سوال ہو پس اگر ایک وقت اسکو بقدر کفایت ملجاوے تو اس سے زائد کا سوال کرنا حرام ہی جبکہ جانتا ہو کہ دوسرے وقت نہ ملنے اور مجبوری سے پھر بھی سوال کر سکیگا اور حدیث مین آیا ہی کہ پھیر دو سوال کرنے والے کو کچھ دیکر اگرچہ جلی کھری ہو اور اللہ تعالے نے فرمایا واما السائل فلا تنہر۔ اور سائل کو مت جھڑک ان ظاہر احادیث وآیت سے کہ بلفظ حق وامر وارد ہین ثابت ہوتا ہی کہ یہ واجب ہی اور اسیطرح ششم قولہ وفی الرقاب یعنی ان مکاتبون کو دیا جاوے جو اپنی کتابت ادا کرنے کے واسطے اتنا نہین پاتے ہین کہ اسکو ادا کرین یا قیدیون کی گردنین کفار کے پنجہ سے آزاد کرانے کے واسطے مال خرچ کرنا چاہیئے اور اللہ تعالے نے مکاتبون کے حق مین فرمایا۔ وآتوہم من مال اللہ الذی آتاکم۔ یعنے مال اللہ تعالے جو اسنے تمکو دیا ہی اسمین سے ان مکاتبون کو دو پس یہ بھی بصیغہ امر ہے اور نیز ابن ابی حاتم نے فاطمہ بنت قیس صحابیہ سے روایت کی کہ اسنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مال مین سواے زکوۃ کے کچھ حق ہی تو آپنے یہ آیت پڑھی۔ وآتی المال علی حبہ الآیۃ۔ اور اس روایت کی اسناد مین ابو حمزہ میمون اعور راوی ہین اور ابن مردویہ نے بھی اسکو ابو حمزہ کی حدیث فاطمہ بنت قیس سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مال مین حق ہی سواے زکوۃ کے پھر پڑھی لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب الآیۃ۔ تا قولہ وفی الرقاب اور ابن ماجہ وترمذی نے بھی اسکو اسی وجہ سے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ ابو حمزہ میمون اعور ضعیف ہین یعنے انکی روایت قابل حجت نہین اور اسکو بجاے میمون کے سیار اور اسمعیل بن سالم نے بھی روایت کیا ہی اور ترمذی نے ام بجید سے روایت کی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ میرے دروازے پر سائل کھڑا ہوتا ہی اور مین کوئی چیز نہین پاتی ہون کہ اسکو دیدون تو فرمایا کہ اگر تو کچھ نہ پاوے سواے جلی کھری کے تو اسکو اسکے ہاتھ مین دیدے کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث صحیح ہی واخرجہ ابو داود ایضا اور موطا مین ام بجید سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھیر دو مسکین کو اگرچہ جلی کھری دیکر ہو پس یہ نصوص دلالت کرتے ہین کہ مال مین حق ہی سواے زکوۃ کے اور یہی شعبی کا قول ہی اور صحیح یہ ہی کہ حق کے لفظ سے وجوب ثابت نہین ہوتا اور ان صیغہاے امر سے ان تاکیدون کے ساتھ وجوب ظاہر ہی اور ایسا ہی تھا ولیکن زکوۃ

فرض ہونے کے بعد منسوخ ہوگیا چنانچہ حدیث مین ہے کہ منسوخ کر دیا زکوٰۃ نے ہر صدقہ کو اخرجہ الدارقطنی و البیہقی اور معنے یہ ہین کہ زکوٰۃ فرض
ہونے سے ہر صدقہ کا واجب ہونا منسوخ ہوگیا اور بعض روایتون مین ہے کہ مال مین کوئی حق نہین سواے زکوٰۃ کے اور معنے اسکے بھی یہی ہین کہ حق
واجب نہین ہے اور یہی ہمارے علما اور جمہور علما کا قول ہے۔ قولہ واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ۔ اے تمام کرو انکے افعال وارکان نماز کے اسکی اوقات
مین رکوع و سجود و طمانینت و خشوع وغیرہ کے ساتھ شرعی پسندیدہ طور سے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ قولہ واتی الزکوٰۃ۔ اسمین احتمال ہے کہ مراد
اس سے زکوٰۃ نفس ہواے نفس کو اخلاق رذیلہ سے پاک کیا مثل قولہ تعالے۔ قد افلح من زکاہا وقد خاب من دسہا۔ اور جیسے کہ موسیٰ
علیہ السلام نے فرعون سے کہا ہل لک الی ان تزکی۔ واہدیک الی ربک فتخشی۔ اور جیسے اللہ تعالے نے زکوٰۃ دینے والے مشرکون کے حق مین
ویل فرمایا ہے۔ یعنی ویل ہے واسطے مشرکون کے جو کہ نہین دیتے اپنے نفس کی زکوٰۃ یعنے نفس کو کفر و شرک وغیرہ اخلاق خبیثہ سے پاک نہین کرتے
ہین کیونکہ مشرک اس زکوٰۃ معروفہ مالی کے دینے کی صلاحیت نہین رکھتے اور احتمال ہے کہ اس سے زکوٰۃ مالی مراد ہو جیسا سعید بن جبیرہ و مقاتل بن حیان کا قول
قولہ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا۔ یعنے وفا سے عہد انکی شان ہے خواہ اللہ تعالے سے عہد ہو یا بندون سے مانند قولہ تعالے۔ یوفون بعہد اللہ ولا ینقضون
المیثاق اور اسکے برعکس منافقون کی صفت ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ منافق کی تین نشانیان ہین جب بات بیان کرے تو جھوٹ
بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جس چیز مین امین کیا جاوے اسمین خیانت کرے اور دوسری حدیث مین ثابت ہوا کہ جب بات کرے
تو جھوٹ بولے اور جب اقرار کرے تو اسمین غدر کرے یعنے خلاف وعدہ کرے اور جب مخاصمہ کرے تو بد زبانی کرے بعض نے کہا کہ مراد عہد
یہ ہے کہ جو حدود اللہ تعالے نے مقرر کیے ہین اپر ٹھیک قائم رہے اور اسکی فرمانبرداری کیجاوے اور بعض نے کہا کہ نذر وغیرہ مراد ہے اور بعض نے کہا کہ وعدہ نکاح
پورا کرنا اور قسم مین سچا رہنا اور امانتین ادا کرنا مراد ہے قال المترجم یہ قول اس بنا پر ہے کہ حدیث مین جو منافق کی نشانیان ہین انکے برعکس ہو اور وجود معنی عہد کی
اور وہ ان امور مذکورہ مین ہے۔ قولہ والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس۔ نصب صابرین علی المدح ہے اور باساء سے مراد شدت فقر اور ضراء سے
حالت بیماری اور حین الباس سے حال قتال یعنے دشمنان دین سے بھڑنے کے وقت لڑائی مین صبر کرنے والے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ تفسیر قول ہے ابن مسعود و
ابن عباسؓ و ابو العالیہ و مرۃ ہمدانی و مجاہد و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ و ربیع بن انس و سدی و مقاتل بن حیان و ابو مالک و ضحاک وغیرہم سلف و خلف کا
اور بعض نے ذکر کیا کہ باساء و ضراء بروزن فعلاء دونون اسم ہین کہ انکا فعل نہین آیا ہے کیونکہ دونون اسم ہین صفت نہین ہین اور الصابرین منصوب
علی المدح آیا اور اپنے ماقبل پر عطف نہ کیا گیا تاکہ ان شدائد مین صبر کی فضیلت ظاہر ہو شیخ ابو علی فارسی نے کہا کہ جب مدح یا ذم کے واسطے چند صفات ذکر
کیجاوین اور کسی مین اعراب مخالف کر دیا جاوے تو یہ تفنن ہے اور اسکو فن بیان مین قطع کہتے ہین کیونکہ مالوف مین تغییر دینا سامع کی ترغیب ذکر اور مزید اہتمام
شان کی دلیل ہے اور راغبؒ نے کہا کہ صبر چونکہ ایک وجہ سے فضائل کا سبب ہوا اور ایک وجہ سے جامع فضائل ہے اسواسطے کہ کوئی فضیلت نہین باقی ہے مگر کہ صبر کا
اسمین اثر بلیغ ہے پس اعراب کو متغیر کرکے اس مقصد پر تنبیہ کر دی واللہ اعلم۔ اولئک الذین صدقوا واولئک ہم المتقون۔ یعنے یہ لوگ جو ان صفات کے
متصف ہین کہ اقرار ایمان و عہود کو پورا کرتے ہین سچے ہین کہ کسی حالت آسانی و سختی مین نہین پھرے اور کسی امن و خوف مین انکے قدم نہین کانپتے ہین
بسبب اسکے کہ ایمان ولولہ انکے دل مین پورا اثر کر گیا اور یہی لوگ متقی ہین کہ کفر و شرک اور تمام بد خصلتون کی پلیدی سے جو اللہ عزوجل کو ناپسند ہین اپنے
تئین بچالیا اور مکرر اولئک لانے مین انکی شان کی بڑائی کا اظہار ہے اور ضمیر ہم فاصل لانے مین اشارہ ہے کہ تقوی انھین مین منحصر ہے اور امام واحدیؒ نے
فرمایا کہ ان اوصاف کے بیچ مین واو عاطفہ سب جگہ لانے مین اشارہ ہے کہ ابرار مین سے ہونے کے واسطے شرط ہے کہ ان سب اوصاف کا جامع ہو پس جسنے
انمین سے ایک کو پورا کیا وہ بر سے موصوف ہونیکا مستحق نہین ہے بعض نے کہا کہ یہ مخصوص انبیا علیہم السلام کے واسطے ہے غیر مین یہ اوصاف

مجتمع نہین ہوسکتے ہین اور یہ قول کچھ نہین ہو بلکہ تمام مومنین کے واسطے ہو اسواسطے کہ تخصیص پر کوئی دلیل نہین ہو اور تحقیق یہ ہو کہ ان اوصاف مین
بھی مراتب ہین پس اسکے واسطے دو قسمین ہین پایۂ اعلی تو انبیاء علیہم السلام کے درمیان بحسب مراتب بلکہ بحسب شخص شخص مقسوم ہو کہ انتہاے درجہ
کمال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہو بوجہ مجموعی اور پھر درجہ بدرجہ دیگر انبیاء علیہم السلام مین ہو اور پایۂ ادنی چار قسم ہو ایک قسم صدیقین کو
دوسری شہدا کو تیسری صالحین کو چہارم عامہ مومنین کو اور بعد انکے غیر کمال کا درجہ ہین وہ مومنین ہین جو اپنے ایمان مین ناقص ہین واللہ تعالے اعلم
وقال الشیخ فی العرائس لبیان الحقائق قولہ تعالے والموفون بعہدہم اذا عاہدوا اے وفا کرنے والے اس عہد کے جو انھون نے ازل مین جناب باری عزاسمہ
سے کیا تھا اس طور پر وفا کرتے ہین کہ عبودیت کے مقام مین معارضہ نہین کرتے اور معرفت کے مقام مین ماسواے حق کے سب سے منہ پھیرتے ہین قال
المترجم یہ ایک عہد الہی کی توضیح ہو اور یہ مراد نہین ہو کہ بس یہی عہد پورا کرتے ہین اور بعض نے فرمایا کہ عہد پورا کرنے سے یہ مراد ہو کہ جو حدود جو اللہ تعالے نے
مقرر کردیے ہین یعنے فرائض وواجبات ومنہیات ومحرمات کے اوپر جمے ہوے ہین اور جو موجود ہو اسپر راضی ہین اور جو نہین اسپر صابر ہین۔ قولہ والصابرین
فی الباساء والضراء وحین الباس یعنے حقائق کے انکشاف کے وقت نفس کے معارضہ کرنے پر اسکے حملہ کے صدمات دفع کرنے مین اور مکاشفات غیبی
اور تجلی مین خطرات لاطائل آنے کے وقت نفس کے اوپر منہ کے بل گرتے ہین اور ابواب قلب پر قہر کی بجلیان اسکے زوال دور کرسکنے لیے آنے کے
وقت نفس کے ادھر ادھر راہین ڈھونڈھنے مین تاکہ قلب کو ناشایستہ عوارض بشریت سے بھرا ہی رکھے یہ لوگ صبر کرتے ہین اور مضبوط رہتے ہین اور
خطرات دفع کرتے ہین مجھے رسما بھی ایسا صبر ہو کہ صادق لوگ ہی اس سے مخصوص ہین امتحان کی سختیون مین وہ رضاے حق طلب کرنے پر جمے رہتے ہین

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى
اے ایمان والو حکم ہوا تم پر بدلا برابری مارے گئے مین صاحب کے بدلے صاحب اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت
فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ
پھر جسکو معاف ہوا اسکے بھائی کی طرف سے کچھ تو چاہیے پیروی کرنی موافق دستور کے اور ادا کرنا اسکو خوبی سے یہ آسانی ہوئی تمھارے رب کی طرف سے اور مہربانی
فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ
پھر جو کوئی زیادتی کرے بعد اسکے تو اسکو دکھ کی مار ہو اور تمکو قصاص مین زندگی ہو اے عقلمندو شاید تم بچتے رہو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى اے ایمان والو تمپر مقتولون مین قصاص لکھا گیا یعنی فرض کیا گیا یعنی
الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى آزاد بمقابلہ آزاد کے اور غلام بمقابلہ غلام کے اور عورت بمقابلہ عورت کے
ف اور قاتل اس جرم سے کافر نہین ہوجاتا بلکہ مقتول کا بھائی رہتا ہو چنانچہ فرمایا فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ
وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ پس جسکو اپنے بھائی کے خون سے کچھ عفو کیا گیا تو بطور معروف واجب ہوا اور خوبی سے ادا کرنا واجب ہو ف
حتی کہ اگر مقتول کے وارثین سے بعض نے کچھ عفو کیا تو قصاص جاتا رہا اور دیت کے لیے وارثون کو جو حق پہنچا وہ معروف طور سے اسکا تقاضا و مطالبہ کرنا
چاہیے اور قاتل کو ادا کرنے مین بھی جہانتک ممکن ہو خوبی سے ادا کرے اور بھائی کا کہ مہربانی دلانی کہ آخر یہ قاتل بھی اپنے مقتول کا بھائی ہو تو صرف نظر کرو
جہانتک ممکن ہو عفو بہتر ہو۔ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ یہ امر تمھارے رب کی طرف سے تخفیف و رحمت ہو ف یہود پر قصاص ہی فرض تھا
فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ پھر جسنے اسکے بعد حد سے تجاوز کیا ف مثلا بعد عفو و دیت کے وارث نے قاتل کو قتل کیا فَلَهُ عَذَابٌ
أَلِيمٌ تو اسکے لیے عذاب الیم ہو ف دنیا مین قصاص اور آخرت مین جہنم ہو۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ

تتقون ۱۷۹ - اور اے صاحبان عقل تمہارے لیے قصاص (مشروع کرنے) مین زندگی ہو تاکہ تم پرہیز رکھو اور قتل سے باز آؤ - اس آیت مین اللہ تعالے
فرماتا ہو کہ اے ایمان والو تمپر قصاص کے معاملہ مین برابری و یکسان ہونا فرض کر دیا گیا کہ تمہارے مرد آزاد کے مقابلہ مین مرد آزاد قصاص ہو اور تمہارے غلام
کے مقابلہ مین غلام تمہارا اور تمہاری عورت کے مقابلہ مین عورت ہو اور اسمین تجاوز نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو جیسے تم سے اگلے لوگون نے اس معاملہ مین
حکم اللہ تعالے کو بدل ڈالا اور سبب نزول اس آیت کا قریظہ و نضیر دونون گروہ یہود کے واقع ہوے اور بات یہ ہوئی تھی کہ زمانہ اسلام ہونے سے کچھ
پہلے بنو نضیر نے بنو قریظہ سے لڑائی کی اور انکو مقہور کر دیا پھر یہ قرار پایا تھا کہ بنو نضیر مین سے کوئی اگر بنو قریظہ مین سے کسیکو قتل کرتا تو نضیری اسکے
عوض قتل نہ کیا جاتا بلکہ ستر وسق خرما اسکا فدیہ دیا جاتا اور اگر قرظی کسی نضیری کو قتل کرتا تو وہ اسکے عوض قتل کیا جاتا اور اگر اسکا فدیہ قبول کیا جاتا تو قرظی کی
دیت سے دونی دیت یعنی دو سو وسق خرما دینا پڑتا پس اللہ تعالے نے قصاص مین انصاف و برابری کا حکم دیا گویا منع کیا کہ اس حکم مین ان مفسدون
کی راہ پر مت چلو جو اللہ تعالے کے حکم کو اپنی خواہش نفسانی پر بدل ڈالتے ہین - ذکرہ ابن کثیر فی التفسیر - اور بغوی نے معالم مین ذکر کیا کہ یہ قول قتادہ و مقاتل
بن حیان کا ہو کہ یہ واقعہ درمیان قریظہ و نضیر کے تھا - اور شعبی و کلبی سے مبہم نقل کیا کہ دو گروہ عرب کے درمیان ایسا واقعہ تھا اور سعید بن جبیر نے کہا کہ اوس و
خزرج کے درمیان تھا - اور شیخ ابن کثیر کی تفسیر مین ہو کہ ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن لہیعہ کے طریق سے عطاء بن دینار سے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ انھون نے
تفسیر قولہ تعالے - یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلے - مین کہا کہ یعنے جب عمداً قتل کرے تو آزاد کے بدلے آزاد سے قصاص ہو اور بات یہ تھی کہ
عرب مین جو دو بڑے قبیلے زمانۂ جاہلیت مین اسلام سے کچھ پہلے لڑے تھے پس انکے درمیان قتل و جراحات واقع تھین یہانتک کہ انھون نے غلامون
اور عورتون کو بھی قتل کیا تھا پس بعض نے بعض سے بدلا نہ لیا تھا یہانتک کہ مسلمان ہو گئے اور ان دونون گروہ مین سے ایک کو دوسرے پر سامان و مال
مین زیادہ دسترس تھی پس زیادہ دسترس والون نے قسم کھائی کہ ہم راضی نہونگے جب تک یہ نہو کہ ہمارے غلام کے بدلے انمین کا آزاد قتل کیا جاوے
اور ہماری عورت کے بدلے انمین کا مرد قتل کیا جاوے پس انھین کے حق مین نازل ہوا الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی - اور یہ منسوخ ہو اسکا
ناسخ قولہ تعالے النفس بالنفس الآیہ - ہو اور علی بن طلحہ نے ابن عباس رض سے فی قولہ تعالے - الانثی بالانثی کی تفسیر مین روایت کی کہ یہ بات یعنے عورت کا بمقابلہ
عورت ہونا یون تھا کہ وے لوگ عورت کے قاتل مرد کو قصاص مین نہین قتل کرتے و لیکن مرد کو بمقابلہ مرد کے قتل کرتے تھے اور عورت سے بمقابلہ عورت کے
قصاص کرتے پس اللہ تعالے نے اُتارا قولہ النفس بالنفس والعین بالعین پس قتل عمد کی صورت جو آدمی انمین کے آزاد ہین وہ قصاص مین برابر قرار
دیے گئے کہ قتل نفس مین انکے مرد اور عورتین برابر ہین اور ایسے ہی نفس سے کم جرم مین بھی برابر ہین یعنے مرد اگر عورت کا قاتل ہو تو قصاص مین قتل
کیا جاوے اور مملوک لوگ آپسمین قتل نفس و کم از نفس مین مرد و عورت برابر قرار دیے گئے اور ایسا ہی ابو مالک تابعی جلیل سے روایت ہو کہ یہ آیت
منسوخ ہے بقولہ النفس بالنفس الآیۃ سے قال المترجم اور یہی قول امام ابو حنیفہ رح کا ہو کہ یہ آیت منسوخ ہو آیہ مائدہ سے و سیاتی الکلام فیہ جاننا
چاہیے کہ کتب اس مقام پر بمعنے فرض ہو مین نے اول سورہ مین اسکے معانی کو ذکر کیا اور مقدمہ مین زیادہ توضیح کی ہو اور بعض نے کہا کہ کتب اشارہ اس
کتاب کیطرف ہو جو لوح محفوظ مین واقع ہوئی ہو اور قصاص بمعنی مساوات اور مماثلت ہو یعنے قاتل کو مقتول سے مماثل و مساوی کرنا خواہ حقیقۃً
یا حکماً اور اسی سے کہا گیا کہ قتل و دیت و جراحت سب مین مساوات ہونا چاہیے پس قاتل کو بالکل اُسی طرح قتل کیا جاوے جسطرح اسنے قتل کیا
یعنے وصف و فعل مین مساوات ہو اور یہی قول امام مالک و شافعی کا ہو اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک بحکم حدیث نہین قصاص مگر تلوار سے ,, یعنی قاتل کو
قصاص مین فقط تلوار سے قتل کرینگے اگرچہ اسنے کسی چیز سے قتل کیا ہو اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہو پس مماثلت وصفاً کی یہ صورت ہو کہ مقتول
مرد آزاد ہو تو قاتل مرد آزاد سے قصاص لیا جاوے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا اور عدم مماثلت وصفی اس طرح کہ دونون مین تفاوت ہو مثلاً آزاد سے

اگر غلام کو قتل کیا تو آزاد سے قصاص نہ لیا جاوے کیونکہ حر مین زیادت ہو اور مماثلت فعلاً کی یہ صورت ہو کہ قاتل نے جو فعل مقتول کے قتل مین کیا ویسا ہی اسکے ساتھ کیا جاوے مثلاً ڈبو دیا تو قصاص مین ڈبو دیا جاوے اور اگر دو پتھر دن کے بیچ مین کچل ڈالا تو قاتل بھی یون ہی مارا جاوے چنانچہ صحیح مین ایک یہودی نے ایک جاریہ کو اسطرح کچلا تو وہ یوہین کچلا گیا، پس اگر اسطرح مر گیا تو خیر ورنہ اسکی گردن کاٹ دی جائیگی یہ سب قول امام مالک و شافعی و احمد کے موافق ہو اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حجت یہ حدیث ہو کہ قصاص نہین مگر تلوار سے (رواہ اسنادہ حسن-ت) اور ایک روایت امام احمد سے بھی یہی ہو پھر چونکہ اللہ تعالے نے حر کو بمقابلہ حر بیان فرمایا تو مفہوم ہوا کہ بمقابلہ عبد نہین قصاص ہوگا اور یہی مفہوم مخالف ہو جسکو شافعیہ اعتبار کرتے ہین مگر جبکہ قیاس اسکے خلاف نہو یعنے قیاس مقدم بمفہوم مخالف ہو اور اسی سے دفع ہوا کہ قولہ العبد بالعبد مین مفہوم مخالف یہ تھا کہ غلام بمقابلہ آزاد مقتول کے نہ مارا جاوے حالانکہ یہ خلاف ہو اور وجہ دفع ہونے کی ظاہر ہو کہ قیاس صحیح دلالت کرتا ہو کہ جب غلام بمقابلہ غلام کے قصاص مین قتل کیا جائیگا تو آزاد کو قتل کرنے کی صورت مین بدرجہ اولی قتل کیا جائیگا اور اسیطرح الانثی بالانثی مین مفہوم مخالف نہین معتبر ہو یعنے عورت بمقابلہ مرد کے قتل نہ کیجاوے اسوجہ سے کہ اجماع منعقد ہو کہ عورت اگر مرد کو قتل کرے تو قصاص مین قتل کیجاوے پس اس بیان سے ظاہر ہوا کہ قولہ الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی ہر سہ مقابلات مین سے مفہوم مخالف سے استدلال شافعیہ فقط قولہ الحر بالحر مین ہو کہ حر نہ قتل کیا جاوے بمقابلہ عبد کے اور باقی مین بسبب مخالفت قیاس و اجماع کے مفہوم مخالف معتبر نہین ہو یہ دلالت کرتا ہو کہ آزاد جو بمقابلہ غلام کے قتل نہ کیا جاوے تو فقط مفہوم مخالف سے ہو پس جسنے مفہوم مخالف کو حجت ہی نہین قرار دیا اسکے نزدیک یہ حکم ثابت نہوگا اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہو کہ آقا سوائے اپنے غلام کے اگر کسی غلام کو قتل کرے تو عمد مین قصاص ہو اور حق یہ ہو کہ یہان مفہوم مخالف سے بھی استدلال ٹھیک نہین ہو یہ نہین دیکھتے کہ **بیضاوی** نے باوجود شافعی مذہب ہونے کے کہا کہ یہ آیت نہین دلالت کرتی اس بات پر کہ آزاد بمقابلہ غلام کے قتل نہ کیا جاوے کیونکہ مفہوم مخالف تو وہین معتبر ہوتا ہو جہان تخصیص کی کوئی غرض سوائے اختصاص حکم کے ظاہر نہو اور یہان الحر بالحر مین یہی نہین کہ حر کی قصاص کے واسطے حر کی قید ہو بلکہ اسکی غرض اور ظاہر ہوتی ہو جو ہمنے بیان کردی یعنے سبب نزول دلالت کرتا ہو کہ غرض یہ ہو کہ تعدی نکرو اور آزادون مین باہم اور غلامون مین باہم مساوات ثابت کر دینا مقصود ہو پس مفہوم مخالف نہین معتبر ہو سکتا ہو- پھر **بیضاوی** نے کہا کہ مالک و شافعی نے جو آزاد کا بمقابلہ غلام کے خواہ اسکا ہو یا غیر کا ہو قصاص مین قتل کیا جانا منع کیا ہو تو اس حدیث کی وجہ سے جو حضرت علیؓ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو قتل کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو کوڑے مارے اور ایک سال کے واسطے اسکو شہر سے نکال دیا اور نیز حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہو کہ سنت سے یہ ثابت ہو کہ قتل نہ کیا جاوے مسلمان قصاص مین کسی ذمی کو قتل کرنے سے اور نہ قتل کیا جاوے آزاد بمقابلہ غلام کے اور اس دلیل سے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نہین قصاص لیتے آزاد سے بمقابلہ غلام کے اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے روبرو تھا اور کسی سے اسکا انکار منقول نہین ہو اور اس دلیل سے کہ آقا نے اگر اپنے غلام کا مثلاً ہاتھ توڑ دیا تو آقا سے قصاص نہ لیا جائیگا پس کم از نفس مین جب قصاص نہین تو اسی قیاس پر قتل نفس مین بھی بدرجہ اولے قصاص نہین ہے

**قال المترجم** یہی مذہب جمہور کا ہو کہ آزاد سے بمقابلہ غلام کے قصاص نہین- جاننا چاہیے کہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ آزاد مسلمان نے مسلمان غلام کو عمداً قتل کیا پس دو صورتین ہین یا تو قاتل اسکا آقا ہو یا اجنبی ہو پس جمہور کا مذہب یہ ہو کہ آقا ہو یا اجنبی ہو کسی سے بمقابلہ غلام کے قصاص نہین لیا جائیگا اور امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ اجنبی نے اگر قتل کیا تو قصاص لیا جائیگا- پھر جمہور کے قول کی دلیل جو اس آیت سے باستدلال مفہوم مخالف ہو اسکا تو حال معلوم ہو چکا کہ مفہوم مخالف سے استدلال غیر مسلم اور اگر مان لیا تو بھی یہان نہین جیسا کہ **بیضاوی** نے کہا پھر جو **بیضاوی** نے حدیث نقل کی کہ آقا نے اپنے غلام کو قتل کیا اور قصاص نہ لیا گیا تو یہ امام ابوحنیفہ کے قول کے مؤید ہو اور مادون النفس پر نفس کا قیاس

مع الفارق ہو بالجملہ مجھے کوئی قوی دلیل نہیں معلوم ہوتی الا آنکہ دارقطنی نے روایت کی کہ لا یقتل حر بعبد یعنی کوئی آزاد بمقابلہ غلام کے قتل کیا جاوے
اور اس حدیث کے ثبوت میں کلام ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خود یہی مذہب مروی ہو کہ جیسا قول ابو حنیفہؒ کا ہو امام ابن کثیر وغیرہ نے نقل کیا کہ
مذہب ابو حنیفہ و انکے اصحاب کا یہ ہو کہ آزاد قتل کیا جاوے بمقابلہ غلام کے جبکہ اسکا مالک نہو اور اگر مالک نے اپنے غلام کو قتل کیا تو بالاجماع
قصاص نہیں اور اجماع خود حجت ہو اور دلیل انکی آیت سورہ مائدہ ہو اسمیں قولہ تعالےٰ النفس بالنفس الآیہ پس یہ عام ہو اور یہی مذہب ہے ثوری و ابن ابی لیلیٰ و داؤد
کا اور یہی مروی ہو حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ و سعید بن المسیب و ابراہیم نخعی و قتادہ و حکم سے اور یہی اقوی ہو اور بیضاوی نے اعتراض کیا کہ آیت مائدہ
تو حکایت اس امر کی ہو جو توریت میں تھا کیونکہ فرمایا وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس الآیہ پس جو قرآن میں ہو اسکا ناسخ نہیں ہوسکتا اور جواب یہ ہو
کہ جو شریعت ہم سے پہلے تھی جبکہ انکی شریعت نقل کی گئی وہ واجب ہو اور پہلے ہم تفسیر ابن کثیرؒ سے نقل کر چکے ہیں کہ ابن عباسؓ وغیرہ سے صریح روایت ہو کہ الحر
بالحر کا حکم جو یہاں مذکور ہو وہ سورہ مائدہ کی آیت سے نسخ ہوا اور نیز قصاص اطراف کے واسطے یہی آیت حجت ہو پس ہمارے اوپر مقرر رہ ہو اور نیز
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المسلمون تتکافأ دماؤہم یعنے مسلمانوں میں سب کے خون برابر ہیں اور فرض مسئلہ یہ ہو کہ غلام مسلمان کو ایک مسلمان
آزاد نے قتل کیا عمداً پس بحکم حدیث قصاص لازم ہوا فافہم جمہور کے نزدیک مسلمان نہ قتل کیا جاوے بمقابلہ کافر کے کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت علیؓ سے
روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا یقتل مسلم بکافر ابن کثیرؒ نے کہا کہ کوئی حدیث اور کوئی تاویل اسکے مخالف نہیں صحیح ہو اور امام ابو حنیفہؒ
نے کہا کہ النفس بالنفس عام ہو شامل ہو کافر کو بھی مگر ایسے کافر جسکا خون معصوم ہو یعنے شرع نے اسکو محفوظ کر دیا ہو اور وہ ذمی ہو جو مسلمانوں
کے عہد میں ہے پس اگر ذمی کو عمداً ناحق قتل کیا تو قصاص میں قتل کیا جائیگا اور حدیث محمول ہے کہ جب مسلمانوں نے کسی حربی
مستامن کو قتل کیا تو قتل نہ کیا جائیگا۔ اور دلیل یہ کہ قرآن کی آیت قطعیہ میں عام بھی قطعی ہو جب تک کہ کسی قطعی نص سے تخصیص نہو اور بیان تفسیر
قطعی نہیں بلکہ حدیث خبر احاد ہو تو عام مقدم ہو کیونکہ جمع کرنا غیر ممکن ہو لیکن تامل یہ کہ نفس مستامن کی تخصیص کی گئی لہذا میرے نزدیک اسمیں اقوی
مذہب جمہور کا ہو واللہ اعلم۔ اس آیت سے حسن و عطاء نے استدلال کیا کہ مرد بمقابلہ عورت کے قتل نہ کیا جائیگا اور بعض نے ذکر کیا کہ یہی مذہب
امام شافعی و مالک و ثوری و ابو ثور کا ہو ابن کثیر نے فرمایا کہ جمہور اسکے برخلاف ہیں بدلیل آیہ مائدہ کے اور بدلیل قولہ علیہ السلام المسلمون تتکافأ دماؤہم
اور لیث نے کہا کہ اگر مرد نے اپنی جورو کو قتل کیا تو خاصتہً جورو کے قصاص میں قتل نہ کیا جائیگا۔ میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہو کہ مرد سے بمقابلہ عورت کے
قصاص لیا جائیگا جیسا کہ جمہور کا مذہب ہو ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ چاروں مشہور اماموں اور جمہور ائمہ کا مذہب ہو کہ اگر ایک جماعت نے ایک شخص کو قتل
کیا تو اس ایک کے بدلے سب قتل کیے جاوینگے اور حضرت عمرؓ نے جبکہ ایک طفل کو سات آدمیوں نے قتل کیا تھا اور قصاص میں آپنے ساتوں کو قتل کیا
تو فرمایا کہ اگر تمام اہل صنعا بھی اسکے قتل میں شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کرتا اور مترجم نے اس روایت کو عینی الہدایہ میں مع طول قصہ کے بیان
کیا ہو۔ پھر صحابہ میں سے کسی نے اسکا خلاف نہیں کیا پس یہ مثل اجماع کے ہوگیا مگر امام احمد سے ایک روایت میں آیا ہو کہ ایک نفس کے عوض ایک ہی
قتل کیا جاوے جماعت نہیں قتل کی جائیگی اور ابن المنذر نے کہا کہ یہی اصح ہو۔ قولہ تعالےٰ فمن عفی لہ من اخیہ شئ فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان
میں من شرطیہ یا موصولہ ہے کون مراد ہو اسمیں دو قول ہیں اول آنکہ من سے مراد قاتل یا جانی ہو اور اخیہ سے مراد مقتول ہو یعنے جس قاتل مجرم کو واسطے
اسکے بھائی سے کچھ عفو کیا گیا پس مضاف مقدر ہوگا ای من دم اخیہ۔ اور یہی واحدی و سیوطیؒ نے ذکر کیا ہو اور ایک قاتل کو عفو کرنے سے سب لیکے
مستحق ہو جاوینگے۔ یا اخیہ سے مراد وارث مقتول ہو اور ضمیر راجع بجانب من ہو اور اس صورت میں حذف مضاف کی ضرورت نہیں اور معنی یہ ہیں کہ من اخیہ
ای من جہۃ الوارث او الولی۔ تو شئی عبارت ہو خون مقتول سے اور معنی یہ ہیں کہ قاتل مجرم جبکہ عفو کیا گیا اسکے لیے جانب وارث مقتول سے کچھ خون جو ١٠

اُسنے کیا ہے اور اس تقریر پر اعتراض کیا گیا کہ شئی مفعول بہ واقع ہوتا ہے حالانکہ عفی لازمی ہے اور جواب دیا گیا کہ عفی بمعنے ترک ہے چنانچہ شمس العلوم میں ہے کہ عفوت الشئی یعنے ترکتہ اور مفسر سیوطیؒ نے اسی طرف اشارہ کیا بقولہ بان ترک القصاص منہ یعنے عفی بیان بمعنے ترک ہے اور زمخشری نے اسکو رد کیا کہ عفا الشئی بمعنے ترکہ نہیں ثابت ہوا بلکہ اعفاہ بمعنی ترکہ آیا ہے اور بیضاوی نے بھی زمخشری کا اتباع کیا اور کہا کہ یہ ضعیف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ضحاکؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ فمن عفی لہ من اخیہ شئی ای فمن ترک لہ من اخیہ شئی یعنی اخذ الدیۃ بعد استحقاق الدم وذلک العفو۔ یعنے جس شخص کے لیے اسکے بھائی سے کچھ ترک کیا گیا یعنے استحقاق قصاص کے بعد یعنے دیت لی اور یہی عفو ہے۔ ذکرہ الحافظ ابن کثیر پس اس سے بڑھکر بیضاوی رح کو کیا شہادت درکار ہے اور صاحب کشاف تو معتزلی ہے حالانکہ یہ روایت منقطع یا معتزلی حنفی پر حجت صریح ہے کہ عفی بمعنے ترک ہے وکفی بہذا شاہدا و اسم زمخشری نے کہا کہ شئی مفعول مطلق ہے اے شئی من العفو گویا یوں کہا گیا فمن عفی لہ عفو (یعنی عفو کیسا علیحدہ ہو) اور مجاہد نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ عفو یہ ہے کہ قبول کرے دیت کو قتل عمد میں اور ایسا ہی ابو العالیہ و ابو الشعثاء و مجاہد و سعید بن جبیر و عطاء و حسن و قتادہ و مقاتل بن حیان سے مروی ہے ذکرہ ابن کثیرؒ اور شئی کی تنکیر سے بر تقدیر مفعول بہ ہونے کے یا مفعول مطلق لانے سے بہر حال یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر خون مقتول میں سے کچھ عفو کیا یا وارثوں میں سے بعض نے عفو کر دیا تو قاتل سے قصاص ساقط ہو جائیگا بمنزلہ عفو تام کے ہے حتی کہ باقی وارثوں کو خواہ مخواہ دیت ہی ملیگی۔ قول دوم اکثر مفسرین سے ولی مراد ہے اور اخ سے مراد قاتل ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ ولی جب قصاص سے عفو کی طرف جھکا کہ دیت لیوے تو قاتل کو اختیار ہے کہ چاہے اسکو قبول کرے یا اپنے آپ کو قصاص میں مقتول ہونے کو سپرد کرے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ امام مالکؒ نے بنا بر روایت مشہور ابن القاسمؒ کے اور امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ نے اور ایک قول میں امام احمدؒ نے کہا کہ ولی مقتول کو جب اسنے دیت پر عفو کیا تو بدون رضامندی قاتل کے اختیار نہیں ہے یعنے دیت پر عفو کرنا قاتل پر جب ہی لازم ہے کہ وہ قبول کرے اور باقی علماء نے کہا کہ ولی مقتول کو دیت پر عفو کر دینے کا اختیار ہے اگرچہ قاتل راضی نہو مترجم کہتا ہے کہ یہی ابو حنیفہؒ سے روایت ہے اور قولہ واداء الیہ باحسان میں اداء کرنا مطلوب ہے چنانچہ آلوسیؒ نے مجاہدؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ واداء الیہ باحسان میں کہا کہ ادا کرے (یعنے قاتل) مطلوب یعنی جس سے مطالبہ ہے وہ احسان ادا کرے اور ایسا ہی سعید بن جبیر و جابر بن زید و حسن و قتادہ و عطاء خراسانی و ربیع بن انس و سدی و مقاتل نے کہا ہے ذکرہ ابن کثیرؒ۔ در تفسیر یہ قول ادل الظہر و ارجح ہے اور حاصل معنی یہ ہیں کہ قاتل ہے جس شخص کیواسطے ولی مقتول کیطرف سے یا خون مقتول سے کچھ عفو ہوا دیت پر تو دیت کے طالب پر واجب ہے اتباع بمعروف یعنی نیکی سے طلب کرے اور وصول کرے اور مطلوب یعنی قاتل پر واجب ہے کہ ادا میں بے تکلف کرے بلکہ اسکو ادا کرے کیونکہ اسنے احسان کرکے اسکو قصاص سے معاف کیا پس اسکو یہ چاہیئے کہ خوبصورتی سے دیت اسکو ادا کر دے۔ اگر کہا جاوے کہ یہاں اتباع اور ادا مذکور ہے واجب ہونا کہاں سے ثابت ہوا تو جواب یہ ہے کہ یہ مصدر مرفوع ذکر ہوئے ہیں اور جہاں مصدر مرفوع ہو وہ واجب کے واسطے ہے چنانچہ اخفش نے فرمایا کہ واجبات کی سبیل یہ ہے کہ مصدر کو مرفوع لایا جاوے جیسے قولہ فامساک بمعروف او تسریح باحسان یعنے معاملہ طلاق میں فرمایا ہے قولہ عفی لہ میں لام سے تعدیہ ہوا تاکہ عفی عنہ یعنے مجرم سے عفو اسی کے نفع کے لیے ہو اور اس آیت میں دلیل دو باتوں پر ہے اول یہ کہ قتل عمد کرنے والا کافر نہیں ہو جاتا ہے اور فاسق مومن رہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قاتل کو بعد قتل کرنے کے اسپر قصاص واجب ہونے کی حالت میں ایمان کا خطاب کیا اور مومن کہا حالانکہ قتل عمد و عدوان بالاجماع کبیرہ گناہوں سے ہے پس ثابت ہوا کہ کبیرہ گناہ کرنے والا مومن رہتا ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے قاتل اور ولی مقتول یا مقتول کے درمیان اخوۃ یعنی بھائی ہونا ثابت رکھا اور مراد اس سے ایمان کا بھائی ہونا کیونکہ ہر قاتل و مقتول ہمیشہ سگے بھائی نہیں ہوا کرتے ہیں پس اگر قاتل کا ایمان باقی نہوتا تو کیونکر بھائی ہو سکتا لہذا پس ثابت ہوا کہ قاتل مومن رہتا ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے قاتل سے عفو کرنے کی طرف ندب کیا اور عفو کرنا مومن قاتل سے لائق ہے نہ کافر سے دوم آنکہ قاتل سے عفو کرنا مندوب ہے کیونکہ اخیہ کا لفظ ذکر فرمایا جس میں تعطف ہوا ہے تاکہ نرم ہو جاوے اور ترس کھا کر اس احمق کو

عفو کردے۔ جاننا چاہیے کہ عفو کرنے والے فقط مقتول کے وارث و ولی ہونگے پس جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہر وارث خواہ مرد ہو یا عورت ہو عفو کرسکتا ہے اور حسن بصری و قتادہ و زہری و ابن شبرمۃ و لیث و اوزاعی وغیرہ ایک جماعت اسطرف گئے ہیں کہ عورت نہیں عفو کرسکتی ہے ذکرہ ابن کثیر قولہ ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ یہ جو دیت کا لینا قتل عمد میں تمہارے لیے مشروع کیا گیا یہ اللہ تعالے کی طرف سے تم پر تخفیف اور رحمت ہے یہ نسبت اسکے جو تم سے اگلی استون پر لازم تھا کہ یا تو قتل لازم تھا یا عفو لازم تھا چنانچہ سعید بن منصور نے روایت کی حدثنا سفیان عن عمرو بن دینار اخبرنی مجاہد عن ابن عباسؓ فرمایا کہ بنی اسرائیل پر فرض لازم کردیا گیا تھا قصاص دربارہ مقتولوں کے اور انہیں عفو جائز تھا پس اللہ تعالے نے اس امت کے واسطے فرمایا کتب علیکم القصاص فی القتلے الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عفی لہ من اخیہ شئی۔ پس عفو یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت لینا قبول کرے اور یہ تخفیف ہے بہ نسبت اسکے جو تم سے اگلی استون بنی اسرائیل پر تھا فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان۔ (اسنادہ جید) اور اس حدیث کو بہتیروں نے عمرو بن دینار روایت کیا اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسکو عمرو بن دینار سے روایت کیا اور ایک جماعت نے اسکو مجاہد کے طریق سے ابن عباس سے اسکے مانند روایت کیا ہے۔ اور قتادہؒ نے کہا کہ قولہ ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ۔ اللہ تعالے نے اس امت پر رحم کیا اور انکے واسطے دیت حلال کردی اور ان سے پہلے کسیکے واسطے نہیں حلال فرمائی تھی پس اہل توریت کے اوپر قصاص یا عفو تھا اور دیت و جرمانہ نہ تھا اور اہل انجیل پر عفو ہی تھا کہ وہ انپر فرض کردیا گیا تھا اور اس امت کے واسطے قصاص و عفو و ارش (دیت وجرمانہ ۱۲) سب ہے آور اسی کے مانند سعید بن جبیر و مقاتل بن حیان اور ربیع بن انس سے مروی ہے کذا ذکرہ ابن کثیر فی التفسیر اور مفسر سیوطی وغیرہ نے اسکے یہ معنے بیان کیے کہ ذلک یعنے قصاص اور عفو علی الدیۃ دونوں میں جواز کردینا آسانی ہے مترجم کہتا ہے کہ تینوں باتیں خالی عفو بدون دیت بھی ذکر کرنا چاہیئے تھا خواہ تفسیرًا یا روایۃً کما لایخفی قولہ فمن اعتدی بعد ذلک فلہ عذاب الیم۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ جسنے دیت لینے یا لینا قبول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کرڈالا تو اسکے واسطے اللہ تعالے کی طرف سے عذاب شدید دردوینے والا ہے ایسا ہی ابن عباسؓ و مجاہد و عکرمہ و عطاءؒ و حسن بصریؒ و قتادہ و ربیع بن انس و سدیؒ و مقاتل سے مروی ہے کہ من اعتدی سے وہ مراد ہے جو دیت لینے کے بعد قتل کرڈالے اور عبدالرزاق و ابن ابی شیبہ و امام احمد و ابن ابی حاتم و بیہقی نے ابو شریح خزاعیؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے قتل صادر ہوگیا یعنے عمدًا تو ولی مقتول کو اختیار ہے کہ تین باتوں میں سے ایک اختیار کرے یا تو قاتل سے قصاص لے یا اسکو عفو کرے اور یا اس سے دیت لے اور اگر کوئی چوتھی بات کا قصد کرے تو اسکے دونوں ہاتھ پکڑو اور جس شخص نے اسکے بعد عدوان و ظلم کیا اسکے واسطے دوزخ کی آگ ہے کہ اسمیں مدتوں رہے۔ اور قتادہ نے حسن بصری کے واسطہ سے سمرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دیت لینے کے بعد قاتل کو قتل کیا میں اسکو عفو نہیں کرونگا یعنے اس سے دیت قبول نہ کرونگا بلکہ اسکو قتل ہی کرونگا۔ اور عذاب الیم کی یہی تفسیر کی گئی کہ مراد یہ ہے کہ عفو نہ کیا جاوے اور اس سے دیت قبول نہ کیجاوے بلکہ قصاص میں قتل کیا جاوے اور بعض نے کہا کہ عذاب آخرت دراز مراد ہے اور یہی اولے ہے اور حدیث ابو شریح الخزاعی رضی اللہ عنہ اسپر دلالت کرتی ہے پس حاصل یہ ہے کہ عدوان اسطرح ہے کہ دیت لیکر پھر قاتل کو قتل کرے یا عفو کرکے پھر اسکو قصاص میں قتل کرے اور علما نے اختلاف کیا کہ جسنے دیت کے بعد قاتل کو قتل کیا اسکا کیا حکم ہے تو شافعی و مالک و ایک جماعت علما اسطرف گئے ہیں کہ وہ ایسا ہے جیسے ابتدا ء قتل کیا کہ اسکے ولی کو اختیار ہے چاہے قصاص لے یا عفو کردے۔ اور یہ ظاہر حدیث سمرہ رضی اللہ عنہ سے جو اوپر بیان ہوئی خلاف ہے اور حدیث کو ابو داؤد و ابن جریر و ابن المنذر وغیرہ نے قتادہ سے منقطعًا و موصولًا روایت کیا ہے اور قتادہ و عکرمہ و سدی نے کہا کہ عذاب اسکا یہ ہے کہ البتہ قتل کیا جاوے اور حاکم و ولی کو عفو کا اختیار نہوگا۔ اور حسن بصری نے کہا کہ اسکا عذاب یہ ہے کہ دیت واپس کردے فقط اور اسکا گناہ آخرت پر رہیگا اور یہ بنظر ظاہر آیت ہے اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اسکا امر مفوض برائے امام المسلمین ہے کہ جو اسکے حق میں دیکھے وہ کرے۔ اور یہ قول شاید بنظر

حدیث لا اُعافی ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ مین عفو نکرونگا تو اس سے استنباط ہوا کہ امام کی راے پر ہوا ور اگر مستحق ہوتا تو لا اعفو فرماتے ولیکن حدیث ابو شریح الخزاعی مین اسکی تشریح موجود ہے فافہم اور ابو حنیفہؒ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ وہ قصاص مین قتل کیا جاوے۔ قولہ ولکم فی القصاص حیوٰۃ۔ ابو السعود رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر مین بیان کیا کہ حکم مذکور کے محاسن کا بیان ایسی وجہ بدیع پر فرمایا کہ اسکی انتہا نہین چنانچہ قصاص اسکی ضد یعنے حیات کا محل قرار دیا و حیات کو نکرہ فرمایا تاکہ دلالت کرے کہ اس جنس مین ایک نوع حیات کی ایسی عظیم ہے کہ اسکا وصف نہین ہوسکتا اور حیات یہ ہے کہ وہ لوگ بعوض ایک کے ایک جماعت کو قتل کرتے تھے یعنے قاتل یا اسکے بیٹے یا باپ بھائی وغیرہ کو جہان تک پاتے قتل کرتے چلے جاتے تھے پس انمین فتنہ منتشر ہوتا تھا جیسا کہ بیان سبب نزول سے واضح ہوا پس قصاص مشروع کرنے مین ان سب کی سلامتی حاصل ہے اور معنی یہ ہین کہ اس حکم مین جو تمھارے لیے مشروع کیا گیا بقا و حیات عظیم ہے اسواسطے کہ آدمی جب جانیگا کہ دوسرے کو ناحق قتل کرنے سے قصاص مین وہ بھی قتل کیا جاویگا تو قتل کرنے سے باز رہیگا اور اس مہلکہ مین پڑنے سے بھاگیگا پس یہ گویا نفوس انسانیہ کی حیات ہے اور یہ نوع جنس بلاغت بلیغ و رفیع ہے کہ قصاص کو جو موت ہے باعتبار مآل کار کے حیات قرار دیا یعنے اس خوبصورتی سے بیان فرمایا کہ قصاص جو موت ہے باعتبار مآل کے لوگون کے حق مین حیات ہوگیا بیضاوی رحمہ اللہ نے تفسیر قولہ ولکم فی القصاص حیوٰۃ۔ مین کہا کہ یہ کلام انتہا کی فصاحت و بلاغت ہے کہ ایک شے کو اسکی ضد کا محل قرار دیا اور قصاص کو معرفہ فرمایا اور حیوٰۃ کو نکرہ تاکہ دلالت کرے کہ اس جنس حکم مین ایک نوع حیات کی عظیم ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جب قاتل کو مقتول کی عوض قصاص مین قتل کیا جانا معلوم ہوگا تو وہ قتل سے باز رہیگا پس قصاص سبب ہوا دو جانون کی زندگی کا اور اسوجہ سے کہ وہ لوگ قاتل کے سواے دوسرے کو اور واحد کے عوض ایک جماعت بیگناہ کو قتل کرتے تھے پس انمین فتنہ جوش کرتا تھا پس جب قاتل ہی سے قصاص لیا گیا تو باقی سلامت رہے اور یہ اُنکی زندگی کا سبب ہوا اور بعض نے کہا کہ اس زندگی سے آخرت کی زندگی مراد ہے کیونکہ قاتل سے جب دنیا مین قصاص لے لیا گیا تو آخرت مین اس سے مواخذہ نہوگا۔ اور یہ تفسیر دو وجہ سے اولی نہین اوّل آنکہ کتب علیکم مین خطاب عام یعنے قاتل وغیر قاتل کو شامل ہے اور صورت مین لکم نے القصاص کا خطاب مخصوص بقاتلین ہوگا جسپر کچھ شاہد نہین ہے دوّم آنکہ خلاف تفسیر سلف ہے ابن کثیر نے ذکر کیا کہ شیخ ابو العالیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے قصاص کو حیات قرار دیا کیونکہ بہتیرے لوگون کو جو قتل کا قصد رکھتے ہون یہ خوف مانع ہوگا کہ قصاص مین مقتول ہونگے اور ایسا ہی مجاہد اور سعید بن جبیر و ابو مالک و حسن بصری و قتادہ و ربیع بن انس و مقاتل سے مروی ہے۔ اور قولہ یا اولی الالباب مین مخصوص کامل عقل والون کو اسواسطے خطاب فرمایا کہ قصاص کی حکمت مین تامل کرکے اسکے فوائد کو سمجھین اور الّا اسکی حکمتین عوام کو پہونچین اور الباب جمع لب کا یعنے خالص ہر چیز جبکہ اس عقل پر اطلاق کیا گیا جسمین شائبہ وہم کا میل نہو ف۔ شیخ نے عرائس مین کہا کہ جب نفوس ظلم کرین قلوب پر تو اس قصاص مین انکا قتل کر ڈالنے مین زندگی ہے یعنے نفس امارہ مقتول ہونے سے روح مقدس زندہ ہوگی پس جب تم اس پر کاربند ہوئے کہ تمنے نفس کے جرمون کا دیت لینی شروع کی تو مصلحت قرب سے نجات پاؤگے۔ شیخ جنید رح نے فرمایا کہ صابرین کی تین علامتین ہین جو اسکی ذات مین پہچانی جاتی ہین اوّل یہ کہ جب اسکے نفس کے حظوظ موجود ہون تو اپنے آپ کو ضبط کرے دوّم یہ کہ اللہ تعالے کی طاعتون مین اسوقت ضرور داخل ہو جبکہ نفس اس سے بچنے کا خواہشمند ہوا اور سستی دلاوے سوّم یہ کہ حکم اُترنے کے وقت قلب ساکن رہے یعنے کوئی حکم الہی اسکے دل پر گران نہو ہر حکم کے وقت طمانینت و سکون سے رہے ف۔ واضح ہو کہ یہ آیت قصاص نظر بثبت حیات صرف نفوس امارہ کے لیے مانع ہے جو ناحق قتل کرنے مین دلیر ہون پس حیات کا لالچ دلوانے سے اٹھا دیا کہ وصیت فرض ہے اور موت معروض تو حیات آخرت کی خواہش بصدق تقوی چاہیے لہذا آیت وصیت کو نازل فرمایا

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ
حکم ہوا تمپر جب حاضر ہو کسیکو تم مین موت اگر کچھ مال چھوڑے یہ کہ دلوا مرے ماں باپ کو اور ناتے والون کو
بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ○
دستور سے ضرور ہی پرہیزگارون کو

كُتِبَ عَلَيْكُمْ - تمپر فرض کی گئی - إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ - جبکہ تم مین سے کسی کی موت حاضر ہوف یعنے موت کے سامان آثار ظاہر ہون اپنے گمان سے اگرچہ پھر نہ مرے إِنْ تَرَكَ خَيْرًا بشرطیکہ خیر چھوڑے ف یعنے مال صالح جو خیرات ثواب کا ذریعہ ہی حاصل اگر جب کی موت کے آثار ظاہر ہون تو بشرطیکہ ترکہ مال بھی چھوڑتا نظر آوے اسپر فرض کیگئی ہ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ وصیت واسطے والدین واقرباؤن کے بطور معروف ف یا بیطور کہ تہائی سے زائد مین وصیت نہ کرے بلکہ صرف تہائی تک ہو اور کسی تونگر کے سخد دیکھی وصیت نہو کہ اسکے لیے زیادہ حصہ دے یا مراد یہ کہ جیسا اسوقت دستور ہو اسکے موافق معروف ہی کیونکہ آیت میراث آیندہ نازل ہوئی ہے حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ یہ وصیت کرنا حق لازم کردیا گیا متقیون پر ف کیونکہ جسنے شرک سے توبہ کی وہ متقی ہوا تو مسلمان ہی پر فرض ہی - اس سے نکلتا ہی کہ مشرکون پر پہلے ایمان ہی پھر جب ایمان لائے تو وہ مسلمان ہوگئے اب تمپر احکام ہین اور یہی ابوحنیفہ کا قول ہی سیوطی نے کہا کہ وصیت کا فرض ہونا آیت میراث سے منسوخ ہوگیا یعنے قولہ تعالے يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ الآية - اور ترمذی نے حدیث روایت کی کہ وارث کے لیے وصیت نہین ہے (الترمذی) ماں باپ اور بعضے اقربا سب وارث قرار پائے ہین - اس آیت مین دو مقام ہین اول باعتبار ترکیب نظم کے اور دوم باعتبار معنی دفقہ آیت کے بیان اول یہ ہی کہ کتب بیان معنی فرض ہی اور یہ فعل مجہول ہی اور مفعول مالم یسم فاعلہ اسکا الوصیۃ ہی اور کتبت اسلیے نہین فرمایا کہ فعل اور الوصیۃ کے درمیان فصل ہی یا الوصیۃ بمعنے الایصاء ہی یعنے وصیت کرنا اور یہی تاویل مذکر بیان اولی ہی کیونکہ آگے فرمایا فمن بدلہ اور ضمیر مذکر اسکی طرف راجع ہی جب ایسا واقع ہو تو وہ ایجاب بمقتضائے کتاب تمپر متوجہ ہوگا پس اس تعبیر مین اشارہ ہی کہ وہ ازل مین مکتوب ہوا ہی مفسر سیوطی نے اذا کو الوصیۃ مذکورہ سے متعلق کیا اور اسکو اسمین عامل قرار دیا اور محققین کے نزدیک جب مصدر کا معمول ظرف ہو تو مصدر پر اسکا مقدم ہونا روا ہی اور اگر اذا شرطیہ ہو تو قولہ الوصیۃ اسکے جواب پر دلالت کرتا ہی اور ظاہر یہی ہی کہ اذا اور ان دونون شرطیہ چونکہ مستدعی جواب تھے لہذا الوصیۃ کو مؤخر کرکے ان دونون کے جواب سے استغنا کیا گیا کیونکہ الوصیۃ دال ہی جواب پر لیکن چونکہ الوصیۃ جواب اذا ہی پس ان کا جواب محذوف ہی - مقام دوم یعنے کلام اسکے معنے مین پس جاننا چاہیے کہ کتب علیکم بمعنے فرض علیکم ہی جیسے کتب علیکم القصاص مین ہی اور بعض نے کہا کہ بمعنے مستحب ہے اور شیخ ابن کثیر نے کہا ہر دو قول مین سے اصح یہ ہی کہ یہ حکم واجب تھا اور حضور موت سے مراد بیان موت کے اسباب و علامات ظاہر ہونا مانند خوفناک بیماریون وغیرہ کے اور یہ مراد نہین کہ موت کے موائنہ کے وقت کیونکہ اسوقت تو وہ وصیت کرنے سے عاجز ہوگا اور قولہ ان ترک خیرا سے مالا یعنے خیر کی تفسیر مال سے کیگئی یعنے مال چھوڑا اور یہ قول ابن عباس کا ہی اور یہی مجاہد وعطاء وسعید بن جبیر وابوالعالیہ و عطیۃ العوفی وضحاک وسدی وربیع بن انس ومقاتل وقتادہ وغیرہم سے مروی ہی کما ذکرہ ابن کثیر پھر علماء مین اختلاف ہی کہ مقدار اس مال کی کیا ہی جسمین وصیت واجب ہی پس زہری سے روایت ہی کہ خیر ہر مال قلیل وکثیر کو کہتے ہین پس ہر ایک مین وصیت واجب ہی اور آخرون کا قول یہ ہی کہ خیر کا اطلاق مال کثیر ہی پر ہے پس قلیل مین وصیت واجب نہوگی پھر اسمین اختلاف ہی کہ کثیر کس مقدار سے ہی بعض نے کہا جو سات سو دینار سے زائد ہو اور بعض نے کہا ہزار دینار سے ہو اور بعض نے کہا جو پانچ سو دینار سے زائد ہو اور بعض نے کہا کہ ساٹھ دینار اور اس سے زائد مال کثیر ہی اور بعض نے کہا کہ پانچ سو سے ہزار تک اور بعض نے کہا جو عیال سے فاضل ہو وہ کثیر ہی پس اقوال [illegible] شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ علمائے سلف مین سے بعض نے کہا کہ وصیت مثل [illegible] کے [illegible] مال قلیل ہی یا کثیر ہو اور اکثر کہتے

والون نے کہا کہ وصیت جب ہی ہو کہ جب مال جلیل چھوڑا ہو پھر مال کثیر کی مقدار مین اختلاف ہوا چنانچہ ابن ابی حاتم نے عروۃ ابن الزبیر سے روایت کی
کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا گیا کہ قریش مین سے ایک شخص مرگیا اور اسنے تین سو یا چار سو دینار چھوڑے مگر کچھ وصیت نہین کر گیا تو فرمایا کہ اسمین
کچھ نہین اور اللہ تعالے نے تو یہ فرمایا ان ترک خیرا یعنے اسمین کوئی گناہ نہین ہوا کیونکہ اللہ تعالے نے تو وصیت اسوقت واجب کی کہ جب مال کثیر
چھوڑا ہو- اور نیز ابن ابی حاتم نے عروۃ ابن الزبیر سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میری قوم مین سے ایک شخص کے پاس اسکی عیادت کو
تشریف لے گئے پس اس شخص سے کہا گیا کہ تو وصیت کر پس حضرت علیؓ نے اس سے کہا کہ اللہ تعالے نے تو یہی فرمایا- ان ترک خیرا الوصیۃ اور تو نے تو
کچھ خفیف سا مال چھوڑا ہے پس اسکو اپنی اولاد کے واسطے رہنے دے- اور حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ان ترک خیرا مین کہا کہ جسنے ساٹھ دینار نہ چھوڑے
اسنے خیر نہین چھوڑا یعنے اتنا مال نہین چھوڑا جسکو خیر کہین اور حاکم نے کہا کہ طاؤس نے فرمایا کہ اسنے خیر نہین چھوڑا جسنے اسّی دینار نہین چھوڑے اور
قتادہ نے کہا کہ کہا جاتا تھا کہ خیر ہزار اور اس سے اوپر ہے مین کہتا ہون کہ حاصل معنی یہ ہوے کہ واجب کیا گیا تمپر وصیت کرنا جبکہ تم مین سے کسی پر موت کے
اسباب ظاہر ہون بشرطیکہ اسنے مال کثیر چھوڑا اسے حالت یہ ہو کہ مرجانے پر مال کثیر چھوڑے تو اسپر واجب ہو وصیت کرنا واسطے والدین و اقربین کے
بطور معروف اور وصیت در اصل کسی شی کا حکم کرنا حیات مین خواہ بعد موت کے اور یہان مراد اس سے موت کے بعد کسی شے کا حکم کرنا اور
اسمین اختلاف ہو کہ وصیت کرنا واجب ہو یا غیر واجب ولیکن اسمین سب کا اتفاق ہو کہ اگر اسپر قرضہ ہو یا کسی کی ودیعت اسکے پاس ہو یا مانند
اسکے تو ادا سے قرضہ و ودیعت وغیرہ حق غیر کی وصیت کر دے کہ فلان کو اسکا قرضہ بہ ادا ہو جاوے اور ودیعت پھیری جاوے اور وہ فلان فلان
مال عین ہو حتی کہ مجہول چھوڑ مرنے مین ضامن ہو جائیگا اور ہمنے پہلے شیخ ابن کثیر سے نقل کیا کہ ہر دو قول مین سے اصح یہ ہو کہ وہ واجب ہو اور ظاہر
سیاق اسکے واسطے شاہد ہو جیسے ظاہر لفظ کتب علیکم شاہد ہو لیکن آئندہ غیر واجب لکھا- اور اسمین اختلاف ہو کہ یہ آیت محکم ہو یا منسوخ ہو اور یہی
مدار اس امر کا ہو کہ وصیت واجب ہو یا مستحب ہو جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا پس ایک جماعت اس طرف گئی ہین کہ یہ محکم ہو اور کہتے ہین کہ یہ اگرچہ عام
ہو مگر یعنے اسکے خاص ہین اور والدین سے مراد وہ ہین جو وارث نہین ہوتے مثل والدین کافرین کے اور جو حالت رقیت مین ہین یعنے کسی کے مملوک
ہین اور اقربین سے سواے وارثون کے باقی لوگ ناتے دار مراد ہین اور ابن المنذر نے کہا کہ اجماع کیا ان سب عالمون نے جنسے دین مین قول
حفظ رکھا جاتا ہو کہ وصیت ان والدین کے واسطے جو کہ میراث نہین پاتے اور اُن اقربا کے واسطے جو وارث نہین ہوتے ہین مشروع ہو اور بہت
سے اہل علم نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہو آیۃ مواریث سے اور اس حدیث سے کہ لا وصیۃ لوارث رواہ الترمذی اور اسپر اعتراض کیا گیا کہ آیت میراث
اسکی معارض نہین ہو کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ وارثون کو ترکہ مین سے اسقدر سہام مفروضہ بعد وصیت کے ملین گے پس اس سے اتفاق
کی نفی نہین ہوتی جو وصیت سے انکے واسطے ثابت ہوے ہون بیضاوی رحؒ نے کہا بلکہ آیۃ میراث اس وصیت کی مزید تاکید کرتی ہو کیونکہ وہ دلالت
کرتی ہو کہ وصیت مطلقاً میراث پر مقدم ہو پھر کہا کہ اور حدیث مذکور منجملہ احاد کے ہو اور اگر امت نے اسکو قبول کر کے لیا ہو تو اس سے وہ متواترین
ملحق نہوگی یعنے یہ آیت وصیت تو قطعی ہو اور حدیث مذکور احاد سے ظنی ہو پس اس سے قطع کا نسخ نہین ہو سکتا اور اگر کوئی کہے کہ امت نے اسکو
قبول کیا ہے تو اسکا جواب دیدیا کہ امت کے قبول کرنے سے وہ متواتر تو ہو ہی نہین سکتی متواتر سے ملحق بھی نہین ہو سکتی تاکہ قطعی کے قریب ہو کر ناسخ
ہو سکے اور بیضاوی رحمہ اللہ نے منہیہ مین کہا کہ جو شخص نسخ کا قائل ہوا اسکے نزدیک تعارض کی وجہ یون ہو کہ یہ آیت اس بات پر دلالت
کرتی ہو کہ جس شخص پر موت کے اسباب ظاہر ہون اسپر واجب ہو کہ والدین اور ناتے دارون کے حصے معین کر دے پس حصص کا معین کرنا
اللہ تعالے نے انہی دون کے سپرد کر دیا تھا پھر آیۃ میراث مین اللہ تعالے نے جب حصص خود معین کر دیے تو وہ [illegible] جاتی رہی [illegible]

اسواسطے کہ ایک حکم شرعی کی انتہا پچھلے کسی حکم سے ظاہر کرنا یہی نسخ ہے انتہی وقال غیرہ اسکی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک کام کا وکیل کیا پھر خود اس کام کا متولی ہوا اور خود ہی کیا تو اس سے حکم وکالت کا منتہی ہو جائیگا اور وکالت ساقط ہو جائیگی قال المترجم نسخ اسکا آیت مواریث سے نصاً بقول ابن عباسؓ وغیرہ ثابت ہوا جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا اور حدیث مذکور کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے اور ابو داؤد نے ابوامامہ سے روایت کیا اور راسمین ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حجۃ الوداع میں فرماتے تھے اور عمرو بن خارجہؓ سے ترمذی ونسائی نے روایت کی اور حضرت انسؓ سے ابن ماجہ نے روایت کی اور جابرؓ اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے دارقطنی نے روایت کی اور بعض ائمہ نے اسکی صحت کی تصریح کی اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یہ متن متواتر ہے اور صاحب کشف نے کہا کہ ظہور عمل میں یہ متواتر کی قوت میں ہے پس ظاہر ہوا کہ بیضاوی نے جو اس حدیث سے نسخ جائز ہونے میں کلام کیا ہے وہ فاسد ہے قال الشیخ الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہ۔ یہ آیہ کریمہ والدین واقربین کے لیے امر بوصیت کو مشتمل ہے اور یہ وصیت دو قولوں میں سے اصح قول کے موافق آیۂ میراث اُترنے سے پہلے واجب تھی پھر جب آیہ مواریث اُتری تو یہ وصیت منسوخ ہوگئی اور جو حصص میراث مقدر ہوئے ہیں وہ اللہ تعالٰی کی طرف سے فریضہ ہوگئے کہ اسکو وہ لوگ حتماً بدون وصیت کے اور بدون احسان موصی کے لینگے اسی واسطے اس حدیث میں آیا جو سنن وغیرہ میں عمرو بن خارجہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درحالیکہ آپ خطبہ پڑھتے تھے سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالٰی نے عطا کیا ہر حقدار کو اسکا حق پس نہیں وصیت ہے واسطے کسی وارث کے اور امام احمد نے ابن سیرین سے روایت کی کہ حضرت ابن عباسؓ بیٹھے پھر پڑھی سورۂ بقرہ یہانتک کہ پہونچے اس آیت پر ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین پس فرمایا کہ منسوخ ہوگئی یہ آیت اور ایسا ہی سعید بن منصور نے اسکو روایت کیا ہے اور حاکم نے اسکو مستدرک میں روایت کر کے کہا کہ بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے فی قولہ الوصیۃ للوالدین والاقربین میں روایت کی کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ پہلے یہ تھا کہ والدین کے ساتھ کوئی اور وارث نہیں ہوتا تھا مگر اقربین بطور وصیت کے پس اللہ تعالٰی نے میراث کی آیت اُتاری پس والدین کی میراث بیان کردی اور برقرار رکھا اقربین کی وصیت کو تہائی مال میت سے قال المترجم ابن عباسؓ سے تفسیر کی روایت من طریق علی بن ابی طلحہ اثبت ہے اور بخاریؒ نے اسی پر اعتماد کیا پھر ابن کثیرؒ نے ذکر کیا اور ابن ابی حاتم نے من طریق عطا والخراسانی عن ابن عباس روایت کی کہ قولہ الوصیۃ للوالدین والاقربین میں کہا کہ اس آیت کو منسوخ کیا اس آیت نے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ اوکثر نصیبا مفروضا۔ پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عمرؓ وابو موسیٰ وسعید بن المسیب وحسن بصری ومجاہد وعطاء وسعید بن جبیر ومحمد بن سیرین وعکرمہ وزید بن اسلم وربیع بن انس وقتادہ وسدی ومقاتل بن حیان وطاؤس وابراہیم النخعی وشریح وضحاک وزہری سے روایت ہے کہ ان بزرگوں نے فرمایا کہ آیہ وصیت کی منسوخ ہے اسکو نسخ کیا ہے آیۂ میراث نے قال المترجم یہ جاننا چاہیے کہ علی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس سے ظاہر ہوا کہ آیۂ میراث نے والدین کا حصہ مفروض کر دیا اور اقربین کے حق میں وصیت بحال خود باقی رہی پس ہماری اصطلاح متاخر کے موافق آیۂ میراث اسکی بتفسیر یا تخصیص بعض افراد ہوئی ناسخ نہیں ہوئی مگر سلف کبھی ایسی صورت میں بھی نسخ کا اطلاق کرتے ہیں پس روایت ابن سیرین از ابن عباسؓ اور روایت علی بن ابی طلحہ از ابن عباس بدین معنی دونوں متفق ہیں پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ امام فخر الدین رازی سے تعجب ہے کہ کیونکر انہوں نے اپنی تفسیر کبیر میں ابو مسلم اصفہانی سے نقل کیا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ آیہ میراث اسکے واسطے تفسیر واقع ہوئی ہے اور معنی یہ ہیں کہ کتب علیکم ما اوصی اللہ من توریث الوالدین والاقربین من قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ اور کہا کہ یہی قول اکثر مفسرین فقہاء معتبرین کا ہے اقول یہ واقعی عجیب بلکہ غلط ہے کیونکہ اسطرح تفسیر آیت میراث سے کسی ایک کا قول ہے اور وہ درحقیقت بیان وصیت ہے

جیسا کہ بیضاوی کے کلام سے واضح ہو پھر شیخ رازی نے کہا کہ انہین سے بعض علماء رح نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہو ان لوگون کے حق مین جو وارث ہوتے ہین اور ثابت ہو ان لوگون کے حق مین جو وارث نہین ہوتے ہین اور یہ مذہب ابن عباس و حسن و مسروق و طاؤس و ضحاک و مسلم بن یسار و علاء بن زیاد کا ہو۔ ابن کثیر نے فرمایا اور مین کہتا ہون کہ یہی قول سعید بن جبیر و ربیع بن انس و قتادہ و مقاتل کا ہو ولیکن ان لوگون کے قول پر اسکو ہماری اصطلاح متاخرین مین نسخ نہین کہینگے اسواسطے کہ یہ آیہ مواریث نے فقط بعض اُن افراد کے حکم کو جنپر عموم آیہ وصایۃ دال تھی رفع کیا ہو اسواسطے کہ اقربین تو اُن سب کو شامل ہو جو وارث نہین ہوتے ہین اور جو وارث ہوتے ہین پس آیہ میراث نے انھین بعض کا حکم رفع کیا جو اقربین مین سے حصہ معین کے وارث ہوتے ہین اور جو نہین وارث ہوتے ہین انکے حق مین وصایت کا حکم ویسا ہی باقی رہا جیسا تھا پھر ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ بات تو انھین بعض کے قول پر حاصل ہو سکتی ہو جو کہتے ہین کہ وصایت کا حکم ابتداے اسلام مین مستحب تھا یہانتک کہ وہ منسوخ ہوئی یعنے اس قول پر کہا جاسکتا ہو کہ آیہ میراث سے وارث ہونے والون کے حق مین منسوخ ہوئی اور غیر وارثون کے حق مین مستحب باقی رہی اور رہا جو لوگ کہتے ہین کہ وصایت کا حکم واجب تھا اور یہی سیاق آیت سے بھی ظاہر ہو تو انکے قول پر یہی متعین ہوگا کہ آیہ وصایت آیہ میراث سے منسوخ ہو گئی جیسا کہ اکثر مفسرین و فقہاے معتبرین نے فرمایا ہو اسواسطے کہ والدین اور اقربین کے واسطے جو وارث ہوتے ہین وصیت کا واجب ہونا تو بالاجماع منسوخ ہی بلکہ ممنوع ہو جیسا کہ حدیث متقدم سے ثابت ہو کہ اللہ تعالے نے عطا کیا ہر حقدار کو حق اسکا پس نہین وصیت ہو واسطے کسی وارث کے پس ثابت ہوا کہ آیۃ المیراث ایک حکم مستقل ہو اور اللہ تعالے کی طرف سے اہل فروض و عصبات کے واسطے وجوب ہو جس سے اس وصایت کا حکم بالکل رفع ہو گیا اور باقی رہے وہ اقربین جنکے واسطے میراث نہین ہو تو اُنکے لیے مستحب ہے کہ تہائی مال سے وصیت کردے جیسا کہ آیت سے بھی نکلتا ہے اور بدلیل اس حدیث کے جو صحیحین مین ابن عمر رض سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ماحق امرء مسلم له شئی یوصی فیہ یبیت لیلتین الا ووصیته مکتوبۃ عندہ۔ یعنے جس مسلم کے پاس ایسی کوئی چیز ہو جسمین وصیت کریگا تو اسکو سزاوار نہین کہ دو رات گذارے مگر اس حالت سے کہ اسکی وصیت اسکے پاس لکھی ہوئی ہو۔ ابن عمر رض نے فرمایا کہ جب سے مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تب سے مجھپر کوئی رات نہین گذری مگر اس حال مین کہ میری وصیت میرے پاس تھی، مترجم کہتا ہو کہ حدیث مین ،، کوئی چیز ہو جسمین وصیت کریگا،، یہ کلمہ جامع ہو کہ ودیعت و امانت وغیرہ کل کی وصیت لکھ رکھے اور معذور نہو۔ پھر اقارب کے ساتھ نکوئی و احسان کرنے مین حدیثین و آیات بہت ہین۔ قولہ بالمعروف۔ اللہ تعالے نے یہان مقدار نہین فرمائی کہ کس مقدار سے وصیت کرے بلکہ میت کی راے پر مفوض رکھا پھر جب آیہ میراث مین خود حصص مقرر و مقدر فرمادیے تو اب یہ وصیت غیر وارثون کے حق مین مستحب ہی پس اسپر اتفاق ہو کہ میت کو تہائی مال سے زائد مین وصیت کا اختیار نہین ہو اب رہا تہائی مال سو اسمین بھی اتفاق ہو کہ اگر کل تہائی کی وصیت کردی تو جائز ہو ولیکن مستحب یہ ہو کہ اس سے کم ہو بدلیل اس حدیث کے جو صحیحین مین ثابت ہوئی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن ابی وقاص کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس حدیث مین ہو کہ سعد رض نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس مال بہت ہو اور وارث میرا کوئی نہین ہے سواے میری ایک دختر کے سو کیا مین دو تہائی مال کی وصیت کردون آپنے فرمایا کہ نہین پھر عرض کیا کہ نصف مال کی وصیت کردون فرمایا کہ نہین پھر عرض کیا کہ تہائی مال کی وصیت کردون فرمایا کہ تہائی خیر اور تہائی بہت ہو کیونکہ تو اگر اپنے وارثون کو تونگر چھوڑ جاوے تو اس سے بہتر ہو کہ تو انکو محتاج چھوڑے کہ وہ لوگون کے سامنے ہاتھ پھیلادین اور تو نہین خرچ کریگا کوئی نفقہ جس سے تو ثواب و رضاے حق چاہتا ہو مگر کہ تجکو اسمین ثواب و اجر دیا جائیگا یہانتک کہ جو تو اپنی جورو کے منھ مین دیگا اسمین بھی ثواب ہو اخرجہ مالک وغیرہ و بعض اصحاب السنن ایضا اور صحیح بخاری مین ابن عباس رض سے روایت ہو کہ اگر لوگ تہائی سے کمی کرکے چوتھائی پر آتے تو بہتر تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تہائی خیر اور تہائی بہت ہو اور حضرت علی رض سے مروی ہو کہ فرمایا کہ اگر پانچوین حصہ کی وصیت کرون تو میرے نزدیک زیادہ پسند ہو چوتھائی کی وصیت کرنے سے اور اگر چوتھائی کی وصیت کرون تو میرے نزدیک تہائی کی وصیت سے زیادہ پسند ہے

اور جسنے تہائی کی وصیت کردی اسنے کچھ باقی نہ چھوڑا اور بعض نے کہا کہ چھٹے حصہ یا پانچوین حصہ یا چوتھائی کی وصیت کرے اور بالمعروف کا لفظ شامل ہے
کہ مقدار مشروع اور حد شرع سب کو لحاظ رکھے چنانچہ ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے روایت کی کہ معروف اسے غیر منکر طور پر اسی سے مفسر سیوطی رح نے کہا
کہ تہائی سے نہ بڑھاوے اور غنی کو تفضیل نہ دے اور ہمارے نزدیک اگر تہائی سے زیادہ کی وصیت کی تو تہائی سے جسقدر زائد ہو اسمین روا نہو گی اگر
وارثون نے اجازت نہ دی فافہم پس آیت وصیت کا حاصل یہ ہوا کہ سابق مین دینی برادری پر مہاجرین و انصار باہم وارث ہوتے اور اقربا نہین پاتے
تھے چنانچہ ابوداؤد کی حدیث زبیر بن العوام رض مین مصرح ہے تو اسوقت اللہ تعالے نے آیت وصیت سے والدین و اقربا کے لیے وصیت کا حکم دیا پھر آیت میراث
نازل ہوکر موالات منسوخ ہوئی اور یہ وصیت بھی منسوخ ہوگئی لیکن جمہور علماء رح کے نزدیک غیر وارثون کے حق مین تہائی سے کم وصیت مستحب ہے
جیسے میت کو کار خیر کے لئے وصیت کرنے کا اختیار رہا اور تہائی تک جائز ہے۔ واضح ہو۔ کہ موصی وصیت کرنے والا اور موصیٰ بتشدید صاد بھی کہتے ہین اور
یہی حمزہ و کسائی کی قرارت ہے جنکے لیے وصیت ہو انکو موصی لہم۔ اور جس شخص کو اپنا قائم مقام کیا وہ وصی کہلاتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ میت جب مرگیا تو
کیا معلوم کہ جنھون نے وصیت سُنی تھی وہ کیا کرین پس اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا بقولہ تعالےٰ

فَمَنۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ فَمَنْ خَافَ

پھر جو کوئی اسکو بدلے بعد اسکے کہ سن چکا تو اسکا گناہ انھین پر جنھون نے اسکو بدلا۔ بیشک اللہ ہے سنتا جانتا پھر جو کوئی ڈرا

مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

دلوانے والے کی طرفداری سے یا گناہ سے پھر انمین صلح کروادے تو اسپر گناہ نہین البتہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے

جب وصیت کرنے والا ٹھیک وصیت کرکے مرا یا اُسنے وصیت کو بطور معروف نہ کیا پھر دیکھا جاوے کہ سننے والون نے ٹھیک وصیت کو بدل
ڈالا یا منکر وصیت کو ٹھیک کیا تو فرمایا۔ فَمَنۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ
پھر جسنے بعد سننے کے ایصاء کو بدل ڈالا تو یہ گناہ انھین پر ہے جو ایصاء کو بدلتے ہین اللہ تعالے سمیع علیم ہے ف موصی کا قول سنتا ہے اور بدلنے والون کو
بھی جانتا ہے تو وہ سزا دیگا خواہ گواہ نے بدلا ہو یا جسکو وصی مقرر کر گیا۔ وصیت سننے سے مراد یہ کہ جان چکا ہو حتی کہ زید نے مرتے دم بکر کو اپنا وصی مقرر کیا اور
وہ حاضر نہین ہے تو جب لوگون نے اسکو خبر دی تو وہ قبول کرنے پر وصی ہو جائیگا۔ یہ اسوقت کہ موصی نے معروف وصیت کی تھی فَمَنْ خَافَ مِنْ
مُّوْصٍ جَنَفًا پھر جسنے موصی کیطرف سے خوف کیا جنف کا ف نادانی سے حق سے منحرف ہونیکا۔ اَوْ اِثْمًا۔ یا گناہ کا ف مثلاً وہ عمداً ظلم کرتا ہے
فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ۔ پس اسنے ان لوگون مین اصلاح کردی تو اسپر گناہ نہین ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
اللہ تعالے غفور رحیم ہے ف اللہ تعالے نیک نیتون کا گناہ عفو فرماتا ہے کیونکہ موصی نے مثلاً تہائی سے زائد کیا یا کسی تونگر وغیرہ کی جانب زیادتی کی تو
اس شخص وصی وغیرہ نے اصلاح کردی کہ عدل کا حکم دیا اور بابعدتین وارثون کے حق تلفی نہ کی تو کار خیر کیا کہ اسپر رحمت و مغفرت پاویگا۔ حاصل یہ کہ
جب موصی کی طرف سے عمداً یا نادانی سے وصیت مین ظلم کا خوف ہو پس وصی یا گواہ نے اصلاح کردی بعد جاننے کے تو اسپر گناہ نہین ہے ورنہ وصیت کا
بدلنا حرام ہے۔ اور بدلنے والا عام ہے کہ شاہد یعنے وصیت کے وقت جو گواہ کردیے تھے انمین سے کوئی گواہ ہو یا وصی ہو اور جاننا چاہیے کہ اگر لکھدیا تو تحریر بھی گواہ ہونا
کی گواہی پر تصدیق کیجائیگی۔ اور بعد ما سمعہ مین ما مصدریہ ہے اور یہی اوجہ ہے اور مفسر سیوطی رح نے سمعہ کی تفسیر یعنے علم کی تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ وصی کی وصایت
صحیح ہونا اسپر موقوف نہین کہ وہ موصی کی زبان سے سنے بلکہ اسکو علم ہو جانا کافی ہے ولیکن قبول شرط ہے چنانچہ اگر ایک شخص نے غائب کو وصیت کردی اور مرگیا
پھر غائب کو یہ معلوم ہوا اور اسنے قبول کرلیا تو وصی ہو جائیگا اور اگر نہ قبول کیا تو اسکو اختیار ہے حتیٰ کہ قاضی کسی دوسرے متدین کو وصی مقرر کرے گا

پھر موصی اپنی نیت و وصیت و عدل کے موافق ثواب پاویگا - تبدیل مین اسکا کچھ گناہ نہین بلکہ گناہ ہو تو انھین لوگون کا جنھون نے تبدیل کیا پس یہ وعید ہو اُس شخص کے لیے جسنے وصیت حق کو جسمین کچھ ظلم و مضرت و گناہ نہین ہو تبدیل کردیا یہی ابن عباسؓ وغیرہم جماعت سے مروی ہو قرطبیؒ نے فرمایا کہ اسمین کچھ خلاف نہین کہ اگر اسنے سور و شراب وغیرہ کے مانند کسی چیز کی وصیت کی یا کسی گناہ کے کام کی وصیت کی تو اس وصیت کا بجالانا نہین جائز ہو جیسے کہ تہائی سے زائد کی وصیت پوری کرنا نہین جائز ہو - قولہ جنفا او اثما ابن عباس و ابو العالیہ و مجاہد و ضحاک و ربیع بن انس و سدی نے فرمایا کہ جنف یعنی خطا ہو اسے چوک جانا اور یہ شامل ہو سب طرح کی خطا کو مثلا وہ خطا سے کسی وارث کے حصہ مین بواسطہ یا وسیلہ زیادہ کر گیا چنانچہ کسی چیز کے کسی وارث کے ہاتھ اسکی قیمت سے کم دامون پر بیچنے کو کہدیا یا اپنی دختر کے بیٹے کے واسطے وصیت کردی تاکہ دختر کے حصہ مین زیادہ پہونچے یا بھی شفقت کے جبر سے بلا تکلف اسنے ایسا کیا یا اسنے عمداً اسمین گناہ کا قصد کیا - قولہ فاصلح بینہم - واضح ہو کہ فمن خاف یعنی من علم ہو اسوجہ سے کہ خوف کسی چیز کا بعد علم اس بات کے ہوتا ہو کہ یہ چیز قابل خوف ہو پس معنی یہ ہوے کہ جسنے جانا کہ موصی جنف یا اثم کریگا پس اصلاح کردی درمیان انکے سیوطیؒ نے کہا یعنے درمیان موصی و موصی لہم کے اور بیضاوی نے موصی الیہم کی طرف راجح کی اے درمیان والدین و اہل قرابت کے اصلاح یہ کہ جنف و اثم کو رد کرکے شرع کے موافق ہر ایک کا حق ادا کردیا اور یہی تفسیر ابن کثیرؒ سے ظاہر ہو چنانچہ فرمایا کہ پس وصی کو ایسی حالت مین روا ہو کہ قضیہ کی اصلاح کردے اور وصیت کو وجہ شرعی کی طرف پھیر دے تاکہ مقصود وصی و حق شرعی مین اتفاق ہو اور ایسی اصلاح و توفیق کچھ تبدیل نہین ہو اسیواسطے مصرح فرمایا فلا اثم علیہ بالکل گناہ کی نفی کردی - اگر کہا جاوے کہ گناہ تو بالکل ہی نہ تھا پھر کیا نکتہ ہو کہ ان اللہ غفور رحیم - فرمایا تو جواب یہ ہو کہ ذکر اثم کی مطابقت کیواسطے غفور ذکر فرمایا اور اس جہت سے کہ یہ تبدیل اگرچہ گناہ سے بالکل خالی ہو مگر چونکہ جلیس تبدیل سے ہو جس سے گنہگار ہوتا ہو لہذا غفور ذکر فرمایا ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ وصیت مین جنف کرنا کبیرہ گناہون مین سے ہو - شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے مین نظر ہو یعنے ابن عباس کا قول ظاہر ہوتا ہو پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ احسن جو اس باب مین وارد ہوئی روایت عبد الرزاق کی ہو کہ کہا حدثنا معمر عن اشعث بن عبد اللہ عن شہر بن حوشب عن ابی ہریرۃ کہا ابو ہریرہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کام کرتا ہو نیکون کے ستر برس پھر جب وصیت کرتا ہو تو اپنی وصیت مین ظلم و جور کرتا ہو پس اسکا خاتمہ بدکارون کے کام پر ہوتا ہو پس دوزخ مین داخل ہوتا ہو اور آدمی کام کرتا ہو بدکارون کے ستر برس پھر جب وصیت کرتا ہو تو اپنی وصیت مین عدل کرتا ہو پس اسکا خاتمہ نیک کام پر کیا جاتا ہو پس جنت مین داخل ہوتا ہو کہا ابو ہریرہؓ نے کہ پڑھو اگر چاہے قولہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوہا الآیۃ - (و قد رواہ الترمذی و ابوداؤد و نحوہ) اور واضح ہو کہ جنف و اثم جو وصیت وغیرہ مین سرزد ہوتا ہو تو مقتضائے

جسم کے اثر سے ہو جو اکثر روزہ رکھنے سے مٹ جاتا ہو اور روزہ کی نظیر فرض کو اللہ تعالے نے بیان فرمایا بقولہ تعالے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا

اے ایمان والو حکم ہوا تم پر روزے کا جیسے حکم ہوا تھا تمسے پہلے اگلون پر شاید تم پرہیزگار ہوجاؤ کئی دن ہین

مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ

گنتی کے پھر جو کوئی تم مین بیمار ہو یا سفر مین ہو تو گنتی چاہیے اور دنون سے اور جنکو طاقت ہو تو بدلا چاہیے

طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۚ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

ایک فقیر کا کھانا پھر جو کوئی شوق سے کرے تو اسکو بہتر ہے اور روزہ رکھو تو تمہارا بھلا ہو اگر تم سمجھ رکھتے ہو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ - اے ایمان والو تم پر صیام لکھا گیا یعنی فرض کیا گیا - كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن

قَبْلِكُمْ - جیسے ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے ف مانند یہود و نصاریٰ کے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ - تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو ف اگرچہ یہود
و نصاریٰ کو حرص دنیا نے تباہ کیا جیسے انھوں نے روزہ کا تقویٰ چھوڑا لیکن دستور الٰہی اس سے معلوم ہو چکا کہ برابر چلا آتا ہے - پس تم پر بھی بدستور یہ طاعت
آسان ہوگی - حتی کہ فرمایا - اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ - گنتی کے چند ایام ہیں ف تو آسان سمجھو یہ تندرستی و وطن میں ہے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا
اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ - پھر جو کوئی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو ایام دیگر سے شمار ہے ف یعنی ماہ صوم کے آنے پر جو شخص مریض
ہو یا وہ ایسے سفر میں ہو جس میں نماز قصر ہوتی ہے اور روزہ رکھنے سے مشقت ہو تو اسوقت افطار کر لے اور واجب ہے شمار قضا دیگر ایام سے - ہذا قول الشافعیؒ
اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک سفر خود مشقت ہے پس روزہ نہ رکھنا جائز ہے و لیکن اگر رکھ لیا تو ادا ہو گیا - ورنہ جب تندرست ہو یا وطن میں آوے تو بقدر ایام کے قضا
کرنا واجب ہے - وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ - اور جو لوگ طاقت رکھتے ہیں ان پر فدیہ طعام مسکین ہے ف سیوطیؒ نے کہا
یعنی جو لوگ طاقت نہیں رکھتے ہیں ان پر ایک مسکین کا طعام فدیہ ہے خواہ مرض مہلک سے یا بڑھاپے سے طاقت نہ ہو - یطیقون بمعنے لا یطیقون ہے - دوسروں
نے کہا اطاق یطیق بمعنے زوال طاقت ہے تو بدون لا کے یہی معنی نکل آئے پس روزہ فرض ٹھہرا یا فدیہ فرض ٹھہرا اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ جو لوگ طاقت رکھتے ہیں
وہ مختار ہیں کہ افطار کریں تو واجب ہے کہ طعام مسکین فدیہ دیں - و علی ہذا فرض کے یہ معنے کہ روزہ یا اسکا عوض طعام کوئی فرض ہے بدلیل قولہ تعالیٰ فَمَنْ تَطَوَّعَ
خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ - پھر جو کوئی اپنے شوق سے نیکی کرے تو اسکے لیے بہتر ہے ف مثلاً طعام مسکین سے زیادہ فدیہ دے کیونکہ اسوقت اہل اسلام کو سوائے مدینہ
کے کہیں مفر نہ تھا جو لوگ ہجرت کر کے آتے انکے طعام کی خبر گیری نہایت بہتر کام تھا پھر طعام مسکین ایک یوم کی غذا ہے سیوطیؒ نے کہا کہ ایک مد ہے اور مدارک
میں کہا کہ نصف صاع ہے اور یہی احوط ہے اور تفصیل آئندہ آتی ہے اور بالاتفاق وہ طعام چاہیے جو اکثر اس شہر کی غذا ہو - حاصل یہ کہ باوجود طاقت کے نہ رکھے
تو طعام مسکین واجب ہے اور زیادہ دینا بہتر ہے وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ - اور تمھارا روزہ رکھنا تمھارے حق میں
بہتر ہے اگر تم جانتے ہو ف تو اسکو اختیار کرو - پھر قول اخیر کے موافق آئندہ یہ اختیار منسوخ ہو گیا اور روزہ رکھنا اہل طاقت پر حتمی کر دیا گیا چنانچہ آئندہ آتا ہے
اور صحیح میں یہ تفسیر مروی ہے - اور ابن عباسؓ نے کہا کہ سوائے حاملہ و دودھ پلائی کے کہ انکو اگر حمل و بچہ پر خوف ہو تو افطار جائز و فدیہ دیں اور کہا گیا کہ افطار کریں
مگر قضا کریں (الفوائد) قولہ کتب علیکم - اگر بمعنی فرض ہے تو قول اخیر کے موافق صوم و فدیہ میں مختار رہونا کیونکر صحیح ہوا جواب یہ کہ صوم یا فدیہ فرض رہا
کیونکہ فدیہ بجائے صوم ہے - قولہ علی سفر بیضاوی میں ہے کہ حرف استعلا یعنے علی - استعارہ تمثیلیہ کے طور پر متضمن ہے کہ مسافر کی تشبیہ براکب ہے یعنے جیسے راکب
اپنے جانور پر سوار رہتا ہے ویسا ہی یہ سفر پر ہو پس یہ مقتضی ہے کہ وقت صوم سے پہلے اسکا حدوث ہو چکا ہو پس اسمیں ایما ہے کہ جسنے روزہ کے دن کے
اندر سفر کیا وہ نہیں افطار کرتا ہے اور شیخ ابو البقا نے افادہ کیا کہ سفر اس مقام پر ایسا نکرہ ہے کہ اس سے سفر معین مراد ہے یعنے وہ سفر جسکے واسطے شرع
میں مسافت مقدر ہوا ہے وہ مقدار مسافت جس سے نماز کا قصر ہوتا ہے اور اسمیں اختلاف مشہور ہے اور فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک تین کی
مسافت اسقدر ہو کہ اونٹ کے سواری پر اوسط چال سے صبح سے ظہر تک چلکر منزل کر لیا کرے تو تین روز میں پہونچے پس قصر نماز کے واسطے اعتبار
اس مسافت کا ہے اور یہی باطنی مشقت کا قائم مقام ہے چنانچہ اگر ایک روز میں یا دو روز میں تیز سواری پر اتنی دور پہونچ سکتا ہو تو قصر روا ہے اور یہی اصح ہے
اور نماز قصر میں انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا پس مراد سفر سے اسی مقدار مسافت کا سفر ہے قولہ فعدۃ من ایام اُخر یعنے بشرط افطار یعنے جس نے مرض یا سفر کی
وجہ سے روزے افطار کیے تو اسپر واجب ہے کہ جتنے عدد روزے افطار کیے ہیں اتنے روزے دوسرے دنوں سے قضا کرے پس عدۃ مصدر مرفوع کی سبیل وجوب ہے
اور اس سے نکالا گیا کہ یہ واجب ہے پھر امام شافعیؒ کے نزدیک مسافر و مریض کا افطار بشرط مشقت اور ہمارے نزدیک سفر ہی قائم مقام مشقت ہے - ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس آیت
میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کے مومنوں کو خطاب فرمایا اور حکم دیا کہ روزہ رکھیں اور صوم کے معنی روک رکھنا اپنے آپ کو طعام و شراب و جماع سے خالص اللہ تعالیٰ کی

فرمانبرداری کی نیت کے ساتھ نہار شرعی کے طلوع سے آفتاب غروب ہونے تک کیونکہ اسمین نفس سے طہارت وتنقیہ ہے اخلاط ردیہ اور اخلاق رذیلہ سے
اور فرمایا کہ جیسے تم پر فرض کیا گیا ویساہی تم سے اگلون پر بھی فرض کیا تھا قال المترجم یعنے آدم علیہ السلام سے تا ایندم انبیا وصالحین سب پر روزہ فرض
تھا تم پر کیلیے فرض نہین ہوا پس اسمین تاکید حکم وترغیب فعل وتطییب نفس ہے چنانچہ ابن کثیر نے فرمایا تاکہ لوگ اسکے ادا کرنے مین اس سے زیادہ کوشش
کرین جیسے ان لوگون نے کی تھی چنانچہ دوسری آیت مین ترغیب دی کہ ولکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن لیبلوکم فیما آتاکم
فاستبقوا الخیرات الآیۃ یعنے تقوی مین پیش قدمی کرو اسیواسطے یہان فرمایا لعلکم تتقون۔ پس روزہ خود تقوی وراہ تقوی ہے اسلیے کہ روزہ رکھنے مین بدن کا
تزکیہ وطہارت ہے اور شیطان کے راستے مسدود ہوتے ہین اسی سے صحیحین مین آیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے گروہ
جوانون کے جو تم مین سے دسترسی پاوے وہ نکاح کرلے اور جسکو استطاعت نہو تو اسپر روزہ رکھنا واجب ہے کہ یہ اسکے واسطے وجا ہے اور وجاء
کہتے ہین خصی ہوجانے کو قال المترجم مفسرین نے اسمین اختلاف کیا کہ کما کتب علی الذین من قبلکم سے تشبیہ کس بات مین مراد ہے بعض نے کہا کہ فقط روزہ
فرض ہونے مین اور بعض نے کہا مقدار و وقت مین اسے رمضان مہینہ بھر کے روزے۔ اور بعض نے کہا کہ صفت صوم یعنے کھانا پینا وغیرہ چھوڑنے مین ہے۔ اور یہی
اظہر ہے پھر اللہ تعالے نے روزے کی مقدار بیان فرمائی اور یہ ظاہر فرمایا کہ وہ ہر روز نہین ہے تاکہ نفوس پر شاق نہ گذرے کہ اسکے اٹھانے سے پست ہوجاوین
بلکہ ایام معدودات ہین اقول ایاما کی تنوین سے تقلیل کی پھر معدودات سے تقلیل کی تاکید کی پس یہ کمال تسہیل نفس کے واسطے ظاہر کردی پھر یہ ابتداے
اسلام مین تھا کہ ہر مہینہ سے تین روز صوم مین گذارتے تھے پھر ماہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے یہ منسوخ ہوگیا جیسا کہ اسکا بیان آتا ہے اور
اگلی امتون پر تین روز ہر مہینہ سے روزے مفروض ہونا مروی ہے معاذ بن جبل وابن عباس وابن مسعود وعطاء وقتادہ وضحاک سے اور ضحاک نے کہا کہ
یہ شرع حضرت نوح ؑ سے اسوقت تک کہ صوم رمضان فرض ہوا ہے برابر چلی آئی پھر رمضان سے منسوخ ہوئی اور عباد بن منصور نے حسن بصریؒ سے
اس آیت مین روایت کی کہ ہان واللہ روزہ ہر امت پر جو پہلے گذری ہین فرض کیا گیا جیسا کہ ہم پر فرض کیا گیا وہ ایک مہینہ کامل تھا وایام معدودات
اے عدد معلوم ہے اور سدی سے اسکے مانند مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان
کے روزے اللہ تعالے نے تمسے اگلی امتون پر بھی فرض کیے تھے یہ طویل حدیث مین سے مختصر ہے اور ابوجعفر رازی کی روایت ابن عمرؓ سے یون ہے کہ امم
سابقہ پر روزہ فرض کیا گیا تھا جسے کہ جب انمین سے کسی نے عشاء کی نماز پڑھی اور سوگیا تو اسپر کھانا پینا وجماع کرنا دوسرے روز اسیوقت تک
حرام ہوجاتا تھا ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباس وابو العالیہ وعبدالرحمن بن ابی لیلی ومجاہد وسعید بن جبیر ومقاتل بن حیان وربیع بن انس وعطاء
خراسانی سے مانند اسکے مروی ہے۔ اور عطاء خراسانی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ کما کتب علی الذین من قبلکم سے مراد اہل کتاب ہین
اور شعبی وسدی وعطاء خراسانی سے مثل اسکے مروی ہے قال المترجم ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا کہ بعد ہجرت کے جو سب سے پہلے منسوخ ہوا وہ
امر قبلہ ہے پھر روزہ اور بخاری نے تاریخ مین اور طبرانی نے دغفل بن حنظلہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نصاری پر صوم رمضان
واجب تھا پھر انکا بادشاہ بیمار ہوا تو بولے کہ اگر اللہ تعالے نے اسکو شفا دی تو ہم دس روز بڑھا دینگے پھر انکے ایک بادشاہ نے گوشت کھایا
پس اسکے منہ مین سخت بیماری دردناک ہوگئی تو بولے کہ اگر اللہ تعالے نے اسکو شفا دی تو ہم سات روزے بڑھا دینگے پھر انپر ایک بادشاہ ہوا
پھر بولے کہ ہم ناقص و ہائی سے کچھ نہ چھوڑینگے بلکہ اسکو تمام کرینگے اور اپنے روزون کو ربیع مین کرینگے پس یہ پچاس روز ہوگئے۔ اور تفسیر سیوطی رح
نے ایام معدودات سے موقت بعدد معلوم یعنے رمضان مراد لیا اور لفظ وسیاق سے یہی اظہر ہے کہ پہلے رمضان کے روزے فرض ہوے تھے
ولیکن روایات اس امر کے واسطے شاہد ہین کہ حتم نہ تھا بلکہ روا تھا کہ روزہ رکھین یا فدیہ دین قال ابن کثیرؒ پھر اللہ تعالے نے حکم صیام

بنابر ابتدائے اسلام بیان فرمایا۔ فمن کان منکم مریضا او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر۔ یعنے مریض ومسافر حالت مرض وسفر مین روزہ نرکھین کیونکہ انہین
ان دونون پر مشقت تھی بلکہ افطار کرین اور دوسرے دنون مین قضا کرین بیضاوی نے کہا کہ یہی مذہب ابو ہریرۃ اور ظاہریہ علما کا ہی پھر ابن کثیرؒ نے کہا اور
رہا وہ شخص جو تندرست مقیم تھا اور روزے کی طاقت رکھتا تھا وہ مخیر تھا کہ چاہے روزہ رکھے اور چاہے افطار کرے اور ہر یوم کے عوض مسکین کو کھانا دے
پس اگر اسنے ایک روز سے زیادہ مقدار مسکین کو دی تو یہ اسکے واسطے بہتر تھا اور اگر روزہ رکھ لیا تو یہ سب سے افضل تھا کما قال تعالےٰ۔ وعلی الذین
یطیقونہ الخ۔ یہ قول ابن مسعود وابن عباس ومجاہد وطاؤس ومقاتل بن حیان وغیرہم علماے سلف کا ہی پھر طعام مسکین فقہاے عراق کے نزدیک
نصف صاع گیہون سے اور ایک صاع سواے گیہون کے اور طعام سے اور فقہاے حجاز کے نزدیک ایک مد ہی اور اول حال مین ان لوگون کو یہ رخصت دی گئی تھی
اسلئے کہ جب وہ روزے کا حکم دیے گئے تو انپر سخت گذرا کیونکہ وہ اسکے عادی نہ تھے اور کبھی ان کی آزمائش مین نہ آیا تھا پھر منسوخ کیا گیا اور نافع وابن عامر
کی قرارت بروایت ذکوان فدیۃ طعام مساکین یعنے باضافت فدیہ وجمع مساکین ہی اور قراءۃ ابن عامر بروایت ہشام وطعام مساکین بدون اضافت فدیہ
بجانب طعام ہی اور باقیون کی قراءۃ بغیر اضافت اور توحید لفظ مسکین ہی اور یہان دیگر قرارت یطیقونہ ویطوقونہ ویتطوقونہ ویطّوّقونہ وغیرہ ہین یعنی جہد ومشقت
اور بیضاوی نے بعد ذکر ان قرارات کے فرمایا کہ ان قرارتون پر ایک دوسرے معنے کو محتمل ہی اور وہ یہ کہ آیت مین رخصت ہی واسطے اس شخص کے جسکو روزہ
رکھنا تعب وجہد مین ڈالے اور وہ بوڑھے اور بڑھیان ہین چاہین افطار کرین اور فدیہ دیدین پس یہ آیت ثابت ہوگی منسوخ نہ ہوگی اور البتہ قراءۃ مشہورہ
اے یطیقونہ از اطاقت کی بھی یہ تاویل بعض نے بیان کی ہی یعنے یطیقونہ کے معنے یہ ہین کہ یصومونہ جہدہم وطاقتہم۔ یعنے روزے کو ادا کرتے ہین اپنی جہد سے اور
طاقت سے پس اس تاویل پر قراءۃ مشہورہ کے موافق بھی بوڑھون کے لیے رخصت نکلتی ہی اور مبنی اس تاویل کا یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے ہر ایک کو اسکی
وسع پر تکلیف دی ہی اور وسعت نام ہی کسی شے پر سہولت سے قادر ہونیکا اور طاقت اسم ہی کسی چیز پر مشقت کے ساتھ قادر ہونیکا پس مشقت کی وجہ سے
افطار کی رخصت ملی جیسے مسافر کو ملتی ہی پھر چونکہ یہ زائل ہونے کی امید نہین لہذا فدیہ اسکے بجاے مقرر ہوا بخلاف مسافر کے کہ سفر ختم ہونے پر اسکی مشقت زائل
ہوجائیگی لہذا اسکو قضا کرنیکا حکم ہوا اور بعض نے کہا کہ جائز ہی کہ یطیقونہ جو اطاقت سے باب افعال سے ہی اسکا ہمزہ واسطے سلب کے ہو پس بمعنی عدم
طاقت ہوگا۔ اگر کہا جاوے کہ سواے یطیقونہ از باب افعال کے دیگر قراءات غیر مشہورہ ہین انکے موافق قرارت نہین جائز ہی تو انکے موافق تفسیر کہان سے
جائز ہوئی تو جواب یہ ہی کہ انکے موافق تفسیر نہین کی گئی بلکہ تفسیر موافق مشہورہ کے ہی ولیکن مشہورہ قراءۃ کی تاویل مین کبھی قراءات غیر مشہورہ سے تائید
لیجاتی ہی واللہ یہ جائز ہی کما صرح بہ غیر واحد فافہم اور صحیح یہ ہی کہ یہ آیت منسوخ ہی اور یہ حکم تندرست مقیمون کے واسطے ابتداے اسلام مین تھا جیسا کہ شیخ
ابن کثیر وبیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا اور یہی جمہور مفسرین وفقہاے معتبرین کا قول ہی اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ قال الامام احمد حدثنا ابو النضر حدثنا
المسعودی حدثنا عمرو بن مرۃ عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہا معاذؓ نے کہ نماز کے تین حال بدلے اور روزے کے تین حال بدلے سو
احوال نماز کے یون ہین کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے اور وہ سترہ مہینہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے پھر اللہ عزوجل نے
اپر نازل فرمایا۔ قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰہا الآیہ۔ پس اللہ تعالےٰ نے آپکو کعبہ کی طرف پھیرا تو یہ ایک حال ہوا پھر کہا کہ صحابہؓ
جمع ہوتے نماز کے لیے اور بعض انکا بعض کو نماز کی آواز دیتا یہانتک کہ ناقوس بجانے کی راے لگائی پھر ایک مرد نے انصار مین سے جسکو عبد اللہ
بن زید بن عبد ربہ کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ مین نے خواب دیکھا اور اگر مین کہون کہ مین سوتا نہ تھا
تو بھی سچا ہون گویا سوتے اور جاگتے کے بیچ مین تھا کہ ناگاہ مین نے ایک شخص کو دیکھا جسپر دو سبز کپڑے تھے اور اسکے ہاتھ مین ناقوس تھا مین نے کہا کہ بندۂ خدا
اسکو بیچتا ہی اسنے کہا کہ لیکر کیا کریگا مین نے کہا کہ جماعت نماز کے لیے بجاؤنگا اسنے کہا کہ بھلا مین تجھے بہتر نہ سکھلاؤن پس اسنے قبلہ کی طرف رخ کیا اور کہا

اللہ اکبر اللہ اکبر اشہد ان لا الہ الا اللہ دو دوبار یہانتک کہ اذان سے فارغ ہوا پھر ایک ساعت ٹھہرا پھر ویسا ہی کہا جیسے پہلے کہا تھا صرف اتنا
فرق تھا کہ اسنے قد قامت الصلوة دو بار زیادہ کیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو بلال کو سکھلا دے پس چاہیے کہ بلال اسکے
ساتھ اذان دیا کرے پس بلالؓ ہی نے اول اسکے ساتھ اذان دی تھی) کہا معاذؓ نے کہ آواز اذان سنکر جلدی) آئے عمر بن الخطاب اور عرض کیا یا رسول اللہ
میرے خواب میں بھی مثل اسکے آیا جیسے اس شخص کے خواب میں مگر بات اتنی ہوئی کہ اسنے مجھ پر سبقت کی پس یہ دو حال ہوئے اور کہا کہ صحابہ آتے
نماز کو اور حال یہ ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سے بعض ٹکڑے کو سبقت سے ادا کر چکے ہوتے تھے پس یہ کرتے تھے کہ آنے والا آدمی ایک مرد کو
اشارہ کرتا یعنی کتنی ہوگئی ہے تو وہ کہدیتا اشارہ سے کہ ایک رکعت یا دو رکعت پس وہ اسیقدر پڑھکر قوم کے ساتھ نماز میں شامل ہوجاتا تھا کہا پھر آئے
معاذ پس کہا کہ میں تو جس حال پر آنحضرت صلعم کو پاؤنگا میں بھی اسی میں شامل ہوجاؤنگا پھر جتنی نماز مجھسے پہلے ہوگئی اسکو قضا کر لیا کرونگا چنانچہ
یہی ہوا کہ معاذؓ ایسی حالت میں آئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض نماز کی سبقت کر چکے تھے پس معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوگئے پھر
جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تمام کی تو معاذ نے کھڑے ہوکر باقی نماز ادا کی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے لیے معاذ نے ایک طریقہ نکالدیا پس ایسا ہی
تم لوگ کیا کرو پس یہ تین حال نماز کے ختم ہوئے۔ رہے روزے کے احوال سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے پس ہر مہینہ میں سے
تین روزہ اور عاشورا کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے پھر اللہ تعالے نے آپ پر صیام فرض کیے اور یہ آیت اتاری۔ یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام
کما کتب علی الذین من قبلکم تا قولہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین پس یہ اختیار تھا کہ جسنے چاہا روزہ رکھا اور جسنے چاہا مسکین کو کھانا دیدیا کہ یہ اسکی
طرف سے روزے کے بدلے کافی ہوجاتا تھا پھر اللہ عزوجل نے دوسری آیت اتاری۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن تا قولہ فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ۔
پس اللہ تعالے نے تندرست مقیم پر روزہ ہی واجب کر دیا اور افطار کرنے کی مریض و مسافر کو رخصت دیدی اور کھانا دینے کا حکم ایسے بوڑھے کیواسطے
ثابت رہا جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے پس یہ دو حال ہوئے۔ اور کہا کہ صحابہ کھاتے پیتے اور جورو کے پاس آسکتے تھے جبتک سو نہ
جاوین پھر جب سو گئے تو اس سے ممنوع ہوجاتے تھے پھر انصار میں سے ایک مرد جسکو صرمہ کہتے تھے روزے کی حالت میں کام کرتا رہا کہ یہانتک کہ شام
ہوئی پس اپنی اہل خانہ کے پاس آیا اور کھانا مانگا تو اسنے کہا کچھ موجود نہیں ہے میں جاکر تلاش کر کے لاتی ہوں اور اسکو آنے میں دیر ہوئی اور صرمہؓ کو
تھکان تھی تو پھر عشا کی نماز پڑھکر سو گیا پس اسنے نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا یہانتک کہ صبح ہوئی پس روزہ دار اٹھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اسکو دیکھا اور حال یہ تھا کہ اسکو جہد شدید (انتہائی مشقت) پہونچا تھا پس اس سے فرمایا کہ کیا ہے کہ میں تجھے جہد شدید میں دیکھتا ہوں اسنے کہا یا رسول اللہ میں نے
کل تمام دن کام کیا اور جسوقت آیا کرتا تھا اسوقت گھر آیا پس تھک کر میں نے اپنے تئیں ڈال دیا پس میں سو گیا پس صبح جسوقت اٹھا تو روزہ دار اٹھا اور کہا
کہ عمر بن الخطاب کا یہ حال ہوا کہ انھوں نے سو جانے کے بعد اپنی جورو سے مباشرت کر لی تھی اور یہی کعب بن مالکؓ وغیرہ سے ہوا تھا پس انھوں نے آکر حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنا یہ حال ذکر کیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم تا قولہ ثم اتموا الصیام الی اللیل۔ اس حدیث
کو ابو داؤد نے بھی اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں حدیث مسعودی سے روایت کیا اور بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ عاشورا
کا روزہ رکھا جاتا تھا پھر جب رمضان فرض کیا گیا تو یہ ہوا کہ جو چاہے اسکا روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے اور بخاری نے ابن عمر و ابن مسعود سے
اسکے مثل روایت کیا اور قولہ تعالے وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ یہ حکم جیسا کہ معاذ نے کہا ابتدائے امر میں تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو
چاہے افطار کرے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو روز کھانا دے اور ایسا ہی روایت کیا بخاری رح نے سلمہ بن الاکوع سے کہ جب یہ آیت اتری
وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ تو جو شخص افطار کرنا چاہتا تو افطار کرتا اور فدیہ دیتا یہانتک کہ وہ آیت اتری جو اسکے بعد ہے پس اسنے اس آیت کو

منسوخ کر دیا اور نیز روایت کی کہ ابن عمرؓ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اور سدیؒ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین
یطیقونہ اے یتجشمونہ یعنے تکلیف اُٹھا کر ادا کرتے ہیں اور کہا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے اور ایک مسکین کو کھانا دے وان تصوموا خیر لکم
اور روزہ رکھنا تمہارے لیے سب سے بہتر ہے پس لوگ اسی حال پر تھے یہانتک کہ قولہ تعالیٰ فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ نے اسکو منسوخ کر دیا اور نیز بخاری نے ابن عباس
سے روایت کی کہ علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین - کہا ابن عباس نے کہ یہ منسوخ نہیں ہے وہ بوڑھا اور بڑھیا ہے جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے
ہیں پس ہر روزہ کی جگہ ایک مسکین کو کھانا دینگے رواہ غیر واحد عن ابن عباس ورواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ نحوہ اور حافظ ابوبکر بن مردویہ نے ابن ابی لیلےٰ سے
روایت کی کہ میں رمضان میں عطا کے پاس گیا درحالیکہ وہ کھانا کھاتے تھے پس کہا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ اُتری یہ آیت پس اسنے منسوخ کر دیا پہلی آیت کو
باستثناء بوڑھے ضعیف کے کہ وہ چاہے تو افطار کرے اور بجائے ہر ایک روزکے ایک مسکین کو کھانا دیا کرے قال ابن کثیر پس حاصل یہ ہے کہ تندرست مقیم
کے حق میں قولہ تعالےٰ فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ سے نسخ ثابت ہے پھر جو شخص بوڑھا پھوس ہے کہ روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے تو اسکو اختیار ہے
کہ افطار کرے اور اسپر قضا واجب نہیں ہے کیونکہ اسمیں ایسی حالت نہیں آنے والی ہے کہ اس حال میں وہ قضا کرنے پر قادر ہوگا ولیکن یہ رہا کہ جب اسنے
افطار کیا تو بھلا اسپر ہر روزہ کی جگہ ایک مسکین کو کھانا دینا واجب ہے یا نہیں جبکہ وہ ایسا مالدار ہو کہ دیسکتا ہو تو اسمیں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ
اسپر کھانا دینا واجب نہیں کیونکہ اپنے سن سے اسقدر ضعیف ہے کہ روزے نہیں رکھ سکتا ہے پس اسپر فدیہ نہیں واجب ہوگا جیسے نابالغ بچہ پر واجب نہیں ہے
اسواسطے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا - اللہ تعالےٰ مکلف نہیں کرتا کسی نفس کو الا اسکی وسعت بھر اور یہی امام شافعی کا ایک قول ہے
اور دوسرا قول اکثر علما کا جو صحیح ہے یہ کہ اسپر فدیہ واجب ہے یعنے ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دے جیسا کہ ابن عباس وغیرہ اکابر سلف نے تفسیر میں بیان کیا ہے
اور یہ اس قراءۃ پر - وعلی الذین یطیقونہ اے یتجشمونہ جیسا کہ ابن مسعودؓ وغیرہ نے بیان فرمایا ہے اور یہی امام بخاری رح نے اختیار کیا ہے چنانچہ کہا کہ بوڑھا ضعیف
جبکہ روزہ رکھنے کی طاقت نرکھے تو کھانا دے چنانچہ انسؓ نے بعد بوڑھے ضعیف ہوجانے کے ایک سال یا دو سال ہر روزکے عوض مسکین کو گوشت روٹی
کھانا دیا اور روزہ افطار کیا اور یہ مذہب جسپر بخاری خود قائم ہوے اور حضرت انسؓ کا حوالہ دیا اسکو حافظ ابو یعلی موصلی نے بالاسناد روایت کیا چنانچہ اپنی
مسند میں کہا حدثنا عبد اللہ بن معاذ حدثنا ابی حدثنا عمران عن ایوب عن ابی تمیمۃ - کہا کہ ضعیف ہوے انسؓ روزہ رکھنے سے پس ایک بڑا کٹھوتا ثرید کا تیار
کیا پھر تیس مسکینوں کو بلایا اور انکو کھلا دیا - قال ورواہ عبد بن حمید عن روح بن عبادۃ عن عمران وہو ابن حریر عن ایوب بہ - ورواہ عبد ایضا من حدیث
ستۃ من اصحاب انس عن انسؓ بمعناہ - پھر حاملہ و مرضعہ عورتیں بھی اسی معنی میں بوڑھے سے ملحق ہیں کہ ان دونوں کو جب اپنی جان پر یا فرزند کی جان پر
خوف ہو تو افطار کریں ولیکن انکے حق میں علما کے درمیان بہت اختلاف ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ دونوں افطار کریں اور فدیہ دیں اور قضا کریں
اور بعض نے کہا کہ فقط فدیہ دیں اور قضا اسپر نہیں ہے اور کہا گیا کہ قضا کرنا بدون فدیہ کے واجب ہے قال المترجم یہی علمائے حنفیہ کا قول ہے کہ افطار جائز ہے
مگر قضا کریں قال ابن کثیر اور کہا گیا کہ افطار کریں اور اسپر فدیہ و قضا کچھ نہیں ہے قال المترجم باقی رہے یہاں چند مسئلہ ایک یہ کہ بوڑھا پھوس جب
مال نہیں رکھتا ہے تو جمہور علما کے نزدیک اسکا کیا حکم ہے - اور دوسرا یہ کہ مال سے کسقدر مال مراد ہے آیا نصاب زکوۃ کی قدر ہو یا صدقہ فطر کی قدر ہو یا مطلقا
ہے اور وصیت اسمیں کتنے مال سے نافذ ہوگی جبکہ اسنے خود ادا نہ کیا اور مریض اگر مرگیا تو کیا حکم ہے اور اگر چنگا ہو کر پھر قضا کرنے سے پہلے بیمار ہو کر وصیت
کی اور مرگیا تو کیا حکم ہے - یہ فروع مسائل بہت ہیں یہاں انکے بیان کی گنجائش نہیں مترجم کے ترجمہ فتاوی عالمگیریہ وعین الہدایہ کے مسائل صوم وغیرہا
میں سے تلاش کرو اور یہ جان لینا چاہیے کہ فقہاے عراق کا جو قول بیضاوی نے مقدار فدیہ میں نقل کیا وہی امام ابو حنیفہ وانکے اصحاب کا قول ہے ف ۲ بعض
اشارات عرائس میں ہے کہ قولہ تعالےٰ - یاایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم - یہ ندا ہے ان لوگوں کو جو اہل دل ہیں یعنی خطاب کیا ۱۹۵

ایمان لائے اور ثابت ہین اور اصل صوم جسم تو فقہ مین معروف ہی اور صوم قلب یہ کہ دونون جہان سے بالکل اپنے آپکو روک لے جبکہ صوم سے جزائے حق
چاہتا ہی تاکہ بشریت کے میل کچیل سے پاک ہوجاوے اور مقام قربت و امن مین پہونچ جاوے قال المترجم حاصل اسکا یہ کہ بدن کا تزکیہ و طہارت تو صوم شرعی
سے ہوتی ہی اور روح وقلب کی طہارت و تزکیہ اسطرح ہوتا ہی کہ سوائے ذات باری عزوجل کے سب جہان سے منھ پھیر لے اور دنیا اور جتنی چیزین دنیا کی ہین
انکی محبت والفت کو بالکل جگہ نہ دے پس جب دونون کو جمع کریگا تو اثر پیدا ہوگا ورنہ کچھ نہین اسواسطے کہ عبادات تمام تزکیہ بدن کے واسطے مشروع ہین
اور اسکے ساتھ اخلاق تزکیہ روح کیواسطے ہین اور اول تو فقہ مین مذکور ہین اور دوم احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مین بیان ہین قولہ تعالے ایاما معدودات
اہل غفلت دنیا پر فریفتہ ہین اور اہل دل کے نزدیک تمام دنیا ایام معدودہ ہین خصوص عمر کہ یہ دنیا مین رہنے کے چند روز ہین جنمین روزہ دار ہو کہ یہ چند
روز کی زندگی بہت جلد گذر جائیگی تاکہ تم سلطنت قدیم کی بارگاہ مین جاکر اپنا روزہ افطار کرو قال المترجم حدیث مین ہو کہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی
پس جو کچھ تکلیف خاصان خدا پر ہی وہ یہی چند روز ہین لیکن فی الحقیقة دنیاوی آدمی اپر تکلیف دیکھتا ہی اور وہ عین راحت مین ہین بالجملہ شہوات نفس
کی چیزین روا نہین ہین قال المترجم کوئی شک نہین کہ دنیاوی زندگی بسر کرنیکو راہ آخرت قطع کرنا سمجھے اور حدیث مین آگیا ہو کہ دنیا مین ایسا ہے
راہ چلتا مسافر ہوتا ہی پس ہر ایک اسیطرف چلا جاتا ہو اگرچہ بہتیرون کو ہوش و خبر نہین پس وہ بھٹکے مسافر ہین اور بہتیرے مرض قلب یعنی کفر و نفاق مین
مردہ ہین کہ کافرون و منافقون کا جنازہ انکے نفس کے ہاتھون روان ہی جو عالم آخرت مین جاکر دوزخ کے گڑھے مین ڈالدیا جائیگا و مرض قوت و
غفلت اس سے کم ہی چنانچہ اسکا علاج دنیا کا ترک ہی جس سے غفلت چھائی ہی فافہم واضح ہو کہ بذل النفس و مال کو مقام انس کی طلب مین جیسے ہر مقام
مین واجبی نکلیا وہ محروم رہا کہ بذل النفس و ہلاک اسکا ہر مقام مین قدر واجب ہی کیونکہ بحقیقت معاملہ یون ہی قرار پایا ہی اور اسکے اسرار طویل ہین اور ہلاک
ہلاک نفس بشرط محبوبی ہی علی ہذا القدر اسمین بھی قدر واجب نہین مگر بسبب اسکے جو نفس کی پیروی سے اچھا ہی اور یہی نکتہ ہی کہ نفس کی ہلاکت مین
تاکید ہے مع ہذا حدیث مین نفس کا حق بھی بیان ہوا اور رہبانیة منع ہوئی اور پے درپے صوم وصال بغیر افطار کے اور حیلہ جس سے فرائض سے عاجز ہو
سب منع ہوا اور وہی جائز ہوا جسقدر شرع مین معروف ہی اور علی ہذا النفس کو بالکل بے آب و دانہ قتل کرنا حرام ہوا اگرچہ قتل نفس اسمین بالاولی حاصل
ہی فتامل- اور واضح ہو کہ ابن ابی حاتم نے خیثمہ سے روایت کی کہ فرمایا جو تم قرآن مین یا ایہا الذین آمنوا پڑھتے ہو وہ توریت مین یا ایہا المساکین ہی

فانہم سعید اللہ تعالے نے احکام صوم کی آیت مع احکام نازل فرمائی بقولہ تعالے

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ
مہینا رمضان کا جسمین نازل ہوا قرآن ہدایت واسطے لوگون کے اور کھلی نشانیان راہ کی اور فیصلہ پھر جو کوئی پاوے تم مین
مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ
یہ مہینا تو اسکو روزہ رکھے اور جو کوئی ہو بیمار یا سفر مین تو گنتی چاہیے اور دنون سے اللہ چاہتا ہے تمپر آسانی
وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۖ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝
اور نہین چاہتا تم پر مشکل اور اسواسطے کہ پوری کرو گنتی اور بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو راہ بتائی اور شاید تم احسان مانو۔

قول جمہور کے موافق یہ آیت پہلی آیت کی ناسخ ہی اور یہی معلوم ہو چکا کہ ایاما معدودات سے اصح قول کے موافق صیام رمضان مراد ہی جیسا کہ
حدیث معاذؓ مین گذرا اور یہی قول حسن بصری و سدی و ابن عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرون سے مروی ہی اور یہی مفسر سیوطیؒ نے اختیار کیا اور بعض نے
گمان کیا کہ بنا بر این آیت سابق منسوخ ہوگی کیونکہ جو احکام باقی ہین لیکن اسکی کوئی وجہ نہین اسواسطے کہ نسخ اسکی تغییر ہی کہ مقیم تندرست جو چاہے

رکھے یا فدیہ دے پس یہ تخییر منسوخ ہو گئی اور اس آیت مین روزہ حتما ہو گیا چنانچہ فرمایا۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ
هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ یعنے یہ ایام معدودہ ماہ رمضان ہے
جسکی یہ شان ہے کہ اسمین قرآن نازل کیا گیا باین شان کہ وہ لوگون کا ہادی ہے اور ہدیٰ سے مراد دلائل واضحات اور فرقان ہے پس جو کوئی اس ماہ مین حاضر ہو وہ
اس ماہ کو روزے مین گذارے ف پس سوائے روزہ رکھنے کے اسکو اطعام کا اختیار نہین رہا۔ حاضر سے مسافر نکل گیا اور اسکا حکم مع مریض کے آیندہ آتا ہے
اور مشہور قراۃ شَهْرُ رَمَضَانَ برفع شہر ہے اور ایک قراۃ مین نصب آیا ہے اور مفسرین نے کہا کہ یہ مبتدا اور اسکا مابعد خبر ہے یا ذلکم شہر رمضان یا بمعنے کتب
علیکم الصیام صیام شہر رمضان یا ایام معدودات سے بدل ہے اور یہی اخیر مرجح کلام مفسر سیوطیؒ ہے اور بیضاوی نے ذکر کیا کہ شہر ماخوذ از شہرت ہے
اور زجاج نے کہا کہ شہر نام ہے ہلال کا اور مشہور یہ کہ اُس مدت کا نام ہے جو ہلال کے ظاہر ہونے سے اسکے چھپنے تک ہے اسکو شہر اسواسطے کہتے ہین
کہ لوگون کے معاملات وعبادات کی حاجت سے وہ انمین مشہور ہو گیا رمضان مصدر ہے رَمَضَ بمعنے احترق کا اے جل گیا پھر شہر اسکی طرف مضاف کیا گیا
اور علم قرار دیا گیا یعنے مجموع ورنہ اضافت شہر کی اسکی طرف مستحسن ہنوتی جیسے انسان زید کی اضافت مستحسن نہین ہے اور نیز شہر رجب و شہر شعبان عرب سے
مسموع نہین ہے اور حدیث من صام رمضان الخ بطریق حذف مضاف ہے قالہ البیضاوی مجاہد نے کہا کہ رمضان ایک نام ہے اللہ تعالے کے نامون سے
جیسے شہر رمضان بولتے ہین ویسے شہر اللہ بولتے ہین اور صحیح یہ ہے کہ وہ مہینہ کا نام ہے (المعالم) بعضے سلف سے روایت کیا گیا کہ اُنھون نے
خالی رمضان بدون شہر رمضان کہنے کو مکروہ جانا ابو ہریرہؓ نے کہا کہ مت کہو رمضان کیونکہ رمضان اللہ تعالے کے نامون مین سے ایک نام ہے بلکہ کہو
شہر رمضان (ابن ابی حاتم باسناد ضعیف) اور مجاہد و محمد بن کعب سے اسکے مانند مروی ہوا اور حضرت ابن عباسؓ و زیدؓ بن ثابت سے رمضان کہنے کی
اجازت ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی کو نصرت دیدی کہ صحیح مین ایک باب اسی بیان کا منعقد کیا جسمین وہ صحیح حدیثین روایت کردین جنمین رمضان
ہے چنانچہ حدیث من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ یعنی جس نے روزے مین گزارا رمضان کو ایمان و احتساب سے بخشے جاوینگے اسکے وہ گناہ
نیک نیتی ۱۲
جو اس سے پہلے کر چکا ہے (ابن کثیر) اب رہا یہ کہ اس مہینہ کا رمضان کیون نام رکھا تو بیضاوی وغیرہ مین ہے کہ پیاس سے سوختہ ہونے کی وجہ سے یقال
رمض الصائم۔ جبکہ پیاس کی شدت سے اسکا جگر جلنے لگے۔ یا لرمض الذنوب فیہ۔ بوجہ اسکے کہ اس مہینہ مین گناہ جل جاتے ہین۔ یا موسم کی وجہ سے
کہ جب انھون نے لغت قدیمہ کے مہینون کے نام کو نقل کیا تو رمضان اسوقت سخت گرمی مین پڑتا تھا قال الماوردی جاہلیت مین اسکا نام ناتق تھا
لغت قدیم مین مہینون کے نام یہ تھے۔ موتمر۔ ناجر۔ خوان۔ وبصان۔ حنین۔ ربی۔ اصم۔ عاذل۔ ناتق۔ وعل۔ ورنہ۔ برک۔ بجائے
انکے ترتیب وار۔ محرم۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الآخر۔ جمادی الاولے۔ جمادی الاخرے۔ رجب۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔ ذو القعدہ۔
ذو الحجہ۔ بدلے گئے اس آیت مین اللہ تعالے ماہ صیام کی فضیلت فرماتا ہے کہ حق تعالے نے مہینون کے درمیان سے قرآن عظیم اتارنے کے واسطے اسی
مہینہ کو مخصوص فرمایا اور حدیث مین آیا ہے کہ آسمانی کتابین اگلے انبیا پر بھی اسی مہینہ مین اُتری ہین۔ چنانچہ امام احمد نے واثلہ بن الاسقع سے روایت
کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نازل کیے گئے صحف ابراہیم پہلی رات رمضان مین اور توریت چھ راتین رمضان گذرنے پر اور انجیل
تیرہ راتین رمضان گذرنے پر اور اللہ تعالے نے قرآن کو چوبیس راتین رمضان گذرنے پر اتارا۔ اور حدیث جابر بن عبد اللہ مین یون ہے کہ زبور
بارہ راتین رمضان گذرنے پر اور انجیل اٹھارہ راتین رمضان گذرنے پر اور باقی ویسا ہے جیسا کہ واثلہ بن الاسقع کی حدیث مین گذرا۔ رواہ ابن مردویہ (ابن کثیر رح)
پھر کہا یعنے ہین قولہ انزل فیہ القرآن۔ اتارا گیا اس مہینہ مین قرآن۔ اور اسمین شک نہین کہ قرآن تیئیس برس تک متفرق ایام مین نازل ہوتا رہا ہے
اور شروع وحی ماہ ربیع الاول تھا تو بعض نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ اسمین اسکے اُترنے کی ابتدا ہوئی کما فی البیضاوی وغیرہ مراد یہ کہ لوح محفوظ ۸

سے آسمان دنیا پر ماہ رمضان کی لیلۃ القدر مین اُترا - اور یہی قول تابعین مین سے شعبی رحمہ اللہ کا ہے اور بعض نے کہا کہ بیس برس یا تیئیس برس تک ہر سال رمضان کی لیلۃ القدر مین لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اسقدر اترتا تھا جو تمام اس سال مین متفرق نازل ہوتا تھا لقولہ تعالیٰ - انا انزلناہ فی لیلۃ القدر - اور اسکو قرطبی نے مقاتل بن حیان سے حکایت کیا اور یہی قول حلیمی و ماوردی کا ہے اور قرطبی نے کہا کہ مفسرین و علما کا اجماع ہے کہ وہ ایکبارگی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے بیت العزۃ مین اُترا اور شیخ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری مین کہا کہ یہی قول صحیح و معتمد ہے اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی اصح و اشہر ہے اور حاکم و بیہقی وغیرہ نے اسی کو ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ قرآن لیلۃ القدر مین سب ایکبارگی آسمان دنیا پر اتارا گیا اور بمواقع النجوم تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر اسمین سے بعض کو اثر بعض پر نازل فرماتا تھا - اور حاکم و بیہقی و نسائی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اتارا گیا قرآن سب ایکبارگی آسمان دنیا پر لیلۃ القدر مین پھر اسکے بعد اُتارا گیا بیس سال مین پھر پڑھا - وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ۝ وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا ۝ (النسائی وغیرہ) پس مشرکین جب احداث کرتے کوئی شے تو اللہ تعالیٰ انکا جواب نازل فرماتا تھا (ابن ابی حاتم) اور سعید بن جبیرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جدا کیا گیا قرآن لوح محفوظ سے پس رکھا گیا آسمان دنیا پر بیت العزت مین پھر جبرئیل علیہ السلام اسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لانے لگے (ابن ابی شیبہ والحاکم) قال المفسر السیوطیؒ ان سب روایتون کی اسنادین صحیح ہین اور طبرانی نے دوسری وجہ سے ابن عباس سے روایت کی کہ اُتارا گیا قرآن لیلۃ القدر مین ماہ رمضان مین آسمان دنیا پر سب ایکبارگی پھر نجماً نجماً اُترا قال المفسر السیوطی اسنادہ لاباس بہ - اور تفسیر امام ابن کثیر مین ہے کہ عطیۃ بن الاسود نے ابن عباسؓ سے سوال کیا کہ میرے دل مین شک پڑ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن - اور فرمایا - انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ - اور فرمایا - انا انزلناہ فی لیلۃ القدر حالانکہ قرآن اُتارا گیا ہے شوال مین بھی اور ذی قعدہ مین بھی اور ذی الحجہ و محرم و صفر و ربیع الاول مین بھی تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن رمضان مین لیلۃ القدر یعنے لیلۃ مبارکۃ مین سب ایکبارگی اُتارا گیا پھر مہینون و ایام مین علی مواقع النجوم ترتیل سے اُتارا گیا رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ قال المفسرؒ رواہ البیہقی ایضاً فی الاسماء والصفات شیخ ابو شامہ نے کہا کہ علی مواقع النجوم اے علی مساقطہا یعنے آہستگی سے بعض کے پیچھے بعض کرکے اُتارا گیا قال المترجم اشکال بیان یہ پیش ہوا کہ سابق حدیث مین تھا کہ جو بیس راتین رمضان گذرنے پر قرآن اُترا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ - انا انزلناہ فی لیلۃ القدر یعنے اسکو شب قدر مین اُتارا اور صحاح کی احادیث سے ثابت ہے کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ کے طاق راتون مین ہوتی ہے اور جواب اسکا وہ ہے جو شیخ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری مین کہا کہ شب قدر اس رمضان مین تیئیسؔ تاریخ تھی پھر چوبیسوین تاریخ رمضان مین - اقرأ باسم ربک - نازل ہوئی اور اسپر یہ اشکال وارد ہوا کہ مشہور یون ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ربیع الاول مین ہوئی اور جواب یہ ہے کہ اول نبوت آپکی سچے خوابون و علامات خیر سے تھی تاکہ مستعد ہون پر جاگنے مین چند مہینے کے بعد آپ پر وحی کی گئی بیہقی وغیرہ نے بیان کیا ہے کذا ذکرہ المفسرؒ والقرآن بعض نے کہا نام ہے کلام اللہ تعالیٰ کا بمعنے مقرو جیسے کتاب بمعنی مکتوب اور بعض نے کہا مصدر ہے ومنہ قولہ وقرآن الفجر ای قراءۃ نماز فجر کی اور شافعیؒ سے روایت ہے کہ قرآن علم ہے اور مہموز نہین ورنہ وہ قراءۃ سے ماخوذ ہے بلکہ مثل توراۃ و انجیل کے اس کتاب مجید کا نام ہے ذکرہ المفسر فی الاتقان اور اکثر ونکا مذہب یہ ہے کہ قرآن مشتق از قرا بمعنی جمع ہے کیونکہ اسمین سورتین و آیات و احکام و امثال کا مجموعہ ہے - قولہ تعالیٰ ہدی للناس الخ یہ دونون حال واقع ہین اے ہادیاً للناس یعنی لوگون کا ہادی ہے اور ذکر مصدر کا بطریق مبالغہ ہے گویا عین ہدایت ہے اور بینات جمع بینۃ بمعنے واضحہ ہے قال البیضاوی یعنے اپنے اعجاز سے وہ لوگون کیواسطے ہدایت ہے اور یہ مخصوص بقرآن ہے دوسری آسمانی کتابون مین نہین پایا جاتا ہے اور بینات من الہدی والفرقان یعنے اسکے احکام و حکمتین حق کیلیے کھلی نشانیان ہین اور حق و باطل و حرام مین تمیز دیتی ہین اور بعض نے کہا کہ اول ہدی اعتقادیات مین ہے اور دوسرا احکام عملی مین اس راہ سے کہ اسپر عمل کرنا موجب

وصول سچا ہی۔ قولہ تعالے فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ۔ اللہ عزوجل نے اس مہینہ کی بزرگی ظاہر کرکے ایک حکم حق اس مہینہ کے بابت فرمایا کہ جو تم مین سے اس مہینہ مین حاضر ہو یعنے مقیم ہو مسافر نہو اسکو چاہیے کہ روزہ رکھے بعض نے کہا مراد یہ ہی کہ جو اول شہر مین حاضر ہو وہ تمام مہینہ روزہ رکھے اگرچہ درمیان مین سفر کرے جیسا کہ علیؓ و ابن عمرؓ و ابن طاؤس رضی اللہ عنہم نے تفسیر کی ہی (اخرجہ ابن جریر و ابن ابی حاتم وغیرہما) پس یہ مجاز لغوی ہی کہ شہر کا اطلاق جزو پر کیا اور بیضاوی مین ہی کہ بعض نے مضاف مقدر کیا اے فمن شہد منکم ہلال الشہر یعنے جسنے تم مین سے چاند پایا۔ قال ابن کثیرؒ جو شخص کہ مقیم ہو بستی مین جبکہ ماہ رمضان آگیا اور وہ اپنے بدن سے تندرست ہو تو لامحالہ روزہ رکھے قال البیضاوی اصل اسکی یون ہی۔ فمن شہد منکم فیہ فلیصم فیہ یعنے جو شخص تم مین سے حاضر ہوا سکو چاہیے کہ اسمین روزہ رکھے پس بجاے ضمیر کے اسم ظاہر ذکر کیا پس اول۔ فیہ۔ کی جگہ۔ الشہر۔ کا ذکر کرنا واسطے تعظیم کے ہی اور دوسری فیہ کی جگہ ضمیر منصوب بنبز لہ مفعول بہ کے کردیا کیونکہ حقیقۃ تو ضمیر ظرف کی بدون فی کے نہین ہوتی ہی اور یہی تفسیر مختار ہی کہ جو شخص اس مہینہ کے اندر مقیم ہوگا خواہ اول مین ہو یا اوسط مین یا آخر کبھی ہو اسپر روزہ رکھنا واجب ہی جبکہ وہ تندرست ہو اور اگر درمیان مین سفر کرے تو افطار کرے اور اگر درمیان مین سفر سے آوے روزہ واجب ہو اس سے نکل آیا کہ جو امام رازیؒ نے یہان وہم پیش کیا کہ فمن شہد الخ شرط ہی اور فلیصمہ جزا ہی اور قاعدہ یہ کہ بعد شرط کے جزا ہوتی ہی تو لازم آیا کہ شہر یعنی ماہ رمضان کے بعد روزہ ہی حالانکہ یہ مقصود نہین ہی جواب یہ کہ الشہر۔ فی الشہر مراد ہی تو جو شخص کہ اس مہینہ کے اندر حاضر ہوا اسپر روزہ واجب ہی حتی کہ چاند رات سے ہو تو اول سے یا اوسط و آخر جب ہو فافہم قال ابن کثیر اور اس آیت نے منسوخ کردیا اس اباحت کو جو پہلی آیت سے ثابت ہوئی تھی کہ تندرست مقیم کو افطار کرکے بجاے اسکے مسکین کو فدیہ دینا مباح تھا پھر جب منسوخ کرکے روزہ رکھنا واجب فرمایا تو مسافر و مریض کا حکم اعادہ فرمایا بقولہ تعالے وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو دیگر ایام سے شمار واجب ہی ف یعنی جو شخص بیمار ہو کہ اسپر روزہ مشقت ہو یا شدت مرض کا خوف ہو یا مسافر ہو کہ حالت سفر مین ہو یعنے مقیم کے حکم مین بھی نہو تو اسکو روا ہی کہ افطار کرے اور جتنے دن افطار کرے اسیقدر گنتی سے اور دنون مین قضا کرلے اور یہ قضا واجب ہی اور یہ رخصت بمقتضاے رحمت ہی اسیواسطے فرمایا يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ اللہ تعالے تمھارے ساتھ آسانی چاہتا اور تمھارے حق مین مشقت نہین چاہتا ہی ف یعنے حالت مرض و سفر مین تم کو افطار کی رخصت دی باوجودیکہ مقیم تندرست پر واجب کردیا تو اسی سے کہ اللہ تعالے کو تیسیر آسانی کرنا منظور ہی اور رحمت ہی اور تمپر سختی نہین منظور ہی قال الشیخ ابن کثیرؒ سلف سے ایک جماعت کا یہ مذہب ہی کہ جو شخص اول ماہ مین مقیم ہو پھر اُسنے درمیان مہینہ مین سفر کیا تو اسکو عذر سفر کی وجہ سے افطار کا اختیار نہین ہی اور افطار کا اختیار اُسی مسافر کو ہی جسنے چاند دیکھا ایسی حالت مین کہ وہ مسافر تھا اھ یہ قول غریب ہی اگرچہ ابن حزمؒ نے اسکو صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہی ولیکن اس نقل مین نظر ہی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا کہ آپ ماہ رمضان مین غزوہ فتح کیواسطے نکلے اور چلتے چلتے مقام کدید مین پہونچے پھر افطار کیا اور لوگون کو افطار کرنیکا حکم کیا اخرجہ الشیخان مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث مین دلیل ہی کہ سفر مین روزہ واجب نہین ہوتا ہی ورنہ لازم آتا ہی کہ آپنے عمدًا واجب روزہ توڑ دیا حالانکہ اسپر کفارہ لازم آتا ہی پس وہ از قبیل نفل ہوتا ہی اور یہ قول علماے حنفیہ کے سوا ہی قال ابن کثیرؒ ایک جماعت صحابہ و تابعین کا یہ مذہب ہی کہ سفر مین افطار کرنا واجب ہی۔ اور جمہور علما کے نزدیک اسمین تخییر ہی کوئی بات واجب نہین اور یہی قول صحیح ہی کیونکہ صحیحین مین ابو درداءؓ سے روایت ہی کہ نکلے ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ماہ رمضان مین سخت گرمی مین یہانتک کہ یہ حال تھا کہ ہم مین سے کوئی گرمی کی شدت سے اپنے سر پر اپنا ہاتھ رکھتا تھا اور ہم مین کوئی روزہ وار نہ تھا سواے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عبداللہ بن رواحہ کے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ افطار واجب نہین ہی کیونکہ اگر واجب ہوتا تو آپ افطار کرتے اور مخصوص آپ نہین بلکہ عبداللہ بن رواحہؓ بھی روزے سے تھے اور علما مین سے ایک گروہ کا جنمین سے شافعیؒ بھی ہین یہ قول ہی کہ سفر مین روزہ رکھنا افطار سے

افضل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا جیسا کہ اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا۔ اور ایک گروہ نے کہا کہ نہیں بلکہ افطار کرنا افضل ہے
اسمیں ایک تو رخصت الٰہی کو قبول کرنا پایا گیا اور دوسرے اس حدیث سے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہے کہ آپ سے سفر کا روزہ رکھنا
پوچھا گیا تو فرمایا کہ اگر افطار کر لیا تو اچھا ہے اور اگر روزہ رکھ لیا تو اسپر کچھ گناہ نہیں ہے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا کہ اللہ تعالے کی اس رخصت کو جو تمہارے
واسطے رخصت دی ہے قبول کرو لہذا فرمایا وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ اور تاکہ تم شمار
پوری کرو اور تاکہ اللہ تعالے کی ہدایت کرنے پر اسکی تکبیر کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ ف لتکملوا تکمیل واکمال سے دونوں طرح قرارت ہے۔ قال الامام رح
اور ایک گروہ علما نے کہا کہ روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں مساوی ہیں کیونکہ حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے کہ حمزۃ بن عمرو الاسلمی نے کہا یا رسول اللہ
میں بہت روزہ دار آدمی ہوں بھلا میں سفر میں روزہ رکھا کروں تو فرمایا کہ اگر تیرا جی چاہے تو روزہ رکھ اور اگر تیرا جی چاہے افطار کرلے اور یہ حدیث
صحیحین میں ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر روزہ شاق ہو تو افطار کرنا افضل ہے کیونکہ جابر رض کی حدیث میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جسپر
سایہ کیا گیا تھا تو فرمایا کہ یہ کیا ہے صحابہ رض نے عرض کیا کہ روزہ دار ہے تو فرمایا کہ بر سے نہیں ہے سفر میں روزہ رکھنا یہ صحیحین میں ہے اور مسند امام احمد وغیرہ میں خبر
ابن عمر و جابر وغیرہ صحابہ سے روایت ہے کہ جسنے اللہ تعالے کی رخصت قبول نہ کی اسپر جبال عرفہ کے برابر گناہ ہوگا۔ اور علما نے اسکی یہ تاویل کی ہے کہ فطر کو
(پہاڑ عرفہ ۱۲)
مکروہ رکھے تو ایسے شخص پر افطار واجب ہے اور روزہ حرام ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ اصح حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر سفر میں روزہ رکھ لیا تو اسکی فرض کیطرف
سے کافی ہوجائیگا واللہ اعلم۔ اب رہی یہ بات کہ قضا کرنے میں پے در پے رکھنا چاہیے یا تفریق جائز ہے پس بعض علما کے نزدیک تتابع واجب ہے اور
یہ قول ضعیف ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ تتابع واجب نہیں چاہے پے در پے رکھے اور چاہے متفرق قضا کرے اور یہی علمائے حنفیہ کا قول ہے قال ابن کثیر رح
اور یہ قول جمہور سلف وخلف کا ہے اور دلائل شرعیہ اسی کے مثبت ہیں۔ پھر قولہ تعالے یرید اللہ بکم الیسر الخ میں دلالت ہے کہ اللہ عزوجل کو مومنوں پر آسانی
منظور ہے عموماً روزہ میں ہو یا غیر روزہ میں اور حدیث میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یسروا ولا تعسروا وسکنوا
ولا تنفروا۔ متفق علیہ آسانی کرو سختی نہ کرو اور تسکین دو نفرت مت دلاؤ۔ اور ایک روایت میں بشروا ولا تنفروا ہے یعنی بشارت دو نفرت مت
دلاؤ۔ اور اسی سے اکثر علما نے عوام کے واسطے جو آسان ہے اور آخری درجہ شرع میں جائز ہے مختار کیا ہے تاکہ شرع پر قائم رہیں ولیکن جو امر شرع میں
جائز نہیں اسمیں آسانی وبشارت کچھ نہیں ہے چنانچہ نماز جماعت کے ترک کرنے والوں کے حق میں فرمایا کہ میں نے قصد کیا کہ لکڑیاں جمع کرا کے انکا گھر
پھونک دوں یہ مضمون حدیث کا ہے اور شرع میں جو کچھ وارد ہے وہ آسان ہے چنانچہ سنن ومسانید میں روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ میں ملت حنیفیہ سمحہ کے ساتھ بھیجا گیا ہوں یعنی ملت حقہ آسان کے ساتھ بھیجا گیا ہوں قولہ تعالے ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ بیضاوی میں ہے
کہ لام تعلیل کا اور یہ علتیں ہیں فعل محذوف کی جسپر ماسبق دلالت کرتا ہے یعنی شروع کیا یہ سب جو ذکر کیا یعنی مقیم صحیح کو امر بصوم ہے اور مسافر ومریض کو
رخصت افطار ہے جسقدر افطار کیا اسکی عدت کی رعایت قضا میں واجب ہے یہ سب اسواسطے کیا تاکہ پوری کرو عدت الی آخرہ بر سبیل لف ونشر
مرتب ہے پس لتکملوا العدۃ تو علت ہے عدد افطار کے مراعات کی یعنی تا اسقدر جسقدر افطار کیا اسکی تعداد پوری کر کے ماہ رمضان کی تعداد کامل
کرلو اور لتکبروا اللہ علت ہے امر قضا و بیان کیفیت کیونکہ یہ نعمت مستوجب حمد ہے اور لعلکم تشکرون علت ہے رخصت دینے اور آسانی کرنے کی اور تکبیر
سے مراد تعظیم اللہ تعالے کا ہے اور ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ وہ یوں تکبیر کہتے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد اور ابن عباس سے
روایت ہے کہ روزہ داروں پر حق ہے کہ جب ماہ شوال کو دیکھیں تو تکبیر کہیں یہانتک کہ اپنے عید سے فارغ ہوں کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے ولتکبروا اللہ
داؤد ظاہری نے کہا کہ تکبیر واجب ہے اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ عید اضحی میں تکبیر کہے اور عید الفطر میں تکبیر نہ کہے اور جمہور کے نزدیک مستحب ہے پھر بعض علما

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدعاء ہو العبادۃ اے دعا کرنا عبادت ہی پھر آپنے پڑھا- وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین- پس آپکے اصحاب نے عرض کیا کہ آیا پروردگار ہمارا قریب ہو کہ اُس سے مناجات کرین اے آہستہ دعا مانگین یا دور ہو کہ اسکو پکارین تو یہ آیت اُتری- واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الآیۃ اخرجہ ابن جریر وابن جریج نے عطا سے روایت کی انکو خبر پہنچی ہو کہ جب یہ آیت اتری- وقال ربکم ادعونی استجب لکم- یعنے کہا پروردگار تمھارے نے کہ مجھسے دعا کرو مین تمھارے لیے قبول کرونگا تو لوگون نے کہا اگر ہم جانتے کہ کون گھڑی ہم دعا کرین تو اچھا تھا پس یہ آیت اُتری- واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الآیۃ قال المترجم اسمین اذا دعان سے جواب یہ ہو کہ جب چاہین دعا کرین پس کلام بالا بطریق افادہ وتتمہ ہو اور حضرت ابوموسی اشعری سے روایت ہو کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد مین تھے پس ہمنے یہ کرنا شروع کیا کہ جب کسی اونچائی پر چڑھتے یا اونچاؤ سے اُترتے تب ہی اپنی آوازین تکبیر کے ساتھ بلند کرتے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قریب آکر فرمانے لگے کہ اے لوگو نرمی کرو اپنی جانون پر کہ تم کسی بہرے کو نہین پکارتے اور نہ غائب کو پکارتے ہو بلکہ اسکو پکارتے ہو کہ وہ بڑا سننے والا اور بہت دیکھنے والا ہو البتہ تم جسکو پکارتے ہو وہ تم مین سے ہر ایک سے اسکی سواری کی گردن کی نزدیکی سے بھی زیادہ اوس سے نزدیک ہو اے عبداللہ بن قیس مین تجھے ایسا کلمہ سکھلاؤن جو جنت کے خزانون مین سے ہو وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہو اخرجہ الشیخان والامام احمد وغیرہ واحمد اور حضرت انس سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہو کہ مین اپنے بندے کے ظن کے جو میرے ساتھ رکھتا ہو نزدیک ہون اور مین اپنے بندے کے ساتھ ہون جب وہ مجھسے دعا کرتا ہو اخرجہ الامام احمد اور یہ نزدیکی وساتھ ایسا ہو جیسے اللہ تعالی نے حضرت موسی وہارون علیہما السلام سے فرمایا- اننی معکما اسمع واری- یعنے مین ضرور تم دونون کے ساتھ ہون سنتا ہون اور دیکھتا ہون شیخ شمسی رح نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالی نے تو فرمایا کہ- اجیب دعوۃ الداع اذا دعان- اور نیز فرمایا- ادعونی استجب لکم- حالانکہ بسا اوقات دعا کیجاتی ہو مگر نہین قبول ہوتی ہو تو اسکا جواب دیا گیا کہ اہل علم نے ان دونون آیتون کے معنی چند طرح پر بیان کیے ہین پس بعض نے کہا کہ دعا کے معنے اس مقام پر طاعت ہین اور اجابت کے معنی ثواب ہین اور بعض نے کہا کہ ہر دو آیت کے معنی خاص ہین اور لفظ عام ہو پس تقدیر یون ہو کہ- اجیب دعوۃ الداع ان شئت- (اگر مین چاہون) جیسے کہ فرمایا فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء یا اجیب دعوۃ الداعی ان وافق القضاء یا ان کانت خیرا لہ- اے اگر قبولیت اسکے لیے بہتر ہو یا ان لم یسال محالا- اے اگر ایسی چیز نہ مانگی جو محال ہو اور بعض نے کہا کہ آیت عام ہو اور اجیب کے معنے اسمع ہین اے مین سنتا ہون اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اجابت ہی مذکور ہو اے مراد کا دینا مذکور نہین ہو چنانچہ والد کبھی اپنے فرزند کی درخواست کو اجابت کرتا ہو پھر اسکی مراد عطا نہین کرتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ یہ معنی ہین کہ اللہ تعالی دعا کرنے والے کو خائب نہین فرماتا ہو پھر اگر مراد اسکے لیے مقدر ہوا تو عطا فرماتا ہو اور اگر مقدر نہ ہوا تو اسکا ثواب اسکے لیے ذخیرہ [illegible] رکھ چھوڑتا ہو یا کوئی بلا اسکے سر سے دور کر دیتا ہو اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالی مومن بندہ کی دعا اسیوقت قبول کرتا ہو اور اسکی مراد دینے مین تاخیر فرماتا ہو [illegible] اللہ تعالی کے نزدیک اپنے بندہ [illegible] اور سنکو نہین چاہتا اوسکی مراد دیدیتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ دعا کے لیے آداب وشرائط ہین تو جو انکو پورا کرکے دعا کرے وہ اجابت کا سزاوار ہو اور جسنے اسمین کمی کی وہ مستحق نہین ہوتا- ان اقوال مین سے بعضے صرف رائے سے ہین اور بہت ضعیف ہین اور باقی اپنی اپنی جہت سے ٹھیک ہین الشیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ مراد اس سے یہ ہو کہ اللہ تعالی کسی دعا کرنے والے کو خائب نہین کرتا اور کوئی چیز اسکو اس سے مشغول نہین کرتی بلکہ اللہ تعالی دعا کا سننے والا ہو اور وہ اللہ تعالی کے حضور مین ضائع نہین جاتی ہو اور حضرت سلمان فارسی سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی اس سے حیا کرتا ہو کہ بندہ اسکے سامنے دونون ہاتھ پھیلاوے اور انہین بھلائی مانگتا ہو پھر اللہ تعالی انکو نامراد لوٹا دے اخرجہ الامام احمد وابو داؤد والترمذی وابن ماجہ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہو اور حضرت ابوسعید

روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) کہ نہین ہی کوئی بندہ مسلمان جو دعا کرتا ہی اللہ تعالے سے کوئی دعا جسمین گناہ نہین اور نہ قطع رحم
مگر اللہ تعالے اُس کو اُس دعا سے تین باتون مین ایک بات ضرور عطا فرماتا ہی یا تو اُسکی مراد جلد عطا فرماتا ہی یا عاقبت کے لیے اُسکا ذخیرہ رکھ چھوڑتا ہی یا
اسکے مثل اُسکے سر سے بُرائی دور کر دیتا ہی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر ہم نے کثرت سے دعا کی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کی عطا
بہت کثیر ہی اخرجہ الامام احمد اور یہ ثلاثیات امامؒ سے ہی اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) کہ برابر بندے کی
دعا قبول کیجاتی ہی جب تک کہ گناہ یا ناتا کاٹنے کی دعا نہ کرے تا وقتیکہ استعجال نہ کرے تو پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ استعجال کیا تو فرمایا کہ یون کہے کہ مین نے
دعا مانگی اور مین نے دعا کی پر مین نہین دیکھتا کہ میری دعا قبول کیجائے تو یہ خیال پر دعا سے رُک رہتا ہی اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہی اخرجہ مسلم اور مراد استعجال سے
عجلت ہی اور عروہؒ سے مروی ہی کہ مین نے ام المومنین عائشہؓ سے پوچھا کہ اے ام عجلت کیونکر تو فرمایا کہ کہے کہ مین نے اللہ سے سوال کیا پر مجکو نہ دیا گیا اور مین نے
دعا کی پر قبول نہ کی گئی اور یہی قول سعید بن المسیبؒ سے مروی ہی اور عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ)
کہ دل حفاظت و نگہداشت کے لیے بھر رکھنے کے برتن ہین ان مین سے بعضے بہ نسبت بعضون کے حفاظت و نگہداشت اور بھرے
جانے مین بڑھے ہوتے ہین سو اے لوگو جب تم اللہ تعالے سے دعا مانگو تو مانگو درحالیکہ تم قبول کیے جانے کا یقین رکھتے ہو اور جان
رکھو کہ اللہ تعالے اُس بندے کی دعا قبول نہین فرماتا جسنے غافل دل سے دعا کی اخرجہ الامام احمد ونحوہ الترمذی **قال المترجم**
چونکہ دعا بڑی چیز اور مغز عبادت ہی لہذا اُسکے متعلق مسائل ذکر کرتا ہون ومن اللہ التوفیق نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الدعاء ہو العبادۃ اے دعا ہی عبادت ہی پھر آپنے یہ آیت پڑھی۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم الآیۃ۔ اخرجہ ابو داؤد وصححہ
الترمذی اس آیت تمام کے یہ معنی ہین اور کہا تمھارے پروردگار نے کہ مجھسے دعا کرو مین تمھارے لیے قبول کر دونگا ضرور جو لوگ تکبر کرتے ہین میری عبادت
وہ اوندھے مُنھ جہنم مین جائینگے۔ پس اللہ تعالے نے دعا کو عبادت فرمایا اور حدیث ترمذی مین ہی کہ جسکے لیے دعا کا دروازہ کھولا گیا اُسکے لیے رحمت کے دروازے
کھلے اور اللہ تعالے کو بندے سے عافیت طلب کرنا پسند ہی اور جو حادثہ نازل ہوا اور جو نہین نازل ہوا دونون مین دعا مفید پڑتی ہی اور قضا کو سوا دعا کے
کوئی چیز نہین لوٹاتی ہی اور حدیث مالک و ترمذی مین ذکر الٰہی کو خیر الاعمال اور درجات مین ارفع اور خدا کے نزدیک ازکی اور سونا چاندی خیرات کرنے سے
افضل اور ایسے جہاد سے جسمین کافرون کو قتل کرنا اور قتل ہونا واقع ہوا بڑھکر فرمایا ہی اور دعا کے واسطے کوئی وقت خاص نہین الا آنکہ بعضے اوقات مین کوئی
فضیلت اور بڑھ جاتی ہی چنانچہ حدیث ابو داؤد مین انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) اگر مین نماز صبح سے آفتاب طلوع
ہو جانے تک ایسے لوگون کے ساتھ بیٹھون جو اللہ تعالے کا ذکر کرتے ہون تو میرے نزدیک یہ بہتر ہی بہ نسبت اسکے کہ مین اولاد اسمٰعیل سے چار بردے آزاد کرون
اگر مین نماز عصر سے آفتاب غروب ہو جانے تک ایسے لوگون کے ساتھ بیٹھون جو اللہ تعالے کا ذکر کرتے ہون تو میرے نزدیک یہ بہتر ہی بہ نسبت چار بردے آزاد کرنیکے
**قال المترجم** اس سے خدا کی یاد کرنے والون کی بڑی فضیلت نکلی کہ صرف اُنکے ساتھ بیٹھنے کا یہ مرتبہ ہی اور نماز فجر کے بعد یاد الٰہی افضل ثابت ہوئی بہ نسبت
بعد عصر کے فافہم اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) کہ ہر رات جب تہائی آخر رات باقی رہتی ہی تب اُترتا ہی
پروردگار ہمارا آسمان دنیا کی طرف پس فرماتا ہی کہ کون ہی جو مجھسے دعا کرے پس مین اُسکی دعا قبول کرون اور کون ہی جو مجھسے درخواست کرے پس مین
اُسے عطا کرون کون ہی جو مجھسے بخشش مانگے پس مین اُسے بخشدون اخرجہ اصحاب الصحاح والسنن اس حدیث مین اُترنے سے مراد رحمت و الطاف پروردگار
کا اُترنا ہی اور حق یہ ہی کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے سچے رسول ہین تو جو کچھ آپ نے فرمایا سب حق ہی ہم ایمان لائے کہ نزول پروردگار
ہر رات ہوتا ہی مگر اسکی کیفیت ہمپر مجہول ہی اور خدا کو معلوم ہی جسمون کا سا اُترنا یا کسی مخلوق کا سا اُترنا ہرگز نہین ہوتا اللہ تعالے کے مثل کوئی چیز نہین

کما قال تعالے لیس کمثلہ شیٔ-لہذا واجب ہو کہ کوئی شخص نزول آلہی کا تصور نہ باندھے اسلیے کہ جو تصور کریگا وہ خواہ مخواہ حادث ومخلوق چیز کے نزول پر صادق ہوگا کہ یہی اسنے دیکھا سُنا وجانا ہو اور ذات قدیم سے بالکل کسی وجہ سے بھی اپنے تصور مین آگاہ نہین ہوا ہو اور یہی مذہب سلف اور صالحین امت کا ہے اور زیادہ قبولیت کے وقتون مین سے اخیر رات کا درمیان قریب تہائی کے اور بعضون نے کہا کہ تہائی رات جانے کے بعد رات مین جسوقت خدا سے دعا کرے اور یہ اقرب ہے اور فریضہ نمازون کے پیچھے اور اذان کے بعد اور اذان واقامت کے بیچ مین عافیت دنیا وآخرت کی دعا اولی ہو اور جہاد مین لڑائی شروع ہوجانے پر اور مینھ برسنے پر اور سجدہ مین اور اسکے سواے اور ہین چنانچہ بعض آگے مذکور ہونگے-اور جن لوگون کی دعا زیادہ قبولیت رکھتی ہو اُنہین سے ایک مظلوم کہ اسنے زبان وغیرہ سے بدلا نہ لیا ہوا اور مسافر ہو اور باپ اپنی اولاد کے حق مین دعا کرے اور پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کے واسطے دعا کرے اور بندہ مومن جب اپنے بھائی کے واسطے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہو تو ملائکہ اُسکی دعا پر آمین کہتے ہین اور کہتے ہین کہ اسکے مثل اللہ تعالے تجھے بھی عطا فرما دے اور مظلوم نے اگے ظالم پر بد دعا کی تو مظلوم نہ رہا اور اصح یہ ہو کہ دعا مین اسقدر ہاتھ اٹھانا کہ بغل ظاہر ہو مستحب ہو اور قبولیت کا یقین رکھنا واجب ہو اور واضح رہے کہ کوئی دعا بغیر اسکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے قبول نہین ہوتی بلکہ آسمان وزمین کے درمیان پڑی رہتی ہو جیسے کافرون کی پکار بھٹکتی پھرتی ہو پس اول دعا مین اور بیچ مین اور آخر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے واسطے دعا فرماتے تو پہلے اپنی ذات مبارک سے شروع کرتے تھے کما صححہ الترمذی من حدیث ابی بن کعب اور دعا مین ایسا کوئی لفظ نہ کہے کہ عزم سوال مین مخل ہو مثلاً پروردگار میرے اگر تو چاہے تو یہ عطا فرما کیونکہ اللہ تعالے کو کوئی چیز مانع نہین ہوسکتی اور حدیث ترمذی مین ہو کہ ایک شخص نے صبر مانگا یعنے اوسپر کوئی بلا نہ تھی اور اُسنے صبر مانگا تو آپ نے اوسکو فرمایا کہ تو عافیت مانگ کہ تونے بلا مانگی ہو اور جامع دعا بہتر ہے اور تین مرتبہ دعا کرنا پسندیدہ اور دعا مین جلدی کرنا مکروہ اور جلدی اُسکے اثر کیطرف نگاہ کرنا اور نا امید ہونا خرابی اور گناہ وقطع رحم کی دعا حرام ہو اور اللہ تعالے سے دعا نہ کرنا خدا کے غضب مین پڑنا ہو اور ہر چیز ادنے واعلی کی حاجت ہو حتی کہ نمک وجوتی کا تسمہ تک کی دعا اولی ہو اور اکثر علماے حنفیہ کے نزدیک جو چیز بندے سے مانگ سکتا ہو نماز کے اخیر دعا مین وہ داخل نہ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم فرمایا ہوا طریقہ دعا کا بروایت اصحاب سنن یہ ہو کہ پہلے اللہ تعالی کی حمد وثنا کرے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر جو چاہے دعا کرے قال المترجم وآخر مین بھی درود بھیجے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور آمین پر ختم کرنا مستحب ہو اور اللہ تعالے کی حمد وثنا مین چاہیے کہ اللہ تعالے کے ننانوے پاک نامون مین سے جنکے یاد کرنے سے بندہ جنتی ہوتا ہو اللہ تعالے کا اسم اعظم ضرور لاوے اور اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا اسم اعظم ان دو آیتون مین ہو-والٰہکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمن الرحیم اور شروع سورۂ آل عمران-الم اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم-اخرجہ ابو داؤد وصححہ الترمذی اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یون دعا کرتے سُنا اللہم انی اسالک بانی اشہد انک انت اللہ لا الہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد-تو فرمایا قسم ہو اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہو کہ اسنے اللہ تعالے سے اسکے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ایسا اسم اعظم ہو کہ جب اسکے ساتھ دعا کیجاوے تو قبول فرماتا ہو اور جب اسکے ساتھ مانگا جاوے تو عطا کرتا ہو اخرجہ ابو داؤد والترمذی اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے یون دعا کی-اللہم انی اسألک بان لک الحمد لا الٰہ الا انت المنان بدیع السموات والارض ذو الجلال والاکرام یاحی یاقیوم تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کسکے ساتھ دعا کی پس صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ واسکا رسول دانا تر ہو تو فرمایا کہ قسم ہو اُس ذات کی کہ جسکے قبضہ مین میری جان ہو کہ اسنے درخواست کی اللہ تعالے سے اسکے ایسے اسم اعظم کے ساتھ کہ جب اسکے ساتھ دعا کیجاتی ہو تو قبول فرماتا ہو اور جب اسکے ساتھ درخواست کیجاتی ہو تو عطا کرتا ہو اخرجہ اصحاب السنن پھر اولے وہ دعائین ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مفصل مروی ہوئی ہین جنکو احادیث سے لینا چاہیے یہان انکی گنجائش نہین ہو مگر یہ واضح رہے کہ دعا قبول ہونے کے واسطے آداب وشرطین ہین جنمین سے بعض تو اوپر کے بیان سے سمجھی جاتی ہین اور باقی مین سے بعض چیز دار مدار

ہے ذکر کرنا چاہیے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) اے لوگو اللہ تعالے طیب ہے پاک ہی کو قبول کرتا ہے
اور اللہ تعالے نے مومنوں کو اسی چیز کے ساتھ حکم دیا جسکے ساتھ رسولوں کو حکم فرمایا ہے چنانچہ فرمایا۔ یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ اور
فرمایا۔ یا ایھا الذین آمنوا کلوا من الطیبات ما رزقناکم۔ پھر ذکر کیا کہ آدمی طول سفر کرتا ہے اس حال میں کہ پریشان بال گرد آلودہ ہے اپنے دونوں ہاتھ آسمان
کیطرف اٹھا کر کہتا ہے کہ اے رب اے رب حالانکہ جہان سے کھاتا ہے حرام ہے اور جہان سے پیتا ہے حرام ہے اور حرام کھا کر پلا ہے تو ایسے کی دعا کہاں قبول
کیجائیگی اخرجہ مسلم والترمذی اور حدیث میں آیا ہے کہ حلال کھلا ہے اور حرام کھلا ہے اور ان دونوں کے بیچ میں مشتبہات ہیں یعنے ایک دلیل حلال ہونے کی بھی قائم ہوتی
ہے اور دوسری دلیل سے حرمت نکلتی ہے پس مشتبہ ہیں کہ انکو بہت لوگ نہیں جانتے ہیں تو جو شخص اُنسے بچا وہ اپنا دین بچا لے گیا۔ ایسی زمانہ میں بڑی بات یہ ہے
کہ برادران اسلام خواہ تاجر ہیں یا پیشہ ور یا نوکر انکو لازم ہے کہ معاملات کے مسئلے سیکھیں اگر زیادہ نہیں تو اتنا ضرور کہ جس حال میں ہیں اسکے مسائل شرعی معلوم کریں
تاکہ کھلے حرام سے بچ جاویں اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ترجمہ) لوگوں پر ایسا زمانہ آویگا کہ آدمی کچھ پروا نہ کریگا
کہ اسنے کسمیں سے لیا حلال میں سے یا حرام میں سے اخرجہ البخاری والنسائی اور امام رزین کی روایت میں اسپر اسقدر زیادہ ہے کہ فرمایا کہ پس ایسی حالت میں اُن
لوگوں کی کوئی دعا قبول نہو گی کذا فی الجامع اور شیخ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالے نے اس آیت کریمہ کو جو دعا کرنے پر برانگیختہ کرتی ہے روزے کے
حکموں کے بیچ میں ارشاد و تعلیم کے واسطے ذکر فرمایا تاکہ روزے کی مدت پوری ہونے پر بلکہ ہر روز افطار کے وقت پر دعا کرنے میں کوشش کریں یعنے وہ
قبولیت دعا کے وقتوں میں مخصوص ہے چنانچہ امام ابو داؤد طیالسیؒ نے عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کی کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ
فرماتے تھے (ترجمہ) روزہ دار کے لیے اسکے افطار کے وقت دعا مستجاب ہوتی ہے۔ پس عبداللہ بن عمروؓ جب افطار کا قصد کرتے تو اپنے اہل و اولاد کو بلاتے
اور دعا کرتے اور ابن ماجہ کی روایت میں دعا مستجاب کی جگہ ایسی دعا ہے کہ پھیری نہیں جاتی ہے واقع ہوا اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے امام احمد و
ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کے پاس ثابت ہے کہ تین شخصوں کی دعا رد نہیں کیجاتی امام عادل کی دعا اور روزہ دار کی افطار کے وقت اور مظلوم کی
دعا۔ ف شیخ نے عرائس البیان میں حقائق و اشارات میں فرمایا قولہ تعالے۔ اجیب دعوة الداع اذا دعان۔ اے مخلصوں کی دعا میں قبول کرتا ہوں
جبکہ وے قید دل سے اضرار کی زبان سے مجھ سے دعا کرتے ہیں اگرچہ انکو یہ معلوم نہو کہ میں نے انکی دعا انکے واسطے قبول فرمائی فلیستجیبوا لی۔ پس چاہیے
کہ وے قبول کریں جب میں انکو بلاتا ہوں کہ میرے غیر سے بالکل اعراض کرکے میرے مشاہدے کے لیے حاضر ہوں اور دشمن کی بات نہ سنیں لعلھم یرشدون
اے راہ پاویں مقام طمانینت کی اور حقائق تمکین کی شرط معرفت کے ساتھ اور شبلیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالے جب اپنے بندے کو اپنی قربت کی لذت
دے دیتا ہے تو اسکو اپنے واسطے برگزیدہ کر لیتا ہے اور اسکی سیاست کا خود متولی ہوتا ہے اور اپنے اخلاق سے اسکو ادب سکھلا کر با ادب کر دیتا ہے اور اسکو اپنی ذات
پاک کے اوصاف میں سے تین وصف دیتا ہے ایک حیات ایسی کہ اسمیں موت نہیں ہے اور دوم قدرت کہ کسی عجز سے زائل نہیں ہوسکتی و سوم جو اسکا ہی ہے
ملک پس یہی قول اللہ تعالے کا ہے۔ واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب الآیۃ۔ و بعض نے فرمایا کہ یہ معنی ہیں کہ جب تجھے میرے مشتاق بندے مجھے
دریافت کریں تو انکو خبر دے کہ میں انسے ہر نزدیک چیز سے زیادہ نزدیک ہوں اور میں انکے یقین کے ساتھ ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتے ہیں اور شیخ
رویمؒ نے فرمایا کہ ہر روک ٹوک کو دور کر دینا قربت ہے اور حضرت جنیدؒ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالی کی قربت بندے سے کیونکر ہے تو فرمایا اللہ تعالی
قریب ہے نہ باجتماع یعنے اسکی قربت یوں نہیں ہوتی جیسے انسان کے تصور میں آتی ہے یعنے یکجا اور اکٹھا ہونا اور وہ بعید ہے نہ با فتراق یعنے
دوری اسکی جدا اور فاصلہ کی راہ سے جیسے مخلوق میں ہوتی ہے نہیں ہے اور فرمایا کہ قربت سے حیا پیدا ہو جاتی ہے پھر واضح ہو کہ ابتدائے اسلام
میں روزہ کھول کر بعد عشاء و خواب کے کھانا پینا وغیرہ جائز نہیں رہتا تھا لہذا حق تعالے نے عفو فرما کر نازل فرمایا قولہ تعالے۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ
حلال ہوا تم کو روزے کی رات میں بے پردہ ہونا اپنی عورتوں سے وہ پوشاک ہیں تمھاری اور تم پوشاک ہو انکی اللہ نے معلوم کیا کہ تم اپنی

تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ
چوری کرتے تھے سو معاف کیا تم کو اور درگذر کی تم سے پھر اب ملو اُن سے اور چاہو جو لکھدیا ہے اللہ نے تمکو

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ
اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آوے تمکو دھاری سفید جدی دھاری سیاہ سے فجر کی پھر پورا کرو روزہ

إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا
رات تک اور نہ لگو اُن سے جب اعتکاف بیٹھے ہو مسجدوں میں یہ حدیں باندھی ہیں اللہ کی سو انکے پاس نہ جاؤ

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ○
اسطرح بیان کرتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے لیے شاید وہ بچتے رہیں

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ حلال ہوا تم کو روزے کی رات میں بے پردہ ہونا اپنی عورتوں سے ف یعنے جماع کرنا تم کو روزوں کی رات میں حلال ہے هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ وہ پوشاک ہیں تمھاری اور تم پوشاک ہو انکی ف یہ کنایہ ہے باہم جورو مرد کے معانقہ کرنے سے یا دونوں کے ایک دوسرے کیطرف محتاج ہونے سے جیسے کہ لباس کی جانب احتیاج ہوتی ہے عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ اللہ نے معلوم کیا کہ تم اپنی چوری کرتے تھے ف یعنی تم اپنے نفسوں کو روزے کی راتوں میں جماع کر کے چراتے تھے چنانچہ عمرؓ و کعبؓ وغیرہ سے ایسا واقع ہوا تھا فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ۔ پس اللہ تعالےٰ نے تمپر رجوع فرمایا و تم سے عفو کیا ف یعنے توبہ قبول کر کے عفو کیا اور رحمت کے ساتھ رجوع فرمایا حتے کہ اجازت دیدی فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ پس اب اپنی عورتوں سے مباشرت کرو اور جو اللہ تعالےٰ نے تمھارے لیے لکھدیا اُسکو طلب کرو ف یعنے فرزند صالح وغیرہ۔ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا اور کھاؤ اور پیو ف تمام رات۔ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ یہانتک کہ تم کو فجر کے سیاہ ڈورے سے سپید ڈورا ظاہر ہو جاوے ف یعنے فجر کاذب سے فجر صادق کھل جاوے تو پھر مت کھاؤ پیو لہذا فرمایا۔ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ پھر روزے کو رات تک لیجاؤ ف یعنے پھر اسوقت سپیدہ سے صوم کو کھینچ لیجاؤ رات تک تو رات داخل صوم نہیں ہے کیونکہ وہ تو پہلے سے مباح تھی عشا تک اور اگر داخل ہو تو تمام رات روزہ ہو جاوے اور یہ شروع آیت سے باطل ہے اور اگر کچھ رات تو بھی باطل ہے اسواسطے کہ اسکے کچھ معنی نہیں کہ کچھ رات لو اور کچھ چھوڑ دو تو معلوم ہوا کہ رات تک صوم کو لیجانا مراد ہے اور رات داخل کرنا کچھ بھی مقصود نہیں ہے پھر روزہ کھولکر رات بھر کھانا پینا جائز اور جماع حلال ہے جبکہ مسجدوں میں اعتکاف نہو چنانچہ فرمایا وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ اور عورتوں سے مباشرت نہ کرو درحالیکہ تم مسجدوں میں معتکف ہو ف نہ مباشرت یعنے شہوت سے لپٹانا بھی مکروہ ہے تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ○ یہی اللہ تعالےٰ کے حدود ہیں پس انکے قریب مت آؤ یوں ہی اللہ تعالےٰ اپنی آیتوں کو لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وے تقوی اختیار کریں ف یعنے اللہ تعالےٰ نے یہ مقامات حد کر دیے ہیں کہ اس حد سے تجاوز جائز نہیں ہے تو متقی کو چاہیے کہ حد کے پاس بھی نہ آوے تاکہ ایسا نہو اس سے گذر جاوے پس معصیت میں مبتلا ہو۔ شان نزول اور قصہ آیت کا بیان۔ یہ ہے کہ براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جب حکم روزہ رمضان نازل ہوا تو اہل ایمان پورے رمضان

پھر عورتون سے قربت نہین کرتے تھے اور بعضے آدمی اپنے نفسون کی خیانت کرتے پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اتاری۔ علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم الآیۃ۔ اخرجہ البخاری اور نسائی کی روایت مین ہے کہ صحابہ مین سے کوئی اگر عشا کا کھانا کھانے سے پہلے سوجاتا تو پھر اسکو حلال نہ تھا کہ اس رات اور دوسرا دن بھر کچھ کھائے یا پیے تا آنکہ آفتاب غروب ہوجاوے یہانتک کہ یہ آیت اُتری۔ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود الآیۃ اور کہا کہ قیس بن صرمۃ الانصاری کے حق مین اُتری قال الشیخ ابن کثیرؒ یہ اللہ تعالےٰ کیطرف سے مسلمانون کو رخصت ہے اور جو حکم ابتداے اسلام مین تھا اسکا اٹھا دینا کیونکہ ابتداء میں یہ حکم تھا کہ جب کسی نے افطار کیا تو اسکو کھانا و پینا و جماع کرنا فقط نماز عشا تک یا قبل اسکے سونے تک حلال تھا پھر جسوقت سوگیا یا عشا کی نماز پڑھ لی تو اسپر کھانا و پینا و جماع کرنا دوسرے دن گذرنے کے بعد رات آنے تک حرام ہوجاتا تھا یعنے اسی وقت سے روزہ شروع ہوجاتا تھا پس صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے بہت مشقت لاحق ہوئی قال المترجم ظاہر حدیث براءؓ سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان بھر جماع حلال نہ تھا مگر بعض روایات مین ایسا بھی مذکور ہے جیسے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے پس اس آیت رخصت و رحمت کے باعث نزول دو ہین ایک یہ کہ بعض نے اپنے نفسون کی خیانت اسطرح کی کہ رات مین جماع کرلیا اور دوم یہ کہ بعض کو کھانا پانی نہ ملنے سے سخت مشقت لاحق ہوئی چنانچہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ مسلمانون کا حال ماہ رمضان مین یہ تھا کہ جب انھون نے نماز عشا پڑھ لی تو انپر عورتین اور طعام اگلی رات آنے تک حرام ہوجاتی تھین پھر مسلمانون مین سے چند آدمیون نے بعد عشا کے عورتون و کھانے سے انتفاع حاصل کیا اور عمر بن الخطابؓ بھی انھین چند لوگون مین تھے پس ان لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اُتاری علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروھن الآیۃ قال المترجم عامہ آثار مین صرف بعد عشا کے عورتون سے جماع کرلینا مذکور ہے طعام سے انتفاع مذکور نہین اور کریبؒ نے حضرت ابن عباس سے بلا ذکر طعام روایت کیا ہے اور یہی اظہر ہے اور کریبؒ کی روایت مین حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی سے قربت کرلینا مذکور ہے اور یہی اثر ابوہریرہؓ مین ہے اور مرسل عبد الرحمن بن ابی لیلی مین بھی صرف حضرت عمرؓ کا ذکر ہے اور ابن جریرؒ نے اپنی سند سے کعب بن مالک سے حضرت عمر و کعب بن مالکؓ دونون سے ایسا واقعہ ذکر کیا ہے اور اسکی سند مین ابن لہیعہ راوی ہین جنمین کلام ہے مگر مجاہد و عکرمہ و قتادہ و عطا سے بھی یونہی مروی ہوا کہ حضرت عمرؓ نے جو ایسا فعل کیا تھا انکے سبب سے یہ آیت اُتری قال المترجم تحقیق یہ ہے کہ ایسا کرنے والے سوا حضرت عمرؓ اور بھی تھے مگر شکایت اور اظہار اسکا حضرت عمرؓ نے کیا جسپر یہ آیت اُتری فالئٰن اور کلوا واشربوا۔ یعنے کھانے پینے کی اباحت تا وقت سحر اُترنے کا یہ سبب ہوا کہ قیس بن صرمۃ الانصاری کو بسبب بھوک پیاس کے غش آگیا تھا چنانچہ براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جب آدمی روزہ دار ہوتا اور افطار کا وقت آتا اور وہ افطار سے پہلے سوجاتا تو اس رات اور دوسرا دن کچھ نہین کھاسکتا یہانتک کہ شام ہوجاوے اور قیس بن صرمۃ انصاری روزے سے تھے پھر جب افطار کا وقت آیا تو اپنی بیوی کے پاس آئے اور پوچھا کہ تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے اُسنے کہا کہ نہین ولیکن مین جاتی ہون تمھارے لیے کوشش کرتی ہون اور قیس بن صرمہ نے وہ تمام دن اپنے کھیت مین کام کیا تھا پس انکی آنکھ لگ گئی پھر انکی بیوی آئی تو جب انکو دیکھا تو کہا خیبۃ لک۔ اے تیری خرابی پھر دوسرے روز جب دوپہر کا وقت ہوا تو انپر غشی طاری ہوئی پھر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا گیا تو یہ آیت اُتری۔ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الے نسائکم پس صحابہؓ اس سے بہت خوش ہوے پس اُتری۔ وکلوا واشربوا۔ قال المترجم روایت ابوداؤد و ترمذی و بخاری مین یونہی ہے اور دوسری روایت مین یون ہے کہ پس یہ آیت اُتری۔ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر پس صحابہؓ کو اس سے بہت ہی خوشی ہوئی ہکذا اورد الشیخ ابن کثیر فی التفسیر اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ظاہر اول یہ ہے کہ آیت۔ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم ہن لباس لکم وانتم لباس لہن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم کے ملی وکلوا واشربوا

حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود بھی اُتری اور بہت خوشی ۔ رفع مشقت وغیرہ کے سوائے اسوجہ سے بھی تھی کہ اللہ تعالے نے قبیل توبہ کے معاف کیا اور
درگذر کی جیکہ ال نظر رحمت پر دلالت کرتا ہے اور بعض روایتہ مین بجائے قیس بن صرمہ کے صرمہ بن قیس مذکور ہے اور بعض مین قیس بن عمرو اور شاید صحیح قیس بن صرمہ ہے
واللہ اعلم وھو قیس بن عمرو الانصاری اور رفث اس آیت مین کنایہ از جماع ہے قالہ ابن عباسؓ ومجاہد وسعید وسالم وحسن وزہری وابراہیم وغیرہم اور لباس لکم کی تفسیر ابن عباس
ومجاہد وسعید وغیرہم سے سکن لکم مذکور ہے یعنے ہن سکن لکم وانتم سکن لھن ۔ اور ربیع بن انس سے یعنی ہن لحاف لکم وانتم لحاف لھن مروی ہے پس یہ جملہ گویا جماع مباح کرنیکا
بیان مناسبت ہے کہ مرد اسکی عورت دونون مین سے ہر ایک دوسرے سے مخالط رہتا اور ایک سے دوسرے کا بدن چھوتا رہتا ہے اور باہم لپٹے ہین تو مناسب ہوا کہ رمضان
کی رات مین انکو جماع کرنے کی رخصت عطا ہو اور قولہ وابتغوا ما کتب اللہ لکم مین کتب یا تو بمعنی قدر ہے یقال المہر مکتوب ای مقدر پس مراد فرزند ہے وکذا روی عن ابی ہریرہؓ
وابن عباس وانس وشریح القاضی ومجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وآخرین پس حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے نے جو رمضان کی رات مین جماع کو حلال کردیا تو تمکو چاہیے
کہ جماع محض حظ نفسانی کی خواہش نکرو بلکہ جو غرض اس سے ہے کہ کسر شہوت وتناسل ہو وہ چاہو ۔ یا بمعنے اباح لکم ہے پس مراد یا تو جماع ہے قالہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم
یا موضع حرث یعنے فرج عورت ہے اور ابن عباس سے لیلۃ القدر بھی اسکی تفسیر ابن ابی حاتم وابن جریر نے روایت کی ہے اور قتادہ سے مروی ہے کہ ما کتب اللہ لکم ای الرخصۃ التی
کتب اللہ لکم یعنے ما احل اللہ لکم اور ابن جریر رحمہ اللہ کا مختار یہ ہے کہ آیت کریمہ ان سب معنون کو شامل ہے پس ابن عباسؓ سے اختلاف روایات کا اشکال دفع ہوگیا اور
قولہ تعالے وکلوا واشربوا حتے یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود سے اللہ تعالے نے بلحاظ اباحت جماع کے کھانا وپینا بھی مباح کردیا کہ رات مین جسوقت چاہو
ایسا کرو یہانتک کہ صبح کی روشنی رات کی تاریکی سے ظاہر ہو اور اسکو الخیط الابیض من الخیط الاسود ۔ یعنے سپید تاگے کا سیاہ تاگے سے ظاہر ہونے کے ساتھ تعبیر
فرمایا کہ اُجلی دکھلائی دینے مین یہ اسکے مشابہ ہے اور من الفجر رفع التباس کے لیے فرمادیا چنانچہ پہلے من الفجر کا لفظ نازل نہوا تھا پس بعضے صحابہ خیط ابیض وخیط اسود سے
سفید وسیاہ تاگا ہی سمجھے چنانچہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیہ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود اتاری گئی اور من الفجر کا
لفظ نہین اتارا گیا پس لوگون مین سے چند لوگ جب روزہ کا ارادہ کرتے تو باندھتا انمین سے ایک اپنے دونون پاؤن مین سفید تاگا اور سیاہ تاگا اور برابر
کھاتا رہتا یہانتک کہ اسکو ان دونون کی رویت ظاہر ہوتی پھر بعد کو اللہ تعالے نے من الفجر کا لفظ نازل فرمایا تو لوگون نے جانا کہ اللہ تعالی کی مراد دن ورات
یعنے سپید وسیاہ متمیز دکھلائی دینے لگتے
اخرجہ البخاری اور امام احمد نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آیۃ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود اُتری تو قصد کرکے دو ڈورے
لیے ایک سیاہ اور دوسرا سپید پس مین نے دونون کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا پھر مین نے یہ کیا کہ انپر نگاہ کیا کرتا پھر جب مجھے سیاہ سے سفید جدا ظاہر ہوا تب مین نے
اپنے آپ کو روکا پھر جب صبح ہوئی تو مین اول وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور جو مین نے کیا تھا اُس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
یعنے کھانے پینے سے
وسلم کو خبر دی تو آپنے فرمایا کہ اگر تو نے ایسا کر پایا تو تیرا تکیہ بہت چوڑا ہے اسکی تو مراد یہی ہے کہ رات کی سیاہی سے دن کی سپیدی ظاہر ہو اور صحیحین مین کئی طور سے
بخاری ومسلم
یہ حدیث عدی بن حاتمؓ سے روایت کی گئی ہے اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان وسادک اذاً لعریض اسکے یہ معنی ہین مراد تو خیط ابیض واسود سے
سپیدی روز وسیاہی شب ہے پس جب تو نے انکو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا تو یہ مقتضی ہے کہ تیرا تکیہ مشرق ومغرب کی چوڑان کی گنجائش رکھتا ہے اور یہ معنی خود بعض
روایات بخاری مین بیان ہوے ہین پس روزے کیواسطے دن کا شمار سیاہی شب سے سپیدی فجر ظاہر ہونے سے ہے طلوع آفتاب سے نہین ہے اور طلوع فجر تک
کھانے کی اجازت دینے سے سحری کھانا مستحب نکلتا ہے اسواسطے کہ یہ رخصت الٰہی ہے اور رخصت کو اختیار کرنا مستحب ہے اسی سے حدیث مین سحری کی بابت
تاکید آئی ہے چنانچہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کھاؤ کہ سحری کھانے مین برکت ہے اخرجہ البخاری ومسلم اور عمرو بن العاص
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے روزے اور اہل کتاب کے روزے مین فرق سحری کھالینے سے ہے اخرجہ مسلم اور امام احمد کی حدیث
ہم کھاتے ہین وہ نہین کھاتے تھے
ابو سعیدؓ مین تاکید ہے کہ اسکو مت چھوڑو اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لو کیونکہ اللہ تعالے اور اسکے فرشتے صلوۃ بھیجتے ہین سحری کھانے والون پر قال المترجم مراد

یہ ہے کہ اللہ تعالی انپر رحمت کرتا ہے اور فرشتے انکے لیے برکت وغیرہ کی دعا کرتے ہیں اور اس باب میں بہت حدیثیں آئی ہیں اور یہ بھی مستحب ہے کہ سحری بین آخر وقت تک تاخیر کرے حتی کہ بعض احادیث میں بیان ہے کہ صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے وقت سحری کھائی کہ بعضوں کو فجر طلوع ہوجانے کا گمان ہوا اور سحری کی اسطرح تاخیر ایک جماعت صحابہ و بہتیرے تابعین و سلف صالحین سے مروی ہے اور صحیحین کی روایت میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال کا اذان دینا تمکو تمہاری سحری کھانے سے منع نہ کرے کہ وہ رات سے اذان کہتا ہے لیس کھاؤ پیو یہانتک کہ ابن ام مکتوم کی اذان سنو اور یہ روایت بخاری کا ترجمہ ہے اور ابن ام مکتوم آنکھوں سے نابینا تھے اذان نہیں کہتے یہانتک انسے کہا جاتا کہ تم نے صبح کردی تم نے صبح کردی اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک جب اذان رات سے نہیں روا ہے تو مراد یہ ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ تہجد و سحری کے لیے اذان کہتے تھے اور ابن ام مکتوم صبح صادق ہونے پر کہتے تھے اور حدیث امام احمدؒ میں طلق بن علیؓ کی روایت سے موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر وہ نہیں ہے جو افق میں مستطیل ہوتی ہے بلکہ وہ ہے جو چوڑان میں پھیلی ہوئی سرخ ہوتی ہے اور ایسے ہی مسلم و ترمذی کی حدیث میں ہے اور اسی انتہاے وقت اباحت جماع و طعام وغیرہ سے استدلال[له] کیا جاتا ہے کہ روزہ کا ارادہ کرنے والا اگر صبح ہوجاوے اور وہ جنابت کی حالت میں ہو تو چاہیے کہ غسل کرے اور روزہ تمام کرے اور کچھ حرج نہیں ہے اور یہی چاروں اماموں اور جمہور علماے سلف و خلف کا مذہب ہے اور حدیث عائشہ و ام سلمہ رضی اللہ عنہما میں ہے کہ ہر دو ام المومنینؓ نے فرمایا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کرتے درحالیکہ جنب ہوتے سواے احتلام کے جماع سے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھتے اور حدیث ام سلمہ میں اسقدر زائد ہے کہ پھر نہ یہ روزہ کھول ڈالتے اور نہ اسکو قضا کرتے اخرجهما البخاری ومسلم واعلم ان فی مسند الامام احمد ما ینا قض ذلك فانه قال حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن همام عن ابی هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال اذا نودی للصلوة صلوة الصبح واحدكم جنب فلا يصم يومئذ وهذا الحديث كما ترى جيد الاسناد على شرط الشيخين فمن العلماء من علل بانه مضطرب الاسناد بما يروى مرفوعا وبما موقوفا على فضل بن عباس قلت وهذا ليس بعلة تقدح ومنهم من ذهب الى هذا الحديث وحكى هذا عن ابی هريرة وسالم وعطاء وهشام بن عروة وغيرهم ومنهم من فرق بين ان يصبح جنبا نائما فلا عليه لحديثي عائشة وام سلمة وبين ان يصبح جنبا مختارا فلا صوم له لحديث ابی هريرة وحكى هذا عن طاوس وعروة والحسن ومنهم من فرق بين الصوم الفرض والنفل بان يتم في الاول ثم يقضيه وفي الثانی لا يضره ويروى هذا عن ابراهيم النخعی ومنهم من ادعى نسخ حديث ابی هريرة بحديثي عائشة وام سلمة ولكن لا تاريخ معه وكذا دعوى ابن حزم نسخه بهذه الاية بلا تاريخ بل التاريخ يدل على خلافه ومنهم من قال ان حديث ابی هريرة محمول على نفی الكمال وحديثی عائشة وام سلمة رضی الله عنهما يدلان على الجواز وقال ابن كثير فی التفسير وهذا المسلك اقرب الاقوال واجمعها قلت فاذا قوله فلا يصم بمعنى فلا صوم له وهذا كما تراه بعيد واقرب الاقوال عندی انما هو الثانی بعد تسليم الحديث وهو التفرقة بين ان يصبح جنبا نائما وبين ان يصبح مختارا ومعنى هذا القول عندی ان من باشر فعل الجنابة باختياره فاصبح وهو على هذه الحالة فلا يصم يومئذ وحمل حديث ابی هريرة على هذا غير بعيد فمعنى قوله واحدكم جنب ای مباشر ما يكون به جنبا وهو كناية عن الجماع فليتامل فيه اور افطار میں تعجیل کرنا مستحب و مسنون ہے اور سہل بن سعد الساعدیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ لوگ بھلائی سے رہینگے جب تک افطار میں تعجیل کرینگے اخرجه الشيخان اور ترمذی کی روایت میں مرفوعاً ہے کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ بندوں میں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہیں جو افطار کرنے میں زیادہ جلدی کرتے ہیں اور اس حدیث کو امام احمدؒ نے بھی روایت کیا ہے اور مراد یہ ہے کہ وقت ہوجانے پر توقف بالکل نہو اور اسی سے صوم وصال مکروہ ہے اور صوم وصال یہ ہے کہ دو دن ایک میں ملاوے بیچ میں کچھ نہ کھاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صوم وصال رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا کھلانے والا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور

له [illegible]

پلانے والا ہے جو مجھے پلا دیتا ہے مین تم سا نہین ہون" اسی لیے اکثر سلف جو پے در پے روزے رکھتے وہ افطار کے وقت کچھ چکھ لیتے کہ کراہت صوم وصال سے بچین اور یہ بنظر ریاضت کرتے تھے نہ بطریق عبادت ولیکن بعض احادیث مین ایک سحری سے دوسری سحری تک صوم وصال کی رخصت بھی آئی ہے اور صحیحین مین حدیث ابو سعید خدریؓ مین بھی مذکور ہے اور قولہ تعالےٰ ولاتباشروهن وانتم عاكفون في المساجد ہ رمضان وغیر رمضان سب مین مسجد مین سے اعتکاف کی حالت مین نکلکر رات یا دن مین جورو سے قربت کرنے کی ممانعت ہے اور یہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور ضحاک وقتادہ ومجاہد وبہتون سے مروی ہے کہ لوگ یہ کرتے تھے کہ اعتکاف مین مسجد سے نکلکر اگر چاہتے تو جورو سے قربت کر لیتے تھے یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی اور اعتکاف سنت موکدہ ہے اور واضح رہے کہ مباشرت سے مراد یہان فقط جماع ہے اور ایسی باتین جو جماع پر برانگیختہ کرین مثل بوسہ لینے وغیرہ کے اور جو باتین ایسی ہون وہ منع نہین چنانچہ حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مین کنگھی کر دیتی تھین حالانکہ آپ اپنا سر مبارک انکی طرف کر دیتے تھے جیسا کہ حدیث صحیحین سے ثابت ہے ف۲ **قال الشیخ فی العرائس** قولہ تعالےٰ علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم اے اپنے نفسون کی خیانت اس طرح کرتے ہو کہ نفس کا مجاہدہ اور اسرار ادب اسکو تعلیم کرنا چھوڑتے ہو اور جو نفس کی مراد ہے تم بھی اسکے ساتھ اسکی مراد پر چلتے ہو اور جو نفس کہتا ہے اُسکا کلام سنکر قبول کرتے ہو اور وہ اپنے کو بندگی سے نکالتا ہے اور شہوت کی آگ مین گھسا جاتا ہے تم اسپر صبر کرتے اور خاموش رہتے ہو اور **شیخ ابن عطا** نے فرمایا کہ خیانت نفس کی یہ کہ جہان وہ ٹھہرے وہان اسکا ساتھ دے "یعنے تجبیر بھیجے" **واسطیؒ** نے فرمایا کہ اعتکاف ہے نفس کا روکنا اور جوارح کو لگام دینا "دست و پا یا اعضاے ظاہری" اور حد پر رکھنا اور وقت کو نگاہ رکھنا پھر تو جہان ہو وہین اعتکاف مین ہے اور بعض نے فرمایا کہ برگزیدہ لوگ اپنے اسرار کے ساتھ حضرت حی القیوم کی درگاہ مین معتکف ہین کہ انپر حوادث کے جریان "جاری ہونا" سے کوئی چیز اثر نہین کرتی ہے اسلیے کہ وہ اپنے مشاہدہ مین مستغرق ہین حق عزوجل نے ربوبیت کے حکمون کو عبودیت کے مقام مین حدود باندھ دیا ہے تاکہ بندے انکی وجہ سے قربت کے پردے دریدہ کرنے "پھاڑنے سے" سے بے بس کیے جاوین اسواسطے کہ ان حدود کی ابتدا مین تو عبودیت کے اسرار ہین اور انکی انتہا مین ربوبیت کے اسرار ہین انکی وجہ سے بندے ازلیت کے اسرار پر مطلع ہونے سے باز رکھے گئے ہین تاکہ احکام شریعت باقی رہین **قال المترجم** تمام اطلاع سے ایمان بالغیب وغیرہ مین خلل تھا اور حقوق عبودیت مین فرق آتا تھا یا بوجہ اطلاع کے فناے تمام اسطرح تھی کہ جسم جل جاتے جو کمال حال ہونیکا اثر ہین جیسے کوہ طور کے حق مین ہوا اور یا یہ معنی ہین کہ عدم اطلاع اسوجہ سے متعین ہوئی کہ ہنوز احکام شریعت انپر باقی ہین قولہ تعالےٰ۔ وکذلک یبین اللہ آیاتہ للناس لعلهم یتقون ۝ اللہ عزوجل نے سر قدیم "قدیم کے سر کو" کو وصف جبروت کے ساتھ آیات وصفات مین ظاہر فرمایا تاکہ اسکے بندے اسکی عظمت وعقوبت سے ڈرین اور مقام حقیقت کے لیے بشریت کے اوصاف چھوڑ دین۔

188 وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ

اور نہ کھاؤ آپس مین ناحق ایک دوسرے کے مال اور نہ پہونچاؤ انکو حاکمون تک تاکہ کھا جاؤ کاٹ کر لوگون کے مال مین سے

بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ ع ۲۳

مارے گناہ کے اور تم کو معلوم ہو

**وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ** - اور نہ کھاؤ آپسمین ناحق ایک دوسرے کے مال ف یعنے بعض تمہارا بعض کا مال ناحق طور پر نہ کھاوے ایسے طریقہ سے جو شرعاً حرام ہے مثل چوری وغصب کرنے کے **وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ** - اور نہ پہونچاؤ انکو حاکمون تک ف یعنے نذر ڈالو حاکم لوگ نکا یا نذر ڈالو مالون کو بطور رشوت کے باین غرض **لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ** ۝ تاکہ کھا جاؤ کاٹ کر لوگون کے مال مین سے مارے گناہ کے اور تمکو معلوم ہو ف یعنے تاکہ کر اگر آپسمین ایک دوسرے کا مال کھا جاؤ بجالیکہ تم متلبس گناہ ہو

اور یہ بھی جانتے ہو کہ تم اس فعل کے مرتکب ناحق ہوے - بینکم ظرف ہو لاتاکلوا کا اور معنی یہ ہین لا تاکلوا فیما بینکم اور بالباطل یعنے بالسبب الباطل مفسر سیوطی رح نے اسکو حرام سے تفسیر فرمایا اور تدلوا مجزوم ہو بسبب معطوف ہونے کے لا تاکلوا پر یعنے لا تدلوا اور یہان حرف با تدلوا کا صلہ ہو اور ضمیر راجع باموال ہو یعنے نڈالوان مالون کو طرف حکام کے پس یا تو مراد یہ ہو کہ نہ ڈالو انکی حکومت کو حکام پر تو مضاف محذوف ہوا لا تدلوا بحکومتہا یا اموال کو حکام کیطرف ڈالنے سے رشوت دینا مراد ہو اور قولہ بالاثم - جیسے جھوٹی گواہی اور جھوٹ قسم وغیرہ - تعلمون یعنے تم جانتے ہو کہ تم ناحق ایسا کرنے والے ہو کیونکہ جانکر گناہ کرنا زیادہ قبیح ہو اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہو کہ یہ ایسے شخص کے حق مین ہو کہ اُسپر مال آتا ہو مگر اُسپر گواہ نہ ہون پس وہ مال کا منکر ہو جاوے اور حکام کے پاس مخاصمہ کرے حالانکہ وہ جانتا ہو کہ یہ حق مجپر آتا ہو اور جانتا ہو کہ مین اسطرح حرام کھانے والا گنہگار ہون اور ایسا ہی مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ سے مروی ہو اور اس آیت مین دلیل ہو کہ اگر قاضی نے ایسی صورت مین حکم دیدیا کہ اُسپر مال نہین آتا تو قیامت مین اسکا چھٹکارا نہ ہوگا اور وہ گناہ سے نہ بچیگا اور قاضی کے حکم دینے سے جو نفس الامر مین حرام ہو وہ حلال نہین ہوتا اور جو حلال ہو وہ حرام نہین ہوتا صرف اسکا حکم ظاہر مین لازم ہو اور حدیث مین حضرت ام سلمہ رض سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ترجمہ) آگاہ رہو مین بشر ہی ہون اور خصوم میرے پاس آتے ہین تو شاید تم مین بعض آدمی اپنی حجت بیان کرنے مین بعض کی بہ نسبت زیادہ گویا ہون پس مین اُسکے واسطے حکم دیدون تو ایسے جسکے واسطے مین نے کسی مسلمان کے حق کا حکم دیدیا تو وہ ایک ٹکڑا آگ کا ہو چاہیے اُسکو اپنے اوپر لادلے یا چھوڑ دے اخرجہ الشیخان

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ

تجسے پوچھتے ہین چاندکا نیا نکلنا تو کہہ یہ وقت ٹھہرے ہین لوگون کے واسطے اور حج کے لیے

واضح ہو کہ لوگون نے پوچھا تھا کہ اس چاند مین کیا حکمت ہو کہ پہلے باریک ظاہر ہوتا پھر بڑھکر پر نور ہو کر گھٹتا جاتا ہو حتی کہ پھر ہلال ہو جاتا ہو تو یہ آیت نازل ہوئی يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ تجسے پوچھتے ہین چاندکا نیا نکلنا یعنے کیون اسطرح نکلتے ہین کہ پہلے باریک پھر روز بروز بڑھتے جاتے ہین اور پھر ویسا ہی گھٹ جاتے ہین حکمت کے ساتھ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ - تو کہہ یہ وقت ٹھہرے ہین لوگون کے واسطے اور حج کے لیے ف یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان پوچھنے والون سے کہدیجیو کہ یہ وقت پہچاننے کا آلہ ہو یعنے اس سے لوگ اپنی کھیتی کرنے اور تجارت کرنے کے وقت اور اپنی عورتون کی عدت اور روزے و افطار کا حال معلوم کرتے ہین پس اگر یہ ہلال ایک ہی حال پر رہتا تو ان اوقات کی شناخت نہوتی - اہلہ جمع ہلال کی ہو جو پہلی سے تیسری تاریخ تک کے چاند کا نام ہو پھر بعد اسکے اسکو قمر کہتے ہین مگر یہان اسکو اول نام سے بیان فرمایا یہ ماخوذ ہو استہل الصبی - اے صلا یالڑکا یعنے جسوقت پیدا ہوا چونکہ چاند دیکھکر بھی لوگ اکثر اپنی آواز بلند کرتے تھے لہذا ہلال نام ہوا - اور یسئلونک عن الاہلہ مین دو احتمال ہین یا تو یہ مراد ہو کہ یسئلونک عن حقیقۃ الاہلہ - یا مراد یہ کہ حکمۃ الاہلہ - یعنے حقیقت ہلال پوچھی یا اسکی حکمت پوچھی تو سکاکی نے اول اختیار کیا ہو اور کہا کہ ان لوگون نے ہلال کا سبب دریافت کیا تھا مگر اللہ تعالے نے انکو اسکی حکمت بیان کرنے کے ساتھ جواب دیا اور یہ جواب باسلوب حکیم ہو بایتن تنبیہ کہ سوال کرنے والونکو اسکی حکمت دریافت کرنا لائق ہو نہ سبب لیکن یہ تکلف بیوجہ ہو یہ کہان سے معلوم ہوا کہ انھون نے ہلال کا سبب دریافت کیا تھا نہ عبارت سے نکلتا ہو نہ کسی خبر مین مروی ہو حالانکہ اصل یہ ہو کہ جواب مطابق سوال کے ہوتا ہو پس مراد حکمت ہلال ہو اور جواب بھی اسپر مطابق ہو اسیواسطے محققین مثل امام راغب و صاحب کشاف و بیضاوی اور مفسر سیوطی رح وغیرہ نے اسکو اختیار کیا اور مفسر سیوطی رح نے اتقان مین فرمایا کہ ابن جریر نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ شیخ ابو العالیہ نے فرمایا ہمکو خبر پہونچی ہو کہ صحابہ رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یون کہا تھا کہ یا رسول اللہ اہلہ کیون پیدا کیے گئے ہین اور یہ صریح ہو کہ انھون نے اسکی حکمت دریافت کی تھی پھر ہلال کل امور معاش و عبادات مین مفید ہو لیکن حج کو خاص کیا بوجہ اسکی خصوصیت کے

کہ اسکی ادا، قضا دونون مین وقت کی مراعات ہو اور حاکم وعبدالرزاق نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) اللہ تعالےٰ نے اہلہ کو لوگون کے لیے مواقیت مقرر فرمایا ہے پس چاند کو دیکھکر روزہ رکھو اور دیکھکر افطار کرو پھر اگر بدلی چھا جاوے تو تیس پورے شمار کر لو وقال الحاکم صحیح یعنے اگر شعبان کی انتیسوین کو بدلی ہو اور کبھی روزدرہے تو شعبان کے تیس دن شمار کرکے پھر رمضان کا پہلا دن گنو اور اسیطرح اگر رمضان کے آخر مین ایسا ہو تو ایسا ہی کرو فصل فی العرائس قولہ قل ہی مواقیت للناس والحج۔ احوال طرح طرح کے جوذات ابدی اور غیر سرمدی کے کشف ہونے کے وقت ظاہر ہونے مین یہ روحون کے مواقیت ہین کہ جب روحین اعلےٰ مقامات بہ ترتیب واجب چڑھتی ہین اور عالم صفات مین انکے شوقون کی کمی وبیشی ظاہر ہوتی ہے تو یہ احوال پیدا ہوتے ہین کیونکہ اللہ تعالےٰ قربت کے مقام کو بقدر شوق ہر ایک شائق کے کشف فرماتا ہے جو کبھی کم مثل ہلال کے اور کبھی زائد مثل قمر کے پردہ مشاہدات سے منکشف ہوتا ہے جسکے بقدر ظہور احوال وکشف صفات کے وہ لوگ احکام عبودیت کو ربوبیت مین اور احکام ربوبیت کو عبودیت مین جان لیتے ہین اور جاننے کی ضرورت یہ پیش ہو کہ عارف کو بیان علم احوال وآداب کی حقیقت معلوم ہونا ضرور ہے تاکہ انوار قربت ومشاہدہ پانے کے وقت انکی قدر کے لائق آداب کا برتاؤ کرے

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا

اور نیکی یہ نہین کہ آؤ گھرون مین پشت پر سے لیکن نیکی وہی جو شخص بچتا رہے اور گھرون مین آؤ دروازون سے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

اور اللہ سے ڈرتے رہو شاید تم مراد کو پہونچو

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا۔ یہ نیکی نہین کہ گھرون مین انکی پشت کی طرف سے داخل ہو یعنے حالت احرام مین باین طور کہ گھرون مین نقب لگا کر اس سے آؤ جاؤ اور دروازہ چھوڑ دو اور حال یہ تھا کہ وہ لوگ ایسا کرتے تھے اور اسکو نیکی جانتے تھے وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى۔ ولیکن نیکی والا وہ شخص ہو کہ جسنے اللہ تعالےٰ سے اسطرح تقویٰ کیا کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے خلاف کرنا چھوڑ دیا۔ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا۔ اور گھرون مین انکے دروازون سے آؤ یعنے احرام مین بھی جیسے غیر احرام کی حالت مین دروازون سے آتے جاتے ہو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اور اللہ تعالےٰ سے تقویٰ کرو تاکہ فلاح حاصل کرو یعنے مراد کو پہونچو آیت کریمہ کا شان نزول کئی طور پر روایت کیا گیا ہے اور مصداق اسکے سب وجوہ ہوسکتے ہین مگر اصل سبب نزول ظاہر یہ ہو کہ جو براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت مین یعنے اسلام سے پہلے جب لوگ احرام باندھتے تو گھرون مین انکی پشت کیطرف سے آتے تھے اور دروازہ سے آنا گناہ جانتے پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اُتاری ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا الآیۃ۔ اخرجہ البخاری وکذا رواہ ابوداؤد الطیالسی عن براء بن عازب سے دوسری روایت ہو کہ انصار کا قاعدہ تھا کہ جب اپنے سفر حج سے مدینہ مین واپس آتے تو کوئی آنے والا اپنے گھر مین دروازہ کی طرف سے داخل نہوتا پس یہ آیت اتری اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ یہ عادت ابتداے اسلام مین بھی جاری تھی جابر سے روایت ہو کہ قریش لوگ حمس کہلاتے تھے یعنے اپنے دین مین سخت ومضبوط تو یہ لوگ احرام مین اپنے دروازون سے داخل ہوتے تھے اور انصار و باقی عرب احرام مین دروازون سے نہین داخل ہوتے تھے پس ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک باغ مین تھے پس وہان سے اسکے دروازے سے باہر نکلے اور آپکے ساتھ قطبہ بن عامر انصاری بھی نکل آئے پس لوگون نے کہا کہ قطبہ بن عامر ایک شخص فاجر ہو اور وہ آنحضرت کے ساتھ دروازے سے نکل آیا پھر لوگون نے اس سے پوچھا کہ تجھے کس چیز نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا تو قطبہ نے کہا کہ مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہون پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اتاری ولیس البربان

تاتوا البیوت من ظہورہا الآیۃ۔ اس حدیث کو (ابن ابی حاتم) اور عوفی نے ابن عباسؓ سے بھی اسیکے مانند روایت کی اور ایسا ہی مجاہد و زہری و قتادہ وابراہیم نخعی وسدی وربیع بن انس رحمہم اللہ سے مروی ہے اور حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بعض قوموں کا دستور تھا کہ جب انمیں سے کوئی سفر کا قصد کرتا اور بقصد سفر گھر سے باہر نکلتا پھر اسکو کسی وجہ سے یہ مصلحت معلوم ہوئی کہ ٹھہر جاوے اور سفر کو چھوڑے تو گھر مین دروازہ سے نہ آتا بلکہ پشت کیطرف سے دیوار پھاندکر آتا تھا اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اُتاری مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا یہ مذموم دستور وہی ہے جو آج کل اسلام کے مذبذب خیالات والون مین پھیلا کہ نجوم کے طور پر جانے کے دن و ساعت مقرر کرکے باتراب کرتے ہین پھر گھر مین داخل نہین ہوتے ہین اگرچہ اس روز سفر نہ کرین اور بعضے دوسرے ٹوٹکے کرتے ہین اور عقائد سب معصیت اور انمین خوف شرک کفر ہے جیسا کہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری و فتاوی عالمگیری وغیرہ میں تطائر مذکور ہین سراج و معالم وغیرہ مین ہے کہ محمد بن کعب نے فرمایا کہ یہ دستور تھا کہ جب کوئی اعتکاف کرتا تو گھر مین دروازہ سے داخل نہوتا پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اُتاری اور عطاء بن ابی رباح نے فرمایا کہ اہل مدینہ کا دستور تھا کہ جب اپنی عید سے لوٹتے تو اپنے گھرون مین پشت کی طرف سے داخل ہوتے اور اعتقاد رکھتے کہ یہ امر نیکوکاری سے قریب ہے پس اللہ تعالےٰ فرمایا ولیس البر بان تاتوا البیوت الآیۃ۔ اور بعض تفاسیر مین لایعنی اقوال رائے سے مذکور ہین جنکا ذکر کرنا روا نہین ہے۔ قولہ تعالےٰ واتقوا اللہ الخ یعنے تقوی کرو اللہ تعالےٰ سے پس بجالاؤ جسکا تمکو حکم کیا اور چھوڑو جس سے تمکو منع کیا تاکہ فلاح پاؤ قیامت مین جب کھڑے ہوگے اللہ عزوجل کے سامنے پس تمکو پوری نعمت سے بدلا عطا فرما دیگا

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝

اور لڑو اللہ کی راہ مین اُن لوگون سے جو تمسے لڑین اور زیادتی مت کرو اللہ نہین چاہتا زیادتی کرنے والون کو

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت کے حکم جہاد آنے پر کافرون سے بدر و احد و خندق وغیرہ مواقع پر جہاد کیا پھر ہجرت کے چھٹے سال آپنے عمرہ کعبہ معظمہ کا قصد کیا جب مقام حدیبیہ تک پہونچے تو کفار قریش لڑنے پر آمادہ ہوئے۔ آخر دس برس پر صلح ٹھہری اور امسال واپس جاوین پھر سال آئندہ مین انکے لیے تین روز مکہ خالی کردینگے پس جب سال آئندہ مین آپنے قضاء عمرہ کا سامان فرمایا تو صحابہؓ کو خطرہ ہوا کہ شاید قریش بیوفائی کرین تو احرام کی حالت مین مقام حرم مین ماہ حرام ذی الحجہ مین کیونکر قتال کرینگے تو آیت نازل ہوئی قولہ تعالےٰ قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ تم قتال کرو اللہ تعالےٰ کی راہ مین ف اللہ تعالےٰ کا کلمہ بلند ہونے کے لیے خلوص نیت کے ساتھ۔ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ۔ ان لوگون سے جو تمسے لڑین ف یعنے کافرون سے وَلَا تَعْتَدُوا۔ اور زیادتی مت کرو ف یعنے اس طور کہ پہل کرو قتال کرنے مین پس تم انپر پہل مت کرو۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ اللہ تعالےٰ پسند نہین کرتا ان لوگون کو جو تجاوز کرنے والے ہین ف اس حد سے جو انکے لیے باندھ دی۔ پھر واضح ہو کہ قریش نے عہد پورا کیا اور قتال واقع نہین ہوا پھر سوال یہ کہ آیت قدیمی سے یہ حکم ثابت رہا کہ کافرون سے قتال کرنے مین پہل نہ کرے خصوص حرم و احرام و ماہ حرام مین شیخ سیوطیؒ وغیرہ نے کہا کہ ابتداء قتال کی ممانعت جو اس آیت مین ہے وہ سورہ براءۃ کی آیت۔ واقتلوھم حیث ثقفتموھم الآیۃ سے منسوخ ہے یعنے کافرون جہان پاؤ مارو یہانتک کہ اسلام کی طرف رجوع لاوین۔ یہ حکم خاصۃ عرب کے واسطے ہے جاننا چاہیے کہ اسمین کسیکا خلاف نہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ مین ہجرت کرکے آنے سے پہلے کافرون سے قتال کرنا آپکو ممنوع تھا بقولہ تعالےٰ فاعف عنھم واصفح اور بقولہ واھجرھم ہجرا جمیلا اور بقولہ لست علیھم بمصیطر۔ اور قولہ ادفع بالتی ہی احسن اور مانند اسکے اور آیات جو مکہ مین اُتری ہین اور علما نے بیان کیا کہ باوجود ایذاء کفار کے مسلمانوں کو اُسوقت جہاد کی اجازت نہ ملی اسمین منجملہ فوائد کے ایک امتحان تھا کہ حکم الٰہی پر قائم رہین اور نیز صبر کے عادی ہون پھر جب آپنے اللہ تعالےٰ کے حکم سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو اسمین اتفاق ہے کہ جہاد کا حکم مدینہ مین اترا ہے پھر بنا بر بیان مفسر سیوطیؒ کے یون ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے

چھٹے سال پندرہ سو مسلمانون کے ساتھ عمرہ ادا کرنیکا قصد کیا اور محققین نے کہا کہ حج اسوقت فرض نہ تھا پس جب آپ حدیبیہ بضم حاء مہملہ وفتح دال مہملہ وسکون یاء وکسر باء موحدہ پھر یاء مفتوحہ بروزن سہیلیہ نو میل مکہ سے ایک مقام ہے پہونچے توخبر پہونچی کہ قریش لڑنے پر آمادہ ہین اور مسلمان حالت احرام مین تھے بالجملہ یہین آپ نے مسلمانون سے بیعت رضوان لی یعنے نہ بھاگینگے چاہے مرجاوین آخر انجام یہ ہوا کہ قریش نے صلح کی اور یہ قرار پایا کہ دوسرے سال آپ آوین اور عمرہ ادا کرین اور قریش تین روز کے لیے مکہ کو خالی کردینگے اور پوری صلح کی حدیث صحیح بخاری وغیرہ سے اپنے مقام و موقع مین مذکور ہوگی اور چند مسلمانون نے اس صلح کو مکروہ جانا انہین سے عمر بن الخطاب بھی ہین ولیکن یہی فتح کبری تھی چنانچہ بعد اسکے اللہ تعالے نے سورۂ انا فتحنا نازل فرمائی ہے بالجملہ جب دوسرے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء عمرہ کا قصد کیا تو مسلمانون کو یہ خیال ہوا کہ ایسا نہو کہ قریش اپنے وعدہ کو پورا نہ کرین اور مکہ کو خالی نہ کرین بلکہ لڑنے پر آمادہ ہون تو حالت احرام مین ایسے قتال مکروہ ہوگا اور نیز یہ ماہ حرام ہے اور مقام لڑائی کا حرم ہے اور ان سب مین قتال مکروہ ہے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا۔ یعنے اجازت دی اور کراہت دور کردی مگر اس شرط سے کہ جو تم سے لڑے اس سے لڑو اور خود اس حالت احرام اور ماہ حرام وحرم مین لڑنے کے واسطے پہل نہ کرو ایسا ہی معالم وغیرہ مین بھی مذکور ہے اور ابن کثیرؒ کی تفسیر مین ابو العالیہ سے مذکور ہے کہ فرمایا کہ یہ اول آیت ہے جو قتال کے بارہ مین مدینہ مین اُتری پھر جب اُتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑتے اُس شخص سے جو آپ سے لڑتا اور باز رہتے اُس سے جو نہ لڑتا یہانتک کہ سورۂ براءۃ نازل ہوئی اور ایسا ہی عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے کہا یہانتک کہ کہا کہ یہ منسوخ ہے بقولہ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم۔ قال المترجم شیخ ابو العالیہ کی روایت پر اسکا شان نزول یہ نہین بنتا ہے جو مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اسوجہ سے کہ واقعہ حدیبیہ چھٹے سال ہجرت کے واقع ہوا حالانکہ قبل اسکے غزوۂ بدر واُحد وغیرہ واقع ہوچکے تھے کیونکہ غزوۂ بدر دوسرے سال ہجرت مین واقع ہوا ہے اور واضح یہ ہے کہ اول آیت جو جہاد کی اجازت مین اُتری ہے وہ قولہ تعالے اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر الآیۃ ہے اور یہ آیت قولہ تعالے وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم اسی واقعہ مین اُتری ہے جیسا کہ مفسر سیوطی وغیرہ نے ذکر کیا وسیاتی وابن کثیرؒ نے کہا کہ قولہ الذین یقاتلونکم حکم جہاد نہین بلکہ یہ تو جوش دلانا اور اُن دشمنون پر اُبھارنا ہے جنکی ہمت قتال اہل اسلام ہے۔ اور علی ہذا کلام مفسر رحمہ اللہ مین بھی تامل ہوگا کہ جو اسکو منسوخ قرار دیا اور نیز اگر احرام وحرم ماہ حرم مین کراہت قتال سے اجازت تھی تو وہ حکم جہاد مستقل نہین جو منسوخ ہو فتامل۔ پھر اس آیت مین فرمایا قاتلوا فی سبیل اللہ۔ صحیح بخاری مین حضرت ابو موسی اشعری کی روایت سے ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بعض لڑنے والا شجاعت کی راہ سے لڑتا ہے اور بعض لڑنے والا حمیت کے جوش سے لڑتا ہے اور بعض لڑنے والا لوگون کے دکھلانے کو لڑتا ہے پس ان مین سے فی سبیل اللہ کون ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسواسطے لڑے کہ اللہ تعالے ہی کا کلمہ بلند ہو تو وہ فی سبیل اللہ ہے۔ اور قولہ تعالے الذین یقاتلونکم اسمین ایک جماعت سلف نے فرمایا کہ کہ مراد اس سے عورتون ولڑکون وبہوس بڈھون ولنجون وراہبون ومجنونون واندھون ومکفوفون وانکے مانند لوگون کے سوائے لڑنے والے کافر لوگ مراد ہین اور قولہ لا تعتدوا مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ انکے ساتھ قتال مین پہل نہ کرو اور اس بنا پر یہ آیت منسوخ ہوگی جیسا کہ مفسرؒ نے خود ذکر کیا ہے اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے یہ آیت محکم ہے منسوخ نہین ہے اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ لا تعتدوا۔ مین ارتکاب مناہی بھی داخل ہے یعنے جو منع ہے اُسکے مرتکب نہو اور صحیح مسلم مین بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرو جو اللہ تعالے کے ساتھ کفر کرے اس سے لڑو جہاد کرو اور غلول مت کرو اور غدر مت کرو اور مثلہ مت کرو اور بچون کو مت قتل کرو اور صومعہ کے راہبون کو مت قتل کرو اسکو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے اور اسکے ابن عباس سے مرفوعا امام احمد کے پاس اور انسؓ سے مرفوعا ابو داؤد کے پاس روایت ہے اگر کہو کہ آیۃ براءۃ قولہ تعالے۔ فاذا انسلخ الاشہر الحرام فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم۔ کے یہ معنے کہ پھر جب ماہ حرام نکل جاوین تو مشرکون بت پرستون کو جہان پاؤ قتل کردو یعنے خواہ حرم مین یا حرم کے باہر پس اسمین

ماہ حرام مین قتال ممنوع رہا جواب یہ کہ کافرون کے واسطے یہ میعاد عام دی گئی تھی تاکہ جنسے معاہدہ ہو وہ غدر و بدعہدی نہ کرے پہلے چپکے چپکے سامان کیا پھر یکبارگی اعلان جنگ دیدیا جیسے دنیاوی بدکار کرتے ہین اور واضح ہو کہ اسی حکم کی آیت اس مقام پر بھی موجود ہو اور یہ اسی بنا پر ہو کہ پہل مت کرو فافہم۔ ف عرائس البیان مین ہو کہ قولہ تعالے وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم۔ اسی طرح اہل عرفان واہل حقیقت اپنے سخت دشمن یعنے نفس کے ساتھ قتال کرین اور اسکی بنیاد کھود ڈالین تاکہ دواعی سرکشی کے سب زائل ہوجاوین اور حضوری باری تعالے مین انکے سینہ سلامت رہین اور ہجوم کی پریشانی سے انکو دل جمعی حاصل ہو اور منع فرمایا کہ اسکو اپنے حال پر چھوڑنے مین نافرمانی نہ کرین کہ یہ حد سے تجاوز ہو اور اسکے حظوظ پر جیسے دینا عدوان ہو

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ

اور مارو انکو جس جگہ پاؤ اور نکال دو انکو جہان سے انھون نے تمکو نکالا اور دین سے بچلانا مارنے سے زیادہ ہو اور نہ لڑو انسے

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ فَإِنِ انْتَهَوْا

مسجد حرام پاس جب تک وہ نہ لڑین تم سے اس جگہ پھر اگر وہ لڑین تو انکو مارو یہی سزا ہے منکرون کی پھر اگر وہ باز آوین

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور لڑو انسے جب تک نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے اللہ کا پھر اگر وہ باز آوین تو زیادتی نہین مگر بے انصافونپر

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ۔ مشرکون کو جہان پاؤ مار ڈالو ف یعنے عرب بت پرستون کو جب وے آمادہ قتال ہون جہان پاؤ مارو۔ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ۔ اور انھون نے جہان سے تمکو نکالا تم وہان سے انکو نکالو ف یعنے مکہ سے چنانچہ دو برس بعد انکے ساتھ ایسا ہی کیا گیا جب مکہ فتح ہوا وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ اور فتنہ بہ نسبت قتل کے اشد ہو ف یعنے انکا شرک کرنا بہ نسبت انکے قتل کیے جانے کے حرم مین و احرام کی حالت مین جسکو تم نے عظیم جانا ہو بہت بڑھا ہوا ہو وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ اور انسے مسجد الحرام مین مقاتلت کبھیو حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ۔ یہانتک کہ وے لوگ تم سے خود مسجد الحرام مین قتال کرین فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ۔ پھر اگر وے لوگ تم سے لڑائی کرین یعنے مسجد الحرام مین تو انکو مارو كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ۔ کافرون کی یہی سزا ہو ف مسجد الحرام و حرم مین جہان بدکرداری کرین مارے جاوین واضح ہو کہ ایک قراءۃ مین وَلَا تَقْتُلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يَقْتُلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ الآیۃ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ پھر اگر یہ لوگ شرک سے باز آوین تو اللہ تعالے غفور رحیم ہو ف اگلے کل گناہ بخشیگا اور انپر رحمت فرماویگا۔ واضح ہو کہ جہاد اصلی عبادت نہین بلکہ مومنون کے واسطے رحمت اور کافرون سے حفاظت ہو لہذا اعلام فرمایا۔ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ۔ اور ان بت پرستون کافرون سے قتال کرو اس حد تک کہ فتنہ یعنے شرک نہ پایا جاوے اور دین اللہ تعالے ہی کیواسطے ہوجاوے ف اور یہ عین عدل ہو کہ مخلوق اپنے خالق عزوجل کے بندے ہوجائین جیسے خالق عزوجل سے شرک کرنا عین ظلم ہو کہ اسکے بعد کوئی نیکی معتبر نہین ہو۔ بالجملہ بعد توحید کے قتال جہاد جائز نہین ہو لہذا صریح فرمایا فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ۔ پھر اگر وہ شرک سے باز رہین تو پھر عدوان نہین مگر انھین پر جو ظالم ہین ف اور معلوم ہوگیا کہ وہ لوگ بعد لا الٰہ الا اللہ کے ظالم نہ رہے تو انپر عدوان و ظلم و قتال نہین ہوسکتا ہو۔ واضح ہو کہ اشد بمعنی اعظم ہو کیونکہ اشد چونکہ غالب صفت اعیان سے ہو لہذا اعظم سے تفسیر کی جو صفت معانی سے ہو۔ لا تقاتلوہم۔ بالف بقراءۃ جمہور کے موافق یہ نہی قتال ہو پس قتل سے بطریق اولی منع ہو اور بغیر الف کے قراءۃ حمزہ و کسائی کے موافق نہی ہو نفس قتل سے۔ انتہوا۔ باز رہنا کون معنی تو جملے کان تامہ ہو فان انتہوا شرط ہو

اور جزا اسکی محذوف ہو اور اسواسطے حذف کی گئی کہ قولہ فلا عدوان - اسپر دلالت کرتا ہو - اب جاننا چاہیے کہ اس آیت نے منسوخ کر دیا پہلی آیت کو یعنے
پہلی آیت مین اللہ تعالےٰ نے مسلمانون کو قتال کا حکم دیا تھا اس شرط سے کہ کفار لڑائی پر اقدام کرین اور اس آیت مین انکو حکم دیا کہ کافرون پر جہاد کرین
خواہ کافر انسے لڑین یا نہ لڑین مگر مسجد الحرام یعنے تمام حرم مین انسے قتال مین خود ابتدا نہ کرین چنانچہ فرمایا - واقتلوہم حیث ثقفتموہم شیخ ابن جریرؒ نے
کہا کہ یہ خطاب اصحاب مہاجرین کو ہو شاید بقرینہ قولہ واخرجوہم من حیث اخرجوکم - ہو اسواسطے کہ انصار کو انھون نے نہین نکالا تھا اور اس صورت مین انصار
انکے حکم مین داخل ہونگے اور شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو جوش دلانے اور آمادہ کرنے پر محمول کیا اور کہا کہ معنے یہ ہین کہ تمھاری ہمت انکے قتال پر آمادہ و بڑھی رہے جیسے
انکی ہمت تمھارے قتال پر ہو و علیٰ ہذا آیۃ اولیٰ منسوخ نہوگی اسواسطے کہ نسخ جاری ہوتا ہو اوامر و احکام مین اور تحقیق اسکی مقدمہ مین مذکور ہو ولیکن
اکثر مفسرین کے نزدیک آیہ اولیٰ منسوخ ہو اور یہ جو بعض نے ذکر کیا کہ آیہ قتال نے ستر آیات کو نسخ کیا اور جو ابن العربی نے کہا کہ جہان قرآن مین صفح
از کفار اور تولی و اعراض و کف اور اسکے مانند مذکور ہو وہ آیت السیف سے منسوخ ہو اور حکم قتال نے اسکو جو بیس آیت کو منسوخ کیا ہو یہ سب مبالغہ خلاف
تحقیق ہو کیونکہ صفح (یعنے اعراض و چشم پوشی) وغیرہ کے احکام ایک سبب پر مبنی تھے یعنے جب تک مسلمانون مین ضعف تھا تو بسبب ضعف اور قلت کے اس سبب کے موافق صفح
وغیرہ کا حکم دیا گیا یہانتک کہ مسلمانون کو قوت حاصل ہو پس صفح کا حکم گویا اسطرح تھا فاصفح عنہم الیٰ ان یکون الاسلام قویا یعنے اسلام قوی ہونے تک (درگذر کرو)
پھر زوال سبب کے بعد وہ حکم بھی جاتا رہا اور دوسرے سبب کے موافق حکم ہوا پس یہ آیات جنکو منسوخ سمجھا ہو وہ درحقیقت منسوخ نہین ہین - قولہ - واخرجوہم من
حیث اخرجوکم بنابر قول مفسرؒ کے ایسا بروز فتح مکہ واقع ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز جو مسلمان نہوے انمین سے بعض کو قتل کیا اور بعض کو
نکال دیا - چونکہ جہاد مین جانون کا تلف کرنا اور لوگون کا قتل کرنا ہوتا ہو اور یہ امر اُن لوگون پر جو حقیقت حال سے واقف نہون گران ہوتا ہو اور جو لوگ
حقیقت عظمت آلٰہی اور تحقیق حال سے آگاہ ہین جانتے ہین کہ شرک سب چیزون سے بدتر ہو کوئی امر دنیا مین اس سے بدتر نہین حتیٰ کہ قتل وغیرہ اسکے
سامنے کچھ چیز نہین پس اللہ تعالےٰ نے متنبہ کر دیا کہ حرم مین قتل کرنا بسبب تعظیم آلٰہی کے ہو ولیکن ان کافرون کی گستاخی جو حد سے بڑھی ہوئی وہان موجود ہو وہ اس
سے کہین بڑھکر ہو اسیواسطے فرمایا والفتنۃ اشد من القتل - شیخ ابو العالیہ و مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و حسن و قتادہ و ضحاک و ربیع بن انس نے کہا کہ اللہ
تعالےٰ فرماتا ہو کہ شرک اشد ہو قتل سے - پس فتنہ کی تفسیر شرک کے ساتھ یہی سلف سے مروی ہو اور اسکو مفسرؒ نے اختیار کیا اور متردد اقوال لاطائل یہان مین
بھی ترک کرتا ہون قولہ ولا تقاتلوہم عند المسجد الحرام - اور مراد مسجد حرام سے حرم ہو اسواسطے کہ مسجد حرام کا لفظ حرم پر اطلاق کیا جاتا ہو اور اسمین ممانعت ہے
کہ حرم مین کافرون مشرکون سے مقاتلہ مین ابتدا نہ کرو اگر وہ مقاتلہ کرین تو وہان بھی مارو - اور اہل علم مین اختلاف ہو کہ حرم مین قتال روا ہو یا نہین پس
ایک گروہ کا یہ قول ہو کہ یہ آیت محکم ہو اور حرم مین قتال روا نہین ہو جبتک کہ کوئی تعدی کرنے والا تعدی نہ کرے اور اگر تعدی کرے تو اسکی دفع کے واسطے مقاتلہ
کرنا روا ہو اور یہی صحیح ہو اور اسکے موید ہو وہ حدیث جو صحیحین مین مروی ہو اور معنی یہ ہین کہ حرم مین لڑنا کسی کے واسطے قبل اسکے حلال نہین ہوا تھا جب سے اللہ تعالےٰ
نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تب سے وہ حرام ہو اور میرے واسطے ایک دن مین ایک ساعت کے واسطے حلال کیا گیا تھا پھر وہ قیامت تک کے واسطے
حرام ہوگیا ہو جیسے پہلے تھا اور دوسرے گروہ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہو سورۂ براءۃ کی آیت سے اے فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم - مار ڈالو مشرکون کو جہان پاؤ
اور یہ عام ہو پس حرم مین بھی مار ڈالنا جائز ہو اور جواب یہ ہو کہ دونون آیتون مین توفیق ممکن ہو اور حدیث اسکی تفسیر واقع ہوئی پس سوا ے حرم کے
ہر جگہ قتل کرنا چاہیے - اور اعتراض کیا گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل کو جو کعبہ کا پردہ پکڑے چپٹا تھا وہین قتل کرا دیا اور جواب یہ ہو
کہ یہ اسی ساعت کے اندر واقع ہوا تھا جو اللہ تعالےٰ نے آپکے واسطے حلال کر دی تھی - اور خود حدیث مین ہو کہ اگر کوئی شخص یہ حجت لاوے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے اسمین قتال کیا ہو پس سکو بھی قتال روا ہو تو اسکو کہو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کے واسطے اسمین قتال کرنے کی

ایک ساعت کے واسطے اجازت دیدی تھی اور تمھارے واسطے اجازت نہین دی ہے۔ یہ حصہ حدیث صحیحین ہے۔ قولہ فان قاتلوکم فاقتلوہم کذالک جزاء الکفرین۔ یعنے پھر وہ اگر تمسے مقاتلہ کرین مسجد حرام مین اور قید مسجد حرام اے حرم کی بنا برمفہوم غالب کے سمجھی گئی ہے۔ فاقتلوہم یعنے فقاتلوہم ایسا ہی بعض نے کہا ولیکن یہ غیر مستحسن ہے بلکہ فاقتلوہم اپنے معنی پر ہے اور معنی یہ ہین کہ انکو قتل کرو لڑکر اور اس سے باک نہ کرو کہ حرم مین مارڈالا اور انھین یعنی یعنے تمکو اجازت دیدی۔ قولہ فان انتہوا فان اللہ غفور رحیم۔ اے اگر حرم مین لڑنا چھوڑین اور اسلام کی طرف رجوع کرین تو اللہ تعالےٰ انکے گناہ بخشدیگا اگرچہ انھون نے اس سے پہلے مسلمانون کو قتل کیا ہو اگرچہ حرم مین قتل کیا ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ رجوع لانے والے کے حق مین کسی گناہ کو بڑا نہین رکھتا ہے بخشدینے مین پھر اللہ تعالےٰ نے قتال کفار کا حکم دیا اور فرمایا۔ وقاتلوہم حتی لاتکون فتنۃ یعنے انسے قتال اسوقت تک کرو کہ فتنہ نہ رہے اے شرک نہ رہے یہ قول ابن عباس و ابو العالیہ و مجاہد و حسن و قتادہ و ربیع و مقاتل و سدی و زید بن اسلم کا ہے۔ قولہ ویکون الدین للہ۔ اے عبادت فقط اللہ تعالےٰ وحدہ کی رہ جاوے کوئی غیر اسکے ساتھ پرستش نہ کیا جاوے پس اس آیت مین مسلمانون کو انتہاے جہاد بتلادی کہ انسے برابر اسوقت تک جہاد کرو کہ شرک نہ رہے اور عبادت فقط واسطے اللہ تعالےٰ کے ہو جیسا کہ صحیحین مین روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین حکم دیا گیا ہون کہ لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ وہ کہین لا آلہ الا اللہ۔ پس جب انھون نے ایسا کہا تو مجھسے اپنی جانون و مالون کو بچایا سواے اسقدر کے جو حق اسلام ہے جیسے زکوٰۃ وغیرہ یا قصاص اور حساب انکا اللہ تعالےٰ پر ہے۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ ویکون الدین للہ یعنے دین اللہ تعالےٰ ہی سب پر بلند ہو جاوے اور شاید یہ دفع اعتراض ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ مشرکین سے برابر قتال کرو جب تک کہ ایمان نہ لاوین حالانکہ جزیہ لیکر انکو انکے دین پر قائم رکھنا روا ہے اور حق جواب اسکا یہ ہے کہ یہان مشرکین سے قریش و عرب کے بت پرست مراد ہین اور عرب کے بت پرستون کے حق مین یہ حکم ہے کہ اگر وہ ایمان نہ لاوین تو قتل کیے جاوین اور جزیہ کا حکم اہل کتاب و مجوس اور سواے عرب کے بت پرستون کے حق مین ہے۔ قولہ فلا عدوان الا علی الظالمین۔ اے فلا تعتدوا الا علی المنتہین۔ یعنے پس اعتدا نہ کرو ان لوگون پر جو باز رہے ہین اسواسطے کہ اچھا نہین کہ ظلم کیا جاوے مگر اسی پر جو ظلم کرے پس علت کو بجاے حکم کے قائم کردیا اور جزاے ظلم کو بھی اسی کے نام سے فرمایا یعنے فلا عدوان کہا تو یہ بنا بر مشاکلت کے ہے جیسے قولہ تعالےٰ فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ یعنے جو تمپر تعدی کرے تم اسپر تعدی کرو حالانکہ مظلوم تو عوض لیتا ہے و مثل قولہ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا۔ یعنی بدکاری کی سزا اسکے مثل بدی ہے حالانکہ سزا تو عدل ہے نہ ظلم یا یہ معنے ہین کہ اگر تمنے باز رہنے والون سے تعرض کیا تو تم پھر ظالم ہو جاؤگے پس عدوان تمپر لوٹ پڑیگا اسواسطے کہ عدوان نہین مگر اسی پر جو ظالم ہو۔ ف قال فی العرائس وقاتلوہم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین للہ۔ اشارہ مین دشمن نفس لیا کیونکہ نفس سب سے بڑا دشمن ہے لہذا اپنے نفسون کے ساتھ اپنی اوقات کے نگاہ رکھنے پر ہمیشہ محاربہ کرو کہ تمھارے اوقات اس صفت کے ساتھ ہون کہ تمھارے حالات باطنہ طبیعت کے میل کچیل اور جبلیت کی نجاست اور بشریت کی برائیون سے پاک ہو جاوین یہانتک کہ وقوع خطرات کا فتنہ دیوان اسرار مین نہو یعنے صاف سینون مین اور سور دلون مین جو نور احدیت سے نورانی ہین شیطانی خطرات کا دخل نہو اور ہمت جمع ہو جانے اور پریشانی سے اجتماع ہو جانے کے بعد تمھارے اسرار مین مکاشفات قربت کا گھر ہو جاوے اور جب نفوس منفرد ہو کر عزیز غفار کے حضور مین حاضر رہتے ہین تو انکی باطنی حقیقت پر حقائق ایمان کا غلبہ ہوتا ہے

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ

حرمت کا مہینہ مقابل حرمت کے مہینے کے اور ادب رکھنے مین بدلا ہے پھر جسنے تمپر زیادتی کی تم اوسپر زیادتی کرو جیسے

مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

دسنے زیادتی کی تمپر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگارون کے

اس آیت مین مبالغہ کے ساتھ مسلمانون کے دلون سے احرام و ماہ حرام وحرم مین قتال کی کراہت کو نکال ڈالا اول تو اسطرح کہ فتنہ شرک سب گناہون سے بدتر ہو بلکہ شرک اصل ہو اور باقی سب شاخ ہین دوم فرمایا اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ - ماہ حرام بمقابلہ ماہ حرام ہے یعنے جیسے انھون نے تمسے ماہ حرام مین قتال کیا اسی طرح تم اُنسے قتال کروگے رہا احرام وحرم تو فرمایا وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ اور جمیع حرمات کا قصاص ہو ف حرمات جمع حرمہ وہ چیز جسکا احترام کیا جاتا ہو یعنے ہر ایک حرمت جب ہتک کرین تو برابر بدلا لو فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ جسنے تم پر ظلم کیا ف اسطرح کہ قتال کیا تم سے حرم مین یا حالت احرام مین یا ماہ حرام مین فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ تو تم اسپر عدوان کرو جیسے اسنے تمپر اعتداء کیا ف یعنے کافرون نے جو ظلم کیا اسکا بدلا ظلم نہین مگر اسکو بھی اعتداء کہدیا گیا کیونکہ وہ جسکا بدلا ہی چونکہ اسکے ساتھ صورت مین متشابہ ہو اسواسطے وہی اسکا لفظ مین نام لیا گیا - وَاتَّقُوا اللّٰهَ - اور اللہ تعالیٰ سے تقویٰ رکھو ف حتی کہ تم میل نہ کرو اور نہ عدوان مین سے زائد ہو - وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ - اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ اُنھین کے ساتھ ہو جو متقی ہین ف یعنے وہ متقیون ہی کو مدد و نصرت دیتا ہو مترجم کہتا ہو کہ چند معدود صحابہ رضی اللہ عنہم جو متقی تھے دیکھو ان کو لاکھون کافرون پر ہمیشہ غلبہ دیا - پھر جب پہلے بادشاہون نے طریق سنت چھوڑا و دین بگاڑا تو سب سے گیا - حرم خانہ کعبہ کے گرد کچھ دور تک کی زمین حرم کہلاتی ہو - احرام عمرہ یا حج کی نیت سے دو رکعت نماز پڑھ کے تلبیہ کہنا طریقہ مسنون احرام کا ہو جسسے بہت سی چیزین حرام ہو جاتی ہین یہانتک کہ عمرہ یا حج ادا کرے یا ہدی بھیجکر حلال ہو چنانچہ فقہ مین مفصل مذکور ہو اور شہر حرام وہ شوال و ذی قعدہ و ذی الحجہ اور رجب ہو اور یہان حج کے اول تین مہینون مین سے کوئی مہینہ ہو مراد ہو اور معالم مین فرمایا کہ وہ ذی قعدہ تھا - ابن کثیرؒ نے تفسیر آیت مین ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس بروایت عکرمہ اور ضحاک و سدی و قتادہ و ربیع بن انس و عطاء وغیرہم نے کہا کہ چھٹے سال ہجرت مین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کا احرام باندھکر اسکے ادا کے واسطے چلے اور حدیبیہ مین پہونچے اور مشرکون نے آپکو مکہ مین داخل ہونے اور کعبہ معظمہ تک پہونچنے سے باز رکھا اور آپ کو مع تمام مسلمانون کے جو آپ کے ساتھ تھے رد کیا اور یہ ذی قعدہ کے مہینہ مین واقع ہوا اور وہ ماہ حرام ہو یہانتک کہ مشرکین سے اس قرارداد پر صلح کر لی کہ دوسرے سال مکہ مین داخل ہو کر عمرہ قضا کرینگے پھر دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مع ان مسلمانون کے جو آپ کے ساتھ تھے داخل ہو کر عمرہ قضا کیا پس یہ آیت اسی قضیہ مین اُتری - الشهر الحرام بالشهر الحرام والحرمات قصاص - اور امام احمد نے جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ حرام مین جہاد نہ کرتے الّا یہ کہ آپ سے دشمن قتال کرتے تو جہاد کرتے پھر جب ماہ حرام آجاتا تو ٹھہر جاتے یہانتک کہ وہ گذر جاتا - یہ اسناد صحیح ہو اور جب آپ حدیبیہ مین پہونچے اور خبر دی گئی کہ قریش اور انکے ہم سوگند ایک جماعت کثیر مشرکون کی لڑنے پر تیار ہین اور آپ نے حضرت عثمان بن عفان کو بھیجا کہ مشرکون کو سمجھا دین کیونکہ وہان انکا کنبہ بہت تھا پھر اسی حال مین کہ آپ حدیبیہ مین مقیم تھے آپ نے سنا کہ عثمان قتل کیے گئے تو آپ نے باوجود اس حالت احرام کے اپنے اصحاب سے بیعت لی اور وہ ایک ہزار چار سو آدمی تھے اور ایک درخت کے نیچے بیعت لی اس بات پر کہ مشرکون سے قتال کرین اور نہ بھاگین یہانتک کہ مر جاوین پھر جب آپکو خبر پہونچی کہ عثمان نہین مقتول ہوئے تو جہاد کرنے سے باز رہے اور مصالحت کیطرف میل کیا اور بیضاوی مین ہو کہ عام حدیبیہ مین مشرکون نے کچھ تیر و پتھر مسلمانون پر پھینکے و مارے تھے اور مسلمانون نے ماہ حرام مین قتال کرنا مکروہ جانا اور مشرکون کی طرف سے ہتک تھی پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین فرمایا - الشهر الحرام بالشهر الحرام - یعنے وہ ماہ ذی قعدہ جسمین تمنے داخل ہو کر عمرہ قضا کیا بدلے اس ماہ ذی قعدہ کے ہو جسمین انھون نے تمکو رد کیا تھا اور اس کا ہتک اسکے ہتک کے مقابلہ مین ہو پس تم کچھ مبالات نہ کرو اور اسپر حجت بیان فرمائی کہ والحرمات قصاص اے حرمت کی چیزین قصاص جاری ہو

پس جب انھون نے تمھارے ماہ حرام کی حرمت کا اسطرح ہتک کیا کہ تمکو روکا پس تم بھی انکے ساتھ ایسا ہی کرو کہ بزور غلبہ کے ساتھ داخل ہو اور اگر تم سے
لڑین تو انکو قتل کرو قال المترجم مجھے اسمین تاویل ہی بھلے کہ دوسرے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم موافق صلح کے داخل ہوئے تھے بزور شمشیر نہین گئے تھے جیسا کہ
صحیحین کی روایت سے ثابت ہو پس تحقیق مجھے یہ ہین کہ اللہ تعالے نے مسلمانون کو انکے استعلام کا جواب دیا کہ اگر تمکو یہ خیال ہو کہ اس سال اگر قریش
اپنا وعدہ وفا نہ کرین اور قتال کرین تو کیونکر انسے قتال کیا جائیگا حال یہ ہے کہ ماہ حرام و شہر حرام اور حالت احرام ہو تو یہ مساوات جاری ہو تعدیت انکے
درمیان پس تم اسکی مبالات نہ کرو جیسا کہ مفسرؒ نے پہلے ذکر فرمایا ہو اور قولہ فاعتدوا بمثل ما اعتدی علیکم- علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے اس قول مین سورۃ
کی یہ کہ یہ مین نازل ہوئی کہ جب نہ اسلام کی شوکت تھی اور نہ جہاد تھا پھر مدینہ مین آیۂ قتال نازل ہونے سے منسوخ ہوگئی اسکو ابن جریر نے ذکر کیا
اور کہا کہ یہ آیت مدنیہ ہو اور اسکو مجاہد کیطرف منسوب کیا اور بعض نے کہا کہ یہ حکم اب بھی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جاری ہو کہ جو کسی کے
مال و بدن مین تعدی کرے تو اسکو روا ہو کہ وہ خود اسکے قتل پر تعدی کرے- قیل بہذا قال الشافعی وغیرہ و امام ابوحنیفہ کے نزدیک بدنی تعدی
دو قسم کی ہو ایک وہ مقدار جسمین قصاص ہو اور دوم وہ کہ اسمین قصاص نہین پس غیر قصاص ساقط ہین امام المسلمین اسمین تعدی کرنے والے کو تعزیر دیگا
اور فقہائے حنفیہ نے باب التعزیر مین اسکی صورتین مختلف باختلاف اشخاص اشراف و اراذل بہت بیان کی ہین- اور جنمین قصاص ہو پس وہ حاکم کے حکم پر مفوض
ہو یہ شخص خود تعدی نہین کرسکتا ہو اور یہی حکم اموال مین ہو کہ تعدی کرنا نہین جائز ہو لقولہ علیہ السلام ادّ الامانۃ الی من ائتمنک ولا تخن من خانک رواہ
الدارقطنی وغیرہ یعنے ادا کردے امانت اسکی جسنے تیرے پاس امانت رکھی ہو اور خیانت مت کر اسکی جسنے تیری خیانت کرلی ہو اور یہی قول جمہور مالکیہ
عطاء خراسانی کا ہو- قولہ واتقوا اللہ- یعنے انتقام لینے مین اور تعدی چھوڑنے مین تقوی کرو یعنے بدلا لینے مین حد سے تجاوز نکرنا- قولہ مع المتقین- اگر کہا جائے
کہ ساتھ ہونا تو لوازم اجسام سے ہو اور اللہ تعالے اس سے پاک و برتر ہو کہ وہ جسم یا جسمانیات سے ہو سبحانہ و تعالے پس کیونکر وہ متقین کے ساتھ ہو تو جواب
یہ ہو کہ اللہ تعالے کی فتح و نصرت متقیون کے ساتھ ہو اور اپنی ذات پاک کو جو ذکر فرمایا تو یہ تقویت و تکریم ہے- پھر واضح ہو کہ جب اللہ تعالے اپنے متقی
بندون کے ساتھ ہو تو ظاہرا وہم کرتے کہ اب ہم کو کسی ہتھیار و سامان کی ضرورت نہین ہو کیونکہ نفس و شیطان کے وسوسہ کا موقع ہو پس اللہ
تعالے نے تنبیہ کی کہ نصرت الٰہی تو تقوی ہو اور تقوی فدائے جان و مال ہو کہ یہ دنیاوی تعلق و بیان کی زندگی محبوب نہ رہے پس اپنی جان و مال کو

عقل ایمانی کے ساتھ تدبیر سے قربان کرو اور نصرت الٰہی عزوجل کے امیدوار ہو فقال تعالیٰ

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

اور خرچ کرو　اللہ کی راہ مین　اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت مین　اور نیکی کرو　اللہ چاہتا ہو نیکی والون کو

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ- اور تم راہ الٰہی مین خرچ کرو یعنے اسکی طاعت مین خواہ جہاد ہو یا کوئی اور ہو وَلَا تُلْقُوْا
بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ- اور اپنے ہاتھون اپنے آپ کو ہلاکت مین نہ ڈالو بایں طور کہ جہاد مین خرچ کرنے مین بخل کرو یا یہ کہ
کہ جہاد چھوڑ دو کیونکہ اس سے دشمن تم پر قوی ہو جائیگا- وَاَحْسِنُوْا- اور نیکی کرو یعنے نیک کام کرو جہاد مین خرچ کرنے وغیرہ سے
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ- یعنے اللہ تعالے دوست رکھتا ہو نیکو کارون کو یعنے انکو ثواب دیتا ہو- انفاق خرچ کرنا
فی سبیل اللہ- یہان مراد ہر طاعت الٰہی ہو اور حدیث مین ہو کہ جسنے خرچ کیا کچھ فی سبیل اللہ تو اللہ تعالے اسکے لیے سات سو گونہ لکھیگا- رواہ الترمذی
والنسائی اس حدیث مین جہاد مراد ہو اور فی سبیل اللہ کا اطلاق جہاد پر بکثرت آیا ہو ولیکن نظر بظاہر لفظ مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے اسکو جہاد وغیرہ میں
عام لیا اور جمہور نے کہا بایدیکم- اسے بانفسکم یعنے مراد ایدی سے انفس یعنے جان ہو گویا ہاتھ ذکر کرکے کل جسم مراد لیا جیسے کہتے ہین کہ جیسا کہ ید

یعنے اس شخص کا نام درج کر دلوگون کے افعال کا ظہور ہاتھ سے زیادہ ہو پس اسکو ہلاکت مین ڈالنا گویا اپنے کو ہلاکت مین ڈالنا ٹھہرا۔ اور بعض نے
کہا معنی ہین کہ نہ ڈالو اپنے ہاتھون اپنی جانون کو ہلاکت مین پس مفعول محذوف ہوگا۔ پھر جاننا چاہیے کہ اس آیت کے سبب نزول اور معنی مین
اختلاف اقوال ہو ولیکن جو معنی عام لوگ اس سے سمجھتے ہین وہ مراد نہین ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو اچھی طرح ذکر کیا ہو لہذا مین نقل کرتا ہون
بحذف اسانید قال ابن کثیر بخاریؒ نے حذیفہؓ سے روایت کی کہ قولہ لاتلقوا بایدیکم الی التہلکۃ کہا حذیفہؓ نے کہ نفقہ کے بارے مین اتری ہو اور ابن ابی حاتم
نے مثل اسکے روایت کی اور کہا کہ ابن عباس ومجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وعطاء وضحاک وحسن وقتادہ وسدی ومقاتل سے اسکے مانند مروی ہے۔ اور
یزید بن ابی حبیب نے اسلم ابی عمران سے روایت کی کہ مہاجرین مین سے ایک شخص نے قسطنطنیہ مین کفار سے لڑائی کے وقت دشمن کی صف پر حملہ کیا
یہانتک کہ صف کو پھاڑ دیا اور ہمارے ساتھ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے پس چند لوگون نے کہا کہ اس حملہ آور نے اپنی جان کو تہلکہ مین ڈالا پس
ابوایوبؓ نے کہا کہ ہم لوگ اس آیت کے زیادہ جاننے والے ہین ہمارے حق مین اتری ہو کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ مشاہد مین حاضر ہوے اور مدد کی ہمنے آپکی پھر جب اسلام پھیل گیا اور ظاہر ہو گیا تو ہم لوگ یعنے انصاری لوگ جمع ہوے اور ہمنے آپسمین کہا کہ
ہمکو اللہ تعالے نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے کرامت دی اور ہمکو آپ کی مددگاری کرنے کی کرامت دی یہانتک کہ اب اسلام پھیل گیا اور لوگ
مسلمان بہت ہو گئے اور ہمنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہل ومال واولاد سب پر اختیار کر لیا تھا یعنے اہل ومال واولاد کو آپ کے پیچھے چھوڑ دیا
تھا کچھ پروا نہ تھی صرف آپکا ہمنے لے لیا تھا اور اب حال یہ ہو کہ لڑائی نے اپنی ہتھیار رکھدیے یعنے اب کچھ جنگ وجدال باقی نہین ہو پس ہم اپنے
اہل واولاد کی طرف رجوع کرین اور انھین کے ساتھ مین مقیم رہین پس ہمارے حق مین یہ آیت اتری وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ
پس تہلکہ اہل ومال کے درمیان اقامت کرنے اور جہاد چھوڑنے مین تھا یعنے یہی مراد ہو۔ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وعبد بن حمید فی تفسیرہ و
ابن ابی حاتم وابن جریر وابن مردویہ والحافظ ابویعلی فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی مستدرکہ اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن صحیح غریب ہے
اور حاکم نے کہا کہ شیخین کی اعلی شرط پر صحیح ہو مگر شیخین یعنے بخاری ومسلم نے اسکو روایت نہین کیا ہو اور ابوداؤد کی روایت اسطرح ہو کہ ہم لوگ قسطنطنیہ
پر جہاد مین تھے اور اہل مصر پر عقبہ بن عامر سردار تھے اور اہل شام پر یزید بن فضالہ بن عبید تھے پس قسطنطنیہ پر رومیون کی ایک بڑی بھاری صف نکلی پس ہمنے بھی
انکے واسطے صف بندی کی پھر مسلمانون مین سے ایک شخص نے رومیون پر حملہ کیا یہانتک کہ انکی صف مین گھس گیا پھر وہ صف پھاڑ کر ہماری طرف نکلا پس لوگ چیخ کر
آواز دینے لگے کہ سبحان اللہ اس نے اپنے آپ کو تہلکہ مین ڈالا پس ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے لوگو تم اس آیت کی وہ تاویل کرتے ہو جو اسکی تاویل نہین ہے
اور یہ تو ہمین گروہ انصار کے حق مین اتری ہو کہ جب اللہ تعالی نے اپنے دین کو عزت دی اور اسکے مددگار بہت ہو گئے تو ہم نے آپسمین کہا کہ اب اگر ہم اپنے
اموال کیطرف متوجہ ہون اور انکی اصلاح کرین تو اچھا ہو پس اللہ تعالی نے یہ آیت اتاری۔ ھ۔ ایک شخص نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر مین تنہا
دشمن پر حملہ کرون تو کیا مین نے اپنے آپ کو تہلکہ مین ڈالا تو براءؓ نے فرمایا کہ نہین اور اللہ تعالی نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ فقاتل فی
سبیل اللہ لاتکلف الا نفسک یعنے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو راہ الٰہی مین قتال کر تو اپنے ہی نفس کو مکلف کریگا۔ یعنے آیت دلیل
ہے کہ تنہا آپ کو مکلف فرمایا تو تنہا حملہ جائز ہوا) اور یہ آیت تو نفقہ کے بارہ مین ہے رواہ ابن مردویہ والحاکم وصححہ۔ ولیکن تہلکہ یہ ہے
کہ آدمی گناہ کرے پس وہ اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالے گا جبکہ توبہ نہ کرے (الترمذی وغیرہ) اور ابن ابی حاتم نے عبدالرحمن بن الاسود
بن عبد یغوث سے روایت کی کہ انھون نے دمشق کا محاصرہ کیا پس قبیلہ از دشنوءہ مین سے ایک شخص چلا اور دشمن کی طرف اکیلا لپکا
تاکہ ان سے بھڑے پس مسلمانون نے اس پر اس بات کو عیب جانا اور اس کا قصہ عمرو بن العاص تک پہونچایا

پس عمرؓ نے اسکے پاس آدمی بھیجکر اسکو بلوایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ **مترجم** کہتا ہے کہ عمرو بن العاص
اسکے عام معنے لیتے تھے جنکہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سردار کرکے جہاد کو بھیجا تو وہان انکو احتلام ہو گیا اور سخت سردی مین
نہانے سے رُکے اور تیمم سے نماز پڑھائی پھر مدینہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا تو آپنے پوچھا پس عمرو بن العاص نے یہی آیت پڑھکر
عرض کیا تو آپ مسکرائے اور فرمایا اے فقیہ عمرو بن العاص۔ پھر کچھ نہین فرمایا (الصحاح) اس سے معلوم ہوا کہ عمرو بن العاص کا اجتہاد ٹھیک تھا
ورنہ آپ ضرور رد فرماتے فافہم۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ قولہ تعالیٰ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔ یہ قتال کے بارہ مین نہین
یہ تو نفقہ کے بارہ مین ہے یون کہ تو اللہ کی راہ مین خرچ کرنے سے ہاتھ روک لے اور اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالے۔ اور ضحاک بن ابی جبیرہ سے روایت
ہے کہ انصارؓ صدقہ دیتے اور اپنے اموال مین سے خرچ کیا کرتے تھے پس انکو ایک سال قحط پہونچا تو انھون نے راہ خدا مین خرچ کرنے سے ہاتھ روکا پس
یہ آیت اُتری۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔ اور حسن بصری نے کہا کہ یہ بخل ہے۔ نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ آدمی کوئی گناہ کرے پھر
کہے کہ یہ میرے لیے بخشا نہ جائیگا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔ (ابن مردویہ) یعنے
یہ ہوے کہ مغفرت سے مایوس ہونا ہلاکت ہے بلکہ توبہ کرے اور نیکو کاری بڑھاوے کیونکہ بحکم قولہ ان الحسنات یذہبن السیات۔ نیکیون سے
بدیان مٹ جاتی ہین۔ اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ عبیدۃ السلمانی و حسن و ابن سیرین و ابو قلابہ سے اسکے مانند روایت کیا گیا ہے یعنے مانند قول
نعمان بن بشیر کے مروی ہے کہ یہ آیت ایسے شخص کے حق مین ہے کہ جسنے گناہ کیا پس اعتقاد کیا کہ میرے حق مین بخشا نہ جائیگا پس وہ اپنے ہاتھون تہلکہ
مین ڈال دیتا ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ تہلکہ عذاب الٰہی ہے۔ اور ابن ابی حاتم و ابن جریر دونون نے محمد بن کعب سے
روایت کی کہ وہ قولہ تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ کی تفسیر مین کہتے تھے کہ قوم مجاہدین اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرتے تھے پس آدمی سامان اپنے
ساتھ لیتا جو بہ نسبت دوسرے کے توشہ مین زیادہ ہوتا وہ باقیون کو دیتا یہانتک کہ اسکے پاس کچھ نہ رہتا تو چاہتا کہ ساتھی اسکی مواسات کرے
پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔ اور ایسا ہی زید بن اسلم سے اس آیت کی تفسیر مین
مروی ہے کہ کچھ لوگ جہاد کو نکلتے جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا کرتے پس یہ لوگ بدون نفقہ کے نکلتے تھے پس یا تو رہتا نہ تھا یا زاد ان
تھے کہ میسر نہین تھا پس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جو اللہ تعالیٰ نے رزق دیا ہے اسمین سے نفقہ لے لیا کرین اور اپنی جانون کو ہلاکت مین نہ ڈالین اور
تہلکہ یہ ہے کہ آدمی بھوک یا پیاس یا چلنے کی تکلیف سے ہلاک ہو جاوے پھر جس شخص کے پاس توشہ بچتی ہوتا اسکو حکم دیا کہ واحسنوا ان اللہ
یحب المحسنین پس یہ اقوال اس بارہ مین سلف سے مروی ہین ولیکن بعض اسکے سبب نزول ہین اور بعض داخل نزول ہین پس سبب نزول وہ
ہے جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ تہلکہ یہ ہے کہ مال و اولاد مین قیام کرین اور جہاد کو ترک کرین چنانچہ اس بارہ مین خاص
حدیث بھی وارد ہے کہ آخر اس امت والے جہاد چھوڑ کر دنیا کی زراعت وغیرہ مین مشغول ہو جاوینگے تو اُسوقت انپر دشمن غالب ہو جائیگا پھر یہ لوگ اپنی حالت
درست کرنے پر بطریقۂ اہل کفر آمادہ ہونگے اور واللہ کبھی درست نہونگے جب تک کہ اپنے دین کے طریقہ پر نہ آوین۔ کمافی حدیث ابن ماجہ وغیرہ۔ مترجم کہتا ہے
کہ دیگر احادیث شاہد ہین کہ یہ اصلاح اُسی وقت ہوگی جب حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پیدا ہونگے پس یہ تو سبب نزول ہے اور باقی اقوال داخل نزول
ہین اسیواسطے شیخ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ یہ سب امور جو روایت کیے گئے ہین اس آیت کی تفسیر مین معتبر ہین پس دین و دنیا کی راہ سے جو امر
آدمی کے حق مین تہلکہ ہو سکتا ہے وہ اسمین داخل ہے پس اگر آدمی لڑائی مین تنہا صف دشمن مین گھس جاوے جہان سے بچنے اور چھٹکارے کی راہ نہین اور
نہ وہان ضرورت ہے اور نہ اس سے مومنون کیواسطے کوئی اثر پیدا ہوتا ہے جو انکو کارآمد ہو تو یہ بھی تہلکہ مین داخل ہے قال ابن کثیر اور مضمون آیت کا یہ ہے کہ حکم

ویا خرچ کرنیکا اللہ تعالےٰ کی راہ میں سب وجوہ قربات وطاعات سے خصوصاً مال صرف کرنیکا دشمنون کے ساتھ قتال کرنے مین اور مال اپنی صورتون مین
صرف کرنیکا جس سے مسلمانون کو تقویت حاصل ہو اور دشمن زیر ہون اور خبر دی کہ جو شخص بخل سے نہ خرچ کرنے کی عادت کرے تو یہ ہلاکت ہے پھر سبر
احسان کے حکم کو عطف کیا اور وہ مقامات طاعات مین سے اعلیٰ ہے ف ۔ قال الشیخ فی العرائس فی حقائق قولہ تعالےٰ وانفقوا فی سبیل اللہ
ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ ۔ انفاق کے تین حال ہین نفقۂ زاہدین ۔ نفقۂ محبین ۔ نفقۂ عارفین ۔ پس نفقۂ زاہدین یہ ہے کہ تمام دنیا کو مع اوسکی
لذتون کے اہل دنیا کے واسطے چھوڑ دے کہ اس سے دنیا کے لوگ نفع اٹھاوین اور اپنے نفس کو اللہ تعالےٰ کیواسطے ایام اللہ تعالےٰ مین خرچ
کردے ۔ قال المترجم ایام اللہ تعالےٰ شامل ہے جہاد وقتال کفار کو اور جہاد نفس امارہ کو مع جمیع فرائض وطاعات کے ۔ یعنے اپنی جان کو براہ جہاد مین
اللہ تعالےٰ پر خیرات کردے اور نیز اسکی فرمانبرداری مین نفس کے ساتھ لڑائی مین اللہ تعالےٰ کے واسطے خیرات کردے ۔ اور نفقۂ محبین یہ ہے کہ جو اسنے
حق سے پایا ہے وہ اہل حق کو دیدے یعنے طالبان راہ حق کو وہ دیدیا کرے جو اسکو حق عزوجل سے کرامت ملے اور یہ درحقیقت ایسا انفاق ہے کہ اسکے
پاس کچھہ نہ جاویگا مگر اورون کو مل جاویگا اور نفقۂ عارفین یہ ہے کہ مقام فنا مین غیرت حق کو اپنے اسرار مین پاکر اپنی ارواح کو خیرات کردے ۔ یعنے جو لوگ
عارف بحق عزوجل ہین انکو حضرت حق عزوجل کے موجود ہونے پر ساتھ مین غیر کا وجود رکھنا موجب غیرت حق عزوجل جانکر اپنے آپ کو بالکل درمیان سے
فنا کرین اور درحقیقت یہ نفقہ انکی بے اختیاری سے مقام عرفان وفنا مین پیدا ہوتا ہے احسان کا مرتبہ اہل مشاہدہ کے مراتب سے بھی اعلیٰ مرتبہ ہے اور اللہ تعالےٰ نے
انکو آگاہ کردیا کہ وہ حقیقت مشاہدہ نہ پاوینگے مگر اسی طور سے کہ اپنی زندگانی کو خاصان حق کے واسطے خیرات کردین اور جو شخص کہ مقام احسان سے گم ہوا
وہ مشاہدہ سے محجوب ہوا اور بطش وگرفتاری نفس مین ہلاک ہوا اور حالیکہ خواہشہاے نفسانی مین متحیر اور اسکی ہوسات کے ورطہ مین غرق ہے
پھر واضح ہو کہ منجملہ مراتب طاعات کے حج وعمرہ ہے اگرچہ اس وقت تک حج فرض نہوا تھا بلکہ ادائے عمرہ کے واسطے قصد تھا لہذا اصل مقصود کی خلوص
نیت واحکام کو مع فرضیت حج کے باتقدیر فرضیت حج کے ارشاد فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۭ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ
اور پورا کرو حج و عمرہ اللہ کے واسطے پھر اگر تم روکے گیے تو جو میسر ہو قربانی سے بھیجو اور نہ منڈاؤ بال سر کے جب تک
الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ
پہونچ نہ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر پھر جو کوئی تم مین مریض ہو یا اوسکو دکھ دیا اسکے سر نے تو بدلا دیوے روزہ سے یا خیرات یا
صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۪ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ
ذبح کرنا پھر جب تم کو خاطر جمع ہو تو جو کوئی فائدہ لیوے عمرہ ملا کر حج کے ساتھ تو جو میسر ہو قربانی بھیجا دے پھر جسکو پیدا نہو
فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي
تو روزہ تین دن کا حج کے وقت میں اور سات دن جب پھر کر جاؤ یہ دس ہوے پورے یہ اسکو ہے جسکے گھر والے نہون رہتے
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ع ۲
پاس مسجد الحرام کے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۔ اور حج وعمرہ کو اللہ تعالےٰ کے واسطے پورا کرو ف یعنے ادا کرو دونون کو دونون کے حقوق کے ساتھ
فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ پھر اگر تم روکے گیے ف یعنے اگر تم ان دونون کے تمام کرنے سے بوجہ دشمن وغیرہ کے روکے گئے فَمَا اسْتَيْسَرَ ۱۵۱

مِنَ الْهَدْيِ۔ پس جو جانور ہدی سے تم پر آسان ہوف وہ بھیجو اور وہ بکری ہے وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ
مَحِلَّهٗ۔ اور اپنے سر مت منڈاؤ یہانتک کہ ہدی کا جانور اپنے مقام حل مین پہونچ جاوے ف یعنے ہدی بھیجو اور جو شخص لیجاوے اُس سے دن مقرر کرو
پھر اُس دن تم سمجھ گئے کہ اُسنے وہان ذبح کر کے مساکین پر بانٹ دی ہوگی تب تم حلق کرا کے حلال ہو جاؤ اور اس سے پہلے سر مت منڈاؤ یعنے حلال ہو جاؤ جب تک
ہدی اپنے محل یعنے مقام ذبح پر پہونچکر حلال نہو محل بقول شافعی وہ مقام جہان احصار ہوا اور روکا گیا۔ اور بقول ابوحنیفہؒ وہ حرم ہے پھر جب حصار کیوجہ سے احرام کی تکلیف
سے اسطرح نکلا کہ ہدی بھیجکر بعد محل پر ذبح ہونے کے یہان حلق کر کے حلال ہوا تو آیندہ جس حج یا عمرہ کا احرام تھا دوسرے سال یا جب میسر ہو قضا کرے اور واضح ہو کہ
احرام مین سلا کپڑا اور سر ڈھانکنا و بال توڑنا و ناخن کترانا و عورتین و خوشبو و شکار وغیرہ سب ممنوع ہین جیسے مردہ کی حالت ہوتی ہے فَمَنْ كَانَ
مِنْكُمْ مَّرِيْضًا۔ پھر جو کوئی تم مین سے مریض ہوف جسکو احرام کے ممنوعات مین سے کسی امر کی ضرورت بطور دوا وغیرہ کے طاری ہوئی اَوْ بِهٖٓ اَذًى
مِّنْ رَّاْسِهٖ۔ یا اسکو ایذا سر مین ہو۔ ف مثلا جوئین کثرت سے پڑ جا وین حتی کہ منڈانے کی ضرورت پڑی اور ہنوز مناسک حج یا عمرہ ادا نہین
کیے ہین تو ایسا کرے۔ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ۔ پس فدیہ واجب ہے روزے یا صدقہ یا قربانی سے ف
فدیہ مین ان تین چیزون کا اختیار ہے تاکہ جو آسان ہو وہ اختیار کرے پس چاہے تین دن روزے رکھے چاہے تین صاع چھ مساکین کو ہر مسکین کو
نصف صاع دیدے اور چاہے ایک بکری قربانی کر دے۔ اگر کسی شخص نے بغیر عذر کے سر منڈایا ہو تو جواب یہ ہے کہ جسنے بغیر عذر کے سر منڈایا وہ بدرجہ اولے
کفارہ ادا کریگا مستوجب ہوگا اور اسیطرح جسنے سوائے سر منڈانے کے اور طور پر استمتاع لیا مثلا خوشبو لگائی یا سلا ہوا کپڑا پہنا یا تیل لگایا خواہ
عذر سے یا بغیر عذر کے وہ بھی اسی کے حکم مین لاحق ہے پھر یہ تو اسوقت تھا کہ دشمن وغیرہ سے پورا کرنے سے روکا گیا تھا۔ اور جب احصار جاتا رہے تو فرمایا
فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ۔ پھر جب تم بیخوف ہوئے یعنے ادا کیے مین مطمئن ہوئے تو جسنے
عمرہ سے حج تک نفع اُٹھایا تو جو کچھ ہدی سے آسان ہوف سیوطی نے کہا یعنے شوال سے لیکر ادائے حج ذی الحجہ تک مین عمرہ یا احرام صحیح ادا کیا
پھر اسی سفر مین حج بھی کر لیا دوسرے احرام سے تو یہ متمتع ہے پس شکرانہ کی قربانی کرے جسمین کمتر ایک بکری ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی ابوحنیفہؒ کا قول ہے
اور ساتھی اگر کسی نے ایک احرام سے عمرہ مع حج ادا کیا تو یہ بھی ایک قسم تمتع ہے جسکو قران بکسر قاف کہتے ہین اور اسپر بھی قربانی کا حکم ہے جیسا کہ
ابن الہمامؒ نے فتح القدیر مین بیان کیا ہے اسوقت کہ ہدی کی قیمت ہو اور ملے فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ پھر جسنے ہدی نہ پائی
(خواہ دام نہون یا نہ ملے) تو واجب ہین (دس روزے) تین روزے حج مین ف چھٹی ساتوین آٹھوین یا نوین تک لیکن چھٹی ذی الحجہ سے افضل ہے
اسواسطے کہ نوین کو عرفات مین تکان ہوگا۔ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ۔ اور سات دن جب تم لوٹ آؤ ف اپنے گھر۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ
یہ سب دس روزے پورے ہین۔ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ
یہ سب اس شخص کے لیے جسکے اہل خانہ حاضران مسجد حرام سے نہون اور تم اللہ تعالے سے تقوی کرو اور جانو کہ اللہ تعالے شدید العقاب ہے۔ ف چونکہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ کے قصد مین حدیبیہ کے مقام پر روکے جانے کے ذکر مین حج و عمرہ کا ذکر آیا اور کلام اسطرف منجر ہوا پس بیان حج و
عمرہ کے مسائل کو فرمادیا۔ اور مفسر رحمہ اللہ نے اس مقام پر تمام مسائل کا مبنی بنا بر قول امام شافعی کے رکھا ہے لہذا ضرور ہوا کہ مسائل اسے
خصوص مذہب امام ابوحنیفہؒ ذکر کر دون کہ تفسیر کے بیان مین یہ بھی معلوم ہو جاوے ولیکن قبل اسکے وہ الفاظ جو شرعی اصطلاح مین بیان کرنا
ضرور ہے تاکہ تفسیر اچھی طرح سمجھ مین آجاوے اور مسائل بھی معلوم ہو جاوین حج دراصل یعنے قصد کرنا اور شرع مین قصد کرنا خانہ کعبہ کا زمانہ خاص یعنے مہینے
حج مین واسطے ادائے مناسک کے عمرہ یعنے زیارت اور شرعا زیارت خانہ کعبہ بطریق خاص اور عمرہ کے واسطے کسی زمانہ کی خصوصیت نہین سال مین

جب چاہے اور جتنی مرتبہ چاہے ادا کرے اور اصح یہ ہے کہ جسپر حج فرض ہے اسپر عمر بین ایک مرتبہ عمرہ بھی واجب ہے کما فی العالمگیریہ وغیرہا عن الجوہرۃ۔
پھر حج مین احرام کے ساتھ منیٰ جاکر صبح کو عرفات پہونچکر بعد ظہر کے ظہر وعصر ملاکر پڑھنے کے بعد عرفات مین وقوف کرے پھر بعد غروب کے واپس ہوکر مزدلفہ
مین پہونچکر مغرب وعشا ملاکر پڑھے۔ صبح کو جبل قزح مزدلفہ کے قریب وقوف کرے پھر طلوع کے بعد روانہ ہوکر جمرۃ العقبہ کی کنکریان مارکر سر منڈاکر حلال
پھر روانہ ہوکر خانہ کعبہ کا طواف وسعی کرکے پورا حلال ہوجاوے پھر منیٰ جاکر تین دن رمی الجمرات کرکے سب مناسک پورے کرے اور عمرہ صرف احرام کے
ساتھ طواف وسعی ہے ان چیزون کے تمام کرنے سے حج وعمرہ پورا ہوجاتا ہے احصار روکنا اور مصدر مجہول بمعنے روکا جانا اور اسمین اختلاف ہے کہ حج مین کس
چیز کا روکنا مراد لیا گیا ہے جو تفسیر مین آویگا بالجملہ محصر وہ ہے جو خانہ کعبہ تک پہونچنے نہ پایا اور کسی چیز نے اسکو روکا۔ ہدی اسم اس چیز کا جو ہدیہ کیجاوے
اور مراد یہان جانور قربانی کا ہے اور یہ بیان ہوگا کہ کون جانور قربانی مراد ہے اور بیضاوی مین ہے کہ ہدی جمع ہدیہ مثل جدی وجدیہ وہو الاصح۔ محل بکسر حا
محل جگہ وزمانہ دونون کے واسطے بولا جاتا ہے اور مراد یہان جگہ ہے۔ تحلل۔ حلال ہونا اور احرام سے نکل جانا۔ نسک جمع نسیکہ مراد قربانی کا جانور۔ تمتع واضح ہو
کہ حج ادا کرنا تین طرح پر ہے ایک افراد۔ دوم تمتع۔ سوم قران اور احرام مین یہ حکم ہے کہ سلا ہوا کپڑا نہ پہنے اور مرد سر نہ ڈھکے بال نہ منڈائے نہ کترائے نہ
تیل ڈالے نہ خوشبو لگائے علی ہذا ناخن وغیرہ بھی نہ کترائے نہ عورتون کے پاس جائے نہ شکار مارے اور دیگر احکام ہین جو فقہ مین مفصل مذکور ہین۔ اور
ایام حج یعنے ایام ادائے حج دس روز ذی الحجہ کے ہین اور اشہر الحج یعنے مہینے حج سے یہ مراد ہے کہ شوال سے حج کا احرام جائز ہے اور اگر کسی نے
سفر کرکے انھین دنون مین عمرہ کا احرام باندھکر ادا کیا تو اسنے فائدہ اٹھایا کہ حج ہی مین عمرہ ادا کیا۔ اور نوین تاریخ روز عرفہ ہے اور اسکا روزہ امام شافعی کے
نزدیک حاجیون کے لیئے مکروہ ہے بسبب روایت ابو داود کے وامام ابو حنیفہ کے نزدیک ممانعت محمول ہے اس بات پر کہ حاجی کو وقوف عرفہ وغیرہ سے
ضعف لاحق ہو بسبب روزہ کے دسوین روز عید اضحیٰ کو بالاتفاق روزہ حرام ہے اور ایام تشریق گیارھوین بارھوین تیرھوین تاریخ ہے اور انکا روزہ
حدیث مین حرام ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور متمتع نے اگر تین روز تمتع کا روزہ ان ایام مین رکھنا چاہا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک نہین جائز ہے اور شیخ
نے ذکر کیا کہ شافعی رحمہ اللہ کے دو قول مین سے بھی یہی قول اصح ہے اور قول قدیم شافعی کا یہ ہے کہ جائز ہے اور دلیل یہ کہ دارقطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کی
کہ متمتع اگر ہدی نہ پاوے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو رخصت دی کہ ایام تشریق مین روزہ رکھلے اور یہی قول امام مالک واحمد واسحق کا ہے اور
نووی شافعیؒ نے روضہ مین اسکو ترجیح دی ہے اور ایسے ہی ابن حجر نے کہا کہ آیت عام ہے کہ ایام حج مین تین روز روزہ رکھے ایام تشریق کا استثنا نہین ہے
اور یون کہنا اولے ہے کہ نہی از صوم تشریق مخصوص ان لوگون کے واسطے ہے جو متمتع نہون کیونکہ اسمین خبر احاد کی تخصیص آیت قطعی سے
لازم آتی ہے اور یہ بہ نسبت اسکے عکس کے اولے ہے اور ہماری طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ ہم اسکو تسلیم نہین کرتے کہ ایام تشریق ایام حج مین سے
ہین کیونکہ ایام حج فقط دسوین ذی الحجہ تک ہین۔ اب جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالے نے فرمایا: اتموا الحج والعمرۃ للہ۔ اے تمام کرو حج وعمرہ کو واسطے
اللہ تعالے کے اے خالص اللہ تعالی کے واسطے انکو پورا کرو اور ایک قراءۃ مین واقیموا الحج والعمرۃ للہ۔ آیا ہے اسیواسطے مفسر سیوطیؒ نے اس
غریب قراءۃ کو تفسیر کا معہ بنا کر اوپر بھا سمجھو تھا۔ تفسیر کی یعنے اتمام سے مراد یہ ہے کہ ٹھیک ارکان سے مع اداب ادا کرو اور اس سے نکلا کہ عمرہ واجب ہے
پس جاننا چاہیئے کہ حج کے بشرط استطاعت فرض ہونے مین تو امت کا اتفاق ہے مگر عمرہ کے بارہ مین دو قول ہین ایک یہ کہ واجب ہے اور استدلال
اسپر اس آیت واحادیث سے ہے کیونکہ امر ہے اتمام عمرہ کا اور امر واسطے وجوب کے ہے اور منجملہ احادیث کے صحیح مین ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جسکے ساتھ شکار نہ قران وتمتع کی ہدی ہو وہ اہلال کرے حج وعمرہ کے ساتھ اور نیز صحیح مین ثابت ہوا کہ آنحضرت
(بانفہ قربانی)
صلعم نے فرمایا کہ داخل ہوا عمرہ حج مین قیامت تک اور نیز بدین ثابت ہے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج وعمرہ

وغیرہ

له یعنی علمائے حنفیہ رحمہم اللہ کی طرف سے ۱۲م ته لبیک کہا اے نبی کہ لبیک اللھم لبیک الخ ۱۲

دونون فریضہ ہین تجھے مضر نہین جاہے جس سے ابتدا کرے اخرجہ الدارقطنی والحاکم - مترجم کہتا ہو کہ عمرہ واجب ہونیکا قول ایک جماعت صحابہ و تابعین
سے مروی ہو اور یہی مذہب ہو امام شافعی و احمد و اسحٰق کا - اور یہی جوہر مین اصح قرار دیا ہو لیکن بعض نے کہا کہ ان دلیلون سے وجوب ثابت نہین ہے
باوجودیکہ صحیح حدیث سے خلاف پڑتا ہو چنانچہ شافعی و عبدالرزاق و ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید نے ابو صالح تابعی سے اور ابن ماجہ نے طلحہ بن عبید اللہ
سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ حج تو جہاد ہو اور عمرہ تطوع ہو - اور ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید نے جابر سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا عمرہ واجب ہو تو آپ نے فرمایا کہ نہین لیکن اگر تم عمرہ ادا کرو تو تمھارے لیے بہتر ہو - اسکو ترمذی نے بھی جابر سے مرفوعا روایت
کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہو پس یہ احادیث صریح ہین کہ عمرہ واجب نہین ہو اور یہی قول ہو بعض صحابہ مثل عبداللہ بن مسعود و جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور
بعض تابعین کا اور یہی مذہب ہو امام مالک و ابو حنیفہ وغیرہم کا لیکن مذہب حنفیہ کی کتاب الجوہرہ میں وجوب کو اصح کہا ہو اور حدیث زید بن ثابت
کا جواب یہ ہو کہ وہ دونون کو احرام سے شروع کرنے کے بعد واجب ہین اور اسپر اتفاق ہو کہ عمرہ شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہو حتی کہ اگر احصار وغیرہ سے
اسوقت ادا نہ کرسکے تو دوسرے وقت اسکی قضا واجب ہو چنانچہ حضرت صلعم نے عمرہ حدیبیہ کو قضا فرمایا اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہو اور سراج مین نقل کیا
کہ جب ہدی بھیجکر احرام عمرہ سے حلال ہو گیا تو امام شافعی کے نزدیک اسپر قضا واجب نہین ہو - قلت ہذا عجیب مع قولہ بوجوب العمرة ابتداءً - اور شیخ ابن حجر نے
فتح الباری مین قضا واجب ہونے پر اجماع نقل کیا اور یہی امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین ذکر کیا ہو - اور زمانہ جاہلیت مین ایام حج مین عمرہ ادا کرنے کو حرج
عظیم جانتے یعنے ممنوع شدید سمجھتے تھے پس حضرت صلعم نے اس گمان کو دور کر دیا کہ تا قیامت عمرہ داخل حج ہو گیا اور حدیث اول تو قران یا تمتع کیواسطے
ارشاد ہو تاکہ ثواب مزید حاصل کرین اس سے وجوب عمرہ پر استدلال کیونکر تجویز کیا جاتا ہو ورنہ قران یا تمتع واجب ہونے پر بدرجہ اولی استدلال ہوگا
جبکہ ہدی موجود ہو حالانکہ یہ کسی نے نہین کہا ہو فافہم ہان اس حدیث سے البتہ حج و عمرہ ایک احرام سے بطور قران ادا کرنے کی افضلیت نکلی اور یہی ابو حنیفہ
کا مذہب ہو اور آیت کریمہ سے مراد یہ کہ بعد شروع کے دونون کو تمام کر جیسا کہ بلا خلاف بعد شروع کے واجب ہوتا ہو اور آیہ کریمہ و احادیث سے یہی معنی باتفاق
حاصل ہوتا ہو و سیاق آیہ کریمہ بھی اسپر شاہد ہو قال ابن کثیر - اللہ تعالے نے احکام صیام و ذکر جہاد کے بعد مناسک کا بیان شروع فرمایا پس حج و عمرہ تمام کرنے کا
حکم کیا اور ظاہر سیاق یہ ہو کہ حج و عمرہ مین شروع کر دینے کے بعد انکے جو افعال ہوتے ہین انکو پورا ادا کرو اسیواسطے اسکے بعد فرمایا - فان احصرتم - ای اگر تم خانہ کعبہ تک
پہونچنے اور انکے افعال ادا کرنے سے روکے گئے - اسی وجہ سے علما نے اتفاق کیا ہو کہ حج و عمرہ مین شروع کر دینا ملزم ہو خواہ کہا جاوے کہ عمرہ واجب ہو یا مستحب
اور علی رضی اللہ عنہ سے - اتموا الحج والعمرة للہ - مین اتمام کے یہ معنی مروی ہین کہ اپنے اہل کے گھر سے احرام باندھے اور یہی قول ابن عباس و سعید بن جبیر و
طاؤس کا ہو اور سفیان ثوری نے کہا کہ دونون کا اتمام یہ ہو کہ اپنے اہل کے گھر سے احرام باندھکر نکلے کچھ نہ چاہتا ہو سوائے حج و عمرہ کے اور اہلال کرے
میقات سے یہ نہو کہ تجارت یا کسی ضرورت سے نکلے کہ جب مکہ سے قریب ہو تو کہے لاؤ حج یا عمرہ ادا کر لون اور اس سے حج یا عمرہ تو ہو جائیگا و لیکن
اتمام یہ ہو کہ اسیکے لیے نکلے کسی اور کے واسطے نہ نکلے واضح ہو کہ حدیث مین مسجد بیت المقدس سے احرام کرکے بیت اللہ کا حج ادا کرنے مین مغفرت و جنت کی
بشارت آئی ہو چنانچہ وکیع نے ایسا ہی کیا کما فی سنن ابی داؤد فی روایة - پھر جاننا چاہیے کہ حضرت صلعم نے چار عمرے ادا کیے سب ذی قعدہ مین اول ۔۔۔
ہجرت کے چھٹے سال دوم عمرہ قضا ساتوین سال سوم عمرہ جعرانہ آٹھوین سال چہارم عمرہ اپنے حج کے ساتھ دسوین سال پس جو اقوال اسکے خلاف ہین مانند انکہ تمام عمرہ ۔۔۔
غیر مہینہ حج مین ہو یا حج سے منفرد ہو کچھ نہین ہین اسلیے کہ بعد ہجرت کے سب عمرہ حضرت صلعم نے ذی القعدہ مین کیے سوائے عمرہ حج کے اور ۔۔۔ ام
معقل رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ رمضان مین تیرا عمرہ ادا کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہو اور سعید بن جبیر نے کہا کہ یہ مخصوص ہو حضرت ام معقل سے ۔۔۔
مترجم کہتا ہو کہ ام معقل کی حدیث ابوداؤد مین بھی اسطرف اشارہ ہو - اور سدی نے آیہ اتموا الحج والعمرة - مین کہا کہ اقیموا الحج والعمرة - ۔۔۔

ابن عباسؓ سے اس آیہ میں روایت کی کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اسکو روا نہین کہ حلال ہوجاوے یہانتک کہ انکو پورا کرے اور حج جبکہ یوم النحر یعنے دسوین ذی الحجہ کو جمرة العقبہ کی کنکریاں مارین اور خانہ کعبہ و صفا و مروہ کا طواف کرلین پورا ہوجاتا ہے۔ اور قتادہ عن زرارہ عن ابن عباسؓ کہا کہ حج تو وقوف عرفہ ہے اور عمرہ طواف ہے قال المترجم یعنے اگر حج کرنے والا وقوف عرفہ پاگیا تو حج فوت نہوگا اگرچہ نقصان لازم آویگا اسکا جبر اسطور سے ہوگا کہ قربانی دیدے اور ایسے ہی طواف خانہ کعبہ کے بعد عمرہ فوت نہیں ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے اور تفصیل فقہ میں ہے اور علقمہ و ابراہیم نے اقیموا الحج والعمرة للہ پڑھا اور ایسا ہی بعض صحابہ سے مروی ہے اور یہ غریب ہے اور شعبی نے پڑھا واتموا الحجَّ والعمرةُ للہ یعنے الحج کو منصوب اور العمرہ کو مرفوع پڑھا جسکے معنی یہ ہوے کہ تمام کرو حج کو اور عمرہ اللہ کے واسطے ہے کہا شعبی نے کہ عمرہ کچھ واجب نہین ہے اور صحیحین مین ایک شخص کے قصہ مین روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جعرانہ مین تھے کہ اسنے دریافت کیا کہ جسنے عمرہ کا احرام باندھا حالانکہ اسپر زعفران کا لتھڑا ہوا رنگا جبہ ہے اور خلوق ہے اسکا کیا حکم ہے تو حضرت صلعم خاموش ہو رہے پس آپ پر وحی آئی پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ پوچھنے والا کہان ہے اسنے کہا کہ یہ ہون پس فرمایا کہ جبہ اتار ڈال اور جو خوشبو تیرے لگی ہے اسکو دھو ڈال پھر جو حج مین کرتا تھا وہی عمرہ مین کر مترجم کہتا ہے یعنے احرام عمرہ مین مانند احرام حج کے احتیاط واجب ہے۔ قولہ فان احصرتم۔ ابن کثیر نے کہا کہ علماء نے ذکر کیا کہ یہ آیت ہجرت کے چھٹے سال اتری جب حضرت صلعم و مکہ کے درمیان مشرک لوگ حائل ہوگئے اور آپ کو خانہ کعبہ تک نہ جانے دیا یہی عمرہ حدیبیہ ہے جسکے بارہ مین سورہ انا فتحنا پوری نازل ہوئی ہے۔ وقال غیرہ لغت مین حصر یعنے حبس و تضییق ہے بند کرنا اور تنگی مین ڈالنا اور ابو عبیدہ و کسائی و خلیل نے کہا کہ مرض کے ساتھ اُحصِر بولتے ہین اسے احصرالمرض روک دیا مرض نے اور دشمن کے ساتھ حَصَر ای احصرالعدو دشمن نے روک دیا اور ابن العربی نے کہا یہی رائے اکثر اہل لغت کی ہے اور زجاج نے کہا کہ یہ سب کی۔ اور ابن فارس نے مجمل مین کہا کہ حصرالمرض واحصرالعدو بولتے ہین برعکس اول اور یہ ضعیف ہے اور فراء نے کہا دونون کے ایک معنی ہین اور یہی ابو عمرو والشیبانی کا قول ہے اور اسی اختلاف کیوجہ سے ائمہ فقہ مین اختلاف ہوا چنانچہ شافعیہ اور اہل مدینہ کے نزدیک حصر مختص بہ دشمن ہے اور یہی ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا کہ نہین حصر مگر حصر عدو اور جسکو مرض یا درد ہو یا راہ بھٹک گیا تو اسپر کچھ نہین اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسیکے مانند ابن عمر و طاؤس و زہری و زید بن اسلم سے مروی ہے اور ائمہ حنفیہ نے کہا کہ حصر اعم ہے خواہ دشمن روکے یا مرض سے یا بھول جانے سے یا کوئی مانع ہو اور امام احمد نے حجاج بن عمرو الانصاری سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ جسکو شکستگی ہو پہنچے یا درد یا لنگ تو وہ حلال ہوا اور اسپر دوسرا حج واجب ہے یعنے اسکو احرام سے حلال ہوجانا روا ہے اور اسپر حج کی قضا واجب ہے پھر عکرمہ نے جو حجاج بن عمرو الانصاری سے راوی ہین کہا کہ پھر مین نے اسکو ابو ہریرہؓ و ابن عباسؓ سے ذکر کیا یعنے اس روایت کو ذکر کیا تو دونون نے کہا کہ حجاج بن عمرو نے سچ بیان کیا ہے۔ اس حدیث کو سنن اربعہ والون نے بھی روایت کیا اور ابو داؤد کی ایک روایت مین لنگ اور شکستگی اور مرض مذکور ہے اور اسکو ابن ابی حاتم نے بھی دوسری وجہ سے روایت کیا پھر کہا کہ ابن مسعود و ابن الزبیر و علقمہ و سعید بن المسیب و عروہ و مجاہد و نخعی و عطاء و مقاتل نے کہا کہ احصار تو دشمن و مرض و شکستگی سے ہوتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید ابن عباسؓ بھی اسکے قائل ہین ولیکن سوائے دشمن کے اور چیزون کے حصر سے ہدی لازم آنے کے قائل نہین ہین واللہ اعلم۔ قولہ فما استیسر من الهدی۔ یعنے اگر تم حج و عمرہ بعد احرام کے تمام کرنے سے روکے گئے تو جو آسان ہو ہدی سے یعنے تمپر واجب ہے یا تم ذبح کردیا بھیجو جو آسان ہو ہدی سے اور علماء مین اتفاق ہے کہ ہدی مذکور واجب ہے اور امام مالک نے علی بن ابی طالب سے روایت کی کہ وہ بکری ہے اور ابن عباس نے کہا کہ اونٹ و گائے و بھیڑ و بکری سب قسم مین سے ہدی ہوتی ہے اور ثوری نے فما استیسر من الهدی۔ مین ابن عباس سے روایت کی کہ وہ بکری ہے اور یہی قول عطاء و مجاہد و طاؤس و ابو العالیہ و محمد باقر و عبد الرحمن بن القاسم و شعبی و نخعی و حسن و قتادہ و ضحاک و مقاتل وغیرہم کا ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور ابن ابی حاتم نے حضرت

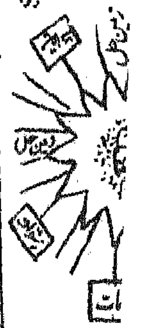
عائشہ وابن عمر سے روایت کی کہ وہ ما استیسر من الہدی۔ مین اونٹ یا گاے کے سواے اور جنس سے ہدی جائز نہین جانتے تھے اور ایسا ہی سالم و قاسم و
عروہ و سعید بن جبیر سے بھی روایت ہو قال ابن کثیر ظاہر یہ ہو کہ ان لوگون نے قصہ حدیبیہ سے استدلال کیا ہو کیونکہ اس محل مین کسی سے بکری ذبح کرنا
مروی نہین ہو کیونکہ جابرؓ سے روایت ہو کہ ہمکو رسول اللہ صلعم نے حکم کیا کہ سات آدمیون کے حساب سے اونٹون و گایون مین شریک ہو جاوین اور
صحیح جمہور کا قول ہو اور حضرت عائشہ سے صحیحین مین روایت آئی ہو کہ حضرت صلعم نے ایکبار دنبہ یا بھیڑ کو ہدی بھیجا تھا اور طاؤس و عوفی نے ابن عباسؓ سے
روایت کی کہ فما استیسر من الہدی مین اسکی فراخ دستی کے موافق ہدی ہو اگر بہت خوش حال ہو تو اونٹ ورنہ گاے ورنہ بکری اور یہی حسنؒ کا قول ہو
پس یہ ترتیب و تعدیل کی قربانی ہو۔ قولہ ولا تحلقوا رؤسکم حتے یبلغ الہدی محلہ۔ تھوڑے اہل علم اسطرف گئے ہین کہ یہ خطاب ان لوگون کو ہو جو روکے
گئے پس ہدی کا محل وہ کہ جہان اسکا ذبح کرنا حلال ہو سو مالک و شافعیؒ نے کہا کہ وہ جگہہ ہو جہان روکا گیا اگرچہ خارج حرم ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے سال حدیبیہ مین حرم سے باہر حدیبیہ مین جہان روکے گئے تھے ذبح کیا تھا اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ محل اسکا حرم ہو کیونکہ اللہ تعالے نے
فرمایا ثم محلہا الی البیت العتیق۔ اور حنفیہ نے کہا کہ سال حدیبیہ مین حضرت صلی اللہ علیہ سلم نے حرم مین ذبح کیا کیونکہ نزول آپکا حدیبیہ کے کنارے
متصل حرم بجانب بستی مکہ تھا اور زہری نے روایت کی کہ حضرت صلعم نے حرم مین ذبح کیا تھا اور قصہ حدیبیہ جو آگے آویگا اس سے اسکی تائید
نکلتی ہو۔ قال ابن کثیرؒ یہ قول یعنے لا تحلقوا رؤسکم عطف فان احصرتم پر نہین ہو بلکہ واتموا الحج والعمرۃ للہ۔ پر عطف ہو قال المترجم پس یہ
خطاب عام ہو پھر شیخ ابن کثیرؒ کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہو کہ باستثناے محصرین ہو چنانچہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سال حدیبیہ مین خارج
حرم کے ذبح کیا اور حلق کیا جبکہ انکو کفار نے روکا تھا اور جو شخص کہ حال امن مین ہو اور حرم تک پہونچنا ممکن ہو تو اسکو سر منڈانا نہین جائز ہے
یہانتک کہ ہدی اپنے محل پر پہونچ جاوے اور اس کلام سے ظاہر ہو کہ محل اسکا حرم ہو مگر سواے اسکے جو روکا گیا ہو اور یہ کہ یہ خطاب محصر و غیر محصر
سب کو ہو اور یہی ایک جماعت اہل علم کا قول ہو پس یہان تین قول حاصل ہوے اول آنکہ خطاب محصرین کو ہو اور معنی یہ ہین کہ اگر محرم روکا جاوے اور
چاہے کہ اپنے احرام سے حلال ہو تو ہدی بھیجکر جب وہ محل احصار مین پہونچ جاوے اور ذبح کیجاوے تو حلق یا قصر کرکے حلال ہو جاوے اور یہ قول شافعیؒ کا
ہو دوم آنکہ ہدی ایک شخص کے ہاتھ بھیجے اور اسکے لیے ایکدن مقرر کر دے پس جب ہدی مذکور اپنے محل یعنے حرم مین پہونچ جاوے اور غالب گمان
ہو کہ اس دن مقررہ ذبح ہو گئی تو حلال ہو جاوے اور اسپر سر منڈانا یا بال کترانا کچھ واجب نہین بلکہ مستحب ہو اور یہ قول امام ابوحنیفہ کا ہو اور
سوم یہ کہ خطاب محصرین و غیر محصرین سب کو ہو پس محصر کی ہدی کا محل وہ ہو جہان احصار ہوا خواہ حل ہو یا حرم ہو اور غیر محصر کے ہدی کا محل حرم ہو
واللہ اعلم۔ پھر ہدی کے ذبح سے تحلل نہین ہوتا بلکہ حلق یا قصر سے ہوتا ہو اور ظاہر قول امام ابوحنیفہ یہ ہو کہ ہدی احصار مین فقط ذبح سے تحلل
حاصل ہوتا ہو اور یہی ظاہر آیہ ہو مگر حدیبیہ کے احصار مین صحابہؓ کو حضرت صلعم نے حکم کیا کہ سر منڈاوین اور حلال ہو جاوین پس صحابہ نے تاخیر کی
کہ شاید حکم منسوخ ہو یہانتک کہ حضرت صلعم خود نکلے اور اپنا سر منڈایا پس لوگون نے بھی ایسا کیا اور بعض نے فقط بال کترائے تو نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے رحم کرے سر منڈانے والون پر تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ اور بال کترانے والون پر بھی یا رسول اللہ۔ پس
تیسری بار مین فرمایا اور بال کترانے والون پر۔ ایسا ہی صحیحین سے ثابت ہوتا ہو۔ اور کتب فقہ مذہب حنفیہ مین بھی سر منڈانا یا بال کترانا ماخوذ ہو
قولہ فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک۔ مرض سے مراد یہان وہ ہو جسپر لغت کی راہ سے مرض کا لفظ
صادق ہو اور اذی من راسہ مثل جون و درد سر و جراحت وغیرہ تو ایسے شخص کو اجازت ہو کہ اگر سر منڈائے تو روزے یا صدقہ یا نسیکہ سے
فدیہ دے پھر ہر ایک کی تقدیر کیا ہو سو حسن و عکرمہ وغیرہ سے روایت ہو کہ روزے دس روز اور طعام دس مسکین کا ہو اور یہ قول خلاف جمہور ہے

کہ انکے نزدیک روزے تین روز کے یا چھ مسکینون کا کھانا یا نسیکہ ہو چنانچہ بخاری و مالک و احمد وغیرہم نے کعب بن عجرہؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ حدیبیہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم سب احرام باندھے تھے اور میرے سر پر لٹکے بال تھے پس جوئین میرے منھ پر گرتین پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم میری طرف گذرے اور فرمایا کہ کیا تیرے سر کی جوئین تجھے ایذا دیتی ہین پھر اسکو حکم کیا کہ منڈا دے کہا کعب نے کہ اتری یہ آیت فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک۔ ہذا لفظ احمد فی روایۃ۔ اور بخاری کی روایت مین ہو کہ فرمایا کیا تجھے بکری نہین مل سکتی ہو مین نے کہا کہ نہین تو فرمایا تین روز روزے رکھ یا چھ مسکینون کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف صاع۔ کہا کعب نے کہ یہ آیت میرے حق مین خاصکر اتری حالانکہ وہ تم سب کے واسطے عام ہو۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت مین ہو کہ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو حکم کیا کہ اپنا سر منڈا دے اور فرمایا کہ تین روز روزہ رکھ یا چھ مسکینون کو کھانا دے ہر ایک کو دو دو مُد کے قدر دے یا ایک بکری قربانی کر انمین سے جو تو ادا کریگا تجھے کفایت کریگا ابن عبد البر نے ذکر کیا کہ علماء مین یہان اختلاف نہین کہ نسک اسمین ایک بکری ہو اور ابن عباس سے روایت ہو کہ جب آو کے ساتھ ہو تو جو ادا کردے کافی ہو و مجاہد و عکرمہ و طاؤس و نخعی و ضحاک سے اسکے مانند مروی ہو ذکرہ ابن ابی حاتم۔ اور ابن کثیر نے فرمایا کہ یہی ائمہ اربعہ و عامۂ علماء کا مذہب ہو کہ اس مقام پر اسکو اختیار ہو چاہے روزے رکھے اور چاہے تین صاع صدقہ کرے چھ مسکینون پر ہر ایک کو نصف صاع دے اور نصف صاع کے دو مد ہوتے ہین اور چاہے بکری ذبح کرکے مسکینون کو بانٹ دے۔ اور بعض تابعین سے یہان ترتیب بھی مروی ہو اور یہ خلاف سیاق قرآن اور خلاف حدیث ہو اور یہ ترتیب تو حرم کا شکار قتل کرنے مین البتہ معروف ہو بنص قرآنی اور وہان فقہانے بھی ترتیب پر اجماع کیا ہو پھر جاننا چاہیے کہ اس فدیہ ادا کرنے کی جگہ مین اختلاف ہو پس عطاء نے فرمایا کہ جو قربانی ہو وہ مکہ مین ہو اور جو طعام و صیام ہو پس جہان چاہے ادا کرے اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہو اور یہی احوط ہو اور طاؤس و شافعی نے کہا کہ قربانی و طعام مکہ مین اور روزے جہان چاہے اور مجاہد و مالک نے کہا کہ ان سب کو جہان چاہے ادا کرے اور یہی ظاہر ہو اسواسطے کہ تعیین پر دلیل موجود نہین ہو۔ قولہ فاذا امنتم۔ ای امنتم الاحصار او کنتم فی حال امن و سعۃ۔ یعنے قولہ تعالے فاذا امنتم کے یہ معنے کہ پھر جب تم لوگ احصار سے امن مین ہوجاؤ یا یہ مراد کہ جب تم لوگ امن و فراخی مین ہو (البیضاوی) مراد یہ کہ ادا ے مناسک پر قادر ہوئ کما قال ابن کثیر قولہ فمن تمتع۔ پس جو شخص تم مین سے متمتع ہوا عمرہ سے طرف حج کے۔ اور یہ شامل ہو قران و تمتع دونون کو باین طور کہ دونون کا احرام باندھا یا پہلے عمرہ کا احرام باندھا پھر اس سے فارغ ہوکر حج کا احرام باندھا اور یہی تمتع خاص ہو جو کلام فقہا مین بلفظ تمتع معروف ہو اور عام تمتع تو دونون قسمون کو شامل ہو چنانچہ صحاح کی احادیث اسپر دلالت کرتی ہین کیونکہ راویون مین سے بعض کہتا ہو کہ تمتع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسرا کہتا ہو کہ قران کیا پھر اسمین اختلاف نہین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کو اپنے ساتھ لیا تھا۔ تو ضرور آپ احرام عمرہ سے حلال نہوئے ہون یہانتک کہ حج کیا پس اسکو قران کہتے ہین۔ اور یہی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سنت و افضل ہو اور یہی مترجمؒ کے نزدیک قوی مذہب ہو اگرچہ علماءؒ نے اختلاف کیا کہ افراد و تمتع و قران۔ مین سے کون افضل ہو پس ہر ایک کے افضل ہونے کے تین اقوال موجود ہین ولیکن افراد بایں معنی کہ خالی حج ادا کرے عمرہ نہ کرے بخیال آنکہ ایام حج مین عمرہ تمام نہین ہو یہ دلیل بہت ضعیف ہو تو قول بھی اس بنا پر ضعیف ہوگا مگر آنکہ دوسری دلیل لائی جاوے۔ اور تمتع بالعمرۃ الی الحج کے معنے یا یہ کہ عمرہ کرکے حلال ہوکر حج کا احرام باندھنے تک آسائش کی چیزون سے انتفاع حاصل کیا اور اسکو سیوطیؒ نے ذکر کیا۔ یا یہ کہ حج کا تقرب حاصل کرنے سے پہلے عمرہ کے تقرب سے انتفاع حاصل کیا اور ایک ہی سفر مین اللہ تعالے نے دونون کو عطا فرمایا اور یہی قول ائمہ حنفیہ کا ہو پس قولہ فما استیسر من الہدی۔ یعنے اسپر قربانی جو میسر آسانی سے آوے وہ واجب ہے یہ قربانی کس قسم کی ہو جواب یہ کہ بمعنی اول یہ جبر نقصان کا ہو پس خود اسمین سے نہین کھا سکتا ہو اور دوسرے معنے پر شکریہ کی قربانی ہوگی کہ خود بھی کھا سکتا ہو اور یہی قول

ابوحنیفہ

ابوحنیفہؒ ہی اور یہ قربانی شافعی کے نزدیک دسوین سے پہلے بھی جائز ہی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پہلے نہین جائز ہی قال ابن کثیر لیستر اسکا
بکری ہی اور اسکو اختیار ہی کہ چاہے گاے ذبح کرے اسواسطے کہ اوزاعی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے اپنے ازواج کیطرف سے
جنھون نے تمتع کیا تھا گاے ذبح کی رواہ ابن مردویہ اور صحیح مین ازواج کیطرف سے گاے کی قربانی حجۃ الوداع مین باسانید صحیحہ ثابت ہی۔ اور یہ جو مروی ہی
کہ عمر رضی اللہ عنہ تمتع سے لوگون کو منع کرتے تھے تو ابن کثیر نے جواب دیا کہ خود حضرت عمرؓ سے تصریح آئی ہی کہ وہ حرام یا ممنوع کرکے نہین منع
کرتے بلکہ مقصود یہ تھا کہ لوگ کثرت سے خانہ کعبہ کا قصد کرین کبھی حج کی نیت سے اور کبھی عمرہ کے واسطے کیونکہ ایام حج مین عمرہ کر لینے کے بعد خالص
عمرہ کے لیے نہین جاتے تھے اور سنن ابو داؤد وغیرہ مین باسناد صحیح حضرت عمرؓ سے ثابت ہوا کہ انھون نے قران کو سنت فرمایا بعض صحابہؓ نے گمان
کیا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی راے سے تمتع منع کیا تو یہ خود انکی سمجھ ہی جبکہ حضرت عمر نے اپنی مراد کو صریح بیان فرمایا ہی پس ظاہر ہوا کہ یہ جو عمرؓ سے روایت
آئی کہ ایام حج مین عمرہ تمام نہین ہی اسکے یہ معنی ہین کہ عمرہ خالص قصد کرکے ادا کرو اللہ تعالے کے واسطے اور جب حج کے ساتھ مین ادا کیا تو اسکے تابع
ہو گیا اگرچہ قران سنت ہی لیکن تنہا عمرہ کرنا بھی سنت ہی اور خالص عمرہ کے قصد سے سفر کرنا۔ اتموا الحج والعمرة للہ کی زیادہ فرمابرداری ہی اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قصدا تین عمرے ہی ادا کیے ہین فتدبر۔ قولہ فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام فی الحج وسبعة اذا رجعتم۔ تفسیر ابن کثیر مین ہی یعنے
جسنے ہدی نہ پائی تو اسکو چاہیے کہ تین روز ایام حج مین یعنے مناسک حج ادا کرنے کے دنون مین روزہ رکھے اور یہ فقط نوین تاریخ تک منحصر ہی اور
علمانے کہا کہ اولے یہ ہی کہ عرفہ یعنے نوین ذی الحجہ سے پہلے تین روز روزہ رکھے کیونکہ حاجیون کے واسطے عرفہ کے روزہ سے ابو داؤد کی حدیث مین ممانعت
آئی ہی اور یہی عوفی نے ابن عباس سے روایت کی اور ابن عباس وابن عمر وعلی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ ساتوین آٹھوین نوین اگر روزہ رکھا
تو تمام ہوا اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہی اور اگر قبل عید کے روزے نہ رکھے تو ایام تشریق مین روزہ رکھنے مین دو قول ہین ایک یہ کہ ہان اور یہی
مختار شافعیہ ہی کیونکہ صحیح بخاری مین حضرت عائشہ وابن عمرؓ کا قول روایت ہی کہ ایام تشریق مین روزہ رکھے جانے کی رخصت کسیکو نہین دی گئی
مگر اسیکو جو ہدی نہ پاوے اور یہی قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی اور یہ بسبب عموم قولہ تعالے وثلثة ایام فی الحج ہے اور یہی
قول عبید بن عمیر وعکرمہ وحسن وعروة بن الزبیر ہے اور یہی شافعی کا پہلا قول ہی اور جدید قول یہ ہی کہ ایام تشریق کا روزہ نہین جائز ہی کیونکہ
امام مسلم نے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایام تشریق کھانے پینے اور ذکر الٰہی کے دن ہین۔ اور یہی امام ابوحنیفہ کا مختار ہی اور یہی اکثر
اہل علم کا قول ہی۔ قولہ وسبعة اذا رجعتم۔ اسمین دو قول ہین ایک یہ کہ جب اپنے اُترنے کی جگہ لوٹ آوے تو سات روزے رکھے اور دوم یہ کہ جب
اپنے وطن کو لوٹ آوے اور بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا حجۃ الوداع مین عمرہ سے طرف حج کے
اور ہدی لی اور اسکو اپنے ساتھ روان کیا ذی الحلیفہ سے اور اہلال کیا عمرہ کا پھر اہلال کیا حج کا پھر لوگون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع
کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ شروع کیا پھر حج کیا پس لوگون مین سے بعض تو اپنے ساتھ ہدی لائے تھے اور بعضے نہین لائے
تھے پھر جب نبی صلعم مکہ مین آئے تو لوگون سے کہا کہ جسنے تم لوگون مین سے ہدی اپنے ساتھ روان کی ہی تو وہ احرام سے جن چیزون سے حرام ہو گیا
ہی کسی چیز سے حلال نہوگا یہانتک کہ حج سے فارغ ہو اور جو اپنے ساتھ ہدی نہین لایا ہی اسکو چاہیے کہ خانہ کعبہ کا طواف کرے اور صفا ومروہ کی
اور قصر کرے پس حلال ہو جاوے پھر حج کا احرام باندھے پھر جو شخص ہدی نہ پاوے اسکو چاہیے کہ تین روز حج مین روزے رکھے اور سات روز جب اپنے
وطن کو لوٹ جاوے الی آخر الحدیث اور صحیح مسلم کی طویل حدیث جابرؓ مین بھی اسی کے مانند آیا ہی اور ایسا ہی سعید بن جبیر وابو العالیہ ومجاہد
وعکرمہ وحسن وقتادہ وزہری وربیع بن انس سے مروی ہی اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہی اور ابن جریر نے اسپر اجماع نقل کیا ہی اور کہا گیا کہ ابوحنیفہؒ

کے نزدیک بعد تشریق کے اگر مکہ مین قیام کرے تو ادا کرنا جائز ہی۔ پھر یہ سب دس روزے ہوئے پھر قولہ تلک عشرۃ کاملۃ- اپنے ماقبل کی تاکید ہی جیسے
عرب بولتے ہین کہ رَأَیْتُ بعینی- یعنے مین نے اپنی آنکھون دیکھا- سَمِعْتُ باذنی- مین نے اپنے کانون سنا- حالانکہ یہ کام تو آنکھ و کان ہی سے ہوتا ہی
اور ایسے ہی قولہ تعالے- ولا طائر یطیر بجناحیہ- پس فائدہ اس تاکید کا یہ ہی کہ یہ وہم نہو کہ تین روزے حج مین روزہ رکھین یا سات روز وطن مین اگر روزہ رکھین
(الزجاج) یا کہ عدد ختم ہونے پر دلالت کرے یہ وہم نہو کہ ابھی اور کچھ باقی ہی کما فی قولہ- وواعدنا موسی ثلثین لیلۃ واتممناها بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ
اور بعض نے کہا کہ کاملۃ سے اسکے اکمال و اتمام کا حکم ہی اسکو ابن جریر نے اختیار کیا ہی بعض نے کہا یعنے ہدی سے کافی ہین و حسن بصری سے
روایت ہی کہ مراد یہ کہ ہدی کے بجاے کامل و پورے ہین- قولہ ذلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام- یہ اس شخص کے لیے جسکے اہل حاضرین مسجد الحرام
نہون یعنے ساکنین مکہ معظمہ نہون اسمین اختلاف ہی کہ یہ اشارہ کس طرف ہی پس بعض نے کہا کہ حکم کی طرف راجع ہی یعنے متمتع پر ہدی یا روزے کا
واجب ہونا یعنے ہدی یا روزے واجب ہونیکا حکم اس شخص کے لیے ہی جسکے اہل حاضری المسجد الحرام نہون پس اگر حاضری المسجد الحرام ہونگے تو اسپر ہدی
یا صیام واجب نہونگے اگرچہ وہ تمتع کرے اور یہ شافعی وغیرہ کا قول ہی اور یہ ضعیف ہی جیسا کہ معلوم ہوگا اور بعض نے کہا کہ تمتع کی طرف راجع ہی یعنے یہ
تمتع اس شخص کے واسطے ہی جسکے لوگ حاضری المسجد الحرام نہون پس اہل حرم کے واسطے تمتع نہین ہی- اور یہ ابو حنیفہ و مالک کا قول ہی کہ مکی کے واسطے تمتع و
قران کچھ نہین ہی اور اگر اسنے ایسا کیا تو اسپر جرمانہ کی قربانی لازم آویگی کہ ذبح کرکے فقیرون کو تقسیم کرے خود نہ کھاوے اور ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر حکم کیطرف
اشارہ نہ ہوتا تو ذلک علی من لم یکن- ہوتا یعنے یہ وجوب اس شخص پر ہی نہ آنکہ- لمن- کیونکہ یہ نفع کے واسطے ہی- ابن جریر نے کہا کہ اہل تاویل نے اجماع
کیا اس بات پر کہ اس سے مراد اہل حرم ہین اور اس بات پر کہ اہل حرم کے واسطے تمتع نہین ہی پھر اختلاف اسمین کیا کہ وہ کون لوگ ہین پس بعض نے کہا کہ اس
سے حاصکر اہل حرم یعنی اہل مکہ مراد ہین چنانچہ ابن عباس نے فرمایا کہ وہ اہل حرم ہین اور قتادہ نے کہا کہ ہمسے ذکر کیا گیا کہ ابن عباس فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ تمھارے
لیے تمتع نہین ہی بلکہ وہ اہل آفاق کے واسطے حلال کیا گیا ہی اور تمپر حرام کر دیا گیا ہی تم مین کا آدمی تو حرم سے اتنی دور نکل جاتا ہی کہ اسکے اور حرم کے درمیان
ایک وادی ہو جاوے پھر عمرہ کا احرام باندھتا ہی اور عبد الرزاق نے طاؤس سے روایت کی کہ تمتع اہل مکہ کے واسطے نہین ہی بلکہ ان لوگون کیواسطے
ہی جنکے اہل حاضرین حرم سے نہون اور کہا کہ مجکو ابن عباسؓ سے بھی مثل قول طاؤس کے روایت پہونچی ہی اور بعض نے کہا کہ مراد اہل حرم اور وہ لوگ ہین
جو حرم و مواقیت کے درمیان رہتے ہین یعنے مواقیت سے لیکر مکہ تک جو لوگ رہتے ہین کسی کے واسطے تمتع و قران نہین ہی- اور مواقیت یہ ہین ذو الحلیفہ
و جحفہ و قرن و یلملم و ذات عرق- اور انکو مواقیت اسلیے کہتے ہین کہ بدون احرام کے ان مقامات سے تجاوز نہین کر سکتا ہی اور یہی ابو حنیفہ
کا قول ہی اور عبد الرزاق نے عطا سے روایت کی کہ مواقیت کے اندر رہنے والے اہل مکہ کے مانند ہین کہ اسکے واسطے تمتع نہین ہی اور ایسے ہی ابن المبارک
نے مکحول سے روایت کی ہی- اور قولہ حاضری المسجد الحرام در اصل حاضرین بصیغہ جمع تھا نون بسبب اضافت کے ساقط ہو گیا اور اوپر کی روایات
سے ظاہر ہوتا ہی کہ اہل سے مراد اپنے لوگ ہین اور ابن جریر نے کہا کہ مراد زوجہ و اولاد جو اسکی پرورش مین ہون باپ دادا بھائی بند وغیرہ مراد
نہین ہین مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل کنایہ بذات خود ہی اور سراج مین بھی اسکی پیروی کی لیکن یہ ضعیف قول ہی- اگر ایسا ہوتا تو حاضرۃ المسجد
الحرام ہوتا کما فی قولہ تعالے واسالهم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر- حالانکہ یہان حاضرین ہی فقط قال الشیخ فی العرائس- قولہ تعالے واتموا الحج والعمرۃ
للہ- حق سبحانہ و تعالے نے اہل حقیقت کے لائق اپنیر یہ واجب کیا کہ درگاہ عزت تک پہونچنے کے قصدون کو پورا کرین بایں طور کہ مقام قدم کی زیارت
کو متوجہ ہونے کی حالت مین تمام حدوث سے مجرد ہو جاوین اور توحید کی پوری تحقیق کرنے مین اپنے کو فانی کرکے بقاء حق سے باقی ہونے مین تمام کائنات
سے منفرد ہو جاوین اور ربوبیت سے عارف ہونے کے قصد مین عبودیت کا لباس پہنین تاکہ باطنی قبولیت ظاہری قبولیت کے ساتھ مل جاوے کیونکہ



انھون نے ابتداے حال مین اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب مین بسر وچشم فرمانبرداری کے ساتھ بَلٰی - جواب دیا تھا یعنے تو ہمارا پروردگار معبود حق موجود برحق ہے پس عہد پورا کرنے کے واسطے امر ظاہر کو درست کرین اور اسکے سامان مین سرگرم ہون باین طور کہ لبیک کہین یعنے ہم بکرر تیری فرمانبرداری مین جھکالے دل وجان سے حاضر ہین پس حج تو اہل تمکین کے لیے ہے اور عمرہ اہل تلوین کے واسطے ہے اور حج کو جبھی پورا کرینگے کہ مناسک مین رب البیت کا مشاہدہ ہو یعنے اپنی خودی تک درمیان سے فراموش ہو اور یہ سب لِلّٰهِ یعنے خالص بہ نیت الٰہی عزوجل ہو قال المترجم حاصل یہ ہے کہ حج وعمرہ میعنے قصد وزیارت ہے اور اشارہ ہے قصد بارگاہ حق وزیارت ملک قدم اور اتمام یہ کہ دل سے تمام ماسواے حق کو ترک کرو اور اسکی عبادت ظاہری وباطنی مین تن جان خرچ کردو تو مراد کو پہونچو لیکن جسمانی عوارض بشریت کبھی مانع ہوتے ہین اور یہ جسم تمام جانورون مین انسان کے ساتھ یکسان شریک ہے۔ قوله فان احصرتم - ای اگر روکے گئے بشریت کے اوصاف جو تم مین پیدا کردیے گیے ہین اگر انھون نے تمکو حقیقت کے بلند مقام پر چڑھنے سے روکا اور طبیعت جو امتحان مین ڈالی گئی ہے اگر اسکے امتحانی پردے تمکو مانع ہوے تو شرع وحقیقت کی راہ سے ادھر ادھر مت ڈول جاؤ بلکہ اپنے نفس کو اللہ تعالےٰ کے واسطے قربان کردو قال المترجم یعنے روح کو مقام عزت تک پہونچنے مین نفس وطبیعت جو مبتلاے امتحان ہے روکتی ہے خواہ اپنا نفس ہو اور اپنی طبیعت ہو یا غیر کا مثل کفار کے پس ظاہر اُنسے جہاد کرو اور باطن مین اپنی باطنی اخلاق مذمومہ سے تاکہ حقیقت تک پہونچو پھر اللہ تعالےٰ نے اوقات حج وممنوعات وحسن آداب کا ارشاد فرمایا بقولہ تعالےٰ

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ ١

حج کے کئی مہینے ہین معلوم پھر جسنے لازم کرلیا انمین حج تو بے پردہ ہونا نہین ہونا عورت سے نہ گناہ کرنا نہ جھگڑا کرنا حج مین

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝

اور جو کچھ تم کروگے نیکی اللہ کو معلوم ہوگی اور خرچ راہ لیا کرو کہ خرچ راہ مین بہتر ہے گناہ سے بچنا اور مجھسے ڈرتے رہو اے عقلمندو

اَلْحَجُّ یعنی وقت حج کا اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ مہینے معلومہ ہین ف یعنے شوال وذوالقعدہ وعشرۂ ذی الحجہ ہین اور بعض نے کہا کہ ذی الحجہ بھی پورا مہینہ ہے فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ پھر جسنے ان مہینون مین حج کو فرض کرلیا ف یعنے اپنے اوپر ان مہینون مین حج کو باین طور فرض کیا کہ حج کا احرام باندھ لیا- فَلَا رَفَثَ - تو رفث نہ ارد ف یعنے نہین جماع اسمین وَلَا فُسُوْقَ - اور فسوق نہ ارد ف یعنے معصیت نہین چاہیے اور فسوق در اصل گناہ سے بڑھکر ہے- وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ - اور جدال ندارد مر حج مین ف یعنے جدال نہین چاہیے اور ایک قراۃ مین رفث وفسوق وجدال سب کو رفع ہے- توضیح یہ کہ ابن کثیر وابو عمرو کی قراۃ تو فلا رفثٌ ولا فسوقٌ ولا جدال - پہر دو اول مرفوع اور سوم بالفتح اور ماسواے ابن کثیر وابو عمرو کے باقیون کی قراۃ مین دونون اول کو بھی فتحہ ہے یعنے مبنی بر فتحہ ہین اور ان تینون مین نفی سے مراد نہی ہے ای مت ایسا کرو وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ - اور نیکی سے جو کچھ تم کرو اسکو اللہ تعالےٰ جانتا ہے ف یعنے تمکو اسکی جزا یعنے ثواب عطا کریگا- اہل یمن بدون زادراہ وخرچ کے حج کرنے آتے پس لوگون کو بار ہوجاتے تھے تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا قولہ تعالےٰ وَتَزَوَّدُوْا یعنے زادراہ وتوشہ لو ف وہ چیز لیا کرو یعنے سفر کے لیے جو تمکو تمہارے مقصود کو پہونچا دے پس منزل آخرت کے لیے بھی توشہ لو اسطرح کہ جو حکم دیا گیا اسپر عمل کرو اور اپنی طرف سے نفل ادا کرکے تقوی پورا کرو فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى - کیونکہ سب سے بہتر زادراہ تو یہی تقوی ہے ف کیونکہ دائمی وطن اصلی کیلیے یہی زادراہ ہے جس سے بعد میں راحت ہوگی اور باقی منزل دونیاوی وطن تو زندگانی حباب کا خیال سامان ہے لیکن یہ سمجھ انھین کو ہوتی ہے جو عقل رکھتے ہین اور نصیحت انھین کو نافع ہوتی ہے لہذا فرمایا- وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ - اور اے صاحبان عقل تم مجھی سے تقوی رکھو ف میرے ہی نافرمانی کے

غضب سے ڈر داورمیری ہی ناخوشی سے بچو۔ اس وجہ سے کہ سوائے حق تعالےٰ کے باقی سب ہیچ ہی۔ واضح ہو کہ حج تو چند اعمال اداکرنیکا نام ہی لیکن ہر وقت نہین بلکہ اسکے ایام خاص ہین۔ وہ عرب مین زمانہ جاہلیت قدیم سے معروف ومعلوم تھے اوراسی تواتر سے وہ تمام جہان والون کو معلوم ہوگئے۔ فلارفث ولافسوق۔ کے معنے۔ فلاترفثوا ولاتفسقوا۔ یعنے رفث مت کرو اور فسوق مت کرو۔ اور لاجدال فی الحج۔ یعنے جدال مت کرو درحالیکہ تم احرام مین ہو یعنے حج سے احرام حج کی حالت مراد ہی بلکہ مطلقا احرام مین خواہ عمرہ ہو یا حج ہو یہ چیزین منع ہین۔ پھر جاننا چاہیے کہ۔ الحج اشہر معلومات۔ مین یا تو تقدیر یہ ہی۔ وقت الحج اشہر معلومات۔ یا الحج حج اشہر معلومات۔ پس اول تقدیر پر وقت الحج سے یا تو وقت اداء الحج لیا جاوے یا وقت احرام الحج پس بالاتفاق اداے حج تو ان مہینون کے سوائے اور مہینون مین درست نہین ہی اور احرام حج مین خلاف ہی پس شافعیؒ کے نزدیک حج کا احرام بھی اور مہینون مین سوائے ان ماہہاے معلوم کے درست نہین کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان مہینون کو باقی سال کے مہینون سے مخصوص کردیا اور یہی قول ابن عباس وجابر وعطا وطاؤس ومجاہد سے مروی ہی اور شافعیؒ نے مسلم بن خالد کی روایت سے ابن عباس سے روایت کی کہ کسیکو نہین چاہیے کہ حج کا احرام باندھے مگر انھین ماہہاے حج مین کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ الحج اشہر معلومات۔ اور مسلم بن خالد الزنجی جو شافعی کے شیخ ہین اگرچہ ضعیف ہین مگر ابن ابی حاتم وغیرہ نے دیگر وجہون سے بھی ابن عباس سے روایت کی پس ایک دوسرے کی موئد ہین مترجم کہتا ہی کہ مسلم بن خالد الزنجی مین راجح قول یہ کہ وہ ثقہ معتمد ہین اگرچہ حفظ مین کچھ ہو۔ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین ابن عباس سے روایت کی کہ حج کا احرام نہ باندھے مگر حج ہی کے مہینون مین اسواسطے کہ سنت حج سے یہ بات ہی کہ حج کے مہینون مین حج کا احرام باندھے ابن کثیر نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہی اور صحابی نے جب کہا کہ سنت سے یہ بات ہی تو وہ اکثرون کے نزدیک حدیث مرفوع کے حکم مین ہوتی ہی اور شافعی وبیہقی نے روایت کی کہ جابر بن عبداللہؓ سے سوال کیا گیا کہ حج کے مہینون سے پہلے حج کا احرام باندھے تو فرمایا کہ نہین۔ اور شافعی نے جو مسلم بن خالد سے روایت کی اسکے مثل ابن مردویہ نے جابرؓ سے مرفوعا روایت کی اور ابن کثیر نے کہا کہ اسکے اسناد مین مضائقہ نہین ولیکن مرفوع روایت سے جابر کا قول موقوف اصح واثبت ہی قال المترجم باوجود اس طول استدلال کے اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ سوائے ماہہاے حج کے اور مہینون مین احرام صحیح نہین ہے جیسا کہ شافعی کا مذہب ہی بلکہ غایت یہ کہ خلاف سنت ہی جسکا مآل یہ کہ مکروہ ہوگا۔ اور برتقدیر ثانی یعنے الحج حج اشہر معلومات۔ یہ نکلتا ہی کہ حج کا احرام بھی ان مہینون مین بہ نسبت اور مہینون کے اکمل ہی اگرچہ اور مہینون مین بھی صحیح ہی اور سال کے تمام مہینون مین حج کا احرام صحیح ہونیکا قول ابراہیم نخعی وغیرہ سے مروی ہی اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ ومالک واحمد واسحق وثوری ولیث بن سعد کا ہی مگر آنکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور مہینون مین احرام حج کراہت کے ساتھ درست ہی اور امام مالک سے مشہور یہ ہی کہ بلاکراہت درست ہی اور قول ابوحنیفہ اصح ہی کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یسئلونک عن الاہلۃ قل ہی مواقیت للناس والحج۔ پس معلوم ہوا کہ سب چاند احرام حج کے میقات ہین اور نیز دونسک مین سے ایک حج دوسرا عمرہ ہی اور احرام عمرہ تمام سال مین درست ہی پس ایسا ہی احرام حج بھی ہی پس اس سے ثابت ہوا کہ احرام درست ہی اور مکروہ ہونا بدلیل اُن روایات کے ہی جو مذہب شافعی کے بیان مین گذرین پس ظاہر ہوا کہ ابوحنیفہؒ کا مذہب سب دلائل کا جامع ہی۔ وایاک ان تتفوہ کما تفوہ بعض الناس بان آیۃ المواقیت عامۃ والاشہر خاصۃ والخاص مقدم علی العام وبان القیاس علی العمرۃ مصادم للنص باطل لانہ ظہران لامعارضۃ بینہما وانما الکراہیۃ بخلاف السنۃ الاتری مالکا لانکرہ ایضا وانما سمعنا ان تتکلم مع ہذا المتفوہ بالاصول لان کلامہ ینادی بجہالتہ بہا فافہم۔ پھر یہ جو فرمایا کہ اشہر معلومات تو معلومات کے یہ معنی ہین کہ حج تمام سال مین ایکمرتبہ جانے لو جیسے مہینون مین ہی عمرہ کے مانند نہین ہی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے معلوم ہین یا مخاطب لوگ خود جانتے ہین کہ ان مہینون سے تقدیم وتاخیر نہین ہوتی ہی۔ پھر بخاریؒ نے فرمایا کہ ابن عمرؓ نے کہا کہ وہ شوال وذوالقعدہ

ودس دن ذی الحجہ کے ہیں اور اسکو ابن جریرؒ نے بالاسناد روایت کیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور حاکم نے بھی روایت کر کے کہا
کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی قول حضرت عمر و علی و ابن مسعود و عبد اللہ بن الزبیر و ابن عباس و عطاء و طاؤس و مجاہد و ابراہیم نخعی
و شعبی و حسن و ابن سیرین و مکحول و قتادہ و ضحاک و ربیع بن انس و مقاتل سے مروی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ و شافعی و احمد و ابو یوسف و ابو ثور کا مذہب ہے
مگر شافعیؒ کے نزدیک ذی الحجہ کے نو دن و دسویں رات تک ہے اور ابن جریرؒ نے کہا کہ دو مہینے کامل اور کچھ تیسرے مہینہ پر اطلاق اشہر یعنے لفظ جمع کا
تغلیب ہے باوجودیکہ تین مہینے پورے بھی نہیں ہیں قال المترجم بیان سے یہ فائدہ ثابت ہو گیا کہ ثلثۃ ایام فی الحج یعنی تین روزے ایام حج یعنی نویں
تک ہو جانے چاہیے ہیں اور بعد دسویں کے ایام تشریق کے روزے رکھنا ایام حج میں نہونگے کما مر۔ اور امام مالکؒ نے اور قدیم قول میں شافعیؒ نے کہا
کہ شوال و ذوالقعدہ اور پورا ذی الحجہ ہیں اور یہی ابن عمرؓ سے مروی ہے چنانچہ ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے باسناد صحیح اُنسے روایت کیا ہے اور یہ بعض تابعین سے
بھی نقل کیا گیا ہے اور شاید مطلق بیان اُسی مقید پر محمول ہوگا ولیکن مذہب مالک یہی ہے کہ پورا ذی الحجہ بھی ایام حج میں ہے اور فائدہ خلاف کا جب
ظاہر ہوتا ہے کہ مثلاً طواف حج میں تاخیر ہو گئی یعنے اُسنے دسویں ذی الحجہ کو طواف نہیں کیا حتی کہ ایام حج گذر گئے۔ تو امام مالک کے نزدیک چونکہ پورا
ذی الحجہ ماہ حج میں سے ہے اسپر بالتاخیر کے جرم میں قربانی لازم نہ آویگی اور امام ابو حنیفہ وغیرہ جنکے نزدیک ذی الحجہ کے دس ہی روز ہیں انکے نزدیک تاخیر سے جرم
کی قربانی لازم آویگی اور مالکؒ کے نزدیک آخر ذی الحجہ تک ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ مخصوص حج کے ایام میں ہو گیا ہے پس باقی ذی الحجہ میں عمرہ کرنا مکروہ
ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ دسویں رات کے بعد بھی حج کرنا صحیح ہے اور ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد سے طارق بن شہابؒ سے روایت کی کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے
فرمایا کہ حج اشہر معلومات ہیں انمیں عمرہ نہیں ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اسناد صحیح ہے قال المترجم اسمیں یہ اشکال پیش آتا ہے کہ حضرت صلعم نے ایام حج
میں عمرے ادا کیے ہیں اور غایت جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ان مہینوں کو خصوصیت صرف ایام حج ہی سے ہے عمرہ کو اسمیں دخل نہیں ہے فتامل واللہ اعلم
قولہ فمن فرض فیہن الحج ابن جریرؒ نے فرمایا کہ اس امر پر اجماع ہوا کہ فرض سے یہاں ایجاب و الزام مراد ہے یعنے واجب کر لیا یا لازم کر لیا ان مہینوں میں اپنے
اوپر حج کو۔ پس یہ لازم کر لینا احرام سے ہوتا ہے پھر شافعیؒ کے نزدیک احرام باندھنا فقط نیت سے متحقق ہو جاتا ہے اور ابو حنیفہؒ نے کہا کہ تلبیہ کہنے سے
یا ہدی اپنے ساتھ روان کرنے سے متحقق ہوتا ہے اور تفسیر ابن کثیرؒ میں ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ فمن فرض فیہن الحج۔ یعنی جس نے احرام
باندھا حج یا عمرہ کا۔ اور عطاءؒ نے کہا کہ فرض سے مراد احرام ہے اور ایسا ہی ابراہیم و ضحاک وغیرہ سے مروی ہے اور ابن عباس سے عکرمہ نے روایت کی کہ
جسنے ان مہینوں میں حج کا احرام باندھا اسکو نہیں چاہیے کہ حج کا تلبیہ کہکے پھر کسی مقام میں مقیم ہو اور ابن ابی حاتمؒ نے کہا کہ ابن مسعود و ابن عباس
و مجاہد و عطاء و ابراہیم و عکرمہ و ضحاک و قتادہ و سفیان و زہری و مقاتل بن حیان سے اسی کے مانند مروی ہے اور طاؤس و قاسم نے کہا کہ وہ تلبیہ ہے قال المترجم یہ
سب مذہب ابو حنیفہؒ کی تقویت کرتے ہیں۔ قولہ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔ ابن عباس کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رفث اپنی عورت سے
جماع یا جماع کی تعریض یا عورتوں کے سامنے ایسا ذکر کرنا یعنی عورتوں کے سامنے ہونا ممنوع نکلا اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جماع یا فحش یا لغو بکنا اور بنا بریں
عورتوں کی پیٹھ پیچھے بھی تعریض ممنوع ہوگی اور رفث یعنے جماع تو ابن عباس و ابن عمر اور ایک جماعت فقہائے تابعین سے مروی ہے اور فسوق وہ اعمال
یعنے حدود شرعی سے باہر ہو جانا اور طاعت سے نکل جانا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ وہ معصیت سے بڑھکر ہے بلکہ کفر سے درجہ دوم ہے۔ لقولہ تعالیٰ و کرہ الیکم الکفر
و الفسوق والعصیان۔ تو فسوق بعد کفر کے اور قبل عصیان کے ہے۔ اور ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ سب معاصی ہیں اور ابن عمر کہتے تھے کہ حرم
میں معصیتوں کا مرتکب ہونا اور ابن عباسؓ نے فسوق کی تفسیر گالی گلوج سے بھی کی اور ضحاک نے کہا کہ وہ برے القاب سے یاد کرنا اور ابن عباس کی تفسیر معاصی کے مانند
عطاء و سعید بن جبیر و مجاہد و قتادہ و ابراہیم و زہری و ربیع سے تابعین سے مروی ہے اور ابن جریرؒ نے اختیار کیا کہ فسوق اس مقام پر وہ معصیتیں ہیں جو

جنکا ارتکاب حالت احرام میں منع ہو جیسے شکار مارنا و ناخن کاٹنا و بال کترنا وغیرہ جیسا کہ ابن عمرؓ سے مروی ہو اور حق یہ ہو کہ کسی معصیت کی تخصیص ظاہر نہیں ہوتی ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ جنھوں نے جمیع معاصی سے تفسیر کی انھیں کا قول صواب ہو۔ اور لا جدال ماخوذ ہو جدل بمعنے فتل سے اور مستعمل ہوتا ہو بمعنے خلاف و لڑائی جھگڑا اور یہاں دو قول ہیں ایک یہ کہ لاجدال فی الحج۔ یعنے کچھ جھگڑا نہیں وقت حج میں یعنے اسکے مناسک میں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اسکو واضح فرمادیا ہو یہ مجاہد و سدی سے مروی ہو اور مالک و عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے یہ مضمون مروی ہو کہ عرب کے لوگ جدا جدا موقف پر جھگڑتے اور جدال کرتے کہ ہمارا موقف بھی موقف ابراہیم ہو پس اللہ تعالےٰ نے اسکو قطع کر دیا کہ اپنے نبی صلعم کو مناسک سکھلا دیے اور قاسم بن محمد سے روایت ہو کہ جدال یہ کہ ایک کہے حج کل ہوگا اور دوسرا کہے کہ آج ہو اور ابن جریرؒ نے ان سب اقوال کا مضمون لیا اور کہا کہ جدال سے مراد حج میں جھگڑا قطع کرنا ہو دوسرا قول یہ ہو کہ جدال سے مخاصمت ہو چنانچہ ابن عباس سے روایت ہو کہ فرمایا جدال یہ کہ تو اپنے ساتھی سے مخاصمت کرے یہانتک کہ اسکو غصہ آجاوے اور ایسا ہی ابن مسعودؓ سے مروی ہو اور عطاء و ابو العالیہ و مجاہد و عکرمہ و سدی و ابراہیم نخعی و بہتیرے علماء تابعین نے بھی ایسا ہی کہا ہو اور عکرمہ سے روایت ہو کہ جدال یہ کہ کسی مسلمان کو غصہ دلاوے مگر آنکہ اپنے مملوک کو عتاب کرے بدون اسکے کہ اسکو مارے پس وہ غصہ میں آجاوے تو انشاء اللہ تعالےٰ مضائقہ نہیں ہو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اگر مملوک کو مارے تو بھی روا ہو کیونکہ امام احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ کی حدیث اسماء بنت ابی بکرؓ میں ہو کہ ابو بکرؓ نے اپنے غلام جسنے پانی کا لدا اونٹ کھو دیا تھا مارا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے اور تبسم فرماتے اور کہتے کہ اس محرم کو احرام باندھے ہوے کو دیکھو کیا کرتا ہے۔ مترجم کہتا ہو کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسواسطے اسکو مارا کہ اُسی اونٹ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زاد راہ تھا چنانچہ روایت میں اسطرف اشارہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکرؓ کا سامان باہم ملا ہوا تھا پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے گویا اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مارا ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس قول میں ایک لطیف اشارہ ہو کہ ایسا نہ کرنا اولےٰ ہو اور عبد بن حمید نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے اپنا نسک پورا کیا اور مسلمان لوگ اسکی زبان اور ہاتھ سے سلامت رہے تو اسکے اگلے گناہ بخشے گئے۔ اور نقل کیا گیا کہ طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رفث عورتوں سے جماع کی تعریض کرنا اور فسوق تمام معاصی ہیں اور جدال یہ کہ اپنے ساتھی سے مخاصمہ کرے مترجم کہتا ہو کہ اگر سند صحیح ہو تو کافی ہو۔ اور قولہ فی الحج۔ یہاں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لانے میں شان حج کے ساتھ کمال اعتنا کا اظہار ہو اور حکم مذکور کی توجیہ و سبب کا اشارہ ہو کیونکہ زیارت بیت معظم ان امور کے ترک کے موجب ہو۔ پھر جاننا چاہیے کہ یہاں لارفث ولافسوق ولاجدال فی الحج کو نفی کے ساتھ بطور خبر بیان فرمایا حالانکہ مراد نہی ہو تو یہ مبالغہ ہو اور دلالت ہو کہ حج ایسی عظیم الشان عبادت میں ایسی قبیح باتیں گویا موجود ہی نہیں ہو سکتی ہیں پس یہ خبر بمعنے نہی ہو اور ابن العربی رحمہ اللہ نے کہا کہ خبر بمعنی نہی نہیں پائی گئی اور نہ پائی جا سکتی ہو اسواسطے کہ ان دونوں کی حقیقت مختلف اور وصف میں تباین ہو اور قولہ تعالےٰ فلا رفث الخ میں رفث پائے جانے کی نفی نہیں ہو بلکہ اسکے مشروع ہونے کی نفی ہو یعنے حج میں رفث و فسوق و جدال مشروع نہیں ہو کیونکہ رفث وغیرہ تو حج میں بعضے لوگوں سے پایا جاتا ہو اور اللہ تعالےٰ نے جو خبر دی اُسکے برخلاف پایا جانا محال ہو پس نفی کا مرجع یہ ہو کہ یہ چیزیں مشروع طور پر نہ پائی جاوینگی اور محسوس طور پر پائے جانے کی نفی نہیں ہو پس جو پایا گیا وہ خلاف حکم شرع پایا گیا اور کہا کہ یہ دقیقہ علماء سے چھوٹ گیا ہو قولہ وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ۔ پہلے شریعت نے بدکاری سے نہی فرمادی یا خبر دے دی کہ وہ مشروع نہیں ہو اسکے پیچھے ہی خیر یعنے نیکوکاری پر آمادہ کر دیا تاکہ ان قبیح چیزوں کی جگہ خوب چیزوں سے بدلا کیا جاوے اور یہ گویا زیادہ بلیغ بایں معنے ہو کہ ان قبیح چیزوں سے باز رہنا خود مستلزم خیر تھا کیونکہ رفث نہ ہو تو کلام خوب ہوگا اور فسوق نہ ہو تو نیکی ہو اور جدال نہیں تو وفاق ہوگا پھر فرمایا کہ جو نیکی کرو اسکی اللہ تعالےٰ جزا دیگا پس سوا اسکے بھی نیکی پر آمادگی دلائی اور حاصل اسکا سطح نظر خیر ہووے زیادہ پر زیادہ فافہم۔ وقولہ تزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ یعنے زاد راہ لیا کرو اسقدر ۹۶

جو تمھارے سفر کو پورا کردے اور سب سے بھلا زادراہ تو تقوی ہو اور ظاہر یہ تھا کہ التقوی خیر الزاد کیونکہ تقوی کو خیر زاد ثابت کرنا منظور ہو ولیکن ظاہر کے خلاف مین بلاغت ہو کیونکہ خیر الزاد التقوی کہنے کے معنے یہ ہوگئے کہ خیر زاد جسکو چاہتے ہو تقوی ہو پس فائدہ یہ حاصل ہوا کہ خیر زاد اور تقوی دونون متحد ہین اور ابن کثیر کی تفسیر مین ہو کہ ابوداودؒ نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ اہل یمن حج کو آتے اور زادراہ نہین لیتے اور کہتے کہ ہم متوکل لوگ ہین تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا وتزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ اور اسکو بخاریؒ و ابن حبان نے بھی روایت کیا اور نسائی و ابن ابی حاتم کی روایت مین بجاے اہل یمن کے کچھ لوگ یعنے مبہم ہو اور اس مبہم کی تفسیر روایت ابوداود ہو اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ کچھ لوگ اپنے اہل سے نکلتے انکے پاس زادراہ نہین ہوتا اور کہتے کہ ہم بیت اللہ کا حج کرتے ہین کیا وہ ہمین کھانے کو نہ دیگا پس اللہ تعالے نے فرمایا کہ زادراہ وہ چیز لیا کرو جو تمھارے منھون کو لوگون سے باز رکھے۔ اقول ابن الجوزی نے کہا کہ ان لوگون پر ابلیس نے اپنا جال پھیلایا کہ بغیر زادراہ نکل کھڑے ہوے اور اسکو توکل سمجھا حالانکہ یہ بڑی خطا ہو یعنے توکل تو یہ ہو کہ ہر چیز جو تدبیر حواس سے میسر آوے اس سب مین اللہ تعالے ہی کی قدرت جانے کہ اُسی نے حواس دیے اور اُسی کی قدرت سے کام ہوا اور اسی کے پیدا کرنے سے یہ انجام ہوا تاکہ امتحان مین رہے اور حواس وتدبیر کو درمیان سے خارج کرے فافہم فانہ حق نفیس۔ اور ابن جریر و ابن مردویہ نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ لوگون کا یہ دستور تھا کہ جب احرام باندھتے اور انکے ساتھ انکے توشے ہوتے تو انکو پھینک دیتے اور از سرنو زادراہ مہیا کرتے پس اللہ تعالی نے اتارا وتزودوا فان خیر الزاد التقوی پس اس سے منع کردیے گئے اور حکم کیے گئے کہ آٹا وستو اور کعک زادراہ لین اور یہی ابن الزبیر و ابو العالیہ و مجاہد و عکرمہ وشعبی ونخعی و سالم بن عبداللہ و قتادہ و ربیع وغیرہ نے کہا ہو اور سعید بن جبیر سے اسکے مانند مروی ہو اور کعک کی جگہ خشکنانج مذکور ہو اور وہ خشک نان کی تعریب اور مراد کعک ہین اور ابن عمرؓ نے کہا کہ آدمی کے کرم مین سے یہ بات بھی ہو کہ سفر مین اسکا زادراہ طیب یعنے حلال ہو یعنے اگر ایسا کرے تو کریم النفس ہو۔ قال اور جب لوگون کو سفر دنیا کے توشے کا حکم کیا تو آخرت کے توشہ کا بھی ارشاد کیا فان خیر الزاد التقوی یعنے سفر آخرت مین تقوی ساتھ لو جیسے فرمایا۔ ولباس التقوی ذلک خیر۔ یعنے پہلے لباس ظاہری کے ذکر کے بعد لباس باطنی و معنوی کی طرف ارشاد کیا کہ وہ تقوی ہو اور وہ ظاہری سے بہتر و نافع تر ہو اور عطاء خراسانی نے فان خیر الزاد التقوی مین کہا مراد زاد آخرت ہے اور جریر بن عبداللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا کہ جو دنیا مین توشہ مہیا کریگا آخرت مین اسکو نافع ہوگا اخرجہ ابو القاسم الطبرانی اور مقاتل نے کہا کہ جب یہ آیت تزودوا اُتری تو فقراء مسلمین مین سے ایک نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نہین پاتے جسکو زادراہ لین تو فرمایا کہ اتنا زادراہ مہیا کر کہ جس سے اپنے منھ کو لوگون سے باز رکھے اور سب سے اچھا جو زادراہ تم لو وہ تقوی ہو رواہ ابن ابی حاتم۔ قولہ تعالے واتقون یا اولی الالباب اے واتقونی محذوف یائے متکلم اور بیشتر محذوف ہوتی ہو مانند رب اغفرلی وغیرہ کے اور الباب جمع لب بمعنی خالص ہر چیز اور مراد وہ عقل جو خالص ہو وہم و حواس و خواہش نفس کے لگاؤ سے قال البیضاوی پہلے انکو تقوی پر آمادہ کیا پھر واتقون سے حکم دیا کہ مقصود و اسکا تقوی اللہ تعالے ہی ہو پس ما سواے اللہ تعالے سب سے منھ پھیر لو اور ہر چند کہ تقوی تمام لوگون سے مطلوب ہو کوئی ہو لیکن چونکہ یہ مقتضاے عقل خالص و صافی ہو اسواسطے خطاب خاص کر اولوا الالباب کو فرمایا ہو اور یہ بلاغت کلام ہو کہ تکمیل جرگے مین سے دانا کو حکم دیا جاتا ہو پھر وہ سب لوگون کو سمجھا دیتا ہو فی عرائس مین کہا قولہ الحج اشہر معلومات۔ اللہ عزوجل نے بندگی کرنے کے اوقات ظاہر کردیے تاکہ اسکے بندے اسکی خدمتگذاری مین ملال آگین نہو جاوین اور اپنی سستی سے اسکے عتاب و غضب مین نہ پڑ جاوین اور نیز اوقات بیان فرمائے تاکہ امتحان کی زحمت و رنج سے مشاہدۃ الرحمن کی طرف منتقل ہوجاوین اور دیدار ربوبیت سے کشادگی حاصل کرنے کے ساتھ بندگی کے بوجھ سے اہل معرفت کو آرام و دلجمعی حاصل ہو اور حق عزوجل نے اپنے خالص لوگون کے لیے سند قربت پر جگہ پانے کے واسطے صفا و وفا و طمانینت ویقین و جمع ہمت کے اوقات مقرر کردیے تاکہ پہچان لین کہ اسکے

جناب بزرگ کی طرف قصد کرنا بین نہین پڑتا مگر انھین اوقات معلومہ مین - قال المترجم یعنے اہل حق کو آگاہ کردیا کہ میری بارگاہ کا قصد ایسی حالتون و وقتون مین کرو کہ دل و وقت صاف ہو بلا کدورت اور وفاداری پر جیسے ہو یعنی جو تم نے عہد کیا ہو اسکی وفاداری اور دل و جان سے میری بندگی پر منضبط ہو اور قلب تمھارے میری یاد سے مطمئن ہون اور میری ہر بات پر تمکو یقین کامل ہو اور تمھاری ہمت سوائے میرے ادھر ادھر پریشان نہو بلکہ قوی قادر یقین کرکے دلجمعی ہو پس یہ باتین ہونگی تو ان اوقات مین قصد کرنے سے میری بارگاہ مین پہونچوگے اور یہ سب باتین آیات و احادیث سے ماخوذ ہین شیخ نصرآبادیؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے عبادات کے واسطے اوقات مقرر فرمائے ہین تاکہ بندہ انکے وقت سے پہلے انکو طہارت سے اداکرنے کی غرض سے مستعد باسامان ہو رہے اور معرفت کے واسطے کوئی وقت مقرر نہ کیا تاکہ ایسا نہو کہ بندہ کبھی کسی حال مین مشاہدہ کے مراقبہ سے اپنی باطن کو خالی چھوڑ دے - قولہ فان خیرالزاد التقوی - حق عزوجل کیطرف متوجہ ہونے کی حالت مین کسی غیر کی طرف رخ کرنے اور ملتفت ہونے سے بچے رہو کیونکہ ہر حال مین تمھارا توشہ و بھروسا وہی ہر سوا اسکے تم کسی کے محتاج نہین ہوتے ہو - یعنے کافرون مشرکون بدعتیون کی مرادین غیر کی طرف محض بداعتقادی ہر حالانکہ جسکو دیتا ہر وہی دیتا ہر - اور نیز اشارہ ہو کہ جب تمنے چاہا کہ ہم ہمیشگی کا پر پیٹ میدان قطع کرین اور ازلیت کا لمبا بیابان طے کرجائین تو ملک غیب کی سیر کے واسطے اپنی عاشق روحون کے لیے نور وحدت سے توشہ لیکر قلوب کے گھوڑون پر سوار ہوجاؤ اور نور حق گم کردینے سے ڈرو کیونکہ وصال حق چاہنے مین سب سے بھلا توشہ یہ ہر کہ اسی کے طالب اسی کے محتاج رہو - قولہ واتقون یا اولی الالباب یعنے اے عقل والو کیونکہ عقل نور سے تمھین خاص لوگ ہو پس جسکی عقل مین صفت عظمت آگئی اسکا دل ہیبت سے امتحان والے گھر مین یعنے دنیا مین نہین لگتا ہر اور بعض نے کہا کہ انہین خاص لوگون کو خطاب ہر کیونکہ عارف کے پاس سوائے اسکے معروف کے جسکو پہچان گیا ہر اور کچھ توشہ نہین ہر اور محب کے پاس کچھ زادراہ سوا محبوب کے نہین ہر ؎ بجز اشوق دیدار رہبر ہی سارا + چلے ہم تو توپیشوا اسکا ہمارا - واتقون یا اولی الالباب - شیخ واسطیؒ نے فرمایا کہ ایسے ہی اہل عقل لوگون کو خطاب کیا کیونکہ انھین کو محبوب و پسند کرلیا ہر اور کہا گیا یعنے اے ٹھیک سمجھ والے لوگو میری طرف متوجہ ہوکر جو فرماتا ہون اسکو سمجھ لو اور نیز واسطیؒ نے فرمایا کہ وہ خاص لوگون مین ہین اور عموم کے لیے انکی طرف راہ نہین رکھی گئی ہر

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ

کچھ گناہ نہین تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا پھر جب طواف کو چلو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک

الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ ثُمَّ اَفِيْضُوْا

مشعر الحرام کے اور اسکو یاد کرو جسطرح تم کو سکھایا اور تم تھے اس سے پہلے راہ بھولے پھر طواف کو چلو

مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

جہان سے سب لوگ چلین اور گناہون کی بخشش مانگو اللہ سے اللہ ہی ہر بخشنے والا مہربان

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ - تم پر کچھ بھی گناہ نہین ہوف اس بات مین کہ - اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ - تم چاہو فضل یعنے رزق اپنے رب سے ف باین طور کہ حج مین تجارت کرو حالانکہ لوگون نے اسکو مکروہ جانا تھا - یہ درمیانی بیان ہر بعد اسکے حج کا بقیہ حکم ارشاد فرمایا بقولہ تعالے فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ - پھر جب تم عرفات سے روانہ ہوف یعنے جب عرفہ کے روز عرفات مین وقوف کرکے سورج ڈوبنے کے بعد بجانب مزدلفہ روانہ ہوا اور رات مین مزدلفہ مین رہو - صبح کی نماز اول طلوع فجر ہوتے ہی پڑھکر وقوف کرو - فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ - تو مشعر الحرام کے پاس اللہ تعالے کو یاد کروف تکبیر و تلبیہ وغیرہ کے ساتھ اور حدیث مین ہر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشعر الحرام کے پاس برابر ذکر الٰہی کرتے رہے

یہانتک کہ خوب اُجالا ہوگیا روانہ ہوئے پہلے سورج نکلنے سے پھر مشعر الحرام کو قزح بھی کہتے ہیں وہ مزدلفہ کے آخر میں ایک پہاڑ ہر پھر اِس یاد آلہی تعالے کا احسان انکے حق میں بیان فرمایا بقولہ تعالے وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ - اللہ تعالے کو یاد کرو کہ اُسنے تمکو ہدایت کی ف مناسک حج و معالم دین ٹھیک کر کے سکھلا دیے جن کو مشرکوں نے بگاڑ دیا تھا۔ تو اس نعمت پر شکر کے ساتھ یاد کرو وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۝ بیشک تم اس سے پہلے البتہ گمراہوں میں سے تھے ف ان کنتم یعنی انہ کنتم۔ غرض کہ اللہ تعالے نے تم کو ہدایت کر کے گمراہی سے نکالا۔ واضح ہو کہ قریش اپنے آپکو دین میں اعلی درجا در کعبہ کہکر مشعر الحرام سے آگے نہ جاتے اور باقی عرب سب عرفات جاتے تھے تو اللہ تعالے نے رد کر دیا کہ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ - پھر تم یعنے قریش بھی وہیں سے چلو جہاں سے لوگ چلیں ف برابر عرفات تک جاکر وہاں سے مزدلفہ کی راہ چلو۔ واضح ہو کہ منی سے عرفات جاتے ہوئے دوسرا راستہ ہے۔ پھر عرفات سے مزدلفہ آوے وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اور اللہ تعالے سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگو اللہ تعالے غفور رحیم ہے ف شان نزول اس آیہ کا یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اسلام سے پہلے عرب والے موسم حج میں تجارت خرید و فروخت کرتے اور حج بھی ادا کرتے پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو اہل اسلام نے اس سے پرہیز کیا کہ کہیں گناہ نہو اور حج کا ثواب نہ گھٹ جائے تب یہ آیت اتری چنانچہ بخاری نے ابن عباس سے روایت کی کہ جاہلیت میں عکاظ و مجنہ و ذو المجاز بازار میں ہوتی تھیں پھر مسلمانوں نے موسم حج میں تجارت کرنے سے گناہ کے خوف سے پرہیز کیا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج - اور ابو داؤد وغیرہ کی روایت میں ابن عباس سے ہے کہ موسم حج کے زمانہ میں لوگ خرید و فروخت و تجارت سے پرہیز کرتے تھے اور کہتے کہ یہ یاد الہی کے ایام ہیں پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم - اور علی بن طلحہ نے ابن عباس سے اسکے معنے یہ روایت کیے یعنے تیرا احرام سے پہلے یا احرام کے بعد خرید و فروخت میں حرج نہیں ہے۔ پس اس آیت میں تجارت کے واسطے رخصت ہے یعنے حج کے واسطے خالص نیت کرے اور اسکے طفیل میں رزق کمانا بھی روا ہے اور ابن کثیر کی تفسیر میں ہے کہ عطاء نے روایت کی کہ ابن عباس یوں پڑھا کرتے لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج - جیسا کہ بخاری نے ابن عباس سے روایت کیا اور ایسی ہی عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ اقول مواسم الحج - کا لفظ ابن عباس نے بطور تفسیر کے پڑھا ہے اور یہ مراد نہیں کہ داخل آیت ہے جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ کی روایت ابن عباس سے ظاہر ہے قال ابن کثیر اور ایسی ہی تفسیر کیا ہے آیہ کریمہ کو مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و منصور بن معتمر و قتادہ و ابراہیم و ربیع بن انس وغیرہ نے ابن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ اے ابو عبد الرحمن ہم لوگ مزدوری پیشہ ہیں کہ مکہ کی طرف آج کل لوگوں کو کرایہ پر سوار کراتے ہیں اور حج کی نیت بھی کرتے ہیں کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کا حج ہی نہیں ہوتا تو آپ کے نزدیک ہمارا حج ہوتا ہے یا نہیں تو فرمایا کہ کیا تم لوگ اُن آدمیوں کی طرح احرام نہیں باندھتے اور طواف نہیں کرتے اور رمی جمار نہیں کرتے ہو اُسنے کہا کہ ہاں کرتے تو ہیں پس فرمایا کہ تب تو حاجی ہو پھر کہا کہ ایک شخص نے نبی صلعم کے پاس آکر اسی بات کا سوال کیا تھا کہ جو تو نے مجھسے سوال کیا پس آنحضرت صلعم نے اسکو کچھ جواب نہیں دیا یہانتک کہ یہ آیت اُتری - لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم پھر آنحضرت صلعم نے اس شخص کو بلا کر یہ آیت پڑھ سُنائی اور فرمایا کہ تم لوگ حاجی ہو۔ اس حدیث کو امام احمد و ابو داؤد و عبد الرزاق نے ابن عمر سے مرفوعا اور امام حاکم نے اور ابن جریر نے دوسری وجہ سے ابن عمر سے مرفوعا روایت کیا اور ابن جریر نے مانند اسکے ابن عمر سے موقوفا روایت کی ہے اور ابن جریر نے ابو صالح سے جو حضرت عمرؓ کے آزاد کیے ہوئے غلام تھے روایت کی کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین کیا تم لوگ حج میں تجارت کیا کرتے تھے یعنے زمانہ جاہلیت میں عرب ایسا کیا کرتے تھے تو فرمایا کہ ان لوگوں کی کمائی ہی نہیں ہوتی تھی سوائے ایام حج میں آ قول اسمیں اشارہ نکلتا ہے کہ حضرت عمرؓ تجارت خود ایام حج میں کرتے تھے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ کچھ لوگ تو تجارت سے تقوی کرتے تھے اور کچھ لوگ تھے کہ تاجروں کو کہتے کہ حاجی نہیں واجب ہیں پس

اول والون کے لیے رخصت ظاہر کرنے کو اور دم دادن کے رد کرنے کو نازل ہوئی ہے۔ اور عکاظ بضم عین مہملہ وآخر ظاء معجمہ قبیلہ قیس کا بازار تھا اور مجنة
بفتح میم وجیم وتشدید نون قبیلہ کنانہ کا بازار مر الظہران پر تھا اور ذو المجاز بذال وبفتح میم وجیم وآخر زاء معجمہ ہذیل کا بازار تھا۔ اور فضلا یعنے زرقا ہے
کمائی قولہ تعالے۔ وابتغوا من فضل اللہ۔ اور آیت سے رخصت ثابت ہوتی ہے لیکن تجارت مین مشغول نہونا اولی ہے۔ اقول اور جسکے دل مین کراہت
سورہ جمعہ ۱۲
سماء سے اسکو تجارت کرنا اولی ہے تاکہ نفس کو مردود کرکے حکم آلہی پر مطیع کرے۔ قولہ فاذا افضتم من عرفات۔ محاورہ مین کہتے ہین فاض الاناء اے بالیم
لبریز ہوگیا کر کنارون سے کچھ بہنے لگا اور افضت الماء اے مین نے کثرت کے ساتھ پانی بہایا۔ پس وہ متعدی ہے اسی سے کہا گیا کہ اصل افضتم انفسکم تھا
اے چلایا تمنے اپنے آپکو پس گویا انکی کثرت سے انکو مثل پانی کے سیلان کے قرار دیا اے جب تم عرفات سے رو کی طرح چل نکلو اور اسمین لطافت ہے
قال ابن کثیر عرفات منصرف ہوا اگرچہ علم بصیغہ مونث ہے اسواسطے کہ در اصل وہ مثل مسلمات ومومنات کے جمع عرفہ ہے پھر اس سے ایک خاص مقام کا
نام رکھدیا گیا پس اسمین اصل کی رعایت کی گئی تو منصرف پڑھا گیا۔ اختارہ ابن جریر۔ بعض نے زعم کیا کہ در اصل اسکا واحد عرفہ نہین جیسا کہ فراء نے
کہا اور لوگ جو عرفہ اس مقام کو بولتے ہین وہ مولدین کا لغت ہے محض عربی نہین ہے اقول یہ قابل تسلیم نہین ہے کیونکہ فصحاء عرب کے کلام مین اس مقام کا
نام عرفہ واقع ہوا ہے پس مولد لغت ہونا مسلم نہین ہان یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ عرفہ وعرفات بمعنے واحد ہین اسواسطے کہ وہان متعدد مقامات نہین کہ ہر ایک
کا نام عرفہ ہو جسکی جمع عرفات ہو اور بعض نے کہا کہ اسمین تانیث ہی نہین کیونکہ تاء ملفوظ تو علامت جمع مونث ہے اور تاء مقدرہ یہان بوجہ تاء مذکور کے ہو نہین
سکتی اقول یہ توجیہ مناسب اسوقت ہے کہ مثل دیگر مقامات کے نامون کے عرفات بھی ایک بقعہ کا اسم مرتجل قرار دیا جاوے کما قال ابن عطیہ قال
ابن کثیر اور اس مقام کو عرفات اس لیے کہتے ہین کہ عبد الرزاق نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے جبرئیل کو ابراہیم علیہما السلام
کے پاس بھیجا انھون نے ابراہیم کو حج کرایا یہانتک کہ جب عرفات کے مقام پر آئے تو بولے کہ قد عرفت تو نے ارکان حج کو خوب پہچان لیا حالانکہ قبل اسکے
ایکبار یہان آئے تھے اسی سے عرفہ اسکا نام ہوا اول دن کو بھی عرفہ بولتے ہین اور اس مقام کو بھی ولیکن عرفات بروزن جمع کہنے کی وجہ معلوم نہوئی قال
ابن کثیر اور ابن المبارک نے عطاء سے روایت کی کہ جبرئیل ابراہیم کو مناسک حج بتلاتے جاتے اور وہ کہتے جاتے عرفت عرفت پس عرفات نام ہوا اور
اسیکے مانند ابن عباس وابن عمرو وغیرہ سے مروی ہے تو پہچاننا گویا جمع واقع ہوا یعنے یہان سب عرفات پورے ہوے اور بیضاوی وغیرہ نے وجہ تسمیہ
اور بھی ذکر کی ہین کہ آدم جنت سے سرانديپ مین گرے اور حوا جدہ مین اور باہم تلاش مین پڑے تو جب آدم نے حج کیا تو اسی مقام پر باہم تعارف ہوا
یا اسوجہ سے کہ یہان لوگون مین باہم تعارف ہوتا ہے۔ وفی السراج۔ سدی نے کہا کہ جب ابراہیم نے لوگون کو حج کے واسطے منادی کی اور انھون نے
تلبیہ کے ساتھ جواب دیا تو اللہ تعالے نے انکو عرفات کے مقام کی طرف نکلنے کا حکم کیا اور اس مقام کا پتہ بتلایا گیا پھر ابراہیم جب جمرہ اولی یعنے پہاڑی
جہان پہلے کنکریان مارتے ہین پہونچے تو شیطان انکے سامنے ہوا کہ انکو پھیرنے لگا پس ابراہیم نے اسکو کنکریان مارنی شروع کین اور ہر کنکری پر تکبیر کہتے
پھر ساتوین کنکری پر وہ بھاگ کر جمرۂ ثانیہ پر جا گرا پھر اسکو تکبیر کہتے ہوے کنکریان ماریں تو وہ جمرۂ ثالثہ پر گرا وہان بھی کنکریان ماریں جب شیطان نے دیکھا کہ وہ
میری بات نہ مانینگے تو بھاگ گیا پھر ابراہیم چلکر ذو المجاز تک آئے اور نہ پہچانا تو آگے بڑھے اسی سے وہ ذو المجاز گذر جانے کا مقام کہا گیا پھر جب عرفات تک
پہونچے تو اسکو پتہ سے ٹھیک پاکر پہچان لیا تو یہ جگہ اور یہ دن اس وجہ مذکور سے اس نام سے معروف ہوا اور جاننا چاہیے کہ عرفات وقوف کا مقام ہے
کہ وہان حاجی ٹھہرتے ہین اور کھڑے ہوتے ہین اور غروب تک رہتے اور وقوف یعنے کھڑا ہونا خاصکر شرط نہین بلکہ یہان موجود ہونا شرط ہے حتی کہ اگر سوتا ہوا
یا راہ مین گذرتا ہوا یہان سے گذرے تو بھی وقوف مل گیا کما فی الفقہ۔ اور وہ عمدہ افعال حج سے ہے تاآنکہ گویا وہی رکن ہے جسنے یہ پالیا اسنے حج پایا اور جسکا یہ
نہ ملا اسکا حج جاتا رہا قال البیضاوی وغیرہ کہ آیت مین بھی وقوف عرفہ واجب ہونے کی دلیل ہے کیونکہ افاضہ یعنے عرفات سے چلنا نہین ہوسکتا

مگر اسمین وقوف کے بعد افاضہ کا حکم دیا بقولہ ثم افیضوا اور امر واسطے وجوب کے ہو پس وقوف بھی واجب ہوا وقال ابن کثیر امام احمد و اہل سنن نے صحیح اسناد کے ساتھ عبدالرحمن بن یعمر الدیلی سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ الحج عرفات ثلثا یعنے حج یہی عرفات کا وقوف ہو اسکو تین بار فرمایا اور پھر فرمایا جسنے روز عید کے فجر طلوع ہونے سے پہلے اسکا وقوف پایا۔ اسنے حج کو پالیا۔ اور حدیث صحیح مین ہو کہ آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع مین نماز ظہر پڑھکر عرفات مین وقوف کیا یہانتک کہ آفتاب غروب ہوگیا اور اس حدیث مین فرمایا کہ جسنے وقوف عرفہ کو طلوع فجر سے پہلے پالیا اُسنے حج کو پایا۔ قول العینی نماز ظہر و عصر جمع کرکے پڑھ لین اور ظہر اسواسطے کہا تا کہ معلوم ہو کہ جمع کرنا عصر کا ظہر کے ساتھ تھا بر عکس نہین تھا پھر ائمہ نے اتفاق کیا ہو کہ وقوف عرفہ واجب ہو اور رہا وقت وقوف کا سو حدیث بالا مین ظہر سے مذکور ہوا اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی رحمہم اللہ کا ہو اور امام احمد کے نزدیک ابتداے روز عرفہ سے یعنے اول وقت سے جائز ہو اور حجت انکی حدیث عروۃ بن مضرس طائی ہو جسمین مذکور ہو کہ عروۃؓ مزدلفہ مین آنحضرت صلعم سے ملے درحالیکہ آپ نماز صبح کے لیے نکلے تھے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اپنے طے کے پہاڑ سے آتا ہون مین نے اپنی سواری کو ماندہ کردیا اور اپنے کو تھکا مارا اور واللہ مین نے کوئی ٹیکرا و ٹیلا نہین چھوڑا مگر آنکا اسپر توقف کیا بھلا میرا حج ہوا ہیگا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو ہماری اس نماز مین حاضر ہوا اور ہمارے ساتھ وقوف کیا یہانتک کہ ہم چل نکلین اور حال یہ کہ وہ شخص اس سے پہلے رات یا دن مین عرفہ مین وقوف کرچکا ہو تو اُسکا حج پورا ہوا رواہ احمد و اصحاب السنن وصححہ الترمذی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی سے تنبیہ ہو کہ سواے عرفات کے کسی ٹیلہ و ٹیکرے کا کچھ اعتبار نہین ہو حتی کہ علما نے کہا کہ اگر کسی دوسرے مقام پر وقوف کو مثل عرفات کے خیال کرے تو خوف کفر ہو ابن کثیرؒ نے کہا کہ عرفات کو مشعر الحرام و مشعر اقصیٰ و الال بر وزن ہلال بھی کہتے ہین اور اُسکے درمیانی پہاڑ کو جبل الرحمۃ کہتے ہین وقال المفسر السیوطیؒ مشعر الحرام جبل قزح کو کہتے ہین اقول یہی معروف ہو حتی کہ آیت مین عرفات سے چلنے کے بعد مشعر الحرام مزدلفہ مین ذکر الٰہی کا حکم دیا لہذا وقوف مزدلفہ بقول ابوحنیفہؒ واجب و بقول شافعی رکن ہو۔ پھر صحیح ہوا کہ عرفات تمام موقف ہو جہان چاہے کھڑا ہو سواے بطن عرنہ کے اور ابن کثیر کی تفسیر مین ہو کہ مسور بن مخرمہ سے روایت ہو کہ عرفات مین حضرت صلعم نے ہمکو لوگون کو خطبہ سنایا پس حمد و ثنا کے بعد کہا اما بعد اور یہ خطبہ مین آپکا دستور تھا کہ اما بعد کہا کرتے پس فرمایا کہ یہ روز حج اکبر ہو آگاہ رہو کہ مشرک و بت پرست لوگ اس روز آفتاب غروب ہونے سے کچھ پہلے جب آفتاب پہاڑون کی چوٹیون پر ایسا نظر آتا جیسے مردون کے سر پر عمامہ ہوتے ہین یہان سے چل نکلتے تھے اور ہم یہان سے غروب آفتاب کے بعد چلتے ہین اور مشرک لوگ مزدلفہ کے مشعر الحرام سے آفتاب طلوع ہونے کے بعد جب سورج پہاڑون کی چوٹیون پر ایسا ہوتا جیسے مردون کے سر پر عمامہ ہوتے ہین چل نکلتے اور ہم وہان سے سورج نکلنے سے پہلے چلتے ہین ہماری راہ مشرکون کی راہ سے بر خلاف ہو رواہ ابن مردویہ والحاکم وصححہ علی شرط الشیخین قال ابن کثیر یہان سے ثابت ہوا کہ مسور بن مخرمہ نے حضرت صلعم سے سنا ہو خالی دیکھنا بلا سماع نہین ہو جیسا کہ بعضے اہل حدیث نے وہم کیا ہو قال المترجم پھر یہان سے چلکر مزدلفہ مین آتے ہین اسکے انتہا پر جبل قزح یعنے مشعر الحرام ہو اور تمام مزدلفہ موقف ہو سواے بطن محسر کے وقال تعالے فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام نماز مغرب کو تاخیر کرکے مزدلفہ مین پہونچکر عشاء کے ساتھ جمع کرلیتے ہین اور صحیح مسلم کی حدیث طویل مین جابرؓ سے ہو کہ پھر حضرت صلعم برابر عرفات مین کھڑے رہے یہانتک کہ سورج کی روشنی غائب ہوئی اور زردی کچھ ظاہر ہوئی یہانتک کہ سورج کا گردا بھی ڈوب گیا پھر آپنے اُسامہ کو اپنی سواری کی ردیف مین سوار کرلیا اور عرفات سے چلے اور قصوا (نام اونٹنی کا ۱۲) کی باگ اسقدر کھینچے تھے کہ اسکا سر مورک رحل سے چھو جاتا تھا اور داہنے ہاتھ سے لوگون کو اشارہ کرتے جاتے کہتے ہوے کہ اے لوگو آہستگی سے آہستگی سے چلو۔ جہان کسی ٹیکرے و پہاڑی پاس آتے تو اُسکی باگ ذرا ڈھیلی کردیتے کہ وہ چڑھ جاتی یہانتک کہ مزدلفہ مین آئے اور وہان نماز مغرب و عشا کو ایک اذان اور دو اقامت سے ادا کیا ان دونون کے بیچ مین سنت نماز کچھ نہین پڑھی پھر لیٹ رہے یہانتک کہ فجر طلوع ہوئی پھر صبح ظاہر ہونے پر اذان و اقامت سے نماز صبح پڑھی پھر قصوا پر سوار ہوکر

روانہ ہوئے یہانتک کہ مشعر الحرام کے پاس آئے پس قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالے سے دعا مانگی اور تکبیر و تہلیل و توحید کہی اور برابر کھڑے
رہے یہانتک کہ خوب اجالا ہوگیا پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے چل نکلے۔ اور اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ ذکر سے مراد دعا و ثنا و تکبیر و تہلیل ہے اور سفیان
بن عیینہ سے مروی ہے کہ مزدلفہ کی نماز مغرب و عشا ہے اور صحیح قول اول ہے اور عند المشعر الحرام کے معنے یہ ہین کہ جو میدان قریب مشعر حرام ہے اور یہ بنظر فضیلت ہے
ورنہ سوائے وادی محسر کے تمام مزدلفہ موقف ہے جیسے تمام عرفات اگرچہ سوائے بطن عرنہ کے موقف ہے مگر جبل الرحمۃ کے قریب کھڑے ہوتے ہین اور
حضرت ابن عمرؓ نے عند المشعر الحرام مین کہا کہ یہ پہاڑ اور اسکا اردگرد اور عبد اللہ بن عمرو نے کہا کہ مشعر الحرام یہ پہاڑ ہے اور عبد الرزاق نے ابراہیم نخعی سے
روایت کی کہ ابن عمر نے لوگون کو قزح (یعنی قزح پر ۱۲) پر اژدحام کرتے دیکھکر فرمایا کہ کس بات پر یہ لوگ اژدحام کرتے ہین یہان تو سب مشعر الحرام ہے اور ابن عباس و
سعید بن جبیر و عکرمہ و مجاہد و سدی و ربیع و حسن و قتادہ سے مروی ہے کہ وہ ہر دو پہاڑ کے بیچ کا مقام ہے قال ابن کثیر مشاعر معالم ظاہرہ ہین اور مزدلفہ
کو مشعر الحرام اسلیے کہتے ہین کہ وہ داخل حرم ہے اور اسکے وقوف مین تین قول ہین ایک یہ کہ رکن ہے بدون اسکے حج نہین صحیح ہے یہ قول بعض سلف و بعضے
شافعیہ مثل قفال و ابن خزیمہ کا بدلیل حدیث عروہ بن مضرس ہے دوم آنکہ وقوف مزدلفہ واجب ہے قربانی سے اسکا جبر نقصان ہوجاتا ہے یہ ایک قول
شافعی ہے اقول یہی قول ابو حنیفہؒ ہے اور یہی ارجح ہے اور سوم آنکہ مستحب ہے اسکے ترک سے کچھ نہین لازم آتا اور یہی شافعی کا تیسرا قول ہے اور ابن المبارک و
امام احمد نے باسناد منقطع حضرت صلعم سے روایت کی کہ عرفات سب موقف ہے سوائے میدان عرنہ کے اور مزدلفہ سب موقف ہے سوائے محسر کے
فجاج مکہ سب قربانی کی جگہین ہین اور یہ حدیث بسند متصل بھی روایت کی گئی ہے[لہ]- قولہ واذکروہ کما ہدیکم بیضاوی وغیرہ مین کہا کہ کاف تشبیہ و تمثیل
قرار دیا ہے اذکروہ کما علمکم- یاد کرو اسکو جیسے تمکو تعلیم فرمایا ہے- یا اذکروہ ذکرا حسنا کما ہدیکم ہدایۃ حسنۃ- یعنے یاد کرو اسکو ذکر خوب سے جیسے اسنے
تمکو ہدایت خوب سے ہدایت کی ہے اور بعض نے کہا ذکر دوم سے مراد اُسپر نعمت کا شمار کرنا اور کاف تعلیل کا ہے اور اسکو مفسر سیوطیؒ نے اختیار فرمایا
اور اسکی خوبی اور چسپیدگی اس مقام پر پوشیدہ نہین ہے قال ابن کثیر یہ اُن لوگون کو تنبیہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جس ہدایت پر تھے کہ مشاعر حج انکو
تعلیم کیے گئے تھے اسی ہدایت کا اپر بھی انعام کیا اسیواسطے فرمایا- وان کنتم من قبلہ لمن الضالین یعنے ہدایت کے پہلے تم گمراہون مین سے تھے
اور ضمیر قبلہ کو بعض نے رسول اور بعض نے قرآن کی طرف راجع کیا ہے یعنے قبل رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا نزول قرآن کے تم بھی گمراہ تھے- یہ معنی
بھی صحیح ہین اور قبل ہدایت کے گمراہ ہونا اسکا استلزام ہے کیونکہ قولہ ای قبل الہدی- اور ہدایت اسی طور پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا
قولہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس- اس خطاب کی تاویل مین دو قول ہین اول آنکہ خطاب جمیع امت کو ہے اور دوم آنکہ قریش کو ہے پس قول اول پر
یہ وجہ بیان کی گئی کہ الناس سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہین اور معنے یہ ہین کہ پھر چل نکلو تم سب لوگ جہان سے چلا تھا ابراہیم اور اطلاق ناس کا ابراہیم
پر جو اکیلے ہین بنظر تعظیم ہے مانند قولہ ان ابراہیم کان امۃ قانتا یعنے ابراہیمؑ کو ایک امت قرار دیا- اور غریب قراءۃ یہان سعید بن جبیر کی ہے کہ انھون نے
الناسی پڑھا یعنے بھولنے والا اور مراد آدم علیہ السلام ہین اور یہ ماخوذ ہے قولہ تعالے فنسی- یعنے آدم نے عہد بھلا دیا- پھر یہان دو احتمال ہین ایک یہ کہ
انکو عرفات سے افاضہ کا حکم ہے اور اسپر یہ وارد ہوتا ہے کہ ثم واسطے ترتیب تراخی کے ہے اور پہلے عرفات سے مزدلفہ کا افاضہ مذکور ہوچکا تو پھر کیونکر عرفات
سے افاضہ ہوگا اور اسکا یہ جواب دیا گیا کہ ثم بمعنے واو ہے تراخی نہین مقصود ہے یا یہ ترتیب بیان ہے نہ ترتیب عملی- اور دوسرا احتمال یہ کہ یہ مزدلفہ سے دوسرا افاضہ
ہے طواف کے واسطے تو ثم اپنے معنے پر ہوگا یعنے ترتیب و تراخی کے معنے بخوبی بنتے ہین اور اسی احتمال کو ابن جریر نے ترجیح دی اور ظاہر قرآن اسیکو
مقتضی ہے- لیکن اسمین ایک علت خفی ہے وہ یہ ہے کہ جاہلیت مین بھی دستور تھا کہ مزدلفہ سے طواف کو آتے تھے تو مزدلفہ سے افاضہ ابراہیم کے مثل افاضہ کے
حکمت ظاہر نہین ہے اور صحیح قول دوم ہے کہ یہ خطاب قریش کو ہے یعنے اے قریش تم بھی وہین سے چلو جہان سے اور لوگ چلے ہین یعنے عرفات مین لوگون کے مانند وقوف کرکے

[لہ] [illegible] ۱۲

وہین سے تم بھی مزدلفہ چلو۔ اور اسپر بھی وارد ہوتا ہے کہ ثم واسطے عطف و ترتیب و تراخی کے ہے پس اگر جزا پر عطف ہو یعنے فاذکروا اللہ پر تو لازم آتا ہے کہ مزدلفہ کے
ذکر کے بعد عرفات سے افاضہ ہو حالانکہ اسکے برعکس ہے اور اگر شرط و جزا مجموع پر عطف ہو تو افاضہ عرفات کے بعد پھر افاضہ عرفات لازم آتا ہے اور جواب اسکا
دو وجہ سے دیا گیا اول آنکہ کلام مین تقدیم و تاخیر ہے یعنے یون ہے کہ فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ثم افیضوا من حیث افاض الناس
فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام۔ اور مترجم کہتا ہے کہ ضعف اس جواب کا ظاہر ہے اور صحیح جواب یون ہے کہ ثم بیان ذکر کرنے
کی ترتیب کے لیے ہے تراخی بزمانہ کے معنے مین نہین ہے یعنے یہان دو باتین ذکر فرمائی منظور تھین ایک تو عرفات سے مزدلفہ آنا اور مشعر الحرام کے پاس یاد
الٰہی کرنا اور دوسری یہ بات کہ اے قریش تم لوگ بھی سب لوگون کے ساتھ عرفات ہی سے چل کر آؤ اور دعوی جاہلیت چھوڑ دو کہ ہم بڑے رتبہ کے لوگ ہین
پس پہلے ایک بات بیان فرمائی پھر دوسری بات فرمائی جیسے ہمارے محاورہ مین بولتے ہین کہ ایک بات تو یہ بھی پھر دوسری بات یہ ہے اور بیضاوی
وغیرہ مین ایک یہ جواب مذکور ہے کہ ثم رتبہ کی راہ سے تراخی کے واسطے ہے کہ دونون افاضہ کے درمیان فرق رتبہ کا ہے کیونکہ عرفات سے لوگون کے ساتھ چلنا
صواب ہے اور مزدلفہ سے افاضہ بخلاف اور لوگون کے خطا تھا انتہی اور شیخ ابن کثیر کے کلام سے اس خطاب کی تاویل کی ایک وجہ خوب ظاہر ہوتی ہے
وہ یہ کہ افیضوا کا خطاب عام طور پر ہر ایک کو ہے یعنے عرفات کے ہر ایک وقوف کرنے والے کو حکم دیا اگرچہ مصداق حکم کے قریش ہو جاتے ہین کیونکہ وہی
لوگ اسکے خلاف کرتے تھے اور ثم۔ اس صورت مین بھی بمعنی واؤ یا ترتیب بیانی ہوگا چنانچہ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ثم اس مقام پر خبر کے خبر پر عطف کرنے اور ذکر
کے ترتیب کے لیے ہے۔ گویا اللہ تعالے نے عرفات مین وقوف کرنے والے کو حکم دیا کہ مزدلفہ جاوے تاکہ مشعر الحرام کے پاس اللہ تعالے کو یاد کرے اور
اسکو حکم دیا کہ عرفات مین اسکا وقوف کرنا جمہور لوگون کے ساتھ ہووے جیسے قریش کے سوا سب لوگ ایسا کرتے بھی تھے اور قریش کا یہ حال تھا
کہ وے حرم سے نہین نکلتے بلکہ حرم کا جو حل سے ملا ہوا کنارہ ہے وہان کھڑے ہوتے اور کہتے کہ ہم تو اللہ والے لوگ ہین اسکے حرم کے خاص رہنے والے ہین
عام لوگون کے مانند نہین ہین پس مزدلفہ سے باہر نہ ہوتے چنانچہ بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ قریش اور جو کوئی انکے دین پر ہوتا مزدلفہ
مین وقوف کرتے اور حُمس کہلاتے تھے یعنے دین پر مضبوط لوگ اور باقی سب عرب والے عرفات مین کھڑے ہوتے تھے پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو
حجۃ الوداع مین قریش وغیرہ اپنے گمان مین ٹھانے بیٹھے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس یہین مزدلفہ کی حد پر وقوف کرینگے لیکن اللہ تعالے نے اپنے نبی
صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ عرفات مین جا کر وہان وقوف کرین پھر وہان سے افاضہ کرین چنانچہ فرمایا۔ من حیث افاض الناس۔ اور ایسا ہی ابن عباسؓ و مجاہد
قتادہ و سدی وغیرہم کا قول ہے اور اسکو ابن جریر نے اختیار کیا اور کہا کہ اسی پر مفسرین کا اجماع ہے یعنے سلف کے علما جو لوگ احادیث و آثار سے تفسیر کرنے والے ہین
سب اسپر متفق ہین اور پچھلون مین جو لوگ عقلی باتین بنانے والے یا ناقل ہین وہ مفسر نہین ہین انکا کچھ اعتبار نہین ہے قال ابن کثیر پھر بخاریؒ نے
ابن عباسؓ سے ایسی بات روایت کی جو مقتضی ہے کہ یہان افاضہ سے مراد مزدلفہ سے منی کی طرف رمی جمار کرنے کا افاضہ ہے اور ابن جریر نے اسکو فقط
ضحاک سے نقل کیا اور کہا کہ الناس سے مراد ابراہیم ہین اور کہا کہ اجماع امت اگر برخلاف اسکے نہوتا تو یہی اچھا تھا۔ قولہ واستغفروا اللہ بعضون نے
کہا کہ معنے یہ ہین کہ جو طریقہ مناسک حج کا ہے اس سے برخلاف چلنے سے استغفار کرو اور مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر بغیر سوچے سمجھے ہے اسواسطے کہ
اسلام مین تو حضرت صلعم کو حکم ہی دیدیا کہ عرفات مین وقوف کرو تو کسی قریشی نے خلاف نہین کیا اور اگر زمانہ جاہلیت کی مخالفت مراد ہو تو وہ
اسلام لانے سے سب عفو ہو گئے کیونکہ اسلام سے سب پچھلے گناہ دھل جاتے ہین جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اس سب کا اتفاق ہے تو کوئی
مخالفت باقی نہ تھی جس سے استغفار کا حکم قرار دیا جاوے اور صحیح یہ ہے کہ عرفات وغیرہ قبولیت کے مقامات ہین چنانچہ اہل عرفات کی مغفرت و نزول رحمت
و دعا کی قبولیت مین بہت حدیثین آئی ہین اور استغفار کا حکم اسواسطے مخصوص کیا کہ وہ نقصان عبادت کو پورا کرنے والا اور مزید ثواب حاصل کرنے والا

ہوجاتا ہو اور عبادت پورے طور پر ادا ہونا متعذر ہو ہر ایک درجہ کا آدمی اپنے درجہ کی خطا میں پکڑا جاتا ہو اور ابو داؤد کی حدیث سے ثابت ہو کہ نماز کے ختم کرنے پر کامل کم کسیکو میسر ہوتا ہو کچھ نہ کچھ نقصان رہتا ہو اسی حکمت سے سنتیں مشروع ہیں قال ابن کثیر بہت آیا ہو کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے لیے اداے عبادت کے بعد استغفار کا ذکر فرماتا ہو کہ استغفار کریں اور صحیح مسلم میں ثابت ہو کہ حضرت صلعم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار کرتے۔ اور ابن جریر نے عباس بن مرداس السلمی کی روایت سے جو حدیث آئی کہ حضرت صلعم نے عشیۂ عرفہ کو اپنی امت کے واسطے استغفار فرمایا یہاں ذکر کی ہو سبحان اللہ والحمد للہ اس امت مرحومہ کے مبارک نصیب ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل علیہم السلام نے افضل الامۃ کے لیے حجۃ الوداع میں افضل مقام میں افضل یوم جمعہ کے افضل ساعت میں استغفار فرمایا اور یہ نعمت عطیہ رب ارحم الراحمین جل شانہ ہو اسواسطے کہ افعال سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم عین طاعت بوحی خفی ہیں خصوص یہ کرامت عظمیٰ کہ ضرور آمین یہی اعتقاد ہو پس مبارک اُس شخص کو جو اپنا آسی رہے حتی کہ مرجاوے اللھم مولای لك الحمد والمجد والکبریاء والعظمۃ وانت ربی ذو الفضل العظیم اللھم توفنی مومنا موقنا مغفورا من امۃ حبیبك ورسولك محمد واللھم صل وسلم علے سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ افضل الصلوۃ وازکاھا عدد ملائکتك ورضا نفسك وزنۃ عرشك ابدًا ابدًا وانت علے کل شئ قدیر وانت مولاے نعم المولےٰ ونعم المجیب سبحان اللہ والحمد للہ الذی لا الہ الا اللہ عدد خلقہ ورضا نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ والحمد للہ رب العرش العظیم کل شئ ھالك الا وجھہ لا الہ الا اللہ ھو ذو الجلال والاکرام۔ اور ابن مردویہ نے حدیث بخاری ذکر کی کہ شداد بن اوس سے روایت ہو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ استغفار میں سردار یہ ہو کہ بندہ کہے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ جسنے اسکو رات میں کہا پھر اس رات میں مرگیا تو جنت میں گیا۔ اور جسنے اسکو دن میں کہا پھر اس دن مرگیا تو جنت میں گیا رواہ البخاری وغیرہ۔ اور اس استغفار کے فضائل صحیحہ بہت ہیں اگر توفیق ہو تو اسپر مواظبت دائمی لازم ہو۔ اور عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہو کہ ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھلائیے جسکو میں اپنی نماز میں پڑھا کروں فرمایا کہ کہا کر اللّٰھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا وانہ لا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم۔ رواہ البخاری ومسلم ف شیخ نے عرائس میں حقائق کو یوں بیان کیا کہ قولہ واذکروہ کما ھدٰکم۔ حق عز وجل نے اپنی ذات پاک وصفات قدس کی معرفت سے نعمت غیر متناہی دیدی اسکو زبان عرفان سے یاد کرو جیسے اسنے تمکو اپنی معرفت وخصائص قربت کی راہ بتائی ہو اوّل معرفت کے ساتھ یاد اسطرح کرو جیسے تمکو ہدایت کی ہو یعنے ذکر وتسبیح تحمید باری تعالےٰ بندے کے امکان سے خارج ہو یہ بھی اسکی نعمت ہو کہ بندے کو اپنے عرفان کی طرف راہ دے ورنہ بدون اسکے محض جہالت وضلالت ہوتی پس جہانتک جیسے عرفان وشناخت عطا ہوئی ہو ویسے وہ یاد کرے واللہ تعالےٰ اعلم۔ قولہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس جب یاد کے انوار سے مشاہدہ حاصل ہو تو عبادات کے رسم میں عوام لوگوں کی طرح مشغول ہو تا کہ وجد میں تم بالکل فنانہ ہوجاؤ قال المترجم یہ صعود کے بعد نزول کا مرتبہ ہو اور یہ وہ وقت ہو کہ عارف خود بخود حکم الٰہی کی فرمانبرداری کرتا ہو جیسے اور لوگ بتکلف کرتے ہیں اسی سے حدیث عائشہؓ میں ہو کہ خلق عظیم حضرت صلعم کا قرآن مجید تھا۔ اور چونکہ یہ عبادت بقوت حقانی بمرتبۂ مشاہدہ احسانی ہوتی ہو اسی سے کہا گیا کہ زاہد پرہیزگار کی ہزار رکعت کو عارف باوقار کی دو رکعت سے مساوات نہیں ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ یعنے تمپر جو حق معرفت اپنے خالق عز وجل کا فرض ہو اور جو حق طاعت واجب ہے کوئی تمسے ادا نہیں ہوسکتا تو اپنے خالق عز وجل سے مغفرت مانگو کہ اللہ تعالےٰ بڑا بخشنے والا ہو یعنے تمپر حق معرفت سے پہچان کر حق طاعت واجب تھا

اسمین تمنے تصور کیا تو مغفرت مانگو اللہ تعالےٰ بڑا بخشنے والا ہے رَّحِيْمٌ تم پر مہربان ہے کہ تمکو تمھارے حالات و مقامات کی طرف پہونچاوے اور ابن عطاؒ
نے کہا کہ جب تم نے اپنے باطن کو میری یاد سے آباد کر لیا اور اسمین اپنی تمام کوشش کو صرف کر دیا تو بندگی کی رسوم و عبادات کے طریقون پر
عوام کے مانند تم بھی رجوع ہو کر قائم ہو اور غیر حق کے ساتھ اپنے مشغول ہونے کی مغفرت چاہو کہ اللہ تعالےٰ اپنے مطیع بندون کی تقصیر کو جو انسے
طاعات ادا کرنے مین ہو جاتی ہے بخشنے والا ہے اور وہ بہت مہربان ہے کہ نافرمانون کو اپنی رحمت سے اپنے دروازے سے رد نہین کرتا ہے اور استاد ابو القاسم
قشیریؒ نے فرمایا کہ اسمین اشارہ یہ ہے کہ خرقہ یا جبہ یا رنگین کپڑا وغیرہ پہنکر ظاہر مین اپنی شکل کو ممتاز کر کے اظہار مت کرو بلکہ ایسا ہو جا جیسے عوام مین سے
تو بھی ایک ہے اور جب کبھی تیرے دل مین یہ خطرہ گذرے کہ تو نے کوئی امر کیا یا تیرے سبب سے یا تیرے لیے کوئی چیز کی گئی یا تجھے کوئی چیز واقع ہوئی
ہے تو اللہ عز و جل سے استغفار کر اور از سر نو اپنے ایمان کی تجدید کر لے کیونکہ یہ شرک خفی تیرے دلمین بیوقوفی سے سما گیا تھا مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام
معرفت نفیس ہے جس سے اس زمانہ کے صوفی جاہلونکو نصیحت حاصل کرنا چاہیے جو سراسر دعوی باطل سے احمق جاہل متکبر برباد ہوتے ہین اور عوام مسلمانون
کو بھی نصیحت لینا چاہیے جو ایسے رنگے ہوے جالوزون کے دام مین آکر دنیا حاصل کرنے کی آرزو مین آخرت بلکہ ایمان سے محروم ہو جاتے ہین حالانکہ خود
انکو خبر نہین ہوتی ہے اور جب کسی مرد نیک کے دل مین رعونت کا وسوسہ آیا تو شیطان نے اسپر قابو پایا کہ وہ نیکی سے بدی مین گرا و ہلاک ہو گیا نعوذ باللہ تعالےٰ
العظیم من وساوس الشیطان فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ
پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام تو یاد کرو اللہ کو جیسے یاد کرتے تھے اپنے باپ دادون کو بلکہ اُس سے زیادہ یاد
النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا
پھر کوئی آدمی کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہمکو دنیا مین اور اسکو آخرت مین کچھ حصہ نہین ہے اور کوئی انمین کہتا ہے اے رب ہمارے
فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝
دے ہمکو دنیا مین خوبی اور آخرت مین خوبی اور بچا ہمکو دوزخ کے عذاب سے یہ لوگ انھین کو ہے حصہ اپنی کمائی سے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے

واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت والے بعد حج کے اپنے باپ دادون کے مفاخر جہل و تعلیان بیان کرتے پس حق تعالےٰ نے فرمایا فَإِذَا قَضَيْتُم
مَّنَاسِكَكُمْ پھر جب تم لوگ اپنے مناسک پورے کر چکو باین طور کہ مزدلفہ سے جانب منیٰ کو طلوع سے پہلے چلکر اول جمرۃ العقبہ کی کنکریان
مار کر ذبح و حلق کے بعد دسوین ہی کو طواف کر کے منیٰ مین آکر رہو فَاذْكُرُوا اللَّهَ تو اللہ تعالےٰ کا ذکر کرو ف اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ
و اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکبیرون سے مقام منیٰ گونجتا تھا غرضکہ اہل ایمان کو حکم دیا کہ ہدایت کے بعد ذکر الٰہی کرین ۔
كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۔ مانند اپنے باپ دادون کے ذکر کے یا اس سے بھی اشد ذکر ف یعنے چاہیے کہ ذکر الٰہی بہ نسبت تفاخر
جاہلیت کے بہت زیادہ ہو اور بھلا اتنا تو ضرور ہو جتنا باپ دادون کے تفاخر کیا کرتے تھے اور واضح ہو کہ آخر دعا ہے پھر جو قوم کا فرہو وہ فقط دنیا
چاہتی ہے تو اُسکی مذمت فرمائی بقولہ فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝
پس آدمیون مین سے بعض وہ ہے جو کہتا ہے کہ الٰہی ہمکو دنیا مین دے اور اسکے لیے آخرت مین کچھ بھی نصیب نہین ہے ف دنیائے فانی مین جو مقدر ہے
دیا جائیگا۔ چنانچہ نصوص سے ثابت ہے کہ کافرون کو خیرات و صدقہ وغیرہ کے عوض دنیا مین دیا جاتا ہے وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا
فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ اور آدمیون مین سے ایک فریق ہے جو کہتا ہے کہ الٰہی ہمکو دنیا مین خوبی دے اور
آخرت مین خوبی دے اور ہمکو عذاب دوزخ سے بچاوے ف یہی مومن بندے خوب ہین ۔ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا

ایسے بندون کے لیے اپنی کمائی سے حصہ ہو ف دنیا مین بھی خوبی سے رہے اور اصل حصہ آخرت پایا اور وہ کچھ دور نہین ہی۔ وَاللّٰهُ سَرِيعُ
الْحِسَابِ۔ اور اللہ تعالے جلد حساب کرنے والا ہی۔ ف ایک حدیث مین آیا کہ حساب تو دنیا دی دن کے نصف مقدار مین پورا فرما دیگا۔ اور
دوسری حدیث مین آیا کہ مومن کے لیے بقدر ایک نماز فریضہ کے معلوم ہوگا۔ مناسک جمع منسک بفتح السین اوکسرہا اور مراد اعمال حج ہین بلا تفاوت
واجب ورکن وغیرہ جیسے حدیث مین ہی خذوا عنی مناسککم۔ یعنے سیکھ لو مجھسے اپنے مناسک یعنے اعمال حج کو۔ اور جمہور قرا نے یہان دونون کاف ظاہر
کرکے پڑھا ہی یعنے مناسککم۔ اور ابو عمرو نے دونون کو ادغام کیا حالانکہ ایسا ادغام ایک ہی کلمہ مین سوائے اس مقام اور سورۂ مدثر کے۔ قوله
ما سلککم فے سقر کے سوائے نہین ہی۔ قوله فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم۔ ہرچند کہ ذکر الٰہی ہر حال مین ہی جیسا کہ حدیث عائشہ مین آیا ہی کہ رسول صلعم
ہر حال مین اللہ تعالے کو ذکر کرتے تھے (البخاری وغیرہ) پس یہان مراد اکثار ومبالغہ ہی اور یہ بھی خود منصوص ہی۔ بقوله تعالے یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ
ذکرا کثیرا۔ اے ایمان والو یاد کرو اللہ تعالے کو بہت کثرت سے یاد کرنا۔ پس مراد یہان رسم جاہلیت چھوڑنا اور اسکو نیکی سے بدلنا اور نقص عبادت
کو پورا کرنا۔ قال البیضاوی عرب کا دستور تھا کہ اپنے مناسک پورے کرنے کے بعد منی مین مسجد اور پہاڑ کے درمیان جو مقام ہی وہان کھڑے ہوتے
اور اپنے باپ دادون کی خوبیان اور قتل وغارت وباہمی کشت وخون مین اپنی فتحمندیان زور شور سے ذکر کرتے۔ ف خانہ کعبہ کے نزدیک کھڑے
ہوکر نظم ونثر فصیح وبلیغ عبارات مین اپنے باپ دادون کے مفاخر بیان کرتے اور اس سے غرض اپنی ناموری وشہرت ودکھلانا وسنانا تھا پھر جب اللہ
تعالے نے ایمان دیکر انکو ممنون کیا تو انکو حکم کیا کہ اس ذکر بیہودہ ومعصیت قبیحہ کی جگہ اللہ تعالے کا ذکر تسبیح وتہلیل وتمجید وتکبیر وثنا وتحمید سے کیا کرین اور
وہ اسی جذبہ شوق وشور محبت وزور ادب سے ہو بلکہ اس سے بھی بڑھکر ہو اسواسطے کہ وہ بربنائے جہل باطل تھا اور یہ بربنائے حق صریح وصدق صحیح ہی
تفسیر ابن کثیر مین ہی کہ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ جاہلیت کے لوگ موسم مین کھڑے ہوتے پھر انمین کوئی کہتا کہ میرا باپ کھانا کھلاتا
اور لوگون کا بار اٹھاتا اور لوگون کے خون کی دیت اپنے ذمہ لے لیتا غرضکہ انکو اپنے باپ دادون کی باتین فخریہ بیان کرنے کے سوائے کوئی کام
نہ تھا پس اللہ تعالے نے حضرت صلعم پر نازل فرمایا۔ فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا۔ اور یہی سدی نے انس بن مالک سے روایت کیا
اور ابی وائل وعطا بن ابی رباح وسعید بن جبیر وعکرمہ ومجاہد وسدی وعطاء خراسانی وربیع بن انس وحسن وقتادہ ومحمد بن کعب سے بھی اسیکے
مانند مروی ہی (ابن ابی حاتم) اور ایسے ہی ابن جریر نے ایک جماعت سے نقل کیا ہی تو باپ دادون کے ذکر سے ذکر الٰہی کی تشبیہ صرف اسی
کثرت مین ہوئی کہ جیسے زمانہ جاہلیت والون کو باپ دادون کے افتخار بیان کرنے کے سوائے کوئی کام نہ تھا تو تم کو چاہیے کہ بعد ایمان و
ہدایت کے تمھارا کام سوائے یاد الٰہی واسکی حمد وثنا کے کچھ نہ ہو بلکہ اسوقت کے جوش سے یہ جوش حق زیادہ ہو بعض سلف سے یہان ایک تشبیہ کے
معنے غریب مروی ہین چنانچہ ابن جریج نے عطا سے روایت کی کہ قوله کذکرکم آباءکم۔ مانند اپنے باپون کے ذکر کے یعنے جیسے بچہ ابا۔ اماں کہا کرتا ہی
کہ سوائے ماں باپ کی پکار ویاد کے اسکا کچھ دھیان نہین رہتا اسی طرح تم بھی اداے مناسک کے بعد یہی لہجہ یاد الٰہی عزوجل کا رکھو اور ایسا ہی
ضحاک وربیع بن انس کا قول ہی اور ابن جریر نے ابن عباس سے بھی اسی کے مانند روایت کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ اس صورت مین اباءکم اب وام وغیرہ
ہونگے اور یہ طریقہ زبان عرب مین معروف ہی اور واضح ہو کہ بلاغت کلام مین ہر وجہ سے معنی شامل ہو سکتے ہین کیونکہ اصل مقصود تو یاد الٰہی مین کثرت
وشدت ہی اور یہ تشبیہ انکو سمجھانے کے لیے بیان فرمائی کہ حضرت حق عزوجل کی یاد مین تمکو اتنا استغراق تو ہو جسقدر زمانۂ جاہلیت والے باپ دادون
کے فخریات مین کرتے اور جیسے بچہ اپنے مجازی پرورش کرنے والے ماں باپ کو یاد مین رکھتا ہی بلکہ تمکو اپنے حقیقی رب تعالے کو پہچاننے کے بعد اس سے
کہین زیادہ استغراق چاہیے کیونکہ الذین آمنوا اشد حبا للہ۔ مومنونکو اپنے رب عزوجل سے بہت سخت محبت ہوتی ہی۔ قوله او اشد ذکرا۔ ابن کثیر نے

کہا کہ کلمہ (او- یا) اس مقام پر تحقیق کے واسطے ہی شک کے واسطے نہین۔ جیسے قولہ- فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ- یعنے یہودیون کے دل مثل
پتھر کے یا اس سے زیادہ سخت ہین- اور قولہ تعالے کخشیۃ اللہ او اشد خشیۃ- یعنے کافرون سے لڑائی مین ایسے ڈرتے ہین جیسے اللہ تعالے سے یا بڑھکر اور قولہ
تعالے فارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون- یعنے یونس کو ہمنے ایک لاکھ یا زائد کی طرف بھیجا- اور قولہ تعالے- فکان قاب قوسین او ادنے- یعنے معراج مین
قرب قاب قوسین یا اس سے بھی زائد ہوا- اور شیخ ابو البقا نے تبیان مین کہا کہ او- اس مقام پر تخییر یا اباحت کے لیے ہی- اقول یعنے تمکو اختیار
دیا گیا کہ چاہو آباء کے ذکر کے مثل یاد کرو یا اس سے اشد شاید اشارہ کیا کہ حکم وجوب کے واسطے نہین ہی اور واضح ہو کہ اشد ذکرا مین اشد کو مقدم کیا
اور ذکرا اشد نہین فرمایا کہ تکرار کا وہم ہو اور فواصل کی رعایت ہو اور وہ حال قرار پاکر منصوب ہو گیا فاحفظہ اور بیان علماے تفسیر کے دقائق
متعلق بلاغت ہین جنکو مترجم نے ترک کیا جو کشاف و بیضاوی و بحر ابو حیان و تبیان عکبری و طیبی وغیرہ مین مذکور ہین اور حاصل معنی یہ کہ فاذکروا اللہ
کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا اللہ منکم لآبائکم- یعنے اللہ تعالے کی ایسے یاد کرنے والے ہو جاؤ جیسے اپنے باپ دادون کو یاد کرتے تھے یا اپنے آباء کو
یاد کرنے سے بڑھکر اللہ تعالے کی یاد کرنے والے ہو جاؤ یعنے تمھارے نفس کا انصاف یہی ہی کہ باطل کی کوشش والون سے تم حق کی کوشش مین بڑھے ہوے ہو
یہی مختار عکبری و بیضاوی ہی- قولہ فمن الناس- فا تفصیل ہی یعنے نفس الامر مین ذکر کرنے والون کا مآل کار تفصیل سے ہی کہ بعض دنیا چاہتے ہین اور بعض خوبی
دوجہان مانگتے ہین پس اول کی مذمت کی اور اُسنے نفرت دلائی کہ ایسا نہونا چاہیے قال ابن کثیر آ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی اعراب بیابانیون
مین سے ایک قوم تھی کہ وہ موقف پر آتے اور کہتے کہ اللہ تعالے اس سال کو ایسا کر دے کہ بارش اچھی ہو اور پیدا وار خوب ہو اور اس سال مین خوب اولاد ہو
پس امر آخرت سے کچھ نہین ذکر کرتے تھے پس اللہ تعالے نے ایسے لوگون کے حق مین نازل فرمایا فمن الناس من یقول ربنا آتنا فی الدنیا و مالہ فی الآخرۃ من
خلاق- اور بعد انکے دوسرے آتے یعنے مومنین اور کہتے- ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ و قنا عذاب النار پس اللہ تعالے نے انکے حق مین اُتارا-
اولئک لہم نصیب مما کسبوا و اللہ سریع الحساب مترجم کہتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ جملہ اخیرہ متعلق بمومنین ہی جیسا کہ مفسر سیوطیؒ نے کہا ہی اور بیان بعض
محشین بیضاوی سے زلت واقع ہوئی کہ دونون کی متعلق قرار دیا فافہم- اور اس روایت سے نکلتا ہی کہ قولہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ الی آخرہ- بزبان مومنین
نازل ہوئی اور شاید کہ یہ انکی دعا کا مضمون ہو واللہ اعلم- بیضاوی مین ہی کہ مالہ فی الآخرۃ من خلاق- کے یا تو یہ معنے ہین کہ آخرت مین سے اسکا کچھ نصیبہ
نہین ہی کیونکہ ہمت اسکی صرف دنیا پر مقصور ہی اور یا یہ معنے ہین کہ اسکی طلب مین آخرت کی درخواست بالکل بھی شامل نہین اقول اور یہی ظاہر اثر ابن عباس
ہی فافہم- اور بعض طالب دنیا کے حق مین حدیث مین ثابت ہوا کہ بندہ درم و دینار ہلاک ہوا چنانچہ ابو ہریرہؓ سے روایت بخاری مین مصرح ہی اور اپنے موقع پر
آویگی پھر جنہون نے دنیا و آخرت مانگی انھون نے دنیا کا قصد نہین کیا بلکہ خوبی دنیا کے ساتھ مین آخرت چاہی کیونکہ مومن تو پہلے ہی دنیا کے ملعون ہونے پر
ایمان لایا ہی لیکن دنیا مین آخرت کی کمائی ہی اور وہ کبھی پریشانی و محتاجی دنیا سے پراگندہ ہو جاتی ہی لہذا دنیا کی خوبی اسواسطے طلب کی کہ آخرت کا سامان
میسر ہو بیضاوی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا کہ جورو نیک بخت خوبی دنیا ہی اور حور و خوبی آخرت اور بد عورت عذاب النار ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے یہ اثر صحیح نہین بلکہ کسی فقیہ کا قول ہی آ حسن بصری سے روایت ہی کہ حسنہ دنیا علم و عبادت ہی اور حسنہ آخرت جنت ہی- وقنا عذاب
النار- ہمکو عذاب نار سے نجات دے- اور یہ اللہ تعالے کے اختیار مین ہی- اور ظاہری آثار قبولیت یہ ہین کہ بندہ کو ناپاک خواہشون گناہون سے بچاوے جن سے
عذاب دوزخ مین پڑتا ہی- حدیث مین ہی کہ جہنم تو شہوات سے گھری ہوئی ہی کما فی الصحیح- پس جو شخص ان شہوات مین گھسا حتی کہ آخر عمر گذر گئی تو مرتے ہی جہنم مین انتہا
ہوئی نعوذ باللہ تعالے- جیسے جنت ایسی چیزون سے گھری ہوئی ہی جو نفس پر شاق و ناگوار ہین کما فی الصحیح- تو جسنے دنیا مین نفس کو مغلوب کیا اور نماز و روزہ وغیرہ
کی ناگواریان طے کر گیا تو مرتے ہی جنت پر انتہا ہوئی اللہم وفقنی لذالک وانت ربی نعم المولے ونعم النصیر پس دنیا مین ایسی توفیق نیک سے

کہ یہ اعمال نیک پورے کر سکے اور اللہ تعالےٰ اسکے لیے نیک سامان مہیا فرماتا ہی چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ۔ فی الدنیا حسنۃ مین حسنہ دنیا کا بیان ہر ایسی
چیزون سے ہی جو آخرت کے لیے نیک مددگار ہون چنانچہ سلف کے علما تفسیر کی عبارات مین عافیت و پاک جورو و رزق واسع و علم نافع و عمل صالح و سواری
شائستہ و ثنا جمیل متفرق مذکور ہین اور یہ سب حسنۂ دنیا مین شامل ہین اور ایسی جو چیزین کہ دنیا مین بروجہ شرعی مفید و مؤید آخرت ہون داخل ہین
اور حسنہ آخرت مین سے اعلیٰ تو جنت مین داخل ہونا کہ جس سے دیدار باری تعالےٰ نصیب ہو اور اسکے توابع دیگر امور مثل آسانی حساب اور امن از فزع اکبر
وغیرہ ہین رہا دوزخ سے نجات تو وہ اسکو بھی شامل ہو کہ دنیا مین اللہ تعالےٰ ایسے اسباب مہیا فرماوے کہ بندہ حرام اور مشتبہات چیزون سے اور گناہون سے
بچ جاوے اور شیخ ابو عبد الرحمن القاسم نے فرمایا کہ جسکو قلب شاکر اور زبان ذاکر اور تن صابر دیا گیا وہ دنیا کی حسنہ و آخرت کے حسنہ
عطا کیا گیا اور عذاب دوزخ سے بچا لیا گیا۔ اسی سے حدیث مین اس دعا کی ترغیب آئی ہی چنانچہ امام احمد نے بسند صحیح روایت کی کہ قتادہؒ نے
انسؓ سے دریافت کیا کہ حضرت صلعم اکثر کون دعا مانگتے تھے تو کہا کہ کہتے تھے۔ اللّٰہم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اور
انسؓ کا دستور تھا کہ اسی سے دعا کیا کرتے اور جب کسی خاص بات کی دعا کرتے تو اسمین اس دعا کو شامل کرتے تھے رواہ مسلم وفی البخاری ایضا من
حدیث انسؓ امام احمدؒ نے انس بن مالک سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون مین سے ایک شخص کی عیادت کی حالانکہ وہ شخص بیماری
سے مثل فرخ[1] کے ہو گیا تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ بھلا تو اللہ تعالےٰ سے کسی عبارت سے دعا کرتا یا اس سے کچھ سوال کرتا ہو
اسنے عرض کیا کہ ہان مین کہا کرتا ہون کہ اے میرے رب تعالےٰ جس چیز کی وجہ سے تو مجھے آخرت مین عقاب کرنے والا ہو اسکو مجھے دنیا ہی مین مواخذہ
کر کے تمام کر دے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سبحان اللہ تو اسکی طاقت نہین رکھتا یا کہا کہ تو اسکو برداشت نہین کر سکتا ہی بھلا تو نے یون
کیون نہ کہا کہ۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ انسؓ نے کہا کہ پھر اسنے اس دعا کو مانگا تو اللہ تعالےٰ نے اسکو شفا عطا
فرمائی اخرجہ مسلم اور شافعی نے عبد اللہ بن السائب سے روایت کی کہ اسنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ رکن بنی جمح[2] اور رکن اسود کے درمیان یون
دعا کرتے تھے کہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ نہین گذرا مین رکن پر مگر آنکہ مین نے اسپر ایک فرشتہ دیکھا جو آمین کہتا ہی یعنے جب کبھی آپنے طواف کیا تو مقام رکن پر مشاہدہ فرمایا
کہ فرشتہ آمین کہتا رہتا ہی۔ پس جب تم لوگ رکن مذکور پر گذرا کرو تو کہو۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ مترجم کہتا ہی
کہ ارشاد یہ ہوا کہ جب لوگ یہ دعا کرینگے تو فرشتہ آمین کہیگا پس اللہ تعالےٰ سے قبولیت کی امید ہی گویا وہ فرشتہ اسیواسطے مامور ہی کیونکہ فرشتہ تو
وہی کرتا ہی جو حکم ہی جب آپ نے ایسے وقت مین اسی دعا کو تعلیم کیا تو معلوم ہوا کہ یہ دعا بہت خوب ہی۔ قولہ اولئک لہم نصیب مما کسبوا واللہ سریع
الحساب۔ مفسر سیوطیؒ نے اشارہ کیا کہ مما مین تبعیضیہ نہین ہی یعنے یہ معنے نہین ہین کہ بعض کمائی پا دینگے بلکہ معنے من اجل ما کسبوا۔ ہی اپنے اعمال کی
جہت سے آخرت مین حصہ پا دینگے اور اگر نصیبٌ کی تنکیر واسطے تعظیم کے ہو تو ایسے لوگون کے لیے بڑی بشارت ہی یعنے انکو انکے اعمال کی جہت سے نصیب
عظیم ملیگا۔ اور وہ اسکی جزا و ثواب عظیم ہی خصوص جبکہ مما کسبوا۔ بمعنے مما دعوا۔ ہو یعنے انکی دعاے مذکور کی جہت سے انکو ثواب عظیم ہی پس اس دعا کی
بڑی فضیلت نکلی اور دعا کو کسب کہنا اسوجہ سے کہ وہ اعمال سے ہی اور جائز ہی کہ مما کسبوا بمعنے من جنس ما کسبوا ہو یعنی اسکی جنس سے جو انھون نے
کمایا ہی اور وہ جنس ان اعمال کی جزا و ثواب ہی جو نافع ہونے مین انکی مثل ہی۔ اور سریع الحساب یعنی باوجود بندون کی کثرت اور انکے اعمال نیک و بد کی کثرت کے
بہت قلیل مقدار مین حساب کر لیگا چنانچہ شیخ مفسر نے بحوالہ حدیث کے دنیا کے نصف روز کی مقدار کہا اور بیضاوی وغیرہ نے ایک لمحہ کہا اور حق یہ ہی کہ سریع الحساب
اگر صفت باری تعالےٰ ہی تو نصف روز کیا بلکہ لمحہ بھی بہت ہی اسکی شان اعلیٰ وارفع ہی کہ وہان اسکے حساب مین وقت کو دخل ہو اور اگر اسکے حساب کے

[1] فرخ بچہ پرندہ جو ابھی ... ۱۲ [2] جمح بضم ... ۱۲ منہ ... رکن بنی جمح ... ۱۲ منہ

ہ توروع کی طرف نظر ہو تو اسکی حکمت کی راہ سے مقدار اسکی ہونا کچھ بعید نہین پس جب حدیث وارد ہو تو وہی مقدار معتمد ہوا اور ہزار برس و پچاس ہزار برس
کا دن جو دیگر آیات مین آیا ہو اس سے یہان منافات نہین ہو کیونکہ وہ تو دن کی مقدار ہو جسمین نیک و بد اس دن قیامت مین عجائبات دیکھینگے
کہ نیک لوگ سایۂ رحمت مین اپنے پیغمبر کے حوض سے سیراب و مرزوق ہونگے اور بد لوگ تمازت آفتاب و شدت عذاب مین پچتاوینگے پھر حساب کا انجام صرف
دنیا دی نصف روز مین ختم ہو کر اپنے اپنے وطن اصلی یعنے جنت یا جہنم چلے جاوینگے اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر احادیث و آیات سے تفصیل آویگی - اور
جائز ہو کہ یہ معنی ہون کہ یاد الٰہی وغیرہ مین پیش قدمی کرو کہ حساب الٰہی سریع ہو یعنے قریب ہو کہ قیامت قائم ہو اور لوگ محاسبہ مین آوین اور معنی اول کے
ہین و ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فرمایا کہ حساب تو قریب دوپہر ہی تک ہو جاویگا تاکہ اسکے بندونکو حورون کے ساتھ قیلولہ نصیب ہو اور
اسکے دشمنون کو شیاطین مقرنین کے ساتھ گرفتاری ہو اور مترجم کہتا ہو کہ یہ تمثیل ہو پھر جب واقع ہوگا تو عیان ہو جاویگا - اور حاکم نے مستدرک مین
سعید بن جبیرؓ سے روایت کی کہ ایک شخص نے ابن عباس سے آکر پوچھا کہ مین نے ایک قوم کو اپنے آپکو مزدوری پر بدین شرط دیا کہ وہ مجھپر اپنا بوجھ لادین
پھر مین نے اپنی اجرت مین سے کچھ انکو وضع کر دی اس شرط پر کہ وہ مجھے اپنے ساتھ حج کرنے کی فرصت دین تو بھلا یہ جائز ہوگا تو ابن عباس نے فرمایا
تو ان لوگون مین سے ہو جنکے حق مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا - اولئک لہم نصیب مما کسبوا واللہ سریع الحساب - حاکم نے کہا کہ یہ حدیث شیخین کے
شرط پر صحیح ہو ف شیخ نے عرائس مین ذکر کیا - قولہ تعالیٰ فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم پھر مجھے یاد کرو مثل یاد ایسے شخص کے جو تمام عمر کے ہر وقت مین
یہ جانتا ہو کہ مین کسی کے نطفہ سے پیدا ہون کیونکہ یہ ایسی یاد ہو کہ آدمی سے کبھی اپنی زندگی مین بھولتا نہین ہو پس جو باپ دادون کا پیدا کرنیوالا ہو
اسکی یاد بھی ایسی ہی چاہیے قال المترجم شیخ نے ذکر قلبی کی طرف اشارہ کیا اور یہ در اصل ظاہر مین بھی مراد ہو کیونکہ اہل علم مین سے کوئی اسکا قائل
نہین کہ زبانی ذکر جو بدون دل کی نیت کے ہو کچھ مفید ہو تو حاصل یہ ہوا کہ تفسیر ظاہر مین جو مذکور ہوا وہ تفسیر بالقوہ مراد ہو لیکن اسمین اشارہ کے
معنے یہ ہین کہ زبانی ذکر کے ساتھ ذکر قلبی اسطرح مفہوم ہو کہ جیسے آدمی اپنی پیدایش کا مجازی پیدا کرنے والا باپ یاد رکھتا ہو اس سے بڑھکر حقیقی پیدا
کرنے والے کو دل سے یاد رکھے فافہم اور نیز ایسی یاد کرو جیسے بچہ اپنے باپ کو اپنے سب مقصود کے وقت یاد کرتا ہو کیونکہ وہ اپنی سب خواہشون مین
اسکی طرف ٹھکانا بناتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میرا ٹھور ٹھکانا اسکے پاس ہو تو مرجع حقیقی کو حقیقۃً یاد رکھو پس اللہ عز وجل نے معبودیت
کی شرطین ذکر کرکے وصف سے بندون کو بتلائین کہ معبودیت کا یہ ادب ہے قال المترجم یعنے بندہ اپنے معبود کا وہی ہے جو اسکو اتنا تو یاد رکھے
جیسے بچہ اپنے باپ کو مرجع سمجھتا ہے بلکہ اس سے بڑھکر یاد رکھے کہ بچہ تو بچپن سے باپ کو جو درحقیقت اسکے مانند مجبور بندہ ہے
ایسا سمجھتا ہو اور معبود عز وجل تو جملہ اوصاف کمال مین درحقیقت ہو اسکو اس سے بے انتہا درجہ بڑھکر سمجھنا چاہیے ولیکن کمال رحمت سے بندون
سے اسکو قبول فرمایا کہ بچہ مذکور کے برابر تو یاد رکھین فافہم اور نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کو اس بات پر ملامت و تنبیہ کی ہے کہ وہ اپنے پروردگار
کے سواے غیر کی یاد کرین اور بعض نے فرمایا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ تیرے باپ نے جو تجھپر احسان کیا اسکی وجہ سے تو اسکو ہمیشہ یاد رکھتا ہو اور اسکا ذکر
کرتا ہو حالانکہ میرا احسان تو قدیم سے بے شمار ہو پھر تو مجھے اتنا ہی یاد کر جتنا تو اپنے باپ کو یاد کرتا ہو شیخ واسطیؒ نے فرمایا کہ لوگون کی یہ حالت ہو کہ یاد تو
ایسی کرتے ہین جیسے کوئی ایسی بات کرتا ہو جسکی اسکو عادت پڑ گئی اور لت ہو گئی ہو اور دعا ایک معمولی عادت ہو گئی تو پھر کیسے اسکی برکتین اور
بڑھتیان مانگتے ہین - اور ابو یعقوب مکی سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس آیہ کریمہ کی فرمانبرداری کے موافق کیونکر اپنے باپ کی یاد کی طرح اللہ عز وجل کو یاد
کرتے ہین فرمایا کہ مین یقین جانتا ہون کہ جب اسنے مجھے مارا تو مجھے ادب دیا کیونکہ مجھسے محبت فرماتا ہو اور جب مجھسے کچھ سلب کر لیا اور لے لیا تو مین
جانتا ہون کہ اسنے مجھے اسکے بدلے اپنی نزدیکی عطا کی - اور مجھے یہ روا نہین ہو کہ اسکے ساتھ بدگمانی کرون کیونکہ مجھپر وہ شفیق ہو قال المترجم حدیث مین

آیا ہو کہ ایک عورت جو جہاد میں قید ہو کر آئی تھی اپنے بچہ کو ڈھونڈھتی اور جس بچہ کو پاجاتی اپنی چھاتی سے لگاتی یہانتک کہ اپنے بچہ کو پایا اور کمال شفقت سے اوسکو چھاتی سے لگایا تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ تم بھلا ایسا خیال کرسکتے ہو کہ یہ عورت اس بچہ کو اپنے امکان بھر آگ میں ڈالے گی لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں تو فرمایا کہ اللہ تعالے اپنے بندوں پر اس سے زیادہ شفیق ہی جیسے یہ اپنے بچہ پر شفقت کرتی ہی۔ پس اس حدیث سے اللہ تعالے کی شفقت پر قیاس ہو سکتا ہی کیونکہ یہ تو سمجھانے کے طور پر مثل ہی فافہم۔ اور ابن عطا نے ایک روز اپنے یاروں کو فرمایا کہ تم لوگ اپنی زبانوں سے اللہ تعالے کو یاد کرو حتی کہ غیر کے ذکر سے جنبش نہ کرے اور اللہ تعالے کو اپنے دلوں سے یاد کرو حتی کہ غیر کی حالت میں فکر نہ کرے اور اسکو اپنے اسرار سے یاد کرو تاکہ سِر کو اسکی یاد سے زندگی حاصل ہو اور اسکو اپنی ارواح سے یاد کرو تاکہ تمھاری روحیں اسکے انوار سے تعلق پاویں اور شیخ شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے ہی کی یاد سے صالحین نمودار ہوے اور اللہ تعالے ہی کی یاد سے اسکے نیک بندوں نے اسکے پڑوس میں کرامت کی جگہ پائی اور اسی کی یاد سے عارفوں کے دل اسکے شوق میں سرشار ہوکر اسکی طرف جھک پڑے۔ قولہ ومنھم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ۔ دنیا کی خوبی و نیکی یہ ہی کہ اللہ تعالی کی معرفت حاصل ہو اور اسکے مرضیات ڈھونڈھنے کی توفیق ملے باین طور کہ دنیا میں مشغول ہونا ترک ہو جاوے۔ قولہ وفی الآخرۃ حسنۃ۔ اور آخرت کی خوبی اور بھلائی یہ ہی کہ اللہ تعالے عزوجل کا مشاہدہ حاصل ہو جس سے تمام نعمتیں اخروی سب بھول جاویں۔ قولہ وقنا عذاب النار۔ دنیا و آخرت کی نعمتوں میں دل لپیٹ ہوکر خواہش کی آگ میں جلکر دوری کے عذاب میں گرفتار ہونے سے بچاوے۔ اور نیز حسنۂ دنیا یقین ہی اور حسنۂ آخرت کشف ہی۔ اور نیز حسنۂ دنیا یہ ہی کہ مواہب عینیہ حاصل ہوں اور حسنۂ آخرت یہ ہی کہ دیدار حق جل جلالہ کا شکر یہ ہم پر واجب ہو یعنے ہمارا منھ اس لائق نہیں مگر یہ انعام ہو تو شکر کریں اور نیز حسنۂ دنیا یہ ہی کہ بدون غبار کدورت کے خاطر صاف کے ساتھ دوامی مراقبہ سے ذکر صاف نصیب ہو اور حسنۂ آخرت یہ ہی کہ یاد سے اوٹھ ہوکر جسکی یاد تھی اسکا سامنا حاصل ہو جاوے۔ اور بعض نے فرمایا کہ حسنۂ دنیا یہ ہی کہ دنیا سے منھ پھیر لینا نصیب ہو اور آخرت کا حسنہ یہ ہی کہ آخرت میں پھنس جانے سے چھوٹنا نصیب ہو اور عذاب دوزخ سے نجات یہ ہی کہ دنیا و آخرت دونوں کی خواہش کی آگ میں جلنے سے محفوظ فرماوے کیونکہ جو چیز رب عزوجل سے اوٹھ کرکے اسکو اپنی طرف مشغول کرنے والی ہی وہ بدبخت و منحوس ہی۔ اور واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ دنیا میں حسنہ یہ ہی کہ حق عزوجل کی طرف سے جو چیز بیجا قرار دی گئی ہی اس سے دور ہونا نصیب ہو اور حسنۂ آخرت یہ ہی کہ اپنے اعمال و افعال سے نظر ہٹ جاوے اور فضل و رحمت ہی کی طرف آسرا نصیب ہو یعنے باوجود طاعت خوب کے ہمیشہ قصور دیکھے اسواسطے کہ جب حقیقی بندگی محال ہی تو پھر کس چیز پر نظر کرتا ہی۔ اور شیخ ابن عطا رحمہ اللہ نے کہا کہ جو نصیب ہوا اسپر قناعت اور جو حکم ہو اسپر رضامندی حاصل ہو اور بعض نے کہا کہ حسنۂ دنیا محبت حق ہی اور حسنۂ آخرت یہ کہ اسکی نزدیکی حاصل ہو اور عذاب النار یہ کہ اپنی حضور سے دور و فراق سے مہجور کرنے کی آگ سے بچاوے اور دوزخ کی آنچ نہ لگے اور بعض نے کہا کہ حسنۂ دنیا تو ذکر حق اور حسنۂ آخرت اسکی قربت ہی اور یاد سے محروم ہونا ہی عذاب النار ہی۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ

اور یاد کرو اللہ کو کئی دن گنتی کے — پھر جو کوئی جلد چلا گیا دو دن میں اسپر گناہ نہیں ہی — اور جو کوئی رہ گیا اسپر نہیں گناہ

لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

جو کوئی ڈرتا رہا اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم اسی پاس جمع ہوگے

پھر بقیہ احکام ایام منیٰ ارشاد فرمائے بقولہ تعالے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ۔ اور گنتی کے ایام میں اللہ تعالی کی یاد کرو۔ ف یہ ایام تشریق کے تین دن ہیں سوا روز بعد نحر کے تین جمرات پر کنکریاں بھی مارے۔ حدیث میں ہی کہ یہ ایام کھانے پینے اور یاد الٰہی کے دن ہیں فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ۔ پس جسنے جلدی کی دو دن میں ف یعنے ایام تشریق میں سے دوسرے دن رمی الجمار کرکے رخصت ہو گیا فَلَآ اِثْمَ

علیہ

عَلَیْہِ - تو اسپر گناہ نہین ہی - ف یہ امر جائز ہی - وَمَنْ تَاَخَّرَ - اور جسنے تاخیر کی ف یعنے تیسرے دن رمی الجمار کے بعد روانہ ہوا - فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ تو اسپر بھی کچھ گناہ نہین ہی ف بلکہ ایک دن رمی کا ثواب مزید ہی - تو فائدہ بیان یہ کہ لوگ ان دونون باتون مین مختار ہین اور تاخیر افضل ہی کیونکہ اسمین ثواب زائد ہی پھر فرمایا - لِمَنِ اتَّقٰی - واسطے اُس شخص کے جسنے تقوی کیا ف یعنے گناہ نہ ہونا ایسے بندے کے لیے ہی جسنے تقوی سے مناسک حج ادا کیے کیونکہ حاجی درحقیقت وہی ہی جو حج سے پہلے سب گناہ بخشانے کے لیے مطیع ہوا اور حج سے گناہان سابق بخشے جاتے ہین - برخلاف بدکاری رفث و فسوق و جدال کے کہ یہ شخص بیباک ہی لہذا فرمایا - وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ - اور اللہ تعالے سے تقوی رکھو اور جان لو کہ تم اسی کی طرف حشر کیے جاؤ گے ف تو تمکو تمھارے افعال کی جزا دیگا - مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک قولہ لمن اتقی سے تقوی شرک مراد ہی یعنے یہ حکم مغفرت اس شخص کے لیے ہی جو مومن ہو ورنہ کفار جو دنیاوی دعا مانگتے تھے اور آخرت سے منکر تھے انکو اس حکم سے کہ "گناہ نہین" کچھ نصیب نہین ہی حالانکہ شبہہ ہوتا تھا کہ بعد دعاے سابق کے یہ حکم شاید عام ہو پس خاص کر دیا کہ صرف اہل ایمان کے لیے ہی - جاننا چاہیے کہ دسوین ذی الحجہ مین قربانی و طواف کے بعد تین روز جاکر منی مین رہتے ہین اور رمی جمار کرتے اور ذکر و تکبیر کہتے ہین - پھر جاننا چاہیے کہ جمہور کے نزدیک یہ خطاب حاجیون اور غیر حاجیون کو ہی چنانچہ حنفی مذہب مین بھی نماز جماعت کے بعد تکبیر واجب ہی اور منفرد کو مستحب ہی اگرچہ وہ اپنے وطن مین ہو حج مین نہو اور بعض نے کہا کہ فقط حاجیون کے ساتھ خاص ہی - اور ذکر عام ہی توحید و تسبیح و تکبیر وغیرہ کو اور عمل تکبیر کے ساتھ باواز بلند ہی اور لفظ اسکے ہمارے نزدیک - اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کما دری صح - اور یہ ذکر وقت قربانی کے اور نماز جماعت کے پیچھے اور رمی جمار کے وقت اور سوا اسکے سب اوقات کو شامل ہی اور یہی بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا ہی اور یہی شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ عمر بن الخطاب رض سے ثابت ہوا کہ وہ منی مین اپنے قبہ مین تکبیر کہا کرتے پس انکی تکبیر پر بازار والے تکبیر کہتے یہانتک کہ تکبیرون کی آواز سے منی گونج جاتا تھا اور اس باب مین حضرت ابو ہریرہ رض وغیرہ صحابہ رض سے آثار وارد ہین سیوطی رح نے لکھا کہ قولہ تعالے - اذکروا اللہ - یعنے رمی جمرات کے وقت ذکر الٰہی کرو - مترجم کہتا ہی کہ یہ قید نہین بلکہ بنظر زیادت خصوصیت کے ہی کیونکہ ایام تشریق مین اسی قصد سے منی جاتے ہین کہ رمی جمرات کرین تو اس وقت ضرور ہی ذکر تکبیر کرینگے - وقولہ فی ایام معدودات شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ ایام معدودات تو ایام تشریق ہین اور ایام معلومات دس دن ذی الحجہ کے ہین - اور عکرمہ نے کہا کہ نمازہاے فریضہ کے بعد تکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر کہے قرطبی نے کہا کہ علما مین کچھ اختلاف نہین کہ اس آیت مین ایام معدودات سے ایام منی مراد ہین اسپر ابن عبد البر وغیرہ نے اجماع نقل کیا ہی ابن کثیر رح نے لکھا کہ عبد الرحمن بن یعمر الدیلی کی حدیث پہلے گذری کہ ایام منی کے تین روز ہین اور نبیشۃ الہذلی سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ایام تشریق تو کھانے پینے اور اللہ تعالے کو یاد کرنے کے دن ہین رواہ مسلم اور مقسم نے ابن عباس سے روایت کی کہ ایام معدودات ایام تشریق چار روز ہین ایک قربانی اور تین دن اسکے بعد کے اور ایسا ہی ابن عمر و ابن الزبیر و ابو موسی و عطا و مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و ابو مالک و ابراہیم نخعی و حسن و قتادہ و زہری و ربیع بن انس و مالک بن انس وغیرہم سے مروی ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ وہ تین روز ہین ایک روز قربانی اور دو روز اسکے بعد انمین سے جس دن چاہے ذبح کرے مگر افضل انمین سے اول روز ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ مشہور قول اول ہی یعنے چار روز ہین مترجم کہتا ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ایام قربانی کا بیان ہی چنانچہ آخر کلام اسپر شاہد ہی پس ایام تشریق اگرچہ یوم النحر کے بعد تین روز ہون مگر قربانی انمین سے صرف بعد کے دو ہی روز مین ہی اور اسیکو امام ابو حنیفہ و انکے صاحبین نے اختیار کیا ہی اور یہی ابن عمر رض سے بھی مروی ہی اور ابن جریر نے سعید بن المسیب کے طریق سے ابو ہریرہ رض سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن حذافۃ السہمی کو روانہ کیا کہ منی مین پھر کر پکار دین کہ ان دنون مین روزہ مت رکھو کہ یہ دن کھانے پینے اور یاد الٰہی عز و جل کے ہین اور عطا نے عائشہ رض سے روایت کی کہ نہی کی رسول صلعم نے روزے ایام تشریق سے - کہا اور یہ ایام کھانے و پینے و ذکر اللہ عز و جل کے ہین اور محمد بن اسحق نے اپنی

اسناد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ وہ رسول اللہ صلعم کے بغلہ بیضا پر سوار آئے یہانتک کہ شعب انصار پاس کھڑے ہوئے اور یون
کہتے تھے کہ اے لوگو یہ روزہ رکھنے کے دن نہین ہین یہ کھانے پینے اور ذکر اللہ تعالے کے دن ہین قال المترجم یہی مذہب ہے ابو حنیفہ اور انکے صاحبین کا
اور پہلے گذرا کہ جسنے تمتع کے ایام حج کے تین روزے نہ رکھے ہون وہ بھی ان ایام مین نہین ادا کرسکتا ہے خلافاً للشافعیؒ- اور اس تکبیر کا شروع و
ختم کس وقت سے کب تک ہے اسمین علما کے چند اقوال ہین اول آنکہ روز عرفہ کی نماز صبح سے لیکر آخر ایام تشریق کے عصر تک ہے اور اسمین دارقطنی نے ایک حدیث
روایت کی ولیکن حدیث مرفوع ثابت نہین ہوتی ہے ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی زیادہ مشہور قول اور اسی پر عمل ہے مین کہتا ہون کہ یہی امام ابو یوسف و
امام محمد کا قول ہے پس اس بنا پر تکبیر جملہ تئیس ۲۳ نمازون مین ہوئی اور حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایام النحر یعنے بارھوین کے عصر تک ہے اور یہی
قول ابو حنیفہؒ کا ہے پس بنا برین جملہ اٹھارہ نمازون مین تکبیر ہوئی اور بعض نے کہا کہ یوم النحر یعنے دسوین کے ظہر سے لیکر آخر ایام تشریق کی نماز صبح تک ہے
پس بنا برین پندرہ نمازون مین تکبیر ہوگی اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے بخاریؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ وہ منیٰ مین ان ایام مین نماز کے
پیچھے اور بچھونے پر اور خیمہ مین اور نشست گاہ مین اور رفتار کی حالت مین سب حالتون مین برابر تکبیر کہتے تھے- اور جاننا چاہیے کہ رمی جمار مین ہر کنکری
کے ساتھ تکبیر کہنا مسنون ہے اور وہ بالاتفاق سنت ہے یعنے واجب نہین ہے- قولہ فمن تعجل فی یومین- اے دوسرے روز ون ہی دن مین رمی جمار کے بعد چلا آیا اور
یہ شافعیؒ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر تیسرے روز کی فجر ہونے سے پہلے چلا آیا تو بھی روا ہے- اگر کہا جاوے کہ چلا آنا کوئی ممتد چیز نہین جو
ایک روز پہلے سے دوسرے روز تک ممتد ہوئی کہ دوسرے روز آیا یعنے گیارھوین سے بارھوین تک ممتد نہین ہوسکتا بلکہ وہ فقط بارھوین کو
واقع ہوا پس یومین کے کیا معنے ہین جواب دیا گیا کہ یہ بطریق مجاز ہے جیسے قولہ نسیا حوتہما- دونون بھولے اپنی مچھلی حالانکہ بھولنے والے فقط
یوشعؑ تھے اور یا یہ کہ تقدیر مضاف ہے اے فی ثانی یومین- اے دوسرے دونون دن مین- قولہ ومن تاخر فلا اثم علیہ- اے اگر تیسرے روز کی فجر
ہوگئی اور وہ وہین تھا تو بغیر رمی الجمار کے روانہ ہونا جائز نہین ہے پس وہ رمی جمار روز سوم کے بعد روانہ ہوا تو بھی کچھ گناہ نہین اور جاننا چاہیے کہ وقت رمی جمار
کا بعد زوال کے ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک تیسرے روز قبل زوال کے رمی جمار کرکے چلے آنا بھی روا ہے- اور تعجیل و تاخیر دونون صورتون مین گناہ نہونے کے معنی یہ
ہین کہ دونون باتون مین اختیار دیا گیا ہے- اگر کہا جاوے کہ تاخیر کرنا تو بالاتفاق افضل ہے- جواب دیا گیا کہ فاضل اور افضل کے درمیان اختیار دیا جانا
جائز ہے مثلاً مسافر کو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے دونون کا اختیار ہے اگرچہ روزہ رکھنا افضل ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۃ الفتح مین خود روزہ رکھا
تھا اور علیؓ و ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ آیت کے معنے یہ ہین کہ جسنے تعجیل کی اسکے لیے بخشش کی گئی اور جسنے تاخیر کی اسکے لیے بخشش کی گئی- اگر کہا جاوے
کہ آیت کریمہ کو اس تقسیم سے فرمانے مین کیا حکمت ہے تو جواب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ دو فریق تھے بعضے تو تعجیل کرنے والے کو گنہگار سمجھتے تھے اور
بعضے تاخیر کرنے والے کو گناہگار جانتے تھے پس اللہ تعالے نے ذکر کرکے آیت مین دونون سے صریح گناہ دور فرمایا پس یہ تاخیر افضل ہونے کے منافی
نہین ہے آور قولہ لمن اتقی- اسکا مبتدا مقدر ہے جیسا کہ مفسر سیوطیؒ نے کہا اے نفی الاثم ثابت لمن اتقی یعنے گناہ نہونا ایسے شخص کے لیے جسنے تقوی
کیا رفث وغیرہ سے- یہ کلام بہ نسبت قول بعض کے کہ ذلک التخییر یا ذلک الحکم لمن اتقی- کیونکہ ظاہری حکم تو عام ہے مترجم کے نزدیک تقوی شرک
یعنے ایمان لینا چاہیے چنانچہ سابق مین مذکور ہوا کہ گناہ کی نفی اہل شرک کی کسی حالت پر نہین ہے- بالجملہ اسمین تکریم اس شخص کی ہے جس نے
حج مین تقوی کیا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جسنے حج کیا اور اسمین رفث و فسوق نہ کیا تو وہ اپنے گناہون سے ایسا پاک
نکل گیا جیسے اُس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے یہ فضیلت اسی کے واسطے ہے جسنے ظاہر و باطن ایمان کے ساتھ حج کیا ہے
ورنہ کافر و منافق جو تقوی نہین کرتا مذموم ہے چنانچہ فرمایا-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَ

اور بعضا آدمی ہے کہ خوش آوے تجکو بات اسکی دنیا کی زندگی میں اور گواہ پکڑتا ہے اللہ کو اپنے دل کی بات پر اور وہ سخت جھگڑالو ہے اور

اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا

جب پیٹھ پھیرے دوڑتا پھرے ملک میں کہ اسمیں ویرانی کرے اور ہلاک کرے کھیتیاں اور جانیں اور اللہ خوش نہیں رکھتا فساد کرنا اور جب

قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

کہے اللہ سے ڈر تو کھینچ لاوے اسکو غرور گناہ پر پس بس ہے اسکو دوزخ اور بُری ہے تیاری

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ اور آدمیوں میں سے بعض وہ ہے کہ دنیاوی زندگی میں اسکی بات تجھے پسند آتی ہے ف اور آخرت میں نہیں پسند آویگی کیونکہ وہ اپنے اعتقاد سے مخالف ہے۔ وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ۔ اور وہ اپنے قلب کی بات پر اللہ تعالے کو گواہ لاتا ہے ف یعنے کہتا ہے کہ اللہ تعالے گواہ ہے کہ میں آپسے دل سے محبت رکھتا ہوں اور جو زبان سے کہتا ہوں وہی میرے دل میں ہے وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ۔ حالانکہ یہ شخص سخت جھگڑالو ہے ف تیرے ساتھ اور تیری پیروی کرنے والوں کے ساتھ سخت خصومت رکھتا ہے اس سبب سے کہ اسکو تجھسے سخت عداوت ہے۔ واضح ہو کہ یہ شخص بنی زہرہ میں سے اخنس بن شریق منافق تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا کہتا کہ میں آپ پر ایمان لایا اور آپکا دلی دوست ہوں تو آنحضرت صلعم کی مجلس میں نزدیکی پاتا پس اللہ تعالے نے اسکو اس بات میں جھٹلایا اور یہی منافق مذکور ایک رات بعضے مسلمانوں کی کھیتی اور بیل چارپائے کے گدھوں کی طرف گذرا پس کھیتی کو جلا گیا اور گدھوں کی کونچیں کاٹ دیں جیسا اللہ تعالے نے فرمایا وَاِذَا تَوَلّٰى۔ یعنے جب تیرے پاس سے پھرے ف تاکہ اپنی قوم میں لوٹ جاوے۔ سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا۔ تو ملک میں اس غرض سے چلا کہ وہاں فساد پھیلاوے۔ ف یعنے یہ شخص زمین میں فساد پھیلانے والا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے پھرا تو راہ میں رات کو بوجہ عداوت کے چاہا کہ ایذاء مسلمین کے لیے فساد کرے۔ وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ۔ اور کھیتی کو اور جانوروں کی نسل کو تباہ کرے ف یہ بھی منجملہ اسکے فساد کے ہے کہ کھیتی و بیل کے جانور ہلاک کر دیے یعنے کھیتی اجاڑنا اور مجھروں کا ہلاک کرنا منجملہ اسکے فساد کے ہے۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ اور اللہ تعالے فساد پسند نہیں کرتا ہے ف یعنی اللہ تعالیٰ فساد کرنے سے راضی نہیں ہے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ۔ اور جب اس منافق سے کہا جاوے کہ تو اللہ تعالے سے ڈر یعنے اپنی بدکاری سے خوف کر۔ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ۔ تو عزت اسکو گناہ کرنے پر ابھارے ف یعنے جاہلیت کی حمیت اسکو بدکاری پر آمادہ کرتی ہے۔ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ پس اسکو جہنم کافی ہے اور البتہ وہ بہت برا پالنا ہے ف مہاد پالنا جسمیں بچے پالے جاتے ہیں یہ آیت عطف ہے قولہ فمن الناس من یقول پر اور دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ جب بیان حج کا انجام اسطرف آیا کہ ان مناسک میں سے ذکر و دعا کا انقسام مومن و کافر کی طرف ہوا تو اسکو منافق مخلص دو قسموں کے بیان سے تام کر دیا اور بعض نے فرمایا کہ جب حج سے آفاق میں متفرق ہونیکا ذکر آیا تو انکو حکم فرمایا کہ حج کا تقوی ثمر برکات تھا اور جب آفاق میں متفرق ہو گیا اسوقت تک کہ اللہ عزوجل کی طرف محشور ہو اگرچہ موت ہو گا تقوی کرو تو موجب فوز عظیم ہے پھر فرمایا کہ بعضے ظاہر میں پرہیزگار معلوم ہوتے ہیں اور باطن میں خراب جہنمی ہیں اور بعضے حقیقت میں متقی ہوتے ہیں اور یہ اللہ تعالے کے نزدیک محبوب ہیں پس دونوں قسموں کو ذکر فرمایا ایک بقولہ۔ ومن الناس من یعجبک الی آخرہ۔ اور دوم بقولہ ومن الناس من یشری نفسہ الخ شیخ ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ سدی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اخنس بن شریق ثقفی کے حق میں آیت اتری کہ وہ رسول اللہ صلعم کے پاس آیا اور اسلام کو ظاہر کیا اور باطن میں اسکے برخلاف تھا۔ اور مذکور ہے کہ یہ منافق صورت کا اچھا اور حضرت صلعم سے میٹھی میٹھی باتیں کیا کرتا تھا اور قسم کھاتا تھا کہ میں مومن اور آپ کا محب ہوں اور کہتا

کہ اللہ تعالےٰ جانتا ہو کہ میں سچا ہوں۔ اور حضرت ابن عباس سے مروی ہو کہ یہ آیت چند منافقوں کے حق میں اُتری جنھوں نے خبیب رضی اللہ عنہ و انکے ساتھیوں کے
حق میں جو رجیع میں شہید ہوے تھے کچھ باتیں کہیں اور عیب لگایا پس اللہ تعالےٰ نے منافقوں کی مذمت اُتاری اور خبیب اور انکے ساتھیوں کی تعریف
ومن الناس من یشری نفسہ یعنے اگلی آیت سے مدح فرمائی۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب منافقوں و سب مومنوں کے حق میں عام ہو اور یہی قول
قتادہ و مجاہد و ربیع بن انس وغیرہم کا ہو اور یہی صحیح ہو مترجم کہتا ہو کہ ان روایات میں اتفاق ظاہر ہو کہ اخنس مذکور و دیگر منافقین کے حق میں
ایک ہی آیت اُتری اور پھر حکم اسکا سب کے واسطے عام ہو چنانچہ ابن جریر نے روایت کی کہ سعید مقبری و محمد بن کعب القرظی مذاکرہ کرتے تھے پس سعید نے
کہا کہ اللہ تعالےٰ کی بعضی اگلی کتابوں میں ہو کہ اس امت میں بعضے بندے ایسے ہونگے کہ اُنکی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی اور انکے دل ایلوے سے
کڑوے ہونگے لوگوں کے دکھلانے کو صوف کا لباس پہنینگے اور دنیا کو دین پر جرأت سے اختیار کرینگے اور اللہ تعالےٰ نے انکے حق میں کہا کہ مجھی پر جرأت
کرتے ہیں اور میرے ہی ساتھ فریب بناتے ہیں قسم ہو مجھے اپنی عزت کی کہ انپر ایسا فتنہ بھیجونگا کہ انمیں کا حلیم حیران رہجاوے پس محمد بن کعب نے کہا
کہ یہ کتاب اللہ یعنے قرآن مجید میں موجود ہو تو سعید نے کہا کہ قرآن میں کہاں ہو پس محمد بن کعب نے کہا۔ قولہ تعالےٰ ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوٰة
الدنیا الآیة ہو تو سعید نے کہا کہ جسکے حق میں یہ آیت اُتری ہو وہ مجھے معلوم ہو پس محمد بن کعب نے کہا کہ یہ آیت تو کبھی ایک شخص کے حق میں نازل ہوتی ہو پھر وہ
سب کے حق میں جو اس حال کا ہووے عام ہوتی ہو اور ابن کثیر رح نے کہا کہ محمد بن کعب کا قول پسندیدہ و صحیح ہو مترجم کہتا ہو کہ یہاں سے ظاہر ہوگیا کہ
روایات سب متفق ہیں اور چونکہ تصریح سبب نزول بقول سدیؒ اخنس بن شریق ہو لہذا مفسر سیوطی وغیرہ نے اسکو اختیار کیا ہو اور وہی موافق نظام
آیت ہو اور شریق بر وزن کریم ہو نص علیہ فی الکمالین۔ قولہ یعجبک قولہ اعجاب بمعنی استحسان الشئی یعنے کسی چیز کو مستحسن جاننا اور اسکی طرف میل کرنا
اور اسکی تعظیم کرنا اور عجب ایک حیرت ہو جو انسان کو کسی چیز سے ہو جاتی ہو اس لیے کہ وہ شئی ظاہر اور اسکا سبب پوشیدہ ہو پس یہ درحقیقت کوئی امر نہیں بلکہ
ظہور سبب نہونے سے ہو تا آنکہ جسپر سبب ظاہر ہوا اسکے نزدیک وہ چیز عجیب نہیں جو دوسرے پر عجیب ہو۔ قولہ فی الحیوٰة الدنیا۔ یعنے دنیا میں تو اسکا
قول جو عمدہ مطابق ایمان ظاہر کرتا ہو تجھے خوش آتا ہو کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کا اسلام و ایمان درست رکھتے تھے ظاہر ہوا کہ آخرت میں
حضرت صلعم کو پسند نہ آویگا کیونکہ کھل جائیگا کہ قول اسکا مخالف اعتقاد تھا۔ قولہ یشہد اللہ علی ما فی قلبہ معنے اسکے یہ ہیں کہ جب اسنے لوگوں کے سامنے
اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا تو انکے واسطے قسم کھائی اور اللہ تعالےٰ کو انکے لیے گواہ کیا کہ جو اسکے دل میں ہو اسکی زبان سے موافق ہو اور ابن جریر نے
اسکو ابن عباس کی طرف منسوب کیا اور مجاہد سے نقل کیا اور اسکو اختیار کیا اور ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ معنی صحیح ہیں اور جمہور کی قراءت میں یشہد
بضم یاء و نصب لفظ اللہ ہو۔ قولہ وہو الد الخصام۔ مفسر سیوطی رح نے کہا شدید الخصومة اور سراج میں ہو کہ حسن رح نے کہا کہ الد الخصام ای کاذب القول
اور قتادہ نے کہا یعنے بدکار و سخت دل ہو بات میں نیک بنتا ہو اور عمل میں بدکار ہو حدیث صحیح میں ہو کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو
جھوٹ بولے اور جب عہد باندھے تو غدر کرے اور جب مخاصمہ کرے تو فجور کرے اور بخاری میں عائشہ رض سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ۔ ان ابغض الرجال
الی اللہ الالد الخصم۔ آدمیوں میں سے سخت مبغوض آدمی اللہ تعالےٰ کے نزدیک الالد الخصم ہو یعنے جو سخت جھگڑالو ہو مجاہد نے کہا کہ حرث پیداوار زمین ہو
اور نسل ہر ایک آدمی و جانور کی نسل ہو اور ابن عباس سے مروی ہو کہ نسل ہر جانور زمین پر چلنے والا ہو ابن کثیر نے قتادہ سے نقل کیا یعنے جب چلا یہ
منافق زمین میں فساد کرنیکو تو اللہ تعالےٰ نے باران کو روکدیا پس حرث و نسل ہلاک ہوے اور بعض نے کہا کہ جب زمین میں والی ہوا تو اسنے
ظالموں کے افعال کیے کہ حرث و نسل کو ہلاک کیا اور اظہر وہ ہو جو مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا یعنے جب یہ منافق تیرے پاس سے پھرا تو ملک میں فساد
کرنے چلا چنانچہ بعضے مسلمانوں کی کھیتی رات میں جلادی اور گدھوں کی کونچیں کاٹ دیں اور بیضاوی وغیرہ میں ہو کہ بات یہی کہ اس اخنس

مذکور اور بنی ثقیف کے درمیان کچھ خصومت تھی پس ایک رات انکی آگ لگائی پس انکی کھیتیاں جلادین اور مواشی مار ڈالے قولہ واللہ لایحب الفساد
اے لایرضی بہ- یعنے اللہ تعالے فساد سے راضی نہین ہے اور محبت در اصل میل قلب ہے چونکہ اللہ تعالے کے حق مین محال تھا لہذا اسکے لازم یعنی رضامندی سے تفسیر
کیگئی اور آیت مین افادہ ہے کہ اتق اللہ سے دوسرے کو نصیحت کرنا جائز ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بڑے گناہون مین سے اللہ تعالے کے
نزدیک یہ گناہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی مسلمان سے کہے کہ اتق اللہ پس وہ جواب دے کہ تو اپنی خبر لے تو مجھے کیا نصیحت کرتا ہے- اور سفیانؒ سے روایت ہے
کہ کسی نے مالک بن مغول سے کہا کہ اتق اللہ پس وہ اللہ عزوجل کی تواضع کے واسطے زمین پر گر پڑے اور اپنا رخسارہ زمین پر رکھدیا- قولہ جہنم- اسے کافی
ہے اسکو جزا و عقاب کے لیے- قولہ ولبئس المہاد یہ بطریق توہین ہے اسواسطے کہ مہاد جمع مہد کی جو آرام پانے اور سوجانے کے لیے تیار ہو اسی سے بچہ کے پالنے
کو مہد کہتے ہین اور ظاہر یہ ہے کہ مہاد اسم مفرد بچھونا ہے جو سونے اور آرام کے لیے تیار ہو اور مجاہد سے مروی ہے کہ معنی یہ ہین بہت بری ہے وہ چیز جو
انھون نے اپنی جانون کے واسطے تیار کر رکھی ہے اور ابن عباس نے فرمایا بری منزل ہے اور اس آیت مین چند مسائل ہین اول علما نے کہا کہ اگر دروغ
پر اللہ تعالے کو شاہد کرے جان بوجھکر تو کافر ہے دوم آنکہ الد الخصم سخت جھگڑالو آدمی اللہ تعالے کے نزدیک نہایت مبغوض ہے سوم حرث ونسل کو
بلا وجہ شرعی ہلاک کرنا حرام ہے- چہارم شکار کرنا اگرچہ مباح ہے لیکن لہو و خواہش نفسانی سے مکروہ ہے پنجم اللہ تعالے محبت کرتا ہے ولیکن محب کی
اطلاق کے سواے عاشق یا معشوق یا حبیب یا محبوب وغیرہ جو الفاظ عرف مین حقیر معنے مین استعمال پاگئے ہین انکا اطلاق جناب باری کی شان
مین حرام ہے اور یہی اصح ہے ف عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا- اسمین مدعی اور واصل کی طرف اشارہ ہے
پس واصل تو وہ ہے کہ اللہ تعالے کی دستگیری سے کسی مقام کو پہونچ گیا پس جو کہتا ہے وہ اپنے علم کے موافق کہتا ہے اور مدعی وہ ہے کہ بیہودہ دعوی کرتا ہے
پس مدعیون مین سے بعض وہ شخص ہے کہ جب وہ اپنے مزخرفات اور طامات بیان کرتا ہے تو تجھے خوش کرتا ہے یعنے اس نظر سے کہ اللہ تعالے نے اسکو اس
رتبہ کو دین مین پہونچا دیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہین یعنے ایسے لوگ ہین کہ دقیق باتین گڈھکر کہین گے اور اہل معرفت سے جو خاص احوال و کراماتین سنی
سنائی ہین اور باریک علوم و اشارات کو ظاہر کرینگے حالانکہ وہ لوگ ضلالت کے میدان مین سرگردان ہین ان لوگون کی زبان تو انبیا علیہم السلام
کی زبان ہے یعنے حدیث و قرآن بیان کرینگے- اور قلوب انکے بھیڑیون کے سے ہین اسواسطے کہ اللہ تعالے نے ایمانی معرفت کا نور انکے دلون سے سلب
کرلیا ہے- اب جان لینا چاہیے کہ یہ کون لوگ ہین پس یہ وہ لوگ ہین جنھون نے راہ سنت کے برخلاف بدعتونکو نکال لیا اور اپنے نفس کی خواہشون پر چلتے
ہین پس یہ لوگ اہل ہوا و اہل بدعت ایسے بدتر ہین کہ اس امت کے مومنون کو فتنہ مین ڈالتے ہین اور انکو راہ حق سے روکتے اور دنیا کی طرف
کھینچتے ہین اور راہ صواب والون پر انکار کرتے ہین اور جو لوگ بجانب حق ارادہ کرتے ہین انکو اغوا کرتے اور فریب دیتے اور راہ سنت سے
روکتے ہین یہ لوگ البتہ جھوٹے ہین جو دعوی کرتے ہین دروغ ہین دروغ باتون سے اپنے آپ کو اولیا صدیقین کہلواتے ہین اور مخلوق کے
لوگ انکی ہیات و لباس سے دھوکا کھاتے ہین- راتون کی شب بیداری اور نماز مین کھڑے رہنے کے سبب اپنے سوجے ہوئے پانون دکھلاتے اور
اپنی آستین و دامن کوتاہ بناتے اور زرد چہرے ظاہر کرتے اور میٹھی باتین بناتے ہین تاکہ ان چیزون سے لوگون کے دلون کو اپنی طرف جذب کرین اور لوگونکو
ایسا معتقد بنادین کہ انکی گردنون پر اپنے قدم رکھکر چلین- یہ مدعیان جاہل اپنی لن ترانیون سے لوگون کے مال کھاتے اور صورتین بنا بنا کر اتراتے
ہین اور لمبی چوڑی کرامات بیان کرتے ہین اور خلوت مین بیٹھکر اپنے احمق مریدون کے دلون مین خواہشات دنیا و نفاق و دلیری و بیباکی کے
بیج بوتے ہین یہ لوگ اہل بدعت و ہوا ہین **مترجم کہتا ہے** کہ اہل بدعت و ہوا دو قسم کے ہین ایک وہ لوگ جو اعتقاد کی باتون مین
راہ حق و اعتقاد سنت چھوڑ کر گمراہ ہوئے مثل رافضی و خارجی وغیرہ کے بعض احادیث صحیح مین ان لوگون کی حالت

یون مذکور ہی کہ عبادت و قرآن کی تلاوت وغیرہ مین تم لوگ اپنی عبادت کو انکے مقابلہ مین ہیچ سمجھوگے مگر حال یہ ہی کہ قرآن ان لوگون کے حلق سے نیچے
نہ اُتریگا اور یہ لوگ دین حق سے ایسے نکل جاوینگے جیسے کمان سے تیر نکل گیا۔ پس یہان سے ہر دیندار پر لازم ہی کہ شیطانی وسوسہ سے بچنے
کے لیے اللہ تعالے سے توفیق مانگے اور راہ سنت و طریق صواب سے ایک قدم باہر نہو اور اپنی عقل و اٹکل و قیاس کا پابند نہو اور حضرت علی کرم اللہ
وجہہ سے روایت ہی کہ اگر دین مین اٹکل کام کرتی تو موزہ کے اوپر مسح کرنے کے بہ نسبت تلوے کے رخ مسح کرنا اولے ہوتا دوسری قسم کے اہل بدعت
وہ ہین جو فروع مسائل مین خلاف سنت چلتے ہین اور استاد ابو القاسم القشیری نے کہا کہ اسمین اشارہ ہی کہ جن اہل ظاہر کو انوار بصیرت سے
مساعدت نہین حاصل ہوئی ہی بسے احکام ظاہر کے ساتھ مربوط ہین انکو تو مقامات پر ایمان ہی نہین اور نہ اس جملہ کی بینائی ہی یعنے اسرار سے وے بالکل بیخبر
ہین تو واجب ہی کہ اسرار کو انسے محفوظ رکھا جاوے **قال المترجم** پس ظاہر کرنے والا ضرور گنا ہگار ہوگا اسیواسطے حدیث مین ہی کہ لوگون سے انکی سمجھ
کے لائق باتین کرو پس جب شخص نے زعم کیا کہ وحدت وجود کا مسئلہ لا آلہ الا اللہ سے ثابت ہی اسکو اعلان کرنا واجب ہی تو اسنے غلطی کی بلکہ واجب ہی کہ لوگون
کو راہ سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چلانے کی کوشش کرے اور پریشان اختلاف سے بچاوے شیخ نے ان منافقون کی مذمت مین طول کلام کیا
یہانتک کہا اور جب ان مفسدون سے جو دروغ دعوی باندھتے ہین کہا جاتا ہی کہ ڈرو اللہ تعالے سے اور جو تمنے دلمین چھپا رکھا ہی اسکے خلاف مت
ظاہر کرو تو سرکشی کرتے اور تکبر و غرور دکھاتے ہین کیونکہ وہ اپنے قبائح و بد افعالیون سے اندھے ہین اور گمان یہ رکھتے ہین کہ ہم تو اللہ تعالے کی خلقت
مین سے اشرف ہین اور جب انکو ایسے کام کا حکم کیا جاوے جو شرع مین معروف اور عمدہ ہی تو نہین بجالاتے اور اگر انکی بدفعلیون سے انکو منع کیا جاوے
تو باز نہین آتے کیونکہ وہ اپنے نفس کے دام تزویر سے جاہل ہین اور گمان یہ کہ ہمین تو ہدایت پر ہین اللہ تعالے مومنون کو انکی نحوست سے بچاوے
اور انکے برعکس ایسے بندون کی راہ دے جو اللہ تعالے کے نزدیک صادقین مومنین مقبول ہین

## وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۤءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ

اور کوئی آدمی ہو کہ بیچتا ہے اپنی جان چاہتا ہے خوشی اللہ کی اور اللہ شفقت رکھنے والا ہی بندون پر

یہ دوسرے فریق کا حال ہی یعنے جو لوگ مخلص و صادق ہین انکی یہ کیفیت ہی کہ اپنا جان و مال اللہ تعالے کی رضامندی کے لیے صرف کرتے ہین اور
پھر شرمسار ہین کہ یہ لائق جناب کبریائی نہین ہی پس جملہ چار اقسام حاصل ہوئے جو قولہ فمنہم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا و مالہ فی الآخرۃ من خلاق
سے یہانتک مذکور ہین اول وہ کہ ظاہر و باطن دنیا ہی مین رغبت رکھتے ہین۔ دوم وہ کہ دنیا مین اور آخرت مین دونون مین رغبت رکھتے ہین اور دنیا
مین انکی رغبت کے یہ معنی ہین کہ دنیا مین ایسی توفیق و اسباب ملتے جاوین جس سے آخرت کا کام سنبھلتا جاوے ورنہ محض دنیا کے طالب و
محب نہین ہین سوم وہ لوگ کہ ظاہر مین آخرت کے طالب بنتے ہین اور باطن مین دنیا کے طالب ہین اور وہ منافق ہین۔ چہارم وہ لوگ کہ ظاہر و
باطن مین آخرت کے طالب ہین اور دنیا سے ظاہر و باطن مین بے رغبت ہین۔ اور یہ ایسے لوگ ہین جنکو فرمایا **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ
نَفْسَهُ ابْتِغَاۤءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ** - **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس و انس بن مالک رضی اللہ
عنہما و سعید بن المسیب و ابو عثمان النہدی و عکرمہ و ایک جماعت رحمہم اللہ نے کہا کہ یہ آیۂ کریمہ حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ
کے حق مین اُتری اور بات یہ تھی کہ جب وہ مکہ مین اسلام لائے اور وہان سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو کافرون نے
انکو مع مال کے ہجرت کرنے سے روکا اور کہا کہ اگر مال سے الگ ہوکر ہجرت کرنا چاہتے تو جاوے پس حضرت صہیب نے مال انکو دیدیا اور اپنی
جان کو خلاص کرلیا اور ہجرت کرکے چلے اور یہان مدینہ منورہ مین اللہ تعالے عز و جل نے انکے حق مین یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی تھی پھر جب

وہ مدینہ کے قریب پہونچے تو حرّہ کے کنارے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالے عنہ اور ایک جماعت صحابہ سے ملاقات ہوئی پس ان لوگوں نے اسنے کہا کہ بھلا
نفع دیا بیع نے تو صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین اور تم سب اپنی تجارت مین نفع پاوین اور اللہ تعالے تمہاری تجارت کو کبھی ٹوٹا نہ دے لیکن یہ بات کیا ہے
جو تمنے فرمائی اُن لوگون نے صہیب کو آگاہ کیا کہ اللہ تعالے نے انکے حق مین یہ آیت نازل فرمائی ہے اور روایت کیا گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
بھی صہیب کو فرمایا کہ بھلا نفع دیا بیع نے اے صہیب پس صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کو جو مشرکون کے پنجہ مین تھی چھوڑا کر مرضیات آلٰہی کے ہاتھ بیچ ڈالا
چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان اللہ اشترے من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ البتہ اللہ تعالے نے خرید لین مومنون سے انکی جانین اور اموال
بعوض اسکے کہ انکے واسطے جنت ہے اور شری بمعنی خرید و فروخت دونون آتا ہے پس خرید کے معنی یہان بعوض مرضیات آلٰہی کے بن نہین سکتے لہذا بمعنے
فروخت ظاہر ہے جیسا کہ مفسر سیوطی رح نے تفسیر کی ہے اور شیخ ابن کثیر نے سعید بن المسیب سے روایت ذکر کی کہ صہیب رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف ہجرت کر کے روانہ ہوئے پس قریش کے چند نفر مشرکین نے انکا پیچھا کیا جب سامنا ہو گیا تو صہیب رض اپنی سواری پر سے اُتر پڑے اور ترکش کے تیر سب
نکالے پھر کہا کہ اے گروہ قریش تمکو معلوم ہے کہ مین تم مین بڑا تیرانداز ہون اور تم واللہ مجھ تک نہین پہونچ سکوگے یہانتک کہ میرے ترکش مین جتنے تیر ہین
ایک ایک مارلون پھر اپنی تلوار سے مارونگا جب تک میرے ہاتھ مین اسمین سے کچھ باقی رہیگا پھر تم جو چاہو کرنا اور اگر تم چاہو تو مین تمھین اپنے مال اس
اندوختہ پر جو مکہ مین ہے راہ بتاؤن اور تم میری راہ چھوڑ دو تو بولے اچھا پھر انکو مال بتلا کر روانہ ہوئے پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے تو
آپ نے فرمایا کہ بھلا نفع دیا بیع نے سعید نے کہا کہ یہی آیت۔ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔ نازل ہوئی تھی قتادہ رح
نے فرمایا کہ یہ آیت سب مہاجرین و انصار کے حق مین ہے یعنے جن لوگون کی یہ تعریف فرمائی ہے وہ سب مہاجرین و انصار ہین ابن کثیر رح نے کہا کہ اکثر مفسرین
کے نزدیک یہ آیت ہر ایسے شخص کے حق مین اُتری جسنے اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کیا اور جب ہشام بن عامر نے ہر دو صف کے درمیان حملہ کیا اور بعض
لوگون نے اسپر انکار کیا تو عمر و ابوہریرہ وغیرہ نے ان لوگون کو جواب دیکر رد کیا اور یہی آیت پڑھی۔ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ
رؤف بالعباد۔ مترجم کہتا ہے کہ قول اول مین سبب نزول کی تصریح ہے لیکن آیت اپنے معنے مین عام ہے کہ سب کو شامل ہے اور وجہ شمول باستدلال
قولہ ان اللہ اشتری الآیۃ ظاہر ہے معالم مین قصہ سریہ رجیع مین حضرت زبیر و مقداد کے حق مین اس آیت کا نزول ذکر کیا اور بعد اسکے کہا کہ اکثر مفسرین کے
نزدیک یہ آیہ کریمہ صہیب بن سنان رومی کے حق مین نازل ہوئی ہے پس یہی اظہر ہے اور اسی پر مفسر سیوطی رح نے اعتماد کیا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ ابتدا
مین صہیب رضی اللہ عنہ اسکا سبب نزول ہوئے اور مراد اسمین جمیع اصحاب مہاجرین و انصار ہین جنھون نے خدا ے حق سبحانہ تعالے کے لیے
اپنی جان و مال قربان کیا واضح ہو کہ قصہ سریہ رجیع جو معالم مین مذکور ہے اگرچہ طویل ہے و لیکن عجائب شان کو شامل ہے لہذا مین بھی اسکو ترجمہ کرتا ہون اور بخاری
نے بھی اس قصہ کو حدیث ابوہریرہ رض سے روایت کیا ہے و لیکن مین معالم سے ترجمہ کرتا ہون حضرت ابن عباس و ضحاک سے روایت ہے کہ یہ آیت سریہ رجیع
و اسکے قصہ مین نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی کہ کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ مین آدمی بھیجا کہ ہم لوگ مسلمان ہو گئے ہین پس
آپ ہمارے پاس اپنے اصحاب مین سے چند آدمی ایسے روانہ فرمائیے جو دین کے مسائل سے خوب واقف ہون تاکہ ہمکو آپکا دین سکھلاوین اور یہ ان کا فریب تھا
مکر تھا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خُبیب بن عدی انصاری اور مرثد بن ابی مرثد الغنوی و خالد بن بکیر و عبد اللہ بن طارق بن شہاب اور زید بن الدثنہ
کو روانہ کیا اور عاصم بن ثابت بن ابی الافلح انصاری کو ان سب پر سردار کیا۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیون کو بھیجا اور ان پر
عاصم بن ثابت کو امیر کیا قال المترجم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مکر و فریب سے آگاہی نہ ہوئی کیونکہ قضاء الٰہی ان لوگون کی شہادت اور عجائب
واقعات پر جاری تھی۔ پس یہ لوگ جبکہ مکہ و مدینہ کے درمیان بطن رجیع مین اُترے اور ان لوگون کے ساتھ [illegible] انھون سے

راہ مین کھائے تھے پھر ایک بڑھیا اس راہ مین گذری اور اُسنے گٹھلیان دیکھین پس مکہ مین اپنی قوم کے پاس لوٹ گئی اور کہا کہ اس راہ مین یثرب کے لوگ محمد کے ساتھیون مین سے آئے ہین پس قوم مین سے ستر مرد نیزے لیکر سوار ہوے یہانتک کہ ان لوگون کو آکر گھیرا۔ اور ابوہریرہ نے اپنی حدیث مین کہا کہ انھون نے ہذیل کے ایک قبیلہ سے ذکر کیا جنکو بنولحیان کہتے تھے پس انمین سے قریب سنو مرد تیر اندازکے انکی تلاش مین متفرق ہوئے پس وے ان لوگون کے نشان قدم پر تلاش کرتے چلے یہانتک کہ انھون نے انکا کھانا چھوارے کا پتا ایک مقام سے جہان اُترے تھے پایا تو آپسمین بولے کہ یہ تو یثرب کے چھوارے ہین پس انھین کے نشان قدم پر چلے اور جا پہونچے پس عاصم اور انکے ساتھیون نے اسکو احساس کیا تو ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے پس کافرون نے انکو گھیر لیا اور مرثد و خالد و عبداللہ بن طارق کو شہید کیا اور عاصم بن ثابت نے اپنا ترکش کھولکر اسکے تیر پھیلا دیے اور اسمین سات تیر تھے پس ہر تیر سے انھون نے مشرکون مین کے ایک بڑے مرد کو قتل کیا پھر دعا کی کہ اے پروردگار مین نے شروع دن مین تیرے دین کی حمایت کی تو آخر دن مین میرے گوشت کی حمایت فرما پھر جب وہ خالی ہاتھ ہوے تو مشرکون نے انپر ہجوم کیا اور آخر انکو قتل کیا اور چاہا کہ انکا سر کاٹ لیجاوین تاکہ سُلافہ بنت سعد کے ہاتھ فروخت کرین اور عاصم نے اس عورت کے بیٹے کو احد کی لڑائی مین قتل کیا تھا اور اس عورت نے قسم کھائی تھی کہ اگر عاصم کو پاؤنگی تو اُسکی کھوپری کا کاسہ بناکر شراب پیونگی پس اللہ عزوجل نے شہد کی بڑی مکھیون کا ایک جھنڈ بھیجا جنھون نے عاصم کو گھیر لیا اور یہ لوگ انکا سر کاٹنے پر قادر نہوے اسی سے انکو حمی الدبر کہتے ہین پس کافرون نے آپسمین کہا کہ اسکو شام تک چھوڑ دو کہ مکھیان چلی جائینگی تو ہم سر کاٹ لینگے پھر ایک سیاہ بادل آیا اور برسا پس اللہ تعالے نے پانی کی رو بھیجی جو عاصم کو جنت کیطرف لیگئی اور یہی سیل ان کافر مقتولون میں سے پچاس کو جہنم مین لیگئی اور عاصم نے اپنی زندگی مین عہد کیا تھا کہ کسی مشرک کو نہ چھوین اور نہ انکو کوئی مشرک کبھی چھوے اور عمر بن الخطاب کو جب یہ خبر پہونچی کہ شہد کی مکھیون نے مشرکون کو عاصم سے باز رکھا تو کہتے کہ کیا عجیب اللہ تعالے کی حفاظت بندۂ مومن کے ساتھ ہے کہ عاصم نے نذر کی تھی کہ اسکو کبھی کوئی مشرک نہ چھوے اور نہ وہ مشرک کو چھوین پس جیسے عاصم اپنی حیات مین باز رہے ویسے ہی اللہ تعالے نے انکو انکی وفات کے بعد بچا لیا قال المترجم بخاری کی روایت مین ہے کہ عاصم نے مشرکون کی ذمہ داری مین جانے سے انکار کیا پھر خُبَیب بن عدی انصاری اور زید بن الدثنہ باقی رہے تو مشرکون نے انسے عہد و پیمان کیا پس یہ انکی امان مین آگئے مگر کافرون نے غدر کیا اور انکو باندھکر لیچلے اور ایک تیسرے بھی تھے جنھون نے ہرگز مکہ جانا پسند نہ کیا آخر کافرون نے انکو قتل کر دیا اور ان دونون کو لیچلے قال البغوی پس ان دونون کو مکہ مین لیگئے پھر خُبَیب کو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹون نے خریدا تاکہ خبیب کو اپنے باپ حارث بن عامر کے بدلے قتل کرین اور خبیب ہی نے حارث مذکور کو بدر کے روز قتل کیا تھا قال المترجم شرف دمیاطی نے کہا کہ جمہور اہل تاریخ کے نزدیک حارث مردود کو خبیب بن یساف نے قتل کیا تھا اور یہان خبیب بن عدی کا ذکر ہے شاید کافرون کو مشتبہ ہو گیا ہو واللہ اعلم پس خبیب انکے پاس قید رہے یہانتک کہ جب حرمت کے مہینے گذر گئے تب خبیب کے شہید کرنے پر کافر مجتمع ہوے اور خبیب نے حارث کے ایک بیٹے سے بال پاک کرنے کو استرہ مانگ لیا تھا اور اس عورت کا ایک چھوٹا بچہ تھا جس سے وہ غافل ہو گئی پھر عورت مذکور کو اسوقت شعور ہوا کہ وہ بچہ حضرت خبیب کے زانو پر تھا اور استرہ حضرت خبیب کے ہاتھ مین تھا پس وہ نہایت خوفناک ہو گئی حتے کہ اثر خوف اسکے چہرے سے ظاہر ہوا اور بغوی کی روایت مین ہے کہ وہ چیخ اٹھی پس خبیب نے فرمایا کہ کیا تو ڈرتی ہے کہ مین اسکو قتل کر ڈالونگا مین ایسا نہین کرونگا غدر کرنا ہماری شان سے نہین ہے پھر پیچھے وہ عورت کہا کرتی تھی کہ واللہ مین نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہین دیکھا اور واللہ مین نے خبیب کو ایک روز دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ مین خوشۂ انگور لیے ہوے کھاتے تھے اور وہ لوہے مین جکڑے ہوے تھے اور مکہ مین اسوقت کوئی پھل نہ تھا اور یہ کچھ نہ تھا مگر ایک رزق نادر جو اللہ تعالے نے خبیب کو روزی کیا تھا۔ پھر ان کافرون نے خبیب کو حرم سے باہر نکالا تاکہ حل مین قتل کرین اور چاہا کہ اسکو سولی دین پس خبیب نے اُنسے کہا کہ مجھے اتنی مہلت دو کہ مین دو رکعت نماز پڑھ لون پس اُنھون نے چھوڑا پس خبیب وہ پہلے شخص ہین جنھون نے ہر مسلمان کے واسطے جو صبر سے

قتل کیا جاوے دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ مسنون کر دیا پس دو رکعتین پڑھین پھر کہا کہ اگر ایسا ہوتا کہ تم لوگ گمان کروگے کہ یہ جو مین نے کرنا شروع کیا
بسبب جزع کے ہی تو مین اور زیادہ پڑھتا پھر کافرون پر بددعا کی اللھم احصھم عددا واقتلھم بددا ولا تبق منھم احدا اے میرے پروردگار
انکو گن گن کر ہلاک کردے اور انکو پریشان حال قتل کردے اور انمین سے کوئی باقی نہ رکھ پھر انھون نے پڑھنا شروع کیا شعر ولست ابالی حین
اقتل مسلما، علی ای شق کان فی اللہ مصرعی + وذلک فی ذات الالٰہ وان یشاء + یبارک علی اوصال شلو ممزع + یعنے مین جبکہ حالت
اسلام مین قتل کیا جاتا ہون تو اسکی پروا نہین کہ راہ خدا مین کس کروٹ گرون اور یہ تو باری تعالے کی شان ہو اگر وہ چاہے تو پریشان جڑے
جوڑ مین بھی برکت عطا فرماوے پس کافرون نے انکو زندہ سولی دی پس خبیب نے دعا کی کہ اے پروردگار میرے گرد کوئی ایسا نہین ہو جو تیرے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو میرا سلام پہونچا دے تو ہی میرا سلام انکو پہونچا دے پھر ابو سروعہ عقبہ بن الحارث کھڑا ہوا اور خبیب کو اسنے قتل کر دیا اور کہا جاتا ہے کہ مشرکون مین
ایک شخص تھا سلامان ابو میسرہ کہلاتا تھا اسکے ساتھ ایک نیزہ تھا پس اسنے خبیب کی چھاتی کے بیچ مین رکھا تو خبیب نے اس سے کہا اتق اللہ ڈر
اللہ تعالے سے پس اس بات سے اس بدبخت کو اور غرور زیادہ ہوا اور اس نے نیزہ مارا کہ پار نکل گیا اور یہی ہے قال اللہ عزوجل واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم
اور مراد سلامان مردود ہے اور رہے زید بن الدثنہ سو انکو صفوان بن امیہ نے خریدا تاکہ اپنے باپ امیہ بن خلف ملعون کے قصاص مین قتل کرے پس زید کو اپنے غلام نسطاس
کے ہاتھ تنعیم کو روانہ کیا کہ وہان اپنے باپ کے بدلے قتل کرے اور وہان قریش کے چند آدمی جمع ہوئے جنمین ابوسفیان بن حرب بھی تھا پس جب یہ قتل کیے جانے کے لیے آگے لائے
گئے تو ابوسفیان نے کہا کہ اے زید ہم تجکو اللہ تعالے کی قسم دلاتے ہین کہ بھلا تجکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت یہان بجاے تمھارے محمد ہمارے قبضہ مین ہوتے اور
ہم انکو قتل کرتے اور تم اپنے لوگون مین صحیح سلامت ہوتے تو زید نے کہا کہ واللہ مجھے یہ بھی پسند نہین کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت جہان ہین وہان انکو کوئی کانٹا لگے
جو انکو اذیت دے اور مین اپنے لوگون مین بیٹھا رہون تو ابوسفیان نے کہا کہ مین نے ہرگز لوگون مین کہین نہ دیکھا کہ کوئی کسیکو ایسا محبوب رکھتا ہو
جیسے محمد کے یار ہین کہ محمد کو چاہتے ہین - پھر نسطاس نے حضرت زید کو شہید کر دیا پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہونچی تو آپ نے اپنے اصحاب سے
کہا کہ کون شخص ایسا ہے کہ خبیب کو اس لکڑی پر سے جسپر سولی دیے ہوئے لٹکے ہین اُتارے اور اسکے واسطے جنت ہو تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
بولے کہ مین ہون یا رسول اللہ اور میرے دوست مقداد بن الاسود پس دونون نکلے کہ رات مین چلا کرتے اور دن کو چھپ رہتے تھے یہانتک کہ رات مین
تنعیم کے مقام پر آئے اور دیکھا کہ وہان سولی کے گرد چالیس مشرک سو رہے ہین پس دونون نے ترکیب سے حضرت خبیب کی لاش سولی پر سے اُتاری اور
دیکھا تو تر تھی اور اسمین سے کچھ بھی متغیر نہین ہوا تھا حالانکہ چالیس روز سے اوپر ہوچکے تھے اور انکا ہاتھ انکے زخم پر رکھا تھا اور اسمین سے خون بہتا
تھا جسکا رنگ تو خون کا رنگ تھا اور اس سے مشک کی خوشبو آتی تھی پس زبیر نے انکو اپنے گھوڑے پر لاد لیا اور چل دیے پس جب کافر چونکے تو دیکھا
خبیب کی لاش نہین ہے پس قریش کو خبردار کیا پس انمین سے ستر سوار دوڑ پڑے پس جب زبیر و مقداد رضی اللہ عنہما کے پاس پہونچ گئے تو زبیر نے خبیب کی
لاش کو گھوڑے سے نیچے ڈال دیا اور زمین اسکو نگل گئی اسی سے انکو بلیع الارض کہتے ہین پھر زبیر نے ڈانٹا کہ اے گروہ قریش تمکو کیا چیز ہم پر جرأت
دلا کر لائی ہے پھر اپنے چہرہ سے عمامہ اٹھایا اور فرمایا کہ مین ہون زبیر بن العوام اور میری مان ہے صفیہ بنت عبد المطلب اور یہ میرا یار مقداد بن الاسود ہے ہم دونون
دونون شیران بیشۂ نبرد ہین اگر تم چاہو ہتھیار سے لڑو چاہو میدان مین اترو اور چاہو واپس جاؤ پس کفار قریش مکہ پھر گئے اور یہ دونون حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حضرت کے پاس جبرئیل علیہ السلام تھے انھون نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم البتہ ملائکہ آپ کے اصحاب سے
ان دونون سے مفاخرت کرتے ہین پھر زبیر و مقداد کے حق مین نازل ہوا قولہ تعالے - ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ - جبکہ ان
دونون نے خبیب کو سولی پر سے اتارنے مین اپنی جان کو اللہ تعالے کے واسطے بیچ ڈالا تھا - مترجم کہتا ہے کہ شاید تردد ہو کہ اس روایت مین

سبب نزول دیگر مذکور ہی تو مترجم نے تحقیق کر دیا ہی کہ نزول آیت ہر موقع پہ بطور شرافت کے مکرر سہ کرر ہوتا ہی اور جو یہان مذکور ہی اسکے یہ معنی ہین کہ ان لوگون کے حق مین پھر یہی آیت یاد دلائی گئی اگرچہ اول صہیب بن سنان رومی کے حق مین نازل ہوئی ہی پھر یہ سب فضائل ان بزرگون کے حق مین ہین جو تمام و کمال جان و مال سے مطیع حق ہوگئے لہذا تنبیہ و تاکید فرمائی بقولہ تعالےٰ

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝

اے ایمان لانے والے داخل ہو اسلام مین پورے اور مت چلو قدمون پر شیطان کے وہ تمھارا صریح دشمن ہے

فَإِن زَلَلْتُم مِّن بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

پھر اگر ڈگنے لگو بعد اسکے کہ پہونچا تمکو صاف حکم تو جان رکھو کہ اللہ زبردست ہے حکمت والا

اس آیت کا نزول عبداللہ بن سلام و انکے اصحاب کے حق مین ہوا جبکہ بعد اسلام لانے کے انھون سبت کی تعظیم کا عزم کیا اور اونٹ کا گوشت مکروہ رکھا۔ يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ۔ اے ایمان لانے والو داخل ہو سلم مین ف سلم بفتح اول اور بکسر اول دونون طرح آیا ہی یعنے اسلام كَآفَّةً۔ سب مین تمام ف یہ حال اسلام ہی یعنے اسلام کے تمام شرائع مین داخل ہو یعنے جو کچھ احکام اسلام تمکو دیے جاوین انھین پر مستقیم ہو بدون اختلاط یہودیت وغیرہ کے جو اپنی رائے سے ہو۔ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ۔ اور شیطان کی راہون کی پیروی مت کرو وہ تمھارا کھلا دشمن ہی ف یعنے راہ مستقیم سے شیطان کی راہ منحرف ہی تو اسکی طرف مت جاؤ اسطرح کہ اپنے قیاسات و خواہش نفس کی پیروی کرو کیونکہ اسلام کے حق ہونے کے معجزات تمکو مل گئے پھر اس سے بہتر حق کہان ڈھونڈھتے ہو فَإِن زَلَلْتُم مِّن بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ پھر اگر معجزات دلائل واضحہ آنے کے بعد تمنے لغزش اختیار کی تو خوب جان لو کہ اللہ تعالےٰ غالب حکمت والا ہی ف اسکو انتقام لینے و عذاب کرنے سے کوئی چیز نہین روک سکتی ہی مترجم کہتا ہی کہ شاید ان مسلمانون نے جو یہود مین سے اسلام لائے تھے ڈرے کہ کہین سنیچر کے روز تعظیم نہ کرنے سے ہمپر وہ عذاب نہ آوے جو زمانہ داؤد علیہ السلام کے ایک قوم پر آیا تھا جیسا کہ قولہ تعالےٰ۔ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ۔ مین اور سورۂ اعراف مین مذکور ہی۔ اسیطرح اونٹ کے گوشت مین یہ خوف کیا ہو تو اللہ تعالےٰ نے تہدید کر کے خوف کو اس طرف الٹ دیا کہ اگر اسلام مین یہ حرکت کروگے تو خوف عذاب بیشک ہی۔ بعضون نے اس آیت کے ماقبل سے ارتباط کو یون بیان کیا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندون مین تین فریق بیان فرمائے مومن و کافر و منافق پھر اسکے بعد ملت واحدہ پر ہونے کا حکم کیا اور میرے نزدیک یہ وجہ ارتباط غریب قابل نظر ہی بلکہ اسیقدر کافی ہی کہ جب کلام کا سلسلہ اس بیان تک پہونچا کہ بعضے مرضیات الٰہی کے طالب ہین اور بعضے منہ کے مومن اور دل مین منافق ہین تو اہل ایمان کو تنبیہ فرمائی اور حکم دیا کہ اتباع حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بجمیع شرائع و احکام سب طرح ظاہر و باطن چاہیے جیسے اعتقاد ظاہر و باطن چاہیے ہی تاکہ عمل مین بھی کوئی شائبہ نفاق نہ ہو قال ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندون کو جو اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہی حکم فرماتا ہی کہ جمیع شرائع اسلام کو دل سے لین اور اسکے تمام اوامر پر عمل کرین اور تمام زواجر سے باز رہین جہانتک انکو استطاعت ہو۔ اور ابن عباس و طاؤس و ضحاک و عکرمہ و قتادہ و سدی و ابن زید نے قولہ ادخلوا فی السلم مین کہا یعنے اسلام مین یعنے سلم کی تفسیر اسلام ہی۔ اور ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ ادخلوا فی السلم یعنے فی الطاعۃ یعنے فرمانبرداری مین پورے طور پر داخل ہو اور ایسا ہی ابو العالیہ و ربیع بن انس سے مروی ہی اور قولہ کافۃ۔ ابن عباس و مجاہد و ابو العالیہ و عکرمہ و ربیع بن انس و سدی و مقاتل و قتادہ و ضحاک نے کہا کہ کافۃ ای جمیعا اور مجاہد نے کہا کہ کافۃ ای تمام اعمال و وجوہ خیر پر عمل کرو مترجم کہتا ہے کہ اگر کافۃ بمعنے جمیعا ہو تو مومنون کا حال ہی یعنے اے مومنین تم سب کے سب اسلام مین داخل ہو تم مین سے کوئی خارج نہو اور دوسری تفسیر پر

سلم سے حاصل ہوگا یعنے اعمال خیر اطاعت اسلام مین سے کوئی چیز چھوٹ نہ جاوے بلکہ جمیع انواع اسلام مین داخل ہو پھر سبب نزول جو مفسر سیوطی رحمہ نے
ذکر کیا ہے یہی معالم مین ذکر فرمایا ہے اور بیضاوی نے اسپر جزم نہین کیا اور کچھ شیخ ابن کثیر کے کلام سے بھی ظاہر ہوتا ہے چنانچہ کہا اور عکرمہ رحمہ نے زعم کیا کہ
کہ یہ آیت نازل ہوئی چند آدمیون کے حق مین جو یہود وغیرہ مین سے مسلمان ہوئے مثل عبد اللہ بن سلام اور اسد بن عبید و ثعلبہ وغیرہم کہ انھون نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ سنیچر کے روز کی تعظیم کرین اور توریت کو رات کی عبادت مین تلاوت کرین پس اللہ تعالےٰ
نے انکو حکم دیا کہ اسلام کے شعائر و شرائع پر قیام کرین اور اسمین مشغول ہوکر ما سواے سے باز رہین قال ابن کثیر ان لوگون کے ساتھ عبد اللہ بن
سلام کو ذکر کرنے مین تامل ہے کیونکہ عبد اللہ بن سلام کامل مومن تھے اور سنیچر کا منسوخ ہونا جانتے تھے پس علم کے باوجود مستبعد ہے کہ وہ سنیچر کی تعظیم
رکھنے کی درخواست کرتے قال المترجم بالخصوص جبکہ سنیچر کو یہود نے ابتداءً عبادت نکالا تھا اور وہ انپر لازم کردیا گیا جیسا انصاری نے انوار ذکا الاذکیا
حدیث فضائل جمعہ اسلام پر شاہد ہین جسمین یہ مضمون ہے کہ یہود و نصاریٰ اسمین خطا کرگئے اور اہل اسلام کو اللہ تعالےٰ نے اسکی ہدایت کی پس عبد اللہ
بن سلام سے باوجود اس علم کے تعظیم شنبہ کی درخواست بعید ہے مگر ابن جریر رحمہ نے عکرمہ سے یونہی روایت کیا ہے جیسا کہ مذکور ہوا واللہ اعلم قال
ابن کثیر اور ابن عباس نے فرمایا کہ اہل کتاب مین سے ایمان لانے والے مراد ہین کہ یہ لوگ باوجود ایمان باللہ تعالےٰ کے توریت کے بعض امور و
شرائع پر جو انپر نازل کئے گئے تھے جمے ہوئے تھے پس اللہ تعالےٰ نے فرمایا- ادخلوا فی السلم کافۃ یعنے داخل ہو شرائع دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین اور
ان شرائع مین سے کچھ مت چھوڑو اور توریت کے ساتھ تو یہی کافی ہے کہ توریت و جو کچھ اسمین ہے وہ اللہ تعالےٰ کا اتارا ہوا برحق ہے اسقدر ایمان رکھو
قال المترجم سلم ابن کثیر و نافع و کسائی نے بفتح اول پڑھا ہے اور باقیون نے بالکسر پڑھا اور سورۂ انفال مین انھون نے بالکسر پڑھا اور
ابوبکر و باقیون نے بالفتح پڑھا اور سورۂ محمد مین حمزہ و ابوبکر نے بالکسر پڑھا کذا فی المعالم و قال اور حذیفہ بن الیمان سے اس آیت مین تفسیر آئی
ہے کہ اسلام کے آٹھ سہام ہین پس شمار کیا نماز- زکوٰۃ- روزہ- حج- عمرہ- جہاد- امر بمعروف- نہی از منکر- اور فرمایا کہ خسارہ مین رہا جسکا حصہ نہین ہے- فان زللتم
من بعد ما جاءتکم البینات- یعنے تمپر واضح دلائل قائم ہوچکے کہ اسلام حق ہے پھر اگر تمنے اس سے عدول کیا تو تم سے البتہ انتقام لیا جائیگا- یہ وہم نہ ہو کہ
ہم تو دنیا مین موجود ہین کیونکہ دنیا و آخرت سب اللہ تعالےٰ کے قبضہ قدرت مین مسخر ہین لہذا فرمایا- فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم جان رکھو کہ اللہ تعالےٰ عزیز حکیم ہے معالم
مین کہا کہ عزیز فی نقمتہ اسے غالب ہے انتقام لینے مین کوئی بھاگنے والا اس سے بھاگ نہین سکتا اور کوئی غلبہ والا اسپر غالب نہین ہوسکتا اور یہی شیخ
ابو العالیہ و قتادہ و ربیع بن انس سے مروی ہے ذکرہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ- یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم
کافۃ- اہل عقل کے واسطے نصیحت کامل ہے کہ حق تعالےٰ کی پناہ مین کامل طور سے داخل ہوتا کہ قضا و قدر سے جو امور جاری ہوتے ہین انکے جاری ہونے
کے وقت تمکو سکون و اسلام ہو یعنے مطیع رہو اور حق عز و جل کے تقدیری امور پر جو اسکے اختیار و قدرت کاملہ سے ظاہر ہوتے ہین تم راضی رہو اور
کائنات سے منھ پھیرے رہو یعنے تمام امور مین اللہ تعالےٰ ہی پر بھروسا کرو اور کائنات کو محض غیر موثر جانو اور عالم ملکوت کے پوشیدہ امور کی طرف
پہونچنے کی کوشش کرو اور انوار جبروت کے مشاہدہ کو پہونچو اور احکام آلٰہی کے فرمانبردار بنو اور اللہ عز و جل کی رضامندی کی طلب مین نفس کو ذبح
کرنے پر کمر باندھے رہو اور نفس امارہ کو شوق آلٰہی مین فنا کرنے پر مستعد رہو- اور بعض نے فرمایا کہ سلم یہی ہے کہ قضائے آلٰہی پر راضی ہو یعنے قضائے
آلٰہی سے جو کچھ بندہ کے سامنے پیش آیا اسی پر دل خوشی کے ساتھ راضی ہو اگرچہ بظاہر کچھ تکلیف کیون نہو اور جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ ابن عطاء
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سلم یہی ہے کہ حکمون کی تعمیل کرے اور منہیات سے باز رہے اور شیخ ابو عثمان نے کہا کہ سلم یہ ہے کہ قضا و قدر کے
معاملات مین جو بندہ پر جاری ہون یکسان حال پر رہے خواہ وہ [illegible] [illegible] من بعد ما [illegible] البینات [illegible]

الآیہ - اسمین اشارہ یہ ہو کہ جسنے حق عزوجل کو الوہیت کی صفت سے پہچانا یعنے جان لیا کہ وہی اللہ بر حق ہو وہی معبود ہو معبود کوئی اور نہین ہو تمام صفات کمال اسیکے واسطے ہین پھر وہ شخص قرب حق سبحانہ سے اپنے نفس کے ٹھکانون مین لوٹ پڑا تو اسنے شرک کیا اور عذاب اسکا یہی ہو کہ حق عزوجل اسکو اپنی نزدیکی و مشاہدہ سے محروم کردے اور غیرت حق اسکو جب تک وہ زندہ ہو اپنے اسرار پر امین نہ فرماوے اگرچہ وہ بندگی کرنے مین کمی نہ کرے ۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ ع ۲۵ ۱۴

کیا لوگ یہی انتظار رکھتے ہین کہ آوے اللہ انپر ابر کے سائبانون مین اور فرشتے اور فیصل ہووے کام اور اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہین سب کام

یہان سے مستقل علیحدہ حکم وعید ہو یعنے یہ آیت اسلام سے منہ موڑنے وکفر کرنیوالون کے واسطے سخت خوف کا مقام ہو خصوص یہود کہ انھون نے زمانہ موسیٰ علیہ السلام مین قبول توریت اور احکام توحید سے منہ موڑا یہانتک کہ جب عذاب کا سامنا ہوا تب مانے اور توبہ کی - یہان فرمایا ۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ - نہین انتظار کرتے ہین ف وہ لوگ جنھون نے اسلام مین داخل ہونا ترک کیا ہو اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ ۔ مگر یہی کہ آوے انکو امر الٰہی ف یعنے عذاب اللہ تعالےٰ کا جیسے قولہ تعالےٰ - اتی امر اللہ الآیہ - وقولہ یاتی بعض آیات ربک الآیہ - حاصل یہ کہ جو لوگ اسلام مین بخوبی داخل ہونے سے توقف کرتے ہین وہ کچھ انتظار نہین کرتے اور یہی راہ دیکھتے ہین کہ انپر عذاب الٰہی آوے - فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ سحاب کے چھتہ مین ف اور یہ زیادہ خوفناک ہو کیونکہ سحاب سے بجاے باران رحمت کے عذاب برسے جیسے قوم عاد پر ہوا تھا - وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۔ اور آوین ملائکہ وحکم ہلاک پورا کیا گیا ف واضح ہو کہ آخر یہ کل کافرون کے لیے جو کفر پر مرین لازمی ہین اسواسطے کہ چند روزہ زندگی کے بعد آخر موت ہو تو مرتے دم تک انکار اسلام کا انجام یہی عذاب ہو اور حکم الٰہی پورا کردیا گیا کہ ہر کافر کے ساتھ عذاب کا برتاؤ ہوگا - وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۔ اور اللہ تعالےٰ ہی کی طرف کل امور کا مرجع ہو ف جو حکم اللہ تعالےٰ نے دیدیا وہ لازمی ہو ہرگز نہین مٹ سکتا ہو ابن کثیر و عاصم ونافع وابو عمرو نے ترجع بصیغۂ مجہول پڑھا مشتق از رجع - اور باقیون نے اسکو بصیغۂ معروف ماخوذ از رجوع پڑھا اور بہر حال معنے یہ ہین کہ آخرت مین مرجع سب امور کا اللہ تعالےٰ ہی کی طرف ہو پس جزا دیگا پس اس آیت کریمہ مین تمام ایسے لوگون کو تہدید اور عذاب کا وعدہ متضمن ہو جو اسلام مین نہین داخل ہوتے ہین - ینظرون بمعنی ینتظرون ہو - جو لوگ درحقیقت اسلام مین داخل ہونے سے روگردان تھے انکی توہین وتہدید بیان کرکے ان لوگون کو تنبیہ کردی جنکا حال اوپر کی آیت مین مذکور ہو یعنے مومنین یہود جو پورے شرائع دین محمدی پر عامل نہوے تھے اور اس سے ظاہر ہوا کہ اس آیت مین تتمہ حال ان لوگون کا نہین جنکا اوپر ذکر ہوا ہو کیونکہ وہان خطاب ہو اور یہان غائب ہو پس جسنے یہ زعم کیا کہ یہان خطاب سے غیبت کیطرف التفات ہو اسنے سہو کیا ہو - قولہ الا ان یاتیہم اللہ - جاننا چاہیے کہ علما کے آیات واحادیث صفات مین دو مذہب ہین ایک مذہب متاخرین کا جو تاویل کو واجب جانتے ہین یعنے کہتے ہین کہ ہم ان آیات کو ایسے معنی کے ساتھ تاویل کرتے ہین جو حضرت حق سبحانہ وتعالےٰ کی تنزیہ شان کے لائق ہین اور یہی جمہور علماء متکلمین کا قول ہو اس مذہب کے بناپر اس آیت مین دو وجہین ہین ایک یہ کہ یاتی بصیغۂ لازمی بذریعۂ حرف تعدیہ کے متعدی ہوا ہے - یاتیہم اللہ بما وعدہم من العذاب یعنے لاوے اللہ تعالےٰ انپر وہ چیز جو انکو وعدہ دی ہو عذاب سے در صورتیکہ وہ اسلام مین نہ داخل ہون تو انکو عذاب کا جو وعدہ دیا ہو وہ لاوے اور اس صورت مین یاتی کی اسناد اللہ تعالےٰ کی طرف حقیقی ہوگی - وجہ دوم یہ کہ یاتی کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف مجازی ہو اور مضاف محذوف ہوا ہے یاتی امر اللہ یا یاتی عذاب اللہ - اسکی نظیر دوسرے مقام پر باظہار مضاف آئی ہے چنانچہ فرمایا - او یاتی امر ربک - اور فرمایا - فجاءہم باسنا - پس متعین ہوا کہ ہر دو نظیر کی مطابقت کے لیے یہان بھی مراد ہو کہ یاتیہم امر اللہ - اور چونکہ یاتیہم امر اللہ - کے بہ نسبت - یاتیہم اللہ - کہنا زیادہ تہویل کا موجب تھا کہ اس سے بڑا ہول سماتا تھا اس لیے مضاف حذف ہوا چنانچہ

اگر مجرم سے کہاجاوے کہ بادشاہ کا حکم آتا ہی تو اُسکو اسقدر ہول نہ ہوویگا جتنا اس کہنے سے ہاکہ بادشاہ آتا ہی پھر آیت مین اور بھی تہویل فرمائی
کہ فی ظلل من الغمام - کہا یعنے عذاب الٰہی آنا ایسے وجوہ سے ہو کہ اسکا شعور بھی نہو یعنے ابر کے سائبانون مین ہو کیونکہ ابر سے امید بارش ہوتی ہی
پھر اس سے عذاب برسنا نہایت خوف و ہول کا مقام ہی چنانچہ اگلے سرکش موذی کافرون مین سے قوم عاد پر ایسا واقع ہولیا ہی کہ ابر سے جہنم کی آگ
برسی چنانچہ آگے اپنے مقام پر یہ قصہ آویگا - اور ملائکہ کو اسلیے ذکر فرمایا کہ عادت الٰہی یون جاری ہی کہ اسکا حکم و عذاب وہی لاتے ہین اور یہ ملائکہ کے حق
مین شرف ہی پھر یہ سب اس بنا پر کہ تاویل کرنا اختیار کیا جاوے جو علمائے متکلمین کی رائے ہی اور یہان مفسر سیوطی رحمہ نے اسی کو اختیار کیا ہی
اور قول دوم یہ کہ یہ آیہ منجملہ آیات صفات کے ہی یعنے ہم ایمان لاتے ہین کہ اللہ تعالےٰ کی طرف آنے کی نسبت تحقیقی ہی اور ایسے ہی دیگر آیات مثل
قولہ تعالیٰ وجاء ربک والملک صفا صفا - اور احادیث کثیرہ مثل نزول پروردگار وغیرہ کے آیات صفات ہین کہ اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت تحقیقی ہی ہم انپر
ایمان لاتے ہین اور یہ بھی ایمان لاتے ہین کہ یہ آنا اور نزول فرمانا کسی مخلوق سے مشابہ نہین اور اللہ تعالےٰ ہر تشبیہ و تمثیل سے منزہ ہی وہ کسی
مخلوق اور کسی چیز سے مشابہ نہین اور جو امر اسکی پاک شان کی نسبت ایسا کہا جاوے یا لازم آتا تصور کیا جاوے جو اسکی شان کے لائق نہین تو اللہ
تعالےٰ عزوجل اس سب سے منزہ ہی اور مقدمہ عین الہدایہ مین مترجم نے فقہ اکبر کا ترجمہ نقل کیا اور آئندہ اپنے موقع پر مانند سورۂ اعراف وغیرہ کے
واضح بیان آویگا - اور یہ وہم نہ کیا جاوے کہ آنا اور اترنا وغیرہ یہی معلوم ہی جو معروف ہی جواب یہ کہ بندے کا علم تو سوائے دو قسم کے مخلوق اعراض و جواہر
کے حاوی نہین تو ہر موجود اسکے نزدیک یا اعراض مین سے ہوگا یا جواہر مین سے ہوگا حالانکہ ذات الٰہی عزوجل ان دونون سے پاک منزہ ہی ویسے ہی
اسکے صفات بھی سب سے منزہ ہین انکو کسی پر قیاس نہین کیا جاسکتا ہی اور یہی مذہب سفیان بن عیینہ و زہری و اوزاعی و مالک و ابن المبارک و لیث
بن سعد و احمد بن حنبل و اسحٰق بن راہویہ وغیرہم کا ہی کہ ایسے نصوص آیات و احادیث کو جیسے آئی ہین ویسی ہی مانو بدون بیان کیفیت اور بلا تشبیہ
و بلا تاویل و بلا تعلیل کے یعنے کیفیت انکی مجہول ہی اور ہماری عقل ناقص مین آنے سے برتر ہی اور یہی مذہب ائمۂ سلف رضی اللہ عنہم کا ہی
اور یہ آیت کریمہ بھی ایسی ہی آیات مین سے ہی اور کلبی رح نے کہا کہ یہ منجملہ ان آیات کے ہی جو تفسیر نہین کیجاتی ہین بغوی رح نے کہا کہ اس آیت اور اسکی مشکل
آیتون مین اولےٰ یہ ہی کہ آدمی اسکے ظاہر پر ایمان لاوے اور جو اسکا تحقیقی علم ہی یعنے مثلاً کس کیفیت سے آویگا اسکو علم الٰہی عزوجل مین
تفویض کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالےٰ تمام ایسی چیزون سے جو نشان حدوث و انواع مخلوق مین سے ہین پاک منزہ ہی اور
ائمۂ سلف و علمائے سنت اسی طریقہ پر گذرے ہین بعض نے کہا کہ سلف کا جو مذہب ہی وہ اسلم یعنے سلامتی کی راہ ہی اور متاخرین کا طریقہ
احکم ہی یعنے مضبوط ہی اور حق یہ ہی کہ طریقہ تاویل باضطرار ایک گونہ نافہمی کے ساتھ ہی و عدم تاویل جو طریقہ سلف ہی وہی اسلم و احکم ہی شیخ
ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ان لوگون کو تہدید فرماتا ہی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرتے ہین اور فرماتا ہی - ہل ینظرون
الا ان یاتیہم اللہ یعنی یہی انتظار کرتے ہین کہ اللہ تعالےٰ آوے یعنے قیامت مین اگلون پچھلون کے درمیان فیصلہ کرنے کو آوے پس ہر عمل
کرنے والے کو اسکا بدلا دیگا اگر نیکوکار ہی تو نیک بدلا اور اگر بدکار ہی تو عذاب اور اسیواسطے فرمایا وقضی الامر یعنے حکم محکم ہوچکا مترجم کہتا ہی کہ شیخ
ابن کثیر نے اس آنے کو قیامت کے روز آنے پر محمول کیا اور قولہ وقضی الامر بے شک اس سے مرتبط ہی پھر لکھا کہ یہان شیخ ابن جریر نے
حدیث الصور کو اول سے آخر تک وارد کیا اور یہ حدیث مشہور ہی اسکو بہتیرے اصحاب مسانید وغیرہم نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت
کیا ہی اور اس حدیث مین ہی کہ جب لوگ عرصات قیامت مین کھڑے کھڑے درماندہ و عاجز ہوجاوینگے تو انبیاء علیہم السلام سے سفارش
چاہینگے چنانچہ آدم علیہ السلام سے شروع کرینگے ایک ایک کرکے ولیکن ہر نبی اس بارہ مین کلام کرنے سے گریز و پہلوتہی کریگا اور ہر ایک نبی

عذر بیان کریگا یہانتک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک نوبت آویگی پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونگے تو آپ فرماوینگے کہ
ہان مین اوسکو پورا کرونگا پس آپ تشریف لاوینگے اور عرش کے نیچے اللہ تعالےٰ عزوجل کو سجدہ کرینگے اور اللہ تعالےٰ سے سفارش کرینگے کہ بندون
وخلائق کے درمیان فیصلہ کے واسطے آوے پس اللہ تعالےٰ آپ کی سفارش قبول فرماویگا اور بعد انشقاق آسمان دنیا و نزول اُن ملائکہ کے جو آسمین ہین
اور پھر دوسرے اور پھر تیسرے حتی کہ ساتوین آسمان کے انشقاق کے بعد آمد ہوگی پس اس حدیث مین کہا کہ پھر نزول فرماویگا جبار عزوجل سائبان غمام
مین اور ملائکہ اور ان ملائکہ کی تسبیح سے ایک آواز ہوگی کہتے ہونگے سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والجبروت سبحان الحی الذی لا یموت
سبحان الذی یمیت الخلائق ولا یموت سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح سبوح قدوس سبحان ربنا الاعلیٰ سبحان ذی السلطان والعظمۃ سبحانہ سبحانہ
ابدا ابدا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اتیان پروردگار سائبان غمام مین ایک شان الٰہی معروف ہے جو انھین الفاظ سے تعبیر کیجاتی
ہے پس ایسا ہی اس آیت مین ہے۔ شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ حافظ ابوبکر بن مردویہ نے یہان کئی حدیثین وارد کی ہین جنمین ایک گونہ غرابت ہے چنانچہ ابن مسعودؓ
سے مرفوعاً روایت کی کہ اللہ تعالےٰ اگلون پچھلون کو روز معلوم کے مقام مقرر مین جمع کریگا جسمین وہ اسطرح کھڑے ہونگے کہ آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے ہونگے
اور حکم فیصل کے منتظر ہونگے اور اللہ تعالےٰ ظلل من الغمام مین عرش سے کرسی کی طرف نزول فرماویگا۔ اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ قولہ
ہل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ فی ظلل من الغمام الآیہ۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب رب تبارک و تعالےٰ نزول فرماویگا تو حال یہ ہوگا کہ اُسکے اور مخلوق کے درمیان
ستر ہزار پردے ہونگے جنمین سے نور و تاریکی اور پانی ہوگا پس اس تاریکی مین پانی کی ایسی آواز ہوگی کہ دہشت سے دل ہاتھ سے جاتے رہینگے۔ بالجملہ یہ مثل
متشابہات کے ہے اسپر ایمان لانا واجب ہے اور اسکی کیفیت مفوض بعلم الٰہی ہے اور اگر تاویل کیجاوے تو پہلے مذکور ہوچکی ہے۔ اور اگر کہا جاوے کہ تاویل
مذکور پر عذاب آنا ثابت ہوا پس یہ معنی ہوے کہ وے لوگ عذاب آنیکا انتظار کرتے ہین حالانکہ عذاب سے سب بھاگتے ہین کون انتظار کریگا تو جواب یہ ہے کہ مراد
یہ ہے کہ وے لوگ ایسے کام کرتے ہین جو موجب نزول عذاب ہین پس گویا خود منتظر ہین

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ ؕ وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ
پوچھ بنی اسرائیل سے کتنی کھلی نشانیان ہم نے انکو دین اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت بعد اسکے کہ پہونچ چکی اسکو تو اللہ تعالےٰ
شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝
کی مار سخت ہے

یہ آیت بھی یہودیون کو خصوصاً اور کافرون کو عموماً اسلام سے منکر ہونے پر تہدید شدید ہے بقولہ تعالےٰ سَلْ۔ اے محمد پوچھ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
بنی اسرائیل سے ف یعنے انکو شرمندہ و چپ کرنے کے واسطے۔ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ۔ کس قدر دے دین ہم نے انکو کھلی نشانیان
ف کم استفہامیہ تقریر کے واسطے ہے۔ اور سَلْ کو مفعول دوم سے معلق کرتا ہے اور یہی اٰتَیْنَا کے دو مفعول مین سے دوسرا مفعول ہے اور یہ ممیز
ہے اسکی تمیز من آیۃ بینۃ ہے اور بینہ یعنے ظاہرہ ہے اسے ظاہر آیتین مانند سمندر قلزم پھاڑ دینے اور من و سلویٰ اتارنے کے پھر بنی اسرائیل نے ان نعمتونکو
کفر سے بدلا یعنے انکے بدلے کفر لے لیا یا نعمت کی ناشکری کی چنانچہ فرمایا۔ وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ۔ اور جسنے بدل ڈالی نعمت اللہ تعالےٰ کی
ف یعنے وہ چیز جسکے ساتھ اسپر انعام کیا مانند آیات وغیرہ کے مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ۔ بعد ازانکہ اسکے پاس آچکی ہین ف پھر
کفر سے بدل لیا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ تو اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے ف اسکے حق مین یعنے اسکو سخت عذاب
کریگا جو عام عذابون سے بہت زیادہ [illegible] لہذا اسرائیل نے باوجود ان معجزات و نعمتون کے توریت سے منحرف ہوکر ترک دین اختیار کی

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا پس اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ اُن ملعونوں سے نعمتہائے آلٰہی عزوجل کا شمار پوچھ کر تنبیہ کرو کسقدر انعام کیے گئے ہیں تاکہ شرم کھاکر رجوع کریں ورنہ عذاب سخت اُٹھاوینگے مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم مسلمانوں کو عفو و رحمت سے ہدایت پر مستقیم فرما دے کہ درحقیقت ہم لوگوں پر یہودیوں سے بدرجہا انعام زائد ہے پس اہل اسلام بجائے شکر کے دنیاوی حیات وکفریات شرک وبدعت پر سبزکرین نعوذ باللہ تعالےٰ من الشرک والبدعۃ والضلال والنفاق وکل المعاصی - ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ سل بنی اسرائیل کم آتینٰہم من آیۃ بینۃ اللہ تعالےٰ نے ایسے نکاروں کو جو شرع وسنت کے برخلاف ہین ملامت فرمائی جنھون نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے حقائق آیات ونشانیون کو دیکھ لیا مگر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا نکیا بایں طور کہ انبیا علیہم السلام واللہ تعالےٰ کے نیک بندون کے آداب واعتقادات کی پابندی پر صدق واخلاص رہتے پس یہ لوگ اہل استدراج ہین یعنے اللہ تعالےٰ نے انکو انکی بداعتقادی ونفاق کے باوجود ایسی باتین دیدین جو ظاہر مین انکے غرور کا باعث ہو گئین یعنے خرق عادت ہین جنکو ظاہر مین کرامت خیال کرتے ہین حالانکہ وہ انبیا وصالحین کے طریقہ پر نہین ہین کہ انھون نے ان باتون کے ذریعہ مخلوق کا پیر بننا چاہا اور خلق کی تعظیم کو خدا کے احکام کی پابندی و دار آخرت پر اختیار کرلیا اور اسکے نیک بندون کے طریقہ سے انکار کیا اور جس نعمت سے اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص بندون کو سرفراز فرمایا ہے اور جس امانت سے انکو افضل خلق قرار دیا ہے اسمین تغیر کر دیا یقین کو وہم سے بدلا اور عزیمت چھوڑکر سستی اختیار کی پس اللہ تعالےٰ نے انکے دلون کو اسطرح مسخ کر دیا کہ انکے دلون کا نور بالکل جاتا رہا اور اسمین ان بندونکو بھی خوف دلایا جو اسکی معرفت ومحبت کو پہونچ گئے ہین تاکہ وے لوگ دنیا اور دنیا دارون کی طرف التفات نہ کرین اور اسکی قربت اور نزدیکی کی نعمت کو حقیقی نعمت سمجھکر اسطرح اسکا شکر یہ ادا کرین کہ نور ربوبیت پر اپنی روحین قربان کردین اور اپنے تن بدن کو خالص حق بندگی کے ساتھ درگاہ آلٰہی میں صدقہ کر ڈالین اگر کہا جاوے کہ نعمت سے منھ پھیرنا اور دنیا کی طرف مائل ہونا سب نافرمانی ہے تو اللہ تعالےٰ ایسے مکارون کو ایسی نعمت وثروت دنیا مین عطا فرماتا ہے تو اسمین کیا حکمت ہے تو جواب یہ ہے کہ دنیا بمقابلہ آخرت کے ایسی ہے جیسے بادشاہی خوابگاہ راحت کے آگے بیچانہ ڈالنے کا گھورا پس جن لوگون کے قلوب صالح اور فضل یزدی انکے شامل حال ہے انکو آخرت کی خوشبو مل گئی انکے نزدیک اس گھورے کی بو نہایت سخت ہے وہ ہر دم اس سے نجات کے خواہان ہین اور جنکے دل اندھے اور اندھے ہین وہ اس گھورے کو نہایت آراستہ جانتے ہین اور اسکو اختیار کرتے ہین پس پروردگار عالم عزوجل نے صالحین کو انکے اختیار وپسند پر وہ شاہی خوابگاہ دی اور مکارون کو انکی پسند پر یہ گھورا دیا اگر تیرے ایسے ہین کہ اس گھورے کے ذریعے فساد وآزار ودنیا ہی خلق پر آمادہ ہونگے لہٰذا عالم الغیب نے بمصلحت وحکمت اسمین سے بھی انکو قلیل نصیب عطا کیا ہے پھر یہان عموماً شیطانی وسوسہ نفسی ہے کہ دنیاوی مال ومتاع سے عوام کی نظر خیرہ کرتی ہے اور جب وہ دنیاوی مالدارون وکفار بادشاہون کو اس آرائش دنیاوی کے ساتھ دیکھتے ہین تو انکی جانب مائل ہوتے ہین پس حق عزوجل نے دنیا کی کیفیت بیان فرمائی -

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

رجھائی گئی ہے کافرون پر دنیا کی زندگی اور ہنستے ہین ایمان والون سے اور پرہیزگار لوگ اُنسے اوپر ہونگے دن قیامت کے

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

اور اللہ روزی دیوے جسکو چاہے بے شمار

واضح ہو کہ دنیا ایک امتحان شدید ہے اور متاع حاضر ہے اسمین سے نیک وبد دونون کو حاجت ہے حتی کہ بعضے کفار اسی پر بھروسا کر گئے قال اللہ تعالےٰ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الخ رجھائی گئی ہے کافرون کے لیے الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا حیات دنیاوی ف اسطرح رجھائی گئی کہ کافر لوگ

اسی پر فریفتہ ہوگئے- اور جنکے پاس دنیاوی متاع موجود ہو اوسکو اللہ تعالے کے نزدیک اچھا سمجھتے ہین- وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا
اور یہ کفار مسخرہ پن کرتے ہین اُن لوگون سے جو ایمان لائے ف چنانچہ کفار مکہ اکثر مومنون مانند صہیب و عمار و بلال سے تمسخر کرتے کہ یہی اللہ تعالے
کے نیک بندے ہین جنکے پاس کچھ مال و دولت نہین بلکہ فقیر و محتاج ہین مترجم کہتا ہو جیسے اس زمانہ کے کفار ہین کہ دنیاوی دولت پر اللہ تعالے
کے نزدیک مرتبہ و مقبول ہونے کی دلیل لاتے ہین بلکہ مومنون کو وحشی قوم کہتے ہین جیسے عاقل کو مجنون بے عقل کا لیان دیا کرتا ہو وَالَّذِينَ
اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ- حالانکہ جنھون نے شرک سے تقوی کیا وہ قیامت مین اُنسے بلند ہونگے- ف یہ لطیفہ ہو اسواسطے کہ اہل مکہ مسلمان
ہوگئے تو یہی صحابہ مہاجرین متقدمین اُنسے قیامت مین بلند درجہ ہین- وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ- اور اللہ جسکو چاہتا ہو رزق
بے حساب دیتا ہو ف پس ممکن ہو کہ دنیا مین کافرون کے اموال و گردنین سب انھین مومنون کی ملک ہو جاوین آخرت مین انکے لیے نعمت بے حساب
ہو- اس آیت کی شان نزول مین اقوال ہین بعض نے فرمایا کہ مشرکین مکہ مثل ابوجہل وغیرہ کے حق مین اُتری جنکو دنیا وسعت کے ساتھ دی گئی تھی اسی پر
اتراتے تھے اور آخرت سے انکار کرتے اور فقیر مسلمانون سے ٹھٹھے کرتے تھے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہو کہ ایمان والون سے عبد اللہ بن مسعود
و عمار بن یاسر و صہیب و بلال و خبّاب و انکے مانند مراد ہین اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے اسکو اختیار کیا اور اس قول پر یہ آیت واقعہ بدر سے پہلے
اُتری جبکہ ابوجہل مردود زندہ تھا اور مسخرہ پن یاین طور ہوگا کہ ایمان والے اللہ تعالے کے پسندیدہ کیسے ہین کہ اس افلاس کی حالت مین ہین اگر
پسندیدہ ہوتے تو نعمت کے ساتھ ہوتے- اور قتادہ نے فرمایا کہ عبد اللہ بن اُبَیّ وغیرہ منافقون کے حق مین اُتری کہ دنیا کے مال مین عیش کرتے اور
فقرار مہاجرین کے اوپر مسخرہ پن سے کہتے کہ ان لوگون کو دیکھو کہ محمد انھین کے ساتھ غالب ہونے کا گمان رکھتے ہین اور عطا نے کہا کہ یہود یعنی
بنی قریظہ و نضیر وغیرہ کے حق مین اتری جو فقرار مہاجرین سے کہ اپنا مال و متاع چھوڑ کر دین کے واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر کے
چلے آئے تھے ٹھٹھا کرتے پس اللہ تعالے نے مومنین کو وعدہ دیا کہ بغیر لڑائی کے تمکو بنو قریظہ وغیرہ کا مال عطا فرماویگا- یہ سب معالم مین مذکور ہو اور
احتمال ہو کہ آیت عام ہو ان سبکو شامل ہو اسواسطے کہ جو لوگ زندگانی دنیا پر مغرور اور فقیر مسلمانون پر ٹھٹھا کرنے والے ہین وہ سب لوگ تھے حتی کہ
قیامت تک کافرون کو شامل ہو- بہر تقدیر للذین کفروا سے معہود مراد ہین اور لام واسطے اختصاص کے ہو اور دنیا کی تزئین اگرچہ عام ہو مسلمانون
و کافرون سبکے واسطے کی گئی ہو لیکن کافرون کی تخصیص اسواسطے ہو کہ انھین کی آنکھون مین اسکا حسن رچ گیا اور انھین کے دلون مین اسکی محبت
بھر گئی یہانتک کہ اسی پر مرمٹے اور اُسکے ماسوا سے منھ موڑ لیا بخلاف مومنون کے کہ اُنپر اسکی زینت نے یہ اثر نہین دیا بلکہ اُسکی بدصورتی
حقیقی کو پہچان گئے- اور بیضاوی مین ہو کہ زینت دینے والا درحقیقت اللہ تعالے ہے اسواسطے کہ ہر چیز کا فاعل وہی ہو اور اسی پر دلالت کرتی ہو
قراءۃ بصیغہ معروف یعنے زَيَّنَ- اور رہا شیطان و قوت حیوانیہ و دیگر امور بہیمیہ و خواہش کی چیزین تو یہ سب بالعرض مزین ہین بالذات و حقیقت
نہین ہین اور امام محی السنہ نے معالم مین اسکو اکثر مفسرین کا قول بیان کیا ہو اور زجاج نے کہا زین لهم الشيطان یعنے شیطان نے
انکے واسطے مزین کر دیا قال المترجم تزئین دنیا جو امتحان کے واسطے علی العموم قرار دی گئی ہو جیسا کہ قولہ لیبلوکم ایکم احسن عملا وغیرہ آیات سے ظاہر ہو
کسی طور سے بنا بر حقیقت کے شیطان کی طرف منسوب نہین ہوسکتی ہو اور نیز اگر تاثیر ہونا دلون مین لیا جاوے تو بھی اسکی زینت کا اثر پیدا
کرنا شیطان کی قدرت مین نہین ہو ہان اگر تلبیس کرنا اور رچا کر دکھانا بدون اثر پیدا کرنے کے مراد ہو تو شیطان کا فعل ہوسکتا ہو ولیکن ظاہر
یہ ہو کہ کافرون کے دلون مین اسکی خوبی و زینت و محبت پیدا ہوجانا مراد ہو پس فاعل حقیقی اسکا اللہ تعالے ہو [illegible] اور حاصل یہ کہ دنیا ملمع کر کے زیب و
زینت کر دی گئی پھر کافرون نے تلبیس ابلیس کی پابندی اختیار کی پس اللہ تعالے نے تاثیر دی [illegible]

کہا کہ اللہ تعالےٰ نے خبر دی کہ اُسنے کافرون کیواسطے حیات دنیا کو مزین فرمایا ہے یعنے ان لوگون کے واسطے جو اس دنیا کی زندگی پر راضی ہوے اور اسی پر اطمینان کیا اور مالون کو جمع کیا اور انکو ان مصارف مین خرچ نکیا جسمین صرف کرنیکا حکم دیے گئے تھے تاکہ اللہ تعالےٰ انسے راضی ہوتا بلکہ ان لوگون پر جنھون نے دنیا سے اعراض کیا اور جو مال دنیا انکو حاصل ہوا اسکو پروردگار عزوجل کی رضامندی مین خرچ کیا تمسخر کرتے ہین قال المترجم دنیا یہ نہین ہے کہ آدمی کے پاس مال ہو اور دیگر اسباب دنیاوی ہون بلکہ دنیا یہ ہے کہ ان چیزون کی محبت اسکے دل مین ہو اور دنیا ہو کہ اسکو بطور معروف خرچ کرنے مین اور بحکم شرع خرچ کرنے مین اسکے دل کو دکھ ہو حتی کہ زکوٰۃ نہ دے اور خیرات نہ کرے اور بخل کے ساتھ اسکو خرچ کرے اسیواسطے حدیث مین ہے کہ تعس عبد الدینار تعس عبد الدرہم یعنے بندۂ مال درم کے حق مین خبر دی کہ وہ ہلاک ہوا کیونکہ وہ ایسا اسیر گرویدہ ہے کہ اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور اگر اسکو بطور معروف رضاے حق عزوجل مین خرچ کرتا تو ایسا نہوتا بلکہ بھلائی ہوتی چنانچہ دوسری حدیث مین ہے کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح۔ یعنے مرد صالح کے واسطے مال حلال بہتر ہوتا ہے کیونکہ وہ اُسکے ذریعہ سے اپنی آخرت کو خوب درست کرتا ہے اور ابن کثیر نے تفسیر مین ذکر کیا کہ حدیث مین ہے کہ یا ابن آدم انفق انفق علیک۔ یعنے اے آدمی تو شرعی طور پر خرچ کر تو تجھکو دیا جائیگا اور صحیح مین ہے کہ اسمار سے فرمایا جسکا مضمون یہ ہے کہ اولاد وغیرہ کے نفقہ مین خرچ کر اور تھیلی کے منھ پر گرہ مت لگا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بھی بندش ہو جائیگی اور صحیح مین روایت ہے کہ ہر روز صبح کو دو فرشتہ آسمان سے اُترتے ہین ایک کہتا ہے۔ اللہم اعط منفقا خلفا۔ اے اللہ ہمارے خرچ کرنے والے کو خلف دے اور اسے بجاے خرچ شدہ کے مال دیدے۔ اور دوسرا کہتا ہے۔ اللہم اعط ممسکا تلفا۔ اے پروردگار ہمارے بخیل کو تلف دے۔ اور صحیح مین ہے کہ آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال اور بھلا تیرا کچھ مال تیرے ملک ہے مگر جو کچھ تو نے کھا کر فنا کر دیا اور جو کچھ پہن کر پرانا کر ڈالا اور جو صدقہ دیدیا اسکو باقی رکھدیا اور جو سواے اسکے ہے وہ جانیوالا ہے اور لوگون کے واسطے اسکو چھوڑنے والا ہے۔ اور مسند امام احمد مین روایت ہے کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جسکا کہین گھر نہین اور اسکا مال ہے جسکا کچھ مال نہین اور دنیا کے واسطے وہ جمع کریگا جسکو عقل نہین ہے۔ قولہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انھون نے اسکی تفسیر مین کہا کہ اللہ تعالےٰ پر کوئی رقیب نہین اور نہ کوئی ایسا ہے کہ جو اس سے حساب لیوے اور مانند اسکے سعید بن جبیر سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ پروردگار کو اپنے خزانے خالی ہونیکا خوف نہین تاکہ حساب کی ضرورت پڑے اور بعض نے فرمایا کہ عطاے جزیل بدون شمار و تعداد کے دنیا و آخرت مین پس دنیا مین اللہ تعالےٰ کا کسیکو دینا اس امر کی دلیل نہین ہے کہ اس سے رضامند ہے کیونکہ اسکی عطا بلا استحقاق ہے اور ارجح یہ ہے کہ بغیر حساب یعنے بغیر تقدیر ہے یعنے بدون کوئی مقدار معین کرنے کے دیدیتا ہے اسواسطے کہ خزانہ اُسکا غیر متناہی ہے اُسکے دینے مین جسکو چاہے کوئی تقدیر نہین اور چونکہ بلا استحقاق ہے لہذا جسکو دیا ہے اُس سے رضامند ہونے کی دلیل نہین پس کافر کو استدراج کے واسطے دیدیتا ہے اور کبھی مومن کو امتحان کے لیے عطا فرماتا ہے۔ اور آیت مین دلیل ہے کہ فقرا کو قیامت مین اغنیاء پر فوقیت ہوگی اور صحیح حدیث مین ہے کہ فرمایا۔ الا اخبرکم باہل الجنۃ۔ کیا آگاہ نکرون تمکو اہل جنت سے یعنے تم کو اہل جنت کے نشان بتاتا ہون سنو۔ کل ضعیف مستضعف لو اقسم علی اللہ لابرہ۔ ہر ضعیف جو لوگون کے نزدیک ضعیف شمار ہوا ہو اگر قسم کھالے اللہ تعالےٰ پر تو اللہ تعالےٰ اُسکی قسم مین اسکو پورا کردے۔ الا اخبرکم باہل النار۔ کیا آگاہ نکرون تمکو دوزخیون سے یعنے تمکو دوزخیون کے نشان بتاتا ہون سنو۔ کل عتل جواظ مستکبر۔ یعنے ہر عتل جواظ متکبر۔ رواہ الشیخان۔ اور اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین دروازہ جنت پر کھڑا ہوا تو مین نے جنتیون مین داخل ہونے والا اکثر وہ لوگ دیکھے جو دنیا مین مسکین تھے اور [illegible] رد کئے گئے تھے مگر دوزخیون کو دوزخ مین ڈالنے کا حکم ہو گیا اور دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو مین نے دوزخیون مین عورتین بہت دیکھین رواہ الشیخان۔ شیخ نے عوارف المعارف مین کہا کہ [illegible] جو دنیا کے ساتھ سابق ہوئی ہو [illegible]

انکی نظرون مین مزین ہوئی تو بے قدری کرتے ہین ان لوگون کی جو اہل توحید ہین - اور حضرت جعفر بن محمد نے فرمایا کہ زینت دی گئی ان لوگون کیواسطے جنھون نے انکار وکفر کیا یہ بات کہ زینت زندگانی دنیا پر بھروسا کرین یعنی دل اسپر ساکن ومطمئن ہوجاوین بطور مسافرنہون حتی کہ انھون نے دنیا کو جمع کیا اور اسپر فخر کیا اور ٹھٹھا کرتے ہین ان لوگون سے جو ایمان لائے اور اپنے تمام امور مین اللہ تعالےٰ پر توکل کرتے ہین -

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ

تھے لوگ ایک امت　پھر بھیجے اللہ تعالےٰ نے　نبی　خوشی اور ڈر سنانے والے　اور اتاری انکے ساتھ کتاب

بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ

سچی کہ فیصل کرے لوگون مین جس بات مین جھگڑے　اور کتاب مین جھگڑا ڈالا انھین　مگر انھین لوگون نے جنکو ملی تھی　بعد　اسکے

مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ

کہ انکو پہونچ چکی تھین آیات واضح آپس کی ضد سے　پھر اب راہ دی اللہ تعالےٰ نے　ایمان والون کو اس سچی بات کی جنمین وہ جھگڑے ہین　اپنے

بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

حکم سے　اور اللہ چلاوے جسکو چاہے　سیدھی　راہ

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً - سب لوگ امت واحدہ تھے ف اس سے یہ مراد ہی کہ ایمان پر تھے پھر انھون نے باہم اختلاف کیا بایں طور کہ بعضے ایمان پر رہے اور بعضے کافر ہوگئے فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ - پس اللہ تعالےٰ نے پیغمبرون کو بھیجا ف یعنے انکی طرف ہدایت کے لیے مُبَشِّرِيْنَ - بالجنة من آمن - حالانکہ خوشخبری سنانے والے ہین یعنی ہر ایسے بندے کو جو ایمان لایا جنت کے ساتھ وَمُنْذِرِيْنَ - من کفر بالنار اور ڈرانے والے ہین یعنے اس شخص کو جسنے کفر کیا دوزخ کے ساتھ - وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ - اور انکے ساتھ کتاب نازل فرمائی ف یعنے کتابین اتارین - بِالْحَقِّ - اتار نا بحق لِيَحْكُمَ - تاکہ حکم کرے ساتھ اس کتاب کے - بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لوگون مین اس امر مین جسمین انھون نے اختلاف کیا ہے ف مگر انھون نے پھر اختلاف کیا وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ - اور اسمین اختلاف نہین کیا مگر انھین لوگون نے جنکو یہ کتاب دی گئی تھی بعد اسکے کہ انکے پاس کھلی حجتین آچکی ہین ف پس بجائے ہدایت کے انھون نے دلائل توحید کی کتاب لیکر اسمین پھوٹ ڈالی - بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ - بوجہ باہمی عداوت کے ف چنانچہ یہود ونصاریٰ مین مختلف فرقون کی باہمی عداوت سے بشدت تحریفات واقع ہوئین جسکا اقرار بکثرت موجود ہے - پھر اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ - پس اللہ تعالےٰ نے مومنون کو ایسے امر حق مین ٹھیک ہدایت کردی جسمین اہل کتاب نے اختلاف ڈالا تھا اپنے ارادہ سے ف یعنے اللہ تعالےٰ نے اپنے ارادہ وقدرت سے مومنون کو حق ہدایت دی وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ - اور اللہ تعالےٰ جسکو چاہتا ہی راہ مستقیم کی ہدایت فرماتا ہی ف وہ ہر چیز پر قادر ہے - واضح ہو کہ علماء تفسیر مین اختلاف ہی کہ كان الناس امة واحدة کے کیا معنے ہین یعنی ایک گروہ ہونا محتمل ہی کہ ایمان پر ہون یا کفر پر ہون پس شیخ ابو العالیہ نے کعب احبار سے روایت کی کہ لوگ جسوقت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے اور انکی پیٹھ سے نکالے گئے اور انھون نے بندہ ہونیکا اقرار کیا تو امت واحدہ مسلمان تھے اور اس دن کے سواے کبھی امت واحدہ نہین ہوئے پھر آدم علیہ السلام کے بعد مختلف ہوگئے - اور کلبی نے کہا کہ وہ نوح کی کشتی والے ہین کہ بعد نوح کے مختلف ہوگئے اور بعض نے کہا کہ عرب کے لیے ...

دین ابراہیم پر تھے یہانتک کہ عمرو بن لحی نے اپنی اختلاف ڈالا- اور بعض نے کہا کہ آیت مین کوئی ایسی چیز نہین جو دلالت کرے کہ وہ ایمان پر تھے
یا کفر پر تھے اسکے واسطے کوئی دلیل خارجی چاہیے ہی- اور بعض نے کہا کہ وفات آدمؑ کے وقت سے حضرت نوحؑ کے وقت تک کفر پر تھے بدلیل قولہ-
فبعث اللہ النبیین الی آخرہ- اور تفسیر ابن کثیر مین ہی کہ شیخ ابن جریر نے فرمایا کہ حدثنا محمد بن بشار ثنا ابو داؤد اخبرنا ہمام عن قتادة عن عکرمة عن ابن عباس
فرمایا ابن عباس نے کہ آدم و نوحؑ کے درمیان دس قرون تھے کہ سب شریعت حق پر تھے پھر انھون نے اختلاف کیا پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبران
مبشرین و منذرین کو بھیجا ابن جریر نے فرمایا کہ ایسا ہی قراءة عبد اللہ بن مسعود مین ہی کہ- کان الناس امة واحدة فاختلفوا فبعث اللہ الی آخرہ قال ابن کثیر
اور اس حدیث کو حاکم نے بھی مستدرک مین بسند محمد بن بشار- روایت کیا اور کہا کہ صحیح الاسناد ہی اور ایسے ہی ابو جعفر رازی نے ابو العالیہ کے طریق سے ابی بن کعب سے
روایت کی کہ وہ پڑھا کرتے- کان الناس امة واحدة فاختلفوا فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین- اور عبد الرزاق نے من طریق معمر عن قتادہ روایت
کی کہ قتادہ نے قولہ- کان الناس امة واحدة- مین کہا کہ سب ہدایت پر تھے پھر انھون نے اختلاف کیا پھر اللہ تعالیٰ نے نبیون کو بھیجا پس پہلے نبی جو
بھیجے گئے وہ نوح تھے اور مجاہدؒ نے بھی ایسا ہی کہا جیسا کہ پہلے ابن عباس سے مروی ہوا ہی **قال المترجم** اور مفسر **سیوطیؒ** نے بھی اسی پر اعتماد کیا کہ
امت واحدہ سے مراد یہ کہ شریعت حق و ایمان کی راہ پر تھے- اور قولہ فبعث اللہ النبیین- مین فا، تعقیب ہے اور فاختلفوا مقدر ہوا سے فاختلفوا
فبعث اللہ- جیسا کہ ان روایات سے اسکی تقدیر ثابت ہی اور قراءة ابن مسعود و ابی بن کعب سے تائید موجود ہی اور اگر فاختلفوا کی تقدیر نہو تو ظاہر
یہ ہوتا ہی کہ ملت واحدہ سے کفر مراد ہی یعنی سب کافر تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیا کو بھیجا اور تفسیر ابن کثیر مین ہی کہ عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی
کہ قولہ- کان الناس امة واحدة فرماتا ہی کہ وہ سب کافر تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء مبشرین و منذرین بھیجے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ پہلا
قول جو مذکور ہوا وہ اسناد کی راہ سے اصح ہی اور معنے کی راہ سے بھی اصح ہوا سواسطے کہ لوگ سب حضرت آدم علیہ السلام کی ملت پر تھے یہانتک کہ انھون نے
بت پرستیان کرنی شروع کین پھر اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو انکی طرف بھیجا پس نوح علیہ السلام پہلے رسول تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اہل زمین
کی طرف بھیجا تھا **قال البیضاوی** اور لفظ اختلفوا اسواسطے حذف ہوا کہ قولہ فیما اختلفوا فیہ- اسپر دلالت کرتا ہی اور امام احمد و ابن حبانؒ ابوذرؓ سے
مرفوعًا روایت کی جسمین مذکور ہی کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہی جنمین سے رسول تین سو تیرہ ہین اور قرآن مین انمین سے اٹھائیس کے نام مذکور
ہین اور ایسے ہی نقل کعب احبار سے مروی ہی اور سراج مین انکے نام یہ لکھے ہین- آدم- ادریس- نوح- ہود و صالح- ابراہیم- اسمعیل- اسحق- یعقوب- یوسف
لوط- موسیٰ- ہارون- شعیب- زکریا- یحیٰی- عیسیٰ- داؤد- سلیمان- الیاس- الیسع- ذو الکفل- ایوب- یونس- محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین اور تین مین اختلاف ہی
ذو القرنین- عزیر- لقمان پس یہ ملا کر اٹھائیس ہین اور قرآن مجید مین باقی کا مذکور نہ ہونا انکے نہ ہونے کو مستلزم نہین ہی واللہ تعالیٰ نے فرمایا- ومنہم لم نقصص علیک- یعنے
انبیاء ہین جن مین بعضون کا قصہ تجھ پر بیان کیا گیا اور بعض کا حال تجھ پر بیان نہین کیا گیا ہی اور قولہ مبشرین و منذرین حال ہی اور قولہ انزل معہم الکتاب [illegible] کشاف مین زعم کیا کہ معنے
یہ بھی ہوسکتے ہین کہ معنے مع [illegible] ہر ایک کے ساتھ کتاب ہو اور بیضاوی نے اسکو ذکر کیا کہ ہر ایک کے ساتھ اسکی کتاب تھی [illegible]
ساتھ انکی مقدس کتاب نہ تھی اور اپنے اگلون کی کتاب کی پابندی کرنے پر مامور تھے پس مراد لفظ الکتاب سے جنس کتاب ہی اور اسپر اعتراض ہوا کہ بہتیرے ایسے
ہوئے کہ انکے ساتھ جنس کتاب بھی نازل نہین کیگئی ہی اور جواب دیا گیا کہ قولہ معہم [illegible] کتاب سے پس متعلق محذوف منصوب ہی اور عامل انزل ہی پس
معنے یہ ہین کہ انزل جنس الکتاب مقدرا مصاحبة و مقارنة للنبیین یعنے اللہ تعالیٰ نے کتاب کے اتارنے مین یہ امر مقدر کردیا کہ وہ پیغمبرون کے ساتھ ہوگی
پس ہر پیغمبر [illegible] کتاب سے احکام شرعی لیتا تھا یا اپنے اگلے نبی کی کتاب سے لیتا تھا اور بیان سے [illegible] ہوا کہ لفظ [illegible]
[illegible]

تقسیم سے ہر ایک کے مقابلہ مین ایک کتاب مراد ہو حالانکہ ایسا نہین ہو اور قولہ بالحق کو مفسر سیوطی رح نے انزل کے متعلق قرار دیا اور سراج مین اسکو ملتبسًا بالحق کی تقدیر سے حال قرار دیا اور قولہ لیحکم بین الناس تاکہ وہ لوگون مین حکم کرے۔ اہل تفسیر مین اقوال ہین کہ حکم کرنے والا کون ہو پس تین احتمال ہین ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ حکم کرے دوم آنکہ نبی سوم آنکہ کتاب حکم کرے۔ اور کتاب کے حکم کو تفتازانی رح نے ترجیح دی یعنے کہا کہ یہی مرجح ہو کہ یہ معنی لیے جاوین کہ تاکہ حکم کرے لوگون کے درمیان اور کہا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف ضمیر عائد کرنے مین معنے کی راہ سے تکلف ضروری ہوگا کیونکہ یہ معنے ہونگے تاکہ ظاہر کرے حکم کتاب کا لوگون مین اور نبی کی طرف راجع کرنے مین لفظی تکلف ضرور ہوگا کیونکہ لیحکموا نہین فرمایا ہو یعنے ضرور ہوا کہ کہا جاوے کہ لیحکم کل واحد من النبیین پس ضمیر ہر واحد نبی کی طرف باین تاویل راجع ہوگی اور کتاب کی طرف بدون تکلف لفظی ومعنوی کے راجع ہوسکتی ہو پس یہی ارجح ہو اور شیخ ابوحیان نے اللہ تعالےٰ کی طرف ضمیر راجع ہونے کو ترجیح دی ہو اور یہی ظاہر ہو اور معنی یہ بیان کیے کہ اللہ تعالےٰ نے کتاب نازل کی تاکہ فیصلہ کرے کتاب کے ساتھ لوگون کے درمیان یعنے لوگون کا اختلاف دور کرکے قول فیصل بتلا دے اور کتاب کی طرف حکم کرنے کی نسبت مجازی ہو اسواسطے کہ کتاب حکم کرنے والی درحقیقت نہین ہو جیسے قولہ۔ ھٰذا کتابنا ینطق بالحق۔ مین کتاب کی طرف نطق کی نسبت مجازی ہو اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے شاید اسکو اختیار کیا جبکہ کہا کہ لیحکم بہ۔ بین الناس۔ یعنے بذریعہ کتاب کے لوگون مین فیصلہ کا حکم دے۔ قولہ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ۔ اسمین اختلاف نہین کیا مگر انھین لوگون نے جو یہ عطا کیے گئے یعنے اس دین یا حق مین وہی پھوٹ ڈالنے والے ہوے جنکو کتاب حاکم دی گئی حاصل یہ نکلا کہ اُنھون نے الٹی بات کردی کہ جو چیز اسواسطے اتاری گئی تھی کہ اُنکے اختلاف کو زائل کردے اُسکو اُنھون نے اختلاف مضبوط و مستحکم ہونیکا سبب کرلیا۔ من بعد ما جاءتھم البینات بغیا بینھم۔ بعد ازانکہ انکے پاس بینات آگئین یعنے حق کی کھلی دلیلین آگئین پھر بھی باہم پھوٹ ڈالی بباعث باہمی بغاوت وعداوت کے ف جیسے خوارج و روافض وغیرہ نے نفسانی مداخلت سے اجماع سلف چھوڑ دیا اور کتاب مجید مین بیجا تاویلون سے پھوٹ ڈالی۔ قولہ فھدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ۔ پھر جس حق مین ان مفتونین نے پھوٹ ڈالی تھی اللہ تعالےٰ نے اپنے ارادہ سے مومنون کو اسکی ہدایت کردی اب یہان سے مومنین کی ہدایت اور اپنا احسان کو بیان فرمایا اور معنے یہ ہین کہ پھر ہدایت کی اللہ تعالےٰ نے اپنے ارادہ سے ان لوگون کو جو ایمان لائے راہ صواب کی جس چیز مین اختلاف کرنے والون نے اختلاف کیا تھا پس اختلاف کرنے والے عام ہین خواہ اگلے ہون یا پچھلے ہون چنانچہ مومنین امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے اختلاف کرنے والے گذرے یا اسوقت موجود ہین اُن سبکے اختلاف سے اللہ تعالےٰ نے مومنون اہل السنۃ کو نجات دیکر راہ راست کی ہدایت کردی۔ اور یہ اس طور پر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور کتاب قرآن نازل فرمائی اور اُنھون نے اتباع کی پس اختلاف سے نجات پائی۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ نے تو فرمایا کہ اختلاف کرنے والے وہی لوگ ہین جنکو کتاب دیگئی حالانکہ اوپر مذکور ہوا کہ پہلے اختلاف واقع ہوا پھر اللہ تعالےٰ نے انبیاء بھیجے تو جواب یہ ہو کہ ہان اختلاف پہلے واقع ہوا اور یہ جو فرمایا کہ جنکو کتاب دی گئی انھین نے اختلاف کیا اسکے معنی یہ ہین کہ ان اختلاف کرنے والونکے بیچ جو چیز فیصلہ بھیجی گئی تھی کہ اختلاف رفع کرے اس سے انکا اختلاف زیادہ ہوگیا کہ انھون نے اسکو بھی اختلاف کا سبب کرڈالا باین طور کہ اسکی تحریف کردی اور اسکی تاویلین بیجا کرنی شروع کین اور مومنون کو اللہ تعالےٰ نے اس سے بچایا کہ یہ لوگ کتاب مجید مین اپنی رائے سے تاویل کرنے کو کفر جانتے ہین اور حدیث وآثار سے اُسکے معانی پر اکتفا کرتے ہین لہذا وہ لوگ جو قرآن مجید مین خلاف سنت اپنی رائے وعقل سے تاویلین کرتے ہین گویا مومن نہین ہین اگر یہ وہم پیدا ہو کہ مسلمانون مین بھی فروع مسائل مین اختلاف ہو مثل حنفی وشافعی وغیرہ کے تو یہ وہم ناسمجھی کا ہو جواب یہ ہو کہ راہ توحید مین انکے درمیان کچھ اختلاف نہین ہو اور فروع مسائل اجتہادیہ ہین جنکو اللہ تعالےٰ نے اجتہاد سے لینے اور اسمین کوشش کرنے کا حکم دیا ہو اور اسپر ثواب کا وعدہ فرمایا ہو پس باہم حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی کسی ایک دوسرے کو گمراہ نہین کہتے ہین بلکہ اجتہاد مین برحق جانتے ہین اور انمین اختلاف راہ توحید ۔۔۔۔۔

کچھ نہیں اور کوئی اسکا قائل نہیں کہ اجتہاد امام شافعی پر حنفی کو عمل کرنا حرام ہو اور نہ شافعی کو حنفی اجتہاد پر کیونکہ یہ سب اعمال خیر ہیں اور اللہ تعالے ہر عمل پر ثواب فرماتا
در صورتیکہ راہ توحید پر مستقیم ہوں اور یہ معلوم ہوگیا کہ راہ توحید پر بحمد اللہ سب مستقیم ہیں پس اسکی مثال ایسی ہو کہ حج کے جانیکا حکم نے دیا مگر ایک نے کہا کہ زاد راہ خرما
اور میوہ جات لیجاؤ اور دوسرے نے کہا کہ لوزیات بنا لو پس لیجانے والا جو لیجاوے اسکے حق میں بہتر ہو اور ہر شخص جانتا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلاً ظہر سے پہلے
کبھی دو رکعتیں پڑھیں اور کبھی چار رکعتیں پڑھیں پس اگر امام ابوحنیفہ نے کہا کہ چار سنتیں ظہر سے پہلے پڑھا کرے بہت ثواب پاویگا اور امام شافعی نے کہا کہ دو رکعتیں ظہر سے پہلے
پڑھے بہت ثواب پاویگا یہ دونوں ٹھیک ہیں اسیواسطے جو لوگ ماہر علما ہیں سے گذرے ہیں وہ یہ جانتے ہیں کہ اگر چار پڑھ لے تو بہت اچھا اور اگر
دو پڑھ لے تو بھی اچھا ہوا اور ایسا ہی حال تمام فروعی اختلاف میں ہو البتہ اس زمانہ میں جہل بہت پھیلا جیسا کہ حدیث شریف میں پہلے سے خبر دی گئی ہو
پس جاہل مقلدوں نے جھگڑا اڑوایا ہو کہ وے آپسمیں ان فروعی اختلاف پر لڑتے مرتے ہیں اور یہ حرام و فسق ہو چنانچہ حنفی چار رکعت کے سوا دو رکعت
پڑھتے دیکھے تو اسپر عیب لگاوے اور کوئی دو رکعت کے سوا چار پر انکار کرتا ہو اور یہ بڑے افسوس کا مقام ہو واللہ تعالے ہم لوگوں کو ایسے اختلاف و
انکار سے بچاوے اور یہ شیطان کا بڑا وسوسہ ان مسلمانوں پر کام کر گیا کہ یہ لوگ بالکل دل میں غور نہیں کرتے ہیں کہ یہ سب اعمال خیر ہیں انسے ثواب مقصود ہو
جس طرح ثواب ملنے کا طریقہ سنت ظاہر ہو جاوے اُسطرح عمل کرو اور اللہ تعالے سے ثواب کی امید کرو ثواب حاصل ہوگا انشاء اللہ تعالے بشرطیکہ تم
راہ توحید پر پورے قائم رہو پس اگر غور کا مقام ہو تو یہ ہو کہ راہ توحید ہاتھ سے نجانے پاوے اور یاد رکھو کہ جس قوم نے آپسمیں پھوٹ ڈالی وہ کبھی فلاح
نہ پاویگی اور ڈرو اللہ تعالی سے کہ ائتلاف باہمی جسپر اللہ تعالے نے احسان رکھا اور نعمت قرار دیا اور فرمایا الف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا اسکو تم لوگ اسطرح
ناشکری کے ساتھ برباد کرتے ہو دونوں اختلاف کرنے والے اس جرم میں گرفتار ہونگے - اہل اسلام وہ ہیں جو راہ توحید پر قائم ہیں اللہ تعالے کے ساتھ شرک
نہیں کرتے ہیں اور دین میں بدعتیں پیدا کر کے حضرت صلی اللہ علیہ سلم کو ایذا نہیں دیتے ہیں - فاصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون -
قولہ تعالے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم حضرت عزوجل نے مومنین کو اختلاف میں ٹھیک بات کی ہدایت کی چنانچہ حدیث صحیح در باب
فضیلت جمعہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے - قولہ فہدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ الآیہ - میں روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ سلم
نے فرمایا کہ - نحن الآخرون الاولون یوم القیامۃ یعنے ہم دنیا میں پچھلے اور قیامت میں اگلے ہیں - نحن اول الناس دخولا الجنۃ - ہمیں سب لوگوں سے پہلے
جنت میں داخل ہونگے - بید انہم اوتوا الکتاب من قبلنا واوتیناہ من بعدھم فہدانا اللہ لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ
بجز اسکے وہ لوگ ہمسے پہلے کتاب دیے گئے اور ہم انکے بعد دیے گئے پس اللہ تعالے نے ہمکو اپنے اذن و ارادہ سے اس حق بات کی ہدایت کی جس سے
وہ خلاف راہ چلے تھے - فہذا الیوم الذی اختلفوا فیہ فہدانا اللہ لہ فالناس لنا فیہ تبع فغدا للیہود وبعد غد للنصارے
پس یہ دن یعنے روز جمعہ بھی ایسا ہو جسمیں ان لوگوں نے اختلاف کیا یعنے خلاف راہ چلے پس اللہ تعالے نے ہمکو اسکی ہدایت کر دی پس
اور لوگ اسمیں ہمارے تابع ہیں کہ کل کا روز یعنے سنیچر کا روز یہود کا ہو اور پرسوں یعنے اتوار کا روز نصاری کا ہو - یہ الفاظ عبدالرزاق کی روایت
کے ہیں اور بعضے یہ ہیں کہ عید اسلام روز جمعہ ہو مگر ان کو جو سرکش و شریر تھے اسکی ہدایت نہوئی چنانچہ یہود نے سنیچر لیا اور نصارے نے اتوار لیا
جمعہ کسیکو نہ ملا - اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن وہب نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے انھوں نے اپنے باپ زید بن اسلم سے روایت کی کہ قولہ فہدی
اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ - پس اگلوں نے روز جمعہ میں اختلاف کیا تھا کہ یہود نے سنیچر لیا اور نصاری نے اتوار لیا پھر اللہ تعالے
نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کی ہدایت کی اور انھوں نے قبلہ میں اختلاف کیا تھا کہ یہود نے بیت المقدس کا استقبال کیا اور نصاری نے
مشرق کا پھر اللہ تعالے نے امت محمد صلعم کو اسکی ہدایت کی یعنے کعبہ دیا - اور انھوں نے نماز میں اختلاف کیا پس بعضے رکوع کرتے سجدہ نہیں کرتے

ور بعضے سجدہ کرتے اور رکوع نہین کرتے اور بعضے نماز مین باتین کرتے اور بعضے چلتے چلتے نماز پڑھتے پس اللہ تعالے نے اسمین امت محمدی کو حق بات کی ہدایت کی اور انھون نے روزے مین اختلاف کیا پس بعضے تھوڑا دن روزہ رکھتے اور بعضے فقط بعضے کھانے سے روزہ رکھتے پس اللہ تعالے نے امت محمدی کو اسمین حق بات کی ہدایت کی اور انھون نے ابراہیمؑ کے حق مین اختلاف کیا کہ یہودنے کہا وہ یہودی تھے اور نصرانیون نے کہا وہ نصرانی تھے پس اللہ تعالے نے انکو حنیف مسلم قرار دیکر امت محمدی کو اسکی ہدایت کی اور عیسیٰؑ کے حق مین اختلاف کیا کہ یہود نے انکو جھٹلایا اور انکی والدہ ماجدہ پر سخت بہتان باندھا اور نصرانیون نے انکو معبود اور خدا کا بیٹا ٹھہرایا اور اللہ عزوجل پر سخت بہتان باندھا پس اللہ تعالے نے انکو اپنی مخلوق روح وکلمہ قرار دیکر امت محمدی کو اسکی ہدایت کی۔ اور ربیع بن انسؒ نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ قبل اختلاف کے لوگون کا یہ حال تھا کہ وہ اکیلے پروردگار وحدہ لاشریک لہ کی خالص عبادت کرتے اور نماز قائم کرتے اور روزہ رکھتے اور شرائع اسلام ادا کرتے پس اسی راہ توحید واسلام کی اللہ تعالے نے مومنون کو ہدایت کی پس انھون نے اس اختلاف کو جو لوگون مین پیدا ہوا تھا اپنے سے دور رکھا اور انکے پیغمبرونکی امتون پر گواہ ہونگے کہ ان پیغمبرون نے اپنی اپنی امت کو احکام آلہی پہونچائے ہین اور شیخ ابو العالیہؒ اس آیت کی تفسیر مین کہتے تھے کہ المخرج من الشبہات والضلالات والفتن۔ یعنے اللہ تعالے نے مومنونکو ایسی ہدایت فرمائی کہ وہ شبہات اور گمراہیون اور فتنون سے بچ گئے۔ قولہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ یعنے حکمت کاملہ وحجت بالغہ اسکے واسطے ہے جسکو چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے اور صحیح بخاری مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات مین تہجد کی نماز کے لیے اٹھتے تھے تو فرماتے۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اے پروردگار ہمارے پروردگار جبرئیل ومیکائیل واسرافیل کے پیدا کرنے والے آسمانون وزمین کے جاننے والے غیب وشہادت کے توہی حکم کرتا ہے اپنے بندون مین اس چیز مین جسمین وہ اختلاف کرتے ہین مجھے ٹھیک راہ پر رکھیو اس چیز مین جسمین لوگون نے اختلاف ڈالا ہے حق امر مین اپنے حکم واذن سے توہی ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے ٹھیک راہ کی۔ ھ۔ اور دعاے ماثور مین ہے کہ۔ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ وَلَا تَجْعَلْهُ مُلْتَبِسًا عَلَيْنَا فَنَضِلَّ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ اے اللہ تعالے پروردگار ہمارے ہمکو حق کو حق دکھلا اور اسکی پیروی نصیب کر اور باطل کو باطل دکھلا اور اس سے پرہیز کی توفیق دے اور حق وباطل کو ہم پر ملتبس مت کردے کہ ہم گمراہ ہوجاوین اور ہمکو پرہیزگارون کا پیشوا بنادے (ھ)

ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے۔ کان الناس امۃ واحدۃ۔ لوگ سب ایک ہی امت تھے واضح ہو کہ ازل مین جب اللہ تعالے عزوجل نے اپنی ذات پاک پہچنوانے کا انکو خطاب فرمایا کہ۔ الست بربکم۔ کیا مین تمھارا پروردگار نہین ہون۔ قالوا بلی۔ تو سب بولے کہ ہان تو بیشک ہمارا پروردگار ہے تب سب یہ لوگ اپنے اقرار مین ایک امت تھے کہ اپنے خالق کے پروردگار ہونے کا اور اپنے اوپر اسکی عبادت واجب ولازم ہونیکا سب نے اقرار کیا کیونکہ انھون نے اسکی عظمت وبرہان اور عزت وسلطان کو مشاہدہ کیا اور اسکے عجائب کلام کو سن لیا اور یہ اتفاق انکا اسوقت تھا کہ ہنوز اللہ تعالے نے انکو بندگی وفرمانبرداری مین امتحان نہین کیا تھا پھر جب دنیا مین بھیجکر انکو بندگی کرنے کے امتحان مین بلایا تو متفرق ہوگئے پس اہل صفا واہل سعادت کے ساتھ توفیق ازلی نے مساعدت کی کہ وہ مشاہدہ وقربت وانوار صفا پر ثابت رہے کہ انھون نے اپنے سردار یعنے نبی کے ساتھ اپنے اسرار سے حطام دنیا کو دور رکھا اور انکی خدمت مین بغیر عوض مانگنے کے ثابت رہے یعنے کشف وکرامات دنیاوی کے طالب نہو سکے یعنے اسکی خواہش نہ تھی کہ کشف وکرامت ومنازل وغیرہ درجات قربت ورضاے حق کی تلاش تھی اور راہ معرفت کے قاصد رہے پس اللہ

عزوجل نے اپنی طرف سے سکون و طمانیت انکے دلون مین اُتار دی تاکہ ایمان پر ایمان بڑھ جاوے۔ آ قول سکون آلٰہی ایک خاص چیز ہو جو اہل خلوص کو عطا ہوتی ہو جسکا ذکر بعضی احادیث صحیحہ مین آیا ہو پس جبکہ سکینت انکو عطا ہوئی تو وہ راہ مستقیم سے کسی طرف نہین جھکے اور شاہد آیات حضرت عزوجل دنیا کی ترو تازگی و مشتہیات نفسانی کی طرف مائل نہ ہوئے اور دنیاے دنی کے بدلے انھون نے کرامت حق عزوجل کو فروخت نہ کیا وقد قال تعالے ومن المومنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا یعنے مومنین مین ایسے مرد ہین کہ سچائی سے پورا کیا انھون نے وعدہ جو اللہ تعالے سے باندھا تھا پس انہین سے بعض ایسے ہین کہ اُنھے اپنے عہد کو پورا کیا یعنے شہید ہوگیا اور بعض ایسے ہین کہ منتظر ہین اور انھون نے کوئی تبدیل نہین کی ہو۔ اور رہے اختلاف والے جنھون نے اپنے آپ کو خوار کیا تو اللہ تعالے نے اُنکو اُنکے نفوس کی خواہشون کے اندھیرے مین ڈال دیا کہ پاک و خبیث کو نہین پہچانتے اور بد و نیک مین تمیز نہین رکھتے خیر و شر مین فرق نہین کرتے بلکہ جب وے اپنے نفس شریر کی پیروی مین پڑے ہین تو شر کو اچھا سمجھتے اور خیر سے بیزار ہین یہانتک کہ انھون نے دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیا اور عہد آلٰہی عزوجل کو بھول گئے حالانکہ یقین جانتے ہین کہ موت ضرور آویگی اور یہ بھی نہین ٹھیک ہو کہ آج آوے یا کل آوے مگر اپنے نفس کی خواہشون پر گرے چلے جاتے ہین اور رضاے حق عزوجل کی نعمت چھوڑ بیٹھے ہین اور جہالت کے کھڈ کی طرف جھک پڑے جو جہنم مین ختم ہوئی ہو کہ چلتے چلتے آخر پاؤن جہنم کے گڈھے مین جا پڑیگا۔ پھر شیخ نے اس اختلاف کو دوسرے اشارہ پر لیا یعنے جو بعض احادیث مین آیا ہو کہ حضرت حق عزوجل نے ارواح کو نور دیا کہ انہین سے بہترون کو پہونچا اور بہتیرے محروم رہے پس انہین اختلاف ہوا چنانچہ شیخ نے مع دیگر لطائف کے یون کہا کہ تمام مخلوق عدم سے وجود مین آنے کے بعد حضرت حق عزوجل کے خطاب سے مشرف ہونے کے پہلے حالت غیبت مین یکسان پڑے تھے پھر جب اللہ عزوجل نے اُنسے وہ حجاب و پردہ جو انسانیت کی کدورات کا ہو دور کر دیا اور اپنی نزدیکی کا مشاہدہ انکو کرامت کیا یعنے اپنا نور جو انپر چھڑکا تو مختلف ہوے بعضے اُس نور کو پاکر واصل ہوے اور بعضے محروم ہو کر منکر رہے پس نور پانے والے کئی گروہ مگر سب متفق ہین بعضون کو حقائق مقامات حاصل ہوے تو وہ لوگ اُنھین مقامات پر بندگی کی شرطین ادا کرنے کے ساتھ ٹھہرے ہین اور بعضون کو لطائف حالات اور بعضون کو خصائص کرامات ملے اور بعضون نے خالص مشاہدہ حق جل کبریاؤہ پایا کہ وہ مقام قدم مین مقرب ہین قال المترجم اور انبیا علیہم السلام اس حلیہ سے اعلیٰ ہین وہ خاص انوار اسرار سے سرفراز ہوے ہین اور باقی رہے وہ لوگ جو محروم رہے تو پہلے ہی وار مین انکو مہالک قہریات نے دبوچا کہ وہ گمراہی کے جنگلون مین متفرق پھرنے لگے چنانچہ بعضے یہودی بن بیٹھے اور بعضے نصرانی بنے اور بعضے زندیق ہوے اور اسی تقدیر کو لکھکر قلم خشک ہو گیا یعنے قیامت تک یہی حال جاری رہیگا۔ پھر سابق امتون کا اپنے انبیا کے ساتھ مخالفت کرنا اور آیات و کھلی نشانیان آنے کے بعد انکا اختلاف کرکے گمراہ ہونا بیان فرمانے کے بعد مومنین و نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا تاکہ اپنے مخالفون کے ساتھ دلیری کے ساتھ ثابت قدم رہین

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَ

کیا تم کو خیال ہو کہ جنت مین چلے جاؤگے اور ابھی تم پر آئے نہین احوال اونکے جو تم سے پہلے گذر گئے پہونچی اونکو سختی اور

الضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ۝

تکلیف اور جھڑ جھڑائے گئے یہانتک کہ کہنے لگا رسول اور جو اسکے ساتھ ایمان لائے کب آویگی مدد اللہ کی۔ سن رکھو مدد اللہ کی نزدیک ہے

روایت ہو کہ مومنون کو ایک سختی پہونچی تو بعضے گھبرا گئے پس نازل ہوا قولہ تعالے۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ۔ بلکہ تم نے گمان باندھا تھا کہ تم جنت مین داخل ہو جاؤ ف یعنے بغیر امتحان کے تمکو جنت مل جاوے یعنے ایذا پر صبر کرائے ہو یا چاہتے ہو کہ بغیر امتحان کے تم کو جنت ملے۔ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ۔ حالانکہ ابھی تک تم پر وہ مثل نہین آئی جو تجھسے اگلے گذرے ہوون پر آئی

تھی ف باوجودیکہ تم سب استون سے اشرف ہو پھر اگلون کے امتحان کا بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ چھو گئی یعنے پہونچ گئی انکو محتاجی ف جس سے فاقہ پر فاقہ گذرا وَالضَّرَّاءُ۔ اور بیماری ودکھ ف تاکہ نفوس مغرور ہون کہ ہم ایمان لائے بلکہ اللہ تعالے ہی کا احسان ہی کہ اُسنے ہدایت دی۔ وَزُلْزِلُوا۔ اور وہ لوگ جھنجوڑے گئے انواع بلا سے تاکہ امتحان کیے جاوین کہ سچا یقین لائے اور ثابت قدم ہین غرض کہ جان ومال سے پریشان وفاقہ وقتل وبیماری سے آزمائے گئے یہانتک کہ حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ۔ یہانتک کہ اسوقت کا رسول واسکے ساتھی مومنین زبان سے کہنے لگے کہ مدد الٰہی کب آویگی ف یعنے ابتو نصرت الٰہی جلدی آجاوے کہ کلیجے منھون کو آگئے ہین اور صبر دشوار ہوگیا ہی۔ پس اللہ تعالے کی طرف سے انکو جواب ملا أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ۔ خبردار ہوجاؤ کہ نصرت الٰہی قریب ہے ف یعنے جلد آجائیگی مترجم کہتا ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ مثل ہجرت کے پانچوین برس غزوۂ خندق مین آئی چنانچہ سورۂ احزاب مین تفسیر مطول آدیگی اور اکا صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی وقت جان لیا کہ بس اب ہم لوگون نے تمام کافرون پر غلبہ پایا چنانچہ یہی ہوا کہ بعد اسکے روز بروز کفار مغلوب ہوتے گئے اور کبھی صحابہ کو بعد اسکے شدید مشقت نہین پیش آئی اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ آیت پہلے سے اتر چکی تھی لیکن معالم مین کہا کہ قتادہ وسُدّی نے فرمایا کہ یہ آیت غزوۂ خندق مین اتری جبکہ مسلمانون کو جہد وخوف شدید وسردی وتنگی معیشت وانواع اذیت سے بہت کچھ لاحق ہوا جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہی وبلغت القلوب الحناجر کلیجے منھ تک پہونچ گئے تھے۔ اور بعض نے کہا کہ جنگ احد کے بارہ مین اتری ہی اور عطاؔ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے اور آپکے اصحاب بھی آئے تو انکو تکلیف شدید پیش آئی اسواسطے کہ وے لوگ بلا مال چلے آئے تھے اور اپنا ملک ومال کافرون کے ہاتھ مین چھوڑ آئے اور اللہ تعالے واسکے رسول صلعم کی رضامندی کو اختیار کر لیا تھا پھر یہان یہود نے عداوت ظاہر کی اور ایک قوم نے دل مین نفاق پوشیدہ کیا پس اللہ تعالے نے اہل ایمان کے دل مطمئن کرنے کے واسطے ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ الآیہ کو نازل فرمایا۔ قولہ زلزلوا اے دشمنون سے سخت جھنجوڑے گئے اور سخت امتحان مین پڑے گئے چنانچہ صحیح مین خبابؓ بن الارتؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہمارے لیے کیون مدد نہین چاہتے آپ ہمارے لیے کیون نہین دعا فرماتے ہین آپ اسوقت خانہ کعبہ کے سایہ مین ٹیک دیے ہوئے تھے پس اُٹھ بیٹھے اور چہرۂ مبارک پر آثار خشم نمودار ہوئے اور فرمایا کہ تم سے اگلی استون کے مسلمانون کا یہ حال تھا کہ انمین سے ایک کے سر پر آرہ رکھا جاتا اور پیرون تک چیر ڈالا جاتا پھر بھی اس سے وہ اپنے دین سے نہین پھرتا تھا اور کسی کے بدن مین لوہے کی کنگھی گوشت وہڈی تک پہونچا کر کھینچی جاتی اور یہ امر اسکو اسکے دین سے نہین پھیرتا تھا پھر فرمایا کہ قسم ہے اللہ تعالے کی کہ وہ اس امر کو یعنے دین اسلام کو ضرور پورا کریگا یہانتک کہ صنعاء سے حضرموت تک جانے والا جائیگا اس حال مین کہ سوائے اللہ تعالے کے کسی سے خوف نہ کرتا ہوگا ولیکن تم لوگ عجلت کرتے ہو (الصحاح) قال ابن کثیر مومنین کو ایسے امتحان ہین سے غزوۂ خندق مین ایک بڑی مشقت پیش آئی چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ہنالک ابتلی المؤمنون وزلزلوا زلزالا شدیدا۔ اس سے ظاہر ہی کہ شیخ کے نزدیک اسکا سبب نزول غزوۂ خندق ہونا ثابت نہین ہوا چنانچہ مترجم نے خود اوپر اشارہ کیا اور یہی مفسر سیوطیؒ کا مختار ہے۔ قولہ حتی یقول الرسول اے شدت بلا ومحنت کا استمرار رہا یہانتک پہونچا کہ رسول واسکے ساتھ والے مسلمان یہ کہنے لگے آوجتی بمعنی الی ان ہوا ای الی ان یقول۔ پس اسمین انتہا درجہ پر مشقت پہونچ جانے پر دلالت ہے اسلیے کہ رسول بنسبت اورون کے زیادہ ثابت قدم وصابر ہوتے ہین پس جب رسول سے یہ قول صادر ہوا تو معلوم ہوا کہ شدت بدرجۂ غایت پہونچ گئی تھی واضح ہو کہ حتی کا مابعد اگر مستقبل ہو پس اگر اس امر پر نظر کی گئی کہ قول مذکور بنسبت ماقبل کے مستقبل ہی اگرچہ فی الحال وہ زمانہ ماضی ہوگیا تو اسکو نصب دینگے چنانچہ یہان اکثر قراء کی قرأت پر یہ حتی یقول بالنصب ہی اور اگر اس امر پر نظر کی گئی کہ وہ حال ماضی کی حکایت ہے ع۲۶

تو اسکو رفع دیدیا جائیگا جیسے یہان بھی پڑھین معنی بالرفع قراءۃ نافع ہی قولہ متی نصر اللہ-کہان ہی مدد اللہ کی اور اسمین مدد آلہی سے ناامیدی نہین اور نہ شک ہی جیساکہ وہم ہوتا ہی بلکہ مدد آلہی کے دیر ہونے کے اظہار مین مدد کی درخواست ہی یعنی اے اللہ تعالےٰ ہمکو مدد کرامت فرما کہ بہت دیر ہوگئی اور ہمارا اضطراب انتہا کو پہونچ گیا ہی بعض نے کہا کہ رسول نے جواب دیا کہ الا ان نصر اللہ قریب- قریب سے مراد قرب مکانی نہین کہ وہ یہان لائق نہین بلکہ مراد قرب زمانی ہی چنانچہ مفسر نے کہا کہ قریب اتیانہ-اسکا آنا نزدیک ہی اور بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ اسمین اشارہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کی نزدیکی حاصل کرنا اور درجات کرامت کو پہونچنا اسطرح ہوتا ہی کہ خواہش نفسانی کو چھوڑے اور لذات فانی کو ترک کرے اور محنت ومشقت ریاضت وصبر اٹھاوے اور صحیح حدیث مین ہی کہ جنت گھری ہوئی ہی مکاره سے اور دوزخ گھری ہوئی ہی شہوات سے یعنی جو راہ خدا مین ایسی چیزین جو نفس پر گران گذرتی ہین مثل نماز روزہ وغیرہ برداشت کرے وہ داخل جنت ہوگا اور جو شہوات نفسانی اور کفر وشرک مین پڑ گیا وہ دوزخ مین جائیگا اور دوسری حدیث مین مضمون ہو اکہ جبرئیل جب جنت کو دیکھنے بھیجے گئے تو انھون نے عرض کیا کہ اے پروردگار جو کوئی اسکو سنیگا اسمین داخل ہونے کی خواہش کرکے داخل ہوگا پھر جب دوبارہ بھیجے گئے تو دیکھا کہ مکارہ سے گھیری ہوئی ہی تو عرض کیا کہ پروردگارا اب خوف ہی کہ شاید کوئی داخل نہ ہوسکیگا اور ایسے ہی دوزخ کی شہوات مین اسکے برعکس مذکور ہی یعنی اول مرتبہ جاکر دیکھا تو عرض کیا کہ اے پروردگار جو سنیگا کبھی اسمین داخل ہونیکا رخ نہ کریگا پھر دوبارہ جاکر دیکھا تو وہ شہوات نفس سے گھری ہوئی دیکھ عرض کیا کہ اب سب کے سب وہ شہوات مین کھنچے ہوئے مبتلا ہونگے ف **قال الشیخ فی العرائس** قولہ تعالےٰ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ الخ-تم اپنے دل وجان کی نگہبانی کرو اور ہر اقبہ رکھو اور نفس کے خیالات وعبادات کا اُس سے حساب لو اور درگاہ الٰہی مین عبادت وریاضت مین پوری کوشش کرو یعنی بدون مراقبہ ومحاسبہ ومجاہدہ کے مقام انس مشاہدہ مین نہین پہونچ سکتے ہو پھر اللہ تعالی نے محبت مال سے انکو جدا کیا اور انفاق کا حکم دیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے حکم دریافت کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا

**یَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۥ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی**

تجھسے پوچھتے ہین کیا چیز خرچ کرین تو کہہ جو چیز خرچ کرو فائدے کی سو ماں باپ کو اور نزدیک ناتے والون کو اور یتیمون کو

**وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ**

اور محتاجون کو اور راہ کے مسافر کو اور جو کروگے بھلائی وہ اللہ کو معلوم ہے

ابن المنذر نے محمد بن مقاتل رحمہ سے روایت کی کہ عمرو بن الجموح انصاری بزرگ مالدار تھے انھون نے خرچ کا سوال کیا تو نازل ہوا قولہ تعالےٰ **یَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ** تجھسے پوچھتے ہین کہ کیا خرچ کرین ف ابن کثیر نے کہا یعنی کیا خرچ کرین سیوطی نے کہا کہ یہی سوال تھا کہ کیا چیز اور کن لوگون پر خرچ کرین چنانچہ اسی کے مطابق جواب فرمایا-**قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ**-کہدے تم جو کچھ بھلائی سے خرچ کرو ف مال حلال سے خیرات کرو-**فَلِلْوَالِدَیْنِ**-تو وہ والدین کے لیے ہی ف یعنی خرچ کی چیز تو مال حلال چاہیے اور جنپر خرچ کیا جاوے وہ والدین ہین-**وَالْاَقْرَبِیْنَ**-اقرباؤن کے لیے ہی ف بعد اپنے نفس واولاد کے بعد والدین پھر حسب درجہ اقارب **وَالْیَتٰمٰی**-اور یتیمون ف جنکا باپ مرگیا ہو جب تک نابالغ ہون تب تک یتیم ہین کیونکہ حضرت علیؓ سے روایت ہی کہ بعد بلوغ کے یتیمی نہین چرا الذھبی کا الرحیم وابن عوف نہ قرابت مین داخل ہونگے-**وَالْمَسٰكِیْنِ**-اور مسکینون ف جو محتاج ہون یا اگر تنہا ملتا ہو-**وَابْنِ السَّبِیْلِ**-اور مسافرون ف اس سے مراد وہ ہی جو مال سے محتاج ہوگیا اگرچہ وطن مین مالدار ہو اور آخرت عام نیکی کو شامل ہی-**وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ**-اور جو کچھ تم بھلائی کرو تو اللہ تعالےٰ اسکو خوب جانتا ہے

ف پس ایک ذرہ بھی ضائع نہوگا بلکہ ثواب جمیل پاؤگے پس اسمین سب وجوہ شامل ہین

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن

حکم ہوا　تم پر　لڑائی کا　اور وہ بُری لگتی ہی تمکو اور شاید بُری لگے تم کو ایک چیز اور وہ بہتر ہو تم کو　اور شاید

ع ٢٦

تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

تمکو اچھی لگے ایک چیز اور وہ بُری ہو تم کو　اور اللہ جانتا ہے اور تم نہین جانتے ہو

كُتِبَ۔ فرض کیا گیا۔ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ۔ تم پر قتال یعنے کافرون سے لڑنا اُنکی کفر کی وجہسے۔ وَهُوَ كُرْهٌ۔ وہ مکروہ ہی۔ لَّكُمْ تمکو ف یعنے گران ہی تمکو طبیعت کی راہ سے بسبب اسکی مشقت کے۔ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ اور کچھ بعید نہین کہ تم ایک چیز کو ناگوار رکھو حالانکہ وہ تمھارے حق مین بہتر ہو ف اگرچہ تمھارا نفس ناگوار رکھتا ہی۔ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ۔ اور کچھ بعید نہین کہ تم ایک چیز کو دل سے چاہو حالانکہ یہ تمھارے حق مین بدتر ہو ف اسواسطے کہ نفس تو ایسی چیزونکی طرف میل کرتا ہو جو اسکی خواہشین ہوتی ہین حالانکہ یہ میل اسکا اسکی ہلاکت کا موجب ہی اور نفس ایسی چیزون سے نفرت کرتا اور بھاگتا ہی جو شرعی تکلیفات اسکی سعادت کے موجب ہین پس قتال مین تمھارے لیے بھلائی ہی اگرچہ تم اسکو گران جانو اسلیے کہ جہاد کرنے مین یا فتح و غنیمت ملتی ہی یا شہادت و ثواب ملتا ہی اور اسکے چھوڑنے مین تمھارے لیے بُرائی ہی اگرچہ تمکو بھلا معلوم ہو اسلیے کہ اسمین ذلت و محتاجی و ثواب سے محرومی ہی وَاللَّهُ يَعْلَمُ۔ ما ہو خیر لکم۔ اور اللہ جانتا ہی جو تمھارے واسطے بہتر ہی۔ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ذٰلک فبادروا الی ما یامرکم بہ۔ اور تم نہین جانتے ہو اس بات کو پس جلدی کرو۔ اُس چیز کی طرف جسکے بجالانے کا تمکو حکم فرماتا ہی۔ جہاد کرہ اسواسطے ہوا کہ اسمین اخراج مال اور مفارقت آل و اولاد و وطن ہی اور نفس کو ایسے مقام پر پیش کرتا ہی جہان اسکے مرجانے کا خیال ہی یا زخمی و مجروح ہوکر سفر کی سختی و درد کی شدت مین گرفتاری کا خیال ہی اور مصدر کو یہان بالطریق مبالغہ محمول کیا اور یا کرہ بمعنے مکروہ ہی اور یہی مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا ہی۔ اگر کہا جاوے کہ یہان لازم آتا ہی کہ حکم الٰہی کو مکروہ جانا اور اسکے برخلاف کو اچھا سمجھا۔ اور جواب دیا گیا کہ کراہت سے کراہت طبیعی مراد ہی یعنے طبیعت اسکو گران جانتی ہی بسبب اسکی مشقت کے اور کراہت ایمانی مراد نہین ہی کیونکہ بہت چیزون کو آدمی تصدیق دلی سے اچھا جانتا ہے حالانکہ طبیعت اُسکو گران رکھتی ہی جیسے دواے تلخ کہ اوسکے نفع کی راہ سے اُسکو اچھا جانتا ہی اگرچہ اُسکا پینا نفس پر گران ہی۔ پھر جہاد بعض کے نزدیک ہر مسلمان پر فرض ہی۔ اور بعض نے کہا کہ جہاد نفل ہی اور آیہ مین خاص اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہین اور باقی لوگ مراد نہین ہین اور یہی ثوری و اوزاعی کا مذہب نقل کیا گیا ہی اور جمہور کے نزدیک جہاد فرض کفایہ ہی یعنے اگر کچھ لوگ جہاد کرنے پر کھڑے ہوجاوین تو باقیون کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور اگر کوئی نہ کھڑا ہو تو سب گنہگار ہونگے اور جب کافر لوگ دار الاسلام پر حملہ کرین تو قریب والون پر اُنسے لڑنا اور دفع کرنا فرض ہی پھر اگر وہ لوگ کافی نہون تو اُنسے قریب والون پر بھی جانا فرض ہی علی ہذا القیاس ایک بعد دوسرے کے انتہاے ملک تک فرض ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ اگر مسلمانون کے ملک مین کافر آوین تو جہاد سب پر فرض ہی اور اگر اپنے ملک مین ہون تو فرض کفایہ ہی۔ قولہ واللہ یعلم۔ یعنے جسمین تمھاری بھلائی ہی اُسکو اللہ تعالے جانتا ہے اسی سے جہاد تم پر فرض کردیا اور بیضاوی نے کہا کہ اسمین دلیل ہی کہ احکام جو شرع مین ہین وہ مصلحت کے ساتھ ہین اگرچہ ہر ایک کی مصلحت و بہتری معلوم نہو۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ

تجھے پوچھتے ہین مہینہ حرام مین لڑائی کرنی تو کہہ لڑائی اسمین بڑا گناہ ہی اور روکنا اللہ کی راہ مین اور اوسکو نہ ماننا

وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا

اور مسجد حرام سے روکنا اور نکال دینا اوسکے لوگون کو وہان سے اوس سے زیادہ گناہ ہی اللہ کے ہان اور دین سے بچلانا قتل سے زیادہ ہی

يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ

اور وہ تو لگے ہی رہتے ہین تم سے لڑنے کو یہانتک کہ تم کو پھیر دین تمھارے دین سے اگر مقدور پا دین اور جو کوئی پھریگا تم مین اپنے

عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَ

دین سے پھر مرجاوے کافر ہی تو ایسون کے عمل ضائع ہوے دنیا و آخرت مین اور وہ

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

جہنم والے ہین وہ اسی مین رہ پڑے

جب رسول صلعم نے اپنے سرایا مین سے اول سریہ بھیجا اور اوسپر عبداللہ بن جحش کو امیر مقرر کیا پس اُنھون نے مشرکین سے قتال کیا۔ اور ابن الحضرمی کو قتل کیا اور یہ جمادی الثانی کا آخر دن تھا اور اونپر ملتبس ہوگیا کہ رجب شروع ہوگیا پس کفار نے انکو عار دلایا کہ تم نے رجب کو حلال کرلیا ہی پس نازل ہوا قولہ تعالے **يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ** - تجھے ماہ حرام کو پوچھتے ہین ف یعنے بعض احکام کو جسکا بیان یہ ہی **قِتَالٌ فِيْهِ** - یعنے ماہ حرام مین قتال کرنا کیسا ہی ف جیسے عبداللہ بن جحش کے سریہ مین شبہہ پیدا ہوا تھا کہ اول تاریخ ماہ رجب مین قتال واقع ہوا ہی۔ اور بعد نزول آیت کے حضرت صلعم نے غنیمت کو قبول کیا اور زمخشری وابن سیدۃ الناس نے زعم کیا کہ قتال اول رجب مین ہوا جو انکو آخر جمادی الثانی سے مشتبہہ ہوا تھا۔ بالجملہ کافرون نے عار دلایا کہ تمنے ماہ رجب کو حلال کرلیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ **قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ** - تو کہدے کہ ماہ حرام مین قتال کرنا کبیرہ ہی ف گناہ عظیم ہی لیکن کافرون کا شرک وکفر اس سے بدتر ہی جیسا کہ فرمایا۔ **وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ** - اور راہ آلہی سے روکنا۔ **وَكُفْرٌۢ بِهٖ** - اور اللہ تعالے سے کفر کرنا ف یعنے دین آلہی سے انکار ومحمد رسول اللہ سے کفر کرنا **وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** - اور مسجد حرام سے روکنا۔ ف جیسے مشرکون نے آنحضرت صلعم ومومنون کو عمرہ ادا کرنے سے روکا تھا **وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ** - اور مسجد الحرام والون کو وہان سے نکالنا ف یعنے محمد صلعم ومومنون کو مکہ سے نکالنا یہ سب امور۔ **اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ** اللہ تعالے کے نزدیک بہت بڑا کبیرہ جرم وعصیان ہین یعنے کافرون کو تہدید فرمائی کہ تمنے بھول چوک سے ماہ حرام کے قتال پر عار دلایا اگرچہ وہ جرم سہی مگر اس سے بڑھکر سخت کبیرہ گناہ یہ ہی کہ لوگون کو راہ آلہی سے روکو و مسجد الحرام سے روکو اور اللہ تعالے سے کفر کرو اور جو لوگ مسجد الحرام مین عبادت کے لائق ہین یعنے رسول وصحابہ انکو وہان سے نکالو حتی کہ ہجرت کرکے مدینہ چلے جاوین پس یہ سب امور البتہ اللہ تعالے کے نزدیک اشد کبیرہ گناہ ہین اور تم کافرون نے ان امور کو عمداً کیا ہی پس کافرون ومسلمانون کے فعل مین دوطرح سے فرق ہی اول تو سریۂ اسلام نے عمداً نہین کیا بلکہ مشتبہ ہوا تھا۔ اور کافرون کا شرک وکفر وغیرہ عمداً ہی۔ دوم قتال ماہ حرام خفیف ہی اور کافرون کے معاصی بہت شدید ہین پس جو لوگ ایسے شدید معاصی کے مرتکب ہین وہ کیونکر مسلمانون کو طعنہ دے سکتے ہین **وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ** - اور شرک کرنا قتل سے بڑھکر کبیرہ ہی ف یعنے اے کافرو تمھارا شرک کرنا بڑا کبیرہ ہی بنسبت اسکے کہ تم ماہ حرام مین قتل کیے جاؤ۔ مترجم کہتا ہی کہ مومنون کو خطاب اولی ہی یعنے اے مومنو تم مشتبہ مت ہو کیونکہ ماہ حرام مین کافرون کو قتل کرنے سے کافرون کا

شرک کرنا بدتر ہے قتل سے کہ تمنے انکو جرم شرک ہی پر قتل کیا۔ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا
اور کفار برابر تم سے قتال کرتے رہینگے یہانتک کہ تمکو تمھارے دین سے پھیر دین اگر قابو پا دین ف یہ کفار تمھارے دین کے دشمن ہین پس تم برابر
انکو مارو اور دین پر قائم رہو اور ہرگز کافرون کے فریب مین مت آؤ۔ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ
حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ اور جو کوئی تم مین سے اپنے دین سے پھرا پھر وہ مرا اس حال مین کہ کافر ہے تو اسکے اعمال سٹ گئے
دنیا و آخرت مین ف ان اعمال کا دنیا و آخرت مین کچھ شمار نہ ہوگا بلکہ وہ کافرون کے ساتھ دائمی جہنم مین رہیگا۔ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ
هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ اور ایسے ہی کفر پر مرنے والے تو دوزخی لوگ ہین وہ اسمین ہمیشہ پڑے رہینگے ف اس آیت مین چند مقام ہین از انجملہ کیا
ماہ حرام مین قتال روا ہے یا نہین اور پوچھنے والے کفار ہین یا مسلمان ہین اور مرتد کا کیا حکم ہے۔ اور ہر ایک کا بیان آتا ہے اور واضح ہو کہ یہ پہلا سریہ ہے جو
اسلام مین غنیمت و قیدی لایا ہے۔ پھر بعض علما نے کہا کہ آیۃ محکم ہے اور ماہ حرام مین قتال نہین روا ہے الا اسی طور پر کہ کافرون کے حملہ کو دفع کرے اور انکے
دفعیہ کے واسطے لڑے اور جمہور کے نزدیک۔ قولہ اقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم اور قولہ قاتلوا المشرکین کافۃ۔ سے یہ آیت منسوخ ہے یعنے کوئی مہینہ
ہو قتال کرنا روا ہے اور زمین حرم مین البتہ نہین روا ہے خواہ مہینہ حرام ہو یا حلال ہو پھر ماہہاے حرام چار ہین ذی قعدہ و ذی الحجہ و محرم و رجب پس
تین سرد اور ایک فرد ہے۔ قولہ یسئلونک عن الشہر الحرام۔ پوچھنے والے اکثر مفسرین کے نزدیک اہل اسلام تھے اور بیضاوی نے اسکو ضعیف جانا اور
میل کیا کہ پوچھنے والے مشرکین مکہ ہین کیونکہ قولہ تعالے۔ وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ۔ شاہد ہے کہ مشرکین ہی پوچھنے والے تھے تاکہ جیسی انھون نے مسلمانون پر
تعریض کی تھی ویسے ہی ان پر تعریض ہو جاوے اور یہ توجیہ بطریق بلاغت ہے اور البتہ صحیح مروی ہوا کہ مشرکین سوال کرتے تھے چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے
ذکر کیا کہ ابن ابی حاتمؒ نے جندب بن عبد اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگون کو روانہ کیا اور ان پر ابو عبیدۃ بن الجراح
کو امیر مقرر کیا پھر جب ابو عبیدہ چلنے لگے تو حضرت صلعم کے فراق سے روئے پس آپ نے ابو عبیدہ کو روک لیا اور بجاے انکے عبد اللہ بن جحش کو
مقرر کیا اور انکو ایک خط لکھ دیا اور حکم کیا کہ اسکو نہ پڑھین یہانتک کہ فلان مقام پر پہونچین اور فرمایا کہ اپنے ساتھیون مین سے کسیکو اپنے ساتھ
چلنے پر مجبور مت کرنا پھر جب مقام مذکور پر عبد اللہ نے خط کھولکر پڑھا تو کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور کہا کہ مین نے حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو بگوش دل سنا و منظور کیا پھر ساتھیون سے حال بیان کیا اور انکو خط پڑھ کر سنایا پھر دو شخص پھر رہے اور باقی لوگ چلے پس انھون نے
ابن الحضرمی کو پایا اور اسکو قتل کر دیا اور یہ نہ جانا کہ یہ روز جمادی الاخری کا ہے یا رجب کا ہے پھر مشرکون نے مسلمانون سے کہا کہ تمنے شہر حرام مین قتل کیا
پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر الآیۃ۔ اور سدیؒ نے ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اور سات آدمی تھے ان پر عبد اللہ بن جحش اسدی کو سردار کیا اور انمین عمار بن یاسر و ابو حذیفہ
بن عتبہ بن ربیعہ و سعد بن ابی وقاص و عتبہ بن غزوان سلمی اور سہیل بن بیضاء و عامر بن فہیرہ و واقد بن عبد اللہ یربوعی تھے اور ابن جحش کو
ایک خط لکھ دیا اور حکم کیا کہ اسکو نہ پڑھین یہانتک کہ بطن نخلہ مین اترین پھر جب بطن نخلہ مین اترے تو خط کھولا اسمین لکھا تھا کہ تو چلا جا یہانتک
کہ بطن نخلہ مین مقام کرے پس عبد اللہ بن جحش نے ساتھیون سے کہا کہ جو شخص تم مین سے موت کو چاہتا ہو وہ میرے ساتھ چلے اور وصیت کر دے
کہ مین نے وصیت کر دی اور مین حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلا جاؤنگا پھر چلے پھر ایک مقام پر سعد بن ابی وقاص و عتبہ دونون پیچھے
رہے کہ دونون کی سواری گم ہو گئی تھی اسکو ڈھونڈھتے رہ گئے اور ابن جحش چلکر بطن نخلہ مین پہونچے پھر ناگاہ وہان حکم بن کیسان و عثمان
بن عبد اللہ بن المغیرہ و نوفل بن عبد اللہ ملے پس انھون نے انمین سے دو کو قید کیا اور ابن الحضرمی کو قتل کیا اور واقد بن عبد اللہ نے اپنے تیر سے

له واخرجه ابن جریر والطبرانی فی الکبیر ایضا ۱۲

اسکو قتل کیا تھا اور نوفل انکے ہاتھ سے نکل بھاگا اسکا ہاتھ نہ آیا پس یہ پہلی غنیمت تھی جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاصل کی پھر جب وہ
لوگ مدینہ مین دو قیدی اور مال غنیمت لیکر لوٹ آئے تو اہل مکہ نے اپنے قیدیون کو فدیہ دیکر چھڑانا چاہا اور شہر حرام مین قتال کرنے پر عار دلایا اور بولے
کہ محمد کو زعم ہی کہ ہم اللہ تعالے کی اتباع کرتے ہین حالانکہ اُنھون نے ہی پہلے ماہ حرام مین تغیر کیا کہ اسمین قتال حلال کیا ہی اور ہمارے ساتھی کو ماہ رجب
مین قتل کر ڈالا پس مسلمانون نے کہا کہ ہم نے اُسکو جمادی الثانی مین قتل کیا ہی اور یہ بات یہ تھی کہ وہ پہلی رات رجب اور آخر رات جمادی الثانی
کی تھی اور شہر رجب داخل ہونے پر مسلمانون نے اپنی تلوارین میان مین کر دین اور اللہ تعالے نے نازل کیا کہ اہل مکہ کو عار دیتا ہی یسئلونک عن
الشهر الحرام قتال فيه قل قتال فيه كبير۔ اسے حلال نہین ہی اور اے گروہ مشرکین جو تمنے کیا ہی وہ شہر حرام مین قتل کرنے سے کہین بڑھکر ہی
کہ تمنے اللہ تعالے کے ساتھ کفر کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانکے ساتھیون کو روکا اور مسجد الحرام کے لوگون کو مسجد الحرام سے نکالا کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم وانکے ساتھیون کو تمنے نکالا ہی۔ یہ اللہ تعالے کے نزدیک ماہ حرام مین قتل کرنے سے کہین بڑھکر ہی۔ قال ابن کثیر اور عوفی نے ابن عباس سے
روایت کی کہ بات یہ ہی کہ مشرکون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا اور ماہ حرام مین مسجد الحرام تک پہونچنے سے مانع ہوے کہا ابن عباس نے
پس اللہ تعالے نے سال آیندہ مین ماہ حرام مین اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فتح دی پس اس واقعہ مین جب مشرکون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر عیب لگایا کہ ماہ حرام مین قتال کیا تو اللہ عزوجل نے رد فرمایا کہ وصد عن سبيل الله وكفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه اكبر عند الله۔ یعنے یہ
بڑا گناہ ہی بہ نسبت ماہ حرام مین قتال کے اور یہ بات یون تھی کہ رسول اللہ صلعم نے ایک سریہ روانہ کیا پس یہ لوگ پہونچے تو ابن الحضرمی
انکو ملا اور وہ طائف سے آتا تھا اور وہ آخر رات جمادی الثانی کی اور پہلی رات رجب کی تھی اور اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے گمان کیا کہ یہ رات
جمادی الثانی کی ہی اور تھی وہ اول رجب کی مگر انکو معلوم نہوا پس ابن الحضرمی کو ایک نے انمین سے قتل کیا اور جو کچھ اسکے ساتھ تھا سب چھین لیا
پھر مشرکون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس آدمی بھیجا کہ آپ کو عار دلاتے تھے کہ ماہ حرام مین قتل روا رکھا ہی پس اللہ تعالے نے فرمایا یسئلونک
عن الشهر الحرام قتال فيه قل قتال فيه كبير وصد عن سبيل الله وكفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه اكبر عند الله۔ یعنے اہل مسجد الحرام کو اسمین سے نکال
دینا یہ اس سے بڑھکر ہی جو اصحاب محمد صلعم نے کیا ہی۔ والفتنة اشد من القتل۔ اور شرک اس سے بھی زیادہ سخت ہی۔ ایسا ہی عکرمہ نے ابن عباس
سے روایت کیا کہ یہ آیت سریہ عبد اللہ بن جحش اور قتل عمرو بن الحضرمی کے بارہ مین اُتری ہی اور اسیکے مانند محمد بن السائب کلبی نے ابوصالح
کی طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہی اور محمد بن اسحق بن یسار مدنی نے اپنی کتاب السیر مین روایت کی کہ انھون نے کہا کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جحش بن رباب اسدی کو ماہ رجب مین بدر اولی سے لوٹتے وقت سریہ روانہ کیا اور انکے ساتھ آٹھ آدمی مہاجرین سے
جنمین کوئی انصاری نہ تھا روانہ کیے اور عبد اللہ کو ایک خط لکھدیا اور حکم کیا کہ اسکو نہ دیکھین یہانتک کہ دو روز چلے جاوین یعنے دو
منزل طے کرلین پھر اسکو دیکھین پس اسمین جو حکم کیا ہی اُسکے موافق چلے جاوین اور اپنے ساتھیون مین سے کسی پر چلنے کے واسطے زبردستی
نہ کرین اور انکے ساتھی مہاجرین تھے پھر بنی عبد شمس بن عبد مناف مین سے ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھے
اور انکے ہم قسم عبد اللہ بن جحش بن رباب اسدی تھے اور یہی قوم کے سردار کئے گئے تھے اور نیز عکاشہ بن محصن اسدی بن اسد بن خزیمہ
سے ایک شخص انکے ہم قسم تھے اور بنی نوفل بن عبد مناف مین سے عتبہ بن غزوان بن جابر تھے اور بنی زہرہ بن کلاب مین سے سعد بن
ابی وقاص انکے حلیف اور بنی کعب بن عدی مین سے عامر بن ربیعہ نیز انکے حلیف غیر ابن وائل سے تھے اور نیز واقد بن عبد اللہ بن
عبد مناف بن عرس بن ثعلبہ الیربوعی بنی تمیم مین سے انکے حلیف تھے اور خالد بن البکیر ایک شخص بنی سعد بن لیث مین سے انکے حلیف تھے

اور بنی حارث بن فہر مین سے سہیل بن بیضا رتھے پھر جب عبد اللہ بن جحش دو روز چلے تو پھر خط کھولکر دیکھا پس اوسمین لکھا تھا کہ جب تو میرے
اس خط کو دیکھے تو چلا جا یہانتک کہ تو بطن نخلہ مین مکہ وطائف کے درمیان اترکر قریش کا انتظار وتاک کرا ور اونکی خبرین ہمارے واسطے
معلوم کر پس جب عبد اللہ نے خط دیکھا تو کہا کہ مین نے اللہ ورسول کی فرمانبرداری قبول کی پھر اپنے ساتھیون سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے حکم دیا ہو کہ مین چلا جاؤن بطن نخلہ تک وہان قریش کی تاک کرون تاکہ اُنکی خبر لاؤن اور مجھے منع فرمایا ہو کہ مین تم مین سے کسی پر جبر واکراہ
کرون پس جو شخص تم مین سے شہادت چاہتا ہو اور اسمین رغبت رکھتا ہو وہ میرے ساتھ چلے اور جسکو یہ گران گذرے اسکو لوٹ جانا چاہیے
اور مین تو حکم رسول صلعم پر چلا جاؤنگا پھر عبد اللہ بن جحش چلے اور اونکے ساتھی بھی انکے ساتھ ہوے امین سے کوئی نہین بچھڑا پس سبھون نے
زمین حجاز کی بلندی کی راہ اختیار کی یہانتک کہ جب قرع کے اوپر معدن مین پہونچے جسکو بحران کہتے تھے تو وہان سعد بن ابی وقاص و
عتبہ بن غزوان کا اونٹ جسپر دونون باری باری سوار ہوتے تھے گم ہوگیا پس یہ دونون ڈھونڈھتے رہگئے اور عبد اللہ بن جحش و باقی لوگ
آگے چلے گئے یہانتک کہ بطن نخلہ مین اُترے پس وہان قریش کے اونٹ مال تجارت روغن زیتون واُدم وغیرہ سے لدے ہوے گذرے جنمین
عمرو بن الحضرمی تھا اور اس حضرمی کا نام عبد اللہ بن عباد تھا اور عثمان بن عبد اللہ بن المغیرہ اور اوسکا بھائی نوفل بن عبد اللہ مخزومی اور
حکم بن کیسان مولاے ہشام بن المغیرہ تھے پھر جب قوم نے (قریش ۱۲) انکو دیکھا تو اُنسے ڈرے حالانکہ انکے قریب اترے تھے پھر عکاشہ بن محصن انپر
ظاہر ہوے اور اُنھون نے اپنا سر منڈا یا تھا پھر جب عکاشہ کو دیکھا تو بیخوف ہوے اور کہنے لگے کہ عمار ہے (یعنی عمرہ ادا کرنے جاتا ہو ۱۲) تمپر انکی طرف سے کچھ خوف نہین
ہو اور مسلمانون نے اُنکے بارہ مین باہم مشاورت کی اور یہ آخر جمادی الثانی اول رجب مین تھا پس قوم نے کہا کہ اگر تمنے ان لوگون کو
اس رات چھوڑ دیا تو ضرور حرم مین داخل ہوجاوینگے اور پھر تمسے ممنوع ہونگے اور اگر تمنے اُنکو قتل کیا تو ماہ حرام مین قتل کرنا واقع ہوگا پس قوم کو تردد
پیش آیا اور اُنپر پیش قدمی سے گناہ کے خیال سے ڈرے پھر اپنا دل کڑا کرکے سبنے اسی بات پر اتفاق کیا کہ کافرون مین سے جسکو پاؤ قتل کرو
اور جو کچھ انکے ساتھ ہو سب چھین لو پس واقد بن عبد اللہ تمیمی نے عمرو بن الحضرمی کو تیر مارا اور اسکو قتل کیا اور عثمان بن عبد اللہ وحکم بن کیسان کو
قید کر لیا اور نوفل بن عبد اللہ ہاتھ سے نکل گیا ایسا کہ تلاش سے ہاتھ نہ آیا پھر عبد اللہ بن جحش مع اپنے ساتھیون کے دونون قیدی اور لدے ہوے اونٹ
لیے ہوے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین مدینہ حاضر ہوے۔ محمد بن اسحٰق نے کہا کہ بعضے اولاد عبد اللہ بن جحش نے ذکر کیا کہ عبد اللہ بن جحش نے اپنے ساتھیون سے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس غنیمت مین سے جو ہمنے حاصل کی ہو پانچوان حصہ ہو اور یہ بات انھون نے قبل اسکے کہی تھی کہ اللہ تعالے نے مال
غنائم سے پانچوان حصہ فرض فرمایا پس عبد اللہ نے اس مال لدے ہوے مع اونٹون کے پانچوان حصہ الگ کر لیا اور باقی اپنے ساتھیون کے درمیان تقسیم کر دیا۔ ابن اسحٰق نے
کہا کہ پھر جب رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے تمکو ماہ حرام مین قتال کرنیکا حکم نہین دیا تھا اور مال اور ہر دو قیدی کو توقف مین رکھا اور انکار
کیا کہ اسمین سے کچھ قبول نہ فرمایا پس جب رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا تو عبد اللہ وانکے ساتھی نادم ہوے اور اونکو گمان ہوا کہ ہمسے بڑا گناہ واقع ہوا اور دیگر مسلمانون نے انکو
اُنکے فعل پر ملامت کی اور قریش کے مشرک کہنے لگے کہ محمد واُنکے ساتھیون نے ماہ حرام کو حلال کر دیا اور ماہ حرام مین خونریزی کی اور اسمین مال چھین لیا اور لوگون کو
قید کیا اور یہود نے اسمین بد فالی کی باتین نکالین جو اللہ تعالے نے اُلٹے انھین پر ڈالین۔ پھر جب لوگون نے اُسمین زیادہ بڑھ بڑھکر باتین بنائین تو
اللہ تعالے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا یسئلونک عن الشهر الحرام قتال فيه قل قتال فيه كبير وصد عن سبيل الله وكفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه
اكبر عند الله والفتنة اشد من القتل۔ یعنے اگر تمنے شہر حرام مین قتل کیا ہو تو اُنھون نے تمکو راہ خدا سے باوجود اسکے ساتھ کفر کرنے کے روکا ہے اور
مسجد حرام سے روکا اور تمھارا وہان سے نکالا جانا حالانکہ تم اسکے اہل ولائق ہو اللہ تعالے کے نزدیک تمھارے اُنکو قتل کرنے سے زیادہ بڑھکر ہے

لہ ظاہر روایات سے یہی ہے کہ آخر رجب وشروع شعبان کا اشتباہ تھا اور بعض نے دونون روایتون مین اس طرح جمع کیا ہے ۱۲ م

اور فتنہ اشد ہی قتل سے یعنے وہی لوگ مسلمانان کمہ کے دین کی وجہ سے ایسے فتنہ وعذاب مین ڈالتے تھے تا کہ اسکو اسکے دین سے پھر کفر کی طرف پھیر دین یہ انکا فعل اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمھارے قتل کرنے سے بڑھکر ہے۔ ولا یزالون یقاتلونکم حتے یردوکم عن دینکم ان استطاعوا۔ یعنے پھر وے لوگ اپنے بدتر افعال پر اڑے وقائم ہین ہنوز تو بہ نہین کی ہے اور نہ اس سے الگ ہوے ہین۔ ابن اسحق نے کہا کہ پھر جب قرآن مین یہ امر اترا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانون سے شدت وغم دور کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو قیدی اور مال غنیمت پر قبضہ کیا اور قریش نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دونون قیدیون کا فدیہ بھیجا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہم تکو یہ دونون قیدی فدیہ لیکر نہ دینگے یہانتک کہ ہمارے دونون ساتھی یعنے سعد بن ابی وقاص وعتبہ بن غزوان نہ آجاوین کیونکہ ہمکو انکے حق مین تمھاری طرف سے خیال ہے پس اگر تمنے انکو قتل کیا تو ہم تمھارے دونون ساتھیون کو قتل کرینگے پھر سعد وعتبہ آگئے تب رسول صلعم نے دونون قیدیون کو فدیہ پر چھوڑا لیکن حکم بن کیسان تو مسلمان ہو گئے اور انکا اسلام اچھا ہوا یعنے اچھے مسلمان ہوے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے یہانتک کہ بیر معونہ کے واقعہ مین شہید ہوے اور رہا عثمان بن عبداللہ تو وہ مکہ چلا گیا اور وہان کفر کی حالت مین مرگیا- **قال المترجم** ہکذا ذکرہ **ابن کثیر** اور مترجم کہتا ہے کہ ابن اسحق کی روایت اتم واوضح ہے ولیکن بعض بعض مقام پر وہم سے خالی نہین ہے اور محمد بن اسحق اگرچہ تحقیق یہ ہے کہ صدوق ہین یعنے سچے آدمی ہین انکی روایت مقبول ہے ولیکن وہم کر جاتے ہین چنانچہ آخر رجب شروع شعبان مین وہم کیا حالانکہ ثقات کی روایت مین شروع رجب اور آخر جمادی الثانی مین التباس ہوا تھا بالجملہ ان روایات سے ثابت ہوا کہ یہ سریہ عبداللہ بن جحش مین نازل ہوا ہے اور محمد بن اسحق کی روایت سے پایا جاتا ہے کہ مسلمانون مین اس بات کے سوال سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور صحیح یہ ہے کہ کفار قریش کے سوال پر نازل ہوئی ہے اور یہ تصریح اس قصہ کی بعض سیاق مین موجود ہے **قال ابن کثیر** اور شعیب بن حمزہ نے عن الزہری عن عروۃ بن الزبیر اسکے مانند روایت کیا اور انکی روایت مین یہ ہے کہ پھر کفار قریش مین سے کچھ لوگ ایلچی ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ مین آئے اور کہا کہ کیا ماہ حرام مین بھی قتال حلال ہے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ الآیہ **قال المترجم** پس شہر حرام سے یہان مطلق وہ مہینہ مراد ہے جسمین قتال پہلے حرام تھا کیونکہ قریش نے یہی سوال کیا تھا کہ کیا ماہ حرام مین قتال حلال ہے اور محتمل ہے کہ سوال مین ان کا منشا مخصوص ہو یعنے ماہ رجب جسمین یہ قصہ واقع ہوا اور جواب مین بھی مخصوص لیا جاوے یا عام لیا جاوے واللہ اعلم **بیضاوی** نے کہا کہ اکبر خبر ہے ان چارون باتون کی جو کبائر قریش کے اوپر شمار کی گئی ہین اگر کہا جاوے کہ یہ واحد ہے تو بیضاوی نے جواب دیا کہ افعل من یعنے اسم تفضیل مستعمل بمن مین واحد وجمع و مذکر و مونث یکسان ہے پس جمع کے ساتھ بھی وہ بمعنی جمع ہے- قولہ ولا یزالون یقاتلونکم خطاب مومنین کو ہے اور یہین سے اکثرون کو اشتباہ ہوا ہے کہ سوال کرنے والے مومنین ہی ہین حالانکہ یہ کچھ شبہہ کی وجہ نہین ہے اسواسطے کہ یسئلونک سے خطاب کفار کو نہین ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا ہے کہ سائلون کو یہ جواب دیا اور مسلمانون کو آگاہ فرمایا کہ متنبہ رہین وہ لوگ تم سے برابر عداوت رکھینگے تاکہ تکو تمھارے دین سے پھیر دین پس حتی واسطے تعلیل کے ہے اور قولہ ان استطاعوا- سے انکی حرکت کا استبعاد فرمایا جیسے کہتے ہین کہ تم ہمسے سمجھ لینا اگر جیت جاؤ حالانکہ یقین ہوتا ہے کہ کبھی نہ جیتے گا پس ایذان ہے کہ وہ لوگ کبھی ایسا نہین کر سکینگے- قولہ فیمت وہو کافر یعنے حال کفر ہی پر مرگیا۔ اور اسی قید سے شافعیہ نے نکالا ہے کہ اگر مسلمان ہوکر مرا تو اعمال حبط نہونگے بلکہ ثواب پاویگا جیساکہ مفسر نے ذکر کیا ہے ولیکن شربینی خطیب شافعی نے کہا کہ مرتد ہونے سے پہلے جو اعمال اسنے کیے تھے اوسکا ثواب جاتا رہیگا اسکو شافعی رحمہ اللہ نے صریح فرمادیا ہے اگرچہ بعض متاخرین نے اسمین خلاف کیا ہے انتہی کلامہ اور مبنی اس قول کا جو مفسر نے ذکر کیا یہ ہے کہ قولہ اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون- کا عطف جملہ شرطیہ یعنے مجموع شرط وجزا پر ہے- اور اگر- فاولئک حبطت اعمالہم- یعنے جملہ جزاء پر عطف ہو جیساکہ ظاہر ہے تو اعمال کا حبط ہونا اور دائم دوزخ مین رہنا دونون باتین مرتد ہوکر کافر مرنے پر مترتب ہونگی پس شافعیہ جو دلیل کرتے تھے

وہ جانی رہیگی- پھر جاننا چاہیے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرتد ہونے ہی سے اعمال باطل ہو جاتے ہین خواہ وہ مسلمان ہو کر مرے یا مرتد ہی مرجاوے ہان
مرتد ہو کر پھر مسلمان ہونے کے بعد جو اعمال نیک کریگا اور حالت اسلام پر مریگا تو مرتد ہو کر پھر مسلمان ہونے کے بعد والے اعمال خیر کا ثواب پاویگا اور
دلیل اسپر قولہ- ومن کفر بالایمان فقد حبط عملہ- یعنے جو کافر ہوا ایمان سے پس ضرور اسکے اعمال باطل ہوے پس اس سے ثابت ہوا کہ مرتد ہونا موجب حبط
اعمال ہو اگر کہا جاوے کہ یہ آیت مطلق ہو اور جس سے شافعیہ نے دلیل پکڑی ہو وہ مقید ہو پس مطلق کو مقید پر محمول کرنا چاہیے تو جواب یہ ہو کہ مطلق کو مقید پر
اُسوقت محمول کیا جاتا ہو کہ حادثہ واحد ہو اور اطلاق وتقئید دونون حکم مین ہون اور یہان اگرچہ حادثہ واحد یعنے مرتد ہو جانے کے بارہ میں دونون آیتین
ہین مگر حکم مین اطلاق وتقئید نہین ہو بلکہ سبب مین ہو پس مطلق کو مقید پر محمول نہین کر سکتے ہین- اور بعض فقہا نے یہ جواب دیا کہ اس آیہ سے
ثابت ہوتا ہو کہ دو کام ہین اور دونون پر دو جزا علٰحدہ علٰحدہ ہین یعنے مرتد ہونا اور کافر مرنا پس مرتد ہونے کی جزا حبط اعمال ہو اور کافر مرنے کی جزا
خلود فی النار ہو- اور جاننا چاہیے کہ اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہو کہ اگر کسی نے حج کیا پھر وہ مرتد ہو گیا نعوذ باللہ منہ پھر مسلمان ہوا اور اسکو استطاعت
اور مالداری ایسی حاصل ہو کہ حج اسپر واجب ہو تو امام شافعی کے نزدیک اسپر حج کا اعادہ واجب نہین ہو اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہو اسواسطے
کہ پہلا حج تو حبط ہو گیا اور بعد مسلمان ہونے کے عود نہ کریگا اور شافعیؒ کے نزدیک چونکہ پھر مسلمان ہو گیا ہو حبط نہ ہوگا مترجم کہتا ہو جیسا کہ خطیب نے نقل
کیا ہو کہ ثواب جاتا رہیگا اس بنا پر امام شافعی کے نزدیک اعادہ حج واجب ہونا چاہیے اسواسطے کہ مقصود اس سے ثواب ہی ہو فتامل- اور نیز ثمرۂ
اختلاف سے یہ ہو کہ اگر کسی نے ظہر کی نماز پڑھی پھر مرتد ہو گیا نعوذ باللہ منہ پھر تھوڑی دیر کے بعد مسلمان ہوا اور ابھی ظہر کا وقت باقی ہو تو امام ابوحنیفہؒ
کے نزدیک ظہر کا اعادہ اُسپر واجب ہو اور شافعیہ کے نزدیک نہین واجب ہو واللہ اعلم

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ
جو لوگ ایمان لائے اور جنھون نے ہجرت کی اور لڑے اللہ کی راہ مین وہ امیدوار ہین اللہ کی مہر کے
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ
اور اللہ بخشنے والا مہربان ہو

طبرانی نے معجم کبیر مین اور ابن ابی حاتم نے جندب بن عبداللہ سے روایت کیا اور محمد بن اسحق نے بھی اپنی روایت میں کہا کہ جب عبداللہ بن جحشؓ
واسکے ساتھیون سے وہ الزام وغم دور ہوا جو ماہ حرام مین قتال کرنے سے پیدا ہوا تھا تب انکو ثواب کی امید ہوئی اور رسول اللہ صلعم سے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ بھلا ہم لوگ اس بات کی طمع رکھین کہ یہ لڑائی ہمارے واسطے ایک غزوہ ہوگا جسمین جہاد کرنے والون کا ثواب ہمکو
ملیگا پس اللہ تعالے عزوجل نے نازل فرمایا- إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ- پس اللہ عزوجل نے انکو اس سے بڑی امید مین کر دیا اور ابن اسحق
نے کہا کہ اس حدیث کو زہری اور یزید بن رومان نے عروۃ بن الزبیر سے بھی روایت کیا ہو کذا فی تفسیر ابن کثیر اور ہجرت کے معنے یہ ہین کہ ایک جگہ
چھوڑ کر دوسری جگہ وطن کر لینا اور مراد یہان یہ ہو کہ دار کفر سے مدینہ منورہ مین ہجرت کر کے آئے اور یہ خاص ہجرت تھی کہ اللہ تعالے نے اسپر ثواب
عظیم کا وعدہ فرمایا ہو اور حدیث مین ہو- کہ لا ہجرۃ بعد الفتح- یعنے بعد فتح مکہ کے پھر ہجرت نہین ہو اور ظاہر مراد یہ ہو کہ وہ خاص ہجرت نہین ہو جسکا ثواب
مذکور ہوا اور نہ ہر زمانہ مین جو مسلمان کسی دار الکفر سے دار الاسلام مین ہجرت کر جاوے وہ ثواب کی امید رکھے گا واللہ اعلم- اور افضل ہجرت یہ کہ اعمال
بد کو چھوڑ دے چنانچہ صحیح کی حدیث مین ہو- اور جہاد کے معنے اپنی کوشش بھر صرف کر دینا کسی کام مین اور فقہا کا اجتہاد مسائل کے نکالنے مین بھی

اسی معنی مین ہی اور مراد کافرون سے لڑنا اور حدیث سے ثابت ہی کہ جہاد وہ لڑنا ہی جو اس غرض سے ہو کہ اللہ تعالے کا کلمہ اور اسکا دین بلند ہو اور آیہ کریمہ مین والذین ہاجروا - پر پھر موصول کو مکرر فرمایا یعنے - ان الذین آمنوا و ہاجروا - نہین فرمایا تو اسمین ہجرت و جہاد کی بزرگی ظاہر فرمائی اور بیضاوی نے کہا گویا امید ثواب کے واسطے یہ دونون مستقل ہین اگرچہ ایمان ہونا ان دونون کے واسطے شرط ہی اور پرجون یعنی یطمعون ہی اسے طمع رکھتے ہین اور اعمال صالحہ حمیدہ کے بعد پرجون اسواسطے فرمایا کہ دنیا مین آدمی اگرچہ تمام طور پر طاعت و فرمانبرداری کو پورا کرے مگر قطعی یقین نہین کرسکتا کہ مین جنتی ہون بوجہ ان اعمال کے خصوص جبکہ اعتبار آدمی کے خاتمہ کا ہی لیکن اگر اللہ تعالے نے کسی کو جنتی کیا تو وہ بیشک جنتی ہی جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ کے جنتی ہونے کی خبر قطعی ہی اور وہ ابوبکر - عمر - عثمان - علیؓ - طلحہ - زبیر - ابوعبیدہ بن الجراح - سعید بن زید بن عمرو بن نفیل - سعد ابن ابی وقاص - عبدالرحمن بن عوف ہین اور جمیع اہلبیت اور اصحاب بدر و احد و بقیہ الرضوان بلکہ جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارہ مین مشہور و قریب متواتر احادیث صحیح ہین - ابن عطیہ نے کہا کہ رجا مین ہمیشہ امید کے ساتھ ایک طرح کا خوف ہوتا ہی جیسے خوف مین ہمیشہ ایک طرح کی امید لگی ہوتی ہی اور اللہ تعالے نے ان لوگون یعنے عبداللہ بن جحش وانکے ساتھیون کے حق مین اس آیت کو نازل فرمایا ولیکن عام طور پر لوگون کو شامل کردیا ہی یہ نہین ہی کہ آیہ کریمہ مخصوص انھین کے حق مین ہو اور قتادہ سے روایت ہی کہ اللہ تعالے نے اس آیت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیون پر اچھی تعریف فرمائی ہی اور وہ لوگ اس امت کے خیار اور برگزیدہ لوگ تھے اور لفظ رحمت کشیدہ لکھی گئی اور یہ رسم خط صحابہؓ کا گویا اشارہ ہی کہ تنگ تارے جو آخر مین نہ لکھی جاوے کیونکہ رحمت اللہ واسعۃ خصوص آخرت مین اہل قرآن کے واسطے ہے فافہم -

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ

تجھ سے پوچھتے ہین حکم شراب کا اور جوے کا تو کہہ انمین گناہ بڑا ہی اور فائدے بھی لوگون کو ہین اور انکا گناہ انکے فائدے سے بڑا ہے

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ

اور پوچھتے ہین تجھ سے کیا خرچ کرین تو کہہ جو افزود ہو - اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمھارے لیے حکمون کو شاید تم دھیان دھرو

فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ

دنیا و آخرت مین

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ - تجھے خمر و میسر کو پوچھتے ہین ف کہ خمر کا اور قمار کا کیا حکم ہی قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ تو کہدے خمر و میسر مین گناہ کبیرہ ہی - وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ - اور لوگون کے لیے منافع حقیرہے ف یعنے لوگون کو شراب خواری سے لذت ملتی ہی اور قمار سے مفت مال ملتا ہی اب خود اندازہ کرلو - وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا اور دونون کے نفع حقیر سے گناہ کبیرہ بڑھا ہوا ہی ف لیکن عجب شان رحمت الٰہی عزوجل اپنے پیغمبر صلعم کے اصحاب پر تھی کہ اسوقت قلق بھی بالکل دور نہین ہوا تھا اور شراب کی عادت تھی تو قطعاً حرام کیا - و يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ - اور تجھے پوچھتے ہین کہ خرچ کیا کرین - قُلِ الْعَفْوَ کہدے کہ جو بچتی ہو ف تمھاری ذاتی ضرورت سے زائد ہو - كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ - یون ہی اللہ تعالے تمھارے لیے اپنی آیات بینات کو بیان فرماتا ہی تاکہ تم دنیا و آخرت مین غور و فکر کرو ف پس تو نکات آلہیہ سے حق و باطل کو امتیاز کرلو - واضح ہو کہ بیان جمع ہین ایک شرب خمر کا دوم جوے کا سوم کیا خرچ کرین - پس تین مقام کے ساتھ اسکی تفسیر بیان کرنی چاہیے مقام اول - خمر لغت مین بمعنے ستر ہی اسے ڈھک دینا اسی سے عورت کی اوڑھنی کو خمار کہتے ہین اور حدیث مین ہی خمروا آنیتکم - اے اپنے برتنون کو ڈھک دیا کرو پس اسی سے شراب کو

خمر کہتے ہین کہ وہ عقل کو ڈھک دیتی ہے اور بعض نے کہا کہ خمر از مخامرہ ہے یعنے مخالط ہوجاتی ہے عقل کے ساتھ اور خطبۂ عمرؓ مین ہے الخمر ما خامر العقل یعنی خمر وہ ہے جو عقل سے مخامر ہوجاوے پھر انگور کا شیرہ جبکہ جوش مین آیا اور اشتداد ہوا اور جھاگ پھینکے تو وہ خمر ہے اور سوائے آب انگور کے اور چیز سے بھی جو مخامر عقل ہو وہ خمر کے حکم مین ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے وہ عنقریب اسمین کلام سورۂ مائدہ کی آیۂ تحریم خمر کی تفسیر مین آویگا انشاء اللہ تعالے۔ اور سوال کرنے والے بیان اہل اسلام ہین اور ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ امام احمد نے ابو میسرہ کے طریق سے عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ عمرؓ نے کہا کہ اے رب ہمارے ہمکو خمر کے حق مین بیان شافی بھیجدے کیونکہ وہ عقل و مال کھودیتی ہے پس یہ آیت اُتری پس عمرؓ بلائے گئے اور اُنکو پڑھ سُنائی گئی پس اُنھون نے کہا کہ اے اللہ ہمارے ہمکو خمر کے حق مین بیان شافی فرمادے پس اُتری وہ آیت جو سورۂ نساء مین ہے۔ یاایہا الذین آمنوا لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوتے تو آپکا منادی پکار دیتا کہ آگاہ رہو کہ نماز سے کوئی نشہ والا قریب نہو یعنے جو نشہ مین مست ہو وہ نماز کے قریب نہ آوے پس عمرؓ بلائے گئے اور اُنکو یہ آیت بھی پڑھ سنائی گئی پھر اُنھون نے کہا کہ اے اللہ ہمارے ہمکو خمر کے حق مین بیان شافی فرمادے پس وہ آیت اُتری جو سورۂ مائدہ مین ہے پس عمر بلائے گئے اور اونکو سُنائی گئی پھر جب۔ فہل انتم منتھون تک پہونچے تو عمرؓ نے کہا انتہینا انتہینا یعنے ہم باز رہے ہم باز رہے اس حدیث کو ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے روایت کیا ہے حافظ ابن کثیر نے کہا کہ ابو میسرہ کا نام عمرو بن شرحبیل ہمدانی ہے اور عمرؓ سے اُنھون نے سوائے اس حدیث کے اور کوئی حدیث روایت نہین کی ہے اور شیخ ابو زرعہ رازی نے کہا کہ ابو میسرہ نے عمرؓ سے نہین سُنا ولیکن علی بن المدینیؒ نے فرمایا کہ باسناد صالح صحیح ہے اور ترمذی نے بعد روایت اس حدیث کے اسکی تصحیح کی ہے۔ قفالؒ نے کہا کہ خمر کے حرام ہونے مین یہ ترتیب و تدریج حکمت کے ساتھ ہے کہ وہ لوگ خمر کے عادی و مالوف ہو رہے تھے پس اللہ تعالے کی کمال عنایت ہے کہ اُسنے آسانی فرمائی اور درجہ بدرجہ انکو اس سے نفرت دلائی یہانتک کہ جب نفرت نے اثر پیدا کرلیا اور وہ عادت ترک ہوئی تو حرام فرمایا **مقام دوم** میسر یعنے جوا اور اوسکو قمار بولتے ہین اور میسر اسکا نام اسواسطے رکھا گیا کہ یسر یعنے آسانی سے غیر کا مال اس پھندے سے ہاتھ آتا ہے یا اسوجہ سے کہ جوے سے ہارنے والے کا یسر جاتا رہتا ہے یعنے جو فراخی اور کشادہ دستی اسکو پہلے حاصل تھی کہ وہ ہارنے سے جاتی رہتی ہے اور یہ بھی سورۂ مائدہ کی آیت سے حرام ہوگیا مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین جو لوگون نے چھٹی ڈالنا اختیار کیا ہے یعنے زید نے مثلاً ایک گھڑی دس روپیہ کو فروخت کرنی چاہی اور دس آدمیون نے ایک ایک روپیہ جمع کرکے دس روپیہ کر دیے پھر چھٹی ڈالی جسکا نام نکل آیا وہ اس گھڑی کو لے گیا اور باقی محروم رہے اور انکا ایک ایک روپیہ مفت گیا تو یہ جوا اور حرام ہے اور ایسے ہی شرط وغیرہ کے مسائل ہین جو انشاء اللہ تعالے سورۂ مائدہ کی آیت مین جہان جوا قطعی حرام کیا گیا ہے مذکور ہونگے۔ پھر جاننا چاہیے کہ خمر و میسر کے حکم سے سوال تھا یعنے یسئلونک عن حکم الخمر والمیسر۔ اور ماہیت ان دونون کی معروف تھی اور انکی بابت کوئی اور حکم آیا بھی نہ تھا اور جواب بھی انکا حکم ہے۔ قولہ فیہما۔ یعنے انکی ماہیت مین نہین بلکہ انکے مرتکب ہونے مین۔ اثم کبیر پیدا ہوتے ہین۔ اور مراد اثم کبیر سے حرکات لایعنی و فحش و گالی گلوج ہین کیونکہ اسکے مقابلہ مین منافع للناس۔ فرمایا ہے اسیواسطے بعض صحابہ نے بعد اس آیت کے کہا کہ ہم اسمین سے اسقدر لینگے کہ منفعت حاصل ہو اور دوسرون نے جو ترک کیا تو احتیاطاً کہ آدمی حد اعتدال سے نکل جاتا ہے پس مفاسد کے مرتکب ہونے سے بیخوف نہین ہوسکتا اور یہ لوگ زیادہ صاحب فکر تھے کہ انھون نے اس سے معلوم کرلیا کہ ظاہراً گو حرام صریح نہین مگر مرضیات الٰہی کے خلاف ہونا اس سے نکلتا ہے اور منافع جو مذکور ہوے وہ مانند فرح و لذت و سرور و بلا محنت مال حاصل کرنے وغیرہ کے سب کا مرجع تن پروری اور دنیاوی خوشی ہے جسکو آخرت سے کچھ تعلق نہین۔ اسیواسطے آخر آیت مین۔ لعلکم تتفکرون سے۔ اشارہ فرمایا کہ فکر کرنے والے فکر کرلینگے پھر سورۂ نساء کی آیت اُترنے پر بعض صحابہ نے فکر کی اور کہا کہ جو ہماری نماز کے درمیان حائل ہو اسمین کوئی بھلائی نہین پس اسکو چھوڑ دیا۔ اور کہا لینہین

کہا کہ مفسر سیوطیؒ نے جو منافع کی تفسیر امور مذکورہ سے بیان کی اسمین اشارہ ہو کہ اسمین شفا و دوا کچھ نہین ہو اور حدیث مسلم اسی پر دلالت کرتی
ہو کہ وہ دوا نہین بلکہ داء یعنی بیماری ہو اور حدیث ابو داؤد کہ اللہ تعالے نے تمھارے لیے شفا اس چیز مین نہین رکھی جو تمپر حرام کردی ہو۔ ھ۔ اسیواسطے
امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہر حرام چیز سے مطلقا دوا کرنا حرام ہو اور یہی اصح مذہب امام شافعی کا ہو اور سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قبل تحریم کے اسمین منافع تھے
پھر جب حرام کی گئی تو اسمین سے منافع سب کرلیے گئے وقال المترجم تحقیق میرے نزدیک یہ ہو کہ اسکے منافع ان لوگون کے واسطے جو اپنے تن کو پالتے ہین
اور دار آخرت اور نور ایمان سے عاری ہین اب بھی موجود ہین پس زائل ہونا اثر انھین لوگون کے ساتھ ہو جنکو نور ایمان سے بہرہ اور دار آخرت کا حصہ ہے
کیونکہ رجس یعنے پلیدی اور نظافت یعنی پاکیزگی جمع نہین ہوتی اسیواسطے حدیث مین مسلمانون کی طرف خطاب کے ساتھ آیا ہو **مقام سوم** کیا خرچ
کرین پس مفسر سیوطیؒ نے اسکی تفسیر مین کہا کہ مراد سوال کی یہ ہو کہ کیا مقدار ہو اور پہلے جو سوال ہی گذرا ہو اس سے مراد جنس تھی یعنے کس جنس سے خرچ کرین
پس تکرار لازم نہین آتی ہو اور اسی سے بعض نے گمان کیا کہ سوال کرنے والے بھی عمرو بن جموح ہین اور روایت یہ ہو کہ معاذ بن جبل و ثعلبہ بن غنم نے یہ سوال کیا تھا
چنانچہ ابن ابی حاتم نے بسند مرسل روایت کیا اور ابن عباس سے روایت کی کہ چند صحابہ نے یہ سوال کیا تھا اور یہی اظہر ہو اور ابن کثیر نے بروایت ابن ابی حاتم
ذکر کیا کہ معاذ بن جبل و ثعلبہ بن غنم آئے اور دونون نے کہا یا رسول اللہ ہمارے مملوک اور اہل ہین کہ وہ ہمارے مال سے پرورش پاتے ہین پس اللہ تعالے نے
نازل فرمایا۔ ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔ اور سراج مین ہو کہ رسول اللہ صلعم نے لوگون کو صدقہ پر تحریض و ترغیب کی تھی پس انھون نے کہا کہ ہم کیا
خیرات کرین تب یہ آیت اُتری اور مدارک و زاہدی مین ہو کہ یعنے خرچ کرو جو قدر حاجت سے زائد ہو اور وہ مت خرچ کرو جسکی طرف تمکو حاجت ہو اور قدر
حاجت سے زیادہ گھرون مین مت رکھو پس آدمی اگر کاشتکار تھا تو ایک سال کا روزینہ رکھ لیتا اور باقی خیرات کردیتا اور اگر پیشہ ور تھا تو ایک روز کا
قوت رکھ لیتا اور باقی صدقہ کردیتا پھر زائد تصدق کرنے کا حکم ابتداء اسلام مین فرض تھا پھر آیۂ زکوۃ سے منسوخ ہوگیا انتہی اور ابن عباس سے روایت ہے
کہ یہ حکم زکوۃ مفروضہ کے فرض ہونے سے پہلے تھا رواہ ابن ابی حاتم اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن عباس سے روایت ہو کہ قولہ یسئلونک ماذا ینفقون
قل العفو۔ کہا ابن عباسؓ نے یعنے جو تیرے اہل سے بڑھتی ہو اور ایسا ہی ابن عمر و عطا و مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ و سالم و قاسم و ربیع بن
انس وغیرہم سے مروی ہو کہ عفو کے معنی انھون نے بڑھتی کے بیان کیے ہین قال ابن کثیر اور کہا گیا کہ یہ آیت منسوخ ہو آیۂ زکوۃ سے جیسا کہ علی بن ابی طلحہ و
عوفی نے ابن عباس سے روایت کیا ہو اور یہی قول عطاء خراسانی و سدی سے مروی ہو اور قول ہی جمہور علماء کا مذہب ہے اسواسطے کہ مال مین سوائے زکوۃ کے اور
کوئی حق نہین ہو لیکن اگر اسکو نفقات تطوع پر محمول کیا جاوے تو نسخ کی کوئی وجہ نہو گی بلکہ آیت محکم ہو گی اور زکوۃ مفروضہ ہو قال ابن کثیر اور بعض نے
کہا کہ یہ آیۂ زکوۃ اسکا بیان ہو جیسا کہ مجاہد وغیرہ نے کہا ہو اور یہی اوجہ ہو۔ قولہ کذلک یبین اللہ یعنے جیسے تمھارے لیے یہ احکام تفصیل و توضیح سے
بیان کردیے ایسے ہی تمھارے واسطے سب آیات و احکام و وعدہ و وعید بیان فرماتا ہو تاکہ تم دنیا و آخرت مین تفکر کرو۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا
یعنے دنیا کے زائل اور فانی ہونے مین اور آخرت کے سامنے آنے اور باقی ہونے مین فکر کرو۔ اور ابن ابی حاتم نے حسن سے روایت کی کہ انھون نے سورۂ بقر کی یہ
آیت لعلکم تتفکرون فی الدنیا والآخرۃ۔ پڑھی اور فرمایا کہ واللہ یہ آیت ایسی ہو کہ جسنے اسمین تفکر کیا البتہ جانیگا کہ دنیا دار بلا پھر دار فنا ہو اور ضرور جانیگا کہ
آخرت دار جزاء پھر دار بقا ہو اور ایسا ہی قتادہ و ابن جریج وغیرہ سے مروی ہو اور قتادہ سے روایت ہو کہ تم تفکر کرو تاکہ جانو کہ دار آخرت کو دار دنیا پر کیسی فضیلت
ہو پس آخرت کو دنیا پر اختیار کرو **قال المترجم** شاید محل فکر یہ ہو کہ دنیا مین فقط معاش و عبادت کے واسطے اسیقدر رکھا جس سے لوگون کو دق کرنا نہ پڑے
اور باقی سب کو دار آخرت کے واسطے خیرات کرنے کا حکم دیا کہ یہان فنا ہو یہان سامان جمع کرنا بیکار ہو اور آخرت باقی ہو وہان کے واسطے جمع کرو
بایں طور کہ نفقہ کرو۔ اور حدیث مین جابرؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے ایک شخص کو فرمایا کہ پہلے اپنے نفس سے شروع کر پس اسپر خرچ کر پھر اگر

بچے تو اپنے اہل پر خرچ کر پھر اگر تیرے اہل سے بچے تو تیرے قرابت کے واسطے ہی پھر اگر تیرے قرابت سے بچے تو ہکذا وہکذا یعنے ادھر ادھر خیرات کیے رواہ مسلم فـــ فی العرائس جب سر قلب کے ساتھ نفس مخامر یعنے خلط ہوجاتا ہی تو سر قلب مین غفلت سما جاتی ہی اور وہ نفس کے حظ و لذات و خواہشون کی ادراک سے مخمور و نشہ مین پڑجاتا ہی اور بندگی کے درجہ سے گر پڑتا ہی اور اُسی کی تاثیر سے روح جو آئینۂ صفات ہی معائنۂ آخرت سے اندھی ہوجاتی ہی اور اسپر پردہ آجاتا ہی اور پردۂ نفس کی وجہ سے وہ وصال و مشاہدہ و مقام قرب سے محروم پڑی رہتی ہی اور شیطان و نفس جو اپنا رشتہ و رسی قلب تک لگاتا ہی یہی میسر ہی پھر جب قلب کو اس رسی سے خواہش نفس کی طرف جھکا لیا تو نفس اسکو جیت گیا اور قلب مذکور سے ایمان و عرفان چھن گیا وہ ہارا ہوا نفس کے پنجہ مین پڑ گیا۔ قولہ تعالے قل فیہما اثم کبیر۔ یعنے شراب کی تاریکی عقل کا نور بجھاتی اور نفس امارہ کی خوشی بڑھاتی ہی پھر جب نور عقل بجھ گیا اور جہالت کی تاریکی بلند ہوئی تو ایسا موقع پاکر نفس امارہ فساد پر آمادہ ہوکر مقام ایمان کو خراب و برباد کر دیگا اور وہ قلب ہی پھر جب قلب ہی خراب ہوگیا اور جو چشمۂ ایمان تھا وہی برباد ہوا تو یہ قریب کفر کے ہی اور کفر انتہائی گناہ ہی کہ اس سے بڑھکر کوئی گناہ نہین ہی قال المترجم حدیث مین ہی کہ آدمی کے بدن مین ایک مضغہ (پارۂ گوشت) ہی اگر وہ صلاحیت پر رہا تو تمام بدن صلاحیت پر رہتا ہی اور اگر وہ بگڑا تو تمام بدن برباد ہوجاتا ہی آگاہ رہو کہ وہ قلب ہے (صحیح البخاری) یعنے اُسکی بھلائی سے تمام بدن کے جتنے اعضا ہین سب کار خیر پر آمادہ رہتے ہین خواہ خود یا قلب مذکور کے حکم سے اور قلب کے بگڑنے سے تمام اعضا سے گناہ سرزد ہوتے ہین پس شیخ نے شراب کی مضرت کو مشرح بیان کیا کہ وہ مفسد قلب ہی پھر قلب بگڑنے سے سب بگڑا اور قریب کفر کے نوبت پہونچی نعوذ باللہ منہ پھر شیخ نے اس سے بعض مسائل کا استخراج کیا اور فرمایا کہ نرد و اسکے مانند چیزون سے کھیلنا گویا بت پرستی کرنا ہی اسواسطے کہ ان چیزون مین مشغول ہونے سے نور ایمان کو نرد و شطرنج کی تصویرون مین مشتبہ کر دینا ہوتا ہی اور خیالی صورتین فہم مین جگہ پکڑتی ہین حالانکہ خیال راست و درست ہین امور خیر کا تصور بلکہ اللہ عز و جل کی آیات جگہ پانی چاہیے تھین پس یہ خمر کا پہلا اسباب ہی کیونکہ یہ دونون جمیع خبائث کو شامل ہی اور قول اسیواسطے فقہا و علما شراب کو ام الخبائث کہتے ہین قولہ قل العفو۔ عارفین کے نزدیک عفو وہ سب چیز ہی جو اللہ تعالے عز و جل کے سوا ہی پس سوا حضرت عز و جل کے دونون جہان عفو ہین یعنے جو چیز تمکو میری طرف سے اپنی طرف کچھ بھی مشغول کرے اُسکو میری طرف چھوڑ دو اگرچہ تمکو اسکی طرف چاہ و حاجت ہو تاکہ وہ تمہارے واسطے ذخیرہ اور نفائس کے میرے پاس ذخیرہ ہو بعوض اسکے کہ تمنے چیز واسطے اسکو چھوڑا تھا پس خواص کا یہ حال ہی کہ جو چیز انکو خوش آتی ہی اسی کو اللہ تعالے کی مرضی کے واسطے خرچ کر ڈالتے ہین اور اسواسطے خرچ کر دیتے ہین کہ ہماری مراد سوا حق کے اور کوئی چیز نہو اسواسطے کہ حق سبحانہ و تعالے اپنے نیک بندون کے احوال پر غیرت کی راہ سے اور انکے اسرار کو نگاہ رکھنے کی غرض سے کونین یعنے دونون جہان کی خواہش کی چیزون سے مراد نہین دیتا ہی لہذا وہ اپنی محبوب چیزین خیرات کرتے ہین اور عوام لوگ اپنی محبوب بے حاجت کی چیزون سے زائد اموال کچھ خیرات کرتے ہین قال المترجم مراد یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو کل چیز خیرات کر دیتے تھے کچھ بھی دوسرے روز کے واسطے نہین رکھتے تھے جیسا کہ صحاح احادیث مین ہی اور صحابہؓ کا یہ دستور تھا کہ کل کی حاجت کے لائق رکھ لیتے اور باقی سب خیرات کر دیتے اور ایسے ہی انکے اتباع و صالحین اور اولیا اللہ کا قاعدہ ہی اور عوام لوگ ایسا کرتے ہین کہ مال مین سے نفیس چیزون کو خیرات نہین کرتے ہین اور جنکو زائد سمجھتے ہین خیرات کرتے ہین اور یہ بقدر مستغنا رہی۔ قولہ تعالے کذلک یبین اللہ لکم الآیات لعلکم تتفکرون۔ اے شاید کہ تم دنیا و آخرت کے دراز میدان کو اپنے افکار کی بلند پروازی سے طے کرو تاکہ تمہارے دلون مین ان دونون کو اس حسن انتظام سے موجود دیکھکر افعال حق کے اور اسکی صنعت قدیم کی خوبی کے انوار چمک جاوین اور اسی نور سے تم دنیا و آخرت مین اسکی صفات کے نور کو دیکھو تاکہ اس وسیلے سے اسکے جلال کی ذات کے مشاہدہ کو پہونچو۔ اور نیز اگر تم فکر کرو تو شاید چشم تفکر سے دنیا کی صورت پر قہر الٰہی کا لباس دیکھو اور معلوم کرو کہ ظاہری آنکھ کے سامنے اُسکی تازگی ایسی ظاہر کردی ہی جس سے اسکے دشمن اور کافر لوگ اسپر فریفتہ ہوکر معرفت الٰہی سے محجوب و محروم بن گئے ہین اور چشم تفکر سے آخرت کی صورت لطف الٰہی کا لباس دیکھو اور معلوم کرو کہ اس سے اپنے نیک بندون کو امتحان مین

ڈالا ہے تاکہ لذت آخرت پر انکو امتحان کرے اور ظاہر ہو جاوے کہ اسکی محبت کے دعوی میں وہ کیسے سچے ہیں یہ دعوی انکی بشری رعونت سے نفسیں ہے

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۖ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ

اور پوچھتے ہیں تجھسے یتیموں کا حکم تو کہہ سنوارنا انکا بہتر ہے اور اگر خرچ ملا رکھو انکا تو تمہارے بھائی ہیں اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنے والے

مِنَ الْمُصْلِحِ ۗ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

اور درستی کرنے والے کو اور اگر چاہتا اللہ تو تم پر مشکل ڈالتا اللہ زبردست ہے تدبیر والا

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى - تجھسے یتیموں کو پوچھتے ہیں ف یعنے یتیموں کا مال اگر ہماری غذا ہو جاوے تو آگ ہے اور اس سے احتیاط بہت ضرور ہے اگر انکو ساتھ ملاتے کھلاتے ہیں تو گنہگار ہوتے ہیں اور اگر یتیموں کا جو مال ہے اسکو اپنے مالوں سے جدا کرتے ہیں اور انکیلیے انکے واسطے کھانا تیار کراتے ہیں تو یہ حرج ہے۔ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ فی اموالکم بتنمیتہا ومداخلتکم خَيْرٌ من ترک ذلک۔ کہدے کہ انکی اصلاح انکے مالوں میں باین طور کہ اسکے بڑھانے میں کوشش و مداخلت کیجاوے یا اسکے ترک کرنے سے بہتر ہے۔ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ۔ ای تخلطوا نفقتہم بنفقتکم یعنی اگر انکا نفقہ اپنے نفقہ میں خلط کرلو۔ فَاِخْوَانُكُمْ۔ ای فہم اخوانکم فی الدین ومن شان الاخ ان یخالط اخاہ۔ تو وہ لوگ تمہارے دینی بھائی ہیں اور بھائی کی شان سے ہے کہ اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملالے پس تمکو اختیار ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔ اللہ تعالے پہچانتا ہے اس شخص کو جو بگاڑنے والا ہے انکے اموال کو خلط ملط کرنے سے اس شخص سے جو درستی کرنے والا ہے انکے اموال کی پس دونوں میں سے ہر ایک کو اسکی جزا دیگا وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ۔ اگر اللہ تعالے چاہتا تو تم پر تنگی کر دیتا یعنے باین طور کہ ملالینے کو حرام کر دیتا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ اللہ تعالے غالب ہے یعنے اپنے امور میں غالب ہے کوئی چیز اسکو عاجز نہیں کر سکتی۔ حَكِيْمٌ۔ جو کرتا ہے اسمیں حکیم ہے ف تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی جب قولہ تعالے ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن اور قولہ ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا۔ یہ آیتیں اتریں تو جس شخص کی پرورش میں کوئی یتیم تھا اسنے قصد کرکے اسکا کھانا اپنے کھانے پینے سے الگ کر دیا پھر ایسا ہوتا کہ یتیم کے کھانے سے کچھ کھانا بچ رہتا تو اسکے واسطے رکھ چھوڑتا یہانتک کہ یتیم ہی اسکو کھاتا یا وہ بگڑ جاتا پس اس امر کی تکلیف ان لوگوں پر شدید معلوم ہوئی اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو ذکر کیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا ویسئلونک عن الیتامی الآیتہ۔ پس ان لوگوں نے انکے طعام کو اپنے طعام میں خلط کر لیا۔ ایسا ہی ابو داؤد و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و حاکم نے اسکو روایت کیا ہے اور ایسا ہی علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے و سدی نے ابن عباس و ابن مسعود سے روایت کیا ہے مجاہد و عطاء و شعبی و ابن ابی لیلی و قتادہ وغیرہم سلف و خلف نے اس آیت کا شان نزول بیان کیا ہے۔ بیضاوی نے کہا کہ قولہ قل اصلاح لہم خیر۔ ای تمہاری مداخلت انکی اصلاح کے واسطے یا انکے اموال کی اصلاح کے واسطے انسے کنارہ کشی کرنے سے بہتر ہے اور ابن کثیر نے فرمایا پس قولہ اصلاح لہم خیر یعنے انکے اموال کو علاحدہ رکھکر انکی اصلاح میں کوشش کرنا تمہارے واسطے بہتر ہے۔ وان تخالطوہم فاخوانکم۔ اور اگر تمنے انکے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے میں ملالیا تو تم پر کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں بیضاوی نے کہا کہ اسمیں خلط ملط کر لینے پر آمادگی دلائی یعنے تمہارے بھائی ہیں تم اپنے بھائیوں کی طرح انسے برتاؤ کرو کہ اپنے ساتھ میل میں رکھو اور چونکہ جملہ معطوف ہے۔ قولہ اصلاح لہم خیر پر تو معنے یہ ہوے کہ بشرط اصلاح اگر تم انسے خلط ملط رکھو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اسیکا موید ہے جو ابراہیم نخعی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں مکروہ جانتی ہوں کہ کوئی یتیم میری پرورش میں علحدہ ہو بلکہ میں اسکے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے میں ملا لونگی ذکرہ ابن کثیر اور ابو عبیدہ رحمہ نے کہا کہ یتیموں سے مخالطت

اسطرح ہے کہ یتیم کا مال ہو اور جسکی پرورش مین ہو اُسپر گران گذرے کہ اسکے واسطے علیحدہ کھانا تیار کرائے اور ضرور ہووے اسکو اپنے عیال کے ساتھ ملائے پس یتیم کے مال مین اندازہ کرکے اسقدر لیوے جو اُسکے واسطے کافی جانے اور اسمین غالباً گمان پر عمل کرے پس اسقدر کو لیکر اپنے عیال کے نفقہ کے ساتھ ملالے اور ایسی صورت مین کبھی کمی و زیادتی بھی واقع ہوجاتی ہے یعنے کبھی کم ہوگا اور کبھی زیادہ ہوگا پس ظاہر ہوا کہ اگر زیادتی ہوئی ہوگی تو اللہ تعالے نے اسکو عفو فرمایا ہے حالانکہ پہلی آیتون مین مال یتیم سے کچھ بھی کھانا روا نہین فرمایا تھا پس ظاہر ا وہ اس سے منسوخ ہوا بوجہ حرج کے **قال ابن کثیر** بلکہ مال یتیم مین سے نفقیر کے لیے بطور معروف کھانا بھی جائز فرمایا یا تو اس طور پر کہ جب دسترس ہوجاوے تو اسکا تاوان ادا کردے یا مفت جیسا کہ سورۂ نساء مین انشاء اللہ تعالے اسکا بیان آویگا۔ اور بعض نے مخالطت سے مصاہرت کے معنی بیان کیے ہین اور مجھے اسکے واسطے کوئی قول مستند نہین ملا واللہ اعلم لیکن **ابو مسلم اصفہانی** نے اسیکو اختیار کیا اور **بیضاوی** نے اسکی تضعیف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ پھر یتیمون کے مال کی صلاح کے یہ معنی کہ اسکو معطل نہ چھوڑے بلکہ تجارت وغیرہ سے اسکی بڑھتی کی فکر کرے اور اسمین دلیل ہے کہ یتیم کے ولی یا وصی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ مال یتیم مین خرید فروخت سے دخل دے اور مضاربت پر دے اور اجارہ وغیرہ پر جو صورتین نفع تجارت کی ہین اُنسے تصرف کرے ولیکن کوئی احسان کسی کیساتھ مال یتیم سے ایسا نہین کرسکتا جس سے یتیم کو نقصان ہو اگرچہ وہ نقصان یسیر ہو اور ایسے ہی ہر ایسا تصرف جسمین مال یتیم مین نقصان آوے روا نہ ہوگا اور ولی و وصی ضامن ہوگا و مسائل تصرف مال یتیم کے مترجم کے ترجمہ فتاوے عالمگیری سے مشرح و مفصل مل سکتے ہین وہان رجوع کرنا چاہیے اور یہین سے کہا گیا کہ مخالطت کی صورت مین مال یتیم مین سے اسقدر نہ لیوے جسمین یہ گمان ہو کہ مال یتیم ہی مین کچھ زیادتی رہے گی بلکہ اسقدر لیوے کہ مال یتیم مین کمی نہ رہے۔ قولہ۔ لاعنتکم۔ معنے یہ ہوے کہ اگر اللہ تعالے تمکو مشقت مین ڈالنا چاہتا تو مشقت مین ڈالتا ولیکن اُسنے تمپر آسانی کر دی اور گنجائش دیدی اور تمھارے حق مین یتیمون کے ساتھ میل جول جائز کر دیا ہے۔

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا

اور نکاح مین نہ لاؤ شرک والی عورتین جب تک ایمان نہ لاوین اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہے ہر کسی شرک والی سے اگرچہ تم کو خوش آتی ہو اور نکاح کر دو

الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ

شرک والون کو جب تک ایمان نہ لاوین اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے کسی شرک والے سے اگرچہ تمکو خوش آتا ہو وہ لوگ بلاتے ہین

ع ۲۷ ۵ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۠

دوزخ کی طرف اور اللہ بلاتا ہے جنت اور مغفرت کی طرف اپنے حکم سے اور بتاتا ہے حکم لوگون کو شاید وہ چوکس ہوجاوین

محدث دہلوی نے کہا کہ پہلے مسلمان و کافر مین ناتا نسبت جاری تھی اس آیت سے حرام ٹھہرا۔ اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا انکا نکاح ٹوٹ گیا اور شرک یہ ہے کہ اللہ کی صفت کسی اور مین جانے مثلاً کسی کو سمجھے کہ اسکو ہر بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے یا ہمارا بھلا یا برا کرنا اسکے اختیار مین ہے اور یہ کہ اللہ تعالے کی تعظیم کسی اور مین خرچ کرے مثلاً کسی کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت مانگے اسکو مختار جانکر۔ باقی یہود و نصاریٰ کی عورت سے نکاح درست ہے۔ **قال المترجم** اس بنا پر بہتیرے مسلمان جو تعزیہ سے منت مانگتے ہین مختار و قادر سمجھکر اور چیچک وغیرہ مین سیتلا پوجتے ہین سب شرک ہے اور علی ہذا القیاس اور چیچک مین سیتلا پوجنے وغیرہ کا مسئلہ تو فتاوے عالمگیری کے باب تکفیر مین مصرح ہے[1] اور شیخ دہلوی نے جو مرد یا عورت کے شرک سے نکاح ٹوٹنے کا مسئلہ ذکر کیا وہ باین معنی ہے کہ اسلام کے بعد جب مرد یا عورت نے شرک کیا تو مرتد ہوگیا و نعوذ باللہ پھر جاننا چاہیے کہ قولہ تعالے **وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ**۔ کافرہ عورتون سے نکاح مت کرو نکاح سے یہ عقد معروف مراد ہے وطی کرنا مراد نہین ہے پس یعنی عقد کرنا بھی مشرکہ عورتون سے روا نہین ہے یہانتک کہ وہ عورتین ایمان لاوین پھر شرک کرنے کا بیان اوپر معلوم ہوا پس بعض نے کہا کہ اہل کتاب یعنے دینی

[1] مترجم نے اسکو مقدم بیان کیا غرض مصلحت تفسیری ۱۲

ونصرانی عورتوں کو اہل شرک میں سے نہیں قرار دیا ہے پس ایسی عورتیں یہودیہ ونصرانیہ سے نکاح جائز ہے مترجم کہتا ہے کہ یہودیہ ونصرانیہ میں تفصیل کرنا چاہیے کیونکہ بعض یہودی تو عُزیر کو خدا کا بیٹا اور بہت فرقہ نصرانی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں نعوذ باللہ منہ اور الوہیت کے قائل ہیں چنانچہ فرمایا۔ ولقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ وما من الٰہ الا الٰہ واحد۔ البتہ کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین کا تیسرا ہے حالانکہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ واحد تو بالضرور ایسی عورتیں مشرکات کافرات ٹھہریں اور فرمایا۔ ولقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم۔ اور البتہ کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح ابن مریم ہے اور فاصلہ آیات میں ان کہنے والوں کو مشرک قرار دیا ہے اور بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ میں نہیں جانتا کہ کوئی شرک اس سے بڑھکر ہو کہ وہ عورت یعنے نصرانیہ کہے کہ عیسیٰ میرا پروردگار ہے اور اسی بنا پر ابن عمرؓ نے مشرکہ اہل کتاب سے نکاح کرنا مکروہ جانا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ لا تنکحوا المشرکات۔ میں الف ولام عہد کا ہے اور مراد اس سے بت پرست عورتیں ہیں یعنے اہل کتاب کے سوائے اور یہی قول امام احمد سے مروی ہے چنانچہ ابن کثیر نے ابوبکر الخلال کی روایت سے ذکر کیا کہ اسحٰق بن ابراہیم اور صالح بن احمد نے امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا قولہ تعالےٰ۔ ولا تنکحوا المشرکات تو فرمایا کہ مشرکات عرب جو بت پوجتی تھیں۔ اور اس قول پر اس لفظ سے کتابیہ عورتیں مراد ہی نہیں ہیں۔ اور اکثروں کے نزدیک لفظ عام اور مراد عام ہے کوئی مشرکہ خواہ بت پرست ہو یا کتابیہ ہو سب کو شامل ہے پھر حرمت اس حد تک ہے کہ وہ مشرکہ ہو لہذا فرمایا حتےٰ یؤمن۔ یہانتک کہ یہ عورتیں اسلام لاویں ف پھر کتابیہ عورتیں قولہ تعالےٰ۔ والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب الآیہ سے جو سورۂ مائدہ میں ہے خاص کی گئی ہیں چنانچہ ابن کثیر نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے ذکر کیا کہ قولہ تعالےٰ۔ ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن۔ میں ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اہل کتاب کی عورتیں مستثنیٰ کر دی ہیں اور ایسا ہی مجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر ومکحول وحسن وضحاک وزید بن اسلم وربیع بن انس وغیرہم کا قول مروی ہے اور ہم نے پہلے ذکر کیا کہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ مشرک ہیں پس مشرکات میں انکی عورتوں کا شمول صحیح ہے اور تخصیص وارد ہوسکتی ہے بالجملہ بہت سلف وخلف سے مروی ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کر لینا جائز ہے اور **شیخ ابن جریر** رحمہ اللہ نے کتابیہ عورتوں سے نکاح مباح ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور سراج میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان نے ایک نصرانیہ عورت سے نکاح کیا جو مسلمان ہو گئی اور طلحہ بن عبید اللہ نے ایک یہودیہ سے نکاح کیا اور حذیفہ بن الیمان نے ایک نصرانیہ سے نکاح کیا اور یہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں واقع ہوا پس عمرؓ سخت غضبناک ہوئے یہانتک کہ ان دونوں پر حملہ کا قصد کیا پس دونوں نے کہا کہ اے اُمیر المومنین ہم طلاق دیئے دیتے ہیں اور آپ غصہ نہوں تو فرمایا کہ اگر ایسی طلاق حلال ہوا کریں تو انکا نکاح حلال ہوگا۔ لیکن میں تم سے ان عورتوں کو خواری کے طور پر جدا کر دونگا **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ یہ اثر حضرت عمرؓ سے غریب ہے اور **شیخ ابن جریر** نے اسکا یہ جواب دیا کہ حضرت عمرؓ نے اسکو بمصلحت مکروہ رکھا مانند اسکے کہ لوگ مسلمان عورتوں سے بے رغبت ہوں اور سوائے اسکے اور مصلحتیں ہیں پھر **شیخ ابن جریر** نے اسکا ثبوت دوسری روایت سے پیش کیا اور کہا کہ حدثنا ابو کریب حدثنا ابن ادریس حدثنا الصلت بن بہرام عن شقیق۔ کہا شقیق نے کہ حذیفہ نے ایک یہودیہ سے نکاح کیا پس عمرؓ نے انکو لکھا کہ اُسکی راہ چھوڑ دے یعنے طلاق دیدے پس حذیفہ نے لکھا کہ کیا آپ اسکو حرام جانتے ہیں کہ میں اسکو طلاق دیدوں تو فرمایا کہ نہیں میں اسکو حرام نہیں جانتا ہوں ولیکن مجھے خوف ہے کہ تم لوگ ان عورتوں میں پڑکے مومنہ عورتوں سے بے پروائیاں کروگے اور یہ اسناد صحیح ہے اور ابن جریر نے زید بن وہب سے اپنی اسناد سے روایت کی کہ عمر بن الخطابؓ نے کہا کہ مسلمان مرد نصرانیہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے اور نصرانی مرد مسلمان عورت سے نکاح نہیں کر سکتا ہے اور اسکی اسناد اول سے بھی اصح ہے پس ثابت ہوا کہ کتابیہ عورتوں سے نکاح کر لینا بالاجماع جائز ہے اور امام شافعیؒ ایک قول اور ایک جماعت علماءؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ مشرکات میں سے کسی عورت سے نکاح نہیں جائز ہے خواہ کافرہ ہو یا کتابیہ ہو اور ان علماء کا استدلال

یہ ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت اس آیت سے منسوخ ہے یعنے سورۂ مائدہ کی آیت میں کتابیہ عورتین جائز تھین پھر اس آیہ سے اسکا جواز منسوخ ہوا اور یہ بدلائل ٹھیک نہین ہے اسواسطے کہ سورۂ بقرہ اول نازل ہوئی ہے اور سورۂ مائدہ آخر مین نازل ہوئی ہے پس یہ آیت پہلے اُتری تھی پھر سورۂ مائدہ والی آیت اُتری پس یہ آیت اس سے مخصوص ہوگی اور یہی اصح ہے واللہ اعلم اور یہان سے معلوم ہوا کہ مفسر رحمہ اللہ نے جو مشرکات کو کافرات سے تفسیر کیا تو مراد یہ ہے کہ کتابیہ کے سوائے عورتین کافرہ مراد ہین کیونکہ نصرانیہ اگرچہ کافرہ ہین لقولہ تعالے ولقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح ابن مریم الآیہ لیکن اکثر اطلاق انپر کتابیات کا معروف ہے۔ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ۔ اور بیشک مومنہ باندی بہ نسبت مشرکہ کے بہتر ہے ف اسمین مشرکہ سے مراد حرہ مشرکہ ہے کہ مسلمان باندی مشرکہ آزادہ سے بہتر ہے پس مسلمان آزاد عورت تو بدرجۂ اولیٰ کافرہ سے بہتر ہوگی سدی رح سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن رواحہ کے حق مین نازل ہوئی انکی ایک سیاہ حبشی باندی تھی اسپر ایک روز غصہ ہوئے اور اسکو طمانچہ مارا پھر اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور گناہ سے ڈرے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر اسکا حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسکا حال کیا ہے عرض کیا کہ روزہ رکھتی ہے نماز پڑھتی ہے اچھے طور سے وضو کرتی ہے اور گواہی دیتی ہے کہ اللہ تعالے کے سوائے کوئی معبود نہین اور آپ اللہ کے رسول ہین تو آپ نے فرمایا اے عبداللہ وہ تو مسلمان باندی ہے عرض کیا کہ پھر مجھے قسم ہے اُس ذات کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ مین اسکو آزاد کر دونگا پھر اسکو آزاد کرکے اُس سے نکاح کرلونگا یعنے بیوی بناؤنگا پھر انھون نے ایسا ہی کیا پس مسلمانون مین سے کچھ لوگون نے انپر طعن کیا اور کہا کہ اپنی باندی سے نکاح کرلیا اور یہ لوگ چاہتے تھے کہ مشرک لوگ حسب مین اچھے ہین انہین سے نکاح کراوین پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ ولامۃ مومنۃ خیر من مشرکۃ الآیہ۔ اور اسکو موکد فرمایا بقولہ تعالے۔ وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ۔ اگرچہ وہ کافرہ تم کو خوش آوے ف صورت مین خوب ہو تب بھی وہ بدتر ہے اور مومنہ باندی حبشیہ بدصورت اچھی ہے۔ اسیطرح کافرون کی تو ہین کی بقولہ تعالے۔ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ۔ اور مشرکون کو نکاح مین مت دو یہانتک کہ مومن ہوجاوین اور غلام مومن اچھا ہے بہ نسبت آزاد مشرک کے اگرچہ وہ تمکو بھلا معلوم ہو ف پس مشرک آزاد خوب صورت سے بھی غلام بدصورت حبشی اچھا ہے۔ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ۔ یہ لوگ کافرین وکافرات توجہنم کی طرف بلاتے ہین ف شرک وکفر و بدکاریون پر بلاتے ہین جس سے جہنم مین جاوے۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ۔ اور اللہ تعالے اپنے ارادہ سے جنت ومغفرت کی طرف بلاتا ہے ف رسول اللہ علیہ السلام کی پیروی کرو جنت مین داخل ہو۔ یہان سے واضح ہوا کہ نزول قولہ ولا تنکحوا المشرکات حتے یومن۔ اسی قصہ مین ہے یعنے لوگون نے عبداللہ بن رواحہ کے سامنے مشرکہ آزاد کو پیش کیا تھا یعنے مشورہ دیا تھا کہ فلانہ حرہ مشرکہ سے نکاح کرلو اس باندی سے کیا نکاح کیا ہے پس اللہ تعالے نے منع فرمایا کہ جب تک وہ ایمان نہ لاوے اس سے نکاح مت کرو اور حکم عام دیا کہ کسی مشرکہ سے جبتک ایمان نہ لاوے نکاح نہین روا ہے اور حرہ مشرکہ کے نکاح سے ممانعت کو مقدم فرمایا کہ وہی اہم تھا پھر تنبیہ فرمائی کہ جس باندی مسلمان سے نکاح کیا ہے وہ حرہ مشرکہ سے افضل ہے۔ اور واحدی وبغوی وبیضاوی وغیرہ نے وارد کیا کہ قولہ۔ لا تنکحوا المشرکات حتی یومن۔ کا سبب نزول یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثد بن ابی مرثد الغنوی کو جو بنی ہاشم کے حلیفون مین سے تھے مکہ بھیجا کہ وہان جو لوگ مسلمان ہین انکو وہان سے پوشیدہ نکال لاوین جب وہ مکہ مین گئے تو ایک عورت فاحشہ نے جسکا نام عناق تھا چاندنی رات مین پہچانا اور وہ جاہلیت کے زمانہ مین انکی دوست تھی اور خوبصورت عورت تھی وہ آئی اور آخر اسنے کہا کہ میرے ساتھ خلوت کروگے اُنھون نے کہا تیری خواری ہے اسلام نے ایسی حرکت سے منع کردیا ہے پھر جب مدینہ مین آئے تو حضرت سے اجازت مانگی پس یہ آیت اتری۔ ولا تنکحوا المشرکات حتے یومن۔ قال المترجم یہ قصہ تو سورۂ

ون کی آیہ- قولہ الزانی لاینکح الا زانیۃ او مشرکۃ الآیہ- کا سبب نزول ہے جیسا کہ حدیث ابو داؤد مین ہے اور قصہ صحیح بخاری مین موجود ہے- قولہ ولو اعجبتکم
اے اگرچہ تمکو خوش آتی ہو بسبب اسکے کہ وہ زیادہ مالدار ہے یا بسبب اسکے کہ زیادہ خوبصورت ہے- اور صحیحین مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت
صلعم نے فرمایا کہ عورت نکاح مین لائی جاتی ہے چار باتون کو دیکھکر مال وجمال وحسب ودین- پس تو دیندار عورت تلاش کر لے اور مسلم نے جابرؓ سے اسکے
مثل روایت کی ہے اور مراد یہ ہے کہ عورت جب دیندار مل جاوے تو پھر اور کسی بات کو نہ دیکھے اور اگر دین کی خراب ہو تو سب باتین لغو ہین اور مسلم نے
ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ دنیا متاع ہے اور اسکی متاع مین بہتر متاع وہ عورت ہے جو دیندار ہو تنبیہ مشرکین سے یہان بالاجماع بت پرست واہل کتاب
سب مراد ہین پس اجماع ہے کہ کوئی مومنہ عورت خواہ آزاد ہو یا باندی ہو کسی مشرک کے نکاح مین نہ بیاہی جاویگی خواہ مشرک اہل کتاب یہود ونصاری وغیرہم
مین سے ہو یا کوئی اور قوم بت پرست وغیرہ ہووے- قولہ واللہ یدعوا بیضاوی نے کہا اے واولیاء اللہ- پس مضاف حذف کر کے مضاف الیہ
اسکے مقام پر قائم کیا گیا اور اولیاء اللہ وہ مومن ہین پس مومنون کی تفخیم شان ہے اور وجہ یہ ہے کہ- اولئک سے اہل شرک کی طرف اشارہ ہے خواہ
مشرک مرد ہون یا عورتین ہون اور اس جملہ سے مومنون کی بھلائی ثابت کرنی مقصود ہے باین طور کہ اہل شرک دوزخ کی طرف بلاتے ہین اور مومنین
جنت کی طرف بلاتے ہین پس باہم نکاح بیاہ مومنون سے کرو نہ مشرکون سے- وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ؀
اور اللہ تعالے اپنی آیتین لوگون کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑین ف اور نعمت ایمان کی قدر کرین اور سورۂ احزاب قولہ تعالے

ماکان لمومن ولا مومنۃ الآیۃ کی تفسیر مین بعض نصیحت آوے گی-

١ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ
تجھے پوچھتے ہین حکم حیض کا تو کہہ وہ گندگی ہے سو تم پرے رہو عورتون سے حیض کے وقت اور نزدیک نہو انسے جب تک
يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ؀
پاک نہ ہو وین پھر جب ستھرائی کرلین تو جاؤ ان پاس جہان سے حکم دیا تمکو اللہ نے اللہ کو خوش آتے ہین توبہ کرنے والے اور خوش آتے ہین ستھرائی والے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ- تجھے محیض کو پوچھتے ہین ف یعنے محیض مین عورتون سے کیا برتاؤ کرنا چاہیے- محیض جائے حیض یعنے فرج
یا نفس حیض- قُلْ هُوَ أَذًى- کہدے کہ وہ گندگی ہے ف یعنے خون گندہ ہے یا پلیدی کی جگہ ہے- فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ
پس حیض مین عورتون کو الگ رکھو ف یعنے گھر مین ساتھ کھاؤ پیو لیکن وطی چھوڑ دو- وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ - اور قریب مت ہو
عورتون سے ف جماع کرنے کے لیے پاس نہو- حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ- یہانتک کہ پاک ہو جاوین ف ایک قراءت جمہور یطھرن بسکون
طا ہے تو حنفیہؒ نے لیا کہ دس دن پر پاک ہو جاوین دوسری قراءت یطّھّرن بتشدید طا و ہا ہے- تو یکہ دس دن سے کم مین خون بند ہو کر نہا وے سیوطیؒ
نے مطلقاً نہانے سے تفسیر کی- فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ- پھر جب یہ عورتین پاک ہو جاوین یعنے پاکی حاصل
کرلین تو جہان اللہ تعالے نے حکم دیا ہو جاؤ ف یعنے فرج مین انسے وطی کرو یا مراد یہ کہ فرزند کی خواہش کرو- إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَ
يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ- اللہ تعالے توبہ کرنے والون کو دوست رکھتا ہے اور پاکیزگی حاصل کرنے والون کو دوست رکھتا ہے ف جو حیض کی نجاست
سے دور رہتے ہین- اس سے ظاہر ہے کہ اغلام معہود جہان گو غلیظ ہو بدرجہ اولے حرام خبیث ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ یہود مین جب کوئی عورت
حائضہ ہوتی تو اسکو ساتھ نہین کھلاتے اور نہ گھرون مین اسکو کبھی ساتھ رکھتے بلکہ الگ نکال دیتے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے
حضرت صلعم سے اسکا سوال کیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا ویسئلونک عن المحیض الآیہ- پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوا ے

نکاح کے یعنے جماع کے اور سب باتین کرو پھر یہ خبر یہودیون کو پہونچی تو بولے کہ یہ پیغمبر نہین چاہتا ہی کہ ہمارے امر مین سے کوئی چیز چھوڑے پھر اسید
بن حضیر اور عباد بن بشیر دونون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ذکر کیا کہ یہود نے ایسا اور ایسا کہا پھر کیا ہم حائضہ عورتون سے جماع نہ کرین
پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا یہانتک کہ ہم لوگون نے گمان کیا کہ حضرت صلعم کو دونون پر غصہ آیا ہی پس دونون باہر نکلے پھر
اتنے ہی مین حضرت صلعم کے پاس دودھ ہدیہ آیا پس آپ نے دونون کو پیچھے آدمی بھیجکر بلوایا اور دونون کو وہ دودھ پلایا تو ہم نے جان لیا کہ دونون پر
آپ غصہ نہوے تھے رواہ الامام احمد ومسلم وابوداؤد والبغوی من طریقہ اور اصل قصہ یہ ہی کہ انصار مدینہ نے ایسی باتون کو زمانہ جاہلیت مین یہودیون سے
لیا تھا کیونکہ وہ لوگ اہل علم تھے پس انکی باتون کو لے لیتے تھے قال البیضاوی مروی ہی کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ حائضہ عورتون کو ساتھ نہین کھاتے
تھے اور نہ انکو ساتھ کھلاتے پلاتے تھے جیسے یہودی ومجوسی کیا کرتے تھے اور یہی حال انمین برابر جاری رہا یہانتک کہ ابو الدحداح اور چند صحابہ نے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا سوال کیا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ ویسئلونک عن المحیض قل ہو اذی الآیہ۔ پس ایسی شی ہی کہ اس سے اذیت
ہوتی ہی اور وہ کنایہ ہی قذر سے بقاف وذال معجمہ وآخر راء مہملہ یعنے گندگی پس اگر محیض کی لفظ سے حیض مراد ہی تو اسکی گندگی ظاہر ہی اور اگر ظرف یعنے
جاے حیض مراد ہو تو معنی یہ ہی کہ وہ محل قذر اور گندگی کی جگہ ہی پس اسی سبب پر حکم کی تفریع کی اور فرمایا۔ فاعتزلوا النساء فی المحیض یعنے یہی پلیدی و
گندگی سبب ہی عورتون کے اعتزال کا حالت حیض مین اور اعتزال یعنے اجتناب ہی اور کشاف مین مذکور ہی کہ جب یہ آیت اُتری تو بعض لوگون نے
اعتزال سے ظاہری معنے لیے اور عورتون حائضہ کو کوٹھری سے باہر کر دیتے تھے پس دیہات کے چند آدمیون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
جاڑا بڑا سخت ہی اور کپڑے تھوڑے ہین سو اگر ہم حائضہ عورت کو کپڑا دیتے ہین تو باقی گھر والے مرے جاتے ہین اور اگر گھر والون کو دیتے ہین
تو حائضہ مری جاتی ہی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم کو تو یہی حکم دیا گیا ہی کہ عورتون سے جماع کرنے سے اجتناب کرو جب وہ حائضہ ہون اور حدیث
صحیح مین اوپر مذکور ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر فرما دی ہی اور ابن کثیر نے کہا کہ قولہ فاعتزلوا النساء فی المحیض۔ یعنے فرج کیونکہ
حضرت صلعم نے کہا کہ سب باتین کرو سواے جماع کے اسیواسطے اکثر علماء اس طرف گئے ہین کہ حائضہ عورت سے سواے جماع کے اور سب
استمتاع روا ہی اور رہا اس سے جماع کرنا تو اہل علم کے درمیان اسمین کوئی خلاف نہین ہی کہ حائض سے وطی کرنا حرام ہی اور یہ ضروریات دین سے
معلوم ہی پس اسلام مین مثل دیگر امور کے یہ بھی اوسط راہ مستقیم ہی کیونکہ یہود کے راہ مین افراط ہی کہ اسکو بُری طرح ترک کرتے ہین کہ کھانا پینا الگ کرنا کیسا
کہ اسکو گھر سے باہر کر دیتے ہین ساتھ کبھی نہین رکھتے ہین اور نصاریٰ کی راہ مین تفریط یہانتک ہی کہ وہ لوگ حائضہ عورتون سے جماع کرتے تھے اور کچھ پروا نہین
کرتے تھے پھر حرام ہونے کی علت یہی پلیدی ہونا مشعر ہی کہ دبر مین وطی کرنا حرام ہی یعنے علت منصوص موجود ہی پس حرمت مین کوئی شبہ نہین ہی اور گوہ سے بڑھکر
کون پلیدی ہوگی پس معلوم ہوا کہ اس بات پر اجماع ہی کہ حالت حیض مین وطی کرنا حرام ہی اور سواے وطی کے یکجا رہنا و ساتھ کھانا پینا بالاتفاق جائز ہی
اور رہا یہ کہ فرج کے سوا ہی اس سے استمتاع لینا سو یہ اکثر علماء کے نزدیک روا ہی اور یہی اصح ہی اور حدیث مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ مرد کو اپنی جورو حائضہ
سے سواے فرج کے سب استمتاع روا ہی قال ابن کثیر اور یہی قول ابن عباسؓ ومجاہد وحسنؒ وعکرمہ کا ہی اور بعض روایات مین ابن عباسؓ سے آیا ہی کہ عورت جب حائضہ ہو تو
شوہر پر واجب ہی کہ اسکے بچھونے سے الگ رہے اور یہی عبیدۃ السلمانی تابعی کا قول مروی ہی پس اگر روایت صحیح ہو تو یہ احتیاط وتنزہ پر محمول ہوتا ہی تاکہ
فتنہ مین نہ پڑجاے کیونکہ صحیح مین حضرت عائشہؓ کی روایت مین بھی اشارہ ہی کہ حضرت صلعم اپنی بیویون سے حالت حیض مین سواے فرج کے استمتاع
لیتے مگر عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ جیسے اپنی خواہش پر مختار تھے ویسا تم مین کون ہو سکتا ہی یعنے ایسا کرنے پر دلیر نہونا چاہیے کیونکہ فتنہ مین پڑجانے کا خوف ہے
اور ابو داؤد نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ مین جب حائضہ ہوتی تو بستر سے چٹائی پر اُتر آتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نزدیک نہوتی

یہانتک کہ ظاہر ہو جاتی پس یہی تنزہ اور احتیاط پر محمول ہو اور نیز ابو داؤد نے معاذ بن جبل سے مرفوعاً روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ میرے لیے اپنی جورو سے کیا حلال ہو درحالیکہ وہ حائضہ ہو تو فرمایا مافوق ازار حلال ہو اور اس سے تعفف کرنا افضل ہو قال ابن کثیر اور
یہی روایت عائشہ وابن عباس وسعید بن المسیب وشریح سے ہو جیسا کہ اوپر گذرا اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ازار جہانتک ہو اس میں سے
استمتاع نہیں روا ہو اور اوپر کے بدن سے روا ہو اور یہی دیگر علما کا مذہب ہو اور ایسا ہی صحیحین میں میمونہ رضی اللہ عنہا سے اور عائشہؓ سے ثابت ہو
اور امام احمد وابو داؤد وترمذی وابن ماجہ نے عبد اللہ بن سعد انصاری سے مثل روایت معاذ بن جبل کے روایت کیا ہو قال المترجم اور یہی
ائمہ حنفیہ کے نزدیک مذہب ہو اور یہی امام شافعی کا ایک قول ہو **مسئلہ** اگر کسی شخص نے اپنی حائضہ عورت سے وطی کی تو کیا حکم ہو جواب
یہ ہو کہ اگر اُسنے حلال جانکر وطی کی تو کافر ہوا اور اگر غلبہ نفس وشیطان سے وطی کی تو استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور رہا یہ کہ اسمیں بھی
کفارہ لازم آتا ہو یا نہیں تو اسمیں علما کے دو قول ہیں ایک یہ کہ کفارہ لازم ہوتا ہو چنانچہ امام احمد واہل سنن نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی کہ حائضہ
سے وطی کرنیوالے پر دینار یا نصف دینار کفارہ ہو اور ترمذی کی روایت میں ہو کہ اگر خون سرخ ہو تو ایک دینار ہو اور اگر زرد ہو تو نصف دینار ہو اور نیز امام احمد کی صحیح
سے روایت مرفوع میں یہی ہو کہ اگر خون ہو تو ایک دینار ہو اور اگر خون زائل ہو چکا ہو مگر ہنوز نہائی نہو تو نصف دینار ہو اور یہی شافعی رحمہ اللہ کا قول قدیم ہو اور دوسرا
قول یہ ہو کہ اسمیں کچھ کفارہ نہیں بلکہ استغفار وتوبہ کرے اور یہی ائمہ حنفیہ وجمہور کا مذہب ہو اور ابن کثیر نے کہا کہ یہی اصح ہو اور یہی امام شافعی کا قول جدید ہو اور حدیث
کا جواب یہ ہو کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ثابت ہوئی بلکہ قول ابن عباس کا ثابت ہوا ہو اور ائمہ حدیث میں سے بہتیرے محدثین نے اسکو صحیح بیان کیا ہو کذا ذکرہ
ابن کثیر قولہ ولا تقربوہن حتی یطہرن یہاں قربت سے مراد جماع ہو یعنی ناف سے ما تحت ہو اور ساتھ سونے بیٹھنے کا پیچھے مانعت داخل نہیں ہو جیسا کہ اوپر کی احادیث سے معلوم
ہو چکا اور میمونہ وعائشہ کی روایتوں میں صحیح ہوا کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم میں سے جب کوئی حائضہ ہوتی تو ازار کس لیتی اور رسول اللہ صلعم کے بچھونے پر آپکے ساتھ ایک ڈھنے میں
شامل ہو جاتی تھی پھر اس مانعت کی انتہا بیان فرمائی قولہ تعالیٰ حتی یطہرن اور یطہرن میں دو قراءتیں ہیں ایک طاء کے سکون کا اور دوسری انقطاع حیض پس مانعت تا انقطاع
حیض ہوئی اور ایک قراءۃ تشدید طا ہو اور وہ طہارت مبالغہ ہو یعنی اغتسال سے پس مانعت تا اغتسال ہوگی اور اسی اختلاف قراءۃ کی وجہ سے علما میں
اختلاف ہوا ہیں ... ... قولہ حتی یطہرن ... ... فاذا تطہرن ... طہارت کریں پانی سے ... ابن ابی حاتم ... ...
عکرمہ وحسن ومقاتل ولیث بن سعد نے کہا ہو پس امام مالک وشافعی وجمہور نے کہا کہ عورت حائضہ سے جماع نہیں کرسکتا یہانتک کہ خون منقطع ہو اور غسل کرے کیونکہ
ابن عباس کی تفسیر میں پانی سے طہارت مذکور ہو ... ... شیخ سیوطی رحمہ نے ... پر اعتراض کیا ... کا قول مذکور ... ...
... ... غسل کرے جیسا کہ ... کا مذہب ہو اور نیز ... ... جیسا کہ طاؤس ومجاہد وعکرمہ کا قول ... وطی حلال ہو
اور نیز ... ... وطی حلال ... جیسا کہ اوزاعی کا قول ... ... غسل ہی کرے
... ... اجماع کیا ہو ... ... وطی روا نہیں ... ... طاؤس ...
... ... اتفاق ... القراءۃ تخفیف محمول ہو قراءۃ ... ...
... ... الاتفاق اغتسال ... ... انقطاع خون ... ...
... الانقطاع کے حلال ... ... جماع کے ساتھ قربت ... ... جب تک کہ حیض موجود ہو اور اسکا مفہوم
... ... مفہوم ... ... ابن عباس کی تفسیر ... ... حتی یطہرن
... یہیں کہ خون سے پاک ہو ... ... تفسیر ... ... اختلاف ... کے ساتھ الاتفاق قراءتین کی ...

ہوسکتی ہی بلکہ ہر دو قراءت بمنزلہ دو آیت کے ہونگی جیسا کہ اصول مین قرار پایا ہی لہذا امام ابوحنیفہؒ وابو یوسف ومحمد نے کہا کہ تخفیف کی قراءۃ محمول ہی طہارت انقطاع پر پس اگر وہ اکثر ایام حیض یعنے دس دن پر طاہر ہو تو بدون غسل کے اس سے وطی جائز ہی اور تشدید کی قراءۃ محمول ہی طہارت کامل کرنے پس اگر دس روز سے کم مین خون منقطع ہو تو اس سے قربت نہین کرسکتا یہانتک کہ وہ غسل کرے یا اُس پر وقت تحریمہ نماز کی قدر گذر جاوے پس اسمین ہر دو قراءۃ پر عمل ہی مگر آنکہ غسل کر لینے بھر کے وقت کو غسل کے قائم مقام کیا ہی واللہ اعلم- قولہ فاذا تطہرن فاتوہن من حیث امرکم اللہ- پھر جب خوب پاک ہوجاوین تو آؤ اُنکے قریب جہان سے حکم کیا تمکو اللہ نے- یعنے جماع کرو پس اتیان یعنے آنا کنایہ ہی جماع سے آور امرکم اللہ کے دو معنی ہین جہان امر الٰہی ہی اور وہ فرج ہی اور اس صورت مین تامل ہوگا کہ امر ظاہر نہین ہی دوم آنکہ امرکم اللہ باجتنابہ فی المحیض- ای حکم کیا تمکو اللہ نے اس سے اجتناب کرنے کا محیض مین اور وہ قبل ہی اور یہی معنی ظاہر ہین پھر فاتوہن بصیغۂ امر ہی اور یہ امر کس معنی کر ہی اسمین اختلاف ہی چنانچہ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ امر واسطے ندب کے ہی اور اسمین ارشاد ہی کہ حیض سے اغتسال کے بعد عورتون سے قربت کرین اور ابن حزم ظاہری نے کہا کہ ہر حیض کے بعد جماع واجب ہی بسبب اسکے کہ اللہ تعالے نے حکم کیا کہ- فاتوہن من حیث امرکم اللہ اور یہ استناد کچھ نہین ہی اسواسطے کہ امر مذکور بعد منع کے ہی اور جو امر بعد منع کے وارد ہوتا ہی اسمین علماء کے چند اقوال ہین بعضے کہتے ہین کہ مثل مطلق کے وہ بھی وجوب کے واسطے ہوتا ہی پس ان لوگون پر واجب ہوگا کہ یہان ابن حزم کا جواب دین کیونکہ سواے ابن حزم وغیرہ ظاہریہ کے یہان وجوب جماع کا کسیکا مذہب نہین ہی اور بعضے کہتے ہین کہ منع کے بعد اباحت کے واسطے ہوتا ہی جیسے- فاذا حللتم فاصطادوا- مین ہی کہ احرام مین شکار کرنے سے منع کیا پھر فرمایا کہ جب تم حلال ہوجاؤ تو شکار کرو حالانکہ حلت کے بعد شکار کرنا مباح ہی واجب نہین ہی اور جاننا چاہیے کہ ظاہر یہ یہان بھی وجوب کے قائل ہین ولیکن اباحت کے لوگ قائل کہتے ہین کہ نہی کا متقدم ہونا اس امر کا قرینہ ہی کہ وہ وجوب کے واسطے نہین ہی قال ابن کثیر وفیہ نظر اور کہا- کہ جس بات پر دلیل قائم ہوتی ہی وہ یہ ہی کہ ایسا امر اُسی حال کیطرف رد کردیتا ہی جو نہی سے پہلے تھا پس اگر نہی سے پہلے وجوب تھا تو اس سے وجوب ہوگا جیسے قولہ تعالے فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین- پھر جب ماہہاے حرام گذر جاوین تو مشرکین کو قتل کرو پس قبل نہی کے جہاد واجب تھا وہی ممانعت کے بعد کے اقتلوا امر سے واجب رہا اور اگر مباح تھا تو مباح ہوگا جیسے قولہ فاذا حللتم فاصطادوا- کیونکہ شکار کرنا پہلے مباح تھا اور جیسے قولہ فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا- پھر جب نماز جمعہ ادا کرلیجاوے تو متفرق ہو۔ اور اس قول پر سب ادلہ جمع ہوجاتی ہین اور اس قول کو امام غزالیؒ نے حکایت کیا اور بعضے ائمہ متاخرین نے اسکو اختیار کیا اور یہی صحیح ہی پھر قولہ من حیث امرکم اللہ- ابن عباسؓ ومجاہد وبہتیرون نے کہا کہ مراد فرج ہی یعنے فرج مین جماع کرو اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی مراد یہ ہی کہ فرج مین جماع کرو اور فرج سے اور طرف تجاوز مت کرو پس جو شخص کچھ تجاوز کریگا اُسنے حد سے گذر جانے مین ظلم کیا اور اسی پر سیوطیؒ نے اعتماد کیا ہی قال ابن کثیر اور ابو رزین وعکرمہ وضحاک وبہتیرون نے کہا کہ من حیث امرکم اللہ درحالیکہ طاہرہ ہون حائضہ نہون- قال المترجم اگر کہا جاوے کہ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کی تفسیر کیونکر ٹھیک پڑیگی کیونکہ من حیث ہی- فی حیث ہوتا تو درست ہوتی اور جواب یہ ہی کہ من حیث بمعنی فی حیث ہی جیسے قولہ تعالے اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ ای فی یوم الجمعۃ- اور قولہ ماذا خلقوا من الارض ای فی الارض پس ایسا ہی یہان ہی اور علی ہذا اسمین دلیل ہی کہ وطی فی الدبر حرام ہی اور عنقریب اسکا بیان آتا ہی انشاء اللہ تعالے ف۲ عرائس مین ہی کہ شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ اپنے افعال سے توبہ کرنے والون کو اور اپنے احوال سے پاک ہونے والون کو دوست رکھتا ہی حالانکہ وہ بلا علاقہ وبلا سبب کے حضرت عزوجل کے حضور مین قائم ہین- اور جعفرؒ نے فرمایا کہ اپنے سوالات سے توبہ کرنے والون کو اور اپنے ارادون سے پاک ہونے والون کو دوست رکھتا ہی اور ابو یزیدؒ نے فرمایا کہ گناہ سے تو ایک توبہ ہوتی ہی اور طاعت سے ہزار توبہ ہوتی ہی اور شیخ نصر آبادی نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جب فرمایا کہ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین تو تیری اچھی تعریف کی اور تیری کچھ قیمت قرار دیدی- اور جنیدؒ نے کہا کہ مین سری سقطی رحمہ اللہ کے پاس گیا اور اُنکو مغموم پایا پس انھونؒ نے کہا کہ بغدادیون مین سے

ایک نوجوان میرے پاس آیا اور مجھسے توبہ کی شرح پوچھی پس مین نے اسکو جواب دیا پھر اُسنے مجھسے کہا کہ اسکی حقیقت کیا ہی مین نے کہا کہ یہ کہ تو نے جس بات کی وجہ سے توبہ کی ہی اسکو نہ بھولے پس اُس نوجوان نے کہا کہ اسکی یہ حقیقت نہین ہی۔ جنید کہتے ہین کہ مین نے کہا اس نوجوان نے سچ کہا تو سری نے کہا کہ یہ کیونکر ہی تو جنید نے کہا کہ جب آدمی حالت جفا مین ہو پس وہ توفیق سے بدلکر حال صفا مین کیا گیا تو صفا کی حالت مین اس جفا کی یاد بھی وحشت ہی

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم

تمھاری عورتین تمھاری کھیتی ہین پس جاؤ اپنی کھیتی مین جیسے چاہو اور تقدیم کرو اپنے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم کو

مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۞

اُس سے ملنا ہی اور خوشخبری سنا ایمان والون کو

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ - تمھاری عورتین تمھاری کھیتی ہین ف یعنے کھیتی کرنے کا محل ہین کہ فرزند حاصل ہون - فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ - پس تم اپنے کھیت مین آؤ جیسے چاہو ف کھڑے بیٹھے چت پٹ وکروٹ سے - یہود نے مومنون سے کہا کہ جو شخص کہ اپنی جورو کی پشت کی طرف سے فرج مین جماع کرتا ہی تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہی پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی (رواہ مسلم) مترجم کہتا ہی کہ سنن مین بعض صحابہ سے روایت ہی کہ انصار ایک قوم تھی کہ ان مین عورتین متعزز تھین کہ سواے چت کے وطی نہین کراتی تھین اور قوم قریش اپنی عورتون سے ہر طرح سیدھے اُلٹے تلذذ حاصل کرتے تھے پس مین نے انصار مین سے ایک عورت سے نکاح کیا پھر جب مین نے اُسکے ساتھ اُسی طرح چاہا تو اُسنے انکار کیا پھر جب آیت اُتری تو معلوم ہوا کہ قریش کا فعل جائز ہی - وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ - اور تم لوگ اپنے واسطے تقدیم کرلو ف نیک نیتی سے اولاد کی نیت کرلو - وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ - اور اللہ تعالے سے ڈرو اور جان لو کہ تم اُس سے ملنے والے ہو اور اے رسول تو مومنون کو بشارت دیدے - ف اس آیۂ کریمہ مین اللہ تعالے نے بندون کو لطیف تنبیہ فرمائی کہ تمام چیزین جو آدمی کے مشتہیات ہین انمین سے بڑھکر جو عورت ہی وہ بنظر اشتہاے مذکور ایک بیقدر چیز ہی اُس سے آدمی کو شہوت رانی مقصود نہ ہونا چاہیئے بلکہ تقدیم عمل صالح کی غرض ہو مثلاً آنکہ فتنۂ نفس و شیطان سے بچنا مقصود ہو اور اولاد صالح کی غرض ہو اسواسطے کہ فتنہ بنی اسرائیل کے حق مین عورتون سے ہوا اور آدمی کی موت کے بعد اگر اسکا فرزند صالح اسکے لیے مغفرت کی دعا کرے یا اسکے نام پر خیرات کرے تو منجملہ تین باتون کے ہی جنسے انکو ثواب پہونچتا ہی جہان کہ اسکے ہاتھ پاؤن بالخیرہ جو اعضاء طاعت تھے سب گل گئے اور مجبور بیٹھا ہی اور دوم جسکو علم سکھایا ہی اور سوم پل و مسجد و کنوان و مہانسراے وغیرہ کی تعمیر ہے اور اس مضمون کو کیسے لطیف کنایہ و استعارہ سے ادا کیا کہ معجزہ بلاغت ہی قال تعالے - نساؤکم حرث لکم - حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حرث موضع الولد - اور بعض نے کہا کہ حرث لکم اے مزرع لکم تمھاری زراعت کرنے کی جگہ ہین اور ولد کے پیدا ہونے کی جگہ ہین بمنزلہ زمین کے اور اسمین افادہ ہی کہ اباحت فقط فرج کی ہی پس عورت کی فرج کو مانند زمین کے اور نطفہ کو مانند تخم کے اور ولد کو مانند کھیتی کے قرار دیا تشبیہ کے ساتھ پس ایک لفظ حرث لانے سے احتمال لواطت دور ہوگیا اسواسطے کہ دُبر کا مقام موضع حرث نہین ہو سکتا بلکہ موضع فرث ہی یعنی پلیدی کا ۱۲ بلکہ وہ انسان کے واسطے اسکے قوی اور مواد نسل کی کمی و ضعف کی راہ سے سخت مضر ہی چنانچہ اطبا کا اتفاق اسکی مذمت پر شاہد ہی پس قولہ - فاتوا حرثکم انی شئتم - انی بمعنے کیف ہی جیسا کہ سیبویہ نے کہا ہی اور یہی حضرت ابن عباس سے مروی ہی پس روا ہی کہ چت پٹ کروٹ سے کھڑے بیٹھے آگے سے پیچھے سے جس کیفیت سے چاہے جماع کرے بشرطیکہ دخول اُس مقام مین ہو جو موضع حرث ہی اور یہی احادیث صحاح سے ثابت ہی چنانچہ بخاری نے جابر سے روایت کی کہ یہود کہتے تھے کہ اگر عورت سے اسکے پچھونڈی طرف سے جماع کیا تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا پس نازل ہوا - نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم (اخرجہ مسلم و ابوداؤد) اور حضرت ابن عباس سے روایت ہی کہ کچھ لوگ حمیر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس آئے اور آپ سے کئی باتین پوچھین اوران مین سے ایک شخص نے عرض کیا کہ مین عورتون کو دوست رکھتا ہون تو آپ میرے حق مین کیا حکم دیتے ہین
پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم- اسکی اسناد مین عبداللہ بن لہیعہ راوی مین کچھ کلام ہے- اور امام احمد نے من طریق
سنش عن ابن عباس روایت کی کہ یہ آیت چند انصار کے حق مین اُتری کہ انھون نے آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا پس آپنے فرمایا کہ اپنی عورت کے
پاس ہر حال پر جاوے جبکہ فرج مین دخول ہو اور ابو جعفر طحاوی نے مشکل الحدیث مین ابوسعید خدری سے روایت کی کہ ایک آدمی نے اپنی عورت سے
پچھوندی سے جماع کیا پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا- نساءکم حرث لکم الآیہ- ورواہ ابن جریر وابو یعلی الموصلی ایضاً- امام احمد نے عبداللہ بن ثابت سے
روایت کی انہون نے حفصہ بنت عبدالرحمن بن ابی بکر کے پاس گیا اور عرض کیا کہ مین آپ سے ایک مسئلہ پوچھا چاہتا ہون مگر مین شرماتا ہون حضرت حفصہ بنت
عبدالرحمن فرمانے لگین کہ اے میرے بھائی کے لڑکے مت شرما اور پوچھ تو مین نے عرض کیا کہ عورتون سے پچھوندی کی طرف سے آنا کیسا ہے انھون نے فرمایا کہ مجھسے
حضرت ام سلمہؓ نے حدیث بیان کی کہ انصار کے لوگ عورتون سے پچھوندی کی طرف سے قربت نہین کرتے تھے اور یہود کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنی عورت سے پچھوندی
کی طرف سے قربت کریگا تو لڑکا احول یعنی بھینگا پیدا ہوگا پھر جب مہاجرین ہجرت کرکے مدینہ مین آئے تو انصار کی عورتون سے نکاح کیا اور انسے پچھوندی
کی طرف سے قربت کرنی چاہی تو ایک عورت نے اسطرح کرنے پر تابعداری کرنے سے انکار کیا اور بولی کہ تو ایسا نہین کریگا یہانتک کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلون
پس وہ ام سلمہ کے پاس حاضر ہوئی اور انسے یہ قصہ ذکر کیا پس ام سلمہ نے فرمایا کہ تو بیٹھ یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آوین پھر جب رسول صلعم آئے تو انصاریہ عورت شرمائی
کہ رسول صلعم سے دریافت کرے پس وہ باہر چلی گئی اور ام سلمہؓ نے حضرت صلعم سے پوچھا پس آپنے فرمایا کہ انصاریہ کو بلاؤ پس ام سلمہؓ نے اسکو بلایا پس آنحضرت صلعم نے
اسکو یہ آیت سنائی نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم- سوراخ واحد مین مترجم کہتا ہے یعنے پچھوندی سے فرج ہی مین دخول تو روا ہے- اس حدیث کو ترمذی
روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ مین کہتا ہون کہ یہ حدیث اس طور سے روایت کی گئی کہ حماد بن ابی حنیفہ عن ابیہ عن ابی خثیم
عن یوسف بن ماہک عن حفصہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ ایک عورت انکے پاس آئی اور کہا کہ میرا شوہر مجھسے آگے کی طرف سے اور پچھوندی کی طرف سے نزدیکی کرتا
پس مین نے اسکو مکروہ جانا پس یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو آپنے فرمایا کہ کچھ ڈر نہین جبکہ سوراخ واحد مین ہو- اور امام احمد نے سعید
بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ عمرؓ بن الخطاب آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ یا رسول اللہ مین ہلاک ہو گیا آپنے فرمایا کہ
تجھے کس چیز نے ہلاک کیا تو عرض کیا کہ مین نے گذری رات مین اپنے کجاوہ سواری کو الٹ دیا پس حضرت صلعم نے انکو کچھ جواب نہ دیا پس اللہ تعالےٰ نے آپ پر
نازل کی کہ نساءکم حرث لکم الآیہ- آگے سے قربت پیچھے سے قربت کر اور بچا دبر مقعد اور حیض سے- رواہ الترمذی ایضاً وقال حدیث حسن غریب والنسائی
وغیرہ- اور حافظ ابو یعلی موصلی نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلعم کے عہد مین اپنی عورت سے الٹا کیا یعنے پچھوندی سے
اس سے جماع کیا پس لوگون نے کہنا شروع کیا کہ فلانے شخص نے اپنی عورت سے الٹا کیا پس اللہ عزوجل نے نازل کیا- نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم
انی شئتم- اور ابو داؤد نے مجاہد کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اس آیت کے نکلنے مین بات یہ تھی کہ یہ گروہ انصار کا درحالیکہ بت پرست تھے
یہودیون کے پڑوس مین رہتے اور یہ اہل کتاب تھے اور انصار والے علم مین اپنے اوپر ان یہودیون کی فضیلت جانتے تھے پس بہتری باتون مین یہودیون کی
پیروی کرلیتے تھے پھر ان یہودیون کی ایک بات یہ تھی کہ عورتون سے ایک ہی حرف پر قربت کرتے اور یہ طور عورت کے لیئے زیادہ پردہ پوشی تھا پس گروہ
انصار نے اس فعل مین انھین کی اقتدا کرلی تھی اور یہ گروہ قریش تو عورتون کو تمام کھلا کشادہ کرڈالتے تھے اور سامنے کی طرف اور پچھوندی سے رخ اور
چت لٹا کر سب طرح انسے لذت حاصل کرتے تھے پھر جب مہاجرین مدینہ مین آئے تو ان مین سے ایک شخص نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کیا
اور اس سے ایسا ہی کرنے چاہا تو عورت نے اس حرکت پر انکار کیا اور کہا کہ ہم عورتون کے پاس تو ایک ہی طرز پر آیا جاتا تھا پس تو بھی ویسا ہی کر ورنہ مجھسے

ایک طرف رہ پس ان دونوں کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچی پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم یعنے چاہے سامنے سے آؤ اور چاہے پچھونڈے سے اور چاہے چت کرکے اور مراد اس سے وہ سوراخ ہے جو بچہ پیدا ہونے کا مقام ہے۔ ہکذا اخرجہ ابوداؤد ولفظہ روایۃ ام سلمہ اور اس حدیث کو طبرانی نے بھی محمد بن اسحق کے طریق سے روایت کیا ہے قال المترجم ان روایات میں اسباب نزول مختلف معلوم ہوتے ہیں مگر اکثر سلف وخلف صحابہ وتابعین سے قول یہود کی روایت مروی ہے اور انھوں نے تصریح کردی کہ وہی اسکا سبب نزول ہے اسیواسطے مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور ممکن ہے کہ متعدد سببکے بعد آیت نازل ہوئی ہو۔ پھر جاننا چاہیے کہ سلف وخلف از صحابہ وتابعین وائمہ علما سب متفق ہیں کہ تفسیر اس آیت کی یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور انھوں نے اجماع کیا ہے کہ عورت سے مقعد میں لواطت کرنا حرام ہے اور جن لوگوں سے اسکے خلاف مروی ہے وہ صحیح وثابت نہیں ہے اور قرطبی نے اپنی تفسیر میں ایک جماعت علما کی طرف عورت سے جواز لواطت کو نسبت کردیا جنمیں بعضے تابعین ہیں اور عنقریب معلوم ہوگا کہ یہ حکایت خلاف واقع ہے اور مترجم کو عجب ہے کہ لوگ بلا ثبوت وصحت کے کسی امام وپیشوا کی طرف کیونکر کسی قول کو نسبت کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ ٹھیک نہیں ہے اور کثرت سے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عورت سے اسکی دبر یعنے مقعد میں لواطت کرنا حرام وممنوع آیا ہے چنانچہ امام احمد ونسائی وترمذی وضیاء وغیرہم کی حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آیا مقعد وحیض سے بچتا رہے (قال الترمذی حسن) اور شافعی وابن ابی شیبہ وامام احمد ونسائی وابن ماجہ وابن المنذر وبیہقی نے خزیمہ بن ثابت رض سے روایت کی۔ ان سائلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اتیان النساء فی ادبارہن یعنے عورتوں کی دبر میں قربت کرنا کیسا ہے تو آپنے فرمایا کہ حلال ہے یا فرمایا کہ مضائقہ نہیں ہے پھر جب پھر کر چلا تو اوسکو بلایا اور فرمایا کہ تونے کیونکر کہا تھا اگر یہ تیری غرض ہے کہ عورت کے دبر کی طرف سے اسکی قبل یعنی فرج میں جماع کرے تو ہاں روا ہے اور اگر یہ تیری غرض ہے کہ اسکے دبر کیطرف سے اسکی دبر میں جماع کرے تو نہیں روا ہے اللہ تعالے حق بات سے استحیا نہیں کرتا ہے تم لوگ عورتوں کی دبر میں کبھی جماع مت کیجیو۔ اور امام احمد کی ایک روایت میں خزیمہ بن ثابت سے ہے کہ نہی فرمائی رسول اللہ صلعم نے کہ مرد اپنی جورو کے اسکے دبر میں وطی کرے۔ اور حسن بن عرفہ نے جابر رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شرم رکھو اللہ تعالے سے اور اللہ تعالے حق بیان کرنے میں شرم نہیں فرماتا ہے حلال نہیں ہے کہ تم عورتوں سے انکے حشوش میں وطی کرو۔ اسنادہ صحیح۔ حشوش جمع حش بمعنی گوھڑیا اور اس سے پاخانہ کا کنایہ بولا جاتا ہے اور یہاں مقعد مراد ہے اور اس لفظ سے نفرت شدید دلائی۔ اور امام احمد کی ایک روایت میں لا تاتوا النساء فی اعجازہن۔ آیا ہے یعنے عورتوں سے انکے چوتڑوں کی بیچ یعنی مقعد میں جماع مت کیجیو۔ اور کریب نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے ایسے مرد کی طرف نظر نہ فرماویگا جسنے کسی مرد یا عورت سے اسکے دبر میں وطی کی اخرجہ الترمذی وابن ابی شیبہ والنسائی وابن حبان اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن غریب اور ابن حزم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور نسائی نے اسکو ابن عباس سے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے۔ اور طاؤس نے ابن عباس سے روایت کی کہ ایک شخص نے ابن عباس سے پوچھا کہ عورتوں کی انکے دبر میں وطی کرنا کیا حکم رکھتا ہے ابن عباس نے فرمایا کہ تو مجھسے کفر کی بات پوچھتا ہے اخرجہ عبد بن حمید واسنادہ صحیح۔ اور عکرمہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ایک شخص آیا اور اسنے ابن عباس سے کہا کہ میں اپنی جورو سے اسکی دبر میں وطی کرتا تھا اور میں نے قولہ تعالے نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم سنا تھا پس میں نے گمان کیا تھا کہ یہ میرے واسطے حلال ہے تو ابن عباس نے فرمایا کہ او دیہاک شہد سے قولہ تعالے۔ فاتوا حرثکم انی شئتم۔ کے تو فقط یہ معنی ہیں کہ کھڑے اور بیٹھے اور آگے سے اور پیچھے انکی فرجوں میں جماع کرو اس سے دوسری راہ میں تجاوز مت کرو۔ اور احمد وبیہقی نے عبد اللہ ابن عمرو رض سے روایت کی نبی صلعم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جورو سے اسکی مقعد میں وطی کرتا ہے وہ لوطیہ صغری ہے اور عبد اللہ رض نے فرمایا کہ بھلا ایسا کوئی کریگا مگر وہی جو کافر ہو اور ایسا ہی عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوعاً روایت کیا گیا۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ اصح ہے ورواہ عبد بن حمید ایضا موقوفا۔ اور علی بن طلق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے منع فرمائی کہ عورتوں انکی دبر میں وطی کیجاوے رواہ احمد والترمذی وقال حدیث حسن۔ اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جورو کے اسکی

دبر مین وطی کرتا ہو اسد تعالے اسکی طرف نظر نہ فرماویگا رواہ احمد وابن ماجہ اور حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث مرفوعًا روایت ہو کہ ملعون ہو جو اپنی جورو سے اُسکے دبر مین وطی کرے۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی۔ اور حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ مردون کا اپنی عورتون سے انکی دبر مین وطی کرنا کفر ہے رواہ النسائی اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسد تعالے سے جیسا چاہیے ہے شرم رکھو۔ اسد تعالے حق بات سے شرم نہین فرماتا ہو تم لوگ عورتون سے اپنی دبر مین وطی ست کیجیو رواہ النسائی۔ اور علی بن طلق سے مرفوعًا روایت ہو کہ اسد تعالے حق بات سے حیا نہین کرتا ہو تم لوگ عورتون کے چوتڑون مین وطی مت کیجیو۔ رواہ احمد اور ابن مسعودؓ سے روایت ہو کہ محاش النساء یعنی عورتون کی مقعد حرام ہین رواہ ابوبکر الاثرم اور ثوریؒ نے روایت کی کہ ایک مرد نے حضرت علی کرم اسد وجہہ سے دریافت کیا کہ عورت کی دبر مین وطی کرنا روا ہو آپ نے فرمایا کہ تو نیچے گر پڑا اسد تعالے تجھے نیچے گرا دے ارے کیا تو نے اسد تعالے کا قول نہین سنا اتاتون الفاحشۃ ما سبقکم بہا من احد من العالمین۔ کیا تم ایسی فحش حرکت کرتے ہو جو تم سے پہلے تمام عالمون مین سے کسی نے نہین کی تھی۔ اس سے ظاہر ہو کہ حضرت علی کرم اسد وجہہ اسکی تحریم کے قائل تھے اور عبداسد ابن مسعود وابودرداء وابوہریرہ وابن عباس وعبداسد بن عمرو بن العاص وحضرت عمرؓ کے اقوال اسکی تحریم مین پہلے بیان ہو چکے ہین پھر یہان ایک روایت عبداسد بن عمرؓ سے موہم واقع ہوئی جس سے بعض لوگون نے جہالت سے دوسرے معنی لگائے چنانچہ ابن جریر نے روایت کی کہ نافع نے کہا کہ مین نے ایک روز قولہ۔ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ پڑھا تو ابن عمرؓ نے کہا کہ تو جانتا ہو کہ کس بارہ مین یہ آیت اُتری ہی مین نے کہا کہ نہین تو کہا کہ عورتون سے انکی دبر مین وطی کرنے کے بارہ مین اُتری ہو رواہ البخاری (ایضًا) اور معنی یہ ہین کہ عورت سے پچھونڈے کی طرف سے وطی کرنیکے بارہ مین اُتری ہو کیونکہ خود انکے باپ حضرت عمرؓ نے ایسا کیا تھا اور خائف ہو کر حضرت صلعم سے پوچھنے آئے پس یہ آیت نازل ہوئی کہ پچھونڈے کی طرف سے جماع کرنا جائز ہو جبکہ مقعد سے بچنا رہے جیسا کہ اوپر گذرا اور دلیل اسپر کہ عبداسد بن عمر کی یہی مراد ہو وہ روایت ہو جو نسائیؒ نے بطریق زید بن اسلم روایت کی کہ عبداسد ابن عمرؓ نے کہا کہ ایک شخص اپنی عورت سے پچھونڈے سے آیا پھر اسکو دل مین گناہ کا خطرہ ہوا پس اسد تعالے نے نازل فرمایا۔ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم الآیہ۔ اور کچھ شک نہین ہو کہ عرب اہل غلام کی شناعت اس درجہ کہتے تھے کہ کبھی ان مین یہ خطرہ بھی نہین گزرتا تھا چنانچہ قولہ تعالے۔ اتاتون الفاحشۃ ما سبقکم بہا من احد من العالمین الآیہ۔ کی تفسیر قصہ قوم لوط مین مفصل معلوم ہوگا پس قرطبیؒ کی نقل محض لغو وغلط واہی ہو۔ ابن عمرؓ سے خود اسکے خلاف اسی طرح طریق سے مروی ہو چنانچہ نسائی نے ابو النضر سے روایت کی کہ مین نے نافع مولائے ابن عمر سے کہا کہ تمہاری طرف نسبت کر کے یہ بات سُنی جاتی ہو کہ تم کہتے ہو کہ ابن عمرؓ نے یہ فتوی دیا کہ عورتون سے انکی دبر مین وطی روا ہو تو نافع نے کہا کہ لوگون نے مجھپر جھوٹھ باندھا اور مین تجھسے اسکی بات بیان کرتا ہون حال یہ ہوا کہ ابن عمرؓ نے ایک روز مصحف پڑھنا شروع کیا اور مین انکے پاس تھا یہانتک کہ اس آیت پر پہونچے نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ پھر کہا کہ اے نافع تو جانتا ہو کہ اس آیت کا قصہ کیا ہو تو مین نے کہا نہین تو کہا کہ ہم لوگ گروہ قریش کی عورتون سے انکی پشت کی طرف سے جماع کیا کرتے تھے پھر جب ہم مدینہ مین آئے اور ہم نے انصار کی عورتون سے نکاح کیا تو ہمنے اُنسے بھی یہی کرنا چاہا جیسا کیا کرتے تھے تو یہ عورتین اس امر کو مکروہ جانتی تھین اور بہت بڑا گناہ جانتی تھین اور انصار کی عورتون نے یہ اعتقاد یہود یہ عورتون سے لیا تھا کہ ان عورتون سے فقط پہلو پر جماع کیا جاتا تھا پس اسد تعالے نے نازل فرمایا نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم اور یہ اسناد صحیح ہو اور اسکو حافظ ابوبکر بن مردویہ نے بھی طبرانی کے طریق سے روایت کیا ہو پس یہ صریح ہو کہ عورتون سے اغلام کرنا روا نہین ہو اور ابن کثیر کی تفسیر مین ہو کہ ابن عمرؓ سے بھی ثابت ہو کہ وہ عورتون سے اغلام کرنا حرام کہتے تھے اسمین کچھ شک نہین ہو اور دارمی نے اپنی مسند مین سعید ابن یسار کے طریق سے روایت کی کہ انھون نے ابن عمرؓ سے کہا کہ ما تقول فی الجواری نحمض لہن۔ یعنی تم باندیون کے حق مین کیا کہتے ہو آیا اُنسے تحمیض کیجاوے تو فرمایا کہ تحمیض کیا چیز ہو تو عرض کیا کہ دبر مین وطی کرنا تو ابن عمرؓ نے فرمایا ابن کیا مسلمانون مین کوئی ایسا بھی کرتا ہو ایسا ہی عبداسد بن صالح نے لیث سے روایت کیا اور ایسا ہی ابن وہب اور قتیبہ نے لیث سے روایت کیا ہو اور یہ اسناد صحیح ہو اور نص صریح ہو کہ دبر مین وطی کرنا عبداسد بن عمر حرام جانتے اور کہتے ۱۹۰

تھے پس جو روایتیں ابن عمرؓ سے ایسی آئی ہیں کہ جسمین وہم واحتمال ہے معنے اُنکے یہی ہیں کہ عورتون سے پچھونڈے کی طرف سے فرج مین جماع کیاجائے اور ابن عمرؓ
صریح تحریم کے قائل تھے واضح ہو کہ ابن عباسؓ کو بھی ابن عمرؓ کے ظاہر لفظ سے یہی وہم ہوا تھا کیونکہ خبر دینے والے نے ابن عمرؓ کے قول سے اپنی فہم ناقص کے مطابق
معنے سمجھ لیے اور یہی جا کر ابن عباس سے نقل کردیے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ ناقل کی خطا ہے جیسے کہ نافعؒ کے بیان سے لوگون نے غلط معنے لگا لیے تھے جیسا کہ
اوپر مصرح معلوم ہو چکا تو یہ کچھ مضر نہین ہے۔ اور رہا یہ کہ امام مالک کی طرف نسبت کیا گیا کہ وہ اسکے جواز کے قائل تھے تو یہ بھی محض دروغ و باطل ہے اور کسی کتاب
مین انکا قول نہین ہے اور نہ انکے ہزارون شاگردون مین سے کسی نے نقل کیا حالانکہ انکے شاگردون مین ایک ہزار آدمی مانند امام شافعی وامام محمد کے اجلہ علما ہین لیکن قوم
روافض نے بہتان باندھا کہ امام مالک نے اسکو کتاب السر مین بیان کیا ہے حالانکہ کتاب السر عجیب عنقا ہے کہ کوئی اسکو نہین جانتا بلکہ مذہب مالکؒ کے فقہا ومشائخ اس
کتاب السر سے سخت انکار کرتے ہین اور امام مالکؒ کی شان بھی اس سے پاک ہے کہ انکی کوئی کتاب السر یعنے خفیہ کتاب ہو مترجم کہتا ہے کہ رافضی نے اپنے اوپر قیاس
کیا جیسے وہ خفیہ شیطانی حوالہ پر اپنا عقیدہ رکھتا ہے ایسے ہی اسنے ادھر جوڑا حالانکہ اللہ تعالےٰ نے دین اسلام کو ظاہر فرمایا بقولہ لیظہرہ علی الدین کلہ الآیہ۔ اور
بعض روایات سے پتہ ملا ہے کہ رافضی نے یہ دروغ تقیہ کرکے پھیلانا چاہا تھا مگر بھلا ایسے عالم پر کب چل سکتا ہے جسکے شاگردون مین سے ہزار تو عالم مجتہد
ہون۔ اور حاکم و دارقطنی وخطیب نے جو امام مالکؒ سے اس بارہ مین موہم روایات لکین وہ محض واہی و باطل ہین جیسا کہ ذہبیؒ نے رسالہ مفردہ مین ابطال کیا ہے۔ اور معن بن عیسیٰؒ
نے امام مالکؒ سے روایت کی کہ عورتون سے دبر مین وطی کرنا حرام ہے اور ابوبکر بن زیاد نیشاپوری نے اسمٰعیل بن روح سے روایت کی کہ مین نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ عورتون سے دبر
مین وطی کرنے کے بارہ مین آپ کیا کہتے ہین فرمایا کہ تم لوگ محض گنوار قوم ہو بھلا حرث کچھ اور ہوتا ہے سوائے موضع زراعت کے تو کبھی فرج سے تجاوز نہ کرو مین نے عرض کیا
کہ اے ابوعبداللہ بعضے لوگ کہتے ہین کہ آپ اسکے جواز کے قائل ہین فرمایا کہ معاذ اللہ لوگون نے مجھپر دروغ باندھا ہے انھون نے مجھپر دروغ باندھا اس سے تحقیق
ہوا کہ مالکؒ اسکی تحریم کے قائل ہین اور یہی قول امام ابوحنیفہ وشافعی واحمد بن حنبل اور انکے جملہ اصحاب کا ہے اور یہی قول سعید بن المسیب وابوسلمہ وعکرمہ وطاؤس
وعطاء وسعید بن جبیر وعروہ بن الزبیر ومجاہد وحسن وغیرہم سے مروی ہے اور ان لوگون نے اس حرکت پر سخت انکار کیا ہے اور بعضون نے ایسا کرنیوالے پر کفر کا اطلاق کیا ہے
اور یہی جمہور علما کا مذہب ہے طحاوی نے محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم سے حکایت کی کہ اُسنے کہا کہ مین نے شافعی سے سنا کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی تحلیل وتحریم مین کچھ
ثابت نہین اور قیاس یہ ہے کہ وہ حلال ہے ذہبیؒ نے میزان مین کہا کہ طحاوی مرد ثقہ معتمد ہین لیکن محمد بن عبدالحکم نے جھوٹ کہا یا وہم ہوا ہے اور اس روایت کو
خطیب بغدادی نے بھی روایت کیا اور ابونصر الصباغ نے فرمایا کہ ربیع جو امام شافعی کے خاص شاگردون مین سے ہین قسم کھاتے تھے کہ باللہ الذی لا الٰہ الا ہو البتہ
ابن عبدالحکم نے جھوٹ باندھا شافعی رحمہ اللہ پر اس بارہ مین کیونکہ شافعی نے اپنی کتابون مین سے چھ کتابون مین اسکے حرام ہونے کی تنصیص کردی ہے قال المترجم
ثابت ہوئی تفسیر آیت کی اور ثابت ہوا کہ حضرت صلعم نے سخت زجر فرمایا ہے لواطت والے پر اور اصحاب سلف وائمہ خلف وعلماء مجتہدین اسکی حرمت شدیدہ پر
متفق ہین پس بعد اسکے اگر فرض کیا جاوے کہ کوئی عالم اسکے جواز کا قائل ہے تو اُسکا قول اُسکے سر مارا جائیگا اور ہرگز اسکا اتباع کرنے والا نجات نہ پاویگا
اور مین نے اس مقام پر تفسیر ابن کثیر وغیرہ سے التقاط کلام کرکے اسواسطے تطویل کی کہ اس زمانہ مین خواہش نفسانی کے لوطی اور مفسدان فرقہ رافضہ
بہت فریب دیتے ہین اور عوام اپنی خواہش نفسانی کے پابندی مین انکی باتون پر کان دھر کر گمراہ ہوجاتے ہین ونعوذ باللہ من الضلال اور ابن جریر نے
ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ قدموا لانفسکم یعنے جماع کے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھکر ایساکرے اور صحیح بخاری مین ابن عباس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا
کہ اگر تم مین سے کسی نے جب اپنی عورت کے پاس جانیکا ارادہ کیا یون کہہ لیا کہ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا
تو اگر ان دونون کے درمیان کوئی بچہ مقدر ہوگا تو اسکو شیطان کبھی مضرت نہ پہونچاویگا۔ رواہ البخاری اور اسی قرینہ پر شاید بعض مفسرین نے قدموا
لانفسکم کی تفسیر مین کہا کہ اس جماع سے اولاد صالح کی خواہش کرے واللہ اعلم ف۲ قال الشیخ فی العرائس۔ قولہ نساؤکم حرث لکم الآیہ۔ اس مین

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کو مباشرت کے آداب سکھلائے کہ مطالبہ نفس کی حالت مین کام کو صدق نیت سے شروع کرین اور تقوی کو لازم رکھین حتی کہ ان باتون کو اپنے تمام احوال مین کبھی نہ بھولین اور انکی یہ صحبت بغرض شہوت رانی نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو اور واسطیؒ نے فرمایا کہ اپنے جماع کرنے مین اپنی سچی نیت کو مقدم کرو اور یہ نیت کرلو کہ یہ اسواسطے ہی کہ جو ہمپر حرام کیا ہی اس سے عفت حاصل ہو اسواسطے کہ بدون سچی نیت کے شہوت کی پیروی کرنا بڑی غفلت ہی قال المترجم یہی حال سب باتون مین ہی مثلاً بالون مین کنگھی وغیرہ کرنا اگر صفائی ستھرائی کی نیت سے ہے تو مسنون ہے اور ایسے ہی سرمہ لگانا وغیرہ بھی اور اگر خوبصورتی وغیرہ کی نیت سے ہی تو اسکی مذمت ہے

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ

اور نہ ٹھہراؤ اللہ کو نسبت کھنڈ اپنی قسمین کھانے کا کہ سلوک نہ کرو اور پرہیزگاری اور صلح درمیان لوگون کے اور اللہ سنتا

عَلِیْمٌ ۝ لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ

جانتا ہی نہین پکڑتا تم کو اللہ تمھاری ناکاری قسمون پر لیکن پکڑتا ہے اس کام پر جو کرتے ہین دل تمھارے اور اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے

لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ مت بناؤ اللہ کو ف یعنے اسم اللہ تعالیٰ کے ساتھ قسم کھانے کو عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ نشانہ واسطے اپنی قسمون کے ف بایطور کہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ قسمین کھاؤ کہ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ تم نکوئی نہ کروگے وتقوی نہ کروگے اور لوگون مین اصلاح نہ کروگے ف پس ایسی باتون کے نہ کرنے پر قسم کھانا مکروہ ہی اور ایسی قسم مین اسکا توڑدینا اور کفارہ دینا مسنون ہی بخلاف اسکے اگر کسی نیک کام کرنے اور اسکے مانند پر قسم کھائی تو یہ طاعت ہی اور بعضی کلام کے یہ ہین کہ نیکوکاری واسکے مانند جو مذکور ہوا اسکے کرنے سے باز نہ ہو جبکہ تمنے اسکے نہ کرنے پر قسم کھائی ہو بلکہ نیکوکاری و اسکے مانند کو بجالاؤ اور کفارہ قسم دیدو اسواسطے کہ سبب نزول آیہ کا یہ تھا کہ قسم کھاکر اسکے بجالانے سے انکار واقع ہوا تھا- وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ لاقوالکم عَلِیْمٌ باحوالکم- اللہ تعالیٰ سننے والا ہی تمھارے اقوال کا جاننے والا ہی تمھارے احوال کا لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ الکائن- فِیْٓ اَیْمَانِكُمْ اللہ تعالیٰ تمکو ایسے لغو پر مواخذہ نہین فرماتا جو تمھاری قسمون مین واقع ہو ف شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ لغو قسم وہ ہی کہ زبان اسکی طرف سبقت کرجاوے بدون اسکے کہ قسم کھانے کا قصد ہو جیسے لاواللہ- اے نہین واللہ- یا ہان واللہ پس نہ اسمین گناہ ہی اور نہ کفارہ وَلٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ولیکن اللہ تعالیٰ تمکو مواخذہ فرماتا ہی ایسی چیز سے جسکا تمھارے دلون نے قصد کیا ہی ف یعنے جن قسمون کو قصد کیا تمھارے دلون نے اسپر مواخذہ کریگا جب تم حانث ہوگے (قسم توڑدیے) وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ- اللہ تعالیٰ غفور حلیم ہی ف یعنے بخشنے والا ہی اس چیز کو جو لغو سے واقع ہو اور حلیم ہی تاخیر کردینے مین سزا وعذاب کے اُس شخص سے جو اس عقوبت کا سزاوار ٹھہرے پھر اس آیت کے سبب نزول مین دو روایتین ہین ایک یہ کہ نعمان بن بشیرؓ نے عبداللہ بن رواحہؓ کی بہن کو طلاق دیدی پھر رجوع اور صلح کا ارادہ کیا پس عبداللہ بن رواحہ نے قسم کھائی کہ نعمان سے کلام نہ کرونگا اور دونون مین اصلاح نہ کرونگا پس یہ آیت نازل ہوئی ذکرہ البیضاوی وغیرہ ولیکن مفسر شیخ جلالؒ نے ذکر کیا کہ مین اس روایت پر واقف نہین ہوا اور یہ تعریض ہی اسکے عدم ثبوت کی اور ابن جریرؒ نے ابن جریج سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے حق مین نازل ہوئی کہ انھون نے قسم کھائی تھی کہ اپنے خالہ زاد بھائی مسطح بن اثاثہ کو نفقہ نہ دونگا کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے مین منافقون کے ساتھ شریک تھا اور وہ مہاجرین فقیرون مین سے تھا اسکو حضرت صدیقؓ ہی نفقہ دیتے تھے- اور مشہور یہ ہی کہ اس بارہ مین- قولہ تعالیٰ ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم الآیۃ- نازل ہوئی ہی جیسا کہ اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالیٰ بیان آویگا- ولیکن بعید نہین کہ یہ آیت بھی اسی بارہ مین نازل ہوئی ہو جس سے یہ حکم نکلا کہ اگر نیکوکاری وصلہ رحم نہ کرنے

قسم کھاوے تو اسکو توڑ دے اور اسکا کفارہ دیدے اور اگر قسم پر جا رہے گا تو گنہگار ہوگا۔ مترجم کہتا ہو کہ اس تقدیر پر سورۂ بقرہ مین یہ آیت بہت مدت کے
بعد نازل ہوئی ہو حالانکہ یہ بعید ہو۔ قال البیضاوی عرضہ بروزن فعلہ بمعنے مفعول ہو اور اطلاق اسکا اس چیز پر آتا ہو جو کسی شی کے بیچ مین عارض وروک کردیا
جاوے اور اُس شی پر بولتے ہین جو کسی شی کا معرض ونشانہ بنایا جاوے پس آیت کے معنے اگر عرضہ بمعنی اول لیا جاوے تو یہ ہونگے کہ اللہ تعالے کو حاجز وروک نہ بناؤ ان انواع
خیر کا جنپر تمنے قسم کھائی ہو پس ایمان جو جمع یمین بمعنے قسم ہو اس سے مراد وہ چیزین ہونگی جنپر قسم کھائی ہو اور یہ اطلاق آتا ہو چنانچہ ابوہریرہؓ کی روایت مین ہو کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من حلف علی یمین فرآی غیرہا خیرا منہا فلیکفر عن یمینہ ولیفعل الذی ہو خیر۔ یعنے جس شخص نے قسم کھائی کسی یمین پر یعنی کسی امر پر
پھر اسکے غیر کو بہتر دیکھا تو چاہیے کہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور جو امر بہتر ہو اسکو بجا لاوے (رواہ مسلم) پس اسمین یمین کا اطلاق اس امر پر ہو جس پر قسم کھائی ہو
اور اس صورت مین ان تبروا آہ یعنے آن مع صلہ کے ایمان کا عطف بیان ہوگا۔ کمالین مین کہا کہ یہی تفسیر مشہور ہو یعنے یمین جسکا روک ہو کہ نیکی کر دالنہ اور روک اس طرح
ہوگی کہ نیکی نہ کرنے پر قسم ہو اور بر تقدیر ثانی یعنے جبکہ عرضہ بمعنی نشانہ لیا جاوے تو معنے یہ ہین کہ نہ بناؤ اللہ تعالے کو نشانہ اپنی قسمون کا پس اللہ تعالے کے ساتھ کثرت سے قسمین کھا کر نام
الٰہی کو مبتذل کرو اسیواسطے کثرت سے قسم کھانے والے کی مذمت فرمائی بقولہ ولا تطع کل حلاف مہین مت پیروی کر ہر ایسے شخص کی جو کثرت سے قسم کھانے والا خوار ہو
اور اس صورت مین آن مع صلہ کے نہی مذکور کی علت ہو یعنے تمکو ممانعت کی گئی اس بات سے اس وجہ سے کہ تم سچے رہو اور متقی رہو اور لوگ تمپر اعتماد کرین کہ لوگون کے
درمیان صلاح کرو کیونکہ زیادہ قسم کھانے والا اللہ تعالے پر جرأت کرنے والا ہوتا ہو اور وہ ہمیشہ قسم مین سچا متقی نہین ہوتا اور نہ لوگ اسپر اعتماد کرتے ہین پس وہ انکے
درمیان اصلاح نہین کرسکتا۔ ذکرہ البیضاوی اور شیخ ابوحیان نے کہا کہ اس صورت مین میرے نزدیک ان تبروا علت نہین بلکہ منصوب بنزع خافض ہو
اے لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم علی ان تبروا یعنی مت بناؤ اللہ تعالی کو نشانہ اپنی قسمون کا اس بات پر کہ تم نیکی کروگے اور تقوی کروگے اور لوگون مین اصلاح کروگے پس نکوئی وتقوی واصلاح
بین الناس پر قسم کھانے سے منع کردیے گئے کہ انکا نشانہ بناکر مبتذل نہ کرو حالانکہ یہ اوصاف جمیلہ تھے تو انکے سوا اور امور پر قسم کھانے کی صورت مین وہ بدرجۂ اولی
ممنوع ہو پس حاصل یہ ہوا کہ زیادہ قسم کھانے سے اگرچہ امر خیر پر بھی ہو ممانعت ہو اور کم قسم کھانے کی ترغیب ہو اور عرب مین کم قسم کھانے پر تعریف ہوا کرتی تھی شیخ سیوطیؒ
نے وہ اختیار کیا جو سلف وخلف سے مروی ہو چنانچہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی قولہ ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم کہا یعنے مت قرار دے نشانہ اپنی قسم کا جو یہ
ہو کہ نیک بات نہ کرونگا ولیکن کفارہ دے اپنی قسم کا اور نیکوئی کر۔ اور ایسا ہی مسروق وشعبی وابراہیم نخعی ومجاہد وطاؤس وسعید بن جبیر وعطاء وعکرمہ ومکحولؒ
وزہری وحسن وقتادہ ومقاتل بن حیان وربیع بن انس وضحاک وعطاء خراسانی وسدی رحمہم اللہ کا قول مروی ہو اور اسی کی موید ہو جو صحیحین مین حدیث ابوموسے
اشعریؓ سے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین فاری غیرہا خیرا منہا الا اتیت الذی ہو خیر وتحللتہا۔ یعنے مین قسم اللہ تعالے
کی انشاء اللہ نہین قسم کھاؤنگا کسی امر پر پھر اسکے غیر کو اس سے بہتر دیکھونگا مگر جو بہتر ہو اوسی کو بجا لاؤنگا اور قسم کو توڑ دونگا یعنے کفارہ دیدونگا ذکرہ ابن کثیرؒ اور
اس باب مین احادیث بہت ہین اور بعض احادیث مین ہو کہ ایسی قسم کو ترک کرنا اسکا کفارہ ہو یعنے ایسی قسم مین یہ جرم بھی تھا کہ نیک بات کرنے پر کیون قسم
کھائی تو اس جرم کا کفارہ یہی کافی ہو کہ قسم سے حلال ہوگیا اگرچہ قسم کے توڑنے کا کفارہ معمولی دینا پڑیگا واللہ اعلم۔ قولہ لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم۔ واضح ہو
کہ لغو کی تفسیر مین ائمہ علما کے مختلف اقوال ہین بعض نے کہا کہ لغو قسم وہ ہو کہ قسم کھانے والا اسکا قصد نہ کرے بلکہ عادت کے موافق اسکی زبان پر بدون قصد وتاکید کے جاری ہوجاوے
اور یہی ابن عباس وعائشہ وبعض علما سے روایت ہو اور یہی شافعیؒ کا قول ہو اور ابوداؤد نے عائشہؓ سے مرفوعا روایت کیا کہ قسم مین لغو یون ہو جیسے آدمی اپنے گھر
مین باتون مین لا واللہ اور بلی واللہ کہا کرتا ہو پس اگر مرفوعا ثابت ہو تو اس قول کا موید ہو ولیکن اکثر ثقات نے حضرت عائشہ سے اُسکو موقوفا یعنے قول عائشہؓ
روایت کیا ہو اور عروہ رض نے کہا کہ حضرت عائشہ فرماتی تھین کہ لغو تو مزاح وہزل ہی مین ہوا کرتا ہو کہ آدمی کہتا ہو لا واللہ اور بلی واللہ پس اسمین کفارہ نہین ہو اور کفارہ
اُسی قسم مین ہو کہ اسکے قلب نے اسکو منعقد کیا کہ اسکو کریگا پھر اُسکو نہ کیا۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہی قول ابن عمر کا اور دو قول مین سے ابن عباس کا ایک قول وشعبی کا

اور ایک قول عکرمہ کا و عروۃ بن الزبیر و ابو صالح اور ایک قول ضحاک کا و ابو قلابہ و زہری کا قول مروی ہے۔ پھر ابن ابی حاتم نے ایسی سند سے جو علمائے حنفیہ کے نزدیک جید ہے عروہ کے طریق سے عائشہ سے روایت کیا کہ حضرت عائشہ قولہ لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم - کی تاویل میں فرماتی تھیں کہ لغو وہ ہے کہ کوئی اسپر قسم کھائے اسطرح کہ وہ اس سے سوائے سچائی کے کچھ ارادہ نہیں کرتا پھر وہ اس حال کے سوائے دوسرے حال پر نکلے جسپر اسنے قسم کھائی تھی۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہی قول ابو ہریرہ کا اور دوسرا قول ابن عباس کا و سلیمان بن یسار او سعید بن جبیر اور ایک قول مجاہد کا اور ایک قول ابراہیم نخعی کا اور حسن و زرارۃ بن اوفی کا اور مالک و عطاء خراسانی و بکر بن عبد اللہ و ایک قول عکرمہ کا اور حبیب بن ابی ثابت و سدی و مکحول و مقاتل و طاؤس و قتادہ و ربیع بن انس و یحیی بن سعید و ربیعہ کا مانند اسکے مروی ہے ذکرہ ابن کثیر۔ و امام مالک نے مؤطا میں کہا کہ لغو کی تفسیر میں جو میں نے سنا ہے اسمیں سے احسن یہ ہے کہ لغو وہ قسم ہے کہ کسی شے پر یقین جانکر کہ وہ ایسے ہی ہے قسم کھا جاوے پھر اسکے خلاف نکلے اور یہی امام مالک کا قول ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ و امام احمد کا ہے اور اوپر کے بیان سے تجھے معلوم ہوا کہ بہ نسبت اول قول کے یہ قول اکثر صحابہ و تابعین سے مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ عائشہؓ سے ہر دو قول کا مجموعہ بھی مروی ہے چنانچہ اپنے اسناد سے عطاء بن ابی رباح کے طریق سے عائشہؓ سے روایت کی کہ لغو یوں کہنا کہ لا واللہ اور بلی واللہ ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں لیکن در واقع ایسا نہیں ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ اس روایت سے بھی ائمہ ثلاثہ کے قول کی تائید نکلتی ہے واللہ اعلم اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ عبد الرزاق نے ابراہیم سے روایت کی کہ لغو یہ ہے کہ آدمی ایک چیز پر قسم کھاوے پھر اسکو بھول جاوے۔ اور زید بن اسلم نے کہا کہ لغو یہ ہے کہ آدمی کہے کہ اللہ میری آنکھیں اندھی کرے اگر میں ایسا نہ کروں۔ یا مجھے میرے مال سے نکال دے اگر میں کل تیرے پاس نہ آؤں۔ اور طاؤسؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ لغو قسم یہ ہے کہ تو حالت غضب میں قسم کھاوے اور سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ لغو قسم یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالے نے حلال کی ہے اسکو حرام کرے پس اسمیں تجھپر کچھ کفارہ نہیں ہے قال المترجم معقودہ تفسیر ہے جو ائمہ ثلاثہ نے اختیار کی ہے واللہ اعلم اور کشاف میں ہے کہ اسکا نام قسم لغو اس وجہ سے رکھا گیا کہ لغو ایسی چیز کو کہتے ہیں جو درجۂ اعتبار سے ساقط ہو خواہ کلام ہو یا اور کوئی چیز ہو پس لغو قسم وہ ہے کہ اسکا کچھ اعتبار نہیں اور نہ اس سے کوئی حکم متعلق ہے۔ قولہ ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم۔ یعنے قصد کرکے اسپر قسم کھائی پس بنا بر قول شافعی کے یہ قسم لغو کا مقابل ہوگا اور مجاہد وغیرہ نے کہا کہ یہ مانند قولہ تعالے ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان الآیہ۔ ہے اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس و بہتیروں نے کہا کہ یہ یوں ہے کہ کسی بات پر قسم کھاوے درحالیکہ وہ جانتا ہے کہ میں جھوٹا ہوں۔ اس تفسیر پر وہ ائمہ ثلاثہ کی تفسیر لغو کے مقابل ہوگا ولیکن ظاہر یہ ہے کہ یہاں ابن عباسؓ کی تفسیر اخص ہے یا ایک نوع کا بیان ہے کیونکہ ایمان معقودہ میں زمانہ ماضیہ اور آیندہ دونوں پر قسم ہوگی پس اگر قسم کھائی کہ واللہ میں نے گذرے جمعہ کو صلوٰۃ التسبیح پڑھی اور وہ سچا ہے تو سچا ہے اور اگر جھوٹا ہے تو یہ یمین غموس ہے اور وہ کبیرہ گناہ ہے اور یہی ابن عباس کی تفسیر ہے اور اگر قسم کھائی کہ واللہ آیندہ جمعہ کو صلوٰۃ التسبیح پڑھونگا پس اگر آیندہ جمعہ کو پڑھی تو قسم پوری ہوئی اور اگر نہ پڑھی تو حانث ہوا پس مواخذہ ہوگا اور وہ کفارہ ہے پس معلوم ہوا کہ ایمان معقودہ میں یمین غموس بھی داخل ہے پس مفسر سیوطیؒ نے جو کہا کہ اذا حنثتم یعنے جب ایمان معقودہ میں حانث ہو تو مواخذہ ہوگا بدون تفصیل کے ہے اور تفصیل یہ ہے کہ اگر زمانہ آیندہ پر کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی اور اسمیں حانث ہوا تو کفارہ بالاتفاق و بالاجماع لازم آویگا اور اگر زمانہ گذشتہ پر اسطرح قسم کھائی اور سچا نہیں ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مواخذہ ہوگا اور یہ مواخذہ جو یہاں مذکور ہے وہ آیۂ مائدہ میں بیان ہے کہ کفارہ ہے پس یمین غموس پر کفارہ واجب ہوگا اور امام ابو حنیفہ و مالک و احمد کے نزدیک یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے اسمیں سوائے توبہ و استغفار کے کوئی چارہ نہیں ہے اور شیخ ابن حجر نے ابن عبد البر وغیرہ سے نقل کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ یمین غموس میں کفارہ نہیں بلکہ توبہ و استغفار کرلے اور امام احمد نے باسناد جید حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعًا روایت کی کہ پانچ چیزیں ہیں جنمیں کفارہ نہیں ہے اور انمیں سے یمین غموس کو بھی شمار کیا اور امام شافعی نے جو آیہ مائدہ کو یہاں کا بیان قرار دیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں مواخذہ مطلق مذکور ہے اور یہ روز قیامت میں ہوگا اور آیہ مائدہ میں جو مواخذہ ہے وہ دنیا میں ہے پس ایک کو دوسرے پر محمول نہیں کر سکتے ہیں قال المترجم علماء نے تصریح کی کہ سوائے اللہ تعالے کے غیر کی قسم مانند باپ کی قسم یا تیرے سر کی

قسم یا دلی یا نبی کی قسم یہ سب ناجائز اور شرک ہین پس قسم اللہ تعالے یا اسکے کسی صفت کی مثل واللہ والذی نفسی بیدہ اور عزۃ اللہ یا عظمۃ اللہ کی قسم یہ روا ہے پس اگر اسکے ساتھ کسی امر مستقبل پر قسم کھائی یعنے جو آیندہ ہونے والا ہے پھر یہ حانث ہوا تو اسپر کفارہ واجب ہوگا اور کفارہ قسم کا تین روزے پے درپے ہین یا دس مسکینون کا کھانا یا ایک بردہ اس تفصیل سے جو سورہ مائدہ مین انشاء اللہ تعالے مذکور ہوگی اور فقہ مین مفصل مذکور ہے اور اس کے سواے اگر اور چیز کے ساتھ قسم کھائی مثل کعبہ کی قسم یا بیت اللہ کی قسم یا باپ کی قسم وغیرہ تو یہ قسم نہوگی اور حانث ہونے سے کفارہ لازم نہوگا اور ایسی قسم مکروہ تحریمی ہے اور اسکی ممانعت مین روایت حدیث ہے کہ اللہ تعالے تم کو منع کرتا ہے کہ اپنے باپ دادون کی قسم کھاؤ پس جو قسم کھانا چاہے یا تو اللہ کی قسم کھاوے یا خاموش رہے رواہ الترمذی وغیرہ

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ

جو لوگ قسم کھا رہتے ہین اپنی عورتون سے انکو فرصت ہے چار مہینے پھر اگر مل گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر

عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

عزم کیا طلاق کا تو اللہ سنتا جانتا ہے

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ - جو لوگ ایلا کرتے ہین اپنی عورتون سے یعنے قسم کھا لیتے ہین کہ ان سے مجامعت نہ کرینگے تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ - انتظار چار ماہ ہے - فَاِنْ فَآءُوْ - پس اگر انھون نے رجوع کیا ف اس مدت مذکورہ مین رجوع کیا قسم سے طرف وطی کے فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ - تو اللہ تعالے غفور رحیم ہے ف یعنے بخشنے والا ہے انکو جو انھون نے قسم سے عورت کو ضرر پہونچایا ہے - وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ - اور اگر انھون نے عزم کیا طلاق پر ف بایں طور کہ رجوع نہ کیا - فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ لقولہم - تو اللہ تعالے انکے قول کا سننے والا ہے - عَلِيْمٌ - بعزم - انکے عزم کا جاننے والا ہے پس طلاق واقع ہو جائیگی اور یہ امام ابو حنیفہ رح کا قول ہے اور شافعی کے نزدیک اسپر اب طلاق دینا واجب ہے پس بقول شافعی بعد چار ماہ کے چاہے قسم سے وطی کی طرف رجوع کرلے اور بقول ابو حنیفہ رح چار ماہ گذرتے ہی طلاق بائن پڑ گئی - ہان اب دوبارہ مہر کے ساتھ چاہے برضامندی عورت کے نکاح کرلے - واضح ہو کہ یہ ایلاء کا مسئلہ ہے یعنے جس مرد نے قسم کھائی کہ اپنی جورو سے وطی نہ کریگا اوسکو چار مہینہ کی مدت دی گئی اسمین انتظار کیا جائیگا پس اگر اسنے اس مدت مین رجوع کیا یعنے وطی کرلی تو قسم ٹوٹ گئی اسکا کفارہ دیدے اور جورو و مرد مین میل رہا اور اگر اس مدت مین رجوع بطور مذکور نہ کیا تو طلاق پڑ گئی اور پھر رجوع نہین کر سکتا ہے اور یہ طلاق بائن ہوگی اور یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور امام مالک وشافعی واحمد کے نزدیک اسکو چار مہینہ گذرنے کے بعد بھی رجوع کا اختیار ہے اور مدت مذکورہ گذرنے پر طلاق نہ پڑیگی بلکہ وہ قید کیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ یا تو رجوع کرے یا طلاق دیدے اور اسی اختلاف کی بنا پر ایلا کی تعریف مین اختلاف ہے پس ابو حنیفہ وسفیان ثوری و کوفیون کے نزدیک ایلا یہ ہے کہ قسم کھاوے کہ اپنی عورت سے چار مہینہ یا زیادہ وطی نہ کریگا اور یہ عطاء کا قول ہے اور مالک وشافعی واحمد نے فرمایا کہ ایلاء یہ ہے کہ چار مہینہ سے زائد تک وطی نہ کرنے کی قسم کھاوے پس چار مہینہ تک وطی نہ کرنے کی قسم انکے نزدیک ایلا نہوگی اور ایک جماعت نے کہا کہ اگر قسم کھائی کہ ایک روز یا کم یا زیادہ اپنی جورو سے وطی نہ کریگا پھر چار مہینہ اس سے وطی نہ کی تو ایلاء کی وجہ سے بائن ہو جائیگی اور یہی قول ابن مسعود رض ونخعی وابن ابی لیلی وحکم وحماد بن سلیمان وقتادہ واسحق کا ہے اور قولہ للذین - شامل ہے آزادون وغلامون کو جیسے من نسائہم شامل ہے آزادہ عورتون و باندیون کو جبکہ کسی مرد کے نکاح مین ہون پس امام شافعی واحمد کے نزدیک انکا ایلاء مثل آزاد کے ہے یعنے وہی مدت انکے لیے بھی ہے اور امام ابو حنیفہ ومالک واسحق نے کہا کہ انکی مدت دو مہینہ یعنے نصف ہے اور یہ زہری وعطاء کا قول ہے اور شعبی نے کہا کہ باندی کا ایلاء آزادہ کے ایلاء کا نصف ہے اور اللہ تعالے نے یہ مدت اسواسطے مقرر کردی کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ ایک سال و دو سال و زیادہ مدت تک ایلاء کرتے اور اس سے انکی غرض یہ ہوتی کہ عورت کو تنگ کرین اور ضرر پہونچاوین تا کہ وہ مال و مہر واپس کرکے خلع لے لے - اور اس

بیان مذکورہ بالا سے ظاہر ہوا کہ اگر چار مہینے سے کم پر وطی نہ کرنے کی قسم کھاوے تو ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک ایلاء شرعی نہوگا اگرچہ اسپر اطلاق ایلاء کا باعتبار
معنی لغوی کیا جاوے چنانچہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آلیٰ من نسائہ شہرًا یعنے رسول اللہ صلعم نے اپنی عورتوں سے
ایک مہینہ ایلاء کیا۔ پس ایسی مدت کی ایلاء میں بالاتفاق اسکو اپنی قسم پوری کرنی چاہیے اور شافعی وغیرہ کے نزدیک عورت کو ایسی مدت میں بلکہ چار مہینے تک کی مدت
میں مطالبہ کا اختیار نہیں ہے اور اگر چار مہینے سے زائد پر قسم کھائی ہو تو چار مہینے کے بعد امام شافعی وغیرہ کے نزدیک عورت کو اختیار ہے کہ شوہر سے مطالبہ کرے کہ وہ
رجوع کرے یا طلاق دے پس اگر اسنے کچھ نہ کیا تو حاکم اسکو قید کریگا پس اگر نہ مانا تو اسکی طرف سے طلاق دیدے گا تاکہ عورت کو
مضرت نہ پہونچے اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ للذین یؤلون من نسائہم تربص اربعۃ اشہر۔ اے انتظار چار ماہ ہے اور نسائہم کی لفظ میں دلالت
ہے کہ ایلاء مخصوص ان عورتوں سے ہے جن سے نکاح کیا ہو اور جو باندیاں مملوکہ ہوں انسے ایلاء نہیں ہوتا ہے کیونکہ انکو وطی کے لیے مطالبہ کا اختیار
یعنے مالک کے حق ثابت ہیں ہوں ۱۲
نہیں ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور اربعۃ اشہر اے زوج کو اس مدت میں انتظار و توقف کا حق حاصل ہے اور ظاہر اسکا مؤید قول امام ابو حنیفہ ہے کہ چار
ماہ کے اندر ہے نہ بعد چار ماہ کے۔ قولہ فان فاؤ۔ اے رجوع کیا جس حال پر تھے اور یہ کنایہ ہے جماع سے جیسا کہ ابن عباس و مسروق و شعبی و سعید بن جبیر
وغیرہم مانند ابن جریر وغیرہ نے کہا ہے اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قولہ فان فاؤ فان اللہ غفور رحیم۔ میں دلالت ہے کہ اس رجوع اور وطی سے کفارہ لازم نہ آوے گا
جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص نے قسم کھائی کسی چیز پر پھر اور بات کو اس سے بہتر دیکھا تو جسپر قسم کھائی ہے اسکا ترک کر دینا اسکا کفارہ ہے جیسا کہ امام ابوداؤد
و ترمذی نے روایت کیا ہے اور یہی شافعی کا قول قدیم ہے اور جمہور علما کے نزدیک اس صورت میں اسپر کفارہ لازم آویگا کیونکہ صحیح احادیث میں وجوب کفارہ مذکور ہے
اور یہی شافعی کا قول جدید ہے قال المترجم اور فان فاؤ کے فاء تعقیب سے امام شافعی و مالک و احمد نے استدلال کیا ہے کہ وہ مقتضی ہے کہ اس مدت مذکورہ کے بعد اسکو رجوع
کرنے یا طلاق کا اختیار باقی ہے اور نیز قولہ وان عزموا الطلاق مشعر ہے کہ بعد مدت مذکورہ کے ہے اور نیز سمیع علیم مشعر ہے مسموع کو اور وہ طلاق کا کلام ہے کیونکہ خالی
مدت کا گذرنا تو مسموع نہیں ہے اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ یہی جمہور متاخرین کا قول ہے کہ فقط مدت گذرنے سے طلاق واقع نہوگی جبتک کہ وہ طلاق نہ دے۔ اور
ہم نے پہلے ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک رجوع کرنیکا اختیار اسی مدت مذکورہ میں ہے اسکے بعد نہیں ہے بلکہ مدت گذرنے پر طلاق واقع ہوجائیگی کوئی حاجت
طلاق دینے کی نہوگی اور یہ فاء جو فان فاؤ میں ہے یہ تعقیب ذکری کی فاء ہے جو ایسے جملہ پر آتی ہے جو اپنے ماقبل کا تفصیل کرنے والا ہے اور معنی یہ ہیں کہ پس تفصیل یہ ہے
کہ اگر اسنے مدت کے اندر رجوع کیا تو اللہ غفور رحیم ہے اور اسی کے شاہد ہے قراءۃ ابن مسعودؓ کہ انھوں نے فان فاؤ فیہن فان اللہ غفور رحیم۔ پڑھا ہے اور یہ صریح ہے
کہ رجوع اس مدت مذکورہ کے اندر ہے اور سمیع علیم کے معنے یہ ہیں کہ سمیع انکے ایلاء کا اور علیم انکے قصد کا ہے اور یہی مذہب متقدمین سلف و خلف کا ہے کہ چار
مہینے گذرنے پر عورت پر طلاق پڑ جائیگی شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ یہی حضرت عمر و عثمان و علیؓ و ابن مسعود و ابن عباس و ابن عمر و زید بن ثابت رضی
سے صحیح اسنادوں سے مروی ہے اور یہی قول ابن سیرین و مسروق و قاسم و سالم و حسن و ابو سلمہ و قتادہ و شریح قاضی و قبیصہ بن ذویب و عطاء و ابو سلمہ بن عبدالرحمن
و سلیمان بن ترخان تیمی اور ابراہیم نخعی و ربیع بن انس و سدی وغیرہم رحمہم اللہ کا ہے پھر اسمیں سلف و خلف کے دو قول ہیں کہ چار مہینہ گذرنے پر طلاق رجعی
واقع ہوگی یا طلاق بائن واقع ہوگی پس ایک قول یہ کہ طلاق رجعی واقع ہوگی اور یہی قول سعید بن المسیب و ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام و مکحول و
ربیعہ و زہری و مروان بن الحکم کا ہے اور دوسرا قول یہ کہ طلاق بائنہ واقع ہوگی اور یہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ابن مسعود و عثمان و ابن عباس و ابن عمر و زید بن ثابت
سے مروی ہے اور یہی قول عطاء و جابر بن زید و مسروق و عکرمہ و حسن و ابن سیرین و محمد بن الحنفیہ و ابراہیم و قبیصہ بن ذویب و ابو حنیفہ و ثوری و حسن بن صالح کا ہے اور
ان سب سلف و خلف نے جو چار ماہ گذرنے پر طلاق خواہ بائنہ یا رجعیہ واقع ہونے کے قائل ہیں عورت پر عدت واجب کہتے ہیں ہکذا ذکرہ الشیخ ابن کثیر
نکاح سے الگ ہو ۱۲ پھر رجوع کا اختیار ہے مع نکاح سابقہ ۱۲
پھر فیئی یعنے رجوع کی تفسیر پہلے حضرت ابن عباس وغیرہم سے مذکور ہوئی کہ کنایہ جماع سے ہے اور ابن المنذر نے کہا کہ اہل علم اس امر پر متفق ہیں کہ فیئی بیان جماع ہے

جسکو کوئی عذر ہوا اور ائمہ حنفیہ نے کہا کہ اگر مریض ہو یا قید ہو تو زبان سے کہدینا کہ مین نے رجوع کیا کافی ہے بشرطیکہ مدت مذکورہ کے اندر ہوا اور امام شافعی کے نزدیک زوال عذر تک عورت مذکورہ اسکی جورو رہیگی پھر عذر زائل ہونے کے بعد یا جماع کرے یا طلاق دے جیسا کہ اوپر بیان ہوا - قولہ فان عزموا الطلاق - اسے عزموا الطلاق - اسواسطے کہ عزم کا تعدیہ علیٰ سے ہوتا ہے ولیکن عزم یہان بمعنی تصمیم ہے اے صمموا الطلاق اسیواسطے بدون حرف کے متعدی ہوا اور اسمین اشعار ہے کہ عدم رجوع بھی تصمیم طلاق ہے حتی کہ بعد چار ماہ گذرنے کے طالقہ ہوجائیگی فافہم پھر چونکہ سلسلۂ کلام عورت کے طلاق ہوجانے تک آگیا لہذا بعد کو مطلقہ عورت کی عدت کو کل بیان فرمایا

ربع وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ

اور طلاق پائی عورتین انتظار مین رکھین اپنے آپکو تین حیض تک　اور انکو حلال نہین کہ چھپا رکھین　جو پیدا کیا اللہ نے

اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا

انکے پیٹ مین　اگر ایمان رکھتی ہین اللہ پر اور پچھلے دن پر　اور انکے خاوندون کو پہونچتا ہے پھیر لینا انکا　اتنی دیر مین　اگر چاہا مین

ع ۲۸ ۷ اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

صلح کرنی　اور عورتون کا بھی حق ہے جیسا اون پر حق ہے موافق دستور کے　اور مردون کو اون پر درجہ ہے　اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ - اور مطلقہ عورتین انتظار مین رکھین اپنے آپکو ف دوسرے مردسے نکاح کرین ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ - تین قروء تک ف قروء جمع قرء بمعنی حیض وطہر دونون آتا ہے ابو حنیفہ نے دلائل اجتہادی سے نکالا کہ اس مشترک سے یہان بمعنی حیض مراد ہے پس جس طہر مین طلاق دی گئی اسکے بعد مطلقہ تین حیض تک رکی رہے پھر تیسرے حیض سے پاک ہو کر چاہے نکاح کرے شافعی نے نکالا کہ طہر مراد ہے پس جس طہر مین طلاق دی گئی تین طہر تک منتظر رہے - ہر حیض کے بعد دوسرے حیض تک جو زمانہ ہے وہ طہر ہے - پھر اسی انتظار کرنیکا نام عدت ہے - یہ عدت فقط ان عورتون مین ہے جو مدخولہ ہون جن سے شوہر نے وطی کر لی ہو خواہ حقیقۃً وطی کی ہو یا خلوت مین رہا ہو تو احتیاطاً عدت ہے اگر زفاف سے پہلے ہی طلاق دیدی تو کچھ عدت نہین لقولہ تعالے فان لم تمسوہن فما لکم علیہن من عدۃ الآیہ - یعنی اگر تمنے اپنی عورتون سے دخول نہ کیا ہو تو تمھارے لیے انپر کوئی عدت نہین ہے - پھر مدخولہ کی عدت قروء جب ہی ممکن ہے کہ اسکو حیض آتا ہو اور اگر بوڑھی نسہ ہو اولاد کی امید نہین یعنی حیض منقطع ہوچکا تو وہ تین ماہ تک انتظار کرے یعنے عدت بیٹھے لقولہ تعالے واللائی یئسن من المحیض فعدتہن ثلثۃ اشہر الآیہ یعنے جو عورتین کہ حیض سے آئسہ ہوچکین تو انکی عدت تین ماہ ہے - اسی طرح اگر دس گیارہ برس کی غیر بالغہ سے نکاح کیا اگر وہ وطی کے قابل ہے پھر وطی کر کے طلاق دی تو اسکی عدت بھی تین ماہ ہے - اور اگر حاملہ کو طلاق دی تو اسکی عدت یہ کہ بچہ جنے لقولہ تعالے فعدتہن ان یضعن حملہن الآیہ - چنانچہ سورۂ طلاق مین ہے حتی کہ اگر طلاق کے دوسرے روز جنی تو عدت پوری ہوگئی - واضح ہو کہ طلاق کے بعد اسقدر مدت گذر جانا چاہیے کچھ نیت کی ضرورت نہین ہے مثلاً زید نے سفر مین دور سے عورت کو طلاق دی جسکے روز طلاق سے تین ماہ یا تین حیض کے بعد عورت کو خبر پہونچی تو عدت بھی ہوچکی - پھر یہ آزادیون کی عدت مذکور ہوئی اور باندیون کی عدت دو حیض یا ڈیڑھ مہینہ یا وضع حمل ہے جیسے باندیون کے حق مین دو ہی طلاق کے بعد حلالہ واجب ہوتا ہے حدیث مین ہے کہ باندی کی طلاق دو ہے اور اسکی عدت دو حیض ہے (الترمذی وغیرہ) پس حاصل یہ نکلا کہ ایسی مطلقات جو مدخولہ ہون و آئسہ و صغیرہ و حاملہ نہون و باندی نہون تو وہ تین قروء تک اپنے آپکو نکاح غیر سے روکے رکھین وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ - اور ان مطلقات کو حلال نہین کہ اللہ تعالے نے انکے ارحام مین جو کچھ پیدا کیا اسکو چھپادین ف بلکہ بچہ ہو تو ظاہر کردین اور اسیطرح حیض کو بھی ٹھیک ٹھیک ظاہر کردین اور اس غرض سے چھپانا کہ دوسرے شوہر سے جلدی نکاح کرلین یہ انکو حلال نہین ہے - اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ - اگر وے اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان لائی ہین ف تو ہرگز نہ چھپادین کیونکہ اسمین نطفہ خلط ہوجائیگا اور خرابیان پیدا ہونگی اور اس سے معلوم ہوا

کہ کم سے کم تین روز حیض ہی اور کم سے کم پندرہ روز طہر ہو تو اتنی مدت کے حساب سے جب عورت بتلادے کہ عدت گذر گئی تو اسی کے قول پر اعتماد ہوگا کیونکہ اس بارہ مین وہی امینہ رکھی گئی ہی
پھر واضح ہو کہ سنت طریقۂ طلاق یہ ہی کہ طہر مین بغیر جماع کے ایک طلاق دیدے اور چھوڑ دے کہ عدت گذر جاوے تو نکاح سے خارج ہو جائیگی پھر نادم ہو کر چاہے نکاح جدید کرے اگرچہ
دو طلاق تک دے چکا ہو اور اگر تین طلاقین پوری کر چکا تو بغیر حلالہ جائز نہین ہے جیسے ایکبارگی تینون طلاقین دینے مین حکم ہی یہی حنفیہ کا مذہب ہی۔ پھر ایک یا دو طلاق تک تا وقتیکہ عدت
نہ گذرے عورت نکاح سے خارج نہین ہوتی ہی حتی کہ شوہر چاہے رجوع کرلے لقولہ تعالے۔ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ۔ اور مطلقات کے شوہر اپنی مطلقات
کے پھیر نے مین خود ہی احق ہین ف عورت کی ناخوشی و انکار کا کچھ اعتبار نہین۔ فِيْ ذٰلِكَ۔ اسی زمانہ مین ف یعنے اسی عدت کے زمانہ مین
مرد کو پھیر لینے کا البتہ مستقل اختیار ہی اور اگر عدت گذر چکی تو پھر جدید نکاح ہو سکتا ہی لیکن اس مین عورت کی رضامندی شرط ہی یہ
سب اُسی وقت ہوگا کہ طلاقین پوری تین نہو گئی ہون یا باندی کی پوری دو طلاقین نہو گئی ہون تو عدت مین شوہر ہی کو اختیار ہی کہ نکاح مین
رجوع کرلے اور جدید نکاح کی یا عورت کی رضامندی کی ضرورت نہین ہی۔ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا۔ اگر شوہرون کی مراد باہمی اصلاح ہو ف تو اپنی
مطلقہ سے رجوع کرلے۔ اس کلام سے شوہرون کو آمادہ فرمایا کہ مطلقہ سے رجوع کرنے مین انکی غرض باہمی اصلاح ہو اور یہ نیت نہو کہ عورت کو دکھ پہونچا دین
اور پھر مثلاً مہینہ دو مہینہ کے بعد طلاق دین پھر اسی طرح رجوع کرکے پھر دیر کرکے تیسری طلاق دین تاکہ اسکو ہر طلاق کے بعد عدت شمار کرنے کرتے بہت زمانہ گذرے
جسکے کہ لاچار ہو کر وہ مال مہر پھیر کر خلع کرالے تو یہ حرام ہی۔ اگرچہ ظاہر مین جب شوہر رجوع کریگا تب رجوع کا حکم ٹھیک ہوگا کیونکہ دلی نیت کوئی نہین جانتا لیکن اللہ تعالے
عالم الغیب عزوجل اسکو بعد موت کے ماخوذ کریگا۔ اور اصلاح یہی ہی کہ باہمی حقوق کا لحاظ ہو۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ اور عورتون کے لیے بھی
حقوق ویسے ہی ہین بطور معروف جیسے کہ خود عورتون پر ہین ف کہ شوہر کی اطاعت کرین و مانند اسکے لیکن اس سے شوہر و عورت مین برابری مراد نہین وَ
لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔ اور مردون کے واسطے زوجات پر فضیلت درجہ بلند ہی ف حتی کہ حدیث مین ہی کہ اگر مین کسی کو دوسرے کے لیے خدا ہی
سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو اپنے خاوند کے لیے حکم دیتا۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ اور اللہ تعالے غالب حکمت والا ہی ف اسنے اپنی مخلوقات
مین حکمت سے حکم فرمایا ہی۔ واضح ہو کہ ابن ابی حاتم نے اسماء بنت یزید بن السکن الانصاریہ سے حدیث کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
عہد مین مجکو طلاق دی گئی اور طلاق یافتہ عورت کے واسطے کوئی عدت نہ تھی پس اللہ تعالے نے طلاق کی عدت نازل فرمائی پس اسماء بنت یزید ہی پہلی عورت ہے
جسکے حق مین طلاق کی عدت اُتری یعنے قولہ تعالے والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء الآیہ۔ (غریب جدا) اور جاہلیت مین طلاق کی بھی کوئی حد نہ تھی چاہے ہزار
طلاق دے ہزار بار رجوع کرے پس اللہ تعالے نے طلاق و عدت کی حد مقرر کردی (م) شرع مین طلاق یعنے عقد نکاح کھول دینا پس مطلقہ وہ عورت جسکو اسکے
شوہر نے طلاق دی ہو عام اس سے کہ وہ منکوحہ خواہ نابالغہ ہو یا کہ بالغہ خواہ مدخولہ یا غیر مدخولہ جوان ہو کہ اسکو حیض آتا ہو یا حاملہ ہو کہ بسبب عارض حمل کے حیض سے بند ہو
یا بوڑھی ہو کہ بڑھیا ہو جانے سے وہ حیض وغیرہ سے مایوس ہو اور عام اس سے کہ آزاد عورت ہو یا کسی کی باندی سے نکاح کیا ہو۔ پس مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے
المطلقات عام لیا جو سب کو شامل ہی پھر یہان مطلقات مین آزاد منکوحہ مدخولہ جوان جسکو بلا مانع حمل حیض آتا ہو رکھی اور باقیون کی تخصیص کی پھر مدخولہ
تو بالغہ بھی ہوتی ہی اور کبھی نابالغہ قریب ببلوغ بھی ہوتی ہی اور کبھی بالغہ بھی مدخولہ نہین ہوتی جبکہ بدون دخول کے اسکو طلاق دیدی ہو پھر تخصیص کا بیان اوپر گذرا
پھر ائمہ حنفیہ کے نزدیک خلوت صحیحہ بھی بہر عدت لازم ہونے کے حق مین دخول کے قائم مقام ہوگی اور خلوت صحیحہ یہ ہی کہ مرد و زوجہ تنہائی مین بغیر مانع و مرض و روزہ
و احرام و اجنبی وغیرہ کے جمع ہون تربص یعنی انتظار ہی اور اکثرون کے نزدیک تربص خبر بمعنے امر ہی اور تربصن صیغہ جمع امر مونث غائب ابن العربی نے خبر
بمعنی امر ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ دونون انواع متباین ہین ایک دوسرے کے معنے مین نہین ہو سکتے ہے ہزار ایسی مطلقہ بھی پائی جاتی ہین جو بطور نافرمانی
کے انتظار نہین کرتی ہین پس خلاف خبر الٰہی واقع ہونا محال ہی بلکہ یہ حکم شرعی کی خبر ہی یعنے مطلقہ کے واسطے تربص مشروع ہی پس اگر کوئی مطلقہ

ایسی پائی جاوے جو تربص نہین کرتی ہو تو ظاہر ہوگا کہ اسنے خلاف مشروع کام کیا- پھر ابن عبدالبرؒ نے کہا کہ علما متفق ہین کہ قرء اہل عرب کے نزدیک حیض و
طہر دونون پر بولا جاتا ہی- ابن کثیرؒ نے لکھا کہ سلف وخلف متاخرین علمار نے اختلاف کیا کہ یہان قروء سے کیا مراد ہی پس اسمین دو قول ہین آیک یہ کہ مراد
اطہار ہین اور مالک نے موطا مین عائشہ سے روایت کی کہ حفصہ بنت عبدالرحمن بن ابی بکر کو جب تیسرا حیض شروع ہوا تو عائشہؓ نے اسکا دوسرا نکاح کردیا
زہری نے کہا کہ مین نے اسکو عمرہ بنت عبدالرحمن سے ذکر کیا تو اونھون نے کہا کہ عروہ نے سچ کہا ہی اور عائشہؓ سے اس بارہ مین لوگون نے مجادلہ کیا تھا کہ اللہ
تعالے اپنی کتاب مین فرماتا ہی کہ ثلثۃ قروء پس عائشہ نے جواب دیا کہ تمنے سچ کہا لیکن جانتے ہو کہ اقراء سے مراد کیا ہی اس سے اطہار مراد ہین- مالک نے نافع
کے طریق سے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ مرد نے جب اپنی جورو کو طلاق دی پھر مطلقہ مذکورہ کو تیسرا حیض شروع ہوا تو مطلقہ مذکورہ اپنے
مرد سے بالکل بری ہوگئی اور مرد مذکور اس عورت سے بالکل بری ہوگیا قال المترجم یعنے کسی مرد نے اپنی جورو کو مسنون طور پر طہر کی حالت مین تین عدد سے کم
ایک یا دو طلاقین دین کہ پھر رجوع کرسکتا ہی پس وہ عورت عدت مین بیٹھی پس اسکو یہ طہر گذر کر حیض آیا پھر پاک ہوگئی دوسرا طہر ہوا پھر حیض دوسرا آگر پاک ہوئی
تو تیسرا طہر شروع ہوا پھر جب تیسرا حیض شروع ہوا تو تین طہر ختم ہوے اور انتظار کی مدت پوری ہوئی اور عورت مذکورہ مرد مذکور کے نکاح سے بالکل بری ہوگئی
اب وہ تیسرا حیض شروع ہوتے ہی رجوع کرنے کا مستحق نرہا لیکن چونکہ پوری تین طلاق نہین دی ہین لہذا دوسرا نکاح اس سے کرسکتا ہی یہ شرح قول ابن عمرؓ
اور عائشہؓ کی ہی واللہ اعلم- مالکؒ نے کہا کہ یہی بات ہمارے نزدیک ٹھیک ہی یعنے قروء سے مراد اطہار ہین اور ایسا ہی ابن عباس وزید بن ثابت وسالم وقاسم
وعروہ وسلیمان بن یسار وابوبکر بن عبدالرحمن وابان بن عثمان وبقیہ فقہاے سبعہ سے مروی ہی اور یہی مذہب مالک وشافعی وابوثور وداؤد وغیرہم کا ہی اور
استدلال انکا بقولہ تعالے فطلقوہن لعدتہن الآیہ ہی یعنے طلاق دو عورتون کو بوقت عدت انکے- اور اسمین خلاف نہین کہ حکم طلاق کا وقت طہر ہی پس جب طلقوہن
لعدتہن مین وہ طہر جسمین طلاق دی گئی ہی عدت مین شمار کیا گیا اور تین طہرون سے ایک طہر قرار دیا گیا تو معلوم ہوا کہ بعد کو دو حیض گذرنے اور تیسرے حیض شروع
ہونے پر انتظار کی میعاد ختم ہوگی اسیواسطے ان لوگون نے کہا کہ تیسرے حیض شروع ہوجانے پر اسکی عدت گذر جاویگی قال المترجم جواب دیا گیا
کہ اس صورت مین اخیر کے دو طہر کامل ہونگے اور اول طہر جسمین طلاق دی ہی اسمین سے بعض ہوگا پس عدد مقصود یعنے ثلثۃ پورے نہوے بلکہ کچھ کم تین
ہونگے اور یہ خلاف نص آیت ہی اسیواسطے حضرت عائشہ پر اہل علم نے اعتراض کیا تھا اور حق یہ ہی کہ اسکا کوئی جواب قابل اعتماد نہین ہی اور بیضاوی نے اسپر
دوسری دلیل ذکر کی کہ حضرت صلعم نے عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تو اپنے بیٹے کو حکم دے کہ اپنی جورو سے جسکو طلاق دی ہی رجوع کرے پھر اسکو رہنے دے یہانتک کہ
طاہر ہو پھر حائضہ ہوکر طاہر ہو پس چاہے اسکے بعد اسکو رکھے اور چاہے طلاق دے بدون اسکے کہ اس سے جماع کیا ہو- فتلک العدۃ التی امر اللہ تعالیٰ ان تطلق
لہا النساء- پس یہ عدت ہی کہ حکم کیا اللہ تعالے نے کہ طلاق دیجاوین اسکے وقت پر عورتین اس حدیث کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہی مترجم کے نزدیک یہ بھی
ضعیف ہی پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ قول دوم یہ ہی کہ قروء سے مراد حیض ہین اور اس قول پر عورت مطلقہ کی عدت پوری نہوگی یہانتک کہ وہ تیسرے حیض سے پاک
ہوجاوے اور بعض نے زیادہ کیا کہ اور غسل بھی کرلے- چنانچہ حضرت ثوری نے عن منصور عن ابراہیم عن علقمہ روایت کی ہی کہ ہم لوگ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس
تھے کہ ایک عورت آئی اور کہا کہ میرے شوہر نے مجھے ایک طلاق یا کہا دو طلاق دین پھر میرے پاس آیا اس حال مین کہ مین نے کپڑے اتارے اور دروازہ بند کیا تھا
یعنے تیسرے حیض سے پاک ہوکر نہانے کے لیے پس عمرؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ میری راے مین یہ اسکی جورو ہی قبل اسکے کہ اسکو نماز حلال ہو تو عبداللہؓ
نے کہا کہ مین بھی ایسا ہی جانتا ہون قال المترجم یعنے اس سے ثابت ہوا کہ تیسرے حیض سے پاک ہوکر غسل سے پہلے تک وہ عدت مین ہوتی ہی جیسا کہ بعض نے
زیادہ کیا ہی بالجملہ تین حیض تک تو اسکی عدت اس قول پر متعین ہی قال ابن کثیر اور یہی قول حضرت ابوبکر صدیق وعمر وعثمان وعلی کرم اللہ وجہہ وابوالدرداء
وعبادہ بن الصامت وانس بن مالک وعبداللہ بن مسعود ومعاذ بن جبل وابی بن کعب وابوموسیٰ اشعری وعبداللہ بن عباس وسعید بن المسیب وعلقمہ

واسود وابراہیم ومجاہد وعطاء وطاؤس وسعید بن جبیر وعکرمہ ومحمد بن سیرین وحسن وقتادہ وشعبی وربیع بن انس ومقاتل بن حیان وسدی ومکحول وضحاک وعطاء خراسانی سے مروی ہو کہ ان سب نے فرمایا کہ بیان قروء سے مراد حیض ہین اور یہی مذہب ابوحنیفہؒ واونکے اصحاب کا اور یہی دو روایتون مین سے اصح روایت امام احمد بن حنبل سے ہو اور اثرمؒ نے امام احمد سے حکایت کی کہ امام احمد نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مین سے بڑے بڑے اکابر تو کہتے ہین کہ قروء بیان حیض ہین اور یہی مذہب امام ثوری واوزاعی وابن ابی لیلی وابن شبرمہ وحسن بن صالح وابوعبید واسحٰق بن راہویہ کا ہو اور اسیکا موید ہو جو ابوداؤد ونسائی نے فاطمہ بنت ابی حبیش سے روایت کیا کہ حضرت صلعم نے اس سے کہا کہ دعی الصلوٰۃ ایام اقرائک۔ یعنے اپنے اقراء کے دنون مین نماز چھوڑ دے یعنے حیض کے دنون مین **قال ابن کثیر** پس اگر یہ روایت صحیح ہو تو صریح ہوگی کہ قرء حیض ہو ولیکن منذر بن المغیرہ راوی کے حق مین ابوحاتمؒ نے کہا کہ مجہول ہو مشہور نہین ہو اور ابن حبان نے اسکو ثقات مین ذکر کیا ہو **قال المترجم** یہ قول اوسوقت درست ہو سکتا ہو کہ قرء کا لفظ مشترک نہ لیا جاوے اور پہلے معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک مشترک ہو علاوہ برین اسمین حیض پر قرء کا اطلاق ہو اور اسکو کوئی منع نہین کرتا ہو ہان صریح وقوی دلیل اس قول کی وہ حدیث ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پوری طلاق باندی کی دو طلاق ہین اور عدت اسکی دو حیض ہین اسکو ابن ماجہ وبیہقی نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کیا اور ابوداؤد وترمذی وابن ماجہ ودارقطنی وحاکم نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت کیا اور حاکم نے اسکی تصحیح کی اور عنقریب آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور ہدایہ وغیرہ مین جو بیان دلیل عقلی مذکور ہو کہ مقصود اس سے رحم کی پاکی نطفہ سے ظاہر ہونا اور وہ حیض سے حاصل ہو نہ طہر سے تو یہ دلیل ضعیف ہو جیسے عقلی دلیلون کا حال ہوا کرتا ہو کیونکہ طہر کے قائل لوگون کے طریق پر بھی بیچ مین دو حیض آجاتے ہین اور اگر کہا جاوے کہ کبھی حمل کی حالت مین بھی ایک دو بار خون آجاتا ہو تو جواب یہ ہو کہ وہ لوگ تیسری بار خون آنے پر انقطاع عدت کے قائل ہین فتامل۔ قولہ ولا یحل لہن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامہن۔ ما موصولہ کی تفسیر مین اختلاف ہو بعض نے کہا کہ حیض اور بعض نے کہا حمل۔ اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ عام مراد ہو حمل ہو یا حیض ہو اور یہ قول ابن عباس وابن عمر ومجاہد وشعبی وحکم بن عتیبہ وربیع بن انس وضحاک وغیرہم کا ہو اور ابن ابی حاتمؒ نے ابن عمرؓ سے اس آیت مین روایت کی کہ عورت کو حلال نہین کہ حمل چھپاوے اگر حاملہ ہو اور حلال نہین کہ حیض چھپاوے اگر حائضہ ہو۔ قولہ ان کن یؤمن باللہ والیوم الآخر۔ یعنے نہ چھپاوین اگر ایمان دار ہین اور یہ انکی عدت کے لیے شرط نہین ہو کیونکہ کافرہ ہون تو بھی عدت واجب ہوگی بلکہ یہ تشدید وتغلیظ ہو اور سخت تہدید ہو کہ اگر حیض یا حمل کو چھپاوینگی تو گویا مستحق اسکی ہونگی کہ ان پر مومنہ کا اطلاق کیا جاوے اور مراد یہ ہو کہ چھپانے والی کا ایمان کامل نہوگا۔ اور ابن کثیرؒ وغیرہ نے ذکر کیا کہ اسمین دلیل ہو کہ حیض سے عدت پوری ہونے یا حمل ہونے وغیرہ مین عورت ہی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ یہ بات ایسی ہے کہ عورت ہی کی طرف سے معلوم ہو سکتی ہو اور اسپر گواہ قائم کرنا غالباً متعذر ہو اسیواسطے حق بات بیان کرنا عورتون پر رکھا مگر انکو وعید وتہدید کردی کہ اپنے ایمان جاتے رہنے اور عذاب آخرت سے ڈرین اور سوائے حق بات کے کسی غرض کی وجہ سے جھوٹ نہ بولین **قال المترجم** مثلاً مرد نے طلاق رجعی مین دعوی کیا کہ مین نے اس عورت سے قبل انقضائے حیض سوم کے رجوع کیا ہو اور عورت نے کہا کہ نہین بلکہ تیسرا حیض ختم ہو گیا تھا تو قول عورت کا قبول ہوگا اور اگر مرد نے گواہ دیے پس اگر گواہون نے یہ کہا کہ اسنے تیسرے حیض ختم سے پہلے رجوع کیا ہو تو بعض نے کہا کہ قبول ہونگے اور بعض نے کہا کہ نہین اور اگر گواہون نے یہ کہا کہ اس عورت نے اقرار کیا ہو کہ میرے اس شوہر نے مجھے تیسرے حیض پورے ہونے یا عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کیا ہو تو بالاتفاق قبول ہونگے اور اسیطرح کبھی حمل عورت کو معلوم ہو مگر اسنے اس غرض سے کہ مرد رجوع نہ کر سکے چھپا ڈالا اور حیض سے اپنی عدت ختم ہو جانیکا دعوی کر کے دوسرے سے نکاح کر لیا اور حمل مذکور اُسکے سر ڈالا اور خرابی ڈال دی اور کبھی عورت کی عدت تین حیض سے پوری ہو گئی مگر اسنے اس غرض سے کہ نفقہ شوہر کے ذمہ رہے ظاہر نہ کیا۔ علیٰ ہذا القیاس اغراض فاسدہ بہت ہین جو بوجوہ مرد کے حق مین مضر ہین لہذا تہدید فرمائی کہ حق بات نہ چھپاوین۔ قولہ وبعولتہن احق بردہن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا۔ یعنے مطلقہ کا شوہر جسنے اسکو طلاق دی ہو اسکو پھیر لینے کا حق ہو جب تک

کہ مطلقہ مذکورہ اسکے طلاق کی عدت مین ہو جبکہ مراد اسکے پھیر لینے سے اصلاح و بھلائی ہو اور احق یہان فاعل کے معنی ہین ذکرہ البیضاوی اور کشاف مین کہا
(ریشتی کرنا ۱۲)
یا ین معنی کہ اگر مرد نے رجعت کو چاہا اور عورت نے انکار کیا تو قول مرد ہی کا قبول ہوگا اور عورت کے قول پر اسکو ترجیح ہوگی پس وہ احق ہوا اور خطیب نے کہا کہ
میرے خیال مین آتا ہو کہ اسکے یہ معنی ہین کہ احق بردھن من مفارقتھن یعنی مفارقت کی بہ نسبت رجوع کرنا احق ہو اور مترجم کہتا ہو کہ نہین بلکہ احق یہان
بغیر منازعت ہو یعنے مرد ہی مستحق ہو جیسا کہ سیوطی رح نے کہا اور یہ استعمال معروف شایع ہو اور ضمیر مونث بعولتھن اور بردھن مین مطلقات رجعیہ کی طرف راجع ہے
کیونکہ مطلقات تو ایک و دو طلاق والی اور تین طلاق والی سب کو شامل ہو اور تین طلاق والی مطلقہ سے رجعت کا اختیار نہین ہو کیونکہ وہ بائنہ ہو جاتی ہو کہ بغیر حلالہ کے نکاح جدید
مین بھی نہین آسکتی ہو پس اس صورت مین ضمیر بہ نسبت مرجع کے خاص ہوگی اور مفسر نے مقدمہ مین کہا کہ اسمین کوئی امتناع نہین جیسے کہ اگر مرجع کو دوبارہ
ظاہر خاص کرکے ذکر فرمایا جاتا تو روا تھا اور اسی آیت سے بعض اصولیون نے استدلال کیا ہو کہ ضمیر مخصص ہو سکتی ہو کیونکہ یہان بعولتھن احق بردھن کی ضمیر سے عموم
مطلقات کی تخصیص ان مطلقات سے ہو گئی جو رجعیہ طلاق سے مطلقہ ہون اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسکو رد کردیا اور فرمایا کہ جب یہ آیت اتری ہو تو مطلقہ
بائنہ کا وجود ہی نہ تھا پس جو شخص اپنی جورو کو طلاق دیتا اگرچہ وہ سو طلاق دیتا تب بھی اسکو رجعت کا اختیار رہتا پھر جب اسکے بعد والی آیت اتری اور لوگ
تین ہی طلاق مین منحصر کیے گئے تو مطلقہ دو قسم کی ہوگئین ایک مطلقہ رجعیہ جنکو تین طلاق سے کم دی گئی ہون اور دوم مطلقہ بائنہ جنکو تین طلاق دی گئی ہون یا
یا بلفظ بائن کردی گئی ہون وعلی ہذا قولہ المطلقات تربصن مین مطلقات رجعیہ ہین پس ضمیر اپنے مرجع سے اخص نہ ہوئی و سیاق الکلام فیہ انشاء اللہ تعالے
اگر کہا جاوے کہ ان ارادوا اصلاحا شرط ہی پس بدون ارادہ اصلاح کے رجعت جائز نہ ہوگی اور جواب دیا گیا کہ یہ شوہرون کو آمادہ کرنیکے واسطے ہو کہ اصلاح کا قصد
کرین اور ضرر رسانی کے قصد سے رجوع کرنے سے ممانعت ہو اگرچہ رجعت صحیح ہو جائیگی ولیکن وہ حرام کا مرتکب ہوگا کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا
یعنے مطلقہ عورتون کو ضرر پہونچانے کے لیے رجعت کرکے مت روکو تاکہ انپر تعدی کرو یعنے لاچار ہوکر خلع لے لین - اور علماء ظاہر یہ کے نزدیک قصد اصلاح شرط واجب
ہو اور جاننا چاہیے کہ فی ذلک سے مراد یہ ہو کہ زمانہ تربص مین رجوع کا اختیار رکھتا ہو اور اگر زمانہ تربص یعنی عدت پوری ہوگئی تو عورت خود مختار ہو اور بدون نکاح جدید
مہر جدید کے پہلے شوہر کو حلال نہین ہو سکتی بشرطیکہ تین طلاق نہ دی ہون اور اگر تین طلاق دی ہون تو بدون دوسرے مرد سے نکاح کرنے اور اسکی وطی
کے و اسکی طلاق کی عدت پوری ہو جانے کے شوہر اول پر نکاح جدید سے حلال نہوگی جیسا کہ عنقریب آتا ہو انشاء اللہ تعالے پھر نکاح جدید سے بھی جواز سبب
کہ عورت راضی ہو ورنہ اسکو اختیار ہو اور یہ جو مذکور ہوا اسمین کچھ اختلاف نہین ہو اور اگر عدت کے اندر رجوع کیا تو رجوع کرنا زبانی بھی ہو سکتا ہو مثلا شوہر
کہے کہ مین نے اس عدت سے رجوع کیا اور اُس سے وطی کرلینے سے بھی ہو سکتا ہو اور اسپر احکام نکاح مین سے کچھ لازم نہ آویگا بلکہ وہی نکاح سابق بحالہ باقی ہو
اور اسمین بھی کچھ اختلاف نہین ہو - قولہ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف - یعنے جیسے شوہرون کے عورتون پر حق ہین مثلا وہ طلاق و رجعت کے مختار ہین
ویسے ہی عورتون کے شوہرون پر بھی زوجیت کے حقوق ہین اور کرخی نے فرمایا کہ واجب ہونے مین یکسان ہین پس عورت پر مرد کی طاعت واجب ہو تو مرد پر
عورت کو شرعی طور پر کھانا و کپڑا دینا اور خوش خلقی کے ساتھ بسر کرنا لازم ہو اور یہ نہین کہ اگر عورت نے اسکو کھانا پکا کر کھلایا تو وہ بھی اسکے لیے کھانا پکاوے
اور ابن عباس رض سے روایت ہو کہ فرمایا کہ مین پسند کرتا ہون کہ عورت کے واسطے اپنی زینت کرون جیسے اپنے واسطے عورت کا زینت کرنا پسند کرتا ہون کیونکہ اللہ
تعالے نے فرمایا ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف اسکو ابن جریر و ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہو اور مترجم کہتا ہو کہ ابن عباس کا استدلال کمال تقوی پر
مبنی ہو کیونکہ اسمین بھی حق عورت کا ندیشہ پا دے اگرچہ یہ حقوق واجبہ مین سے نہین اسیواسطے مستحب کیطرف اشارہ کیا کہ مین پسند کرتا ہون ولیکن
بالمعروف سے یاد رکھنا چاہیے کہ مرد اپنی عورت کے واسطے اسیقدر زینت کرے جو شرع مین مباح ہو پس یہ روا نہین کہ منھ دی لگاوے اور زنانہ آرائش
کرے اور شرع کے نزدیک خبیث صورت بناوے اگرچہ وہ اپنے نفس و شیطان کے نزدیک خوبصورت بناتا ہو اور علی ہذا عورت بھی مرد کے واسطے زینت

زینت کرسکتی ہے جو شرع میں مباح ہو نہ انکہ مردانہ جوتا پہنے اور خلاف شرع لباس پہنے کیونکہ یہ سب حرام ہے۔ اور حدیث میں عمرو بن الاحوص سے روایت ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے پس تمہارا حق تمہاری عورتوں پر یہ ہے کہ تمہارا بچھونا ایسے شخص سے نہ روندا دیں جسکو تم مکروہ جانتے ہو اور نہ اجازت دیں تمہارے گھر میں آنے کی ایسے شخص کو جسکو تم مکروہ جانتے ہو اور انکا حق تم پر یہ ہے کہ انکے کھانے اور کپڑے میں انکے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ اخرجہ الترمذی وصححہ اور صحیح احادیث سے یہ حکم بھی ثابت ہے کہ حاجت معمولی جیسے مرد کو عورت کیطرف ہوتی ہے ویسی ہی عورت کو مرد کی طرف ہے یہ حق بھی عورت کا پورا کرے اور دیگر حقوق معروف ہیں جو متفرق احادیث میں ہیں

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ

طلاق دوبار ہے پھر روکنا موافق دستور کے یا رخصت کرنا نیکی کے ساتھ اور تمکو روا نہیں کہ لے لو کچھ اپنا دیا ہوا عورتوں کو

شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ

مگر وہ کہ دونوں ڈریں کہ نہ ٹھیک رکھیں گے قاعدے اللہ کے پھر اگر تم لوگ ڈرو کہ وہ نہ ٹھیک رکھیں گے قاعدے اللہ کے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ

تو نہیں گناہ دونوں پر جو بدلا دیکر چھوٹے عورت یہ دستور باندھے ہیں اللہ کے سو انسے آگے مت بڑھو اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کے

اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

قاعدوں سے سو وہی لوگ ہیں ظلم کرنے والے

شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کہ اس آیۂ کریمہ سے وہ مضرت دور ہوگئی جو زمانہ جاہلیت سے عورتوں پر چلی آتی تھی کہ مرد کو اپنی جورو سے رجوع کر لینے کا اختیار تھا اگرچہ اسکو سو بار طلاق دے جب تک کہ وہ عدت میں ہو پس چونکہ اسمیں عورتوں کے حق میں مضرت تھی تو اللہ عزوجل نے شوہروں کا اختیار بند کرکے تین طلاق تک رکھا اور ایک بار اور دو بار کی طلاق تک انکو رجعت کا اختیار رہا پھر تیسری بار کی طلاق میں بالکلیہ بائن ہو جانیکا حکم دیا پس فرمایا کہ۔ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ- طلاق دو ہے پھر بطور معروف روکنا واسبہ ہے یا خوبی سے روان کرنا ف یعنے جس طلاق دینے کے بعد رجعت ہوسکے وہ فقط دو تک ہے اور دو طلاق دینے کے بعد اگر راضی ہو تو شرعی حقوق کے ساتھ رکھو یا خوبی سے راہ چھوڑ دو۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں کہا کہ باب دربیان آنکہ تین طلاق کے بعد رجوع کرنا منسوخ ہوا۔ حدثنا احمد بن محمد المروزی حدثنی علی بن حسین بن واقد عن ابیہ عن یزید النحوی عن عکرمۃ عن ابن عباس فی قولہ والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء الآیۃ کہا ابن عباس نے یہ بات تھی کہ مرد جب اپنی جورو کو طلاق دیتا تو وہ اس سے رجوع کر لینے کا اختیار رکھتا تھا اگرچہ اسکو تین بار طلاق دی ہوتی پھر اللہ تعالے نے اسکو منسوخ فرمایا اور نازل کیا الطلاق مرتان الآیۃ (قد رواہ النسائی بوجہ آخر) اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ حدثنا ہارون بن اسحق حدثنا عبدۃ یعنے ابن سلیمان عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ- کہا عروہ نے کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ (واللہ) میں نہ تجھے کبھی طلاق سے جدا کرونگا اور نہ کبھی تیرے پاس آؤنگا تو وہ بولی کہ یہ کیونکر تو کہا تجھے طلاق دونگا یہانتک کہ جب تیری عدت گذرنے کے قریب پہونچے گی تو تجھے رجوع کرونگا پس وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور یہ حال آپ سے ذکر کیا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا الطلاق مرتان۔ (رواہ ابن جریر وعبد بن حمید وابن مردویہ والترمذی وصححہ والحاکم) حضرت عائشہ رضہ نے کہا کہ طلاق کے واسطے کوئی وقت معین نہ تھا کہ مرد اپنی جورو کو طلاق دیتا پھر اس سے رجوع کر لیتا تا وقتیکہ اسکی عدت نہ گذری ہوتی اور انصار میں سے ایک مرد اور اسکی جورو کے درمیان بعض وہ بات پیش آئی جو لوگوں کے

درمیان پیش آیا کرتی ہو پس مرد انصاری نے کہا کہ واللہ مین تجھے ایسا کر چھوڑونگا کہ نہ تو شوہر والی رہیگی اور نہ بے شوہر والی پس اسنے یہ کرنا شروع کیا
کہ اسکو طلاق دیتا یہانتک کہ جب اسکی عدت گذرنے کو پہونچتی تو اس سے رجوع کر لیتا پس ایسا چند بار کیا پس اللہ عزوجل نے اسکے حق مین نازل کیا
الطلاق مرتان فامساک بمعروف اوتسریح باحسان پس طلاق کو معین کر دیا کہ تین عدد ہین کہ بعد تین طلاق کے پھر رجعت نہین ہو یہانتک کہ وہ عورت
کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے (ابن مردویہ) اور ایسا ہی قتادہؒ سے مرسلا روایت ہو اسکو سدی و ابن زیدؒ نے ذکر کیا اور ابن جریر نے بھی اسکو روایت
کیا اور اختیار کیا کہ یہی اس آیۂ کریمہ کی تفسیر ہو پس قولہ الطلاق مرتان۔ اے عدد اس طلاق کے جسمین شوہرون کو رجعت کا اختیار ثابت ہوتا ہو دو ہین قال
ابن کثیر یعنے جب عورت کو ایک طلاق دی یا دو طلاق دین تو اسکو عورت کے بارہ مین رجوع کرنیکا اختیار باقی ہو جب تک وہ عدت مین ہو چاہے اصلاح
کی نیت سے رجوع کر لے اور چاہے اسکو چھوڑ دے کہ اسکی عدت گذر جاوے پس بائنہ ہو جاویگی۔ اور ایک جماعت مفسرین نے ذکر کیا کہ اللہ تعالےٰ نے
مرتان فرمایا او طلقتان نہ فرمایا اسمین اشارہ ہو کہ طلاق کو چاہیے کہ ایک بعد دوسرے کے ہو نہ آنکہ دونون یکبارگی دیدے قال البیضاوی
اسیواسطے ائمہ حنفیہ نے کہا کہ ایکبارگی دو طلاق دینا یا تین طلاق دینا بدعت ہو۔ اقول یہی قول ابن عباس و ابن مسعود و مجاہد کا ہو اور یہی اصح ہو جو صحاح
احادیث سے ثابت ہو۔ قولہ فامساک بمعروف اوتسریح باحسان۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی جب مرد اپنی جورو کو دو طلاق
دے چکا تو اسکو چاہیے کہ تیسری طلاق مین اللہ تعالےٰ سے تقویٰ رکھے اور ڈرے کہ یا تو اسکو معروف طور پر رجعت کر کے روکے اور بھلائی کے
ساتھ اس سے برتاؤ کرے یا نیکوئی کے ساتھ اسکی تسریح کر دے کہ اسکے حق مین کوئی کچھ ظلم نہ کرے اور ابن ابی حاتم نے ابو رزینؓ سے مرفوعاً روایت
کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ فامساک بمعروف اوتسریح باحسان پس تیسری طلاق کہان ہو
فرمایا کہ تسریح باحسان ہو اور اس حدیث کو عبد بن حمید و امام احمد و سعید بن منصور نے بھی روایت کیا اور ابن مردویہ نے اسکو انس بن مالکؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے
ذکرہ ابن کثیر اور شیخ ابن عبد البر نے کہا کہ علما نے اجماع کیا ہو کہ دو طلاق کے بعد تیسری طلاق یہی تسریح باحسان ہو اور قولہ فان طلقھا
فلا تحل مین اسی طلاق کو مراد لیا ہو **مسئلہ** اگر کسی نے اپنی جورو کو ایکبارگی تین طلاق دیدین تو آیا واقع ہونگی یا ایک ہی واقع ہوگی
تو جواب یہ ہو کہ جمہور علما کے نزدیک تینون طلاق واقع ہو جاوینگی اور رجعت کا اختیار نہ رہیگا ولیکن ائمہ حنفیہ نے انہین سے ان اکابر کی موافقت
کی ہو جن کے نزدیک واقع ہو جاوینگی مگر بدعت ہو ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا اور بعض علما کے نزدیک ایک ہی واقع ہوگی اور بحث دراز ہو جو
مترجم کے عین الہدایہ سے تلاش کرو کہ وہان کافی تحقیق موجود ہو اور مترجم کے نزدیک یہان جدید استدلال لطیف یہ کافی ہو کہ جمہور
صحابہ و تابعین و فقہا نے کہا کہ تینون طلاقین واقع ہونگی اور دوسرا فرقہ قلیل کہتا ہو کہ نہین بلکہ ایک ہی واقع ہوگی۔ پس ہم کہتے ہین کہ اسمین شک نہین
کہ شبہہ پیدا ہو گیا اور حدیثون مین شبہہ سے بچنے کی تاکید بروایت صحاح موجود ہو اور یہان یہ شبہہ حرام و حلال مین دائر ہو تو حرام کے شبہہ سے بچنا واجب ہو
لہذا اسمین یہی اختیار کرنا واجب ہو **وَلَا یَحِلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّاۤ اٰتَیۡتُمُوۡہُنَّ شَیۡئًا**۔ اور تمنے جو کچھ انکو دیا ہو تمکو حلال
نہین کہ اسمین سے کچھ لے لو ف یعنے اگر شوہرون نے اپنی مرضی سے جورون کو طلاق دی تو مہر جو انکو دیا ہو یا جو کچھ انکو اسطرح دیا ہو کہ اس سے
رجوع نہین کر سکتا ہو اسمین سے کچھ نہ لیوے بایں طور کہ انکو تنگ کرے اور ضیق مین ڈالے اور رجوع کرے بغرض ضرر رسانی تاکہ فدیہ دیکر اپنی جان
چھڑاوین ایسا نہ کرے اسکو حلال نہین ہو جیسے کہ فرمایا ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما اٰتیتموھن۔ اور انکو مت روکو تاکہ جو دیا ہو اسمین سے کچھ لے جاؤ۔
ھ۔ ہان اگر عورت خوشی سے کچھ دیوے تو اوسکے لینے مین مضائقہ نہین چنانچہ فرمایا فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا فکلوہ ھنیئا مریئا۔ پھر اگر عورتین
خوشدلی سے تمہارے لیے کچھ چھوڑ دین یا دین تو اوسکو خوشگواری سے کھاؤ ھ۔ پھر جاننا چاہیے کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک مرد نے جو کچھ اپنی جورو کو

ہبہ کیا اس سے رجوع نہین کرسکتا ہی پس زیور وغیرہ جو کچھ اسکو ہبہ کیا ہو وہ کچھ نہین لے سکتا ہو الا آنکہ دینے کے وقت گواہ کرلیے ہون کہ مین اسکو ہبہ
نہین کرتا ہون اور ایسے ہی بعد عقد کے مہر مقررہ پر اگر کچھ بڑھایا اور عورت نے قبول کیا اسی جلسہ مین تو وہ بڑھتی ثابت ہوجائیگی اور مہر مع اس زیادتی کے
ہوجائیگا۔ بالجملہ جو کچھ اسکو دیدیا ہو وہ عورت کی ملک ہوگیا اسمین سے بناراضی کچھ نہین لے سکتا ہو۔ اور چونکہ اتیتموہن فرمایا اسی سے ہمارے مفسر وغیرہ نے
خطاب مذکور شوہرون کو قرار دیا ہو کیونکہ دینے والے وہی شوہر ہین اور بعض نے خطاب مذکور حاکمون کی طرف قرار دیا کیونکہ آگے جو فرمایا۔
فان خفتم وہ قطعا حاکمون کی طرف خطاب ہو پس اگر یہان خطاب شوہرون کو ہوگا تو نظم عبارت مین تشویش ہوگی اور تاخذوا یعنے لینے کی نسبت
حاکمون کی طرف اسوجہ سے ہو کہ وہی اسکے حکم کرنے والے ہین جبکہ نالش ہوگی ولیکن شک نہین کہ دینے کی نسبت حاکمون کی طرف بہت بعید ہو اگرچہ
بیضاوی رحمہ اللہ نے تکلف کیا ہو اور پوشیدہ نہین کہ اول خطاب شوہرون کو اور دوسرا حاکمون کو کچھ تشویش نظم نہین جبکہ صریح قرینہ موجود ہو اور یہ
بلاغت ہوتی ہو کہ ایک لفظ سے طول کلام کی ضرورت رفع ہوگئی جیسے آیت وضو مین قولہ تعالے۔ وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین۔ مین ہو کہ اصل مقصود یہ
ہو کہ وضو مین ترتیب سے کرو کہ اول منہ پھر ہاتھ دھو پھر سر کا مسح کرو پھر پانون دھو پس اگر۔ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم وارجلکم۔ ہوتا تو لازم آتا کہ وامسحوا
برؤسکم قبل غسل الرجلین وبعد غسل الیدین۔ آتا ورنہ ترتیب ساقط ہوئی جاتی ہو لیکن اب شبہہ ہوتا ہو کہ پانون مسح کے تحت مین ہین پس اللہ تعالے نے
وارجلکم کے ساتھ الی الکعبین ملا دیا تو ترتیب بھی رہی اور مسح کا شبہہ جاتا رہا اسواسطے کہ مسح الی الساق ہو نہ الی الکعب تو لامحالہ غسل ہی مراد ہو۔ اسی طرح
یہان دینا مہر کا شوہر سے ہو اور خفتم ان لا یقیما۔ مین لقیا کے ساتھ خوف لامحالہ اولیا احکام کو ہو۔ بالجملہ تقریر مذکورۂ بالا سے ظاہر ہوا کہ مراد یہ ہو کہ عورت کو جو کچھ
دیا ہو اسمین سے بناراضی عورت کچھ لینا حلال نہین ہو اور اگر وہ برضامندی کچھ دیدے تو لینا حلال ہو یہ سب اس صورت مین ہو کہ مرد نے اپنی پسند سے عورت کو
طلاق دی اور اگر جورو مرد مین نفاق پڑجاوے اور خوف کرین کہ ہم اللہ تعالے کے حدود پر قائم نہ رہین گے تو مضائقہ نہین کہ عورت کچھ مال دیکر اپنی جان چھوڑاوے اور مرد
اسکو لیکر خلع کردے چنانچہ فرمایا۔ اِلَّآ اَنۡ یَّخَافَآ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ۔ مگر آنکہ دونون زوجہ وشوہر خوف کرین کہ ہم حدود الٰہی پر ٹھیک نہ رہین گے ف
تو مرد لے سکتا ہو اور یہ استثنا ہو اول سے اور چونکہ استثنا سے سکوت ہوتا ہو یہ ضرور نہین کہ الا کے ماقبل جو حکم ہو اسکے برخلاف یہان ثابت ہو اسیواسطے آگے
فرمایا۔ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡهِمَا فِیۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ۔ پھر اگر تمکو خوف ہو کہ یہ جورو اور مرد باہم حدود
الٰہی کو ٹھیک قائم نہ رکھین گے تو دونون پر اس مال کے بارہ مین گناہ نہین جسکے بدلے عورت نے اپنی جان چھوڑائی ف یعنے عورت نے خلع لے لیا تو
اولیا وعورت نہ روکین علما رحمہم نے کہا کہ اگر شوہر سرکش ہو تو مہر سے زائد اوسکو حلال نہین بلکہ جالل مہر نظر کرے۔ اور اگر عورت سرکش ہو تو مہر سے زائد بھی لینا
حلال ہو۔ یہ حکم براہ تقوی ودیانت ہو۔ اور یہ خطاب اولیاء کو ہو اور خوف یعنے گمان غالب ہو کہ عورت اپنے شوہر کے حقوق بجا نہ لاویگی اور شوہر کو دل سے
نہ رکھے اور اوسکے ساتھ اچھی طرح بسر کرنے پر قادر نہو تو اوسکو اختیار ہو جو شوہر نے دیا ہو اوسکو دیکر اپنی جان چھوڑاوے اور اسمین حرج نہین ہو اور اگر
مرد کی طرف سے خوف ہو کہ وہ بصورت عورت کی نافرمانی کے اسپر تعدی کریگا تو حرج نہین کہ اسکو عورت سے قبول کرکے اسکو چھوڑے اور یہی خلع ہو اور اسکے جواز مین
کوئی شک نہین اور یہی جمہور کا مذہب ہو اور اگر بلا شرط خلع کے مرد نے طلاق دی تو عورت پر مال دینے کا جبر نہ کیا جائیگا کما صرح فی الفتاوی العالمگیریہ اور چونکہ
یہان خطاب حکام کو ہو یعنے امام المسلمین سلطان ووالی وحاکم وقاضی جسکو حکومت حاصل ہو اسی سے بعض علما نے حجت پکڑی کہ خلع مین اختیار حاکم کو ہو اور یہی
قول سعید بن جبیر وحسن وابن سیرین کا ہو اور جمہور کے نزدیک شوہر خلع دے سکتا ہو اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک خلع طلاق بائن ہو اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ جمیلہ
بنت عبد اللہ بن ابی ابن سلول جو کہ ثابت بن قیس کی جورو تھی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ یا رسول اللہ مین ثابت بن قیس پر اسکی دینداری کے
خلاف نیک مین کچھ الزام نہین لگاتی ہون ولیکن وہ بدصورت ہونے کی وجہ سے میرے دل سے ایسے اترے ہین کہ مین انکے ساتھ نہین بسر کرسکتی ہون اور مجھے گوارا نہین ہو

کہ مین اسلام مین کفر کی بات کرون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو ثابت بن قیس کو اسکا باغ واپس کردیگی اُسنے کہا کہ ہان تو آپ نے ثابت بن قیس کو فرمایا کہ تو اپنا باغ قبول کرلے اور اسکو ایک طلاق دیدے اخرجہ البخاری والنسائی وابن ماجہ وابن مردویہ والبیہقی۔ اور یہ حدیث کثرت اختلاف الفاظ سے مروی ہو بعض مین جمیلہ بنت سہل الانصاری مذکور ہو اور بعض مین زینب و دیگر اختلاف ہین اور جاننا چاہیے کہ شیخ ابن کثیر نے ذکر فرمایا کہ اگر عورت کو کوئی معقول عذر ہو تو اسکا خلع لینا اسپر وبال ہو چنانچہ ثوبان رضؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت نے اپنے شوہر سے طلاق طلب کیا بدون اسکے کہ اسپر کوئی مضائقہ ہو تو ایسی عورت پر جنت کی خوشبو حرام ہو اخرجہ احمد وابوداؤد والترمذی وحسنہ وابن ماجہ وابن جریر والحاکم والبیہقی اور بعض احادیث صحیح مین ہو کہ خلع لینے والیان وہی منافق عورتین ہین اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ بڑا گروہ سلف وخلف اس طرف گیا ہو کہ خلع جائز نہین ہو الا اسی صورت مین کہ بغض ونافرمانی عورت کی طرف سے ہو پس ایسی صورت مین مرد کو خلع کا بدل یعنے فدیہ قبول کرنا جائز ہو اور حجت انکی یہی آیہ کریمہ ہو اور انھون نے کہا کہ خلع کا مشروع ہونا ایسی ہی حالت مین ہو پس دوسری حالت مین روا نہوگا مگر آنکہ کوئی دلیل پائی جاوے حالانکہ موجود نہین ہو۔ اور مالک واوزاعی نے تو یہانتک کہا کہ اگر عورت سے ذراسی چیز بھی اسکو ضرر دیکر لی تو واجب ہوگا کہ عورت کو واپس کردے اور خلع سے جو طلاق پڑے وہ رجعی ہوگی اور امام مالک نے کہا کہ مین نے اسی حال پر لوگون کو پایا ہو اور شافعی رحمہ اللہ نے اسکے خلاف یون کہا کہ خلع جب جھگڑے کی حالت مین روا ہو تو جورو ومرد کے اتفاق ہونے کی حالت مین بدرجہ اولی روا ہوگا اور یہی سب اصحاب شافعی جمے ہوے ہین **قال المترجم** یہ کچھ نہین ہو اسواسطے کہ جو عورت کو دیا ہو اوسمین سے کچھ نہ لینے کا حکم موجود ہو مگر اس سے ایک حالت کا حکم صرف مستثنی ہو وہ یہ کہ عورت کی طرف سے اعراض وسرکشی واقع ہو اور تصریح موجود ہو کہ شان نزول اسکا یہی جمیلہ یا حبیبہ عورت ہو جو مذکور ہوئی شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ شیخ ابن جریر نے فرمایا کہ یہ آیت نازل ہوئی ثابت بن قیس بن شماس اور اسکی جورو حبیبہ بنت عبد اللہ بن ابی ابن سلول کے حق مین پھر ابن کثیر نے اس حدیث کے طرق واختلاف الفاظ کو بیان کیا یہانتک کہ ذکر کیا کہ ابن جریر نے روایت کی کہ ابوجریر نے عکرمہ سے پوچھا کہ خلع کی کچھ اصل واقع ہوئی ہو تو عکرمہ نے کہا کہ ابن عباس فرماتے تھے کہ پہلا خلع جو اسلام مین واقع ہوا وہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی ابن سلول کی بہن کے حق مین واقع ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ یارسول اللہ میرے اور اسکے یعنے اپنے شوہر کے سر کو کوئی چیز کبھی یکجا نہ کریگی مین نے ثابت بن قیس یعنے اپنے شوہر کو چند لوگون مین آتے دیکھا تو وہ ان سب مین کالا اور پستا قد اور بدشکل تھا پس اسکے شوہر نے کہا کہ یارسول اللہ مین نے اسکو اپنا افضل مال جو میرا ایک باغ تھا دیا ہو پس یہ مجھے میرا باغ واپس کردے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو کیا کہتی ہو وہ بولی کہ ہان اگر وہ چاہے تو مین کچھ اور بھی بڑھا دون ابن عباس نے کہا پس آنحضرت صلعم نے دونون مین جدائی کردی شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ائمہ رحمہم اللہ نے اسمین اختلاف کیا ہو کہ بھلا یہ جائز ہو کہ مرد اپنی جورو کو اس سے زیادہ پر خلع دے جسقدر اسکو دیا ہو یا نہین تو جمہور اس طرف گئے ہین کہ ہان زیادہ پر بھی خلع جائز ہو کیونکہ فیما افتدت بہ عام ہو آئین کوئی مقدار معین نہین ہو اور ابن جریر نے کثیر مولی ابن سمرہ سے روایت کی کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ایسی عورت لائی گئی جو اپنے شوہر کی نافرمان تھی پس آپ نے حکم دیا کہ وہ کیچڑ لوہر کی کوٹھری مین تین رات تک قید رکھی گئی۔ پھر صبح کو اُس سے پوچھا کہ رات تو کیسے مقام پر رہی اسنے کہا کہ مین جب سے اپنے شوہر کے پاس ہون کبھی چین نہ پایا مگر ان راتون مین کہ آپ نے مجھے قید رکھا تھا آپ نے اسکے شوہر کو فرمایا کہ لے اگرچہ اسکی چھنڈیا کے بال ہون۔ اور اسکو عبد الرزاق نے بھی روایت کیا اور بخاری نے کہا کہ اجاز عثمان الخلع دون عقاص راسہا۔ یعنے اسکے سر کے بال کے اور ہر خلع کو عثمانؓ نے جائز رکھا اور عبد الرزاق نے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے یہ قصہ روایت کیا کہ عثمانؓ نے خود ربیع بنت معوذ کے حق مین خلع کا یہ حکم دیا تھا اور معنی اسکے یہ ہین کہ عورت کے پاس جو کچھ قلیل وکثیر ہو وہ خلع مین لینا جائز ہو اور اسکے پاس سوائے اوسکے سر کے بال کے کچھ نہ چھوڑے۔ پس یہ مبالغہ ہو اور اس سے ثابت ہو کہ مہر سے زائد پر بھی خلع روا ہو اور یہی ابن عمر وابن عباس ومجاہد وعکرمہ وابراہیم نخعی وقبیصہ بن ذویب وحسن بن صالح وعثمان ہی کا قول ہو اور یہی مذہب مالک

ولیث وشافعی وابو ثور کا ہو واسیکو ابن جریر نے اختیار کیا ہو اور امام ابو حنیفہ کے اصحاب نے کہا کہ اگر ضرر رسانی عورت کی طرف سے ہو تو جائز ہو کہ جو کچھ اسکو دیا ہو
وہ لے لے اور اسپر زیادتی نہین جائز ہو اور اگر عورت نے اسکو زیادہ دیا تو حکم قضا مین لینا جائز ہو اور اگر ضرر رسانی مرد کی طرف سے ہو تو اس سے کچھ لینا روا نہین ہو اور اگر لیا تو
قضاءً جائز ہو اور جاننا چاہیے کہ ربیع بنت معوذ بن عفراء کے قصہ مین موجود ہو کہ ربیع نے کہا تھا کہ مین تجھسے خلع لیتی ہون بعوض تمام اوس چیز کے جسکی مین مالک ہون اور امام احمد
وابو عبید واسحق بن راہویہ کے نزدیک جو دیا ہو اوس سے زیادہ لینا روا نہین ہو اور یہ سعید بن المسیب و عطاء و عمرو بن شعیب و زہری و طاؤس و حسن بصری و شعبی و حماد بن سلیمان
و ربیع بن انس کا قول ہو اور حضرت علی رض فرماتے تھے کہ مختلعہ سے اسقدر سے زیادہ نہ لیوے جتنا اسکو دیا ہو اور اوزاعی کہتے تھے کہ قاضی لوگ جائز نہین رکھتے ہین کہ عورت
سے اس سے زیادہ لیوے جسقدر دیا ہو اور دلیل اس قول کی وہ حدیث ہو جو قصہ ثابت بن قیس مین ابن عباس سے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کو
حکم دیا کہ اس سے اپنا باغ لے لے اور زیادہ نہ لیوے۔ پھر جاننا چاہیے کہ خلع آیا طلاق ہو یا نہین تو ابن عباس و عثمان بن عفان و ابن عمر سے مروی ہو کہ وہ فسخ ہو
طلاق نہین ہو اور یہی مذہب طاؤس و عکرمہ کا ہو اور یہی قول امام احمد و اسحق بن راہویہ و ابو ثور و داؤد ظاہری کا ہو اور یہی شافعی کا قول قدیم ہو۔ اور قول اول
یعنے خلع طلاق بائن ہو یہ عمر رض و علی رض و ابن مسعود و ابن عمر سے مروی ہو اور یہی قول سعید بن المسیب و حسن و عطاء و شریح و شعبی و ابراہیم و جابر بن زید کا ہو اور یہی مذہب
امام مالک و ابو حنیفہ و انکے اصحاب و ثوری و اوزاعی و ابو عثمان کا اور یہی جدید قول شافعی کا ہو مگر حنفیہ کے نزدیک اتنی بات ہو کہ اگر خلع دینے والے نے خلع مین
ایک طلاق یا دو طلاق کی نیت کی یا مطلقاً رکھا تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہونگی۔ پھر جاننا چاہیے کہ ائمہ اربعہ
و اسحق بن راہویہ کے نزدیک مختلعہ کی عدت تین قروء ہین اگر ایسی ہو کہ اسکو حیض آتا ہو اور یہی حضرت عمر و حضرت علی و ابن عمر سے مروی ہو اور یہی اکثر تابعین کا
قول ہو اور ترمذی نے کہا کہ یہی اکثر صحابہ وغیرہم اہل علم کا قول ہو اور یہی جمہور کا مذہب ہو اور عثمان و ابان بن عثمان و اخیر قول ابن عمر کا اور عکرمہ کا یہ ہو کہ اسکی عدت ایک حیض ہو
اور ابو داؤد و ترمذی و نسائی و حاکم و ابن عباس سے ثابت بن قیس کی جورو کے قصہ مین روایت کی کہ اسکو حضرت صلعم نے حکم کیا کہ ایک حیض سے عدت پوری کرے
اور ترمذی نے ربیع بنت معوذ کے خلع کے قصے مین بعد روایت کے کہا کہ صحیح یہ ہو کہ ربیع بنت معوذ کو حکم کیا گیا تھا کہ ایک حیض سے اپنی عدت پوری کرے ابن کثیر نے
ذکر کیا کہ خلع دینے والے کو روا نہین ہو کہ مختلعہ سے عدت کے اندر بغیر اوسکی رضامندی کے رجوع کر سکے اور یہی مذہب ائمہ اربعہ و جمہور علما کا ہو کیونکہ وہ مال خلع دیکر
اپنی ذات کی مالک ہوگئی ہو مترجم کہتا ہو کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک رجوع جائز نہین کیونکہ خلع انکے نزدیک طلاق بائن ہو پھر شیخ رح نے لکھا اور اس بات پر اجماع ہو
کہ خلع دینے والے کو روا ہو کہ اپنی مختلعہ سے عدت کے اندر نکاح کرے قال ابن کثیر خلع دینے والے کو عدت مین اپنی مختلعہ پر دوسرا طلاق واقع کرنے کا
اختیار ہو یا نہین۔ اسمین تین قول ہین ایک یہ کہ نہین واقع کر سکتا ہو اسواسطے کہ اپنی ذات کی مختار اور شوہر سے بائنہ ہوگئی ہو اور یہی ابن عباس
و ابن الزبیر و عکرمہ و جابر بن زید و حسن بصری و شافعی و احمد و اسحق و ابو ثور کا قول ہو۔ دوم مالک رح نے کہا کہ اگر خلع کے پیچھے طلاق دیدی ہو تو واقع
کر سکتا ہے اور اگر فقط خلع ہوا تو نہین۔ سوم آنکہ ہر حال مین اسپر طلاق واقع کر سکتا ہو جب تک کہ وہ عدت مین ہو اور یہ قول امام ابو حنیفہ
و انکے اصحاب و ثوری و اوزاعی کا ہو اور یہی قول سعید بن المسیب و شریح و طاؤس و ابراہیم و زہری و حاکم و حکم و حماد بن ابی سلیمان کا ہو قولہ
تلک حدود اللہ فلا تعتدوها الایۃ۔ اس آیت سے مالکیہ نے استدلال کیا کہ ایکبارگی تین طلاق دیدینا حرام ہو اور یہی ظاہر مذہب ائمہ حنفیہ ہو بلکہ انکے نزدیک دو طلاق ایکبارگی دینا
بھی بدعت ہو کما عرفت قال ابن کثیر اور سنت انکے نزدیک یہ ہو کہ طلاق ایک ایک کر کے دیوے اور اسکی تقویت کرتی ہو حدیث محمود بن لبید جو نسائی نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک نے اپنی جورو کو ایکبارگی تین طلاق دیدین تو آپ غضبناک کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہو حالانکہ مین تمہارے درمیان موجود ہون الحدیث

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

پھر اگر اسکو طلاق دی تو اب حلال نہین اوسکو وہ عورت اسکے بعد جب تک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اسکے سوا۔ پھر اگر وہ خاوند اسکو طلاق دے تب گناہ نہین ان دونون پر

أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝
کہ پھر مل جاویں اگر خیال کریں کہ ٹھیک رکھیں گے قاعدے اللہ کے اور یہ دستور باندھے ہیں اللہ کے بیان کرتا ہے انکو واسطے جاننے والوں کے
فَإِنْ طَلَّقَهَا - اے الزوج بعد الثنتین پھر اگر طلاق دیدی عورت کو شوہر نے ف یعنے دو طلاقوں کے بعد بھی تیسری طلاق دیدی
فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ - تو بعد اسکے اسکو یہ عورت حلال نہین ف یعنے تیسری طلاق کے بعد حَتّٰی تَنْكِحَ - تتزوج - زَوْجًا
غَيْرَهٗ یہانتک کہ تزوج کرے عورت کسی خاوند سے سوائے طلاق دہندہ کے ف اور وہ خاوند اس عورت سے وطی بھی کرلے جیسا کہ اس حدیث مین
ہے جسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے فَإِنْ طَلَّقَهَا - پھر اگر طلاق دیدی عورت مذکورہ کو دوسرے خاوند نے بھی ف اور عدت گذر گئی فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْهِمَا - تو ان دونون پر کچھ گناہ نہین ف یعنے عورت اور پہلے شوہر پر گناہ نہین اس بات مین کہ - أَنْ يَتَرَاجَعَا باہم رجوع
کرین - إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ - اگر دونون کو حدود الٰہی ٹھیک کرنے کا یقین ہو وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ - یہ سب جو مذکور ہوئے اللہ
تعالےٰ کے حدود ہین ف کہ انکو حد کردیا ہے کہ یہان سے تجاوز نہ کرین - يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ - اللہ تعالےٰ ان حدود کو ایسی قوم کے واسطے
بیان فرماتا ہے جو جانتے ہین ف یعنے فکر و غور کرتے ہین جاننا چاہیے کہ اوپر کی آیات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مرد کو ہر نکاح مین عورت پر فقط تین طلاق کا اختیار ہے
پس اگر اسنے ایک طلاق دی یا دو طلاق دین تو عدت گذرنے سے پہلے رجوع کرسکتا ہے اور اگر عدت گذر گئی اور وہ بائنہ ہوگئی پھر دونون راضی ہوے تو
نکاح کرسکتا ہے لیکن جمہور علما کے نزدیک اب وہ ایک ہی طلاق کا مالک ہوگا اگر پہلے سے دو طلاق دی تھین اور اگر پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب اس نکاح مین دو طلاق کا
مالک ہوگا حتے کہ اگر اس نکاح دوم مین اسنے دو طلاق دین تو پھر بدون دوسرے شوہر سے نکاح کیے اسپر حلال نہوگی اور اگر اول مرتبہ ایک طلاق یا دو
طلاق کے بعد اسکی عدت گذر گئی اور اسنے بائنہ ہوکر دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر اس سے طلاق پاکر بعد عدت کے پھر شوہر اول سے نکاح کیا تو ائمہ حنفیہ کے
نزدیک از سر نو تین طلاق کا مالک ہوگا اور مالک و شافعی و احمد کے نزدیک اسیقدر کا مالک ہوگا جو اول مین تین سے باقی رہی تھی اور ایسا چند صحابہ سے بھی
مروی ہے ولیکن کلام ابن کثیر اس طرف مائل ہے کہ قول ابو حنیفہ اور انکے اصحاب کا قوی ہے بنظر حجت کہ شوہر دوم نے جب تین طلاق کو مسیٹ دیا اور اول
شوہر کے واسطے نکاح جدید مین پورے تین طلاق کا مالک کردیا تو تین سے کم کو بدرجہ اولی مسیٹ دیگا اب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے پس اللہ تعالےٰ نے
فرمایا - فَإِنْ طَلَّقَهَا - یعنے شوہر نے دو طلاق کے بعد کسی وقت مین اس عورت کو تیسری طلاق دیدی خواہ اسطرح کہ دو طلاق کے بعد ہی تیسرے طہر مین اسکو
تیسری طلاق دیدی ہو یا اسطرح کہ دو طلاق کے بعد راضی ہوکر رجوع کرلیا اور چند روز گذرے پھر ناراض ہوکر اسکو ایک طلاق دی اور یا اسطرح کہ دو طلاق
کے بعد عدت گذر گئی اور بائنہ ہوگئی پھر جدید نکاح کرکے بدون اسکے کہ کسی شوہر سے نکاح کیا ہو اپنے پاس رکھا پھر ناراض ہوکر ایک طلاق دیدی ان سب صورتون
عورت مذکورہ پر تین طلاق پوری ہوگئین غرضکہ جب ایسا ہو جاوے کہ کسی طرح عورت پر اسکے خاوند کی طرف سے تین طلاقین پوری ہو جاوین اور یہ آزاد عورت ہے
تو اللہ عزوجل نے اسکا حکم فرمایا کہ - فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ یعنے پھر ان تین طلاق کے بعد اسپر وہ عورت حلال نہین یہانتک کہ نکاح کرے کسی اور شوہر سے سوائے
اس تین طلاق دینے والے کے - ھ پس ظاہر مین اس حرمت کی انتہا یہ قرار دی کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور اسکا مقتضا یہ ہے کہ جب دوسرے شوہر سے نکاح کیا
تب اول کیواسطے حلال ہوئی با این معنے کہ اگر دوسرے کے نکاح سے فارغ و خالی ہو تو اول شوہر اس سے نکاح کرسکتا ہے اگرچہ شوہر دوم نے اس سے بغیر وطی کے جدا
کرلی ہو حالانکہ حدیث مشہور مین ہے کہ دوسرے شوہر سے نکاح کے باوجود یہ بھی شرط ہے کہ دوسرے شوہر نے اس سے وطی بھی کی ہو پس بعض علما نے کہا کہ یہ بھی آیت سے
نکلتا ہے با این طور کہ لفظ نکاح دو معنی پر بولا جاتا ہے ایک تو یہی عقد معروف اور دوم بمعنی وطی پس مراد وطی ہے اور معنی یہ ہین کہ یہانتک کہ وطی کرے وہ عورت
دوسرے شوہر سے سوائے اول کے اور جیسے نکاح یعنے عقد کی نسبت عورت و مرد دونون کی طرف ہوتی ہے ویسے ہی نکاح بمعنی وطی کرنے کی نسبت بھی دونون

کی طرف ہوتی ہی جسطرح کہ عورت کو بھی زانیہ کہتے ہین جیسے مرد زانی ہوتا ہی اور یہ ظاہر ہی کہ دوسرے شوہر سے وطی جب ہی ہوگی کہ اس سے عقد کیا ہو ورنہ زانی ہوگا
نہ شوہر تو عقد بیان بطریق اقتضا ثابت ہی پس یہ صورت ہوگئی کہ دوسرے مرد سے عقد نکاح کرکے نکاح یعنے وطی کرے فتامل اور بعض علماء نے کہا کہ آیت مین نکاح
یعنے عقد ہی جیسا کہ مفسر سیوطی رح نے بھی تنکح بمعنی تتزوج لیا اور شوہر دوم کی وطی کو اس حدیث سے ثابت کیا جسکو شافعی و عبد الرزاق و ابن ابی شیبہ و بیہقی و
ابن ماجہ و نسائی و ترمذی و احمد و مالک و بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ رض سے روایت کیا کہ رفاعہ قرظی کی جورو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ مین رفاعہ کے
پاس تھی پس اسنے مجھے طلاق دیدی پس میری طلاق بتہ ہوئی یعنے تین طلاق دیدین پھر مجھسے عبد الرحمن بن الزبیر نے نکاح کیا اور نہین ہی اسکے ساتھ مگر مانند کنارہ اس
کپڑے کے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا اور فرمایا کہ کیا تو چاہتی ہی کہ رفاعہ کے پاس لوٹ جاوے یہ نہین ہو سکتا یہانتک کہ چکھے تو عسیلہ اسکا اور چکھے وہ تیرا عسیلہ
مترجم کہتا ہی کہ رفاعہ بن سموال یہود بنی قریظہ مین سے تھا جسکی طرف نسبت قرظی ہی اور نام اس عورت کا تمیمہ بنت وہب تھا اور احمد و نسائی کی روایت ابن عباس مین غمیصا
یا رمیصا واقع ہوا ہی اور شاید یہ اسکا لقب ہوگا اور الزبیر بفتح زاء بروزن کبیر ہی اور کنارہ کپڑے سے اشارہ ہی کہ اسکو رجولیت نہین اور درحقیقت اس عورت نے یہ
جھوٹ کہا تھا جیسا کہ بعض احادیث مین مصرح ہی کہ عبد الرحمن بن الزبیر اپنے دو لڑکون کو لایا جو باپ سے بہت مشابہ تھے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ٹھیک ایسے مشابہ ہین
جیسے کوے کا بچہ کوے سے مشابہ ہوتا ہی اور عسیلہ تصغیر عسل کی یعنے شہد ہی اور بیان قلیل جماع کو عسیلہ سے کنایہ فرمایا اور طلاق بتہ انکے عرف مین تین طلاقین ہوتی تھین
اس حدیث کی طرق بہت ہین اور مختصر طور پر بہت وجوہ سے روایت کی گئی ہی چنانچہ ابن جریر نے سعید بن المسیب کے طریق سے ابن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے
ایسے مرد کے حق مین جسنے ایک عورت سے نکاح کیا اور قبل دخول کے اسکو طلاق بتہ دیدی پھر اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کیا پھر قبل دخول کے اسکو طلاق
دیدی پس آیا وہ پہلے شوہر کی طرف رجوع کر سکتی ہی فرمایا کہ نہین یہانتک کہ چکھے وہ عورت دوسرے مرد کا عسیلہ اور چکھے دوسرا مرد اسکا عسیلہ اور اسکو امام احمد نے
بھی تھوڑے اختلاف سے روایت کیا اور باسند روایت امام احمد کے نسائی و ابن ماجہ نے بھی سعید بن المسیب کے طریق سے ابن عمر رض سے روایت کیا ہی اور اسی سے
شیخ ابن کثیر نے استبعاد کیا ہی کہ نقل کیا کے درمیان جو یہ مشہور ہی کہ سعید بن المسیب قائل ہین کہ دوسرے شوہر سے مجرد نکاح کرنے سے وہ شوہر اول کے واسطے
حلال ہوجاتی ہی حالانکہ سعید بن المسیب خود ابن عمر سے اس مرفوع روایت کے راوی ہین پس بعید ہی کہ جو روایت کرین اس سے بلا سند خلاف کرین اور امام
احمد و نسائی و ابن جریر نے اس حدیث کو رزین بن سلیمان الاحمری کے طریق سے ابن عمر رض سے روایت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے
اپنی جورو کو تین طلاق دین پھر اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کیا پس دروازہ بند کیا اور پردہ چھوڑ دیا پھر قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی بھلا وہ اول
کے واسطے حلال ہوئی فرمایا کہ نہین یہانتک کہ چکھے عسیلہ اور اسی کے مانند انس بن مالک سے مروی ہے اخرجہ احمد و ابن جریر اور اسی کے مانند ابوہریرہ رض سے
ابن جریر نے روایت کیا ہی اور حضرت عائشہ رض سے روایت ہی کہ ایک مرد نے اپنی جورو کو تین طلاق دیدین پس اسنے دوسرے مرد سے نکاح کیا جسنے قبل دخول کے
اسکو طلاق دیدی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ بھلا وہ شوہر اول کے واسطے حلال ہی تو فرمایا کہ نہین یہانتک کہ دوسرا مرد بھی اسکے عسیلہ
سے چکھے جیسا کہ اول نے چکھا ہی اسکو ابن جریر و بخاری و مسلم و نسائی و ابو داؤد نے روایت کیا - بالجملہ یہ حدیث مشہور و امر متعین ہی کہ دوسرا شوہر اس سے
وطی بھی کرے پھر یہانتک کہ اگر وہ طلاق دے اور عدت گذر جاوے تب وہ شوہر اول کے واسطے حلال ہوگی چنانچہ فرمایا فان طلقها فلا جناح علیهما ان یتراجعا ان
ظنا ان یقیما حدود اللہ - اور حرف شرط یہ ہی یعنے اگر دوسرا شوہر طلاق دے اس سے ارشاد ہی کہ دوسرا نکاح بھی خود مقصود ہونا چاہیے جیسے شرع مین نکاح کیا
جاتا ہی ہان اگر دوسرے شوہر سے بھی ایسا اتفاق واقع ہو کہ وہ طلاق دیدے تو شوہر اول کے واسطے حلال ہی چاہے نکاح کرلے پس نکلا کہ دوسرا نکاح صرف حلالہ کرنے
کی غرض سے نہو اسیواسطے حلالہ کرنے والے مرد اور حلالہ کرانے والے مرد دونون پر لعنت فرمائی ہی کما رواہ ابو داؤد کیونکہ دوسرے کو فقط حلالہ کرنا مقصود تھا پس حاصل
کلام یہ کہ جسنے عورت کو تین طلاق دیدین وہ اب اس عورت سے محروم ہوا یہانتک کہ دوسرا شوہر اس سے وطی کرے اور یہ شرط ہی کہ دوسرے مرد کی وطی اسی نکاح

صحیح ہو پس اگر دوسرے نے اس سے بدون نکاح کے زنا کیا یا بنکاح غیر صحیح وطی کی یا عورت مذکورہ کسی کی باندی تھی اُسکے مالک نے اُس سے وطی کی تو ایسی وطی سے وہ شوہر اول کے واسطے حلال نہو گی کیونکہ یہ وطی کرنے والا اُسکا زوج صحیح نہوا اور مالک کو اپنی باندی بیشک حلال ہو لیکن وہ زوج یعنے شوہر نہین کہلاتا ہو حالانکہ آیت مین لفظ زوج ہو پس ضرور ہو کہ حلالہ جب ہی ہوگا کہ زوج دوم اس سے وطی کرے۔ اور امام مالک نے باوجود اسکے یہ بھی شرط لگائی ہو کہ دوسرا شوہر جسنے اس سے نکاح صحیح موافق مقصود شرع کے کیا ہو وہ بطور مباح اس سے وطی کرے پس اگر عورت احرام مین ہو یا روزہ دار یا اعتکاف مین یا حالت حیض یا نفاس مین ہو یا مرد روزہ دار یا محرم یا معتکف ہو اور اس حالت مین وطی واقع ہوئی پھر اسنے طلاق دی تو اول شوہر کے واسطے حلال نہو گی اور اسیطرح اگر عورت یہودیہ یا نصرانیہ تھی اور اسنے دوسرا نکاح کسی یہودی یا نصرانی سے کیا تو اسکی وطی سے عورت مذکورہ شوہر اول مسلمان کے واسطے حلال نہو گی اسواسطے کہ انکے نزدیک کافرون کے نکاح باطل ہین لیکن جمہور کے نزدیک فقط نکاح صحیح مین دخول شرط ہو اگر انزال بھی نہوا اور حسن بصریؒ نے جو انزال کی شرط لگائی ہو شاید وہ اُسکو لفظ عسیلہ سے سمجھے ہونگے تو یہ شرط کچھ نہین ہو کیونکہ امام احمد و نسائی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ عسیلہ جماع ہے پس فقط جماع کافی ہو انزال شرط نہین ہو اور کلام مذکورہ بالا سے واضح ہوا کہ دوسرے شوہر کا نکاح بغرض شرعی ہو یعنے جس مقصد کے واسطے شرع مین نکاح مشروع ہے اسی طور پر ہو ہان اگر اتفاق واقع ہو کہ دوسرا بھی اُسکو طلاق دیدے تو اول کے واسطے جب ہی حلال ہوگی کہ دوسرے نے اُس سے وطی کی ہو جیساکہ مذکور ہوا اور اگر دوسرے شوہر نے اس عورت سے اس غرض سے نکاح کیا کہ پہلے شوہر کے لیے اسکو حلال کردے پس اگر اسنے عقد نکاح مین اسکی تصریح کردی تو جمہور ائمہ علما کے نزدیک نکاح باطل ہو اور اگر تصریح نہ کی اور اپنے دل ہی مین رکھا تو اگر شوہر اول و دوم دونون کی نیتون مین یہ بات ہو تو بدون اظہار نیت کے ظاہر شرع مین جواز کا حکم ہوگا ولیکن شرع مین ایسے دونون آدمی مذموم و ملعون ہین اور بہت حدیثون مین ایسے لوگون کی مذمت بلکہ لعنت وارد ہو چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی عورت اور گودوانے والی اور بال چوٹنے والی اور بال جوڑوانے والی عورتون اور حلالہ کرنیوالے مرد اور حلالہ کرانے والے مرد اور بیاج کھانے والے آدمی اور اسکے موکل سب پر لعنت فرمائی ہو رواہ احمد والترمذی والنسائی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہو اور دوسری روایت امام احمد مین ابن مسعودؓ سے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعن اللہ المحلل والمحلل لہ لعنت کرے اللہ تعالیٰ حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے مرد پر۔ اور احتمال ہو کہ خبر ہو یعنے اللہ تعالیٰ ایسے آدمیون پر لعنت کرتا ہے۔ اور اس باب مین بہت حدیثین مرفوع وارد ہین اور حاکم نے مستدرک مین روایت کی کہ ایک شخص آیا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس اور سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو تین طلاق دین پھر اس عورت سے اُسکے شوہر کے بھائی نے بدون اپنے بھائی کے حکم و مشورہ کے اس غرض سے نکاح کیا کہ اپنے بھائی کے واسطے اسکو حلال کردے پس وہ اول کے واسطے حلال ہو جائیگی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ نہین مگر آنکہ نکاح برغبت ہو ہم لوگ ایسے نکاح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین زناکاری شمار کرتے تھے قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد اور حضرت عمرؓ سے روایت ہو کہ فرمایا اگر میرے پاس حلالہ کرنے والا اور حلالہ کرانے والا لایا گیا تو مین دونون کو سنگسار کردونگا اور حضرت عثمانؓ سے روایت ہو کہ اُنکے پاس ایک شخص لایا گیا جسنے ایک عورت سے نکاح کیا تھا تاکہ اُسکو اُسکے اول شوہر کے واسطے حلال کردے پس عثمانؓ نے دونون مین جدائی کردی اور ایسا ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ابن عباس اور بہتیرے صحابہ سے مروی ہو۔ قولہ ان ظنا ان یقیما حدود اللہ۔ بعض نے کہا کہ ظن یعنے غالب گمان ہو و بعض نے کہا یعنے یقین ہو اور اعتراض کیا گیا کہ جو ہونے والا ہو اسکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہو اور جواب یہ ہو کہ یقین یہان یہ معنی نہین کہ یونہی واقع ہوگا بلکہ یہ معنی کہ قلب کو بطور خود اطمینان ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا۔ لیکن یقین یا غالب گمان والون کی مراد ہو کہ دل مین ایسا یقین ہو اور مفاد اس قید کا یہ ہو کہ اگر دونون کو یہ ظن حاصل ہو خواہ اسکے برخلاف کا دونون کو یا ایک کو یقین ہو یا گمان ہو یا تردد ہو تو اس مراجعت نکاح کا ارتکاب روا نہین ہو اور یہ از راہ دیانت ہو اور ظاہر شرع مین حاکم کو کسی کے دل پر حکم لگانا نہین تو پس ظاہر مین مراجعت کا نکاح ٹھیک ہو جائے گا۔ قولہ

یبینہا لقوم یعلمون - اہل علم کو مخصوص فرمایا باوجودیکہ دعوت احکام مذکورہ عام ہے اسواسطے کہ اس سے انتفاع اہل علم ہی کو حاصل ہوگا پھر ظاہر ہے کہ اہل علم سے اہل تدبر مراد ہیں جو قدرت آلہی و اسکی حکمت کو حق جانتے ہیں پس تمام مسلمان اسمین داخل ہونگے اگرچہ وہ رسمی لکھنے پڑھنے سے جاہل ہوں پس خوشخبری ہے تمام مسلمانوں کو جو احکام آلہی کو بلا تردد برحق وعمدہ جانتے ہیں اور اسکے مقابلہ میں اگر فلاطون کہے تو اسکو ایک ناچیز بندہ جانکر ہرگز اسکے کلام کو سچ نہیں مانتے ہیں کیونکہ وہ بمقابلہ علم وحکمت آلہی کے ہیچ ہے کوئی ہستی نہیں رکھتا ہے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا

اور جب طلاق دی تمنے عورتوں کو پھر پہونچیں اپنی عدت تک تو رکھ لو انکو دستور سے یا رخصت کرو ان کو دستور سے اور مت بند کرو انکے ستانے کو

لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

یا زیادتی کرو اور جو کوئی یہ کام کرے اس نے برا کیا اپنا اور مت ٹھہراؤ حکم اللہ کی ہنسی اور یاد کرو احسان اللہ کا جو

عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ع ۲۹

تم پر ہے اور وہ جو اتاری تم پر کتاب اور کام کی باتیں کہ تمکو سمجھاوے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ سب چیز جانتا ہے

واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت میں طلاق کی کوئی حد نہیں تھی چاہے ہزار طلاقیں دیتا مگر عدت سے پہلے رجوع کرتا تو رجوع ہو جاتا چنانچہ پہلے معلوم ہو چکا پس اللہ تعالے نے محدود کر کے حکم دیا کہ۔ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ۔ اور جب تمنے عورتوں کو طلاق دی پھر اپنی مدت کو پہونچیں ف یعنے شرعی طور پر رجعی طلاق دی پھر مطلقہ کی عدت گذرنے پر پہونچی تو تمکو دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنی فرض ہے یعنے فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ۔ اب انکو معروف طور پر روکو یا معروف طور پر رہا چھوڑو ف یعنے رجعت کرو تو بدون قصد ضرر کے شرعی نیک چال چلن سے رجوع کرو یا چھوڑدو کہ انکی عدت گذر جاوے اس سے مقصود یہ کہ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا۔ اور ان مطلقات کو ضرر پہونچانے کے واسطے مت روکو تاکہ ان پر تعدی کرو ف یعنے رجعت سے ضرر وتعدی مقصود نہو کہ عورت آخر لاچار ہو کر خلع کراویگی۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ۔ اور جسنے ایسا کیا ف کہ ضرر وتعدی کے قصد سے مراجعت کی جسکو اللہ تعالے خوب جانتا ہے۔ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ۔ تو اس شخص نے اپنی جان پر ظلم کیا ف کیونکہ اسنے اپنی جان کو عذاب کے سامنے پیش کیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ حرکت حرام ہے اگرچہ نیت کا حال مخلوق کو معلوم نہو۔ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔ اور تم لوگ اللہ تعالی کی آیتوں کو ٹھٹھول مت بناؤ ف کہ اسنے مخالفت کرو اور دل میں چھپاؤ۔ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ۔ اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ تعالے کی نعمت کو اور اس عظیم چیز کو جو تمپر اتاری ہے اپنی کتاب وحکمت سے درحالیکہ تمکو اس سے نصیحت فرماتا ہے ف تمکو جہالت سے نکالکر اسلام دیا اور تمھاری تہذیب کے لیے کتاب وحکمت اتاری پس ظاہر وباطن اسکی پیروی کرو اور مخالفت سے پرہیز کرو کہ یہ نعمت کی ناشکری ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ اور اللہ تعالے سے ڈرو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالے ہر چیز کو خوب جانتا ہے ف پس لوگوں پر چھپانے سے ضرور مت ہو جیسے یہاں بلوغ اجل سے باجماع علماء معنی مجازی مراد ہیں یعنے قریب ختم عدت کے پہونچنا کیونکہ آگے رجعت کا اختیار ذکر فرمایا ہے اور بالاجماع بعد انقضاء عدت کے رجعت کا اختیار نہیں ہے پس مراد آخر عدت ہے اور بعض نے کہا کہ اجل اسم زمان ہے پس اس آخر جزو زمانہ پر محمول ہوگا کہ اگر وہ فوت ہو جاوے تو رجعت ممکن نہو پس مجاز کی حاجت نہیں ہے اور یہ قول کچھ نہیں اسواسطے کہ اجل سے بالاتفاق یہاں عدت کا زمانہ مراد ہے اور متعین ہے فتامل۔ قولہ او سرحوہن بمعروف ای رجعت نہ کرو بلکہ چھوڑ دو کہ مدت پوری ہونے سے وہ بائنہ ہو کر اپنی ذات کی مختار ہو جاوے اور یہی تفسیر یہاں

سدی وضحاک سے منقول ہو اور اسی کو مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا ہو اور یہی ظاہر کلام ابن کثیر ہو اور بعضنے کہا کہ قولہ فامساک بالمعروف او تسریح باحسان کو
اہتمام شان کے واسطے بیان اعادہ فرمایا ہو پس تسریح سے مراد طلاق ثالثہ ہوگا جیسا کہ ابن جریر نے جمہور سے نقل کیا ہو ولیکن محققین کے نزدیک
تفسیر اول کو ترجیح ہو قولہ ولا تمسکوہن ضرارا لتعتدوا - ابن عباسؓ و مجاہد و مسروق و حسن و قتادہ و ضحاک و ربیع وغیرہم نے کہا کہ بات یہ تھی کہ مرد اپنی
جورو کو طلاق دیتا پھر جب انقضاء عدت قریب ہوپہنچتی تو ضرر رسانی کی غرض سے اس سے رجوع کر لیتا تاکہ غیر کے پاس نہ جانے پاوے پھر اسکو ایک
طلاق دیتا پس وہ بیچاری عدت میں بیٹھتی پھر جب انقضاء عدت کے قریب ہوپہنچتی تو رجوع کر لیتا تاکہ پھر طلاق دے کہ اسکی مدت دراز ہوجاوے پس اللہ
تعالیٰ نے اس سے منع کیا اور پھر عذاب سے وعید کی کر فرمایا - ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ اور شیخ مفسر رح نے ایسا کرنے میں یہ غرض بھی بیان کی کہ عورت اس طول حبس کو
دیکھکر خلع کرلے اور مال دیکر اپنی جان چھڑا دے - قولہ لتعتدوا متعلق ضرارا ہو اسواسطے کہ ممانعت ایسے روکنے سے ہو جسمیں ضرر رسانی بطور ظلم ہو ورنہ اگر
ضرر رسانی بغرض اصلاح ہو تو منع نہیں ہو ذکرہ البیضاوی حاصل یہ کہ احکام الٰہی کو کھلونا مت بناؤ بلکہ جو حکم ہے وہ لازمی ہو پس مسلمانوں کو
اللہ تعالیٰ نے اس حرکت سے منع فرمایا جو زمانہ جاہلیت کے لوگ کیا کرتے تھے کہ آدمی کہتا کہ میں نے طلاق دی یا میں نے یہ غلام آزاد کیا یا میں نے اس عورت سے
نکاح کیا پھر کہدیتا کہ میں تو ہنستا تھا اور قرطبی نے کہا کہ علما کے درمیان کسی نے اختلاف نہیں کیا بلکہ سب متفق ہیں کہ جسنے ہنسی میں اپنی عورت کو
طلاق دی تو طلاق اوسپر لازم ہوجائیگی اور حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ انکا
جد تو جد ہو اور انکا ہزل بھی جد ہو ایک نکاح دوسری طلاق تیسری رجعت رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حسن وابن ماجہ والحاکم وقال صحیح الاسناد - اور ابن عباسؓ
سے روایت ہو کہ ایک مرد نے اپنی جورو کو طلاق دی حالانکہ اسنے کھیل کے طور پر کیا اسکا ارادہ طلاق کا نہ تھا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا - ولا تتخذوا آیات اللہ ہزوا
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یہ طلاق لازم کر دی یعنے حکم دیدیا کہ طلاق واقع ہوگئی رواہ ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے مرسلاً
روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے طلاق دی یا آزاد کیا یا نکاح قبول کیا یا نکاح کر دیا خواہ جد سے یا ہزل سے تو وہ اسپر جائز ہوگیا -
اور اسکو ابن جریر نے بھی روایت کیا ہو اور ابن مردویہ نے اس حدیث کو حسن کی طریق سے عبادہ بن الصامتؓ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ میں آدمی کہتا کہ میں نے اپنی دختر تجھے بیاہ دی پھر کہدیتا میں تو ہنستا تھا اور اپنے غلام سے کہتا کہ میں نے تجھے آزاد کیا پھر کہدیتا کہ میں تو
ہنستا تھا پس اللہ عزوجل نے فرمایا - ولا تتخذوا آیات اللہ ہزوا - پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتیں ہیں کہ جو انکو کہیگا خواہ ہنسی میں یا بغیر ہنسی کے
وہ اسپر ثابت ہوجاوینگی طلاق اور آزاد کرنا اور نکاح اور ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث روایت کی کہ ابو موسیٰ اشعری نے کہا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اشعری لوگوں پر غضبناک ہوے پس حضرت صلعم کے پاس ابوموسیٰ نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ اشعریوں پر غضبناک ہوگئے ہیں
تو فرمایا یقول احدکم قد طلقت قد راجعت لیس ہذا طلاق المسلمین طلقوا المرأۃ فی قبل عدتہا - یعنے تم میں سے کوئی کہتا ہو کہ میں نے طلاق دیدی میں نے
رجوع کر لیا یہ مسلمانوں کی طلاق نہیں ہو طلاق دو عورت کو اوسکے وقت عدت میں - ثم رواہ من وجہ آخر کذا فی تفسیر ابن کثیر پس بیان سے معلوم ہوا
کہ احکام الٰہی کو ہزل سے کہنا و کرنا و نیز اونکو اونکے طور سے بدلکر کہنا و کرنا سب ممنوع ہو اور مفسر رح نے اچھا لفظ فرمایا کہ مخالفت انکی کسی طور پر ہو ممنوع ہو - قولہ والحکمۃ مفسر رح نے
بیان حکمۃ سے احکام کتاب یعنے احکام قرآن مراد لیے اور اکثر مفسرین نے حکمت کی تفسیر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہو اور یہی شافعی نے کہا ہو اور اول پارہ میں مفصل بیان ہوا

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ

اور جب طلاق دی تمنے عورتوں کو پھر پہونچ چکیں اپنی عدت تک تو اب نہ روکو اونکو کہ نکاح کرلیں اپنے خاوندوں سے جب راضی ہوجاویں آپسمیں موافق دستور کے

بِالْمَعْرُوفِ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

یہ نصیحت ملتی ہو اوسکو جو کوئی تم میں یقین رکھتا ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر اسی میں ستھرائی زیادہ ہو تمھارے لیے اور ستھرائی اور اللہ جانتا ہو اور تم نہیں جانتے

بعض آدمی کسی مصلحت سے زوجہ کو طلاق دیتا لیکن ایک یا دو کہ بعد عدت کے چاہے نکاح کرے جبکہ دونون راضی ہون
پس اگر راضی ہون تو عورت کے اولیاء کو روکنے سے منع فرمایا بقولہ تعالے فَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۤءَ فَبَلَغْنَ
اَجَلَهُنَّ - اور جب تمنے عورتون کو طلاق دی پس وے اپنی مدت پر پہونچ گئین ف یعنے عدت پوری ہوگئی اور بالکل
جدائی ہوگئی پھر یہ عورت اور طلاق دینے والا شوہر راضی ہوئے کہ نکاح جدید کرین تو اولیاء کو روکنا نہین چاہیے چنانچہ
فرمایا۔ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ - تو عورتون کو اس بات سے روکو مت کہ وہ اپنے شوہرون سے نکاح کرلین ف
جنھون نے انکو طلاق دیدی تھی اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ - جبکہ مطلقات وانکے شوہران سابق باہم راضی ہون ف پس یہ ممانعت اولیاء
عورت کو ہے۔ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ - پس اس ممانعت کی نصیحت تم مین سے اُسی
شخص کو کی جاتی ہے جو اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان لایا ہے ف کہ یہی متقی سمجھیگا اور فرمان آلٰہی تعالے کو مانیگا۔ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى
لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ - یہ بات تمھارے حق مین زیادہ ستھری و پاکیزہ ہے ف کہ اس سے زنا کا خوف دور ہو گیا کیونکہ دونون عورت و مرد مین باہم تعلق خاطر
ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ - اور اللہ تعالے جانتا ہے اور تم اسکو جانتے نہین ہو۔ ف کہ کہان کس صورت مین دونون کو دلی ربط
ہے اور کہان نہین ہے پس نصیحت آلٰہی عزوجل مانو کہ اسمین سب طرح بہتری ہے علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ یہ آیت ایسے شخص کے
حق مین اُتری جسنے اپنی جورو کو ایک طلاق یا دو طلاق دین پھر اسکی عدت گذر گئی پھر اس شخص کو بہتر معلوم ہوا کہ اسی عورت سے نکاح کرلے اور
عورت نے بھی چاہا اسکو مگر اس عورت کے اولیاء اسکو اس امر سے مانع ہوئے پس اللہ عز وجل نے ممانعت کردی کہ عورت کو اس سے منع نہ کرین اور
ایسا ہی مسروق و ابراہیم نخعی و زہری و ضحاک نے کہا کہ ایسے معاملہ کو رہ بالا مین اُتری ہے اور یہ قول ان علما کا اس آیت سے مراد ہونا ظاہر ہے اور
اس سے ثابت ہوا کہ طلقتم النساء سے مراد ایک یا دو طلاق تک ہے کہ اس سے عدت مین رجوع نہ کیا اور اسکی عدت گذر گئی یہانتک کہ بدون حلالہ کے
اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے اور اگر کسی نے تین طلاق دین اور عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر اسنے بھی اتفاق سے طلاق دی اور
عدت گذر گئی پھر عورت نے اول شوہر سے نکاح کرنا چاہا اور ولی نے اسکو روکا تو ظاہرا اس سے ممانعت کو بھی شامل ہے واللہ اعلم اور رہا سبب نزول
اس آیت کا تو بخاریؒ نے کئی طُرق سے حسن بصری کے طریق سے معقل بن یسار سے روایت کی کہ معقل بن یسار کی بہن کو اسکے شوہر نے طلاق دی پس
اسکو چھوڑ دیا یہانتک کہ اسکی عدت گذر گئی پھر اسنے نکاح کا پیغام دیا پس معقل نے انکار کیا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن۔ اور
اس حدیث کو ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے متعدد طرق سے حسنؒ کے طریق سے معقل بن یسار سے روایت کیا ہے اور
ترمذی کے روایت کی لفظ معقل بن یسار سے یہ ہین کہ معقل بن یسار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین اپنی بہن کو مسلمانون مین سے ایک مرد
کو بیاہ دیا پس وہ اس مرد کے پاس رہی جب تک رہی پھر اس مرد نے اسکو ایک طلاق دیدی اور رجعت نہ کی یہانتک کہ اسکی عدت گذر گئی پھر اس مرد نے
اس عورت کی دلی خواہش کی اور اس عورت نے بھی اس مرد کی دلی خواہش کی پھر اس مرد نے بھی دیگر پیغام دینے والون کے ساتھ اپنا پیغام دیا پس معقل نے اس سے
کہا اے کمینہ و رکمینہ مین نے تجھے اس عورت سے بزرگی دی تھی اور اسکو تیرے ساتھ بیاہ دیا تھا مگر تونے اسکو طلاق دیدی واللہ جب تک تو زندہ ہے کبھی
تیرے پاس لوٹ کر نہ جاویگی۔ کہا کہ پھر اللہ تعالے کو معلوم تھا کہ اس مرد کو اس عورت کی طرف حاجت ہے اور اس عورت کو اس مرد کی طرف حاجت ہے پس اللہ
تعالے نے نازل فرمایا واذا طلقتم النساء تا قولہ وانتم لا تعلمون۔ پھر جب معقل نے اس حکم کو سنا تو کہا کہ بسر و چشم مجھے اپنے پروردگار کی اطاعت پر رضامندی
ہے پھر اس مرد کو بلایا اور کہا کہ مین تیرے ساتھ نکاح کئے دیتا ہون اور تجھے بزرگی دیتا ہون اور ابن مردویہ کی روایت مین اتنا زیادہ ہے اور مین نے اپنی

قسم کا کفارہ دیا۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا۔ پھر نام اس عورت کا جمیل بنت یسار تھا کہ ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے اور سفیان ثوری نے ابواسحٰق السبیعی سے روایت کی ہے کہ اسکا نام فاطمہ بنت یسار تھا اور اسکے شوہر کا نام عاصم بن عدی تھا (جمیل بروزن سہیل ہے ۱۲)۔ پھر ابن کثیر نے فرمایا کہ ایسا ہی بہتیرے سلف نے کہا ہے کہ یہ آیت معقل بن یسار و اسکی بہن کے بارہ مین نازل ہوئی ہے اور سدی سے روایت ہے کہ جابر بن عبداللہ و اسکی چچیری بہن کے بارہ مین اُتری مگر قول اول صحیح ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ فلا تعضلوھن مین خطاب متعین ہے کہ اولیاء کو ہے ولیکن اذا طلقتم کی نسبت اولیاء کی طرف نہین معقول ہے اور اس صورت مین خطاب منتشر ہوا جاتا ہے بعض نے توجیہ کی کہ طلاق کی نسبت اولیاء کی طرف اسوجہ سے ہوئی کہ وہی اسکا سبب واقع ہوے تھے کہ انھون نے نکاح کر دیا تھا جسپر طلاق مترتب ہوئی یہ توجیہ محض واہی ہے اور اولی اس مقام پر یہ ہے کہ خطاب علی العموم مسلمانونکو ہے اور معنی یہ ہین کہ ایسا امر تمھارے درمیان نہ پایا جاوے کیونکہ جب انکے درمیان پایا گیا اور وہ رضامند رہے تو گویا اسکے کرنے والے ہوگئے اور اس توجیہ پر نظام شرط وجزا بھی بلا تکلف محفوظ رہتا ہے اسی سے صاحب کشاف نے اسکو وجیہ وجیہ کہا ہے فقیر اور عضل بمعنے حبس یعنے روکنا اور کہا گیا کہ بمعنے ضیق مین ڈالنا اور منع کرنا اور یہ معنی اول کی طرف راجع ہے اور ازہری نے کہا کہ اصل مین یہ ماخوذ ہے عضلت الناقۃ سے اونٹنی کا بچہ لٹک رہا آسانی سے نہین نکلا اور عرب کے نزدیک ہر مشکل معضل ہے اسی سے بولتے ہین داء عضال اے ایسی بیماری کہ جسنے طبیبون کو تھکا دیا اور چنگا ہونا دشوار پڑ گیا ہو اور ازواجھن سے وہ شوہر مراد ہین جنھون نے ان عورتون کو طلاق دیدی تھی پس انکو شوہر کہنا باعتبار اسکے کہ پہلے شوہر تھے اور قولہ ذلک یوعظ بہ من کان منکم یومن باللہ والیوم الآخر یعنے اس نصیحت سے کراہت ایسے ایسے شخص کو دیجاتی ہے اور یہ تحریض و آمادہ کرنا ہے تاکہ مستعدی سے قبول کرین۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ

اور بچون کی مائین دودھ پلائین اپنے بچون کو دو برس پورے جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودھ کی مدت اور لڑکے والے پر

لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا

ہے کھانا اور پہننا انکا موافق دستور کے تکلیف نہین کسی شخص کو مگر جو اوسکی گنجائش مین ہے نہ ضرر چاہے ماں اپنی اولاد کا

وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا

نہ لڑکے والا اپنی اولاد کا اور وارث پر بھی یہی ذمہ ہے پھر اگر دونون چاہین دودھ چھڑانا آپس کی رضا سے

وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

اور مشورت سے تو انکو نہین گناہ اگر تم مرد چاہو کہ دودھ پلوالو اپنی اولاد کو تو تم پر نہین گناہ

اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

جب حوالہ کر دیا جو تم نے دینا ٹھہرایا تھا موافق دستور کے اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ تمھارے کام دیکھتا ہے

ہر گاہ اللہ عزوجل نے طلاق کو ذکر فرمایا تو اسکے پیچھے رضاعت کا مسئلہ و حکم بھی فرما دیا اس لیے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جورو و مرد مین ایسی حالت مین جدائی ہوتی ہے کہ دونون کے درمیان دودھ پیتا بچہ موجود ہوتا ہے اور وہ بچہ کبھی تو دوسری دائی کا دودھ لیتا ہے اور کبھی نہین لیتا ہے اور کبھی باپ بھی مر جاتا ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ یہ حکم خاص ان عورتون کے واسطے ہے جنکو طلاق دی گئی اور بعض نے کہا کہ حکم عام ہے ولیکن حافظ ابن حجر نے ابن بطال سے نقل کیا کہ اکثر اہل تفسیر اول ہی قول پر ہین یعنے یہ حکم ان عورتون کو ہے جنکو طلاق دی گئی ہو وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ - اور مائین دودھ پلاوینگی اپنی اولاد کو دو برس کامل

اس مرد کے لیے جسنے چاہا کہ رضاعت پوری کرے ف دودھ پلاوینگی یعنے انکو دودھ پلانا چاہیے - یہ خبر معنے امر ہی اور اسکو بصیغہ خبر اسواسطے فرمایا کہ
دلالت کرے کہ گویا امر کے موافق عمل درآمد ہوکر ایسا حال ہوگیا کہ اس سے خبر دی گئی پس یہ مبالغہ ہی آور کمالین مین کہا کہ ایک صورت مین یہ امر واسطے
استحباب کے ہی آور اگر بچہ کسی دوسری عورت کی چھاتی نہ لے یا کوئی دودھ پلائی نہ ملے یا باپ فقیر ہو کہ دودھ پلائی والی کو اجرت پر نہ لے سکے تو وجوب کے واسطے
ہوگا - اور لفظ والدات فرمایا نہ مطلقات کیونکہ والدات کہنے مین اولاد کے حق مین پیار ٹپکتا ہی آور دوم اسکے برعکس ہی اور یہان مقصود پیار ہے
اسیواسطے اولادھن اپنی اولاد کو - باضافت فرمایا اور حسین بلاغت سے ہی کہ اپنی اولاد پر پیار آوے اگرچہ باپ ہی کے نام سے یہ اولاد ہی - قولہ
حولین - اسے دو سال پس لفظ کاملین اسکے بعد صفت موکدہ ہی آور قولہ لمن اراد ان یتم الرضاعۃ - خبر مبتدا سے محذوف ہی اے ذلک ثابت لمن اراد
ان یتم الرضاعۃ - اور اس سے ثابت ہوا کہ اتمام رضاعت کے دو برس کامل ہین یعنے ارضاع کی انتہائی مدت دو برس ہی اور اسکے بعد رضاعت کا
کچھ اعتبار نہین ہی حتی کہ اگر اسکے بعد کسی بچہ نے کسی اجنبیہ عورت کا دودھ پیا تو وہ رضاعی مان نہو گی اور یہی قول امام شافعی واحمد وابویوسف
ومحمد کا ہی اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ رضاعت کی انتہائی مدت دو برس چھ مہینے ہین پس علماے حنفیہ نے آیت کریمہ مین یہ تاویل کی کہ آیۂ کریمہ اس امر کو
مقتضی نہین ہی کہ مطلقا رضاعت کی مدت دو سال ہی بلکہ اسکا مقتضا یہ ہی کہ دودھ پلانے پر اجرت کا استحقاق دو سال تک ہی اس بنا پر کہ والدات سے
مراد مطلقات ہین اس قرینہ سے کہ - وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ - اور جسکے واسطے اولاد ہی اسپر والدات کا کھانا
وکپڑا بطور معروف واجب ہی ف پس اس کھانے کپڑے کو جور و ہونیکا نفقہ قرار دینے سے یہ اولی ہی کہ دودھ پلانے کی اجرت قرار دی جاوے کیونکہ جورو
ہونیکا نفقہ تو امر معلوم ہی تھا اور رہا یہ امر کہ زوجہ ہونے کی صورت مین مستحق اجرت ہو تو ایسی صورت مین وہ مستحق اجرت نہین ہوسکتی ہی بلکہ امام ابوحنیفہ رح
کے نزدیک اسکا اجرت پر لینا ہی روا نہین ہی ہان زوجہ ہونے کی وجہ سے اسکا نفقہ یعنے کھانا کپڑا البتہ واجب ہی ولیکن اصح قول اول ہی کہ مدت رضاعت
فقط دو ہی برس ہی اور یہی جمہور کا مذہب ہی اور اسی پر حنفیہ نے فتوی دیا ہی - اور یہی امام مالک سے ایک روایت ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ دو برس
دو مہینہ اور تیسری روایت دو برس تین مہینہ ہی اور زفر رح نے کہا کہ تین سال تک ہی اور یہی اوزاعی سے روایت ہی قال المترجم یہ نص صریح نہین پائی
گئی کہ امام ابوحنیفہ و مالک وزفر واوزاعی کے نزدیک دو برس سے زائد رضاعت بایں معنی ہی کہ اسکو دودھ پلانا روا ہی یا باین معنی بھی ہی کہ احکام رضاعت
کے بعد دو برس کی بھی ثابت ہوتی ہین یعنے مثلا ہندہ کا دودھ ایک لڑکے زید بن عمرو نے اور ایک لڑکی مسماۃ زینب بنت بکر نے دو برس کی عمر کے بعد
پیا تو دونون رضاعی بھائی بہن ہونگے ولیکن فقہاے مذہب امام ابوحنیفہ کے قول پر مسائل رضاعت کی تفریع بتاثیر حکم کی ہی واللہ اعلم وابن کثیر رح
نے کہا کہ اکثر امامون کے نزدیک حرمت ثابت نہین ہوتی مگر اسی رضاعت سے جو دو برس تک ہو پس اگر دو برس سے اونچے عمر والے نے کسی عورت کا دودھ
پی لیا تو حرمت ثابت نہو گی اور ترمذی نے ذکر کیا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم مین سے اکثر اہل علم کا قول یہ ہی کہ رضاعت حرام نہین کرتی
مگر وہی رضاعت جو دو برس سے ورے ہین ہو اور جو دو برس کی عمر کے بعد ہو وہ کچھ حرام نہین کرتی ہی آور بخاری کی حدیث مین ہی کہ جب ابراہیم بن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرا بیٹا مر گیا درحالیکہ وہ چھاتی سے دودھ پیتا تھا اسکے لیے جنت مین دودھ پلائی ہی اخرجہ احمد ایضا
اور بات یہ تھی کہ ابراہیم بن رسول اللہ صلعم کی عمر ایک سال دس مہینہ کی تھی پس دودھ پلائی ہونے سے مراد یہ کہ اسکی رضاعت پوری
کرتی ہی چنانچہ خود بعض روایت مین مصرح ہی اور موطا وغیرہ مین ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حرام نہین کرتی ہی رضاعت سے
مگر وہی کہ دو برس کے اندر ہو اور جو دو برس کے بعد ہو وہ کچھ نہین ہی اور جابر رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین رضاع ہی بعد فصال کے
اور نہین باقی رہتا یتیم ہونا بعد احتلام کے - اور اللہ تعالے نے فرمایا - وفصالہ فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک - پس معلوم ہوا کہ فصال دو برس کے اندر ہی

پس رضاع کا حکم بھی دو برس کے اندر مین ثابت ہوگا اور دو برس کے بعد رضاعت سے حرمت نہونے کا قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ وابن عباس وابن مسعود وجابر وابوہریرہ وابن عمر وام سلمہ وسعید بن المسیب وعطاء وجمہور سے مروی ہو اور ابو حذیفہ کی جورو کو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ سالم کو جسکو انھون نے بیٹا بنا یا تھا اور وہ اُسوقت بالغ تھا دودھ پلا دے پس اسی دودھ پینے کی وجہ سے وہ سالم سے پردہ نہین کرتی تھی تو یہ حکم مخصوص تھا اور اسمین ائمہ اربعہ وفقہائے وجمہور علماء کا اتفاق ہو کہ بالغ کی رضاعت کچھ بھی حرام نہین کرتی ہو۔ پھر قولہ لمن اراد ان یتم الرضاعۃ۔ مین اشارت ہو کہ اس سے کم بھی دودھ پلانا روا ہو اور اسکی کوئی حد محدود نہین ہو بلکہ بچہ کی اصلاح پر ہو اور لفظ رضاعت بالفتح ہو اور کوفیون نے بالکسر بھی جائز رکھا ہو۔ قولہ وعلی المولود لہ۔ اے علی الذی ولد الطفل لہ۔ یعنے اس طفل کے والد پر واجب ہو۔ اور بجائے لفظ والد کے مولود لہ کہنے سے یہ فائدہ ہو کہ معلوم ہوجاوے کہ والدات نے یہ اولاد والدون کے واسطے جنی ہو اسیواسطے اولاد کی نسبت والد کی طرف ہوتی ہو نہ والدہ کی طرف۔ اور نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ والد پر اسی وجہ سے دودھ پلوانا واجب اور اسکا خرچہ برداشت کرنا لازم ہو اور اس سے یہ لازم نہین آتا ہو کہ بچہ پر والدہ کا کچھ حق نہین بلکہ والدہ کا بچہ پر بہت حق ہو اگرچہ والد کا اس سے زیادہ ہو جیسا کہ اپنے موقع پر معلوم ہوگا اور اسقدر کافی ہو کہ حدیث صحیح مین یہ مضمون ہو کہ بچہ کے لیے اسکی ماں کے قدم کے نیچے جنت ہو اور پارہ الٓم مین بقرہ کے قصہ مین ماں کی خدمت گذاری کی فضیلت کچھ ظاہر ہوچکی ہو فتذکر۔ اور قولہ بالمعروف اے بقدر طاقت کے بدون اسراف اور کمی کے بدرجہ اوسط جیسا کہ اس شہر والون مین دستور ہو اور اگر دونون مین اختلاف پڑے والدہ زیادہ مانگے اور والد کم دے تو حاکم کی رائے پر ہو وہ فیصلہ کردے اسی دستور کے موافق چنانچہ فرمایا لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا۔ کسی نفس کو تکلیف نہین دی جاتی مگر اسیقدر کہ جو اوسکی وسعت ہو ف یہ کلام گویا اسکی تعلیل ہو والدہ مطلقہ اگر بچہ کو دودھ پلانے سے انکار کرے تو اسپر جبر نہ کیا جائیگا لیکن یہ اسوقت ہو کہ دوسری دودھ پلائی ملتی ہو اور بچہ اوسکا دودھ لیتا ہو اور باپ فقیر نہو اور اگر ایسا نہوگا تو والدہ پر حاکم جبر کریگا کہ بچہ کو دودھ پلاوے اور مفاد اسکا یہ ہوگا کہ والد کو خواہ مخواہ روا نہین ہو کہ بچہ کو اُسکی ماں سے چھڑا دے اور تمام مسائل اسکے ترجمہ عالمگیری کتاب الرضاعہ والحضانہ سے تلاش کرنا چاہئیین۔ قولہ لَا تُضَآرَّ بفتح را مشددہ بصیغہ نہی اصل مین لا تضارر تھا اور معروف ومجہول دونون پڑھا گیا اور مرفوع بنا برخبر کے پڑھا گیا ہو پھر والد پر نان نفقہ جب ہو کہ وہ زندہ ہو اور اگر مرگیا ہو تو وارث قائم مقام ہو چنانچہ فرمایا وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ۔۔۔ اور وارث پر اسکے مثل ف نان نفقہ مرضعہ واجب ہو یہ معطوف ہو علی المولود لہ پر علماء نے اسکی تفسیر مین اختلاف کیا پس بعض نے کہا کہ وارث سے مراد وارث الاب یعنے خود طفل مذکور ہو یعنے اگر باپ مرگیا تو اس طفل پر اسکے مال سے جو اسنے اپنے باپ سے میراث پایا ہو دودھ پلائی کا خرچہ واجب ہوگا اور یہ قول قبیصہ بن ذویب کا ہو اور یہی شافعیؒ سے مروی ہو اور مفسر جلال سیوطیؒ نے اسیکو اختیار کیا ہو اور ضحاکؒ سے مروی ہو کہ انھون نے بھی وارث الاب یعنے باپ کا وارث لیا اور کہا کہ باپ کے وارث پر اس طفل کے دودھ پلائی کا خرچہ واجب ہو بشرطیکہ اس طفل کا خود کچھ مال نہو اور اگر ہوگا تو خرچہ اسی کے مال سے دلایا جائیگا اور یہ مشعر ہو کہ طفل کے بھائی وغیرہ پر یہ حکم ہو اور امام مالک نے بھی ایسا ہی کہا ہو لیکن یہ کہا ہو کہ یہ منسوخ ہو اور آدمی پر اپنے بھائی وقرابتی ونانے والے کسی کا خرچہ لازم نہین ہو اور کہا گیا کہ معنے اسکے یہ ہین کہ علی الوارث ای وارث المولود۔ یعنے بچہ کے وارث پر خواہ ماں ہو یا بھائی ہو یا قرابتی ہو اس بچہ کی دودھ پلائی کا خرچہ اسیطرح واجب ہو جیسا کہ بچہ کے باپ پر واجب تھا اور یہ قول حضرت عمر بن الخطابؓ اور قتادہ وسدی ومجاہد وحسن وجمہور سلف سے مروی ہو اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ وابن ابی لیلی واحمد واسحق کا ہو اگرچہ انہین باہم ایسا اختلاف ہو کہ ہر مرد وعورت پر جو میراث لے سکتا ہو ایسا خرچہ اُٹھانا واجب ہو یا فقط مردون ہی پر ہو یا ہر ناتے دار پر ہو اور حنفی مسائل اسکے ترجمہ عالمگیریہ کی کتاب الرضاع مین مذکور ہین۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ یہی جمہور کا قول ہو اور ابن جریر نے اسکو اپنی تفسیر مین پورا پورا بیان کیا ہو اور اسی سے حنفیہ اور حنبلیہ نے استدلال کیا کہ قرابتون مین بعض کا نفقہ بعض پر واجب ہوتا ہو اور یہی اصح ہو بعض نے اعتراض کیا کہ اس بنا پر لازم آتا ہو کہ باوجود تونگری طفل کے اقارب پر اسکا نفقہ واجب ہو جواب دیا گیا کہ یہ کچھ نہین اسواسطے کہ

حکم مذکور اس صورت مین ہی کہ طفل نقیر ہو۔ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اور اگر ماں باپ نے
چاہا دودھ چھڑانا باہمی دونوں کی رضامندی ومشورت سے تو دونوں پر کچھ گناہ نہین ہی ف کیونکہ بچہ کی بہتری مین انکی شفقت کافی ہی پس دونوں
بچہ کی بہتری ملحوظ رکھین۔ وَإِنْ أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا آتَيْتُمْ
بِالْمَعْرُوفِ ۔ اور اگر تم چاہو کہ اپنی اولاد کو دودھ پلواؤ تو تم پر کچھ گناہ نہین ہی جبکہ تمنے جو دیا ہی بطور معروف سپرد کردو ف مفسرین نے اسکے معنے یہ بیان
کیے کہ یہ خطاب والد کو ہی یعنے اگر والد نے چاہا کہ سواے طفل کی والدہ مطلقہ کے کسی اور دائی سے دودھ پلوائے تو اسپر گناہ نہین جبکہ اجرت جسکے دینے
کا ارادہ کیا ہی بطور معروف یعنے خوشی خاطر سے سپرد کردے (ھ) اس صورت مین ضرور ہی کہ ما آتیتم کی تاویل کی جاوے اور ما اردتم ایتاؤہ یعنے جسکے
دینے کا تمنے ارادہ کیا ہو اور یہ تاویل کیجاوے کہ اس اجرت کا پیشگی دینا جو لازم آتا ہی یہ اجارہ صحیح ہونے کی شرط نہین ہی کیونکہ پیشگی اجرت دینا ضروری نہین
بلکہ یہ شرط فقط اسواسطے ہی کہ دودھ پلانے والی دائی کا دل خوش رہے اور ابن کثیر نے ذکر کیا یعنے جبکہ اتفاق کرین والد ووالدہ دونوں اس بات پر کہ بچہ
اسکی والدہ سے لیکر دوسری دائی کو دیا جاوے بسبب اسکے کہ والدہ کو کوئی عذر ہی یا والد کی طرف سے کوئی عذر ہی تو اسمین کوئی مضائقہ نہین بشرطیکہ گذرے
دنوں کی جو کچھ اجرت اسکی والدہ کی ہی اوسکو اچھے طور سے اسکا والد اسکی والدہ کے سپرد کردے او اسمین سے کچھ کمی نہ کرے اور یہ قول بہتیرے علماء سے
اسکی تفسیر مین مروی ہی اور اس صورت میں اردتم کا خطاب مردون وعورتون یعنے باپون وماؤن کو عام ہوگا اور لفظ مین باپون کو بسبب شرافت کے
غلبہ دیکر اردتم بصیغہ مذکر آیا ہی اور ایسا اکثر آتا ہی اور یہ تفسیر اظہر واحسن ہی اور شیخ دہلوی نے بھی فوائد ترجمہ مین اسی پر جزم کیا ہی وَاتَّقُوا اللَّهَ
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۔ اور اللہ تعالے سے تقوی کرو اور جان لو کہ کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالے خوب
دیکھتا ہے ف پس ہمیشہ اسکے حکم کے موافق اعمال مین نیک نیتی سے شرع کی اتباع کرو۔ اہل سنت نے اتفاق کیا کہ اللہ تعالے
دیکھتا ہی اور دیکھنا اسکا مانند کسی اور مخلوق کے دیکھنے کے نہین اور کوئی چیز اسکے دیکھنے سے پوشیدہ نہین ہی اور دیگر فرقہ [illegible] اسمین تاویلین کرتے ہین اور یہ لوگ خلاف
راہ اللہ تعالے و اسکے رسول صلعم اور سلف امت صحابہ وتابعین اہل سنت کے برخلاف ہین ونعوذ باللہ من الضلال پھر اللہ تعالے نے تتمہ عدت کا حکم بیان فرمایا بقولہ تعالے
وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا
اور جو لوگ مرجاوین تم مین اور چھوڑین اپنی عورتین وہ عورتین انتظار مین رکھین اپنے آپ کو چار مہینہ اور دس دن پھر
بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ
جب پہونچ چکین اپنی عدت کو تو تمپر گناہ نہین اسمین جو وہ اپنے حق مین کرین موافق دستور کے اور اللہ کو تمہارے کام کی خبر ہے
پہلے طلاق کی وجہ سے عورت کے چھوٹ جانیکا حکم بیان فرمایا پھر ان عورتون کا حکم فرمایا جو شوہرون کی وجہ سے چھوٹ رہین پس طلاق والیون کی
عدت تو تین حیض یا تین مہینے قائم مقام حیض کے اگر حیض کے قابل نہون مقرر ہوئی اور جسکا شوہر مرجاوے اسکی عدت چار مہینے دس رات مقرر
ہوئی اور ان راتون مین دس دن بھی آگئے اسیواسطے عشرا فرمایا اور اگر خالی دن ہوتے تو عشرۃ ہوتا کیونکہ عشر لیال وعشرۃ ایام بولتے ہین
بقولہ تعالے ۔ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ
وَعَشْرًا ۔ اور تم مین سے جو مرین اور چھوڑین اپنے ازواج کو تو یہ عورتین اپنے آپ کو چار ماہ دس راتین روکین ف جبکہ حاملہ نہون اور اسی طرح
زوجہ اگر غیر کی باندی ہو تو اسکی عدت نصف یعنے دو مہینے پانچ راتین ہین۔ اور حاصل کلام یہ ہی کہ جو کتاب تمپر تلاوت ہوتی ہی اسمین متوفی مردون کی
عورتون پر عدت کا یہ حکم ہو الخ یا یہ معنی کہ جو مرین انکے بعد انکی عورتین چار ماہ دس رات انتظار کرین منکم سے خطاب مخصوص انھین موجودین کو نہین ہی

بلکہ تمام لوگون کے واسطے یعنے مسلمانون مین سے جو مرے قیامت تک۔ آزواج جمع زوج اور عرب والے زوج کا لفظ مرد و عورت دونون پر اطلاق کرتے ہین جیسے جفت کا لفظ کہ نر و مادہ دونون پر بولا جاتا ہے کہ ہر ایک دوسرے کا جفت ہے قال ابن کثیر رح اللہ تعالی کی طرف سے ان عورتون کے واسطے جنکے شوہر اُن کو چھوڑ مرین یہ حکم ہے کہ یہ عورتین چار مہینے اور دس رات تک عدت مین رہین اور یہ حکم بالاجماع مدخولہ اور غیر مدخولہ دونون قسم کے زوجات کو شامل ہے کیونکہ آیہ کریمہ عام ہے اور نیز بدین دلیل کہ حضرت ابن مسعودؓ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ہنوز اسکے ساتھ دخول نہین کیا تھا کہ مرگیا اور اسکے لیے کچھ مہر بھی متعین نہین کیا تھا پس اس واقعہ کے جواب کے واسطے پوچھنے والے ابن مسعودؓ کے پاس ایک مہینے تک متواتر آئے آخر انھون نے فرمایا کہ آہین مین اپنی رائے یعنے اجتہاد سے کہتا ہون پس اگر ٹھیک ہوگا تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر چوک ہوئی تو میری طرف اور شیطان کیطرف سے ہے اور اللہ اور اسکا رسول دونون اُس سے بری ہین پس کہا کہ اس عورت کے واسطے اسکا پورا مہر واجب ہے اور ایک روایت مین اسکو اسکا مہر مثل چاہیے بدون کمی زیادتی کے اور اس عورت پر عدت لازم ہے اور اسکو میراث پہونچتی ہے پس معقل بن یسار اشجعی کھڑے ہوے اور کہا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپنے بروع بنت واشق کے حق مین یہی فیصلہ فرمایا تھا پس عبداللہ بن مسعود اسکو سنکر نہایت ہی خوش ہوے اور ایک روایت مین ہے کہ قبیلہ اشجع مین سے چند مرد کھڑے ہوے اور انھون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق کے حق مین یہی فیصلہ فرمایا تھا۔ اس حدیث کو امام احمد و اہل سنن نے روایت کیا او ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ غیر مدخولہ پر بھی عدت واجب ہے اور اس سے کوئی عورت خارج نہین مگر وہ عورت کہ حاملہ ہو کیونکہ اسکی عدت وضع حمل ہے اگرچہ شوہر کی وفات کے بعد بہت ہی جلد حتی کہ ایک ساعت بعد وضع حمل کرے کیونکہ سورۂ طلاق مین عموماً اللہ تعالے نے حکم دیا ہے کہ اولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ یعنے حمل والیون کی عدت یہ ہے کہ وضع حمل کرین۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر اسکا شوہر ہنوز تختہ پر نہلایا جاتا ہو تو وضع حمل سے حلال ہوجائیگی اور ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ ایسی عورت پر واجب ہے کہ ہر دو مدت میں سے جو دراز ہو اسکے ساتھ عدت کرے یعنے اگر شوہر مرا پس اگر وضع حمل چار مہینے دس روز سے پہلے ہوا تو چار مہینے دس روز پورے کرے اور اگر بعد کو ہوا تو وضع حمل اسکی عدت ہے تاکہ دونون آیتون مین اجتماع ہوجاوے قال ابن کثیر یہ اجتہاد متروک ہوا کیونکہ سبیعہ اسلمیہ کی قصہ مین سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم صریح موجود ہے یعنے صحیحین وغیرہ مین کئی وجہ سے روایت ہے کہ سبیعہ اسلمیہ کا شوہر سعد بن خولہ اسکو حاملہ چھوڑ کر مرگیا پھر دیر نہ گذری کہ اسکے وفات کے بعد سبیعہ اسلمیہ نے وضع حمل کیا اور ایک روایت مین ہے کہ اسکی وفات کے چند ہی راتون بعد وضع حمل کیا پھر جب اپنے نفاس سے پاک ہوئی تو اسنے منگنی چاہنے والون کے لیے اپنے آپ کو آراستہ کیا پس ابو السنابل بن بعکک اسکے پاس آئے اور کہا کہ مین تجھے دیکھتا ہون کہ تو اپنی آرائش کرتی ہے شاید تو چاہتی ہے کہ مین نکاح کرلون مگر واللہ تو نکاح کرنے والی نہین یہانتک کہ تجھپر چار مہینے دس روز گذر جاوین۔ سبیعہ کہتی ہین کہ جب ابو السنابل نے مجھسے یون کہا تو جب شام ہوئی تو مین اوڑھ لپیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور مین آئی پس مین نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا تو آپ نے مجھے فتوی دیا کہ مین نے جب وضع حمل کیا تھا تب ہی سے حلال ہوگئی ہون اور مجھے آپنے حکم دیا کہ اگر مجھے مناسب معلوم ہو تو مین نکاح کرلون۔ شیخ عبدالبر نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس پر جب حدیث سبیعہؓ سے حجت پیش کی گئی تو انھون نے اسی طرف رجوع کرلیا تھا اور کہا کہ انکا رجوع کرلینا اس دلیل سے بھی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ انکے شاگردون نے بھی موافق حدیث سبیعہؓ کے فتوی دیا ہے جیسا کہ تمام اہل علم کا قول ہے قال ابن کثیر اور نیز اس حکم مین سے ایسی زوجہ بھی مستثنی ہے جو کسی غیر کی باندی ہو کیونکہ باندی کی عدت دو مہینے پانچ راتین یعنے آزاد عورت کی عدت سے آدھی ہے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اور بعضے علماء جیسے محمد بن سیرین و بعضے ظاہریہ اس مقام پر زوجات آزادہ و باندیون مین فرق نہین کرتے دونون کی عدت برابر کہتے ہین اس دلیل سے کہ آیت کریمہ عام ہے اور نیز عدت از باب امور جبلیہ ہے جسمین پیدائشی حالت یکسان ہے سعید بن المسیب و ابو العالیہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ وفات کی عدت چار مہینے دس رات مقرر ہونے مین یہ حکمت ہے کہ شاید رحم مین حمل ہو تو اسقدر مدت کی انتظار مین حال کھل جائیگا جیسا کہ ابن مسعود کی حدیث مین جو صحیحین وغیرہ

مین ہو بیان ہو کہ تم مین سے ہر آدمی کی خلقت اسکی مان کے پیٹ مین چالیس روز مجموع ہو کر نطفہ ہوتی ہو پھر اسیقدر مدت مین علقہ ہوتی ہو پھر اسیقدر مدت مین مضغہ ہوتی ہو پھر اللہ تعالےٰ اُسکی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہو کہ اسمین روح پھونکتا ہو پس ان تین چلون کے چار مہینے ہوے اور اسکے بعد کی دس راتون مین احتیاط ہو کیونکہ بعضے مہینون مین کمی ہوتی ہو اور نیز روح آجانے کے بعد اسکی حرکت سے صاف حال کھل جاوے کیونکہ حرکت اسکے بعد ظاہر ہوگی قتادہؒ نے سعید بن المسیب سے روایت کی کہ مین نے پوچھا کہ دس راتون کے زیادہ ہونے مین کیا حکمت ہو تو کہا اسمین روح پھونکی جاتی ہو اور ربیع بن انس نے ابو العالیہ سے کہا کہ چار مہینون کے ساتھ دس راتین کیون ہوئین تو کہا اسلیے کہ ان مین روح پھونکی جاتی ہو۔ رواہما ابن جریرؒ اور ہمین سے امام احمد سے ایک روایت مین آیا ہو کہ وفات کی صورت مین ام ولد کی عدت مثل آزادہ منکوحہ کے ہو کیونکہ وہ بھی مثل آزادہ عورتون کے فراش ہوئی ہو اور اس وجہ سے کہ امام احمدؒ نے روایت کی کہ عمرو بن العاص نے کہا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ہمپر متلبس نہ کرو ام ولد کا مالک جب مرجاوے تو اسکی عدت چار مہینے دس روز ہو۔ رواہ ابو داؤد وابن ماجہ بوجوہ اخر ایضًا اور امام احمد سے مروی ہو کہ انھون نے اس حدیث سے انکار کیا اور اسمین علت یہ بیان کی گئی کہ قبیصہ بن ذویب نے عمرو بن العاص سے سُنا نہین ہو قال المترجم ولیکن حاکم نے اسکو روایت کر کے صحیح کہا ہو اور دار قطنی نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ یہ موقوف ہو یعنے خود عمرو بن العاص کا قول ہو مترجم کہتا ہو شاید کہ امام احمدؒ نے حدیث کے مرفوع ہونے سے انکار کیا ہو لیکن جب نص نہو تو قول صحابی کو وہ بھی حجت مانتے ہین پس حجت مین صحابی کا قول لے لیا قال ابن کثیر اور سلف مین سے ایک گروہ جنمین سعید بن المسیب ومجاہد وسعید بن جبیر وحسن وابن سیرین وابو عیاض وزہری وعمر بن عبد العزیز بھی ہین اسی طرف گئے ہین اور یہی قول اوزاعی واسحٰق بن راہویہ کا اور ایک روایت امام احمد سے ہو اور طاؤس وقتادہ نے کہا کہ ام ولد کا مالک جب مرجاوے تو اسکی عدت دو مہینے پانچ راتین یعنے آزادہ منکوحہ کی عدت سے نصف ہے اور امام ابو حنیفہ وانکے اصحاب وثوری وحسن بن صالح نے کہا کہ وہ تین حیض سے اپنی عدت پوری کریگی اور یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ وابن مسعودؓ وعطا وابراہیم نخعی کا ہو اور مالک وشافعی ومشہور قول امام احمد مین اسکی عدت ایک حیض ہو اور یہ قول ابن عمر وشعبی ومکحول ولیث وابو عبید وابو ثور کا ہو اور مالک نے کہا کہ اگر اسکی حالت یہ ہو کہ اسکو حیض نہوتا ہو تو اسکی عدت تین مہینے ہو اور شافعی نے کہا کہ جمہور کے نزدیک ایک مہینہ ہو ولیکن تین مہینہ کے عدت کا قول میرے نزدیک زیادہ پسند ہو قال المترجم اور شاید یہ اختلاف ام ولد کے حق مین ہو یعنے ایسی باندی کے حق مین ہو جو اپنے مالک کے تحت تصرف مین ہو اور اس سے جنی ہو ورنہ ابن العربی رحمہ اللہ نے نقل کیا کہ اسپر اجماع ہو کہ باندی کی عدت آزادہ منکوحہ کی عدت سے نصف ہو سوائے قول اصم کے اور باجی نے کہا کہ مین نہین جانتا کہ اسمین کسی نے خلاف کیا ہو سوائے قول ابن سیرین کے کہ وہ باندی وآزادہ کی عدت برابر کہتے ہین مگر یہ قول اُنسے صحیح روایت سے ثابت نہین ہوتا وقال المترجم اور یہ جو توجیہ بیان کی گئی کہ اس عدت مین باندی وآزادہ کے درمیان مساوات کی وجہ یہ ہو کہ اگر حمل ہو تو اس مدت مین ظاہر ہو جاوے اور یہ امر جبلی خلقی ہو اسمین آزادہ وباندی دونون یکسان ہین تو میرے نزدیک یہ توجیہ محل تامل ہو اوسلئے کہ اگر یہی بات ہوتی تو ضرور رہتا کہ جو عورت غیر مدخولہ ہو اسکی عدت کچھ نہوتی جیسے طلاق کی صورت مین نہین ہوتی ہو حالانکہ حدیث صحیح ابن مسعود مین جو اوپر گذری ہو غیر مدخولہ کے واسطے عدت وفات چار مہینہ دس رات متعین ہوئی ہو پس کیونکر قیاس مذکور معتمد ہوگا پھر یہی ام ولد کی عدت تو جمہور متاخرین کے قول وقیاس سے اعلیٰ واولیٰ یہ ہو جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ وابن مسعودؓ سے مروی ہو کہ اسکی عدت تین حیض ہو کیا تجھے کافی نہین جلالت قدر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور انھین حضرت کی اتباع کی ہے ابو حنیفہؒ نے پس معتمد قول اسمین یہی قول ہو اور یہی ہمارے نزدیک مذہب ہو۔ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۔ پھر جب یہ عورتین اپنی میعاد کو پہونچ جاوین تو جو کچھ اپنی جانون کے بارہ مین امر معروف شرعی سے کرین اسمین تمپر کچھ گناہ نہین ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالےٰ

خوب خبردار ہے ف یہان بلوغ اجل سے مراد انقضاء عدت ہے بلاخلاف اور فلا جناح علیکم مین خطاب عورت کے اولیا کو ہے یا تمام مسلمانون کو ہے اسواسطے کہ امر منکر پر روکنا عامۂ مسلمانون پر واجب ہے اور بالمعروف سے مراد یہ ہے کہ خلاف شرع کوئی زینت وغیرہ حرکت نہ کرین اور اولی یہ ہے کہ شرع و دستور نیک سے خلاف نہو ۔ قال ابن کثیر فی التفسیر اس آیہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جس عورت کو اسکا شوہر چھوڑ دے اسپر حداد یعنے سوگ کرنا واجب ہے اور حداد عبارت ہے آرائش ترک کرنے اور نیز زیور ولباس وغیرہ جو شوہرون کے واسطے ہوتا ہے اسکو ترک کرنے سے کیونکہ صحیحین مین حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ اور زینب بنت جحش سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہین کسی عورت کو جو ایمان رکھتی ہو اللہ تعالے و روز قیامت پر یہ بات کہ حداد کرے کسی مردے پر تین روز سے زیادہ ۔ مگر اپنے شوہر پر کہ چار مہینے دس رات حداد کرے ۔ اور نیز صحیحین مین ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ میری بیٹی کا شوہر مرگیا اور اسکی آنکھون مین بیماری ہے بھلا مین اسکے سرمہ لگا دون تو فرمایا کہ نہین پس اسنے دو یا تین بار پوچھا ہر بار آپ نے فرمایا کہ نہین پھر فرمایا کہ یہ تو چار مہینہ دس دن رات ہی ہین اور حال یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت مین ایک تم مین کی ایک سال تک صبر کیے بیٹھی رہتی تھی ۔ پھر زینب بنت ام سلمہ نے فرمایا کہ جاہلیت مین یہ دستور تھا کہ جب کسی عورت کا خاوند مرجاتا تو وہ ایک حفش (تنگ تاریک کوٹھری) مین گھس بیٹھتی اور بہت خراب کپڑے پہنتی اور کوئی خوشبو نہین چھوتی تھی اور نہ کوئی اور چیز یہانتک کہ اسپر ایک سال گذرتا پھر وہ اسمین سے نکلتی پس اسکو مینگنیان دی جاتی تھین پس وہ انکو اتار کر پھینکتی پھر اسکو جانور یا بکری یا پرند وغیرہ ملتا پس اس سے افتضاض کرلی پس جس سے وہ افتضاض کرتی اکثر وہ مرجاتا تھا قال ابن کثیر اور یہین سے اکثر علماء سلف اسطرف گئے ہین کہ یہ آیت ناسخ ہے اپنے مابعد والی آیت یعنے قولہ ۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجہم متاعا الی الحول غیر اخراج الآیۃ ۔ جیسا کہ ابن عباس وغیرہ نے کہا ہے قال ابن کثیر بالجملہ عدت وفات مین حداد کرنا یعنے زینت وغیرہ ترک کرنا واجب ہے اور اسمین بھی ایک قول بالاتفاق ہے اور طلاق رجعیہ مین حداد واجب نہونا ایک قول اتفاقی ہے تاکہ مطلقہ رجعیہ کی زینت سے شوہر اسکی طرف رجوع کرے اور رہا یہ کہ طلاق بائن کی عدت مین حداد واجب ہے یا نہین سو اسمین دو قول ہین ۔ پھر جاننا چاہیے کہ عدت وفات مین سب قسم کی زوجہ پر حداد واجب ہے خواہ وہ صغیرہ ہو یا آئسہ ہو خواہ آزاد ہو یا باندی ہو خواہ مسلمہ ہو یا کافرہ ہو مثلا یہودیہ یا نصرانیہ کسی مسلمان کے تحت مین ہو کیونکہ آیت عام ہے اور امام ابوحنیفہ وانکے اصحاب وثوری کے نزدیک کافرہ عورت پر حداد نہین ہے اور یہی قول امام مالک کے شاگردون مین سے اشہب اور ابن نافع کا ہے اور حجت انکی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ آپنے فرمایا کہ حلال نہین ایسی عورت کو جو ایمان رکھتی ہو اللہ تعالے اور روز قیامت پر کہ حداد کرے کسی میت پر تین روز سے زائد مگر اپنے شوہر پر چار مہینہ دس راتین ۔ رواہ الشیخان ۔ پس ان علماء نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو امر تعبدی قرار دیا ہے اور امور تعبدی مین کافرہ کو نصیب نہین ہے پھر امام ابوحنیفہ وانکے اصحاب وثوری نے صغیرہ مسلمہ کو بھی اسی کے ساتھ لاحق کیا باین معنی کہ وہ بسبب صغیرہ ہونے کے مکلف نہین ہے اور نیز ابوحنیفہ وانکے اصحاب نے مسلمان باندی کو بھی اسکے ساتھ لاحق کیا کیونکہ اسکی لیاقت مین نقصان ہے والکلام فی الفقہ قولہ فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن بالمعروف ۔ ابن جریج نے مجاہد سے روایت کی اسے نکاح حلال طیب ۔ حاصل یہ ہوا کہ بعد انقضاے عدت کے اگر عورت بطور معروف نکاح حلال طیب کرلے تو تم لوگون پر کچھ گناہ نہین ہے تم مت روکو ۔ اور حسن و زہری و سدی سے بھی اسکے مانند تفسیر مروی ہے قال المترجم ائمہ حنفیہ نے اسی آیت سے بدون ولی کے عورت کے خود نکاح کرلینے کو جائز کہا ہے کیونکہ اللہ تعالے نے صریح فعل کی نسبت عورتون کی طرف کی ہے یعنے اپنے واسطے وہ نکاح کرلین اور ایسے ہی حتی تنکح زوجا غیرہ مین بھی نکاح کرلینے کی نسبت عورت کی طرف کی ۔ اور ایسے ہی قولہ فلا تعضلوہن ان ینکحن ازواجہن مین نکاح کرلینے کی نسبت عورتون کی طرف کی ہے اور جو لوگ اسطرف گئے ہین کہ بدون ولی کے نکاح نہین جائز ہے وہ اسکا یہ جواب دیتے ہین کہ فلا جناح علیکم مین خطاب اولیا کو ہے پس اگر بدون ولی کے نکاح جائز ہوتا تو وہ مخاطب نہوتا ۔ اقول یہ جواب کچھ

نہین ہی اسواسطے کہ اس قضیہ کی ملازمت ممنوع ہی کیونکہ اسمین کوئی لزوم نہین کہ اگر ولی کے بغیر نکاح روا ہوتا تو وہ مخاطب کیون ہوتا اسواسطے کہ روا ہی کہ خطاب
کی وجہین دیگر ہون بلکہ یہی ٹھیک ہی کہ اور وجہ سے ولی کو خطاب کیا اور وجہ یہ ہی کہ اسکی تزئین و آرائش کو اور خطبہ کرنے والون کے واسطے متعرض ہونے کو بسا
اوقات ولی مانع ہوتا ہی لہذا ولی کو خطاب کیا کہ اپنے ہم کفو سے جب وہ ایسا کرین تو تم مانع مت ہو اور ائمہ حنفیہ اس امر کا انکار نہین کرتے ہین کہ ولی کو اپنے حق
کی حفاظت اور عورت کی بہتری کے خیال سے حق ہی پس ان حقوق کے واسطے ولی کی ولایت لینا اور نفس نکاح کے جواز مین عورت کا خود مستقل ہونا ایسا قول
ہی کہ آیات و احادیث مین اس سے پوری توفیق حاصل ہوجاتی ہی بدون اسکے کہ آیت کی تخصیص اور معنی کا تغیر لازم آوے فافہم۔ منجملہ بیان احکام عدت
کے غیر کی طرف سے منگنی وغیرہ کی تصریح و تعریض ہی بقولہ تعالےٰ

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ
اور گناہ نہین تم پر جو پردے مین کہو پیغام نکاح کا عورت کو یا چھپا رکھو اپنے دل مین معلوم ہی اللہ کو کہ تم البتہ انکا دھیان کروگے

وَلَكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ
لیکن وعدہ نہ کر رکھو انسے چھپ کر مگر یہی کہ کہہ دو ایک بات جسکا رواج ہی اور نہ باندھو گرہ نکاح کی جب تک

يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ
پہونچ چکے حکم اللہ کا اپنی مدت کو اور جان رکھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو تمھارے دل مین ہی اور اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا تحمل والا ہی۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ تمپر کچھ گناہ نہین جو عورتون کی منگنی مین تم تعریض کرو ف پردہ کے ساتھ
ٹپکتی ہوئی خواہش منگنی ظاہر کرو۔ یعنے ان عورتون سے جنکے شوہر انکو چھوڑ مرے ہین زمانہ عدت مین۔ جیسے مثلاً کہو کہ تم تو خوبصورت عورت ہو
اور تم سی عورت ملتی کسکو ہی اور تمھاری طرف تو رغبت کرنے والے بہت ہین أَوْ أَكْنَنْتُمْ۔ یا تم چھپا رکھو۔ فِي أَنْفُسِكُمْ۔ اپنے دلون
مین ف انکے قصد نکاح سے تو بھی گناہ نہین۔ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ۔ اور اللہ تعالےٰ تو جانتا ہے کہ تم
عنقریب انکو ذکر کروگے ف یعنے انکے ساتھ منگنی کا ذکر کروگے اور انسے صبر نہ کروگے پس تمھارے لیے تعریض مباح کردی ہے۔
وَلَكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا۔ ولیکن تم ان عورتون سے خفیہ وعدہ مت ٹھہراؤ ف یعنے وعدۂ نکاح یا وعدۂ جماع کہ یہ گناہ ہی۔
إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا۔ لیکن یہ کہ تم قول معروف کہو ف جو تمکو شرع مین مباح کیا ہی اور وہ یہی تعریض مذکور ہی تو یہ جائز ہی۔
وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ۔ اور مت عزم کرو عقد نکاح کو یہانتک کہ کتاب اپنی میعاد کو پہونچ جاوے
ف یعنے لکھی ہوئی عدت پوری ہوجاوے تب اسکے بعد البتہ عقد نکاح کو مضبوط کرو۔ اور قبل عدت کے عزم مت کرو۔ اور یہ وہم شیطانی
نہ آوے کہ یہ امر مخفی ہے۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ۔ اور یقین رکھو کہ جو تمھارے
دلون مین ہی اللہ تعالےٰ جانتا ہی پس اس سے ڈرتے و بچتے رہو ف کہ ایسا ہو کہ عذاب کرے اور تاخیر عذاب مین بھی دلیری مت کرو۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
حَلِيمٌ۔ اور یقین جان لو کہ اللہ تعالےٰ غفور حلیم ہی ف وہ حلم سے تاخیر فرماتا ہی۔ صحیح یہ ہی کہ جناح لفظ عربی فصیح ہی اور معنی اوسکے گناہ ہین اور کبھی معنی تنگی بھی
مستعمل ہوتا ہی اور عرضتم از تعریض ہی جو ضد تصریح ہی بعض نے کہا کہ ماخوذ ہی از عرضت الرجل۔ اے مین نے اسکو ہدیہ دیا چنانچہ حدیث مین ہی کہ ان رکبا من
المسلمین عرضوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر ثیابا بیضاء۔ اے چند سواران مسلمین نے رسول اللہ صلعم و ابوبکر کو سپید کپڑے ہدیہ دیے پس تعریض
کرنے والا بھی دوسرے کو ایسا کلام دیتا ہی جس سے وہ اسکی مراد سمجھ جاتا ہی اور خطبہ کے معنی منگنی کرنا۔ اور آیۃ کے معنی یہ ہین کہ جن عورتون کے شوہر مرگئے ہین

اگرتم انکی عدت کے درمیان مین اپنے صریح منگنی کو نہ کہو بلکہ تعریض کرو توتمپر گناہ نہین ہو اور ابن عباس سے تعریض کی صورت یون مروی ہو کہ اس معتدہ عورت سے یون کہے کہ مین بھی نکاح کرنیکا ارادہ رکھتا ہون۔ یعنے یون نہ کہے کہ مین تجھسے نکاح کرنا چاہتا ہون بلکہ محض اپنا ارادہ بیان کرے یا یون کہے کہ اللہ تعالےٰ سے امیدوار ہون کہ مجھے کوئی نیک بخت عورت دیدے یا کہے کہ مجھے بھی عورت کی حاجت ہو تفسیر ابن کثیر مین ہو کہ اماموں کے نزدیک اتفاق ہو کہ جو عورت اپنے شوہر کے وفات کی عدت مین ہو اس سے تعریض کرنا بدون تصریح خطبہ کے روا ہو اور یہی حکم اُس عورت کا ہو جو تین طلاق کی عدت مین ہو اور رہی وہ عورت جو تین طلاق سے کم مطلقہ ہو اور عدت مین ہو تو اختلاف نہین کہ اس سے اس کے شوہر طلاق دہندہ کے سوا دوسرے کو تعریض و تصریح حرام ہو۔ قولہ او اکننتم۔ اکنان بمعنی چھپا رکھنا اور خفیہ کرنا اسکی صورت یہ ہو کہ عورت کے وہان جاوے اور اسکو سلام کرلے مگر اور کچھ کلام تعریض نہ کرے یا ہان ہدیہ چاہے بھیجدے۔ قولہ ولکن لا تواعدوھن سرا۔ علما نے لفظ سر کے معنے مین اختلاف کیا ہو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ابومجلز و ابو الشعثا یعنے جابر بن زید و حسن البصری و ابراہیم نخعی و قتادہ و ضحاک و ربیع بن انس و سلیمان تیمی و مقاتل بن حیان و سدی نے کہا کہ مراد زنا ہو اسکو ابن جریر نے اختیار کیا ہو اقول یعنے عدت مین اپنے زنا کا پھر اسکے بعد نکاح کا باہم وعدہ نہو کذا قیل۔ پھر ابن کثیر نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ لا تواعدوھن سرا۔ یعنے اس سے مت کہہ کہ مین عاشق ہون اور مجھسے عہد کر کہ میرے سوا دوسرے سے نکاح نہ کریگی اور مانند اسکے اور الفاظ دواعیہ مہیت کے اور ایسا ہی سعید بن جبیر و شعبی و عکرمہ و ابو الضحی و ضحاک و زہری و مجاہد و ثوری سے روایت ہو کہ مراد یہ ہو کہ اس عورت سے یہ عہد پیمان نہ لیوے کہ اسکے سوا اور کسی سے نکاح نہ کریگی اقول جمہور علما اسی طرف گئے ہین کہ آیت کے یہی معنی ہین قال ابن کثیر اور ابن زید نے کہا کہ سر سے یہ مراد ہے کہ عدت مین عورت سے خفیہ نکاح کرے پھر جب وہ عدت سے حلال ہو تو اسکو ظاہر کردے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ احتمال ہے کہ آیت کریمہ ان سب معنی کو شامل ہو یعنے ان سب سے ممانعت ہو اور بعض نے ذکر کیا کہ سر بمعنی جماع ہوا ہے انکی رغبت دلانے کے لیے اپنے آپ تعریف نہ کرو کہ زیادہ جماع کرنے والے ہین اور شافعی رح نے یہی معنے لیے ہین۔ قولہ الا ان تقولوا قولا معروفا۔ یعنی وہی تعریض جو اوپر مباح فرمائی ہو جیسے کہے کہ تیری طرف رغبت کرنے والے بہت ہین اور یہی قول ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر و سدی و ثوری و ابن زید سے مروی ہو اور ابن سیرین نے کہا کہ مین نے عبیدہ سے کہا کہ اسکے کیا معنے ہین تو فرمایا کہ اس عورت کے ولی سے کہے کہ تو اسکا نکاح نہ کردینا یہان تک کہ مجھے آگاہ کردینا رواہ ابن ابی حاتم علما نے اجماع کیا ہو کہ عدت کے اندر نکاح صحیح نہین ہو اور جسنے عدت مین نکاح کیا ان مین تفریق کردی جائیگی یعنے دونون جدا کردیے جاوینگے پھر بعد تو اگر نکاح کرین تو جمہور کے نزدیک درست ہو اور مالک رح کے نزدیک انکا جرم ہو کہ ہمیشہ کے واسطے جمع نہین ہوسکتے ہین اور قول جمہور اظہر ہو واللہ اعلم۔ قولہ واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم۔ یعنے جو تمہارے دلون مین ہو اللہ اسکو جانتا ہو پس عورتون کی باتون مین سے جیسا کہ کچھ تم اپنے دل مین رکھوگے وہ اللہ تعالےٰ کو معلوم ہو پس چاہیے کہ بھلائی کو دل مین رکھو برائی کو مت رکھو ورنہ مستحق عذاب ہوگے

لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى

گناہ نہین تمپر اگر طلاق دو تم عورتون کو جب تک کہ نہین ہاتھ لگایا تمنے ان کو یا نہین مقرر کیا تمنے انکے واسطے حق اور انکو خرچ دو

الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ

وسعت والے پر اسکے موافق ہو اور تنگی والے پر اسکے موافق ہو جو خرچ دستور کا لازم ہے نیکوکارون پر

لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ تمپر کچھ گناہ نہین۔ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ۔ اگر تم عورتون منکوحہ کو طلاق دو۔ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ جب تک تم نے انکو مس نہین کیا۔ ف یعنے بغیر مس کے طلاق دو تو گناہ نہین ہو۔ امام حمزہ و کسائی کی قراءت مین مالم تماسوہن جب تک تمنے انسے جماع نہ کیا ہو

خلاصہ یہ کہ عورت کو قبل جماع طلاق دینے مین گناہ نہین- اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً - یا جب تک مہر کچھ فرض نہین کیا ہو یعنے اسمین بھی گناہ نہین کہ تمنے بدون مہر مقرر کرنے کے نکاح کیا پھر طلاق دیدی تو اس صورت مین عورت کے واسطے مہر نہ ہوگا مگر متعہ واجب ہو تو نصف مہر المثل سے زائد ضرور نہوگا لہذا فرمایا- وَمَتِّعُوْهُنَّ - اور ایسی عورتون کو متعہ دیدو یعنے ایسی چیز جس سے وہ تمتع اُٹھا دین چنانچہ آنحضرت صلعم نے ایک عورت کو قبل مساس کے طلاق دیدی تھی تو حکم دیا کہ اسکو رازقیہ کپڑون کا ایک جوڑا دیدو- رواہ احمد وغیرہ پس اس صورت مین متعہ واجب ہو عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ - وسعت والے پر اسکی قدر ہو اور تنگدست پر اسکی قدر ہو ظاہر آیت سے یہی معلوم ہوتا ہو کہ متعہ کی مقدار مین مرد کی حالت دیکھی جائیگی- اور بعض متاخرین مشائخ نے عورت کا بھی لحاظ کیا اور تمام بحث مترجم کی عین الہدایہ مین ہو- مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ - متاع دو بطور معروف متاع دینا- حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ - یہ حق ثابت کر دیا گیا محسنین پر جو ہے طور سے اللہ تعالے واسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہین تو ضرور اسکی اتباع کر کے حق ادا کرینگے- اس آیۂ کریمہ مین اللہ تعالیٰ نے جناح کی نفی کی حالانکہ طلاق دینے مین کوئی گناہ نہین ہو اگرچہ یہ مباح اللہ تعالے کے نزدیک ناگوار مباحات مین سے ہو اسیواسطے علما نے کہا کہ مراد یہان الساحق نہین جسکی وجہ سے آدمی کا دامن پکڑا جاوے لہذا بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ یہ لاتبعۃ علیکم- اور یہ ماخوذ ہو تبعت الرجل بحقی- ای مین نے فلان شخص کا پیچھا پکڑا اپنے حق کے واسطے پس مراد یہ ہوئی کہ کچھ لازم نہین آتا ہو تمپر ایسی حالت مین طلاق دینے سے- اگر کہا جاوے کہ متعہ اکثر کے نزدیک واجب آتا ہو پس اس طلاق سے متعہ واجب ہوا تو جواب یہ ہو کہ نکاح پر طلاق دینے سے اسکا وجوب نہین ہوا بلکہ اللہ عزوجل نے اسکو مستقل واجب فرمایا ہو اور مالم تمسوھن مین ما مصدریہ ظرفیہ ہونا مفسر نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ شرطیہ ہو- ای ان لم تمسوھن- ولیکن اول اوجہ ہو اور معنی مدۃ عدم المسیس ہین اور مس ومسیس معنی چھونا اور یہان کنایہ جماع سے ہو چنانچہ ابن عباس وطاؤس وابراہیم وحسن بصری نے کہا کہ مس معنی نکاح یعنے جماع ہو- اور قولہ او تفرضوا لہن فریضۃ بیضاوی نے کہا کہ فرض بمعنی تسمیہ مہر ہو اسے مہر کو متعین کر کے بیان کر دینا پس عدم فرض کے یہ معنی ہوے کہ مہر بیان نہین ہوا- پھر جاننا چاہیے کہ مطلقات چار قسم کی ہین اول آنکہ مدخولہ مفروضۃ المہر کو طلاق دی گئی یعنے اسکا مہر بیان ہو گیا اور اسکے ساتھ دخول بھی واقع ہو گیا پھر اسکو طلاق دی گئی تو ایسی مطلقہ کو اسکا پورا مہر واجب ہو اور اگر مہر ادا ہو چکا ہو تو شوہر کو ممانعت ہو کہ اسمین سے کچھ واپس نہین لے سکتے ہین دوم وہ کہ مدخولہ ہو مگر اسکا مہر بیان نہین ہوا ہو تو اسمین اسپر عدت واجب اور مہر مثل دینا پڑیگا اور یہ آگے آویگا فی قولہ فما استمتعتم بہ منہن فآتوھن اجورھن- اور سوم وہ کہ مدخولہ نہین ہو مگر عقد نکاح مین اسکا مہر بیان ہو گیا ہو تو اسپر عدت نہین مگر نصف مہر دینا پڑیگا اور اسکا بیان اگلی آیت مین آتا ہو چہارم وہ کہ نہ مدخولہ ہو اور نہ اسکا مہر بیان ہوا ہو پس یہی اس آیۂ کریمہ مین مذکور ہو پس اسپر عدت واجب نہین ہو اور نہ اسکے واسطے کچھ مہر ہو پس ایسی حالت مین اسکو طلاق دینا روا ہو اگرچہ اسمین اسکی دل شکنی ہو اسیواسطے اللہ تعالے نے اسکے لیے امتاع کا حکم دیا یعنے شوہر اسکو اپنی حالت کے لائق کچھ دیوے یعنے اگر تونگر ہو تو اپنی تونگری کے لائق اور اگر فقیر ہو یعنے اتنی لیاقت رکھتا ہو کہ نکاح کرے اور اسکا مہر ونفقہ دے مگر زیادہ وسعت والا نہین ہو تو وہ اپنی لیاقت کے موافق دیوے اور عکرمہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ متعہ طلاق مین اعلیٰ تو خادم ہو یعنی کوئی باندی یا غلام دیوے اور اوسط درجہ یہ ہو کہ روپیہ دیوے اور ادنیٰ یہ ہو کہ کپڑے دیوے اور علی ابن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اگر خوشحال تونگر ہو تو اسکو خادم یا اسکے مانند دیوے اور اگر تنگدست ہو تو تین کپڑے دیوے اور شعبی رح نے کہا کہ اوسط درجہ اسکا کرتا اور اوڑھنی اور پائجامہ وچادر ہو اور روایت ہو کہ حضرت حسن بن علی علیہما السلام نے دس ہزار درم دیے اور عورت نے کہا کہ ع

متاع قلیل من حبیب مفارق + یعنے محبوب جدا کر دینے والے کے عوض یہ متاع قلیل ہو- اور امام ابوحنیفہ کا قول وہ ہو جو ابن عباس رض سے ادنیٰ درجہ مذکور ہوا اور اسکو شعبی رح نے اوسط درجہ قرار دیا اور نیز ابوحنیفہ رح نے کہا کہ اگر عورت اور مرد مین متعہ کی بابت تنازع ہو تو مرد پر اس عورت کے

مثل عورتون کا جو مہر ہو اسکا نصف واجب ہوگا اور وجہ اس قول کی ظاہر ہی کہ اگر اسکا مہر مسمی ہوگیا ہوتا تو اسکے لیے نصف مہر واجب ہوتا پس درصورتیکہ دونون
مین اختلاف ہوا اور مرد کی حالت ظاہر نہین ہوتی ہی تو نصف مہر المثل کا حکم دیا جائیگا اور یہ ماخذ جید ہی اور شافعیؒ کا جدید قول یہ ہی کہ شوہر پر کسی مقدار معلوم کے واسطے
جبر نہین کیا جائیگا مگر اسیقدر پر جسپر متعہ کا اطلاق ہوتا ہی اور مجھے پسندیدہ یہ ہی کہ اقل اسقدر لباس قرار دیا جاوے جسمین نماز جائز ہوجاتی ہی اور اسمین اختلاف ہی کہ آیا
یہان متعہ واجب ہی یا مستحب ہی اور ظاہر یہ ہی کہ واجب ہی کیونکہ امر موجود ہی اور یہی قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ابن عمر و حسن و سعید بن جبیر و زہری و قتادہ
و ضحاک وغیرہ کا ہی اور یہی قول ابوحنیفہ کا ہی اور مالک اور ابوعبید کے نزدیک مستحب ہی اگرچہ اسپر اجماع ہی کہ جو عورت قبل جماع و تسمیہ مہر کے طلاق دی گئی وہ مہر
وغیرہ کی مستحق نہین سوائے اسکے کہ متعہ اسکو مل سکتا ہی خواہ بطور وجوب یا استحباب کے۔ پھر اگر ایسی عورت کسی کی باندی ہو تو جمہور کے نزدیک اسکو بھی متعہ مذکورہ
چاہیے ہی اور اوزاعی و ثوری کے نزدیک نہین چاہیے اسواسطے کہ وہ اسکے مالک کی ملک ہوگا اور متعہ اس اذیت کے مقابل مین مشروع ہی جو طلاق مذکورہ سے
مطلقہ مذکورہ کو پہونچی اور ایسی اذیت کے مقابلہ مین مالک کو کسی مال کا استحقاق نہین ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ آیا متعہ ایسی ہی مطلقہ کی واسطے واجب ہی جسکو
قبل دخول کے طلاق دی گئی اور اسکا مہر مفروض نہین ہوا یا ہر مطلقہ کے واسطے واجب ہی پس تفسیر ابن کثیر وغیرہ مین ہی کہ اسمین علما کے چند اقوال ہین اول آنکہ
ہر مطلقہ کیواسطے واجب ہی اور یہ چند تابعین کا قول ہی اور ایک قول شافعی کا ہی جسکو بعضے شافعیہ جدید صحیح قرار دیا ہی۔ دوم آنکہ متعہ ہر ایسی مطلقہ کے لئے واجب ہی جو قبل دخول طلاق دیگئی
اگرچہ اسکا مہر مفروض ہوگیا ہو پس اس قول پر ایسی مطلقہ کو نصف مہر اور متعہ ملیگا۔ اور سوم آنکہ غیر مدخول و غیر مفروضہ کے واسطے واجب ہی اور یہ قول ابن عمر و مجاہد کا ہی
پھر جاننا چاہیے کہ متعہ مین اعتبار حال شوہر ہی نہ حال زوجہ پس اگر شوہر تنگدست ہی اور زوجہ مالدار جسکے ذاتی باندی غلام ہین تو شوہر اسکو متعہ مین ادنی درجہ کی چیز دیگا

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا

اور اگر طلاق دو انکو ہاتھ لگانے سے پہلے اور ٹھہرا چکے انکا حق تو لازم ہوا آدھا اسکا جو کچھ ٹھہرایا تھا مگر

أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ

یہ کہ درگذر کرین عورتین یا درگذر کرے جسکے ہاتھ گرہ ہے نکاح کی اور تم مرد درگذر کرو تو قریب ہے پرہیزگاری سے اور نہ بھلاؤ بڑائی

بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

رکھنی آپس مین تحقیق اللہ تعالے جو کرتے ہو سو دیکھتا ہے

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً ۔ اور اگر تمنے زوجات کو قبل مساس کے طلاق دی
حالانکہ تم انکے واسطے مہر مفروض کرچکے ہو فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ۔ تو جو کچھ تم نے فرض کیا اسکا نصف ف مہر کا ادا کرنا واجب ہی اگر تم نے مہر ادا نہ
دیا ہو۔ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ ۔ مگر آنکہ یہ عورتین اسکو عفو کرین ف اور چھوڑ دین اور اگر تم تمام مہر دے چکے ہو تو نصف تمکو واپس ملنا چاہیے
أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۔ یا جسکے ہاتھ مین عقد نکاح ہی وہ معاف کردے ف اور وہ شوہر ہی پس بلحاظ مروت وہ
عورت سے کچھ واپس نہ لے تو اسکو اختیار ہے۔ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى ۔ اور تمہارا عفو کرنا تقوی سے بہت قریب ہے
ف یعنے تقوی کے ساتھ زیادہ قریب یہی بات ہی کہ عفو کردو۔ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۔ اور تم لوگ آپس مین تفضل یعنی بھلائی کو مت بھلاؤ
ف بلکہ چاہیے کہ آپسمین ایک دوسرے پر تفضل رکھو اور یہ امر بنظر مروت کے مرد سے زیادہ لائق ہی۔ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۔
اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالے خوب دیکھتا ہی ف پس ہر ایک کو اسکی نیت و فعل کا ثواب ہی اگرچہ ذرہ برابر ہو۔ پھر واضح ہو کہ جب نصف مہر واجب
کیا تو اس آیت مین دلالت ہی کہ متعہ ایسی مطلقہ کے لیے نہین واجب ہی کیونکہ اول مطلقہ و یہ مطلقہ دونون کی طلاق تو وطی سے پہلے ہوئی فرق یہ کہ

اول کا مہر بھی مفروض نہ تھا اور اسکا مہر مفروض ہو اور اول کے واسطے متعہ واجب کیا تھا اور یہاں نصف مہر پس اگر یہان بھی سوائے نصف مہر کے
کچھ اور متعہ وغیرہ واجب ہوتا تو بیان ہوتا۔ پس قولہ فنصف ما فرضتم۔ یعنے جو مہر تم نے اسکے لیے بیان کیا ہو اور ٹھہرایا ہو اسکا نصف واجب ہوگا پس
خبر محذوف ہو اے بجب لہن۔ اور مفسر سیوطیؒ نے کہا و یرجع لکم النصف۔ تمکو آدھا واپس ملیگا تو اشارہ ہو کہ اگر مہر پہلے دیدیا ہو تو نصف شوہر کو واپس ہوگا
خواہ لے یا نہ لے اور اگر نہین دیا ہو تو بقدر نصف کے دینا اسپر واجب نہوگا پھر اس حکم پر اجماع ہو کہ قبل دخول کے اگر ایسی عورت کو طلاق دیدی جسکا مہر ٹھہرایا ہو
تو اسکے واسطے نصف ہی مہر واجب ہوگا اور نیز اسپر بھی اجماع ہو کہ اگر ایسی عورت کو طلاق نہین دی بلکہ دخول سے پہلے اسکا شوہر مرگیا اور مہر ٹھہر چکا ہو تو موت کی وجہ سے
وہ کامل مہر کی مستحق ہوگی اور اسکو میراث ملے گی اور اسپر عدت بھی واجب ہوگی۔ پھر اس بات مین اختلاف ہو کہ خلوت صحیحہ۔ آیا دخول کے قائم مقام ہوگی کہ اس سے
عورت پورے مہر کی مستحق ہوگی یا نہین۔ اسمین دو قول ہین۔ اول آنکہ خلوت قائم مقام دخول ہوگی اور یہی خلفاے راشدین نے حکم دیا اور
یہی مذہب امام ابو حنیفہ و امام مالک و جمہور اہل علم کا ہو اور یہی امام شافعی کا قول قدیم تھا اور ان بزرگون کے نزدیک اس عورت پر عدت بھی واجب
ہوگی اور جدید قول مین شافعی کے نزدیک خلوت قائم مقام دخول نہوگی اور یہی حضرت ابن عباس وغیرہ چند اہل علم سے روایت ہو اور شافعی نے اسکو
اپنے شیخ مسلم بن خالد کے ذریعہ سے لیث بن ابی سلیم کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا و لیکن مسلم بن خالد اور لیث بن ابی سلیم دونون ضعیف
ہین انسے حجت قائم نہین ہوسکتی ہو مترجم کہتا ہو کہ مسلم بن خالد کے حق مین صرف ضعف حفظ کا شبہہ ہو اور راجح یہ کہ ثقہ ہو اور اسی طرح لیث بن
ابی سلیم مین بھی مضائقہ نہین ہو اور ابو حنیفہؒ نے انسے روایت لی ہو علاوہ ازین بیہقی نے کہا کہ یہ ابن ابی طلحہ کے طریق سے بھی ابن عباس سے
مروی ہو واللہ اعلم۔ قولہ الا ان یعفون جمع مؤنث غائب ہو یعنے عفو کرین یہ مطلقہ عورتین جو مذکور ہین اور یہی جمہور تابعین سے مروی ہو اور ابن عباس نے
فرمایا یعنے ثیبہ عورت عفو کرے پس اپنا حق چھوڑ دے یعنے نصف مہر جو اُسکے لیے واجب ہوا ہے نہ لیوے چھوڑ دے اور محمد بن کعب القرظی سے روایت ہو
کہ انھون نے صیغہ جمع مذکر غائب قرار دیا ہو عفو کرین مرد اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہ قول شاذ ہو ایسا کسی اور سے مروی نہین ہے اور بیضاوی نے
کہا کہ صیغہ مذکور دونون کو محتمل ہو یعنے صیغہ جمع مؤنث غائب و مذکر غائب دونون ہوسکتا ہو اور حق یہ ہو کہ صیغہ جمع مذکر غائب قرار دینا ضعیف ہو۔
قولہ او یعفو الذی بیدہ عقدۃ النکاح مفسر سیوطیؒ نے ذکر کیا کہ طبرانی نے ایسی سند سے کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہو عمرو بن شعیب عن ابیہ
عن جدہ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح۔ وہ شوہر ہو اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اسکو ابن ابی حاتم
و ابن مردویہ نے بھی ابن لہیعہ کے طریق سے مرفوعاً روایت کیا ہو اور ابن ابی حاتم نے بسند صالح روایت کیا کہ شریح نے کہا کہ مجھسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
پوچھا کہ بیدہ عقدۃ النکاح۔ کون ہو مین نے کہا کہ عورت کا ولی ہو تو فرمایا کہ نہین بلکہ وہ شوہر ہے اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا کہ یہی ایک روایت ابن عباس و
جبیر بن مطعم و سعید بن المسیب و شریح و سعید بن جبیر و مجاہد و شعبی و عکرمہ و نافع و محمد بن سیرین و ضحاک و محمد بن کعب القرظی و جابر بن زید و ابو مجلز و ربیع
بن انس و ایاس بن معاویہ بن قرۃ۔ و مکحول و مقاتل بن حیان ہو کہ ان بزرگون نے کہا کہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح وہ شوہر ہو اور یہی مذہب ابو حنیفہ و انکے
اصحاب و احمد و ثوری و ابن شبرمہ و اوزاعی کا ہو اور یہی شافعی کا قول جدید ہو اور اسکو شیخ ابن جریر نے اختیار کیا ہو اور ماخذ اس قول کا یہ ہو کہ جسکے ہاتھ
مین عقدہ نکاح ہو وہ درحقیقت شوہر ہی ہو کیونکہ اسی کے ہاتھ مین اسکا عقد و ابرام اور نقض و انہدام ہو یعنے طلاق مین اسی کا اختیار ہو پس عقدہ
نکاح مین اسی کا اختیار رہا۔ بعض کے نزدیک قولہ او یعفو الذی بیدہ عقدۃ النکاح سے ولی مراد ہو تو حاصل یہ ہوگا کہ عفو بہر حال عورت ہی کیطرف
سے ہو لیکن عورت خود عفو کرے جبکہ وہ تصرف کرنے پر قادر ہو یعنے اپنے تصرف کرنے مین خوش سلیقہ ہو بیوقوف برباد کرنے والی نہو یا اس عورت کا ولی عفو کرے
جبکہ یہ عورت بے سلیقہ بیوقوف ہو جسکو محجورہ کہتے ہین یعنے ممنوعہ از تصرف یعنے کاروبار مین تصرف کرنے سے ممنوع کی ہوئی ہو اور شاید کہ بعضون کی تفسیر

ابن عباس سے عورت ثیبہ کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ باکرہ ہونے کی صورت مین بھی ولی مجاز ہوگا اور اوپر معلوم ہوا کہ اسمین کیا خرابی ہے یعنے ولی کو اسکے مال کے ہبہ کا کہان اختیار ہے ولیکن ولی کی تفسیر بھی ایک جماعت سے روایت ہے چنانچہ ابن ابی حاتم نے عمرو بن دینار کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح مین ابن عباس نے کہا کہ وہ عورت کا باپ یا بھائی یا ایسا شخص ہے جسکی اجازت کے بغیر وہ نکاح نہین کر سکتی تھی اور علقمہ و طاؤس و عطاء و حسن و زہری و ربیعہ و زید بن اسلم و ابراہیم نخعی وغیرہ سے بھی روایت ہے کہ وہ ولی ہے اور یہی امام مالک کا مذہب و شافعی کا قول قدیم ہے اور ماخذ اسکا یہ ہے کہ ولی ہی نے اسکو یہ مال کموادیا ہے پس اسکو اسمین تصرف کا اختیار ہے بخلاف اسکے دیگر اموال کے اور ایسا ہی عکرمہ سے صریح مروی ہے اور شریح قاضی سے بھی روایت کیا گیا لیکن شعبی رح نے شریح پر انکار کیا تو شریح نے اس سے رجوع کیا اور اختیار کیا کہ وہ شوہر ہے اور اسپر یہان تک یقین کیا کہ آخر دو اسپر باہم قسم کھانے پر آمادہ ہوتے تھے۔ قولہ وان تعفوا اقرب للتقوی — شیخ ابن جریر نے فرمایا کہ بعض نے اسکو مردون و عورتون دونون کو شامل خطاب قرار دیا چنانچہ عطاء نے ابن عباس سے روایت کی کہ فرمایا دونون شوہر و زوجہ مین سے بڑھکر تقوی مین وہ شخص ہوگا جسنے عفو کیا اور ایسا ہی ایک جماعت تابعین سے مروی ہے اور مرجح یہ ہے کہ یہ خطاب مخصوص مردون کو ہے اور قراءۃ بیائے تحتانیہ جو شعبی و ابونہیک سے مروی ہے اسکے مؤید ہے اور اس صورت مین معنے یہ ہونگے کہ عورت کے حقوق کو جو اسنے اپنی تندہی مین تمھارے ساتھ کیے ہین تمھین کو مناسب ہے کہ عفو کرو اور اسکو مہر پورا دیدو اور باہم احسان کرنے اور تفضل کرنے کو مت بھولو قولہ ولا تنسوا الفضل بینکم۔ سعید بن جبیر نے کہا کہ احسان کو۔ اور ضحاک و قتادہ و سدی و ابو وائل نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ باہم احسان کرنے کو مہمل مت چھوڑو بلکہ اسکو آپسمین استعمال کرو ذکرہ ابن کثیر اور ابن مردویہ نے حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ گزندہ آویگا کہ مسلمان اپنے ہاتھ کی چیز کو دانتون پکڑیگا اور احسان و تفضل کرنا بھلا دیگا حالانکہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے ولا تنسوا الفضل بینکم۔ بدکار لوگ ہونگے کہ ہر مضطر کے ہاتھ فروخت کرینگے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مضطر اور بیع غرر سے منع فرمایا ہے پس اگر تیرے پاس مال بڑھتی ہو تو اپنے بھائی مسلمان کیطرف بھی بڑھا دے اور اسکو ہلاکت مین مبتلا مت کر کیونکہ ایک مسلم دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے اسکو غمگین نہین کرتا اور نہ اسکو محروم رکھتا ہے اور سفیان نے ابو ہارون سے روایت کی کہ مین نے عون بن عبداللہ کو قرظی کی مجلس مین دیکھا پس عون ہم سے حدیث بیان کرتے تھے اور شدت گریہ یعنے آنسوون کے تار سے انکی ڈاڑھی سے بوندین بہتی تھین اور فرماتے تھے کہ مین تونگرون کی صحبت مین بیٹھا پس انسے بڑھکر مین فکر کے اندیشہ مین گرفتار ہو گیا جبکہ مین نے انکو خوش پوشاک و خوشبو سے معطر اور عمدہ سواری پر دیکھا اور مین فقیرون کی صحبت مین بیٹھا تو مین نے انکی وجہ سے راحت پائی اور فرمایا ولا تنسوا الفضل بینکم۔ جب کسی کے پاس سوال کرنے والا آوے اور اسکے پاس کچھ نہ ہووے تو اسکے واسطے دعا کرے رواہ ابن ابی حاتم

## حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○

خبردار رہو نمازون سے — اور بیچ والی نماز سے — اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے

**حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ** - حفاظت کرو نمازون پر ف پانچون نمازین اپنے اوقات مین ٹھیک ادا کرو یعنے خبرداری رکھو اپنی پانچون نمازون پر باین طور کہ انکو انکے وقتون پر ادا کرو۔ **وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى** - اور بیچ کی نماز پر ف اور وہ نماز عصر ہے اور یہی اصح ہے یا نماز صبح ہے یا نماز ظہر ہے یا مغرب یا عشا ہے اسمین یہ سب اقوال ہین اور اس نماز کو خاصکر اسواسطے ذکر فرمایا کہ اورون پر اسکو فضیلت ہے **وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ** - فی الصلوۃ **قٰنِتِيْنَ** - اور کھڑے رہو اللہ کے واسطے نماز مین قنوت کرتے ہوے ف بعض نے کہا یعنے اطاعت کرتے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر قنوت جو قرآن مین مذکور ہے وہ طاعت ہے رواہ احمد وغیرہ۔ وقیل ساکتین لحدیث زید بن ...

کنا نتکلم فی الصلوة حتی نزلت فامرنا بالسکوت ونهینا عن الکلام رواه الشیخان۔ اور بعض نے فرمایا کہ قانتین کے معنے سکوت کرتے ہوے کیونکہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ہم لوگ نماز مین باتین کیا کرتے تھے یہانتک کہ یہ آیت اُتری پس ہم لوگ حکم کئے گئے یہ کہ سکوت سے رہین اور منع کیے گئے باتین کرنے سے رواه الشیخان۔ حافظوا از محافظت ہو اور کسی شی کی محافظت کے یہ معنی ہین کہ ہمیشہ اسکی نگہداشت کرے پس معنے یہ ہوے کہ ہمیشہ نگاہ رکھو پانچون نمازون کو جو تمپر فرض ہوئی ہین انکے سب شرائط و حدود کے ساتھ اور انکے ارکان و افعال پورے ادا کرنے کے ساتھ انکے مخصوص اوقات ہین۔ اور واضح ہو کہ ازواج و اولاد کے ذکر کے درمیان مین محافظت نماز ہاے پنجگانہ کا حکم شاید اس حکمت سے ہو کہ لوگ اولاد و ازواج مین مشغول ہوکر لہو مین نہ پڑجاوین اور ادب تعلیم کیا کہ سواے حق عز و جل کے کوئی چیز ایسی نہین ہو کہ اسکے واسطے اہتمام لائق ہو پس جس چیز کو لو اسکو اللہ تعالے کے واسطے کردو تاکہ ثواب پاؤ۔ پھر اسمین خلاف نہین کہ نماز اپنے اوقات پر افضل الاعمال ہو جیسا کہ صحیحین مین حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہو کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ کون عمل افضل ہو فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر ادا کرنا۔ مین نے عرض کیا پھر کون تو فرمایا کہ اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرنا۔ مین نے عرض کیا کہ پھر کون فرمایا کہ والدین کی خدمتگذاری کرنا۔ ابن مسعود نے کہا کہ مجھسے یہ باتین رسول اللہ صلعم نے بیان فرمائین اور اگر مین زیادہ پوچھتا تو آپ زیادہ فرماتے رواه الشیخان اور اسمین دلالت صریح ہو کہ نماز اپنے اوقات پر ادا کرنا اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرنے سے افضل ہو پھر ان نمازون کے اوقات فقہ کی کتابون مین اور لوگون کے درمیان معروف ہین لیکن یہان اتنی تنبیہ ضرور ہو کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عشا کی نماز تہائی رات گذرے افضل ہو بشرطیکہ جماعت مین نقصان نہو ورنہ مقتدیون کو تنگ نہ کرنا چاہیے اور عصر کی نماز اول وقت اور اکثر فقہاے متاخرین کے نزدیک اوسط وقت ہو اور جو شخص کہ مغرب تک وظیفہ پڑھنے کی غرض سے وقت اخیر کردیتا ہو وہ ثواب پاتا ہو اور فجر کی نماز مین اوسط (بعد صبح صادق کے ہوجاوے) اور صحیح حدیث مین ہو کہ جسنے جاڑے کے وقت کی دونون نمازین پڑھین وہ جنتی ہوا یعنے جو شخص فجر اور عشاء کے نماز کو ادا کرتا رہتا ہو وہ جنتی ہو اور انمین افضل نماز عصر ہے جسکی حفاظت کے واسطے اللہ تعالے نے کلام مجید مین ارشاد فرمایا باوجودیکہ پانچون نمازون کی حفاظت کے حکم مین عصر کی نماز بھی آگئی تھی ولیکن اس فضیلت کے واسطے خاص کرکے الگ تاکید فرمائی اور کہا۔ حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطے۔ اور عنقریب اسکے فضائل احادیث سے بھی مختصر بیان ہونگے جاننا چاہیے کہ علماے سلف و خلف سے صلوة وسطے کی تعیین مین مختلف اقوال روایت ہوے ہین اور مفسر رحمہ اللہ نے بھی اشارہ کیا ہے چنانچہ بعض اقوال ذکر کرنے کے بعد صحیح قول بیان ہوگا اور سب اقوال جو اٹھارہ بیان کیے گئے ہین ذکر کرنا فضول ہو مگر اتنے بیان کردینا چاہیے جنکو مفسر رح نے بطور تردید ذکر کیا ہو ولیکن پہلے اس سے جاننا چاہیے کہ الصلوات پر الصلوة الوسطے عطف ہو اور الصلوات سے بالاتفاق نماز ہاے پنجگانہ مراد ہین پس الصلوة الوسطی جو اسپر عطف ہو یا تو اس سے ان نماز ہاے پنجگانہ کے سواے اور کوئی نماز مراد ہو اور دلیل یہ کہ معطوف و معطوف علیہ مین مغائرت چاہیے اور یا انھین مین سے کوئی نماز مراد ہو پس اکثر اقوال تو اس بنا پر ہین کہ ان پانچون کے سواے اور نماز مراد ہو اور جسنے ایسا کہا ہو اسنے سخت بُرا کیا اور خراب جرأت کی کہ محض راے سے تفسیر پر آمادہ ہوا کیونکہ ائمہ سلف و خلف کے منقول کے برخلاف تفسیر کی بلکہ صحیح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کہا پس یہ امر تو قطعی ہو کہ ایسے سب اقوال مردود ہین اب رہا کلام اسمین کہ نماز ہاے پنجگانہ مین سے یہ کون نماز ہو اور عطف مذکور تو تشریف و بزرگی دینے کے واسطے خاص کرکے بیان کرنے کے لیے ہو پس ایک قول یہ ہو کہ وہ نماز صبح ہو چنانچہ مالک نے موطا مین کہا کہ ہمکو یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ و ابن عباسؓ سے پہونچی ہو اور ابن جریر نے اسکو ابن عباس سے اور ابن عمر سے اور جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا اور ابن ابی حاتم نے اسکو ابو امامہ و انس و ابو العالیہ و عبید بن عمیر و عطاء و مجاہد و جابر بن زید و عکرمہ و ربیع بن انس سے حکایت کیا ہو اور امام شافعی نے اسی پر نص کی اور کہا کہ وہ نماز صبح ہے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا ہو کہ قوموا للہ قانتین۔ یعنے کھڑے ہو اللہ تعالے کے واسطے قنوت پڑھتے ہوے اور قنوت امام شافعی کے نزدیک نماز صبح مین ہے

قال المترجم عنقریب معلوم ہوگا کہ ابن عباس وابن عمر سے یہ قول صحیح نہین ثابت ہوا ہی- قول دوم آنکہ وہ ظہر ہو چنانچہ عروہ و زید بن ثابت سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کو اول وقت پڑھتے جو نہایت تیزی و گرمی کا وقت ہوتا تھا اور کوئی نماز ایسی نہین پڑھتے جو آنحضرت صلعم کے یارون پر اس سے زیادہ سخت گذرتی پس نازل ہوا حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین- اسکو امام احمد و ابوداؤد نے روایت کیا اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ جن لوگون سے ایسا روایت کیا گیا کہ وہ ظہر ہی ان مین سے ابن عمر و ابوسعید خدری و عائشہ رض ہین اور یہ قول عروۃ بن الزبیر و عبداللہ بن شداد کا ہی اور یہی ایک روایت ابوحنیفہ رح سے ہی- قول سوم یہ کہ وہ عصر ہی- ترمذی و بغوی رح نے کہا کہ یہی قول اکثر علماے صحابہ و تابعین کا ہی اور ماوردی نے کہا کہ یہی جمہور تابعین کا قول ہی اور ابن عبدالبر نے کہا کہ یہی اکثر اہل اثر کا قول ہی اور ابن عطیہ نے کہا کہ یہ جمہور لوگون کا قول ہی اور حافظ ابومحمد عبدالمومن الدمیاطی نے کہا کہ اسکے بارہ مین صریح نص ہی کہ وہ عصر ہی اور کہا کہ یہی حضرت عمر بن الخطاب و حضرت علی و ابن مسعود و ابوایوب و عبداللہ بن عمرو اور سمرۃ بن جندب و ابوہریرہ و ابوسعید خدری و حفصہ و ام حبیبہ و عائشہ و ام سلمہ و ابن عمر و ابن عباس کا قول صحیح روایتون سے ہی اور یہی قول عبیدہ و ابراہیم نخعی و زر بن حبیش و سعید بن جبیر و ابن سیرین و حسن و قتادہ و ضحاک و کلبی و مقاتل و عبید بن مریم وغیرہم کا ہی اور یہی مذہب امام احمد بن حنبل کا ہی اور ابن المنذر نے کہا کہ صحیح ہوا ہی کہ یہی قول امام ابوحنیفہ و ابویوسف و محمد بن الحسن کا ہی اور اسیکو ابن حبیب مالکی نے اختیار کیا ہی اور بخاری و مسلم و اصحاب سنن وغیرہ کے نزدیک متعدد طرق سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ثابت ہوا کہ ہم جانتے تھے کہ وہ نماز فجر ہی یہانتک کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم الاحزاب کے روز سنا کہ فرماتے تھے کہ شغلونا عن صلوۃ الوسطی صلوۃ العصر ملاء اللہ قبورهم واجوافهم نارا- یعنے کافرون نے ہمکو نماز وسطے نماز عصر سے مشغول کر لیا اللہ تعالے اُن کی قبرون و پیٹون کو آگ سے بھر دے اور مسلم و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ نے ابن مسعود رض سے اسکے مثل مرفوعًا روایت کیا ہی اور بزار نے اسکو باسناد صحیح حدیث جابر بن عبداللہ سے مرفوعًا روایت کیا اور نیز بزار نے اسکو بسند صحیح حضرت حذیفہ سے مرفوعًا روایت کیا اور مسلم نے براء بن عازب رض سے بھی روایت کیا کہ صلوۃ الوسطے نماز عصر ہی اور امام احمد نے سمرہ بن جندب سے مرفوعًا روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا- حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطے اور ہمکو صلوۃ وسطے نام لیکر بتا دی کہ وہ نماز عصر ہی رواہ الترمذی ایضًا و قال حسن صحیح اور ابن جریر وغیرہ نے اسکو کئی وجوہ سے ابوہریرہ سے روایت کیا اور ترمذی و ابن حبان نے ابن مسعود رض سے مرفوعًا روایت کیا کہ صلوۃ الوسطی نماز عصر ہے قال الترمذی حسن صحیح- شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ سب نصوص اس مسئلہ مین ہین کہ انہین اور کچھ احتمال نہین ہی اور اسیکا موکد ہی جو حدیث صحیح مین ابن عمر رض سے روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو نوت کیا نماز عصر نے گویا اسکا مال و اہل سب جدا ہوے- اور نیز صحیح مین ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدلی کے دن عصر کی نماز مین سویرے جاؤ کیونکہ جسنے نماز عصر چھوڑ دی اسکے اعمال حبط ہوے- اور امام احمد نے ابو نضرۃ الغفاری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ وادی خمیص مین عصر کی نماز پڑھی پھر فرمایا کہ یہ نماز تم سے اگلے لوگون پر پیش کیگئی تھی پس انھون نے اسکو ضائع کر دیا خبردار رہو کہ جو شخص اسکو پڑھیگا اسکو دونا ثواب ملیگا اور اسکے بعد کوئی نماز نہین ہی یہانتک کہ شاہد نظر آوے- وہکذا رواہ مسلم والنسائی ایضا- پس روایات مذکورہ اصح و اصرح ہین اور باقی جو روایتین آئی ہین وہ یا تو اسی کی طرف راجع ہین یا اقوال غیر ثابتہ ہین- قولہ وقوموا للہ قانتین مفسرین نے قنوت کے جو معانی بیان کر دیے ہین وہ تو ظاہر ہین اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر مین کہا اسے خاشعین ذلیلین مستکنین بین یدیہ- یعنے خشوع کے ساتھ اپنے آپکو ذلیل بنائے ہوے سکون کے ساتھ اللہ تعالے کے سامنے قائم رہو حالت نماز مین- اور یہ بات مستلزم ہی کہ نماز مین باتین کرنا ترک ہو کیونکہ وہ اس معنی کے منافی ہی اسیواسطے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین ابن مسعود کے سلام کا جواب نہ دیا تو یہی اعتذار فرمایا کہ نماز مین مشغولی ہوجاتی ہی اور معاویہ بن الحکم السلمی نے جب نماز مین کلام کیا تو اس سے فرمایا کہ یہ نماز ایسی چیز ہے کہ اسمین لوگونکی باتوں کی

پھر روا نہین ہی بلکہ یہ فقط تسبیح و تکبیر و ذکر اللہ ہی جیسا کہ مسلم کی روایت مین ہی۔ اور زید بن ارقم سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین آدمی اپنے ساتھی سے نماز مین اپنی ضرورت کی باتین کیا کرتا تھا یہانتک کہ یہ آیت اُتری۔ وقوموا للہ قانتین پس ہم سکوت کا حکم کیے گئے۔ رواہ احمد والجماعة سوی ابن ماجہ اور حافظ ابن حجر نے کہا کہ قنوت کی تفسیر سکوت ہی سے صحیح ہی اور یہان ایک اشکال ہی جو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا ہی وہ یہ ہی کہ ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتے اور آپ ہمکو نماز مین جواب دیتے تھے قبل اسکے کہ ہم حبش مین ہجرت کر جاوین پھر جب حبش سے لوٹ کر آئے تو مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا مگر آپ نے مجھے جواب نہ دیا تو مجھے خوف ہوا کہ میرے حق مین کچھ خفگی ہی پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ مین نے تجھکو جواب نہین دیا سو اس وجہ سے نہین کہ تجھپر خفگی ہی بلکہ یہ بات تھی کہ مین نماز مین تھا اور اللہ تعالےٰ اپنا حکم جو چاہتا ہی وہ ظاہر کرتا ہی اور منجملہ ان باتون کے جواب حکم دیا ہی یہ ہی کہ نماز مین کلام مت کرو اور ابن مسعود وہ شخص ہین کہ قدیم مسلمان ہوے اور زمین حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر وہان سے مکہ مین آئے پھر وہان سے مدینہ کو ہجرت کر آئے یعنے حضرت صلعم سے پہلے مدینہ کو ہجرت کر آئے جیسے اور اصحاب بھی ہجرت کر کے آئے تھے پس اشکال یہ ہی کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز مین کلام کرنا مکہ معظمہ مین ہی منع ہو گیا تھا اور زید بن ارقم نے اپنی حدیث مین کہا کہ ہم کلام کیا کرتے تھے یہانتک کہ آئہ قوموا للہ قانتین اُتری پس سکوت کا حکم کیے گئے اور کلام سے منع کیے گئے اور یہ آیت بالاتفاق مدنیہ ہی تو بعضون نے یہ جواب دیا کہ زید بن ارقم کی یہ غرض ہی کہ لوگ نماز مین ایسی باتین بھی کیا کرتے تھے یعنی جنس کلام سے خبر دینا مقصود ہی اور اسکے حرام ہونے پر انھون نے اپنی سمجھ کے موافق اس آیت سے استدلال کیا اور بعضون نے کہا کہ ابن مسعود کی مراد یہ ہی کہ یہ قصہ مدینہ مین واقع ہوا وہان ہجرت کر آنے کے بعد یا یہ بات ہو کہ یہ امر دو مرتبہ مباح کیا گیا اور دو مرتبہ حرام کیا گیا جیسا کہ بعض نے اختیار کیا ہی ولیکن اول اظہر ہی **قال المترجم** عمدہ توجیہ تو دوم ہی کیونکہ ابن مسعودؓ کے کلام سے یہ بات نہین نکلتی ہی کہ مین نے حبشہ سے آتے ہی مکہ مین سلام کیا تھا اور خود **حافظ ابن کثیر** نے نقل کیا کہ ابویعلی نے اپنی مسند مین روایت کی اخبرنا بشر بن الولید اخبرنا اسحق بن یحیی عن ابن المسیب عن ابن مسعود فرمایا کہ ہم نماز مین ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے پھر مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گذرا اور مین نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے جواب نہ دیا پس میرے دل مین خیال گذرا کہ شاید میرے حق مین کوئی بات نازل ہوئی ہی پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیرا تو فرمایا وعلیک السلام ایہا المسلم ورحمة اللہ البتہ اللہ تعالےٰ عزوجل اپنے حکم سے جو چاہتا ہے وہ نازل فرماتا ہی پس جب تم لوگ نماز مین ہو تو قنوت کرو اور کلام مت کرو۔ پس یہ روایت اظہر ہی کہ یہ واقعہ مدینہ مین بعد نزول آئہ کریمہ کے واقع ہوا تھا اور معاویہ بن الحکم السلمی کی حدیث اوپر گذری وہ بھی اس امر کے مؤید ہی کہ منع کلام مدینہ مین ہوا ہی واللہ اعلم **ف** عرائس البیان مین مذکور ہی کہ قولہ تعالےٰ حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی۔ محافظت یہ ہی کہ سر باطنی تو مقام غیب پر شاہد و حاضر رہے اور رب عزوجل نے جن باتون کا حکم بندہ کو دیا ہی انکی فرمانبرداری مین اسکا نفس امارہ سرکشی نہ کرے بلکہ بجھا ہوا رہے اور قلب سلیم اسکا کشف کے انوار کا نگہبان رہے اور اسکی روح نورانی درگاہ باری تعالےٰ کے مشاہدہ اور آداب تعظیم کو ظاہر و باطن مین سنبھالے رہے پس ظاہر کا سنبھالنا تو اسطرح ہی کہ جن باتون کے بجا لانے کا حکم دیا ہی اور جن امور کے کرنے سے منع کیا ہی انکے حدود جسطرح مقرر و محدود کر دیے ہین انکو اُنھی ارکان پر قائم رکھے اور رہا باطن کا سنبھالنا سو وہ اسطرح ہی کہ آخرت پر نظر رکھنے سے جو بُرے خیالات اسکو مشغول کرتے ہون اور باز رکھتے ہون انکو ہمیشہ دفع کرتا رہے پھر اپنی نماز مین اسکے ارکان و رسمی باتون کے دیکھنے سے گم ہو جاوے اور دیدار حق عزوجل مین متوجہ رہے اور جسکا یہ حال ہو وہ غائب از خود ہی اور حالت و وقت کے غلبہ سے اپنی نماز کی کیفیت سے آگاہ نہین ہی اور اسپر کچھ عیب بھی نہین ہو سکتا کیونکہ وہ مقام مشاہدہ مین پہونچ گیا اور یہی نماز کا مقصود ہی اور اسکی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ یعنے عبادت کر اللہ عزوجل کی اسطرح گویا تو اسکو دیکھتا ہو پس اگر تو اسکو نہین دیکھتا ہو تو وہ تجھکو دیکھتا ہی یہ صحاح کی حدیث مین سے ایک ٹکڑا ہی لیکن صورت احکام جاری ہوتی ہی عارفِ ع

اور صورت اسپر محفوظ ہوتی ہو اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ میری شان اسمین کیا ہو **قال المترجم** مراد اس کلام سے یہ ہو کہ عارف جب مشاہدہ خاص مین پہنچکر اور خودی سے غافل ہوجاتا ہو تو وہم ہوتا ہو کہ پھر ایسی حالت مین ارکان نماز کے جو فرض ہین کیونکر ادا ہو سکتے ہین تو شیخ نے اس وہم کو دفع کر دیا کہ اجسام عارفین کے صاف ہوتے ہین کدورات بشری سے چنانچہ مشہور ہو کہ ہمارے اجسام ارواح ہین اور وہ ہمہ تن قدرت حق عزوجل و احکام آلہی کی غذا سے پرورش پاتے ہین کیونکہ وہ بقاے حق عزوجل سے باقی ہین اور حدیث مین ہو کہ قرب نوافل مین حق عزوجل سے اسکی سماعت و بصارت وغیرہ ہو اور نور ایمانی ہر عضو کو اپنے موقع و کام خاص پر صرف کرتا ہو حتی کہ امور شرعی جو عارف پر ابتداے حال مین تکلیف تھی اب بے رویت اور تفکر کے اس سے خود بخود مرضیات آلہی پر صادر ہوتے ہین جیسا کہ حدیث عائشہ مین ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم یہ قرآن تھا- رواہ فی الصحاح پس باوجود غرق مشاہدہ ہونے اور خودی سے غافل ہونے کے ان احکام کی صورت ظاہری اپنے ارکان کے ساتھ خوب طور سے تقدیر آلہی و خاص لطف سے عارف پر جاری رہتی ہو تا آنکہ تکلف اور تکلیف سے ادا کرنے والا اتنی خوبی سے نہین ادا کر سکتا ہو اور اللہ عزوجل کی صورت ظاہری کو اسپر محفوظ رکھتا ہو کہ عارف اس بیخودی مین اسمین تغیر و تبدل نہین کر سکتا ہو اگرچہ وہ خود یہ نہین جانتا ہو کہ مین کس حال اور کس شان مین ہون فافہم پس یہ لوگ ایسے ہین کہ اپنے باطن مین مشغول ہوکر ظاہر سے غائب ہوجاتے ہین عوام لوگ اسکے برعکس ظاہر مین مشغول ہوکر باطن سے غائب ہوجاتے ہین پس ہر دو گروہ مین بڑا فرق ہو **قال المترجم** یعنے ان احکام ظاہری کو وسیلہ رضاے حق حاصل کرنے کا اور اصلاح قلب کا جانتے ہین چنانچہ **امام غزالی** رحمہ اللہ نے بعض اکابر سے نقل وارد کی کہ اہل علم مین سے ایک شخص ان کی بزرگی کی تعریف سنکر انکے پاس ملاقات کو گئے انھون نے مغرب کی نماز پڑھائی تو مرد عالم نے دل مین خیال کیا کہ افسوس ہو یہ تو اچھی طرح الحمد کو بھی ادا نہین کر سکتے ہین بعد نماز کے جب بیٹھے تو مرد عالم نے پیشاب کی حاجت سے جنگل کی طرف توجہ کی وہان ایک شیر آتا تھا اسنے انکو لتاڑا یہ اس عارف کے گوشہ مین بھاگ آئے مرد عارف نے جاکر شیر کو آواز دی کہ اے فلان مینے تو تجھسے کہدیا تھا کہ ہمارے مہمانون کو مت ستاؤ یہ سنکر وہ شیر جنگل کو بھاگ گیا اور مرد عالم اپنی قضاء حاجت سے فارغ ہوکر آئے تو شیخ عارف نے فرمایا کہ آپنے اپنے ظاہر کو بنایا اور باطن سے غافل ہین ناچار شیر سے ڈرتے ہین اور ہمنے اللہ تعالے کے واسطے ظاہر و باطن درست رکھا اس سے شیر ڈرتے ہین- قال الشیخ پس عوام کا یہ حال ہو کہ ظاہری احکام کو آراستہ کیا کرتے ہین اور اہل معرفت کا یہ حال ہو کہ عالم مشاہدہ مین توفیق آلہی سے ترقی کیے ہوے ہین پس وہ رسمی احکام سے غائب ہین اور حق ذوالجلال والاکرام کے انوار مشاہدات مین غرق ہین پھر اللہ عزوجل نے صلوٰۃ وسطی کو مبہم کر دیا تا کہ تمام اوقات کی نگہداشت کرین اور مکاشفات کے اوقات کی تلاش مین سب وقتون مین امیدوار رہین **قال المترجم** اور ایسے ہی مبہم فرمانے کی حکمت بعضے علماے متقدمین سے مروی ہو کہ مانند شب قدر کے اسکو بھی مبہم فرمایا حالانکہ شب قدر کے بارہ مین صحیح کچھ نازل ہوا تھا مگر وہ اُٹھا لیا گیا اور ایسا ہی اس نماز کے بارہ مین مروی ہو چنانچہ عبد بن حمید و مسلم و ابو داؤد نے اپنی ناسخ مین و ابن جریر و بیہقی نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بروایت کی کہ پہلے نازل ہوا- حافظوا علی الصلوات و صلوٰۃ العصر پس ہمنے اسکو زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین پڑھا جب تک اللہ تعالے نے چاہا پھر اللہ تعالے نے اسکو نسخ فرمایا اور نازل کیا- حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطے- تو براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ یہ وہی عصر ہو تو فرمایا کہ مین نے تو تجھسے حدیث کردی کہ کیونکر نزول ہوا اور کیونکر اللہ تعالے نے اسکو نسخ کیا ہو- واللہ اعلم- پھر جاننا چاہیے کہ اکثر علماے شافعیہ اسی طرف گئے ہین کہ وہ عصر ہو جیسا کہ ابو حنیفہ و احمد کا قول ہو اور ماوردی نے اسکو شافعی رح کی طرف منسوب کیا اس وجہ سے کہ انھون نے حدیث کی صحت کو اپنا مذہب فرمایا ہو اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ماوردی کے کہنے پر اکثر شافعیہ متفق ہوئے ہین واللہ اعلم

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ فَرِجَالًا اَوۡ رُكۡبَانًا ۚ فَاِذَاۤ اَمِنۡتُمۡ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ۝

پھر اگر تم کو ڈر ہو تو پیادہ پڑھ لو یا سوار، پھر جس وقت چین پاؤ تو یاد کرو اللہ کو جیسا تم کو سکھایا ہے جو تم نہ جانتے تھے

**فَاِنْ خِفْتُمْ** - پھر اگر تمکو خوف ہوف یعنے دشمن سے یا سیل رواں سے یا درندے سے - **فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا** - تو پڑھو پیادے یا سواری مین ف جسطرح ممکن ہو - رجالاً جمع راجل یعنے پیادے اور رکباناً جمع راکب یعنے سوار اور فعل محذوف ہے اے فصلوا رجالاً یعنے پائون چلتے پڑھو یا سوار پڑھو اور رکبان جمع راکب کی بمعنے سوار ہے اور مراد یہ ہے کہ پڑھو جس کیفیت سے ممکن ہو خواہ قبلہ رخ ممکن ہو یا نہو اور رکوع وسجدہ کیواسطے اشارہ کرو **فَاِذَآ اَمِنْتُمْ** پھر جب تم امن مین ہوف یعنے جب تم امن مین ہو خوف سے - **فَاذْكُرُوا اللّٰهَ** - تو اللہ تعالے کا ذکر کروف یعنے نماز پڑھو **كَمَا عَلَّمَكُمْ** - جیسا تمکو سکھایا ہوف یعنے ادائے شرائط وارکان کے ساتھ - **مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ** - جو تم جانتے نہ تھے ف یعنے اللہ تعالے کی تعلیم کرنے سے پہلے تم نہین جانتے تھے اس آیت کریمہ مین نماز خوف پڑھنے کی کیفیت وطریقہ کو بیان فرمایا یعنے نمازون کی محافظت کرو پس اگر خوف کی حالت مین ہو تو پیادہ وسوار پڑھ لو اور جہانتک ممکن ہو حفاظت کرو اسیواسطے کہا گیا کہ یہان راکب سے مراد عام ہے کسی سواری کا سوار ہو اگرچہ لغت مین راکب ایسی سوار کو کہتے ہین جو اونٹ پر سوار ہو - اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ راکب اپنے دابہ یعنے جانور سواری پر نماز پڑھے اور پیدل اپنے پیرون پر نماز پڑھے یعنے پیرون پر کھڑا رہے اور نماز پڑھے - رواہ ابن ابی حاتم - اور جاننا چاہیے کہ نماز خوف دو قسم کی ہے ایک وہ کہ قتال کی حالت مین ہو اور دوم وہ ہے کہ حالت قتال نہو اگرچہ دشمن کے چھاپا مارنے وغیرہ کا خوف ہو پس دوسری قسم کی نماز خوف تو سورۂ نسا مین بقولہ فاذا کنت فیہم فاقمت لہم الصلوۃ الآیۃ - مین مذکور ہے اور وہان اسکا بیان انشاء اللہ آتا ہے اور پہلے قسم کی نماز خوف یہان مذکور ہے اور **بیضاوی** نے کہا کہ اسمین دلیل ہے کہ تلوار چلنے کی حالت مین نماز واجب ہے اور یہی شافعیؒ کا مذہب ہے اور ابو حنیفہ رہ نے کہا کہ پیدل چلنے کی حالت مین اور تلوار چلانے کی حالت مین نماز نہین پڑھ سکتا بلکہ تا وقتیکہ ٹھہرنا ممکن نہو (ھ) اور حلبی وغیرہ نے کہا کہ حجت امام ابو حنیفہؒ کی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم احزاب مین نماز عصر مین تاخیر کردی تھی یہانتک کہ آفتاب ڈوب گیا تھا پس اگر قتال کی حالت مین روا ہوتی تو حضرت صلعم اسکو ترک نہ فرماتے (ھ) اور کمالین مین اعتراض کیا کہ اسمین نظر ہے اسواسطے کہ صحیح قول کے موافق نماز خوف بعد غزوۂ خندق کے مشروع ہوئی ہے اور یہ محمد بن اسحاق کا قول ہے (ھ) **قال المترجم** اسکا جواب عنقریب معلوم ہوگا **قال ابن کثیر** ہر گاہ اللہ عزوجل نے اپنے بندون کو نمازون کی محافظت کرنی اور انکے حدود پورے طور سے ادا کرنے کا حکم دیا اور تاکید شدید کی تو پھر وہ حال بھی ذکر فرمادیا کہ جسمین بندہ نماز کو کامل طور پر ادا کرنے سے مشغول ہوجاتا ہے اور وہ حالت جنگ قتال ہے پس فرمایا فان خفتم فرجالا او رکبانا یعنے اگر خوف ہو تو پڑھو جس حال پر ممکن ہو خواہ پیدل خواہ سوار خواہ قبلہ رخ ہو یا نہو اور امام مالک نے نافع کے طریق سے ابن عمر رض سے روایت کی جسمین ہے کہ ابن عمر رض نے کہا کہ پھر اگر خوف اس سے بڑھا ہوا ہو تو پڑھو پیدل اپنے قدمون پر کھڑے یا سوار خواہ قبلہ رخ ہو یا نہو - نافع نے کہا کہ مین نہین جانتا کہ ابن عمر رض نے اسکو ذکر کیا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یعنے میری یاد مین یون ہی ہے کہ ابن عمر رض نے یہ بات اپنی طرف سے نہین کہی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کیا - (رواہ مسلم والبخاری) اور مسلم کی ایک روایت مین ابن عمر سے ہے کہ پھر اگر خوف اس سے بڑھا ہوا ہو تو پڑھ نماز کو سوار یا پیدل کھڑا ہوا در حالیکہ تو اشارہ کرتا ہو ہکذا رواہ مسلم اور مراد اشارے سے یہ ہے کہ رکوع اور سجدے کے واسطے صرف اشارہ کرے نہ یہ کہ رکوع کرے یا سجدہ کرے اور عبد اللہ بن انیس جہنی کی حدیث مین جبکہ حضرت صلعم نے انکو خالد بن سفیان ہذلی کے قتل کو بھیجا اور وہ عرفات کی طرف تھا یون مذکور ہے کہ پھر جب عبد اللہ رض کا سامنا خالد مذکور سے ہوا تو نماز عصر کا وقت ہوگیا اور عبد اللہ کہتے ہین کہ مجھے ڈر ہوا کہ شاید اس مردود کے ساتھ الجھاؤ ہو کر نماز نہ جاتی رہے پس مین نے نماز پڑھنی شروع کی اسطرح کہ چلا جاتا اور اشارے سے رکوع وسجدہ کرتا تھا الے آخر الحدیث اسکو امام احمد وابو داؤد نے باسناد جید روایت کیا ہے اور یہ اللہ تعالے کی طرف سے بندون کو رخصت ہے مترجم کہتا ہے کہ حنفیہؒ نے اسکا یہ جواب دیا کہ چلنے کی حالت مین نماز پڑھنا خود عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا فعل تھا اور یہ ثبوت نہین ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم دیا تھا فافہم - اور ابن ابی حاتم کی روایت ابن عباس سے اوپر مذکور ہوئی اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ حسن ومجاہد

مکحول وسدی وحاکم ومالک واوزاعی وثوری وحسن بن صالح سے مانند اسکے مروی ہے اور اتنا زیادہ ہے کہ اشارہ کرے اپنے سر سے چاہے جدھر کو متوجہ ہووے
پھر ابن ابی حاتم نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ کہا جب تلوار چلنے کی حالت ہو تو اس حالت کی نماز میں اشارہ کرے اپنے سر سے جدھر اسکا منہ ہو
پس یہی ہے قولہ تعالے فرجالا او رکبانا۔ اور حسن وقتادہ ومجاہد وسعید بن جبیر وعطا وعطیہ وحکم وحماد بن ابی سلیمان سے مانند اسکے مروی ہے۔ پھر امام احمد نے صریح
کہا ہے کہ بعض وقت میں نماز خوف کی ایک ہی رکعت پڑھی جاتی ہے جبکہ ہر دو لشکر حملہ آور ہو کر ایک دوسرے سے مل جاویں اور اسی پر محمول ہے وہ حدیث جو مسلم
نے ابن عباس سے روایت کی کہ ابن عباس نے کہا کہ فرض کیا اللہ تعالے نے نماز کو تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر حضر میں چار رکعت اور سفر میں
دو رکعت اور خوف میں ایک رکعت رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن جریر۔ اور یہی قول ہے حسن بصری وقتادہ وضحاک وغیرہم کا اور ابن جریر نے شعبہ سے
روایت کی کہ میں نے حکمؒ وحماد وقتادہ سے تلوار چلنے کی حالت کی نماز کو پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ ایک رکعت ہے اور ایسا ہی ثوریؒ نے بھی ان لوگوں سے
روایت کیا ہے اور ایسا ہی ابن جریر نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا کہ نماز خوف کی ایک رکعت ہے اور ابن جریر نے اسی قول کو اختیار کیا ہے **قال المترجم**
اس مسئلہ میں اختلاف قوی ہے اور دلیلیں دونوں طرف قوی ہیں ولیکن پھر سلامت طریقہ یہ ہے کہ جدھر صریح فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ
مرجح ہو وہ اختیار کرنا چاہیے اور یہ وہی ہے جو امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور بخاری رحمہ اللہ نے بھی قریب اسی کے اختیار کیا ہے چنانچہ مناہضہ حصون و
لقاء عدو کے وقت کی نماز کے باب میں کہا کہ **شیخ اوزاعی**ؒ نے کہا کہ اگر فتح قریب ہو اور اہل لشکر نماز پڑھنے پر قادر نہوں تو اشارہ سے پڑھیں ہر شخص
اپنی اپنی نماز اس طرح پڑھ لے پھر اگر اشارہ سے پڑھنے پر بھی قادر نہوں تو نماز میں تاخیر کریں یہانتک کہ قتال کا جھگڑا اٹھے اور مامون ہوں پس سب لوگ
دو رکعتیں پڑھیں یعنے نماز قصر ادا کریں پھر اگر اسپر قادر نہوں تو ایک رکعت دو سجدے سے پڑھ لیں پھر اگر اسپر قادر نہوں تو خالی تکبیر انکو کافی نہیں ہے اور
ادائے نماز میں تاخیر کر دیں یہانتک کہ بخوف ہوں اور یہی قول مکحول کا ہے۔ اور انس بن مالکؓ نے کہا کہ مناہضہ قلعہ تُستر میں میں موجود تھا فجر روشن ہونے
کے وقت اور لڑائی اسوقت تیز ہو گئی پس اہل لشکر نے نماز ادا کرنے پر قدرت نہ پائی پس ہم لوگوں نے نماز نہیں پڑھی مگر اسوقت کہ آفتاب بلند ہو گیا
تھا پس ہم لوگوں نے نماز پڑھی اور ہم لوگ حضرت ابو موسی اشعری کے ساتھ جہاد میں تھے پس قلعۂ مذکور اللہ تعالے نے ہمارے نام فتح کر دیا حضرت انسؓ نے کہا کہ اور
مجھے خوش نہیں آتا اس نماز کے بدلے دنیا ومافیہا جو کچھ ہے پھر بخاریؒ نے اسپر اس حدیث سے استشہاد کیا کہ غزوۂ خندق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبب عذر
لڑائی کے سورج ڈوبتے تک نماز عصر میں تاخیر کر دی اور نیز استشہاد کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ سلم نے اسکے بعد اپنے اصحاب سے جبکہ انکو بنی قریظہ پر حملہ کرنے کا حکم
دیا ہے یوں فرمایا کہ نہ پڑھے کوئی تم میں سے نماز عصر مگر بنی قریظہ کے وہاں پس انمیں سے بعض کو تو راستہ میں نماز کا وقت آیا پس انھوں نے راستہ میں پڑھ لی
اور بولے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہی تھی کہ ہم جلد جاویں اور بعضوں کو راستہ میں نماز کا وقت آیا مگر انھوں نے نماز نہ پڑھی یہانتک کہ بنی قریظہ میں
سورج ڈوب گیا مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں فریق میں سے کسیکو سرزنش نہیں کی **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ اس کلام میں دلالت ہے کہ بخاریؒ
نے اسکو اختیار کیا ہے مگر جمہور اسکے برخلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز خوف کی اس صفت پر جو سورۂ نساء میں قرآن میں مذکور ہے اور احادیث میں مروی ہے
اسطرح غزوۂ خندق میں مشروع نہ تھی بلکہ اسکے بعد مشروع ہوئی ہے چنانچہ حدیث ابو سعید خدریؓ وغیرہ میں اسکی تصریح آگئی ہے اور ابن کثیر
نے کہا کہ مکحول وبخاری واوزاعی اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ اسکے بعد نماز خوف کا مشروع ہونا اسکے جواز کا منافی نہیں ہے یعنے نماز خوف مشروع
ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے جو غزوۂ خندق وغیرہ میں واقع ہوا وہ اب نہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ وہ حال نادر خاص ہے پس اسمیں ایسا کرنا جیسا کہ
ہمنے بیان کیا ہے جائز ہے اس دلیل سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے زمانۂ عمر بن الخطابؓ میں فتح قلعۂ تُستر میں ایسا کیا تھا اور وہ مشتہر ہوا اور اسپر کسی نے
انکار نہیں کیا **قال المترجم** یعنے پس یہ اجماع ہوا صحابہؓ کا کہ ایسے نادر حالت میں ایسا کرنا جائز ہے واللہ اعلم۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ

اور جو لوگ تم میں مرجاوین اور چھوڑ جاوین اپنی عورتین وصیت کردین اپنی عورتون کے لیے خرچ دینا ایک برس تک

اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ

نہ نکال دین پھر اگر وہ نکل جاوین تو گناہ نہین تم پر جو کچھ کرین اپنے حق مین دستور کی بات

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝

اور اللہ زبردست ہے حکمت والا اور طلاق والیون کے لیے کچھ خرچ موافق دستور کے لازم ہے پرہیزگارون پر

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

ایسے ہی بیان کرتا ہے اللہ تمھارے لیے اپنی آیتین تاکہ تم سمجھو

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ اور جو لوگ تم مین سے مرتے ہین- وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا- اور ازواج چھوڑتے ہین ف انکو خود معلوم ہے کہ موت کے بعد ہماری بی بی باقی رہیگی- وَصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ- نصب وصیۃً کی قراءت پر یہ معنے کہ یہ لوگ اپنے ازواج کے لیے خاص وصیت کرین- وصیۃٌ بالرفع کے یہ معنے کہ- ان پر اپنے ازواج متروکہ کے واسطے وصیت واجب ہے- مَتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ- وہ وصیت یہ ہے کہ انکو سال بھر تک کھانے پہننے کا تمتع دیجیو بدون اخراج کے ف گھر سے مت نکالیو- فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ پھر اگر یہ رانڈ عورتین خود ہی نکل گئین- (بدون نکالے) تو تم پر کچھ گناہ نہین (اے وصیت والو) دربارہ اس حرکت کے جو ان عورتون نے اپنے حق مین امر معروف کی قسم سے کی اور اللہ تعالے عزیز حکیم ہے ف زمانہ جاہلیت مین بڑا عیب تھا کہ میت کی عورت سال سے پہلے نکل آوے گویا مرد میت کی بڑی ہیٹی ہوئی- پس اللہ تعالے نے لطف حکمت سے رفع فرمایا کہ اہل میت کو حکم دیا کہ تم موافق وصیت اپنے وارث کے ان عورتون کو گھر سے مت نکالیو ہان اگر خود یہ عورتین نکل جاوین تو تم پر کچھ گناہ نہین ہے تم انسے معترض نہو عورتین اس سال بھر کی مصیبت کو موت کا سامنا خیال کرتی تھین پس وہ فوراً جان مانگی بات پاکر نکل جاتین- معروف شرعی یہ کہ اپنے آپکو زینت و سنگار سے آراستہ کرتین تاکہ دوسرون سے نکاح کرین حتے کہ عدت چار ماہ دس روز گذرنے سے بھی پہلے نکاح پر آمادہ ہوئین پس وہ جاہلیت کی رسم مٹ گئی پھر اللہ تعالے نے عدت وفات کی چار ماہ دس روز مقرر کردیے اور اللہ تعالے عزیز حکیم ہے اور واضح ہو کہ جب وصیت سال کی صورت مین عورت خود نکل گئی تو پھر متاع مین سے کچھ نہین باقی تھی اور اسپر بخوشی راضی ہوجاتی تاکہ اس بلائے سخت سے نجات پاوے- پھر جب آیۃ المیراث نازل ہوئی تو وصیت متاع کا حکم منسوخ ہوا بلکہ عورت کا حصہ میراث مقرر ہوگیا- وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ- اور طلاق دی ہوئی عورتون کے واسطے متاع کھانا کپڑا بطور معروف شرعی ہے متقین پر ثابت رکھا گیا ہے- كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ- یون ہی اللہ تعالے اپنی آیات کو تمھارے واسطے بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھ حاصل کرو ف محی السنۃ نے معالم مین فرمایا کہ یہ آیت اہل طائف مین سے ایک شخص کے حق مین اتری جسکو حکیم بن الحارث کہتے تھے وہ مدینہ مین ہجرت کرکے آیا اسکے ساتھ اسکے والدین و اولاد و جورو تھی پھر وہ مرگیا پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے والدین و اولاد کو اسکی میراث دی اور اسکی جورو کو کچھ نہین دیا مگر ان وارثون کو حکم کیا کہ اس عورت کو اسکے شوہر کے ترکہ سے ایک سال کامل نفقہ دین اور وفات کی عدت ابتداء اسلام مین ایک سال تھی اور وارث پر حرام تھا کہ میت کی جورو کو سال تمام ہونے سے پہلے اسکے گھر سے نکالے اور اس سال مین اس عورت کا نفقہ و سکنیٰ اسکے شوہر کے مال سے واجب تھا جب تک کہ وہ گھر سے نہ نکلے اور جورو کے واسطے (٣٠)

میراث کچھ نہ تھی پھر اگر وہ عورت گھر سے نکل جاتی تو اسکا نفقہ ساقط ہو جاتا اور مرد پر واجب تھا کہ اس بات کی وصیت کر جاوے پس ایسا ہی یہانتک کہ آیت میراث اُتری پس اللہ تعالےٰ نے ایک سال کے نفقہ کو چہارم یا آٹھوان حصہ میراث سے نسخ کیا اور ایک سال کی عدت کو چار مہینہ دس راتون کی آیت سے منسوخ کیا اور ابن کثیر وغیرہ نے یہ قصہ کچھ ذکر نہین کیا پھر قولہ الذین یتوفون۔ جو لوگ مرتے ہین۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وفات کے قریب پہونچین کیونکہ آگے۔ وصیۃ لازواجھم فرمایا ہے حالانکہ جو مرگیا اس سے وصیت کرنا ممکن نہین ہے تو یہی معنی ہوے کہ جو مرنے کے قریب پہونچے وہ وصیت کر جاوے مترجم کہتا ہے کہ جب کسی مرد نے عورت سے نکاح کیا تب ہی وصیت کر دے خواہ آیندہ وہ رہے یا نہ رہے اور مفسرین سلف نے اسمین اختلاف کیا ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے یا منسوخہ ہے پس جمہور اسطرف گئے ہین کہ منسوخ ہے اور ابن جریر نے مجاہدؒ سے نقل کیا کہ محکمہ ہے منسوخ نہین ہے اور عدت وفات تو اسیقدر ہے جو سابق کی آیت مین چار مہینہ دس راتین مذکور ہوے لیکن اللہ تعالےٰ نے اس آیت مین عورت کے واسطے سات مہینہ بیس روز کا نفقہ و سکنیٰ بطور وصیت قرار دیا ہے پس عورت چاہے اس وصیت پر ساکن رہے اور چاہے نکل جاوے اور ابن عطیہ و قاضی عیاض نے نقل کیا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ سال بھر کی عدت منسوخ ہے اور عدت وفات چار مہینہ دس راتین ثابت ہے۔ **قال ابن کثیر** اکثرون کے نزدیک یہ آیت اپنی پہلی آیت سے منسوخ ہے یعنے قولہ تیربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا الآیۃ۔ چنانچہ بخاریؒ نے ابن الزبیر سے روایت کی کہ مین نے عثمان بن عفان سے کہا کہ قولہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم کو دوسری آیت نے منسوخ کیا پس کیون آپ اسکو لکھواتے ہین یا اسکو چھوڑتے ہین تو فرمایا کہ اے میرے بھتیجے مین اسمین سے کوئی چیز اپنی جگہ سے متغیر نہ کرونگا۔ **ابن کثیر** نے کہا کہ ابن الزبیر کے اشکال کے معنے یہ ہین کہ جب اسکا حکم دوسری آیت سے یعنے چار مہینہ دس راتون والی آیت سے منسوخ ہو گیا تو باوجود زوال حکم کے اسکی تلاوت باقی رکھنے مین کیا حکمت ہے حالانکہ تھا، تلاوت سے وہم ہوتا ہے کہ اسکا حکم باقی ہے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ یہ امر توقیفی ہے اور مین نے اسکو مصحف مین ایسا ہی لکھا ہوا پایا ہے کہ ناسخہ آیت کے بعد لکھی ہے پس مین نے اسکو جہان پایا ہے وہین رہنے دونگا اور ابن ابی حاتم نے عطاء خراسانی کے طریق سے ابن عباسؓ سے اس آیت مین روایت کی کہ پہلے اُس عورت کے لیے جسکا شوہر چھوڑ مرے ایک سال تک اسکے مکان مین نفقہ و سکنیٰ تھا پس اسکو آیۃ المواریث نے منسوخ کیا اور جورؤن کے لیے چوتھائی یا آٹھوان حصہ میراث شوہر سے قرار دیا ایسا ہی ابو موسی اشعری و ابن الزبیر و مجاہد و ابراہیم و عطاء و حسن و عکرمہ و قتادہ و ضحاک و زید بن اسلم و سدی و مقاتل و عطاء خراسانی و ربیع بن انس سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخہ ہے اور علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ پہلے یہ تھا کہ جب کوئی مرد مرجاتا اور اپنی جورو چھوڑتا تو وہ اسی کے گھر مین ایک سال عدت پوری کرتی کہ اسکو شوہر متوفی کے مال سے نفقہ دیا جاتا پھر اسکے بعد اللہ تعالےٰ نے۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا تیربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا۔ نازل فرمایا پس یہی اس عورت کی عدت ٹھہری جسکا شوہر چھوڑ مرے لیکن اگر حاملہ ہو تو اُسکے عدت یہ ہے کہ وضع حمل کرے اور فرمایا کہ عورتون کو چوتھائی میراث ہے اگر تمھارے فرزند نہو اور اگر فرزند ہو تو تمھارے ترکہ سے انکو آٹھوان حصہ ہے پس عورت کے لیے میراث کر دی اور وصیت و نفقہ ترک فرمایا اور بخاریؒ نے مجاہد سے روایت کی کہ قولہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا تیربصن بانفسھن الآیۃ۔ مجاہدؒ نے کہا کہ یہ عدت تو عورت پر واجب ہے کہ شوہر والون کے پاس پوری کرے پھر اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن من معروف۔ پس مجاہدؒ نے کہا کہ پھر اللہ تعالےٰ نے سات مہینہ بیس راتین اور عدت کے ساتھ بطور وصیت کے کرکے سال کو پورا فرما دیا پس عورت کو اختیار ہے چاہے اس وصیت پر رہے اور چاہے نکل جاوے اور یہی قول اللہ تعالےٰ کا ہے غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم۔ پس جو عدت کہ

مقررہ ہو وہ جیسے ہو ویسی ہی واجب ہو قال المترجم یہ روایت مجاہد کی صریح ہو کہ وہ اس امر کے قائل نہ تھے کہ یہ آیت منسوخ ہو بلکہ حاصل کلام انکا یہ ہو کہ آیہ یتربصن بانفسہن اربعۃ اشہر وعشرا میں عدت لازمہ بیان فرمائی کہ وہ شوہر کے مکان مین یعنے جہان وہ وفات شوہر کے وقت تھی رہ کر اس عدت کو پورا کرے بدون اسکے کہ وہان سے نکل سکے پھر اس آیت مین اللہ تعالے نے شوہران متوفی کو وصیت کرنیکا حکم دیا کہ باقی سات مہینہ بیس روز کے نفقہ کی وصیت کر دین کہ عورتون کے واسطے پورا سال ہو جاوے ولیکن عورت کو اختیار ہو چاہے اس سات مہینہ بیس روز مین وصیت کے موافق اس جگہ رہے جہان عدت مین تھی یا نرہے پس اگر رہے تو وصیت کے موافق اسکو نفقہ وسکنی ملے اور اگر عدت لازمہ پوری کر کے نکل جاوے تو اسکو اختیار ہے اور نفقہ وصیت نہ ملیگا اور یہ قول مجاہد سے صحیح ثابت ہو پس ابن ابی حاتم نے جو انسے نقل کیا کہ وہ نسخ کے قائل ہین قابل اعتماد نہین ہو پھر بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ عطا نے ابن عباس سے روایت کی کہ اس آیت نے عورت کی عدت گذارنے کو شوہر والون کے پاس منسوخ کیا پس وہ عورت جہان چاہے اپنی عدت پوری کرے اور یہ قول اللہ تعالے کا ہو غیر اخراج - اور عطاء نے کہا کہ چاہے اپنے شوہر متوفی کے لوگون کے وہان اپنی عدت پوری کرے اور اپنی وصیت پر رہے اور چاہے وہان سے نکل جاوے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن پھر عطاء نے فرمایا کہ پھر آیہ میراث نازل ہوئی تو سکنی بھی منسوخ ہوا پس وہ عدت پوری کرے جہان چاہے اور اسکے واسطے سکنی نہین ہو پھر بخاری رح نے اپنی اسناد سے ابن عباس سے مثل ماتقدم کے روایت کیا جسپر اعتماد مجاہد وعطا کو ہو کہ یہ آیت اس امر پر نہین دلالت کرتی ہو کہ عورت پر ایک سال عدت رکھنا واجب تھی جیسا کہ جمہور نے زعم کیا ہو تا کہ یہ چار مہینہ دس رات کی آیت سے منسوخ ہووے بلکہ اس آیت مین صرف اسیقدر ہے کہ زوجات کے حق مین وصیت ہو کہ اپنے متوفی شوہرون کے گھر مین ایک سال رہنے کو جگہ دیجاوے اگر وہ اسکو پسند کرین اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا - وصیۃ لازواجہم - اے یوصیکم اللہ بہن وصیۃ - اللہ تعالے تمکو ان عورتون کے بارہ مین وصیت فرماتا ہو مانند قولہ وصیۃ من اللہ - اور بعض نے کہا فلیوصوا اسقدر سے منصوب ہو اور یہ قراءۃ ابوعمرو ابن عامر وحمزہ وحفص کی ہو اور باقیون نے اسکو بالرفع پڑھا ہو یعنے کتب علیکم وصیۃ ولیکن مفسر رح نے صرف علیکم مقدر کیا اور یہی ارجح ہو اسواسطے کہ تقدیر بقدر ضرورت ہو اور وہ علیکم کی تقدیر سے رفع ہوتی ہو فافہم اور اسیکو ابن جریر نے اختیار کیا ہو پھر چار مہینہ دس راتون کی عدت کے بعد اگر یہ عورتین نکل جانا چاہین تو منع نہ کیجاوینگی کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن من معروف - کمالین مین کہا کہ مراد یہ ہو کہ ان عورتون کو اختیار ہو چاہے رہین اور نفقہ لیوین اور چاہین نکل جاوین اور نفقہ چھوڑین اور یہی شافعی کا قول ہو مترجم کہتا ہو کہ اس عبارت سے سخت وہم ہوتا ہو کہ شاید شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جبکہ اس دلیل سے نکلنے کا اختیار ہو تو زینت وغیرہ کا اختیار ہوگا کیونکہ مذکور ہو - فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن من معروف حالانکہ ایسا نہین ہو صرف بات یہ ہو کہ شافعی رح کے نزدیک چار مہینہ دس راتین عدت مین بدون تزین وغیرہ کے پورا کرنا چاہیے مگر جہان چاہین خواہ شوہر متوفی کے مکان مین اور چاہین کہین اور جیسا کہ عطاء کے قول سے معلوم ہوا ہو اور رد بنا بر اسکے ہو کہ یہ آیہ کریمہ اپنے ماتقدم کی آیت سے منسوخہ ہو اور ہمنے مجاہد وعطاء وابن عباس کے قول سے اوپر بیان کر دیا کہ وجہ نسخ ظاہر نہین ہو اور شیخ حافظ ابن کثیر نے بھی اسی طرف میل کیا اور کہا کہ یہ قول تو متوجہ ہوتا ہے اور لفظ بھی اسکو مساعد ہو اور اسکو ایک جماعت نے اختیار کیا ہو جنمین سے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ رح بھی ہین اور دوسرون نے اس سے انکار کیا ازانجملہ شیخ ابوعمرو بن عبدالبر بھی ہین و قال المترجم وجہ رد کرنے کی اظہر نہین ہو اور کوئی شک نہین کہ یہ قول عدم نسخ کا نہایت خوب ہو اور ابو حنیفہ رح نے کہا کہ عورت کو اختیار نہین کہ اس جگہ سے جہان وہ وفات کے وقت تھی نکل جاوے بدون عدت پوری کرنے کے ہان اگر شوہر متوفی کے مکان سے اسکا حصہ اوسکے بسر کرنے کے لیے کفایت نہ کرے اور وارث لوگ اپنے حصہ سے اسکو نکال دین تو مضائقہ

نہین

کہ وہ دوسری جگہ منتقل کرکے عدت پوری کرے اور دوسری جگہ اسکے حق مین بجاے مکان شوہر کے ہوگی کہ اسکو وہان سے باہر ہونے کا اختیار نہوگا اسواسطے مکان شوہر سے
یہان تحویل کرنا بمجبوری تھا پس وہان سے نہین نکل سکتی ہو اور اسپر صحیح دلیل ہو جو مالکؒ نے موطا مین روایت کیا کہ فریعہ بنت مالک بن سنان جو ابو سعید
خدری کی بہن تھین وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئین پوچھتی ہوئی کہ مین بنی خدرہ مین اپنے لوگون مین واپس جاؤن کیونکہ انکا شوہر اپنے چند غلامون
کی تلاش مین جو بھاگ گئے تھے انکے پیچھے گیا حتی کہ جب قُدوم کے کنارہ پہونچا تو وہان اُن غلامون کو پایا اُن خبیثون نے اسکو قتل کر ڈالا پس فریعہ بنت مالک نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اپنے لوگون مین بنی خدرہ مین جاوے کیونکہ میرے شوہر نے مجھے ایسے سکن مین نہین چھوڑا جسکا وہ مالک ہو اور نہ کچھ نفقہ چھوڑا
ہو پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان پھر جب مین واپس ہوئی تو حجرہ ہی مین تھی کہ مجھے رسول اللہ صلعم نے آواز دی یا حکم کیا کہ مین بلائی گئی تو فرمایا کہ تو نے
کیونکر کہا پس مین نے آپ سے اپنے شوہر کا قصہ دوہرا کر بیان کیا تو آپنے فرمایا کہ اپنے گھر مین ٹھہری رہ یہانتک کہ مفروضہ مدت پوری ہو فریعہ کہتی ہین پس
مین نے اسی گھر مین چار مہینہ دس راتین پوری کین۔ فریعہ کہتی ہین کہ پھر جب عثمانؓ خلیفہ تھے تو میرے پاس آدمی بھیجکر مجھسے یہ حال دریافت کیا پس مین نے
انکو خبر دی تو انھون نے اسکا اتباع کیا اور اسیکی موافق فیصلہ کا حکم دیا۔ رواہ النسائی وابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح۔ اور اسی حدیث سے شافعیہ نے
استدلال کیا کہ جس عورت کا شوہر مرجاوے اسکے لیے سکنی ثابت ہو یعنے شوہر کے مکان مین اسکو عدت پوری کرنے کی جگہ دی جاوے اور اگر شوہر کا مکان کرایہ کا ہو
تو اسکا کرایہ شوہر کے مال متروکہ سے دیا جاوے اور حق یہ ہو کہ اسمین انکے واسطے کوئی دلیل نہین ہو اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ حکم دیا
کہ اس گھر سے نہ جاوے اور یہ حکم نہین ہو کہ اسکا کرایہ ترکہ شوہر پر ہو اور کیونکر ہوگا کہ اسمین تصریح موجود ہو کہ شوہر نے کچھ نفقہ نہین چھوڑا اور پہلے عطاء و
ابن عباس سے ذکر ہوا کہ حق سکنی آیۂ میراث سے منسوخ ہوا ہو اور ابن کثیر نے کہا کہ عطاء وغیرہم کی مراد اگر یہ ہو کہ چار مہینہ دس راتون سے زائد کیلیے
اسکے واسطے سکنی نہین تو مسلم ہو اور اگر یہ مراد ہو کہ چار مہینہ دس راتون کے واسطے بھی نہین ہو تو اسمین خلاف ہو قال المترجم وجہ عدم تسلیم کی کوئی
بیان نہین فرمائی پھر جو کہا کہ وجوب سکنی پر استدلال حدیث فریعہ بنت مالک سے ہو تو اسکا جواب ہم دے چکے واللہ اعلم۔ اور جب اقوال مجاہد و عطاء و ابو حنیفہ
کو جمع کیا جاوے تو آیت کی تفسیر یہ ہوتی ہو کہ جو لوگ مرجاوین اور عورتین چھوڑین تو چار مہینہ دس راتین تو آیت سابقہ سے انکی عدت کے واسطے نفقہ و سکنی
چاہیے اور سال مین سے باقی سات مہینہ بیس رات کے واسطے وصیت کرجاوین نفقہ و سکنی کے بدون اخراج کے اور اگر اس سات مہینہ بیس راتون کی
مدت مین جو عدت سے زائد بطور وصیت ہو وہ عورت نہ رہے اور نکل جاوے تو مضائقہ نہین لیکن ایام عدت مین نہین نکل سکتی ہو پھر آیۂ میراث سے حق سکنی کا حکم
منسوخ ہوا ہو پس اب صرف چار مہینہ دس راتین رہین جنمین وہ نہین نکل سکتی اور نفقہ و سکنی کچھ نہین بلکہ اسکے لیے حصہ میراث ہو اور رہی وصیت تو وہ نفقہ و
سکنی کی تھی وہ آیت میراث سے منسوخ ہوئی اور موید اسکی وہ حدیث ہو کہ لاوصیۃ لوارث کسی وارث کے واسطے کچھ وصیت صحیح نہین ہو اور اس تقدیر پر سب دلائل
جمع ہوجاتے ہین واللہ اعلم۔ اور بقول شافعیؒ کہ اسکے واسطے سکنی ثابت ہو حدیث لاوصیۃ لوارث مین تخصیص یا تاویل کرنی پڑیگی اسواسطے کہ سکنی کا ثبوت
اسی آیہ۔ وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج۔ سے ہوگا حالانکہ وارث کے لیے علی العموم وصیت کی نفی ہو فتامل اور اس بیان مذکورہ بالا سے معلوم
ہوا کہ امام ابو حنیفہ کے قول کی دلیل بلا تردد مستقیم ہو اور اسکی حاجت نہین کہ۔ فان خرجن فلا جناح علیکم کے یہ معنے لیے جاوین کہ فان خرجن بعد الحول۔ علاوہ
برین یہ تاویل کسی قدر نظم سے بیگانہ پڑتی ہو اگرچہ کمالین وحاشیہ جلبی وغیرہ مین مذکور ہو اور یہ بھی ثابت ہوا کہ منسوخ قرار دینے کی حاجت نہین اور اصل یہ ہو کہ
جہان نص نہو اور توفیق ممکن ہو وہان نسخ کا قائل ہونا نہین درست ہو اگر کہا جاوے کہ جمہور کے خلاف ہو جو نسخ کے قائل ہین مین کہتا ہون کہ نہین بلکہ بہتیرے
اسکے قائل ہین اور انسے روایات کے ثبوت مین تردد باقی ہو اور کم لوگ محکم ہونے کے قائل ہین جیسا کہ شیخ ابن کثیر نے فرمایا ہو اور قول مجاہد یہ ایک جماعت کا
قول ہو اور اس صورت مین وہ سوال بھی وارد نہین ہوتا کہ اگلی آیت نے پچھلی آیت کو کیونکر منسوخ کیا اگرچہ اسکا جواب یہ ہوسکتا ہو کہ اگلی تلاوت مین ہو

اور نزول مین پچھلی ہی ہو ولیکن بعضے علمائے محققین نے کہا ہو کہ منسوخ آیتین سب مقدم اور ناسخ سب متاخر واقع ہوئی ہین ذکرہ الشیخ المفسر فی الاتقان- قولہ وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین- اس آیت کی تفسیر مین مفسرین کے اقوال ہین اور اصل دو قول ہین بیضاوی نے کہا کہ ایک قوم نے کہا کہ متاع سے مراد نفقہ عدت ہو یعنے مطلقات کیواسطے نفقۂ عدت بطور معروف شرعی واجب ہو اور اسیکو مدارک مین لیا ہو پس اس قول پر تکرار ہونا لازم نہین آتا ہو- اور دوسرا قول یہ ہو کہ متاع سے مراد متعہ ہو جو مطلقہ عورتون کو دیا جاتا ہو جیسا کہ قولہ ومتعوہن علی الموسع قدرہ الآیہ مین مذکور ہوا پس اس تقدیر پر اس آیت سے متعہ ہر مطلقہ کیواسطے واجب ہوا خواہ اسکا مہر مسمی ہوا ہو یا نہوا ہو خواہ وطی سے پہلے طلاق دی گئی ہو یا بعد اسکے اور یہی قول سعید بن جبیر وغیرہ بعض سلف کا ہو اور اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہو اور عبد الرحمن بن زید بن اسلمؒ فقیہ جلیل سے روایت ہو کہ جب نازل ہوا قولہ متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین تو ایک شخص نے کہا کہ اگر احسان کرنا چاہونگا دونگا اور اگر نچاہونگا تو نہ دونگا پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین- ایسا ہی شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا اور بعض نے کہا کہ یہ اثر ابن تابعی سے ہو اور بیچ مین خواہ مخواہ واسطہ ہوگا اسکا ذکر متروک ہے ولیکن عبد الرحمن بن زید عالم جلیل ہین پس اگر باب تفسیر مین اسپر اعتماد کیا جاوے تو حاصل اسکا یہ ہوگا کہ جس عورت کا مہر نہین ٹھہرا اور قبل دخول کے اسکو طلاق دیگئی اسکے لیے متعہ واجب ہو پس للمطلقات مین الف لام عہد کا ہوگا اور مراد وہی مطلقات ہونگی جنکا ذکر سابق کی آیت مین ہو چکا ہو پس بیان تکرار واسطے بیان وجوب کے ہو نہ تاکید جیسا کہ بیضاوی نے زعم کیا ہو اگر کہا جاوے کہ اسمین وجوب کس حرف سے ثابت ہوتا ہو تو مترجم کہتا ہو کہ بنا بر اس اصل کے کہ وجوب کی سبیل رفع ہو جیسے قولہ ففدیۃ من صیام- وغیرہ مین ہو اور نصب کی سبیل استحباب ہو اور وہ متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین- مین تھا اسیواسطے- وصیۃ لازواجہم متاعا الی الحول مین وجوب واستحباب کا اختلاف ہوا کہ وصیۃ بالنصب اور وصیۃ بالرفع دونون طرح پڑھا گیا ہو فتدبر اور شافعیؒ کے نزدیک ہر مطلقہ کیواسطے واجب ہو سوائے اس مطلقہ کے جسکا مہر ٹھہر گیا ہو اور قبل دخول کے اسکو طلاق دیگئی ہو کذا ذکرہ فی الکمالین اور ظاہر مذہب شافعی کا تو یہ ہو کہ ہر مطلقہ کے واسطے واجب ہو اور بیضاوی نے آیۂ سابقہ یعنے قولہ ومتعوہن علی الموسع قدرہ الآیہ مین کہا کہ اسکا مفہوم مخالف یہ ہو کہ سوائے ایسی مطلقہ کے جسکو قبل دخول کے طلاق دی گئی اور مہر مفروض نہ تھا دوسری مطلقہ کے لیے متعہ واجب نہین ہو پھر اس آیہ یعنے قولہ وللمطلقات متاع بالمعروف- مین ہر مطلقہ کے لیے وجوب متعہ پر دلیل پیش کی- کہ مطلقات عام ہو اور مطلقہ قبل دخول وفرض مہر اسکا ایک فرد ہو پس عام کے کسی فرد کو ایک حکم سے بیان کرنا موجب اسکی تخصیص کا نہین ہوتا ہو مگر جب ہی کہ منطوق کی تخصیص مفہوم سے جائز رکھی جاوے- یا یہ کہا جاوے کہ بعض عام کے ساتھ ایک حکم بیان کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ بعض دیگر اسکے برخلاف ہین اسیواسطے لازم آیا کہ ہر مطلقہ کے واسطے متعہ واجب ہو اور مقصود بیضاوی کا یہ ہو کہ یہان عام مطلقات کے واسطے متعہ مستحب کا حکم جیسا کہ باقی ائمۂ ثلثہ رحمہم اللہ سے سوائے شافعیؒ کے مروی ہو درست نہین ہو سکتا کیونکہ مطلقہ مفوضہ غیر مدخولہ کے واسطے بالاتفاق متعہ واجب ہو پس اگر یہان استحباب لیا جاوے تو مطلقہ مفوضہ غیر مدخولہ کی تخصیص ہوگی حالانکہ عام کے ہر ایک فرد کو ایک حکم سے بیان کرنا اسکا مخصص نہین ہو یا تخصیص منطوق بمفہوم لازم آویگی اور یہ دونون درست نہین جیسا کہ بیضاوی کی تقریر سے واضح ہوا پس صحیح قول شافعی ہو کہ ہر مطلقہ کے واسطے واجب ہو یہ حاصل کلام بیضاوی ہو اور پوشیدہ نہین کہ سابق کی آیہ سے خود بیضاوی نے مفہوم مخالف جو شافعیہ کے نزدیک حجت ہو اس آیہ کے برخلاف نکالا ہو پس منطوق ومفہوم مین تعارض ہوگیا فتامل اور امام مالکؒ کے نزدیک ہر مطلقہ کے واسطے متعہ مستحب ہو سوائے مطلقہ مفوضہ غیر مدخولہ کے اور امام ابو حنیفہ وایک روایت کے موافق امام احمدؒ نے کہا کہ ہر مدخولہ کے واسطے مستحب ہو اور غیر مدخولہ مفوضہ کے واسطے واجب ہو اور جبکہ مہر بیان کر دیا گیا ہو تو اسکے واسطے مشروع نہین ہو کذا ذکرہ فی الکمالین اور مراد یہ ہو کہ غیر مدخولہ وغیر مفروضۃ المہر کے واسطے واجب ہو اور مدخولہ مین دو قسم ہین ایک وہ کہ جسکا مہر بیان کیا گیا ہو تو اسکے واسطے

مشروع نہین ہی اور دوم وہ کہ اُسکا مہر مسمی نہوا ہو تو اسکے واسطے مستحب ہی واللہ اعلم ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا قولہ وللمطلقات متاع بالمعروف۔ اللہ تعالے نے انکے واسطے متاع کو مقرر کردیا تاکہ انکے دلون کو تسلی ہو کیونکہ انھون نے رنج فراق وصدمہ جدائی اُٹھایا ہی پس اسکا کچھ عوض ہو جاوے تاکہ انپر دو مصیبتین نہو جاوین ایک مصیبت جدائی دوم مصیبت محرومی **قال المترجم** اور روایت ہی کہ حسن بن علی کرم اللہ وجہہ نے ایک عورت کو طلاق دی اور دس ہزار درم اسکو متاع مین دیے پس اسنے کہا ؎ متاع قلیل من حبیب مفارق ؛ یعنے محبوب جدا کرنے والے کے بدلے مین یہ متاع قلیل ہی۔ اور واضح ہو کہ دنیا اہل ایمان کے نزدیک کل ایک متاع ہی پس موت خوشی سے وطن جانیکا وقت ہی

**اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۖ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا**

تونے نہ دیکھے وہ لوگ جو نکلے اپنے گھرون سے اور وہ ہزارون تھے موت کے ڈر سے پھر کہا انکو اللہ نے مرجاؤ

**ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ○ وَقَاتِلُوْا**

پھر انکو زندہ کردیا اللہ تعالے تو بڑا فضل کرنے والا ہی لوگون پر ولیکن اکثر لوگ شکر نہین کرتے ہین اور لڑو

**فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○**

اللہ کی راہ مین اور جان رکھو اللہ سننے والا جاننے والا ہی۔

**اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ**۔ تونے ان لوگون کو نہین جانا جو اپنے گھرون سے نکلے تھے ف اسمین استفہام تعجب دلانے وشوق دلانے کے لیے ہی تاکہ آگے جو مذکور ہی اسپر کان لگادین یعنے کیا تیرا علم ان لوگون کے قصہ تک نہین پہونچا جو گھرون سے نکلے تھے **وَهُمْ اُلُوْفٌ** اور وے ہزارون تھے ف اسمین روایات مختلف ہین چار ہزار تھے یا آٹھ ہزار یا تیس ہزار یا چالیس ہزار یا ستر ہزار تھے **حَذَرَ الْمَوْتِ**۔ موت کے خوف سے نکل بھاگے تھے ف بنی اسرائیل مین سے ایک قوم تھی کہ انکے ملک مین وبا پھیلی پس یہ لوگ نکل بھاگے **فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا**۔ پس اللہ تعالے نے انکے حق مین حکم دیا کہ مرو ف یعنے اللہ تعالے نے اُنسے کہا کہ مرجاؤ پس مر گئے **ثُمَّ اَحْيَاهُمْ**۔ پھر انکو زندہ کیا ف بعد آٹھ روز کے یا زیادہ کے بسبب دعا انکے نبی حزقیل علیہ السلام کے اور حزقیل بکسر حاء مہملہ وسکون زاء معجمہ بکسر قاف وسکون یاء تحتانیہ ہے پھر یہ لوگ ایک زمانہ دراز تک زندہ رہے اس حال مین کہ انپر موت کا اثر تھا جو کپڑا پہنتے وہ مثل کفن کے ہو جاتا اور یہ بات انکے ناتی پوتون مین چلی آئی۔ **اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ**۔ اللہ تعالے لوگون پر احسان والا ہی ف اور اسی فضل مین سے ان لوگون کا زندہ کرنا **وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ**۔ ولیکن بہتیرے لوگ شکر نہین کرتے ہین ف اور وہ کافر لوگ ہین پھر انکی خبر بیان کرنے سے مقصود یہ ہی کہ مسلمانون کو جہاد کرنے پر شجاعت دلائی اور اسیواسطے اس کلام پر عطف کردیا۔ **وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ**۔ اور لڑو اللہ کی راہ مین ف اور مراد اللہ کی راہ مین لڑنے سے یہ ہی کہ اسکا دین بلند کرنے کی نیت سے لڑو۔ **وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ**۔ اور جان لو کہ اللہ تعالے سمیع علیم ہی ف تمھاری باتون کا سننے والا ہی اور تمھارے احوال کا جاننے والا ہی پس تمکو بدلا دیگا۔ چونکہ قصہ کو تمام بنی اسرائیل مین معروف متواتر ہوگیا اور سبھون نے کتابون مین لکھ لیا لہذا ارشاد ہوا کہ الم تر الی الذین الخ۔ اور اس قصہ مین نکتہ یہ کہ قضاء الٰہی سے بھاگنا اور تقدیر سے گریز کرنا محض بے سود ہی کہ یہ لوگ وبا سے بچنے کے واسطے بھاگے تھے اور اللہ تعالے نے دم کے دم مین انکو موت دیدی اور انکی تعداد مین اختلاف کثیر ہی جیسا کہ مفسرین نے چند اقوال بیان کیے ایسے ہی معالم وتفسیر ابن کثیر وغیرہ مین مذکور ہی ولیکن سب روایات تابعین وغیرہ ہین کوئی انمین سے حدیث مرفوع سے ثابت نہین اور اللہ تعالے نے بھی اسکو بیان نہین فرمایا کیونکہ مفاد اس قصہ کا ان لوگون کی تعداد سے متعلق

نہین بلکہ انکی حالت پر ہی اگرچہ کتنے ہی ہون ہان اتنا فرمایا کہ ہم الوف اور الوف جمع کثرت الف کی ہی اور آلاف اسکی جمع قلت ہی پس جمع کثرت کی نظر سے جن روایات مین دس ہزار سے زیادہ مذکور ہین وہ اولے ہین جیسا کہ بغوی و قرطبی نے تنبیہ کی ہی اور قصص بھی مختلف طور پر ہین اور ستا ید کہ اصح وہ ہی جو شیخ ابن کثیر وغیرہ نے اپنی تفسیر مین کہا کہ سلف مین سے بہتون نے ذکر فرمایا کہ یہ لوگ زمانہ بنی اسرائیل مین ایک ضلع کے لوگ تھے انکے ملک کے اندر بیماری پھیلی اور سخت وبا مین گرفتار ہوئے پس موت کے خوف سے جنگل کی طرف نکل بھاگے اور ایک کشادہ میدان مین اُترے باوجود اسکے اس جنگل کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بھر ہوئے پس اللہ عزوجل نے دو فرشتے بھیجے ایک نے جنگل کے اونچے سرے سے اور دوسرے نے جنگل کے نیچے سرے سے انکو سخت آواز دی کہ مرجاؤ پس ایکدم سے سب کے سب اول سے آخر تک مرگئے بعد کئی روز کے دوسرے شہر والون نے جب انکو دفن کرنا چاہا تو سخت بدبو سے دفن کرنا ممکن نہ ہوا آخر انکے گرد دیوار سے احاطہ کردیا اور جہانتک ممکن ہوا حفاظت کردی کہین لکڑی کہین دیوار اور یہ لوگ سب فنا ہوکر پارہ پارہ متفرق ہوگئے پھر ایک زمانہ کے بعد انبیاے بنی اسرائیل مین سے ایک نبی جن کو حزقیل کہتے تھے اور وہ حضرت موسیٰ کے بعد تیسرے خلیفہ تھے وہان گذرے تو اللہ تعالے سے دعا کی کہ ان لوگون کو میرے ہاتھ پر زندہ کردے پس اللہ تعالے نے انکی دعا کو قبول کیا اور حکم دیا کہ یون کہے کہ اے بوسیدہ ہڈیو تمکو اللہ تعالے حکم دیتا ہی کہ جمع ہوجاؤ پس ہر جسم کی ہڈیان بعض بعض جمع ہوئین پھر انکو حکم دیا تو انھون نے آواز دی کہ اے ہڈیو تمکو اللہ تعالے حکم دیتا ہی کہ گوشت و پٹھے و کھال سے پہنائی ہوئی ہوجاؤ پس ایسا ہوگیا اور حزقیل علیہ السلام یہ قدرت الٰہی کا تماشا دیکھ رہے تھے اور انسے پہلے ہی کہدیا تھا کہ تجھے قدرت کا تماشا دکھایا جاوے پھر حکم دیا کہ حزقیل نے پکارا اے ارواح تمکو اللہ تعالے حکم دیتا ہی کہ ہر روح اپنے جسم مین چلی جاوے جسکی وہ تعمیر کرتے تھے پس ایسا ہوا اور وہ لوگ زندہ ہوکر اُٹھ کھڑے ہوے دیکھتے تھے کہ اللہ تعالے نے انکو انکے خواب دراز کے بعد زندہ کردیا اور کہتے جاتے تھے کہ پاک ہی تو تیرے سوائے کوئی معبود نہین ہی ابن کثیر نے کہا کہ ان لوگون کے زندہ کردینے مین قطعی دلیل اس بات پر ظاہر تھی کہ قیامت مین جسم سے حشر ہوگا اسی وجہ سے اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان اللہ لذو فضل علی الناس۔ اے انکو روشن دلیلین و ظاہر حجتین و باہر نشانیان دکھلاتا ہی اور انکو انکی بھلائی کی راہ پر چلاتا ہی ولکن اکثر الناس لایشکرون۔ اے پھر وہ لوگ بہتیرے کافر ہوتے ہین اور اپنے نفس و شیطان کے وسوسہ و جھگڑے مین اللہ تعالے کا شکر نہین ادا کرتے جو اسنے انکے دین و دنیا کے نفع کے واسطے انعام فرمایا ہی۔ اور معالم مین اس قصہ کو مختلف طور سے ذکر کیا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن المنذر نے اسکو ابو مالک سے طولانی روایت کیا اور اسمین کچھ اوپر تیس ہزار کی تعداد مذکور ہی اور بعض روایات مین ہی کہ یہ لوگ اہل اذرعات تھے اور بعض مین اہل داوردان ایک فرسخ واسط سے ادھر تھے اور معالم مین ہی کہ مجاہدؒ نے کہا جسوقت وہ زندہ ہوئے تو بولے سبحانک اللھم ربنا و بحمدک لا الٰہ الا انت۔ پھر اپنی قوم والون کی طرف واپس گئے اور مدت تک زندہ رہے مگر موت کے آثار انکے چہرے پر نمایان تھے جو کپڑا پہنتے وہ مانند کفن ہوجاتا یہانتک کہ وہ اپنی موت سے جو انکے لیے اللہ تعالے نے مقرر کی تھی مرگئے اور ابن عباس نے فرمایا کہ آج بھی انکے ناتی پوتون ان یہودیون مین وہ بو پائی جاتی ہی اور قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے انکو موت سے بھاگنے سے منع فرمایا تھا مگر اسپر نہ جمے آخر انکو عقوبت کی موت سے مارا پھر وہ زندہ کیے گئے تاکہ اپنی مقدر زندگانی کے دن پورے کرین اور انکی مقدر موت ہوئی ہوتی تو کبھی نہ زندہ کیے جاتے۔ اور معالم مین بعض روایت مین یہ بھی ہی کہ انکو جہاد کا حکم دیا گیا تھا مگر موت سے بھاگے پس عقوبت مین مارے گئے اسیواسطے قولہ تعالے حذر الموت کی تفسیر مین کہا گیا کہ بخوف وبا اور کہا گیا کہ بخوف قتل جہاد۔ اور طاعون اُس عام بیماری کو کہتے ہین کہ جس سے مری پڑ جاوے لیکن ایسی عام بیماری مین جو شخص صلاحیت کے ساتھ نیکوکار رہے اور قضاے الٰہی پر صابر رہکر مرے وہ شہید ہی جیسا کہ حدیث سے ثابت ہی اور قولہ فقال لہم اللہ موتوا۔ مذکور ہوا کہ ایسا فرشتون نے بحکم الٰہی کہا تھا اور یہ بھی ہوسکتا ہی کہ یہ امر تحویل ہو یعنی تعلق ارادہ الٰہی کا انکے دفعتہً مرجانے کے ساتھ اور شاید بطریق تمثیل ہوا انکو ایکبارگی موت دینے کی اور اسمین شک نہین

کہ وقوع حوادث اسکے ارادہ ومشیت قدیم سے ہی قال ابن کثیر اس قصہ مین عبرت ودلیل ہی کہ قضاء وقدر سے پرہیز کرنا بے سود ہی اور اللہ تعالے
کی تقدیر سے اللہ تعالے ہی کی طرف جانا چاہیے کسی اور کی طرف راہ نہین ہی کیونکہ دیکھو یہ لوگ وبا سے بھاگے تاکہ دیر تک زندہ رہین سوانکے قصد کا
الٹا معاملہ انکے ساتھ کیا گیا اور ایک ہی آن مین انپر اول سے آخر تک موت آگئی اور اسی قبیل سے حدیث صحیح مین ابن عباس سے ہی کہ عمر بن الخطاب
ملک شام کو چلے جب سرغ مین پہونچے تو سرداران لشکر ابو عبیدۃ بن الجراح وغیرہ انسے ملے اور آگاہ کیا کہ شام مین وبا پھیلی ہی پھر حدیث بیان کی یہانتک کہ کہا
کہ پھر اتنے مین عبد الرحمن بن عوف آئے جو بعض ضرورت سے غائب تھے اور کہا کہ میرے پاس اسکا ایک علم ہی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا کہ جب وبا کسی سرزمین مین ہو اور تم اسمین موجود ہو تو اس سے بھاگنے کے قصد سے وہان سے مت نکلو اور جب تم اسکو کسی سرزمین مین سنو تو وہان مت جاؤ پس عمرؓ
نے اللہ تعالے کا شکریہ ادا کیا پھر واپس چلے آئے رواہ البخاری ومسلم واحمد اور دوسری روایت مین ہی کہ عبد الرحمن بن عوف نے جو شام مین تھے عمرؓ کو خبر
دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ وبا کی بیماری وہ ہی کہ اس سے اگلی امت والون کو عذاب دیا گیا جو تمسے پہلے تھے پس جب تم سنو کہ وہ کسی سرزمین مین
ہی تو اسمین مت داخل ہو اور جب کسی سرزمین مین واقع ہو اور تم وہان موجود ہو تو اس سے بھاگ جانے کے قصد سے وہان سے مت نکلو پس عمرؓ
شام کے جانے سے لوٹ آئے رواہ الثلثۃ ایضا اور یہان سے ظاہر ہوا کہ جہان وبا ہو وہان سے نکلنا تو اسوجہ سے بچا ہیے کہ موت سے فرار ہے
حالانکہ موت مقدر ہی اور یہ خلاف ایمان بتقدیر الٰہی ہی اور جہان ہو وہان جانا اسوجہ سے ممنوع ہی کہ عذاب الٰہی جہان نازل ہو اسمین گھسنا نہین چاہیے ہی
جیسے حضرت صلعم نے تبوک مین بعضے معذب مقامات سے پانی تک نہ لیا اور جلد گذر گئے کہ وہان کی زمین مین معذب لوگ پڑے ہین اور بعض نے بیان کیا
کہ وہان نہ جانا اسلیے کہ شاید موت مقدر ہوا ور گرفتار ہوجانے پر دل مین سماوے کہ کاش یہان نہ آتے تو اچھا تھا حالانکہ یہ محض بے ایمانی کا خیال ہی۔ اللھم
ربنا عافنا واعف عنا ووفقنا لتوفیق الخیر وارحمنا وانت خیر الراحمین۔ اور واضح ہو کہ وبا وطاعون مطلقا عذاب نہین ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اسمین مرنے والے صالح کو شہید فرمایا ہی اور یہ حدیث کثرت طرق سے بدرجہ شہرت ہی اور جمیع علماء اسپر متفق ہین۔ ہان اسکا نزول اکثر اسوقت ہوتا ہی
جب قوم کفار اور بعض مسلمان گنہگار فسق وفجور مین بکثرت اظہار کرین اور ایسی صورت مین جو نیکوکار مبتلا ہو کر مرا اوسکے واسطے یہ بیماری عین رحمت ہی
چنانچہ امام ابو اسمعیل الازدیؒ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے قول سے مصرح وموکد روایت کیا ہی۔ قولہ وقاتلوا فی سبیل اللہ۔ ظاہر یہ ہی کہ عطف
مضمون کا مضمون پر ہی یعنے جب قصہ بالا سے معلوم ہو گیا کہ موت سے بھاگنا آدمی کو نجات نہین دیتا ہی اور جو مقدر ہی وہ لامحالہ واقع ہونے والا ہی تو اہل اسلام
کو قتال کا حکم دیا کہ خیال کرین کہ اگر انکی موت ہی آلی ہی تو کیا خوب ہی کہ اللہ کی راہ مین شہید ہون ورنہ قتال سے کچھ نہوگا اور فتح وغنیمت و
ثواب جمیل ہر حال مین نصیب ہوگا اور یہ سب اس صورت مین کہ یہ خطاب اہل اسلام کو ہو جیسا کہ جمہور مفسرین کا قول ہی اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب انھین
لوگون کو ہی جو زندہ کیے گئے تھے کیونکہ بعض نے قصہ یون روایت کیا ہی کہ انکے بادشاہ نے انکو جہاد کے واسطے حکم دیا تھا مگر بخوف موت وہ بددل ہو
پس بادشاہ نے دعا کی کہ اللہ تعالے انکو کوئی نشانی انکی ذات مین دکھلاوے پس سب مرے اور پھر زندہ کیے گئے پھر انکو حکم دیا گیا کہ راہ خدا مین جہاد
کرو اور اس روایت کے ثبوت مین کلام ہی اور ابن جریر نے اسکو رد کر دیا کہ جو شخص کہتا ہی کہ خطاب ان لوگون کو ہی جو زندہ کیے گئے تھے بے وجہ ہی اور
یہی صواب ہی اور مخالف روایات واحادیث ہی کما ستعرف اور قولہ واعلموا ان اللہ سمیع علیم یعنے اللہ تعالے ہر پیش قدمی کرنے والے اور ہر عذر کر کے
پیچھے ہٹنے والے کی بات سنتا اور دلی حال جانتا ہی پس ہر ایک کو اسکے موافق جزا دیگا پس اطاعت کرنے والے کے لیے وعدہ خیر اور بد اعتقاد پیچھے ہٹنے والے کے لیے
عذاب کی وعید ہی اور علیم سے اشارہ ہی کہ محض قتال کرنا موجب ثواب نہین ہی بلکہ راہ خدا مین ہو اور حدیث صحیح مین ہی کہ جو شخص قتال کرے اس نیت سے کہ اللہ تعالے
ہی کا کلمہ بلند ہو وہی راہ خدا مین جہاد کرنے والا ہی اور یہ اللہ تعالے کی نیک فہمائش ان لوگون کو ہی جو قید نفس مین گرفتار موت سے ڈرتے ہین ورنہ ایمان کامل والا

تو خود یقین رکھتا ہے کہ موت مقدر ہے جہاد کرنے و لڑنے سے بے وقت نہیں آسکتی ہے بلکہ وہ لوگ زندگانی دنیا سے موت کے زیادہ خواہشمند ہیں اور اللہ تعالےٰ نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ومنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر۔ یعنے بعض نے اپنین سے اپنا عہد پورا کیا اور بعضے منتظر ہین و ابن کثیرؒ نے اس مقام پر نقل کیا کہ ہمکو روایت سے ثابت ہوا کہ حامی اسلام و سیف اللہ مسلول حضرت ابو سلیمان خالد بن الولید رضی اللہ عنہ اپنی موت کے وقت کہتے تھے کہ مین فلان فلان معرکہ مین حاضر ہوا اور میرا کوئی عضو نہین کہ اسمین تیر یا نیزہ یا تلوار کا زخم نہوا اور اب یہ دیکھو مین اپنے بچھونے پر اونٹ کی طرح مرتا ہون پس نامردون کی آنکھون کو نیند نہ آوے یعنے بد دعا کی کہ جو لوگ بزدلی سے جہاد کرنے سے بھاگتے ہین اور خود تاسف کرتے تھے کہ مین شہید کیون نہوا پس یہ ان لوگون کا حال ہے جو اس دار ناپائدار سے بھاگتے ہین۔ اور جو لوگ اس دنیاے ناپائدار مین کافرون و جانورون کی طرح پڑے ہین انکے خوف کی وجہ ظاہر ہے اور ایمان ناقص اللہم ایدنا وانت لہا و نعوذ باللہ من الضلال

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ وَاللَّهُ يَقْبِضُ

کون شخص ہے جو قرض دیوے اللہ کو اچھا قرضا کہ وہ اوسکو دونا کردے کتنے برابر اور اللہ تنگی کردیتا ہے

وَيَبْصُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

اور کشائش دیتا ہے اور اسی کی طرف الٹے جاؤگے

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ۔ کون ہے کہ اللہ تعالےٰ کو قرض دیتا ہے ف باین طور کہ اپنا مال اللہ تعالےٰ کی راہ جہاد وغیرہ مین خرچ کرے قَرْضًا حَسَنًا۔ بطور قرض حسنہ ف باین طور کہ مال کو اللہ تعالےٰ کے واسطے خوشی دل سے خرچ کرے فَيُضٰعِفَهُ لَهُ۔ ایک قراءۃ مین بتشدید یضعّف بمعنی از باب تفعیل یعنے تضعیف سے ہے۔ أَضْعَافًا كَثِيرَةً۔ اللہ تعالےٰ اوسکے لیے اس مال کو بہت گونہ فرماویگا ف کم سے کم دس گونہ سے لیکر سات سو گونہ سے زیادہ تک جیسا کہ عنقریب آویگا۔ وَاللَّهُ يَقْبِضُ۔ اور اللہ تعالےٰ بند کرلیتا ہے ف رزق کو یعنے بندے کو امتحان مین ڈالنے کے واسطے اللہ تعالےٰ جس سے چاہتا ہے رزق بند کردیتا ہے۔ وَيَبْصُطُ۔ اور وسعت دیتا ہے ف رزق کو جسکے واسطے چاہتا ہے تاکہ اسکا امتحان کرے۔ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔ فی الآخرۃ فیجازیکم باعمالکم۔ اسی کی طرف پھیرے جاؤگے آخرت مین پس جزا دیگا تمھارے کامون کے موافق۔ ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ جب نازل ہوا۔ قولہ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ۔ تو ابو الدحداح انصاری نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا اللہ تعالےٰ ہم سے قرض چاہتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہان اے ابو الدحداح تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ اپنا ہاتھ مجھے دکھلائیے پس آپ نے اپنا ہاتھ دیدیا تو ابو الدحداح نے ہاتھ لیکر کہا کہ مین نے اپنا باغ اپنے پروردگار عز وجل کو قرض دیا اور ابو الدحداح کا ایک باغ تھا جسمین چھ سو درخت خرما تھے اور انکی جورو ام الدحداح و عیال اسمین تھے پھر ابو الدحداح وہان آئے اور آواز دی کہ اے ام الدحداح اسنے کہا کہ حاضر ہون تو کہا کہ اسمین سے نکل آکہ مین نے اسکو اپنے پروردگار عز وجل کو قرض دیا ہے۔ رواہ الطبرانی والبیہقی ایضا اور ابن مردویہ نے اسکو حضرت عمرؓ کی روایت سے مرفوعا روایت کیا اور ایک جماعت محدثین نے اس قصہ کو روایت کیا ہے۔ اور قرض اصل مین ہر وہ چیز ہے جسکے دینے پر آدمی بدلے کی نظر رکھے چنانچہ عرب بولتے تھے کہ اقرضہ فلان۔ اے اسکو ایسی چیز دے کہ اسکو بدلا دینا پڑیگا اور یہ اہل زبان کا محاورہ تھا اسی سے اللہ تعالےٰ کو قرض دینا بطور تمثیل کہے ہے یعنے کوئی نیک کام درگاہ باری تعالےٰ مین پہونچانا جس سے ثواب ملنے کی امید ہو اسیواسطے بعض نے اسکی تفسیر مین کہا کہ وہ تسبیح و تقدیس ہے اور بعض نے کہا کہ اہل و عیال کو نفقہ دینا اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ وغیرہ سلف سے مروی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی راہ مین مال خرچ کرنا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہی اس آیہ کریمہ

میں مراد ہو اور دیگر امور تو قرض کے عام معنی میں شامل ہیں واللہ اعلم اور صحاح کی حدیث میں جسکو بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہو موجود ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ اے فرزند آدم میں نے تجھ سے پانی چاہا تو نے نہ پلایا عرض کریگا کہ میں تجھے کیونکر پلا سکتا ہوں اور تو پروردگار عالمین ہو فرماویگا کہ تجھ سے میرے فلان بندے نے پانی چاہا تو نے اسکو نہ پلایا اگر تو اسکو پلاتا تو اسکو تو میرے پاس پاتا۔ علما نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو ایسے خطاب فرمائے ہیں تو وہ بندے کو انس دلانے اور رغبت دلانے اور انکے عرف کے موافق بول چال ظاہر کرنے کے طور پر ہیں کیونکہ یہ امر تو ان سب کو ظاہر ہو کہ اللہ عز وجل کی قدرت و عظمت اس سے بالا ہو کہ کوئی اسکو قرض دے سکے اور بندہ اور اسکا مال و جان سب اسی کی ملک ہو وہی اسکو دیتا ہو پس یہ ایسے ارشادات وہ کرامت بندہ کی ہو واللہ ہو الغنی الحمید اور قولہ قرضا حسنا مفعول مطلق ہو واسطے اقراضا مقرونا بالاخلاص و طیب النفس یا مفعول ہو واسطے مقروضا من الحلال الطیب۔ الحسن نے کہا کہ قرض حسن اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا اور مال خرچ کرنا۔ فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ۔ واضح ہو کہ دس گونہ سے تو کسی حال میں کم نہیں ہو اور بعض نے کہا کہ سات سو گونہ سے زیادہ اور سدی نے کہا کہ اسکی تقدیر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہو اور ابن ابی حاتم کی روایت کی اسناد جید ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ثواب دینے کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی شمار نہیں کر سکتا پھر یہی آیت من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ۔ پس جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثیر ہو وہ شمار میں نہیں آ سکتا ہو۔ اور ابن ابی حاتم کی حدیث ابوہریرہ میں بروایت ابو عثمان النہدی ہو کہ میں نے ابوہریرہ سے کہا کہ ہم لوگ گمان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ایک نیکی عوض کی اللہ تعالیٰ ایک لاکھ گونہ بڑھاتا ہو کہا کہ اے ابو عثمان تو اسپر کیا تعجب کرتا ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ۔ اور فرماتا ہو کہ وما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو دو لاکھ گونہ بڑھاتا ہے اور روا احمد و ابن المنذر [illegible] اور اسکی [illegible] بعض احادیث میں [illegible] ابن ابی حاتم نے ابن عمر سے روایت کی کہ جب آیت مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل الآیۃ اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے میرے پروردگار میری امت کے واسطے زیادہ بڑھا دے پس یہ آیت اتری من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے میرے پروردگار میری امت کے لیے زیادہ فرما دے پس نازل ہوا انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب اسکو ابن حبان نے کتاب الثواب میں اور بیہقی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہو اور ابن المنذر نے سفیان سے روایت کی کہ جب آیت من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا اتری تو رسول اللہ صلعم نے عرض کیا کہ پروردگار میری امت کے لیے زیادہ کر تب یہ آیت اتری مثل الذین ینفقون اموالہم الآیۃ۔ عرض کیا کہ میری امت کے لیے زیادہ کر تب یہ آیت اتری من ذا الذی یقرض اللہ الآیۃ عرض کیا کہ اے پروردگار میری امت کے لیے زیادہ کر تب یہ آیت اتری انما یوفی الصابرون الآیۃ۔ [illegible] واللہ یقبض و یبسط۔ یعنی اللہ عز وجل ہی تنگی کرتا ہو [illegible] چاہیے اور تنگی رزق سے مت ڈر کہ اللہ تعالیٰ ہی رزاق ہو اور حدیث میں اسماء بنت ابی بکر کو فرمایا کہ دے اور خرچ کر اور بندش مت کر کہ تجھ پر بھی بندش کر دی جاوے۔ کذا فی الصحیح۔ ولیکن یہ جان لینا چاہیے کہ اسراف سخت مذموم ہو اور خرچ کرنا اچھا ہو اور روایت کیا گیا ہو کہ منجملہ اسراف کے یہ بات ہو کہ جس چیز کو جی چاہے اسکو مہیا کرے اور مقصود بیان یہ ہو کہ راہ خدا و جہاد میں خرچ کرو اور تنگی سے مت ڈرو کہ اللہ تعالیٰ دینے والا ہو وہی کثرت سے دیتا ہو اور وہی تنگی سے دیتا ہو اور کثرت مال کسی کی بہتری کی دلیل نہیں کیونکہ کافروں کو بہت دی گئی اور تنگی مال برائی کی دلیل نہیں کیونکہ پیغمبروں پر طاری تھی اور حضرت عمرؓ کی حدیث صحیح میں یہ مضمون ہو کہ میں نے حضرت صلعم کو فرش بوریا پر لیٹے دیکھا کہ آپ کے بدن پر اسکے نشان پڑ گئے تھے مجھے رونا آیا اور میں نے کہا کہ یہ کسریٰ و قیصر اس حال میں ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہو کر اس حال میں ہیں ع

فرمائیے کہ اللہ تعالے وسعت دے تو آپ اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ اے عمرؓ تو اس خیال مین ٹرا خبردار ہو کہ انکو دنیا ہی اور ہمارے لیے آخرت ہی اور بعض روایات مین ہی کہ دنیا گھورے کے مانند ہی اور حدیث مین آیا ہی کہ اگر دنیا کی حقیقت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر برابر ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا اور حدیث مین ہی کہ دنیا ملعون ہی **ف** قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا - قرض حسنہ مین یہ جان بھی ہی کہ اپنی جان راہ خدا مین نثار کردے پھر بھی شرمندہ وخجل ہو کہ یہ نثار میرا نہایت حقیر بلکہ ہیچ ہی اور عوض کی امید دل سے فنا کردے ہان اس امر پر خوش ہو اور پھولا نہ سماوے کہ حق عزوجل نے مجھسے خطاب فرمایا اللہ عزوجل نے جو انکو دیا تھا وہ قرض مانگا یہ انکے حق مین پرورش ہی تاکہ فضل پر فضل بڑھا دے اور بعض نے کہا کہ مال قرض تربیت فقراء کے لیے ہی اور بعض نے فرمایا کہ قرض حسن وہ ہی کہ جسپر جزاء کی طمع نہ ہو اور اسکے سبب سے عوض کا خواستگار نہو اور بعض نے فرمایا کہ تجھے مالک بنادیا پھر تجھ سے خرید کیا تاکہ تیرے لیے اپنے ساتھ ایک نسبت ثابت کرے پھر جو تجھسے خریدا تھا اسی مین سے قرض مانگا پھر تجھے اسپر عوض دینے کا وعدہ فرمایا بہت گو نہ تو اسمین کھلا کھلا ظاہر کردیا کہ اسکی بخششون وعطاؤن ونعمتون کے ساتھ کسی علت کا لگاؤ نہین ہی یعنے کسی غرض کے واسطے نہین ہوتی ہین قال المترجم اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ اللہ تعالے نے خرید لیا مومنون سے انکے مالوں وجانون کو بعوض آنکہ انکے لیے جنت ہی جسمین رضاے حق عزوجل ہی پس قول اخیر جو شیخ نے ذکر کیا ہی ہر آیت کے سمجھنے پر موقوف ہی اب سمجھ لینا چاہیے اور بات اچھی بیان فرمائی ہی

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّہُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ وقف لازم

تو نے نہ دیکھی ایک جماعت بنی اسرائیل مین سے جو بعد موسے کے تھی جب بولی اپنے نبی سے کھڑا کر دے ہمارے لیے ایک بادشاہ کہ ہم لڑین

فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ قَالَ ہَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ؕ قَالُوۡا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا

اللہ کی راہ مین وہ بولا یہ بھی توقع ہی تم سے کہ اگر قتال تمپر فرض کیا جاے تو نہ لڑو بولے ہم کو کیا ہوا کہ ہم

نُقَاتِلَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ قَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِیَارِنَا وَ اَبۡنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیۡہِمُ الۡقِتَالُ

نہ لڑین اللہ کی راہ مین حالانکہ ہم نکالے گئے ہین اپنے گھرون اور بیٹون سے پھر جب انپر فرض ہوا قتال

تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡہُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ ۝

تو پھر گئے مگر تھوڑے انمین سے اور اللہ جانتا ہے گنہگارون کو

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ تو نے دیکھا نہین ایک گروہ کہ جو۔ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ - بنی اسرائیل مین سے تھا مِنۡۢ بَعۡدِ۔ موت مُوۡسٰی - بعد زمانہ وفات موسیٰ علیہ السلام کے۔ حاصل یہ کہ موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل مین ایک گروہ ہوا ہی تو انکے قصہ مین تعجب سے نہین دیکھتا۔ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّہُمُ - جب انھون نے اپنے پیغمبر سے کہا **ف** وہ پیغمبر شمویل علیہ السلام تھے کہ - ابۡعَثۡ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ - ہمارے لیے ایک شاہ قائم کر جسکے ساتھ ہوکر ہم راہ الٰہی مین جہاد کرین **ف** یعنے اس بادشاہ کی وجہ سے ہمارا کلمہ انتظام پاوے اور اسی کیطرف مرجع ہو تو ہمکو جہاد کا موقع ملے - قَالَ - اس نبی نے اُنسے کہا ہَلۡ عَسَیۡتُمۡ - قراءۃ الاکثر بفتح السین ونافع بالکسر - اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا - بھلا بات ایسی ہوگی جیسی تمھارے حال سے سمجھی جاتی ہی کہ اگر قتال فرض کیا گیا تو تم نہ لڑوگے یعنی نامردی کر جاؤگے - قَالُوۡا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ قَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِیَارِنَا وَ اَبۡنَآئِنَا - کہنے لگے کہ ہم کو کیا چیز مانع ہوگی جو ہم نہ لڑین حالانکہ ہم لوگ اپنے دیار و اولاد سے نکالے گئے ہین **ف** تو یہ مصیبت و غصہ

خود مقتضی ہے کہ ہم لڑینگے اور یہ سب اونکے ساتھ جالوت کافر کی قوم نے کیا تھا۔ اور معنی یہ ہین کہ جو بات کہ قتال کرنے کو مقتضی ہے اسکے ہوتے ہوئے ہمکو لڑائی سے روکنے والی کوئی چیز نہین ہوسکتی ہے اللہ تعالے نے فرمایا۔ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا پھر جب فرض کیا گیا اپر لڑائی وجہاد کرنا تو پھر گئے ف قتال کرنے سے اور نامردی کر گئے۔ اِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ۔ سوا ے انھین سے قلیل جماعت کے ف کہ وہ مستقیم رہے اور یہ وہی لوگ تھے جنھون نے شاہ طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالظّٰلِمِينَ۝ اور اللہ تعالے تو ظالمون کو خوب جانتا ہے ف پس انکو سزا دیگا اللہ عزوجل نے یہ دوسرا قصہ جو بنی اسرائیل مین واقع ہوا تھا عبرت کے واسطے بیان فرمایا اور اس تمام قصہ مین اظہار ہے کہ فتح ونصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ لیکن بندون پر یہ کرم جب ہوتا ہے کہ انکی نیتین صادق ہون اور طاعت الٰہی مین مضبوط رہین اور کثرت دشمن پر نظر نہ کرین۔ یہ جماعت بنی اسرائیل وہ تھی جو عمالقہ سے شکست کھانے اور خرابی اوٹھانے کے بعد باقی رہی تھی چنانچہ قصہ مین آتا ہے اور جس نبی سے اُنھون نے بادشاہ کی درخواست کی تھی اسکے نام مین اختلاف ہے بعض نے کہا کہ وہ یوشع بن نون تھے اور بعض نے کہا کہ شمعون۔ اور صحیح وہ ہے کہ جو مجاہدؒ سے مروی ہے ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ مجاہد نے فرمایا کہ وہ شمویلؑ تھے اور ایسا ہی محمد بن اسحاق نے وہب بن منبہ سے روایت کیا قال البغوی اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے قال ابن کثیر وہ شمویل بن بالی بن علقمہ بن ترخام بن الیہد بن بہرض بن علقمہ بن ماجب بن عمرصا بن غرریا بن صفیہ بن علقمہ بن ابی یاشف بن قارون بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام ہین۔ محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ وہب بن منبہ و محمد بن اسحاق وکلبی وغیرہم نے ذکر کیا کہ قصہ یہ ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے وفات پائی تو انکے پیچھے بنی اسرائیل مین یوشع بن نون خلیفہ ہوئے کہ انہین توریت کو قائم رکھتے اور انکو احکام الٰہی کی دعوت کرتے یہانتک کہ انھون نے وفات پائی پھر انمین کالب بن یوقنا خلیفہ ہوئے انھون نے بھی ایسا ہی کیا یہانتک کہ وفات پائی پھر انکے بعد حزقیل خلیفہ ہوئے یہانتک کہ انھون نے وفات پائی پھر بنی اسرائیل نے بدعتین بُری بُری ایجاد کرنی شروع کین اور اللہ تعالے کا عہد بھول گئے یہانتک کہ بعضون نے انمین سے بت پرستی کی اور اللہ تعالے نے انکی طرف حضرت الیاس کو نبی کرکے بھیجا انھون نے حکم الٰہی توحید و توریت کی طرف بلایا اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد برابر بنی اسرائیل مین انبیا ہوتے آئے کہ انکو جدید طور پر توریت کے احکام پر چلنے کی دعوت کرین پھر الیسع خلیفہ ہوئے پھر یون ہی خلیفہ ہوتے آئے اور بنی اسرائیل کی حالت بگڑتی گئی اور ظلم وبدکاریان بڑھتی گئین اور برابر انبیا انکو بدی سے منع کرتے اور بھلائی کا حکم کرتے تھے وقال ابن کثیر فیما ذکرہ عن ہؤلاء۔ اور بنی اسرائیل کا حال یہ تھا کہ کوئی انسے مقابلہ نہین کرسکتا تھا جو لڑتا تھا اوسپر غالب ہوتے تھے اور بات یہ تھی کہ انکے پاس توریت تھی اور وہ تابوت تھا جو قدیم زمانہ سے تھا اور وہ اگلون سے پچھلون کو میراث چلا آتا تھا یہانتک کہ موسیٰ علیہ السلام تک پہونچا تھا اور برابر بنی اسرائیل مین رہا یہانتک کہ جب بنی اسرائیل نے بہتوں وگناہون نافرمانیون کی کثرت کی اور عہد توریت بھول گئے تو اللہ تعالے نے اپر انکے دشمنون کو مسلط کیا حتی کہ بعض لڑائی مین بعضے بادشاہون نے وہ تابوت انسے چھین لیا اور توریت بھی چھین لی اور ان مین کوئی اسکا بچانے والا نہین رہا۔ قال محی السنۃ فی المعالم پھر جب بنی اسرائیل مین گناہون کی کثرت ہوئی تو انکا دشمن ظاہر ہوا اور وہ جالوت کی قوم تھی جنکو بلشا کہتے تھے وہ بحر روم کے کنارے درمیان مصر و فلسطین کے رہا کرتے تھے اور یہی عمالقہ ہین پس لوگ بنی اسرائیل پر غالب ہوئے اور انکے بہت ملک چھین لیے اور عورتین وبچے بہت قتل وقید کیے اور ان لوگون مین سے ان کے بادشاہون کی اولاد سے چارسو چالیس آدمی قید کیے تھے اور ان لوگوں پر جزیہ مقرر کیا اور انسے توریت چھین لی اور بنی اسرائیل کو انکی طرف سے سخت تکلیف ومصیبت پہونچی وقال ابن کثیر اور ان لوگون مین بہت تھوڑے باقی رہے اور انکے اسباط مین سے نبوت منقطع ہوگئی اور لاوی بن یعقوب جنکے پوتے پر و توں مین

نبوت چلی آتی تھی کوئی نہین بچا صرف ایک عورت ایسی تھی جو اپنے شوہر سے حاملہ تھی اور اسکا شوہر مارا گیا اور یہ لاوی بن یعقوب کی نسل سے تھا
قال محی السنة اور بنی اسرائیل مین کوئی ایسا نہ تھا کہ انکے کام سنوارتا اور نبوت جس نسل مین تھی وہ تو ہلاک ہی ہو چکے تھے مگر یہ حاملہ عورت
جو باقی تھی اسکو انھون نے ایک مکان مین بند رکھا تاکہ ایسا نہو کہ لڑکی جنے اور اسکی جگہ لڑکا بدل لے یہ دیکھکر کہ بنی اسرائیل کو اسکی
نرینہ اولاد کی بہت رغبت ہے اور وہ عورت بھی دعا کیا کرتی تھی کہ اللہ تعالے اسکو نرینہ فرزند یعنے لڑکا عطا فرماوے پس اللہ تعالے نے
اسکی دعا سن لی اور اسکو لڑکا دیا پس عورت نے اسکا نام اشمویل رکھا یعنے سمع اللہ دعائی (میری دعا خدا نے سن لی) قال ابن کثیر
اور بعضے کہتے ہین کہ شمعون نام رکھا اور یہ بھی اسی معنے مین ہے پھر یہ بڑھا اور انھین مین پرورش پائی اور اللہ تعالے نے اسکو اچھے طور پر پالا یہانتک
کہ جب نبوت کے سن پر پہونچا تو اللہ تعالے نے اسکو وحی کی اور حکم دیا کہ اپنی قوم کو توحید و ایمان کی طرف دعوت کرے وقال محی السنة جب
وہ لڑکا بڑا ہوا اور عورت مذکورہ نے اسکو سپرد کیا تاکہ بیت المقدس مین توریت پڑھے اور انکے علماء دین سے ایک عالم نے اس لڑکے کی
کفالت کی اور اسکو متبنی بنایا پھر جب وہ لڑکا بالغ ہوا تو ایک روز وہ لڑکا اس عالم کے پہلو مین سوتا تھا اور شیخ مذکور اس لڑکے کے بارہ مین
کسی پر بھروسہ نہین کرتا تھا اسی حال مین جبرئیل علیہ السلام آئے اور شیخ مذکور کی آواز مین اوسکو پکارا کہ اے شمویل پس لڑکا گھبرا کر اٹھ کھڑا
ہوا اور شیخ سے کہا کہ اے باپ کیا آپنے مجھے پکارا ہے پس شیخ نے اس بات کو گران جانا کہ اس سے کہدے کہ مین نے نہین پکارا اس خیال سے کہ
شاید اسکو کچھ خوف لاحق ہو اور کہا کہ بیٹا اگر سو رہ پس لڑکا پھر اکر سو رہا پھر جبرئیل علیہ السلام نے اسکو دوبارہ پکارا پھر لڑکا بولا کہ اے باپ کیا آپنے
مجھے پکارا ہے۔ شیخ نے پھر کہا کہ بیٹا اگر سو رہ اگر مین تجکو پھر پکارون تو مجھے جواب مت دینا پھر تیسری بار جبرئیل علیہ السلام اسکے لیے
ظاہر ہو گئے اور کہا کہ اٹھ اور اپنی قوم مین جا کر انکو اللہ عزوجل کی طرف بلا کیونکہ اللہ تعالے نے تجھے انہین مین نبی کرکے بھیجا ہے پھر جب شمویل
انہین دعوت کرنے آئے تو انھون نے شمویل کو جھٹلایا اور بولے کہ تو نے خود جلدی سے ایسا دعوی کر دیا حالانکہ تجھے نبوت ابھی نہین پہونچی
اور بولے کہ اگر تو سچا ہے تو تیری نشانی یہ ہے کہ تو ہم مین ایک بادشاہ قائم کر دے کہ ہم اوسکے ساتھ ہو کر اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرین اور بنی اسرائیل
کا کام اسی طرح سنورتا تھا کہ وہ لوگ اپنے بادشاہ کے حکم پر متفق ہوتے تھے اور انکے بادشاہ انکے نبی کے حکم کے مطیع ہوتے تھے پس بادشاہ ہی انکی
جماعتون کو لیکر چلتا اور نبی اسکو شرع کی بات بتلاتا جاتا اور جو بات راہ کی ہوتی اوس سے اوسکو آگاہ کرتا اور وحی الہی سے اوسکو خبردار کرتا رہتا
تھا- اور واضح ہو کہ عمالقہ کے بادشاہ جالوت سے بنی اسرائیل نے شکست کھائی اور صندوق وغیرہ برکات کھو بیٹھے اور وہ بہت سے گرفتار کر لیگیا
قولہ وقد اخرجنا من دیارنا وابنائنا محی السنة نے کہا کہ ظاہر مین کلام عام ہے اور باطن مین خاص ہے اسواسطے کہ جن لوگون نے بادشاہ کی درخواست
کی تھی وہ اپنے ملک و وطن مین موجود رہتے اور نکالے تو انھین سے وہ لوگ گئے تھے جنکو قید کرکے دشمن لے گیا تھا اور معنے یہ ہین کہ ہمارا دین ہم
تقصیر جب ابھی کرتے تھے کہ اپنے ملکون مین آرام سے بیٹھے تھے کہ کوئی پھر غالب نہین ہو سکتا تھا اور اب کہ یہ نوبت پہونچ گئی ہے تو ہم ضرور اپنے
پروردگار کی فرمانبرداری کرینگے اور جہاد مین کوشش کرینگے اور اپنی آل و اولاد سے دشمنون کو روکین گے حالانکہ یہ لوگ آخر اس عہد سے
پھر گئے اور پورا قصہ آگے آتا ہے جاننا چاہیے کہ اس قصہ مین انکے پھر جانے کا حال اور جہاد کے قول پر قائم نہ رہنے کو پہلے بیان فرما دیا اور بیچ
کا قصہ رہگیا یعنے بادشاہ کی درخواست کی اور نبی نے دعا کی اور وہ مقرر ہوا اور انھون نے نہ مانا پھر نشانی پائی کہ اسکو بادشاہ مانا

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ

اور کہا انکے نبی نے اللہ نے کھڑا کر دیا تمھارے لیے طالوت بادشاہ بولے کہان ہوگی اوسکو بادشاہت

عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ

ہمپر اور ہم تو زیادہ حق دار ہین بادشاہت کے اسکی بہ نسبت اور اسکو تو کشائش مال سے بھی نہین کہاکہ اللہ نے چن لیا اسکو تم پر

وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور اوسکو زیادہ کشائش دی علم مین اور جسم مین اور اللہ دیتا ہو اپنی سلطنت جس شخص کو چاہے اور اللہ تعالے کشائش والا ہو اور بڑا دانا ہو

جب نبی موصوف نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ انکے لیے کوئی بادشاہ بھیجا جاوے تو پروردگار نے اسکو جواب فرمایا کہ طالوت کو بھیجا وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا اور پیغمبر نے ان بنی اسرائیل سے کہا کہ اللہ تعالے نے تمھارے واسطے طالوت کو بادشاہ بنایا ہو ف بس تم اسکے ساتھ بیعت کرو۔ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ۔ بولے کہ اسکو کہان سے ہمپر بادشاہی حاصل ہوگی حالانکہ ہم سے زیادہ حقدار سلطنت ہم ہین ف کیونکہ وہ خاندان نبوت کی ذریات مین سے نہین اور خاندان بادشاہت کے اسباط سے بھی نہین ہو اور روایت ہو کہ وہ موچی یا چروا ہا تھا۔ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ۔ اور نہ اسکو مال کی وسعت دی گئی ف جسکے ذریعہ سے حکمرانی کرنے مین قوت ہو۔ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ پیغمبر نے اون لوگون سے کہا کہ اللہ تعالے نے اسکو تمپر برگزیدہ کرلیا ہو ف یعنے بادشاہت دینے کے لیے۔ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ اور اسکے لیے علم و جسم مین فراخی دی ہو ف وہ علم وفنون حرب مین زیادہ وقوف رکھتا ہو اور جسم مین قوی ہیکل رعب دار ہو روایت ہو کہ اُسوقت مین بنو اسرائیل مین سب سے زیادہ عالم اور کامل الخلقت یہی طالوت تھا۔ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ۔ اور اللہ تعالے جسکو چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہو ف اسپر کچھ اعتراض نہین ہوسکتا ہو۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ اور اللہ تعالے کا فضل وسیع ہو اور علم کمال ہو ف وہ ہر ایک بندے کی لیاقت و استحقاق کو خود جانتا ہو۔ جاننا چاہیے کہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام جیسے قبائل کہلاتے ہین ویسی اولاد اسرائیل یعنی اولاد یعقوب علیہ السلام اسباط کہلاتے ہین مگر یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے وہ بیٹے ہی کہلاتے ہین ان بیٹون کی اولاد بارہ فرقہ وہ سب اسباط ہین اور ان سب مین سے یہودا ابن یعقوب کی اولاد مین تو بادشاہت چلی آتی تھی اور لاوی بن یعقوب کی اولاد مین نبوت چلی آتی تھی اور مشہور قول یہ ہو کہ یوسف علیہ السلام کی اولاد مین تھی۔ اب بیان نے اللہ عزوجل نے بقیہ ماجرا قصہ مذکورہ کا بیان فرمایا قال فی المعالم وغیرہ جب ان لوگون نے شمویل علیہ السلام سے بادشاہ مانگا اور انھون نے کہا کہ ایسا تو نہو کہ تمپر جہاد فرض ہو پھر تم پھر جاؤ بولے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہو ہماری تو یہ حالت ہوگئی ہو ہم ضرور لڑینگے تو شمویل علیہ السلام نے دعا کی پس اللہ عزوجل نے انکو ایک عصا بھیجا اور اسکے سر مین روغن قدس بھرا ہوا تھا اور حکم آیا کہ بادشاہ ان مین سے وہ شخص ہوگا جسکا قد اس عصا کے برابر ہو اور اسکی لکڑی جسمین تیل بھرا ہو دیکھے پس جب تیرے پاس کوئی مرد آوے اور لکڑی مین جو تیل ہو وہ جوش کرے اور قد اسکا برابر عصا کے ہو تو وہی بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوگا اسکے سر مین یہ تیل ڈالدے اور اسکو انپر بادشاہ کردے اور طالوت کا نام عبرانی مین شارل تھا اور وہ بنیامین بن یعقوب کی اولاد سے تھا اور دراز قد تھا اسکا سر ہر دوشانہ ہر ایک سے دراز بھاری تھے اور چمڑے کا کام کیا کرتا تھا۔ قالہ وہب بن منبہ اور بعض نے کہا چروا ہا تھا اور سدی نے کہا کہ سقا تھا کہ اپنے خچر پر دریا سے پانی لایا کرتا تھا بس اسکا خچر گم ہوگیا جسکی تلاش مین نکلا تھا اور بعض نے کہا کہ جانور کرایہ پر چلاتا تھا اور وہب بن منبہ نے کہا کہ طالوت کے باپ کے خچر گم گئے تھے اسنے طالوت کو اور ایک غلام کو تلاش کے لیے بھیجا تھا بس دونون ڈھونڈھتے ہوے شمویل علیہ السلام کے گھر کیطرف نکلے پس غلام نے طالوت سے کہا کہ بھلا اس نبی علیہ السلام کے پاس چلین اور پوچھین شاید وہ بتادے یا ہمارے لیے دعا کردے پس دونون شمویل علیہ السلام کے پاس جاکر یہ بیان کرنے لگے پس یہ بیان ہی کرتے تھے کہ ناگاہ روغن قدس نے جوشش کیا اور

اوسکی آواز آنے لگی پس شمویل نے اٹھکر طالوت کو عصا سے ناپا تو پورا پایا پس فرمایا کہ اپنا سر ادھر لا پس طالوت نے اپنا سر دیا اور شمویل علیہ السلام
نے روغن قدس اسکے سر مین لگایا پھر فرمایا کہ تو بنی اسرائیل کا بادشاہ ہے اور اللہ تعالے نے مجھے حکم دیا ہے کہ مین تجھکو انپر بادشاہ کرون پس طالوت نے
عرض کیا کہ آپکو معلوم ہے کہ بنی اسرائیل مین سے میرا سبط سب سے گھٹا ہوا اور میرا گھر سب سے ادنی ہے فرمایا کہ ہان تو عرض کیا کہ پھر میرے حق مین نشانی کیا ہے
فرمایا کہ یہ نشانی ہے کہ تو لوٹ کر جاوے اور تیرا باپ خچر پا گیا پس ایسا ہی ہوا تھا پھر شمویل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اللہ تعالے نے تم پر
طالوت کو بادشاہ کیا تو بولے اسکو ہم پر کہان سے بادشاہت ہوگی حالانکہ ہم اوس سے زیادہ مستحق بادشاہت ہین اور یہ بات ان لوگون نے
اسوجہ سے کہی کہ بنی اسرائیل مین سے فقط دو سبط ایسے تھے کہ ایک سبط نبوت اور دوسرا سبط بادشاہت تھا پس سبط نبوت تو لاوی بن
یعقوب کی اولاد تھی کہ اسمین سے موسی و ہارون تھے اور سبط بادشاہت اولاد یہودا بن یعقوب تھے اور اسمین سے داؤد و سلیمان تھے اور طالوت
ان دونون سے کسی مین سے نہ تھا بلکہ بنیامین بن یعقوب کی اولاد مین سے تھا اور ان لوگون نے ایک گناہ عظیم یہ کرنا شروع کیا تھا کہ دن دھاڑے
راستہ مین عورت سے صحبت کرتے تھے پس اللہ تعالے نے غضب کی راہ سے اُنسے نبوت و بادشاہت نکال دی تھی اور بنی اسرائیل انکو سبط گنہگار کہتے تھے
پس جب نبی نے انسے یہ کہا تو انھون نے اس سے انکار کیا کہ وہ سبط بادشاہت سے نہین اور سبط گنہگار سے ہے ہم اوس سے زیادہ مستحق ہین اور باوجود
اسکے فقیر ہے مال نہین رکھتا ہے اور شاید یہ اسوجہ سے کہ نظر اون لوگون کی دنیاوی مال متاع پر زیادہ تھی اور اسکو باعث شرف جانتے تھے قال ابن کثیر
اور یہ کلام ان لوگون کا اپنے نبی علیہ السلام پر اعتراض اور سرکشی ہے اور لائق یہ تھا کہ فرمانبرداری کرتے اور نبی کی تصدیق کرتے اور ادب شرعی سے بات
کہتے اور نبی علیہ السلام نے انکو جواب دیا کہ اللہ تعالے نے اسکو تمپر برگزیدہ کیا اور اللہ تعالے دانا تر ہے یعنے مین نے اسکو اپنی طرف سے نہین مقرر کیا
بلکہ اللہ تعالے نے مجھے حکم کیا ہے اور شرافت کی بات جو علم ہے یعنے لڑائی کا علم اور شرع کا علم اسمین اسکو فضیلت دی اور ظاہری صورت و ہیبت
مین آراستہ کیا ہے اور یہین سے نکلتا ہے کہ بادشاہ ظاہری صورت مین بھی باہیبت ہو اور واللہ یؤتی ملکہ من یشاء یعنی وہی حاکم ہے جسکو چاہتا ہے
دنیاوی بادشاہت دیدیتا ہے اور یہ اسطرح نہین کہ تمام فضل یہی ہو بلکہ وہ واسع ہے اپنے فضل مین پس واسع وہ کہلاتا ہے کہ اسکے فضل وسیع کے آگے
تونگر و فقیر کچھ نہین سب کو دیتا ہے اور یہ اسطرح نہین کہ حال سے وقفیت تمام نہ ہو بلکہ وہ علیم ہے جو سزاوار ہوتا ہے اسکو دیدیتا ہے پس اسپر کوئی اعتراض نہین ہے اور
درواقع اسقدر کلام مین انکے لیے مدارج طے کردیے مگر انھون نے اسپر بھی نشانی طلب کی چنانچہ فرمایا

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ
اور کہا انکو انکے نبی نے کہ نشانی اوسکی سلطنت کی یہ کہ آویگا تمکو صندوق جسمین دلجمعی ہے تمھارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی چیزین جو
آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ ٣٢
چھوڑ گئے موسی و ہارون کی اولاد اوٹھا لادین اوسکو فرشتے اس بات مین نشانی پوری ہے تھارے لیے اگر تم ہو ایمان والے

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ - اور ان لوگون سے اونکے پیغمبر نے کہا ف جب انھون نے طالوت کی بادشاہت کے لیے نشانی مانگی إِنَّ
آيَةَ مُلْكِهِ أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ - طالوت کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تابوت تمھارے پاس آجائیگا - ف یعنے وہ لوگ
چاہتے تھے کہ ہماری طمانینت کیلیے ایسی کوئی دلیل ملجاوے کہ طالوت ہمارا بادشاہ ہے تو یہ نشانی دیگئی کہ تمھارے پاس وہ تابوت آجاویگا جو جالوت
کافر کے لوگ چھین لیگئے ہین - فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ - اسمین تمھارے رب کی طرف سے سکینت ہے ف طمانینت ہے - یہ تابوت
ایک صندوق تھا - روایت ہے کہ حضرت آدم کے وقت سے برابر چلا آتا تھا اور بنی اسرائیل اسکو آگے کرکے دشمنون سے لڑتے تو اس سے طمانینت پاتے

اور لڑائی کی گھبراہٹ سے محفوظ رہتے تھے اور چند روز ہوئے کہ جالوت شاہ عمالقہ نے غلبہ کرکے بنواسرائیل سے چھین لیا تھا پس جب
طالوت بادشاہ ہوےگا تو نشانی یہ کہ وہ تابوت تمھارے پاس چلا آویگا جسمین تمھارے رب کی طرف سے طمانیت ہے۔ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ
اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ۔ اور جو کچھ آل موسیٰ و آل ہارون نے چھوڑا اس سے بقیہ ہے یعنی بعض ترکہ موسیٰ و ہارون کے تبرکات
ہیں پس یہ صندوق اس طرح آویگا کہ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ اسکو ملائکہ اٹھائے ہونگے ف چنانچہ اسی طرح اٹھائے ہوئے لاکر طالوت کے
آگے رکھدیا اور صندوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نعلین و عصا تھا اور ہارونؑ کا عمامہ تھا اور ایک قفیز المن اور ریزہ ہائے الواح توریت
تھے جب اس طرح صندوق طالوت کے سامنے رکھا گیا تو سب بنواسرائیل نے بادشاہ مانا اور بیعت کرکے جہاد پر آمادہ ہوئے پھر طالوت نے
ستر ہزار جوان بنواسرائیل چھانٹے اور جہاد کا قصد کیا۔ قال تعالےٰ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ اس معاملہ میں
تمھارے لیے نشان قدرت ہے اگر تم مومنین ہو ف اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ تعالے جو کچھ کرنا چاہتا ہے سب اسکے سامان کر دیتا ہے اسکا خلاصہ
یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے طالوتؑ کے بادشاہ ہونیکی نشانی مانگی تو نبی علیہ السلام نے جواب دیا کہ تمپر اسکی برکت بادشاہت سے وہ تابوت جو تمھارے
ہاتھ سے جاتا رہا ہے آجاویگا جسمین تمھارے پروردگار کیطرف سے تمھارے لیے سکینت تھی اسکو ملائکہ اٹھاکے لاوینگے۔ یہ تو خلاصہ کلام ہے اور
اہل تفسیر سے اس مقام پر مختلف روایتیں مروی ہیں اگرچہ اسپر اتفاق ہے کہ تابوت ایک صندوق تھا جو زمانہ آدم علیہ السلام سے میراث چلا آتا تھا اور اختلاف اول تو
اختلاف اسمین کہ وہ تابوت اب کہاں تھا۔ دوم یہ کہ وہ آیا کیونکر۔ سوم یہ کہ اسمین سکینت تھی تو سکینت کے کیا معنی اور کیا مراد ہے پس میں ان اختلافات
کو مختصر طور پر ذکر کرکے آخر میں بیان کرونگا کہ اصل بات کیا ہے اور معالم میں مذکور ہے کہ تابوت کا قصہ یہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام پر ایک
صندوق اُتارا جسمین انبیاء علیہم السلام کی صورتیں تھیں اور وہ شمشاد کی لکڑی کا تقریباً تین ہاتھ طول اور دو ہاتھ کا عرض تھا اور میں کہتا ہوں کہ وہ شاید طولانی
ہاتھ بہت درازی کے ساتھ جیسے ہوتے تھے ہونگے پس وہ آدمؑ کے پاس رہا پھر انکی موت کے بعد شیثؑ کے پاس رہا پھر اسی طرح وراثت میں ابراہیمؑ پھر
اسمعیلؑ پھر یعقوبؑ پھر موسیٰؑ کے پاس پہونچا اسمین وہ توریت اور دیگر متاع رکھتے تھے پھر انکی موت کے بعد اسیطرح انبیاء بنی اسرائیل میں ہاتھوں ہاتھ
آتا گیا قال المترجم اگر کہا جاوے کہ تصویر تو حرام ہے جواب یہ کہ مخلوق کو تصویر بنانا حرام ہے اور اگر خالق کیطرف سے ہو تو اسکا یہ حکم نہیں ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ وہ
فقط امت اسلامیہ میں حرام کیا گیا ہے چنانچہ سورۂ سبا وغیرہ میں بحث آویگی۔ اگر کہا جاوے کہ جس گھر میں تصویریں ہوں اوسمین فرشتے نہیں آتے
جواب یہ ہے کہ یہ انھیں تصویروں کا حکم ہے جنکو مخلوق نے خلاف شرع بنایا ہے پھر اختلاف اول کا بیان یہ ہے کہ قتادہ سے روایت ہے کہ یہ تابوت
اُس جنگل میں تھا جسمین بنی اسرائیل زمانہ موسیٰ علیہ السلام میں گرفتار رہے تھے اور اسکو موسیٰؑ نے یوشع بن نون کے پاس چھوڑا تھا اور خود انتقال
کیا پس تابوت وہیں رہا اور ملائکہ اسکو اٹھا لائے اور طالوت کے مکان میں رکھا اور صبح کو بنی اسرائیل نے طالوت کے مکان میں پاکر اسکی بادشاہت
کا اقرار کیا اور ایسا ہی سدیؒ سے مروی ہے اور کہا کہ صبح کو بنی اسرائیل اسکو دیکھکر شمویل کی نبوت اور طالوت کی بادشاہت کے مقر ہوئے وقال
ابن کثیر اور بعضوں نے ذکر کیا کہ تابوت مذکور موضع اریحا میں تھا اور مشرکین عمالقہ جب اسکو چھین لے گئے تو اسکو ایک بتخانے میں بڑے بت کے
(گانو تھا قریب بیت المقدس ۱۲)
نیچے رکھا صبح کو جو دیکھا تو تابوت اوپر ہے اور بڑا بت اسکے نیچے پڑا ہے پس تابوت کو اُتارکر پھر بڑے بت کے نیچے رکھا اور صبح کو جو دیکھا تو پھر وہی
حال ہے تو تابوت کو بڑے بت کے نیچے رکھکر بڑے بت کے قدم اسمین کیلوں سے جڑ دیے صبحکو دیکھا تو بڑا بت ہاتھ پانوں ٹوٹا ہوا دور پڑا ہے
پس ڈرے کہ یہ کوئی بلاے آسمانی ہے پس تابوت کو اپنے شہر سے نکالکر ایک گانوں میں ڈالدیا اس گانوں والوں کے گلوں میں بیماری
پیدا ہونے لگی اور مرنے لگے پس بنی اسرائیل میں سے ایک عورت جو انکے قید میں تھی آنے راہ بتائی کہ اسکو بنی اسرائیل کو واپس دو تاکہ اس بلا سے نجات پاؤ انھوں نے

دو بردی گاڑی پر لادکر اسکو بنی اسرائیل کی طرف روانہ کردیا۔ اور محی السنۃ نے معالم مین اس قصہ کو یون بیان کیا کہ جب انھون نے تابوت چھین لیا تو فلسطین کے ایک گانوُن مین جسکو ازدوہ کہتے تھے بڑے بت کے نیچے رکھا صبح کو اوسکو بڑے بت کے اوپر پایا پھر نیچے کرکے بڑے بت کے پانوُن کیلون سے اسمین جڑ دیے صبح کو بڑے بت کے ہاتھ پانوُن کٹے تابوت کے نیچے پڑا پایا اور باقی بت اوندھے پڑے تھے پس اسکو بت خانہ سے نکال کر شہر کے ناحیہ مین رکھا پس اس ناحیہ کے لوگون کو درد گلو کی بیماری نے ہلاک کرنا شروع کیا تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ بنی اسرائیل کے معبود کی برابری کوئی معبود نہین کرسکتا ہے اسکو فلان گانوُن مین بھیجدو اس گانوُن مین چوہے پیدا ہوے کہ رات کو آدمی سوجاتا صبح کو مرا ملتا کہ چوہے نے اسکی آنتین سب کھالین ہین تو اسکو جنگل مین لیجا کر ایک جگہ دفن کیا تو جو اُس سرحد کی طرف بھی گزرتا اسکو ناسور وقولنج ہوجاتا تب تو نہایت حیران ہوے تو ایک عورت بنی اسرائیل کی جوانکے پاس قیدیون مین تھی کہنے لگی کہ برابر تم پر یہی مصیبتین پیش آتی رہین گی جبتک یہ تابوت تم مین رہیگا اسکو نکال باہر کردو پس اوس عورت کی راے سے دو بردی گاڑی پر لادکر اسکو ہانک دیا اور بیل چلدیے اور اللہ تعالے نے چار فرشتے اسپر متعین کیے کہ اسکو بنی اسرائیل کے ملک مین لے آئے اور حسنؒ سے روایت ہے کہ تابوت فرشتون کے ساتھ آسمان مین تھا پھر جب طالوت بادشاہ ہوا تو فرشتے اسکو لے آئے اور طالوت کے مکان مین رکھدیا قال المترجم دوسرا اختلاف کہ کیونکر آیا تو اس بیان بالا سے کچھ معلوم ہوا یعنی تیہ سے فرشتے لائے یا عمالقہ کفار کے پاس سے دو بردی گاڑی پر بجراست ملائکہ آیا اور اس روایت مین ہے کہ گاڑی کے پاس جو جاتا تھا مرجاتا تھا اور محی السنۃ نے کہا کہ یہی ملائکہ کے اُٹھا لانے کے معنے ہین۔ یا آسمان سے فرشتے اُتار لائے بنا بر روایت حسنؒ کے اور محی السنۃ وشیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی کہ فرشتے اس تابوت کو آسمان وزمین کے درمیان اُٹھائے ہوے لائے یہانتک کہ اسکو طالوت کے سامنے رکھدیا اور لوگ اسکو دیکھ رہے تھے اور اسیکو شیخ جلال مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور بغوی وغیرہؒ نے ذکر کیا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ مجھے پہونچا ہے کہ تابوت اور عصاء موسیٰؑ دونون بحیرۂ طبریہ مین ہین اور وہ قیامت سے پہلے نکلین گے۔ اختلاف سوم اس تابوت مین پروردگار کی طرف سے سکینت تھی قال ابن کثیر بعض نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ اسمین وقار وجلالت تھی۔ وروی عبدالرزاق عن معمر عن قتادہؒ کہ سکینہ اے وقار اور ربیع نے کہا کہ رحمت اور ایسا ہی عوفی نے ابن عباس سے سکینت کے معنے روایت کیے ہین اور ابن جریج نے کہا کہ مین نے عطاء سے سکینۃ من ربکم کے معنے پوچھے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ اسمین اللہ تعالے کی نشانیون سے وہ چیزین ہین کہ تم پہچانتے ہو پس اوسنے تسکین پاتے ہو اور ایسا ہی حسن بصریؒ سے مروی ہے۔ اور بعض نے کہا سکینہ ایک سونے کا طشت تھا جسمین انبیاء علیہم السلام کے دل دھوئے گئے اسکو اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا پس اسمین موسیٰ علیہ السلام نے الواح توریت کو رکھا تھا اور یہی سدیؒ نے ابو مالکؒ سے انھون نے ابن عباس سے روایت کیا ہے وقال الثوری عن سلمہ بن کہیل عن ابی الاحوص عن علیؓ فرمایا السکینۃ لہا وجہ کوجہ الانسان ثم ہی روح ہفافۃ۔ اور ابن جریر نے کہا کہ حدثنی المثنی حدثنا ابو داؤد حدثنا شعبۃ وحماد بن سلمۃ وابو الاحوص کلہم عن سماک عن خالد بن عرعرۃ عن علیؓ۔ قال السکینۃ ریح خجوج ولہا راسان اور مجاہد نے کہا کہ لہا جناحان وذنب۔ اور محمد بن اسحاق نے وہب بن منبہ سے روایت کی کہ سکینہ ایک مردار بلی کا سر تھا کہ جب تابوت مین بلی کی بولی بولتا تو فتح کا یقین کرتے اور فتح ہوجاتی تھی اور عبدالرزاق نے کہا کہ مین نے بکار بن عبداللہ سے سنا کہ مین نے وہب بن منبہ سے سنا کہ سکینہ اللہ کی طرف سے بولتی روح تھی کہ جب بنی اسرائیل کسی بات مین اختلاف کرتے تو جو چاہتے اسکو بیان کرکے بتلادیتی تھی۔ اور محی السنۃ نے معالم مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ وہ مشابہ بلی کے تھی اسکا سر مثل بلی کے اور دم مثل بلی کے اور دو آنکھین جن سے شعاع نکلتی تھی اور دو بازو تھے زمرد اور زبرجد کے بنے ہوے پس جب بنی اسرائیل اسکی آواز سنتے تو فتح کا یقین کرلیتے اور جب لڑائی کو چلتے تو تابوت کو آگے

آگے رکھتے پھر جب وہ چلتا تو چلتے اور اگر ٹھہر جاتا تو ٹھہر جاتے تھے اور قتادہ وکلبی نے کہا کہ سکینہ بروزن فعیلہ ماخوذ از سکون ہے ای طمانینۃ من ربکم۔ جہان تابوت ہوتا تھا وہان انکو طمانینت وتسکین ہوتی تھی اور حسن سے روایت ہے کہ وہ ایک شی تھی کہ جس سے اونکے دلون کو تسکین ہوتی تھی قال المترجم پوشیدہ نہین کہ یہ متفرق اقوال ومتناقض تفسیرین جو علماے اعلام کی طرف منسوب ہو کین ہین اکثران مین سے غیر محفوظ ہین اور انکی اسناد صحیح نہین ہے اور جنکی اسناد مستقیم بھی ہے کوئی تفسیر مرفوع یعنے قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہین ہے اور نہ اسکی اصل ونظیر کہین شرع اسلام وکلام پیغمبر علیہ السلام مین پائی جاتی ہے اور نہ یہ صحیح ہوسکتا ہے کہ یہ اقوال تفسیری حکم مین مرفوع کے ہین اور نیز یہ بھی نہین ہے کہ ان علماے اعلام نے اپنی راے سے تفسیر کی ہو کیونکہ یہ گمان بھی ان اکابر کی نسبت زیبا نہین مگر آنکہ جو کچھ یہود سے سنتے تھے کبھی اسکو بھی نقل کر دیتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بزرگون کو حکم دیا تھا کہ اہل کتاب کی روایت کی تصدیق وتکذیب کچھ نہ کرین اسوجہ سے روایات اسرئیلیات بھی اسلام کے طریق سے روایت ہوگئی ہین اور شاید یہود نے اس سے یہ قصد کیا ہوگا کہ مختلف باتون سے اہل اسلام کے دلمین شک ڈالین ولیکن اہل ایمان واسلام امت محمدی صلعم کے اللہ ورسول کے کلام کی تصدیق کرتے ہین اور انکو ان مختلف روایات کی چندان حاجت نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مین یہ مضمون البتہ ثابت ہوا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے ایک مرد رات کو سورۂ کہف کی تلاوت کرتا تھا اور گھوڑا اوسکے پاس بندھا تھا پس ایک پارۂ ابر جسمین قنادیل روشن تھین اترنے لگا اور نزدیک ہوتا اور گھوڑا کسی قدر جولانی کرتا تھا پس صبحکو اُنھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپنے فرمایا کہ یہ سکینہ ہے کہ قرآن کے واسطے نازل ہوئی تھی رواہ مسلم اور آیندہ اپنے مقام پر تحقیق آویگی پس حاصل کلام اس آیت کی تفسیر مین یہ ہے کہ اللہ تعالے تمکو وہ تابوت دیدیگا جسمین تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے لیے سکینت ہے اور ہمارے لیے اسیقدر کافی ہے اگرچہ تابوت کی تفسیر جو ہمارے مفسر رح نے ذکر کی ہے وہ بھی نہ مذکور ہوا اور سکینت کے معنے کے واسطے لغت وزبان کی طرف رجوع کرنا کافی ہے ابن عطیہ رح نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ اس تابوت مین بزرگ چیزین تھین جو انبیاء علیہم السلام کے آثار وبقایا سے تھین پس دلون کو اُنسے تسکین ہوتی اور انکے ساتھ اُنس ہوتا تھا اور قوت حاصل ہوتی تھی اور بڑی چیز تو یہ تھی کہ اسمین توریت تھی یا دو لوح توریت کے یا ریزے لوح کے تھے جو ٹوٹ جانے سے الگ ہوگئے تھے وبالجملہ قول مفسر رح ارجح ہے واللہ اعلم۔ قولہ وبقیۃ مما ترک آل موسی وآل ہرون۔ ابن جریر نے بسند جید ابن عباس سے روایت کی کہ وہ عصاے موسی وریزہاے الواح تھے اور یہی قتادہ وسدی وربیع وعکرمہ کا قول ہے اور اسمین اتنا زائد ہے کہ اور توریت بھی اور ابوصالح نے کہا کہ عصاے موسی وعصاے ہارون علیہم السلام ودو لوح توریت ومن تھے اور بعض نے موسی وہارون کے کپڑے بھی زیادہ بیان کیے اور ابوصالح سے ایک روایت مین ہے کہ اور کلمہ کشائش لا الٰہ الا اللہ العلیم الکریم سبحان اللہ رب السموات السبع ورب العرش العظیم والحمد للہ رب العالمین بھی تھا۔ اور ان سب اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ آل موسی وآل ہارون سے خود موسی وہارون علیہما السلام ہی مراد ہین اور آل کا لفظ ان دونون کی تفخیم شان کے واسطے ہے کہ مفسر رح نے اختیار کیا ہے اور بعض نے آل سے ان کو مع دیگر انبیاء مابعد کے جو بنی اسرائیل مین گذرے مراد لیا ہے واللہ اعلم۔ التابوت۔ صندوق۔ عمالقہ۔ اولاد عملیق بن عاد بن شداد۔ السکینہ جس سے سکون حاصل ہو کما لین مین کہا یعنے توریت قفیز تقافت وفا وآخر زا سے مہمہ پیمانہ معروف اور مفسر رحمہ اللہ تعالے نے ستر ہزار جوان بیان کیے ہین اور محی السنۃ نے اسی ہزار بیان کیے واللہ اعلم

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن

پھر جب باہر ہوا طالوت فوجین لیکر کہا کہ اللہ تمکو آزمائش فرمانیوالا ہے ایک نہر سے پھر جسنے پانی پیا اوس سے وہ مرا نہین اور جسنے

لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ

اور جسنے اسکو نہ چکھا وہ میرا ہے مگر جو کوئی بھر لے ایک چلو اپنے ہاتھ سے پھر پی گئے اسکا پانی سوائے تھوڑے آدمیوں ان میں سے۔ پھر پار ہوا وہ

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم

اور جو لوگ ایمان والے اوسکے ساتھ تھے بولے نہیں طاقت ہم کو آج کے روز مقابلہ جالوت واسکے لشکر کی کہا ان لوگوں نے جو یقین رکھتے تھے

مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

کہ وہ اللہ تعالے سے ملنے والے ہیں کہ بہتیری تھوڑی جماعت غالب ہوئی ہے بہت جماعت پر اللہ کے حکم سے اور اللہ تعالے صابروں کے ساتھ ہے۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ پھر جب طالوت باہر ہوا بِالْجُنُودِ۔ من بیت المقدس وکان الحر شدیدا وطلبوا منہ الماء لشکروں کو لیکر ف بیت المقدس سے اور گرمی بہت شدید تھی اور لوگوں نے طالوت سے پانی مانگا۔ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم طالوت نے کہا اللہ تعالے تمکو امتحان کرنے والا ہے بِنَهَرٍ۔ لیظہر المطیع منکم والعاصی وھو بین الاردن وفلسطین۔ ایک نہر سے تاکہ ظاہر ہو کہ تم میں فرمانبردار کون ہے اور نافرمان کون ہے اور یہ نہر درمیان اردن وفلسطین کے تھی فَمَن شَرِبَ مِنْهُ پھر جسنے اس نہر سے پیا ف یعنے اس نہر کے پانی سے پیا۔ فَلَيْسَ مِنِّي۔ اے من اتباعی۔ تو وہ میرے پیرووں میں سے نہیں وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي۔ اور جسنے نہ چکھا اسکو تو وہ مجھسے یعنے میرے ساتھیوں سے ہے ف پھر چکھنے سے کچھ استثنا کردیا بقولہ إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً۔ بالضم قراءۃ ابن عامر وکوفیون اور بالفتح قراءۃ ابو عمرو وابن کثیر ونافع۔ بِيَدِهِ۔ فاکتفی بہا ولم یزد علیہا فانہ منی۔ سوائے اس شخص کے جسنے اٹھا لیا ایک چلو اپنے ہاتھ سے ف بس ایک ہی چلو پر اکتفا کیا اور اس سے زیادہ نہ لیا تو وہ مجھسے ہے یعنے میرا پیرو ہے بالجملہ شدت پیاس میں یہ امتحان تھا کہ سوائے ایک چلو کے ہرگز زیادہ نہ پئیں۔ فَشَرِبُوا مِنْهُ۔ لما وافوہ بکثرۃ۔ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ فاقتصروا علی الغرفۃ۔ پس پی لیا اس نہر سے جبکہ پہونچے اسپر بہتوں نے مگر ان میں سے تھوڑوں نے کہ انھوں نے ایک ہی چلو پر اکتفا کیا۔ روی انہا کفتہم لشربہم ودوابہم وکانوا ثلثمائۃ وبضعۃ عشر۔ روایت کیا گیا ہے کہ یہ چلو ان لوگوں کو کفایت کر گیا بایں طور کہ انھوں نے پیا اور اونکے جانوروں نے پیا اور ایسے لوگ تین سو دس کچھ اوپر تھے فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ۔ پھر جب طالوت نے خود مع ساتھی مومنوں کے تجاوز کیا ف اور یہ وہ لوگ تھے کہ جنھوں نے ایک چلو پر اکتفا کیا تھا غرضکہ جب یہ لوگ لڑنے کے لیے پار ہوئے ۱۱ تو نافرمانوں نے بزدلی کی اور قَالُوا۔ ای الذین شربوا۔ جن لوگوں نے پیا تھا کہنے لگے۔ لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ۔ آج ہمکو تو جالوت واسکے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے ف اور نامردی کر گئے اور پار نہ اترے۔ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ۔ یوقنون۔ کہنے لگے وہ لوگ جو یقین رکھتے تھے کہ۔ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ۔ بالبعث وہم الذین جاوزوہ۔ ہم ملنے والے ہیں اللہ تعالے سے ف بایں طور کہ قیامت میں اُٹھائے جاوینگے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ نہر سے تجاوز کر گئے تھے غرضکہ مومنین کہنے لگے کہ۔ كَم۔ خبریۃ بمعنی کثیر۔ مِّن فِئَةٍ۔ جماعۃ۔ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ۔ کثرت سے ایسا ہوا کہ قلیل جماعت غالب ہوئی گروہ کثیر پر بارادہ الٰہی۔ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ۔ اور اللہ تعالے صابروں کے ساتھ ہے ف یعنی مدد و نصرت الٰہی صابروں کے ساتھ ہے الحاصل طالوت مع لشکروں کے جہاد کے لیے روانہ ہوا اور جنود کی تعداد بعض نے کہا ستر ہزار تھی اور بعض نے کہا اسی ہزار اور بعض نے کہا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ تین لاکھ تین ہزار تین سو تیرہ تھی۔ قولہ قال ان اللہ مبتلیکم بنہر۔ طالوت نے یہ قول

اپنے نبی شمویل علیہ السلام کے آگاہ کرنے سے کہا تھا اور یہی ظاہر ہے اور بعض نے کہا کہ بعد بادشاہ ہونے کے وحی بھی آنے لگی تھی اور یہ بعید ہے اور وجہ امتحان یہ تھی کہ جو اس پیاس میں مضبوط رہا وہ باقی تکلیفوں میں مضبوط رہیگا اور جو اسی میں پھسل گیا وہ ضرور زیادہ سختی وسختی کے وقت پھسل جائیگا قال البیضاوی رحمہ اللہ یہی حال دنیا کا ہے کہ آخرت کا قصد کرنیوالا اسی قیاس پر ہے کہ اگر دنیا سے اس نے پیٹ بھر لیا یعنے اسکی ہوس سے پیٹ بھر لیا خواہ اوسکو ملے یا نہ ملے تو وہ اہل حق عزوجل سے نہیں ہے اور جسنے قدر غرفہ لیا اور ہوس میں سے بالکل نہ لیا تو وہ اہل اللہ تعالے سے ہے کما قال فمن شرب منہ فلیس منی ومن لم یطعمہ فانہ منی الا من اغترف غرفۃ بیدہ بیضاوی نے کہا کہ یہ فمن شرب سے استثنا ہے اور جملہ ثانیہ اسپر مقدم اسوجہ سے لایا گیا کہ عدم طعم کی طرف زیادہ اعتنا ہے اور معنی یہ ہیں کہ قلیل کی رخصت ہے کثیر کی رخصت نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ مفسر نے جو بکثیر زیادہ کیا ہے اس سے اسی طرف اشارہ ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو خوب پیئے وہ میرا نہیں اور جو بالکل نہ پیئے وہ میرا ہے اور یہ عمدہ ہے لیکن اگر ضرورت ہو تو رخصت ایک چلو کی ہے اور یہ مباح ہے اور لم یطعمہ پانی کے حق میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ طعام میں پانی بھی شامل ہے پس اگر کسی نے کہا کہ لا اطعم شیئا یعنے قسم کھائی کہ کچھ نہ کھاؤنگا تو علی العموم پانی کو بھی شامل ہوگا فقال قولہ فشربوا منہ اے فکرعوا منہ اسواسطے کہ نہر سے تو اصل میں کرع اسے منہ لگاکر پیتے ہیں اور مراد یہاں یہ ہے کہ ہاتھ سے ایک چلو نہیں لیا بلکہ منھ لگاکر زیادہ پی گئے الا قلیلا منہم - ظاہر یہ ہے کہ قلیل نے پیا ہی نہیں اور یہی قرطبی نے کہا ہے ولیکن ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی کہ جسنے ایک چلو پیا وہ سیر ہو گیا اور جسنے منھ لگاکر پیا وہ آسودہ نہوا اور ایسا ہی سدیؒ نے ابن مالک عن ابن عباس روایت کیا ہے اور ایسا ہی قتادہ وشوذب نے کہا ہے اور بخاری میں براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ ہم لوگ باتیں کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بروز بدر تین سو دس سے کچھ اوپر اتنی ہی تعداد پر تھے جتنی گنتی طالوت کے لوگوں کی تھی جنھوں نے طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا اور نہیں پار ہوا تھا نہر سے طالوت کے ساتھ کوئی مگر وہی جو مومن تھا - قولہ فلما جاوزہ ہو والذین آمنوا معہ قالوا لا طاقۃ لنا الیوم الی آخرہ - پھر اون لوگوں کا ذکر کیا کہ جنھوں نے نہر سے خوب پانی پیا تھا اور محی السنۃ نے معالم میں فرمایا کہ ان لوگوں کے ہونٹ سیاہ پڑ گئے تھے اور سیراب نہیں ہوتے تھے اور نہر ہی کے کنارے اسی پار پڑے رہے اور نامردی چھا گئی پس معنے یہ ہیں کہ جب طالوت اور اوسکے ساتھی مسلمان خالص پار ہو گئے تو ان لوگوں نے جو پانی پیکر نہر کے اسی پار پڑے تھے زور زور سے کہنا شروع کیا کہ آج جالوت والوں کو وہ قوت حاصل ہے کہ ہم اونسے مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں یعنے ظاہر میں اپنا عذر بیان کرتے تھے اور انکی شیطانیت کا اثر یہ تھا کہ اہل ایمان کو بھی اس بات پر آمادہ کرتے تھے کہ راہ سے بھاگ جاویں پس اُن لوگوں نے جو لقاء حق عزوجل کا یقین رکھتے تھے یہ جواب دیا کہ طاقت وقوت سب اللہ تعالے کی طرف سے ہے بہت ہوئے اور بہت سامان ہوئے پر نہیں ہے اور کمالین میں ذکر ہے کہ جالوت مرد قوی ہیکل سخت درشت تھا قد اسکا دو بلند مناروں کے برابر اور چوڑان دس گز کا تھا اور جتنے یعنے لشکر اسکا اسی لاکھ قوی ہیکل سوار تھے اور قرطبی نے کہا کہ بعض نے فرمایا کہ وہ لوگ ایک لاکھ سوار مسلح قوی تھے اور محی السنۃ نے ابن عباس سے ذکر کیا کہ پانی پی جانے سے نہر سے نہیں اُترے - اور وہیں سے نامردی سے جالوت والے کے لشکر کی کثرت دیکھی بد دلی ظاہر کیا گئے اور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ نہر سے تو نیچے اُتر آئے تھے ولیکن جالوت کے لشکر کی کثرت دیکھکر ایسا کہتے ہوئے بھاگ گئے اور لڑائی میں شریک نہیں ہوئے ولیکن اول اصح ہے اور اسی کو مفسر نے اختیار کیا ہے اور جالوت والے کے لشکر کی تعداد وغیرہ میں کچھ قول معتمد نہیں ملا بہرحال ابن عباسؓ نے جو طالوت والوں کے ساتھ والوں کی تعداد تین لاکھ تین ہزار تین سو تیرہ بیان کی ہے تو تعجب نہیں کہ وہ اسی لاکھ ہوں واللہ اعلم اور حسن قدرت الٰہی یہ تھی کہ جالوت مذکور نے تنہا تمنا مقابلہ کیا تھا اور اسکا مارا جانا تھا کہ اسکا لشکر بد حواس ہو کر بھاگا

جیسا کہ آگے آتا ہے انشاءاللہ تعالیٰ ف۲ فی العرائس قولہ فلما جاوزہ ہو والذین آمنوا معہ۔ اے روح وعقل وملک وقلب نے تجاوز کیا اور
نہر شہوت سے بچکر پار ہو گئے۔ قولہ قال الذین یظنون انہم ملاقوا اللہ۔ اے روح کے لشکری جو کہ یقین رکھتے ہین کہ شیطان پر جہاد کے
بعد عیاناً کشف ہوگا۔ قولہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ اے بہتیرے گروہ جو تعداد مین کم مگر اُنکے ساتھ نور یقین ہے وہ غالب ہوتے
ہین بہتیرے ایسے گروہ پر جنکے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد نہین ہے۔ قولہ واللہ مع الصٰبرین۔ ای ایسے صابرون کے ساتھ ہے جو حق تعالیٰ
کی جو مراد ہے اُسی پر ٹھہرے ہین کہ انھون نے اسکو بسر وچشم لیا اور اسی پر راضی ہین اور اسکے کرم قدیم کو دیکھتے اور حظ مشاہدۂ حق کے لیے
اپنے حظوظ نفس کو چھوڑے بیٹھے ہین اور جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اسکے چاہنے والے کے حق مین یہ مثل بیان فرمائی ہے کیونکہ دنیا
شہوتونکی نہر ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے خلائق کے درمیان جاری کر دیا ہے تاکہ بندون کا امتحان ہو جاوے اور وہ دانا تر ہے تاکہ اس سے بہتیرون کو
گمراہ کرے اور بہتیرون کو راہ راست بتادے پس جس نے اس دنیا کی نہر مین سے بقدر ضرورت کے پیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قوت حاصل ہو
اور باکدامن اس سے پار ہو گیا تو وہ ایمان ویقین وعرفان والون مین سے ہے کہ اسکو مشاہدۂ رحمٰن تعالیٰ کی راہ مل جاویگی اور جسنے فرط حرص سے
غفلت کی آنتونمین سیر ہو کر پیا تاکہ معصیت مین پڑ جاوے یعنے دنیا کا حریص ہوا اور غفلت مین پڑ کر گنہگار رہا خواہ اوسکو دنیا ملی یا نہ ملی تو وہ
راہ مستقیم سے گمراہ ہوا اور اسکا پیٹ اس سے کبھی نہ بھریگا یہانتک کہ دوزخ کی آگ مین جاوے قال المترجم اور حدیث صحیح مین ہے
کہ آدمی بچہ اگر ایک جنگل بھر مال پاوے تو چاہے کہ دوسرا جنگل بھر ہو اور اگر دو جنگل بھر ہو تو چاہتا ہے کہ تیسرا جنگل ہو اور آدمی کے پیٹ کو کوئی
چیز نہین بھریگی سوائے قبر کی خاک کے اور جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرماتا ہے سعدی علیہ الرحمہ نے
اسی حدیث سے کہا ہے ع گفت چشم تنگ دنیا دار را ٭ یا قناعت پرکند یا خاک گور ٭ اور اللہ عزوجل نے اس مثل کو انکے قصہ مین بیان
فرما دیا تاکہ عبرت سے نظر کرنے والا اسمین غور کرے اور اس سے انوار حاصل کرے قال المترجم حدیث مین ہے کہ نیک بخت وہ شخص ہے جو دوسرے
کے حال سے اپنے لیے نصیحت حاصل کرے اور اللہ عزوجل نے حکم فرما دیا ہے کہ نیک بخت لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنے جنت مین ہونگے

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَا

اور جب سامنے ہوئے جالوت کے اور اوسکی فوجون کی بولے اے رب ہمارے ڈال دے ہم مین جتنی مضبوطی ہے اور ٹھہرا ہمارے پاؤن

انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَآتَاهُ

اور مدد کر ہماری اس کافر قوم پر پھر شکست دی انکو اللہ کے حکم سے اور مار ڈالا داؤد نے جالوت کو اور دی اسکو

اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ

اللہ نے سلطنت اور تدبیر اور سکھایا اسکو جو چاہا اور اگر دفع نہ کردے اللہ لوگون کو ایک کو ایک سے تو خراب ہو جاوے

الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا

ملک ولیکن اللہ فضل رکھتا ہے جہان کے لوگون پر یہ آیتین اللہ کی ہین ہم تجکو سناتے ہین

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝

تحقیق اور تو بیشک رسولون مین سے ہے

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ۔ جب یہ قلیل جماعت طالوت والی ظاہر ہوئی جالوت و اسکے لشکرون سے لڑنے کے ۱۲

لیے اور باہم صف بندی کی- قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا- تو وہ دعا مانگنے لگے کہ ہمارے رب ہم پر صبر ریز دے- وَّثَبِّتْ
اَقْدَامَنَا- اور ہمارے قدموں کو جما دے ف بایں طور کہ ہمارے دلوں کو جہاد کرنے پر قوی کر دے- وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكٰفِرِيْنَ- اور ہمکو کافروں یعنی جالوت والوں پر مدد دے- فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ- پس مومنوں نے کافروں کو توڑ دیا
اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے- وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ- اور داؤد نے جالوت کافر کو مار ڈالا ف اور داؤد اسوقت طالوت کے
لشکر میں تھے- وَاٰتٰىهُ- اے داؤد اللّٰهُ الْمُلْكَ- فی بنی اسرائیل- وَالْحِكْمَةَ- النبوت بعد موت شمویل وطالوت ولم یجتمعا لاحد
قبلہ- اور دیدیا اللہ تعالیٰ نے داؤد کو ملک یعنی بنی اسرائیل کی بادشاہت اور دی حکمت یعنے نبوت بھی بعد موت شمویل وطالوت کے
حالانکہ داؤد سے پہلے کوئی شخص پیغمبر و بادشاہ جامع نہیں ہوا- وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ- کصنعۃ الدروع ومنطق الطیر اور جو کچھ چاہا داؤد کو سکھلایا
ف جیسے زرہوں کا بنانا اور پرندوں کی بولی سمجھنا- وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ- اور اگر اللہ تعالیٰ کا دفع کرنا ان لوگوں کو بعض
کو بعض سے نہو- لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ- تو زمین میں فساد پھیل جاوے ف کیونکہ مشرکین غالب ہو کر جالوت والوں کی طرح مسلمانوں کو
قتل کریں اور مساجد اجاڑ دیں- وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ- ولیکن اللہ تعالیٰ اہل عالم پر فضل والا ہے ف پس
دور کر دیا بعض کو بعض سے- تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا- نقصہا- عَلَيْكَ- یا محمد- بِالْحَقِّ- بالصدق یعنے بیان کرتے ہیں
ہم ان آیتوں کو تجھ پر اے محمد ساتھ سچائی کے- وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ- اور بیشک تو انبیاء مرسلین سے ہے
ف خاتم النبیین ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش و یہود وغیرہ جو انکار کریں کفار ہیں تو ملعون دائمی ہوں- لقول الکفار لہ لست مرسلا یعنی
کافروں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ لست مرسلا- جیسا کہ آگے آویگا یعنے تو رسول نہیں ہے پس اللہ عز وجل نے ان منکروں پر رد
کر دیا اور تاکید شدید سے کہ جملہ اسمیہ اور ان تاکید یہ اور لام تاکید وغیرہ ہے ف جسقدر مفسر رحمہ اللہ نے تفسیر میں ذکر کر دیا ہے وہ آیت کی تفسیر
کے واسطے کافی وافی ہے اور بیان داؤد علیہ السلام وقتل جالوت کا قصہ ہے اور اسکے متعلق دیگر روایات ہیں جنکو ابن کثیر رحمہ اللہ نے
اسرائیلیات میں سے قرار دیا ہے یعنے وہ بنی اسرائیل سے مسلمانوں نے روایتیں لی ہیں پس اللہ تعالیٰ انکی صحت کا دانا تر ہے ولیکن اہل تفسیر نے انکو ذکر کیا
اور میں چاہتا ہوں کہ محی السنۃ نے معالم میں جسطرح وارد کیا ہے اسکو کسیقدر زیادت و اختصار سے وارد کروں پس محی السنۃ نے معالم میں کہا
کہ اہل تفسیر نے بیان کیا ہے کہ طالوت کے ساتھ جن لوگوں نے نہر کو عبور کیا تھا ان میں داؤد کا باپ ایشا تھا پس داؤد بن ایشا ہوئے اور بعض
نے کہا داؤد بن زکریا بن یشوی از اولاد یہودا بن یعقوب ہے پس ایشا کے ساتھ انکے تیرہ لڑکے تھے اور داؤد ان سب میں چھوٹے تھے اور گوپھن سے پتھر مارنے کے
مشتاق تھے پھر جالوت کو جب یہ خبر پہونچی اور لشکر برابر ہوئے تو اسنے طالوت سے کہلا بھیجا کہ میں تنہا میدان میں آتا ہوں تو خود میرے مقابل ہو
یا کسی مقابل کو بھیج اگر اسنے مجھے قتل کیا تو میری بادشاہت تمہاری ہے ورنہ تمہاری بادشاہت میری ہے پس یہ طالوت پر گراں گزرا اور اپنے
لشکر میں آواز دی کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے اسکے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ دوں اور آدھی بادشاہت اسکو دیدوں مگر جالوت سے خوف کرکے
کسی نے جواب نہ دیا پس طالوت نے شمویل پیغمبر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ دعا کریں فرمایا مجھے ایک شیشی روغن قدس کی نشانی ملی کہ جسکے سر پر رکھنے سے
خود جوش کرے وہی جالوت کا قاتل ہے کسی کے سر پر جوش نہ کیا مگر دوسری مرتبہ وحی سے پسران ایشا معلوم ہوئے اور بارہ بیٹے جو تناور مثل ستونوں کے تھے کسی کے
سر پر روغن مذکور نے جوش نہ کیا مگر داؤد علیہ السلام کے سر پر آ وجہ ایک شخص کوتاہ قامت سرخ رنگ تھے اور روغن قدس انکے سر پر جوش کرکے تمام سر میں
مثل تاج کے رہا اور کسی طرف نہیں بہا اور طالوت نے پوچھا کہ تم اپنے میں کوئی نشانی پاتی ہو کہ جالوت سے شخص کو قتل کرو- کہا کہ ہاں میں بکریاں چراتا ہوں اور

ف اختلف ... داؤد بن ایشا بن عوبد بن باعز بن سلمون بن نحشون بن عمیناذب بن ارم بن حضرون بن فارص بن یہودا بن یعقوب علیہ السلام

گا ہے شیر یا چیتا یا بھیڑیا اسکو پکڑ لیتا ہے اور مین اللہ تعالیٰ کی مدد و قوت سے اسکے کلّے چیر ڈالتا ہون اور اسکے منھ سے بکری نکال لیتا ہون پھر داؤد علیہ السلام
راہ مین گذرے تو کئی پتھر اٹھا کر اپنی جھولی مین رکھ لیے پھر جب لشکرون نے باہم صف بندی کی اور جالوت میدان مین نکل آیا اور اس نے
مقابل طلب کیا تو داؤد اس سے لڑنے چلے اور طالوت نے انکو گھوڑا و ہتھیار وغیرہ سامان حرب دیے جب داؤد میدان مین پہونچے تو پھر
لوٹے اور طالوت کے گرد والون نے کہا کہ لڑکا ڈر گیا اور یہ اسوقت درجہ بلوغ کو بھی نہ پہونچے تھے پس طالوت نے پوچھا کہ کیا ہے تو داؤد نے کہا کہ
اگر اللہ عز وجل مجھکو مدد و فتح نہ دیگا تو یہ تمھارے ہتھیار وغیرہ میرے کام نہ آوینگے تم مجھے جیسے مین چاہتا ہون جانے دو طالوت نے کہا کہ تمھاری خوشی
پس داؤد نے جھولی ڈالی اور گوپھن لیا اور چلے اور جالوت مرد قوی ہیکل تھا اور دلیر تھا کہ تنہا لشکرون کو بھگاتا تھا مگر داؤد کو دیکھکر ہیبت ناک ہوکر
بولا کہ اسے لونڈے تو لڑنے آیا ہے اور یہ ڈھیلے لیکر چلا ہے جیسے کتے کو مارنے چلتے ہین داؤد نے کہا کہ ہان اور تو کتے سے بدتر ہے اسنے کہا کہ ضرور ہوا
کہ تیرا گوشت درندون کو بانٹون داؤد نے کہا یا تیرا گوشت اللہ تعالیٰ بانٹیگا پھر داؤد نے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر گوپھن مین پتھر رکھکر مارا تو اللہ تعالیٰ
کی نصرت سے اسکے خود آہنی پر پڑا اور اسکا دماغ توڑ کر لشکریون مین سے تیس مرد کو قتل کیا اور جالوت مردہ ہوکر گر پڑا اور اسکے لشکر والے
نہایت خوفناک ہوے اور طالوت و مسلمانون کے حملہ کی تاب نہ لا کر بھاگے اور داؤد نے جالوت کو کھینچکر طالوت کے سامنے ڈالدیا اور
اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فتح دی اور طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا اور لوگون نے داؤد کا ذکر زیادہ کرنا شروع کیا اور انھین کی طرف
مائل ہوے اور طالوت نے حسد کی اور بعد شمویل علیہ السلام کے ظلم و غارت کرنا شروع کیا اور داؤد ایک پہاڑ پر چلے گئے کہ وہان عبادت
مین مشغول رہتے پھر طالوت کے چالیس برس سلطنت کے بعد بادشاہت داؤد پر مقرر ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انکو نبی کر دیا اور انھون نے
سات برس بادشاہت کی اور بنی اسرائیل مین انسے پہلے کوئی شخص ایسا نہین ہوا کہ نبی و بادشاہ دونون ہووے چنانچہ فرمایا۔ واٰتاہ اللہ
الملک والحکمۃ یعنی دونون داؤد کے واسطے جمع کر دین اور فرمایا وعلمہ مما یشاء۔ اور قصہ داؤد مین فرمایا ہے وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم
یعنی حرب کی زرہ بنانی سکھلائی اور انکو زبور دی اور اسکا لحن سکھلایا اور پرندون کی بولی سمجھنی سکھلا دی اور انکے قصہ مین انشاء اللہ تعالیٰ
آویگا قولہ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین۔ اور یہ مانند قولہ تعالیٰ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم
ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا الآیۃ۔ اور ابن جریر نے ابن عمر سے مرفوعا روایت کی کہ اللہ تعالیٰ
ایک مسلمان صالح کی وجہ سے اوسکے پڑوسی سو گھرون پر سے بلا کو دور کرتا ہے پھر ابن عمر نے پڑھا ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض
لفسدت الارض الآیۃ ورواہ احمد ایضا۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اسناد ضعیف ہے کیونکہ یحیی بن سعید بن العطار الحمصی راوی بہت ضعیف ہے
اور جابر بن عبد اللہ سے مرفوعا روایت کی کہ اللہ تعالیٰ مسلمان صالح کی وجہ سے اوسکے فرزند اور پوتے اور گھر والے و پڑوس والے کو خوش رکھتا ہے
اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان مین رہتے ہین جب تک وہ ان مین ہو۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اسکی اسناد مین بھی یحیی بن سعید العطار
الحمصی راوی ہین پس یہ بھی ضعیف ہے پھر ابن کثیر نے ابو بکر بن مردویہ کی روایت سے حضرت ثوبان رضہ سے مرفوعا روایت کی کہ برابر تم مین
سات شخص ایسے رہین گے کہ انھین کی وجہ سے تم مدد دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے بارش کا پانی دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے
رزق دیے جاؤگے یہانتک کہ قیامت قائم ہو اور نیز ابن مردویہ نے عبادہ بن الصامت سے مرفوعا روایت کی کہ میری امت مین ابدال
تیس شخص رہینگے انھین کی وجہ سے تم رزق دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے بارش کا پانی دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے مدد دیے جاؤگے
قتادہ نے کہا کہ مین امید کرتا ہون کہ حسن بصری انھین مین سے ہو قال المترجم بعض روایات مین چالیس اور بعض مین چار اور بعض مین

پانچ سو کی تعداد مروی ہو ولیکن قسمین الگ الگ ہین اور شوکانی نے اپنے موضوعات مین اسکو وارد کرکے اسکی تحسین کی ہو کہ
طرق اسکے بعض کے بعض معاضد اور بعض حسن ہین اور بالجملہ یہ بات حدیث سے ثابت ہو اور شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے جو
فتوح الغیب مین ابدال کی بابت تقریر کی ہو اوسکا حاصل یہ ہو کہ وے لوگ اپنے خطرات اور اختیارات سے بالکل باہر ہین اور کھانا پینا چلنا بولنا
اُٹھنا بیٹھنا سب انکا جب ہی ہوتا ہو کہ عالم غیب سے اسکا خطور انکے اندر ہو ولیکن انوار ایمان اور راہ حق انمین ظاہر ہو اور انکی صحبت موجب کمال ایمان و
مغفرت ہو واللہ تعالےٰ اعلم ف۲ شیخ محی الدین بن العربی رحمہ نے لکھا قولہ تعالےٰ طالوت ملکاً- اور یہ مرد فقیر تھا سو بنی اسرائیل نے اسکو
بادشاہت کے واسطے قبول نہ کیا اسواسطے کہ استحقاق بادشاہت وریاست کا عوام کے نزدیک یہ ہو کہ خارج کی سعادت
اسمین ہو یعنے مال ونسب ہو پس انکے نبی علیہ السلام نے انکو تنبیہ کردی کہ بادشاہت کا استحقاق دو باتون سے ہوتا ہو انمین سے ایک
سعادت روحانی ہو اور وہ علم ہو اور دوسری سعادت بدنی ہو یعنے اسکے قوی خوب درست ہون اور جسم دراز ہو چنانچہ کہا وزادہ بسطۃ فی العلم
والجسم واللہ یوتی ملکہ من یشاء واللہ واسع علیم- پس وہ مال بھی دیدیتا ہو جیسے بادشاہت دیتا ہو اور جانتا ہو کہ کون اسکا استحقاق رکھتا ہو
اور اسمین کتنے مال کی ضرورت ہو اسقدر اسکو دیدیتا ہو- وقال لهم نبيهم ان آية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم- پھر بیان فرمایا کہ
ملک کے استحقاق کی ایک اور علامت ہو وہ یہ ہو کہ مخلوق اسکی اذعان پر ہو اور اسکی ہیبت و وقار لوگون کے دلون مین ہو اور لوگون کے دل اسکے
ساتھ محبت کرین اور اسکے حکم کو دل سے قبول کرین کہ اسکی فرمانبرداری اور انقیاد پر مطیع ہون اور اسکو عجم والے قدیم لوگ فارس کے خورہ کہتے تھے اور
بادشاہان کیان کے ساتھ خورہ ہی مخصوص تھا پھر انکے بعد اسکو فر کہنے لگے چنانچہ فریدون مین فر قرار دیتے تھے اور کیکاؤس سے فرۂ ایزدی جاتا رہا تھا
پھر انھون نے اسکو کیخسرو مین پایا اور یہان اسکو تابوت کے نام سے بیان کیا یعنی جسکی طرف امور کا مرجع ہو اسواسطے تابوت بروزن فعلوت
از توب ہو اے تمھارے پاس اسکی جہت سے وہ چیز آجاویگی جو اسکی بادشاہت ثابت ہونے کے واسطے چاہیے ہو یعنی اذعان وطاعت وانقیاد
ومحبت جو اللہ دلون مین ڈالدیگا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین رعب کے ساتھ ایک مہینہ کی راہ تک فتح دیا گیا ہون
یا وہ حالت نفسانیہ اور ہیئت ہو جو اسکی صحت بادشاہت پر دلیل ہو- فیہ سکینۃ من ربکم یعنے وہ چیز ہے جسکی طرف تمھارے دلونکو سکون ہو
وبقية مما ترك آل موسى وآل هرون- یعنے جوان دونون نے اپنی اولاد مین ایک معنی چھوڑے جسکو فر کہتے ہین اور وہ ایک نور ملکوتی ہے
کہ نفس اوس سے روشن ہوجاتا ہو کیونکہ ملکوت سماوی سے مل جاتا ہو اور عالم قدرت سے اوسکے حاصل ہوجانے پر علم سیاست اور تدبیر
ملک وحکمت سے زینت حاصل ہوجاتی ہو تحمله الملائكة اور یہ تمھارے پاس آسمانی فرشتون کی وساطت سے نازل ہوگا- اور ممکن ہو کہ
کہا جاوے وہ کوئی صندوق تھا جسمین طلسم تھا جیسے لشکرون کی فتح وفیروزی کے طلسمات ہوتے ہین بنا بر آنکہ روایت کیا گیا ہے
کہ اسمین ایک صورت تھی جسکا سر آدمی اور بلی کا اور دم مانند بلی کے تھی جیسے فریدون کے وقت مین درفش کاویان تھا- بنهر-
وہ طبیعت جسمانیہ کا منہل ہو فمن شرب منه فليس منى- اے جنے اسمین سے افراط سے آسودہ ہوکر پیا وہ میرے لوگون مین سے نہین اسواسطے
کہ طبیعت کے پابند اور خواہشون کے بندے مخلوق الٰہی مین سے نہایت ذلیل وعاجز ترین انکو کہان قوت ہو کہ جالوت نفس امارہ سے قتال کرین
اور نہ وے جالوت قوم عمالقہ سے جو دشمن دین تھا قتال کرسکتے تھے اسواسطے کہ انکو جمیعت وتشنہ نہین ہو الا من اغترف غرفة بيده- اے
سواے اسکے جنے اسمین سے قدر ضرورت واحتیاج پر قناعت کی بدون اسکے کہ وہ شخص اسمین حریص ہو اور منہمک ہو فشربوا منه
اسمین انکا کرلی گئے اور اسمین منہمک ہوگئے- الا قليلا منهم- مگر انمین سے تھوڑے اسواسطے کہ جو لوگ ایسے ہین کہ طبیعت کی پلیدیون

سے پاک اور اسکے لگاؤ سے الگ اور اسکے میل سے صاف ہین وہ اپنے سواے دوسرون کی بہ نسبت تھوڑے ہین قال اللہ تعالےٰ وقلیل ماھم۔ اور فرمایا۔ وقلیل من عبادی الشکور۔ اور یہ وہی لوگ تھے جو یقین کے ساتھ ایمان لائے تھے اور نور یقین سے جانتے تھے کہ غالب ہونا کچھ کثرت پر نہین بلکہ مدد الٰہی پر ہے پس قوت یقینی کے معائنہ پر صبر کرکے ظفر پائی مترجم کہتا ہو کہ بحمد اللہ تعالےٰ پارہ دوم کی تفسیر مع اشارات تمام ہوئی اور آیندہ پارہ سوم شروع ہوتا ہو اور واضح رہے کہ مترجم عفا اللہ عنہ کو راے دی گئی کہ اس تفسیر نفیسہ سے استفادہ حاصل کرنے والے دو قسم کے برادران اسلام ہین بعض وہ کہ جنکو فارسی اردو مین مہارت ہو اور بعض وہ ہین کہ جنکو فی الجملہ عربی زبان مین مداخلت ہو اگرچہ پورے عالم نہون پس تفسیر مین صرف گروہ اول ہی پر نظر مقصود نہونا چاہیے کہ کوئی تحقیق فقہی یا تدقیق علمی بالکل نہ لائی جاوے بلکہ عام فہم مضامین کے ساتھ مین ایسے علوم بھی درج کیے جاوین کہ جنکے استفادہ سے فی الجملہ عربی دان مسلمان انکو اردو بیان سے حاصل کرکے درجہ عالم پر پہونچ جاوے تو اس مجموعہ لطیف کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جماعت اول اپنے لائق مضامین سمجھ لینگے اور باقی جو انکی سمجھ سے زائد ہون انکو جماعت دوم حاصل کرلین گے لہذا تنبیہ کردی گئی کہ جن دقیق مضامین کو عام اہل اسلام نہ سمجھین تو تنگدل نہون کہ وہ علوم دوسری جماعت کے لیے ہین اور اسنے جماعت اول بھی سمجھ سکتے ہین واللہ تعالےٰ الموفق والمعین والحمد للہ رب العالمین۔ تم الجزء الثانی ویتلوہ الثالث من قولہ تعالےٰ تلک الرسل

## افادۂ اصولیہ

آیات و احادیث سے احکام فقہیہ استخراج کرنے کے لیے چند امور معلوم کرنا ضرور ہین آیات و حدیث مین کبھی درواقع مخالفت نہین ممکن ہو لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہم لوگون کو آیات قرآنیہ تو قطعی متواتر پہونچی ہین اور احادیث بروایت ثقات بطور صحیح حاصل ہوئین چنانچہ مقدمہ مین بیان ہوچکا پھر بعض کو مقدم و موخر و ناسخ و منسوخ معلوم نہونے سے ظاہر مین ایسا معلوم ہوتا ہو کہ آیت سے جو حکم نکلتا ہو وہ حدیث مین دوسری طرح مروی ہو پس ایسی صورت مین تلاش سے جمع کرنا چاہیے اور استخراج حکم کے لیے چند اصول ہین (اول) نص آیت یا حدیث مین جو کلمہ مستعمل ہوا اگر وہ معنی معلوم کے لیے موضوع ہو تو خاص کہلاتا ہو جیسے زید ایک شخص خاص ہو۔ مرد ایک جنس خاص و عورت دیگر جنس خاص ہو اور انسان نوع خاص ہو اور یہ اصطلاح منطق کے خلاف ہو اور کبھی اصول مین یون کہتے ہین کہ انسان جنس خاص ہو اور جنس کے تحت مین مرد ایک نوع خاص و عورت دیگر نوع خاص ہو۔ ثلاث عدد خاص ہو (دوم) اگر کلمہ جامع و شامل جماعت ہو تو عام ہو جیسے جو چیز۔ یا جو شخص۔ وغیرہ۔ پھر عام سے کبھی بعض افراد کی تخصیص ہوجاتی ہو اور ضرور ہوا کہ حنفیہ علما کے نزدیک اب قطعی عام کی تخصیص بھی قطعی دلیل سے ہو پھر جب ایک مرتبہ تخصیص ہوچکی تو آیندہ ظنی رہگیا تو ظنی دلیل سے بھی تخصیص ہوسکتی ہو (سوم) کلام جس مقصود کے لیے بولا گیا اسمین نص ہو اور ظاہر جو بات اس سے نکلتی ہو وہ ظاہر ہو (چہارم) آیت و حدیث کے جمع کرنے کا طریقہ یہ ہو کہ آیت و حدیث متواتر و اجماع متواتر تو قطعی ہین اور حدیث مشہور سے قرآن پر بڑھانا جائز ہو۔ حدیث احاد صحیح اس معنی مین بدرجہ قطعی نہین کیونکہ اسناد ظنی ہو اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین سب قطعی تھے اگر کبھی ظاہر مین یون نظر آوے کہ آیت و حدیث مین موافقت نہین ہو تو علمی اجتہاد سے دونون مین موافقت کا طریقہ سمجھو اور اگر تخصیص ہوسکے تو تخصیص کرو اور اگر نہ ہوسکے تو مقدم و موخر معلوم کرکے ناسخ منسوخ دیکھو اور بقدر ضرورت مقدمہ مین بعض وجوہ اصولی دیگر مذکور ہین اور ان اصول کا عملدرآمد کرنا خود آیات کی تفسیر مین موجود ہو۔ واللہ تعالےٰ ھو الموفق والحمد للہ رب العالمین ط

متبرک کتاب کو بہت تصحیح کے ساتھ شائع کیا ہے اسکی تہذیب اس طور پر رکھی گئی ہے کہ متن بخط نسخ اور شرح امام نووی بخط نستعلیق ہے حاشیہ پر مولانا مولوی سید امیر علی صاحب مرحوم کے فواید مزید درج ہین اسکی تصحیح مین خاص اہتمام کیا گیا ہے اول اسکو ایک مصری نسخہ سے ملایا اور بعد کو اور کئی نسخون سے مقابلہ کرنے کے بعد شایع کرایا گیا اور جملہ اختلافات بھی درج کیے گئے ہین - چونکہ مطبوعۂ سابق کا سائز بہت بڑا تھا اسلیے اسمین ترمیم کرکے اسکو ۲۰×۲۶/۸ (۱/۸) پیمانہ پر طبع کیا ہے - کتاب کے نایاب ہونے کی وجہ سے اسکی فرمائشات بہت کثرت سے آرہی ہین لہذا آپ کو جسقدر خریداری منظور ہو جلد آرڈر د یجیے کہ طبع ثانی کا انتظار نکرنا پڑے کاغذ سفید - خط پاکیزہ -

## فقہ اُردو

**غایۃ الاوطار** - ترجمہ اُردو دُرِّ مختار مترجمۂ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلد ہین -

**راہ نجات** - ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ -

**مفتاح الجنت** - از مولوی کرامت علی جونپوری -

**حقیقۃ الصلوٰۃ** - مع رسالہ بے نمازان -

**ترجمۂ فتاوی عالمگیری** - کامل ہر چار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اول مترجمۂ مولانا احتشام الدین و مابقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمۂ مولانا امیر علی -

**کشف الحاجات** - ترجمۂ اُردو مالابدمنہ از مولوی محمد نور الدین -

**عدالآثام** - یہ ایک جدید الطبع کتاب ہے جسمین مصنف نے تمام اُن باتون کا تفصیل ذکر کردیا ہے جنکا مرتکب ہونے والا گنہگار قرار پاتا ہے اسمین صغایر و کبائر تمام گناہون کا بیان ہے اور اسکا پڑھنے والا ان تمام باتون سے متنبہ ہو جاتا ہے جو شرعًا ناجائز ہین -

**مرآۃ الصلوۃ** - یہ بھی کتاب جدید الطبع ہے جسمین وضو اور نماز کے تمام مسائل نہایت عمدگی سے بیان کیے ہین - از مولوی محمد مرتضی صاحب بندوی اعظمی -

**ہزار مسئلہ** - شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالی (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل - مولفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام -

**شرع محمدی** منظوم - مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری -

**تنبیہ الغافلین** - مسائل دینیہ -

**حیرت الفقہ** مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -

**جواب السائلین** - بطور استفتا -

**کنز الدقائق** - اُردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان -

**چہل مسائل فقہ** - از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -

**اشرف المسائل** - از مولوی اشرف علیخان -

**رسالہ تجہیز و تکفین میت** - از محمد عمر -

## فقہ فارسی

**ہدایہ** - پیشانی پر اصل عربی اور نیچے مین ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے دو مجلد کامل -

**شرح سفر السعادت** - از مولانا عبد الحق دہلوی معروف -

**حجج الحجج** مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ -

**تبیان** - در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین -

**بدائع منظوم** - مسائل فقہ بنظم فارسی از ملا ناظم علی رحمۃ اللہ -

**نام حق** مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری -

**مائۃ مسائل** - سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ -

**شرح وقایہ فارسی** - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی -

**مسلک المتقین** - مرغوب علمائے ولایت از مولوی اللہ یار خان -

**فتاوی برہنہ** - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -

**قدوری** - مترجمۂ مولانا ابو القاسم -

**شرح فارسی مختصر وقایہ** - از عبد الرحمن جامی -

**کنز فارسی** - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ -

مالابد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ -

شرح مختصر وقایہ کو پیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی -

رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -

رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان

## فقہ عربی

برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح -

جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول -

فتح القدیر - [illegible] شرح ہدایہ [illegible] کمال الدین ابن الہمام [illegible] مستند [illegible] شرح مشہور [illegible] آخر میں تکملہ [illegible] الدین آفندی کامل چار جلد [illegible]

ہدایہ - با حاشیہ جدید نہایت معتبر [illegible] مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل -

۱- جلدین اولین عبادات -

۲- جلدین آخرین معاملات -

فتاوائے عالمگیری - ہر چہار جلد کامل [illegible]

ہدایہ شرح الکفایہ - از سید جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد۔ حواشی اس شرح ہدایہ [illegible] حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہیں بتفصیل ذیل -

ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح -

ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب -

فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور قاضیخان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل -

شرح وقایہ خرد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم -

ذخیرۃ العقبیٰ - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف -

اشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول -

ملا مسکین - از [illegible] محشی جدید -

کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب -

مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول

عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد میں -

(۱) جلدین اولین عبادات میں -

(۲) جلدین آخرین معاملات میں -

مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعہ درسی متداول -

عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم

## اخلاق و تصوف اردو

جامع الاخلاق - ترجمہ اخلاق جلالی -

باب دانش - مولفہ مولوی محمد کریم بخش -

اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ترجمہ عوارف المعارف - کامل دو جلدین مترجمہ مولانا ابو الحسن فرید آبادی -

خزینہ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش -

بحر الحقیقت - اصلاح نفس میں

آبحیات - اخلاق و موعظت میں مصنفہ منشی کامتا پرشاد -

کیمیائے حکمت - حصہ اول بیان شرائف علم و ادب -

تہذیب الاخلاق - مولفہ مولوی نجم الحق -

پیراہن یوسفی - اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اردو میں حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل - دو جلدین بتفصیل ذیل -

(جلد اول) ترجمہ دفتر اول ۲ و ۳ -

(جلد دوم) ترجمہ دفتر ۴ و ۵ و ۶ -

شجرۂ معرفت محشی منتخبات مثنوی مولانا روم مترجمہ سید غلام حیدر صاحب -

تحفۂ سروری - نظم آداب عبادت جملہ مصنفہ از منشی غلام سرور [illegible]

کنز الاسرار - ترجمہ اردو نظم شاہ بو علی قلندر قدس سرہ ہموزن مثنوی از مولوی سید غلام حیدر خان -

چشمۂ فیض - نظم ترجمہ اردو پندنامہ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہ از مولوی عبد الغفور خان بہادر -

مذاق العارفین - ترجمہ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار کامل در دو مجلد

تہذیب حسانی - مولفہ حکیم احسان علی

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی مشتمل لامع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف حقائق ذخیرہ رموز دقائق یعنی تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی و تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کے ساتھ اردو میں بہت مفید التزامات کی رعایت سے لکھی گئی

الموسوم بہ

# تفسیر مواہب الرحمٰن

المشتہر بہ

# جامع البیان

مصنفہ

جبر العلوم العقلیہ والنقلیہ بحر الفنون الفرعیہ والاصلیہ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد المبتدعین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ الاماثل مشتہر بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب مترجم فتاوی عالمگیری و عین الہدایہ [illegible] باہتمام [illegible]

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحسن و خوبی چھپی

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ایک کثیر ذخیرہ ہمیشہ فروخت کے لئے موجود رہتا ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے بلا قیمت مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اُن مین بعض کتب اردو و فارسی و عربی مختلف فنون کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

## تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدین۔
کاغذ حنائی ۸ء
کاغذ سفید گندہ ۶ء
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین ۲؍
تفسیر سورۂ یوسف چہار مصرعہ از مولوی اشرف علی ۵؍
پنجسورہ مترجم با ترجمہ اردو ۲؍

## ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط بلا جلد ۶ء مجلد ۷ء
تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا معین ہروی تصوف ۲؍

## ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام یہ کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب تھی بلکہ اپنے خزانہ کی منزلت کیسے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط۔ فرعون و قارون کا نام بے نقط۔ روات کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا تھا جیسا سُنا تھا ویسا ہی پایا مطبع کی تمام تر کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا اور بہت عمدہ چھپا۔ بلا جلد ۱۲ء مجلد ۱۳ء
فتح الخبیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی مطبوعہ نمبر ۴؍

## احادیث اُردو

مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدین ہے حامل المتن یعنے اوّل عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اُسکا ترجمہ اُردو مین۔ للعہ
تحفۃ الاخیار۔ ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔ ۲؍
ترجمہ جامع ترمذی۔ حامل المتن جلد اوّل مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہین۔ جلد اوّل زیر طبع۔
ایضاً۔ جلد دوم حسب مراتب بالا۔

## حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات ہین۔ ۲۵ء مجلد ۲۸ء زیر طبع

## ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف۔ ۷ء
سنن ابی داؤد منجملہ صحاح ستہ ایک یہ بھی ہے کامل دو جلدین از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ معروف زیر طبع
دلائل الخیرات۔ با ترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسمائے حسنے معروف ۸؍
زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل۔ ذخیرہ احادیث مولانا غلام یحیی ۵؍

## فقہ اُردو

غایۃ الاوطار۔ ترجمہ اُردو دُر مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدین ۱۶ء
راہ نجات ضروری مسائل نماز روزہ وغیرہ ۱؍
مفتاح الجنۃ از مولوی کرامت علی جونپوری ۵؍

# تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ

یہ سب رسول ہین بڑائی دی ہم نے ایک کو ایک سے کوئی ہی

مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ

کہ کلام کیا اللہ نے اور بلند کیے بعض کے درجے اور دی ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو نشانیان کھلی اور زور دیا اسکو روح پاک کے ساتھ اور اگر چاہتا

اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

۲۵۳ اللہ نہ لڑتے وہ لوگ جو کہ بعد ان نبیون کے اُمتی تھے بعد اسکے کہ پہونچے ان کو کھلے حکم ولیکن ان مین پھوٹ پڑی

ع ۵ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝

سو کوئی ان مین یقین پر رہا اور کوئی منکر ہوگیا اور اگر چاہتا اللہ تعالےٰ تو نہ لڑتے ولیکن اللہ تعالےٰ کرتا ہی جو چاہتا ہی

تِلْكَ ۔ مبتدا الرُّسُلُ صفتہ وخبرہ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى الْبَعْضِ بتخصیصہ بمنقبۃ لیست لغیرہ ۔ یعنے تلک الرسل مبتدا ہے موصوف ہی اور خبر اسکی فضلنا بعضہم علی بعض ہی المعنے یہ رسول ہین جنکا یہ مرتبہ ہی کہ ہمنے بعض کو بعض پر فضیلت دی ف اس طرح فضیلت دی کہ بعض کو مخصوص کیا ایسے منقبت سے جو دوسرے کے لیے نہین ہی ۔ اور اسکا جاننا ہر پیغمبر مین سوائے اللہ تعالیٰ کے غیر ممکن ہی ۔ ہان بعض خصائص بتلائے گئے ہین چنانچہ فرمایا مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ ۔ ان مین بعض وہ کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ف جیسے موسیٰ علیہ السلام ۔ اور حدیث صحیح مسلم مین ہی کہ آدم علیہ السلام بھی نبی مکلم تھے ۔ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ اور ان مین سے بعض کے درجات بلند کیے ف وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین کہ باقیون پر آپ کے درجات بلند فرمائے بایں طور کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت رسالت کو عام فرمایا اور نبوت کو آپ پر ختم فرمایا اور آپکی اُمت کو باقی سب اُمتون پر فضیلت دی اور کثرت سے معجزات عطا کیے اور خصائص عدیدہ سے اختصاص دیا اور مترجم کہتا ہی کہ آیت کی تفسیر مین یون کہا جائے کہ بعض کے درجات بلند کیے اور ان عالی مراتب پیغمبرون مین سب سے بلند مرتبہ حضرت سیدنا سرور عالم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہین ۔ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ اور ہمنے عیسیٰ پسر مریم کو بینات یعنے معجزات ظاہرہ عطا کیے ف اور باوجود ان معجزات کے کہ مردہ کو باذن اللہ زندہ کرتے و اندھے کوڑھی کو باذن اللہ اچھا کرتے و مانند اسکے مزید اختصاص یہ کہ ۔ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۔ اور ہمنے اسکو روح القدس یعنے جبرئیل سے تائید و تقویت دی ف کہ جہان جاتے روح القدس انکے ساتھ رہتے تھے ۔ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۔ ہدی الناس جمیعا ۔ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۔ بعد الرسل ای اممہم ۔ اور اگر چاہتا اللہ تعالےٰ یعنے ہدایت دینا سب لوگون کو چاہتا تو نہ لڑتے وہ لوگ کہ بعد انکے ای بعد رسولون کے تھے یعنے انکی اُمتین باہم لڑائی نہ کرتین یعنے اختلاف یا حقیقی لڑائی کہ عیسیٰ کے بعد انکی امت تین فرقے ہوکر باہم قتال کرتے حتی کہ ہر فرقہ مارا گیا حالانکہ اُنھون نے قتال کیا اس حالت مین کہ ۔ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۔ بعد ازانکہ ان امتون کے پاس دلائل واضحہ آچکے تھے ف پھر بھی اس طرح باہم لڑمرے کہ آپس مین اختلاف کیا اور بعض نے بعض کو گمراہ قرار دیا ۔ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا ولیکن اُنھون نے اختلاف ہی کیا ف بسبب اسکے کہ مشیت الٰہی مین یون ہی جاری تھا ۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ ۔ پس ان مین سے بعض گروہ تو ایمان پر جما رہا ۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۔ اور ان مین سے بعض نے کفر کیا ف بعد ایمان کے جیسے نصرانی کہ بعد مسیح علیہ السلام کے کافر

ہوگئے حتیٰ کہ جو فرقہ یہ کہتا تھا کہ مسیح رسول اور بندہ تھا اسکو سب نے ملکر قتل کیا اور جو بچا وہ غارون و جنگلون مین گم ہوگیا۔ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ۔ اور اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوتا تو نہ لڑتے ولیکن اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے ف یعنی جسکو چاہتا ہے توفیق دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے خوار کرتا ہے۔ کلم از تکلیم ای کلام کرنا پس کلم اللہ ای کلمہ اللہ۔ یعنے اس سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور اس سے صریح ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اور یہی مذہب سب اہل سنت و جماعت کا ہے اور سلف و خلف سب اسپر متفق ہین اور انبیاء علیہم السلام نے برابر اسکی خبرین دی ہین لیکن فرقۂ معتزلہ جو فلاسفہ کا جھوٹا کھانے والا ہے وہ اس سے انکار کرتا ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت عام ہونے کے یہ معنے ہین کہ تمام دنیا مین قیامت تک جو شخص سنے اسپر واجب ہے کہ آپ پر ایمان لاوے ورنہ کافر مریگا اور آپ سے پہلے انبیا مین یہ تھا کہ نبی خاصۃً ایک قوم کے واسطے مبعوث ہوتا تھا پھر واقع ہوا کہ قولہ ما اقتتل الذین۔ کی تفسیر ما اختلف الذین۔ یعنے باہمی قتال سے مراد باہمی اختلاف ہے کیونکہ اسی اختلاف سے قتال تک نوبت پہونچتی ہے لہذا فرمایا۔ ولکن اختلفوا **مترجم**۔ کہتا ہے کہ اگر انبیا علیہم السلام کی امتون مین قتال مراد ہو جو **شیخ سیوطی** رح نے اختیار کیا تو وہ اسی طرح کہ اختلاف کرکے پھوٹ گئے اگرچہ حقیقۃً لڑائی نہوئی ہو یا اختلاف سبب قتال پیدا ہوا اگرچہ بعض امتون مین قتال نہوا اور بعض مین واقع ہوا جیسے حضرت عیسیٰؑ کے فرقون مین ہوا اور جیسے امت اسلامیہ مین پھوٹ کے بعد خوارج و روافض وغیرہ اہل السنۃ سے لڑمرے اور قولہ منہم من آمن یعنے ایمان پر ثابت رہا جیسے پیغمبر کے وقت مین تھا اور خوارج و روافض وغیرہ کیطرح پھوٹکر خارج نہوا اور اسمین اشارہ ہے کہ جو شخص وقت اختلاف کے ثابت قدم رہا اسکو ثواب بجان کردہ ہے اور حدیث مین بھی صحیح ہوا کہ جو شخص اختلاف اور فساد کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر ثابت رہا اور اسکو زندہ رکھا تو اسکو سو شہید کا ثواب ہے۔ اور اس مین صریح اہل السنۃ کا حق ہونا نکل آیا کیونکہ یہ لوگ اسی عقیدہ و اسی طریقہ پر جمے رہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا اور ہرچند خوارج و روافض و معتزلہ و جہمیہ وغیرہ نے اوہام و شکوک ڈالے مگر یہ لوگ ثابت قدم رہے اور آیت مین صریح دلیل ہے کہ یہ اختلاف و لڑائی موافق مشیت الٰہی عزوجل کے امتیون مین واقع ہونا ضروری ہے۔ اور حدیث مشہور مین ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ میری امت بھی باہم مختلف ہوجائیگی۔ تو معلوم ہوا کہ جو مشیت الٰہی پہلی امتون مین تھی وہ اس امت مین بھی جاری ہے اور اب یہ معجزہ سامنے آگیا کہ بعد آپ کے کسقدر اختلافات پھیل گئے۔ اگر وہم ہو کہ جب اختلاف موافق مشیت الٰہی ہے تو اللہ تعالےٰ اس پھوٹ پر راضی ہے جواب یہ کہ رضا و مشیت مین فرق ہے چنانچہ شیطان کا اور کفر کا وجود موافق مشیت ہے کیونکہ غیر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے پھر واقع ہو لیکن اللہ تعالےٰ کفر سے راضی نہین ہے پس اسنے ہدایت و ضلالت دونون پیدا کرکے ہر ایک کا انجام بتلا دیا کہ ہدایت پر اللہ تعالےٰ راضی ہوگا اور کفر پر ناراض ہوگا پس جسنے جو کچھ اختیار کیا اسی کا انجام پاویگا پس مشیت کے خلاف کچھ واقع نہین ہوسکتا ہے اسواسطے کہ اسکی مملکت مین وہی جاری ہوتا ہے جو اسکی مشیت ہو اور یہان سے معتزلہ کا قول باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صریح آگاہ فرمایا کہ اگر چاہتا کہ وہ لوگ باہم نہ لڑین تو نہ لڑتے اور معتزلہ کہتے ہین کہ اس نے چاہا کہ نہ لڑین مگر وہ لڑمرے اور یہ جہالت و کفر ہے **ذکرہ فی المدارک** پھر جاننا چاہیئے کہ تلک الرسل سے بعض نے کہا کہ یہی رسول مراد ہین جنکا قصہ سورہ مین مذکور ہے یا جنکا علم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا پس الف لام عہد کا ہوگا اور بعض نے کہا کہ تمام رسول مراد ہین اور الف لام استغراق کا ہے اور اسکی نظیر دوسری آیت کریمہ ہے کہ فرمایا۔ ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض وآتینا داؤد زبورا[1]۔ اور **بیضاوی** نے کہا کہ آیت کریمہ اس امر کی دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مراتب متفاوت ہین اور **ابن کثیر** رح نے کہا کہ حدیث معراج مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیا علیہم السلام کو مختلف آسمانون پر اپنے اپنے درجہ کے موافق متفاوت دیکھا چنانچہ پارہ پندرہ شروع معراج مین تمام تفسیر بسیط آوے گی قولہ منہم من کلم اللہ **شیخ ابن کثیر** وغیرہ نے ذکر کیا کہ جیسے موسیٰؑ علیہ السلام کہ ان سے کوہ طور پر کلام فرمایا اور فرمایا وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ اور جیسے

[1] اور فضیلت دی ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر اور دیا ہم نے داؤد کو زبور ١٢

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ سے شب معراج مین کلام فرمایا اور نہایت تقرب کے ساتھ کہ قاب قوسین او ادنیٰ کا وقت تھا اور معراج مین جبرئیل کا واسطہ نہ تھا حتےٰ کہ جبرئیل علیہ السلام وہانتک جانے سے باز رہے تھے اور یہان سے ظاہر ہوا کہ موسیٰؑ سے کلام کرنے مین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنے مین فرق عظیم ہے اور ایسے ہی آدم علیہ السلام سے کلام کیا جیسا کہ حدیث ابوذرؓ مین ہے جو صحیح ابن حبان وغیرہ مین مروی ہے اور مراد کلام کرنے سے بلا واسطہ کلام کرنا ورنہ بواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے تو سب انبیا سے واقع ہوا ہے اور قولہ ورفع بعضھم درجات جمہور مفسرین کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہین اور لفظ مبہم سے اسواسطے فرمایا کہ ذہن سوائے آپ کے اور کی طرف منتقل نہین ہوتا ہے اور یہ موجب مزید وقعت ہے گویا آپ ہی اس وصف کے واسطے متعین ہین اور کثرت سے روایات انبیاء سابقین سے مثل موسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وفواضل مین مروی ہین اور یہی کافی ہے کہ توریت وانجیل مین فضائل جلیلہ موجود ہین اور محی السنہ نے معالم مین اور ابن کثیرؒ نے تفسیر احزاب مابعد مین کہا کہ کسی نبی کو کوئی آیت نہین دی گئی ہے مگر آنکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مثل اسکے دی گئی اور اس سے زیادہ دیگر آیات دی گئین مانند شق القمر وحنین جذع آپ کے فراق مین و درختون وپتھرون کا سلام کرنا اور حیوان وبہائم کا کلام کرنا اور سجدہ کرنا اور آپ کی رسالت کی گواہی دینا اور آپ کی انگلیون کے درمیان سے پانی جاری ہونا مثل چشمہ کے وغیر ذالک معجزات وآیات ہین اور ان مین سے ظاہر تر قرآن ہے کہ آسمان وزمین والے اسکے مانند لانے سے عاجز ہوئے پھر حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین کوئی ہے انبیاء مین سے مگر کہ دیا گیا وہ آیات سے ایسی چیز کہ ایمان لایا اسکے مثل پر آدمی ورمین جو دیا گیا ہون تو وہ وحی خالص ہے کہ اسکو اللہ تعالےٰ نے میری طرف وحی کیا ہے پس مین امید کرتا ہون کہ قیامت مین میرے تابعین سب سے زائد ہون (الحدیث فی الصحاح) پھر کشمیہنی کی روایت سے بسند جید حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین فضیلت دیا گیا ہون انبیاء پر چھ باتون سے دیا گیا مین جوامع الکلم اور نصرت دیا گیا مین رعب سے اور حلال کی گئین میرے لیے غنیمتین اور کردی گئی میرے لیے تمام زمین جگہ نماز پڑھ لینے کی اور رسول کیا گیا مین تمام مخلوق پر اور ختم کیے گئے مجھ پر نبی (الصحاح ایضا) اور کمالین مین ہے کہ ابوسعید نیشاپوری نے شرف المصطفیٰ مین کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن خصلتون سے اور انبیاء پر مخصوص کیے گئے ہین وہ ساٹھ خصلتین ہین اور بعض نے **خازن** رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا سے افضل ہین کیونکہ آپ کی رسالت عام ہے لقولہ تعالیٰ۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا۔ یعنے ہمنے تو تجھکو تمام سب ہی لوگون پر رسول بناکر بھیجا کہ انکو خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا ہے **شیخ ابن کثیرؒ** نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ مسلمانون مین ایک شخص اور یہودیون مین سے ایک شخص مین باہم کلخپ ہوئی پس یہودی نے اپنی قسم مین کہا کہ نہین بلکہ قسم ہے اس ذات کی جسنے موسیٰ کو عالمون پر برگزیدہ کیا پس مسلمان نے اپنا ہاتھ اونچا کرکے یہودی کے منھ پر ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ او خبیث اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہودی مذکور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان کی شکایت کی پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم مجھے انبیا پر فضیلت سے مت بیان کیا کرو کہ قیامت کے روز لوگون کو بیہوشی طاری ہوگی پس مین پہلے افاقہ پاؤنگا پس مین موسیٰؑ کو عرش کے پایہ سے چپٹا پاؤنگا پس مجھے نہین معلوم کہ اسنے مجھسے پہلے افاقہ پایا ہے یا اس سے وہ بیہوشی بدلا کردی گئی جو اسکو کوہ طور پر ہوئی تھی اور ایک روایت مین ہے کہ مت فضیلت بیان کرو انبیا کے درمیان مین پس آیہ کریمہ اور اس حدیث مین کیونکر اتفاق ہے تو اسکا جواب کئی وجہ سے ہے اول آنکہ یہ امر جو آپ نے ارشاد فرمایا کہ فضیلت سے مت بیان کرو یہ پہلے اس سے تھا کہ آپکو وحی سے انبیا مین افضل ہونا معلوم ہو لیکن **شیخ ابن کثیرؒ** نے اس جواب کو ناپسند کیا اور اسکی وجہ **مترجم** کے نزدیک بھی ظاہر ہے اسواسطے کہ یہود کا مغلوب ہونا اس سورۂ مبارک کے بعد واقع ہوا ہے اور دوم یہ کہ بر سبیل تواضع ہے جیسا کہ فرمایا کہ تم مین سے کوئی مجھکو مت کہو کہ مین یونس بن متیٰ سے بہتر ہون حالانکہ

آپ جانتے تھے کہ مین انبیا سے افضل ہون چنانچہ خود فرمایا ہی انا سید ولد آدم یعنے مین اولاد آدم مین سے سب کا سردار ہون سوم یہ کہ تفضیل سے ممانعت
ایسی حالت مین فرمائی کہ خصومت وجدال کی حالت ہوتا کہ انبیا کے بارہ مین باہم تعصب نہو کیونکہ جسنے کسی پیغمبر کے واسطے تعصب کیا اور دوسرے
پیغمبر کی جناب مین کوتاہی سے نظر کی تو وہ کافر ہوجائے گا بلکہ فضیلت مین یہ امر قطعی ملحوظ رہے کہ ہر پیغمبر کو آفتاب کمال جانے پھر افضل کو اس سے
اوپر آفتاب جانے۔ اسیواسطے علمائے نے اس مقام کو عوام کے ہاتھ مین نہین دیا کیونکہ وہ ذرا سے وسوسہ شیطانی مین کافر ہو جاوینگے اور انکو خبر بھی نہوگی
**مترجم** کہتا ہی کہ اس زمانہ مین مولود خوان بہت اس مصیبت مین مبتلا ہوتے ہین۔ بالجملہ تعصب کی حالت مین ممانعت ہی اور اگر ایسی حالت نہو بلکہ
تحقیق وسلامتی کی حالت ہو تو تفضیل مین مضائقہ نہین ہی چہارم مراد یہ کہ محض اپنی راے اور جانبداری سے فضیلت مت دو۔ ان تمام جوابون پر
فضیلت دینا موافق آیت کے ثابت رہا اور پھر **ابن کثیر** نے پانچوان جواب نقل کیا کہ یہ مراد ہی کہ باہم انبیا مین تفضیل مت دو کیونکہ یہ مقام اللہ عزوجل
کی طرف راجع ہی تمھارے اختیار مین نہین ہی اور تمپر تو مان لینا اور اسپر ایمان لانا ہی واجب ہی یعنے آیت کریمہ سے اسقدر ثابت ہی کہ اللہ تعالے نے بعض کو
بعض پر فضیلت دی اور وہی جانتا ہی کہ کسکو کس پر فضیلت دی ہی اور تم نہین کسی دوسرے پر تفضیل دے سکتے ہو پس حدیث مین یہی مراد ہی کہ تم مت
کسی کو تفضیل دو اور اس زمانہ مین بعضے لوگ اسی جواب کو پسند کرتے ہین اور کہتے ہین کہ قرآن مین تو یہ خبر دی کہ اللہ تعالی نے انبیا مین سے بعض کو
بعض پر فضیلت دی ہی اور حدیث مین لوگون کو اپنی راے سے تفضیل دینے سے ممانعت ہی پس دونون مین تعارض نہین رہا اور حاصل اسکا یہ ہی
کہ لوگون کو نہین چاہیئے کہ کسی نبی کو دوسرے سے افضل کہین حتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی افضل نہین کہہ سکتے ہین **قال المترجم** اس مین شک
نہین کہ آیت کریمہ سے اسی قدر ثابت ہوتا ہی کہ اللہ تعالی نے بعض انبیا کو بعض پر فضیلت دی اور کلام مجید مین صریح منصوص نہین کہ کون کس سے
افضل ہی اور جب ہم حدیث کی طرف رجوع لاتے ہین تو تفضیل سے ممانعت کی حدیث ملتی ہی مگر قرآن مجید مین قولہ فضلنا مین تفضیل سے تکوین وایجاد
فضیلت مراد ہی یعنے اللہ تعالے نے انکو فضیلت کے ساتھ پیدا کیا ہی اور ہم لوگون کا تفضیل دینا اس معنے سے غیر ممکن ہی بلکہ لوگ تو فقط افضلیت
کی طرف نسبت بیان کرتے ہین اور حدیث مین لا تفضلوا مین فضیلت کی طرف نسبت دینے سے منع کیا گیا ہی پھر دیگر احادیث مین صرف حضرت
محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی عموم افضلیت صحیح ہوئی ہی پس ان احادیث سے ہمکو معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہین اور یہ نصوص صریح
ہین اور ممانعت کی حدیث محتمل تاویل ہی لہذا ائمہ اعلام نے اتفاق احادیث کے لیے حدیث منع مین تاویل کی اور احادیث افضلیت سے محمد مصطفے
صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے قائل ہوئے اور اجماع امت بھی اسی پر ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باقی انبیا علیہم السّلام بلکہ تمام
عالم سے افضل ہین **کما حکاہ الخازن رحمہ اللہ** پس ظاہر ہوا کہ اجماع امت کے برخلاف جو بعض لوگون نے کہا ہی وہ لغو مردود ہی
اور صحیح وہی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے افضل ہین لیکن بہت احتیاط سے باقی سب انبیا علیہم السّلام کو کمال ادب کے
ساتھ کامل آفتاب جانتا رہے پھر باقی انبیا علیہم السلام مین بوجہ عدم نص کے ہمکو تفضیل باہمی کا علم نہین اگرچہ عنداللہ تعالے انکے مراتب
مین فرق ہی اور مضائقہ نہین کہ قول جماعی پر اگرچہ وہ خود حجت قطعی ہی بعض دلائل پیش کرون از انجملہ محی السنہ کی روایت بطریق کشمیہنی کہ
فضلت علی الانبیاء بست ہی اگر کہا جاوے کہ شاید بعض انبیاء پر ہو تو جواب یہ ہی کہ الف لام سے معہود موجود نہین اور خلاف بلاغت ہی
بلکہ استغراق کا ہی بقرینہ مدح ودیگر احادیث باب کما سیاتی علاوہ برین بعض مراد لینا خلاف ظاہر بلادلیل ہی تو خلاف ظاہر بلادلیل جائز نہین ہی
اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ اللہ تعالے نے فضیلت دی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیا پر اور آسمان والون پر پس لوگون نے کہا کہ
یا حضرت انکو فضیلت آسمان والون پر کیونکر ہی تو فرمایا کہ اللہ تعالے نے آسمان والون کے حق مین فرمایا ومن یقل منھم انی الٰہ من

دونہ فذلک نجزیہ جہنم کذلک نجزی الظالمین ۔ اور اللہ تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین فرمایا ۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم
من ذنبک وما تاخر الآیہ ۔ پھر لوگون نے پوچھا کہ انبیاء علیہم السلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت کیونکر ہی تو کہا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا
وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم الآیہ ۔ اور اللہ تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس پس آپ کو
جن وانس سب کی طرف رسول فرمایا ہی رواہ الدارمی اور اسکو شیخ ابن کثیرؒ نے تفسیر سورۂ سبا مین ذکر کیا ہی ۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اول وہ شخص ہونگا کہ اسکے واسطے زمین شق ہوگی پس جنت کے حلون مین سے مجھے ایک حلہ پہنایا جاوےگا پھر
مین عرش کے داہنے جانب کھڑا ہونگا خلائق مین سے کوئی بھی ایسا نہوگا جو اس مقام پر کھڑا ہو سوائے میرے ۔ رواہ الترمذی وقال حسن صحیح اور ابی بن
کعب سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین وخطیبہم وصاحب شفاعتہم غیر فخر یعنے جب
دن قیامت کا ہوگا تو مین سب نبیون کا پیشوا ہونگا اور انکا خطیب ہونگا اور مین ہی شفاعت کی اجازت چاہنے والا ہونگا اور مین فخر نہین کرتا
ہون ۔ رواہ الترمذی وقال حسن صحیح ۔ اور انسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین تمام لوگون مین سے اول ہونگا نکلنے مین
جبکہ قبرون سے اٹھائے جاوینگے اور مین ہی انکا خطیب ہونگا جب وفد ہوکر پہونچینگے اور مین ہی انکا خوشخبری دینے والا ہون گا جب نا امید ہونگے اور لواء حمد
اس دن میرے ہاتھ مین ہوگا اور مین اپنے پروردگار کے نزدیک اولاد آدم مین سے اکرم ہون اور فخر سے نہین کہتا ہون ۔ رواہ الترمذی وحسنہ اور
جابرؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین پانچ چیزین دیا گیا ہون جو مجھسے پہلے کوئی نہین دیا گیا ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف
بھیجا جاتا تھا اور مین اسود واحمر کی طرف بھیجا گیا اور میرے واسطے جہاد کی لوٹ کا مال حلال کیا گیا حالانکہ مجھسے پہلے کسی کے واسطے حلال نہین
کیا گیا تھا اور زمین میرے واسطے پاک وطہور کیگئی اور سجدہ گاہ کردی گئی پس کوئی شخص ہو اگر اسکو نماز کا وقت آجاوے تو جہان ہو نماز پڑھ لے اور
نصرت دیا گیا مین دشمن پر رعب کے ساتھ ایک مہینہ کی راہ تک اور دیا گیا مین شفاعت ۔ رواہ الشیخان والنسائی اور ایک روایت مین زیادہ کیا اور بھیجا
گیا مین جوامع الکلم کے ساتھ ۔ اور حذیفہؓ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضلنا علی الناس بثلث ای ہم فضیلت دیےگئے لوگون پر
تین باتون مین یعنے حضرت صلعم پیغمبرون پر اور امت والے انکی امتون پر جعلت صفوفنا کصفوف الملائکۃ وجعلت لنا الارض کلہا مسجدا وجعلت
تربتہا لنا طہورا اذا لم نجد الماء ہماری صفین جہاد مین فرشتون کی صفون کے مانند کیگئین اور ہمارے واسطے تمام زمین سجدہ گاہ کردی گئی اور ہمارے
لیے اسکی خاک طاہر کرنے والی کردی گئی جبکہ ہم پانی نہ پاوین رواہ مسلم اور انسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے
روز مین جنت کے دروازے پر آکر چاہونگا کہ دروازہ کھولا جاوے تو دربان پوچھیگا کہ کون ہی مین کہونگا کہ محمد تو عرض کریگا کہ مین ہی حکم کیا گیا تھا کہ
آپ سے پہلے کسی شخص کے واسطے دروازہ نہ کھولون رواہ مسلم ۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث لیلۃ الجن مین فرشتون کا یہ قول روایت ہی کہ انھنے
ہرگز کوئی بندہ ابتک نہین دیکھا کہ جسکو ایسا دیا گیا ہو جیسا اس نبی کو دیا گیا ہی اور اس حدیث کو ترمذی نے بعد روایت کے صحیح کہا ہی ۔ اور ابوسعید
خدریؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین سردار اولاد آدم ہون قیامت کے دن اور فخر سے نہین کہتا اور میرے ہی ہاتھ مین لواء
حمد ہوگا اور فخر سے نہین کہتا اور کوئی نبی خواہ آدم ہون یا انکے سوا ہون سب کے سب میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے اور مین پہلا وہ شخص
ہونگا جسکے واسطے زمین شق ہوگی اور فخر سے نہین کہتا رواہ الترمذی وحسنہ ۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اصحاب بیٹھے ہوے آپکا انتظار دیکھتے تھے پھر آپ نکلے جب قریب انکے پہونچے تو آپ نے سنا کہ وہ لوگ آپس مین باتین کرتے ہین پس
آپ نے انکی باتین سنین پس بعض نے کہا کہ کیا خوب ہی کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے مخلوق مین سے ایک خلیل لیا اور ابراہیم کو خلیل بنایا پس دوسرے نے

ملہ اور نہین بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اپنی قوم کی زبان والا تاکہ آیات الٰہی واحکام ان تک پہونچا دے ۱۲ ملہ اور نہین بھیجا ہم نے تجھکو مگر واسطے تمام مخلوق کی طرف ۱۲ ملہ یعنی عام سب لوگون کی طرف جن ہون خواہ انسان ۱۲ م

کہا کہ یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں ہے کہ موسیٰ سے بے واسطہ کلام کیا پس تیسرے نے کہا کہ پھر عیسیٰ تو کلمۃ اللہ و روح اللہ ہین اور چوتھے نے کہا کہ
آدم کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انپر ظاہر ہوئے پس سلام کیا اور فرمایا کہ مین نے تمھارا کلام سنا اور تمھارا تعجب کرنا کہ ابراہیم
خلیل اللہ ہے اور ہاں وہ ایسا ہی ہے اور موسیٰ نجی اللہ ہے اور ہاں وہ ایسا ہی ہے اور عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ ہے اور ہاں وہ ایسا ہی ہے اور آدم صفی اللہ ہے
اور ہاں وہ ایسا ہی ہے اور آگاہ رہو تم کہ مین حبیب اللہ ہون اور فخر سے نہین کہتا اور مین ہی قیامت مین لواء حمد اٹھانے والا ہون اور
فخر سے نہین کہتا اور مین ہی قیامت مین اول شافع و اول مشفع ہون اور فخر سے نہین کہتا۔ اور مین ہی پہلا وہ شخص ہونگا کہ جنت کی کنڈی ہلاؤنگا
پس اللہ تعالیٰ میرے لیے اسکو کھول کر مجھے اسمین داخل کریگا اور میرے ساتھ فقراے مومنین ہونگے اور فخر سے نہین کہتا اور مین ہی اکرم الاولین و
الآخرین ہون اور فخر سے نہین کہتا رواہ الترمذی والدارمی۔ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ بھیجا گیا مین قرون بنی آدم مین سے ہر سب سے
اچھے قرن مین ایک ایک کرکے یہانتک کہ مین پیدا ہوا جس قرن سے تھا رواہ البخاری۔ اور جابر بن عبداللہ کی مرفوع روایت مین ہے کہ مین ہی سرگروہ
مرسلین ہونگا قیامت مین رواہ الدارمی۔ اور احادیث شفاعت مین ایک جماعۂ صالح اس مضمون کا مذکور ہے اور عمرو بن قیس کی حدیث مین ہے مرفوعاً کہ مین
ایک بات کہتا ہون بدون فخر کے کہ ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ تو ہین ہی اور مین حبیب اللہ ہون اور قیامت مین میرے ہی ساتھ لواء حمد ہوگا۔ رواہ
الدارمی۔ اور ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ابوطالب ملک شام کو گئے اور انکے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع اور اشراف قریش کے گئے پھر جب
بحیرہ راہب پر ظاہر ہوئے تو وہ صومعہ سے اترا اور جب ان لوگون نے وہان اپنے کجاوے کھولے تو وہ راہب نکلا انکے پاس آیا حالانکہ یہ لوگ
پہلے بھی اس طرف گذرتے تھے مگر وہ کبھی انکی طرف اپنے صومعہ سے نہین نکلتا اور نہ التفات کرتا تھا پس اس حال مین کہ یہ لوگ اپنے کجاوے کھول رہے
تھے وہ راہب ان لوگون کے بیچ مین پھرتا تھا یہانتک کہ نبی صلعم کے پاس آیا اور آپکا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ یہ سید العالمین ہے یہ رسول رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ
اسکو رحمۃ للعالمین کرکے بھیجیگا پس قریش کے بوڑھون نے کہا کہ تونے کیونکر جانا تو بولا کہ جب تم لوگ عقبہ سے ظاہر ہوئے تو کوئی درخت و پتھر ایسا نہ تھا کہ سجدہ
مین نہ ہوا اور یہ چیزین فقط نبی ہی کے واسطے سجدہ کرتی ہین اور مین اس شخص کو اسکے خاتم نبوت سے پہچانتا ہون جو اسکی غضروف کتف کے نیچے سیب کے
مانند ہے پھر لوٹ گیا اور ان لوگون کے واسطے کھانا تیار کیا اور لیکر آیا تو حضرت صلعم اونٹ چرانے گئے تھے تب اسنے کہا کہ آدمی بھیجکر انکو بلواؤ تو جب آپ آئے
تھے تو آپ پر ابر سایہ کیے ہوئے تھا پس جب آپ لوگون کے پاس آئے تو دیکھا کہ لوگون نے درخت کا سایہ گھیر لیا ہے پس آپ بھی ایک طرف بیٹھ گئے اور سایہ
آپ کی طرف جھک گیا تو راہب نے کہا کہ دیکھو سایہ کو کہ اسکے اوپر جھک پڑا ہے پس اس درمیان مین کہ وہ راہب انکو کھڑا ہوا قسمین دلاتا تھا کہ اسکو روم مین
مت لیجاؤ کہ روم اسکو دیکھکر اسکی صفت سے پہچان کر اسکے قتل پر آمادہ ہونگے پس سر اٹھایا تو دیکھا کہ سات سوار روم کے آتے ہین پس راہب
آگے بڑھکر انکے پاس گیا اور پوچھا کہ تم کیون آئے ہو تو انھون نے کہا کہ اس مہینہ مین وہ نبی حجازی خروج کرنے والا ہے پس ہر راستہ پر لوگ بھیجے
گئے ہین اور ہم اس راہ پر بھیجے گئے ہین تو راہب نے پوچھا کہ تمھارے پیچھے کوئی اور بھی ہے جو تم سے بہتر ہو اور دانستہ ہو تو بولے کہ ہمکو تو یہی خبر دی گئی
کہ اس راستہ پر جاوین ادھر اسکی آمد کی خبر ہے تو راہب نے کہا کہ بھلا جس امر کو اللہ تعالیٰ پورا کرنا چاہتا ہے اسکو کوئی رد کر سکتا ہے بولے کہ نہین تو
کہا کہ پھر اس سے بیعت کرو اور اسکے ساتھ رہو پھر راہب نے کہا کہ مین تمکو قسم دلاتا ہون کہ اسکا ولی کون ہے تو بولے کہ ابوطالب ہے پس راہب برابر
اسکو قسم دلاتا رہا یہانتک کہ ابوطالب نے نبی صلعم کو واپس کیا اور ابوبکر نے آپ کے ساتھ بلال کو بھیجا اور راہب نے انکو کعک و روغن زیتون زاد راہ دیا
ہکذا رواہ الترمذی وحسنہ بجاے بلال کے دوسرے غلام خدیجہ ہین پس یہ احادیث و آثار صریح ہین کہ حضرت صلعم افضل جمیع ہین پس بعض لوگون سے عجب ہے
کہ باوجود صحت اسقدر احادیث کے تفضیل دینے سے منع نکالتے ہین حالانکہ جمیع سابقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین افضل ہونے کا اطلاق

اور یہی صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور اگر یہ مطلب ہے کہ رفع بعضہم درجات کی یہ تفسیر بالرائے ہے منصوص نہیں ہے تو جواب یہ کہ نہیں بلکہ ماثور ہے اسواسطے کہ
دلائل نقلی موجود ہیں پھر رائے سے تفسیر کہاں ہے قولہ ولکن اللہ یفعل ما یرید یعنے جو چاہتا ہے کرتا ہے اسپر اسکے ملک میں کوئی اعتراض نہیں ہے اور روایت ہے کہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ سے ایک شخص نے تقدیر کا سوال کیا تو فرمایا کہ راہ تاریک ہے تو اس میں مت چل پھر اسنے دوبارہ سوال کیا تو فرمایا کہ بڑا گہرا سمندر ہے
تو اس میں مت گھس پھر اسنے تیسری بار سوال کیا تو فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بھید ہے کہ تجھپر پوشیدہ ہے تو اسکی تفتیش مت کر **قال المترجم** اسمیں اشارہ ہے
کہ اہل ایمان کامل اس بھید سے مجمل واقف ہوجاتے ہیں اور انکو اطمینان ہوجاتا ہے اور ابتدائی لوگوں پر خفی ہوتا ہے اور اسمیں بحث کرنا عقل سے باہر ہے اور
سخت گمراہی کا خوف ہے اور جو شخص کہ قدر پر ایمان نہ لایا وہ شر پیدا ہے اور اسپر کفر کا اطلاق کیا گیا اور یہ حدیث ابن عمر میں مصرح ہے کما رواہ مسلم وقال
الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض **شیخ ابو بکر فارسی صوفی** رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو یونہی پیدا فرمایا ہے
کہ ان میں باہم فضیلت ہے اور ان کی مقداریں باہم متفاوت ہیں یہانتک کہ رسولوں کے حق میں بھی اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ تلک الرسل فضلنا
بعضہم علی بعض تاکہ اس سے لوگوں پر مخلوق کا ناقص ہونا اور اللہ عزوجل کا کامل ہونا معلوم ہوجاوے کہ جب انبیاء میں یہ کیفیت ہے تو دوسروں کا کیا ذکر ہے

**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ**
اے ایمان والو خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمکو رزق دیا ہے پہلے اس سے کہ آوے وہ دن جس میں نہ فروخت ہے اور نہ دوستی اور نہ سفارش

**وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝**
اور کفر کرنے والے وہی گنہگار بندے ہیں

**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ** ہو یوم القیامۃ الکبری - **لَّا بَیْعٌ** فداء **فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ**
صداقۃ تنفع - اے ایمان والو جو ہمنے تمکو رزق دیا اس سے خرچ کرو قبل از انکہ الیسا دن آوے کہ اسمیں بیع نہیں یعنی فدیہ قبول نہیں اور نہ دوستی نفع دیوے
یعنے اس دن کوئی دوستی خلاف رضائے الٰہی عزوجل کے کارآمد نہوگی - **وَ لَا شَفَاعَةٌ** بغیر اذنہ - اور کوئی شفاعت نہیں ہے یعنے بدون اللہ تعالیٰ کی
اجازت کے کسی سے سفارش ممکن نہوگی اور یہ دن وہ قیامت کا روز ہے - کوفیین و نافع و ابن عامر کی قراءۃ میں بیع وخلۃ وشفاعۃ تینوں کو رفع ہے اور
ابن کثیر رح و اہل بصرہ کی قراءۃ میں سب کو نصب ہے **وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ** - اور اللہ تعالیٰ یا اسکے فرائض کا انکار کرنے والے یہی ظالم لوگ
ہیں ف اسوجہ سے کہ امر الٰہی کو بیجگہ صرف کرتے ہیں اور یہی ظلم ہے کہ کسی چیز کو اسکی جگہ سے خارج رکھا جاوے معالم میں ہے کہ سدی رح نے کہا کہ مراد انکی
انفاق سے زکوٰۃ مفروضہ ہے یعنے نفل خیرات شامل نہیں ہے اور **زمخشری** نے کہا کہ اسپر دلیل یہ ہے کہ آخر میں اسکے ترک کرنیوالے پر وعید ہے کہ فرمایا والکافرون
ہم الظالمون - اور اسی کو **مفسر سیوطی** رح نے اختیار کیا ہے اور معالم میں کہا کہ غیر سدی نے کہا کہ مراد انفاق سے نفل خیرات ہے اور بعض نے کہا کہ مراد
یہاں فرض و تطوع دونوں کو شامل ہے اور **قرطبی** رح نے کہا کہ اس تاویل پر جسوقت جہاد واجب ٹھہرے تو اسوقت انفاق مذکور واجب ہوگا اور جسوقت
ایسا نہو اسوقت مستحب ہوگا اور اس قول کی معنے یہ ہیں کہ مثلاً کافروں نے مسلمانوں کی کسی سرحد پر حملہ کیا اور وہ لوگ انکے دفع کرنے پر قادر ہیں
مگر انکے پاس خرچ نہیں ہے تو قریب والوں پر واجب ہوگا کہ انکو خرچہ دیں فتدبر اور **ابن کثیر** رح نے انفاق نفل اختیار کیا چنانچہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو
راہ خیر میں انفاق کا حکم دیا تاکہ اس سے اپنے پروردگار کے پاس ثواب جمع کریں اور حکم دیا کہ انکو چاہیئے کہ ایسا کریں جلدی کریں یعنی زندگی دنیا میں
قبل اسکے کہ آوے قیامت کا روز کہ نہ اس میں بیع ہے اور نہ خلت اور نہ شفاعت **قال المفسر** یعنے نہ فدا ہے پس فداء کو بیع فرمایا اسواسطے کہ اپنی
جان کے خریدنے کو مال دیکر فداء کرتے ہیں پس یہاں مطلق بیع کی نفی کردی جس سے یہ بھی منفی ہوگیا یعنے کسی سے فدیہ نہیں لیا جائیگا اگرچہ زمین بھر کر

سونا ئے آوے باوجودیکہ محال ہی اور علمانے فرمایا ہی کہ نصوص دلالت کرتے ہین کہ مومنون کے درمیان خلت اور شفاعت باجازت الٰہی ثابت ہوگی پس
یہان جو علی العموم نفی فرمائی ہی یہ عام مخصوص ہی اور کہا گیا کہ لاینفعھم شفاعۃ الشافعین۔ کافرون کو شفاعت نافع نہو گی۔ اس سے نکلتا ہی کہ مسلمانون کو
شفاعت فائدہ دیگی اور قولہ والکافرون ہم الظالمون مین کہا گیا کہ مبتدا اپنی خبر مین محصور ہی اور یہ قواعد بیان سے واضح ہی اسواسطے کہ ہم ضمیر منفصل ہے
تاکید ہی اور یہ نہین ہی کہ ظالمون وہی کافرون ہون یعنے اسکا عکس کلی نہین ہی یعنے یہ نہین ہی کہ جو حکم الٰہی مین گناہ کرے وہ کافر ہی تاکہ لازم آتا کہ گنہگار
مسلمان بھی کافر ہین اسلیئے کہ چیز کو بے موقع رکھنا ظلم ہی پس جسنے حکم الٰہی کی فرمانبرداری نہ کی اسنے اپنی جان پر ظلم کیا جیسے کافر کرتے ہین کہ اپنی جان کو
دوزخ مین جلاتے اور اسپر ظلم کرتے ہین بلکہ کافرون ہی کو ظالمون مین محصور کیا ہی اور اسی سے عطاؒ سے مروی ہی کہ حمد وثنا ہی اس پروردگار کو جسنے

فرمایا کہ والکافرون ہم الظالمون اور یون نہین فرمایا والظالمون ہم الکافرون رواہ ابن ابی حاتم

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۥ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌؕ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِؕ

اللہ اسکے سواے کسی کی بندگی نہین جیتا ہی سب کا تھامنے والا نہین پکڑتی اسکو اونگھ نہ نیند اسی کا ہی جو کچھ آسمان اور زمین مین ہی

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ

کون ایسا ہی کہ سفارش کرے اسکے پاس مگر اسکے اذن سے جانتا ہی جو خلق کے روبرو ہی اور جو انکے پیچھے اور وے نہین گھیر سکتے

بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَۚ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَۚ وَلَا یَـُٔوْدُہٗ حِفْظُھُمَاۚ

اسکے علم مین سے کچھ بھی مگر وہ جو چاہے گنجایش ہی اسکی کرسی مین آسمانون اور زمین کو اور نہین تھکاوٹ دیتا ان دونون کا تھامنا

وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○

اور وہی ہی اوپر سب سے بڑا

اَللّٰہُ۔ اللہ تعالےٰ موجود ہی۔ لَآ اِلٰہَ۔ لا معبود بحق فی الوجود۔ یعنے ہستی مین کوئی معبود برحق نہین ہی ف اگرچہ مشرکین اپنے زعم مین معبود
باطل بناتے ہین لیکن معبود حق کوئی نہین۔ اِلَّا ھُوَ۔ مگر وہی اللہ موجود ہی۔ اَلْحَیُّ۔ الدائم البقاء ہمیشگی کے بقاء والا۔ اَلْقَیُّوْمُ۔ المبالغ
فے القیام بتدبیر خلقہ۔ اپنے مخلوق کی تدبیر کے ساتھ قیام کرنے مین بہت کامل لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ نہین آتی اُسپر اونگھ وَّلَا نَوْمٌ
اور نہ نیند ف اللہ تعالےٰ کی شان مین یہ جسمانی عوارض کا وجود محال ہی لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اسی کے واسطے ہی جو کچھ
آسمانون و زمین مین ہی ف یعنے جو کچھ ان دونون مین ہی سب اسی کا ہی باعتبار ملک و باعتبار خلق و باعتبار بندہ ہونے کے یعنے سب اسکے مخلوق
مملوک بندے ہین۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ۔ وہ سفارشی کون ہو یعنے ای لا احد کوئی نہین ہی کہ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ۔ اسکے یہان سفارش کرنے پر جرأت کرے
اِلَّا بِاِذْنِہٖ لھا مگر باجازت دینے اللہ کے ف اس شخص کو سفارش کرنے مین۔ لَہٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ۔ اللہ تعالےٰ کے لیے ہی جو
انکے سامنے ہی ف یعنے مخلوق کے سامنے موجود ہی اور وہ دنیا ہی۔ وَمَا خَلْفَھُمْ۔ اور جو کچھ مخلوق کے پیچھے ہی ف یعنے اوٹ ہی اور وہ
آخرت سب اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہی۔ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ۔ اور اسکے علم سے مخلوقات کچھ بھی احاطہ نہین کرتی ف
یعنے نہین جانتے ہین کسی شے کو اسکی معلومات مین سے اور یہ مراد نہین کہ احاطہ نہین کر سکتے ہین اگرچہ جانتے ہون کیونکہ در واقع مخلوقات تو معلومات
الٰہی مین سے کچھ نہین جانتے۔ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ ان یعلمہ بہ منھا باخبار الرسل مگر وہی چیز کہ چاہا یہ کہ آگاہ کردے ف یعنے مخلوق صرف اسی چیز کو
جان گئے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولون کے ذریعہ سے انکو بتلائی تو جیسے بتلائی اسی قدر جانتے ہین۔ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اسکی کرسی نے آسمانون وزمین کواحاطہ کیا ف بعض نے اسکے یہ معنے بیان کیے کہ گھیر لیا اسکے علم نے آسمانون وزمینون کو۔اور بعض نے یہ معنے بیان کیے
کہ احاطہ کرلیا اسکے ملک نے ان دونون کو اور بعض نے فرمایا کہ کرسی بعینہ مشتمل ہے ان آسمانون وزمین کو کیونکہ حدیث مین ہے کہ نہین ساتون آسمان اندر
کرسی کے مگر ایسے کہ جیسے سات درم ڈال دیے گئے ایک ڈھال مین **وَلَا يَئُودُهُ** ثقیلہ۔گران نہین ہوتی اسکو۔ **حِفْظُهُمَا** ای السموات
والارض آسمانون وزمین کی حفاظت ف بلکہ نہایت آسانی سے اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین اگرچہ کرورون پیدا کردیے۔ **وَهُوَ الْعَلِيُّ**
اور وہی علی ہے ف یعنے اپنی مخلوق پر متعالی ہے ساتھ قہر کے۔ **الْعَظِيمُ** الکبیر بڑے مرتبہ والا ہے۔ف یہ آیت کریمہ قرآن مجید کی ان آیات
مین سے ہے جنکے فضائل بہت ہین اور عنقریب انشاء اللہ تعالے بعد تحریر تفسیر کے اسکے فضائل وعجائب لکھے جاوینگے **ابن کثیر** رحمہ اللہ نے
بیان فرمایا کہ اس آیت کریمہ مین دس مستقل جملے ہین (۱) اللہ لا الہ الا ہو یعنے نہین کوئی معبود برحق وجود مین مگر وہی بلکہ **مترجم** کہتا ہے کہ اسکے یہ معنے
ہین کہ سوائے حق تعالی کے کوئی الوہیت والا نہین ہے۔اور یہ اخبار ہے کہ تمام خلائق کے واسطے الٰہیت مین وہی متفرد ہے اور قولہ الحی القیوم یہ دونون خبر
ثانی وثالث ہین کیونکہ ضمیر ہو کی صفت نہین ہوسکتی ہے اسلیے کہ صفت کو موصوف ظاہر چاہیے اور ضمیر موصوف نہین ہوتی ہے یا مبتداے محذوف کی خبر
قرار دی جاوین اور الحی چونکہ اسکو کہتے ہین جو زندہ ہو اور اسکا تصور جناب باری تعالے مین نہین ہوسکتا لہذا اسکے لازم سے تفسیر کی گئی یعنے
دائم البقا اور بعض نے کہا کہ الحی وہ کہ امور کا متصرف ہو اور اشیاء کی تقدیر کرنے والا ہو اور **ابن جریر** رحمہ نے ایک جماعت سے نقل کیا کہ جسطرح
اللہ تعالی نے اپنی ذات پاک کو حی سے وصف کیا ہے ایسا ہی رکھا جاوے اور اسکو تسلیم کیا جاوے بایںطور کہ وہ زندہ ہے نہ مانند زندگی مخلوقات کے
بلکہ مخلوقات کو جو زندگی حاصل ہے یہ اسکی صفت حیات کا پرتو ہے اور یہ قول اسلم ہے اور القیوم یعنے نہایت مبالغہ سے قیومی کی صفت والا ہے۔اگر کہا جاوے کہ
اللہ تعالی کی شان مین مبالغہ نہین ہوسکتا کیونکہ مبالغہ تو ایسی چیز مین متصور ہے کہ وہان کمی بیشی ممکن ہو جواب یہ کہ مراد یہ ہے کہ اپنی مخلوق کی تدبیر وحفاظت
مین ایسے کمال سے قائم ہے کہ وہ خلق کے نزدیک مبالغہ تصور ہوتا ہے اگرچہ اللہ تعالی کے صفات مین فی نفسہ کوئی مبالغہ نہین ہے یا جن چیزون کو قائم
رکھتا ہے انکی کثرت وبے شمار ہونے کی وجہ سے قیوم فرمایا ہے اور بعض نے کہا کہ قیوم وہ کہ خود بذاتہ قائم ہو اور غیر کا قائم رکھنے والا ہو اور عمر رضہ وابن مسعود رضہ وغیرہم
سے القیام کی قراءۃ آئی ہے اور قیوم وقیام دونون صیغہ مبالغہ ہین اور بعض نے ذکر کیا کہ قیوم عرب کے نزدیک زیادہ معروف ہے شاید زمانہ اسلام سے
پہلے کم معروف ہوگا اور بعد کو زیادہ معروف ہوا اور بناء صیغہ کی راہ سے بے شبہہ قیوم افصح ہے (۲) لاتاخذہ سنۃ ولا نوم۔قیومیت پوری ہونے مین سے
ہے کہ قیوم کو سنۃ ونوم نہو پس یہ قیوم کی تعلیل کے مانند ہے یعنے قیوم اسوجہ سے کہ اسکو اونگھ ونیند نہین لے سکتی اور جمہور کے نزدیک سنۃ یعنے اونگھ ہے یعنے
نیند سے پہلے اعضاء کا ڈھیلا پن اور آنکھون کا بند ہوجانا پھر جب اثر اسکا باطن تک پہونچا تو نیند آجاتی ہے اور مراد یہ ہے کہ او تعالے سبحانہ پر اونگھ ونیند کچھ
بھی طاری نہین ہوتی ہے اور در اصل یہ اسکے امکان کی نفی ہے یعنے یہ ممکن ہی نہین ہے چنانچہ حدیث مین ابو موسیٰ رضہ سے روایت ہے کہ ہم مین رسول اللہ
صلعم خطبہ پڑھنے کھڑے ہوے پانچ کلمات سے پس فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل سوتا نہین اور نہ سونا اسکے لائق ہے تا آخر حدیث رواہ مسلم۔اور سنۃ کو
نوم پر مقدم کیا کیونکہ وہ وجود مین مقدم ہوتی ہے وعلی ہذا وارد ہوتا ہے کہ جب مقدم ہی ندارد ہے تو جو اسکے بعد ہے وہ بطریق اولے نہ پایا جائیگا وامام
رازی نے جواب دیا کہ مراد یہ ہے کہ اونگھ ہی اسپر طاری نہین ہوسکتی تو نوم کہان سے آسکتی ہے اور پوشیدہ نہین کہ جواب ضعیف ہے اور بعض نے جواب دیا
کہ یہان نفی ابتدائی وانتہائی سب کی نفی بترتیب وجودی منظور ہے یعنے اونگھ ندارد جو اول آتی ہے اور نیند ندارد جو آخر آتی ہے۔اور یہ جواب بھی کچھ نہین
اسواسطے کہ جب اول ہی نہو تو آخر کہان سے ہوگا اور اولی جواب یہ ہے کہ لاتاخذہ مین معنے غلبہ کے ہین جیسا کہ شیخ ابن کثیر رحمہ نے اپنی تفسیر مین اسطرف
اشارہ کیا ای لاتغلبہ سنۃ پس معنے یہ ہین کہ نہ اسپر اونگھ کو کچھ قابو ہے اور نہ اونگھ سے بڑھکر نوم کو کچھ قابو ہے اسی واسطے لا نوم بتکرار حرف لا فرمایا کہ سنۃ

سے بڑھکر جو چیز قابو والی ہو اسکی بھی مستقل نفی ہو اور حاصل یہ ہو کہ اللہ عزوجل ایسا قیوم پاک ہو کہ قیومیت کمالیہ اسی کو سزاوار ہو کہ اسکی شان کے گرد کوئی
نقص نہ غفلت نہ ذہول کچھ بھی نہین پھٹک سکتا کہ قیومیت و تدبیر و حفظ خلق مین کچھ خلل پیدا کرے سبوح قدوس ربنا و رب الملائکۃ والروح - اور
آگاہ رہنا چاہیے کہ عبدالرزاق و ابن جریر نے ابن عباس سے موقوفاً و ابن جریر نے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضرت صلعم منبر پر فرماتے تھے
کہ موسیٰ کے دل مین خیال آیا کہ بھلا اللہ تعالے سوتا ہو کہ نہین تو اللہ تعالے نے ایک فرشتہ بھیجا جسنے موسیٰ کو تین رات دن جگایا پھر ظاہر مین آکر ان کو
دو تیلی شیشیان دے گیا اور حکم کر گیا کہ خبردار انکو حفاظت سے رکھنا پس موسیٰ نے نیند مین جھونکے کھانے شروع کیے قریب ہوتا کہ شیشے لڑجاوین
پھر چونک جاتے یہانتک کہ ایک بار کچھ نیند مین آگئے کہ دونون ہاتھ لڑگئے اور دونون شیشیان ٹوٹ گئین پس اللہ عزوجل نے ایک مثل بیان فرمائی
کہ اگر اللہ تعالی سوتا تو آسمان و زمین کو کون تھامتا (اسکی اسناد ضعیف ہو اور آیندہ عشرۂ اخیر مین آویگا) **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بنی
اسرائیل کی باتین ہین اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکا ثبوت کچھ نہین ہو اور یہ صریح معلوم ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نبی اولوالعزم پر ایسی بات نہین
پوشیدہ ہو سکتی ہو اور **ابن ابی حاتم** نے روایت کی بنی اسرائیل نے موسیٰ سے پوچھا کہ بھلا تمھارا پروردگار سوتا ہو تو موسیٰ نے فرمایا کہ ڈرو اللہ تعالی
سے یعنے گستاخ کلمہ مت کہو پھر اللہ تعالے نے موسیٰ کو وحی کی کہ تجھسے پوچھتے ہین کہ تیرا پروردگار سوتا ہو تو دو تیلی شیشیان لے اپنے ہاتھ مین اور
شب کو قیام کر پھر انکے ٹوٹنے کو ذکر کیا قریب قریب اسکے جیسا اوپر گذرا ہو اور صحیح یہ ہو کہ یہ سب بنی اسرائیل نادانون کی باتین ہین جنکو عرفان ایمان
پھر نہ تھا اور انبیاء علیہم السلام پر ایسی بندشین باندھا کرتے تھے واللہ تعالے اعلم (۳) لہ ما فی السموات والارض اخبار ہو کہ سب کے سب اسکے ۳
بندے ہین اور اسکی ملک ہین اور اسکے غلبۂ قدرت کے زیر حکومت ہین مانند قولہ ان کل من فی السموات والارض الا اتی الرحمن عبدا یعنی کوئی آسمان
و زمین مین مگر آنے والا ہو رحمن کے پاس بندہ ہوکر اور لام لہ مین تمہ کا ہو یا ملک کا یا ایجاد کا لیعنی اسی کے مقہور یا مملوک یا مخلوق ہین اور لفظ ما مین
تغلیب غیر ذوی العقول کی ہو پس ذوی العقول ہون یا غیر ذوی العقول ہون جو کچھ ہو اسکے ملک مخلوق و عبید ہین اور اس مین مشرکون کا رد ہو جو ستارہ
یا بتون وغیرہ کو پوجتے ہین کیونکہ وہ مخلوق ہین مثل پوجنے والے کے اور عبادت کیے جانے کی لیاقت نہین رکھتے ہین (۴) من الذی یشفع عندہ ۴
الا باذنہ کوئی نہین ایسا جو اسکے نزدیک سفارش کرے بدون اسکی اجازت کے پس بہتیرے بت پرست جو زعم کرتے ہین کہ ما نعبدھم الا لیقربونا
الی اللہ زلفی ہم ان بتون کو اسواسطے پوجتے ہین کہ خداے تعالے کے نزدیک ہمکو تقرب دلادین - انکا خیال باطل ہو کیونکہ وہان بدون رضا
حق کے کسی کو ہیبت و جلال سے بولنے کی مجال نہین اور اللہ تعالی ایسے کافرون سے راضی نہین کہ اسکے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرین
اسلیے کہ عبادت جناب باری تعالی کے واسطے خاص ہو وقال تعالی وکم من ملک فی السموات لا تغنی شفاعتھم شیئا الا من بعد ان یاذن اللہ لمن
یشاء ویرضی - بہتیرے فرشتے آسمان مین ہین کہ کچھ بھی نفع نہین دے سکتی انکی سفارش مگر بعد اسکے کہ اجازت دے اللہ تعالے جس شخص کے
واسطے چاہے اور راضی ہو - اور احادیث بدرجۂ تواتر پہونچی ہین کہ اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت عطا فرمائی اور قیامت
مین اجازت ہوگی اور چونکہ وعدۂ الٰہی خلاف نہین ہوتا لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت کرنا یقینی ہو اور صحیح ہوا کہ آپ کی شفاعت ایسے
مسلمانون کے لیے بھی ہوگی جو گنہگار ہین اگرچہ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوے ہون اور اگرچہ بغیر توبہ کے مرگئے ہون لیکن بمشیت و رضاے الٰہی اور
اللہ قدیر ہو کہ دیکھیے کس کے واسطے مقدور نصیب ہو اسی واسطے مسلمانون کو دعا تعلیم کیگئی کہ بعد اذان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
وسیلہ عطا کرنے کی دعا مانگین تاکہ انپر شفاعت نزول کرے اسیواسطے اپنے لیے دعا کرتے ہین کہ اللہ تعالے ہم گنہگار بندونکو آپکی شفاعت روزی
کرے اور حدیث صحیح مین ہو کہ وسیلہ ایک درجہ ہو جنت مین کہ وہ سوا ایک کے اور کسی کو نہین ملیگا اور حدیث مین ہو کہ حضرت صلعم نے اس

درجہ اعلیٰ کی اپنی ذات مبارک کے واسطے اُمید کی ہی اسواسطے کہ تمام فضیلت آپ ہی کو ہی اور حدیث مین ہی کہ جسنے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اسپر میری
شفاعت نازل ہوگی اور اذان کے بعد قبولیت دعا کا وقت ہی اسیواسطے دعاءِ اذان جو ماثور ہی اللھم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ الخ اس مین
یہی دعا ہی اور یہ جو مین نے ذکر کیا ہی تمام اہل سنت کا مذہب ہی اور فرقہ معتزلہ وخارجی وغیرہ اسکے مخالف ہین ولیکن یہ جان لینا چاہیئے کہ جو شخص شرک مین
پڑا اگرچہ مسلمان کہلاتا ہو وہ مسلمان نہین رہا کیونکہ ایمان تو اعتقاد ہی اور جب اُسنے سیتلا پوجی اور جانا کہ ایسا کرنے سے یہ میرے بچہ کو چیچک سے بچاویگی
یا مانند اسکے کسی کو اعتقاد کیا اور سواے خدا کے کسیکو سجدہ کیا اس لائق سمجھکر تو وہ کافر ہوگیا اور یہ کھلی بات ہی اللہ تعالیٰ ہمکو اور سب مسلمانون کو
اس سے بچاوے اور ایمان کی توفیق دے (۵) یعلم ما بین ایدیہم وما خلفہم - اسمین ضمیر ایدیہم اور خلفہم کی تمام مخلوق کی طرف راجع ہی اگرچہ ضمیر ذوی العقول کی ۵
ہی پس ذوی العقول کو غلبہ دیا اسواسطے کہ نیک کام کرنے کے مکلف وہی ہین پس اللہ تعالیٰ کو آگاہ جانکر گناہ سے باز رہین اور مراد یہ ہی کہ علم اسکا تمام
کائنات کو محیط ہی خواہ وہ اب موجود ہون یا ہزارون برس پہلے گذر سے ہون یا آیندہ ہووین کیونکہ ماضی حاضر و مستقبل تو ہمارے اعتبار کر سے ہی اور اللہ عزوجل
کے علم مین وہ سب ایسی طرح ہین کہ ہمارے علم مین اسطرح ہونا ممکن نہین ہی اسواسطے کہ احاطہ کرے سب طرح اور سب کیفیت سے ذرّہ ذرّہ
کھلا چھپا تمام وکمال وہی خوب جانتا ہی اور ہم لوگ تو اپنے ہاتھ کے بنائے پیالے کو اوندھا دین تو ہمکو اسکا پیٹ نہین معلوم ہوتا اور اوپر سے
معلوم ہوا بھی تو اسکی مٹی کا جگر نہین معلوم ہوتا اور جگر بھی توڑ کر دیکھ لیا تو ذرہ نہین معلوم ہوتا اور یہ جسکو معلوم کہا گیا یہ بھی علم نہین بلکہ یون کہنا چاہیئے
نظر آیا اور نظر ہماری کچھ چیز ہی دیکھو یہان مٹی وغیرہ تماشے کرتے ہین اور سانپ الاسانپ کھلاتا ہی حالانکہ نظر بندی ہی اور جادوگر کا جادو ہی اس نظر کے
اعتماد کرنے والے ہی اللہ تعالیٰ وا سکے رسول کے احکام نہین مانتے ہین بڑے بیوقوف ہین اور یہی حال انکی عقل کا ہی جو انکی نظر کا بیان ہوا پس آسمان وجن و
شیطان سے انکار کرنے والے اس فرقہ گمراہ کے سردار ہین اور بیوقوفون کو بہکاتے ہین کہ ہم تو عقل ونظر دوربین سے دیکھ بھال کر چلتے ہین زین لہم الشیطان
اعمالہم فصدہم عن السبیل نعوذ باللہ من الضلال اور ما بین ایدیہم کی تفسیر یا تو جو پہلے گذرا پس ما خلفہم جو آویگا یا دنیا وآخرت مراد ہی اور مجاہد سے روایت ہی کہ جو دنیا
گذری اور جو آخرت آتی ہی اور بہرحال مقصود یہ ہی کہ وہ تمام کائنات کا کامل پورا احاطہ کرنے والا ہی اپنے علم قدیم سے اور اسپر کوئی ذرہ اور کوئی مخفی چیز خواہ کلی ہو یا
جزئی ہو کبھی اور کہین ہو پوشیدہ نہین وہ اسکو اچھی طرح جیسی وہ ہی جانتا ہی اور اس سے رد ہوا فلاسفہ وغیرہ گمراہ فرقون کا کہ جو کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ جزئیات
کو مثل زید وعمرو وبکر وغیرہ کے مخصوص طور پر جیسے وہ ہین نہین جانتا بلکہ بطور کلی جانتا ہی اور ایسے لوگ کافر ہین اور تاویل مذکور مفید نہین ہی واللہ اعلم (۶)
ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء نہین مطلع ہوتا کوئی شخص علم الٰہی مین سے کسی چیز پر الا اسی پر جس سے اللہ عزوجل نے آگاہی دیدی اور اسپر اسکو مطلع
کر دیا پس اس تاویل پر احاطہ سے مراد اطلاع ہی اور یہ متعین ہی اسواسطے کہ احاطہ کے ساتھ تو کسی شخص کو علم ہوتا ہی نہین ہی ولیکن اللہ تعالیٰ احاطہ سے
جانتا ہی اسکے مقابلہ مین لا یحیطون فرمایا یعنے مخلوق احاطہ سے نہین جانتے ہین اور مراد یہ ہی کہ مطلع نہین ہوتے ہین مگر اسی پر جس سے اللہ تعالیٰ نے
اطلاع دیدی پس بندون کے پاس جو اسباب علم اور جاننے کے ہین وہ بدون تاثیر الٰہی نہین کام دیتے ہین اور یہی حق ہی اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ
احتمال یہ بھی ہی کہ شاید یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق علم سے کوئی مطلع نہین مگر اسی قدر کہ اللہ تعالیٰ نے آگاہی دیدی بذریعہ رسولون
کے کہ انکی رسالت کی دلیل ہو (۷) وسع کرسیہ السموات والارض اسمین علماء کے اقوال مختلف ہین بعض نے کہا کہ کرسی وہی عرش ہی اور یہ فقط اللہ تعالیٰ
کی عظمت وجلالت کا تصور دلاتا ہی ورنہ درحقیقت وہ چیز کوئی اسمین نہین ہی چنانچہ **تفتازانی** نے کہا کہ یہ اس باب سے کہ ایک ہیئتِ حسی جیسے
سے ایک معنی عقلی حقیقی پر دلالت کر دی گئی جو کہ عقل بشر سے باہر ہین اور یہی **بیضاوی** کا مطلب معلوم ہوتا ہی کہ اپنی تفسیر مین کہا کہ درحقیقت کرسی
ہی اور نہ اسپر بیٹھنے والا بلکہ یہ فقط تمثیل ہی یعنے اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بندون کے ذہن مین بقدر امکان ڈالدیا - اور بعض نے کہا کہ کرسی بیٹھنے

قدرۃ ہی یعنے اسکی قدرت ایسی عظیم ہو کہ اس سے یہ آسمان و زمین قائم رہتے ہین اور اسکی قدرت کے سامنے کچھ چیز نہین ہین اور اسی سے دیوار کی کرسی
اور مکان کی کرسی کہلاتی ہو یعنے جسکے اعتماد پر دیوار و مکان قائم ہو- اور قاموس مین ہو کہ کرسی بالضم والکسر بمعنے تخت اور بمعنے علم اور جمع اسکی کراسی آتی ہو
اور ایک جماعت سلف نے فرمایا کہ کرسی سے یہان مراد علم ہو اور اسی سے علما کو کراسی کہتے ہین اور اسی سے اس کتاب کو کراسہ کہتے ہین جس مین علم
مدون ہوتا ہو- اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی قولہ وسع کرسیہ السموات والارض- کہا ابن عباس نے
علم یعنے اسکے علم مین- اور ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ اسی کے مثل خود سعید بن جبیر سے مروی ہو اور بمعنے سعت کے احتمال و امکان قیام ہین چنانچہ بولتے
ہین ہذا یسعہ یعنے یہ اسکی گنجایش رکھتا ہو اور برداشت کر سکتا ہو اور اسکو ٹھیک رکھ سکتا ہو پس یہ قول بنا پر ایسی تاویل کے جو مناسب لغت ہو اور ابن
جریر رحمہ اللہ نے اسی کو ترجیح دی ہو اور عرف مین کرسی بمعنے تخت وغیرہ بیٹھنے کی چیز کو کہتے ہین اور بعض علمائے سلف سے یہ قول مروی ہو کہ مراد
یہان کرسی سے ایک شے معین ہو اور ابن جریر رحمہ اللہ نے ابو موسیٰ و سدی و ضحاک و مسلم البطین سے روایت کیا کہ کرسی موضع ہر دو قدم ہو اور یہ بمانند
اسکے ہو جو عرش کے باب مین سلف رحمہم اللہ سے اول پارہ مین مذکور ہوا ہو اور اسپر کوئی اعتراض جو عوام وہم کرتے ہین وارد نہین ہوتا ہو اسواسطے کہ اسکی
کیفیت مجہول ہو اور یہ قطعی ہو کہ کوئی شے مثل اللہ تعالےٰ کے نہین ہو پس کرسی مانند کرسی مخلوق کے نہین ہو- اور بیٹھنا مانند بیٹھنے مخلوق کے نہین ہو
اور اگر کہا جاوے کہ کرسی و بیٹھنا تو یہی ہمارے خیال مین آتا ہو جو ہم جانتے ہین تو جواب یہ ہو کہ یہ نہین بلکہ یون سمجھو کہ جیسے تم مخلوق مین سوا ے
دو قسم کے جواہر و اعراض کے اور نہین جانتے ہو حالانکہ قطعًا یقین کرتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نہ جوہر ہو نہ عرض ہو وہ سب سے پاک و منزہ ہو ویسی ہی وہ چیزین
جو اسکی طرف نسبت کیجاتی ہین وہ بھی اسی کے لائق ہین ایسی نہین جیسی تم خیال کرتے ہو کیونکہ تمھارا خیال تو محض مخلوق ہو وہ خالق عز و جل کو جو تصور
و خیال سے پاک ہو کیونکر تصور کر سکتا ہو اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے ذکر کیا کہ وکیع نے اپنی تفسیر مین کہا کہ حدثنا سفیان عن عمار الدہنی عن مسلم البطین عن سعید
بن جبیر عن ابن عباس کہا کہ کرسی موضع القدمین ہو اور عرش ایسی شے ہو کہ کوئی اسکی قدر نہین جان سکتا ہو اور اسکو حاکم نے بھی روایت کیا اور کہا کہ شیخین
کی شرط پر صحیح ہو- اور سدی نے ابو مالک سے روایت کی کہ کرسی زیر عرش ہو اور سدی نے کہا کہ آسمان و زمین بیچ کرسی مین ہین اور کرسی سامنے عرش
کے ہو اور ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ ساتون آسمان و زمینین اگر پھیلائی جاوین پھر ایک دوسرے سے ملائی جاوین تو کرسی کی وسعت کو
نہ پہونچینگے بلکہ ایسی ہونگی جیسے ایک چھلا کسی لق و دق میدان مین پڑا ہوتا ہو رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم اور ابن زید نے اپنے باپ سے
روایت کی کہ نہین ساتون آسمان درمیان کرسی کے مگر جیسے سات درم ایک ڈھال مین ڈال دیے گئے اور کہا کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ نہین کرسی درمیان عرش کے مگر جیسے لوہے کا چھلا جو میدان لق و دق مین ڈال دیا گیا رواہ ابن جریر اور ابو ذر غفاری سے روایت
ہو کہ انھون نے رسول اللہ صلعم سے کرسی کو دریافت کیا تو فرمایا کہ تم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ مین میری جان ہو کہ نہین ساتون آسمان و ساتون
زمینین کرسی کے مقابلہ مین مگر ایسی جیسے ایک چھلا ایک لق و دق میدان مین پڑا ہوا اور عرش کی بڑائی کرسی پر ایسی ہو جیسے اس وسیع میدان کی بڑائی بمقابلہ اس
چھلے کے رواہ الحافظ ابو بکر بن مردویہ اور ظاہران آثار و اخبار سے یہ ہو کہ کرسی مملکت کی تصویر ہو اور اسپر بیٹھنا و قیام وغیرہ مراد نہین ہو اور مقصود
اس سے یہ ہو کہ اللہ عز و جل کی سلطنت و عظمت کا اعتقاد کرین کہ دنیا والون کی بادشاہت اسکے مقابلہ مین کتنی ہیچ ہو کیونکہ بڑا بادشاہ جو دو تین
ولایت کا حاکم ہو بہت بڑا بادشاہ خیال کرتے ہین اور بہت لوگ اس سے ڈرتے ہین حالانکہ وہ تمام زمین کا ایک جزو ہو اور تمام زمین اس جوف کا جو آسمان و زمین کے
بیچ مین ہو نہایت چھوٹا حصہ ہو اور تمام زمین اس سورج کے مقابلہ مین مثل مٹر کے ہو تو تمام آسمان کے مقابلہ مین ایسے چھوٹے ہوئے کہ ذرہ سے بہت کم
گویا اسکا پتا ہی نہین پس کرسی کے مقابلہ مین تو گویا معدوم ہوے پھر عرش کے مقابلہ مین تو یہ سب گویا معدوم ہین کہ انکو کوئی نسبت ہی نہین پس

دنیا مین جسکو جہالت سے شہنشاہ ہفت اقلیم فرض کرین اسکی ہستی سلطنت کی کرسی کے مقابلہ مین ذرہ کے برابر نہین ہو سکتی حتی کہ گویا معدوم ہے تو
عرش باری تعالی سے کیا نسبت پھر جناب باری جل جلالہ وہی شہنشاہ ہے بلکہ یہ لفظ کسی مخلوق کے واسطے بولنا حلال نہین بلکہ حرام ہے ۔ ہان
بادشاہ کہنا وارد ہے پھر جب بادشاہ ان نابود لوگون پر بولتے ہو تو اسکی شان کبیر و جلیل کو قیاس کر واور یہی اللہ تعالے نے فرمایا۔ وما قدروا اللہ
حق قدرہ ۔ نہین قدر جانتے اللہ عزوجل کی جو اسکی قدر کا حق ہے ۔ اسی سے ڈرو اسی کی فرمانبرداری کرو اور عاجزی کرو کہ اے سلطان عرش ہم لوگ گویا
درحقیقت معدوم ہین ہمکو تو نے کس قدرت و صنعت سے پیدا فرمایا ہم سخت عاجز ہین ہم کہان تیرے حق قدر کو جان سکتے ہین تجہی کو عظمت و کبریائی ہے
تو ہی شہنشاہ ہے ہم تیرے بنائے بندے ہین سراسر تیرے احسان ہین ہین ۔ اللھم ربنا عافنا واعف عنا وتب علینا واھدنا وانت ارحم الراحمین
اور جاننا چاہیئے کہ اسلام مین بڑا فتنہ ان لوگون نے پھیلایا جنہون نے علم ہیأت کے زعم پر کہا کہ کرسی وہ فلک ہشتم ہے اور نوان آسمان عرش ہے اور یہ بیرد کی
فلاسفہ یونان کی ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور یہ وہم و گمان محض باطل ہے اور ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا کہ اسکو ائمہ علماء نے رد کر دیا ہے فاستقم ۔
(۸) ولا یؤدہ حفظھما ۔ اے ثقیل نہین اسپر حفاظت ان دونون یعنے آسمان و زمین کی اور اکثر اہل تفسیر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یؤدہ کی ضمیر اللہ تعالے ۸
کی طرف راجع ہے اے ثقیل نہین اللہ تعالے پر بلکہ آسان ہے اور زجاجؒ نے کہا کہ احتمال ہے کہ ضمیر کرسی کی طرف راجع ہو یعنی کرسی پر ان آسمانون و زمین کی
حفاظت جو اسکے بیچ مین ہے گران نہین اور یہ احتمال و حفاظت کی نسبت کرسی کی طرف صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ بحکم الٰہی ہے (۹) وھو العلی العظیم ۔ علو سے مراد کبھی ۹
مکانی بلندی ہوتی اور کبھی قدر و منزلت کی بلندی ہوتی ہے پس مکان کی راہ سے بلندی کسیکا مذہب نہین کیونکہ اللہ تعالے زمان و مکان و جہت
و وضع سب سے پاک و برتر ہے اور مکان کی راہ سے بلندی کا سوائے فرقہ گمراہ مجسمہ کے جو اللہ تعالے کے واسطے جسم و جہت کے قائل ہین اللہ تعالی
انکو خوار کرے اور کوئی قائل نہین ہے اور وہ لوگ کافر ہین اور اہل سنت مین سے کوئی اس بات کا قائل نہین اور بعضے بے وقوفون نے جو یہ گمان
کیا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے کہ اللہ تعالے عرش پر مستوی ہے وہ بھی جسم کے قائل ہین تو یہ محض باطل بہتان ہے اللہ تعالے پناہ مین رکھے جنہنے
انکا اعتقاد و مطلب سب مفصل بیان کر دیا ہے فتذکر اور بعضون نے جو زعم کیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بنا بر روایت ابو مطیع کے اللہ تعالی کے واسطے
جہت بالا کے قائل ہین وہ زعم غلط ہے امام ابو حنیفہ اس بات کے قائل ہین کہ جیسے سلف نے الرحمٰن علی العرش استوی مین تاویل نہین کی بلکہ کہا کہ ہان اللہ تعالی عرش پر
مستوی ہے مگر اسکی کیفیت و ماہیت ہمکو نہین معلوم ہے باوجودیکہ ہم یقین جانتے ہین کہ ہر نقص سے اللہ تعالی پاک ہے اور کوئی شے اسکے مانند نہین ہے پس عرش پر مستوی
ہونا ایسا نہین ہے جیسا وہم و گمان مین آتا ہے بلکہ اللہ تعالی کی ایک صفت ہے پس ابو حنیفہ بھی اسکے قائل ہین اور یہ کہتے ہین کہ اللہ تعالی سے دعا کیجاوے تو اسکے
علو مرتبہ کی راہ سے اوپر کی جہت کیطرف دعا کیجاوے اور اسکے قائل نہین ہین کہ اللہ تعالی خود اوپر کی جہت مین ہے نعوذ باللہ منہ پس جسنے امام ابو حنیفہ کیطرف
یہ گمان کیا اسنے غلط کیا ۔ بالجملہ یہان بلندی سے مراد قدر و منزلت کی بلندی ہے یعنی اللہ تعالی تمام مخلوق اور کل چیز سے بلند مرتبہ ہے بلکہ اللہ عزوجل کی بلندی و
رفعت کے مقابلہ مین کسی کو کچھ بھی بلندی نہین تاکہ کچھ نسبت ہو سکے اور بعض نے کہا برتر ہے سلطنت و قہر کی راہ سے اور اسکو مفسر سیوطیؒ نے اختیار
کیا ۔ اور بعض نے کہا کہ برتر ہے اس سے کہ کسی وصف بیان کرنے والے کا وصف اسکو پہونچے یعنے وصف کرنے والا تو اپنی طاقت اور علم بھر وصف کریگا
اور اللہ تعالی کی ذات و صفات تک کسی کا علم پہونچے کیا مجال ہے اور تعالی ویسا ہی ہے جیسا اسنے خود اپنا وصف فرمایا اور بندے اسی کی پیروی کرتے ہین ورنہ
اس وصف کی حقیقت کو بھی نہین پہونچتے ہین پھر خود بیچارے کہان سے وصف کرینگے اور اسی معنے کر حدیث مین آیا ہے ۔ انت کما اثنیت علی نفسک
تو ویسا ہی ہے جیسا تو نے اپنا خود وصف فرمایا ہے ۔ پھر مفسرؒ نے جو تفسیر اختیار کی ظاہر ابنظر ترجیح نظیر ہے کہ اللہ تعالے نے فرعون خوار کی نسبت فرمایا
ان فرعون علا فی الارض ۔ یعنے غالب بنا اور قہر کیا زمین مین ۔ پس علو کے یہی معنے سلطان حقیقی عزوجل کے ساتھ لیے گئے جس کی شان تحقیقی ہے

پھر جاننا چاہیئے کہ مین نے نوجملے لکھے اور ابن کثیرؒ وغیرہ نے دس بیان کیے ہین کیونکہ الحی القیوم کو مین نے اول مین داخل کردیا ہی فافہم۔ اس تمام تفسیر سے واضح ہوا کہ یہ آیۂ کریمہ بہت بڑے مسائل آلٰہیہ کو مشتمل ہی اور اس مین توحید و صفات باری تعالےٰ کے اعظم مسائل ہین اسی سے اعظم آیۂ قرآن ٹھہری اور سید آیہ ٹھہری چنانچہ ابی بن کعب سے روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب سے پوچھا کہ کون آیت کتاب اللہ تعالیٰ مین اعظم ہی ابی نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ اور اسکا رسول دانا تر ہی پس کئی بار لوٹایا تو آخر ابی بن کعب نے عرض کیا کہ آیۃ الکرسی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابوالمنذر تجھکو علم مبارک و گوارا ہو۔ رواہ احمد و مسلم اور نیز ابی بن کعب کی حدیث مین ہی کہ ابی رضؓ کے ایک جرین[1] مین چھوارے تھے وہ اسکی پرداخت کرتے پس دیکھا کہ وہ کم ہوتے ہین تو ایک رات نگاہبانی کی تو ناگاہ ایک جانور مثل طفل بالغ کے نظر آیا پس مین نے اسکو سلام کیا اسنے سلام کا جواب دیا مین نے پوچھا تو انسی ہی کہ جنی ہی بولا جنی ہون مین نے کہا اپنا ہاتھ مجھے دے اسنے دیدیا تو کتے کا سا ہاتھ اور کتے کے سے رونگٹے اسپر تھے مین نے کہا کہ جن ایسے ہی پیدا ہوئے ہین یا تو ہی ایسا ہی اسنے کہا کہ جن جانتے ہین کہ ان مین مجھسے زیادہ زبردست نہین ہی مین نے کہا کہ تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا بولا کہ مجھے خبر پہونچی کہ تو صدقہ دینا بہت پسند کرتا ہی تو ہمنے چاہا کہ تیرے طعام سے لیجاوین تو ابی رضؓ نے اس سے کہا کہ کون چیز ہمکو تم لوگون سے بچاوے بولا کہ یہ آیۃ الکرسی پھر صبح کو ابی رضؓ نے حضرت صلعم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ خبیث نے یہ بات سچ کہی۔ رواہ ابویعلی الموصلی والحاکم وصحح۔ اور انسؓ کی حدیث طویل مین جس مین آنحضرت صلعم نے اپنے صحابہ مین سے ایک سے نکاح کرنے کو پوچھا ہی آیۃ الکرسی کو چوتھائی قرآن فرمایا ہی رواہ احمد۔ اور معنے اسکے یہ ہین کہ ثواب اسکا چوتھائی قرآن پڑھنے کے برابر ہی اور آیۃ الکرسی کی فضیلت کے بھی بقول تحقیق یہی معنے ہین کہ اسکے پڑھنے مین ثواب زیادہ ہی اور یہی مراد بعض قرآن کے بعض پر افضل ہونے کے ہین کیونکہ صفات الٰہی عزوجل مین فضیلت ہی پس جس قرآن مین مذکور افضل ہو وہ افضل ہی اور بخاری مین ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ مجھے رسول اللہ صلعم نے زکوٰۃ رمضان[2] یعنی صدقہ فطر ۱۲ کی حفاظت پر وکیل کیا پس ایک آنے والا آیا اور طعام مین سے لپ بھر بھر سمیٹنا شروع کیا پس مین نے اسکو پکڑ لیا اور کہا کہ مین تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیچلونگا بولا کہ مجھے چھوڑدو کہ مین محتاج عیالدار ہون اور مجھے بہت حاجت پیش آئی اب نہ آونگا ابوہریرہؓ نے کہا کہ مین نے اسکو چھوڑدیا پس صبح کو مجھسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ رات والے تیرے قیدی کا کیا حال ہوا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسنے شدت کی محتاجی عیالداری بیان کی مین نے رحم کرکے اسکو چھوڑدیا آپنے فرمایا اسنے تجھسے جھوٹ کہا پھر آویگا پس مین نے حضرت صلعم کے کہنے سے یقین کیا کہ ضرور آویگا پس مین نے تاک لگائی پھر اسنے آکر طعام سمیٹنا شروع کیا مین نے پکڑا اور کہا کہ تجھے رسول اللہ صلعم کے پاس لیچلونگا اسنے کہا کہ مجھے چھوڑدو مین محتاج عیالدار ہون اب نہ آونگا مین نے رحم کھاکر اسکو چھوڑدیا صبح کو مجھسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ رات تیرے قیدی کا ماجرا کیا ہوا مین نے عرض کیا کہ اسنے محتاجی و عیالداری کی شکایت کی مین نے رحم کھاکر اسکو چھوڑدیا فرمایا کہ اسنے تجھسے جھوٹ کہا اور پھر آویگا پس مین نے تیسری بار تاک لگائی پس اسنے آکر طعام مین سے لپ بھرنے شروع کیے پس مین نے اسکو پکڑ لیا اور کہا کہ تجھکو رسول اللہ صلعم کے پاس لیچلونگا اور یہ تیسری بار ہی ہر بار تو کہتا ہی کہ نہ آونگا پھر آتا ہی بولا کہ مجھے چھوڑدے مین تجھے کچھ کلمات سکھلاؤن کہ اللہ تعالےٰ تجھکو اسسے نفع دیگا مین نے کہا وہ کیا ہین بولا کہ جب تو بچھونے پر جاوے تو آیۃ الکرسی پڑھ۔ اللّٰہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم یہانتک کہ آیت ختم کردے تو برابر تجھپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگہبان رہیگا اور تجھسے شیطان قریب نہوگا یہانتک کہ صبح ہوجاوے پس مین نے اسکی راہ چھوڑدی پھر صبح کو مجھسے رسول اللہ صلعم نے پوچھا کہ تیرے رات والے قیدی نے کیا کیا مین نے کہا یا رسول اللہ اسنے زعم کیا کہ وہ مجھے چند کلمات ایسے سکھلاتا ہی کہ اللہ تعالےٰ مجھے اسسے نفع دیگا تو مین نے اسکو چھوڑدیا آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہین عرض کیا کہ مجھسے اسنے کہا کہ جب تو بچھونے پر آوے تو آیۃ الکرسی اول سے آخر تک پڑھ اور مجھسے کہا کہ برابر تجھپر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک نگہبان رہیگا یہانتک کہ تو صبح کرے۔ اور صحابہؓ کا یہ حال تھا کہ یہ لوگ

[1] مکان میں ... بالاخانہ ... ۱۲
[2] یعنی صدقہ فطر ۱۲

نیکی کے بہت حریص تھے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای ابو ہریرہؓ وہ تجھسے سچ بول گیا حالانکہ وہ سخت جھوٹا ہی پھر فرمایا کہ ای ابوہریرہؓ تو جانتا ہی کہ
تین رات سے تو کس سے باتین کرتا ہی مین نے عرض کیا کہ نہین تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان تھا رواہ البخاری و النسائی اور ابو المتوکل الناجی نے ابوہریرہؓ
سے دوسرے سیاق سے اسکے قریب قریب روایت کیا کہ ابو ہریرہؓ کے پاس صدقہ کی کوٹھری کی کنجی تھی اور اسمین چھوہارے تھے پس ایک روز جا کر دروازہ
کھولا تو دیکھا کہ اس مین سے ایک لپ بھر چھوہارے نکل گئے ہین پھر دوسری بار ایک دن کھولا تو دیکھا کہ اس مین ایک لپ بھر نکل گئے ہین پھر تیسری بار
ایک روز کھولا تو بھی دیکھا کہ اسمین سے اتنے ہی نکل گئے ہین پس ابوہریرہ نے حضرت صلعم سے اسکی شکایت کی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ بھلا تو چاہتا ہی کہ اس شخص کو
پکڑے مین نے عرض کیا کہ ہان فرمایا کہ جب تو دروازہ کھولے تو کہنا کہ پاک ہی وہ جسنے تجھکو محمد کے لیے مسخر کر دیا پس ابو ہریرہؓ نے دروازہ کھولکر کہا کہ سبحان من
سخرک لمحمد تو ناگاہ وہ چور سامنے کھڑا نظر آیا پس ابوہریرہ نے کہا کہ ای خدا کے دشمن تو ہی ایسا کرنے والا ہی بولا کہ ہان مگر مجھے چھوڑ دے مین اب نہ آؤنگا
مین اسکو نہ لیتا مگر جن مین سے ایک فقیر گھر والون کے واسطے لیتا تھا الی آخر الحدیث رواہ ابن مردویہ اور امام احمد و ترمذی نے ایسا ہی قصہ حضرت
ابو ایوبؓ کا روایت کیا اور اس مین ہی کہ جب انھون نے رسول صلعم سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ جب تو اسکو یعنے غول کو دیکھنا تو کہنا بسم اللہ اجیبی
رسول اللہ پھر ماجرا اسکا بھی مثل قصہ ابو ہریرہؓ کے روایت کیا اور ترمذی نے حدیث کو حسن غریب کہا ہی اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے بعد ذکر ان
احادیث کے کہا کہ ایسے وقائع تین ہوے یعنے ایک ابی بن کعب کے ساتھ دوسرا ابو ایوبؓ کے ساتھ تیسرا ابو ہریرہؓ کے ساتھ واقع ہوا۔ پھر ایک
غریب قصہ کتاب غریب ابو عبید سے نقل کیا کہ ابو عبید نے کہا حدثنا ابو معاویۃ عن ابی عاصم الثقفی عن الشعبی عن عبد اللہ بن مسعودؓ کہا کہ آدمیون مین
سے ایک آدمی باہر نکلا پس اسکو جنون مین سے ایک شخص ملا اور کہا کہ بھلا تو مجھسے کشتی لڑنا چاہتا ہی پھر اگر تو نے مجھے پچھاڑ لیا تو مین تجھے ایسی آیت
سکھلاؤنگا کہ جب تو اپنے گھر مین داخل ہونے کے وقت اسکو پڑھ لیگا تو اس مین کوئی شیطان نہ جاوے گا پس باہم کشتی لڑے پس آدمی نے
اسکو پچھاڑ لیا اور کہا کہ مین تجھے نحیف الجسم دیکھتا ہون اور تیری کلائیان جیسے کتے کی کلائیان ہین تو کیا تم لوگ جن ایسے ہی ہوتے ہو۔
یا تو ہی ان مین سے ایسا ہی بولا کہ مین ان سب مین زبردست ہون او ر مجھسے دوبارہ کشتی لڑو پس دوبارہ بھی آدمی زاد نے اسے پچھاڑ لیا تو
وہ بولا کہ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کر کہ جب اسکو کوئی اپنے گھر مین جاتے وقت پڑھ لیتا ہی تو ضرور شیطان اس مین سے نکل بھاگتا ہی گدھے کی طرح سے
رینگتا ہوا پس ابن مسعودؓ سے کہا گیا کہ وہ آدمی کیا عمرؓ تھے تو ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ کون امید کیا جاتا ہی کہ ہو سوا ے عمرؓ کے اور اسماء بنت
یزید بن السکن انصاریہ سے روایت ہی کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو سنا کہ فرماتے تھے کہ دو آیتین اللہ لا آلہ الا ہو الحی القیوم۔ اور الم اللہ لا آلہ
الا ہو الحی القیوم۔ انھین دونون مین اللہ تعالے کا اسم اعظم ہی رواہ احمد و ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجہ و قال الترمذی حسن صحیح اور ابو امامہؓ
سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے ہر نماز فریضہ کے پیچھے آیۃ الکرسی پڑھی اسکو جنت مین داخل ہونے سے کچھ روک نہین الا یہی کہ
مرجاوے رواہ النسائی و ابن مردویہ و ابن حبان و شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسناد اسکی بر شرط بخاری ہی اور ابن الجوزی نے اس حدیث کو موضوع
گمان کیا ہی قال المترجم اور ابن الجوزی یہان چوک گئے اور بہت محدثین نے ابن الجوزی پر اسکے موضوع کہنے پر گرفت کی ہی اور صحیح یہ قرار دیا
ہی کہ یہ حدیث صحیح ہی اور سلف سے اسکے فضائل کے بارہ مین بہت کچھ مروی ہی اور یہ جسقدر تفسیر ابن کثیر وغیرہ سے مذکور ہوا کافی ہی ف
قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی اللہ لا آلہ الا ہو۔ اپنا وصف الوہیت شروع کرکے بندون کے دلون سے اسباب عبودیت قطع کر دیا اسواسطے
کہ عبودیت تو جب ہی ہوتی ہی کہ ربوبیت سے آگاہی ہو جاوے اسیواسطے اول اظہار وجود مین اپنے پاک ذات کو ذکر فرمایا اور منزلہی ذات پاک
اپنی وصف کے ساتھ کشف کیا قال المترجم یعنے لا آلہ کے وقت شاید انکے دلون سے بالکل الوہیت کی نفی ہو جاتی حالانکہ کسی وقت بندے کے

دل سے اللہ عزوجل کا بھولنا نہین چاہیئے اسیواسطے پہلے آللہ فرماکر انکے دلون مین اپنے تئین ثابت کردیا کہ اسکی سلطنت وکبریائی ظاہر ہو پھر غیر کی
نفی کے وقت ان کے دلون سے وہ بھول نہین سکتا کیونکہ لا آلہ الا ہو اسکے ظہور سلطنت وعظمت کمالیہ کا بیان ہے فافہم۔ اور نیز مخلوق کو
بذات خود اپنی طرف ملایا بلا علت تاکہ خودی مین فنا فرماوے۔ توحید پر تنزیہ کو قائم کیا یعنے اسکی توحید عجیب ہے کہ کسی چیز سے مانند نہین کیونکہ جو چیز واحد ہو
اسکو وحدت عارض ہے یعنے اکیلاپن جس چیز سے لگا ہے وہی واحد کہلاتی ہے بخلاف توحید باری تعالی کے کہ وہ پاک منزہ ہے ہر لگاؤ سے۔ قولہ الا ہو ازل
کردیا علتون کو قدس ازل سے اور ازل ہی کے ساتھ ازل سے کشف فرمایا۔ یعنے مثلا جو چیز ہے اسکا کوئی سبب ہے اور اللہ تعالے کی ازلیت بلا سبب
ہے کیونکہ ہو فرمایا اور ممکنات مین سے کوئی چیز ہو ہو لذاتہ نہین ہے بلکہ لعلت ہے **قال المترجم** مقام بہت دقیق ہے جہانتک ممکن ہے مین نے
اشارہ کیا آگے مین کچھ نہین کہہ سکتا ہون۔ تعالی اللہ علوا کبیرا۔ اور **شیخ ابن منصور** رح سے یہ آیت دریافت کیگئی تو کہا کہ لا آلہ الا اللہ۔
دو باتون کو مقتضی ہے ایک تو ربوبیت سے علت کو زائل کیا جاوے اور اعتقاد کیا جاوے کہ حق سبحانہ تعالے درک سے پاک ومنزہ ہے یعنی کوئی عقل ہو
یا کچھ ہو اسکو کوئی نہین پاسکتا ہے **شیخ ابن عطا** رح نے فرمایا کہ لا آلہ الا اللہ پر اعتقاد کرنے کی سچائی یون ثابت ہے کہ صبر کرے اور اسی سے وہ ایمان پر
ثابت وجما رہیگا اور صدق ہو اور اسی سے وہ پوشیدہ وظاہر اپنے پروردگار کی بندگی مین کوشش کریگا اور خرچ کرے اپنے مال سے خالص اس کی
رضامندی چاہنے کے لیے یہانتک کہ اپنی ذات کے لیے سوا اپنے خالق کے کوئی چیز ذخیرہ نہ کرے اور تڑکے کے وقتون مین اپنے پروردگار
کی یاد مین سب فکرون سے خالی ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو بیٹھے۔ اور استغفار کے ساتھ اسکی جناب مین اپنی محتاجی کا اظہار کرے اپنے گناہون پر نادم
ہو کر اور یہ خوف کرے کہ کہین ایسا نہو کہ مین مہجور ومردود کردیا جاؤن۔ اور نیز فرمایا کہ لا آلہ الا اللہ کہنے والے کے ساتھ تین نورون کی احتیاج ہے۔
نور ہدایت۔ نور کفایت۔ نور عنایت۔ پھر جب اللہ تعالی نے اسپر نور ہدایت سے احسان کیا تو بندہ اسکے خاص بندون مین سے ہو جاتا ہے اور جب
نور کفایت اسکو عطا کیا تو وہ کبیرہ گناہون اور فحش باتون سے معصوم ہو جاتا ہے اور جب نور عنایت سے سرفراز کیا تو وہ برے خطرات وخیالات
سے جو دل مین آتے ہین محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ لا آلہ الا اللہ کہنے والے کو چار خصلتون کی حاجت ہے تصدیق وتعظیم وحلاوت وحرمت
سو جسکو تصدیق نہو وہ تو زبانی کہنے والا ہے بدون دل کے پس وہ منافق ہے اور جس شخص کے دل مین تعظیم نہو وہ بدعتی ہے اور جس کو حلاوت نہو
وہ ریاکار ہے دکھلانے کو کام کرتا ہے اور جسکے دل مین حرمت نہو وہ فاسق ہے اور **شیخ ابو الحسن النوری** سے کہا گیا کہ تو لا آلہ الا اللہ کیون نہین
کہتا ہے تو کہا کہ مین اللہ۔ کہتا ہون اور بس۔ مین اللہ کے ساتھ اسکی ضد یعنے لا آلہ کو باقی نہین رکھتا **قال المترجم** یہ نہایت غلبۂ توحید ہے کہ ان کو
اللہ عزوجل کے سوا کسی کا خیال ہی نہ تھا اور نہ کسی کا اثر انکے دل مین پڑتا تھا کہ نفی کرنے کی حاجت ہو بلکہ لا آلہ کہنے سے غیر کا تصور خواہ مخواہ آتا ہے
اسکو وہ بہت مکروہ جانتے تھے اور رہے عوام لوگ تو وہ اس تمام کلمہ کے مفہوم سے اللہ تعالے کی توحید کو بتکلف نکالتے ہین اور حدیث صحیح مین جو
آیا ہے کہ افضل ذکر قول لا آلہ الا اللہ ہے تو یہ عام تعلیم ہے کسی خاص کا بیان نہین ہے دیکھو اللہ عزوجل نے یون ہی فرمایا کہ یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا
وسبحوہ الآیہ۔ صرف اللہ عزوجل کے ذکر کو فرمایا ہے اور فرمایا۔ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم۔ اور شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ بعض نے
ذکر کیا ہے کہ جسنے اس کلمہ کو کہا حالانکہ اسکے دل مین رغبت یا خوف یا طمع یا سوال ہے تو وہ مشرک ہے۔ الحی القیوم حی وہ کہ جس سے زندون کا
قیام ہے اور قیوم وہ کہ جسکی قیومت سے مردے زندے ہو جاتے ہین اور نیز۔ حی۔ وہ کہ اس سے سانسون کی آمد ورفت جاری ہے اور قیوم وہ کہ جسکے
کافی ہونے سے اشخاص کا قیام ہے اور اسکی صفات خاصہ سے ہے کہ عدم مین زندگی بخشے اور صفات عامہ سے ہے کہ خلق کو عدم سے وجود مین لایا اور قیومیت
اسکی وہ صفت ہے کہ برابر اسکے ساتھ ہمیشہ موصوف ہے اور محصل اسکا یہ ہے کہ وہ اپنی ذات سے اپنی ازلیت وابدیت مین مستقل ہے اھ بعض نے الحی القیوم

ف۔ یہی ہے رحمۃ للعالمین نے فرمایا ما عرفناک حق معرفتک کہ اے میرے معبود تیری معرفت کا جو حق ہے وہ مجھے بھی حاصل نہین ہے تمام عالم کا اس پر اتفاق ہے کہ اس ذات بحت کی ادراک سے عقول انسانی بالکل قاصر ہین ۱۲ جعفر علی عفی عنہ

کے اشارہ ہین کہاکہ تواسکو اسکی قیومیت ہین اپنے اوپر اور تمام عالم پر مراقب کر۔ اور بعض نے کہاکہ وہ قیوم ہی بایں طور کہ برگزیدہ بندون کے اسرار
اپنے اذکار کو محفوظ فرماتاہی ۔ اور سہل رحمہ اللہ نے کہاکہ قیوم وہ کہ اپنی مخلوق پر انکی روزی و اعمال و موت کے اوقات وغیرہ ہر چیز کے واسطے قائم ہی
اور خواص شامی رح نے فرمایاکہ جسنے اللہ کو پہچاناکہ وہ حی قیوم ہی تو اس شناخت پر اسپر واجب ہواکہ اپنی ہر چیز کو اسی سے طلب کرے اور اپنے
کامون ہین سے ہر کام کے قیام کو ترک کرے کیونکہ وتعالے خود اسکے امور کا قیوم ہی۔ لا تأخذہ سنة و لا نوم اس اشارہ سے اپنے ایسے
خاص بندون کو ڈراتاہی کہ جو اسکی طرف مراقبہ رکھتے ہین اسطرح ڈراتاہی کہ اسکے سواے کسی غیر کی طرف ایک دم و ایک پلک مارنے تک بھی مشغول نہون
اور مریدون وطالبون کے دلون سے تشبیہ کا خیال زائل کردیا **قال المترجم**۔ یعنے مراقبہ و یاد کرنے والون کو واجب ہی کہ کوئی تصور جناب باری تعالی
کیواسطے اپنے دل ہین نہ لاوین کیونکہ جو تصور ہوگا وہ اسکے خیال کا بنایا ہوا ہوگا اور جو یہ گڑھیگا وہ اسکے لیے بت ہوگا اللہ تعالی عزوجل کسی چیز سے مشابہ
نہین ہی وہ پاک منزہ ہی اور بشری عقل خیال وغیرہ اس تک کبھی نہین پہونچ سکتاہی اور یہ ایک نکتہ ضروری ہی کہ اکابر طریقہ نے اسکو بتصریح وجد وجہد
منع کیاہی فافہم اور نیز اس ہین آگاہی دی کہ مظلومون کے واسطے وہ ظالمون سے انتقام لیگا اور نیز خلق کو تعلیم فرمایاکہ اسکی صفات قدیمہ سب منزہ پاک
ہین اور ذات عظیم اسکی مقدس و برتر ہی یعنے ہین مخلوقات کی صفتون سے پاک منزہ ہون۔ اور بغدادیون نے فرمایاکہ سنة ای اونگھ اسکو کہان سے لے سکتی ہی
وہ موجود تھا اور سنة موجود نہ تھی اور اسنے سنہ کو خود ایجاد کیا اپنے بندون کو مقہور کرنے کے واسطے اور ان کا نقص ظاہر کرنے کے لیے **قال المترجم**۔
اس کلام ہین اشارہ لطیف یہ ہی کہ جو چیزین بندون کے نفع کیواسطے قراردی جاتی ہین وہ چیزین خود بندون کا نقص ظاہر کرتی ہین اور بتلاتی ہین کہ یہ لوگ
کامل نہین ہین اسواسطے کہ اس نفع کے محتاج ہین اور جو محتاج ہی وہ کامل نہین ناقص و حادث ہی له ما فی السموات وما فی الارض اس کلام
بزرگ سے اپنے چنے ہوے بندون کے دلون ہین سے دونون جہان وتمام عالم کی حلاوت و تروتازگی بے بنیاد کا مزہ دور کردیا ای یہ سب حوادث
میرے ہی مخلوق وملک و مقہور ہین پس مومن کادل جب مشاہدہ کی جگہ ہوگا کہ جب اس ہین یہ فانی چیزین بالکل ناپیدہون پس موحدون کو غیرت دلائی
کہ اسباب و علتون سے اپنے آپ کو فنا کرین اسواسطے کہ انعام دینے والے کی طرف سے منہ پھیر کر نعمت کی طرف متوجہ ہوجانا یہ انعام دینے والے کے ساتھ
کفر کرنا و شرک ہی۔ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ اس کلام ہین سفارش کرنے والے اور سفارش چاہنے والے دونون کو اپنے دریاے احسان ہین
غرق کیا یعنے دونون کو منت سے زیربار کیاکہ اسکے بار احسان ہین دونون دب گئے اسواسطے کہ اپنے بندون کی خبرگیری کسی کے سپرد نہین فرمائی بلکہ
اپنی ہی طرف رکھی اور نیز اپنی ازلی عنایت سے وسیلہ کی رسیان کاٹ دین **قال المترجم** معنے یہ ہین کہ جب بندونکو اپنی اجازت کے سفارش کا اختیار ندیا تو گویا
خود ہی کرم فرمایا اور اشارہ کیاکہ سفارش کرے پس جسکو اجازت دی اسپر یہ کمال احسان کیاکہ اسکو اس کرامت سے سرفراز کیا اور جسپر بخشش کرکے سفارش
مان لی اسکے حق ہین تو عنایت ظاہر ہی اور یہ درحقیقت ازلی عنایت ہی جس ہین وسیلہ کو کچھ دخل نہین ہی فافہم اور نیز اس آیت سے اپنی مخلوق کو ادب سکھلایا
تاکہ اسکی طرف انبساط نہ کرین سواے اس شخص کے جسپر سکر اور بیہوشی غالب ہوئی ہو۔ اور انبساط اور اذن تو پردہ عظمت کے نزدیک مقام ہیبت ہین
ہوتاہی اور بعض نے فرمایاکہ اس سے اپنے بندون کے دلون کو اپنے ہی طرف جذب کیاکہ اس حال ہین اور آیندہ حال ہین اسی کی طرف رجوع ہی اور واسطی رح
نے فرمایاہی کہ اگر اپنی ذات کی طرف سواے اپنے اور کسیکو وسیلہ کرتا تو کام اسکا اس علت کا معلول ہوتا اور جسنے اسکے اخلاص و محبت و رضامندی سے اپنے
آپکو آراستہ کیا تو توسل اسکی صفات سے ہی اور منصور رح نے کہاکہ پھر کون سفارشی ہوسکتا ہی ایسے شخص کی طرف جسکے ساتھ کسی اور کو گنجایش نہین
سواے اسکے اور کوئی دوسرا اسکا حاجب نہین ہوسکتاہی۔ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ای وہ خطرات جو انکے روبرو ہین اور وہ لغزشین
جو انکی پیٹھ پیچھے ہین جانتاہی اور نیز جو مقامات انکے روبرو ہین اور جو احوال انکے پیٹھ پیچھے ہین جانتاہی۔ اور نیز اسرار افعال جو ارادہ الٰہی سے مقرون ہین

جنکے ساتھ انکو امتحان کیا ہے وہ قبل انکے ایجاد کرنے کے اُنسے جانتا ہے اور علم ازلیات کے اسرار جو مقام عبودیت مین انکے معائنہ ہوجانے کے بعد ہوے ہین وہ بھی ان سے جانتا ہے۔ اور ابو القاسم رح نے کہا کہ جو انکے سامنے اور جو پیچھے ہے سب جانتا ہے اسواسطے کہ اسکے علم سے کوئی معلوم باہر نہین اور اس پر کوئی موجود و معدوم لگا لپٹا نہین ہے۔ ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء علم قدم کو ان لوگون سے محجوب و پوشیدہ کردیا جنکو عدم سے پیدا کیا ہے مگر اسی قدر کہ اہل دل بندون کو غیوب کے معائنہ سے ظاہر کردیا۔ کرسی و عرش دونون مخلوقات حادثہ کے لیے قبلہ ہین حالانکہ رحمٰن کے واسطے کوئی جہت نہین ہے اور کائنات کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا مشابہ نہونا سواے ان لوگون کے کوئی نہین جانتا جنھون نے کشف سے دیکھ لیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ کرسی و عرش کا ذکر قدرت عظیمہ کا اظہار ہے اور یہ دونون ذات باری عز اسمہ کے واسطے محل نہین ہین اور شیخ ابو القاسم قشیری رح نے فرمایا کہ جو چیز مخلوق ہے اسکو اللہ عز وجل کی صفات پاک و جلال قدرت مین کہان گنجایش ہے خواہ عرش ہو یا کرسی ہو خواہ جنی ہو یا انسی ہو اور بعض نے فرمایا کہ کرسی کے درمیان مین آسمان و زمین مثل ایک ذرہ کے ہین۔ ولا یؤدہ حفظہما وہو العلی العظیم یعنے اسکو اس خلقت کی نگہداشت باوجود اس خلقت کے وسیع و کبیر ہونے کے کچھ گرانی نہین دیتی ہے اور نیز یہ دونون اسکی عظمت کے مقابلہ مین رائی برابر بھی نہین ہین کیونکہ یہ اسکی بادشاہت اور سلطنت مین ایک ذرہ سے بھی کم ہین اور نیز آسمان و زمین بسبب اسکے قائم ہین اور اسکی صنعت کے واسطے کوئی علت نہین ہے اور نہ اسکے فعل کے واسطے کوئی ہتھیار ہے اسی سے ظاہر ہوئی اور اسی سے ان چیزون کا قیام ہے

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ

زبردستی نہین　دین کی بات مین کھل چکی ہے　صلاحیت　اور گمراہی　اب جو کوئی منکر ہو طاغوت سے　اور ایمان لاوے اللہ پر اُسنے

اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

پکڑلی　پکڑ　مضبوط　جو ٹوٹنے والی نہین　اور اللہ تعالےٰ سننے والا جاننے والا ہے

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ دین مین داخل ہونے پر زبردستی نہین۔ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ گمراہی سے ہدایت متمیز ہو چکی ف یعنے آیات بینات سے ظاہر ہوگیا کہ ایمان تو ہدایت ہے اور کفر کرنا گمراہی ہے سیوطی رح نے کہا کہ یہ آیت انصاریؓ مین سے ایسے شخص کے حق مین نازل ہوئی کہ اسکے کئی فرزند تھے اور اسنے چاہا کہ انکو اسلام لانے پر زبردستی مجبور کرے۔ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ پس جو کوئی طاغوت سے منکر ہو۔ ف یعنے شیطان یا بت سے بیزار ہو جاوے۔ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ۔ اور اللہ تعالیٰ پر یقین لاوے ف جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔ تو اسنے عہد محکم کو مضبوط پکڑ لیا ف اور یہ عقد محکم کچھ کمزور نہین بلکہ۔ لَا انْفِصَامَ لَهَا۔ اس کے واسطے شکست نہین ہے ف حتی کہ وہ قرب الٰہی مین داخل جنت ہوجائیگا۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ اور اللہ تعالیٰ سمیع علیم ہے ف زبانی ایمان کو سُنتا ہے اور دلی اعتقاد کو بھی جانتا ہے لہذا منافق اسنے بتلا دیا۔ اہل علم نے اسمین اختلاف کیا کہ آیت منسوخ ہے یا نہین۔ قول اول آنکہ یہ آیت منسوخ ہے اسواسطے کہ اسمین اکراہ کی نفی ہے حالانکہ رسول اللہ صلعم نے اہل عرب کو دین اسلام پر اکراہ کیا اور انسے لڑے یہانتک کہ وہ اسلام لائے اور سواے اسلام کے جزیہ وغیرہ لینے پر اُنسے راضی نہوے پس ناسخ اسکا قولہ تعالےٰ۔ یاایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین الآیۃ۔ اور قولہ تعالےٰ یاایہا الذین آمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار۔ اور اظہر یہ ہے کہ ناسخ یہ ہے قولہ تعالیٰ ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونہم او یسلمون۔ اسمین وہی باتون مین حصر ہے کہ ان سے قتال کرو یا وہ اسلام لادین اور بعض نے تاویل کی کہ اسلام سے گردن جھکانا مراد ہے خواہ جزیہ دیکر یا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہکر ولیکن حنفیہ کے طور پر یہ تاویل نہین ہوسکتی کہ جمع درمیان حقیقت و مجاز ہے اسواسطے کہ گردن جھکانا تو لغوی حقیقت ہے اور معنے شرعی اسکی نسبت مجاز ہین اور معنے شرعی حقیقت شرعی

ہین اور لغوی اسکی نسبت مجاز ہین فافہم اور کہا گیا کہ اکثر مفسرین اسی طرف گئے ہین کہ آیت منسوخ ہی اور جاننا چاہیئے کہ اہل عرب کے واسطے ایک خصوصیت تھی کہ حضرت صلعم نے انسے جزیہ قبول نہین کیا تھا کہ عرب کے اہل کتاب سے بھی وہان رکھکر جزیہ منظور نہ تھا تا آنکہ عمرؓ نے یہود خیبر کو نکال دیا اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہی کہ مشرکین عرب سے سواے اسلام کے کچھ قبول نہین ہی قول دوم یہ کہ یہ آیت خاصۃً اہل کتاب کے حق مین ہی کہ اگر وہ جزیہ دے کر اپنے دین پر رہین تو انپر اکراہ نہوگا اور اکراہ انھین لوگون پر ہی جو بت پرست ہین اور یہ شعبی و حسنؒ و قتادہ و ضحاک کا قول ہی قول سوم آنکہ یہ خاصۃ انصار کے حق مین ہی اور سواے اسکے دیگر اقوال ہین کہ اعتماد سے خارج ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ علما نے ذکر کیا کہ سبب نزول اس آیہ کا ایک قوم انصار کے حق مین ہی اگرچہ اسکا حکم عام ہی پھر ابن جریر کی اسناد سے ابن عباس سے روایت کی کہ انصار مین سے بعضی عورت ہوتی کہ اسکا بچہ نہ جیتا پس وہ اپنے اوپر یہ عہد کرتی کہ اگر جیتا رہیگا تو مین اسکو یہودی دین مین کرونگی پھر جب بنو نضیر جلاوطن کیے گئے تو ان مین انصار کے ایسے بیٹے بھی تھے پس انصار نے کہا کہ ہم اپنے بیٹون کو نہ چھوڑینگے یعنے جانے نہ دینگے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ رواہ ابوداؤد والنسائی و ابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ اور ایسا ہی مجاہد و سعید بن جبیر و شعبی و حسن بصری وغیرہم نے ذکر کیا کہ یہ آیت اسی بارہ مین اتری ہی **قال المترجم** انصاری عورت کا یہ عہد کرنا قبل اسلام کے تھا چنانچہ اسی قصہ کے بعض طرق مین ابن عباسؓ سے یہ زیادت مروی ہی کہ انصار نے کہا کہ ہمنے اپنے بیٹون کو یہود کے دین مین اسواسطے کر دیا تھا کہ ہماری راے مین انکا دین ہمارے دین یعنے بت پرستی سے افضل تھا اور اب اللہ تعالی نے ہمکو اسلام دیا تو ہم ان لڑکون پر اسلام کے واسطے اکراہ کرین پھر جب یہ آیت اتری تو حضرت صلعم نے ان لڑکون کو مختار کیا اور اسلام لانے پر مجبور نہین کیا واللہ اعلم پھر **ابن کثیرؒ** نے محمد بن اسحق کی روایت حضرت ابن عباس سے ذکر کی کہ قولہ لا اکراہ فی الدین۔ نازل ہوا ایک شخص انصاری کے حق مین جو بنی سالم بن عوف مین سے تھا اسکو حصینی کہتے تھے اور اسکے دو لڑکے نصرانی تھے اور وہ خود مرد مسلمان تھا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کیا مین ان کو دین اسلام لانے پر مجبور نہ کرون کیونکہ وہ دونون سواے نصرانیت کے اور کچھ نہین مانتے ہین پس اللہ تعالی نے اس بارہ مین آیت نازل فرمائی رواہ ابن جریر اور سدی نے مانند اسکے روایت کی اور اسقدر زیادہ روایت کیا کہ یہ دونون لڑکے ان تاجرون کے ہاتھ پر نصرانی ہوے تھے جو شام سے منقی کی بھرتی کرتے تھے پس ان دونون نے ان تاجرون کے ساتھ جانے کا قصد کیا تو انکے باپ نے چاہا کہ ان دونون کو اکراہ کرے اور رسول اللہ صلعم سے درخواست کی کہ انکے پیچھے آدمی روانہ فرما دین پس یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر ابن ابی حاتم کی روایت اسبق کی نقل کی کہ مین عمر بن الخطاب کا مملوک اور نصرانی دین مین تھا پس عمر مجھپر اسلام پیش کرتے اور مین انکار کرتا تو فرماتے۔ لا اکراہ فی الدین۔ اور فرماتے کہ اے اسبق اگر تو مسلمان ہوجاتا تو ہم مسلمانون کے بعض کامون مین تجھسے کچھ مدد لیتے پھر **ابن کثیرؒ** نے فرمایا کہ علما مین سے ایک بڑا گروہ اس طرف گیا ہی کہ یہ آیت محمول ہی اہل کتاب کے حق مین اور جو انکے دین مین داخل ہو قبل اسلام لانے کے جبکہ وہ لوگ جزیہ دینا قبول کرلین پھر دیگر علما سے اسکے منسوخ ہونے کا قول نقل کیا بمانند اس تقریر کے جو ہمنے اوپر ذکر کی ہی اور کہا کہ صحیح مین مروی ہی کہ پروردگار کی عجب قدرت ہی کہ ایک قوم زنجیرون مین باندھکر جنت کی طرف کھینچی جاتی ہین یعنے وہ قیدی جو جہاد مین گرفتار کرکے طوق و زنجیرون و بیڑیون مین جکڑکے اسلام کے ملک مین لائے جاتے ہین پھر اس کے بعد وہ مسلمان ہوجاتے ہین اور انکے اعمال درست ہوجاتے ہین اور انکے قلوب صالح ہوجاتے ہین پس اہل جنت مین سے ہوجاتے ہین امام احمد نے حدیث روایت کی کہ حدثنا یحیی عن حمید عن انسؓ کہ رسول اللہ صلعم نے ایک مرد کو کہا کہ تو مسلمان ہوجا اسنے عرض کیا کہ مین اپنے کو کارہ یعنے کراہت کرنے والا پاتا ہون تو فرمایا کہ مسلمان ہوجا اگرچہ تو کارہ ہو یہ حدیث ثلاثی صحیح ہی ولیکن اس باب سے نہین ہی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام پر اکراہ نہین فرمایا بلکہ اسکو دعوت اسلام کی اسنے خبر دی کہ میرا نفس اسکو قبول نہین کرتا ہی فرمایا کہ اللہ تعالی تجھے نیک نیتی دیدے گا تو

مسلمان تو ہو جا پس اس مین اکراہ نہین ہے۔ قولہ قد تبین الرشد من الغی ۔ ای تمیز ہو گیا ایک دوسرے سے اور غی اصل مین بمعنے جہل ہے مگر جہل کا اطلاق اعتقاد
مین ہے اور غی کا اطلاق اعمال مین ہے۔ قولہ فمن یکفر بالطاغوت ۔ طاغوت بروزن فعلوت از طغیان بمعنے حد سے بڑھ جانا ہے اسکا عین و لام مقلوب کیا گیا
اور جوہری نے کہا کہ طاغوت بمعنے کاہن وجادوگر وشیطان وہر وہ کہ گمراہی کا سردار ہو اور ہر وہ چیز کہ جسکی پرستش کی جاوے سواے اللہ عزوجل کے
اور یہ لفظ کبھی واحد ہوتا ہے مثل قولہ تعالے یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ۔ ای بالطاغوت ۔ اور اس صورت مین جمع اس کی
طواغیت آتی ہے اور کبھی طاغوت جمع بولا جاتا ہے مثل قولہ تعالے اولیاؤہم الطاغوت ۔ اور ابن کثیرؒ نے عمرؓ سے روایت ذکر کی جس مین ہے کہ عمرؓ نے
فرمایا کہ جبت تو جادو ہے اور طاغوت شیطان ہے رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ طاغوت کی تفسیر شیطان سے بہت قوی ہے
کیونکہ یہ شامل ہے ہر برائی کو جو اہل جاہلیت کرتے تھے مانند بت پرستی وبتون سے مدد کی خواستگاری وغیرہ قال المترجم یہ اشارہ ہے کہ مراد ہر ایسی
چیز کا ترک کرنا کہ وہ گمراہی کا سر ہے اور اس ایک لفظ مین سب کا ترک آگیا ۔ قولہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی ۔ مفسرین نے اس باب مین تو اتفاق کیا ہے
کہ یہ باب تشبیہ سے ہے یعنے جو امر کہ دلیل سے معلوم ہے اسکو ایسی چیز سے جو حواس سے محسوس ہے تشبیہ دی مراد اس سے ایمان ہے کہ جس کے حق مین در واقع
ٹوٹنا نہین ہے اور یہی ابن کثیرؒ نے مجاہد سے نقل کیا اور سدیؒ نے کہا کہ وہ اسلام ہے اور ہمارے نزدیک یہ دونوں واحد ہین دونون تفسیرون مین
کچھ فرق نہین ہے اور مفسرین شافعیہ بیان اس وجہ سے ساکت رہے کہ انکے نزدیک ایمان و اسلام مین فرق ہے حالانکہ یہ مقام تو خود صریح ہے کہ اسلام سے
مراد وہی ایمان ہے ورنہ ظاہری معنے اسلام کے بمعنے گردن جھکانا ظاہر ہے کہ وہ عروہ وثقی نہین ہے فتدبر اور ایسی ہی جسنے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ ہے تو اس سے
بھی وہی مراد ہے اور ایسے ہی جسنے کہا کہ وہ اعتقاد حق ہے اس سے بھی یہی مراد ہے فافہم ۔ اور ابن کثیرؒ نے روایت محمد بن قیس بن عبادؒ کو ذکر کیا کہ مین
مسجد[1] مین تھا کہ ایک شخص آیا جسکے چہرہ پر اثر خشوع[2] ظاہر تھا پس اسنے دو رکعت نماز پڑہی اور اس مین اختصار کیا پس لوگون نے کہا کہ یہ شخص اہل جنت مین سے
ہے پھر جب وہ نکلا تو مین اسکے پیچھے ہو گیا یہانتک کہ وہ اپنے گھر مین داخل ہوا پس مین اسکے ساتھ گیا اور مین نے باتین کرنی شروع کین جب وہ مانوس
ہوے تو مین نے کہا کہ جب آپ مسجد مین داخل ہوے تھے تو لوگون نے ایسا ایسا کہا تھا تو فرمایا کہ سبحان اللہ کسی کو وہ بات نہین کہنی چاہیے جس کو
وہ نہین جانتا ہے اور مین تجھسے بات کہون کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ایک خواب دیکھا اور اسکو حضرت صلعم سے بیان کیا مین نے
دیکھا کہ گویا مین ایک سبز باغ مین ہون پھر ابن عون راوی نے کہا کہ انھون نے اسکی سبزی وکشادگی کو بیان کیا پھر کہا کہ اسکے بیچ مین ایک لوہے کا
ستون تھا کہ نیچے کا سرا تو زمین مین اور اونچا سرا آسمان مین تھا اور اسکی اونچائی پر ایک عروہ تھا تو مجھسے کہا گیا کہ تو اسپر چڑھ جا مین نے کہا کہ مین
نہین چڑھ سکتا ہون پھر ایک خادم نے آکر پیچھے سے میرے کپڑے اٹھا دیے اور کہا کہ چڑھ تو مین چڑھ گیا یہانتک کہ مین نے وہ عروہ جا پکڑا پس مجھسے
کہا گیا کہ اسکو مضبوط پکڑے رہ پھر مین جاگ گیا اس حال مین کہ وہ عروہ مین مضبوط پکڑے تھا پس مین نے آکر رسول اللہ صلعم سے اسکو بیان کیا تو
آپ نے فرمایا کہ وہ باغ تو باغ اسلام ہے اور وہ ستون عمود اسلام ہے اور وہ عروہ یہی عروہ وثقی اسلام کا ہے اور تو اسلام پر مضبوط رہیگا یہانتک کہ مر جاوے
پھر کہا کہ یہ شخص عبداللہ بن سلامؓ تھے رواہ احمد والبخاری ومسلم وغیرہ ف۲۔ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی ۔ قد تبین الرشد من الغی ۔ یعنے خلق سے
جو چیز پوشیدہ ہے کہ وہ علم ازل مین جاری ہو چکی ہے یعنے سعادت وشقاوت وہ یہان کھل گئی ہے کہ مقبول بندون و مردود بندون دونون سے سعادت و
شقاوت کی نشانی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ نیکون کی پیشانی سے انوار معرفت کے چراغ چمکتے ہین اور مردودون کی پیشانی پر بدکاری کی اندھیری و سیاہی
برستی ہے ۔ قولہ فمن یکفر بالطاغوت ۔ طاغوت یہ بھی ہے کہ اپنی طاعت کو دیکھے کہ ہمنے بندگی کی اور اسکے بدلے کی امید رکھے پس جس شخص نے اس بات سے
کفر کیا یعنے اپنی طاعت کو کچھ نہ دیکھا اور اللہ تعالے کے کرم پر بھروسا کیا تو وہ ان لوگون مین سے ہے جنکو مشاہدہ عطا ہوا ہے اور طاغوت کا لفظ

[1] یعنی مسجد نبوی ۱۲ م ۔ [2] یعنی خرم و دلشادی اور انشراح اور نفاست کے واسطے دل پھیلا ہوا ہو ۱۲ م

او شئی گمراہ کرنے والی یعنے حق عزول سے روکنے والی جو چیز ہو خواہ دنیا ہو یا نفس ہو یا شیطان ہو یا اور کوئی چیز ہو وہ طاغوت ہے اور بعض نے فرمایا کہ ہر شخص کا طاغوت اسکا نفس امارہ ہے اور شیخ ابو عبد الرحمٰن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جسنے سب چیز سے بیزاری نہ کی تو اسکا ایمان اللہ عزوجل کے ساتھ صحیح نہوا قولہ ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی۔ ای جسنے اپنی جان وطاقت وقوت سے اپنے خالق کی طرف توجہ کرلی تو اللہ تعالی کو اپنا حافظ ووکیل پا گیا۔ اور بعض نے کہا کہ عروۃ الوثقی توفیق آلہی ہے کہ نیکو کاریون مین سبقت کرنے کے بارہ مین مقدر ہو چکی ہے اور انجام بخیر ہونے مین لکھی گئی ہے اور بعض نے کہا کہ عروۃ الوثقی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور بعض نے کہا کہ لاالہ الا اللہ ہے اور بعض نے کہا کہ سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ قولہ لاانفصام لہا۔ یہ اللہ تعالی کی طرف سے اہل معرفت کے واسطے امیدواری ہے یعنے جس شخص نے میری رسی کو مضبوط پکڑ لیا تو وہ دونون جہان مین مراد کو پہونچ گیا اور دونون منزل مین بھلا رہا اور جو حوادث پیش آوین وہ اسکی نیک بختی مین کچھ خلل نہین کر سکتے ہین اسواسطے کہ وہ عنایت کی گود مین کفایت کے ساتھ محفوظ کیا گیا ہے

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ

اللہ کام بنانے والا ہے ایمان والونکا نکالتا ہے انکو اندھیرون سے اوجالے مین اور وہ لوگ جو منکر ہین انکے رفیق ہین شیطان

يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

نکالتے ہین انکو اوجالے سے اندھیرون مین وہی ہین لوگ دوزخ والے وے اُسی مین رہ پڑے

اَللّٰهُ وَلِيُّ ۔ ناصر یا محب الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اللہ تعالی ایسے بندون کا ناصر ہے جو ایمان لائے ف یا انکا محب ہے۔ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ حالانکہ اللہ تعالی انکو تاریکیون سے نور کی طرف نکالتا ہے ف ولی بروزن فعیل بمعنے فاعل ہے اور الذین آمنوا یہ مفسر نے پسند کیا اور بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا یخرجہم یا متولی امورہم۔ اور مآل واحد ہے اور اگر کہا جاوے کہ جو لوگ ایمان لائے وہ تو ظلمات سے نور کی طرف نکل چکے ہین اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے انکو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے پس لازم آتا ہے کہ بعد ایمان کے بھی وہ ظلمات مین تھے پھر انکو نور کی طرف نکالتا ہے اور یہ کیونکر ہوگا خصوص جبکہ واقدی وغیرہ کی روایت کے موافق قرآن مین بھی ہر جگہ ظلمات سے مراد کفر ہے اور نور سے مراد ایمان ہے سوائے سورۂ انعام کے کہ وہان رات ودن مراد ہے تو جواب یہ ہے کہ آمنوا سے مراد وہ لوگ ہین جنکے ایمان دینے کا اللہ تعالی نے ارادہ کیا ہے اور اسکے علم قدیم مین ثابت ہوا ہے کہ وہ ایمان لاوینگے ذکرہ البیضاوی اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ظلمات سے وہ شبہات مراد ہین جو کفر کی طرف پہونچاتے ہین پس جو لوگ ایمان لائے انکو اللہ تعالی ایسے شبہات سے نکال دیتا ہے اور نور یعنے کھلی راہ ایمان کی طرف لاتا ہے کہ انکے شبہات دور ہو جاتے ہین اور معنے یخرجہم کے یہ ہین کہ اپنی توفیق وہدایت انکو دیتا ہے کہ وے کفر وشبہہ سے نکل جاتے ہین پھر جاننا چاہیے کہ یخرجہم کو بمعنے حال یا استقبال لینے سے یہ شبہہ پڑتا ہے اور اگر اسکے یہ معنے لیئے جاوین کہ مومنون کے ساتھ اسکی شان یہ ہے کہ انکو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے تو شاید اس جواب کی ضرورت نہو کیونکہ جو لوگ ایمان لے آئے ہین انپر بھی یہ صادق ہے کہ انکے ساتھ بھی اللہ تعالی کی وہی شان واقع ہوئی کہ انکو ظلمات سے نور کی طرف نکال دیا پھر ظلمات کو جمع فرمایا کیونکہ کفر کی راہین بہت ہین اگرچہ حکم سب کا ایک ہی ہے کہ کافر ہمیشہ دوزخ مین رہے اور نور کو واحد کیونکہ راہ مستقیم واحد ہے اور وہ توحید باریتعالی ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ۔ جو لوگ کافر ہوئے انکے اولیاء طاغوت ہین کہ انکو نور سے تاریکیون مین نکالتے ہین ف طاغوت کا لفظ مفرد وجمع دونون پر اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے اور مونث ومذکر دونون طرح آتا ہے چنانچہ یہان مذکر ہے اور دوسری جگہ فرمایا والذین اجتنبوا الطاغوت ان

یعبدوہا پس ضمیر مؤنث راجع ہوئی اور سراج مین مقاتل سے نقل کیا کہ طاغوت یہان کعب بن الاشرف وحیی بن اخطب اور باقی وہ لوگ ہین جو گمراہی کے ڈھو تھے۔ اگر کہا جائے کہ کافرون کو نور سے ظلمات کی طرف کیونکر نکالتے ہین حالانکہ کافر کبھی نور مین نہ تھا پس چار وجہ سے اسکا جواب دیا گیا اول آنکہ یہ بطریق مقابلہ ہے کہ اوپر مومنون کے بیان مین ظلمات سے نور کی طرف اخراج تھا یہان نور سے ظلمات کی طرف فرمایا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا قول نقل کیا کہ انی ترکت ملۃ قوم لا یومنون باللہ۔ اے مین نے چھوڑی ملت ایسی قوم کی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لاتے ہین حالانکہ یوسف علیہ السلام کبھی کافرون کے ملت مین نہ تھے اور عرب بے سلوکی پر بولتے ہین کہ اخرجتنی من مالک۔ یعنے تونے مجھے اپنے مال سے باہر کردیا حالانکہ وہ کبھی اسکے مال مین داخل نہ تھا دوم آنکہ ان یہود کے حق مین ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ پر ایمان رکھتے تھے اور بعد بعثت کے ان طاغوت کی پیروی مین کافر ہوگئے پس نور سے ظلمات کی طرف نکلے۔ سوم آنکہ سراج مین ذکر کیا کہ طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک قوم کے حق مین نازل ہوئی جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آپ سے کفر کیا پس نور سے ظلمات کی طرف نکلے چہارم آنکہ نور وہ فطرت الٰہی ہے جسپر بندہ پیدا ہوتا ہے اس سے طاغوت نے ظلمات کفر کی طرف نکالا۔ اور حق جواب اول ہے فتامل اور **بیضاوی** نے ذکر کیا کہ ایک قوم مرتد کے حق مین نازل ہوئی ہے واللہ اعلم۔ پھر اگر کہا جاوے کہ طاغوت کی طرف اخراج کی نسبت سے ظاہر ہوتا ہے کہ طاغوت بھی اس امر پر قادر ہین اور جواب اسکا **بیضاوی** وغیرہ نے یہ دیا کہ یہ باعتبار آنکہ سبب ظاہری ہوئے ہین اور درحقیقت اسمین قدرت وارادۂ باری تعالیٰ مؤثر ہے اور سورۂ سبا وفاطر وغیرہ مین توضیح آویگی۔ **اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ**۔ ایسے ہی کافر لوگ جہنم کے لوگ ہین وے جہنم مین ہمیشہ رہینگے **ف** اور کبھی وہان سے جنت کے قابل نہون گے۔

**ف۲** وقال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور یعنی مومنونکو تاریکی عدم سے نکالکر انپر انوار قدم کو کشف فرمایا اور ان کو امتحان کے اندھیرے سے مشاہدہ بیان کی طرف لایا اور نیز انکو عبودیت نفس کی تاریکی سے ربوبیت کے جمال کی طرف لایا اور نیز انکو اس لذت سے جو انھونے مقامات ودرجات مین پائی تھی نکالکر مشاہدۂ ذات وصفات مین لایا اور نیز بشریت کی کدورت اور تاریکی سے انکو شفقت کے پانی سے پاک کرکے نور ابدیت مین لایا اور **ابن عطار**ؒ نے فرمایا کہ انکو انکی صفتون سے اپنی صفت کے ساتھ مستغنی کردیتا ہے پس انکی صفتین حضرت عزت عزوجل کی صفت کے تحت مین مندرج ہوجاتی ہین جیسے انکے وجود بے بنیاد بھی اللہ عزوجل کے وجود ازلی وابدی وواجبی وقدیم کے تحت مین مندرج ہوجاتے ہین اور انکے حقوق اسکے ذکر حق کے تحت مین ہوجاتے ہین پس ایسا بندہ عارف حق عزوجل کے ساتھ حق کیواسطے حق عزوجل کی معیت مین قائم ہوتا ہے۔ اور نیز **ابن عطار**ؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیواسطے اپنی جان کو قربان کردینا اور خیرات کردینا جبکہ ایمان کے حکم کے موافق ہو تو ہدایت کا نشان ہے اور جو کام کہ اللہ عزوجل نے اپنے دیئے ہوئے ایمان کے موافق اسپر فرض کیا ہے اسپر قائم ہونا نشان اس امر کا ہے کہ اسکو توفیق الٰہی حاصل ہوئی ہے اور جس کام سے اللہ تعالیٰ نے منع کردیا ہے اس سے باز رہنا نشان اس امر کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو معصوم کرلیا ہے یعنے گناہ سے بچالیا ہے پس اس طور سے تاریکیان اس بندے سے دور کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اسکو ایمان کے نور سے منور کردیا کہ اسکو ولایت حاصل ہو چنانچہ فرمایا۔ اللہ ولی الذین آمنوا الآیہ۔ اور **واسطی**ؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ انکو انکے نفوس کی تاریکیون سے نکال دیتا ہے کہ نفوس مین تصدیق وتقویٰ وخواہش رضائے الٰہی وغیرہ نور صفات آجاتی ہین اور ہر وہ چیز حاصل ہوتی ہے جو ازل مین انکے واسطے مقدر ہوگئی تھی اور نیز فرمایا کہ مومنون کو انکے نفوس کی تاریکیون سے نکالکر رضا وصدق ومحبت وغیرہ کے نورون کی طرف جو اسکے واسطے ازل سے مقدر ہوگئی ہین لاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ والذین کفروا اولیاؤہم الطاغوت۔ جو لوگ ایسے ہین کہ جنھون نے اپنے اندر عجائب قدرت الٰہی اور اسکی صنعت حکیم کے انوار دیکھکر چھپایا اور جو ان کے

دلون مین عقل کی چمکین ظاہر ہوتی تھین انکو پوشیدہ کر دیا اور بجاے اسکے شہوتون کی لذت مین اور غفلت کے پردون مین جا پڑے تو ایسے لوگون کے متولی وہ طاغوت ہین اور خیالی باطل تصویرون پر مغرور کرنے مین شیطان انکا متولی ہے پس یہ طاغوت ان لوگونکو عقلون کے نور سے نکال کر جہالت وعبادت کے اندھیرے مین ڈالتے ہین۔ قولہ اولئک اصحاب النار۔ اے ایسے لوگ ہین کہ دیدار حق عزوجل سے ہمیشہ مہجور ودور ہوکر جہنم مین ہین۔ خالدون۔ ہمیشہ پڑے رہنے والے ہین انکے واسطے تا ابد کبھی وصول ورہائی کی گنجائش نہین ہے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ
تونے نہ دیکھا وہ شخص جو جھگڑا ابراہیم سے اسکے رب کے بارہ مین واسطہ یہ کہ دی تھی اللہ نے اسکو سلطنت جب کہا ابراہیم نے میرا رب وہ ہے جو

يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا
جلاتا ہے اور مارتا ہے بولا کہ مین ہون جلاتا اور مارتا کہا ابراہیم نے اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق کی طرف سے

مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○
پھر بھلا تو اسکو لے آمغرب کی طرف سے تب حیران رہگیا وہ کافر اور اللہ تعالی نہین راہ دیتا ہے بے انصاف لوگون کو

بعض مفسرین نے بیان فرمایا کہ یہ آیت اپنی پہلی آیہ کی تنویر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو حجت غالب کی ہدایت کی اور نمرود اس ضلالت نورانی سے اپنے شیطانی خیالات کی وجہ سے تاریکی کفر مین گیا۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖ۔ بلفظ استفہام ہے اور معنے تعجب دلانے کے ہے اور حجت اُس دلیل کو کہتے ہین جس سے خصم پر غلبہ ہو اور استعمال لغت مین ایسے کلام پر بھی آتا ہے جو ناحق جھگڑا ہو اور یہان یہی مراد ہے اسیواسطے مفسرؒ نے جادل سے تفسیر کی کہ جدال محض جھگڑا کرنے کی بات ہے اور فی ربہ ای فی وجود ربہ یا فی شان ربہ۔ اور معنے یہ ہین کہ تونے اس شخص کو دیکھا نہین جسنے ابراہیم سے اسکے رب کی شان مین جدال کیا تھا **ف** اور یہ شخص جدال کرنے والا بابل کا بادشاہ نمرود بضم نون وآخر دال ہے اور نسب اسکا نمرود بن کنعان بن کوس بن سام بن نوح ہے اور یہ مجاہد وغیرہ کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ نمرود بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح ہے کذا ذکرہ ابن کثیر پھر ذکر کیا کہ مجاہد نے کہا کہ دنیا کے مشارق ومغارب کے مالک چار شخص ہوے دو مومن اور دو کافر پس دونون مومن تو سلیمان وذوالقرنین ہے اور دونون کافر نمرود وبخت نصر ہے **قال المترجم** اسمین تامل ہے واللہ اعلم بات یہ تھی کہ اُسنے انکار کیا تھا کہ میرے سواے کوئی یہان پروردگار نہین ہے جیساکہ اسکے بعد فرعون نے اپنے لوگون سے کہا تھا کہ ما علمت لکم من الٰہ غیری۔ مجھے تمھارے لیے میرے سواے کوئی پروردگار نہین معلوم ہوا۔ پھر نمرود کو اس طغیان وکفر غلیظ ومعاندت شدید پر اسی بات نے آمادہ کیا تھا کہ اسنے تجبر وتکبر کیا اور اسکی بادشاہت کی مدت دراز ہوگئی بیان کیا جاتا ہے کہ چارسو برس بادشاہ رہا اسیواسطے اللہ تعالی نے فرمایا اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ۔ ای لان آتاہ الملک۔ (ب) اسوجہ سے کہ اللہ تعالی نے اسکو بادشاہ کیا **ف** یعنے بادشاہت دینے کا نتیجہ اسنے یہ کیا کہ غرور وسرکشی وحد سے تجاوز کیا اور اسی انعام نے اسکو اس محاجت پر آمادہ کیا یا محاجت کی اس جہت سے کہ اسکو ملک دیا ہے اسکے شکریہ مین اور یہ بطریق عکس ہے جیسے کہتے ہین کہ تونے مجھسے دشمنی کی اسی سے نہ کہ مین نے تجھپر احسان کیا۔ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ جب ابراہیم نے کہا تھا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا و مارتا ہے **ف** یہ سنکر اس احمق نمرود نے کہا کہ۔ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ مین بھی زندہ کرتا و مارتا ہون **ف** پس ایک قیدی کو پھانسی کا حکم تھا بلاکر چھوڑ دیا اور ایک بیگناہ کو قتل کر دیا۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے اُسکو اسقدر احمق دیکھا۔ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا

مِنَ الْمَغْرِبِ - ابراہیم نے کہا کہ اچھا پھر اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق سے لاتا ہی پس تو اسکو مغرب سے نکال ف تاکہ تیری الوہیت معلوم ہو
فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ - پس مبہوت ہوکر رہگیا یہ مردود جسنے کفر کیا تھا ف اور کچھ جواب نہ دے سکا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظّٰلِمِينَ - اور اللہ تعالیٰ ظالمون کو ہدایت نہین دیتا ہی ف کہ وہ راستی و سچائی پر آوین اور اسکو سمجھین یا حجت لاوین - اور شیخ ابن
کثیرؒ نے فرمایا اور بات یہ ہوئی کہ اسنے ابراہیم علیہ السلام سے چاہا کہ جسطرف اپنے پروردگار کی طرف تم بلاتے ہو اسکے ہونے پر کیا دلیل ہی تو ابراہیم نے فرمایا کہ ربی
الذی یحیی و یمیت - ای میرے پروردگار کے وجود پر ان چیزون کا پایا جانا دلیل ہی کہ یہ چیزین مشاہدہ ہوتی ہین بعد ازانکہ نہ تھین اور ہوکر پھر معدوم ہو جاتی
ہین پس یہ دلیل ہی کہ ایک فاعل مختار موجود ہی کیونکہ یہ چیزین خود نہین حادث ہوئی ہین پس انکا ایجاد کرنیوالا ایسا ضرور ہی کہ اسنے جب چاہا ایجاد کیا اور
جب چاہا معدوم کیا اور وہ مختار ہی پس وہی میرا رب ہی جسکی عبادت کی طرف بلاتا ہون کہ فقط اسی کی عبادت کرو شریک مت لاؤ تو نمرود نے کہا کہ انا احیی
و امیت - قتادہ و محمد بن اسحاق و سدی وغیرہم بہتون نے یہ معنے بیان کیے کہ اسنے یہ جواب دیا کہ مین زندہ کرتا اور مارتا ہون اسطرح کہ میرے پاس دو شخص
ایسے لائے جاتے ہین جو مستحق قتل ہین پھر مین ایک کے قتل کا حکم دیتا ہون اور دوسرے کو چھوڑتا ہون عفو کر دیتا ہون پس وہ نہین قتل کیا جاتا
اور یہی زندہ کرنے اور مارنے کے معنے ہین شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ ظاہر ہی کہ اسکی یہ مراد نہ تھی واللہ اعلم کیونکہ یہ قول ابراہیم کا جواب نہین ہی
اور نہ اسکے معنے مین ہی کیونکہ نمرود تو خالق کے وجود سے منکر تھا بلکہ اسکی مراد یہ ہی کہ یہ مرتبہ اسنے اپنے واسطے عناد و مکابرہ کے طور پر دعویٰ کیا
اور وہم مین ڈالا کہ یہ تو مین ہی کرتا ہون یعنی جو زندہ و پیدا ہوتا ہی وہ میرے حکم سے ہوتا ہی اور جو مرتا ہی وہ میرے حکم سے مرتا ہی اسواسطے جب اسنے یہ
مکابرہ کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ - فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بہا من المغرب - یعنے فا تفریع کے ساتھ فرمایا کہ جب تو ایسا ہی کہ جیسا
تو دعویٰ کرتا ہی کہ تو ہی پیدا کرتا اور تو ہی موت دیتا ہی تو جو شخص زندہ کرتا و مارتا ہی وہی مخلوق کے وجود مین متصرف ہی اور اسکے اختیار مین مخلوق کی ذات
و تسخیر کواکب و حرکات ہین پس یہ شمس جو ہر روز مشرق سے نکلتا ہی اور مغرب مین ڈوبتا ہی اگر تو ہی متصرف وجود ہی تو اسکو مغرب سے تو بھلا نکال دے
پس نمرود نے جانا کہ اس سے مین عاجز ہون اور یہان مکابرہ بھی نہین چل سکتا ہی تب مبہوت ہو گیا یعنی چپ ہو گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا اور
حجت اسپر قائم ہو گئی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے واللہ لا یہدی القوم الظالمین - ای کافرون کو اللہ تعالیٰ حجت نہین الہام فرماتا ہی بلکہ انکی حجت
پروردگار کے نزدیک مٹی ہوئی ہی قال المترجم یہ تقریر شیخ رحمہ اللہ کی مستحسن ہے اور جماعت مفسرین نے جو احیا و امانت کے معنے موافق تقریر
شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے بیان کرکے نمرود کی غباوت پر محمول کیا ہی وہ مستبعد ہی کیونکہ ایسی غباوت کے ساتھ اتنی بڑی سلطنت
کیونکر رکھ سکتا ہی اور نیز یہ لازم آتا ہی کہ حضرت ابراہیمؑ نے اول حجت کو چھوڑ کر دوسری حجت واضح کی طرف انتقال کیا اور شیخ ابن کثیر کی تحریر
پر یہ بھی لازم نہین آتا اور قولہ فان اللہ من فا رکا ربط بھی خوب چسپان ہی اور خود شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ آیہ کریمہ کے یہ معنے لینا بہت
اچھے ہین بہ نسبت اسکے جسکو بہتیرے منطقیون نے ذکر کیا ہی کہ ابراہیم علیہ السلام نے اول مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام کی طرف انتقال کیا اس وجہ سے کہ دوسری
دلیل بہ نسبت اول کے زیادہ واضح تھی حالانکہ ایسا نہین ہی جیسا ان لوگون نے کہا بلکہ مقام اول تو مقام دوم کے واسطے مثل مقدمہ
کے ہے اور قول نمرود کا اول و دوم دونون سے باطل ہوا وللہ الحمد والمنۃ اور سدیؒ نے ذکر کیا کہ ابراہیم و نمرود کے درمیان یہ مناظرہ اس وقت
واقع ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام آگ سے سلامت نکل آئے تھے اور کبھی اس سے پہلے نمرود کے پاس یکجا نہین ہوئے تھے مگر اسی روز پس دونون کے درمیان
یہ مناظرہ واقع ہوا اور عبد الرزاق نے عن معمر عن زید بن اسلم روایت کی کہ قحط مین نمرود کے پاس اناج تھا اور لوگ ہر روز اسکے پاس اناج کے واسطے
جایا کرتے تھے پس ابراہیم بھی ان لوگون مین آئے تھے جو اناج کے لیے اسکے پاس بھیجے گئے تھے پس ابراہیم سے اسنے یہ مناظرہ کیا اور ابراہیم کو کچھ اناج

نہ دیا جیسے لوگون کو دیا پس جب نکلے تو انکے پاس کچھ اناج نہ تھا پس جب گھر کے قریب پہونچے تو ایک تودہ ریگ پر جا کر اپنی گونون مین ریگ بھر لی اور سوچ لیا کہ میری گھر والی میرے جانے پر اسکو دیکھکر تسکین پاویگی اور مین ذرا بے فکر بیٹھ سکونگا پس جب گھر مین داخل ہوے تو گونین رکھ دین اور خود تکیہ دیکر سو رہے پس انکی بیوی سارہ رضی اللہ عنہا اٹھین تو دونون گونون کو عمدہ گیہون سے بھرا پایا اور کھانا تیار کیا پھر جب ابراہیم اٹھے تو دیکھا کہ تیار کھانا موجود ہے پوچھا کہ یہ تجھے کہان سے ملا اسنے جواب دیا کہ تم جو لائے ہو اسی مین سے مین نے لیا ہے تو حضرت ابراہیم سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے رزق دیا ہے۔ زید بن اسلم نے فرمایا کہ اس نمرود مغرور کی طرف اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا اسنے نمرود کو ایمان لانے کا حکم کیا مگر اس نے انکار کیا پھر دوبارہ اسکو ایمان کی دعوت کی مگر اسنے انکار کیا پھر تیسری بار اسکو ایمان کی دعوت کی مگر اسنے انکار کیا پس کہا کہ تو اپنے لشکرون کو جمع کر اور مین اپنا لشکر جمع کرتا ہون پس نمرود نے اپنے لشکر جمع کرکے طلوع آفتاب کے وقت روانہ کیے اور اللہ عزوجل نے انپر ایک جھنڈ مچھرون کا بھیجا کہ انکے پیچھے سے آفتاب کا گرد انہین دکھلائی دیتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مچھرون کو انپر مسلط کردیا کہ مچھرون نے ان سب کا خون پی لیا اور گوشت کھا گئے اور خالی ہڈیان چھوڑ دین اور ان مین سے ایک مچھر اس نمرود کی ناک مین گھس گیا اور وہان چپٹ رہا کہ اسکے سر پر جوتے پڑا کرتے تھے تب تسکین ہوتی تھی یہانتک کہ جب تک جیا اس عذاب مین گرفتار رہا آخر کار مر گیا اور یہ حالت اسکی چار سو برس تک رہی ہکذا ذکرہ ابن کثیر اور محی السنہ نے ذکر کیا ہے کہ چار سو برس تک اس سے پہلے وہ اپنے آپ کو خدا کہلایا کیا پس اللہ تعالیٰ نے اسی قدر مدت اسکو اس ذلت مین گرفتار رکھا اور اس حال مین وہ ایسے شخص سے نہایت راضی تھا اور بڑا مہربان جانتا تھا جو اسکے سر پر دو تھپڑ مارے اور اسی نے نہایت بلند منارہ بنایا تھا تاکہ آسمان والون سے قتال کرے اور اللہ تعالیٰ نے اسکو ڈھا دیا جیسا کہ سورۂ غافر مین انشاء اللہ تعالیٰ یہ قصہ بیان کرونگا قولہ فبہت الذی کفر بہت بصیغۂ معروف و مجہول جبکہ آگے زبان نہ چلے اور متحیر ہو کر چپ ہو جاوے اور الذی کفر فرمایا والذی حاج
تاکہ اشعار ہو کہ ایسی محاجت بھی کفر ہے۔

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ

یا جیسے وہ شخص کہ گذرا ایک شہر پر اور گر پڑا تھا اپنی چھتون پر بولا کہان جلاویگا اسکو اللہ تعالیٰ اسکے مرگئے

مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ

پیچھے پس موت دے رکھا اللہ نے اسکو سو برس پھر اسکو اٹھایا فرمایا تو کتنی دیر رہا بولا مین رہا ایک دن یا دن سے

يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ

کچھ کم فرمایا نہین بلکہ تو رہا سو برس سو دیکھ اپنے کھانے و پینے کو کہ بگڑا نہین ہے

وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ

اور دیکھ اپنے گدھے کو اور تجھکو ہم کیا چاہین نمونہ لوگون کے لیے اور دیکھ ہڈیون کو کہ کیونکر ہم ان کو ابھارتے ہین۔ پھر

نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

انپر گوشت پہناتے ہین پھر جب اسپر کھل گیا بولا کہ مین جانتا ہون کہ اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہے

اَوْ رایت۔ كَالَّذِيْ مَرَّ۔ یا دیکھا تو نے اس شخص کو جو گذرا تھا۔ عَلٰى قَرْيَةٍ۔ ہی بیت المقدس راکبا علی حمار ومعہ سلۃ تین وقدح عصیر وہو عزیر۔ ایک شہر پر ف وہ بیت المقدس ہے پس گذرا یہ شخص اس شہر پر در حالیکہ سوار تھا اپنے گدھے پر اور اسکے ساتھ

ایک ٹوکری انجیر کی اور ایک پیالہ شیرہ انگور کا تھا اور یہ شخص حضرت عزیر علیہ السلام تھے جب بیت المقدس کیطرف ہو کر گذرے تو دیکھا کہ۔ وَهِيَ
خَاوِيَةٌ۔ ساقطة۔ وہ گرا پڑا تھا۔ عَلٰى عُرُوْشِهَا۔ سقوفها لما خربها بخت نصر۔ اپنی چھتوں پر یعنے چھت گری پھر دیوارین یعنے
بالکل برباد تھا۔ اور یہ اسوجہ سے تھا کہ بخت نصر نے اس شہر کو اجاڑ کر کھنڈل کر دیا تھا۔ قَالَ اَنّٰى۔ کیف۔ يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بولا
کیونکر اور کس کیفیت سے اسکو زندہ آباد کریگا اللہ تعالی۔ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ اسکے اجاڑ ہونے کے بعد ف یعنے اب بھلا کس طرح آباد ہوگا۔
یہ جو کہا تھا تو اللہ تعالے کی قدرت کی بزرگی خیال کر کے کہا کہ اسکی شان بزرگ ہی کہ پھر یہ آباد ہوگا۔ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ۔ والبثه۔ مِائَةَ
عَامٍ پس موت دیدی اسکو اللہ تعالی نے اور ٹھہرا دیا سو برس تک یعنے وہین پڑے رہے۔ ثُمَّ بَعَثَهٗ۔ پھر اس کو زندہ کیا تاکہ یہ کیفیت
اسکو دکھلاوے۔ قَالَ۔ تعالے له اللہ تعالے نے عزیر سے فرمایا۔ كَمْ لَبِثْتَ۔ مکثت ههنا۔ کتنی مدت ٹھہرا تو اس مقام پر۔ قَالَ
لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ۔ عرض کیا کہ ایک دن یا کچھ کم۔ لانه نام اول النهار فقبض واحيي عند الغروب فظن انه يوم النوم کیونکہ وہ دن
چڑھتے مین سو رہے تھے پس انکی روح قبض کر لی گئی اور غروب آفتاب کے وقت جلائے گئے تو انکو گمان ہوا کہ یہ وہی دن ہی جس مین سویا تھا۔
قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ۔ فرمایا بلکہ تو سو برس ٹھہرا رہا ف اب قدرت کا تماشا دیکھ۔ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ
شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ۔ لم يتغير مع طول الزمان پس اپنے کھانے و پانی کو دیکھ کہ وہ بگڑا نہیں یعنے باوجودیکہ اس قدر زمانہ دراز
ہو گیا۔ اور لم یتسنہ مین جو ہا ہی بعض نے کہا کہ اصلی ہی اور بعض نے کہا کہ سکتہ کے واسطے بڑھائی گئی ہی اور فعل سانہت سے ہی اور حمزہ وکسائی
کی قراءۃ مین یہ ہا حذف ہی حالت وصل مین۔ حاصل یہ کہ انجیر و شیرہ انگور بگڑنے کی چیز اس سو برس مین نہین بگڑی یہ بھی تیرے واسطے دلیل قدرت ہی
نہ حالت وقف مین ۱۲
وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ۔ اور اپنی سواری کا گدھا دیکھ۔ کیف هو فرآه میتا وعظامه بيض تلوح کہ وہ کس حال مین ہی دیکھا تو مردار پڑا ہی اور
اسکی ہڈیاں بے گوشت کی سپید چمکتی ہین یہ سب ہمنے تیرے واسطے نشان قدرت کیا تاکہ تم دیکھ لو۔ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً۔ بالبعث
لِّلنَّاسِ۔ تاکہ ہم تجھکو بناوین نشانی حشر مین اٹھائے جانے کی لوگون کے واسطے یعنے تجھکو دیکھکر لوگ یقین کرین کہ اللہ تعالی جب چاہے
مردے کو زندہ فرمادے کیونکہ عزیر علیہ السلام کو سو برس بعد زندہ کر دیا۔ پھر عزیر علیہ السلام کو فرمایا۔ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ۔ من حمارک اپنے گدھے
کی ہڈیون کو دیکھ۔ كَيْفَ نُنْشِزُهَا۔ نحييها۔ کیونکر ہم ان ہڈیون کو زندہ کرتے ہین ف تاکہ تو آنکھون دیکھ لے ننشزہا بضم نون و
سکون نون دوم وکسر شین معجمہ وضم را سے مہملہ ہی اور اسی سے حشر و نشر بولتے ہین۔ اور اہل کوفہ کی قراءۃ مین بضم نون و آخر زا سے معجمہ آیا ہی یعنے انکی
ہڈیون کو ہم حرکت دیتے اور انکو اٹھاتے ملاتے ہین۔ ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا۔ پھر کیونکر ہم ان ہڈیون کو گوشت پہناتے ہین فنظر الیها
وقد ترکبت وکسیت لحما ونفخ فیه الروح ونهق۔ پس عزیر نے اسکو دیکھا اور حال یہ گذرا کہ دیکھتے دیکھتے ہی وہ ایک دوسرے سے ملائی
گئین اور ان پر گوشت چڑھایا گیا اور روح پھونکی گئی اور وہ گدھا رینگ اٹھا۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ۔ ذلک بالمشاهدة پھر جب کھل گیا اسپر یہ
یعنے بولا ۱۲
معاملہ ف مشاہدہ کر لینے سے۔ قَالَ اَعْلَمُ۔ علم مشاہدة کہنے لگا کہ مین جانتا ہون آنکھون دیکھا جاننا کہ۔ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ۔ اللہ تعالے ہر چیز پر قادر ہی اور حمزہ اور کسائی کی قراۃ مین اعلم بصیغہ امر ہی پس اللہ تعالے کی طرف سے عزیز کو امر یعنے
دیکھکر جان لے کہ اللہ تعالے یہ سب قدرت ہی قریہ یعنے اکٹھا کیونکہ گانون و شہر جامع بیوت یا اہل قریہ ہوتا ہی اور خاویہ از خوی در اصل یعنے
مکانها ۱۲
خلو ہی اسی سے بھوکھ کو خوی کہتے ہین کہ پیٹ خالی ہوتا ہی اور بعض نے کہا کہ ماخوذ از خوی البیت ہی یعنے سقط البیت اور ابن عباس نے فرمایا کہ خاویہ
ای خراب یعنے کھنڈل اور سدی نے کہا کہ خاویۃ علی عروشہا۔ ای چھت پہلے گری پھر اسپر دیوارین گرین اور اسکو ابن جریر نے اختیار کیا اور ظاہر

یہ ہی کہ یہ محاورہ ایسا ہی جیسے ہم کہتے ہین کہ چھت کے بل گر پڑا پس دیوارون کا گرنا ضرور نہین جیسے ثابت رہنا ضرور نہین پس ارجح تفسیر حضرت ابن عباس ہے
واللہ اعلم پھر جاننا چاہیئے کہ قریہ کی تفسیر مین اختلاف ہی اور وہب و عکرمہ و ربیع بن انس و قتادہ نے کہا کہ وہ بیت المقدس ہی جس کو بخت نصر بادشاہ
بابل نے خراب کر ڈالا تھا اور یہی مشہور اور راجح ہی اور کمالین مین کہا کہ حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ علیہما السلام کی پیدائش سے چار سو برس
پہلے جب بنی اسرائیل نے شعیاء کو قتل کیا تو اس عذاب مین بخت نصر انپر غالب کیا گیا جسنے بنی اسرائیل کو بالکل برباد کر دیا اور اس مین اختلاف ہی کہ
یہ گذرنے والا کون شخص تھا پس وہب بن منبہ و عبداللہ بن عبید سے روایت ہی کہ وہ ارمیاء بن خلقیاء تھے اور یہ خضر علیہ السلام کا نام ہی اور بعض نے کہا
حزقیل بن بوار تھے اور مجاہد سے روایت ہی کہ وہ ایک شخص بنی اسرائیل مین تھا اور مشہور یہ ہی کہ وہ عزیر علیہ السلام تھے اور یہی ابن ابی حاتم نے حضرت علی
کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا اور ابن جریر نے اسکو ناجیہ بن کعب سے روایت کیا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہی قول ابن عباس و حسن و
قتادہ و سدی و سلیمان بن بریدہ کا ہی **ذکرہ ابن کثیرؒ** اور یہی ارجح ہی۔ اور یہی یہ بات کہ یہ کہان تھے کیونکہ بخت نصر نے جب بنی اسرائیل پر حملہ کیا
تو لڑائی مین کثرت سے بنی اسرائیل مارے گئے پھر اسنے بلاد مین مقدسہ کے بنی اسرائیل جمع کر کے تین حصہ کیے ایک حصہ کو قتل کر دیا اور ایک
حصہ کو باندی غلام بنایا اور ستر ہزار لڑکے لیکر اپنے سردارون مین بانٹ دیے اور ایک تہائی کو یہان بسا دیا تھا پس شاید یہ ان لوگون مین سے ہون
جو بسائے گئے تھے اور شاید کہ بابل سے چھوٹ آئے ہون اور معالم مین وہب بن منبہ کی روایت مین آرمیا کو گذرنے والا قرار دینے کی تقریر پر بیان
کیا ہی کہ وہ جنگلون کے جانورون مین جا ملے تھے واللہ اعلم۔ بہر حال آیۂ کریمہ کا مطلب ان تفاسیر مین سے کسی پر موقوف نہین ہی وہ خود ظاہر ہی
اگرچہ ان تفسیرون مین سے کوئی معلوم نہو یہ تفاسیر تو صرف زوائد توضیح کے واسطے ہین **قال ابن کثیر** مشہور یہ ہی کہ وہ قریہ بیت المقدس کی طرف
گذرے بعد تخریب بخت نصر کے اور اسکے لوگون کے قتل ہو جانے کے اور بیت المقدس کی حالت یہ تھی کہ وہ خراب پڑا تھا اس مین کوئی نہ تھا و قولہ
علی عروشہا ای اسکی چھتین گری پڑی تھین اور اسپر دیوارین منہدم تھین تو کہا کہ انی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا۔ اور یہ اسوجہ سے کہا تھا کہ وہ شدت سے
برباد تھا تو مستبعد جانا کہ اب کیونکر یہ اصلی حالت پر آویگا **قال المترجم** اور **بیضاوی** نے کہا کہ یہ قول انکا اس اقرار کے طور پر تھا کہ زندہ کرنے
کے طریق سے مجھے آگاہی نہین ہی۔ اور ابو السعود نے کہا کہ اسکی خرابی پر افسوس اور اسکی عمارت کے شوق کے طور پر مع اشعار یاس کے کہا تھا اور شیخ
مفسرؒ نے اختیار کیا کہ یہ قدرت الٰہی کے استعظام کے طور پر تھا یعنے اسکی قدرت عظیم ہی کہ ایسے خراب شدہ کو بھی زندہ کر دیگا پس اللہ تعالیٰ نے انکو
اس سے بھی بڑھکر دکھلایا کہ جسکا بیان آگے موجود ہی اور اس تقریر پر قولہ اعلم ان اللہ علی کل شیئ قدیر بنہایت مرتبط ہی یعنے یہ قدرت اس سے بڑھکر
دیکھکر کہا کہ ہان مین جانتا ہون کہ اللہ تعالیٰ سب چیز پر قادر ہی اور اب تو مجھے مشاہدہ ہو گیا **وفی تفسیر ابن کثیرؒ** وغیرہ جب انھون نے ایسا کہا تو اللہ
تعالےٰ نے انکو سو برس کے لیے موت دیدی بایں طور کہ وہ ایک گدھے پر سوار گذرے تھے اس مقام پر اس سے اُتر کر گدھے کو باندھ دیا اور انکے ساتھ
ٹوکری مین انجیر و انگور تھے اور پینے کے لیے شیرہ انگور تھا یہ سب رکھدیا اور خود سو رہے پس سونے مین انکی روح قبض کر لیگئی اور یہ دن چڑھتے ہوے
واقع ہوا پھر شہر مذکور انکے موت کے ستر برس بعد بدستور آباد ہو گیا بایں طور کہ بخت نصر مر گیا اور بنی اسرائیل اسکے پنجہ سے چھوٹ کر پھر شام مین آئے
اور بیت المقدس آباد کیا اور معالم وغیرہ کی روایت مین ہی کہ عزیر علیہ السلام جہان پڑے تھے اس سے اللہ تعالیٰ نے لوگون کی آنکھون پر پردہ
کر دیا کہ کسی نے انکو نہین دیکھا یہان تک کہ سو برس پورے ہوے پس جب اللہ تعالےٰ نے انکو زندہ کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت
کیا گیا ہی کہ پہلے انکے بدن سے دونون آنکھین زندہ کر دین تاکہ اپنے مین قدرت الٰہی کو مشاہدہ کرین کہ باقی تمام بدن کیونکر زندہ ہوتا ہی پھر جب پورے
زندہ ہوکر ٹھیک ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بواسطہ فرشتہ کے عزیر کو کہا کہ کم لبثت۔ تو عزیر نے جواب دیا کہ لبثت یوما او بعض یوم کیونکہ وہ چڑھتے

دن مین سوئے تھے اور جب زندہ کیئے گئے ہین تو آفتاب ڈوبنے سے پہلے آخر دن تھا اس سے انھون نے یہ گمان کرکے کہ وہی دن ہی کہا کہ او بعض یوم۔ تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ بل لبثت مائۃ عام۔ اور حکم دیا کہ اپنے کھانے کو دیکھ کہ وہ متغیر نہین ہوا۔ اور انکے ساتھ انجیر و انگور و اس کا شیرہ تھا۔ عزیر نے دیکھا تو اس مین سے کچھ متغیر نہین ہوا اور حکم دیا کہ وانظر الی حمارک یعنی اپنے گدھے کو دیکھ کہ اللہ عزوجل اسکو کس کیفیت سے زندہ فرماتا ہی اور سدی وغیرہ نے فرمایا کہ گدھے کی ہڈیان ادھر ادھر متفرق ہوگئی تھین پس انھون نے دیکھا تو سپید سپید چمکتی تھین پس اللہ تعالی نے ایک ہوا بھیجی اسنے تمام ہڈیان اس مقام سے جمع کردین پھر حکم الٰہی سے ہر ہڈی اپنے مقام پر لگی اور ہڈیون کا گدھا کھڑا ہوگیا کہ اسپر گوشت نہ تھا پھر اللہ تعالی نے اس پر گوشت پٹھے رگین کھال چڑھ جانے کا حکم دیا پھر اللہ تعالے نے ایک فرشتہ بھیجا جسنے اسکے نتھنون مین روح پھونکی کہ وہ بولتا زندہ جانور ہوگیا پھر جو فرمایا ہی کہ ہم تجھکو لوگون کے واسطے اس بات کی نشانی کردین کہ حشر کے واسطے زندہ ہونا برحق ہی تو اسطرح کہ عزیر علیہ السلام زندہ ہوکر اسی سن و سال پر روانہ ہوئے جس سن پر مرے تھے اور شہر مین پہونچے تو انکے بیٹے پوتے بڈھے ہوگئے تھے اور انھون نے علامات سے انکو پہچانا و معالم مین یہ قصہ دراز نقل کیا ہی ظاہراً روایت اسرائیلیات سے ہی واللہ اعلم۔ ف۲۰ فی العرائس قولہ تعالے۔ انّی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا۔ عزیر علیہ السلام مشاہدہ کی خواہش مین پڑے تاکہ اس مشاہدہ کے نور مین اس مقدور کے اندر قادر عزوجل کو مشاہدہ کرین اور نیز انکا تعجب کرنا قدرت مین کچھ بنظر شک نہین تھا ولیکن یہ خاطر کا تلون تھا کہ ان کو مقام ایمان سے مقام مشاہدہ حال کی طرف لے گیا کہ برہان ظاہر ہو۔ اور نیز انھون نے تفکر کیا تاکہ معرفت حاصل کرین یعنی اپنے درجہ حاصلہ سے زائد مقام مین ترقی کرین۔ **قال المترجم** اس کلام سے ظاہر ہوتا ہی کہ مراتب انبیاء علیہم السلام مین بھی ہر نبی اپنے مرتبہ خاص کے درجون مین ترقی کرتا ہی اور ابتدا سے اس منزلت کے تمام درجہ اسکو حاصل نہین ہوتے ہین اور یہی قول تحقیق معلوم ہوتا ہی اور اسی پر متفرع ہوتا ہی کہ مثلاً نوح علیہ السلام کو دعوت قوم کا حکم دیا گیا تھا کہ اپنی قوم کو ایمان کی طرف دعوت کرین اور وہ لوگ انکو ایذا دیتے تھے اور ایمان نہین لاتے تھے ضرور حضرت نوح کو ملال ہوتا تھا پھر آخر کار انکو حکم دیا کہ انہ لن یؤمن من قومک الا من قد آمن فلا تبتئس بما کانوا یعملون پس جب مقدر تھا کہ کوئی اور ایمان ہی نہ لائیگا۔ تو دعوت کرنے کا کیا فائدہ تھا پس جواب یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام کے مدارج پورے ہونے کے واسطے تھا فافہم اور عزیر و ابراہیم علیہما السلام دونون کے سوالون مین فرق یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام تو مقام تمکین مین تھے تو اللہ تعالے نے ان کو دوسری چیز مین قدرت کا مشاہدہ دیا اور عزیر علیہ السلام محل تلوین مین تھے پس انکو انکی ذات مین مشاہدہ قدرت دیا تاکہ انکا قلب نور صفات مین بلکہ فعل قدیم کی حقیقت تک پہونچے اور محل تمکین مین استوار ہو۔ اور نیز خلیل علیہ السلام کا مقام تو مقام انبساط تھا اور مقام عزیر علیہ السلام کا مقام تحیر تھا پس خلیل علیہ السلام نے انبساط کرکے درخواست کی کہ انکو آیات کے لباس مین صفات کا مشاہدہ نصیب کیا جاوے پس ان کو دوسری چیز مین انکی درخواست دکھلائی گئی کیونکہ وہ خود تو انوار قدرت سے بھرے ہوے تھے اور اپنے حال پر اور زیادہ چاہتے تھے اور عزیر علیہ السلام کا تعجب کرنا اسوجہ سے تھا کہ وہ اسرار ربوبیت مین نہایت متحیر ہوگئے تھے یعنے انکا قدم مقام تحیر مین جما ہوا تھا پس اللہ تعالے نے ان کو ادب سکھلانے کیواسطے ان کی ذات مین نشانیان دکھلاوین اور خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ ایسا نہین ہوا کیونکہ انبساط کے مقام والے لوگون سے مواخذہ نہین ہوتا ہے۔ اور نیز خلیلؑ کا سوال تو مشاہدہ کے درخواست مین ہی اور عزیر علیہ السلام کا حال یہ ہی کہ انھون نے کمال قدرت مین متحیر ہوکر تعجب کیا اور نشانی طلب کی تاکہ وحدانیت کو اپنے دل مین اللہ تعالے کی قدرت سے مضبوط کرلین۔ اور نیز خلیل علیہ السلام کا مقام تو صفات کی تجلیان ایک ہوجانے کا مقام ہی اور عزیر علیہ السلام کا جو مقام ہی وہ افعال کی تجلیات ایک ہوجانے کا مقام ہی پس صفات کی تجلی حضرت خلیل کے دل کو ملی کیونکہ فرمایا ولکن لیطمئن قلبی اور افعال کی تجلی حضرت عزیر کی صورت کو پہونچی تاکہ انکے واسطے علم کا حاصل ہونا حضرت قادر ذوالجلال

کی قدرت سے ہو کیونکہ کہا اعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر اور نیز خلیل علیہ السلام کو اختصاص دیا گیا تھا تجلی صرف کے ساتھ بدون اسکے کہ انکی ذات مین
آیات دکھلائی جاوین پس اسکی حاجت نہوئی کہ وہ مار ڈالے جاوین پھر زندہ کیے جاوین اسواسطے کہ حق عزوجل کی تجلی صرف تو انہین بلا واسطہ آیات
کے ہوتی تھی ولیکن اسکے محتاج تھے کہ حق کی تجلی کو اپنے غیر مین دیکھین پس انکو دو منزلت سے اختصاص ہو جاوے یعنی تجلی صرف سے اور تجلی اقتباس
سے اسلئے غیر مین انکو تجلی دی گئی اور حضرت عزیر علیہ السلام کے واسطے مشاہدہ خاص تھا پس اسکے محتاج ہوئے کہ اسکو انکی ذات وغیرہ مین دیکھین
تاکہ انکے واسطے ہر دو مقام کی تجلی حاصل ہو جاوے اگرچہ وہ تجلی صرف سے نہو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوئی چنانچہ یہی ہوا کہ حضرت
عزیر نے جب اپنی ذاتی واقعہ کی تجلی کو مشاہدہ کر لیا تو انسے کہا گیا کہ فانظر الی طعامک وشرابک اور یہ مشاہدہ آفاقی اپنے غیر مین تھا اور نیز حضرت خلیل
علیہ السلام تو کشف معاینات کے مقام مین زندہ رہنے کی حالت ہی مین پہونچ گئے تھے پھر انکے واسطے ملکوت اشیا کو کشف کیا گیا تاکہ انفس یعنی اپنا ذات
آیات مین سے نور مشاہدہ حق کو حاصل کرین اور اسکی احتیاج نہوئی کہ انکی روح انکے حواس سے غائب ہو وے تب معاینہ صرف کو دیکھین کیونکہ
وہ حال صحو مین تھے اور عزیر علیہ السلام اسوقت مین مقام معاینہ کو نہین پہونچے تھے پس اللہ تعالیٰ نے انکو صورت سے غائب کر دیا یعنی طور کو دیکھا
دوری پس جب اس سلوک سے نجات دیدی تو حالت غیبت مین انکو مشاہدہ حق دکھلایا کیونکہ وہ حالت سکر مین تھے پھر جب وہ موت سے بیدار ہو
تو حالت صحو مین بھی وہی دیکھا جو حالت سکر مین دیکھا تھا ولیکن جو کچھ حالت سکر یعنی حالت غیبت مین دیکھا تھا وہ مشاہدہ روحی تھا اور جو حالت صحو مین
دیکھا وہ مشاہدہ عیان تھا۔ اور بعض اکابر نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو مردہ کا زندہ کرنا دوسری چیز مین دکھلایا گیا اور عزیر علیہ السلام کو انکی ذات مین
دکھلایا اسوجہ سے کہ ابراہیم علیہ السلام نے سوال مین لطف کیا تھا اور کہا کہ آرنی یعنی مجھے دکھلا پس غیر چیز مین انکو دکھلایا گیا اور عزیر علیہ السلام نے قدرت مین تعجب
کیا تو یہ نہین دیکھا کہ عزیر کے قصہ کو ایمان پر ختم کیا کہ فرمایا اعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر اور خلیل علیہ السلام کے قصہ کو عزت وحکمت پر ختم کیا چنانچہ
فرمایا واعلم ان اللہ عزیز حکیم اسواسطے کہ خلیل نے اظہار حکمت ومشاہدہ عزت کا سوال کیا تھا اور عزیر نے قدرت سے تعجب کیا تھا پس ہر ایک
کو اپنے سوال کے موافق جواب دیا گیا قال المترجم یہ قول خیر اگرچہ درست ہو ولیکن اس سے کوئی خلاف حکمت مذکورہ بالا واقوال مذکورہ بالا
سے نہین ہوتا کیونکہ درخواست ہر ایک کی اپنے مرتبہ پر تھی در قصہ خلیل سے مراد ہے کیا قال اللہ تعالیٰ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰي وَلٰكِنْ
اور جب کہا ابراہیم نے اے رب دکھا مجھکو کیونکر جلاویگا تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہین کیا بولا کیون نہین ولیکن
لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِىْ ۭ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰي كُلِّ جَبَلٍ
اسواسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو فرمایا تو پکڑ چار جانور پرندون سے پھر انکو ہلا اپنے ساتھ پھر ڈال اوپر ہر پہاڑ کے
مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۭ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۳۵ ع ۳
ان مین سے ایک ایک ٹکڑا پھر انکو پکار آوینگے تیرے پاس دوڑتے اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے

و۔ اذکر اور نصیحت بیان کر اذ قال ابرٰھیم رب ارنی کیف تحی الموتٰی۔ جب ابراہیم نے کہا کہ اے رب مجھے
دکھلادے کہ کس کیفیت سے تو مردے زندے فرماتا ہے۔ قال۔ تعالیٰ لہ۔ اَوَلم تؤمن۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو فرمایا کیا تو ایمان نہین لایا
ف یعنی میرے قادر ہونے پر ایمان نہین لایا کہ مین جب چاہون مردہ زندہ کردون۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ تو سب بات جانتا ہے پھر اس نے
ابراہیم سے کیون پوچھا۔ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ابراہیم کو اسپر ایمان ہے پھر اسواسطے پوچھا کہ ابراہیم اس سوال کا جواب دین تاکہ سننے

والون کو معلوم ہو جاوے کہ ابراہیم کی اس درخواست سے کیا غرض ہے۔ قَالَ بَلٰی۔ امنت۔ وَلٰکِنْ۔ سالتک۔ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي بالمعائنۃ المضمومۃ الی الاستدلال۔ ابراہیم نے کہا کہ کیون نہین مین تو ایمان لایا ہون ولیکن مین نے تجھسے درخواست کی تاکہ سکون ہو میرے دل کو یعنے استدلال کے ساتھ معائنہ ملا یا جاوے تو جیسے دلیل توحید پر ایمان لایا تھا آنکھون دیکھ لون۔ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ۔ فرمایا کہ پھر چار پرندون سے لیکر انکو اپنی جانب مائل کر یعنے ہلالے۔ واقطعھن واخلط لحمھن وریشھن پھر ہلالے کے بعد انکو ذبح کرکے پارہ پارہ کردے اور ان کے گوشتون و پرون کو باہم مخلوط کردے۔ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا پھر انمین سے ایک جزو پہاڑ پر رکھدے ف یعنے اپنے وطن کے پہاڑون مین سے ہر پہاڑ پر اس مخلوط سے ایک جزو رکھدے۔ ثُمَّ ادْعُهُنَّ ایک پھر ان کو۔ اپنے پاس بلا۔ يَأْتِينَكَ سَعْيًا۔ سریعًا۔ جلدی تیرے پاس آجاوینگے وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ لایعجزہ شیٔ اور جان لے کہ اللہ تعالے ایسا غالب ہے کہ اسکو کوئی چیز عاجز نہین کرتی۔ حَكِيمٌ۔ فی صنعہ۔ اپنی صنعت مین بڑا دانا کار ہے روایت ہے کہ ابراہیم ع نے ایک مور۔ ایک کرگس اور ایک کوا۔ اور ایک مرغ لیا۔ اور ان سب کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو مذکور ہوا اور انکے سر اپنے پاس رکھ لیے پھر انکو پکارا پس انکے اجزا اڑے بعض اجزا البعض کی طرف یہانتک کہ ملکر سب دھڑ پورا ہوا پھر اپنے سر کی طرف دوڑ کر اس مین مل گیا اور جیسا تھا ویسا جانور انکے پاس کھڑا ہوا اور شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ علما نے اسکے کئی سبب بیان کیے ہین کہ ابراہیم ع نے یہ سوال کیون کیا تھا یعنے دل سے تو یقین تھا اسکے ساتھ ظاہری مشاہدہ کا سوال کیون کیا تھا پس منجملہ ان اسباب کے یہ کہ جب انھون نے نمرود سے کہا کہ میرا پروردگار جلاتا اور مارتا ہے تو چاہا کہ مجھے علم یقین کے ساتھ عین الیقین بھی حاصل ہو اور مین اسکو مشاہدہ بھی کرلون۔ قال المترجم معالم مین ذکر کیا کہ حسن و قتادہ و عطار خراسانی و ضحاک و ابن جریج نے کہا کہ سبب اس سوال کا یہ ہوا تھا کہ وہ ایک مردار جانور کی طرف ہوکر گذرے جو سمندر کے کنارے پڑا تھا اسکو دیکھا کہ خشکی و تری کے جانورون نے اسکو پارہ پارہ کردیا تھا جب دریا چڑھتا تو اسکی مچھلیان اس جانور کا گوشت کھاتین اور جب اتر جاتا تو خشکی کے جانور کھاتے جب وہ ہٹ جاتے تو ہوا کے پرند شکاری نوچتے کھاتے اور اس کے ٹکڑے بوٹیان سمندر رہ ہوا مین ادھر ادھر خاک ہو کر اڑتی تھین یہ دیکھکر ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ ای میرے پروردگار مین جانتا ہون کہ تو اسکو جمع فرماویگا اور مجھے دکھلاوے کہ کیسے زندہ کریگا قال المترجم اور یہ سوال حضرت ابراہیم کی طرف سے شک نہ تھا اور ابن جریر رح نے چند لوگون سے نقل کیا کہ انھون نے قدرت الٰہی مین شک کرکے ایسا سوال کیا تھا اور استدلال انکا اس حدیث سے ہے جو صحیحین وغیرہ مین ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ نحن احق بالشک من ابراہیم اذ قال رب ارنی کیف تحی الموتی۔ یعنے ہم احق ہین شک کرنے کو ابراہیم کی بہ نسبت جبکہ کہا تھا کہ رب ارنی کیف تحی الموتی اور نیز ابن عباس رض کے قول سے ہے کہ قرآن مین کوئی آیت میرے نزدیک اس سے زیادہ امید کی نہین ہے اور کہا کہ اولم تؤمن کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے بلی سے رضامندی فرمائی اور کہا کہ پس یہ ایسی چیزون کے واسطے ہے کہ جو نفس پر عارض ہوتی ہے اور اس سے شیطان وسوسہ ڈالتا ہے رواہ ابن ابی حاتم والحاکم وصححہ وابن جریر وعبدالرزاق۔ اور ابن جریر نے بعد حکایت اس قول کے اسی کو ترجیح دی ہے اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس قول پر طعن کیا اور فرمایا کہ حدیث مین شک سے بلا خلاف وہ معنے مراد نہین ہین جو بعضے ایسے لوگ سمجھے ہین جنکے پاس کچھ علم نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن عطیہ رح نے فرمایا کہ اس گروہ کا قول میرے نزدیک مردود ہے اور کہا کہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اوپر مذکور ہوا اسکے یہ معنے ہین کہ اگر وہ شک کرنے والے ہوتے تو ہمکو شک کرنے مین انسے بڑھا ہونا چاہیئے تھا اور ابن عباس کے قول کے معنے یہ ہین کہ اس مین ابراہیم نے اولا ل کے طور پر کہا تھا اور کہا کہ اسپر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کبائر سے اور ایسے صغیرہ گناہون سے جس مین رذالت ہووے

معصوم ہین اور محی السنہ نے بعد ذکر حدیث کے کہا کہ اسمعیل بن یحیی المزنی نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شک نہین کیا اور نہ ابراہیم علیہ السلام نے شک کیا اس بات مین کہ اللہ تعالے مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور **شیخ ابو سلیمان خطابی** نے فرمایا کہ قولہ نحن احق بالشک من ابراہیم مین اپنے اوپر شک کرنیکا اقرار نہین اور نہ ابراہیم پر شک کرنیکا اقرار ہے بلکہ دونون سے شک کرنے کے نفی ہے کہ حضرت صلعم فرماتے ہین کہ جب ہمنے اسمین شک نہ کیا کہ اللہ تعالی مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہے تو ابراہیم اولی ہین کہ شک نہ کرین اور آنحضرت صلعم نے ایسا بر سبیل تواضع و کسر نفسی کے فرمایا ہے جیسے یہ فرمایا کہ لو لبثت فی السجن طول ما لبث یوسف لاجبت الداعی یعنی اگر اتنے زمانہ دراز تک مین قیدخانہ مین پڑا رہتا جتنے دنون یوسف پڑے رہے تو بادشاہی بلانے والے کا بلانا بغیر تاخیر کے مان لیتا اور بالاجماع انبیاء علیہم السلام کبیرہ گناہ سے معصوم ہین۔ اور **قرطبی رح** نے قول ابن عطیہ کی تائید کی اور کہا کہ انبیاء علیہم السلام پر ایسا شک نہین روا ہے پس حدیث مین شک کرنا مراد نہین ہے کیونکہ یہ شک تو کفر ہے اور ادنی مومن خالص اس مین شک نہین کرتا ہے کجا انبیاء علیہم السلام کہ وہ سب تو متفق ہین کہ حشر ہونا برحق ہے **قال المترجم** تعجب اُن لوگون سے ہے جو حضرت ابراہیم سے شک قرار دیتے ہین اور حدیث مین شک کے بھی معنے ظاہری لیتے ہین کیونکہ خود آیت مین موجود ہے کہ۔ اولم تومن۔ اور ایمان بمعنے یقین ہے اور بلیٰ سے عدم یقین کے نفی ہوئی پس یقین ثابت ہوا اور ظاہر ہوا کہ حضرت ابراہیم کو یقین کامل تھا کہ اللہ تعالی مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور خود ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے جو فرمایا کہ اولم تومن تو خود اللہ تعالے کو معلوم تھا کہ اسکا یقین کامل ہے صرف اسواسطے فرمایا تھا کہ لوگون کو معلوم ہوجاوے کہ یقین ہے اور زیادہ چاہتا ہے کیونکہ ابراہیم نے جواب دیا کہ ہان مجھے قطعی یقین ہے ولیکن مشاہدہ مانگتا ہون اور فرق دونون مین یہ ہے کہ یقین ایمانی تو استدلال سے ہوتا ہے اور مشاہدہ آنکھون سے ہے پس لیطمئن قلبی مین جو اطمینان چاہا ہے وہ آنکھون دیکھنے کے شوق سے تسکین چاہی ورنہ یقین کے ساتھ تو اطمینان قلب ہوتا ہے جیسے فرمایا وقلبہ مطمئن بالایمان۔ اور توضیح یہ ہے کہ یقین ایمانی کے ساتھ قلب کا مطمئن ہونا اس بات کے منافی نہین ہے کہ قلب کو اور وجہ سے اضطراب ہو لیکن اور وجہ سے اضطراب ہونے سے ایمان قلبی کا اطمینان نہین جاتا ہے پس قلب انکا ایمان سے مطمئن تھا اور ظاہری شوق کی وجہ سے مضطرب تھا اور قولہ فخذ اربعۃ من الطیر **بیضاوی رح** وغیرہ نے ذکر کیا کہ پرند لینے کی خصوصیت اسوجہ سے تھی کہ وہ انسان سے قریب تر ہے اور خواص حیوان کا جامع ہے اور چار کی تعداد مین اشارہ ہے چار عنصر کی طرف جنسے انسان وغیرہ کے اجسام مرکب ہوتے ہین۔ اور رہا یہ کہ کون کون پرند تھے تو ابن عباس کی روایت وہی ہے جو مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے اخرجہ ابن ابی حاتم اور مجاہد وغیرہ کے قول مین بجائے کرگس کے کبوتر مذکور ہے اور بعض اقوال دیگر ہین اور **شیخ ابن کثیر رح** نے فرمایا کہ مفسرین باہمین مختلف ہین مگر اسکے تعیین مین کوئی فائدہ متعلق نہین کیونکہ اگر اب ہوتا تو کلام مجید مین خود بیان ہوتا اور **بیضاوی رح** نے کہا کہ اس مین اشارہ ہے کہ نفس کو اگر دائمی زندگی کے ساتھ زندہ رکھنا چاہیے تو یون ہوگا کہ شہوات و زخارف کو جو طاؤس کی صفت ہے ظاہری زینت ہلاک کرے اور صولت کو جو مرغ کی صفت ہے مارے اور خست و پلیدی نفس و رامید دراز جو کوّے کی صفت ہے زائل کرے اور خواہش نفسانی مین جلد گرنا اور اونچائی چاہنا جو کبوتر کی صفت ہے دور کرے تب وہ ہمیشہ کی زندگی سے زندہ ہوگا۔ اور الطیر جمع طائر ہے مثل تجر و تاجر یا اسم جمع ہے مثل رکب و راکب قولہ فصرھن الیک۔ یہ لفظ صارَ یصور اور صار یصیر دونون سے پڑھا گیا اور لفظ مشترک ہے بمعنے مائل کرنا اور قطع کرنا اور بعض نے کہا کہ بالکسر بمعنے قطع کرنا اور بالضم بمعنے مائل کرنا۔ اور بعض نے کہا کہ بالضم تو دونون معنون مین مشترک ہے اور بالکسر فقط بمعنے قطع کرنا۔ اور ابن عباس رض سے اس کے معنے قطع کرنے کے مروی ہین اور **ابن کثیر رح** نے ایک جماعت تابعین سے یہی معنے نقل کیے ہین **قال ابن کثیر رح** پھر ان علما نے ذکر کیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے چار چڑیان لین اور انکو ذبح کیا پھر انکو کاٹ ڈالا اور انکے پر و بازو اکھاڑے اور خوب انکو پارہ پارہ قیمہ کیا اور سب کو ایک دوسرے مین مخلوط کر دیا پھر اس مخلوط کے بخرے کیے اور ہر پہاڑ پر ایک ایک بخرا رکھا پس بعض نے کہا کہ چار پہاڑ تھے اور بعض نے کہا کہ سات تھے اور اس مین اتفاق ہے کہ ہر پہاڑ سے مراد تمام [illegible]

ہوسے زمین کے پہاڑ نہیں بلکہ اسی زمین کے پہاڑ مراد ہیں جہاں حضرت ابراہیم رہتے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان پرندوں کے سر اپنے ہاتھ میں رکھے پھر اللہ عزوجل نے ابراہیم کو حکم دیا کہ ان چڑیوں کو بلا لیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ویسے ہی انھوں نے پکارا اور دیکھتے تھے کہ پر اڑ کر پر سے اور خون اڑ کر خون سے اور گوشت گوشت سے اور کل اجزا ایک پرند کے بعض اجزا بعض سے ملتے تھے یہاں تک کہ ہر پرند علیحدہ تیار ہو گیا اور وہ حضرت ابراہیم کی طرف چڑیاں پیروں دوڑتے چلے تاکہ جس دیکھنے کا سوال کیا تھا وہ پورے طور پر حاصل ہو پس ہر چڑیا ان کے پاس اپنا سر لینے آیا جو حضرت ابراہیم کے ہاتھ میں تھا پس اگر اسکے سوا کے دوسرے کا سر دیتے تھے تو اسکے لینے سے انکار کرتا تھا اور جب اسی کا سر اسکو دیتے تو باقی جسم سے ترکیب ہو جاتا اور یہ اللہ عزوجل کی قدرت تھی اور اسکو ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور معالم و بیضاوی وغیرہ میں مذکور ہے اور اس قصہ میں خلیل علیہ السلام کی فضیلت وحسن ادب ظاہر ہے کہ سوال کرنے میں ظاہر ہو کہ جو مانگا تھا وہ ان کو فی الحال دیا اور عزیر علیہ السلام کو سو برس کی موت کے بعد دیا واللہ اعلم مترجم کہتا ہے کہ یہ قول قابل ہو وقت شیخ نے عرائس البیان میں لکھا کہ قولہ تعالیٰ رب ارنی کیف تحی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی۔ جاننا چاہیے کہ اللہ عزوجل نے خلیل علیہ السلام کو اسکے ظاہر و باطن میں طرح طرح کی بلیات سے امتحان کیا پس ظاہر کا امتحان تو وہ تھا کہ الٰہی کتاب مجید میں اسکی خبر دی کہ آگ میں ڈالے گئے اور کفار کے ہاتھ سے عذاب دیے گئے اور نیز انکو انکے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کے حکم سے امتحان کیا اور مانند اسکے اور ظاہری امتحانات تھے۔ اور یہ باطن کے امتحانات تو جو اللہ تعالیٰ نے خبر دی انکا اضطراب قلب کی کہ محض ربوبیت کے ادراک کرنے میں دل مضطرب تھا کبھی کہتے کہ ہذا ربی اور کبھی کہتے کہ ارنی کیف تحی الموتی کیونکہ وہ اپنے خاطر سے خالص یقین ثابت کرنا چاہتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے جو امتحانات خلیل علیہ السلام سے کیے ان سب کی خبر اپنی کتاب مجید کی ایک آیت میں دیدی کہ فرمایا واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن۔ اور مقصود حق سبحانہ وتعالیٰ کا اس سے یہ ہوتا ہے کہ اپنے انبیاء و اولیاء کے باطن کو انکے نفسوں کے خطرات سے پاکیزہ کرے تاکہ انکے باطن اسرار ربوبیت کے میل و خطرات شیطانیہ سے بالکل پاک ہو جاویں اور خاص بندوں کا امتحان اکثروں ہی ہوتا ہے جیسے ابراہیم و موسیٰ و عزیر و محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ عزوجل نے ان سب کا احوال اپنی کتاب مجید میں ذکر فرمایا ہے چنانچہ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ فان کنت فی شک مما انزلنا الیک۔ اگرچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں شک نہیں کرتا اور نہیں پوچھتا اور خود حضرت صلعم نے فرمایا کہ انہ لیغان علی قلبی انی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ۔ میرے دل پر ایک قسم کا پردہ سا ہو جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ستر دفعہ ہر روز استغفار کرتا ہوں اور ایسا ہی ابتلا خاص بندوں کا ہوتا ہے اسواسطے کہ پروردگار پھر پروردگار ہے اور بندہ تو بندہ ہی ہے **قال المترجم** حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو نہایت عمدہ صورت میں دیکھا فرمایا کہ اے محمد کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں گروہ آسمان کے میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار تو ہی دانا تر ہے پس اپنی ہتھیلی میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھی پس میں نے اسکی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں میں پائی پس جو آسمان و زمین میں تھا سب میں نے جان لیا اور پڑھی یہ آیت وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین۔ رواہ الدارمی والبیہقی واحمد والترمذی وحسنہ وابن الجوزی فی العلل۔ قال الشیخ اور نیز حضرت خلیل کا سوال کچھ اضطراب شک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ زیادت وقت چاہتے تھے۔ فخذ اربعۃ من الطیر فصرھن الیک۔ اس سے ان چڑیوں کی طرف بھی اشارہ ہو جو باطن کے اندر جسم کے پنجرے میں ہیں اور وہ چار چڑیاں جو فضائے غیب میں اڑنے والی ہیں اول عقل دوم قلب سوم نفس مطمئنہ چہارم روح یعنی پرند عقل کو محبت کی چھری سے ملکوت کے دروازہ پر ذبح کر دے اور پرند قلب کو شوق کی چھری سے جبروت کی درگاہ میں اور پرند نفس کو عشق کے چھرے سے فردانیت کے میدان میں اور پرند روح کو عاجزی کی چھری سے اسرار وحدانیت کے بڑے جنگل میں ذبح کر دے۔ ثم اجعل علی کل جبل منہن جزءًا موافق اشارہ کے عقل کو تو عظمت باری تعالیٰ کے پہاڑ پر ڈال دے

تاکہ اسپر سلطنت ربوبیت کے انوار پے در پے ہجوم کرین اور قلب کو کبریائی کے پہاڑون پر ڈال دے تاکہ قدس کی روشنی سے اسکو لباس ملے اور نفس کو عزت کے پہاڑ پر ڈالدے تاکہ نور عظمت کا لباس پہنے اور عبودیت بجالانے مین کچھ منازعت نہ کرے اور روح کو جمال ازل کے پہاڑ پر ڈال دے کہ اسکو نور الانوار اور عزالعزاور قدس القدس کا لباس ملے پھر جب یہ سب تیرے سینہ کے چراگاہ مین مجتمع ہوجاوینگے تو لاہوتیہ کی آنکھون اور ملکوتیہ کے نور سے مطمئن ہوگا اور بعض اکابر نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ خلیل علیہ السلام نے یہ چاہا کہ علم الیقین اور عین الیقین دونون جمع ہوجاوین پس جواب ملا کہ اولم تؤمن اور ایمان غیب پر علم الیقین ہے تو عرض کیا کہ ہان مین علم غیب پر ثابت ہون ولیکن مشاہدہ غیب چاہتا ہون حضرت جعفر صادق رضہ سے قولہ لیطمئن قلبی کے معنے مین روایت ہے کہ مراد یہ ہے کہ تاکہ میرے ساتھیون کے دل مطمئن ہون **قال المترجم** ابن عطیہ رح نے اس پر استدلال یون پیش کیا کہ آیت مین کیف موجود ہے اور کیف ہمیشہ ایسی چیز کے حال سے سوال ہوتا ہے جو سائل ومسئول دونون کے نزدیک موجود متقرر ہو جیسے کیف علم زید پس علم زید تو معلوم ومقرر ہے صرف اس علم کی کیفیت سے سوال ہے اور ایسے ہی جب کہا کہ کیف انت تو مخاطب کے وجود مین شک نہین بلکہ اسکا حال دریافت کیا جاتا ہے علی ہذا کیف تحیی الموتی پس مردہ کا زندہ کرنا تو معلوم ہے فقط سوال یہ ہے کہ وہ کیونکر ہوتا ہے مجھے دکھلادے اور یہان سے تجھے معلوم ہوا کہ شک مذکور اپنے معنے پر نہین ہے بلکہ یہ معنے ہین کہ میرے خیال مین اور قیاس مین نہین سماتا ہے اگرچہ مین یقین رکھتا ہون کہ ضرور زندہ کریگا اور یہ کچھ مخصوص احیاء موتی کے ساتھ نہین بلکہ عذاب قبر کی بھی یہی کیفیت ہے فافہم واللہ اعلم بالصواب اور سہل بن عبد اللہ نے فرمایا کہ آنکھ پر جو پردہ ہے اسکے کھولنے کا سوال کیا تاکہ نور یقین پر اور یقین بڑھ جاوے اور اپنے حال مین تمکن زائد ہوجاوے کیا تو نہین دیکھتا ہے کہ لفظ شک کا جواب اُنھون نے کیسے بل کے ساتھ دیا یعنے کچھ بھی شک نہین ہے اور بعض نے فرمایا کہ جب سکون کیا بندے نے اپنے پروردگار کی طرف اور اسکی طرف مطمئن ہوا تو اللہ تعالے اسپر کرامات ظاہر فرماتا ہے کہ اس مین سے

چھوٹی سی چھوٹی کرامت مردہ کو زندہ کرنا ہے اور اللہ تعالی نے اپنے خلیل علیہ السلام کو کہا کہ فخذ اربعۃ من الطیر الآیۃ۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ

مثال ان لوگون کی جو خرچ کرتے ہین اپنے مال اللہ تعالے کی راہ مین ایسی جیسے ایک دانہ ہے کہ اوگین اُس سے سات بالیان کہ ہر

سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

بالی مین سو سو دانہ ہین اور اللہ بڑھاتا ہے جسکے لیے چاہے اور اللہ کشایش والا بڑا دانا ہے

مَثَلُ۔ صفۃ نفقات۔ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ ای طاعتہ۔ یعنے ان لوگون کے نفقات کی مثل وصفت جو خرچ کرتے ہین اپنے مالون کو اللہ تعالے کی راہ مین یعنے اللہ کی فرمانبرداری مین ایسی مثل ہے۔ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ۔ جیسے ایک دانہ نے سات بالیان اُگائین ہر بالی مین سو دانہ ہین ف پس ایسے ہی ان لوگون کے نفقات بھی سات سو گونہ بڑھائے جاتے ہین وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ اکثر من ذلک۔ اللہ تعالے بڑھاتا ہے جسکے لیے چاہے اس سے بھی زیادہ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ۔ فضلہ۔ اور اللہ تعالے واسع ہے یعنے اپنے فضل مین۔ عَلِيْمٌ ○ بمن یستحق المضاعفۃ جاننے والا ہے یعنے اس شخص کو جو ایسا ہو کہ بڑھتی دینے کا مستحق ہے ف اس آیہ کریمہ مین اللہ تعالے نے ان لوگون کی مثالین بیان کین جو اللہ تعالے کی راہ مین خرچ کرتے ہین پھر پوشیدہ کرکے خرچ کرنا اچھا ہے لیکن اگر اسکے ظاہر کرنے مین لوگون کو رغبت ہوتی ہے تو اس نیت سے ظاہر کرنا بھی اچھا ہے پھر جو خرچ امر خیر مین ہو حتی کہ اپنی جان پر خرچ کرے یا اہل وعیال پر خرچ کرے اسکو ایک کی دس گونہ نیکی تو متعین ہے کیونکہ وہ حسنہ ہے اور ہر حسنہ دس گونہ ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ جسنے اللہ تعالے کی راہ مین خرچ کیا اسکے لیے سات گونہ لکھے جاوین گے۔

اور جسنے اپنی جان پر یا اہل و عیال پر خرچ کیا یا کسی مریض کی عیادت کی تو ہر نیکی دس گونہ ہوگی رواہ احمد اسی سے مکحول رح نے آیت میں کہا کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے اور سات سو گونہ ثواب خرچہ جہاد کا حدیث ابن مسعود میں ہے رواہ احمد و مسلم والنسائی والحاکم والبیہقی اور حدیث خریم بن فاتک میں ہے رواہ احمد والترمذی والنسائی و ابن حبان والحاکم وصححہ والبیہقی۔ اور حدیث انس میں ہے اخرجہ البخاری فی التاریخ اور حدیث ابو عبیدہ میں ہے رواہ احمد اور حدیث عمران بن حصین وعلی بن ابی طالب وابو الدرداء وابو ہریرہ وابو امامہ وابن عمر وجابر میں ہے رواہ ابن ماجہ وابن ابی حاتم ولیکن یہ وجہ تخصیص کی نہیں ہو سکتی ہے اسواسطے کہ ان احادیث میں خرچہ جہاد کے ثواب کو سات سو گونہ فرمایا ہے تو بے شک خرچ جہاد ضرور سات سو گونہ ہوگا لیکن لازم نہیں کہ دیگر خرچہ اسقدر نہو چنانچہ بریدہ رض سے مرفوعا روایت ہے کہ حج کا خرچہ مثل خرچ جہاد کے سات سو گونہ ہے رواہ احمد فی مسندہ والطبرانی فی المعجم الاوسط والبیہقی فی سننہ۔ اور شاید اسی سے ابن عباس رض سے آیت کی تفسیر میں فی سبیل اللہ سے جہاد و حج مروی ہے یعنے انھیں دو کو بیان فرمایا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ ان احادیث کے معنے یہ ہیں کہ اگر جہاد یا حج میں خرچہ کیا تو ابتدا ءً سات سو گونہ متعین ہے اور آگے اللہ تعالے زیادہ دے چنانچہ قولہ فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ کی تفسیر میں گذرا ہے اور بعض احادیث میں سات لاکھ و دو کرور وغیرہ تک مذکور ہے کما فی حدیث الطبرانی وغیرہ جیسے دیگر اعمال خیر میں دس گونہ ابتدا ءً متعین ہے اور آگے اللہ تعالی جس قدر دے حتی کہ سات سو گونہ یا زیادہ چنانچہ ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ مومن کے ہر عمل خیر کی نیکی بڑھائی جاتی ہے دس گونہ سے سات سو گونہ تک اللہ تعالے نے فرمایا ہے سوا روزے کے کہ وہ میرے واسطے ہے اور میں ہی اسکے بدلے کو پورا دونگا الحدیث اور بعض روایت میں سات سو گونہ تک آگے جہانتک اللہ تعالے چاہے اس حدیث کو اصحاب ستہ نے روایت کیا ہے پس آیت میں مطلقا راہ خدا میں خرچہ مراد لیا جا سکتا ہے کیونکہ آیت میں تمثیل ثواب کے بڑھنے کی ہے **قال ابن کثیر** رح یہ مثل ہے کہ اللہ تعالے نے ثواب بڑھنے کے بارہ میں ایسے شخص کے لیے بیان کی ہے جسنے اللہ تعالی کی راہ میں اسکی مرضی چاہنے کے لیے خرچ کیا پس بیان ہے کہ نیکی بڑھتی ہے دس گونہ سے سات سو گونہ تک اور فی سبیل اللہ کی تفسیر میں سعید بن جبیر نے کہا کہ مراد طاعۃ اللہ ہے اے اللہ تعالی کی فرمانبرداری وطاعت وبندگی میں خرچ کیا ہو **قال المترجم** اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا ہے اور ابن عباس رض کی تفسیر بھی قوی ہے فافہم۔ اور انبتت اے اگایا اس دانہ نے اور اگانے والا در حقیقت اللہ تعالے ہے دانہ کی طرف نسبت مجازی ہے ولیکن اشارہ فرمایا کہ ایسا مرغوب نفقہ و خرچہ ہے کہ قابل اطمینان ہے گویا خود بخود سات سو گونہ ہو جاتا ہے اور یہ کمال کرم کا اظہار ہے فتدبر اور قولہ واللہ یضاعف لمن یشاء میں بڑھانے کو مفسر وغیرہ نے سات سو گونہ سے زیادہ بڑھانا مراد لیا تاکہ تکرار لازم نہ آوے اور اوپر بیان ہوا کہ سات سو گونہ سے بے انتہا تک اللہ عزوجل کے کرم میں ہے اور ابو داؤد نے معاذ رض سے مرفوعا روایت کی کہ نماز روزہ و ذکر کا ثواب اللہ تعالے کی راہ میں خرچ کرنے پر سات سو گونہ بڑھتی ہے **وابن کثیر** رح نے حافظ ابن مردویہ کی روایت ذکر کی کہ ابن عمر رض نے کہا کہ جب قولہ تعالی مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ الآیۃ۔ اتری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار میری امت کے لیے بڑھا دے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا قولہ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ پروردگار میری امت کے لئے بڑھا دے تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب۔ اور اس حدیث کو ابو حاتم وابن حبان نے اپنی صحیح میں بھی روایت کیا ہے اور بندے کے عمل میں جیسا اخلاص ہو ویسا ہی اللہ تعالے اسکے نفقہ کے ثواب میں بڑھاتا ہے

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ تعالے کی راہ میں پھر نہیں پیچھے لگاتے جو خرچ کیا ہے احسان اور نہ اذیت تو انھیں کے واسطے

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ

ہے ثواب انکا انکے پروردگار کے پاس اور نہیں خوف ہے انپر اور نہ وہ غمگین ہونگے بات بھلی کہنی

وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝

اور مغفرت بہتر ہے ایسے صدقہ سے جسکے پیچھے لگی ہو اذیت اور اللہ تعالیٰ بے پرواہی تحمل والا

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - جو لوگ راہ الٰہی مین یعنے اس کی طاعت مین اپنے اموال خرچ کرتے ہین ف پھر اسکو مٹاتے نہین یعنے خالص طاعت رکھتے ہین - ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَنًّا - پھر اسکے پیچھے احسان جتانا نہین لگاتے ف اس شخص پر جسپر خرچ کیا ہو مثلاً یون کہین کہ مین نے اسپر احسان کیا اور مین نے اسکے شکستہ حال کو درست کر دیا - وَّلَآ اَذًى اور نہ اذیت دیتے ہین ف جسپر خرچ کیا ہی باین طور کہ یہ حال ایسے شخص سے بیان کرے جسکا واقف ہونا وہ نہین چاہتا تھا اور مانند اسکے اور افعال جس سے اسکو ایذا پہونچے بلکہ اس سے پاک کرکے نیت فقط طاعت رکھتے ہین تو - لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ - تو ان کے خرچہ کا ثواب انکے رب کے یہان ہی - وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور انپر خوف نہین اور نہ وہ غمگین ہون ف یعنے آخرت مین خوف و غم نہوگا اور یہ خرچہ کسی طرح برباد نہوگا - قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ - قول معروف کہدینا ف کہ مثلاً اسوقت مجھے ممکن نہین ہی وَّمَغْفِرَةٌ - اور سائل کے واسطے مغفرت کی دعا کر دینا - خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى - ایسے صدقہ دینے سے بہتر ہی جسکے پیچھے ایذا دہی لگی ہو - وَاللّٰهُ غَنِيٌّ اور اللہ تعالیٰ غنی ہی - ف وہ محتاج کی حاجت خود پوری کرنے والا ہی تو موذی کی ضرورت نہین ہی حَلِيْمٌ وہ حلیم ہی ف کہ موذی کو عذاب نہین کرتا - معالم مین فرمایا کہ کلبی رح نے کہا کہ یہ آیت عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف کے حق مین نازل ہوئی کہ عبدالرحمن چار ہزار درم لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلعم یہ صدقہ ہی اور میرے پاس آٹھ ہزار درم تھے بس مین نے اس مین سے چار ہزار درم اپنے اور عیال کیواسطے رکھ لیے اور یہ چار ہزار درم مین نے اپنے پروردگار کو قرض دیے پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو تو نے اپنے لیے رکھا ہی اسمین اور جو تو نے صدقہ دیا ہی اسمین اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماوے اور عثمان رض نے مسلمانون کو تبوک کے جہاد مین سامان کر دیا ایک ہزار اونٹ مع جھولون و پالانون کے دیے پس ان دونون کے حق مین یہ آیت اتری اور عبدالرحمن بن سمرہ نے کہا کہ عثمان بن عفان لشکر تبوک کے واسطے ایک ہزار اشرفیان لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مین رکھدین پس مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس مین اپنا مبارک ہاتھ ڈال کر لوٹ پوٹ کرتے اور یہ فرماتے تھے کہ نہین ضرر کریگا عثمان کو کوئی عمل جو اسنے اس دن کے بعد کیا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی / ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہی اور دوسری روایت بھی عبدالرحمن بن سمرہ سے ترمذی نے روایت کی اور اس مین دو ہزار اشرفیان مذکور ہین اور حدیث حسن ہی اور یہ دونون روایتون کے بعد مذکور ہی کہ حضرت صلعم نے دو مرتبہ فرمایا کہ عثمان بن عفان کو آج کے بعد کوئی عمل مضر نہوگا اور یہ روایت اصح ہی اور حدیث صحیح مین مذکور رہا ہی کہ عثمان نے جیش عسرت یعنے لشکر تبوک کا سامان کر دیا اور غازی کے واسطے صحیح احادیث بہت وارد ہین اور علی ہذا عثمان رض کے واسطے اس عمل خیر مین بہت ہی بڑا ثواب ہوا کیونکہ وہ خود بھی اس جہاد مین شریک تھے اور ابن ماجہ و ابن ابی حاتم وغیرہ نے جو عمران بن حصین و حضرت علی ابن ابی طالب و ابو الدرداء و ابو ہریرہ و ابو امامہ و ابن عمرو جابر رضی اللہ عنہم سے مرفوع روایت کی ہی اس مین ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ مین خرچہ بھیجا اور خود اپنے گھر مین ٹھہرا رہا اسکے واسطے ہر درم کے عوض قیامت مین سات سو درم ہونگے اور جس نے خود جہاد کیا اللہ تعالیٰ کی راہ مین اور راہ جہاد مین خرچ کیا تو اسکے لیے ہر درم کے عوض مین سات لاکھ درم ہونگے پھر یہ آیت پڑھی واللہ یضاعف لمن یشاء - پس قیاس کرنا چاہیے کہ حضرت عثمان رض کے واسطے کتنا ثواب ہوا کہ اللہ تعالیٰ اسکا علیم ہی بالجملہ حکم آیت کا عام ہی اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگون کی مدح فرماتا ہے جنھون نے اللہ تعالیٰ کی طاعت مین خرچ کیا خواہ جہاد ہو یا حج ہو یا خیرات

وصدقہ ہو کر وے قیامت میں خائف نہو نگے اور نہ انکو کچھ اندوہ ہوگا۔ قولہ ثم لایتبعون ما انفقوا الخ ثم اس مقام پر رتبہ کے تراخی کے واسطے ہو یعنے منت
واذیت چھوڑنا خود خرچ کرنے سے بہتر ہی (کشاف ومدارک) اور بعض نے تجویز کیا کہ ثم تراخی زمانے کے واسطے ہو سکتا ہی بنظر غالب کیونکہ اکثر یہی ہو سکتا
ہے کہ انفاق کے عرصہ کے بعد احسان رکھنا اور اذیت دینا ہوتا ہی اور منت واحسان رکھنا کبیرہ گناہ ہی چنانچہ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہی کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے شخص ہیں کہ اللہ تعالے اُن سے قیامت میں کلام نہ کریگا اور نہ انکی طرف نظر کریگا اور نہ انکو پاک کریگا اور
انکے واسطے عذاب الیم ہی ایک وہ کہ جو اسنے دیا اسکا اس شخص پر احسان جتلاتا ہی جسکو دیا ہی دوم وہ کہ اپنی ازار ٹخنون سے نیچے لٹکاتا ہی سوم وہ کہ جھوٹی قسم
سے اپنے مال کا رواج دیتا ہی۔ اخرجہ مسلم۔ اور ابودرداؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہ داخل ہوگا جنت میں عاق اور نہ دائمی شراب خوار
اور نہ منّان اور نہ تقدیر کو جھٹلانے والا۔ رواہ احمد وابن مردویہ وابن ماجہ۔ اور ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہی کہ تین قسم کے شخصون کی طرف اللہ
نظر نہ فرماوے گا قیامت کے روز ایک وہ کہ اپنے والدین کا عاق یعنے نافرمان ہی دوم ہمیشہ کا شراب خوار سوم جو دیا اسپر احسان رکھنے والا رواہ
ابن حبان والحاکم وابن مردویہ والنسائی ورواہ النسائی عن ابن عباس ایضاً وابن ابی حاتم ونحوہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ **قال المترجم** اگر
دریافت کیا جاوے کہ جس نے صدقہ دیا پھر جسکو دیا ہی اسپر احسان رکھا یا ایسی کوئی بات کی جس سے اسکو اذیت پہونچی تو بھلا صدقہ کا ثواب ملے گا
اور اس پر احسان رکھنے یا اذیت دینے کا کبیرہ گناہ الگ ہوگا یا صدقہ بھی باطل ہوا تو جواب یہ ہی کہ بعض علما نے کہا کہ صدقہ کا ثواب
ملے گا اور اس پر گناہ کبیرہ الگ ہوگا اور مابعد کی آیت میں آتا ہی فانظر۔ قولہ قول معروف الخ ضحاکؒ نے کہا قول معروف یہ کہ سائل کو
اچھا جواب دیدے مثلاً کہدے کہ بھائی اللہ تمپر رحم کرے اور تمکو رزق عطا فرماوے اور سائل کو جھڑکے نہیں اور نہ اس سے ایسی بات
کہے جو اس پر گران گذرے اور عمرو بن دینار سے مرسلاً روایت ہی کہ ہمکو پہونچا ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی صدقہ اللہ تعالے کے
نزدیک بھلی بات سے زیادہ پسند نہیں ہی کیا تو نے نہیں سنا قول اللہ تعالے۔ قول معروف ومغفرۃ الآیۃ رواہ ابن ابی حاتم اور صحیح مسلم کی حدیث میں
ثابت ہوا ہی کہ اچھا کلمہ کہنا صدقہ ہی اور معروف میں سے یہ بات بھی ہی کہ اپنے بھائی سے بہ خندہ پیشانی ملے۔ قولہ ومغفرۃ۔ اگر سائل گر الحاح کرے اور اَڑ جاوے
تو اس سے درگزرے اگرچہ گران گذرے اسکو **بیضاوی** وغیرہ نے ذکر کیا اور **مفسر سیوطی**ؒ نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ اچھے کلمہ سے سوال کرنے والے
سے عذر کر دینے پر اللہ تعالے کی طرف سے مغفرت حاصل ہونا بہتر ہی اور بعض نے کہا کہ یہ سائل کی طرف سے ہی یعنے سائل کی طرف سے عفو بایں طور کہ
اس سے عذر کر دیا **وقال المترجم**۔ وظاہر یہ کہ جو بعض نے کہا کہ ایسی بات کہنا جو مغفرت کی طرف پہونچاوے بہتر ہی اور اظہر یہ ہی کہ سائل کو دعا دینا کہ اللہ
تعالے ہماری تمھاری مغفرت کرے اور تکالیف رفع کرے فافہم۔ قولہ واللہ غنی حلیم۔ یعنے اللہ تعالے اپنے بندون کے رزق دینے میں صدقہ دینے
والون سے بے پروا ہی کہ جس طور سے انکو رزق دینا منظور ہی وہ دوسرے حیلہ سے انکو عطا فرما دیگا اور یہ تو صدقہ دینے والون پر کرامت تھی کہ سائل اسکے
پاس آیا اسنے دیکر ثواب کثیر کمایا پس یہ نعمت ہی کہ اسکا شکر یہ واجب ہی اور یہ سب مضامین اخبار واحادیث میں ثابت ہیں پھر جاننا چاہیئے کہ متاخرین
فقہا نے لکھا ہی کہ جو لوگ مسجد میں سوال کرنے کو جمع ہوتے ہیں اور نمازیون کو ٹوکتے ہیں وہ مستحق نہیں کہ دیے جاویں۔ اور ان کے حکم میں وہ لوگ
بھی شامل کیے جو اسکو پیشہ اختیار کریں کیونکہ مسجد جگہ نماز ودعا وسوال از حق تعالیٰ ہی اور نمازی جس سے سوال کیا اگر وہ مکان پر دیسکتا ہی تو یہان سوال کرنے میں
اسکے دل کو تشویش ہوگی اور رعایت مسجد یہی کہ وہان بندون سے سوال نہ کیا جاوے واللہ اعلم اور حدیث میں ثابت ہی کہ سائل کا حق ہی اگرچہ گھوڑے پر سوار
آوے (رواہ ابن ماجہ) پس سائل کی ظاہری صورت پر نظر نہ کرے

۲۶۴ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ
اے ایمان والو مت ضائع کرو اپنے صدقون کو احسان رکھکر اور اذیت دیکر جیسے وہ جو خرچ کرتا ہی اپنا مال لوگون کے دکھانے کو

وَلَا يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ‌ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفۡوَانٍ عَلَيۡهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ

اور نہین یقین رکھتا ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر سو اسکی مثال جیسے صاف پتھر کہ اس پر مٹی پڑی ہو پھر اس پر برسا زور کا مینھ

فَتَرَكَهٗ صَلۡدًا‌ ؕ لَا يَقۡدِرُوۡنَ عَلٰى شَىۡءٍ مِّمَّا كَسَبُوۡا‌ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝

تو اسکو چھوڑ رکھا بالکل سخت کچھ ہاتھ نہین لگتی ان کو اپنی کمائی اور اللہ تعالے راہ نہین دیتا ہی منکر لوگون کو

شیخ دہلوی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ اوپر تو خیرات کرنے کی بھلائی سے مثال دی کہ جیسے ایک دانہ بویا اور سات بالیان نکلین اور ہر بالی مین سو سو دانہ ہین تو سات سو ملے ایک دانہ کی خیرات پر اور یہان فرمایا کہ اس مین نیت شرط ہی کہ خالص اللہ تعالے کے واسطے ہو جس مین اپنے لیے بھی بہتری کی نیت ہو اور اگر دکھاوے کی نیت سے خرچ کیا تو جیسے پتھر پر دانہ بویا اسپر تھوڑی سی مٹی تھی پھر زور کا مینھ برسا وہ مٹی سب بہ گئی صاف چٹیل پتھر رہ گیا اب اس مین سے بھلا کیا اُگیگا یہین سے بعض علما نے کہا ہی کہ اس کا ثواب جاتا رہا جس نے احسان رکھا یا ستایا اور اس پر گناہ بھی نہین ہی اور بعض نے کہا کہ اسکو صدقہ کا ثواب ملے گا ولیکن بڑھتی ثواب جو مقرر ہی جاتا رہا اور اس پر احسان رکھنے وستانے کا گناہ رہا اور کرخی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی اوجہ ہی اور بعض نے کہا کہ اسکو اپنے صدقہ کا کچھ ثواب نہ ملے گا اور اسپر احسان رکھنے واذیت دینے کا گناہ ہوگا لقولہ تعالے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِكُمۡ بِالۡمَنِّ وَالۡاَذٰى اے ایمان والو مت مٹاؤ اپنے صدقات کو منت رکھنے واذیت دینے سے ف یعنے ثواب صدقات مت مٹاؤ کیونکہ جب ثواب کچھ نرہا تو گویا صدقہ ہی نہین دیا تھا۔ اور مراد مجموع من واذی سے ابطال نہین بلکہ اگر ان مین سے کوئی ہوگا خواہ منت یا اذیت تو ثواب باطل ہو جائیگا پس ایسا مٹانا مت مٹاؤ۔ كَالَّذِىۡ يُنۡفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ ۔ جیسے وہ شخص کہ اپنا مال لوگون کے دکھلانے کو خرچ کرتا ہی ف بغیر نیت ثواب کے۔ وَلَا يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ‌ؕ اور وہ اللہ تعالی وروز قیامت پر ایمان نہین رکھتا ہی ف تو اسکا صدقہ کرنا آخرت مین رائیگان ہی کچھ ثواب نہین بلکہ یہی ریاکاری دنیاوی ہی پس حاصل یہ ہوگا کہ تم ایسا فعل نہ کرو جیسے منافق کرتا ہی اور یہ ظاہر ہی کہ منافق کا فعل تو سراسر نفاق ہی کہ وہ لوگون کے دکھلانے کو کرتا ہی اور اللہ تعالی وروز قیامت پر ایمان ہی نہین لایا ہی بخلاف مومنون کے کہ یہ ریاکاری کے واسطے اس حال پر صدقہ نہین دیتے بلکہ من واذی کی ممانعت کر دی کہ یہ بھی اعمال کفر ونفاق سے ہی انکو ست کرو اسی سے بعض علما نے کہا ہی مومن نے اگر منت واذیت کی تو بالکل ثواب باطل نہوگا کما ذکرناہ اسوجہ سے کہ کالذی اسکی قید ہو اور باطل نہ کرو مثل باطل کرنے منافق کے فافہم۔ قولہ رئاء الناس الخ۔ یعنے یہ ہین کہ وہ اپنا مال لوگون کے دکھلانے کو خرچ کرتا ہی تاکہ وہ لوگ تعریف وتوصیف کرین کچھ اللہ تعالے کی رضا وثواب آخرت کیواسطے خرچ نہین کرتا ہی وہ اللہ تعالی وآخرت پر ایمان ہی نہین لایا ہی پھر اس منافق کے صدقہ دینے کی مثال فرمائی۔ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفۡوَانٍ عَلَيۡهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلۡدًا‌ ؕ پس اس ریاکار کی مثل جیسے پتھر سخت پر مٹی ہو پس اسکو زور کا مینھ پہونچا تو اسکو سخت پتھر کر چھوڑا ف یعنے وہی پتھر رہ گیا اور مٹی ودانہ سب بہ گیا پھر کہان سے اُگیگا۔ اسی طرح ظاہر مین وہ صدقہ دینے والا معلوم ہوتا تھا لیکن بے ایمانی سے کچھ نہ رہا جو آخرت مین کام آوے۔ پس اللہ تعالی نے منافق کی مثل ایسے پتھر سے دی کہ جسپر کچھ مٹی ہی کہ گمان کرنے والا گمان کر سکتا ہی کہ اسپر کھیتی ہو جائیگی حالانکہ پانی پڑ کر وہ بالکل چٹیل میدان رہ گیا کہ اسپر کچھ بھی نہین اُگیگا اور صلد بالکل صاف جسپر غبار تک نہو خشک کھٹر یعنے ایسی حالت قیامت مین اس منافق کی ہوگی کہ اسکے پاس اعمال خیر مین سے کچھ بھی نہ ہوگا۔ لَا يَقۡدِرُوۡنَ عَلٰى شَىۡءٍ مِّمَّا كَسَبُوۡا‌ ؕ جو کچھ کمایا اس مین سے کچھ بھی نہ پاوینگے ف یہ جملہ مستانفہ ہی گویا کہا گیا کہ پھر ایسے منافقون کا کیا حال ہوگا تو فرمایا کہ لا یقدرون علی شیء مما کسبوا یعنے کچھ بھی وہان انکے ہاتھ نہوگا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ ۔ جن لوگون کی

نسبت علم الٰہی مین یہ ثابت ہے کہ وہ کافر رہینگے انکو راہ راست نہین ملتی ہے ف اس مین تعریض ہے کہ منت رکھنا اور ایذا دینا اور ریاکاری یہ سب کافرون کی خصلتون مین سے ہین اور حدیث مین ثابت ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین شرک سے بے پرواہ ہون جو ایسا کام کرے کہ اس مین میرے ساتھ شریک کرے تو اسکو اسکے شرک کے ساتھ چھوڑتا ہون یعنے وہ اور اسکا عمل دونون میری درگاہ سے متروک ہین اور محی السنہ نے مرفوعاً روایت کیا کہ بڑا خوف مجھکو تمپر شرک اصغر سے ہے عرض کیا کہ شرک اصغر کیا ہے فرمایا کہ ریا ہے ریاکار آدمیون سے قیامت مین کہا جائیگا جسوقت کہ لوگون کو ان کے اعمال کا ثواب ملیگا کہ اے ریاکارو تم ان لوگون کے پاس جاؤ جنکو تم دنیا مین دکھلانے کو کام کرتے تھے سو انکے پاس دیکھو تمکو کچھ بھلائی ملتی ہے -

قال المترجم اسکی مذمت مین دیگر احادیث بھی وارد ہین - ف قال الشیخ فی العرائس قوله تعالیٰ قول معروف ومغفرة خیر من صدقة - قول معروف یہ ہے کہ جسوقت اپنے بھائی مسلمان کی طرف سے کوئی ایسی بات دیکھے جو اسکو غضب مین لاوے تو اسکے حق مین انصاف کرے اور مغفرہ یعنے جبکہ تو اس پر قدرت پاتا ہے اس وقت اسکو عفو کرے اور معنے یہ ہین کہ قول معروف ومغفرت بہتر ہے اس سے کہ تو اسکو کچھ دیوے اور اسکو ایذا پہونچادے اور نیز تیرا پھیر دینا سائل کو اچھی بات کہکر اور عیب مین اسکی پردہ پوشی کردینا اس سے بہتر ہے کہ تو اسکو دیوے اور احسان رکھے یا یہ معنے ہین کہ دینے کا وعدہ کرنا اس سے بہتر ہے کہ دیکر احسان رکھے اور اذیت پہونچاوے قوله تعالیٰ لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی من کی جبلت یہ ہے کہ بشر اپنے کو بھلائی مین بڑا جانے اور حادث ممکن اپنے جی مین حضرت کبریا قدیم پر غرور رکھے اور اذی کی جبلت یہ ہے کہ جو عطا مانگی گئی اس مین نقصان وکمی کرے اور نیز مَنّ یہ ہے کہ حدوث کو یاد رکھے اور قدیم کو بھول جاوے اسواسطے کہ جو شخص کسی کو کچھ دیکر اسپر احسان رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھولا اور اس کو اپنا نفس یاد رہا اور یہ ایک نوع کا شرک ہے قال المترجم - توضیح یہ ہے کہ احسان رکھنے والے نے جب دوسرے پر احسان رکھا تو یہی سمجھکر کہ ہمنے اسکے ساتھ یہ کیا اور ہم ایسے ہین کیونکہ اگر وہ یہ سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے ساتھ احسان کیا کہ مجھسے دلوایا تو وہ کبھی احسان نرکھتا بلکہ جناب باری مین شکریہ ادا کرتا کہ پروردگار تیرا مجھپر احسان ہے کہ تو نے میرا ہاتھ اونچا رکھا اور نیچا نہین کیا اور یہ احسان ہے کہ تو نے اسکو دیا اور میرے ہاتھ سے دلوا کر مجھے ثواب جمیل عنایت فرمایا اگر وہ بیوقوفی سے اسکے برعکس سمجھا کہ مین نے دیا اور میرا اسپر احسان ہے پس اللہ تعالیٰ کو بھولا اور اپنے کو یاد رکھا اور سمجھا کہ مین ایسا کرنے پر قادر ہون اور یہ ایک قسم کا شرک ظاہر ہے فافہم - اور اذی باین طور کہ فقیرون کی طرف طعنہ اسوجہ پر کہ اپنی تعظیم ہو اور فقیرون پر اپنا شرف ہو حضرت سری سقطی رح نے فرمایا کہ جسنے اپنے اعمال سے اپنے کو آراستہ کیا اسکی نیکیان سب بربان ہین کجا کہ اسنے ان اعمال کی کچھ قیمت سمجھی اور انکا عوض چاہا قال المترجم توضیح یہ ہے کہ جسنے اپنے اعمال کو ایسا سمجھا کہ مجھے ان نیک اعمال سے زینت ہے تو اسنے اپنے اعمال پر نظر رکھی اور خود ہی انکے عمدہ ہونے کا زعم کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور ثواب عطا کرے اور ان مین ظاہر وباطن ہزارون خرابیان ہین انکو عفو کرے تو فقط اسکے جناب مین کچھ اسکے حکم کی تعمیل ہوے پھر اس مین احسان اللہ تعالیٰ کا ہے یا اس بندے کا یہ بندہ کس بات پر اپنی خوبی ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی قدرت دی اسی کی توفیق وقدرت پر اسنے کیا اسکو اس مین کیا فخر وخوبی ہوئی بلکہ ہزار جان سے اسپر واجب ہے کہ شکریہ ادا کرے اور ہرگز نہین ادا کرسکتا ہے تو عاجزی کرے اور یہی اسکی بندگی ہوگی پھر ایک شکریہ کی تو یہ کیفیت ہے عبادت کہان سے اسنے پوری کرلی بلکہ عبادت ادا ہونا محال ہے اور یہ حکم کی فرمانبرداری بھی نہین پوری ہوتی چنانچہ اپنے موقع پر یہ بحث مفصل آوے گی - اور بعض اکابر نے فرمایا کہ کیونکر منت رکھتے ہو ایسی چیز سے جسکو خود ناچیز وحقیر سمجھتے ہو اور شیخ جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم آگاہ کیے گئے کہ جس شخص کے واسطے اسکے صدقہ کا ثواب خالص ہوگا یہ وہی شخص ہے جو اپنے صدقہ کرنے پر کچھ احسان نہین رکھتا ہے اور جسکو صدقہ دیا ہے اسکو ایذا نہین پہونچاتا ہے -

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۤءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ

اور مثال انکی جو خرچ کرتے ہین اپنے مالون کو رضامندیان چاہنے کے لیے اللہ کی اور اپنا دل ثابت کرکے جیسے

جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ج فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ط وَاللّٰهُ

ایک باغ ہی بلندی پر کہ پہونچا اسکو خوب مینھ تو پھلا وہ دونے پھل پھر اگر اسکو نہ پہونچا گہرا مینھ تو اوس پری پڑی اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○

جو تم کرتے ہو دیکھتا ہی

مَثَلُ الَّذِيْنَ - مثل ان لوگون کی ف یعنے مثل انکے صدقہ کی جو صدقہ دیتے ہین - اَمْوَالَهُمُ - اپنے اموال کو ف جو اللہ تعالے مالک حقیقی نے دنیا مین انکے نام کر دیے ہین - ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ - مرضیات الٰہی چاہنے کو اور اپنے نفوس سے دلجمعی کر کے ف یعنے جو بندے کہ دلجمعی سے مرضیات الٰہی چاہتے کہ راہ حق مین اپنے اموال خرچ کرتے ہین تو انکے نفقہ کی مثل یہ ہی کہ کمثل جنة بربوة - جیسے بلندی پر ایک باغ ہی ف زمین ریگستان وادی نہین ہی - تو وہ زمین خوشگوار ہی - اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ - اس باغ کو خوب مینھ پہونچا تو وہ دو چند پھل لایا ف جیسے دوسری زمین مین پھل آوین اس سے دونے آئے - فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ - اور اگر بہت مینھ نہ پہونچا تو خفیف مینھ ف یعنے بلندی کی وجہ سے کافی ہو گیا اور خوب پھل آئے معنے یہ ہین کہ اس مین پھل آتے ہین اور زیادہ ہوتے ہین خواہ مینھ زیادہ ہو یا کم ہو پس ایسے ہی اشخاص مذکورۂ بالا کے صدقات ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک بڑھتے ہین خواہ تھوڑے ہون یا بہت ہون - وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ - اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالے خوب دیکھتا ہی ف پس تمکو جزا و ثواب دیگا تمھارے عمل پر اللہ تعالے نے یہ مثال اُن لوگون کے نفقہ کی بیان فرمائی جو خالص اللہ تعالے کے واسطے بدون احسان رکھنے اور اذیت دینے کے خرچ کرتے ہین اور جاننا چاہیئے کہ زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد اور کوئی خرچ واجب نہین رہا بنا بر قول جمہور کے پھر یہ مثال جن لوگون کے نفقہ کی ہی وہ لوگ ہین جو مسلمان ہون اور اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان رکھتے ہون اور حلال مال سے خرچ کرین اور خالص اللہ تعالے کے واسطے پھر جسکو دین اسپر کچھ احسان نہ رکھین اور نہ کوئی ایسی بات کرین جس سے اسکو اذیت پہونچے پس فرمایا - ومثل الذین ینفقون اموالہم ابتغاء مرضات اللہ مرضات مصدر رضی یرضی مرضاۃ - ای چاہتے ہین کہ اللہ تعالے ہم سے راضی ہو - قولہ وتثبیتا من انفسہم - مفسرین نے اسکے معنے مین اختلاف کیا ہی اگرچہ مآل واحد ہی اور مدار اس امر پر ہی کہ من انفسہم مین من تبعیضیہ ہی یا ابتدائیہ پس بعض نے کہا کہ تبعیضیہ ہی اور نفس سے مال کے خرچ کرنے کے تبعیض با این معنے درست ہی کہ مال گویا اسکا ایک جزو ہوتا ہی لہذا جو شخص مال سے سخی ہوتا ہی وہ جان سے شجاع و دلیر ہوتا ہی اور اسکے معنے یہ ہین کہ مال کو دوست رکھنے کے باوجود کرم کی خصلت مین بے تکلف دیدیتا ہی اور یہ معنے نہین کہ آدمی اسراف و فضول خرچی کرتا ہو کہ اس مین دلیری ہونا بعید نہین ہی پس ریاضت نفس اس سے ظاہر ہی اور شاید یہی مراد ہی جو مجاہد و حسن سے روایت ہی اسے یثبتون ان یضعوا صدقاتہم - یعنے صدقات کے دینے مین مضبوطی سے ثابت قدمی اختیار کرتے ہین اور بعض نے کہا کہ من ابتدائیہ ہی پس یہ صفت تثبیتا کی واقع ہوا اور متعلق محذوف ہی پھر اس محذوف کے بارہ مین مختلف اقوال ہین مع اختلاف معنے تثبیت کے پس کہا گیا کہ معنے یہ ہین کہ احتسابا کائنا من انفسہم یعنے امید ثواب اور بعض نے کہا کہ تصدیقا ویقینا من انفسہم اور یہ ابن عباس کی طرف منسوب ہی اور بعض نے کہا کہ تحقیقا مبتدأ من انفسہم - اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ تثبیتا من انفسہم ای تصدیقا ویقینا اور ایسا ہی ابو صالح و قتادہ و ابن زید نے کہا ہی اور حق یہ ہی کہ من ابتدائیہ کی صورت کے سب اقوال بمعنے واحد ہین اور مراد یہ ہی کہ ان کے دلون کو یقین کامل ہی اور تحقیق جانتے ہین کہ اللہ تعالے انکو اس کام پر ثواب جمیل عطا فرماویگا اس تحقیق و یقین و قطعی امید ثواب پر خرچ کرتے ہین اور یہ تحقیق و

قطع واحتساب ناشی ہوا ہی انکے دلون سے اور یہی اجود ہی اور اسکو ابن جریر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی اور یہی مختار مفسرؒ ہی اور قول حسن کے معنے تبا بر انکہ بغوی رحؒ نے ذکر کیے ہین یہ ہین کہ حسن رحؒ نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین جب کوئی صدقہ کا تصد کرتا تو ٹھہر کر غور کرتا اور تثبیت کرتا پس اگر وہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ہوتا تو اسکو پورا کر دیتا یعنے دیدیتا اور اگر اس مین شک کا میل ہوتا تو روک دیتا قال البغوی رح علی ہذا تثبیت کے معنے تثبت کے ہون گے جیسے قولہ تبتل الیہ تبتیلا مین ہین قال المترجم یہ خلوص سے کام کرنے کا طریقہ سلف صالحین کا ہی فتدبر- قولہ کمثل جنة بربوة[تفعیل ۱۲] - مبرد و فراء رحؒ نے کہا کہ اگر بستان مین نخل ہو تو وہ جنت ہی اور اگر کرم یعنے درخت انگور ہون تو فردوس ہی اور بعض نے ذکر کیا کہ جس زمین مین درختان سرسبز و شاداب گنجان و گھنے ہون وہ جنت ہی اور ان درختون کو بھی بولتے ہین اور یہان دونون کو محل ہی اور شاید دوسرے معنے اولیٰ ہون بقرینۂ قولہ بربوة اور ربوہ بحرکات ثلثہ ہی ولیکن فتحہ وضمہ قراءات مشہورہ ہین وکسرہ ابن عباسؓ کی طرف منسوب ہی اور سورۂ مومنین مین بفتح را بالاتفاق ہی واللہ اعلم اور معنے اسکے زمین مستوی جو خفیف بلند ہو یہ جمہور کی تفسیر ہی اور ابن عباسؓ و ضحاک نے کہا کہ زمین برابر جو کچھ اونچی ہو اور اس مین نہرین جاری ہون ذکرہ ابن کثیر اور یہی معالم مین اختیار کی گئی ہی اور کہا کہ پس ایسی زمین کے باغ مین پانی نہین چڑھتا ہی کہ ڈوب جاوے اور نہ وہ پانی سے زیادہ دور ہوتی ہی پس ربوہ کا باغ اختیار کیا کہ اسکے درخت و پیداوار عمدہ و پاکیزہ ہوتے ہین اور ابن عطیہ کے قول مین ہی کہ ربوہ ماخوذ ہی ربو سے یعنے زائد ہونا پس گویا ربوہ مین پھلون کی پیداوار بہت ہوتی ہی اور بعض نے کہا کہ ربوہ وہ زمین مستوی جس کی مٹی نہایت عمدہ ہو اور پاکیزہ ایسی ہو کہ جب اس پر پانی پڑے تو پھول جاوے اور قوت پکڑے اور اسکی پیداوار خوب ہو اور یہ قسم زمین کی نہایت عمدہ ہوتی ہی قولہ اصابہا وابل فاتت اکلہا ضعفین پہلے گذرا ہی کہ وابل سخت مینھ کو کہتے ہین اور یہان مقصود شدت سے متعلق نہین بلکہ بھر دل پانی پڑا اور اٰتت بمعنے اعطت ہی مانند قولہ تعالےٰ توتی اکلہا کل حین باذن ربہا- ای دیتا ہی وہ ہر وقت پر اپنا میوہ اپنے پروردگار کے حکم سے پس یہان بھی دینے کی نسبت باغ کی طرف اسی معنے کر ہی کہ دیتا ہی اپنے پروردگار کے حکم سے اور اضافت بوجہ اختصاص ہی مثل باب الدار وجل الفرس و ضعفین ای دوچند پس یہ دونا ہونا یا تو خود اسی اعتبار سے ہی پس ضرور ہی کہ یون کہا جاوے کہ کبھی بدون وابل کے جتنا پھلتا تھا اس سے وابل کی وجہ سے دونا پھلا اور اظہر یہ ہی کہ غیر کے قیاس پر ہی ای جس قدر اور باغون مین پھل آتے تھے اس سے دوچند اس مین آئے پس دوچندگی کی وجہ مجموع ربوہ و وابل ہوے یعنے زمین مستوی بلند پر ہوتا اور اسکو وابل کا پہونچنا موجب اسکے دوچند پھلون کا ہوا اور بہرحال ضعف سے مراد مثل ہی تا کہ ضعفین دو مثل لیا گیا اور بعض نے کہا کہ ضعف الشئی ایک اسکے برابر اور اتنا ہی اور ہوتا ہی پس ایک ضعف دوچند ہی اور ضعفین چارچند ہوا اور شیخ ابو حیان نے کہا کہ ضعفین واسطے تکثیر کے ہی ای ضعفا بعد ضعف یعنے ضعف پر ضعف بمعنے اضعاف کثیرہ اسواسطے کہ لفظ فقط ایک ہی مانند بڑھایا نہین جاتا ہی بلکہ دس سے سات سو سے جہانتک اللہ تعالےٰ چاہے اور نصب اسکا بنا بر حالیت کے ہی ای مضاعفا ذکرہ فی السراج قولہ فان لم یصبہا وابل فطل- یعنے اگر اسکو وابل نہ پہونچا تو طل کافی ہی اور اس کو طش کہتے ہین یعنے ضعیف خفیف مینھ اور بغوی نے کہا کہ وہ ہمیشہ ہوتا ہی پس یہی اوس ہوئی اور سدی رحؒ نے کہا کہ وہ ندی ہی یعنے اوس اور ضحاک نے کہا کہ وہ رذاذ ہی ای نرم مینھ ذکرہ ابن کثیر- پھر اختلاف ہی کہ تقدیر یہان کیا ہی کیونکہ فطل مین فاء جواب شرط ہی پس طل جملہ ہی اور تقدیر ضرور ہی پس یا تو مبتدا مقدر ہی یا فعل مضمر یا خبر محذوف ہی پس زجاج نے کہا کہ فالذی یصیبہا طل بتقدیر مبتدا اور بعض نے کہا فیصیبہا طل بحذف فعل اور مبرد وغیرہ نے اختیار کیا کہ فطل یکفیہا- خبر مقدر ہی اور ابن کثیر رح نے معنے آیت کے یون بیان کیے ای باغ اس ربوہ پر کبھی مہمل نہین رہتا کہ اگر اسکو وابل نہ پہونچا تو طل ہی سہی اور کوئی ہو بہرحال اسکے واسطے کافی ہی کیونکہ جب طل اسکو دوام پہونچی تو وہ وابل کا کام دے گی ایسے ہی مومن کا نفقہ ہے

ہی کہ کبھی برباد نہین جاتا بلکہ اللہ تعالےٰ اسکو قبول کرتا اور زیادہ کرتا اور بڑھاتا ہی ہر ایک کے حسب حال اسی واسطے فرمایا واللہ بما تعملون بصیر۔ سالے بندون کے اعمال مین سے اسپر کچھ پوشیدہ نہین ہی اور بغوی رح نے کہا کہ یہ مثل اللہ تعالی نے مومن مخلص کے نفقہ کی بیان فرمائی کہ جیسے یہ باغ مذکور ہر حال مین پھلتا ہی کبھی خالی نہین جاتا ہی خواہ بارش قلیل ہو یا کثیر ہو اسی طرح اللہ تعالی مومن مخلص کے صدقہ کو جو احسان نہین رکھتا اور نہ ایذا دیتا ہی ہمیشہ بڑھاتا ہی خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور اسی کو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی اور بیضاوی رح نے کہا کہ یہ بھی ہو سکتا ہی کہ اللہ تعالی کے نزدیک جو ان مخلصون کا حال ہی اسکی تمثیل ہو ایسے باغ سے جو زمین بلند پر ہو اور جو انکے نفقات قلیل و کثیر کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک ان لوگون کے مرتبہ کے موافق بڑھتے ہین اسکی تمثیل ہو وابل وطل سے قال المترجم اور یہ تجویز بھی درست ہی اور حدیث صحیح مین اسطرف اشارہ ہی کہ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ میرے اصحاب کو برا مت کہو کہ اگر تم مین سے کوئی شخص آسمان و زمین کے درمیان کے خالی جگہ بھر کے سونا خرچ کریگا اور بعض روایت مین احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کریگا تو وہ انکے ایک مد تو خیرات کرنے کے برابر بلکہ نصف مد کے برابر بھی نہ پہونچے گا۔

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ

بھلا خوش لگتا ہی تم مین کسی کو یہ کہ ہووے اس کا ایک باغ کھجور اور انگور کا بہتی ہون اسکے نیچے ندیان اسکو

فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاۗءُ ۚ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ

وہان حاصل سب طرح کا میوہ اور اسکو بڑھاپا پہونچ گیا اور اسکی اولاد ہین ضعیف تب پڑا اس باغ مین بگولا جسمین

نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

آگ تھی تو وہ جل گیا یون ہی سمجھاتا ہے اللہ تمکو آیتین شاید تم دھیان کرو

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ۔ ایحب۔ کیا پسند کرتا ہی تم مین کوئی کہ۔ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ۔ بستان۔ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ اسکے واسطے ایک باغ ہو خرما و انگور کا جسکے نیچے نہرین جاری ہین۔ لَهٗ فِيْهَا۔ ثمر۔ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ قد۔ اَصَابَهُ الْكِبَرُ۔ فضعف عن الکسب۔ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاۗءُ۔ اولاد صغار لا یقدرون علیہ اور اس شخص کے لیے حاصل ہین اس باغ مین (پھل) ہر قسم کے پھلون سے اور (حال یہ کہ) پہونچ گیا ہی اسکو بڑھاپا (پس وہ کمائی سے سست ہو گیا) اور حال یہ کہ اسکی اولاد ضعیف ہین (چھوٹے چھوٹے بچہ ہین کہ کمائی کرنے کی قدرت نہین رکھتے ہین) فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ۔ ریح شدیدۃ سخت ہوا۔ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ۔ ففقدہا احوج ما کان الیہا وبقی ہو واولادہ عجزۃ متحیرین لا حیلۃ لہم۔ پھر اس باغ کو سخت آندھی کا صدمہ پہونچا جس مین آگ ہی پس وہ باغ جل گیا یعنے پس اس شخص نے گم کیا اس باغ کو جسوقت مین وہ اس باغ کی طرف بہت ہی محتاج تھا اور رہ گیا وہ اور اسکی اولاد سب کی سب عاجز و متحیر کہ انکے لیے کوئی حیلہ نہین ہی جس سے تن پروری کرین وہذا تمثیل لنفقۃ المان والمرائی فی ذہابہا وعدم نفعہا احوج ما یکون الیہا فی الآخرۃ والاستفہام بمعنے النفی۔ اور یہ تمثیل ہی ایسے شخص کے صدقہ کی جو احسان رکھتا اور جو لوگون کے دکھلانے کو دیتا تھا اس بات مین مثال دی کہ وہ صدقہ جاتا رہیگا اور کچھ نفع نہ دیگا ایسے وقت مین کہ منت نہندہ وریا کار اس صدقہ کے ثواب کا بہت ہی محتاج ہوگا یعنے آخرت و قیامت مین جب اسکے ثواب کا سخت محتاج ہوگا اسوقت نظر آویگا کہ وہ صدقہ بوجہ احسان رکھنے یا ریاکاری کے کچھ کام کا نہین ہی۔ اور استفہام یہان بمعنے نفی ہی یعنے ایسا کوئی نہین پسند کریگا کہ اسکا باغ ایسے وقت جل کر خاک ہو جاوے۔ وعن ابن عباس ہو لرجل عمل بالطاعات ثم بعث لہ الشیطان فعمل بالمعاصی حتی اغرق اعمالہ۔ اور ابن عباس رض سے روایت ہی کہ یہ آیت ایسے شخص کے حق مین ہی جسنے

ابتدا مین بہت عبادتین کین پھر اسکے واسطے شیطان اٹھایا گیا پس شخص مذکور نے گناہ کیے یہانتک کہ سب اپنی عبادتین ڈبودین ۔ كَذٰلِكَ کما بین لکم یا ذکر ۔ جیسے تمھارے لیے نصیحت مذکورۂ بالا کو بیان کیا ۔ اسی طرح ۔ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۔ اللہ تعالےٰ تمھارے لیے اپنی آیات نصیحت بیان کرتا ہے ۔ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۔ فتعتبرون ۔ تاکہ تم تفکر کرو پس عبرت حاصل کرو ف یہ آیت متصل ہے بقولہ یا ایہا الذین آمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی ۔ یعنے منت رکھنے اور ستانے سے اپنے نفقات کو جو ثواب کثیر لائے اور پھلے پھولے ہین باطل مت کرو ۔ قال ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ الآیۃ ۔ کیا تم مین کوئی اسکو پسند کرتا ہے کہ اسکا ایک باغ نہایت خوب ہو وہ اسکے بڑھاپے اور چھوٹی چھوٹی اولاد کے وقت جلکر خاک ہو جاوے جسوقت اسکو نہایت حاجت اس باغ کی ہے یعنے ایسا کوئی تم مین سے نہین پسند کرتا ہے پس اس تمثیل کی دو جہتین ہین ایک تو یہ کہ مومنون کو منع کر دیا کہ ایسے نہ بنین جیسے اس مثل والے کا حال مذکور ہوا اب رہا یہ کہ یہ مثل کہان کہان صادق ہے تو جاننا چاہیئے کہ کمال بلاغت یہ ہے کہ مثل مذکور منافق و فاسق و کافر سب پر صادق ہے اسواسطے کہ دنیاوی مال و متاع سے بھرے پھر صدقہ دیا لیکن نام کے واسطے پس آخرت مین کچھ نہین ہے اور فاسق مسلمانون کو آخرت مین زیادہ رنج ہوگا کیونکہ انھین کے واسطے آخرت مین ثواب جمع رہتا ہے لہذا محی السنۃ وغیرہ مفسرین نے اسکو احسان رکھنے والے وایذا دینے والے کی خیرات کی مثل اور منافق کے نفقہ کی مثل قرار دیا اور یہی سیاق کلام سے زیادہ مربوط ہے اور شامل ایسے شخص کو بھی ہے کہ جسنے ابتدا مین اعمال خیر کر کے اپنے واسطے آخرت مین باغ لگایا اور پھر اسنے تونگری کے فتنہ مین گرفتار ہو کر ایسے گناہ کیے کہ سب باغ جلا دیا اور یہی معنے ہین اس روایت کے جو بخاری رح نے عبید بن عمیر سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب رض نے ایک روز اپنے اصحاب سے کہا کہ تم کیسے شخص کے حق مین جانتے ہو کہ یہ آیت اتری ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ الآیۃ ۔ تو بولے کہ اللہ دانا تر ہے پس عمر رض غصہ ہوے کہ یہان موقع یہ ہے کہ کہو ہم جانتے ہین یا نہین جانتے ہین تو ابن عباس رض نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین میرے دل مین اس آیت کے بارہ مین کچھ بات ہے عمر رض نے کہا کہ اے بھتیجے وہ بیان کر اور تو اپنے آپکو چھوٹا اور حقیر مت قرار دے تو عرض کیا کہ یہ مثل ہے عمل کی تو عمر رض نے کہا کہ کس عمل کی ابن عباس رض نے کہا کہ مرد تونگر نے اللہ تعالےٰ کی طاعات کین پھر اللہ تعالیٰ نے اسکے واسطے شیطان کو برانگیختہ کر دیا پس اسنے گناہ کیے یہانتک کہ اپنے اعمال سب ڈبو دیے رواہ البخاری و تفرد بہ اور اس مین یہ دلیل نہین ہے کہ آیۂ کریمہ کی یہی تفسیر ہے اور سابق مین جو اسکے معنے مذکور ہوے وہ نہین ہین بلکہ یہ فائدہ نکالا گیا ہے چنانچہ خود ابن عباس رض سے عوفی نے روایت کیا کہ اللہ تعالےٰ نے یہ خوب مثل بیان فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی سب مثلین خوب ہین تو کہا ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ الآیۃ ۔ فرماتا ہے کہ اسکے بڑھاپے مین اسکے ہری بھری زمین بستان ہے اور اسکو بڑھاپا پہونچا اور اسکی اولاد و ذریت سب چھوٹے ہین پس اعصار نے جس مین آگ ہے آکر یہ باغ جلا دیا پھر نہ اسکو قوت ہے کہ ایسا باغ جماوے اور نہ اسکی نسل کے پاس کچھ مال ہے کہ پیر مرد کی خبرگیری کرین ایسے ہی قیامت مین کافر کا حال ہوگا کہ نہ اسکے پاس کچھ بھلائی ہوگی اور نہ قوت ہوگی کہ بھلائی جمع کرے اور نہ اسنے کچھ خیرات پہونچا رکھی ہے جو اسکو مل جاوے جیسے اس مثل والے کو اسکی اولاد سے کچھ نہ ملا اور ثواب ایسے وقت ندارد ہے کہ وہ بہت محتاج ہے جیسے مثل والا اپنے باغ سے اپنے بڑھاپے اور اولاد ضعیف ہونے کے وقت جب زیادہ حاجت تھی محروم ہوا ۔ رواہ ابن ابی حاتم اور حاکم نے مستدرک مین روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا مین کہا کرتے تھے کہ اے پروردگار میرا رزق میرے بڑھاپے اور میری عمر منقضی ہونے کے وقت بڑھا دے اور بیضاوی نے فرمایا کہ یہ تمثیل ایسے شخص کے حال کی ہے جسنے ایسے کام کیے جو نیک معلوم ہوتے ہین اور ان کامون کے ساتھ ایسے کام بھی ملائے جو نیک کامون کو مٹانے والے ہین مانند احسان رکھنے اور ایذا دینے وغیرہ کے تو قیامت مین جب ان کی طرف اسکو سخت حاجت ہوگی تو سب کو مٹا ہوا پاکر حسرت و افسوس کھاویگا اور کتنا مشابہ ہے ایسے شخصون کے حال سے حال اس شخص کا جس نے اپنے

دل سے عالم ملکوت کی طرف جولانی کی اور اپنی فکر سے عالم جبروت کی طرف ترقی کی پھر الٹے پاؤن لوٹ کر لوگون سے مکاری کرنے لگا اور حق عزوجل کے سواے دیگر چیزون کی طرف ملتفت ہوگیا اور اپنی تمام کوشش اسنے خاک کردی۔ پھر جاننا چاہیئے کہ نخیل اسم جمع ہے واحد اسکا نخلہ۔ یا نخیل جمع نخل کی جو اسم جنس ہے اور اعناب جمع عنب جو اسم جنس ہے اور واحد اسکا عنبہ ہے اور اسکو عرب والے کرم کہتے ہین اور حدیث مین منع آیا ہے اور فرمایا کہ کرم قلب مومن ہے۔ اور باغ مذکور مین تمام قسم کے میوہ جات تھے مگر نخیل و اعناب کو انکے اشرف ہونے کی وجہ سے مخصوص ذکر کیا کیونکہ لہ فیہا من کل الثمرات۔ فرمایا ہے۔ اور اعصار ہواے گرم تند جو زمین سے آسمان کی طرف مانند ستون کے بہتی ہے اس مین آگ ہوتی ہے ذکرہ البخاری وغیرہ اور یہ لفظ مذکر ہے برخلاف دیگر اسماء ہوا کے کہ وہ مؤنث ہین ذکرہ ابن الانباری وغیرہ اور جاننا چاہیئے کہ آیہ کریمہ مین حسن استقصار ہے یعنے جو معنے قصد کیے گئے اسکے ساتھ اسکے سب اوصاف ذاتیہ ذکر کرنے کے بعد اسکے سب عوارض و لوازم اس طرح ذکر کردیے گئے کہ پھر اگر کوئی اس معنے کو لے تو اس سے زیادہ اسکو اس مین کلام کی گنجایش نہ ملے چنانچہ آیہ کریمہ مین اگر لفظ جنت پر اقتصار ہوتا تو کافی تھا مگر اسکی تفسیر کردی کہ من نخیل و اعناب کیونکہ ایسے باغ والے کو خوب ملتا ہے پھر زیادہ کردیا۔ تجری من تحتہا الانہار۔ کہ اسکا وصف پورا کردیا پھر وصف دوم کے بعد قولہ۔ لہ فیہا من کل الثمرات۔ سے اوصاف کی تکمیل کردی یعنے جو کچھ باغون مین ہوا کرتا ہے سب فرمادیا تاکہ اسکے خراب ہوجانے پر کمال افسوس ہو پھر اسکے مالک کی وصف مین کہا کہ اصابہ الکبر پھر اسکا استقصار کیا اس معنے کی راہ سے جس سے باغ کی خرابی مین زیادہ غم ہو یعنی فرمایا۔ ولہ ذریۃ۔ اور اسی پر اکتفا نہین بلکہ وصف کردیا۔ ضعفاء۔ پھر اس باغ کی استیصال کو ایسی سرعت سے ہلاکت کے ساتھ ذکر کیا۔ فاصابہا اعصار۔ اور اسی پر اقتصار نہ کیا کہ جلد تباہ ہونا شاید اس سے نہو فرمایا۔ فیہ نار۔ اور اسی پر اکتفا نہ فرمایا کہ شاید آگ سست ہو کہ رطوبت درختان و انہار سے زیادہ موثر نہوئی ہو تو صنعت احتراس کے ساتھ فرمادیا۔ فاحترقت۔ ای قوی آگ تھی کہ اسنے خواہ مخواہ جلادیا قال المفسرون ہذا ابلغ عمدہ استقصار ہے اور بہت پورا و کامل ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ

اے ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزین اپنی کمائی مین سے اور اس سے جو ہمنے نکالا تمھارے لیے زمین مین سے

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا

اور قصد نہ کرو گندی چیز کا اس مین سے کہ اسکو خرچ کرو اور تم آپ وہ نہین لوگے مگر آنکہ آنکھین موندلو اسکے بارہ مین اور جان رکھو

أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ○

یہ کہ اللہ تعالے بے پرواہ ہے خوبیون والا

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا۔ زکوا۔ اے ایمان والو خرچ کرو یعنے زکوۃ دو۔ مِنْ طَيِّبَاتِ۔ جیاد۔ عمدہ کھرے۔ مَا كَسَبْتُمْ من الحلال کھرے عمدہ مال سے جو تمنے کمایا ہو۔ وَمِنْ۔ طیبات۔ مَا أَخْرَجْنَا لَكُمْ۔ اور کھری اس چیز سے کہ نکالی ہم نے تمھارے لیے۔ مِنَ الْأَرْضِ من الحبوب الثمار۔ زمین سے یعنے اناج و پھلون کو۔ وَلَا تَيَمَّمُوا۔ لاتقصدوا۔ اور مت قصد کرو۔ الْخَبِيثَ۔ الردی۔ ناکارہ کو۔ مِنْهُ۔ ای من المذکور۔ تُنْفِقُونَ۔ فی الزکوۃ۔ یعنے اس مذکور کمائی و پیداوار مین سے ناکارہ کا قصد مت کرو کہ اسکو خیرات کرنے لگو۔ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ۔ ای الخبیث لو اعطیتموہ فی حقوقکم۔ حالانکہ تم خود نہین لینے والے ہو اسکو یعنے خبیث کو کہ اگر دیے جاؤ تم اپنے حقوق مین۔ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ۔ بالتساہل و غض البصر فکیف یؤدون منہ حق اللہ۔ مگر یون ہی

لے لوگے کہ اس روی سے اغماض کرو یعنے بایں طور کہ تساہل کرکے لیلو اور چشم پوشی کرو پس جب یہ حال ہے تو تم ردی سے اللہ تعالیٰ کا حق کیونکر ادا کرتے ہو۔ وَاعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عن نفقاتکم حَمِيْدٌ۔ محمود علی کل حال اور خوب جان لو کہ اللہ تعالےٰ غنی یعنے بے پرواہ ہے تمہارے نفقات سے اور حمید یعنے محمود ہے ہر حال میں ف مفسرین رحمہم اللہ تعالےٰ نے اختلاف کیا کہ یہاں کیسا خرچ مراد ہے آیا انفاق واجب یعنے زکوٰۃ مراد ہے یا خیرات مستحب ہے یا واجب و مستحب دونوں کو شامل ہے پس مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا کہ نفقہ واجب مراد ہے اور وہ زکوٰۃ ہے اسواسطے کہ جمہور کے نزدیک زکوٰۃ کے بعد اور کوئی نفقہ واجب نہیں رہا اور فرض پر واجب کا اطلاق آتا ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے قولہ انفقوا۔ بصیغہ امر اسواسطے کہ امر واسطے وجوب کے ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ یہ آیت زکوٰۃ مفروضہ کے حق میں نازل ہوئی اور یہی ایک جماعت سلف سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ صدقہ مستحب مراد ہے اور امر استحباب کے لیے ہے کیونکہ ابن عباس رض نے کہا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارزان طعام خریدکر خیرات کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور اکثروں کے نزدیک فرض و مستحب سب کو شامل ہے اور یہی ظاہر آیۂ کریمہ ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے باسناد ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ کے براءؓ بن عازب سے روایت ذکر کی کہ براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت انصار کے حق میں اتری انکا دستور تھا کہ جب خرما توڑنے کے دن آتے تو اپنے باغوں سے گدر خرمے لاکر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ستونوں کے درمیان رسی میں لٹکا دیتے تھے پس اسکو فقراء مہاجرین کھاتے تھے پس بعض ان میں سے گدر عمدہ خوشوں کے ساتھ حشف یعنے جو ناکارہ ہوگیا تھا لاکر لٹکاتا اور سمجھتا کہ یہ جائز ہے پس اللہ تعالےٰ نے اس شخص کے حق میں جسنے ایسا کیا یہ آیت نازل فرمائی ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون۔ رواہ ابن ماجہ وابن مردویہ والحاکم وصححہ علی شرط الشیخین اور ابن ابی حاتم نے براءؓ سے روایت کی کہ یہ آیت ہم لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہم لوگ خرما کے باغ رکھتے تھے پس ہم میں سے ہر ایک اپنی وسعت کے موافق قلیل و کثیر لاتا تھا پس ہم میں سے آدمی خرما کی گودہ لاتا اور اسکو مسجد میں لٹکا دیتا اور اہل صفہ مہاجرین کیواسطے کچھ طعام نہ تھا پس ان میں سے جب کسیکو بھوک لگتی تو آکر اپنے عصا سے گودہ کو مارکر اسمیں سے گدر و پکے چھوہارے گراکر کھالیتا اور بعضے لوگوں کو خیرات کی رغبت نہ تھی تو وہ ایسی گودہ لاتا کہ اس میں حشف و شیص ہوتے اور ایسی گودہ لاتا کہ وہ چوٹ کھائے ہوتے تھے اور اسکو لٹکا دیتا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ۔ کہا براءؓ نے یعنے اگر تم میں سے کسیکو ایسا ہدیہ بھیجا جاوے جیسا تمنے دیا ہے تو اسکو نہ لیگا الا اغماض کرکے اور حیا کرکے کہ پھیرنے میں بھیجنے والے کو رنج ہوگا۔ پھر اسکے بعد ہم لوگوں کا دستور تھا کہ آدمی اپنے پاس کی چیز میں سے جو سب سے اچھی ہوتی تھی لاتا تھا رواہ الترمذی عن الدارمی وقال حسن غریب اور ابن ابی حاتم نے سہل بن حنیف سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوہارے کی دو قسم سے ایک جعرور اور ایک حبیق سے منع فرمادیا تھا اور لوگوں کا دستور تھا کہ اپنے پھلوں میں سے ناکارہ کو قصد کرکے انکو صدقہ میں نکالتے تھے پس نازل ہوا۔ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون الآیہ۔ ورواہ ابوداؤد اور دوسری وجہ سے روایت کی اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرور و حبیق کو صدقہ میں لینے سے منع کردیا۔ رواہ النسائی ایضاً مترجم کہتا ہے کہ ظاہراً یہ زکوٰۃ میں لینے سے ممانعت ہے۔ اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمان کی کمائی خبیث نہیں ہوتی ہے ولیکن وہ ناکارہ چھوہارے کو اور کھوٹے کم مال درم کو اور جس میں کچھ خیر نہیں ہے صدقہ نہ کرے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور مترجم کہتا ہے کہ معنے یہ ہیں کہ مومن اپنے دین کی پابندی سے حلال کماتا ہے اسکی خبیث کمائی اسوجہ سے نہیں ہوتی ہے اور احسن ان روایات میں حدیث ابن ابی حاتم و ترمذی ہے اور ترمذی نے اپنی سنن میں اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اور ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صدقہ نفل کو بھی شامل ہے۔ حضرت علیؓ سے طیبات کی تفسیر میں سونا چاندی مذکور ہے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ طیبات کس چیز سے جو اللہ تعالےٰ

نے نصیب کیا انکو ان اموال مین سے جو انھون نے کمائے ہین اور یہ درحقیقت کسب کی تفسیر ہی اور ایسی ہی مجاہد سے تجارت مذکور ہی یہ بھی کمائی کی
تفسیر ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تفسیر البتہ طیبات کی ہی اور یہی سدی سے روایت ہی اور ظاہر مراد اس سے نفیس و جید ہی اسواسطے کہ عرب کے
نزدیک یہی اجود ہی اور قرینہ اسپر لفظ خبیث ہی کہ مراد اس سے ردی ہی اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا اور ابن عباس رض سے صریح روایت ہی کہ اللہ تعالیٰ نے
مومنون کو حکم کیا کہ مال سے اجود و اطیب و انفس کو خیرات کرین اور انکو مال رذیل و ردی سے منع کیا اور یہی خبیث ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ طیب ہی نہین قبول
نہایت نفیس ہوا
کرتا مگر طیب کو اور بعض نے اسکی تفسیر مین حلال ذکر کیا طیبات ای حلالات اور یہ ناقص تفسیر ہی اسواسطے کہ طیبات دونون امور کو شامل ہی کہ حلال بھی ہو
اور جید یعنے کھرا بھی ہو بمقابلہ خبیث کے فافہم اور کسبتم شامل ہی ہر ایسی وجہ کو جو شرعاً روا ہی مثل تجارت و حرفہ وغیرہ مگر انکہ تجارات و حرفتون مین سے
جو روا ہین انکی کمائی روا ہی اور جو نہین روا ہین انکی کمائی بھی خبیث ہی پس آیت مین دلیل ہی کہ اپنی مشقت سے کمانا مباح ہی اور اسکی دو قسمین ہین ایک طیب
اور ایک خبیث پس طیب مثلاً علمی کتابون کی یا اناج کی یا کپڑے کی تجارت کرے اور جو شرائط ہر ایک قسم کی خرید فروخت کی ہین انکو لحاظ رکھے تو کمائی حلال ہی
یعنے محض کتابین بنوائے جو شرع میں منع ہین
مگر اس زمانہ مین بہت لوگ تجارت کرتے ہین اور شرائط سے بالکل واقف نہین ہین اور انکی ناواقفی سے ناحق حلال کا حرام ہو جاتا ہی اور البتہ ترجمہ
فتاوائے عالمگیری و عین الہدایہ جلد سوم کتاب البیع مین مفصل مذکور ہین واللہ الموفق اور حضرت عائشہ رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو آدمی
کھاوے اس مین اطیب وہ ہی جو اپنی کمائی سے کھاوے اور آدمی کا فرزند اسکا کسب ہی۔ اور نیز فرمایا کہ ہرگز نہ کھایا آدمی نے کوئی طعام بہتر اس سے کہ اپنے
ہاتھ کی کمائی سے کھاوے اور داؤد علیہ السلام نہین کھاتے مگر اپنے ہاتھ کی کمائی سے رواہ البخاری وغیرہ۔ اور جاننا چاہیے کہ زکوٰۃ مفروضہ سونے چاندی و زیور و
زرہین بناتے تھے ۱۲ م
جنگلی چرائی کے پلے ہوئے جانور و اموال تجارت مین ایک سال گذر جانے پر ادا کرنی واجب ہوتی ہی اور حدیث مین ہی کہ جو چیز بیع کے واسطے مہیا ہوتی
تھی اس مین سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم فرماتے تھے۔ قولہ تعالیٰ۔ ومما اخرجنا لکم من الارض پس مما ای من طیبات ما۔ لیکن مضاف بقرینۂ ماسبق کے حذف
ہوا۔ اور علی کرم اللہ وجہہ وسدی سے روایت ہی ای من الثمار والزروع التی انبتہا لکم من الارض۔ یعنے پھلون و کھیتیون سے جو تمھارے لیے زمین
سے اُگائی ہین اور ظاہر آیت یہ ہی کہ پھل و اناج و کھان کی پیداوار نمک و لوہا و سونا و چاندی وغیرہ سب کو شامل ہی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور
یہی قول امام ابوحنیفہ رح کا ہی حتیٰ کہ فواکہ و ساگ پات و لکڑی و کھیرا وغیرہ جو کچھ زمین سے پیدا ہوتا ہی انھون نے سب مین عشر یعنے دسوان حصہ
بشرائط واجب کہا ہی اور یہ اقوی ہی اور تفصیل اسکی فقہ مین ہی اور محی السنہ نے معالم مین کہا کہ اہل علم سب متفق ہین کہ نخیل و کروم مین اور جو اناج کہ
آدمی ذخیرہ کرتا ہی اس مین دسوان حصہ واجب ہی اگر وہ آسمان کے مینھ سے یا ایسی نہر کے پانی سے جو قدرتی رواں ہی سینچا گیا ہو اور اگر چرس یا ڈھینکلی سے
سینچا گیا تو بیسوان حصہ واجب ہوگا پھر ابن عمر رض کی مرفوع روایت من طریق البخاری رح ذکر کی پھر کہا کہ سوائے مذکورۂ بالا کے اور چیزون مین اہل علم
نے اختلاف کیا ہی پس ایک قوم نے کہا کہ اور چیزون مین عشر نہین ہی اور یہی ابن ابی لیلیٰ و شافعی کا قول ہی اور زہری و اوزاعی و مالک نے کہا کہ زیتون
مین عشر واجب ہی اور ابوحنیفہ رح نے کہا کہ ہر ساگ و سبزی یعنے ترکاری مین عشر واجب ہی جیسے پھلون مین واجب ہی سوائے گھاس و جلانے کی
لکڑی کے۔ قولہ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ یعنے مت قصد کرو مال مین سے ردی کا خیرات کرنے کے حال مین
حالانکہ اگر تمکو دیا جاوے تو تم نہ لو مگر اسی طور کہ چشم پوشی کرو اور ابن کثیر رح نے عن البراء بن عازب رض روایت کیا یعنے اگر تم مین سے کسی کا دوسرے پر
مال ہو اور وہ اسے ایسا ناکارہ دیا تو نہ لیگا الا آنکہ جان لے کہ اسنے میرے حق مین کم دیا ہی رواہ ابن جریر علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ
فرماتا ہی کہ اگر تم مین سے کسی کا دوسرے پر حق ہو پھر وہ تمھارے حق واجب سے گھٹا ہوا لایا تو تم اسکو جید کے حساب سے نہ لوگے یہان تک کہ اس کو
ناقص کر لو پس کیونکر تم میرے واسطے پسند کرتے ہو ایسی بات جو اپنے واسطے نہین پسند کرتے ہو اور میرا حق تم پر تمھارے مالون مین سے اطیب

والنفس مین سے ہی رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر اور یہی بہتون کا قول ہی اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہی قال فی المعالم یہ حکم اسوقت ہی کہ جب کل مال یا بعض مال جید نفیس ہو اور اگر کل مال ردی ہو تو ردی دینے مین مضائقہ نہین ہی فافہم واللہ اعلم ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی یاایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم۔ دکھلانے سنانے سے پاک جو معاملات اپنے بدنون سے کمائے ہین ان کو اپنی ارواح کے واسطے صدقہ کرو قال المترجم یہان سے ثابت ہوا کہ ارواح کو کمالات حاصل ہونے کا واسطہ یہ جسم ظاہری ہی بشرطیکہ تمام اعضا وارکان انسانی حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلتے ہون اور یہین سے حل ہوا کہ زندگی دراز مرد صالح کے واسطے بہت خوب ہی اور یہین سے نکلا کہ نفس کے مجاہدہ مین کفار کے ساتھ جہاد کرنے سے زیادہ ثواب ہی اور اسی پر دلالت کرتی ہی وہ حدیث کہ دو شخصون کے درمیان حضرت صلعم نے بھائی چارہ کر دیا تھا ان مین سے ایک شہید ہو گیا اور دوسرا چند روز کے بعد مرا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ پیچھے جو مرا ہی اسکے اعمال اور شہید ہونے والے کے اعمال مین آسمان کے ستارون کی کثرت سے فرق ہی اور اصل حدیث ابوداؤد مین ہی

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۤءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ

شیطان وعدہ دیتا ہی تمکو محتاجی کا اور حکم کرتا ہی بے حیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہی تمکو اپنی بخشش کا اور فضل کا

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۤءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ

اور اللہ کشایش والا ہی دانا دیتا ہی سمجھ جس شخص کو چاہے اور جس کو دی گئی سمجھ اس کو

اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ

مل گئی بہت بھلائی اور وہی سمجھین گے جن کو عقل ہی اور جو خرچ کروگے کچھ خیرات

اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

کروگے یا نذر مانوگے کوئی نذر سو اللہ تعالے اسکو جانتا ہی اور گنہگارون کا کوئی مددگار نہین

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ یخوفکم بہ ان تصدقتم فتمسکوا۔ یعنے شیطان تمکو خوف دلاتا ہی کہ اگر خیرات کرو تو محتاج ہو جاؤگے تاکہ تم ہاتھ روک رکھو۔ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۤءِ البخل ومنع الزکوٰۃ۔ اور شیطان تمکو بخل کرنے کا اور زکوٰۃ نہ دینے کا حکم کرتا ہی یعنے تمھارے دلون مین وسوسہ ڈالتا ہی۔ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ علی الانفاق مَّغْفِرَةً مِّنْهُ۔ لذنوبکم۔ وَفَضْلًا۔ رزقا خلفا منہ۔ اور اللہ تعالی وعدہ دیتا ہی تم کو خیرات کرنے پر اپنی طرف سے مغفرت کا یعنے تمھارے گناہون کی مغفرت کا اور فضل کا یعنے ایسے رزق کا جو خرچ کیے ہوے کے قائم مقام عطا کرے گا۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ۔ فضلہ۔ عَلِيْمٌ۔ بالمنفق اور اللہ تعالے کی شان یہ کہ وسیع ہی فضل اسکا۔ اور وہ خوب جانتا ہی خرچ کرنے والے کو۔ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۤءُ۔ العلم النافع المؤدی الی العمل جسکو چاہے عطا فرماتا ہی حکمت یعنے ایسے علم کو جو نفع کرنیوالا ہو اور عمل کرنے کی توفیق تک پہونچا دے یعنے ایسا علم جو قلب کے واسطے نفع دے اور اسکے موافق عمل کرنا نصیب ہو۔ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ اور جسکو حکمت ملی وہ خیر کثیر عطا کیا گیا۔ لمصیرہ الی السعادۃ الابدیۃ۔ یعنے خیر کثیر اس واسطے ملی کہ یہ شخص سعادت ابدی کو پہونچ گیا۔ وَمَا يَذَّكَّرُ۔ فیہ ادغام التاء فی الاصل فی الذال۔ ای یتعظ یعنے یذکر در اصل یتذکر تھا تاء کو ذال کرکے بعد حذف حرکت کے ادغام کر دیا۔ اور معنے یہ ہین کہ اور نصیحت کوئی حاصل نہین کرتا۔ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ اصحاب العقول مگر وہی جو عقل والے لوگ ہین۔ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ۔ ادیتم من زکوٰۃ او صدقۃ۔ یعنے اور جو کچھ ادا کیا تم نے زکوٰۃ یا صدقہ

اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ ۔ فوقیم بہ ۔ یا جو کچھ تمنے نذر کیا یعنے پھر تمنے اس نذر کو وفا کیا تو یہ رائگان نہین ہی بلکہ فَاِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُهٗ فیجازیکم علیہ
اللہ تعالے اسکو خوب جانتا ہی پس تمکو اسپر جزا و ثواب دیگا ۔ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ ۔ بمنع الزکوٰۃ والنذر او بوضع الانفاق فی غیر محلہ من معاصی
اللہ تعالے مِنْ اَنْصَارٍ ۔ مانعین لہم من عذابہ ۔ یعنے لوگون کے لیے جو ظلم کرنے والے ہین باین طور کہ باز رکھین زکوٰۃ دینے اور نذر
ادا کرنے سے یا باین طور کہ خرچ کرین اللہ تعالے کی نافرمانیون مین ایسے مقام پر جو محل خرچ کرنے کا نہین ہین تو ایسے ظالمون کے لیے کوئی مددگار
نہین جو مانع ہون اور بچاوین انکو عذاب الٰہی سے ف اس آیۂ کریمہ مین اللہ عز وجل نے سمجھ والون کے واسطے حکمت و علم وافر بیان فرمایا ہی اور
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جیسے تمھاری روزیان تقسیم کی ہین ویسے تمھارے درمیان
اخلاق تقسیم کیے ہین اور اللہ تعالی دیتا ہی دنیا جسکو چاہتا ہی مگر دین نہین دیتا ہی مگر اُسی شخص کو جسکو دوست رکھتا ہی پس جسکو اللہ تعالے نے دین دیا
اسکو دوست کر لیا اور قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ بندہ مسلمان نہین ہوتا یہانتک کہ مسلمان ہو اسکا دل اور زبان اور مؤمن نہین ہوتا
یہان تک کہ اس کا پڑوسی اسکے بوائق سے امن مین ہو تو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکے بوائق کیا ہین فرمایا کہ اسکا کھوٹ اور ظلم ۔ پھر فرمایا کہ
جو کوئی بندہ مال کو حرام طریقہ سے کماتا ہی تو کبھی نہین ہوتا کہ اُس مین سے خرچ کرے کہ اُسکو اُسمین برکت ملے اور نہین ہوتا کہ صدقہ دے کہ وہ قبول ہو اور
نہین چھوڑتا اپنے پیچھے مگر وہ اسکے واسطے دوزخ کی طرف زاد راہ ہوگا ۔ اللہ تعالے نہین میٹ دیتا بُرائی سے بُرائی کو و لیکن میٹتا ہی بُرائی کو بھلائی
سے ۔ البتہ جو چیز خود خبیث ہی وہ خبیث کو نہین مٹتی ہی رواہ الامام احمد ۔ اور اس آیت مین فرمایا ۔ الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء ۔ حضرت
ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ آدمی مین ایک پٹا شیطان کا ہی اور ایک پٹا فرشتہ کا ہی پس شیطان کا پٹا یہ ہی کہ اسکو بُرائی کا وعدہ دیتا ہی
اور حق کو جھٹلاتا ہی اور فرشتہ کا پٹا یہ ہی کہ اسکو بھلائی کا وعدہ دیتا ہی اور حق کی تصدیق کراتا ہی پس جو وعدہ خیر اور تصدیق حق کو پاوے تو جان لے
کہ وہ اللہ تعالے کی طرف سے ہی اور اللہ تعالے کے لیے اسپر حمد ادا کرے اور جو دوسری بات پاوے تو شیطان سے پناہ مانگے پھر پڑھی آیہ
قولہ تعالے الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا الآیہ ۔ رواہ ابن ابی حاتم والترمذی والنسائی وابن مردویہ پھر ابن کثیر نے
فرمایا کہ معنے قولہ یعدکم الفقر ۔ یعنے خوف دلاتا ہی تمکو فقیر ہونے کا تاکہ روک لو جو تمھارے ہاتھ مین ہی اور اسکو رضاے الٰہی مین خرچ نہ کرو اور قولہ یامرکم بالفحشاء
ای باوجود اسکے کہ تمکو فقیری کا خوف دلا کر خرچ کرنے سے روکتا ہی مگر تمکو گناہون اور حرام باتون اور مخالفت حق عز وجل کا حکم کرتا ہی یعنے خصلت فحش کا
حکم دیتا ہی ای گناہون کا اور اُن مین خرچ کرنیکا حکم دیتا ہی مترجم ۔ کہتا ہی کہ یہ بات بدیہی مشاہدہ ہی کہ ہزارون مالدار ہین کہ انکو ہوس بخل ہی اور راہ خیر مین
خرچ کرنے سے نہایت مکدر ہوتے ہین لیکن شادی بیاہ و ناچ رنگ و بہت سے خوشامدی چندہ و دعوتون مین بکثرت خرچ کرتے ہین پس ہم لوگون کے واسطے
یہ مقام عبرت ہی ۔ اور غور کرنا چاہیے کہ زمانہ مین کہانتک اسوقت شیطان کا وسوسہ پھیل گیا ۔ قولہ واللہ یعدکم مغفرۃ ۔ مغفرت الٰہی بندے کے واسطے یہ ہی کہ دنیا
مین اسکی پردہ پوشی کرے اور آخرت مین اس سے درگذر فرماوے ۔ اور فضل یہ ہی کہ جو خرچ کیا ہی اس سے افضل عطا کرے پس دنیا مین رزق مین
وسعت دے اور آخرت مین ثواب جمیل عطا فرماوے ۔ واللہ واسع علیم ۔ یعنے فضل اسکا وسیع ہی بشر کے قیاس سے باہر ہی اور حدیث مین ہی کہ ہر روز صبح کو
دو فرشتہ اُترتے ہین ایک کہتا ہی کہ ای ہمارے پروردگار خرچ کرنے والے بندہ کو جو خرچ کیا ہی اسکی جگہ اور دے اور دوسرا کہتا ہی کہ ای ہمارے پروردگار
بخیل کو تلف دے اور یہ حدیث صحیحین مین ہی ۔ قولہ یؤتی الحکمۃ من یشاء ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت
کی کہ حکمت سے مراد قرآن کی معرفت ہی یعنے قرآن کے ناسخ و منسوخ و محکم و متشابہ و مقدم و موخر و حلال و حرام و امثال کا جاننا اور جویبر نے ابن عباس سے
مرفوعًا روایت کی کہ وہ قرآن ہی یعنے حکمت کی تفسیر قرآن مجید ہی ۔ اور مجاہد نے کہا کہ بات مین راہ صواب پانا ۔ اور نیز مجاہدؒ سے لیث بن ابی سلیم نے

روایت کی کہ وہ نبوت نہین ولیکن علم فقہ وقرآن ہی **قال المترجم** یہ قول دقیق وباریک وصحیح ہو اور یہی کشف ودقائق ہین جو اکابر راسخین کو حاصل ہوتے ہین اور **غزالی** رحمہ اللہ نے اسکو مفصل بیان کیا ہی۔ اور شیخ ابو العالیہ نے کہا کہ حکمت خشیۃ اللہ ہی یعنے محبت کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے خوف ہونا اور ابن مردویہ نے ابن مسعودؓ سے مرفوعا روایت کی کہ حکمت کی چوٹی خشیۃ اللہ ہی اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ فہم ہی اور ابومالک نے کہا کہ سنت ہی اور زید بن اسلم نے کہا کہ عقل ہی اور امام مالک نے کہا کہ میری عقل مین آتا ہی کہ حکمت اللہ تعالےٰ کی دین مین سمجھ ہی اور وہ ایک ایسا امر ہی کہ اسکو اللہ تعالےٰ اپنی رحمت وفضل سے دلون مین داخل کر دیتا ہی اور اسکے دلائل مین سے ایک یہ ہی کہ تو ایک آدمی ایسا پاتا ہی کہ وہ دنیا کے معاملہ مین عاقل مگر دین مین ناسمجھ ہی اور دوسرے کو پاتا ہی وہ دنیا کے معاملہ مین ضعیف ہوتا ہی اور اپنے دین کے معاملہ مین دانا ہوتا ہی پس اللہ تعالےٰ اسکو دین کی سمجھ دیدیتا ہی اور دنیا سے اسکو محروم کر دیتا ہی پس معلوم ہوا کہ حکمت اللہ تعالےٰ کی دین مین دانائی ہی پس یہ انبیا علیہم السلام کی اتباع سے اہل ایمان کو ایک حصہ مل جاتا ہی **قال المترجم** جب تو غور سے تامل کرے تو ظاہر ہو جاتا ہی کہ امام مالک کا یہ قول نہایت نفیس ہی اور حکمت کی تفاسیر جو ان اکابر سے مروی ہین وہ سب قریب ایک دوسرے کی گردن سے گردن ملی ہوئی ہین مآل سب کا یہی ہی جو امام مالک رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہی اور مالک سے علم کی تفسیر بھی یون ہی مروی ہی کہ وہ ایک نور ہی جسکو اللہ تعالےٰ دل مین رکھ دیتا ہی اور یہ نہایت عمدہ قول ہی ولیکن اسکو عالم ہی سمجھے گا اور یہان بھی حکمت کی تفسیر کا یہی حال ہی وقد قال تعالےٰ وما یذکر الا اولوا الالباب **شیخ ابن کثیر**ؒ نے کہا کہ مراد یہ ہی کہ خطاب کو اور اس کلام کے معنے کو وہی حاصل کرین گے جنکو عقل حاصل ہی **قال المترجم** عاقل سمجھ لیگا کہ عقل یہانی یہ عقل جو اہی نہین ہی جس پر عوام غرہ کرتے ہین اور ہر ایک عاقل مشہور ہی ہرگز نہین بلکہ عقل وہ ہی کہ جسکو اکابر عقل کلی اور عقل یہانی وغیرہ عبارات سے تعبیر کرتے ہین اور اسکے حواس بھی اور ہین جیسا اس عقل حواسی کے حواس ظاہرہ وباطنہ ہین اور یہ موقع توضیح وتطویل کلام کا نہین ہی یہان مترجم اسی پر انتصار کرتا ہی کہ اللہ تعالےٰ مجھکو اور تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جمیع امور مین یعنے اخلاق نفس وافعال قلب واعمال جوارح سب مین عطا فرماوے تو یہ پردہ خود بخود اٹھ جائیگا اور بدون اسکے زبانی باتین کچھ مفید نہین ہین۔ اور جاننا چاہیئے کہ جو لوگ اس حکمت کو جو آیت مین مذکور ہی علم ہیأت و افلاک پر محمول کرتے ہین اگر شاعرانہ کلام کے طور پر کہتے ہین تو حرام وکبیرہ گناہ مین کوئی شک نہین اور اگر عمداً ہی تو کفر ہونا اقوی ہی اور نہایت سخت برائی تو یہ ہی کہ اسکو حکمت فلسفہ یعنے یونانیون کی فلسفی باتون پر محمول کرتے ہین اور یہ کفر شدید ہی نعوذ باللہ منہ۔ قولہ وما انفقتم من نفقۃ او نذرتم من نذر فان اللہ یعلمہ۔ مفسر رحمہ اللہ نے نفقہ سے فرض یا نفل یعنے زکوٰۃ یا صدقہ مراد لیا ہی اور یہی ظاہر کلام **شیخ ابن کثیر**ؒ وغیرہ سے ہے اور **زمخشری** نے حق وباطل کی تعمیم کی یعنے اسکا یہ حکم کلی ہی کہ تم کوئی نفقہ کرو اور کسی طور پر خرچ کرو خواہ طاعت مین یا معصیت مین اور علے ہذا تم کوئی نذر کرو خواہ نذر جائز ہو یا وہ نذر گناہ ہو سب کو اللہ تعالےٰ جانتا ہی اور **مفسر سیوطی**ؒ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہی بقولہ او بوضع الانفاق فی غیر محلہ۔ اور یہ اولیٰ ہی بایں معنے کہ کلام اول وجہ پر تو وعدہ خیر ہوگا فقط اور اس صورت مین وعدہ وعید دونون ہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ جب جانتا ہی تو راہ خیر پر خرچ کرنے والون کو ثواب عطا فرماویگا اور راہ شر پر خرچ کرنے والون کو عذاب دے گا اور وہ لوگ ظالم ہون گے کہ انھون نے ایک شے کو اسکے موقع سے ہٹا کر غیر موقع مین رکھا اور ایسے ظالمین کے لیے مددگار نہین ہین کہ عذاب الٰہی سے بچا لین اگر کہا جاوے کہ فان اللہ یعلمہ مین ضمیر واحد ہی حالانکہ مرجع دو چیز ہین ایک نفقہ دوم نذر اور جواب یہ ہی کہ عطف یہان او کے ساتھ ہی اس مین دونون امر جائز ہوتے ہین کہ ضمیر واحد آوے کما فی قولہ من یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا۔ یا ضمیر مثنی آوے مثل قولہ ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولیٰ بہما۔ اور بعض نے کہا کہ دو یا کئی چیزون کے بعد جب ضمیر واحد راجع ہو تو بتاویل مذکور راجع ہوتی ہی پس فان اللہ یعلمہ اسے فان اللہ

یعلم المذکور اور **ابن عطیہ**رح نے اسی پر جزم کیا اور **قرطبی**رح نے اسکو ترجیح دی - اور یہان سے ثابت ہوا کہ نذر کرنا مشروع ہے اور یہی قول جمہور ہے اور صحیح حدیث مین آیا ہے کہ نذر کرنا قضاے آلہی کو دافع نہین ہوتا ہے اور اصل حدیث صحیح مسلم مین ہے اور مراد یہ ہے کہ نذر کر کے آدمی یہ اعتقاد نہ کرے کہ اب میرے مقصود کے موافق ہی واقع ہوگا یا تقدیر کچھ بدل جاتی ہے بلکہ تقدیر آلہی کے موافق واقع ہوگا اور یہ نذر کرنا بھی اسکے حق مین مقدر تھا لیکن جو نذر کی ہے اسکا وفا کرنا واجب ہے اور یہ اسوقت ہے کہ کار خیر کی نذر کی ہو پس اگر کسی نے نذر کی کہ اگر ایسا ہوگا تو مین شیخ صدو کا بکرا چڑھاؤنگا یا فقیر کو روٹی دونگا یا سیتلا پر دونا دونگا یا تعزیہ رکھونگا تو یہ نذر حرام و معصیت ہے اور ہرگز اسکو پورا نہ کرے ورنہ گناہ کبیرہ مین داخل ہے اور اگر خیر کی نذر کی کہ اگر اللہ تعالی مجھے یہ رزق حلال عطا فرماوے گا تو مین چار رکعت نفل پڑھونگا یا روزہ رکھونگا یا صدقہ دونگا تو یہ روا ہے اور وفا کرنا واجب ہے اور اگر کسی نے کہا اگر اللہ تعالے نے مجھے یہ رزق حرام دے گا یا یہ سود کا روپیہ وصول کراوے گا یا فلان عورت اجنبی حرام طور پر ملجائے گی یا مانند اسکے کوئی امر کہا تو ایسا شخص کافر ہوا اعاذنا اللہ و جمیع المومنین - اور ظالمین کی تفسیر مین جو مفسر رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ کہا کہ یا ظالم باین طور مراد ہین کہ بے جگہ خرچ کرنے سے اپنے اوپر ظلم کرین تو اس سے ثابت ہوا کہ بے جگہ خرچ کرنا گناہ شدید ہے یعنے انکا ایسا کرنے والا دوزخ مین جائے گا اگر اس نے توبہ نہ کی کیونکہ یہ وعید عذاب کی ہے اور بے جگہ خرچ کرنے کی صورتین بے شمار ہین از انجملہ چند ذکر کی جاتی ہین شاید اللہ تعالے اس سے اہل ایمان کو سمجھ عطا کرے اور جو کرتا ہو وہ باز رہے شادی بیاہ مین خلاف شرع رسمون مین خرچ کرنا - اسراف کرنا - تفاخر و تکبر کی وجہ سے باریک کپڑا بدوضع پہننا - کفن مین بڑھانا بے ضرورت و خلاف شرع بے ضرورت اشتہار سے زائد کھانا کل مال صدقہ کرنا کہ اہل و عیال کو محتاج پریشان کرے اور مسجد کے فرش مین ناجائز تکلف کرنا اور بے ضرورت کثرت سے چراغ و شمعین روشن کرنا اور مقابر مین چراغ جلانا اور چادر چڑھانا چالیس روز قبر کے پاس لوگون کو بسانے کے لیے دینا - قبر پر قبہ بنانا اور گچ کرنا یہ سب خرچ ناجائز ہین کما فی الفقہ **فـ** قال الشیخ فی عرائس البیان قولہ تعالے الشیطان یعدکم الفقر - یعنے تمکو وعدہ دیتا ہے کہ اللہ تعالے کی طرف سے اس کی بخشش کی اُمید قطع کرو **قال المترجم** یعنے جب یہ وسوسہ دلایا کہ تم راہ خیر مین خرچ کرنے سے فقیر ہو جاؤگے تو گویا مایوس کیا کہ اللہ تعالے کے انعام بے انتہا سے تمکو اب نہ ملیگا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم - اور نیز اللہ تعالے نے جو اپنے بندون کو نفیس الطاف کا جن سے بندون کی دنیا و آخرت مین راحت ہے وعدہ فرمایا ہے اس مین شیطان شک دلاتا ہے اور دلون سے طمانینت گھٹاتا ہے - اور نیز شیطان تمکو جناب باری تعالے کی شان مین طرح طرح کی بدگمانیان دلاتا ہے اور یہ داؤ اسی شخص پر چلتا ہے جو حق عز و جل سے کمتر عرفان رکھتا ہے اور اللہ تعالے جل سلطانہ کی سلطنت عظیم و کبریا جلیل سے نادان ہے اسواسطے کہ شیطان کا فریب و وسوسہ ڈالنا بندے کے دل مین اللہ تعالے کی طرف سے شک پیدا کرنا اور جو اسنے اپنے بندون سے وعدہ فرمایا ہے اس مین تردد ہوتا ہے اور متواتر شیطان کے وسوسون سے وہ متحیر ہو جاتا ہے یہان تک کہ بدگمانی کر بیٹھتا ہے کیا تو نہین دیکھتا ہے کہ نور ایمان نہونے سے یہودی کیسے شیطان کے قابو مین آئے کہ کہنے لگے ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء - ان مردودون کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالے فقیر ہے اور ہم تونگر ہین اور یہ شیطان کا سخت وسوسہ تھا کہ ان کو تسویل مین ڈال دیا کہ جو پاس ہے اس کو حفاظت سے رکھو اور نہونے سے خوف کرو اور خوب جمع کرو اور زکوٰۃ و خیرات کچھ مت دو ہاتھ روک لو اور ان کو کثرت سے گمراہی پر آمادہ کیا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کروگے تو جو کچھ تم کو ملتا ہے یہ کچھ نہ ملیگا محض محتاج ہو جاؤگے پھر کہان سے پاؤگے اور قناعت سے بھگایا اور کفایت جس سے آدمی تونگر ہوتا ہے ہٹایا اور فریب مین ڈال دیا کہ ہر روز بڑھنے کی خواہش کرو **قال المترجم** انجام یہ ہوا کہ ان کا تمام مال اللہ تعالے نے اہل ایمان کو جو فقیر ہوکر ایمان کے پیچھے ہجرت کر کے چلے آئے تھے بدون لڑائی و قتال کے دلوا دیا اور انکو ہلاک کر دیا سو یامرکم بالفحشاء - شیطان تمکو فحشاء کا حکم دیتا ہے یعنے بخل کرنے کا اور اللہ عز و جل کی جناب مین بدگمانی کرنے کا اور دنیا سے محبت رکھنے کا اور موت سے بغض رکھنے کا

اور زمین و مکانات کے تعمیر کرنے کا اور ہر روز زیادتی چاہنے کا اور فقیری اور فقیرون سے بغض رکھنے کا اور زکوٰۃ نہ دینے کا اور حج و جہاد وغیرہ جو باتین اللہ تعالے نے انپر فرض کی ہین انسے باز رہنے کا حکم کرتا ہی اور رئیس بننے کی محبت دلاتا ہی اور اسکو آنکھون مین آراستہ کر دکھاتا ہی اور بہت سے افعال ناشائستہ کو نظر مین رچاتا ہی جیسے یہ کہ زنا کرنے کے لیے خوبصورت عورتون سے نظر لڑاؤ اور تاک لگاؤ اور شراب پینے سے تقویت ہوتی ہی اور باجے سننے سے کانون کو فرحت ہی اور لوگ اسکو بھول جاتے ہین کہ حضرت کبریا رب العزت ذوالجلال والاکرام کی ممانعت برحق ہی یہ عقل و سمجھ اسکی ادنی مخلوق ہی اور شیطان انکو تکبر کرنا سکھلاتا ہی اور ضعیفون و مسکینون پر جبر کرنا بتاتا ہی اور جور و ظلم و عناد و بے انصافی کو ان کی نظر مین زینت دیتا ہی اور اپنے مالون کی حفاظت کے واسطے منتین مانگو سواے خداے تعالے کے دوسرون کو پروردگار بناتے ہین اور ایسے ہی اور امور ردی فاحش ہین جن کا حکم کرتا ہی۔ واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا۔ اللہ تعالے کی مغفرت یہ ہی کہ تمام فحش و بری باتون اور بخیلی کے میل کچیل سے دلون کو پاک کر دیتا ہی اور دنیا و ما فیہا کی محبت سے بچا لیتا ہی اور فضل اسکا یہ ہی کہ اپنا مشاہدہ عنایت کرتا ہی اور اپنی درگاہ مین تقرب دیتا ہی اور اپنی معرفت و توحید سے سرفراز کرتا ہی اور اسرار کشف کر دیتا ہی یہ خاص الخاص بندون کے لیے ہی جنکو اپنی خدمت و خطاب خصائص مناجات و محبت کے واسطے برگزیدہ فرمایا ہی۔ اور نیز مغفرت یہ کہ یقین کو کشف کر کے نفس کو طمانینت و تسکین دیتا ہی اور فضل یہ کہ حکم ازلی پر رضامندی حاصل ہوتی ہی۔ اور نیز مغفرت یہ ہی کہ ماسواے حق کے جو عالم مخلوق ہی اس سے بے پروائی ہوتی ہی اور فضل یہ کہ وصال ملتا ہی۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ الشیطان یعدکم الفقر یعنے بھلا دیتا ہی تمام اس فضل کو جو اللہ تعالے کی طرف سے اسکو ملا اور اسکا عادی ہو رہا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یعدکم الفقر اے کفایت سے زیادہ طلب کرنے پر آمادہ کرتا ہی پس یہ شخص اسی کا گویا بندہ اور اسی کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہی۔ اقول جیسے حدیث مین آیا کہ تباہ ہوا روپیہ و اشرفی کا بندہ۔ اور بعض نے کہا کہ فقر سے مراد حرص ہی اور اللہ وعدہ دیتا ہی قناعت کا۔ اور شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ دنیا ترک کرنے اور اس سے منھ پھیرنے پر شیطان تمکو فقیر ہو جانیکا وعدہ و خوف دلاتا ہی اور اللہ تعالے تمکو اسپر اپنی مغفرت و فضل کا وعدہ فرماتا ہی قال المترجم یہ کلام پاکیزہ ہی اور تمام مقصود ان احکام سے یہی ہی کہ دنیا کی کسی چیز پر محبت و اعتماد نہ کرین اور راہ خدا مین اپنی جان دین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین عجیب طور سے یہ وعدہ پورا فرمایا۔ کہ انھون نے دنیا سے درحقیقت اعراض کیا مگر دنیا ان کے واسطے مال و متاع و حشمت و شوکت سے پھٹ پڑی اور وہ ویسے ہی بے پروا تھے اور وجہ یہی ہی کہ دنیا سے انکو اعراض تھا اور راہ خدا مین جان دینا عین مقصود تھا پس کثرت جہاد سے دنیاوی سامان سب نہایت کثرت سے موجود تھا اگرچہ انکی توجہ اس طرف بالکل نہ تھی اور حضرت محمد بن علی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیطان تمکو وعدہ دیتا ہی فقیر ہو جانیکا بسبب اسکے کہ وہ خود محتاج ہی اور حکم کرتا ہی تمکو فحشاء کا تاکہ اسکا اجڑا ہوا گھر بنے کیونکہ یہی اسکے گھر کی آبادی ہی اور اللہ تعالے تمکو مغفرت کا وعدہ دیتا ہی اور اس سے تمھاری آخرت آباد ہی اور اللہ تعالے وعدہ دیتا ہی اپنے فضل کا اور وہ یہ ہی کہ سواے جناب باری تعالے کے سب سے استغنا ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ قولہ الشیطان یعدکم الفقر یہ خوف دلانا شیطان کا موحدین کو ہی کافرون کو نہین ہی کیونکہ کافر تو اس سے بدتر حال مین اسکے تابع ہین پھر شیطان پہلے اسکو محتاجی سے ڈراتا ہی پھر جب وہ محتاجی سے ڈر گیا اسکو معصیت کی طرف بلاتا ہی یعنے ایسا کرو گے تو محتاجی نہ ہوگی پھر جب آدمی نے معصیت کو حلال کر لیا تو اسکو نفاق کی طرف بلاتا ہی پھر جب اسنے نفاق کو حلال کر لیا تو اسکو کفر کی طرف بلاتا ہی مگر فقر سے وہی ڈر جاتا ہی جو قسمت کو بھول گیا اور قسمت کو نہین بھولتا جسنے یہ جان لیا ہی کہ اللہ تعالے نے ازل مین جس شخص کے واسطے جو چاہا ہی وہ رزق تقسیم کر دیا ہی اسمین کمی بیشی نہین ہو سکتی ہی اور گناہون کی جڑ یہ ہی کہ آدمی اپنی خواہشون کی آگ روشن کرے اور نفاق کی جڑ یہ ہی کہ مخلوق کے لیے اپنے کو آراستہ کرے اور کفر کی جڑ یہ ہی کہ اللہ تعالے کی تقدیر مین جھگڑا کرے اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فقر یہ ہی کہ جو چیز جس وجہ سے

ستا

یعنی چاہیے اسکے سواے دوسری وجہ سے لیوے اور جہان اسکے خرچ کا موقع ہو اسکے سواے دوسری جگہ صرف کرے **قال المترجم** اس قول پر آیت
کے معنے یہ ہوے کہ شیطان تمکو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ جہان خرچ کرنا چاہیئے وہان مت خرچ کرو اور جہان نہین خرچ کرنا چاہیئے وہان خرچ کرو اور درحقیقت
بہتیرے لوگ ایسے نظر آتے ہین کہ راہ خیر مین خرچ کرنے کی حالت مین محتاج ہین اور بیجا صرف کرنے کے وقت مالدار ہین بھلا کسیکو دیکھا گیا کہ اس نے
خیرات کرنے کے واسطے قرض لیا ہو اور ایسے بہت ہین جنھون نے شادی بیاہ اور طعام اموات کی دھوم کے واسطے ہزارون قرض لیے فافہم
قولہ تعالےٰ یؤتی الحکمة من یشاء منجملہ حکمت کے یہ ہے کہ باطن قلوب کے انوار سے نفس کے عیوب جو نہایت پوشیدہ وباریک ہین انکو دریافت کرکے
ترک کرے اور حکمت ایک ادب الٰہی ہے جو خلقت انسانی کی تہذیب کرتی ہے اور نیز حکمت یہ ہے کہ اخلاق الٰہی کی معرفت حاصل ہو اور نفس کے عیوب
اور شیطانی باریک باتین جانکر انکو ترک کرے اور علم شرعی کے ذریعہ سے عالم فرق کر لیتا ہے کہ یہ تو نفس کا وسوسہ اور شیطان کا بہکاوا ہے اور یہ فرشتہ کی
خاصیت جو انسان مین ہے اسکا ارشاد اور عقل کی ہدایت اور قلب کے نور سے بصیرت ہے اور منجملہ حکمت کے امور ذیل ہین یعنی جب حکمت حاصل ہوتی ہے تو یہ امور
حاصل ہوتے ہین ۔ الہام حق اور نطق روح اور رمز سر اور اقسام خطاب حق اور مخلوق کے اقدار کی شناخت اور باطن کی بیماریون کا علاج اور وسوسہ کا
دفع کرنا اور مخلوق کے احوال و مقامات کی شناخت ۔ مکاشفات ومشاہدات واقع ہونا ۔ اور معرفت کی منزلین دریافت کر لینا اور توحید کے درجے جان
لینا اور دیگر امور جو ان حقائق کے ساتھ متعلق ہین مثلاً ریا کی بہت باریکیان جو ظاہری علم سے معلوم نہین ہوتی ہین اور نفس کے شکوک وبڑے خطرے اور
علم لدنی تک پہونچنا وخاص خاص کرامتین وفراست پا جانا اور غیب کو غیب سے دیکھنا اور حق عزوجل کے ساتھ مخاطبت ومکالمہ اپنے خلوتون کے
اسرار مین اور مناجاتون کے انوار مین **قال المترجم** یہ اعلیٰ مقامات جنکی طرف شیخ رحمہ اللہ نے یہان اشارہ فرمایا اور بہت خوب اشارہ کیا ہے اور حکمت
ایک امر الٰہی جو شریعت وسنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع وجوہ سے پورے طور پر بجا لانے سے اللہ تعالےٰ کے فضل سے بندے کو حاصل
ہوتی ہے جیسا کہ امام مالک نے تصریح کی اور ایک جماعت سلف نے اشارہ کیا ہے اور یہی حق ہے فافہم پھر شیخ نے فرمایا کہ پھر جس کو یہ درجات دیدیے
جاتے ہین اسی کو انبیاء ورسولون کی خلافت ملتی ہے اور ملائکہ کرام کے درجہ پر ہوتا ہے اور یہ منزلت تمام منازل اولیاء مین سے اعلیٰ درجہ کی ہے اور
اللہ تعالےٰ کے خاص بندون کے مقامات مین سے نہایت اونچا مرتبہ ہے اور دنیا وآخرت کی خیر یہی ہے یعنے سب سے عمدہ بھلائی ہے **قال المترجم**
بعض اکابر نے تصریح کردی کہ انبیاء علیہم السلام مین سے ہر ایک نبی کے قلب کے موافق افراد بشر کو جنکو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا ہے حکمت ملتی ہے
پس اس امت مین ایک خاص حکمت جو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہے وہ ایک ہی شخص کو عطا ہوگی اور باقی کو حکمتین ملینگی جو دیگر
انبیاء علیہم السلام کے قلب سے موافق ہونگے یعنے گویا وہ پر تو انکے قلب کا ہوگا اور بسا اوقات یہ ہوگا کہ ادنیٰ درجہ کی نبوت اور اعلیٰ درجہ کی حکمت موافق
ہوگی اور بھید اس قول کا جو مشہور ہے کہ علما اس امت کے مثل انبیاء بنی اسرائیل ہین یہی ہے اور حاشا کہ یہ معنے نہین ہین کہ ما وشما جتنے پڑھے لکھے پھرتے
ہین یہ انبیاء بنی اسرائیل کے مساوی ہین استغفر اللہ تعالےٰ پھر بھی جو لوگ اہل حکمت ہین اور اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے حکمت عطا کی ہے وہ درجہ
نبوت مین ان لوگون مین سے ادنیٰ نبی کے برابر بھی نہین ہین قال الشیخ اور نیز حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے خطاب مین رمز کو پاکر اس سے حق عزوجل
کی مراد دریافت کرنی پھر جو دریافت کیا ہے اسکو اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے بجا لاوے اور نیز حکمت یہ ہے کہ اعضاء ظاہرہ جنکو جوارح کہتے ہین انکو پاک کردے
اور خطرات کو دور کردے اور تقدیری تجلیان جو پیش آوین ان مین ٹھہرا ہوا ساکن رہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ حکمت وہ چیز ہے جو اشارات الٰہی وخصائص
کلام سے روح ناطقہ کو حق سبحانہ تعالےٰ کی طرف سے حاصل ہو جاوے اور حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی آیات ومصنوعات مین اللہ تعالےٰ کے افعال
کی معرفت حاصل ہو **قال المترجم** جس طرح احکام قضا وقدر جاری ہین ان مین احتمالات ہوئے ہین حتیٰ کہ وہ لوگ جو مثل جانورون کے ہین انکو تدبیر کہتے ہین

اور جو اُن سے کسی قدر اونچے مگر انھین کے بھائی بند ہین بندہ کی قدرت سے کہتے ہین یہ احتمالات غلط سب سوقت دور ہونگے جب وہ ان شواہد مین دیکھے گا
کہ صرف حضرت حق عزوجل کی قدرت جاری ہو فافہم - اور سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ حکمت اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ خاصہ قدیمہ مین سے ہے اور اس کو
کوئی نہین پاسکتا ہے مگر اسی شرط سے کہ استقامت شریعت و سنت حاصل ہو اور جب اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ اپنے بندون مین سے کسی بندے کو
مقام حکمت کی طرف ہدایت کرے تو اسکی روح کو اس صفت کا لباس پہنا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ روح ربانیہ صمدانیہ ہو جاتی ہے اور غائب امور کو
اپنی فراست سے ادراک کر لیتی ہے اور حقائق اشیا یعنے چیزون کی ماہیتین اسی صفت خاص سے دریافت ہوتی ہین اور اللہ تعالےٰ نے اپنے
ارشاد مین جس کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہونچائی ہے یون فرمایا ہے - لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی کنت سمعه الذی یسمع بی
وبصرہ الذی یبصر بی ولسانه الذی ینطق بی وقلبه الذی یعقل بی - **مترجم** کہتا ہے کہ ان الفاظ سے یہ حدیث غریب ہے اور اصل حدیث
یون ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ من عادی ولیا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الی عبد بشئ احب الی
من اداء ما افترضت علیه ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده الذی یبطش بها
ورجله الذی یمشی بها وان سالنی لاعطینه وان استعاذنی لاعیذنه الحدیث رواه البخاری یعنے جسنے میرے کسی ولی کو دشمن رکھا مین نے اسکو اپنے
ساتھ لڑائی کا اشتہار دیدیا اور نہین تقرب چاہا بندے نے میری طرف کسی چیز کے ساتھ جو مجھے زیادہ پسند ہو اس سے کہ ادا کرے وہ چیز جو مین نے
اس پر فرض کردی ہے اور برابر میرا بندہ میری طرف نوافل سے تقرب چاہتا ہے یہانتک کہ مین اسکو محبوب کر لیتا ہون پھر جب مین نے اسکو محبوب کر لیا تو مین
ہو جاتا ہون اسکے کان جنسے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکے ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکے پاؤن جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ
مجھسے مانگتا ہے تو مین اسکو عطا کرتا ہون اور اگر مجھسے پناہ چاہتا ہے تو اسکو پناہ دیتا ہون تا آخر حدیث اسکو بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہے اور
معنے اسکے یہ ہین کہ جو شخص اللہ عزوجل پر سچا ایمان لایا وہ اللہ تعالےٰ کا ولی ہے پس جو اسکا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے اور فرائض واجبات کا ادا کرنا اللہ
تعالےٰ کو بہت محبوب ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی جناب مین نزدیکی حاصل ہوتی ہے اور اسپر نوافل بڑھانا زیادہ افضل ہے اور کافی ہین وہ سنتین
جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت اور آج کے روز معروف ہین اور انکے ادا کرنیکا نتیجہ یہ فرمایا کہ اسکے کان آنکھ و ہاتھ و پاؤن سب کے افعال بقدرت
الٰہی صادر ہوتے ہین اور سب اعضاء مذکور امر الٰہی پر چلتے ہین اور یہ مرتبہ ابدال کا ہے جیسا کہ قطب الوقت سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ نے
فتوح الغیب مین تحریر فرمایا ہے فافہم واللہ تعالےٰ اعلم - قال الشیخ پھر جب تمام وجود اُسکا اپنے خالق کی روبیت مین مستغرق ہوا تو وہ قدرت حق سبحانہ تعالےٰ
مین ہے **قال المترجم** شیخ رحمہ اللہ نے یہان اشارہ پر اکتفا کیا اور مراد یہ ہے کہ ابدال اپنے اختیار و حرکات و سکنات سے خارج ہوتا ہے اسکے اعضاء و جوارح سب
اسی خاطر پر حرکت و کام کرتے ہین جو غیب سے اسپر وارد ہوتا ہے اور وہ خود تو فنا ہوتا ہے اور بقاء حق عزوجل کے ساتھ باقی ہوتا ہے اور یہی اتحاد کے معنے ہین پس
غیب پر مطلع ہونا درحقیقت شان حضرت حی القیوم کی ہے اور یہ شخص پردہ ہی پردہ ہے جسکو عوام سمجھتے ہین کہ عارف سے زبان لی جاتی ہے وہ کچھ وہان
بھید نہین کہہ سکتا ہے حالانکہ وہ خود ہی فنا ہے مولوی روم فرماتے ہین ؎ جملہ معشوق است و عاشق پردۂ + زندہ معشوق است و عاشق مردۂ اور
بڑا دعویٰ کا اسکی حرکات و سکنات و عادات کے موافق افعال ادا کرنے سے پڑا ہے اور تحقیق وہ ہے جو مین نے اکابر طریقہ سے نقل کیا واللہ تعالےٰ اعلم اور
بعض اکابر نے فرمایا کہ حکمت شاہد کرنا حق عزوجل کو تمام احوال پر ہے اور بعض نے فرمایا کہ حکمت یہ ہے کہ اپنے سر باطنی کو ورود الہام کے واسطے سب چیزون سے
مجرد کر دینا اور **شیخ ابو عثمان** نے فرمایا کہ حکمت ایک نور ہے جو الہام و وسواس کے درمیان فرق کر دیتا ہے یعنے اس نور سے تمیز ہو جاتی ہے کہ یہ الہام
ربانی ہے یا وسواس شیطانی ہے اور **شیخ ابو عبدالرحمٰن** نے کہا کہ مین نے **شیخ منصور** بن عبداللہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ مین نے **کتانی** سے

سُنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسولون کو بھیجا کہ اسکی مخلوق مین سے جو نہایت نفیس ہین انکو نصیحت کرین اور کتاب کو ان لوگون کے دلون کی تنبیہ کے لیے نازل فرمایا اور حکمت کو اسواسطے اُتارا کہ انکی روحین اس سے سکون پاوین اور رسول تو اللہ تعالےٰ کے حکم کی طرف بلاتا ہی اور کتاب اسکے احکام کی طرف بلاتی ہی اور حکمت اسکے فضل کی طرف اشارہ کرتی ہی۔ اور شیخ قاسم رحمہ نے فرمایا کہ حکمت یہ ہی کہ حق عزوجل کی طرف سے جو دل مین آنے والی بات ہی وہ تجھپر حکم چلاوے اور تیرے نفس کی خواہش تجھپر حکم نہ چلاوے قال المترجم یعنے جب بندہ حکم آلٰہی کی پابندی پر چلے اور نفس کی خواہش پر نہ چلے تو اسکو حکمت حاصل ہوگئی واللہ اعلم اور شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ایک قوم کو حکمت کے ساتھ زندگی دی اور حکمت ہی کی وجہ سے انکی بوجھ کی اور فرمایا کہ ومن یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ اور شیخ عبداللہ بن المبارک نے فرمایا کہ حکمت خشیۃ اللہ تعالیٰ ہی یعنے خوف آلٰہی جس کے ساتھ اُمید و محبت لگی ہو قال المترجم یہی قول شیخ ابوالعالیہ و مطر الوراق سے مروی ہی اور شیخ ابوالعالیہ نے کہا کہ حکمت خشیۃ اللہ ہی اسواسطے کہ خشیۃ اللہ سب حکمت کی چوٹی ہی اور ابن مردویہ نے ابن مسعودؓ سے مرفوعًا روایت کیا کہ حکمت کا سر یہ ہی کہ خشیۃ اللہ ہو قال الشیخ اور بعض نے فرمایا کہ حکمت یہ ہی کہ قول مین مصیب ہو اور اسکے ساتھ اُسکے افعال بھی باخلاص صحیح ہون۔ قال المترجم مانند اسکے ابن ابی نجیح نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہی قال الشیخ اور بعض اکابر سے کہا گیا کہ تمھین کب سے حکمت نے اثر کیا ہی فرمایا کہ جب سے مجھین حکمت شروع ہوئی تب سے مین اپنے آپ کو بہت حقیر جانتا ہون اور بعض نے فرمایا کہ حکمت اللہ تعالیٰ کا ایک خزانہ ہی اور حکما امین اللہ تعالےٰ کی طرف سے ذمہ دار کیے گئے ہین انکو انکے پروردگار نے حکم کیا ہی کہ اللہ تعالےٰ کے خزانہ کو اسکے بندون پر خرچ کرو۔ اور بعض نے فرمایا کہ حکمت وہ نور فطنتؒ ہی اور شیخ معروف کرخیؒ نے فرمایا کہ جس کا علم اچھا ہوتا ہے اسکے دل مین حکمت نازل ہوتی ہی قال المترجم یعنے جسکا علم محض اللہ تعالےٰ کے واسطے ہوتا ہی اور وہ اللہ عزوجل کی معرفت کے واسطے علم سیکھتا اور رکھتا ہی اور اسپر اسکے موافق عمل کرتا ہی آخر اسپر حکمت نازل ہوتی ہی اور حدیث مین ابن عباسؓ کے واسطے حضرت صلعم نے حکمت عطا ہونے کی دعا فرمائی ہی فافہم اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حکمت تمام علوم شرعی کا مجمع ہی اور اصل اسکی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے واذکرن مایتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ پس آیات تو فرض ہین یعنے کتاب اللہ تعالیٰ اور حکمت وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی قال المترجم یہ قول بہت ہی اچھا ہی اور کوئی شک نہین کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم انوار ربانی ہین اور جو کچھ چاہیے سب اسمین موجود ہی ولیکن کمال حسرت ہی کہ بہتیرے آدمی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تفکر و تدبر نہین حاصل کرتے ہین بلکہ جدال و بحث مین اوقات ضائع کرتے ہین پس یہ عدم توفیق ہی۔ اے میرے پروردگار اہل ایمان و اسلام کو توفیق عطا کردے اور ہم سب کو بخشدے ربی اسالک العافیۃ فی الدارین۔ اور حضرت سہل رحمہ اللہ نے اپنے مشائخ کے واسطے سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قرآن مجید ایک حکمت اللہ تعالےٰ کی اسکے بندون کے سینے مین موجود ہی پس جس نے قرآن سیکھا اور اسپر عمل کیا پس گویا نبوت اسکے دونون کندھون کے بیچ مین درج کی گئی سوائے وحی کے کہ اسکے پاس نہین آتی ہی پس اس سے انبیا کے حساب کے مانند حساب لیا جائیگا سوائے اسکے کہ رسالت پہونچانے کا اس سے حساب نہوگا۔ قال المترجم شیخ ابن کثیرؒ نے اسکے مانند وکیع بن الجراح کی تفسیر سے عبداللہ بن عمرو کا قول نقل کیا اور کہا کہ بعض احادیث مین ایسا آیا ہی اور معنے اسکے صحیح ہین کیونکہ ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ نہین حسد مگر دو باتون مین ایک یہ کہ کسی آدمی کو اللہ تعالےٰ نے مال دیا پھر اسکو توفیق سے مسلط کردیا کہ وہ اس مال کو اللہ تعالےٰ کی راہ مین خرچ کرتا ہی اور دوم یہ کہ کسی آدمی کو اللہ تعالےٰ نے حکمت دی پس وہ اسکے موافق عمل کرتا اور اسکو سکھلاتا ہے رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ۔ قال الشیخ اور نیز سہل رحمہ اللہ نے اپنے مشائخ کے واسطے سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن حکمت ہی جس نے قرآن کو اپنے بڑھاپے مین سیکھا تو قرآن اسکے گوشت و خون مین مخلوط ہوگیا اور آگاہ رہو کہ دوزخ

کی آگ ایسے دل کو نہین چھوئیگی جسنے قرآن کو بھر لیا ہی اور نہ ایسے بدن کو جسنے قرآن کی حرام چیزون سے پرہیز کیا اور جس چیز کو قرآن نے حلال کہا ہی اسکو حلال جانا اور جس کو حرام کہا ہی اسکو حرام جانا اور قرآن کے حکم پر ایمان لایا اور قرآن کے متشابہ پر رُک گیا یعنے مان لیا اور خوض نہین کیا۔ اور قرآن مین کوئی بدعت نہین نکالی۔ ھ۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ حکمت چار چیزین ہین علم وحلم وعقل ومعرفت اور شیخ ابو بکر الوراق رح نے فرمایا کہ حکمت جس کے پاس ہو اسکو کبھی فاقہ نہین ہی اللہ تعالی نے فرمایا ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ قال المترجم لیث بن ابی سلیم نے مجاہد سے روایت کی کہ حکمت کچھ نبوت نہین ولیکن وہ علم وفقہ یعنے دین کی سمجھ اور قرآن ہی اور ضحاک نے ابن عباس سے مرفوعا روایت کی کہ وہ قرآن ہی یعنے قرآن کی تفسیر جاننا ابن عباس رض نے فرمایا اس لیے کہ قرآن کو نیکوکار وفاسق سب پڑھتے ہین رواہ ابن مردویہ قال المترجم حکمت کی تفسیر مین ائمہ علماء ومشائخ کبار کے اقوال اگرچہ مختلف معلوم ہوتے ہین مگر درحقیقت ان مین اختلاف نہین ہی اگر اللہ تعالی حکمت دیدے اور حکمت کی سمجھ عطا فرماوے تو ظاہر ہو جاوے کہ ان سب کا مآل واحد ہی اور جس قدر اقوال نقل کیے ہین سب صحیح ہین اور ہر درجہ کے لائق اس مقام کی حالت ہی فافہم۔ قال الشیخ قولہ تعالے وما انفقتم من نفقۃ او نذرتم من نذر فان اللہ یعلمہ۔ اپنے اولیاء کو بشارت وخوشخبری دیتا ہی کہ انکو ثواب عظیم وجزائے جمیل ملیگی اور انکو آمادہ فرماتا ہی کہ اپنی جان ومال کو اسپر قربان کرین اور انکو ادب سکھلاتا ہی کہ الہامی خطرات کو دل سے برتین اور زبان سے بھی کہین اور اپنے اولیاء کو ڈراتا ہی کہ اوتعالے عز وجل انکے دلی خیالون وپوشیدہ بھیدون پر مطلع ہی اور وہ قبول نہین فرماتا مگر وہی جو اخلاص سے ہو اور جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے ہر دو فریق نیکوکار وبدکار کو بدلا دیگا پس نیکوکار کو اسکی نیکیون کا اور بدکار کو اس کی بدیون کا بدلا دے گا۔ اور واسطی رح نے فرمایا کہ اس سے ایک قوم کی طرف اشارہ فرمایا کہ انکو انکے مال واولاد کچھ نفع نہ دین گے یعنے اللہ تعالے اپنے علم قدیم سے ایسون کو جانتا ہی جن کا خاتمہ بخیر کیا جائیگا قال المترجم پس اس آیہ کریمہ مین وعدہ ووعید دونون ہین

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ

اگر ظاہر کرو خیرات کو تو کیا اچھی بات ہی اور اگر چھپاؤ اور فقیرون کو ہو پہنچاؤ تو وہ بہتر ہی تمھارے لیے

وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اور جھاڑ دے گا تم سے کچھ تمھارے گناہون سے اور اللہ تعالے جو تم کرتے ہو اس سے خبردار ہی

اِنْ تُبْدُوا۔ تظہروا۔ الصَّدَقٰتِ۔ النوافل۔ یعنے اگر تم نفل صدقون کو ظاہر کرو تو۔ فَنِعِمَّا هِيَ۔ ای نعم شیئا ابداؤہا یہ اچھی چیز ہی یعنے اظہار اسکا بہتر ہی۔ وَاِنْ تُخْفُوْهَا۔ تسروہا۔ اور اگر پوشیدہ دو صدقات کو۔ وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ من ابدائہا وایتائہا الاغنیاء۔ اور صدقات فقیرون کو دیدو تو وہ تمھارے لیے بہتر ہی یعنے تمھارے لیے صدقات کے ظاہر کرنے اور تونگرون کو دینے سے بہتر ہی اور یہ صدقہ نفل مین حکم ہی۔ اما صدقۃ الفرض فالافضل اظہارہا لیقتدی بہ ولئلا یتہم وایتاؤہا الفقراء متعین یعنے ہا صدقہ فرض یعنے زکوٰۃ تو افضل یہ ہی کہ اسکو ظاہر کر کے دیوے تاکہ اور لوگ اسکی اقتدا کرین اور تاکہ وہ متہم نہ کیا جاوے کہ زکوٰۃ دیتا ہی یا نہین دیتا ہی۔ اور صدقہ فرض تو فقیرون ہی کو دینا متعین ہی اسی واسطے بعضے کہا کہ یہ آیت صدقہ نفل مین ہی وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ۔ بالیاء وبالنون مجزوما بالعطف علی محل فہو ومرفوعا علی الاستیناف۔ یعنے ابن عامر وحفص کی قراءۃ بیاء تحتانیہ ہی اور باقیون کی قراءۃ بنون ہی اور آخر جزم کے ساتھ قراءۃ حمزہ ونافع وکسائی ہی بسبب اسکے کہ فہو کے محل پر عطف ہی پس جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہی اور آخر رفع کے ساتھ باقیون کی قراءۃ ہی بنابر آنکہ جملہ مستانفہ شروع ہوا ہی۔ مِنْ۔ بعض سَيِّاٰتِكُمْ۔ بقراءت اول معنے یہ کہ اللہ تعالے تمھارے

گناہ بخشے (حمزہ وغیرہ) یا وہ بخشے گا (باقیہ) اور بقراءۃ دوم یہ معنے کہ ہم تمہارے گناہ بخشین (حمزہ وغیرہ) یا ہم بخشین گے (باقیہ) - وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ عالم بباطنہ کظاہرہ ولایخفی علیہ شئی منہ - اور اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے یعنے تمہارے کامون کے باطنی حال کا دانا ہے جیسے ظاہر کا دانا ہے اور اس مین سے اسپر کچھ پوشیدہ نہین ہے - ف ابن ابی حاتم نے بسند حسن حضرت عامر الشعبی تابعی عالم ثقہ سے روایت کی کہ آیۂ کریمہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حق مین نازل ہوئی پس عمرؓ نے اپنا نصف مال لا کر حضرت صلعم کو دیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ سے کہا کہ تو نے اپنے لوگون کے واسطے کیا چھوڑا ہے عرض کیا کہ نصف مال مین نے انکے واسطے چھوڑ دیا ہے اور ابوبکر اپنا کل مال اس طرح لائے کہ قریب تھا کہ ان کو اپنے آپ بھی خبر نہو یہانتک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خفیہ لا کر دیدیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اپنے پیچھے اپنی اہل کے واسطے کیا چھوڑا ہے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ واسکے رسول کا وعدہ پس عمرؓ رونے لگے اور کہا کہ اے ابوبکر تمپر میرے مان باپ فدا ہون واللہ ہم لوگون نے کسی امر خیر مین تمپر سبقت نہین چاہی مگر کہ تم اسمین ہم سب سے آگے ہی نکلے - اور یہ حدیث دوسری وجہ سے بھی عمرؓ سے مروی ہوئی ہے کذا ذکرہ ابن کثیر پھر کہا کہ یہ آیت اس حکم مین عام ہے کہ صدقہ خواہ فرض ہو یا نفل ہو اسکا پوشیدہ دینا افضل ہے اول یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے لیکن ابن جریر نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ تطوع کو علانیہ کی بہ نسبت پوشیدہ دینا افضل قرار دیا کہا جاتا ہے کہ ستر گونہ افضل ہے اور صدقہ فریضہ کو علانیہ دینا افضل قرار دیا کہا جاتا ہے کہ پچیس ۲۵ گونہ افضل ہے قال المترجم - یہان سے معلوم ہوا کہ مفسر سیوطی رحؒ نے آیت کو صدقہ نفل کے ساتھ اسی وجہ سے مخصوص کیا ہے کہ صدقہ فریضہ یعنے زکوٰۃ مین اظہار افضل ہے اور بعض نے ذکر کیا کہ جمہور مفسرین اس طرف گئے ہین کہ آیۂ مذکورہ صدقہ نفل کے حق مین ہے اور معالم مین ذکر کیا کہ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت زکوٰۃ مفروضہ کے حق مین ہے اور رسول اللہ صلعم کے وقت مین اسکو خفیہ دینا افضل تھا اور رہا ہمارے زمانہ مین اسکو ظاہر کر کے دینا افضل ہے تاکہ اس کی طرف بدگمانی نہ ہو - قال المترجم ظاہر کلام شیخ ابن کثیر دلالت کرتا ہے کہ آیت عام ہے خواہ صدقہ فرض ہو یا نفل ہو جیسا کہ اوپر کی آیت مین بھی عام لیا ہے اور اس صورت مین گویا اس آیت سے ایک نوع کی تفصیل اس اجمال کی ہوگی جو آیت سابقہ مین ہے اور اسی کی مؤید ہے یہ بات کہ جملہ مین واو عاطفہ درمیان مین نہین ہے بلکہ ان تبدوا الصدقات بلا حرف عطف فرمایا ہے فافہم - پھر قولہ فنعما ہی - در اصل فنعم ما ہی - ہے اے فنعم الشئے شیئا ہی - اور ہی مخصوص بالمدح ہے ولیکن مفسر رحؒ نے مضاف مقدر کیا اے ابداء چنانچہ کہا ابداؤہا - تاکہ جزا کا ارتباط شرط کے ساتھ بخوبی ہو جاوے اور اسی پر دلالت کرتا ہے مذکر آنا ضمیر فہو خیر لکم کا اے فاخفاءہا خیر لکم - پس ابداؤہا یعنے مین گویا تطابق نظیرین بھی ہوگا اور معنے یہ ہین کہ اظہار بھی بہتر اور اگر اخفا ہو تو اس سے بہتر ہے کیونکہ خیر افعل التفضیل کے معنے مین ہے اور حاصل یہ کہ دونون مین سے ہر ایک مقبول ہے جبکہ نیت صادقہ ہو کیونکہ ریاکاری کی مذمت تو پہلے ظاہر ہو چکی ہے پس یہان اظہار کو جو خوب فرمایا تو اسی طور سے کہ بغرض ریاکاری نہو اور یہ ضرور نہین کہ جو اظہار ہو وہ بطور ریا ہو اور مفسر نے جو کہا وتبتغوا الاغنیاء - تو بنظر قولہ وتؤتوہا الفقراء - ہے یعنے چھپا کر فقیرون کو دینا بہتر ہے بہ نسبت اظہار کرنے و تونگرون کے دینے کے اور یہ اسوجہ سے کہ سوائے زکوٰۃ کے صدقہ نفل مین خصوصیت فقیرون کی نہین ہے جیسے کہ زکوٰۃ مین خصوصیت ہے کہ فقیرون ہی کو دیا جاوے مگر آنکہ ادا کرنے والے کو شناخت نہوئی ہو مترجم کہتا ہے کہ یہ تکلف ظاہر ہے - اور اگر آیت قدسی فرائض و نوافل کو عام رکھی جاوے تو اسکی حاجت نہین ہے فافہم - اور محی السنۃ نے باسناد مالک رحمہ اللہ ابوسعید خدری و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہین کہ اللہ تعالےٰ انکو اپنے سایہ مین لیگا جس دن سوائے اسکے سایہ کے کوئی سایہ نہوگا - حاکم عادل اور وہ جوان کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت مین نشو و نما پائے - اور وہ مرد کہ جب مسجد سے نکلا تو دل اسکا مسجد مین لگا رہا کہ کب اس مین لوٹ آوے اور دو مرد کہ باہم اللہ تعالےٰ کے ہی واسطے

اکٹھا ہوے اور متفرق ہوے یعنے انکا ملنا وجدا ہونا اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے تھا۔ اور وہ شخص کہ اسنے تنہائی مین اللہ تعالےٰ کو یاد کیا کہ آنسو جاری ہوے۔ اور وہ مرد کہ اسکو ایسی عورت نے جو منصب والی وجمال والی ہو بلایا پس اسنے جواب دیدیا کہ مین اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہون۔ اور وہ شخص کہ اسنے کوئی صدقہ دیا کہ اسکا بایان ہاتھ نہین جانتا کہ اسکے داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہی **قال المترجم** یہ حدیث صحیحین مین موجود ہو اور نیز حدیث مین ہو کہ پوشیدہ صدقہ دینا پروردگار کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہو اور اس باب مین احادیث مرفوع بہت ہین جنسے ظاہر ہو کہ پوشیدہ صدقہ دینا مطلقاً افضل ہو اور یہی ائمہ حنفیہ کا مختار ہو اور بعض نے قول شافعی کو زکوٰۃ مین اختیار کیا **ف۲** شیخ نے عوارف مین ذکر کیا قولہ تعالےٰ ان تبدوا الصدقات فنعما ہی۔ اگر دینا مقام یقین سے بصفت تمکین ہو اور اگر دینا اس طرح ہو کہ وہ شخص محو ہو مطالعہ نفس سے بصفت اخلاص تو اظہار اچھا ہو یعنے جو شخص مقام تمکین مین ثابت قدم ہو اور اسکو نفس وغیرہ کے خطرات اور طرح طرح کے تغیر حالات سے اگرچہ خیر ہون کچھ جنبش نہین ہوتی ہو اور وہ مقام عرفان مین ثابت قدم ہو کہ ہر چیز بیچ فعال اسکا اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہو اور یقین اسکو کامل حاصل ہو وہ اگر اظہار کرے تو خوب ہو اور اگر نفس مطلع ہو تو وہ اسکے وساوس اور پیچیدگی مین حق کی جانب قائم رہے اور اخلاص کی خاص صفتین پوری رہین اور جو باتین موٹی موٹی اخلاص کے خلاف ہین اور جو باریک خفیہ امور خلاف اخلاص ہین ان سے برطرف رہے تو اظہار خوب ہو۔ قال الشیخ اور نیز اگر تونے صدقہ دینے کا اعلان اس غرض سے کیا کہ مریدون کو اس مین گرفتار کردے اور انکے اسرار باطنی کو جوش دلادے کہ ہماری محبت کی شرطون سے اپنی دنیا ہمپر صدقہ کرین تو یہ خوب بات ہو اسواسطے کہ مقام تمکین کے اوپر جمے ہوے شخص کا جو معاملہ ہوتا ہو وہ معرفت طلب کرنے والون کے لیے پیشوا ہو جاتا ہو اور اگر ایسا کیا کہ جو تونے کیا اسکو اپنے نفس سے اور مخلوق کی التفات کرنے سے اور طبیعت کے عوض چاہنے سے چھپا ڈالا تو وہ بہت بہتر ہو اسواسطے کہ اپنے افعال پر نظر ڈالنے اور بدلے کی طمع رکھنے سے باطن کو پاک کھنا ان خطرات کو خوب دور کرتا ہو جن مین ریا کا میل ہو اور اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہو کہ تمام احوال مین نفس کا منھ پھرا رہتا ہو **قال المترجم** یعنے باطن کو ایسے امر کا متوقع ہی نہ رکھے کہ نفس وہان تصرف کرکے باریک ریا کا میل ملا ہوا خطرہ پیدا کرسکے۔

لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ

تیرا ذمہ نہین انکو راہ پر لانا ولیکن اللہ راہ پر لاوے جس کو چاہے اور مال جو خرچ کروگے سو اپنے واسطے

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ

اور جب تک نہ خرچ کروگے مگر اللہ تعالےٰ کی خوشی چاہنے کو اور جو خرچ کروگے خیرات وہ پوری ملے گی تمکو

وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

اور تمھارا حق کم نہین کیا جاے گا۔

لما منع النبی صلعم من التصدق علی المشرکین لیسلموا نزل۔ لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ۔ ای الناس الی الدخول فی الاسلام وانما علیک البلاغ۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال صدقات مشرکون کو دینے سے منع کیا تاکہ وہ لوگ اسلام لادین تو نازل ہوا نہین ہو تجھپر راہ دینا انکا یعنے لوگون کا اسلام مین داخل ہونا تیرے اختیار مین نہین اور تجھپر تو فقط یہی ہو کہ حکم پہونچاوے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ہدایتہ۔ ولیکن اللہ تعالےٰ جس کی ہدایت چاہے اسکو اسلام مین داخل ہونے کی ہدایت فرماتا ہو۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ۔ مال فَلِاَنْفُسِكُمْ۔ اور تم لوگ جو کچھ خیر یعنے مال صدقہ کروگے وہ تمھارے لیے ہو کیونکہ اسکا ثواب تمھین کو ملے گا۔ وَمَا تُنْفِقُوْنَ

إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ ای ثوابه لا غیره من اغراض الدنیا - اور تم نہین صدقہ کروگے مگر وجہ اللہ کی خواہش سے یعنے ثواب الٰہی کے لیے ف
یعنے فقط ثواب الٰہی کے واسطے نہ اور کسی غرض دنیاوی کے لیے اور یہ خبر بمعنے نہی ہی ای لا تنفقوا مت خرچ کرو مگر اسی واسطے - وَمَا تُنْفِقُوْا
مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ - جزاءه - اور تم جو کچھ مال خرچ کرو پورا ادا کیا جائیگا تمکو ف یعنے بعینہ وہی نہین بلکہ اسکا ثواب پورا ملے گا وَاَنْتُمْ
لَا تُظْلَمُوْنَ - لا تنقصون منه شیئا - اور تم کچھ ظلم نہین کیے جاؤگے ف یعنے تمھارے حق مین اس مین سے کچھ بھی کم نہوگا ابن عباس رض سے
روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے تھے کہ صدقہ نہ دیا جاوے مگر اہل اسلام ہی کو یہانتک کہ یہ آیت اتری لیس علیک هداهم الآیہ پھر اسکے بعد حکم دیتے تھے کہ
جس دین والا سوال کرے اسکو دو - رواہ ابن ابی حاتم اور نسائی نے ابن عباس سے روایت کی کہ کانوا یکرہون ان یرضخوا لانسابهم من المشرکین فسالوا فرخص لهم
فنزلت هذه الآیہ - یعنے اہل اسلام کراہت کرتے کہ رزق دین قرابتی مشرکین کو پس انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا پس آپ نے
اجازت دی تب یہ آیت نازل ہوئی قال المترجم اجازت دینے کے معنے یہ ہین کہ آپ نے انکو یہ اجازت دیدی کہ ہان اگر انکو نہ دو تو روا ہی
کیونکہ حاکم ونسائی کی روایت مین توضیح ہی کہ مسلمانون مین سے چند لوگون کی قرابت یہود مین تھی اور رضاعت کا تعلق تھا اور قبل اسلام کے یہ لوگ ان کو
نفقہ دیتے تھے پھر جب اسلام آیا تو انھون نے کراہت کی پس یہ آیت نازل ہوئی اور محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ پہلے
ذمی فقیرون کو صدقہ دیا کرتے تھے پھر جب فقراء مسلمین بہت ہو گئے تو رسول اللہ صلعم نے مشرکون کو صدقہ دینے سے ممانعت کردی تاکہ
ان لوگون کو محتاجی اس بات پر آمادہ کرے کہ دین اسلام مین داخل ہون پس نازل ہوا قولہ لیس علیک هداهم الآیہ - ہدایت سے مراد ہدایت بیانی
نہین ہی کیونکہ ہدایت بیانی تو حضرت صلعم پر واجب تھی بلکہ مراد یہان ہدایت توفیقی ہی پس لیس علیک ای لیس بواجب علیک توفیق هداهم یعنے
تجھپر یہ واجب نہین ہی کہ تو انکو راہ پر پہونچا دے قال البیضاوی یہ صریح ہی کہ ہدایت توفیقی اللہ تعالےٰ ہی کے اختیار مین ہی اور یہ اسی کی مشیت
سے ہی کہ ایک قوم کو دیتا ہی اور دوسری قوم کو نہین دیتا ہی اور یہی مذہب اہل سنت کا ہی کما قال ولکن اللہ یهدی من یشاء - اور قولہ وما
تنفقوا من خیر فلانفسکم - اس مین ما شرطیہ ہی اسی سے نون حذف ہوا اشار الیه فی المعالم اور خیر سے مراد مال ہی اور تفسیر قولہ ان ترک خیرا الوصیة
للوالدین والاقربین مین گذر چکا ہی - قولہ وما تنفقون الا ابتغاء وجه اللہ - یہان وجہ اللہ یا جہت سے مراد ثواب اللہ تعالیٰ ہی اور یہ استعمال جہت کے
معنے مین شائع ہی جیسے بولتے ہین انفقت کذا علی وجه الخیر - وجہ خیر پر مین نے اس قدر صرف کیا اور نفی بمعنے نہی ہی و معنے یہ ہین کہ لا تنفقوا لغرض
الا لهذا الغرض - یعنے کسی غرض سے خرچ مت کرو سواے اس نیت یعنے ثواب کے - اور حسن بصری رح نے کہا کہ مومن کا خرچ کرنا خیرات
کا اپنے ہی ذات کے واسطے ہوتا ہی اور مومن جب صدقہ کرتا ہی تو نہین صدقہ کرتا مگر اسی واسطے کہ رضا و ثواب الٰہی حاصل ہو اور عطاء
خراسانی نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ جب تو نے لوجہ اللہ دیدیا تو تجھپر یہ نہین کہ اسکے اعمال کیسے ہین قال ابن کثیر اور یہ معنے پسندیدہ ہین -
قال المترجم علی هذا یہ جملہ حال واقع ہوا یعنے جو تم خرچ کروگے وہ اپنے ہی واسطے درحالیکہ تم خرچ نہین کروگے مگر اسی غرض سے کہ تمکو ثواب الٰہی
ملے اور اسکو بیضاوی نے مختار رکھا ہی اور نفی بمعنے نہی لینا تکلف وضعف سے خالی نہین ہی قال ابن کثیر اور حاصل اسکا یہ ہی کہ صدقہ دینے
والے نے جب لوجہ اللہ صدقہ دیدیا تو اسکا ثواب ثابت ہو گیا اور اس پر یہ نہوگا کہ نفس الامر مین کیسے شخص کو پہونچا وہ نیکوکار ہی یا بدکار ہی بلکہ
وہ اپنی نیت وقصد پر ثواب پاویگا اور تتمہ آیت کریمہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہی کہ فرمایا وما تنفقوا من خیر یوف الیکم وانتم لا تظلمون - اور حدیث
ابوہریرہ رض بھی اسی پر دال ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ مین آج رات کچھ صدقہ کرونگا پس صدقہ لیکر نکلا اور ایک زانیہ یعنے فاحشہ عورت کے
ہاتھ مین دیدیا - صبح کو لوگون نے باتین کرنی شروع کین کہ زانیہ کو صدقہ دیا گیا جب صدقہ دینے والے کو معلوم ہوا تو اس نے اللہ تعالےٰ

کی حمد کی اور کہا کہ آج رات پھر صدقہ دونگا پس اس رات ایک تونگر کے ہاتھ پر رکھا صبح کو لوگون نے کہا تونگر کو صدقہ دیا گیا اس شخص نے کہا کہ پروردگار میرے تجھی کو حمد ہی آج رات مین پھر صدقہ دونگا پس نکلا ایک چور کے ہاتھ مین رکھا صبح لوگون نے باتین کین کہ رات ایک چور کو صدقہ دیا گیا اس شخص نے کہا کہ پروردگار میرے تجھی کو حمد ہی زانیہ و تونگر و چور کے صدقہ دلوانے پر پھر اسکے پاس کہلایا گیا کہ تیرا صدقہ جسقدر تو نے دیا سب قبول ہوا یعنے اسوقت کے پیغمبر کے ذریعہ سے بتلایا گیا پس زانیہ کا تو شاید یہ ہو کہ اس مال صدقہ کی وجہ سے زنا سے عفیفہ ہو جاوے اور رہا تونگر تو شاید نصیحت حاصل کرے اور جو اللہ تعالی نے اسکو دیا ہی اسمین سے خیرات کرے اور چور شاید اس صدقہ کی وجہ سے چوری سے باز رہے - رواہ البخاری و مسلم اس شخص نے عمداً ان لوگون کو صدقہ نہین دیا تھا پس غایت اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اگر صدقہ دینے کے بعد ظاہر ہو کہ وہ شخص جسکو صدقہ دیا ہی وہ فاجر یا تونگر تھا تو اسکو اپنی نیت پر ثواب ملیگا اور یہ اس مین نہین مذکور ہی کہ ابتداءً ایسے لوگون کو صدقہ دینا روا ہی اور حدیث مین ثابت ہی کہ - لا یاکل طعامک الا تقی - یعنے چاہیے کہ تیرا طعام وہی کھاوے جو پرہیزگار ہو قال المترجم حق یہ ہی کہ مخلوق الٰہی رزق دیے جانے مین مساوی ہی پس اگر کوئی کافر یا فاجر بھوکون مرتا ہو تو اسکو صدقہ دینا موجب ثواب ہی اور جبکہ ایسی حالت نہو تو صدقہ کیواسطے مراتب ہین یعنے مثلاً ایک آدمی کا کھانا ایک شخص صدقہ دینا چاہتا ہی تو اولی یہ ہی کہ کنبہ والون سے محتاج کو دے اور اگر ایک متقی دوسرا فاجر ہو تو متقی کو ترجیح دے کہ اس مین زیادہ فضل ہی اور اگر فاجر کو دیدیا تو ضائع نہوگا علی ہذا القیاس محلہ مین بھی مسلمان متقی بہ نسبت مسلمان فاجر کے اولی ہی اور مسلمان فاجر بہ نسبت کافر کے صدقہ دینے مین اولی ہی فافہم پھر یہ سب اس صدقہ کی بابت ہی جو نفل ہو اور جو صدقہ فرض و واجب ہی مثل زکوٰۃ و صدقہ فطر وغیرہ کے تو زکوٰۃ مین علما نے بالاتفاق کہا ہی کہ مستحق اسکے مسلمان فقیر ہین اور گویا بھید یہ ہی کہ وہ مسلمان تونگرون ہی سے لیا جاتا اور انھین کے فقیرون کو دیا جاتا ہی اسیواسطے ہر مقام کی زکوٰۃ کو وہان سے دوسرے مقام و شہر کے محتاجون کے لیے لیجانا مکروہ کہا گیا ہی اور رہا صدقہ فطر تو جمہور علما اسکو مثل زکوٰۃ کے قرار دیتے ہین اور امام ابو حنیفہؒ نے جائز رکھا ہی کہ ذمی فقیرون کو دیا جاوے اور ذمیون سے وہ کافر مراد ہین جو مسلمانون کی ذمہ داری مین مسلمانون کے مطیع ہو کر رہتے ہین پھر یہ سب تقریر اس بنا پر اسبق ہی کہ قولہ وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ حال واقع ہی اور مفسرؒ نے باتباع معالم وغیرہ کے اسکو خبر بمعنے نہی قرار دیا ہی اور اس صورت مین یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ جب بمعنے نہی ہوا تو جملہ انشائیہ ہوا اور ما قبل اسکا جملہ خبریہ ہی پس خبر پر انشاء کا عطف لازم آتا ہی اور یہ ممنوع ہی اور جواب ہو سکتا ہی کہ جملہ سابقہ بھی بتاویل انشاء قرار دیا جاوے ای انفقوا ما ینفع لانفسکم ذکرہ فی بعض حواشی البیضاوی اور اولی یہ ہی کہ یہ معنے لیے جاوین ای لیس نفقتکم الا ابتغاء وجہہ فما لکم ان تکونوا کارہین - یعنے نہین ہی تمھارا نفقہ دینا مگر بخواہش ثواب الٰہی پھر تم اسمین کیون کراہت کرتے ہو فافہم واللہ اعلم ف - قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ لیس علیک ہداہم - آپ کے عمل درآمد اور ایک دوسرے کی سفارش کرنے سے اسباب ہدایت کو الگ قطع کر لیا تاکہ اہل ولایت کے دلون پر خیال نہ رہے اور اسکا سرانجام اپنی ہی ذات پاک کی طرف رکھا کہ مین ہی انکا ہادی ہون - قولہ تعالیٰ وما تنفقوا من خیر فلانفسکم - مجاہدہ و ریاضت بھی خیر ہی پس اسکا رنج جو تم نے اپنے بدنون سے اٹھایا اسکی جزا تمھارے واسطے ہی اور تم اپنے قلوب سے جو جدائی کے رنج کھینچتے ہین اور انکو شوق کی آگ سے جلایا ہی اسکی جزا جو کچھ ہی وہ میرے ہی علم مین ہی اور یہ ویسا ہی ہی جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کے بارہ مین اللہ تعالیٰ عز و جل سے قول قدسی نقل فرمایا ہی جسکا مضمون یہ ہی کہ آدمی کا ہر کام تو اسکے واسطے ہی سوا روزے کے کہ وہ میرے واسطے ہی اور مین ہی اسکا بدلا دونگا - اور تقریر یہ معنے ہین کہ تمھارے اعمال کی جزا تمھارے واسطے ہی اور میرے واسطے میرا فضل کرنا کہ تمام فضل میرے ہی طرف سے ہوگا اور یہ فضل مین تم پر اپنی طرف سے نازل کرونگا کچھ تمھارے افعال و اعمال پر نہوگا اسواسطے کہ فضل کرنا میرا خاصہ ہی اسمین بندے کی بندگی کو کچھ دخل نہین ہی قال المترجم جاننا چاہیے کہ حدیث مین ہی کہ تم مین سے کوئی اپنے عمل سے جنت مین داخل نہوگا حتی کہ آپ نے اپنی ذات مقدس کے حق مین بھی یہی فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے جزائے اعمال مقرر فرمائی ہی تو کلام شیخ سے یہ نکتہ نکلا کہ جنت ایک فضل باری تعالیٰ ہی پس جب بندہ مقبول ہوا اور فضل باری تعالیٰ کے قابل ہوا تو جزائے اعمال

تواسکی ذات کے واسطے ہی اور فضل باری تعالےٰ ہی پس اعمال وہ نشان مقبولیت ہین اور رضاے الٰہی اسی مقبولیت پر ہی اور اسی واسطے آیا ہی کہ جنت رضاے الٰہی ہی اور اہل سنت نے اتفاق کیا ہی کہ اعمال بندے کی سعادت کی دلیل ہین اور جنت وغیرہ نعمتین سب فضل الٰہی پر موقوف ہین اعمال پر نہین ہین اسواسطے کہ جو نعمتین انسان کو زندگی مین عطا ہوئی ہین یہ عبادت انکا عوض بھی نہین ہوسکتی ہی کجا کہ وہ اسپر اور بدلے کا مستحق ہو پس حاصل یہ ہی کہ جو اہل سعادت ہین انپر اعمال خیر آسان ہین اور اہل شقاوت پر اعمال شر آسان ہین کل میسر لما خلق لہ ہر ایک پر وہ آسان کیا گیا جس کے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہی اور جنت وغیرہ فضل ہے فتفکر

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُھُمُ

دینا ہی ان مفلسون کو جو اٹک رہے ہین اللہ تعالےٰ کی راہ مین نہین استطاعت پاتے ہین کہ چل کر پھرین ملک مین سمجھے ان کو

الْجَاھِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج تَعْرِفُھُمْ بِسِیْمٰھُمْ لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا

بے خبر آدمی تونگر انکے نہ مانگنے کی وجہ سے تو پہچانتا ہے ان کو ان کی صورت سے نہین مانگتے لوگون سے لپٹ کر

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ ۝

جو تم خرچ کروگے کام کی چیز سواللہ تعالےٰ اسکو خوب جاننے والا ہی

لِلْفُقَرَآءِ ۔ یہ مبتداے محذوف کی خبر ہی ای الصدقات للفقراء اور مترجم کہتا ہی کہ ترجمہ آیت مین جو لفظ مقدر رہا یعنے دینا چاہیے فقرا کو یہ زیادہ موزون ہی۔ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ ای احبسوا انفسہم علی الجہاد ونزلت فی اہل الصفۃ وہم اربعمائۃ من المہاجرین ارصدوا لتعلم القرآن والخروج مع السرایا۔ یعنے جنھون نے روک رکھا ہی اپنی جانون کو جہاد کرنے پر۔ اور نازل ہوئی یہ آیت اہل صفہ کے حق مین اور وہ چارسو آدمی مہاجرین سے تھے اسی واسطے مستعد تھے کہ قرآن کی تعلیم کرین اور جن لشکرون کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ فرماوین انکے ساتھ جاوین۔ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا ۔ سفرا۔ فِی الْاَرْضِ ۔ للتجارۃ والمعاش لشغلہم عنہ بالجہاد۔ ملک مین سفر کرنے کی استطاعت نہین رکھتے ف۔ یعنے واسطے تجارت کرنے اور کمانے کے اس وجہ سے کہ جہاد کرنے مین مشغول ہوکر اس سفر سے منھ موڑے ہین اور نوبت نہین رکھتے ہین حتی کہ یَحْسَبُھُمُ الْجَاھِلُ ۔ بحالہم۔ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۔ لتعففہم عن السوال وترکہ جو ان کے حال سے واقف نہین وہ انکو تونگر خیال کرتا ہی بوجہ تعفف کے ف یعنے بسبب انکے کہ مانگنے سے عفت کرتے ہین اور سوال کرنا ترک کردیا ہے۔ تَعْرِفُھُمْ ۔ یا مخاطب۔ بِسِیْمٰھُمْ ۔ علامتہم من التواضع واثر الجہد۔ یعنے اے مخاطب سمجھدار تو انکو ان کی علامت سے پہچان سکتا ہی کہ تواضع سے رہتے ہین اور مشقت اٹھانے کا اثر ظاہر ہی۔ لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ ۔ شیئا فیلحفون۔ اِلْحَافًا ۔ الحاحا ای لاسوال لہم اصلا فلا یقع منہم الحاف وہو الالحاح۔ یعنے نہین سوال کرتے لوگون سے کچھ تاکہ الحاف کرین الحاف کرنے کر یعنے انکی طرف سے بالکل سوال ہی واقع نہین ہوتا پس ان سے الحاف بھی نہین واقع ہوتا ہی اور الحاف بمعنے الحاح ہی یعنے کسی سے سوال نہین کرتے تو الحاح بھی نہین کرتے۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ ۔ فیجازیکم علیہ۔ اور جو کچھ تم مال سے صدقہ کروتو اللہ تعالےٰ اسکا علیم ہی ف پس تمکو اس خیرات کرنے پر جزا ر وثواب عطا کریگا۔ قولہ للفقراء کے لام کے تعلق مین ایک قول تو مفسرؒ نے ذکر کردیا کہ خبر مبتدا محذوف ہی ای الصدقات ثابت للفقراء۔ اور بعض نے کہا کہ للفقراء الذین صفتہم کذا حق واجب یعنے جن فقراء کی صفت مذکور ہی انکے لیے تمہیر حق واجب ہی پس مبتدا مؤخر محذوف ہی پھر اس مین چند اقوال ہین کہ ان فقراء سے کون لوگ مراد ہین پس سعید بن جبیر سے

روایت ہی کہ وہ قوم کہ انکو راہ خدا مین لیسے زخم پہونچے تھے کہ وہ تنجے ہو گئے پس مسلمانون کے اموال مین انکا حق قرار دیا اور قولہ لا یستطیعون ضربا
فے الارض اسکا مؤید ہی اور احصار بھی اپنے معنے پر ہوگا اسواسطے کہ احصر العدو کی طرح احصر المرض بھی درست ہی بنا بر قول بعض محققین کے
وخصوص بحقیقت شرعی جیساکہ قولہ فان احصرتم فما استیسر من الھدی کی تفسیر مین مذکور ہوا۔ اور مجاہدؒ سے روایت ہی کہ مہاجرین قریش جو مدینہ
مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور اس روایت مین قریش کی قید اتفاقی ہی اور مراد وہ معنے ہین جو ابن المنذر نے ابن عباسؓ سے
روایت کیے کہ وہ مہاجرین ہین جو اپنا مال متاع چھوڑ کر اللہ تعالے ورسول کی طرف ہجرت کرکے چلے آئے اور مدینہ منورہ مین رہتے تھے انکے
واسطے کوئی ایسا سبب نہ تھا کہ اس سے اپنے آپ کو بے پروا کر سکین اور سفر بھی نہین کر سکتے تھے کہ کچھ کماوین اور چار سو کی تعداد جو مذکور ہوئی یہ انہا کی
تعداد تھی اور بسا اوقات وہ اس سے کم ہوجاتے تھے اور قاضی عیاض وغیرہ نے ایک سو بیس اور کم وبیش تعداد بھی نقل کی ہی ان لوگون کے رشتہ دار
بھی مدینہ مین نہ تھے اور نہ کہین انکے رہنے کا ٹھکانا تھا پس صفہ مسجد مین رہتے تھے اور یہ اشارہ وہ تھا جو مسجد کے مقابل مین شمال کی طرف
تھا جدھر پہلے قبلہ تھا یعنے بیت المقدس کی طرف جب تک نماز پڑھتے تھے اور یہ لوگ قرآن سیکھتے سکھلاتے تھے اور عبادات مین اپنی تمام
اوقات صرف کرتے اور حضرت صلعم جو سریہ بھیجتے یعنے چھوٹا لشکر جس مین خود نجاتے تھے یہ لوگ اس لشکر مین جایا کرتے تھے اور یہی اصحاب صفہ
مشہور ہین اور مختلف قبائل کے لوگ تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ دوسی اسی مین سے ہین اور اس روایت پر احصروا بمعنے احبسوا ہوگا اے
جس کیے گئے یعنے پابند کیے گئے اور چونکہ انکو صرف محتاجی کی وجہ سے ایسی پابندی تھی پس مراد یہ ہی کہ احبسوا انفسھم ای اپنے جانون کو انھون
اللہ تعالے کی راہ مین پابند کردیا بایں طور کہ گھر بار چھوڑ کر ایمان کے واسطے فقیر ہوگئے اور مفسرؒ نے جو کہا کہ ارصدوا التعلیم القرآن ای اعدّوا یعنے
یعنے مہیا کردیے گئے تھے کقولہ تعالے واعدوا لھم ما استطعتم من رباط الخیل۔ اس مین گویا احصروا فی سبیل اللہ کی توجیہ دیگر سوائے محتاجی کی طرف
اشارہ کیا اور ایسے ہی لا یستطیعون ضربا فی الارض کی توجیہ بھی ہوسکتی ہی اگرچہ استطاعت نہونیکا اصل سبب انکی محتاجی تھی اور ضرب چند
معنے مین آتا ہی از انجملہ زمین مین سفر کرنا اور اس صورت مین بدون فی کے مستعمل نہین ہی اور متعدی بھی نہین ہوتا ہی اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ جو کوئی بدون
فی۔ کے یہ معنے لیوے یا سوائے زمین خشکی کے لیوے وہ جاہل اور اسکا خیال غلط ہی جیسے قصہ موسیٰ علیہ السلام مین قولہ فاضرب بعصاک البحر کے
یہ معنے لینا کہ اپنا عصا لیکر دریا مین چل یہ معنے تحریف وغلط ہین کیونکہ دریا مین چلنے کو اضرب نہین کہتے اور لنیز فی البحر ہونا واجب تھا۔ کقولہ تعالے واذا
ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ الآیۃ اور مثل قولہ تعالے وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ الآیۃ۔ اور یہی
معنے کہ زمین مین نہین چل سکتے یہان مراد ہین پس بنا بر قول سعید بن جبیر کے سفر نہین کر سکتے واسطے جہاد کے نہ واسطے تجارت وغیرہ کے اور بقول
ابن عباسؓ سفر نہین کر سکتے واسطے تجارت ومعیشت کے کما ذکرہ المفسرؒ پھر جاننا چاہیے کہ حکم آیت کا عام ہی خواہ قول سعید بن جبیر لیا جاوے
یا ابن عباسؓ کا قول لیا جاوے یعنے جو فقیر اس صفت کا ہو اسکو صدقہ دینا چاہیے پس آیہ کریمہ سے آمادگی دلائی کہ ایسے فقیرون پر خرچ کرنا بہت
ثواب ہی۔ اور انپر شفقت دلانے اور ترس کرنے کو فرمایا یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف۔ اور تعفف بروزن تفعل از عفت بمعنے ترک وتنزہ ہی
اور وزن تفعل بنا بر مبالغہ ہی یعنے انکے کمال درجہ سوال کو ترک کرنے کی وجہ سے جو شخص کہ انکے حال سے آگاہ نہین ہی انکو تونگر جانتا ہے اور
مسند احمد مین حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوع روایت ہی کہ مسکین یہ دروازون پر پھیرے کرنیوالا نہین جسکو ایک چھوارا یا دو چھوارے دینا یا ایک لقمہ
یا دو لقمہ یا اکلہ یا دو اکلہ دینا پھیر دیتا ہی ولیکن مسکین وہ ہی جو اسقدر نہین پاتا کہ اسکو بے پروا کرے اور اسکے حال سے آگاہی نہین ہوتی کہ اسکو صدقہ دیا جاوے
اور لوگون سے کچھ سوال نہین کرتا ہی رواہ البخاری ومسلم ایضًا۔ اور قولہ تعرفھم بسیماھم اے تعرفھم بکونھم فقراء بسیماھم۔ تو اے مومن عاقل اُن کا فقیر ہونا انکی

علامت سے پہچان سکتا ہی۔ اور سیما مقصور ممدود بمعنے علامت ہی اور مراد یہان تواضع وانکسار ہی اور بعض نے کہا کہ کپڑون کی شکستگی وبھوک سے رنگ کی زردی اور بدن کا ضعف وغیرہ جو علامات فقر وفاقہ کے ہین اور اولی یہ ہی کہ لباس وحال ومقال کو عام لیا جاوے اور سنن کی حدیث مین ہی کہ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ ثم قرأ ان فی ذلک لآیات للمتوسمین۔ یعنے مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کہ نور الٰہی سے دیکھتا ہی پھر آپ نے پڑھ دیا قولہ تعالے ان فی ذلک لآیات للمتوسمین۔ اور حاصل یہ ہی کہ وہ لوگ سوال سے تو بہت عفیف ہین پس سوال کرنے سے تو انکا فقر نہین پہچانا جاتا ہی ہان انکی سیما سے البتہ تو انکو پہچان لیگا اور یہ شناخت اسکو ہوگی جو مومن منور بنور الٰہی ہی پس جاہل سے ایک لطیف تعریض کا فرون ومنافقون کو ہی۔ قولہ تعالے لا یسئلون الناس الحافا۔ بعض نے ذکر کیا کہ الحاف ماخوذ از لحاف ہی جیسے لحاف سے سب طرف ڈھکا جاتا ہی ایسے ہی سوال الحاف بھی سب وجوہ کو حاوی ہوتا ہی اور مفسر وغیرہ نے ذکر کیا کہ وہ مصدر باب افعال ہی بمعنے مبالغہ کے ساتھ سوال کرنا جسکو ہندی مین کہتے ہین کہ یہ فقیر تو ہٹ کرکے لپٹ گیا۔ اور عربی مین کہتے ہین اَلْحَفَ عَلَیَّ۔ اور یہی معنے الحاح کے ہین پس اَلْحَفَ عَلَیَّ وَاَلَحَّ عَلَیَّ اور اَحْفٰی بالسوال سب ایک معنے مین ہین۔ اور معنے یہ ہین کہ وہ لوگ بالکل سوال ہی نہین کرتے کہ اس مین الحاف واقع ہو جیسے عرب بولتے ہین کہ لا یرجی خیرہ۔ اس شخص کی بھلائی حاصل ہونے کی امید ہی نہین یعنے اسکے پاس بھلائی ہی نہین کہ اسکے حصول کی امید ہو اور یہی معنے ابن جریر رح نے بیان کیے اور یہی قول زجاج کا ہی اور جمہور مفسرین نے یہی معنے لیے ہین اور سعد الدین تفتازانی نے حاشیہ کشاف مین اسپر اعتراض کیا کہ یہ جب صحیح ہی کہ منفی کی قید اسکے ساتھ بطریق غالب لازم ہو یعنے غالب اوقات مین منفی کے ساتھ اس قید کا پایا جانا ضرور ہوتا ہو تاکہ نفی مقید سے نفی مطلق بھی لازم آوے اور یہان ایسا نہین ہی اسواسطے کہ سوال کے ساتھ الحاف کچھ غالبًا لازم نہین ہے۔ **قال المترجم**۔ اور یہ اعتراض کچھ نہین ہی کیونکہ یہ تقریر نفی عقلی ثابت ہونے کے واسطے مشروط ہوگی اور یہ مفہوم عرفی ہی کیا تو نہین دیکھتا لا یرجی خیرہ مین اس شخص کے واسطے خیر لازم ہونا ضرور نہین ہی علاوہ برین نفی مقید کے ساتھ نفی مطلق کا انحصار اسی امر مذکورہ مین مسلم نہین شاید کہ بقرینہ نہی مقید سے مطلق کی نفی ہو اور محققین مفسرین نے اس مقام پر نفی مطلق کی توجیہ مین کہا ہی کہ اللہ تعالے نے ان فقرون کے واسطے تعفف کی صفت ثابت فرمائی ہی کہ کبھی ان سے جدا نہین پھر فقط سوال کرنا اس صفت کے منافی ٹھہرتا ہی اور نیز فرمایا کہ جاہل ان کو تونگر خیال کرتا ہی تو یہ جب ہی ہی کہ اُنسے سوال بالکل صادر نہین ہوتا بس یہ قرینہ صریح ہی کہ سوال الحاف کی نفی مقید مع مطلق ہی پھر مفسر رحمہ اللہ تعالے نے جو الحاف کو مصدر فعل محذوف قرار دیا یہ پسندیدہ ہی کہ مادہ اعتراض ہی جل گیا ای لا یسئلون الناس سوالا یلحفون الحافا۔ یعنے لوگون سے سوال ہی نہین کرتے تاکہ ان سے الحاف صادر ہووے پس نفی در اصل سوال پر وارد ہی اور اسپر عطف سے مقید کی بھی نفی ہوگئی۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ مراد یہ ہی کہ اگر وہ سوال کرتے ہین تو تلطف سے کرتے ہین اور الحاح نہین کرتے ہین اقول یہ تقریر ہیچ ہی **وقال ابن کثیر** رح قولہ لا یسئلون الناس الحافا۔ ای سوال کرنے مین الحاح نہین کرتے ہین اور لوگون کو اس چیز کی تکلیف نہین دیتے جس کے وہ فی الحال محتاج نہین ہین کیونکہ جس نے سوال کیا درحالیکہ اسکے پاس ایسی چیز موجود ہی جس سے وہ سوال کرنے سے بے پروا ہو سکتا ہی تو اسنے مانگنے مین الحاف کیا۔ **قال المترجم** اس تقریر سے واضح ہی کہ نفی فقط الحاف کی ہی اور سوال کی نفی نہین ہی اور غایۃ توجیہ اسکی یہ ہی کہ شرع مین فقیر کا تعفف یہ ہی کہ بدون حاجت شدید کے سوال نہ کرے اگرچہ اسپر تکلیف ہو پس اگر تعفف کی صفت انکے واسطے لازمی ثابت کی تو اس سے اسی قدر معلوم ہوا کہ بدون حاجت شدید کے سوال نہین کرتے ہین اور اس سے مطلق سوال کی نفی نہین سمجھی گئی پس الحاف مین سوال کی نفی نہین بلکہ الحاف کی نفی ہی اور معنے الحاف کے شرعًا وہ ہین جو شیخ رح نے بیان کیے کہ جب اسکے پاس اس قدر موجود ہو کہ اسکو بے پروا کر سکے تو اس وقت

سوال کرنا الحاف ہی۔ اگر کہا جاوے کہ جاہل کا انکو تونگر خیال کرنا بسبب انکے عدم سوال ہی کے تھا اور جب سوال پایا گیا تو کیونکر ایسا ہوگا جواب یہ ہی کہ تکلیف سے اوقات بسر کرلینا اور سوال نہ کرنا جاہل کے غنی تصور کرنے کے واسطے کافی ہی یعنے باوجود تنگی کے جب اُنھون نے سوال نہ کیا تو جاہل بے فراست کو یہی معلوم ہوا کہ یہ بے پروا ہین حالانکہ وہ اس تکلیف مین تھے اسی واسطے فرمایا کہ تعرفہم بسیماہم یعنے اہل فراست اپنے نور ایمان سے تاڑ لیتا ہی اور جاہل نہین جان سکتا ہی۔ پھر جو ہمنے ذکر کیا ہی وہ احادیث سے ثابت ہی چنانچہ بخاری و مسلم و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن جریر و امام احمد وغیرہ کی حدیث ابوہریرہؓ مین ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ مسکین یہ در بدر پھرنے والا نہین کہ اسکو نوالہ دو نوالے دے کر پھیر دیتے ہین بلکہ مسکین وہی ہی جو اپنے گھر مین تعفف کرنے والا ہو لوگون سے کچھ سوال نہین کرتا اگرچہ اسکو حاجت ہو اور پڑھو تمھارا جی چاہے قولہ تعالے لا یسألون الناس الحافاً۔ اور یہ لفظ ابن جریر کی روایت کے ہین۔ اور امام احمد نے ابوسعید سے روایت کی کہ میری مان نے مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کیا کہ آپ سے مانگون پس مین آکر حضور مین بیٹھ گیا۔ پس آپ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ جو بندہ استغنا چاہتا ہی اللہ تعالے اسکو بے پروا کر دیتا ہی اور جو عفت مانگتا ہی اللہ تعالے اسکو عفیف کر دیتا ہی اور جو کفایت چاہتا ہی اللہ تعالے اسکو کفایت دیتا ہی اور جس شخص نے سوال کیا درحالیکہ اسکے پاس ایک اوقیہ کی قیمت ہی تو اسنے الحاف کیا پس مین نے دل مین کہا کہ میری یاقوتہ اونٹنی ایک اوقیہ سے اچھی ہی پس مین لوٹ آیا اور سوال نہ کیا۔ رواہ ابوداؤد والنسائی ایضاً۔ مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث مین معجزہ ہی اور ابوسعید خدریؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے سوال کیا درحالیکہ اسکے پاس ایک اوقیہ کی قیمت ہی تو وہ ملحف ہی اور اوقیہ چالیس درم وزن ہی۔ رواہ ابن ابی حاتم ونحوہ احمد اور طبرانی کی روایت ابوذرؓ مین چالیس درم کی تصریح ہی اور ایسے ہی ابوبکر بن مردویہ کی روایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مین صریح ہی کہ جسنے سوال کیا درحالیکہ اسکے واسطے چالیس درم ہین تو وہ ملحف ہی قال المترجم پوشیدہ نہ رہے کہ سوال کرنے کی مذمت مین بہت حدیثین وارد ہین ماسوا ایسی صورت کے کہ آدمی کو بدون سوال کے کوئی چارہ نہو یا جس سے سوال کرتا ہی وہ صاحب سلطنت[له] ہو تو البتہ روا ہی اور روایت ثابت ہی کہ حضرت صلعم نے سوال نہ کرنے پر بیعت لی تھی اور اسکا اثر یہانتک تھا کہ اگر کسی سوار کا کوڑا گر جاتا تو خود اُترکر اُٹھا لیتا تھا دوسرے سے نہین طلب کرتا تھا اور صحیح ہوا کہ آپ نے فرمایا ہی کہ اگر مرد محتاج قصد کرکے جنگل سے ایک لکڑی کا گٹھا لاوے اور اسکو فروخت کرکے کچھ خیرات کرے اور باقی اپنے صرف مین لاوے تو اس سے بہتر ہی کہ دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلاوے وہ دے یا نہ دے اور اصل حدیث بخاری وغیرہ مین ہی اور صاحب سلطنت سے بھی اسوقت روا ہی کہ جس طور پر شرع نے سوال کی اجازت دی ہی اسی طور پر ہو مال ڈھیر کرنے وغیرہ کی غرض سے نہو اور روایت ابوسعیدؓ وغیرہ جو اوپر مذکور ہوئی ہین اس امر پر شاہد ہین اور بدون اجازت شرعی کے سوال کرنا حرام ہونے پر اتفاق ہی اور ایسے سوال کرنے والے کے حق مین عذاب کی وعید مروی ہین جب یہ معلوم ہوگیا تو شیخ ابن کثیر وغیرہ کی تائید تفسیر مین جو احادیث مروی ہین وہ نفس سوال سے زائد یعنے الحاف کی مقدار ظاہر کرتی ہین بمعنے انکہ نفس سوال مذموم ہی اور اگر سوال ایسی حالت مین ہو کہ ایک اوقیہ کی قیمت کا مالک ہی تو نہایت مذموم بدرجۂ الحاف ہی پس ظاہر ہوا کہ ان احادیث سے تفسیر جمہور مفسرین کی تقویت ہوتی ہی بلکہ حدیث ابوہریرہؓ بروایت ابن جریر اس معنے مین گویا نص ہی اسیواسطے مفسرؒ نے قول جمہور کو ارجح قرار دیا ہی واللہ تعالے اعلم ف ۲۰ عوارف مین کہا کہ قولہ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ۔ اس مین ایسے لوگ بھی شامل ہین جنھون نے اللہ عزوجل کی مجلس مراقبہ مین اپنے نفسون کو روک رکھا ہی کہ سوائے اللہ عزوجل کے کسی اور کی طرف مائل نہین ہونے دیتے ہین وہ اللہ تعالے ہی کی طرف نظر رکھتے ہین اور اللہ تعالے نے حکم تقدیر جاری ہونے سے جو ارادہ فرمایا وہ اسپر راضی ہین اور اللہ تعالی کے امتحان و محنت مین صبر کرتے اور ثابت قدم رہتے ہین اور اپنے

[له] مثل بادشاہ و صوبہ دار و حاکم و دہ اول وغیرہ کے ۱۲ م

نفسون

نفسون سے مجاہدہ کرنے مین اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے حساب لیتے ہین اور اس دنیاے ناپائدار کے واسطے اپنے عہد وپیمانون کو جو ازل مین باندھے تھے نہین توڑتے ہین پھر یہ لوگ جنکا یہ وصف بیان ہوا ہے - کہ اپنے نفوس کو غیر اللہ تعالےٰ کی طرف تعرض کرنے سے مصئون رکھتے ہین اللہ تعالیٰ نے انکو رمز واشارہ وسوال سے بیان کیا اسوجہ سے کہ انکے احوال پر غیرت فرمائی اور انکے اسرار کو مصئون رکھا اور انکی فقیری کو برعایت حقیقی محتاجی کے فرمایا اور بایں معنے کہ مشقت وتکلیف اٹھاتے ہین اس طرح کہ رات ودن اپنی جانون ومالون کو اہل دنیا کی خدمت مین صرف کرتے ہین - قال تعالےٰ لایستطیعون ضربا فی الارض یعنے اپنی معاش وحوائج ضروری تلاش کرنے کے واسطے اپنی مجالس ومراقبہ سے جدا نہین ہوتے ہین اس جہت سے کہ انپر حال کا زور ہے اور ذکر الٰہی انپر غالب ہے اور اپنے مولیٰ کے مشاہدہ مین مستغرق ہین اور محبت انپر شدت سے اور عشق کثرت سے طاری ہے کہ انکو کمائی مین مشقت کی استطاعت ہی نہین رہی جیسے بیخود ہوتے ہین اسواسطے کہ توکل کی درستی اور رضا کی خوبی اور سب کچھ اللہ تعالےٰ ہی کو سونپ دینے کی حقیقت انپر اپنا زور باندھے ہے اور وے اپنے تمام سب کام اللہ تعالےٰ ہی کے سپرد کر چکے اور اپنی استطاعت سے خارج ہو چکے ہین قولہ یحسبھم الجاہل اغنیاء من التعفف - اسواسطے کہ وے دنیا دارون کے پاس نرم باتون سے تملق نہین کرتے اور اپنی شکستگی ظاہر نہین کرتے ہین اس خیال سے کہ انکو اپنے احوال سے ڈر رہتا ہے باوجودیکہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف شدت سے محتاج ہوتے ہین پھر انکے حال سے ناواقف کو جاہل فرمایا اسواسطے کہ عالم انکو نور علم ومعرفت سے پہچان لیتا ہے - قال تعالےٰ تعرفہم بسیماہم - یعنے انکے چہرون سے مشاہدہ حق عزوجل کی بشارت برستی ہے اور ان کے دلون مین سے نور معرفت کی خوشی کا اثر کھلتا ہے اسواسطے کہ اللہ عزوجل نے انکے چہرون پر صفات کریمہ کی روشنی کا نقاب ڈالا ہے اور انکی پیشانیون کو جمال کا لباس پہنایا ہے - ای تو انکو ان صفات سے پہچان لیگا اسواسطے کہ وے پرہیزگار وحق عزوجل کے محبتی لائق لوگ ہین کہ دنیا کی لذت وزینت وغیرہ کی نظر سے وہ خلق کی طرف کبھی نہین جھکتے ہین بلکہ وہ اہل محبت ہین کہ طرح طرح کی بلاؤن مین مبتلا کیے جاتے ہین اور وے اللہ تعالےٰ کے لیے اللہ تعالےٰ ہی مین صبر کیے ہوے ثواب کے امیدوار ہین **قال المترجم** حدیث صحیح مین یہ مضمون آیا ہے کہ سخت بلاء انبیاء علیہم السلام کو دیجاتی ہے پھر درجہ بدرجہ فضیلت مین اترتے ہوؤن کو دی جاتی ہے اور نیز حدیث صحیح مین ہے کہ مومن کی مثال جیسے دھان کا درخت کہ جھوکون سے جنبشین کھاتا ہے اور انجام بخیر ہو کر پھل لاتا ہے اور منافق کی مثال جیسے کھجور کا درخت کہ کبھی اسکو جھوکا نہین پہونچتا اور آخر کار جڑ سے گرجاتا ہے اور تاریخ مین مذکور ہے کہ فرعون مردود کے چارسو برس کبھی سر مین درد بھی نہین ہوا - اور جاننا چاہیئے کہ اہل جال ومقام عالی ان بلاؤن کو شربت کی طرح پی جاتے ہین انپر جو اسکا لطف ہے وہ لذت سے کم نہین ہے - قولہ تعالےٰ لایسئلون الناس الحافا - یعنے اہل دنیا کی طرف نہین پھیل پڑتے - اور مخلوق سے اپنے نفس کے حظوظ نہین چاہتے ہین ہان جو لوگ برادران ایمان اور اللہ تعالےٰ کی خدمت مین سرگرم ہین انپر مہربانی کی راہ سے بازو بچھاتے اور نرم ہوجاتے ہین تاکہ لطف ومہربانی کرین اور طبیعت کی پسندیدہ چیزون وخواہشون سے منھ موڑنے کے لیے اہل حق کی ہواداری کرتے ہین انکی خوبی وبھلائی ومردانگی کا کیا کہنا اور جو انپر رحمت وفضل ہے اسکا کیا پوچھنا - یہ لوگ عین تلوین سے عین تمکین کے محتاج ہین یعنے تلوین (حال خاص ۱۲) سے تمکین مین ہوجاوین - اور اپنے بوجھ کے بھاری ہونے کی وجہ سے یہ استطاعت نہین رکھتے کہ حیرت کے مقام سے دیدار منت وکشف قربت کی (حال خاص ۱۲) طرف صفت دائمی بقاء کی زمین مین جاوین اور نہ حدوث کی شکلون سے اڑکر اسرار ہویت قدمیہ مین جا سکتے ہین **قال المترجم** یعنے مقام حیرت مین انپر عظمت کا بار اسقدر گران ہے کہ وہان سے آگے مقام پر جانے کی استطاعت نہین ہے اور اگلا مقام وہ منت وکشف قربت ہے اور یہ مقامات سب اللہ تعالےٰ کے ہمیشہ باقی ہونے کی جو صفت ہے اسکے پرتو سے زندہ واس مین فنا ہونے والون کے ہین پس یہ سفر اس زمین مین ہے ولیکن جان لینا چاہیئے کہ کم فہمی سے یہ گمان نہ کیا جاوے کہ صفات حدوث زائل ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس مین قدم سے یعنے حضرت حق

عزوجل کی صفات آجاوین تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ یہ محال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ آثار ان حدوث کی صفات کے مٹ جاوین پس ان کا مٹنا وہی
وصول بحق عزوجل ہے اور اس سے حادث اپنے حدوث سے خارج نہین ہوتا ہان اسکی بقاء بسبب اسکے کہ رحمت حق سے پیوستہ ہے بقاء حق عزوجل کے
سایہ مین دائمی ہے جیسے روح کی بقاء ہر شخص کے واسطے بعد موت وفنا کے یکسان ہے بعض اکابر نے فرمایا کہ احصروا فی سبیل اللہ۔ وہ لوگ ہین کہ اپنی
ہمتون سے اللہ تعالے کے ساتھ ٹھہرے کہ اسکی جناب سے دوسرے کی طرف رجوع نہین کرتے ہین اور بعض نے فرمایا کہ لایستطیعون ضربا
فی الارض ای اپنی روزی طلب کرنے کے واسطے حرکت نہین کر سکتے ہین۔ اور محمد بن الفضل رح نے اس آیت مین کہا کہ ان کو ان کی بلند ہمتی
اس بات سے روکتی ہے کہ اپنی حاجتون کو سوائے اپنے مولی کے کسی اور کی طرف لاوین۔ اور ابن عطاء رح نے کہا کہ یحسبھم الجاہل اغنیاء ای گمان کرتا ہے
جو انکے حال سے جاہل ہے کہ وہ ظاہر تونگر ہین اور حال یہ ہے کہ وہ ظاہر مین اللہ تعالے کی طرف سخت محتاج ہین پس تونگری انکے باطن مین ہے۔ اور بعض نے
فرمایا کہ تعرفہم بسیماہم۔ ای انکے دلون کی پاکیزگی وخوبی اور انکے حال کی خوبی وانکے چہرون کی بشاشت وانکے اسرار کے نور سے یعنے ان علامتون سے
پہچانتا ہے۔ اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ایسے لوگون کو جو قدم کی طرف محتاج ہین وصف کیا کہ محتاجی کا سوال اسی کی طرف
رکھتے ہین اور اسی سے ملتجی ہوتے ہین۔ اور تعریف کردی کہ وہ لوگ راضی وقانع ہین انکو کچھ استطاعت نہین مگر اللہ تعالی ہی کے ساتھ اور اسی سے
اور انکو اپنی طاقت وقوت سے کچھ نہین ہے اور اللہ تعالے نے انکے دلون سے سوائے حق عزوجل کے اور کی طرف تسکین پانا بالکل دور کردیا ہے اور جو
مسکین ہوتے ہین وہ دنیاوی سببون کی طرف رجوع کرتے ہین چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ لمساکین یعملون فی البحر یعنے موسی وخضر علیہما السلام کے
قصہ مین کشتی کو کہا کہ یہ کشتی چند مسکینون کی تھی جو دریا مین کام کیا کرتے تھے پس ان مسکینون کو اسباب کی طرف پھیرا کہ اس سے سکون پاتے ہین اور
اور یہین سے بعض نے فرمایا ہے کہ فقیری تو عزت ہے اور مسکینی ذلت ہے یعنے دونون ایک دوسرے کی ضد ہین ایک نہین ہین اور شیخ عمر والملکی نے
کہا کہ جسنے کسی چیز کو دوست رکھا تو اسکے ساتھ بخل کرتا ہے اور جسنے کسی چیز کو دوست رکھا اس سے مانوس ہوجاتا ہے اور شیخ نصرآبادی نے
فرمایا کہ فقیر کو لائق ہے کہ اسکے واسطے قناعت ہو وعفت ہو پس قناعت کی ازار پہنے اور عفت کی چادر اوڑھے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ قناعت ایسا مال ہے جو کبھی فنا نہین ہوتا پس جب فقیر اس صفت کے ساتھ ہوا تو وہ بھی اس حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق
ہوا کہ فقیر لوگ تونگرون سے پانچ سو برس پہلے جنت مین داخل ہونگے قال المترجم یہ مضمون صحیح حدیث مین آیا ہے اور معنے یہ ہین کہ تمام لوگ جو
جنت مین جانے والے ہین اگرچہ وہ سب نیکوکار اور جنتی ہین مگر جو لوگ ان مین سے دنیا مین فقیر تھے وہ پہلے جنت مین داخل ہوجاوینگے پھر
اسکے پانچ سو برس کے بعد وہ لوگ داخل ہونگے جو دنیا مین تونگر صالح مومن بندگان حق عزوجل تھے اور یہ امر انکے حق مین کچھ سزا نہین ہے بلکہ جنت مین
ان کے جانے کا وقت معہود یہی ہے ہان فقیرون کے حق مین کرامت ہے فلیتذکر۔ اور حضرت ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ تعرفہم
بسیماہم۔ یعنے تو ان کے چہرون سے ان کو پہچان لیگا کہ وے اپنی محتاجی پر خوش ہین اور بلاؤ محنت انپر نازل ہونے کے وقت اپنے حال پر مستقیم
وثابت ہین اور شیخ جنید رح نے فرمایا کہ جب انکی زبانین اس سلطان حقیقی سے مانگنے سے گونگی ہین جس کی سلطنت بے انتہا ہے تو بھلا وہ اور
کسی سے کیا سوال کرینگے۔ اور جنید رح سے دریافت کیا گیا کہ سچا فقیر کب تونگرون سے پانچ سو برس پہلے جنت مین داخل ہونے کا مستحق ہوتا ہے
تو فرمایا کہ جب اس فقیر مین یہ صفتین ہون کہ دل سے اسکا معاملہ اللہ تعالے کے واسطے ہو اور اپنے سب حال مین خواہ اللہ تعالے اسکو دیوے
یا نہ دیوے دل سے اللہ تعالے سے موافق ہو اور اس فقیری کو اللہ تعالے کی طرف سے اپنے اوپر نعمت شمار کرے اور اسکے زائل ہوجانے سے
ایسا ہی خوفناک ہو جیسے تونگر اپنی تونگری جانے سے خوفناک ہوتا ہے اور صابر رہے اور ثواب کا امیدوار رہے اور اللہ تعالے نے جو اسکے واسطے

سے ساکن کا مظہر ۱۲ م

فقیری کو پسند فرمایا ہے اسپر مسرور رہے اور اپنے دین کو بچائے رکھے اپنی فقیری کو چھپائے رکھے ظاہر مین یاس کے بدلے امید ظاہر کرے اور اپنی محتاجی مین اپنے پروردگار کے ساتھ مستغنی رہے جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الآیۃ۔ پس جب اس صفت کا فقیر ہو تو وہ تونگرون سے پانچ سو برس پہلے جنت مین داخل ہوگا اور موقف کی مشقت اس سے کفایت کردی جائے گی یعنے میدان قیامت مین لوگ قبل حساب کے کھڑے رکھے جاوینگے تو یہ شخص اس مصیبت سے بری کیا جائے گا۔ **قال المترجم** اس معنے مین کچھ لوگ بلا حساب جنت مین داخل ہون گے اور حدیث صحیح مین انکا بیان یون آیا ہے کہ نہ دوا کرتے ہین اور نہ رقیہ اور نہ چاہتے ہین کہ رقیہ کیا جاوے اور اپنے پروردگار پر بھروسا اور توکل کرتے ہین پس شاید یہ لوگ ان فقیرون سے بھی افضل ہون یا انھین مین سے ہون واللہ تعالےٰ اعلم۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

جو لوگ خرچ کرتے ہین اپنے مال راہ خدا مین رات اور دن چھپے اور کھلے تو ان کے لیے ہے مزدوری انکی انکے رب کے پاس

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ①

اور نہین ڈر ہے انپر اور نہ وہ لوگ غم کھاوینگے

تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس چار درم تھے پس انھون نے ایک درم رات کو اور ایک درم دن کو اور ایک درم پوشیدہ اور ایک درم علانیہ خیرات کیے پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن ابی حاتم وکذا رواہ ابن جریر من طریق عبدالوہاب بن مجاہد اور یہ عبدالوہاب روایت حدیث مین ضعیف ہین انکی روایت معتبر نہین ہے ولیکن ابن مردویہ نے اسکو دوسری وجہ سے ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق مین نازل ہوئی ہے اور محی السنہ نے معالم مین کہا کہ مجاہدؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے حق مین اُتری کہ انکے پاس چار درم تھے اور سوائے اسکے اور درم بھی نہ تھے پس اُنھون نے ایک درم رات کو اور ایک درم دن کو اور ایک درم پوشیدہ اور ایک درم علانیہ خیرات کیا۔ اور ضحاکؒ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ جب نازل ہوا قولہ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الآیۃ۔ تو عبدالرحمٰن بن عوف نے بہت سے دینار اصحاب صفّہ کو بھیجے اور علی بن ابی طالب رضؓ نے آدھی رات مین ایک وسق چھوہارے بھیجے پس اللہ تعالےٰ نے ان دونون کے حق مین نازل فرمایا۔ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ پس نہار سے علانیہ تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا صدقہ مراد ہے اور لیل سر سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا صدقہ مراد ہے **قال ابن کثیر**ؒ اور ابن شہاب نے ابن عباس رضؓ سے اس آیت کی تفسیر مین روایت کی کہ یہ وہ لوگ ہین جو اللہ تعالےٰ کی راہ مین گھوڑون کو چارہ دیتے ہین رواہ ابن ابی حاتم۔ اور ایسا ہی ابو امامہ ومکحول وسعید بن المسیب سے مروی ہے اقول ومحی السنہ نے ان لوگون کے ساتھ ابوالدرداءؓ وزاعیؒ کو بھی زیادہ کیا اور بعض نے سعید بن المسیّب سے یہ قول نقل کیا کہ یہ آیت عبدالرحمٰن بن عوف وعثمان بن عفّان کے حق مین اُتری کہ اُنھون نے جیش عُسرت یعنے لشکر تبوک کو سامان سے آراستہ کرنے مین خرچ کیا تھا اور قتادہؒ سے روایت ہے کہ یہ وہ لوگ ہین جو شرعی طریقون مین جو اللہ تعالیٰ نے انپر واجب کیے ہین خرچ کرتے ہین بایں طور کہ نہ اس مین اسراف کرتے ہین اور نہ بخل اور نہ فساد۔ اور **شیخ ابن کثیر** نے ذکر کیا کہ غریب الملیکی نے مرفوعاً حضرت صلعم سے روایت کی کہ یہ آیت اصحاب خیل کے حق مین نازل ہوئی یعنے جو لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ مین گھوڑون کو دانہ چارہ دیتے ہین **قال المترجم** ان روایات مین باہم کچھ

اختلاف نہین ہی اسواسطے کہ آیت کا ایک سبب نزول ہوتا ہی اور ایک عام حکم ہوتا ہی اور حکم کے تحت مین بہت صورتین داخل ہوجاتی ہین جبکہ حکم عام ہو پس سلف کی عادت تھی کہ احکام مین یہی کہدیا کرتے تھے کہ یہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی یعنے یہ آیت اس حکم کو بھی شامل ہی اور مقدمہ مین یہ بحث گذری ہی پس وقائع مذکورۂ بالاسب اس آیت کے حکم مین داخل ہین اور سب مصداق اسی ثواب کے ہین جو آیت مین وعدہ فرمایا گیا ہی **قال ابن کثیر** اللہ عزوجل نے ایسے لوگون کی مدح فرمائی یعنے ثواب کا وعدہ دیا ہی جو اسکی راہ مین اسکی رضامندی کے واسطے تمام اوقات رات و دن مین اور تمام احوال پوشیدہ و علانیہ سے خرچ کرتے ہین پس وقائع مذکورہ سب اس مین داخل ہین یہانتک کہ آدمی جو نفقہ اپنی جورو کو دیتا ہے وہ بھی اس مین داخل ہی چنانچہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سعد بن ابی وقاص کی بیماری مین انکی عیادت کی تو طویل حدیث مین یہ بھی فرمایا کہ تو جو نفقہ ایسا دے گا کہ اس سے تیری خواہش رضائے پروردگار ہو تو ضرور تیرے لیے درجہ مرتبہ بڑھایا جائے گا یہانتک کہ اس نفقہ پر بھی جو تو اپنی جورو کے منھ مین دیگا اور ابو مسعودؓ بدری صحابی جلیل ۱۲ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان نے جب اپنی اہل کو ثواب کی نیت سے نفقہ دیا تو اسکے واسطے صدقہ ہوگا رواہ احمد والشیخان۔ اور محی السنہ نے معالم مین حدیث بخاری کو حضرت ابوہریرہؓ سے مسند کیا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے کوئی گھوڑا اللہ تعالےٰ کی راہ مین باندھا اللہ تعالےٰ پر ایمان کے ساتھ اور اسکے وعدہ کی تصدیق کے ساتھ تو اس گھوڑے کا سیر ہوکر کھانا پینا اور لید و پیشاب سب قیامت مین اسکے پلۂ میزان مین ہوگا۔ اور مراد یہ ہی کہ اس گھوڑے کا لڑتے ہی مین ثواب نہین بلکہ بندھے ہوے کھانے و پینے اور لید و پیشاب کرتے رہنے مین بھی ثواب ہی اور یہ بھید اسکا اول پارہ کے بعض مقام مین مین نے مشرح کردیا ہی اور آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ آویگا۔ قولہ فلہم اجرہم۔ فا سببیہ اور جملہ خبر موصول مبتدا کا ہی اور صلہ مین تقدیم لیل کی نہار پر بنا بر اصل ہونے اور سر کے علانیہ پر باعتبار فضل کے اور اشارہ ہی کہ صدقہ سر افضل ہی اگر کہا جاوے کہ سابق مین لہم اجرہم اور یہان فلہم اجرہم کیون ہی جواب یہ ہی کہ وہان موصول متضمن معنے شرط کو نہین ہی اور یہان متضمن معنے شرط کو ہی گویا یون کہ جسنے ایسا کیا اسکے واسطے چنین و چنان ہی ای من فعل کذا فلہ کذا۔ اور بعض نے فا عطف ہونا تجویز کیا اور خبر محذوف ہی اور یہین سے وعلانیہ پر وقف جائز رکھا ہی والاول اصح **فـــــ** شیخ نے عرائس البیان مین بیان کیا کہ قولہ الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار سرا و علانیہ **شیخ ابن عطاء** نے فرمایا کہ وقت دو ہین اور حال دو ہین پس وقت تو رات و دن ہین اور حال سر و علانیہ ہین پس جب اُسنے رات و دن سر او علانیہ سب چارون مین خرچ کیا تو جو اسپر واجب تھا اسنے پورا کیا اسواسطے کہ محب اپنے محبوب سے بچاکر کوئی چیز جمع کرنا نہین چاہتا ہی اور اس کی رضامندی چاہنے سے کسی حال مین نہین بیٹھ رہتا ہی اور **شیخ عبد العزیز مکی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت مین لیل و نہار و سر و علانیہ چار باتین مذکور ہین سو رات کی تاریکی مین اس غرض سے کہ لینے والے کو شرمندگی نہو اور نہار مین یعنے روز روشن مین اسواسطے کہ اپنے اور لینے والے کے درمیان حیا کو حذف کردے گویا کہ یہ اسکا دینے والا نہین ہی اور سر مین یعنے پوشیدہ اسواسطے کہ صفا و اخلاص ہو اور علانیہ اس نیت سے کہ لوگ اس راہ خیر کو اختیار کرین اور اس مین پیروی کرین **قال المترجم** یہانتک بیان انفاق خیرات و خرچ کرنے اور اسپر بہت گونہ ثواب اللہ کی طرف سے حاصل کرنے کا تھا اور بڑھانے کے دو طریق لوگون مین اور بھی ہین ایک بیاج اور دوم بیع پس اللہ تعالےٰ نے بیع کو حلال اور بیاج کو حرام فرمایا۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ وقف لازم

جو لوگ کھاتے ہین بیاج نہ اٹھین گے قیامت کو مگر جیسے اُٹھتا ہی وہ شخص جسکے حواس کھو دیے جن نے لپٹ کر

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ

یہ اسواسطے کہ انھون نے کہا کہ بیچ کرنا مانند بیاج کے ہی اور اللہ نے حلال کیا بیچ کو اور حرام کیا بیاج کو پھر جس کو پہونچی

مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ
نصیحت اسکے پروردگار کی اور وہ باز آیا تو اسکا ہے جو گذر چکا اور اسکا حکم اللہ کی طرف ہے اور جو کوئی پھر کرے وہی ہین
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲﴾
دوزخ کے لوگ وے اسی مین رہ پڑے

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا ۔ ای یاخذونہ وھو الزیادۃ فی المعاملۃ بالنقود والمطعومات فی القدر او الاجل ۔ جو لوگ سود کھاتے ہین ۔ ف یعنے لیتے ہین اور سود اس زیادتی کو کہتے ہین جو مقدار یا مدت مین نقود و مطعومات کے معاملہ مین لیجاوے یہ شافعی کا قول ہے اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک مقداری بجنس چیزین بڑھتی یا ادھار کرنا چنانچہ آئندہ توضیح آویگی ۔ پس جو لوگ بیاج لیتے ہین ۔ لَا يَقُوْمُوْنَ ۔ من قبورھم ۔ اِلَّا ۔ قیاما ۔ كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ ۔ یصرعہ ۔ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۔ الجنون بھم متعلق بیقومون وہ نہین اٹھین گے یعنے اپنی قبرون سے مگر اٹھنا ایسا جیسے اٹھتا ہو وہ شخص جسکو متخبط کرتا ہے یعنے پچھاڑ دیتا ہے اسکو شیطان مس سے یعنے جنون سے جو انکو پہونچا ہے ۔ ذٰلِكَ ۔ الذی نزل بھم ۔ یہ جو انکے ساتھ نازل ہوا ہے ۔ بِاَنَّهُمْ ۔ بسبب انھم ۔ قَالُوْٓا ۔ بسبب اسکے کہ کہتے ہین وہ لوگ ۔ اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۔ فی الجواز ۔ بیع تو بیاج کی مثل ہے یعنے جواز مین بیع ایسی ہے جیسے بیاج ۔ وھذا من عکس التشبیہ مبالغۃ ۔ حالانکہ مراد یہ لیتے ہین کہ بیاج ایسا جائز ہے جیسے بیع حلال ہے لیکن الٹا کہا کہ بیاج مثل بیع کے حلال ہے ۔ اور یہ مبالغہ کے لیے الٹی تشبیہ ہے گویا کہا کہ بیاج حلال ہونے مین کچھ شبہہ نہین ہے اور شبہہ ہو تو بیع مین ہو لیکن بیع بھی مثل بیاج کے حلال ہے ۔ فقال تعالٰے ردا علیھم ۔ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۔ پس اللہ تعالٰے نے انپر رد کرنے کو فرمایا ۔ کہ حال یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا بیاج کو ۔ فَمَنْ جَآءَهٗ ۔ بلغہ ۔ مَوْعِظَةٌ ۔ وعظ ۔ مِّنْ رَّبِّهٖ ۔ من جھۃ ۔ فَانْتَهٰى ۔ عن اکلہ ۔ فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۔ قبل النھی ای لا یسترد منہ ۔ پھر جس شخص کے پاس آگئی نصیحت اسکے رب عزوجل کی طرف سے پس وہ باز رہا یعنے بیاج کھانے سے باز رہا تو جو کچھ گزر چکا وہ اسکے لیے ہے ف یعنے وہ بیاج اس سے واپس لیا جائیگا جو حکم الٰہی پہونچنے سے پہلے وہ لیکر ہضم کر چکا ہے ۔ وَاَمْرُهٗۤ ۔ فی العفو عنہ ۔ اِلَى اللّٰهِ ۔ اور حکم اسکا یعنے اس سے عفو فرمانیکا معاملہ اللہ تعالٰے کے اختیار مین ہے ف یعنے وہ کریم رحیم ہے تو ضرور امید عفو ہے ۔ وَمَنْ عَادَ ۔ الی اکلہ مشبہا لہ بالبیع فی الحل ۔ اور جو شخص پھرا ف یعنے بیاج کھانے کی طرف پھرا این طور کہ حلال ہونے مین اسکو بیع کے ساتھ تشبیہ دیکر کھایا کیا ۔ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہین وہ ہمیشہ دوزخ مین رہ پڑے ف اس سے نکل آیا کہ اگر کسی فاسق نے حلال سمجھکر نہین کھایا بلکہ بیاج کو بیاج سمجھکر کھایا تو کافر دائمی دوزخی نہوگا بلکہ مرتکب گناہ کبیرہ ہے واضح ہو کہ اللہ تعالٰے نے ان نیکوکارون کا ذکر فرما کر جو صدقہ و زکوٰۃ سے تمام احوال و اوقات مین حاجتمندون و قرابت دارون کو اپنا مال دے کر ثواب عظیم و رضاے حق حاصل کرتے ہین اب ان بدکارون کو بیان کیا جو باطل و شبہات سے لوگون کا مال لیکر کھاتے اور جمع کرتے ہین اور اپنی دنیا و آخرت خراب کرتے ہین پس اوپر کی آیات سے اس آیت کی مناسبت بروجہ تضاد ہے یعنے اوپر والون کے ضد لوگون کا حال اس مین بیان فرمایا کیونکہ صدقہ و زکوٰۃ تو اپنا مال کم کر دینا اللہ تعالیٰ کے ثواب و رضا کے واسطے بحکم شرعی ہے اور سود یہ کہ اپنے مال پر اور زیادتی چاہنا برخلاف حکم شرعی کے پس دونون گویا ایک دوسرے سے ضد ہین اور ربوا کا رسم خط واو سے مانند صلوٰۃ کے ان لوگون کی زبان کے موافق ہے جو ربا کا الف پھر آ مانند واو کے پڑھتے ہین اور آخر مین الف زائد بتشبیہ واو جمع ہے اور بعض نے کہا کہ ربوا بواو ساکن زبان اہل حیرہ کی ہے جنسے اہل حجاز نے خط سیکھا ہے

پس اُنھون نے اسکا خط اپنی زبان کے موافق سکھلایا ہی بالجملہ لغت مین ربوا بمعنے زیادت ہی کیسے ہی زیادت ہو لیکن شرع مین زیادت بطور خاص ہی اور زمانہ جاہلیت مین اکثر یون واقع ہوتا تھا کہ ایک نے دوسرے سے قرض کسی مدت معلوم کے واسطے لیا اور جب میعاد پوری ہوئی تو قرضخواہ نے کہا کہ تو ادا کرتا ہی یا ربوا دیتا ہی پس اگر ادا نہ کیا تو مال قرض مین ایک مقدار معلوم بڑھا دے اور پھر اسکے ادا کرنے کی ایک مدت مقرر کرے اور علما کا اتفاق ہی کہ شرع مین بیاج لینا قطعًا حرام ہی اور اسکا حلال جاننے والا کافر ہی وقد قال تعالے الذین یاکلون الربوا لایقومون الاکما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس ۔ معلوم ہوچکا کہ بیاج لینا ہی بالاتفاق حرام ہی اور یہی آیت کریمہ سے مراد ہی اور اللہ تعالے نے بجائے یاخذون کے یاکلون فرمایا کیونکہ مال کا سب سے بڑا نفع یہی ہی اسکو کھانے پینے مین لاتے ہین اور سنت نے اسکو صاف بتلا دیا کہ مراد بیاج لینا ہی اور کھانے کے معنے بھی اس سے انتفاع حاصل کرنا کسی طور سے ہو نہ فقط منھ سے کھا لینا اور لایقومون ای لایقومون من قبورہم یوم القیامۃ اپنی قبرون سے قیامت کے روز نہین اُٹھین گے مگر اسی طرح جیسے صرع والا اپنی مرگی کی حالت مین اُٹھتا ہی اور یہ بدتر اُٹھنے کی تصویر ہی پھر قیاس کرو کہ انکے عذاب کا حال تو بدرجہ اولی نہایت خراب طور پر سخت ہوگا اور ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ بیاج خورہ قیامت کے روز مجنون مخنوق اُٹھیگا رواہ ابن ابی حاتم اور کہا کہ ابن مالک وسعید بن جبیر وسدی وربیع بن انس وقتادہ ومقاتل بن حبان سے اسکے مانند مروی ہی اور اُٹھنے کی تفسیر بروز قیامت اُٹھنے کی ان بزرگون کے سوائے عکرمہ وحسن ومجاہد وضحاک وابن زید سے بھی مروی ہی اور ابن مسعود رضہ سے یہ قراءۃ آئی ہی کہ وہ پڑھا کرتے ۔ الذین یاکلون الربوا لایقومون الاکما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس یوم القیامۃ رواہ ابن ابی حاتم اور ابن عباس سے روایت ہی کہ یہ اسوقت ہوگا کہ جب وہ اپنی قبر سے اُٹھایا جائیگا ۔ اور سمرہ بن جندب کی حدیث طویل آنحضرت صلعم کے خواب کی اس مین ہی کہ پھر ایک نہر پر آئے جو سُرخ مثل خون کے تھی اور نہر مین ایک شخص پیرتا تھا اور اسکے کنارے ایک شخص بہت سے پتھر لیے بیٹھا تھا جب وہ پیرنے والا کنارے آتا تو منھ پھیلاتا اور یہ شخص اسکے منھ مین ایک پتھر دیتا اور اسکی تاویل مین کہا کہ یہ سود خورہ تھا یہ حدیث بخاری مین ہی اور کثرت سے احادیث اسکی مذمت اور عذاب ووعید مین وارد ہین اور جابر رضہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے بیاج کھانے والے اور اسکے کھلانے اور لکھنے والے اور گواہون پر لعنت فرمائی رواہ مسلم اور عبداللہ بن مسعود رضہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ربوا کے تہتّر ۷۳ دروازے ہین ان سب مین سے خفیف ایسا ہی جیسے کسی نے اپنی مان سے جماع کیا رواہ البیہقی والحاکم وصححہ ۔ بالجملہ اتفاق ہی کہ مراد یاکلون الربوا سے عام ہر وہ شخص ہی جو ربوا کا معاملہ کرے پس لیوے ودیوے اور لایقومون سے قیامت کے روز اُٹھنے کی تفسیر جمہور سے مروی ہی اور خبط اصل مین ٹاپنے چال کو کہتے ہین جو ٹھیک نہ چلے اور مس بمعنے جنون اور ممسوس بمعنے مجنون اور اصل مین مس ہاتھ سے چھونے کو کہتے ہین پھر مجنون کو ممسوس اسواسطے کہتے ہین کہ شیطان اسکو مس کرجاتا ہی قالہ الفرا اور من المس متعلق یقومون کے ساتھ ہی اور معنے یہ ہین کہ لایقومون من المس الذی بہم الاکما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان یعنے جنون کی وجہ سے وہ نہین اُٹھین گے مگر ایسی حالت مین جیسے وہ اُٹھتا ہی جسکو صرع ہو اور بعض نے کہا متعلق یقوم سے ہی ای کما یقوم المصروع من جنونہ ۔ اور شیخ ابو حیان نے فرمایا کہ یتخبطہ کے متعلق ہی ای یتخبطہ من المس بعضے مفسرین نے زعم کیا کہ اس امر کو شیطان کی طرف نسبت کرنا بنا بر زعم اہل عرب کے ہی کہ شیطان خبط کردیتا ہی آدمی کو پس وہ مرگی مین ہوجاتا ہی اور معنے یہ ہین کہ ویسے اُٹھیگا جیسے تم لوگ اپنے زعم مین شیطان کے متخبط کا اُٹھنا دیکھتے ہو اور در اصل اہل عرب کا یہ زعم صحیح نہین ہی شیطان کا مسلک آدمی کے اندر نہین ہی اور وہ کچھ مس نہین کرسکتا اور تحقیق یہ ہی کہ ان مفسرین کا یہ زعم غلط ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے استعاذہ کیا کہ شیطان متخبط کردے رواہ النسائی وغیرہ اور صحیح حدیث مین ہی کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو شیطان مس

له اور بعض روایات مین ہر اعانت کرنے والے کے واسطے بھی وعید ہی جیسے کاتب و رشادہ و شاہد و ساعی وغیرہ ۱۲ منہ

کرتا ہی پس وہ چنچتا ہی سواے مریم اور اسکے فرزند عیسیٰ علیہ السلام کے رواہ البخاری۔ بالجملہ عرصات قیامت مین سودخورہ کی یہ علامت ہوگی کہ قبر سے
ایسے اُٹھیگا جیسے مصروع اُٹھتا ہی۔ قولہ ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل اللّٰہ البیع وحرم الربوا یعنے یہ حال و عذاب ان لوگون کا اس سبب سے
ہوگا کہ انھون نے کہا کہ بیع مانند ربوا کے ہی۔ اگر کہا جاوے کہ قیاس یہ تھا کہ یون کہا جاتا کہ انما الربوا مثل البیع یعنے ربوا مانند بیع کے حلال ہی مگر تشبیہ کو
عکس کردیا اس مین کیا حکمت ہی تو اکثر مفسرین نے کہا کہ یہ بطریق مبالغہ ہی یعنے ربوا کی طرف ایسے جھکے ہوے اور اسکو حلال جانتے تھے کہ گویا یہ
نوبت پہونچی کہ بیع کا حلال ہونا اسپر قیاس کرتے تھے اسلیے کہ مشبہ بہ کو مشبہ سے اقوی ہونا چاہیے پس عکس قیاس بغرض مبالغہ ہی اور شیخ
ابن کثیر رح وغیرہ نے اسکو پسند نہین کیا چنانچہ فرمایا کہ قولہ ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا۔ یعنے یہ جزا انکو اسواسطے دی گئی کہ انھون نے
اللہ تعالےٰ کے احکام شرعی پر اعتراض کیا اور یہ قیاس ربوا کا بیع پر نہین ہی اسواسطے کہ مشرک لوگ اصل بیع کے مشروع ہونے کا جس وجہ پر اللہ تعالیٰ
نے قرآن مین مشروع فرمایا ہی اقرار نہین کرتے تھے اور اگر قیاس کے طور پر ہوتا تو یون ہوتا۔ انما الربوا مثل البیع۔ مگر انھون نے تو یون کہا ہی کہ انما البیع
مثل الربوا پس مراد انکی اعتراض ہی کہ بیع بھی تو ربوا کی نظیر ہی پھر بیع کیون حلال ہوئی اور ربوا کیون حرام ہوا پس قولہ تعالےٰ۔ واحل اللّٰہ البیع و
حرم الربوا مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ انپر رد ہو یعنے اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہی وہ بہتر کو بدتر سے جانتا ہی جو بہتر تھا یعنے بیع وہ حلال کردی اور جو بدتر
تھا یعنے ربوا وہ حرام کردیا اور دوم یہ کہ یہ تتمہ اعتراض ہو یعنے بیع تو مثل ربوا کے ہی کیون بیع کو حلال کیا اور ربوا کو حرام کیا ہی قال المترجم سیاق مؤید
قول جمہور ہی کہ انھون نے عکس قیاس بغرض مبالغہ کیا اور قولہ احل اللّٰہ البیع وحرم الربوا انکے قیاس کا ابطال ہی کیونکہ وہ معارض نص ہی۔ اگر کہا جاوے
کہ اس صورت مین آیۃ سے ثابت ہوگا کہ بیع مطلقاً حلال ہی اور جواب یہ ہی کہ یہان شافعی رح کے دو قول ہین ایک یہ کہ آیہ مجمل ہی اور سنت اسکی
مبین ہی اور دوم یہ کہ ہان آیت عام ہی اور سنت سے اسکی تخصیص ہوگئی ہی اور ماوردی نے کہا کہ یہی قول شافعی و انکے اصحاب کے نزدیک
اصح ہی اور اگر کہا جاوے کہ ربوا یعنے زیادت ہی اور کوئی بیع ایسی نہین کہ اس مین کچھ زیادت نہو تو اسکی حاجت پڑی کہ بیان کیا جاوے کہ کون
حرام اور کون حلال ہی پس آیہ مجمل ہوئی اور جواب یہ ہی کہ بیع منقول شرعی ہی پس وہ اپنے عموم پر محمول ہوگی جب تک کہ کوئی دلیل تخصیص
کی قائم نہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بیوع سے منع کردیا جنکو جاہلیت والے اپنی عادت کے موافق آپس مین کرتے تھے اور جائز کو بیان نہین کیا
کہ فلان و فلان بیوع جائز ہین تو دلالت ہوئی کہ آیۃ تمام بیوع کی اباحت کو شامل ہی سواے ان کے جو مخصوص ہون اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے مخصوص کو بیان فرمایا ہی اور یہی قول ہمارے نزدیک ہی یعنے انکہ جن صورتون کی جواز و ناجواز مین اختلاف پڑے تو آیت سے استدلال ہوسکتا ہی
کہ یہ صورت عموم آیت سے جائز ہی اور تخصیص کی دلیل نہین پائی جاتی ہی فتامل۔ معالم مین کہا کہ تجارت کے طریق سے زیادتی کا طلب کرنا
فی الجملہ حرام نہین ہی حرام وہی زیادتی ہی جو مال مخصوصہ مین مخصوص صفت سے ہو جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا ہی پھر اپنی
اسناد سے بواسطہ شافعی رح کے عبادہ بن الصامت رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کو بعوض سونے کے اور درم چاندی
بعوض درم چاندی کے اور گیہون کو بعوض گیہون کے اور جو کو بعوض جو کے اور چھوہارے کو بعوض چھوہارے کے اور نمک کو بعوض نمک کے
نہ فروخت کرو مگر برابر برابر عین بعوض معین کے ہاتھون ہاتھ ولیکن سونے کو بعوض چاندی کے اور چاندی کو بعوض سونے کے اور گیہون کو
بدلے جو کے اور جو کو بدلے گیہون کے اور چھوہارے کو بدلے نمک کے اور نمک کو بدلے چھوہارے کے ہاتھون ہاتھ جس کیفیت سے
چاہو زیادہ ہو یا کم ہو فروخت کرو قال المترجم اور ترمذی نے اسکو عبادہ بن الصامت سے مرفوعاً روایت کیا کہ فروخت کرو سونے کو بعوض
سونے کے مثل بمثل۔ اور چاندی کو چاندی سے مثل بمثل اور چھوہارے کو چھوہارے سے مثل بمثل اور گیہون کو گیہون سے مثل بمثل اور

نمک کو نمک سے مثل بمثل اور جو کو جو سے مثل بمثل پھر جسنے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو اسنے بیاج کا معاملہ کیا اور فروخت کرو سونے کو بعوض چاندی کے جیسے چاہو مگر ہاتھون ہاتھ اور گیہون کو چھوہارے سے جیسے چاہو مگر ہاتھون ہاتھ اور جو کو چھوہارے سے جیسے چاہو مگر ہاتھون ہاتھ **قال الترمذی** حدیث حسن صحیح اور کہا کہ اہل علم کا اسی پر عمل ہی انکے نزدیک یون ہی جائز ہی کہ گیہون بعوض گیہون کے مثل بمثل بیچا جاوے اگرچہ ایک کھرا اور دوسرا کھوٹا ہو اور جو بعوض جو کے مثل بمثل بیچا جاوے پھر جب اصناف مختلف ہون تو باہم بڑھتی بیچنا روا ہی۔ بشرطیکہ ہاتھون ہاتھ لین دین ہو اور اس مین سے کوئی اُدھار نہو۔ اور یہ قول اکثر اہل علم صحابہ وغیرہم کا ہی اور بعض اہل علم نے گیہون بعوض جو کے زیادتی سے بیچنا مکروہ جانا بلکہ برابر برابر چاہیئے ہی اور یہی قول امام مالکؒ کا ہی اور اول اصح ہی۔ اور **شیخ دہلوی**ؒ نے لمعات مین کہا کہ باب ربوا مین یہی حدیث اصل ہی کہ حضرت صلعم نے چھ چیزون کو ذکر کیا اور باقی کو قیاس پر چھوڑا پس مجتہدین نے باقی کے قیاس کے لیے علت کو استنباط کیا سو ہمارے نزدیک مقدار و جنس علت ہی اور یہی اشہر قول احمد رحمہ اللہ ہی اور شافعی کے نزدیک طعم و ثمنیت[1] اور مالک کے نزدیک طعم[2] و ادخار علت ہی **قال المترجم** اور توضیح اسکی بنا بر قول معالم کے یہ ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھ چیزون کو منصوص کر دیا اور عامہ اہل علم کا قول ہی کہ ان چھ چیزون مین ربوا کا حکم ثابت ہونا انکے بعض اوصاف کی وجہ سے ہی پس یہ اوصاف جن چیزون مین پائے جاوینگے ان مین بھی ربوا ثابت ہوگا۔ رہا یہ امر کہ یہ اوصاف کیا ہین تو اس مین اختلاف ہی بعض لوگ اس طرف گئے کہ وہ صرف ایک بات ہی جو ان سب مین ہی یعنی نفع پس ان لوگون نے تمام اموال مین ربوا ثابت کیا اور یہ قول کچھ نہین ہی اسواسطے کہ جو و گیہون مین نفع کی علت موجود ہی چاہیئے کہ تفاضل ربوا ہو جاوے حالانکہ ہاتھون ہاتھ جائز ہی جیسا کہ حدیث بالا مین منصوص ہی۔ اور اکثرون کے نزدیک درم و دینار مین تو ربوا ایک وصف سے اور باقی چار چیزون مین دوسری وصف سے ثابت ہوتا ہی پھر ان لوگون نے باہم اس وصف کی تعیین مین اختلاف کیا پس اکثرون مین سے ایک قوم نے کہا کہ درم و دینار مین تو علت وزن ہی اور یہی قول امام ابو حنیفہ و احمد و دوسرون کا ہی پس ان لوگون نے جتنی چیزین وزنی ہین مانند لوہا و تانبا و پیتل و روئی وغیرہ کے سب مین ربوا ثابت کیا یعنے ایک جنس کی ہون تو برابر ہی برابر ہاتھون ہاتھ روا ہی اور تفاضل نہین روا ہی اور یہ جان لینا چاہیئے کہ جو مال ایسے ہین کہ انمین ربوا ثابت ہوتا ہی انکا کھرا و کھوٹا یکسان ہی یعنے یہ نہین ہوسکتا کہ کھرے لوہے کو جو ایک سیر ہو دیکر کھوٹے لوہے کو دو سیر لیا جاوے بلکہ چاہیے برابر لیوے یا چھوڑ دے اور اس قاعدے مین علما کا اتفاق ہی پس ان چیزون مین ربوا ثابت ہوگا اگرچہ یہ کھانے کی نہووین اور ہم نے تفسیر آیت مین پہلے ذکر کر دیا ہی کہ یاکلون الربوا ۃ بیاج کھاتے ہین اس سے مراد منھ سے کھا لینا نہین بلکہ ہمارے عرف کے موافق بیاج لینا مراد ہی۔ اور باقی چار چیزون مین امام ابو حنیفہؒ وغیرہ مذکورین کے نزدیک علت کیل یعنے پیمانہ ہی پس ان چیزون کے مانند جو چیزین پیمانہ سے فروخت ہوتی ہون خواہ وہ کھانے کی ہون یا نہون سب مین ربوا ثابت ہوگا جیسے گچ و چونا وغیرہ اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو چیزین حضرت رسول اللہ صلعم کے وقت مین پیمانہ سے فروخت ہوتی تھین مثل گیہون و جو و چھوہارے و نمک وغیرہ کے اب اگر وہ وزن سے بکنے لگی ہین تو وہ کیلی ہی شمار ہونگی و ہو الاصح۔ یہ سب قول نقدین مین اور باقی چار چیزون مین علت وزن و پیمانہ اور جنس کہنے والون کا تھا جن مین امام ابو حنیفہ و عامہ علمائے حنفیہ ہین۔ اور ایک قوم نے کہا کہ نقدین مین وصف مذکور نقدیت ہی اور یہ قول امام مالکؒ و شافعی کا ہی اور باقی چار چیزون مین شافعی کے نزدیک طعم علت ہی پس جتنی چیزین کھانے کی ہین ان مین شافعیؒ کے نزدیک ربوا ثابت ہوگا مانند پھلون و فواکہ و ساگون و دوائیان وغیرہ کے پس جملہ اموال ربوا ان کے نزدیک ثمن و مطعوم ہین **کذا قال البغوی** اور ایک جماعت کا قول ہی کہ باقی چار چیزون مین ربوا کی علت طعم مع کیل یا وزن ہی پس کھانے کی جس چیز مین وزن و کیل نہو اس مین ربوا ثابت نہوگا اور یہ قول سعید بن المسیب کا ہی اور یہی شافعی کا قول قدیم ہی **تم قال البغوی** اور ربوا دو قسم سے ہی ایک بڑھتے سے اور دوم اودھار سے پس

[1] نقد ہونا جیسے درم و دینار ۱۲ [2] مطعوم ہونا و ذخیرہ کرنے کے لائق ہونا ۱۲ [3] ایک جنس سے ہونا ۱۲

اگر ایسے مال کو جس مین ربوا ہوتا ہو اسکے جنس کے ساتھ بیچا مثلاً روپیون کو روپیون سے یا اشرفیون کو اشرفیون سے یا وہ کھانے کی ہو مثلاً گیہون کو گیہون سے بیچا تو اس مین دونون قسم ربوا کی ثابت ہون گی یہانتک کہ روا نہین ہی مگر اسی طرح کہ پہلا اگر روپیہ دیتا ہو وہ دوسرے روپیہ کے برابر ہون اگر وزنی ہین تو وزن مین اور کیلی ہین تو کیل مین برابر ہون **قال المترجم** اور یہ معتبر نہوگا کہ کھوٹے کو کھرے سے زائد دیا جاوے اس واسطے کہ ہمنے پہلے بیان کردیا کہ اموال ربوا کا کھرا کھوٹا یکسان ہی اُدھار نہین بلکہ اسی مجلس مین نقد لین دین ہو جاوے اور اگر مال ربوا کو غیر جنس سے فروخت کیا تو دیکھا جاوے کہ اگر دوسری چیز ایسی ہی کہ وصف ربوا مین اسکے موافق ہی نہین ہی مثلاً کھانے کی چیز کو درم یا دینار سے خریدا تو اس مین ربوا کا کچھ احتمال نہین ہی یہ ایسا ہی جیسے غیر مال ربوا سے فروخت کیا اور اگر ایسی چیز سے بیچا جو وصف مین اسکے موافق ہی مثلاً درم کو دینار سے یا گیہون کو جو سے فروخت کیا یا ایک مطعوم کو دوسرے مطعوم سے فروخت کیا جو اسکے غیر جنس ہی تو اس مین زیادتی کا ربوا ثابت نہوگا حتی کہ باہم ایک دوسرے سے وزن مین زائد اور جزاف سے یعنے اسکی ڈھیری کو اسکی ڈھیری سے فروخت کرنا روا ہی لیکن اودھار کا ربوا اس مین ثابت ہوگا پس ضرور ہے کہ ہر دو جنس بعینہ ہون اور اسی مجلس مین دونون کا قبضہ ہو جاوے اور یہ سب باہم بیع کرنے کی صورت مین ربوا ہی اور باقی رہین اور صورتین جو ربوا ہوتی ہین چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو قرض دیا اس شرط سے کہ اس سے افضل ادا کرے یا اس سے زائد ادا کرے تو یہ ایسا قرض ہی کہ نفع لایا اور جو قرض ایسا ہو کہ وہ نفع لاوے تو وہ بیاج ہی **ہکذا ذکرہ الائمۃ من الحنفیۃ والشافعیۃ** اور مسائل ربوا کے بہت ہین وہ فقہ کی کتابون مین مذکور ہین ولیکن **مترجم** ضعیف کا مقصود یہ ہی کہ یہان بعض وجوہ ذکر کردے شاید اللہ تعالے اس سے نفع دے پس جاننا چاہیے کہ ائمۂ علما نے ذکر کیا ہی کہ قرض دینے والا قرضدار سے اگر کوئی نفع ایسا لیوے جسکا منشا یہی قرض پیش آیا ہو تو سود اور حرام ہی جیسے حاکم و قاضی و کوئی اہل کار اگر کسی شخص سے ایسا نفع حاصل کرے جسکا منشا اسکی حکومت یا قضا یا کارپردازی پیش آئی ہی تو وہ رشوت ہوتی ہی حتی کہ اگر وہ دعوت کرے تو روا ہی کہ احتیاط سے نہ قبول کرے اور اگر قبول کرے تو اسی دعوت کو جو معمول کے موافق ہو جیسے وہ پہلے کیا کرتا تھا اور اگر اس مین کوئی تکلف زائد ہو تو بھی قبول کرنا روا نہین ہی اور اگر زمیندار نے آسامی کو اناج وبا تخم ریزی کے واسطے اودھار دیا اور ٹھہرا لیا کہ فصل پر ہمکو مثلاً چالیس سیر کے حساب سے دیوے تو یہ بیاج ہی ہان اگر اسوقت اسکے ہاتھ اناج کو اودھار اس نرخ سے جو بازار مین ہی فروخت کیا بدون اس کے کہ بھاؤ مین کچھ بھی کمی ہو پھر قرار دیا کہ بعد وصول اس روپیہ کے اسی روپیہ سے تم ہمکو فصل پر جو اناج پیدا ہو وہ جس بھاؤ سے بازار مین بکے دیدو تو مضائقہ نہین ہی لیکن اُس اناج مین جو شرائط سلم کے ہونے چاہیے ہین وہ معتبر ہونگے بنابر آنکہ یہ سلم صحیح ہو ورنہ اصح یہ ہی کہ یہ صرف وعدہ ہے اور اولی یہ کہ اسکے ہاتھ اودھار فروخت کردے اور فصل پر اُس سے اپنا روپیہ لے اور اودھار کے دام ادا کرنے کا وقت مقرر کرے یون نہ کہے کہ پیداوار کی بکری سے دام لونگا ورنہ بیع جائز نہوگی اور یہ مسائل ترجمۂ فتاوائے عالمگیری سے یاد کرلینے چاہئین۔ اور اگر کسی نے دوسرے سے روپیہ وغیرہ قرض لیا اور اپنا باغ یا زمین اسکے پاس رہن کی تو شرع مین رہن فقط مضبوطی ہی پس اگر مرتہن نے قبضہ کیا تو حاصلات اس مرہون کی راہن کی ہی اور اگر قرضہ مین شرط تھی کہ ادائے قرضہ تک اسکی حاصلات مرتہن کی ہی تو یہ بیاج ہی اور اس مین کسی کا خلاف نہین ہی اور جاننا چاہیے کہ **ابو داؤد** رحمہ اللہ نے بسند جید حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ جب یہ آیت۔ الذین یاکلون الربوا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مخابرہ کو نہ چھوڑے وہ اللہ تعالے واس کے رسول سے لڑائی پر اعلان دے۔ اس حدیث کو حاکم نے بھی مستدرک مین روایت کرکے کہا کہ صحیح علی شرط مسلم رح اور مخابرہ یہ ہی کہ زمین کو کھیتی کے واسطے دے بعض پیداوار اس زمین پر یعنے اس زمین کی پیداوار مین سے نصف یا تہائی وغیرہ جزو مشترک نہین کہتے بلکہ پچاس من یا چالیس من

وغیرہ کوئی مقدار معلوم شرط کرتے تھے اور یہ بیاج کے حکم مین ہی کیونکہ یہ کیا معلوم کہ زمین مین کسقدر پیدا ہوگا شاید کہ کچھ بھی پیدا نہو - اور امام ابو حنیفہ رح نے حدیثا کو عام ظاہر لیکر مزارعت کو ممنوع کہا ہی اور یہی حدیث انکے واسطے حجت ظاہر ہی کیونکہ اس مین مطلقا ممانعت ہی کوئی قید حصہ بٹائی کی نہین ہی اور صاحبین یعنی امام ابو یوسف و محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ بھی اسکو جائز رکھتے ہین اور نہایت توجیہ ان کی طرف سے یہ ہوسکتی ہی کہ حدیث شریف مین ایسے مخابرہ سے ممانعت ہی جس مین حصہ مشترک نہو مانند تہائی وغیرہ کے بلکہ سو بچاس من کی شرط ہو کیونکہ پیداوار زمین غیر معلوم ہی فافہم پس کتب فقہ مین جو مسائل باب مزارعت مین مذکور ہین وہ بربناے قول صاحبین ہین اور امام ابو حنیفہ رح کا جو نام لیا گیا ہی وہ اس معنے کر کہ اگر وہ جائز فرماتے ہوتے تو ان کا قیاس قول یہان یہ ہوتا فاحفظہ - اور ایسے ہی مزابنہ بھی حرام ہی اور وہ اس طرح کہ خرما کے درخت پر جو خرما لگے ہین ان کو سوکھے چھوہارون سے خرید کیا مثلاً زید نے بکر سے کہا کہ مین تمکو چار من چھوارے یہ جو میرے پاس ہین دیتا ہون بدلے تمھارے اس درخت کے چھوہارون کے جو اسپر لگے ہین بطور بیع کے پس بکر نے یہ چھوہارے لے لیے اور درخت مذکور زید کو دیدیا کہ اسکے پھل سب لے لے پھر جب خالی ہوجاوے تو بکر کو واپس دے تو یہ بیع حرام ہی اور ایسے ہی محاقلہ بھی حرام ہے کہ زید نے مثلا دس من گیہون بکر کو دیے کہ بکر اپنا گیہون کا تیار کھیت اسکو دے بطور بیع کے پس اس کھیت مین جو کچھ گیہون نکلین جو بالون مین موجود ہین سب زید کے ہونگے تو یہ بھی حرام ہی اسواسطے کہ درخت کے چھوہارے یا کھیت کے گیہون نہین معلوم کہ برابر برابر نکلین یا کم و بیش ہون اور شبہہ بیاج بھی بیاج ہوتا ہی جیسا کہ فقہا نے اجماع کیا ہی اور بعضے متاخرین فقہا نے کہا کہ کھیت جب تیار کھڑا ہی اور کاٹنے کے قابل ہی تو اس طرح کی بیع مین مضائقہ نہین اسلیے کہ کھیت مین بھوسا اور گیہون دونون ہین پس گیہون بمقابلہ گیہون کے اور باقی بمقابلہ بھوسے کے ہونگے اور مترجم کہتا ہی کہ اسپر فتوی نہین ہی اور یہ قول کچھ نہین ہی اور صحیح یہی ہی کہ ایسی بیع بھی حرام ہی شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ صورتین اور جو اور ایسی ہی صورتین ہون سب اسواسطے حرام ہوئی ہین کہ ربوا کا مادہ بالکل نیست ہو اسواسطے کہ خشک ہونے سے پہلے دونون چیزون کی برابری معلوم نہین ہوسکتی ہی اور اسیواسطے فقہا نے کہا ہی کہ جہان برابری معلوم نہو وہان سود والے مالون مین ایسا قرار دیا جاتا ہی کہ جیسے درحقیقت زیادتی ہی اسی سے ایسی سب چیزین حرام ہین اور یہ سود کا باب ایک مشکل باب ہی نہین دیکھتے کہ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تمنا رہ گئی کہ تین باب یعنے دادا کی میراث اور کلالہ کی میراث اور ربوا کے بعض ابواب مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے واسطے کوئی حد مقرر کی ہوتی کہ ہم اس حد تک رہتے اور تجاوز کا گمان نہوتا - قال المترجم اور وجہ اسکی یہ ہی کہ یہ آیت ربوا بیع روایتون کے موافق سب سے آخر اتری ہی کہ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند ہی روز دنیا مین رہے اور وفات پائی تو یہی حضرت عمر رض کہتے ہین کہ مجھے تمنا رہ گئی کہ آپ سے اسکی تفصیل بروجہ محدود معلوم نہوئی اور شریعت اس امر پر شاہد ہی کہ حرام کی طرف جو چیز وسیلہ ہو وہ بھی حرام ہی جیسے کہ واجب جس چیز کے بدون تمام نہین ہوتا وہ چیز بھی واجب ہوتی ہی اور صحیحین مین نعمان بن بشیر سے روایت ہی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ حلال کھلا ہوا ہے اور حرام کھلا ہوا ہی اور ان دونون کے بیچ مین امور مشتبہات ہین پس جسنے شبہات سے پرہیز کیا وہ اپنے دین و آبرو کو بچا لے گیا اور جو شبہات مین پڑگیا وہ خطرہ مین پڑا جیسے وہ چرواہا کہ سبزہ زار کے گرد چراتا ہی قریب ہی کہ سبزہ زار مین چراوے - اور ایک حدیث مین ہی کہ گناہ وہ ہی کہ دل مین دغدغہ دے اور نفس کو اس مین تردد ہو اور مکروہ جانے کہ لوگ اسپر مطلع ہون اور ایک روایت مین ہی کہ فتوی لے اپنے دل سے اور اگرچہ لوگون نے تجھکو فتوی دیا ہو - اور ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ آویگا کہ اس مین سود کھاوینگے تو عرض کیا گیا کہ سب کے سب بیاج کھاوینگے فرمایا کہ ان مین سے جو نہ کھاویگا اسکو بیاج کا غبار بھی پہونچ جاویگا - رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ پھر شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ حرام چیزون تک پہونچانے والے وسیلون کے حرام کرنے کے قبیل سے جو امام احمد نے حضرت عائشہ رض سے روایت کی کہ جب سورہ بقرہ کے

آخر آیتین جو بیاج حرام ہونے کے بارہ مین ہین نازل ہوئین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلکر مسجد مین تشریف لائے اور لوگون کو پڑھ سنائین پھر شراب کی تجارت حرام کردی ورواہ البخاری والجماعۃ اور بعض علماء نے اسکے معنے مین کہا کہ ربوا اور اسکے وسائل کو حرام کیا تو شراب کو اور جو امور تجارت وغیرہ کے ایسے ہین کہ انسے شراب خواری مین پڑجانے کا اشتباہ ہے حرام کردیا اور یہ ویسے ہی ہے جیسے حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہودیون پر اللہ تعالے لعنت کرے کہ انپر چربی حرام کی گئی تھی انھون نے اسکو پگھلایا پھر اسکو فروخت کیا اور اسکے دام کھائے۔ قولہ ومن عاد فاولئک اصحاب النار۔ بعض علماء نے کہا کہ عود بایں طور کہ بیاج کھایا اور بعض نے کہا کہ عود اس قول مین کہ انما البیع مثل الربوا۔ پس دوسرے قول پر تو قولہ۔ ہم فیہا خالدون بلا تاویل درست ہے اسواسطے کہ جو شخص بیاج کو مثل بیع کے قرار دے وہ کافر ہے اور کافرون کی سزا یہی ہے کہ ہمیشہ دوزخ مین رہین اور قول اول پر بیاج کھانے سے یہ مراد ہے کہ حلال جانکر کھایا جیسا کہ مفسر رحمہ اللہ نے قید لگائی ہے اسوجہ سے کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا اہل سنت کے نزدیک دائمی دوزخی نہین ہے پس چونکہ دائمی دوزخی ہونے کی وعید فرمائی ہے لہذا معلوم ہوا کہ مراد ایسا بیاج کھانے والا ہے جو اسکو حلال جانکر کھاوے یا بیاج کو بیع کے مثل بتلاوے

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ

مٹاتا ہے اللہ بیاج کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ نہین چاہتا کسی ناشکرے گنہگار کو البتہ جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ

ایمان لائے اور کام کیے نیک اور قائم رکھا اُنھون نے نماز کو اور دی اُنھون نے زکوۃ تو انکے لیے ہے انکا ثواب

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

انکے پروردگار کے پاس۔ اور نہین خوف ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہون گے

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا ینقصہ ویذہب برکتہ۔ اللہ تعالے بیاج کو ناقص کرتا اور اسکی برکت دور کرتا ہے۔ وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ یزیدہا وینمیہا ویضاعف ثوابہا۔ اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور بڑھا دیتا ہے اور اسکے ثواب کو بہت گونہ کرتا ہے۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ بتحلیل الربوا۔ اور اللہ دوست نہین رکھتا ہر ایسے شخص کو جو کفار ہو بایں طور کہ حلال کرے بیاج کو۔ اَثِيْمٍ فاجر باکل الربوا ای بحاقہ۔ اور فاجر ہو بایں طور کہ اسنے بیاج کھایا جیسے کفار اس طرح ہو کہ اسنے بیاج کو حلال جانا۔ اور لا یحب کے معنے یہ ہین کہ اسکو عذاب کریگا جیسے مومنون کو یحب فرمایا تو معنے یہ کہ انکو ثواب دیگا۔ اللہ عزوجل اس آیہ کریمہ مین خبر دیتا ہے کہ یمحق اللہ الربوا ای یذہبہ او دور کردیتا ہے اسکو یا تو بایں طور کہ بیاج والے کے ہاتھ سے بالکل دور کردیتا ہے یا بایں طور کہ اس کو اس مال کی برکت سے محروم کردیتا ہے پس وہ مال سے انتفاع نہین پاتا ہے بلکہ دنیا مین اسکو اپنے مال سے محروم رکھتا ہے اور قیامت مین اسکو اس مال پر عذاب کرتا ہے اور نظیر اسکی قولہ تعالے۔ وما اٰتیتم من ربوا لیربوا فی اموال الناس فلا یربو عند اللہ الآیۃ۔ اور شیخ ابن جریر نے کہا کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ربوا اگرچہ بہت ہوجاوے مگر انجام کار اسکا قلت کی طرف ہوجاتا ہے اور اس حدیث کو امام احمد نے ابن مسعود سے مرفوعاً یعنے قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے اور ایسے ہی ابن ماجہ نے بھی دوسری وجہ سے ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کیا۔ اور بنا بریں قولہ یمحق اللہ الربوا۔ مین اخبار ہے کہ سودخورہ جو مال بڑھانا چاہتا ہے اسکے ساتھ اسکے خبیث اعتقاد کے برعکس معاملہ کیا جاتا ہے اور یہ ایسا ہے جیسے امام احمد نے فروخؒ سے جو عثمانؓ کے آزاد کیے ہوئے غلام تھے روایت کی کہ عمر رضی اللہ عنہ ایک روز اپنی خلافت مین مسجد سے نکلکر آئے تو دیکھا کہ اناج کا ڈھیر لگایا گیا ہے فرمایا کہ یہ اناج کیسا ہے تو لوگون نے کہا کہ ہمارے واسطے لایا گیا ہے فرمایا کہ اللہ تعالے برکت دے اس مین اور اسکے لانے والے مین تو عرض کیا گیا کہ اے امیر المومنین اسکے لانے والے نے احتکار کیا تھا

فرمایا کہ کسنے احتکار کیا تھا بولے کہ فروخ رحؒ نے جو عثمانؓ کے آزاد کیے ہوے ہین اور فلان شخص نے جو عمرؓ کا آزاد کیا ہوا ہی پس عمرؓ نے دونون کو بلوایا اور فرمایا کہ تمکو کس بات نے احتکار پر آمادہ کیا تھا کہ تمنے مسلمانون کے طعام کو احتکار کیا تو دونون نے عرض کیا کہ ای امیر المومنین ہم اپنے مالون سے خریدتے اور بیچتے ہین تو عمرؓ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہی کہ آپ فرماتے تھے کہ جسنے مسلمانون پر انکے طعام کو احتکار کیا تو اللہ تعالےٰ اس کو ماریگا افلاس کی یا جذام کی۔ اور ابن ماجہ کی روایت مین ہی کہ افلاس کی اور جذام کی پس فروخ نے یہ سُنکر کہا کہ مین اللہ تعالےٰ سے عہد کرتا ہون اور تم سے عہد کرتا ہون کہ مین اب کبھی طعام مین ایسا نہ کرونگا اور رہا دوسرا شخص جو عمرؓ کا آزاد کیا ہوا تھا اسکا قول یہ رہا کہ ہم اپنے مالون سے خریدتے اور بیچتے ہین ابو یحییٰ راوی اس حدیث کے کہتے ہین کہ واللہ مین نے دوسرے کو جو عمرؓ کا آزاد کیا ہوا تھا دیکھا کہ مجذوم ہو گیا تھا۔ قال المترجم بالاتفاق مشاہدہ ہو رہا ہی کہ ہر سود خورہ دنیا مین اپنے مال سے محروم رہتا ہی اور نہایت خبیث طور سے زندگی بسر کرکے (جذام وغیرہ بیماری سے) مرجاتا ہی اور آخر کو وہ مال برباد ہوجاتا ہی بخلاف ان نیکو کارون کے مال کے جو اپنے مالون کو حلال طور سے کماتے اور اسکی زکوٰۃ دیتے رہتے ہین کہ اللہ تعالےٰ اسکو دنیا و آخرت مین خوب بڑھاتا ہی۔ اور معالم مین قولہ تعالےٰ یمحق اللہ الربوا کی تفسیر مین مذکور ہی کہ اللہ تعالےٰ اس مال کو جس مین بیاج شامل ہوا ہی ہلاک کردیتا ہی اور اسکی برکت دور کردیتا ہی اور ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ یمحق اللہ الربوا یعنے سود خورہ سے قبول نہین کرتا نہ صدقہ اور نہ جہاد اور نہ حج اور نہ صلہ رحم۔ یعنے کوئی خیر کا خرچ اس سے قبول نہین کرتا ہی وقال المترجم اور بیان کیا گیا ہی کہ سود کا کھانا و کپڑا سود خورہ کی نماز و روزہ کو بھی کھودیتا ہی کہ اس سے وہ بھی قبول نہین ہوتا ہی واللہ اعلم۔ وقال تعالےٰ ویربی الصدقات تفسیر ابن کثیر مین ہی کہ یربی بضم یا و تخفیف از اربا یربی یعنے باب افعال سے پڑھا گیا یعنے آنکہ اسکو بڑھاتا ہی اور بڑھاور یعنے نمود یتا ہی اور ایک قراۃ مین بتشدید باء موحدہ از تربیہ یعنے باب تفعیل سے آیا ہی جیسا کہ بخاری نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایک چھوہارے کے برابر پاک کمائی سے صدقہ دیا اور حال یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ قبول نہین کرتا مگر پاک ہی کو تو اللہ تعالی اس صدقہ کو اپنے دائین ہاتھ مین قبول فرماتا ہی پھر اسکو تربیت فرماتا ہی اس شخص صدقہ دینے والے کے لیے جیسے تم مین سے کوئی اپنا گھوڑے کا بچہ پالتا ہی یہانتک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے۔ ورواہ مسلم والبیہقی والترمذی والنسائی وابن ابی حاتم واحمد وابن جریر اور روایت امام احمد کی جو ابو ہریرہ و عائشہؓ سے ہی اسمین یہ بھی ہی کہ یہانتک کہ وہ چھوہارا یا لقمہ اللہ تعالےٰ کی پرورش مین مثل اُحد پہاڑ کے ہوجاتا ہی اور ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہی قال المترجم۔ اللہ تعالی کا دائین ہاتھ مین لینا کنایہ اسکے فضل سے ہی اور اولی یہ ہی کہ اسکی تاویل نہ کیجاوے باوجود یقین اس امر کے کہ اللہ عز وجل ایسے ہاتھ وغیرہ سے جو کسی مخلوق کے ہین پاک اور منزہ ہی۔ قولہ تعالےٰ واللہ لا یحب کل کفار اثیم۔ یعنے نہین دوست رکھتا ہی دل کے کفور کو اور قول و فعل کے اثیم کو۔ اور دوست نہ رکھنے سے مراد اسکا لازم ہی ای اسکو عذاب دیتا ہی اور اس صفت کے ساتھ اس آیۂ کریمہ کا خاتمہ بایں مناسبت ہی کہ سود خورہ اس قسمت پر راضی نہوا جو اللہ تعالےٰ نے اسکے واسطے حلال سے مقدر کیا تھا اور مباح کمائی کی راہ پر اکتفا نہ کیا پس اسنے طرح طرح کی خبیث کمائیون سے لوگون کے مالون کو باطل وجہ پر کھانا شروع کیا پس اسنے نعمت حق سے کفران کیا اور افعال خبیثہ سے فاجر گنہگار رہا پھر اسکے بعد اللہ تعالےٰ نے عادات قرآن کے موافق ان لوگون کے ثواب کو ذکر فرمایا جو ایمان لائے اور نیک کام کیے بقولہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الآیۃ۔ پس ظاہر یہ ہی کہ علی العموم اہل ایمان مراد ہین اور مدارک مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ مراد وہ لوگ ہین جو ربوا کے حرام ہونے پر ایمان لائے یعنے اور جو لوگ کہ اس امر پر ایمان لائے کہ ربوا حرام ہی اور انھون نے نیک کام کیے الخ۔ اور اولی یہ ہی کہ الذین آمنوا سے عام مراد رکھی جاوے کیونکہ اس مین مومنین کے حق مین مدح زائد ہی اور ربوا کے حرام ہونے کا اعتقاد کل مومنین کو خود حاصل ہی اور صلوٰۃ و زکوٰۃ کو بخصوص بیان فرمایا کہ اگرچہ صالحات مین یہ بھی شامل ہے تو

نعمۃ

صلوٰۃ کو اس وجہ سے کہ وہ افضل صالحات ہی اور زکوٰۃ کو اس وجہ سے کہ سیاق درباب مال ہی اور زکوٰۃ اخراج مال کا بتمناے رضاے حق عزوجل ہی۔ اگر کہا جاوے کہ آیہ کریمہ مین ثواب مذکور جو بمنزلہ اس قول کے ہو لہم الجنۃ عند ربہم یہ ثواب بعد ایمان کے ان اعمال صالحہ کے ہونے کے ساتھ مذکور ہی یعنے ایمان لائے اور نیک کام کیے و نماز و زکوٰۃ ادا کی انکے واسطے جنت ہی حالانکہ اگر کوئی شخص بالغ ہوا اور حالیکہ وہ اللہ تعالے پر ایمان لایا اور ہنوز کسی نماز کا وقت یا زکوٰۃ ادا کرنے کا وقت نہ گذرا تھا کہ وہ مرگیا تو بالاتفاق وہ اہل ثواب مین سے ہی اور ایسے ہی ایک شخص ایمان لایا اور ایمان کی خوشی مین اسکو شادی مرگ ہوگئی کوئی نماز و روزہ وغیرہ نہین کرنے پایا تو وہ اہل ثواب مین سے ہی پس ثابت ہوا کہ ثواب حاصل ہونا اعمال کے پائے جانے پر موقوف نہین ہی پھر جو ایمان کے ساتھ اعمال مذکور ہین انکے ذکر مین کیا حکمت ہی تو جواب یہ ہی کہ اللہ تعالے نے ان نیک خصلتون کو اسواسطے نہین ذکر کیا ہی کہ ثواب کا استحقاق انپر مشروط ہی بلکہ اس بیان کے واسطے کہ ان افعال حمیدہ کو بھی ثواب و رضاے الٰہی حاصل کرنے مین دخل ہی یعنے آنکہ یہ علامات ثواب کے ہین بالجملہ اس سے بیان ان کی اطاعت کا ہی اور یہ غرض نہین کہ ثواب اس پر مشروط ہی۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ فَإِنْ

اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو رہ گیا سود اگر تم یقین والے ہو پھر

لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ج وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ

اگر نہین کرتے تو خبردار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اسکے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمکو پہونچتے ہین اصل

أَمْوَالِكُمْ ج لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ۝۶ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ط

مال تمھارے نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر اور اگر ایک شخص ہو تنگی والا تو فرصت دینی چاہیئے جب تک کشایش پاوے

وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝۷ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ

۸ اور اگر خیرات کرو تو تمھارے لیے بہتر ہی اگر تم کو سمجھ ہو اور ڈرتے رہو اُس دن سے جس مین اُلٹے پھر جاؤ گے

۸ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝۸

اللہ کے پاس پھر پورا ملے گا ہر شخص کو جو اسنے کمایا ہی اور اُن پر کچھ ظلم نہین کیا جاے گا

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا - اتركوا - مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ صادقین فی ایمانکم فان من شان المومنین امتثال امر اللہ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور مابقی بیاج کو چھوڑو اگر تم مومن ہو ف یعنے اگر تم اپنے ایمان مین سچے ہو کیونکہ مومن کی شان سے یہ بات ہی کہ حکم الٰہی کا بجا لانے والا ہو۔ نزلت لما طالب بعض الصحابۃ بعد النہی ربوا کان لہ قبل۔ روایت ہی کہ بعضے صحابہ نے ربوا سے ممانعت ہو جانے کے بعد اپنا کچھ سود جو ممانعت سے پہلے کا چڑھا تھا طلب کیا تب یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ بیاج چھوڑ دو۔ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا - ما امرتم بہ پھر اگر تم نہ کروگے ف یہ کام جسکا تمکو حکم کیا گیا ہی۔ فَأْذَنُوا اعلموا۔ بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ لکم فیہ تہدید شدید لہم ولما نزلت قالوا لا یدلنا بحربہ۔ تو اللہ تعالی و اسکے رسول کے ساتھ لڑائی کا اشتہار لو ف اس مین انکو تہدید شدید ہی اور جب یہ آیت اُتری تو بولے کہ ہمکو اللہ تعالے سے لڑنے کی طاقت نہین ہی وَإِنْ تُبْتُمْ رجعتم عنہ اور اگر تمنے توبہ کی یعنے تمنے اس سے رجوع کیا اور بات مان لی۔ فَلَكُمْ رُءُوسُ۔ اصول۔ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ

بزیادة سود۔ وَلَا تُظْلَمُوْنَ۔ بنقص تو تمهارے لیے راس المال یعنی اصل مال ہی نہ تم ظلم کرو اور نہ ظلم کیے جاؤ ف یعنے نہ تم کسی پر ظلم کرو زیادہ لینے مین کہ وہ سود ہے
اور نہ تم پر ظلم کیا جائیگا کہ تمکو اپنے اصل مال سے خواہ مخواہ کمی نہین لائی جائیگی۔ وَاِنْ كَانَ۔ وقع غریم۔ ذُوْ عُسْرَةٍ۔ اور اگر واقع ہوا قرضدار تنگدست یعنی اصل
مال لینے مین بھی اگر بالفعل قرضدار تنگدست ہو تو حکم دیا کہ۔ فَنَظِرَةٌ۔ لہ ای علیکم تاخیرہ۔ اِلٰى مَيْسَرَةٍ۔ بفتح السین وضمها ای وقت یسرہ پس
انتظار رہے یعنے اس قرضدار مذکور کے لیے تم پر تاخیر دینا واجب ہے تا میسرہ یعنے تا وقت اسکی آسانی وکشائش کے یعنے اسکی فراخی ودسترس تک انتظار
ومہلت دو۔ اور لفظ میسرہ ظرف زمان ہے اکثرون کی قراءۃ مین بفتح سین مہملہ ونافع کی قراءۃ مین بضم سین ہے مانند مقبرہ بفتح بار موحدہ ومقبرہ بضم بار موحدہ کے
وَاَنْ تَصَدَّقُوْا۔ بالتشدید علی ادغام التاء فی الاصل فی الصاد وبالتخفیف علی حذفها ای تتصدقوا علی المعسر بالابراء۔ اکثرون کی قراءۃ
مین تصدقوا بتشدید صاد ودال ہے بنا بر اینکہ اصل مین تتصدقوا تھا تار کو صاد کرکے بعد حذف حرکت کے صاد مین ادغام کردیا اور عاصم کی
قراءۃ مین بلا تشدید صاد کے بنا بر اینکہ تار کو حذف کردیا اور معنے یہ ہین کہ صدقہ کردینا تمهارا تنگدست پر اصل مال بھی باین طور کہ اسکو اپنے
اصلی قرضہ سے بھی بری کردو تو یہ۔ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ تمهارے لیے بہتر ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ انہ خیر فافعلوہ۔ اگر تم جانتے ہو
ف اس بات کو کہ تنگدست کو بری کرنا بہتر ہے تو ایسا کرو۔ وفی الحدیث من انظر معسرا او وضع عنہ اظلہ اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ رواہ مسلم
اور حدیث مین آیا ہے کہ جسنے تاخیر ومہلت دی اپنے قرضدار تنگدست کو یا اُتار دیا (معاف کردیا ۱۲) اسکے ذمہ سے تو اللہ تعالے اسکو اپنے سایہ مین
لے لیگا اس روز کہ سوائے اللہ تعالے کے سایہ کے سایہ ہی نہوگا رواہ مسلم فی صحیحہ۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ۔ بالبناء
للمفعول تردون وللفاعل تصیرون۔ یعنے اکثرون کی قراءۃ بصیغہ مجهول ہے بمعنے تردون یعنے پھیرے جاؤگے اور ابو عمرو کی قراءۃ بصیغہ
معروف ہے بمعنے پھر جاؤگے۔ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ۔ ہو یوم القیامۃ۔ اور ڈرو ایسے دن کو کہ جس مین پھیرے جاؤگے یا لوٹ جاؤگے
اللہ تعالے کی طرف اور وہ قیامت کا روز ہے۔ ثُمَّ تُوَفّٰى۔ فیہ۔ كُلُّ نَفْسٍ۔ جزاء۔ مَّا كَسَبَتْ۔ عملت من خیر وشر۔ پھر پورا
دیا جائیگا اس دن ہر نفس جزاء اس چیز کی جو اسنے کمایا ہے۔ یعنے دنیا مین عمل کیا ہے بھلائی وبرائی سے ف پس نیکی کرو اور بدی سے
بچو۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ بنقص حسنۃ او زیادۃ سیئۃ۔ اور یہ لوگ کچھ ظلم نہ کیے جاوینگے ف باین طور کہ کوئی نیکی کم کیجاوے
یا کوئی بدی بڑھائی جاوے۔ معالم مین مذکور ہے کہ سدی رح نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی عباس بن عبد المطلب وخالد بن الولید کے حق مین اور
زمانہ جاہلیت مین دونون شریک تھے کہ بنی عمرو بن عمیر کے لوگون کو قبیلہ ثقیف مین سود پر قرض دیتے پھر اسلام کا زمانہ ہوگیا اور ان دونون کا
سود کا مال بہت بڑا تھا پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ زید بن اسلم وابن
جریج ومقاتل بن حیان وسدی رحمهم اللہ نے ذکر کیا کہ یہ سیاق نازل ہوا قبیلہ ثقیف کے بنی عمرو بن عمیر اور مخزوم کے بنی مغیرہ کے حق مین کہ
ان دونون فریق کے درمیان زمانہ جاہلیت مین سود جاری تھا پھر جب اسلام آیا اور جب لوگ بعد فتح مکہ کے مسلمان ہوگئے تو ثقیف والون
نے مطالبہ کیا کہ اپنا سود لیوین اور بنو مغیرہ نے کہا کہ ہم لوگ زمانہ اسلام مین اسلام کی کمائی سے سود نہ دینگے پس عتاب بن اسید رض
نے جو حضرت صلعم کی طرف سے مکہ معظمہ مین نائب تھے اس معاملہ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا پس یہ آیت نازل ہوئی پس اس کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ بھیجا۔ یا ایها الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و
رسولہ۔ پس ان لوگون نے کہا کہ ہم اللہ تعالے سے توبہ کرتے ہین اور جو کچھ سود کا مال باقی ہے سب چھوڑتے ہین اور ہمکو اللہ تعالے سے لڑنے
کی طاقت نہین ہے قال المترجم اور معالم مین بھی اسکے مانند مقاتل بن حیان سے مذکور ہے اور بنو عمرو بن عمیر بن عوف الثقفی کے چار بھائی بنام

مسعود و عبد یالیل و حبیب و ربیعہ بیان کیے اور ذکر کیا کہ انھون نے بنو مغیرہ قبیلہ مخزوم سے اپنا سود طلب کیا اور وہ بڑا بھاری مال تھا اور انھون نے انکار کیا کہ اللہ تعالے نے اسکو مسلمانون سے دور کیا ہی ہم زمانۂ اسلام مین نہین دینگے اور ہر دو فریق نے عتاب بن اسید کے پاس نالش کی جو مکہ مین حضرت صلعم کی طرف سے نائب تھے پھر باقی قصہ ذکر کیا اور شاید یہی باعث ہوا ہو کہ حضرت صلعم نے حجۃ الوداع کے خطبہ مین فرمایا تھا کہ زمانہ جاہلیت کے سب سود جو کچھ ہون وہ موضوع ہین یعنے گرا دیے گئے و دور کیے گئے ہین اور پہلا سود زمانۂ جاہلیت کا جس کو مین اپنون کا مال سود دور کرتا ہون وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہی کہ وہ سب کا سب گرا دیا گیا ہی الحدیث- بالجملہ معنے آیت کے یہ ہین کہ اللہ تعالے اپنے ایمان والے بندون کو حکم فرماتا ہی کہ اس سے ڈرین اور اسی کا تقوی کرین اور انکو منع فرماتا ہی ہر ایسی چیز سے جو انکو اللہ تعالی کے غضب سے قریب کرے اور اسکی رضامندی سے دور ڈالے پس قولہ اتقوا اللہ ای خوف کرو اللہ تعالے سے اور اپنے افعال پر اسکو حاضر و ناظر جانو اور قولہ و ذروا ما بقی من الربوا- ای چھوڑو تمام وہ مال سود جو ممانعت سے پہلے تمھارے کچھ لینے کے بعد باقی رہ گئے ہین اور وہ تمھارے اصل سے بڑھتی و سود ہین اب ممانعت کے بعد ہرگز اس بڑھتی کے مانون کو مت لو- قولہ ان کنتم مومنین- ای یقین رکھتے ہو جو تمھارے واسطے شروع کیا ہی کہ بیع حلال ہی اور ربوا حرام ہی و غیر ذلک- اور یہان حرف ان شرطیہ مین تامل کیا گیا کہ یہ شک کے واسطے مستعمل ہوتا ہی حالانکہ یہ لوگ مومنین تھے اور انکو کچھ شک نہ تھا تو معالم مین کہا کہ ان بمعنے اذ ہی ای جبکہ تم مومن ہو اور ابن عطیہ رح نے اسکو پسند نہ کیا کیونکہ لغت مین اسکا نشان نہین ہی اور مفسر رح نے ان کو اپنے معنے پر لیا اور مومنین کو بمعنے صادقین فی الایمان لیا ہی ای اگر تم اپنے ایمان مین سچے ہو تو باقی سود چھوڑ دو کیونکہ سود کو اللہ تعالے نے حرام کیا ہی اور سچائی والے کی پہچان یہ ہی کہ اللہ تعالے کے حکم کی فرمانبرداری کرے اور مترجم کے نزدیک اولی یہ ہی کہ ان یہان جوش دلانے اور آمادہ کرنے کے واسطے لیا جاوے جیسے کوئی اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر ہمارے بیٹے ہو تو یہ کام تو کر لاؤ اور وجہ یہ ہی کہ ان لوگون کو اگرچہ سود کا حرام ہونا معلوم تھا مگر آیندہ کے واسطے سمجھے تھے بدین قرینہ کہ فمن جاءہ موعظۃ من ربہ فانتہی فلہ ما سلف- اور ماسلف مین وہ باقی رہا ہوا سود بھی سمجھے تھے پس انکو تنبیہ کردی اور تہدید اسواسطے کہ مخاصمت اسکے مطالبہ مین ہو چکی تھی- واللہ اعلم- اسیواسطے فرمایا- فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ اس مین انکو تہدید کردی اور حکم عام ہی پس ہر ایسے شخص کے واسطے سخت و شدید تہدید ہو گئی جو بعد ممانعت کے سود خواری کو برتے جاتا ہی اور برابر سود کھائے جاتا ہی اور ایک قراءۃ مین فاذنوا بمد و کسر ذال معجمہ بروزن آمنوا بھی پڑھا گیا اور معنے اسکے یہ ہونگے کہ اعلموا بالحرب- ای آگاہ کرو غیر کو اللہ و رسول کی لڑائی سے اپنے ساتھ- اور مشہور قراءۃ بفتح ذال معجمہ و قصر ہمزہ ہی اور معنے اسکے یہ ہین کہ تم جانو اور یقین کرو اور ایسا ہی ابن عباس سے روایت ہی کہ قولہ- فاذنوا بحرب ای استیقنوا بحرب اور نیز ابن عباس رضہ سے روایت ہوا کہ بیاج کھانے والے سے کہا جائیگا قیامت کے روز کہ لڑائی کے واسطے اپنے ہتھیار اٹھا پھر ابن عباس رضہ نے یہ آیت پڑھی فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ- اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضہ سے اس آیت مین روایت کی یعنے پھر جو شخص سود خواری پر اڑا رہے اس سے الگ نہو تو مسلمانون کے سردار کو واجب ہی کہ اس سے توبہ کراوے پھر اگر وہ توبہ کرکے الگ ہوا تو خیر ورنہ اسکی گردن مار دے- اور حسن بصری و ابن سیرین رحمہما اللہ تعالے سے روایت ہی کہ دونون نے فرمایا تھا کہ واللہ یہ صیارفہ لوگ ضرور بیاج کھانے والے ہین اور انھون نے آگاہی لی اللہ تعالے اور اسکے رسول سے لڑائی کی اور اگر لوگون پر کوئی امام عادل ہوتا تو انسے توبہ کراتا پھر اگر توبہ کرتے تو خیر ورنہ انکو قتل کرتا رواہ ابن ابی حاتم اور ربیع بن انس سے روایت ہی کہ اللہ تعالے نے سود کھانے والے کو قتل کی وعید فرمائی ہی رواہ ابن جریر اور ان اقوال مین توفیق اسطرح ہی کہ اللہ تعالے سے لڑائی یون ہی کہ اللہ تعالے ان کو آگ مین ڈال دیگا اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے لڑائی یہ ہی کہ انپر بلوا چلائی جاوے اور یہی ان علماء بیان کا قول ہی جنھون نے معانی قرآن مین باعتبار لغت ومحاورۂ زبان کے گفتگو کی ہی مثل ابوعبیدہ وزجاج وغیرہم کے اور اسی سے امام رازی نے تفسیر کبیر مین کہا ہی کہ اگر وہ توبہ نہ کرین تو ظاہر آیت کا مقتضا یہ ہی کہ ان سے لڑائی کیجاوے۔ بالجملہ اس مین کسی کا خلاف نہین ہی کہ بیاج کھانا کبیرہ گناہ ہی۔ اور ہندوستان مین جو بہتیرے جاہل لوگ کہتے ہین کہ انگریزون وہندؤن سے بیاج لینا جائز ہی یہ محض جہالت ہی عوام بھائی مسلمانون کو اس پر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیئے ہرگز جائز نہین ہی اور جو لوگ ایسا کہتے ہین وہ کمبخت اپنی عاقبت خراب کرتے ہین۔ قولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لاتظلمون ولاتظلمون۔ یعنے اور اگر تمنے باقی سود مانگنے اور اسکے ارتکاب سے توبہ کی تو تمھارے واسطے تمھارے اصل مال واجب ہین تم خود ظلم نہ کرو اور بڑھتی مت مانگو اور تمپر بھی ظلم نہو گا کہ اصل مال نہ دیا جاوے پس اللہ عزوجل نے وہ تمام سود جو لوگون نے ممانعت سے پہلے لیے تھے انکے واسطے روا رکھے یعنے یہ نہین حکم دیا کہ پہلے جس نے جو سود لیا ہی اگر وہ اصل مال کے برابر پہونچ گیا تو اب اصل مال مین سے کچھ نہین چاہیئے وہ وضع ہو گیا جیسے کہ اب شرع مین حکم ہی کہ اگر مرتہن نے مال رہن سے کچھ حاصلات وصول کی اور وہ مال قرض کے برابر اسکو مل گئی تو قرضہ ادا ہو گیا اور راہن کو رہن واپس کرے اور وہ قرضہ سے بری ہوا اور اس سے دلیل نکلتی ہی کہ اسلام سے پہلے جو احکام گذر چکے وہ ثابت ہین مانند اسکے کہ ایک کافر مسلمان ہوا اور حالت کفر مین اسنے بیاج سے مال جمع کیا ہی تو امید ہی کہ وہ عفو ہوگا۔ اور منجملہ ظلم کے یہ ہی کہ قرضخواہ اپنے قرضدار مفلس کو تنگ کرے بغرض انتفاع اور یہ بھی ظلم ہی کہ قرضدار کو دسترس ہوا اور وہ مال ادا نہ کرے اسیواسطے حدیث صحیح مین ہی کہ دسترس والے کا قرض ادا کرنے مین درنگی کرنا ظلم ہی اور معالم مین مذکور ہی کہ جب یہ آیت اتری تو سود چاہنے والون نے کہا کہ ہم توبہ کرتے ہین ہمکو اللہ تعالیٰ سے اور اسکے رسول سے لڑنے کی طاقت کہان ہی پس سود چھوڑا اور اصل مال کے طالب ہوے تب قرضدارون نے کہا کہ ہم تنگدست ہین ہمکو حاصلات آنے تک مہلت دو مگر انھون نے نہ مانا تب اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ فان کان ذوعسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ۔ اور بعض قراءۃ مین ذاعسرۃ۔ اور بعض قراءۃ مین۔ فان کان معسرا بھی آیا ہی پس کان ناقصہ ہی۔ ای فان کان ہذا المطلوب او المدیون ذاعسرۃ او معسرا۔ اور بنابر مشہور قراءۃ کے اوجہ ہی کہ کان تامہ ہی بمعنے وقع یا حصل کے۔ یعنے اگر قرضدار تنگدست ہو تو آسانی تک مہلت ہی پھر جمہور کے نزدیک یہ آیت عام ہی ہر قرضدار کے واسطے کہ جب وہ تنگدست ہو تو اسکو مہلت دیجاوے اور یہ تاخیر واجب ہی کیونکہ نظرۃ مرفوع ہی اور رفع کی سبیل وجوب ہی کما ذکرہ المفسر فی الاتقان اور سراج مین مذکور ہی کہ آیت مین دلیل ہی کہ اگر قرضخواہ نے قرضدار پر نالش کی اور اسنے کہا کہ مین تنگدست ہون تو قید نہین کیا جائیگا رہا یہ کہ اسکا دعویٰ کہ مین تنگدست ہون اس مین گواہ کی ضرورت ہی یا نہین تو اس مین دو صورتین مین دیکھا جاوے کہ اگر یہ قرضہ کسی چیز کا عوض ہی مثلاً کوئی چیز فروخت کی جسکے دام ہین یا کچھ نقد دیا ہی جسکا عوض اسی کی مثل چاہیئے ہی تو اپنی تنگدستی کے دعوے پر گواہ لاوے اور اگر یہ قرضہ اسپر بغیر عوض چڑھا ہی مثلاً ضمانت کا مال ہی یا کسی کی چیز تلف کردی ہی یا مال مہر ہی تو قسم سے اسکا قول ہی قبول ہوگا اور قرضخواہ پر گواہ دینا چاہیئے کہ اس قرضدار پاس مال ہی یہ تنگدست نہین ہی بعیسوہ سب اس صورت مین ہی کہ حاکم کے یہان نالش ہو ورنہ بہت ثواب تو یہ ہی کہ قرضخواہ خود اسکو مہلت دیدے جبکہ وہ تنگدستی کا عذر کرتا ہی اور اس بارہ مین بہت سی صحیح حدیثین آئی ہین ازانجملہ ایک مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کی ہی اور امام احمد نے بریدہ سے روایت کی کہ مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جسنے تنگدست کو مہلت دی اسکے لیے ہر روز اپنے قرضہ کے برابر مال صدقہ کا ثواب ہی الحدیث اور محمد بن کعب القرظی سے روایت ہی کہ ابو قتادہ رضہ کا ایک شخص پر قرضہ تھا اسکے تقاضا کو آتے اور وہ چھپ جاتا ایک روز آئے تو ایک لڑکا نکلا اس سے پوچھا اسنے کہا کہ ہان وہ گھر مین خربزہ کھاتا ہی پس آواز دی کہ اے فلان شخص نکل آ کہ مجھے خبر مل گئی کہ تو موجود ہی پس وہ نکل آیا

تو فرمایا کہ تو مجھسے کیون منھ چھپاتا ہی اسنے کہا کہ مین تنگدست ہون میرے پاس کچھ نہین ہی فرمایا کہ قسم ہی کہ تو تنگدست ہی اسنے کہا کہ ہان واللہ مین
تنگدست ہون تو ابو قتادہ رض رونے لگے اور تمسک منگوا کر مٹا دیا پھر کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہی کہ جسنے اپنے قرضدار کو مہلت دی یا اس سے
محو کر دیا تو قیامت کے روز وہ عرش کے سایہ مین ہوگا رواہ احمد و مسلم اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان احادیث کے جمع کرنے مین طول دیا ہی اور
اللہ تعالے جسکو توفیق دے اسکے لیے اسی قدر کافی ہی اور یہ سب ثواب عظیم تو فقط اتنی بات کا ہی کہ قرضدار کو مہلت دیدے پھر اس سے بڑھکر
ثواب و رضاء حق عزوجل کی طرف ہدایت وارشاد کیا بقولہ تعالے وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ یعنے اگر تم اپنے قرضدار کو بعض مال یا کل مال
صدقہ دیدو تو مہلت دینے سے بھی بڑھکر بہتر ہی۔ پھر اللہ تعالے نے اپنے بندون کو نصیحت کی اور یاد دلایا اور چونکایا کہ دنیا اور اس کا مال
سب فنا ہونے والا ہی اور آخرت سامنے چلی آتی ہی اور قیامت کا ہولناک دن سامنے ہی اور اس کی طرف ہر دم چلے جا رہے ہو اس مین ہر
بھلے برے کام کا حساب ہی اور ثواب اللہ تعالے کا نہایت خوب اور عذاب اسکا نہایت سخت ہی قال تعالے واتقوا یوما ترجعون فیہ الے اللہ
ثم توفی کل نفس ما کسبت وہم لا یظلمون۔ یعنے ڈرو اس ہولناک دن سے یعنے قیامت سے جس مین لوٹائے جاؤگے خواہ مخواہ اللہ تعالے کیطرف
پھر پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو بدلا اسکا جو اسنے بھلا یا برا کمایا ہی اور انپر کچھ ظلم نہوگا۔ یعنے یہ نہوگا کہ کوئی نیکی گھٹا دی جاوے اور اس کا
ثواب نہ ملے یا کوئی بدی ناحق بڑھا دی جاوے کہ اسکا عذاب دیا جاوے اور یہ جو صحیح حدیث مین مضمون ہی کہ بعضے گنہگار مسلمانون سے جو ایمان مین سچے
مضبوط تھے پہاڑ برابر گناہ اتار کر ایسے کافر بدکارون پر رکھے جاوینگے جو اللہ عزوجل کی شان مین نہایت گستاخ باتین کہتے تھے مانند اس کے
کہ اسکا بیٹا بناتے اور اسکی آیات سے ٹھٹھول کرتے تھے تو یہ مضمون برحق ہی اور یہ درحقیقت دونون کے اعمال کی جزا ہی جو جس کا مستحق تھا
اس کو وہ پہونچ گیا اور کسی پر ظلم نہین ہوا۔ جاننا چاہیئے کہ صحیح روایات سے ثابت ہوا ہی کہ تمام قرآن مین آخر آیہ جو اتری وہ یہی قولہ تعالی
واتقوا یوما ترجعون فیہ الے اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وہم لا یظلمون۔ ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکے نازل ہونے کے بعد
نو راتین زندہ رہے پھر ربیع الاول مین دوشنبہ کے روز دن چڑھے اس دار فانی سے رحلت فرما ہوے رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ اور آخر
آیہ ہونا تو نسائی وابن جریر وغیرہم نے باسانید صحیحہ روایت کیا ہی ف ۲۰ عرائس البیان مین شیخ نے ذکر کیا کہ قولہ تعالے وان کان ذو عسرۃ
فنظرۃ الی میسرۃ۔ لوگون کو ادب سکھلایا کہ اپنے ناداروں سے وہ برتاؤ کرو جو اللہ عزوجل اپنے ایسے بندون سے اپنے کرم و رحمت سے برتاؤ
کرتا ہی جنکے پاس سامان طاعت کچھ نہین اور معصیت سے شکستہ حال ہین اور یہ اللہ عزوجل کی کمال شفقت ہی جو اسکو بندون کے حال پر
ہی کیونکہ قرضخواہون کو حکم دیدیا کہ قرضدارون کو اپنے مجازی حقوق مین مہلت و تاخیر دین اور اس مین اشارہ کیا کہ اللہ عزوجل حقیقی حقوق مین جو
بندون پر واجب ہین اور انکے ادا کرنے مین بندون نے قصور کیا ہی عفو فرمائیگا اور درگزر کرے گا قال المترجم یعنے جن لوگون نے قرضدار کو
قرضہ سے بالکل بری کر دیا اور اسکو ہبہ کر دیا وہ امیدوار ہین کہ اللہ تعالے انکے اوپر اپنے حقوق واجبہ سے جن مین قصور ہوا ہی عفو فرماوے اور
ہبہ کرے اور ابن عباس رض نے مرفوعاً روایت کی کہ جسنے قرضدار کو اسکی کشایش حاصل ہونے تک مہلت دی اللہ تعالی اس کو اس کے
گناہون مین توبہ تک مہلت دیگا رواہ الطبرانی۔ اور حق یہ ہی کہ اللہ عزوجل کی طرف سے بالکل عفو ہوگا انشاء اللہ تعالے اور حضرت
حذیفہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے بندون مین سے ایک بندہ قیامت مین اللہ عزوجل کے پاس آویگا اور
اللہ تعالے فرماویگا کہ تونے دنیا مین میرے واسطے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ ای پروردگار مین نے دنیا مین ذرہ برابر بھی تیرے واسطے کوئی کام
نہین کیا جس سے مجھے تیری حضور مین امید لگانے کا موقع ہو یہی بات اس بندہ سے تین بار کر کہی جائیگی اور وہ یہی جواب دے گا آخر

ہار مین عرض کریگا کہ ای پروردگار تو نے مجھے اپنے فضل سے بڑھتی مال دیا تھا اور مین لوگون کے ساتھ خرید فروخت کیا کرتا تھا اور میری عادت تھی کہ درگذر کیا کرتا تھا پس جو شخص آسودہ حال ہوتا اُسپر آسانی کرتا اور جو تنگدست ہوتا اسکو مہلت دیتا تھا پس اللہ عزوجل فرماوے گا کہ مین زیادہ سزاوار ہون کہ آسانی دون پس تو جنت مین داخل ہو رواہ ابو یعلی الموصلی والبخاری و مسلم و ابن ماجہ اور امام مسلم رح نے اپنی صحیح مین اسکی روایت عقبہ بن عامرؓ اور ابو مسعود بدریؓ سے بھی بیان کی اور امام احمد نے بھی اسکو روایت کیا ہی قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الے اللہ الآیۃ ای فیصلہ ہونے کے دن کہ وہ روز قیامت ہی حیا و خجالت کے مقام مین ایسے مالک ذوالجلال والاکرام کے سامنے کھڑے ہونے سے خوف کرو جو استدراج والون کو اپنے مشاہدہ سے محروم فرماکر جہنم مین بھیجدے گا اور جو خاص بندے اسکے اولیا ہین انکو اس امر پر عتاب کریگا کہ بُرے خطرے و اشارات تمھارے دلون مین کیون آئے۔ اور واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عوام کے واسطے اس آیت سے ترہیب ہی اور خواص کے واسطے قولہ وایای فاتقون سے ترہیب ہی یعنے مجھی سے ڈرو اور کسی چیز سے مت ڈرو۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ جس شخص کو قرآن مجید کے نصائح و پند سے اثر نہوا تو اسکو قرآن کے سوا اور کسی چیز سے کچھ بھی حاصل نہوگا۔ اور اس سے بڑھکر کون نصیحت ہی جس سے اللہ تعالے نے اپنے بندون کو خبر دی ہی کہ اسکی طرف رجوع لاوین پھر جو شخص ایسے خوف و خجالت کے مقام پر ٹھہرنے سے نہین پگھلا اور ایسی حاضری پر اپنے حال کو دیکھکر نہ رویا اُس مین اور کون نصیحت اثر کریگی اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ جو وقت گذر گیا اگرچہ اس مین نیکی ہی کیون نکی ہو کچھ قابل اعتماد نہین ہی اور جو آگے آتا ہی اس سے بچاؤ کی دعا کرتے رہنا ضرور ہی کہ آگے آنے والے وقت سے بیخوفی نہین ہی یہی معنے ہین کہ مرد ایمان دار ہمیشہ خوف و اُمید مین اللہ تعالی سے عاجزی کرتا ہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ

اے ایمان والو جس وقت معاملہ کرو اودھار کا کسی وعدہ مقررہ تک تو اُسکو لکھو اور چاہیے کہ لکھدے تمھارے درمیان

كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ

کوئی لکھنے والا انصاف سے اور نہ انکار کرے لکھنے والا اس سے کہ لکھدے جیسا سکھلایا اسکو اللہ نے سودہ لکھدے اور چاہیئے بتادے اسکو جس پر

الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ

حق دینا آیا ہی اور چاہیئے کہ ڈرے اللہ سے جو اسکا رب ہی اور ناقص نہ کرے اس مین سے کچھ پھر اگر وہ شخص جس پر حق دینا آیا ہی بے عقل ہو یا

ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ

ضعیف ہو یا آپ نہین بتا سکتا ہی تو بتادے اسکا اختیار والا انصاف سے اور گواہ کرلو دو گواہ

مِنْ رِجَالِكُمْ ۖ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ

اپنے مردون مین سے پھر اگر نہون دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتین جنکو پسند کرتے ہو گواہون مین سے

أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا

کہ اگر بھول جاوے ایک عورت تو یاد دلاوے اسکو وہ دوسری عورت اور نہ انکار کرین گواہ لوگ جب

دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ

بلائے جاوین اور کاہلی نہ کرو اسکو لکھنے سے چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا ہو اسکے وعدہ تک یہ بات خوب انصاف ہی

عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

اللہ تعالےٰ کے نزدیک اور درست رہتی ہی گواہی اور لگتی ہی کہ تمکو شبہہ نہ پڑے مگر ایسی صورت مین کہ سودا ہو روبرو کا

تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَ

پھیر بدل کرتے ہو آپس مین تو گناہ نہین تمپر کہ نہ لکھو اس کو اور گواہ کرلو جب آپس مین سوداکرو اور

لَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ڛ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ

نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ گواہ اور اگر ایسا کرو تو یہ گناہ کی بات ہی تمھارے اندر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سکھاتا ہی تمکو

اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اللہ تعالےٰ اور اللہ تعالےٰ سب چیز سے واقف ہی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ - تعاملتم - ای ایمان والو جب تم باہم معاملہ کرو - بِدَيْنٍ - کسلم و قرض دین ادھار مانند بیع سلم اور قرض کے - اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى - معلوم - ایک میعاد معلوم تک - فَاكْتُبُوْهُ - تو اسکو لکھو یعنے بدین غرض کہ وثوق رہے اور جھگڑا دور رہے - وَلْيَكْتُبْ - کتاب الدین اور چاہیئے لکھدے ادھار کی تحریر - بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ - بالحق فی کتابتہ لایزید فی المال والاجل ولاینقص - تمھارے درمیان ایک کاتب بعدل یعنے اپنے لکھنے مین حق پر رہے کہ مال و مدت مین نہ بڑھادے اور نہ گھٹادے - وَلَا يَاْبَ - یمتنع - كَاتِبٌ - من - اَنْ يَّكْتُبَ - اذادعی الیہا - كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ - ای فضلہ بالکتابۃ فلا یبخل بہا - فَلْيَكْتُبْ - تاکید - اور کاتب انکار نکرے اس سے کہ لکھدے جب لکھنے کو بلایا جاوے جیسے اللہ تعالےٰ نے لکھنا اسکو سکھلادیا یعنے اپنے فضل سے اسکو لکھنا سکھلادیا ہی پس وہ لکھدے بخل نکرے - وَلْيُمْلِلِ - علی الکاتب - اور بتاتا جاوے کاتب کو الَّذِيْ عَلَيْهِ - وہ شخص جسپر حق دینا آیا ہی - الدین لانہ المشہود علیہ فیقر لیعلم ما علیہ - یعنے جس پر قرضہ دینا آیا ہی اس واسطے کہ یہی وہ شخص ہی جسپر گواہی ہوگی پس وہ اقرار کرتا جاوے تاکہ معلوم ہو کہ اسپر کیا واجب ہوا ہی - وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ - فی املائہ - اور کاتب کو لکھوانے مین اللہ تعالےٰ سے تقوی رکھے وَلَا يَبْخَسْ - ینقص - مِنْهُ - ای الحق - شَـيْـــًٔـا - اور حق مین سے کچھ بھی کمی نہ کرے - فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا - مبذرا - اَوْ ضَعِيْفًا - عن الاملاء لصغر او کبر - پھر اگر وہ شخص جسپر حق آیا ہی سفیہ ہو یعنے فضول خرچ ہو یا ضعیف ہو لکھوانے سے بسبب بچہ ہونے کے یا بسبب بہت بوڑھے ہونیکے - اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ ھُوَ - لخرس او جہل باللغۃ او نحو ذلک - یعنے یا وہ استطاعت نہین رکھتا کہ لکھوائے اس سبب سے کہ مثلاً گونگا ہی یا زبان نہین جانتا یا مانند اسکے کوئی سبب ہی تو - فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ - متولی امرہ من والد و وصی و قیم و مترجم - قرضدار کا ولی اسکو عدل کے ساتھ لکھوائے ف ولی سے مراد یہان فقہ کی اصطلاح نہین بلکہ لغوی معنے ہین یعنے وہ شخص جو اسکے کام کا متولی ہو مثلاً بچہ ہی یا فضول بربادی کرنے والا ہی تو اسکا باپ لکھوائے یا بہت بوڑھا یا یتیم ہی تو وصی لکھوائے یا گونگا ہی تو باپ یا وصی یا قیم لکھوائے یا زبان نہین جانتا تو مترجم لکھوائے - وَاسْتَشْهِدُوْا - اشہدوا علی الدین اور گواہ کرلو قرضہ پر - شَهِيْدَيْنِ - شاہدین - دو گواہ - مِنْ رِّجَالِكُمْ - ای بالغی المسلمین الاحرار اپنے مسلمانون بالغ آزاد مردون مین سے - فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا - ای الشاہدان پھر اگر نہون دونون گواہ - رَجُلَيْنِ دو مرد یعنے دو مرد نہون تو - فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ - یشہدون - گواہ ہوجاوین ایک مرد اور دو عورتین - مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ

الشُّهَدَاءِ - لدينه وعدالته يعنے گواہون مین سے پسند کرو بجہت دین دار اور عادل ہونے کے - وتعدد النساء لاجل - اَنْ تَضِلَّ يعنی
اِحْدٰىهُمَا - الشهادة لنقص عقلهن وضبطهن - اور عورتون کا متعدد ہونا بوجہ اسکے کہ بھول جاوے دونون مین سے ایک عورت
گواہی کو بسبب اسکے کہ عورتین عقل مین اور یاد رکھنے مین ناقص ہوتی ہین - فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى - تو ایک کو دوسری
عورت یاد دلاوے - تذکر بالتخفیف والتشدید - یعنے ابن کثیر وابو عمرو نے بسکون ذال وتخفیف کاف پڑھا اور باقیون نے بفتح ذال
وتشدید کاف پڑھا ہی اور حمزہ رح نے برفع راء پڑھا اور باقیون نے بنصب پڑھا - حاصل یہ کہ دونون عورتون کو اسواسطے ایک مرد کی جگہ قائم کیا
گیا ہو کہ عورتون کی عقل وحفظ مین نقصان ہوتا ہی پس یاد رکھنے والی عورت دوسری بھول جانے والی کو یاد دلاویگی وجملة الاذکار محل العلة تا وریاد
دلانے کا جملہ ہی درحقیقت محل علت ہی یعنے اس علت سے دو عورتین ٹھرائی گئین کہ یاد دلاوے ایک عورت دوسری کو اگر وہ بھول جاوے
لیکن ظاہر مین - ان تضل - علت ہی چنانچہ کہا لاجل ان تضل اسوجہ سے کہ یاد دلانے کا سبب یہی ضلال یعنے بھول جانا ہوتا ہی پس ضلال کو بجائے اذکار
کے قرار دیا گیا - اور حمزہ رحمہ اللہ کی قراءة مین بکسر ان یعنے ان شرطیہ ہی اور تذکر مرفوع ہی پس یہ جملہ مستانفہ شرط وجواب ہی یعنے اگر ایک بھولے گی تو
دوسری عورت اسکو یاد دلاویگی - وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۤءُ اِذَا مَا - زائدة - دُعُوْا - الی تحمل الشهادة وادائها - اور گواہ انکار نہ کرین
جب کبھی بلائے جاوین یعنے گواہ ہونے کے لیے یا گواہی ادا کرنے کے لیے جب بلائے جاوین تو انکار نہ کرین یعنے اگر لائق گواہی کے لوگون کو
بلایا جاوے کہ تم لوگ اس امر کے گواہ رہو یا جس امر کے گواہ ہوئے تھے وہ گواہی ادا کرنے کو بلائے جاوین تو انکار نہ کرین - وَلَا تَسْـَٔمُوْا
تملوا من - اَنْ تَكْتُبُوْهُ - ای ما شهدتم علیه من الحق لکثرة وقوع ذلک - اور تم لوگ ملال آگین نہو جیو اس بات سے کہ تم اسکو لکھو یعنے اس چیز کو
جسپر تم گواہ ہوئے اور یہ ملال بوجہ اسکے کہ ایسا کثرت سے واقع ہوتا ہی یعنے اسکی کثرت وقوع کی وجہ سے تمھین ملال نہو کہ اسکو لکھو - صَغِيْرًا
کان - اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ - اسکی میعاد آنے تک صغیر ہو یا کبیر قلیل ہو یا کثیر - ذٰلِكُمْ - ای الکتب به لکنها - اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ
اعدل بہت عدل ہی اللہ تعالی کے نزدیک - وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ - ای اعون علی اقامتها لانه یذکرها - اور بہت مددگار ہی گواہی کے
قائم کرنے پر کیونکہ یہ تحریر اس گواہی کو یاد دلاوے گی - وَاَدْنٰٓى - اقرب الی - اَلَّا تَرْتَابُوْا - تشکوا فی قدر الحق والاجل - اور زیادہ نزدیک ہی
اس امر سے کہ تم لوگ شک مین نہ پڑو یعنے اودھار کی مقدار اور میعاد مین تم کو باہم شک ہو کر جھگڑا نہو کیونکہ عمداً جھگڑا کرنا تو مسلمان کی شان
نہین ہی - لہذا تمکو یہ لکھ لینا ارشاد کر دیا تاکہ شیطان تم مین جھگڑے کا موقع نہ پاوے پس ہر چھوٹے وبڑے معاملہ مین جب اودھار ہو حق کی مقدار
وقرض کی میعاد ٹھیک ٹھیک - لکھکر گواہ کر لو - اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ - تقع - تِجَارَةً حَاضِرَةً - اور عاصم کی قراءة مین تجارةً حاضرةً -
بنصب ہی یعنے الا ان یکون التجارة - تجارةً حاضرةً - تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ - تقبضونها ولا اجل فیها - مگر اس صورت مین جا ہو نہ لکھو کہ تجارت
حاضرہ ہو کہ اسکو وصول کر لو ہاتھون ہاتھ - اور اسکے ادا کی کوئی مدت نہو - فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ - فی - اَلَّا تَكْتُبُوْهَا
والمراد بها المتجر فیه - پس یہ تمپر گناہ نہین - اس بات مین - کہ نہ لکھو اسکو اس سے مراد وہ چیز ہی جس مین تجارت واقع ہووے اسلئے کہ خود تجارت تو
مصدر یا فعل ہی اسکا لکھنا نہین ہوسکتا لیکن اس صورت مین یہ مناقشہ ہوسکتا ہی کہ باوجود لین دین کے بائع یا مشتری دعوی کرے کہ مین نے
نہین بیچا یا مین نے نہین خریدا لہذا فرمایا - وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ - علیه فانه ادفع للاختلاف - اور جب تمنے باہم مبایعت کر لی
تو اسپر گواہ کر لو یعنے اسواسطے کہ اس سے اختلاف خوب دفع رہتا ہی شیخ سیوطی رح نے کہا کہ یہ حکم اور اگلا حکم دونون استحباب کے ہین
یعنے لکھنا اور گواہ کر لینا مستحب ہی واجب نہین ہی - وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ - صاحب الحق ومن علیه بتحریف او امتناع

عن الشہادۃ او الکتابۃ۔ لا یُضَآرَّ مین معروف و مجہول دونون احتمال ہین معروف بمعنے ضرر نہ دیوے اور مجہول بمعنے ضرر نہ دیا جاوے۔ پس اگر معروف ہو
تو لا یضارّ در اصل لا یُضَارِر بصیغہ معروف بکسر راء مہملہ اول ہی اور معنے یہ ہین کہ نہ ضرر دیوے کاتب اور نہ گواہ اس شخص کو جسکا قرضہ چاہیئے اور نہ اسکو
جس پر قرضہ ہی باین طور ضرر نہ دے کہ لکھنے مین یا گواہی دینے مین تحریف کردے یا باین طور کہ لکھنے سے انکار کرے یا گواہی ادا کرنے سے
انکار کرے اور اگر لا یضار در اصل بفتح راء مہملہ اول بصیغہ مجہول ہو تو معنے یہ ہونگے کہ نہ ضرر دیا جاوے کاتب اور نہ گواہ یعنے نہ ضرر دیوے
ان دونون کو وہ شخص جسکا حق چاہیے ہی باین طور کہ ان دونون سے لکھنے مین اور گواہی ادا کرنے مین وہ بات کہے جو لائق نہین ہی یعنے ایسی بات
لکھنے کو کہے جو لکھنے کے لائق نہین ہی یا گواہ سے ایسی گواہی ادا کرنے کو کہے جو ادا کرنے کے لائق نہین ہی۔ وَاِنْ تَفْعَلُوْا۔ ما نہیتم عنہ اور اگر تمنے
وہ بات کی جس سے منع کیے گئے ہو۔ فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ۔ خروج عن الطاعۃ لاحق۔ بِكُمْ۔ تو یہ فسوق ہی یعنے طاعت سے خروج ہی جو تم کو
لاحق ہی۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ فی امرہ ونہیہ۔ اور ڈرو اللہ سے باین طور کہ اسکے حکم بجا لاؤ اور جس سے منع کیا ہی اس سے باز رہو۔ وَيُعَلِّمُكُمُ
اللّٰهُ۔ مصالح امورکم حالانکہ سکھلاتا ہی تمکو اللہ تعالےٰ یعنے تمھارے کامون کی بھلی راہین جس سے تمھارے کار دنیا و آخرت درست ہون ف
یہ آیت کریمہ قرآن مجید مین سب سے طویل آیت ہی اور سعید بن المسیب سے روایت ہی کہ انکو خبر پہنچی کہ عرش کے ساتھ سب سے قریب زمانہ کی جدا ہوئی آیۃ
الدین ہی رواہ ابن جریر اور ظاہر یہ ہی کہ یہ قربت اضافی ہی اور معتمد یہ ہی کہ سب سے آخر نازل ہونے والی آیۃ قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیۃ ہی
اور سب سے آخر نازل ہونے والی اور آیتین بھی مروی ہوئی ہین اور مفسر نے اتقان مین اسکو مفصل مع توفیق نقل کیا ہی اور واضح ہو کہ اس آیت سے ظاہر ہی
کہ اللہ تعالیٰ نے مومنون کے دلون کو متفق رکھنے مین اہتمام مزید کا اشارہ فرمایا کیونکہ جب شیطان ایک دوسرے کے دل مین شک و نفاق ڈالے و
باہم جھگڑا ہو تو پھوٹ ہو جائیگی اور صحابہ رضی اللہ عنہم اگرچہ باہم ایک دل تھے لیکن بھول چوک سب کے ساتھ لگی ہی پس ممکن تھا کہ قرضخواہ یا قرضدار
اپنی بات سے بوجہ بھول کے انکار کر جاوے اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ جب آیۃ الدین اُتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے
جس شخص نے اپنی بات سے انکار کیا وہ آدم علیہ السلام ہین اللہ تعالےٰ نے جب آدم کو پیدا کیا تو انکی پشت کو مسح فرمایا پس قیامت تک
جو بشر پیدا ہونے والے تھے انکو نکالا اور آدم پر انکی ذریات پیش کی گئی پس آدم نے ان مین ایک مرد کو دیکھا جمال مین بارونق تھا پس عرض کیا کہ اے
پروردگار یہ کون ہی حکم ہوا کہ تیرا بیٹا داؤد ہی عرض کیا کہ پروردگار اسکی عمر کیا ہی فرمایا کہ ساٹھ برس ہی عرض کیا کہ پروردگار اسکی عمر بڑھا دے فرمایا کہ نہین مگر
آنکہ تیری عمر مین سے بڑھا دون اور آدم کی عمر ایک ہزار برس مقرر ہوئی تھی پس آدم نے اپنی عمر سے چالیس برس بڑھا دیئے پس آدم پر اسکا ایک
نوشتہ لکھا گیا اور اسپر فرشتے گواہ کیے گئے پھر جب آدم کی وفات کا وقت پہنچا اور موت کے فرشتے آئے تو آدم نے کہا کہ میری عمر کے چالیس
برس باقی رہے ہین تو کہا گیا کہ تو نے اپنی عمر سے چالیس برس اپنے بیٹے داؤد کو دیے ہین آدم نے کہا کہ مین نے تو ایسا نہین کیا ہی پس اللہ تعالےٰ
نے آدم پر وہ تحریر ظاہر کی اور فرشتون کی اسپر گواہی واقع ہوئی۔ رواہ الامام احمد اور دوسری سند سے اس روایت مین اتنا زیادہ ہی کہ پھر
اللہ تعالےٰ نے داؤد کے لیے سو برس اور آدم کے لیے ہزار برس پورے کر دیے قال ابن کثیر۔ اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے اسکو روایت کیا
اور یہ ضرور ایک غریب حدیث ہی اور اسکا ایک راوی جو علی بن زید بن جدعان ہی اسکی احادیث مین نکارت ہوتی ہی اور حاکم نے اسکو کئی طریقون
سے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہی واللہ اعلم۔ اب یہان سے اس امانت کا حال شروع ہوا جو لوگون مین واقع ہوتی ہی پس فرمایا
یا ایہا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ۔ تداین بروزن تفاعل باہم دین کا لین دین کرنا اور دین عرب کے نزدیک وہ عوض ہی جو
غائب ہو اور عین وہ ہی جو حاضر ہو یعنے روبرو ہو۔ پس اللہ تعالےٰ نے سود کا لین دین حرام کرنے کے بعد سلم اور قرض کا لین دین جائز فرمایا

یعنے ایک طرف سے نقد دیا جاوے اور دوسری طرف سے ادھار ہو اور اس طریق سے بھی مقصود حاصل ہے اسیواسطے بعض علمانے فرمایا کہ کوئی منفعت ولذت ایسی نہین جو حرام طریقہ سے حاصل ہوئی مگر آنکہ اللہ عزوجل نے اسکی مثل لذت ومنفعت حاصل کرنے کا حلال طریقہ شروع فرمایا ہے اور ابن عباس نے فرمایا کہ جب اللہ تعالے نے سود کو حرام فرمایا تو سلم کو مباح کردیا اور بخاری وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ مین گواہی دیتا ہون کہ بیع سلم جسکے ساتھ میعاد مذکور ہو اللہ تعالے نے اسکو حلال کیا ہے اور یہ آیت پڑھدی۔ اور بیع سلم یہ ہے کہ نقد روپیہ اسوقت دیدیا اور دوسرے سے وہ مال جسکے عوض یہ روپیہ دیا ہے ایک میعاد معلوم پر لینا شرائط کے ساتھ ٹھہرالیا اور اسکے تمام شرائط ترجمہ فتاوے عالمگیری کی کتاب البیوع باب السلم سے تلاش کرینی چاہئیں اگر کہا جاوے کہ تداین از باب تفاعل ہے اور حقیقت اسکی یہ ہے کہ دونون طرف سے ہو یعنے دونون مین سے ہر ایک کی طرف سے دین کا لین دین ہو یعنے مثلاً زید نے عمرو سے سو روپیہ کے کھرے گیہون باوصاف جید فی روپیہ ایک من کے حساب سے بدین وعدہ خریدے کہ تین مہینہ گذرنے پر چوتھے مہینہ کی پہلی تاریخ کو ادا کرے تو تداین کی لفظ کا مقتضا یہ ہے کہ روپیہ بھی ابھی نہ دے قرض رکھے جیسے گیہون دوسرے کے ذمہ قرضہ مین اور یہی بیع دین بعوض دین ہے اور یہ بالاتفاق باطل ہے تو جواب یہ ہے کہ تداینتم بمعنے تعاملتم ہے یعنے تمنے باہم معاملہ کیا اور اسکو تداینتم سے اسواسطے تعبیر فرمایا کہ اس مین فی الجملہ دین ہونیکا اشعار ہو اور تقدیر کلام یہ ہے کہ اذا تعاملتم بمعاملۃ فیھا دین یعنے جب تم نے باہم ایسا معاملہ کیا جس مین قرضہ ہے اور کہا لین مین ہے کہ عرب والے بولتے ہین کہ داینتہ یعنے مین نے اس سے مداینت کی جبکہ ادھار معاملہ کیا ہو خواہ دینا ادھار رکھا ہو مثلاً کسی سے کوئی چیز قرض خریدی اور دس روز مین دینے کا وعدہ کیا یا لینا ادھار کیا ہو مثلاً دس روپیہ دیے اور چیز لینا ایک مہینہ کے وعدہ پر ٹھہرا۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے بایعتہ بولتے ہین یعنے مین نے اس سے مبایعت کی خواہ اسنے میرے ہاتھ بیچا ہو یا تو نے اسکے ہاتھ فروخت کیا ہو۔ اگر کہا جاوے کہ پھر اس صورت مین اذا تداینتم الی اجل مسمی کافی تھا بدین کا لفظ کیون زیادہ ہوا ہے تو جواب یہ ہے کہ اس واسطے ذکر ہوا تاکہ فاکتبوہ کا مرجع ہو کیونکہ درصورت اسکے نہونے کے فاکتبوا الدین کہنا واجب ہوتا اور اس مین وہ حسن نہتا جو فاکتبوہ برجوع ضمیر مین ہے اور نیز تاکہ یہ وہم نہو کہ دائن نے بطور مکافات اور بدلے کے اسکو دیا ہے اور نیز اس مین خوب ظاہر ہوگیا کہ دین کی دو قسمین ہین ایک مین موجل اور دوسرا دین حال قال المترجم جاننا چاہیئے کہ دین وقرض مین یہی فرق ہے کہ دین تو ہر ایسا ادھار ہے جس مین میعاد ہو اور قرض وہ ہے جس مین میعاد نہو پس مال عین کے بدلے مال دین کو فروخت کرنا سلم ہے اور مال دین کے بدلے مال عین فروخت کرنا ادھار کہلاتا ہے لیکن ان دونون مین مدت ہوتی ہے اور قرض مین مدت نہین ہوتی ہے پس ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اگرچہ روایت ہے کہ یہ آیت بیع سلم کے حق مین اتری ولیکن بالاتفاق سلم واودھار دونون قسمون کو شامل ہے اور رہا قرض تو شیخ نیشاپوری شافعی نے اپنی تفسیر مین تصریح کردی کہ قرض اس مین شامل نہین چنانچہ کہا کہ بیع عین بعوض دین سے اور اسکے برعکس جو سلم کہلاتی ہے دونون اس آیت کے تحت مین داخل ہین اور رہا قرض تو وہ اس مین داخل نہین ہے اور وہ دین نہین ہے اسواسطے کہ دین مین تو مدت جائز ہوتی ہے اور قرض مین مدت نہین جائز ہے انتہی کلامہ اور یہ جو شیخ نیشاپوری نے ذکر کیا ہے یہی امام ابوحنیفہ وامام شافعی کا مذہب ہے جیسا کہ فریقین کی معتبر کتابون سے ظاہر ہوتا ہے پس مفسر رحمہ اللہ نے جو دین کی تفسیر مین (کسلم وقرض) کہا ہے خلاف مذہب شافعیہ کہا ہے اور اسکا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ شاید سلم کا عکس مراد لیا ہو کہ سلم تو بیع دین بعوض عین ہے اور عکس اسکا بیع عین بعوض دین ہے اسی کو بسبیل مسامحہ قرض کہدیا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شاید مفسر رحمہ اللہ نے بیان اپنے اجتہاد سے قرض یعنے اصطلاحی کو داخل آیہ کریمہ لیا ہو جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہے اور بر اس مین مضائقہ نہین کیونکہ مفسر رحمہ اللہ کا بھی بدرجہ اجتہاد ہونا مسلم ہے اور استدلال اسپر اس حدیث مرفوع سے جو ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہان ایک مہمان آیا پس آپ نے مجھے ایک یہودی کے پاس بھیجا کہ مین آپ کے واسطے اُس سے

رجب کا چاند دیکھے جانے کی مدت کے وعدے پر آٹا قرض لاؤں تو یہودی مذکور نے کہا کہ مین نہین دیتا ہون مگر اس شرط سے کہ میرے لیے رہن دیکر مضبوطی کردین پس مین نبی صلعم کے پاس آیا اور آپ کو اسکے قول کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ ارے مین تو امین آسمان والون کا اور امین زمین والون کا ہون پھر ہنوز مین آپ کے پاس سے نہین نکلا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی - لاتمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم الآیۃ - رواہ البزار وابو یعلی کما ذکرہ المفسر فی الاتقان اور اصل اسکی صحیح مین موجود ہی پس اس حدیث سے ثابت ہو کہ آپ نے آٹا قرض مانگا اور اسکی مدت مقرر کی اور اگر یہ روا ہوتا تو آپ ہرگز نہین کرتے اور نیز بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقا بصیغہ جزم کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عطاءؒ نے کہا کہ قرض مین اگر مدت لگائی جاوے تو جائز ہو اور نیز قوی استدلال اس آیہ مذکورہ کے عموم سے ہی کہ اس مین سے قرض کی تخصیص نہین ہی فافہم - اگر کہا جاوے کہ کلمہ اذا مفید عموم نہین حالانکہ آیت سے مراد عموم ہی یعنے کلما تداینتم بدین پس کلما کیون نہین آیا تو جواب دیا گیا کہ اذا اگرچہ مقتضی عموم نہین مگر وہ عموم سے مانع نہین ہو اور یہان دلیل قائم ہوئی کہ امر کتابت بروجہ عموم ہی ذکرہ فی السراج پھر قولہ الی اجل مسمی مین مسمی بمعنے نام رکھی گئی اے مدت بیان کردی گئی اور مراد اس سے معلوم ہی یعنے مدت معلومہ ہو کہ اسکا اول و آخر ٹھیک طور سے معلوم ہو جس مین جھگڑا نہو سکے اور حدیث صحیح مین ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص بیع سلم ٹھہراوے چھوہارے لینے مین تو پیمانہ معلوم مین مدت معلومہ تک کے ساتھ ٹھہراوے اور یہی قول جمہور کا ہو اور نیز علما کا قول ہی کہ اگر ادھار کوئی چیز فروخت کی تو دام دینے کی مدت معلوم مقرر ہو ورنہ بیع فاسد ہی پس انھون نے معلوم ہونے مین یہ شرط لگی کہ دنون و مہینون و سال سے اول و آخر ٹھیک طور پر بیان کرکے مدت مقرر کرے اور یون نہین جائز ہی کہ کھیتی کاٹی جانے یا روندے جانے یا حاجیون کا قافلہ آنے یا ہوا چلنے یا پانی برسنے کی مدت مقرر کرے یعنے تجھے دام جب دونگا کہ جب ہوا چلے اور ایسی ہی سلم مین بھی یہ نہین جائز ہو اور امام مالکؒ نے اسکو جائز رکھا ہی اور بعضے متاخرین نے فرق کیا ہی کہ اگر ایسی مدت ہو جو فی الجملہ بھی معلوم نہین جیسے جب آندھی آویگی تب دونگا یا جب ٹڈیان گرینگی تب دونگا تو یہ باطل ہو اور جو فی الجملہ معلوم ہی مثلا کھیتی کاٹی جانا یا عطار کا ملنا یا حاجیون کا قافلہ آنا تو فاسد ہو اور تمام کلام کتاب البیوع ترجمہ عالمگیری سے تلاش کرو - پھر قولہ فاکتبوہ - کی ضمیر راجع بجانب دین ہو اور گویا کہ اس مین دخل مدت کو ضروری ہو اسیواسطے آگے تجارۃ حاضرۃ مین کتابت کو نہین فرمایا فتامل پھر اس مین اختلاف ہو کہ یہ لکھنا و تحریر کرنا واجب ہی یا مستحب ہو پس جمہور کے نزدیک یہ امر واسطے استحباب کے ہو چنانچہ اگر تحریر ترک کی تو مضائقہ نہین ہو اور بعض نے کہا کہ واجب ہی اور ظاہر صیغہ امر بھی اسپر دلالت کرتا ہو اور یہی قول عطاء و شعبی و ابن جریج و نخعی کا ہی اور اسی کو شیخ ابن جریر طبری نے اختیار کیا ہو اور ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ امر فقط ارشادی ہی واجب نہین جیسا بعض نے کہا ہی ابن جریج نے فرمایا کہ جو قرض اور ادھار معاملہ کرے اسکو چاہیے کہ لکھے اور جو بیع کا معاملہ کرے اسکو چاہیے کہ گواہ کرے اور قتادہؒ نے فرمایا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ ابو سلیمان مرعشی ایک شخص تھا کہ جسنے کعبؓ کے صحبت سے فیض پایا تھا پس کعب نے ایک روز اپنے شاگردون سے فرمایا کہ بھلا تم کوئی ایسا مظلوم جانتے ہو جسنے اپنے پروردگار سے دعا مانگی مگر قبول نہوئی تو شاگردون نے عرض کیا کہ یہ کیونکر ہوگا فرمایا کہ ایک شخص نے ایک مدت کے وعدے پر بیع کی مگر نہ گواہ کیے اور نہ تحریر کی پھر جب اسکا مال ادا کیے جانے کا وقت آیا تو جسپر آتا ہی وہ انکار کر گیا پس حقدار نے دعا کی مگر قبول نہوئی کیونکہ اسنے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی -

قال المترجم اور اس معنے مین حدیث مرفوع موجود ہی - اور یہ قول دلالت کرتا ہی کہ اپنے حق کی حفاظت مین تحریر واجب ہی اور ابو سعید و شعبی و ربیع بن انس و حسن و ابن جریج و ابن زید وغیرہم نے فرمایا کہ یہ پہلے واجب تھا پھر منسوخ ہوا بقولہ تعالے فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ - اور اس پر وہ حدیث بھی دلیل ہی جس مین ہمسے اگلون کی شرع نقل کی گئی اور ہماری شرع مین مقرر ہوئی اور اس مین نہ لکھوانے و گواہ نہ کرلینے پر انکار نہین کیا گیا اور حدیث یہ ہی کہ ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے ذکر فرمایا کہ ایک مرد نے بنی اسرائیل میرا اسے دوسرے شخص

بنی اسرائیل سے درخواست کی کہ مجھے ہزار دینار قرض دے وہ بولا کہ اچھا گواہوں کو لا کہ میں انکو گواہ کروں اسنے کہا کہ کفی باللہ شہیدا یعنے اللہ تعالے
ہی کافی شاہد ہے اسنے کہا کہ کفیل کو لا کہ میں اسکو کفیل کروں اسنے کہا کہ کفی باللہ کفیلا - یعنے اللہ تعالی کافی کفیل ہے وہ بولا کہ تونے سچ کہا پس اسکو
ایک مدت معلومہ کے وعدے پر ہزار دینار قرض دیدیے پس قرض لینے والا دریا کا سفر کر گیا اور جہاں گیا وہاں اپنا کام پورا کیا پھر سواری ڈھونڈی
کہ سوار ہو کر دریا سے اپنے وطن کو آوے تاکہ جو میعاد قرار دی تھی اسپر قرضخواہ کو قرض پہونچاوے مگر اسکو جہاز وغیرہ سواری نہ ملی حتی کہ وہ بہت
ہی مضطرب ہوا اور ہر طرح کوشش کی مگر سواری نہ پائی پس اسنے ایک لکڑی لیکر اسکو اندر سے سوراخ کیا اور اس میں ہزار دینار و خط بنام قرضخواہ
بند کرکے اس لکڑی کا منہ مضبوط بند کر دیا پھر اسکو سمندر پر لایا اور دعا مانگی کہ میرے پروردگار تو خوب جانتا ہے کہ مجھ بندے نے فلان بندے سے ہزار
دینار قرض مانگے اسنے مجھسے کفیل مانگا میں نے کہا کہ اللہ تعالے کافی کفیل ہے اور وہ اسپر راضی ہوگیا اور اسنے مجھسے گواہ چاہے میں نے کہا کہ
اللہ تعالے کافی گواہ حاضر و ناظر ہے اور وہ اسپر راضی ہوگیا اور اب میں نے ہر چند کوشش کی کہ کوئی سواری پاؤں کہ اس سے یہ دینار قرض کے
اس شخص کو پہونچاؤں جسنے مجھے دیے تھے مگر مجھے سواری نہ ملی اب میں نے انکو تیری ودیعت میں دیا پھر اسکو دریا میں ڈال دیا حتی کہ وہ دریا میں ڈوب گیا پھر
خود لوٹ گیا اور وہ اسی فکر میں تھا کہ سواری جہاز وغیرہ ملے کہ اپنے شہر کو جاؤں پھر وہ شخص جسنے قرض دیا تھا دیکھنے آیا تھا کہ شاید جہاز آیا ہو کہ اسکا مال
لایا ہو ناگاہ اسکو وہ لکڑی ملی جس میں مال تھا وہ اسکو اپنے گھر جلانے کے کام کے واسطے اٹھا لایا جب اسکو توڑا تو اس میں مال و خط پایا پھر وہ شخص آیا
جس نے قرض لیا تھا پس ہزار دینار اسکے پاس لایا اور کہا کہ واللہ میں برابر اس سے پہلے جہاز ڈھونڈھتا رہا تاکہ تیرا مال تجھکو پہونچاؤں مگر اس سے
پہلے مجھے جہاز ہی نہ ملا تب قرضخواہ نے کہا کہ بھلا تونے میرے پاس کچھ بھیجا ہے وہ بولا کہ میں تجھسے کہتا جاتا ہوں کہ میں جس میں آیا ہوں اس سے
پہلے مجھے جہاز ہی نہیں ملا ہے وہ بولا کہ اللہ عزوجل نے تیری طرف سے مجھکو وہ مال ادا کر دیا جو تونے لکڑی میں کرکے بھیجا تھا پس تو اپنے یہ
ہزار دینار مسلم لیکر اپنے گھر جا - رواہ احمد باسنادہ پھر ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ اسناد صحیح ہے اور بخاری رحمہ اللہ نے اسکو سات جگہ طرق صحیحہ سے معلقا
بصیغۂ جزم روایت کیا ہے قولہ تعالے ولیکتب بینکم کاتب بالعدل یعنے چاہیئے کہ لکھے تمہارے درمیان ایک کاتب بانصاف و حق طور پر - یعنے
کاتب اپنی تحریر میں گھٹاوے بڑھاوے نہیں اور کسی کی طرف نہ جھکے اور اسیقدر لکھے جسپر دونوں نے اتفاق کیا ہے اور یہ حکم اگرچہ ظاہر میں کاتب کو
ہے مگر درحقیقت ہر دو معاملہ مداینت کرنے والوں کو حکم ہے کہ ایسا کاتب چاہئیں جو فقیہ متدین ہو تاکہ اسکی تحریر پر اعتماد ہو اور شرع میں اس کی
تحریر پر اعتبار ہو - **قال المترجم** اس میں بطور وجوب یا استحباب کے حفاظت و وثوق کی غرض سے تحریر کرنے کا حکم دیا گیا ہے پھر اگر یہ کہا جاوے کہ یہاں
تو یہ حکم ہے اور صحیحین کی حدیث میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ امی امت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب
جانتے ہیں پھر حدیث و آیت میں توفیق کیونکر ہوگی تو **شیخ ابن کثیر** نے فرمایا کہ جواب یہ ہے کہ دین اپنی ذات کی راہ سے اسکا محتاج
نہیں ہے کہ اس میں کتابت کی کچھ بھی ضرورت ہو اسواسطے کہ قرآن مجید کو اللہ عزوجل نے سہل فرمایا اور اسکا یاد کرنا لوگوں پر آسان کر دیا اور حدیثیں
یعنے سنن نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یوں ہی حفظ ہیں اور یہ چیزیں جنکے لکھنے کا اللہ تعالے نے حکم دیا ہے وہ لوگوں میں واقع ہوتی ہیں **قال المترجم**
مسلم و نسائی نے حدیث بالا کو کتاب الصوم میں اخراج کیا ہے اور تمام حدیث کا مضمون یہ ہے کہ ہم امت امی ہیں نہیں لکھتے اور نہ حساب جانتے
ہیں مہینہ اتنا بھی ہوتا ہے اور اتنا بھی ہوتا ہے یعنے انتیس ۲۹ دن کا اور تیس دن کا - پس بعض علماء نے کہا کہ دنوں کا حساب نہیں لگاتے ہیں -
بلحاظ حساب نجوم کے کہ چاند کی تاریخ معلوم کریں اسی سے بعض نے زعم کیا اگر کوئی شخص حساب جانتا ہو تو نجوم کی تاریخ ہلال پر روزہ رکھ سکتا ہے
مترجم کہتا ہے کہ قول غلط اور سخت مہمل ہے اور **ملا علی قاری** رح نے شرح الشرح نخبۃ الفکر میں اس قول پر سخت تشنیع کی ہے اور کہا ہے

کہ نجوم کی تاریخ پر روزہ رکھنا ہرگز روا نہین ہی اور حدیث مین ثابت ہوا کہ جو رمال و نجومی کے پاس گیا اسنے محمد صلعم کی نافرمانی کی اور وہ قریب بکفر ہی
اور ایک جماعت علمانے اسکی تکفیر کی ہی قولہ ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب - جاننا چاہیئے کہ لا یاب صیغہ نہی ہی از ابی یابی اذا امتنع
اور صلہ اسکا من سے آتا ہی بولتے ہین کہ ابی من ذلک پس معنے یہ کہ لا یاب کاتب من الکتابۃ جیسا کہ مفسر رحمہ اللہ نے مقدر کیا ہی اور مراد یہ ہی کہ جب کاتب سے
لکھنے کو کہا جاوے تب وہ انکار نہ کرے کیونکہ ابا اسیوقت متحقق ہوتا ہی جبکہ کسی سے کہا جاوے اور وہ انکار کرے اور کاتب اسم نکرہ تحت مین نفی کے ہی
پس وہ عموم کو مفید ہی یعنے کوئی کاتب انکار نہ کرے جب اس سے درخواست کیجاوے بشرطیکہ وہ اس کتابت کو جانتا ہو اور اگر وہ خالی لکھنا جانتا ہی
اور بدلائیت کی تحریر نہین جانتا ہی تو وہ گویا کاتب ہی نہین ہی اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے عدم ضرر کی بھی شرط لگائی چنانچہ کہا کہ معنے یہ ہین کہ انکار
نہ کرے وہ شخص جو اس کتابت سے واقف ہی جبکہ اس سے معاملہ دین کرنے والے درخواست کرین اور کاتب مذکور کو ضرر بھی نہ پہونچتا ہو پس جیسے اللہ
تعالے نے اسپر فضل کیا کہ جو چیز نہین جانتا تھا وہ سکھلا دی ویسے ہی وہ ان لوگون پر شکریہ الٰہی مین احسان و صدقہ کرے جو کتابت نہین جانتے
ہین یا اچھی طرح نہین لکھ سکتے ہین پس چاہیے کہ لکھدے اور حدیث مین یہ مضمون ہی کہ منجملہ صدقہ کے ہی یہ بات کہ اعانت کرے **قال المترجم** عدم ضرر
کی قید اس آیت کے آخر جملہ سے ماخوذ ہی یعنے قولہ لایضار کاتب سے اور مجاہد و عطاء نے کہا کہ کاتب پر لکھدینا واجب ہی اور بعض نے ذکر کیا کہ جو علما
اس تحریر کو واجب کہتے ہین انھون نے کاتب پر بھی واجب کہا ہی کہ جب وہ لکھنے کو بلایا جاوے اور اسکے سواے دوسرا کاتب موجود نہو تو اس پر
لکھدینا واجب ہی اور جمہور کے نزدیک جیسے یہ لکھوانا دونون معاملہ کرنے والون پر مستحب ہی ویسے ہی کاتب پر بھی مستحب ہی - قولہ تعالے ولیملل الذی
علیہ الحق ولیتق اللہ ربہ - املال و املاء ہر دو لغت بمعنے واحد ہین اول زبان اہل حجاز ہی اور دوم زبان بنی تمیم اور املا یہ ہی کہ خود بتلاتا جاوے اور دوسرا
لکھتا جاوے اور مراد یہ نہین ہی کہ جو الفاظ یہ بولتا ہی وہی بعینہ کاتب لکھدے اگرچہ بے ترتیب و نامربوط طور پر ہون بلکہ غرض یہ ہی کہ جو اسکا اقرار ہو وہ
کاتب کو بتلاوے اور املا کرنے کا حکم اس شخص کو جسپر حق واجب ہوا ہی اسواسطے دیا گیا کہ اسکے ذمہ قرضہ ثابت ہونے کی گواہی تو اسی کے اقرار پر
ہوگی پس وہی اقرار کرتا جاوے و بتلاتا جاوے کہ بعد تحریر کے گواہ اسکے اقرار پر اسکے ذمہ ثبوت قرضہ کے گواہ رہین اور قولہ ولیتق اللہ سے اسکو کاتب
املا کرنے مین تقوی اور اللہ تعالے سے ڈرنے کا حکم کیا پس وہ پورے حق یا تھوڑے حق کسی سے منکر نہو جاوے اور اس مین مبالغہ فرمایا کہ اسم و صفت
دونون کو جمع کیا یعنے اللہ اور ربہ دونون سے تقوی کرنے کی تاکید کی اگرچہ ایک ہی نام پاک کافی ہی مگر مبالغہ فرمایا ہی اور حق یعنے قرضہ کی بابت
بھی تاکید سے مبالغہ فرمایا کہ ولا یبخس منہ شیئا - ای لا ینقص منہ شیئا - یعنے حق مذکور کے تمام و کمال اقرار کرنے مین بحالت املا کچھ کمی نہ کرے اور بخس
بمعنے نقص - کم کرنا - اور یہ تفسیر بنابر اختیار مفسرؒ ہی اور بعض نے کہا کہ یہ ممانعت کاتب کو ہی یعنے کاتب کو چاہیئے کہ قرضدار نے جو اس پر املا
کیا ہی اس مین کچھ کمی نہ کرے - اور پوشیدہ نہین جو مفسر رحمہ نے اختیار کی ہی وہی ارجح ہی کیونکہ کمی کرنے کا احتمال تو اسی شخص کی طرف سے ہی جس پر
حق واجب ہوا ہی اور اگر یہ کاتب کو ممانعت ہوتی تو فقط کمی کرنے سے ممانعت پر اقتصار نہوتا کیونکہ کاتب سے تو زیادہ کردینے کا بھی احتمال ہی
جیسے کم کردینے کا احتمال ہی فافہم - قولہ تعالے فان کان الذی علیہ الحق سفیہا او ضعیفا او لا یستطیع ان یمل ہو سفیہ وہ شخص ہی کہ اچھی طرح تصرف
کرنے مین اسکی راے کام نہ دیتی ہو پس اس سے لینا دینا خوب نہین بنتا ہی یہ تشبیہ ثوب سفیہ ہی ای وہ کپڑا جس کی بناوٹ چھدری ہو دوسرے
یعنے جیسے یہ کپڑا اپنی بناوٹ مین ضعیف و غیر مضبوط ہوتا ہی ایسے ہی اس شخص کی راے مضبوط نہین ہوتی ہی اور عرب والے لفظ سفہ کو کبھی عقل
کے ضعف پر اور کبھی بدن کے ضعف پر اطلاق کرتے ہین بالجملہ سفیہ وہ ہی جو بیجا اپنا مال برباد کرنے اور پھینکنے والا ہو خواہ اسوجہ سے کہ تصرف
کرنے کا طور ہی نہین جانتا ہی یا اسوجہ سے کہ باوجود جاننے کے عبث برباد کرنے کی عادت ہی اور بعض نے کہا کہ سفیہ سے وہ مراد ہی جو املا نہ جانتا

ہو- قولہ ضعیفا ماخوذ از ضعف اور وہ عقل وبدن دونون کے ساتھ بولا جاتا ہی مگر اہل لغت نے کہا کہ بدن کے ساتھ ضعف بضم ضاد معجمہ ہی اور عقل ورائے کے ساتھ بفتح ضاد معجمہ ہی اور مراد یہ کہ لکھوانے سے ضعیف ہو یعنے مضمون اقراری نہ بتلا سکتا ہو یا تو بسبب صغر سنی و بچپن کے اور یا بسبب کبر سنی بڑھاپے کے جبکہ ایسی حالت پہونچ گئی کہ اسکی عقل مین خلل آگیا ہی اور **شیخ ابن کثیر** وغیرہ کے کلام سے ظاہر ہی کہ ضعف یا باعتبار بدن کے اور وہ لڑکا ہی اور یا باعتبار عقل کے اور وہ مجنون یا معتوہ ہی ولیکن مجنون سے اسکی تفسیر کسی قدر تامل کے قابل ہی اس واسطے کہ وہ عقل جاتی رہنا کہلاتا ہی اور یہان فقط ضعف مذکور ہی ہان معتوہ سے البتہ مناسب ہی- اگر کہا جاوے کہ یہ تفسیر بالرائے ہوگئی تو کہا جائیگا کہ ہرگز نہین نعوذ باللہ منہ یہ تو باعتبار اطلاق واستعمال لغت کے کلام ہی جو ہر ایک جانتا ہی اور عبدالرزاق کی روایت ابن عباس رضہ اول پارہ مین گذر چکی اور عنقریب آتی ہی انشاء اللہ تعالےٰ کہ تفسیر لایعذر احد بجہالتہ- یعنے اہل عرب ان الفاظ کے معانی جانتے ہین ان مین سے کوئی معذور نہین ہی فافہم اور قولہ لایستطیع ان یمل ہو- یعنے استطاعت لکھوانے کی وہ خود نہین رکھتا ہی اور استطاعت کے معنے یہ ہین کہ سب چیزین جو ایک کام کے انجام دینے مین درکار ہین سب درستی سے موجود ہون پھر اگر کوئی نقص ہو تو استطاعت نہوگی پس اگر گونگا ہو یا زبان نہ جانتا ہو یا قید مین پڑا ہو یا ایسی طرح غائب ہو کہ کاتب کے پاس نہ پہونچ سکتا ہو یا اسکو معلوم ہی نہو کہ مجھپر کیا ہی یا جیسا چاہیئے ویسے ادا نہ کر سکتا ہو تو ان سب کو عدیم الاستطاعۃ مین شمار کیا جائیگا انکا اقرار صحیح نہین ہی تو ضرور ہوا کہ کوئی اور شخص انکے قائم مقام ہو لہذا فرمایا- فلیملل ولیہ بالعدل- پس مراد ولی سے وہی شخص ہی جو انکے قائم مقام ہووے اور ولایت شرعی جو نکاح وغیرہ مین ہوتی ہی وہ مخصوص مراد نہین ہی اور ترجمہ تفسیر مین اسکی توضیح سے کفایت ہوگئی اور **قرطبی** نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ جو شخص سفیہ ہو پس اگر وہ محجور کر دیا گیا ہی[له] تو اسکا تصرف اس حالت مین بالاجماع فاسد ہی اس سے کوئی حکم واثر نہین ثابت ہوتا ہی اور اگر وہ محجور نہین ہی تو اس مین اختلاف ہی انتہی کلامہ اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک بالغ آزاد پر حجر نہین ہوتا ہی اور صاحبین کا اس مین خلاف ہے اور حجر کے یہ معنے ہین کہ قاضی وحاکم نے اعلان کیا کہ یہ شخص اپنے تصرفات کے قابل نہین لہذا ممنوع کر دیا گیا ہی- اور یہ کلام ترجمہ عالمگیری کے اس باب سے مفصل دریافت کرنا چاہیئے واللہ الموفق- قولہ تعالےٰ واستشہدوا شہیدین من رجالکم- استشہاد بمعنے گواہی چاہنا واطلاق شہیدین کا اس حالت مین قبل اسکے کہ وہ گواہ ہون مجاز ہی بایں معنے کہ وہ ہو جاوینگے اور من رجالکم کی قید سے عورتین بالاتفاق خارج ہوئین اور نابالغ بھی خارج ہوے خواہ اسوجہ سے کہ انکو رجال نہین کہتے ہین بلکہ صبیان ہین یا آنکہ وہ شاہد نہین ہو سکتے ہین اور رجال کی اضافت ضمیر خطاب کی طرف ہونے سے کفار خارج ہوے اور رہے بالغ غلام تو ان مین اختلاف ہی بعض نے کہا کہ جب وہ مسلمان ہون تو رجال مسلمین مین سے ہین اور یہ قول ابن سیرین وشریح وعثمان بتی اور احمد بن حنبل واسحٰق وابو ثور کا ہی- اور بعض نے کہا کہ غلامون کی گواہی تام نہین ہی پس اسکی گواہی نہین جائز ہی اور یہ قول امام ابوحنیفہ وشافعی ومالک وجمہور علما کا ہی اور وجہ عدم جواز کی یہ ہی کہ غلام مین رقیق ہونے کا ایک نقص ہی- پھر امام ابوحنیفہ رح نے یہ جائز رکھا ہی کہ کفار کی گواہی ان مین باہم ایک کی گواہی دوسرے پر روا ہی اور مسلمان پر کافر کی گواہی قبول نہوگی- رہے یہان دو مقام ایک یہ کہ فلیملل ولیہ بالعدل- سے ثابت ہوتا ہی کہ اقرار کرنے مین نیابت جاری ہوتی ہی اور اسکے جواز مین اختلاف ہی اور یہ بحث دراز بھی یہان ذکر کے قابل نہین اور دوم یہ کہ یہ اشہاد یعنے گواہ کر لینا واجب ہی یا مندوب یعنی مستحب ہی تو اس مین اختلاف ہی پس بعض نے کہا کہ واجب ہی بدین دلیل کہ اللہ تعالےٰ نے بیع مین کہا کہ واشہدوا اذا تبایعتم- اور امر واسطے وجوب کے ہی پس ایسا ہی استشہدوا شہیدین- مین بھی اشہاد واجب ہی اور یہ بعضے صحابہ وتابعین کا مذہب ہی اور ابن جریر رح نے اسی کو ترجیح دی ہی اور امام ابوحنیفہ ومالک وشافعی وابو یوسف ومحمد وغیرہم کے نزدیک مندوب ہی اور واجب کہنے والون کی دلیل کچھ حجت نہین ہو سکتی کیونکہ جو بیع مین اشہاد واجب کہا ہو اگر اس پر حجت ہو سکے تو کہو اور ابو حنیفہ وانکے اصحاب

[له] یعنے معاملات بیع وشرا وغیرہ سے روک دیا گیا ہو ۱۲

توسیع مین بھی واجب ہونے کے قائل نہین ہین فتامل - قولہ تعالے فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء - معنے اسکے یہ بیان کیے گئے ہین کہ پس اگر دونون گواہ دو مرد نہون یعنے دو مردون کے گواہ کر لینے کا قصد نہ کیا گیا اگرچہ موجود بھی ہون تو ایک مرد اور دو عورتین گواہ کر لی جاوین - اور مفسر رح نے جو لفظ لیشہدون بصیغہ مجہول مقدر کیا اس مین مرد کی جانب کو بصیغہ مذکر لانے مین غلبہ دیا کیونکہ عورتین اگرچہ دو ہین مگر وہ ایک مرد ہی کے برابر ہین اور مرد کو عورت پر فضیلت جنسی حاصل ہی ولیکن بصیغہ جمع لانا باعتبار عدد کے بنظر لفظی ہی - اور بعضے مفسرین نے فرجل وامرأتان ای فلیشہد رجل وامرأتان مقدر کیا اور یہ بھی روا ہی - پھر معنے مذکورہ سے ظاہر ہوا کہ - فان لم یکونا رجلین سے یہ مراد نہین ہی کہ ایک مرد دو عورتون کو گواہ کرنا اسوقت روا ہی کہ جب دو مرد نہ ملین بلکہ دو مرد کے ہوتے ہوئے بھی اگر چاہے تو ایک مرد دو عورتون کو گواہ کر سکتا ہی اور یہی ظاہر کلام ہی - پھر ابن کثیر وغیرہ نے کہا کہ یہ صرف انھین معاملات مین ہوگا جو مالی ہون یعنے اموال کا معاملہ ہو یا اس سے مال مقصود ہو قال المترجم تفصیل اسکی یہ ہی کہ فقہاء نے اجماع کیا ہی کہ مالون کے مقدمات مین یہ جائز ہی کہ مردون کے ساتھ ہو کر عورتین گواہی دین حتی کہ مال کا مقدمہ یا جس سے مال مقصود ہووے ایک مرد دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہو جائیگا اور اس مین بھی اتفاق ہی کہ حدود و قصاص یعنے سزاؤن کے مقدمات مین عورتون کی گواہی نہین جائز ہی نہ تنہا اور نہ مردون کے ساتھ مین - پھر ان دونون قسم کے سواے دیگر صورتون مین اختلاف ہی پس ایک جماعت کے نزدیک مردون کے ساتھ مین عورتون کی گواہی جائز ہی اور یہی سفیان ثوری و ابو حنیفہ و انکے اصحاب کا قول ہی اور ایک جماعت کے نزدیک بدون دو مردون کے ثبوت نہین ہو سکتا اور شافعی کے نزدیک جو باتین ایسی ہین کہ غالبا انپر عورتون ہی کو اطلاع ہوتی ہی مثل ولادت و رضاعت اور ثیبہ ہونا اور باکرہ ہونا وغیرہ تو ایسے امور ایک مرد دو عورتون کی گواہی سے اور خالی چار عورتون کی گواہی سے بھی ثابت ہو جاتے ہین اور قولہ ممن ترضون ای کائنین ممن ترضون - اور رضامندی باعتبار انکے دیندار اور پرہیزگار ہونے کے ہی اور اس مین دلیل ہی کہ گواہون مین عادل ہونا شرط ہی اور جو گواہ مستور الحال ہو یعنے اسکا حال پوشیدہ ہو معلوم نہو کہ عادل ہی یا نہین ہی تو جس نے اس کی گواہی کو رد کیا اسنے اسی آیت سے استدلال کیا کہ اس مین دلالت ہی کہ گواہ کا عادل وپسندیدہ ہونا چاہیے بخلاف مستور کے اور یہ دلیل کچھ نہین ہی اور امام ابو حنیفہ نے ظاہری عدالت پر بھی اکتفا کیا ہی اور سراجیہ مین مذکور ہی کہ گواہی قبول ہونے کے واسطے سات شرطین ہین اسلام آزادی عقل - بالغ ہونا - عادل ہونا ایسے فعل کرنے والا نہو جو مین اگرچہ گناہ نہین مگر خلاف تہذیب ہین جیسے بازار مین کھاتے ہوئے جانا وغیرہ اور ساتوین شرط یہ کہ تہمت سے بچا ہوا ہو اور جب ان مین سے کوئی شرط مفقود ہو تو گواہی صحیح نہوگی - اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ شافعی رح نے تمام قرآن مین جہان گواہ مذکور ہین سب مین عادل ہونے کی شرط اسی آیت سے ثابت کی اور جہان جہان مطلق مذکور تھا سب کو اسی مقید پر محمول کیا قال المترجم اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک جہان عدالت شرط نہین وہان مطلق ہی جیسے نکاح وغیرہ مین ہی کہ وہان اللہ تعالی کے نزدیک گواہ ہی خواہ غلام ہو یا فاسق ہو مگر قاضی کے نزدیک فاسق و غلام کی گواہی سے ثبوت نہوگا - اور الحمد للہ کہ مین نے ترجمہ فتاوے عالمگیری مین ائمہ حنفیہ کے طور پر کتاب الشہادۃ مین پوری تفصیل سے فراغت پائی اسکی حاجت نہین کہ اس طویل بحث کو یہان ذکر کرون فتاوے مذکور سے خوب سیراب ہونا چاہیے کہ اس سے بڑھکر بیان کرنا مقصود نہین ہی - باقی رہا یہ مسئلہ کہ ایک مرد گواہ اور مدعی کی قسم پر مدعی کے واسطے حکم ہو سکتا ہی یا نہین تو مالک رح و شافعی رح کے نزدیک ہو سکتا ہی اور ابو حنیفہ رح و انکے اصحاب کے نزدیک نہین ہو سکتا ہی اور جب یہ معلوم ہو گیا تو دو عورتون و مدعی کی قسم پر حکم ہونے مین بھی ایسا ہی اختلاف ہی کیونکہ یہ اسی پر مبنی ہی - پھر ایک مرد کے قائم مقام دو عورتین گواہی کے بارہ مین اسوجہ سے قرار پائین کہ عورت کی عقل ناقص ہوتی ہی چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث ابو ہریرہ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تصریح ہی کہ عورت کا نقصان عقل یہ ہی کہ دو عورتون

دودھ پلانا ۱۲ — جو ایک شادی شدہ کے پاس رہ چکی ہو وہ ثیبہ کہلاتی ہی ۱۲ — کنوارا پن ۱۲ — بچہ جننا ۱۲

کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے اور یہی وجہ خود آیت سے ثابت ہے قال تعالے ان تضل احدٰہما فتذکر احدٰہما الاخری - ابو عبیدہؓ نے
کہا کہ تضل کے معنے تنسی ہیں یعنے بھول جاوے وہ عورت - اور گواہی بھول جانے کے یہ معنے ہیں کہ گواہی میں سے کسی جزو کی جگہ کوئی اور جزو بھول کر
بیان کرے اور یہ آیت اگرچہ اس امر کی علت ہے کہ عورتوں میں سے دو عدد بجائے مردوں کے ایک عدد کے اسوجہ سے لیے گئے کہ ایک بھولے تو دوسری
جسکو یاد ہے وہ اسکو یاد دلاوے مگر اس میں اشعار ہے کہ عورتیں عقل کی ناقص ہوتی ہیں بات کو ضبط نہیں سکتی ہیں اور اسیوجہ سے کہ عورتیں قوائے انسانی میں
پوری نہیں ہوتی ہیں آجتک کوئی عورت پیغمبر نہیں ہوئی اور اب تو خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت نہیں بلکہ قیامت اور صالحین کیواسطے
جنت ونعمت ہے اگر کہا جاوے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ مردوں میں تو بہت لوگ کامل ہوے مگر عورتوں میں کوئی کامل نہیں ہوئی سواے مریم بنت عمران و آسیہ امراۃ
فرعون اور عائشہ بنت ابی بکر کے اور عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے طعام ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ فضیلت تمام
عورتوں سے ہے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کیواسطے بھی عورتوں کی طرف اضافت کرکے فرمایا - یعنے سیدۃ نساء اہل الجنۃ فاطمۃ - سب جنتی عورتوں کی سردار
حضرت فاطمہؓ ہیں اور ایک جماعت ائمہ علما کے نزدیک حضرت فاطمہؓ کو فضل کلی تمام عورتوں پر حاصل ہے فتامل فیہ - اور آیۂ کریمہ میں تضل اور تذکر کا فاعل
مبہم رکھا گیا کیونکہ دونوں عورتوں میں سے ہر ایک پر یہ دونوں وصف جاری ہو سکتے ہیں یعنے اگر وہ بھولے تو یہ یاد دلاوے اور یہ بھولے تو وہ یاد دلاوے
اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی بات وہ بھولے یہ یاد دلاوے اور کوئی یہ بھولے وہ یاد دلاوے بالجملہ گواہی کی بات ان دونوں کے حفظ ونگاہ رکھنے سے پوری
رہیگی اور بعض علما نے فتذکر احدٰہما الاخری کے یہ معنے بیان کیے فتجعلہا ذکرًا یعنے ایک عورت دوسری کے ساتھ ملکر مذکر کردیگی اسی تذکیر بمعنے مذکر کردینا
لیا اور زمخشری نے کہا کہ یہ تفسیر بھی بدعتی تفسیر ہے اور جمہور مفسرین نے اسکو رد کردیا ہے تاآنکہ کہا گیا کہ خلاف معقول ومنقول ہے - قولہ ولا یاب الشہداء -
اذا ما دعوا - بعض نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ جب گواہ ہونے کیواسطے بلائے جاویں تو انپر قبول کرنا واجب ہے یہ قول قتادہ وربیع بن انس کا ہے اور یہ
مانند قولہ ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب سے ہے اور اس صورت میں انکو شہدا کہنا باعتبار آیندہ حال کے مجازًا ہے اور بیان سے نکلتا ہے کہ
گواہی اٹھانا فرض کفایہ ہے اور بعض نے کہا کہ یہی جمہور کا مذہب ہے اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہیں کہ جب گواہی اداکرنے کے لیے بلائے جاویں تو آویں
اور اس صورت میں انپر شہدا کا اطلاق حقیقی ہے پس اگر گواہی کے واسطے وہی متعین ہو تو اسپر قبول کرنا واجب ہے ورنہ فرض کفایہ ہے یعنے مثلًا دو ہی مرد
گواہ ہوئے ہیں یا چار گواہ میں سے دو ہی موجود ہیں اور باقی دو یا زیادہ ہوں وہ غائب ہیں یا مر گئے ہیں تو چونکہ دو سے کم مقدار نہیں لہذا ان
دونوں موجودین پر قبول کرنا واجب ہے - اور مجاہد وابو مجلز وبہتیروں نے کہا کہ جب کوئی گواہ ہونے کو بلایا جاوے تو اسکو اختیار ہے قبول کرے
یا نہ قبول کرے اور جب گواہ ہوگیا پھر اداکرنے کو بلایا گیا تو قبول کرنا واجب ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید مراد یہ کہ جب گواہ ہونے کو بلایا جاوے
حالانکہ وہاں دوسرے لوگ قابل گواہی موجود ہیں یا اسکو عذر ہے تو اسکو اختیار ہے اور ابن عباس وحسن بصری سے روایت ہے کہ یہ حکم عام ہے خواہ گواہ
ہونے کو بلایا جاوے یا گواہی اداکرنے کو بلایا جاوے انکار نہ کرے ذکرہ ابن کثیرؒ اور حدیث صحیح مسلم میں ہے کہ گواہوں میں سے بہتر وہ ہے جو گواہی ادا
کردے قبل اسکے کہ اس سے پوچھا جاوے اقول معنے یہ ہیں کہ بسا اوقات آدمی کو دریافت نہیں ہوتا کہ گواہ کون ہے مثلًا زید کے باپ نے خرید وفروخت کا
معاملہ کیا تھا تو زید کو معلوم نہیں کہ اسوقت کون گواہ تھا پس خوبی ایمان سے یہ ہے کہ گواہ خود اس حق وعدل کو پھیلانے میں مستعد ہو جاوے اور اس کا
منتظر نہو کہ جب پتہ ملے اور بلایا جاوے تب لاچاری سے جاوے - اور صحیحین میں جو روایت ہے کہ بدتر گواہ وہ ہیں جو گواہی دیتے ہیں اور استشہاد نہیں
کرتے ہیں تو یہ اُن گواہوں کے حق میں ہے جو جھوٹے ہوتے ہیں کیونکہ معنے عدم استشہاد کے یہ ہیں کہ گواہی جو ادا کی ہے اسکے شاہد نہ تھے یعنے حاضر وگواہ
نہیں تھے اور جھوٹی گواہی سخت کبیرہ گناہ ہے جسکا درجہ شرک ونافرمانی والدین کے بعد ہے جیساکہ صحیحین کی حدیث سے ثابت ہے نعوذ باللہ منہ

قولہ تعالےٰ ولا تسأموا ان تکتبوہ صغیراً او کبیراً الیٰ اجلہ - یہ خطاب ہی مومنین کو یا باہم معاملہ کرنے والون کو یا گواہون کو ولیکن اولیٰ یہ ہی کہ باہم معاملہ
کرنے والون کو خطاب ہی اسی پر دلالت کرتا ہی کلام مابعد یعنے ان تکتبوہ صغیراً او کبیراً - پس چونکہ کثرت سے معاملات اودھار واقع ہونے سے شاید تحریر
مین سستی کرتے لہذا منع کیا اور صغیراً او کبیراً سے مبالغہ کیا یعنے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت ہو لکھنے مین سستی نہ کرین اور مدارک مین فرمایا کہ صغیر کبیر
سے تعبیر فرمانے مین دلیل ہی کہ سلم ٹھہرانا کپڑون مین روا ہی کیونکہ جو چیز گزون سے ناپی جاتی ہی اسکو صغیر وکبیر تحقیقاً بولتے ہین بخلاف قلیل وکثیر کے
کہ یہ کیلی ووزنی چیزون کے ساتھ بولا جاتا ہی اور سلم یہ ہی کہ کسی کو نقد ہزار روپیہ یکم وبیش دیا کہ کم سے کم ایک مہینہ کے بعد فی روپیہ دو من کے حساب سے
ایسے ایسے گیہون یا ایسے ایسے کپڑے وتھان ادا کرے قولہ ذلکم اقسط عند اللہ واقوم للشہادۃ الخ لفظ اقسط صیغہ اسم تفضیل سیبویہ رحمہ اللہ کے
نزدیک بنا ر قیاسی ہی از قسط بالکسر بمعنے عدل نہ از قسوط جو بمعنے جور وظلم آتا ہی اور ابو حیانؒ نے کہا کہ ابن السکیت نے کتاب الاضداد مین ابو عبیدہ
سے نقل کیا کہ قسط بروزن نصر ماضی بمعنے جور اور بمعنے عدل دونون آتا ہی مگر اقسط بالالف فقط بمعنے عدل ہی قولہ الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونہا بینکم
استثنا منقطع ہی ای لکن وقت تجارتکم بالحاضرۃ تاخذونہا یداً بید - اور عکبریؒ نے کہا کہ استثنا متصل ہی پھر واضح ہو کہ جو چیز فروخت کیجاوے
وہ مال عین یعنے متعین حاضر ہو مثلاً قلمدان خریدا تو وہ سامنے متعین ہو حتی کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے تجھسے ایک روپیہ کو ایک قلمدان خریدا تو
بیع فاسد ہی کیونکہ وہ قلمدان معلوم نہین ہی بخلاف روپیہ کے کہ اسکو سامنے حاضر کرنا ضرور نہین بلکہ وہ تو ہمیشہ دین یعنے غیر معین ہوتا ہی حتی کہ جو روپیہ چاہے
دیدے جبکہ روپیہ کا چلن معلوم ہو پس کل مبیع کا عین ہونا ضرور ہی سوائے بیع سلم کے کہ اس مین ایسے طور سے گیہون وغیرہ کو صفت کرکے بیان کرتے ہین
کہ وہ بائع کے ذمہ بطور متعین ہو جاتی ہی یا بانگی لے لیتے ہین - پھر تجارت حاضرہ عام ہی کہ بیع کے وقت معاملہ بعین ہو یا بدین ہو لیکن تدیرونہا بینکم -
ای تاخذونہا یداً بید - یعنے بائع اپنے دام لے اور مشتری مبیع لے اور باہمی قبضہ ہو جاوے اگرچہ ثمن ومبیع بالاعتبار ہون یعنے مثلاً
گھوڑے کو گاے کے عوض فروخت کیا تو ہر ایک مبیع وثمن ہو سکتا ہی مثلاً کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ گھوڑا بعوض اس گاے کے بیچا یہ مفید ہی کہ گھوڑا
مبیع اور گاے ثمن ہی اور اگر برعکس بولا جاوے یعنے گاے بعوض گھوڑے کے فروخت کی تو برعکس ہو جائیگا فافہم اور جاننا چاہیئے کہ ممکن ہی کہ
اس بیع مین ثمن ابتدا مین دین ہو پھر عین ہو جاوے مثلاً کہا کہ مین نے یہ گھوڑا جو حاضر عین ہی تیرے ہاتھ بعوض ایسے ایسے کپڑے کے فروخت کیا اور اس کپڑے
کے تمام وصف اس طور پر بیان کردیے کہ کسی طرح کی جہالت نہ رہے اور مشتری نے قبول کیا اور بیع ہو گئی اور جدا ہونے سے پہلے مشتری نے یہ کپڑا
جو ٹھہرا ہی بائع کو حاضر کیا پس دین تھا اور قبل جدا ہونے کے عین ہو گیا پھر بائع نے منظور کیا اور دونون نے اپنی اپنی چیز پر جو خریدی ہی قبضہ
کر لیا تو ایسی مبایعت مین جو ہاتھون ہاتھ ہو کتبہ لکھنے کی ضرورت نہین ہی چنانچہ فرمایا - فلیس علیکم جناح ان لا تکتبوہا اور اس مین نہ لکھنے کی
رخصت دی گئی دو وجہ سے ایک یہ کہ اگر کتبہ کا حکم ہو تو کسی قدر گرانی ہوگی کیونکہ قلیل وکثیر کثرت سے واقع ہوتا ہی بہ نسبت بیع مداینت کے
اور دوم یہ کہ جب ہر ایک نے اپنے حق پر اسی مجلس مین قبضہ کر لیا تو انکار کا احتمال نہین رہا پس کتبہ کی حاجت نہین ہی ولیکن یہ احتمال باقی ہی
کہ بائع مثلاً انکار کرے کہ مین نے فروخت نہین کی ہی اسیواسطے فرمایا - واشہدوا اذا تبایعتم - یعنے مبایعت پر گواہ کر لو وہ کافی ہین اور یہ امر بنا بر
کہ مراد یہی تجارت حاضرہ ہو پس استثنا کے بعد استثنا ہوگا - اور اصح یہ ہی کہ یہ حکم تخصیص کے بعد تعمیم ہی ہر مبایعت کے واسطے یعنے جو بیع واقع ہو
خواہ ہاتھون ہاتھ ہو یا اودھار ہو اس بیع واقع ہونے پر گواہ کر لو بمعنے آنکہ بائع ومشتری مین ایجاب وقبول تمام ہوا اور بیع واقع ہوئی اسکے گواہ
کر لو پھر اگر بیع نقد ہاتھون ہاتھ ہو تو اس مین صرف گواہی کافی ہی کتبہ کی ضرورت نہین کیونکہ ہر ایک نے اپنے حق پر قبضہ کر لیا اور اگر بیع اودھار
ہو تو اس گواہی کے بعد اودھار مال کی غرض سے کتبہ کی ضرورت بھی ہی سعید بن جبیرؓ سے مروی ہی کہ قولہ تعالےٰ واشہدوا اذا تبایعتم - یعنے اپنے

حق پر گواہ کر لو خواہ اس میں میعاد ہو یا نہو ہر حال میں اپنے حق پر گواہ کر لو (رواہ ابن ابی حاتم) اور جابر بن زید و مجاہد و عطاء و ضحاک سے اسکے مانند مروی ہی اور حسن بصری و شعبی نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہی بقولہ فان امن بعضکم بعضا فلیود الذی اؤتمن امانتہ - اور جمہور کے نزدیک منسوخ نہیں بلکہ یہ امر واسطے استحباب کے ہی اور واجب نہیں ہی اور اسکی دلیل حدیث خزیمہ بن ثابت انصاری ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا اور اسکو اپنے پیچھے پیچھے بلایا کہ گھر پر اسکو اسکے گھوڑے کے دام ادا کریں پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیز چلے اور اعرابی آہستہ آہستہ رینگتا آتا تھا پس راہ میں لوگوں نے اعرابی کو ٹوکنا شروع کیا اور اس سے گھوڑے کو چکاتے اور انکو یہ معلوم نہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو خرید لیا ہی یہانتک کہ بعض نے اعرابی کو کچھ دام اس سے بڑھکر کہے جتنے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خریدا تھا پس اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی کہ اگر آپ اس گھوڑے کو خریدنے والے ہیں تو خرید لیجے ورنہ میں نے اسکو بیچا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کی آواز سنی تو کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ بھلا کیا میں نے تجھسے خرید نہیں ہی اعرابی نے کہا کہ میں نے واللہ تمہارے ہاتھ نہیں بیچا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ میرے اور تیرے درمیان بیع ثابت قبول پورا ہو چکا ہی پس لوگوں نے جمع ہونا شروع کیا اور وہ اعرابی اسطرح گفتگو کو دہراتا تھا پس اعرابی نے یہ کہنا شروع کیا کہ آپ کوئی گواہ لادیں جو گواہی دے کہ میں نے اسکو آپ کے ہاتھ بیچا ہی پس مسلمانوں میں سے جو آتا جاتا وہ اعرابی سے کہتا کہ خرابی ہو تیری کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوا سچ بات کے کبھی اور نہیں فرماتے ہیں یہانتک کہ خزیمہ بن ثابت انصاری آئے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا [illegible] اور اعرابی کا بھی کہنا سنا کہ کہتا تھا کہ کوئی گواہ لائیے جو گواہی دے کہ میں نے اسکو آپ کے ہاتھ بیچا ہی تو خزیمہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے اسکو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ فروخت کیا ہی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تو کیونکر گواہی دیتا ہی خزیمہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپکی تصدیق کر کے میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالے نے آپ کو اپنا سچا نبی بھیجا ہی تو کیا ہمارے بیچ معاملات میں آپ سے سوا سچ کے کچھ شبہہ ہو سکتا ہی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو مرد کی گواہی سے برابر قرار دیا - رواہ احمد وابوداؤد والنسائی اور حدیث میں دلیل ہی کہ گواہی دینی ایسے طور پر جائز ہی کہ گواہ کو بدلیل شرعی یقین ہو کہ یہ امر ایسا ہی اگرچہ اپنے معاینہ نہیں کیا الحاصل جمہور کے نزدیک گواہ کر لینا مستحب ہی واجب نہیں ہی لیکن شیخ ابن کثیر نے کہا کہ احتیاط یہ ہی کہ گواہ کرے کیونکہ ابوموسی اشعری نے مرفوعا روایت کی کہ تین شخص اللہ تعالے سے دعا کرتے ہیں اور وہ قبول نہیں ہوتی ہی ایک وہ مرد کہ اسکی عورت بدخلق ہی مگر اس نے طلاق نہ دی ہو دوم وہ مرد کہ جسکے پاس یتیم کا مال رکھا تھا سو یتیم کے بالغ ہونے سے پہلے اسکو دیدیا (یعنی طفل نے ضائع کیا مگر اسکو تاوان دینا پڑا) سوم وہ کہ جس نے دوسرے کو قرض دیا اور اسپر گواہ نہیں کیے رواہ ابن مردویہ والحاکم وقال صحیح الاسناد - اور معنے اس حدیث کے یہ ہیں کہ اگر ان لوگوں کو ایذا پہونچی مثلا بدخلق عورت نے شرارت کی اور شوہر کو ایذا پہونچائی یا یتیم نے بالغ ہو کر ودیعت وصول پانے سے انکار کیا اور اسکو دوبارہ مال دینا پڑا یا قرضدار منکر ہو گیا اور اسکا مال جاتا رہا پس ان لوگوں نے ظلم کرنے والے پر بددعا کی تو قبول نہوگی کیونکہ اللہ تعالی کے حکم کے خلاف کیا اور یہ مطلب نہیں ہی کہ جو شخص ایسا کرے اسکی کوئی دعا ہی قبول نہوگی - فاحفظہ - قولہ تعالے ولا یضار کاتب ولا شہید - بعض نے فرمایا کہ معنے اسکے یہ ہیں کہ ضرر نہ دے کاتب اور نہ شاہد بایں طور کہ کاتب کو جو املا کیا گیا ہی اسکے برخلاف لکھے یا گواہ نے جو سنا ہی اسکے برخلاف گواہی دے یا بالکل چھپا ڈالے اور یہ قول حسن و قتادہ وغیرہ کا ہی اور اس صورت میں لا یضار بصیغہ معروف ہی اور یہ جان لینا چاہیئے کہ گواہ کی لکھی ہوئی گواہی حجت نہیں ہی کیونکہ خط سے خط مشابہ ہوتا ہی بالجملہ یہ بات شرع میں متعین ہی کہ اگر مدعی نے نالش کی اور تمسک پیش کیا اور اس پر گواہوں کی گواہی لکھی ہی اور گواہ نے حاضر ہو کر انکار کیا کہ میں نہیں جانتا یا بدل کر گواہی دے کہ جو مضمون اس تحریر میں ہی وہ نہیں بلکہ یوں واقع ہوا تھا تو محکمہ قضا میں

اسکی گواہی لکھنے پر کوئی حجت نہین بلکہ جو زبان سے کہتا ہو وہ معتمد ہے اور اگر اسنے گواہی نہ دی اگرچہ اسکا نام لکھا ہی تھا کوئی حجت نہین بالجملہ جب تک اب گواہی زبان سے ادا نہ کرے تب تک کوئی فائدہ نہوگا فافحفظہ۔ اور بعض نے فرمایا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ کاتب کو ضرر نہ پہونچایا جاوے اور نہ گواہ کو ضرر پہونچایا جاوے چنانچہ مقسم نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ لا یضار کاتب ولا شہید یعنے مثلاً آدمی آوے اور کاتب وشاہد کو لکھنے اور گواہ ہونے کے واسطے بلاوے اور وہ کہین کہ ہم اسوقت اپنی ضرورت سے معذور ہین تو وہ کہے کہ تمکو حکم دیا گیا ہے کہ جب بلائے جاؤ تو قبول کرو تو اُسنے تنگ کیا اور ضرر پہونچایا پس اسکو روا نہین ہے کہ کاتب وشاہد کو ضرر پہونچاوے (رواہ ابن ابی حاتم) اور عکرمہ ومجاہد وطاؤس وسعید بن جبیر وضحاک وعطیہ ومقاتل بن حیان وربیع بن انس وسدی سے اسکے مانند مروی ہو **قال المترجم** اس صورت مین لا یضار بصیغۂ مجہول ہے اور کاتب سے وہ شخص مراد ہے جو لکھنا جانتا ہو اور شاہد سے مراد وہ شخص ہے جو گواہ ہو سکتا ہے کیونکہ ہنوز وہ گواہ نہین ہوا ہے اور موید اس کی ہے قراۃ ابن مسعود لا یضار بفتح راء اول۔ قولہ تعالےٰ وان تفعلوا فانہ فسوق بکم واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ واللہ بکل شئی علیم یہ جملے نصیحت کے مؤکد ومقید ہین اور یہ آخر آیۃ الدین ہے اور اللہ عزوجل نے اس مین اموال کے بارہ مین احتیاط کرنے پر آمادہ فرمایا کیونکہ وہ معاش ومعاد کی درستی کا وسیلہ ہوتے ہین۔ کما قال ولا تؤتوا السفہاء اموالکم الآیۃ اور **شعرانی** رح نے لواقح مین حضرت سفیان الثوری کے حالات مین نقل کیا کہ درم ودینار کی حفاظت فرماتے اور کہتے کہ پہلے ایک زمانہ تھا اور آج کل اسکو محفوظ رکھے تاکہ اپنا دین فروخت نہ کرے یعنے آخر ضرورت ومحتاجی مین لوگون کے واسطے صاف توحید وسنت کی بات نہین کہیگا بلکہ انکے راضی کرنے کو بدعت وغیرہ سے مداہنت کریگا جیسے اکثر فقیرون پیرون وعالمون مین بکثرت معروف ہے۔ قفال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسی پر دلالت کرتا ہے یہ امر بھی کہ قرآن مجید کے احکام اکثر اختصار پر جاری ہین اور اس آیۂ کریمہ مین بسط ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ۔ پھر فرمایا ولیکتب بینکم کاتب بالعدل پھر تیسری بار فرمایا۔ ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ۔ پس یہ بمانند تکرار قولہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ہے اسواسطے کہ عدل وہی جو اللہ تعالےٰ نے تعلیم فرمایا پھر چوتھی بار فرمایا فلیکتب اور یہ اعادہ امر اول کا ہے پھر پانچوین بار فرمایا۔ ولیملل الذی علیہ الحق۔ حالانکہ قولہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ہی کنایہ ولیملل الذی علیہ الحق۔ کی طرف موجود ہے اسواسطے کہ عدل سے لکھنے والا وہی لکھیگا جو اسپر املا کیا جاوے پھر چھٹی بار فرمایا۔ ولیتق اللہ ربہ۔ اور یہ تاکید ہے پھر ساتوین بار فرمایا۔ ولا یبخس منہ شیئا اور یہ گویا۔ قولہ ولیتق اللہ ربہ۔ سے مستفاد ہے پھر آٹھوین بار فرمایا۔ ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ۔ یہ بھی ماسبق کی تاکید ہے پھر نوین بار فرمایا۔ ذلکم اقسط عند اللہ واقوم للشہادۃ وادنی ان لا ترتابوا۔ پس یہ فوائد ان تاکیدات سابقہ کے ذکر فرمائے اور اس سب مین دلالت ہے کہ مال حلال کو محفوظ رکھنے کی وصیت ہے کہ وہ تلف نہو جاوے کیونکہ اس سے انسان کو قدرت ہوتی ہے کہ راہ خدا مین خرچ کرے اور سودخواری ودین فروشی وغیرہ بیباطلی جو اللہ تعالےٰ کے غضب نازل ہونیکی چیزین ہین ان سے اپنے آپکو بچاوے اور پرہیزگاری پر قائم رہے پھر قولہ واتقوا اللہ سے آخر تک اس حکم کی تعمیل پر تاکید فرمائی اور ان تینون جملون مین (اسم اللہ) کو مکرر اعادہ فرمایا اس لیے کہ ہر ایک جملہ مستقل ہے کیونکہ جملۂ اول تو تقوی پر آمادگی ہے اور دوم اپنے انعام کا وعدہ ہے اور سوم مین اثبات شان ہے اور نیز نام پاک لانے مین بندون کے دلون مین تعظیم خوب آتی ہے ذکرہ فی السراج پھر یہ سب اسوقت کو معاملہ ہے جب وطن وحضر مین واقع ہوا اور اگر سفر ہو تو فرمایا

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ

اور اگر تم | سفر مین ہو | اور نہ پاؤ | لکھنے والا | تو گرو چیزین | قبضہ کی ہوئین | پھر اگر اعتبار کرے ایک

بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ط وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ط وَمَنْ

دوسرے کا تو چاہیئے کہ پورا کرے جسپر اعتبار کیا گیا اپنے اعتبار کو اور ڈرتا رہے اللہ کو اپنے رب سے اور نہ چھپاؤ گواہی کو اور جسنے

۳۹ ع ۴ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ؀

چھپایا گواہی کو تو گنہگار رہے اُسکا دل اور اللہ تعالےٰ جو تم کرتے ہو اسکو خوب جانتا ہے

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ۔ ای مسافرین وتداینتم۔ اور اگر تم لوگ سفر پر ہو یعنے مسافر ہو اور تمنے باہم اودھار معاملہ کیا۔ وَلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا۔ اور تمنے لکھنے والا نہ پایا۔ ف کیونکہ سفر مین اکثر یہی اتفاق ہوتا ہے اور اگر کاتب ملا تو گواہ نہیں ملتے ہین تو حکم دیا کہ فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ۔ تو تم رہن مقبوضہ لے لو۔ اکثر قراریح کی قراءۃ تو فرہان بروزن کتاب ہے اور ابو عمرو وابن کثیر۔ کی قراءۃ مین فرہن بضم را مہملہ وضمہ ہا رہونہ بروزن سقم ہے اور دونون مین سے ہر ایک جمع رہن بروزن صرف ہے اور رہن بمعنے مرہون ہے یعنے وہ چیز جو رہن کی گئی اور رہن لغت مین بمعنے مضبوطی ہے یعنے اس سے اپنی مضبوطی کر لو اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک رہن بدون قبضہ کے تمام نہیں ہے پھر آیت سے نکلتا تھا کہ رہن فقط سفر مین ہے لیکن احادیث سے طریقہ سنت رسول اللہ صلعم ظاہر ہوا کہ حضر مین کاتب موجود ہوتے ہوے بھی رہن جائز ہے پس آیۃ کریمہ مین جو قید مذکور ہے یعنے سفر اور کاتب کا نہونا تو اسواسطے کہ توثق ومضبوطی کی حاجت اس حالت مذکورہ مین بہ نسبت حضر کے اشد ہے اور مقبوضہ کی قید نے یہ فائدہ دیا کہ رہن مین قبضہ شرط ہے وہ خواہ مرتہن خود قبضہ کرے یا اسکا وکیل قبضہ کرے کافی ہے پھر یہ سب ایسی حالت مین کہ آدمی جسکو اودھار دیتا ہے اسکی طرف سے بے اطمینانی یا شبہہ ہو اور پوری پوری امانت داری پر وثوق نہو۔ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا پھر اگر بعض تمہارا بعض کو امین جانے یعنے اودھار دینے والا مدیون کو معتبر سمجھے حتی کہ اسنے رہن نہ لیا۔ فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ۔ المدائن۔ اَمَانَتَهٗ۔ دینہ۔ تو چاہیئے کہ ادا کردے وہ شخص جو موتمن قرار دیا گیا ہے یعنے جس نے قرضہ اپنے ذمہ لیا ہے امانت اسکی یعنے دائن کا قرضہ ادا کردے۔ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ۔ اور اس قرضہ کے ادا کر دینے مین اللہ تعالی سے جو اسکا رب ہے تقوی رکھے۔ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ۔ اذا دعیتم لاقامتہا۔ مت چھپاؤ گواہی کو یعنے جبکہ تم بلائے جاؤ گواہی قائم کرنے کو یعنے ٹھیک ادا کرنے کو۔ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ۔ اور جسنے گواہی کو چھپایا تو اس کا دل گنہگار ہے ف خاص کرکے دل کو ذکر کیا اسواسطے کہ شہادت کا محل وہی ہے اور اسواسطے کہ جب قلب گنہگار ہوا تو قلب کے سوائے جو اعضا ہین وہ قلب کے تابع ہونگے پس اسکو گنہگارون کے مثل عذاب کیا جائیگا۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ۔ لایخفی علیہ شیٔ منہ۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے یعنے جو تم کرتے ہو اس مین سے کچھ بھی اللہ تعالےٰ پر پوشیدہ نہین ہے ف تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ مین ہے کہ قولہ تعالےٰ وان کنتم علی سفر یعنے مسافر ہو اور تمنے کسی مدت معلوم کے واسطے اودھار کا معاملہ کیا۔ ولم تجدوا کاتبا۔ اور تمنے کوئی کاتب نہ پایا جو تمہارے واسطے لکھے اور ابن عباس نے کہا یا تمنے کاتب کو پایا مگر کاغذ نہ پایا یا دوات نہ پائی یا قلم نہین ہے۔ فرہان مقبوضۃ۔ چاہیے کہ تحریر کے بدلے مرہون مقبوض ہو جو حقدار کے قبضہ مین رہے اور ابن عباس رضؓ نے اشارہ کیا کہ رہن کا حکم بحالت عذر ہے خواہ کوئی ہو پھر منجملہ حالات عذر کے سفر پر تنصیص کر دی اور مانند سفر کے جو عذر ہو وہ اسی کے ساتھ ملحق ہے اور مجاہد وغیرہ نے اس آیت سے استدلال کیا کہ رہن فقط سفر مین مشروع ہے حضر مین نہین ہے اور جمہور کے نزدیک حضر وسفر دونون مین جائز ہے اور صحیحین مین حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے وفات پائی اور حال یہ کہ آپکی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس ۳۰ وسق جو کے عوض رہن تھی جو آپ نے اپنی اہل وعیال کی روزی کے واسطے لیے تھے اور ایک روایت مین ہے کہ مدینہ کے یہود مین سے ایک یہودی کے پاس رہن تھی اور شافعی کی روایت مین ابو الشحم یہودی کے پاس رہن تھی اور اس حدیث سے نکلتا ہے کہ اناج کا قرض بھی جائز ہے فافہم

اور اس حدیث کو اصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا ہی پھر جمہور کے نزدیک رہن کا رکن فقط ایجاب و قبول ہو اگر ایک نے رہن رکھا اور دوسرے نے
قبول کیا تو رہن منعقد ہو گیا و لیکن ابھی لازم نہین ہوا یعنے چاہے رہن نہ دے پس لازم جب ہوتا ہی کہ مرہون پر مرتہن کا قبضہ ہو جاوے یہی مذہب
جمہور ہی- اور اب راہن کو اختیار نہین رہا کہ بغیر اجازت مرتہن کے مال مرہون کو اسکے قبضہ سے نکال سکے- اور امام مالک کے نزدیک قبضہ شرط نہین ہی
اور لفظ مقبوضہ مین خاص مرتہن کی تخصیص نہین بلکہ کسی طرح مقبوضہ ہو جاوے لہذا استدلال کیا گیا کہ مرتہن قبضہ کرے یا اسکا وکیل تو بھی روا ہی
کیونکہ مقبوضہ ہو گیا- قولہ فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ- ابی حاتم نے باسناد جید حضرت ابو سعید خدری رضہ سے روایت کیا کہ اس آیت
نے اپنے ماقبل کو منسوخ کر دیا و رواہ البخاری فی التاریخ و ابوداؤد وغیرہم اور یہی شعبی و حسن رح سے مروی ہی اور حق یہ ہی کہ یہ باب نسخ سے نہین ہی
بلکہ اعتماد کرنے کی صورت کا حکم ہی اور یہی قول جمہور کا ہی یعنے جسکو قرض و ادھار دیتا ہی اسکی امانت کی وجہ سے رہن لینے سے بے پروا ہو
پس اسنے رہن نہ لیا تو موتمن یعنے مدیون امانت کو ادا کردے یعنے قرضہ و دین کو ادا کرے اور اسکو امانت اسواسطے کہا کہ اس نے رہن چھوڑ کر
اسکو مرد امین سمجھکر یہ دیدیا تھا تو گویا امانت تھی- قولہ ولیتق اللہ ربہ- اس مین مبالغات ہین کہ ایک تو بصیغہ امر فرمایا جو ظاہر وجوب کے واسطے ہی اور
اللہ و رب- ہر دو اسم پاک کو جمع کیا اور ادا دین کے حکم کے پیچھے اسکو ذکر فرمایا ہی- قولہ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ- اگر کہا جاوے کہ فانہ آثم نہین
فرمایا بلکہ قلبہ زیادہ فرمایا اس مین کیا فائدہ ہی حالانکہ فقط قلب گنہگار نہین ہی جواب یہ کہ گواہی کو پوشیدہ کرنا یہ ہی کہ اسکو دل مین چھپا رکھے اور اسکو
زبان سے نہ کہے پس چونکہ گواہی چھپانا مقترن بقلب تھا تو قلب کی طرف اسناد کیا گیا کیونکہ وہی گواہی چھپانے کا محل ہی اور زبان سے
تو فقط فعل کا نہونا پایا گیا حالانکہ بدون ارادہ قلب کے وہ متحرک نہین ہوتی ہی جبکہ فعل اختیاری ہو اور فعل کی اسناد اس عضو کی طرف جس سے
اس فعل کا انجام ہوتا ہی بہت بلیغ ہی کیا تو یہ نہین دیکھتا کہ جب تاکید سے بیان کرنا منظور ہوتا ہی تو یون بولتے ہین کہ یہ تو میری آنکھون دیکھی بات
ہی اور یہ تو میرے کانون سُنی بات ہی اسکو تو میرا دل جانتا ہی حالانکہ خوب معلوم ہی کہ دیکھنا سوائے آنکھ کے یا سُننا سوائے کان کے یا جاننا
سوائے دل کے نہین ہوا کرتا ہی پس مقصود مبالغہ بتاکید ہوتا ہی اور نیز قلب کی طرف نسبت اسوجہ سے بھی کہ قلب رئیس الاعضا ہی اور ایسا
مضغہ ہی کہ اگر وہ درست ہوا تو تمام بدن درست ہوتا ہی اور اگر وہ بگڑا تو تمام بدن کے اعضاء بد حرکتین کرتے ہین جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث
مین ہی پس گویا آثم قلبہ سے کہا گیا گناہ اسکی جڑ مین بیٹھ گیا اور جو جگہ اس مین عمدہ تھی وہان کا مالک ہوا اور نیز قلبہ اسواسطے فرمایا تاکہ یہ گمان نہو کہ گواہی
چھپانا انھین گناہون مین سے ہی جو فقط زبان سے متعلق ہین بلکہ بہت بدتر گناہ ہی کہ دل تک بگڑتا ہی اور نیز اسواسطے تاکہ معلوم ہو کہ قلب تو معدن
ہی اور زبان فقط اس امر کو ترجمہ کرکے ظاہر کرتی ہی جو دل مین ہوتا ہی اور نیز اسواسطے کہ دل کے جو افعال ہین وہ افعال جوارح سے بڑھکر ہین کیونکہ دل جڑ
ہی اور باقی اسکی شاخین ہین یہ نہین دیکھتے کہ ایمان و کفر جو اصل ہی وہ قلب سے ہی اور اس مین اشعار ہوا کہ کتمان شہادت بڑا گناہ ہی اور ابن عباس
وغیرہ سے روایت ہی کہ جھوٹی گواہی تو کبیرہ گناہون مین سے بدتر گناہ ہی اور گواہی چھپانا اس کے مثل ہی ف ۲۰ عرائس مین ہی کہ اہل حق
کی کرامات و انعامات سے دل مکدر نہ کرے اور نہ چھپاوے کہ یہ اسکی قساوت مین داخل ہی قال المترجم حضرت ذوالنون مصری و
بعض اجلہ تابعین سے صحیح ہوا کہ انھون نے فرمایا کہ صالحین کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہی اور ایسا ہی حضرت سفیان ثوری و جنید
بغدادی رح سے صحیح ہوا ہی اور جاننا چاہیئے کہ یہ آیت کریمہ سے صریح ثابت ہی کہ انسان سے اسکے قلب کے اعمال پر مواخذہ ہو گا جبکہ قصداً دل مین جماوے
لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ
اللہ ہی کا ہی جو کچھ آسمانون مین اور جو کچھ زمین مین ہی اور اگر تم کہو تو جو بات تمھارے جی مین ہی یا اسکو چھپاؤ- حساب کریگا تم سے

بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اللہ پھر بخشدے گا جسکو چاہے اور عذاب دیگا جسکو چاہے اور اللہ سب چیز پر قادر ہے

لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ - اللہ تعالےٰ ہی کے ملک و مخلوق ہی جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی ف جنکو تم دیکھتے ہو
اور باقی جہان کہین ہی وہ کل اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہی اگرچہ تم نہ دیکھتے ہو پس ہر حال مین ظاہر و باطن تمکو ہوش چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ سے
تقوی رکھو - وَاِنْ تُبْدُوْا - تظہروا - اور اگر تم ظاہر کرو اسکو - مَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ - من السوء والعزم علیہ - جو تمھارے جی مین ہی - ف
یعنے بدی اور اس پر قصد مصمم خواہ ظاہر کرو - اَوْ تُخْفُوْهُ - مستر رہو یا اسکو چھپاؤ - يُحَاسِبْكُمْ - یخبرکم - بِهِ اللّٰهُ - یوم القیامۃ تمکو اس سے
آگاہ فرماویگا اللہ تعالےٰ بروز قیامت پھر حساب لیگا یا درگذر فرماویگا - فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ - پھر جسکے لیے چاہے مغفرت
فرماوے گا - ف پوشیدہ کرکے درگزر فرما دے گا - وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ - جس کو چاہے عذاب دے گا ف اور
وہی خوب جانتا ہی کہ کس بندہ کا دل کس لائق ہی جمہور قراء کے نزدیک یغفر اور یعذب ہر دو فعل کو جزم ہی اس طور کہ جواب شرط یعنے
یحاسبکم پر عطف ہین اور ابن عامر و عاصم کے قرارت مین رفع ہے بنا بر آنکہ جملہ مستانفہ ہی اور فھو مبتدا محذوف ہے - وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَىْءٍ قَدِيْرٌ - اور اللہ تعالیٰ مین سب قدرت ہی ف جسکو چاہے بخشے و جسکو چاہے عذاب کرے جاننا چاہیئے کہ اس آیہ کریمہ کے
معنے باعتبار زبان عربیہ کے یہ ہین کہ جن امور پر حساب ہوگا ان مین جو بندون نے اپنے دل مین پوشیدہ رکھے ہین یا ظاہر کردیے ہین اللہ تعالےٰ
قیامت مین ان سب کا حساب لیگا پھر جسکو چاہیگا بخشدیگا اور جسکو چاہیگا عذاب کریگا اور اللہ تعالےٰ دانا ہی ہر چیز پر قادر ہی - یہ تو معنے
آیت کے بنظم عربیہ ہین - اور اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ دل کے تصورات و خیالات و وساوس پر بھی حساب ہوگا حالانکہ حدیث صحیح سے
معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے میری اُمت سے انکا دلی وسوسہ مرفوع کردیا ہی اور نیز حدیث سے ثابت ہی کہ جو کوئی حساب مین پکڑا جائیگا وہ ضرور
عذاب کیا جائیگا اور عفو کا حساب یہ ہی کہ بندہ گنہگار کو اسکا نامۂ اعمال دکھلایا گیا پھر درگذر کی گئی - تو اب ضرور ہوا کہ آیت قدسی کے معنے حل
ہون لہذا یہان علما کے پانچ اقوال ہین اوّل آنکہ یہ حکم ان لوگون کے حق مین مخصوص ہی جو گواہی چھپاوین پس گواہی چھپانے والا حساب لیا جائیگا
خواہ اس نے لوگون پر ظاہر کردیا ہو کہ مین نے گواہی چھپائی ہی یا ظاہر نہ کیا ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ علیم ہی اور ایسا کچھ ابن عباس و عکرمہ و شعبی
و مجاہدؒ سے بھی روایت کیا گیا ہی اور یہ روایات صحیح نہین ہین - قول دوم آنکہ ما موصولہ سے مراد وہ امور ہین جو دل مین یقین ہونا چاہیئے تھے
لیکن اس مین یقین و شک کے درمیان خلجان ہوا یہ قول مجاہدؒ کا ہی - قول سوم آنکہ یہ عذاب فقط کافرون و منافقون کے ساتھ
مخصوص ہی اسکو ابن جریرؒ نے چند لوگون سے حکایت کیا ہی اور ان تینون اقوال پر اعتراض کیا گیا کہ آیت عام ہی کہ جو کوئی ہو یا جو کچھ دل
مین ہو پس تخصیص بلا مخصص ہی بعض نے جواب دیا کہ آیت سے پہلے جو گواہی چھپانے کی ممانعت مذکور ہوئی ہی وہ مخصص ہی اور رد کردیا گیا کہ
یہ تخصیص خلاف معقول و منقول ہی کما لا یخفی - قول چہارم یہ کہ آیت تو عام ہی یعنے علی العموم جو چیز جس کسی کے دل مین خطور کرے گی بطریق
ممنوع تو اللہ تعالیٰ قیامت مین اس سے حساب کریگا پھر جسکو چاہے بخشے گا اور جسکو چاہے عذاب کریگا ولیکن یہ آیت منسوخ ہی یہ قول ابن مسعود و
عائشہ و ابو ہریرہ و شعبی و عطاء و محمد بن سیرین و محمد بن کعب و موسیٰ بن عبیدہ کا ہی اور یہی ابن عباسؓ سے باسناد صحیح مروی ہی اور یہی ایک جماعت
صحابہ و تابعین سے ثابت ہوا ہی اور اسی کو بہت سے مفسرین نے صحیح کہا ہی کیونکہ بخاری و بیہقی نے مروان اصفر سے روایت کی کہ اسنے ابن عمرؓ سے روایت
کی کہ قولہ ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ الآیہ - کو اسکے مابعد کی آیت نے نسخ کیا ہی اور اسکے مانند حضرت علیؓ سے مروی ہی اخرجہ عبد بن حمید والترمذی

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب قولہ تعالیٰ للہ ما فی السموات وما فی الارض ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشاء الآیہ - نازل
ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر یہ امر بہت دشوار ہوا پس وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پھر گھٹنوں کے بل بیٹھکر عرض کرنے
لگے کہ یا رسول اللہ ہم لوگ ایسے اعمال بجالانے کا حکم کیے گئے تھے جنکی ہمکو طاقت تھی نماز اور روزہ جہاد و صدقہ وغیرہ اور اب اللہ تعالیٰ نے آپ پر
یہ آیت نازل فرمائی اور ہم اسکی طاقت نہیں رکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ وہ کہنا چاہتے ہو جو تم سے پہلے دونوں کتاب
والوں یہود و نصاریٰ نے کہا تھا کہ سمعنا وعصینا نہیں بلکہ یوں کہو کہ سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر - یعنی ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اے
پروردگار ہم تیری ہی بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف ہمارا ٹھکانا ہے پس جب قوم نے اسکو ورد زبان کیا اور یہ انکی زبانوں پر عاجزی کے ساتھ
رواں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسی کے نشان پر پیچھے پیچھے نازل فرمایا آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون الآیہ پھر جب ان لوگوں نے ایسا کیا تب
اللہ عزوجل نے اسکو منسوخ فرمایا اور اُتارا - لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا تا آخر - رواہ احمد و مسلم وابوداؤد فی ناسخہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم
اور حضرت ابن عباس سے مانند اسکے مرفوعاً روایت کیا گیا ہے اور اس قدر زائد ہے کہ پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا - ربنا لا تواخذنا ان نسینا او
اخطانا - یعنی کہو اور اللہ عزوجل نے فرمایا میں نے ایسا ہی کر دیا - ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا - فرمایا کہ میں نے ایسا ہی کر دیا -
ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ - فرمایا کہ میں نے ایسا ہی کر دیا - واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین - فرمایا کہ
میں نے ایسا ہی کیا - رواہ احمد و مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن جریر وابن المنذر والحاکم والبیہقی - اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے
طرق و احادیث کے مختلف الفاظ کو فرداً فرداً جمع کیا ہے میں نے بخوف تطویل مکرر ترک کیا اور حاصل امر کو بیان کر دیا اور بہت مفسرین و علماء اس قول
کی طرف گئے ہیں کہ یہ آیت اپنے مابعد سے منسوخ کی گئی اور کمالین میں کہا کہ روایت بخاری میں اسکے نسخ کی تصریح موجود ہے اور مسلم وغیرہ کی روایت میں
جو ہم نے اوپر ذکر کی ہیں نسخ کی تصریح موجود ہے پھر میں کہتا ہوں کہ اس قول پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قول محقق یہ قرار پایا کہ نسخ طاری ہوتا ہے
امر و نہی کے احکام پر جیسا کہ مفسرؒ نے مقدمہ اتقان میں بیان کیا ہے اور آیت جملہ خبریہ ہے اسپر نسخ کیونکر ہو سکتا ہے اور جواب یہ دیا گیا کہ نسخ کبھی
اخبار میں بھی ہوتا ہے جبکہ خبر کسی حکم کو متضمن ہو اور ایک جماعت علماء نے تجویز کیا ہے کہ خبر مستقبل یعنی ایسی خبر میں جو آیندہ واقع ہوگی نسخ ہو سکتا ہے
کیونکہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا محو کرنا مقدر کیا ہو اور یہی بیضاوی کا قول ہے - اور بیہقی نے فرمایا کہ نسخ یہاں بمعنی تخصیص و تبیین ہے
کیونکہ آیت اولیٰ تو عموم کے مورد پر وارد ہوئی پس بعد والی آیت نے بیان کیا کہ مخفی میں وہ چیز بھی ہے جسپر مواخذہ نہ ہوگا - اور یہ وہ ہے جو نفس میں وسوسہ
پیدا ہوں جنکو آدمی دفع نہیں کر سکتا ہے قال المترجم پس اس صورت میں آیہ اولیٰ محکم باقی رہی منسوخ نہیں ہوئی اور چونکہ مفسر سیوطی رحمہ اللہ کے
نزدیک اصطلاحی نسخ مخصوص باوامر و نواہی ہے اور اخبار میں نسخ نہیں جاری ہوتا ہے لہٰذا یہاں بھی یہ اختیار کیا کہ آیہ اولیٰ منسوخ نہیں ہے بلکہ اسکو محکم قرار
دیا اور یہی قول صحیح ہے اور علی بن ابی طلحہ جو ابن عباس سے تفسیر روایت کرنے والوں میں سب سے اثبت ہیں اور انھیں پر بخاری رحمہ اللہ نے
باب تفسیر میں اعتماد کیا ہے انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ یہ آیت منسوخ نہیں
ہوئی ولیکن یہ بات ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے روز خلائق کو جمع کرے گا تو فرمادے گا کہ میں تمکو خبر دیتا ہوں ایسی چیزوں کی جو تمنے
اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھیں جنکی خبر میرے ملائکہ کو اطلاع نہیں ہوئی پھر مومنوں کو تو خبر دیدے گا پھر ان کو بخشدے گا جو ان کے نفسوں نے دل ہی
دل میں باتیں کی تھیں اور یہی ہے قولہ یحاسبکم بہ اللہ - ای یخبرکم - یعنی خبر دے گا تمکو اور فرمایا فیغفر لمن یشاء اور رہے منافق و شک والے
لوگ پس جو انھوں نے تکذیب کو چھپا رکھا تھا اسکی انکو خبر دیگا اور یہی فرمایا ویعذب من یشاء - اور فرمایا - ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم -
یعنی جو بات کہ چھپاتا ۱۲ ھ

یعنے شک ونفاق کو۔ اور عوفی وضحاک رحؒ نے بھی ابن عباس سے قریب اسکے روایت کیا ہی اور ابن جریر نے مجاہد وضحاک رحؒ سے بھی اسکے مانند روایت کیا ہی اور حسن بصری رحؒ سے روایت ہی کہ کہا کہ یہ آیت محکم ہی منسوخ نہین ہوئی اور ابن جریر رحؒ نے اسی کو اختیار کیا ہی اور یہ حجت پیش کی کہ محاسبہ کے یعنے محاسبہ واقع ہونے سے یہ لازم نہین آتا ہی کہ اسپر عقاب بھی ضرور ہو بلکہ اللہ تعالےٰ کبھی محاسبہ کرکے بخشدیگا اور کبھی محاسبہ کرکے عذاب کریگا چنانچہ صفوان بن محرز سے روایت ہی کہ اس درمیان مین کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمر کے ساتھ طواف کرتے تھے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ آپ نے نجوی کے بارہ مین رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ کیا فرماتے تھے عبداللہ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا فرماتے تھے کہ بندہ مومن اپنے پروردگار عزوجل سے قریب ہوگا یہان تک کہ اسکو اپنے سایۂ رحمت مین لے لیگا۔ پھر اس سے اسکے گناہون کا اقرار کرائیگا فرمائیگا کہ تو جانتا ہی کہ تو نے یہ کیا وہ عرض کریگا ہان ای پروردگار میرے جانتا ہون۔ مکرر اقرار کریگا یہانتک کہ جتنا منظور ہو اللہ تعالیٰ وہان تک اقرار کرائیگا پھر فرماویگا کہ مین نے دنیا مین اسکو تیرے حق مین چھپایا اور آج تیرے واسطے بخشتا ہون پھر اسکی نیکیون کا صحیفہ یا نوشتہ اسکے داہنے ہاتھ مین دیدیگا اور رہے کفار ومنافقین تو انکے حق مین پکارنے والا مجمع خلائق مین پکار دیگا۔ کہ ہولاء الذین کذبوا علے ربہم الالعنۃ اللہ علے الظالمین یعنے یہی لوگ ہین جو جھوٹ بولے اپنے پروردگار پر آگاہ رہو کہ ان ظالمون پر اللہ تعالےٰ کی لعنت وپھٹکار ہی رواہ ابن جریر اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ مین طرق متعددہ سے مروی ہی اور ثابت ہوا کہ آنکھ وہاتھ پاؤن وغیرہ کی طرح قلب سے بھی زنا وغیرہ کے اعمال صادر ہوتے ہین پھر مرد کا یا عورت کا اندام جو چھپا رہتا ہی اسکی تصدیق کرتا ہی یا تکذیب کرتا ہی یعنے اگر وہ مرتکب ہوگیا تو تصدیق ہوگئی اور اگر نہ کیا تو تکذیب کی چنانچہ حدیث صحیح مین مصرح موجود ہی اور اسی واسطے بعض ظن کو گناہ قرار دیا کہ فرمایا ان بعض الظن اثم۔ یعنے بعض بدگمانی گناہ ہے۔ اور مترجم کے نزدیک تحقیق یہ ہی کہ افعال دو قسم ہین اول وہ افعال جو فقط دل ہی سے صادر ہوتے ہین جیسے یقین توحید لاالٰہ الا اللہ ومحمد رسول اللہ۔ اور جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی تعظیم دل مین رکھنا۔ پس ایسے افعال جب ہی افعال ہوتے ہین کہ دل ان کو قصد کرے کیونکہ کبھی خود بخود یہ اُمور دل مین پڑجاتے ہین جیسے علماء یہود وہرقل بادشاہ روم وغیرہ کے دل مین یہ بات قطعًا سما گئی تھی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک سچے رسول ہین اور وہی پیغمبر ہین جنکی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ نے سُنائی تھی لیکن یہ انکے دل کا فعل نہین تھا بلکہ ایسے دلائل وآثار موجود تھے کہ خود بخود انکے دلون مین یہ بات پڑتی تھی جیسے کوئی شخص اپنے دشمن کی طرف سے دل ہی دل مین یہ سمجھتا ہی کہ وہ نیکمرد ہی مگر ظاہر مین عداوت سے وہ اسکے خلاف کرتا ہی اسی طرح یہ یہود ونصاریٰ دل ہی دل مین معجزات نبوت کچھ دیکھکر ناچار تھے کہ انکے دلون مین یہی سماتا تھا کہ بیشک یہ شخص پیغمبر حق ہی لیکن یہ انکے دل کا فعل نہین تھا بلکہ فعل یہ تھا کہ دل سے دشمنی کرتے واندر سے نفرت وانکار کرتے تو یہی انکا کفر ہوا۔ اب غور کرو کہ اگر کسی مومن کے دل مین وسوسہ پڑا کہ قیامت کیونکر ہوگی یا مانند اسکے تو یہ دل کا فعل نہین ہی پھر اگر اسنے اسکو دل مین جمایا تو یہ اسکا فعل ہی بس محاسبہ ہوگا اور اگر اسنے اسکو رد کردیا تو یہ بھی اسکا فعل ہی اور اسپر ثواب عظیم پاویگا کیونکہ اسنے ایمان جمایا اور شک وکفر نکال پھینکا۔ اسی طرح اگر کسی مرد صالح کی طرف سے بدی وبدگمانی آئی اور اسنے نکال پھینکی تو کچھ گناہ نہین بلکہ ثواب ہوا اور اگر اسنے خود بدگمانی کی تو یہ فعل معصیت ہی کما قال تعالےٰ ان بعض الظن اثم اور حدیث مین ہی کہ بعضے لوگون نے شکایت کی ہمارے دل مین بعضی ایسی بات آتی ہی کہ ہمکو زبان سے نکالنا نہایت ہی گران ہوتا ہی یعنے ہم اسکو ایسا مکروہ وناگوار سمجھتے ہین کہ زبان سے کہنے نہین سکتے ہین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو خالص ایمان ہی کما رواہ مسلم وغیرہ اسکی یہی وجہ ہی جو ناگوار وسوسۂ شیطان تھے وہ لااعتقادہ انکے دل کا فعل نہین تھا پھر جب انھون نے اسکو ناگوار جانا تو یہ انکا فعل ہی تو یہ عین ایمان ہوا قسم دوم وہ افعال جو کسی عضو بدنی سے صادر ہوتے ہین تو ایسے فعل مین سے ہر ایک کے ساتھ نیت قلبی ضرور متعلق ہوتی ہی پھر یہ نیت دو طرح ہی ایک تو اسکے صادر ہونے کی نیت۔ اور دوم

۱ف یعنے حدیث مین جو فضیلت آئی کہ اللہ تعالیٰ بندہ مومن سے قیامت کے روز نزدیکی اور کنف فرماویگا ۱۲ م

اس فعل کے نتیجہ کی نیت یس نتیجہ سے یہ غرض کہ زید نے بکر کو روپیہ دیا اس غرض سے کہ میرا نام مشہور ہو یا کوئی غرض نیک ہو تو یہ اسی نیت پر دائر ہے۔ دوم اس فعل کے صادر کرنے کی نیت مثلاً زنا تو یہ فعل درحقیقت شرم گاہ سے پورا ہوتا ہے پھر اگر کسی کے دل میں آیا کہ وہ زنا کرے لیکن اسنے اس قصد کو دور کیا تو ثواب پایا اور اگر اسنے اس قصد کو دل میں جمایا اور عمر بھر اس قصد کو کبھی پورا نہیں کرنے پایا تو بھی عزم بدنیتی کا گناہ کمایا اور اگر کبھی پورا کر لیا تو بدنیتی و بدکاری دونوں کا گناہ کمایا۔ پھر کبھی آدمی کی مراد ایک فعل سے اچھی ہوتی ہے اگرچہ وہ فعل ناگوار ہو تو ظاہر شرع میں اسپر یہی فعل دیکھا جائیگا اور نیت پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطن میں مدار ہوگا اور حدیث میں ہے کہ اس اُمت کیلئے وہ معاف ہے جو جی میں وسوسہ آوے۔ اور حدیث میں ہے کہ جسنے بدی کا قصد کیا پھر بخوف الٰہی عزوجل اسکو چھوڑ دیا و مٹایا تو اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جائیگی اور اگر اس بدی کو پورا کیا تو اسکے نامۂ اعمال میں بدی لکھی جائیگی اور اگر نیکی کا قصد کیا تو نیکی لکھی جائیگی پھر اگر اسکو پورا کیا و عمل میں لایا تو دس نیکیاں لکھی جائینگی کما فی صحیح مسلم وغیرہ فافہم المترجم اور تفاسیر میں ہے کہ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ حساب فرمائیگا مگر مومنوں سے مواخذہ اسی قدر ہوگا جو صادر و واقع کیا ہوا اور باقی عفو ہوگا اور چونکہ اس آیت کریمہ میں فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء مبہم تھا آگے کی آیت کریمہ سے صاف کر دیا کہ حساب ہوگا مگر مواخذہ اسی قدر پر ہوگا جو وسعت میں تھا اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے اس چیز کو درگذر قرار دیا جو انکے نفسوں میں وسوسہ پیدا ہوں جبتک کہ انکو زبان سے نہ نکالے یا اُنپر عمل نہ کرے رواہ اصحاب الستہ۔ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کو حکم فرمایا کہ جب میرا بندہ کسی بُرائی کا قصد کرے تو اسپر اسکو مت لکھو پھر اگر وہ عمل میں لاوے تو اسکو اسپر ایک بدی لکھو اور جب وہ بھلائی کا قصد کرے اور ہنوز نہیں بجا لایا ہے تو اسپر ایک نیکی لکھو پھر اگر اسکو بجا لاوے تو دس نیکیاں لکھو۔ رواہ البخاری و مسلم اور ایک روایت میں نیکی کے بجا لانے کی صورت میں دس گونہ سے سات سو گونہ تک لکھنے کا حکم مذکور ہے رواہ مسلم منفرداً۔ اور عبدالرزاق کی روایت میں اس حدیث قدسی میں یاں طور ہے اور جب اس نے اپنے نفس سے یہ بات کی کہ بدی کو کرے تو میں اسکو یہ وسوسہ بخشتا ہوں جب تک اس بدی کو نہیں کیا پھر جب اسکو کر گذرا تو اسکے اوپر اسکو ایک مثل لکھتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملائکہ کہتے ہیں کہ پروردگار یہ بندہ تیرا بدی کو کرنا چاہتا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ اسکو خوب دیکھتا ہے تو فرماتا ہے کہ لکھے ملائکہ اسکو دیکھتے رہو کہ اگر اسکو کرے تو اسپر اسکی مثل یکسی بدی لکھو اور اگر اسکو چھوڑ دے اور باز رہے تو اسکے نام ایک نیکی لکھو اس نے میرے ہی خیال سے اس بدی کو چھوڑا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں جسکا اسلام اچھا ہوا تو جو نیکی وہ کرتا ہے اسکے واسطے دس گونہ سے سات سو گونہ تک لکھی جاتی ہے اور ہر بُرائی جو اس سے سرزد ہوتی ہے وہ ایک ہی لکھی جاتی ہے یہانتک کہ اللہ عزوجل سے ملتا ہے رواہ مسلم اور ابن عباس کی مرفوع روایت اسی حدیث قدسی میں دس گونہ سے سات سو گونہ سے اضعاف کثیرہ تک ثواب مذکور ہے اور یہ بھی صحیح مسلم میں ہے اور پہلے معلوم ہو گیا ہے کہ عرب اضعاف کثیرہ وغیرہ کا اطلاق بمعنے بیشمار کیا کرتے ہیں اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ میں سے چند لوگ آئے اور عرض کی کہ ہم لوگ اپنے نفسوں میں ایسی بعض بات پاتے ہیں کہ ہر کوئی ہم میں سے اسکو زبان سے نکالنا بہت بڑا جانتا فرمایا کہ تمنے ایسا پایا ہے اُنھوں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ تو فرمایا کہ یہ تو صریح ایمان ہے اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم سے وسوسہ کو دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ یہ صریح ایمان ہے رواہ مسلم۔ اور معنے یہ ہیں کہ نفس میں وسوسہ آیا اور شیطان نے واہیات خیال جو جناب باری عزوجل کی شان کے لائق نہیں ہے وہ دل میں ڈالا اور بندے نے دل میں سمجھا کہ یہ بڑی بُری بات ہے کہ زبان سے نکالنے کے قابل نہیں ہے تو یہ اسکے ایمان کا مقتضا ہے اسیواسطے آپنے فرمایا کہ یہ تو عین ایمان ہے فافہم ف۲۰ عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالےٰ للہ ما فی السموات وما فی الارض۔ اے اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے ملکوت کونین کے خزانے ہیں اور اسی کے واسطے غیب عالمین کے اسرار ہیں۔ شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ ہر دو جہان کا پیدا کرنے والا وہی پاک خالق ہے جس نے بدون کسی چیز کے

اور بدن کسی شمال کے انکو اس خوبی و حکمت سے پیدا کر دیا ہے پس جو شخص ان دونون مین مشغول ہوگیا تو یہ دونون اپنی طرف اسکو مشغول کر کے اللہ تعالے
سے جدا کر دیتے ہین اور جو شخص کہ اللہ عز وجل خالق کی طرف جھک پڑا اور ان دونون کو ترک کر دیا تو اسکو اللہ تعالے ان دونون کا مالک
بنا دیتا ہے اور علی بن سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ ان تبدوا ما فی انفسکم۔ یعنے باطنی اعمال اور دل کے افعال کو ظاہر کردا وتخفوہ۔ یا احوال
کو چھپاؤ یحاسبکم بہ اللہ۔ یعنے عارف کو اسکے احوال کے موافق درجہ و قربت عطا فرماویگا اور زاہد کو اسکے افعال و اعمال پر ثواب عنایت ہوگا۔ واللہ اعلم۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَ
مانا رسول نے جو کچھ اترا اسکو اسکے رب کی طرف سے اور مسلمانون نے ہر ایک نے مانا اللہ کو اور اسکے فرشتون کو اور اس کی کتابون کو اور
رُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۤ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ
رسولون کو ہم جدا نہین کرتے اسکے رسولون مین۔ اور بولے ہمنے سنا اور اطاعت کی تیری بخشش چاہی اے رب ہمارے اور تیرے ہی طرف ٹھکانا ہے

اٰمَنَ۔ صدق۔ الرَّسُوْلُ محمد۔ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ من القراٰن۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ تصدیق کی رسول نے (محمد نے) اس کلام کی جو
اسکے رب کی طرف سے اسپر اتارا گیا (قرآن) اور مومنون نے ف بھی اسکی تصدیق کی رسول سے مراد محمد صلعم ہین کیونکہ الرسول کا الف لام عہد کا ہے اور
اور بما انزل مین ما موصولہ سے قرآن مراد ہے۔ كُلٌّ۔ ای کلہم۔ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ بالجمع والافراد۔ حمزہ و کسائی کی قراۃ مین کتابہ
مفرد آیا ہے اور باقیون کی قرارت مین بصیغہ جمع آیا ہے۔ وَرُسُلِهٖ۔ رسول و مومنین سب ایمان لائے اللہ تعالے پر و اسکے ملائکہ و کتابون (یا
کتاب) پر و اسکے رسولون پر یقولون۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔ فنؤمن ببعض ونکفر ببعض کما فعل الیہود والنصاری کہتے ہین
کہ ہم اسکے رسولون مین سے کسی کے درمیان تفرقہ نہین کرتے ف باین طور کہ بعض رسول پر ایمان لاوین اور بعض سے کفر کرین جیسے یہود و نصاری
نے کیا ہے۔ وَقَالُوْا سَمِعْنَا۔ ما امرتنا بہ سماع قبول۔ کہتے ہین کہ ہمنے سنا ف یعنے جس کے کرنے کا تو نے ہمکو حکم کیا ہے اسکو قبولیت کا
سننا ہمنے سنا ہے۔ وَاَطَعْنَا۔ اور ہمنے اس کی اطاعت کی ف نافرمانی نہین کرتے ہین۔ نسئلک۔ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا۔ ہم درخواست
کرتے ہین تجھسے تیری بخشش کی۔ اے ہمارے پروردگار۔ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔ المرجع بالبعث تیرے ہی طرف کو لوٹ جانے کا ٹھکانا ہے ف
بعد موت و بعث حشر کے۔ زجاج رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالی عز وجل نے اس سورت مین فرض صلوٰۃ و صوم و زکوٰۃ ذکر کیا اور احکام حج و جہاد کو بیان
کیا اور حکم حیض و طلاق و ایلاء کو ذکر فرمایا و انبیاء کے قصص بیان فرمائے اور سود کا حکم بیان کیا پھر اسکے پیچھے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
تصدیق پھر تمام مومنین کی تصدیق ذکر فرمائی چنانچہ فرمایا۔ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون۔ اور پہلے معلوم ہوگیا کہ اسکے پہلے جو آیت ہوا اسکے
نازل ہونے اور مومنون کی تصدیق اور اطاعت کرنے پر اور ہمہ تن اپنے آپکو جناب باری عز وجل کی قدرت مین تسلیم کرنے پر انکے حق مین یہ نازل
فرمائی گئی ہے جیسا کہ احادیث مذکورہ بالا سے واضح ہے اور تصدیق کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقطوع و معلوم تھا تو مومنون کے حق مین اس مین بھی بڑی مدح ہے
کہ رسول اللہ صلعم کی تصدیق کو انکے ساتھ فرما دیا۔ قولہ کل آمن باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ۔ اس مین کل یعنے کل واحد یعنے
ہر فرد ایمان لایا اللہ تعالی پر اس طرح کہ وہ وحدہ لا شریک ہے اسی مین الوہیت و صمدیت ہے۔ اور ملائکہ وغیرہ پر ایمان یہ کہ انکو سچ مانا پس ملائکہ کا سچ ماننا یہ کہ وہ
اللہ تعالے کی نورانی مخلوق ہین وہ انسان و جن کی طرح مذکر یا مؤنث کا تصور نہین ہے اور وہ اللہ تعالے کی نافرمانی نہین کر سکتے بلکہ جو حکم ہو وہ ویسا ہی
ٹھیک سا پورا کرتے ہین اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص ملائکہ پر ایمان نہ لاوے وہ کافر ہے اور تمام امت سابقین و لاحقین نے اتفاق کیا ہے کہ ملائکہ اللہ تعالی
کی مخلوق ہین اور احادیث و اخبار اس مین مانند متواتر کے ہین اور آیات صریح متواتر موجود ہین پس اہل ایمان کو اس زمانہ کے بعض فاجرون کے قول پر

پہنچ

اعتماد نہ کرنا چاہیئے جو وجود ملائکہ سے منکر ہین کیونکہ یہ کفر ہی۔ اور ملائکہ کو رسل پر مقدم آنا کچھ فضیلت کے لیے نہین بلکہ وہ اللہ تعالےٰ و رسل کے درمیان
کتابون کے اُتارنے مین واسطہ ہوتے ہین تو ترتیب سے پہلے ملائکہ کو پھر کتابون کو پھر رسولون کو بیان فرمایا اور تم جانتے ہو کہ کسی کے نزدیک کتابون سے
ملائکہ کی فضیلت مقصود نہین ہی اور کتابون پر ایمان کے یہ معنے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے جب کبھی جس جس پیغمبر پر کوئی صحیفہ یا کتاب نازل فرمائی یا وحی فرمائی سب
حق ہین چنانچہ توریت و انجیل بھی حق ہی اور اسوقت مین انکا عمل منسوخ ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ حق نہون۔ رسولون پر ایمان لانے کے یہ معنے
کہ اللہ تعالےٰ نے جب کبھی کہین کسی اُمت پر جو رسول و نبی بھیجا وہ سب بے شک اللہ تعالےٰ کے رسول تھے اور ہم کسی سے منکر نہین ہین لہذا مدح
فرمائی بقولہ تعالےٰ لانفرق بین احد من رسلہ۔ برخلاف یہود کے کہ حضرت محمد و عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کافر ہو گئے یا جیسے نصرانی کہ حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم سے منکر ہوے قولہ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر۔ اس مین مدح ہی کہ ان لوگون نے سمعنا واطعنا کہا اور مثل بنی اسرائیل کے
سمعنا وعصینا نہین کہا اور قولہ غفرانک ای اغفر غفرانک۔ یہ سیبویہ و زجاج وغیرہ کا قول ہی اور یہی اولیٰ ہی اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام
نسالک غفرانک۔ ہی اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا ہی۔ اور المصیر کی تفسیر ابن عباس سے مرجع و مآب۔ مروی ہی۔ اور جابر سے روایت ہی کہ جب حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی آیہ۔ آمن الرسول بما انزل الیہ۔ تا قولہ والیک المصیر۔ تو جبرئیل نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے آپکی اور آپکی اُمت کی اچھی
تعریف کی ہی پس آپ درخواست کیجیے آپکی درخواست اللہ تعالےٰ پوری کریگا۔ یعنے لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا کا سوال کیجیے رواہ ابن جریر ف ۲۰
فے العرائس قولہ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن تمام نفسانی لگاؤ اور شیطانی خطرون سے پاکیزہ فرما دیا تھا۔
پس جو کچھ جبروت کے صفات انپر منکشف کیے گئے انکو انھون نے صدق و اخلاص سے قبول کیا۔ قولہ والمومنون کل آمن باللہ۔ جاننا چاہیے کہ مومنون دو قسم کے ہین اول
قسم وہ لوگ ہین جو عارفین صادقین مشاہدین مقربین مخلصین محسنین راضیین متوکلین ہین ان مین سے ہر ایک نے نبی صلعم کی ہدایت مین مشاہدہ کیا اور اگر ایسا نہوتا تو وہ لوگ
اپنی جان و تن کو راہ حق مین قربان نکرتے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ اور ان مومنون کے مشاہدہ مین فرق یہ ہی کہ آنحضرت صلعم کے واسطے مشاہدہ
خالص اور مشاہدہ صرف تھا جو آپ ہی کے واسطے مخصوص ہی اس مین خطرات کی آمیزش بالکل نہ تھی اور ان مومنون کو مشاہدہ یقین اس طور پر تھا کہ اس مین
تجلی کا مشاہدہ کبھی لباس مین ہوتا تھا اور یہ لوگ وسواس سے خلاص نہ تھے بلکہ وسواس کے امتحان مین پڑے تھے **قال المترجم** صحاح احادیث و اخبار
مین ثابت ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی تمام جان و اولاد و مال سے زیادہ آنحضرت صلعم کو چاہتے تھے یہان تک کہ اپنی اولاد و خویش و اقارب کو آپ پر
قربان کرتے تھے اور صحیح ہوا کہ کوئی مومن نہین ہوتا جب تک آنحضرت صلعم اسکی جان و مال سب سے زیادہ محبوب نہو جاوین اور اسی استغراق محبت مین انکو اپنے شہید
ہونے و اولاد و اقارب کے قتل ہونے سے کچھ پروا نہوتی تھی اور مومنون ہین قسم دوم وہ لوگ کہ علم و عقل اور اللہ تعالیٰ کی آیات بینات پر ایمان لائے ہین اور یہ ایمان خلقی فطری ہی

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اللہ تعالےٰ تکلیف نہین دیتا کسی شخص کو مگر جو اسکی گنجایش ہی اسی کے لیے ہی جو اس نے کمایا۔ اور اسی پر پڑتا ہی جو کیا اے رب ہمارے نہ پکڑ ہمکو اگر ہم بھولین یا چوکین

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ

اے رب ہمارے اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا تو نے ڈالا تھا ان بندون پر جو ہم سے پہلے تھے اے رب ہمارے اور نہ اُٹھوا ہم سے جس کی ہمکو طاقت نہین

وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور درگذر کر ہم سے اور بخش دے ہمکو اور رحم کر ہم پر تو ہی ہمارا مالک ہی سو تو ہماری مدد کر اس قوم پر جو کافر ہین

جب وہ آیت نازل ہوئی جو اس سے پہلے ہی تو مومنون نے وسوسہ کی بے اختیاری ظاہر کی پھر عرض کیا کہ اسپر ہمارا محاسبہ ہونا ہماری طاقت سے

باہر ہو تو لا محالہ ہم عذاب مین پڑے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا کہ تم لوگ ایمان لاؤ و سر جھکاؤ اور اپنے آپ کو اپنے رب عزوجل کے حوالہ کرو کہ وہی
رحم فرمانے والا ہی جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے قلوب کو بالکل رب عزوجل کے سپرد کیا تو اللہ تعالےٰ نے قولہ آمن الرسول الآیۃ سے انکی مدح
فرمائی اور وسوسہ کے محاسبہ پر مواخذہ دور فرمایا یعنے اگرچہ حساب ہو مگر مواخذہ نہوگا لہذا نازل فرمایا۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔
اللہ تعالےٰ نے کسی نفس کو مکلف نہین فرمایا مگر اسکی وسعت بھر ف یعنے جتنی اسکی سمائی و قابو ہی۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ۔ من الخیر ای
ثوابہ۔ ہر نفس کے واسطے اسکی کمائی ہی ف یعنے جو نیکی کمائی اسکا ثواب ہی۔ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ من الشر ای وزرہ۔ یعنی اور ہر
نفس پر ہی جو اسنے کمائی ف یعنے ہر ایک بدی جو اسنے کمائی تو اس بدی کا گناہ و وبال خود اسی پر ہی کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ مین نہ پکڑا
جائیگا اور نہ بغیر کیے ہوے جرم مین ماخوذ ہوگا پھر حکم دیا کہ تم لوگ یون کہو کہ۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا۔ بالعقاب۔ اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔
ترکنا الصواب لا عن عمد کما اخذت بہ من قبلنا وقد رفع اللہ ذلک عن ہذہ الامۃ کما ورد فی الحدیث۔ اے ہمارے رب ہمکو گرفتار نہ کیجیو (عذاب
مین) اگر ہم بھولین یا چوکین یعنے ٹھیک راہ عمداً نہین بلکہ چوک کر چھوڑین پس اگر ہم بھول جاوین یا چوک جاوین تو ہمکو عذاب مین نہ پکڑ جیسے اسکی
وجہ سے تو نے ہم سے اگلون کو گرفتار کیا اور حال یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اس امت مرحومہ سے بھول چوک کا مواخذہ دور کر دیا ہی جیسا کہ حدیث
مین آگیا ہی پس اب اسکی درخواست کرنا اللہ تعالےٰ کی نعمت کا اقرار ہی کیونکہ نعمت تو پہلے سے حاصل تھی حدیث مین ہی کہ اللہ تعالےٰ نے
اسکو قبول فرمایا۔ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا۔ امرا یثقل علینا حملہ۔ اے ہمارے رب اور ہم پر مت ڈالیو اصر۔ یعنے ایسا امر ثقیل جس کا
اٹھانا ہم پر بھاری ہو جاوے۔ كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ جیسے امر ثقیل تو نے ان لوگون پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے تھے ف
یعنے بنی اسرائیل من قتل النفس فی التوبۃ واخراج ربع المال فی الزکوٰۃ وقرض موضع النجاسۃ۔ اگلون سے مراد بنی اسرائیل ہین کہ انپر یون حکم تھا
کہ انکے گنہگار کی توبہ یہ تھی کہ اپنے آپکو قتل کراوے اور زکوٰۃ یہ تھی کہ تمام مال کا چوتھائی دے اور نجاست دھونے سے نہین پاک قرار
دیجاتی بلکہ اسطرح کہ اتنا کپڑا کاٹ ڈالے۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ۔ قوۃ لَنَا بِهٖ۔ من التکالیف والبلاء۔ اے ہمارے رب اور
ہم سے ایسی چیزین نہ اٹھوائیو جسکی ہمکو طاقت یعنے قوت نہین ہی ف مانند تکالیف و بلیات کے۔ حدیث مین ہی کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو
قبول فرمایا۔ حدیث مین ہی کہ اللہ تعالےٰ میری امت پر ایسی قوم مسلط نہین فرماویگا جو انکو قتل کرنا و نیست کرنا مباح جانے اور انکو قحط عام و غرق
مین ہلاک نہین فرماویگا۔ وَاعْفُ عَنَّا۔ امح ذنوبنا۔ اور ہمارے گناہون کو محو کر دے۔ وَاغْفِرْ لَنَا۔ اور ہمکو بخشدے۔ وَارْحَمْنَا
اور ہم پر رحم کر دے ف یعنے مغفرت سے بڑھکر رحمت عطا فرما۔ اَنْتَ مَوْلٰىنَا۔ سیدنا و متولی امورنا۔ تو ہی ہمارا مالک و ہمارے کامون کا
متولی ہی۔ فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ باقامۃ الحجۃ والغلبۃ فی قتالہم فان من شان المولی ان ینصر موالیہ علی الاعداء۔ پس ہمکو کافرون پر
مددگاری دے باین طور کہ ہماری حجت انپر قائم ہو اور انسے لڑائی کرنے مین ہمکو ان پر غلبہ ہو کیونکہ مالک کی شان ہی کہ اپنے اولیاء بندون کی
مددگاری کرے دشمنون پر اور حدیث مین ہی کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو منظور فرمایا۔ واضح ہو کہ تکلیف ہر حکم الٰہی ایسی چیز کے ساتھ جس مین مشقت
و کلفت ہو اور حکم سے مراد مخصوص امر ہی نہین بلکہ بمعنے طلب ہی جو نہی کو شامل ہی اسلیئے کہ بہت سی منہیات بھی خلاف خواہش نفس ہونے کے وجہ
سے نفس پر شاق ہین اور اس مین اتفاق ہی کہ مدار تکلیف کا بلوغ ہی اور یہ جو بعض علماء سے روایت ہوا ہی کہ دس برس کے سن ہونے پر اگر
نماز ادا نہ کی تو اسکی قضا واجب ہی جیسا کہ سنن ترمذی مین ہی تو بطاحتیاط و تشدد ہی اور رہا اسلام تو وہ بھی جمیع علماء کے نزدیک تمام فروع اعمال
کے واسطے شرط ہی اور اسپر اتفاق ہی کہ بدون اسلام کے ان اعمال کا ادا کرنا درست نہین ہی پس کافر کا نماز روزہ ادا کرنا صحیح نہ ہوگا۔

اور دیگر شروط مثل آزادی وغیرہ کے تو یہ اعمال مین متفرق طور پر کسی مین شرط ہین اور کسی مین نہین مثلاً علمائے حنفیہ کے نزدیک جمعہ ادا کرنا آزاد مرد پر واجب ہی مملوک و عورت پر نہین۔ اور امر بالمعروف کرنا جس صورت مین کہ واجب ہو تو آزاد و مملوک سب پر واجب ہی علی ہذا القیاس توسع بمعنے طاقت یعنے جہانتک آدمی کو گنجائش ہی اور ضیق نہین ہی پس قولہ لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا ۔ کے یہ معنے ہوے کہ اللہ تعالے ہر آدمی کو اسکی وسعت ہی بہر مکلف فرماتا ہی اور اسی حصر سے کہا گیا کہ حرج یعنے جس مین انسان پر ضیق و تنگی ہو وہ شرع مین اللہ تعالی نے دور کیا ہی لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ضیق و تنگی وہ معتبر ہی جو شرع نے قبول کی اور نظیر اسکی موجود ہی نہ وہ کہ جو آدمی کے نفس امارہ نے اپنی خراب خواہش کے موافق قرار دی ہی مثلاً ایک شخص کی ٹانگ مین پھوڑا ہی کہ وہ کھڑا نہین ہوسکتا ہی تو اس سے فرضیت قیام بحالت نماز ساقط ہی اور یہ نہین کہ ایک شخص ہٹا کٹا زبردستی اپنے آپکو کھڑے ہونے مین ضیق و حرج قرار دے کہ وہ مقبول نہین ہی اور اسکا جاننا فقیہ مجتہد کی فہم پر ہی اسی واسطے امام محمد رح نے ملک ترے مین پہونچکر حرج دیکھکر کنڈے جلانا جائز کہا ہی۔ اور اس بیان سے ظاہر ہوا کہ منہاج الوصول الی علم الاصول مین **بیضاوی** نے اور دوسرون نے اپنی اپنی تصانیف مین جو یہان یہ اشکال پیش کیا ہی کہ ابوجہل و ابولہب وغیرہ کے مانند جن کافرون کو ایمان لانے کا مکلف کیا گیا تھا حالانکہ علم الٰہی مین قرار پایا تھا کہ وے ہرگز ایمان نہ لاوینگے تو یہ تکلیف مالا یطاق ہوئی حالانکہ اللہ تعالی نے اس آیۃ کریمہ مین تکلیف مالا یطاق کی نفی فرمائی ہی تو یہ اشکال وارد ہی نہین ہوتا اسواسطے کہ تکلیف مذکور ہی۔ تو فرعی اعمال سے مکلف کیا جانا مراد ہی اور یہ اصل ایمان مین گفتگو ہی اور شاید شبہہ پڑتا یہ اعتراض وارد ہوگا کہ انکے نزدیک اسلام اور فروع اعمال مانند نماز و روزہ وغیرہ سے مکلف ہونا یکسان ہی اور البتہ تکلیف مالا یطاق سے مکلف ہونا جائز قرار دیا گیا ہی بدلیل قولہ وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ۔ اور بدلیل قولہ ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ۔ کیونکہ اس مین تکلیف مالا یطاق سے خلاصی کی درخواست ہی اگر جائز نہوتی تو درخواست کے کچھ معنے نہوتے۔ اور **بیضاوی** وغیرہ نے یہ جواب ذکر کیا کہ ابولہب وغیرہ کو ایمان لانے کی تکلیف دینا قبل اس امر سے آگاہ کرنے کے تھا کہ وہ ایمان نہ لاوینگے اور بعد اعلام اس امر مذکور کے انکا تکلیف دینا نہین ہی چنانچہ فرمایا۔ سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون۔ اور **مترجم** کہتا ہی کہ یہ جواب ضعیف ہی کیونکہ یہ تو اسکا جواب ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو کیون اسلام کی دعوت فرمائی اسلیے کہ وے ایمان لانے والے نہ تھے پس اسکا جواب اس سے عمدہ یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی ہدایت کرنے مین اپنے واسطے ثواب کے بڑے بڑے درجے حاصل کرتے تھے اور اسکا جواب نہین کہ اللہ تعالے نے عام دعوت کیون فرمائی کیونکہ ایمان لاؤ سب کو عام خطاب ہی پس اگرچہ کہا جاوے کہ خطاب عام تھا اور مراد خاص تھی تو یہ ٹھیک نہین ہی کیونکہ دعوت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام ہی اور عام ہی مراد ہین اور اس صورت مین لازم آتا ہی کہ علم الٰہی مین انکا ایمان نہ لانا بھی تھا اور پھر ایمان لانے کا حکم بھی کیے گئے پس اشکال مندفع نہین ہوا ہان **مترجم** کے جواب سے دفع ہوچکا۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہوا یعنے احکام الٰہی پہونچانے مین اللہ تعالے نے دو معنے رکھے اول کافرون پر حجت اگرچہ ایمان نہ لاوین۔ دوم مراتب رسالت جو کافرون سے ایذا اٹھانے مین ہین تو یہ ہر صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے حاصل تھی قولہ لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت تقدیم خبر سے دلالت انحصار پر ہی اور لہا مین لام واسطے نفع کے اور علیہا مین علی واسطے ضرر کے ہی اور یہ قرینہ ہی کہ ما کسبت سے مراد خیر اور اکتسبت شر ہی اور صاحب کشاف وغیرہ نے کہا کہ کسب فقط خیر ہی کے ساتھ بولا جاتا ہی۔ اور اکتساب فقط شر کے واسطے بولا جاتا ہی۔ اگر کہا جاوے کہ خیر کی تخصیص کسب کے ساتھ اور شر کی تخصیص اکتساب کے ساتھ کیون ہوئی تو جواب دیا گیا کہ اکتساب مین احتمال ہی ای مبالغہ و کوشش سے کام کو بجا لانا پس افعال بد چونکہ خواہش نفس پر ہوتے ہین اور نفس خود انکا حکم کرتا اور انکی طرف کھینچتا ہی تو انکے پورا کرنے مین زیادہ خواہش و کوشش ہوتی ہی پس اسکے واسطے اکتساب قرار دیا گیا اور امور خیر مین یہ بات نہین ہوتی ہی لہذا انکے واسطے کسب ہی رہا اور پھر تقدیر لہا ما کسبت نفس کے

واسطے وہ چیز جو اسنے کمائی۔ اس سے عین مکسوب مراد نہین ہی بلکہ اسکا ثواب مراد ہی اور ایسے ہی ما اکتسبت مین عین شر مراد نہین بلکہ اسکا گناہ و عذاب مراد ہی قولہ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا۔ یعنے اگر نسیان و خطا سے کوئی امر بد ہمسے صادر ہو تو اسکے گناہ مین ہمکو ماخوذ نہ فرما اور اکثر مفسرین وغیرہ نے اس دعا سے اشکال پیش کیا ہی کہ خطا و نسیان تو دونون معفو ہین پھر یہ دعا تحصیل حاصل ہوگی اور اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول آنکہ استدعا ان سب اسباب پر مواخذہ نہونیکی ہی جو خطا و نسیان کی طرف مودی ہوتے ہین نفس خطا و نسیان پر مواخذہ نہونے کی درخواست نہین ہی کہ وہ تو عفو کیے گئے ہین اور دوم آنکہ نفس خطا و نسیان پر مواخذہ نہونے کی درخواست ہی اور مقصود یہ ہی کہ برابر ایسا ہی رہے وسوم آنکہ یہ بطریق شکر ہی چہارم آنکہ خطا و نسیان معاف ہونے کا علم حاصل ہونے سے پہلے تھا ذکرہ فی الکمالین اور اس مین نظر ہی اس واسطے کہ یہ حکم اللہ تعالے نے دیا ہی کہ قولو اربنا لا تؤاخذنا الی آخرہ اور علم آلہی مین مواخذہ نہ ہونا معلوم تھا فتامل قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس مین کچھ اختلاف نہین کہ خطا و نسیان کا گناہ تو اُٹھا دیا گیا ہی مگر اس مین اختلاف ہی کہ خطا و نسیان سے جو بات پائی گئی پھر جو احکام ایسی بات سے متعلق ہوتے ہین وہ آیا اس سے متعلق ہونگے یا نہین تو اس مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ مختلف وقائع سے حکم مختلف ہی پس تاوان قرضے و فریضہ نماز مین ایسی چیزین تو خطا و نسیان سے بالاتفاق ساقط نہین ہوتی ہین اور اگر خطا سے کسی کو قتل کیا یا خطا سے کلمۂ کفر بولا تو ایسے اُمور بالاتفاق ساقط ہین چنانچہ قصاص لازم نہ آوے گا اور مرتد ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا اور تیسری قسم مین اختلاف ہی مثلاً کسی نے رمضان مین بھولے سے کھالیا چنانچہ مالکؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹ گیا اور قضا لازم ہی اور جمہور کے نزدیک کچھ نہین ہی و علیٰ ہذا اگر خطا سے طلاق دیدی تو طلاق واقع ہو جائیگی۔ اور جاننا چاہیئے کہ ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اُٹھا دیا میری اُمت سے خطا و نسیان کو اور اس چیز کو جسپر وہ زبردستی کیے جاوین رواہ ابن ماجہ و ابن المنذر و ابن حبان فی صحیحہ والطبرانی والدارقطنی والحاکم والبیہقی۔ اور معنے حدیث کے یہ ہین کہ اگر خطا سے یعنے چوک کر یا بھولے سے کوئی کام کرین یا زبردستی اُن سے کرایا جاوے تو اللہ تعالے نے اسکا گناہ انکے ذمہ سے دور کر دیا اور یہ حدیث بہت طرق سے روایت کی گئی ہی اگرچہ اسناد مین مقال ہی مگر بعض کی بعض سے تقویت ہوتی ہی اور وہ ضرور حسن لغیرہ ہی اور حدیث صحیح قد فعلت والی اسکی شاہد موجود ہی اور ان آیات کے فضائل صحاح مین بہت مذکور ہین چنانچہ ابو مسعودؓ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سورۂ بقر کی آخر کی دو آیتین رات مین پڑھین تو اسکو کافی ہین رواہ الشیخان واہل السنن اور حذیفہؓ سے مرفوعاً روایت ہی کہ سورۂ بقرہ کی آخر آیتین مجھکو خزانہ زیر عرش سے دی گئین ہین مجھسے پہلے کسی نبی کو نہین دی گئین اخرجہ احمد والنسائی والطبرانی والبیہقی بسند صحیح اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسکے فضائل کو دراز کلام سے بیان فرمایا ہی اور اسی قدر کافی ہی جو ہم نے ذکر کیا۔ ف۲۰ فی عرائس البیان قولہ تعالے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ اللہ تعالے اپنے اولیا کے نفوس کو حق عبودیت کی تکلیف نہین دیتا مگر اسی قدر کہ جس کی انکو طاقت ہی کیونکہ حقیقت عبودیت اُٹھانے مین انکو ضعف ہی اور قصور ظاہر ہے اس واسطے کہ ربوبیت کے حقوق مین سے ایک یہ بھی ہی کہ پہلے تکبیر جو تعظیم و اجلال سے ادا کرین اسی مین بدن و جانین سب پگھل جاوین اور اللہ تعالی نے اپنے مخلوق کے واسطے اپنی معرفت مین سے فقط اسی قدر ظاہر فرمایا ہی جس قدر سے ان کی زندگی ہو اور اپنے پروردگار سے جاہل ہونے کی حسرت مین مر نہ جاوین اور اگر انکو یہ یقین ہو جاوے کہ حقیقت عبودیت سے وہ کہین دور ہین اور صرف ربوبیت سے کہین جا پڑے ہین تو اس حسرت و غم مین مر نہ جاوین۔ قولہ تعالے لہا ما کسبت۔ یعنے دنیا مین جو رنج و درد انکی ارواح نے اُٹھایا ہی اسکا نیک بدلا ان کو ملیگا کہ امتحان مین پورے اُترے قولہ وعلیہا ما اکتسبت۔ نفس نے جو خطرات پیدا کرکے گناہ کمائے ہین تو اللہ تعالے نفوس کو دنیا مین یہ بدلا دیدیتا ہی کہ مجاہدات و ریاضات مین نفس پگھلایا جاتا ہی اور ارواح کو آخرت مین یہ بدلا ہی کہ انکو مشاہدہ خالص عطا ہو گا۔ قولہ تعالے ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا۔ یعنے ہمکو بسبب ہمارے

محبوب نہ فرما اگر ہم تجھے بھولین اور یاد فراموش کرین۔ قولہ او اخطانا۔ یعنے بایں طور خطا کرین کہ تیرے سوائے کسی غیر کی طرف التفات کرین۔ قولہ واعف عنا۔ اگر ہم تیری پاک ذات کی معرفت کم رکھتے ہین تو ہمکو عفو کردے۔ قولہ واغفر لنا۔ تیری عبادت مین جو ہمسے تقصیر ہوئی ہی وہ بخشدے۔ قولہ وارحمنا۔ ہمپر رحم کردے کہ محض اپنے فضل سے ہمکو اپنا وصل ومشاہدہ دیدے اور شیخ ابن عطاؒ نے فرمایا کہ لا تواخذنا مصیبت کے وقت ہمسے مواخذہ مت فرما اور قیامت مین ہماری پردہ پوشی فرمادے اور قیامت والون کے روبرو ہمکو فضیحت نہ فرما۔ قولہ فانصرنا علی القوم الکافرین۔ اہل مکاشفہ و اہل مشاہدہ مین سے جو لوگ امتحان مین پڑتے ہین یہ انکی مناجات ہی یعنے ہم تیری معرفت کے قیدی اور تیری محبت مین ضعیف ہین سو تو ہی ہمپر رحم کرکہ اپنی عظمت کی تجلی فرما تاکہ کشف ربوبیت اور مقام عبودیت مین ہم تیرے ہی طرف سے تیرے ہی ساتھ تقویت پاوین اور ہمکو فتح ونصرت دے اپنی معرفت سے اور حقائق الہام کے لشکرون سے جو الوہیت سے ثابت ہون قوم کافرین پر اے طبیعت کے اوباشون پر تاکہ تیری معرفت کے میدانون مین تیری معرفت کی تائید سے وہ شکست کھاکر بھاگین اور تیری خالص بندگی کرنے اور تیری درگاہ کا مشاہدہ طلب کرنے مین ہم ان اوباشون کی تشویش سے راحت پاوین قال المترجم یعنے نفس وطبیعت کے بندے بیچ مین خلل ڈالتے ہین انپر ہمکو اسطرح مدد دے کہ الہام کے لشکر معرفت ربوبیت کی ہمکو عنایت ہون۔

## سورة آل عمران مدنية وهي ماتا آيه

یعنے سورۂ آل عمران مدنیہ ہی اور وہ دوسو آیات ہین اور اس قول مین اتفاق ہی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی صحت ظاہر ہی اسواسطے کہ اول سے
تراسی آیات تک وفد نجران کے حق مین نازل ہوئین جو ہجرت کے نوین سال مدینہ مین آ گئے تھے تو یہ ضرور مدینہ مین واقع ہوا ہی۔

## بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ تعالے کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

شروع

الٓمٓ ۱ اللہ اعلم بمرادہ بذلک بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الٓمٓ۔ اللہ تعالے ہی خوب جانتا ہی کہ اس سے اوتعالے کی کیا مراد ہی ف ۱ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے الٓمٓ الف سے اشارہ ہی کہ فردانیت الٰہی پاک مقدس ہی اور ممتنع ہی کہ کوئی حدوث اسکے قدم سے ملتصق ہو یعنے حادث ومخلوق چیزین جو کوئی ہون کسی کو اس سے التصاق ووصل نہین ہی جیسے الف کو ابتدا مین کسی سے میل نہین ہوتا اور تمام حروف اسکی طرف ملتے ہین اور لام اشارہ ہی اسکے لطائف غیب کی طرف اور میم اشارہ ہی اسکے ملکوت کے غرائب کی طرف جو خلائق کی آنکھون سے پوشیدہ ہین باوجودیکہ اس کے اولیاء انبیا کی آنکھون کو قوت حاصل ہی۔ اور نیز الف سے اوتعالی کی اولیت کیطرف اشارہ ہی اور لام سے اسکے جلال وجمال کی طرف اشارہ ہی اور میم سے اسکی محبت کی طرف جو اسکو اپنے اولیاء وانبیاء کے ساتھ ازل مین تھی طریقۂ الٰہی جاری ہی کہ اپنے خواص محبوبون کو رموز واشارات سے خطاب فرماتا ہی مثلاً حروف مقطعہ کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے اپنے انبیاء واولیاء کے واسطے رموز ہین غرض انکی تشریف وتعظیم ہی یعنے وہ تمام خلق سے بزرگ ہین انکا خطاب بھی خاص ہی اور جو شخص جتنا اللہ تعالے کی جناب مین زیادہ قربت رکھتا ہی اسکے ساتھ اشارہ بھی بہت دقیق ہوتا ہی اور رمز بھی نہایت باریک ہوتی ہی کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اللہ تعالے نے اپنے کلیم یعنے موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلام پاک اچھی عبارات مین سُنایا اور اپنے حبیب یعنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت جمیل اشارات مین سنایا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین جوامع الکلم عطا کیا گیا ہون یعنے میرے کلمات بہت سے معانی کو جامع ہوتے ہین اور کلام بہت مختصر ہوتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ عبارات تو عام کے واسطے ہین اور اشارات خاص بندون کے لیے ہین اور بعض نے کہا کہ الف مین یہ اشارہ ہی کہ اوتعالے ہر حال مین تیرے واسطے کافی ہی اور لام سے یہ اشارہ ہی کہ پوشیدہ بھید وسر مین اس کا لطف خاص تیرے ساتھ پوشیدہ ہی اور میم سے اشارہ ہی کہ اولیا کی درخواستون کے ساتھ تقدیر متعلق ہی وہ جس طرح جاری ہوئی ہی اسی طرح

انکی درخواست پوری ہوگی وہ اسی تقدیر پر راضی ہین اور عالم مین کوئی ذرہ حرکت نہین کرتا اور کوئی امر ظاہر نہین ہوتا بدون اسکی تقدیر کے اور یہ لوگ اس پر دل سے راضی ہین اور ان حروف مین سے ہر حرف سے ایک اسم کی طرف اشارہ ہی اور اسم سے فعل کی طرف اشارہ ہی اور فعل سے صفت کی طرف اشارہ ہی اور صفت سے ذات کیطرف اشارہ ہی پھر جب عارفون کے دلون مین ان معانی رموز کا القا ہوا تو وہ اسماء و افعال و صفات کے درجون پر پہونچ جاتے ہین یہانتک کہ بارگاہ کبریائی تک انکی رسائی ہوجاتی ہی پس حق عزوجل کی طرف سے حق عزوجل ہی کے واسطے ان پر معلومات سرمدیہ کا کشف ہوتا ہی پس وہ لوگ ایسے علوم مجہولہ جان لیتے ہین جو ملکوت کی کتاب مین نہین ہین۔ اور بعض نے فرمایا کہ الف تو احدیت کا ہی اور لام لطف کا ہی اور میم ملک کا ہی اور ابن عطاء رح نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حرفون کو سبب متصل بخلق قرار دیا اور انکی شکل کو انکے لیے اپنی جانب سے سبب متصل قرار دیا اور وہ شکل ایک بھید اللہ تعالے کا ہی کہ اسکو سوائے خدائے تعالےٰ کے اور کوئی نہین جانتا ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ

اللہ اسکے سوائے کسی کی بندگی نہین جیتا ہی سب کا تھامنے والا اُتاری تجھپر کتاب تحقیق ثابت کرتی اگلی کتاب کو اور

اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۵ اِنَّ الَّذِيْنَ

اُتاری تھی توراۃ اور انجیل اس سے پہلے لوگون کی ہدایت کو اور اُتارا انصاف البتہ جو لوگ

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

منکر ہین اللہ کی آیتون سے انکو سخت عذاب ہی اور اللہ زبردست ہی بدلا لینے والا

نَزَّلَ عَلَيْكَ ۔ یا محمد ۔ الْكِتٰبَ ۔ القرآن ملتبسا ۔ بِالْحَقِّ ۔ بالصدق فی اخبارہ ۔ یعنے کتاب سے مراد قرآن ہی اور بالحق حال واقع ہی یا تنزیلا ملتبسا بالحق یعنے صفت مفعول مطلق کی ہی اور بالحق کے معنے یہ ہین کہ کتاب جو خبر دیتی ہی اس مین سچی ہی اگلے حالات و غیب کی باتین بیان کرنے مین سچی ہی۔ بَيْنَ يَدَيْهِ ۔ قبلہ من الکتب ۔ یعنے اس کتاب قرآن سے پہلے کی جو کتابین ہین کیونکہ وہی اب اسکے سامنے موجود ہین ۔ مِنْ قَبْلُ ۔ ای قبل تنزیلہ ۔ یعنے قبل کا مضاف الیہ محذوف منوی ہی اور معنے قبل اسکے اُتارے جانے کے ۔ هُدًى ۔ حال بمعنے ہادیین من الضلالۃ یعنے توریت و انجیل سے حال واقع ہی ای درحالیکہ وہ دونون ہدایت کرنے والی تھین گمراہی سے ۔ لِّلنَّاسِ ۔ ممن تبعہما یعنے واسطے ان لوگون کے جنھون نے ان دونون کتابون کی پیروی کی یعنے کل لوگ مراد نہین ہین ۔ وعبر فیہما بانزل و فی القرآن بنزل المقتضی للتکریر لانہما انزلا دفعۃ واحدۃ بخلافہ ۔ اور تعبیر کیا ان دونون کتابون کے حق مین انزل کی لفظ کے ساتھ اور قرآن مین نزل کے ساتھ جو کہ تکریر کو مقتضی ہے ۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ دونون تو ایک دفعہ ہی آتار دی گئین بخلاف قرآن کے کہ وہ نجم نجم کرکے بحسب ضرورت بار بار دنیا مین تھوڑا تھوڑا اُتارا گیا وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۔ بمعنے الکتب الفارقۃ بین الحق والباطل و ذکرہ بعد ذکر الثلثۃ لیعم ما عداہا ۔ یعنے فرقان کے معنے ایسی کتابین جو حق و باطل کے درمیان فرق و تمیز کرنے والی ہین اور تینون کتابون کے ذکر کے بعد اسکا ذکر کرنا اسواسطے ہی تاکہ ان تین کتابون کے سوائے اورون کو بھی شامل ہوجاوے ای زبور وغیرہ کو بھی پس یہ خاص کے بعد عام کا ذکر ہی ۔ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۔ القرآن وغیرہ یعنے قرآن وغیرہ سے ۔ عَزِيْزٌ ۔ غالب علی امرہ فلا یمنعہ شئ من انجاز وعدہ و وعیدہ ۔ یعنے ایسا غالب زبردست ہی کہ اپنے اُمور پر سب طرح توانا ہی پس اسکو اپنے وعدے و وعید پورا کردینے سے کوئی چیز مانع نہین ہوسکتی ہی ۔ ذُو انْتِقَامٍ ۔ عقوبۃ شدیدۃ ممن عصاہ لا یقدر علی مثلہا احد ۔ یعنے سخت عذاب الاہی ہر ایسے بندے کو جو اسکی نافرمانی کرے اور ایسی عقوبت کرسکتا ہی جیسی کوئی نہین کرسکتا ہی حدیث مین ہی کہ سورۂ بقرہ کے قولہ لا الٰہ الا

لہ [illegible] حاصل [illegible] ۲۱۲

ہو الحی القیوم۔ اور آل عمران کے۔ قولہ اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم۔ اور سورۂ طٰہٰ کے قولہ وعنت الوجوہ للحی القیوم۔ ان تین آیتوں میں اللہ تعالےٰ کا اسم
اعظم ہے اور شیخ نجمی نے اکثر علماء سے نقل کیا کہ اسم اعظم اللہ ہے۔ اور معالم وغیرہ میں مذکور ہے کہ ربیع بن انس وغیرہ نے فرمایا نزول اس آیت کا
نصاریٰ نجران کے ایلچیوں کے حق میں ہوا اور وہ ساٹھ سوار تھے کہ ہجرت کے نویں سال میں رسول اللہ صلعم کے پاس آئے اور ان میں چودہ آدمی
انکے اشراف میں سے تھے اور ان چودہ میں سے تین آدمی ایسے تھے کہ انھیں کی طرف انکے امور کا مرجع تھا ایک عاقب اور اسکا نام عبد المسیح تھا
دوم ایہم اور سوم ابو حارثہ بن علقمہ پس یہ سب عصر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوئے اور حرث بن کعب انکے پیچھے
کہتے تھے کہ ہمنے ایسے ایلچی نہیں دیکھے انکی نماز کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز کو کھڑے ہو گئے پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ
ان کو چھوڑ دو کہ مشرق کیطرف نماز پڑھیں پھر عبد المسیح وایہم نے گفتگو کی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم ایمان لاؤ تو بولے
کہ ہم آپ سے پہلے ایمان لا چکے ہیں فرمایا کہ تم جھوٹے ہو تمکو اسلام سے تین چیزیں روکتی ہیں ایک تو تم اللہ تعالےٰ کا بیٹا بتلاتے ہو اور دوسرے
صلیب کو پوجتے ہو اور تیسرے سور کھاتے ہو تو بولے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا نہیں تو اسکا باپ کون ہے اور سبھوں نے عیسیٰ کے بارہ
میں جھگڑا کیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ بھلا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ جو بیٹا ہوتا ہے وہ ضرور اپنے باپ کا مشابہ ہوتا ہے بولے ہاں
کیوں نہیں جانتے ہیں فرمایا کہ بھلا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ ہمارا پروردگار حی لا یموت ہے یعنے ایسا زندہ ہے کہ کبھی اسکو موت وفنا نہیں ہے اور عیسیٰ کسی
وقت فنا ہونے والے ہیں بولے کہ ہاں جانتے کیوں نہیں ہیں۔ فرمایا کہ بھلا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ ہمارا پروردگار قیوم ہر شئے کی حفاظت فرماتا اور
اور اسکو رزق دیتا ہے بولے کہ ہاں تو فرمایا کہ بھلا عیسیٰ بھی ان میں سے کسی بات کا مالک ہے بولے کہ نہیں۔ فرمایا کہ بھلا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ پر
کوئی چیز پوشیدہ نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں بولے کہ ہاں جانتے کیوں نہیں ہیں۔ فرمایا کہ پھر بھلا عیسیٰ بھی اس میں سے کچھ جانتا ہے مگر اسی قدر کہ
جتنا اللہ تعالےٰ نے اسکو سکھلا دیا ہے بولے کہ نہیں جانتا ہے تب آپ نے فرمایا کہ پھر ہمارے پروردگار نے عیسیٰ کو اسکی ماں کے پیٹ میں جیسے چاہا ویسے
بنا دیا۔ اور ہمارا پروردگار نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے بولے کہ ہاں کہ ہاں وہ ایسا ہی ہے۔ فرمایا کہ بھلا تم نہیں جانتے ہو کہ عیسیٰؑ کو اسکی ماں نے اپنے پیٹ میں رکھا
جیسے اور عورتیں حمل رکھا کرتی ہیں پھر اسکو جنی جیسے عورتیں جنا کرتی ہیں پھر عیسیٰؑ کو غذا ملتی رہی ویسے ہی جیسے آدمی کے بچوں کو ملا کرتی ہے
پھر وہ اپنے آپ کو کھاتے پیتے اور پیخانہ پیشاب وغیرہ کو جاتے رہے تو بولے کہ ہاں ایسا ہی ہے تب آپ نے فرمایا کہ پھر جس کی یہ حالت ہے وہ
ویسا کیونکر ہوگا جیسا تمنے زعم باندھا ہے پس یہ لوگ چپ ہو گئے پھر اللہ تعالےٰ نے ابتداے سورۂ آل عمران کو کچھ اوپر اسّی آیتوں تک نازل
فرمایا۔ قولہ نزل علیک الکتاب یہاں نزل از تنزیل ہے جس میں دلالت ہے کہ بکرر نازل فرمایا اور قرآن مجید ایسا ہی ہے کہ ایک مرتبہ لوح محفوظ سے آسمان
دنیا پر پورا نازل ہوا پھر وہاں سے دنیا میں تیئیس برس میں نجم نجم کر کے بحسب اوقات نازل ہوا یہانتک کہ سب سے آخر آیت قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ
الی اللہ الآیہ۔ تھی کہ حضرت صلعم کی وفات سے نو روز پہلے نازل ہوئی ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے حق میں اگر انزال فرمایا مثل قولہ ہو الذی
انزل علیک الکتاب یا الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب یا بالحق انزلناہ۔ تو یہاں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایکبارگی نزول مراد ہے اور اگر
تنزیل فرمایا تو تنجیم مراد ہے اور اسپر اعتراض کیا گیا بقولہ وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ۔ اور ایسے ہی قولہ والذین یومنون بما انزل الیک الخ
اور جواب دیا گیا قاعدۂ مذکورہ کلیہ نہیں ہے بلکہ اکثریہ ہے۔ قولہ ہدی للناس۔ حال ہے بمعنے ہادین اور تثنیہ نفرمایا کیونکہ ہدی مصدر ہے اور للناس
سے عام مراد لینا بشرطیکہ ہم لوگ شرائع سابقہ غیر منسوخہ کے پابند ہوں یا ان دونوں کے زمانہ والے خاص مراد لینا سب تکلف ہے کیونکہ ہر دو صورت
تخصیص ضرور ہے کیونکہ ہادی اسی کے لیے جو انکا متبع ہو جیسے شیخ سیوطی رح نے کہا ہے ارجح یہ ہے کہ ہادی ہونا ان کی صفت قرار دی جاوے

یعنے فی نفسہ وہ ہادی ہین فتامل۔ قولہ وانزل الفرقان۔ یہ لفظ مصدر ہی مثل غفران وکفران کے اور معنے اسکے اسم فاعل کے ای فارق بین الحق والباطل
ہین اور قتادہ وربیع بن انس رحمہم اللہ نے فرمایا کہ فرقان یہان قرآن ہی اور اسکا ذکر اگرچہ پہلے ہوچکا ہی مگر مکرر ایسی صفت سے ذکر کیا جس مین اسکی تعظیم و
شرف وفضیلت کا بیان ہی کہ وہ معجزہ ایسا ہی کہ حق وباطل مین فرق کرتا ہی وقال السیوطی اور یہی سلف سے تفسیر آئی ہی اخرجہ ابن جریر عن قتادہ
وربیع بن انس اور بعض نے کہا کہ چوتھی کتاب یعنے زبور مراد ہی اور زمخشری نے کہا کہ یہی ظاہر ہی اور شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ یہان مصدر
مراد ہی یعنے ایسی کتابین آئین جو حق وباطل مین امتیاز بتلانی والی ہین اور یہی مفسر نے اختیار کیا ہی۔ قولہ ان الذین کفروا۔ بعض نے کہا کہ ان کا فروں سے
وفد نجران والے نصاری مراد ہین جنھون نے قرآن ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا۔ اور پوشیدہ نہین کہ لفظ عام ہی اور وہ ہر ایک ایسے شخص کو
شامل ہی جسنے آیات اللہ تعالے سے کفر کیا اگرچہ نزول اسکا وفد نجران کے حق مین ہوا۔ قولہ ذو انتقام۔ نقمت عقوبت مجرم ہی اور معنے اس صفت
صفت کے ہین کہ ایسا سخت عقوبت کرنے والا ہی کہ کوئی اسکے مثل عقوبت پر قادر نہین ہی کیونکہ تنکیر برائے تعظیم ہی ف ۲۰ فی العرائس قولہ تعالی
الحی القیوم حی ایسا ہی کہ سمند وہم کتنا ہی بلند پرواز ہو مگر اسکی حیات کو قیاس بھی نہین کر سکتا ہی اور عاقلون کی تیزی وباریک بینی کتنی ہی خوض کرے
کبھی اسکی ذات پاک کی سرمدیت کو نہین پاسکتی ہی۔ اور نیز وہ ایسا حی ہی کہ اسکی حیات سے عالم قائم ہی اور اسی کے نور سے روح آدم منور ہی اور ایسا قیوم
کہ اسی کی بقا سے اہل فنا قائم ہین اور اسی کی قیومیت کے قہر مین اہل بقا فنا ہوتے ہین۔ اور نیز قیوم وہ مقدس ہی جو علائق سے پاک اور
مبرا ہی اور روح خلائق پر رحمت کرنے اور مخلوق کی حفاظت کرنے مین وہ بے علاقہ قائم ہی اور بعض نے فرمایا کہ الحی وہ ہی کہ جسکی حیات کی ابتدا نہین
ہی اور القیوم وہ ہی کہ جسکے بقا کی انتہا نہین ہی اور کتانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ الحی درحقیقت وہ ذات پاک ہی جس سے ہر زندہ کی زندگی ہی
اور جو زندہ کہ اسکے ساتھ زندہ نہو وہ مردہ ہی اور بعض نے فرمایا کہ القیوم وہ ہی جسنے اپنی ذات سے علل کو زائل کردیا خواہ بزوال ہو یا بعبارت ہو یا باشارت
ہو سب طرح زائل کردیا پس کوئی چیز اسکی کنہ معرفت کو نہین پہونچتی ہی قولہ تعالی ان الذین کفروا بآیات اللہ یعنے جو لوگ ایسے ہین کہ شواہد ربوبیت سے
یقین حاصل کرکے مشاہدۂ حق سے سرفراز نہین ہوے بلکہ محجوب ہوے ہین۔ لہم عذاب شدید۔ انکے واسطے محرومی ہی اس امر سے کہ اہل ہدایت کے
مقامات کو پہونچین۔ اور شیخ ابو سعید خرازؒ نے فرمایا کہ وہ لوگ اس بات سے منکر ہوے کہ اللہ تعالے نے اپنے خاص بندون کو کرامات دی
ہین تو انکے واسطے عذاب شدید یہ ہی کہ حق عزوجل نے انکو کرامت سے دور کردیا۔ واللہ عزیز۔ ای اپنے بندون مین سے جنھین چاہتا ہی اظہار کرامات
کرکے انکو بزرگی وغلبہ دیتا ہی۔ ذو انتقام۔ ایسے شخصون سے بدلا لیگا جو اس بات سے انکار کرتے ہین یعنے اپنے اولیا کو عزت وتوقیر سے
سرفراز فرماتا ہی اور دشمنون سے جو انکے امتیون پر انکار کرتے ہین انتقام لیگا۔ اور واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عزیز ذو انتقام ہی یعنے کوئی اسکے
ارادہ کے مخالفت نہین کرسکتا ہی اور کوئی ایسا نہین کہ اللہ تعالے کی عقوبت سے مقابلہ کرسکے قال المترجم یہی علمائے تفسیر کا قول ہی اور
یہی ظاہر کلام ہی اور یہ بمقابلہ کفر حقیقی ہی اور سابق بمقابلہ مجازی فتامل۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي

اللہ سے نہین پوشیدہ اسپر کوئی چیز زمین مین اور نہ آسمان مین وہی ہی کہ تمھارا نقشہ بناتا ہی

الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

مان کے پیٹ مین جس طرح چاہتا ہی نہین کوئی معبود مگر وہی وہ زبردست ہی حکمت والا

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ۔ کائن۔ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ۔ لعلمہ بما یقع فی العالم من کلی وجزئی وخصہما بالذکر

للان الحس لاتتجاوزہما۔ اللہ تعالے کی شان ہو کہ اسپر کوئی چیز پوشیدہ نہین جو زمین اور وہ جو آسمان مین ہو ف کیونکہ اللہ تعالےٰ ہر چیز کو جانتا ہی جو
عالم مین واقع ہو خواہ کلی ہو یا جزئی ہو اور خاص کرکے آسمان و زمین کو اس لیے ذکر کیا کہ حواس ان دونون سے تجاوز نہین کرتے ورنہ اللہ تعالےٰ
ان دونون کے ماسوا ربھی کل چیزون سے آگاہ ہو۔ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ من ذکورة وانوثة وبياض
وسواد وغير ذلك وہی تمکو ارحام مین صورت بناتا ہو جیسے چاہتا ہو ف خواہ نر یا مادہ خواہ کالا یا گورا وغیرہ۔ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ في ملكه
الْحَكِيمُ في صنعه اسکے سوا کوئی الوہیت والا نہین ہو وہی غالب ہو اپنی بادشاہت مین اور حکیم ہو اپنی صنعت مین ف
یہ جملہ مستانفہ ہو اس مین اللہ عزوجل کی وسعت علم و احاطۂ معلومات کا بیان ہو کہ فرمایا لا يخفى عليه شيء۔ یعنے کوئی شے اسپر پوشیدہ نہین ہو پس ہر چیز کی
حالت و صفت وغیرہ بھی شے ہین وہ بھی کوئی پوشیدہ نہین اسواسطے کہ نکرہ تحت نفی سے عموم نفی ہو اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ نے فقط زمین و آسمان
ہی کو فرمایا تو جواب یہ ہو کہ حس انھین دونون تک رہتا ہو انسے تجاوز نہین کرتا اسواسطے ان جاہلان وفد نجران کی فہمائش کو ایسا فرمادیا اور مراد یہ ہو کہ
اللہ عزوجل پر کوئی چیز پوشیدہ نہین چاہے کمین ہو اور کسی وجہ پر ہو اور رد کی تقریر یہ ہو کہ نصاریٰ نے زعم کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام رب ہو حالانکہ عیسیٰؑ پر
بہتیری چیزین پوشیدہ ہین اور اللہ تعالیٰ عزوجل پر کچھ بھی پوشیدہ نہین اور عیسیٰؑ نے اگر بعض امور غیب کی خبر دی کہ تو نے اپنے گھر مین یہ کھایا ہو یا یہ ذخیرہ کیا ہو تو یہ
الوہیت پر نہین دلالت کرتا ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت و معجزہ کے اسکو ان امور سے آگاہ فرمادیا تاکہ اسکی رسالت تمام ہو اور زمین کو آسمان پر اسواسطے مقدم کیا
کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کیطرف ترقی ہو اور نیز حس بھی یون ہی چلتا ہو اور مقصود بھی یہ ہو کہ زمین مین جو ہو وہ اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہین ہو سکتا ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کے حی
ہونے پر گویا دلیل ہو جیسے مابعد اسکے قیوم ہونے پر دلیل ہو اور اس کلام سے یونانیون و فلسفیون کا قطعًا رد ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو بحیثیت جزئی نہین جان سکتا ہو
بلکہ بحیثیت کلی جانتا ہو اور یہ درحقیقت جزئی کے علم کی نفی ہو اور یہ کفر صریح ہو اور جزئی وہ ہو کہ تصور اسکا شرکت سے مانع ہو مثل زید وغیرہ کے اور کلی وہ ہو کہ اسکا
تصور شرکت سے مانع نہو اگرچہ خارج مین وہ ایک ہی پر صادق آوے قوله هو الذي يصوركم في الأرحام كيف يشاء بیضاوی نے کہا کہ گویا قیوم ہونے پر دلیل ہو
اور وفد نجران پر رد ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت وہ قائل ہین اور انکار نہین کرسکتے ہین کہ وہ رحم مادر مین مصور ہوا اور اسی طرح پیدا ہوا جیسے بندے پیدا ہوتے
ہین پھر وہ کیونکر اِلٰہ ہو سکتا ہو جسکا یہ حال ہو اور معنے یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ہو کہ ارحام مین تمھارے مختلف صورتین شکل و طبیعت و رنگ مین پیدا کرتا ہو اور عیسیٰؑ بھی
ایک پتلا رحم مین پیدا ہوا پس وہ بھی مخلوق بندہ ہو اور حضرت ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ و چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے مرفوعًا و موقوفًا روایت ہو کہ نطفہ جب رحم مین پڑتا ہو
تو چالیس روز رحم مین رہکر جما خون ہوتا ہو پھر چالیس روز مین تھکا ہوتا ہو پھر چالیس روز مین جب مخلوق ہونے کو ہوتا ہو تو ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہو جو اسکی صورت بناتا
ہو پس فرشتہ اپنی دونون انگلیون مین مٹی لیکر آتا ہو پس اس سے مضغہ کو خلط کر دیتا ہو پھر گوندھ کر اسکی صورت بناتا ہو جیسا حکم ہوتا ہو پھر عرض کرتا ہو کہ یہ نر ہوگا یا
مادہ۔ یہ شقی ہوگا یا سعید اور اسکا رزق کیا اور اسکی عمر کیا ہو اور کیا اثر اور کیا مصائب ہین پس جو حکم ہوتا ہو وہی فرشتہ لکھ لیتا ہو پھر جب مرتا ہو تو یہ بدن
اسی مقام پر دفن کیا جاتا ہو جہان سے مٹی لی گئی تھی۔ اور یہ مضمون احادیث صحاح و سنن مین بھی موجود ہو اور معنے حدیث کے
یہ ہین کہ ازل مین جو کچھ ہر ایک بندے کے حق مین مقدر ہو گیا ہو وہ اس وقت اسکے مخلوق ہونے کی حالت مین تجدید کر دیا جاتا ہے
اور حضرت ابراہیم بن ادہم وغیرہ اکابر سے اس مقام پر عبرت انگیز اقوال مذکور ہین بخوف تطویل ہم نہین لایا اور ہر مومن خود اس سے عبرت
حاصل کرسکتا ہو ف۲ قال الشیخ فی العرائس۔ قوله تعالى ان الله لا يخفى عليه شيء في الأرض ولا في السماء۔ اس سے نیک بندونکو امید ہو اور بندون کو
خوف ہو کیونکہ زمین مین جو اسکے اولیا کے سینون مین ہو اور آسمان مین جو اسکے برگزیدہ فرشتون کے دلون مین ہو وہ کوئی اسپر پوشیدہ نہین ہین پس
اس مین نیک بندون کو تسلی ہو کہ وہ انکے احوال سے آگاہ ہو اور امتحان اور رنج برداشت کرتے ہین جو ان کو تکلیفین پہونچتی ہین ان کو جزا اور حسن

ثواب عطا کریگا - یہ تو بہ نسبت نیک بندون کے ہے اور بہ نسبت بدون کے یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر کیونکر کوئی چیز پوشیدہ ہوگی جسکو جسنے پیدا کیا ہے
پس تمام مخلوقات کے ہر ذرہ سے وہ آگاہ ہے اور یہ تو بدیہی بات تھی لیکن یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نافرمان کافر بندون کو تخویف ہے ان کو ڈراتا ہے
کہ ان کے دلون مین جو کچھ کفر کی نجاست اور میل ہے وہ سب جانتا ہے اور انکی بدفعلیون کی ان کو جزا دیگا - اور جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو
خبردار رہ کہ اللہ عزوجل تیرے قلب پر مطلع ہے تیرے قلب مین خبردار سوائے اپنی کوئی چیز نہ دیکھے کہ تجھپر غضب کرے اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر
کوئی چیز پوشیدہ نہین تو تم اپنی ہستون کو بھی دیکھو کہ وہ نفسانی خواہشون و شبہات سے خالی رہین کیونکہ اسپر کچھ پوشیدہ نہین ہے - قولہ تعالےٰ -
ھوالذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء - یعنے وہی ہے کہ تمکو ارحام مین اپنی قدرت کے نور کا لباس پہناتا ہے اور مشاہدہ کے حسن سے تمکو زینت
دیتا ہے تاکہ دیکھنے والا جب تمھاری صورتون پر نظر کرے تو اللہ تعالےٰ کے حسن ابداع اور اظہار جلال ربوبیت کو تمھارے چہرون سے ادراک
کرکے نہایت مسرور ہو جیسے اللہ تعالےٰ نے اپنے کلیم علیہ السلام کے حق مین فرمایا کہ القیت علیک محبۃ منی قال المترجم حاصل یہ ہے کہ ارحام
مین جو نطفہ یہ مخلوق ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حسن قدرت کا لباس پہنے ہے عارف کی نظر مین وہ نور قدرت ظاہر ہوتا ہے اور یہ کچھ آدمی پر موقوف
نہین ہر درخت و چرند و پرند سب ظاہر ہے لیکن آدمی مین ان سب سے زیادہ ہے فافہم - اور نیز وہی پاک پروردگار ہے کہ تمکو تمھاری مان کے پیٹون ہی
مین ہدایت کی استعداد پر پیدا کر دیتا ہے - اور محمد بن علی رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ نور و تاریکی مین سے جسپر چاہتا ہے تمکو تمھاری مان کے پیٹون مین کر دیتا
ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے خلق کو تاریکی مین پیدا کیا اور اپنے نور سے انپر چھڑکا پس جسکو اس نور سے پہونچا اسنے
تو ہدایت پائی ہے اور جو چوکا وہی گمراہ ہے -

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ
وہی ہے جسنے اتاری تجھپر کتاب اس مین بعضی آیتین پکی ہین وہ جڑ ہین کتاب کی اور دوسری
مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ
ہین کئی طرف ملتی سو جنکے دل پھرے ہوئے ہین وہ پیچھے لگتے ہین اس بات کے جو کتاب مین سے متشابہ ہے گمراہی ڈھونڈھنے کو
وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ
اور انکے کل بٹھانے کو اور ان کی کل کوئی نہین جانتا سوائے اللہ کے اور جو لوگ مضبوط علم والے ہین کہتے ہین کہ ہم اس پر یقین لائے
كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝
سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور سمجھائے وہ ہی سمجھتے ہین جنکو عقل ہے

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ - واضحات الدلالۃ - هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ
اصلہ المعتمد علیہ فی الاحکام - وہی اللہ تعالےٰ ہے جسنے تجھپر کتاب اتاری جس مین سے آیات محکمات ہین یعنے انکے معنے واضح ہین - یہ آیات
ام الکتاب ہین یعنے اصل کتاب جنپر احکام شرعی کا مدار ہے - وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ - لا یفہم معانیہا کاوائل السور - اور دیگر آیات
متشابہات ہین یعنے انکے معانی بندون کی سمجھ مین نہین سماتے جیسے سورتون کے ابتدائی حروف متشابہ ہین کہ آپس مین ایک دوسرے سے
مشابہ پڑتے ہین کہ انکے معانی فہم مین نہین آتے ہین - فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ - میل عن الحق - فَيَتَّبِعُوْنَ
مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ - طلب - الْفِتْنَةِ - لجہالہم لوقوعہم فی الشبہات واللبس - پھر جن لوگون کے دلون مین -

زیغ ہی یعنے حق سے موڑ ہے تو پیچھے پڑتے ہین اس کلام کے جو کتاب مین سے متشابہ ہی بغرض فتنہ کے یعنے اپنے جاہلون کو شبہہ مین ڈالنے کے لیے۔ وَ
ابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِهٖ۔ اور اسکی تاویل ڈھونڈھنے کے لیے وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وحدہ حالانکہ متشابہ کی تاویل کوئی جانتا نہین
سوائے اللہ تعالی کے یعنے فقط اللہ تعالے ہی جانتا ہی۔ وَالرّٰسِخُوْنَ۔ الثابتون المتمکنون۔ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ۔ ای
المتشابہ انہ من عند اللہ ولا نعلم معناہ اور علم کے مضبوط لوگ کہتے ہین کہ ہم اسپر ایمان لائے۔ ف یعنے متشابہ پر ایمان لائے کہ متشابہ اللہ تعالے
کی طرف سے ٹھیک کلام ہی اور ہم اسکے معانے نہین جانتے ہین۔ کُلٌّ ای من المحکم والمتشابہ۔ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ ہر ایک محکم و متشابہ ہمارے
رب تعالے کی طرف سے حق ہی۔ وَمَا یَذَّکَّرُ ای یتعظ۔ اور نہین نصیحت پکڑتے ہین۔ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ اصحاب العقول عقل
والے ف محکم از احکام بمعنے اتقان ہی اور متشابہ از تشابہ بمعنے انکا بعض مشتبہ ببعض یا معانی باہم مشتبہ ہین یعنے احتمال ہی کہ یہ معنے ہین
یا وہ معنے ہین۔ پس اس مقام پر اللہ عزوجل نے آیات قرآن مجید کی دو قسمین فرمائین ایک محکم اور دوم متشابہ۔ اور ایک آیۃ مین کل کتاب کو
محکم فرمایا ہی چنانچہ فرمایا۔ الرٰ کتاب احکمت آیاتہ ثم فصلت الآیۃ۔ اور علما کا اتفاق ہی کہ یہان احکمت سے مراد اسکے مفردات کلمات نہین فصاحت
و اسکی ترکیب کا اتقان ہی اور معنے یہ ہین کہ کتاب ایسی ہی کہ اسکے الفاظ رکیک نہین اور اسکے معانی مین کوئی بگاڑ نہین ہی اور حاصل یہ کہ اس مین کوئی
عیب نہین ہی اور دوسری آیت مین کل کو متشابہ فرمایا کہ کتابا متشابہا مثانی تقشعر منہ جلود الذین الآیۃ۔ اور یہان بھی علما نے اتفاق کیا ہی کہ تشابہ
سے مراد بعض آیات کا بعض سے خوبی نظم و صدق معنے مین مشابہ ہونا پس ان دونون آیات مین جو معنے لیے گئے ہین انکے اعتبار سے صلاحیت
ہی کہ کتاب کی دو قسمین باین معنے کی جاوین جو یہان مذکور ہین کہ محکمات سے واضحات الدلالۃ اور متشابہات سے غیر مفہوم المعانی مراد ہی اور
واضحات الدلالۃ سے یہ غرض ہی کہ ان آیتون کی عبارات ایسی محکم ہین کہ ان مین کوئی اجمال و اشتباہ معنے کی راہ سے نہین ہی پس علما نے
حنفیہ نے جو اصول مین اصطلاح پر تقسیم کی ہی ان مین سے نص و ظاہر و مفسر و محکم یہ چارون اس مین داخل ہین اور یہان سے ظاہر ہوا کہ اصطلاح مین
جو محکم ہی اس سے یہ محکمات اعم ہین اور محکمات سے یہان اصطلاحی معنے محکم کے مراد نہین ہین۔ بلکہ مطلق واضح الدلالۃ مراد ہی اور ایسے ہی متشابہات سے
بھی اصطلاحی معنے مراد نہین بلکہ یہ معنے کہ انکے معانی نہ سمجھے جاوین خواہ اس وجہ سے کہ ان مین بہت سے معانی کا احتمال ہی یا اس وجہ سے کہ اسکے
معنے ہی سمجھ مین نہین آتے ہین پس اس مین مجمل و مأول اور جنکے معنے معلوم ہی نہین ہوتے مثل الم والر وغیرہ کے سب داخل ہین اور یہ معنے جو مفسر
رحمہ اللہ نے محکم و متشابہ کے بیان ذکر کیے ہین یہی ارجح الاقوال ہی اور یہی مراد ہی جو علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ محکمات تو قرآن
کے ناسخ و حلال و حرام و حدود و احکام ہین اور جنکا حکم دیا جاوے اور جنپر عمل کیا جاوے اور نیز ابن عباس رض سے روایت ہی کہ محکمات قولہ تعالے قل
تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم ان لا تشرکوا بہ شیئا۔ اور اسکے بعد کی آیتین ہین اور قولہ وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ۔ اسکے بعد کی تین آیتون تک
ہین رواہ ابن ابی حاتم۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ متشابہات سے منسوخ و مقدم و مؤخر و امثال و اقسام اور جنپر ایمان لایا
جاوے اور عمل نہ کیا جاوے مراد ہین۔ اور سلف سے محکم و متشابہ کے بارہ مین اور بھی اقوال آئے ہین اور علما مین بھی اختلاف ہی اور مفسر رحمہ اللہ نے اتقان
مین انکو بسط سے ذکر کیا ہی مین نے بخوف تطویل ترک کیا۔ قولہ فاما الذین فی قلوبہم زیغ یہان سے ان لوگون کی مذمت ہی جو متشابہات کی تاویل کے درپے
ہوتے ہین اور اس مین دو قول ہین کہ مذمت کس معنے پر ہی پس جو لوگ فی العلم پر وقف کرتے ہین اور اس امر کے قائل ہین کہ متشابہات کی تاویل کو اللہ
تعالے اور راسخین فی العلم جانتے ہین وہ کلام کے معنے یہ بیان کرتے ہین کہ ابتغاء الفتنۃ۔ قید ہی یعنے متشابہ کی تاویل کے درپے اس نیت سے
ہوتے ہین کہ لوگون کو فتنہ مین ڈالین حالانکہ اسکی تاویل سوا اللہ تعالی و راسخین فی العلم کے کوئی نہین جانتا ہی اور جو لوگ الا اللہ پر وقف

کرتے ہین وہ کہتے ہین کہ متشابہ کی تاویل کو اللہ عزوجل نے اپنے ہی واسطے رکھا ہی اسکو سواے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہی پھر باوجود اسکے جو لوگ اسکے درپے ہوتے ہین وہ لوگ ہین کہ انکے دلون ہین کجی ہی کہ یہ کجی انکو اس بات پر آمادہ کرتی ہی کہ اسکی تاویل کے درپے ہون اور لوگون کو فتنہ مین ڈالین اور جمہور حنفیہ سے یہی قول ثابت ہوا ہی کہ متشابہ کی تاویل کو سواے اللہ عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہی اور شافعیہ اس امر کے قائل ہین کہ راسخون فی العلم جانتے ہین ولیکن محقق مفسر رحمہ اللہ نے قول حنفیہ اختیار کیا کہ سواے خدائے تعالے کے اسکی تاویل کوئی نہین جانتا ہی چنانچہ - وحدہ - کا لفظ اسی اشعار کے لیے بڑھایا ہی اور یہی قول اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور انکے بعد کے علما کا ہے کہ وقف الا اللہ پر ہی اور عبدالرزاق نے بسند صحیح حضرت ابن عباس رض سے روایت کیا کہ وہ یون پڑھا کرتے تھے وما یعلم تاویلہ الا اللہ ویقول الراسخون فی العلم آمنا بہ - اور یہ صریح دلالت کرتا ہی کہ واو استیناف کا ہی اور بعض سلف نے لفظ علم پر وقف کیا اور یہی مجاہد وضحاک رح سے منقول ہے اور یہی ابن عباس رض سے ایک روایت ہی اور **نووی** رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہی اصح ہی کیونکہ یہ بعید بات ہی کہ اللہ تعالے بندون کو ایسے کلام سے خطاب کرے کہ مخلوق مین سے کسی کو اسکے سمجھنے کی راہ نہو اور **ابن الحاجب** نے کہا کہ یہی مختار ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ عجیب ہی اسواسطے کہ جہمیہ فرقہ نے یہی کج بحثی کی کہ ضرور ہم اس کلام متشابہ کو سمجھ سکتے ہین پھر کیونکر **امام نووی و ابن الحاجب** نے اصح ومختار کہا - **ابن اسمعانی** رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اسکو مختار کرنا چھوٹی بات ہی اور **امام الحرمین** پہلے تو اس طرف مائل ہوے کہ تاویل کو علماے راسخین جانتے ہین پھر اس سے رجوع کیا اور کہا کہ ہمکو پسند تو یہی بات ہی کہ سلف کی اتباع کرین کیونکہ وہ لوگ انکے معانی سے تعرض نہین کرتے تھے اور **شیخ ابن الصلاح** نے کہا کہ اُمت کے صدر وسادات ایسے مذہب پر گذرے ہین اور اسی کو ائمہ فقہا وحدیث نے اختیار کیا ہی (الکمالین) اور حضرت عائشہ رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب تم دیکھو ایسے لوگون کو جو پیچھے لگتے ہین قرآن مین سے متشابہ کے تو یہی لوگ ہین جنکا نام رکھا ہی اللہ عزوجل نے پس تم حذر کرو (رواہ البخاری و احمد والترمذی وغیرہم) اور ابوامامہ نے حضرت صلعم سے قولہ تعالے فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ مین روایت کی کہ وہ خوارج ہین اور قولہ تعالے وتسود وجوہ - مین فرمایا کہ وہ خوارج ہین (رواہ احمد وابن مردویہ من غیر وجہ) اور **ابن کثیر** رح نے فرمایا کہ اس حدیث کا کمتر مرتبہ یہ ہی کہ موقوف از کلام صحابی ہو اور اسکے منے صحیح ہین اسواسطے کہ پہلے بدعت جو اسلام مین واقع ہوئی وہ خوارج کا فتنہ تھا اور شروع فتنہ انکا بسبب دنیا کے تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے غنائم تقسیم کیے تو ان پلیدون کے سردار ذوالخویصرہ نے جا کر حضرت صلعم سے کہا کہ آپ انصاف سے تقسیم کیجیے آپ نے انصاف نہین کیا پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے اگر انصاف نہ کیا تو خسران ہی اگر مین انصاف نہ کرون تو کون انصاف کریگا افسوس ہی کہ اللہ تعالے مجھکو اہل زمین پر امین قرار دیتا ہے اور تم مجھے امین نہین رکھتے ہو پھر جب یہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا تو عمر بن الخطاب رض نے اور ایک روایت مین خالد بن الولید نے اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دے کہ اسکی جنس مین سے ایک ایسی قوم نکلنے والی ہی کہ تم مین کا آدمی اپنی نماز کو ان کی نمازون کے مقابلہ مین اور اپنی تلاوت کو انکی تلاوت کے مقابلہ مین حقیر جانے گا حالانکہ وے لوگ دین مین سے ایسے نکل جاوینگے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہی سو تم انکو جہان پاؤ قتل کر ڈالو کیونکہ انکے قتل کرنے مین انکے قاتل کو ثواب عظیم ہوگا پھران لوگون کا ظہور زمانہ خلافت حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ مین ہوا اور آنحضرت کرم اللہ وجہہ نے نہروان مین انکو قتل کیا - ولیکن ان لوگون کی بالکل جڑ نہین کٹی اور متفرق طور پر یہ لوگ جابجا رہے اور فتنہ انگیز تاویلین کرتے رہے اور ابن جریر نے حکایت کیا کہ عبداللہ بن مسعود رض کی **قرارۃ** یہ تھی

ع

کہ ان تاویلہ الا عند اللہ والراسخون فی العلم الآیہ ۔ اور ایسا ہی ابی بن کعب رضؓ سے حکایت کیا اور ابن جریر نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور ابن کثیر رحؒ نے کہا کہ بعض سلف نے والراسخون فی العلم پر وقف کیا اور بہت سے مفسرین و اہل اصول نے اسی کا اتباع کیا اور ابن ابی نجیح نے مجاہد رحؒ کے طریق سے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ میں بھی ان راسخین میں سے ہوں جو متشابہ کی تاویل جانتے ہیں اور مجاہد رحؒ سے بھی روایت ہے کہ راسخین فی العلم اسکی تاویل جانتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابن عباس کے لیے دعا کی کہ اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل ۔ الٰہی اسکو سمجھ دیدے دین میں اور اسکو تاویل سکھلاوے **قال المترجم** تحقیق میرے نزدیک وہ ہے جو بعض علمائے محققین نے تحریر کیا ہے کہ تاویل اگر بمعنے حقیقت شئے وما یؤول الیہ الامر لیا جاوے تو وقف الا اللہ پر واجب ہے کیونکہ حقائق امور و ان کی کنہ کو سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہیں جانتا ہے اور اسی معنے پر ہے قولہ ہل ینظرون الا تاویلہ ۔ یہ لوگ کچھ انتظار نہیں کرتے سوائے اس کی تاویل کے یعنے حقیقت عذاب آجاوے ۔ اور امور معاد اسی قسم سے ہیں مثلاً جنت کی عیش و راحت و حور و قصور و کھانا پینا وغیرہ اور روایت عبدالرزاق بطریق طاؤس از ابن عباس بایں معنے ہے اور اگر تاویل بمعنے تعبیر و تفسیر بروجہ رسوخ علم لیا جاوے تو وقف فی العلم پر درست ہے اور بایں معنے اسکی تاویل کو راسخین فی العلم جانتے ہیں اور روایت مجاہد از ابن عباس بایں معنے ہے پس تاویل کے دو معنے ہوئے ایک علم حقیقت و مآل کار اور دوم تفسیر پھر تاویل کے معنے اول خاص الخاص ہیں جنکو سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا اور معنے دوم عام ہیں لہٰذا ابن عباس رضؓ سے دونوں قسم کی روایتیں موجود ہیں ۔ اور عبدالرزاق نے بسند صحیح حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ تفسیر چار طرح پر ہے ایک وہ کہ کوئی اس کی فہم میں معذور نہیں رکھا جائیگا یعنے سب سمجھ سکتے ہیں ۔ دوم وہ کہ عرب اسکو اپنی زبان میں پہچانتے ہیں مثلاً خاص محاورہ ۔ اور سوم وہ کہ راسخین فی العلم اس کو جانتے ہیں اور چہارم وہ کہ سوائے خدائے تعالےٰ کے اسکو کوئی نہیں جانتا ہے (اسنادہ صحیح) اگر کہا جاوے کہ متشابہ کے معانے جب کوئی نہیں جانتا ہے تو اسکے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہے تو جواب یہ ہے کہ مقصود اس سے مومنوں کی مضبوطی کا امتحان ہے کہ وہ متشابہ پر اگر ٹھہر جاتے اور ایمان لاتے ہیں اور کہتے ہیں کل من عند ربنا ۔ اور اسی پر اللہ عزوجل نے ان کی ثنا کی جیسے تاویل کے درپے ہونے والوں کی مذمت کی ہے اور اعتراض مذاہب حشویہ و مرجیہ کو ہمنے ابتدائے سورۂ بقرہ میں نقل کرکے رد کر دیا ہے فلیراجع اور عبیداللہ بن یزید رحمہ اللہ سے جنھوں نے حضرت انس رضؓ وابوامامہ وابوالدرداء رضی اللہ عنہم کو پایا ہے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا گیا کہ راسخین فی العلم کون ہیں فرمایا کہ جس کی قسم پوری اور زبان سچی اور دل ٹھیک مستقیم ہو اور جسکا پیٹ عفیف (یعنی حلال کھاتا ہو ۱۲) ہو اور شرمگاہ عفیف ہو تو یہ شخص راسخین فی العلم میں سے ہے **قال المترجم** ظاہر کلام مقتضی ہے کہ یہ ادنیٰ مرتبہ ہے **ف۳** قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالےٰ منہ آیات محکمات ۔ جاننا چاہیئے کہ محکمات وہ آیات ہیں جو اس حال سے متبدل نہیں ہوتی ہیں جیسے ازل میں تھیں اور یہ وہ آیتیں ہیں کہ مومنوں کو ان کے احکام پر عمل کرنا ضرور ہے کیونکہ وہ خلق کی اصلاح اور ان کے ایمان ثابت رکھنے میں ایسی ہیں جیسے مریضوں کے حق میں دوا ہوتی ہے ۔ اور ابو عثمان نے فرمایا کہ آیات محکمات وہ فاتحۃ الکتاب ہے کہ نہیں جائز ہوتی ہے نماز بدون اسکے اور **شیخ محمد بن الفضل** رحؒ نے فرمایا کہ وہ سورۂ اخلاص ہے کیونکہ اس میں سوائے توحید کے اور کچھ نہیں ہے ۔ قولہ ہن ام الکتاب ۔ یعنے کتاب الٰہی کے حکموں کا مدار ہیں اور تمام معاملات کی جڑ ہیں اور اہل دین کے دلوں میں ایمان کا درخت جمنے کی جگہ ہیں بایں طور کہ ان سے روز بروز ترقی ہوتی ہے اور جو خطاب الٰہی ہیں انکے نور چن لینے سے ارواح کو بہجت ہوتی ہے ۔ قولہ و اخر متشابہات ۔ شواہد و آیات کے آئینہ میں ظہور اوصاف ذات و صفات کے التباس ہیں ۔ قولہ فاما الذین فی قلوبہم زیغ الآیہ ۔ جو لوگ حقیقت و معرفت کو نہیں پہونچے اور اپنے آپ کو عارفوں کی باتیں جان کر عارف بنائے ہیں وہ متشابہات میں اس غرض سے خوض کرتے ہیں ۔

کہ توحید کو طلب کرین حالانکہ اس حرکت مین وہ توحید سے کوسون دور پڑتے ہین کیونکہ وہ لوگ وہم والے ہین اور جو دہم والا ہوتا ہے وہ حادث چیز کی
حقیقت تو معلوم نہین کر سکتا پھر وجود حق عزوجل کو کیونکر پہچان سکتا ہے پس جب وہ متشابہ کے علوم حاصل کرنے کے درپے ہوتا ہے تو ان کی حقیقت
کو تو پہونچتا نہین بلکہ فتنہ مین پڑجاتا ہے اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اللہ تعالےٰ کی نعمتون مین فکر کرو اور اللہ تعالےٰ
کی ذات مین فکر مت کرو اور جو شخص کہ حقائق الیقین کے سمندرون سے پار نہین ہوا اور آئینۂ تحقیق مین نہین دیکھا ہے اور اس نے متشابہات
مین خوض کیا تو وہ اپنے ایمان کے مرتبہ سے بھی گرجاتا ہے اسواسطے کہ یہ تو اہل عقل کا مقام ہے جو ہر چیز مین حق عزوجل کو دیکھتے ہین چنانچہ بعض
اہل معانی کا مقولہ ہے کہ مین نے کسی شے پر نظر نہین کی مگر آنکہ اس مین اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔ اور جاننا چاہیئے کہ یہ جو بیان ہوا کہ یہ حق عزوجل کی تجلی کا
ظہور اس آئینۂ حادث مین ہے اور یہ معنے نہین ہین کہ حق تعالےٰ جل جلالہ ان اشیا مین ہے اس واسطے کہ وہ تعالےٰ تو حلول کی شکلون سے
پاک برتر ہے **قال المترجم** یہان شیخ نے صریح فرمادیا اور اس سے ان لوگون کو تنبیہ ہونا چاہیئے جو ہر چیز کو خدا کہتے ہین نعوذ باللہ منہ۔
قولہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ۔ یہان حضرت عزوجل نے اپنی ذات پاک کو خاص کردیا کہ وہی اسرار متشابہات کے علم حقیقی کا دانا ہے کیونکہ جبروت
کی ہیأت ملکوت مین گنجی ہوئی و مندمج ہے باین صفت کہ اسکی تجلی نے حقیقت توحید و تفرید والون کے واسطے ظہور فرمایا پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے
خاص بندون کی طرف بھی اُس کے علم کا ایک شمہ منسوب کیا کہ وہ بھی فی الجملہ جانتے ہین یعنے حقیقت مکاشفہ مین التباس ہی کے
پھر ان کو علم مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ قولہ یقولون آمنا بہ۔ یعنے ایمان مشاہدہ و حقیقت علم و مکاشفہ کے عرفان پر ہم ایمان لائے ہین اور
راسخین فی العلم وہ لوگ ہین جن کو علوم لدنیہ کے اسرار اور معلومات آخرت کے عجائب کشف کردیے گئے جو ظاہری حواس سے باہر اور
نیز راسخ وہ عالم ربانی ہے جسنے اپنے خلق کو اللہ عزوجل کے خلق پر بنایا ہے یعنے جن اخلاق وعادات کے واسطے اللہ تعالےٰ نے ہدایت فرمائی اور
ان کو پسند فرمایا ہے انھین کو اس شخص نے اختیار کیا ہے اور یہ بتوفیق و رحمت الٰہی ہے اور **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ راسخین فی العلم وہ لوگ ہین
جنکی ارواح نے غیب الغیب کے سر السر مین مضبوطی سے مقام پایا ہے پس حضرت عزت جل جلالہ نے انکو بتلادیا کہ جو کچھ دیا اسکو اللہ تعالےٰ ہی
خوب جانتا ہے اور ان لوگون نے دریاے علم مین سمجھ کے ساتھ زیادتی کی خواہش سے خوض کیا تو اُن کو پوشیدہ خزانون سے ہر حرف کے تحت
مین فہم دی گئی اور خطاب کے لطائف و عجائب عطا ہوے کہ وہ حکیم ہوے کہ انکی ہر بات تمام حکمت ہے۔ اور **سہل** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علم مین
رسوخ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ زیادہ ظہور و نور اپنی طرف سے دیدیتا ہے جیسے فرمایا کہ قل رب زدنی علما۔ تو کہہ کہ اے پروردگار میرے مجھے علم زیادہ دیدے
اور کہا کہ راسخ فی العلم جسکو علوم مکاشفہ حاصل ہین وہ عالم ربانی نورانی ہے اور علوم کے احکام چار ہین ایک وحی دوم تجلی سوم عندی چہارم لدنی۔
اور بعض اکابر نے کہا کہ راسخ فی العلم وہ شخص ہے کہ خطاب سے جو مراد ہے اسکے محل ومقام پر مطلع کردیا جاوے۔ استاد رحمہ اللہ نے اہل یقین و اہل زیغ کا
حال اس طرح بیان کیا کہ جو لوگ انوار بصائر سے تائید دیے گئے ہین وہ اپنی جانون کے آفتاب سے روشن ہین اور جن لوگون پر شک کا پردہ
ڈال دیا گیا اور لطائف تحقیق سے محروم کیے گئے ہین تو وہم وگمان ان کو گھیرتے ہین اور وہ تلبیس مین ہلاک ہوتے پھرتے ہین پس ان کی طرف
سے انکار پر انکار ہی بڑھتا جاتا ہے اور شک پر نفرت بڑھتی جاتی ہے اور فرمایا کہ جس نے اللہ عزوجل کی طرف سے تاویل کا علم پایا اس کا ایمان
بدون احتمال کے ہوتا ہے اور اسکی خاطر مین صفائی ہوتی ہے بلکہ صریح ظہور و صاف یقین سے ہوتا ہے **قال المترجم** خلاصہ یہ کہ علم ازلی مین
جو روحین اپنے تمام و کمال حال سے واقف تھین یہان شریعت کی اتباع سے آخران کو وہ حال منکشف ہوگیا اور اسی واسطے
وہ لوگ صدق و ثبات کی دعا کرتے ہین۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ

اے رب ہمارے دل نہ پھیر جب ہمکو ہدایت دے چکا اور دے ہمکو اپنے یہان سے مہربانی توہی ہی

الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝

بہت دینے والا اے رب ہمارے تو جمع کرنے والا ہی لوگون کو ایک دن جس مین شبہہ نہین بیشک اللہ خلاف نہین کرتا وعدہ

والضالقولون افاراؤمن بتبعہ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا۔ تملہا عن الحق باتباع تاویلہ الذی لا یلیق بنا کما ازغت قلوب اولئک یہ اہل ٩

ایمان وراسخین فی العلم جب دیکھتے ہین کہ کوئی متشابہ کے درپے ہوتا ہی تو کہتے ہین۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا۔ اے ہمارے رب نہ موڑیو ہمارے دلون کو

حق سے باین طور کہ ہم درپے ہون ایسی تاویل کے جو ہمارے لائق نہین ہی جیسے کہ تونے موڑ دیا گمراہون کے دلون کو۔ بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا

ارشدتنا الیہ۔ بعد ازانکہ تونے ہمکو ارشاد و ہدایت دیدی اس کی طرف۔ وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً۔ اور عطا کر ہمکو

اپنے پاس سے وہ رحمت ونعمت یعنے یون کہ ثابت رکھ تو ہمکو حق پر۔ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ۔ توہی تو عطا فرمانے والا ہی۔ رَبَّنَا

إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ۔ تجمعہم۔ لِيَوْمٍ۔ فی یوم۔ لَّا رَيْبَ۔ شک۔ فِيهِ۔ ہو یوم القیامۃ فتجازیہم باعمالہم

کما وعدت بذلک۔ ہمارے رب تو جمع کرے گا لوگون کو ایک دن مین کہ جس مین کچھ شک نہین۔ وہ قیامت کا روز ہی پس لوگون کو انکے

اعمال کا بدلا دے گا جیسا کہ تونے اسکا وعدہ فرمایا ہی۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ۔ اللہ تعالے وعدہ خلاف نہین فرماتا ہی

ف پس وعدہ قیامت وثواب جنت سب ٹھیک ہی۔ فیہ التفات عن الخطاب ویحتمل ان یکون من کلامہ تعالے والغرض من الدعاء

بذلک بیان ان ہمہم امر الآخرۃ ولذلک سالوا الثبات علی الہدایۃ لینالوا ثوابہا۔ روی الشیخان عن عائشۃ قالت تلا رسول اللہ صلعم ہذہ۔

ہو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات الی آخرہا وقال فاذا رایت الذین یتبعون ماتشابہ منہ فاولئک الذین سمی اللہ تعالے

فاحذروہم۔ وروی الطبرانی فی الکبیر عن ابی مالک الاشعری انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما اخاف علی امتی الا من ثلث خلال وذکر منہا

ان یفتح لہم الکتاب فیاخذہ المومن یبتغی تاویلہ ولیس یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب

الحدیث کلام مین التفات ہی خطاب سے یعنے انک لاتخلف المیعاد کی جگہ ان اللہ لایخلف المیعاد۔ کہا اور احتمال ہی کہ یہ اللہ عزوجل

نے فرمایا کہ او تعالے خلاف میعاد نہین فرماتا ہی۔ اور ایسی دعا کرنے سے غرض یہ ہی کہ ظاہر ہو کہ تمام ہمت ان مومنون کی فقط امر

آخرت ہی اور اسی واسطے ان لوگون نے ہدایت پر قائم رہنے کی درخواست کی تاکہ آخرت کا ثواب پاوین اور بخاری ومسلم رحمہما اللہ تعالے

نے حضرت عائشہ رض سے روایت کی کہ پڑھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت ہو الذی انزل علیک الکتاب منہ

آیات محکمات الآیۃ اور فرمایا کہ جب دیکھو ایسے لوگون کو جو پیچھے پڑتے ہین ایسے کلام کے جو کتاب مین سے متشابہ ہی تو یہی لوگ ہین جنکا

نام رکھا ہی اللہ تعالے نے پس ان سے حذر کرو۔ اور طبرانی رحمہ اللہ تعالے نے معجم کبیر مین ابومالک اشعری رض سے روایت کی کہ مین

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہین خوف کرتا ہون مین اپنی امت پر مگر تین باتون سے اور انھین باتون مین سے ایک

بیان کی کہ ان کے سامنے کتاب اللہ تعالے کھولی جاوے پس مومن اسکو لیکر تاویل تلاش کرنے لگے حالانکہ اسکی تاویل کوئی نہین

جانتا سوائے اللہ تعالے کے اور جو لوگ کہ راسخین فی العلم ہین وہ کہتے ہین آمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب ف

ابن کیسان نے کہا کہ ان لوگون کی درخواست یہ تھی کہ کجی مین نہ پڑین یعنے ایسا نہو کہ ان کے دل زائغ ہو جاوین بمانند

قولہ تعالےٰ فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم الآیۃ پھر جب کج ہوئے تو کج کردیا اللہ تعالےٰ نے انکے دلون کو یہ نصرانیون کی مذمت ہی کہ عیسیٰ علیہ السلام سے توحید پائی تھی پھر شرک کرکے کج ہوے تو اللہ تعالےٰ نے انکے دل ٹیڑھے کردیے کہ اب سچی بات کو قبول نہین کرتے ہین پس مومنون نے ایسی کجی سے پناہ مانگی۔ گویا جب انھون نے سُنا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ۔ تو دعا کرنے لگے کہ ربنا لاتزغ قلوبنا باتباع المتشابہ۔ اور اس مین دلیل ہی کہ ازاغت اور ہدایت دونون اللہ تعالےٰ کے خلق سے ہی اور یہی اہل سنت کا مذہب ہی اور حدیث مین ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے کہ ای مقلب القلوب میرے قلب کو اپنے دین پر ثابت رکھیو پھر پڑھی یہ آیت ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب۔ رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم وصل اسکی صحیحین مین ہی اور وہاب وہ ہی کہ تفضل کے ساتھ عطا کرے اور اس مین صریح دلیل ہی کہ اللہ تعالےٰ پر کچھ واجب نہین ہی وہ فضل سے دیتا ہی اور اشعار ہی کہ وہ ہر چیز اپنے فضل سے دیتا ہی کسی چھوٹی یا بڑی چیز کی خصوصیت نہین ہی اور ظاہر آیہ سے ثابت ہوتا ہی کہ متشابہات کی تاویل جاننے کے درپے ہونا زیغ ہی خود اس سے پناہ مانگنی چاہیے ہی اور حدیث مین حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی کتاب ایک باب وایک حرف پر اُتری تھی اور یہ قرآن سات حرف پر اُترا زاجر وآمر اور حلال وحرام اور محکم ومتشابہ اور امثال پس اُسکے حلال کو حلال جانو اور اسکے حرام کیے ہوے کو حرام جانو اور اسکے امر کی فرمانبرداری کرو اور جس سے منع کیا اس سے باز رہو اور اسکے امثال سے عبرت حاصل کرو اور اسکے محکم پر عمل کرو اور اسکے متشابہ پر ایمان لاؤ اور کہو کہ آمنا بہ کل من عند ربنا ہمنے یقین مانا کہ سب ہمارے رب عزوجل کی طرف سے ہی اخرجہ ابن جریر والحاکم وصححہ اور ابوہریرہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قرآن سات حرف پر نازل ہوا اور قرآن مین مراء کفر ہی جو تمکو معلوم ہو اس پر عمل کرو اور جو اس مین تمکو نہ معلوم ہو اسکو اسکے جاننے والے کی طرف چھوڑو۔ اخرجہ ابن جریر وابن المنذر واسنادہ صحیح۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ جو اسکے متشابہ مین انپر ایمان لاؤ۔ اخرجہ **نصر المقدسی عن ابن عمر** رضؓ اور صحیحین وغیرہ کی حدیث عائشہؓ پہلے مذکور ہوئی اور سلیمان بن یسار سے روایت ہی کہ ایک مرد جسکو ضبیع کہتے تھے مدینہ مین آیا اور اسنے متشابہ القرآن کو پوچھنا شروع کیا پس عمرؓ کو خبر ہوئی تو آپ نے خرما کی چھڑیان منگوا کر رکھین اور اسکو بُلوایا اور فرمایا کہ تو کون ہی اسنے کہا کہ مین ضبیع ہون پس فرمایا کہ اور مین اللہ تعالےٰ کا بندہ عمر ہون یہ کہکر ایک چھڑی ہاتھ مین لی اور اسکو مارا یہانتک کہ اسکا سر خون آلودہ ہوگیا تو بولا کہ ای امیر المؤمنین بس آپ کو اسی قدر کافی ہی میرے سر مین سے وہ بات دُور ہوگئی جو مین پہلے پاتا تھا اخرجہ الدارمی ونصر المقدسی واخرجہ ابن عساکر عن انسؓ وقد اخرجہ جماعۃ اور اس قصہ مین ہی کہ حضرت عمرؓ نے اہل بصرہ کو لکھ بھیجا کہ ضبیع کو ساتھ نہ بیٹھنے دین اور نہ اسکے پاس بیٹھین۔ اور **طبرانی** نے معجم کبیر مین ابومالک اشعری (حافظ ابومالک مسلم ۱۲) سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھے اپنی اُمت پر کچھ خوف نہین مگر تین باتون کا ایک یہ کہ انکے پاس مال بہت ہوجاوے پس باہم حسد کرین اور لڑ مرین۔ دوم یہ کہ ان کے لیے کتاب کھولی جاوے پس مومن اسکو لیکر اسکی تاویل کرنا شروع کرے حالانکہ نہین جانتا کوئی اس کی تاویل کو سواے اللہ تعالےٰ کے والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ الآیہ۔ سوم یہ کہ اپنے علم کو دیکھین اور اسکو ضائع کرین اور انکی کچھ پروانہ کیجاے گی۔ **قال ابن کثیر** غریب جدًا قولہ ان اللہ لایخلف المیعاد۔ میعاد بروزن مفعال بمعنے مصدر ہی **ذکرہ العکبری** اور معنے یہ ہین کہ گویا جب انھون نے اپنے پروردگار سے کجی سے پناہ کی درخواست کی اور چاہا کہ انکو اپنے فضل سے رحمت عظمیٰ وہدایت پر رکھے تو دعا مین یہ بھی کہا کہ ربنا انک جامع الناس الخ یعنے اس سوال سے ہماری غرض کچھ خوبی دنیاوی نہین ہی کہ وہ تو گذرنے والی ہی بلکہ بڑی غرض آخرت ہی کہ تو عاقبت مین لوگون کو جمع کرنے والا ہی اور تیرا وعدہ حق ہی پس جو یہان زائغ ہوا وہ وہان ہمیشہ عذاب مین پڑا رہے گا اور جس کو یہان ہدایت ورحمت ملی ہے وہ وہان

ہمیشہ کرامت وسعادت مین رہیگا۔ اور جاننا چاہیئے کہ معتزلہ نے اس آیت سے دلیل پکڑی کہ فاسق جو بغیر توبہ کے مرا ہی اور اسکے حق مین عذاب
کی وعید ہی تو اس آیت سے ثابت ہوا کہ خلاف وعید نہوگا اور وہ ضرور عذاب پاوے گا اور وعید عذاب بھی وعدہ مین داخل ہی چنانچہ اللہ
تعالے نے فرمایا کہ قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فہل وجدتم ما وعد ربکم حقا۔ یعنے جنت والے دوزخ والون سے یون کہین گے کہ ہم سے جو کچھ ہمارے
رب نے وعدہ فرمایا تھا وہ ہمنے پایا پس تم کو جو کچھ تمھارے رب تعالے نے وعدہ دیا تھا وہ تمنے بھی پالیا یعنے عذاب جہنم پس عذاب وعید کو بھی وعدہ
کہا گیا اور جواب دیا گیا کہ فاسق کے حق مین عذاب کی وعید ہی اور دیگر دلائل سے تم بھی قائل ہو کہ یہ وعید وعذاب اس پر مطلقاً نہین ہوگا بلکہ اسوقت
ہوگا کہ اسنے توبہ نہ کی ہو پس تم بھی تخصیص کے قائل ہو اسی طرح ہمنے احادیث سے ثابت کیا کہ فاسق کو وہان عذاب جب ہوگا کہ شفاعت وغیرہ
سے اسکو عفو نہ کیا جاوے اور یہ مضمون احادیث مین بدرجہ متواتر پہونچا ہی۔ اور اگر ہم مان بھی لین تو ہم کہتے ہین کہ یہان وعدہ مین خلاف نہ کرنا فرمادیا
اور وعدہ کا استعمال امر خیر مین ہی یعنے جو بھلائی کا وعدہ فرمایا ہی اس مین خلاف نہوگا اور رہا برائی کا وعدہ تو اسکو وعید کہتے ہین اور یہ جو تم نے کہا کہ
وہ بھی وعدہ مین داخل ہی تو ہم کہتے ہین کہ یہ حقیقت نہین ہی اور رہا آیت مین اطلاق تو وہ کھسیانے و شرمانے کے طور پر ہی جیسے فرمایا فبشرہم بعذاب
الیم۔ ان کو خوشخبری دے عذاب دردناک کی یہ بطور تحکم ہی اور ایسے ہی دوزخی کو کہا کہ ذق انک انت العزیز الکریم۔ چکھ اس عذاب کو تو تو بہت
عزیز و بزرگ ہی۔ اور **واحدی** نے بسیط مین ذکر کیا جائز ہی کہ اس آیہ کریمہ مین میعاد کا لفظ مومنون کے وعدہ پر محمول کیا جاوے
بقرینۂ لا یخلف کے اس واسطے کہ بیان مدح کا ہی اور مدح اسی مین ہی کہ وعدۂ خیر مین خلاف نہو اور رہا عذاب وتکلیف دہی کے
وعدہ مین خلاف کرنا تو یہ عرب کے نزدیک خود تعریف ہی چنانچہ کہا ؎ اذا وعد السراء انجز وعدہ + وان وعد
الضراء فالعفو مانعہ۔ یعنے وہ ایسا بزرگ خصلت ہی کہ جب بھلائی کا وعدہ کرتا ہی تو اپنا وعدہ پورا کر دیتا ہی اور جب برائی کا وعدہ
خوف دلاتا ہی تو اسکا عفو اس وعید کے پورے کرنے سے اسکو روکتا ہی اور نیز دوسرے نے کہا ؎ وانی وان اوعدتہ او وعدتہ لمخلف
ایعادی ومنجز موعدی + اور مین ایسا ہون کہ مین نے اگرچہ اسکو ایعاد کیا یعنے عذاب سے وعید کیا یا اسکو وعدہ دیا پر مین اپنے ایعاد
یعنے وعید سزا کو خلاف کرنے والا ہون اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہون پس معلوم ہوا کہ وعدہ خیر پورا کرنا مدح ہی اور وعید مین خلاف کرنا مدح
ہی اور یہین سے اشاعرہ نے کہا کہ اللہ تعالے کا خلف وعید مین روا ہی لیکن ہمارے نزدیک جواب صحیح فقط اول ہی اور حق یہ کہ وعدہ ووعید
کسی مین خلاف نہین ہوگا **ف ۲۰** فی العرائس قولہ تعالے ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا۔ یعنے ہمارے دلون کو کج مت کر بایں طور کہ تیری
ہدایت سے برگشتہ ہون قولہ وہب لنا من لدنک رحمۃ۔ رحمت سے مراد علم خاص ومعرفت تامہ ہی قولہ انک انت الوہاب ایسا کچھ
ہبہ کیا کہ اسکا شکر شمار مین نہین آسکتا ہی اور **سہل** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قوم نے اللہ تعالی کی طرف تضرع کرنے اور اس کے سامنے مسکنت
ظاہر کرنے کے لیے اسکی طرف رجوع کیا اور **جعفر** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے دلون کو اپنی طرف سے کج نہ فرما بعد ازانکہ تو نے ہمکو اپنی طرف راہ دی
ہی اور قولہ من لدنک رحمۃ۔ یعنے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق اپنی خدمتگاری پر ہمکو ثابت قدم کردے۔ انک انت الوہاب۔ یعنے
تو اپنے بندون کو اپنے فضل سے وہ کچھ نعمتین عطا فرماتا ہی جس کے وے کچھ بھی مستحق نہین ہین یعنے ان کو کوئی استحقاق ذاتی نہین ہی۔ اور
استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جتنا انکا قرب بڑھتا گیا اتنا ہی انکا ادب بڑھتا گیا اور دوری سے پناہ مانگنا رعایت ادب ہی اور بعض نے
کہا کہ جب خوبی سے استعانت چاہتے ہین وہ سچے ہوے تو ان کو انوار کفایت سے مدد دی گئی۔ قولہ ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب
فیہ۔ یعنے او تعالے اہل حقیقت حق وشریعت صدق کو مقام قربت مین جمع کرنے والا ہی پس مومنین تو کرامت مین ہین اور

مقربین مقام مشاہدہ میں اور محبین مقام وصل میں اور عارفین مقام انس میں ہیں۔ اور ہر گروہ تیرے حضور میں اپنے انتہائی مقصد و نیت کے موافق پہونچ جائے گا یعنے دنیا میں مقامات و حالات و مکاشفات و مشاہدات کے مقاموں میں سے جو گروہ جس حال پر تھا اسی کے موافق تیری جناب میں اس کی رسائی ہوگی جیسے اہل باطل و کفر و ضلالت اپنے اپنے درجہ کے موافق ملعون و مطرود ہونگے۔ اور استاد رحمہ اللہ نے فرمایا آج کے روز تو اللہ تعالیٰ نے دوستوں کو نزدیکی حاصل کرنے کے مقام میں رکھا ہے یعنے اپنے اپنے مقدور سے کوشش کریں اور کل کے روز یعنے قیامت میں بھولوں کو ثواب و عذاب کے محل میں جمع کرے گا۔ آج کے روز تو اسرار کو اکٹھا کر دیا کہ جلال و جمال کا مکاشفہ چاہیں اور کل کے روز ہر حال کے موافق ہول و امن مشاہدہ کرنے اور رنج و خوشی اٹھانے کے مقام میں بے پردہ جمع فرما دیگا قولہ تعالےٰ ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ یعنے جو کچھ اپنے انبیاء و اولیاء مومنین سے وعدہ کیا ہے کہ انکو فلاح و مشاہدہ کی نعمت تک پہونچا دیگا اس میں خلاف نہیں فرماتا ہے اور نیز اللہ تعالیٰ کا وعدہ خلاف ہو نہیں سکتا ہے کیونکہ علم الٰہی قدیم ہے پس وہ منزہ و پاک ہے کہ کوئی فعل اس کا ایسے علم سے ہو جو جدید پیدا ہو بلکہ سب اسکے علم قدیم میں مقرر ہو چکا ہے تو وہی ہوگا جیسے دنیا میں وہی ہوتا ہے اور شیخ ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دنیا میں بھی اسکی میعاد کے خلاف نہیں ہوتا ہو چنانچہ جو کچھ اسنے اپنے علم ازلی کے موافق سعادت یا شقاوت کا وعدہ مقرر فرمایا ہے وہ ضرور ہوتا ہے پس کوئی زاہد تو خلاف زہد نہیں کرتا اور کوئی فاسق اپنے فسق سے نہیں چوکتا اور واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ ہر ایک کو اسکی جزا و عوض دیگا اور بندگان خاص کو قرب و دیدار کے مقام خاص میں اتار دیگا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَ

جو لوگ منکر رہے ہرگز کام نہ آدینگے ان کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ کے عذاب سے کچھ اور

أُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ

وہی ہیں ایندھن دوزخ کے جیسے دستور فرعون والوں کا اور جو لوگ ان سے پہلے تھے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١١﴾

جھٹلایا انھوں نے ہماری آیتوں کو پھر گرفتار کر لیا اللہ نے انکو انکے گناہوں پر اور اللہ کی مار سخت ہے۔

لَن تُغْنِيَ۔ تدفع۔ عَنْهُمْ۔ یعنے دفع نہ کرینگے۔ مِنَ اللَّهِ ای من عذابہ۔ یعنے عذاب اللہ سے۔ وَقُودُ النَّارِ بفتح الواو و ما یوقد بہ۔ یعنے وقود بفتح واو وہ چیز جس سے آگ روشن کیجاوے۔ دابہم۔ كَدَأْبِ۔ کعادۃ۔ یعنے کداب خبر مبتدا محذوف ہے اور دابہم حاصل کداب اور داب کے معنے عادت۔ مِن قَبْلِهِمْ من الامم کعاد و ثمود۔ یعنے فرعون والوں سے اگلی امتیں مانند عاد اور ثمود کے۔ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ اہلکہم۔ یعنے انکو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا۔ بِذُنُوبِهِمْ۔ والجملۃ مفسرۃ لما قبلہا ای بسببہا ای بسبب ان کے گناہوں کے اور جملہ کذبوا بآیاتنا الے آخرہ۔ یہ اپنے ماقبل کا مفسر ہے یعنے انکا داب کیا تھا اور کیا انکے ساتھ کیا گیا اسی واسطے درمیان میں حرف عطف نہیں ہے۔ اللہ عز و جل نے اس کتاب مجید کے ایمان لانے والوں اور رنج سے پناہ مانگنے والوں کا اچھا حال اور وعدہ ثواب ذکر فرمانے کے بعد ان لوگوں کا حال خراب بیان فرمایا جو کافر و منکر ہوئے جیسے وفد نجران نے انکار کیا اور بعض نے فرمایا کہ ان الذین کفروا سے وفد نجران ہی مراد ہے۔ مگر اولی یہ ہے کہ تمام کفار مراد ہیں اور عذاب مذکور کی وعید انکے حق میں جب ہی ہوگی کہ کفر ہی پر مر گئے ہوں اور کفر میں کسی قسم ایمان کا کفر ہو داخل ہے پس اگر کوئی شخص ہے کہ اللہ تعالے کو واحد جانتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں

مانتا ہو وہ کافر ہو اور وہ واقعی اللہ تعالےٰ کی توحید نہین جانتا ہی کیونکہ معتبر وہ توحید ہی جو رسول اللہ صلعم کے فرمانے سے ثابت ہو اور ایسے ہی اگر قرآن سے منکر ہی تو کافر ہی - قولہ من اللہ شیئا - مبرد نے کہا کہ من برائے ابتدائے غایۃ ہی بحذف مضاف ای من عذاب اللہ ابو حیان نے کہا کہ یہی ارجح ہی - واولٰئک ھم وقود النار - ضمیر منفصل مفید حصر یا قصر ہی یعنے یہی ایندھن ہونگے یا انکے حق مین ایندھن ہی ہونا واجب ہی اگر کہا جاوے کہ بعضے گنہگار مومنین بھی دوزخ مین جاوینگے تو حصر ان مین کیونکر ہوا جواب یہ ہی کہ گنہگار مومن ایندھن نہونگے بلکہ ان کو تکلیف و عذاب پہونچیگا اور ایسے ہوجاوینگے جیسے کہ جھانوان یا کوئلہ ہوتا ہی اور ایندھن فقط کفار ہونگے - اور ان کے اموال و اولاد کام نہ آوینگے یہ کمال عذاب ہی اسواسطے کہ جس چیز سے اسکو بھروسا تھا وہ دور کردی پھر اسپر اور اسباب الم دینے والے مجتمع ہوئے پس قولہ لن تغنی عنھم اموالھم ولا اولادھم سے بھروسا توڑا کیونکہ سختی کے وقت آدمی اپنے مال و اولاد کی طرف بھروسا کرکے دوڑتا ہی پس اللہ تعالےٰ نے ظاہر فرمایا کہ روز قیامت کی صفت اس دنیا سے خلاف ہی پس جبکہ مال و اولاد جو بہت نزدیک کے وسیلہ نفع تھے اسکو نافع نہوئے تو اور چیزین بدرجہ اولیٰ نفع نہ دینگی پھر اسپر یہ کمال کہ وقود النار ہونگے اور یہ انتہا کا عذاب ہی کہ ان مین آگ اس طرح لگیگی جیسے ایندھن کی سوکھی لکڑی مین لگتی ہی نعوذ باللہ منہ - قولہ کداب آل فرعون - یہ جملہ یا تو مستانفہ ہی خبر مبتدا محذوف ای دابھم کداب آل فرعون مع موسیٰ - یعنے وفد نجران کا فرون کی یا مطلق کافرون کی عادت انکار آیات حق تعالےٰ وکفر برسول صلعم مین ویسی ہی ہی جیسے فرعون والون کی عادت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی اور بعض نے کہا کہ متصل بما قبل ہی ای لن تغنی عنھم کما لم تغن عن آل فرعون یا توقد النار بھم کما توقد بآل فرعون - اور اول قول جمہور محققین ہی اور داب بمعنے حال و عادت وشان ہی اور ابن عباس رضہ سے روایت ہی کہ کداب آل فرعون ای کصنیع آل فرعون اور ایسا ہی عکرمہ و مجاہد و ابو مالک و ضحاک وغیرہم سے مروی ہی اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ البتہ جن لوگون نے کفر کیا کچھ نہین دفع ونفع کرینگے ان سے انکے اموال و اولاد وقت طاری ہونے عذاب وانتقام کے مثل آل فرعون و اگلے کافرون کے گرفتار کرلیا جنھے ان کو بس نفع دیا ان کو انکے مالون و اولاد نے - قولہ فاخذھم اللہ بذنوبھم یہان فاخذناھم نہین فرمایا - بلکہ بجائے اسم ضمیر کے اسم ظاہر فرمایا بغرض ہول دلانے کے اور ایسے ہی قولہ واللہ شدید العقاب -

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ⑫

کہدے منکرون کو کہ جلدی تم مغلوب ہوگے اور ہانکے جاؤگے دوزخ کو اور کیا برا بستر ہی وہ دوزخ

ونزل لما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہود بالاسلام فی مرجعہ من بدر فقالوا لہ لا یغرنک ان قتلت نفرا من قریش اغمارا لا یعرفون القتال جبکہ بدر کی لڑائی جہاد سے لوٹنے مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اسلام لانے کا حکم کیا تو بولے کہ آپ کو غرور مین نہ ڈالے یہ بات کہ آپ نے قریش مین سے چند ناتجربہ کارون کو جو لڑائی نہین جانتے تھے قتل کرڈالا ہی تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا - قُلْ - یا محمد - لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا - من الیہود کہدے اے محمد ان لوگون سے جو کافر بنے ہین یعنے یہودیون سے کافرون کو کہ - سَتُغْلَبُوْنَ - تم لوگ دنیا میں لوگ عنقریب مغلوب کیے جاؤگے - تغلبون بالتاء والیاء فی الدنیا بالقتل والاسر وضرب الجزیۃ وقد وقع ذلک - اکثر قراء کی قراۃ مین ستغلبون بتاء خطاب ہی یعنے تم لوگ مغلوب کیے جاؤگے اور حمزہ و کسائی کی قراۃ مین بیاء غیبت ہی یعنے یہ کافر لوگ مغلوب کیے جاوینگے اور معنے یہ کہ عنقریب دنیا مین قتل و قید و جزیہ باندھے جانے سے مقہور کیے جاؤگے اور یہ معجزہ قرآنی ہی کہ ان خاص لوگون کا انجام بیان کردیا پھر ایسا ہی واقع ہوا پس آپ کو یہ حکم دیا کہ انکو آگاہ کردے کہ دنیا مین تم عنقریب مغلوب و خوار ہوگے - دوم - وَتُحْشَرُوْنَ - بالوجہین فی الآخرۃ اور حشر کیے جاؤگے یعنے آخرت مین - اِلٰى جَهَنَّمَ - فتدخلونہا - جہنم کی طرف فقط پھر خالی یہی نہوگا بلکہ جہنم مین داخل کیے جاؤگے - ایک قراءت یحشرون بیاء

تحتیہ بصیغۂ غائب ہی۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ الفراش ہی۔ اور بُرا بچھونا ہی دوزخ۔ ف محی السنہ نے معالم میں و ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں بروایت محمد بن اسحاق ذکر کیا کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی میں اپنی قلیل جماعت کے سامان سے کفار قریش کو باوجود انکی کثرت وسامان کے شکست دیکر قتل وقید کی مصیبت پہونچائی پھر وہان سے مدینہ کو لوٹے تو یہودیون کو بازار بنی قینقاع مین جمع کیا اور فرمایا کہ اے گروہ یہود تم مسلمان ہوجاؤ قبل اسکے کہ تمکو بھی ویسی ہی مصیبت پہونچے جیسی قریش کو پہونچی تو بولے کہ اے محمدؐ آپ کو یہ بات اپنے جی مین غرور نہ دلاوے کہ آپ نے قریش کے چند آدمی مار ڈالے جو لڑائی مین ناتجربہ کار تھے لڑائی کا ڈھنگ نہین جانتے تھے اور واللہ اگر تم ہم سے قتال کرو تو جانو کہ البتہ مرد ہم ہین اور تم ہم الیسون سے کبھی نہین بھڑے پس اللہ تعالےٰ نے اسی بارہ مین نازل فرمایا قل للذین کفروا ستغلبون۔ تا قولہ لعبرۃ لاولی الابصار۔ اسکو محمد بن اسحاق نے ابن عباسؓ اور عاصم بن عمرو رحمہ اللہ سے روایت کیا ہی وقد اخرجہ ابوداؤد ایضًا اغمار جمع غمر ہرا ایسے مرد کو کہتے ہین جس نے امور کا تجربہ حاصل نہ کیا ہو۔ اور ستغلبون مین ان کافرون کے مغلوب ہوجانے کا وعدہ ہی اور اللہ عزوجل نے یہ وعدہ پورا کردیا کہ قریظہ کو حضرت صلعم نے قتل کر ڈالا اور بنی نضیر کو مدینہ سے جلاوطن کردیا اور خیبر کو فتح کرکے وہان کے یہودیون پر جزیہ مقرر کیا اور یہ خبر غیب ہی اور دلائل نبوت مین سے ہی۔ اور جاننا چاہیئے کہ اس مین یہ بھی معجزہ ہی کہ یہ لوگ ایمان نہ لاوینگے کیونکہ فرمایا وتحشرون الی جہنم۔ اور یہ صریح اعجاز ہی کہ کسی کے حق مین انکے انجام باطنی آیندہ کی خبر دینا جو اسی طرح واقع ہو۔ اور واضح ہو کہ جنگ بدر مین اللہ تعالےٰ نے مومنون وکافرون سب کو اپنی قدرت کاملہ دکھلادی تاکہ شیطان کو وسوسہ کا موقع نہ رہے اور اس مین عجائب معجزات تھے پھر آیندہ مومنون کو کافرون کے ساتھ امتحان مین چھوڑدیا لیکن اندھے یہودیون نے کچھ نہ دیکھا لہذا اللہ تعالےٰ نے اہل سعادت کو اس واقعہ کی قدرتون سے آگاہ کیا۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ

ابھی ہوچکا ہی تمکو ایک نمونہ دو فوجون مین جو بھڑی تھین ایک فوج لڑتی اللہ کی راہ مین اور دوسری کافرہ تھی

يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

یہ انکو دیکھتے اپنے دوبرابر صریح آنکھون سے اور اللہ زور دیتا ہی اپنی مدد کا جسکو چاہے اس واقعہ مین البتہ

لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۱۳

عبرت ہی جن کی آنکھین ہین

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ۔ عبرۃ وذکر الفعل للفصل۔ فِيْ فِئَتَيْنِ۔ فرقتین۔ الْتَقَتَا۔ یوم بدر للقتال۔ تمھارے لیے آیت گذرچکی ایسے دو فریق مین جو باہم مقابل ہوے تھے ف آیت بمعنے عبرت اور مقابلہ سے بدر کا قتال مراد ہی یعنے بدر کے روز کفار ومومنین کے مقابلہ مین تمکو عبرت ونصیحت ہی۔ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ ای طاعتہ وہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وکانوا ثلثمائۃ وثلثۃ عشر رجلا معہم فرسان وستۃ اذرع وثمانیۃ سیوف واکثرہم رجالۃ۔ ایک فرقہ تو اللہ تعالےٰ کی راہ مین قتال کرتا تھا ف یعنے اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری مین لڑتا اور اس فرقہ سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم وآپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہین۔ اور تعداد ان کی تین سو تیرہ مرد تھے (ستتر مہاجرین کے اور دوسو چھتیس انصار کے) اور انکے ساتھ دو گھوڑے تھے (ایک مقداد بن عمرو کا اور دوسرا مرثد بن ابی مرثد کا) اور چھ زرہین اور آٹھ تلوارین تھین اور اکثر ان مین سے پیدل تھے وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ۔ اور فرقہ دوم کافرہ تھا ف جو شیطان وبت کی راہ مین لڑتا تھا۔ يَّرَوْنَهُمْ۔ بالتاء والیاء ای الکفار۔ یعنے نافع کی قراءۃ مین بتاء فوقانیہ ہی یعنے تم انکو دیکھتے تھے اور باقیون کی قراءۃ مین بیاء تحتیہ

ہی یعنے دیکھتے تھے ایمان والے کافرون کو- مِّثْلَيْهِمْ- ای المسلمین ای اکثر منھم وکانوا نحوالف- رَأْيَ الْعَيْنِ- ای رویۃ ظاہرۃ معاینۃ وقد نصرہم اللہ تعالےٰ مع قلتہم اس فرقۂ کافرہ کو تم لوگ (یا مسلمان لوگ) دوچند مسلمانون کا آنکھون دیکھتے تھے ف دوچند سے گنتی مراد نہین- بلکہ کثرت مراد ہی پھر باوجود کثرت کفار کے اور قلت مومنین کے اللہ تعالےٰ نے مومنون کو فتح دی اور شیطانیون کو خوار و مخذول کیا- وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ- یقوی- بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ- اور اللہ تعالےٰ اپنی نصرت سے جس کو چاہتا ہی مدد دیتا ہی- إِنَّ فِي ذَٰلِكَ- المذکور لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ- لذوی البصائر افلا تعتبرون بذلک فتومنون- اس واقعہ مین جو مذکور ہوا البتہ صاحبان بصیرت کے لیے عبرت ہی ف پھر تم اس سے عبرت نہین لیتے کہ ایمان لے آؤ- واضح ہو کہ قولہ تعالےٰ- قد کان لکم آیۃ- اس خطاب مین بعضے مفسرین نے کہا کہ خطاب یہود کو ہی اور یہ ماقبل سے متصل ہی اور یہ بھی منجملہ اس بیان کے ہی جس کے کہنے کا حکم ہی یعنے اے یہود جو تم سے کہا گیا کہ عنقریب مغلوب ہوگے اس پر تمھارے لیے نشانی اس واقعہ مین حاصل ہی کہ اللہ تعالےٰ اپنے دین کا عزت دینے والا اور اپنے رسول کی مدد کرنے والا اور اپنے کلمہ کو بلند کرنے والا ہی اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب تمام کفار کو عام ہی اور بعض نے کہا کہ خطاب مومنون کو ہی اور یہ حضرت ابن مسعود و حسن سے مروی ہی اور اسی کی مؤید ہی قرأۃ ترونہم بتاء خطاب اور ان دونون قول پر یہ جملہ مستانفہ غیر مرتبط بما قبل ہوگا اور آیہ کی تنکیر برائے تعظیم ہی اے آیۂ عظیمہ یعنے تمھارے لیے بہت بڑی عبرت کی نشانی تھی- قولہ فی فئتین- اس مین خلاف نہین کہ ہر دو فرقہ سے مراد بدر کے لڑنے والے ہین- یعنے مومنین و کافرین قریش قولہ فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ- ای فرقۂ اسلام اور یہ مہاجرین و انصار تھے اور مہاجرین کے نشان بردار حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اور انصار کے نشان بردار سعد بن عبادہ رضی تھے اور صرف ستر اونٹ سواری کے تھے- قولہ واخری کافرۃ- اور وہ فرقۂ کفار قریش تھا اور وہ ساڑھے نوسو آدمی پورے ہتھیار بند تھے اور ان سب کا سردار عتبہ بن ربیعہ تھا اور انکے لشکر مین سو گھوڑے تھے اور بنی مخزوم پر ابوجہل ملعون سردار تھا اور یہ واقعۂ بدر پہلا جہاد ہی جو بعد ہجرت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور عنقریب مین مختصر نقل کرون گا قولہ یرونہم مثلیہم رای العین- اسکی تفسیر مین دو قول ہین اول آنکہ یرون کا فاعل کافرین ہین اور ضمیر راجع بجانب مومنین ہی یرون المشرکون المومنین مثلیہم فی العدد رای اعینہم- یعنے مومنون کو مشرکین تعداد مین اپنے سے دوچند دیکھتے اور آنکھون سے اُن کو نظر آتا تھا اللہ تعالےٰ نے ان کے اس دیدار مین اسلام کی فتح و نصرت کا سبب کردیا اور اسکو قراءۃ بتاء فوقیہ مساعد نہین الا آنکہ خطاب اول ذین کافران مکہ کو ہووے اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ اس تفسیر پر اشکال کوئی نہین مگر ایک اشکال ہی اور وہ یہ ہی کہ مشرکون نے عمیر بن سعد کو اس وزلڑائی سے پہلے جاسوسی کے واسطے بھیجا تھا اس نے مشرکون کو خبر دی کہ وہ تین سو سے کچھ اوپر یا کچھ کم ہونگے اور ایسا ہی تھا کہ مسلمان تین سو سے کچھ اوپر تھے جواب یہ ہی کہ ہان اول مین کافرون کو بھی خبر پہونچی تھی پھر جب لڑائی واقع ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے مسلمانون کو ایک ہزار سردار فرشتون سے مدد دی قال المترجم وعلی ہذا مثلیہم مین دو احتمال ہین کہ مشرکین مسلمانون کو اپنے دو مثل یا مسلمانون کے دو مثل دیکھتے تھے قول دوم اور وہی قول جمہور مفسرین ہی یہ ہی کہ یرون کا فاعل مومنین ہین اور ضمیر راجع بجانب کفار ہی اور معنے یہ ہین کہ مسلمان لوگ کافرون کو اپنے سے دوچند دیکھتے تھے آنکھون دیکھنا اور باوجود اسکے اللہ تعالےٰ نے ان کو کافرون پر فتح دی اور اسپر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس صورت مین کفار کا الٹے دوچند ہونا چاہیئے وجواب دیا گیا کہ عوفی نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ مومنین بروز بدر تین سو تیرہ [313] تھے اور کفار چھ سو چھبیس [626] تھے اور شیخ ابن کثیر رح نے اسکو رد کردیا کہ شاید یہ قول اس آیہ کریمہ کے ظاہر سے ماخوذ کیا گیا ہی ولیکن اہل تواریخ و سیر کے خلاف ہی اور جمہور کے نزدیک معروف یہ ہی کہ مشرکین نوسو اور ہزار کے درمیان تھے جیسا کہ محمد بن اسحٰق نے یزید بن رومان کے واسطہ سے

عروہ بن الزبیرؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عبد اسود سے قریش کی تعداد پوچھی تو بولا کہ بہت ہین آپ نے فرمایا کہ کتنے اونٹ
ہر روز ذبح کرتے ہین بولا کسی روز نو اور کسی روز دس - تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ نوسو اور ہزار کے درمیان ہین اور ہر تقدیر پر وہ
مسلمانون کے سہ چند تھے پس اشکال مذکور پیش آتا ہی کہ دوچند کیونکر فرمایا ہی شیخ ابن جریرؒ نے اسکا یہ جواب دیا کہ تثلیم سے مراد اکثر ہی اور
خصوص دوچند ہی مراد نہین ہین اور یہ قول صحیح ہی چنانچہ یون بولتے ہین کہ میرے پاس ہزار درہم ہین اور ابھی مجھے اسکے دوچند چاہیے ہین حالانکہ وہ سہ چند کا
محتاج ہوتا ہی ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس توجیہ پر یہ اشکال تو نہین رہا لیکن ایک اور اشکال وارد ہوتا ہی اور وہ دونون قولون پر وارد ہی بایں طور کہ
اللہ تعالے نے قصۂ بدر مین فرمایا کہ واذ یریکموہم اذا التقیتم فی اعینکم قلیلا ویقللکم فی اعینہم لیقضی اللہ امرا کان مفعولا - یعنے جبکہ دکھلاتا تھا تمھین ان کافرون کو
جس دم بھڑ گئے تھے تم تمھاری آنکھون مین قلیل اور تمکو تھوڑا دکھلاتا تھا کافرون کی آنکھ مین تاکہ پورا کردے اللہ تعالی اس امر کو جو مقدر کردیا تھا - اس
آیت سے صاف ظاہر ہی کہ ہر گروہ دوسرے فریق کو قلیل دیکھتا تھا - جواب یہ ہی کہ یہ ایک حالت مین تھا اور وہ دوسری حالت مین تھا چنانچہ سدی رحمہ اللہ نے
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ تعالے قد کان لکم آیۃ فی فئتین الآیۃ - فرمایا کہ یہ بدر کے روز تھا اور ہمنے مشرکون کی طرف جو نظر کی تو ہمنے
دیکھا کہ وہ ہمسے کئی گونہ زائد ہین پھر آخر جو ہمنے انپر نظر ڈالی تو ہمنے یہ بھی نہ دیکھا کہ وہ ہمسے ایک آدمی بھی زیادہ ہین اور یہی ہی قولہ تعالے واذ یریکموہم
اذا التقیتم فی اعینکم قلیلا الآیۃ - اور ابو اسحق نے عن ابی عبیدہ عن عبد اللہ بن مسعود رضہ روایت کی کہ مشرکین ہماری آنکھون مین قلیل کردیے
گئے تھے یہانتک کہ مین نے اپنے پہلو کے ایک آدمی سے کہا کہ تو دیکھتا ہی ستر ہونگے اسنے کہا کہ نہین سو دکھلائی دیتے ہین پھر ہمنے ان مین سے ایک شخص کو
قید کیا تھا اس سے پوچھا کہ تم لوگ کتنے تھے اسنے کہا کہ ہم ہزار تھے پس جب دونون فریق مین سے ہر ایک نے دوسرے فریق کو معائنہ کیا تو مسلمانون
نے مشرکون کو اپنے سے دوچند دیکھا اپنے کئی گونہ زیادہ دیکھا تاکہ اللہ تعالے پر توکل کرین اور متوجہ ہون اور اعانت کے خواستگار ہون اور
اسوقت مشرکون نے مومنون کو بھی ایسا ہی دیکھا تاکہ انکو خوف و رعب و جزع و ہلع لاحق ہو اور پھر جب دونون صفین ملاقی ہوئین تو اللہ تعالی نے
مومنون کو مشرکون کی آنکھون مین اور مشرکون کو مومنون کی نظر مین قلیل دکھلایا تاکہ ہر دو فریق مین سے ہر ایک دوسرے پر پیش قدمی کرے اور
جو اللہ تعالے نے مقدر کیا ہی وہ پورا ہو - اور محی السنہ نے معالم مین کہا کہ اصح یہ ہی کہ مومنین دیکھتے تھے مشرکون کو اپنی تعداد سے دوچند
کیونکہ اللہ تعالے نے مشرکون کو انکی آنکھون مین قلیل کردیا تھا یہ اللہ تعالی کی طرف سے پردہ تھا کہ ان کو مشرکین دوچند ہی نظر آتے تھے حالانکہ وہ
سہ چند تھے پس اللہ تعالے نے سورہ انفال مین جو فرمایا ہی کہ انکو تمھاری آنکھون مین قلیل کردیا اس سے مراد یہی ہی کہ سہ چند ہونے کے باوجود دوچند ہی
دکھلایا پس آیۃ اور عبرت اس مین دو طرح سے متحقق ہوے ایک یہ کہ اللہ تعالے نے مشرکون کو جو کثیر تعداد مین تھے مسلمانون کی آنکھ مین قلیل کرکے
صرف دوچند دکھلایا اور دوم یہ کہ اس دوچند سے بھی زیادہ تعداد والون پر مومنون کی قلیل جماعت کو فتح دی پس دونون آیتین یعنے یہان کی
آیت کریمہ اور سورۂ انفال کی آیۃ کریمہ دونون متوافق المعنے ہین اسکی حاجت نہین کہ دو حالت پر محمول کیجاوین اگرچہ دو حالت پر محمول کرنا بھی ممکن
ہی واللہ تعالے اعلم بالصواب - مترجم کہتا ہی کہ آئندہ ان شاء اللہ تعالی یہ قصہ سورۂ انفال مین مفصل آوے گا اگرچہ مختصر حال اس سے
بھی کھل گیا کہ ایک قلیل بے سامان جماعت کو کثیر باقوت و سامان لشکر پر فتح و نصرت ایسے عجیب طریقہ سے عنایت فرمائی کہ کافرون کے سردار مارے
گئے اور بہت سے قید ہوے لیکن مسلمانون نے انکو فدیہ کا مال لیکر چھوڑنا چاہا تو کہا گیا کہ اس شرط پر فدیہ لیکر چھوڑو کہ آئندہ سال مین اسی قدر تم مین
سے شہید ہونگے اسکو مسلمانون نے شوق شہادت مین قبول کیا لہذا دوسرے سال مین جنگ احد مین مسلمانون مین سے اسی قدر شہید ہوے
اور کافرون نے غلبہ پایا اور جو کچھ اللہ تعالے نے مقرر کیا تھا وہ پورا ہوا - ف۲۰ فی العرائس قولہ تعالی واللہ یؤید بنصرہ من یشاء - واضح ہو کہ

سابق مین بکرر بیان ہوا کہ جہاد مین سے افضل ہی کہ اپنے نفس سے مجاہدہ کر کے اسکو مغلوب رکھے لہذا شیخ رحمہ نے اشارہ مین کہا یعنے جسکو چاہتا ہی اپنے خاص بندون مین سے اسکی تائید فرماتا ہی یہانتک کہ اپنے نفس کے ساتھ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق جہاد کرتا ہی بعض نے فرمایا کہ اپنے بندون مین سے جس کو چاہتا ہی اسکو یہ توفیق دیتا ہی کہ وہ طریقۂ سنت کو مضبوط پکڑ لیتا ہی اور بدعت کو بالکل ترک کر دیتا ہی **قال المترجم** اس اشارہ کی وجہ ظاہر ہی اس واسطے کہ بڑا جہاد تو اپنے نفس کے ساتھ ہی پس جو شخص کہ اللہ تعالے کی طرف سے تائید پاتا ہی وہ سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ظاہر و باطن مین اعمال جوارح و افعال قلب کے ساتھ مضبوط پکڑتا ہی اور طریقہ بدعت کو اگرچہ کیسا ہی اچھا نظر آوے بالکل ترک کرتا ہی کیونکہ اچھائی و برائی سب اللہ تعالے و اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے معلوم ہوتی ہی آدمی اگر اپنی رائے پر کام کرے تو سخت گمراہ ہی اسکو ہرگز نہین چاہیئے کہ دین مین رائے لگاوے کہ یہ طریقہ اچھا ہی اور یہ طریقہ برا ہی اور جاننا چاہیئے کہ سنت سے مراد وہ طریقہ ہی جس کو حضرت صلعم نے خود کیا یا فرمایا کرتے دیکھکر ممانعت نہین فرمائی یا کسی صحابی نے ایسا فعل مسنون قرار دیا جس مین اجتہاد کو دخل نہین تو یہ سب سنت طریقہ ہی اور جو فعل بطور سنت ہی اگرچہ وہ مباح ہو جب اسکو سنت کی نیت سے ادا کرے گا مستحق ثواب ہوگا اور اسکے قلب کو ایک نور اس کام کی لیاقت کے موافق ضرور حاصل ہوگا اور بدعت وہ کام یا کلام ہی جو دین مین نیا نکالا گیا جس پر کلام اللہ تعالے و سنت رسول اللہ صلعم اجماع امت و قیاس مجتہد کوئی شاہد نہین ہی اور حدیث صحیح مین ہی کہ ہر بدعت گمراہی ہی اور ہر گمراہی دوزخ مین ہی پس جو بدعت ہی وہ کبھی خوب نہین اگرچہ ہزارون کتابین پڑھا ہوا بڑے جبہ و دستار کے ساتھ بیٹھکر اس کے عمدہ ہونے کا فتوی دے اور حدیث مین ہی کہ ہر بدعت پر عمل کرنے سے اللہ تعالے اسکے مثل سنت کو اٹھا لیتا ہی یعنے بدعتی کے ذمہ دو گناہ ہوتے ہین ایک تو بدعت کرنے کا گناہ اور دوسرا یہ کہ اسکے مثل سنت جاتی رہتی ہی۔ اور نیز سب سے بڑھکر یہ ہی کہ اس بدعتی نے جس کو یہ بدعت بتلائی یا اگر علم والا ہی کہ جاہل اسکی پیروی کرتے ہین تو اسکو دیکھکر جس نے ایسا ہی کیا اسکا سب گناہ اسی بدعت نکالنے والے کے نامۂ اعمال مین برابر قیامت تک لکھا جاویگا لہذا فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالے نے احتیاط کی ہی کہ جو جائز شرعی ایسا ہو کہ وہ بدعت کی طرف پہونچاوے اسکے منع کا فتوی دیا جاوے چنانچہ مجلس میلاد شریف اگرچہ متاخرین جماعت علماء نے جائز سمجھی تھی تو مع طریقۂ ادب و لیکن اسوقت مین جس طرز سے یہ ہوتا ہی کہ فاسق پڑھنے والے ہار پھول سے شعر خوانی کے ساتھ پر تکلف مجلس مین بہت ایسی بیہودہ باتون کے ساتھ جمع ہو کر پڑھتے ہین تو یہ بالاتفاق ممنوع ہے اور اسکو مستحب کہنے والے بھی دیکھتے تو سخت منع کرتے اور عجب یہ کہ نفس کی خوشی پر چلنے کا نام ان جاہلون نے محبت رکھا حالانکہ درود پڑھنے سے بھاگتے ہین اور جو حقیقت مین محبت رکھتا ہی وہ ہزاران ہزار درود اپنے دل سے ایک طرف با وضو متوجہ ہو کر پڑھیگا اور اس درود شریف کے فضائل جیسے کچھ بلند ہین **مترجم** اسکو کیا بیان کرے ایک یہی بات ہی کہ اسکے پڑھنے کا حکم اللہ عزوجل نے دیا ہی کہ یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ یعنے ای ایمان والو درود پڑھو میرے رسول پر اور سلام بھیجو اُس پر جیسا چاہیئے ہی۔ اور صحیح حدیث مین ہی کہ جس نے مجھپر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالے اُسپر دس مرتبہ درود بھیجتا ہی۔ غور کرو کہ اسکے کیا فضائل ہین **مترجم** اسکے فضائل پورے لکھنے سے عاجز ہی اب اے اہل ایمان اُمید ہی کہ تم آپس مین ایک دوسرے کو درود کی نصیحت کرو اور خود تہ دل سے درود بھیجتے رہو مگر اسکی توفیق نہ پاویگا الا وہی شخص جو جنت مین بڑے درجہ والا او اور اللہ تعالے اور اسکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ہی والسلام و بیان غزوۂ بدر کا جو سورۂ انفال مین انشاء اللہ تعالے مطولاً آویگا یہان مختصر یون ہی کہ بدر ایک مقام کا نام ہی جو بنام بدر بن مخلد بن نضر بن کنانہ مشہور ہی جو وہان اُترا تھا یا بنام بدر بن الحارث جسنے بدر کا کنوان تیار کیا واللہ اعلم اور یہ ہجرت کے دوسرے سال ہوا اور یہ غزوہ بقصد قتال نہ تھا بلکہ کفار کا قافلہ شام سے

آتا تھا اور حضرت صلعم نے مسلمانون کو کہا کہ اس قافلہ کو روکو اللہ تعالےٰ سے اپنے لوگون کے لیے دعا فرمائی کہ اے پروردگار یہ لوگ پیدل ہین ان کو
سوار کردے اور یہ لوگ بھوکے ہین ان کو سیر کردے ننگے ہین کپڑا دے فقیر ہین تونگر کردے اور اصحاب سے فرمایا کہ چلو اور قافلہ کی خبر پہلے
منگالی تھی اور اس قافلہ کا سردار ابوسفیان بن حرب تھا جو اس وقت کافر تھا اور اس نے بدر مین پہونچکر خبر پاکر راہ چھوڑ دی اور بحر قلزم کے
کنارہ ہوکر جلد روانہ ہوا اور ایک شخص کو مکہ روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اے اہل مکہ تم لوگ جلد پہونچو اور قافلہ بچاؤ وہان کے ایک ہزار سوار مسلح سردار و اشراف قریش
روانہ ہوے اور حضرت صلعم بدر مین اس کنارہ تھے اور وہ لوگ اُس کنارے اور ابوسفیان مع قافلہ کے بچکر ساحل کی طرف نکل گیا اور مکہ سے پھر روانہ
ہوکر کفار کے لشکر مین آملا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے شکایت کی کہ ہم لڑائی کے سامان پر نہین آئے پھر حضرت صلعم نے ان کو تسکین دی اور
اور فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مجھسے وعدہ فرمایا ہی قافلہ کا یا کفار پر فتح کا کہ ان دونون مین سے ایک چیز عطا فرماویگا۔ اور میدان بدر مین پھر کر اصحاب
ابوجہل وغیرہ کافرون کے مقتل کی جگہین بتلائین اور اللہ عزوجل نے ملائکہ کو مدد کے واسطے نازل فرمایا اور یہ نظر بعالم اسباب واجراے صورت
احکام ہی ورنہ اوتعالیٰ قادر ہی کہ تمام کافرون کو بغیر قتال ہلاک کردے اور چاہے سب کو یونہی ہدایت دیدے لیس وہ جاہل ہی جو اس مین استبعاد
کرتا ہی اور ملحد ہی جو اس سے انکار کرتا ہی اور لشکر کفار سے انکا سردار عتبہ بن ربیعہ و ولید بن عتبہ و شیبہ تین آدمی نکلے اور مقابل طلب کیے اور
لشکر اسلام سے عبیدۃ بن الحارث و علی بن ابی طالب و حمزۃ بن عبدالمطلب نکلے پس علی کرم اللہ وجہہ نے ولید کو حمزہ نے عتبہ کو قتل کیا اور شیبہ
بھی قتل ہوا اور عبیدہ بن الحارث کو زخم پہونچا کہ آخر وہ بدر سے لوٹتے وقت اسی زخم سے شہید ہوے پھر قتال گرم ہوا اور ابوجہل ملعون کو معوذ و معاذ
دونون بھائیون نے زخمی کرکے گرادیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی سنگریزہ و ریگ لشکر کفار کی طرف پھینک ماری اور فرمایا
شاہت الوجوہ خوار ہون کافرون کے منھ اسوقت حکیم بن حزام وغیرہ جو کافرون مین تھے روایت کرتے ہین کہ یکایک یہ کیفیت ہوئی کہ
کافرون مین سے کوئی نہ بچا مگر انکہ اسکی آنکھون اور ناک و منھ مین وہ سنگریزے و ریگ بھری اور کافرون نے بھاگنا شروع کیا اور ملائکہ کے
گھوڑون کی ٹاپین اور ضرب کی آوازین اور آسمان مین گونج و جھنکار کی آوازین کافرون پر ہیبت ناک ہوگئین پس مارے گئے جو مارے گئے
اور قید ہوے جو قید ہوے اور باقی بھاگ گئے اور اس جہاد مین جو عجائب و معجزات و غرائب واقع ہوے ہین انشاء اللہ تعالےٰ قصۂ غزوۂ بدر کی
تفسیر مین بیان ہونگے اور یہان بطور نمونہ مذکور ہوا ہی یہان تو مراد اس بیان سے یہ ہی کہ ان لوگون نے قافلہ کا مال نہ ڈھونڈھا اور آخرت
چاہی پس اللہ تعالےٰ نے مالا مال کردیا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ

رجھایا ہی لوگون کو مردون کی محبت پر　عورتین　اور بیٹے　اور ڈھیر جوڑے ہوے

الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

سونے کے　اور چاندی کے　اور گھوڑے پلے ہوے　اور مواشی　اور کھیتی　یہ برتنا ہی　دنیا کی زندگی مین

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝

اور اللہ پاس ہی　اچھا ٹھکانا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ۔ ما تشتہیہ الانفس و تدعوا الیہ زینۃ اللہ تعالےٰ ابتلاء او الشیطان۔ لوگون کے
لیے زینت دی گئین شہوات ف جمع شہوت بمعنے خواہش کرنا اور مراد وہ چیزین ہین کہ لوگون کے جی ان کی خواہش کرتے ہین اور　ع

ان چیزون کی طرف بلاتے ورغبت دلاتے ہین۔ اور زینت اگر ان چیزون کو اللہ تعالیٰ نے دی ہو تو یہ امتحان مین ڈالنے کے لیئے ہو یا شیطان نے رچائی ہو اوران چیزون کا بیان یہ ہو کہ ۔مِنَ النِّسَآءِ۔ عورتین ف کہ انکی طرف مردون کو نفسانی رغبت ہو۔ وَالْبَنِيْنَ۔ اور بیٹے ف کہ ہر شخص چاہتا ہو کہ اسکا لڑکا ہو بخلاف بیٹیون کے کہ انسے نفرت کرتے ہین۔ وَالْقَنَاطِيْرِ۔ الاموال الکثیرۃ۔ الْمُقَنْطَرَةِ۔ المجمعۃ۔ اور ڈھیر یعنے کثیر اموال مجمع کیے ہوے ۔مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔ سونے وچاندی کے ۔وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ۔ الحسان۔ اور داغ دیے ہوے گھوڑے یعنے خوبصورت جنپر نشان دیتے ہین ۔وَالْاَنْعَامِ۔ ای الابل والبقر والغنم۔ اور انعام یعنے اونٹ وگاے وبکری۔ وَالْحَرْثِ۔ الزرع۔ اور کھیتی۔ ذٰلِكَ۔ المذکور۔ یہ سب جو ذکر کیا گیا ۔مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ تمتع بہ فیہا ثم یفنی۔ متاع زندگانی دنیا مین یعنے انکے ساتھ دنیا مین نفع اٹھایا جائیگا پھر فنا ہونگے ۔وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ۔ المرجع وہو الجنۃ فینبغی الرغبۃ فیہ دون غیرہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے یہان حسن مآب یعنے خوب مرجع ہو اور وہ مرجع جنت ہو پس اسی کی رغبت چاہیئے نہ اور چیز کی۔ واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ۔ زین للناس یعنے رچائی گئی لوگون کے لیے زینت سے اگر زینت پیدا کرنا مراد ہو تو زینت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی کیونکہ وہی خالق اشیا ہو اور اگر رچانا مراد ہو تو زینت دینے والا شیطان بھی ہوسکتا ہو اگرچہ خلق اسکا بدون حکم الٰہی پورا نہوگا لیکن چونکہ شیطان ہی فریب دینے والا ہو تو اسکی طرف نسبت کردی جیسے قولہ تعالیٰ۔ وزین لہم الشیطان اعمالہم۔ یعنے شیطان نے انکو انکے اعمال اچھے دکھلائے اور حسن رح سے یہی قول مروی ہو اور یہی ایک طائفہ معتزلہ کا قول ہو اور بعض معتزلہ نے فرق کیا ہو کہ جو ان مین سے بطور مباح ہو اسکا زینت دہندہ اللہ تعالیٰ ہو اور جو بطور ناجائز ہو اسکا مزین شیطان ہو مگر معتزلہ اپنی گمراہی کے طور پر شیطان کو مزین یعنے خود قادر کہتے ہین اور اہل سنت کے نزدیک سواے اللہ تعالیٰ کے کوئی خالق نہین ہو امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضؓ سے حکایت کیا کہ اس آیت کے نازل ہونے پر کہا کہ الٰہی جب تونے زینت دیدی تو ہم بندے تیرے کیونکر بچ سکتے ہین اور عنقریب آگے کی آیت کے سبب نزول مین آتا ہی اور تزئین اللہ تعالیٰ کی وجہ ابتلا وامتحان ہو کہ اس نے محبوب کردیا اور شہوات سے مشتہیات مراد ہین اور انکو بلفظ مصدر تعبیر فرمایا بغرض مبالغہ اور اس مین ایما ہو کہ بعض لوگ اسکی محبت مین ایسے منہمک ہوے کہ اسکی خواہش کی بھی محبت کرنے لگے جیسے قولہ احببت حب الخیر۔ یعنے خیر کی محبت کو مین نے دوست رکھا۔ اگر کہا جاوے کہ شہوات نفس علی العموم مذموم ہین تو جواب یہ ہو کہ وہ دو قسم ہو ایک کاذبہ مثل قولہ اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات اور دوم صادقہ مثل قولہ فیہا ما تشتہیہ الانفس الآیۃ چنانچہ کرخی رح نے اسکو ذکر کیا ہے اور یہان محبت مذموم مراد ہو لقولہ تعالیٰ حب الشہوات الآیۃ۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین کہا کہ جن چیزون کو لوگون کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اس زندگانی دنیا مین مزین کیا ہو انکی خبر دیتا ہی کہ وہ نسار وبنین وغیرہ انواع ہین پس عورتون سے شروع کیا کہ انکے سبب سے فتنہ شدید ہوتا ہی چنانچہ صحیح مین حضرت صلعم سے یہ مضمون ثابت ہو کہ مجھے اپنے بعد جو امت کے مردون پر خوف ہو فتنون کا ان مین سے زیادہ ضرر پہونچانیوالا فتنہ عورتون کا ہو۔ اور جاننا چاہیئے کہ اگر عورتون سے مقصود یہ ہو کہ زنا وغیرہ سے بچے رہین اور اولاد مسلمان حاصل ہون تو یہ امر برا نہین ہی بلکہ مندوب ومستحب ہو جیسا کہ صحیح احادیث مین عورتون سے نکاح کرنے کی ترغیب اور استکثار نسا آیا ہو اور یہ کہ اس امت مین بہتر وہ ہی کہ اس کی عورتین زیادہ ہون اور نیز صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا متاع ہو اور اسکی متاع مین بہتر نیک پارسا عورت ہو کہ جب اسکو دیکھے تو اسکو خوشی ہو اور جب حکم کرے تو اسکی فرمانبرداری کرے اور جب کہین غائب ہو تو عورت مذکورہ اس مرد کے لیے اسکے مال مین اور اپنی ذات کے حق مین حفاظت رکھے اور دوسری حدیث مین ہو کہ محبوب کردی گئی ہین میری طرف عورتین اور خوشبو اور میری آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین کی گئی ہو اور عائشہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کو کوئی چیز عورتون سے زیادہ محبوب نہ تھی۔ اور اسی طرح اولاد کا بھی حال ہو کہ کبھی تو تفاخر کے واسطے

ہوتی ہو تو وہ اسی مین داخل ہو اور کبھی اس سے یہ نیت ہوتی ہو کہ اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین بہت ایسے لوگ ہون جو اللہ تعالے وحدہ لاشریک لہ کی
پرستش کرین چنانچہ حدیث مین حکم ہو کہ تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم یوم القیامۃ۔ یعنے تم لوگ ایسی عورتون سے نکاح کرو جو شفقت
کرنے والیان اور اولاد جننے والیان ہین یعنے بانجھ نہون کیونکہ مین قیامت کے روز دیگر اُمتون پر تمھاری کثرت سے ذریعہ سے زیادتی لینے والا ہونگا اور
ایسے ہی دوستی مال بغرض فخر و خیلا و تکبر بر ضعیفان و تجبر بر فقیران تو یکروہ مذموم ہو اور کبھی اس نیت سے ہوتا ہو کہ نفقہ خیرات و مبرات و وجوہ طاعات
ہو تو پسندیدہ شرعی ہو **قال المترجم** توضیح اس کلام کی یہ ہو کہ اگر اسنے ان متاع دنیا مین سے کسی چیز کو خود اس چیز کو یا اسکے وسیلہ سے یا تعلق سے
انھین متاع دنیاوی مین سے کسی چیز کو دوست رکھا تو یہ مذموم اور خلاف شان مومن ہو اور اگر اس چیز کے وسیلہ سے یا تعلق سے آخرت و رضائے
الٰہی کی کسی چیز کو دوست رکھا تو درحقیقت یہ دوستی امر آخرت و رضائے حق عزوجل کی ہو اور محمود ہو پھر آیا اس امر آخرت کی دوستی کی وجہ
سے بالفعل اس متاع دنیاوی کو دوست رکھے تو اسکو اکثر محققین نے منع کیا ہو اور فرمایا کہ اچھا سمجھ سکتا ہو اور اسکو احتیاط کے ساتھ خرچ کر سکتا ہو
محبوب نہین رکھ سکتا ہو اور شاید تحقیق یہ ہو کہ مضائقہ نہین ہو لیکن اسکی تحصیل کی ہوس مین پڑنا حرام ہو قولہ والقناطیر المقنطرۃ۔ قناطیر جمع قنطار ہو
اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت ہو کہ قنطار بارہ ہزار اوقیہ ہو رواہ احمد و ابن ماجہ و رواہ ابن جریر عن ابی ہریرہ موقوفًا و کذا رواہ وکیع و ہو الاصح و ہکذا
رواہ ابن ابی حاتم عن معاذ بن جبل و ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ تعالی القناطیر المقنطرۃ دریافت کیا
گیا تو فرمایا دو ہزار اوقیہ ایک قنطار ہو رواہ الحاکم و صححہ اور ابن ابی حاتم کی روایت مین ہزار دینار مذکور ہین و ہکذا رواہ الطبرانی مثلہ سوا اور ابن مردویہ نے
انس رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح ایک لاکھ دینار روایت کیے اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ قنطار بیل کے کھال بھر سونا ہو رواہ ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے ابی بن کعب سے
موقوفًا روایت کی کہ قنطار بارہ سو اوقیہ ہو اور یہی قول معاذ بن جبل و ابن عمر و ابوہریرہ رضی اللہ عنہم و ایک جماعت علما کا ہو اور ابن عطیہ نے کہا کہ یہی اصح قول ہو
اور صحیح یہ ہو کہ مراد مال کثیر ہو جیسا کہ ضحاک رحمہ اللہ سے روایت ہو اور عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ بارہ سو دینار ہو اور یہی ابن جریر نے
حسن البصری رحمہ اللہ وغیرہ سے مرسل روایت کی اور قولہ والخیل المسومۃ معطوف ہو الذہب و الفضۃ پر نبہ علیہ العکبری اور خیل راجح کہ اسم جمع ہو مثل رہط و قوم کے
جسکا واحد اس لفظ سے نہین ہو اور مسومۃ کی تفسیر مین ابن عباس سے روایت ہو کہ وہ چرنے والے پوری خلقت کے خوبصورت ہین اور یہی قول مجاہد
و سعید بن جبیر و سدی و ربیع بن انس ہو اور اسی کو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ داغ دیے ہوے اور علامت لگائے ہوے اسواسطے
کہ یہ جہاد کے لیے رکھے ہین اور مکحول نے کہا کہ تسویم وہ حسن ہو اسی غرہ و تحجیل اور یہ قریب بتفسیر ابن عباس ہو اور **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے اپنی
تفسیر مین کہا کہ خیل کی محبت تین قسم سے ہو ایک یہ کہ مالک نے اسکو اللہ تعالے کی راہ مین باندھ دیا یعنے جب خود یا کسی مومن کو جہاد کے واسطے
ضرورت ہو تو اس پر سوار ہو کر جہاد کرے تو یہ لوگ بہت ثواب پاوینگے اور دوم یہ کہ فخر کے واسطے باندھ لیا تو یہ اپنے مالک پر گناہ و وبال ہو اور
سوم یہ کہ تعفف کے واسطے و اسکی نسل لینے کے واسطے باندھا اور جو حق اللہ تعالے کا ہو وہ بھی فراموش نہین کیا تو یہ اپنے مالک کے حق مین پردہ ہو
قولہ ذلک متاع الحیوۃ الدنیا۔ یعنے دنیا ہی مین اس سے تمتع ہو پھر فنا ہو جاوینگے اور اس مین دنیا سے زہد و بے رغبتی دلائی اور آخرت
کی ترغیب دی ہو اور فرمایا۔ واللہ عندہ حسن المآب۔ اور اس مین اشارہ ہو کہ جس کو اللہ تعالے نے حلال طور سے دنیا دیدی ہو اس کو
چاہیے کہ دنیا کو ایسے طور پر خرچ کرے جس مین اسکی آخرت کی بہبودی ہو کیونکہ وہی دائمی ٹھکانا اور پایدار ہو ف **قال الشیخ فی العرائس**
قولہ تعالے زین للناس حب الشہوات الآیۃ۔ اللہ تعالے نے لوگون کو ان چیزون مین مبتلا کیا تاکہ صادق و کاذب مین تمیز ہو جاوے
پس صادق وہ ہو جس نے ان شہوات کو چھوڑ دیا اور کاذب وہ ہو جو ان کی طلب کرنے مین مشغول ہو گیا۔ بعض اکابر نے فرمایا

کہ جو شخص ان چیزون مین مشغول ہوا تو یہ اسکو راہ حق سے قطع کر دیگی اور جسنے ان چیزون سے منہ پھیرا تو اسکو عوض مین سلامتی دیجاویگی اور حقائق کی طرف اسکے لیے راستہ کھول دیا جائیگا۔ **قال المترجم** ان چیزون سے اعراض و منہ پھیرنے کے یہ معنے ہین کہ انکی محبت چھوڑ دے اگرچہ ضرورت کے واسطے ان کو حاصل کرے اور یہ معنے نہین ہین کہ ان سے بالکل منقطع ہو جاوے۔ اور عطاء نے ابوبکر بن حفص سے روایت کی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت اتری زین للناس حب الشہوات الآیۃ تو مین نے کہا کہ اب اے رب میرے جس وقت کہ تو نے ان کو ہمارے لیے زینت دیدی تو یہ آیت اتری قل اؤنبئکم بخیر من ذلکم الآیۃ یعنے یہ آیت جو اسکے مابعد مین مذکور ہی (رواہ ابن جریر)۔

**قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ**

تو کہہ مین بتاؤن تمکو اس سے بہتر پرہیزگارون کو اپنے رب کے یہان باغ ہین جاری

**تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ**

انکے نیچے ندیان ہمیشہ رہیے ان مین اور عورتین ستھری اور رضامندی اللہ کی اور اللہ کی نگاہ مین

**بِالْعِبَادِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝**

ہین بندے وہ جو کہتے ہین اے رب ہمارے ہم یقین لائے ہین سو بخش ہمکو گناہ ہمارے اور بچا ہمکو دوزخ کے عذاب سے

**اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝**

وہ محنت اٹھانے والے اور سچے اور بندگی مین لگے رہنے والے اور خرچ کرنے والے اور گناہ کی بخشش مانگنے والے پچھلی راتون کو

**قُلْ** یا محمد لقومک۔ کہدے اے محمد اپنی قوم والون کو۔ **اَؤُنَبِّئُكُمْ**۔ اخبرکم کیا مین تمھین خبر دون۔ **بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمُ** المذکور من الشہوات ایسی چیز سے جو ان شہوات مذکورۂ بالا سے بہتر ہی۔ **لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا**۔ الشرک جنھون نے پرہیز کیا یعنے شرک تو انکے لیے **عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ** انکے پروردگار کے یہان باغات ہین جنکے نیچے نہرین جاری ہین ف ان مین داخل کیے جاوینگے **خٰلِدِيْنَ**۔ ای مقدرین الخلود۔ **فِيْهَا** اذا دخلوہا حالانکہ خلود انکے لیے مقدر کیا گیا ہی اسی جنات مین یعنے جب سے کہ داخل ہونگے اسوقت سے دوام ہوگا۔ **وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ**۔ من الحیض وغیرہ مما یستقذر اور بیبیان مطہرہ ہین یعنے خوب طاہر و پاک ہین حیض وغیرہ ایسی چیزون سے جو پلید و گھنونی سمجھی جاتی ہین۔ **وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ** اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے رضوان ہی ف اکثر قراء رحمہم اللہ تعالےٰ کی قراۃ مین رضوان بکسر اول ہی اور ابوبکر و عاصم کی قراۃ مین بضم اول ہی اور دونون لغتین معروف ہین اور تنوین اسکی کثرت کے لیے ہی یعنے رضائے کثیر ہی۔ **وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ**۔ عالم اور اللہ تعالےٰ بصیر یعنے عالم ہی۔ **بِالْعِبَادِ** فیجازی کلا منہم بعملہ۔ اپنے بندون کا ف پس ہر ایک کو ان مین سے اسکے کام کے موافق جزا دیگا پھر **لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا** کی صفت و توضیح مزید فرمائی بقولہ تعالےٰ۔ **اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ** ایسے بندے ہین جو کہتے ہین کہ **رَبَّنَآ** اے رب ہمارے۔ **اِنَّنَآ اٰمَنَّا**۔ صدقنا بک و برسولک۔ ہمنے تیری تصدیق کی اور تیرے رسول کی تصدیق کی ف ایمان در اصل یہی تصدیق ہی چنانچہ اسی پر متفرع فرمایا قولہ تعالےٰ۔ **فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا**۔ اب ہمارے گناہ بخشدے ف کہ بندہ ہر وقت خطاوار ہی۔ **وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ**۔ اور ہمکو عذاب جہنم سے بچاوے ف کیونکہ تو نے اپنی رحمت سے مومنین مغفورین کے لیے عذاب جہنم نہین رکھا ہی۔ حاصل آنکہ یہ بندے اس طرح الحاح کرتے اور عذاب سے نجات مانگتے ہین۔ ان بندون کے دیگر صفات بھی ہین جن کو

بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ۔ اَلصّٰبِرِیْنَ علی الطاعۃ وعن المعصیۃ۔ یہ بندے صبر کرنے والے ہین ف صبر سے یہ مراد ہی کہ طاعت وبندگی کی محنت پر
صابر رہتے ہین جیسے جاڑے مین وضو کرتے ہین اور گناہ سے صبر کرنے والے جیسے عورت مالدار وجمال والی نے زنا کرنے کو بلایا اور اسنے
کہا کہ مین اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہون کما فی الحدیث۔ اَلصّٰدِقِیْنَ۔ فی الایمان۔ یہ لوگ سچے ہین ایمان مین وَالْقٰنِتِیْنَ
المطیعین اللہ۔ اور یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے مطیع ہین ف کیونکہ قنوت جہان قرآن مین ہی بمعنے طاعت ہی وَالْمُنْفِقِیْنَ۔
المتصدقین۔ اور یہ لوگ صدقے دیتے ہین وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ۔ اللہ بان یقولوا اللّٰھم اغفر لنا۔ اور یہ لوگ کہ استغفار کرنے والے ہین اللہ
تعالےٰ سے باین طور کہ کہتے ہین کہ ای پروردگار ہمارے ہمکو بخشدے اور ایسے اوقات مین جو اللہ تعالےٰ کو پسند ہین چنانچہ فرمایا۔ بِالْاَسْحَارِ۔
اواخر اللیل خصت بالذکر لانہا وقت الغفلۃ ولذۃ النوم۔ یعنے یہ لوگ سحرون کے اوقات مین مغفرت مانگتے ہین ف اسحار سے
جو سحر کی جمع ہی آخر اوقات رات کے مراد ہین اور خاص کر کے استغفار کے لیے یہ اوقات ذکر کیے گئے اس لیے کہ یہ یاد سے غافل ہونے
اور نیند کی لذت کے وقت ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ جب حق عزوجل نے مشتہیات نساء واولاد وقناطیر ذہب وفضہ وغیرہ کو لوگون کے لیے
زینت دنیا بیان فرمایا اور اسمین مومنین کے ساتھ کفار شریک ہین اگرچہ مومنین کی نیت دیگر ہی اور کفار کی نیت الگ ہی جیساکہ اوپر مذکور ہوا
تب اس تمام سے جسکی زینت کا اثر انکے دل مین نہایت محبوب آیا تھا توڑ دیا اور فرمایا۔ قل أؤنبئکم کہدے وہ چیز کہ اس سے بہتر ہو وہ تمہین
بتا دون پس یہ حسن سلوک بیان ہی اور مفسر رحمہ اللہ نے قل یا محمد لقومک سے اشارہ کیا کہ اس امر کی تصدیق کرنے والے سزاوار
کرامت ہین اور خطاب علی العموم سب کو ہی اور کم خطاب سے مخصوص لوگ مراد نہین ہین۔ اور اتقوا ای انھون نے تقوی کیا اور مفعول
اسکا مفسر رحمہ اللہ نے الشرک مقدر کیا یعنی شرک کو قطعًا چھوڑا اور اس سے بیزار ہوئے اور یہ تقوی کا ادنی مرتبہ ہی کیونکہ جو شخص شرک سے
بیزار ہوا۔ وہ کفر سے بخالف ہوا اور یہان دو ہی فریق مین انحصار ہی یا مشرک ہی یا غیر مشرک یعنے مومن ہی اور اسی طرح دو ہی ٹھکانے مین انحصار
ہے اگر مشرک ہی تو اسکا ٹھکانا جہنم ہی اور اگر غیر مشرک ہی تو اسکا ٹھکانا جنت ہی اگرچہ وہ کیسا ہی گنہگار ہو وہ جنت مین ضرور جاوے گا اگرچہ
پہلے پہل گناہ کا میل کچیل صاف کرنے کے لیے دھکا جاوے اور مشرک البتہ جہنم ہی کو جاویگا اور کہین اسکا ٹھکانا نہین ہی۔ کما قال اللہ تعالی ان اللہ
لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء۔ البتہ اللہ تعالےٰ نہین بخشتا ہی یہ کہ اسکے ساتھ شرک کیا جاوے اور بخشتا ہی سوائے شرک کے
سب کچھ جسکے واسطے چاہے یعنے بندہ اگر موحد ہی اور مشرک بندہ نہ ہو اور شیطان نہین ہی تو چاہے اسکو پہلے پہل سب گناہ معاف کردے گا یا کچھ سزا دیکر
اسکو بخشے گا اور جنت مین داخل کرے گا پس معلوم ہوا کہ جن لوگون نے شرک سے تقوی کیا انکے لیے پروردگار کے یہان جنت ہی پس جسنے
شرک چھوڑا اور گناہ بھی چھوڑے اور سب حکم بجا لایا اور اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اسکو بخشا تو اسکے لیے پہلے ہی پہل جنت ہی اور اسکی
فرمانبرداری وصلاحیت کے موافق درجے ہین اور اگر کسی نے شرک تو قطعًا چھوڑا مگر کمبختی کا مارا گناہون مین پھنسا تو اگر بغیر سزا کے بخشا گیا تو وہ
بھی پہلے ہی پہل جنت مین جاوے گا اور درجے پانے کی بھی امید قطع نہین ہی لیکن اس نے خود درجات کا سامان نہین پایا ہی اور
اگر بخشا نہ گیا اور کچھ عذاب بھگتنا پڑا تو یہ عذاب اٹھاکر پھر نکالا جاویگا اور جنت مین جاوے گا پس معلوم ہوا کہ تقوی کے بسبب درجے ہین اور
ادنی درجہ یہ ہی کہ شرک سے بیزار ہوا اور اگر یہ بھی نہو تو کافر ہی اور شرک سے بیزار ہونے سے میری مراد یہ ہی کہ شرک کو اور شرک کی باتون کو
اور شرک کے کامون کو دل سے مردود وملعون جانے کیونکہ اگر دل سے کچھ برا نہین جانتا اگرچہ کرتا نہین ہی تو بھی وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک
مشرک ہی کیونکہ شرک تو ایمان کا ضد ہی پس ایمان اگر دل مین ہی اگرچہ وہ ظاہر کے نماز روزہ سے فاسق ہو تو وہ مسلمان رہے گا یہی حال

شرکت کا ہی فافہم۔ خالدین فیہا۔ یعنے درحالیکہ جنت مین ان کو ہمیشگی ہی مفسر رحمہ اللہ نے حال مقدرہ قرار دیا یعنے انکے حق مین ہمیشہ رہنا اس وقت سے مقدر ہی کیونکہ داخل ہونے کے وقت خلود کہان ہی پس مراد یہی ہی کہ داخل ہونے کے وقت سے ان کے لیے خلود مقدر کردیا گیا ہی جیسا کہ حدیث مین ہی کہ پکار دیا جائے گا کہ ای اہل جنت تمکو خلود یعنے ہمیشگی ہی کبھی موت نہ آوے گی اور ای اہل دوزخ تمکو ہمیشگی ہی اور کبھی موت نہ آوے گی۔ پس جو جنت والا کہ پہلے پہل داخل ہوگا اسکو اسی وقت سے خلود مقدر ہی اور جو بعد عذاب کے اور گناہون کا بھگتا ؤ بھگتنے کے داخل ہوگا اسکو اسی وقت سے خلود ہوگا پس معنے یہ ہین کہ جب اس مین داخل ہوگا تو اسی حال ہین کہ اسکے لیے ہمیشگی قرار دی گئی ہوگی۔ قولہ وازواج مطہرۃ۔ بصیغہ مبالغہ فرمایا جیسے سورۂ بقرہ مین۔ لہم فیہا ازواج مطہرۃ۔ فرمایا ہی اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تفسیر روایت کی کہ حیض و پاخانہ و رینٹ و تھوک سے پاک ہونگی رواہ ابن مردویہ والحاکم وصححہ اور ابن کثیر رح نے تفسیر مین کہا کہ اس کی اسناد مین ربیع ہین اور ابن حبان نے فرمایا کہ ربیع رح کی روایت سے جو حدیث ہو اس سے احتجاج روا نہین ہی اور شیخ مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ مین نے ابن کثیر رح کی تاریخ مین دیکھا کہ اس مین شیخ موصوف نے لکھا ہی کہ یہ حدیث حسن ہی بہر حال حدیث اچھی ہی اور معنے اسکے یہ ہین کہ جو چیزین ایسی ہین کہ آدمی اُن سے کراہت کرتا ہی خواہ ظاہر مین ہون یا باطن مین ہون ان سب سے یہ عورتین پاک ہونگی چاہے وہ ان کی دنیا کی بیویان ہون یا حورین ہون کیونکہ دنیا کی نجاسات ولگاؤ سے وہان پاکیزگی ہوگی۔ اور جس ملحد نے بلا دلیل ایسے مخلوق کے وہان ہونے سے انکار کیا اسکا قول کفر ہی وہ بے وجہ اللہ تعالےٰ واسکے رسول صلعم کے کلام کو نہین مانتا خالی اپنے نجس وہم سے رد کرتا ہی قاتلہ اللہ تعالےٰ۔ کیا وہ جنت کے وجود سے منکر ہی اور کیا خدائے تعالےٰ کو ایسے مقام پیدا کرنے اور ایسی خلقت پیدا کرنے پر قادر نہین جانتا۔ یہ نہین بتاتا کہ ایسا کیون نہین ہوسکتا ہی ظاہرا وہ اپنی خواہش نفسانی کا پابند ہی واللہ تعالےٰ اعلم۔ قولہ ورضوان من اللہ۔ سورۂ مائدہ مین رضوان کا لفظ باتفاق قرار سبعہ بالکسر ہی اور باقی مین بکسر اول وبالضم دونون قراءۃ آئی ہی اور اکثر مفسرین نے اسکی تنوین کو تکثیر کے لیے قرار دیا ای رضوان کثیر ہی اور اولی یہ ہی کہ بایں معنے ہو کہ ایسا رضوان کہ اسکی بزرگی وعظمت وقدر کو اللہ تعالےٰ ہی خوب جانتا ہی اور انھون نے تنوین کو تکثیر قرار دیا بقولہ تعالےٰ ورضوان من اللہ اکبر۔ یعنے اللہ تعالےٰ کی طرف سے رضوان بہت کبیر ہی اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اہل جنت کو خطاب فرماوے گا کہ ای اہل جنت عرض کرین گے کہ ای پروردگار لبیک وسعدیک والخیر کلہ فی یدیک۔ پھر فرماویگا کہ بھلا تم راضی ہوے۔ عرض کرین گے کہ ہم کیون نہ راضی ہون اور حال یہ ہی کہ تونے ہمکو وہ کچھ دیا ہی کہ اپنے مخلوق مین سے کسی کو نہین دیا۔ فرمایگا کہ بھلا تمکو اس سے افضل چیز عطا کرون۔ عرض کرین گے کہ پروردگار اس سے افضل کیا ہی۔ فرماویگا کہ تمپر اپنا رضوان اُتار دیتا ہون کہ اسکے بعد پھر کبھی تمپر خشمناک نہون گا اخرجہ البخاری ومسلم۔ قولہ یقولون ربنا اننا آمنا فاغفر لنا ذنوبنا۔ فا، فاغفر تفریع ہی اور مرتب ہی آمنا پر اور مراد آمنا سے تصدیق قلبی بوحدانیت اللہ عزوجل وبصدق رسالت رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہی کیونکہ عصمت کا کوئی قائل نہین کہ آمنا سے گناہ بھی نہین ہوتا ہی پس اس مین صریح دلیل ہی کہ مجرد ایمان سے مغفرت کا سزاوار ہوتا ہی چنانچہ آمنا پر فاغفر لنا کی تفریع کی اور اس سے رد ہوگیا فرقہ معتزلہ کا جو کہتا ہی کہ مجرد ایمان سے مستحق مغفرت نہین تاوقتیکہ اوامر ونواہی کا پابند نہو اور جواب دیتے ہین کہ یہ آمنا والے صابرین وصادقین وغیرہ افعال سے ممدوح اور بیگناہ ہین یہ جواب مردود ہی کیونکہ صریح فاغفر لنا ذنوبنا۔ موجود ہی اور اس مجموع پر تفریع نہین ہی فافہم۔ قولہ الصادقین۔ پہلے سورۂ بقرہ مین صابرین وغیرہم کی تفسیر گذر چکی ہی اور قتادہ رح سے روایت ہے کہ یہ وہ لوگ ہین کہ ان کی نیتین سچی ہین اور دل ٹھیک ہین اور زبانین دل سے موافق ہین پھر وہ ظاہر وباطن راستباز ہین اور صابرین و اسکے بعد والے الفاظ مین واو عطف آنے مین دلالت ہی کہ ہر ایک صفت سے موصوف ہونا مستقل طور سے معتبر ہے۔ قولہ والمستغفرین

بالاسحار مستغفر یعنے طالب مغفرت اور بعض نے کہا کہ نماز گزار اور بعض نے کہا کہ مستغفرین بالاسحار وہ ہین جو نماز صبح مین حاضر ہوتے ہین اور انس بن مالک رضؓ سے روایت ہی کہ ہمکو حکم دیا جاتا تھا کہ جب ہم رات مین نماز پڑھین تو آخر سحر مین ستر مرتبہ استغفار کرین۔ رواہ ابن مردویہ۔ اور حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ وے لوگ اول شب مین نماز پڑھتے رہتے یہانتک کہ جب سحر ہونے کو ہوتی تو دعاء استغفار شروع کرتے پس وہ ان کا دن تھا اور یہ انکی رات ہی۔ اور عبداللہ بن عمر رضؓ رات مین نماز پڑھتے پھر نافع سے پوچھتے کہ کیا سحر کا وقت ہوا تو جب نافع کہتے کہ اب ہان ہوا تو دعاء استغفار کرنا شروع کرتے یہانتک کہ صبح ہو جاتی رواہ ابن ابی حاتم۔ اور زجاج رحؒ نے کہا کہ سحر رات ڈھلے سے طلوع فجر تک کا وقت ہی اور بعض نے کہا کہ اخیر تہائی رات سے طلوع فجر تک ہی اور اثر ابن عمر اسی کا شاہد ہی۔ اور سعید جریری سے روایت ہی کہ ہمکو خبر پہونچی ہی کہ داؤد علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ رات مین کونسا وقت افضل ہی۔ کہا کہ ای داؤد مجھے نہین معلوم مگر اتنا جانتا ہون کہ سحر کے وقت عرش جنبش کرتا ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ صحیحین وغیرہ مسانید و سنن مین بطریق و وجوہ متعددہ ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالے ہر رات مین آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہی جبکہ تہائی رات اخیر باقی رہتی ہی پس فرماتا ہی کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ مین اسکو عطا کرون۔ ہی کوئی دعا کرنے والا کہ اسکی دعا قبول کرون۔ ہی کوئی مغفرت مانگنے والا کہ اسکو بخش دون الحدیث۔ اور حافظ المحدیث ابوالحسن دارقطنی رحؒ نے اس حدیث مین ایک رسالہ علیحدہ تالیف کیا اور متعدد طرق سے اسکو روایت کیا ہے۔ **قال المترجم** اس اخیر رات کے بارہ مین احادیث مین کمال فضیلت بیان ہی اور اکابر علماء نے بہت کچھ نصیحت کی ہی اور وقت ہی کہ مین نہایت عمدہ ایک حدیث نقل کرون وہ یہ ہی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات میرے پروردگار کی طرف سے ایک آنے والا آیا۔ اور ایک روایت مین یون ہی کہ آج کی رات میرے پاس میرا پروردگار عزوجل نہایت عمدہ صورت مین آیا اور فرمایا کہ ای محمدؐ مین نے عرض کیا لبیک ربی و سعدیک ای میرے مولی پروردگار مین تیری خدمت و حضوری مین حاضر ہون۔ فرمایا کہ تو جانتا ہی کہ کس بات مین ملاء اعلی یعنے فرشتے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہین مین نے عرض کیا کہ ای پروردگار مین نہین جانتا ہون پھر اپنا ید القدس دونون کتف کے درمیان رکھا حتی کہ مین نے اسکی ٹھنڈک کو اپنے دونون ثدیین مین پایا پس جو کچھ آسمان و زمین مین ہی سب مین نے جان لیا پھر فرمایا کہ ای محمد اب تو جانتا ہی کہ ملاء اعلی کس بات مین ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہین۔ مین نے عرض کیا کہ ہان درجات مین اور کفارات مین اور نماز جماعت کی طرف قدم اٹھانے مین اور سردی کے دنون مین پورا وضو کرنے مین اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے مین اور جس نے ان باتون پر محافظت رکھی وہ بھلائی پر جیا اور بھلائی پر مرا اور گناہون کے بارہ مین ایسا ہوگا جیسے اس دن تھا جس دن اسکو اسکی مان نے جنی تھی۔ پھر فرمایا کہ ای محمدؐ مین نے عرض کیا کہ لبیک و سعدیک۔ فرمایا کہ جب تو نماز پڑھے تو یہ کہہ کہ اللهم انی اسالک فعل الخیرات و ترک المنکرات و حب المساکین واذا اردت بعبادک الفتنة فاقبضنی الیک غیر مفتون۔ ای پاک رب میرے مین تجھسے مانگتا ہون توفیق نیکیان کرنے کی اور برائیان چھوڑنے کی اور مسکینون کو دوست رکھنے کی اور جب تو اپنے بندون کے ساتھ فتنہ چاہے تو مجھے اپنے پاس قبض کرے درحالیکہ اس فتنہ مین نہ پڑنے پایا ہون اور فرمایا کہ درجات یہ ہین کہ ہر مسلمان پر جان پہچان ہو یا نہو سلام کو افشا کرے اور کھانا کھلاوے اور رات مین نماز پڑھے درحالیکہ لوگ سوتے ہوتے ہین اخرجه الترمذی وقال حسنؒ۔ اور بعض نسخون مین ہی کہ حدیث حسن **مترجم** کہتا ہی کہ عجیب مسکینون کو الم مبارک حدیث شریف ہی اس سے مومنون کو بہت نفع ملتا ہی اور ملحد و بدعتی و جن کے دل مین شک و نفاق ہی وہ اپنے نفس کی پلیدی مین پڑے جھگڑتے ہین اس حدیث کو دارمی و دارقطنی و بیہقی و حاکم و احمد وغیرہ نے متعدد طرق سے چند دیگر صحابہ سے بھی روایت کیا اور امام بیہقی و دارقطنی کو وہم ہوا کہ اس کے سب اسانید

ضعیف ہین حالانکہ ایسا نہین ہے ترمذی رحمہ اللہ نے اسکو حسن فرمایا اور ان طرق کثیرہ سے بھی حسن لغیرہ ہونا ظاہر ہی اور **شیخ ابن الجوزی** رحمہ اللہ نے اس حدیث کے سب طرق جمع کرنے اور کلام کرنے کے بعد فرمایا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اسکو باسناد حسن روایت کیا ہی پھر اس سند کو بیان کیا پس جبکہ ایک اسناد خود حسن ہی اور اسکے ساتھ اس قدر اسانید و طرق کثیرہ موجود ہین پس حسن لذاتہ و حسن لغیرہ دونون جمع ہین اب اسکی صحت مین کیا شک ہی خصوصًا جبکہ **ابن الجوزی** سا نقاد محدث اسکو حسن کہتا ہے رحمہ اللہ تعالےٰ **ف۲** عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ قل أؤنبئکم بخیر من ذلکم الآیۃ۔ واضح ہو کہ باغہائے جنات ظاہر ہین جو نصوص مین منصوص ہین اور باطن مین ان کے نظائر کمالات ہین چنانچہ جس نے تقوی کیا تو ہر ایک کو اپنے اپنے تقوے کے موافق اللہ تعالےٰ کی نزدیکی مین درجے ہین پس اگر وہ اتنا ہی ہی کہ اس نے دنیا سے اور دنیا کی مشتبہات سے تقوی کیا تو اسکو جنۃ الیقین ہی اور اگر اسکے ساتھ اس نے آخرت سے بھی تقوی کیا تو اس کے لیے جنت کا مکاشفہ ہی اور اگر وہ نفس سے متقی رہا تو اسکے لیے جنت مشاہدہ ہی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔ اور بعض نے فرمایا کہ جسنے جنت کی اُمید سے کام کیا تو اسکی انتہائی رسائی وہی ہے جو اسکی انتہائی مراد ہی یعنے جنت مین داخل ہوگا اور جس شخص نے اللہ تعالےٰ کی رضامندی کے لیے کام کیا تو اسکے لیے رضوان اللہ تعالےٰ ہی اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ورضوان من اللہ اکبر۔ یعنے رضامندی اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی نعمت ہی۔ قولہ تعالےٰ واللہ بصیر بالعباد۔ اللہ تعالےٰ دیکھتا ہی کہ بندگان خاص کی روحین عالم ملکوت مین مشتاق ہین کہ اللہ تعالےٰ کی نزدیکی مین پہونچین اسی طرح ہر بندہ مومن کا حال ہی پس دیدار جلال ازلی وجمال ابدی کی طلب مین جس قدر انھون نے رنج ومحنت کھینچا ہی ہر ایک کو اسکی محنت کے موافق تسکین و مرتبہ عطا ہوتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ بصیر بالعباد ای عاملون کی نیت وارادہ کا دانا ہے۔ قولہ تعالےٰ الصابرین والصادقین والقانتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار۔ یہان صابرین سے کس چیز سے صبر کرنے والون کی طرف اشارہ ہے اور علیٰ ہذا القیاس ما بعد کے اوصاف مین بھی تو صابرین یعنے تمام نفسانی وجسمانی خواہشون سے اللہ تعالےٰ کے واسطے صبر کرنیوالے اور صادقین یعنے اللہ تعالےٰ کے ساتھ جو انکا معاملہ ہی اس مین سچے ہین۔ اور قانتین یعنے رضامندی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے مطیع۔ اور منفقین یعنے اللہ تعالےٰ کے ساتھ اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے اپنی جانین ومال قربان وخرچ کرنے والے ہین۔ اور مستغفرین یعنے غیر خدا کی طرف التفات کرنے سے استغفار کرنے والے ہین۔ درگاہ الٰہی مین مناجات کے وقتون مین خطرات سے استغفار مانگنے والے۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ اشارہ ہی کہ مقصود کی سچائی پر صبر کرنے والے۔ اور اپنے اقرارون مین سچے۔ اور اللہ تعالےٰ نے جو حدود مقرر کیے ہین ان حدون پر قائم ہو کر فرمانبرداری کرنے والے۔ اور سلطان توحید کے غلبہ کے وقت اپنے اعمال واحوال سے استغفار کرنے والے ہین یعنے ہدایت وعنایت سب تیری ہی قدرت دالوہیت ہی اور ہم اور ہمارے اعمال کچھ چیز نہین ہین اور بعض اکابر نے فرمایا کہ صبر کرنے والے وہ لوگ ہین جو طلب الٰہی عزوجل مین ثابت رہے اور تکان سے نہین گھبرائے اور ہر خوشی وراحت کو چھوڑ دیا انھون نے بلا دن پر صبر کیا اور شکوی چھوڑ دیا یہانتک کہ وہ مر گئے اور دنیا وآخرت کی کسی چیز نے انکو حق عزوجل سے قطع نہین کیا۔ اور صادقین وہ ہین جو طلب حق عزوجل مین سچے ہین پس انھون نے قصد کیا پھر وہ مقام پر پہونچے پھر صادق ہوے جب مشاہدہ کیا پھر صادق رہے یہانتک کہ پاگئے پھر صادق رہے یہان تک کہ انھون نے اپنے کو گم کر دیا پس انکے قصدون مین ترتیب ہی پہلے قصد پھر ورود پھر شہود پھر وجود پھر خمود۔ اور قانتین وہ لوگ ہین کہ جنھون نے درگاہ الٰہی کو لازم پکڑا اور ہمیشہ بندگی کا شربت پیا اور ماسوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کو نہ لیا اور راہ حق کے ساتھ چلنے والون مین سے کسی سے بغض نہ کیا یعنے کسی مسلمان سے بغض نہین رکھا یہانتک کہ نزدیکی کے مرتبہ کو حاصل کیا۔ اور منفقین وہ لوگ ہین کہ انھون نے نیک کام

بجالانے و بندگی کرنے میں اپنے جانیں خرچ کردیں پھر اپنی وسعت کے موافق مال خرچ کرڈالا پھر سچے احوال کے ساتھ اپنے دلوں کو خیرات کردیا پھر انھوں نے اپنے سب حظوظ کو جو دنیا وی یا اُخروی اس وقت یا آئندہ زمانہ میں ملنے والے تھے خیرات کرڈالے اور اس صدقات وانددہ کے عوض میں ان کو قرب وصال دیا گیا اور استغفار کرنے والے جب ان سب باتوں سے جو انھوں نے کی ہیں ہوشیار ہوئے تو انھوں نے اسحار کے وقت جبکہ نور قلب سے منور ہوا سب سے توبہ و استغفار کیا بایں معنے کہ یہ سب کچھ نہیں کیا اور جیسا حق ہے وہ ہرگز کچھ بھی ادا نہوا اور **شیخ ابو عمرو المکی** رح نے کہا کہ صبر یہ نہیں ہے کہ اختیار کو اللہ تعالےٰ پر چھوڑ دیا بلکہ صبر وہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی تقدیر میں ثابت رہے اور اسکی بلاؤں کو مرحبا کہکر رغبت سے قبول کرے اور **شیخ عمرو** رح نے فرمایا کہ جس شخص نے دیدار منت پر صبر کیا تو اسکو بلا کے دیکھنے پر بھی ویسی ہی لذت ہونی چاہیئے جیسے منتوں کے دیکھنے سے ہوتی ہے اسواسطے کہ یہ دونوں باتیں ایک ہی آنکھ سے دیکھتا ہے اور **حضرت جعفر** رح نے فرمایا کہ صبر وہ ہے کہ جس میں تو اپنے حال پر محفوظ ہو اور تصبر یعنے متکلف کے ساتھ صبر کرنا اور اپنے آپ کو صابر بنانا یوں ہے کہ اس میں تو اپنے حال و عجز کے جانب متردد ہو - اور **شیخ ابن عطا** رح نے فرمایا کہ صابرین وہی لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی بندگی میں اسکی توفیق کو دیکھتے ہوئے صبر کیا اور صادقین وہ لوگ ہیں کہ سچا و پورا کیا انھوں نے جو اللہ تعالےٰ سے عہد باندھا تھا بصدق قدیم و اعتقاد صحیح و ایسے سر کے ساتھ جسمیں کچھ میل ولگاؤ کسی چیز کا نہیں ہے اور قانتین وہ لوگ ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالےٰ کی اطاعت ظاہر و باطن خفیہ وعلانیہ یکساں کی - اور مستغفرین بالاسحار وہ لوگ ہیں جنکے پہلو انکے بستروں سے دور رہتے ہیں یعنے رات میں اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے ہیں اور بستروں پر پڑے سوتے نہیں ہیں **قال المترجم** قول **شیخ ابن عطا** رح کا بہت عمدہ و نہایت لطیف ہے فافہم - اور بعض نے کہا کہ صابرین وہ ہیں جو اللہ تعالےٰ کی معیت سے اللہ تعالےٰ کی قضاء تقدیری کے معاملات میں صبر کرتے ہیں اور صادقین وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالےٰ کی توحید و محبت کے قول میں سچے ہیں اور قانتین وہ لوگ ہیں کہ آسانی و تکلیف میں اسی کی طرف رجوع لاتے ہیں اور منفقین وہ ہیں کہ ماسواے حق عزوجل کے سب خرچ کرڈالتے ہیں اور مستغفرین بالاسحار وہ ہیں جو اپنے افعال واقوال واحوال سے استغفار کرتے ہیں اور **ابن عطا** نے فرمایا کہ صابرین وہ ہیں کہ جو انکو حکم دیا گیا اسکی بجاآوری میں صبر کرتے ہیں اور صادقین وہ ہیں کہ جو انھوں نے ازل میں عہد باندھا تھا اور اقرار کیا تھا اسکو پورا کیا یعنے حضرت باری عزوجل کی توحید کے قائل ہوئے ہیں اور قانتین وہ ہیں کہ عبادات کی سب قسموں پر وہ قائم و مضبوط ہیں - اور منفقین وہ ہیں کہ اپنے بدنوں و جانوں کو اپنے مولی کی رضامندی میں صدقہ کرتے ہیں اور مستغفرین بالاسحار وہ لوگ ہیں جو کسی حال میں اپنے مولی عزوجل کی خدمتگذاری سے نہیں تھکتے ہیں - اور نیز **ابن عطا** رح نے فرمایا کہ صابرین وہ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو مکاشفات کے مطالعہ پر روکا ہے اور صادقین وہ ہیں جو اللہ تعالےٰ کی محبت میں سچے ہیں - اور قانتین وہ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کو اپنے مولی کی خدمتگذاری پر باندھ رکھا ہے اور مستغفرین بالاسحار وہ ہیں جو برابر دروازے پر پڑے ہیں اس انتظار میں کہ کیا انکو اجازت دیجاتی ہے - اور نیز فرمایا کہ صبر تو اہل محبت کا مقام ہے اور صدق عارفوں کا مقام ہے اور قنوت یعنے طاعت عابدوں کا مقام ہے اور خرچ کرنا مریدوں کا مقام ہے اور استغفار گنہگاروں کا مقام ہے -

**شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا**

گواہی دی اللہ نے کہ کسی کی بندگی نہیں سواے اسکے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے وہی حاکم انصاف کا کسی کو بندگی نہیں

**هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ**

سواے اسکے زبردست ہے حکمت والا

منزل ۱

شَهِدَ اللّٰهُ ۔ بین لخلقہ بالدلائل وانزال الآیات ۔ اللہ تعالیٰ کا گواہی دیتا ہے ف یعنے اسنے ظاہر کر دیا مخلوق کے واسطے باین طور کہ دلائل قائم
کیے اور آیتیں اتاریں کہ ۔ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ ۔ لامعبود بحق فی الوجود ۔ اِلَّا هُوَ ۔ کوئی معبود برحق موجود نہیں ہے مگر وہی ایک اللہ تعالیٰ وشہد
بذلک ۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ ۔ بالاقرار ۔ اور گواہی دی اسکے ساتھ ملائکہ نے باقرار کیونکہ تھوڑا منہ موجود ہے ۔ وَاُولُوا الْعِلْمِ ۔ من الانبیاء والمومنین ۔
بالاعتقاد واللفظ ۔ اور علم والوں نے یعنے انبیاء و مومنین نے اعتقاد کے ساتھ اور زبان سے کہنے کے ساتھ ۔ قَآئِمًا ۔ بتدبیر مصنوعاتہ ونصبہ
علی الحال والعامل فیہا معنی الجملۃ ای تفرد ۔ بِالْقِسْطِ ۔ بالعدل ۔ درحالیکہ قائم ہے متفرد وہ اپنے مخلوقات کی تدبیر میں عدل کے ساتھ ف پس یہ
حال واقع ہے اور عامل معنوی ہے یعنے جملہ بالا سے جو معنے نکلتے ہیں ای تفرد پھر توحید الوہیت کو مکرر فرمایا بقولہ تعالیٰ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ ۔
فی ملکہ ۔ الْحَكِيْمُ ۔ فی صنعہ کوئی الوہیت والا نہیں مگر وہی وہ غالب ہے اپنی سلطنت میں پختہ کار دانا ہے اپنی صنعت میں ف محی السنہ نے
معالم میں کہا کہ یہ آیہ وفد نجران کے حق میں نازل ہوئی اور کلبی رح نے کہا کہ شام کے احبار میں سے دو حبر آئے اور جب انھوں نے مدینہ منورہ کو
دیکھا تو کہا کہ یہ شہر بہت مشابہ ہے اس شہر سے جو پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا پھر جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے تو آپ کو صفت
سے پہچان کر کہا کہ آپ محمد ہیں ۔ فرمایا کہ ہاں ۔ بولے کہ آپ احمد ہیں فرمایا کہ میں محمد واحمد دونوں نام رکھتا ہوں بولے کہ ہم آپ سے ایک سوال کرتے
ہیں اگر آپ نے ہمکو اسکی خبر دیدی تو ہم ایمان لاوینگے آپ نے فرمایا کہ اچھا ۔ بولے کہ ہمکو خبر دیجئے کہ اللہ عزوجل کی کتاب میں کون سب سے بڑی
گواہی ہے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی پس دونوں آدمی مسلمان ہوگئے ۔ اور ابن عباس رض نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجسام سے
چار ہزار برس پہلے پیدا کیا اور ارواح سے چار ہزار برس پہلے رزق پیدا کیے پس اپنی ذات کے واسطے خود شہادت دی قبل اسکے کہ خلق کو پیدا کرے
اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل ہی تھا اور آسمان و زمین و خشکی و تری کچھ نہ تھی پس فرمایا شهد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو ۔ اور اللہ تعالیٰ کی شہادت
کے معنے کیا ہیں اس میں کئی قول مروی ہیں ایک وہ کہ مفسر نے اختیار کیا کہ شہد اللہ بمعنے بین اللہ ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا اور
زجاج نے کہا کہ شاہد وہ کہ ایک چیز کو جانکر اسکو بیان کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے جو پیدا کیا اس سے ہمکو اپنی وحدانیت پر راہ دی و ظاہر کر دی اور
بیضاوی رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو ظہور و کشف میں گواہ کی گواہی سے تشبیہ دی یعنے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اس درجہ ظاہر ہے کہ جیسے گواہ اپنی
آنکھوں دیکھی چیز پر یقینی گواہی دیتا ہے ۔ اور اس صورت میں شک نہیں کہ شہد بمعنے مجازی لیا گیا اور معالم میں ہے کہ مجاہد رح نے کہا کہ شہد اللہ بمعنے حکم اللہ
ہے اور یہ بھی مجاز ہے حالانکہ ملائکہ و مومنین سے شہادت حقیقی ہے پس ضرور ہوا کہ شہادت سے کوئی معنے ایسے عام لیے جاویں جو ان سب کو
شامل ہوں اور اس صورت میں عموم مجاز ہوگا اور مفسر رحمہ اللہ نے عموم مجاز سے گریز کرنے کے واسطے والملائکہ پہ شہد مقدر کیا ای وشہد الملائکہ پس
اول شہد مذکور بمعنے مجازی ہے اور دوم شہد مقدر بمعنے حقیقی ہے واللہ اعلم ۔ قولہ تعالیٰ واولوا العلم ۔ بعض نے کہا کہ اولوا العلم انبیاء ہیں اور بعض
نے کہا کہ مہاجرین و انصار ہیں اور بعض نے کہا کہ اہل کتاب یعنے یہود و نصاریٰ میں سے ایمان لانے والے لوگ ہیں اور سدی و کلبی رح نے کہا کہ سب
ایمان والے مراد ہیں خواہ انبیاء ہوں یا انکی امت ہوں اور یہی مفسر نے اختیار کیا اور یہی اوجہ ہے اسواسطے کہ وجہ تخصیص ظاہر نہیں ہے اور یہاں اولوا العلم
سے مراد وہ علماء ہیں جو کتاب اللہ تعالیٰ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف ہوں اور یہ ان کے واسطے بڑی فضیلت ہے ولیکن ضرور ہے کہ
اس طرح کے عالم پر اثر علم ظاہر ہو اور دین پر مستقیم ہو اسنے دنیا کی ہوس سے نہ پڑھا ہو واللہ اعلم اور یہ جو کہا گیا کہ اولوا العلم سے وہ علماء مراد ہیں جو دلائل و
حجتوں سے اللہ تعالیٰ کی توحید ثابت کرتے ہیں اور اس میں علم اصول دین یعنے علم کلام کی بزرگی ثابت ہے ۔ تو یہ جہالت ہے اور صحیح وہی ہے کہ علماء
ربانی اے فقہاء دین و علماء محدثین مراد ہیں اور علم کلام خود مذموم ہے چنانچہ امام احمد و امام ابو یوسف وغیرہ علماء سے اسکی مذمت مصرح

مروی ہی-اور بعض اکابر نے یہان ایک نکتہ لکھا کہ شہادت الٰہی اپنی ذات پاک کی توحید کے واسطے وہی اصل ہی لہذا قولہ انہ لا الٰہ الا ھو کو اپنی شہادت کے ساتھ فرمایا اور ملائکہ اولوا العلم کی شہادت اقراری و تصدیقی قرار دی فافہم-اور دوم قولہ لا الٰہ الا ھو مکرر فرمایا بغرض مزید اعتنا و اشعار بآنکہ اسکی تکرار افضل ہی اور جعفر صادق-رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اول تو وصف و توحید ہی اور دوم رسم و تعلیم ہی ای قولوا لا الٰہ الا ھو العزیز الحکیم پس حاصل یہ ہوا کہ اول توحید کی شہادت دیکر ثابت فرمایا پھر منکرین مانند وفد نجران وغیرہ کو اسپر ایمان لانے کا حکم دیا کہ گویا حکم اور اسکی دلیل کو جمع فرما دیا-اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین نے نبی صلی اللہ وسلم سے سنا درحالیکہ وہ عرفہ مین تھے کہ یہ آیت پڑھتے شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم قائما بالقسط لا الٰہ الا ھو العزیز الحکیم-اور مین بھی اسپر شاہد ہون ای پروردگار میرے رواہ احمد وابن ابی حاتم-اور محی السنہ نے اپنی اسناد سے غالب قطان سے روایت کی کہ مین کوفہ مین تجارت کو آیا تو اعمش رح کے قریب اترا انکے یہان آیا جایا کرتا-ایک رات جب مین نے بصرہ سے جانیکا قصد کیا تو مین نے دیکھا کہ اعمش کھڑے تہجد پڑھتے ہین پس وہ پہونچے اس آیہ تک شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملائکۃ الآیۃ-پھر اعمش نے کہا کہ مین بھی گواہی دیتا ہون اس گواہی کے ساتھ جسکی اللہ عزوجل نے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی اور اسکو ودیعت رکھتا ہون وہ میرے واسطے اللہ عزوجل کے پاس ہی-ان الدین عند اللہ الاسلام اور اسکو اعمش نے کئی بار کہا تو مین نے جی مین کہا کہ انھون نے ضرور اس بارہ مین کچھ سنا ہی پس مین نے صبح کی نماز اعمش رح کے ساتھ پڑھی اور ان سے وداع ہونا چاہا پھر مین نے انسے کہا کہ مین نے آپکو سنا کہ آپ یہ آیہ پڑھتے اور دہراتے تھے آپ نے اس مین کیا سنا ہی تو مجھسے فرمایا کہ تجھے کیا وہ خبر نہین پہونچی جو اسکے بارہ مین ہی مین نے کہا کہ مین آپ کے پاس دو برس سے ہون آپ نے مجھسے اسکے بارہ مین کچھ بیان نہین کیا تو فرمایا کہ واللہ تجھسے سال بھر تک نہ بیان کرون گا پس مین نے انکے دروازہ پر یہ روز لکھدیا اور مین ایک سال تک ٹھرا رہا پھر جب سال گذر گیا تو مین نے کہا کہ ای ابو محمد سال بھر تو گذر گیا فرمایا کہ مجھسے ابو وائل نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکا پڑھنے والا قیامت کے روز لایا جائیگا پس اللہ تعالے فرماوے گا کہ میرے اس بندہ کے واسطے میرے پاس ایک عہد ہی اور مین عہد وفا کرنے کا سزاوار ہون میرے اس بندے کو جنت مین داخل کرو-سراج المنیر-مین کہا کہ اس حدیث کو طبرانی و بیہقی رح نے بسند ضعیف روایت کیا اور مترجم کہتا ہی کہ شیخ ابن کثیر نے اسکو اپنی تفسیر مین بروایت طبرانی[له] نقل کیا اور کچھ کلام نہین کیا واللہ اعلم-ف-عرائس البیان مین ہی کہ قولہ تعالے شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم الآیۃ-اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات پاک کا عالم و دانا جیسا چاہیئے ویسا ہی پس اسنے اپنی ذات پاک کی توحید کے واسطے گواہی دیدی پہلے اس سے کہ قبل اور بعد اور خلق موجود ہووے پس اللہ تعالے کی اپنی ذات پاک سے آگاہ ہونے کے مقابل مین جہل کا نام ہی نہین اور اسکے اپنی ذات پاک کی معرفت کے مقابل مین ناشناخت ہی نہین اور اسکے اپنی ذات سے گواہی دینے کے مقابلہ مین کوئی عاجزی و وحشت ہی نہین ہی بلکہ او تعالیٰ عزوجل نے اپنی ذات پاک کو خود ہی وصف فرمایا اور اپنی ذات پاک کا خود ہی شکر کیا اسواسطے کہ خلق کو اسکی معرفت کے اور اسکی ذات پاک کے علم کی کوئی راہ نہین ہی پس او تعالے نے اپنی پاک ذات پر خود ہی ثنا و صفت بیان فرمائی کیونکہ اللہ عزوجل کو معلوم ہی کہ میری مخلوق تو میرے وجود پاک کی معرفت سے عاجز ہی پس عالم موجود ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی گواہی دینی اپنی ذات پاک کے واسطے اس سے مراد یہ ہی کہ بندون کو تعلیم ہو اور یہ انپر خاص مہربانی و لطف ہی ورنہ او تعالے پاک منزہ ہی خلق کے وجود سے بے پرواہ ہی وان اللہ لغنی عن العالمین-پس اللہ تعالے عزوجل کا اپنی ذات کے واسطے شہادت دینا یہ تو حقیقت ہی اور مخلوق کا اسکی شہادت دینا رسم ہی اور حقیقت کا ظہور حقیقت سے ہوا اور وہ حقیقت ہی کی طرف عود کریگی اور رسم کا ظہور رسم سے ہوا اور وہ رسم ہی کی طرف عود کرے گی اس واسطے کہ او تعالے

[له] اور ابن کثیر [illegible]

قدیم ہی اور باقی جو کچھ ہی سب حادث ہی اور قدیم تو حدوث سے ازراہ علم ورسم وحقیقت سب طرح وسب وجہ سے منفرد ہی حدوث کو قدم سے ان وجوہ
مین کسی طرح کا لگاؤ ہی نہین ہی پھر اللہ تعالے نے ملائکہ کو پیدا کیا اور اپنی قدرت کے نور سے ایک ذرہ انکے لیے کشف کیا پس انھون نے نور قدم سے
ایک نور چن پایا جس کی روشنی مین انھون نے اللہ عزوجل کے افعال قدیمہ کے آثار کو دیکھا پس گواہی دی کہ وہ پاک ذات قدیم موجود تھا اور اسکی وحدانیت
دائمی سرمدی ہونے کی گواہی دی اور یہ انکے عبودیت مین رسم تھی کچھ ربوبیت مین سے حقیقت نہ تھی پس اللہ تعالے اُن سے امور رسم پر راضی ہوا
اور حقیقت و وصف سے عاجز نہین کیے گئے پھر اللہ تعالے نے انبیا و اولیا کو پیدا کیا اور بیس لاکھ برس ان کے اجسام پیدا کرنے سے
پہلے ان کی ارواح مین اپنے جمال ذات کے انوار کو ظاہر فرمایا پس انھون نے اسکے نور سے اسکے جمال جلال کو دیکھا یعنے تجلی جمالی سے انھون
نے تجلی جلالی کی راہ پائی اور اسکی عظمت کی کُنہ اور جبروت کی کبریائی کو دیکھکر حیران رہ گئے اور اسکی ذات پاک جل جلالہ کی ثنا و صفت
و شکر کرنے سے عاجز رہ گئے تب اللہ تعالے نے ان کو باین طور خطاب فرمایا کہ اپنی ذات پاک ان پہچنوائی اور فرمایا کہ الست بربکم قالوا بلی
شہدنا کیا مین تمھارا پروردگار نہین ہون بولے کہ تو ضرور ہمارا پروردگار ہی ہم اسکے گواہ ہوئے پس اُنھون نے مقام خطاب مین اقرار کرنے کے
بعد گواہی دی پس ان کی گواہی بطریق رسم تعلیم ہی اور یہ حقیقت طرز قدیم نہین ہی پھر ملائکہ کی گواہی مین اور بنی آدم مین سے اہل علم کی گواہی مین
فرق یہ ہی کہ ملائکہ نے تو ازراہ یقین کے گواہی دی اور اولوا العلم نے ازراہ مشاہدہ گواہی دی۔ اور نیز ملائکہ کی گواہی تو دیدار افعال سے ہی اور
علما کی گواہی دیدار صفات سے ہی۔ اور نیز ملائکہ کی گواہی تو عظمت الٰہی عزوجل دیکھنے سے ہی اور علما کی گواہی بسبب دیدار جمال کے ہی اسیوجہ
سے ملائکہ کے دیدار سے خوف پیدا ہوتا ہی یعنے وہ لوگ خوفناک ہوتے ہین اور علما کے دیدار سے انکو امید پیدا ہوتی ہی پھر جاننا چاہیے
کہ علما کی گواہی باہم متفاوت ہی پس بعض کی گواہی تو مقامات سے ہی اور بعض کی گواہی حالات سے ہی اور بعض کی گواہی مکاشفات سے ہی
اور بعض کی گواہی مشاہدات سے ہی اور جو لوگ کہ اہل علم مین سے خاص ہین وہ لوگ اسی کے لیے شہادت پاکر ایک قدم ادا کرتے ہین یعنے
قدم ان کو علم سے حاصل ہوتا ہی اور وحدانیت کے جمال سے نور توحید انکو ظاہر ہو جاتا ہی پس انکی گواہی تو شہادت حق مین مستغرق ہی اسواسطے کہ
وہ دیدار قدم سے محو ہو رہے ہین۔ اور **سہل بن عبداللہ** رحمہ اللہ سے اس آیت مین دریافت کیا گیا تو کہا کہ حق عزوجل نے بذات خود اپنے مشاہدہ ذات
پاک کی گواہی دی اور اپنی مخلوق مین سے جسکو چاہا اسکو اسکے پیدا کرنے سے پہلے گواہ کر لیا اور اس گواہی کا نفع انھین مخلوق کی طرف راجع ہوا
پس اس مین تنبیہ ہی کہ او تعالے ہر مخلوق کے وجود سے پہلے اسکے موجود ہونے کا دانا ہی اور کوئی اسکے حکم سے تجاوز نہین کر سکتا ہی۔ اور
**شیخ ابن عطا** رحمہ اللہ نے قولہ شہد اللہ کے رمز مین ذکر فرمایا کہ اللہ جل جلالہ نے ہم بندون کو بذات خود اپنی ذات پاک کی طرف پاک نامون سے
راہ بتائی اور اس مین اسکے پروردگار ہونے کا اظہار ہی اور اسکے صفات ثابت ہونے کا بیان ہی پس ہم عاجزون کے لیے اسنے اپنے کلام و نامون
مین گواہ و راہبر کر دیا اور یہ اسی واسطے کیا کہ اللہ تعالے نے اپنی ذات پاک کی توحید فرمائی اور اسکے ساتھ کوئی نہ تھا اور گواہ اسپر اسی کی توحید تھی اور
ہو نہین سکتا کہ حقیقت کی راہ سے اسپر کوئی گواہ ہو سکے سوا اسکی ذات پاک کے کیونکہ وہی شاہد ہی اور اسکے ساتھ کوئی شاہد نہین پھر اس نے
اپنے مخلوق کو اپنی گواہی کی طرف بلایا پس مخلوق مین سے جسکی گواہی اسکی گواہی کے موافق پڑی اس نے توحید مین سے اپنا حصہ پایا اور جو
اس سے محروم رہا وہ گمراہ ہوا۔ اور **ابن عطا** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنی ذات پاک کے واسطے گواہی دی کہ وہ فرد و صمد و ہمیشہ سے
ہمیشہ رہنے والا ہی پھر خلق کو پیدا کیا پھر انکو اس کلمہ کی پرستش و عبادت مین مشغول کیا سو مخلوق اسکی عبادت حقیقی کی تاب نہین رکھتے ہین۔
اسواسطے کہ اللہ تعالے کی گواہی اپنی ذات پاک کے واسطے تو حقیقی ہی اور ان لوگون کی گواہی اسکے ساتھ رسمی ہی پھر حقیقت و رسم کہین برابر

ہو سکتے ہین اور ابو عبد اللہ قرشی نے قولہ شہد اللہ کے اشارہ مین فرمایا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے تعلیم و لطف و ارشاد اپنے بندون کو ہے یہانتک کہ انھون نے اللہ تعالےٰ کے واسطے اسکی گواہی ادا کردی اور اگر انکو اس بات کی تعلیم نہ فرماتا تو وے لوگ ہلاک ہوجاتے جیساکہ معارضہ کیوقت ابلیس ملعون ہلاک ہوا ہو اور بعض نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی گواہی اپنی ذات کے واسطے جس چیز کے ساتھ گواہی دی ہو وہ سچی گواہی ہو اور حال یہ ہو کہ گواہی سوائے سچون کے اور کسی سے قبول نہین ہوتی ہو پس ظاہر ہوا کہ توحید کی لیاقت سوائے سچون کے اور کسی کو نہین ہو اور ابو یزید رحمہ اللہ علیہ نے ایک روز اپنے مصاحب لوگون سے کہا کہ گذری رات مین صبح تک مین اس کوشش مین رہا کہ لا اِلٰہ اِلا اللہ کہون مگر مجھے اس پر قدرت نہوئی تو پوچھا گیا کہ یہ کیون۔ شیخ نے کہا کہ مجھے ایک کلمہ یاد آگیا جو مین نے اپنے بچپن مین کہا تھا اسکی وحشت میرے سامنے آگئی اس لیے مجھکو ایسا کہنے سے منع کردیا اور مجھے تعجب ہوتا ہو ایسے شخص سے جو اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتا ہو حالانکہ وہ اپنی صفات مین سے کسی صفت سے متصف رہے اور **شیخ شبلی** رح نے کہا کہ مین نے جب کبھی اللہ کہا تو ضرور اپنی حرکت پر استغفار کرلیا اسواسطے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہو شہد اللہ انہ لا اِلٰہ الا ھو پھر مخلوق مین سے کون شخص سکے لیے یہ گواہی دے سکتا ہو مگر ان چونکہ حکم دیا گیا ہو لہذا زبان سے کہہ دیتے ہین یا حکم سے علاوہ بطور غفلت کے بھی کہہ دیتے ہین **قال المترجم** مراد یہ ہو کہ بندون کو شہدان لا اِلٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ کہنے کا حکم دیا گیا پس بایزید رحمہ اللہ و شبلی سب اسکو کہین گے اور اُمید ہو کہ اللہ تعالےٰ قبول فرماوے اب رہا یہ امر کہ جیسی چاہیے ہو ویسی شہادت ادا کرو تو یہ سب لوگ سخت نادم و کمال مجبور ہین کہتے نہین اور کہتے ہین کہ کہہ نہین سکتے اور کہتے ہین تو استغفار کرتے ہین اس حال مین پڑے ہین واللہ اعلم اور **ابن عطاء** نے فرمایا کہ پہلے پہل جو حقائق بقا مین اللہ تعالےٰ کی معیت مین متصف ہوئے تو سوائے حق عزوجل کے سب چیزون سے فانی ہوئے یہان تک کہ اللہ عزوجل کے ساتھ باقی رہے **قال المترجم** اس کلام کے معنے یہ ہین کہ لا اِلٰہ الا اللہ کے معنے مین جب ان لوگون نے اللہ عزوجل کے وجود کی گواہی دی تو اسکے وجود کے سامنے اسکے ماسوائے کل چیزون سے حتی کہ اپنی جان سے بھی فنا ہوگئے پس وجود باری عزوجل کے ساتھ باقی رہے اور یہ اقرار صادق ہو واللہ تعالےٰ اعلم اور **شیخ شبلی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لا اِلٰہ الا اللہ کی گواہی دینے کے دس حرف ہین چھ ظاہر مین اور چار باطن مین پس ظاہر کے حروف مین سے اول ذکر الٰہی بلا ریا کے۔ دوم ادائے حکم بلا عیب و بدون تقصیر کے سوم نفس کا روکنا حرام چیزون سے چہارم مومنون کو نصیحت کرنا یعنے جو بھلائی اپنے واسطے چاہتا ہو وہ انکے واسطے بھی چاہے پنجم گناہون سے بھاگنا ششم نفس سے دشمنی کرنا۔ اور رہے وہ جو کہ باطن مین ہین سو ایمان و معرفت بقلب ہو اور نیت و خشوع ہو اور فکر کرنا اور توفیق پر نظر رکھکر مضبوط مستقیم رہنا پس جس شخص نے یہ سب باتین ادا کین اسنے البتہ اللہ تعالےٰ کے واسطے گواہی ادا کی۔ اور **شیخ شبلی** رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ فقط اللہ کیون کہتے ہین لا اِلٰہ الا اللہ کیون نہین کہتے ہین بولے کہ قول ایک آفتاب ہو کہ اسکا گم ہونا اسکے ثبوت سے مغلوب ہوتا ہو پھر جب گم ہونا ہی محال ہو تو کس سے مغلوب ہونے کی حاجت رہی۔ **قال المترجم** شاید یہ اشارہ ہو کہ وجود باری تعالےٰ عزوجل ازلی ابدی قدیم ہو اسپر عدم محال ہو تو اثبات وجود کی حاجت کیا ہو کیونکہ اثبات ایسی چیز کا کرتے ہین کہ جسکے اثبات سے اسکی نفی نہ رہے اور یہان نفی بالکل محال ہو واللہ اعلم بمراد عبادہ۔ پھر **شیخ شبلی** رح نے کہا کہ اور بھلا نفی ایسی ہی چیز کی تو کی گئی ہو جسکا ہونا محال ہو اور بھلا اثبات ایسی ہو شئے کا تو کیا گیا ہو جس کا گم ہونا محال ہے **قال المترجم** شاید مراد یہ ہو کہ کلمۂ توحید مین نفی آلہ کی ہو اور وہ خود مستحیل الوجود ہو اور اللہ تعالےٰ کا اثبات ہو حالانکہ وہ ایسا ہو کہ عدم اسکی شان مین محال ہو فافہم۔ اور **مزنی** رحمہ اللہ نے کہا کہ **شیخ ابن منصور** رح مکہ مین داخل ہوئے پس اُنسے سوال کیا گیا کہ چیونٹی اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہو اور توحید کیا ہو پس انھون نے

اس باب مین کلام کیا یہانتک کہ ہم توحید کو بھول گئے اور ہمنے کہا کہ یہ حق عزوجل کے ساتھ لائق ہی باین حیثیت کہ لعت وامر سے اسکے ساتھ راضی ہوا اور یہ وصف وحقیقت سے اسکے ساتھ لائق نہین ہی جیسے کہ وہ ہمارے شکر سے بمقابلہ اپنی نعمتون کے راضی ہوا حالانکہ ہمارا شکر اسکی نعمتون کے مقابلہ مین کہان ہی اور کہا کہ جب تک تو اشارہ کرتا ہی تب تک موحد نہین ہی یہانتک کہ حق عزوجل تیرے اشارے پر غالب ہو باین طور کہ اشارہ کو تجھسے فنا کردے پس نہ اشارہ ہی اور نہ اشارہ کرنے والا اور **شیخ ابو سلیمان دارانی**رح نے فرمایا کہ تو اپنے پروردگار کی رضامندی چاہتا ہی اور اپنے مال سے بخل کرتا ہی اور اسکی طاعت کرنے سے عاجز ہوتا ہی ایسا ہرگز نہین ہوسکتا پس اللہ تعالےٰ کی گواہی دینے والا درحقیقت وہ شخص ہی جو اپنی روح ونفس اور قلب کی چیز سے اللہ تعالی کی رضامندی مین بخل نہین کرتا ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ شہد اللہ بمعنے علم اللہ ہی کیونکہ اوتعو کو کمال علم سے اپنا علم کامل ہی اور شہادت تو ایسی ہی خبر دینے کو کہتے ہین جو دانستگی سے ہو اور اسلام کے اصول وفروع ہین وہ سب ایک جڑ سے اُگے ہین اور وہ وحدانیت ہی۔ اور قولہ اولوا العلم۔ کے معنے مین کہا گیا کہ علما تین قسم کے ہین ایک وہ کہ اللہ تعالےٰ کے اوامر و احکام کا جاننے والا ہو اور وہ علماے شریعت ہین اور دوم جو اسکے اوصاف وصفات کا دانا ہو اور وہ علماے سنت ہین اور سوم عالم باللہ وباسمائہ اور یہ علماے ربانی ہین۔ قولہ ھو العزیز الحکیم۔ عزیز وہ ہی کہ اسکے قدیم ہونے کی کنہ تمام مخلوق کے مطالعہ سے ممتنع ہو یعنے کوئی مخلوق اسکی کنہ کو ہرگز نہ پہونچ سکے اور نیز عزیز وہ ہی کہ اسکا وصف کوئی بیان نہ کرسکے مگر بطور رسم کے جس طرح اس نے اپنے آپ کو وصف فرمایا۔ اور حکیم وہ ہی کہ اسنے اپنی ذات کے واسطے حقیقی گواہی دی اور بندون کے واسطے اسی کی رسم مقرر کردی۔ اور نیز حکیم وہ ہی کہ اس نے مخلوق کو اپنی ذات سے محجوب کیا کہ اسکو دیکھ نہین سکتے ہین کیونکہ ان کے دلون مین اسکی توحید کی رسم حاصل ہوئی ہی اور یہ رسم توحید جو بندون کو حاصل ہوئی وہ خیال کے لگاؤ سے ہی اور حقیقت توحید جو اسکے جلال وعظمت سے ظاہر ہوتی ہی وہ اسکے برخلاف ہی جو انکے دلون مین خطور کرتی ہی اور بعض نے کہا کہ عزیز وہ ہی کہ جو ایسا زبردست غالب صاحب منعت ہی کہ اس تک کسی موحد کی توحید اور کسی صفت کرنے والے کا وصف نہین پہونچتا ہی الا اسی طور پر کہ انکو حکم دیا گیا ہی وہ حکم کی فرمانبرداری پر توحید کرتے اور وصف کرتے ہین اور حکیم ہی اس چیز مین جسکی اپنے واسطے گواہی فرمائی ہی۔

**قال المترجم** مراد یہ ہی کہ توحید وتجید وتحمید کا حکم بندون کو دیا گیا ہی باین معنے وہ اللہ تعالی کی فرمانبرداری کرتے ہین اور قبول ہوتی ہی ورنہ درحقیقت یہ لوگ اسکا وصف وحمد وتوحید کچھ ادا نہین کرسکتے ہین صرف اسکی شہادت کی رسم ادا کرتے ہین یعنے اصل معنے وہ چیز تو وہی خود جانتا ہے اور یہ لوگ نقش ورسم کے طور پر شاہد ہین اور وہ محض کرم وفضل سے اسی کو بندون سے قبول فرماتا ہی۔

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ

دین تو اللہ کے یہان یہی اسلام ہی اور نہین پھوٹ ڈالی ان لوگون نے جنکو کتاب دی گئی تھی مگر بعد ازانکہ پہونچ چکا

الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

انکو علم یہ آپس مین ایک دوسرے کی ضد سے اور جو منکر ہو اللہ کی آیتون سے تو اللہ جلد حساب لینے والا ہی

إِنَّ الدِّينَ۔ المرضی۔ عِندَ اللَّهِ۔ ھو۔ الْإِسْلَامُ۔ ای الشرع المبعوث بہ الرسل المبنی علی التوحید۔ وفی قراءة بفتح ان بدل من انہ بدل اشتمال۔ دین ایسا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک پسندیدہ ہی وہ اسلام ہی ہی یعنے وہ شرع کہ جسکے ساتھ رسول بھیجے گئے کہ وہ توحید پہ مبنی ہی۔ اور کسائی کی قراءة مین ان بالفتح ہی پس یہ جملہ انہ لا الٰہ الا ھو سے بدل اشتمال ہی یعنے اللہ تعالےٰ وملائکہ واہل علم نے گواہی دی کہ لا الٰہ الا اللہ یعنے دین مرضی فقط اسلام ہی تو یہ بالفتح قراءة کی صورت مین انہ لا الٰہ الا ھو۔ کا کل یا جزو نہین بلکہ ملابس ہی پس بدل اشتمال ہی

اور اگر دین کی تفسیر ایمان سے یا متضمن بایمان کیجاوے تو بدل الکل ہوگا پھر جمیع اُمتون مین یہی معروف تھا کہ اللہ تعالےٰ کے یہان دین فقط توحید ہے
وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ - ای الیہود والنصاری فی الدین بان آمن بعض وکفر بعض اِلَّا مِنْ بَعْدِ
مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ - بالتوحید - بَغْيًا - من الکافرین بَيْنَهُمْ - یعنے یہود و نصاری نے نہین اختلاف کیا
دین مین باین طور کہ بعض توحید پر رہے اور بعض کافر ہوگئے مگر بعد اسکے کہ پہونچ گیا تھا انکو علم توحید اسوجہ سے کہ کافرون نے باہم ضد کر لی
یعنے جو توحید پر رہے وہ تو بیچارے راہ پر تھے اور بغاوت کافرون ہی کی طرف سے ہوئی بطلب ریاست و مال و جاہ اسوجہ سے کہ انکو علم نہین پہونچا تھا
اور توحید سے آگاہ نہ تھے اسوجہ سے شبہہ مین تھے۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ - ای المجازاۃ لہ - اور
جس نے آیات الٰہی کے ساتھ کفر کیا تو اللہ تعالےٰ جلد حساب کرنے والا ہے یعنے کافر و باغی کو جلد اسکے کفر کا بدلا دینے والا ہے کیونکہ دنیا روز چند ہے اور
اور جو مرا اسکی قیامت قائم ہوئی زجاج نے کہا کہ دین تمام اس چیز کا نام ہے جسکے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اپنی خلق کو متعبد کیا اور اسکے قائم رکھنے کا
حکم دیا۔ اور اسلام یعنے دخول فی السلم ای بندگی و فرمانبرداری کرنا اور جمہور علما کے نزدیک اسلام یہان بمعنے ایمان ہے اگرچہ اصل لغت مین دونون
متغائر ہین اور اختلاف حنفیہ وشافعیہ کا باین طور کہ اسلام و ایمان بمعنے واحد ہے عند الحنفیہ اور متغائر ہے عند الشافعیہ یہ اختلاف محض لفظی ہے
اصل معنے مین کچھ اختلاف نہین کیونکہ اسلام شرعی بالاتفاق یہی ہے جسکو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا اور اسی پر انبیاء سابقین علیہم السلام کو
بھیجا اور یہی ابراہیم علیہ السلام نے کہا اسلمت لرب العالمین اور اسی کی وصیت ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹون کو فرمائی تھی
اور یہ بمعنے ایمان ہے اور رہا اسلام بمعنے انقیاد تو وہ کسی کے نزدیک مرادف ایمان نہین ہے اور ضحاک سے روایت ہے کہ نہین بھیجا اللہ تعالیٰ نے
کسی رسول کو مگر باسلام۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ورضیت لکم الاسلام دینا مین نے تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔ پھر ان الدین اگر بکسر ان
پڑھا گیا جیسے کہ جمہور کی قراءت ہے تو یہ جملہ مستانفہ اور اگر بالفتح پڑھا گیا تو کشاف وغیرہ مین ہے کہ وہ انہ لا الٰہ آہ کا بدل ہے مفسر رح نے اسی کی
تبعیت کی اور شیخ ابو حیان نے کہا کہ یہ ضعیف ہے اسواسطے کہ بدل و مبدل منہ کے درمیان فصل باجنبی لازم آتا ہے اور کہا کہ صواب یہ ہے
کہ وہ الحکیم کا معمول بحذف جار ہے ای العزیز الحکیم بان الدین عند اللہ الاسلام اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس رض نے اول انہ بکسر پڑھا
اور ان الدین بالفتح پڑھا ہے اور بیضاوی مین ہے کہ اس قراءۃ پر معنے باین طور ہین کہ شہد کا فعل ان الدین پر واقع ہے اور ان دونون کے درمیان
جملہ معترضہ ہے یعنے گواہی دیتا ہے اللہ تعالیٰ یہ کہ دین پسندیدہ اللہ تعالےٰ کے یہان اسلام ہے اور درمیان مین جملہ معترضہ کا فائدہ تعظیم شہادت ہے
فتامل۔ قولہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب الآیہ۔ اسمین خبر دی کہ یہود و نصاری کا اختلاف محض بغی کی وجہ سے تھا بعد ازانکہ ان کو معلوم ہوگیا کہ اسلام
مین داخل ہونا واجب ہے اسوجہ سے کہ ان کی کتابون مین جو انکے انبیا پر نازل ہوئین اس کی پسندیدگی و حقیت اللہ تعالےٰ کے نزدیک متقرر ہے
اور اخفش رح نے کہا کہ کلام مین تقدیم و تاخیر ہے و معنے یہ ہین کہ نہین اختلاف کیا ان لوگون نے جو دیے گئے کتاب یعنی بنی اسرائیل نے باہم آپس کی
بغاوت و ضد سے الا بعد ازانکہ انکو علم حاصل ہو چکا تھا۔ اور جو عنوان کہ آیۃ کریمہ مین ہے بتقدیم و تاخیر اس مین ان لوگون کی تقبیح زیادہ ہے اس لیے کہ
کتاب الٰہی حاصل ہونے کے بعد اختلاف کرنا ہی قبیح ہے پھر الا من بعد ما جاءهم العلم۔ سے اور زیادہ قبح ظاہر ہوا کیونکہ بعد علم کے اختلاف بدتر قبیح ہے
پھر قولہ بغیا بینہم مین تیسری زیادتی قباحت سے ہے کہ وہ محل حصر مین ہے اور الکتاب توریت و انجیل وغیرہ ہے اور لام اس مین جنس کے واسطے ہے پھر
ان مین اختلاف واقع ہونے سے مراد کون اختلاف ہے تو بعض نے کہا کہ اختلاف توحید ہے باین طور کہ بعض توحید پر رہے اور بعض مشرک ہوے
اور ان لوگون نے راہ راست کو جھگڑے مین چھوڑ دیا اور دوسرے مقام پر فرمایا فهدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ سے یعنے ۱۵

پھر اللہ تعالےٰ نے مومنین اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ارادہ سے اس حق کی ہدایت کی جس مین اہل کتاب نے اختلاف ڈالا تھا۔ اور بعض نے کہا باین طور کہ نصاریٰ نے تین خدا کا اعتقاد کیا۔ تعالی اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً۔ اور یہود نے عزیر کو خدا کا بیٹا بنایا نعوذ باللہ من کفر ہولاء۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ نبوت اگر ہوتی تو ہم مستحق تھے نہ قریش کہ وہ تو بے پڑھے امی لوگ ہین اور بعض نے کہا کہ اختلاف اسلام مین ہی کہ اگلے اہل کتاب مین سے بعض نے کہا کہ وہ حق ہی اور بعض نے کہا کہ مخصوص بعرب ہی اور بعض نے مطلقاً اسکی نفی کی۔ اور جو پہلے ذکر کیا گیا وہی اصح ہی اور مابعد کے اقوال سب اسی کی طرف راجع ہو سکتے ہین اور قول اول کی مویدیہ بات بھی ہی کہ آیہ کریمہ وفد نجران کے قصہ مین ہی اور وہ توحید کے قائل نہ تھے باوجودیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اور انجیل مین توحید کی تعلیم ہی اور آیات مابعد بھی اسی کی مؤید ہین ف ۲

**قال الشیخ فی العرائس** قولہ تعالےٰ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اسلام یہ ہی کہ جو حق عزوجل کی مراد ہی اسپر راضی ہو اور جو اسکی قضاوقدر پہونچے اسپر ایک حال رہے باین طور کہ سر باطنی مستقیم رہے اور ظاہر مین اضطراب پیدا نہ کرے اور محنتِ بلا نازل ہونے کے وقت اپنے آپ مین ایک لذت پاوے اور **شیخ ابو عثمان** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دین وہ ہی جو تیرے واسطے سالم ہو بدعتون اور گمراہون اور خواہش نفسانی سے اور تو اس مین سالم رہا ریاکاری و شہوت خفیہ اور لوگون کی طرف نظر رکھنے اور اپنی عبادت کو بزرگ سمجھنے سے **قال المترجم** یعنے دین وہ راہ ہی کہ جو اللہ تعالےٰ واسکے رسول نے بتلائی بدون اسکے کہ اس مین کوئی بدعت یا گمراہی یا ہوائے نفسانی کی بات نکالی جاوے خواہ اعتقادات مین جیسے خوارج و روافض و معتزلہ وغیرہ فرقے ہین اور خواہ عملیات مین ہو جیسے مثلاً عید کی نماز سے پہلے عیدگاہ مین نفلین پڑھنا اور ان باتون کی تعداد بہت کثیر ہو گئی ہی اگر کوئی شخص بیان کرنا چاہے تو شاید متعذر ہی کیونکہ ہر فرقہ نے اپنی خواہش سے ہزارون باتین ایجاد کی ہین اور طول سے بیان کرنے مین کچھ فائدہ بھی نہین کیونکہ بدعتون سے بچنا تو اس طرح ہی کہ جو حکم اللہ تعالےٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اور جو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین ثابت ہی پس اسی پر عمل کرے اور اسی کا اعتقاد رکھے اور ماسوائے اسکے کل باتون سے پرہیز کرے خواہ ایسی ہون کہ کسی نے اسکو نکالا اور اسپر بہتون نے عمل کیا اور کرتے چلے جاتے ہین اور خواہ ایسی ہون کہ کوئی اب نکالے۔ اللّٰھم رب احفظ الاسلام من شر البدعۃ ووفق اہلہ للسنۃ انت علی کل شئ قدیر۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسلام کے دین پر وہ شخص ہی جو خلق کی طرف نظر رکھنے سے سلامت ہو اور شہوات نفسانی سے اسکا دل سلامت ہو اور اسکے دل کے خطرون سے اسکی روح سلامت ہو **قال المترجم**۔ یہ بیان اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہی کہ آپ نے فرمایا مسلمان وہ ہی جسکے ہاتھ و زبان سے مسلمان لوگ سلامت رہین۔ اور مہاجر وہ ہی جسنے گناہون کو چھوڑ دیا اور نیز حدیث مین ہی کہ مجاہد وہ ہی جسنے اپنے نفس سے جہاد کیا اور حدیث مین ہی کہ دین نصیحت یعنے خیر خواہی ہی **قال الشیخ** اور بعض نے فرمایا کہ اسلام کے چار رکن ہین تواضع۔ اُلفت۔ غصہ پی جانا۔ صبر کرنا۔ جب یہ چارون پورے ہوے تو ان سے اور چار کمالات حاصل ہوتے ہین تواضع سے توکل۔ اور اُلفت سے تسلیم۔ اور غصہ پی جانے سے تفویض۔ اور صبر سے رضا۔ **قال المترجم** حدیث مین ہی کہ جسنے اللہ تعالےٰ کے واسطے تواضع کی اپنے آپ کو نیچا کیا تو اللہ تعالےٰ اسکو بلند کر دیتا ہی رواہ البیہقی وغیرہ اور توکل کے یہ معنے ہین کہ جو کام کرے اسپر بھروسا اللہ تعالےٰ پر ہو یہ نجانے اگر ایسا کرتا تو یہ ہوتا اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اسپر یہ مصیبت کیون آتی کیونکہ یہ سمجھنا حماقت ہے اور یہ معنے نہین ہین کہ ادمی ہاتون توڑ کے بیٹھ جاوے بلکہ محنت و کام کرے مولوی روم علیہ الرحمۃ کہتے ہین ~ کسب کن پس برجبار کن یعنے کام دکمائی کرنا چاہیے لیکن یہ سمجھنا نہ چاہیئے کہ میرے کام ہی سے ملیگا بلکہ یہ سمجھے کہ دینے والا اللہ تعالےٰ ہی اور رہی اُلفت تو یہ ایک عجیب چیز ہی وہ اسلام مین ایک رُخ بخدائے عزوجل کہ وہی اصل ہی اور اسی کو محبت کہتے ہین کہ بندہ سوائے خدا کے اپنے

آپ سے بھی محبت نہین رکھتا تو زن و فرزند و مال و متاع وغیرہ کا کیا مرتبہ ہی اور اللہ تعالے کی محبت وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی کہ من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اسکی خبر دیتا ہی اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مین کوئی مومن اس وقت تک نہوگا جب تک کہ ایسا نہو جاوے کہ مین اسکے نزدیک اسکے ماں و باپ و سب لوگون سے محبوب نہو جاؤن رواہ البخاری و مسلم وغیرہما اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ شان تھی کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہنے والا انکا باپ ہوتا یا بیٹا یا آپ کے مقابلہ مین لڑنے آتا تو اسکو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے اور آپ کیواسطے سینہ سپر ہو جاتے تھے پھر آپ ہی کی محبت سے آپ پر جتنے ایمان لانے والے تھے ایک دوسرے کو اپنی جان کے برابر چاہتا تھا اور یہ اول احسان و نعمت اللہ تعالے کی تھی چنانچہ فرمایا الف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ تمھارے دلون مین الفت ڈال دی کہ تمنے اسکی نعمت سے صبح کی درحالیکہ تم بھائی بھائی ہو۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مضمون فرمایا کہ اگر تو خزانہاے زمین خرچ کرتا تو بھی ان کے دلون مین باہم یہ الفت نہ ڈال سکتا۔ اور حضرت صلعم نماز مین جب کندھے ملاکر کھڑا ہونے کا حکم دیتے تو فرماتے کہ پھوٹ مت ورنہ اللہ تعالے تمھارے دلون مین پھوٹ ڈال دیگا اور یہ حدیث صحیحین مین ہی اور اللہ تعالے نے کافرون کی مذمت مین کہا ہی کہ قلوبھم شتی یعنے وے ظاہر مین ملے ہین اور دل انکے آپس سے پھوٹے ہین اور حضرت امام مہدی آخر الزمان رضی اللہ عنہ کے لوگون کی صفت مین آیا ہی کہ ستر برس تک کسی دو مسلمانون مین پھوٹ نہوگی اور امام غزالی وغیرہ اکابر نے جماعت نماز جمعہ و عید وغیرہ کے نکات و اشارات مین ایک نکتہ الفت باہمی بھی بیان کیا ہی اور اس باب مین احادیث و آثار و اقوال کثرت سے ہین پھر افسوس اس زمانہ مین کہ مسلمان دنیا کی باتون مین اور دین کی باتون مین بلکہ ناحق بے واسطہ ایک دوسرے کے بدخواہ ہین اگر یہ راہ چھوڑ دین اور چاہے کسی کے ساتھ نیکی کرین یا نہ کرین دل سے اسکے خیر خواہ ہون تو اللہ تعالے کے نزدیک انکا عذر ہی اور حدیث صحیح مین ہی کہ تم مین سے کوئی مومن نہین جب تک کہ اپنے بھائی کے واسطے وہی نہ چاہے جو اپنے واسطے چاہتا ہی اور اللہ تعالے نے فرمایا کہ ان اللہ لایغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ یعنے اللہ تعالے نہین بدل ڈالتا جو حال کسی قوم کا ہوتا ہے یہانتک کہ وہی لوگ بدل ڈالتے ہین جو انکے دلون مین تھا۔ یعنے اپنی نیتین و عادتین خراب کر دیتے ہین تب اللہ تعالی انکی حالت بدل دیتا ہی بہرحال مین اسکے فضائل کہان تک بیان کرون خود سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام مین یہ بڑا رکن ہی جیساکہ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا حالانکہ ناواقف آدمی کو اس کلام شیخ سے تعجب ہوا ہوگا کہ ارکان اسلام تو حدیث مین مذکور ہین اور شیخ نے یہ کیسے ارکان بیان کیے ہین۔ اور تسلیم سے یہ مراد ہی کہ جو امر الٰہی خواہ ہلکا یا بھاری تقدیر سے پیش آوے یا اسکے احکام کی بجاآوری مین پیش آوے اسکو اچھی طرح مانے اور تفویض یہ ہی کہ ہر طرح اپنے آپ کو اور اپنے کام کو اللہ تعالے کے سپرد کرے اور غصہ پی جانے کی تفسیر انشاء اللہ تعالے والکاظمین الغیظ الآیۃ کی تفسیر مین آوے گی۔ قال الشیخ اور حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب بندہ کا اسلام اس طرح ہو کہ وہ نعمتون کو اللہ تعالے کی طرف سے پہچانے اور اسی پر توکل کرے اور اسکے حکمون کو تسلیم کرے تو مسلمان ہی اور اگر ایسا نہو تو وہ حقیقت اسلام پر نہین ہی بلکہ نام کا مسلمان ہی

فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيِّينَ ءَأَسْلَمْتُمْ

پھر اگر تجھسے جھگڑین تو کہہ کہ مین نے تابع کیا اپنا منھ اللہ کے حکم پر اور جو کوئی میرا پیرو ہی اور کہہ دے ان لوگون کو جو کتاب دیے گئے تھے اور بے پڑھون کو کہ بھلا

فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۖ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيرٌۢ بِالْعِبَادِ (۱۱) ع

تم بھی تابع ہوتے ہو سو اگر تابع ہوے تو راہ پر آئے اور اگر دے لوگ منھ موڑ بیٹھے تو تیرا ذمہ یہی ہی پہونچا دینا اور اللہ کی نگاہ مین ہین سب بندے

فَإِنْ حَاجُّوكَ۔ خاصمک الکفار یا محمد فی الدین پھر اگر جھگڑین تجھسے کافر لوگ ای محمد دین اسلام مین یعنے مثلاً نصرانی کہین کہ دین تو

نصرانیت ہو اور یہود کہیں کہ نہیں دین تو دین یہود ہو اور یہ نہ مانیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں دین فقط دین اسلام ہی۔ فَقُلْ - لہم۔ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ - انقدت لہ انا۔ وَمَنِ اتَّبَعَنِ۔ وخص الوجہ بالذکر لشرفہ فغیرہ اولی تو کہدے ان جھگڑنے والون کو کہ تابع کردیا میں نے اپنا مُنھ واسطے اللہ کے یعنے میں مطیع ہوا اللہ تعالیٰ کے واسطے میں خود اور وہ شخص جس نے میری اتباع کی واضح ہو کہ خاص کرکے مُنھ کو ذکر کیا اس وجہ سے کہ مُنھ اشرف ہی تو مُنھ کے سوائے جو کچھ بدن رہا وہ بدرجۂ اولی تابع ہوگا اسلام اس میں بمعنے انقیاد ہی اور حاصل تعبیر لوجہ سے ذات ہے پس معنے یہ کہ اخلصت نفسی للہ وحدہ میں نے خالص کردیا اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے لیے (البیضاوی والمدارک) اور فراء نے کہا کہ اخلصت عملی للہ وحدہ یعنے میرے سب کام خالص اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کیواسطے ہیں ذکرہ فی المعالم۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ - الیہود والنصاریٰ۔ وَالْاُمِّيّٖنَ - مشرکی العرب۔ اور اے محمد تو ان یہود و نصاریٰ اور بے پڑھوں یعنے عرب سے کہدے کہ ءَاَسْلَمْتُمْ - کیا تم اسلام لاتے ہو یعنے اسلام لاؤ جیسے قولہ فہل انتم منتہون۔ میں یہ معنے ہیں کہ انتہوا تم باز رہو۔ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا - من الضلال پھر اگر یہ لوگ اسلام لائے تو راہ پائی گمراہی سے وَاِنْ تَوَلَّوْا - عن الاسلام اور اگر انھوں نے اسلام لانے سے مُنھ موڑا تو سمجھ لے کہ۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ - التبلیغ للرسالۃ۔ تجھپر تو یہی واجب ہو کہ رسالت الٰہی کو پہونچاوے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ - فیجازیہم باعمالہم اور اللہ دانا ہی اپنے بندون کے اعمال کا پس وہ انکو انکے کامون کی سزا دیگا جیسے چاہے دنیا و آخرت میں یا فقط آخرت میں۔ اور یہ حکم قبل اسکے تھا کہ جہاد کا حکم دیا جاوے واضح ہو کہ قولہ فان حاجوک یہان بمعنے مجحت نہیں یعنے السعی لیلمح جس سے صدق ظاہر کرکے مغلوب کیا جاوے اسواسطے کہ اہل کتاب وغیرہ پر صدق رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حجتیں بکثرت خود قائم ہوچکی ہیں اور آیات واضح و ظاہر کثرت سے موجود ہیں پس مراد ان کی خصومت و عناد ہی اسی واسطے جملہ مفسرین نے بمعنے خاصموک لیا ہی اور اس میں اشارہ ہو کہ یہ لوگ شدید الخصومۃ ہیں۔ قولہ ومن اتبعن۔ اصل میں من اتبعنی تھا یا متکلم حذف ہوئی جیسے یارب اور فاتقون اور فارہبون میں حذف ہوئی ہی۔ اور عطف اسکا اسلمت کے فاعل پر ہی اور وہ ضمیر متصل ہی لیکن چونکہ بیچ میں فصل آگیا ہی لہذا متصل کو بدون منفصل کرنے کے عطف مستحسن ہوا۔ قولہ ءاسلمتم۔ ابن جریر وغیرہ نے کہا کہ استفہام تقریری متضمن امر ہے۔ اور زجاج نے کہا کہ استفہام تہدید ہی اور معنے یہ ہیں کہ حجتیں و براہین جو کچھ چاہیے تھیں سب حاصل ہوچکیں جو مقتضی ہیں کہ لامحالہ اسلام حاصل ہو۔ فہل اسلمتم کما اسلمت ام انتم بعد علی الکفر پھر کیا تم ایمان لائے ہو جیسے میں ایمان لایا ہون یا ابھی تک کافر ہو۔ اور اس استفہام میں ان کو عار دلائی کہ بے وقوف و بے انصاف ہو کیونکہ منصف آدمی کو جب حق ظاہر ہوا یا تو وہ اسکے قبول و یقین کرنے سے نہیں رُکتا ہی ذکرہ البیضاوی وغیرہ قولہ فان اسلموا فقد اہتدوا محی السنہ نے معالم میں ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو اہل کتاب کو پڑھ سنایا تو بولے کہ ہم اسلام لائے تو آپ نے فرمایا کہ اے یہود تم گواہی دیتے ہو کہ عزیر بندہ اللہ تعالیٰ کا اور اسکا رسول ہی بولے معاذ اللہ وہ بندہ نہیں ہی اور نصاریٰ سے کہا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ عیسیٰ بندہ اللہ تعالیٰ کا اور اسکا رسول ہی بولے کہ معاذ اللہ وہ بندہ نہیں ہی پس اللہ عزوجل نے فرمایا۔ فان تولوا فانما علیک البلاغ۔ فان تولوا۔ کی جزا محذوف فلم یضرک تو تجھے کچھ ضرر نہیں دے سکتے ہیں فانما علیک البلاغ کیونکہ تجھپر یہی تھا کہ تبلیغ کردے اور رہی ہدایت تو وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہی اور اس آیت کریمہ کو بعض نے کہا کہ محکم ہی اور مراد اس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی ہی کہ آپکو یہ غم لاحق نہو کہ باوجود آیات و حجتوں کے یہ کوئی ایمان نہیں لاتے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ منسوخ ہی اور یہی مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ

جو لوگ منکر ہیں اللہ کی آیتوں سے اور مار ڈالتے ہیں نبیوں کو ناحق اور مار ڈالتے ہیں ان لوگوں کو

يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
جو بات کہتے ہین انصاف کرنے کی لوگون مین سے سو انکو خوشخبری سنادے دکھوالی مارکی یہی وہ لوگ ہین

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ○
جنکے سب کام مٹ گئے دنیا مین اور آخرت مین اور کوئی نہین انکا ہی مددگارون مین سے

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ۔ حمزہ رحمہ اللہ کی قراۃ مین یقاتلون ہی۔ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ۔ بالعدل مِنَ النَّاسِ۔ اللہ تعالے نے یہودیون کا عذاب الیم بیان فرمایا کہ جو لوگ ایسے ہین کہ آیات الٰہی سے انکار کرتے اور قتل کرتے ہین (یا قتال کرتے ہین) نبیون کو ناحق اور ایسے لوگون کو قتل کرواتے ہین جو انکو عدل کا حکم کرتے ہین یعنی نصیحت کرتے ہین ف توانکو عذاب الیم کی خبر دیدے۔ وہم الیہود۔ روی انہم قتلوا ثلثۃ واربعین نبیا فنہاہم مائۃ وسبعون من عبادہم فقتلوہم فی یومہم۔ اور یہ قاتل لوگ یہودی ظالم ہین۔ روایت ہی کہ انھون نے ایک وقت تینتالیس نبیون کو قتل کیا پس قاتلون کو بنی اسرائیل مین سے ایک سو ستر آدمیون نے جو عابد خدا پرست تھے اس فعل سے منع کیا تو انکو بھی اسی روز قتل کرڈالا پس اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر شدید ہی۔ فَبَشِّرْهُم۔ اعلمہم پس ان بدکارون کو خوشخبری دیدے یعنے ان کو آگاہ کردے۔ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔ مولم۔ بعذاب دردہندہ۔ یعنے انکے واسطے دوزخ وعذاب الیم ہی۔ اگر کہا جاوے بشارت تو خوشخبری کو کہتے ہین اور عذاب الیم مین رنج ہی نہ خوشخبری تو جواب دیا کہ ان پلیدون کے حق مین تہکم کے طور پر خوشخبری کہی گئی قال المترجم گویا انکا گناہ ایسا سخت ہی کہ عذاب الیم اس کی مکافات انکے حق مین خوشخبری ہی۔ اگر کہا جاوے کہ ان کی خبر ہی اسپر فا کیونکر داخل ہی حالانکہ ان زید فقائم نہین بولتے ہین تو جواب دیا کہ فا داخل ہوئی اسوجہ سے کہ موصول یعنے الذین جو ان کا اسم ہی وہ مشابہ بشرط ہی گویا کہا گیا ان الذین یکفرون فمن کفر فبشرہم۔ یعنے البتہ جو لوگ کفر کرتے ہین سو جو ان مین سے کفر کرے اسکو عذاب الیم کی بشارت دے۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ۔ ماعملوہ من خیر کصدقۃ وصلۃ رحم۔ ایسے ہی بدکار لوگ ہین کہ انکے اعمال مٹ گئے یعنے نیکی مانند صدقہ وصلۂ رحم کے جو کچھ کی تھی مٹ گئی۔ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ دنیا مین بھی مٹی اور آخرت مین بھی۔ فلا اعتداد بہا لعدم شرطہا۔ یعنے انکی نیکی کا کچھ شمار نہین کیونکہ جس شرط سے ہونی چاہیے تھی وہ معدوم ہی یعنے بغیر ایمان واسلام کے نیکی محض بادہوائی ہی۔ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ۔ مانعین لہم من العذاب عذاب سے بچانے والا کوئی انکا مددگار نہین ہی ف اللہ عزوجل نے اس آیت مین اہل کتاب کی مذمت فرمائی کہ انھون نے سخت گناہون کا ارتکاب کیا اور حق سے تکبر کیا کیونکہ اللہ تعالے کی شرع پہونچانیوالے انبیاء کو اس بات پر کہ انھون نے حق بات پہونچائی تھی قتل کیا اور جنھون نے اس مین انصاف کرنے کو سمجھایا ان مومنون کو بھی قتل کیا اور یہ انتہا کا تکبر ہی چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تکبر یہ ہی کہ بطر کرے حق کو اور خوار سمجھے لوگون کو۔ یعنے حق سے اتراوے اور لوگون کو ذلیل سمجھے۔ قولہ ویقتلون النبیین بغیر حق۔ یہ یہودی خاصۃ ہین کہ انھون نے انبیا کو قتل کیا اور نبی کو قتل کرنا بہرحال ناحق ہی پس بغیر حق کے قید سے جو حال مؤکدہ ہی اشارہ ہی کہ وے بھی جانتے تھے کہ ناحق قتل کرتے ہین تاہم خواہش نفس سے قتل کیا اور یہ کمال شناعت ہی۔ اور محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ ابن جریج نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے انبیا پر وحی آیا کرتی تھی اور کتاب نہین نازل ہوتی تھی یعنے سواے موسیٰ وداؤد وعیسیٰ علیہما السلام کے دیگر انبیاء جو بنی اسرائیل مین کثرت سے گذرے ہین اور ایک وقت مین بہت بہت ہر سبط اور ہر فرقہ کی ہدایت کے واسطے شہرون شہرون مین پچاس پچاس اور سو سو زیادہ

تعداد مین ہوتے تھے انپر صرف وحی آتی تھی - اور کتاب نہین اُتاری جاتی تھی پس ہر ایک اپنی قوم کو نصیحت کرتا تھا پس وہ لوگ ان کو جھوٹا بتاتے
اور قتل کرڈالتے پھر قوم والون مین سے جنھون نے ان کی تصدیق کی اور مانا تھا وہ لوگ کھڑے ہوتے اور عدل کرنے کی نصیحت کرتے اور امر
بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے یعنے بھلائی کرنے کو کہتے اور بُرائی کرنے سے منع کرتے اور اپنی قوم کو سمجھاتے تو ان کو بھی قتل کرڈالتے تھے اور ابو عبیدہ
بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ قیامت کے روز سب سے سخت عذاب کس شخص کو ہوگا تو فرمایا کہ اس شخص کو
جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا ایسے شخص کو قتل کیا جس نے شرعی حکم بجالانے کو کہا اور جو شرع مین منع ہے اس سے باز رہنے کا حکم دیا پھر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی یہ آیت ان الذین یکفرون بآیات اللہ تا قولہ وما لھم من ناصرین پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اے ابو عبیدہ جان لے کہ بنی اسرائیل نے ایک وزدن چڑھتے وقت ایک دم سے تینتالیس نبی قتل کرڈالے پس بنی اسرائیل مین سے
ایک سو ستر آدمی مومن کھڑے ہوئے اور انھون نے ان لوگون کو جنھون نے انبیاء مذکورین کو قتل کیا تھا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا تو اسی روز
کے آخر وقت مین قاتلون نے انکو بھی قتل کرڈالا پس اللہ عزوجل نے انھین قاتلون کو اس آیہ کریمہ مین ذکر کیا ہے رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر - اور
شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین کہا کہ اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل نے تین سو انبیاء کو چڑھتے دن مین قتل کیا اور آخر دن اپنی
کھیتی فروخت کرنے کا بازار لگایا رواہ ابن ابی حاتم واضح ہو کہ مفسر سیوطی نے فقط تینتالیس ذکر کیے تو بات یہ کہ ہر شہر والون نے اپنے انبیاء
کو قتل کیا تو کسی شہر مین تینتالیس ہونگے اور ملا کر تین سو اور کم و بیش ہو سکتے ہین - قولہ تعالے اولٰئک الذین حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرۃ
یعنے جو نیکی کے فعل انھون نے کیے وہ سب باطل ہو گئے کیونکہ وہ مسلمان نہین بلکہ کفار اگر کوئی کام ایسا کرتے ہین جس سے اسلام کے ساتھ کرنے
مین ثواب جمیل آخرت کا بھی موعود ہے تو کافر کو اسکا بدلا بحیثیت حق عزوجل اس دنیا مین دیدیا جاتا ہے بخلاف ان قاتل انبیاء کافرون کے کہ دنیا مین بھی
انکے اعمال باطل کر دیے پھر آخرت کا کیا ذکر ہے بلکہ انکے ساتھ وہ معاملہ کیا گیا جو سخت بدکارون کے ساتھ ہوتا ہے کہ دنیا مین ملعون کیے گئے اور
انپر خواری و عذاب اُترا اور آخرت مین اصلی عذاب ہوگا - اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت
یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو بارہ حواریون کے ساتھ بھیجا وہ لوگون کو جہان اور سب تعلیم کرتے وہان یہ بھی منع فرماتے تھے کہ سگے بھائی
کی لڑکی سے نکاح مت کرو اور وہان جو بادشاہ تھا اسکے بھائی کی ایک لڑکی تھی جس پر وہ بادشاہ نہایت فریفتہ تھا پس بادشاہ مذکور نے اسکو چاہا اور ہر روز
اسکی خاطرداری مین جو اسکی فرمائش ہوتی تھی سب پوری کرنا شروع کین پھر اس لڑکی کی مان نے اس سے کہدیا کہ اب جب تجھسے پوچھے کہ تیرا کیا ضرورت ہے تو کہنا کہ
تم یحییٰ بن زکریا کو قتل کردو یہی میری حاجت ہے پس اُس لڑکی نے موافق تعلیم اپنی مان کے بادشاہ سے حضرت یحییٰ کے قتل کرنے کی نسبت کہا تو بادشاہ نے
اسکو جواب دیا کہ اس بات کے سواے اور جو کچھ تم کہو وہ کرون اس عورت نے کہا کہ مین تو یہی مانگتی ہون اور کچھ نہین چاہتی ہون پھر جب نہایت اصرار ہوا تو اس
بادشاہ مردود نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا وہ ایک طشت مین ذبح کیے گئے مترجم کہتا ہے کہ یہودیون کی دلیریان بدکاریان آخر کار نفس کی شہوت
پرستی مین بہت بڑھ گئین اور اول ہی سے انکی سرکشی پر شریعت سخت ہو گئی تھی اور یہ قتل انبیاء علیہم السلام بہت سخت ہے لہذا حدیث مین وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے
یہان سخت عذاب اس شخص پر ہوگا جسنے کسی پیغمبر کو قتل کیا یا اسکو کسی پیغمبر نے جہاد مین قتل کیا ہو کما فی الصحیح - لہذا یہود پر غضب پر غضب آیا -
اور آخر کار ظاہر ہو گیا چنانچہ جب اُس بادشاہ مردود نے یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا تو ان کے خون کا ایک قطرہ
چھلک گیا وہ برابر جوش مارتا تھا یہانتک کہ اللہ تعالے نے بخت نصر بادشاہ بابل کو جو کافر تھا مسلط کیا پس ایک بڑھیا نے اسکو
اس معاملہ کی نمائش کی پس بخت نصر کے دل مین ڈالدیا گیا کہ وہ برابر قتل کرے یہانتک کہ اس خون کا جوش ختم جاوے پس اسنے

ایک دن مین ایک قسم اور ایک سین کے ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کرڈالے تب وہ خون جوش کھانے سے تھم رہا قال المترجم ہکذا روی بالاسناد الصحیح
اور اللہ عزوجل نے باوجود اس عذاب کے آخرت مین سخت عذاب کا وعدہ مقرر فرمایا ہی اور اس مین اشارہ ہی کہ حاکم ظالم کا ہاتھ روکنا
سب پر لازم ہی اور حدیث صحیح مین اسپر بڑے ثواب کا وعدہ ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کیونکہ حکم الٰہی مین نافرمان ہونے سے سب ماخوذ ہوتے
ہین اور ظاہر ہوا کہ قتل بغیر کفر ہو جس پر سخت عذاب ہی اگر کہا جاوے کہ فبشرہم بعذاب الیم مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ان کو یہ
بات سُنا دین حالانکہ مدت دراز گذری کہ یہ قاتلان انبیا مرکھپ گئے تھے پھر کیونکر انکو سُنایا جائیگا۔ تو جواب دو وجہ سے ہی اول یہ کہ انکی اولاد و اتباع جو
باقی زمانہ حضرت صلعم مین موجود تھی انکو سُنانے کا حکم ہی جو کہ اپنے باپ دادون کی خوبی کے ثناخوان تھے اور حاصل یہ کہ ان موجودین کو عبرت دلائی
اور دوم یہ کہ جو حضرت صلعم کے وقت مین موجود تھے انکے دل بھی اپنے باپ دادون کے دلون پر تھے کہ انھون نے ابتدا مین دھوکے سے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنون کے قتل کا قصد کیا تھا لیکن اللہ عزوجل نے حضرت صلعم کو محفوظ فرما دیا تھا اور ان مردودون کا مکر انھین پر لوٹایا
اور اصل قصہ صحاح مین ہی۔ اور اس سے قتل نبی کا مسئلہ تو منصوص معلوم ہوا پھر جان لینا چاہیے کہ نبی کو گالی دینا و سب و شتم کرنا تو امت
نے اتفاق کیا ہی کہ اگر حالت کفر مین کیا تو اسلام لانے پر معاف ہوگا کیونکہ اس حالت مین وہ اللہ عزوجل کی جناب مین گستاخ تھا وہ معاف
ہوا تو یہ بھی معاف ہوگا اور اگر اسلام لانے کے بعد اسنے ایسا کیا تو مذہب یہ ہی کہ قتل کیا جاوے اور توبہ نہین ہی اور بعضے محققین مالکیہ وغیرہ
کے بیان سے ثابت ہوتا ہی کہ معنے اسکے یہ ہین کہ اس سے توبہ لیجائیگی اگر اسنے توبہ کر لی تو اسکے واسطے عاقبت مین بہتری کی امید ہی لیکن وہ توبہ
کرے یا نہ کرے بہرحال وہ قتل کیا جائیگا بجرم مذکور اور یہ خاص حکم بیان ہوا ہی اور ہوشیار رہنا چاہیے کہ جو شخص حکم شرعی مین نصیحت کرے
حتی کہ مارے بھی تو مومنون کو اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے یہ واجب ہی کہ اسکے سامنے سر جھکا لین اور کچھ نہ کہین اس مین وہ
اللہ و رسول کے محبوب ہونگے اور اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم کے نزدیک بڑی عزت ہوگی یہان دنیا مین شیطان کے ورغلانے مین نہ آوین کہ
اسنے ہمکو ذلیل کیا کیونکہ یہ ذلت نہین ہی اور اگر جواب ہی کی تو البتہ ذلت ہی اور سمجھانے والے کا قصور نہین ہی کیونکہ یہ دین اسی نصیحت پر ہے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

تو نے نہین دیکھا ان لوگون کو جو دیے گئے ہین کچھ ایک حصہ کتاب سے بُلائے جاتے ہین کتاب الٰہی کی طرف تاکہ حکم کرے ان مین پھر

يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا

الٹے رہتے ہین بعضے ان مین کے تغافل کرکے یہ اسواسطے کہ وے کہتے ہین کہ ہمکو ہرگز نہ لگیگی آگ مگر کئی دن

مَّعْدُودَاتٍ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ

گنتی کے اور بہکے ہین اپنے دین مین اپنی تراشی باتون پر پھر کیسا ہوگا جب ہم ان کو جمع کرینگے

لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

ایک دن جس مین شبہہ نہین اور پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کیا اور انپر کچھ ظلم نہ کیا جاوے گا۔

أَلَمْ تَرَ نظر تو نے انکو نہین دیکھا۔ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا۔ خطا۔ مِّنَ الْكِتَابِ۔ التوراۃ یعنے لوگون کو
تو نے دیکھا جنکو کتاب توریت سے ایک حصہ دیا گیا ہے۔ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ۔ درحالیکہ بلائے
جاتے ہین اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف تاکہ انکے درمیان فیصلہ فرماوے ف تو انپر واجب تھا کہ کتاب کے حکم کو مانین لیکن اُدھر نہین ۲۸

گئے پھر جب بلائے گئے تو بھی بمشکل ادھر آئے اور ثابت قدم نہ رہے۔ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ پھر ان میں سے
ایک فریق پیٹھ پھیر کر چلا جانا چاہتا ہے درحالیکہ وہ اسکا حکم ماننے سے اعراض کرنے والے ہیں۔ نزل فی الیہود زنا منہم اثنان فتحاکموا الی النبی صلعم فحکم
علیہما بالرجم فابوا فجیٔ بالتوراۃ فوجد فیہا فرجما فغضبوا۔ یہ آیت نازل ہوئی یہود کے حق میں کہ ان میں سے ایک مرد و ایک عورت نے
زنا کیا تھا پس یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حکم کے لیے بھیجا پس آپ نے رجم کا حکم دیا تو انکار کر گئے پس توریت لائی گئی پس اس میں
رجم کرنے کا حکم پایا گیا پس دونوں زناکار رجم کیے گئے تو یہود غصہ میں چلے گئے۔ ذٰلِكَ۔ التولی والاعراض۔ یہ منھ پھیرنا اور اعراض کرنا
بِاَنَّهُمْ قَالُوْا۔ ای بسبب قولہم۔ بسبب انکی ان باتوں کے ہے جو بکتے ہیں کہ۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔
اربعین یوما مدۃ عبادۃ اباءہم العجل ثم تزول عنہم ہمکو آگ نہیں چھوے گی مگر گنتی کے چند روز۔ یعنے چالیس روز تک جتنے دن انکے باپ دادوں نے
گوسالہ پوجا ہے پھر انسے یہ عذاب دور ہو جائیگا۔ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ۔ متعلق بقولہ۔ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ من قولہم ذلک۔ اور ان کو
مغرور کر دیا انکے اس قول نے جو افترا باندھتے ہیں کہ ہم چاہے کچھ کریں مگر ہم کو آگ تو چالیس ہی روز چھوئیگی زیادہ نہیں لگیگی حالانکہ اسپر اللہ تعالیٰ کا
کوئی حکم نہیں یہ محض افترا ہے۔ فَكَيْفَ۔ حالہم۔ ای پھر کیسا ہوگا انکا حال۔ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ۔ ای فی یوم۔ لَّا رَيْبَ
شک۔ فِيْهِ۔ ہو یوم القیامۃ۔ ایسے دن میں کہ کچھ شک نہیں اسکے آنے میں وہ روز قیامت ہے۔ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ۔ من
اہل الکتاب وغیرہم جزاء۔ مَّا كَسَبَتْ۔ عملت من خیر و شر۔ اور ہر نفس کوئی ہو خواہ اہل کتاب میں سے ہو یا اور کوئی ہو اسکو پوری
دی جائیگی جزا۔ اس چیز کی جو اسنے کمائی خواہ بھلائی و برائی۔ وَهُمْ۔ ای الناس۔ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ بنقص حسنۃ او زیادۃ سیئۃ۔ اور
لوگ ظلم نہ کیے جاوینگے بایں طور کہ نیکی میں کوئی کمی نہ کیجائیگی اور برائی میں کچھ بڑھایا نجائیگا۔ حاصل مذمت یہ ہے کہ ان لوگون کو جو کتاب دی گئی ہے
موافق حکم کیسے جانے پر جب بلائے جاتے ہیں تو باوجود علم کے اس سے منھ موڑتے ہیں۔ اور بعض نے کتاب اللہ سے قرآن مجید مراد لیا اور لیحکم کا
فاعل داعی قرار دیا جو یدعون سے مفہوم ہوا ہے یدعون الی القرآن لیحکم الداعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنے بلائے جاتے ہیں قرآن کی طرف تاکہ محمد
صلعم انکے درمیان حکم کریں۔ اور ضحاک رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اللہ عز وجل نے قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان میں
حکم قرار دیا پس قرآن نے یہود و نصاریٰ پر گناہ ثابت کیا کہ وہ ہدایت پر نہیں ہیں پس یہود و نصاریٰ نے اعراض کیا اور منھ موڑ گئے۔ قال
المترجم اور اس صورت میں۔ الذین اوتوا نصیبا من الکتاب۔ سے جملہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ مراد ہونگے ولیکن اول ارجح ہے
کہ کتاب اللہ سے توریت مراد ہے اور محی السنہ نے معالم میں کہا کہ سعید بن جبیر و عکرمہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم یہود کے بیت مدراس میں گئے وہاں چند یہود جمع تھے اور آپ نے انکو توحید اللہ عز وجل کی طرف بلایا تو نعیم بن عمرو اور
حارث بن زید نے کہا کہ آپ کس دین پر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دین ابراہیم علیہ السلام پر تو بولے کہ وہ تو یہودی تھے پس آپ نے فرمایا کہ اچھا
توریت لاؤ کہ وہ ہمارے تمھارے درمیان حکم ہے پس اس سے منھ موڑ گئے پس اللہ عز وجل نے یہ آیت اتاری اور کلبی رح نے ابو صالح کے طریق
سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ خیبر کے یہود میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا اور توریت میں ان دونوں کی نسبت رجم کا حکم ثابت تھا
اور یہود نے آیۃ الرجم کو اپنے ہاتھ کے لکھے احکام میں بدل ڈالا تھا کہ رذیل پر رجم جاری کرتے اور شریف کو منھ کالا کر کے شہر میں گدھے پر سوار
پھراتے اور درّے لگاتے تھے پس انھون نے ان دونوں زناکارون پر بھی رجم کرنا مکروہ جانا کیونکہ دونوں شریف تھے پس ان دونوں کو آنحضرت
صلعم کے پاس لائے کہ آپ حکم کرو تیجئے بدین امید کہ آپ کے پاس کچھ آسانی ہوگی پس آپ نے ان دونوں پر رجم کا حکم دیا تو یہود میں سے

نعمان بن اوفی اور عدی بن عمرو نے کہا کہ ای محمد آپ نے بہت ظلم کیا ان دونون پر رجم نہین آتا ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میرے تمھارے درمیان توریت ہی - بولے کہ ہان یہ انصاف ہی - آپ نے فرمایا کہ تم مین کون شخص توریت کا بڑا عالم ہی - بولے کہ عبد اللہ بن صوریا پس اس کو فدک سے بھیجکر بلوایا پس حضرت صلعم نے پارۂ توریت جس مین آیۃ الرجم آئی تھی منگوایا اور ابن صوریا کانے سے کہا کہ پڑھ اس نے پڑھنا شروع کیا جب آیۃ الرجم پر پہونچا تو اس پر ہتھیلی رکھ لی اور آگے پڑھ گیا پس عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ چھوڑ گیا اور خود اٹھکر اسکا ہاتھ وہان سے اُٹھا کر آیہ پڑھدی کہ محصن و محصنہ اگر دونون زنا کرین اور اسپر گواہ قائم ہون تو دونون رجم کیے جاوین اور اگر یہ عورت پیٹ سے ہو تو انتظار کیا جاوے یہانتک کہ جو اسکے پیٹ مین ہی وہ پیدا ہو جاوے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو زنا کاران یہود پر حکم دیا کہ وہ رجم کیے گئے پس یہود غصہ ہو کر پھر گئے **قال المترجم** دو باتین یہان جان لینا چاہئیے ایک یہ کہ خیبر اس وقت مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کر لیا تھا اور یہود کو جنیبہ یہان بسایا تھا - دوم یہ کہ جب ان لوگون نے حضرت صلعم کے پاس مرافعہ کیا تھا تو جو حکم ہی وہ جاری کرنا ضرور ہوا اور یہود کو یہ بھی اختیار نہ رہا کہ جو حق حکم آپ نے دیا تھا اسکو نہ مانین اور یہ حدود مین ہی - قولہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودات اکثر مفسرین نے لکھا کہ ایام معدودات سے وہ لوگ کہتے کہ چالیس روز تک جتنی مدت انکے باپ دادون نے گوسالہ پوجا تھا - آگ مین رہینگے اور لن تمسنا سے اشارہ ہی کہ وہ بھی بہت خفیف چھو جانے کے مانند عذاب ہوگا - اور بعض نے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ یعقوب علیہ السلام سے وعدہ کر دیا ہی کہ انکی اولاد کو دوزخ مین نہ ڈالے گا مگر قسم پوری کرنے کو یعنے اللہ تعالے نے کہا - ان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا یعنے اللہ تعالے نے ختم کر دیا کہ ہر ایک اس مین جاوے گا - اگرچہ نیکون کو کچھ تکلیف نہوگی - اور **شیخ ابن کثیر** رح نے ذکر کیا کہ اُنھون نے یہ دعوی گڑھا تھا کہ فقط سات روز عذاب کیے جاوینگے ہر ہزار سال دنیا کے عوض ایک روز عذاب مین رہین گے - قولہ وغرہم فی دینہم ما کانوا یفترون مفسر رحمہ اللہ نے فی دینہم کو یفترون کے متعلق کیا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہی اور سراج مین اسپر اعتراض کیا کہ ما قبل موصول کا تعلق اس کے مابعد سے نہین ہو سکتا ہی پس وہ غرہم سے متعلق ہی پس کوئی تقدیم و تاخیر نہین ہی -

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ

تو کہہ ای میرے اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے جسکو چاہے اور سلطنت چھین لیوے جس سے چاہے اور عزت دیوے

مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ تُولِجُ اللَّيْلَ

جسکو چاہے اور ذلت دیوے جسکو چاہے تیرے ہاتھ ہی سب بھلائی بیشک تو ہر چیز پر قادر ہی تو لے آوے رات کو

فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ

دن مین اور تو لے آوے دن کو رات مین اور تو نکالے جیتا مردے سے اور تو نکالے مردہ

مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

جیتے سے اور تو رزق دیوے جس کو چاہے بے شمار

جب رسول اللہ صلعم نے اپنی امت کو ملک فارس و روم کا وعدہ دیا تو منافقون نے کہا کہ ہیہات یہ تو محال بات ہی تب نازل ہوا قُلِ اللّٰهُمَّ کہہ یا اللہ - تُؤْتِي تعطی - تو ہی عطا کرتا ہی - الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ - من خلقک سلطنت جس کو تو چاہتا ہی اپنے مخلوق مین سے - وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ - اور نکال لیتا ہی سلطنت جس مخلوق سے چاہتا ہی - وَتُعِزُّ

مَنْ تَشَآءُ۔ بایتائہ۔ اور تو ہی عزت دے جسکو چاہے بسبب سلطنت دینے کے۔ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔ بنزعہ منہ۔ اور تو ہی ذلت دے
جسکو چاہے بسبب سلطنت اس سے چھین لینے کے۔ بِيَدِكَ۔ بقدرتک۔ اَلْخَيْرُ۔ ای والشر۔ تیرے ہی قدرت مین ہو خیر (یعنے
اور شر بھی)۔ یعنے یہ مطلب نہین ہو کہ خیر ہی تیری قدرت مین ہو بلکہ خیر و شر سب اسی کی قدرت مین ہو اور فقط خیر ہی کو اسواسطے فرمایا کہ ذکر
یہان خیر و بھلائی ہی کا ہو یا بین معنے کہ مسلمانون کو سلطنت دینے کی دعا ہو۔ اور بعض نے کہا کہ خیر و شر باہم ضد ہین پس ایک کو ذکر کرنا کافی ہوا کہ دوسرا
خود سمجھا جاتا ہو۔ تُوْلِجُ۔ تدخل۔ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ۔ داخل کرتا ہو رات کو دن مین۔ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ۔ تدخلہ۔ فِي اللَّيْلِ۔ فیزید کل منہما
بما نقص من الآخر۔ داخل کرتا ہو نہار کو لیل مین پس ان دونون مین سے ہر ایک اسی قدر بڑھ جاتا ہو جس قدر دوسرے مین سے گھٹتا ہے۔ وَ
تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ۔ اور نکالتا ہو زندہ کو مردہ سے۔ کالانسان والطائر من النطفۃ والبیضۃ جیسے انسان کو نطفہ سے اور پرند کو انڈے
سے نکالتا ہو۔ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ۔ کالنطفۃ والبیضۃ۔ مِنَ الْحَيِّ۔ اور نکالتا ہو مردہ کو (مانند نطفہ و انڈے کے) زندہ سے۔ وَتَرْزُقُ
مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ ای رزقًا واسعًا۔ اور رزق دیتا ہو جسکو چاہے بے حساب یعنے بہت فراخی کے ساتھ جسکی تعداد و مقدار
خلق کو نہین معلوم اگرچہ اللہ تعالے کو معلوم ہو محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ ہمسے بیان کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ بادشاہت فارس و روم کی آپ کی اُمت مین کر دی جاوے پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری۔ ور شیخ
جلال الدین رحمہ اللہ تعالے نے جو ذکر کیا ہو یہ ابن جریرؒ نے قتادہؓ سے روایت کیا ہو اور معالم مین کہا کہ ابن عباس و انس بن مالک رضی اللہ
عنہما نے کہا کہ جب رسول اللہ صلعم نے مکہ فتح کیا تو اپنی امت کو ملک فارس و روم کا وعدہ دیا تو منافقون و یہود نے کہا کہ یہ بڑی دور کی باتین ہین
بھلا محمدؐ کو کہان سے فارس و روم کی بادشاہت ملیگی حالانکہ وہ لوگ بڑے زبردست و قوی ہین کیا محمدؐ کو مکہ و مدینہ کافی نہوا یہانتک کہ انھون نے
سلطنت فارس و روم کی طمع کی پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری اور بیہقی وغیرہ نے روایت کی کہ جب قریش و گروہ عرب کے پندرہ ہزار
جماعت سے مدینہ پر چڑھ آئے جسکو غزوہ احزاب کہتے ہین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرد مدینہ کے خندق کھودی اور ہر دس آدمیون کے
واسطے چالیس ہاتھ زمین قطع کر دی اور لوگون نے کھودنا شروع کیا پس اس مین ایک بڑا پتھر اڑ گیا جس مین کدال کام نہین کرتی تھی پس صحابہ رضی اللہ
عنہم نے سلمان کو آپ کے پاس خبر کو بھیجا آپ مسجد مین تھک کر سو گئے تھے پس آپ آئے اور وضو کر کے کدال ہاتھ مین لیکر اس پر مارا
پس ایک چوٹ سے وہ ٹوٹا اور اس مین سے ایک بجلی چمکی کہ مدینہ کے دونون کنارے روشن ہو گئے گویا اس مین چراغ تھا کہ اندھیری رات
مین چمکا پس آپ نے تکبیر کہی اور مومنون نے تکبیر کہی پس آپ نے فرمایا کہ اس سے میرے واسطے حیرہ کے مکانات روشن ہوے گویا وہ کتے
کے دانت ہین پھر دوسری دفعہ مارا اور ایسی ہی برق چمکی تو فرمایا کہ اس سے میرے لیے روم کے سُرخ مکانات روشن ہوے پھر تیسری دفعہ مارا اور
ایسی ہی برق چمکی تو فرمایا کہ اس سے میرے لیے مکانات صنعاء کے روشن ہوے اور مجھے جبرئیل نے خبر دی کہ میری اُمت ان سب پر غالب
ہوگی پس تم لوگ خوشخبری لو پھر منافقون نے کہا کہ اے مومنین کیا تم اپنے نبی صلعم سے تعجب نہین کرتے کہ تمکو باطل وعدہ دیتے ہین اور خبر
دیتے ہین کہ انھون نے یثرب (مدینہ) سے حیرہ کے مکانات دیکھے اور اسکو تم فتح کروگے حالانکہ تم لوگ خوف سے خندق کھودتے ہو۔ قال المترجم
یہ منافق ظاہری اسباب مین پڑکر خوار ہوے اور اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو زمانہ خلافت حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مین
پورا کیا بلکہ اس سے بہت زیادہ ملک صرف چھ برس مین فتح کر دیے جسکی نظیر آج تک دنیا کی تواریخ مین موجود نہین ہو۔ قولہ قل اللہم۔ نضر بن شمیل
رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہو کہ جسنے اللہم کے ساتھ دعا کی اسنے اللہ تعالے سے اسکے تمام پاک نامون کے ساتھ دعا کی۔ قولہ مالک الملک۔ ای

جس ملک کا مالک علی الاطلاق ہو پس اس مین ایسا تصرف کرتا ہو جیسے وہ لوگ جنکو مالک کردیا ہو مملوک مین تصرف کرتے ہین اور یہ ندا ثانی ہو اے یا مالک
الملک کذا فی المدارک و المعالم اور بعض نے کہا کہ ملک سے مراد نبوت ہو اور بعض نے کہا کہ غلبہ اور بعض نے کہا کہ مال اور بندے اور ظاہر اس سب کو
شامل ہو جیسے ملک کا لفظ مشتمل ہو اور بعض نے کہا کہ ملک سموات وارض مراد ہو اور بعض نے کہا کہ ملک قناعت مراد ہو اور معالم مین ہو کہ اللہ تعالیٰ
نے بعض کتب مین فرمایا کہ مین ہی شہنشاہ ہون مین ہی بادشاہون کا مالک ہون بادشاہون کے دل میرے ہاتھ مین ہین اگر بندون نے
میری اطاعت کی تو بادشاہون کو انپر رحمت کردیتا ہون اور اگر نافرمانی کی تو بادشاہون کو انپر عذاب کردیتا ہون پس تم لوگ بادشاہون کی
بدگوئی مین نہ پڑو بلکہ میری طرف رجوع لاؤ مین ان لوگون کو تمپر مہربان کردونگا۔ پس قولہ تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء سے مراد
ملک کے عام معنے سے بعض نوع ہین اور بنابر شان نزول کے ظاہر سلطنت وزمین مراد ہو۔ اور ایسے ہی قولہ وتعز من تشاء وتذل من تشاء مین
بھی عزت وذلت تمام ان امور کو شامل ہو جو شرع مین عزت وذلت قرار دیے گئے تا آنکہ عام مسلمانون کے ساتھ نماز جماعت مین شریک ہونا
عزت ہو اور اس سے عار کرنا ذلت ہو اور شان نزول پر عزت بملک اور ذلت بنزع ملک مراد ہو اور یہ دعا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے
تعلیم فرمائی۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم اس آیہ مین ہو قل اللّٰھم مالک الملک۔ تا قولہ بغیر حساب۔
اور معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ مجھپر قرضہ ہو تو آپ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو تعلیم کیا کہ یہ آیت پڑھین پھر
دعا کرین کہ اے رحمٰن الدنیا والآخرۃ اے رحیم الدنیا والآخرۃ تو ہی دیتا ہو دنیا وآخرت مین سے جس کو چاہتا ہو اور منع کرتا ہو جسکو چاہے
رحم کر مجھپر ایسی رحمت کہ مین تیری رحمت سے تیرے سواے ہر کسی کی رحمت سے بے پروا ہو جاؤن اے اللہ میرے مجھے تونگر کردے
محتاجی سے اور مجھسے قرضہ ادا کروے رواہ ابن ابی الدنیا والطبرانی۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا مین تجھے ایسی دعا نہ سکھلاؤن کہ تو اس سے دعا مانگے اگر تجھپر کوہ احد کے برابر قرضہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو
تجھسے ادا کروے پھر اوپر کی روایت کے موافق ذکر کیا۔ رواہ الطبرانی فی المعجم الصغیر بسند جید۔ قولہ بیدک الخیر محی السنہ نے معالم مین کہا کہ
اصل مین بیدک الخیر والشر تھا پس شر حذف کیا گیا کہ وہ ضد خیر ہو جیسے قولہ سرابیل تقیکم الحر مین ہو اے الحر والبرد۔ پس ایک کے ذکر سے اسکی ضد
سے کفایت ہوئی۔ اور بعض نے کہا کہ خیر کو بوجہ مقام دعا ہونے کے مخصوص کیا اور **کشاف وبیضاوی** مین ہو کہ خیر کو ذکر کیا
نہ شر کو اس وجہ سے کہ شر اس راہ سے کہ وہ قضاء حق عزوجل ہو متضمن خیر ہو پس جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو سب خیر ہو اور حق یہ ہو کہ
مقام دعا مین خیر پر اقتصار ہو اور اگر گفتگو پر مدار ہو تو جو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا وہ ارجح ہو اور جنکے اعتقاد مین فساد ہو وہ سمجھتے ہین کہ شر اللہ
تعالیٰ کی طرف سے نہین ہو حالانکہ اس آیہ مین انکے ہاتھ کوئی دلیل نہین ہو۔ قولہ تخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی یعنے
انسان وطائر کو نطفہ وبیضہ سے وبرعکس۔ اور ایسا ہی مجاہد رحمہ اللہ نے تفسیر کیا ہو اور مفسر رحمہ اللہ نے کالانسان یعنے کاف زیادہ کرکے اشارہ کیا کہ یہ
بطور مثال کے ہو اور **تفسیر ابن کثیر** مین ہو اے نکالتا ہو کھیتی کو دانہ سے اور دانہ کو کھیتی سے اور درخت خرما کو اسکی گٹھلی سے اور گٹھلی کو
خرما سے اور مرغی کو انڈے سے اور انڈے کو مرغی سے اور مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے اور اسی طور پر تمام اشیا جاری ہین۔ کمالین مین
کہا کہ اخیر صورت کو ابن ابی حاتم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہو اور معالم مین کہا کہ **حسن وعطا** رحمہما اللہ نے فرمایا کہ یعنے تو نکالتا ہو مومن کو
کافر سے اور نکالتا ہو کافر کو مومن سے پس مومن تو قلب وباطن کا زندہ ہو۔ اور کافر باطن وقلب کا مردہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَوَمَنْ
كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ الآیۃ۔ بھلا وہ شخص کہ مردہ تھا پھر ہمنے اسکو زندہ کردیا الی آخرہ۔ اور عبید اللہ بن عبداللہ سے روایت ہو کہ خالدہ

[illegible]

بنت الاسود بن عبد یغوث آئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آپ نے فرمایا کہ یہ کون عورت ہے کہا گیا کہ خالدہ بنت الاسود ہے تو فرمایا کہ پاک ہے وہ خالق جو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور حال یہ تھا کہ یہ عورت صالحہ تھی اور اسکا باپ فرتھا رواہ عبدالرزاق ابن سعد وابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ مترجم کہتا ہے کہ بعضے اکابر نے یہان یہ اشارہ نکالا کہ جو شخص ایسا پابند سنت ہے کہ اسکے تمام افعال موافق حکم اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول کے ہون اور ایسا حتی اللہ ہو کہ اپنے نفس کی خواہشون اور شیطانی پیروی سے خارج ہوجاوے اور موافق حدیث حضرت ابن مسعود کے جسکو بیہقی رح نے روایت کیا ہے استعداد موت قبل موت کے پیدا کرلی ہو یعنی فنا ہو گیا تو وہ باقی ببقاء حق عزوجل ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا یخرج الحی من المیت پس جو شخص کہ اس حیات فانی مین مردہ ہو وہ زندہ جاوید نکلا اور جو شخص اسکے برعکس کافر مشرک بدعتی بدکار ہے وہ اپنے آپکو دنیا مین چند روز زندہ سمجھتا ہے مگر جب مرا تو مردہ ہے اور قول حسن وعطاء رح گویا اس بیان کی اصل ہے فافہم ف ۲ عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالےٰ قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء ۔ اللہ عزوجل نے اپنی ذات پاک کو خاص کیا اور ملک ربوبیت سے اپنی مدح کی وہ مالک ملک وملکوت وجبروت ہے ۔ اور ملک اسکا قدیم ہے اور وہ اس صفت کے ساتھ ازل مین موصوف ہے اور یہ وصف اسکے لیے تا ابد ہمیشہ ثابت وباقی ہے اور وہی اس صفت مین منفرد ہے پھر ملک کے ساتھ جو اسکی صفات مین سے ہے اپنے بندون مین سے انبیاء واولیاء کو جسکو چاہا خاص کیا ۔ پس انبیاء کو جس ملک سے خاص کیا وہ اصطفاء اور اجتباء وخلافت وخلت ومحبت وتکلیم وآیات ومعجزات ومنہاج ورسالت ونبوت ہے پھر ان امور مذکورہ کے ساتھ تمام انبیاء علیہم السلام مین سے جو مخصوص کیے گئے ہین وہ آدم اور شیث وادریس ونوح ۔ ہود وصالح ۔ ابراہیم ۔ اسمعیل ۔ اسحٰق ۔ یعقوب ۔ یوسف ۔ یونس لوط شعیب ۔ حزقیل ۔ خضر ۔ موسیٰ ۔ ہارون ۔ یوشع ۔ کالب ۔ ایوب ۔ داؤد ۔ سلیمان ۔ زکریا ۔ یحییٰ ۔ عیسیٰ ۔ اور سید المرسلین محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ہین ۔ پس اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسولون کو لباس سلطنت پہنایا کہ انسے نشانیان ومعجزے ظاہر ہوے اور انھون نے ملک نبوت ورسالت کی عزت وغلبہ سے روے زمین کے سرکشون کو مقہور ومطیع کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی مین مقدر ہو چکا اور اس کرامت سے کافرون کو محروم رکھا جو اللہ تعالیٰ کے مقہور ہین اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا کہ لاینال عہدی الظالمین ۔ یہ تو بیان اس ملک کا ہے جس سے انبیاء علیہم السلام کو خاص کیا ہے اب رہا وہ ملک کہ جس سے اولیا کو مخصوص فرمایا ہے سو وہ چار قسمین ہین ۔ قسم اول کرامات اور نشانیان جیسے قلب ماہیت مٹی کو سونا کرنا ۔ اور زمین کو طے کر دینا یعنے فاصلہ دراز ذرا دیر مین طے کرنا اور دعا قبول ہونا اور یہ سب امور ان اولیاء کے ساتھ مخصوص ہین جنکو اہل معاملہ کہتے ہین ۔ قسم دوم جو کہ اول سے اشرف ہے وہ خصوصیت ایسے امور سے ہے جنکو مقامات کہتے ہین مثل زہد یعنے تارک دنیا ہونا اور پرہیزگاری اور سواے حق عزوجل کے سب سے تقویٰ کرنا اور صبر وشکر وتوکل ورضا وتسلیم وتفویض وتقویم وصدق واخلاص واحسان واستقامت وطمانینت ۔ اور یہ سب مقامات ان اولیاء کے لیے ہین جنکو اہل درجات کہتے ہین قسم سوم اور وہ دوم سے بھی اشرف ہے وہ خاص امور ہین جیسے وجد وتجلی ۔ مراقبہ ۔ حیاء ۔ خوف اور رجاء ۔ ہیبت ۔ شوق عشق سکر صحو ۔ اور یہ سب امور ان لوگون کے لیے ہوتے ہین جنکو اہل حالات کہتے ہین ۔ اور قسم چہارم جو کہ سوم سے بھی اشرف ہے وہ کشف ۔ مشاہدہ ۔ معرفت ۔ توحید ۔ تفرید ۔ فناء ۔ بقاء ۔ ہے اور یہ ان اولیاء کے واسطے ہے جنکو اہل معاینہ کہتے ہین پس یہ سب احوال جنکو ہمنے ذکر کیا ہے ملک ولایت کی اصل وجڑ ہین سو جو شخص انسے مخصوص ہوا وہ تو ملک ازل وابد کے اعلیٰ درجہ کو پہونچ گیا اور جو ان سب سے محروم ہوا وہ حصہ دنیا وآخرت سے گر گیا ۔ اللہ تعالےٰ ان احوال مذکورہ سے اپنے اولیاء کو مخصوص معزز فرماتا ہے پس وہ لوگ فراست سے تمام دلون کے مالک ہوجاتے ہین یعنے ہر شخص کے دل کو اسکی صلاحیت کی قدر واندازہ پر جان لیتے ہین قولہ وتنزع الملک ممن تشاء ۔ سلطنت وملک بندگی اور شناخت ربوبیت کو نکال لیتا ہے جس سے چاہتا ہے یعنے جسکو استعداد معرفت کی نہین ہے قولہ وتعز من تشاء باشارہ عزت باقیہ بذریعہ انس اور شوق

قولہ وتذل من تشاء۔ یعنے حقائق سے نادان کر کے جسکو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے اور **شیخ ابو عثمان** رح نے فرمایا کہ سلطنت حقیقی تو ایمان ہے اور بسا اوقات یہ ایمان آدمی پاس مانگی چیز کے مانند ہوتا ہے اور بسا اوقات ایمان اچھا ہوتا ہے کہ اس سے نہیں لیا جاتا ہے پس جو شخص کہ دین و شریعت کے فرائض وواجبات وسنتون پر قائم ہوا اسکو ملک ملا۔ اور وتنزع الملک ممن تشاء۔ ہدایت وتوفیق شریعت پر چلنے کی چھین لیجاتی ہے قولہ بیدک الخیر یعنے توہی قادر ہے ہر بات پر جسکو تو چاہے اور جس طرح چاہے۔ اور **شیخ محمد بن علی** رح نے فرمایا کہ ملک اصل معرفت ہے یعنے اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کا عارف ہونا بکشف ومشاہدہ ومعائنہ اور بعض اکابر نے ملک سے معنے روے زمین کے ملک ومال واسباب کے لیے ہین چنانچہ **حسین** رح نے کہا کہ قولہ تؤتی الملک من تشاء یعنے تو جسکو چاہے ملک دے پس ملک وسلطنت مین اسکو مشغول کردے اور قولہ وتنزع الملک ممن تشاء ای جس سے چاہے ملک چھین لے یعنے جنکو تو نے اپنے واسطے برگزیدہ کیا انکو ملک مین مشغول ہونے سے الگ کردیا پس ان مین ملک کے اسباب کچھ اثر نہین کرتے ہین کیونکہ وہ اسرار بلا ملک مین مشغول ہین اور قولہ وتعز من تشاء یعنے اپنی عزت اسپر ظاہر کرکے اسکو عزیز کرتا ہے اور قولہ وتذل من تشاء یعنے اس کو جسم کے رسوم مین پھنسا کر ذلیل کرتا ہے۔ اور **شیخ واسطی** رح نے کہا کہ بڑی خوشخبری اسکو ہے جسکو اللہ تعالےٰ نے اسکے قلب واعضا کا مالک بنادیا کہ وہ ان دونون کی برائیون سے بچا رہا۔ اور **شیخ شبلی** رح نے کہا کہ ملک یہ ہے کہ عالم کے خالق کے ساتھ ہو کر تمام عالم سے بے پروا ہووے قولہ تعالےٰ تولج اللیل فی النہار۔ ارواح کے نور مین نفس کی اندھیریان توہی نے داخل کی ہین۔ اور نیز طبیعت کی اندھیریان قلوب کی صفائی مین فنا کی ہین اور نیز حدوث کے پردے نور صمدیت کی روشنی قدیم ظاہر ہونے پر پھاڑ دیے **قال المترجم** حدوث سواے ذات وصفات باری تعالےٰ کے جو کچھ تو پیدا ہین یعنے تمام مخلوق کہ جب انکو عرفان حاصل ہوا اور نور قدیم کی روشنی ان مین چمکی تو انکا حدوث شکستہ ہوگیا اگرچہ وہ ویسے ہی حادث رہے مگر آثار حدوث کے خود انکو ظاہر نہوئے **کذا حققہ الجامی فی بحر العلوم** اور نیز جب جبروت کے انوار ظاہر ہوے تو ملکوت کا قوام اٹھ گیا اور یہ صنع خالق عزوجل ہے۔ قولہ تعالےٰ وتولج النہار فی اللیل۔ اشارہ یہ ہے کہ حضرت عزوجل کی صنعت ہے کہ جو لوگ اپنی طبیعت کی پرورش مین پڑے ہین اور برابر پے درپے اسکی تاریکیان بڑھاتے ہین ان مین انکے سرباطن کے انوار زائل ہوتے جاتے ہین اور نیز تولج النہار فی اللیل مین اشارہ ہے کہ آفتاب معرفت جو روشن تھا جبکہ اس شخص نے وہ باتین کین جو اسکے مرتبہ کے لائق نہ تھین اور وہ اس مرتبہ پر منکر یعنے منع کہلاتی ہین مثلاً قبلہ کی طرف تھوکا یا پاؤن پھیلاے تو اس سے آفتاب معرفت مین گہن لگ جاتا ہے اور یہ اسوقت بھی ہوتا ہے جب اہل معاملہ سے کوئی فتور اور سستی واقع ہوئی اور اسکی تاریکی چڑھی تو نور معرفت مین پوشیدگی ہوگئی قولہ تعالیٰ وتخرج الحی من المیت اشارہ ہے کہ نور حق کا مشاہدہ نصیب کرکے ایسے دلون سے جو فتور مین پڑکر مردہ ہوگئے تھے معرفت کے درخت جماتا ہے اور اشارہ ہے کہ عارف کامل کا بدن جب کہ سلطان توحید کے غلبہ سے بوجھ نہین اٹھا سکتا ہے کیونکہ دونون مین سخت تفاوت ہے تو انکی روح پاک اس تن سے نکال لی جاتی ہے اور کشادہ میدان سرمدی مین رکھی جاتی ہے کہ وہان طلب مشاہدہ کے واسطے جولانی کرتی ہے۔ اور احتمال ہے کہ یہ معنے ہون کہ عارف کی روح کو ان مقامات بلند تک رسائی دیجاتی ہے واللہ اعلم اور قول معروف اجسادنا ارواحنا ہمارے جسم ہماری روح ہین بعض شراح مثنوی نے اسی معنے پر محمول کیا ہے اور حق یہ ہے کہ درحقیقت ان کے اجسام اصل خلقت مین دیگر اجسام سے خلاف ہوتے ہین لیکن یہ نہین کہ وہ روح کے مرتبہ کو پہونچ جاتے ہین جیسا کہ بعض نادانون نے وہم کیا ہے اسواسطے کہ عرفان سے انقلاب ماہیت نہین ہوتا ہے جسم جسم رہتا ہے اور روح روح اور ممکن ممکن کوئی اس مین سے بدل نہین جاتا ہے ہان ظہور آثار ہے اسی واسطے انکے جسم مین نقصان ہونا کچھ مضر نہین ہے جیسا کہ **سلہ باف تبریزی** رحمہ اللہ کی حکایت جو مولوی روم نے نقل کی ہے اس پر شاہد ہے واللہ اعلم بالصواب۔ **قال الشیخ** اور نیز اشارہ ہے کہ عارف صادق کو عامی غافل سے پیدا کرتا ہے جیسے کافر سے مومن پیدا ہوا۔

یا کافر مومن ہوگیا کہ یہ مردگی سے زندگی ہے قولہ ویخرج المیت من الحی الٰہی ولی سے جو زندہ بمعرفت و دیدار مشاہدہ حق عزوجل ہے عامی اندھا مردہ پیدا کرتا ہے اور نیز جب دلون مین قہر کی حرارت سے معرفت کے چشمے خشک ہوجاتے ہین تو ان مین سے بجائے توحید کے شکر کے شرک کا کڑوا اندراین کا پھل نکلتا ہے اور بجائے یقین کے شک پیدا ہوتا ہے اور اس مین غفلت کے درخت باردر ہوتے ہین اور ان مین دنیاوی غم واندوہ ومحبت کے پتے نکلتے ہین اور صفائی معاملہ کا پانی خشک ہوجانے سے اس مین سے یقین و حب الٰہی اور توحید کے خوشبودار پھول خشک ہوکر جل جاتے ہین نعوذ باللہ منہ - بعض مشائخ نے اسکے اشارہ مین کہا کہ جو کوئی دنیا مین اپنے نفس سے مردہ ہوا اور ایمان حق کے ساتھ زندہ ہوا وہ جب جسم سے نکلا تو زندہ جاوید ہے اور جنت مین ہمیشہ حیات ہے اور جو کوئی یہان جسم کی کدورت مین اپنے آپ کو زندہ سمجھتا تھا اور حیات ایمان سے محروم رہا وہ مردہ نکلا یہ اشارہ بھی لطیف ہے- لہذا مردگان کفر سے محبت کرنے کو منع فرمایا بقولہ تعالےٰ -

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ

نہ پکڑین مسلمان کافرون کو اپنا دوست سوائے مسلمانون کے اور جو کرے ایسا وہ اللہ کا

مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝

کوئی نہین مگر یہ کہ تم بچنا چاہو کافرون سے بچاؤ اور ڈر دلاتا ہے تمکو اللہ اپنے سے اور اللہ ہی تک پہونچنا ہے

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مومنین کافرون کو اپنا ولی دوست نہ بنادین مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ غیر مومنین سے ف یعنے مومنون کے سوائے کافرون سے موالات نہ کرین- وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ- اور جسنے ایسا کیا یعنے کافرون سے موالات کی فَلَيْسَ مِنَ- دین- اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ تو نہین وہ دین الٰہی سے کسی شئے مین یعنے دین مین کسی شمار مین نہین ہے- اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً- ای تخافوا مخافۃ فلکم موالاتہم باللسان دون القلب ہذا قبل عزۃ الاسلام ویجری فی بلد لیس قویا فیہا- مگر جبکہ خوف کرو اُن سے تو تمکو روا ہے کہ ان سے زبانی موالات رکھو بدون دل کی دوستی کے اور یہ حکم تقیہ کا پہلے تھا جب تک کہ اسلام کو عزت نہین حاصل ہوئی اور اور اب بھی ایسے ملک مین جاری ہے جس مین اسلام قوی نہو- وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ یخوفکم- ڈراتا ہے تمکو اللہ- نَفْسَهٗ- اپنی ذات پاک سے ای ان یغضب علیکم ان والیتموہم- یعنے یہ تحذیر دیتا ہے کہ غضب کرے تم پر اگر کافرون سے سوائے غرض تقیہ کے دوستی کروگے- وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ- المرجع فیجازیکم- اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھر جانے کا ٹھکانا ہے ف پس تمکو جزا دے گا جیسا کروگے- اس آیۃ مین اللہ تعالےٰ نے کافرون کی موالات سے منع فرمایا جیسے دیگر آیات مین منع کیا ہے چنانچہ فرمایا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم الآیۃ اور قولہ من یتولہم منکم فانہ منہم الآیۃ اور قولہ لا تجد قوما یومنون باللہ الآیۃ- وقولہ لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء الآیۃ- اور قولہ یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء الآیۃ اور یہان فرمایا لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المومنین- ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء- محی السنۃ نے معالم مین کہا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہودیون سے حجاج بن عمرو اور ابن ابی الحقیق وقیس بن زید نے انصاریون سے چند نفر سے رازداری کی دوستی پیدا کی تاکہ کھل ملکر ان کو ان کے دین مین بہکادین پس ان انصاریون سے دیگر انصار مثل رفاعہ بن المنذر وعبداللہ بن جبیر وسعید بن خثیمہ وغیرہ نے کہا کہ تم ان یہودیون سے پرہیز کرو ایسا نہو کہ تمکو تمھارے دین سے فتنہ مین ڈالین مگر ان لوگون نے نہ مانا ان سے ملے گئے پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی- اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ یہ آیت حاطب بن ابی بلتعہ وغیرہ کے حق مین نازل ہوئی کہ وے لوگ کفار مکہ سے دوستی ظاہر کرتے تھے قال المترجم صحیح طور پر ثابت ہوا کہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی پورے مومن تھے وہ مطلب کے واسطے کفار مکہ

سے دوستی کا اظہار کرتے تھے۔ اور **کلبی** رحؒ نے ابوصالح کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ عبداللہ بن ابی منافق واسکے ساتھیوں کے حق مین نازل ہوئی کہ وے یہود و مشرکون سے محبت رکھتے اور انکو خبرین پہونچاتے اور اُمید رکھتے کہ ان کو مسلمانون پر فتح ملیگی پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرماکر مومنون کو منع کر دیا کہ ایسا فعل وہ نہ کرین **قال المترجم شیخ ابن کثیر** وغیرہ کسی نے یہ کوئی قصہ نقل نہین کیا واللہ اعلم بالجملہ آیۂ کریمہ کا مطلب ظاہر ہے کہ کافرون سے موالات مت کرو اور جو کوئی موالات کرے گا وہ اللہ تعالےٰ سے جُدا کیا گیا ہے اور اللہ تعالےٰ اس سے بری ہے اور مفسر وغیرہ نے کہا کہ لیس من دین اللہ۔ اور بعض نے کہا کہ لیس من ولایۃ اللہ۔ اور یہ سب معانی متقارب ہین پھر اللہ تعالےٰ نے اس مین سے ایک صورت تقیہ کی استثناء فرمائی۔ اور معالم مین کہا کہ معنے آیہ کے یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ نے کفار کے ساتھ موالات کرنے اور اُن سے مداہنت کرنے اور ان کے ساتھ باہم رازداری کرنے سے منع کر دیا الا اس صورت مین کہ کفار غالب ہون یا مومن کسی قوم کفار مین ہو کہ ان کی طرف سے خوف کرتا ہو تو ان سے زبان سے مدارات کرے درحالیکہ اسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تاکہ اپنے نفس سے ضرر دفع کرے بدون اسکے کہ کسی خون حرام کو یا مال حرام کو حلال کرے اور بدون اسکے کہ مسلمان کے ملک کے پردہ کی باتین ان سے ظاہر کرے۔ اور تقیہ فقط اسی طور پر ہے کہ اسکو قتل کا خوف ہو اور تقیہ کی صورت مین اسکی نیت و دل مطمئن و سلامت ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ پھر ایسی حالت مین بھی تقیہ کرنا رخصت ہے یعنی جائز و مباح ہے اور اگر اسنے صبر کیا یہانتک کہ اسلام ظاہر رکھا اور قتل کیا گیا تو اسکو بہت بڑا ثواب ملے گا **قال المترجم**۔ آیت مین یہ دلیل نہین ہے کہ کافرون سے خوف ہونے کے ساتھ مین موالات جائز ہے جیسا کہ بعض نے زعم کیا بلکہ جواز درحقیقت مدارات کا ہے بنا بر اینکہ اکراہ امر دیگر ہے اور آیہ مین دو طریق ہین اور دونون کا مآل احد ہے اول آنکہ استثناء از عام ہے ای لایتخذ المومن الکافر ولیا لشئی الا بالتقیہ پس استثناء سے موالات بتقیہ ثابت ہوئی اور وہ ظاہری ہے نہ باطنی۔ اور دوم یہ کہ آیۂ کریمہ اس قول کے قوت مین ہے لا تتخذوہم اولیاء ولکن تتقوا منہم تقاۃ۔ لیس ان کے ساتھ موالات کرنے سے منع کیا اور انسے تقیہ کو جائز رکھا اور یہ خود اسوقت ہے کہ خوف ہو فافہم اگر کہا جاوے کہ **مفسر جلال** رحمہ اللہ نے فلکم موالاتہم کہا ہے تو جواب یہ ہے کہ فلکم موالاتہم باللسان دون القلب۔ کہا یعنے یہان سنے موالات بتقیہ ہین فافہم۔ اور مدارک مین اظہار موالات سے تفسیر کی اور یہی مراد ہے پھر رہا یہ کلام کہ آیا تقیہ بزبان و بعمل دونون ہے یا فقط بزبان ہے تو ابن عباسؓ سے روایت ہین ہے کہ تقیہ فقط زبان ہی سے ہے اور حالانکہ قلب مطمئن بایمان ہو اور ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ تقیہ بزبان ہے اور عمل نہین ہے وہ بھی بغرض دفع ضرر اور یہی ایک جماعت سے مذکور ہے پس تقیہ کر کے کسی کا قتل کرنا حرام مال کا حلال کرنا روا نہین ہے اور رہا یہ کہ تقیہ اب بھی جائز ہے یا اب نہین جائز ہے پس سلف مین سے ایک قوم نے کہا کہ اعزاز اسلام کے بعد اب تقیہ روا نہین ہے اور عبد بن حمید و بخاری نے حسن رح سے روایت کی کہ تقیہ تا قیامت جائز ہے اور بخاری رح نے ابوالدرداءؓ سے نقل کیا کہ اُنھون نے فرمایا کہ ہم بہت لوگون سے خندہ پیشانی سے بولتے ہین حالانکہ ہمارے دل ان کو لعنت کرتے ہین اور یہی مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور یہی ہمارے نزدیک مذہب ہے اور یحیی البکاء سے روایت ہے کہ مین نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے زمانۂ حجاج بن یوسف ظالم مین جس نے سعید رحمہ اللہ کو آخر قتل کیا ہے کہا کہ حسن رحمہ اللہ کہتے ہین کہ تم کو روا ہے کہ زبان سے تقیہ کرلو اور دل مطمئن بایمان رہے تو سعید رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل اسلام کے درمیان مین تقیہ نہین تقیہ تو اہل حرب ہی مین روا ہے۔ اور جاننا چاہیئے کہ موالات کفار مین فتنہ و فساد کبیر ہے وہو الثابت من الکتاب

**ف ۲** عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ لایتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء۔ اے عارف مومن کو جاہل کافر کی مصاحبت نہین چاہیے اور نہ مخلص یعنے اخلاص والے کو ریاکار منافق کی اور نہ سچے ایمان والے کو فریب باندھنے والے کی اور نہ مومن کو

چاہیے

بشدع منکر کی اور جو لوگ اہل حق ہین انکو اہل باطل کی محبت نہین روا ہی تاکہ ان لوگون کے ساتھ بغض کرکے حقیقت عبودیت کے مقام کو پہونچین- قولہ ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیٔ- ای اللہ تعالےٰ کی طرف سے اہل محبت واہل قربت واہل معرفت کا درجہ نہ پاویگا- قولہ تعالےٰ ویحذرکم اللہ نفسہ اپنے خالص بندون کو اپنی جناب مین وصل ہونے سے الگ کردیے جانے کے خوف سے ڈرایا کہ اگر اسکے دشمنون سے محبت کرین گے تو وصال سے مہجور ہونگے- اور اس تخویف سے مقام شفقت مین اپنے خاص دوستون کی پرورش کرتا ہی اور اسپر نقاب غیرت ڈالدی کہ سوا ے اسکے انکو کوئی نہ دیکھے یعنے وہ اور کسی سے نہ ملین نہ محبت کرین **قال المترجم** کسی قوم سے تشبہ کرنا بھی ویسا ہی ہی پس جسنے کسی قوم سے تشبہ کیا یعنے اپنے کو انکے مشابہ بنایا تو انھین مین سے ہی پس اگر اصول اعتقاد مین مشابہ کیا تو قطعاً کافر ہی اور اگر اعمال کفر مین مشابہ کیا مثلاً بت کو سجدہ کیا تو بھی ایسا ہی ہی اور اگر فروع وعادات مین کیا مثلاً لباس مین باین طور کہ یکایک کوئی انجان دیکھے تو اسپر اس قوم کا شبہہ کرے جسکا لباس ہی تو وہ حرام ہی قریب بکفر اور اگر ان کی عیدون وخوشیون مین شریک ہوا مثلاً ہندون کی ہولی مین یا دیوالی مین ان کی مثل خوشی کی تو بھی ایسا ہی ہی اور اگر نوروز کی تعظیم سے مجوس کو ہدیہ بھیجا تو کافر ہی اور بلا تعظیم بھیجا تو حرام ہی اور حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم حدیث حسن ہی یعنے جس کسی نے کسی قوم سے تشبہ کیا وہ انھین مین سے ہی اور واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ ظاہر وباطن کو جانتا ہے لہٰذا فرمایا-

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ

تو کہہ اگر تم چھپاؤگے اپنے جی کی بات یا ظاہر کروگے وہ اللہ کو معلوم ہوگی اور اسکو معلوم ہی جو کچھ ہی آسمان اور زمین مین

وَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۛۖۚ وَّ مَا عَمِلَتْ

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہی جس دن پاویگا ہر شخص جو کیا ہی نیکی سے اپنے روبرو اور جو کیا ہی

مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَ بَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیْدًا ؕ وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ

برائی سے آرزو کرے گا کہ مجھ مین اور اس مین فرق ہوتا دور کا اور اللہ ڈراتا ہی تمکو اپنے سے اور اللہ

رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ○

شفقت والا ہی بندون پر

قُلْ- اے محمد کہدے ان لوگون سے کہ- اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ- قلوبکم من موالاتھم- اگر تم چھپاؤ جو تمہارے سینون مین ہی- یعنے جو تمہارے قلوب مین ہی کافرون کے موالات وغیرہ- اَوْ تُبْدُوْهُ- تظہروہ- یا اس بات کو ظاہر کرو- خواہ زبان سے یا افعال وبرتاؤ سے- حاصل یہ کہ جو کچھ تمہارے دلون مین ہی خواہ چھپاؤ یا ظاہر کرو- یَعْلَمْهُ اللّٰهُ- اسکو اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہی- و- ھو یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ- اور وہ خوب جانتا ہی جو آسمانون وزمین مین ہی ف یہ کلام مستانفہ ہی- وَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ- ومنہ تعذیب من والاھم اور اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہی ف اور منجملہ ہر شئے کے عذاب دینا اس شخص کو جس نے کافرون سے موالات کی پس اسپر بھی قادر ہی- واذکر- یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا- بیان کردے جس دن پاویگا ہر نفس جو کچھ اسنے نیکی سے عمل کیا ہی سامنے حاضر ف پس نہایت فرحت ہوگی- وَ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ- مبتدا خبرہ- تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَ بَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیْدًا- غایۃ فی نہایۃ البعد فلا یصل الیھا- اور جو کچھ بدی سے عمل مین لایا ہے تو تمنا کرے گا کہ کاش اس بدی مین اور اسکے درمیان مین فاصلہ دراز ہوتا ف یعنے نہایت دوری بے انتہا ہوتی تاکہ اسکو بدی نہ

معانقہ ع ۱۰

سپو نچی۔ وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ ۔ اور اللہ تعالیٰ تمکو اپنی ذات سے ڈراتا ہے مکرر بغرض تاکید فرمایا اور بیضاوی نے کہا کہ تاکید اور یاددہانی کے واسطے مکرر فرمایا اور تفتازانی رحمہ نے کہا کہ احسن یہ قول ہے کہ اول مین تو موالات کفار سے منع فرمایا اور یہان نیک کام کرنے اور بدکام سے بچنے پر آمادہ کرنے کو فرمایا۔ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۔ اور اللہ تعالےٰ اپنے بندون پر بہت مہربان ہے اور حسن رح نے کہا کہ یہ بھی اسکی رافت ہے کہ اپنے بندون کو اپنے نفس سے تحذیر دلائی۔ اور نفس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اور بعض نے کہا کہ مشاکلت کے طور پر جائز ہے جیسے قولہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک۔ اور حق یہ کہ نفس بمعنے وجود و ذات آتا ہے پس جائز ہے اور مفسر رحمہ نے اتقان مین طول کلام کیا ہے فلیراجع ف ۲ شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ واللہ رؤف بالعباد۔ اللہ تعالےٰ اپنے نیک بندون و فرمانبردارون پر بہت شفقت رکھتا ہے کہ ان کو غافلون و جاہلون کی نظر سے چھپا دیا اور اہل توحید و معرفت کی مصاحبت مین ان کو بزرگی دی اور ان کے واسطے شریعت و حقیقت کا مقام عنایت کیا ہے حتی کہ وہ بھی اسی گھاٹ پر آتے ہین جہان انبیا[له] و رسول علیہم السلام وارد ہوتے ہین اور مقربین کے چشمۂ شیرین سے آب صفا پیتے ہین اور لباس وفا کو جو کرّوبین کا بنا ہوا ہے پہنتے ہین اور شیخ ابو عثمان رح سے دریافت کیا گیا کہ قولہ لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء کے کیا معنے ہین تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی بدعتی کی طرف کچھ بھی کشادہ پیشانی نہو۔ نہ کنبے کے لحاظ سے اور نہ نسب کے پاس سے اور جب کبھی اس سے ملاقات ہو تو منہ کی کراہت کے ساتھ ملے اور اگر اس سے خوش دلی و کشادہ پیشانی سے ملا اور کنبے و نسب کا پاس کیا تو اسنے ایسی چیز سے محبت کی جسکو اللہ تعالےٰ مبغوض رکھتا ہے پس وہ اللہ تعالےٰ کا ولی نہین ہو سکتا۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے اولیا سے موالات کرتا اور اس کے دشمنون سے عداوت کرتا ہے اور ابن عطا رحمہ نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ یحذرکم اللہ نفسہ انھین کو تحذیر فرماتا ہے جو عارف ہین اور واسطی رحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تمکو تحذیر کرتا ہے کہ کسی طاعت کے بجالانے کا دعوی کرو اسواسطے کہ اس مین ربوبیت کا جذب ہے اور نیز تنبیہ کی کہ کوئی شخص اس بات سے بےخوف نہو جاوے کہ اسکے ساتھ وہ معاملہ کیا جاوے جو ابلیس کے ساتھ کیا گیا کہ اسکو ظاہر مین معصوم کر دیا تھا حالانکہ درحقیقت وہ لعنت مین تھا اور علم سابق مین اسکے واسطے وہ تھا جو آخر ظاہر ہوا تاآنکہ ناگاہ اسکو گرفتار کر کے اسکی علت ظاہر کر دی جو اسکے نفس مین پیدا ہوئی تھی اور یہ خطاب بڑے اکابر کو ہے اور رہے چھوٹے مرتبہ والے تو انکا خطاب قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ۔ ہے۔ اور قولہ اتقوا اللہ ما استطعتم ہے اور حضرت جعفر نے فرمایا کہ قولہ یحذرکم اللہ نفسہ۔ یہ خطاب اکابر کو ہے اور قولہ واللہ رؤف بالعباد۔ خطاب چھوٹے درجہ والون کو ہے اور ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ حذر کر تو اسکی سطوت و عذاب کی سخت گیری سے کیونکہ وہ عزیز قہار ہے اور اگر اپنی روح کو اس پر صدقہ کرے تو بھی جان رکھ کہ تو تصور کرنیوالا ہے اور تو نے کچھ نہ کیا۔ اور واسطی رحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تمکو تحذیر فرماتا ہے کہ ثابت کرو تم اسکی ذات کو اپنے نفوس کے ساتھ اور اسکی صفات قدیمہ کو اپنے احوال مخلوقہ کے ساتھ اور اس سے کہ بھول جاؤ تم ازلیت کو آخریت سے اور ربوبیت کو عبودیت سے اسواسطے کہ اصل تو اصل ہے اور عبودیت تو ربوبیت سے ظاہر ہوئی ہے اور شیخ ابراہیم خواص نے فرمایا کہ قلب مین حذر پیدا ہونے کی علامت یہ ہے کہ ہمیشہ مراقبہ ہو اور مراقبہ کی علامت یہ ہے کہ جو احوال نازل ہون ان کو تفقد کرتا رہے۔ اور جعفر رح نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمکو تحذیر فرماتا ہے کہ تو اپنے نفس کو صالح سمجھے اسواسطے کہ صلاحیت جس شخص کے لیے علم ازلی مین ہو چکی ہے وہ موت کے وقت ظاہر ہوگی اور استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ یحذرکم اللہ نفسہ۔ سے اشارہ تو عارفون کے لیے ہے اور واللہ رؤف بالعباد۔ مشتاقون کے لیے ہے کیونکہ وہ لوگ تو ایسے ہین کہ سختی کو جھیلین گے اور یہ لوگ ایسے ہین کہ انپر تخفیف و سہولت رکھی جاتی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے ان کو یحذرکم اللہ نفسہ سے فنا کر دیا پھر واللہ رؤف بالعباد۔ سے انکو زندہ کر کے ہمیشہ کے واسطے باقی رکھا اور ابن عطا رحمہ نے کہا کہ رافت تو مومن و کافر و نیکوکار و فاجر سب کو

[له] یعنے انبیاء علیہم السلام کی پیروی کی [illegible] ۱۲

شامل ہی اور رحمت مخصوص ان مومنون کے واسطے ہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہین اور انکے سوا ے اور بندون کو نہین پہونچی اور یہ
بمانند قول ابراہیم علیہ السلام ہی کہ کما وارزق اہلہ من الثمرات من آمن منہم باللہ – اور کہا کہ جسنے کفر کیا تو حال یہ ہی کہ سواے حق عزوجل کے آسمانون زمینون
مین کوئی اس کا رازق نہین ہی اور اللہ تعالے کی ربوبیت مین یہ بات جاری ہو چکی ہی کہ اولیاء و اعداء دونون قسم کے بندون کو تحذیر فرما دے پس
اعداء یعنے کافرون و مشرکون کو تو اپنے افعال قدیمہ سے تحذیر کی بعوض اسکے جو انسے صادر ہوا مثل عقوبت دوزخ وغیرہ کے کیونکہ وہ افعال و صفات
کے درمیان مین قہر بالواسطہ ہی اور اولیا اور مؤمنین کو اپنی خاص ذات و صفات سے تحذیر کی پس صفات سے مؤمنون کی تحذیر یون ہی کہ ان کو اپنے
نوال و کرامت سے محروم و مہجور کر دیا اور اپنے اولیاء کو اپنی ذات کی عزت سے تحذیر کی اور مومنین کے طبقات متفرق ہین پس اصل توحید مین تو سب کے
سب متفق ہین اور منازل و مقامات کی راہ سے ان مین فرق ہی یعنے بعض کسی مقام مین ہین اور بعض دیگر کسی مقام دیگر مین ہین اگرچہ یہ لازم نہین کہ ہر ہر
فرد کا مقام الگ ہو پس تائبین کو سلطنت سے تحذیر کی اور خائفین و جلین کو بطور سطوات عظمت سے تحذیر کی اور محبین و مشتاقین کو عزت و
توبہ کرنے والے ۱۲ غلبہ ۱۲ خوفناک ۱۲ براہ یعنے ترسندہ ۱۲
جبار ہونے سے تحذیر کی – اور عارفون و موحدون کو کبریائی دائمی سے تحذیر کی پھر ان صفتون مذکورہ کے ساتھ اہل انبساط و اہل بسط اور اہل رجبا
سب کو تحذیر دی جاتی ہی اسواسطے کہ توحید کے درجون مین ان سے سوء ادب ساقط ہی اور جناب باری عزوجل کی توحید کے سامنے سب برابر ہین –

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو کہ اللہ تمکو چاہے اور بخشے گناہ تمھارے اور اللہ بخشنے والا
رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝
مہربان ہی تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور رسول کا پھر اگر وہ ہٹے رہین تو اللہ نہین چاہتا منکرون کو

ونزل لما قالوا ما نعبد الاصنام الا حبا للہ لیقربونا الیہ – قُلْ – لہم یا محمد – جب مشرکین نے کہا کہ ہم بتون کو نہین پوجتے مگر اللہ تعالے کی
محبت کے واسطے تاکہ ہمکو اللہ تعالے کے یہان نزدیک کردین تو نازل ہوا – قل یعنے کہہ ای محمد صلعم ان لوگون سے کہ اِنْ كُنْتُمْ
تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ – اگر تم اللہ تعالے سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ بمعنے انہ یثیبکم – اللہ تعالے
تمکو دوست رکھیگا یعنے ثواب دیگا – وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ – اور تمھارے گناہ بخشے گا – وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ – لمن اتبعنی ما سلف منہ
قبل ذلک – اور اللہ بخشنے والا ہی یعنے میری پیروی کرنے والے کو وہ سب گناہ جو اس سے قبل اسکے صادر ہوے ہین بخشنے والا ہی – رَّحِيْمٌ
بہ – ایسے شخص پر مہربان ہی – قُلْ – لہم – کہدے ان سے کہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ – فیما یامرکم بہ من التوحید – اطاعت کرو اللہ تعالے
کی اور رسول کی ہر ایک امر توحید مین جسکا تمکو حکم کرتا ہی فَاِنْ تَوَلَّوْا – اعرضوا عن الطاعۃ – پھر اگر طاعت سے منھ موڑ گئے تو کافر ہین –
فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ – تو اللہ تعالے کافرون کو دوست نہین رکھتا – فیہ اقامۃ الظاہر مقام المضمر ای لا یحبہم والمعنی
انہ یعاقبہم – اس جملہ مین ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو فرمایا کیونکہ لا یحبہم – کافی تھا اور معنے یہ ہین کہ اللہ تعالے کافرون کو عقاب کرے گا ف –
بعض نے کہا کہ یہ آیت یہود و نصارے کے حق مین نازل ہوئی کہ انھون نے کہا – کہ نحن ابناؤا اللہ واحباؤہ – یعنے ہم لوگ اللہ تعالے کے فرزند
اور اسکے محبوب ہین تعالے اللہ عما یشرکون – حالانکہ وہ خوار بندے ہین اللہ تعالے کے مگر جو ایمان لاوین – اور معالم مین ہی کہ ضحاک نے ابن عباس رض
سے روایت کی کہ قریش کے لوگ مسجد الحرام مین تھے وہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جا کر کھڑے ہوے دیکھا کہ قریش بتون کو سجدہ کرتے ہین اور
ان پر شعامہ کے انڈے لٹکائے تھے و دیگر زینت سے آراستہ کیا تھا پس آپ نے فرمایا کہ واللہ ای گروہ قریش تمنے اپنے باپ ابراہیم و اسمٰعیل

کی ملت سے مخالفت کی ہے پس قریش نے کہا کہ ہم تو ان کو اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے پوجتے ہین تاکہ اللہ کے نزدیک ہمارا مرتبہ بڑھا دین پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ الآیۃ اور ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے کئی طرق سے حسن بصری رح سے روایت کی ہے چند قومون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین کہا کہ اے محمد ہم اپنے پروردگار سے محبت رکھتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ حسن بصری رح وغیرہ علمائے سلف نے کہا کہ ایک قوم نے زعم کیا کہ وے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے انکو اس آیۂ کریمہ سے امتحان کیا۔ قال ابن کثیر اور یہ آیت کریمہ ہر ایسے شخص پر سچے وجھوٹے ہونے کا حکم دیتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرے پس اگر وہ طریقۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نہین تو قطعًا جھوٹا ہے اور سچا جب ہے کہ شرع محمدی و دین نبوی کی اتباع تمام اقوال و افعال مین کرے حتی کہ تجاوز نہ کرے چنانچہ صحیح مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا کہ جس نے ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہین ہے تو وہ کام مردود ہے اسی واسطے فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اور محبت لغت مین میل کرنا نفس کا کسی چیز کی طرف بسبب کسی کمال کے جو اس مین ادراک کیا ہے پس بندہ نے جب جان لیا کہ کمال حقیقی فقط اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور جو کچھ کمال اپنے مین یا غیر مین دیکھا اسکو جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف اور اللہ تعالیٰ ہی کے دین سے ہے تو اسکی محبت کسی سے نہو گی سوائے اللہ تعالیٰ کے یا اللہ تعالیٰ کے واسطے اور یہ مقتضی ہے کہ بندہ اسی کی بندگی کا ارادہ کرے اور جو فرماوے اسکو بجالاوے پس اللہ تعالیٰ کی محبت کرنے سے یہ لازم آیا کہ اسکی اطاعت کرے یہ تو بندے کا اللہ تعالیٰ کو دوست رکھنا ہوا اور رہا اللہ تعالیٰ کا بندے کو دوست رکھنا تو لغوی معنے صادق نہین کیونکہ میل کرنا نفس کا پاک پروردگار کی شان مین نہین کہہ سکتے اور نہین صحیح ہے پس لازم معنے سے تفسیر ہے یعنے اللہ تعالیٰ کا بندے کو دوست رکھنا یہ کہ اس کی طاعت پر ثواب دے اسی واسطے فرمایا ویغفر لکم ذنوبکم۔ اور مدارک مین ہے کہ بندے کا اللہ تعالیٰ کی محبت رکھنا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کو سب باتون پر اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کا بندے کی محبت کرنا یہ کہ اس سے راضی ہو اور ثواب دے پس معنے آیت کے یہ ہین کہ کہدے اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعوے مین سچے ہو تو اسکے رسول کے احکام کے تابع ہو تاکہ اللہ تعالیٰ تمکو چاہے کیونکہ طاعت اللہ تعالیٰ کی بواسطہ اسکے رسول صلعم کے معلوم ہو گی پس رسول کی اتباع تو اس دعوی کو لازم ہے اسی واسطے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جو لازمہ محبت آلہی عزوجل ہے اسکے یہی معنے ہین کہ رسول اللہ صلعم کے احکام اور فرمان سب بسروچشم قبول کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عین محبت ہے اسی واسطے فرمایا کہ من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ یعنے جسنے رسول کی اطاعت کی اسنے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اور حضرت عائشہ رض سے مرفوعًا روایت ہے کہ شرک تو اس سے زیادہ پوشیدہ ہے جیسے کوہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی چلتی ہو اور ادنیٰ شرک یہ ہے کہ تو محبت رکھے کسی شئے پر جور سے اور بغض رکھے کسی پر عدول سے اور بھلا دین کچھ ہے سوائے اسکے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے محبت ہو اور اللہ تعالیٰ کیواسطے بغض ہو رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ والحاکم وابن ابی حاتم اور شیخ ابن کثیر رح نے جملہ اخیر بروایت ابن ابی حاتم مع اسناد نقل کرکے کہا کہ اس کا راوی جو عبدالاعلیٰ ہے اس کو ابو زرعہ نے کہا کہ منکر الحدیث ہے اور خطیب نے سراج المنیر مین کہا کہ حسن بصری رح سے روایت ہے کہ ایک قوم نے رسول اللہ صلعم کے عہد مین زعم کیا کہ وے لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کے قول کی تصدیق ان کے کامون سے ہو پس جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعوی کرے اور اسکی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کرے وہ بڑا جھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب مجید اسکو جھوٹا بتلاتی ہے اور جب تو ایسے لوگون کو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعوی کرتے اور ذکر کرتے ہین اور ان مین ہر ایک کی یہ شان ہے کہ گانے بجانے سے یاد کرتا اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہاتھ پر ہاتھ مارتا اور چیختا اور بیہوش ہو جاتا ہے تو شک نہین

کہ وہ اللہ تعالےٰ کو نہین پہچانتا اور یہی نہین جانتا کہ اللہ تعالےٰ کی محبت کیا ہی اور اسکا حال چیخنا و نعرہ مارنا اور بیہوشی فقط اسوجہ سے ہی کہ اسنے اپنے نفس خبیث وخیال پلید مین ایک خوبصورت شکل کا تصور باندھا اور اسکو کچھ سمجھ لیا حالانکہ یہ محض تصور شیطانی ہی اور اللہ تعالےٰ پاک عزوجل برتر ہی کہ کسی تصور مین آوے پھر احمقون کی ایک جماعت کو دیکھو کہ جہالت سے اسکے گرد تعظیم کو جمع ہوتے ہین نعوذ باللہ منہ **مترجم** کہتا ہی کہ **خطیب** رحمہ اللہ نے شاید یہ جاہل صوفیون کا ذکر کیا ہی اور فتاواے عالمگیری مین بھی دو مقام پر ایک کتاب الشہادات اور دوم صوفیون کو وصیت کے مسئلہ مین جاہل صوفیون کا ایسا ہی کچھ حال ذکر کیا ہی اور ان لوگون کی شہادت کو رد کیا اور **علامہ نسفی** رح نے بھی اپنے رسالہ مین بہت فرقے بیان کیے اور سب کا رد کیا اور آخر مین لکھا کہ خاکسار بے تن پرور متبع سنت مخلوق پر شفقت کرنے والے دن کے روزہ دار راتکے تہجد گزار جنکا قول وفعل وکھانا پینا بیٹھنا اُٹھنا سب سنت کے موافق ہی وہ فرقہ البتہ صوفی ہی اور ان کی تعظیم ومصاحبت مین دنیا سے آدمی کو بیزاری وآخرت کی یاد ہوتی ہی اور روے بزرگان امت ہر زمانہ مین موجود ہوتے ہین واللہ اعلم- اور محبت کے بارہ مین جو احادیث ومقامات ہین وہ آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ تحقیق سے بیان ہونگی اور ہلاک امر پہلے پارہ مین مذکور ہو چکا ہی فتذکر- اور جان لینا چاہیئے کہ سخت بے ادب وہ لوگ ہین جو جناب رسالت مآب سید المرسلین خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک مین اشعار بے ادبانہ کہتے یا ان کو گاتے ہین اور سمجھتے ہین کہ یہ نعت ہی اور ہمکو حضرت نبی صلعم سے عشق ہی- یہ ہرگز روا نہین ہی مولانا روم فرماتے ہین کہ ؎ بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد + بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد + اے اہل ایمان ذرا غور کرو اور ہر ایک دوسرے کو نصیحت کرو اور اس سے باز رہو ہمیشہ ادب سے نام لو درود پڑھو آہستہ اطمینان سے آپ کا ذکر آوے تو بھی تعریف کرو واتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین- قولہ واللہ غفور رحیم مفسر رحمہ اللہ نے اشارہ کیا کہ اسلام سے اگلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہین- قولہ قل اطیعوا اللہ والرسول -مفسر رحمہ اللہ نے امر توحید مین اطاعت کی تفسیر کی کہ وہ جامع اُمور اعتقاد وغیرہ ہی اور نیز کفار کی اطاعت اولا اعتقاد توحید مین ہی قولہ فان تولوا فان اللہ لایحب الکافرین یعنی اگر وہ اطاعت نہ کرین عصیان کرین تو اللہ تعالےٰ کافرون منکرون کو نہین دوست رکھتا یعنے عذاب کرتا ہی اور کافرون کے نام رکھکر ان کی فضیحت کی اور حدیث ابو ہریرہؓ مرفوع ہی کہ میری کل اُمت جنت مین داخل ہوگی مگر جسنے انکار کیا- لوگون نے عرض کیا کہ انکار کون کرتا ہی فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت مین داخل ہوا اور جسنے میری نافرمانی کی اسنے انکار کیا- رواہ البخاری اور جابر بن عبد اللہ رضؓ کی حدیث مین ملائکہ کے آنے و باہم گفتگو کرنے کے قصہ مین ہی کہ جسنے اطاعت کی محمد صلعم کی اسنے اللہ تعالی کی اطاعت کی اور جسنے محمدؐ کی نافرمانی کی اسنے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی رواہ البخاری **ف۲** عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ- یعنے ان لوگون سے کہدے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالےٰ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور تم اپنے دعوے مین سچے ہو تو میری پیروی کرو مین تو محبین کا سردار ہون اور صدیقین کا سرتاج ہون اور رسولون کا پیشوا ہون اور طالبان حق کا امام مصطفیٰ ہون تاکہ مین تمکو دکھلا دون کہ اس راہ مین ایسی ایسی چیزین چھپی ہلاک کرنے والی ہین اور ایسی ایسی چیزین اس راہ مین نجات دینے والی تمھاری نظر سے پوشیدہ ہین اور تمکو مشاہدہ کے احکام ونزدیکی حاصل کرنے کے اسرار بتا دون اور اچھے کام کرنے اور عمدہ بندگی کرنے کی ہدایت کرون اور ادب سے چلنے کی اچھی صورتین سکھلا دون اور عمدہ اخلاق بتا دون کہ وہ تمھاری راہ مین کام آوین کیونکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے محبت کے آثار مجھپر کشف کردیے گئے اور اس کی نزدیکی کے انوار مجھمین بھرے ہوے ہین اور میری پیروی درحقیقت شکر محبت محبوب ہی اور جب تمنے میری پیروی کرکے اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا تو اللہ تعالےٰ تمھاری محبت ومعرفت اور زیادہ کردے گا اللہ تعالےٰ نے فرمایا- فاتبعونی یحببکم اللہ- اور فرمایا- لئن شکرتم لازیدنکم اگر تم شکر کروگے مین تمکو اور زیادہ دونگا- محبت کی حقیقت عارفون ومحبون کے

نزدیک یہ ہے کہ دل آتش شوق سے کباب ہوجاوے اور روح عشق کی لذت سے ماہی بے آب کی طرح تڑپے اور حواس روحی دریاے اُنس مین ڈوب جاوین
اور نفس کو پاک پانی سے طہارت حاصل ہو اور عین الکل سے (ہمہ تن آنکھ ہو کر ۱۲) فقط محبوب ہی کو دیکھے اور دونون جہان سے اپنے عین الکل کو بند کرلے اور سر باطنی
غیب الغیب مین سیر کرے اور محبوب کے جو اخلاق ہین اُن سے آراستہ ہو اور یہی اصل محبت ہے- اور محبت کی شاخ یہ ہے کہ محبوب جن باتون سے
راضی ہو ان سب کو محب بجالاوے اور اسکی بلاؤن کو پسند کرے مُرا نہ جانے اور جو اس کی قضا و قدر ہے اسکو تسلیم کرے اور ان سب مین یہ شرط ہے
کہ پورا وفا کرے اور سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت و متابعت پر قائم رہے اب رہا بیان اسکا کہ محبت کرنے کے آداب کیا ہین تو
اہل محبت کے آداب یہ ہین کہ محبت کرنے والا تمام خواہشون و لذتون سے بالکل الگ ہوجاوے اور نیکیان کرنے مین جلدی کرے اور خلوتون تنہائیون
اور مراقبات مین ساکن اور ٹھہرا رہے اور صفات باری کے انوار پر نظر کرے ان کی خوشبوئین سونگھے اور مُناجات کرنے مین گڑگڑاوے اور نوافل و
عبادات ادا کرنا شروع کرے یہانتک کہ قرب نوافل کا جو مرتبہ ہے وہ حاصل ہو کہ صفات حق عزوجل سے متصف ہوجاوے اور خلق مین اُسکے نور سے
روشن ہو اور یہ مضمون صحیح حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ برابر بندہ مجھسے نوافل عبادات سے نزدیکی ڈھونڈھتا ہے یہانتک کہ مین اسکے کان و ناک ہاتھ
ہوجاتا ہون **قال المترجم** اصل حدیث تو صحیح بخاری مین ہے اور یہ مضمون اس مین سے ایک ٹکڑے کا خلاصہ ہے اور صوفیون کے طور پر مین نے
اسکے معانی پہلے بیان کردیے ہین کہ مراد یہ ہے کہ جتنے اسکے اعضاء ظاہری و باطنی ہین سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق کام کرتے ہین اور اس شخص کے
اختیار مین نہین رہتے ہین بلکہ یہ خود ہی اپنے ارادہ و خواہشون سے خالی ہوتا ہے اور تحقیق اسکی اول پارہ مین گذری ہے اور مختصر یہ ہے کہ ایمان کا نور
محبت قلب مین اوگے پھر وہان سے تمام بدن کے رگ و ریشہ مین ساری ہوتا ہے حتی کہ وہ باطن کی آنکھ سے بالکل نور ہی نور دیکھتا ہے پھر جب اس پر مضبوط رہا
اور اللہ تعالیٰ نے اسکا رتبہ بلند کیا تو اصل تو نور کا معدن اسکا قلب ہوجاتا ہے اور قلب مین سواے ان خطرات کے جو قضاء و قدر کے موافق ہین
اور کچھ نہین آتے اور اعضاء سب اسی کے موافق کام کرتے ہین اور دل انپر حکم چلاتا ہے اور دل پر رب تعالیٰ حاکم ہے پس اسکا سونا بیٹھنا اٹھنا کھانا پینا
وغیرہ ایسے سب کام بھی ثواب ہین اور جو وہ کہتا ہے وہی ہوتا ہے ولیکن وہ کچھ نہین کہتا ہے سواے اسکے جو کہ موافق قضاء و قدر کے اسکے دل مین آوے
پس جاہل لوگ جو ایسے بزرگون کو گھیرتے ہین اور دُنیا کی ناپاک خواہشین ان سے مانگتے ہین اور انھین کے ہاتھ مین سب کچھ جانتے ہین
یہ گویا کافر و بیوقوف ہین کاش اگر انکے پاس بیٹھکر انوار قرب و منزلت حاصل کرتے تو خاص بندون مین ہوجاتے ولکن اللہ یفعل ما یشاء- اور
محبت خالص نہین ہوتی مگر بعد ازانکہ روح ناطقہ اپنے سرّ باطنی کی آنکھ سے حق عزوجل کو اسکے حُسن قدم و صفت جمال پر مشاہدہ نہ کرے اور
نعمتون کا دینے والا تو وہی ہے مگر اس صفت کے مشاہدہ سے محبت خالص نہین ہوتی کیونکہ جو محبت کہ نعمتون کے دیکھنے سے پیدا ہوئی ہے وہ
گو اسی سبب سے لگی ہوئی ہے خالص نہین ہے اور حقیقی خالص محبت وہی ہے جس مین محب کی طرف سے علت و سبب کا لگاؤ نہو اور محبوب کی طرف
کوئی شرط نہین ہے اور **شیخ ابو عمرو بن عثمان** ؒ نے فرمایا کہ محبت الٰہی کا اثر یہ ہے کہ ہمیشہ اسکے دل مین خشیۃ اللہ بھرا رہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو
اور ہمیشہ قلب اسکے ساتھ مشغول ہو اور برابر قلب اسکی یاد مین قائم ہو اور ہمیشہ اس سے اُنس پاوے- اور **محمد بن حنیف** نے
فرمایا کہ محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہر دم چاہنے مین اس سے موافق رہے- اور بعض نے کہا کہ جمال کی خوبیان و لطائف ظاہر ہونے کے
وقت دل موافق ہونے کو محبت کہتے ہین- اور **شیخ عارف ابویزید بسطامی** قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مین نے اللہ تعالیٰ سے محبت
کی اور اسکو محبوب رکھا یہانتک کہ مین نے اپنی جان و نفس کو مبغوض کرلیا پھر مین نے دنیا کو دشمن سمجھا تاکہ اسکی بندگی کو محبوب کیا اور مین نے
سب چیزین جو سواے حق عزوجل کے ہین چھوڑدین تو اللہ تعالیٰ سے واصل ہوا اور مین نے خالق عزوجل کو اختیار کیا تو میری

خدمت مین تمام مخلوق مشغول ہوگئی۔ اور بعض بزرگون نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی محبت یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے تمام اقوال و
افعال و آداب و احوال مین سوائے ان باتون کے جو حضرت صلعم کے ساتھ مخصوص تھین کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنی محبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی متابعت سے ملایا ہی **قال المترجم** یہ قول بہت مشابہ بفقہ ہی اور یہی قول ہی کہ جسپر تمام اعتماد کرین اور فائدہ اُٹھاوین اور یہی جڑ ہی کہ
اس سے تمام اقوال جو شیخ نے ذکر کیے ہین حاصل ہونگے اور اسی کا نتیجہ ہوتا ہی جو آگے شیخ رحمہ اللہ بیان کرتے ہین کہ **انطاکی** رحمہ اللہ سے
دریافت کیا گیا کہ محبت کا نشان کیا ہی تو فرمایا کہ محبت والا اس حال مین ہوجاتا ہی کہ قلیل عبادت کرتا ہی یعنے فرائض و واجبات تمام سنن و آداب کے ساتھ نہایت
خوبصورتی سے ادا کردیتا ہی اور تہجد کو پورا کرتا ہی پھر اس سے زیادہ نوافل مین کمی کرتا ہی اور ہمیشہ تفکر مین مشغول رہتا ہی جس کی تعریف کتاب و سنت مین موجود ہی
اور تنہائی بہت پسند کرتا ہی اور ظاہر مین خاموش رہتا ہی جسکا حکم حدیث مین ہی جب نظر کرتا ہی تو کچھ دیکھتا نہین اور جب پکارا جاوے تو سنتا
نہین اور جب اسکو کوئی مصیبت پہونچائی جاوے تو غمگین نہین ہوتا اور جب وہ کسی کو مصیبت پہونچاوے تو خوش نہین ہوتا اور کسی شخص سے
ڈرتا نہین اور کسی شخص سے اُمید نہین رکھتا ہی۔ **شیخ یحییٰ بن معاذ** سے پوچھا گیا کہ محبت کی حقیقت کیا ہی تو فرمایا کہ نہ نیکی سے بڑھے اور نہ جفا سے گھٹے
**قال المترجم** ۔ یعنے اگر اسکو بھلائی پہونچے تو یہ نہین کہ اسکی محبت زیادہ ہوجاوے اور اگر اسکو بُرائی پہونچے تو یہ نہین کہ اسکی محبت گھٹ جاوے
خلاصہ یہ کہ اسکی محبت انعام پر نہین ہی اور یہی خالص محبت ہی اور اگر انعام پر ہو تو خالص نہین ہی اور یہ اوپر بیان ہوچکا ہی۔ اور **جعفر** رحمہ اللہ نے
قولہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی کے اشارہ مین کہا کہ اللہ عزوجل نے صدیقین کے اسرار کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی مین مقید کردیا تاکہ صدیقین
جو اُمت مین سب سے بڑے مرتبہ والے ہین یہ جان لین کہ انکے احوال اگرچہ بہت بلند ہین اور انکے مراتب اگرچہ بہت اونچے ہین پر وے لوگ
ہرگز یہ قدرت نہین رکھتے کہ پیروی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرمو تجاوز کرسکین اور نہ ان کا یہ مرتبہ ہوسکتا ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
مرتبہ تک پہونچین **قال المترجم شیخ جلیل عماد بن کثیر** رحمہ اللہ نے تفسیر قولہ فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین مین خوب کہا کہ اس مین
دلالت ہی کہ نبی صلعم کے طریقہ کی مخالفت کرنا کفر ہی اور جو ایسا ہو اللہ تعالےٰ اسکو محبوب نہین رکھتا اگرچہ وہ دعوی کرے اور اپنے نزدیک زعم کرے کہ وہ اللہ
تعالےٰ کا محب و مقرب ہے جب تک کہ رسول الثقلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کرے جس کی یہ شان ہی کہ اگر انبیا ہوتے بلکہ رسول
ہوتے بلکہ رسولون مین سے جو اولوالعزم رسول ہین مثل موسیٰ علیہ السلام کے ہین وہ ہوتے اور آپ کا زمانہ پاتے تو ان کو ہرگز کوئی گنجایش نہوتی اور
کوئی عذر انکا اللہ تعالےٰ کے نزدیک قبول نہوتا سوائے اسکے کہ وے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرین اور آپ جس دین کو لائے اور حکم
دیتے ہین اس مین داخل ہون چنانچہ تفسیر قولہ تعالےٰ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیہ مین اسکی تقریر ہم بیان کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔ انتہی
کلامہ پھر جاننا چاہیئے کہ کیا اچھا حال ان پاک لوگون کا ہی جنھون نے آپ کو پایا وے عجب آنکھین تھین جنھون نے آپ کے قدم دیکھے وے عجب
سر تھے جو پاک پروردگار عزوجل کے واسطے آپ پر نثار ہوئے وے تمام اولاد آدم اگلے پچھلون سے بہتر تھے سوائے انبیا و رسولون کے ان کے
پیچھے والے لوگون مین کوئی کتنا ہی بڑا قطب و غوث کیون نہو ان مین سے ادنیٰ شخص کے سامنے ایسا ہی جیسے بڑے عالم کے سامنے مکتب کا لڑکا
جیسا کہ دلائل شریعت سے ثابت ہے اور یہ تو اللہ عزوجل جلالہ کی تقدیر و خلقت ہی فرمایا کہ ان ربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لہم الخیرۃ۔
تیرا پروردگار جو چاہتا ہی پیدا کرتا اور چھانٹ لیتا ہی ان لوگون کو تو کچھ بھی اختیار نہین ہی پس یہ اللہ تعالےٰ کا فضل تھا کہ اس نے ازل مین
آپ کی کل اُمت کو پھر اُمت مین سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھانٹ لیا اور چُن لیا اور وہ آپ کے اصحاب بنائے گئے صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ
عنہم اجمعین۔ اور **شیخ ابن عطاء** رحمہ اللہ نے قولہ تعالےٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ مین کہا کہ اس مین حکم دیا

ادنیٰ طلب کرنے کا اس شخص کو جو نور اعلیٰ سے اندھا ہی اور مین کہتا ہون کہ کوئی شخص نور اعلیٰ کو نہین پہونچ سکتا ہی جس نے نور ادنیٰ سے اس کی براہ نہ حاصل کی اور جسنے نور ادنیٰ والے کے آداب کو مضبوط نہ پکڑا اور نہ اسکی راہ کی پیروی کی اسکو نور اعلیٰ کی طرف راہ نہین وہ دونون نورون سے اندھا رہا اور شیطانی لباس غرور پہنکر گمراہ ہوا **قال المترجم** یہ فہمائش کے طور پر بیان ہی ورنہ او تعالےٰ عزوجل کی شان بہت پاک و بلند ہی کہ نور اعلیٰ کہی جاوے اور کسی کو اُس سے ادنیٰ و اعلیٰ کی نسبت نہین ہی اور شیخ نے محبت کو نور اعلیٰ اور متابعت کو نور ادنیٰ سے مثال دی اس سے مقصود فہمائش ہی کیونکہ نہایت ناچاری ہی کہ سمجھانے کی صورت مین اگر مثال دی جاوے تو سوائے مخلوق کے اور تو کوئی چیز ملتی نہین ہی آخر اسی سے مثال دی جاتی ہی اور تنبیہ کردی جاتی ہی کہ یہ فہمائش کے طور پر ہی فافہم - اور **شیخ ابو یعقوب سوسی** رحؒ نے فرمایا کہ محبت کی حقیقت یہ ہی کہ بندہ اپنے پروردگار سے اپنا حصّہ بھول جاوے اور اسکی طرف اپنی حاجتین فراموش کرے **قال المترجم** یہ مطلب ہی کہ صرف حق عزوجل کی خواہش ہو اور خودی و اپنی حاجات سب فراموش ہون کیونکہ اپنی حاجات یاد رہنے کی صورت مین یہ لگاؤ ہو گا فافہم **شیخ واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ محبت صحیح نہین کہ اسکے سرّ باطنی پر اغراض کا اثر ہو اور اسکے قلب پر شواہد کا خطرہ موجود ہو بلکہ صحیح محبت یہ ہی کہ محبوب کے مشاہدہ مین ایسا ڈوبا ہو کہ سب بھول جاوے اور اسی سے اسکے ساتھ خود فنا ہو **قال المترجم** فنا کے یہ معنے ہین کہ اپنے نفس کو اور اپنے ارادون کو اور اپنے خطرون کو زائل کرے اور ایسا ہو جاوے جیسے مردہ بدست زندہ اور عنقریب اس کی تحقیق **فتوح الغیب** سے بیان ہو چکی ہی فافہم - اور **ابن منصور** رحؒ نے فرمایا کہ محبت کی حقیقت یہ ہی کہ تو اپنے محبوب کے ساتھ اس طرح قائم ہو کہ اپنے اوصاف کا جامہ اُتار دے اور محبوب کی مرضی اوصاف کا جامہ پہن لے اور **شیخ ابو عبد الرحمٰن** نے فرمایا کہ مین نے **شیخ نصرآبادی** رحمہ اللہ سے سُنا کہ ایک محبت تو ایسی ہی کہ خون بہانے کے موجب ہی اور ایک محبت ایسی ہی کہ حب کی تلوار سے قتل ہونے کے موجب ہی اور یہ اول سے بڑھکر ہی **قال المترجم** - توضیح اس قول کی یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا - ولیعلمن اللہ الذین صدقوا منکم ولیعلمن الکاذبین محبت مین سچے و جھوٹے معلوم و متمیز ہونا چاہیے پس وہ امتحان کیے گئے کہ جہاد کرین کہ بتون کے محب کیسے اور اللہ عزوجل کے محب کیسے ہین اور مقصود لائق یہ کہ نفس جو اپنی ذات کی طرف محبت سے کھینچتا ہی وہ درمیان سے رفع ہو کہ قتل ہو جاوے اسی معنے کر **شیخ شبلی** سے روایت ہی کہ اللہ تعالےٰ جس سے محبت کرتا ہی اس کو قتل کرتا ہی کہ اسکے نفس پر اسکے حق مین غیرت ہوتی ہی اور جو اللہ تعالےٰ کو دوست رکھتا ہی فقیر ہوتا ہی اور ابو الدرداء رضؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قولہ تعالےٰ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی الآیۃ - مین فرمایا کہ نیکوکاری پر اور تقویٰ پر اور تواضع پر اور نفس کی ذلت پر میری اتباع کرو **مترجم** کہتا ہی کہ تفسیر مین بھی یہ قول ابوالدرداء رضؓ سے مذکور ہی واللہ اعلم - اور **شیخ عمرو بن عثمان مکی** سے محبت کو پوچھا گیا تو فرمایا کہ محبت کی اصل دلون مین تواضع ہی ان لطیف معانی سے جنکو محبوب سے معاینہ کرتا ہی بر شرط تعلق اور **سہل بن عبد اللہ** سے سوال کیا گیا کہ محب کی علامت کیا ہی تو فرمایا کہ برابر اسکی زبان تو محبوب کی یاد مین ہو اور دل اسی پر فریفتہ ہو اور اسی سے مانوس ہو اور اسی سے مسرور ہو اور اسی کی حمد و شکر کرے اور اعضا سب ایسے کامون مین مشغول رہین جنکو محبوب پسند کرتا ہی اور استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ محبت صفائے احوال کی طرف اشارہ کرتی ہی اور محبت واجب کرتی ہی کہ سرّ باطنی کے ساتھ محبوب کی جناب مین معتکف ہو اور محاورہ مین بولتے ہین کہ **حب البعیر** جبکہ اونٹ بیٹھ گیا اور کتنا ہی مارا جاوے جگہ سے نہین ہلتا ہی اور حب مین دو حرف ہین حاء و باء پس حاء اشارہ بروح ہی اور باء اشارہ جانب بدن ہی اور جو محب ہوتا ہی وہ اپنے محبوب سے کوئی چیز نہین رکھ چھوڑتا نہ قلب اور نہ بدن - **مترجم** کہتا ہی یعنے سب کو اسپر قربان کردیتا ہی (عس) واضح ہو کہ اللہ عزوجل نے راہ مستقیم دیکھنے کے جو اُمور تو طیہ کے طور پر ضروری تھے

لہ یعنی فنا النفس [illegible] ایک [illegible] ۱۲ م

بنہایت بلاغت وحسن اسلوب سے بیان فرمائے کیونکہ وفد نجران کے نصاریٰ مین تاویل بیجا کا عیب تھا کہ اُمور متعلقہ قدرت الٰہی کو اپنی فہم مین احاطہ کر لینا چاہتے اور عظمت وجلال الٰہی سے بے خبر کج دل تھے اور عیسیٰ علیہ السلام سے محبت بیجا طور سے رکھتے تھے اور ارسال رسل و انزال کتب اور اُمور تقدیر و تمام قدرت حق و اصل اسلام وجزاے معاد و فناے دنیا کے اعتقاد سے گویا خالی تھے اور فرقہ یہود مین باوجود اس کے طمع دنیا اور قساوت قلب غرور ناکارہ بھی تھا اور مشرکین عرب دین اسلام ہی سے واقف نہ تھے ان کا ڈھنگ مثل فرعون کے تھا پس اللہ عزوجل نے یہانتک ان سب اُمور کو بیان فرما کر آگے بندون ورسولون کی اصطفائیت اور پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کو بیان فرمایا کہ اس سے اہل انصاف کے سب شبہہ رفع اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کو متضمن ہو سوائے ایسے لوگون کے جو محض حسد وبغاوت سے نہ مانین جیسے یہود پھر ان کی مذمت بیان ہوئی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اللہ نے پسند کرلیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہان سے کہ اولاد تھی ایک دوسرے کی اور اللہ سنتا جانتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى۔ اختار۔ اللہ تعالیٰ نے پسند کیا چھانٹ لیا اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ یعنی انفسہما یعنے خود ابراہیم وعمران کو عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ بجعل الانبیاء من نسلہم۔ یعنے سارے جہان سے ان کو چھانٹا باین معنے کہ انھین کی نسل سے انبیاء کیے۔ بَعْضُهَا مِنْۢ۔ ولد بَعْضٍ۔ منہم یعنے بعض اس ذریۃ کے تھے اولاد بعض ان مین سے حاصل آنکہ یہ نسل مین ایک دوسرے کی اولاد تھے وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کی بات سنتا اور ہر ایک کی نیت جانتا ہے۔ ف اصطفاء از صفوۃ بمعنے خالص ہر چیز اور مراد چھانٹ لینا پس انکو نبوت کے واسطے چھانٹا تمام عالمون سے اور معنے یہ کہ ہر ایک اپنے زمانہ کے اہل عالم سے افضل تھا کما قالہ الزجاج اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی العموم سب سے افضل ہین۔ اور بعض جاہلون نے اعتقاد کیا کہ آدم ابو البشر تھے نبی نہین تھے اور یہ زعم باطل بلکہ کفر ہے اور یہی آیت کریمہ ان پر حجت ہے اور صحیح ابن حبان کی حدیث ابوذرؓ مین ہے کہ وہ نبی مکلم تھے یعنے ایسے نبی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے کلام فرمایا تھا۔ اور عمر آدم علیہ السلام کی نوسو ساٹھ برس ہوئی کیونکہ چالیس برس اُنھون نے داؤد علیہ السلام کو دیے تھے جنکی عمر فقط ساٹھ برس کی تھی اور بعض اخبار مین آیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے انکار کیا کہ چالیس برس دیے ہون تو اللہ تعالیٰ نے حجت تمام کرنے کے بعد آدم علیہ السلام کے ہزار برس اور داؤد علیہ السلام کے سو برس پورے کر دیے رواہ احمد من حدیث علی بن زید بن جدعان عن یوسف بن مہران عن ابن عباس مرفوعا اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور احادیث علی بن زید بن جدعان مین نکارت ہے ورواہ الحاکم من حدیث الحارث بن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب عن سعید المقبری عن ابی ہریرہ بنحوہ مرفوعا ومن حدیث داؤد بن ابی ہند عن الشعبی عنہ ومن طریق محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عنہ ومن حدیث تمام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابی صالح عنہ پس حدیث نازل از درجہ حسن نہوگی واللہ اعلم۔ اور نوح نبی معروف ہین اور یہ نام محققین کے نزدیک عجمی ہے اور بعض نے کہا کہ کثرت نوحہ کے سبب نوح کہلائے اور عمران کی ساڑھے نوسو برس کی ہوئی اور ابن الجوزی نے ابوسلیمان دمشقی سے نقل کیا کہ نام ان کا سکن ہے اور وہ نسل ادریس علیہ السلام سے ہین کہ نوح بن الملک بن متوشلخ بن اخنوخ یعنے ادریس ہین۔ قولہ آل ابراہیم وآل عمران بعض نے کہا کہ خود ابراہیم وخود عمران کو اور بعض نے ان کی اولاد کو مراد لیا اور مفسرؒ نے اول کو اختیار کیا ہے اور عمر ابراہیم علیہ السلام کی ایک سو ستر

برس کی تھی اور ان سے دو شاخین ایک انکے فرزند اسحٰق علیہ السلام سے کہ ان مین ملک و نبوت تا زمانہ عیسٰی علیہ السلام رہی اور دوم از فرزند اسمٰعیل کہ وہ نبی تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس شاخ مین افضل الانبیاء و خاتم النبیین ہوے۔ اور عمران دو ہین ایک والد موسٰی و ہارون اور وہ عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب ہین اور دوم مریم علیہا السلام کے والد عمران بن ماثان از نسل یہودا ابن یعقوب علیہم السلام ہین اور محمد بن اسحٰق نے کہا کہ وہ عمران بن یاشم بن میشا بن خرقیا بن ابراہیم بن غرایا بن نادش بن آجز بن یہودا ابن نازم بن مقاسط بن ایشا بن ایاز بن رخیعم بن سلیمان بن داؤد علیہ السلام پس عیسٰی علیہ السلام بھی از اولاد ابراہیم ہین ذکرہ ابن کثیر رحمہ اور ان دونون عمران کے درمیان ایک ہزار آٹھ سو برس کا فرق ہی اور ما بعد کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہی کہ عمران بن ماثان یعنے والد مریم مراد ہین اور یہ توطیہ ذکر عیسٰی علیہ السلام ہی۔ قولہ ذریۃ بعضہا من بعض مفسرین نے بعض از نسل بعض لیا اور قتادہ سے روایت ہی کہ توحید و اخلاص نیت و عمل مین یعنے ایمان و تقوی کی راہ سے باہم ایک سے دوسرے پیدا ہوے ہین اس قول پر دین و نسل دونون جمع ہوسکتے ہین اور ابن عباس رضہ سے روایت ہی کہ وہ مومنین از آل ابراہیم و آل عمران و آل یاسین و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اخرجہ ابن جریر اور نصب اسکو بنابر آنکہ بدل از آدم یا نوح ہی کما فی التبیان للعکبری و ذریۃ مین واحد و جمع و تذکیر و تانیث یکسان ہی یا بدل از آل ابراہیم و آل عمران ہی کما قال الزمخشری قولہ واللہ سمیع علیم جانتا ہے جو برگزیدہ کرنے کے لائق ہی اور سنتا ہی قول عورت عمران کا اور جانتا ہی اسکی نیت کو جیسا کہ آگے کی آیت مین آتا ہی پس یہ فاصلہ نہایت موزون واقع ہوا ہی اگرچہ سب فواصل نہایت خوب ہین ف ۲ قال الشیخ فی العرائس۔ قولہ تعالے ان اللہ اصطفی آدم و نوحا الآیۃ۔ اللہ تعالے نے آدم کو مخلوق پیدا کرنے سے پہلے ازل الازل مین علم صفات اور کشف جمال ذات سے برگزیدہ کیا پھر جب آدم کی روح پیدا کرنی چاہی تو اپنے جمال سے اپنے جلال کی طرف اور اپنے جلال سے جمال کی طرف نظر فرمائی پس دونون نظر کے درمیان روح آدم ظاہر ہوئی پس اسکو صفت خاص کے ساتھ پیدا کیا اور اسکے قلب مین روح پھونکی وہ علم صفات ہی بفعل خاص جو متعلق بذات ہی اور نیز اسکی صورت کو بھی بصفت خاص پیدا کیا اور اس مین روح اول در روح ثانی پھونکی چنانچہ اسکی روح کا وصف فرمایا ونفخت فیہ من روحی اور اسکی صورت کا وصف فرمایا کہ خلقت بیدی۔ پس وہ ان صفات کی وجہ سے ملائکہ کرام بررہ سے سبقت لے گئے یعنے افضل فرشتون سے افضل ہوے اور آدم کو اپنی خلافت کی خلعت پہنائی اور اسی تخصیص کی وجہ سے ملائکہ کو آدم کے سجدے کا حکم دیا اور یہ آدم کے حق مین فرشتون کے اکابر پر کرامت و تشریف و تفضیل تھی۔ اور فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔ اور فرمایا۔ اسجدوا لآدم۔ صفات ازلی مین حدوث کو کچھ اثر نہین ہوتا ہے بلکہ آدم کے واسطے برگزیدگی اس صفت سے سابق ہو چکی تھی یعنے آدم علیہ السلام کچھ اسوجہ سے برگزیدہ نہین ہوے کہ انھون نے طاعت الٰہی عزوجل مین خوب قیام کیا کیونکہ طاعت تو بعد پیدایش کے حادث ہوئی اور اللہ تعالی نے ازل سے برگزیدہ کرکے پیدا فرمایا۔ اور نیز اللہ تعالے نے ان بزرگ بندون کو اپنے خلق سے اپنے واسطے برگزیدہ کیا کہ انسے خطاب واقع ہو اور نقاب جمال وجلال ان کو کشف کیا جاوے کیونکہ ان مین یہ استعداد تھی کہ امانت کے بوجھ اٹھاوین اور ازل کے ناپیدا کنار دریا مین غوطہ لگاوین اور وحدانیت کے وسیع میدان مین چلین اور اسکی محبت مین پرواز کرین تاکہ اسکی احدیت وجلال سرمدی کشف ہو۔ اور نوح وآل ابراہیم مین اشارہ یہ ہی کہ برگزیدہ کرنا محبت ازلی پر ہی یہان دنیا کے نسب سے جو پیدا ہوگئے ہین اس نسب کی بنیاد نہین ہی جیسا کہ استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آدم اور ان کی تمام ذریت ایک طبقہ پر متفق ہین اور برگزیدہ کیے جانے کی خصوصیت از جانب پروردگار عزوجل ہی کسی نسب و سبب سے نہین ہی قال المترجم یہ کلام محقق ہی جس سے معلوم ہوا کہ فرقہ گمراہ و بعضے جاہلون نے جو زعم کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت حقہ کے مستحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی اولاد تھی یہ ان کی بے وقوفی

ہو اس مین نسب کو دخل نہین ہو اور نہ دیگر قرب و منزلت مین اس نسب کو دخل ہو اور اہل البیت رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی کرامت فاقی و طہارت نفسی مین سرفراز ہین اگرچہ درجہ نبوت نہین ہو اور محققین اہل السنۃ اہل اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ مسئلہ بہت واضح ہو اور مشکل نقط مبتدعین وجہال کو پیش آئی ہو ہدا ہم اللہ تعالےٰ ۔ اور **فارس** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے انکو لوگون پر نبوت کے لیے چنا اور رسالت کے لیے خاص کر لیا پس یہ انبیاء علیہم السلام جو اسکے مخلوق کی طرف بھیجے گئے تو اللہ تعالےٰ کے اولیاء و مطیع بندون کے لیے رحمت ہین اور اسکے دشمنون کافرون پر حجت ہین پس یہ لوگ بندون کو اللہ کی طرف حکمت و موعظت کے ساتھ بلاتے ہین اور اطاعت کرنے والون کو بڑے ثواب سے خوشخبری دیتے اور نافرمانون کو دردناک عذاب سے ڈراتے ہین تاکہ رسولون کے بعد بندون کی کوئی حجت اللہ تعالےٰ پر باقی نہ رہے کما قال لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل اسواسطے کہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت دیدیتا چنانچہ فرمایا ولو شاء اللہ لھدٰکم اجمعین ۔ اور **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان بندون کو ولایت ازلی کے لیے برگزیدہ کیا اور اپنی نزدیکی کے واسطے انکو بنایا اور اپنی محبت کے لیے مقدس کر دیا ۔ اور نیز کہا کہ آدم کو ازل مین قبل وجود آدم کے برگزیدہ کیا وہ اپنے مخلوق کو جانتا ہو کہ آدم کی نافرمانی کرنا اسکے برگزیدہ ہونے مین کچھ مؤثر نہوگی اس واسطے کہ برگزیدہ ہونا تو علم ازلی مین سابق ہو چکا تھا باوجودیکہ حق عزوجل کو معلوم تھا کہ جو آدم سے ظاہر ہوگا ۔ اور نیز کہا کہ اللہ تعالےٰ نے انبیا کو اپنے مشاہدہ کے لیے اور اپنی درگاہ مین نزدیکی دینے کے لیے برگزیدہ کیا اور مومنون کو مطالعہ و تہذیب کے لیے چھانٹ لیا اور ان مین سے عالمون کو اپنے خطاب کی ترتیب و فہم کے واسطے برگزیدہ کیا ۔ اور **نصرآبادی** نے فرمایا کہ جب تو نے آدم پر آدم کی صفت سے نظر ڈالی تو دیکھا کہ فرماتا ہو وعصیٰ آدم ربہ ۔ نافرمانی کی آدم نے اپنے پروردگار کی ۔ اور جب تو نے آدم پر بصفت حق عزوجل نظر ڈالی تو دیکھا کہ فرماتا ہو ۔ ان اللہ اصطفیٰ آدم پھر نافرمانی کرنا برگزیدہ ہونے مین کیا اثر کر سکتا ہو ۔ اور **واسطی** رحمہ اللہ نے کہا کہ برگزیدہ کرنا تو حق عزوجل کے ساتھ قائم ہو اور معصیت ہونا بشریت کا اظہار ہو اور توبہ عجیب چیز ہو کہ آدم نے خود ہی اپنے نفس کی طرف ندامت سے رجوع کیا ۔

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ

جب بولی جورو عمران کی اے رب مین نے تیرے نذر کیا جو کچھ میرے پیٹ مین ہو آزاد سو تو مجھسے قبول کر تو ہی

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ

اصل سننے والا جاننے والا ہی پھر جب اسکو جنی بولی کہ اے رب مین یہ لڑکی جنی اور اللہ کو بہتر معلوم ہو جو کچھ جنی

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ

اور بیٹا نہو جیسے وہ بیٹی اور مین نے اسکا نام رکھا مریم اور مین تیری پناہ مین دیتی ہون اسکو اور اس کی اولاد کو

الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝

شیطان مردود سے

اذکر ۔ **إِذْ قَالَتِ** یعنی ظرف منصوب بفعل مقدر ای اذکر ہو کما قال محمد بن زید ۔ اور **ابو عبیدہ** نے کہا کہ اذ زائدہ ہو اور **زجاج** نے کہا کہ اصطفیٰ سے متعلق ہو اور بعض نے کہا کہ سمیع علیم کے متعلق ہو ۔ **امْرَأَتُ عِمْرَانَ** ۔ حنہ لما اسنت واشتاقت للولد فدعت اللہ وحست بالحمل یا مقاتل ۔ یعنی عمران کی جورو نے جسکا نام حنہ تھا جبکہ وہ بڑے سن کی ہو گئی اور فرزند کی مشتاق ہوئی پس اللہ سے دعا کی اور حمل محسوس ہوا تو کہنے لگی اے رب میرے **إِنِّي نَذَرْتُ** ۔ ان اجعل ۔ **لَكَ مَا فِي بَطْنِي** ۔ مین نے نذر کی کہ قرار دیدون تیرے واسطے

جو کچھ میرے پیٹ مین ہو یعنے بچہ۔ اور بعض نے کہا کہ۔ لك ای لعبادتك۔ تیری پرستش کے لیے۔ مُحَرَّرًا۔ عتیقا خالصًا من شواغل الدنیا لخدمۃ
بیتك المقدس۔ درحالیکہ وہ بچہ آزاد کیا ہوا ہو دنیا کے شغل سے خالص ہو تیرے بیت المقدس کی خدمت کے لیے۔ فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ اِنَّكَ
اَنْتَ السَّمِيْعُ لِلدعاء الْعَلِيْمُ بالنیة۔ پس تو میری جانب سے قبول کرے۔ تو ہی سمیع ہو یعنے دعا کا سُننے والا۔ علیم ہو یعنے نیت کا جاننے
والا ہو۔ وہلك عمران وہی حامل پھر عمران نے وفات پائی اس حال مین کہ حنّہ پیٹ سے تھین۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا۔ ولدتها جاریۃ وکانت
ترجوان یکون غلاما اذ لم یکن یحرر الا الغلمان۔ پھر جب جنی اسکو لڑکی اور حال یہ کہ اسکو اُمید لگی تھی کہ لڑکا ہو گا کیونکہ لڑکے ہی محرر کیے جاتے
تھے۔ کیونکہ لڑکی بوجہ حیض وغیرہ کے بیت المقدس کی خادمہ نہین ہو سکتی ہو۔ قَالَتْ۔ معتذرۃ۔ یا۔ رَبِّ۔ بولی عذر کرتی
ہوئی کہ اے رب میرے۔ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى۔ مین تو اس پیٹ مین دختر جنی ہون۔ ف اب مین کیونکر نذر پوری کرون۔ وَاللّٰهُ
اَعْلَمُ۔ اے عالم۔ یعنے اسم تفضیل بمعنے فاعل ہو۔ بِمَا وَضَعَتْ۔ اور اللہ تعالے جانتا ہو جو وہ جنی۔ جملۃ اعتراض من کلامہ تعالیٰ
وفی قراءۃ بضم التاء۔ یہ جملہ معترضہ از کلام باری تعالے ہو اور یہی قراۃ جمہور ہو اور ابن عامر وشعبہ کی قراۃ وضعت بصیغۂ متکلم ہو پس
بجملہ کلام حنّہ سے ہو گا جو اپنے دل کی تسکین کے لیے کہا ہو۔ وَلَيْسَ الذَّكَرُ۔ الذی طلبت۔ كَالْاُنْثٰى۔ التی وہبت۔ یعنے لام عہد
کا ہو یعنے نہین مذکر وہ کہ حنہ نے مانگا تھا۔ محرر کرنے کو مانند اس مؤنث کے جو اسکو دی گئی یعنے لڑکا و لڑکی برابر نہین ہو۔ اور مفسر رح نے کہا
لانہ یقصد للخدمۃ وہی لا تصلح لہا لضعفہا وعورتہا وما یعتریہا من الحیض ونحوہ کیونکہ مذکر تو خدمت مسجد کے لیے مقصود ہوتا ہو اور مؤنث اس
خدمت کے لیے لائق نہین کیونکہ اسکی خلقت ضعیف ہوتی ہو اور پردہ دار ہوتی ہو اور اس پر حیض وغیرہ طاری ہوتا ہو اور بعض نے لام اول
جنس کے لیے اور ثانی عہد کے لیے قرار دیا تو معنے یہ ہونگے کہ لڑکا اس لڑکی کی برابری نہین کر سکتا یعنے لڑکون سے یہ لڑکی اچھی۔ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا
مَرْيَمَ۔ اور مین نے مریم اسکا نام رکھا۔ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا۔ اولادہا۔ اور مین تیری پناہ مین دیتی ہون اس لڑکی کو
اور اسکی اولاد کو۔ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ المطرود۔ شیطان رجیم یعنے مطرود سے۔ ف یعنے شیطان کے شر سے اسکو و اسکی اولاد کو تیری
پناہ مین دیتی ہون۔ وفی الحدیث ما من مولود یولد الا مسہ الشیطان حین یولد فیستہل صارخا الا مریم وابنہا رواہ الشیخان۔ اور حدیث مین ہو
کہ نہین کوئی مولود جو پیدا ہوتا ہو مگر آنکہ چھو لیتا ہو اسکو شیطان جس دم پیدا ہوتا ہو پس وہ چیخ کر روتا ہو سوائے مریم و اسکے فرزند کے رواہ البخاری و
مسلم۔ ف یہان سے اللہ عزوجل نے اس گذشتہ حال کی خبر دی جو مریم اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش مین واقع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے
ان دونون بندون کو پیدا کیا ہو پس مریم بنت عمران بن ماثان ہین اور یہ عمران وہ نہین جو موسیٰ علیہ السلام کے باپ تھے اگرچہ اتفاق
سے مریم کے بھائی کا نام بھی ہارون تھا۔ جیسا کہ قولہ یا اخت ہارون ما کان ابوك الآیۃ سے معلوم ہوتا ہو۔ اور اسی آیت کی تفسیر مین
انشاء اللہ تعالے آوے گا۔ قولہ اذ قالت امرأۃ عمران رب انی نذرت لك ما فی بطنی محررا فتقبل منی۔ یہ عمران کی جورو حضرت مریم کی مان ہین نام انکا
حنّہ بنت فاقوذ ہو اور انکی بہن ایشاع بنت فاقوذ حضرت زکریا کی جورو تھین اسی سے عیسیٰ و یحییٰ دونون خالہ زاد بھائی ہین اور زکریا تو نبی تھے
مگر عمران نبی نہ تھے ولیکن اللہ تعالے کی طرف سے خاندان کرامت مین سے تھے اور محمد بن اسحٰق وغیرہ نے روایت کیا ہو کہ حنّہ بنت فاقوذ
بانجھ تھین ایک روز انھون نے ایک پرند کو دیکھا کہ اپنے بچہ کو دانہ بھراتا ہو تو ان کو بھی بچہ کی خواہش ہوئی پس اللہ تعالے سے دعا
کی کہ مجھے فرزند عطا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اُنکی دعا قبول کی اور وہ حاملہ ہوئین پس جب حمل متحقق ہوا تو اللہ تعالے سے نذر مانی کہ انی نذرت
لك ما فی بطنی محررا۔ یعنے خالص فارغ خدمت بیت المقدس کے واسطے نذر کیا کہ اسکا مجاور رہے پس جو پیٹ مین تھا وہ محرر کیا

اور یہ نہ جانا کہ لڑکا ہی یا لڑکی ہی پس شوہر نے اس سے کہا کہ تیری خرابی تو نے کیا کیا بھلا اگر تیرے پیٹ مین لڑکی ہو کہ اسکی لیاقت نہین رکھتی - پس دونون کو ملال ہوگیا اور محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہی کہ جب کوئی لڑکا محرر کیا جاتا تو وہ کنیسہ مین رہتا اور وہان کے کام کرتا جھاڑو دیتا اور خدمت کرتا اور وہان سے کہین نہ جاتا یہانتک کہ وہ بالغ ہوتا پھر اسکو اختیار دیا جاتا کہ چاہے وہین رہے یا جہان اسکا جی چاہے جاوے پھر اگر رہا تو بعد اسکے اگر اس سے نکلنا چاہتا تو اسکو ایسا کرنے کا اختیار نہ تھا اور انکے انبیاء و علماء مین سے کوئی ایسا نہ تھا کہ اسکی نسل مین سے بیت المقدس کے واسطے محرر نہو اور فقط لڑکے ہی محرر ہوتے تھے اور لڑکیان اسکی لیاقت نہین رکھتی تھین کیونکہ لڑکیون کو حیض وغیرہ پلیدی پہونچتی ہی - اور ذکر کیا گیا ہی کہ ان کے عہد مین ایسی نذر نرینہ اولاد کے حق مین جائز تھی - اور نذر شرع مین اس امر کو کہتے ہین جو آدمی اپنے اوپر واجب کر لے پس اگر کسی گناہ و ناجائز محل کو اپنے اوپر واجب کیا تو وہ نذر ہی نہین یا اسکا ادا کرنا روا نہین ہی اور اگر ایسے امر کی نذر کی جو شرع مین جائز ہی تو نذر سے اس کا ادا کرنا واجب ہی - اور محررًا آزاد اور تحریر آزاد خالص کرنا میل سے اسی سے غلام آزاد کیے ہوے کو محرر کہتے ہین اور ہماری شریعت مین اولاد کو اس طرح محرر کرنا روا نہین ہی اور ان کی شریعت مین جاری تھا لہذا مریم کی والدہ نے نذر کی کہ - نذرت لك ما فی بطنی محررا - اور نذر کرنا قضا و مقدر کو دور نہین کرتا جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث مین صریح ہی اور اس نظر سے تنبیہ خیر و ثواب ظاہر ہوتا ہی - اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے مریم کی والدہ کا نام نہین ذکر فرمایا بلکہ امرأۃ عمران کہا اور مریم کا نام صریح ذکر کیا ہی اسی طرح حضرت ابراہیم کی جورو کا نام نہین ذکر کیا اس مین کیا بات ہے تو جواب دیا گیا کہ اللہ تعالے نے سواے مریم کے کسی کا نام نہین ذکر فرمایا کیونکہ بدون ضرورت کے عورتون کے نام لینا خلاف اخلاق ہی خصوصًا ایسے کلام بلیغ مین جو جامع فنون فصاحت و بلاغت ہی رہا مریم کا نام تو بعض علماء نے ایک لطیف نکتہ بیان کیا ہی کہ چونکہ مرد کریم و شریف کسی مجلس مین اپنی جورو کا نام نہین لیتا اور ذکر کرنا پسند نہین کرتا ہی بلکہ غضبناک ہو جاتا ہی اور کفار نصاری نے حضرت مریم علیہا السلام کی نسبت ایسی بات کہی کہ اسکے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا سبحانہ وتعالے عما یشرکون پس اللہ عزوجل نے ان لوگون کے وہم کو دفع کرنے کو مصرح مریم کا نام ذکر کیا اور بیان فرمایا کہ جیسے مرد سب اللہ تعالی کے غلام و مخلوق بندے ہین ویسے ہی مریم بھی عورتون کے مانند اللہ تعالے کی مخلوق بندی لونڈی ہی - قولہ فلما وضعتہا - اے ولدتہا جاریۃ اور ضمیر ہا کی ما موصولہ کی طرف ہی جو ما فی بطنی مین ہی اور ضمیر مونث برعایت معنے ہی کیونکہ ما فی بطنہا تو علم الہی مین مونث تھی یا اس تاویل پر کہ ما موصولہ سے نفس فی بطنی یا نسمۃ فی بطنی ضرور مراد ہی پس وضعتہا کی ضمیر نفس یا نسمہ کی طرف راجع ہی - قولہ قالت رب انی وضعتہا انثی - اگر کہا جاوے کہ انثی حال واقع ہی ضمیر منصوب سے پس کلام گویا یہ ہوا کہ رب انی وضعت الانثی انثی - تو جواب دیا گیا کہ بنا بر تاویل نفس یا نسمہ کے صحت ظاہر ہی کہ یہ معنے ہوے وضعت تلك النسمۃ انثی - یا تلك النفس انثی - اور بنا بر رعایت معنوی کے چونکہ حال و ذی الحال بالذات واحد ہوتے ہین لہذا ذو الحال کو بھی برعایت حال کے مونث فرمایا - قولہ وانی سمیتہا مریم - ان کی زبان مین مریم کے معنے عابدہ ہین پس غرض بیان سے درخواست ہی کہ اسکو اسم بامسمی کر دے اسکو اس ادب سے بیان کیا - اور اس سے ظاہر ہی کہ اسم اور مسمی و تسمیہ سب امور جداگانہ ہین - قولہ وانی اعیذہا بك وذریتہا من الشیطان الرجیم - اے مین نے اس لڑکی کو اللہ تعالے کی پناہ مین دیا شیطان مردود کے شر سے اور اسکی ذریت کو (اور وہ عیسی علیہ السلام ہین) اللہ تعالے کی پناہ مین دیا شیطان کے شر سے اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اللہ تعالی نے اسکی یہ دعا قبول کی جیسا کہ ابوہریرہ سے مرفوعًا روایت ہی کہ کوئی مولود نہین مگر انکہ شیطان اسکو مس کرتا ہی جب وہ پیدا ہوتا ہی پس چیخ کر روتا ہی اسکی مس سے سواے مریم اور اسکے فرزند کے پھر ابوہریرہ نے کہا کہ پڑھو تم اگر جی چاہے - وانی اعیذہا بك وذریتہا من الشیطان الرجیم - اخرجہ البخاری و مسلم من حدیث عبد الرزاق و من حدیث ابن جریج نحوہ اور حدیث قیس عن الاعمش عن ابی صالح

عن ابی ہریرۃ مین آیت کا پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مذکور ہے۔ اور یہان اشکال وارد کیا گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مریم کی والدہ نے وضع ونام رکھنے کے بعد اس طرح پناہ کی دعا کی پس اس سے یہ لازم نہین آتا کہ مریم کی ولادت کے وقت طعن شیطان واقع ہوا ہو پس آیۂ کریمہ کی تلافی حدیث سے نہین ہوتی ہے **ذکرہ الجمل فی حاشیتہ**۔ اور جواب ممکن ہے کہ مس شیطان بچون کے واسطے اوقات مختلفہ مین واقع ہوتا ہے وقت ولادت کے اور بعد اسکے اور مریم علیہا السلام کے حق مین شاید کہ بتقدیر الٰہی اول ہی سے واقع نہوا اگرچہ ان کی مان نے پیچھے دعا کی ہے اور یہی امر باعث برین دعا ہوا اور شاید کہ بعد اس دعا کے جملہ مس شیطان سے پناہ ہوگئی ہو اگرچہ وقت ولادت کے نخس شیطان ہوا ہو اور عیسیٰ علیہ السلام مین وقت ولادت بھی نہین ہوا کہ دعا قبل سے مقبول ہوگئی تھی چنانچہ بخاری کی دوسری روایت ابوہریرہؓ مین مرفوعا ہے کہ ہر بنی آدم کے دونون پہلو مین شیطان اپنی دو انگلیون سے مارتا ہے (چونکنا ۱۲) جسدم وہ پیدا ہوتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم کے کہ مارنے گیا تھا مگر اسنے حجاب مین مارا یعنے جس جھلی کے اندر بچہ ہوتا ہے پس اس حدیث مین فقط عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے اور **زمخشری** وغیرہ معتزلہ نے اس حدیث سے اس وہم پر انکار کیا کہ مس شیطان بمعنے اغواء وبہکانا بدون سن تمیز وبلوغ کے نہین ہوتا ہے پس وقت ولادت کے اغواء کے کچھ معنے نہین ہین۔ اور **بیضاوی** نے یہ جواب دیا کہ مس شیطان سے طمع اغواء مراد ہے یعنے ہر مولود کے پیدا ہونے پر شیطان کو اسکے اغواء کی طمع ہوتی ہے اور یہ جواب بناء فاسد بر فاسد ہے گویا **بیضاوی** رحنے مان لیا کہ **زمخشری** کا یہ دعوی ٹھیک ہے کہ شیطان کا چھونا بمعنے اغواء ہے اور **طیبی** رحنے جواب دیا کہ عیسیٰ اور ان کی مان کی خصوصیت اس فضیلت مین سوائے دیگر انبیاء کے اسوجہ سے ہو سکتی ہے کہ روا ہے کہ شیطان دیگر انبیاء کو مس کرے باوجودیکہ وہ لوگ اغواء سے معصوم ہین اور پوشیدہ نہین کہ یہ جواب بھی مانند جواب **بیضاوی** کے بناء فاسد بر فاسد ہے یہ کہان سے معلوم ہوا کہ مس کے معنے اغواء ہین بلکہ مس کے یہی معنے ظاہری یعنے چھونا ہین چنانچہ علامہ **تفتازانی** رحنے کہا کہ یہ روا ہے کہ شیطان بچہ کو وقت اس کی ولادت کے چھوئے اس طرح کہ وہ چیخے جیسے کہ دیکھا وسنا جاتا ہے اور یہ مس بقصد اغواء نہین ہے تاکہ یہ کہا جاوے کہ مولود کی ولادت کے وقت یہ متصور نہین ہے اور یہی کلام تحقیق ہے۔ پھر رہا یہ امر کہ سوائے مریم وعیسیٰ علیہ السلام کے جو کلیہ سے مستثنیٰ ہین باقی سب کے حق مین یہ حکم عام ہے حتیٰ کہ دیگر انبیاء علیہم السلام پر عیسیٰ ومریم کو اس امر جزوی مین فضیلت ہے یا بعد اس استثنا کے بھی کلیہ مین سے تخصیص ہے پس اول تو ظاہر حدیث ہے لیکن اسپر وارد ہوتا ہے کہ مفصل قصہ ولادت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین آپ کا رونا وغیرہ مذکور نہین الا آنکہ کہا جاوے کہ مس شیطان کے واسطے رونا بطور لازم نہین ہے پس جائز ہے کہ مس شیطان ہوا اور رونا واقع نہوا ہو اور رد کیا گیا کہ۔ فیستھل صارخا من مسہ۔ کی تفریع وتعلیل اسوقت درست نہین ہو سکتی اور نہ اسکے مس کا کوئی نتیجہ ہے جو مذکور ہو سوائے اسکے۔ فافہم اور عینی نے **عیاض** رحسے نقل کیا کہ تمام انبیاء اس امر مین عیسیٰ علیہ السلام کے شریک ہین پس کلیہ مذکور سے ماسوائے انبیاء کے دیگر بنی آدم باقی مراد ہونگے اور دعا سے مادر مریم کا اثر اظہر بحق مریم ہوگا۔ اس واسطے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو نبوت کی وجہ سے اس سے بچے ہوئے تھے اگرچہ مادر مریم کو معلوم نہ تھا جبکہ انھون نے دعا کی کہ مریم کے بطن سے بنی پیدا ہوگا جو مس شیطان سے محفوظ ہوگا مثل انبیاء کے کہ محفوظ ہوتے ہین اور **قرطبی** رحنے کہا کہ یہی قول مجاہد رحمہ اللہ کا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی احق واصح ہے پھر اگر یہی ثابت ہو کہ یہ امر مخصوص بحضرت عیسیٰ ومریم تھا تو اس مین دلیل ہوگی کہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے دیگر افراد بنی آدم مین سے بعض مین کوئی ایسی ادنیٰ سی بات فضیلت کی ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام مین نہین ہوتی ہے اگرچہ فضل کلی انبیاء علیہم السلام کو ہو کیونکہ مریم کچھ نبی نہ تھین اور ان کو یہ فضیلت جزوی تھی تامل اور قولہ انی سمیتہا مریم مین دلیل ہے کہ پیدا ہونے کے روز نام رکھنا شرع سابق بھی تھی جیسے ہماری شرع مین ہے چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا کہ رات میرا بیٹا پیدا ہوا مین نے اپنے جد اعلیٰ کے نام پر اس کا

ہے

نام ابراہیم رکھا رواہ البخاری ومسلم اور نیز ایک نے کہا کہ رات میرا فرزند پیدا ہوا ہے اسکا کیا نام رکھوں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ عبد الرحمٰن نام رکھ رواہ البخاری پس سمرہ بن جندبؓ سے جو روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑکا اپنے عقیقہ مین رہن رہتا ہے اس کے پیدا ہونے کے ساتوین دن اس کی طرف سے ذبح کیا جاوے اور اسکا نام رکھا جاوے اور اسکا سر منڈایا جاوے رواہ احمد واہل السنن وصحح الترمذی پس اس روایت کے یہ معنے لیے جاوین کہ اس کی طرف سے ذبح کیا جاوے اور اسکا جو نام ہو لیا جاوے یعنی یون کہا جاوے کہ مین اپنے فلانے فرزند کی طرف سے اللہ تعالےٰ کے واسطے قربانی کرتا ہون تو سب روایتون مین موافقت ظاہر ہے یا یہ مراد ہو کہ تاخیر تا روز ہفتم جائز ہے فافہم واللہ اعلم ف ۲ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالےٰ انی نذرت لک ما فی بطنی محررا۔ مترجم کہتا ہے کہ حُر بمعنے آزاد ہے مقابل رقیق بمعنے بندہ وغلام وبردہ جیسے حریت مقابل رقیت ہے قال الشیخ قولہ محررا ای حرا از رق نفس یعنے اپنے نفس کا بندہ ہونے سے آزاد اور مس شیطان سے پاک اور ماسواے حق عزوجل کے سب سے صاف فقط اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے مخصوص۔ اور اسی کی محبت مین اخلاص والا اور اس کی بندگی مین سچا۔ اور نیز تیری خدمت مین مشغول تیرے مشاہدہ کے مقام مین آزاد تاکہ تیرے ہی واسطے خالص ہو اور حظ ربوبیت کو پورا کرے۔ اور نیز آزاد تیری بندگی مین تیری ہی محبت کے ساتھ کہ جنت ودوزخ کی مشغولی سے الگ ہو تاکہ تیری عبادت تیرے ہی لیے ادا کرے تیرے سواے ہر چیز کی طرف التفات کرنے سے الگ ہو اور نیز مادر مریم کے اسرار باطن نے یقین کیا تھا کہ لڑکی ہوگی اگرچہ خود نص عقل سے اسکو معلوم نہین کیا تھا کیونکہ اسکو سواے حق عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہے پس کہا کہ مین نے تیرے واسطے اسکو آزاد کردیا کیونکہ وہ تیرے کلمہ عیسیٰ علیہ السلام کے وجود کی جگہ ہے اور سزاوار نہین کہ جو آزاد سے حاصل ہو وہ خود آزاد نہو بلکہ اسکو بھی آزاد ہی ہونا چاہیئے ہے۔ اور استادؒ نے فرمایا کہ حُر وہ ہے جو مخلوقات مین سے کسی کے رق مین نہو اس کو حق عزوجل نے اپنے حکم ازلی سابق مین قرار دیا ہو کہ وہ تمام وجہ سے تمام احوال مین ہر طرح کی مشغولی سے آزاد ہے۔ اور جعفرؒ نے فرمایا کہ محررا۔ ای آزاد از دنیا واہل دنیا۔ اور محمد ابن علیؒ نے قولہ انی نذرت لک ما فی بطنی محررا۔ کی تفسیر مین کہا ای تیرا بندہ خالص ہو اور جو تیرے واسطے خالص ہوگا وہ تیرے ماسواے سب سے آزاد ہوگا۔ سہل بن عبد اللہؒ سے محررا۔ کے معنے پوچھے گئے تو فرمایا کہ وہ شخص جو اپنے نفس کے ارادہ اور خواہش کی پیروی سے فارغ وآزاد ہو۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا

پھر قبول کیا اسکو اسکے رب نے اچھی طرح کا قبول　اور بڑھایا اسکو اچھی طرح بڑھانا　اور سپرد کی زکریا کو　جس وقت آتا اُس پاس زکریا

الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ

حجرے مین　پاتا اُس پاس کچھ رزق　بولا　ای مریم　کہان سے آیا تجھکو یہ　بولی یہ اللہ

عِنْدِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

کے پاس سے ہے　اللہ تعالےٰ رزق دیتا ہے جسکو چاہے بے قیاس

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا۔ ای قبل مریم من امہا پس مریم کو اس کی ماں سے اُسکے رب نے قبول کیا بِقَبُولٍ حَسَنٍ اچھی قبولیت کے ساتھ۔ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا۔ انشاہا بخلق حسن فکانت تنبت فی الیوم کما ینبت المولود فی العام واتت بہا امہا الاحبار سدنۃ بیت المقدس فقالت دونکم ہذہ النذیرۃ فتنافسوا فیہا لانہا بنت امامہم فقال زکریا انا احق بہا لان خالتہا عندی فقالوا لا حتی نقترع فانطلقوا وہم تسعۃ وعشرون الی نہر الاردن والقوا اقلامہم علے ان من ثبت قلمہ فی الماء وصعد فہو اولےٰ بہا فثبت قلم زکریا فاخذہا وبنی لہا غرفۃ فی المسجد

بسلم لایصعد الیها غیرہ وکان یاتیہا باکلہا وشربہا ودہنہا فیجد عندہا فاکہۃ الشتاء فی الصیف وفاکہۃ الصیف فی الشتاء کما قال اللہ تعالےٰ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا۔ ضمہا الیہ وفی قراءۃ بالتشدید ونصب زکریاء ممدودًا ومقصورًا والفاعل اللہ تعالےٰ۔ اور بڑھایا اسکو اچھی پیدائش سے پس مریم بڑھتی ایک دن مین جیسے بچہ ایک سال مین بڑھتا ہی اور لائی مریم کو اسکی ماں ان احبار کے پاس جو بیت المقدس کے مجاور تھے اور بولی کہ لو تم لوگ اس نذر کی ہوئی کو پس سبھون نے اس مین رغبت کی کیونکہ وہ ان کے امام کی لڑکی تھی پس زکریا نے کہا کہ مین اسکا زیادہ حقدار ہون کیونکہ اسکی خالہ میرے پاس ہی تو بولے کہ نہین بلکہ ہم سب قرعہ ڈالین پس چلے یہ لوگ نہر اردن کی طرف اور سب انتیس ۲۹ آدمی تھے اور سبھون نے اپنا اپنا قلم اس مین ڈالا اس شرط سے کہ جس کا قلم ٹھہر جاوے پانی مین اور چڑھے تو وہ اسکے پرورش کے لیے اولی ہی پس زکریا کا قلم ٹھہر گیا پس زکریا نے اسکو لے لیا اور مسجد مین اسکے لیے ایک غرفہ بنایا سیڑھی پر سے جانیکا مریم کے پاس اس سیڑھی پر سے چڑھکر سواے زکریا کے کوئی نہین جاتا تھا اور زکریا مریم کے پاس مریم کا کھانا پانی اور تیل لاتے تھے پس زکریا نے مریم کے پاس جاڑون کے میوے گرمیون مین پائے اور گرمیون کے میوے جاڑون مین پائے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے قصہ بیان فرمایا ہی اور کفلہا۔ بدون تشدید فاء یعنے کفالت سے صیغۂ ماضی معروف ہی اور وہ لغت مین بمعنے ضم ہوا ہی ملایا زکریا نے مریم کو اپنی پرورش مین۔ اور کوفیون کی قراءۃ مین تکفیل سے بتشدید فاء ماضی معروف ہی اور زکریا کو اعراب نصب ہی اور زکریا بمد وبقصر دونون طرح ہی پس جس نے بمد پڑھا اسنے نصب ظاہر کیا ہی زکریاء بنصب ہمزہ پڑھا اور جس نے بقصر پڑھا تو زکریا محل نصب مین رکھا اور تکفیل کا فاعل اللہ تعالےٰ ہی یعنے کفیل کردیا اللہ تعالی نے مریم کا زکریا کو اور اللہ تعالےٰ نے زکریا کو اس لڑکی مریم کے بارہ مین بعض کرامات دکھلائین تاکہ سبھون کو پہلے سے تعظیم رہے اور جب عیسیٰ بے باپ پیدا ہون تو کوئی انکار نہ کرے اور منجملہ کرامات کے فرمایا۔ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا۔ ہر بار جب زکریا اس لڑکی کے پاس محراب مین آتا تو اسکے پاس رزق پاتا ف جاڑون مین گرمی کا میوہ اور گرمی مین جاڑے کا۔ محراب سے مراد غرفہ ہی اور وہ اشرف المجالس ہے گویا وہ بیت المقدس کے اشرف مقام مین بنا تھا پھر زکریا نے یہ عجائب دیکھکر پوچھا۔ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا۔ من این لک ہذا۔ کہا اے مریم کہان سے آیا یہ تیرے پاس۔ قَالَتْ۔ وہی صغیرۃ۔ مریم کہنے لگی حالانکہ چھوٹی تھی هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ۔ یاتینی بہ من الجنۃ۔ یہ اللہ تعالےٰ کے یہان سے ہی وہ دیدیتا ہی مجھے اس کو جنت مین سے إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ رزقًا واسعًا بلا تبعۃ۔ اور اللہ جسکو چاہے رزق بے حساب دے یعنے فراخ روزی بدون مشقت کے عطا کرے یہ قصہ ذو جہات ہی اور روایتین کئی راہ پر ہین اور حدیث مین صحابہ سے صریح کوئی روایت نہین ہان تابعین سے البتہ روایات ہین اور ظاہر یہ ہی کہ وہ کتب اخبار بنی اسرائیل سے ماخوذ ہین واللہ اعلم اور آیۂ کریمہ کے معنے واضح ہین ان قصص وروایات پر موقوف نہین ہین جیسا کہ ترجمۂ آیۂ کریمہ سے ظاہر ہین۔ اور رہین روایات تو ان مین اختلاف بچند وجوہ ہی اول آنکہ قبول پروردگار کے معنے کیا ہین آیا یہ ہین کہ اسکو خدمت بیت المقدس کے واسطے قبول کیا تھا جیسے نذر کا لڑکا مقبول ہوتا تھا یا مقبولیت آخرت باعتبار صلاحیت کے ہی۔ اور دوم انبات حسن آیا بوجہ خاص ہی یا خوبی خلقت باعتبار عموم کے ہی۔ اور کفالت زکریا آیا بقصہ مذکورہ ہی یا بسبب یتیم ہونے کے بلا منازعت ہی اور تکفل مسجد بیت المقدس مین ہی یا اپنے گھر مین ہی اور سوم محراب سے محراب یا گوشہ مسجد ہی یا جاے عبادت مریم ہی اور قول مریم آیا حالت مہد یا صغر سنی مین ہی یا حالت تمیز مین ہی اور یہ سب وجہین مروی ہوئی ہین اور مفسر رحمہ اللہ نے ان سب مین سے اول ہی اول کو لیا ہی یعنے قبول براے خدمت بیت المقدس و انبات بوجہ خاص و کفالت زکریا بقصہ مذکورہ اور تکفل در مسجد۔ اور محراب غرفہ مسجد۔ وقول مریم بحالت صغر سنی۔ لہذا مین قصہ کو نقل کرتا ہون اور اختلافات کا بیان آگے

ہوگا ولیکن پہلے تفسیر کلام کے متعلق اُمور ذکر ہونا چاہیئے تقبل بمعنے قبول مصدر ہی مانند ولوغ ووزوغ کے اور یہی تین مصدر آئے ہین اور تفعل یہان
بمعنے تکلف نہین جو اسکی اصل ہی بلکہ بمعنے فعل ہی اس لڑکی کو نذر مین قبول کیا اور راضی ہوا اور بعض نے کہا کہ تقبل بمعنے تکفل ہی اسکی کفالت
اچھی طرح کرا دی حالانکہ وہ بے باپ کی یتیم تھی کیونکہ عمران اسکو پیٹ مین چھوڑ کر مر گئے تھے۔ انبتھا نباتا حسنا۔ نبات مصدر ہی پس یا تو تقدیر کلام یون ہی
فانبتھا فنبتت نباتا حسنا۔ اور یا مفعول مطلق بر غیر فعل ہی کیونکہ فعل انبات ہی جیسے تقبلھا بقبول مین بھی ایسا ہی کہا گیا کہ تقبلھا قبولا کے
معنے مین ہی اور یہ جائز جیسے تکلمت کلاما اور جویبر نے ضحاک کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ فتقبلھا ربھا بقبول حسن
یعنے اسکو نیکون کی راہ چلایا اور قولہ وانبتھا نباتا حسنا۔ یعنے اس کی خلقت پوری کردی بدون زیادت ونقصان کے اور معنے انبات
اُگانا۔ نبات اُگنا۔ عام بمعنے سال۔ احبار جمع حبر عالم دین یہود بمعنے مطلق عالم۔ سدنہ جمع سادن بمعنے خادم۔ نذیرہ بمعنے منذورہ تنافس
رغبت باہمی مراد ہی۔ امام پیشوا اور عمران ان مین عالم باعمل معروف تھے اور با تفاق ہی کہ وہ نبی نہ تھے۔ اقتراع قرعہ ڈالنا۔ غرفہ بضم اونچا
مکان کوٹھری کے طور کا جسپر سیڑھی بغیر نہ چڑھ سکین۔ تعب تکلیف ومشقت۔ پھر جاننا چاہیئے کہ جو قصہ مفسرینؒ نے بیان کیا ہی ابن جریرؒ نے عکرمہ
وقتادہ وسدی سے روایت کیا ہی اور اس قصہ مین یہ ہی کہ ان لوگون نے تین بار اپنے قلم ڈالے اور ہر بار زکریا کا قلم ٹھہر گیا اور اوپر آگیا اور محمد بن
اسحاق کی روایت مین ہی گویا وہ خشک مٹی پر ہی پس صعد کے معنے یہ ہین کہ نہر مین قلم پھینکنے سے یکایک تو سب پانی مین غائب ہو ے
پھر زکریا کا قلم اوپر ٹھہر گیا اور باقیون کے قلم اوپر آکر بہنے لگے واللّٰہ اعلم۔ اور بعض نے کہا کہ زکریا کا قلم چڑھاؤ کی طرف چلا اور اورون کے
قلم بہاؤ کی طرف بہے اور بعض نے کہا کہ یہ قلم توریت لکھنے کے تھے پھر زکریا نے لیکر مریم کو غرفہ مسجد مین رکھا اور محمد بن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ اپنے
گھر مین مریم کی خالہ کے پاس رکھا اور بعضون نے کہا کہ اول مین مریم کو اسکی خالہ پاس رکھا پھر جب بڑی ہوئی تو غرفہ مسجد مین رکھا اور اس کا
دروازہ وسط مین تھا بدون سیڑھی کے وہان چڑھنا ممکن نہ تھا پس دروازہ اسکا مقفل رہتا سوائے زکریا کے کوئی وہان نہین جاتا اور ربیع انس
سے روایت ہی کہ جب زکریا مریم کے پاس سے نکلتے تو سات دروازے مقفل کرتے رواہ ابن جریر اور معالم مین محمد بن اسحاق کی روایات سے
نقل کیا کہ زکریا نے ضعیف ہو کر کفالت مریم کی یوسف بن یعقوب کو جو بنی اسرائیل مین سے ایک شخص بڑھئی تھا اور مریم کا چچا زاد بھائی تھا
سپرد کی اور اسنے مسجد مین رکھا اور یہ زمانہ قحط کا تھا کہ یوسف مذکور کو سخت تردد ہوا پس مریم نے کہا کہ اللّٰہ تعالےٰ پر بھروسا کر چنانچہ مریم کی
برکت سے اللّٰہ تعالےٰ نے اسکی کمائی مین ترقی کردی اور خود مریم کو رزق وسیع ملتا تھا۔ واللّٰہ اعلم۔ اور مین اس مقام پر تفسیر ابن کثیر
کو نقل کرتا ہون کہ اس پر لوگون کا اعتماد ہی اور بعض اختلاف کو بھی نقل کرونگا۔ اللّٰہ تعالےٰ آگاہ فرماتا ہی کہ اس نے مریم کو اس کی ماں سے
نذر قبول فرمایا اور اسکو اچھا اُگانا اُگایا یعنے اسکی شکل ملیح اور منظر خوش بنایا اور مروی ہی کہ مریم بنی اسرائیل مین نہایت خوبصورت عورت تھین )
اور اسکے لیے قبولیت کے جو سامان ہین سب مہیا کر دیے اور اپنے صالحین بندون کے ساتھ کر دیا کہ ان سے علم وبھلائی و دین سیکھتی۔
اسی واسطے فرمایا۔ وکفلھا زکریا۔ بتشدید فاء ونصب زکریا بنا بر مفعولیت ای زکریا کو اسکا کفیل بنا دیا ) اور بعض نے کہا کہ مضاف مقدر
ہی ای کفل مصالحھا زکریا اسکی مصلحتون اور اچھے کامون کے واسطے زکریا کو کفیل کر دیا کیونکہ صرف بدن مریم کی کفالت کے کچھ معنے نہین
ہوسکتے ہین ) اور ابن اسحٰق نے کہا کہ یہ کفالت کرا دینا اسی وجہ سے تھی کہ وہ یتیم تھی اور دوسرون نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کو قحط
پہونچا تھا اس وجہ سے زکریا نے مریم کی کفالت کرلی اور ان دونون قولون مین کوئی منافات نہین ہی اور مصحف ابی بن کعب سے اکفلھا کی
قراءۃ موافق معنے کفل بتشدید فاء روایت ہی اور اللّٰہ عزوجل نے زکریا کو اسکا کفیل اسی واسطے مقدر کیا کہ مریم کو سعادت حاصل ہو کہ

زکریا سے علم نافع وعمل صالح حاصل کرے کیونکہ وہ اسکے خالہ کا شوہر تھا جیسا کہ محمد ابن اسحاق نے کہا ہی اور ایسا ہی ابن جریر وغیرہ نے روایت کیا ہی اور بعض نے کہا کہ مریم کی بہن کا شوہر تھا جیسا کہ صحیح مین قصہ معراج مین ہی کہ وہان آپ کو یحیی وعیسی ملے۔ وہا ابنا الخالہ۔ اور کبھی یہ محاورہ اس معنے پر بھی بولا جاتا ہی جو ابن اسحاق نے ذکر کیا ہی یعنے بمعنے خالہ زاد بھائی۔ اور بنابرین وہ اپنی خالہ کی پرورش مین رہی اور صحیح مین ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضا مین حمزہ رضی اللہ عنہ کی دختر کے حق مین حکم دیا کہ وہ اپنی خالہ کی پرورش مین رہے جو جعفر بن ابی طالب کی جورو تھی اور فرمایا کہ خالہ بمنزلہ مان کے ہی [1] صحیح مین ہی کہ زکریا علیہ السلام بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے اور یہ دلیل ہی کہ جو پیشہ روا ہی اسکا کرنا مستحب ہی اور یہ زکریا ابن آذن بن مسلم بن صدوق از اولاد سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہین کما ذکرہ فی المعالم [2] اور بعض نے نقل کیا کہ ابن عباس وابن مسعود وچند صحابہ وغیرہ رضی اللہ عنہم ومجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ مریم ان لوگون کے امام کی بیٹی تھی پس سبھون نے اس مین رغبت کی کہ کون اسکی کفالت کرے گا پس اقلام سے قرعہ ڈالا اور زکریا نے جو کہا کہ مین اس کی خالہ کا شوہر ہون اس کا زیادہ حقدار ہون تو نہ مانا کہ اگر یہی بات ہوتی تو وہ اپنی مان کے پاس رہنے کی زیادہ حقدار تھی پھر قرعہ بھی زکریا کے نام نکلا اور زکریا نے اس کی کفالت کی۔

**قال ابن کثیر** پھر اللہ تعالے نے مریم کی سرداری وبزرگی کی اسکی محل عبادت مین خبر دی چنانچہ فرمایا کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندہا رزقا۔ اور کمالین مین کہا کہ بعض نے محراب سے مسجد مراد لی کیونکہ انکی مسجدون کا نام محراب ہوتا تھا اور مفسر رحمہ اللہ نے غرفہ مراد لیا۔ **قال ابن کثیر** رح اور مجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وابو الشعثاء وابراہیم نخعی وضحاک وقتادہ وربیع بن انس وعطیہ العوفی وسدی نے۔ وجد عندہا رزقا۔ مین کہا کہ جاڑون کے میوے گرمیون مین اور گرمیون کے میوے جاڑون مین پائے اور مجاہد سے روایت ہی کہ رزق سے مراد علم ہی یا کہا کہ صحیفہ جس مین علم ہو تا رواہ ابن ابی حاتم ولیکن اول واضح ہی۔ اور اس قصہ مین بہت سے دلالات اس امر کے موجود ہین کہ اولیا کی کرامت حق ہی اور احادیث مین اسکے نظائر کثرت سے موجود ہین۔ سراج المنیر مین مذکور ہی کہ اس مین کرامت اولیا حق ہونے کی کیسی بڑی قطعی دلیل موجود ہی اور یہ کچھ معجزہ زکریا علیہ السلام کا نہین تھا جیسا کہ ایک جماعت نے گمان کیا ہی اور یہ گمان صریح جہالت ہی اس واسطے کہ زکریا پر خود حال مشتبہ تھا چنانچہ مریم سے پوچھا کہ یہ تمکو کہان سے آیا اور اگر معجزہ ہوتا تو دعوی ہوتا اور یہ یقین جانتے کیونکہ نبی کی یہی شان ہی اور نیز ہنالک دعا زکریا ربہ۔ کے کیا معنے کیونکہ یہی دیکھکر تو انھون نے اپنی دعا کرنے کی راہ پائی اور خود کرامات اولیا پر دلالات دیگر بھی صریح ہین جیسے قصہ اصحاب کہف کہ کئی سو برس بے کھانے پینے کے غار مین زندہ سوتے رہے اور قصہ آصف بن برخیا کہ نظر پھرنے سے پہلے تخت بلقیس لے آئے اور عمر بن الخطاب رض نے منبر مدینہ پر اپنا لشکر جو نہاوند فارس مین تھا دیکھا اور آواز دی یا ساریۃ الجبل اور ساریہ سردار لشکر نے یہ آواز وہان سُنی حالانکہ درمیان مین ایک مہینہ کی راہ کا فاصلہ تھا اور خالد بن الولید نے زہر ہلاہل پی لیا اور کچھ ضرر نہوا اور دیگر اخبار کثیرہ موجود ہین اور **مترجم** کہتا ہی کہ **ابن حجر** رح وغیرہ نے بعض صحابہ رض کا حال اسماء الرجال مین لکھا کہ بعد موت کے جنازہ مین سے اُٹھکر گفتگو کی ہی اور انکار اس کا سوائے بد اعتقاد جاہل کے کوئی نہین کر سکتا **خطیب** رح نے سراج مین خوب کہا کہ بد اعتقادون وخواہش پرستون نے جو اس سے انکار کیا تو کچھ تعجب نہ کرنا چاہیئے اس واسطے کہ انھون نے اپنے آپ مین اسکا مشاہدہ نہین پایا اور نہ اپنے کسی پیشوا کو سُنا جنکی نسبت گمان کرتے ہین کہ وے کچھ تھے پس انھون نے اولیاء اللہ صاحبان کرامت کو جہال صوفی کہنا شروع کیا اور انکے حق مین زبان درازیان کین بھلا ان کو کیا خبر ہی کہ صفاء عقیدت وپاکیزگی سر قلب اور ظہور انوار حق وظہور اسرار صفا ومحبت کیا چیز ہی لیکن تعجب تو بعضے اہل سنت سے ہی کہ اس سے دریافت کیا گیا کہ روایت ہے کہ ابراہیم بن ادہم کو جو ثقات معتبرہ رواۃ حدیث مین سے مشہور معروف شخص ہی لوگون نے آٹھوین ذی الحجہ کو بصرہ مین دیکھا تھا اور اسی روز

[1] [illegible] [2] [illegible]

انکا ج مین کہ مین شریک ہونا معلوم ہوا تو کہا کہ جو ایسا جائز ہونے کا اعتقاد کرے وہ کافر ہی پھر **خطیب شافعی** رح نے کہا کہ حق وہ ہی جو امام **نسفی حنفی** رح نے کہا ہی کہ جب انسے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ عادت کے خلاف ہونا بطریق کرامت کے اہل اللہ تعالیٰ سے اہل سنت کے نزدیک جائز ہی۔ اور **حافظ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے **حافظ ابو یعلی الموصلی** رح کی اسناد سے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چند روز ایسے رہے کہ آپ نے کھانا نہین پایا یہانتک کہ آپ پر یہ گران گذرا پس اپنی ازواج مطہرات کے گھر دن مین گئے اور ان مین سے کسی کے پاس کچھ نہ پایا پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی پاک بیٹی کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے پیاری بیٹی تیرے پاس کچھ ہی کہ مین کھاؤن بولی کہ اے باپ میری جان آپ پر قربان میرے پاس کچھ نہین ہی پھر جب آپ ہان سے نکلے تو فاطمہ کی ایک پڑوسن عورت نے دو روٹیان اور ایک ٹکڑا گوشت کا بھیجا حضرت سیدہ نے لیکر اسکو ایک طباق مین رکھا اور کہا کہ واللہ مین اس طعام کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے بہ نسبت اپنے اور اپنے پاس والون کے اختیار کرونگی حالانکہ یہ سب بھی کھانے سے سیر ہونے کے محتاج تھے پھر حسن یا حسین علیہما السلام مین سے کسی کو رسول اللہ صلعم کے پاس بھیجا پس آپ واپس آئے تو حضرت سیدہؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ نے میرے پاس کچھ بھیجدیا ہی وہ مین نے آپ ہی کے واسطے رکھ چھوڑا آپ نے فرمایا کہ لے آ سیدہؓ لائین اور ڈھکنا کھولا تو دیکھا کہ وہ تمام کھانے سے بھرا ہی یہ دیکھکر حضرت سیدہؓ حیران رہین اور سمجھین کہ یہ اللہ تعالےٰ نے میرے واسطے برکت دیدی پس اللہ تعالےٰ کی حمد کی اور رسول اللہ صلعم پر درود بھیجا اور حضرت صلعم کے آگے پیش کیا پس جب آپ نے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور فرمایا کہ اے بیٹی یہ تجھکو کہان سے آیا۔ سیدہ علیہا السلام نے عرض کیا کہ اے بابا یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہی۔ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔ آنحضرت صلعم نے شکر کیا کہ الحمد للہ کہ اسنے تجھے بنی اسرائیل کی سردار لڑکی کے مانند کیا ہی کہ اسکو جب کوئی پوچھتا کہ یہ رزق تجھے کہان سے آیا تو کہتی کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہی اللہ جسکو چاہے رزق بے حساب دے پھر رسول اللہ صلعم نے بھیجکر علی کرم اللہ وجہہ کو بلوایا پھر حضرت صلعم نے اور علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام نے اور حضرت صلعم کے تمام ازواج نے واہل بیت نے کھایا حتی کہ سب سیر ہو گئے اور وہ کھانا جیسا تھا ویسا ہی رہا پس حضرت سیدہ نے تمام پڑوسیون کو بانٹ دیا اور اللہ تعالےٰ نے اس مین برکت و خیر کثیر دیدی (اسناده حسن) **ف۲** عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ فتقبلها ربها بقبول حسن مریم کو اللہ تعالےٰ کا مقبول فرمانا یہ ہی کہ اسکو اپنی بندگی کے لیے خالص کر لیا اور اسکو اپنی آیت وکرامت کا محل قرار دیا یعنے حضرت عیسیٰ جو اللہ تعالےٰ کا بندہ رسول اور اللہ تعالےٰ کی آیتون مین سے ایک آیت تھا جیسے رسول ہوا کرتے ہین اس کی پیدائش کا محل قرار دیا اور مریم کو اپنے برگزیدہ بندون کی گود مین پرورش کرایا اور اپنی بڑی آیتون مین سے اسکے واسطے وہ کچھ کشف کیا کہ اسکے مقابلہ مین اسکے زمانہ والے سوائے انبیاء کے کوئی نہ تھے اور انبیا بھی تعجب کرتے تھے اور ظاہر مین اسکے لیے تعلیم کو روح القدس بھیجدیا تاکہ اسکو حسن ادب سکھلاوے اور مریم مین اپنے مخلوق مین سے ایک روح خاص پھونکی جو طر انس تھے تاکہ مریم کے واسطے وہ آخرت کا ذخیرہ ہو اور **جعفر** رح نے فرمایا کہ اس کو قبول کیا ایسا کہ انبیا علیہم السلام نے باوجود اپنی بلندی قدر کے اس کی شان سے جو اس کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حاصل ہوئی تعجب کیا کیا تو نہین دیکھتا کہ زکریا علیہ السلام نے اس سے کہا انی لک ہذا قالت ہو من عند اللہ۔ اے اسی پاک پروردگار کے پاس سے ہی جسنے مجھے مقبول کر لیا ہی اور **واسطی** رح نے کہا کہ بقبول حسن سے یہ مراد ہی کہ اسکو محفوظ کر دیا۔ قولہ تعالےٰ وانبتها نباتا حسنا۔ یعنے درخت ربوبیت کے سایہ مین قدرت کے پانی سے سینچکر اس کو پرورش کر دیا کہ اس مین نبوت کا پھل آیا تاکہ اس پھل سے خلق کی زندگی ہو کیونکہ وہ پھل یعنے عیسیٰ علیہ السلام جناب باری عز وجل کی طرف سے روح مخلوق تھی۔ اور بعض نے کہا کہ شریعت مین احسان اس کی طرف رکھا اور حقیقت مین اس کو حفظ فرمایا اور اگایا۔ اور ابن

عطا کئے گئے یا اگایا اچھی نبات وہ ہی کہ اسکا پھل مانند عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے ہو۔ اور استادؒ نے فرمایا کہ اسکو قبول حسن سے مقبول کیا اور اسکو اس مرتبہ سے بڑھکر پہونچا دیا جس قدر اس کی مان نے تمنا کی تھی۔ اور بعض نے کہا کہ قبول حسن یہ ہی کہ اس کو عصمت کے ساتھ پرورش کیا تا آنکہ وہ کہتی تھی کہ اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیا۔ اور نیز کہا کہ حسن قبول کے اشارات سے یہ بھی ہی کہ وہ محراب ہی مین پائی جاتی تھی یعنے ہمیشہ نماز مین رہتی تھی۔ قولہ تعالےٰ کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندہا رزقا۔ اللہ تعالےٰ اسکو اس خلوت مین جنت سے روزی دیتا تھا یہ اسکی خدمت وبندگی وعفت کا عوض تھا اور اسکے حق مین کرامت تھی تاکہ دنیا کی مشغولی مین نہ پڑے اور حقیقت توکل یہی ہی کہ اس مین کسی مخلوق کی طرف التفات نہو اگرچہ مخلوق نبی مرسل کیون نہو۔ اور استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ جب زکریا اس کے پاس کھانا لیجاتے تو اسکے پاس رزق موجود پاتے تاکہ جاننے والے جان جاوین کہ اللہ سبحانہ اپنے اولیا کی مشغولی اپنے سوا دوسرے کی طرف نہین ڈالتا ہی اور نیز فرمایا کہ جس نے اولیاء اللہ مین سے کسی کی خدمت کی تو وہ ولی کی رفق ہی نہ آنکہ اسپر شفقت ہی کہ اللہ تعالےٰ اسکے ولی کی خدمت کرے اور فرمایا کہ اس مین اشارہ ہی کہ جو فقیرون کی خدمت کرتا ہی وہ اپنے واسطے ہی نہ آنکہ فقرا اسکے مخلوق کی گرانی ہین ہین۔ قولہ تعالےٰ انی لک ہذا۔ یعنے تو نے کس کار خیر کے بدلے یہ پایا ہی۔ قالت ہو من عند اللہ۔ یعنے مین نے اسکو خالص بفضل الٰہی پایا ہی اس مین کسی کام کی مشقت وکسی امر خیر کی محنت کو دخل نہین ہی **قال المترجم** یہی مذہب ہی اور یہی صحیح ہی اللہ تعالےٰ کے احسانات وانعامات بندون پر کچھ ان کے اعمال وافعال پر نہین ہین مگر آنکہ نیک کام اللہ تعالےٰ کی رضامندی وبندے کی قبولیت کا باعث ہوتے ہین جیسے بدکام وفسق وفجور اللہ تعالےٰ کی ناراضی کا سبب پڑجاتے ہین بدون اسکے کہ مال متاع ودیگر امور کے لیے انکو کچھ دخل ہو کیونکہ کثرت سے بدکار کھاتے پیتے ہین اور نیکوکار مفلس محتاج ہین مگر نیکوکارون کو منزلت وکرامت ہی اور بدکارون کو خواری وذلت اگرچہ آنکھون سے نظر نہ آوے مگر عقل والون کو سوجھتا ہی اور حدیث صحیح مین قصہ مذکور ہی جس کا خلاصہ یہ ہی کہ تین مسافر ایک غار مین چھپ گئے اور شدت بارش وآندھی وزلزلہ سے ایک ٹکڑا پہاڑ کا اس غار کے منھ پر گرا اور راستہ بند ہوگیا اور شدت رہی تھی آخر ہر ایک نے اپنے اپنے عمل صالح کے وسیلہ سے دعا مانگی اور ہر ایک کی دعا پر قبولیت کا اثر نکلتا ہوا اور وہ آفت دور ہوگئی۔ **قال الشیخ** اور نیز حضرت زکریا کو خوف تھا کہ یہ منزلت کچھ چھلاوے شیطانی سے نہو لیس مریم سے اسکے حال کی تفتیش کی تاکہ معلوم ہوجاوے کہ صدق حقیقت ہی کہ یہ کہان سے تجھے ملا تو مریم نے کہا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی خاص کرامات مین سے ہی جو اسنے مجھے یہ فرمائی ہین اس مین شیطانی حیلہ کو کچھ دخل نہین ہی اور استادؒ نے کہا کہ زکریا کو مریم کے حق مین اس منزلت ومرتبہ کا یقین نہ تھا اور خوف تھا کہ ایسا نہو کہ کوئی دوسرا فرصت پاکر اسکی کفالت کا تعاہد کرتا ہو **قال المترجم** صحیح تفسیرہ ہی جو سابق مین ائمہ تابعین سے بیان ہوئی ہی اور رجحان لینا چاہیئے کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے موضح القرآن مین قولہ تعالےٰ فتقبلہا ربہا بقبول حسن مین لکھا کہ مریم کی مان نے خواب دیکھا کہ اگرچہ یہ لڑکی ہی اللہ تعالےٰ نے یہی نیاز مین قبول کی اسکو مسجد مین لیجا تب وے گئی مسجد کے بزرگون نے پہلے کہا کہ لڑکی کا رکھنا دستور نہین پھر جب اسکا جواب سنا تو قبول کیا اور حضرت زکریا کی عورت اسکی خالہ تھی وہی اسکو اپنے گھر رکھنے لگی اسکے واسطے مسجد مین الگ حجرہ بنایا۔ دن کو یہ وہان عبادت کرتین رات کو حضرت زکریا اپنے ساتھ لیجاتے پھر مریم سے یہ کرامت دیکھی کہ بے موسم کا میوہ خدا کے یہان سے انکے پاس آتا ہی تب حضرت زکریا جو ساری عمر اولاد سے ناامید تھے اب امیدوار ہوے کہ شاید بے موسم کا میوہ مجھکو بھی ملے تب اسی جگہ اولاد کی دعا کی چنانچہ فرمایا۔

**هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ**

وہین دعا کی زکریا نے اپنے رب سے کہا اے رب میرے عطا کر مجھکو اپنے پاس سے بچہ پاکیزہ بیشک تو سننے والا ہی

الدُّعَآءِ ○ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا

دعا • پھر اسکو آواز دی فرشتون نے جب وہ کھڑا تھا نماز مین حجرے کے اندر کہ اللہ تجھکو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی جو گواہی دے گا

بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

اللہ کے ایک حکم کی اور سردار ہوگا اور عورت پاس نہ جاوے گا اور نبی ہوگا نیکون مین سے

هُنَالِكَ ای لما رای زکریا ذلک علم ان القادر علی الاتیان بالشئ فی غیر حینه قادر علی الاتیان بالولد علی الکبر وکان اہل بیته انقرضوا- جب زکریا نے ایسا دیکھا اور جانا کہ جو خالق عز وجل اس بات پر قادر ہے کہ چیز کو اسکے غیر وقت مین لاوے تو وہ ضرور قادر ہے کہ بڑھاپے مین لڑکا دیوے اور حال یہ تھا کہ زکریا کی جورو کا سن ایاس کو پہونچ گیا تھا دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ- لما دخل المحراب للصلوٰۃ فی جوف اللیل- زکریا نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا مانگی یعنے درمیان رات مین جب نماز کے لیے محراب مین داخل ہوے- قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ من عندک- ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً- ولدا صالحا- کہا کہ اے رب مجھے عطا کردے اپنی قدرت سے ذریت طیبہ یعنے فرزند صالح اور مفسر نے اشارہ کیا کہ یہ لفظ معنے مین واحد وجمع اور مذکر ومونث کے واسطے یکسان ہے پس طیبۃ صفت مونث باعتبار لفظ کے ہے اور دعا ان کی محض فرزند کی تھی خواہ لڑکی ہو یا لڑکا اور لفظ کے معنے دونون کو شامل ہین- اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ- مجیب تو بے شک دعا سُننے والا- یعنے قبول فرمانے والا ہے- فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ- جبریل- پس زکریا کو ملائکہ نے پکارا یعنے جبریلؑ کہ یہان ملائکہ جمع کی تفسیر فقط واحد جبریلؑ سے کی اسواسطے کہ وہی فقط رسول پروردگار تھے طرف انبیا کے باستقلال- اور اسی کی مؤید ہے قراءۃ ابن مسعودؓ فناداه جبریل- پس یہ یا تو بمنزلہ اسکے ہے کان ابراہیم کان امۃ- تھے ابراہیم ایک اُمت حالانکہ واحد تھے- یا الملائکہ مین الف لام جنس ہے جیسے فلان یرکب الخیل- فلانا گھوڑون پر سوار ہوتا ہے حالانکہ تمام گھوڑون پر سوار ہونا مراد نہین ہے یا باین معنے کہ سردار جب کہنے والا ہو تو جمع سے کہہ سکتا ہے مثلاً کوئی کہے کہ میرے سپاہی تجھکو پتا بتا دین گے حالانکہ ایک سپاہی بتلاوے گا والاول اوجه یا جبریلؑ رئیس ملائکہ ہین مع اتباع پیے گئے واللہ اعلم- وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ- المسجد- درحالیکہ زکریا کھڑا ہوا محراب مین نماز پڑھتا تھا- یعنے مسجد مین اَنَّ اللّٰهَ- ای بان اللہ یعنے بحذف حرف صلہ یہی قراءۃ جمہور ہے وفی قراءۃ بالکسر بتقدیر القول- ابن عامر ونافع وحمزہ کی قراءت مین ان بالکسر ہے پس قول مقدر ہے ای قالوا- اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ- مثقلا ومخففا- یعنے اکثر کی قراءۃ تو بتشدید شین از تبشیر ہے اور حمزہ وکسائی کی قراءۃ مین یَبْشُرُ بروزن ینصر ہے اور حمزہ نے تمام قرآن مین تخفیف پڑھا سوا ے قولہ فبم تبشرون کے کہ وہان تشدید شین پر اتفاق ہے- بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ- کائنۃ- مِّنَ اللّٰهِ ای بعیسی انہ روح اللہ وسمی کلمۃ لانہ خلق بکلمۃ کن- یعنے جب زکریا محراب مین نماز پڑھتا تھا تو اسی حالت مین جبریلؑ نے آواز دی باین طور کہ اللہ تعالیٰ تجھے بشارت دیتا ہے یحییٰ کی درحالیکہ وہ تصدیق کرنے والا ہوگا کلمۃ اللہ کی وہ عیسی علیہ السلام ہے اور تصدیق یہ کہ وہ روح اللہ ہے اور عیسی کو کلمہ کہا گیا اسواسطے کہ بدون باپ کے فقط کلمہ کن سے پیدا کیے گئے جیسا کہ ایک آیت مین صریح مذکور ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ آگے آوے گی- وَسَيِّدًا- متبوعا- اور یحییٰ سید ہوگا یعنے لوگ اس کی پیروی کرین گے- وَحَصُوْرًا- ممنوعا عن النساء اور سخت باز رکھنے والا اپنے آپ کو عورتون سے وَنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ- اور صالحین انبیاء مین سے ہوگا- روی انہ لم یعمل خطیئۃ ولم یھم بھا روایت ہے کہ یحییٰ نے کوئی خطا نہین کی اور نہ خطا کا قصد کیا رواه ابن عساکر عن معاذؓ یہ قصہ مستقل ہوکر درمیان قصہ مریم مین اسوجہ سے آیا کہ اس سے مربوط ہے کیونکہ وقوع اس کا یون ہوا کہ زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے

پاس غیر موسم کے پھل دیکھے اور فرزند کی طمع کی قال تعالےٰ ھنالک دعا زکریا ربہ ۔ اور ھنالک اصل مین ظرف مکان ہی اور بعض نے کہا کہ اصل ظرف ظرف زمان ہی مگر استعمال اسکا دونون کے واسطے ہوتا ہی اور لام برائے دلالت بُعد ۔ اور کاف خطاب ہی اور یہان اگر ظرف مکان مراد ہی تو معنے یہ کہ اسی مقام مین اور اگر ظرف زمان مراد ہی تو اسی وقت اور ظاہر یہ ہی کہ جو مفسر رح نے کہا ہی جس وقت زکریا نے یہ دیکھا کہ مریم کو اللہ تعالےٰ نے غیر موسم کا میوہ دیا ہی پس ظرف زمان ہوگا اگرچہ مستعار ہو اور دعا زکریا بمعنے اراد الدعا ہوگا بقرینہ قولہ وھو قائم یصلی فی المحراب اور جو تفسیر موضح القرآن سے مذکور ہوئی اس بنا پر اس تکلف کی حاجت نہ ہوگی فتامل ۔ اور **طبرانی و بیہقی** رح نے ابن عمر رض سے مرفوعًا روایت کی کہ بچو ان مذابح سے یعنے محرابون سے ۔ اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین موسیٰ جہنی رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ برابر میری امت بھلائی پر رہیگی جب تک مسجدون مین مذابح نہ بناوین مثل مذابح نصاریٰ کے اور اسکی کراہت ایک جماعت صحابہ سے مروی ہے ۔ **ذکرہ فی فتح البیان** ۔ اور علمائے حنفیہ مین سے اکثر محققین کے نزدیک محراب مین نماز مکروہ ہی اور اگر امام محراب مین ہو اور قوم مسجد مین ہون تو نماز صحیح نہین ہی ۔ اور محراب یہ کہ اگلا دروازہ جانب قبلہ کھلا ہو گویا محراب مسجد سے باہر چبوترہ ہی بخلاف ہماری مساجد کے محرابون کے کہ یہ بند اور داخل ہوتی ہین ۔ قولہ ان اللہ یبشرک بیحیی ۔ ای بولادۃ یحیی اور قتادہ وغیرہ نے کہا کہ یحییٰ اس وجہ سے نام ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو ایمان سے زندہ کیا **ذکرہ ابن کثیر** اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انکا دل طاعت سے زندہ کیا کہ حضرت یحییٰ ع نے کبھی معصیت کا قصد بھی نہین کیا ۔ بعض نے کہا کہ اگلی کتابون مین ان کا نام حنا تھا ۔ **ذکرہ القرطبی** و بعض نے کہا یوحنا تھا ۔ قولہ مصدقا بکلمۃ من اللہ یعنی کلمہ من اللہ کی تصدیق کرنے والا ۔ ربیع بن انس نے کہا کہ یحییٰ ع نے اول عیسیٰ کی تصدیق کی ۔ اور ابن جریج نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یحییٰ و عیسیٰ برادران خالہ زاد تھے اور یحییٰ علیہ السلام کی مان حضرت مریم سے کہتی تھین کہ مین پاتی ہون کہ جو میرے پیٹ مین ہی وہ اس کو سجدہ کرتا ہے جو تیرے پیٹ مین ہی پس یہی حضرت یحییٰ ع کی تصدیق عیسیٰ ہی اور یحییٰ حضرت عیسیٰ ع سے چھ مہینہ بڑے تھے پھر حضرت عیسیٰ ع کے اٹھائے جانے سے پہلے حضرت یحییٰ مقتول ہوئے **ذکرہ ابن کثیر** رح وغیرہ ۔ قولہ سیدا و حصورا ۔ ابوالعالیہ و ربیع و قتادہ و سعید وغیرہ نے کہا کہ سید بمعنی حلیم ہی اور قتادہ نے کہا کہ علم و عبادات مین سردار اور ابن عباس و ضحاک و ثوری نے کہا کہ سید بمعنے حلیم متقی ۔ اور بعض نے کہا فقیہ عالم ۔ اور بعض نے کہا کہ شریف اور مجاہد نے کہا کہ جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک بزرگ قدر ہو ۔ اور حصور کی تفسیر مین مختلف قول ہین اور ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوعًا و موقوفًا روایت کی کہ اللہ تعالےٰ کے مخلوق مین سے کوئی نہین کہ گناہ کے ساتھ اس سے نہ ملے سوائے یحییٰ بن زکریا کے پھر پڑھا سیدا و حصورا پھر زمین مین سے کوئی شے لی اور کہا کہ حصور وہ ہی جس کا آلۂ تناسل اس کے مانند ہو اور یحییٰ بن سعید القطان نے اپنے کلمہ کی انگلی کی پور سے اشارہ کیا اور **ابن کثیر** رح نے کہا کہ موقوف کی سند بہ نسبت مرفوع کے اچھی ہی اور اسکو ابن مردویہ نے ابوہریرہ رض سے روایت کیا اور **ابن کثیر** رح نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہی اور اس تقدیر پر معنے ممنوع النساء کے یہین کہ عورت کے پاس جانے کی قدرت ہی نہ تھی اور یہ سعید بن المسیب وغیرہ سے مروی ہی اور اسپر یہ وارد ہوتا ہی کہ مقام یہان مدح کا ہی پس اگر عدم قدرت کی وجہ سے یہ بات ہوتی تو مدح کچھ نہ تھی کیونکہ مدح کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر جب ہی ہوتی ہی کہ کرنے یا نہ کرنے والا اسکے برخلاف پر قادر ہو ورنہ عصمت بی بی از بے چادری کی مثل معروف ہی و فرمایا اللہ تعالےٰ نے یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا الآیۃ ۔ یعنے جو نہین کیا اسکے ساتھ تعریف چاہتے ہین پس ارجح یہ ہی کہ وہ قادر تھے مگر بوجہ زہد و ورع اپنے آپ کو اس سے باز رکھتے تھے اور قاموس مین ہی کہ حصور وہ ہی کہ عورتون کے پاس نہ جاوے حالانکہ وہ اسپر قدرت رکھتا ہو یا وہ کہ عورتون کی خواہش نہ کرے اور انکی نزدیکی نہ کرے اور نیز حصور بدین معنے اسوجہ سے

بھی اولیٰ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کسی آفت کا لاحق ہونا بھی دور رہتا ہے اور اسی قول کو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ حصور کے متنوع سے تفسیر کی
یعنے فعول مبالغہ فاعل ہے نہایت باز رکھنے والا اپنے آپکو عورتون سے اور یہ جب ہی صادق ہوگا کہ اسکا مقتضی قائم ہو یعنے قدرت تام موجود ہو
اور اگر قدرت ہی نہو تو وہ حاصر ہی نہوگا حصور کہان سے ہو سکتا ہے اور اسی سے اصحاب شافعی رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ ترک نکاح افضل ہے
اور حق یہ ہے کہ اس سے حجت نہیں ہو سکتی ہے اور کلام اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالے آوے گا۔ قولہ ونبیا من الصالحین۔ آیہ نا شیا
من الصالحین کیونکہ نسل انبیاء سے تھے یا از جملہ صالحین تھے فافہم۔ ف۲ فی الوائس قولہ تعالے ھنالک دعا زکریا ربہ۔ جب زکریا علیہ السلام
حضرت مریم کے پاس جاتے تو انکے پاس طرح طرح کے میوے پاتے یہ دیکھکر انھون نے جانا کہ یہ اللہ تعالے کے نفائس کرامات سے ہین پس زکریا کی
غیرت نبوت بھی جنبش مین آئی اور وہین خلوت مین ٹھہر گئے اور اللہ تعالے سے فرزند کی دعا کی پس اللہ تعالے نے اسکو منظور فرمایا قال المترجم
یہان سے معلوم ہوا کہ فرزند صالح کی دعا کرنا روا ہے۔ اور نیز حضرت زکریا نے حضرت مریم کو دیکھا اور ان مین نور عیسیٰ علیہ السلام اور اک کیا
جو مریم مین چمکتا تھا اور اللہ تعالے کے نزدیک حضرت مریم کی کرامات کو دیکھا پس عیسیٰ علیہ السلام کے مانند ایک فرزند کی درخواست کی اور
اللہ تعالے سے زبان اضطرار کے ساتھ مناجات کی اور یحییٰ کو جو نور کی قندیل تھے طلب کیا پس اللہ تعالے نے بوڑھے نبی کی دعا قبول کی اور اسکی
غیرت پر ترس کھاکر اسکو بیٹا دیا اور اسکی کرامت ظاہر کی اور یہ انبیاء و اولیاء و اہل معرفت کے واسطے حسن ادب ہے کہ جب وے لوگ اللہ تعالیٰ کیطرف
کسی امر کی مراد مانگنے کے محتاج ہون تو خلق سے خلوت مین ہوکر صدق و اخلاص کے گوشہ مین اپنی مراد مانگین تاکہ دنیا کے شغل اور مخلوق سے ایک
طرف ہونے سے مناجات مین اخلاص ہو اور دعا قبول ہو جاوے اسواسطے کہ جو شخص خلوت و مراقبہ مین اپنے مولیٰ کے دروازے پر پڑجاتا ہے تو آخرت
کے اسرار اور معرفت کے انوار سے بڑے بڑے بزرگ حالات و روشن مقامات اسکو کشف کردیے جاتے ہین قولہ تعالے قال رب ھب لی من
لدنک ذریۃ طیبۃ۔ زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالے سے ایسے شخص کی درخواست کی جو اللہ تعالے کی بندگی مین ان کی اعانت کرے اور اللہ
تعالے کی رسالت ادا کرنے اور امت کو نصیحت کرنے مین انکا خلیفہ ہووے قال المترجم حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شان یہی تھی چونکہ وہی اگرچہ
زکریا علیہ السلام کی زندگی مین طاعت الٰہی کی مدد ان کو یحییٰ علیہ السلام سے نہ ملی ہو مگر ثواب آخرت کی مدد ان کی دعا سے ضرور ہوگی اور نصیحت امت تو
ان سے واقع ہوئی اگرچہ وہ نبوت مین عیسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے فافہم۔ اور نیز انبیاء مخصوص ہا انکا جو عالم ربوبیت و عبودیت کی سیر مین انکا مشابہ ہو اور
کشف حقیقت اور عشق و محبت مین اللہ تعالے کی طرف سے انکا مونس ہو اور طیبہ سے یہ مراد ہے کہ ہر دو جہان کے ساتھ مشغول ہونے سے
پاک ہو اور اپنے ارادہ سے الگ اور اپنی خواہشون سے پاکیزہ ہو پھر چونکہ اللہ تعالے کو اس کی نیت کی سچائی معلوم تھی تو اس کو فی الفور اسکی مراد عطا
فرمائی تاکہ اسکے واسطے معجزہ و کرامت ہو اور اس مین اشارہ ہے کہ جسنے اللہ تعالے سے کوئی ایسی چیز مانگی جو اس کی بندگی مین اس کی مددگار ہو اور
اللہ تعالے کی رضامندی حاصل ہونیکا سبب ہو تو اسکی دعا کی قبولیت فی الفور ظاہر ہوتی ہے قال المترجم یہ حال کامل اہل دل ہے قولہ تعالے
فنادتہ الملائکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب۔ یعنے حق سے مناجات کرنے کے محل مین جو کہ نماز ہے کیونکہ اس مین عصمت حق ہے اور اس مین نزول وحی ہے
جو شخص نماز مین بشرط تفرید و خلوص نیت داخل ہو اسکو اللہ تعالے خصائص خطاب الہام فرماتا ہے۔ اور محراب ایسی جگہ ہے کہ درگاہ حق کے
مراقبہ کرنے والے اسکو لازم پکڑتے ہین اس غرض سے کہ اسرار حق کی خوشبوئین ان کے سر باطنی کو پہونچین اور نور توحید ان کو ظاہر ہو اور درگاہ باری
تعالے کا جمال مشاہدہ ہو۔ اور محراب ایسی جگہ کہ اس مین انس حاصل ہوتا ہے اور سر باطنی کی صفائی ہوتی ہے اور جوارح ظاہری شائستہ ہوتے
ہین اور یقین کو روشنی ملتی ہے اور نزدیکی کا سبب ہے اور عبادت کا مزہ ملتا ہے اور روح کو راحت اس وجہ سے ملتی ہے کہ صحبت خلق سے یکسوئی

اور جناب باری کی درگاہ تک رسائی ہوتی ہے۔ اور محراب ایسی جگہ ہے کہ عابدون کا ٹھکانا اور زاہدون کا مقام اور متوکلون کا ملجا۔ اور مشتاقون کی مجلس اور راضی برضا رہنے والون کی مسند اور محبون کا باغ اور مریدون کا تخت اور عاشقون کا گلزار اور اہل انس کا کعبہ اور اہل ایمان کا حرم اور توبہ کرنے والون کا مقام سعادت اور موحدون کی قیدگاہ اور شطحیات[1] بکنے والون کی پردہ پوش ہے جب اللہ تعالے چاہتا ہے کہ اپنے خاص بندون مین سے کسی کو اپنی خاص معرفت عطا کرے تو ضرور اسکو محراب مین آنے کی توفیق دیدیتا ہے اور ابن عطاءؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اپنے بندون مین سے کسی بندے پر کوئی حال روشن نہین کشف کیا مگر اسی طرح کہ اسکو اپنے حکمون کے بجالانے کی توفیق دی اور اسنے خلوص کے ساتھ بندگی ادا کی اور محراب مین برابر راتین گزارین اور شیخ ابو عثمان نے کہا کہ محراب ہر نیکی کا دروازہ ہے اور قبولیت کی جگہ ہے اور انبساط کا راستہ یہین سے ملتا ہے اور مناجات کا یہی ٹھکانا ہے اور محراب سے منھ موڑنا شر سے منھ پر دروازہ خیر بند ہونے کا سبب ہو جاتا ہے اللہ تعالے عزوجل نے فرمایا فنادتہ الملائکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب مترجم کہتا ہے یعنے ملائکہ نے جب ہی یہ خوشخبری سنائی کہ وہ محراب مین متوجہ نماز تھے پس معلوم ہوا کہ یہی خیر کے دروازہ کھلنے کی جگہ ہے فافہم واللہ اعلم۔ اور بعض نے کہا کہ جو شخص خدمت گزاری کو لازم کرلیتا ہے اس پر خدمت کے آداب کھلتے ہین اور آداب حاصل ہونے سے قربت کی منزل طے ہو کر مقام انس تک رسائی ہوجاتی ہے۔ قولہ تعالے ان اللہ یبشرک بیحیی۔ اللہ تعالے نے یحییٰ نام فرمایا کیونکہ یہ جوان کو محبت کی نظر سے دیکھتا اسکو انکے جمال نبوت مین حق عزوجل کا مشاہدہ ملتا پس فتور کی موت سے اسکا دل زندہ ہوجاتا تھا۔ اور بعض نے کہا کہ ان کے سبب سے ان کی مان کا بانجھ پن زندہ کیا گیا قال المترجم یہ حضرت ابن عباس سے روایت کیا گیا ہے جیسا کہ سراج المنیر و معالم وغیرہ مین مذکور ہے اور بعض نے کہا کہ ان کے سبب سے اس شخص کا دل زندہ ہوتا تھا جو ان پر ایمان لایا۔ قولہ تعالے وسیدا و حصورا سید وہ ہے جس پر عزت و ہیبت حق کا نور غالب ہوگیا اور حصور وہ ہے جو ازلی عصمت کی وجہ سے تمام شہوتون سے معصوم ہوگیا قال المترجم حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے کہ ہیبت حق عزوجل ان پر اس قدر غالب تھی کہ دن رات روتے اور لسبا اوقات جنگلون مین رہا کرتے تھے اور گویا سید کے معنے جو شیخ نے ذکر کیے ہین اسی سے ماخوذ ہین واللہ تعالے اعلم۔ اور نیز سید وہ ہے کہ اسکو اس کی خودی سے الگ کرکے خلعت نور احدیت پہنایا گیا اور لباس فردانیت دیا گیا ہو اور بہا ے حق عزوجل سے اسکو تاج دیا گیا ہو تاکہ وہ سزاوار اسکا ہو کہ اس سے تمام خلق زندہ کی جاوے اور اسی کے حکم کے تابع ہو کر اپنی سرکشی سے باز آوین اور حصور وہ ہے جو تقلید کے لگاؤ سے پاک ہو اور دونون جہان کی طرف التفات نہ کرے اور بعض نے کہا کہ سید اس وجہ سے کہ انھون نے اپنی ذات کے واسطے کوئی مقام نہ چاہا اور نہ اپنی کوئی قدر سمجھی۔ اور شیخ جعفر بن محمد نے فرمایا کہ سید وہ ہے جسنے اپنے رب کو پہچانا اور اس کے ماسوا سب سے انکار کیا اور حصور وہ ہے جو مالک ہو اور مملوک نہو اور کہا کہ سید وہ ہے جس نے اپنے اخلاق سے اپنے زمانہ والون کو سیدھا کردیا اور حصور وہ ہے جس نے اپنے پانی کو عورتون سے روک دیا اور حضرت یحییٰ کا نام حصور اسوجہ سے رکھا گیا کہ ان کے دل مین عظمت سمائی تھی اور ابن عطاء نے فرمایا کہ سید وہ ہے جسکا تحقق بحقیقت حق عزوجل ہو اور حصور وہ ہے جو ہر دو جہان سے پاک ہو۔ اور جعفرؒ نے فرمایا کہ سید وہ ہے جو مخلوق سے وصف مین اور حال مین اور خلق مین بالکل جدا ہو اور نصر آبادی نے فرمایا کہ سید وہ ہے جس نے اپنے لگاؤ کو اپنے مولی کے ساتھ ٹھیک کرلیا ہو اور شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ سید وہ ہے جسنے اپنے پروردگار کے عوض مین ہر دو جہان کو خیرات کردیا ہو اور ابن منصورؒ نے کہا کہ سید وہ ہے جس نے بشریت کے اوصاف سے اپنے آپ کو خالی کردیا ہو اور ربوبیت کے اوصاف کو ظاہر کیا ہو قال المترجم یعنے اخلاق ذمیمہ چھوڑ کر اخلاق حمیدہ اختیار کیے ہون۔

[1] شطحیات وہ کلمات ہین جو اہل اللہ سے غلبۂ حال مین خلاف شرع نکلتے ہین ۱۲ م

ع ۱۱

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ

بولا اے رب کہاں سے ہوگا مجھکو لڑکا اور مجھپر آچکا بوڑھاپا اور عورت میری بانجھ ہے فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہے

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ

بولا اے رب مجھکو دے کچھ نشانی فرمایا کہ نشانی تیری یہ کہ نہ بات کرے تو لوگوں سے تین روز مگر اشارہ سے اور یاد کر اپنے

رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۧ

رب کو بہت اور تسبیح کر شام اور صبح

قَالَ رَبِّ اَنّٰى - کیف - يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ - ولد - بولا اے رب کس کیفیت سے فرزند ہوگا - وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ - ای بلغت نہایۃ السن مائۃ وعشرین سنۃ - حالانکہ مین پہونچ گیا انتہا کے سن کو ف ایک سو بیس برس کا ہوچکا - وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ - بلغت ثمان وتسعین سنۃ اور میری عورت بانجھ ہے ف اور اٹھانوے برس کی بھی ہوگئی - قَالَ - الامر - كَذٰلِكَ - من خلق اللّٰہ غلاما منکما فرمایا بات ایسی ہی ہوگی ف یعنے اللہ تعالے تم دونوں سے لڑکا پیدا کرے گا - اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ - لا یعجزہ عنہ شیٔ ولاظہار ہذہ القدرۃ العظیمۃ الہمہ اللہ السؤال لیجاب بہا - اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے ف نہین عاجز کرسکتی اُسکو ایسا کرنے سے کوئی چیز - اور اس بڑی قدرت کے اظہار ہی کے لیے اللہ تعالے نے زکریا کے دل مین الہام کیا اس سوال کرنے کا تاکہ اسکا جواب دیا جاوے - ولما تاقت نفسہ الی سرعۃ المبشر بہ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً - ای علامۃ علی حمل امراتی - اور جب حضرت زکریا کے دل کو بہت شوق اٹھا کہ جسکی بشارت دی گئی ہے وہ جلد ہووے کہا کہ اے پروردگار قرار دے میرے لیے کوئی نشانی ،، یعنے نشانی میری جورو کے حاملہ ہونے پر ہو - قَالَ اٰيَتُكَ - علیہ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ - ای تمتنع من کلامہم بخلاف ذکر اللّٰہ تعالے - فرمایا تجھکو نشانی اس بات پر یہ کہ نہ بات کرے لوگون سے ف یعنے باز رہو لوگون سے کلام کرنے سے بخلاف ذکر ویاد الٰہی کے - ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ - ای بلیالیہا تین روز تک ف مراد یہ کہ تین رات دن پس سورۂ مریم مین جو ثلث لیال سویا فرمایا ہے اس سے کچھ اختلاف نہین ہے کیونکہ وہان بھی تین رات سے تین دن مع راتین مراد ہین الغرض نشانی یہ کہ تین رات دن تک لوگون سے بات نہ کرسکے - اِلَّا رَمْزًا - اشارۃ مگر اشارہ سے ف اگر ضرورت داعی ہو تو سر ہاتھ آنکھ وغیرہ کے اشارہ سے بتلادے - وَسَبِّحْ - صل - اور تسبیح کر یعنے نماز پڑھ - بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ - اواخر النہار واوائلہ - دن کے اواخر مین اور اوائل مین - ف عشی کہتے ہین چاشت سے شام تک کے وقتون کو وہ دن کے آخر اوقات ہین اور اوائل کے اوقات طلوع فجر سے چاشت تک ہین - قولہ تعالے قال رب انی یکون لی غلام - یہ عرض حضرت زکریا علیہ السلام کی جناب باری تعالے مین ہے اور معالم مین کلبی اور ایک جماعت کا قول بیان کیا کہ خطاب حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہے یعنے جبرئیل کو کہا کہ یا رب بمعنے اے میرے سردار - اور یہ نہایت مستبعد و خبط ہے اور باعث اس بیجا تکلف کا یہ واقع ہوا کہ بشارت حضرت زکریا کو بواسطۂ ملائکہ پہونچی تھی کما قال فنادتہ الملائکۃ وہو قائم یصلی فی المحراب ان اللّٰہ یبشرک الآیۃ حالانکہ اس سے یہ کوئی ضرور نہین کہ اب خطاب ملائکہ سے ہو بلکہ ملائکہ کا جواب دینا تو موافق حکم الٰہی اور طریقۂ عادت کے ہے کہ اللہ تعالے کی طرف سے جواب بواسطہ ملائکہ ملتا ہے اور انی کے معنے بعض نے یہ لیے کہ کب ہوگا اس بنا پر کہ بعد دعا کے بشارت کے وقت تک چالیس برس اور بعض نے کہا بیس برس کا وقفہ گذر گیا تھا اور یہ ثابت نہین ہے صحیح یہی ہے کہ انی بمعنے کیف ہے - اگر کہا جاوے کہ پہلے اُنھون نے ذریہ طیبہ کی دعا کی پھر بشارت دیے جانے پر کیون مستبعد جانا یعنے دعا کرنا دو حال سے خالی نہین یا تو یہ سمجھکر تھا کہ ایسا ہو نہین سکتا پھر دعا کی یا یہ سمجھکر کہ ہوسکتا ہے مگر اول شق

باطل ہی اسواسطے کہ محال سمجھنا انکار قدرت ہی اور نیز پیغمبر کی شان نہین کہ ایسی دعا کرے جسکو ایسا سمجھتا ہو اور دوسری شق صحیح ہے تب یہ سوال ہوتا ہے کہ
اب پھر کیون کہا کہ انی یکون لی غلام حالانکہ بشارت ہی مل چکی تھی پھر کیا وعدۂ الٰہی یا اسکی قدرت مین شک تھا۔ توجواب اسکا معالم مین عکرمہ اور سدی
کے قول سے یہ نقل کیا کہ زکریا علیہ السلام نے جب ملائکہ سے آواز سنی تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہا کہ ای زکریا تمنے جو آواز سنی ہی وہ اللہ تعالیٰ
کی طرف سے نہین ہی بلکہ شیطانی آواز ہی اور اگر وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتی تو تجھکو وحی کی جاتی جیسے امور کی وحی کی جاتی ہی پس زکریا علیہ السلام نے
دفع وسواس کے واسطے یہ دعا کی۔ اور دوسرا جواب حضرت حسنؒ کے قول سے یہ نقل کیا کہ انکو وعدۂ الٰہی مین شک نہ تھا بلکہ یہ سوال انکا بطریق استفہام کیفیت کے ہی
یعنے یہ کس کیفیت سے ہوگا آیا اس طرح ہوگا کہ مجھکو اور میری جورو کو جوان کر دیا جائیگا یا اسی بڑھاپے پر ہوگا یا مجھے کوئی دوسری جورو ملیگی جو بانجھ نہو اور
مفسر جلال رحمہ اللہ نے تیسرے جواب کی طرف اشارہ کیا کہ بطریق استعظام قدرت و تعجب ہی یعنے کیا ہی یہ قدرت و عجیب ہی اور جواب چہارم
یہ ذکر کیا گیا کہ یہ استبعاد بطریق عادت کے ہی یعنے قدرت الٰہی بڑی ہی اور ضرور واقع ہوگا مگر عادت کی راہ سے بہت بعید ہی کہ بہوس بڈھے اور ایسی
بڑھیا سے لڑکا پیدا ہو پس جواب دیا گیا کہ ہان ایسا ہی ہوگا اللہ تعالیٰ کی قدرت بہت اعلیٰ واجل ہی وہ مخلوق بندون کے وہم و قیاس سب سے
باہر ہی وہ جو چاہتا ہی کرتا ہی قولہ ایتک ان لا تکلم الناس مفسرین نے اس مین اختلاف کیا ہی کہ لوگون سے کلام نہ کرنا آیا اس طور پر تھا کہ کلام ہی نہین
کر سکتے تھے یا اس طور پر تھا کہ کلام کر سکتے تھے مگر حکم کی وجہ سے باز رہے پس معالم مین ہی کہ اکثر مفسرین نے کہا کہ زکریا کی زبان بند کر دی گئی تھی اسطرح
کہ لوگون سے کلام نہین کر سکتے تھے اور یاد الٰہی کر سکتے تھے۔ اگر کہا جاوے کہ کیون تین روز تک اسطرح زبان بند کی گئی تو جواب دیا گیا کہ اس سے
بند ہوئی کہ اس مدت مذکورہ مین وہ خالص یاد الٰہی کے واسطے ہون انکی زبان کسی اور بات مین مشغول نہو تا کہ حق نعمت و شکر فی الجملہ ادا کرین
کہ نعمت بہت بڑی تھی پس کہا گیا کہ تیرے لیے نشانی یہ ہی کہ تیری زبان بند کیجاوے سوا ذکر و شکر کے سب کلام سے اور یہ اچھا جواب ملا ہی کیونکہ
عمدگی جواب کی یہ ہی جو سوال ہی سے نکلتا ہو اور اسی سے ٹپکتا ہو تا کہ دل مین خوب جمے۔ اور قتادہ سے روایت ہی کہ ان کی زبان بند کر دیگئی
تھی بوجہ سزا کے کیونکہ انھون نے بالمشافہہ ملائکہ کی بشارت کے بعد ایسا سوال زبان سے نکالا۔ اور بعض مفسرین نے یہ اختیار کیا کہ زبان
بند نہین ہوئی تھی بلکہ حکم کی وجہ سے باز رہے تھے اور یہی محی السنہ نے معالم مین اختیار کیا ہی چنانچہ کہا کہ تو باز رہے کلام الناس سے اور بالکلیہ اللہ
تعالےٰ کی عبادت پر جھک پڑے اور یہ نہین تھا کہ بولنے سے ان کی زبان بند کر دی گئی بلکہ بات کرنے سے منع کر دیے گئے تھے حالانکہ وہ اچھے
خاصے بول سکتے تھے جیسے کہ سورۂ مریم مین فرمایا۔ ان لا تکلم الناس ثلث لیال سویا یعنے درحالیکہ تو سوی و تندرست ہو بدون اس کے کہ زبان بند
ہو جاوے پس اللہ تعالےٰ نے انکو اپنی یاد کا حکم دیا اور لوگون سے کلام کرنے سے منع کر دیا قال المترجم اور اسپر یہ وارد ہوتا ہی کہ پابندی حکم سے
انکے واسطے نشانی کیا ظاہر ہوگی اس واسطے کہ اس کا کوئی وقت معین نہین ہی اور احسن تفسیر وہ ہی جو شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی کہ لا تستطیع
النطق مع انک سوی صحیح۔ یعنے تجھکو استطاعت بولنے کی نہوگی باوجودیکہ تو تندرست صحیح ہوگا پس حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے زکریا کے
واسطے یہ نشانی مقرر کی کہ جب تو ذکر الٰہی و تسبیح پر قدرت کے باوجود لوگون سے تین روز تک کلام کی استطاعت نہ رکھے باوجودیکہ تندرست ہو تو یہی علامت
ہی کہ تیرا النطفہ قرار پایا ہی اور یحییٰ علیہ السلام تیرا فرزند ہوگا۔ قولہ و سبح بالعشی والابکار۔ واحدی نے ذکر کیا کہ عشی جمع عشیہ ہی اور ظاہر کلام اکثر
یہ ہی کہ وہ واحد ہی اور چاشت سے غروب تک کا وقت ہی اور بعض نے کہا کہ زوال سے غروب تک اور یہی اظہر ہی واللہ اعلم پھر تسبیح سے مراد یا تو
اللہ تعالےٰ کو پاکی کے ساتھ یاد کرنا یا نماز مراد ہی اور یہی مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی کیونکہ نسائی رحمہ اللہ نے روایت کی ہی کہ ان کی شریعت
مین دو ہی نمازین تھین ایک نماز قبل آفتاب طلوع ہونے کے اور دوسری قبل آفتاب غروب ہونے کے یعنے فجر و عصر اور اسی سے عشی و ابکار کی تخصیص

کی وجہ بھی ظاہر ہوگئی اور حسن رحمہ اللہ سے آیت کی تفسیر مین یہ روایت ہی کہ ان تین روز روزے رکھا اور نماز پڑھنا پھر روزے کو لوگون سے
کلام نہ کرنے سے تعبیر فرمایا اس واسطے کہ وہ لوگ جب روزہ رکھتے تھے تو بات نہین کرتے تھے **ف ٢** عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ
قال رب اجعل لی آیۃ جب اللہ عزوجل نے اپنے نبی زکریا علیہ السلام کو یحییٰ علیہ السلام کا وعدہ دیا تو زکریا نے اللہ تعالےٰ سے اس کے
ظہور کے وقت کا نشان پوچھا اور اسکو اللہ تعالےٰ کے وعدہ مین کچھ شک نہ تھا لیکن اسکی غرض یہ تھی کہ دل کو طمانینت ہو تا کہ اللہ تعالےٰ کی نعمت
وموہبت ظاہر ہونے کے وقت تک جو اسباب ادب کے ہین انکو مہیا کرے اللہ تعالےٰ کی نعمت کا شکر کرنے کو اسکی طرف متوجہ ہو جاوے تا کہ ہمیشہ
اللہ تعالےٰ کی نعمتین اترتی رہین۔ قولہ تعالیٰ قال آیتک الا تکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزا۔ اپنے نبی زکریا علیہ السلام کی زبان کو غیر کے ساتھ باتین کرنے
اور گفتگو کرنے سے بند کر دیا تا کہ خلق کے اژدحام سے وذکر سے انکا حال ودل پاک رہے اور اس مین ادب یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالےٰ سے کوئی چیز
اسکے غیب کے معانی سے طلب کی یا اسکا معجزہ وکرامت دیکھنا چاہا تو اسکی زبان فضول باتون پر نہ حرکت کرے اور اسکے دل مین وسواس کا خطرہ
نہ پیدا ہو تا کہ اسکا ظاہر وباطن مشغول بحق ہو اسواسطے کہ تفرق جب ظاہر مین واقع ہوا تو اس سے باطن مین تشویش ہوتی ہے اور دلجمعی نہین رہتی ہے اور
آنحضرت کو یعنے زکریا علیہ السلام کو رمز کی اجازت دیدی تا کہ اس سے انکے دل کا تنگ ہونا دور ہو اور جو لوگ انکے تابع ان کے پاس آوین اُن سے
تنگی دفع ہو اور رمز تو انبیاکی طرف سے اولیا کے واسطے ہوتی ہے اور اولیا کی طرف سے خاص مریدون کے لیے ہوتی ہے اور رمز کی حقیقت یہ ہے کہ
سر باطنی دوسرے سر باطنی پر پیش ہو اور ایک نفس[1] کا دوسرے نفس پر اظہار ہو اور ایک خاطر دوسری خاطر کو آگاہ کرے باین طور کہ خطاب کرنے والے
ہین اور جس کو خطاب کیا ہے اس مین جو سلسلہ ملا ہوا ہے اسکو جنبش ہو قولہ تعالےٰ واذکر ربک کثیرا۔ بہت یاد الٰہی اس مقام پر یہ ہے کہ اپنی نیت کو خطرات سے
خالی کرے اور مناجات مین باطن کو تمام قصدون وفکرون سے پاک کرے اور مشاہدات مین اسکی روح کو تحیر ہو اللہ تعالےٰ نے اپنے اہل محبت وارادت کو
اس تمام بیان سے ادب سکھلایا جو حضرت زکریا وان کی دعا کے قبول ہونے کی خبر دی ہی یہانتک کہ جب وہ لوگ کسی غیب کی بات کا کشف چاہین
اور اپنی دعا کا قبول ہونا چاہین تو مخلوق اور اسکے ساتھ باتین کرنے سے ایک طرف رہین اور جو کچھ لا یعنی بات ہو سب کو ترک کرین اور اپنی بات پر
خاموشی کی مہر لگا دین ہان یاد الٰہی کے ساتھ اسکو تازہ رکھین اور اس مناجات مین جس مین کشف مقصود کا ارادہ ہی بہت یاد کرین

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ
اور جب فرشتے بولے اے مریم اللہ تعالےٰ نے تجھکو برگزیدہ کر دیا اور تجھکو ستھرا کر دیا اور تجھکو برگزیدہ کر دیا سب جہان کی
الْعٰلَمِيْنَ ○ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○
عورتون پر اے مریم بندگی ادا کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والون کے

وَاذکر اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ ای جبرئیل۔ اور یاد کرو جبکہ کہا ملائکہ نے یعنے جبرئیل۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ۔ اختارک اللہ
نے تجھکو برگزیدہ کر دیا۔ وَطَهَّرَكِ۔ من مسیس الرجال۔ اور پاک کر دیا تجھکو مردون کے چھونے سے۔ یعنے کوئی مرد نہین چھوے گا۔
اور رہا یہ امر کہ حیض سے بھی پاک تھین تو یہ ثابت نہین ہوا ہی بلکہ یہ ثابت ہوا ہی کہ حضرت عیسیٰ سے حاملہ ہونے سے پہلے انکو ایک حیض آیا تھا
وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ۔ ای اہل زمانک۔ اور تیرے زمانہ والی تمام جہان کی عورتون پر تجھکو برگزیدہ کیا۔ يٰمَرْيَمُ
اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ۔ اطیعیہ۔ ای مریم تو اللہ تعالےٰ کی اطاعت کر۔ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔ ای صلی
مع المصلین۔ اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والون کے ساتھ رکوع کر یعنے نماز پڑھ نماز پڑھنے والون کے ساتھ مین **ف** واذ

قالت الملائکۃ یہ عطف ہے قولہ واذ قالت امرأۃ عمران پر اور درمیان مین قصہ زکریا و یحیی بسبب مناسبت کے فاصل آگیا تھا جس سے مقصود ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت عظیم جیسے عیسیٰ مین بے باپ ہے ویسی ہی یحیی مین بوڑھے و بڑھیا بانجھ سے ہے۔ اور ظرف اذ منصوب بفعل مقدر اذکر ہے اور معنے یہ ہین کہ یاد کر جبکہ ملائکہ نے بالمشافہہ مریم سے کلام کرکے کہا۔ اور یہ تربیت روحانی بڑے ہونے پر ہے جو بعد حالت صغر کی تربیت جسمانی کے واقع ہوئی ہے۔ قولہ ان اللہ اصطفاک بعض نے کہا کہ برگزیدہ کرنا وہ ہے جو پہلے واقع ہوا کہ مریم علیہا السلام کی ماں سے ان کو نذر مین قبول فرمایا حالانکہ ان سے پہلے کسی لڑکی کو نذر مین قبول نہین کیا گیا تھا اور انکو حضرت زکریا کی گود مین پالا اور جنت سے ان کو رزق عطا کیا قولہ وطہرک۔ یہان طہارت یا تو شرک وکفر سے مراد ہے یا گناہون سے یا مردون کے مس کرنے سے جیسا کہ مفسر رح نے کہا یا حیض وغیرہ سے جیسا کہ **کشاف وبیضاوی** رح نے جزم کیا کہ وہ حیض سے پاک تھین اور سورۂ مریم مین انشاء اللہ تعالےٰ اسکی تحقیق آویگی۔ قولہ واصطفاک علی نساء العالمین بعض نے فرمایا کہ پہلے اصطفائیت تو ان کی ماں سے قبولیت بروجہ حسن وغیرہ تھی اور دوسری اصطفائیت جو یہان مذکور ہے یہ ملائکہ کا کلام بالمشافہہ سنانے وغیرہ سے ہے کیونکہ اور کسی کے واسطے یہ واقع نہین ہوا اور یہین سے بعض نے زعم کیا کہ مریم علیہا السلام نبیہ ہین اور اصح یہ ہے کہ وہ نبیہ نہین ہین بلکہ۔ **بیضاوی** رح نے تو اسپر اجماع کا دعوی کیا ہے کہ کوئی عورت کبھی نبی نہین ہوئی بدلیل قولہ تعالےٰ وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیہم الآیۃ۔ اور نہین بھیجے ہمنے تجھسے پہلے مگر مرد ہی کہ ہم ان کی طرف وحی نازل کرتے رہے۔ اگر کہا جاوے کہ کلام ملائکہ سے کلام جبرئیل ع مراد ہے اور یہ نبوت کی دلیل ہے تو جواب دیا گیا بچند وجوہ اول آنکہ یہ وحی نہ تھی بلکہ کرامت تھی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو ملائکہ نے خطاب کیا تھا چنانچہ قولہ تعالےٰ فبشرناہا باسحٰق الآیۃ۔ اسپر دلالت کرتا ہے پس اگر نبوت ہی کی دلیل ہو تو حضرت سارہ کی نبوت کا بھی قائل ہونا چاہیے اور یہ کسی نے نہین کہا ہے۔ دوم آنکہ بعض نے کہا یہ زکریا علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ سوم آنکہ ارہاص تھا یعنے عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی بنیاد بطریق خوارق عادات کے مبعوث ہونے سے پہلے قائم کی گئی فافہم۔ اور اس مین خلاف نہین کہ وہ افضل نساء العالمین ہین پھر اس مین اختلاف ہے عالمین سے وہ عالم مراد ہین جو اسوقت موجود تھے یا وہ بھی جو قیامت تک ہون سب مراد ہین پس **زجاج** وغیرہ سے یہ قول دوم مذکور ہے اور اکثرون کے نزدیک یہ ہے کہ وہ فقط اپنے زمانہ کی عورتون سے افضل ہین اور یہی اصح ہے اور ترمذی و بخاری و مسلم وغیرہم نے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ فرماتے تھے خیر نسائہا خدیجہ بنت خویلد و خیر نسائہا مریم بنت عمران۔ اور یہ لفظ ترمذی کے ہین یعنے اپنے وقت کی عورتون سے خدیجہ بنت خویلد بہتر ہین اور اپنے زمانہ کی عورتون مین سے مریم بنت عمران بہتر ہین۔ اور ابو موسیٰ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مردون مین بہتیرے کامل ہوے اور عورتون مین سے نہین کامل ہوئین سواے مریم بنت عمران اور آسیہ زن فرعون کے اور فضیلت عائشہ رض کی عورتون پر ایسی ہے جیسے فضیلت ثرید کی کھانون پر ہوتی ہے رواہ الشیخان عورتون سے وغیرہما اور اس باب مین بہت سی احادیث ہین جنسے صریح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریم اپنے زمانہ کی عورتون سے افضل تھین نہ آنکہ تمام عالم کی عورتون سے افضل تھین اور یہ امر کسی عورت کے واسطے نہین ثابت ہوا کہ وہ تمام عالم کی عورتون سے افضل ہو سواے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء جگر گوشۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا کہ ایک جماعت علماے محققین اس طرف گئی ہے اور **شیخ مفسر جلال** رحمہ اللہ نے اپنے فتاوے مین لکھا کہ اصح مذہب یہ ہے کہ فاطمہ رض افضل ہین عائشہ رض سے اور بعضے اس طرف گئے ہین کہ دونون برابر ہین اور بعض نے توقف کیا ہے اور جب امام مالک رحمہ اللہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ فاطمہ رض جگر پارۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور مین حضرت صلعم کے جگر پارہ پر کسی کو فضیلت نہین دیتا ہون اور **امام سبکی** رح نے کہا کہ میرے نزدیک مختار اور میرے دین والون کا مختار یہی ہے کہ فاطمہ افضل ہین اور ان کے بعد

ان کی والدہ خدیجہ بنت خویلد پھر عائشہ رضی اللہ عنہن **کذا ذکرہ الشیخ عبد الحق** - اور کہا کہ حق یہ ہو کہ فضیلت کی حیثیتین مختلف ہین ولیکن شرف
ذات اور پاکی طینت وطہارت جوہر کی راہ سے کوئی بھی حضرت فاطمہ رضؓ کے برابر نہین پہونچتا ہو **مترجم** کہتا ہو کہ شرافت نسب پاکی جوہر تو ظاہر ہو کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طبقہ بطبقہ بہترین نسب مین ہوتے آئے یہان تک کہ دنیا مین تشریف لائے جیسا اس حدیث سے جو ہم پہلے تفسیر آیۃ
تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض مین ذکر کی ہے ظاہر ہو اور آپ کا سید اولاد آدم ہونا بھی واضح ہو اور حضرت سیدہ فاطمہ رضؓ پارہ ذات شریف نبی
صلی اللہ علیہ وسلم ہین پس انکو بھی یہ دونون باتین حاصل ہین رہا افضل ہونا باعتبار مدارج ثواب کے بھی تو اس مین احادیث مشترک واقع ہوئی ہین
چنانچہ ابن عباس رضؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا افضل زنان عالمین خدیجہ و فاطمہ و مریم و آسیہ زن فرعون ہین - رواہ الحاکم وصححہ اور انس رضؓ سے
روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا بس کر افضل جاننے مین زنان عالمین سے مریم بنت عمران و خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد و آسیہ
زن فرعون رواہ الترمذی وصححہ اور ابن مردویہ کی روایت مین خیر نساء العالمین چار ہین مریم بنت عمران و آسیہ زن فرعون و خدیجہ بنت خویلد و
فاطمہ بنت محمد آیا ہو ولیکن ترمذی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی اُنھون نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت صلعم نے
حضرت فاطمہ رضؓ کو خبر دی کہ وہ سیدہ نساء اہل الجنۃ ہین سوائے مریم بنت عمران کے - اور ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہو اور ابن عساکر نے
ابن عباس سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار عورتین اپنے وقت کی عورتون کی سردار ہین مریم بنت عمران و آسیہ بنت مزاحم و
خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سب مین افضل فاطمہ ہین - اور یہ حدیث بھی حدیث ترمذی سے اسناد مین کم نہین
بلکہ اسکے مقابلہ مین حدیث ترمذی معارض ہونے کی صلاحیت نہین رکھتی ہو اور اگر معارض مان لی جاوے تو حدیث عائشہ رضؓ جو صحیحین مین مروی ہو
اور اس مین ہو کہ کیا تو راضی نہین کہ تو زنان اہل جنت کی سردار ہو - سالم از معارضہ ہو اور اس مین کوئی استثنا نہین ہو اور ظاہر لفظ مفید استغراق و
شمول تمام افراد زنان اہل جنت ہو پس حضرت فاطمہ تمام عالم کی عورتون کی علی الاطلاق سردار ہین اور بعضے علما سید ہونے اور خیر ہونے مین فرق
کرتے ہین اور ظاہر یہ ہو کہ سیادت مطلقہ بہ نسبت معنے خیر کے بھی عام ہو واللہ اعلم بالجملہ مسئلہ مختلف فیہا ہو اور اصح یہی ہو جو مذکور ہوا جیسا کہ
شیخ مفسر نے کہا ہو و استصعب بما رواہ الطبرانی خیر نساء العالمین مریم بنت عمران ثم خدیجۃ بنت خویلد ثم فاطمۃ بنت محمد ثم آسیۃ امرأۃ فرعون الکلام
فیہ طویل لا یسعہ المقام - قولہ یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین خشوع کے ساتھ بندگی کرنا قنوت ہو چنانچہ ابو سعید رضؓ سے مرفوعاً روایت ہو
کہ ہر حرف قرآن مین جس مین قنوت مذکور ہو وہ بمعنے طاعت ہو رواہ ابن ابی حاتم اور مجاہد رحؒ نے کہا کہ مریم علیہا السلام اس قدر کھڑی رہتی تھین
کہ ان کے ٹخنے ورم کر گئے اور قنوت تو نماز مین رکوع کی درازی ہو - اور **اوزاعی** رحؒ نے کہا کہ مریم اپنی نماز پڑھنے کی جگہ مین اللہ تعالیٰ کے حکم کی
فرمانبرداری کے واسطے اس قدر رکوع و سجود و قیام مین قائم رہین کہ انکے پیرون مین خون اُتر آیا اور پیپ جاری ہوا - اور حدیث مین آیا ہو کہ افضل الصلوٰۃ
طول القنوت - اور علما نے اختلاف کیا ہو کہ قنوت کے کیا معنے ہین بعض نے کہا کہ قیام مراد ہو اور بعض نے کہا کہ سجدہ مراد ہو لیکن آیۂ کریمہ مین آخر
معنے نہین بن سکتے ہین اور شاید کہ قنوت سے محض خشوع مراد ہو والاول اظہر - اگر کہا جائے گا کہ سجود کو رکوع پر مقدم کرنے مین کیا بھید ہو جواب
دیا گیا کہ شاید ان کی شریعت مین ایسا ہی ہو اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ رکوع سب شرائع مین سجود سے پہلے تھا - اور بعض نے جواب دیا کہ سجود کی
تقدیم مین رکوع پر اسکے افضل ہونے کا اشعار ہو - یا اس وجہ سے کہ ان کی نماز مین ترتیب نہ تھی باوجودیکہ واو خالی جمع کے واسطے ہو بدون دلالت
ترتیب کے اور ٹھیک یہ ہو کہ اول تو کثرت سجود کا حکم ہو پھر نمازیون کے ساتھ مین جماعت کا حکم ہو اور راکعین کے ساتھ رکوع کرنے سے ظاہر یہ ہو کہ جماعت
سے نماز ادا کرے اور بعض نے کہا کہ راکعین کے مانند ادا کرے اگرچہ تنہا ہو **ف ۲** فی العرائس قولہ تعالیٰ واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک

یعنے باین طور تجھکو برگزیدہ کیا کہ اپنا کلمہ تجھ مین القا کیا اور نیز تجھکو فرشتون کی دیدار و ان کے ساتھ خطاب کرنے سے برگزیدہ کیا اور نیز تجھکو کرامات و آیتون سے برگزیدہ کیا حتی کہ ملائکہ تیرے لیے جنت سے رزق لائے۔ قولہ وطہرک۔ ای مردون کے چھونے سے تجھکو پاک رکھا اور نیز بشریت کی نجاسات سے پاک رکھا۔ اور نیز تیرے سر باطن کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے غافل ہوکر زکریا کی پرورش کی طرف التفات کرنے سے بچایا یعنے تونے دل سے اپنا پرورش کرنے والا اللہ تعالےٰ ہی کو سمجھا۔ قولہ واصطفاک علی نساء العالمین۔ پہلا برگزیدہ کرنا تو مرتبہ کی بزرگی کے لیے ہی اور دوسرا برگزیدہ کرنا حقیقی عصمت ہی چنانچہ علی نساء العالمین سے اسپر اشارہ موجود ہی اور استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اصطفا کو مکرر لانے مین یہ اشارہ ہی کہ اول اصطفا تو کرامت و منزلت و بلندی حال کے واسطے ہی اور دوسرا اصطفا یہ کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بدون اسکے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ ہووے حاملہ ہوئین۔ قولہ یامریم اقنتی لربک۔ یعنے اپنے مولی کی بندگی مین ٹھیک قائم رہ۔ قولہ واسجدی۔ یعنے میرے ہی واسطے خالص سجدہ کر۔ قولہ وارکعی مع الراکعین یعنے میرے اولیا و انبیا اور خاص اہل محبت کے ساتھ جو دل نرم ہوکر میری طرف جھک پڑے ہین تو بھی اسی طرح میری درگاہ مین بندگی کرتا کہ تجھکو اہل جماعت کی برکت نصیب ہو اسواسطے کہ اولیا کی صحبت سے بندگی مین استحکام ہوتا ہی اور بشریت کی بت پرستی سے بندہ چھوٹ جاتا ہی۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ

یہ خبرین غیب کی ہین ہم بھیجتے ہین تجھکو اور تو نہ تھا ان کے پاس جب ڈالنے لگے اپنے قلم

اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝

کہ کون پالے مریم کو اور نہ تو تھا ان کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے

ذٰلِكَ۔ المذکور من امر زکریا و مریم یہ جو زکریا و مریم کا حال مذکور ہوا۔ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ۔ اخبار ما غاب عنک۔ اخبار غیب سے ہی ف انباء جمع نبا بمعنے خبر۔ اور غیب مصدر سے جو چیز غائب ہو وہ مراد ہی اور حاصل آنکہ اخبار اس چیز کے ہین جو تجھسے غائب ہی کیونکہ حضرت صلعم سے بہت پہلے کا یہ واقعہ ہی۔ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ۔ یا محمدؐ ہم تجھکو وحی کرتے ہین ای محمدؐ۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ۔ فی الماء یقترعون لیظہر لہم۔ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ۔ یربی۔ مَرْيَمَ۔ تو انکے پاس نہین تھا جبکہ ڈالتے تھے وہ لوگ یعنے احبار بیت المقدس اپنے قلمون کو پانی مین ف یعنے نہر اردن مین درحالیکہ قرعہ ڈالتے تھے تاکہ ظاہر ہو جاوے ان کو کہ ان مین سے کون شخص پرورش کرے گا مریم کو۔ اور کفل در اصل بمعنے ملا لینا اسی سے اول ہین۔ کفلہا زکریا بھی بدون تشدید پڑھنا مرجح قرار دیا گیا ہے۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ۔ فی کفالتہا فتعرف ذلک فتخبر بہ وانما عرفتہ من جہۃ الوحی۔ اور تو ان کے پاس نہین تھا جبکہ وے جھگڑتے تھے ف یعنے مریم کی کفالت مین یعنے ہر ایک اسکی کفالت مین رغبت کرتا تھا۔ اس وجہ سے کہ ان کے امام عمران کی بیٹی تھی اور حاصل یہ کہ تو اس وقت موجود نہ تھا تاکہ تونے اسکو دیکھ لیا پھر اسکی خبر دی ہو بلکہ بات یہی ہی کہ تونے اسکو اللہ تعالےٰ کی وحی کرنے ہی سے معلوم کیا ہی ف قولہ نوحیہ الیک۔ ای نوحی الغیب الیک۔ اور یہ احسن ہی بہ نسبت اسکے کہ ذلک کی طرف راجع ہو اور ابو السعود نے کہا کہ صیغہ مضارع سے ایمان ہی کہ وحی ہنوز منقطع نہین ہوئی ہی اور لغت مین وحی کے معنے پوشیدگی سے آگاہ کرنا اور ابن فارس نے کہا کہ وحی بمعنے اشارہ و کتابت و رسالت اور ہر چیز دوسرے کی طرف القا کرنا تاکہ وہ جان لیوے۔ اور شرع مین وحی دو طرح پہ ہی ایک بواسطۂ ملک اور دوم بطور الہام اور اول کو جلی کہتے ہین اور دوم کو خفی اور اقسام وحی از جانب الٰہی مطلقاً تو قسم پہ ہے جیسا کہ فتح الباری مین مفصل۔ ع

بیان کیا ہی۔ قولہ ماکنت لدیہم۔ اگر کہا جاوے کہ اسکی نفی کرنے مین کیا حکمت ہی حالانکہ یہ تو معلوم تھا کہ آپ کا زمانہ ان لوگون سے بہت پیچھے ہی تو جواب یہ ہی کہ اس سے مراد یہ ہی کہ موجود یہود وغیرہ نے آپ کی وحی ونبوت سے انکار کیا سو اگر یہ انکار صحیح ہوتا تو آپ کو ان اخبار غیب کے معلوم ہونے کا کیا طریقہ تھا سواے دو باتون کے کہ یا تو آپ اس وقت کا حال دیکھے ہوے ہوتے سو یہ تو کوئی دعوی نہین کرسکتا اور وہ بھی اسکے مدعی نہ تھے دوم یہ کہ توریت وغیرہ والون سے سُنا ہو سو وے خود تسلیم کرتے تھے کہ حضرت توریت نہین پڑھتے اور نہ ان لوگون سے خلا ملا رکھتے تھے پس ثابت ہوا کہ وہ محض وحی الٰہی کی خبر ہی۔ قولہ اذ یلقون اقلامہم ایہم یکفل مریم۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر مین قول عکرمہ باسناد ابن جریرؒ ذکر کیا کہ مریم کی والدہ مریم کو ایک کپڑے مین لپیٹ کر بنی الکاہن کے پاس جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھے لائین اور یہ لوگ ان دنون مین کعبہ کے دربانون کے مانند بیت المقدس کے دربان تھے اور اُن سے کہا کہ تم اس منذورہ کو لیجئے نذر کی ہوئی لڑکی کو کہ مین نے اسکو محرر کردیا ہی اور یہ لڑکی ہی اور کنیسہ مین حائض عورت نہین جاتی اور مین اسکو اپنے گھر مین نہین لیجاؤن گی وہ بولے کہ یہ ہمارے امام کی دختر ہی اور عمران رحمہ اللہ نماز مین انکی امامت کیا کرتے تھے اور یہ اسکی دختر ہی جو صاحب قربان تھا پس زکریا علیہ السلام نے کہا کہ یہ مجھے دیدو کہ اسکی خالہ میرے نکاح مین ہی بولے کہ ہمارا جی اسپر راضی نہین ہوتا یہ تو ہمارے امام کی دختر ہی پس اسی پر انھون نے اپنے قلمون سے قرعہ ڈالا جنسے توریت لکھتے تھے پس قرعہ زکریا کے نام نکلا اور نیز عکرمہ وسدیؒ قتادہ وربیع بن انس وغیرہم نے بیان کیا اور بعض کا بیان دوسرے کے بیان مین داخل ہوا ہی یہ کہ یہ لوگ نہر اردن کے اوپر گئے اور وہان اس شرط سے قرعہ ڈالا کہ نہر مذکور مین اپنے قلم ڈالین پس پانی کے بہاؤ مین جس کا قلم ٹھہر جاوے وہی اسکا کفیل ہو پس اس شرط پر انھون نے قلم ڈالے پس سب قلم تو پانی مین بہ گئے سواے قلم زکریا کے کہ وہ ٹھہرا رہا اور بعض نے کہا کہ وہ چڑھاؤ کی طرف پانی کو پھاڑتا ہوا چلا اور باوجود اسکے زکریا علیہ السلام انکے بزرگ وسید وعالم و امام و نبی تھے صلوات اللہ وسلامہ علیہ مترجم کہتا ہی کہ شاید بیان قصہ مین بہت اختصار ہوا ہی واللہ اعلم۔ اور ظاہر یہ ہی کہ بنا بر تفسیر مذکور کے تقدیر عبارت یون ہی وماکنت لدیہم اذ یختصمون ایہم یکفل مریم وماکنت لدیہم اذ یلقون اقلامہم۔ اسواسطے کہ خصومت مقدم از القاء اقلام ہی اور کمالین مین کہا کہ ایہم یکفل مریم کا تعلق محذوف کے جس پر یلقون اقلامہم دلالت کرتا ہی جیسا کہ مفسر رحمہ اللہ نے لینظر ایہم زائد کیا ہی وہکذا ذکر فی السراج۔ اور اس آیہ سے قرعہ کا جواز معلوم ہوا بدون اسکے کہ حرام کا حلال یا بالعکس ہووے بلکہ محض ترجیح امور مساویہ کے بدون قرعہ کے بھی یہ امر جائز ہو جو قرعہ سے نکلا ہے جیسا کہ تفسیر عکرمہ مین بھی اشارہ ہی کہ قرعہ فقط تطییب خاطر کے واسطے ہی اور ایسا ہی حدیث مین ہی کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کو جاتے تو جائز ہی کہ جس جورو کو جی چاہے لیجاتے لیکن انکی تطییب خاطر کے واسطے قرعہ ڈال دیتے کہ جسکے نام نکلے وہ جاوے اور اس زمانہ مین جو بعضے لوگ خرید وفروخت مین قرعہ جائز جانتے ہین بانیطور کہ مثلاً ایک شخص نے ایک گھڑی فروخت کرنی چاہی اور دو دو روپیہ دس آدمیون نے جمع کیے بیس روپیہ مالک کو دیدیے پھر ان دسون نے چٹھی ڈالی جسکے نام نکلے وہ گھڑی دو روپیہ مین لیگیا اور باقی سب محروم رہے یہ تو حرام ہی اور بیع ہرگز روا نہین ہی اور ایسا قرعہ جائز نہین ہی۔

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

جب کہا فرشتون نے اے مریم تجھکو اللہ بشارت دیتا ہی ایک اپنے حکم کی جسکا نام مسیح عیسیٰ بیٹا مریم کا

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصّٰلِحِينَ ۝

مرتبہ والا دنیا مین اور آخرت مین اور نزدیک والون مین اور باتین کریگا لوگون سے جب ماں کی گود مین ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا اور نیکبختون مین ہی

واذکر یا اذ قالت الملائکۃ یعنی اے جبرئیل ع۔ اور بیان کر جبکہ ملائکہ نے کہا یعنی جبرئیل نے ف پس ملائکہ جمع سے جبرئیل مکرم علیہ السلام

مراد ہین یا جبرئیل مع اپنے ساتھیون کے کہ جنکے افسر جبرئیلؑ تھے جنھون نے بشارت دی۔ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ
ای ولد یعنی بکلمۃ کائنۃ منہ۔ ای مریم تجھکو اللہ تعالےٰ بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے ایک کلمہ کی ف و حاصل مراد فرزند ہے یعنے فرزند کی بشارت
دیتا ہے۔ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ۔ اسکا نام مسیح عیسی ابن مریم ہے ف جو کلمہ کن سے پیدا کیا جاویگا یعنے بغیر باپ کے
مریم کو خطاب کیا باین طور کہ نسبت دی عیسیٰ کو مریم کی طرف اس تنبیہ کے واسطے کہ مریم علیہا السلام جنے گی۔ اسکو بدون باپ کے اسواسطے
کہ لوگون کی عادت یہ ہے کہ انکو انکے باپون کی طرف منسوب کرتے ہین۔ وَجِيْهًا۔ ذا جاہ۔ درحالیکہ وہ لڑکا صاحب جاہ ہوگا۔ فِي الدُّنْيَا
بالنبوۃ۔ دنیا مین ف اس طرح کہ اسکو نبوت سے وجاہت ہوگی۔ وَالْاٰخِرَةِ۔ بالشفاعۃ والدرجات العلیٰ۔ اور آخرت مین ف
باین طور کہ اپنی اُمت کے مومنین کے واسطے شفاعت کر سکیگا اور بڑے درجون والا ہوگا۔ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ عند اللہ۔ اور اللہ تعالےٰ
کے یہان نزدیکی والون مین سے ہوگا۔ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا۔ ای طفلا قبل وقت الکلام۔ اور وہ لوگون سے باتین
کریگا مہد مین یعنے طفولیت مین اور جوانی آخر مین ف مہد دراصل بچون کا گہوارہ و پالنا کہلاتا ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ بچپن مین ایسے وقت
سے پہلے باتین کریگا کہ بچہ باتین کرنے لگتا ہے۔ وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ اور وہ صالحین مین سے ہوگا ف بکلمۃ منہ۔ ای من اللہ تعالیٰ
اور عیسی علیہ السلام کو کلمہ سے تعبیر کیا جیسا کہ فرمایا ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ پس کلمہ کن سے
پیدا ہوئے اور اشارہ ہے کہ سخت نادان ہین جنکو عیسیٰ علیہ السلام کے بے باپ پیدا ہونے پر تعجب ہے اور ناچار شیطان ان کو آمادہ کرتا ہے کہ
کلمہ کفر کا اعتقاد کریں حالانکہ قدرت الٰہی عزوجل سے وہ ایک کلمہ کن سے پیدا ہوا جیسے آدم علیہ السلام اور یہ تفسیر قولہ مصدقا بکلمۃ من اللہ ہے جیسا کہ
جمہور نے ذکر کیا ہے کہ بکلمۃ من اللہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہین اسمہ المسیح عیسی ابن مریم مسیح یا تو معرب ہے یا اصل عربی ہے پس اگر معرب ہے تو اصل
اسکی مشیحا[لہ] عبرانی ہے اور معنے اسکے مبارک اور یہ مانند صدیق و فاروق وغیرہ کے ایک لقب شریف ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا کلام بچپن کا خود مذکور
ہے کہ۔ جعلنی مبارکا اینما کنت الآیۃ۔ اور اگر اصل عربی ہے تو اس واسطے مسیح کا لقب ہوا کہ وہ سیّاح رہے لیکن آپ مقیم نہین ہوے ماخوذ از قولہم
مسح الارض جیسا کہ بعض سلف نے کہا ہے اور بعض نے کہا اس وجہ سے مسیح نام ہے کہ انھون نے جس آفت زدہ کو مسح کیا اور چھوا وہ اللہ تعالےٰ
کے حکم سے اچھا ہو گیا پس مسیح مشہور ہوے کہ جس سے عوام مین انکے زمانہ کے بڑے بڑے نامی طبیبون سے امتیاز ہوا کہ وے دوا کرتے اور حضرت مسیح
علیہ السلام فقط چھونے سے بحکم الٰہی چنگا کرتے تھے و علی ہذا فعیل بمعنے فاعل ہے اور بعض نے کہا کہ ممسوح القدمین تھے یعنے پاؤن بھرے
ہوئے تھے خالی نہ تھے یا ممسوح جبرئیلؑ تھے و بعض اقوال دیگر ہین پس فعیل بمعنے مفعول ہے اور دجّال کو جو مسیح کہتے ہین تو وہ بزبان عربی باین معنے
کہ اسکی ایک آنکھ ممسوح ہوگی یعنے کانی ہوگی۔ اور رہا عیسیٰ تو بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ مشتق از عیس ہے بمعنے سپیدی کہ جس پر سُرخی ہو
اور یہ تکلف ہے دراصل یہ علم ہے اور اصل مین الیشوع یا ایشوع تھا اسکا معرب عیسیٰ ہے جیسا کہ کشاف وغیرہ مین ہے اور ابن مریم نسبت ہے یعنے
صفت ہے پس اگر کہا جاوے کہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم مین نام تو فقط عیسیٰ ہے اور مسیح لقب ہے اور ابن مریم صفت ہے تو جواب یہ ہے کہ اسم اپنے
مسمے کے واسطے علامت ہوتا ہے کہ جس سے پہچانا جاوے اور غیر سے ممتاز ہو پس گویا کہا گیا کہ جس سے وہ معروف و ممتاز ہوگا وہ مجموعہ امور ثلثہ
ہے۔ اور اگر کہا جاوے کہ ابن مریم فرمایا حالانکہ ظاہر یہ تھا کہ ابنک ہوتا جواب یہ کہ اس مین اشارہ ہے کہ وہ اس کنیت کے ساتھ جو مشتمل بر اضافت کے
مشہور ہوگا اور ایذان ہے کہ اس کا باپ نہوگا سلام اللہ تعالےٰ علیہ۔ قولہ وجیہا۔ حال مقدرا ز کلمہ ہے اور کلمہ اگرچہ نکرہ ہے لیکن نکرہ موصوفہ ہے
اگر کہا جاوے ضمیر کلمہ کی مذکر کیون آئی تو جواب دیا گیا کہ اسکا مسمّٰی مذکر ہے کذا فی السراج قولہ ویکلم الناس فی المہد و کہلا لفظ کہلا عطف۔

لہ مشیحا لفظ عبرانی ہے جسکے معنی مبارک ... معرب ... ۱۲ م
لہ انما سے کلام ... ۱۲ م

عطف فی المهد ہی یعنے ان دونون حالتون مین لوگون سے نبیون کی باتین کریگا اور اسکی حالت بچپن اور کہولت مین کہ جس مین عقل مستحکم ہوتی ہی اور اسی وقت انبیا مبعوث ہوتے ہین کچھ فرق نہوگا اور کہل وہ سن ہی جو شباب اور شیخوخت کے درمیان ہو اور عیسی علیہ السلام بعد کہولت کے سن پر پہونچنے کے اٹھائے گئے ہین اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ کہولت سے پہلے اٹھائے گئے ہین اور شباب کا سن باقی تھا اور اس تقدیر پر کہولت مین ان کا لوگون سے کلام کرنا ہنوز واقع نہین ہوا پس مراد یہ ہی کہ قریب قیامت کے زمانہ مہدی علیہ السلام مین دجال کے قتل کو جب اتارے جاوینگے تب کلام کرین گے اور اسی سے کہا گیا ہی کہ نزول عیسی علیہ السلام کا نص قطعی سے ثابت ہی پھر اللہ تعالے نے حضرت عیسی علیہ السلام کے مختلف احوال جو ایک دوسرے کے منافی ہین ذکر فرما کر ارشاد کیا کہ وہ بڑے بیوقوف ہین جو ایسے شخص کی نسبت جس مین ایسے تغیر پائے جاتے ہین الوہیت کا اعتقاد کرتے ہین حالانکہ الوہیت سے اس سے کوئی نسبت ہی نہین ہی۔ اگر کہا جاوے کہ حالت کہولت مین اس کی باتین کرنے کی بشارت سے کیا حکمت ہی حالانکہ اس مین سب لوگ یکسان ہین تو جواب دیا گیا کہ مقصود یہ بیان ہی کہ اسکے بچپن اور کہولت کی حالت یکسان ہی۔ اور نیز بشارت ہی کہ وہ سن کہولت تک باقی رہیگا۔ اگر کہا جاوے کہ بچپن مین کلام کرنا حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھا تو جواب یہ ہی کہ نہین بلکہ اور کئی بچہ اس سن مین بولے ہین چنانچہ ابوہریرہؓ سے مرفوعا روایت ہی کہ مہد مین کلام نہین کیا مگر عیسیٰ نے اور یوسف کی گواہی دینے والے بچہ نے اور جریج کی گواہی والے نے اور ماشطہ فرعون کے پسر نے اور **خفاجی** نے ذکر کیا کہ **جلال سیوطی**۔ رحمہ اللہ نے اُن سب کو جنھون نے مہد مین یعنے بچپن مین کلام کیا ہی نظم مین جمع کیا ہے تکلم فی المهد النبي محمد + ویحیی وعیسی والخلیل ومریم + ومبری جریج ثم شاهد یوسف + وطفل الذي الاخدود یرویه مسلم + وطفل علیه مر بالامة التی + یقال لها تزنی و لا تتکلم + وما شطه فی عهد فرعون طفلها + وفی زمن الهادی المبارك مخلد + اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ عیسیٰ نے ایک ساعت بچپن مین کلام کیا تھا پھر نہین کلام کیا یہانتک کہ بولنے کے سن تک پہونچے اور جو کلام کیا تھا وہ یہ تھا کہ جب ان کی والدہ حضرت مریم کو گانون والون نے بہتان لگایا تب ان کی برائت کے واسطے بولے۔ انی عبداللہ اتانی الکتاب الآیۃ۔ اور جو لڑکے کہ نظم جلالؒ مین مذکور ہین سب کے واسطے ایک قصہ ہی کہ اس کا یہان ذکر کرنا طول ہوگا انشاء اللہ تعالے سب اس تفسیر مین اپنے اپنے موقع پر آجاوینگے ازانجملہ دوم و سوم و پنجم و نیز چہارم و نہم و یازدہم کی روایات اس وقت تک گذر چکی ہین ان کو یاد کرنا چاہیئے اور باقی انشاء اللہ تعالے آگے آوینگی۔ پھر ذکر کیا گیا ہی کہ عیسیٰ علیہ السلام تیس برس کے سن پر نبی ہوے اور رسالت پر ڈھائی برس اور بعض نے کہا تین برس رہے پھر اللہ تعالے نے اٹھا لیا۔ قولہ تعالے ومن الصالحین۔ یہ حال ہی کلمہ سے یا اس کی ضمیر سے جو یکلم مین ہی۔ اگر کہا جاوے کہ وجیها فی الدنیا کی تفسیر کی گئی نبوت سے اور یہ منصب بہ نسبت صالح کے بہت بلند ہی بلکہ جتنی صفتین اوپر مذکور ہوئی ہین سب صالح ہونے سے بڑھکر ہین پھر آخر مین انکی صفات کو صالح ہونے پر کیون ختم کیا۔ تو جواب یہ ہی کہ کوئی آدمی صالح نہین ہوتا جبتک کہ وہ اصلح راہ پر اور اکمل طریقہ پر ہمیشہ اپنے سب حال مین قائم نہو اور یہ افعال قلوب و افعال جوارح کے سب مراتب دین و دنیا کو شامل ہی اسی واسطے سلیمان علیہ السلام نے بعد نبوت کے کہا۔ ادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین پس جب عیسیٰ علیہ السلام کے صفات شمار کیے تو اسکے پیچھے اس وصف کو جو بہت بلند درجات پر دلالت کرتا ہی بیان کر دیا۔ اور تحقیق یہ ہی کہ صلاح کے واسطے خصوص و عموم ہی پس عموم صلاح تو پورے مومن تک کو شامل ہی اور خصوص صالح نہایت اعلی مرتبہ ہی کہ وہ نبوت مین متعدد مقام رکھتا ہی۔ و قدمنا فی مواضع فی عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ۔ اللہ تعالے نے مریم کو پہلے سے بشارت دیدی تاکہ ملامت کرنے والون کی لغو گفتگو و بہتان مین حضرت مریم علیہا السلام کا قدم مضبوط رہے اور اپنی منزلت کو معلوم کرے تاکہ لوگون کی باتون سے

درجہ یقین سے نہ گرے۔ قولہ وجیہا فی الدنیا والآخرہ۔ یعنے دنیا مین تو انوار ربوبیت کے لباس سے آراستہ ہوگا اور آخرت مین جمال مشاہدہ کے لباس سے آراستہ ہوگا۔ اور اللہ تعالےٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ہیبت کا لباس دیدیا تھا تاکہ مومن و کافر ہر فریق کی آنکھ مین بزرگ نظر آوے قولہ ویکلم الناس فی المہد و کہلا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مہد مین لوگون سے کلام کیا تاکہ اپنی نبوت و رسالت پر اور اپنی مان کی طہارت پر خود شاہد ہوا ور کہلا۔ کلام کرنا اسکی انبساط و حالت اتحاد سے ہے پس اول کا کلام کرنا تو نبوت سے ہے اور دوسرا کلام کرنا بعد بالکل فنا ہونے کے ظہور خالص قدرت باری وحدہ لاشریک لہ سے ہے۔ یعنے ایسا وقت تھا کہ حضرت عیسیٰ خود بالکل فنا تھے اور بقا فقط ذات باری وحدہ لاشریک لہ کو تھی چنانچہ یہ مثل تصویر کے پنجہ قدرت مین تھے جو حکم ہوتا تھا اور جس طرح حرکت دلائی جاتی تھی وہی ان سے صادر ہوتا تھا اور انکا فعل خود ان کے قول کا شاہد تھا چنانچہ مردہ کو زندہ کرنا اور مادر زاد اندھے کو آنکھین دینا اور کوڑھی کو چنگا کردینا یہ سب ظہور افعال الٰہی عزوجل تھا جو بندہ خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھون ہوتا تھا اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام خودی سے فنا تھے اور اپنے ارادون سے خالی تھے اور یہ صرف تصرف ذات ہے اور اعلیٰ اس سے تصرف دیگر ہے باین وجہ کہ اثر عمدہ ہو بخلاف زندگان عیسیٰ علیہ السلام کے کہ اپر اثر موت ظاہر ہوتا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے معوذ بن عفراء کا ہاتھ کٹا ہوا اپنے دست مبارک سے جوڑدیا کہ وہ ان کی موت تک نہایت پرقوت رہا جبکہ انھون نے ابوجہل کو قتل کیا تو ابوجہل کے بیٹے نے ان کو تلوار کا ہاتھ مارا کہ ان کا ہاتھ شانہ سے الگ ہوگیا اور ایک تسمہ سے لٹکا رہا آخر انھون نے اسکو الگ کردیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑتے آئے آپ نے اسکو جمادیا کہ اسی وقت اچھا ہوگیا۔ اور اسی طرح ایک صحابی کی آنکھ تیر کے صدمہ سے نکل پڑی تھی اسکو پکڑ کر اپنے لب مبارک کے لعاب سے اندر کردیا کہ اسی وقت اچھی ہوگئی اور تا دم مرگ اسکی روشنی نہایت تیز تھی۔ ہذا توضیح ما ذکرہ الشیخ۔ ابتدا مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملتبس بزبان عبودیت تھے اور انتہائی مرتبہ پر ملتبس بصفات ربوبیت ہوئے یعنے خودی سے فنا ہوئے کہ ان مین صفات باری تعالےٰ و اسکی ارادت نے ظہور فرمایا۔ اور بعض اکابر نے کہا کہ مہد مین کلام کرنا تو عیسیٰ کے واسطے معجزہ تھا اور حالت کہولت مین اپنے پروردگار کی طرف لوگون کو بلانے کا کلام کرتے تھے۔ اور بعض نے فرمایا کہ مہد مین کلام کرنا تو بچپن کی حالت تھی اور کہولت کی حالت مین اسوقت کلام کرینگے جب کہ آسمان سے اُتارے جاوینگے تاکہ ان کے دونون طرف کے کلام مین معجزہ ہو۔ اور واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بچپن مین اسواسطے ان سے کلام صادر ہوا کہ مخالفون اور بہتان باندھنے والون کا کلام رد ہو کہ انھون نے ایسے وقت مین اپنی مان کی گواہی دی اور اپنی رسالت کا دعویٰ کیا کہ جسوقت مین بچے بولنے سے عاجز ہوتے ہین کہان کہ ایسی باتین کرین اور کہولت مین اسوقت کلام کرینگے کہ شباب کی تیزی اور بڑھاپے کا ضعف کچھ نہو گا۔

قَالَتْ رَبِّ أَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ

بولی اے رب کہان سے ہوگا مجھکو لڑکا اور مجھکو ہاتھ نہین لگایا کسی آدمی نے کہا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے

إِذَا قَضٰٓى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

جب حکم کرتا ہے ایک کام کو تو یہی کہتا ہے اسکو کہ ہو پس وہ ہوجاتا ہے۔

قَالَتْ رَبِّ أَنّٰى کیف۔ يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ۔ مریم نے کہا کہ اے میرے رب کہان سے فرزند ہوگا۔ وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ۔ بتزوج ولا بغیرہ۔ مریم بولی کہ عادت اللہ تو جفت سے فرزند کو پیدا فرماتا ہے حالانکہ مجھے کسی بشر نے نہین چھوا نہ تو نکاح کرنے سے اور نہ بغیر نکاح کے یعنے نہ میرا کوئی شوہر اور نہ مین نے زنا کیا۔ قَالَ۔ الامر كَذٰلِكِ۔ من خلق ولد منک بلا اب۔ یعنے بات

ایسی ہی ہوای تجھسے ایک بچہ پیدا ہوگا بدون باپ کے - اَللّٰہُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ - اللہ تعالے جو کچھ چاہتا ہی پیدا کر دیتا ہی - اِذَا قَضٰی اَمْرًا - ارادخلقہ - یعنے جب ارادہ کرتا ہی اسکے پیدا کردینے کا - فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ - تو اس سے فقط یہی کہتا ہی کہ تو ہوجا - فَیَكُوْنُ - ای فھو یکون - ف پس وہ ہوجاتا ہی ف قولہ قالت رب انی یکون لی ولد - یعنے مریم علیہا السلام نے اپنی مناجات مین جناب باری مین عرض کیا کہ میرے لڑکا کہان سے ہوگا یا کیونکر ہوگا یہ دونون محاورہ انی کے ترجمہ کے ہماری زبان و محاورہ مین مستعمل ہین پس رب کا خطاب حضرت باری تعالے عزوجل کی جناب مین مناجات ہی اور بعض نے کہا کہ خطاب جبرئیل علیہ السلام کو ہی بمعنے یا سیدی ای میرے سردار اور زمخشری رح نے کشاف مین انکار کیا اور کہا یہ تفسیر بدعت ہی اور در حقیقت یہ قابل انکار ہی - اور لفظ بشر نکرہ تحت سیاق نفی ہی اسی سے مفسرین نے لکھا کہ مطلقا نفی ہوئی کہ کسی بشر نے نہین چھوا اور مراد مساس سے رسیدگی ہی بطور کنایہ کے حاصل آنکہ مجھے لڑکا کیونکر پیدا ہوگا حالانکہ مجھے کسی بشر نے مساس نہین کیا ہی - اس تقریر پر یہ شبہہ پیدا ہوتا ہی کہ حضرت مریم سے جب جبرئیل ع نے یہ خبر دی تو انھون نے کیونکر کہا کہ انی یکون لی ولد - کیا انکو قدرت مین شک تھا تو جواب دیا گیا کہ انھون نے یہ تعجب سے کہا اسواسطے کہ یہ عادت نہین جاری تھی کہ بچہ بدون باپ کے پیدا ہو پس اللہ تعالے کی قدرت کا استعظام ہی جیسے کہتے ہین کہ دیکھیے کیونکر ہوتا ہی یہ تو عجیب معاملہ ہوگا حالانکہ ہونے کا یقین ہوتا ہی اور بعض نے کہا کہ بچہ پیدا ہونیکا تو یقین تھا مگر اسکی کیفیت سے سوال کیا کہ کس طور پر ہوگا آیا اس طرح کہ مین نکاح کرونگی یا بدون بشر کے چھوے ہوگا اور یہ جواب ضعیف ہی - اگر کہا جاوے کہ حضرت مریم نے کیون بعید جانا اس واسطے کہ آیندہ شاید بشر سے مساس واقع ہو بایطور کہ نکاح کرین تو اسکے جواب کی طرف شیخ ابن کثیر رح نے اپنی تقریر مین اشارہ کیا چنانچہ اس کلام کی تفسیر مین کہا کہ مریم علیہا السلام جناب باری تعالے مین عرض کرتی ہین کہ یہ لڑکا مجھے کیونکر پیدا ہوگا حالانکہ مین شوہر والی نہین ہون اور نہ میرا عزم ہی کہ مین نکاح کرون اور نہ مین حاشا للہ بدکار ہون مترجم کہتا ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ جبرئیل علیہ السلام نے وقت بشارت سے اسکے وجود کی خبر دی تھی تب حضرت مریم نے استبعاد کیا لیکن قصہ نفخ روح عیسلی بوجہ دیگر بیان ہی اسی واسطے شیخ نے اسکے جواب کی طرف اشارہ کیا فافہم - قولہ قال کذلک - قال کا فاعل اگر حضرت رب العزت عزوجل ہی تو مراد یہ کہ بواسطہ ملائکہ فرمایا اور محتمل ہی کہ قال کا فاعل جبرئیل ہون یعنے جبرئیل ع نے از جانب الٰہی عزوجل یہ جواب دیا کہ کذلک یعنے الامر کذلک - بات یون ہی ہوگی کہ تجھسے بدون مساس بشر کے لڑکا پیدا ہوگا اور مریم علیہا السلام کا استبعاد دور کیا کہ اللہ یخلق مایشاء اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون - یعنے قدرت اللہ تعالے بہت بڑی ہی مخلوق کتنا ہی بزرگ و بڑا ہو جو ہر ایک کی عقل سے باہر ہی وہ پیدا کر دیتا ہی جو چاہے پھر اسکے پیدا کر دینے مین کچھ قیاس کو مجال نہین وہ تو اسی قدر ہی کہ جب کسی امر کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو فرمایا کہ ہو وہ ہوگیا قال ابن کثیر رح ای فورا ہوجاتا ہی ادھر حکم ہوا ادھر ہوگیا کچھ تاخیر و مہلت نہین ہوتی مانند قولہ وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر - ای ہم تو ایک ہی مرتبہ حکم فرماتے ہین جس مین دوبارہ کی تکرار نہین پس یہ شے جلد ہوجاتی ہی جیسے پلک مارنے کی دیر ہوتی ہی قال المترجم علمانے تصریح کردی ہی کہ اللہ تعالے کا مخلوق فرمانا کچھ لفظ کن پر نہین ہی بلکہ یہ ایک تفہیم اس مضمون کے واسطے ہی کہ بندے جس طرح ایک ادنی سی چیز کے بنانے مثلاً لکھنے کے لیے قلم کاغذ دوات وغیرہ مہیا کرتے تب لکھتے ہین حاشا کہ جناب باری کے پیدا کرنے مین جو واقعی تخلیق ہی یہ وہم و قیاس نہین بلکہ اسکا ارادہ وہی خلق ہی بدون مہلت و درنگ کے اور بدون اسکے کہ کوئی چیز اسکو مانع ہوسکے اور رہا نظام خلقت کہ ہر چیز ایک طرز خاص سے پیدا ہوتی ہی تو یہ حکمت خاص ہی اور مدارج ہر چیز کے بلا مہلت وجود مین آجاتے ہین اور اللہ عزوجل نے اسکو ختم نہین فرمایا بلکہ ناقۂ صالح مع بچہ فورا پہاڑ شق ہو کر نکلے اور فورا بچہ بھی اپنی مان کے برابر ہوگیا

اور مانند اسکے دیگر آیات و معجزات جو انبیا علیہم السلام کو عطا ہوے آیات ہیں کہ او تعالے ہر چیز پر ہر طرح قادر مختار قوی و قہار ہی جیسا کہ آیندہ قصص انبیا مین یہ سب بیان مفصل انشاء اللہ تعالے آوے گا پس جسنے غور کی نظر سے دیکھا وہ کبھی شیطان کے دام فریب مین گرفتار نہین کرتا ہر اصل ہی تقدیر کچھ نہین اسواسطے کہ جیسے تقدیر ہر چیز کے خلق مین جاری ہی ویسے ہی اپنے اندازہ وحکمت پر ہر چیز کا وجود ہوتا ہی اور یہ یہان جزومی فائدہ ہی پھر آیت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ پس یہان فرمایا۔ کذلک اللہ یخلق مایشاء۔ اور حضرت زکریا کو خطاب ہوا کہ کذلک اللہ یفعل مایشاء۔ وہان فعل فرمایا اور یہان صریح خلق فرمایا تا کہ کسی بیہودہ کو شبہہ نہ رہے اور جان لے کہ یہ خلق بقدرت قادر ہی کسی مادہ وسبب پر نہین ہی اور اسی کو مؤکد کردیا کہ اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون۔ اور حضرت یحیٰی کی پیدائش مین تو بھلا یہ بھی تھا کہ ایک بڈھا ضعیف اور ایک بڈھیا ضعیف جو عمر بھر بانجھ رہی موجود تھی اگرچہ ان سے اولاد پیدا ہونا ایک امر نادر ہی اور یہ فعل قدرت عجیب عظیم ہی مگر یہان نہایت نادر واعظم قدرت ہی کہ ایک باکرہ عورت سے بدون مساس البشر کے لڑکا پیدا کردیا لہذا یہان خلق صریح سے تعبیر فرمایا کہ وہ فعل سے خاص ہی کیونکہ اختراع کو مشعر ہی پھر قضا و راصل بمعنے احکام ہی اسے مضبوط ومحکم کرنا اور یہان بمعنے ارادہ ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۵

اور سکھادے گا اسکو کتاب اور کام کی باتین اور توریت اور انجیل اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف

اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ

کہ مین آیا ہون تم پاس نشانی لیکر تمھارے رب سے کہ مین بناتا ہون تمھارے لیے مٹی سے پرند کی صورت

فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى

پھر اس مین پھونک مارتا ہون سو وہ ہوجاوے اڑتا پرند اللہ کے حکم سے اور چنگا کرتا ہون جو اندھا پیدا ہوا اور کوڑھی اور جلاتا ہون مردے

بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اللہ کے حکم سے اور بتادیتا ہون تمکو جو کھاکر آؤ اور جو کچھ رکھ آؤ گھرون مین اس مین تمکو پوری

لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

نشانی ہی اگر تم یقین رکھتے ہو

وَيُعَلِّمُهُ۔ بالنون والیاء۔ یعنے اکثر کی قراءۃ بنون یعنے بصیغہ جمع متکلم ہی یعنے ہم اسکو سکھلاوینگے اور نافع وعاصم کی قراءۃ بیاء تحتیہ سے یعنے اللہ تعالے اسکو تعلیم فرماوے گا۔ اَلْكِتٰبَ۔ الخط۔ لکھنا۔ یعنے لکھنا سکھاویگا۔ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ اور حکمت توریت وانجیل سکھلاوے گا ف یعنے بغیر درس مکتب کے۔ وَرَسُوْلًا۔ یجعلہ رسولا۔ اور ہم اسکو رسول بناوینگے یا اللہ تعالے اسکو رسول بناوے گا۔ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ فی الصبا او بعد البلوغ۔ بجانب بنی اسرائیل کے خواہ طفولیت مین یا بعد بلوغ کے قال السیوطیؒ فنفخ جبرئیلؑ فی جیب درعھا فحملت وکان من امرہا ما ذکر فی سورۃ مریم فلما بعثہ اللہ الی بنی اسرائیل قال لہم انی رسول اللہ الیکم۔ پھر یہ ہوا کہ اس بشارت کے بعد جبرئیلؑ نے حضرت مریم کی درع کے چاک مین پھونکا پس وہ حاملہ ہوگئی اور اسکا قصہ وہ ہوا جو سورۂ مریم مین مذکور ہی پھر جب اللہ تعالے نے حضرت عیسٰی کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایا تو عیسٰی علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مین اللہ تعالے کا رسول

والیجی بن کر تمھارے پاس آیا ہون - اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ - ای بانی طور کہ البتہ لایا ہون تمھارے پاس - بِاٰیَةٍ - علامة علی صدقی نشانی اپنی سچائی کی
اَنِّیْٓ - ای ہی انی وفی قراءة بالکسر استینافا - بالفتح اکثر کی قراءة ہی اور نافع کی قراءة مین بالکسر یعنے ان مکسورہ ہی بنابر آنکہ جملہ مستانفہ ہی - اَخْلُقُ - ا
اصور - لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ - مین تصویر بناتا ہون تمھارے لیے مٹی سے اور خلق کی تفسیر بایجاد نہین جائز ہی کیونکہ وہ مخصوص بخالق عزوجل ہی
کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ - مثل صورة - مثل صورت پرندکے ف حاصل یہ کہ مین تم کو معجزہ دکھلاتا ہون کہ تمھارے روبرو پرند کی مثل صورت
بناتا ہون - فَاَنْفُخُ فِیْهِ - پھر پھونکون گا مین اس مثل ہیأة الطیر مین یعنے اس تصویر مین جو مٹی سے مانند ہیأت پرند کے بنائی ہی -
اس مین پھونک دونگا - فَیَکُوْنُ طَیْرًا - وفی قراءة نافع طائرا - بِاِذْنِ اللّٰهِ - بارادتہ تو وہ اللہ تعالے کے ارادہ سے پرند
طائر ہو جائے گا قال السیوطیؒ فخلق لهم الخفاش لانہ اکمل الطیر خلقا فکان یطیر وہم ینظرونہ فاذا غاب عن اعینهم سقط میتا پھر بنی اسرائیل کو چمگادڑ
بنا کر دکھایا کیونکہ چمگادڑ کی خلقت پرندون مین کامل تر ہی کیونکہ اسکی پستان و دانت وکان بھی ہوتے ہین پس وہ اڑا اور لوگ اسکو دیکھتے تھے
پھر جب ان کی آنکھون سے غائب ہوا تو وہ مردہ ہو کر گر پڑا - وَاُبْرِئُ - اشفی - الْاَکْمَهَ - الذی ولد اعمی - اور شفا دیتا ہون مین اکمہ کو یعنے
اس شخص کو جو اندھا پیدا ہوا ہی - وَالْاَبْرَصَ - وخصا لانہما داءان اعییا الاطباء وکان بعثہ فی زمن الطب فابرأ فی یوم خمسین الفا بالدعاء
بشرط الایمان - اور اندھے مادرزاد کو اور برص والے کو اچھا کرتا ہون ف اور انھین اکمہ وابرص کو خاص کر کے اسلیے ذکر کیا کہ یہ دونون بیماریان
ایسی ہین کہ انھون نے طبیبون کو تھکا دیا اور نہین اچھے ہوتے ہین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ایسے زمانہ مین ہوئی کہ طب کا بہت زور تھا
پھر حضرت عیسیٰؑ نے ایک روز مین پچاس ہزار کو فقط دعا سے اس شرط سے اچھا کیا کہ اللہ عزوجل پر بتوحید شرعی ایمان لاوین وَاُحْیِ الْمَوْتٰی
بِاِذْنِ اللّٰهِ - بارادتہ کررہ لدفع توہم الالوہیة فیہ فاحیا عاذر صدیقا لہ وابن العجوز وابنة العاشر فعاشوا وولد لهم وسام بن نوح ومات
فے الحال - اور زندہ کرتا ہون مردے کو بارادۂ الٰہی عزوجل ف یہان بھی عیسیٰ نے باذن اللہ - مکرر فرمایا تاکہ کوئی یہ وہم نہ کرے کہ عیسیٰ
علیہ السلام مین خود الوہیت تھی پھر عیسیٰ نے زندہ کیا عاذر کو جو انکا دوست اور بڑھیا کے بیٹے کو اور عشر وصول کرنے والے کی دختر کو پھر یہ لوگ
زندہ رہے اور ان کے اولاد ہوئی اور سام بن نوح کو زندہ کیا اور وہ فی الحال پھر مر گیا - وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ
تخبئون فِیْ بُیُوْتِکُمْ - مالم اعاینہ فکان یخبر الشخص بما اکل وبما یاکل بعد - اور تم کو آگاہ کرتا ہون جو تم کھاتے ہو اور جو ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھرون
مین ف یعنے ایسی چیزین جنکو مین نے آنکھون سے نہین دیکھا ہی پس وہ آدمی کو خبر دیتے تھے جو اسنے کھایا اور جو بعد کو کھاویگا - اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً
لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (اس تمام معجزات مذکورہ مین تمھارے لیے نشان صدق ہی اگر تم مومن ہو) ف اللہ تعالے نے
باقی بشارت کی خبر دی جو ملائکہ نے مریم علیها السلام کو دی تھی اور یہ فقط مریم کے دل کی خوشی کے واسطے ذکر کیا کہ حضرت مریم کے دل کو جو ملامت کا
خوف تھا کہ بلا شوہر جننے پر لوگ طعن و تشنیع کرینگے اسکو دفع کر دیا کہ وہ ایسا اور ایسا ہوگا اور محققین کے نزدیک خواہ قراءة بیا ہو یا بنون ہو یہ کلام مستانفہ ہی یعنی
یہان سے کلام شروع ہوا ہی - الکتاب سے مصدر یعنے نوشتن لکھنا مراد ہی چنانچہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کتاب خط بالقلم ہی اور عیسیٰ کا خط بہت اچھا تھا اور یہی مفسر نے اختیار کیا ہی
اور بعض نے کہا کہ کتاب یعنے مکتوب اسی معروف معنے مین ہی اور الف لام جنس کا ہی ای اتاری ہوئی کتابین پھر توریت وانجیل کو جو ذکر کیا تو ان کی فضیلت کی وجہ
ہی - اور حکمت سے مراد علم باعمل ہی اور اسی کے قریب ہی جسنے کہا کہ حکمت سے تہذیب اخلاق مراد ہی بلکہ غور سے یہ دونون واحد ہین - قولہ ورسولا الی بنی اسرائیل
منصوب بفعل مقدر ہی اور اکثر نے یعلمہ کے قرینہ سے یجعلہ مقدر کیا اور یہ احسن ہی پھر حدیث طویل ابوذر رضی اللہ عنہ مین ہی کہ اول پیغمبر بنی اسرائیل تو
موسیٰ علیہ السلام اور آخر کے عیسیٰ علیہ السلام تھے اور سراج منیر مین کہا کہ اول تو یوسف علیہ السلام تھے اور آخر عیسیٰ علیہ السلام تھے

لیکن بنی اسرائیل کا نام اولاد یعقوب علیہ السلام میں اکثر کے قول پر انکے پوتوں پر وتوں پر ہی بس صحیح وہی ہی جو حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ میں آیا ہی فافہم۔ اور بنی اسرائیل کی خصوصیت اسوجہ سے تھی کہ نبوت عیسیٰ کی فقط بنی اسرائیل کے لیے مخصوص تھی اور اس سے رد ہوگیا اس شخص کا جو زعم کرے کہ وہ سوائے بنی اسرائیل کے اوروں کی طرف بھی رسول تھے اور صحیح حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ منجملہ ان امور کے جن سے مجھکو دیگر انبیاء پر فضیلت ہی ایک یہ ہی کہ میری رسالت عام ہی اور دیگر انبیا کا حال یہ تھا کہ وہ مخصوص اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے اور یہ بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار امر حق ہی کچھ بیان اپنے فضائل کا نہیں ہی کیونکہ فضائل اس سے اعلیٰ وارفع ہیں کہ آپ کو بیان کی حاجت ہووے۔ قولہ انی اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر۔ مفسرین نے اخلق کے معنے اصور کے بیان کیے اس واسطے کہ ایجاد کر دینے سے اسکی تفسیر جائز نہیں کیونکہ ابداع وایجاد کے معنے پر خلق کی قدرت کسی بندے کو نہیں وہ فقط اللہ عزوجل ہی کے واسطے خاص ہی اور اسپر دلیل یہ کہ کہیئۃ الطیر فرمایا یعنے مخلوق کروں گا مانند ہیأت پرندکے اور اسکی ہیأت کے مانند وہی صورت ہی نہ زندہ پرند اور نیز فانفخ فیہ۔ آگے فرمایا یعنے اس تصویر بنانے کے بعد اس میں نفخ کروں گا تب وہ اللہ تعالےٰ کے ارادہ سے اُڑتا پرند ہوگا اور باذن اللہ قید فرمائی جس میں صریح دلیل ہی کہ تصویر بنانے اور پھونکنے کے بعد بھی جب ہی وہ پرند ہوگا کہ ارادۂ الٰہی عزوجل متعلق ہو ورنہ یہ قدرت بھی نہیں ہی پس تنبیہ ہی کہ زندہ کرنا ازجانب خالق عزوجل ہی لیکن چونکہ یہ ارادہ معلوم تھا اسی واسطے باذن اللہ فرمایا پھر طیر اسم جنس ہی جو واحد و تثنیہ وجمع سب پر واقع ہوتا ہی اور یہی اکثر کی قرات ہی اور سراج میں کہا کہ یہ قرات بنظر آنکہ عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سے پرند بنائے اور نافع کی قراۃ میں طائر بلفظ واحد ہی تو یہ بدین نظر کہ باوجود پرند کثیر ہونے کے ان کی نوع واحد تھی چنانچہ ابن عباس نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فقط ایک طائر بنایا اور وہ چمگادڑ ہی یعنے ایک قسم کا پرند جو چمگادڑ ہی بنایا اگرچہ اس قسم کے کئی فرد بنائے جو مختلف وقتوں میں لوگوں کو معجزہ کے طور پر دکھلائے۔ اور اس میں اختلاف ہی کہ فقط چمگادڑ ہی کیوں بنایا تھا۔ تو بعض نے کہا اسوجہ سے کہ اس میں عجائب صنعت ہی کہ اس کے دانت وکان ہوتے ہیں اور اسکی مادہ کی چھاتی ہوتی ہی اور اسکو حیض آتا ہی پس چونکہ خلق انسان کا معجزہ نہیں دیا گیا تھا بلکہ پرند کا دیا گیا تو پرندوں سے ایسا لیا جو اکثر قویٰ میں انسان کے مانند ہی اور بعض نے کہا اس وجہ سے کہ بنی اسرائیل نے بطور تعنت کے یہی مانگا کہ چمگادڑ بناؤ اور شاید یہ بمشورت جالینوس وغیرہ ان مشہور طبیبوں کے ہو جو اس وقت میں موجود تھے بوجہ اسکے کہ اس میں عجائب مذکورہ موجود ہیں اور نیز وہ بغیر پروں کے اُڑتا ہی اور حیوانوں کے طور پر اسکی اولاد ہوتی ہی باوجودیکہ پرند ہی لیکن پرندوں کی طرح انڈے نہیں دیتا اور دن کی روشنی میں اور رات کی تاریکی میں نہیں دیکھتا بلکہ صرف دو ساعت ایک بعد غروب کے اور دوم بعد طلوع کے کچھ دیر دیکھتا ہی اور انسان کی طرح ہنستا ہی پھر عیسیٰ علیہ السلام ایسا ہی کرتے تھے کہ مٹی کی صورت چمگادڑ کی بناتے پھر اس میں پھونکتے کہ وہ آنکھوں کے سامنے باذن اللہ عزوجل اڑجاتا جو اس بات پر دلالت کرتا کہ جسکے نام کو پھونک کر عیسیٰ علیہ السلام اسکو زندہ کرتا ہی اسی پاک عزوجل نے اسکو رسول کیا ہی اور وہب بن منبہ نے کہا کہ وہ اُڑتا رہتا جب تک اسکو لوگ دیکھتے پھر جب ان کی نظر سے غائب ہوتا تو مردہ ہوکر گر پڑتا تاکہ اللہ تعالےٰ کے فعل میں اور اس کے مخلوق کے فعل میں تمیز ہو اور جان لیا جاوے کہ تمام حمد وکمال سب اللہ عزوجل ہی کو ہی۔ قولہ وابری الاکمہ و الابرص شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے ذکر فرمایا کہ بعض نے کہا اکمہ وہ ہی جسکو دن میں نہیں دکھلائی دیتا اور رات میں دکھلائی دیتا ہی اور بعض نے اس کے برعکس کہا اور بعض نے کہا رتوندھی والا اور بعض نے کہا کہ اکمہ وہ ہی جو مادرزاد اندھا ہو اور یہی ٹھیک ہی کیونکہ اسکے اچھا کرنے میں معجزہ پورا ہی ابوعبیدہ رح نے کہا کہ اکمہ وہ ہی جو اپنی ماں کے پیٹ سے اندھا پیدا ہو اور

**ابن فارس** نے کہا کہ کمہ وہ اندھا پن ہی جو انسان کا پیدائشی ہوتا ہی اور کبھی کمہ عارض ہوجاتا ہی چنانچہ بولتے ہین قدکمہ یعنے اندھا ہوگیا حالانکہ نہ تھا اور برص کھال کی سپیدی ایک مشہور مرض ہی اور ان الفاظ مین معنے اسم تفضیل ملحوظ نہین ہین مگر انکہ اصل مین جو یہ نام رکھا گیا تو بہ نظر معنے مذکور تھا جیسے الیسر اس شخص کو کہتے ہین جو بین ہتھا ہو حالانکہ وہ اپنے داہنے ہاتھ سے بھی کام کرتا ہی مگر چونکہ غلبہ اس کے کام کا بائین ہاتھ سے ہوتا ہی لہذا الیسر کہتے ہین عرب کے لوگ جس قدر برص سے نفرت کرتے ہین ویسا اور عیب سے نفرت نہین کرتے ہین پھر جاننا چاہیئے کہ عیسی علیہ السلام اکثر بیماریان دعا سے اچھی کرتے تھے ولیکن اللہ تعالے نے یہان صرف ابراء اکمہ وابرص کو ذکر فرما کر اشارہ فرمایا کہ معجزہ انکا ان دونون سے ظاہر تھا کیونکہ یہ دونون بیماریان ایسی ہین کہ اطبا انسے تھک گئے ہین پھر یہ جو مدعی دعوی کرتے ہین کہ برص دوا سے اچھا ہو جاتا ہی تو یہ دعوی کلیہ باطل ہی اسواسطے کہ مراد برص سے وہ ہی جو بسبب عدم حرارت[۲] غریزی کافیہ ہضم جلدی وغیرہ کے باعتبار پیدائش کے ہو اور وہ کسی طرح بھی دوا سے اچھا نہین ہوسکتا جیسے مادرزاد اندھا نہین اچھا ہوسکتا ہی پھر اگر کہا جاوے کہ یہ کس قرینہ سے معلوم ہوا کہ برص سے ایسا برص مراد ہی تو جواب یہ ہی کہ مقام مین بیان ایسے امراض کا ہی جنکی نسبت اطباء اس امر کے مقر ہین کہ وہ لاعلاج ہی جیسے کور مادرزاد پس یہ صریح ہی کہ برص سے وہی برص مراد ہی جسکے لاعلاج ہونے کے اطبا مقر ہین۔ پھر بعض مفسرین نے کہا کہ ابراء اکمہ وابرص کے ساتھ باذن اللہ کے قید نہین فرمائی کیونکہ باقیون کی بہ نسبت یعنے خلق طائر اور احیاء موتی کی بہ نسبت انکے اچھا کرنے مین بہت غرابت نہین ہی اور **مترجم** کہتا ہی کہ باذن اللہ تعالے قید در واقع معتبر ہی اور کلام یہان اسکو محتمل ہی کہ لفظا مین بھی یہ قید ہو پھر کوئی وجہ نہین کہ یہ رکیک توجیہ بیان کیجاوے پھر لفظ مین اس قید کے ہونے کا بیان یہ ہی کہ نظم کلام یون ہی وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ پس محتمل ہی کہ ابراء و احیاء ہر دو باذن الٰہی ہون اور اگر کہا جاوے کہ اولے یہ ہی کہ باذن اللہ ظرف متعلق باقرب ہو یعنے احی فعل سے متعلق ہو تو جواب یہ ہی کہ یہ جواز کے منافی نہین ہان یہ توجیہ لائق ہی کہ احیاء موتی مین اور خلق طیر مین الوہیت کا توہم ہوتا تھا لہذا باذن اللہ سے دفع کیا گیا بخلاف ابراء اکمہ وابرص کے کہ ان مین یہ وہم نہین ہوتا ہی اور عیسی علیہ السلام ان کو دعا سے اس شرط پر کہ مریض اچھا ہوجاوے تو ایمان لاوے چنگا کرتے تھے۔ قولہ واحی الموتی باذن اللہ۔ موتی جمع میت کی ہی اور حضرت عیسی علیہ السلام کو یہ معجزہ دیا گیا تھا کہ باذن اللہ تعالے مردہ کو زندہ کرتے تھے اور بعض نے فرمایا کہ زندہ کرنے مین ان کی دعا باسم پاک یا حی یا قیوم۔ ہوتی تھی اور شاید یہ استنباط اس بنا پر ہی کہ عیسی علیہ السلام اللہ تعالے کے اسم اعظم سے دعا کرکے زندہ کرتے تھے اور پہلے گذر چکا ہی کہ حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالے کا اسم اعظم قولہ تعالے اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم۔ آیۃ الکرسی مین اور الم اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم شروع آل عمران مین ہی اور بعض روایت مین الٰہکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم۔ مین اور بعض روایت مین ایک اور آیت وعنت الوجوہ للحی القیوم مین وارد ہی۔ بالجملہ ان کی زبان مین الحی القیوم کے مثل جو نام پاک تھا اس سے دعا کرتے تھے پھر بعض نے ذکر کیا ہی کہ انجیل مین مردے زندہ کرنے کے متعدد قصے مذکور ہین ولیکن **مترجم** کے نزدیک چونکہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو پس ان قصص پر بوجہ اسکے کہ تحریف کا احتمال قوی ہی کچھ اعتماد نہین ہوسکتا ہی لہذا آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا گیا تو ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے چار شخصون کو زندہ کیا جیسا کہ **مفسر جلال** رحؒ نے ذکر کیا ہی اور معالم وغیرہ مین ہر ایک کا قصہ یون مذکور ہی کہ (۱) عازر تو حضرت عیسی علیہ السلام کا دوست تھا جب قریب مرنے کے پہونچا تو اسکی بہن نے حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ کا دوست عازر مرتا ہی اور درمیان مین تین روز کی راہ کی دوری تھی پس حضرت عیسی علیہ السلام مع اپنے ساتھیون کے تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ تین روز ہوئے مرچکا ہی پس اسکی بہن سے فرمایا کہ میرے ساتھ اس کی قبر پر چل سو وہ ساتھ گئی پس آپ نے دعا فرمائی تو وہ زندہ ہوکر قبر سے

[۱] یعنی الرحم و کم مرض کی وہ حرارت اسکو بائین ہاتھ سے حاصل ہو ۱۲ م [۲] یعنی کافی حرارت غریزی جو اسکو رنگ طبعی پر لاوے وہ پیدائشی معدوم ہو ۱۲ م

نکلا اور جیتا رہا یہانتک کہ اسکی اولاد ہوئی اور (۲) بڑھیا کا بیٹا تو یہ ایک شخص تھا کہ اسکو تابوت پر مردہ لیے ہوے جاتے تھے اور پیچھے پیچھے
ایک بڑھیا روتی جاتی تھی جسکا یہ اکلوتا بیٹا تھا ناگاہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے گذرے پس آپ نے اللہ تعالےٰ سے دعا فرمائی تو
وہ اپنے تابوت پر اُٹھ بیٹھا اور لوگوں کے کاندھوں سے اتر پڑا اور اپنا تابوت خود اُٹھا لے گیا۔ اور اپنے لوگوں میں شامل ہوا اور یہ بھی یہاں تک
زندہ رہا کہ اس کی اولاد ہوئی اور (۳) عاشر کی دختر تو یہ شخص عشر و خراج وصول کیا کرتا تھا ناگاہ اسکی لڑکی مرگئی دوسرے روز حضرت عیسیٰ
علیہ السلام نے باذن اللہ تعالےٰ اسکو زندہ کیا اور یہ بھی اتنا جیتی رہی کہ اولاد ہوئی۔ اور سام بن نوح علیہ السلام کا یہ قصہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام ان کی قبر پر آئے اور اسم اعظم الٰہی عزوجل سے زندہ کیا پس وہ قبر سے نکلے اور حال یہ تھا کہ قیامت کے خوف سے انکا آدھا سر سپید
ہوگیا تھا اگرچہ اس زمانہ میں لوگ اسطرح بوڑھے نہیں ہوتے تھے کہ سر سپید ہو جاوے اور قبر سے نکل کر بولے کہ کیا قیامت قائم ہوئی تو عیسیٰ علیہ السلام
نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے اللہ تعالےٰ سے دعا کر کے تم کو زندہ کیا ہے پھر سام سے فرمایا کہ اب مرجاؤ تو سام نے کہا کہ اچھا مگر اس شرط سے
کہ اللہ تعالےٰ مجھکو موت کی سکرات و سختی سے امن دیدے پس عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور قبول ہوئی پس وہ اسی وقت مرگئے **قال المترجم**
شاید سام بن نوح علیہ السلام کا زندہ کرنا لوگوں کو یقین دلانا اس امر کا تھا کہ قیامت برحق ہے اور لوگ ضرور اسی قبر سے اُٹھیں گے جہاں
دفن ہوے ہیں اور قیامت بڑی ہولناک چیز ہے اور موت کی سختی نہایت سخت ہے اللہ تعالےٰ اس سے پناہ عطا فرماوے اور یہ کل مضامین کلام مجید
میں تلاوت کیے جاتے ہیں اور اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزات عطا فرمائے تھے جس سے اس وقت کے اطبا و علم طبعی
جاننے والے سخت عاجز ہوے تا آنکہ جالینوس نے اقرار کیا کہ آپ طبیب روحانی ہیں لیکن ہدایت و ایمان رحمت الٰہی ہے جسکو چاہے عطا کرے اور
ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزے عطا کیے جس سے جادوگر سخت عاجز ہوے کیونکہ اس وقت جادو کا زور تھا اور ہمارے حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو وہ معجزات عطا ہوے جنھوں نے اس وقت کے فصحا و بلغا کو عاجز کیا مع ہذا کثرت سے معجزات تھے جن کو جامع معجزات جمیع انبیا علیہم السلام
کہنا چاہیے اس واسطے کہ مثلاً شق القمر کا معجزہ اہل عقل کے نزدیک عصاے موسیٰ سے کہیں بڑھا ہوا ہے اور موت سے زندہ ہونا تو اتنی ہی بات
ہے کہ ایک صحابی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد موت کے تابوت سے اُٹھ بیٹھے اور گفتگو کی اور پھر مردہ ہو کر لیٹ رہے جیسا کہ تقریب التہذیب
میں بھی مختصر طور پر مذکور ہے۔ قولہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مومنین۔ کما لین میں ذکر کیا کہ یوں روایت ہے
کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کیے تو بنی اسرائیل کے کمبخت بولے کہ یہ تو جادو ہے ہمکو کوئی نشانی اپنی نبوت کی دکھلاؤ یعنے جس میں
غیب کی خبر ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بتلانا شروع کیا کہ تو نے یہ کھایا اور یہ رکھ چھوڑا ہے حضرت عمار بن یاسر رض و قتادہ رح سے روایت ہے
کہ جب بنی اسرائیل نے درخواست کی تھی کہ پروردگار ہمارے لیے آپ کی دعا سے آسمان سے کھانے کا خوان نازل فرمایا کرے تو آپ نے
عہد لیا تھا کہ کھالو اور جمع نہ کرنا انھوں نے اقرار کیا پھر کھاتے اور رکھ چھوڑتے اور چوری چوری بدعہدی کرتے تھے پھر حضرت عیسیٰؑ نے بتلانا شروع
کیا کہ اے فلاں تو نے یہ کھایا اور یہ رکھ چھوڑا ہے تا آنکہ اللہ تعالےٰ نے ان کمبختوں کو سور کر دیا۔ اور معالم میں سدی رح سے لایا کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام مکتب میں لڑکوں سے بتلا دیا کرتے کہ تمھارے باپ نے یہ کیا کھایا اور یہ رکھ چھوڑا ہے اور تیرے لیے فقط اتنا رکھا ہے تو لڑکا
آکر گھر میں اسی چیز کی ضد کرتا جو چھپا کر رکھی گئی تھی اور روتا یہاں تک کہ ان کو دینا پڑتی پھر آخر ان کے ماں باپ نے پوچھنا شروع کیا کہ تم کو کون
بتلا دیتا ہے بولے کہ ہم سے عیسیٰ کہدیتے ہیں تو بنی اسرائیل نے لڑکوں کو منع کر دیا کہ اس جادوگر کے ساتھ مت کھیلا کرو اور ان کو الگ جمع کیا پھر
عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھی لڑکوں کو ڈھونڈتے ہوے آئے تو انکے وارثوں نے کہا کہ یہاں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر یہاں کون ہے۔

ہونے کہ یہان تو سور ہین حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی ہو تگے پھر جب ان لوگون نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حقیقت مین سور ہین تب تو یہ قصہ بنی اسرائیل مین پھیلا اور انھون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا اور حضرت عیسیٰ کی والدہ اس سے خوفناک ہوئین اور ان کو خچر پر سوار کرکے مصر کو لے بھاگین مترجم کہتا ہے کہ یہ قصہ شاید واقع ہوا ہو لیکن آیۂ کریمہ کی تفسیر مین ظاہر نہین ہے کیونکہ یہ اظہار تو اپنے رسول ہونے کی سچائی پر معجزات سے ہے اور بچون کے ساتھ کھیل نہین ہے چنانچہ فرمایا ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مومنین - یعنے اگر تصدیق کرنے والے ہو تو اس مین تمھارے لیے نشان کافی موجود ہے اور اگر تعنت وعناد ہے تو کتنی ہی آیتین دی جاوین فائدہ نہ دینگی ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وابری الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ذات سے مخلوق وحادث تھے اور خالق عزوجل پروردگار نے ان کو پیدا کرکے انبیاء ورسولون کے مانند ہدایت دی اور انھون نے اپنے آپ کو ایسے پسندیدہ اوصاف سے آراستہ کیا جو اللہ عزوجل نے پسند فرمائی ہین جیسے رحم وکرم وغیرہ کہ اوصاف باری تعالیٰ عزوجل ہین پس عیسیٰ علیہ السلام اُن اوصاف سے جو حدوث وامکان کے لحاظ سے فانی اوصاف تھے بالکل خارج ہوکر ایسے اوصاف سے متصف ہوے جو حضرت رب العزت جل جلالہ کے اوصاف ہین لیکن نہ اس طرح کہ ان اوصاف پاک نے حضرت عیسیٰ مین حلول کیا ہو کیونکہ او تعالیٰ شانہ جورو ولڑکے وحلول وجگہ وظرفیت اور مخلوق کے ساتھ مختلط ہونے وغیرہ ایسے سب امور سے جو لائق شان حق سبحانہ وتعالیٰ نہین ہین بالکل پاک منزہ ہے بلکہ یہ ظہور قدرت عظیمہ کا ملکا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے جو اپنی خودی سے بالکل فنا تھے پس اللہ عزوجل نے ان سے قدرت کے حقائق ظاہر فرمائے - اور مین اس آیت کی تفسیر مین اس سے بلند کلام نہین لکھتا ہون باوجودیکہ اہل معرفت نے مجھسے پہلے یہ معنے بیان کردیے ہین لیکن اپنی اپنی عبارت ہے سو جیسے مین نے تفسیر قرآن شروع کی ہے تو ضرور ہے کہ اپنی عبارت سے مضمون ادا کرون اور بعض نے فرمایا کہ جس پر صفات ربوبیت کا ظہور ہوا اور وہ اپنے حدوثی اوصاف سے جو اسکے مخلوق وممکن ہونے کے ساتھ متعلق تھے بالکل غائب ہوگیا حتی کہ اپنی خودی سے بھی غائب ہوگیا تو اسکے ذریعہ سے ہر چیز زندہ کی جاتی ہے پھر اس آیۂ کریمہ سے ہر ایسے شخص کے دعوے باطل کردیے جو یہ کہتا ہے کہ بندۂ مقبول سے خود معجزے ظاہر ہوتے ہین پروردگار سے نہین ہوتے ہین اور یہ باطل ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت مین معجزہ پیدا کردینے پر قادر ہے لیکن اسکی مشیت ومرضی ہے جس شخص پر چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے پس اعجاز تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے لیکن یہ لوگ ظاہر مین اس کرامت سے سرفراز ہوتے ہین کہ بپردۂ صورت دہیأت مین ان لوگون سے اسکا ظہور ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ جسنے اس معنے کو سمجھ لیا وہ توحید مین اولیاء اللہ سے نفع پاویگا اور اسوقت مین بکثرت وہ لوگ ہین جو ایمان وکفر کو خلط کرتے اور شیطان کے جنگل مین گرفتار ہوجاتے ہین پھر عیسیٰ علیہ السلام سے باقی ارشاد ہدایت اس طرح ہوا جیسے حق تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ

اور سچ بتاتا ہون توریت کو جو مجھسے پہلے کی ہے اور اسواسطے کہ حلال کردون تمکو بعضی چیز جو حرام تھی تمپر اور آیا ہون تمھارے پاس نشانی

مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ○ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ

لیکر تمھارے رب کی سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمھارا سو اسکو بندگی کرو یہ سیدھی راہ ہے

وجئتکم - ومصدقا لما بین یدی - قبلی - اور مین تمھارے پاس (بنی اسرائیل) اس شان سے آیا ہون (رسول ہوکر) کہ جو کچھ مجھسے پہلے موجود ہے اسکی تصدیق کرنے والا ہون ف سچے پہلے موجود سے پہلے والی کتاب مراد ہے بقرینہ قولہ من التوراۃ یعنے توریت کی تصدیق کرنے والا ہون ف کہ وہ پہلے سے موجود تھی اور اس وقت بھی اس پر عمل موجود تھا سواے بعض احکام کے جو انجیل سے

منسوخ کردیے گئے چنانچہ فرمایا ۔ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ فیما فاحل لہم من السمک والطیر بالا صیصۃ لہ وقیل احل الجمیع
فبعض بمعنے کل اور تاکہ حلال کردون تمھارے لیے بعض وہ چیز کہ تمپر حرام کی گئی ف یعنے حرام کی گئی تمپر اس توریت مین پس عیسیٰ علیہ السلام
نے انکے لیے مچھلی اور پرندون مین سے وہ بعض حلال کردین جنکے خار و چنگل شکار نہو اور بعض علما نے فرمایا کہ نہین بلکہ سب جو ان پر اس قسم سے
حرام کی گئی تھین حلال کردین پس بعض بمعنی کل ہے مترجم کہتا ہے کہ نہین بلکہ بعض بمعنے تھوڑا اس واسطے کہ زنا وغیرہ بدستور حرام رہا ۔ پھر یہ سب
نسخ کرکے حلال کرنا بطور نبوت ہے لہذا فرمایا ۔ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اور مین لایا ہون تمھارے پاس معجزہ تمھارے رب کیطرف
سے ف پس مجھے رسول مانو ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۔ فیما امرتکم بہ من توحید اللہ وطاعتہ پس تم لوگ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کرو
میری فرمانبرداری کرو ف ہر ایسی چیز مین جسکا مین نے تمکو حکم کیا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لاؤ اور اسی کی بندگی کرو ۔ اِنَّ اللّٰهَ
رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ اللہ تعالیٰ میرا و تمھارا رب ہے سو اسکی بندگی کرو ۔ هٰذَا صِرَاطٌ ۔ طریق ۔ مُّسْتَقِيْمٌ ۔ یہ جس کا مین
تمکو حکم دیتا ہون صراط یعنے راہ مستقیم ہے ف پھر بنی اسرائیل نے عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور اس پر ایمان نہ لائے ۔ جیسا کہ آگے کی آیت
اس پر دلالت کرتی ہے اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار نو سو کچھ برس کا فرق ہے ۔ قولہ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم
جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت مین بعض طعام بنی اسرائیل پر حرام فرمائے تھے چنانچہ قولہ وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر الآیۃ ۔ دلالت
کرتا ہے اور یہ تحریم بطور سزا کے ان کی سرکشی کا بدلا تھا چنانچہ قولہ فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم طیبات احلت لہم ۔ اس پر دلالت کرتا ہے ۔
پس شرع موسیٰ علیہ السلام کے موافق بنی اسرائیل پر کل جو چیزین حرام کی گئی تھین وہ دو طرح کی تھین ایک وہ کہ جو بطور ارشاد و ہدایت کے ان کی اصلاح
حال و مآل کے طور پر حرام ہوئین جیسے زنا و چوری و سور کا گوشت وغیرہ ۔ اور دوم وہ کہ بطور سزائے ظلم کے ان پر حرام ہوئین جیسے چربی کا کھانا
اور اوجھ کی پتلی چربی و مچھلیاں و اونٹ کا گوشت وغیرہ پس عیسیٰ علیہ السلام نے کل محرمات مین سے بعض کو حلال کیا چنانچہ مچھلی و پرندون مین سے
اسکو حلال کیا جسکے صیصہ نہو اور صیصہ سے مراد مخلب ہو یعنے وہ پرند جن کے مخلب نہو حلال کیے اور صیصۃ الدیک مرغ کا خار اور پنجلا سے
جن کو حلال کیا تھا اونٹ کا گوشت بھی تھا اور اس مین اختلاف ہے کہ سنیچر کو کوئی کام نہ کرنا جو شرع موسیٰ علیہ السلام مین تھا آیا اس کو حلال
کیا یا نہین اس مین دو قول ہین بیضاوی نے کہا کہ اس مین صریح دلیل موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت نے شرع موسیٰ علیہ السلام
کو منسوخ کردیا ۔ اور قول ربیع بن انس کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ جو شرع حضرت عیسیٰ لائے تھے وہ اس شرع سے نرم تھی جو موسےٰ
لائے تھے کہ ان کی شرع مین بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت و چربی حرام تھی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل سے حلال کی گئی اور مچھلی
مین سے چند چیزین اور پرندون مین سے چند چیزین اور دیگر چیزین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت مین حلال ہوئین جو ان پر پہلے بحکم
توریت حرام تھین ۔ اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اس مین دلالت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بعض شریعت توریت کو منسوخ کیا اور کل کو
منسوخ نہین کیا اور صحیح قول یہی ہے ۔ اور سراج مین کہا کہ اگر اسپر یہ شک کیا جاوے کہ جب شرع عیسیٰ ناسخ شرع موسیٰ ہوگی تو مصدقا لما بین یدی
من التوراۃ کیونکر صادق ہوگا تو بیضاوی وغیرہ نے اسکا یہ جواب دیا کہ توریت کی تصدیق کرنے مین اور بعض احکام توریت کے
نسخ مین کچھ منافات نہین ہے جیسے قرآن نے سب شرائع سابقہ کو منسوخ کیا حالانکہ سب کی تصدیق فرماتا ہے یعنے قرآن بتلاتا ہے کہ شریعت موسیٰ
اپنے وقت پر اور شریعت عیسیٰ اپنے وقت پر بلکہ حضرت آدم سے لیکر کل شرائع اپنے اپنے وقت پر سچ تھین اور سب انبیا برحق تھے ۔ بلکہ
قرآن کے ناسخ و منسوخ دونون کی تصدیق باہم موجود ہے کیونکہ ایک دوسرے کا ناسخ ہے اور وجہ یہ ہے کہ نسخ تو در حقیقت یہ ہے کہ کسی حکم کی مدت

بیان کردی کہ یہ حکم اس مدت تک کے واسطے تھا پس توریت میں جو احکام مذکور ہیں ان کی تصدیق کی اور اپنی شریعت میں بیان کیا کہ فلان وفلان حکم اس مدت تک کے واسطے تھا اب منسوخ ہوگیا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ وہب بن منبہؒ سے روایت کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام شرع موسیٰ علیہ السلام پر تھے اور روز سنیچر کی تعظیم برقرار رکھتے اور بیت المقدس کا استقبال کرتے تھے اور انھوں نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں نے تمکو توریت کے خلاف ایک حرف کی طرف بھی نہیں بلایا الا یہی کہ بعض جو تمپر حرام کیا گیا ہو اس کو تم پر حلال کرون اور تمھارے ذمہ سے گناہ دور کرون قال المترجم اس روایت سے ظاہر ہوتا ہی کہ شریعت موسوی علیہ السلام جو بطریق ارشاد تھی سب بحالہ باقی رہی صرف وہ منہیات دور ہوگئے اور حلال ہوے جو بنی اسرائیل پر بوجہ ظلم کے حرام کیے گئے تھے اور یہ تحریم اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے تھی اور بعض مفسرین نے اس تقدیر پر قولہ لاحل لکم بعض الذی حرم علیکم کے یہ معنے لیے ہیں کہ حلال کرون بعض وہ چیز جو تمپر حرام کی گئی بایں طور کہ تمھارے علماء نے اسکو حرام کیا ہو چنانچہ کلبی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہ باطل احکام جن کو احبار نے اختراع کرلیا تھا ان کو دور کردیا۔ لیکن پوشیدہ نہیں کہ احبار کے اپنی طرف سے اختراعی احکام پر حرم علیکم کا اطلاق بعید ہی اس واسطے کہ حلال کرنا وحرام کرنا بحکم الٰہی ہو اس میں کسی کی تحریم وتحلیل نہیں صحیح ہو ہاں بعض وہ چیزیں حلال کردیں جن میں وہ جھگڑتے اور خطا کرتے تھے پس ان سے پردہ دور کردیا اور صاف بیان کردیا کہ یہ چیزیں حلال ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا کہ ولابین لکم بعض الذی تختلفون فیہ۔ یعنے تاکہ صاف ظاہر کردون حکم بعض اس چیز کا جس میں تم آپس میں اختلاف کرتے ہو۔ یہ تو بیان ہوا مگر محققین نے تصریح کردی ہو کہ صحیح یہی ہو کہ شرع عیسیٰ علیہ السلام ناسخ بعض شرع توریت تھی اور کلبی نے جو کہا کہ یہی صواب ہے۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ بعض ما حرم علیکم بمعنے کل ما حرم علیکم ہو یعنے کل جو ان پر حرام کیے گئے تھے سب منسوخ ہیں اور ابو عبیدہؒ سے بھی نقل کیا گیا کہ جائز ہو کہ بعض بمعنے کل ہو اور اس قول پر تین وجہ سے اعتراض ہو اول آنکہ قرطبی رحمہ نے فرمایا کہ محققین اہل لغت کے نزدیک بعض بمعنے کل یا جزو بمعنے کل نہیں ہوتا ہی اور حق یہ ہو کہ حقیقۃً نہیں ہوتا مگر مجازاً قرینہ کے ساتھ شامل ہوتا ہو دوم آنکہ بعض کو بمعنے کل لینا بلاضرورت خلاف ظاہر تاویل ہو سوم آنکہ توریت سے جو ان پر حرام ہوا تھا ازانجملہ چوری وقتل ناحق وغیرہ بھی تھا وہ اس کل میں داخل نہیں کیونکہ قطعاً عیسیٰ علیہ السلام نے اسکو حلال نہیں فرمایا اور اگر کل سے وہ کل مراد ہیں جو بنی اسرائیل پر بوجہ سرکشی وظلم کے حرام ہوے تھے تو یہ تکلف بیفائدہ ہو اسلیے کہ یہ کل جو ان پر ظلم سے حرام ہوے تھے مطلق محرمات سے بعض ہیں پس صادق ہو کہ بعض ما حرم علیھم کو حلال کیا فافہم۔ وجئتکم بآیۃ من ربکم فاتقوا اللہ واطیعون ان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم۔ بیضاوی میں ہو کہ جئتکم بآیۃ سے دوسری آیۃ مراد ہی اور وہ قولہ ان اللہ ربی وربکم ہو یعنے میں ایک اور بڑی آیت لایا ہون جو اللہ تعالےٰ نے مجھے الہام فرمائی اور وہ قولہ ان اللہ ربی وربکم ہو کیونکہ یہ آیت دعوت حق مجمع علیہا سب رسولون کی ہو اور اسی سے نبی اور ساحر میں فرق ہوتا ہو اور دور ہو جاتا ہو جیسا کہ ایک قراءۃ ہے اُن اللہ بفتح ان پڑھا جاوے تو یہ معنے ہوئے کہ جئتکم بآیۃ علی ان اللہ ربی وربکم اور ان دونون تقریرون پر قولہ فاتقوا اللہ واطیعون۔ جملہ معترضہ ہو اس وجہ سے بیچ میں آیا کہ یہی مقصود تام ہو پھر بیضاوی نے کہا کہ ظاہر یہ ہو کہ قول پہلے قد جئتکم بآیۃ من ربکم کی تکرار ہوا یعنے میں تمھارے پاس آیت ایک بعد دوسری کے لایا جیسا کہ مذکور ہو پس اول یعنے قد جئتکم بآیۃ من ربکم۔ تو تمہید حجت کے واسطے ہو اور یہ یعنے وجئتکم بآیۃ من ربکم اس حجت کو حکم لانے کے لیے ہو اسی واسطے اس پر مرتب کرنے کو فاء کے ساتھ قولہ فاتقوا اللہ واطیعون۔ فرمایا اسے ہرگاہ کہ میں تمھارے پاس آیات قاہرہ ومعجزات باہرہ لایا تو تم اللہ تعالےٰ کے حکم سے خلاف کرنے میں ڈرو اور جن امر کو جدھر بلاتا ہون میری اطاعت کرو اگر کہا جاوے

کہ اس تقریر پر آیات و معجزات متعدد ہین بآیۃ من ربکم یعنے واحد آیہ کیون فرمایا تو جواب یہ ہو کہ یہ آیات اگرچہ افراد متعدد ہین لیکن حضرت عیسیٰؑ کے صدق رسالت پر دلیل ہونے کے حق مین ایک ہی جنس ہین - لہذا بوحدت جنسی ذکر فرمایا - پھر بعضا وی رح نے کہا کہ اسکو فرما کر دعوت شروع کی اور قول مجمل سے اسکی طرف یون اشارہ کیا کہ ان اللہ ربی وربکم - یہ اعتقاد حق کے ساتھ قوت نظری کو کامل کرنے کا اشارہ ہو اور توحید اس مین انتہا سے مرتبہ ہو اور یہی مراد و مقصود ہو پھر قولہ فاعبدوہ سے قوت عملی کو کامل کرنے کا اشارہ کیا کیونکہ یہ قوت اسی طرح کامل ہوتی ہو کہ اللہ تعالےٰ کے حکمون کو بجا لا کر اور منہیات سے باز رہ کر اس کی طاعت وعبادت پوری کرے - پھر بیان فرمایا کہ راہ راست جس کی خوبی وبھلائی پر شہادت پائی گئی ہو وہ یہی ان دونون امر کا جمع کرنا ہو یعنے اعتقاد حق توحید حاصل کرے اور اللہ تعالےٰ کے اوامر ونواہی کا پابند ہو - اور نظیر اسکی قولہ علیہ السلام قل آمنت باللہ ثم استقم ہو یعنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھکو اسلام مین ایسا حکم فرما دین کہ آپ کے بعد کسی سے مین نہ پوچھون تو فرمایا کہ قل آمنت باللہ ثم استقم - یعنے کہہ ایمان لایا مین اللہ تعالےٰ پر جیسے محمد رسول اللہ صلعم نے بتلایا ان کو سچا جان کر پھر تو اسپر مستقیم رہ یعنے راستی سے ثابت رہ باین طور کہ اوامر ونواہی کی پابندی کو پورا کر اس حدیث کو امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے -

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ

پھر جب معلوم کیا عیسیٰ نے بنی اسرائیل سے کفر بولا کون ہو کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ مین کہا حواریون نے ہم ہین مدد کرنے والے اللہ کے

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا ۵۲

ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا اے رب ہم نے یقین کیا جو تو نے اتارا اور ہم تابع ہوے رسول کے سو لکھ لے ہمکو

مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ۝

ماننے والون مین

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی - علم پھر جب عیسیٰ نے احساس کیا ف یعنے جانا مِنْهُمُ الْكُفْرَ - بنی اسرائیل کی طرف سے کفر ف یعنے بنی اسرائیل نے اس طرح کھلم کھلا کفر کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے گویا محسوس کیا حتی کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا - قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اعوانی ذاہبًا اِلَى اللّٰهِ - لانصر دینہ - تو عیسیٰ نے کہا کہ کون میرا انصار ہو درحالیکہ اللہ تعالےٰ کی طرف جانے والا ہون تاکہ اسکے دین کی مدد کرون ف یعنے مین جانے والا ہون طرف اللہ تعالےٰ کے تاکہ اسکے دین کی نصرت ومدد کرون پس کون میرا شریک ومددگار ہو - قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اعوان دینہ وہم اصفیاء عیسیٰ اول من آمن بہ وکانوا اثنی عشر من الحور وہو البیاض الخالص وقیل کانوا قصارین یحورون الثیاب ای یبیضونہا - حواریون نے جواب دیا کہ ہم ہین انصار اللہ ف یعنے ہم اللہ کے دین کے مددگار ہین اور یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برگزیدہ لوگ وہ تھے جو پہلے پہل حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے تھے اور یہ بارہ شخص تھے اور یہ لفظ ماخوذ از حور ہے جسکے معنے خالص سپیدی کے ہین اور بعض نے کہا کہ یہ لوگ دھوبی تھے کہ کپڑون کی تحویر کیا کرتے یعنے سپید کیا کرتے تھے اور حواریون نے یہ بھی کہا کہ - اٰمَنَّا بِاللّٰهِ - صدقنا - ہم نے تصدیق کی اللہ تعالےٰ کی - وَاشْهَدْ - یا عیسیٰ - بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ گواہ رہین کہ ہم مسلمان ہین ف یعنے دلی یقین کا دعویٰ مومن ہونے کا اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور آپ گواہ رہین کہ ہم فرمانبردار ہین - رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ - من الانجیل اے رب ہم ایمان لائے جو تو نے اتاری یعنے ہم انجیل پر ایمان ع

لائے جو تو نے نازل فرمائی ہے۔ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ عیسیٰ۔ اور ہم رسول کے متبع ہوئے ف عیسیٰ علیہ السلام کے۔ فَاكْتُبْنَا
مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ لک بالوحدانیۃ ولرسولک بالصدق۔ پس ہمکو گواہوں میں لکھدے ف یعنے ان گواہی دینے والوں کے ساتھ
میں جو تیرے واسطے وحدانیت کی اور تیرے رسول کے لیے سچائی کی گواہی دیتے ہیں ف قولہ فلما احس عیسیٰ منہم الکفر احساس اصل میں کوئی چیز حواس
سے پا جانے کو کہتے ہیں یعنے حاسہ اسکو دریافت کرے اور مراد یہاں ایسا علم یقینی ہے جس میں کوئی شبہہ نہیں جیسے اسکو حواس سے ادراک کیا
اسی واسطے مفسرین نے علم سے تفسیر کی اور ابو عبیدہؒ نے کہا کہ احس بمعنے عرف ہے یعنے ایسا ظاہر معلوم کیا جیسے حواس سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر کہا جاوے
کہ بنی اسرائیل تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان ہی نہیں لائے تھے انکا کفر تو معلوم ہی تھا تو جواب یہ ہے کہ معنے یہ ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام
نے خوب معلوم کر لیا کہ یہ کفر پر اصرار کر کے مستمر رہیں گے یعنے برابر کفر پر ہٹ کیے رہیں گے۔ اور بعض نے کہا کہ احساس کفر کے یہ معنے ہیں کہ
انھوں نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا ارادہ کیا اور یہ کفر ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اُن سے کلمۂ کفر سنکر کانوں سے احساس کر کے جان لیا پس اس علم کو
احساس کہنے کی یہ وجہ ہے کہ بذریعۂ حس سمع کے حاصل ہوا۔ قولہ من انصاری الی اللہ۔ بعض نے کہا کہ ملتجیا الی اللہ بقرینہ مابعد کہ حواریون نے اللہ تعالیٰ
کی طرف التجا کی ہے یا ذاہبًا الی اللہ جیسا کہ مفسر نے کہا۔ اور بعض کے نزدیک الی یہاں بمعنے مع ہے یا بمعنے فی یا لام ہے ذکرہ البیضاوی وغیرہ قولہ
قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ یہ جواب دلالت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے من انصاری الی اللہ سے مددگاران دین الٰہی دریافت کیے
تھے تاکہ جواب مطابق سوال ہو جیسا کہ اصل ہے اسی واسطے مفسر رحمہ اللہ نے من انصاری ذاہبًا الی اللہ لانصر دینہ۔ کو اوجہ قرار دیا اور حواریین کے
معنے میں اختلاف کیا گیا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ بعضے کہتے ہیں کہ وہ صیاد تھے یعنے مچھلی کا شکار کھیلتے تھے اور معالم وغیرہ میں یہ قصہ
اس طرح مذکور ہے کہ سدی رحمہ اللہ نے کہا جب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پاس رسول کر کے بھیجا اور انھوں نے نہ مانا اور نکالا تو
عیسیٰ مع اپنی والدہ کے نکلکر زمین کے ملکوں میں پھرنے لگے اتفاق سے ایک شہر میں ایک مرد نیکبخت کے یہاں اُترے جس نے ان کی مہمانداری اور
خدمتگذاری میں دریغ نہیں کیا اور اس شہر کا حاکم ایک مرد ظالم جابر تھا۔ ایک روز وہ شخص جس کے مہمان تھے مغموم اپنے گھر آیا اور حضرت مریم اسکی
جورو کے پاس بیٹھی تھیں آپ نے اس سے فرمایا کہ آج تیرا خاوند غمگین کیوں ہے وہ بولی کہ یہ نہ پوچھیے آپ نے فرمایا تو بیان کر شاید اللہ تعالیٰ تیری
مصیبت دور کر دے۔ اسنے عرض کیا کہ ہمارا حاکم ایسا ظالم ہے کہ ہم میں ہر شخص پر دورہ میں ایک روز مقرر کرتا ہے کہ اسکو اور اس کے لشکر کو کھانا
کھلادیں اور شراب پلادیں اگر کوئی نہیں کرتا ہے تو اسکو سزا دیتا ہے اور ہمارے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت مریم نے فرمایا کہ اپنے شوہر سے
کہہ تو غم مت کر اب میں اپنے بیٹے سے کہتی ہوں وہ دعا کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو آسان فرماوے گا پھر مریم نے حضرت عیسیٰ سے یہ
معاملہ بیان کیا حضرت عیسیٰ نے فرمایا ای مادر بزرگ میں ایسا کرونگا تو اس میں شر ہوگا۔ فرمایا کہ جو کچھ ہو تو اسکی پروا مت کر پس عیسیٰ علیہ السلام نے دعا
کی اسکے گھر کے برتنوں کا پانی نفیس شوربا ہو گیا اور مشکوں کا پانی عمدہ شراب ہو گئی یعنے سب سامان مہیا ہو گیا اور بادشاہ کو اسنے دعوت کھلادی جب
بادشاہ نے شراب پی تو بولا کہ یہ شراب کہاں سے آئی بولا کہ فلاں مقام کی ہے بادشاہ نے کہا کہ میں بھی وہیں سے منگواتا ہوں وہ ایسی نہیں ہوتی ہے
بولا کہ ہاں زمین میں کچھ فرق ہو گا لیکن بادشاہ کو اس اختلاط سے شبہہ ہوا اور اس نے تشدد کیا اب ناچار اس نے کہا کہ قصہ یہ ہے اور یہ اس مہمان
لڑکے کی دعا کا اثر ہے بادشاہ نے بلوایا اور اس بادشاہ کا بہت پیارا ولیعہد لڑکا کچھ دن پہلے مر چکا تھا اسکے بارہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے
گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں دعا نہیں کرونگا کیونکہ اسکے زندہ ہونے میں شر و فساد برپا ہوگا اور خیر نہیں ہے بادشاہ بولا کہ آپ پر کچھ الزام نہیں
آپ نے فرمایا کہ اچھا تو مجھے اور میری ماں کو چھوڑ دینا جہاں چاہیں چلے جاویں بولا کہ اچھا بس آپ نے دعا کی اور وہ لڑکا زندہ ہو گیا

جب اسکے سلطنت والون نے دیکھا کہ یہ خبیث زندہ ہوا تو سخت غمناک ہوے کہ اس بادشاہ نے اپنی زندگی مین ہمکو ایسا کچھ تباہ کیا اب اسکا بیٹا ولیعہد ہوکر ہمکو تباہ کرتا رہیگا آخر اُنھون نے ہتھیار اُٹھائے اور لڑنے لگے۔ وہان تو یہ قتال پھیلا اور ادھر حضرت عیسیٰ مع اپنی والدہ کے چلدیے راہ مین حواریون پر گذرے یہ لوگ مچھلی کا شکار کرتے تھے فرمایا کہ تم لوگ کیا کرتے ہو بولے کہ مچھلیان پکڑتے ہین فرمایا کہ میرے ساتھ کیون نہین چلتے کہ لوگون کو شکار کرو یعنی بنی اسرائیل کو بولے کہ تم کون ہو آپ نے فرمایا کہ مین اللہ عزوجل کا بندہ و اسکا رسول برحق عیسیٰ ابن مریم ہون اور کون اللہ کی راہ کی طرف جانے مین میرا مددگار ہوتا ہے پس یہ لوگ ساتھ ہوے اور بولے کہ آمنا باللّٰہ واشہد بانا مسلمون۔ یعنی جب قیامت مین پیغمبر اپنی اُمت کے حق مین گواہی دینگے کہ یہ ایمان لائے اور وہ نہین لائے تب آپ ہمارے حق مین ایمان لانے کی گواہی دیجیے پھر اس پر بھی اکتفا نہین کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف بھی گڑگڑائے کہ ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول۔ اے پروردگار ہمنے تیری اُتاری اس کتاب انجیل کی تصدیق کی اور تیرے اس رسول عیسیٰ ابن مریم کی تابعداری کی فاکتبنا مع الشاہدین۔ پس تو ہمکو بھی شاہدین مین لکھ لے یعنے انبیا علیہم السلام کے ساتھ مین اس معنے کرکے لکھ لے کہ ہم بھی ان کی طرح ان کی پیروی سے یہ گواہی دیتے ہین کہ لا الٰہ الا اللہ۔ اور عیسیٰ بندۂ خدا و اس کا رسول برحق ہے اور بعض مفسرین نے کہا کہ شاہدین سے مراد اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے شہداء علی الناس فرمایا ہے۔ جیسا کہ شروع پارۂ سیقول مین گذرا۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تو تفسیر بالراے معلوم ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ نہین بلکہ منقول روایت موجود ہے قال ابن ابی حاتم حدثنا ابو سعید الاشج حدثنا وکیع حدثنا اسرائیل عن سماک عن عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ فاکتبنا مع الشاہدین قال مع امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنے ابن عباس رضؓ نے شاہدین کے معنے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیے اور شیخ ابن کثیرؒ نے اس روایت کی بابت کہا کہ یہ اسناد جید ہے یعنے اسناد صحیح ہے۔ یہ قصہ تو حواریین کا سدیؒ کی روایت سے معالم وغیرہ مین مذکور ہے اگر کہا جاوے کہ یہ لوگ مچھلی کا شکار کرتے تھے ان کو حواریین کیون کہا تو جواب یہ ہے کہ یہ لوگ بہت سپید پوش تھے ان کے لباس کی سپیدی سے حواریین کہا گیا ہے اور یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نور نبوت و رسالت کے فیض سے وہ قوم خاص جس کی طرف بھیجے گئے تھے اپنی حرکتون سے محروم رہی یعنے بنی اسرائیل کمبخت ایمان نہ لائے اور یہ غیر لوگ حواریین مچھلی کا شکار کھیلنے والے اس نعمت سے سرفراز ہوے اور اس مین عنقریب گفتگو آتی ہے۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ بعض نے کہا وہ لوگ قصار تھے یعنے دھوبی تھے جیسا کہ مفسر رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا۔ اب اس مین گفتگو ہے کہ وہ لوگ درحقیقت دھوبی تھے یا پیشہ کرنے لگے سو شیخ دہلوی۔ رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دھوبیون سے کہا کہ تم کپڑے دھویا کرتے ہو مین تمکو دل دھونا سکھلاؤن ان مین سے دو شخص ہدایت پاکر ان کے ساتھ ہوے پھر باقی جو لوگ تابع ہوتے گئے وہ بھی اسی خطاب سے حواری کہلائے لیکن یہ نام گویا تبرکا ہے۔ بیضاوی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاص ساتھیون و یارون کا نام حواری اس وجہ سے ہوا کہ ان کی نیتین خالص اور عقیدت شستہ تھی یعنے کسی طرح کا میل نہ تھا جیسے خالص سپید دھویا کپڑا ہوتا ہے اور مانند اس کے ضحاک سے معالم مین مذکور ہے اور اسیطرح کلبی سے مذکور ہے کہ ان کے یا بھوکے پیاسے ہوتے تو عرض کرتے کہ یا روح اللہ ہم بھوکے ہین پس آپ زمین پر ہاتھ مارتے اور اس سے پانی نکلتا اسکو یہ لوگ پیتے پھر بولے کہ ہم سے افضل کون ہے آپ نے فرمایا کہ جو اپنے ہاتھ پاؤن کی محنت سے کماکر کھاوے پس ان لوگون نے اُجرت پر دھونا شروع کیا رفتہ رفتہ دھوبی و حواری کہلانے لگے۔ ان دونون روایتون مین توفیق ممکن ہے کہ شاید پہلے دو لوگ دھوبیون کی وجہ سے سب نے یہی پیشہ اختیار کرلیا ہو۔ اور شاید کہ باقی دس آدمی عمائد و ملوک ہون جن سے عیسیٰ علیہ السلام نے شہر یہود سے بچنے کے لیے مدد چاہی جیسا کہ بیضاوی مین بعض کا قول مذکور ہے اور معالم مین مذکور ہے کہ حسن رحمہ اللہ نے فرمایا یہ لوگ

لوگ

وضو بی تھے انکا نام حواری اس وجہ سے پڑا کہ یحورون الثیاب ای یبیضونہا - یعنے کپڑے سپید کیا کرتے تھے اور یہی روایت مفسر رحمہ نے ذکر کی ہی اور معالم مین کہا کہ عطا رحمہ نے فرمایا کہ حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ کو متفرق پیشہ والون کے سپرد کیا آخر مین حواریون کے سپرد کیا یہ لوگ کپڑون کا میل چھانٹتے اور رنگتے تھے پس جو شخص ان مین سے سردار تھا اسکو سپرد کیا تاکہ یہ کام سیکھین پھر اس شخص کے پاس بہت سے کپڑے جمع ہو گئے اور اسکو سفر کی ضرورت پیش آئی اسنے کہا کہ ای عیسیٰ تم اس حرفت کو سیکھ چکے ہو مجھے سفر کو جانا ضرور ہے دس روز تک نہین آسکتا ہون اور یہ کپڑے مختلف رنگ سے رنگے جاوینگے مین نے ہر کپڑے پر اسی رنگ کا ڈورا جس رنگ کا رنگا جائیگا باندھ دیا ہے تم میرے آنے تک اسکو رنگ کر تیار رکھنا پھر وہ چلا گیا اور حضرت عیسیٰ ؑ نے ناند مین ایک ہی رنگ بنایا اور سب کپڑے اس مین ڈال دیے اور کہا کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے جیسا مین چاہتا ہون ویسے ہی ہو جاؤ پھر وہ حواری آیا اور ہنوز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ناند سے کپڑے نہین نکالے تھے اسنے پوچھا کہ کپڑے تیار ہو گئے فرمایا کہ مین فارغ ہو گیا بولا کہ کہان ہین فرمایا کہ اس ناند مین ہین بولا کہ سب فرمایا کہ ہان وہ بولا کہ تم نے سب کپڑے خراب کیے وہ تو مختلف رنگ کے چاہیئے تھے پھر اٹھکر وہان کھڑے ہوے اسنے دیکھا تو افسوس کیا پھر حضرت عیسیٰ ؑ نے اسی مین سے ایک زرد ایک سرخ ایک سبز غرضکہ انھین رنگون کے نکالنا شروع کیے جیسے وہ چاہتا تھا پس وہ حواری سخت متعجب ہوا اور سمجھا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے اس نے لوگون کو جو اسکے ساتھی تھے بلایا اور دکھلایا پھر وہ اور اسکے ساتھی سب ایمان لائے اور وہی حواری ہین اور کلبی و عکرمہ نے فرمایا کہ حواریین برگزیدہ لوگ ہوتے ہین اور یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصفیا تھے اور بارہ آدمی تھے اور روح ابن ابی القاسم نے کہا کہ مین نے قتادہ رحمہ سے پوچھا کہ حواریین کون ہین فرمایا کہ وہ لوگ جو خلیفہ ہونے کی لیاقت رکھتے ہون اور نیز قتادہ سے روایت ہے کہ حواریین وزیر ہین - اور حسن رح نے کہا کہ حواریون یعنے انصار ہین یعنے مددگار - اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے بعد ذکر اختلاف کے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ حواری مددگار کو کہتے ہین جیساکہ صحیحین مین ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بروز احزاب لوگون کو آواز دی یعنے بدین غرض کہ یہ کام کون قبول کرے گا پس زبیر بن العوام رضہ نے آپ کی آواز پر قبول و فرمانبرداری کا جواب دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی پھر زبیر رضہ نے جواب دیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے واسطے حواری ہے اور میرا حواری زبیر رضہ ہے اور معالم مین ہے کہ سفیان نے کہا کہ حواری مددگار ہے اور معمر نے قتادہ سے روایت کی کہ حواریین سب قریش مین سے ہین وہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی و حمزہ و جعفر و ابو عبیدہ بن الجراح و عثمان بن مظعون و عبد الرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و طلحہ بن عبید اللہ و زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم اجمعین ہین - پھر اس مین اختلاف ہے کہ یہ حواریین عیسیٰ علیہ السلام آیا بنی اسرائیل مین سے تھے یا غیر قوم اور ظاہر یہ ہے کہ وہ غیر قوم سے تھے اور بنی اسرائیل مین بہت کم ایمان لائے چنانچہ اب تک یہی حال ہے فافہم اور شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ - ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاہدین - ان حواریون نے اپنے قلب کی آنکھون سے غیب کے حقائق معائنہ کیے پس کہا ربنا آمنا - اور ابن عطا رحمہ نے فرمایا ای ہم ایمان لائے ان علوم غیب پر جن سے تو نے اپنے برگزیدہ بندون کے دل منور کیے ہین اور ہمنے تیرے رسول کی ان چیزون مین جو اسنے تیرے اوامر و نواہی ظاہر فرمائے ہین اتباع کی اس امید پر کہ اسکی فرمانبرداری ہمکو تیری محبت تک پہونچادے پس تو ہمکو شاہدین کے ساتھ لکھدے ای ایسے شخصون کے ساتھ جو تیری حضوری لکھتے ہین اور تیرے ساتھ تیرے سوا کسی کی حضوری نہین لکھتے ہین

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۝

اور فریب کیا ان کافرون نے اور داؤ کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے

وَمَكَرُوْا - ای کفار بنی اسرائیل - اذ وکلوا بہ من یقتلہ غیلۃ - یعنے کفار بنی اسرائیل نے فریب کیا - کیونکہ حضرت عیسیٰ کے واسطے ایک ایسے

شخص کو مقرر کیا جو ان کو فریب مین دھوکے سے قتل کرڈالے ۔ ومکروا ومکر اللہ بهم بان القی شبه عیسی علی من قصد قتله فقتلوه ورفع عیسیٰ ۔ اور مکر کیا
اللہ تعالے نے ان کے ساتھ باین طور کہ عیسی علیہ السلام کی شباہت اس شخص پر ڈال دی جسنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا قصد کیا تھا
پس کافرون نے اسی کو قتل کرڈالا اور حضرت عیسی کو اللہ تعالے نے آسمان پر اٹھا لیا ۔ واللہ خیر الماکرین ۔ اعلمهم به ۔ یعنے اللہ تعالی
ان سے زیادہ مکر کا دانا ہے ف واضح ہو کہ مکر در اصل اس حیلہ کو کہتے ہین جس سے دوسرے کو بہکا کر ایسی جگہ بیجاوے جہان اسکو مضرت
پہونچے یا ایسی حالت مین ڈالے جو اسکو ضرر پہونچاوے اور یہ معنے کفار بنی اسرائیل کی طرف نسبت کیے گئے کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام
مع حواریون کے بنی اسرائیل مین واپس آئے اور کھلے کھلے ان کو دین الٰہی کی طرف بلانا شروع کیا تو ان لوگون نے ایک شخص کو مقرر کیا
کہ وہ فریب سے مکر جب موقع پاوے تو حضرت عیسیٰ کو قتل کر ڈالے اور معالم مین بروایت کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس نقل کیا کہ
حضرت عیسیٰ کو دیکھکر ایک گروہ یہود نے ساحر وزناکار اور ان کی والدہ کو بھی اسی تہمت سے گالیان دینی شروع کین جب حضرت عیسیٰ نے اسکو سنا تو
بد دعا کی کہ اللہ تعالے نے ان کو مسخ کر کے سور کر دیا یہ دیکھکر یہود ڈرے اور انھون نے خفیہ ایک شخص کو مقرر کیا کہ ظاہر مین مل جاوے اور موقع
پاکر قتل کرے پس یہ انکا مکر تھا اور رہا قولہ مکر اللہ ۔ تو اللہ تعالے کی طرف مکر کی نسبت اس معنے کر کے جو مذکور ہوے ہین نہین ہوسکتی ہے کیونکہ
وہ عیب ہے اور اللہ تعالے فعلنا جو چاہے وہ کرے اسی واسطے زجاج نے کہا کہ مکر اللہ کے معنے یہ ہین کہ جزا ہم علی مکرہم یعنے مکر
کرنے والون کو ان کے مکر پر سزا و بدلا دیا پس جزا کو بنام ابتدا بیان کیا گیا یعنے چونکہ بدلا مساوی مقرر ہے لہذا جزا و فعل دونون گویا برابر ہین اور فعل
مکر تھا پس جزا کو بھی اسی نام سے بیان کیا گیا اور فراء وغیرہ نے کہا کہ مکر اللہ تعالے استدراج ہے یعنے بندے کو جو کفر و سرکشی کرتا ہے ڈھیل دینا
اور ایسی راہ جانے دینا کہ وہ اپنے گمان کے برخلاف ہلاکت مین پڑجاوے چنانچہ فرمایا ۔ سنستدرجهم من حیث لا یعلمون واملی لهم ان کیدی متین
یعنے استدراج دینگے ہم ان کو ایسی راہ سے کہ وہ جانتے نہین اور ڈھیل دینگے ان کو البتہ ہمارا کید باریک مضبوط ہے ۔ اور اسی معنے کر کے اللہ
یستهزی بهم ویمدهم فی طغیانهم یعمهون ۔ ہے پس اللہ تعالے کی طرف اسکی نسبت بطریق مشاکلت و مقابلہ ہے اور اس مین صنعت ازدواج ہے اور
مفسر جلال نے یہان مکر اللہ تعالے کی یہ صورت بیان فرمائی کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی کی شباہت اسی شخص پر ڈال دی جو فریب سے
ان کے قتل کا بیڑا اٹھا کر آیا تھا پس وہ خود قتل کیا گیا اور حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالی نے اٹھا لیا اور ابن جریر نے سدی سے روایت کی کہ بنی اسرائیل نے
حضرت عیسیٰ کو اور انکے ساتھ انیس آدمیون کو ایک مکان مین محصور کیا پھر حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ تم مین سے کون شخص میری صورت لیتا ہے کہ وہ قتل
کیا جاوے اور اسکو جنت ملے گی پھر ان مین سے ایک شخص اسکو قبول کیا اور عیسی آسمان کو اٹھائے گئے یہی فرمایا ۔ ومکروا ومکر اللہ ۔ اور کمالین مین مذکور
ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ بارہ آدمی ایک گھر مین مجتمع تھے ان مین سے ایک شخص منافق ہوگیا اور اس نے یہود کو خبر پہونچائی پھر یہود کی دوڑ آگئی
اور اللہ تعالے نے حضرت عیسی کو اٹھا لیا اور انکی شباہت اسی شخص پر ڈالدی جو منافق ہوا تھا پس وہ پکڑا گیا اور قتل و سولی دیا گیا اس گمان پر کہ
وہی عیسیٰ ہے اور نسائی وابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ جب اللہ تعالے نے حضرت عیسی کو اٹھا لینا چاہا تو وہ اپنے ساتھیون پاس
آئے اور مکان مین بارہ آدمی تھے پس فرمایا کہ تم مین ایک شخص ایسا بھی ہے جو مجھسے منکر ہو جائے گا بعد ازانکہ وہ مسلمان ہوا ہے پھر فرمایا کہ تم مین کون ایسا ہے
کہ اسپر میری شباہت ڈالی جاوے اور وہ مقتول ہو اور اسکے لیے جنت ہوگی پس ایک نوجوان جو سب سے کم سن تھا اٹھ کھڑا ہوا کہ مین ہون آپنے
اس سے فرمایا کہ تو بیٹھ پھر وہی کلام اعادہ کیا پھر وہی نوجوان کھڑا ہوا آپ نے فرمایا کہ تو بیٹھ پھر تیسری بار اعادہ کیا اور وہی نوجوان کھڑا ہوا ۔ کہا
ابن عباس نے کہ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد وہ مقتول ہوا اور یہودیون کی دوڑ آگئی اور وہ جوان گرفتار ہوگیا ۔ و لیکن

مفسر رحمہ اللہ نے جو روایت اختیار کی براہ معنے پسندیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے قتل کرنے والے پر ہی آپ کی شباہت ڈالدی کہ وہی مقتول ہوگیا جو قاتل
ہونا چاہتا تھا اور وہی مکر کے ضرر مین پڑا جو مکر سے ضرر پہونچانا چاہتا تھا اور قولہ واللہ خیر الماکرین۔ مفسر رحمہ اللہ نے کہا۔ اعلم ہے۔ اپنی مکرون سے
زیادہ دانا بچال مکر ہے اور **بیضاوی** نے کہا یعنے سب مکر کرنے والون سے اپنی قدرت مین زیادہ قوی ہے مکر کرنے مین اور سب سے زیادہ
قادر ہے ضرر پہونچانے مین اس راہ سے کہ ان کو گمان بھی نہو۔ اور پوشیدہ نہین کہ اس تفسیر مین وہم ہوتا ہے کہ مخلوق کو بھی قدرت مکر ہے اگرچہ اللہ تعالےٰ
اقدر ہے حالانکہ مخلوق کی طرف نسبت فعل مکر کی از راہ کسب ہے اور خالق اسکا اللہ عزوجل ہے جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہے پس اولی تفسیر
**شیخ جلال** ہے فافہم اور **شیخ الحافظ عماد بن کثیر** نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ بنی اسرائیل نے اس زمانہ کے بادشاہ کے یہان لگائی
بجھائی کی اور وہ کافر تھا کہ یہان ایک مرد پیدا ہوا ہے وہ لوگون کو گمراہ کرتا ہے اور بادشاہ کی فرمانبرداری سے بہکاتا ہے اور رعایا کو فساد پر آمادہ کرتا ہے اور
باپ بیٹے کے درمیان نفاق ڈالتا ہے اور وہ زنا سے پیدا ہوا ہے اور ایسی ہی جھوٹی تہمتین و بہتان ان خبیثون نے باندھے یہان تک کہ وہ بادشاہ
برافروختہ ہوا اور آدمی بھیجا کہ اسکو پکڑ کر توہین و عذاب کے ساتھ سولی دیدے پھر جب ان لوگون نے گھر گھیرا اور اپنے گمان مین سمجھ چکے کہ ہم نے پکڑ لیا تو
اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس گھر کے موکھلے سے آسمان کو اٹھا لیا اور اسکی شباہت ایک شخص پر ڈالدی جو عیسیٰ علیہ السلام کے
ساتھ اس مکان مین تھا پھر جب یہ لوگ داخل ہوئے تو انھون نے اندھیری رات مین اسکو عیسیٰ تصور کیا اور پکڑ کر اہانت کے ساتھ سولی دیدی اور
یہی انکے ساتھ اللہ تعالےٰ کا مکر تھا کہ اپنے نبی کو نجات دیدی اور ان کافرون کو انکی گمراہی مین بھٹکتا چھوڑدیا اور حق کے عناد و دشمنی مین ان کے
دلون کو تسکین دیدی اور ہمیشہ یہ عناد انکے ساتھ کردیا اور اسکا نتیجہ انکو یہ ملا کہ ایسی ذلت رسوائی انکے سر پر داغ دی کہ قیامت تک نہ چھوٹین گے
**ف ۲۵** فی العرائس قولہ تعالےٰ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ یعنے اللہ عزوجل کے سابق مکر سے جو ازل مین انکی قسمت مین لکھ گیا تھا حق کے مشاہدہ سے
گر گئے اور انھون نے اللہ تعالےٰ کے نبی و اولیا کے ساتھ اپنے نفس کی تدبیر سے حیلہ انگیزی شروع کی پس ان کا کرچھ اور نہ تھا وہی مکر تھا جو حق عزوجل
نے انپر ازل سے جاری کردیا تھا حالانکہ وہ خود نہین جانتے تھے کہ ہم فریب کھائے ہوئے اور گرفتار مین **قال المترجم** یہ قول پسندیدہ ہے اور
اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔ نڈر نہین ہوتے اللہ تعالےٰ کے مکر سے مگر وہی قوم جو ٹوٹے مین پڑے ہین **فافہم**
**محمد بن علی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انھون نے اپنی جانون کو ایسے حال مین ڈالا کہ وہ مکر ہے پس اللہ تعالےٰ نے انکا مکر انکو اچھا دکھلایا حالانکہ درحقیقت
یہ اللہ تعالےٰ کا کر ان کے ساتھ تھا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے انکی آنکھون مین اسکو زینت دیدی کیا تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ افمن زین لہ سوء
عملہ فراٰہ حسنا۔ کیا وہ شخص جسکی آنکھ مین زینت دیا گیا اسکا برا کام پس اسنے اسکو اچھا سمجھا،، یعنے وہ بدتر ہے بعض اہل حقیقت سے دریافت
کیا گیا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف مکر کی نسبت کیونکر ہوسکتی ہے پس انھون نے بلند آواز سے اسکو ڈانٹا اور فرمایا کہ حضرت باری عزوجل کی صنعت مین کوئی
علت نہین پھر یون پڑھنا شروع کیا۔ ۵ ویقبح من سواک الفعل عندی + وتفعلہ فیحسن منک ذا کا + یعنے ایک ہی فعل ہے کہ
جب اسکو دوسرا کرتا ہے تو میرے نزدیک قبیح ہوتا ہے مثلاً قتل۔ اور تو جب اس کو کرتا ہے تو وہی تیری طرف سے بھلا معلوم ہوتا ہے ۵
فدیتک قد جبلت علی سواکا + فنفسی لا تنازعنی سواکا + مین تجھپر قربان ہون مین تو تیری محبت ہی پر پیدا ہوا ہون + پس میری
جان تو تیرے سوائے دوسرے کے لیے مجھسے نہین جھگڑتی ہے ۵ احبک لا ببعضی بل بکلی + وان لم یبق حبک لی حراکا + مین تجھی کو
چاہتا ہون اپنے تھوڑے ٹکڑے سے نہین بلکہ اپنی کل جان و مال سے + اگرچہ باقی نہین رکھی تیری محبت نے مجھین کچھ جنبش + یعنے مین جو کل سے تیری محبت کا
دعوی کرتا ہون تو کیونکر دعوی کرتا ہون ہان یہ سچ ضرور ہے اگرچہ تیری محبت مین اپنی خودی سے مین بالکل خارج ہون تو بھی ہے مین کچھ نہین ہوا۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ

جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھکو بھر لون گا اور اٹھا لون گا اپنی طرف اور پاک کردون گا کافرون سے اور رکھون گا تیرے

اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا

تابعون کو اونچا منکرون سے قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہی تمھارا پھر نا پھر فیصلہ کردون گا تم میں جس

كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَ

بات میں تم جھگڑتے ہو سو وہ جو کافر ہوئے ان کو عذاب کرون گا سخت عذاب دنیا میں اور

الْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ

آخرت میں اور کوئی نہیں انکا مددگار اور وہ جو یقین لائے اور عمل نیک کیے سو ان کو پوری دون گا

اُجُوْرَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ

ان کی مزدوریان اور اللہ کو خوش نہیں آتے بے انصاف اور یہ پڑھ سناتے ہین ہم تجھکو آیتین اور مذکور تحقیق

اذکر۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ ۔ قابضک۔ بیان کر دے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تجھے قبض کرنے والا ہون۔ کیونکہ توفی بمعنے قبض کر لینا چنانچہ بولتے ہین کہ توفیت منہ دراہمی۔ یعنے مین نے اس سے اپنے روپیہ قبض کر لیے یا بمعنے مستوفی ہی اور معنے اس کے کشاف مین یون مذکور ہین کہ مین تیری زندگی جو مقدر ہی تجھے پوری بھر دون گا اور حاصل یہ کہ مین تجھے ان کافرون سے محفوظ رکھون گا وہ تجھکو قتل نہین کرسکتے اور تیری موت مین اس مدت تک تاخیر کر دون گا جو مین نے تیرے لیے مقدر کر دی ہی تا کہ تو اپنی موت سے مرے انکے ہاتھون قتل نہو گا۔ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ مِن الدنیا من غیر موت۔ اور تجھکو اٹھا لون گا اپنی طرف دنیا سے بدون موت کے۔ وَمُطَهِّرُكَ بعدک مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ اور تجھے دور کر لینے والا ہون کافرون کے بد ترپڑوس سے وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ صدقوا بنوتک من المسلمین والنصاری۔ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ۔ بک وہم الیہود یعلونہم بالحجۃ والسیف۔ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور کرنے والا ہون ان لوگون کو جنھون نے تیری تصدیق کی ہی (مسلمان و نصاریٰ) کو فوق ان لوگون جنھون نے تجھسے کفر کیا ہی (یہود پر) قیامت تک ف یعنے اونچا رکھون گا ان لوگون پر جو کافر ہوے تیرے ساتھ اور یہ کافر ہونے والے یہود ہین اور اونچا رکھنا اس طور پر ہی کہ حجت و دلیل سے اور تلوار سے بھی ان پر غالب رہین گے چنانچہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین کہا کہ دیکھو کہ دنیا مین اب کوئی بادشاہ یہودی نہین نظر آتا اور قاضی بیضاوی نے کہا کہ اس وقت تک نہین سنا گیا کہ یہودی کبھی نصاریٰ پر غالب ہوے ہون۔ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ مین امر الدین پھر میرے ہی طرف تم سب کا ٹھکانا ہی پس مین تمھارے درمیان فیصلہ کرون گا جس مین تم جھگڑتے ہو ف یعنے جس امر دین مین تم جھگڑتے تھے۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا ۔ بالقتل والسبی۔ پھر جن لوگون نے کفر کیا تو ان کو عذاب شدید کرون گا دنیا مین بھی ف دنیا مین تو عذاب اس طرح کہ جہاد اسلام مین قتل و قید ہون گے وَالْاٰخِرَةِ ۔ بالنار۔ اور آخرت مین بھی اس طرح کہ دوزخ مین ڈالون گا۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ مانعین منہ۔ اس عذاب سے ان کے لیے کوئی مانع نہوگا۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

**فیوفیھم** بالیاء والنون حفصؒ کی قراءۃ مین بصیغۂ غائب بیاء ہو اور اکثر قراءؒ کی قراءۃ مین بصیغۂ جمع متکلم بنون بطریق تعظیم ہو اور فاعل اللہ تعالےٰ ہی۔ **اُجُورَھُمۡ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ** ای یعاقبھم۔ اور جولوگ ایمان لائے و نیک کام کیے تو اللہ تعالیٰ ان کو بھرپور دے گا یا ہم انکو بھرپور دینگے ان کے ثواب اور اللہ تعالےٰ ظالمون کو محبوب نہین رکھتا **ف** اور ظالمون کو دوست نہ رکھنا یہی ہو کہ ان کو عذاب کرے گا روی ان اللہ ارسل الیہ سحابۃ فرفعتہ نتعلقت بہ امہ وبکت فقال لہا ان القیامۃ تجمعنا وکان ذلک لیلۃ القدر ببیت المقدس ولہ ثلث وثلثون سنۃ وعاشت امہ بعدہ ست سنین وروی الشیخان حدیثا انہ ینزل قرب الساعۃ ویحکم بشریعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ویقتل الدجّال والخنزیر ویکسر الصلیب ویضع الجزیۃ وفی حدیث مسلم انہ یمکث سبع سنین وفی حدیث ابی داؤد الطیالسی اربعین سنۃ ویتوفی ویصلی علیہ فیحتمل ان المراد مجموع لبثہ فی الارض قبل الرفع وبعدہ۔ روایت کیا گیا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کی طرف ایک بادل بھیجا یعنے بادل نظر آتا تھا پس اسنے عیسیؑ کو اٹھا لیا پس مریم علیہا السلام ان کو پکڑ کر لٹک گئیں اور رونے لگین پس اپنی مان سے فرمایا کہ قیامت مین ہم تم دونون اکٹھا ہون گے اور یہ واقعہ بیت المقدس مین شب قدر رمضان مین واقع ہوا اور اس وقت عمر حضرت عیسیٰ کی تینتیس ۳۳ برس کی تھی اور اس کے بعد ان کی مان چھ برس زندہ رہین اور بخاری و مسلم نے روایت کی یہ حدیث کہ وہ قیامت کے قریب آسمان سے اُترینگے اور ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے موافق لوگون مین حکم کرینگے اور دجال کو مار ڈالینگے اور سورون کو قتل کرین گے اور صلیب جسکو نصرانی پوجتے ہین سب توڑ ڈالین گے اور جزیہ اٹھا دینگے یعنے سوائے ایمان کے کسی شخص سے جزیہ وغیرہ قبول نہ کرینگے اور مسلم کی حدیث مین ہو کہ وہ سات برس جیتے رہینگے اور ابوداؤد طیالسی کی حدیث مین ہی کہ چالیس برس جیتے رہین گے پھر مرینگے اور مومنین ان کے جنازے کی نماز پڑھین گے پس دونون حدیثون مین توفیق اس طرح ہی کہ احتمال ہی کہ ابوداؤد طیالسی کی حدیث مین وہ پوری مدت بیان ہو جو ان کی دنیا مین رہنے کی ہوئی یعنے اُٹھائے جانے سے پہلے کی تینتیس ۳۳ برس اور پھر اُتارے جانے کے سات برس سب ملا کر چالیس برس مذکور ہوے ہون۔ **قال المترجم** مفسرؒ نے جو روایت یہان بیان کی ہو یہ سعید بن المسیبؒ سے مروی ہو کہ عیسیٰ تینتیس ۳۳ برس کے سن مین اُٹھائے گئے ان کو اللہ تعالےٰ نے رمضان کی شب قدر مین بیت المقدس سے اُٹھایا اور تیرہ ۱۳ برس کے سن مین ان کی مان ان سے حاملہ ہوئین اور سکندر یونانی کے ملک بابل پر غالب ہونے کے پینسٹھ برس پیچھے حضرت عیسیٰ پیدا ہوے پھر ان کے اُٹھائے جانے کے بعد چھ برس ان کی مان زندہ رہین اور کمالین مین کہا کہ سب سے مشہور یہی قول ہو کہ تینتیس ۳۳ برس کے سن مین عیسیٰ اُٹھائے گئے اور بعض نے چونتیس ۳۴ برس کہے ہین اور سعید بن المسیبؒ سے علی بن زید کی روایت سے مرسلاً مذکور ہو کہ وہ ۸۰ اسّی برس زندہ رہے لیکن یہ راوی ضعیف ہو **قال المترجم** وہ علی بن زید بن جدعان منکر الحدیث ہو اور معالم مین سن ولادت و رفع وغیرہ کو اہل تواریخ کی طرف منسوب کیا ہو اور معالم مین ان کی رسالت و نبوت قبل چالیس برس کے سن کے ہوئی اور معالم مین **حسین بن الفضل** رحؒ سے نقل کیا کہ ان سے پوچھا گیا کہ عیسیٰؑ کا آسمان سے اُترنا آپکو قرآن سے ملتا ہی فرمایا کہ ہان اللہ تعالےٰ نے فرمایا و یکلم الناس فی المھد وکھلا۔ حالانکہ وہ دنیا مین کہل کے سن تک نہین پہونچے بلکہ معنے اسکے یہی ہین کہ آسمان سے اُترنے کے بعد سن کہولت مین لوگون سے کلام کرین گے **قال المترجم** سراج المنیر مین کہا کہ اس آیۃ سے دلیل جب ہی ہو سکتی ہو کہ وہ تیس برس سے پہلے سن شباب مین اُٹھائے گئے ہون ورنہ تین برس نبوت رہی اور تینتیس ۳۳ برس کے سن مین اُٹھائے جانے کی روایت پر تو سن کہولت ہو گیا اسلیے کہ وہ تیس ۳۰ سے چالیس تک ہے **قال المترجم** یہ سب اقوال روایات خلاف تحقیق ہین اور حق یہ ہو کہ نبوت چالیس برس سے پہلے نہین ہوتی ہو چنانچہ مواہب مین کہا کہ نبوت کا وصف تو جب ہی ہوتا ہو کہ جو اس سے موصوف ہو وہ چالیس برس سن کا ہو جاوے

کیونکہ یہی کمال کا سن ہے اور اسی سن پر رسول مبعوث ہوتے ہین اور **زرقانی** رح نے اسکی شرح مین کہا کہ اس کلام سے جو حصر نکلتا ہے اسکا فائدہ یہ ہے کہ یہ
سب انبیا کو شامل ہے حتی کہ عیسی و یحیی علیہما السلام کو بھی شامل ہے کہ وہ بھی چالیس۴۰ برس سے کم مین نبی نہین ہوئے ہین کیونکہ زاد المعاد **حافظ ابن قیم**
رحمہ اللہ مین ہے کہ یہ لوگ جو بیان کرتے ہین کہ عیسی علیہ السلام تینتیس۳۳ برس کے سن مین اٹھائے گئے ہین اس کے واسطے کوئی ایسا اثر بھی نہین معلوم ہوتا کہ
کہ وہ متصل ہو اور اسکو لینا چاہیئے ہو اور **شامی** رح نے کہا کہ بات یہی ہے جو انھون نے فرمائی اس واسطے کہ یہ جو روایتین بیان کی جاتی ہین
یہ تو نصاری سے لی ہوئی باتین ہین اور رہا احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین یہ صریح مذکور ہے کہ عیسی علیہ السلام جب اٹھائے گئے ہین تو
ایک سو بیس۱۲۰ کے تھے اور کمالین مین شیخ ابن حجر کے اصحابہ سے نقل کیا کہ مستدرک حاکم مین ابن عمر کی روایت سے ہے کہ عیسی علیہ السلام دنیا مین
ایک سو بیس۱۲۰ برس تک رہے اور **زرقانی** نے شرح مواہب مین کہا کہ **حافظ جلال الدین سیوطی** رح نے تکملہ تفسیر محلی و شرح نقایہ وغیرہ اپنی
کتابون مین یقین کیا ہے کہ جب عیسی علیہ السلام اٹھائے گئے تو تینتیس۳۳ برس کے تھے اور بعد اترنے کے سات برس تک دنیا مین زندہ رہینگے
اور برابر مین تعجب کیا کرتا تھا کہ **شیخ جلال الدین** حافظ احادیث و آثار و متقن و جامع منقول و معقول اس سے غافل رہا یہانتک
کہ مین نے انکی کتاب مرقاۃ الصعود مین دیکھا کہ انھون نے اس قول سے رجوع کیا ہے **قال المترجم** پس معلوم ہوا کہ عیسی علیہ السلام ایک سو
بیس برس کے سن مین اٹھائے گئے ہین اور یہی **شیخ جلال مفسر** رح کا بھی قول ہے اگرچہ یہان انھون نے مشہور کے موافق لکھدیا ہے یا اسکی تصنیف
کے وقت اسی کے معتقد ہونگے واللہ اعلم اور نیز روایت تفسیر مین جو مذکور ہے کہ رمضان کی شب قدر مین اٹھائے گئے اس پر بھی یہ اعتراض کیا گیا ہے
کہ یہ تو آپکی امت مرحومہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے اسوقت شب قدر کہان تھی اور جواب دیا گیا کہ جو ثواب و فضیلت اب ہے اس سے کمتر حال پر
موجود ہونا مانع نہین ہے **وقال المترجم** میرے نزدیک اولی یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ یہ بیان وقت کا ہے اگرچہ اس وقت مین وہ شب قدر نہ ہو
کیونکہ ماہ رمضان و اسکی تاریخین تو اسوقت بھی موجود تھین پس یہ ایسا ہے کہ گویا کہا جاوے کہ عید کے روز ایسا ہوا حالانکہ مراد یہ کہ اول تاریخ شوال
فلان مین ہوا کہ اب وہ عید ہے پس گویا چوبیس رمضان جو طاق شمار مین رات کی تھی اٹھائے گئے و اندازا اسکے اگرچہ تعیین تاریخ نہین واللہ اعلم
اور شاید کہ بنا بر اس قول کے ہو کہ شب قدر تاریخ معین ہے فی نفسہ اور طاق تاریخون مین ابہام کر دیا گیا ہے بلکہ یہ قول بنظر دلائل قوی ہے فافہم
**ذلک** - المذکور من امر عیسی - یہ حال عیسی جو ذکر کیا ہے **نتلوہ** - نقصہ - **علیک** - یا محمد - ہم بیان کرتے ہین تجھپر اے محمد - **من**
**الآیات** - در حالیکہ وہ آیات سے ہے **والذکر الحکیم** - المحکم ای القرآن - اور ذکر محکم یعنے قرآن مین سے ہے - **ف** واضح ہو کہ حدیث
بخاری و مسلم مین نزول عیسی کا ذکر صحیح وارد ہوا ہے اور مضمون وہی ہے جو مفسر **جلال** رح نے ذکر کیا اور **بغوی** رح نے بھی اپنی اسناد سے
حضرت ابوہریرہ سے مرفوعا روایت کیا اور بہت طرق سے مروی ہے اور ابوداؤد طیالسی کی حدیث مین چالیس۴۰ برس زندہ رہنا پھر مرنا اور
مسلمانون کا انپر نماز پڑھنا مروی ہے اور امام احمد نے اسکو بسند صحیح حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا کما ذکرہ **ابن حجر فی الاصابۃ** اور **ابن کثیر** رح
نے کہا کہ قولہ تعالے وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ - کی ضمیر راجع بجانب عیسی علیہ السلام ہے جیسا کہ تفسیر مین انشاء اللہ تعالے آوے گا
اور یہ اسی وقت کہ آسمان سے دنیا مین قبل روز قیامت کے نازل ہونگے پس سب مسلمان ہون گے کیونکہ وہ جزیہ اٹھا دین گے اور سوائے اسلام
کے کچھ قبول نہ کرین گے اور **حسن بصری** رح نے مرسلا روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عیسی علیہ السلام نہین مرے اور وہ قیامت سے پہلے
تمھاری طرف لوٹنے والے ہین پس ان وجوہ مذکورہ کی وجہ سے مفسرین رحمہم اللہ نے قولہ تعالے انی متوفیک مین تاویل کی کیونکہ صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالے
نے ان کو بدون وفات کے دنیا سے اٹھا لیا ہے جیسا کہ اکثر مفسرین نے اسکو ترجیح دی اور اسی کو ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اختیار

کیا ہو بنظر دلائل مذکورۂ بالا کے اور کہا کہ توفی [illegible] یہی انکا اُٹھا لینا ہو پس محمد بن اسحاق نے جو وہب بن منبہ سے روایت کی کہ اللہ تعالےٰ نے دن
چڑھے کی تین گھڑی انکو موت دی پھر اُٹھایا اور ابن اسحق نے کہا کہ نصاریٰ زعم کرتے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے سات گھڑی ان کو وفات دی اور ادریس نے
وہب سے روایت کی کہ تین روز موت دیکر پھر زندہ کر کے اُٹھایا - یہ سب روایات نصرانیون سے ہین اور انپر اعتماد نہیں اور صحیح یہی ہو کہ بدون موت کے اُٹھائے
گئے ہین اب آیت مین تاویل بیان کرنی چاہیئے پس قتادہ وغیرہ نے کہا کہ اس مین تقدیم و تاخیر ہو یعنی انی رافعک الی و متوفیک پہلے اُٹھا لیا ہو پھر
قریب قیامت کے نازل ہونے کے بعد وفات ہوگی اور ابو البقا عبد اللہ بن حسین عکبری نے کہا کہ واو تو مطلق جمع کے واسطے ہوتا ہو
اس مین کوئی ترتیب کے معنے ملحوظ نہیں ہوتے ہین تو کچھ اسکی حاجت نہیں ہو کہ تقدیم و تاخیر کہی جاوے بلکہ جیسے نظم موجود ہو اسکے بھی یہی معنے ہو سکتے ہین
ذکرہ فی اعراب القرآن پس بخاری مین جو علی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس سے مذکور ہو کہ متوفیک بمعنے ممیتک ہو ای مین تجھے
موت دینے والا ہون اسکے بھی یہی معنے ہین کہ تیری موت کے وقت پر بعد آسمان سے نزول کے موت دونگا اور اب تجھے اُٹھائے لیتا ہون اور
بعض کا یہ مذہب ہو کہ پہلے وہ ایک مرتبہ دنیا مین مرکر پھر اُٹھا لئے گئے پھر آخر زمانہ مین اُترکر چالیس برس بعد مرینگے اور دفن ہونگے - اگر
کہا جاوے کہ حدیث مسلم مین تو سات ہی برس ٹھہرنا مذکور ہو تو جواب یہ ہو کہ ٹھہرنا کسی حال خاص پر مذکور ہو نہ کہ انکی زندگی اسی قدر ہوگی کیونکہ اسپر
نص نہیں ہو اور مطر الوراق سے روایت ہو کہ انی متوفیک یعنی دنیا مین تجھے وفات دونگا اور یہ وفات موت نہیں ہو اور ربیع بن انس رضی نے
حسن رحمہ سے روایت کی کہ انی متوفیک یعنے خواب کی موت دونگا اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کو خواب مین اُٹھا لیا ہو شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ
اکثر مفسرین کے نزدیک وفات سے یہان یہی نوم وخواب مراد ہو چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہو الذی یتوفاکم باللیل الآیۃ یعنے وہی پاک پروردگار ہو
کہ وفات دیدیتا ہو تمکو رات مین اور نیز فرمایا اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا الآیۃ - اور حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم رات مین جب تہجد کے واسطے خواب سے اُٹھتے تو یون فرماتے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا بڑی حدیث ہو یعنے سب
ستائش صفت پاکیزہ اسی اللہ پاک کو ہو جسنے ہمکو موت دیکر پھر جلایا - اور فراء نے کہا کہ توفی کے معنے قبض لیا جاوے ماخوذ از توفیت
مالی ای مین نے اپنا مال قبض کیا اور اسی کو کشاف کے مانند مفسرون نے اور بیضاوی نے اختیار کیا ہو اور چونکہ قبض کر لینا دو طرح سے
ہو سکتا ہو ایک موت اور دوم رفع تو مفسرین نے - قابضک من الدنیا من غیر موت سے مراد ظاہر کردی کہ اُٹھا لینے کے ساتھ قبض کرنا مراد ہو اور شیخ
ابو بکر واسطی نے جو معروف مشائخ مین سے ہین کہا کہ انی متوفیک الایہ مین تجھکو تیری خواہشون اور حظوظ النفس سے موت دینے والا ہون ورافعک
الی ای اپنے قرب کے مقام مین تیرا درجہ بلند کرنیوالا ہون - اور معالم مین قتادہ کی روایت مین ہو کہ قتادہ نے کہا ہم سے بیان کیا گیا ہو کہ اللہ تعالےٰ
نے اسکو اُٹھا لیا اور اسکو بازو دیے اور حلۂ نور پہنایا اور تمام لذتین کھانے پینے کی ان سے قطع کردین اور وہ ملائکہ کے ساتھ عرش کے گرد اُڑتے
ہین اور وہ انسی ملکی ارضی سماوی تھے اور قاضی نے کہا یا یعنے ہین کہ مین تجھے موت دینے والا ہون ان خواہشون سے جو عالم ملکوت کیطرف
عروج کرنے سے روکتی ہین - یہ سب روایتین متقارب ہین بلکہ قول واسطی داخل روایت قتادہ ہو پھر بعض نے جو قول واسطی پر طعن کیا کہ
تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہو تو یہ طعن کرنیوالے کی نادانی ہو اور حق یہ ہو کہ تفسیر مدرجہ معلوم ہوتی ہو جیسا کہ اثر عبد الرزاق مین ابن عباس رض سے مذکور ہو اور
یہ بطریق اشارت ہو اور سوق کلام اسی کے واسطے نہیں تھا تاکہ تفسیر ہو اور کوئی مانع نہیں کہ اس مین یہ اشارہ بھی موجود ہو پس یہ نادانی ہو کہ اگر
تفسیر نہیں تو تحریف کیون متعین ہوئی عفاہ اللہ فقد اخطأ عصمنی اللہ وایاہ والمؤمنین من الخطاء والزلل - قولہ ورافعک الی - اس مقام پر ظاہر
شبہہ ہوتا ہو کہ الیٰ سے جہت ثابت ہوتی ہو حالانکہ اللہ تعالےٰ کے واسطے کوئی جگہ نہیں ہو جس کی طرف بلند کرلینے والا ہو کیونکہ

او تعالے جگہہ وجہت سے پاک ہی - اور نہ جگہہ اسکی شان سے ہی ہان علم اسکا ہر جگہہ ہر چیز کو حاوی ہی پس بیضاوی رحمہ اللہ نے اسکو دفع کیا کہ رافعک الی سے مراد الی محل کرامتی ومقر ملائکتی ہی یعنے ایسے مقام پر جہان میری کرامت ہی اور میرے ملائکہ رہتے ہین - قولہ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ مفسرین کو یہان یہ اشکال پیش آیا کہ اللہ تعالے نے قیامت تک حضرت عیسی کی اتباع کرنے والون کو فوقیت دی حالانکہ اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتباع عیسی پر غالب ہوئی ہی پس بعض مفسرین نے ضمیر خطاب اتبعوک بجانب محمد صلی اللہ علیہ وسلم راجع کی ومویدا اسکی حدیث مرفوع نعمان بن بشیر ہی کہ برابر میری اُمت کا ایک گروہ حق پر ہوکر غالب رہین گے ان کے مخالف سے انکو پرواہ نہوگی یہانتک کہ امر اللہ آوے پھر نعمان بن بشیر نے کہا کہ جو کہے کہ مین رسول اللہ صلعم پر ایسی بات کہتا ہون جو آپ نے نہین فرمائی تو اسکی تصدیق کتاب اللہ مین موجود ہی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ - اس حدیث کو ابن عساکر وابن ابی حاتم نے روایت کیا اور ابن عساکر نے معاویہ سے مانند اسکے روایت کیا ہی اور دوسرون نے اسکو رد کردیا کہ اس مین تفکیک ضمائر لازم آتی ہی اور یہ بلاغت مین عیب ہی بلکہ صحیح یہ ہی کہ ضمیر راجع بجانب عیسی ہی اور اتباع عیسی وہ ہین جو انکے اوپر ایمان لائے کہ وہ اللہ تعالے کے رسول برحق اور اسکے بندے تھے اور جو توحید کا دین وہ لائے وہ برحق ہی اور یہ صفت جیسی حضرت عیسی کے خالص حواریون مین تھی ویسے ہی اہل اسلام اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین بھی ہی پس یہ بھی اتباع عیسی ہین بلکہ درحقیقت یہی متبعین عیسی ہوے اور نصرانی جو ان کے تابع ہونے کا دعوی کرتے ہین وہ صورت کے متبع ہین حقیقت کے متبع نہین ہین - لیکن چونکہ قولہ الذین اتبعوک صیغہ عموم ہی وہ حقیقی اتباع کو اور صورت ونام کی اتباع کو بھی اگرچہ درحقیقت کافر ہون شامل ہی لہذا اللہ تعالے نے دار دنیا مین صورت ونام کی اتباع کو بھی اہل کفر پر غالب کیا اور الذین کفروا بصیغہ عموم ہی لہذا کافرون کے سب فرقے ان کے زیردست ہین خواہ وے بالکل کسی دین ہی کے قائل نہون مانند بت پرستون وغیرہ کے یا مانند یہود کے کسی دین مخالف دین عیسی کے قائل ہون سواے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ یہ دین توعین دین عیسی علیہ السلام ہی بلکہ عیسی علیہ السلام نے آنحضرت صلعم کی بشارت دی اور انجیل مین اُن کے پیرون کو اتباع دین محمد صلعم کا حکم ہی اور حضرت عیسی علیہ السلام نے خود انکو اس باب مین بہت تاکید کی ہی اور اگر زندہ ہوتے تو خود اسی دین کی پیروی کرتے اور قیامت کے قریب جب اُترینگے تو اسی شریعت کے موافق حکم کرینگے پس حاصل یہ ہی کہ قبل بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع عیسی سب ملتون پر اور خصوص کفار یہود پر غالب رہے اگرچہ وہ آخر مین نام کے متبع رہ گئے تھے چنانچہ ابن کثیر رح نے تحقیق فرمایا کہ حضرت علیہ السلام کو جب اللہ تعالی نے آسمان پر اُٹھالیا تو جو لوگ انپر ایمان لائے تھے وہ متفرق فرقے ہوگئے بعضے تو اپنے ایمان پر قائم رہے کہ توحید الٰہی کو مانا اور حضرت عیسی کی نسبت یہی اعتقاد رکھا کہ وہ اللہ تعالے کے بندے اور اسکی بندی مریم کے پسر رسول اللہ برحق ہین پس یہ فرقہ تو حق پر رہا اور بعض نے غلو کرکے عیسی کو بجائے بندہ خدا کے فرزند خدا سمجھا اور بعض نے انہین کو خدا سمجھا اور بعض نے کہا کہ وہ تین خدا مین سے ایک ہی اور اللہ تعالی نے قرآن مجید مین ان کافر فرقون مین سے ہر ایک کا قول ذکر فرماکر رد کردیا ہی پھر قریب تین سو برس تک یہ لوگ اسی اختلاف پر رہے جب قسطنطین فلسفی بادشاہ یونان انکے دین مین داخل ہوا خواہ فساد کرنے کو یا جہالت سے بہرحال اسنے دین مسیح کو بدل ڈالا اور تحریف کردی اور کچھ بڑھایا کچھ گھٹایا اور اسکے قوانین بنالئے انکا نام امانت کبریٰ رکھا حالانکہ درحقیقت وہ بڑی بُری خیانت تھی اور اپنے زمانہ مین سؤر حلال ٹھہرائے اور نصرانیون کے لیے مشرق کی طرف کو قبلہ مقرر کیا اور انکے روزون مین دس روزے اور بڑھالئے بوجہ اس کے کہ وہ کسی گناہ کا مرتکب ہوا تھا اسکا کفارہ گمان کرتے تھے یہانتک کہ دین مسیح ایسا بدل گیا کہ وہ دین قسطنطین ہوگیا ولیکن اس نے کنیسہ وصومعہ ومعابد وغیرہ کوئی بارہ ہزار سے زیادہ بنوائے اور شہر قسطنطنیہ اپنے نام پر آباد کیا اور اسکے بعد اُسکے جانشین بادشاہ بھی ایسے ہی ہوتے آئے اور ان سب

یعنے بجائے مسیح حلال مسیح قرار دیا

خال مین وہ کفار یہود پر جنھون نے ہتک و بہتان و عیب و شنام وقتل عیسیٰ علیہ السلام مین اپنے گمان مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا تھا ہمیشہ غالب رہے اور یہ یہود مردود برابر خوار و ذلیل ہوے پھر جب اللہ تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور لوگون نے رسول عربی خاتم المرسلین سید اولاد آدم و سردار نبیین کا دین قبول کیا تو یہ مومنین ایسے تھے کہ اللہ تعالےٰ اور اسکے ملائکہ و کتابون و رسولون پر پورے حق طور پر ایمان رکھتے تھے پس یہی لوگ ہر نبی کے واسطے اولی ہوے بہ نسبت ان لوگون کے جو اس نبی کی اُمت ہونے کا دعوی کرتے تھے حالانکہ اسکے دین و ملت کو بدل کر تحریف کر چکے تھے - پس وہ لوگ تو اس نبی کے پیرو فقط نام کے تھے درحقیقت اس نبی کے متبع اہل اسلام ہوے اور اگر فرض کیا جاوے کہ انھون نے اپنے نبی کی شریعت کو نہین بدلا تب بھی حضرت محمد صلعم کے مبعوث ہونے پر سب انبیا علیہم السلام کی یقینین منسوخ ہوئین اگرچہ اصل دین توحید سب کی تعلیم تھی وہ باقی رہا اور شریعت محمد صلعم کو اللہ تعالےٰ نے مقرر فرمایا اور اسی شریعت کی پابندی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا انجیل مین حکم ہو اور اُسی کے متبع وہی درحقیقت اتباع عیسیٰ ٹھہرے پس وہ قیامت تک غالب رہین گے جب تک کہ اپنے ایمان و توحید پر قائم اور شریعت پر ثابت ہین فافہم واللہ اعلم - قولہ فاما الذین کفروا الخ - یہ تفصیل اس اجمال کی ہو جو مرجعکم کی ضمیر مین ہو اس واسطے کہ مرجع اس ضمیر کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہین اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے اور وہ لوگ جنھون نے اُن سے کفر کیا کما ذکرہ فی السراج اگر کہا جاوے کہ ان پر ایمان لانے والے حاضر و غائب سب ہین اور ضمیر فقط مخاطب کی ہو تو جواب یہ ہو کہ اس مین مخاطبین کو غائبون پر غلبہ دیا بوجہ اسکے کہ حضرت عیسیٰ و اس وقت کے مومن و کافر مخاطب موجود تھے اسی واسطے تفصیل مین الذین بعموم فرمایا یعنی جو لوگ کافر ہوے خواہ موجود ہین یا غائب ہین ان کو عذاب شدید دنیا و آخرت مین ہوگا اور ایسے ہی ایمان والون کو بھی الذین سے تعمیم فرمایا - اگر کہا جاوے کہ حکم کا ترتب تو اس وقت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کیونکہ ثم الی مرجعکم - فرمایا ہو اور یہ قیامت مین ہوگا پھر اسکی تفصیل مین - فی الدنیا والآخرۃ - کیونکر فرمایا تو جواب یہ ہو کہ الی مرجعکم سے مخصوص عاقبت کا مرجع مراد نہین ہو بلکہ علی العموم مراد ہو کیونکہ دنیا و آخرت سب مین ہر ایک کا مرجع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہو فافہم - ف - قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی و مطہرک الآیۃ اس مین علاوہ تفسیر ظاہری کے اشارات خفیہ مین از انجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ظاہری جسم مین روح قدسی کو پھونکا تھا اور اس روح قدسی کو اس صورت ظاہری مین نبوت اور عبودیت کے انوار سے اور مشاہدہ کی تجلی سے تربیت فرمایا اور کامل کیا پھر جب حضرت عیسیٰ ان مقامات مین کامل ہوے جو اللہ عزوجل کے برگزیدہ انبیا و اولیا کو حاصل ہوتے ہین تب خطاب فرمایا کہ انی متوفیک یعنی مین تجھکو تیرے اُن رسوم و نشانات سے جو حدوث کے تجھ مین ہین وفات دیکر اپنے قدم و بقاء دائمی کے ساتھ باقی رکھونگا اور اپنی صفات کمال یعنی ربوبیت کے آثار تجھ مین ظاہر فرماؤنگا اور بشر ہونے کے میل کچیل سے تجھے پاک کرونگا قال المترجم اس کلام مین اشارہ ہو کہ یہ جسم اس روح کے واسطے کمالات کی ترقی کا سبب ہو ہرگز کوئی شخص اپنی نادانی سے یہ خیال نہ کرے کہ نفس کشی کے یہ معنے ہین کہ اس بدن کو گلا دے اس طور پر کہ حواس مین خلل آوے کیونکہ یہ سخت مذموم ہے اور احادیث مین جوگی و راہب ہو جانے سے ممانعت ہو جیسے کہ اسکو خلاف طریقۂ سنت و صلحا و امت و اولیاء کرام کے پالنا عیب سخت و بہائم کی خصلت ہو اور جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے دائمی روزے کا اور کبھی نہ سونے و نہ عورت پاس جانے کا ایسے ایسے قصد کیے تھے سخت جھڑکی سے ممانعت فرمائی اور فرمایا ان لنفسک علیک حقا الحدیث یعنے تیرے نفس کا تجھ پر حق ہو اور نیز جب تک دل خوشی ہو عبادت کرے اور جب تن پر ملال ہو تو عبادت سے باز رہے یہ حکم حدیث زینب رضی اللہ عنہا مین صحیح مروی ہو واسطی رح نے فرمایا کہ قولہ انی متوفیک تجھے تجھکو وفات دینے والا اور اپنی طرف اُٹھانے والا اور تیرے ارادون و خواہشون سے تجھکو پاک کرنے والا ہون اور یہ اس طرح ہوا کہ ازلی صفات کے آثار اسپر ظاہر ہوے - اور بعض مشائخ نے کہا کہ اشارہ یہ ہو کہ مین تجھکو تیرے حظوظ نفسانی سے وفات دینے والا ہون یعنے حظ نفس سے

مردہ کرنے والا اور تیرے جسم کو اپنی کرامت کے مقام مین اُٹھانے والا اور تیرے سر باطن کو غیرون کے دیکھنے اور ثواب پر نظر رکھنے سب سے
بالکل پاک کرنے والا ہون واضح ہو کہ جب عارف بندہ خالص توحید کے مقام پر پہونچ گیا تو عارف ہی کے وجود سے جمال حق کا آفتاب اپنی شعاعین
پھیلاتا ہی کو تمام مخلوقات آسمان وزمین اسکی اطاعت کرتے ہین خواہ خوشی خاطر سے یا جبر و اکراہ سے **قال المترجم** ۔ یہ کلام جید ودقیق ہے
یہان ہوشیار رہین کیا نہین دیکھتے کہ اونٹ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم جو سوائے انبیا علیہم السلام کے
عالم مین سے خیر برگزیدہ آپ کی وزارت کے لیے پیدا ہوئے تھے اس امر کے خواستگار ہوئے کہ ہم بھی سجدہ کرین مگر آپ نے تعلیم خاص توحید کے
نور سے یہ پردہ ان کا دور کیا مع ہذا پردہ اختفا و نقاب خفا نہایت مبالغہ پر تھا یہان سے علو مرتبہ صحابہ ؓ ظاہر ہی شیخ فرماتے ہین اور جسنے جلال
حق عزوجل کو کسی پیرایہ وواسطہ مین دیکھا اور خود اسکا حال یہ ہو کہ تحقیق معرفت کی حقیقت پر نہین پہونچا ہو تو اسی واسطے وپیرایہ مین گرفتار ہو کر
مشبہی ہوجاتا ہی یعنے حضرت حق عزوجل کی جناب مین تشبیہ کا قائل ہوجاتا ہی اور یہ ضلالت وکفر ہی۔

**اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ○**

عیسی کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی بنایا اسکو مٹی سے پھر کہا اسکو کہ ہوجا وہ ہوگیا

**اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ○**

حق بات ہی تیرے رب کی طرف سے سو تومت ہونا شک کرنے والون مین سے

**اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ** شانہ الغریب ۔ یعنے عیسی کی شان غریب ۔ اللہ تعالے کے نزدیک جیسے آدم کی شان
غریب ہی **ف** پس غریب کی قید اسوجہ سے بیان کی کہ غریب کے نزدیک مثل اسی واقعہ کے ساتھ کہتے ہین جس مین کوئی غرابت ہو جیسے
عیسی بدون باپ کے پیدا ہوئے اور یہ ہم لوگون کی نظر مین غریب ہی جیسے شان آدم علیہ السلام کی غریب ہی اس بات مین کہ آدم بدون
ماں وباپ کے پیدا ہوئے اگر کہا جاوے کہ عیسی تو بدون باپ کے ہوئے اور آدم بدون ماں وباپ کے ہوئے یہ تشبیہ کیونکر ہو تو بعض نے
جواب دیا کہ مثال مین پوری مشارکت نہین ہوتی جیسے مثل بکسر اول وسکون دوم مین ہوتی ہو پس یہان بدون باپ کے خلاف عادت پیدا
ہونے مین دونون مانند ہین اور مفسر رحمہ اللہ نے **کرخی** رح کے مثل یون جواب دیا کہ آدم کا بدون ماں باپ کے پایا جانا غریب سے بھی بڑھکر
اغرب ہی پس یہ تشبیہ غریب کی اغرب کے ساتھ ہی تاکہ جھگڑا کرنے والا بالکل بند ہوجاوے اور دل مین خوب جمے کیونکہ جھگڑنے والا تو اسی مین پڑا تھا کہ
عیسی آدمی ہوتے تو بھلا بدون باپ کے کیسے ہوتے ۔ **خَلَقَهٗ** ۔ ای آدم ای قالبہ **مِنْ تُرَابٍ** ۔ اللہ تعالے نے پیدا کیا آدم کو یعنے
اس کے قالب کو خاک سے **ف** ضمیر منصوب راجع آدم علیہ السلام کی طرف ہی اور یہ ارجح ہی بہ نسبت اسکے کہ عیسی علیہ السلام کی طرف
راجع ہو جیسا کہ معالم مین راجح کیا ہی اور یہان یہ شبہہ پڑتا تھا کہ بعد کو کن فیکون کہا پس خلق کے بعد پھر تکوین کیسے ہوگی تو مفسر رح نے ای قالبہ
کہکر اشارہ کیا کہ یہان خلق سے آدم کا قالب پیدا کرنا مراد ہی اور اسپر لفظ من تراب ۔ دلیل ہی کیونکہ مٹی سے قالب ہی ہوتا ہی پس اول مین آدم کا
قالب مٹی سے بنایا ۔ **ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ** بشرا ۔ یعنے پھر کہا اسکو کہ ہوجا بشر **ف** ۔ یعنے قالب پیدا کرکے پھر اسکو روح والا بشر ہونیکا
حکم دیا پس تکوین کا مفعول بشر ہی اور خلق کا مفعول قالب ہی اور **معالم وبیضاوی** وغیرہ مین تجویز کیا کہ ثم یہان خلق کی ترتیب
نہین بلکہ خبر کی ترتیب پر یعنے پہلے اسکو پیدا کیا پھر تم یہ جان لو کہ ہم نے اسکو یہی کہا تھا کہ ہوجا ۔ **فَیَكُوْنُ** ۔ فکان پس وہ ہوگیا **فائدہ**
کذالک عیسی وقال لہ کن من غیر اب فکان ۔ اور حاصل یہ کہ ایسے ہی عیسی بھی کہ اس سے فرمایا ہوجا بدون باپ کے وہ فورًا ہوگیا ۔ **مترجم**

کہتا ہو کہ یہ خطاب کس کو فرمایا۔ جواب دیا گیا کہ اسکو جو علم الٰہی مین تھا فافہم الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۔ عیسیٰ کا معاملہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے
ف الحق مرفوع ہو بنا بر آنکہ خبر مبتدا محذوف ہو اور وہ مبتدا امر عیسیٰ ہو یعنے امر عیسیٰ الحق من ربک۔ اور بعض نے کہا نظم عبارت یون ہے
الحق کائن من ربک۔ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ۔ الشاکین فیہ پس تو اس خبر مین شک کرنے والون مین سے نہ ہوجیو ف حضرت
ابن عباس رضی سے روایت ہو کہ ملک نجران کے نصاریٰ کا ایک گروہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ کیا بات ہو کہ
آپ ہمارے صاحب کو بُری طرح یاد کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ کس کو۔ عرض کیا کہ حضرت عیسیٰ کو آپ اللہ تعالیٰ کا بندہ کہتے ہین آپ نے فرمایا کہ
ہان وہ تو اللہ تعالیٰ کا بندہ و رسول اور اسکا کلمہ ہو کہ مریم کی طرف القا کیا گیا۔ بولے کہ بھلا کوئی آدمی آپ نے دیکھا یا سُنا کہ بدون باپ کے
پیدا ہوا ہو اور رنجیدہ ہوکر آپ کے پاس سے اُٹھ آئے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور جبریل علیہ السلام نے کہا کہ جب وہ لوگ آپکے
پاس آوین تب آپ اُنکو یہ آیت سُنا دین۔ اِنَّ مَثَلَ عِیسیٰ عِندَ اللہِ کَمَثَلِ آدَمَ الآیۃ ۔ اور یہ قصہ بہت وجوہ سے ایک جماعت صحابہ و تابعین سے
روایت کیا گیا اور اسکی اصل صحیحین مین موجود ہو۔ اور یہ جواب تمثیل کے طور پر ہو اور اسی سے بعض علما نے استدلال کیا ہو کہ شرعی مسائل مین فقیہ مجتہد کا
قیاس جائز ہو کیونکہ قیاس اسی کا نام ہو کہ فرع کو اصل کی طرف پھیر لاوے بسبب ایک قسم کی مشابہت کے جو اس فرع کو اصل کے ساتھ ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے خلق عیسیٰ کو خلق آدم کی طرف نوع شبہ کی وجہ سے پھیرا ذکرہ فی المعالم۔ اور یہ جان لینا چاہیے کہ قیاس بمقابلہ نص نہین جائز ہو چنانچہ پاؤن پر
موزہ کا مسح کرنا صریح حدیث مین ہو تو کوئی شخص قیاس سے موزہ کے تلوے مین نہین مسح کرسکتا اور یاد رکھنا چاہیے کہ نوع شبہ اور علت جامعہ کا
نکالنا مجتہد عالم کا کام ہو ہر شخص کا قیاس کرنا گمراہی ہو اور نیز قیاس کے یہ معنے ہین کہ یہ صورت بھی اسی اصل مین مندرج ہو جس پر قیاس کیا جیسے
حدیث مین ہو کہ کل مسکر حرام ہر نشیلی چیز حرام ہو تو افیون و بھنگ وغیرہ کو اسی کلیہ مین داخل کرتے ہین اگرچہ بوجہ تخدیر یا تفتیر کے حرمت ہو بنابر آنکہ
کل مخدر و مفتر حرام بھی حدیث سے ثابت ہوتا ہو اور غرض میری تمثیل و اندراج کی توضیح ہو اور قیاس خود مثبت نہین بلکہ مظہر ہو و تمام بحث اصول
مین ہو۔ قولہ فلا تکن من الممترین ۔ اگر کہا جاوے کہ رسول اللہ صلعم کو یہ خطاب کیونکر ہوا اس لیے کہ آنحضرت صلعم کو امر عیسیٰ علیہ السلام مین ہرگز کچھ بھی
شک نہ تھا تو جواب دو وجہ سے دیا گیا اول آنکہ یہ خطاب ہر ایسے شخص کو ہو جو مخاطب ہو سکتا ہو یعنے اے مخاطب تو اس معاملہ مین شک کرنیوالون
کے ساتھ نہ ہو پس یہ بلیغ ہو بہ نسبت اسکے کہ تو شک مت کر فافہم۔ اور بات یہ بھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ مین بوجہ نصرانیون کے شرک کفر کے
جو انھون نے عام زبردستی سے پھیلایا تھا حتی کہ جن علماے انجیل نے اس سے انکار کیا انکو شاہ قسطنطین رومی نے قتل کرڈالا اور جو لوگ بچے وہ بھی
جنگلون و پہاڑون مین بھاگ گئے اور باقی سب نے محضر پر دستخط کیے کہ وہ خدا کا بیٹا یا خدا ہو پھر جب عوام مین یہ غلغلہ پھیل گیا تھا تو دوسری ملت والون نے
نصرانیون کی باتون پر کچھ اعتماد نہ کیا اور امر عیسیٰ مین بالکل ہی شک کرنے لگے کہ آیا بغیر باپ کے اسکا وجود بھی تھا کہ نہین تھا حتی کہ تم دیکھو کہ ایک جماعت
نصرانیون نے یہود کے ساتھ ہوکر حضرت مریم کی نسبت یوسف نجار سے سلسلہ لگایا۔ اعوذ باللہ من الکفر والبہتان ۔ اللہ جھوٹون کا منھ کالا کرکے
خوار ملعون کرے۔ بالجملہ عوام کو نصرانیون کی افراط و تفریط سے بہت شک مخمصہ پڑگیا تھا چنانچہ انجیل مین بھی آیا ہو کہ عیسیٰ کی نسبت ایک بزرگ
خاتم النبیین پیغمبر عظیم الشان آویگا وہ چھوڑا دیگا پس یہی ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت برابر یہی غلو کا بہتان ان کافرون مشرکون کی طرف سے
جاری رہا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سرور عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی فرمائی اور تمام امر حق ظاہر کرکے عام حکم دیا کہ اب کوئی بھی شک
کرنے والون مین سے نہو اور اسی واسطے بعد وثوق کے فرمایا فمن حاجک فیہ الآیہ حتی کہ شک کرنے والون سے مباہلہ کا حکم دیا چنانچہ مفصل بیان آتا ہے
اور وجہ دوم یہ کہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہے پس دو صورتین ہین یا تو آنحضرت صلعم مراد نہین ہین بلکہ اور لوگ مراد ہین جیسے قولہ یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء۔

ہین ہی کہ منادی آنحضرت صلعم کو کیا اور طلقہ جمع کا خطاب مومنون کو ہی اور معالم و سراج مین اسی جواب پر قطع کیا اور **بیضاوی** نے دوسری صورت بھی تجویز کی کہ آنحضرت صلعم کو زیادہ ثابت و جم جانے پر آمادہ کیا اور حق وہ ہی جو معالم مین کہا ہی فافہم آنحضرت صلعم کی شان اس مین شک کرنے سے پاک اور بہت بلند ہی حتی کہ آپ کی امت والے نہین شک کرتے ہین چنانچہ حکایت ہی کہ جہاد مین ایک عالم قید ہو کر کفار روم کے ہاتھ پڑے انھون نے اہل روم سے کہا کہ تم کیون عیسیٰ کو پوجتے ہو۔ بولے کہ اسکا کوئی باپ نہین پس وہ خدا کا بیٹا ہی (نعوذ باللہ من ہذا الکفر) تو فرمایا کہ اگر یہی بات ہے تو آدم علیہ السلام بڑھکر ہین کہ ان کی پیدایش مین ماں و باپ کوئی نہین۔ بولے کہ وہ مردون کو زندہ کرتا تھا۔ فرمایا کہ تو حزقیل اولیٰ ہین کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فقط چار مردے زندہ کیے اور حزقیل نے آٹھ ہزار آدمی جو ایک دم سے مرے ہوئے تھے زندہ کیے چنانچہ یہ قصہ گذرا الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم وہم الوف حذر الموت الآیہ پھر بولے کہ وہ اندھے و کوڑھی اچھے کرتے تھے فرمایا کہ تو جرجیس اولیٰ ہین کہ وہ پکائے و جلائے گئے پھر صحیح سالم اٹھ کھڑے ہوئے ذکرہ فی السراج - ف عرائس البیان مین ذکر کیا - قولہ تعالےٰ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم اللہ عزوجل نے پاک روحون کو ربوبیت کے کان سے پیدا کر دیا اور ان پر نور مشاہدہ سے لباس پہنایا پس یہ سب جواہر ایک ہی کان کے ہین اگرچہ ان کے مقامات مین اور بشری صورت مین فرق ہی سو آدم کی روح تو ملکوت مین سے ہی یعنے اس کان مین سے ہی جس سے فرشتون کی پیدایش ہی جس دم آدم پیدا ہوئے تو ان کی ذریات مین جو انبیا و صدیقین و صالحین ہوئے اور ہونگے سب اسی دم پیدا ہو گئے تھے پھر اللہ تعالےٰ نے جو کچھ آدم کی روح کے ساتھ کیا کہ انکو جناب عزت عزوجل مین نزدیکی کا مرتبہ دیا اور کرامت و مشاہدہ و علم و مکاشفہ عطا کیا اور حال تفرید[1] و توحید سے سرفراز کیا یہ سب پہلے ذکر فرمایا ہی اب ذکر فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی نزدیکی کے مرتبون مین آدم کی روح کے مانند ہی کہ جو خصوصیات آدم کو عطا ہوئین ویسے ہی عیسیٰ کو عطا ہوئین سو آدم کے حق مین فرمایا کہ و نفخت فیہ من روحی یعنی مین نے اپنی روح سے اس مین پھونکا یعنے اپنی جانب سے روح پھونکی اور ایسا ہی عیسیٰ کے حق مین فرمایا ہی کہ و روح منہ لیکن آدم علیہ السلام کو یہ شرافت ہی کہ آدم کی صورت پیدا کرنے کو اپنی طرف اضافت و تشریف دی چنانچہ فرمایا خلقت بیدی یعنی مین نے اپنے ہاتھون اسکو بنایا اور نیز یہ کہ ملائکہ سے اسکا سجدہ کرایا اس منزلت مین آدم کو تمام مخلوق پر بزرگی حاصل ہی اور یہ جو فرمایا خلقہ من تراب - تو اسکا فائدہ یہ ہی کہ جاہل لوگ جو کسی درجہ پر ترقی کیے ہوئے نہین ہین وہ ربوبیت مین بیہودہ گمان بد نہ پیدا کرین اور استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم و عیسیٰ علیہما السلام کو پاکی روح کے ساتھ مخصوص کیا کہ یہ دونون ایک پشت سے دوسری پشت مین پلٹا کھاتے ہوئے نہین آئے اور آدم کو یہ فضیلت دی کہ اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اس ہیئت کے سبب منفرد ہین اور یہ دونون بزرگ اگرچہ بڑی شان والے ہین لیکن حادث ہونے اور مخلوق ہونے کی صفت ان دونون کو قطعًا لازم ہی یعنے یہ دونون مخلوق ہین چنانچہ فرمایا۔ ثم قال لہ کن فیکون - پھر اسکو کہا کہ ہو جا وہ ہو گیا۔ قولہ تعالےٰ فلا تکن من الممترین **مترجم** کہتا ہی کہ اس سے اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو معزز فرمایا کہ مین نے تجھپر اپنا خاص کلام نازل کیا یوحی قلبی اور تجھے اس عالی مرتبہ پر سرفراز کیا کہ آج تک کسی پیغمبر کو یہ اتصال قرب نصیب نہین ہوا چنانچہ ہر پیغمبر کو کتاب لکھی ہوئی بھیجی بخلاف حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کے قلب و زبان پاک کو کلام وحی و شریعت کر دیا اور آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کو کافرون و مشرکون کے بہتان سے نکال لیا اور بعض اکابر نے فرمایا کہ قولہ الحق من ربک - یعنے یہ بات تیرے پروردگار کی طرف سے حق و ثابت ہی کہ مخلوقات مین سے کوئی چیز ظاہر نہ فرماوے مگر اسی طرح کہ اسکو لفظ کن کے تحت مین مقہور و ذلیل کر کے لاوے یعنے اس سے فرماوے کہ تو ہو جا وہ عاجز و مقہور و ذلیل ہو کر فورًا ہو جاوے پس تو کسی طرح شک مین نہ پڑنا البتہ اللہ تعالےٰ ہی اپنے اسماء و صفات مین منفرد ہو اسکے بندون و مخلوق مین سے کوئی بھی

[1] تفرید تمام عالم و مخلوق سے خواہ عین ہو یا سفلی ہون سب سے اکیلا فقط اللہ تعالےٰ کے واسطے ہو اور توحید یہ کہ اپنے آپ و جملہ صفات سے الگ ہو کر بلکہ صفات باری تعالےٰ سے بسبب فنی ازراہ نظر کے الگ ہو کر فقط ذات باری عزوجل پر نظر ہو اور خود یہ مرتبہ بہت ہی بلند و اعلیٰ ہے ۱۲ م

او تعالیٰ کے ساتھ اسکی کسی صفت مین بھی تنازع نہین کرسکتا ہو۔ اور استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ الحق من ربک یعنے حق تیرے پروردگار کیطرف سے ہی ہو اے محمد سو تو ہرگز شک نہ کرنا اس بات مین کہ پیدا و ایجاد کرنے مین کوئی بھی اسکے مثل نہین ہو اور اسکی مخلوق کے لیے سبب ثابت کرنے مین کسی کی قدرت اسکے برابر نہین ہو پس جو موجودات کہ پردۂ عدم سے وجود مین آئی ہین اُسکی ابتدا و ظہور بھی اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے ہو اور اسی کی طرف عود کرین گی۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَ

پھر جو تجھسے اس بات مین جھگڑے بعد اسکے کہ پہونچ چکا تجھکو علم پس تو کہہ آؤ بلاوین ہم اپنے بیٹے اور تمھارے بیٹے اور

نِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝

اپنی عورتین اور تمھاری عورتین اور اپنی جان اور تمھاری جان پھر دعا کرین اور لعنت ڈالین اللہ کی جھوٹون پر

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

یہی ہو بیان تحقیق اور نہین کوئی معبود سوائے اللہ کے اور اللہ ہی ہو زبردست حکمت والا

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝

پھر اگر منھ موڑین تو اللہ کو معلوم ہین فسادی لوگ

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ۔ جادلک من النصاریٰ پھر نصاریٰ مین سے جسنے تجھے دربارۂ عیسیٰ کے جدال کیا۔ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ۔ بعد ازانکہ تیرے پاس یہ علم وحی آچکا ف تجھکو علم قطعی ہوگیا یعنے عیسیٰ کا علم تجھکو آگیا۔ یعنے وحی قطعی الٰہی اور بیضاوی وغیرہ نے کہا یعنے وہ دلیلین واضح آگئین جو موجب علم ہین۔ لیکن نصرانی تجھسے جھگڑا کرین۔ فَقُلْ۔ لہم۔ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ۔ نجمعہم۔ تو ان نصرانیون سے کہدے کہ آؤ بلالین ہم اپنے بیٹون و تمھارے بیٹون کو اور اپنی عورتون و تمھاری عورتون کو اور اپنی ذاتی قرابت اور تمھاری ذاتی قرابت کو ف پس بلاکر ان سب کو ہم جمع کرین۔ ثُمَّ نَبْتَهِلْ۔ نتضرع فی الدعاء۔ پھر سب جمع ہوکر دعا کرنے مین بہت تضرع کرین یا در گڑگڑاوین فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ پس جھوٹون کے اوپر اللہ تعالےٰ کی لعنت کرین ف بان نقول اللہم العن الکاذب فی شان عیسیٰ۔ یعنے اس طرح کہ آؤ ہم تم جمع ہوکر صدق دل سے دعا کرین کہ ہم مین یا تم مین سے جو فریق جھوٹا ہو اس پر لعنت الٰہی نازل ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابتہال سے دعا کرنا اس طرح کہ کندھون کے برابر اونچے ہاتھ اُٹھا کر عاجزانہ دعا کرے۔ (الحاکم و بیہقی) پھر واضح ہو کہ نصاریٰ نجران نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مین ہٹ دھرمی سے جھگڑا کیا تھا۔ شیخ مفسرؒ نے لکھا۔ وقد دعا صلی اللہ علیہ وسلم وفد نجران لذلک لما حاجوہ فیہ فقالوا حتی ننظر فی امرنا ثم ناتیک فقال ذوو رأیہم لقد عرفتم نبوتہ وانہ ما باہل قوم نبیا الا ہلکوا فوادعوا الرجل وانصرفوا فاتوہ وقد خرج ومعہ الحسن والحسین وفاطمۃ وعلی رضی اللہ عنہم وقال لہم اذا دعوت فامنوا فابوا ان یلاعنوا وصالحوہ علی الجزیۃ رواہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ وروی ابوداؤد انہم صالحوہ علی الفی حلۃ النصف فی صفر والبقیۃ فی رجب وثلثین درعۃ وثلثین فرسا وثلثین بعیرا وثلثین من کل صنف من اصناف السلاح وروی احمد فی مسندہ عن ابن عباس رض قال لو خرج الذین یباہلونہ لرجعوا

لا يجدون اهلا ولا مالا وفي رواية لو خرجوا لاحترقوا یعنی جب وفد نجران نے حضرت عیسیٰ کے معاملہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کیا تو حضرت صلعم نے انکو مباہلہ کے لیے بلایا تو بولے کہ اچھا اتنی مہلت دیجیے کہ ہم اپنے معاملہ مین غور کرلین پھر ہم آپ کے پاس آوینگے پھر جو شخص ان مین سے سردار تھا جس کی رائے پر چلتے تھے اس نے کہا کہ تم نے محمدؐ کی نبوت کو جان لیا اور تم خوب جانتے ہو کہ جس کسی قوم نے کسی نبی سے مباہلہ کیا وہ قوم ضرور ہلاک ہوئی پس اس پیغمبر سے صلح کرلو اور اپنے ملک کو لوٹ چلو پس یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے درحالیکہ آپ اسی وقت ان چھوٹون سے مباہلہ کرنے کے لیے باہر نکلے تھے اور آپ کے ساتھ حسن و حسین و فاطمہ و علی رضی اللہ عنہم تھے اور آپ نے ان عزیزون سے فرمایا کہ جب مین دعا کرون تو تم لوگ آمین کہنا پس وفد نجران نے مباہلہ کرنے سے انکار کیا اور اسپر صلح کرلی کہ ہم جزیہ دینگے اس قصہ کو ابو نعیم رحمہ نے دلائل النبوۃ مین روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے روایت کی کہ ان لوگون نے صلح کرلی اس بات پر کہ ہم سال مین دو ہزار حلہ دینگے جس مین سے نصف یعنے ایک ہزار کو ماہ صفر مین ادا کرین گے اور باقی کو رجب مین ادا کرین گے اور تیس ۳۰ زرہین اور تیس ۳۰ گھوڑے اور تیس ۳۰ اونٹ اور تیس ۳۰ ہر قسم کے ہتھیار دینگے اور امام احمدؒ نے اپنی مسند مین ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اگر وہ لوگ جو حضرت صلعم کے ساتھ مباہلہ کا قصد رکھتے تھے باہر نکلتے تو بیشک نیست و نابود کردیے جاتے کہ پھر کبھی عیال و مال کی طرف لوٹ کر نجاتے اور ایک روایت مین ہے کہ اگر نکلتے تو جل جاتے - اِنَّ هٰذَا - المذکور - لَهُوَ الْقَصَصُ - الخبر - الْحَقُّ - الذی لاشک فیہ عیسیٰ کے بارہ مین یہ بیان مذکور بے شک بیان حق ہے جس مین کچھ شک نہین ہے حرف کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب خالق عزوجل نے اپنے بندہ عیسیٰ کا حال بیان کیا ہے - وَمَا مِنْ - زائدۃ - اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ - کوئی فرد بھی الٰہ نہین ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ - فی ملکہ - الْحَكِيْمُ - فی صنعہ - اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے ملک مین غالب ہے اور اپنی صنع مین حکیم ہے - فَاِنْ تَوَلَّوْا - اعرضوا عن الایمان - پھر اگر مشرکین نصرانی منھ موڑین یعنے ایمان لانا جس کے لیے ان کو کہا گیا ہے اس سے منھ موڑین تو اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے گا کیونکہ فسادی ہین - فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ - فیجازیہم - کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے مفسدون کو ف اس سے مراد یہ کہ ان کو انکے فساد کی سزا دے گا اور مبہم چھوڑنے مین ہول و خوف زیادہ ہے جیسے زبردست کہے کہ بھلا ہمکو معلوم ہوا ہم سمجھ لین گے - ضمیر کے بجائے اسم ظاہر فرمایا تو یہ ان کو نصیحت کرنے کے لیے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ یہ لوگ مفسد ہین اور سزا ان کو اسی جرم پر ملی اور مراد فساد سے کفر و نالائق باتین زبان سے نکالنا اور لوگون کو اللہ تعالیٰ کے دین سے روکنا اور حکم الٰہی اور شریعت حق کو چھوڑنا اور بہکانا وغیرہ ایسے امور ہین جو معرفت الٰہی سے باز رکھتے ہین جاننا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بدون باپ پیدا ہونے مین فرزندی کا دعویٰ سخت بیجا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام تو بدون ماں و باپ کے پیدا ہوے اصل مین یہ قدرت الٰہی ہے کہ آدمؑ کی پیدایش مین مذکر و مؤنث دونون نہین ہین اور حوّا کی پیدایش مین مؤنث نہین اور عیسیٰ کی پیدایش مین مذکر نہین - جیسے باقی مخلوق کو مذکر و مؤنث سے پیدا کیا پس عیسیٰ کی پیدایش ایک نشان قدرت تھا کہ حق عزوجل کی معرفت و کمال ایمان حاصل ہوتا جیسا کہ سورۂ مریم مین فرمایا - ولنجعلہ آیۃ للناس - تاکہ ہم اسکو لوگون کے واسطے نشانی قرار دین مگر وہ ایک گروہ کے واسطے گمراہی ہوئی اور برابر اس پر جمے رہے یہانتک کہ پیغمبر برحق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مین مجادلہ کیا اور آخر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ مباہلہ پر نوبت آئی اور عنقریب بیان آویگا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت عمدہ طریقہ سے ان گمراہون کو فہمایش فرمائی ہے - ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ اس مباہلہ کا اور اس سے پہلے کے اول سورہ سے یہانتک کی آیات کا سبب نزول ملک نجران کے نصرانیون کا آنا واقع ہوا -

مترجم اس قصہ کو مختصر سیاق سے جامع اس طرح بیان کرتا ہو کہ بیہقی رحمہ اللہ نے حاکم کے طریق سے یونس بن بکیر عن سلمہ بن عبد یسوع عن ابیہ عن جدہ روایت کیا کہ یونس نے جو پہلے نصرانی تھے پھر مسلمان ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے طٰسٓ سلیمان نازل ہونے سے اہل نجران کو خط لکھا۔ باسم الٰہ ابراہیم و اسحٰق و یعقوب واز جانب محمد نبی و رسول اللہ کے اسقف نجران و اہل نجران کو معلوم ہو کہ مین حمد کرتا ہون اس اللہ پاک کی جو ابراہیم و اسحٰق و یعقوب کا پروردگار ہو اما بعد پھر مین تمکو بلاتا ہون اس بات کی طرف کہ تم بندون کی پرستش چھوڑکر اللہ عزوجل کی بندگی کرو اور بندون کی ولایت سے نکلکر اللہ تعالےٰ کو اپنا والی سمجھو پھر اگر تم اس بات سے نافرمانی کرو تو جزیہ دینا قبول کرو اور اگر اس سے بھی انکار ہو تو مین نے تمکو لڑائی کا اشتہار دیا اور سلام ہو اسپر جو اللہ کا فرمانبردار ہو پھر جب یہ خط اس اسقف کے پاس پہونچا وہ پڑھکر بہت گھبرایا اور سخت لرزان ہو کر اہل نجران مین سے ایک شخص شرجیل بن وداعہ نامی کے پاس آدمی بھیجکر بلوایا اور یہ شخص ہمدان مین سے نہایت عقیل گنا جاتا کہ جب کوئی مشکل پیش آتی تو اس سے پہلے کوئی اور بلایا نہین کیا جاتا تھا پس اسقف نے رسول اللہ صلعم کا خط اسکو دیا اس نے پڑھا تو اسقف نے پوچھا کہ اے ابو مریم تیری کیا رائے ہو شرجیل نے کہا کہ آپ کو معلوم ہو کہ اللہ تعالےٰ نے ابراہیم کو اسمٰعیل کی ذریت مین نبوت کا وعدہ دیا ہو سو اس سے بچت نہین ہو سکتے کہ شاید یہ وہی نبی ہو۔ نبوت کے کام مین میری کچھ رائے نہین ہو ہان اگر دنیا کے کامون مین کوئی بات ہوتی تو مین اپنی رائے ظاہر کرتا اور اس مین کوشش کرتا۔ اسقف نے یہ سنکر کہا کہ اچھا ایک طرف بیٹھ۔ وہ ایک طرف جاکر بیٹھ گیا پھر اسقف نے اہل نجران مین سے ایک شخص عبد اللہ نامی کو جو حمیر کے ذی اصبح مین سے تھا بلا کر خط پڑھا کر رائے پوچھی اس نے بھی شرجیل کے مانند کلام کیا۔ اسکو بھی اسقف نے ایک طرف بٹھالا پھر اسقف نے اہل نجران مین سے جبار بن قیص نامی کو جو بنی حارث بن کعب مین سے ایک شخص بنی حماس کا تھا بلایا اسنے بھی بعد مضمون خط جاننے کے ویسی ہی رائے دی جیسے شرجیل و عبد اللہ نے رائے دی تھی اسکو بھی اسقف نے ایک طرف بٹھالا پس جب سب کی رائے ایک ہی قول پر متفق ہوئی تو اسقف نے حکم دیا کہ ناقوس بجایا جاوے اور صومعون مین نیران و مسوح چڑھائی جاوین اور یہی ان کا دستور تھا کہ جب دن مین ان کو کوئی گھبراہٹ پیش آتی تو ایسا کرتے اور رات مین ناقوس بجاتے اور آگ بلند کرتے تھے پس ناقوس کی آواز اور مسوح کے بلند ہونے پر تمام اس وادی کے اوپر نیچے والے لوگ مجتمع ہو گئے کہ ایک سے دوسرے کو خبر پہونچے اور اس وادی کا لنبان تیز رفتار سوار کی ایک روزہ راہ تھی اور تہتر گانون اس مین آباد تھے جن مین ایک لاکھ بیس ہزار مردان جنگ آور رہتے تھے علاوہ عورتون بچون بڈھون کے پھر اسقف نے رسول اللہ صلعم کا خط ان کو پڑھکر سنایا پس جو لوگ ان مین سے صاحب رائے و دانشمند تھے سب متفق ہوئے کہ شرجیل بن وداعہ ہمدانی اور عبد اللہ بن شرجیل اصبحی و جبار بن قیص حارثی کو روانہ کرین کہ وہ رسول اللہ صلعم کی خبر لاوین مترجم کہتا ہو کہ ابن اسحٰق رحمہ اللہ کی روایت مین ہو کہ نصاریٰ نجران کے ایلچی کا گروہ ساٹھ سوارون کا تھا جن مین سے چودہ شخص انکے اشراف مین سے تھے کہ آل کار انھین کی طرف تھا اور وہ عاقب بنام عبد المسیح اور سید بنام ایہم اور ابو حارثہ بن علقمہ برادر بکر بن وائل اور اویس بن الحرث و زید و قیس و یزید و اسکے دونون فرزند و خویلد و عمرو و خالد و عبد اللہ و محسن تھے اور ان چودہ اشراف کا آل بھی تین آدمیون کی طرف تھا ایک عاقب یعنے عبد المسیح کہ وہ سردار قوم تھا اور اسی کی رائے پر چلتے اور اسی کا مشورہ مانتے اور دانشمند جانتے تھے۔ دوسرا سید یعنے ایہم کہ وہ ان کا عالم پیشوا تھا اور درحقیقت وہ ایک مرد عربی از قبیلہ بنی بکر بن وائل تھا لیکن وہ نصرانی ہو گیا اور روم نے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اسکے کنیسہ بنوا دیے اور اسکی بہت خدمت کرتے کیونکہ دین مین اسکی مضبوطی سے واقف تھے اور وہ اپنے علم سے اپنی پرانی کتابون سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف تھا مگر اپنی دنیا کی تعظیم و مرتبہ دیکھکر نصرانیت پر اڑا رہا۔ پھر روایت بیہقی مین ہے

کہ یہ جماعت نصرانیان نجران کی چلکر مدینہ کے قریب پہونچے تب انھون نے سفر کے کپڑے اتار ڈالے اور تکلف کے لباس پہنکر دامن جھاڑتے اور سونے کی انگوٹھیان پہنے روانہ ہوکر رسول اللہ صلعم کے پاس آئے اور سلام کیا مگر آپ نے جواب نہ دیا اور وے لوگ دن مین بہت دیر تک منتظر رہے کہ ہمسے کچھ کلام فرماوین مگر آپ نے کلام نہ کیا پھر وے لوگ چلے اور حضرت عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف کو تلاش کیا ان دونون سے کچھ شناسائی تھی پس ان دونون کو مہاجرین والانصار کی ایک جماعت مین پایا اور ان سے کہا کہ تمھارے نبی صلعم نے ہمکو خط لکھا اس پر ہم روانہ ہوکر حاضر ہوے ہم نے سلام کیا انھون نے جواب نہ دیا اور ہم دیر تک منتظر رہے ہمسے کلام بھی نہ کیا اب تم دونون کی کیا رائے ہے کیا ہم لوٹ جاوین۔ ان دونون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو ان مین موجود تھے کہا کہ ای ابوالحسن آپ کی کیا رائے انکے حق مین ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان و عبدالرحمن بن عوف کو جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے حلہ اور سونے کی انگوٹھیان اتار کر اپنے سفری کپڑے پہنکر جاوین۔ انھون نے ایسا ہی کیا اور جاکر حضرت صلعم کو سلام کیا۔ آپ نے انکو جواب دیا پھر فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جسنے مجھکو برحق رسول کرکے بھیجا ہے کہ یہ لوگ پہلی مرتبہ میرے پاس آئے تو اس حال مین تھے کہ ابلیس انکے ساتھ تھا مترجم کہتا ہے کہ محمد بن اسحق نے محمد بن جعفر بن الزبیر سے روایت کی کہ یہ لوگ مدینہ مین رسول اللہ صلعم کے پاس اسوقت حاضر ہوے کہ آپ نے عصر کی نماز ادا کی تھی اور یہ لوگ بنی حارث بن کعب کی وضع مین چادرہاے حبری وحلہاے حبری پہنے ہوے زینت کے ساتھ تھے اور جو شخص اصحاب رسول اللہ صلعم سے ان کو دیکھتا کہتا کہ ہمنے ایسے ایلچی نہین دیکھے اور مسجد نبوی صلعم مین ان کے نماز کا وقت آیا تو نماز کو کھڑے ہوگئے پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو پڑھین پھر انھون نے مشرق کی طرف نماز پڑھی پھر رسول اللہ صلعم سے ان لوگون مین سے حارثہ بن علقمہ اور عاقب عبدالمسیح اور سید یعنے ایہم نے گفتگو کی اور یہ لوگ نصرانیت مین بادشاہ کے دین پر تھے باوجودیکہ ان مین یہ اختلاف تھا کہ کوئی مسیح علیہ السلام کو اللہ اور کوئی اللہ کا بیٹا اور کوئی اسکو تین مین سے ایک کہتا تھا پاک ہے اللہ عزوجل انکی ایسی کفریہ باتون سے بیہقی رح کی روایت مین ہے کہ پھر ان لوگون سے اور حضرت صلعم سے برابر سوال و جواب رہے اور مترجم کہتا ہے کہ حاکم و ابن مردویہ رح و دلائل مین ابونعیم رح نے جابر رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت کی یعنے عاقب عبدالمسیح وایہم کو تو بولے کہ ہم تو ای محمد اسلام لاچکے ہین آپ نے فرمایا کہ تم دونون نے جھوٹ کہا۔ اگر تم چاہو تو مین بتادون کہ تمکو کون چیز اسلام لانے سے روکتی ہے۔ بولے کہ اچھا بتایئے۔ آپ نے فرمایا کہ صلیب پوجنا تمھارے دل مین رچ گیا اور شراب پینا اور سور کا گوشت کھانا۔ بیہقی رح کی روایت مین ہے کہ آخر ان لوگون نے کہا کہ آپ کیا فرماتے ہین عیسی ع کے حق مین اور ہم لوگ اپنی قوم مین لوٹ جانا چاہتے ہین اور ہم نصرانی ہین ہمکو بھلا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جو عیسی کے حق مین کہتے ہین وہ ہم بھی سن جاوین اگر آپ نبی ہین تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اس بارہ مین میرے پاس وحی کی خبر موجود نہین ہے تم ٹھہرو تو جو کچھ میرا پروردگار نازل فرمائے وہ مین تمکو عیسی کے بارہ مین سنادون پھر دوسرے روز صبح کو وہ لوگ حاضر ہوے اور حال یہ کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی تھی۔ ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم۔ تاقولہ فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین پس انھون نے ایسا اقرار کرنے سے انکار کیا مترجم کہتا ہے اور روایت حاکم وابن مردویہ وابونعیم مین ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلعم نے کہا کہ اگر تم اقرار نہین کرتے ہو تو ملاعنہ کرو یعنے مباہلہ کرو پس انھون نے وعدہ کیا کہ اچھا کل صبح کو مباہلہ کرین پھر دوسرے روز صبح کو رسول اللہ صلعم چلے اور حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور فاطمہ رض و حسن رض و حسین رض کو ساتھ لیا اور گروہ نجران کو کہلا بھیجا پس انھون نے مباہلہ کرنے سے انکار کیا اور حضرت صلعم کے واسطے اقرار کیا پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جس نے مجھکو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر وے مباہلہ کرتے تو البتہ میدان وادی انپر آگ برساتا۔ اور جابر رض نے فرمایا کہ انھین لوگون کے حق مین یہ آیت اتری۔ قل تعالوا ندع

ابناءنا الآیہ۔ اور جابرؓ نے فرمایا کہ انفسنا ۔تو رسول اللہ صلعم و علی ہین اور ابناءنا حسنؓ و حسینؓ ہین اور نساءنا فاطمہ ہین ۔قال الحاکم صحیح الاسناد اور
حاکم نے اسکو دوسری وجہ سے جابرؓ سے روایت کر کے صحیح کہا والاصح انہ مرسل عن الشعبی کذا قال ابن کثیر اور سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے
کہ جب قولہ تعالےٰ قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم الآیہ اتری تو رسول اللہ صلعم نے علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ کو بلایا اور فرمایا اے اللہ پاک میرے
یہ میرے اہل ہین رواہ مسلم والترمذی وابن المنذر والحاکم والبیہقی۔ اور جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے روایت کی کہ قل تعالوا ندع ابناءنا الآیہ مین حضرت
صلعم ابوبکرؓ و ان کی اولاد کو اور عمرؓ و ان کی اولاد کو اور عثمانؓ و ان کی اولاد کو اور علیؓ و ان کی اولاد کو لائے تھے رواہ ابن عساکر **مترجم** کہتا ہے بہرحال
نصاریٰ آپ کے مقابلہ مین مباہلہ کو نہ آئے پس ابن اسحٰق کی روایت مین ہے کہ انھون نے رات کو باہم مشورہ کیا اور عاقب سے کہا کہ اے عبد المسیح تمھین سب
مین صاحب رائے ہو تمھاری کیا رائے ہے وہ بولا کہ واللہ اے گروہ نصاریٰ تمنے پہچان لیا کہ محمد نبی مرسل ہین اور تمھارے صاحب یعنے عیسےٰ
علیہ السلام کے بارہ مین انھون نے سب وہ ٹھیک حال بیان کر دیا جس سے حق و باطل جدا ہو گیا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ کسی قوم نے کسی نبی
سے کبھی مباہلہ نہین کیا کہ اس قوم کا چھوٹا یا بڑا بچ رہا ہو سو اگر تمنے ایسا کیا تو تمھاری جڑ کٹ جائے گی پھر اگر تمکو اسی پر ہٹ ہے کہ اپنے
دین ہی پر رہو اور وہی کہے جاؤ جو عیسےٰ کے بارہ مین کہتے ہو تو محمدؐ سے رخصت ہو کر اپنے ملک کو واپس چلو۔ اور **بیہقیؒ** کی روایت مین
یون ہے کہ شرجیل نے باقی دونون سے کہا کہ ہم تم سب جانتے ہین کہ ہمارے ملک کے لوگ بلندی و پستی کے اگر سب مجتمع ہون تو یہ سب میری ہی
رائے پر چلینگے اور میرا خیال یہ ہے کہ مین واللہ ایک بڑا بھاری امر دیکھتا ہون یعنے مباہلہ کرنا اور قسم اللہ پاک کی کہ اگر یہ شخص نبی ہوا تو ہم لوگ عرب مین
سے پہلے وہ لوگ ٹھہرے جنھون نے ان کا کہنا رد کیا اور یہ بات انکے اور انکے ساتھیون کے دلون سے نہ جائیگی اور ہم ان کے پڑوسی ہین ہم کو
ضرور مصیبت پہونچے گی پھر اگر یہ نبی مرسل ہین اور ہم نے ان سے مباہلہ کیا تو روئے زمین پر نصرانی کا ایک بال یا ناخن بھی نظر نہ آوے گا سب
ہلاک ہو نگے اور ایک روایت مین ہے کہ عبد المسیح نے کہا کہ واللہ مین ایسے چہرے دیکھتا ہون کہ اگر وہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جانے کی دعا کرین گے تو
وہ قبول ہو گی تب اسکے دونون ساتھی بولے کہ پھر کیا رائے ہے اے ابو مریم تب کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ مین انھین کو اس صلح مین حکم قرار دون کیونکہ
مین دیکھتا ہون کہ وہ ایسا مرد ہے کہ حد سے تجاوز کر کے کبھی حکم نہین فرماتا تب دونون راضی ہوے کہ اچھا پھر تیری ہی رائے پر چلنا چاہیئے پس شرجیل
نے رسول اللہ صلعم سے ملاقات کی اور کہا کہ مین آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے سے ایک بات بہتر دیکھتا ہون آپ نے فرمایا وہ کیا بات ہے عرض کیا کہ
آج کا دن اور رات صبح تک مین نے آپ کو حکم کیا جو کچھ آپ ہمارے بیچ مین حکم کرین وہ جائز ہے پس آپ نے فرمایا کہ شاید تیرے پیچھے اور کوئی ہو
جو تجھپر ملامت کرے تو شرجیل نے کہا کہ آپ میرے دونون ساتھیون سے دریافت کرین۔ آپ نے دریافت کیا تو وہ بولے کہ **شرجیل** ہم
مین ایسا شخص ہے کہ ہمارا سارا ملک سوائے اس کی رائے کے کسی پر نہین چلتا ہے پس رسول اللہ صلعم لوٹ آئے اور مباہلہ نہین کیا پھر
دوسرے روز وہ لوگ آئے تو رسول اللہ صلعم نے ان کو یہ صلحنامہ تحریر کر دیا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ چیز ہے کہ لکھدیا اسکو نبی محمد رسول اللہ
نے اہل نجران کو کہ وہ حکم تھا ہر پھل و سونے و چاندی و دودھیا و سیاہ و رقیق مین اس سب کو ان کے واسطے اس شرط پر چھوڑا کہ وہ لوگ
دو ہزار حلہ دین ہر رجب مین ایک ہزار اور ہر صفر مین ایک ہزار حلہ پھر باقی شرطون و سیاق کو بیان کیا **مترجم** کہتا ہے کہ محمد بن اسحاق کی روایت
مین ہے کہ پھر انھون نے درخواست کی کہ آپ اپنے اصحاب مین سے ایک شخص کو جسکو آپ پسند کرین ہمارے ساتھ بھیجدین جو ہمارے درمیان
ان اموال مین جن مین ہم باہم اختلاف و جھگڑا کرتے ہین فیصل حکم کرے کیونکہ تم ہمارے نزدیک پسندیدہ ہو۔ اور صحیح بخاری مین حذیفہؓ سے
روایت ہے کہ عاقب اور سید ہر دو صاحبان نجران بارادۂ مباہلہ حضرت صلعم کے پاس آئے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو ہرگز

یعنی عبد المسیح اور شرجیل

ایسا مت کر قسم ہے اللہ پاک کی کہ اگر وہ نبی ہے اور ہم نے اس سے مباہلہ کیا تو نہ ہم بچین گے اور نہ ہمارے بعد والے پس دونون نے رسول اللہ صلعم سے
عرض کیا کہ جو آپ نے ہم سے چاہا یعنے جزیہ وہ ہم دینگے اور آپ ہمارے ساتھ ایک مرد امین روانہ کرین اور نہ بھیجیے مگر مرد امین ہی تو آپ نے فرمایا کہ
مین تمھارے ساتھ مرد امین پورا امین بھیجون گا پس اس امارت کے واسطے رسول اللہ صلعم کے اصحاب سب سامنے منتظر ہوئے پھر آپ نے فرمایا کہ اے
ابوعبیدہ بن الجراح تو اٹھ پھر جب ابوعبیدہؓ اٹھے تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ اس امت کا امین ہے رواہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ وقد
رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ من حدیث ابن مسعودؓ بنحوہ - اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ابوجہل مردود نے کہا کہ اگر مین محمدؐ کو کعبہ کے پاس نماز
پڑھتے دیکھون گا تو اسکی گردن روندون گا - کہا ابن عباسؓ نے کہ اگر وہ خبیث ملعون ایسا کرتا تو انکھون دیکھتے اس کو فرشتے عذاب مین پکڑ لیتے
اور اگر ایسا ہوتا کہ یہود موت کی تمنا کرتے تو مرتے اور دوزخ کے اپنے اپنے ٹھکانے دیکھ لیتے اور اگر وہ لوگ (نصرانی ۱۲) نکلتے جو حضرت صلعم سے مباہلہ
کرنا چاہتے تھے تو لوٹتے اس حال مین کہ اپنا مال واہل کچھ نہ پاتے رواہ احمد وقد رواہ البخاری والترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن صحیح
مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ عذاب ان پر فقط نکلنے سے پڑتا یعنی بدون مباہلہ کے ورنہ مباہلہ کی صورت مین وے خود جل جاتے پھر لوٹنا کیسا اور شاید کہ
یہ مجازا ہو اور یہی اصح ہے واللہ اعلم - اب یہان چند مقام اور باقی رہے اول آنکہ مباہلہ تو دو ہی شخص کے درمیان تھا پھر بیٹون اور عورتون کو کیون ساتھ
ملایا تو مدارک مین کہا کہ اس لیے ملایا کہ اس سے پوری دلالت ظاہر ہوتی ہے کہ کہنے والا اور دعوی کرنے والا اپنی سچائی پر کمال الیقین و مضبوطی رکھتا ہے کہ
اسنے جرأت کر کے اپنے عزیزون و جگر کے ٹکڑون کو پیش کیا اور خالی اپنی ہی جان پر اقتصار نہین کیا اور نیز دوسری طرف جھٹلانے والے کے
جھوٹے ہونے پر کمال الیقین ہے پس وہ بھی ہلاک ہو تو اپنے پیارون و عزیزون سمیت ہلاک ہو اگر مباہلہ پورا کرے اور عزیزون مین سے بھی بیٹون و عورتون کو
مخصوص کیا کیونکہ یہی آدمی کو زیادہ عزیز اور اسکے دل سے لگے ہوتے ہین اور پھر ابناءنا و نساءنا کو مقدم کیا پھر انفسنا و انفسکم موخر کہا اس مین تنبیہ ہے کہ
ان کی قربت و منزلت زیادہ ہے - وقال بعضھم اس مین دلیل ہے کہ دخترون کے بیٹے بھی بیٹے کہلاتے ہین کیونکہ نبی صلعم نے حضرت حسن و حسین
رضی اللہ عنھم کو ابناء قرار دیا جیسا کہ حدیث جابرؓ سے صریح واضح ہوا قال فی المدارک اور اس آیت کے واقعہ مین دلیل واضح موجود ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق تھے کیونکہ کسی موافق یا مخالف نے نہین روایت کیا کہ گروہ نجران نے اس مباہلہ کو منظور کیا تھا مترجم کہتا ہے کہ
اس مین یہ بھی صریح ہے کہ نصاری فقط اپنے گمان پر حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا وغیرہ کلمات کفر سے یاد کرتے ہین اور اس گمان کو دین ایمان سمجھتے
ہین نعوذ باللہ منہ - پھر مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ ابناءنا اور ایسے ہی نساءنا صیغہاے جمع ہین حالانکہ معلوم ہوا کہ ابناء مین فقط حسن
و حسینؓ دو تھے اور نساء مین فقط حضرت فاطمہؓ اکیلی تھین اور بیہقی رح کی روایت مین دلالت موجود ہے کہ آپ نے فقط حضرت فاطمہ کو لیا
حالانکہ اس وقت آپکے نکاح مین نو بیبیان موجود تھین تو جواب اسکا دو طور سے ہے اول آنکہ جانب مخالف یعنے نجرانیون کے پاس تو ابناء
و نساء جمع موجود تھے لہذا بمقابلہ ان کے اس طرف بھی یہی صیغہ فرمایا اگرچہ مصداق جمع موجود نہون اسواسطے کہ مقصود تو یہی ہے کہ جس قدر ہون
سب کو شامل مباہلہ کیا جاوے اور یہ مراد نہین ہے کہ جمع موجود کیجاوے - اور دوم یہ کہ جس روایت مین حضرت سیدہ رضؓ و حضرت علیؓ و حسنینؓ کا
ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ان پاک جانون کو آپ نے ضرور لیا اور اس سے یہ نفی نہین کہ اور کو نہین لیا ہے جیسا کہ روایت ابن عساکر کی جو اوپر مذکور
ہوئی اسپر دلالت کرتی ہے لیکن اول اصح ہے اور اسی پر جمہور علما ثابت ہین اس واسطے کہ عرب مین اہل قرابت کا اعتبار تھا اب باقی رہا یہ کہ
مباہلہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی روا ہے یا نہین تو جمل نے اپنے حاشیہ مین لکھا کہ شیخ شیرازی علامہ دوانی رحمہ اللہ کے سامنے
یہ بحث پیش آئی پس انھون نے ایک رسالہ لکھا اور اسکی شرطین جو کتاب مجید و حدیث و آثار سے اور امامون کے کلام سے پائی جاتی و نکلتی

تفسیرین اس بین جمع کین اور حاصل اسکا یہ ہر کہ اب مباہلہ نہین جائز ہر مگر کسی ایسے ہی امر مہم مین جو شرعی ہو اور اس بین اشتباہ وعناد کیا گیا ہو اور وہ بدون مباہلہ کے دفع نہوتا ہو تو روا ہر بشرطیکہ مباہلہ سے پہلے حجت پوری پوری قائم کردے اور شبہہ دور کرنے مین کوشش کرلے اور پہلے نصیحت اور ڈرا دلاوے پھر اگر وہ نفع نہ کرے اور یہی ضرورت پیش آوے کہ مباہلہ کیا جاوے تو روا ہر اور **مترجم** کہتا ہر کہ **حافظ ابن القیم** رح کا بھی یہی قول معلوم ہوتا ہر کیونکہ اُنھون نے صفات حق عزوجل کو ظاہری معانی پر رکھنے اور اسکی مراد کو حق عزوجل کے سپرد کرنے کی حقیقت پر بدون تاویل و تحریف کے اپنے علماے زمانہ سے خانہ کعبہ کے رکن و مقام کے درمیان مباہلہ کرنے کو بلایا مگر کسی نے قبول نہ کیا اور حق اس مسئلہ مین قول اکابر اہل اللہ تعالے کا ہر اور اسی کے قریب قول عدم تاویل کا ہر اور سب سے اخس قول تاویل ہر اگرچہ متاخرین نے اسکو محکم و مضبوط قرار دیا و لیکن ؕ کبوتری کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہر اور **مترجم** کو تعجب ہر کہ کیونکر بندے یہ جرأت کرتے ہین کہ حق عزوجل کی صفات پاک برتر کو اپنی سمجھ کے موافق کرلین فاستقم واللہ ہو العلی الکبیر۔ **ف ۳** عرائس البیان مین اشارہ ذکر کیا کہ قولہ تعالے فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم الآیۃ۔ جو شخص کہ جھوٹے مدعیون مین سے تجھے جھوٹے جھگڑون و باتون سے ایذا پہونچاوے تو ان پر حلم و انبساط کی بددعا کرتا کہ وے سب تیری بددعا سے ہلاک ہو جاوین کیونکہ مین نے تجھکو تمام انبیا مین سے اس امر مین مخصوص کر دیا ہر کہ مقام محمود تیرا ہی ہر اور سجدہ مین تیری ہی دعا قبول ہے اور جعفر صادق رضہ نے فرمایا کہ اس مین اشارہ ہر کہ مدعی لوگ یعنے جو حق عزوجل کی جناب تک نہین پہونچے اور مقبول بارگاہ نہین ہوے ہین وے اہل حقیقت اور عارفان حق عزوجل کے مقابلہ مین دعوے باندھتے ہین تا کہ جھوٹے دعوے ان کے تحقیق کے انوار روشن ہونے پر جب باطل ہون تو وے فضیحت و رسوا ہو جاوین۔ **قال المترجم** یہ امر خواہ دنیا مین واقع ہو جاوے یا آخرت مین ہو (عس) پھر واضح ہو کہ جب اللہ تعالے نے حضرت عیسی علیہ السلام کے بارہ مین تمام شبہات ملحدین کے رد کر دیے اور آخر ان کو مباہلہ کے لیے بُلایا کہ اگر سچے ہو تو آؤ مع قرابتیون کے مباہلہ کرو پھر اگر تم کو اپنے کذب سے خوف ہر تو جہالت سے باز آؤ اور دین حق و راہ مستقیم اختیار کرو جس مین اللہ تعالے کی جناب مین بدگوئی و گستاخی نہین ہر لہذا فرمایا۔

**قُلْ يَآ أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ**

تو کہہ اے کتاب والو آؤ ایک بات پر جو ہمارے تمھارے درمیان سیدھی ہر کہ بندگی نہ کرین مگر اللہ کو اور نہ شریک

**بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا**

ٹھہراوین اسکے ساتھ کوئی چیز اور نہ بناوے کوئی ہم مین کا دوسرے کو رب سواے اللہ کے پھر اگر وہ نہ قبول کرین تو کہو کہ تم

**اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ○**

شاہد رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہین

**قُلْ يَآ أَهْلَ الْكِتَابِ** الیہود والنصاری کہدے اے محمد کہ اے اہل کتاب (یہود و نصاری) یعنے ہر دو فریق یہود و نصاری کو بقول اصح ارشاد فرمایا کہ۔ **تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍ** مصدر بمعنے مستوٍ امرہا۔ **بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ**۔ (سواء بفتح اول مصدر بمعنے اسم فاعل ہر اور معنے اسکے عدل ہین جیسے کہ ابن مسعودؓ کی قراءۃ ہر) حاصل آنکہ آؤ ایسے کلمہ کی طرف کہ مستوی ہر حکم اس کا درمیان ہمارے تمھارے یعنے آنکہ ہم تم اس کلمہ مین یکسان ہین سب ہی۔ **أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ**۔ وہ کلمہ یہ ہر کہ ہم تم نہ پوجین مگر اللہ تعالے ہی کو **ف** وحدہ لا شریک اعتقاد کرکے کیونکہ نصاری نے یہ کلمہ عدل توحید چھوڑ کر حضرت عیسی ع کو

بلکہ صلیب کو پوجنا شروع کیا تھا حالانکہ ان کو توحید کرنا فرض عین تھا پس ارشاد کیا کہ ایک کلمہ عدل جو ہم مین تم مین برابر ہی اسی کو اختیار کرین اور
اسکی تفسیر یہ ہی کہ اول تو اللہ تعالے وحدہٗ لاشریک کے سواے کسی کی پرستش نہ کرین۔ دوم وَّلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَيۡـــًٔا اور اللہ تعالے کے
ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناوین ف جیسے کہ نصاریٰ شریک کرتے کہ بیٹا و باپ و روح القدس کہتے حالانکہ دین توحید سب رسولون کی
دعوت ہی چنانچہ فرمایا۔ وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا الٰه الا انا فاعبدون۔ یعنے نہین بھیجا ہمنے تجھسے پہلے کوئی رسول
مگر اکلو ہم اسکو وحی کرتے کہ کوئی معبود حقیقی نہین مگر مین سو میری ہی بندگی کرو اور قطعی فرمایا کہ شرک سے کبھی مغفرت نہو گی۔ سوم یہ کہ وَّلَا
يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ کما اتخذتم الاحبار والرهبان۔ اور بعض ہمارے بعض کو رب نہ بناوین۔
سواے اللہ تعالے کے ف جیسے یہود نے احبار کو اور نصاریٰ نے رہبان کو سواے اللہ تعالیٰ کے رب بنا لیا تھا۔ اور۔ ابن
جریج نے تفسیر کی کہ کوئی ہم مین سے دوسرے کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے مین نہ کرے چنانچہ فرمایا اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا
من دون اللہ یعنے یہود و نصاریٰ نے اپنے عالمون و درویشون کو اپنے رب بنا لیے سواے خدا کے۔ اور اس آیت مین ان لوگون کی توہین ہے
جنھون نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا اور عزیرؑ مین ربوبیت سمجھی باین طور کہ وہ تم مین سے بعض بشر ہین اور اسی جنس سے ہین آور نیز۔ ان لوگون
کی تذلیل ہی جنھون نے حکم خدا و رسول کو چھوڑ کر اپنے عالمون و درویشون کو اس طرح ماننا شروع کیا کہ جو وہ حلال کرین اسکو حلال مانین اور جو
حرام کرین اسکو حرام مانین اور اسکا خیال نہین کہ شرع مین اللہ تعالیٰ نے کیا مقرر کیا ہی چنانچہ عدیؓ بن حاتمؓ نے جب حضرت صلعم سے پوچھا کہ
یا رسول اللہ ہم لوگ ان کو پوجتے نہ تھے تو آپ نے فرمایا کیا یہ نہ تھا کہ جسکو وہ حلال کرتے اسکو تم حلال جانتے اور جسکو حرام کرتے اسکو حرام جانتے
انھین کا قول لیتے تو عرض کیا کہ ہان یہ تو تھا پس فرمایا کہ یہی تو رب بنانا ہوا۔ رواہ الترمذی وحسنہ۔ (البیضاوی والمدارک وغیرہما) فَاِنۡ
تَوَلَّوۡا۔ اعرضوا عن التوحید۔ پھر اگر انھون نے نہ مانا ف توحید سے منھ موڑا فَقُوۡلُوا۔ انتم لهم۔ تو تم ان سے کہو کہ۔ اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا
مُسۡلِمُوۡنَ۔ موحدون۔ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہین یعنے توحید اللہ تعالے کے معتقد اور اسی کے موافق عمل کرتے ہین اور بیضاوی
نے کہا کہ غور کرو کہ اس قصہ مین اللہ تعالیٰ نے راہ بتلانے مین کیا مبالغہ فرمایا کہ پہلے تو عیسیٰ کا حال بیان کیا اور جو مختلف تغیرات ان پر
طاری ہوے وہ بتلائے کہ وہ الوہیت سے بالکل خلاف و ضد ہین اسی سے سمجھ لینا تھا کہ عیسیٰ مین کچھ الوہیت نہین پھر قولہ۔ ان مثل عیسیٰ
عند اللہ کمثل آدم الآیۃ۔ سے صریح انکا اشتباہ دور کر دیا کہ باپ نہونے سے الوہیت نہین ہو جاتی ہی پھر جب انکا عناد و ہٹ دور نہوا تو ایک اعجاز
کے ساتھ ان کو مباہلہ کی طرف بلایا پھر جب وہ اس سے بھاگے اور کچھ تھوڑے سے تابع ہوے کہ شاید نبی سچا ہی ہم جزیہ دینگے تو پھر ایسی راہ سے ارشاد
کیا کہ وہ ملزم ٹھہرے یعنے ایسے کلمہ کی طرف بلایا کہ عیسیٰؑ و انجیل و سب رسول و کتابین اسپر متفق ہین پھر جب آیات و نذر سے ان مین کچھ اثر نہ کیا تو
ان سے اعراض فرما کر حکم دیا کہ فقولوا اشهدوا بانا مسلمون۔ یعنے اے کافرو تم ہمارے حق مین توحید کے گواہ رہو ابن کثیرؒ کی تفسیر مین فقولوا اشهدوا
بانا مسلمون کی تفسیر خلاف جمہور یون مذکور ہی کہ اشهدوا انتم علی استمرارکم علی الاسلام الذی شرعه اللہ لکم۔ یعنے تم گواہی دو کہ ہم برابر اپنے اس اسلام
قائم رہین گے جو اللہ تعالے نے ہمارے لیے مشروع فرمایا ہی۔ ولیکن قول جمہور اولیٰ ہی۔ پھر قتادہؒ سے روایت ہی کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ
صلعم نے یہود مدینہ کو کلمہ سواء کی طرف بلایا اور ابن جریج سے روایت ہی کہ مجھے خبر پہونچی کہ رسول صلعم نے یہود مدینہ کو جو حکم اس آیۃ مین ہے اسکی طرف
بلایا انھون نے انکار کیا پھر آپ نے ان پر جہاد کیا یہانتک کہ انھون نے جزیہ کا اقرار کیا رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم اور ابن عباسؓ سے روایت ہی
کہ رسول اللہ صلعم کا خط کافرون کی طرف یہ ہوتا کہ تعالوا الی کلمة سواء الآیۃ رواہ الطبرانی اور بخاری مین ابن عباسؓ کی روایت ابو سفیان مین ہے کہ

لہ پہلا امر فی نفسہ صحیح ہے دوسرا مسلمانون (ن) کا خاص ہے ۱۲م

پھر ہرقل شاہ روم نے رسول اللہ صلعم کا خط منگایا اس میں لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل عظیم الروم کو معلوم ہو کہ سلام اس
شخص پر جس نے راہ راست کی پیروی کی اما بعد میں تجھکو اسلام کی دعوت کرتا ہوں تو اسلام لا سلامت رہے گا تجھکو اللہ تعالے دوہرا ثواب دے گا
اور اگر تو نے منھ موڑا تو تجھ پر سب اریسیین کا گناہ ہو گا اور اے اہل کتاب۔ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لانعبد الا اللہ تا قولہ بانا مسلمون **مترجم**
کہتا ہے کہ اس حدیث کی پوری روایت میں صریح مذکور ہے کہ یہ خط فتح مکہ سے پہلے آپ نے ہرقل کو لکھا تھا اور ابو سفیان اس وقت تک مسلمان نہ تھے
بلکہ بطور تجارت کے ملک شام کو گئے تھے ان کو ہرقل نے دریافت حال کے لیے پکڑ بلایا تھا اور اس حدیث کو مسلم و نسائی نے بھی روایت کیا پس
ثابت ہوا کہ فتح مکہ سے پہلے یہ آیت اتری جو آپ نے خط میں لکھی ہے **قال ابن کثیر** رح اور محمد بن اسحق وغیرہ نے یہ ذکر کیا کہ شروع سورۂ آل عمران سے
کچھ اوپر اسی آیتیں وفد نجران کے حق میں اتری ہیں جنھوں نے جزیہ قبول کیا اور زہری رح نے کہا کہ نجرانیوں کا پہلا گروہ ہے جنھوں نے جزیہ ادا کیا اور
اس میں اتفاق ہے کہ جزیہ کی آیۃ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی ہے تب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے اس آیہ کے خط میں لکھنے کے کیا معنے ہیں **شیخ**
**ابن کثیر** رح نے فرمایا کہ اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول انکا احتمال ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو ایکبار حدیبیہ کے واقعہ سے پہلے اور دوسری
بار بعد فتح مکہ کے۔ دوم انکہ احتمال ہے کہ سورۂ آل عمران شروع سے یہانتک وفد نجران کے حق میں اتری ہو اور یہ آیت اس سے پہلے نازل
ہو چکی ہو اور رہا قول ابن اسحق کا کہ کچھ اوپر اسی آیتیں وفد نجران کے معاملہ میں اتری ہیں یہ قول محفوظ نہو کیونکہ حدیث ابو سفیان کی اس پر دلالت
کرتی ہے اور وہ ایسے ثقات سے روایت ہے کہ انکے حفظ کے مقابلہ میں ابن اسحق کا حفظ نہیں ہے۔ سوم انکا احتمال ہے کہ وفد نجران کا آنا قبل واقعہ
حدیبیہ کے ہوا اور جو کچھ انھوں نے مال دنیا قبول کیا وہ بطریق جزیہ نہو بلکہ دب جانے اور صلح کرنے کے طور پر ہو پھر اسکے بعد جزیہ کی آیۃ بھی اسی کے
موافق نازل ہوئی ہو جیسا کہ عبد اللہ بن جحش رض نے اپنی اول سریہ میں مال غنیمت یوں تقسیم کیا کہ پانچواں حصہ للہ ولرسولہ نکالا اور باقی چار
حصے مسلمانوں کو تقسیم کیے اور یہ واقعہ بدر سے پہلے ہوا پھر جب غنیمت کی تقسیم کا حکم نازل ہوا وہ اسی کے موافق تھا۔ چہارم انکہ رسول اللہ صلعم
نے جب ہرقل کو خط لکھا ہے تب تک یہ آیت نازل نہوئی ہو پھر اسکے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی تو اسی کے موافق تھی جیسے حضرت صلعم نے اپنے خط
میں لکھوایا تھا اور ایسا بعض صحابہ کی زبان پر ہوا ہے جیسا کہ عمر بن الخطاب رض نے عورتوں کے پردہ کے بارہ میں کہا اور بدر کے قیدیوں کے
بارہ میں کہا اور منافقوں کے جنازے پر نماز نہ پڑھنے کے بارہ میں حضرت سے کہا ویسا ہی قرآن نازل ہوا اور قولہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے
اور قولہ عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن الآیۃ۔ وہی نظم زبان عمر رض کے موافق نازل ہوا ہے **مترجم** کہتا ہے کہ ان جوابات میں
سے اقوی جواب دوم و سوم ہے واللہ تعالے اعلم۔ ف۲ اشارات عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالے قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا
وبینکم۔ یہ کلمہ مستوی ادا کرنا خالص ایمان ہے یوں کہ قدم کو حدوث سے مفرد کرے **قال المترجم** یقین جانے کہ اللہ عزوجل پاک ذات قدیم ہے
وہ سوائے اپنی ذات جامع صفات کمال کے کسی چیز وامر سے کسی وجہ میں در واقع مانند نہیں اور جو کچھ اسکے سوائے ہے سب اسکا محتاج ہے اور سب
اسی کی ملک مخلوق و بندہ ہے وہ ہر طرح اسکا مختار ہے اگر نور عقل حاصل ہو تو یہ بھی سمجھ میں آجاوے کہ اعدام کو وجود سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے اسی کی
شان ہے کبھی فرماتا ہے۔ لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ ولا الملائکۃ المقربون۔ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مسیح اس بات پر ذرا بھی منھ بدور سکے کہ وہ
اللہ تعالے کا بندہ ہو اور نہ یہ مجال ملائکہ مقربین کی ہے۔ اور کبھی فرماتا ہے ان اراد ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا۔ یعنے کس کو
دم مارنے کی مجال ہو سکتی ہے اگر اللہ عزوجل ارادہ کرے کہ مسیح اور اس کی ماں کو اور جو زمین میں موجود ہے سب کو ہلاک کر دے۔ لہ الحمد فی الاولے
والآخرۃ۔ یہ جزوی اشارہ ہے کہ حدوث کو قدم سے مفرد کرنے کے معنے یوں سمجھو واللہ الموفق۔ پس قدم کو حدوث سے مفرد کرے اور بندگی سے

ساتھ حق عزوجل کو ظاہر کرے یعنے حق عزوجل ہی کے وجود کا قائل ہو اور یہ قول بندگی کے ساتھ ہو اور بشری دعوے بالکل چھوڑ دے **قال المترجم**
گویا مراد یہ ہے کہ حق عزوجل کی جناب مین رسائی کے واسطے عقل جزوی اور ہین اور تم سب بیجا دعوے ہین اس کی جناب مین اسی کے
ساتھ رسائی ڈھونڈھے فافہم واللہ اعلم اور اپنے نفس کو تمام مخلوق کی طرف التفات کرنے سے اٹھالے اور محبت حق عزوجل سے آراستہ ہو
**قال المترجم** یعنے مخلوق کوئی ہو اس سے بنظر اس مخلوق کی ذات وصفات کے الفت نہ رکھے ہان اگر اللہ تعالےٰ کے واسطے اس سے محبت رکھے
تو یہ عین محبت الٰہی ہے کیونکہ یہ بھی منجملہ الفت بصفات باری ہے جو ثمرۂ عبادت ہے کیونکہ اللہ عزوجل کی بندگی کرنا عین محبت ہے جیسا کہ قولہ فاتبعونی
یحببکم اللہ۔ کی تفسیر مین گذرا وہی یہان فرمایا۔ قولہ ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا پس ہم اپنی خواہش وارادہ کی پیروی نہ کرین اور
دنیا اور اس کی خواہش کے تابع نہون اور حق عزوجل کے سوائے دوسرے کی طرف دکھلانے سُنانے کے ساتھ التفات نہ کرین۔ **قال المترجم**
یعنے خداوند تعالےٰ کی کوئی عبادت ایسے طور سے نہ کرین کہ دوسرے کسی کو دکھلانا سُنانا منظور ہو کیونکہ حدیث مین ریا کو بھی شرک شمار
فرمایا ہے۔ قولہ تعالےٰ ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ۔ اشارہ ہے کہ کسی کی مدح کرنے سے خوش نہو اور اگر کوئی تیری پاکیزگی بیان کرے
تو اس سے مسرور نہو اور نہ کسی سے عطا وخدمت کی توقع رکھے اور نہ کسی پر سردار ہونے کی خواہش کرے۔ **قال المترجم** اسواسطے
کہ مدح درحقیقت پاک پروردگار تعالےٰ کو ہے جسنے خدمت لی اور بندگی مین رکھا بندے نے اپنے مولےٰ کی خدمت گذاری ہی اور اُنہین کی اور اگر
ادا ہوتی بھی تو دوسرے سے عطا وخدمت وریاست کی توقع کیون ہے کیا اسی کے واسطے ایسا کیا ہے کیا اسی کو رب بنایا ہے نعوذ باللہ منہ **شیخ** نے
فرمایا اور **شیخ واسطی** رح نے قولہ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم۔ کے اشارہ مین کہا کہ یہ اس طرح ہے کہ حضرت حق عزوجل کی صمدیت کو
لحاظ کرنے کے وقت اپنی ذلت وبندگی ظاہر کرے۔ اور **ابن عطا** رح نے فرمایا کہ توحید کو اپنے سر باطن مین ثابت ومحقق کرنا۔ اور **شیخ**
**ابو عثمان** رضہ نے قولہ ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا۔ کے اشارہ مین کہا کہ اس مین حق عزوجل نے تجھکو بندگی کرنے کا طریقہ بتلا دیا اور وہ
یون کہ تو عبادت مین مشغول ہونے کے وقت اپنے سر باطنی سے اپنے معبود برحق کے سوائے کسی کو لحاظ مین نہ رکھے اور اپنے اُمور مین سے
کسی کام مین تو سوائے حق کے غیر کی طرف ملتجی اور مشغول نہو تا کہ تو اس غیر کو اپنا رب بنانے والا نہو جاوے **قال المترجم** یعنے عبادت جب
کرے تو بڑا یا چھوٹا کوئی امر اس عبادت مین تیرے لحاظ مین نہو صرف خالص حق عزوجل ہی کے واسطے بندگی کر یہان تک کہ عبادت کا مزہ بھی
باعث نہونے پاوے اور حتی کہ شیطان کی مخالفت بھی باعث نہونے پاوے اور یہان بہت باریک مقامات ہین کہ اللہ تعالےٰ کی توفیق سے
سمجھ مین آتے ہین کیونکہ یہ امر منع نہین ہے کہ درحقیقت خالص اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے بندگی کی اور یہ بھی حاصل ہوا کہ اس سے شیطان
ذلیل وخوار ہوا پس یہ تو مستحب بات ہوئی لیکن اسکی تمیز دشوار ہے اور بڑی پہچان یہ ہے کہ اول اسکو یہ خیال نہو پھر جب لحاظ کرے تو اس پر ظاہر
ہو مگر لحاظ کرنا اس طرح نہو کہ اپنی عبادت کو دیکھے کیونکہ اس سے خود خراب ہو جائے گا بلکہ بنظر توفیق الٰہی دیکھے کہ اس نے مجھ سے یہ خدمت
لی حالانکہ مین اس لائق نہ تھا اور اسکی پہچان یہ ہے کہ وہ فوراً اللہ تعالےٰ کی ثنا وصفت مین دل سے مشغول ہو جاوے یہ توضیح اس امر کی ہے کہ
حضرت عمر رضہ نے خطبہ پڑھتے مین۔ یا ساریۃ الجبل۔ کہا اور ساریہ رضہ نے نہاوند مین آپ کی یہ آواز سنی پس مراد یہ نہین ہے کہ کوئی امر خیال مین نہو اور
بخاری رح کی روایت مین ہے کہ عمر رضہ نے کہا کہ مین نماز مین لشکر جہاد کا انتظام خیال کر جاتا ہون اور خطبہ بھی نماز ہے اور تحقیق اس مقام کی بہت
بسط چاہتی ہے یہان اسی قدر غرض ہے کہ لحاظ سے مراد یہ ہے کہ باعث نماز کا یا کسی عبادت کا تھوڑا یا بہت کوئی امر غیر سوائے حق عزوجل کے نہو اور
یہ مراد نہین ہے کہ کوئی خیال نہ آوے اگرچہ خیالات کی تحقیق بیان کرنا اس وقت گنجایش نہین ہے۔ اور اسی طرح اپنے امور مین غیر کی طرف

التفات

مشغول ہونے کے بھی یہی معنے ہین کہ اس کام کے سرانجام کا ایک سبب مستقل اس غیر کو سمجھے یہ منع ہی بلکہ فقط ایک حیلہ خیال کرے پس یہان دو طرف
بڑی ہین ایک یہ کہ غیر کی طرف اس کام مین مشغول ہو جاوے دوم آنکہ بالکل ایک طرز انتظام کا سلسلہ ہی ترک کردے جس سے حکمت آلہی عزوجل کا
چھوڑنا لازم آتا ہی بلکہ پسندیدہ بات اسکے درمیان مین ہی الحاصل یہ مراد نہین ہی کہ کمائی وغیرہ سب چھوڑدے اور کوئی کام نہ کرے اس مقام کو
خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ بہتیرے آدمی بزرگون کے بیان کو سمجھتے نہین اور غلط فہمی کرجاتے ہین (عس) پھر یہود ونصاریٰ جس طرح حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ مین گمراہ ہوے اسی طرح ابراہیم کے بارہ مین غلطی کرتے اور اپنے نفس کی پیروی کرتے تھے قال تعالےٰ

يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لِمَ تُحَآجُّونَ فِيٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَمَآ أُنزِلَتِ ٱلتَّوۡرَىٰةُ وَٱلۡإِنجِيلُ إِلَّا مِنۢ بَعۡدِهِۦٓۚ

اے کتاب والو کیون جھگڑتے ہو ابراہیم کے بارہ مین حالانکہ نہین اُتری توریت اور انجیل مگر ابراہیم کے پیچھے

أَفَلَا تَعۡقِلُونَ ۝ هَٰٓأَنتُمۡ هَٰٓؤُلَآءِ حَٰجَجۡتُمۡ فِيمَا لَكُم بِهِۦ عِلۡمٞ فَلِمَ تُحَآجُّونَ فِيمَا لَيۡسَ لَكُم

کیا تمکو عقل نہین ہی سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات مین تمکو خبر تھی اب کیون جھگڑتے ہو ایسی بات مین

بِهِۦ عِلۡمٞۚ وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ وَأَنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ ۝ مَا كَانَ إِبۡرَٰهِيمُ يَهُودِيّٗا وَلَا نَصۡرَانِيّٗا وَلَٰكِن كَانَ

جسکا تمکو علم نہین اور اللہ جانتا ہی اور تم نہین جانتے ہو ابراہیم نہین تھا یہودی اور نہ نصرانی ولیکن تھا

حَنِيفٗا مُّسۡلِمٗا وَمَا كَانَ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ۝

حق کی طرف حکم کا فرمانبردار اور وہ شرک کرنے والون مین سے نہ تھا۔

اس آیت کا شان نزول جیسا کہ ابن جریرؒ و محمد بن اسحاق وغیرہ ایک جماعت سلف نے روایت کیا یہ ہی کہ نجران کے نصاریٰ اور مدینہ کے
یہود ہر دو فریق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوے پھر آپس مین جھگڑنے لگے یہود نے کہا کہ ابراہیم یہودی تھے اور ان کے دین پر ہم ہین اور
نصاریٰ نے کہا کہ نہین بلکہ ابراہیم نصرانی تھے اور انکے دین پر ہم ہین پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ
لِمَ تُحَآجُّونَ۔ تخاصمون۔ فِيٓ إِبۡرَٰهِيمَ۔ بزعمکم انہ علی دینکم۔ اے اہل کتاب تم لوگ حضرت ابراہیمؑ کے بارہ مین کیون محاجہ کرتے ہو۔
ف کہتے ہو کہ ابراہیمؑ کا وہ دین تھا جو ہمارا دین ہی محاجہ بمعنے حجت لانا اور یہان لغوی استعمال پر جھگڑنے کے معنے مین ہی اور ابراہیمؑ مین جھگڑنے کے
یہ معنے کہ باین زعم کہ ابراہیمؑ تمھارے دین پر تھا اور یہ صریح باطل ہی بدلیل قولہ تعالےٰ وَمَآ أُنزِلَتِ ٱلتَّوۡرَىٰةُ وَٱلۡإِنجِيلُ إِلَّا
مِنۢ بَعۡدِهِۦٓۚ بزمن طویل وبعد نزولہا حدثت الیہودیۃ والنصرانیہ أَفَلَا تَعۡقِلُونَ۔ بطلان قولکم۔ حالانکہ توریت وانجیل کا
نزول نہین ہوا مگر بعد زمانہ ابراہیمؑ کے پھر کیا تم کو سمجھ نہین ہی ف توریت کا نزول تو بعد ابراہیمؑ کے بہت زمانہ کے ہوا کیونکہ ابراہیمؑ کے
ہزار برس کے قریب گذرنے پر موسیٰؑ ہوے اور توریت اُتری پھر موسیٰؑ کے بعد دو ہزار برس کے قریب گذرنے پر عیسیٰؑ ہوے اور انجیل اُتری
پھر ان دونون کتابون کے اُترنے پر یہودیت یا نصرانیت پیدا ہوئی ہی پھر کیا تم سمجھتے نہین کہ تمھارا قول باطل ہی۔ حاصل یہ کہ یہودیت تو بعد
توریت اُترنے کے ہوئی اور نصرانیت بعد انجیل اُترنے کے ہوئی اور یہ دونون حضرت ابراہیمؑ سے بہت پیچھے اُتری ہین پھر تم جو کہتے ہو کہ ابراہیمؑ
یہودی یا نصرانی تھے تو کیسی ناسمجھی کی بات کہتے ہو کیا تمکو عقل نہین ہی۔ هَا حرف تنبیہ ہی اور مراد یہ کہ غفلت سے ہوشیار ہو کر سُنو
أَنتُمۡ۔ یا۔ هَٰٓؤُلَآءِ حَٰجَجۡتُمۡ فِيمَا لَكُم بِهِۦ عِلۡمٞ من امر موسیٰ وعیسیٰ۔ فَلِمَ تُحَآجُّونَ فِيمَا لَيۡسَ لَكُم
بِهِۦ عِلۡمٞۚ تم اے جھگڑالو لوگو تم نے جھگڑا کیا ایسی چیز مین جس کا تم کو علم ہی (امر موسیٰؑ وعیسیٰؑ مین) پھر تم ایسی چیز مین کیون

جھگڑتے ہو جسکا تم کو کچھ علم نہین ہے **ف** وہ ابراہیم علیہ السلام کا حال ہے **شیخ ابن کثیر**رح نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ نے شان ابراہیمؑ مین بدون
موجودگی علم کے جھگڑا کیا اسکو اللہ تعالےٰ نے روکیا اور اگر اس امر مین جھگڑتے جسکا علم انکے ہاتھ مین موجود تھا تو یہ کچھ معنے رکھتا تھا پس علم سے
مراد وحی و خبر الٰہی ہے اور یہ قول پسندیدہ ہے اور **ابن کثیر**رح نے فرمایا کہ اس آیہ مین ہر ایسے شخص پر انکار ہے جو بلا علم کے حجت کرے **مترجم**
کہتا ہے بلکہ اشارہ ہے کہ بحث و جھگڑا بالکل ترک کرے اگرچہ حق پر ہو مگر بضرورت چنانچہ حدیث مین ثابت ہوا کہ جس نے جھگڑا چھوڑ دیا
اگرچہ وہ حق پر ہو تو مین اسکے واسطے ضامن ہون کہ اللہ عزوجل اسکو جنت کی سیرگاہ مین ایک مکان عطا کرے گا۔ اگر کوئی کہے کہ یہ اشارہ کہان سے
نکلا تو کہتا ہون کہ فرمایا۔ حاججتم فیما لکم بہ علم۔ یعنے جسکا تمکو علم تھا اس مین تم جھگڑے اور لڑپڑے تو معلوم ہوا کہ وہ بھی خوب حرکت نہ تھی ہان بروجہ
احسن البتہ جائز کر دیا گیا ہے چنانچہ فرمایا۔ وجادلہم بالتی ہی احسن۔ اور معنے اسکے انشاء اللہ تعالےٰ اس کی تفسیر مین آوین گے۔ **وَاللّٰهُ
يَعْلَمُ** شانہ۔ یعنے اللہ تعالےٰ جو عالم الغیب ہے وہی جانتا ہے کہ حال ابراہیمؑ کا کیا تھا۔ **وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** اور تم لوگ جانتے
نہین ہو **ف** اس سے نکلا کہ یہودیون کی روایات اکثر جہالات ہین پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو یہود و نصاریٰ وغیرہ کے بہتان سے پاک
کیا بقولہ تعالےٰ۔ **مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا**۔ مائلا عن الادیان کلہا الی الدین القیم۔ ابراہیمؑ
نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی تھا بلکہ حنیف تھا **ف** یعنے سب دینون سے منھ موڑ کر دین قیم اور صراط مستقیم کی طرف جھکنے والا تھا **مُّسْلِمًا**۔
یہودا مسلم یعنے موحد تھا پس یہ اعتراض نہین ہوتا کہ ملت اسلام بھی بعد قرآن نازل ہونے کے ہوئی ہے پھر ابراہیمؑ کیسے مسلم ہوے اور
حاصل جواب یہ ہے کہ مسلم کے لغوی معنے مراد ہین یعنے مطیع و منقاد الٰہی بروجہ توحید اور قبلہ انکا خانہ کعبہ تھا اور دیگر شرائع مین موافقت بملت
اسلامیہ تھی اور **مترجم** کہتا ہے کہ اعتراض سرے سے مردود ہے یہ کہان سے معلوم ہوا کہ ملت اسلامیہ بعد نزول قرآن کے ہوئی بلکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی ملت موافق ملت ابراہیم علیہ السلام ہے پس مسلم سے مراد یہی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام ملت اسلامیہ پر تھے اور ملت اسلام
یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی توحید کرے اور صراط مستقیم پر چلے اور اسی ملت کو قرآن نے ثابت فرمایا اور راست محمد صلعم اسی ملت پر ہے جس کا اصل اصول
توحید ہے جو شرک کی ضد ہے جیسے یہودیت و نصرانیت مین شرک ہے۔ **وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ**۔ اور ابراہیم علیہ السلام مشرکون مین سے
نہ تھا **ف** یہ تعریض ہے یہود پر کہ عزیر کو بیٹا کہنا یہودیت ٹھہرائی اور نصاریٰ پر کہ مسیح کو بیٹا کہنا وغیرہ نصرانیت ٹھہرائی پھر مدعی ہین کہ مقبول
رب جلیل حضرت ابراہیم خلیلؑ ہماری ملت پر تھا نعوذ باللہ منہ۔ اور اس مین مشرکین قریش کا رد ہے کہ اپنے آپ کو ملت ابراہیمؑ پر جانتے
تھے اور بت پرستی وغیرہ شرک مین لتھڑے پڑے تھے **ف۲** فی العرائس قولہ تعالےٰ ما کان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ یہود کی طرح تشبیہ سے لٹکے نہ تھے یعنے فرقہ مشبہہ نہین تھے جیسے یہود گمراہ ہین کہ جناب باری تعالےٰ کی شان مین
جسم کے قائل ہین اور نیز حضرت خلیلؑ کچھ مثنویہ نہین تھے جیسے نصرانی ہین کہ صلیب وغیرہ کی پرستش کرتے اور عیسیٰؑ کے اندر الوہیت وغیرہ
کے قائل ہین۔ اس سب سے حضرت خلیلؑ پاک بری تھے ہان حضرت خلیلؑ حنیف تھے کہ خالق عزوجل کے دیدار مین تمام مخلوق سے منھ موڑے
تھے اور نیز مسلم تھے کہ اللہ عزوجل کے ارادۂ غالب بزرگ سے جو احکام قضاء و قدر کے اجرا جاری ہوتے تھے سب مین سر جھکائے مطیع تھے اور استاد
رحمہ اللہ نے کہا کہ حنیف وہ ہے جو حق پر مستقیم ہو یعنے ٹھیک طور پر صراط مستقیم پر قائم ہو۔

**اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ**

لوگون مین زیادہ مناسبت ابراہیمؑ سے ان لوگون کو تھی جو اسکے ساتھ تھے اور اس نبی کو اور ایمان والون کو اور اللہ والی ہے

الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَدَّتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ ط وَمَا يُضِلُّونَ

مسلمانون کا — دلی آرزو ہی ایک گروہ — اہل کتاب کو — کہ تمکو کسی طرح راہ بھلادین — اور نہین گمراہ کرتے

إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝

مگر اپنی ہی جانون کو — اور سمجھتے نہین ہین

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ۔ احقہم۔ بِاِبْرٰهِیْمَ۔ ابراہیم کے ساتھ زیادہ حقدار آدمیون مین سے اور بیضاوی نے کہا ای ابراہیم کے ساتھ زیادہ خصوصیت رکھنے والے اور قربت رکھنے والے یہ یہود یا نصاری وغیرہ مرتد بت پرست نہین بلکہ۔ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فی زمانہ۔ وہ لوگ ہین جنھون نے حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ مین ان کی پیروی کی ف یعنے انکی امت والے کما قال البیضاوی وَهٰذَا النَّبِیُّ محمد لموافقتہ فی اکثر شرعہ۔ اور یہ نبی یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین ف بسبب اس کے کہ آپ ابراہیمؑ سے اکثر شرع مین موافقت رکھتے ہین یعنے مستقل شرع آنحضرت صلعم کو ایسی عطا ہوئی کہ شرع ابراہیمؑ سے اکثر باتون مین موافق ہی کذا فی البیضاوی اور آنحضرت صلعم کو الگ کرکے بسبب آپ کی تعظیم و تشریف کے ذکر فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا من امتہ فہم الذین ینبغی ان یقولوا نحن علی دینہ لا انتم۔ اور وہ لوگ بھی جو ایمان لائے ہین اس نبی پر یعنے محمد صلعم کی امت والے پس ان لوگون کو تو سزاوار ہی کہ کہین کہ ہم دین ابراہیمؑ پر ہین اور تم جھوٹے مدعیون کو یہ نہین پہونچتا ہی۔ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ناصرہم و حافظہم۔ اور اللہ تعالے اپنے مومنون کا ولی ہی یعنے ناصر و حافظ ہی ف اللہ تعالے کے ولی ہونے کے معنے یہ ہین کہ وہ مومنون کا ناصر اور حافظ ہی اور حسن بصریؒ نے کہا کہ ہر مومن جو گذر گیا گذرنے کو باقی ہی ابراہیمؑ کا ولی ہی یعنے انکے ساتھ نزدیکی و اختصاص رکھتا ہی اور حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہر نبی کے واسطے انبیاء مین سے ولی ہوتے ہین اور ان مین سے میرا ولی میرا دادا میرے پروردگار کا خلیلؑ ہی پھر یہ آیت پڑھی رواہ الترمذی والحاکم وصححہ ابن جریر و ابن المنذر و عبد بن حمید و سعید بن منصور و ابن ابی حاتم و وکیع فی تفسیرہ بسند جید۔ اور حکم بن میناء سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای گروہ قریش جان رکھو کہ نبی سے نزدیکی و اختصاص والے وہی لوگ ہوتے ہین جو متقی ہون سو تم بھی اسی کی راہ ہو جاؤ اور دیکھ رکھو ایسا نہو کہ لوگ جب مجھسے ملین قیامت مین تو اپنے اپنے نیک اعمال لیے ہوے اور تم ملو تو دنیا لادے ہوے پس مین تم سے منھ پھیر لون پھر آپ نے پڑھی یہ آیت ان اولی الناس بابراہیم الآیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ پھر جب مدینہ کے یہودیون نے حضرت معاذ و حذیفہ و عمار وغیرہم رضی اللہ عنہم کو اپنے دین کی طرف بلایا تو نازل ہوا قولہ تعالے۔ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ یُضِلُّوْنَكُمْ اہل کتاب مین سے ایک گروہ نے چاہا کہ کاش تم کو بہکاتے ف بعض نے کہا کہ یہود بنی نضیر و قریظہ و بنی قینقاع مراد ہین کہ انھون نے ایک جماعت مسلمانون کو اپنے دین کی طرف بلایا تھا۔ اور لو معنے ان مصدریہ کے بتاویل مصدر ہو کر ودت کا مفعول ہی اور یہی صحیح ہی غرض کہ یہ گمراہ لوگ تمنا کرتے ہین کہ تم کو گمراہ کرین وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ۔ لان اثم اضلالہم علیہم والمؤمنون لا یطیعونہم فیہ۔ وَمَا یَشْعُرُوْنَ۔ بذلک۔ حالانکہ نہین گمراہ کرتے مگر اپنی ہی جانون کو مگر سمجھتے نہین ہین ف اس وجہ سے کہ ان کے گمراہی بتانے کا گناہ انھین پر ہی اور مومنین اس بہکاوے مین انکی اطاعت نہ کرینگے اس مین مومنون کے ثابت قدم ہونے کا بیان ہی لا یعلمون نہین فرمایا بلکہ لا یشعرون کہا بوجہ اسکے کہ یہ بات ایسی ظاہر ہی کہ گویا حواس سے ادراک ہوسکتی ہی مگر یہ سخت احمق ہین کہ اسکو بھی نہین سمجھتے ہین ف ۲ فی العرائس قولہ ان اولی الناس بابراہیم الآیۃ یعنے خلیل علیہ السلام کے قدم بقدم اختصاص والے وہ لوگ ہین جنھون نے ان کی پیروی

کی باین طور کہ ہردوجہان سے مجرد ہوگئے اور ملکوت کی شکلون سے کوئی حظ نہین اٹھایا بلکہ نفس کو اس سے روک دیا کیونکہ خلیل علیہ السلام جب مردان پاکیزہ کی حد تک پہونچے تو ملکوت کی تجلّیات پاکیزہ سے اپنی آنکھ بند کرلی اور کہا کہ انی بریٔ مما تشرکون انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض مین اس تمام چیزون سے بیزار ہون جن کو تم لوگ حضرت باری تعالی کی ذات پاک مین شریک بناتے ہو۔ مین نے اپنا منھ محض اس ذات پاک کی طرف پھیرا جس نے آسمانون وزمینون کو پیدا کیا ہی۔ **مترجم** کہتا ہی کہ حاصل یہ کہ درجۂ صفات سے بھی ترقی کرکے محض ذات مجرد کی طرف رہے اور یہی اصلی توحید ہی۔ قولہ تعالے وہذا النبی۔ مراد اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین یعنے محمد صلعم اپنے دادا خلیل اللہ علیہ السلام کی متابعت واختصاص کے واسطے اولی ہین کیونکہ یہی اسکی محبت کا خلاصہ اور حقیقت فطرت کا لب لباب ہین۔ قولہ والذین آمنوا یعنے اور وہ لوگ جنھون نے کمال یقین حاصل کیا اور آخرت کے مقامات معائنہ کرلیے اور ابرار کرام کے درجے مشاہدہ کیے ہین۔ قولہ واللہ ولی المومنین یعنے قہر کی آفتون سے ان کو بچانے والا اور عصمت وکرامت کے مقام مین انکا داخل کرنے والا ہی حضرت جعفر صادقؓ نے فرمایا کہ۔ للذین اتبعوہ۔ وہ ہین جنھون نے شرائع ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کی اور ہذا النبی یعنے یہ نبی صلعم اولی اسوجہ سے ہوے کہ حال ابراہیم علیہ السلام کا حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تھا اور شرع ابراہیمؑ بھی شرع نبی صلعم سے قریب تھی اور یہ دیگر انبیاء علیہم السلام و دیگر شرائع مین نہین ہی **مترجم** کہتا ہی کہ حاصل یہ کہ شریعت مین بھی مناسبت تھی اور حال وحقیقت مین بھی مناسبت تھی اور اس مین اشارہ ہے کہ درجات حقیقت کا انکشاف وترقی مطابق افعال واعمال شریعت کے ہی جیساکہ امام غزالی وغیرہ اہل تحقیق نے بیان کیا ہی اور شریعت حنیفیہ حضرت مصطفی صلعم کو بلی اسی واسطے اولیاء امت محمدی کو وہ مقامات منکشف ہوے جو انبیاء بنی اسرائیل کو ملتے تھے اگرچہ نفس نبوت مین ان کو فضیلت تھی اور یہ علاوہ اولوالعزم رسولون کے ہی فافہم واللہ اعلم۔ قولہ والذین آمنوا۔ اور اہل ایمان از امت محمدی بھی اولے بابراہیم علیہ السلام اس وجہ سے ہین کہ انکا حال بھی حضرت ابراہیمؑ کے حال سے قریب ہی۔ قولہ واللہ ولی المومنین یعنے اللہ مومنون کا ولی ہی اس بات مین کہ انکو حضرت خلیل علیہ السلام کے مقام مین پہونچا کر بزرگی عطا فرماوے گا اس واسطے کہ قربت اس سے بدرجۂ محبت ہی چنانچہ فرمایا یحبہم ویحبونہ۔ مومنین محبت کرتے ہین اللہ پاک سے اور او تعالے اپنے کرم سے ان سے محبت کرتا ہی **قال المترجم** مقام خلیل علیہ السلام تک پہونچنے سے مراد یہ ہی کہ درجۂ قرب ولایت کا محاذی درجۂ قرب نبوت خلیل علیہ السلام کے ہوجاوے اور وہ ولایت ابراہیمی ہی اور یہ مراد نہین ہی کہ ان کے برابر ہوجاوین کیونکہ یہ محال ہی اور اسی طرح جہان کہین مقام محمدی مین پہونچنا لکھا جاوے اس سے بھی یہی مراد ہی کہ آپ کے قدم بقدم ولی ہو اور وہ سب سے اعلیٰ ہی اسکو یاد رکھنا چاہیئے۔ پھر اللہ تعالے نے اہل کتاب کی تنبیہ فرمائی بقولہ تعالے

يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لِمَ تَكۡفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَأَنتُمۡ تَشۡهَدُونَ ۝ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لِمَ تَلۡبِسُونَ

اے کتاب والو کیون منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور تم قائل ہو اے کتاب والو کیون ملاتے ہو ع ۸

ٱلۡحَقَّ بِٱلۡبَٰطِلِ وَتَكۡتُمُونَ ٱلۡحَقَّ وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ۝ ع

صحیح مین غلط کو اور چھپاتے ہو سچی بات حالانکہ تم جانتے ہو

يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لِمَ تَكۡفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ۔ القرآن المشتمل علی نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے اہل کتاب تم آیات الٰہی سے کیون منکر ہوتے ہو **ف** یعنے قرآن سے جس مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت پاکیزہ موجود ہی کیون منکر ہو وَأَنتُمۡ تَشۡهَدُونَ تعلمون انہ حق۔ حالانکہ تم گواہ ہو کہ یہ حق ہی **ف** دیگر مفسرین نے کہا کہ آیات اللہ سے وہ امور مراد ہین جو ان کی کتابون

توریت وانجیل مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتے ہین اور انتم تشہدون کے یہ معنے کہ جو تمھاری کتابون مین ایسے دلائل موجود ہین تم ان کے شاہد ہو۔ حاصل آنکہ باوجودیکہ ان پر شاہد ہو اور اپنی کتابون مین پاتے اور تصدیق کرتے ہو پھر کیون انکار کرتے ہو۔ اور ابن جریج سے روایت ہو کہ قولہ انتم تشہدون یعنے تم شہادت دیتے ہو اس بات پر کہ اللہ تعالے کے نزدیک دین یہی اسلام قبول ہو اور کوئی دین نہین ہو یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ۔ تخلطون۔ اَلْحَقَّ بِالْبَاطِلِ۔ بالتحریف والتزویر۔ وَتَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ اے نعت محمد صلعم وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ انہ حق۔ اے اہل کتاب تم کیون خلط کرتے ہو حق کو باطل سے باین طور کہ حق کو تحریف کرتے ہو اور اس مین (بگاڑ دینا ۱۲) دروغ ملاتے ہو اور حق کو یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت کو چھپاتے ہو حالانکہ تم اُن کو حق جانتے ہو ف اور ربیع بن انس رض سے روایت ہو کہ کیون خلط کرتے ہو اسلام کو یہودیت ونصرانیت کے ساتھ حالانکہ جانتے ہو کہ اللہ تعالے سوا اسلام کے کسی سے کوئی دین قبول نہ کرے گا۔ اور چھپاتے ہو حق کو اے محمد صلعم کی صفت کو حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ حق ہو اور قتادہ رح نے کہا کہ حالانکہ تم توریت وانجیل مین اپنے پاس لکھا پاتے ہو قال المترجم یہ تفاسیر متقارب ہین۔

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ

اور کہا ایک گروہ نے کتاب والون مین سے کہ مان لو جو کچھ اُتارا گیا مسلمانون پر چڑھتے دن مین

وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْهُدٰى

اور منکر ہو جاؤ اسی دن کے آخر وقت شاید مسلمان بھی پھر جاوین اور یقین نہ کرو مگر اسی کا جو چلے تمھارے دین پر تو کہہ ہدایت وہی جو

هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ

اللہ تعالے ہدایت کرے اسواسطے کہ کسی کو دیا گیا ہو جیساکہ تمکو دیا گیا یا مقابلہ کیا تمسے تمھارے رب کے آگے تو کہہ بڑائی

بِيَدِ اللّٰهِ ج يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ

اللہ کے ہاتھ مین ہو دیتا ہو جسکو چاہے اور اللہ فضل کی گنجائش والا دانا ہو خاص کرتا ہو اپنی مہر سے جسکو چاہے اور اللہ کا

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○

فضل بڑا ہو

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ۔ الیہود بعضہم۔ اور اہل کتاب مین سے ایک گروہ نے کہا ف یعنے بعض یہود نے بعض سے کہا۔ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ ای القرآن۔ وَجْهَ النَّهَارِ۔ اولہ۔ تم چڑھتے دن مین اس قرآن پر ایمان لاؤ جو ایمان لانے والون پر اُتارا گیا ہو ف مگر دلی تصدیق سے ایمان نہ لاؤ بلکہ بہکانے کے لیے ایسا کرو کہ اول وقت جا کر قرآن پر ایمان لاؤ۔ وَاكْفُرُوْٓا۔ بہ۔ اٰخِرَهٗ۔ اور کفر کرو قرآن سے آخر دن مین۔ لَعَلَّهُمْ۔ ای المومنین۔ يَرْجِعُوْنَ۔ عن دینہم اذ یقولون ما رجع ہولاء عنہ بعد دخولہم فیہ وہم اولو علم الا لعلمہم ببطلانہ۔ شاید یہ لوگ پھر جاوین ف یعنے اپنے دین اسلام سے کیونکہ دل مین کہینگے کہ یہ لوگ دین اسلام مین داخل ہونے کے بعد پھر گئے تو اسی وجہ سے کہ اُنھون نے جھوٹا جانا کیونکہ یہ لوگ اہل علم ہین۔ وقالوا ایضا۔ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا۔ تصدقوا۔ اِلَّا لِمَنْ۔ اللام زائدۃ۔ تَبِعَ۔ وافق۔ دِيْنَكُمْ۔ اور یہ بھی اُنھون نے یہین کہا اور نہ ایمان لائیو یعنے تصدیق نہ کرنا مگر اس شخص کی جو موافق ہو تمھارے دین سے یعنے درحقیقت اس نبی یا قرآن پر دل سے یقین لائیو بلکہ تم تو اسی کو سچ مانیو

جو تمھارے دین سے موافق ہو قال تعالیٰ۔ قُلْ۔ لہم یا محمد۔ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ۔ الذی ہو الاسلام وما عداہ ضلال۔ کہدے انکو اے محمد البتہ ہدایت تو وہی جو اللہ کی ہدایت ہے کہ وہ دین اسلام ہے اور جو کچھ اسکے سوائے ہے وہ گمراہی ہے۔ آن۔ اے بان۔ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ۔ من الکتاب والحکمۃ یعنے تم لوگ کسی کے واسطے اقرار نہ کیجیو کہ جو تم کو عطا ہوا ہے اسکے مثل کسی کو بھی عطا ہوگا یعنے فضائل و حکمت و کتاب تمھارے مثل کسی کو عطا نہوگی سوائے ایسے شخص کے جو تمھارے تابع و یہودی ہو جاوے۔ اَوْ۔ ان يُّحَآجُّوْكُمْ۔ اے المومنون یغلبوکم۔ عِنْدَ رَبِّكُمْ۔ یوم القیامۃ لانکم اصح دینا۔ یا یہ بھی سچ نہ مانیو کہ مومنین غالب ہون گے تم پر تمھارے پروردگار کے حضور مین قیامت کے روز۔ ف۔ کیونکہ تم لوگ تو دین کے معاملہ مین سب سے ٹھیک ہو۔ ابن کثیرؒ کی قراءۃ مین۔ ءَ آن يُّؤْتٰى بہمزہ استفہام توبیخی ہے اور معنے یہ ہین کہ کیا کسی اور کو اسکے مثل دیے جانے کا یا قیامت مین مومنون کے تم پر غالب ہونے کا تم اقرار کروگے (یعنے ہرگز نہین) اللہ تعالیٰ نے یہود مردود کا دعوی رد کردیا بقولہ تعالیٰ۔ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ فمن این لکم انہ لا یوتی احد مثل ما اوتیتم۔ تو کہدے کہ سب فضل تو اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ مین ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے۔ ف۔ پھر تم کہان سے کہتے ہو کہ جیسا تم دیے گئے ہو ویسا کوئی نہین دیا جائیگا۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ۔ کثیر الفضل۔ عَلِيْمٌ۔ بمن ہو اہلہ۔ اللہ تعالیٰ کا فضل بے انتہا ہے وہ دانا ہے کہ فضل کا مستحق کون ہے۔ وہ اپنے علم سے مستحق بندہ کو عطا فرماتا ہے۔ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ وہ اپنی رحمت نبوت سے جسکو چاہتا ہے مختص فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے۔ ف۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ چند پڑھے لکھے یہود عبداللہ بن الصیف و عدی بن زید و حرث بن عوف نے آپس مین کہا کہ آؤ ہم یہ کرین کہ اول وقت تو قرآن پر ایمان لاوین کہ صبح کی نماز ان کے ساتھ پڑھین اور آخر وقت اس سے انکار کرین کہ اپنے قبلہ کی طرف اپنی نماز پڑھین تاکہ مسلمانون پر ان کے دین مین شبہہ پڑجاوے شاید وہ بھی اپنے دین سے پھرجاوین پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت تا قولہ واسع علیم۔ نازل فرمائی اور اسی کے مانند مجاہد وغیرہ ایک جماعت سلف سے مروی ہے اور بات یہ تھی کہ اسلام سے پہلے عرب والے یہودیون کو علم والا جانتے تھے اور علمی معاملات مین ان پر اعتماد کرتے تھے پس چند یہودیون نے جو انکے درمیان علم والے مشہور تھے یہ تدبیر نکالی کہ اول شروع دن مین اسلام ظاہر کرین اور مسلمانون کے ساتھ صبح کی نماز پڑھین پھر آخر وقت پھر جاوین اور اپنے قبلہ کی طرف نماز پڑھین تاکہ اہل اسلام کو شبہہ پڑجاوے کہ یہ لوگ اہل کتاب ہین اور ہم سے زیادہ جانتے ہین یہ لوگ اسلام مین داخل ہو کر اسی سبب سے پھر گئے کہ انھون نے اس دین مین عیب و گمراہی دیکھی پس شاید وہ بھی پھرجاوین اور خصوصًا وہ یہودی جو مسلمان ہوئے تھے پس اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس مکر سے مطلع کردیا حالانکہ اللہ عزوجل نے مومنون کے دلون کو ثبات و نور دیدیا تھا وہ ایسے پلید اندھون کے شیطانی مکر سے کیا پھرتے مگر ان اندھون کو معلوم نہ تھا۔ انھون نے شیطانی الہام سے یہ تدبیر نکالی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خبر دیدی کہ قالت طائفۃ من اہل الکتاب آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجہ النہار واکفروا آخرہ لعلہم یرجعون۔ پس یہ قول انکا آپس مین تھا۔ اور اس کے مابعد کا کلام بھی انھین یہود کا ہے سوائے جملۂ معترضہ کے اور اس مین اہل اعراب و تفسیر کے اقوال متعدد ہین جنکو جمل رحمہ اللہ نے حاشیہ جلالین مین بسط و تفصیل سے ذکر کیا ہے اور سورہ مین یہ آیت مشکل قرار دی گئی ہے حالانکہ معانی ظاہر اور مآل اقوال کا گویا یکسان ہے ازانجملہ چند اقوال مین یہان ذکر کرتا ہون اول بنا بر قول مفسرؒ کے قولہ ولا تومنوا الا لمن تبع دینکم قل ان الہدی ہدی اللہ ان یوتی احد مثل ما اوتیتم او یحاجوکم عند ربکم۔ کی تقدیر یون ہے۔ ولا تومنوا بان یوتی احد مثل ما اوتیتم او ان یحاجوکم عند ربکم الا لمن تبع دینکم قل ان الہدی ہدی اللہ پس (ولا تومنوا) بمعنے (لا تقروا) یا (لا تصدقوا) ہے اور (ان یوتی)

بتقدیر دبان یوتی متعلق (لا تومنوا) کے ہی اور (احد) مستثنیٰ منہ ہی اور (الا لمن) حرف استثنار کے ساتھ مستثنیٰ ہی اور حاصل معنے یہ ہین کہ ان یہود نے آپس مین یہ بھی کہا کہ خبردار دل سے تصدیق نہ کرنا یہ کہ کسی کو دیا گیا مثل اسکے جو تمکو دیا گیا یا یہ کہ مسلمان لوگ پروردگار کے سامنے تم پر انکی دلیل قائم کر کے غالب ہو جاوینگے سوا اس شخص کے جو تمھارے ساتھ تمھارے دین کا موافق ہو کہ وہ تو البتہ تمھارے مثل دیا گیا ہو گا۔ حاصل یہ کہ قرآن پر دل سے ایمان نہ لانا کیونکہ تمکو توریت دی گئی اسکے مثل کسی نبی کو نہین ملی مگر انھین انبیا کو جو بعد موسیٰؑ کے توریت پر چلتے رہے اور اب بھی جو یہودی ہو جاوے وہ پا جاوے۔ اور تمکو یہ بھی خوف نہو کہ مسلمان تمپر حجت قائم کرین گے کہ توریت مین قرآن پر ایمان لانے کا حکم تھا کیونکہ تم تو قرآن سے افضل پر قائم ہو وہ کچھ حجت نہین لا سکتے ہین پھر اللہ تعالےٰ نے اس مکر کو ظاہر کر دیا اور ان کی ان باتون کو رد کیا جیسا کہ تفسیر سے ظاہر ہوا یہ توشیخ **جلال الدین** رحؒ نے اختیار کیا اور امام **ابن کثیر** رحؒ نے اپنی تفسیر مین کہا کہ قولہ تعالےٰ ولا تومنوا الا لمن تبع دینکم یعنی مطمئن نہو اور ظاہر نہ کرو اپنا بھید کسی پر سوا اس شخص کے جو تمھارے دین کا تابع و موافق ہو اور ظاہر نہ کرو وہ چیز جو تمھارے ہاتھ مین ہی مسلمانون پر کہ وے آخرت مین پروردگار کے حضور مین تمپر حجت قائم کرین۔ اللہ تعالےٰ نے رد کر دیا کہ قل ان الہدی ہدی اللہ یعنے وہی پاک پروردگار مومنون کے دلون کو ہدایت کرتا ہی پوری ہدایت کر جو اسنے اپنے بندے و رسول محمد صلعم پر آیات بینات و دلائل واضحات و حجج قطعیہ اتارین اس پر پورا ایمان لاتے ہین اگرچہ ای یہود تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و قرآن کی تصدیق کو جو تم نے اگلے انبیا سے پائی ہی چھپاتے رہو۔ پس قولہ تعالےٰ ان یوتی احد مثل ما اوتیتم او یحاجوکم عند ربکم کے معنے یہ ہین کہ یہود کہتے کہ ظاہر مت کرو وہ بشارات محمدی جو تمھارے پاس ہین مسلمانون کو کہ تم سے سیکھین اور اسلام پر مضبوط ہون اور تم سے ممتاز ہو جاوین کیونکہ انکا ایمان اسپر خوب مضبوط ہو گا یا پروردگار کے سامنے تمپر اسی کے ساتھ حجت قائم کرین گے جو تمھارے ہاتھون مین ہی پس تمپر حجت قائم ہو جاوے گی۔ **مترجم** کہتا ہی کہ یہ تقریر اس آیت کی تفسیر مین خوض کے قابل ہی اور مانند جلال رحؒ کے **اخفش** رحؒ نے کہا کہ معنے یہ ہین۔ ولا تومنوا الا لمن تبع دینکم ولا تومنوا ان یوتی احد مثل ما اوتیتم ولا تصدقوا ان یحاجوکم۔ یعنے ایمان نہ لاؤ مگر اسی پیغمبر کے واسطے جو تمھارے دین یہودیت اور کتاب توریت کا تابع ہو اور ایمان نہ لاؤ یہ کہ کوئی دیا گیا ویسا جیسا کہ تم دیے گئے ہو اور تصدیق نہ کرو یہ کہ مسلمان تمپر پروردگار کے سامنے حجت قائم کرینگے اور بعض نے کہا لا تومنوا ای لا تظہروا ایمانکم بان یوتی احد مثل ما اوتیتم ای اسروا تصدیقکم بان المسلمین قد اوتوا من کتاب اللہ مثل ما اوتیتم ولا تفشوہ الا لمن تبع دینکم۔ یعنے مت ظاہر کرو بات بایں طور کہ کوئی دیا گیا مثل اسکے جو تم دیے گئے یعنے اس تصدیق کو جو درحقیقت تمھارے دل مین ہی کہ مسلمانون کو بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے کتاب ویسی ہی ملی جیسے تمکو توریت ملی ہی اسکو چھپاؤ اور ظاہر نکرو مگر اسی شخص کو جو تمھارے دین کا تابع ہو **مترجم** کہتا ہی کہ اس قدر مین کفایت ہی دیگر وجوہ کے ذکر سے بیکار تطویل نہین چاہتا ہون قولہ یختص برحمتہ من یشاء۔ رحمت سے مراد نبوت ہی اور اس مین دلیل ہی کہ نبوت کسی استحقاق پر نہین ہے بلکہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہی اسنے جسکو چاہا اپنے علم قدیم سے ازل مین اسکو اختصاص دیدیا اور یہین سے کہا گیا ہی کہ مجاہدہ وعبادت و ریاضت و تمام محنت و کوشش و تقویٰ و پرہیزگاری سب کرامت و ولایت و مدارج وغیرہ نعمتون کا پھل دیتی ہی سوا نبوت کے کہ وہ روز ازل مین اللہ تعالیٰ نے جنکے واسطے مختص کر دی تھی انھین کو ملی پس اس اختصاص کے مقابلہ مین کسی متقی و عابد و عارف کا رتبہ نہین پہونچ سکتا ہے ف اشارات کے ذکر سے پہلے اتنا جان لینا چاہیے کہ اشارات کچھ انھین خطابون پر موقوف نہین کہ جو مومنین کو ہین بلکہ آدمی اپنی بول چال مین غیر سے اسکے مطلب کی باتین کرتا ہی حالانکہ اس کلام مین ایسے اشارات بول جاتا ہی جس سے اس کا کوئی رازدار اپنے مطلب کو سمجھ لیتا ہی اگرچہ اس مطلب کو اس مقصد سے جسکے واسطے سیاق کلام تھا کوئی ربط نہو جب یہ معلوم ہو گیا تو جاننا چاہیے کہ عرائس البیان

مین لکھا کہ قولہ تعالے ولا تومنوا الالمن تبع دینکم مترجم کہتا ہو کہ یہ بعض یہود نے بعض سے اپنے خاص مقصد کے واسطے کہا تھا جیسا کہ تفسیر سے واضح
ہو چکا اور شیخ رح نے اس سے اشارہ یہ نکالا کہ راز کی بات ایسے ہی شخص سے ہونی چاہیئے جو ہمراز ہو چنانچہ کہا کہ اپس کی مصاحبت فقط انھین
لوگون سے رکھو جو اللہ والے عارف لوگ ہون جنکا حال یہ ہو کہ اپنے احوال کو دنیا والون کے سامنے ظاہر نہین کرتے ہین اور اہل حقیقت کی باتون کو
لوگون سے نہین بیان کرتے ہین کہ جس سے وہ لوگ ان باتون سے انکار کرین حتی کہ انکے قتل پر آمادہ ہوجاوین قال المترجم حدیث مین حکم ہو
کہ لوگون سے انکی عقل کے موافق باتین کرو رواہ مسلم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا اور بعض نے کہا کہ اس مین یہ اشارہ ہو کہ مصاحبت فقط ایسے ہی
لوگون سے رکھو جو احوال طریقہ مین تمھارے ساتھ یکسان ہون قال المترجم قلوب بندون کے جوازل صالح ہین وجوہ متعددہ پر ہین جیسے کہ
حدیث مین اشارات ہین کہ قلب عمرؓ کو قلب نوح سے تشبیہ دی اور قلب ابوبکرؓ کو قلب ابراہیم علیہ السلام سے اور یہ کھلی بات ہو کہ
ان انبیاء علیہم السلام کی شریعت مین تفاوت تھا و صحابہ رضؓ بھی اپنے مجاہدہ و ریاضت اعمال مین مختلف تھے اگرچہ توحید و اتباع سنت مین یکسان
تھے چنانچہ حدیث اصحابی[له] کالنجوم سے ظاہر ہو اور اسی کی مؤید دوسری روایت ہو جس مین ہر ایک کے ساتھ نور خاص ہونا مذکور ہو پس مقصود
اس اشارہ کا یہ ہو کہ مصاحبت ان لوگون کی بہت خوب ہو جنکا طرز واحد ہو فتامل اور مرتعش رح نے اس مین یہ اشارہ بیان کیا کہ راز حق کو فاش
نہ کرے مگر ایسے ہی لوگون سے جو اہل حق ہون اور شیخ ابوبکر بن طاہر نے فرمایا کہ ایسے شخص سے کرامات ظاہر ہونے کی تصدیق نہ کرو
جس سے کھلی کھلی یہ بات نہ دیکھی گئی ہو کہ وہ ظاہری شریعت پر خوب اچھی طرح چلتا ہو اور ریاضت کرتا ہو اور اللہ تعالے و اسکے رسول کی
فرمانبرداری کرتا ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ اشارہ نہایت واضح ہو کیونکہ قولہ لا تومنوا الالمن تبع دینکم منصوص ہو اور یہ امر تمام اہل ایمان کو نصیحت کامل ہو
کہ کشف و کرامت جو لوگون نے ولایت کی دلیل سمجھی ہو یہ پہلی غلطی ہو کیونکہ عوام کو استدراج و کرامت مین فرق ظاہر نہو گا اور فرق کی کسوٹی حرف
شریعت و سنت ہو کہ اگر متقی کے ہاتھ سے ظاہر ہو تو کرامت ہو ورنہ استدراج ہو اور یاد رکھو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اعلیٰ درجہ کے اولیا تھے کہ
اللہ تعالی نے اُن ولیون کی تعریف کی اور کوئی ولی قیامت تک ایک ادنی صحابی کے برابر نہین پہونچ سکتا اور کیونکر پہونچے گا کہ آفتاب سالت
ان انکھون سے دیکھا ہی نہین سکتا ہان خواب وغیرہ مین چاہے حاصل ہو پھر انکا یہ حال تھا کہ تھی نہ کچھ کشف و کرامت کی تلاش +
کسب ید سے تھی فقط انکی معاش + لیکن خیر کشف و کرامت ای پہچان سہی اُس مین نہ پتا لگا و کہ یہ عجیب بات جو تم نے دیکھی بھلا یہ کرامت ہو یا شیطانی
استدراج ہو - اسکو جان رکھو کہ اگر وہ شخص طریقہ سنت براہ شریعت کا پابند ہو تو جو عجیب بات تم نے اس سے دیکھی سُنی وہ کرامت ہو اور اگر وہ
شرع کا پابند نہین تو یہ شیطانی استدراج سمجھو کیونکہ اللہ عزوجل نے یہی شریعت و طریقہ سنت کو بیچ مین پہچان فرمایا ہو پس جو شخص درواقع
تابع شیطان ہو اور ظاہر مین مسلمان بنا ہو وہ شریعت پر چلنے والا کبھی نہو گا اس سے جو بات عجیب سرزد ہو وہ شیطانی استدراج ہو اگر
ایسے شخص کے مرید ہوے تو تمھارا انجام کار بخیر نہو گا اگرچہ ابھی تمکو دنیا کی لالچ مین اسکا ضرر ظاہر نہو کیونکہ قلب کو اُسکے قلب سے تعلق ہونے سے
بسبب اسکے کہ تم خود مرید ہوکر مغلوب بنے ہو وہی انعکاس ہو گا اور وہ قلب شیطانی ہو تو تمھارا انجام شیطانی ہو گا اور ایسے ہی اگر اللہ تعالے کی محبت
والے اور راہ سنت پر جان قربان کرنے والے سے الفت رکھو گے تو تمھارا قلب اگر درست نہین تو بھی درست ہو جاوے گا کیونکہ حضرت سرور عالم
صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکو سچی محبت ہو اور یہ محبت عین ایمان ہو برخلاف اسکے کہ جو راہ سنت و شریعت سے مخالف ہو کر دعوی محبت کرتا ہو وہ جھوٹا اور
شیطانی محبت مین مکار بنا ہوا ہو پس مقام کو غور سے سمجھو - قولہ تعالے یختص برحمتہ من یشاء - رحمت سے مراد یہان نبوت و ولایت ہو پس اللہ عزوجل
اپنی مخلوق مین سے چھانٹ کر جسکو چاہتا ہو اختصاص دیتا ہو کچھ عبادت و مجاہدہ و ریاضت پر موقوف نہین کیونکہ اس کی سابق عنایت ازلی

[له] مرویست اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم ۱۲ م

مثنوی ۱۷

تو مجاہدہ کرنے والے اور مجاہدہ دونون سے پہلے ہوچکی ہی اور شاہد و برہان و وجود و علت اسوقت کچھ بھی نہ تھی یعنے اللہ عزوجل نے جو قادر مختار ہی جس کو چاہا اسکے وجود سے پہلے بدون کسی علت و سبب کے نبوت وولایت کے واسطے مختص فرمایا ہی پس جو شخص نور مشاہدہ سے روشن ہولیا اور اسکے سر باطنی کے کان خصائص خطاب سے بھر گئے اور اسکی روح منور ہوچکی اسکو کب اپنی جان کی طرف اور اپنے معاملہ کی طرف اور اپنے مجاہدہ کی طرف نظر ہوتی ہی کیونکہ جو ازلی فیض سے چُن لیا گیا وہ مراد ہوگیا یعنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارادہ متعلق ہی کہ خود بخود وہ مرضیات الٰہی سے سرفراز ہی اور اسی طرف سے وہ کھینچا جاتا ہی اگرچہ ظاہر مین سخت ذلیل ہو اور اُسی طرف سے وہ محبوب ہی اگرچہ کچھ تجاوز بھی کرے **قال المترجم** مثال اسکی حال امام **عبداللہ بن مبارک** جامع فضائل کہ انکی نسبت نقاد محدثین لکھتے ہین کہ ان مین خصائل خیر سب جمع تھے یہ بڑا مرتبہ ہی ابتدائے حال مین راہ شرع سے تجاوز کرتے تھے ایک رات باغ مین مجلس شراب مہیا کرکے آخر وقت سو گئے خواب دیکھا کہ درخت پر ایک پرند پڑھتا ہے۔ الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ۔ یعنے کیا وہ وقت نہین آیا ایمان والون کے لیے کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد مین پگھل جاوین۔ یکشش ارادہ ازلی کا ظہور ہوا اسی وقت بیدار ہوکر سب دور کیا اور آخر ایسے جامع کمال صاحب تقوی عابد زاہد عارف غازی ثقہ مجاہد محدث ہوگئے کہ آج تک اُنکا نام پاک موجب برکت ہی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ شیخ نے فرمایا کہ اختصاص اصلی تین معنے رکھتا ہی اول یہ کہ غیب ملکوت کا مکاشفہ ہو دوم آنکہ جبروت کا مشاہدہ ہو اور سوم یہ کہ مدارج معرفت و توحید پر پہونچ جاوے اور یہ اختصاص سوم سب سے اعلیٰ و اجل ہی اسواسطے کہ اس مین صحو و انبساط و اتحاد و انانیت و فردانیت و حریت اور اتصاف بربوبیت سب موجود ہی اور یہی حقائق تمکین و تحقیق توحید کی جڑ ہی اور **شیخ ابو عثمان** رحمہ نے فرمایا کہ بات مین ڈھیل چھوڑدی تاکہ اُمیدوالے کی اُمید لگی رہے اور خوف والے کو ڈر لگا رہے **قال المترجم** شیخ نے خود اشارے سے بات کہی یعنے یختص صیغہ مضارع مین گنجایش آیندہ کی ہی اور من یشاء مین خوف ہی کیونکہ صیغہ مضارع پر جو امید لگاوے وہ ڈرتا بھی رہے کہ شاید وہ اس مشیت مین نہ آوے یہ معنے اس کلام کے ہین فافہم۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ زائل کردیا علتون کو عطایا سے اور توڑدیا نفوس کو مجاہدات سے پس کاٹ دیا نفوس کو شواہد و موارد سے **قال المترجم** یعنے جب اختصاص کرنا اپنی مشیت پر مقرر فرمایا تو صریح بتلادیا کہ اللہ عزوجل کا کام کسی علت و سبب کے تابع نہین ہی ورنہ یون ہوتا کہ اختصاص کرنا اس علت و اس سبب پر ہوتا ہی اور یہ نعمت دینا اس علت کے ساتھ ہوئی ہی اور یہین سے نکلا کہ کوئی نفس اور کوئی شخص اپنے کسی فعل پر نظر نہ کرے کیونکہ اسکے مجاہدہ و ریاضت و عبادت کے سبب سے کچھ نہین ہوسکتا اس لیے کہ افعال الٰہی بلا علت و سبب ہین پس یہ نکلا کہ اللہ عزوجل سے اسکی کبریائی و عظمت و بے نیازی سے اُمید و خوف رکھے اپنی طرف یا کسی کی طرف کسی امر کو شاہد نہین قرار دے سکتا اور کسی مورد پر نظر نہین رکھ سکتا ہی فافہم واللہ اعلم۔ اور حضرت **سہل** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جسکو جناب باری تعالےٰ سے ہدایت ملی اور اسکی درگاہ مین نزدیکی پائی وہ اسنے اپنے پروردگار عزوجل کی طرف سے پائی اپنی ذاتی لیاقت سے اسکو کچھ نہین ملا ہی **قال المترجم** یہ اشارہ ظاہر ہی اور مستحسن کلام ہی۔ اور **واسطی** رحمہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی عطا و بخشش سے سبب و علت کا نام دور ہی جو صفات اسنے ظاہر فرمائے ہین اور جو امور پوشیدہ رکھے ہین وہ کسی علت و سبب سے نہین ہین اور ہر نفس کو توڑدیا کہ وہ اپنے مجاہدہ پر کبھی نظر نہ رکھے اور جو شخص توحید کے درجہ پر پہونچا وہ بھلا کیونکر نیک کامون کے وسیلہ سے یہ قول سُننے کے بعد کہ یختص برحمتہ من یشاء۔ توسل ڈھونڈھے گا بلکہ یقین کرے گا کہ اللہ عزوجل کی طرف شواہد و موارد و عوائد و فوائد سے کوئی راہ نہین ملتی ہی۔ اور **شیخ ابن عطا** رحمہ نے فرمایا کہ خبردار ہوجا کہ اللہ عزوجل کی طرف عوائد و فوائد سے کوئی راہ نہین ملتی ہے۔ اور **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء۔ یہ ہی کہ تو بدون اپنے ہو اور قیام تیرا اسی کی ذات وصفات کا قیام ہو اور نیز فرمایا کہ جسکے واسطے کئی احوال سے تجلی ہوسے وہ ایسا نہین جسکے واسطے ایک حال سے تجلی ہوئی ایسے ہی

یختص برحمتہ من یشاء ہی- اور نیز فرمایا کہ جب بندون نے برہان کا مشاہدہ کیا اور فرقان کا معائنہ کیا تو اپنی صفات سے حضرت باری تعالےٰ عزوجل کی طرف ہوگئے اور اپنے افعال سے بیزار ہوکر اسی کے فعل کی طرف ہو رہے اور انکو تسکین اس حکم کی طرف ہوئی جو اس نے فرمادیا ہی- کہ ان الذین سبقت لہم منا الحسنی اولئک عنہا مبعدون - یعنے جن لوگون کے واسطے ہماری طرف سے نیکوئی سابق ہوگئی ہی وہ دوزخ سے دور ہین اور شیخ ابو سعید خراز نے فرمایا کہ رحمت یہان یہ ہی کہ سماع کے معانی کو حقیقی کانون سے سنے و سمجھے اور اسی کو حق عزوجل نے اپنے بزرگ بندون کے واسطے مخصوص کردیا ہی سادر فارس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رحمت ہدایت و خدمت و مشاہدہ و ولایت و نبوت و رسالت ہی اور اگر اللہ تعالےٰ ان لوگون کو اس چیز کے ساتھ خاص نہ فرماتا جسکے ساتھ مخصوص کیا تو انپر موافقت کے آثار مین سے کچھ بھی ظاہر نہوتا - اور شیخ ابو سعید خراز نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنے بندون مین سے کچھ لوگ چھانٹ کر انکو ولایت والا بنایا ہی چنانچہ فرمایا یختص برحمتہ من یشاء - پس بندہ ضعیف کے بڑے نصیب ہین کہ اسکے مالک نے اسکے لیے یہ بڑے درجے رکھ چھوڑے ہین اور شیخ ابن عطاء رح سے سوال کیا گیا کہ کس چیز نے عابدون کو عبادت سے سست کردیا - فرمایا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء - نے مترجم کہتا ہی کہ سوال کرنے والے کی مراد یہ تھی کہ عبادت والا عبادت کو دیکھتا ہی اور اسکی خوبیان اسکے نفس کو بھلی معلوم ہوتی ہین اس حیثیت سے کہ وہ اس کو بجا لایا ہی کہ اپنے کو عابدون کے درجہ پر شمار کرتا ہی سو اس فریب نفس سے وہ کیونکر چھوٹا اور کیونکر اس کے نفس کی اُمنگ بیٹھ گئی اس پر شیخ ابن عطاء رح نے جواب دیا کہ اس قول پاک یختص برحمتہ من یشاء - نے درحقیقت ہر ایک کے نفس کی اُمنگ ٹھال دی اگرچہ کوئی بندہ جس کو پردۂ غفلت ہو ہنوز اپنی اُمنگ مین گرفتار رہے - اور کلام شیخ کے یہ معنے نہین ہین کہ عابدون نے جب اس آیہ کریمہ کو سنا تب سے عبادت چھوڑدی کیونکہ ایسا وہی شخص کرے گا جو ارادۂ ازلی مین خاص نہین کیا گیا چنانچہ حدیث مین اشارہ ہی کہ ہر شخص پر وہ آسان ہی جس کے واسطے وہ پیدا ہوا ہی اور حاصل انکہ بندۂ خاص تمام عبادت کرتا ہی اور پھر سخت شرمندہ ہوتا ہی اگرچہ جب توفیق الٰہی کی طرف نظر ڈالتا ہی کہ اس نے مجھسے یہ خدمت لی تو خوش ہوکر دل سکا پانی پانی ہوجاتا اور شکر کا سجدہ بجالاتا ہی پس بکر اسکی عبادات کے ثواب مین ترقی ہی مگر وہ ویسا ہی شرم سے سرنگون ہی اچھا کہا سہ زنہار از آب شمشیرت کہ شیران را ازان + تشنہ لب کشتی و گردن را در آب انداختی + پھر جو شخص کہ مشیت ازلی مین خاص نہین ہوا وہ عبادت بھی نہین کرتا اور اگر کرتا ہی تو اسکو دیکھتا ہی اپنے نفس کا کمال سمجھتا ہی اپنے کو عابد جانتا ہی دوسرون کو حقیر و فاسق سمجھتا ہی اور یہ بڑا عیب ہی- نعوذ باللہ منہ قال الشیخ اور بعض نے فرمایا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء - مین اشارہ ہی کہ یون رحمت فرماتا ہی کہ بندہ پر جو نعمتین فرمائی ہین ان کے پہچاننے کی توفیق دیتا ہی اور ان کے شکر پر قائم ہونے کی توفیق دیتا ہی مترجم کہتا ہی کہ بڑی پوری نعمت ایمان ہی اور اولی نعمت جامعہ اس کا وجود ہی- پس کوئی بندہ ایسا نہین کہ جس پر پوری نعمت نہو اور شکر اس نعمت کا یہ ہی کہ تمام وجود کو بندگی حضرت حق عزوجل مین صرف کرے یہین سے کہا گیا کہ عجب ہی کہ کون عابد اپنی عبادت کا بدلا چاہے کیونکہ اس سے تو شکر ہی ادا نہوا پھر بدلا کیسا اور عبادت کیسی فافہم اور حضرت استاد رحمہ اللہ نے رحمت کے معنے نعمت لیے ہین چنانچہ فرمایا کہ مختص فرماتا ہی اپنی نعمت سے جسکو چاہے سو ایک قوم کو تو ارزاق[لہ] سے مخصوص کیا اور کسی قوم کو نعمت اخلاق دیدی اور کسی قوم کو نعمت عبادت دیدی اور کسی کو اپنی جناب مین ارادت دیدی کہ سوائے اس کے دوسرے کو نہین چاہتے اور کسی قوم کو ظاہر کی توفیق دیدی اور کسی قوم کو باطن کی تحقیق دیدی اور کسی قوم کو عطاء اشارہ دی اور کسی کو تو اسے اسرار دی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ- وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا الآیہ - اور اگر تم اللہ تعالےٰ کی نعمتین شمار کرو تو پورا نہین گن سکتے ہو قال المترجم مترجم پر اللہ عزوجل نے اپنی رحمت و کرم غیر متناہی سے وہی جانتا ہی کہ کس کثرت سے نعمتین فرمائی ہین مگر آخر وہ ناچیز بندہ ہی اس سے کسی کا شکر کچھ بھی ادا نہوا وہ کیا کسی دوسرے کو

[لہ] ای بعضے نعمت رزق دیدی ۱۲

۱۰۱

اداے شکر کا طریقہ بتاوے اللهم لک الحمد فاغفرلی ؎ اگر خشم گیری بقدر گناه + بدوزخ فرست و ترازو مخواه + یہی اُمید ہو کہ رحمت اسکی بہت وسیع ہی پھر کہتا ہون کہ حدیث مین آیا ہو کہ- الحمد لله پلۂ ترازو کو بھر لیتا ہی- اور حدیث مین آیا کہ دو کلمہ زبان پر ہلکے اور پلۂ ترازو مین بھاری اور جناب باری عزوجل کو محبوب یہ ہین- سبحان الله وبحمده وسبحان الله العظیم برادران اسلام سے اُمید ہو کہ زبان سے یون شکر ادا کرین اور تمام بدن کا شکر وہ ہی جسکے واسطے وہ پیدا ہوے ہین مثلاً پیشانی کا شکر سجدہ ہو علی ہذا القیاس شرع شریف و سنت سنیہ مین سب موجود ہی خود ادا کرین اور میرے لیے مغفرت کی دعا کرین والسلام- قال الشیخ بعض نے کہا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء- جب بندون نے سُن لیا تو جان گئے کہ وسیلہ پیدا کرنے سے کچھ بدل نہین سکتا اور یہ معاملہ تو وہی ہی جو ابتداے ازل مین اور مشیت حضرت عزت جل جلالہ مین مقرر ہو چکا ہی- اور بعض نے کہا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء- یعنے بندے پر جو اسرار کشف فرماتا ہی اور جو انوار معرفت القا کرتا ہی اسکی سمجھ سے جس کو چاہتا ہی اختصاص دیتا ہی مترجم کہتا ہی کہ کشف کے اسرار مین بہت باریکیان ہین اور اس سے وہی سالم رہتا ہی جو شرع و تقوی مین کامل ہو اسکو مین پہلے مفصل لکھ چکا-

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِیْنَارٍ

اور بعضے اہل کتاب مین وہ ہین کہ اگر تو ان پاس امانت رکھے ڈھیر مال کا تجھکو ادا کرین اور بعضے ان مین وہ ہین کہ اگر تو ان پاس امانت رکھے ایک اشرفی

لَّا یُؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْهِ قَآىِٕمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا

ادا نہ کرینگے تجھکو مگر جب تک تو اسکے سر پر کھڑا ہی یہ اسواسطے کہ اُنھون نے کہہ رکھا ہی کہ نہین ہم پر

فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ○ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى

جاہلون کے حق کا گناہ اور باندھتے ہین اللہ پر جھوٹ حالانکہ جانتے ہین کہ جو کوئی پورا کرے

بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ○

اپنا قرار اور پرہیزگاری کرے تو اللہ پرہیزگارون سے راضی ہی-

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ- ای بمال کثیر یُؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ- اور اہل کتاب مین سے بعض وہ ہی کہ اگر تو اسکو امین بناوے ایک قنطار کا (یعنے مال کثیر کا) تو وہ تجھے ادا کردے- لامانتہ کعبد الله بن سلام اودعہ رجل الفا ومائتی اوقیۃ ذہبا فاداہا الیہ- جیسے عبد الله بن سلام عالم یہود و حافظ توریت جو آنحضرت صلعم پر ایمان لے آئے تھے ایک مرد قریشی نے ایک ہزار دو سو اوقیہ سونا امانت رکھنے کو دیا پس قریشی نے اسکو جب مانگا تو ابن سلام رضہ نے ادا کر دیا- اور یہین سے بعض سلف سے مروی ہی کہ قنطار کی تعداد بارہ سو اوقیہ سونا ہی اور اسی کو محققین نے ترجیح دی ہی- وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِیْنَارٍ لَّا یُؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ لخیانتہ- اور اہل کتاب مین سے بعض وہ ہی کہ اگر اس کو ایک دینار امانت دے تو وہ تجھے ادا نہ کرے کیونکہ وہ خائن ہی- اور دینار کی وجہ تسمیہ مین ابن ابی حاتم نے مالک بن دینار سے روایت کی کہ دینار نام اسوجہ سے کہ وہ دین و نار ہے یعنے جو اسکو حق طور سے لے اور حق طور پر خرچ کرے تو وہ دین ہی یعنے ثواب ہی اور جو اسکو ناحق لے اسکے لیے آگ ہی اور اکثر اہل لغت کہتے کہ وہ دین آرا کا معرب ہی الحاصل جو اہل کتاب مین سے بے ایمان ہی وہ ایک دینار بھی امانت مین خیانت کرے اور ادا نہ کرے- اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْهِ قَآىِٕمًا- لاتفارقہ فمتی فارقتہ انکرہ ککعب بن الاشرف استودعہ قریشی دینارا فجحدہ- مگر اس وقت تک

کہ تو اسکے سر پر کھڑا ہی ف اس سے الگ نہین ہوا پھر جب تو اُس سے جدا ہوا تب ہی انکار کر گیا جیسے کعب بن الاشرف یہودی کہ اسکو قریشی نے
ایک دینار امانت رکھنے کو دیا وہ اُس سے منکر ہو گیا۔ اور مدارک مین بجاے کعب بن الاشرف کے فنحاص بن عازوراء نام لکھا ایسی ہی **بیضاوی**
وغیرہ مین ہی بالجملہ مفسرؒ نے کاف مثال سے اشارہ کیا کہ شان نزول خاص ان لوگون کے حق مین نہین ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ اہل کتاب مین بعضے امانت دار
دنیا کی چیزون مین ہین وہ دین مین بھی امین ہین اور بعضے دنیا کے خائن وہ دین کے بھی خائن ہین اور قنطار و دینار سے مراد کثیر و قلیل ہی پس کثیر کا امین قلیل
مین بدرجۂ اولیٰ امین ہی اور قلیل کا خائن کثیر مین ضرور خائن ہوگا۔ اور **عکرمہ**ؒ سے روایت ہی کہ اہل کتاب دو فریق یہود و نصاری کا حال بیان
کیا پس ادا کرنے والے تو نصاری ہین کہ ان مین امانت اکثر ہی اور نہ ادا کرنے والے یہود ہین کہ ان مین خیانت اکثر ہی اور **شیخ ابن کثیر**ؒ نے یہان
حدیث بخاری کو مناسب جانا جو ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہی جسکا خلاصہ یہ ہی کہ سابق زمانہ مین ایک بنی اسرائیل کو دوسرے بنی اسرائیل نے اللہ تعالی کے
شاہد و کفیل ہونے پر ہزار اشرفیان ایک وقت معلوم تک کے واسطے قرض دین اور قرضدار سمندر کا سفر کر گیا وقت معہود پر اسکو جہاز نہ ملا اس نے
ایک لکڑی مین سوراخ کر کے اللہ تعالے سے دعا کر کے اشرفیان مع خط اس مین رکھکر منھ بند کر کے دریا مین ڈالدی پس اس لکڑی کو قرضخواہ مذکور ایندھن
کے واسطے دریا کنارے سے اُٹھا لایا اندر سے تمام مال مع خط پایا جب قرضدار کو جہاز ملا وہ اپنے دیس مین آیا تو مال قرض لا کر عذر کیا پس
قرضخواہ نے کہا کہ مجھے تیرا خط مع مال کے لکڑی سے مل گیا مین نے بھر پایا۔ **مترجم** کہتا ہی اس روایت سے بعض اہل کتاب کا
امانت دار ہونا ثابت ہوتا ہی مگر یہان تھوڑی مناسبت ہی اور مثال مناسب تر وہی جو مفسرؒ نے ذکر کی بقرینۂ قول ما بعد۔ **ذٰلِكَ**
ای ترک الاداء اور یہ امر مذکور یعنے ادا نہ کرنا جس پر قولہ لا یؤده الیک دلالت کرتا ہی۔ **بِاَنَّهُمْ قَالُوْا** بسبب قولہم بسبب انکے اس قول کے
ہی کہ۔ **لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ**۔ ای العرب۔ **سَبِيْلٌ**۔ ای اثم لاستحلالہم ظلم من خالف دینہم و نسبوه الیہ تعالے۔ ہم پر عرب
والون کے حق مین ظلم کرنے مین کوئی گناہ نہین ہی ف کیونکہ جو ان کے دین کا مخالف ہو اسپر ظلم کرنا حلال رکھتے تھے۔ اور قتادہ و سدی سے
یہ معنے مروی ہین کہ یہودی کہتے کہ ہمپر اس مال کی کوئی راہ نہین جو ہمنے عرب سے پایا اور اسکو اللہ تعالے کی طرف نسبت کرتے کہ اس نے ہمکو ایسا
حکم دیا ہی اور بعض نے کہا کہ یہود نے قریش سے مال خریدا پھر قریش کے یہ لوگ بیچنے والے مسلمان ہو گئے اور انھون نے دامون کا تقاضا کیا تو بولے کہ
تمھارا ہمپر کچھ حق نہین ہی کیونکہ تمنے اپنا دین ترک کیا اسوقت کے دین پر نہین ہو اور دعوی کیا کہ ہمنے اسکو اپنی کتاب مین پایا ہی۔ اور یہ محض بہتان
تھا چنانچہ اللہ تعالے نے ان پر رد کر دیا۔ **وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ**۔ فی نسبتہ ذلک الیہ۔ **وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ**۔ انہم کاذبون
اور کہتے ہین اللہ تعالے پر بہتان یعنے اس بات کی نسبت کرنے مین اور حال یہ کہ وہ لوگ جانتے ہین کہ وے جھوٹے ہین۔ یعنے
جان بوجھکر اللہ تعالے پر جھوٹ باندھتے ہین اور یہ زیادہ بدتر ہی اور ابو صعصعہ نے روایت کی کہ ابن عباسؓ سے ایک شخص نے سوال کیا
کہ ہمکو جہاد مین مرغی بکری وغیرہ ایسا مال ایسے کافرون سے ملتا ہی جو ہماری ذمہ داری مین ہو چکے ہین یعنے جزیہ قبول کر کے ہمارے ذمے ہو گئے
ہین تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پھر تم کیا کہتے ہو وہ بولا کہ ہم یہی کہتے ہین کہ ہمپر اس مین کچھ مضائقہ نہین ہی تو فرمایا کہ یہ تو ویسی ہی بات ہی جیسے
اہل کتاب کہتے تھے کہ لیس علینا فی الامیین سبیل جان رکھو کہ جب انھون نے جزیہ دیا تو ان کے مال تمکو حلال نہین ہین الا اسی طور پر کہ
وہ خوشی خاطر سے تمکو دین رواہ عبد الرزاق۔ اور یہان سے نکلا کہ اگر حربی کافر ہوتے تو البتہ انکا مال لینا حلال تھا جیسے ان کا قتل حلال کیا گیا
ہی بشرطیکہ انکو امان نہ دی گئی ہو اور یہی ائمہ حنفیہ کا مذہب ہی اور دلیل اسکی فقہ مین ہی اور سعید بن جبیر سے مرسلاً روایت ہی کہ جب اہل کتاب نے
کہا کہ لیس علینا فی الامیین سبیل تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دشمنان خدا جھوٹے ہین کوئی شے زمانہ جاہلیت کی کیون نہو وہ سب

میرے قدمون کے نیچے روندی ہوئی ہی سوائے امانت کے کہ اگر زمانہ جاہلیت میں کسی نے دوسرے کے پاس امانت رکھی تو وہ ضرور ادا کرنی ہوگی خواہ نیکوکار کی ہو یا فاجر کی ہو رواہ ابن ابی حاتم والطبرانی اور سراج میں کہا کہ امانت یہان قرضہ و اُدھار کو بھی شامل ہی کیونکہ مراد اس سے وہ حق مالی ہی جو حق طور پر لازم آیا ہی - غرضکہ اہل کتاب بہتان باندھتے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے ہمکو عرب اُمیون کا مال حلال کردیا ہی اور ہمپر گناہ کی کوئی راہ نہین ہی - بَلٰی علیہم فیہم سبیل - اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ کیون نہین ف یعنے اُن پر امیین کی راہ ضرور ہی - مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ - الذی عاہدہ اللہ علیہ او بعہد اللہ علیہ من اداء الامانۃ وغیرہ جس نے پورا کیا اپنا عہد وہ کہ جو اللہ تعالےٰ نے اسپر مقرر کیا یعنے ادا امانت وغیرہ یا جس نے پورا کیا عہد اللہ تعالےٰ کا جو اسپر لازم ہی یعنے ادا امانت وغیرہ - وَاتَّقٰی - اللہ بترک المعاصی وعمل الصالحات - اور تقویٰ کیا اللہ تعالےٰ سے بایں طور کہ نافرمانیون کو چھوڑا اور نیک کام کیے - یا بقول بعض جس نے شرک سے تقویٰ کیا - فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ - تو اللہ تعالےٰ متقیون کو محبوب رکھتا ہی ف فیہ وضع الظاہر موضع المضمر ای یحبہم یعنے تشبیہم - بجائے یحبہم کے یحب المتقین فرمایا انکی شان و توقیر کے واسطے اور انکو دوست رکھنے کے معنے یہ ہین کہ انکو ثواب جمیل عطا فرماویگا - اگر کہا جاوے کہ فان اللہ پر فاء کیون داخل ہوئی تو جواب یہ کہ من موصولہ متضمن معنے شرط ہی - اگر کہا جاوے کہ جزاء مین ضمیر کہان ہی جو موصول شرط کی طرف راجع ہو حالانکہ واجب ہی تو جواب دیا گیا کہ عموم متقین کا ضمیر کے قائم مقام ہی - اور بعض نے کہا کہ جزاء محذوف ہی ای فلیس ہو من الکاذبین - وہ جھوٹون مین نہین ہی اور اس واسطے حذف ہوا کہ جو مذکور ہی وہ محذوف پر دلالت کرتا ہی - ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ بلیٰ من اوفی بعہدہ واتقی - جاننا چاہیئے کہ عہد تین ہین ایک عہد ازل جو ارواح پر انکشاف ہونے کے ساتھ ہوا دوم عہد قلب کہ اسرار کے ساتھ ربوبیت کے اوصاف اسکے سر باطنی مین ہوتے ہین اور یہ حق عزوجل کی طرف سے اپنے خطاب کا القا ہوتا ہی بقدر اسکے کہ جتنا عارف کو مرتبہ عبودیت مین سے توفیق خاص کے ساتھ عطا ہوا ہی سوم عہد جو عارف کو بعد مرتبہ تمکین کے اور عارف باللہ ہونے کے ہوتا ہی اور یہ عہد اسکے عقل کے ساتھ بواسطہ قرآن مجید و سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتا ہی جو کہ عین ادب ہی پس اس واسطے اس ادب کا عہد لیا جاتا ہی کہ وہ اپنی تمام عمر مین اس ادب کتاب و سنت پر واجب ہی کہ مواظبت کرے مترجم کہتا ہی کہ اسیواسطے حکایت ہی کہ شیخ عارف کامل سید جیلانی رح نے ابن منصور رح کے حق مین انا الحق کہنے کی بابت کہا کہ اگر مین موجود ہوتا تو اسکو اس گمراہی سے انشاء اللہ تعالےٰ نکال لیتا پس مراد گمراہی سے ترک ادب ہوگی واللہ اعلم - قال الشیخ پھر جس کی روح نے عہد ازل پایا اور پورا کیا وہ شرک سے بچا اور توحید کے بھید کو پہونچ گیا - اور جسکے قلب نے اپنا عہد پورا کیا کہ الہام خاص کو جو القاء خاص سے ایک خاص طور کے کانون مین پہونچا ہی پایا اور قضا و قدر کے احکام جاری ہونے مین ثابت قدم ساکن رہا وہ حقیقت رضا کے مقام کو پہونچا اور اسنے ہلاکت کے طبقہ سے نجات پائی - اور جسکی عقل نے احکام حق کے ساتھ عہد پورا کیا بایں طور کہ ظاہر و باطن ان وسائل کا یعنے ہر امر و نہی کا پابند رہا وہ مقام عبودیت مین حسن ادب کے درجہ کو پہونچ گیا اور ایسا ہی شخص مریدون کا مرشد اور عارفون کا پیشرو ہوتا ہی - قولہ واتقی یعنے جسنے نفس کے خطرون سے اور شہوت کی بجلیون سے اپنے آپ کو بچایا تو اللہ تعالےٰ اسکو حقیقت محبت کے مقام پر پہونچاتا ہی اور حضرت استاد رح نے فرمایا کہ جو عہد کا وفا کرنے والا ہی وہ وصال کا مرتبہ پانے کا مستوجب اور کرامت دیے جانے کے لائق اور رحمت کا مستحق ہی اور جو شخص خیانت کرتا ہی وہ ایسا ہی کہ اللہ تعالےٰ کے غضب مین گرفتار ہو اور خواری کے لائق اور خجالت کے لیے نشانہ ہی نعوذ باللہ من ذلک اور عہد کا وفا کرنا یہ ہی کہ ماسوا سے حق عزوجل سے قطع و الگ ہو کر حق کے ساتھ ہووے - اور حضرت جعفر رح نے فرمایا کہ قولہ من اوفی - جسنے پورا کیا وہ عہد جو اسپر میثاق ازل مین جاری ہوا تھا اور تقویٰ کیا اور پاک رکھا اس عہد و میثاق کو جو حق ہی اس سے کہ کسی باطل کا میل اس سے لگے اسیواسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اصدق کلمۃ تکلمت بہا العرب کلمۃ لبید ؎ الا کل شی ما خلا اللہ باطل + مترجم کہتا ہو ترمذیؒ کی روایت کا ترجمہ یہ ہو کہ بہت سچا کلمہ جو شاعر کی زبان سے نکلا وہ کلمہ لبید شاعر ہو ؎ جو خدا کے سوا ہو باطل ہو + ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہو اور جسنے عہد کو پورا کیا وہ محب ہو اور اللہ تعالیٰ المتقون کو دوست رکھتا ہو **قال المترجم** تمام شعر لبید شاعر کا جو حضرت سے کچھ پہلے تھا یہ ہو ؎ الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل وکل نعیم لا محالۃ زائل + لیکن حدیث مین صرف اول مصرع مذکور ہو اور شاید یہ اشارہ ہو کہ دوسرا مصرعہ کلیۃً صحیح نہین ہو کیونکہ نعمت جنت ہر نعمت زائل ہونے والی ہو ۱۲ ورضائے حق عزوجل باقی ودائمی ہو نہ زائل فتامل

**اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ**

جو لوگ خرید کرتے ہین بدلے اللہ کے عہد کے اور اپنی قسمون کے تھوڑا مول وہی ہین کہ انکے لیے کچھ حصہ نہین ہو

**فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ**

آخرت مین اور نہ بات کریگا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کریگا انکی طرف قیامت کے دن اور نہ سنوارے گا ان کو

**وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ**

اور ان کو دکھ کی مار ہو۔

ونزل فی الیہود لما بدلوا نعت النبی صلعم وعہد اللہ الیہم فی التوراۃ او فیمن حلف کاذبا فی دعوی او بیع سلعۃ۔ نزول اس آیت کا یا تو یہود کے حق مین ہوا کیونکہ انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو جو توریت مین تھی بدل ڈالا اور اللہ تعالیٰ نے جو عہد ان سے توریت مین لیا تھا اسکو تبدیل کیا یا ایسے شخص کے حق مین ہوا جس نے نالشی دعوی پر یا مال اسباب بیچنے پر جھوٹی قسم کھائی۔ اور عکرمہؒ سے روایت ہو کہ یہود کے عالمون سرداروں کے حق مین نزول ہوا **اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ** ۔ یستبدلون۔ جو لوگ بدل لیتے ہین + اور بعض نے کہا کہ خریدار کچھ دیتا ہو اور کچھ لیتا ہو پس ایک کی طرف سے جو دیا ثمن اور جو لیا وہ مبیع ہو ایسے ہی دوسرے کی طرف سے ہو پس جو مبیع تھا وہ اس کی طرف سے ثمن اور جو ثمن تھا وہ مبیع ہو پس ہر ایک دیا و لیا دوسرے کے واسطے ثمن ہو یہ معنے خرید کے ہین اور حق یہ ہو کہ عہد و قسم کے مقابلہ مین یہان خرید بمعنے حقیقی نہین ہو پس مراد وہی ہو جو مفسرؒ نے ذکر کی یعنے جسنے تبدیل کر لیا۔ **بِعَهْدِ اللّٰهِ** ۔ الیہم بالایمان بالنبی صلعم واداء الامانۃ **وَاَيْمَانِهِمْ** حلفہم بہ تعالیٰ کاذبا۔ بعوض عہد خدا کے جو ان سے لیا تھا بایں طور کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوین اور امانت ادا کرین۔ یعنے توریت مین عہد لیا تھا کہ پیغمبر آخر الزمان پر ایمان لاوین اور آپ کی صفت وپہچان انکے پاس امانت رکھی گئی تھی کہ اسکو لوگون کو ادا کر دین۔ باوجودیکہ کل امانت کو ادا کرین۔ اور ایمانہم عطف ہو عہد اللہ پر یعنے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی جھوٹی قسمون کے بدلے۔ اگر کہا جاوے کہ بر تقدیریکہ شان نزول اسکا یہود مین تو جھوٹی قسمون کے عوض خریدنا کیونکر ہو تو جواب یہ ہو کہ انھون نے عہد کے ساتھ قسم کھائی تھی کہ لتؤمنن ولتنصرنہ یعنے قسم خدا کی ہم اس پیغمبر آخر الزمان پر ضرور ایمان لاوینگے اور ضرور اسکی مدد کرینگے پھر عہد توڑ کر بدل لیا اور قسم توڑ کر عوض لیا۔ **ثَمَنًا قَلِيْلًا** ۔ من الدنیا۔ مال دنیا مین سے تھوڑا۔ اور شاید کہ من بیانیہ ہو بمعنے ثمن قلیل یہی دنیا ہو کیونکہ متاع دنیا قلیل فرمائی گئی ہو پس جو لوگ بدکار بدعہد ایسے ہین۔ **اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ** ۔ نصیب **لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ** انکے لیے کچھ نصیب نہین ہے آخرت مین۔ **وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ** غضبا علیہم۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہ فرماویگا یعنے اپنے غضب کی وجہ سے ف یعنے ان سے اللہ تعالیٰ کا کلام نہ کرنا اپنے غضب کی راہ سے ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ یہ کنایہ ہو کہ غضب علیہم اپنے غضب کریگا۔ اور یہ تاویل معتزلہ کی ہو کہ وہ لوگ خدائے تعالیٰ کے

کلام کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ تمام انبیا و آیات صریحہ کے برخلاف تاویلیں کرتے ہیں ایسی تاویل صحیح نہیں ہی۔ اور بعض نے کہا کہ مراد یہ ہی کہ ان سے ایسا کلام نہ فرماوے گا کہ جس سے انکو خوشی ہو اور یہ تاویل درست ہی۔ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ یرحمہم۔ اور ان پر رحم نہ فرماوے گا قیامت کے روز۔ اور یہ محاورہ ہی کہ بولتے ہین کہ ذرا ہمپر بھی نظر کیجئے یعنے رحم کیجیے اور اولی یون ہی کہ لاینظر الیہم رحمۃ یعنے ان پر رحمت کی نظر نہ فرماوے گا پس خلاف نہیں کہ اللہ تعالے ناظر ہی۔ وَلَا يُزَكِّيهِمْ۔ یطہرہم۔ اور ان کی تطہیر نہ کرے گا اور مدارک مین کہا کہ ان پر ثنا نہ فرماوے گا کہ تم نے خوب کیا تم جنت مین جاؤ بلکہ مذمت فرماویگا کہ دوزخ مین گھسو تم بدکار نافرمان ہو۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ مولم۔ اور ان کے لیے عذاب الیم ہی۔ یعنے مولم ہی ف یعنے الم سے الیم تھا بمعنے مولم از ایلام یعنے دکھ دینے والا ہی ف عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضہ سے روایت ہی کہ ایک مرد نے بازار مین اپنا اسباب رکھا اور قسم کھائی کہ واللہ مجھے اسکے عوض اسقدر ملتا تھا حالانکہ اسقدر اسکو ملتا نہ تھا مگر جھوٹ قسم کھائی تاکہ مسلمانون مین سے کسی مرد کو اس فریب مین ڈالے پس یہ آیت اتری۔ ان الذین یشترون بعہد اللہ الآیۃ۔ رواہ البخاری وغیرہ اس روایت مین سبب نزول صریح نہین ہی بایں معنے کہ اس واقعہ کے بعد اسکے حق مین آیت اتری ہان یہ ثابت ہوتا ہی کہ آیت کے نزول مین یہ صورت مذکورہ بھی داخل ہی اور یہ خود ظاہر ہی اور عبداللہ بن مسعود رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے کوئی قسم کھائی حالانکہ وہ اس قسم مین فاجر ہی تاکہ اس سے کسی مرد مسلمان کا مال تراش لیجاے تو اللہ تعالے سے ایسے حال مین ملے گا کہ اللہ تعالے اسپر غضبناک ہوگا پس اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ہی معاملہ مین واللہ ایسا واقع ہوا کہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین مشترک تھی یعنے اسپر قبضہ اس یہودی کا تھا پھر وہ میرے حق ہونے سے انکار کر گیا تب مین اس کو رسول اللہ صلعم کے پاس لایا پس مجھے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تیرے پاس گواہ ہین مین نے کہا کہ نہین تب یہودی سے فرمایا کہ تو قسم کھا۔ پس مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو قسم کھا جائیگا یعنے بدکار بیباک بے ایمان ہی اسکو قسم کھانے کیا دیر لگتی ہی یہ قسم کھا جائے گا پس میرا مال لے جائیگا پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا۔ ان الذین یشترون بعہد اللہ و ایمانہم الآیۃ۔ اخرجہ البخاری و مسلم و احمد وغیرہ اور اس باب مین اور جھوٹی قسم کے گناہ و عذاب مین بہت صحیح حدیثین وارد ہین اور یہ بھی آیا ہی کہ جھوٹی قسم سے آباد شہر ویران ہو جاتے ہین۔ پھر واضح یہ قول ہی کہ آیت کریمہ عام ہی سب کو شامل ہی اور اس مین وہ امور بھی داخل ہین جنکا اللہ تعالے نے حکم دیا ہی اور تمام عہد و میثاق جو رسولون کی طرف سے لیے جاتے ہین اور جنکو آدمی اپنے اوپر لازم کر لیتا ہی وہ بھی شامل ہین ان ہر ایک کا وفا کرنا لازم ہی ف۲ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے ان الذین یشترون بعہد اللہ و ایمانہم ثمنا قلیلا الآیۃ۔ جو شخص اس دنیا کی تر و تازگی پر جھکا اور اسکو درگاہ الٰہی باری تعالے کے مشاہدہ کے مقابلہ مین اختیار کیا اور ظاہر مین مقرب بندون کی سی عبادت دکھلائی اور باطن مین اسکو لوگون کا پیشوا بننے کے حصہ سے فروخت کر ڈالا تو وہ دیدار باری تعالے سے محجوب ہوا اور حق عز و جل کے خطاب سے دنیا و آخرت مین محروم رہا

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ

اور ان مین سے ایک فریق ایسے لوگ ہین کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہین کتاب تاکہ تم اسکو کتاب الٰہی مین سے خیال کرو حالانکہ وہ کتاب

الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ○

مین سے نہین اور کہتے ہین وہ اللہ کے یہان سے حالانکہ وہ اللہ کے یہان سے نہین اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہین حالانکہ وہ جانتے ہین

وَإِنَّ مِنْهُمْ۔ اہل الکتاب اور ان مین سے ف یعنے اہل کتاب مین سے۔ اور جو صفتین آگے بیان ہوئی ہین اُن سے ظاہر ہی کہ مراد اہل کتاب سے یہود ہین ولیکن اولی یہ ہی کہ عام رکھا جاوے و کلام مفسر بھی اسی طرف مشیر ہی یعنے اہل کتاب مین سے خواہ یہود ہون یا نصاریٰ سے

ہون - لَفَرِيقًا طائفة ككعب بن الاشرف ایک ٹکڑا ہی جیسے کعب بن الاشرف عالم یہودی واسکے مانند لوگ جنکا حال یہ ہی کہ - يَلْوٗنَ
اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ - ای یعطفونها بقراءته عن المنزل الی ما حرفوه من نعت النبی صلعم ونحوه کہ کتاب کی قرارة کے ساتھ موڑتے ہین
نازل کردہ شدہ سے اسکی طرف کہ جو انھون نے تحریف کی ہی جو نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم واسکے مانند آیة الرجم وغیرہ کے - اور تحریف بمعنے
تقلیب ای لوٹ پوٹ کر دینا اسکی ٹھیک وجہ سے پس تحریف کرنے والا بھی اپنے پاس کے بنائے کلام سے راہ صواب سے زبان کو پیچیدہ کرتا ہی
اور السنة جمع لسان ہی بنا بر آنکہ لسان مذکر ہی ورنہ مؤنث ہوتی تو السن آتا اور فراء نے کہا کہ مین نے عرب سے سوائے مذکر کے اسکو مؤنث نہین
سُنا اور کبھی کلام کو بھی لسان کہکر تعبیر کرتے ہین - الحاصل اس طرح اپنی تحریف کو بنا کر پڑھتے ہین لِتَحْسَبُوْهُ - ای المحرف مِنَ الْكِتٰبِ
الذی انزل اللہ تعالی تاکہ خیال کرو تم اسکو یعنے تحریف کیے ہوے کو اس کتاب مین سے جس کو اللہ تعالے نے نازل فرمایا ہی -
وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ - حالانکہ وہ کتاب الٰہی مین سے نہین ہی ف پس فریب دیتے ہین - وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ
عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور کہتے ہین کہ یہ لکھا ہوا اللہ تعالے کی طرف سے ہی حالانکہ وہ اللہ تعالی کیطرف سے نہین ہی
وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ انهم کاذبون - اور اللہ تعالی پر جھوٹ باندھتے ہین حالانکہ جانتے ہین اس بات کو کہ
وے جھوٹے ہین ف جاننا چاہیے کہ قولہ تعالے یلوون السنتهم بالکتاب - دو وجہ کو محتمل ہی اول آنکہ مروڑتے زبان کو پس مائل کرتے منزل
الٰہی سے طرف اپنی محرف کے دوم آنکہ عطف کرتے اور پھیرتے طرف شبہہ کتاب کے اور فرق دونون وجہ مین یہ ہی کہ اول وجہ مین تحریف
حقیقی ہی یعنے جو اللہ تعالے نے نازل کیا اس نص کو چھوڑتے اور جو تبدیل کیا ہی اسکو پڑھتے تھے اور دوم صورت مین تحریف معنوی ہی یعنے نص
کے ساتھ اس طرز سے زبان کو پیچیدہ کرتے کہ اس سے جو مراد صحیح ہی اسکے برخلاف کچھ اور وہم ہوتا اور مترجم کہتا ہی کہ وجہ اول مین السنتهم بمعنے کلامهم
لینا زیادہ واضح ہی اور حاصل یہ کہ اپنے محرف کلام کو اس طرح زبان مروڑ کر پڑھتے کہ تم خیال کرو کہ وہ کتاب ہی جو اللہ تعالی نے اتاری ہی - اور وجہ دوم بالسنتهم
اپنے حقیقی معنے پر اولی ہی اور مفسر رحمہ اللہ کا ظاہر کلام اسکو مشعر ہی کہ وہ لفظی تبدیل نہ تھی بلکہ عطف زبان تھی جس سے تاویل و مرادین فرق و تحریف
ہو جاتی تھی اور یہ قول مجاہد و شعبی و حسن و قتادہ و ربیع بن انس کا ہی کہ یلوون السنتهم بالکتاب ای تحریف کرتے تھے اسکو - هكذا ذكره ابن كثير رح
بهذا المعنى - اور کہا کہ ایسا ہی بخاری رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ انهم یحرفون ویزیلون ولیس احد من خلق الله یزیل لفظ کتاب من کتب الله لکنهم
یحرفونه یتأولونه علی غیر تاویله - وحاصل آنکہ مخلوق خدائے تعالے مین سے کسی کو یہ مجال نہین ہی کہ اللہ تعالے کی کسی کتاب مین سے کوئی
لفظ مبدل کر دے لیکن یہ لوگ جو تحریف کرتے تھے تو جو اسکی تاویل ہی اسکے سوائے دوسری تاویل کرتے تھے - اور وہب بن منبہ نے فرمایا کہ
توریت و انجیل کو جیسا اللہ تعالے نے اتارا ویسے ہی تھین ان مین سے کوئی حرف متغیر نہین ہوا لیکن یہود و نصاری تحریف و تاویل سے
گمراہ ہوتے تھے یعنے معنے بدلتے تھے اور دیگر کتابین اپنی طرف سے نقل لیتے و لکھتے تھے اور کہتے کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے ہی حالانکہ وہ
اللہ تعالے کی طرف سے نہ تھی اور رہی وہ کتابین جو اللہ تعالے کی طرف سے تھین تو وہ محفوظ تھین ان مین کچھ تحویل نہ تھی رواہ ابن ابی حاتم
اور شیخ ابن کثیر رح نے اس روایت کے معنے مین تشکیک کی کہ وہب رح کے کلام مین اگر کتب سے وہ کتب مراد ہین جو یہود و نصاری کے پاس
موجود تھین اور ہین تو اس مین کوئی شک نہین ہی کہ ان مین تبدیل و تحریف و زیادتی و کمی بہت کچھ ہی اور یہ اصل زبان مین نہین جن مین نازل
ہوئی تھین بلکہ ان لوگون نے اسکو ترجمہ کیا پھر یہ ترجمے جو مشاہدہ ہین خواہ زبان عربی مین یا اور زبانون مین تو ان مین بہت چوک غلطی
بھول ہی اور بہت کچھ بڑھایا ہوا اور بہت کچھ گھٹایا ہوا اور فاش وہم ہی اور یہ ایسا ہی جیسے اپنی سمجھ کے موافق کسی مضمون کو ادا کر دیا پھر ع

پھران یہود ونصاریٰ کی سمجھ کا یہ حال ہو کہ ان مین سے بہتون کی بلکہ اکثرون کی بلکہ سب کی سمجھ بہت خراب ہو انھون نے جو کچھ حکم جیسا کچھ مذکور تھا
وہی نہین ترجمہ کیا بلکہ اسکو اپنی ناقص سمجھ کی کسوٹی پر رکھا اور اس سمجھ پر جو معنے خیال کیے وہ ترجمہ کر دیے- پھر وہبؒ کی مراد یہ ہو کہ وہ کتب جو
اللہ تعالےٰ کی اُتاری ہوئی تھین وہ جیسی تھین واقعی ویسی ہی ہین مترجم کہتا ہو یہ قول شیخ ابن کثیرؒ کا نہایت محقق ہو اور میرے نزدیک
یہی صحیح ہو اور اسی پر ائمۂ تحقیق کا مدار ہونا چاہیئے اور حاصل اس تحقیق کا یہ ہو کہ علماے یہود نے مثلاً توریت کی تفسیر کی اور جو آیات اس مین بتاویل صحیح
تھین انکو اپنی راے ناقص پر دوسرے معنے پر اُتارا اور آخر جو کتابین اپنے قلم سے اپنے طور پر لکھین ان مین یقین کر کے وہی معنے بجاے اس آیت کے
درج کیے جسکے معنے سمجھنے مین واقعی خطا کی ہو اور اسی پر انکا مدار ہوا پس اصل کتاب الٰہی تو محفوظ تھی ولیکن جو ان کے درمیان ہاتھون ہاتھ متداول رہی وہ
تحریف وتبدیل وزیادت ونقصان سے اور خطاے فاحش ووہم سے بھر گئی جس سے ہرگز یہ معلوم نہین ہوتا کہ اصل حکم الٰہی کیا تھا- اور اللہ تعالےٰ کا
احسان ہو کہ قرآن مجید مین اہل تفسیر نے اصل کے ساتھ اپنی راے لکھی ہو ورنہ اگر اہل اسلام بھی عالمون کو اسی طرح ماننے لگتے کہ جو وہ کہین وہی ٹھیک ہو اور
جس کو حلال کہین حلال اور جسکو حرام کہین وہ حرام ہو تو اس مین بھی ویسی ہی تحریف ہو جاتی پس تمام حمد جناب باری تعالےٰ کو ہو کہ اسنے مسلمانون کو
کتاب وسنت کی پیروی کی توفیق دی اور کسی عالم کو یہ مجال نہین ہو کہ مضمون کلام مجید کو الگ تحریر کرے اور روا نہین ہو کہ کوئی مسلمان اس کو قبول کرے
ورنہ اسوقت علی الخصوص ایسے فرقے پیدا ہوے ہین کہ وہ کلام مجید کے معنے مین نہایت غلط وبیجا تحریف کرتے ہین اور اپنی ناقص سمجھ پر شرم نہین
کھاتے ہین بخلاف اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے کہ معنے بدلتے اور جان بوجھکر دنیا وغیرہ کی ہوس سے ایسا کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے
فرمایا- ویقولون علی اللہ الکذب وہم یعلمون- ابن کثیرؒ نے تفسیر مین کہا کہ اللہ تعالےٰ یہود کے ایک فریق کی خبر فرماتا ہو کہ کلمات کو انکی جگہ اور موقع سے
تحریف کرتے اور کلام الٰہی کو بدل ڈالتے اور اسکی مراد سے ہٹا دیتے تاکہ جاہل اس وہم مین پڑ جاوین کہ یہ کتاب اللہ ہو اور اسکو اللہ تعالےٰ کی طرف صریح
نسبت کرتے حالانکہ وہ اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھا ہوتا تھا اور یہ لوگ جانتے بھی تھے کہ انھون نے اس سب مین اللہ تعالےٰ پر جھوٹ اور افترا
باندھا ہو- مترجم کہتا ہو کہ اگر کہا جاوے کہ قولہ وما ہو من الکتاب- سے معلوم ہو چکا کہ یہ محرف یا شبہ محرف نہین ہو کتاب سے پھر آگے کیون فرمایا-
ویقولون ہو من عند اللہ وما ہو من عند اللہ- تو بیضاوی وغیرہ نے جواب دیا کہ یہ اول کی تاکید ہو بایں معنے کہ اس سے انپر تشنیع کامل ہو اور
اس امر کا بیان ہو کہ وہ لوگ اسکو تصریحاً زعم کرتے تھے نہ تعریضاً اور معنے یہ ہین کہ لیس ہو بنازل من عند اللہ یعنے ہرگز یہ محرف اللہ تعالیٰ کیطرف سے نازل
نہین ہو- مترجم کہتا ہو کہ اس معنے سے معتزلہ کا اعتراض بھی دفع ہو گیا کہ معتزلہ نے اس آیہ سے دلیل پکڑی کہ بندہ اپنے کامون کا خالق ہے
کیونکہ لیّ اللسان کیتحریف وکذب جو یہود کا فریق کرتا تھا اگر یہ فعل اللہ تعالےٰ کا پیدا کیا ہوتا تو اس فریق کا یہ کہنا صحیح ہوتا کہ ہو من عند اللہ
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رد کر دیا کہ وما ہو من عند اللہ پس معلوم ہوا کہ یہ فعل اللہ تعالےٰ کا مخلوق نہین بلکہ یہود کا پیدا کیا ہو اور جواب
اس کا یہ ہو کہ ما ہو من عند اللہ کے تو یہ معنے ہین کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل کتاب نہین ہو اور اس سے یہ نہین لازم آتا کہ بندے کے
کسب پر اسکو اللہ تعالےٰ نے پیدا نہین فرمایا- کیونکہ یہ عام ہو اور نازل نہ فرمانا خاص ہو پس خاص کی نفی سے عام کی نفی نہین ہوتی
ہو حاصل یہ کہ یہود نے جو تحریف کا فعل کیا یا وہ اللہ تعالےٰ کی تاثیر سے پیدا ہوا اور یہ نہین ہو کہ اللہ تعالےٰ نے پیدا کر کے اسکو
نازل کیا اور یہ صاف ظاہر ہو فافہم-

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ

کسی بشر کا کام نہین کہ اللہ تعالےٰ اسکو کتاب دیوے اور حکم اور پیغمبری پھر وہ لوگون سے کہے کہ

له اور خدا پر جان بوجھ کر بہتان باندھتے ہین ۱۲

كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ

تم میرے بندے ہو اللہ کو چھوڑ کر ولیکن تم اللہ والے ہوجاؤ جیسے کرتے تم سکھلاتے کتاب کو اور

تَدْرُسُونَ ۝ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم

جیسے تھے تم پڑھتے اور نہیں کہہ سکتا تمکو کہ تم بنالو فرشتون کو اور نبیون کو رب کیا تم کو کفر سکھلا دے گا

بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ ع

بعد اسکے کہ تم مسلمان ہو چکو

ونزل لما قال نصاری نجران ان عیسی امرہم ان یتخذوہ ربا او لما طلب بعض المسلمین السجود لہ صلی اللہ علیہ وسلم- مترجم کہتا ہو کہ حکم نظم قرآن مجید کا ظاہر ہو خواہ سبب نزول معلوم ہو یا نہو لیکن سبب نزول سے ایک بصارت زیادہ ہوجاتی ہو پھر جاننا چاہیئے کہ مفسرین نے اس آیہ کے سبب نزول مین دو قول نقل کیے اور معلوم نہین کہ اصل سبب کون امر واقع ہوا یا دونون واقع ہوے یا دونون باتین اسکے حکم مین داخل ہین واللہ اعلم- بہر حال محمد بن اسحٰق رح نے عن محمد بن ابی محمد عن عکرمہ او سعید بن جبیر عن ابن عباس رض روایت کی کہ جب یہود کے علما اور نجران کے نصاری جمع ہوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اور آپ نے انکو اسلام کی دعوت کی تو ابو رافع قرظی یہودی نے کہا کہ ای محمد کیا آپ چاہتے ہین کہ ہم آپ کو اس طرح پوجین جیسے عیسٰے کو نصاری پوجتے ہین لیس اہل نجران مین سے ایک شخص نے جس کو رئیس کہتے تھے کہا کہ این ای محمد کیا آپ ہم سے یہ چاہتے ہین اور اسی کی طرف ہمکو بلاتے ہین یا ایسا ہی کچھ کہا- تو حضرت صلعم نے جواب دیا کہ معاذ اللہ خدا سے پناہ مانگتا ہون کہ ہم سوا ے اللہ تعالے سے کسی کو رب جین یا ہم غیر اللہ کی عبادت کا حکم کرین مجھے اللہ تعالے نے اسواسطے نہین بھیجا اور نہ اسکا حکم کیا یا ایسا ہی کچھ حضرت صلعم نے جواب دیا پس اللہ تعالے نے اسی معاملہ مین نازل فرمایا- قولہ ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب تا قولہ تعالے اذ انتم مسلمون یعنے بعد ازانکہ تم مسلمان ہوجاؤ- کذا ذکرہ ابن کثیر- اور معالم مین اسکو عطار کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ مقاتل وضحاک نے فرمایا کہ یہ آیت نصاری نجران کی رد مین نازل ہوئی کہ ان لوگون نے کہا تھا کہ عیسٰی نے ہمکو حکم دیا ہو کہ ہم اسکو رب بنادین- یہی قول مفسرین نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ قول ہو کہ مسلمانون مین سے ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم آپ پر سلام کرتے ہین جیسے ہمارا بعض بعض پر سلام کرتا ہو بھلا ہم آپ کو سجدہ نہ کیا کرین آپ نے فرمایا کہ معاذ اللہ نہین چاہیئے کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے فقط اللہ تعالے ہی کو سجدہ کرے ولیکن تم اپنے نبی کی تعظیم تکریم کرو اور حق دار کا حق پہچانو- ذکرہ محی السنۃ والبیضاوی وغیرہما- ما کان ینبغی یعنی کان بمعنے ینبغی ہو یعنے نہین لائق ہو- لبشر- کسی بشر کو ف یعنے کسی کو نہین پہونچتا اور کسی کو روا نہین ہو کیونکہ بشر ہونا اس امر کے منافی ہو کہ وہ رب ہو پھر کیونکر بشر ہو کر کہہ سکتا ہو کہ تم مجھے رب بناؤ اور میری عبادت کرو اور بشر بھی کیسا کہ جاہل نہین بلکہ فرمایا- اَن يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ- اللہ تعالے نے اسکو علم کتاب الٰہی دیا اور فقط علم ہی نہین بلکہ فرمایا- وَالْحُكْمَ- ای الفہم للشریعۃ- یعنے شریعت کی سمجھ بھی اسکو دیدی اور یہ ایک نور حضرت حق عز وجل کی طرف سے ہوتا ہو جیسا کہ تفسیر اسکی سابق مین گذری ہو پھر علم و سمجھ ہی نہین بلکہ خاص جبلت و عہد و پیمان سے سرفراز کیا ہوا چنانچہ فرمایا- وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ- اور نبوت دی پھر وہ لوگون سے کہے کہ تم اللہ تعالے کو چھوڑ کر میرے بندے ہوجاؤ ف کیونکہ اس بڑی منزلت سے نبی کو اپنا بندہ ہونا اور سب کا محتاج بندہ ہونا اور حضرت حق عز وجل کا پاک کامل پروردگار جامع جمیع صفات کمال ہونا خوب واضح ہوجاتا ہو پھر وہ کیونکر کہے گا کہ اللہ تعالے کو جو مستحق عبادت معبود ہو چھوڑ کر میری بندگی کرو-

**وَلٰکِنْ** یقول۔ ولیکن یہ بشر کہیگا کہ۔ **کُوْنُوْا رَبَّانِیّٖنَ** ۔ تم ربانی ہو جاؤ یعنے علماے عاملین منسوب الی الرب بزیادۃ الالف والنون
للتفخیم۔ یعنے ربانیین جمع ربانی ہی اور معنے اسکے علمائے عاملین ہی اور یہ منسوب ہی رب کی طرف اور اس مین تفخیم یعنے بھاری بھرکم ہونے کے واسطے
الف ونون بڑھا دیا گیا جیسے بھاری گردن والے کو رقبانی اور بھری ڈاڑھی والے کو لحیانی کہتے ہین **ذکرہ البیضاوی** وغیرہ اور یہ قول سیبویہؒ
کا ہی اور حضرت ابن عباسؓ وابو رزین اور بہتیرے علماے ربانی سلف سے کونوا ربانیین کے یہ معنے مذکور ہین ای حکماء علماء حلماء ہو جاؤ۔ یعنے
اس حکمت کو حاصل کرو جو اللہ عزوجل نے اپنے پیغمبرون کو عطا کی ہی اور اس سمجھ کے جاننے والے ہو جاؤ جو علم نبوت سے حاصل ہوتی ہے اور
عقل کلی اور عقل سلیم حاصل کرو اور **حسن بصری** ۔ اور بہتیرے تابعین نے فرمایا کہ فقہاء ہو جاؤ اور فقہ بھی ایسی ہی سمجھ کو کہتے ہین اگرچہ مرتبہ اول کی
اعلیٰ تر ہی اور قول دوم ادنیٰ کو بھی شامل ہی اسی واسطے یہ قول بھی ابن عباس وسعید بن جبیر وقتادہ وعطاء وعطیہ وربیع سے مروی ہی۔
اور ایسا شخص بڑا پرہیزگار وعابد ہوگا اسی واسطے اہل عبادت واہل تقویٰ کے معنے بھی حسنؒ سے مروی ہین اور بعض نے کہا کہ ربّانی وہ شخص
جو لوگون کو تربیت کرے اس طرح کہ پہلے چھوٹے علم سکھاوے پھر بڑے جیسے حضرت رب تبارک وتعالےٰ بندون کو آسانی کے ساتھ تعلیم فرماتا ہی
اور روایت ہی کہ جب حضرت ابن عباسؓ کا انتقال ہوا تو محمد ابن الحنفیہ فرزند حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ آج اس امت کا ربانی
انتقال کر گیا اور ابو عبیدہؓ نے کہا کہ میرا گمان ہی کہ یہ لفظ عبرانی یا سریانی ہی بہرحال یہ نصاری پر رد ہی کہ انھون نے حضرت عیسیٰؑ پر افترا باندھا
ایسی بات کا جودہ نہین کہہ سکتے اور نہ انھون نے کہی ہی اور جو کچھ انھون نے کہا اسکو چھپایا اور یہ ان اہل کتاب کا دستور ہی چنانچہ پہلے اللہ تعالےٰ پر
افترا باندھنا مذکور ہوا اور یہان اللہ تعالےٰ کے رسولون پر افترا باندھنا مذکور ہی کہ انھون نے کہا ہمکو رب بناؤ حالانکہ انھون نے ایسی تعلیم
نہین کی بلکہ برعکس کہا کہ کونوا ربانیین تم اللہ والے ہو جاؤ۔ **بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ** ۔ بالتخفیف والتشدید۔ تعلمون بتخفیف از علم
قراءۃ **ابن کثیر وابو عمرو ونافع** کی ہی بمعنے انکہ بسبب تمہارے جاننے کے کتاب کو اور تشدید کے ساتھ از تعلیم باقیون کی قراءۃ ہی بحذف مفعول
ای تعلمون الناس الکتاب ۔ یعنے بسبب تمہارے سکھلانے کے لوگون کو کتاب الٰہی ۔ **وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ** ۔ ای بسبب ذلک فان
فائدتہ ان تعملوا۔ اور بسبب امر مذکور کے یعنے اپنے عالم یا معلم اور دارس ہونے کے ربانی ہو جاؤ کیونکہ فائدہ اسکا یہی کہ عمل کرو اور درس سے
مراد کتاب کو پڑھنا اور اسکے الفاظ کو حفظ رکھنا ہی اسی وجہ سے **مکی** رحمہ نے اول مین تشدید کی قراءۃ کو راجح کہا ہی کہ پڑھانا اور پڑھنا دونون آگیا
اور اس مین دلیل ہی کہ جاننا علم حق کا اور سیکھنا سکھلانا جس سے اس پر عامل ہوتا ہی اور اسی پر کاربند ہوتا ہی اسی سے ربانی ہوتا ہی پس جو شخص
اس قصد سے نہ حاصل کرے بلکہ نام آوری وغیرہ مقصود ہو اس نے اپنے کو برباد کیا اور وبال مین پڑا اور اسی سے حدیث مین پناہ مانگنا
مذکور ہی اللھم ربی اعوذ بک فاغفرلی ووفقنی۔ **وَلَا یَاْمُرَکُمْ** ۔ بالرفع استیناف ای اللہ والنصب عطفا علی یقول ای البشر **اَنْ
تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا** ۔ یعنے یامر برفع قراءۃ **ابن کثیر اور ابو عمرو ونافع** ۔ رحمہم اللہ کی منجملہ قرارت
مشہورہ کے ہی پس جملہ مستانفہ ہوگا اور فاعل اسکا حضرت حق عزوجل ہی الےنے اور نہین حکم دیتا ہی تمکو اللہ تعالےٰ یہ کہ ملائکہ ونبیون کو
پروردگار بناؤ۔ اور **ابن عامر** وکوفیون کی قراءۃ مین یامر بنصب ہی بنا بر آنکہ ثم یقول پر عطف ہی پس فاعل اسکا بھی وہی بشر ہی اور لا کا
بڑھانا بغرض تاکید معنے نفی ہوگا آنکہ معنے یہ کہ اور نہین روا ہی کسی بشر کو جسکو اللہ تعالےٰ صفات مذکورہ سے موصوف کرے ونبی کرے
پھر حکم دے وہ لوگون کو کہ میرے بندے ہو اللہ کو چھوڑ کر اور حکم دے یہ کہ ملائکہ ونبیون کو رب بناؤ۔ یا یون کہا جاوے کہ نہ یہ حکم کرے گا کہ اپنے
تم جنسون کو پروردگار بناؤ جیسے صابئیہ نے ملائکہ کو رب بنایا اور یہود نے عزیرؑ کو اور نصاری نے عیسیٰؑ کو اور صابئیہ مین اختلاف ہی

بعض نے کہا کہ ایک قوم ہی جو ملائکہ کی عبادت کرتے ہین اور بعض نے کہا کہ فرقہ از یہود یا نصاری ہی اور بعض نے کہا کہ فرقہ از مجوس ہی اور اسی بنا پر
باب زکوٰۃ مین اختلاف ہی اور یہ مسئلہ فقہ مین ہی۔ اَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۔ لا ینبغی لہ ہذا۔ کیا وہ تمکو مسلمان ہوجانے
کے بعد کفر کرنے کا حکم کرے گا۔ یہ اسکو لائق ہی نہین ہی۔ یعنے استفہام بایں معنے ہی کہ اسکو ایسا کرنا سزاوار نہین ہی اور **بیضاوی** نے کہا
کہ اس مین دلالت ہی کہ یہ خطاب مسلمانون کو ہی اور انھین نے حضرت صلعم سے اجازت چاہی تھی کہ آپکو سجدہ کیا کرین **مترجم**۔ کہتا ہی کہ حدیث مین ہی
کہ دروازۂ مسجد پر اونٹ نے آپکو سجدہ کیا آپ مسجد مین تھے یہ دیکھکر بعض صحابہ نے عرض کیا کہ جانور آپکو سجدہ کرتے ہین ہم زیادہ مستحق ہین کہ سجدہ
کرین آپ نے انکو منع کیا کہ اللہ عزوجل ہی کو سجدہ کرو اور میری تکریم کرو جیسا کہ اصل حدیث مین مصرح ہی واللہ اعلم **ف** شیخ نے عرائس البیان
مین لکھا کہ قولہ ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب الآیۃ جس شخص کو اللہ تعالے نے اپنی درگاہ کی نزدیکی اور مشاہدہ دینے کے ساتھ مخصوص فرمایا
اسکو یہ سزا نہین ہی کہ اسکا دل اس طرف جھکے کہ مخلوق کے نزدیک رئیس بنے اور چاہے کہ یہ لوگ میری حرمت کرین اور یہ نہین کہ حضرت حق عزوجل
کے جلال عظمت کے سامنے اپنی بھی وہ کچھ قدر وقیمت خیال کرے اسواسطے کہ جو شخص درجۂ توحید کو پہونچ گیا وہ اپنے نفس کا کچھ بھی وزن نہین
سمجھتا کیونکہ اسکو عظمت وجلال حق کی تجلی ظاہر ہوجاتی ہی اس تجلی پر وہ اپنے آپکو ناپید ومعدوم جانتا ہی بلکہ جانتا ہی نہین پھر وہ اس بات پر
ہمیشہ خجل وشرمندہ رہتا ہی کہ حق عزوجل کے وجود پاک کے سامنے اسکا بھی کچھ وجود ہو پس اللہ عزوجل سے حیا کرکے چاہتا ہی کہ فنا ہوجاوے
لیکن جبکہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالے کی نعمتین دیکھتا ہی کہ جمال کشف فرمایا اور قرب وصال عطا اور جلال عزت وکبریا وعظمت وقہر ولطف سے
سرفراز کیا تو مخلوق پر انکے حال پر افسوس کرکے مہربان ہوتا ہی اور انکو بھی اللہ عزوجل کی بندگی اور اسکی مرضیات طلب کرنے کی طرف بلاتا ہی اور
یہی ہین معنے قولہ تعالے ولکن کونوا ربانیین۔ یہ حکم ہی حضرت حق عزوجل کی طرف سے اپنے انبیاء اولیاء کو یعنے تم لوگ میری صفت سے موصوف
ہوجاؤ جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تخلقوا باخلاق الرحمن یعنے حضرت حق عزوجل کے اخلاق سے اپنے آپکو آراستہ کرو۔ اور یہ وصف ایسے
شخص کا ہی جسکو اللہ تعالے نے جمال ازلی وجلال ابدی کے پاک نور کا لباس پہنایا ہی اور یہ لباس اسکو پہلے اس سے پہنایا کہ وہ مٹی کا بشر موجود ہو پس
وہ صبح قدم ہی کے نور سے اسی وقت منور ہوگیا تھا کہ جب اشباح واجسام عدم مین تھے پھر جب اللہ تعالے نے ارواح کو ان شکلون مین
بسایا اور اس اندھیرے مین داخل کیا تو انکو خطاب انبساط سے مخاطب کیا یعنے ایسے خطاب سے کہ جس سے انکا خوف ذرا کم ہو پس فرمایا کہ
تم لوگ پانی ومٹی کی طرف اپنی نسبتین مت لگاؤ بلکہ اللہ تعالے کی طرف نسبت لگاؤ یعنے اپنی خواہش نفسانی کے پابند مت ہو تاکہ اس سے
اپنے جسم کو جو پانی مٹی کا پتلا ہی قوی کرو اور حیوان کہلاؤ بلکہ ایسے کام کرو جس سے تمھارا منسوب ہونا حضرت حق عزوجل کی طرف درست ہو اور
یہ اس طرح کہ اللہ عزوجل کی محبت سے آراستہ ہو اور مکاشفہ ومشاہدہ حاصل کرو اور اوتعالے کی صفات کاملہ سے متصف ہو اور حضرت عزوجل
کی درگاہ مین پہونچکر وہین سے تربیت حاصل کرو۔ پھر جاننا چاہیئے کہ وجود ان لوگون کا اللہ تعالے کے فضل خاص ذاتی قدمی سے ہی اور
یہ لوگ ویسے نہین ہین جنکا وجود بامر کن ہوا کیونکہ امر تو عوام کے واسطے ہی او فضل ان لوگون کے واسطے ہی جو خاص ہین اور ساتھ ہی یہ بھی
جان رکھنا چاہیئے کہ اوتعالے شانہ شکل سے اور شبہہ سے اور خیال و اوہام وکسی کی سمجھ مین آنے اور خود سمجھ سے اور نیز جزء یا کسی کا جزء ہونے
یا کل یا کسی کا کل ہونے سے اور بعض ہونے سے اور ہر صورت وشکل وزمانہ ومکان سے ان سب باتون سے پاک برتر ہی قولہ تعالی بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم
تدرسون۔ یعنے خاصکر کے تمکو علم لدنی اور علم کتاب وسنت اور علم شریعت عطا ہوا ہی اسکی وجہ سے تمپر لازم ہی کہ اس شکل انسانیت سے اور اوصاف
بشریت سے باہر ہوجاؤ۔ اور **شیخ جعفر صادق** نے قولہ کونوا ربانیین مین کہا کہ دل کے کانون سے سننے والے اور غیب کی آنکھون سے

سیما

دیکھنے والے ہوجاؤ اور بعض نے فرمایا کہ کونوا ربانیین یعنی اللہ والے عالم اور اللہ کے بندوں سے حلم کرنے والے ہوجاؤ **مترجم** کہتا ہے کہ یہ قول ابن عباسؓ وغیرہم کا ہے جیسا کہ مذکور ہوا اور **شیخ ابن عطا** نے کہا کہ تم لوگ اپنی پہلی تربیت کو معائنہ کرو تاکہ ان سب آفتوں سے چھوٹ جاؤ اور نیز فرمایا کہ اُن نیکوں کو اس خطاب سے نکال لیا جو اوروں سے بندگی کا خطاب کیا ہے- اور **واسطی** رحمہ اللہ نے کہا کہ تم اپنی تربیت کی اوقات اور تقدیر کو جو آدم علیہ السلام سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تھی معائنہ کرو پس آدم کی طرف نسبت لگانا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فخر کرنا اس ذات پاک کی طرف نسبت نہیں ہے جسنے تمکو ازل میں مقدس کیا ہے- اور نیز کہا کہ قولہ کونوا ربانیین- اے تم لوگ مانند ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہوجاؤ کہ جب انپر وہ اُمور طاری ہوتے تھے جن سے آدمی گھبراتے ہیں تو انکے دل پر کچھ اثر نہیں کرتے چنانچہ اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بدر کے روز کہا کہ یا رسول اللہ یہ اصرار والحاح آپ کچھ کم کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ سے وعدہ فرمایا ہے اسکو پورا کر دے گا- اور نیز **واسطی** رح نے اس آیت میں کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو استسلام کا حکم دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کا حکم دیا چنانچہ فرمایا فاعلم پس استسلام تو یہ ہے کہ بندگی کا اظہار کرے اور علم وہ ہے کہ اسکے وسیلہ سے ازلیت و ابدیت تک رسائی ہوتی ہے اسی واسطے انکو قولہ کونوا ربانیین سے خطاب کیا- اور **شیخ جنید** رح نے کہا کہ حق تعالیٰ نے انکو خلق سے ایک بارگی صریح الگ کر کے نکالا اور حق عزوجل کی طرف انکو اشارہ سے جذب کیا پھر اگر تجھکو منظور ہو کہ تجھے معلوم ہوجاوے کہ خلق کے مقامات و بواطن عالم حقیقت میں کیونکر ہیں تو تجھکو لازم ہے کہ انکے اخلاق میں کہ کیونکر متصرف ہیں نظر ڈال پس تو ہر ایک شخص کو اپنی خاص شخصی حالت پر الگ پاویگا پس جو بات اسکی سیرت سے موافق ہوگی اسی کا یقین کرے گا پھر دیکھنا چاہیئے کہ دل کا ربط کس سے ہے پس سر باطنی کا حال کھل جائیگا کیونکہ اس ربط و ارتباط کا منشا وہی مصدر اول ہے پس اگر نار لٹکانا ہے اسکو خوش آتا ہے اور جو اس پر پیش آوے اس سے ناخوش ہوجاتا ہے تو اسکی باطنی حقیقت کھل گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں جھگڑا کرتا ہے اور اسکی بندگی میں متمرد ہے اگرچہ اس کو خود اس کا شعور نہو- اور بعضے عراقیوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو آدم سے باہر کیا تاکہ اس پانی مٹی پر فخر کرنا چھوڑیں اور اللہ تعالیٰ کی بندگی سے نسبت پیدا کریں- اور **شیخ شبلی** رح نے فرمایا کہ بندگی کرنے کا خطاب جو ان کو فرمایا ہے اس سے انکو خارج کیا پس جسنے استحقاق علم حاصل کیا وہ علم ربانیت کا مستحق ہے اور ربانی وہ ہے جو سوائے رب تعالیٰ کے اور کسی سے علوم نہیں لیتا اور نیز علم کے ظاہر ہونے میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع فرماتا ہے- اور **واسطی** رح نے اس آیت میں کہا کہ قولہ کونوا ربانیین- اگر تو فرزند ازل و ابد ہو تو تیرے لیے اس سے بہتر و عمدہ ہے کہ تو فرزند آپ کل ہو اور افعال و اعصار و عدد کا بیٹا بنے- اور **شیخ سہل** رح نے فرمایا کہ ربانی وہ ہے جو عالم باللہ تعالیٰ اور عالم بامر اللہ تعالیٰ ہو اور اسکو علوم لدنی میں سے وہ کچھ کشف کیا گیا ہو اور نیز فرمایا کہ ربانی وہ ہے جو اپنے پروردگار کے مقابلہ میں کسی حال کو اختیار نہیں کرتا- اور **جریری** رح نے فرمایا کہ کونوا ربانیین کے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے سننے والے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بولنے والے ہوجاؤ **قال المترجم** یعنے سماعت اور سننا تمھارا تمسے نہو بلکہ خداے تعالیٰ سے ہو اور بولنا تمھارا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو جب اسکا حکم ہو تو تمھاری طرف سے نطق صادر ہو- اور **فضل بن العباس الشکلی** نے فرمایا کہ قولہ کونوا ربانیین یعنی مانند ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ہو کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو جسقدر اسرار باطنی تھے سب مضطرب ہوگئے اور آپکی وفات سے انکو اضطراب ہو چکا مگر سر ابی بکر رضی اللہ عنہ اس میں مستقل رہا چنانچہ ابوبکرؓ نے کہا کہ من کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت- یعنے جو شخص تم میں سے محمدؐ کو پوجتا تھا تو وہ البتہ مضطرب ہو کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کیا اور جو شخص کہ اللہ عزوجل کو پوجتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مریگا- حاصل یہ کہ آخر یہ اضطراب کیوں ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نے اللہ عزوجل کی طرف راہ دیدی ہے پس اللہ تعالیٰ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مریگا

ف اشارہ بقولہ الا ان اولیاء اللہ الاٰیہ ۱۲ منہ

اور محمد صلعم کو کوئی نہین پوچھتا تھا کہ اس لیے یہ اضطراب ہوا۔ قاسم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کونوا ربانیین۔ یعنے آراستہ باخلاق حق ہو اور حلم والے عالم ہو جاؤ اور بعض نے فرمایا کہ ربانی وہ ہے جو اپنے نفس کو اللہ تعالے کی یاد مین بھولا اور اپنی اوقات کو اسکے اوقات مین بھولا اور اپنی عمر و رزق کو اسکی صفات مین بھولا پھر اسکی صفات سلنے اس شخص کو اسکی ذات پاک کی طرف جذب کیا اور اسکی ذات نے اسکو مالک صفات کیا بعض نے کہا کہ ربانی وہ ہے جس سے اسکے نفس کا سایہ اُٹھ گیا اور وہ سایہ وجود کے تحت مین زندہ رہا اور بعض نے کہا کہ ربانی وہ ہے جو اپنے وجود سے گم ہوا اور اپنے شہود سے محو ہوا اور بعض نے فرمایا کہ ربانی وہ ہے جس مین قدم کی تقادیر مؤثر نہون۔ اور حاصل اسکا یہ ہے کہ تقدیر مین جو کچھ جس کے واسطے لکھا گیا ہے اس کے واقع ہونے سے اس مین کچھ تغیر نہو بلکہ انکو خوبی کے ساتھ برداشت کرے اگرچہ اس سے کتنے ہی مخالف ہون۔ اور بعض نے کہا کہ ربانی وہ ہے کہ کوئی محنت اسکو نفرت نہ دلاوے اور کوئی نعمت اسکو جنبش دیکر اپنی طرف نہ لاوے پس وہ تقادیر قضا و قدر کے ساتھ اگرچہ مختلف ہون ایک حال پر رہتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ ربانی وہ ہے جو کسی امر کے اسپر وارد ہونے سے اثر پذیر نہو پھر اگر کوئی شخص اپنے یا کسی کے قلب کی رقت نے یا کسی امر کے ہجوم کی اشتمالت نے یا کسی امر نے جس مین اسکو خطرات پیدا ہوے ہین اسکے دل کو اپنی طرف پھیرا تو وہ ربانی نہین ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ ربانی وہ ہے جو حوادث یعنے واقعات مین سے کسی واقعہ کے ہونے پر زبان سے اور دل سے کچھ پروا نہ کرے اگرچہ وہ شرع مین سے کسی چیز کے کرنے مین تقصیر نہ کرے۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ بما کنتم تدرسون۔ یعنے جو کچھ تمنے درس پایا ہے یہ کہ میرے احسان تمپر پے درپے ہوے اور میری نعمت تمپر برابر بڑھی۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ بما کنتم تعلمون الکتٰب بما کنتم تدرسون۔ یعنے میری آیات و نعمتین اور جو کچھ مین نے تمھارے امور کی تولیت و پرداخت فرمائی ہے۔ قولہ تعالے ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبیین اربابا۔ وہ تمپر احسان نہین رکھتے کہ تم کو انھون نے تعلیم دیا ہے خواہ ان کی پاکیزگی بیان کر دیا جھلکتے پھر وے لوگ اپنے دلون سے کبھی اپنے درجون کی طرف اور اپنی تمکین کی طرف التفات نہین کرتے ہین اور جانتے ہین کہ وے لوگ بھی دیوان الوہیت مین اور ربوبیت مین ایسے ہی ہین جیسے ہر شے مین ہر شے ہوتی ہے اور وے لوگ اللہ عز و جل کی عظمت کے مقابلہ مین تمام مخلوق کو مع اسکے جو کچھ اس مین ہے اور جو لوگ اس مین ہین مثل ایک ذرہ کے بمقابلہ آسمان و زمین کے خیال کرتے ہین اور اپنے ذاتی امور کے واسطے اللہ تعالے کے حکم کے درمیان کچھ تعرض نہین کرتے ہین اور یہ جانتے ہین کہ حق عز و جل کا حکم تمام امور پر غالب ہے اور وے لوگ بھی اور مخلوق کے مانند اللہ تعالے کے حکم کے مامور ہین۔ قولہ ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون۔ یہ لوگ بزرگ جو خلق کی طرف آتے ہین تو اسی واسطے آتے ہین کہ اپنے اسرار باطنی کو تمام مخلوق و حوادث سے اللہ تعالے کی خالص عبودیت مین پاک و مہذب کرین اور ان مخلوق کو اسرار حقیقت اور انوار شریعت اور اللہ تعالے کی وحدانیت اور اسکی صفات کی پاکیزگی اور اسکے بقا و جمال و جلال کی عزت کی خبر دیتے ہین اور انکو حکم دیتے ہین کہ حبل اللہ المتین۔ کو مضبوط پکڑلین اور یقین کے ساتھ خالص ایمان رکھین۔ اور **شیخ ابن عطاء** رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ لوگ بسبب اسکے کہ اللہ تعالے کے منظور نظر ہین اسکے خطاب کا موقع قرار دیے گئے ہین مگر ان کے ہاتھ مین نفع و ضرر مین سے کچھ نہین ہے پھر بھلا جو لوگ انکے سوا ہین انکی کیا کیفیت رہی کہ انکے ہاتھون مین کچھ بھی اختیار نفع و ضرر نہو گا **قال المترجم** یہ قول جو شیخ ابن عطاء سے شیخ نے نقل فرمایا تو بلا خلاف سب سلف کا قول ہے اور علماء و فقہاء مجتہدین اس مین کوئی مختلف نہین ہے ولیکن مین دیکھتا ہون کہ اس زمانہ کے وہ لوگ جو [illegible] اور اسرار باطن سے بالکل بے خبر ہین اس بات مین تامل کرتے ہین اور یہ خود اپنے ایمان مین نقصان ڈالتے ہین اور ان بزرگون کی شان مین کمی کرتے ہین جیسا کہ اس مقام کے سرخی سے جو سابق مین مذکور ہوا ہے مرد فطین پر خود ظاہر ہو گا واللہ الموفق۔ اور **واسطی** رحمہ اللہ نے اس آیت مین فرمایا کہ تم لوگ اپنے اسرار باطنی سے انکی تعظیم کو اپنے دلون مین مت لاؤ اور نہ یہ کہ ان کے معانی مین کفر لاؤ اور جان لو کہ یہ ایسی

ربوبیت ہی جسنے عبودیت کو پیدا کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ شاید مراد یہ ہو کہ ان بزرگون کی تعظیم اگر تم اپنی خاطر مین لاؤگے اور اسکا تصور باندھوگے تو وہ قریب اس تعظیم کے ہوگا جو اللہ تعالے عزوجل کی عظمت کو دل مین لاتے ہو کیونکہ اللہ تعالے کی اصلی عظمت تو کچھ بھی نہین سماتی ہی یہ عظمت جو تصور ہوتی ہی یہ بھی صرف وخالص نہین ہوسکتی کیونکہ مادہ کثیف انسانی موجود ہی پس عظمت تصوری بھی نقصان کے ساتھ ہوتی ہی اور بعد حضرت عزوجل کے ان انبیاء علیہم السلام کی تعظیم خیال مین خطور کرتی ہی اور یہ چونکہ اپنی اصل مین بھی ناقص ہی اور اس سرباطنی مشوب سے اسکا تصور آسکتا ہی جیسا چاہیئے تو وہ قریب قریب عظمت الٰہی عزوجل کے گمان مین ہوجاتا ہی اور یہ منع ہی اگرچہ بعد از خدا بزرگ توئی - یہ قول درست ہی - پھر یہ وہم ہوتا تھا کہ جب انکی تعظیم نہ آئی تو کیا کفر آوے نعوذ باللہ منہ اسکو دفع کردیا کہ کفر تو ان کے معانی کا انکار ہی پس ہرگز انکار نہ کرے اور پورا اقرار کرے ہان صرف ملاحظہ عظمت و تصور مین کلام ہی فافہم شیخ نے کہا کہ ابن عطاء رح نے فرمایا کہ خبردار تو ہرگز کسی مخلوق کو ملاحظہ مت کر درحالیکہ تجھکو حق عزوجل کی طرف ملاحظہ کی راہ ملتی ہی فرمایا اللہ تعالیٰ نے - ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ الآیۃ - اور واسطی رح نے اس آیت مین کہا کہ انکو اللہ تعالے نے اپنے مخاطبات کا محل اور اپنے معاملات کا مقام قرار دیا پھر قولہ ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون - یعنے کیا تم کو حکم کریگا کہ حق عزوجل سے پردہ و دوری مین پڑجاؤ بعد ازانکہ تم نے حق عزوجل کا معائنہ پالیا ہی یا یہ حکم کرے گا کہ غیر سے ملکر حق عزوجل سے دور ہوجاؤ - اور بعض نے کہا کہ بھلا تمکو حکم کریگا ایسے شخص کی طرف توسل چاہنے کا کہ اس کا خود ہی کوئی وسیلہ سوا حق عزوجل کے نہین ہی - اور بعض نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ بھلا تم کو حکم دے گا کہ شکلون کا مطالعہ کرو اور حادث چیز کو خود اسی کے شکل کیطرف نسبت لگاؤ پیدا کرنے کا حکم دے گا بعد ازانکہ انکے اسرار مین توحید کے انوار چمک چکے ہین اور دلون مین تفرید کے آفتاب چمکے ہین -

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ

اور جب لیا اللہ نے قرار نبیون کا کہ جو کچھ مین نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تم پاس کوئی رسول

مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ

کہ سچ بتاوے تمھارے پاس والے کو تو اسپر ایمان لاؤگے اور اسکی مدد کروگے فرمایا کہ تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر لیا میرا

اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ

ذمہ بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب شاہد رہو اور مین بھی تمھارے ساتھ شاہد ہون پھر

تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

جو کوئی پھر جاوے اسکے بعد تو وہی لوگ بے حکم چلنے والے ہین

و - اذکروا ذ حین - یعنے یہ عطف قصہ کا قصہ پر ہی اور اذ ظرف جو آگے کے جملہ کی طرف مضاف ہی اسکو نصب بفعل محذوف اذکر ہی ای یاد کر یعنے بیان کردے بایں طور کہ یاد دہانی و نصیحت ہو اور اذ بمعنے حین ہی اور ظاہر وجہ یہ ہی کہ یہ عہد لینا ازل مین ہوا جبکہ تحقیقی زمانہ کا وجود نہ تھا اور حین بھی اگرچہ زمانہ کے واسطے ہی مگر معنے اسکے جس دم کے آتے ہین پس تحقیقی زمانہ ہونا لازم نہین اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ واللہ لا اشرب حینا تو فقہ مین چھ مہینہ کی مدت بھی لی گئی ولیکن ادنی تامل سے یہ عقدہ حل ہوجائیگا اور یہان بمانند قولہ ہل اتی علی الانسان حین من الدھر - یعنے انسان پر ایک وقت دہر گزرا کہ وہ کچھ بھی نہ تھا (ھ) سمجھنا چاہیئے اور یہ بنا برآنکہ عہد مذکور ازل مین لیا گیا جیسا کہ محی السنۃ نے کہا ہی کہ یہ عہد اسدم لیا گیا کہ اللہ تعالے نے آدم کی پشت سے انکی ذریات کو نکالا ہی اور امام رازی نے کبیر مین کہا کہ یہ میثاق

وہ ہیں جو انکی عقلوں میں متقرر ہو اُن دلائل سے جو دال ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری واجب ہی اور قول اول صحیح ہی- اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ - عہدہم- میثاق بمعنے عہد ہو- لَمَآ- بفتح اللام للابتداء و توکید بمعنے القسم الذی فی اخذ المیثاق وکسرہا متعلقۃ باخذ و ما موصولۃ علی الوجہین ای للذی- اٰتَیْتُکُمْ- ایاہ وفی قراءۃ آتیناکم- یعنے لما میں دو قراءۃ ہیں ایک قراءۃ بفتح لام اور یہی اکثر کی قراءۃ ہی بنا بر ینکہ لام ابتدا ہی جسکو لام توطیہ قسم بھی کہتے ہیں پس اس سے تاکید اس معنے قسم کی ہی جو میثاق لینے سے مفہوم ہیں اس واسطے کہ عہد لینا قسم ہو اور دوسری قراءۃ بعض کی بکسر لام ہی پس متعلق اخذ ہی اور ہر دو صورت پر ما صولہ ہی ای البتہ وہ چیز یا بسبب اس چیز کے جو میں نے تمکو دی اور مفسر رحؒ نے ایاہ بڑھاکر اشارہ کیا کہ صلہ میں ضمیر منصوب جو راجع بجانب موصول ہی بسبب فضلہ ہونے کے روا ہی کہ محذوف ہو اور نافع کی قراءۃ میں اتیناکم بصیغۂ جمع بروجہ تعظیم ہی ای آتیناکموہ جسکو ہم نے تمکو دیا اور قولہ- مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ - بیان اس موصول کا یا ضمیر صلہ کا ہی اور کتاب شامل ہی ہر مکتوب کو جو اللہ تعالےٰ نے انپر نازل فرمایا خواہ کتاب ہو یا صحیفہ ہو اور حکمت اس کتاب کی فقہ یا اور خاص ہی جیساکہ اوپر گذرا (المعنی) اور نصیحت کردے جسدم کہ اللہ تعالےٰ نے نبیوں کا عہد لیا قسمیہ بذریعہ اس چیز کے جو میں نے (یا بمعنے) تم کو کتاب وحکمت سے دی ہی- ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ من الکتاب الحکمۃ وہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر آوے تمھارے پاس ایسا رسول جو تصدیق کرنے والا ہی اس چیز کی جو تمھارے پاس ہی وقت یعنے کتاب وحکمت کی اور وہ رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چنانچہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و ابن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ اللہ تعالےٰ نے کسی نبی کو انبیا میں سے نہیں بھیجا مگر انکہ اس سے عہد لیا کہ جب میں محمد صلعم کو مبعوث فرماؤں اور تو اس وقت زندہ ہو تو- لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ- البتہ محمد صلعم پر ایمان لائیو اور ضرور اس کی مدد کیجیو اور ہر نبی کو یہ بھی حکم دیا کہ اپنی اُمت سے یہ عہد لیوے کہ جب محمد صلعم مبعوث ہوں اور تم لوگ اس وقت زندہ ہو تو ضرور اُن پر ایمان لاؤ اور ان کی مددگاری کرو- اسی واسطے مفسر رحؒ نے کہا جواب القسم- ان ادرکتموہ وامہم تبع لہم فی ذلک- یعنے قولہ تعالےٰ لتؤمنن بہ الخ جواب قسم ہی یعنے پیغمبروں کو کتاب دیکر قسم لی کہ جب پیغمبر آوے تو ضرور اسپر ایمان لائیو و اسکی نصرت کیجیو (بشرطیکہ تم اسکا زمانہ پاؤ) رہا یہ کہ انکی اُمت کو یہ حکم کیونکر ہی تو جواب دیدیا کہ ان کی اُمت اس حکم میں بدرجۂ اولی ان کی تابع ہی کیونکہ جس نبی کو یہ حکم ہی کہ محمد صلعم پر بشرط زندہ ہونے کے ایمان لاوے تو اس کی امت تو ضرور ہی اس حکم کی مامور ہو- اور تفسیر پر رسول کی صفت جو مصدق لما معکم- فرمائی ہی یہ ایضاح حال واقعی ہی کہ یہ رسول ایسا ہوگا کہ اگلے رسول کی رسالت وکتاب وحکمت کی تصدیق فرماوے گا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ میثاق خاص کر محمد صلعم کے واسطے ہوا تھا جیساکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباسؓ کی تفسیر سے ظاہر ہی اور یہی قتادہؒ و سدیؒ کا قول ہی اور شیخ ابن کثیرؒ نے تفسیر میں کہا کہ طاؤس و حسن بصری و قتادہ رحؒ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے انبیا علیہم السلام سے عہد لیا کہ ایکدوسرے کی تصدیق کریں پھر شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اسکے منافی نہیں ہی جو ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہی بلکہ اسکو مستلزم و مقتضی ہی اسی واسطے طاؤسؒ سے مانند تفسیر حضرت علی و ابن عباس رضؓ کے بھی مروی ہی رواہ عبد الرزاق مترجم کہتا ہی کہ توضیح یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے ہر پیغمبر و اسکی امت کو اپنے مابعد کے آنے والے پیغمبر پر ایمان لانے کا حکم دیا اور سب سے مابعد خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آپ کے لیے جمیع انبیا علیہم السلام سے عہد لیا گیا تھا- اور حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے عہد لیا کہ پہلے نبی دوسرے نبی کے لائے ہوئے پر ایمان لاوے جو کہ پہلے کی تصدیق کرنے والا ہوگا بشرطیکہ پہلا اس کا زمانہ پاوے پس ایمان لاوے و مدد کرے اور اگر نہ پاوے تو اپنی اُمت کو حکم کرجاوے کہ اگر وہ پاویں تو اسکی مدد کریں اور اسپر ایمان لاویں اور اس سب کی علت غائی یہ ہی کہ اسی سلسلہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور مددگاری تمام جہان پر لازم آجاوے کیونکہ ہر امت میں رسول گذر چکا پس

معلوم

مقصود اس عہد کے خاص نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ابن کثیر نے کہا کہ پس مراد رسول سے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں — صلوات اللہ علیہم اور وہی امام اعظم ہیں کہ اگر وہ کسی زمانہ میں پائے جاتے تو انھیں کی فرمانبرداری واجب ہوتی اور وہی کل انبیاء علیہم السلام پر مقدم ہوتے حتی کہ اگر سب سے پہلے آپ کا ظہور ہوتا تو اسکے بعد کوئی پیغمبر نہ ہو سکتا اور آپ کی خبر بھی سب امتوں پر پہونچی۔ اسی واسطے شب معراج میں جب بیت المقدس میں سب انبیاء کے ساتھ مجتمع ہوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب کے امام ہوے اور بعض احادیث میں صحیح ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو انکو کوئی گنجایش نہ ہوتی سوا اسکے کہ میری پیروی کریں اور حدیث جابرؓ میں مرفوعاً ہے کہ واللہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اسکو کچھ حلال نہ ہوتا مگر یہی کہ میری پیروی کرے۔ (رواہ ابو یعلیٰ باسناد جید) اگر کہا جاوے کہ ایک نبی کی مددگاری دوسرے کو کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ اسکی شریعت پر چلنے کی دوسروں کو ہدایت کرے جیسے یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ کے ساتھ تھے یا اسکے ساتھ ہو کر کافروں سے جہاد بھی کرے جیسے موسیٰ کے ساتھ ہارون تھے۔ جاننا چاہیے کہ کسائی نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ شاید یہ معنے ہوں کہ اذ اخذ اللہ میثاق الذین مع النبیین یعنے ان لوگوں سے اقرار لیا جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تھے اور اسی کے مؤید ہے قراءۃ ابن مسعودؓ و اذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب۔ مگر پوشیدہ نہیں کہ متواتر قراءۃ و مشہور تفسیر کے مقابلہ میں یہ نہیں ہو سکتی پس صحیح وہی اول ہے اور دیگر احتمالات بے وجہ ہیں۔ قَالَ۔ تعالیٰ لہم اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام سے کہا کہ ءَاَقْرَرْتُمْ۔ بذلک۔ کیا تمنے اسکا اقرار کیا۔ اور یہ استفہام تقریری ہے یعنے ان سے صاف اقرار کرانے کو ہے اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے وَاَخَذْتُمْ۔ قبلتم۔ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ۔ عہدی اور تم نے قبول کر لیا اس بات پر میرا عہد یعنے کہو کہ ہاں بسر و چشم قبول ہے ف اخذ سے یہاں قبول مراد ہے کیونکہ ابتدا میں انھوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد نہیں لیا اور نہ وہ لے سکتے تھے پس التباس نہیں اور مراد بھی یقینی ہے کہ تم نے قبول کیا اور اشعار ہے کہ قبول نہایت گرفت سے ہے اور گویا اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و تصدیق کی تمنا تھی۔ اور اصر لغت میں بوجھ ثقیل ہے اس سے عہد کا نام رکھا گیا کیونکہ اسکے تحمل میں بھی ایک پورا بار ہوتا ہے یا شد و بند سے مشتق ہے اور پس مراد اس سے عہد موکد ہی ابن عباسؓ و مجاہدؒ و ربیعؒ و قتادہؒ و سدیؒ نے کہا ہے ذکرہ ابن کثیرؒ الحاصل انبیاء علیہم السلام نے بسر و چشم قبول کیا اور اللہ تعالیٰ سے قَالُوْا اَقْرَرْنَا۔ بولے کہ ہم نے اقرار کیا۔ قَالَ فَاشْهَدُوْا۔ علیٰ انفسکم و اتباعکم بذلک پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (جب تم نے اقرار کیا) تو شاہد رہو اپنے اوپر اور اپنے پیروی کرنے والوں پر اس عہد کے۔ وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔ علیکم و علیہم اور میں بھی تم پر اور تمہارے تابعین پر شاہد ہوں۔ فَمَنْ تَوَلّٰی۔ اعرض۔ بَعْدَ ذٰلِكَ۔ المیثاق پھر جس نے منھ موڑا بعد اس عہد اقرار کے۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ تو ایسے ہی منھ موڑنے والے وہی فاسق ہیں یعنے متمرد اور طاعت سے باہر ہونے والے اور کفر میں ڈوبنے والے ہیں یہاں سے ظاہر ہوا کہ نبوت و رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نبی نے انکار نہیں کیا بلکہ سب نے تصدیق کی ہے کیونکہ حاشا کہ وہ عہد توڑیں پھر فاسق وہ لوگ البتہ ہوے جو آنحضرت صلعم کے وقت میں آپ پر ایمان نہ لائے اور ان پر کفر کا عذاب بھی نہایت سخت ہوگا جیسے ایمان لانے میں ان کو دونا ثواب تھا جیسا کہ حدیث صحیح میں ثابت ہوا ہے ف شیخ نے عرائس البیان میں ذکر کیا کہ قولہ تعالیٰ و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے علم مجہول کے خصائص خطاب کا جو حقائق اسرار ربوبیت کی خبر دیتا ہے نبیوں و صدیقوں کے ساتھ بواسطہ الہام فرشتہ کے اور بغیر واسطہ مذکور کے عہد لیا اور وہ نطق مخلوقات سے منفرد ہے بلکہ حق عز و جل بفعل خاص اسکو نازل فرماتا ہے اور اس کے انوار کو ان لوگوں کی ارواح کی آنکھوں میں ظاہر

فرماتا ہو تاکہ اسکی تصدیق کریں اور جان لیں کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہو اور یقین و معاملہ سے اسکی مدد کرتے ہیں اور یہ منجملہ قرآن مجید کے رموز سے ہو اور ہر کتاب آئی ہیں ایسی ۔ مترجم کہتا ہو اور یہ اشارہ جو ظاہر کتاب سے نکلتا ہو وہ یہ ہو کہ اللہ عزوجل نے چاہا کہ اگلے پچھلے تمام انبیا و اولیا و برگزیدہ لوگون کو اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ مقامات دکھلاوے اور ان لوگون کے درمیان سے ان سب سے آپ کی تخصیص ظاہر فرما دے تاکہ سب کے سب اسپر ایمان لاویں اور اسکو پہچانین کیونکہ جس نے حبیب اللہ تعالےٰ کو پہچانا اس نے حق کو پہچان لیا اور جو اسپر ایمان لایا وہ دائرہ محبت و حقیقی قربت میں پہونچ گیا فرمایا اللہ تعالےٰ نے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ جسنے مجھکو پہچانا اسنے حق عزوجل کو پہچانا۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ روایت ان الفاظ سے اہل حدیث کے نزدیک پہچانی نہین گئی اور صحیح حدیث میں ہے کہ من رانی فقد رای الحق جسنے مجھکو دیکھا اسنے سچ دیکھا اور اہل تصوف اسکے معنے یون کہتے ہین کہ جسنے مجھے دیکھا اُس نے حق کو دیکھا اور دلیل اس کی وہ بیان کی جو شیخ نے کہی ہو کہ اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لباس ربوبیت تھا اور آپ کے چہرۂ پاک سے جمال مشاہدہ حق کا نور کمال ظاہر ہوتا تھا۔ اور انبیا علیہم السلام سے اپنے حبیب کے واسطے عہد لینے میں اشارہ یہ ہو کہ وہ لوگ آنحضرت صلعم پر غیرت نہ کرین اس واسطے کہ عاشقون کا دستور ہو کہ ایک دوسرے پر غیرت کھاتے ہین اور غیرت کھانا عشق کے لوازم میں سے ہو اور یہ حق سبحانہ کی صفت ہیں تو ذرا لحاظ کر شان موسیٰ علیہ السلام اور انکی غیرت حضرت سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ شب معراج میں رونے لگے کہ یہ جوان میرے بعد مبعوث ہوا جو جہان کا سردار ہو اور اس میثاق سے مقصود یہ ہو کہ اسرار باطنی انبیا علیہم السلام کے صفات بشری سے محفوظ رہین۔ قولہ تعالےٰ فاشهدوا وانا معكم من الشاهدين۔ اللہ تعالےٰ انکو ڈراتا ہو کہ وہ ان کے حال پر خوب مطلع ہو تاکہ اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور اسکی نصرت و مدد میں ثابت ہون اور یہ تمام انبیا علیہم السلام کے درمیان سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدرجۂ انتہا تشریف ہو پھر بیان فرمایا کہ جس کا سر باطنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بجھ گیا اور جسکا قلب آپکے نور سنت سے اندھا رہا اور جس کا ظاہر حال آپکے طریقہ و شریعت سے آپ کے معجزات و بزرگیاں ظاہر ہونے کے بعد پھر رہا وہ نبوت و رسالت کے درجہ سے گر جاوے گا اسی واسطے پوری تہدید فرمائی اور ڈرایا کہ فمن تولی بعد ذلک فاولئک هم الفاسقون۔ فارس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلعم کا عہد ان انبیا علیہم السلام سے لیا جو زمانہ سابق میں گذر چکے ہین چنانچہ فرمایا۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیۃ۔ پس اس سے بڑھکر کون بزرگی ہوگی کہ اللہ تعالےٰ نے اس کا عہد ان لوگون سے لیا جو اس سے پہلے تھے پھر ان پہلے والون کو حکم دیا کہ اسکے واسطے لباس عہد کے شاہد ہون اور ضامن ہوا کہ اللہ تعالےٰ بھی انکے ساتھ شاہد ہو اگر وہ عہد کے پورے ہین تو ان کی بھلائی پر شاہد ہو اور اگر حاشا کہ وہ عہد میں پورے ہون لیکن بالفرض اس صورت میں انکی بھلائی پر شاہد ہو اور ایسا اسواسطے کیا تاکہ اگلون پچھلون میں سے کسی کو جو آپ سے پہلے ہوے لاعلمی نہ رہے بلکہ اس پر حجت ہو جاوے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنا رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا اور اسپر ایمان لانے کا حکم دیا ہو کہ اسپر خود مع اتباع کے ایمان لاوین بایں طور کہ اتباع کو حکم کر دین تاکہ بعد اسکے کسی کو حضرت صلعم کی مخالفت میں حجت نہ رہے



أَفَغَيْرَ دِينِ اللّٰهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّإِلَيْهِ

اب کچھ اور ڈھونڈھتے ہین سواے دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہو جو کوئی آسمان و زمین میں ہی خوشی سے یا زور سے اور اسی کی طرف

يُرْجَعُونَ ۝ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلٰى إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ

پھر جاوینگے تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر جو کچھ اترا ہمپر اور جو کچھ اترا ابراهیم اور اسمٰعیل و اسحٰق پر

وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اور یعقوب پر اور اسکی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا سب نبیون کو اپنے رب کی طرف سے ہم الگ نہین جدا نہین کرتے ہین

أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ○

کسی کو اور ہم اسی کے حکم پر ہین

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ - یہ عطف ہی جملہ سابق یعنے فمن تولی پر اور ہمزہ بیچ مین انکار کے ہی یا اسکا عطف محذوف پر ہی اے ایتولون فغیر دین اللہ یبغون - اور اصل یہ کہ ایبغون غیر دین اللہ پس مفعول کو اسواسطے مقدم کیا کہ مقصود اسی کا انکار ہی - يَبْغُونَ - بالیاء اے المتولون والتاء - یعنے ابوعمرو وعاصم ویعقوب کی قراءۃ مین یبغون بیاے تحتانیہ بصیغہ غائب ہی اور فاعل اسکا متولون - یعنے منہ موڑنے والے ہین اور باقیون کی قراءۃ مین بتاء خطاب ہی پس قل امر مقدر ہی اے کہدے ان لوگون سے **مترجم** کہتا ہی کہ معالم وغیرہ مین مذکور ہی کہ اہل کتاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا مقدمہ پیش کیا اور اختلاف انکا دین ابراہیم مین تھا اور ہر فریق دعویٰ کرتا تھا کہ ہم اولے بابراہیم ہین پس رسول صلعم نے فرمایا کہ ہر دو فریق دین ابراہیم سے بری ہوے یہ بولے کہ ہم آپ کے فیصلہ پر راضی نہین ہوتے اور آپ کا دین نہین لیتے ہین پس یہ آیت نازل ہوئی یہ روایت اگر ثابت ہو تو قراءۃ خطاب کی توضیح ہو جاتی ہی - وَلَهُ أَسْلَمَ انقاد - مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا - بلا اباء - یعنے طوع کے معنے طاعت وخوشدلی سے بدون انکار کے - وَكَرْهًا بالسیف ومعاینۃ ما یلجی الیہ - یعنے کرہ یون کہ تلوار سے تابع ہوے اور ایسی چیز دیکھکر تابع ہوے کہ جو خواہ مخواہ انقیاد کی طرف ناچار کرے جیسے بنی اسرائیل پر توریت کے لینے سے انکار کے وقت پہاڑ اٹھایا گیا - اور طوع اس انقیاد کو کہتے ہین جو سہولت سے ہو پس کہا گیا کہ طوعًا اس طرح کہ دلائل وحدانیت پر نظر کرکے اور حجت کی پیروی کرکے خوشی خاطر تابع ہوے اور کرہا - اس طرح کہ تلوار کے زور سے یا ایسی چیز معائنہ کرنے سے جس سے ناچار اسلام کی طرف آنا پڑے جیسے ان کے اوپر پہاڑ بلند کیا جاتا اور فرعون وقبطیون کا ڈوبنے لگنا اور موت کا وقت جان کندنی کا ہونا (المعنی) کیا بھلا دین الٰہی کے سواے کوئی دین چاہتے ہین حالانکہ اسی کے لیے انقیاد کیا ہر شخص نے جو آسمانون اور زمین مین ہی خواہ طوعًا یا کرہًا **مترجم** کہتا ہی کہ اسمین تاویل کی وجہ یہ ہی کہ زمین والون مین سے بہتیرے کافر ہین اسلام نہین لائے پس اسلام سے مراد انقیاد ہی یعنے حکم تقدیر کے تابع ومقہور ہین اور اسی معنے پر ہی قولہ وللہ یسجد من فی السموات والارض طوعًا وکرہًا الآیہ - اور قولہ وللہ یسجد ما فی السموات وما فی الارض الآیۃ پس مومن تو اپنے دل سے مسلمان ہی جیسے ظاہر مین مطیع ہی اور کافر اگرچہ مسلم اس معنے کر نہین لیکن مسلم بمعنے مستسلم ہی کہ وہ چاہے یا نہ چاہے ضرور اس تسخیر وقہر وسلطان پروردگار کے تابع ہین جسکا روک کوئی کچھ نہین سکتا اور یہی معنے ہین جو کلام **بیضاوی** سے ظاہر ہین کہ طوع بمعنے اختیار ہی پس یہ اسلام تو ملائکہ ومومنین کی طرف سے ہی اور کرہ بمعنے تسخیر ہی مانند کافرون کے کہ وہ اس امر کی قدرت نہین رکھتے کہ جو انپر حکم جاری کیا گیا اس سے اپنے آپکو باز رکھین پھر نصب طوعًا وکرہًا بنابر حالیت کے ہی اے طائعین ومختارین اور کارہین ومسخرین - اور مجاہد نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ طوعًا وکرہًا - فرمایا کہ اسوقت جب کہ لوگون سے میثاق لیا گیا رواہ وکیع - اور عطاء بن ابی رباح نے مرسلًا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعًا وکرہًا - مین روایت کیا کہ سموات مین تو ملائکہ اسلام لانے والے ہین اور زمین مین وہ لوگ ہین جو اسلام پر پیدا ہوے اور کرہًا - وہ ہین جو دیگر اقوام سے طوقون وزنجیرون مین قید کرکے جنت کی طرف کھینچے جاتے ہین حالانکہ وہ کراہیت کرتے ہین - رواہ الطبرانی اور **شیخ ابن کثیر**ؒ نے کہا کہ اس حدیث مین غرابت ہی اور بعض نے جو اسکو ضعیف کہا تو یہ وہم ہی اسواسطے کہ ارسال سے ضعف ہمارے نزدیک مسلم نہین ہی اور اس حدیث کا شاہد دوسری وجہ سے

بھی مروی ہی اور صحیح کی حدیث مین ہو کہ تیرے پروردگار نے ایسی قوم سے عجب کیا کہ جو طوق و زنجیرون مین باندھکر جنت کی طرف کھینچے جاتے ہین۔
قال المترجم ؒ اسکے یہ معنی ہین کہ جہاد مین بعض قوم کافر قید کرکے ملک اسلام مین لائے جاتے ہین اور یہان آکر مسلمان ہو جاتے ہین اور ان کا
اسلام اچھا ہوتا ہی کہ جنت مین داخل ہوتے ہین۔ اور حضرت انس ؓ سے اس آیت مین مرفوعًا روایت ہو کہ ملائکہ نے آسمان مین اللہ تعالیٰ کی
اطاعت کی اور انصار و گروہ عبد القیس نے زمین مین اسکی اطاعت کی رواہ الدیلمی۔ اور قتادہ سے روایت ہو کہ مومن نے تو بطوع رغبت اسلام
اختیار کیا پس اس سے قبول کیا گیا اور اسکو نفع دیا اور رہا کافر تو وہ اسلام لایا جبکہ اسنے باس اللہ تعالیٰ کو دیکھا پس اس سے قبول نہوا چنانچہ
فرمایا۔ فلم یک ینفعهم ایمانهم لما رأوا باسنا الآیة۔ اور حضرت انس ؓ سے مرفوعًا روایت ہو کہ سواری کا جانور و غلام و باندی اور لڑکا لڑکی جو بدخلق ہو اسکے
کان مین یہ آیت۔ افغیر دین اللہ یبغون آخر تک پڑھو۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ اور یونس بن عبید سے روایت ہو کہ کہا جو شخص کسی سرکش
جانور پر سوار ہو اگر اسکے کان مین افغیر دین اللہ الآیة۔ پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ سیدھا ہو جائے گا (رواہ ابن السنی) وَاِلَیْهِ
یُرْجَعُوْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف (تم پھیرے جاؤ گے) یا یہ لوگ پھیرے جاوینگے۔ بالتاء والیاء والهمزة للانکار۔ یعنے
ترجعون بتاء خطاب اکثرون کی قرأت ہو یعنے تم لوگ اور بیاء تحتانیہ حفص ؒ کی قرأت ہو اور افغیر دین اللہ ہمزہ انکار ہو یعنے سوائے دین
اللہ کے اور کوئی دین نہین طلب کرنا چاہیئے۔ قُلْ۔ ا ہم یا محمد۔ کہدے ان سے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ
عَلَیْنَا۔ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کتاب پر جو ہم پر اُتاری گئی ف اس مین آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ لوگون کو خبر دین کہ آپ
مع اپنے تابعین مومنین کے اللہ تعالیٰ و اسکی کتابون و اسکے رسولون پر ایمان لائے ہین اور جیسا کہ اسنے حکم دیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کرین
اسی طرح تصدیق کرتے ہین پس اللہ تعالیٰ کی کتابون و رسولون پر ایمان لانے کے یہ معنے ہین کہ اسکی تصدیق کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کتابین
برحق اُتاری ہین اور یہ رسول بھیجے تھے اور پہلے سب سے اس چیز کو ذکر کیا جو آپ پر نازل کیا گیا یعنے قرآن پر اس وجہ سے کہ اسی سے آپ کو اور
رسولون اور کتابون کا حال معلوم ہوا ہی۔ اور قل مین ضمیر واحد ہو کیونکہ کہنے والے فقط آنحضرت صلعم ہین اور ما بعد مین علینا وغیرہ بصیغہ جمع فرمایا
کیونکہ قرآن جیسا کہ آنحضرت صلعم پر منزل ہو ویسے ہی آپ کی پیروی کرنے والون پر آپ کے پہونچانے سے ہو اور اد ایمان لانے کے اگرچہ وحی
پہونچنے مین فقط آپ ہی پر اُترا لیکن یہان وہی ایمان لانے کی حیثیت مقصود ہی یا صیغۂ جمع اس وجہ سے کہ آپ کو حکم دیا کہ بادشاہون کے مانند
اپنی ذات شریف سے خبر دین اور یہ آنحضرت صلعم کے واسطے تعظیم و اجلال ہو۔ اگر کہا جاوے کہ یہان تو آیت مین انزال کا تعدیہ علی سے
آیا اور یہی آیۂ کریمہ سورۂ بقرہ مین ہو وہان انزل الینا بحرف الی تعدیہ ہو تو مفسرین نے اسکے جواب مین تکلف کیا چنانچہ بعض نے کہا کہ یہان تو
خطاب حضرت صلعم کو ہو اور آپ کو وہ ملاء اعلیٰ سے بلا واسطہ کسی بشر کے پہونچا پس علی کے ساتھ جو علو پر دلالت کرتا ہو لانا مناسب ٹھہرا اور
وہان خطاب اُمت کو ہو جنکو بواسطۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہونچا پس الی سے لانا جو مختص باتصال ہو مناسب ہوا زمخشری ؒ نے
کشاف مین اسکو رد کر دیا کہ یہ تکلف و تعسف ہی کیا یہ نہین دیکھتے کہ شروع سورۂ بقرہ مین بما انزل الیک فرمایا اور نیز قولہ انزلنا الیک الکتاب
فرمایا۔ حالانکہ خطاب مخصوص بحضرت صلعم ہی اور اسی سورہ مین اوپر فرمایا آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجه النهار۔ حالانکہ
مومنون پر نزول بواسطہ ہو اور صحیح جواب یہ ہو کہ وحی جو انبیا علیہم السلام پر نازل ہوئی ہو اس مین دو اعتبار ہین ایک تو رسول تک منتہی و
واصل ہونا دوم جانب اعلیٰ سے نازل ہونا پس سورۂ بقرہ مین باعتبار اول کے تعدیہ بالی آیا اور یہان باعتبار دوم کے علی سے تعدیہ ہوا
وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ۔ جو ابراہیم ؑ کے بڑے لڑکے تھے اور عرب والے انھین کی اولاد ہین۔ وَاِسْحٰقَ

دوسرے لڑکے جنکے فرزند - وَيَعْقُوبَ ہیں جنکو اسرائیل کہتے تھے اور ان کے بارہ بیٹے تھے اور صحیح یہ ہے کہ ان بیٹون کی اولاد کو اسباط
کہتے تھے جیسے عرب میں قبائل کا لفظ بولتے ہیں چنانچہ فرمایا - وَالْاَسْبَاطِ - اولاده - مفسر نے اسباط کو بمعنے اولاد یعقوب لیا اور ظاہر یہ
لفظ موہم ہے کہ حضرت کے بیٹے بھی اسباط تھے حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ بیان ہوا - وَمَا اُوْتِيَ مُوْسٰى - یعنے توریت وَعِيْسٰى
یعنے انجیل - وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ - یہ سب انبیا کو شامل ہے - انتہی) اور ہم ایمان لائے ہیں اس کلام کتاب و صحیفہ پر جو
اُتارا گیا ابراہیم پر و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب پر اور اسباط پر اور جو کچھ دیا گیا موسیٰ و عیسیٰ و دیگر انبیا علیہم السلام کو سب پر - لَا نُفَرِّقُ
بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ - بالتصدیق والتکذیب - اور ہم لوگ نبیون مین فرق نہیں کرتے کہ بعض کو سچا بتلاوین اور بعض کو جھٹلاوین -
ف نبیون مین فرق نہ کرنے کے یہی معنے ہین کہ ہم یہ نہیں کرتے ہین کہ کسی کی تصدیق کرین اور کسی کی تکذیب کرین جیسے یہود و نصاریٰ
کرتے ہین بلکہ ہم تصدیق کرتے ہین کہ سب انبیا اللہ تعالے کے بندے و رسول و سچے ہین اور یہ معنے نہیں کہ ہم ان ہی آپس مین کچھ فرق نہیں کرتے
اور سب کو یکسان جانتے ہین تاکہ لازم آوے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل کیون کہتے ہو - اگر کہا جاوے کہ بعض علما نے کہا کہ انبیا
مین باہم تفضیل نہیں ہے پس آیت سے انکا قول درست ثابت ہوتا ہے مین کہتا ہون کہ ہرگز نہیں اس واسطے کہ قولہ تعالے تلک الرسل
فضلنا بعضہم علی بعض - تو اس بات پر نص ہے کہ بعضے رسول بعض دیگر سے افضل ہین پس یہ تو واجب ہے کہ تمام رسول جن مین ہم فرق نہیں
کرتے ہین ان مین یہ اعتقاد رکھین کہ بعض ان مین سے بعض سے افضل ہین پس فرق نہ کرنا فضیلت کی راہ سے نہیں ہے بلکہ تصدیق و تکذیب
کی راہ سے ہے اور بعض علما سے جو عدم تفضیل کا قول نقل کیا گیا ان کی مراد یہ ہے کہ ہمکو نہیں معلوم ہے کہ کون کس سے افضل ہے اگرچہ یہ یقین ہے کہ
بعض افضل از بعض ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اسی آیۂ تفضیل کی تفسیر مین اس ضعیف نے بیان کر دیا کہ یہ بات بھی کلیۃً صحیح نہیں ہے بلکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائے دیگر انبیا کے حق مین ہے کیونکہ ہمکو معلوم نہونا اسی وجہ سے کہ کوئی نص و دلیل شرعی تفضیلی نہیں پائی جاتی ہے اور
مین نے وہان براہین و دلائل شرعی نقل کر دیے ہین جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے افضل ہونے کی حجت ہین فاحفظ
وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ - مخلصون فی العبادۃ اور ہم لوگ تو اللہ تعالے کے لیے مسلم ہین یعنے اعتقاد و عبادت مین مخلص ہین ف
مسلمان ہونے سے یہان بقرینہ آمنا باللہ وغیرہ کی عبادت مین اخلاص والے ہونا مراد ہے ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے افغیر
دین اللہ یبغون - تمام مرادون کی جڑ میری بندگی ہے پھر وہ لوگ کہان سے صفائی عیش چاہتے ہین حال تو یہ ہے کہ میری درگاہ کی نزدیکی
مین عارفون کو عجیب خنکی ملتی ہے اور میرے وصل سے الطاف حاصل ہوتے ہین مشاہدۂ قدس کی حلاوت حاصل ہوتی ہے یہ وہی پاتے ہین
جو موحد ہین اور میری عنایت کی راہ مین صدیقون کو درجات کرامت عطا ہوتے ہین لیکن جو شخص اپنے نفس کی خواہشون مین پڑا وہ میری
عبودیت سے منحرف ہے اور جو میری عبادت سے کج ہوا وہ میری وحدانیت و فردانیت کے دیدار سے دور پڑا ہے اور جو میری بندگی و ربوبیت
کے دیدار سے دور پڑا وہ منجملہ ہوا پرستون کے ہے جو خواہش کے تاریک گڑھون مین گرتے اور عناد و جفا کے جنگلون مین ہلاک ہوتے پھرتے
ہین اور جس نے سوائے الوہیت و ازلیت کے دیگر حقائق کو اپنے پیش نظر رکھا وہ باطل پر حق کا دھوکا اٹھا کر گمراہی مین تباہ ہوا اور
شیطان کی غلطیون مین پڑکر برباد گیا ایسا شخص جب ٹھہرا تو عناد کی منزل مین اور جب چلا تو نفس کی اندھی راہ مین اور آخر اپنے سر پر
بلا کی خاک ڈال کر مر گیا اور واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس نے سوائے وحدانیت کے کسی چیز کو مضبوط پکڑا بلکہ سوائے واحد عزوجل
کے کسی کو لیا تو وہ چشم حقیقت سے مردود ہے - قولہ تعالے ولہ اسلم من فی السموات والارض جب حضرت عزوجل نے اپنی ذات

پاک کو اپنی کبریائے آئینۂ وجود مین بصفت جبروت ظاہر فرمایا تو قہرا و جبرا جو کچھ ہی سب نے اسکا انقیاد کیا کیونکہ سلطان وحدانیت کا ظاہر ہونا خود
مقتضی ہی کہ وجوہ خلائق پر ہیبت و اجلال سے عرق انفعال ظاہر ہو پس عارفون نے اپنی ارواح تصدق کر کے بطوع و رغبت اسکا انقیاد
کیا کیونکہ انھون نے حُسن جمال قدم سے اسکو معائنہ کیا اور جاہلون نے اپنی جانین زبردستی دے کر انقیاد کیا کیونکہ انھون نے اُسکے غلبہ و
قہاریت کی عظمت دیکھ لی- اور نیز بعض کو اپنے کشف جمال سے مسخر کر لیا کہ وے لوگ اسکے مشاہدہ سے بطوع و رغبت فرمانبردار ہوگئے
اور بعض کو اپنی عظمت اپنے فعل و صنعت کے پیرایہ مین دکھلا کر عاجز کیا- کہ وے اسکے نور کبریائی کے ظاہر ہونے پر بمجبوری مطیع ہوے پس اسنے
ایک قوم کو اس طرح بزرگ کیا کہ ان کے اسرار باطنی پر انوار تجلی کو پھیلا دیا کہ وہ اسکی قضا و قدر کے جاری ہونے مین برغبت خاطر تابعدار ہوے اور
ایک قوم کو اس طرح ذلیل کیا کہ ان کے ظاہر حال پر ہیبت قہر کو بھیجدیا کہ وہ اس کی گرفت کے وقت اسکی جباریت کے قبضہ مین بمجبوری ذلیل ہوے اور
حسین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہر ایک کو اسکا ٹھکانا ایک خاص اطلاع کے ساتھ دکھلایا پس جس نے اسکی ذات پاک کو مطالعہ کیا وہ بخوشی خاطر مطیع ہوا اور
جس نے ہیبت کو دیکھا وہ بمجبوری زیر حکومت ذلیل ہوا- قولہ تعالےٰ قل آمنا باللہ- یعنی ہمنے اسکی تصدیق کری بعد اسکے کہ ہمنے اسکو چشم اسرار سے دیکھ لیا
اور حقائق انوار کو معائنہ کیا اور نیز آمنا باللہ یعنے اسی کی توفیق سے ہمنے اسکی تصدیق کی اور اسپر ایمان لائے کچھ ہماری کوشش و سعی سے نہین ہوا ہی- قولہ
وما انزل علینا الآیۃ- محبت کی شرط یہ بھی ہی کہ حبیب کے ایلچی جو کچھ اسکے پاس سے لائے اسکو دل سے قبول کرے اور اس مین کچھ فرق نہین کہ وہ ایلچی
خوشخبری سناوے یا ڈراوے جبکہ یقینی ہی کہ وہ محبوب کا بھیجا ہوا ہو اور یہ جان رکھنا چاہیئے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہوتی ہی وہ اپنے
سر باطنی کی آنکھ سے عالم ملکوت کو معائنہ کر لیتا ہی اور اُمور حقہ کو دیکھ لیتا ہی مانند جنت و دوزخ و ملائکہ و انبیاء و اولیاء و عرش و کرسی و لوح و قلم و انوار درگاہ باری تعالیٰ
وغیرہ پھر جب یہ چیزین جو اسکی آنکھ سے غائب تھین اسنے دیکھ لین تو پھر کیون نہین ان پر ایمان لاوے گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اسرار کی خبر
اپنے انبیاء و اولیاء کی زبان پر دیدی ہی اور اگر اسپر دلیل چاہتے ہو تو دلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کہ حارثہ کو فرمایا ای حارثہ ہر چیز کی ایک حقیقت
ہی سو تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہی حارثہ نے کہا کہ مین نے اپنے نفس کو دنیا سے منقطع کیا پس مین نے اپنی راتون کو جگایا اور دنون کو پیاسا رکھا اور
گویا مین اب اپنے پروردگار کے عرش کو کھلا ہوا دیکھتا ہون اور گویا مین اہل جنت کو دیکھتا ہون کہ جنت مین ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہین
اور دوزخ والون کو دیکھتا ہون کہ باہم گریہ و زاری کرتے ہین پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ تجھے ایمان مبارک ہو تو اسکو لازم پکڑ- ابن عطاؒ نے
قولہ قل آمنا باللہ کے معنے مین کہا کہ ہمنے اسکی تصدیق کی اور اسکے ساتھ راہ صدق پر قائم ہوے کیونکہ وہی پروردگار ہی جس نے ہم پر ایمان لکھا
اور ہم کو اس نعمت خاص سے مخصوص کیا یہ سب اپنے علم قدیم کے موافق قبل اسکے کہ ہماری پیدایش ہو پس ہم اسپر ایمان لائے یہ فضل اسنے
ہمپر سابق علم مین فرمایا ہی- قال المترجم حاصل یہ کہ ہم اسی کی توفیق ازلی پر ایمان لائے اول اسکی تقدیر سے مومن ہین یا یہ مراد ہو کہ اسکا علم سابق
ہی ہمارے ایمان کا سبب واقع ہوا بہر حال مطلب اس سے ایمان بتقدیر الٰہی ہی

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ كَيْفَ

اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دین ڈھونڈھے وہ کبھی اس سے قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت مین خسارہ والون سے ہوگا کیسے

يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ

اللہ تعالےٰ ہدایت دے ایسی قوم کو جو منکر ہوے ایمان کے بعد اور گواہی دے چکے کہ یہ رسول برحق ہے اور آچکین انکے پاس دلیلین

١٨١ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ

اور اللہ تعالےٰ راہ نہین دیتا ہے ظالم قوم کو ایسے لوگ ہین جن کا بدلا ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ تعالےٰ کی

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ

اور ملائکہ کی اور لوگون کی سب کی ہمیشہ اس مین رہینے کبھی ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائیگا اور نہ وہ لوگ

يُنْظَرُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

مہلت پاوینگے سوائے ایسون کے جنھون نے اسکے بعد توبہ کرلی اور کام سنوارا تو اللہ تعالےٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے

ونزل فیمن ارتد ولحق بالکفار۔ یعنے یہ آیت ایسے شخص کے حق مین نازل ہوئی جو مرتد ہوگیا یعنے اسلام سے پھر گیا اور کافرون سے جا ملا تھا۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۔ اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دین چاہے وہ اس سے قبول نہوگا ف حتی کہ اگر اسلام کی نماز و روزہ پر قائم ہو مگر دل مین یہودیت یا نصرانیت کی خواہش رکھتا ہو وہ بھی کافر ہے۔ معالم وغیرہ مین مذکور ہے کہ وہ بارہ آدمی تھے جو اسلام سے مرتد ہوکر مدینہ سے نکلکر مکہ مین کافرون سے جا ملے انھین مین حرث بن سوید انصاری تھا۔ اور بعض نے فقط حرث بن سوید کو کہا ہے چنانچہ آگے آتا ہے بالجملہ مفسرؒ کا کلام خوب ہے کہ انھون نے مبہم رکھا پھر اس مین خلاف نہین کہ اب حکم عام ہے جو مرتد یا جو کوئی سوائے اسلام کے کوئی دین چاہے گا اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اور حاصل یہ کہ دین اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ اسلام ہی ہے اور اسی سے علماء حنفیہ وغیرہ نے استدلال کیا ہے کہ ایمان و اسلام ایک ہے کیونکہ اگر ایمان غیر اسلام ہوتا تو مقبول نہوتا۔ اور شافعیہ وغیرہ چونکہ دونون مین فرق کے قائل ہین لہٰذا **بیضاوی** رحؒ نے جواب دیا کہ اس آیت سے یہ لازم آتا ہے کہ جو دین مغائر اسلام ہو وہ قبول نہوگا اور یہ لازم نہین آتا کہ جو کچھ مغائر اسلام ہو خواہ دین ہو یا کوئی اور چیز ہو کچھ مقبول نہوگا حاصل یہ کہ دین تو ایک شرع الٰہی ہے وہ تصدیق و اعمال صالحہ دونون کو شامل ہے اور یہی دین یہان اسلام کہا گیا تو بیان واقع ہوا ہے پس اسلام سے بھی وہی مراد ہوگا تاکہ مُبَیَّن و مُبَیِّن مین خلاف لازم نہ آوے۔ اور شیخ نے جواب دیا کہ شاید دین سے اعمال صالحہ مراد ہون یعنی اسلام سے مراد ہوگی اور ایمان اعمال نہین ہین اور یہ سب جواب ضعیف ہین اسکی تحقیق ہم اوپر لکھ چکے ہین۔ اور **شیخ ابن کثیر** رحؒ نے بیان حدیث ابوہریرہ مرفوع دارد کی جس مین ہے کہ قیامت مین اعمال نماز و روزہ وغیرہ آوینگے اللہ تعالےٰ ہر ایک سے فرمادیگا تو بھلائی پر ہے پھر اسلام آوے گا اور عرض کرے گا کہ اے پروردگار تو سلام ہے اور مین اسلام ہون اللہ تعالےٰ فرماویگا کہ تو بھلائی پر ہے آج کے روز مین تیرے ہی ساتھ مواخذہ کرونگا اور تیرے ساتھ عطا کرونگا پھر یہ آیت پڑھی رواہ احمد والطبرانی پھر جب کسی سے سوائے اسلام کے قبول نہوا تو وہ دنیا کا کٹا ہوا۔ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ المصیر الی النار المؤبدة علیہ اور وہ آخرت مین خاسرین مین سے ہے ف اس واسطے کہ انجام کار اسکے پھر جانے کا ٹھکانا وہ آگ ہے جو اس پر ہمیشہ لگی رہیگی اور خاسر یعنے خسران مین پڑنے والا۔ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ ۔ ای لا یہدی اللہ۔ اس استفہام کے معنی انکار کے ہین (المعنی) نہین ہدایت کرے گا اللہ تعالےٰ۔ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا ۔ ای وشہادتہم۔ اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ الحجج الظاہرة علی صدق النبی صلعم ایسی قوم کو جو کافر ہوئی بعد اپنے ایمان لانے کے اور بعد اپنی شہادت دینے کے یہ کہ محمد رسول برحق ہے اور حال یہ کہ آچکین انکے پاس بینات ای ظاہر حجتین آنحضرت صلعم کے سچے ہونے پر مترجم کہتا ہے کہ استفہام مذکور یعنے انکار لینے پر **بیضاوی** وغیرہ نے اعتراض کیا کہ اس سے لازم آویگا کہ مرتد کی توبہ قبول نہو حالانکہ بالاتفاق مقبول ہے اور کیونکر نہین کہ ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ انصار مین سے ایک شخص اسلام لایا (یعنے حرث بن سوید) پھر وہ مرتد ہوکر مشرکون سے جا ملا (یعنے کفار مکہ سے) پھر وہ نادم ہوا اور واسطے اپنی قوم کو کہلا بھیجا کہ تم رسول اللہ صلعم سے سوال کرو کہ بھلا میری توبہ بھی ہو سکتی ہے پس یہ آیت نازل ہوئی کیف یہدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانہم تا قولہ فان اللہ غفور رحیم۔ پھر اس کی قوم نے (اسکے بھائی جلاس بن سوید نے)

اسکے پاس یہ آیت بھیجدی وہ فوراً آکر مسلمان ہوگیا (پھر اچھا مسلمان رہا) رواہ ابن جریر وہکذا رواہ النسائی والحاکم وابن حبان وقال الحاکم صحیح
الاسناد اور ایسا ہی مجاہد نے تفسیر کیا ہی پس مرتد کی توبہ مقبول ہی پھر کیونکہ استفہام بمعنے انکار ہوگا اور جواب دیا گیا کہ اس انکار سے آگے استثناء
ہی بقولہ الا الذین تابوا اس سے مرتد کی توبہ قبول ہونے کا حکم نکلا لیکن اولیٰ یہ ہی کہ جو **بیضاوی** رح وغیرہ نے اختیار کیا کہ یہ بطریق استبعاد یا تعجب کے
ہی یعنے بعید سمجھو کہ اللہ تعالےٰ ایسی قوم کو ہدایت کرے یا تعجب کرو کہ اللہ ایسی قوم کو ہدایت کرے کیونکہ جو شخص بعد ظہور حق کے کجی کی طرف جھکا وہ
گمراہی مین ڈوبا ہوا رشد سے دور پڑا ہی پھر مفسر رح نے وشہدوا کی تفسیر وشہادتہم کے ساتھ کرنے مین اشارہ کیا کہ شہدوا کا عطف کفروا پر نہین کیونکہ ظاہر
یہ ہوتا ہی کہ جو قید معطوف علیہ مین ہی وہی معطوف مین ہو اور وہان بعد ایمانہم کے قید ہی حالانکہ شہدوا کے ساتھ یہ قید نہین ہوسکتی کیونکہ شہادت
مذکورہ یا تو قبل ایمان کے یا ساتھ ایمان کے ہوگی نہ بعد ایمان کے۔ اگر کہا جاوے کہ شہدوا بمعنے شہادتہم کس قرینہ سے ہی کیونکہ عطف مذکور نہ بنتا
ہو تو جواب یہ کہ ایمانہم مین ایک معنے فعل کے ظاہر ہین ای بعد ان آمنوا اسی پر شہدوا کا عطف ہوا ای بعد ان شہدوا پس بمعنے شہادتہم ہوا۔
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ الکافرین۔ اور اللہ تعالےٰ قوم ظالمین کو ہدایت نہین فرماتا ف ظالمین سے مراد کافرین
ہین کیونکہ کفر سب سے بدتر ظلم ہی اور یہان قرینہ کفروا وغیرہ موجود ہی اس سے معلوم ہوا کہ یہان ظلم سے کفر مراد ہی کیونکہ کفر کرنا اللہ تعالےٰ کے
ساتھ ظلم ہی کیونکہ رکھنا عبادت کا غیر محل مین ہی اور یہ عین ظلم ہی وقال تعالےٰ ان الشرک لظلم عظیم۔ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ
عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ ایسے بدکارون کی سزا یہ ہی کہ ان پر اللہ تعالےٰ وملائکہ وسب لوگون کی
لعنت ہی ف یہ جہنم سے زائد سزا ہی اگر کہا جاوے کہ مرتد کے حق مین یہ کافر سے بھی زیادہ وعید ہی تو کہا جاوے گا کہ ہان اسواسطے کہ مرتد پر
حق ظاہر ہوا پھر وہ عناد و تمرد سے پھر گیا بخلاف اسکے جو کفر ہی پر ہی اور **بیضاوی** رح نے کہا کہ منطوق کلام دلالت کرتا ہی کہ ایسے مرتدون پر لعنت
کرنا جائز ہی اور اسکا مفہوم مخالف یہ نکلتا ہی کہ انکے سوا اور کافرون پر لعنت نہین جائز ہی **مترجم** کہتا ہی کہ یہ اشارہ ایک اعتراض کی طرف ہی کہ
جو شافعیہ پر وارد ہوتا ہی یہ کہ تم لوگ مفہوم کے قائل ہو یعنے جب ایسے ہی لوگون پر لعنت کی قید فرمائی تو مفہوم ہوا کہ ان کے غیرون پر نہین حالانکہ
اس مین اتفاق ہی کہ مطلق طور پر کافرون پر لعنت کرنا روا ہی اور جواب یہ ہی کہ غیرون پر نہین لعنت کیجاوے اسکے یہ معنے ہین کہ معین کافر جب تک وہ
کفر پر نہ مرے تب تک اس پر لعنت نہین فلیتامل و حنفیہ پر یہ اعتراض ہی وارد نہین ہوتا ہی پھر یہ کیا بات کہ مرتدون پر روا ہی اور کافرون پر نہین
تو بیضاوی رح نے کہا کہ شاید دونون مین فرق یہ ہی کہ مرتد لوگ گویا اسی کفر پر پیدائشی داغ دیے ہوے اور ہدایت سے ممنوع اور رحمت سے
مایوس ہین بخلاف اور کافرون کے فتامل فیہ۔ اگر کہا جاوے کہ والناس الف لام استغراق کے ساتھ ہر فرد کو شامل حتی کہ خود اس مرتد کو بھی شامل ہی
اور اجمعین اس پر تاکید موجود ہی پھر مرتد اپنے آپ کو کیونکر لعنت کرے گا اسکا جواب دو وجہ سے دیا گیا اول آنکہ الف لام عہد کا ہی اور مراد الناس سے
مومنین ہین کیونکہ درحقیقت وہی آدمی ہین اور اطلاق اسکا اشراف پر مقصوداً اور ارذال پر مقصوداً ہوتا ہی کما فی قولہ تعالےٰ۔ آمنوا کما آمن
الناس ای اصحاب محمد صلعم دوم آنکہ یہان مراد عام ہی اور کافر و مرتد بھی اپنے کو لعنت کرتا ہی کیونکہ وہ منکر حق کو لعنت کرتا ہی حالانکہ خود منکر حق ہے
اور نہین پہچانتا اور حق یہ ہی کہ یہ جواب عوام کو سمجھانے کے واسطے ہی اور بھید اسکا علمائے ربانی پر واضح ہوتا ہی واللہ الموفق اور لعنت عذاب
جہنم ہی تو یہ لوگ جہنم مین ہونگے۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ ای اللعنۃ او النار المدلول بہا علیہا۔ یعنے فیہا کی ضمیر یا تو لعنت کی طرف راجع ہی
جو لفظ مین مذکور ہی اور درست ہی لیکن باعتبار معنے کے اولیٰ یہ ہی کہ نار کی طرف راجع ہو کہ وہ بھی مونث ہی (المعنی) ہمیشہ دوزخ مین رہینگے
اور یہ اگرچہ لفظاً مذکور نہین مگر لعنت سے اس پر دلالت موجود ہی کیونکہ انجام لعنت کیے ہوے کا دوزخ ہی اور **بیضاوی** وغیرہ نے

عقوبت کی طرف بھی راجع ہونا بعین وجہ مذکور جائز رکھا ہی۔ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ۔ یعنی ان ظالمون سے کبھی عذاب تخفیف نہ کیا جائیگا اور نہ کبھی مہلت دیے جاوینگے ف مشتق از انظار بمعنے امہال پھر یہ عذاب لعنت ان تمام مرتدون و کافرون کا انجام ہی جو کفر و شرک پر مرے۔ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا۔ عملہم سوائے ان لوگون کے جنھون نے ایسا کرنے کے بعد توبہ کی اور اصلاح کی یعنے شرع کے موافق انھون نے اپنے کامون کو درست کر لیا۔ یا یہ معنے ہین کہ اصلاح کیا اس چیز کو جسکو مرتد ہونے سے بگاڑا تھا۔ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ تو اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہی۔ اگر کہا جاوے کہ ظاہر دلالت کرتا ہی کہ خالی توبہ کافی نہین بلکہ اسکے ساتھ عمل نیک ہونا چاہیئے حالانکہ حنفیہ کے نزدیک مطلق توبہ مذکور ہی تو جواب یہ ہی کہ احکام اسلام جاری ہونے کے واسطے کافی ہی اور رہا واقعی مغفرت ہونا تو بعمل صالح ضرور ہی۔ اور حق جواب یہ ہی کہ حنفیہ کے کلام مین توبہ سے مراد مرتد کی توبہ ہی اور وہ اسی طرح ہی کہ زبان سے کہے اور نیک کام کرے یا یہ جواب ہی کہ اصلحوا کے واسطے مفعول مقدر نہین بلکہ اصلاح مین داخل ہوا جیسے اصبح و اسفر وغیرہ ہین اور یہ جواب جید ہی و جوزہ البیضاوی پھر واضح ہو کہ قولہ تعالےٰ۔ فان اللہ غفور رحیم۔ اللہ تعالےٰ کی تعریف ہی اسکو ارتباط جملہ اولی سے جو متضمن معنے شرط ہی کیونکر ہی تو جواب دیا گیا کہ جزا یہ ہی کہ جس نے توبہ و عمل صالح کیا تو اسنے مغفرت و رحمت مانگی جو اسکو ملے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور لہم انکے واسطے غفور ہی اور رحیم بہم۔ ان کے واسطے بھی مہربان ہی ف عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ اشارہ ہی کہ جو شخص یہ چاہے کہ ربوبیت کو بغیر عبودیت کے مشاہدہ کرے یعنے بدون توحید و بندگی کے درجۂ قربت حاصل کرنا چاہے اسکے پیے صدیقین و مقربین کے مقامات عطا ہونگے اور نیز یہ اشارہ ہی کہ تمام حقائق کی جڑ کا مناط اسلام ہی یعنے جو کچھ حق عزوجل کی مراد ہی اسپر گردن جھکائے رکھے اور اس مین یہ اشارہ نکلا کہ جو شخص کہ حق عزوجل کی بلا نازل ہونے پر صبر نہ کرے اور مصیبتین نازل ہونے کے وقت سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی دوسرے کی طرف جزع و فزع کرے اس سے معاملات و مجاہدات مین سے کچھ قبول نہوگا یعنے کوئی عمل اور کوئی مجاہدہ و ریاضت اسکی قبول نہوگی اور بعض نے کہا کہ جو شخص سوا اعتصام کے یعنے اللہ تعالےٰ کی رحمت پر بھروسا کرنیکے اور کسی چیز سے توسل ڈھونڈھے اسکا خسارہ اسکے نفع سے بڑھا ہوا ہی۔ اور قاسم نے فرمایا کہ جو شخص سوائے انقیاد کے کوئی اور راستہ ڈھونڈھے وہ حقیقی بندگی سے کسی درجہ کو نہین پہونچا۔ قال المترجم پس اسی پایہ ہی کہ بندہ ہونا بھی درجۂ کمال ہی اور اسکو مین سابق مین تحقیق کر چکا یہی کافی ہی کہ اللہ عزوجل نے اکرم الاولین والآخرین و سید الخلائق اجمعین صلی اللہ علیہ وسلم کو بندہ فرمایا اور حضرت عیسیٰ کا قول نقل کیا کہ انی عبد اللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا الآیۃ جس کی اللہ عزوجل نے تعریف کی وجیہا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین بعضے جاہلون کو اللہ تعالےٰ توفیق و ہدایت دے کہ نادانی سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین بندہ کہنا عیب شمار کرتے ہین اللہ اللہ اہل اسلام اب راہ حق مین ایسے نادان ہو گئے کہ الٹی راہ چلتے ہین۔ م۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جسنے اپنے افعال کو سنت کے ساتھ مقید نہ کیا یعنے یہ قصد مصمم نہ کیا کہ مین سنت طریقہ پر چلونگا تو اسکا کوئی عمل مقبول نہوگا۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ و من یبتغ غیر الاسلام دینا یہ تفویض ہی یعنے جسنے اپنے آپکو اور اپنے تمام کامون کو اپنے مولیٰ کے سپرد نہین کیا اسکے اعمال مین سے کوئی چیز قبول نہوگی۔ قولہ تعالےٰ کیف یہدی اللہ قوما کفروا الآیۃ۔ یعنے جسکو اللہ تعالےٰ نے معرفت کی استعداد سے برخلاف پیدا کیا اور سابق ازل مین اسپر کفر کا حکم فرمادیا ہی اس کو مشاہدہ ایمان و یقین کی ہدایت نہین دیتا ہی اسواسطے کہ استعداد تو لوازم معرفت سے ہی اور جسکو طریقت کی استعداد نہین دی گئی اسکے دل مین انوار تجلی نہین کرتے ہین۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ جسکو حکم ازل نے دور کردیا اسکو صدق عمل کہان نزدیک کر سکتا ہی اور اللہ تعالےٰ اپنے حکم مین غالب ہی قولہ تعالےٰ اولئک جزاؤہم ان علیہم لعنۃ اللہ الآیہ۔ پہلے ان کو پردہ مکر مین ڈالا اور ان کے احوال کا خاتمہ استدراج پر کرکے مطرود کردیا اور یہ انتہا

درجہ کی پھٹکار ہے۔ خالدین فیہا۔ انکو کوئی راہ نہین کہ اسکے وجود جلال وقدرت کمال کی طرف جاوین پس ان کی گمراہی پر گمراہی بڑھتی گئی اور وے ہجر و محرومی سے کبھی مشاہدہ عالی کی طرف نہ پہونچین گے۔ قولہ الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا۔ یہ ایسے لوگ ہین کہ مشیت ازلی مین ان کے واسطے خوبی ایمان قرار پائی ہو ولیکن اللہ عزوجل کے امتحان سے فتنہ وخواہشون مین پڑ گئے تھے پھر عنایت ازلی کے انوار نے انکو پالیا یعنی نفس کے قید خانہ اور شیطانی زنجیرون سے ان کو چھڑا لیا اور ان کی باطنی آنکھین برق عنایت کی روشنی سے ٹھنڈی ہو گئین تاکہ اُنھون نے نظر توفیق پائی اور اپنے اعمال کو بہت خبیث دیکھا پس اللہ عزوجل کی طرف گڑگڑائے اور پناہ مانگی اور پروردگار عزوجل سے شرمائے اور ان سے چھوٹ جانے کی توفیق چاہی کیونکہ انکو اللہ عزوجل کی مشیت سابق نظر پڑی جو اسنے عنایت ورعایت وکفایت وہدایت کے ساتھ ان لوگون کے حق مین ازل سے جاری فرمائی تھی برخلاف ان کے جو ازلی مردود ہین وہ ہزار بار ایمان کے بعد کفر مین جاوین گے بقولہ تعالےٰ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ۝

جو لوگ منکر ہوے مان کر پھر بڑھتے رہے انکار مین ہرگز قبول نہوگی اُنکی توبہ اور وہی ہین راہ بھولے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا

جو لوگ منکر ہوے اور مرگئے منکر ہی تو ہرگز قبول نہوگا ایسے کسی سے زمین بھر کر سونا

وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ ع ۱۷

اگرچہ بدلا دیوے یہ کچھ اُنکو دکھ کی مار ہے اور کوئی نہین اُن کا مددگار

یہود کے حق مین اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بعیسی۔ بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ بموسی۔ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا بمحمد۔ لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ۔ اذا غرغروا وماتوا کفارا۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ۔ جن لوگون نے کفر کیا (یعنی عیسیٰ کے ساتھ) بعد ان کے ایمان لانے کے (ای موسیٰ پر) پھر بڑھا دیا کفر کو (یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرکے) ہرگز قبول نکیجاویگی انکی توبہ (یعنے جسدم کہ انکو غرغرا لگ گیا اور کافر مرگئے) اور ایسے ہی لوگ بہی گمراہ ہین ف مترجم کہتا ہو کہ اس آیت مین مفسرین کے اقوال ہین پس قتادہ وعطاء خراسانی اور حسن رح نے کہا کہ یہ آیت یہود ونصاریٰ کے حق مین نازل ہوئی ہو کہ اُنھون نے توریت وانجیل مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفت پاکر آپ پر ایمان لانے کے بعد جب آپ کی بعثت ہوئی تو آپ سے کفر کیا پھر ازدیاد کفر اسطرح کہ اسی پر اٹے رہے کیونکہ کفر پر اصرار کرنا کفر مین ازدیاد ہوا اور شیخ ابن جریر رح نے زیادت کفر بسبب ان اعمال کے قرار دیا جو انھون نے بعد کو کمائے اور آیت کو مخصوص یہود کے حق مین قرار دیا مترجم کہتا ہو اگر مخصوص یہود کے حق مین ہو تو جو تفسیر مفسر رح نے زیادت کفر کی ذکر کی وہ اولیٰ ہو واللہ اعلم اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اللہ ہر ایسے شخص کو وعید وتہدید فرماتا ہو جو ایمان کے بعد کافر ہوا پھر اسنے اس کفر کو بڑھایا اس طرح کہ موت کے وقت تک اسی پر مستمر رہا تو اسکی توبہ وقت ممات کے قبول نہوگی چنانچہ فرمایا ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الآن الآیہ یعنی ایسے لوگون کے لیے توبہ نہین ہو جو برائی کرتے ہین یہانتک کہ جب انمین سے کسی کو موت حاضر ہوئی تو بولا مین اب توبہ کرتا ہون آخر آیت تک مترجم کہتا ہو کہ یہان اشکال یہ ہو کہ لن تقبل توبتہم سے صریح ثابت ہوتا ہو کہ ایسے شخص کافر یا مرتد کی توبہ قبول نہین ہو حالانکہ اسپر علما کا اتفاق ہو کہ توبہ مرتد کی اگرچہ مکرر سہ کرر کافر ہوا ہو قبول ہو پس مفسر وغیرہ نے تو یہ جواب دیا کہ توبہ سے اسوقت کی توبہ مراد ہو کہ جب مرنے لگا اور اسکو غرغرہ لگ گیا جسکو عام لوگ گھر الگ گیا بولتے ہین پس بالاتفاق ایسے وقت کی توبہ قبول نہین چنانچہ حدیث صحیح مین ہو کہ بندہ کی توبہ قبول ہوتی ہو جب تک کہ اسکو گھرا نہین لگا۔ اور نحاس رح نے اس جواب کو عمدہ کہا ہے

اور یہی قول حسن رح و قتادہ و عطاء و سدی رح سے مروی ہے ۔ اور اسی کے مانند مجاہد سے مروی ہے کہ انکی توبہ قبول نہوگی جبکہ وہ کفر پر مرگئے مترجم کہتا ہے
کہ اسپر وارد ہوتا ہے جو بزار رحمہ اللہ نے اسکا شان نزول روایت کیا کہ حدثنا محمد بن عبد اللہ بن بزیع حدثنا یزید بن زریع حدثنا داؤد بن
ابی ہند عن عکرمۃ عن ابن عباس رض کہ ایک قوم اسلام لائی پھر وہ مرتد ہوگئی پھر اسلام لائی پھر مرتد ہوگئی پھر انھون نے اپنی قوم والون کو کہلا بھیجا
کہ ان لوگون کے واسطے توبہ دریافت کرین پس قوم والون نے رسول اللہ صلعم سے اسکو ذکر کیا تب یہ آیت اتری ۔ ان الذین کفروا بعد
ایمانہم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتہم ۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکی اسناد جید صحیح ہے ۔ پس یہ صریح ہے کہ غرغرہ کے وقت نہین بلکہ پہلے
انھون نے توبہ کا سوال کیا تھا ۔ اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ یہ وہ لوگ ہین جو مرتد ہوگئے اور انھون نے قصد کیا کہ اپنا حال چھپانے کے
واسطے توبہ ظاہر کرین اور دلون مین کفر پوشیدہ رکھین مترجم کہتا ہے کہ حاصل اسکا یہ ہے کہ یہان جو توبہ قبول نہونا فرمایا ہے یہ ایک خاص قوم کے
واسطے ہے جنکے سرائر و ضمائر مین کفر پنہان تھا اور ظاہری توبہ کرنا چاہتے تھے پس اللہ تعالےٰ داناتر ہے اسنے اصل حال کے موافق ان کی توبہ قبول
نہونے کا حکم بھیجدیا ۔ اور اگر وہ لوگ درحقیقت توبہ کرنا چاہتے تو قبول ہوتی ۔ پھر اسوقت مین اگر کوئی مرتد توبہ کرے تو ظاہر کے موافق اس کی توبہ
قبول ہوگی اور اسکے باطن کا اللہ تعالےٰ داناتر ہے اور یہ کلام مع روایت شان نزول کے جو اوپر مروی ہوئی ہے کلام جید ہے فافہم ۔ اور شیخ
ابو العالیہ رح سے اسکی تاویل یون مروی ہے کہ یہ ایسی قوم کے حق مین ہے جنھون نے حالت شرک مین برے اعمال کیے پھر ان اعمال سے توبہ
کرنی چاہی اور شرک سے توبہ نکی تو انکی توبہ مقبول نہین ۔ اور شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ کفر پر کفر بڑھانے کے ساتھ اللہ تعالےٰ توبہ نہین قبول کرتا
ہے جب تک وہ اپنے کفر پر قائم ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید اسکے وہی معنے ہین جو شیخ ابو العالیہ رح کے کلام کے ہین اور بیضاوی رح
نے ذکر کیا کہ قولہ لن تقبل توبتہم اس وجہ سے ہے کہ وہ لوگ توبہ ہی نہین کرینگے پس انکی توبہ نہ کرنے کو نہ قبول کرنے سے تعبیر کیا اور انکا حال یوس از رحمت کی
صورت مین ظاہر کیا ۔ اور یہی وجہ ہے کہ فاء داخل نہین ہوئی ای فلن تقبل نہین فرمایا ہے مترجم کہتا ہے کہ مبنی اسکا اس بھید پر ہے کہ کفر بعد
ایمان کے پھر اسپر ازدیاد کفر سے دل پر مہر ہو جاتی ہے کہ پھر کبھی توبہ کی توفیق نہین ہوتی ہے اور نظیر اسکی وہ حدیث ہے کہ جس نے تین جمعہ
چھوڑے اللہ تعالےٰ اسکے دل پر مہر کردیتا ہے ۔ اور نیز وہ حدیث ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ گناہ سے نقطہ سیاہ دل پر پیدا ہوتا ہے پھر وہ ہوا اور سے
بڑھتے بڑھتے تمام دل کو گھیر لیتا ہے پھر اس مین توبہ کی توفیق نہین سماتی ہے اور اصل حدیث صحیح مسلم وغیرہ مین ہے ۔ بالجملہ اسپر اتفاق ہے کہ کافر و مرتد اگرچہ
کفر پر کفر و ازدیاد کرے اسکی توبہ بدلیل دیگر آیات و احادیث قبول ہے پس یہ آیت ضرور ماؤل ہے اور میرے نزدیک عمدہ تاویل اس مین قول
ابن عباس رض مع روایت شان نزول ہے واللہ اعلم ۔ ولیکن تاویل منہ ہر وغیرہ بنظر آنکہ تفسیر قطعی کی قطعی امر سے اولیٰ ہوتی ہے ارجح ہے فافہم اور
قولہ ہم الضالون کے یہ معنے ہین کہ تمام مصداق ضال کا یہی لوگ ہین کہ کفر پر مرگئے یا بمعنی آنکہ ضلال پر جمے رہنے والے ہین کما ذکرہ البیضاوی
اسواسطے کہ وہ تو اول ہی سے گمراہ ضال تھے ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ
مِّلْءُ الْاَرْضِ مقدار زمین بھر ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ مولم وَّمَا لَهُمْ
مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۔ الذین بہ جن لوگون نے کفر کیا اور مرے درحالیکہ کفار تھے تو نہ قبول کیا جائیگا کسی ایک سے بھر زمین سونا یعنے
اس قدر مقدار کثیر جو زمین کو بھردے اگرچہ فدیہ دے اسکو اور ایسون کے لیے عذاب الیم ہے اور ان کے لیے کوئی مددگار نہین ہے جو ان کو عذاب
سے چھوڑا وے ۔ واضح ہو کہ یہان فلن یقبل پر فاء داخل ہوئی اور یہ خبر ہے حالانکہ اکثر کے نزدیک نہین جائز ہے تو اس سبب سے کہ الذین مشابہ
بشرط ہے اور ایذان ہے کہ نہ قبول ہونے کا سبب یہی کفر پر مرنا واقع ہوا ہے مترجم کہتا ہے کہ بعض نے کہا کہ یہ آیت حارث بن سوید کے

ان ساتھیون کے حق مین اتری جو کفر پر مر گئے تھے اور بعض نے کہا کہ علی العموم جو کافر اپنے کفر پر مر گیا اسکے حق مین ہی خواہ مشرک بت پرست ہو یا یہودی یا نصرانی یا کوئی اور قسم کا کافر ہو - اس مین شک نہین کہ حکم آیت کا عام ہی - اور فلن یقبل یہان بفا ہی اور سابق کی آیت مین بدون فا ہی پس علی یہ سوال ہی کہ دونون مین کیا فرق ہی اور دوم یہ سوال ہی کہ خبر ان پر فا نہین آتی ہی یہان کیونکر آئی ہی پس اول کا جواب یہ ہی کہ جہان مقصود بیان سببیت ہی کہ اگر ایسا ہوا تو ایسا ہوگا بخلاف آیت اول کے اور دوم کا جواب ہی کہ الذین مین معنے شرط پائے جاتے ہین پس فا داخل کرکے شرط و جزا ہونے کا ایذان فرمایا اور اگر فا نہوتی تو یہ ایذان نہوتا اور ان کی خبر پر وہان فا نہین جائز ہی جہان یہ معنے نہون فافہم - اور ملا - بالکسر وہ مقدار ہی جو کسی شے کو پر کردے اور ملأ - بالفتح مصدر بمعنے بھر دینا اور حاصل یہ ہی زمین کے مشرق سے مغرب تک بھر کے سونا اگر عذاب سے اپنی جان چھڑانے کے واسطے دے تو بھی قبول نہوگا اور زمین کی خصوصیت تقریب فہم کے واسطے ہی کیونکہ آدمی اسی زمین کا ساکن ہی اور سونا اس وجہ سے کہ اسکو بہت عزیز چیز سمجھتے ہین حالانکہ اگر زمین کیا بلکہ آسمان اور تمام ظروف مخلوق الٰہی بھر کر کے سونا یا جواہرات کوئی چیز دیوے تو بھی قبول نہوگا شیخ ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا کہ جو شخص کفر پر مرا ہو تو اس سے کوئی چیز بھی مقبول نہوگی اگرچہ اسنے بھر زمین سونا ایسے کام مین اپنی زندگی مین خرچ کیا ہو جسکو وہ طاعت قربت جانتا تھا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عبداللہ بن جدعان کا کیا حال ہوگا کہ وہ آپ کی بعثت سے پہلے تھا اور مسافرون کی مہمانداری کرتا اور گرانبارون کے بوجھ ہلکے کرتا اور محتاجون کو کھانا دیتا - بھلا اسکو کچھ نافع ہوگا فرمایا کہ نہین اسلئے کہ اسنے عمر مین کبھی ایک بار بھی نہین کہا کہ میرے پروردگار قیامت مین میری خطائین بخش دے یعنے روز جزا کا قائل نہ تھا - ایسے ہی ان کافرون کا حال اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر وہ زمین بھر سونا خرچ کیا تو قبول نہوگا چنانچہ فرمایا - لایقبل منہا عدل ولا تنفعہا شفاعۃ یعنے بالکل فدیہ کی نفی کردی اور امر صریح اسی آیت کے مانند فرمایا ان الذین کفروا لو ان لہم ما فی الارض جمیعا ومثلہ معہ لیفتدوا بہ من عذاب یوم القیامۃ ما تقبل منہم ولہم عذاب الیم یعنے جو لوگ کافر ہے اگر فرض کیا جاوے کہ انکے واسطے وہ تمام سب ہو جو زمین مین ہی اور نیز اسکے برابر بھی ہوتا کہ وہ اسکے فدیہ دیکر عذاب روز قیامت سے چھوٹنا چاہین تو انسے ہرگز قبول نہوگا اور انکو عذاب دردناک ہوگا - وہی یہان فرمایا - ان الذین کفروا وماتوا وہم کفار فلن یقبل من احدہم ملأ الارض ذہبا ولو افتدی بہ یعنے ولو افتدی کا عطف اول پر ہی اور اس عطف سے دلالت ہی کہ ملأ الارض ذہبا - اور ولو افتدی بعاری کے حق مین ہی اسواسطے کہ معطوف علیہ و معطوف مین مغایرت ہوتی ہی بیضاوی نے فرمایا کہ یا مراد یہ ہی کہ ولو افتدی کا یہ ای ولو افتدی بمثلہ - اور کی بعثت ہو کی کا لفظ اکثر حذف ہوتا ہی کیونکہ ہر دو مثل ایک ہی شے کے حکم مین ہوتے ہین قال ابن کثیر اسکا مقتضی یہ ہوا کہ جو کفر پر مرا ہو اسکو عذاب الیم ہی بسبب ان اعمال کے اولئک لہم عذاب الیم مبالغہ ہی انکے واپس کرنے مین کہ جو کفر پر مرا اسکے ساتھ عفو نہوگا پھر کافری اوہام مین سے یہ وہم بھی تھا کہ شاید کچھ زیادت کفر کی ناصر و مددگار و شفیع ہوا اسکی بھی نفی فرمائی کہ وما لہم من ناصرین بیضاوی نے فرمایا کہ من اسواسطے زیادہ ہوا کہ کوئی ناصر نہوگا باستغراق ہر فرد کی نفی کر کے اسطرح کہ موت انکو آ پہنچی قال فی الترجمہ اور اس آیت کریمہ سے متعلق یہ حدیث ہی کہ انس بن مالک رضہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اللہ عز وجل قیامت مین دوزخیون مین ایک شخص سے فرماویگا کہ اگر تیرے پاس زمین بھر سب مافیہا ہو تو کیا تو اسکو اپنا فدیہ دیتا وہ عرض کریگا کہ ہان ضرور تب فرماویگا کہ مین نے تو اس سے آسان عذاب ہو گا فرماویگا کہ میرے ساتھ شرک مت کرنا پھر تو نے نہ مانا مگر یہی کہ شرک کیا رواہ مسلم والبخاری - وعنہ ایضا اسکا اتفاق ہی کہ تو یہ مرتبہ بہت بڑی جگہ ہی فرماویگا کہ تو زمین بھر سونا دیکر اپنے کو چھڑا لیگا وہ عرض کریگا کہ ہان اے پروردگار اسکو فرماویگا تو جھوٹا ہی مین نے تو تجھ سے بہت آسان امر چاہا یعنے لا الہ الا اللہ مگر تو نے نہ کیا پھر وہ دوزخ مین بھیجا جائیگا رواہ احمد - تم الجزء الثالث ویتلوہ الرابع من لن تنالوا -

ترجمۂ فتاوی عالمگیری۔ کامل ہر چہار جلد مع
مقدمہ یعنے جلد اوّل مترجمۂ مولانا احتشام الدین و
ما بقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمۂ مولانا امیر علی
کشف الحاجۃ۔ ترجمۂ اُردو مالابد منہ از مولوی
محمد نور الدین ۔ ۴۰ر
ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار
مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ
(۴) مناجات بدرگاہ باری تعالےٰ (۵)
حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل
مولفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام ۔ ر
شرع محمدی منظوم۔ مسائل فقہیہ از محمد خان
قندھاری ۔ ر
تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ ۔ ۱ر
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی
ابراہیم حسین بنگلوری ۔ ر
جواب السائلین۔ بطور استفتا ۔ ۲ر
کنز الدقائق۔ اُردو ترجمہ از مولوی
محمد سلطان خان ر
رسالۂ تجہیز و تکفین میت۔ از محمد عمر ۔ ر

## فقہ فارسی

تحفۃ الحج مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ ۔
تبیان۔ در حکم تنباکو و حقہ از ملا معین الدین
نام حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری
ہدایہ کامل محشیہ مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی
جلدین اولین تا کتاب الطہارۃ ۔
جلدین آخرین ۔ ر

مائۃ مسائل یعنی سو مسائل از مولانا احمد اللہ
رحمہ اللہ ۔ ۶ر
شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از
شاہ عبد الحق محدث دہلوی ۔ ر
مسلک المتقین۔ مرغوب علماے ولایت
از مولوی آلہ یار خان ۔ ر
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی
نصیر الدین ۔ ر
قدوری۔ مترجمۂ مولانا ابو القاسم ۔ ۸ر
شرح فارسی مختصر وقایہ از عبد الحسن
جامی ۔ ر
کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی
مع فرہنگ ۔ ۱۳ر
مالابد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع
وصیت نامہ ر
شرح مختصر وقایہ کور میری۔ از مولانا
جلال الدین سمرقندی ۔ ر
رسالۂ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت
حیوانات ۔ ۱ پائی
رسالۂ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان ۶ پائی

## فقہ عربی

برجندی۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی
برجندی معتبر شرح ۔ ر
فتح القدیر۔ حاشیہ المتن القلم جلی ہدایہ در القلم خفی
فتح القدیر از امام کمال الدین ابن الہمام نہایت
مستند و با عظمت شرح مشہور و معروف اور

آخرین تکملہ زین الدین آفندی کامل چہار
مجلد ضخیم ۔ ر
ہدایہ۔ حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد
محشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد
کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل۔
۱۔ جلدین اولین عبادات ۔ ر
۲۔ جلدین آخرین معاملات ۔ ر
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ۔ از امام
قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتبر معروف
متداول دو مجلد کامل ۔ ر
شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعہ جلی قلم
مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید
چلپی داخل درس تقطیع کلاں خوشخط صحیح ۔ ر
شرح وقایہ خورد۔ مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم ر
اشباہ و النظائر۔ مع شرح حموی معروف
مستند متداول ۔ ر
ملا مسکین۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید ۔ ر
کنز الدقائق۔ محشی متداول درسی کتاب ۱۲ر
مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق
مشہور متداول ۔ ر
عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی ہر چہار جلد
مستند معروف متداول دو مجلدین ۔ ر
(۱) جلدین اولین عبادات میں ۔ ر
(۲) جلدین آخرین معاملات میں ۔ ر
مختصر وقایہ۔ مترجم فارسی ۔ ر
تحفۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از
مولوی تراب علی مرحوم ۔ ۱ر

## اخلاق وتصوف اُردو

باب دانش مؤلفہ مولوی محمد کریم بخش - ۲/
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۱۲/
ترجمہ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین
مترجمہ مولانا ابو الحسن فرید آبادی - ۱۲/
تکمیل تحقیقت - اصلاح نفس مین - ۲/
جامع کلیمی - حال آنحضرت آپکی ابتدائے
ہجرت وصال تک درج کیا گیا ہے ۱۲/
کیمیائے حکمت حصہ اول بیان شرائف
علم وادب - ۲/
پیراہن یوسفی اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم
نظم شعر بشعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل مطلب
مع فوائد تصوف کامل دو جلد مین (زیر طبع)
شجرۂ معرفت محشی منتخبات مثنوی مولانا روم
مترجمہ سید غلام حیدر صاحب - ۱۲/
مذاق العارفین - ترجمہ احیاء علوم الدین عربی
ہر چہار کامل در دو مجلد (زیر طبع)
تہذیب جسمانی مؤلفہ حکیم احسان علی - ۱۲/
ترجمہ غنیتہ الطالبین حضرت غوث اعظم شیخ
عبد القادر جیلانی کی مستند اور مشہور تصنیف اس
کتاب کی تہذیب یہ ہے کہ دو کالم مین ایک مین
اصل عربی عبارت اور دوسرے مین ترجمہ نہایت
سلیس مقبول عام ہے - ۳/
جامع الاخلاق - یعنے اخلاق جلالی کا
اُردو ترجمہ ۷/
انجیات - یعنی انسان کن باتون پر عامل
ہوکر حیات ابدی حاصل کر سکتا ہے ۱۲/
محبوب الاخلاق - ترجمہ اخلاق محسنی فارسی
مترجمہ راجہ راجیشور راؤ - ۹/
بیبیا یہ شنیہ اخلاق کہ نہایت بیش بہا نکات ۸/
پندنامہ وحیدہ - ہر بارہ مین بیش بہا نصائح ۴/
پندنامہ حبیبی - قابل عمل نصائح - ۱/
اظہار حقیقت - بزرگون پر طعن وتشنیع کے
بُرے نتائج - ۱/
رسالہ کسب الانبیا - جسمین بتایا گیا ہے
کہ کسی پیشے کی تحقیر نہایت ہی بُری ہے ۱۲/ پائی
گلدستۂ جنان گلستان شیخ سعدی کی بے مثل
اور لاجواب شرح ہے ۱۲/
حدیقۃ الاخلاق - یہ کتاب بہت سے ایسے
سہل اور اخلاقی مضامین کا مجموعہ ہے جس سے
ہر شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے بشرطیکہ ان پر
عمل کرے تو اسکی زندگی بہترین زندگی کا نمونہ
بن سکتی ہے - از منشی پیارے لال شاکر
میرٹھی - ۱۰/

## کتب اخلاق فارسی

گلستان جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی
شمس الدین صاحب اعجاز رقم - ۱۲/
تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال
تفتہ سکندر آبادی شاگرد مرزا غالب ۷/
بہارستان جامی - اخلاق ونصائح مین نہایت
بیش بہا اور قابل قدر کتاب ہے - ۵/
خارستان حکایات پند ونصائح بطرز
گلستان سعدی - ۸/
بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح
بیکمینہ بہار - ۱۲/
اخلاق جلالی محشی - ۱۲/
اخلاق ناصری ۱۲/
بوستان معرفت شرح مثنوی مولانا روم
یہ ایک ایسی جامع مانع مثنوی کی شرح ہے
جس مین وہ وہ نکات تصوف بیان کئے ہین
جنھین دیکھ کر عجیب وغریب رموز واسرار
معلوم ہوتے ہین اس قدر تحقیق سے کام لیا
ہے کہ تمام فضول اور زائد باتین جو شارحین
اور محشیون نے صرف حسن عقیدت کے
مطالب مین اضافہ کر دی تھین بجاے اسکے
تحقیق اور تدقیق سے کام لیکر پڑھنے والے
کے لئے اسقدر آسانی کر دی ہے کہ پھر کوئی
مشکل باقی نہین رہتی چھ جلدون مین ہے

جلد اول ۱۲/
جلد دوم ۱۲/
جلد سوم ۱۲/
جلد چہارم ۱۲/
جلد پنجم ۱۲/
جلد ششم ۱۲/

المشتہر
مینیجر مطبع منشی نولکشور
صیغۂ بک ڈپو لکھنو

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی مشکوٰۃ لامع انوار فیوض سبحانی مجموعہ معارف حقائق ذخیرہ رموز و دقائق یعنی تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر
بن کثیر القرشی الدمشقی و تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر کے افادات کے ساتھ مع بیان مفید القراءات کی رعایت کی گئی [illegible]

الموسوم بہ

# تفسیر مواہب الرحمٰن

المشتہر بہ

# جامع البیان

مصنفہ

جامع العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین قامع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ الافاضل
المتبحر بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب ملیح آبادی مترجم فتاویٰ عالمگیری و عین الہدایہ طاب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ باہتمام کے بار اول شائع ہوئی

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپی

اطلاع ۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ایک کثیر ذخیرہ ہمیشہ فروخت کے لئے موجود رہتا ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے بلاقیمت ملسکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اُن میں بعض کتب اُردو و فارسی و عربی متفرق فنون کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

## تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلد ہیں ۔

کاغذ حنائی معہ

کاغذ سفید گندہ ۔ شعہ

تفسیر سورۂ فاتحہ مسمّیٰ بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین ۔ ۲/

تفسیر سورۂ یوسف ۔ چہار مصرعہ از مولوی اشرف علی ۔ ۵/

پنجسورہ مترجم ۔ با ترجمۂ اُردو ۔ ۲/

## ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول یہی تفسیر خوشخط بلا جلد لٹھے مجلد ۳/

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف ۔ ۸/

## ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی مسمّیٰ بہ سواطع الالہام یہ کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب تھی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیسے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط ۔ فرعون و قارون کا نام بے نقط ۔ روات کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر دیا تھا جیسا سُنا تھا ویسا ہی پایا مطبع کی تمام ترکوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا اور بہت عمدہ چھپا بلا جلد للعہ مجلد عسہ

الخیر الکثیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی مطبوعہ کثیر ۔ ۴/

## احادیث اُردو

مظاہر حق ۔ ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد ہیں ہے حامل المتن یعنے اوّل عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اُسکا ترجمہ اُردو میں ۔ للعہ

تحفۃ الاخیار ۔ ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی ۔ ۸/

ترجمۂ جامع ترمذی ۔ حامل المتن جلد اوّل مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری ولاوری لاہوری یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں ۔ جلد اوّل زیر طبع ۔

ایضاً ۔ جلد دوم حسب مراتب بالا ۔ سعہ

## حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات ہیں ۔ عسہ بلا و صفحات زیر طبع

## ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف ۔ عہ

سنن ابی داؤد ۔ منجملہ صحاح ستہ ایک یہ بھی ہے کامل دو جلد ہیں از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ معروف زیر طبع

دلائل الخیرات ۔ با ترجمۂ فارسی و اسماے متبرکہ و خواص اسماء حسنیٰ معروف ۔ ۸/

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ۔ ذخیرہ احادیث مولانا غلام یحییٰ ۔ ۸/

## فقہ اُردو

غایۃ الاوطار ۔ ترجمۂ اُردو درمختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدیں ۱۶ عہ

راہ نجات ضروری مسائل نماز روزہ وغیرہ ۔ ۱/

مفتاح الجنۃ از مولوی کرامت علی جونپوری ۔ ۵/

# لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا



ہرگز نہ پہونچوگے نیکی کی حد کو جب تک نہ خرچ کرو کچھ ایک

مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

جس سے محبت کرتے ہو اور جو کچھ چیز خرچ کروگے سو اللہ تعالے اسکا دانا ہے

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ - ای ثوابہ وہو الجنۃ - تم نیکوکاری کو ہرگز نہ پاؤگے ف یعنی نیکوکاری کا ثواب نہ پاؤگے وہ ثواب جنت ہے حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ - یہانتک کہ جن چیزوں کو تم چاہتے ہو ان میں سے خیرات کرو ف یعنی اللہ تعالی کی محبت غالب ہو اور نفس جن چیزوں کی محبت رکھتا ہے تم ان چیزوں سے منقطع ہو جاؤ اور یقین آخرت کے طور پر انکو خیرات کر دو تب نیکی پاؤ یعنی جو ابرار کا مرتبہ ہے وہ تمکو حاصل ہو - واضح ہو کہ یہ کلام از سر نو شروع ہوا اور یہ مومنون کو خطاب ہے اور کافرون کے ذکر کے بعد اہل توحید کی نافع چیز کو ذکر فرمایا اس سے مناسبت ظاہر ہے اور تنالوا - از نیل ہے یعنی پالینا جیسے نیل مراد یعنی حاصل ہونا اور بولتے ہیں - نالنی منہ معروف یعنی اسکی طرف سے بھلائی پہونچی اور یہ تول لُجوا سے نہیں جسکے معنی تناول کے ہیں پھر بِر یعنی کار خیر و عمل صالح ہے اور اسکو پہونچنا یہ کہ اسکے ثواب کو پہونچے اور بعض علما کے نزدیک جو تقدیر کہ ترجمہ سے ظاہر ہے وہ خوب ہے یعنی حد البر حاصل یہ کہ نیکوکاری کی حد کو نہ پہونچوگے مگر اسطرح کہ محبوب چیز سے صدقہ کرو - اگرچہ مآل اسکا وہی ثواب جنت ہے اسیواسطے حضرت ابن مسعود و ابن عباس و عطا و مجاہد و سدی سے تفسیر جنت مروی ہوئی ہے اور بعض نے کہا کہ بِر - ای تقوی اور بعض نے کہا کہ طاعت - اور اصل میں بِر کہتے ہیں فعل خیر میں توسع کو - اور یہ جب ہوتا ہے کہ آدمی اخلاق شرعی سے آراستہ ہو علم و حلم و عدل و حیا و کرم و سخا و شجاعت وغیرہ خوبیوں سے مزین ہو اور جہالت و غصہ و بے ایمانی و بے شرمی و بخل و تنگدلی و نامردی و خدائے تعالی پر بھروسا نہ کرنا اور امر آخرت کا پورا یقین نہ ہونا وغیرہ بد خصلتوں سے اللہ تعالی نے اسکو نجات دی ہو جب ایسا خوش خلق ہوتا ہے تو ہر فعل اسکا نکوئی ہو جاتا ہے اسی سے حدیث نواس ابن سمعان میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے بِر کو دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ حسن الخلق بِر ہے فافہم - انفاق سے مراد مطلق خرچ کر ڈالنا نہیں ہے بلکہ صدقہ دیکر خرچ کرنا مراد ہے خواہ صدقہ فرض ہو مانند زکوۃ وغیرہ کے یا نفل ہو اور نفل میں اپنے اہل و عیال پر بھی بطور معروف بدون اسراف کے خرچ کرنا داخل نیکی ہے چنانچہ حدیث سعد رضی اللہ عنہ میں آیا کہ جو لقمہ تو اپنی جورو کے منھ میں پہونچاوے وہ بھی تیرے واسطے نیکی ہے رواہ الشیخان پھر یہ صدقہ اس چیز میں سے ہو کہ جسکو تم محبوب رکھتے ہو اپنے مالون میں سے کوئی مال ہو اور مِن تبعیضیہ ہے یعنی ان اموال سے بعض صدقہ کرو اسواسطے کہ کل مال خرچ کر دینا اچھا نہیں ہے جبکہ فاقہ کشی کی نوبت آوے اور محبت سے یہاں محبت شرعی مراد نہیں بلکہ بشری مراد ہے پس اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مال کی محبت فی نفسہ روا ہے بلکہ امر خیر کے واسطے جبکہ حلال ہو اچھا سمجھنا جائز ہے لہذا حرام و مشتبہ کے مال سے صدقہ دیکر ثواب کی نیت رکھنا کفر ہے اور شاید کہ مِن بیانیہ ہو یعنی مقصود وہ اموال جنسے بمقتضائے بشری تم کو محبت ہے انکو صدقہ کرو کیونکہ آدمی ہر چیز کو اپنے مال سے محبوب نہیں رکھتا ہے پھر محبوب مال خیرات کرنے سے دلی یقین ظاہر ہوا کہ اسکو دار آخرت کا یقین ہے اور اللہ تعالے پر بھروسا ہے - بخلاف منافق کے جو خرچ کرنے میں متردد ہوتا ہے - وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ - اور تم کوئی چیز خرچ کرو اللہ تعالی اسکا علیم ہے ف اگر یہ مال قلیل ہو پھر تمہاری

نیت بھی جانتا ہے فیجازی علیہ - پس تم کو اسپر ثواب دیگا یعنی صدقہ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اپنا دانا ہونا بیان فرمایا اس سے مراد یہ کہ وہ تم کو تمہارے کار خیر کا ثواب عطا کریگا اور اسمین اشارہ ہے کہ نیت سچی رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دانا ہے اسیواسطے مطلق خرچ کرنے پر یہ فرمایا کہ ان اللہ یجازیکم بجزاء کریم - تمکو خدا نیک بدلا دیگا کیونکہ بہتیرے دکھلانے سنانے کو صدقہ دیتے ہیں اس سے حسن کلام معلوم ہوگیا - پھر جانو کہ بیضاوی نے مما تحبون میں کہا کہ مال سے یا ایسی چیز سے جو مال وغیرہ کو عام ہے مثلاً مسلمانون کے معاونت میں اپنے بدن پر تکلیف اٹھاتے ہوئے بھلائی کرے مثلاً بادشاہ اسکی بات مانتا ہے اس سے بھلائی کرے اور بدن کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں صرف کرے اور دلکو اسکی یاد میں قربان کرے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام خوب ہے اور اللہ تعالیٰ اسکے واسطے تعلیم دیتے ہیں اپنی جان کو وقف کرنا بھی اسمین داخل ہے اور بخاری و مسلم وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب یہ آیت اتری تو ابو طلحہ انصاری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے میرے مالون مین سے بیرحا بہت پسند ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ ہے مین اللہ تعالیٰ کے پاس اسکا ذخیرہ و ثواب چاہتا ہوں پس اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ جہان چاہین خرچ کرین پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخ بخ ذلک مال رابح یعنی خوب خوب یہ بڑا فائدہ مند مال ہے یہ بڑا فائدہ مند مال ہے اور جو تو نے کہا مین نے سمجھ لیا اور میری رائے ہے کہ تو اسکو تیرے اقربین مین صرف کرے عرض کیا کہ آپ جیسا چاہین کرین پس آپ نے ابو طلحہ کے اقارب اور چچا کی اولاد مین تقسیم کردیا - اور ایسے ہی حضرت عمر کا حصہ خیبر سے نفیس مال صدقہ کرنا حدیث صحیح میں اور جلولاء یعنی بہت پسند باندی کو اللہ تعالیٰ کے واسطے آزاد کرنا یہ روایت بزار و عبد بن حمید کو ہے اور حضرت عمر نے اس باندی سے پھر نکاح بھی نہ کیا اور یہ تقوی ہے کیونکہ صدقہ کا مال پھر خرید کرنا حدیث بخاری مین ممنوع آیا ہے اگرچہ علما کے نزدیک اسمین فقط کراہت ہے واللہ اعلم - اور ان احادیث سے نکلا کہ صدقہ کو اقارب مین تقسیم کرنا اولیٰ ہے اور یہ نکلا کہ آیت کریمہ صدقہ مفروضہ و مستحبہ کو عام ہے یہ آورمن تبعیضیہ ہونے کی تقویت نکلتی ہے اور بعض قرأۃ مین بھی - بعض ما تحبون آیا ہے ف عرائس البیان مین اس آیت کریمہ کے اشارات کو طول کے ساتھ اسطرح بیان فرمایا کہ قولہ تعالیٰ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون - جو لوگ اس صفت کے ہیں کہ محبوب چیز کو خرچ کرتے ہیں انکے چار طبقہ ہیں حسب ذیل

طبقۂ اول اہل معاملات - اور انکی دس قسمین ہین ایک قسم توبہ کرنے والے ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزین ہیں ایک ترک دنیا دوم ترک ریاست یعنی لوگون کے سردار بننے کو چھوڑنا اور سوم ترک نفس کہ اللہ و فی اللہ ترک کرتے ہیں قسم دوم تورع کرنے والے ہیں اور انکا انفاق بھی تین چیزین ہیں ایک ترک معاصی کہ گناہ کسی قسم کا ہو ترک کرتے ہیں دوم سوا سد رمق کے حلال بھی ترک کرتے ہیں سوم شہوات سے یعنی تمام خواہشون سے خواہ کسی قسم کی ہون جو نفس سے متعلق ہیں سب سے نفس کو چھوڑاتے ہیں قسم سوم زہد کرنیوالے ہین اور ان کا انفاق بھی تین چیزین ہین ایک نفس کا مجاہدہ ہے یعنی نفس کو مجاہدہ مین لاتے ہین اور اسکی ضد سے چھوڑاتے ہین دوم اعمال کو پاک کرتے ہین سوم جوارح و اعضا کو احکام سنت پر جھکائے رکھتے ہین اور خودبینی سے ذلیل کرتے ہین قسم چہارم فقرا ہین اور انکا خرچ بھی تین چیزین ہین اول حفظ اوقات یعنی جو دم ہے اسکو نگاہ رکھتے ہین دوم فقر کی نگہداشت کرتے ہین کہ تونگری یا اسکی خواہش بر سبیل نہ کرے - سوم اپنے آپ کو تمام امور مین عفیف رکھتے ہین کہ انکے حال سے سوائے حق عزوجل کے کوئی واقف ہو قسم پنجم اس طبقہ سے اعتبار ہین اور انفاق انکا بھی تین چیزین ہین اول ماؤن کو خیرات کرنا بدون اسکے کہ جسکو دیا ہے اسپر کچھ منت رکھین یا ایذا دین یعنی قولہ تعالیٰ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی کے پابند ہین دوم فقیرون کے نزدیک تواضع و عاجزی سے رہتے ہین سوم ریا کا خطرہ آنے کے وقت اخلاص کی دعا کرنا اور اپنے نفس کی شر سے پناہ مانگنا قسم ششم صبر کرنے والے ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین

ہین - اوّل تو فاقہ کے وقت جزع نہین کرتے ہین دوّم بلا نازل ہونے کے وقت دل خوش رکھتے ہین سوّم راحت پر محنت وبلا کو اختیار کرتے ہین یعنی محنت وبلا کو بہ نسبت راحت کے پسند کرتے ہین **قال المترجم** وجہ یہ ہی کہ بلا مین ظاہر ایک بلا ہی اور صدہا الطاف خاص پوشیدہ ہوتے ہین پس عام تو اس ایک بلا ظاہر پر صبر نہین کرسکتا اور یہ لوگ اسپر صبر کرکے ان الطاف کو بوجہ چکھے تو اب بلا کو راحت پر ترجیح دیتے ہین کیا نہین دیکھتا کہ حفت الجنۃ بالمکارہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو مکارہ سے گھیر دیا ہی جو شخص اس مکروہات کو جھیل گیا وہ جنت کو پسند کریگا اور دوزخ کی شہوات سے بدرجہا افضل جانیگا - لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ بلا سے عافیت مانگنا یہ علی العموم عوام کو حکم ہی اسواسطے کہ اگر خدا نخواستہ اس بلا پر صبر نہوا تو پھر بربادی زیادہ ہی جیسے عوام کو راہ تجربہ و ترک نہین سکھلائی جاتی ہی بخوف آنکہ غالبا وہ اس راہ مین ایمان سے جاتے رہتے ہین اور حق یہ کہ بلاے الٰہی پر صبر کرنا کسی کی مجال نہین ہی کیا نہین دیکھتے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے قیدخانہ کو اختیار کیا تھا اور یہ آزار ہوا اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو جہاد مین کافرون سے بھڑ جانے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت چاہو لیکن جب مقابل ہو جاؤ تو ثابت قدم رہو (الصحیح) اور حدیث مین ہی کہ دنیا وآخرت کے لیے بہتر دعا عافیت ہی (السنن) الحاصل جب بندہ شکر گزاری کے ساتھ عظمت کبریائی کا اظہار کرتا رہا پھر تقدیر سے اسکو بلا پہونچی تو جسنے بلا دی وہی صبر عطا فرماتا ہی و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم - یعنی بندہ ہر وقت یہ کلمہ کہے یعنی مجھے کچھ بھی طاقت وقوت نہین سواے اسکے کہ اللہ تعالیٰ عزیز حکیم ہی کے نام پاک کے ساتھ ہی حدیث مین ہی کہ ایک نے دعا کی کہ الٰہی مجھے صبر دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ اے شخص تو نے بلا مانگی پس تو عافیت مانگ (السنن) حاصل آنکہ اسنے صبر مانگا جو بلا پر ہوا کرتا ہی وسأل اللہ تعالیٰ العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ - قسم پنجم شکر گزار لوگ ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین ہین اول اپنی زبانون کی ثنا سے پروردگار سے دیکھکر شرم کرتے ہین کہ ہم کبھی تعریف کا دم مارین حالانکہ نعمتون کو خوب پہچانتے ہین دوّم انعام کرنے والے پاک بے نیاز کی معرفت حقیقت سے اپنے دلون مین متحیر ہوتے ہین سوّم اپنی روحین خیرات کرتے ہین اور کسی عوض کے خواستگار نہین ہین قسم ششم متوکل ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز کا ہی اوّل استرسال نفوس اللہ تعالیٰ کے واسطے اسکی بلا نازل ہونے کے وقت دوّم اپنے جان ودل کو اسکی رضامندی چاہنے مین خیرات کرنا - سوّم اللہ تعالیٰ کی قضا ومقدر جاری ہونیکے وقت ہر خطرہ سے اپنی خاطر کو مضبوط رکھتے ہین کہ کوئی بیجا خطرہ نہین آنے دیتے ہین قسم ہفتم انہین سے راضی لوگ ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز ہی اوّل آنکہ اللہ عزوجل جو درحقیقت قادر مختار ہی اسکے اختیار مین ہو گئے اور اپنے اختیار کا نام چھوڑ دیا دوّم جو اسکا ارادہ ہی اسکے مقابلہ مین تخییر کرنا چھوڑا سوّم اسرار سے کمتر والون سے اپنے اسرار کو چھپاتے ہین قسم ہشتم انہین سے صادقین ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین ہین اوّل آنکہ مخلوق کے دیکھنے سے پروردگار عزوجل کی بندگی کو خالص و پاک رکھتے ہین اور نفس کی رعونت سے اپنے سر باطن کو پاک رکھتے ہین سوّم آنکہ توحید کو رسم عادت سے پاک رکھتے ہین **طبقۂ ثانیہ اہل حالات** ان لوگون کی بھی دس قسمین ہین قسم اوّل انہین سے اہل مراقبہ کہلاتے ہین اور خرچ کرنا انکا بھی تین چیزین ہین اوّل دفع خطرات اور دوّم مناجات کو خفیہ ادا کرنا - سوّم آنکہ خلوتون مین حرمت کی حفاظت کرنا قسم دوّم اہل خوف ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین ہین اوّل کمتر سونا اور دوّم کم کھانا اور سوّم قلت کلام یعنی کم بات کرنا - اور قسم سوّم انہین سے اہل رجوع ہین اور انکا خرچ بھی تین چیزین ہین اوّل آنکہ ہر دو جہان سے طبیعت کو اٹھا لیتے ہین دوّم ان دونون منزلون سے اوپر چڑھتے ہین سوّم تمام عالم کے ذکر سے اپنے دل کو خالی رکھتے ہین قسم چہارم محبین ہین اور انکا انفاق بھی تین چیزین ہین اول آنکہ معرض کرامات سے اتقا کرتے ہین دوّم طاعات کی طرف التفات نہین کرتے ہین سوّم قلب کو درجات سے صاف کرتے ہین کیونکہ وہ مقام مشاہدات تک پہونچ جاتے ہین قسم پنجم ان مین سے

مشتاق کہلاتے ہیں اور انکا اتفاق تین چیزیں ہیں کہ ایک تو ہجر کی آگ سے جلنا دوم بھوک کی آگ سے نفس کا سلگنا سوم خوف وجلال
کی آگ سے روح جلنا قسم ششم ان میں سے عاشقین ہیں اور انکا اتفاق تین چیزیں ہیں ایک تو ولایت کی خواہش چھوڑتے ہیں دوم حظ
محبت چھوڑتے ہیں اور سوم مقام رعایت میں ہمیشہ سر باطنی کو لگائے رکھتے ہیں۔ اور قسم ہفتم موقنون یعنی یقین رکھنے والے ہیں اور ان کا
خرچ کرنا تین چیزیں ہیں ایک تو نفس پر شفقت نہیں کرتے ہیں دوم قلب کی ہمیشہ نگہداشت کرتے ہیں سوم ماسوائے حق عزوجل کے سب
چیزوں کی یاد سے اپنی ارواح کو پاک رکھتے ہیں قسم ہشتم انہیں سے مستانسین ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں کہ ایک تو مخلوق سے منہ
موڑتے ہیں دوم دل کو اس طرف لگاتے ہیں جہاں سے طلوع انوار مشاہدہ ہوگا۔ سوم اپنی سر باطنی کو دشمن کے معارضہ سے پاک رکھتے ہیں قال المترجم
اس سے ظاہر ہوا کہ بندہ سے کبھی وسوسہ و تکلیف شرعی ساقط نہیں ہوتی ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم اور صحابہ کرام سے یہ تکلیف کبھی
ساقط نہوئی اور اثر صحیح میں ہے کہ صحابہ رسول صلعم اعمال میں سے کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہیں جانتے تھے سوائے نماز کے کما فی المشکوٰۃ وغیرہ
ولیکن بجائے اسکے حسنات ابرار کو مقربین کے درجہ میں سیآت شمار کیا گیا ہے اور نہیں سے صحیح ہوا کہ اصحاب بدر کے حق میں آیا کہ اللہ عزوجل
نے انکو فرمایا کہ تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخشدیا حالانکہ ہمیشہ بھی اکابر صحابہ و خلفاء راشدین نے انپر حد شرعی جاری فرمائی ہے اور بسند صحیح روایت
ہوا ہے اور خود اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ان الحسنات یذہبن السیئات نیکیاں نابود کردیتی ہیں برائیوں کو اور اس سے زیادہ تحقیق مقام کا انتظار کرنا چاہیے
کہ اپنے موقع پر آویگی قسم نہم انہیں سے مطمئن ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں ایک تو بلا میں تمکن کرنا و قائم رہنا۔ دوم رنج و تکلیف میں
صبر کرنا سوم نعمتوں میں شکر کرنا۔ اور دسویں قسم ان میں سے محسنین ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو بندگی کی صفت اس صفت
کے ساتھ کہ مشاہدہ معبود میں حاضر ہوتے ہیں دوم اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی جان و روح کو قربان کرتے ہیں بدون اسکے کہ ثواب
جنت کی رغبت سے ہو سوم کنایہ کے انوار مطالعہ کرتے ہیں طبقۂ ثالثہ اہل معرفۃ اور ان کی بھی دس قسمیں ہیں قسم اول
ذاکرین ہیں اور انکا اتفاق تین چیزیں یہ ہیں ایک تو دفع وسواس دوم قلب سے لوگوں کے بیچ میں ہو کر غفلت کو دور رکھنا سوم ہموم
شخصی سے باہر ہو جانا غفلت سے مراد یہاں غین قلب ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں انہ لیغان قلبی میرے قلب پر غین آجاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ
سے ستر بار استغفار کرتا ہوں رواہ مسلم قسم دوم انہیں سے متفکرین ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو روح کو کھینچنا تاکہ مشاہدۂ غیوب میں پہنچے
اور وہاں ایسے مقام پر ٹھہرے کہ آفتاب جلال قدم کے انوار اسپر چمکیں۔ دوم عقل کو چھوڑ دینا کہ میدان ملکوت میں جبروت کا مشاہدہ کرے سوم
قلب کو بساط قرب سے نزدیک کردینا بغرض خواہش وصال کے مگر اس صفت کے ساتھ کہ وہ حضرت کبریا و عظمت کی ہیبت سے بھرا ہو قسم
سوم حکماء ہیں یعنی جن کو حکمت ربانی عطا ہوئی ہے اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو مریدین یعنی ایسے شخصوں کے واسطے جو درگاہ باری تعالیٰ
کی مضبوط خواہش رکھتے ہیں کلام کرنا اور دوم طالبین کے واسطے علم پھیلانا سوم اہل عالم کے لیے راہ صواب دکھلانا قسم چہارم ان میں سے
اہل حیا ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو سر باطنی سے مقام کو بے تمیز کردینا اور دوم مشہد ذکر سے پوشیدہ خواہش کو پاک کردینا۔
سوم مجاری خطرات سے باریک ریا کو دور کردینا قسم پنجم انہیں سے اہل تلوین ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں کہ ربوبیت میں عقل سے
اپنے عقل کلی سے تفکر کرنا اس غرض سے تاکہ معرفت حاصل ہو اور دوم اسکے قدیم انعام میں قلب سے نظر کرنا تاکہ محبت ربانی حاصل ہو۔ سوم
روح سے سیر کرنا عالم ملکوت میں تاکہ انوار مشاہدہ حاصل ہوں قسم ششم انہیں سے اہل تمکین ہیں اور اتفاق انکا تین چیزیں یہ ہیں ایک نگاہ رکھنا
جوارح عبودیت کا استقامت ربوبیت سے دوم دفع کرنا تہمت بشری کا مصدر کشف مشاہدہ سے سوم راسخ ہونا سر باطنی کا طوالع سلطان

لہ صحیح مسلم عن الاغر المزنی ۱۲م

ہیبت ہیں پس اہل تمکین اور اک حقیقت جمال قدم سے پرورش یافتہ اور اتحاد و بقا کو اعدام مشاہدہ صرف سلطان وحدانیت سے تمیز کرنے والے ہیں قسم ہفتم انہیں سے اہل حقیقت ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ گنہگاروں کے حق میں دعا کرنا دوم خوشی خاطر سے انکی ایذا کو برداشت کرلینا سوم انکے بدلے سے طمع اٹھا لینا پس یہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالی کے بندوں پر رحمت ہیں پس مخلوق تو مسارف سے قطع کر دیے جاتے ہیں اور یہ لوگ تمام کشمکش سے بشارتیں پاتے ہیں اللہ تعالی نے ان لوگوں کو اپنے بندوں اور ملکوں کے باقی رکھنے کے واسطے رکھا ہے تاکہ انکی طرف وہ لوگ التجا لاویں جنکو اپنے احوال میں شک پڑ گیا ہے قسم ہشتم انہیں سے اہل السر ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں یہ ہیں ایک اسرار کو چھپانا باوجود غیرت حق کے دوم اپنی مراد سے نکلکر حق عزوجل کی مراد میں جانا اور سوم خلق سے غائب ہو کر اپنے سبیوں میں جمال غیب الغیب کی تلاش کرنا قسم نہم انہیں سے عارفین ہیں اور انکا خرچ کرنا یہ تین چیزیں ہیں ایک تو دنیا کو دنیاداروں کیلئے چھوڑ دیتے ہیں اور دوم آخرت کو مع اسکی لذت کے اوروں کی خواہش میں رکھتے ہیں یعنی اگرچہ آخرت کی نعمت انکو ملیگی لیکن خواہش اسکی نہیں کرتے ہیں سوم یہ کہ اپنے مولی کے دروازے پہ بیٹھے ہیں اسطرح کہ سوا اسکے سب سے منقطع ہو جاتے ہیں اور اسی کے مشاہدہ کیواسطے صفائے عبودیت میں ساعی رہتے ہیں یہ لوگ تمام مخلوق و موجود سے منقطع ہو کر خالق عزوجل ہی کی طرف ہو رہے ہیں طلبۃً لمرادہ اہل توحید ہیں اور انکی بھی دس قسمیں ہیں - قسم اول انہیں سے اہل القبض ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو مقام حزن میں مراقبہ کر کے اپنے دم گنتے ہیں دوم مقام عشق میں خون بہاتے ہیں سوم مقام شوق میں دل سے آہ آہ کرتے ہیں قال المحقق اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم کو فرمایا ہے کہ ان ابراہیم لاواہ حلیم - اور اواہ کی تفسیر کی گئی کہ بہت آہ آہ کرنے والا - حدیث میں ہے کہ آپ کے سینہ مبارک سے مثل جوش دیگ کے آواز آتی تھی اور قسم دوم انہیں سے برعکس اول کے یعنی اہل البسط ہیں اور انفاق انکا یہ تین چیزیں ہیں ایک تو فرحت بوجہ حبیب دوم نفرت از گفتگوے رقیب سوم تقرب از نوافل بسوے قریب مجیب قسم سوم انہیں سے اہل سکر ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک یہ کہ سماع ذکر از عالم دوم نسیم صبا غریب سوم خوشبو سے قرب برا قربات - قسم چہارم انہیں سے اہل صحو ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں یہ ہیں ایک تو تجلی ہیبت میں ساکن رہنا دوم بشوق لقا حضرت گریہ وزاری کرنا اور سوم مخلوق کے احوال پر شفقت کر کے انپر مہربان ہونا اور شیطان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا قسم پنجم انہیں سے اہل فنا ہیں اور ترک انکا تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ سر باطن کو ذکر سے پاک کرنا اور دوم فکر سے احوال کی تربیت کرنا اور سوم مجاہدہ سے شکل ظاہری کو ہلال بنانا قسم ششم انہیں سے اہل بقا ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں کہ مشاہدات کا ذکر کرنا اور کرامات کو چھپانا اور مکاشفات حاصل کر کے مجاہدات سے خلاصی لے لینا اور قسم ہفتم انہیں سے اہل انبساط ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک یہ کہ شطح کے بعد استغفار کرنا اور سکر کی حالت میں آداب لحاظ رکھنا اور مریدوں کو مقامات کی خبر دیدینا قسم ہشتم انہیں سے اہل حقائق توحید ہیں اور خرچ کرنا انکا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو امتحان میں مستقیم رہنا باں طور کہ ایمان کو اخلاص کے ساتھ در رکھتے ہیں دوم مقام محبت میں اپنی خواہشیں چھوڑتے ہیں سوم آنکہ رسوم مقامات چھوڑنے سے اسرار کی رعایت رکھتے ہیں - قسم نہم انہیں سے اہل ولہ ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں عبرات و زفرات و بذل مہجت در ادبیات - قسم دہم انہیں سے اہل اتحاد ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں ہیں اول توحید کے مقام سے خواہش کو بھی کاٹ دیتے ہیں اور تجرید کے ساتھ قدم القدم سے سیر السیر کرتے ہیں اور تفرید کے ساتھ بقاء البقاء میں روح کو پرواز دیتے ہیں - اسے جاننا چاہیے کہ مردان صادق کا حال اپنے خرچ کرنے میں اسطرح ہے جو بیان ہوا ان لوگوں نے اپنے خرچ پر قدر تفاوت میں بڑی بڑی کرامتیں حاصل کی ہیں پس ہر گروہ کے واسطے انہیں سے ایک تیر خاص ہے پس توبہ کرنے والوں کا یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالی کی محبت حاصل ہوتی ہے اور یہی اشارہ فرمایا اللہ تعالی نے - ان اللہ یحب التوابین - اور رجوع والوں کا یہ ہے کہ توبہ کے ساتھ انکی دعا

[illegible] ۱۲

مستجاب ہوتی ہے۔ اور زاہدون کا یہ ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے حکمت حاصل ہوتی ہے اور یہی نبی صلعم نے اشارہ فرمایا کہ جنے چالیس روز دنیا
مین زہد کیا تو حکمت کے چشمے اسکے دل سے اسکی زبان پر ظاہر ہونگے اور برّ الفقراء یہ ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے انکے قلوب مین سکینت ظاہر
ہوتی ہے اور برّ الاغنیاء یہ ہے کہ انکو درجہ کرامات ملتا ہے۔ اور برّ الصابرین یہ ہے کہ درجہ ولایات ملتا ہے اور برّ الشاکرین یہ کہ قرب نزدیکی مین زیادتی
ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ لئن شکرتم لازیدنکم۔ اگر تم شکر کروگے تو ضرور مین تمکو زیادہ نعمت دونگا۔ اور برّ المتوکلین یہ کہ تمام مرادون
مین اللہ تعالی کفایت فرماتا ہے اور محبت الٰہی کے لطائف اپنے قلب مین پاتے ہین۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ اللہ تعالی نے فرمایا جو
توکل کرے اللہ تعالی پر اللہ تعالی اسکو کافی ہے اور نیز اللہ تعالی نے فرمایا۔ ان اللہ یحب المتوکلین۔ اللہ تعالی محبوب رکھتا ہے متوکلون کو
برّ الراضین یہ کہ اللہ عز وجل انسے راضی ہوتا ہے اور یہ بڑا درجہ ہے کہ فرمایا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ اور رضوان اکبر تجلی خاص ہے اور جو شخص مقام
رضا مین پہونچا وہ رضوان اکبر کو پہونچ گیا۔ برّ الصادقین یہ کہ دنیا و آخرت مین انکی تعریف و مدح ہوتی ہے اور قیامت کے روز خلائق کے روبرو
انکو کرامت حاصل ہوگی چنانچہ اللہ عز وجل نے فرمایا۔ لیجزی اللہ الصادقین بصدقھم۔ یعنی قیامت ضرور ہے تاکہ اللہ تعالی صادقین کو
انکے صدق کی جزا عطا فرماوے۔ یہ درجہ اہل معاملات کا ہے کہ جو اللہ تعالی انکو اپنے کرم سے انکے برّ کا بدلا عطا فرماویگا برّ المراقبین یہ ہے کہ نور
فراست وحلاوت ذکر حاصل ہوگی اور برّ خائفین یہ کہ ذوق محبت اور معرفت جلال حق تعالی حاصل ہوگی۔ اور برّ راجین یہ ہے کہ صفا یقین
اور نور بسط وانبساط حاصل ہوگا۔ برّ المحبین یہ ہے کہ مکاشفہ وانوار قربت ومشاہدہ حاصل ہوگا۔ برّ المشتاقین یہ کہ تمام معانی مین انکو انس بحضرت
حق عز وجل حاصل ہوتا ہے۔ برّ عاشقین یہ کہ چشم ارواح مین نور جمال سے سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور برّ موقنین مشاہدہ لقاء کبریاء وعظمت در رسوم
ربوبیہ ہے اور برّ المستأنسین یہ کہ اپنے قاب مین حسن قدم پاتے ہین اور شہوات کے گندہ خطرات شیطانی سے پاک ہین۔ برّ المطمئنین یہ کہ طرح طرح
کے عجائب آیات اور تقلیب اعیان سے انکو کرامات حاصل ہوتی ہے اور عارفون کو حلاوت ذکر حاصل ہوتی ہے اللہ تعالی نے فرمایا۔ الا بذکر اللہ
تطمئن القلوب۔ برّ المحسنین یہ ہے کہ لباس ملکوت مین مشاہدہ حق حاصل ہوتا ہے۔ یہ سب بیان ان لوگون کے برّ کا تھا جو اہل احوال ہین۔ اور
برّ الذاکرین ایمان مین دیدار ہے۔ برّ المتفکرین یہ کہ پردہ آیات مین تجلی صفات کے آثار دکھلائی دیتے ہین برّ الحکماء یہ ہے کہ الہام کی صفت یہ
خصائص خطاب سے متحقق ہوتا ہے۔ برّ اہل الحیاء دیدار ومشاہدہ عظمت وکبریاء ہے۔ اور برّ اہل تلوین دیدار عین صفات ہے اور برّ اہل تمکین یہ کہ
دیدار عین جمیع صفات بدون رسم افعال کے ہے۔ اور برّ اہل الحقیقۃ یہ کہ دیدار عین القدم بصفت فنا ہے اور برّ اہل السر یہ ہے کہ دراج معرفت مین
روح کی آنکھ سے علم ازلی کا خزانہ دیکھتے ہین۔ اور برّ العارفین یہ کہ تجلی صرف وحدانیت پاتے ہین۔ یہ سب جو مذکور ہوا یہ عارفون کا برّ ہے اور
اب سلسلہ بیان توحید تو اہل عشق کا برّ یہ ہے کہ دیدار عزت نصیب ہے اور برّ اہل البسط یہ کہ نور قربت ظاہر ہونے پر حلاوت کے ساتھ جلال صفات کو
دیکھتے ہین۔ برّ اہل السکر یہ کہ اچانک انکے احوال کے پردہ مین حق کا ظہور انپر ہوا اور برّ اہل صحو یہ ہے کہ دیدار حق بنعت حسن وجمال حاصل ہو اور برّ اہل فنا
یہ کہ دیدار قیومیت بنعت فردانیت حاصل ہو۔ اور برّ اہل بقا یہ کہ حق عز وجل کے دوام کا دیدار ہو اور برّ اہل انبساط یہ ہے کہ اللہ تعالی سے اپنی مراد
پاکر اپنے واسطے حق کی طرف سے بسط کو دیکھیں۔ اور برّ اہل حقائق التوحید وہ دیدار انوار ذات وصفات ہے۔ اور برّ اہل ولہ یہ ہے کہ اپنے اندر
انبساط حق کو دیکھکر حیرت مین رہجاوین اسی سے دیوانہ ہوگئے۔ اور برّ اہل اتحاد یہ ہے کہ لباس جمال قدم اپنی ارواح پر دیکھین اور تمام مخلوق
انکے واسطے مسخر کی گئی باین طور کہ قدرت حق عز وجل سے ظہور صفات ہوتا ہے لیکن اس بندہ متوحد موحد کے واسطے کرامت ہے حضرت استاد
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگون مین بعض ایسے ہین کہ جزاء وعوض کے لحاظ سے خرچ کرتے ہین اور بعضے محبت ودیدار دور ہونے کی امید پر خرچ

کرتے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ آیت سے معلوم ہوا کہ تو بر تک نہیں پہونچ سکتا بدون اسکے کہ جو تیری محبوب چیز ہو اسکو خیرات کرے تو بھلا تو خالق اکبر عزوجل تک کہاں پہونچے گا جبکہ تیرا حال یہ ہو کہ تو اپنے حظوظ کو اختیار کیے ہوئے ہو **قال المترجم** پھر انقطاع کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص کو جس چیز سے تعلق پیدا ہوا تو اسکو چھوڑ دے لیکن بسا اوقات بعضے لوگون کو یہی بات حاصل کرنے کیواسطے یہ ضرورت ہوتی ہو کہ دنیا کی آبادی سے یکطرف ہو کر کسی پہاڑ یا جنگل میں تنہا بسر کرین حالانکہ یہ کچھ ہر شخص کیواسطے لازمی نہین ہو اور اسیطرف حدیث صحیح مین اشارہ ہو کہ پہاڑ کے کسی شعبہ مین بکریان لیکر ہے وہان اللہ تعالیٰ کی عبادت مین عمر صرف کرے اور آبادی دنیا کے لوگونکو اپنے شر سے چھوڑ دے اور بعض نے فرمایا کہ برّ اول تو ہدایت ہو بعد اسکے مجاہدہ پھر مشاہدہ ہو اور معنی آیہ کے یہ ہیں کہ تم ان خصائل خوب کو نہ پاؤگے مگر اسیطرح کہ جو کچھ تم چاہتے ہو آپس سے خرچ کر ڈالو اور **شیخ ابن عطا** نے فرمایا کہ تم قربت کو نہ پہونچوگے درحالیکہ تم اپنے نفس کے حظوظ و خواہشون مین لگے لپٹے ہو اور **شیخ ابو عثمان** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خواص بندون کے مقامات تک نہین پہونچ سکتا جبتک کہ نفس کے آداب اور اس کی ریاضت مین سے کچھ بھی اسکے ذمہ باقی رہا ہو اور **واسطی** نے کہا کہ برّ تک پہونچنا تو بعض محبوب چیزون کے خرچ ہی کرنے سے ہو مگر بار یعنی خالق برّ تک پہونچنا یون ہی ہو کہ ہر دو جہان سے اور جو کچھ ان مین ہو سب سے مجرد و منفرد ہو جاوے۔ اور **شیخ نصرآبادی** نے کہا کہ محبوب چیزون کو تجھسے دور کرا کے تجھے خاص اپنے ہی واسطے اکیلا کر لیا تاکہ تیری محبت خالص اسکی طرف ہو اور اسکے سوائے کسی کی طرف التفات نہ رہے **قال المترجم** یہ اشارہ صاف ظاہر اور بہت جید اشارہ ہو بلکہ ایسا قوی ہو کہ گویا سیاق کلام اسی کے واسطے ہو اور تجھے معلوم ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے انکا کل مال خیرات کرنا قبول کیا اور کہا ابوبکرؓ نے کہ مین نے اپنے لوگون کے واسطے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کا نام چھوڑا ہو یعنی کچھ نہین چھوڑا۔ حالانکہ کل صدقہ اورون کے واسطے روا نہین رکھا گیا ہو پس فعل ابوبکرؓ اقرب باصل مقصود ہو اور یہ خصوصیت بنظر قوت ایمان و صدیقیت ہو بخلاف اور لوگون کے کہ انمین مزاحم سخت یا سست درجہ بدرجہ موجود ہو مثل جزع و فزع وقت شدت کے وغیرہ ذلک فافہم اور **شیخ نصرآبادی** نے کہا کہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ برّ تو اجنبیت ہی اور میرے نزدیک صفت یا برّ ہی پس گویا یون کہا کہ تم لوگ میری قربت نہ پاؤگے الا اسی طور سے کہ تمام علائق کو قطع کر دو۔ **قال المترجم** یعنی دل کو تعلق نہ رہے اور ظاہر مین ہر ایک چیز ہونا منع نہین ہی و لیکن کوئی چیز اس کی محبوب نہوگی اسکے نزدیک لعل کا جانا ہوا اور کنکری کا جانا یکسان ہوگا فافہم اور **جعفر صادقؒ** نے فرمایا کہ تم حق کو نہ پاؤگے جبتک کہ اسوا سے حق کے ہر چیز سے جدا نہ ہو جاؤ اور **ابن عطا** نے فرمایا کہ تم میری معرفت و نزدیکی ہرگز نہ پاؤگے یہانتک کہ اپنے نفس اور قصد سے بالکلیہ خارج ہو جاؤ۔ اور **شیخ علیؒ** نے کہا کہ اگر تجھے سب چیزون سے زیادہ محبوب تیری جان ہی اور **شیخ ابوبکر وراقؒ** نے فرمایا کہ انکو اس آیت سے قربت کی راہ بتائی اور فرمایا کہ تم ہرگز اس بھلائی کو نہ پہونچوگے جو میری طرف سے ہی الا اسی طور کہ تم اپنے بھائیون پر اپنے مال خرچ کرو۔ اور علی یہ کہ راہ الٰہی مین جان دو کیونکہ فضل چاہا یہ کہ خود خرچ کو ٹکڑا پارہ پارہ کیا گیا اسکے عوض مین اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا کریگا اور ریا و نفاق اور تمہارا دکھانا سنانے کے واسطے ہوگا تو انمین شرکت ہی کیونکہ جبا کہ اس بارہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثین روایت ہی جنمین ریا کا شرک ہونا ثابت ہو اور **شیخ جاؔلی** نے فرمایا کہ اس آیت مین اشارہ یہ ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کی محبت کو نہین پہونچوگے یہانتک کہ اپنی محبوب جانون کو اللہ تعالیٰ کی اجمادین قربان کرو۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ

سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر جو حرام کر لی تھی اسرائیل نے اپنی جان پر پیشتر اس سے کہ نازل ہو

التَّوْرَاةُ ۗ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَمَنِ افْتَرَىٰ

توریت تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اس کو اگر تم سچے ہو پھر جو کوئی باندھے

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا

اللہ پر جھوٹ اس کے بعد تو وہی بے انصاف لوگ ہیں تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے سو تابع ہو جاؤ

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

دین ابراہیم کے جو ایک طرف تھا اور شرک والا نہ تھا

ونزل لما قال الیہود انک تزعم انک علی ملۃ ابراہیم وکان لا یاکل لحوم الابل والبانہا یعنی شان نزول اس آیۃ کا یہ واقع ہوا کہ یہود نے کہا کہ اے محمد تم زعم کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم کی ملت پر ہو حالانکہ وہ اونٹ کا گوشت اور اسکا دودھ نہیں کھاتے تھے مترجم کہتا ہے کہ یہ سبب نزول آیہ کریمہ کے سیاق سے خوب مطابق ہے اور بیضاوی وغیرہ اہل درایت و روایت نے ذکر کیا کہ ہرگاہ اللہ عزوجل نے فرمایا فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم طیبات احلت لہم الآیۃ ۔ اور نیز فرمایا وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیہم شحومہما ۔ تا قولہ ۔ ذلک جزیناہم ببغیہم الآیۃ ۔ حاصل یہ کہ یہ چیزیں یہود پر بسبب ان کے ظلم و بغاوت کے حرام کی گئیں اور اس سے یہود کی بدخصلت و مذمت ثابت ہوتی ہے اور نیز یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ نسخ ٹھیک ہے جس سے یہود منکر تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کفر کرتے تھے کہ اس نے حکم توریت کو بدل ڈالا وہ کہتے ہیں کہ کیونکہ اللہ تعالے کے حکم میں نسخ نہیں روا ہے تب یہود نے کہنا شروع کیا کہ یہ باتیں کچھ نہیں ہیں یہ چیزیں تو ہم سے پہلے دیگر انبیاء نوح علیہ السلام و ابراہیم علیہ السلام سے چلی آتی تھیں یہانتک کہ ہم تک بھی وہی شریعت قائم ہوئی پس ہم دین ابراہیم پر ہیں نہ اہل اسلام اور اس سے اپنی برات نکالتے اور نسخ نہ ہونا ثابت کرتے پس اللہ تعالی نے رد فرمایا ۔ كُلُّ الطَّعَامِ ۔ ای مطعوم اور مراد اکل مطعوم ہے یعنی ہر مطعوم کا کھانا ۔ كَانَ حِلًّا ۔ حلالا ۔ حلال تھا ۔ اور حل مصدر ہے جس میں مفرد و جمع یکسان اور مذکر و مونث یکسان ہے اور مراد حلال جیسے حرم یعنی حرام ہے ۔ الحاصل ہر ایک طعام جو کھایا جاتا ہے وہ حلال تھا ۔ لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَاۗءِيْلُ ۔ یعقوب واسطے بنی اسرائیل کے مگر وہی جو حرام کر لیا تھا اسرائیل یعنی یعقوب نے عَلٰي نَفْسِهٖ ۔ وہو الابل لما حصل لہ عرق النسا بالفتح والقصر فنذر ان شفی لا یاکلہا فحرم علیہ اپنی ذات پر اور وہ اونٹ تھا یعنی گوشت اونٹ جبکہ انکو عرق النسا بالفتح اول بدون مد کے بروزن عصا پیدا ہوا پس انہوں نے نذر کی کہ اگر شفا حاصل ہو تو اس کو نہ کھاوینگا پس ان پر حرام ہو گیا ۔ مترجم کہتا ہے یعنی بسبب نذر کے خاص ان پر حرام ہوا اور اللہ تعالی نے شرعاً حرام نہیں کیا ۔ اور نسا ایک خاص رگ ہے جو کولے سے ٹخنہ تک ہے اور عرق بمعنی رگ ہے پس حاصل یہ کہ رگ نسا کی بیماری ہوئی پس معنی یہ ہوے کہ کل طعام بنی اسرائیل پر حلال تھے سوا اونٹ کے جو یعقوب نے اس نذر میں اپنے اوپر حرام کر لیا ۔ اگر کہا جاوے کہ اس سے سواے اونٹ کے کل طعام کی حلت ثابت ہوتی ہے حالانکہ مردار کبھی حلال نہ تھا تو جواب یہ ہے کہ وہ طعام نہیں اور مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب وہم ہے کیونکہ جو کھایا جاوے وہ طعام ہے اور بہت لوگ مردار کھاتے ہیں اور اگر شرعی ہونے کی قید لگائی جاوے تو اسی میں گفتگو ہے اور جواب صحیح یہ ہے کہ الف لام عہد کا ہے اور مراد وہ طعام ہیں جنکے حرام ہونیکا یہودی دعوی کرتے تھے کہ پہلے سے حضرت ابراہیم وغیرہ پر حرام تھے ۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تو خاص نذر حضرت یعقوب کی تھی انپر حرام ہوا پھر بنی اسرائیل یعنی اولاد یعقوب پر کیونکر حرام ہوے تو جواب یہ ہے کہ اولاد یعقوب نے اس چیز کو اپنے اوپر بھی اپنے باپ کی سنت کی پیروی سے حرام رکھا تھا لہذا حرمت میں بنی اسرائیل کو شامل کیا یعنی بنی اسرائیل پر کل طعام حلال تھا سواے اونٹ کے جسکو یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا تو وہ بنی اسرائیل پر بھی حرام ہوا اسکا وقت بیان فرمایا بقولہ تعالے مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۔ وذلک بعد ابراہیم ولم تکن علی عہدہ حراما کما زعموا ۔ قبل نازل کیے جانے توریت کے ۔ اور توریت کا نازل کیا جانا ابراہیم کے ہزار برس پیچھے ہوا اور یہ طعام

حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں حرام نہ تھا جیسا کہ یہود نے زعم کیا- اور قبل نزول التوراۃ کے قید فرمائی اس لیے کہ بعد نزول توریت کے اللہ تعالیٰ نے
اور بہت چیزیں حرام کردیں- پھر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یہود سے انہیں کی کتاب سے حجت دیں تا کہ چپ ہوں پس فرمایا
قُلْ- لہم- فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا- یستبین صدق قولکم- إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ - فیہ فبہتوا ولم یاتوا بہا کہدے
ان سے کہ پھر لاؤ توریت کو اور پڑھو اس کو (تا کہ ظاہر ہو تمہارے قول کی سچائی) اگر تم سچے ہو اس دعوے میں ف پس مبہوت ہو گئے
اور توریت کو نہ لائے ائمۂ تفسیر نے لکھا ہے کہ آیت میں بڑی قوی دلیل موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق تھے اور اس سے خوب ثابت ہوا کہ
شرع میں منسوخ ہونا قدیم سے ہے اور اس سے انکار کرنیوالا بیوقوف نادان یا ہٹ دھرم ہے کیونکہ نسخ کے تو یہ معنی ہیں کہ اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ پہلا حکم
اللہ تعالیٰ نے اسوقت تک کیواسطے مقرر فرمایا تھا اور یہ نہیں ہے کہ نعوذ باللہ اس حکم میں تردد تھا کہ اب بدلا گیا فَمَنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ
مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ- ای ظہور الحجۃ بان التحریم انما کان من جہۃ یعقوب لا علی عہد ابراہیم پھر جس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا اسکے ف
یعنی بعد اس حجت ظاہر ہونے کے کہ حرام کرلینا فقط یعقوب ہی کی طرف سے تھا اور حضرت ابراہیم کے عہد میں نہ تھا- فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ
المتجاوزون الحق الی الباطل- تو یہی ظالم لوگ ہیں ف یعنی حق سے باطل کیطرف تجاوز کرنے والے ہیں- پھر چونکہ انکا افترا جو خود باطل تھا انکی
کتاب سے ہی جسکا اعتقاد رکھتے تھے باطل ظاہر ہوگیا اور کھلی حجت ان پر قائم ہوئی کہ اسکو کسیطرح دفع نہیں کرسکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت
صلعم کو اعلان صدق وحق کا حکم دیدیا کہ- قُلْ صَدَقَ اللَّهُ- فی ہذا و جمیع ما اخبر بہ- کہدے کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے ف یعنی اس بات
میں اور تمام باتوں میں جس سے اپنے بندوں کو آگاہی فرمائی ہے اور اس میں یہود پر تعریض ہے کہ تم جھوٹے ہو- فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ
حَنِيفًا- التی انا علیہا- پس ملت ابراہیمؑ حنیف کی اتباع کرو ف یعنی اس ملت ابراہیمی کی جسپر میں قائم ہوں حنیف کے معنی جھکنے والا
ہر دین ناحق سے طرف دین اسلام کے یعنی کل طریقوں سے منہ موڑکر دین اسلام کی طرف مائل ہونے والا- وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ
اور وہ مشرکین میں سے نہ تھا ف اس میں یہود پر تعریض ہے کہ وہ مشرک ہیں واضح ہو کہ اس آیت کریمہ سے چند امور ثابت ہوتے ہیں نذر کا جب
ہونا اور انبیاء علیہم السلام کا بھی طریقہ ہونا اور نسخ کا ثبوت اور آنحضرت صلعم کے صدق رسالت کی دلیل اور دین میں دلیل کرنے والے سے
دلیل کرنے کا حسن اسلوب اور حق عزوجل پر افترا کرنے کی برائی اور اسلام کا ملت ابراہیم ہونا معلوم ہوا مگر اس میں چند مقامات عظیم الشان اور
باقی رہے- اول آنکہ اس آیۂ کریمہ کو ماقبل سے کیا ربط ہے- دوم نذر کرنے کی نسبت حدیث مسلم میں مذمت بھی آئی ہے پھر نبی اللہ یعقوبؑ نے نذر
کی اس میں کیا تحقیق ہے- سوم توریت مانگی تو معلوم ہوا کہ وہ ٹھیک موجود ہے بدون تحریف کے- چہارم طریقۂ حجت الزامی اختیار فرمایا- پنجم ملت
ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا حالانکہ نبوت حضرت محمد صلعم مستقل ہے یہ بات کیونکر ہے- پس ان مقامات میں مختصر کلام ضروری ہے اور آئندہ بیان فوائد
ہشیار انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہونگے پس مقام اول کا بیان یہ ہے کہ امام احمدؒ نے ابن عباس سے حدیث طویل روایت کی جس میں ایک گروہ علماء
یہود کا حضرت صلعم سے چند سوال کرنا بایں عہد کہ بعد اطلاع کے متابعت اختیار کرینگے اور پھر جواب کی تصدیق کرنا مذکور ہے اس میں یہی
ہے کہ انکو قسم دلائی کہ تم جانتے ہو کہ اسرائیل یعنی یعقوب کو ایک مرض شدید ہوا اور بیماری نے طول کھینچا انھوں نے اللہ تعالیٰ سے نذر مانی کہ اگر
اس مرض سے شفا ہو تو جو کھانا مجھے بہت محبوب ہے اور جو پینا مجھے بہت مرغوب ہو اپنے اوپر حرام کرلونگا اور انکو سب کھانوں سے اونٹ کا
گوشت اور سب پینوں سے اسکا دودھ بہت مرغوب تھا انھوں نے اپنے اوپر حرام کرلیا- اور سعید بن جبیر کے طریق سے امام احمد نے
حضرت ابن عباس سے جو روایت کی اس میں عرق النسا کی بیماری کی تصریح ہے- رواہ الحاکم والترمذی و النسائی ایضا اور یہی وجہ ابن جریر نے

ضحاک وسدی سے بھی روایت کی اور کہا کہ اسکی تحریم بنی اسرائیل کے بیٹوں نے بھی اپنے باپ کی سنت پر موافقت کی۔ پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ
یہاں سے دو وجہ اس آیت کی اپنے ماقبل سے مناسب ہونے کی ظاہر ہوتی ہیں ایک یہ کہ قولہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون میں ترک احب الاشیاء
مقصود ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی چیز ترک کی جو انکو سب چیزوں سے زیادہ محبوب تھی جیسا کہ ہماری شرع میں مشروع ہے قال تعالی
واتی المال علی حبہ یعنی اللہ تعالی کے نام پر مال دیا باوجود محبت مال کے۔ اور فرمایا ویطعمون الطعام علی حبہ۔ اور طعام دیتے ہیں باوجودیکہ خود
طعام کے محتاج ہیں۔ ھ۔ بنا بر آنکہ ضمیر حبہ بجانب مال وطعام راجع ہے۔ وجہ دوم یہ کہ پہلے نصاری پر رد گذرا اور جو انہوں نے مسیح علیہ السلام
کے حق میں اعتقاد باطل مقرر کر رکھا تھا۔ تو پہلے قول حق درباب عیسی وانکی والدہ کے بیان فرما کر ظاہر کر دیا گیا کہ قول تمہاری سر سے پیر تک غلط ہے بلکہ حق
عزوجل نے انکو قدرت کاملہ سے پیدا کیا اور یہ اسکی قدرت کے سامنے کچھ بھی نہیں پھر اسکو رسول کر کے بنی اسرائیل کیطرف بھیجا جو ایک شرع خاص کے ساتھ توحید
پروردگار کیطرف دعوت کرتا تھا مگر یہود نے بعض احکام علی خلاف توریت ہونے کی وجہ سے نہ مانا تب اللہ تعالی نے یہاں سے یہود پر رد شروع فرمایا
اور ظاہر کر دیا کہ جس نسخ کا انہوں نے انکار کیا بنا بر اینکہ شرع موسیؑ منسوخ نہیں ہو سکتی ہے وہ نسخ تو جائز کیا معنی بلکہ واقع ہو چکا ہے چنانچہ
اللہ تعالی نے خود توریت میں صریح ذکر فرمایا ہے کہ جب نوحؑ کشتی سے اترے تب اللہ تعالی نے انکے واسطے زمین کے تمام جانور حلال کر دیے پھر اسکے
بعد اسرائیل نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت و دودھ حرام کر لیا اور انکے فرزندوں نے اس بارہ میں انکی پیروی کی پھر توریت میں اسکے سوائے مگر چیزون
کی تحریم وارد ہوئی اور یہ حال معلوم ہے کہ اللہ عزوجل نے آدمؑ کو اجازت دی تھی کہ اپنی لڑکیاں و لڑکے ایک دوسرے کے نکاح میں دیدیں پھر اسکے
بعد ایسا عقد حرام کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام کی شرع میں آزاد منکوحہ پر باندی رکھ لینا حلال تھا چنانچہ خود انہوں نے سارہؓ پر ہاجرہ کو رکھا
حالانکہ توریت میں ایسا کرنا حرام کر دیا گیا اور ایسے ہی دو بہنوں کو ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا روا تھا چنانچہ یعقوبؑ نے خود ایسا کیا پھر
توریت میں یہ حرام کیا گیا اور یہ سب یہود کے پاس توریت میں منصوص ہے اور یہ بعینہ نسخ ہے پس ایسے ہی حضرت عیسیؑ کے واسطے جو شرع مقرر
کی اسمیں بہت سی وہ چیزیں جو یہود پر حرام کر دی تھیں بطور نسخ کے حلال کر دیں پھر یہود کو کیا ہوا کہ انہوں نے عیسیؑ کی پیروی نہ کی بلکہ جھٹلایا اور
مخالفت کی اور ایسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس صراط مستقیم ملت ابراہیم پر لب لباب شریعت پر بھیجا ہے ان سب کو کیا ہوا کہ اس پر
ایمان نہیں لاتے ہیں پس یہاں واسطے فرمایا کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الآیۃ۔ مقام دوم نذر کرنا اس نیت سے کہ وہ تقدیر میں کچھ تغیر کرتی ہے مذموم
ہے اور یہ شیوہ عوام وجہال ہے نظر باین معنی حدیث میں منع ہے کیونکہ جاہل سمجھتا ہے کہ میں نے یوں نذر کی تو ایسا ہوا گویا تقدیر بدل گئی پس یہ
منع ہے اور بر خلاف اسکے اس نیت سے کہ جیسے یعقوب علیہ السلام نے اپنے زہد نفس کے واسطے سب سے محبوب چیز کو ترک کیا اور یہ موافق مشروع ہے
سو جائز بلکہ اولی ہے اور اسمیں تحقیق لطیف ہے جو عنقریب انشاء اللہ تعالی آویگی۔ مقام سوم توریت کا قائل ہونا دیکھو تو اسکے دو معنی ہیں ایک یہ کہ
توریت وہ کلام الہی جو اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام پر نازل کیا تو اسمیں شک نہیں کہ وہ کتاب اللہ تعالی برحق تھی اور اس سے انکار کرنا کفر ہے
اور بحث یہاں دوسرے معنی پر کے ہے یعنی یہ توریت جو یہود کے ہاتھ میں موجود تھی آیا بعینہ وہی تھی جو اللہ تعالی نے موسیؑ پر نازل فرمائی کیونکہ بلا اتفاق
الواح زبرجد کا تو پتہ نہیں ہے تو میں کہتا ہوں کہ اسمیں کچھ اختلاف ہے اور علماء نے اسمیں مفرد تصنیفیں کیں لیکن شاید تحقیق کلام اختصار کے ساتھ
وہ ہے جو حافظ ابن القیمؒ نے اغاثۃ اللہفان میں فرمایا کہ علماء نے اس امر میں اختلاف کیا کہ جو توریت ان یہود کے ہاتھ میں ہے کیا اس میں
تبدیل لفظی ہوئی یا فقط معنوی تحریف واقع ہوئی یعنی تاویل بیجا کرتے تھے پس اسمیں تین قول ہیں ایک گروہ نے کہا کہ کل توریت یا اکثر اسکا
تو مبدل ہو گئی کہ بعض نے یہاں تک غلو کیا کہ اسکے اوراق ردی سمجھے جاویں اور ایک گروہ ائمہ فقہ وحدیث وکلام نے کہا کہ تبدیل فقط تاویل

میں ہوئی چنانچہ بخاری رح نے اپنی صحیح میں کہا یحرفون یزیلون لیس احد یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ ولکنہم یتاولونہ علی غیر تاویلہ یعنی یحرفونہ بمعنی یزیلون
ہے ولیکن کسی کو یہ قدرت نہیں کہ کتابہائے الٰہی میں سے کسی کتاب کے لفظ کا ازالہ کرے ولیکن بات یہی کہ وہ اس کو تاویل حق کے سوائے دوسری
وجہ پر تاویل کرتے تھے اور اسکو ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا اور یہی شیخ رازی رح نے اختیار کیا ہے اور میں نے اپنے شیخ سے سنا کہ فرماتے تھے فضلا میں
جھگڑا پڑا پس اسنے اسی قول کو تو جائز رکھا اور باقی اقوال کو واہی قرار دیا پس لوگوں نے اسپر انکار کیا تو اسنے اسکی بنیاد پر نقلیں پیش کیں اور منجملہ انکی حجت کے
یہ بات ہے کہ توریت کے نسخے مشرق و مغرب و شمال و جنوب میں جہاں بھر میں پھیل گئے کہ اسکے نسخوں کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پس یہ ممتنع ہے کہ
تمام ان نسخوں والے تبدیل و تغییر پر متفق ہو جاویں کہ یہ سب نسخے متغیر ہو جاویں اور روئے زمین پر ایک نسخہ بھی صحیح سلامت باقی نہ رہے جو سب
وہ متغیر ہی ملے اسکو عقل سلیم محال جانتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کو فرمایا قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا ان کنتم صادقین پھر حکم
(یعنی عادت کی راہ سے محال ہے ۱۲)
کرتا ہے کہ اسکو حکم قرار دیا اور اگر وہ محرف ہوتی تو کیوں حکم قرار دی جاتی اور نیز عبد اللہ بن صوریا کے قصہ میں آیۂ رجم کو اسنے چھپا رکھا تھا چنانچہ
فرمایا کہ اور علما نے اتفاق کیا ہے کہ انھوں نے فریضۂ رجم کو ترک کر دیا مگر اسنے یہ ممکن نہ ہوا کہ توریت میں سے اسکو تغییر دیویں اسواسطے جب انھوں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو پڑھنے والے نے آیۃ الرجم پر اپنا ہاتھ رکھ لیا پس عبد اللہ بن سلام نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھا اسنے اٹھایا تو
اسکے نیچے سے چمک اٹھی- کہا کہ اور ایک قوم نے بیچ بیچ اختیار کیا ہے اور کہا کہ اسمیں کچھ خفیف تغییر ہوا ہے ضرور زیادہ ہوئیں اور متغیر کی گئیں - اور
ہمارے شیخ رح نے رسالۃ الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح میں اسی کو اختیار کیا اور کہا کہ یہ اسطرح ہے کہ جو توریت انکے پاس ہے اسمیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے
ابراہیمؑ سے فرمایا- کہ اذبح ابنک بکرک او وحیدک یعنی ذبح کر تو اپنے بیٹے بکر کو یا وحید کو اور وہ اسحٰق ہے حالانکہ یہ زیادتی دو طرح سے باطل ہے
اول یہ کہ ابراہیم کا بیٹا بکر و وحید بثبوت علموں کے اتفاق سے اسمٰعیل ہیں نہ اسحٰقؑ - دوم آنکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ ہاجرہ اسکے فرزند اسمٰعیل کو سارہ
کے پاس سے ہٹا لیجاویں اور خشک میدان مکہ میں بسا دیں تاکہ سارہ کو غیرت نہ آوے جسپر باندی اور اسکی اولاد کو سارہ کے ساتھ ہونے سے دور کرنے کا حکم
دیا پھر اسکے بعد کیونکر یہ حکم ہوگا کہ سارہ کے فرزند کو ذبح کرے اور ہاجرہ کے فرزند کو باقی رکھے اور یہ ایسی بات ہے کہ اسکو حکمت مقتضی نہیں ہے سوم
آنکہ ذبح کا قصہ قطعاً مکہ میں واقع ہوا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے ہدی وغیرہ کی قربانی خاص مکہ میں قرار دی تاکہ بیت والوں کو یاد رہے جو ابراہیمؑ
واسکے فرزند کیساتھ حکم فرمایا تھا چہارم آنکہ اللہ تعالیٰ نے سارہ کو اسحٰق کی بشارت دی اور بعد اسحٰق کے یعقوب کی بشارت دی اور یہ دونوں
بشارتیں معاً ایک ہی ساتھ دیں یعنی تجھے اسحٰق ہوگا اور تیری زندگی میں اسحٰق سے یعقوب ہوگا- پھر کیونکر اسکے بعد ذبح اسحٰق کا حکم ہوگا حالانکہ
مادر و پدر کو اسحٰق کے فرزند کی بشارت دی ہے- پنجم آنکہ اللہ عز و جل نے ہر گاہ قصہ ذبح و اسکا اپنی جان اللہ تعالیٰ کیواسطے تسلیم کرنا اور ابراہیمؑ کا اسکے
ذبح پر اقدام کرنا ذکر فرمایا اور قصہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا وبشرناہ باسحٰق نبیا من الصالحین پس اللہ عز و جل نے ذبح فرزند کے قصہ کے بعد
اسحٰق کی بشارت کا قصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ ذبیح دیگر ہے اور اسحٰق دیگر ہے چنانچہ پارہ ۲۳ میں آویگا پس اسمٰعیل کو ذبح سے نجات دی اور فدیہ اسپر
اور بڑھایا کہ اسحٰق کو دیا- ششم آنکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے فرزند کی دعا کی پس اسکی دعا قبول فرما کر بشارت دی پھر جب اسکے ساتھ سعی کو
پہونچا تو اسکے ذبح کا حکم دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا- وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین رب ہب لی من الصالحین فبشرناہ بغلام حلیم پس یہ دلیل
ہے کہ یہ فرزند جبھی ملا کہ ابراہیمؑ نے اسکی درخواست کی اور دعا کی اور نص قرآن سے قطعاً معلوم ہوا کہ یہی فرزند جسکی بشارت بعد دعا کے دی گئی
تھی اسیکے ذبح کا حکم ہوا ہے اور وہی اسمٰعیل ہیں اور رہے اسحٰق تو انکی بشارت بدون دعا کے بڑھاپے میں دی گئی اور ایسی حالت تھی کہ ایسی حالت میں
لڑکا نہیں پیدا ہوا کرتا ہے اور اسحٰق کی بشارت بھی سارہ کو تھی اسیواسطے سارہ رضہ نے تعجب کیا جیسا کہ حق عز و جل نے فرمایا قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ

برکاتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید۔ اور نیز فرمایا وامراتہ قائمۃ فضحکت فبشرنٰھا باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب۔ وجہ ششم یہ ہے کہ ابراہیم کبھی اسحٰق کو
یہیں نہیں لاتے اور کبھی انکو انکی ماں سے جدا نہیں کیا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا کہ سارہ کے فرزند کو چھوڑ کر لیجاوین اور اسکی
دست کے وہاں لیجا کر ذبح کر دین اور اسکی سوت کے فرزند کو باقی رکھیں۔ وجہ ہشتم یہ کہ اللہ عز و جل نے جب ابراہیم کو خلیل بنایا اور خلت اس امر
مضمن ہے کہ اسکا قلب بالکل اپنے پروردگار سے متعلق ہو جسمین غیر کی کچھ بھی گنجایش نہ ہو پھر جب خلیل نے فرزند کی درخواست کی تو اس کو اسمعیل
ا ہوا پس اس سے شعبۂ قلب متعلق ہوا پس اس شعبہ سے بھی خالص کرنے کو امتحان کیا اور حکم دیا کہ اس فرزند کو ذبح کرے پس جب وہ فرمانبرداری
ادہ ہوا اور عزم بالجزم کر لیا تو یہ شعبہ خالص ہو گیا اور یہ معلوم ہے کہ ایسا تو اول ہی فرزند میں ہو گا پس جب اول میں یہ بات حاصل ہو گئی اور
حان پورا ہوا تو پھر میں اسکی حاجت نہوئی کیونکہ آخر فرزند کی محبت اگر مزاحم ہوئی تو اسکے ذبح کا بھی حکم ہوتا لیکن اگر آخر فرزند کے ذبح کا حکم ہوتا تو
م آتا کہ اول فرزند کے بارہ میں خلت کی مزاحمت ایک مدت تک چھوڑ رکھی تھی حالانکہ یہ خلاف مقتضاے حکمت ہے فافہم۔ وجہ نہم یہ ہے اسمعیل تو عنفوان
بے ہی میں ملے اور اسحٰق آخر عمر بڑھاپے میں دیے گئے تھے اور عادت کے موافق تعلق قلب کا اول سے ہوتا ہے فلیتامل فیہ۔ وجہ دہم یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
نے خود فرمایا ہے کہ میں دو ذبیح کا فرزند ہوں یعنی عبداللہ کا جو آپ کے والد تھے اور قصہ انکا سیر میں مروی ہے دوم آپ کے دادا اسمعیل کا جیسا کہ قرآن
قصہ مذکور ہے بالجملہ مقصود یہ ہے کہ یہ لفظ انھوں نے توریت میں بڑھا دیا ہے اور پوشیدہ نہ رہے کہ مجموع ان وجوہ سے ضرور اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ
ن کا لفظ تغیر کر کے زیادہ کیا گیا کیونکہ یہ وجوہ بعض میں شدید ار کان بعض میں ویسا ہی حال انجیل کا ہے چنانچہ خفاجی نے تفسیر سورہ فاتحہ میں کہا کہ انجیل
بعض الفاظ میں تحریف و تبدیل اور معانی میں فرق کثیر ہے اسکے نسخے بہت مختلف ہیں اور چار نسخے مشہور ہیں انتہی ملخصا۔ مترجم کہتا ہے کہ ملا
العلوم وغیرہ سے تحقیق میں قصور رہا کہ انھوں نے اسحٰق کو ذبیح قرار دیا ہے حالانکہ قطع نظر مشہور کے وہ مخالف نصوص قرآن و حدیث ہے پس
کے مقابلہ میں کسی غیر و بشر کا قول قبول نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ کیسا ہی کشف کا دعوی کرے اسواسطے کہ کشف کی شرط یہ ہے کہ خلاف نصوص و
ت ہو وے کما لا یخفی علی العارف الماہر و قد صرح بہ جمع من الاکابر۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک تحقیق المقام یہ ہے کہ اصل توریت عبرانی
تحریف نہ تھی مگر توریت سے عربی وغیرہ میں نقل کرنے اور اسکے ابواب و سورتوں کو علیحدہ علیحدہ لکھنے اور اسمین تحریفات کرنے اور بعض بیانات
علیحدہ کر کے جہاں جہاں مناسب سمجھتے الحاق کرتے تھے چنانچہ قولہ تعالیٰ للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ الآیۃ میں
منصوص ہے اور قولہ تعالیٰ تجعلونہ قراطیس تبدونھا و تخفون کثیرا الآیۃ سے ظاہر ہے کہ قراطیس و اجزا میں علیحدہ علیحدہ پارے لکھتے اور بہت کثرت
چھپا ڈالتے تھے۔ اور مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی گئی تھی تو اسکی آیات لیکر ٹکڑے ٹکڑے کر کے متعدد
بیانات سابقین کے ساتھ ملا دیتے تھے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ الآیۃ میں منصوص ہے کہ کلام کو اپنے مواقع سے بدل ڈالتے تھے
جب نسخہائے توریت جو انھوں نے بکثرت شائع کر دیے تو آیندہ اعتبار ساقط ہو گیا کہ اصل توریت کون نسخہ ہے اور انکے بنائے ہوے نسخہ جات
ن میں اگرچہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عبداللہ بن سلام وغیرہ علماے یہود جو مسلمان ہو گئے تھے وہ اس نسخہ کو پہچانتے تھے جو قدیم سے
کے پاس تھا اگرچہ اسکی بعض تحریفات جو قدیم ہے سرزد ہوئی تھی جس سے حضرت عیسیٰ کی بشارت شائی تھی اس سے ان کو بھی مجبوری تھی رہا
اس زمانہ میں جو ترجمہ توریت و انجیل کے موجود ہیں انکا تو حال ہی نہ پوچھو کہ انمین کسقدر تغیر و تحریف ہے اور سخت عجیب ہے کہ جتنے مرتبہ جتنے
ون کے مطبوعہ نسخے دیکھو انمین فقروں و عبارات و الفاظ و معانی و اشارات و فنون متعلقہ بمعانی سے بہت بڑا تفاوت موجود ہے
سکا جی چاہے معائنہ کر لے۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ جب تحقیق یہ ہوا کہ توریت میں فی الجملہ تغیر و تحریف اسوقت موجود تھی تو کیونکر حکم ہوا کہ

فأتوا بالتوراة فاتلوها ان كنتم صادقين۔ اور جواب یہ ہے کہ علم الٰہی حاوی ہے اس مقام خاص میں کوئی تغیر نہ تھا جو انکے الزام کیواسطے بہت
کافی تھا فافہم پھر انکے احبار نے اسکی تفسیر کو سطرح خلط کیا اور نقل میں ایسی عبارات سے سکولائے کہ اصل کلام متغیر ہوا اور تاویل و معنی خلاف اصل
کے بجائے اصل لکھے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے میں قائم کیے کہ وہ عوام کے نزدیک اصل مشہور ہوگئے سواسطے کہ ایسے لوگ اپنے احبار کی ہر تحلیل و تحریم
میں سراسر تابع تھے اور تنقید روایت و درایت کا انہیں بالکل نام ہی نہ تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔ مقام چہارم آنکہ اللہ عزوجل نے جدال و مراء سے
منع فرمایا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ میں اس سے سخت ممانعت ہے اسیواسطے ائمہ تحقیق و اکابر علمائے علم خلاف پر تشنیع کی
اور اس سے منع فرمایا ہے پس نظر برینکہ ہدایت و ضلالت سب اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے لائق اقتصاد کو پسند فرما کر انکے انکار کے جواب میں اسی قدر
فرمایا کہ تم اگر کلام پاک قرآن مجید کے معتقد نہیں ہو تو توریت اٹھا کر دیکھ لو اس میں لکھا ہے پس اگر معاند نہیں ہو تو تسلیم کرو اور آئندہ کیواسطے عناد ترک
کرو اور اسلام لاؤ۔ پس ساری بات تو اللہ تعالیٰ کا انقیاد ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم کو حکم ہوا کہ ملت ابراہیم کی پیروی کریں چنانچہ فرمایا ثم اوحینا
الیک ان اتبع ملة ابراہیم حنیفا۔ یعنی وہ طریقہ اختیار کرو جو ابراہیم نے اسلام کا اختیار کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمہ تن منقاد و مطیع
تھا پس اس شرع کو اللہ عزوجل نے باستقلال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مکمل کردیا۔ وذلک فضل اللہ عزوجل۔ جاننا چاہیے کہ
عرق النسا کی بیماری جسکی نذر میں حضرت یعقوب نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت وغیرہ حرام کرلیا تھا اسکا علاج **قرطبی** نے ثعلبی کی روایت سے
ذکر کیا کہ حضرت انس رضؓ نے مرفوعاً روایت کی کہ عربی مینڈھا جو نہ بچہ ہو نہ بڈھا ہو اسکی چکتی لیکر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹے جاویں اور آگ پر پگھلائے
جاویں اور اس سے جو تیل نکلے وہ لیا جاوے اور اسکے تین حصے کیجاویں پس جو شخص اس مرض سے بیمار ہو وہ ہر روز نہار منہ اسمیں سے تین
وزن پیے۔ حضرت انس رضؓ نے فرمایا کہ میں نے سو بیماروں سے زیادہ کو یہ دوا بتلائی سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچھے ہوگئے ف ۲
عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسه۔ اسمیں اشارہ یہ ہے کہ اس قسم والوں کو
روا ہے کہ کھانے کی چیزوں میں سے کوئی چیز از راہ مجاہدہ چھوڑ دیں نہ از راہ تحریم یعنی یہ اعتقاد نہ کریں کہ یہ واقعی حرام ہے بلکہ خود مجاہدہ کریں کہ
ہم نہ کھائینگے پھر اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے انبیاء علیہم السلام کی شان سے آگاہ کیا کہ وہ اسطرح مجاہدات کرتے تھے تاکہ یہ لوگ بھی انکی پیروی کریں۔
اور نیز اسمیں یہ اشارہ ہے کہ گوشت چھوڑ دیں کیونکہ اسمیں بھی ایک عقل کی خبطگی اور دل کی گندگی ہے کہ وہ مجاہدہ و ریاضت کے حق میں الٹا کام کرتا ہے
لیکن اسکا ترک کرنا اس راہ سے نہو کہ گوشت کو حرام سمجھے **قال المترجم** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بکری کی دست کو پسند فرماتے تھے یہ باعتبار
اسکے تھا کہ وہ زود ہضم اور خوشگوار ہوتا ہے اور بوجہ خواہش نفس و مزہ کے نہ تھا کہ یہ وہم آپ کی جناب میں سوائے بیوقوف کے اور کسیکو نہو گا
اور یہ وجہ پسندیدگی کی جو میں نے بیان کی ہے بعض روایات میں خود مصرح آگئی ہے۔ پھر جو شخص کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگانی
کرنے کو مجموعی ہیأت سے نظر کرتا اور جانتا ہے وہ اسکی شہادت دیگا کہ آپ کو کسی چیز کے ترک کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی علاوہ ازیں آپ کو
کوئی چیز مضر نہیں ہو سکتی تھی جیسا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو خصائص سے مخصوص فرمایا تھا اور یہ حال اور لوگوں کا نہیں ہے پس وہ وہی ہے جسنے
ایسی سنتوں کے ادا کرنے میں سوائے اس کے اور طریقہ لیا کہ وہ ایک مرتبہ اس طرح دست کے گوشت کو کھاوے اور نیز جسنے اکابر صوفیہ کی
اس طرح مخالفت کو خلاف سنت اور رہبانیت خیال کیا وہ بھی کج فہم ہے پس امر حق و قول فیصل اس مقام پر یہ ہے کہ گوشت کھانا حلال ہے اور
دائمی ترک بھی خلاف سنت و صریح اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منع ہے لیکن یہ یاد رکھے کہ اللہ عزوجل نے گائے بکری وغیرہ جو جانور جاندار
پیدا فرمائے ہیں اور احسان کے طور پر آدمی کو یہ اجازت دی کہ ذبح کرے اور کھاوے تو اس آدمی پر کتنا بڑا احسان کیا اگر اسنے کسی

جانداروں کو ذبح کرکے کھایا تو اسکے عظیم شکریہ کو پورا ادا کرے کہ جب تک اس غذا کی تقویت بدن میں ہے بدن کو امور شرعی و عبادت میں صرف کرے اور یہ امر اگرچہ کل غذاؤں میں ہے لیکن ان جاندار چیزوں کے گوشت میں زیادہ ظاہر ہا ہر ہے کیونکہ اناج وغیرہ میں وہ جان نہیں سمجھتا ہے لیکن تقویت گوشت کی غذا میں نمایاں ہے جیسا کہ طبیبوں نے اسکے وجوہ از قسم مشابہت مغتذی ہونا وغیرہ مفصل بیان کیے ہیں پس کمتر ایسا ہوتا ہے کہ اس مواد کو مجاہدہ کے قابو میں لاوے الا وہی شخص جسکو اللہ تعالی نے توفیق دی اور ایسے لوگ قلیل میں پس کثرت کے اعتبار سے یہی اصوب ہے کہ گوشت کو ترک کرے کیونکہ غذا سے جو فائدہ تھا کہ مجاہدہ و ریاضت میں قوت ہو گوشت میں اسکے برعکس ظاہر ہوا یہ معنی ہیں اسکے جو ان اکابر نے کہا ہے اور نظیر اسکی مثلث عنبی ہے کہ امام ابو یوسفؒ اسکو استعمال کرتے اور خود اسکے ترک کا اشارہ کرتے اور فقہائے متاخرین نے قطعاً اسکے ترک کی طرف گویا تصریح کر دی ہے باوجودیکہ اسکے جواز میں اتفاق ہے فافہم واللہ اعلم۔ قال الشیخ اور نیز پیغمبر خدا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس طعام کو ترک فرمایا جو انکو بہت مرغوب تھا پس اللہ تعالی نے جو اسکی خبر دی تو اپنے اہل محبت کو تعلیم دی کہ وہ بھی مرغوب کھانے اور جو کچھ دنیا کی ترو تازہ مدت کی چیزیں انکے خواہش کی مطلوب ہیں سب اسکی محبت کے واسطے ترک کریں۔ اور نیز اسمیں اشارہ ہے کہ جو لوگ سالکوں کے طور پر جھوٹے دعوے کرتے ہیں اور اہل اسلام کو فریب دیتے اور اپنی عاقبت و دنیا خراب کرتے کو اکثر چیزیں اپنے اوپر حرام کرتے ہیں انکو نہیں چاہیے کہ اللہ تعالی نے جو پاک چیزیں حلال کی ہیں انکو حرام کریں اور جو خبیث و شرع میں ممنوع چیزیں ہیں انکو حلال کریں اور ایسے لوگ ہر زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں جنکو اباحیہ کہتے ہیں اللہ تعالی انکی جڑ بنیاد نابود کر دے۔ مترجم کہتا ہے کہ اباحیہ ایک فرقہ ہے گمراہ جو ظاہر میں اسلام کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے کل چیزیں بندوں کے واسطے مباح کر دی ہیں اور جنسے منع کیا ہے وہ اس طور پر ممانعت ہے جیسے طبیب کسی مریض کو پرہیز بتاتا ہے حالانکہ اسپر کچھ قطعی حرام نہیں کرتا ہے اور یہ فرقہ زیادہ تصوف میں در مہار نا ہے اور انکے خبیث اعتقاد و افعال بعض بزرگوں نے مفصل بیان کیے ہیں اللہ تعالی مسلمانوں کو انکے شر سے بچاوے۔ قال تعالی قل صدق اللہ فاتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا۔ ملت ابراہیم علیہ السلام شوق و عشق و محبت و خلت و مروت و فتوت و سخاوت و شجاعت و حلم و امانت و دیانت و کرامت۔ و مہمان کی بزرگداشت اور بلاؤں میں صبر کرنا و نعمت میں شکر کرنا اور ما سوائے حق عز و جل کو جو چیز ہے سب کو بالکلیہ چھوڑنا۔ اور درد محبت میں اشک ریزی و آہ و زاری کرنا و صدق و اخلاص و توحید و تجرید و تفرید اور سماع کلام حق اور متصف ہونا بصفات حق بایں طور کہ بشری رسوم میں افضل اخلاق پر کاربند ہونا اور افضل فضیلتوں سے وہ عارفین کے پیشوا اور عالم کے مقتدا ہوئے۔ یہ دیکھو کہ اللہ عز و جل نے اپنے محبوب خاص کو جو تمام مخلوق اور عالم سے برگزیدہ ہے یعنے آنحضرت صلعم کو ابراہیم علیہ السلام کی متابعت و موافقت کا تمام احوال میں حکم فرمایا اور جو شخص ملت ابراہیمؑ سے پھرا اگرچہ ذرہ برابر کیوں پھرا ہو وہ تو اسکا نفس ہی اسکا بیت ہو جاویگا اللہ عز و جل نے فرمایا۔ ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسہ۔ (آخر پارہ اول میں گذر چکی ہے) مترجم کہتا ہے کہ یہ خصال حضرت ابراہیمؑ کے متفرق مقامات کلام مجید میں مذکور ہیں۔ قولہ تعالی وما کان من المشرکین۔ حضرت ابراہیم کی توحید کا یہ حال تھا کہ حق عز و جل کے سوائے جبرئیلؑ تک کی طرف التفات ان امور توحیدی میں نہیں کرتے چنانچہ جب نمرود نے انکو آگ میں ڈالنا چاہا اور پہاڑ پر لیجا کر گوپھن میں بٹھایا اور ملائکہ آسمان و زمین و سپردگان صالح اس حال کو دیکھکر جو حضرت ابراہیمؑ پر گذرا۔ ہاتھ اٹھا کر ان سے اور تقدیر کا یہ معاملہ دیکھ کر چیخ اٹھے تب آخر دعا کرنے لگے پس حضرت عز و جل سے خطاب ہوا کہ جاؤ اور جو کچھ ابراہیم تم سے کہے اسکو پورا کرو پس اول جبرئیلؑ نے آکر کہا کہ آپ کو کچھ میری مدد کی ضرورت ہو تو فرمائیے کہ میں نمرود کو مع اسکا تخت لوٹ دوں فرمایا کہ اے جبرئیل تمہاری طرف تو مجھے کوئی حاجت نہیں میرا پروردگار مجھے خود دیکھتا جانتا ہے جو اسکو منظور ہے وہی میری مراد ہے۔ اور ابراہیمؑ اپنی دینی توحید میں کسی کی مداہنت نہیں کرتے

حتی کہ اپنے ماں باپ کی محبت کچھ انکو امر حق سے سست نہیں کرتی تھی بلکہ انسے کہدیا کما قال تعالی انی بری مما تشرکون - اور فرمایا وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین - اور حمیت کے ہتھوڑے سے بتوں کے سر توڑ دیے اور خیال تمثال سے پاک کر دی وہ جگہ جو نظر حق کے واسطے تھی پھر اللہ تعالی نے اسکو مشکور کیا اور فرمایا فجعلہم جذاذا - اور حضرت ابراہیم ع نے اللہ تعالے کی محبت میں مالوں اور اولادوں کو قربان کیا اور اللہ تعالی کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کرتے اسی معنے کر اللہ عز وجل نے فرمایا - واتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا - اور نیز حضرت ابراہیم ع کے شان سے دور کر دیا وہ خطرہ جسکو شک تصور کیا جاوے کیونکہ انھوں نے کہا تھا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی - تو وہمی آدمی اس سے وہم کرتا کہ شاید حضرت ابراہیم کو شک کا خطرہ آگیا تھا پس اسکو دفع کر دیا اور فرمایا - وما کان من المشرکین -

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۚ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ

تحقیق پہلا گھر جو ٹھہرا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور ہدایت راہ جہان کے لوگوں کو اس میں نشانیاں

بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ

ظاہر ہیں کھڑے ہونے کی جگہ ابراہیم کی اور جو اس کے اندر آیا اسکو امن ملا اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

جو کوئی پاوے اس تک راہ اور جو کوئی منکر ہوا تو اللہ پروا نہیں رکھتا جہان کے لوگوں کی

ونزل لما قالوا قبلتنا قبل قبلتکم - یعنی یہود نے مسلمانوں سے کہا کہ بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے اور وہ کعبہ سے افضل اور مقدم ہے اسی کی طرف انبیاء ع نے ہجرت کرتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالی نے ظاہر فرمادیا کہ یہ بات وہ لوگ جہالت سے کہتے ہیں - اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ - متعبدا - لِلنَّاسِ - فی الارض - یعنی البتہ پہلا گھر جو وضع کیا گیا ہے جا ئے عبادت کیا گیا واسطے لوگوں کے زمین میں - اور جاننا چاہیئے کہ اول اس فرد کو کہتے ہیں جو اپنے سواے سب سے مقدم ہو - اور یہ معنی اولیت تحقیقی کے ہیں اور ہر ایسی چیز کو بھی کہتے ہیں جو ابتدا ًپائی جاوے خواہ اسکے بعد اور شئ ہو یا نہ ہو - پس معنے اول کی راہ سے یہ لفظ مضاف ہوگا پس سدی نے زعم کیا کہ خانہ کعبہ پہلا گھر مطلقا ہے اور سراج میں لایا کہ وہ پہلا گھر ہے جو پانی پر ظاہر ہوا ہے وقت پیدایش آسمان وزمین کے اللہ تعالے نے اسکو دو ہزار برس قبل پیدایش زمین کے پیدا کیا اور پانی کی سطح پر وہ سپید جھاگ کے مانند تھا پھر اسکے نیچے زمین بچھائی گئی - اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ صحیح وہ ہے جو شعبی رح نے علی رض سے اس آیت میں روایت کی کہ حضرت علی رض نے کہا کہ بیوت اس سے پہلے تھی ولیکن یہ پہلا وہ گھر ہے جو اللہ تعالی کی عبادت کے واسطے رکھا گیا رواہ ابن ابی حاتم اور نیز خالد بن عرعرہ کی روایت میں صریح ہے کہ ایک نے حضرت علی رض سے پوچھا کہ وہ اول بیت ہے فرمایا کہ نہیں لیکن وہ اول بیت بابرکت ہے اسکو بھی ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور اسکو مفسر رح نے اختیار کیا کہ متعبدا کی قید لگا دی پس اولیت اضافی ہوئی واللہ اعلم - لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ - وہ بیت جو مکہ میں ہے - البکۃ بالباء لغۃ فی مکۃ سمیت بذلک لانہا تبک اعناق الجبابرۃ ای تدقہا بناہ الملائکۃ قبل خلق آدم ووضع بعدہ الاقصی وبینہما اربعون سنۃ کما فی حدیث الصحیحین وفی حدیث ان اول ما ظہر علی وجہ الماء عند خلق السموات والارض زبدۃ بیضاء فدحیت الارض من تحتہ - یعنی بکہ بیاء موحدہ مکہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اسکا یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ وہ بک کرتا ہے سرکشوں کی گردن یعنی انکو توڑ دیتا ہے - اسکو ملائکہ نے پیدایش آدم سے پہلے بنایا اور اسکے بعد مسجد اقصی رکھی گئی اور ان دونوں کے درمیان چالیس برس کا فرق ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے ابوذر رض سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم کون مسجد اول وضع ہوئی فرمایا کہ مسجد الحرام میں نے کہا

کہ پھر کون تو فرمایا کہ مسجد اقصی مین نے کہا کہ دونون مین کتنا فرق ہی فرمایا کہ چالیس برس پھر مین نے کہا کہ پھر کون تو فرمایا کہ پھر جہان تجکو نماز آ ملے وہین
پڑھ لے کہ سب زمین مسجد ہی رواہ البخاری ومسلم ۔ اگر کہا جاوے کہ کعبہ بنا ابراہیمؑ اور مسجد اقصی بنا سلیمانؑ ہی اور ان مین ہزار برس سے زیادہ تفاوت ہی
تو جواب یہہ ہی کہ ملائکہ نے دونون کو بنایا تھا پھر انکے بنانے مین اتنا فرق مراد ہی لیکن اسکے بعد جیسا ابراہیمؑ نے خانۂ کعبہ بنایا اور سلیمانؑ نے بیت المقدس تو انکے بنانے
مین بہت فرق ہی فافہم ۔ اور ایک حدیث مین آیا کہ اول جو برروے آب ظاہر ہوا بروقت پیدائش آسمان و زمین کے ایک زبدۂ بیضا تھا پھر اسکے نیچے زمین بچھائی
گئی اخرجہ الطبرانی والبیہقی فی الشعب وابن جریر وابن المنذر اور یہی مستند قول سدی ہی واللہ اعلم ۔ پھر کہا کہ بکہ اسم مکہ ہی بتبدیل میم از با مانند لازم ولازب ۔ وجہ
تسمیہ ایک تو مفسرؒ نے ذکر کی اور بعض نے کہا کہ مکہ بہیم بسبب کمی آب کے من قولہم امتک الفصیل ضرع امہ جبکہ تھن سے سب دودھ چوس گیا اور بعض نے کہا اسلیے کہ تمک
الظالم ای یہلکہ اسکو ہلاک کرتا ہی یا گناہون کو ہلاک کرتا ہی اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ قتادہ سے روایت ہی کہ بکہ بسبب ازدحام اسلیے کہ ان اللہ تعالے
یبک بہ الناس جمیعا فیصلی النساء امام الرجال لا یفعل ذلک ببلد غیرہا وکذا روی عن مجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وعمرو بن شعیب ومقاتل وقیل
لان الناس یبکون فیہا ای یزدحمون اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ مکہ تو فج سے تنعیم تک ہی اور بکہ بالبا بیت سے بطحا تک ہی اور ابراہیم
نخعیؒ سے ہی کہ بکہ بیت و مسجد ہی اور ایسا ہی زہریؒ نے کہا اور ایک روایت مین عکرمہؒ نے کہا کہ بکہ تو موضع بیت و جو گرد ہی اور اسکے سوا سے مکہ
ہی اور یہی میمون بن مہران کا قول ہی ۔ وابو مالک وابو صالح وابراہیم نخعی وعطیہ ومقاتل نے کہا کہ بکہ موضع بیت ہی اور ماسوا اسکے مکہ ہی
پھر منجملہ اسماء مکہ کے بیت عتیق ۔ بیت الحرام ۔ بلد امین ۔ بلد مامون ۔ ام الرحم ۔ ام القری ۔ عرش ۔ قادس وغیرہ مذکور ہین ۔ **مُبٰرَكًا** ۔ درحالیکہ
یہ اول بیت اس شان سے ہی کہ وہ مبارک ہی **ف** حال من الذی ای ذا برکۃ ۔ یعنی اسکو نصب بنابر نکہ الذی سے حال واقع ہی اور معنے
اس کے یہہ ہین کہ برکت والا ہی ۔ ادنی برکت اسکی یہہ ہی کہ مسجد حرام مین ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ ہی اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین پچاس
ہزار کا جیسے بیت المقدس مین پچاس ہزار کا ثواب ہی ۔ اور یہ صحیحین کے روایات سے ثابت ہی ۔ **وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ** ۔ لانہ قبلتہم اور
اہل علم کے لیے ہادی ہی **ف** کیونکہ یہی انکا قبلہ ہی یعنی عالمین کے لیے ہادی ہونا اسوجہ سے کہ انکا قبلہ ہی ۔ **فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ** ۔ منہا
**مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ** ۔ ای الحجر الذی قام علیہ عند بناء البیت فاثر قدماہ فیہ وبقی الی الآن مع تطاول الزمان وتداول الایدی علیہ
ومنہا تضعیف الحسنات فیہ وان الطیر لا یعلوہ ۔ اسمین نشانیان کھلی ہوئی ہین (انھین مین سے) مقام ابراہیم ہی **ف** یعنی وہ پتھر جسپر ابراہیمؑ
کھڑے ہوے وقت بنانے بیت کے پس انکے دونون قدمون نے اسمین اثر کیا اور اسوقت تک باقی رہا باوجودیکہ زمانہ دراز گذرا اور بہتیرے
ہاتھ اسپر پڑے اور از انجملہ یہ کہ اسمین نیکیان دوچند ہوتی ہین اور یہ کہ پرندہ اسپر ہوکر نہین اڑتا ہی اور یہ بڑا ہی محسوس معجزہ ہی جاننا چاہیے کہ صاحب
کشاف نے بیان یہ اشکال پیش کیا کہ آیات بینات جمع ہی اور مقام ابراہیم مفرد ہی اسکا بیان کیونکر ہو سکتا ہی اور مفسرؒ مانند **بیضاوی**
کے خبر محذوف کی ای منہا مقام ابراہیم یعنی منجملہ ان آیات کے مقام ابراہیم ہی اور جو داخل ہو بخوف ہی پھر خاصکر انھین کے ذکر سے کفار پر حجت
قائم ہی کیونکہ وہ انکو حواس سے ادراک کرتے ہین و مترجم کہتا ہی کہ امن داخلین بحکم شرعی ہی جیسا کہ آتا ہی پس کفار پر اس سے احتجاج مستبعد ہی
بلکہ ارجح وہی ہی کہ منہا خبر محذوف ہی اور **بیضاوی** نے کہا کہ مقام ابراہیم کا سبب یہ تھا کہ ابراہیمؑ اس پتھر پر کھڑے ہوے کہ دیوار بلند کرنے
پر قادر ہون اور اسمعیل علیہ السلام پتھر و گارا پہونچاتے تھے پس انکے دونون پاؤن اسمین دھنس گئے اور ٹخنون تک درآئے ولیکن مترجم کہتا ہی
صحیح مشہور یہہ ہی کہ پتھر مین انکے متبرک قدمون کا نشان پڑ گیا جو بجنسہ باقی رہا **قال ابن کثیر** وہ دیوار بیت سے ملاصق تھا عمر بن الخطابؓ
نے اسکو اپنی خلافت مین ناحیۂ شرقی کی طرف ہٹا دیا تاکہ طواف پورا ہو لے اور بعد طواف کے نماز ادا کرنے مین نمازیون کو تشویش نہو کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ اور عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم
ای فمنہن مقام ابراہیم والمشاعر اور مجاہدؒ نے کہا مقام میں ابراہیم کے قدموں کا اثر ایک آیۃ بینہ ہے پھر مقام ابراہیم اکثروں کے قول پر وہی پتھر
(الحقین مین مقام ابراہیم ومشاعر حج ہین ۱۲ م)
ہے اور ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ کل حرم مقام ابراہیم ہے اور شیخ عمرو الاودی راوی حدیث نے اپنی حدیث میں کہا کہ
کل حج مقام ابراہیم ہے اور یہ روایت اوفق ہے۔ پھر حق یہ ہے کہ مقام ابراہیم تو یہود و منکرین وغیرہ پر آیت بینہ و حجت ہے کہ وہ بیت المقدس
کو ابراہیمؑ سے اختصاص دینے سو رد کر دیا کہ ابراہیمؑ کو خصوصیت اس خانہ کعبہ سے ہے کہ انکا اثر قدم یہین ہے اور یہین معنوی آیتہ اہل ایمان کے
واسطے ودیعت فرمائی اور منجملہ عجیب آیات کے یہ ہے کہ پرند اسکے اوپر ہوکر نہین اڑتا ہے ادھر اودھر کترا جاتا ہے حالانکہ کتنے ہزار برس گذر گئے یہی
حال جاری ہے اور یہ کہ درندے دیگر جانوروں سے خلط ہو کر حرم میں گھستے ہین اور شکار سے تعرض نہین کرتے ہین اور جس بدبخت سرکش نے اسکا
قصد کیا وہ ہلاک ہوا اور یہ کہ بارش جب رکن یمانی کی طرف ہوتی ہے تو عمارۃ یمن پیدا وار میں ہوتی ہے اور جب ناحیہ شامی کیطرف ہوتی ہے تو شام
میں پیدا وار کی کثرت ہوتی ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اس خانہ کی تعمیر کا حکم فرمانے والا حضرت رب جلیل اور بتانے مین بندہ خاص جبرئیلؑ اور معمار کریم
بندہ حبیب ابراہیم خلیلؑ اور مددگار معمار فرزند جمیل اسمٰعیلؑ ہے اور طواف کرنے والے ذریات انبیاے کرام ہین اور یہ فخر کسی بیت کو نہین ہے۔
وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ط۔ لا یتعرض لہ بقتل او ظلم او غیر ذلک۔ اور جو اسمین داخل ہوا مامون ہوا ف اس سے کچھ تعرض نہ کیا جائیگا
نہ قتل کا اور نہ ظلم کا اور نہ کسی دیگر امر کا۔ مفسرؒ نے اس مقام پر تفسیر راجح کو اختیار کیا کہ یہ خبر بمعنے امر ہے یعنی جو شخص اس موضع مبارک مین داخل ہوا
وہ شرعًا مامون ہے اس سے بالکل بے تعرض نہ کیا جائیگا کہ قتل کیا جاوے یا اور کوئی ظلم و ایذا اسکو پہونچائی جاوے اور یہی ایک جماعت کا قول
ہے اور اسی سے امام ابو حنیفہؒ و انکے صاحبین نے کہا کہ جس شخص پر قتل لازم آیا خواہ اسوجہ سے کہ وہ مرتد ہو گیا یا اپنے کسیکو ناحق مارڈالا جس سے
قصاص مین اسکا قتل لازم آیا یا اور کسیوجہ سے پھر اسنے حرم مین جگہ پکڑی تو اس سے تعرض نہ کیا جائیگا ولیکن ایسے حال پر چھوڑا جائیگا کہ مجبور ہوکر
خود نکلے تب وہ گرفتار کیا جائیگا اور یہی مذہب قوی ہے اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ اگر میں اسمین بالفرض اپنے باپ کے قاتل کو پاؤن
تو اسکو ہاتھ بھی نہ لگاؤن یہانتک کہ وہ حرم سے باہر نکلے اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جسنے بیت اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑی اسکو بیت اللہ پناہ
دیتا ہے ولیکن اس مجرم کو وہان بچھونا نہ دیا جائیگا اور نہ کھانا اور نہ پانی دیا جاوے یہانتک کہ نکلے پھر جب باہر نکلے تو اپنے گناہ مین پکڑا جاوے اور یہ
مضمون حضرت ابن عباسؓ سے بوجوہ ابن جریر و ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیے ہین اور شافعی رحمہ اللہ و دیگر ائمہ کا یہ قول ہے کہ جسنے کوئی جرم کیا اور
حرم مین گھس گیا اسپر وہان حد قائم کیجائیگی۔ شاید مفسر مجتہد رحمہ اللہ نے اس مسئلہ مین قول ابو حنیفہؒ اختیار کیا ہے کیونکہ اسکی مؤید احادیث صحاح موجود
ہین چنانچہ خطبہ حجۃ الوداع کی حدیث سابق مین لکھی گئی ہے اور وہ حدیث صحیحین کی معروف ہے اور حضرت جابرؓ سے مرفوعًا روایت ہے کہ کسی کو حلال
نہین کہ مکہ مین ہتھیار اٹھاوے رواہ مسلم۔ اور عبد اللہ بن عدیؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم فرماتے تھے کہ واللہ اے مکہ تو اللہ تعالیٰ کو
زمین خدا سے بہتر اور زمین خدا سے محبوب تر ہے اور اگر مین تجھ مین سے نہ نکالا جاتا تو نہ نکلتا۔ رواہ الامام احمد والنسائی و ابن ماجہ والترمذی
وقال حسن صحیح اور مانند اسکے ابن عباس سے روایت کرکے صحیح کہا اور احمد نے ابوہریرہؓ سے مانند اسکے روایت کیا پھر کچھ بعید نہین کہ مامون
ہونا سوائے معنی مذکورہ کے اور معانے پر بھی ہو چنانچہ یحییٰ بن جعدہ بن ہبیرہ سے روایت ہے کہ کان آمنا ای دوزخ سے مامون ہوا رواہ ابن
ابی حاتم۔ اگر کہا جاوے کہ فتح مکہ مین لشکر خالد بن الولید نے مشرکون کو قتل کیا اور حضرت صلعم نے عبد اللہ بن خطل کے بارہ مین جو پردہ
کعبہ سے لپٹا کھڑا تھا وہین قتل کیے جانے کا حکم دیا پس معلوم ہوا کہ مجرم وہان قتل ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے روز حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو خطبہ پڑھا اسمین صاف فرمایا کہ جو کوئی اسوجہ سے حرم مین قتال کا جواز نکالے کہ رسول اللہ صلعم نے اسمین قتال کیا تو اس سے
کہدو کہ اللہ عز وجل نے اپنے نبی صلعم کو اجازت دیدی تھی اور تمکو اجازت نہین دی ہے اور مجھے بھی دن کی ایک ساعت کیواسطے اجازت دی
تھی پھر اسکی حرمت نے عود کیا جیسی اگلے روز تھی پس چاہیے کہ جو شخص یہان حاضر ہے وہ غائب کو خبر پہونچا دے رواہ البخاری ومسلم وغیرہما
وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ - ویبدل من الناس - مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ؕ - طرق یا فسرہ صلے اللہ علیہ
وسلم بالزاد والراحلۃ رواہ الحاکم وغیرہ - اور اللہ تعالی کے واسطے لوگون پر حج کرنا اس بیت کا واجب ہے جو شخص کہ پاوے طرف اس
حج کے سبیل ف معنے سبیل کے طریق یعنے راستہ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی کہ زادراہ وسواری پاوے اسکو
حاکم وغیرہ نے روایت کیا حج بالکسر قراءۃ کوفیہ وبالفتح قراءۃ باقیہ والو بکر ہے شیخ ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ للہ کا لام ہی لام ایجاب والزام
کہلاتا ہے اور اسپر علی کے ساتھ جو وجوب کے لیے ہے تاکید فرمائی پس جمہور کے نزدیک حج فرض ہونے کی یہی آیت ہے اور بعض نے کہا بلکہ قولہ واتموا الحج
والعمرۃ للہ سے حج فرض ہوا - بالجملہ واجب یعنی فرض ہے جیسے حنفیہ کہتے ہین کہ زکوۃ واجب ہے یعنی فرض ہے اور خصوص علماے شافعیہ واجب و فرض مین فرق نہین
کرتے اور شارح منہاج الوصول بیضاوی نے اقرار کیا کہ دونون مین فرق معقول ہے پس فرض وہ ہے جو دلیل قطعی موجب سے جسمین کسی تاویل کی گنجائش
نہین ثابت ہوا اور واجب وہ کہ بدلیل ظنی ثبت ایجاب سے ثابت ہو - بہرحال احادیث متعددہ سے ثابت ہوا کہ حج منجملہ ارکان اسلام کے ایک رکن
ہے اور مسلمانون نے باجماع ضروری اسپر اجماع کیا پھر حج تمام عمر مین ایک مرتبہ ایسے شخص پر واجب ہوتا ہے جو مکلف ہوا اور اسپر نص موجود اور اجماع
ثابت ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی مسلمان ہو خواہ فقیر یا تونگر اسپر فرض ہے کہ یہ اعتقاد رکھے کہ حج فرض ہے اور رہا اسکا ادا کرنا تو یہ اسی شخص پر واجب
ہے جسکو استطاعت ہوا اور اس تقریر مین اسکا سبب بیان آتا ہے پس ابوہریرہ رض نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو تمپر اللہ
تعالی نے حج فرض کیا پس تم حج کرو پھر ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال تو آپ خاموش رہے یہانتک کہ اسنے تین بار یہی سوال کیا پس آپ نے فرمایا
کہ اگر مین ہان کہدیتا تو ہر سال واجب ہوجاتا اور تم سے ادا نہو سکتا پھر فرمایا کہ مین نے جس حد پر تمکو چھوڑا تم بھی مجھے چھوڑ دو یعنے سوال نکرو کیونکہ تمسے
اگلے اسی سے ہلاک ہوے کہ انھون نے کثرت سے اپنے انبیاء سے سوال کیے اور انکے خلاف کیا سو جب مین تم کو کسی امر کا حکم دون تو تم اسکو بجا لاؤ جہانتک
تم کو استطاعت ہے اور جب مین تمکو کسی چیز سے منع کرون تو اس سے باز رہو رواہ احمد ومسلم اور ابن عباس کی اس روایت مین پوچھنے والے کا نام
اقرع بن حابس مذکور ہے اور جواب مین تصریح ہے کہ فرمایا حج ایکمرتبہ ہے اور جو زیادہ ہے وہ نفل وغیرہ ہے ورواہ احمد ایضاً وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ اور یہی حدیث
علی رض وانس بن مالک وسراقہ بن مالک وغیرہ سے ثابت ہین اور یہی ظاہر آیہ کریمہ ہے پھر سبیل کی تفسیر زاد وراحلہ سے ترمذی وابن ابی حاتم وابن مردویہ وحاکم وابن
جریر وعبدالرزاق وغیرہ نے ایک جماعت صحابہ وتابعین سے مرفوعاً یعنے کلام حضرت صلعم سے اور موقوفاً روایت کیا اور انکی اسانید مین اگرچہ ادنی
کلام ہے ولیکن حدیث حسن ہے اور اسی حدیث کی اتباع پر یہی قول امام ابوحنیفہ وامام شافعی رح کا ہے اور یہی مذہب اکثر اہل علم از صحابہ وتابعین کا ہے جیسا کہ
امام ترمذی نے کہا اور یہی حق ہے اور امام مالک رح نے فرمایا کہ آدمی کو جسوقت اپنی قوت پر بھروسا ہوا اور راہ مین کمائی کرنے پر قادر ہو تو اسپر ادائے حج واجب
ہے اگرچہ زاد وراحلہ رکھتا ہو اور یہی بعض تابعین سے مروی ہے پھر لفظ الناس عام ہے خواہ مرد ہون یا عورتین سب پر واجب ہے جبکہ استطاعت ہو
سوائے ان لوگون کے جو کسی دلیل سے خاص کیے گئے مانند عورت بے محرم وطفل نابالغ وغلام ومجنون وغیرہ کے جنکا ذکر فقہ مین مفصل ہے پھر ان مخصوص
کیے ہوؤن کے سوائے باقی سے من استطاع الیہ سبیلا بدل ہے اور استطاعت کی تفسیر اوپر گذری لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ استطاعت کا انحصار
انھین دونون باتون مین مقصود نہین اور نہ اسپر مقصور ہے چنانچہ یہ امر بالبداہت ظاہر ہے کہ جو شخص اسطرح لنجا ہو کہ پیرون چل سکتا ہے اور نہ

سواری پر چل سکتا ہے وہ اگرچہ زاد و راحلہ پاوے مگر اسپر ادا کرنا فرض نہیں کیونکہ اسنے استطاعت نہیں پائی پس صحت بدن اسقدر کہ وہ وہاں پہونچنے پر قادر ہو
منجملہ استطاعت کے ہے اور نیز یہ کہ راستہ مامون ہو کہ اسکو اپنی جان یا مال پر خوف نہو اور ایسے ہی عورت کو اسکا کوئی ذی رحم محرم مانند شوہر یا باپ و بھائی وغیرہ
کے ساتھ کو ملے ورنہ استطاعت نہوگی اگر تین روز کی راہ مسافت سفر ہے۔ اسواسطے **بیضاوی** وغیرہ نے اس مقام پر تنبیہ کیا کہ ضروری جو ادائے فعل
کے واسطے چاہیے ہیں سب موجود ہونا استطاعت قرار دیا ہے لیکن زاد و راحلہ کی تفسیر سے یہ ضرور ثابت ہوا کہ زاد و راحلہ منجملہ استطاعت کے ہے اگر یہ نہو تو
استطاعت تام نہیں ہے۔ پھر باقی رہا یہاں یہ مقام کہ حج کو وجوب بفور ہے یا بتراخی یعنی جب واجب ہوا تو اسیوقت اس سال میں ادا کرے یا رہا ہے کہ
آخر عمر تک دیر کر سکتا ہے اسمیں امام ابو یوسف و امام محمد کا خلاف فقہ میں مذکور ہے اور تعجیل کو فتوی کہا گیا کیونکہ ابن عباسؓ نے مرفوعا روایت کی کہ جلدی کرو
حج ادا کرنے میں یعنے حج فریضہ میں کیونکہ تم میں سے کسیکو نہیں معلوم کہ اسکو کیا پیش آویگا رواہ احمد۔ اور نیز ابن عباسؓ نے مرفوعا روایت کی کہ جو حج کا ارادہ
کرے وہ جلدی کرے رواہ احمد و ابو داؤد اور **مترجم** کہتا ہے کہ تامل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ دلیل مفید قول دوم ہے اسواسطے کہ آیت سے جلدی ثابت نہ تھی
اسکی تاکید کر دی کہ معلوم نہیں کیا پیش آوے لہذا جلدی کرنا چاہیے پس ظاہر یہ ہے کہ فرضیت تو بتراخی ہے اور جلدی کرنیکا حکم الگ ہے قال۔ وَمَنْ كَفَرَ
باللہ او بما فرضہ من الحج **فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ** ۔ الانس والجن والملائکۃ وعن عبادتہم۔ اور جسنے کفر کیا یعنی اللہ تعالی کے ساتھ یا فرضیت حج سے
انکار کیا) تو اللہ تعالی بے پرواہ ہے عالموں سے (یعنی عالم انس و عالم جن و عالم ملائکہ وغیرہ سے اور انکی عبادتوں سے) اور **شیخ ابن کثیر** کی تفسیر میں ہے
کہ عکرمہ نے کہا کہ جب یہ آیت اتری ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ تو یہود بولے کہ ہم مسلمان ہیں پس اللہ عز و جل نے انپر حجت قائم کر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ اللہ عز و جل نے مسلمانوں پر حج بیت فرض کیا ہے جو اسکی استطاعت پاوے تو بولے کہ ہم پر یہ فرض نہیں کیا گیا اور حج کرنے سے انکار کیا تو اللہ عز و جل نے
فرمایا کہ ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔ اور مجاہد سے مانند اسکے مروی ہے اور اسمٰعیلی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی کہ جسنے حج کی طاقت پائی اور حج نہ کیا تو یکسان
ہے اسپر کہ یہودی مرا یا نصرانی اور **ابن کثیر** نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور سعید بن منصور نے حسن بصری سے روایت کی کہ عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے قصد کیا کہ
ان شہروں میں لوگ بھیجوں وہ دیکھیں کہ ہر وہ شخص جسکے پاس استطاعت ہے اور اسنے حج نہیں کیا پس اسپر جزیہ باندھیں وہ ہرگز مسلمان نہیں وہ ہرگز
مسلمان نہیں ہیں۔ بالجملہ اس آیت میں امر حج کی فضیلت اور اسکے تارک کے حق میں وعید شدید ہے جو نظم کلام سے ظاہر ہے اور بہت تنبیہ کے واسطے طول
کلام کی ضرورت نہیں ہے **ف** قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی ان اول بیت وضع للناس۔ جاننا چاہیے کہ عرش تو قبلہ ملائکہ ہے اور کرسی ان لوگوں کا قبلہ ہے
جو درگاہ عزت میں اپنی خودی سے بے خبر ہیں اور بیت المعمور اس گروہ ملائکہ کا قبلہ ہے جنکو سفرۂ کرام کہتے ہیں اور کعبہ معظمہ آدمیوں کا قبلہ ہے عام و
خاص کے واسطے بلا تخصیص یہ قبلہ ہے ہر دو گروہ کو وسائط کی طرف حوالہ کر دیا اور انکو اپنے مشاہدۂ جمال سے پردہ میں کر دیا غیرت کی کہ اسکی طرف کوئی راہ
پاوے کیونکہ اپنے بیت مکرمہ کو آدم اور اسکی ذریت سے پہلے وضع فرمایا یہ انکی ابتلا و امتحان کے واسطے تاکہ بیت کو قبلہ کریں ہما جسنے بیت سے تجاوز کیا ان میں
جسنے اپنی توجہ کی حالت میں جہت کو فقط ایک واسطہ سمجھا اور سر باطنی کو اس سے طرف اللہ تعالی کے متوجہ کیا تو حق عز و جل اسکا قبلہ ہوا پس وہ خود تمام
کا قبلہ ہوگا جیسے آدم علیہ السلام ملائکہ کے قبلہ ہوے کیونکہ اللہ عز و جل اور ملائکہ کے درمیان آدم ایک واسطہ ہو گئے کیونکہ آدم پر اسکے جلال جمال کا
لباس تھا چنانچہ حدیث میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خلق اللہ آدم علی صورتہ **مترجم** کہتا ہے کہ اس حدیث کو میں نے شرح بارہ آلم میں
بیان کر دیا ہے اور معنی بھی بیان کیے اور اشارہ کیا کہ صوفیہ اسکے معنی بر وجہ دیگر لیتے ہیں چنانچہ شیخ نے یہاں اسکے معنی یہ بیان کیے کہ یعنی اللہ عز و
جل نے آدم پر اپنی صفات و مشاہدہ کا حسن ڈال دیا جیسے موسی علیہ السلام کے حق میں فرمایا کہ والقیت علیک محبۃ منی۔ اور محبت
جناب باریتعالی کا خاصہ ازلیہ ہے پھر اہل عبودیت میں سے جسنے آدم علیہ السلام سے اعراض کیا اسکی مثال ایسی ہے جیسے ملائکہ کے درمیان ابلیس نے اعراض

کیا تھا اسواسطے کہ معرفت کی شرط سے یہ ہے کہ عالم پرستش مین وسائط کو وسیلہ کرے پھر جب وہ مشاہدۂ خاص مین پہونچکر مرتبۂ تحقیق کو پہونچ جاوے تو جس طرف چاہے توجہ کرے ہر طرف وہی ہے چنانچہ فرمایا - فاینما تولوا فثم وجه الله - کیونکہ وہ محل عین الجمع مین پہونچا اور اسی سے بعض عارفون نے کہا کہ مین نے کسی شے کی طرف نظر نہین کی مگر آنکہ اسمین اللہ تعالی کو دیکھا **قال المترجم** یہ مطلب نہین ہے کہ نعوذ باللہ اسمین اللہ تعالی کا حلول تھا یا اسمین کوئی دخل تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ مشاہدہ حضرت باری تعالی وہی اسکا عین ہوگیا حتی کہ وہ خود اپنے آپکو بھی نہین دیکھتا تھا اور نہ کسی چیز کو دیکھتا تھا مگر چونکہ یہان جمع اضداد برحق ہے اگرچہ ظاہر گفتگو مین یہ تسلیم نہ کیا جاوے لہذا بعد تسلیم کے اسکے علم مین دونون امر موجود ہوتے ہین فتامل وتفہم - پھر شیخ نے دوسرا اشارہ شروع کیا اور کہا کہ نیز اسمین یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنا بیت رکھا اور اسکو اپنی آیات کبری کا لباس پہنایا اور وہ نور قدرت ہے تاکہ اپنی طرف بندون کے دل اس بیت کے وسیلہ سے جذب فرماوے اسی جہت سے اس بیت کو اپنی طرف اضافت فرماکر کہا ہے کہ - طهرا بيتي للطائفين - اور نیز اسوجہ سے کہ وہ اللہ تعالی کی آیات خاصہ سے منور ہے - قوله للذي ببكة - اسکا نام بکہ اسوجہ سے ہوا کہ اس سے عاشقون کی ارواح جاملتی ہین اس شوق مین کہ حبیب کا دیدار نصیب ہو اور اسوجہ سے کہ ہر عارف لوگ ازدحام کرتے ہین باینطور کہ اپنی جانین نچھاور قربان کرتے اور اسطرف دوڑتے ہین **قال المترجم** شیخ ابن کثیر نے اسکی وجہ تسمیہ مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا ہے کہ اسکو بکہ کہا گیا اسوجہ سے کہ الناس یتباکون فیها ای یزدحمون - بعض مشائخ نے کہا کہ کتنا بڑا فرق ہے ان دو شخصون مین ایک نے تو اس بیت سے دل لگایا جو اول اسکے واسطے موضوع ہوا اور دوسرے نے اس سے دل لگایا جسکا یہ اول بیت وضع کیا ہوا ہے - قوله مباركا وهدى للعالمين - یعنی پاک مقدس اس بات سے کہ شک کرنے والون کا شک یا ریاکارون کی تہمت اس تک پہونچے یا یہ جسپر آیات کبری سوائے مخلصون کے غیر کو نظر پڑے اور نیز اس کو بزرگ کر دیا اس لباس سے جو اسکو انوار قرب وبرکات سے دیا ہے کہ مریدون کے دل اس سے تسکین پاتے ہین اور مشتاقون کی آتش شوق سے سوختہ فواد کا چلنا ہوجاتا ہے اور صادقین کی ارواح کے لیے باغ فرح بخش ہے اور عاشقون کے مشام دل کے لیے ریحان معطر ہے اور ہادی - یعنی ہادی ہے باینطور کہ اہل عالم مین سے مومنون کے اوپر نور قرب کو انکشاف کردیتا ہے اور نیز مریدون یعنی خالص ارادہ سے طلب کرنے والون کو آیات کے دیدار تک راہ بتلاتا ہے اور عارفون کو اس پاک ذات تک پہونچاتا ہے جسکے واسطے آیات وہان موجود ہین اور خائفون کو مقامات امن تک راہ دکھلاتا ہے - اور جو لوگ منقطع ہوگئے ہین انکو شہود انس تک ہدایت فرماتا ہے اور محسنین کو مشاہدہ رب تبارک وتعالی تک منتہائی کرتا ہے اور سہل رح نے فرمایا کہ حق عز وجل نے اپنی تکلیف دو قسم پر وارد فرمائی ہے یعنی بندونکو جو مکلف کیا تو دو قسم کی تکلیفون سے باعتبار معنی کے مکلف کیا ایک تکلیف از وسائط ہے اور دوم تکلیف بحقائق ہے پس تکلیف بحقائق کے معارف اس سے ظاہر ہوتے اور اسکی طرف عود کرتے ہین اور تکلیف بوسائط کے معارف تو اسکے سوائے غیر سے ظاہر ہوتے ہین اور اس تک پہونچتے نہین مگر اسوقت کہ جب وہ مکلف اسمین ترقی کرجاوے باینطور کہ اسمین فنا ہوکر اوپر کو قدم رکھے پس منجملہ تکلیف وسائط کے اظہار بیت وکعبہ ہے چنانچہ فرمایا ان اول بیت وضع للناس پس جبتک تو اس سے متصل ہے تب تک منفصل ہوگا پھر جب تو اس سے حقیقۃً منفصل ہوا تو اسکے واضع سے متصل ہوگا پھر تجکو بیت سے تو ایک رسم کا لگاؤ رہیگا اور حقیقی لگاؤ اسکے واضع سے ہوگا **قال المترجم** خانہ کعبہ کی دو جہت قرار دیگئی ہین ایک سرسری نظر ظاہری اور دوم نظر باطنی پس اول تو ظاہر ہے اور دوم یہ ہے دو نظر ہین ایک یہ تعلق اس واسطہ سے جو موجب قربت ہے اور دوم واسطہ محض سفیر کے طور پر ہو اور نہ حقیقی واسطہ ہو کہ اصل تعلق اس واسطہ کے مالک سے ہو پس مراد ترک واسطے سے یہ نہین ہے کہ اسکو بالکل چھوڑدے بلکہ یہ مراد ہے کہ وہ مرتبہ حاصل ہو کہ یہ واسطہ درحقیقت محض واسطہ ہوجاوے مثال اسکی قرارۃ کلام مجید ہے کہ نظر سرسری تو اسکے نقوش ہین اور تجاوز انسے تعلق اسکے الفاظ سے ہے اور ربط اہل بالعبد و تصحیح نظم و ترکیب پھر اصلی مقصود اسکے معنے ہین کہ وہ بعد ایک تحریر و تنقیح کے حاصل

ہونگے اس صورت میں الفاظ و کلام سے تعلق و نظر رفع ہو جائیگی اور مراد و معانی حاصل ہونگے واللہ اعلم - قولہ تعالیٰ فیہ آیات بینات بیت معظمہ عارفون کا آئینہ ہے اس سے حق عز وجل بواسطہ آیات کے انکے واسطے تجلی فرماتا ہے اور حق عز وجل نے اپنے ظہور کا بھید اسمیں پوشیدہ کر دیا ہے تاکہ اسپر ہر شخص جو اس قصہ سے اجنبی ہے مطلع ہو اور اس بیت کی شان اور درخت موسیٰؑ کی شان یکسان ہے وہان درخت سے حضرت موسیٰؑ کے واسطے تجلی فرمائی اور یہان بیت سے امت محمد صلعم کے واسطے تجلی فرمائی اور آیات بینات سے اشارہ کے طور پر اپنی ذات پاک کو کہا حالانکہ وہ ذات پاک حلول و نزول اور انتقال سے پاک برتر ہے یعنی فیہ آیات سے یہ وہم ہو کہ جب ذات پاک کی طرف اشارہ ہے تو اس شے میں ہونے سے حلول یا نزول و انتقال لازم آتا ہے کیونکہ یہ سب چیزیں مخلوق پر قیاس ہے بلکہ یہ قیاس خود ادنیٰ مخلوق ہے وہ ذات پاک کے اسرار کو نہیں پہونچ سکتا ہے ایسے قیاسات کو وہان مجال نہیں ہے فافہم - اور حضرت استادؒ نے فرمایا کہ قولہ فیہ آیات - اس میں آیات ہیں ولیکن یہ آیتیں ان آنکھوں سے جو سر میں ہیں ادراک نہیں ہوتے ہیں بلکہ قلوب کی آنکھوں سے نظر آتی ہیں قال المترجم یعنی جو آیتیں ظاہر کی آنکھوں سے ادراک ہیں یہ ادنیٰ ہیں یہ سمجھنا نچاہیے کہ بس یہی ہیں بلکہ وہان جو آیات بزرگ ہیں وہ بڑے مرتبہ کی ہیں فافہم - اور محمد بن الفضل نے فرمایا کہ قولہ فیہ آیات بینات - یعنی علامات ظاہرہ ہیں جنسے عارفون کو اپنی معروف کی طرف راہ ملتی ہے قولہ تعالےٰ - مقام ابراہیمؑ - یہ مقام خانہ کعبہ میں ظاہر ہے اور باطنی مقام ابراہیم بھی ہے اور وہ چار مقام ہیں رضا و تسلیم و انبساط و یقین - پس مقام رضا تو وہ تھا کہ جب آگ میں ڈالے گئے - اور مقام تسلیم وہ تھا جبکہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگے - اور مقام انبساط میں کہا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی - اور یقین اس سے ظاہر ہے کہ حق عز وجل نے فرمایا - وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین - اور زیارت میں مقام مکاشفہ و مشاہدہ و خلعت و فتوت ہے پس جسکا سر باطنی ان مقامات سے موافق پڑے آتے البتہ مقام ابراہیم کا حق ادا کیا اور نیز خلیلؑ کو مقام معرفت و توحید اور فنا و بقا اور سکر و صحو حاصل تھے پس جسنے سکر کا مزہ چکھا اور صحو میں متمکن ہوا اور اپنی ذاتی اوصاف سے فنا ہوا اور اوصاف حق کے ساتھ تخلق پیدا کر کے اسپر قائم ہوا اور انوار معرفت سے منور رہا اور لباس توحید سے متلبس ہوا اور اسکی روح نے نور قدم میں پرواز کیا اور اسکا قلب جلال ابدیت میں گھل گیا اور اسکا سر باطنی ملاء اعلیٰ کو پہونچا اور میدان عظمت و کبریائی میں اسکی عقل حیران ہوئی اور احکام حق کو بلا جزع و فزع بجا لانے میں اسکا نفس مطمئن ہوا وہ مقام ابراہیم کے دیدار سے مشرف ہوا کیونکہ وہ محل تمکین ہے حضرت استادؒ نے فرمایا کہ مقام ابراہیم ظاہر میں وہ ہی جو انکے قدمون کے نیچے رہا اور اشارہ میں وہ ہے جو انکی ہمتون سے موافق ہوا اور بعض نے کہا کہ شرف دیا مقام ابراہیم کو اسلیے کہ وہ اثر خلیل ہے اور خلیل کے نزدیک خلیل کے آثار کو حفظ عظیم ہوتا ہے اور شیخ شبلیؒ نے فرمایا کہ مقام ابراہیم خلت ہے پس جسنے اسمیں مقام ابراہیم خلیل کو مشاہدہ کیا وہ تو شریف ہے اور جسنے اسمیں مقام حق کو مشاہدہ کیا وہ اشرف ہے - اور محمد بن علی الترمذیؒ نے فرمایا کہ مقام ابراہیمؑ یہ ہے کہ خلیل کی راہ میں اپنا جان و مال و اولاد قربان کر دیا پس جسنے اس مقام کو دیکھا اور اس سے اسکو نفس و مال و اولاد کے حق میں وہ تجلی ہوئی جو ابراہیمؑ کو ہوئی تھی اور مسلم ہوا تو اسکا سفر برباد ہوا اور مشقت بیکار گئی - قولہ تعالےٰ ومن دخلہ کان آمنا - جو شخص کہ مقام انابت میں داخل ہوا اسنے نور کفایت کا دامن پکڑا کہ متواتر مصیبت سے بچ رہا - اور جو شخص مقام زہد میں داخل ہوا وہ وسوسہ کے ہیجان طوفان سے راحت میں ہو گیا - اور جو مقام توکل میں آیا تو کمائیون کی تنگ قاریکی ہوس سے اسکو وسعت حاصل ہوئی اور جو مقام رضا میں گھسا اسنے فنا سے نجات پائی - اور جسنے صفا کا مزہ چکھا ہے وہی ہے جو مقام وفا میں پہونچا - اور جو شخص مقام استقامت میں آیا تو رنگا رنگ کے خطرات سے چھوٹا - اور جو مقام اخلاص میں داخل ہوا وہ ریا و سمعت کی آفتون سے امن میں ہوا - اور جو مقام صدق میں آ گیا وہ نفس کی رعونت سے بچا اور جو شخص مانند خلیلؑ کے مقام تسلیم میں پہونچ

وہ نفس کے جھگڑے وتدبیر وارادے سے نکلا اور اسکو خود کچھ اختیار نہ رہا بلکہ حق عزوجل کے اختیار وانکی مراد میں خاطر جمع ہوا اور مراد جاتے رہنے کے خوف سے نکل گیا اسواسطے کہ جتنے خوف ہیں سب اسی جہت سے ہوتے ہیں کہ مراد جاتی رہے پس جب اسکی خود کوئی مراد نہیں ہے تو اس سے بالکل خوف زائل ہوگیا اور اسکے حال میں خوف کو کہیں گنجائش ہی نہ رہی اور لامحالہ یہ بات ہے کہ بیت میں داخل ہونا جبھی مستحسن ہوگا کہ جتنے امور ہیں سب مالک بیت کے سپرد کرے کیونکہ جو شخص اپنی مراد کو چھوڑ کر تمام امور کو سپرد کرنے والا نہ ہو وہ اپنے تمام امور میں تقدیر سے معارضہ کرتا ہوا ہوگا حالانکہ بیت میں داخل ہونے کا حسن ادب یہ تھا کہ رضامندی سے تسلیم اختیار کرے وہ آنکہ معارضہ ونزاع بشریت پیدا کرے - اور جو شخص مقام مراقبہ میں داخل ہوا وہ بعد استقامت کے ردی خطرات سے بیخوف ہوا اور جو مقام انس میں گھسا اس سے وحشت دور ہوئی اور فتور پیدا کرنے والی عرض اسکے پاس سے بھاگ گئی - اور جو شخص مقام خوف میں آیا اللہ تعالی اس سے خوف زوال کو مٹا دیتا ہے اور تمام مخلوق کے نزدیک اسکو نور ہیبت سے توقیر دیتا ہے - اور جو شخص مقام امید میں آیا تو امتحان کے بگولے اسکے گرد سے پارہ پارہ ہوجاتے ہیں اور وہ دنیا کی حلاوت وتازگی کے فتنہ سے پاک نکل جاتا ہے اسواسطے کہ جسکے دل میں حقیقی امید کا بادشاہ تخت نشین ہوا وہاں بشریت کے جھگڑے اور ہوس طبیعت اور نفسانی کشمکش سے امن ہو جاتا ہے اسواسطے کہ رجا کا نور ازدریائے انس سے ہے اور انس کا وجود دریائے قدس سے ہے اور قدس اسکی صفات کریمہ میں سے ہے جل وعلا شانہ - اور جسنے سلطان وحدانیت کے سایہ میں پناہ لی وہ شیطان کی لوٹ مار سے بیخوف ہوا کیونکہ وہ سلطان قدیر کی پناہ میں پہونچ گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو سلطان جبروت کی پناہ میں ہو اسکو شیطان کا دست غارت کہاں پہونچ سکتا ہے چنانچہ فرمایا - ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنی شیطان کو کہا کہ میرے جو خاص بندے ہیں انپر تجکو کوئی دسترس نہیں ہے اور نیز شیطان کا حال خود نقل فرمایا کہ اسنے کہا لاغوینہم اجمعین الا عبادک منہم المخلصین - یعنی شیطان نے عزت حضرت عزوجل کی قسم کھائی کہ میں ضرور ان سب کو اغوا کرونگا سوا تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے مخلص وسچے ہیں - اور جو شخص کہ مقام محبت میں آیا وہ دوری اور نظر دور کیے جانے اور غضب میں گرفتار ہونے سے مامون ہوا - اور جو مقام شوق میں داخل ہوا وہ اس بات سے بیخوف ہوگیا کہ اسکی روح کو عالم حادث سے کوئی ارتباط رہے - اور جو شخص مقام عشق میں پہونچا وہ اوصاف نفس سے نکلکر صفات حق سبحانہ سے متصف ہوگیا - اور جو شخص کہ مقام معرفت میں آیا وہ چشم انکار کے زخم سے بچگیا اور جو شخص کہ مقام یقین میں آیا وہ شک وشبہہ کے غبار سے بچا اور جو شخص کہ پردہ توحید میں داخل ہوا اس سے شرک کے خطرے دور ہوگئے اسواسطے کہ حقیقت توحید کی یہی ہے کہ نفس کے معارضہ سے اور وسواس کی قید سے اور بشریت کے علائق سے اور انسانیت کی روک ٹوک سے نکلکر سکون کیا جائے ہر دم اسکی یاد میں ہو - اور جو شخص مقام ذکر میں آیا وہ مذکور یعنی جسکو یاد کرتا ہے اسکے دیدار سے مطمئن ہوا اور ماسوائے حق کے اسکی یاد سے چھوٹا اور جب بندہ اپنے نفس اور اسکی خواہشوں سے چھوٹا تو صفائے عبودیت کے مقام کو پہونچتا ہے اور جب صفائے عبودیت کو پہونچا تو صفائے حریت کا مقام ملتا ہے اور جو صفائے حریت کو پہونچا وہ صفائے ذکر کو پہونچا اور جو صفائے ذکر کو پہونچا اسنے جسکو ذکر کیا اس پاک مذکور کو مشاہدہ کیا اور عذاب قبر سے چھوٹا اور جو شخص مقام تفکر میں آیا اسکی روح انوار ملکوت میں غوطہ لگاتی ہے اور غیب کی بھیدوں میں جبروت کے موتی ڈھونڈتی ہے پس وہ نفس کی گرفت اور شیطان کے چنگل سے سالم رہتا ہے - اور جو مقام حیا میں داخل ہوا تو اسکے قلب کی زبان نگاہ سے شیاطین کا نگاہ دور ہوتا ہے اور نفخ وسوسہ اس سے اسکا سر باطنی پاک ہوتا ہے - اور جو شخص کہ عین الجمع کے مقام میں پہونچا تو وہ حق تعالی کو پاکر سکون میں ہوتا ہے کہ اسکو لذت انبساط اور نور بسط ملتا ہے اور اللہ تعالی اسکو خلعت اثبات پہناتا ہے اور وہ صفات انسانیہ سے امن میں ہو جاتا ہے اور دنیاوی زندگانی کی تکلیف سے از خود رفتہ ہوتا ہے قال المترجم یعنی دنیاوی تکالیف سب اسپر ایسی آسان ہوتی ہیں جیسے بیخود پر کوئی تکلیف نہیں -

اور جسکے دل مین انوار قرب داخل ہوے اسکی روح مشاہدہ مین اور اسکی عقل مکاشفہ مین اور اسکا سر باطنی معاینہ مین اور اسکا نفس عبادت مین آرام پاتا ہے - اور جسکی روح انوار عظمت مین داخل ہوئی اسکا قلب میدان ہیبت مین حیران ہوتا ہے اور اسکی عقل نور معرفت مین ساکن ہوتی اور اسکا سر باطن نور وصل مین اور اسکا نفس لذت طمانیت مین تمام امور ربوبیت کے ساتھ ساکن ہوتا ہے - اور جسکا سر باطن جنت الانس مین پہونچا انوار قدس کے ظہور مین اسکا قلب اور انوار قدم کے ظہور مین اسکی روح اور نور قدرت کے ظہور مین اسکی عقل آرام ساکن رہتی ہے اور جسکی عقل نور شواہد مین داخل ہوئی تو بقاے شہود مین اسکا سر باطنی اور عین الحقیقۃ کے دیدار مین اسکی روح اور محبت ازلیہ مین اسکا دل اور رسوم مخاطبت مین اسکا نفس سکون کیساتھ رہتا ہے - اور جسکا نفس مراد حق مین داخل ہوا یعنی جو حق عزوجل کا ارادہ ہے وہی اسکا ارادہ ہے تو وہ مخلوق کی دربانی سے باہر ہوا اور نور اخلاص مین اسکا دل ٹھہرا اور نور صدق مین اسکی روح اور صفاے عبودیت مین اسکی عقل ساکن رہتی ہے اور نیز جو شخص کہ نور یقین مین آیا تو اضطراب شک سے اسکا دل مامون ہوا اور رحمت نفس سے اسکی عقل اور غمہاے تدبیر سے اسکی روح اور نفاذ شہوت خفیہ سے اسکا نفس ٹھہرا ہوا رہتا ہے - اور جسکی عقل مین نور ایمان آیا تو اسکا دل حقائق براہین کو اور اسکی روح عالم الملکوت کو اور اسکا سر باطن نور جبروت (جمع برہان دلیل روشن) کو دیکھتا ہے اور حضرت حق عزوجل سے اسکو خطاب خاص کی آوازین محسوس ہوتی ہین - اور جسکی روح نور توحید مین داخل ہوئی تو اسکی سر باطنی کی آنکھ نور توحید سے کشادہ اور سرمہ فردانیت سے آراستہ ہوتی ہے اور اسکے نفس مین اخلاص عبودیت خوب راسخ ہوجاتی ہے اور جو شخص نور خلاص مین داخل ہوا اسکی روح اسکے نفس کے خطرات سے اور اسکا سر باطنی اسکے نفس کی خفیہ نگاہون اور اسکا دل اسکے نفس کے وسوسون سے اور اسکی عقل اسکے نفس کے جھگڑون سے نجات پاتی ہے پھر جاننا چاہیے کہ جو شخص ان صفات کے ساتھ جو ہم نے ذکر کی ہین اپنے پروردگار تعالی کی بیت مین داخل ہوا وہ دنیا و آخرت کے عذاب سے ہمیشہ سے مامون ہوا - شیخ استاذ رح نے فرمایا کہ ہم نے بیت سے یہان قلب بطریق اشارہ مراد لیا ہے اور جسکے قلب مین سلطان حقیقت تشریف لایا تو بشری جھگڑون اور نفسانی بدخواہشون سے امن مین ہوا - اور بعض نے کہا کہ قولہ سبحانہ من دخلہ کنایہ کا مرجع بیت کیطرف ہے اور جو شخص اسمین مشاہدہ حقیقت سے داخل ہوا وہ بیخوف ہوگا - اور بعض نے فرمایا کہ بیت مین حقیقت کے ساتھ داخل ہونا نہین ہوسکتا مگر اسی طور پر کہ تو خودی سے خارج ہوا اور خودی سے جب تو خارج ہوگیا تو تیرا بیت مین داخل ہونا صحیح ہوا اور جب تو خودی سے خارج ہوا تو تیرا ایمان درست ہوا اور شیخ جعفر بن محمد رح نے قولہ تعالی ومن دخلہ کان آمنا مین کہا ہے جسنے اللہ تعالی کو پہچانا اسنے سواے اسکے کسی سے انس نہین رکھا اور شیخ ابوالحسن النوری رح نے کہا کہ جسکے دل مین سلطان عرفان نے قدم رکھا وہ لشکر ہاے حس نفس و وساوس شیطان سے بیخوف ہوا اور شیخ ابوبکر واسطی رح نے فرمایا کہ جو شخص بشرائط الحقیقۃ اسمین داخل ہوا وہ اپنے نفس کی رعونت سے مامون ہوا - اور شیخ ابن عطاء فرمایا کہ جو اسمین داخل ہوا وہ اللہ تعالی کے عقاب سے مامون ہوا اور اللہ عزوجل نے دنیا مین بھی ثواب و عقاب رکھا ہے پس ثواب تو یہ ہے کہ تجکو عافیت دیوے اور عقاب اسکا بلا ہے پس عافیت تو یہ ہے کہ تیرے کام تیرے اوپر ڈالدے اور بلا یہ ہے کہ تیرے امور اپنی پاک ذات کی طرف لے لے - اور جعفر رح فرمایا کہ جسکے دل مین ایمان داخل ہوا وہ کفر سے مامون ہوا اور واسطی رح نے دوسرے مقام پر کہا کہ جسکے قلب کے جوار مین ایمان ہا وہ اپنے نفس کی رعونت سے مامون ہوا اور جعفر صادق رح نے فرمایا کہ جو اس پاک بیت مین اس صفت سے داخل ہوا جس صفت سے انبیاء و اولیاء و اصفیاء داخل ہوے تو وہ بھی عذاب الہی سے اسی طرح بچا جیسے وہ لوگ بیخوف ہوگئے ہین - قولہ تعالی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا حج کو حق عزوجل نے اپنی ذات پاک کی طرف نسبت کیا کیونکہ اسمین آثار ربوبیت اور حقائق عبودیت پائے جاتے ہین - اور نیز حق جو دیتا ہے بندون پر لازم فرمایا تاکہ ذکر ربوبیت ادا کرین - اور نیز انکو راہ دکھلائی آیات و علامات مین دیدار مقصود کی اس وسیلہ سے کہ اسکے بیت مکرم کا قصہ

کریں - اور نیز حج کو سب پر فرض کیا تاکہ عوام کے درمیان میں چھپے ہوے خاص بندے بھی رب البیت کی زیارت کو حاضر ہوں **قال المترجم**
یعنی انکو تجلی خاص بمشاہدۂ خاص حاصل ہو فافہم - اور نیز چاہا کہ اپنے بندوں کو اپنی عظمت و کبریائی دکھلاوے کہ وہ اپنے کو دیکھیں کہ ذات معبود سے تا
د تواضع و تضرع اپنے گردنوں پر رکھے ہیں **قال المترجم** یعنی ہیأت و حالت حج کی محض لیلیٰ عاشق کی سی حالت ہوتی ہے چنانچہ سب ارکان ہیأت حج
کو ملاحظہ کرنے سے یہ بات ظاہر ہے اور جو بندے اسمین تہ دل سے کوشش کرتے ہیں اور خوش ہیں وہ اللہ تعالی کے نزدیک اسی قدر عزیز و عزت
والے ہیں فافہم - اور نیز وجوب قدیم نے بندوں پر واجب کیا کہ اسکے مشاہدہ کا قصد کریں اسطرح کہ اپنی جان و مال و ارواح خرچ و قربان کریں اور وطنین
و خواہشین و جاہتی چیزیں و اولاد و ازواج کو ترک کریں اور جہان سے مجرد ہوکر اسکی درگاہ کا قصد کریں پھر اس بیت مکرم کو جو مخصوص کیا
کہ اسکی طرف قصد کریں حالانکہ مشاہدہ مقصود ہے تو یہ مشاہدہ کی طرف سے رسماً و حکماً ظاہر میں قرار دیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالی حلول و تشبیہ سے
پاک منزہ ہے **قال المترجم** پس اصل مقصود مشاہدہ ہے اور بیت مکرم اسکی ایک رسم و حکم ظاہری ہے یعنی خانہ کعبہ جس پردۂ ظاہری ایک ہے یہی زیارتگاہ
مقرر ہوا حالانکہ مقصود وہ حقیقت کعبہ ہے نہ ظاہری در و دیوار اور یہ مطلب نہیں ہے کہ مشاہدہ کوئی امر دیگر ہے اور یہ بیت مکرم فقط رسم ہے اور کچھ نہیں
ہے کیونکہ یہ خلاف ہے چنانچہ اکابر رحمہم اللہ نے تصریح کردی ہے کہ حقیقت کعبہ ایسا امر ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا اور کون اس امر کا قائل ہو سکتا ہے کہ
حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حج سے رخصت ہونے کے وقت پردہاے خانہ بیت سے باصد جوش و شوق لپٹتے تھے اور حسرت کے ساتھ
رخصت ہوتے تھے پھر کوئی احمق ہوگا جو سمجھے کہ اصل حقیقت یہی در و دیوار ہے فلیتامل - بلکہ بات یہ ہے کہ جو شیخ نے کہی کہ اللہ تعالی ہر وہم و گمان
سے پاک برتر ہے کہ نہ اس بیت مکرم میں حلول ہے نہ اسکو تشبیہ ہے نہ نزول ہے تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا - لیکن حال یہ ہے کہ اس سے ان لوگوں پر جو
قصد کرکے جاتے ہیں پردۂ ملک و لباس آیات میں تجلی فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا - فیہ آیات بینات پس خبر دی کہ آیات بینات اسی بیت
مکرم معظم میں ہیں اور اشارہ فرمایا کہ صفات کی تجلی انھیں آیات میں ہے چنانچہ حضرت نے فرمایا جاء اللہ من سیناء و استعلن بساعیر و اشرق من
جبال فاران - آیا اللہ تعالی طور سیناء سے اور ظاہر ہوا ساعیر سے اور چمکا فاران کے پہاڑوں سے اور مراد اس سے مکہ کے پہاڑ ہیں اور مراد پہاڑوں
سے واللہ اعلم شاید بیت الحرام ہے کیونکہ یہ نجم ایسے ہیں کہ اللہ عزوجل نے انکو ازل ہی میں برگزیدہ فرمایا کہ اپنے بندوں کا قبلہ اور خاص بندوں کے
لیے آئینۂ کشف قرار دیا ہے **قال المترجم** جاء اللہ من سیناء آیا اللہ طور سیناء سے اشارہ ہے تجلی موسی علیہ السلام کی طرف کہ انکو کوہ طور پر تجلی
ہوئی اور یہی آنا بلا کیفیت مراد ہے اور ہم جیسے حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنے اور تجلی ہونے پر بنص قرآنی ایمان لائے ہیں ہم کو
یہاں بھی اس معنی کر کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ قصہ موسی علیہ السلام میں بھی بلا کیفیت ہم تسلیم کرتے ہیں اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کی طرح کوئی تاویل لغو
نہیں بکتے ہیں - و استعلن بساعیر اور ظاہر ہوا ساعیر سے وہ بھی نام پہاڑ کا ہے اور شاید یہ کوئی اشارہ حضرت عیسی علیہ السلام سے متعلق ہے
اگرچہ بعض نے عرب ہی کے پہاڑ میں سے قرار دیا واللہ اعلم - لیکن و اشرق من جبال فاران - اور چمکا فاران کے پہاڑوں سے - اسمین فاران سے بلاخلاف
مکہ کے پہاڑ مراد ہیں اور یہ تصریح ظہور نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہی فرق واضح ہے درمیان نبوت موسیٰ اور درمیان نبوت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہے کہ وہاں فقط آیا ہے اور یہاں اشرق فرمایا یعنی خوب ظاہر چمکا نکلا جیسے آفتاب کہ وہ وقت اشراق کا ہے جس کو چاشت کہتے ہیں اور بعضے
جو طلوع کا وقت لیتے ہیں یہ وہم و غلط ہے اسیواسطے نماز اشراق سے تحقیقی قول یہی نماز چاشت ہے کما صرح بہ المحققون لیکن یہ باقی رہا کلام اس
بات میں کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا نہیں پس ظاہر کلام شیخ سے وہم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ہے لیکن ایسا نہیں ہے اور نقاد محدثین نے تصریح
کردی ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے اور اسپر موضوع کا اطلاق کیا ہے لیکن موضوع اس معنی کر ہے کہ آنحضرت صلعم نے نہیں فرمایا اور یہ مطلب نہیں ہوتا ہے

کہ یہ قول غلط یا بے معنی ہے پھر جبکہ حدیث نہ ٹھہری تو دوسری طرف تلاش کرنی چاہیے پس بعض نے کہا کہ یہ بعض اکابر کا کلام ہے جنھوں نے استنباط وغیرہ کے طور پر کہا ہے مگر حق یہی ہے کہ اہل اسلام میں سے کسی کا کلام نہیں بلکہ یہ توریت وانجیل کی عبارات میں سے ہے چنانچہ بعد بہت تحقیق کے اصل نسخہ میں پائی گئی حالانکہ انجیل کے ترجمہ کرنے والوں نے حسد کی راہ سے یہ فقرہ نکال ڈالا ہے اور بعض نے اسکے معنی جو اپنے نزدیک صحیح سمجھے وہ لکھے ہیں اور یہ بڑی حجت اہل توریت وانجیل پر صدق رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور انکار ومکابرہ وہیٹ دھرمی کا علاج نہیں ایسے شخص کے حق میں یقین جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے اسکا ایمان نہیں چاہتا ہے نعوذ باللہ من الضلال۔ پھر بعض حکیموں نے یہی مضمون بوقت ظہور از جبال فاران کا ایک طلسم بنایا تھا جسکا ذکر یونان وغیرہ کے انجیل کے مترجموں نے اور دیگر تواریخ میں مذکور ہے کہ وہ بھی زمانہ دراز گذرنے پر مٹ گیا لیکن اب بھی پتا ملتا ہے اور خود مترجمین یونان ہی ترجمہ انجیل میں بڑی تحریف کرنے والے ثابت ہوئے ہیں چنانچہ جو شخص اسکی تحقیق کا قصد کرے اسپر انشاء اللہ تعالیٰ یہ بات خوب ظاہر ہو گی واللہ الہادی وہو المفضل ونعوذ باللہ من الضلال۔ قال الشیخ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں استطاعت بطریق اشارہ یہ مراد ہے کہ اسکی معرفت ہو اور اسکا قرب حاصل ہو اور تمام اوقات میں اسکے الطاف پر نظر رکھے اور اسکے وعدے میں یقین کامل ہو اور تمام امور میں اسی پر توکل ہو اور ہر دم اسی کا مراقبہ رکھے اور اسی کی ہمیشہ رعایت وحفاظت کو پہچانے اور جانے کہ سب بندوں کا وہی وکیل ہے اور نفس کی رعونت سے پاک ہو کر اسکی محبت صافیہ رکھے اور صفائے نیت سے اسکی طرف قصد کرے اور اسکے ماسوائے سب سے قلب کو پاک طاہر رکھے۔ پھر انکا توشہ وزاد راہ یہی ہے کہ ہمیشہ اسکی یاد ہو اور ہمیشہ اسکی نعمتوں ونشانیوں واسکی عظمت کاملہ ورحمت کافیہ کی فکر کریں اور مانند اسکے دیگر امور ہیں جو اسکے خانہ معظم مکرم کے قصد کرنے والوں کے واسطے استطاعت ہیں اور جو برخلاف اسکے ہوا وہ راہ ہدایت سے کٹ کر دوسری راہ چلا کہ عناد کے تاریک گڑھے میں گر کر ہلاک ہو گا نعوذ باللہ منہ۔ چنانچہ فرمایا قولہ ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔ شروع آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے حج کو اپنی طرف نسبت دیکر فرمایا تھا اب یہاں آخر میں اپنی پاک ذات کو منزہ کر دیا تا کہ بندگی کرنے والوں میں سے جو خبردار لوگ ہیں وہ جانیں کہ اسکی شفقت اپنے بندوں پر کیسی ہے کیونکہ عبادت کرنیکا ثواب تو بحقیقت بندوں کی طرف لوٹ آتا ہے اور وہ تعالیٰ جل شانہ جملہ اسباب سے منزہ وپاک برتر ہے پھر جاننا چاہیے کہ بیت اللہ تعالیٰ کی طرف قصد کرنے والے تین قسم ہیں۔ قسم اول وہ قصد کرنے والے جو اپنی جان ومال کے ساتھ ثواب کے واسطے حج کرتے ہیں قسم دوم جو اپنے دلوں سے کہ دنیا ومافیہا سے صاف ہیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اسکی رضامندی چاہنے کو حج کرتے ہیں قسم سوم وہ قصد کرنیوالے ہیں جو رب البیت کے مشاہدہ وتجلی کے لیے اپنے عاشق ارواح کے ساتھ حقائق معرفت وقربت اور صفائے وصلت اور زیادت مشاہدہ تجلی وتدلی کی طلب میں قصد وحج کرتے ہیں۔ پس اہل ظاہر کا تو یہ حال ہے کہ وہ احرام باندھتے ہیں اور جو امور منع ہیں انسے باز رہتے ہیں اور مناسک حج ادا کر کے اپنے احرام سے حلال ہو جاتے ہیں۔ اور اہل باطن کا یہ حال ہے کہ وہ تمام کائنات سے احرام باندھ لیتے ہیں اور تمام مخلوق سے نظر اٹھا لیتے ہیں اور کبھی حلال نہیں ہوتے جب تک دنیا میں ہیں یہانتک کہ انکو مشاہدہ ذات وکشف صفات کا نتیجہ اسوقت عیانا کھلے کھلے مل جاتا ہے جب مر جاتے ہیں پھر غور کرو کہ دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے ایک تو وہ ہوئے کہ جنھوں نے گنتی کی چند معلوم ومعہود چیزوں سے چندوں کے واسطے احرام باندھا اور دوسرے وہ ہوئے کہ انھوں نے سب نفس کی خوشی وتسکین کی چیزوں سے اور تمام موجودات سے احرام باندھ لیا لیکن اس کٹھن کرنی کو کون کرتا ہے اور اس بلا کے بوجھ کو یہی لاوے جو اس طرح کا بار بردار ہے۔ اللہ اللہ وہی لوگ چلے گئے اور انکے ساتھ برکتیں بھی جاتی رہیں انکے غروب ہونے سے کرامتوں کے سورج اور آئینوں کے چاند بھی ایسے مغرب میں ڈوبے ہیں کہ تا ابد نکلنے کی امید نہیں مگر جب کبھی تھوڑا بہت کسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔ ہاں اب انکی خبریں آفاق میں پھیل رہی ہیں اور نشان انکا کہیں ڈھونڈھے نہیں ملتا ہے اللہ تعالیٰ انکی پاک روحوں پر رحم فرماوے

وورجہ عالی کرامت کرے **قال المترجم** اس حسرت میں شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ ہر دیندار شریک ہوگا اور کیا کوئی شرکت کرے کہ نہ وہ دل جو بارغ محبت کی یاد میں اور نہ وہ آنکھیں جو فراق کے غم میں آنسو بہاویں - اللھم انت اللہ الذی لا الہ الا انت الحی القیوم لا شریک لک لبیک لبیک لا شریک لک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک سبحانک اللھم وبحمدک استغفرک واتوب الیک - اللھم اسألک حسن التوفیق وحسن الھدی والعصمۃ من فتنۃ الدجال وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ واصحابہ وجمیع المتقین الاخیار من عبادک اجمعین والحمد للہ رب العالمین - اور حدیث میں ایک صحابی کو آپ نے فرمایا کیف بک اذا بقیت فی حثالۃ من الناس یعنی کیا حال ہوگا جب تو ایسے لوگوں میں رہ جاویگا جو کھوٹی ہیں لیکے مغز نہیں پھر قیاس کرو کہ شیخ کیونکر الیا کلام حسرت سے فرماویں - قال اور کوئی حقیقت سے تحقیق کرنے والوں اور مقصود کے ڈھونڈنے والوں کا اشارہ یہ بھی نکلا کہ جب کوئی اپنے پاک دلوں سے جانب مقصود کا قصد کیا بیت اللہ الحرام کا قصد کرتے ہیں تو اللہ عز وجل کی ساتھ محبت سے بیابان و شہر و قفت پائیں ہیں اور ان کی محبت کو ملکوت کے لیے خالص واحق کہہ دیا اگر ان کی راہ میں تو بڑے ہیں تو نرگی ہیں جیسا کہ حق عز وجل کے لیے اگر کسی دوسری چیز کو اختیار کیا تھا یا دل کیلئے ہر بات کی نظام پوشیدہ کہ نفس کو ان کا تھا پاکی بزرگی شرف چاہئے کو جگہ وہی تھی سے چھوڑ دیتے اور سب کی رسی توڑ دیتے ہیں پھر مشاہدہ کے مقام تک حاضر ہونے کی راہ کا توشہ یہ لیتے ہیں کہ صدق و توکل و اخلاص و یقین اور اللہ تعالیٰ کی تجارت میں زہد ساتھ لیتے ہیں اور صبر کی سواری پر چلتے ہیں سنکے پاؤں یہ ہیں کہ ہر حال میں حمد و شکر ہیں اور سر اسکا علم ہے اور پیٹ اسکا پرہیزگاری ہے اور زبان آنکی یقین ہے اور سوسہ و خطرہ باطل و فاسد سے دور اور صدق و غیرہ پر جمع رہتے ہیں اور تکمیل آنکی استقامت ہے اور پاؤں آنکی تسلیم ہے اور کوڑا اسکا ادب ہے اور زین آنکی رضا سے حق ہے اور آسمان سکا یقین ہے اور پانی سکا کہو اسے اور چارہ دانہ اسکا ذکر رب الارباب ہے اور ہانک اسکا شوق ہے اور چراگاہ آنکی مشاہدہ ہے اور لوہ و سرخ اسکا بجانب شہود قدم ہے پھر جب وہ اپنی سواری پر اپنے وطن سے نکلے تو دنیا و مافیہا سب چھوڑ لیتے ہیں اور سب کو وداع کرتے ہیں اور سامان موت کو مہیا کرتے ہیں کہ جنکے بال وقف رہتے ہیں خواہ وہ سفر میں ہوں یا نکلے انسے رخصت ہو لیتے ہیں اور راہ ریاضت میں تیز قدم اٹھاتے ہیں اپنی خوب ریاضت کرنی شروع کرتے ہیں اور اپنی جان پر تیزی کرنے والوں اور تیری مکھلانے والوں کا طریق لازم کر لیتے ہیں اور خالص نیت سے اللہ عز وجل کیطرف توجہ کرتے ہیں اور کسی غیر کی طرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں التفات نہیں کرتے ہیں اور قصد مصمم کر لیتے ہیں کہ جسکا راہ سے تجاوز نہ کریں اور کسی خواہش نفس و راہ شیطان کی طرف لیجانے والی چیز پر نظر نہیں ڈالتے ہیں - پھر جب اپنی سواری پر سوار ہو کر روانہ ہوتے ہیں تو انکا آگے سے دیکھنے والا وہ ہوتا ہے جو ہدایت الٰہی آگے ہوتی ہے اور پیچھے سے ہانکنے والا تقویٰ ہوتا ہے اور جس کشادہ راہ میں چلتے ہیں وہ راہ صفا ہے اور رفیق ساتھی انکا وہی انکا مولیٰ عز وجل ہوتا ہے اور رہبر الیٰ کا علم حق ہوتا ہے اور یہ راہ جیسا کا علم ہوتا ہے انکو شوق کے بیابان عشق میں لیے جاتا ہے اور جنون انکا بیابانوں میں سے انکا ہوتا ہے اور ... حضرت حق تعالیٰ کی محبت کے بیابان میں تمام ... ہوتے ہیں تو شوق سے تیز قدم ہو جاتے ہیں اور گویا ہوگی شرم سے کہ جانے ہوئے ... اور ذکر کرتے ہیں اور شاہد پروردگار کیطرف بڑھتے ہیں اس حال سے شرمندہ ہیں اور جو وقت عالم غفلت میں کٹی ہے حسرت اٹھاتے ہیں اور ... میں درجات بلند چاہتے ہیں جسکی تحریر نہیں ہو سکتی پھر جس اقلیم میں خون روتے ہیں اور اپنی جانوں پر توجہ کرتے ہیں آنکا آنکھ آنسو رونا آنکی ہلاکت ہوتا ہے اور جب بیابانوں کے سہارا تنہائی سے پار ہو گئے تو سب سے پہلے میقات کو پہنچتے ہیں اور تمام شہوتوں لذتوں سے جدا ہو جاتے ہیں اور احرام میں تقویٰ کا لباس پہنتے اور دریائے تجرید میں نہاتے اور تمام شہوات و علائق سے پاک ہو جاتے ہیں - اب جو وہ تلبیہ کہتے ہیں تو گویا آواز سنتے ہیں کہ وصال سے رضامندی ہے اور درگاہ میں آنے دینے کی اجازت ہے اور یہی آواز انکو آتی ہے جو دنیاوی وجود سے پہلے انکی ارواح نے عالم ازل میں سنی تھی - اور جب

وہ عرفات میں پہونچے تو سکر کی زنجیر میں پابستہ رہجاتے ہیں اس سے ہرگز خلاصی نہیں الا یہی کہ پردہ صحرا پیر ہوتا ہے پس وہ سکر و صحو کے درمیان متحیر اور ہیبت و رجاء کے درمیان مبہوت ہوتے ہیں انکو حق عزوجل اپنی قبول خاص سے حقائق مشاہدہ و صفات مکاشفہ جھنوا تا ہے قال المترجم اسی سے اس مقام کا نام عرفات ہوا یعنی پہچنوانے کا مقام فافہم - اور حق عزوجل انکو غیب کی ملذوذات اور دلوں کے مضمرات ظاہر فرماتا ہے پھر جب کفر سے ہوتے ہیں تو دیدار حضرت عزوجل کے امیدوار ہوتے ہیں اور منقطع کیے جاتے اور مہجور رہنے سے خوفناک رہتے ہیں اور مقام حیا میں حاضر اور مقام فنا میں موجود اور دیدار بقا کے شاہد ہوتے ہیں - پھر جب مشعر الحرام میں پہونچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے دیدار کی نعمت کا ناجیہ شکر ادا کرنے کے ذکر میں سرگرم ہو جاتے ہیں اور یہ ذکر انکا اس مقام پر ہوتا ہے کہ زبان گنگ اور جنان میں تجلی اور حضرت حق عزوجل کے سامنے عرق تشویر ہو جاتے ہیں [illegible] سے سر در گریبان آنسووں میں ڈوبے رہتے ہیں اپنی کوتاہی پر گردن ڈالے رہجاتے ہیں - پھر جب مقام منیٰ میں پہونچے تو ظاہر ہے جا کر قربانی کرتے ہیں مگر تحقیق وہ اپنے نفسوں کو لذات و شہوات سے ذبح کر ڈالتے ہیں پھر جب کنکریاں مارتے تو اپنے تئیں ہر دو عالم باصفت و عبادت کو پردہ عدم میں پھینک دیتے ہیں کیونکہ مشاہدہ قدم کو پہونچ گئے اور جب پتھر توڑتے ہیں تو انکے ساتھ اپنی باطنی شہوات کو توڑتے ہیں اور اپنے نفس کے ارادوں کو ہلاک کرتے ہیں جو انکے اسرار میں جاگیر تھے اور جب سر منڈاتے ہیں تو اپنے باطن سے فضول سواس اور اغراض کی تعریف کرنے کی پرواہ بگی کے منہ ڈالنا کو دیتے ہیں اور جب حرم میں داخل ہوتے ہیں تو حالت لیتے ہیں کہ وہ درگاہ حضرت وفا ابدیت کے اندر پہونچ گئی اب جلال سے نکلا جاتے ہیں اور قطعا اس کے مشاہدہ میں فنا ہو جاتے ہیں اور ما سوائے حق عزوجل کے سبب سے احرام باندھتے ہیں اسی کے دیدار کے لیے آمادہ ہوتے ہیں پھر انکو حلال نا سے کوئی چیز حلال نہیں ہوتی جبتک کہ انکی جناب تک نہ پہونچیں یعنی موت مقررہ سے اس دنیا کو نکلیں کیونکہ وہ سا طلب صورت و ولیت مرید ہیں ہیں جو انکو حدود شریعت کی جانشون سے مانع ہوتی ہوا اور جب وہ مکہ میں داخل ہوے تو یقین ہوا کہ وہ حضرت جلال میں ہیں اور اسلئے کہ مکہ بمنزلہ جنت کے ہے اور جو اسمیں داخل ہوا وہ اسکے پڑوس میں ہونے سے عذاب الٰہی سے مامون ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہوا اور جب مسجد میں داخل ہوے تو اسکے دیدار عظمت سے حیران کی حالت میں داخل ہوتے ہیں اور اسکی ہیبت و جلال کو یاد کرتے ہیں اور جب وہ بیت اللہ کو دیکھتے ہیں تو ہیبت سے پہلے رب البیت کو دیکھتے ہیں اور اسکے مشاہدہ سے سرفراز ہو جاتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ وہ اسکی درگاہ قدیم و شاہد کریم میں حاضر ہیں اور جب وہ گرد خانہ کعبہ کے طواف کرتے ہیں تو اسکے ملائکہ کو دیکھتے ہیں کہ اسکے عرش و کرسی کے گرد طواف میں لگے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بمنزلہ ان ملائکہ کے ہیں اور جب وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں تو جانتے ہیں کہ انکو بیعت اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت قبل سے سابقہ اس طرح بیعت کی کہ اسمیں [illegible] لغت میں کرتے اور اپنے باطنوں کو اپنی چیزوں کی طرف نہ بڑھا دینگے انکی تعظیم جانتے اور انکے نفس الفت کرتے ہیں اور جب وہ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تو جان لیتے ہیں کہ وہ مقام خلیل کے قریب و شاہد ہیں اور مقام میں ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے اولیا نہ پہونچے اور جب وہ صفا پر کھڑے ہوتے ہیں تو جان لیتے ہیں کہ انکی اور [illegible] کی کوئی اور اسکی حقیقی عصمت سے لیٹے ہوے ہیں اور انکی ہر چیز سے بچی ہیں اور جو کچھ کہ اسکے سوا ہے اس کی [illegible] کو اپنے دل میں اور جب وہ خانہ کعبہ میں داخل ہوتے ہیں تو یقین کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عنایت سے اسکی نگاہ بانی میں آ گئے اور مقام وفا میں متفرق ہیں اور جب وہ صفا و مروہ پر چڑھتے اور دیدار حق سے پاک ہو جاتے اور دیکھا کہ وہ مقام اصطفا و اجتبا میں ہیں - پھر مترجم کہتا ہے کہ مرقومات میں کچھ ہیبت ہوا اور حقیقی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان نشانیوں اور مشاعر کو جو حج میں بہ نیت جاتے ہیں اپنی درگاہ جلال کی مثال میں مقرر کیا ہے پس خانہ کعبہ کو مثال عرش کے مقرر کیا ہے اور مسجد حرام کو حظیرۂ قدس کی مثال اور صفا و مروہ و جبال مکہ کو عجائب ملکوت کی مثال اور کل حرم کو پردہ ہائے سے

جبروت کی مثال اور منیٰ کو مقام امن اور مشعر الحرام کو مقام خوف و تعظیم کی مثال اور عرفہ کو زمین محشر اور محرم مقام قیامت اور بادیہ کو دنیا اور وطن سے نکلنا موت اور زیارت
خانہ کو ملاقات پروردگار تبارک و تعالیٰ کی مثال کہا ہے پس جب اُسنے ان مثالوں کے حقائق کی نظر سے حج کیا تو اسکا حج البتہ قربت و مشاہدہ مبرور اور عمل مشکور ہوا اور
یہی حج عارفوں کا ہے جو یقین کامل و مشاہدہ رکھتے ہیں - اور نیز یہی مثالیں مشاعر باطن کی ہیں پس کعبہ تو قلب ہے اور حجر اسود سینہ اور بلد مکرم صورت اور صفا
عقل اور مروہ علم اور منیٰ علم اور مشعر الحرام ذکر اور عرفات صفائے عبودیت و معرفت اور محرم مقامات و حالات اور بادیہ نفس و ہوی اور حج کنندہ روح مقدس ہے - اور یہ
اسی ادعا کے مشتاقین یعنی عاشقوں کی سیر باطنی توحید ہی حج کرتے ہیں یعنی حج مثالی ادا کرتے ہیں تو کعبہ انکا ذات قدیم حضرت جل جلالہ ہے اور مناسک اسکے یہ ہیں کہ مراتب
صفات مقدسہ میں سیر کریں پھر جب اس راہ مذکورہ میدان ازل میں مکان و زمان و حدوث سے مجرد ہو گئے تو بقا و سرمدیت کیطرف متوجہ ہوتے ہیں انکو نظیرہ قربت میں فرش حشمت
و انبساط کے گرد طواف حاصل ہوتا ہے پس یہیں سے سر بستر نے حبیب کو دیکھا و مشاہدہ کیا اور مکاشفہ حاصل ہوا تو اسکا حج اس سے اسکی طرف اور اسی سے اُسکے ساتھ اور اسیکے ساتھ ہی سے
جانا اور اسکی طرف سے اسیکے واسطے ہو جانا پس اسکی شان عجیب و غریب ہے اور بعض اکابر نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے کسی عبادت میں بندوں کو یوں خطاب نہیں فرمایا کہ للہ
علی الناس یعنی اللہ تعالیٰ کے واسطے بندوں پر واجب ہے سوائے حج کے کہ اسمیں یوں ہی خطاب فرمایا ہے اور اسمیں چند فوائد ہیں منجملہ اسکے ایک یہ کہ عبادتوں میں سے کوئی عبادت
ایسی نہیں کہ جسمیں مال و نفس دونوں کی شرکت ہو سوائے حج کے لہذا اسکو اسی وجہ خطاب سے بیان فرمایا ہے - اور بعض نے کہا کہ اسمیں چونکہ اشارات قیامت تھے مانند تجرید
و وقوف وغیرہ کے تو وللہ علی الناس - کہکر فرمایا تا کہ اسکا باطن قیامت کے موقف اکبر کیواسطے مستعد ہووے جیسا کہ ظاہر اس موقف حج کیواسطے مستعد ہوا ہے اور اسکا
سامان جمع کیا ہے - اور بعض نے حکایت کی کہ ایک شخص حضرت شبلی رح کے پاس آیا ہے انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں جاتا ہے اسنے کہا کہ حج کو جاتا ہوں فرمایا کہ یہ دونوں
ظروف رحمت سے بھر لینا اور لانا کہ حج سے ہمارا حصہ ہوگا جو آویگا ہم اسکے سامنے کرینگے اور جو اسکو دیکھیگا اسکی زندگی کا باعث ہوگا وہ شخص کہتا ہے کہ پھر میں انکے پاس
سے روانہ ہو کر پہونچا اور میں حج کر کے واپس ہوکر پھر جب انکے پاس گذر ہوا تو مجھسے فرمایا کہ تو نے حج کر لیا میں نے کہا کہ ہاں - فرمایا کہ کیا کام کیا میں نے کہا نہایا دھویا
احرام باندھا دو رکعتیں پڑھیں تلبیہ کہا فرمایا تو نے اس سے اپنے حج کا انعقاد کیا میں نے کہا کہ ہاں - تو فرمایا کہ بھلا تو نے اپنے اس عقد حج سے اپنے تمام عقود جو تو نے پہلے
باندھے تھے ان عقدوں میں سے جو اس عقد سے کسی وجہ سے مخالفت رکھتے تھے فسخ کر ڈالے میں نے کہا کہ نہیں تو فرمایا کہ تو نے حج کا انعقاد ہی نہیں کیا پھر فرمایا کہ پھر
تو نے اپنے کپڑے اتارے - میں نے کہا ہاں فرمایا ہر فعل سے جو تو نے کیا تھا مجرد ہو گیا میں نے کہا نہیں - فرمایا کہ تو نے یہ کپڑے نہیں اتارے فرمایا پھر تو نے غسل کیا میں نے کہا ہاں
فرمایا تو نے اپنے سے ہر علت دور کر دی میں نے کہا نہیں - فرمایا پھر تو نے طہارت نہیں کی - فرمایا پھر تو نے تلبیہ کہا میں نے کہا ہاں فرمایا تو نے اپنی تلبیہ کا جواب پایا تھا
میں نے کہا نہیں - فرمایا کہ پھر تو نے لبیک بھی نہیں کہا فرمایا پھر تو حرم میں گیا میں نے کہا ہاں - فرمایا تو نے اپنے داخل ہونے سے ہر حرام کی ہوئی چیز کا ترک کرنا اعتقاد
کیا تھا میں نے کہا نہیں - فرمایا کہ تو حرم میں داخل نہیں ہوا فرمایا پھر تو مکہ پر ظاہر ہوا میں نے کہا ہاں - فرمایا تیرے مکہ میں ظاہر ہونیکے ساتھ تجلی جناب عزت تجھپر اسطرح ظاہر ہوئی
میں نے کہا کہ نہیں - فرمایا کہ تو مکہ سے بھی مشرف نہوا - فرمایا کہ تو مسجد حرام میں گیا تھا میں نے کہا ہاں - فرمایا کہ داخل ہونے پر تجھے یقین میں اسکی قربت معلوم ہوئی میں نے کہا
کہ نہیں - فرمایا تو مسجد میں نہیں داخل ہوا - فرمایا تو نے کعبہ دیکھا میں نے کہا ہاں - فرمایا جو تیرا مقصود تھا وہ دیکھ لیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نے کعبہ نہیں دیکھا فرمایا طواف میں
تین پھیرے دوڑا اور چار پھیرے چلا میں نے کہا ہاں - فرمایا تو دنیا سے بھاگا تو نے اس سے جانا کہ دنیا سے الگ ہو گیا اور اس سے جدائی کر لی اور اخیر کے چار پھیرے سے جان لیا کہ تجھے
بھاگنے سے امن ہو گئی پس تو نے اللہ تعالیٰ کا مزید تشکر کیا میں نے کہا نہیں - فرمایا کہ پھر تو نے طواف نہیں کیا - فرمایا کہ تو نے حجر اسود کا بوسہ دیا میں نے کہا ہاں - فرمایا تیری
خرابی بیان کیا گیا ہے کہ جسنے حجر اسود سے مصافحہ کیا اسنے حق عزوجل سے مصافحہ کیا اور جسنے حقتعالیٰ سے مصافحہ کیا وہ محل امن میں گیا بھلا تیرے قلب پر امن کا اثر ظاہر ہوا میں نے
کہا نہیں فرمایا تو نے مصافحہ نہیں کیا - فرمایا دو رکعتیں پڑھیں میں نے کہا ہاں - فرمایا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوا اور مقصود نظر آیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نے خلیفہ مقام
نماز نہیں پڑھی فرمایا تو صفا کو گیا میں نے کہا ہاں - فرمایا کیا کام کیا میں نے کہا تکبیر کہی - فرمایا صفا پر چڑھنے سے اور رب عزوجل کی تکبیر کہنے سے تمام جہان مخلوق تیری چشم بصیرت میں

ہیچ ہوئی میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو صفا پر نہیں چڑھا۔ فرمایا تو نے درمیان صفا و مروہ میں سعی کی میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تو اسکی طرف بھاگا میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا تو نہیں دوڑا۔ فرمایا کہ مروہ پر کھڑا ہوا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تجھ میں سکینت کا نزول ہوا میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو مروہ پر نہیں کھڑا ہوا۔ فرمایا تو منی کیطرف نکلا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تیری تمنا تجکو ملی میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو منی کو نہیں نکلا۔ فرمایا تو مسجد الخیف میں گیا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تجھ میں خوف جدید داخل ہوا میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو نہیں داخل ہوا۔ فرمایا تو عرفات کو گیا تو مشعر الحرام کو گیا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا بھلا تو نے اللہ تعالیٰ کا ایسا ذکر کیا کہ ماسوائے اسکے سب تجھے فراموش ہو گیا میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو نہیں گیا۔ فرمایا تو نے جانا کہ تجھے کیا جواب ملا اور کیا تجھے خطاب ہوا میں نے کہا نہیں فرمایا تو مشعر الحرام نہیں گیا۔ فرمایا تو نے قربانی کی۔ کہا ہاں۔ فرمایا اپنی خواہشوں وارادوں کو رضائے حق میں ذبح کر ڈالا۔ کہا نہیں۔ فرمایا تو نے قربانی نہیں کی۔ فرمایا تو نے کنکریں ماریں۔ کہا ہاں فرمایا اپنی جہالت پھینکدی اور اس علم کا شکر ادا کیا کہا نہیں۔ فرمایا تو نے نہیں کنکریاں پھینکیں فرمایا تو نے طواف زیارت ادا کیا۔ کہا ہاں۔ فرمایا تجھے حقائق کا کچھ انکشاف ہوا اپنے اوپر زیارت کرامات دیکھیں جو زیارت سے ملتی ہیں کیونکہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ حاجی اور عمرہ ادا کرنیوالے اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنیوالے ہوتے ہیں۔ اور جسکی زیارت کی اسپر حق ہے کہ زیارت کرنیوالے کی تکریم کرے۔ میں نے کہا یہ تو نہیں ہوا فرمایا تو نے زیارت نہیں کی فرمایا تو نے حلال کیا۔ کہا ہاں۔ فرمایا حلال کھانے پر مصمم عہد کر لیا کہا نہیں۔ فرمایا تو نے حلال نہیں کیا۔ فرمایا تو نے وداع کیا۔ کہا ہاں فرمایا تو اپنے نفس روح سے بالکلیہ خارج ہو گیا میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو نے وداع نہیں کیا تو نے کچھ حج نہیں کیا تجھپر واجب ہے کہ دوبارہ حج کرے جسوقت تیرا جی چاہے اور جب تو حج کرے تو اسمیں کوشش کر کہ تیرا حج ایسا ہو جیسا میں نے تجھسے وصف کیا ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن السلمی کہتے ہیں کہ جب میں بغداد میں شیخ حصری رحمہ اللہ کی خدمت میں پہونچا تو مجھسے فرمایا کہ تو حاجی ہے یعنی حج کا قصد کرتا ہے میں نے کہا کہ میں تو ہم کیا جاتا ہوں۔ فرمایا کہ کیا حج کے فرائض میں سے چار باتیں یقین ہیں ایک احرام دوخول بلفظ تلبیہ ہے میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تلبیہ تو اجابت ہے یعنی پکارا جاوے تو جی ہاں حاضر ہوں کہکر جواب دے میں نے کہا درست ہے۔ فرمایا بے بلائے جواب دینا بے ادبی ہے میں نے کہا درست ہے۔ فرمایا پھر کیا تجھے بلایا جانا تحقیق ہو گیا کہ تو نے جواب دیا۔ پھر فرمایا کہ احرام تو تجرید ہے ہر چیز سے اور تجرید بدون تفرید کے پوری نہیں ہوتی ہے میں نے کہا درست ہے پھر فرمایا کہ ایک بات ارکان حج میں سے وقوف عرفہ ہے میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تو اسمیں سخت کوشش کر کہ وہ مباہات کا مقام ہے پھر دیکھ کہ طواف میں تو کس حال سے ہوتا ہے اور بات یہ کہ طواف جناب باری سے قربت کا مقام ہے پس تو درگاہ کبریائی میں حسن ادب سے داخل ہو پھر جو درمیان صفا و مروہ کے ہے وہ ایسا مقام ہے کہ وہاں امن سے اسکی طرف بھاگنا ہو تاکہ ہو یا متبادر کہ ماسوائے حق کے سب سے بیزار ہو پس خبردار ہو کہ بعد اس سعی کے تجکو ہر دو جہان سے اور جو کچھ ان میں ہے کسی سے کچھ تعلق ہو وے اور شیخ نے فرمایا کہ میں نے محمد بن الحسن البغدادی سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے محمد بن احمد بن سہل رح سے سنا انھوں نے سعد بن عثمان رح سے انھوں نے عبدالباری سے سنا کہ حضرت ذوالنون مصری رح سے سوال کیا گیا کہ وقوف کی جگہ مشعر الحرام کیوں مقرر ہوا اور حرم کیوں نہیں مقرر ہوا تو ذوالنون رح نے فرمایا کہ اسکا بھید یہ ہے کہ کعبہ تو بیت اللہ تعالیٰ ہے اور حرم اسکا حجاب اور مشعر الحرام اسکا دروازہ ہے پھر جب حاضر ہونیوالوں نے قصد کیا تو پہلے دروازے پر روکے گئے وہاں تضرع والحاح کرتے رہے یہانتک کہ آگے آنے کی اجازت ملی ہے پھر دوسرے حجاب پر روکے گئے اور وہ مزدلفہ ہے پھر جب انکی نہایت عاجزی و زاری پر نظر رحمت ہوئی تو قربان کرنیکا حکم ملا جب قربانی کی اور گناہ سے دور کیے اور ان گناہوں سے پاک ہوئے جو انکے حق میں پردہ تھے تب انکو اجازت ملی کہ اب زیارت کے قابل ہیں پس وہ پاک و طاہر ہو کر زیارت سے مشرف ہوتے ہیں

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ڰ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ

تو کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور اللہ کے روبرو ہے جو تم کرتے ہو تو کہہ اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

اللہ کی راہ سے ایمان لانے والے کو ڈھونڈتے ہو اسمیں عیب اور تم خبر رکھتے ہو اور اللہ بے خبر نہیں تمھارے کام سے

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ - القرآن - کہدے کہ اے اہل کتاب کیون آیات الٰہی سے انکار کرتے ہو یعنے
قرآن سے اور یہ ظاہر ہے اور اشارہ اس مین حج خانۂ کعبہ کے فرض ہونے سے انکار کی طرف ہے کیونکہ وہ اس سے انکار کرتے تھے اور انکار اسکے فرض
ہونے کا کفر ہے اور بعض نے کہا کہ آیات اللہ سے مراد محمد صلعم ہین اور بعض نے مخصوص آیات حج مراد لین - اور یہ خطاب یہود و نصاریٰ کو ہے اور بعض نے
کہا کہ انکے علما کو جو صدق آیات سے آگاہ تھے اور اس مین دلیل ہے کہ انکا کفر واضح تر ہے اگرچہ وے اپنے آپکو توریت و انجیل پر مومن جانتے تھے - وَٱللَّهُ
شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ - اور اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال پر شاہد ہے ف شاہد ہونے کی تہدید سے مراد یہ ہے کہ تمکو اسکی سزا دیگا -
قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَصُدُّونَ - تصرفون - کہدے کہ اے اہل کتاب کیون پھیرتے ہو ف پہلی آیۃ مین تو خود انکے اپنی ذات
سے کافر ہونے کا حال بیان کیا اور اس مین انکے دوسرون کو روکنے کا حال فرمایا کہ تم کیون روکتے ہو عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ - دینہ - راہ خدا سے یعنی
دین قیم اسلام سے - مَنْ ءَامَنَ - ہر ایسے شخص کو جو ایمان لایا ف بتکذیبکم النبی وکتم نعتہ - اسطرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے
ہو اور آپکی صفت کو چھپاتے ہو کیونکہ یہود بسبب حسد کے کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر و بشارت پہلے نہین مذکور ہے اور آپکی صفت و
نعت جو توریت و انجیل مین مذکور تھی اسکو چھپاتے بلکہ وہ آیات نکالکر دیگر انبیا علیہم السلام کیساتھ لاتے ہین اور بعضے کہتے کہ عرب سے جو پیغمبر آخر الزمان
ہونگے وہ سیاہ رنگ اور ایسے ویسے ہونگے یعنی آپ کی اصلی تعریف مین تحریف کرتے تھے - پھر جو ان سے یا تو ایمان لائے ہوئے مراد ہین پس
یہود اپنے حیلہ و مکر کرتے تاکہ انکے دل مین شبہہ ڈالین یا من اراد الایمان مراد ہین تو انکو جو ایمان لانا چاہتے تھے ایسے ہی شک و شبہہ ڈالکر
روکتے اور ظاہر یہ ہے کہ عام مراد لیجاوے جیسے حنفیہ عموم مجاز کے قائل ہین - تَبْغُونَهَا - تطلبون السبیل - عِوَجًا - مصدر بمعنی معوجۃ مائلۃ
عن الحق - حالانکہ طلب کرتے ہو راہ کو عوجاف یہ لفظ مصدر ہے اور معنی اسم مفعول کے ہین اے معوجۃ یعنی حق سے پھری ہوئی راہ مصدر
ہونے کی وجہ سے تا تانیث نہین آئی - اور ابو عبیدہ رح نے کہا کہ عِوج بالکسر تو دین و قول و عمل مین مستعمل ہے اور بالفتح دیوار وغیرہ کے ساتھ
مستعمل ہے الحاصل تم لوگ دین کو کج ڈھونڈھتے ہو - وَأَنتُمْ شُهَدَآءُ - علماء بان الدین المرضی القیم ہو دین الاسلام کما فی کتابکم
حالانکہ تم لوگ شاہد یعنی عالم ہو - خوب جانتے ہو کہ دین پسندیدہ قیم وہ دین اسلام ہے جیسا کہ انکی کتاب مین مذکور ہے اور حاصل یہ ہے کہ تم کیونکر کجی
طلب کرتے ہو دین اسلام کے حق مین حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہی دین الٰہی ہے جسکی نسبت اللہ تعالیٰ اسکے سواے کوئی دین قبول نفرماویگا - اور
بعض نے کہا کہ تم کیونکر دین اسلام کو حق جانکر اسمین کجی چاہتے ہو اور مومنون کے درمیان فساد و فتنہ ڈالتے ہو پھر انکو وعید سخت سے تہدید کی -
وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ - من الکفر والتکذیب وانما یوخرکم الی وقتکم فیجازیکم - اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو ف
یعنی کفر اور پیغمبر صلعم یا آیات اللہ قرآن کو جھٹلانا اور سواے اسکے نہین کہ تمکو تمہاری موت تک تاخیر دیتا ہے پھر تمکو سزا دے کا مل دیگا - اور اولیٰ یہ
ہے کہ یون کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم مومنون مین یا ایمان کا قصد رکھنے والون مین فتنہ و شبہہ ڈالتے ہو اور دین اسلام مین اعوجاج طلب کرتے
ہو - اگر کہا جاوے کہ پہلی آیۃ کریمہ کو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیہ کو وما اللہ بغافل عما تعملون پر ختم کیا اسمین کیا حکمت ہے تو جواب دیا گیا کہ
پہلی آیۃ مین تو انکے ذاتی کفر کا بیان ہے جسکو وہ کھلے کھلا کرتے تھے پس اسکو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیۃ مین انکا فعل حیلہ و فریب
تھا کہ جس سے مومنون کو روکتے تھے تو اسکو چھپاتے تھے یہ نہین ظاہر ہونے دیتے کہ یہ کار ہے پس اعلام کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے ذکرہ فی السراج
يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تُطِيعُوا۟ فَرِيقًا مِّنَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ
اے ایمان والو اگر تم مانو گے بعض اہل کتاب کی بات تو پھیر کر دینگے تم کو ایمان لائے پیچھے

إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ○ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ط

منکر اور کیسے تم منکر ہو اور تم پر پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اسکا رسول ہے

وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○

اور جو کوئی مضبوط پکڑتا ہے اللہ کو وہ پہونچا سیدھی راہ پر

شیخ سیوطی و بغوی و شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحٰق بن یسار وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اوس و خزرج کی شان میں نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی کہ ایک شخص یہود میں سے جسکا نام مطالم بن شاس بن قیس لکھا بوڑھا عالم یہودی سخت کافر اور مسلمانوں پر سخت طعن کرنے والا تھا وہ اوس و خزرج پر گذرا ۔ اور اوس و خزرج دو گروہ انصار کے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں ایک دوسرے کے دشمن اور آپسمیں سخت لڑائیاں لڑتے تھے اور بعد اسلام کے آپسمیں دوست ہوگئے پس انمیں سے کچھ لوگ اپنی مسجد میں بیٹھے آپسمیں باتیں کرتے تھے (قال ابن کثیر) پس یہ اتفاق و الفت انکی دیکھکر اس یہودی کو رنج ہوا پس اپنے ساتھ کے ایک جوان یہودی کو بھیجا کہ انمیں جا کر بیٹھے اور انکو وہ لڑائیاں یاد دلاوے جو زمانہ جاہلیت میں انکے درمیان ہوئی تھیں خصوص یوم بعاث کی کہ آخر لڑائی ہے (فی المعالم) اور جو اشعار اس لڑائی میں کہے گئے تھے وہ سنادے اور یہ لڑائی نہایت سخت ہوئی تھی اور اسمیں اوس کو فتح حاصل ہوئی تھی (قال ابن کثیر) پس اس جوان یہودی نے یہی کیا اور برابر انکے درمیان یہی تذکرہ کرتا رہا یہانتک کہ ان قوموں نے باہم فخر کیا اور غضب بھڑکا اور سب جوش میں آگئے اور جو انکا شعار تھا اس سے آپسمیں ہر فریق والے نے اپنوں کو آواز دی اور اپنے ہتھیار مانگے اور میدان حرہ میں وعدہ گاہ مقرر کی پس یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار کو لیے ہوئے آئے اور انکو ٹھنڈا کر دیا اور فرمایا کہ تم جاہلیت کی پکار سے آپسمیں پکارتے ہو اور میں تمہارے سامنے موجود ہوں اور اللہ تعالیٰ نے تمکو اسلام سے بزرگی دی اور امر جاہلیت تم میں سے دور کیا اور تم میں الفت ڈالدی اور اسپر یہ آیت پڑھی پس سب کے سب سخت نادم ہوئے کہ یہ ہمنے کیا حرکت کی اور سمجھے کہ یہ نزغہ شیطانی تھا پس ہتھیار پھینکدیا اور رونے لگے اور آپسمیں ایک دوسرے کے گلے لپٹ گئے اور حضرت صلعم کے ساتھ سر جھکائے ہوئے لوٹ آئے اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ۔ اے ایمان والو اگر تم کتابیوں میں سے ایک فریق (یہودی خبیث) کی بات مانوگے تو یہ فرقہ تم کو تمہارے ایمان کے بعد الٹا کافر کریگا ۔ ف پھر اللہ تعالیٰ نے تعجب لایا بقولہ تعالیٰ كَيْفَ تَكْفُرُونَ ۔ استفہام تعجب و توبیخ ہے یعنی یہ استفہام انکو تعجب دلانے اور ملامت کے طور پر ہے کہ تم کیونکر کفر کی بات کرتے ہو ۔ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ ۔ حالانکہ تمہاری شان یہ ہے کہ تمپر آیات الٰہی تلاوت کی جاتی ہیں وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۔ اور تم میں اللہ تعالیٰ کا رسول پاک (محمد) موجود ہے پھر بھلا کونسی صورت ہے کہ کفر پیدا ہو ۔ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ اور جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے لے لے وہ راہ مستقیم کو پہونچا دیا گیا ۔ ف پس ان دونوں گروہ نے اللہ تعالیٰ کے رسول و قرآن کو مضبوط پکڑ لیا اور فتنہ فرو ہوگیا ۔ بعض علما نے ذکر کیا کہ انکے اس ثوران و جوش میں چند فوائد تھے اول آنکہ کفار سے خلط سقدر سخت مضر ہے اور یقین ہوگیا کہ یہود انکے دین کے دشمن ہیں دوم بندگان مطیع ایسے ہوتے ہیں کہ بعد یاد دلانے کے فوراً نادم ہوتے ہیں ۔ سوم یہود کے دلمیں ملامت اور انکے اتفاق کا یقین اور غیظ زیادہ ہو ۔ چہارم کیونکہ اسنے مدت میں یہ فتنہ ابھارا اور کیونکر اللہ تعالیٰ نے رحمت سے دم میں فرو کردیا اور سراج میں جابر رضی سے روایت لایا کہ میں نے ایسا کوئی دن نہیں دیکھا کہ اول اسکا تو ایسا قبیح ہوا اور آخر اسکا ایسا نیک ہو ۔ اور قولہ تعالیٰ وکیف تکفرون وانتم تتلی علیکم آیات اللہ ۔ میں اشارہ ہے کہ تلاوت قرآن مجید سے ایسی صفائی قلب کو حاصل ہوتی ہے کہ شیطانی وسواس خود بخود دور ہو جاتے ہیں

اسیواسطے تعجب و سرزنش دونون مین کہ یہ تعجب ہی کہ تمپر آیات اللہ پڑھی جاوین اور پھر یہ فتنہ دوم آنکہ تم کیسی تلاوت والے ہوکہ تمکو تدبر نہین ہوا حتی کہ شیطان نے یہ راہ پائی۔ پس بعد اس آیت کے ہمیشہ کے واسطے انصار کے دلون سے جو کچھ میل آپس کا تھا بالکل نکل گیا۔ قولہ و فیکم رسولہ۔ وجود با برکت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی عین رحمت تھا۔ اب بعد آپ کے آپکی عترت طاہرہ و اہل بیت مین تھا اسیواسطے آپ نے اپنے بعد کے لیے دو چیزون کی وصیت کی ایک قرآن مجید دوم آل اطہار اور فرمایا کہ انکو مضبوط پکڑے رہو تو گمراہ نہو گے اور زجاج نے معانی قرآن مین اشارہ کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار و علامات موجود ہونا اب بھی بمنزلہ آپ کے وجود شریف کے ہی اور مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک آنحضرت صلعم کی احادیث پاک کی تبعیت اور تعظیم سے بڑی برکت واثر ہی اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع کی صفت مین خود فرمایا کہ جس گھر مین ہو گویا اس مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم باتین کرتے ہین پس چاہیے کہ تقوی و زہد و حسن اخلاق کی حدیثین اور مذمت تکبر و غرور و ریا و شرک وغیرہ کی احادیث کو ان کتابون سے بے تکلف لیوین اور انپر عمل کرین اور رہین احادیث احکام نماز و روزہ و حج و زکوۃ وغیرہ کی جنمین حدیثون کو ملاکر توفیق دینے وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہی انمین یہ راہ ہی کہ فقیہ مجتہد کی سمجھ پر عمل کرین اور یہ نوبت تھوڑی حدیثین ہین اور جنکو بے تکلف لے سکتا ہی وہ بہت ہین اور بڑا باب دین کا انسے متعلق ہی فلیعمل العاملون واللہ الموفق۔ اور تمام نصیحت اس مختصر آیت مین جمع فرمادی قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ فقد ہدی الی صراط مستقیم جس نے چنگل مارا اور مضبوط پکڑ لیا اللہ تعالی کے ساتھ اسنے ضرور راہ مستقیم کی ہدایت پائی پس جو شخص وہ کرے جو اللہ تعالے نے فرمایا اور کسی طرف نہ جھکے وہ یقینی راہ راست پر واصل و کامل ہوگا چاہے اسکی سمجھ و عقل کچھ ہی کیون نہ ہے اس کو روا نہین کہ اللہ تعالی کے فرمان سے ذرا بھی تجاوز کرے کیونکہ اسکی عقل جزوی ہی اور وہم و شیطان مین پھنسی ہوئی اسکا کیا اعتبار ہی اور جاننا چاہیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی اسی مین داخل ہی کیونکہ وہ عین ترجمان الٰہی ہی۔ ف اشارہ عرائس مین ہی کہ قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ جمیع وجوہ ظاہر و باطن سے اعتصام تحقق ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك واعوذ بمعافاتك من عقوبتك واعوذ بك منك لا احصی ثناءً علیك انت کما اثنیت علی نفسك۔ یعنی الٰہی مین تیرے خشم سے تیری ہی رضا کی پناہ مین آتا ہون اور تیرے عقوبت سے تیری ہی عفو کی پناہ مین آتا ہون اور تیرے ہی ساتھ تجھسے پناہ لیتا ہون مین تجھ تیری ثنا و صفت نہین ادا کرسکتا بلکہ تیری شان وہ ہی جو خود تونے اپنا وصف فرمایا ہی (الصحیحین) اور اسوقت مین آنحضرت صلعم مشاہدہ جلال و جمال و کمال و قدم و بقاء و جبروت و کبریا مین تھے اسطرح کہ وجود حق عزوجل کی معرفت پوری تھی اور علوم قضا و قدر کے سمندر مین غرق تھے اور اسکی عجائب قدرت سے دیکھا تھا جو کچھ دیکھا تھا اور اسکے بعض اسرار و ارادہ سے اطلاع حاصل ہوئی تھی پس اللہ عزوجل پاک بے نیاز کی جناب مین اس سے اسکی طرف پناہ لی اور نیز جسنے اللہ تعالی کے ساتھ اعتصام کیا اللہ تعالی اسکو اسکے نفس کے عیب جاننے کی راہ دکھلاتا ہی اور شیطان کے باریک مکر کی شناخت کی ہدایت فرماتا ہی اور قلب کے اخلاق اور روح کے شمائل عقل کے اوصاف اور امور معاملہ و حقیقت حالات طلب مکاشفات و اطلاع مشاہدات و ملائکہ و علوم الہام و فراسات کی اسکو ہدایت کرتا ہی اور ان خصلتون کے حاصل ہونے سے وہ مقام تمکین مین جو مستقیم راہ ہی مین سے نہایت استوار و ہر تمکین ہوتا ہی۔ اور نیز اعتصام یہ ہی کہ قلب تمام اسباب و ارباب سے منقطع ہوا اور اللہ تعالی کی طرف عاجزی کرے کہ مین اپنے حول و قوت سے بیزار ہون اور جسنے مخلوق سے طلب کے حیلے قطع کردیے اسکے اور اللہ تعالی کے درمیان سے وہی تفع ہوئی اور معرفت سے پہلے اعتصام محال ہی اور مشاہدہ سے پہلے معرفت محال ہی اور جسنے معرفت کیا اللہ حق عزوجل کو مشاہدہ کیا وہ اپنی تمام مرادون مین اسکے ساتھ اعتصام کرتا ہی اور شیخ ابن عطا رحمہ نے فرمایا کہ جو شخص تمام ماسوی اللہ تعالی سے منھ موڑ کر خالص اللہ تعالی ہی کیطرف

محتاج ہوا تو اسکے لیے حج کا راستہ کشادہ ہوتا ہے اور یہ راستہ اقوم ہے - اور شیخ جعفرؒ نے فرمایا کہ جسنے اسکو پہچانا وہ اسکے ساتھ تمام مخلوق سے
مستغنی ہوتا ہے - اور واسطیؒ نے فرمایا کہ قولہ من یعتصم باللہ - تو پیشواؤں کے واسطے ہے اور قولہ اعتصموا بحبل اللہ - یہ عوام کے واسطے ہے اور
اعتصام تو یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو اُسکے سایہ اور گود میں دیکھے اور حسن قیام پر اُسکے ساتھ ہو اسکے دست قدرت میں ہو پس سب سے لائق
تو اعتصام ہے اور تصدیق موجب اعتصام ہے اور بعض نے فرمایا کہ اعتصام یہ ہے کہ اُسکی طرف التجا کرکے اپنے حول و قوت سے خارج ہو اور اسکے حکم
کی طرف سکون ہو اور اللہ تعالےٰ کی مراد میں ٹھہراؤ ہو قال المترجم یعنی جو کچھ اللہ تعالےٰ نے قضاء و قدر کے موافق بندے کے حق میں ارادہ
فرمایا ہے اسکو تسکین سے لیوے اور اسی پر راضی ہو اور اپنے نفس کے اضطراب سے خارج ہو - شیخ ابوبکر وراق نے فرمایا کہ اعتصام کی علامت
تین چیزیں ہیں ایک تو دل کو مخلوق کی مددگاری سے توڑ لینا اور یہ امید نہ رکھنا کہ کوئی مخلوق ہماری معونت کرے دوم یہ کہ بالکلیہ حضرت رب العالمین
کی طرف پھیر دینا اور سوم یہ کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشائش کا امیدوار ہونا - اور شیخ ابوسعید خرازؒ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان
لایا وہ اہانت نہ کیا جائیگا اور جس شخص نے کہ اس سے اعتصام کیا اسکو ہزیمت نہ ہوگی اور فرمایا کہ نفس کو صلاح کی طرف پھیرنا کسی چیز سے ممکن نہیں سوائے
حکمت اور علم اور مجاہدہ و عاجزی کے کہ ان چیزوں سے البتہ نفس کی صلاح ہوتی ہے اور ان سب کی جڑ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ اعتصام ہو -

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ○ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر مسلمان اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی

جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ص وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

سب ملکر اور آپس سے نہ پھوٹو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس میں دشمن پھر الفت دی تمہارے دلوں میں

فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ج وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ط كَذَٰلِكَ

اب ہوگئے اسکے فضل سے بھائی اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے پھر تم کو اُس سے خلاص کیا - اسی طرح

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○

کھول بیان کرتا ہے اللہ تمپر نشانیاں اپنی شاید تم راہ پاؤ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ - اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے حق تقویٰ کرو ف حدیث میں ہے کہ یاں یطاع فلا
یعصی ویشکر فلا یکفر و یذکر فلا ینسی فقالوا یا رسول اللہ ومن یقوی علی ہذا فنسخ بقولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم یعنی حق تقاۃ یاں طور کہ اطاعت
کیجاوے اللہ کی پس اسکی نافرمانی نہ کیجاوے اور شکر کیا جاوے پس ناشکری نہ کیجاوے اور یاد کیا جاوے پس نہ بھولا جاوے پھر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا
رسول اللہ ایسا کرنے پر کسکو طاقت ہے پس منسوخ کیا گیا بقولہ تعالیٰ فاتقوا اللہ ما استطعتم پس تقویٰ کرو اللہ کا جہاں تک تم میں استطاعت ہو - وَلَا
تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ - موحدون - اور مت مرو مگر اس حال میں کہ تم توحید کرنے والے ہو ف تقاۃ مصدر ہے اور حق تقاتہ
اضافت بموصوف ہے اصل میں تقاتہ الحق تھا ای ایسا تقویٰ کہ جو اسکے واسطے حق و ثابت ہے اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ جب یہ آیت اُتری
تو صحابہؓ پر یہ شاق گذرا اور بولے کہ یا رسول اللہ یہ کون کرسکتا ہے پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا - فاتقوا اللہ ما استطعتم پس یہ آیت منسوخ
کردی یہی قتادہ و ربیع بن انس و ابن زید سے مروی قال ابن کثیر یہی قول سعید بن جبیر و ابوالعالیہ و مقاتل و سدی وغیرہ سے مروی ہے اور یہی
مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور تقویٰ کی جو تفسیر کی وہ حاکم نے ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کرکے کہا کہ یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہے اور ایسا ہی

ابن مردویہ نے روایت کی اور ابن ابی حاتم نے اسکو ابن مسعودؓ سے موقوفاً انکا قول روایت کیا اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہو اور کہا
کہ اظہر یہی ہو کہ حدیث موقوف ہو واللہ اعلم۔ اور مفسرؒ نے جو کہا کہ فقالوا۔ تقاۃ تو اس سے مراد یہ ہو کہ اس آیت کے اترنے پر صحابہؓ نے کہا کہ پس تفریع
نزول آیۃ یہ ہو وہ اس تفسیر تقویٰ پر کیونکہ تفسیر مذکور کے بعد انکا یہ کہنا مروی نہین ہوا ولیکن اسمین اشارہ ہو کہ جو تفسیر تقویٰ کی مذکور ہوئی ہو وہ استطاعت
سے باہر ہو پس اسکے منسوخ ہونے کا قول اقرب ہو۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ
نہین ہوئی ولیکن حق تقویٰ یہ ہو کہ جہاد کرین اسکی راہ مین حق جہاد اور انکو اللہ تعالیٰ کے معاملہ مین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت مانع نہو اور عدل
پر قائم ہون اگرچہ اپنی جانون اور اپنے آباء و اجداد اور اپنے فرزندون کے حق مین ہو۔ اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ قولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم
اسکا مبین ہو اور معنی یہ ہین کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ ما استطعتم۔ اور کہا کہ یہی قول صوب ہو اسواسطے کہ نسخ وہان بضرورت ہو جہان جمع کرنا ممکن
نہو اور یہان دونون آیتون مین اتفاق ہو گیا جیسا کہ بیان ہوا۔ مترجم کہتا ہو کہ اسمین شک نہین کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ۔ اپنے اطلاق پر
سب وجوہ تقویٰ کو خواہ داخل استطاعت ہو یا نہو شامل ہو اور ما استطعتم کی قید لگانے سے دوسری شق عدم استطاعت کی جاتی رہی پس یہ
اصطلاحی نسخ نہین قرار دیا جا سکتا ہو بلکہ تخصیص بنا بر ایک راے کے ہو سکتا ہو سو وہ بھی نسخ فی حق البعض ہو لہذا بظاہر صوب یہی ہو جو مفسرؒ نے
اختیار کیا واللہ اعلم اگرچہ روایت علی بن ابی طلحہ عن ابن عباسؓ قابل دلالت ہو اور علی بن ابی طلحہ اس روایت مین منفرد نہین ہین بلکہ مجاہدؒ نے بھی ایسا ہی
کہا پس باصل تفسیر انھون نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا ہوگا واللہ اعلم اور بعض نے حق تقاتہ کی تفسیر مین کہا کہ تقویٰ سے واجب ادا کرے یعنی جو فرض
ہو اسکو ٹھیک ادا کرے اور جو حرام و نار وا ہو اس سے پورا پرہیز کرے۔ پھر قولہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ استثنا مفرغ از اعم الاحوال ہو یعنی
لا تکونوا علی حال سوی حال الاسلام یعنی جب مرو تو کسی حال مین نہو سواے حال اسلام کے اور مجاہدؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے یہ
آیت پڑھی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ اور فرمایا کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ اس دنیا مین ٹپکے تو اہل دنیا
کی زندگانی بگاڑ دے پس ان لوگون کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا کچھ نہین سواے زقوم کے رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم والترمذی
وقال حسن صحیح۔ اور جابرؓ سے روایت ہو کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے آپ کی موت کے تین روز پہلے آپ سے سنا کہ تم مین کوئی نہ مرے مگر اس
حال مین کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ ظن نیک رکھتا ہو رواہ احمد ومسلم۔ اور صحیحین مین حضرت ابوہریرہ کی حدیث مرفوع مین بھی اللہ عزوجل
سے حدیث قدسی مروی ہو کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مین بندے کے اس گمان پر اسکے ساتھ ہون جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہو۔ واعتصموا۔
تمسکوا۔ اور مضبوط پکڑلو بحبل اللہ۔ ای دینہ۔ اللہ تعالیٰ کی رسی یعنی دین کو ف حبل اللہ سے مراد دین اسلام ہو جیسا کہ ابن زیدؒ سے
مروی ہو اور حبل در اصل رسی ہو یا ہر سبب جس سے مراد کیطرف توصل ہو پس اللہ عزوجل نے انکو حکم کیا کہ دین اسلام پر تمسک کرتے ہین مجتمع و متفق رہین یا حبل اللہ
سے قرآن مراد ہو اور احادیث صحیحہ مین قرآن کو حبل اللہ الممدود کے مانند الفاظ سے فرمایا ہو اور قتادہ نے عہد اللہ سے تفسیر کی و معنی متقارب ہین پس قولہ جمیعاً
کو نصب بنا بر حال کے ہو ای مجتمعین اور قولہ۔ ولا تفرقوا۔ بعد الاسلام۔ اور اسلام کے بعد متفرق نہو ف ابوہریرہؓ کی حدیث مین ہو کہ اللہ تعالیٰ تمسے
تین چیزون سے راضی ہوتا ہو ایک یہ کہ تم اسکی بندگی کرو اور شرک کچھ نہ کرو دوم یہ کہ اعتصام کرو بحبل اللہ جمیعاً اور متفرق نہو سوم یہ کہ والی ملک کو باہم نصیحت کرتے
رہو اور تم سے تین چیزون سے سخط فرماتا ہو ایک قیل وقال دوم کثرت سوال سوم اضاعۃ المال۔ رواہ مسلم۔ واذکروا نعمۃ اللہ۔ انعامہ۔
علیکم۔ یا معشر الاوس والخزرج۔ اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو ف اے گروہ اوس و خزرج و انعام یہ ہو کہ۔ اذ کنتم اعداءً
قبل الاسلام۔ جب تم باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے یعنی اسلام سے پہلے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہو کہ اوس و خزرج دونون سگے

ف — [illegible]

بھائی تھے انکی اولاد مین ایک بات پر ایک سو بیس برس تک لڑائیان رہین یہانتک کہ اسلام قائم ہوا اور اللہ تعالی نے اس آگ کو بجھا دیا اور انمین الفت ڈالدی چنانچہ فرمایا - فَأَلَّفَ - جمع - پھر جمع کردیا - بَيْنَ قُلُوبِكُمْ - بالاسلام - تمھارے دلون مین اسلام کے ساتھ فَأَصْبَحْتُمْ - فصرتم - بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا - پھر تم ہوگئے نعمت الٰہی سے بھائی بھائی ف یعنی دین و مددگاری مین آپس مین ایک دوسرے کے بھائی ہوگئے - اور بر و تقوی پر ایک دوسرے کے مددگار ہوے جیسا کہ دوسری آیت مین فرمایا - ہو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین والف بین قلوبہم الآیہ - کذا ذکرہ ابن کثیر - وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا - طرف - حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ - لیس بینکم وبین الوقوع فیہا الا ان تموتوا کفارا - اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے اسطرح تھے کہ تمھارے درمیان اور گڑھے مین گرنے کے درمیان کچھ باقی نہ تھا مگر یہی کہ تم کافر مرجاؤ - فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا - بالایمان - پس اللہ تعالی نے تم کو اس سے نکال لیا بایں طور کہ تم کو ایمان دیدیا - كَذَلِكَ - کما بین لکم ما ذکر جیسے یہ انعام تمپر ظاہر کیا - اسی طرح - يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ - اللہ تعالے تم پر اپنی آیات ظاہر فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ - یعنی تم ہدایت پر ثابت رہو اور مضبوطی حاصل کرو - ف عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ - اور نیز حق تقوی یہ ہے کہ جو عہد ہین انکو مضبوطی سے نگاہ رکھے اور اللہ تعالے نے جو حدود حرام و حلال کے مقرر فرمائے ہین انکی حفاظت کرے اور قضا و قدر جاری ہونے کے وقت رضامندی سے ٹھنڈا رہے اور نیز حق تقوی یہ ہے کہ حق عز و جل کے مشاہدہ کیواسطے حادثات و مخلوقات کو ترک کرے - اور نیز برگزیدہ بندون کو اپنی تعریف سے حقیقت عین قدم تبلاکر متنبہ کردیا تاکہ حقیقت عبودیت کو ادا کرکے حق ربوبیت کو پہچانین اور انپر لازم کردیا کہ اس عبودیت پر مستقیم رہین پس گویا فرمایا کہ مجھے حق معرفت سے پہچانو اور میرے پاس اسی حال سے آؤ کہ تم مین استقامت ہو اور تمکو وفات نہ پہونچے مگر اسی حال مین کہ وفات کی جو شرطین ہین وہ تم مین پوری موجود ہون اور یہی معنی ہین قولہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون کے اور قاسم رحمہ نے فرمایا کہ اپنی کوشش کو پورا صرف کردینا اور طاعت کے موافق عمل کرنا اور راحت کی طرف توجہ چھوڑنا اور راحت کی طرف تو کوئی راہ بھی نہین ہے کیونکہ واصل ہونے کا پہلا کنارہ تو نفس کا تلف کرنا ٹھہرا ہے - اور واسطی رحمہ نے فرمایا کہ حق تقوی یہ کہ جو مواجب عبودیت ہین انمین نفس کو تلف کرنا - اور ابن عطا رحمہ نے فرمایا کہ حق تقوی یہ کہ سچائی کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے جالت ہو کہ تیرے دل مین سوائے حق عز و جل کے کچھ نہو - ابن عطا نے فرمایا کہ تقوی کی حقیقت ظاہر مین تو یہ ہے کہ جو حدود اللہ تعالی نے مقرر فرمائے انکو نگاہ رکھے اور باطن مین یہ ہے کہ نیت و اخلاص ہو اور روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے معنی پوچھے گئے تو آپ نے فرمایا کہ حق تقوی یہ ہے کہ اللہ تعالے کی اطاعت کیجاوے پھر اسکی نافرمانی نہو اور اسکی یاد کیجاوے پھر کبھی فراموشی نہو اور شکر کیا جاوے کہ پھر کبھی کفران نعمت نہو قال المترجم - یہ الفاظ اس روایت کے ہین جو ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رض سے موقوفا روایت کی ہے اور شیخ ابو بکر رحمہ نے فرمایا کہ پورا تقوی یہ ہے کہ جب کہے تو اللہ تعالی کے واسطے کہے اور جب کام کرے تو اللہ تعالی کے واسطے ہو اور جب نیت ہو تو اللہ تعالی کے واسطے اور خود اللہ تعالے کے واسطے اور اسی کے ساتھ ہو جاوے اور نیز فرمایا کہ تمام تقوی یہی ہے کہ تمام شبہات سے بچے مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین حضرت سید عالم صاحب جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شبہات سے بچا وہ اپنے دین کو پاک لے گیا - فرمایا اتقوا اللہ حق تقاتہ قولہ تعالی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا - حبل اللہ ہدایت کفایت و رعایت و عبودیت و معرفت و محبت و خدمت و حرمت اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید و سنت نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے پس اللہ تعالے نے جمہور پیران و فائق کے ساتھ اعتصام واجب کردیا تاکہ اسکی طرف پہونچ جاوین اور اس سے متفرق نہون کیونکہ جسنے اپنی رائے و تدبیر و معاملہ و مجاہدہ و حیلہ و فکر و استدلال کی طرف رجوع کیا یعنی اسکی

ہدایت وکفایت ورعایت وغیرہ بربنا وہ سایہ عنایت وکفایت سے کہین دور پڑگیا **شیخ سہل** رح نے فرمایا کہ انھون نے عہد سے تمسک کیا اور
عہد اسکا توحید ہی اور **شیخ ابو یزید** رح نے فرمایا کہ جبتک تو اپنے نفس کو گم نہ کرے اور اپنے خالق سے اعتصام نہ کرے تب تک تیری دعا قبول نہوگی
اور جب تک تو واسطہ امور مین رہیگا تو مخلوق اپنے خالق کی طرف راہ نہین پاتا ہی پھر جب تو نے اسکو اپنے سے طرح دیدیا یعنی کسی امر کے واسطے سے
وصول نچاہا تو اللہ تعالے سے اعتصام کرنے والا ہوگیا اور بعض نے فرمایا کہ اسکی طرف اعتصام یہ ہی کہ بندہ کا دل عہد وفا کرنے پر مائل رہے اور بدون
کمی وکوتاہی کے فرائض ادا کرنے پر جھکے - اور **شیخ ابن عطا** نے فرمایا کہ حبل اللہ سے یہ مراد ہے متصل ہوا وحبل اللہ یہی عہد الٰہی اور اس کی
کتاب مجید ہی پس جسنے اسکو مضبوط پکڑ لیا وہ واصل ہوگیا اور **شیخ جنید** رح سے پوچھا گیا کہ قولہ تعالی واعتصموا بحبل اللہ کے معنی کیا ہین تو کہا کہ صوفیہ کہتے
ہین کہ اسمین خصوص ہی اور عموم بھی ہی پس اعتصموا باللہ کے یہ معنی ہین کہ حبل اللہ کے ساتھ اعتصام کرنے سے تم اللہ تعالے کے ساتھ اعتصام کرو **قال المترجم**
حاصل یہ کہ خاص لوگون کو تو اعتصموا باللہ فرمایا اور عام کو اعتصموا بحبل اللہ فرمایا ہی - اور بعض نے کہا کہ اعتصموا بحبل اللہ کے یہ معنی ہین کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی موافقت پر مجتمع ہو یعنی ہر حال مین آنحضرت صلعم کے قول وفعل سب سے موافقت کرو کہ وہی حبل اوثق ہین ازظاہر وباطن اور پوشیدہ
وعلانیہ کسی حال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے متفرق نہو - قولہ تعالی واذکروا نعمۃ اللہ علیکم - یعنی اپنے اوپر اس انعام الٰہی کو یاد
کرو کہ معرفت ومحبت کی صفت سے تم کو اپنی طرف راہ دے - قولہ اذ کنتم اعداء - یعنی بشریت کے گھٹا ٹوپ بادل کے نیچے کفر وانکار کے پردہ مین اسکی
توحید کو مشاہدہ کرنے سے دور اسکی دیدار وقربت سے محروم پڑے تھے اور سو وقت دیکھو کہ اللہ تعالے کا حق اور اپنے بھائیون کا حق برباد کرتے تھے اور
کفر کی ذلت مین پھنسے ہوئے اپنے نفس کی خواہشین چلاتے اور اپنے بھائیون کی خواہشون کو برباد کرتے تھے اور جاننا چاہیے کہ اصل سبب انہین
عداوت کا یہی تھا کہ اللہ تعالی نے انکو لباس معرفت سے ننگا رکھا تھا پھر جب انکے اسرار باطنی کو اپنی جناب سے انوار معرفت کی خلعتین عطا فرمائین اور
انکے دلون کو حقائق وصال نے ڈھانپ لیا تو بعض نے بعض پر جمال حق عز وجل کا اثر دیکھا اور بعض بعض پر عاشق ہوئین جیسا کہ اللہ تعالی
نے فرمایا حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم - اور یہی شرح جو مین نے بیان کی یہی معنے ہین اس قول وتعالی عز وجل کے کہ فرمایا - فالف بین قلوبکم فاصبحتم
بنعمتہ اخوانا - اور نیز یہ اشارہ ہی کہ پھر اللہ تعالی نے تمھارے دلون مین الفت ویدی اسطرح کہ اپنی طرف سے عصمت نورانی تمھارے دلون کو وہی ورپنی
درگاہ با کمال کا جمال کشف فرمایا بیان تک کہ تم سب کے سب مکاشفات وصال کی حقیقت کو پہونچے اور شرف احسان سے تمکو الفت کا دودھ سا
پیالہ پلا اور جمال حبیب سے خوش دل ہوگئے اور تمھارے قلوب سے وحشت کا پردہ اٹھ گیا پس ان سب کا عشق ایک اور مذہب ایک اور قبلہ ایک ہوگیا
اور اللہ تعالے نے سب کو اخلاص پر جمع کردیا تاکہ انکے اخلاق پر جو بل آگیا تھا اور طبیعت پر کچھ لگاؤ ہوگیا تھا اس سے پاک ہوگئے اور باہمی الفت و
اخلاص کا لباس پہن لیا **قال المترجم** جب حضرت صلعم نے حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی تو انصار رضی اللہ عنہم کو کچھ کم دیا اور جنکی تالیف قلوب
منظور تھی انکو زیادہ دیا پس بعض انصار نے اسمین کچھ باتین کین جنکی خبر حضرت صلعم کو پہونچی تو خطبہ فرمایا کہ ای گروہ انصار کیا بیت نے تمکو گمراہ نہین
پایا تھا کہ میرے ساتھ اللہ تعالی نے تمکو ہدایت دی اور تم آپس سے پھوٹے ہوئے تھے کہ میرے ساتھ اللہ تعالی نے تمکو باہم ملا دیا الفت سے
تم محتاج تھے کہ اللہ تعالے نے تم کو میری وجہ سے تونگر کردیا - جب آنحضرت صلعم کوئی بات فرماتے تو انصار کہتے کہ اللہ تعالی واسکے رسول کا بہت بڑا
احسان ہی مترجم کہتا ہی گویا اس تصدیق سے انھون نے اپنا حصہ بھر پور کیا خدا جانتا ہی کہ کسقدر لیا فلیتامل غرض اللہ تعالی نے انکو مخلوقات
کے کھینچاؤ سے چھڑا دیا اور انکے دلون سے تفرقہ کے خطرات دور کردیے پس انکو عین الجمع مین ایک کردیا گویا ایک تن ہین پس انکے جلال نے انکو
وفا دیدی اور انکے اخلاص نے انکے دلون کو صفا کا لباس پہنایا پس وفا وصفا کے درمیان وہ سچے بھائی ہوگئے اور محبت مین مخلص ہوگئے

اور آپس کے ساتھ میں انصاف سے رہنے والے ہو گئے اور ایک کو دوسرے کی دوستی بالیقین کامل ہو گیا۔ حاصل کلام یہاں یہہ کہ برگزیدہ لوگوں کے دلوں میں جو الفت ہوتی ہی وہ انکے مقامات و حالات کے مراتب کے موافق درجہ بدرجہ مختلف ہوتی ہی اور جان رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارواح کو پیدا کر کے انکو اپنے مشاہدہ قرب میں جمع کیا تو بعض کو مقام توحید سے مشرف کیا اور بعض کو مقام معرفت سے اور بعض کو مقام محبت اور بعض کو مکاشفہ اور بعض کو مقام مشاہدہ اور بعض کو مقام انس و وجد و حالات سے مشرف فرمایا پس الفت ان سب میں اسی اندازہ پر ہی جس قدر ان کے درجوں میں آپس میں نزدیکی ہی مثلاً مقام توحید و معرفت میں قربت ہی بہ نسبت توحید و مکاشفہ کے پھر ان سب کو بعض کو بعض پر رحمت و ہدایت و عصمت قرار دیا ہی حدیث میں فرمایا کہ مؤمنین مثل عمارت مکان کے ہیں کہ ایک دوسرے کو قوت دیتا ہی۔ پھر جانو کہ جو شخص شہد ازل میں جمیع مقامات کے مدارج سے توفیق یافتہ ہوا وہ اپنے لوگوں میں سب کے نزدیک محبوب و معشوق ہو گا اور سب کا پیشوا ہو گا کیونکہ اسنے اصول حقائق توحید کو پا لیا اور سب کے مقامات کی حقیقت کو ادراک کر لیا ہی اور جسنے تمام مقامات کو نہیں پایا تو اسکا حال ایسا نہیں ہو گا پس باہم الفت ہونا تو اگلوں کی صفات سے ہی اور ایک دوسرے سے انکار ہونا پچھلوں کا حال ہی اسواسطے کہ انکی روحیں باہم ایک دوسرے سے محجوب ہوئی ہیں اور یہی حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ارواح جنود مجندہ ہیں پس جنمیں باہم تعارف ہوا انمیں باہم الفت ہوئی اور جنمیں باہم ناشناسائی ہوئی انمیں پھوٹ پڑی قال المترجم یہ حدیث صحاح میں ہی۔ بعض اکابر نے کہا کہ کنتم اعداء کے یہ معنی ہیں کہ اپنے حظوظ نفس سے لگے رہنے سے تم دشمن تھے پھر فرمایا کہ فالف بین قلوبکم یعنی انسے کہ حظوظ نفس تم سے زائل کر دیئے اور اس سے پھیر کر تم کو حظ حق کی طرف لگا دیا۔ قولہ تعالیٰ وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ یعنی تم امتحان کے واسطے ازلی غضب میں ڈالے گئے تھے اور یہ مراد نہیں کہ حقیقت میں ایسے تھے کیونکہ واقعی تو یہ لوگ خاصان حق سے تھے چنانچہ فرمایا پھر تم کو اس سے نکال لیا اور یہ رضا سے تقدیر ازلی تھی کہ تمھارے شرف و برگزیدگی پر جاری ہوئی تھی کہ تمکو معارف و کواشفت سے سرفراز کرے اور یہی فرمایا سبقت رحمتی غضبی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ حدیث قدسی صحاح کی روایت سے ہی اور معنے اسکے یہ ہیں کہ حق عزوجل نے فرمایا کہ میری رحمت میرے غضب پر پیش قدم ہی۔ اور بعض محققین نے ہر چیز و ہر حال میں رحمت ثابت کی ہی اور شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحات میں یہاں تک کہ عذاب کفار میں بھی انھوں نے وجوہ رحمت کی تقریر کی ہی اور یہ اللہ تعالیٰ جانے ولیکن عموم رحمت تو صحیح ہی بلکہ منصوص ہی کہ فرمایا ورحمتی وسعت کل شیٔ۔ میری رحمت ہر شی کو وسیع ہی اور شی میں سب شامل ہی ولیکن ادراک وجوہ رحمت عوام کا کام نہیں مثلاً جہاد میں قتل کفار انکے حق میں دفع ارتکاب شر و فساد و کفر ہی اور مؤمنوں کے حق میں تو ظاہر علیٰ ہذا القیاس فافہم

وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ

اور چاہیے کہ رہیں تم میں ایک جماعت بلاتی نیک کام پر اور حکم کرتی پسندیدہ بات کو اور منع کرتی ناپسند کو

وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝ وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ تَفَرَّقُوۡا وَاخۡتَلَفُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ

اور وہی پہونچے مراد کو اور نہو انکی طرح جو پھوٹ گئے اور خلاف کرنے لگے بعد اسکے کہ پہونچ چکے ان کو

الۡبَيِّنٰتُ‌ؕ وَاُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌۙ‏ يَّوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوۡهٌ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ‌ ۚ

صاف حکم اور انکو بڑا عذاب جسدن سپید ہونگے بعضے منہ اور سیاہ ہونگے بعضے منہ

فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اسۡوَدَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ اَكَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ

سو وہ لوگ جن کے منہ سیاہ ہوئے آیا تم کافر ہو گئے ایمان میں آکر اب چکھو عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا

بدلا اوس کفر کرنے کا اور وہ جو سپید ہوئے منھ انکے سو اللہ کی رحمت مین ہین وہ اسی مین

خٰلِدُوْنَ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

رہ پڑے یہ حکم ہین اللہ کے ہم سناتے ہین تجھکو تحقیق اور نہین چاہتا اللہ ظلم کو جہان والون پر

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ؑ

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمان و زمین مین ہے اور اللہ کی طرف ہر کام کی رجوع ہے

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ - الاسلام - اور تم مین سے ایک گروہ ہونا چاہیے کہ خیر یعنی اسلام کی طرف دعوت کرے ف اور حضرت جعفر باقرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیۃ کو پڑھکر فرمایا کہ خیر یہی قرآن اور میری سنت کا اتباع ہے (رواہ ابن مردویہ) وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ - اور معروف شرعی کا حکم کرے ف اور نیک کامون کو سکھلاوے - وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ - اور منکر شرعی سے منع کرے ف جو شرع مین بد کام ہے اس سے روکے - وَاُولٰٓئِكَ الداعون الآمرون الناہون - هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ - الفائزون ومن للتبعیض لان ما ذکر فرض کفایۃ لا یلزم کل الامۃ ولا یلیق بکل احد کالجاہل وقیل زائدۃ ای لتکونوا امۃ - اور یہی خیر کی طرف بلانیوالے اور نیک کام کا حکم کرنے والے اور منکر سے منع کرنیوالے یہی مفلحون ہین ای فائز مراد مین ف اور منکم مین من تبعیضیہ ہے کیونکہ جو حکم ذکر فرمایا وہ فرض کفایہ ہے کہ کل امت پر لازم نہین ہے اور ہر فرد کے لائق بھی نہین ہے جیسے جاہل اسکی لیاقت نہین رکھتا مترجم کہتا ہے کہ مفسر کی عبارت مین ظاہر یہ نکلتا ہے کہ فرض کفایہ ہر امت پر لازم نہین ہے بلکہ بعض پر ہوتا ہے اور اسپر علامہ تفتازانی نے اعتراض کیا ہے کہ یہ قول مردود ہے اور دلیل قائم ہوگئی کہ فرض کفایہ بھی کل پر واجب ہوتا ہے لیکن بعض کے ادا کردینے سے سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ بیضاوی نے بھی کہا کہ خطاب کیا جمیع کو اور انہین سے بعض کا فعل طلب کیا تاکہ دلیل ہو اس بات پر کہ یہ حکم سب پر لازم ہے یعنی کہ اگر سبھون نے ایک سرے سے ترک کیا تو سب کے سب گنا ہگار ہونگے لیکن اگر بعض نے ادا کیا تو سب کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور یہی ہر فرض کفایہ کا حال ہے - اور بعض نے کہا کہ من زائدہ ہے اور معنی یہ ہین کہ چاہیے کہ ہو جاؤ تم ایسی امت الی آخرہ مترجم کہتا ہے کہ قرطبی نے اول کو ترجیح دی اسوجہ سے کہ محتسب ہونا بعد علم و لیاقت کے ہو سکتا ہے پس فقط اہل علم سے مخصوص ہوگا - اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ مقصود اس آیۃ سے یہ ہے کہ اس امت مین سے ایک فرقہ اس کام کی تکلیف لینے اوپر اٹھالے اگرچہ یہ کام تو ہر فرد پر اسکی لیاقت کے موافق واجب ہے جیسا کہ صحیح مسلم مین حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جسنے تم مین سے منکر دیکھا یعنی کسی کو ایسا فعل کرتے دیکھا جو شرع مین منکر ہے تو چاہیے کہ اسکو اپنے ہاتھون بگاڑے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے متغیر کرے اور اگر یہ بھی نکر سکے تو دل سے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے اسکے بعد رائی برابر ایمان نہین ہے - اور حذیفہؓ سے مرفوعًا روایت ہے کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ تم حکم کروگے امر بالمعروف کا اور منع کروگے منکر سے یا اللہ تعالی تمپر اپنے پاس سے عذاب بھیجیگا پھر تم اس سے دعا کروگے اور تمھاری دعا قبول نہوگی رواہ الترمذی وابن ماجہ - اور آیۃ مین دلیل ہے کہ امر بالمعروف ونہی منکر واجب ہے اور بیضاوی نے کشاف کی پیروی مین کہا کہ امر بالمعروف تو کبھی واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب ہوتا ہے جیسا حکم ہو یعنی اگر اسکا کرنا واجب تھا مثل نماز کے تو امر بالمعروف بھی واجب ہے اگر اسکا کرنا مستحب تھا تو امر بالمعروف بھی مندوب ہے اور رہا نہی از منکر تو یہ سب کل واجب ہے اسواسطے کہ تمام جسکو شرع نے منکر قرار دیا ہے وہ حرام ہے اور ہماسے

مفسر جلال الدین سیوطی نے اسپر اعتراض کیا کہ یہ غلطی ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر فعل منکر حرام ہو تو اس سے نہی کرنا واجب ہے اور اگر مکروہ
ہو تو اس سے نہی کرنا مستحب ہے اب رہا یہ کہ جس فعل کو آدمی خود کرتا ہے حالانکہ منع ہے تو اس سے دوسرے کو منع کرے یا نہیں کیونکہ اللہ تعالے
نے فرمایا - یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون - یعنی اے ایمان والو تم کیون کہتے ہو وہ جو خود نہیں کرتے ہو تو بیضاوی وغیرہ نے لکھا
کہ اسمین اختلاف ہے اور اظہر وارجح یہ ہے کہ گنہگار جس گناہ کا خود مرتکب ہوتا ہے اس سے بھی دوسرے کرنیوالے کو منع کرے کیونکہ اسپر دو باتین
واجب ہین ایک یہ کہ خود اسکو نہ کرے اور دوم یہ کہ جسکو کرتے دیکھے اسکو منع کرے پس اگر اسنے پہلی بات نہ کی تو دوسری بات جو اسکے ذمہ واجب
تھی وہ کیونکر ساقط ہو سکتی ہے مترجم کہتا ہے کہ اسی پر ائمہ حنفیہ کا فتوی ہے - وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا - عن منہم - وَاخْتَلَفُوا
فیہ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ - وہم الیہود والنصاری - اور تم لوگ ایسے مت ہو جیسے وہ لوگ جو بھوٹ مین
پڑے اور اختلاف ڈالا بعد اسکے کہ انکے پاس آیات بینات آچکی تھین ف یعنی تفرق سے دین کا تفرق مراد ہے اور اختلاف سے دین
مین اختلاف مراد ہے اور اس موصول وصلہ کی مصداق یہود و نصاری ہین اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے - وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ عَظِيمٌ - ایسے بدکارون پر عذاب عظیم ہے ف اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بدعتی مراد ہین اور حضرت ابو ہریرہؓ سے
مرفوعاً روایت ہے کہ یہودی اکہتر فرقے پر متفرق ہوے اور نصاری بہتر فرقہ پر متفرق ہوے اور میری امت تہتر فرقون پر متفرق ہو گی اور ایک روایت مین
یہ زیادہ ہے کہ سب جہنم مین جاوینگے سواے ایک کے اور وہ جماعت ہے یعنی اہل السنۃ والجماعۃ رواہ ابو داؤد والترمذی وابن ماجہ والحاکم واحمد وغیرہ ہے
اور ابن عمرؓ کی روایت حاکم مین مرفوع ہے کہ پوچھا گیا کہ وہ ایک فرقہ کون ہے یا رسول اللہ تو فرمایا وہ کہ جو اس راہ پر ہو گا جسپر مین اور میرے
صحابہ آج ہین - بالجملہ مصداق اسکے وہ لوگ ہین جو شرک سے پرہیز کر کے حضرت صلعم کی سنت پاکیزہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی چال پر چلتے ہین اور
سب جماعت ہین تفرقہ روا نہین رکھتے ہین کیونکہ ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے جماعت کو بالشت بھر چھوڑا اسنے ربقہ
اسلام اپنی گردن سے نکالا رواہ ابو داؤد پس اسمین مسلمانون کو سخت تنبیہ ہے کہ آپسمین متفرق نہون لیکن کبھی جو متفق ہونگے جب تک کہ راہ
توحید پر قائم ہون - يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ - ای یوم القیامۃ یعنی اس دن سے مراد روز قیامت ہے شیخ
ابن کثیر نے ذکر کیا کہ تبیض وجوہ - اہلسنت وجماعت ہین اور تسود وجوہ اہل بدعت ہین یہ ابن عباسؓ کا قول ہے اور ظاہر مراد اہل بدعت سے
عام ہین خواہ اس امت کے بدعقیدہ لوگ ہون یا کسی اور امت کے ہون - الحاصل جنھون نے صراط مستقیم اور آیات بینات مین اختلاف کیا اور ایذا حق
مین مومنون کو تکلیف دی تو آخرت مین ان مشرکون کافرون بدعتیون کے لیے عذاب عظیم ہے جس دن دو قسم کے چہرہ ہونگے ایک سیاہ و دوم سفید
پھر ہر ایک کی تفصیل یہ ہے کہ - فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ - وہم الکفرون فیلقون فی النار ویقال لہم توبیخا - أَكَفَرْتُمْ
بَعْدَ إِيمَانِكُمْ - یوم اخذ المیثاق - جنکے چہرے سیاہ ہونگے (وہ کافر ہین جو آگ مین ڈالے جاوینگے و توبیخاً کہا جاویگا) کیا تم کافر ہوئے بعد
ایمان لانیکے ف ازل مین عہد توحید لینے کے وقت جو سبھون نے اللہ تعالی پر ایمان کا اقرار کیا تھا وہ ایمان مراد ہے اور درصورتیکہ اہل بدعت
مراد ہون تو کوئی تردد نہین کیونکہ بدعت تو بعد سنت کے ہوئی ہے فافہم - اور حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ وہ منافق ہین اور انمین بھی تاویل درکار ہے
کیونکہ وہ ایمان نہین لائے تھے غرضکہ انکو ملامت کی جاویگی کہ کیا تم بعد ایمان لانے کے کافر ہو گئے یعنی عہد ازل مین اللہ تعالی پر ایمان لانیکے
بعد کافر ہو گئے - فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ - پس اپنے کفر کرنے کے بدلے عذاب چکھو جو دائمی جہنم ہے
وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ - وہم المومنون اور وہ لوگ جنکے چہرے سفید ہونگے - (وہ مومنین ہین) فَفِي

رَحْمَةِ اللّٰهِ - جنت۔ تو وہ اللہ تعالی کی رحمت میں یعنی جنت میں ہیں ف جنت کو بطور مجاز کے رحمۃ اللہ سے تعبیر کیا کیونکہ جنت محل رحمت ہی اور اسمین تنبیہ ہی کہ جنت نتیجہ فضل ہی کسی کے اعمال وغیرہ کا عوض نہین ہی۔ هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ۔ یہ نیک بندے جنت مین ہمیشہ رہینگے ف وہان موت نہین ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ ترمذی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر مین ابو غالب سے روایت کی کہ ابو امامہ رضی نے درج مسجد دمشق پر کچھ سر چنے دیکھے تو ابو امامہ رضی نے فرمایا کہ دوزخ کے کتے ہین یہ زیر آسمان نہایت شریر مقتول ہین اور جس مومن کو انھون نے قتل کیا ہوگا وہ سب بہت اچھے مقتول ہونگے پھر یہ آیۃ پڑھی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ۔ آخر تک تو مین نے ابو امامہ رضی سے پوچھا کہ آپ نے اس کو رسول اللہ صلعم سے سنا ہی تو فرمایا کہ اگر مین نے اسکو آنحضرت صلعم سے فقط ایک بار یا دو یا تین بار یہانتک کہ سات بار شمار کر کے کہا کہ اگر فقط سات ہی بار سنا ہوتا تو مین تم سے اسکو بیان نکرتا۔ قال الترمذی حدیث حسن وقد رواہ ابن ماجہ والامام احمد ایضا مترجم کہتا ہی کہ یہ حال خارجیون کا بیان ہوا ہی اسی واسطے بعض نے اس آیت مین۔ الذین اسودت وجوہہم۔ سے خارجی مراد لیے ہین اور حق یہ ہی کہ خارجی بھی ان لوگون مین داخل ہین اور آیۃ کریمہ اپنیر زیادہ منطبق ہی کیونکہ پہلے وہ لوگ مسلمان ہوے تھے پھر خارجی ہو گئے میں کہتا ہون کہ اسلام انکا مانند نفاق کے تھا اور معالم مین محی السنۃ رحمہ اللہ نے موقف قیامت مین تجلی پروردگار کی حدیث ابن عباس وارد کی اور مین اسکو عرائس البیان مین لاونگا انشاء اللہ تعالی۔ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ ۔ یہ آیات اللہ تعالی ف جو کافرون کی خواری عذاب مین اور مومنون کی منزلت ثواب مین مذکور ہوئین نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۔ انکو ہم تجھپر تلاوت فرماتے ہین تحقیق ف اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاص ہماری وحی عظیم ہی تو ضرور یون ہی ہونے والا ہی۔ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ بان یاخذہم بغیر جرم۔ اور اللہ تعالی کچھ بھی جہان والون پر ظلم کا ارادہ نہین کرتا ف بایں طور کہ انکو بغیر جرم کے ماخوذ کرے بیضاوی نے کہا اسواسطے کہ اللہ تعالی سے ظلم ہونا تو محال ہی اسواسطے کہ اللہ تعالی پر کچھ واجب نہین کہ اسمین کمی سے ظلم ہو اور وہ کسی امر سے ممنوع نہین کہ اسکے کرنے سے ظالم ہو کیونکہ وہ تو علی الاطلاق مالک ہی۔ حاصل یہ کہ اللہ عز وجل کیطرف سے ظلم تو متصور ہی نہین ہو سکتا کیونکہ جو کچھ وہ کرے خود مختار ہی۔ لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ اور جسپر جو چاہے کرے سب بجا و درست ہی کیونکہ اسنے اپنے ملک مین تصرف کیا ہیں ظلم تو ہو نہین سکتا ہی لہذا فرمایا قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا ان اراد ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا یعنی اگر وہ حضرت عیسی ع و انکی مان و سب کچھ جو زمین مین ہی ہلاک کرنے کا ارادہ کرے تو کون مانع ہی۔ اگر کہا جاوے کہ ظلم نکرہ کی نفی کرنے مین ہر فرد ظلم کی نفی ہوگئی حالانکہ دنیا مین جو ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہین وہ بارادۂ الہی ہین اور جواب یہ کہ خلق الہی ہی نہ آنکہ مرضی ہی فافہم۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔ ملکا وخلقا وعبیدا۔ اور اللہ تعالی ہی کے واسطے ہی جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی ف از راہ ملک و خلق ہونے اور بندے ہونے کے یعنی سب اسی کی ملکیت و مخلوق و بندے ہین۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ ۔ تصیر۔ الْاُمُوْرُ ۔ اور بازگشت جمیع امور کی اللہ تعالی ہی کی طرف ہی ف یہ اللہ عز وجل کے بیان عظمت کا مقام ہی اسمین عقلا بمنزلہ لا یعقلون کے ہین ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ۔ اشارہ ہی کہ جو لوگ دعوی محبت مین سچے ہین انکے چہرے نور مشاہدہ سے منور ہونگے کیونکہ مطلع قدیم مشرق ازل سے آفتاب کمال طلوع فرمائیگا پس اپنی تجلی جمال سے ایسے چہرون کو پاک منور فرماویگا جو اسکی درگاہ مین گرد آلودہ ہو رہے تھے اور انکو اپنے نور سے ایک نور خاص کا لباس عطا فرماویگا کہ اسی نور خاص کی قوت سے جمال قدم کو دیکھینگے یہ چہرے مشرف بجلال رب کریم اور نورانی بنور قرب اور شاد و خرم بدیدار وصال ہونگے اور رضوان اکبر سے لہلہائے ہوے اور اپنے پروردگار کیجانب فوت پاکر ٹکٹکی لگائے ہونگے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔ اور جان رکھو کہ آجکے روز بھی وہ چہرے چمکتے ہین جن پر کل کے روز یہ انوار و اوصاف ظاہر ہونگے چنانچہ فرمایا

سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود - اور فرمایا تعرفہم بسیماہم - اور یہ سیما ان اولیاء کرام کے چہروں کی ہیں کہ جب تو انکو دیکھے تو نعیم و ملک کبیر دیکھے
اسواسطے کہ وہ آئینہ حق ہیں اللہ تعالی انسے اپنی مخلوق کے واسطے تجلی فرماتا ہی۔ قولہ تعالی وتسود وجوہ - یہ ان لوگوں کے چہرے ہونگے جو جناب
باریتعالی میں کچھ نہیں اور رہبان اپنے آپکو اللہ تعالی کا دوست قرار دیتے ہیں جیسے یہود و نصاری جہلا کا فرو مشرک و باطنیہ فرقہ وغیرہ کے لوگ کہ خلق کے
درمیان تقشف ظاہر کرکے مقامات اولیاء کا دعوی کرتے ہیں اور صادقین کی وضع میں نکلتے ہیں اور خلق سے خواہش رکھتے ہیں کہ انکی تعریف کریں اور
اپنے چہرے انھیں مخلوق کیطرف لگائے رہتے ہیں اور جو لوگ کہ زمین میں اللہ عز و جل کے امین ہیں انسے عداوت رکھتے ہیں **قال المترجم** فرقہ خوارج کا جو
شخص پیشوا تھا اسنے حضرت صلعم سے آکر کہا کہ یا محمد آپ اس تقسیم کرنے میں انصاف کیجیے کہ آپ نے انصاف نہیں کیا تب آپ نے فرمایا کہ افسوس
ہی کہ مالک آسمان و زمین تو مجھکو اہل زمین پر امین کرتا ہی اور تم نہیں کرتے ہو اور اسی قصہ میں ذوالخویصرہ اور خارجیوں کے بے ایمان ہونے کا حال
فرمایا ہی حالانکہ یہ بھی فرمایا کہ تم اپنی نماز و روزہ کو انکے مقابلہ میں حقیر دیکھوگے مگر باوجود اسکے یہ خارجی لوگ دین سے ایسے باہر ہونگے جیسے کمان
سے تیر نکل جاتا ہی اور اصل حدیث صحیح مسلم وغیرہ میں ہی مکار مدعی لوگوں کے چہرے سیاہ ہو جائینگے کیونکہ مجمع قیامت کے حضور میں وہ لوگ
دیدار درگاہ سے محروم و محجوب ہونگے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا - کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون الآیۃ - محی السنۃ نے معالم میں ذکر کیا کہ سعید
بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھوں نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ سپید ہونگے چہرے اہل سنت کے اور سیاہ ہونگے اہل بدعت کے -
اور **کلبیؒ** نے ابی صالح کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر قوم کے واسطے وہ اونچا کیا جائیگا جسکو
وہ پوجتے تھے پس ہر قوم جسکو پوجتی تھی اسکی طرف روان ہوگی اور یہی اللہ تعالی نے فرمایا ہی نولہ ما تولی - پھر جب اسکی طرف جا پہونچیں گے تو
حقیقت حال دیکھکر سخت غمگین ہونگے کہ سب برباد ہوا پھر غم سے انکے چہرے سیاہ ہو جاوینگے - اور اہل قبلہ اور یہود و نصاری باقی رہینگے
کہ جو انکے واسطے اونچا کیا گیا ہی ان میں سے کسیکو نہیں پہچانینگے پھر اللہ تعالی انپر آویگا پس اسکو سجدہ کریگا ہر وہ شخص جو دنیا میں اسکو سجدہ کرتا تھا
مطیع مومن ہوکر پھر باقی رہجاوینگے یہود و نصاری اور منافق لوگ کہ یہ لوگ سجدہ کرنے پر قادر نہ ہونگے پھر انکو سر اٹھانے کی اجازت دیجاویگی اور
مسلمانوں کے چہرے برف کے مانند سفید ہونگے اور منافق و اہل کتاب یعنی یہود و نصاری جب مومنین کے چہرے دیکھینگے تو سخت غمناک
ہو جاوینگے اور انکے چہرے سیاہ پڑجاوینگے تو کہینگے کہ اے پروردگار ہمارا کیا حال ہی کہ ہمارے چہرے سیاہ ہیں پس واللہ ہم مشرک نہ تھے تو اللہ
تعالی ملائکہ سے فرمائیگا کہ دیکھو انھوں نے اپنے نفسوں پر کیا جھوٹ باندھا ہی **قال المترجم** یہ حدیث مرفوع طور پر باسلوب دیگر اسانید صحیحہ کے
ساتھ تفسیر قولہ تعالی یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود الآیہ میں انشاء اللہ تعالی اچھی طرح بیان ہوگی اور جو حال اس حدیث میں مذکور ہی
اہل ایمان اکابر علما عارفان پاک ہیں صادق دل سے ایمان لائے اور مترجم تمام اسوجہ پر جیسے علما و امت ایمان لائے ہیں ایمان لایا اور اس کو
اللہ عز و جل کا فضل جانتا ہی پس عام بھائی مسلمانوں کو لازم ہی کہ سلف صالحین کے طریقہ پر ایمان لاویں اور اپنے نفس و شیطان کے وسوسہ و
اوہام و اپنی عقل جزوی کی حماقت کو درمیان سے اٹھا دیں وما التوفیق الا باللہ تعالی - اور جو آیت میں مذکور ہی اسپر صریح دلالت کرتا ہی قولہ
تعالی للذین احسنوا الحسنی و زیادۃ ولا یرھق وجوہہم قتر ولا ذلۃ والذین کسبوا السیئات جزاء سیئۃ بمثلہا و ترھقہم ذلۃ - ولیکن چہروں کی سیاہی وغیرہ
جزاء بدکرداری و نارضامندی باریتعالے ہی اگرچہ ظاہر کلام سے یہ وہم ہوتا ہی کہ فقط غم سے سیاہ ہونگے - فتفکر - پھر قولہ الذین احسنوا الحسنی و
زیادۃ - کی تفسیر میں زیادہ و دیدار باری تعالی ہی اور یہی تفسیر مرفوع و موقوف متواتر مروی ہی اور شیخ نے جو آیت ذکر کی یعنی قولہ - کلا انہم عن
ربہم یومئذ لمحجوبون - اسمیں امام مالکؒ نے کہا کہ دلیل موجود ہی کہ مومنین اس دن اپنے پروردگار سے محجوب نہونگے بلکہ اسکے دیدار کریم سے مشرف ہونگے

اور آگے انشاء اللہ تعالیٰ دیدار باری تعالیٰ کی بحث آویگی۔ قال الشیخ اور محمد بن علیؒ نے فرمایا کہ چہرے سپید ہونگے اسوجہ سے کہ انکو اپنے مولا سے عزوجل کا دیدار نصیب ہوگا اور چہرے سیاہ ہونگے یعنی کافرون و منافقون کے اسوجہ سے کہ انکو محرومی ہوگی قال المترجم یہ کلام عمیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ

تم ہو بہتر سب امتون سے جو پیدا ہوئی ہین لوگون مین حکم کرتے ہو پسندیدہ بات پر اور منع کرتے ناپسند سے اور ایمان لاتے ہو

بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

اللہ پر اور اگر ایمان مین آتے اہل کتاب تو انکو بہتر تھا کوئی ان مین ہین ایمان والے اور اکثر تو وہ فاسق ہین یعنی کافر

كُنْتُمْ - یا امۃ محمد صلعم فی علم اللہ تعالیٰ - خَيْرَ اُمَّةٍ - تم اے امت محمد صلعم اللہ تعالیٰ کے علم مین) بہتر امت تھے - اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ - جو لوگون کے واسطے ظاہر کی گئی ف یعنی جسقدر امتین پیدا و ظاہر ہوئی ہین تم سب سے بہتر امت ہو- تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ - تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو ف یہ وصف جسطرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا برابر اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین مین جاری رہا - پس یہ بدیہی معجزہ ہے واضح ہو کہ یہان اللہ عزوجل نے اپنا کرم و فضل کامل جو اسنے امت محمد صلعم پر اپنے علم قدیم مین رکھا ہے ظاہر فرمایا - کنتم صیغہ ماضی ہے جو گذرے ہوے پر دلالت کرتا ہے تو بیضاوی نے کہا کہ کنتم سے زمانہ قدیم سے انکی خیر ہونے پر دلیل ہے اور ما بعد مین انقطاع نہین جیسے قولہ کان اللہ غفورا رحیما - اللہ تعالیٰ غفور رحیم تھا سکے یہ معنی کہ تھا اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہیگا کیونکہ یہ اسکی صفت قدیم ہے - پھر کنتم خطاب ہے پس حاضر و موجود لوگو نکو جو حضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے انھین کو خطاب ہوا - اسیواسطے ابن عباس رضؓ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہین جنھون نے رسول اللہ صلعم کیساتھ ہجرت فرمائی مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے معلوم نہین کس موقع پر ایسا فرمایا شاید مہاجرین کے درمیان سے انکی تخصیص ہو ورنہ سب صحابہ کو شامل ہونا ظاہر ہے تخصیص کی کوئی وجہ نہین - اور یہ روایت حاکم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے وارد کی ہے - اور معالم مین کہا کہ عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فرماتا کہ انتم خیر امۃ - تو ہم سب کے سب شامل ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے کنتم فرمایا جو مخصوص اصحاب محمد صلعم کے حق مین ہے اور جسنے انکی طرح کام کیا وہ بھی خیر امۃ مین شامل ہونگے - اور ایک روایت مین عمر رضی اللہ عنہ سے آیا کہ یہ ہمارے اگلون کیواسطے ہوگا اور ہمارے پچھلون کے واسطے نہوگا اور نیز عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا اے لوگو جسکو خوش آوے کہ اس امت سے ہو اسکو چاہیے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس امت سے ہونے کی شرط کردی ہے اسکو ادا کرے یعنی امر بالمعروف و نہی از منکر و ایمان باللہ عزوجل قد رواہ ابن جریر ایضا اور جاننا چاہیے کہ ضحاک سے بھی مانند قول حضرت عمرؓ کے مروی ہے اور معالم میں فرمایا کہ عکرمہ و مقاتل نے کہا کہ مالک بن الضیف و وہب بن یہودا وغیرہ یہودیون نے حضرت ابن مسعودؓ و ابی بن کعب و معاذ بن جبل و سالم مولی حذیفہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ ہم تو تم سے افضل ہین اور ہمارا دین تو اس سے بہتر ہے جسکی طرف تم ہمکو بلاتے ہو پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی - پھر بر تقدیر قول عمرؓ کے کہ اگلون کیواسطے ہے ہمارے پچھلون کے لیے نہین تو اگلون کی حد کہانتک ہے تو عمران بن حصینؓ نے روایت کی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میری امت مین سے بہتر میرا قرن ہے پھر جو انسے پیچھے لگے ہوے ہونگے پھر جو انسے پیچھے لگے ہونگے - عمران کہتے ہین کہ مجھے دریافت نہین رہا کہ آنحضرت صلعم نے اپنے قرن کے بعد دو قرن ذکر فرمائے یا تین قرن فرمائے ہین پھر انکے بعد ایسی قوم ہونگے جو خیانت کرینگے اور امانت والے نہونگے اور گواہی دینگے حالانکہ گواہ نہ کیے جاوینگے اور نذر کرینگے اور اسکو پورا نکرینگے اور انمین موٹاپا پھیل جاویگا رواہ البغوی

حاشیہ

والحدیث فی الصحیح وغیرہ من السنن- اور ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بدزبانی مت کرنا میرے صحاب کے حق میں کیونکہ قسم ہے
اُس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو انکے آدھ سیر ستو کے برابر نہین
بلکہ وہ اسکے آدھے کے برابر بھی نہین پہنچ سکتا ہے رواہ البغوی وہو فی الصحیح - یہ تمام بیان تو اس بنا پر تھا کہ کنتم سے فقط صحابہؓ مراد ہین اور یہ قول
حضرت ابوہریرہ سے بھی نکلتا ہے جیسا کہ بخاریؒ نے روایت کیا کہ ابوہریرہؓ نے قولہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس مین کہا لوگون کے واسطے تم بہتر ہو
کہ لوگون کو طوق و زنجیرون مین قید کر کے لاتے ہو یہانتک کہ وہ دین اسلام مین آجاتے ہین شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی ابن عباس و مجاہد و عطیہ عوفی
و عکرمہ و عطا و ربیع بن انس سے مروی ہے اور معنے یہ ہین کہ امتون مین سے بہتر اور لوگون مین زیادہ نافع ہو لوگون کے لیے اسواسطے فرمایا تامرون
بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ - اور امام احمدؒ نے درہ بنت ابولہب سے روایت کی کہ ایک مرد نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلعم سے پوچھا در حالیکہ آپ
خطبہ پڑھتے تھے کہ لوگون مین سے کون بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ جو انمین سے اقرأ ہو (یعنی قرآن کا سب سے زیادہ جاننے والا) اور اللہ تعالیٰ کے واسطے سب سے زیادہ تقویٰ والا - اور معروف کا حکم
کرنے والا اور منکر سے منع کرنے والا اور ناتے کا ملانے والا ہو - ورواہ النسائی وغیرہ ایضاً مترجم کہتا ہے کہ دیگر دلائل موجود ہین جنسے صریح ثابت ہوتا ہے
کہ تمام امت محمدی صلعم سب امتون سے بہتر ہے اور کلام مین للناس صلہ اخرجت کا ہے اور معنی اسکے یہ ہین ما اخرج اللہ للناس امۃ خیرا من امۃ محمد صلعم
یعنی نہین نکالا اللہ تعالیٰ نے لوگون کے واسطے کسی امت کو بہتر امت محمد صلعم سے - چنانچہ محی السنہ نے بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ سے روایت کی
کہ اسنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کی تفسیر مین سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تم ستر امت کے تتمہ ہو یعنی اخیر امتون
کے بعد تم ہوئے کہ ستر کی تعداد پوری ہوئی سو انمین سے تم سب سے بہتر اور اللہ عز وجل کے نزدیک سب سے بزرگ ہو ورواہ الترمذی وحسنہ و
ابن ماجہ والحاکم وصححہ والطبرانی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم - اور نیز ابوسعید خدریؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ تم
نے پورا کیا ستر امتون کی تعداد کو جنمین سے یہ امت سب سے بہتر اور سب سے بزرگ ہے اللہ عز وجل کے یہان - اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم
نے فرمایا کہ میری امت کی مثال جیسے مینہ کا پانی کہ معلوم نہین ہوتا کہ اول بہتر ہے یا آخر - اور حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ
جنت سب انبیاء پر ممنوع رہیگی یہانتک کہ مین پہلے اسمین داخل ہون اور سب امتون پر حرام رہیگی یہانتک کہ پہلے میری امت اسمین داخل ہو قال المترجم
وقد رواہ الدارقطنی فی الافراد وابن عدی والثعلبی والحدیث صالح الاسناد وان کان فیہ تفرد لبعض الرواۃ واللہ اعلم اور بریدہؓ سے روایت کی کہ حضرت
صلعم نے فرمایا کہ جنت والے ایک سو بیس صف ہونگے جنمین سے اسی صفین میری امت ہوگی مترجم کہتا ہے کہ یہان اور قوی دلائل بھی موجود ہین
جنکو بخوف طوالت مین ترک کرتا ہون - لطف برین ہمارے مفسر جلالؒ نے کنتم کا خطاب عام امت محمد صلعم کو لیا ہے اور اللہ عز وجل کے سامنے
موجود و معدوم سب حاضر ہین کیونکہ اسکے علم مین سب موجود ہین اسلیے اسکے کہا کہ تم اے امت محمد صلعم علم الٰہی مین سب سے بہتر ٹھہرے ہوئے ہو اور
شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو صحیح فرمایا چنانچہ کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ عام امت محمدی کو شامل ہے پس امت محمدی باقی تمام امتون سے بہتر ہے پھر
امت محمدی اپنے درمیان ہر ہر قرن کے موافق ایک دوسرے سے بہتر ہے پس اس امت کا سب سے بہتر قرن وہ ہے جنمین رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے (یعنی قرن اول) پھر انکے
بعد والے یعنی تابعین کا قرن پھر انکے بعد والے یعنی تبع تابعین کا قرن ہے اور یہی دوسری آیت مین فرمایا وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء
علی الناس الآیہ - پھر شیخ ابن کثیرؒ نے معاویہ بن حیدۃ القشیری کی روایت ذکر کر کے کہا کہ یہ حدیث مشہور ہے اور معاذ بن جبل و ابوسعید خدری
رضی اللہ عنہما سے اسکے مانند مروی ہے - پھر کہا کہ اس امت کو جو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ تمام امتون سے بہتر ہے تو فقط اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات پاکیزہ کی وجہ سے حاصل ہوئی کیونکہ آنحضرت صلعم اشرف خلق اللہ و اکرم الرسل ہین اور اللہ تعالیٰ نے آپکو شرع کامل عظیم کیساتھ بھیجا ایسی شرع کسی

رسول کو نہیں عطا فرمائی پس آپ کی شرع پر عمل قلیل اسقدر درجہ و ثواب وخیر کا نتیجہ دیتا ہے کہ دیگر انبیا کی شرائع پر عمل کثیر اسقدر خیر کا نتیجہ نہیں دیتا ہے اور امام احمد نے باسناده حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو مجھے دیا گیا وہ کسی نبی کو نہیں دیا گیا ہم لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہے فرمایا کہ مین رعب سے فتح دیا گیا اور زمین کی کنجیان مجھے دی گئین اور نام میرا احمد رکھا گیا اور مٹی میرے لیے طہور کر دیگئی اور میری امت خیر الامم کر دی گئی - تفرد به احمد من ہذا الوجہ و باسناده حسن اور نیز امام احمد نے ابو الدرداء رض سے روایت کی کہ مین نے ابو القاسم صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ عز وجل نے فرمایا اے عیسیٰ مین تیرے بعد ایک ایسی امت مبعوث کرنے والا ہون کہ اگر انکو ایسی چیز پہونچیگی جس کو محبوب رکھتے ہین تو حمد و شکر کرینگے اور اگر انکو ایسی چیز پہونچے گی جسکو مکروہ رکھتے ہین تو ثواب کی نیت سے صبر کرینگے اور نہ حلم ہے اور نہ علم ہے عیسیٰ نے عرض کیا کہ انکو یہ کیونکر حاصل ہوگا حالانکہ حلم ہے اور نہ علم ہے - فرمایا کہ مین اپنے حلم و علم سے انکو دونگا شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہان اور احادیث مناسب ہین پھر حضرت ابوبکر الصدیق رض سے روایت ذکر کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین ستر ہزار اپنی امت کے لوگ دیا گیا ہون کہ وہ بلا حساب جنت مین داخل ہونگے انکے چہرے ایسے ہونگے جیسے چودھوین رات کا چاند اور ان سب کے دل ایک مرد واحد کے دل پر ہونگے پھر مین نے اپنے پروردگار سے زیادہ مانگا پس اللہ عز وجل نے مجھے ہر واحد کیساتھ ستر ہزار دیے - حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ اس شمار مین شہر والے اور گانون والے تو آجاوینگے اور جنگل کے کنارون کے بھی داخل ہو جاوینگے رواه احمد اور دوسری روایت مین کئی بار ستر ہزار کی زیادتی مذکور ہے اور اسکے ساتھ دونون ہاتھ پھیلا کر لپ بھر کے دیے جانا بھی مذکور ہے اور ہشام بن حسان راوی نے کہا کہ اللہ تعالی کیطرف سے یہ مقدار ایسی ہے کہ اسکا شمار نہین معلوم ہو سکتا قال المترجم بعید نہین ہے کہ حضرت ابوبکر رض کی زیادتی مین صدیقان امت کی زیادتی ہے اور حضرت عمر رض کی روایت مین دوسری تفسیر ہے وغیرہ زیادات شہدا اور صالحین کے ہے اور روایت طبرانی مین مصرح ہے کہ عمر رض نے کہا کہ پہلے ستر ہزار تو ایسے ہونگے کہ اللہ تعالی انکی سفارش انکے آبا و ابنا و عشیرہ و ازواج کے حق مین قبول فرماویگا اور مین امید کرتا ہون کہ اللہ تعالی مجھے پچھلے کسی لپ بھر کی زیادتی مین سے کر دے اور اس حدیث طبرانی کی اسناد صحیح ہے چنانچہ ضیاء مقدسی نے فرمایا کہ مین اسکی اسناد مین کوئی علت نہین جانتا ہون پھر شیخ ابن کثیر نے اس حدیث کے طرق و اسانید کثرت سے ذکر فرمائے اور ظاہر کیا کہ بہت سے صحابہ سے یہ روایت باسانید صحیحہ مروی ہے اور صحیحین و سنن و مسانید و معاجم مین ائمہ حدیث نے اخراج کیا ہے اور مسلم کی روایت مین حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ یہ وہ لوگ ہین جو رقیہ نہین کراتے ہین اور نہ داغ دلاتے اور نہ طیرہ کرتے ہین اور فقط اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہین اور بخاری اور ائمہ کی روایت مین مذکور ہے - اور صحیحین مین عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ ہم سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم راضی نہین ہو کہ اہل جنت مین سے چوتھائی تم ہو تو ہم نے خوشی سے تکبیر کہی پھر فرمایا بھلا تم راضی نہین ہو کہ اہل جنت سے تہائی ہو پھر ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ اہل جنت مین سے شطر یعنی آدھے تم ہوگے پھر شیخ ابن کثیر نے طبرانی و امام احمد و ترمذی وغیرہ کی روایات سے بشمار ایکسو بیس صف اہل جنت کے انہی صفین اس امت کی ہونا ذکر کیا مترجم کہتا ہے کہ دونون روایتون مین کچھ تعارض نہین اول تو یہ کہ حضرت صلعم نے نصف سے مقدار قطعی نہین فرمائی ہے دوم آنکہ شطر کا لفظ چھوٹے آدھے اور بڑے آدھے اور آدھے سب پر بولا جاتا ہے اور سوم یہ کہ شاید اتنی صف کی تعداد وحی سے معلوم ہوئی ہو فافہم مترجم کہتا ہے کہ مین نے تفسیر ابن کثیر رح سے یہ مقام بہت ہی ملخص کر لیا اور بخوف طوالت انکی تفصیل کو ترک کیا اگرچہ اس مین فوائد تھے ولیکن اسقدر مین بھی کفایت ہے واللہ الموفق - قولہ اخرجت للناس ای اظہرت یعنی اخراج سے جدید طور پر انکا نکالا جانا مراد نہین بلکہ اخراج بمعنی اظہار ہے حاصل آنکہ علم الٰہی مین وہ خیر امت قرار پائے ہوئے قدیم سے تھے اب وہ ظاہر کیے گئے ہین چنانچہ حدیث صحیحین مین یہ مضمون مذکور ہے کہ ہم دنیا کی پیدائش مین پچھلے ہین اور قیامت مین جنت مین داخل ہونے مین اگلے ہین - قولہ

تامرون بالمعروف الخ - یہ جملہ مستانفہ ہی جس سے انکا خیر امت ہونا بیان فرمایا - یا کنتم کی خبر دوم ہی اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ وہ خیر امت ان شرائط مذکورہ پر ہیں اور اس سے لازم آتا ہی کہ یہ جملہ حالیہ ہو اور تؤمنون باللہ متضمن ہی ہر ایسی چیز پر ایمان کو جسکے ساتھ ایمان لانے کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہی اسواسطے کہ اللہ تعالی کے ساتھ ایمان لانا جبھی شمار کے قابل ٹھیک ہوگا کہ جو کچھ اسنے حکم دیا ہی سب پر ایمان لاوے اور اسکو موخر کر دیا حالانکہ یہ سب سے مقدم ہی کیونکہ مقصود یہ ہی کہ دلالت ہو کہ انکا امر بالمعروف ونہی از منکر بجا لانا اسی راہ سے تھا کہ اللہ تعالی پر ایمان لائے اور اسکی تصدیق کی ہی - اور اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع حجت شرعی ہی اسواسطے کہ آیت کریمہ مقتضی ہی کہ وہ جو حکم کرتے ہیں وہ معروف شرعی ہی یا جس سے منع کرتے ہیں وہ منکر شرعی ہی اسلیے کہ الف لام المعروف والمنکر میں استغراق کا ہی پس اگر حاشاہم اللہ تعالی وے کسی باطل پر اجماع کریں تو انکا حال اسکے برخلاف ہو جائیگا پس معلوم ہوا کہ جب وے کسی امر پر اجماع کریں تو قطعًا وہی حق ہی اور حدیثوں میں انکے اجماع کے حق ہونے کا بیان صریح موجود ہی - وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ - باللہ - اور اگر اہل کتاب اللہ تعالی پر ایمان لاتے ف یعنے اہل کتاب اپنے زعم میں تو شرک کا ایمان لائے تھے مگر مقصود یہ ہی کہ اگر اہل کتاب اللہ تعالی پر توحید کا ایمان لاتے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے تھے - لَكَانَ - الایمان - خَيْرًا لَّهُمْ - تو البتہ یہ ایمان لانا انکے حق میں بہتر ہوتا ف اس حال سے جیسے آپ موجود ہیں - اگر کہا جاوے کہ خیر تو اسم تفضیل ہی یعنی زیادہ اچھا پس معلوم ہوا کہ اہل کتاب کا حال اچھا ہی اور اگر ایمان لاتے تو زیادہ اچھا ہوتا تو جواب یہ ہی کہ یہ طریقہ فہمایش کا ہی کہ وہ اپنے زعم میں اچھا سمجھتے تھے اور نیز اس حال کفر سے وہ بہت اچھا تھا پس اسم تفضیل میں معنے تفضیلی مقصود نہیں ہیں اور کرخیؒ سے نقل کیا گیا کہ بہتر ہونا بہ نسبت ایمان بموسی وعیسی علیہما السلام ہی اور یہ خیر ہی بس اسم تفضیل اپنے معنی پر ہوگا اور حق یہ ہی کہ معنی تفضیلی مراد نہیں جیسے قولہ افمن یلقی فی النار خیر الآیہ - میں ہی مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ کعبداللہ بن سلام واصحابہ - اہل کتاب میں سے بعضے مومن ہیں جیسے عبداللہ بن سلام وانکے ساتھی کہ وے آنحضرت صلعم پر ایمان لائے تھے - وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ الکافرون - اور انمیں سے بہتیرے فاسق ہیں اور کافر ہیں ف یعنی فاسق بمعنی کافر ہی کیونکہ طاعت سے باہر ہونا فسق ہی سو کافر بھی فاسق ہی کہ ایمان سے خارج ہی اور مومن گنہگار بھی فاسق ہوتا ہی کہ شرعی احکام بجا لانے میں نافرمان ہی اور یہاں چونکہ ایمان نہ لانے میں انکا حال بیان کیا تو وے کافر ہوے اور اسمیں اشارہ ہی کہ انکا کفر اور بداعتقادی بداعمالی کیساتھ ہی ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالی کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر - اللہ عزوجل نے انکی خیر ہونے کی مدح فرمائی پھر خیر ہونے کی شرح کر دی امر معروف ونہی منکر بجا لانے سے اور یہ رتبہ ہی کیونکہ درجات میں سے یہ انتہائی ہی اور وہ محل تابین تقدیس ہی جبکہ خطرات سے نفس پاک ہو اور یہ حال نہیں ہوتا مگر اسی وقت کہ اسکو لباس عظمت وکبریاء کا پرتو ملے جیسے انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھا - پھر اس امت والوں کا سب سے بہتر ہونا انکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بہتر ہونے کی وجہ سے ہی اور اسوجہ سے کہ انھوں نے ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور اسکی موافقت کی اور انکی خیر ہونے کی صفت انکے نبی صلعم کے خیر ہونے سے مقرون ہی اور حال یہ ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے بہتر ہیں پس قوم آپ کی تمام امتوں سے بہتر ہی - اقول صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے افضل ہیں اور علماے امت عارفین ربانی انخصین کے قدم پر ہیں فاعلم - پھر امر بالمعروف سے تمہارا یہ ہی کہ مریدوں کو زبان محبت کیساتھ مشاہدہ کی مدح کر کے بلاوے اور نہی منکر یہ ہی کہ مریدوں کو انکے نفوس سے اللہ تعالی کی طرف پھیرے اور اپنے نفوس پر اعتماد کرنے سے منع کرے اور یحیی بن معاذ رازی نے فرمایا کہ یہ ان بندوں کے واسطے مدح ہی اور یہ نہیں ہوگا کہ اللہ عزوجل ایک قوم کی مدح کرے پھر انکو عذاب کرے اور جعفر صادق نے فرمایا کہ امر معروف یہ کہ معروف شرعی بجا لانے کا حکم کرے اور معروف شرعی یہ ہی کہ قرآن مجید وسنت

نبی صلعم سے موافقت کرے **قال المترجم** معروف یعنی پسندیدہ لینا مجمل ہی مراد یہ ہی کہ جو قرآن و حدیث کے موافق ہی اسپر عمل کرے اور جس سے قرآن و حدیث میں منع و انکار ہی اسکو چھوڑے اگرچہ وہ مکروہ تنزیہی کیون نہو کیونکہ مقصود تمام ایمان کا حصول ہی

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ ضُرِبَتْ

وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑینگے مگر ستانا اور اگر تم سے لڑینگے تو پیٹھ دینگے پھر انکو مدد نہوگی تھپادی گئی ہی

عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ

اپر ذلت جہان دیکھیے سوائے دست آویز اللہ کے اور دست آویز لوگون کے اور کمالائے غصہ

مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

اللہ کا اور تھپادی گئی اپر مسکنت یہ اسواسطے کہ وہ رہے ہین منکر اللہ کی آیتون سے

وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ ق

اور مار ڈالتے رہے ہین نبیون کو ناحق یہ اس سے کہ نافرمان ہوے اور حد سے بڑھتے رہین۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ - ای الیہود یا معشر المسلمین بشیء - اِلَّآ اَذًى - باللسان من سب وتہدید یعنی ہرگز نہین ضرر پہونچا سکتے (یعنی یہود لوگ) تم کو ای گروہ مسلمانون کے کسی چیز کے ساتھ سوا اذی کے زبان سے کہ وہ بدگوئی و دہمکی وغیرہ ہی۔ حاصل آنکہ اللہ تعالی نے مومنون کو وعدہ دیدیا کہ یہود تمکو کوئی ضرر نہین پہونچا سکینگے جو درحقیقت ضرر ہو سوا اسکے کہ زبان سے تمپر زبان درازی و بدگوئی و دہمکیان دینگے اور یہ درحقیقت ضرر نہین بلکہ اذیت ہی پس یہ استثناء مفرغ ہی۔ اور یہ ایذا بھی اسوجہ سے کہ یہود بدبخت کی قسمت مین عذاب غضب بے فائدہ لکھا جاوے۔ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ - منہزمین۔ اور اگر تمسے قتال کرینگے تو تمکو پیٹھ دینگے (درحالیکہ بھاگنے والے ہونگے) اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے مومنین کو یہود پر وعدہ فتح و نصرت ہی اور یہ وعدہ دائمی ہی چنانچہ فرمایا ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ - علیکم بل لکم النصر علیہم - یعنی پھر کبھی وہ مدد نہ دیے جاوینگے تمپر بلکہ تمہارے واسطے انپر فتح ہوگی - یہ آیت معجزہ نبوت ہی آنکھون سے دیکھ کہ مومنین نے ایساہی پایا کہ بعد اسکے کبھی یہود کا کوئی جھنڈا آجتک بلند نہوا اور نہ کبھی غالب ہوے جہان دیکھو یہودی ذلیل ہین اور مسلمان برابر غالب رہے اور یہود یون پر ہمیشہ غالب رہینگے اور ہر قوم پر غالب رہین اگر کتاب اللہ و سنت رسول پر ثابت قدم ہون ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا - حیثما وجدوا فلا عز لہم ولا اعتصام - یعنی ٹھپا دیدی گئی انپر ذلت جیسے ضرب سکہ ہوتا ہی جہان کہین پائے جاوین (پس انکو کوئی عزت نہین اور نہ اعتصام ہی) اِلَّا - کائنین بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ - المومنین و ہو عہدہم الیہم بالامان علی اداء الجزیۃ ای لا عصمۃ لہم غیر ذلک - یعنی الا کا مابعد منصوب المحل بنا بر حال ہونے کے ہی اور معنی یہ ہین کہ انکو کہین عزت نہین اور نہ انکے خون کی حفاظت ہی سوا اس حال کے کہ وہ ہوون ساتھ عہد ذمہ کے اللہ تعالی کی طرف سے اور بزرگ لوگون کی طرف سے یعنی مومنین کیطرف سے پس حبل سے جو رسی کے معنی مین ہی مراد عہد مومنین کا یہود کیطرف ہی امان کا ادائے جزیہ کے ساتھ اور حاصل یہ کہ نہین بچاؤ ہی انکو سوا اس حال کے اگر کہا جاوے کہ پھر عہد اللہ تعالی کا کیا ہی تو جواب یہ کہ اللہ عز و جل نے مومنین کی بزرگی ظاہر فرمانے کو اپنا عہد فرمایا وہی مومنین کا عہد ہی اور بعض نے کہا کہ عہد اللہ تعالے یہ کہ یہود مسلمان ہو جاوین تو انسے یہ ذلت زائل ہو۔ وَبَاۗءُوْ - رجعوا - بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ - رجوع کیا انھون نے غضب الہی کے

ساتھ تھا اور مسکنت اسپر داغ دیگئی ف حاصل یہ کہ مرجع انکا غضب الٰہی ذلت ہوگیا جسکے وہ مستحق ہیں ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ ۔ اسی سبب انھم یہ بات جو مذکور ہوئی اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ ۔ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۔ کفر کرتے رہے آیات اللہ تعالیٰ سے اور قتل کرتے رہے انبیاء کو بغیر حق کے اگر کہا جاوے کہ قتل نبی تو ہمیشہ ناحق ہوگا جواب یہ کہ اشارہ ہے کہ وہ خود بھی جانتے تھے کہ ناحق قتل کرتے ہیں مگر دنیا کے واسطے اپنے فسق و فجور پر رہنے کو قتل کرتے اور اسمیں زیادہ تفضیحت ہے ۔ ذٰلِكَ تاکید ۔ بِمَا عَصَوْا ۔ امر واللہ تعالیٰ ۔ وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۔ یتجاوزون الحلال الی الحرام ۔ تاکید فرمائی کہ یہ جو مذکور ہوا اس سبب سے کہ انہوں نے امر الٰہی سے نافرمانی کی اور تجاوز کیا کرتے یعنی حلال چھوڑ کر حرام کے مرتکب ہوتے تھے ف مفسر رحمہ اللہ نے ہر دو ذٰلک کو اول کی تاکید قرار دیا اور بیضاوی نے اول ذٰلک کو ذلت و مسکنت مذکور کی طرف اشارہ قرار دیا اور دوم ذٰلک کا اشارہ کفر و قتل کیطرف رکھا اور باعصوا کی با سببیہ ہے اور ما مصدریہ ہے ای بسبب عصیانہم امر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے کے سبب سے کہ نافرمانی حکم الٰہی کی جو کبیرہ گناہ ہے اصرار کی وجہ سے موجب کفر ہوئی ۔ وکانوا یعتدون ای تجاوز کرتے حلال سے حرام کی طرف یعنی جو حد اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی تھی اس سے تجاوز کرتے اور حرام کے مرتکب ہوتے تھے آخر یہ نتیجہ پایا ۔ مگر اس سے یہ مت سمجھو کہ یہود میں سے کوئی بھی اس بدکاری و مذمت سے خالی نہیں بلکہ بعضے اچھے ہیں قال تعالیٰ

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ

وہ سب برابر نہیں ۔ اہل کتاب میں ۔ ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر ۔ پڑھتے ہیں آیتیں اللہ کی ۔ راتوں کے وقت اور وہ سجدہ کرتے ہیں

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ

یقین لاتے ہیں اللہ پر ۔ اور پچھلے دن پر ۔ اور حکم کرتے ہیں ۔ پسندیدہ بات کا ۔ اور منع کرتے ہیں ناپسند سے اور دوڑتے ہیں

فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ

نیک کاموں پر ۔ اور وہ لوگ ۔ نیک بختوں میں ہیں ۔ اور جو نیک کام کریں گے ۔ وہ رد نہ ہوگا

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝

اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگاروں کی

لَيْسُوْا ۔ ای اہل الکتاب ۔ سَوَآءً ۔ مستوین یعنی نہیں ہیں سب اہل کتاب یکسان ف یعنی لیسوا کا اسم ضمیر اہل کتاب ہے اور سواء مصدر بمعنے مستوی ہے اور چونکہ مصدر ہے لہذا لفظاً مفرد اور معنی میں جمع ہے اسواسطے مستوین سے تفسیر کی شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قولہ لیسوا سواء کی تفسیر حضرت ابن مسعودؓ سے یوں مذکور ہے کہ نہیں برابر ہیں اہل کتاب و امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے اور اس قول کی مؤید وہ حدیث ہے جو امام احمد نے اپنی اسناد سے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء میں تاخیر کردی پھر مسجد میں نکلکر تشریف لائے تو لوگ سب نماز کے منتظر بیٹھے تھے پس فرمایا کہ آگاہ رہو کہ ان ادیان میں سے کوئی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس ساعت میں یاد کرتا ہو سوا ہے تمہارے کہا کہ پھر نازل ہوئی یہ آیت لیسوا سواء من اہل الکتاب تا قولہ واللہ علیم بالمتقین شیخ ابن کثیر نے کہا کہ مشہور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ ہے جیسا کہ محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا اور اسکو عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ یہ آیت کریمہ یہود کے ان احبار کے حق میں نازل ہوئی جو ایمان لائے مانند عبد اللہ بن سلام و اسد بن عبید و ثعلبہ بن شعبہ وغیرہ کے اور حاصل معنی یہ کہ اہل کتاب جن کا ذکر مذمت کے ساتھ پہلے ہوا وہ اور جو اہل کتاب ایمان لائے یہ دونوں فریق برابر نہیں ہیں پس قولہ لیسوا سواء ای لیس کلہم علی حد سواء بل منہم المؤمن ١١

ومنھم المجرم ۔ اور دیگر آیات بھی اسکے مفسر ہیں مانند قولہ وان من اہل الکتاب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیھم خاشعین للہ الایہ۔
مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ ۔ مستقیمۃ ثابتۃ علی الحق کعبداللہ بن سلام واصحابہ۔ اہل کتاب میں سے ایک امت قائمہ ہے ای مستقیمۃ
ثابتۃ برحق ہے مانند عبداللہ بن سلام و انکے ساتھیوں کے یعنی یہ گروہ پاکیزہ الٰہی حق پر ثابت وٹھیک قائم ہے پس توریت پر ٹھیک قائم ہونے
سے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن پر ایمان لائے يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ ۔ ای فی ساعاتہ۔ یہ لوگ اوقات شب میں اللہ تعالے
کی آیات پڑھا کرتے ہیں ف آناء جمع انی مانند معی و امعاء کے اور یہ تلاوت یا تو نماز تہجد میں مراد ہے یا نماز عشاء میں اور مخصوص اسکو ذکر کیا
اسلیے کہ اہل کتاب میں یہ نماز نہ تھی کذا قیل یا مراد اولی یہ ہے کہ اناء کے قرینہ سے عام کہا جاوے نماز عشاء و تہجد وغیرہ اوقات شب میں تلاوت کرتے ہیں۔
وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۔ یصلون حال۔ یعنی تلاوت قرآن کرتے ہیں درحالیکہ سجدے کرتے ہیں یعنی درحالیکہ نماز پڑھتے ہیں ف پس یسجدون کی تاویل
یصلون سے ہے اسواسطے کہ جب مراد اس سے وہ لوگ اہل کتاب میں سے ہیں جو اسلام لائے اور امت محمد صلعم میں شامل ہوئے تو اس شریعت حقہ کے
موافق عمل کرینگے اور صحیح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی حالت میں قراۃ قرآن سے منع فرمایا جیسے رکوع میں بھی منع فرمایا ہے پس اسکی تاویل ضرور ہے
اور ارجح تاویل جو اہل معانی میں سے فراء و زجاج رحمہما اللہ نے بیان کی یہ ہے کہ وھم یسجدون کے معنے وھم یصلون ہے یعنی حالت نماز میں تلاوت
کرتے ہیں یا کہا جاوے کہ یسجدون بمعنی یخضعون ہے اہو خضوع کرتے ہیں اسواسطے کہ سجدہ کمال خضوع ہے۔ اگر کہا جاوے کہ جملہ مستقل کیوں نہیں
قرار دیا گیا حالیہ کیوں قرار دیا جاتا ہے کہ تاویل کی ضرورت ہو تو جواب یہ کہ مستقل ہونے کی صورت میں عطف جملہ اسمیہ کا فعلیہ پر لازم آویگا اور یہ ممنوع ہے مگر ہم
کہتا ہے کہ یہ عذر مہمل ہے وقد حقق الجزا التفتازانی۔ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۔ یہ لوگ ایمان لاتے ہیں اللہ تعالی پر اور روز قیامت پر اور نیکیوں کا حکم کرتے اور برائیوں سے منع کرتے ہیں اور
بہتریاں حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔ وَاُولٰٓئِكَ ۔ الموصوفون بما ذکر مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔ اور ایسے بندے منجملہ صالحین ہیں
ف یعنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں۔ قال المفسر ومنھم من لیسوا کذٰلک ولیسوا من الصالحین یعنی یہ لوگ جو امور مذکورہ سے
وصف کیے گئے ہیں یہ تو صالحین سے ہیں اور بعضے ان کتابیوں میں سے ایسے نہیں اور نہ وہ صالحین سے ہیں۔ حاصل آنکہ ایک فریق اہل کتاب
کو ذکر کرکے دوسرے بخس فریق کے ذکر کو ترک کیا کیونکہ انکی صفات خوب کے برعکس انکی مذائم قبیح ہیں۔ وَمَا يَفْعَلُوْا ۔ بالتاء ایھا الامۃ وبالیاء
ای الامۃ القائمۃ۔ یعنی تفعلوا بصیغہ خطاب قراءۃ سوائے قراء کوفہ کی ہے پس خطاب تمیع امت کو ہے اور معنی یہ ہوئے کہ اے امت محمدی جو کچھ
نیکی کروگے ضائع نہ ہوگی اور یاء کے ساتھ قراءۃ اہل کوفہ ہے پس فاعل اسکا وہی امت قائمہ ہے یعنی گروہ صالحین اہل کتاب جو کچھ کرینگے مِنْ خَيْرٍ
فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۔ بھلائی میں سے تو ضائع نہ ہوگی ف یکفروہ یا تو جہین ای تن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ۔ یعنی یکفروہ بھی بالتاء الفوقیہ
وبالیاء التحتیہ ادبر کے موافق دو قراءتیں ہیں پس قراءت خطاب یہ کہ۔ وما تفعلوا من خیر فلن تکفروہ۔ اور قراءت یائے غیبت تو آیت میں مذکور ہے
اور معنی یہ ہیں کہ فلن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ۔ ای ہرگز محروم نہ کیے جاؤگے (یا نہ کیے جاوینگے) ثواب عمل سے بلکہ اسکا ثواب دیے جاؤگے
(یا دیے جاوینگے) اور بیضاوی میں ہے کہ حمزہ و کسائی و حفص نے بالیاء التحتیہ پڑھا اور باقیوں نے بتاء فوقیہ پڑھا ہے اور کیا کہ اضاعت
ثواب کو کفران کہا جیسے بجز پورے ثواب کو شکر فرمایا۔ کما فی قولہ تعالی انہ شکور حلیم۔ اور دو مفعول کیطرف اسکا متعدی ہونا اس سبب سے ہے کہ
وہ متضمن معنی (حرمان) ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۔ اور اللہ تعالے اپنے متقی بندوں کو خوب جانتا ہے ف یہ انکے واسطے بشارت
ع ہے اور اسمیں اشعار ہے کہ تقوی مبداء خیر و حسن عمل ہے اور اللہ تعالی کے نزدیک فائز وہی اہل تقوی ہیں اور علیم ہونیکے معنی یہ ہیں کہ انکے

ثواب ضائع نہین ہوسکتے ہین - بخلاف کافرون کے جنکے پاس سوا مال و متاع دنیا کے کچھ نہین تو وہ فانی ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ

جو منکر ہین انکو کام نہ آوینگے انکے مال اور نہ اولاد اللہ کے عذاب سے کچھ اور وہ لوگ دوزخ کے

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَثَلِ

لوگ ہین وہ اسمین رہ پڑے جو کچھ خرچ کرتے ہین اس دنیا کی زندگی مین اسکی مثال

رِیْحٍ فِیْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ

جیسے تیز ہوا ہین پالا وہ مار گئے کھیتی ایک قوم کی جنھون نے اپنے حق مین برا کیا تھا پس اسکو میٹ گئے اور اللہ نے انپر ظلم نہین کیا

لٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝

پر وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے رہنا

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ - تدفع - عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ - جو لوگ کافر ہین تو نہین ہے پروا کرینگے یعنی نہین دور کرسکینگے ہرے انکے مال و نہ اولاد - مِنَ اللّٰهِ - ای عذابہ - شَیْئًا - اللہ تعالی سے یعنی عذاب الٰہی سے کچھ بھی یعنی یہان عذاب مضاف حذف کرکے نام جلیل تعالی کو ہول دلانے کے واسطے رکھا گیا حاصل یہ کہ کافرون کو عذاب الٰہی سے بچانے مین انکے مال و اولاد کچھ کارآمد نہونگے **قال المفسر** رح خصہما بالذکر لان الانسان یدفع عن نفسہ تارۃ بفداء المال تارۃ بالاستعانۃ بالاولاد یعنی مخصوص مال و اولاد کو ذکر دیا حالانکہ کوئی چیز بھی عذاب الٰہی سے کافرون کو نہ بچاویگی تو اسوجہ سے کہ عادت یون جاری ہے کہ آدمی اپنے اوپر سے مصیبت کو کبھی تو مال فدیہ دیکر دفع کرتا ہے اور کبھی اولاد کی مدد سے دور کرتا ہے - پھر مقاتل رح نے کہا کہ یہ تو بنو قریظہ و نضیر کے یہودی کافرون کے حق مین ہے اور بعض نے کہا کہ مشرکین قریش کے حق مین ہے اور ظاہر یہ ہے کہ آیہ عام ہے جملہ کافرون کے حق مین اور یہی قول با خود ہے کیونکہ اگر خصوص سبب ثابت بھی ہو تب بھی حکم عام لیا جائیگا - وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ - اور یہی لوگ جہنمی ہین ف ہر جگہ کافرون و مشرکون کو اصحاب نار فرمایا اسمین اشعار ہے کہ نار کی خصوصیت انھین لوگون سے ہے اور گنہگار اہل اسلام اگرچہ دوزخ مین بقدر جرم کے جاوین لیکن وے اصحاب النار نہین کیونکہ خلقت جنت کی انکے واسطے ہے جیسے خلقت دوزخ کی کافرون کے لیے ہے چنانچہ فرمایا - اعدت للکافرین - یعنی وہ کافرون ہی کے واسطے مہیا و موجود ہوئی ہے فافہم هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ - ای ملازمون - یہ لوگ ہمیشہ اسمین رہینگے کیونکہ دلائل دیگر قائم ہین کہ کافرون کے حق مین خلود سے ہمیشگی مراد ہے اگرچہ خلود زمانہ دراز کو بھی کہتے ہین مَثَلُ - صفۃ - مَا یُنْفِقُوْنَ - ای الکفار - مثل کی تفسیر صفت سے اشارہ ہے کہ انکے نفقہ و خرچ کے بیان کو جو مثل فرمایا تو اسوجہ سے کہ مثل ایک امر عجیب مین بولتے ہین اور انکی حالت عجیب ہے کہ محض بیکار جاتا ہے - الحاصل مثل اس نفقہ کی جو کافر خرچ کرتے ہین فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا - اس دنیاوی زندگی مین ف ینفقون کا فاعل کفار ہین اور یہ بیان انکے مالون کا ہے کہ کچھ کارآمد نہونگے خواہ کسیطرح خرچ کرین پس خرچ کرنا عام ہے خواہ ایسے کام مین خرچ کرین جسکو بھلا سمجھتے ہین مثلاً بتون کی دعوت مین یا حضرت صلعم کی ایذا مین یا اپنے فخر مین یا دکھلانے سنانے کو یا منافق لوگ ریاکاری اور خوف سے خرچ کرین چنانچہ مفسر رح نے کہا تو فی ہذہ الحیوۃ الدنیا فی عداوۃ النبی صلعم او صدقۃ او نحوہا - یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین یا صدقہ دینے مین یا مانند اسکے کسی کام مین - بالجملہ کفار اپنی نیت پر جو کچھ اس دنیا مین خرچ کرین اسکی مثال عجیب ہے کَمَثَلِ رِیْحٍ فِیْهَا صِرٌّ - حر او برد شدید - جیسے ہوا جسمین صر یعنی حرارت شدید یا سردی شدید ہو **بیضاوی**

لے لگا کہ شامل ہے اسکا اطلاق ہوائے سرد میں ہے۔ اور مفسرین نے جو دونوں کو بیان کیا تو اسوجہ سے کہ حضرت ابن عباس سے دونوں معنی مروی ہوئے ہیں اور
تحقیق وہ ہے جو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ صر یعنی ہوے شدید ہے یہ قول ابن عباس و عکرمہ و سعید و حسن و قتادہ و ربیع و ضحاک وغیرہ کا ہے اور عطاء نے فرمایا ہے
برد و جلید اور نیز ابن عباس و مجاہد سے فیہا صر ای نار یعنی آگ مروی ہے اور اسکا مرجع بھی اول ہی کیطرف ہے کیونکہ ہوے شدید بخصوص جبکہ جلید ہو تو
کھیتیوں و پھلوں کو جلا دیتا ہے جیسے آگ جلاتی ہے۔ اور بیضاوی نے کہا کہ صر در اصل صدر ہے یا صفت ہے کہ اس سے مبالغہ کے طور پر وصف
کیا گیا جیسے برد یا رد کہتے ہیں غرضکہ کافروں کے خرچ کی مثال دی کہ جیسے ہوائے سرد جو کہ۔ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا
أَنْفُسَهُمْ۔ بالكفر والمعصية۔ ایسی قوم کی کھیتی کو پہونچی جنھوں نے نافرمانیوں و کفر سے اپنا او بربال لیا تھا۔ فَأَهْلَكَتْهُ۔ فلم ينتفعوا
به فكذلك نفقاتهم فإنهم لا ينتفعون بها۔ پس اس ریح مذکور نے اس کھیتی کو تباہ کیا ف یعنی قوم مذکور نے اس سے نفع نہیں پایا ایسے ہی ان
کافروں کے نفقات مالی ہیں کہ محض برباد ہیں اُنسے انکو کچھ نفع نہوگا۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالی کے حکم سے اور قبول سے جسکو نفع ہوتا ہے اسنے
نیکی خرچ و نفقہ کو کیسا ہی ہو بیجا طور پر لانے سے مقبول نہ کیا اور سمیٹ دیا کہ کچھ اسکا نفع انکو عذاب الہی دفع کرنے میں نہیں ملسکتا ہے اور وہ صدقہ و نفقہ
ہونے کے حکم میں بھی کارآمد نہیں ہوتے ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ کاف تشبیہ تو ریح پر داخل ہے پس نفقات کی مثل ریح سے ہوئی حالانکہ کھیتی سے جسکو ایسا
پالا ہو بیجا مثال مقصود ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ تمثیل مفرد نہیں ہے کہ ہر فرد کی فرد سے تشبیہ ہو بلکہ تشبیہ مرکب ہے جسمیں مفردات کی تشبیہ پر لحاظ نہیں ہوتا ہے اور
بیضاوی نے کہا کہ جائز ہے کہ مضاف مقدر ہو یعنی کمثل مہلک ریح مانند ہوائے مذکور سے ہلاک کی ہوئی چیز کھیتی کی اور پھر تشبیہ مرکب ہے اور
مفرد تصور کرنا وہم ہے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ۔ بضياع نفقاتهم۔ اور اللہ تعالی نے ان پر ظلم نہیں کیا کہ انکے نفقات ضائع کر دیا۔ وَلَٰكِنْ
أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔ بالكفر الموجب لضياعها۔ ولیکن وہی خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ف بسبب اسکے کہ کفر کرتے ہیں جو ان کے
نفقات ضائع ہونیکا موجب ہے حاصل آنکہ خود ہی انھوں نے کھیتی والوں کے مانند ایسا امر کیا جو مستوجب عقوبت ہے کہ نفقات کو ایمان کیساتھ نہ لائے
تو قبول ہوتے بلکہ کفر کیساتھ لا کر خود ضائع کیے۔ اور تقدیم انفسهم مفعول برعایت فواصل ہے تخصیص ضروری نہیں لکن بالتشدید واسمه ضمير الشأن لا التقدير لكنه لا يخفى بالشعر

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ
اے ایمان والو مت ٹھہراؤ بھیدی اپنے غیر کو وہ کمی نہیں کرتے تمھاری خرابی میں انکی خوشی ہے تم جسقدر تکلیف پاؤ
قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ
نکلی پڑتی ہے دشمنی انکی زبانوں سے اور جو چھپا ہے انکے دلوں میں سو اس سے زیادہ ہے ہم نے جتا دیے تم کو
الْآيَاتِ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ۝ هَا أَنتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ
پتے اگر تم کو عقل ہے سنتے ہو تم لوگ انکے دوست ہو اور وہ تمھارے دوست نہیں اور تم سب
بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا ۖ وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ
کتابوں کو مانتے ہو اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں
الْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ
دشمنی سے تو کہہ مرو تم اپنی دشمنی میں اللہ کو معلوم ہے جیوں کی بات اگر ملے تم کو کچھ بھلائی
تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ۖ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ
بری لگے انکو اور اگر تم کو پہونچے برائی تو خوش ہوں اس سے اور اگر تم ٹھہرے رہو اور بچتے رہو تو کچھ نہ بگاڑیگا تمھارا

كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝

انکے فریب سے جو کچھ وہ کرتے ہین سب اللہ کے بس مین ہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً - صفیا تطلعونهم علی سرکم - یعنی بطانہ سے مراد صفیا ہین ای ایسے برگزیدہ دوست مت بناؤ کہ انکو اپنے بھید بہ مطلع کرو - اور بطانہ دراصل مصدر ہی کہ واحد کا اور جمع کا نام ہوتا ہی اور یہان جمع پر اطلاق ہی چنانچہ مفسر نے اصفیاء سے جو جمع صفی ہی تفسیر کی اور بطن فلان بفلان جبکہ اسکے ساتھ خاص ہوا اور **بیضاوی** رح نے کہا کہ اسکو ولیجہ کہتے ہین اور بطانہ وہ ایسا شخص ہی جسکو آدمی اپنے اسرار سے مطلع کرے - اور اسپر اعتماد کرے - اور تشبیہ اسکی بطانۃ الثوب ای استر سے ہی جیسے حضرت صلعم نے شعار سے تشبیہ دی کہ فرمایا انصار شعار ہین اور دیگر لوگ دثار ہین مِّن دُونِكُمْ - ای غیرکم من الیھود والمنافقین یعنی مسلمانون کے غیر لوگون یہود و منافقون وغیرہ مین سے - الحاصل ای ایمان والو تم اپنے سواے غیرون مین سے ولی دوست رازدار مت بناؤ - اور واضح رہے کہ مخالفت و ترک انکے دوست بنانے سے یہہ مراد نہین کہ دوست بناؤ مگر نہ ایسے دوست کہ اسپر اعتماد کرکے اپنے اسرار پر مطلع کرو کیونکہ کفار کی دوستی سے مطلق ممانعت ہی جیسا کہ پہلے اسکی ممانعت گذر چکی ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہی جو مروی ہوا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ مسلمانون مین سے چند لوگ تھے کہ یہود سے میل جول رکھتے بسبب انکے پڑوسی ہونے کے اور بسبب اس عہد و قسم کے جو انکے درمیان زمانہ جاہلیت مین تھے پس اللہ تعالیٰ نے انکے حق مین یہہ آیت نازل فرمائی پس انکو ان یہود سے مباطنت کرنے سے منع کر دیا تاکہ فتنہ مین نہ پڑین اور نیز ابن عباس رض نے فرمایا کہ منافقون سے مباطنت کو منع فرمایا ہی اسی سے بعض نے کہا کہ من دونکم مین من زائدہ ہی اور معنی یہہ ہین کہ ایسے لوگون سے جو تمہارے دون ہین یعنی ایمان و عمل مین تمسے مباطنت نہ رکھو اور صحیح یہہ کہ یہہ تفسیر مبہم ہی اسواسطے کہ منافقین ایمان و عمل مین انسے ادون نہین بلکہ محض بے ایمان تھے بلکہ کھلے کافرون سے بدتر پس انکی مباطنت مین خوف ضرر تھا - اور ابو امامہ رض نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جنسے مباطنت کو منع فرمایا ہی وہ خوارج ہین رواہ ابن ابی حاتم والطبرانی و **شیخ مفسر جلال الدین سیوطی** رح نے کہا کہ اسکی اسناد جید ہی اور ظاہر یہہ ہی کہ یہہ بھی ان لوگون مین داخل ہین جنکی مباطنت سے منع فرمایا پس قول اقرب یہہ ہی کہ آیہ کریمہ مین جمیع اقسام کفار سے مباطنت منع ہی اور اولا وہ داخل ہین جنکے حق مین نزول آیہ ہی اور ثانیا باقی سب اقسام داخل ہین اور **شیخ ابن کثیر** رح نے جو کہا اسکا حاصل یہہ ہی کہ اہل نفاق سے رازداری نہ رکھین کہ وہ مومنون کے حق مین کوئی مکر و ضرر اٹھا نہین رکھتے ہین اور اپنے دین والے مسلمانون کے سواے کسی سے مباطنت نہ رکھین اور ابو سعید رض سے اور ابو ہریرہ رض سے اور ابو ایوب انصاری رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نہین مبعوث کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی اور نہین خلیفہ کیا کوئی خلیفہ مگر آنکہ اسکے دو بطانہ رکھے ایک اسکو بھلائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ کرتا ہی اور دوسرا اسکو برائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ کرتا ہی اور معصوم وہی رہا جسکو اللہ تعالیٰ نے معصوم کیا رواہ البخاری والنسائی وغیرہ و جیدا ور مترجم کہتا ہی کہ شاید یہہ دونون وہی ہین جنکو دوسری حدیث مین لمۂ ملک اور لمۂ شیطان سے تعبیر فرمایا ہی واللہ اعلم اور حضرت عمر بن الخطاب سے کہا گیا کہ یہان ایک غلام اہل حیرہ مین سے ہوشیار کاتب ہی اگر اسکو منشی مقرر کر لیجئے تو اچھا ہوتا آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین مین سواے مومنین کے دوسرون مین سے بطانہ بنا لینے والا ہو جاتا یعنی اس سے انکار کیا اور اس اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہی اور سابقہ مذکور ہی کہ حضرت عمر رض نے اپنے غلام نصرانی کو بھی نہ لیا اور فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جاتا تو ہم تجھسے مسلمانون کے کام مین مدد لیتے پھر اللہ تعالیٰ نے مومنون کو سمجھایا کہ کافرون کو دوست بنانے مین نفع کا خیال مت کرو بلکہ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا - ای لا یقصرون لکم جھدھم فی الفساد وہ لوگ تمہارے بگاڑنے مین کوئی کوشش اٹھا نہین رکھینگے ف خبالاً جو ہر طرح کے فساد کرنے کو عقل مین یا دین مین یا بدن مین ہو کہتے ہین اسکو

نصب بنزع خافض ہے ای فی خبال اسواسطے کہ یالون ازالو بمعنی کمی وکوتاہی متعدی بحرف ہے اسیواسطے کہا کہ معنی یہ ہیں یعنی کمی کرینگے تمھارے لیے اپنی کوشش تک بگاڑ کرنے میں اور بیضاوی نے فرمایا کہ متعدی بدو مفعول ہوا جیسے عرب بولتے ہیں لاالوک نصحًا اسوجہ سے کہ متضمن معنے منع کو یا معنے نقص کو ہے وَدُّوا تمنوا۔ مَا عَنِتُّمْ۔ ای عنتکم وہو شدۃ الضرر۔ دل سے چاہا ان کافرون نے تمھاری عنت کو یعنی سخت ضرر کو قَدْ بَدَتِ۔ ظہرت۔ الْبَغْضَاءُ۔ العداوۃ لکم مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔ بالوقیعۃ فیکم واطلاع المشرکین علی سرکم۔ ظاہر ہوگئی عداوت تمھارے ساتھ انکی مونھون سے باینطور کہ تمھاری بدگوئی میں پڑے اور تمھارے بھید پر تمھارے دشمن مشرکین مکہ کو اطلاع دیدی ف لبغضاء شدت بغض ہے جیسے ضرر اور شدت ضرر ہے اور انکو ایسا شدید بغض تمھارے ساتھ ہے کہ انکے چھپائے نہ چھپا دل کر مونھ کو آگیا اور کھلگیا۔ اور محاورہ میں بولتے ہیں وقع فلان فی زید یعنی اسکی بدگوئی اور غیبت میں پڑگیا پھر اسقدر تو انکی عداوت کھل گئی۔ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ۔ من العداوۃ لکم اَكْبَرُ۔ اور جو چھپائے ہوئے ہیں سینے انکے تمھاری عداوت سے وہ بہت بڑھی ہے ف یہ ذی عقل پر ظاہر ہے کہ دبانے اور چھپانے پر تو جوش آیا اور نہ رکتا تو یہ کچھ زہر اگلا پھر سینون میں کیا کچھ ہوگا اسیواسطے فرمایا۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ۔ علی عداوتہم۔ تمھارے لیے انکی عداوت پر نشانیان ہم نے بیان کردین انکو خوب سمجھو۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ ذلک فلا توالوہم۔ اگر اسکو سمجھتے ہو تو پھر ان کافرون سے موالات مت کرو ف اگر کہا جاوے کہ اِنْ حرف شک کیسا ہے۔ جواب یہ کہ یہ شک کے واسطے نہیں بلکہ بڑھاوا ہے جیسے کہتے ہیں کہ بیٹا اگر تم ہمارے بیٹے ہو تو تازہ پھر لڑنا پھر ما لیسے میں بھی ۱۲ اور کی دلائی چنانچہ فرمایا۔ هَا۔ للتنبیہ۔ ای ہوشیار ہوجاؤ۔ اَنْتُمْ۔ یا۔ اُولَاۗءِ۔ المؤمنین۔ تمہی ہو اے ایمان والے بندو۔ تُحِبُّوْنَهُمْ۔ لقرابتہم منکم وصداقتہم۔ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ۔ لمخالفتہم لکم فی الدین۔ تم محبت کرتے ہو ان لوگون سے ف لسبب انکی قرابت کے تمھارے ساتھ اور لسبب انکے یار سمجھنے کے" اور حال یہ کہ وہ تمکو نہیں چاہتے ہیں لسبب اسکے کہ دین میں تم اُنسے مخالف ہو حالانکہ تمھیں حق پر ہو۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ۔ ای بالکتب کلہا ولا یؤمنون بکتابکم۔ اور تم کل جنس کتاب سماوی پر ایمان لاتے ہو یعنی سب کتابون پر ایمان رکھتے ہو اور وہ لوگ تمھاری کتاب پر ایمان نہیں لاتے۔ اور حاصل یہ کہ ہر معاملہ دوستی و دشمنی کا جب اللہ تعالےٰ کیواسطے ہے تو دیکھو کہ تمکو تو شک و حیرت وشبہہ کچھ نہیں تم سب کتابون پر ایمان لاتے ہو اور وہ شک وشبہہ وحیرت میں مذبذب وکفر میں حسد کرتے ہیں اور حاصل اسکا وہ جو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم ایمان لاتے ہو اپنی کتاب پر اور انکی کتاب پر اور تمام ان کتابون پر جو اس سے پہلے اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائیں اور وہ لوگ تمھاری کتاب سے انکار کرتے ہیں پس وہ اسقدر تمسے بغض رکھنے میں اسکی بہ نسبت تمکو اُنسے زیادہ سخت بغض رکھنا چاہیے رواہ ابن جریر۔ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ڔ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ۔ اطراف الاصابع یعنی انامل جمع انملہ اور وہ انگلی کا اوپر کا سرا ہے اور یہی قتادہؒ نے کہا اور ابن مسعود وسدی وربیع نے انامل کی اصابع سے تفسیر کی اور یہی مراد ہے کیونکہ کاٹنا انگلیون کا ہوتا ہے مِنَ الْغَيْظِ۔ شدۃ الغضب لما یرون من ائتلافکم ویعبر عن شدۃ الغضب بعض الانامل مجازا وان لم یکن ثمہ عض۔ المعنی اور یہ منافق جب تمسے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اکیلے میں ہوتے ہیں تو تم پر انگلیان چباتے ہیں بوجہ غیظ کے ف یہ بیان سبب ہے یعنی تم پر انگلیان چباتے ہیں لسبب غیظ یعنی شدت غضب کے کیونکہ تم میں آپس میں بہت میل دیکھتے ہیں یا ایسے یاس وحسرت پر کہ تمکو کوئی برائی نہیں پہونچا سکتے ہیں جل جل کر رہتے ہیں کچھ بدلا نہیں لے سکتے ہیں اگر کہا جاوے کہ کیا وہ انگلیان چباتے تھے جواب یہ کہ شدت غضب کو مجازًا عض الانامل سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ درحقیقت عض واقع بھی نہوا ہو۔ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ۔ ای ابقوا علیہ الی الموت فلن تروا ما یسرکم یعنی حضرت صلعم کو حکم دیا کہ کہدے کہ مرو تم اپنے غیظ میں ف اس سے یہ مطلب نہیں کہ فی الفور

مرجاؤ اگر یہ مراد ہوتی تو اسیوقت سب جل مرتے بلکہ یہ محاورہ ہے اور معنی یہ ہین کہ موت کے وقت تک اسی غیظ و جلن مین پڑے رہو کیونکہ ہرگز تم ایسی چیز نہ دیکھو گے جو تم کو خوش کرے پس زندگی بھر اس بدحال سے جیو اور بدحال سے مرو اور آگے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بما فی القلوب ومنہ بالضرہ ہیولا یعنی اللہ تعالی دانا ہے جو ذات صدور ہین یعنی جو دلون مین ہے اور منجملہ اسکے یہ بھی ہے جو یہ لوگ اپنے دین عداوت اسلام و مومنین کو پوشیدہ کیے ہین پس وہ عاقبت مین بھی انکو اسکا عذاب سخت دیگا۔ اور یہی خبر غیب تھی کہ یہود و منافق مرتے دم تک اپنی خوشی کی مراد نہ دیکھینگے یعنی مسلمانون کی پھوٹ اور کافرون کی شوکت کو سیواسطے آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ آپ انکو فرماوین فافہم۔ اِنْ تَمْسَسْكُمْ تصبکم۔ حَسَنَةٌ۔ نعمۃ کنصر و غنیمۃ۔ تَسُؤْهُمْ۔ تحزنہم۔ یعنی اگر پہونچے تمکو نعمت مانند فتح یا غنیمت کے تو غمناک کرتی ہے انکو ف پہونچنے کو مس سے تعبیر کیا اور حسنہ کو تنوین تقلیل فرمایا اور حزن کو سوء سے تعبیر فرمایا اسمین انکی سخت دشمنی کا اشعار ہے یعنی ایسے سخت دشمن ہین کہ اگر تم کو قلیل بھلائی چھو جاتی ہے تو انکو بڑا ملال ہوتا ہے پھر سمجھ لینا چاہیے کہ بہت بھلائی پہونچ جانے کو دیکھکر وہ کیا کرینگے لیکن اللہ عز وجل نے اپنے اپنے فضل سے ایسا کچھ دیا کہ ظاہر ہے ان الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء فللہ الحمد والمنۃ۔ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ۔ کہزیمۃ وجدب۔ اور اگر تم کو پہونچے کوئی برائی ف مانند شکست کے لڑائی مین یا رزق کی تنگی کے جو قحط مین ہوتی ہے۔ يَّفْرَحُوْا بِهَا۔ تو اس سے خوش ہو جاتے ہین ف یعنی آجتک انکا یہ حال رہا ہے کہ تمھاری بھلائی پر جلے اور تمھاری برائی دیکھکر خوش ہوے و جملۃ الشرطیۃ علیہ متصلۃ بالشرطیۃ قبل و ما بینہما اعتراض والمعنی انہم منتہون فی عداوتکم فلم توالونہم فاجتنبوہم۔ اور یہ جملہ شرطیہ علیہ منفصل ہے شرط سابق سے یعنی اذا خلوا الخ سے اور ان دونون کے درمیان مین قل موتوا الخ جملہ معترضہ ہے اور معنی یہ ہین کہ تمھاری عداوت مین وہ لوگ انتہا درجہ پر پہونچے ہوے ہین پھر تم انسے کیون موالات رکھتے ہو جب تمنے یہ جان لیا تو اب انسے پرہیز کرو۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا۔ علی اذاہم۔ وَتَتَّقُوْا۔ اللہ فی موالاتہم وغیرہا۔ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا۔ اور اگر تم صبر کرو انکی اذیت پر اور ڈرو اللہ سے ان کافرون سے موالات رکھنے وغیرہ مین تو نہ ضرر دیگا تمکو مکر انکا کچھ ف لایضرکم مین دو قرائۃ ہین ابو عمرو نافع و ابن کثیر نے ضاد کو بکسر ضاد و سکون را پڑھا ای لا یغرکم۔ دھوکا نہ دیگا۔ اور باقیون نے بضمہ ضاد و را و تشدید را پڑھا اور را پر ضمہ باتباع ضاد ہے ورنہ اصل فتحہ را ہے مانند قرائۃ مفضل رح از عاصم کے یعنی ضرر نہ دیگا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔ بالیاء والتاء۔ مُحِيْطٌ۔ عالم فیجازیہم۔ یعنی یعملون بیائے تحتیہ تو قرائۃ سبعہ کی متواتر ہے اور تعملون بتائے فوقیہ قرائۃ سہل رح کی شاذ ہے اور بنا بر قرائۃ متواترہ کے معنی یہ ہین جو وہ کرتے ہین اللہ تعالی اسکا محیط ہے یعنی علم الہی اسکو محیط یعنی دانا ہے پس انکو اسکا بدلا دیگا اور کمالین مین کہا کہ بیضاوی نے کشاف کی تبعیت مین عجب غریب بات کہی کہ قرائۃ بتائے فوقیہ کو اصل قرار دیکر تفسیر کیا مین کہتا ہون کہ درحقیقت یہ وہم ہوا کما ذکر الفاضل السیالکوٹی فی القاری

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ
اور جب فجر کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھلانے لگا مومنون کو لڑائی کے ٹھکانون پر اور اللہ سنتا جانتا ہے جب
هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝
قصد کیا دو فرقون نے تم مین سے یہ کہ نامردی کرین اور اللہ مددگار تھا انکا اور اللہ ہی پر چاہیے کہ بھروسا کرین مسلمان

وَ۔ اذکر یا محمد۔ اور یاد کر یعنی بیان کر اے محمد۔ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ۔ من المدینۃ۔ جب فجر کو چلا تو اپنے اہل سے یعنی مدینہ سے نکلکر۔ جاننا چاہیے کہ حضرت صلعم کے مکہ معظمہ سے مدینہ کو ہجرت کرکے آنے کے بعد مشرکین مکہ سے پہلے بدر کے مقام پر لڑائی ہوئی جسمین مسلمانون نے فتح پائی جسکا قصہ انفال مین آویگا انشاء اللہ تعالی اور پھر احد پر لڑائی ہوئی جو مدینہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے اسمین مسلمانون نے

شکست کھائی اور اس دن کو یوم اُحُد کہتے ہیں اس میں سورۂ آل عمران کی ساٹھ آیتیں نازل ہوئیں جنمیں اُحد کے واقعہ کا بیان اور شکست اٹھانے والوں پر عتاب ہے۔ پس جمہور کے نزدیک یہ آیۃ کریمہ بھی واقعہ اُحد کے بیان میں ہے اور یہی حضرت عبدالرحمن بن عوف و ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی قول زہری و قتادہ و سدی وغیرہم کا ہے اور حسنؒ نے کہا کہ غزوۂ احزاب ہے کما رواہ ابن جریر اور یہی مقاتل و کلبی کا قول ہے اور یہ معتمد نہیں اور ابن جریر نے کہا کہ قول اول اصح ہے بدلیل آیۃ آئندہ **قالہ ابن کثیر** وغیرہ واقعہ احد کا ماہ شوال روز سنیچر کو سنہ تین ہجری میں واقع ہوا اور سبب اسکا یہ ہوا کہ واقعہ بدر میں جب مال تجارت بچ گیا اور مشرکین مکہ کی جان بچ گئی اور اکثر مارے گئے تو مقتولوں کی اولاد و باقی بچے ہوؤں نے ابوسفیان سے کہا کہ یہ سب مال محمد سے لڑائی میں صرف کرنے کو رکھو پس انھوں نے تین ہزار لشکر جمع کر کے احد پر قریب مدینہ کے اتارا اور رسول اللہ صلعم نے جمعہ کی نماز مدینہ میں پڑھکر مالک بن عمرو پر جنازہ کی نماز پڑھکر لوگوں سے مشورہ لیا اور عبداللہ بن ابی منافق کو بھی اس روز طلب کیا اسنے مدینہ میں ٹھہرنے کی رائے دی اور یہی بعضے صحابہ کی رائے ہوئی کہ قریش اگر وہاں پڑے رہے تو بری جگہ پڑے ہیں اور اگر مدینہ پر چڑھیں تو مرد رو برو سے مارینگے اور عورتیں و لڑکے اوپر سے پتھر مارینگے اور آنحضرت صلعم بھی اسی رائے کیطرف مائل تھے و فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میرے گرد گلہ گاؤں کا ذبح کیا ہوا ہے اسکی میں نے تاویل بہتر دیکھی اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار کے پیپلے میں رخنہ ہو گیا اسکی میں نے تاویل دی کہ ہزیمت ہوگی اور میں نے دیکھا کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ ایک زرہ حصین میں داخل کردیے اسکی میں نے تاویل مدینہ دیکھی اور دوسروں نے جو بدر میں شریک ہوئے تھے باہر نکلکر لڑنے کی رائے دی اور اصرار کیا پس آپ اندر گئے اور سامان جنگ پہنکر نکلے یہ دیکھکر وہ نادم ہوئے کہ آنحضرت صلعم پر وحی آتی ہے ہم نے دلیری کی تو عذر کرنے لگے کہ یا رسول اللہ اگر آپ چاہیں تو ٹھہریں آپ نے فرمایا کہ کسی نبی کو روا نہیں کہ سامان جنگ پہنکر لوٹے یہانتک کہ اللہ تعالے حکم کرے جو چاہے پس ہزار مرد کی جماعت سے نکلے جب مقام شوط تک پہونچے تو عبداللہ بن ابی منافق تین سو کی جماعت سے لوٹا کیونکہ حضرت صلعم نے اسکی رائے کو نہیں لیا اور باقی لشکر سے آپ اُحد پر پہونچ گئے اور عدوہ قریب اترے اور لشکر کی پشت احد کی جانب کی اور کہا کہ کوئی نہ لڑے جبتک میں حکم نہ دوں پھر سات سو کی جماعت سے آپ نے لڑائی کا تہیا کیا اور تیراندازوں پر عبداللہ بن جبیر کو سردار کیا وہ پچاس تیرانداز تھے اور فرمایا کہ ہمسے مشرکین کے سواروں کو دور رکھنا کہ ہمارے پیچھے سے حملہ آور نہ ہوں اور برابر اپنی جگہ پر جمے رہنا خواہ ہمکو غلبہ ہو یا ہم پر غلبہ ہو اور خود تیاری کر کے مصعب بن عمیر کو لواء لشکر دیدیا اور مشرکین قریش نے جو تین ہزار تھے تہیا کیا اور انکے ساتھ دو سو گھوڑے تھے ان سواروں کے میمنہ پر خالد بن الولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو سردار کیا اور لواء بنی عبدالدار کو دیا اور باقی قصہ ان آیات میں آویگا پس یہی اللہ تعالی نے ذکر فرمایا۔ واذ غدوت من اہلک۔ ظرف منصوب بفعل مقدر اذکر ہے اور غدو کہتے ہیں صبح کے چلنے کو۔ یہاں ابن جریر نے اشکال کیا کہ اس قصہ میں بعد نماز جمعہ کے آپ کا روانہ ہونا کیونکر مذکور ہے اور جواب دیا کہ غدوہ تو مومنوں کو مقاعد قتال کیواسطے ہے وہ سنیچر کی صبح کو واقع ہوا **مترجم** کہتا ہے کہ من اہلک کا تعلق غدوت سے رکھنا اس صورت میں مشکل ہوگا اور بعض نے جواب دیا کہ کبھی غدو و رواح مطلق نکلنے و آنے کے معنی میں بدون اعتبار وقت کے مستعمل ہوتا ہے جیسے ضحی بدون اعتبار وقت ضحی کے بولا جاتا ہے۔ اور من اہلک اسواسطے فرمایا کہ آپ حجرۂ عائشہؓ سے نکلکر روانہ ہوئے تھے اور اسمیں حضرت عائشہؓ کے اہل رسول اللہ صلعم ہونے پر تنصیص ہے اور یہ بڑی فضیلت ہے۔ تبوئ۔ تنزل۔ **المؤمنین مقاعد للقتال**۔ تو اتارتا تھا مومنوں کو مقاعد قتال کے لیے۔ مقاعد جمع مقعد اور مراد مراکز جمع مرکز ہے جہاں وہ کھڑے ہونگے الحاصل درحالیکہ تو موقع سے اتارتا تھا مومنوں کو مرکز قتال میں۔ واللہ سمیع۔ لاقوالکم۔ اور اللہ تعالی سننے والا ہے تمھارے اقوال کا **علیم**۔ باحوالکم۔ جاننے والا تمھارے احوال کا ہے۔ وہو یوم احد خرج صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بالف او الا خمسین رجلا والمشرکون ثلثۃ آلاف ونزل بالشعب یوم السبت سابع شوال سنۃ

ثلث من الہجرۃ وجعل ظہرہ وعسکرہ الی احد وسوی صفوفہم واجلس جیشا من الرماۃ وامر علیہم عبداللہ بن جبیر لسفح الجبل وقال انضحوا عنا بالنبل لا یاتونا من ورائنا ولا تبرحوا غلبنا او نصرنا ۔ یہ واقعہ روز احد کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار مرد سے یا پچاس کم ایک ہزار مرد سے نکلے اور تین سے تین سو مرد منافق واپس ہوئے) اور مشرکین تین ہزار تھے جن کا سردار ابوسفیان تھا اور حضرت صلعم جا کر احد کی گھاٹی پر عدوۃ قریب پہنچ کر اترے پروز سنیچر سفتم شوال (یا گیارھوین کما قال قتادہ یا چودھوین کما قال عکرمہ) سنہ تین ہجری کو اور پشت اپنی و لشکر کی کوہ احد کیطرف کی اور مومنین کی صفین راست کین اور ایک لشکر تیر اندازون کا بٹھایا جو پچاس مرد تھے اور امیر مقرر کیا انپر عبداللہ بن جبیرؓ کو اور بٹھایا پیچ جبل پر یعنی درۂ احد پر اور حکم کیا کہ مشرکین سوارون کو تیرون سے ہمسے دور رکھو وہ ہمارے پیچھے سے ہم پر نہ آنے پاوین اور اپنی جگہ سے مت ٹلو خواہ ہم مغلوب ہون یا فتح پا دیں۔ اِذْ - بدل من اذ قبلہ یہ اذ پہلے اذ سے بدل واقع ہے۔ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ - بنو سلمہ و بنو حارثہ جناحا العسکر یعنی وہ گروہ تمین سکے وہ بنو سلمہ بکسر لام از قبیلہ خزرج اور بنو حارثہ از قبیلہ اوس ہین جو لشکر کے دونون بازو کیے گئے تھے ۔ اَنْ تَفْشَلَا ۙ - تجبنا عن القتال و ترجعا لما رجع عبداللہ بن ابی المنافق واصحابہ وقال علی م نقتل انفسنا واولادنا وقال لابی حاتم السلمی القائل لہ انشدکم اللہ فی نبیکم وانفسکم لو نعلم قتالا لاتبعناکم فثبتہما اللہ تعالی ولم ینصرفا المعنے جب تم مین سے دو گروہ نے کچھ ارادہ کیا - یہ کہ قتل کر جاوین یا کاہین و نامردی کرجاوین لڑائی سے ف لوٹ جاوین جبکہ عبداللہ بن ابی المنافق واسکے ساتھی لوٹ گئے ہین یہ کہکر کہ کس بات پر قتل کرین ہم اپنی جانون کو و اولاد کو اور ابو حاتم سلمیؓ سے بولا جسنے اس منافق مذکور سے کہا کہ مین تمکو قسم دلاتا ہون اور خدا کا واسطہ دیتا ہون تمھارے نبی و تمھارے جانون کے حق مین تو لیوں جواب دیا کہ اگر ہم قتال جانتے تو تمھارے پیچھے ہو لیتے پھر اللہ تعالی نے ہر دو گروہ کو ثابت رکھا اور وہ نہین لوٹے مترجم کہتا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول منافق یہ کہکر لوٹا کہ کس چیز پر ہم اپنے کو اور اپنی اولاد کو قتل کرین تو ابو حاتم سلمی اسکے پیچھے گئے اور اسکو قسم دلائی کہ نہ لوٹے تو انکو اسنے جواب دیا کہ اگر آج ہم لڑائی جانتے تو تمھارے پیچھے چلتے ولیکن ہم نہین دیکھتے ہین کہ تم آج لڑو - اور بنو سلمہ و بنو حارثہ بھی لوٹنے کا ارادہ دلمین رکھتے تھے پس عبداللہ بن ابی کے لوٹنے پر انھون بھی قصد لوٹنے کا کیا لیکن اللہ تعالی نے انکو ثابت رکھا وہ نہین لوٹے وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ ناصرہما - واللہ تعالی ان دونون کا مددگار ہے - وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ - لیثقوا بہ دون غیرہ - مومنون کو چاہیے کہ اللہ تعالی پر بھروسا کرین ف نہ اور کسی پر - اور یہ حصر تقدیم علی اللہ سے مستفاد ہے - حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہمارے حق مین نازل ہوئی اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا الآیہ اور کہا کہ ہم دونون گروہ بنو حارثہ و بنو سلمہ تھے اور کہا کہ ہم نہین چاہتے ہین کہ وہ نہ اترتی اسواسطے کہ اسمین یہ فرمایا واللہ تعالی ولیہما رواہ البخاری ومسلم پھر جب قتال واقع ہوا اور لوگون نے حکم رسول صلعم کا خلاف کرکے غضب الہی کمایا اور شکست کھا کر چلائے اور منافقون نے باتین بنائین تو انکو اسنی نعمت یاد دلانے اور نصیحت بلیغ فرمانے کو نازل فرمایا جیسا کہ مفسرین نے کہا کہ جب لوگون نے ہزیمت اٹھائی تو انکو اپنی نعمت سابق انکو یاد دلانیکے لیے نازل فرمایا قولہ تعالی

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اِذْ تَقُوْلُ

اور البتہ اللہ نے تم کو مدد دی بدر مین حالانکہ تم کم مقدور تھے سو ڈرو اللہ سے تاکہ تم شکر کرو جب تو کہنے لگا

لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ؕ

مسلمانون کو کیا تم کو کفایت نہین کہ تمھاری مدد کرے پروردگار تمھارا تین ہزار فرشتے اتارے ہوئے سے

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ

البتہ اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو اور وہ آوین تم پر اسی دم تو مدد بھیجے تمھارا رب پانچ ہزار

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ

فرشتے پلے ہوے گھوڑوں پر اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی اور تاکہ تسکین ہو تمہارے دلوں کو

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور نہیں مدد مگر اللہ کے پاس جو زبردست ہے حکمت والا تا کاٹ ڈالے ایک طرف کافروں کو

اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ○

یا اونکو ذلیل کرے کہ پھر جاویں نامراد

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ - موضع بین مکۃ والمدینۃ - بدر ایک مقام درمیان مکہ و مدینہ کے بنام بدر بن النضر یا بدر بن انارہ بن یا چاہ بدر مشہور ہوا اور یہ لڑائی بروز جمعہ ۱۷ ہم شعبان سنہ ۲ ہجری بابت ودن بیان کے اتفاقی واقع ہوگئی جسمین اللہ تعالی نے مومنوں کو فتح دی اور ابوجہل وغیرہ جو قریش کے سرغنہ تھے مارے گئے حالانکہ مسلمان تین سو تیرہ آدمی بے سامان تھے اور مشرکین نو سو اور ہزار کے درمیان پورے سامان سے تھے بہی فرمایا - ولقد نصرکم اللہ ببدر - وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ - بقلۃ العدد والسلاح - از آنجا کہ ذلیل ہیں قلت بسبب قلت تعداد و سامان جنگ کے ہر حال المعنی اللہ تعالی نے تمکو بدر کے روز فتح دی حالانکہ تم بے مقدور تھے تاکہ جان رکھو کہ فتح ہونا کثرت تعداد و سامان پر نہیں ہے اور عیاض اشعری سے روایت ہے کہ ملک شام کے واقعہ یرموک میں موجود تھا اور ہم پر ابوعبیدہ و یزید بن ابی سفیان و ابن حسنہ و خالد بن الولید و عیاض یہ پانچ آدمی سردار تھے اور حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ جب قتال ہو تو تم سب کا سردار ابوعبیدہ ہے - پھر ہمنے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ہمکو موت نے گھیر لیا اور عمرؓ سے مدد چاہی تو جواب لکھا کہ تمہارا خط آیا تم ہمسے مدد مانگتے ہو مین تمکو ایسے پاک کی طرف رستہ بتاتا ہون کہ اسی سے مانگو کہ اسکی نصرت سب سے عزیز اور لشکر نہایت قوی ہے یعنی اللہ عزوجل سے کہ اسنے محمد صلعم کو تمہاری تعداد سے کم کو بدر کے روز فتح دی پھر جب میرا خط پہونچے تو تم اُنسے لڑائی شروع کرو اور دوبارہ مجھے مت لکھو - عیاض کہتے ہین کہ ہمنے کفار لشکر شام سے جو بہت کثرت سے تھے قتال کیا پس اللہ تعالی کی مدد سے ہمنے انکو چار فرسخ بھگا دیا اور بہت مال غنیمت ہاتھ آیا پھر سردار عیاض نے ہمکو مشورہ دیا کہ ہر ذی راس کو دس دیوین - اور کہا کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا کہ میرے ساتھ کون مراہنت کریگا تو ایک نوجوان بولا کہ مین بشرطیکہ آپ غصہ نہون - کہا کہ پھر وہ آگے ہوگیا پس مینے گیسوے ابوعبیدہؓ اوڑتے دیکھا اور وہ اسکے پیچھے ایک اعرابی گھوڑے پر تھے رواہ احمد و اسنادہ صحیح وقد اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ - فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ نعمتہ یعنی تقوی کرو اللہ سے شاید تم شکر کرو اسکی نعمتوں کا - پھر جب احد مین مسلمانوں نے گریز کیا تو اللہ تعالے نے یاد دلایا کہ کیا موت سے ڈرے جسکا نتیجہ اللہ تعالے کی جوار رحمت مین تھا یا غلبہ کفار سے ڈرے حالانکہ صبر پر اللہ تعالے تمہارا ناصر تھا پھر جسکی طرف اللہ تعالی ہو وہ قلیل یا ذلیل نہین ہے اور جسکی طرف اللہ تعالی کی نصرت نہو وہ کروڑون ہون تو خوار و ذلیل ہین پس فرمایا - اِذْ - ظرف لنصرکم - یہ نصرکم کا ظرف زمان ہے - تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ - توعدہم تطمینا لقلوبہم - جب تو مومنون کو انکے دل کے اطمینان کے لیے یہ وعدہ دیتا تھا - اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ - کیا تم کو کفایت نہین کہ تمہارا رب تمکو تین ہزار ملائکہ منزلین سے مدد فرماوے - ف یعنی تمکو بہت کافی ہے بلکہ فقط اللہ تعالی کی نصرت کافی ہے - یہ تو عام دلون کے اطمینان کیلیئے ہے اور مفسرؒ نے اذ کو ینصرکم کے متعلق ہونے سے اشارہ کیا کہ یہ وعدہ بروز بدر واقع ہوا تھا نہ بروز احد جیسا کہ بعض مفسرین اُس طرف گئے ہین اور صحیح قول اول ہے اور وہی ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے بسند صحیح عامر شعبیؒ سے روایت کیا کہ مسلمانون کو بدر کے روز یہ خبر پہونچی کہ کرز

بن جابر مشرکون کی مدد کریگا پس اپنر یہ گران گذرا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ الن یکفیکم ان یمدکم ربکم تا قولہ مسومین۔ پھر کرز کو شکست کفار کی
خبر پہونچی اسنے مشرکون کی مدد نہ کی اور مسلمانون کو بھی پانچہزار ملائکہ سے مدد نہین دی گئی منزلین۔ بالتخفیف و التشدید بتخفیف زا معجمہ اکثر کی قراءۃ
ہی اور بتشدید زا معجمہ ابن عامر کی قراءۃ ہی جو تکثیر کے معنی بتلاتی ہی یا بتدریج کے معنی ہین اے درجہ بدرجہ کرکے اترین بلیٰ۔ یکفیکم ذالک کیون نہین
یعنی تمکو حضور ربدو کافی ہی قال المفسر فی الانفال بالف لانہ امدہم اولا بہا ثم صارت ثلثۃ ثم صارت خمسۃ کما قال تعالیٰ۔ ان تصبروا۔ علی
لقاء العدو۔ اگر کہا جاوے کہ سورۂ انفال مین تو ایک ہزار مذکور ہین جواب یہ کہ پہلے انکو ایک ہی ہزار سے مدد دیگئی پھر وہ تین ہزار ہوگئے پھر
پانچہزار ہوے اور یہی قول ربیع بن انس رض سے مروی ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان تصبروا یعنی اب اگر تم صبر کروگے دشمن سے بھڑنے مین وتتقوا۔ اللہ
فی المخالفۃ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے خلاف کرنے مین۔ ویاتوکم۔ ای المشرکون من فورہم۔ وقتہم۔ ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ
آلاف من الملئکۃ مسومین۔ بکسر الواو و فتحہا ای معلمین وقد صبروا وانجز اللہ وعدہ بان قاتلت معہم الملائکۃ علی خیل بلق علیہم عمائم صفر و
بعض ارسلوہا بین اکتافہم۔ اور آوین مشرک اسی وقت تو مدد کریگا تمکو تمھارا پروردگار پانچہزار ملائکہ مسومین سے فاسومین بکسر الواو قراءۃ ابو عمرو
و ابن کثیر کی ہی اور بفتح الواو باقیون کی قراءۃ ہی اور معنی اسکے معلمین یعنی اول قراءۃ کے موافق بکسر لام اور مفعول اسکا خود ملائکہ ہین یا گھوڑے اسکے
اور دوم قراءۃ کیموافق بفتح لام ہی۔ اور مسلمانون نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کر دیا بایں طور کہ ملائکہ نے مومنون کے ساتھ ابلق گھوڑون پر قتال کیا
اور اپنر زرد عمامہ اور سپید تھے کہ انکو اپنے مونڈھون کے درمیان چھوڑا تھا۔ یہ ابن عباس رض سے روایت ہی قال ابن کثیر دوسرا قول یہ ہی کہ یہ وعدہ متعلق
بقولہ واذ غدوت من اہلک ہی پس یہ بہر روز احد ہوگا اور یہی قول مجاہد و عکرمہ و ضحاک و زہری و موسیٰ بن عقبہ وغیرہم کا ہی لیکن ان بزرگون نے کہا کہ
پانچہزار سے امداد حاصل نہین ہوئی کیونکہ مسلمان اس روز ہٹ گئے اور عکرمہ نے فرمایا کہ تین ہزار سے بھی مدد نہ ملی کیونکہ صبر و تقویٰ کی شرط نہ پائی گئی کیونکہ
بھاگے اور صبر نہ کیا پس ایک فرشتہ سے بھی مدد حاصل نہوئی۔ اور من فورہم بمعنی وقتہم مفسر نے کہا۔ اور کہا گیا بمعنی وجہہم یعنی اسی راہ سے ہی قالہ الحسن و قتادہ
و ربیع و سدی۔ اور کہا گیا من سفرہم ہذا اسی سفر سے۔ قالہ العوفی عن ابن عباس۔ اور کہا گیا فور بمعنی جوش و غضب ہی ای من غضبہم ہذا۔ اپنے جوش غضب
مین قالہ المجاہد و عکرمہ و ابو صالح اور کہا گیا۔ من غضبہم ووجہہم قالہ الضحاک پھر مسومین بمعنے معلمین بسیما ہی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
روایت ہی کہ بدر کے روز سیما ملائکہ صوف سفید تھا اور انکے گھوڑون کی پیشانی مین بھی تھا رواہ ابن ابی حاتم اور سرخ و زرد و عمامے سپید وغیرہ اقوال ہین
اسمین طول کلام بیکار ہی۔ اور یہ روایت ابن عباس سے صحیح ہوئی کہ ملائکہ نے سوائے بدر کے اور کسی روز قتال نہین کیا بلکہ سامان و تکثیر کے طور پر رہتے
تھے۔ اگر کہا جاوے کہ جبرئیل علیہ السلام ایک دھکے سے تمام کافرون کو میٹ سکتے تھے ایکہزار وغیرہ کی کیا ضرورت تھی تو علامہ سبکی نے جواب دیا
کہ بدین غرض کہ فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ رض کو حاصل ہو اور ملائکہ بطور سامان و جاؤ کے لشکر کے مددی رہین اور یہ رعایت ان اسباب کی ہی جو اللہ
تعالیٰ نے جاری فرمائے ہین حالانکہ وہی سب کا خالق ہی۔ اور علامہ بانہ صفا سیما ملائکہ ہی عمامہ کا سر لٹکانا چاہیے اور حدیثین پس پشت دونون مونڈھون کے
درمیان مذکور ہی اور بعض احادیث مین دونون سرے دونون طرف سے سینہ پر آئے ہین۔ وما جعلہ اللہ۔ ای الامداد۔ الا بشریٰ
لکم۔ بالنصر۔ ولتطمئن۔ تسکن۔ قلوبکم بہ۔ فلا تجزع من کثرۃ العدو وقلتکم۔ اور نہین قرار دیا اللہ تعالیٰ نے اسکو (یعنے
مدد دینے کو) مگر بشریٰ (خوشخبری ۱۲) واسطے تمھارے (ساتھ فتح کے) اور تاکہ مطمئن ہون (یعنے ٹھہرے رہین) دل تمھارے اسکے ساتھ فلا ینفعہم تکثیرہم تمھارے
دل دشمنون کی کثرت اور تمھاری قلت سے۔ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم۔ اور نصرت نہین مگر اللہ تعالیٰ
کے یہان سے جو عزیز حکیم ہی۔ یوتیہ من یشاء ولیس بکثرۃ الجند۔ وہی جسکو چاہے نصرت دیدیتا ہی اور لشکر کی کثرت پر نہین ہی لہذا وجود تمھاری

قلت شدید کے تم کو بدر میں نصرت دیدی ۔ لیقطع متعلق بنصرکم ای لیہلک یعنی تعلق اسکا نصرکم سے ہے اور معنی اسکے یہ کہ تم کو نصرت دیدی تاکہ ہلاک کرے ۔ طرفا من الذین کفروا ۔ بالقتل والاسر ۔ ایک طرف کو کافروں سے قتل و قید کیا انھوں ف طرف یا تو معنے طائفہ وجماعت ہے یا بمعنے شرفا ہے کیونکہ اطراف العرب بمعنی شرفاء عرب بولا جاتا ہے اور بدر میں یہی ہوا کہ جو لوگ مشرکوں کے مُڈھے تھے مارے گئے اور بہت سے قید ہوگئے کہ باقیوں کی قوت کم ہوگئی ۔ پھر مفسر رح نے قتل و قید کیا انتھ ،، جو کہا تو یہ کسیقدر فعل سابق سے نامناسب ہے کیونکہ لیقطع کی تفسیر لیہلک سے کی اور قید ہونے میں ہلاکت نہیں اور نیز وہ لوگ جو قید ہوے تھے فدیہ دیکر رہا ہو گئے تھے چنانچہ آویگا ۔ الا آنکہ ہلاک سے محض تباہی مراد ہو فافہم

قولہ ۔ او یکبتہم ۔ یذلہم بالہزیمۃ ۔ یا ذلیل کرے انکو ہزیمت سے یعنی یا ذلیل کرے انکو ہزیمت یا قید سے ۔ فینقلبوا ۔ یرجعوا ۔ خائبین لم ینالوا ما راموہ ۔ پس لوٹیں نامراد کہ جو مقصود تھا وہ انھوں نے نہ پایا ف واضح ہو کہ غزوہ بدر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلۂ قریش کی خبر سنگائی جو شام سے آیا تھا جب خبر پہونچی تو آپ فقط ۳۱۳ آدمیوں سے اس قافلہ کو گرفتار کرنے نکلا اور باقیونکو نہیں بلایا جتنے کہ بہتوں کو خبر نہوئی ۔ اور وہ قافلہ والوں نے خبر پائی گٹھلیوں سے پہچانا کہ راہ میں کوئی جاسوس مدینہ کا آیا تھا تو وہ پہلے ہی بھاگ کر ساحل سمندر کیطرف ہو رہے اور قریش کو خبر پہونچائی تو وہ ایک ہزار مسلح نکلکر بدر میں پہونچے تو مقابلہ ہو گیا جسکا کوئی قرار پہلے سے نہ تھا آخر عجایب آیات سے کفار مقتول و اسیر ہوے حالانکہ بڑے بہادر تھے ۔ احد کی لڑائی اسکے دوسرے سال ہوئی ہے جن لوگوں نے اس آیہ کو بھی غزوہ احد پر محمول کیا وہ قولہ لیقطع طرفا من الذین کفروا الآیۃ کے معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ ابتدا سے جنگ میں حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب و اسد اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑھکر بعضے مشرکین کو مع انکے نشان بردار کے پیہم قتل کیا یہانتک کہ نشان گر گیا اور مشرکین نے شکست کھائی اور مسلمان انکے وسط لشکر میں لوٹ میں مشغول ہوگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جبیر کو پچاس تیراندازوں سے پہاڑی پر مقرر کیا تھا اور حکم دیا کہ تم لوگ یہاں سے ٹلنا اگرچہ ہم لوگ ہلاک ہوجاویں یا فتح پاویں لیکن یہ دیکھکر پہاڑی والوں نے جو عبد اللہ بن جبیر کیساتھ پشت لشکر کی حفاظت پر تھے پہاڑی چھوڑدی ہر چند عبد اللہ بن جبیر نے سمجھایا کہ خلاف حکم رسول اللہ ہے نہ مانا سواے دس آدمیوں کے باقی سب لوٹ میں آکر مشغول ہوے یہ دیکھکر مشرکین سواروں نے گھاٹی کی طرف سے قصد کیا اور دس آدمی مع عبد اللہ بن جبیر کے کثرت سے زخم اٹھا کر شہید ہوے اور مشرکین نے پیچھے سے حملہ کیا اور پھر کر مسلمانوں کی جماعت آخر کار سخت پریشان کردی اور ہوا جو ہوا اگر سولہ یا اٹھارہ مشرک مارے گئے اور ستر سے زیادہ مسلمان شہید ہوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک وا گلے رباعیہ دانت شہید ہوے ۔ یہ توجیہ اگرچہ قریب ہے مگر اقرب وہی ہے کہ حال روز بدر ہے کہ اسمیں ستر اشراف قریش مارے گئے اور ستر قید ہوے تھے ۔ اور آیہ کریمہ میں اشارہ ہے کہ اسباب کی طرف سے نظر اٹھا کر مسبب الاسباب پر نظر رکھیں اسواسطے مدد ملائکہ سے تسکین دیکر فرمایا ۔ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم ف عرائس البیان میں ہے قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلہ ۔ اذلہ کی لفظ میں علو مرتبہ کا اشارہ ہے یعنی جس کو وہ ذلت حاصل ہے جو انوار کبریا و عظمت کھلنے کے وقت پیدا ہوتی ہے یعنے انوار کبریا و عظمت اسپر ظاہر ہوئے کہ انکے موجہ میں اسکا نفس سخت ذلیل ہوگیا تو وہ تمام مخلوق میں نہایت عظیم و باہیبت ہوتا ہے اور تائید ازلی سے منصور اور ہر متکبر اسکے سامنے خوار ہوتا ہے اسواسطے کہ اسپر جلال الٰہی کا لباس ہوتا ہے جس سے ہر متکبر ڈرتا و لرزتا ہے اور امیر المومنین عمر بن الخطاب رض اس شان سے موصوف تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان بھاگتا ہے سایہ عمر رضی اللہ عنہ سے اور شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر میں کہا اے بسبب تمہارے ضعف کے اور تمہارے توکل صحیح کے اپنے پروردگار پر اور تمہارے منقطع ہوجانے کے اپنے حول و قوت سے اور تمام امر اپنے پروردگار کے سپرد کرنے سے فافہم

لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا

تیرا اختیار کچھ نہیں ہے یا انکو توبہ دیوے یا انکو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں اور اللہ کا مال ہے

فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ ۱۲۹

جو کچھ آسمان میں اور جو زمین میں ہے بخشے جس بندے کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ونزل لما کسرت رباعیۃ النبی صلعم وشج وجہہ یوم احد وقال کیف یفلح قوم خضبوا وجہ نبیھم بالدم ۔ اور نازل ہوئی یہ آیت جب کہ احد کی لڑائی میں خبیث مشرک نے آنحضرت صلعم کو پتھر کھینچ مارا اور آپ کے اگلے نیچے اوپر کے چار دانت ٹوٹے اور چہرۂ مبارک پچ کر پھٹ گیا اور خون جاری ہوا اور آپ نے فرمایا کہ کیونکر فلاح پاویگی وہ قوم جنھوں نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگ دیا مترجم کہتا ہے اسی کے مانند امام مسلم و احمد نے حضرت انس رض سے روایت کیا اور بخاری نے تعلیقا ذکر کیا اور علی ہذا آیت اس قصہ سے مربوط ہے اور نیز بخاری و نسائی و امام احمد نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ اے اللہ میرے لعنت کر فلاں و فلاں پر اے اللہ میرے لعنت کر حارث بن ہشام پر اے اللہ میرے لعنت کر سہیل بن عمرو پر اے اللہ میرے لعنت کر صفوان بن امیہ پر پس نازل ہوئی یہ آیت لیس لک من الامر شیء الآیہ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو توبہ کی توفیق دیدی وہذا لفظ احمد ۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ چار شخصوں پر لعنت کی بددعا کرتے اور بعض روایتوں میں ہے کہ یہ دوسری رکعت نماز فجر میں بعد رکوع کے ہوتا تھا ۔ اور جاننا چاہیے کہ مشرکین مکہ نے بہت سے ایمان لانے والوں کو پکڑ کر باندھ رکھا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے اور مدینہ کو آنے نہیں دیتے تھے اور قبیلہ مضر کے کفار بہت سخت تھے اب سنو کہ بخاری رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رضی سے روایت کی جس میں ہے کہ اکثر اوقات آنحضرت صلعم رکوع سے اٹھکر سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنے کے بعد کہتے اے اللہ میرے نجات دے ولید بن الولید کو اور سلمہ بن ہشام و عیاش بن ابی ربیعہ اور ان سب مومنوں کو جو ضعیف کر کے پکڑے گئے ہیں اے اللہ میرے سخت روند دے مضر کو اور یہ روندنا ایسے قحط کے سال کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم پر ہوئے تھے اسکو آواز سے کہتے تھے اور بعض نماز فجر میں فرماتے اے اللہ میرے لعنت کر فلاں و فلاں کو چند قبیلہ عرب کا نام لیتے تھے یہاں تک کہ نازل ہوئی یہ آیت لیس لک من الامر شیء الآیہ ۔ قال المترجم ان روایتوں میں سبب نزول کی تصریح نہیں ہے اور ایسے ہی بعض روایات میں آیا کہ اصحاب بیر معونہ کو جب عامر بن الطفیل نے شہید کیا تو آپ کو سخت ملال ہوا کہ آپ نماز میں چند قبائل پر لعنت کی بددعا فرماتے یہاں تک کہ نازل ہوئی یہ آیت ۔ اس میں بھی سبب نزول نہیں اور بحث و کلام و تحقیق مقام بیان دراز ہے گنجایش نہیں اتنا معلوم کرنا چاہیے کہ سبب نزول ارجح یہی ہے جو مفسر رح نے ذکر کیا اور قبل نزول کے آپ ایسا کرتے تھے پھر چھوڑ دیا اور احسن یہ ہے کہ نزول اسکا شاید مکرر واقع ہوا ہے اور یہی اوفق و اقرب بتحقیق ہے واللہ اعلم لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ ۔ بل الامر للہ فاصبر ۔ یعنی تیرا کچھ اختیار نہیں بلکہ اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو ہے تو صبر کر ۔ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ او بمعنے الیٰ ان ۔ اے الیٰ ان یتوب علیھم بالاسلام ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انپر توبہ قبول کرے یا بایں طور کہ اسلام دیدے ۔ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۔ بالکفر ۔ یا انکو عذاب دے کیونکہ وے ظلم کرتے ہیں بسبب کفر کرنے کے ف لیس از افعال ناقصہ اور لک اسکی خبر مقدم اور شیء اسم موخر ہے اور من الامر حال از اسم ہے اور امر کے معنی حکم کے بیان کیے گئے ہیں یعنی حکم تیرا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے ۔ پھر جو معنے مفسر رح نے ذکر کیے یہی اکثر مفسرین نے بیان کیے ہیں اور شیخ ابن کثیر رح نے محمد بن اسحاق سے ایک وجہ دیگر نقل کی کہ لیس لک من الامر شیء جملہ معترضہ ہے اور قولہ او یتوب علیھم عطف ہے او یکبتھم پر اور حاصل یہ کہ لیقطع طرفا من الذین کفروا او یکبتھم او یتوب علیھم او یعذبھم ۔ ان چار وجہوں سے انکے حال کا استغفار کیا اور پوشیدہ نہیں کہ یہ بعید ہے اگرچہ شیخ ابن کثیر و بیضاوی نے اس طرف میلان فرمایا ہے فتامل ۔ وَلِلّٰهِ مَا

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ - ملکا وخلقا وعبیدا - یعنی ہر طرح سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے ازراہ ملک وازراہ خلق اور بندے ہونے کے - يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ - المغفرة له - اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتا ہے جسکے لیے مغفرت منظور ہو - وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ - تعذیبه - اور عذاب فرماتا ہے جسکے اوپر عذاب منظور رہو - وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ - لاولیایه - رَّحِيْمٌ - باہل طاعته یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اولیا مومنین کے واسطے غفور ہے اور اپنے بندگی کرنے والوں کے واسطے رحیم ہے - ف - فی العرائس قوله تعالیٰ لیس لک من الامر شیء سید علیہ السلام نے چاہا کہ مجرمین وکافرین جو ایسی باتیں شرک وکفر کی کہتے ہیں جو لائق جلال الٰہی عزوجل نہیں ہیں ان سے ساحت کبریائی پاک ہو اور یہ چاہا تھا حضرت رب العزة عزوجل کے جمال پاک پر غیرت کھا کر تھا اور جسکو شدت محبت چھا جاتی ہے اسکو یہ لحاظ نہیں بھلی سنتا ہے کہ امر قدم ایسے لوگوں کے حق میں جو مستور در حجاب ہیں محجوب ہیں امتحان کے پردون کے ساتھ کیونکر جاری ہوا ہے لہٰذا حق عزوجل نے ایک لطف کے ساتھ عتاب فرمایا کہ این تو کہاں ہے تو نے میری سابق عنایت کو مشاہدہ نہیں کیا کہ ان لوگوں کے حق میں کس کیفیت سے جاری ہوئی ہے تو دیوان ازل میں غور سے نظر کر یہ لوگ تو میرے سے میرے خود منتگزار بندے ہیں اگر تو اس غیرت سے منھ پھیر کر امر مشیت کی طرف توجہ کرے تو ہر بددعا کرنے سے بے پروا ہوگا اس قول کی تصدیق آگے موجود ہے کہ فرمایا او یتوب علیہم او یعذبہم - مترجم کہتا ہے کہ بوجوہ متعددہ روایت ہوا کہ حضرت صلعم نے احد کے روز فرمایا تھا کہ قریش لوگ اہل نانت ہیں بعد چند روز کے تو دیکھے گا کہ انسے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان بازیاں ہونگی انکے مقابلہ میں تو اپنے اعمال کو حقیر جانیگا اور وہ واقع ایسا ہی ہوا کہ جہاد شام وملک مغرب میں انسے وہ وہ امور سرزد ہوے کہ بیان سے باہر ہیں - اس سے معلوم ہوا کہ آپکو اطلاع تھی پھر بھی انکے فی الحال کے کفر پر غیرت کھا کر بددعا فرمائی فافہم واللہ اعلم - شیخ نے کہا کہ پھر واضح ہو کہ اللہ عزوجل نے یہاں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دو عمدہ ادب سکھلائے ایک یہ کہ آنحضرت صلعم عرش سے ثری تک صاحب کرم ورحمت ہیں چنانچہ آنحضرت صلعم کو کمال رحمت سے موصوف فرمایا بقوله - وما ارسلناک الا رحمة للعالمین - یعنی تو جس حال پر ہے اپنی امت پر رحم کر اور انپر بددعا لفرما - دوم یہ کہ آنحضرت صلعم کو اپنے خلق خاص سے خلعت پہنائی کیونکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی خلق وصفت سے یہ ہے کہ سب پر رحمت فرماتا ہے اور آنحضرت صلعم کو طریقہ انبیاء ومرسلین سابق سے آگاہ فرمایا اور انہیں سے مخصوص ابراہیم وعیسیٰ علیہما السلام کو لے لیا چنانچہ فرمایا کہ اسنے کہا فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانک غفور رحیم - اور عیسیٰ نے کہا ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم -

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ص وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ
اے ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پر دونا اور ڈرو اللہ سے شاید تمہارا بھلا ہو

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۚ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۚ
اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی کافروں کے لیے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا شاید تمپر رحم ہو

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۙ
اور دوڑو بخشش پر اپنے رب کی اور جنت پر جس کا پھیلاؤ ہے آسمان وزمین تیار ہوئی ہے پرہیزگاروں کے لیے

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ
جو خرچ کرتے ہیں آسمانی میں اور تکلیف میں اور دباتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ
اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے احسان کرنے والوں کو

أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً - بالف وہ وہنا بان تزیدوا فی المال عند حلول الاجل وتؤخروا الطلب یعنی اکثر کی قراءۃ مضاعفۃ بالف از باب
مفاعلہ ہے اور نافع و ابن عامر و یعقوب کی قراءۃ بدون الف از باب تفعیل ہے اور معنی یہ کہ مت کھاؤ سود اضعاف مضاعفہ بایں طور کہ ادا کرنے کی
میعاد آنے پر مال میں بڑھا دو اور مطالبہ میں مہلت و تاخیر دیدو - جاننا چاہیے کہ بعض نے کہا کہ یہ کلام مذکورہ بالا بیچ میں ترہیب کے واسطے ہے
اور بعض نے کہا کہ قصہ احد کے درمیان کلام معترضہ ہے پھر مضاعفہ کی قید اسواسطے نہیں کہ سود کھانا اس قید کے ساتھ کہ مضاعفہ ہو تب حرام ہے
ورنہ نہیں کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا کہ سود مطلقا حرام ہے پس یہ قید یہاں اہل عرب کی عادت کے موافق ہے کہ وہ ایک مدت کے واسطے قرض دیتے تھے اور سود
مقرر کرتے پھر میعاد آنے پر اگر قرضدار ادا نہ کرتا تو باہمی رضامندی سے کسیقدر مال اصل میں بڑھا کر پھر میعاد مقرر کر دیتے یہانتک کہ قرضخواہ اکثر اپنی
اصل سے کئی گونہ مال آخر کو لیتا اور بعض نے کہا کہ اضعاف جمع ضعف کی ہے چونکہ جمع قلت ہے اور مراد کثرت ہے لہذا مضاعفہ کی قید بڑھا دی - وَاتَّقُوا
اللّٰهَ - تنبیہ کہ یعنی سود خواری چھوڑنے کے ساتھ تقوی کرو اور مترجم کے نزدیک ظاہر یہ کہ اللہ تعالی کا تقوی کرو ہر بات میں از انجملہ یہ بھی ہے کیونکہ
فرمایا - لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ - تفوزون - فوز و سعادت دارین حاصل کرو - یہ امر پورے تقوی پر حاصل ہوگا اور یہیں دلیل ہے کہ سود خواری کبیرہ
گناہ ہے اور اسکو حلال جاننا کفر ہے اور آگے فرمایا - وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ - ان تعذبوا بہا یعنی دوزخ سے بچو یعنی
بچو اس بات سے کہ دوزخ سے عذاب کیے جاؤ اور ابن عباس نے فرمایا کہ اس میں مسلمانوں کو تہدید ہے کہ ربو وغیرہ جو اللہ تعالی نے حرام کیا ہے اسپر آگ
کی عقوبت رکھی کہ مرتکب ہوں اور مدارک میں کہا کہ ابو حنیفہ فرماتے کہ بڑی خوفناک آیت ہے کہ اللہ تعالی نے مومنوں کو اس آگ کی وعید کی جو
کافروں کے واسطے مہیا ہے بشرطیکہ تقوی نہ کریں اور حرامات سے اجتناب نہ کریں اور تیسیر مدارک میں کہا کہ اس میں مرجیہ فرقہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد
کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور ہمارے نزدیک کافروں کے سوائے گنہگار مومن دوزخ میں جائیگا مگر آخر اسکو جنت ہی ملیگی مترجم کہتا ہے کہ غنیۃ الطالبین
وغیرہ سے جو لوگ نقل کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ مرجیہ مذہب تھے یہ سب بہتان ہے - وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ - اطاعت کرو اللہ و رسول
کی ف محمد بن اسحاق نے کہا کہ اس میں ان لوگوں کو عتاب ہے جنہوں نے احد کے روز حکم حضرت صلعم کی نافرمانی کی لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ - یعنی اطاعت کرو
بامید رحمت الہی عزوجل - کذا قیل - وَسَارِعُوا - اور جلدی کرو ف اکثر کی قراءۃ وسارعوا بواو عطف بر ماقبل ہے اور نافع و ابن عامر کی
قراءۃ بدون واو جملہ مستانفہ ہے - اور عطاء بن ابی رباح نے مرسلا روایت کی کہ مسلمانوں نے حضرت صلعم سے کہا کہ یا رسول اللہ کیا بنی اسرائیل ہم سے
بنسبت اللہ تعالی کے نزدیک بزرگ تھے کہ جب انہیں کوئی گناہ کرتا تو صبح کو اسکے دروازہ پہ کفارہ لکھا ہوتا کہ ناک کاٹ کان کاٹ یہ کر وہ کر پس
نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پس یہ آیت اتری وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم الآیۃ - اخرجہ عبد بن حمید وغیرہ اور حاصل جواب یہ کہ تم لوگوں کو کرامت
ہے کہ اللہ عزوجل نے تمہارے واسطے نیک کام ایسے مقرر فرمائے ہیں جو ثواب کے ساتھ کفارہ گناہ بھی ہیں کما فی قولہ ان الحسنات یذہبن السیئات
یہ نیکیاں دور کرتی ہیں گناہوں کو - إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ - ابن عباس سے ایک روایت میں اسے اسلام کی طرف اور دوسری میں اسی توبہ
کی طرف و از علی کرم اللہ وجہہ ادائے فرائض کی طرف و از انس و سعید بن جبیر نماز جماعت کی تکبیر اولی کی طرف اور بعض نے اخلاص و بعض نے جہاد
فرمایا اور ظاہر معنے یہ ہیں کہ ایسی چیز کی طرف دوڑو جو موجب مغفرت ہے پس یہ سب امور اس میں شامل ہیں لہذا کہا گیا کہ اعمال صالحہ کی طرف
وَجَنَّةٍ - یعنے سارعوا الی جنۃ پہلے گناہوں سے پاک کرنے کو مغفرت کی طرف دوڑایا پھر ثواب حاصل کرنے کو جنت و رضامندی کی
طرف راہ دی عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ - ای کعرضہا لو وصلت احدہما بالاخری والعرض السعۃ - یعنی ایسی جنت کیطرف
جس کا پھیلاؤ آسمان و زمین ہے ای مانند پھیلاؤ ان دونوں کے ہے اگر ایک دوسرے سے ملائے جا دیں اور عرض معنی وسعت ہے تفسیر ابن عباس

سے مروی ہے اور کاف سے اشارہ ہے کہ تمثیل منظور ہے یہ نہیں کہ اتنی ہی وسعت تحقیقاً ہے اور عرض یعنے وسعت لیا اور طول کا مقابل نہیں لیا اور
ابن کثیر نے بھی تفسیر میں بعض احادیث سے مدور ہونا جنت کا استنباط کرکے اسکو موجہ کیا ہے اور بعض نے عرض مقابل طول لیا اور کہا کہ عرض
جب اسقدر ہے تو طول کا کیا ٹھکانا ہے کما قال الزہری اور حق یہ کہ یہ بھی مخلوق کے علم کیموافق تصویر ہے تحقیقی حد عرض کی بیان نہیں ہے - اور حضرت
انس رضی سے پوچھا کہ جنت آسمان میں ہے یا زمین میں فرمایا کہ کون آسمان و کون زمین ہے جسمیں جنت سماوےگی وہ آسمانوں سے اوپر زیر عرش ہے اور قتادہ
سے روایت ہے کہ صحابہ رضی جنت کو آسمانوں کے اوپر اور دوزخ کو زمینوں کے نیچے جانتے تھے - اور ابن جریر و بزار و احمد نے مرفوعاً روایت کیا کہ
ہرقل نے سوال کیا کہ آپ جب مجھے ایسی جنت کی طرف بلاتے ہیں جسکا عرض آسمان و زمین ہے تو دوزخ کہاں ہے آپ نے جواب دیا کہ سبحان اللہ جب رات آئی
تو دن کہاں رہا - اور ایسا ہی ابن جریر وغیرہ نے عمر و ابن عباس رضی سے یہود کے جواب میں روایت کیا تو یہود بولے کہ یہ جواب ہماری توریت سے لیا گیا ہے یہ
انکا عناد تھا اور معنی یہ ہیں کہ جہاں اللہ چاہتا ہے رکھتا ہے بندے کا علم اسکی خلقت کو کہاں حاوی ہے کیا اسکی خلقت بس اسقدر میں منحصر ہے جبھی
سے آنحضرت صلعم نے سبحان اللہ کہا یعنی پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ کہ اسکے ملک کو عوام اپنے وہم سے احاطہ کریں - أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ - اللہ
بعمل الطاعات وترک المعاصی - یعنی مہیا کی ہوئی ہے ایسے بندوں کے واسطے جو تقویٰ کرتے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرکے اور نافرمانی چھوڑ کر
اس میں دلیل ہے کہ جنت بھی پیدا کی ہوئی موجود ہے جیسے دوزخ اور اسمیں معتزلہ کا رد ہے جو اسکے خلاف کہتے ہیں اور یہی فرقہ کا صریح رد ہے جو جنت و دوزخ کے
قائل نہیں ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تلک الدار الآخرۃ نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض الآیہ - یعنی اسم اشارہ کے ساتھ جو حاضر موجود کے
واسطے ہے پس اگر یہ لوگ اس سے منکر ہیں تو کافر ہیں اور تاویل وہ مقبول ہے جو کسی دلیل سے ہو اور انکو انکار کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ جنت وغیرہ کی جسطرح
خبر دی ہے وہ سب خدا کی قدرت میں ہے جیسی مخلوق چاہے پیدا کرے - الَّذِينَ يُنْفِقُونَ - فی طاعۃ اللہ یعنی جو خرچ کرنے والوں کی
تعریف کی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں خرچ کرتے ہیں اور طاعت میں تمام ان وجوں پر خرچ کرنا داخل ہے جنپر شرع میں ثواب کی نیت سے
ثواب کا وعدہ ہے حتیٰ کہ اپنی و اپنی اولاد و عیال پر بہ نیت ثواب خرچ کرنا اور نان و نفقہ دنیا بھی داخل ہے اگرچہ صدقہ و خیرات کا ثواب زیادہ ہو - اگر کہا جاے
کہ حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال - اسکا مال کچھ نہیں مگر یہ کہ جو کھا کر فنا کر دیا اور جو پہنکر پرانا کیا تا آخر حدیث تو جواب یہ
ہے کہ مقصود حدیث سے مال کا کارآمد ہونے کا بیان ہے وہ ان وجوہ سے حاصل ہوتا ہے ہاں اسمیں تعریض ہے کہ اولیٰ مرتبہ حاجت و کفایت سے
زائد اٹھانے سے بہتر تھا کہ خیرات کیا جاوے کہ ادنیٰ مرتبہ حاجت پر کھانے پہننے میں جو ہو اوسپے ثواب ہے وہی اوسط و اعلیٰ مرتبہ حاجت تک اسراف سے
نیچے ثواب ہوگا بخلاف صدقہ کے کہ اسمیں زیادہ ثواب ہے - فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ - ای الیسر والعسر یعنی راہ الٰہی میں خرچ کرنے میں حالت فراخ دستی
میں اور تنگدستی میں پس سرا کی تفسیر یسر اور ضرا کی عسر سے کی ہے اور حاصل اسکا سخاوت ہے پس ظاہر ہوا کہ وہ عمدہ صفت سخاوت رکھتے ہیں جسکی تعریف میں بخل
کی مذمت کی احادیث صحاح میں وارد ہے - وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ - الکافین عن امضائہ مع القدرۃ - کظم تشدید کا بھینچنے روکنا دبانا یعنی
غیظ و غضب شدید کو باوجود قدرت کے روان کرنے سے روک دینے والے ہیں - کیونکہ تعریف یہی ہے کہ قابو کے ساتھ ترک کرے ورنہ جو غصہ اتار نہیں سکتا
وہ تو خواہ مخواہ پی جاویگا یہ نفس کے مالک ہونے اور کمال علم کا بیان ہے - اور حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ زبردست
وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑے بلکہ وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو رواہ البخاری و مسلم - اور انس بن معبد الجہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلعم نے فرمایا کہ جسنے غصہ پی لیا حالانکہ وہ اپنا غصہ اتارنے پر قابو رکھتا ہے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسکو مجمع خلائق کے روبرو بلاکر اختیار دیگا
کہ حوران بہشتی سے جسکو چاہے پسند کر لے رواہ الترمذی و ابو داود اور یہ کمال رضامندی کا بیان ہے - وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ

ع

ممن ظلمهم ای التارکین عقوبتهم۔ عفو کرنے والے لوگون کو یعنی ان لوگون کو جنھون نے انپر ظلم کیا ہوا ور حاصل یہ کہ انکو سزا دینے سے چھوڑنے والے اور حاصل یہ کہ کسی نے انپر ایسا ظلم کیا کہ شرع کے حکم سے اسپر مواخذہ عائد ہوا پس انھون نے اپنے عفو کی صفت سے اسکو معاف کردیا بدلا نہین لیا خواہ برا کرنے والا کوئی ہوا انکا مملوک ہویا نہو۔ اور یہ عفو ایک احسان ہی۔ اور حدیث مین ہی کہ جو تجسے میل کو توڑدے تو اس سے مل اور جو تجپر ظلم کرے یعنی ایسی بات کرے جو نہ کرنی چاہیے تھی تو اسکو معاف کردے اور جو تجسے برائی کرے تو اس سے بھلائی کر۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۔ بهذه الافعال ای يثيبهم۔ اور اللہ دوست رکھتا ہی محسنین کو جو ان افعال کے ساتھ بھلائی کرتے ہین اور دوست رکھنا یہ کہ ان کو ثواب جمیل دیگا۔ پس المحسنین کا الف لام عہد کا ٹھہرا کہ اس سے یہی مذکورین مراد ہین اور بعض نے کہا کہ جنس کا بھی ہوسکتا ہی کہ جنس احسان جس سے صادر ہو اسکو دوست رکھتا ہی اور شاید کہ محسنین سے وہ لوگ مراد ہون جو اسلام و ایمان سے اعلیٰ مرتبہ احسان پر فائز ہون واللہ اعلم۔ اور جاننا چاہیے کہ جنگ احد مین حضرت حمزہ رضا شہید ہوے کافرون نے انکے بند بند کاٹ کر صورت بگاڑ دی حضرت صلعم نے غمناک ہو کر فرمایا کہ مین قابو پاؤنگا تو انمین سے ستر کو مثلہ کر دونگا۔ ان آیات مین عفو و احسان سے تسکین دینا نکلتا ہی ف[۱] شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ واتقوا النار التی اعدت للکافرین۔ اس آیت کریمہ مین عجیب لطیف اشارہ ہی اور وہ ظاہر بیان ہی کہ دوزخ کو اللہ تعالیٰ نے مومنون کے واسطے مہیا نہین فرمایا ہی اور انکے واسطے مخلوق نہین کیا کیونکہ اعدت للکافرین فرمایا پس جب کافرون کے واسطے ہوئی تو مومنون کے واسطے مخلوق نہوئی لیکن مومنون کو اس سے زجر و نصیحت کے طور پر خوف دلایا جیسے مہربان باپ اپنے فرزند کو تلوار و شیر سے ڈراتا ہی اگرچہ اسکو تلوار سے نہین مار یگا اور نہ شیر کے آگے ڈالیگا پس باقی رہا یہ امر کہ یہ آیت اپنے سچے مومن بندون پر لطف و شفقت ہی اور اس سے زیادہ عجیب یہ بات ہی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو دوزخ سے ڈرایا حالانکہ دوزخ دشمن کے واسطے مخلوق ہی اور مقصود تجلی قہر کی عظمت دوزخ سے ہی اور دوزخ کی عظمت اسکی عظمت کی تجلی سے ہی یعنی دوزخ کے معاملہ مین تم مجسے تقوی کرو کیونکہ مین آگ کو جلاتا اور اپنے سے اسکو عذاب دینا ہون اور یہ عین الجمع کے مقام کا بھید ہی ف[۲] ابن عطاء نے فرمایا کہ عوام کے حق مین آگ مین ڈالنے کا حکم دیا کیونکہ اس سے ڈرتے ہین اور اسی خوف سے معاصی ترک کرتے ہین اور خاص بندون کو اپنے سے تقوی کا حکم کیا اور فرمایا کہ میرے ہی طرف دیکھو کسی غیر کی طرف نظر مت کرو چنانچہ فرمایا واتقون یا اولی الالباب یعنی ای خاص بندو۔ قولہ تعالیٰ وسارعوا الی مغفرة من ربکم وجنة عرضها السموت والارض الآية حق عزوجل اپنے مخلوق کے حال کو جانتا ہی کہ جس طرح انسے پیدا فرمایا ہی اور وہ اپنے نفس کی خواہشون کی طرف جھکتے ہین پس دو علتون سے اپنی فرمانبرداری کی طرف انکو بلایا ایک مغفرت دوم جنت اور خاص بندون کو بدون علت کے اپنی ذات پاک کی طرف بلایا چنانچہ فرمایا ففروا الی اللہ الآیة۔ پھر آگاہ فرمایا کہ سب کے سب عوام ہون یا خواص ہون ادراک امتحان مین مجرم ہین اور آیہ کریمہ سے سبھون کا مجرم ہونا ثابت فرمایا اسواسطے کہ خواص اگرچہ لغزش سے معصوم ہین پر یہ انکا گناہ کیسا ہی کہ قدر حق عزوجل سے آگاہ نہین یعنی اسکی قدر کمال کو نہین پہچانتے ہین جیسا کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر ملائکہ کو عذاب کرے تو بجا ہی۔ عرض کیا گیا کہ وہ تو معصوم ہین فرمایا کہ حق عزوجل کو کمتر پہچانتے ہین۔ اسیواسطے بندون کو علی العموم مغفرت کی طرف بلایا۔ قال المترجم شیخ کی مراد قدر حق عزوجل سے وہ قدر ہی جو اسکی عظمت و جلال ذات پاک کے ساتھ ہی اور یہ ممکن نہین کسی کو میسر آوے۔ سو اسواسطے کہ بندہ کیسا ہی خاص ہو ذات باری تعالیٰ کو ادراک نہین کرسکتا یعنی محیط نہین ہوسکتا۔

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا

اور وہ لوگ جو کر بیٹھین کچھ کھلا گناہ یا برا کرین اپنے حق مین تو یاد کرین اللہ کو سو بخشش مانگین

لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوا وَهُمْ

اپنے گناہون کی اور کون ہی گناہ بخشتا سوائے اللہ کے اور نہ اڑتے رہین اپنے کیے پر جانتے

يَعْلَمُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
جو جھتے ۔ الیہون کی جزا ہو ۔ بخشش ۔ انکے رب کی ۔ اور باغ جنکے نیچے بہتی
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○
نہرین ۔ رہ پڑے ۔ انمین ۔ اور بھلی مزدوری ہو کام کرنے والونکی

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً ۔ ذنبا قبیحا کالزنا۔ یعنی فاحشہ صفت محذوف ہو ای فعلۃ فاحشۃ اور یہ ہر چند کہ ہر
معصیت پر بولا جاتا ہو مگر بقرینہ مابعد بیان گناہ قبیح مانند زنا وغیرہ کے مراد ہو اور کہا گیا کہ اکثر استعمال اسکا زنا مین ہو وار ہج وہی ہو جو مفسر
نے ذکر کیا کیونکہ موافق اصل ہو اسلیے کہ اصل مین فحش بمعنے قبیح و خروج از حد ہو یعنی ایسے بندے جنھون نے فعل فاحشہ کیا جیسے زنا اَوْ
ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ۔ بما دونہ کالقبلۃ یا اپنی جان پر ظلم کیا ف مانند اسکے کہ اجنبی عورت کا بوسہ لیا جو زنا سے کم ہو۔ اور بعض نے
کہا کہ فاحشہ کبیرہ گناہ اور ظلم نفس صغیرہ گناہ ہو (یہ بھی اسی کے مساوی ہو) اور بیضاوی نے کہا کہ شاید فاحشہ وہ گناہ جو متعدی ہو
یعنے دوسرے کو بھی اسکا ضرر پہونچے جیسے کھلم کھلا شراب پینا اور ظلم نفس جو ایسا نہو۔ ذَكَرُوا اللّٰهَ ۔ ای عیدہ۔ تو یاد کیا اللہ کو
ف یعنی وعید الٰہی کو یعنی اللہ تعالیٰ نے جو اس فعل پر سزا کا حکم فرمایا ہو وہ یاد کیا۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تھے یاد کیا اور
اسکی موید ہو جو صحیحین مین ابو ہریرہؓ سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرد نے گناہ کیا پھر ہوشیار ہوکر عرض کرنے لگا کہ اے پروردگار
میرے مین نے گناہ کیا سو تو اسکو بخشدے پس اللہ عز وجل نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا پھر جانا کہ اسکا ایک پروردگار ہو جو گناہ کو بخشدیتا
ہو اور اسپر مواخذہ بھی کرتا ہو۔ مین نے اپنے بندے کا گناہ بخشدیا پھر اسنے دوسرا گناہ کیا پھر اسنے ایسا ہی کہا اور اللہ عز وجل نے ایسا ہی فرمایا
اسی طرح چوتھی بار حدیث مین مذکور ہو کہ اللہ عز وجل نے فرمایا کہ مین تم کو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اپنے بندے کو بخشا کرے وہ جو چاہے رواہ
احمد ایضا اور ظاہر حدیث یہ ہو کہ یہ کسی خاص بندے کا حال ہو اور امام احمد نے روایت کی کہ ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہم لوگون نے حضرت صلعم سے عرض
کیا کہ یا رسول اللہ صلعم جب ہم لوگ آپکو دیکھتے ہین تو ہمارے دل رقیق ہو جاتے ہین اور ہم آخرت کے لوگون مین سے ہو جاتے ہین پھر جب آپ سے
الگ ہوے تو دنیا اپنی خوبی ہمکو دکھاتی ہو اور ہم عورتون و اولاد کی خوشبو سونگھتے ہین تو ہمارے دل غافل ہو جاتے ہین۔ فرمایا کہ اگر تم ہر وقت
اسی حال پر رہتے جیسے میرے پاس ہوتے ہو تو ملائکہ اپنے ہاتھون تم سے مصافحہ کرتے اور تمھارے گھرون مین تمھاری زیارت کو آتے اور جان لو
کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو ضرور اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتے تاکہ انکو بخشے الحدیث (رواہ الترمذی و ابن ماجہ وغیرہم) غرضکہ
اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندون کا ذکر فرمایا کہ جب انسے کوئی گناہ فاحشہ سرزد ہوا یا ظلم النفس صادر ہوا تو اللہ تعالیٰ کو یاد کیا۔ فَاسْتَغْفَرُوْا
لِذُنُوْبِهِمْ ۔ پس اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہون کی مغفرت چاہی ف یعنی انکا دستور ہو کہ فوراً ہوشیار ہوتے ہی اللہ تعالیٰ
سے مغفرت مانگتے ہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو بندہ کوئی
گناہ کرے پھر وضو کرے اور اچھی طرح پورا وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو ضرور اللہ تعالیٰ اسکو بخشدیتا ہو رواہ احمد
والترمذی واہل السنن و ابن حبان والبزار والدارقطنی قَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ وہو حدیث حسن جدا۔ وَمَنْ ۔ ای لا احد۔ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ
اِلَّا اللّٰهُ ۔ اور کون ہو ایسا کوئی نہین ہو جو بخشے گناہون کو سوا اللہ کے۔ یہ جملہ معترضہ ترغیب توبہ کے واسطے ہو جس مین بیان ہوا ہو کہ مغفرت
گناہ فقط جناب باری عز وجل ہی سے مخصوص ہو اسواسطے کہ من متضمن استفہام انکاری ہو اسی سے مفسر نے لا احد سے تفسیر کی وہ نکرہ تحت نفی کے تمام کو

مستغرق ہوتا ہی اسی سے مترجم نے ترجمہ کیا کہ کوئی نہین ہی اور عمر بن الخطابؓ سے روایت ہی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ تم مین کوئی نہین کہ جو پورا وضو کرے پھر کہے کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ مگر آنکہ اسکے واسطے جنت کے آٹھون دروازے کھولے جاوینگے جس دروازے سے چاہے جاوے (رواہ مسلم) اور عثمان بن عفانؓ نے حضرت صلعم کا سا وضو کرکے لوگون سے کہا کہ مین نے حضرت صلعم سے سنا کہ جو ایسا وضو کرے پھر دو رکعتین پڑھے جنمین اپنے نفس سے باتین نہ کرے تو اسکے اگلے گناہ معاف ہونگے (رواہ البخاری ومسلم) وَلَمْ يُصِرُّوا۔ یعنی اڑے نہ رہے عَلٰى مَا فَعَلُوا۔ بل اقلعوا عنہ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔ ان الذی اتوہ معصیۃ۔ یعنی انھون نے استغفار کیا یہی سمجھکر کہ اللہ تعالی ہی گناہ بخشنے والا ہی) اور نہ جمے رہے اس فعل پر جو کیا (بلکہ اس سے الگ ہوگئے) یہ یقین کرکے کہ جو انھون نے کیا وہ برا فعل نافرمانی کا تھا ف جان رکھو کہ اللہ تعالی نے جو ثواب جمیل آگے فرمایا وہ ایسے استغفار پر کہ گناہ کیا اور اللہ تعالے کو یاد کرکے مغفرت مانگی اور اپنے فعل پر اصرار نہ کیا یعنی یہ نیت رکھی کہ پھر اسکو کرونگا ورنہ توبہ نہوئی کیونکہ زبان پر توبہ اور دل مین گناہ کا مزا بھرا ہوا ہی توبہ کے معنی تو اس سے بالکل منھ پھیر کر اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنا۔ پھر یہ اصرار نہ کرنا اور گناہ سے بالکل الگ ہونا اللہ تعالے ہی کے واسطے یہ جانکر ہو کہ یہ فعل بدتر نافرمانی تھا اور یہ نہین کہ مثلاً روسیاہ ہین یا تو زناکاری چھوڑدی بلکہ مرد خدا وخاصان حق وہی ہین جو سب کچھ ہوتے ہوئے اللہ تعالے ہی کے واسطے گناہ چھوڑتے ہین اور شیطان کے بندے نہین بنتے ہین اگرچہ بمقتضاے بشریت دوبارہ سہ بارہ بلکہ اتفاق تقدیر سے دن مین ستر بار ایسے گناہ سرزد ہوگا جب سرزد ہوا فوراً بیزار ہوے اور گڑگڑا کر مغفرت مانگی اور اصرار یہ ہی کہ بیدار ہوکر برابر گناہ کا مرتکب رہے گویا کچھ باک نہین ہی۔ اسواسطے کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا کفر ہی۔ اور ابوسعیدؓ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ شیطان نے جناب باری مین کہا کہ اے پروردگار تیری عزت کی قسم ہی کہ مین برابر آدم کی اولاد کو اغوا کرونگا جبتک انکی روحین انکے جسمون مین رہینگی پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہی کہ مین برابر انکو بخشتا رہونگا جبتک وہ مجھسے بخشش مانگتے جاوینگے (رواہ احمد) اور حضرت ابوبکر الصدیق سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے گناہ پر استغفار کرلیا اسنے اصرار نہین کیا اگرچہ دن مین ستر بار اس سے سرزد ہو (رواہ ابویعلی والترمذی وابوداود والبزار وقال ابن کثیر ہذا حدیث حسن) اور حدیث عبداللہ بن عمرو مین ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا خرابی ہی ان لوگون کی جو اپنی بدکرداری پر اصرار کرتے ہین حالانکہ جانتے ہین (رواہ احمد) پھر فقہ آیہ کریمہ یہ ہی کہ آدمی سے گناہ بعید نہین ہی اور اللہ تعالی کو استغفار پسند ہی اور اصرار کرنا خود بڑا گناہ ہی اور توبہ خود بہت اچھی عبادت ہی اور شیطان ہمیشہ طرح طرح کے مکروفریب سے بہکاتا ہی ثابت البنانی جو بزرگ تابعی ہین کہتے ہین کہ مجھے یہ خبر پہونچی کہ جب یہ آیت اتری تو شیطان خوب رویا اور عطاف بن خالد نے کہا مجھے خبر پہونچی کہ جب یہ آیت اتری تو ابلیس نے اپنے لشکر کو پکارا اور رویا چلایا پس اسکے لشکر نے کہا کہ کیا ہی بولا کہ کتاب اللہ تعالے مین ایک آیت اتری کہ اسکے بعد کسی آدمی کو کوئی گناہ ضرر نہ کریگا پھر اسنے بیان کیا تب وہ بولے کہ ہم آدم کی اولاد کے واسطے ہوا وہوس کے دروازے کھولدینگے کہ پھر توبہ ہی نکرینگے اور مغفرت ہی نہ مانگینگے اور یہی باتین ہین جنکی وہ چال چلتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ حق عزوجل نے اپنے کرم سے سب سمجھا دیا اور فرمایا۔ وتوبوا الی اللہ جمیعاً ایہا المومنون لعلکم تفلحون۔ توبہ کرو اللہ تعالی سے سب کے سب اے ایمان والو البتہ تم فلاح پاؤگے پھر اللہ تعالے نے ایسے نیک بندون توبہ کرنے والون فرمانبردارون پر انعام ذکر فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ ایسے بندون کے واسطے بدلا یہ کہ انکے رب عزوجل کی طرف سے انکے لیے مغفرت ہی اور باغات جنت ہین جنکے نیچے نہرین جاری ہین درحالیکہ انمین ہمیشہ رہینگے ف جب سے داخل ہون یعنی انکے واسطے مقدر ہی کہ بعد داخل ہونے کے ہمیشہ رہین۔ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ۔ بالطاعۃ ہذا الاجر اور بھلا اجر ہی طاعت کے ساتھ عمل کرنے والون کا یہ اجر مذکور ہی ف یعنی یہ ثواب طاعت بہت خوب ہی ف فی تشارات العرائس قولہ الذین اذا فعلوا فاحشۃ الخ اشارۃ الی عبد

ین خلاد سے دریافت کیا گیا کہ ظلم کیا ہی تو فرمایا کہ نفس جو خواہش کرے اسکی خواہش کی پیروی کرنا بھی ظلم ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ اچھا کلام ہی قائل-اور
شیخ محمد بن علیؒ سے دریافت کیا گیا کہ قولہ تعالے والذین اذا فعلوا فاحشۃ کے معنے کیا ہین تو کہا کہ اپنے افعال پر نظر رکھنا بھی فاحشہ ہی اور پھر قولہ او
ظلموا انفسھم مین کہا کہ اپنے اعمال پر اپنی نجات کا اعتقاد کرنا ظلم ہی-پھر قولہ ذکروا اللہ مین کہا یعنی انکو توفیق الٰہی پہونچی اور اللہ عز وجل کی طرف سے
انکو عصمت حاصل ہوئی-پھر قولہ فاستغفروا لذنوبھم مین کہا کہ اپنے افعال و اقوال سے انھون نے استغفار کیا-پھر قولہ ومن یغفر الذنوب الا اللہ مین
کہا کہ انھون نے جان لیا کہ اللہ عز وجل کی طرف پہونچنا ممکن نہین ہی مگر اسی کے فضل سے یعنی وہی چاہے تب مرتبہ رضا مین پہونچ ہو سکتی ہی-اور
استاد رحمہ نے فرمایا کہ کہا جاتا ہی کہ ہر ایک کا فاحشہ اسکے حال و مقام کے موافق مختلف ہی اور ایسے ہی ہر ایک کا ظلم بھی اسیطرح متفاوت ہی اور اکابر
کے دلون مین مخالفت حکم خدا و رسول کا خطرہ آنا بھی ایسا بدتر ہی جیسے عوام سے اس مخالفت کا وقوع مین آنا-اور فرمایا کہ انوار حقائق ظاہر ہو چکنے
کے بعد اپنے اقوال و احوال کو دیکھنا نور مین تاریکیان ہین-قولہ تعالی اولئک جزاؤھم مغفرۃ من ربھم وجنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا و
نعم اجر العاملین-جو شخص امتحان کے ڈر سے اسطرح نکلا کہ جو عہد کیا ہی اسکو پورا کیا اور نفس و ہوا کی ہر خلقیون سے اپنے آپکو پاک کیا اور پھر بھی اپنے
آپ مین تقصیر دیکھی اور شرمندہ رہا اور پورے صادق ہونے مین خجل رہا اور محبت و معرفت مین اخلاص کا برتاؤ کیا اور مخالفت کے تاوان مین اپنے
دل و جان کو قربان کیا اور نادم ہو کر استغفار کرتا رہا تو حق عز وجل اسکو اونچے مقام مین پہونچاتا ہی کہ اسکو اپنے شاہدۂ عزت تک واصل کرتا ہی
اور غیب کے خزانے اسپر کھول دیتا ہی

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ
ہو چکے ہین تم سے آگے دستور سو پھرو زمین مین تو دیکھو کہ کیا انجام کار ہوا جھٹلانے والون کا

هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ
یہ بیان ہی لوگون کے واسطے اور ہدایت و نصیحت ڈر والون کو اور سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی

الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَ
غالب رہوگے اگر تم ایمان رکھتے ہو اگر تم نے زخم پایا تو اس قوم کو بھی زخم پہونچ چکا ہی اسکی مثل اور

تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ
یہ دن ہین کہ گھماتے ہین ہم انکو لوگون مین اور اسواسطے کہ جانے اللہ جن کو ایمان ہی اور کرے بعضے تم مین سے شہید

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۙ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ
اور اللہ نہین چاہتا ناحق والون کو اور اسواسطے کہ نکھارے اللہ ایمان والون کو اور مٹادے کافرون کو

جب جنگ احد مین مسلمانون نے ہزیمت اٹھائی تو اللہ تعالی نے نازل فرمایا-قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ سنن جمع سنت
بمعنے طریقہ ہی اور مراد وہ وقائع ہین جو اللہ تعالے نے گذری امتون مین حادث کیے اور معنی یہ کہ تمسے پہلے اگلی امتون کے کافرون و رسولون
کے جھٹلانے والون کے طریقے گذر چکے ہین کہ اللہ تعالی نے پہلے ایک وقت تک کافرون کو استدراجاً چھوڑ رکھا اور مسلمان انکے ہاتھ سے ایذا
اٹھاتے رہے پھر ایک وقت پر کافرون کو پکڑا تو بالکل انکو جڑ سے مٹا دیا-اور ظاہر یہ ہی کہ اللہ عز وجل نے اس واقعہ کو فرمایا کہ جیسا کہ مومنون کو کافرون کے
ساتھ پیش آیا یہی طریقہ اگلی امتون مین بھی ہوتا رہا ہی یہ نہ تھا کہ مومنین ہی غالب بنتے ہون اور کافرین ایذا نہ دے سکتے ہون ہان انجام کار مومنون کے ۴۱

لیے ہوتا تھا اور کافرین جنہوں نے دنیا کے مال متاع و دولت کے لیے کفر کیا تھا اس ساز و عمارات کو ویسا ہی چھوڑ کر غضب مواخذہ الٰہی میں ہلاک ہوجاتے تھے اسواسطے فرمایا- فَسِيرُوا - ایہا المومنون - فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ الرسل ای آخر امرہم من الہلاک فلا تحزنوا لغلبتہم فانا امہلہم لوقتہم - سو پھرو (ای مومنو) زمین میں اور دیکھو کہ کیسا ہوا انجام کار جھٹلانے والوں کا ف جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا ای آخر امر انکا ہلاک ہے پس تم غمناک نہو مشرکوں کے غلبہ سے کہ میں انکو ڈھیل دیتا ہوں انکے وقت تک ف مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی ایک جماعت مفسرین نے ذکر کیا کہ فسیروا کا خطاب مومنوں کو ہے اور شاید کہ تخصیص کی چنداں ضرورت نہیں مومن و کافر سبھا کو ارشاد ہے پس مومنوں کو صبر دلانا اور کافروں کا زعم توڑ دینا دونوں اسمیں حاصل ہونگے اور یہ امر یعنی فسیروا کا امر وجوب کا نہیں ہے کہ پھرنا واجب ہو بلکہ امر اعتبار کا ہے ای عبرت حاصل کرو انکے آثار سے جو کھنڈل ونشان پڑے ہیں جیسا کہ ایک مقام پر فرمایا - تلک عاد جحدوا بآیات ربہم یعنی اشارہ کے ساتھ انکے کھنڈروں و نشانوں کیطرف کہ یہ دیکھو یہ قوم عاد تھی جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیات سے انکار کیا پس یہ عبرت مومنوں کو بیان الٰہی ہے جو قرآن میں مذکور ہے نہیں سے حاصل ہے پس پھرنے سے جو مقصود ہے یعنی عبرت - وہ حاصل ہو گئی بدون پھرے اور کافروں کو کچھ بھی نافع نہیں خواہ پھریں یا نہ پھریں اسواسطے آگے فرمایا - هَٰذَا - القرآن - بَيَانٌ لِلنَّاسِ - کلہم - وَهُدًى - من الضلالۃ - وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ - منہم - یہ قرآن بیان ہے آدمیوں کے لیے ای سب آدمیوں کے لیے خواہ کافر ہوں یا مومن ہوں اور ہدایت ہے گمراہی سے اور موعظت ان لوگوں کے لیے ہے جو انمیں سے متقی ہیں ف ہذا کا اشارہ قرآن کی طرف قرار دیا اور یہی شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ اصحاب روایت و درایت نے کہا ہے یعنی یہ قرآن کھلا بیان اگلوں کا ہے جو اللہ تعالےٰ نے تمام لوگوں کی عبرت و ہدایت کے لیے بیان فرمایا ہے مگر اس سے نصیحت انہیں کو ہے جو شرک سے بچے ہوے مومن ہیں کہ انکو عبرت حاصل ہوتی ہے اور سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ آل عمران میں سے اول جو اترا وہ قولہ ہذا بیان للناس الآیہ ہے پھر بقیہ بعد احد کو نازل ہوا - یہ روایت تفسیر مذکور کو موید ہے اور حسن بصریؒ سے صریح روایت ہے کہ قرآن کی طرف اشارہ ہے - اور یہی صحیح ہے و لیکن جو نہیں سمجھا اسنے کہا کہ اسمیں بعد ہے حالانکہ یہ اسکا وہم ہے - اور بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ ہذا - یا تو قولہ قد خلت کی طرف اشارہ ہے یا قولہ فانظروا کے مفہوم کی طرف ای باوجودیکہ وہ بیان جھٹلانے والوں کے لیے ہے متقیوں کے لیے بھی نصیحت و زیادہ ہدایت ہے یا اس ملخص کی طرف اشارہ ہے جو بین المتقین وتائبین کے حال سے لیا ہے لیکن اس صورت میں قولہ قد خلت جملہ معترضہ ہوگا جو ایمان و توبہ پر آمادہ کرنے کے لیے لایا گیا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ رکیک باتیں تکلف کی البتہ بعید ہیں - وَلَا تَهِنُوا - تضعفوا - عن قتال الکفار ضعیف نہ ہو کافروں کے ساتھ لڑنے سے - وَلَا تَحْزَنُوا - علی ما اصابکم باحد - اور غمناک نہو اس بات پر جو پہونچی تم کو احد کے دن - کیونکہ احد کے دن پانچ مہاجرین میں سے داز انجملہ سید الشہدا حمزہؓ و مصعب بن عمیرؓ ہیں ) اور ستر انصار میں سے شہید ہوے تھے - وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ - بالغلبۃ علیہم - اور تمہیں اونچے ہو بغلبہ کیساتھ ف یعنی آخر تمہیں کو غلبہ ہے گویا مغلوب ہی نہیں ہو - جملہ اسمیہ فرمایا - اور یہ بشارت ہے - یا یہ مطلب کہ غلبہ تمہیں کو اس معنے کر ہے کہ بدر میں تمنے اس سے زیادہ کو مصیبت پہونچائی - یا غلبہ ازراہ شان ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو بخلاف مشرکین کے کہ شیطان کی راہ میں دوزخی ہیں والاول ارجح - إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ - حقا و جوابہ دل علیہ مجموع ما قبلہ - اگر تم مومنین ہو ف یعنی سچے اور اسکا جواب محذوف ہے جسپر مجموع ماقبل دلالت کرتا ہے - یعنی وہی اسکا جواب مقدر کیا جائیگا - پھر حرف ان تو ایسی چیز پر داخل ہوتا ہے جسمیں شک ہو تو جواب یہ کہ محی السنۃ نے معالم میں کہا کہ ان بمعنے اذ ہے ای اذ کنتم ای لانکم - اور یہی طیبیؒ نے کہا کہ لا تہنوا یا انتم الاعلون سے اسکا تعلق بطور تعلیل کے ہے یعنی سبب یہ کہ تم مومن ہو - کیونکہ یہ خطاب تو نبی صلعم وصحابہ مومنین کو ہے پس یہ نہیں ہوسکتا کہ شرط اپنے حقیقی معنی پر ہو - اور مترجم کہتا ہے کہ کشاف کی

پیروی ہین جیسے بیضاوی وغیرہ نے یون تفسیر کی ہی لاتہنوا ان صح ایمانکم یا انتم الاعلون ان ہتم حقا - تو یہ گستاخی سے خالی نہین پھر یہ اشکال وارد کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حرف شک سے کیون فرمایا کیونکہ وہ تعالیٰ دانا ہی اور لوگون نے جواب دینے شروع کیے اور مترجم کہتا ہی کہ یہ جواب کہ حرف ان بمعنے شک نہین ہی صحیح ہی ولیکن کھلی بات تو یہ ہی کہ یہ اعتراض ہی کچھ نہین اسواسطے کہ یہ تو تعلیق ہی پس نظیر اسکی یہ ہی کہ زید کو معلوم ہو بکر مرگیا اسنے خالد سے کہا کہ اگر تو بکر سے دستخط کرالاوے تو قبول ہی آمین کوئی لاعلمی نہین فافہم - اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ لعنی بصیکم باجد قرح بفتح القاف وضمہا جہد من جرح ونحوہ - اگر پہونچی تمکو احد مین قرح بفتح قاف وضم قاف بمعنی سختی مانند جراحت وغیرہ کے - فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ الکفار قَرْحٌ مِّثْلُهٗ - ببدر سو پہونچ چکی ہی قوم کفار کو قرح اسکے مانند یعنی بدر مین ف جملہ فقد مس الخ علت جزا ہی خود جزا نہین ہی اور تقدیر یہ کہ ان یمسسکم قرح فاصبروا ولاتہنوا یا اہل الحق فقد مس القوم الذی علی الباطل قرح مثلہ وقد قاتلوکم ولم یہنوا یعنی اگر تم کو احد مین مصیبت پہونچی تو صابر رہو سست مت ہو اے اہل ایمان کیونکہ قوم کفار کو جو باطل پر ہین اسکی مثل مصیبت پہونچ چکی تھی مگر وہ لوگ سست نہین ہوئے بلکہ دوبارہ تمسے لڑنے آئے - پھر قرح بفتح قاف جمہور کی قراءت ہی اور بضم قاف حمزہ وکسائی وابوبکر کی قراءۃ ہی اور دونون کے معنی واحد ہین وقیل بالفتح الجرح وبالضم الہٖ - اور تفتازانی نے کہا کہ ان یمسسکم حکایت حال ہی کیونکہ یہ مساس ماضی ہو چکا تھا اور رہا کہ ان کیونکر آیا تو تقدیر کان ہی ای ان کان ہی ای ان کان یمسسکم - اور جاننا چاہیے کہ روز بدر رئیس کفار مکہ مین سے ستر مارے گئے اور ستر قید ہوئے تھے ان قیدیون کو مسلمانون نے فدیہ لیکر چھوڑ دیا یہ عتاب ہوا اور آخر احد مین مسلمانون نے حکم رسول اللہ صلعم سے خلاف کیا تو ستر سے کچھ زیادہ مسلمان مارے گئے اور اسیقدر کے قریب مجروح ہوئے - اور قصہ یون ہوا کہ دونون صفون کے درمیان مشرکین مین سے پہلے ابو عامر فاسق مع پچاس مرد اپنی قوم کے ظاہر ہوا اور پتھر برسائے اور مومنون نے بھی پتھر مارے تو وہ الٹا بھاگا اور قریش کی عورتین دف بجاتی اور گاتی اور بہادری دلاتی تھین اور بدر کے مقتولون کا دلاتی تھین پھر مسلمانون کے تیراندازون نے مشرکین سواروں کو تیر مارنے شروع کیے کہ وہ پیچھے بھاگے پس طلحہ بن ابی طلحہ نشان بردار قریش نے آواز دی کہ کون مقابلہ کو آتا ہی پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑھکر آخر اسکو ایسی تلوار ماری کہ سر دو ٹکڑے ہو گیا وہ لشکر کا مینڈھا تھا پس رسول اللہ صلعم خوش ہوئے اور تکبیر کہی اور مسلمانون نے بھی تکبیر کہی اور صفوف مشرکین پر حملہ کیا یہانتک کہ انکی صفین ٹوٹ گئین اور اسوقت ہوا صبا چل رہی تھی پھر مشرکون کا نشان عثمان بن ابی طلحہ نے لیا اسکو حضرت حمزہؓ نے قتل کیا پھر ابو سعید بن ابی طلحہ نے لیا اسکو سعد بن ابی وقاص نے تیر مارا کہ سکتے کی سی زبان نکل آئی پھر مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے لے لیا اسکو عاصم بن ثابت بن ابی الافلح نے تیر سے قتل کیا پھر اسکے بھائی حارث نے لے لیا اسکو بھی عاصم نے قتل کیا پھر اسکو کلاب بن ابی طلحہ نے لیا اسکو زبیر بن العوام نے قتل کیا پھر جلاس بن طلحہ نے لیا پھر ارطاۃ بن شرحبیل نے لیا اسکو علی کرم اللہ وجہہ نے قتل کیا پھر شریح بن قارظ نے لیا پھر صؤاب نے لیا اسکو قزمان نے قتل کیا پھر جب نشان بردار مارے گئے تو مشرکین نے بھاگنا شروع کیا کہ پیچھے مڑکر نہین دیکھتے تھے یہانتک کہ مشرکہ عورتین ہندہ بنت عتبہ وغیرہ پیرون بھاگی جاتی تھین اور پنڈلیون سے ازار چڑھالی تھی کہ انکی خلخال ظاہر ہوگئی تھی پس مسلمانون نے کہنا شروع کیا کہ غنیمت لو پس عبداللہ بن جبیر نے کہا کہ تم بھول گئے کیا نبی صلعم نے تمسے نہین کہا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا پس انھون نے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کی یہ مراد نہ تھی مشرکین تو بھاگ گئے اب ہم یہان کیون ٹھہرین پس مشرکون کا پڑاؤ لوٹنا شروع کیا اور جو پاتے لے لیتے مگر امیر عبداللہ بن جبیر مع چند آدمیون کے جو دس سے کم تھے وہین رہے اور کہا کہ حکم رسول خدا سے تجاوز نہ کرونگا پھر جب مسلمانون نے یون انکار کیا تو انکے منہ پھیر دیے گئے نہین جانتے تھے کہ کدھر جاتے ہین متحیر تھے پھر خالد بن ولید نے مڑکر دیکھا کہ پہاڑی کی گھاٹی خالی ہی پس سوارون سے حملہ کیا اور عکرمہ بن ابی جہل نے مع اپنے سوارون کے ساتھ دیا اور باقیون تیراندازون پر حملہ کرکے

لہ خالد بن الولید اسوقت تک مسلمان نہین ہوئے تھے قوی بہادر ... لشکر

قتل کیا اور امیر عبداللہ بن جبیر مارے گئے اور مسلمانوں کی صفیں ٹوٹ گئیں اور چکی گھومی اور ہوا ئے دگر چلنے لگی اور اہل اسلام آپس میں مل گئے
کہ گھبراہٹ سے ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ابلیس نے آواز سے پکار دیا کہ آگاہ رہو کہ محمد مارا گیا پس صحابہ بھاگ نکلے اور رسول اللہ صلعم مع
چودہ آدمیوں کے ثابت رہے کہ برابر تیر مارتے تھے اور انصار میں سے ستر شہید ہوئے اور مشرکوں نے حضرت صلعم کو گھیر لیا مگر اللہ تعالیٰ نے انکو محروم
کیا لیکن پتھر برسائے تو آپ کے اگلے نیچے اوپر کے دو دانت ٹوٹے اور چہرہ مبارک زخمی ہو کر خون جاری ہوا اور ہونٹ پر زخم آیا۔ آخر کار
حضرت صلعم نے پہاڑی پر چڑھنے کا قصد کیا مگر چڑھ نہ سکے تو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر کندھے پر اٹھایا اور آپ چڑھ گئے اور اس دن طلحہ رض
نے جو جانبازی کی وہ معروف ہے اور حضرت صلعم نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی اور وہاں جو صحابہ منوش بیٹھے تھے یہ لکڑا دیکھتے ہی خوفزدہ
ہو کر بھاگے کہ شاید مشرک آ گئے اور بہتیرے تو مدینہ میں بھاگ کر پہونچ گئے تھے پھر آخر حضرت صلعم کی سلامتی سے بہت خوش ہوئے اور مشرکوں
نے پہاڑی پر قصد کیا تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ میرے اوپر نہ آسکیں اور یا قیوں کو مت ہلاک کر کہ پھر توحید کی عبادت کرنے میں لیں پس کریں گو شیب
چھا گیا اور اوپر چڑھنے سے باز رہے اور ابوسفیان ایک ٹیکرے پر آیا اور پکارا کہ تم میں محمد ہیں اور تم میں ابوبکر ہیں اور تم میں عمر ہیں اور حضرت صلعم
نے ہر ایک کی پکار پر جواب دینے سے منع کیا پھر ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ لوگ مارے گئے اگر ہوتے تو بولتے پس عمر اپنے کو تھام نہ سکے
اور بولے کہ او دشمن خدا تو جھوٹا ہے ابھی تیرے دکھ دینے والے یہ لوگ باقی ہیں پھر ابوسفیان نے کہنا شروع کیا اعل ہبل اعل ہبل تو نبی صلعم نے
فرمایا کہ جواب نہیں دیتے ہو۔ بولے کہ کیا کہیں۔ فرمایا کہو اللہ اعلیٰ واجل۔ ابوسفیان بولا کہ ہمارا عزیٰ ہے تمہارا عزیٰ نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہو
اللہ ہمارا مولی ہے تمہارا کوئی مولی نہیں۔ ابوسفیان بولا کہ یہ دن روز بدر کا بدلا تھا اسکو حضرت عمر نے رد کر دیا کہ نہیں تمہارے مقتول دوزخ میں اور
ور ہمارے مقتول جنت میں ہیں۔ وہ بولا کہ لڑائی گھومتی ہے کبھی ہم ہارا اور کبھی ہمارا اور تم مقتولوں میں ایسے لوگ پاؤ گے جو مثلہ کیے ہوئے ہیں میں نے
انکے مثلہ کرنے کا حکم نہیں دیا اور مجھے برا بھی نہیں معلوم ہوا۔ اور یہ قصہ ارباب سیر نے طول کے ساتھ مفصل بیان کیا مگر میں نے بخاری و معالم وغیرہ سے
تلخیص کیا ہے۔ سبحانہ اللہ عزوجل نے مومنوں کو سمجھایا کہ ایمان و اسلام تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی و حصول درجات ہے دنیا کی چین و آرام ولذت حاصل
کرنے کو نہیں ہے اگر احد کی لڑائی میں تمکو قتل و زخم کی مصیبت پہونچی کہ ستر شہید ہوئے اور ستر زخمی ہوئے تو اس سے تم حق پیچھے ہو کر اور ثواب پا کر دنیا کی
نظر سے کیوں سست ہوئے کیونکہ قوم جو باطل پر ہیں اور انکو کوئی ثواب نہ ملا انھوں نے بدر میں ایسا زخم تمہارے ہاتھوں اٹھایا مگر بے صبر نہیں
ہوئے وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا - نصرفها - بَيْنَ النَّاسِ - یوما لفرقة ویوما لاخری لیتعظوا - اور یہ ایام ہیں کہ انکو ہم گردش
دیتے ہیں لوگوں کے درمیان ف کوئی روز کسی فرقہ کے حسب مراد اور کوئی روز دوسرے فرقہ کے حسب مراد ہوتا ہے اور یہ ایام ہماری تمکین
ہیں چنانچہ یہ کہ اس سے لوگ نصیحت پکڑیں مترجم کہتا ہے کہ لیتعظوا مقدر کرنے میں اشارہ ہے کہ یہ معطوف علیہ ہے اور اس کا معطوف قولہ۔ و
لِيَعْلَمَ اللَّهُ - علم ظهور - الَّذِينَ آمَنُوا - اخلصوا فی ایمانہم من غیرہم - اور تاکہ جانے اللہ تعالیٰ علم ظہور کے ساتھ ان لوگوں کو
جو ایمان لائے یعنی ایمان میں مخلص ہوئے ہیں غیر مخلصوں سے ف مترجم کہتا ہے کہ ظاہر آیہ کریمہ سے وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان
ایام کی مداولت لوگوں میں اسواسطے کی تاکہ وہ مخلص کو غیر مخلص سے جان جاوے اور یہ علم حاصل کرے حالانکہ جناب باری تعالیٰ تمام حوادث
و واقعات کو انکی وقوع و وجود سے پہلے ہی جانتا ہے وقد قال ولا یعزب عن ربک مثقال ذرة فی السموات ولا فی الارض۔ اور پوشیدہ نہیں
تیرے پروردگار سے ذرہ برابر بھی آسمان زمین میں اور اسپر اجماع ہے کہ اسکا علم قدیم ہے اس میں تغیر محال ہے اور امام رازی وغیرہ نے کہا کہ ایسا ہی اشکال ان آیات
میں ہے قولہ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة لما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم - اور قولہ ولقد فتنا الذین من قبلہم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین

اس کے متعلق حضرت مولانا علی کا ایک ... ہے ... اشعار ...
الٰہی ... اصل صحرا + دعت ... السودا
... بحمزہ حسین ... + ... الشہدا منتخبا شہیدا

اور قوله لنعلم اى الحزبين احصى لما لبثوا امدا - اور قوله ولنبلونكم حتى نعلم المجاهدين منكم - اور قوله الا لنعلم من يتبع الرسول ممن ينقلب على عقبيه اور قوله ليبلوكم ايكم
احسن عملا۔ پس ان سب آیات سے وہم یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان اشیاء کا علم انکے حدوث پر ہوا حالانکہ یہ وہم قطعاً غلط ہے اور تعالیٰ ان کے
وجود سے پہلے ایسا ہی واقف و عالم ہے جیسا کہ انکے وجود پر اسکے نزدیک سب یکسان ہے پس جواب متکلمین نے یہ دیا کہ دلائل عقلیہ دال ہیں کہ اللہ تعالیٰ
حوادث کو قبل انکے وقوع کے جانتا ہے اور تغیر اسکے علم میں محال ہے لیکن علم کا اطلاق معلوم پر اور قدرت کا اطلاق مقدور پر مجاز مشہور ہے چنانچہ کہتے ہیں
کہ یہ علم فلان ہے یعنی یہ اسکا معلوم ہے اور ایسے ہی یہ قدرت فلان یعنے مقدور فلان مجازاً کہا جاتا ہے پس جہان علم کے نئے پیدا ہونے کا علم ہوتا
ہے وہان معلوم کا تجدد مراد ہے پھر جب یہ معلوم ہوا تو اس آیۃ کریمہ میں چند وجوہ کا احتمال ہے اول آنکہ لیعلم اى ليظهر المخلص من غيره تاکہ ظاہر ہو جاوے اور تمیز
ہو جاوے مخلص از منافق - دوم آنکہ لیعلم اللہ بعزت مضاف ہے اى ليعلم اولياء اللہ یعنی جان لے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کا ولی ہے و لیکن تفخیم شان کے واسطے اپنی
طرف نسبت فرمایا - سوم آنکہ لیعلم اللہ اى ليحكم اللہ بالامتياز پس چونکہ حکم مذکور بعد علم کے ہوتا ہے اسپر علم کا اطلاق کیا - چہارم آنکہ لیعلم اللہ اى ليعلم
واقعاً کما کان یعلم انہ سیقع یعنی اسکو از راہ واقع ہونے کے جان لے جیسے جانتا تھا کہ عنقریب واقع ہوگی اسواسطے کہ جزا و سزا کا مدار محض علوم پر نہیں
بلکہ واقع پر ہے اور یہی مراد ہے کلام **بیضاوی** کی کہ کہا تاکہ جان لے ایسے علم کے ساتھ جس سے جزا و سزا متعلق ہوتی ہے اور وہ علم کسی شی کا اسکے موجود
ہونے کے ساتھ ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہی علم ظہور ہے جو مفسر رح نے کہا و لیکن پوشیدہ نہیں کہ علم الٰہی جسکے وجود سے متعلق ہے وہ ضرور موجود ہوگی جیسے
چیز کے عدم سے متعلق ہے وہ کبھی نہ موجود ہوگی اور علم الٰہی پر ہر شی کی حالت وجود اور غیر وجود میں یکسان ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس علم میں کوئی فرق
نہیں ہوا اور فہم اسی سے **بیضاوی** نے اسکو لفظ قیل کے ساتھ ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا اور جو خود اختیار کیا ہے کہ غرض اس سے معلوم کا
اثبات ہے بطریق برہان یعنی تاکہ کھل جاوے وہ جو علم الٰہی میں ثابت ہے یعنی معلوم الٰہی ثابت ہو جاوے اور شاید کہ کلام مفسر رح کے بھی یہی معنی ہوں لیکن خلاف
اصطلاح ہے اور یہ کلام جید پاکیزہ ہے اور جو اسکے ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رض نے اس آیۃ کے مانند میں کہا ای لنری من یصبر علی مناجزة الاعداء
تاکہ ہم دیکھیں جو صبر کرتا ہے دشمنان حق کے قتال میں - اور مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ اللہ عز و جل نے بندون سے انکے محاورات و انکی سمجھ کے موافق کلام
فرمایا اور اس میں مجاز و استعارات و تمثیل کو جو بلاغت کی گویا اصل ہیں استعمال فرمایا پس یہ کلام بسبیل تمثیل ہے ای فعلنا فعل من يريد ان يعلم یعنی
جیسے کوئی بندہ کسی کام کو کسی بات کی آزمایش و جانچنے کو کرتا ہے ہم نے بھی ویسا ہی کیا - **وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ** اى يكرمهم بالشهادة تاکہ تم میں
سے بعض کو درجہ شہادت کرامت فرماوے - **وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ** - الكافرين اى ليعاقبهم و ما نعم به عليهم استدراج - یہ جملہ معترضہ بیان
ہے کہ تم میں سے بعض کو کرامت دے سے جو ثواب جزیل ہے دو اور اللہ تعالیٰ کافرون کو نہیں چاہتا" یعنی انکو عذاب دیگا پس انکو جو ظاہر میں
کبھی فتح معلوم ہوتی ہے یہ نعمت انکے حق میں استدراج ہے اور رفتہ رفتہ انکو ہلاکت میں بڑھا دیا کہ ہبل و عزی کی طرف سے فتح سمجھے وعدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ
شرک بڑھایا - **وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** - ليطهرهم من الذنوب بما يصيبهم پھر جو شہید نہیں ہوئے انپر فضل بیان کیا بعدہ و تاکہ پاک
کرے ایمان والون کو فوت گناہون سے بسبب اس محنت کے جو انکو پہونچی اور تمحیص کہتے ہیں کسی شی کو اسکے میل کچیل سے پاک کردینا پس مومن
کو جو مصیبت پہونچے اور وہ صبر کرے تو اسکے گناہ معاف ہوتے ہیں اگر ہوں ورنہ اسکے درجات بلند ہوتے ہیں اور ظاہر ایمان ہی خیر جوتا
ہے - **وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ** - اى يهلك - یعنی تاکہ کافرون کو ہلاک کرے - مدارک میں کہا یعنی اگر کافرون پر شکست ہو تو یہ کہ ہلاک ہوں اور
مترجم کہتا ہے کہ مومنین میں سے شہدا لیے انکے مقابلہ میں کافرون کو نا پسند رکھا اور مومنین میں سے زندہ کو بلندی درجات و طہارت
کا فضل دیا انکے مقابلہ میں زندہ بچے ہوے کافرون کی ہلاکت فرمائی خواہ انکو فتح ہووے اور شکست ہووے اسلیے کہ دونون طرح جو موت پا گناہ کی

ہلاکت مین پڑے فافہم ف عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ہذا بیان للناس۔ حق سبحانہ وتعالی کا کلام یعنی قرآن مجید اسکی صفت ازلیہ ہی جو
امور کونین کے حقائق کھولنے والا ہی مگر ایسے شخص پر جسکو لیاقت حاصل ہی پس قرآن کے لائق وہ بندے ہین جنکی روح جلالی اور قلب جمالی ہی اور نفس
مطمئنہ اور سر باطنی انکا حق سبحانہ تعالے سے ہر اشارہ قبول کرتا ہی اور اسی گروہ کو معارف و کوشف کے واسطے برگزیدہ فرمایا ہی اور جب یہ بات ٹھہری
تو حق عز و جل اپنے کلام پاک سے اہل قرآن کے لیے ایسی تجلی فرماتا ہی جس سے انکو مراد حق کھل جاتی ہی اور راہ صواب پر ہدایت ہوتی ہی کیونکہ وہ خزانہ قدم کی
کنجی ہی جو ایکے ساتھ موافق رہا اسکو پردہ حروف سے مشاہدہ صفت قدیمہ حاصل ہوتا ہی اور سر مراد کو پہونچتے ہین قال المترجم اسمین اشارہ ہی کہ حروف
قائم ہین اور یہی حنفیہ وغیرہ محققین کا قول ہی پس شیخ رحمہ اللہ اگرچہ شافعی ہین لیکن جمہور شافعیہ میں ہین جنکا یہی قول ہی پھر جاننا چاہیے کہ بعضے
اکابر نے تصریح کردی ہی کہ قرآن کے ظہر وبطن سے مراد یہی ہی کہ ظاہر اسکا ظہر ہی اور بطن اسکا اگر بلا حجاب ظاہر ہو تو اسرار سے قاری کا قلب جل جاوے اور یہ بات
ایسی ہی کہ عوام تو اسکو سمجھتے نہین ہین عجب ان لوگون سے ہی جو علما کی صورت بنائے ہین جب یہ بات سنتے ہین تو منہ دیکھتے ہین یا انکار کرتے ہین اور یہی حق ہی
اگرچہ وہ بڑے انکار کیا کرین۔ اللہم اغفرلی واہدنی احسن الہدایہ۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اللہ عز و جل نے بندون کے واسطے قرآن
مین تجلی فرماتا ہی اور جسکو اسکے بیان پاجانے سے الہیت صفت حاصل ہی اسی کو کشف جلال باریتعالی کی ذاتی لیاقت ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ قرآن والے اہل اللہ تعالے اور اسکے خاص بندے ہین ہر ایک کو اسی قدر خصوصیت ہی جتنی اسنے مقامات مین ترقی کی ہی مترجم کہتا ہی
کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صفت مین آیا ہی کہ قراءۃ قرآن کے وقت اپنی آنکھون کے مالک نہین رہتے تھے یعنی بے اختیار ان کو رونا چلا آتا تھا۔ پس
یہ ایسی بات ہی کہ صدیق کے احوال پر قیاس کرین خطاب قرآن سب بندون کو عام ہی کوئی قوم اسکو عقلی کانون سے سنتی ہی کہ یہ حکم ہی اور یہ عبرت ہی
اور کوئی قوم اسکو دل کے کانون شوق و حلاوت سے سنتی ہی اور کوئی قوم اسکو روح کے کانون محبت و معرفت و انس سے سنتی ہی اور کوئی قوم
اسکو اسرار کے کانون سے ملاحظہ انوار کے ساتھ از راہ کشف و بیان سنتی ہی اور یہ اسرار و دقائق منکشف نہین ہوتے مگر آدمیون کے واسطے اور جو
شخص کہ خلق آدم علیہ السلام سے آراستہ نہین اور نہ اسکو علم اسماء و صفات سے کچھ بہرہ ہی جو آدم علیہ السلام کو تمام و کمال عطا ہوا تھا تو وہ
جنگلی جانور ہی اسکو مشاہدہ قرآن و ملاحظہ اسرار کہان ہی کیونکہ اللہ عز و جل نے ہم بندون کو آگاہ فرمایا کہ ہذا بیان للناس معلوم ہوا کہ وہ آدمیون
کے واسطے ہی نہ جانورون کے لیے اور آدمی تو وہی ہی جسکا حال ہم نے بیان کیا وہی بیان الٰہی مین اللہ تعالی ہی کے ساتھ باقی رہتا ہی ماسوائے
حق کے سب سے قطع ہوتا ہی چنانچہ فرمایا۔ وہدی وموعظۃ للمتقین حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کو لوگون کے واسطے ظاہر کردیا لیکن اسپر
متنبہ کوئی نہین ہوتا سوائے اسکے جسکو اسکی طرف سے نور یقین اور اسرار پاکیزہ سے تائید و توفیق ملی ہی کیا تو نہین دیکھتا کہ اسنے فرمایا ہدی
وموعظۃ للمتقین۔ آگاہ رہو کہ اس بیان سے ایسا ہدایت پانا اور ایسی نصیحت لینا مخصوص متقیون کو حاصل ہی جنھون نے سوائے حق عز و جل کے
سب چیز سے تقوی کیا ہی استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک قوم کے واسطے تو یہ قرآن از راہ دلائل عقلی بیان ہی اور دوسری قوم کے واسطے
از راہ مکاشفہ قلوب اور قوم دیگر کے واسطے از راہ تجلی حق در اسرار مترجم کہتا ہی کہ عقل سے مراد یہ نہین ہی جو عوام سمجھتے ہین بلکہ اپنی اصطلاح
کے موافق ہی اور وہ عقل کلی ہی جسپر مین نے بارہا تنبیہ کردی ہی قولہ تعالے ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون۔ اللہ عز و جل نے انکو حقائق
ایمان سے آگاہ فرمایا جو کہ یقین ہی اور یقین یہ کہ دل کو پروردگار عز و جل کے وعدے پر سکون ہو مترجم کہتا ہی کہ بعضے جاہلون نے جو اپنے آپکو
عالم معقول جانتے ہین تصور کیا کہ منطقی اذعان ایمانی یقین سے اعلی ہی اور یہ مہمل کلام ہی آنجناب مین اسکو نہین سمجھا اور اہل حقیقت کے
نزدیک یقین وہ نزول سکینہ ہی قلب مین جسکو تصور و تصدیق سے جو علم حصولی کے اقسام مین کچھ تعلق نہین ہی اور مین نے بعض مقام پر بیان کردیا۔

کہ فلاسفہ کی تصدیق جسکا مدار استدلال پر ہی محض واہی ہی تو نہیں دیکھتا کہ بوعلی سینا لیس الا کذا کو شفا میں اذعان کہتا ہی اور افلاطون کے نزدیک وہ ہیولی ثابت نہیں جسکو ارسطو ثابت کرتا ہی پس ہر ایک اپنے دعوے پر اذعان سے لیس الا کذا کا قائل ہی حالانکہ دونوں متناقضین جمع نہیں ہو سکتی ایک قطعًا غلط ہی پھر لیس الا کذا کی یہ حقیقت ہی اللہ تعالی ایسی گمراہی سے بچاوے - ای اہل ایمان نور نبوت حضرت محمد صلعم سے علم حاصل کرو اور نفس و شیطان سے تبری کرو تب تصدیق کے معنی معلوم ہوں دیکھو تصدیق ایمانی والوں میں سے وہ ہیں جن کے سر پر آرا چلایا گیا اور آگ میں جلائے گئے اور وہ اپنی تصدیق پر پختے فافہم واللہ الہادی ہو المفضل ونعوذ باللہ من الضلال - اس آیت میں اللہ تعالی نے بیان کر دیا کہ جب تم معارج ایمان و تصدیق میں ہوے تو تمھارے دشمن پر تمھاری فتح و تمھارا غلبہ جاری ہی پھر غمنا کی و ضعف کے کیا معنی ہیں کیونکہ جسنے حقیقت حال معاینہ کیا اسکا یقین وہی یقین قوی ہی اور اس سبب سے سب اندوہ جاتے رہے اور عارف کا سزاوار اندوہ وہ ہی جو مشاہدہ سے غیبت طاری ہونے کے وقت قبض پیدا ہونے سے اسکے سینہ کو تنگی ہوتی ہی اور خوشی اسکی وہ ہی جو ملکوت پروردگار کے انکشاف کے وقت اسکی روح کو کشادگی ہوتی ہی - اور محمد بن موسی سے پوچھا گیا کہ آدمی کا کیا حال ہی کہ کبھی اندوہناک اور کبھی فرحناک ہوتا ہی - فرمایا کہ غذا کے طرح پردہ پڑجانے اور تجلی ہونے میں بدلتی ہی سو تجلی کے وقت اسکو خوشی ہوتی ہی اور پردہ پڑنے کیوقت اندوہ چھا جاتا ہی پس جب پردہ میں مہجور رہا اندوہناک ہوا اور جب اسنے الطاف کی نظر دیکھی خوش ہوا اور جب سخط و خشم کی نگاہ دیکھی تو خوفناک قلق میں ہوگیا قال المترجم اسمیں حال صحابہ رضی اللہ عنہم کیطرف لطیف اشارہ کیا فافہم

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ
کیا تم کو خیال ہی کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں اور ابھی معلوم نہیں کر دیے اللہ نے جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور معلوم کرے
الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ
ثابت رہنے والے اور تم تو آرزو کرتے تھے موت کی موت سے ملنے سے پہلے سو ابھی دیکھا تمنے اسکو اور تم
تَنْظُرُوْنَ ۝ ع ١١
دیکھتے ہو

اَمْ - بل حَسِبْتُمْ - مفسر نے ام کو بل سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ ام منقطعہ ہی اور ہمزہ انکار ہی یعنی دبلکہ تم نے خیال کیا) ای الیاس غیال کرو - اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا - لم - يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ - علم ظہور کہ داخل ہو جاؤ تم جنت میں اور نہیں معلوم کیا اللہ نے ان لوگوں کو جنھوں نے جہاد کیا تم میں سے علم ظہور کر کے ف مفسر نے لما یعلم کی لم یعلم سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ یہ دونوں معنے واحد ہیں جیسا کہ جمہور کا قول ہی اور زمخشری نے کہا کہ لم و لما میں فرق یہ ہی کہ لما میں نفی ماضی و توقع مستقبل ہوتی ہی اسی نہیں صادر ہوا جہاد تم سے حتی ہیں لیکن آیندہ متوقع ہی علی ما ذکرہ الرازی اور کہا گیا کہ یہ معنی لما کے امام النحاۃ سیبویہؒ نے ذکر کیے ہیں مگر ابوحیان نے زمخشری پر اعتراض کیا کہ مجھے نہیں معلوم ہوا کہ کسی نحوی نے لما کے یہ معنی کہے ہوں بلکہ انھوں نے اتنا ہی کہا کہ لما سے تا زمانہ متصل نفی ہوتی ہی پھر بیضاوی نے ذکر کیا کہ اسمیں دلیل ہی کہ جہاد فرض کفایہ ہی مترجم کہتا ہی شاید منکم کی لفظ سے نکالا کہ بعض کے ادا کرنے پر دلالت کرتا ہی فتامل - وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ فی الشدائد اور نہیں جانا ثابت رہنے والوں میں صبر کرنے والوں کو ف ابھی تک ایسے لوگ ممتیز نہیں ہوے جو مجاہد صابر ہیں اور جو جھوٹے منافق

ہین حتی کہ جب امتحان سخت آجاویگا تب مقبول ہوجاوینگے جو ثابت قدم رہینگے اور یہ غزوۂ خندق مین ہوا جسکا بیان احزاب مین ہے۔ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ - فیہ حذف احدی التائین فی الاصل یعنی تتمنون۔ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ حیث قلتم لیت لنا یوماً کیوم بدر لننال ما نال شہداءہ - اور البتہ تم لوگ موت کی تمنا کیا کرتے تھے قبل اسکے کہ موت سے ملاقی ہوئے کیونکہ تمنے کہا کہ کاش ہمکو ایک دن ویسا ملتا جیسا بدر کا دن تھا تاکہ حاصل ہوتا ہمکو جو حاصل ہوا شہداء بدر کو۔ ایسا ہی ابن عباسؓ سے مومنون کا دعا کرنا مروی ہوا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ تمنے موت تو منع ہے قرطبیؒ نے جواب دیا کہ مسلمانون سے موت کی تمنا کرنا شہادت کی تمنا ہے جو جہاد مین صبر و ثبات پر مبنی ہے نہ اس بات پر کہ کفار انکو قتل کر ڈالین اسواسطے کہ یہ تو معصیت و کفر ہے جو نہین جائز ہے پس درخواست شہادت کی تھی اگرچہ موذی بقتل ہو مترجم کہتا ہے کہ صریح ممانعت تو موت کی بددعا اپنے اوپر کرنے سے ہے اور محققین نے کہا مطلقاً موت کی تمنا ممنوع نہین بدلیل آنکہ اللہ تعالےٰ نے یہود کو کہا کہ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین - اور حضرت یوسفؑ نے دعا کی کہ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین پس مآل ممانعت کا جزع و فزع دنیاوی محنت سے ہے اور یہان شہادت کی امید سے ہے جو قطعاً خیر ہے اسیواسطے موت کی شہادت تفسیر کی گئی۔ اور یہی اثر ابن عباسؓ مین مصرح ہے کہ شہادت مانگتے تھے پس سوال وارد ہی نہین ہوتا - اور یہ جو کہا گیا کہ اسمین غلبۂ کفار کی دعا ہے کیونکہ انکے غلبہ سے قتل ہوتا شہادت ہے تو یہ وہم ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ بدر مین باوجود غلبۂ مومنین کے کئی شہید ہوئے تھے۔ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ - سو تم نے موت کو دیکھ لیا فـ ای بسببہ وہو الحرب - یعنی سبب موت کو دیکھ لیا جو حرب و لڑائی ہے کیونکہ خود موت کو انھون نے نہین دیکھا تھا - وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ - ای بصراء تتاملون الحال فلم انہزمتم - بصراء بضم اول جمع بصیر ہے پس معنے آنکھ اور حال یہ کہ تم بصیر و نظر والے لوگ ہو حالت مین تامل کی نگاہ کر سکتے ہو کہ کیونکر ہے پھر تم کیون بھاگے - اصل سوال یہ کہ فقد رایتموہ کے بعد وانتم تنظرون کے کیا معنے ہین پس مفسرؒ کا جواب مذکور ہوا اور معالم وغیرہ مین کہا کہ یہ بطور تاکید کے ہے اور یہ اخفشؒ کا قول ہے - پھر کہا گیا کہ اسمین گونہ توبیخ ہے کہ انھون نے حرب کی تمنا کی پھر بھاگ نکلے اور چاہیے تھا کہ تمنا کرکے مانگی تھی تو دلیرانہ لڑتے اور صبر کرتے اور نیز تو بیخاً یہ بھی اشارہ ہے کہ بلا امتحان کی تمنا کرنا نہین چاہیے کیونکہ بندہ اسکے امتحان کے لائق نہین ہے وہ خود امتحان مین لانا اور توفیق دیکر خود ہی پار اتارتا ہے اور اسیلئے سو یہ ہے جو صحیحین مین ثابت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اور جب تم سے دشمن سے مقابلہ پڑ جاوے تو صبر سے ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلوارون کے سایہ تلے ہے

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

اور محمدؐ تو ایک رسول ہے ہو چکے پہلے اس سے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤگے

عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ

الٹے پانون اور جو پھر جاویگا اپنے الٹے پانون وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا اور جلد اللہ ثواب دیگا

الشَّاكِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ۗ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ

بھلا ماننے والون کو اور کسی جان کو یہ نہین کہ مر جاوے مگر اللہ کے حکم ہی سے لکھا ہوا وعدہ اور جو کوئی چاہیے گا

الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ۝

دنیا کا بدلا ہم دنیا سے اسکو دینگے اور جو کوئی آخرت کا بدلا چاہیگا ہم اسمین سے اسکو دینگے اور جلدی ہم ثواب دینگے احسان ماننے والون کو

ونزل فی ہزیمتہم لما اشیع ان النبی صلعم قتل وقال لہم المنافقون ان کان قتل فارجعوا الی دینکم جب علیٰ معرکہ احد میں یہ آواز فاش ہوئی کہ نبی
صلعم قتل ہوئے پس صحابہ بھاگے اور منافقون نے اُنسے کہا کہ اگر وہ قتل ہوئے تو تم اپنے دین کی طرف لوٹو تب نازل ہوا قولہ تعالےٰ۔
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ یعنی محمد مگر رسول۔ اس ایک صفت پر اقتصار کیا بطور مجاز کے ہے اور معنی یہ کہ مقصود انسے یہی رسالت
ہے یہ نہیں کہ اسکے سوا یہ بھی مقصود ہو کہ انکو موت نہ آویگی جیسا تم نے بعید جانا کیونکہ حی قیوم صفت بار یتعالیٰ ہے اور بات یہ ہوئی تھی
کہ ہزیمت احد یہ بات پھیل گئی کہ محمد صلعم مارے گئے اور اس خبر پر جو صحابہؓ نے ہزیمت اُٹھائی تو ہر چند حضرت صلعم نے آواز دی کہ ادھر میری طرف
آؤ ادھر آؤ کسی نے نہ سنا پس جو بھاگے ہوئے پہاڑی پر تھے بعض نے کہا کہ ہم کو کوئی ایلچی مل جاتا جو عبد اللہ بن ابی منافق کے پاس
مدینہ جاتا کہ وہ ابوسفیان سے ہمارے لیے امان لیتا اور بعضے منافقون نے کہا کہ اگر محمد قتل ہوئے تو کیسے نبی تھے تم اپنے پہلے دین پر آؤ اور
قریش کو ہاتھ دیدو کہ وہ آخر تمھارے بھائی ہیں پس انس بن النضرؓ نے دونون کے کلام سے بیزاری و پناہ مانگی اور حضرت صلعم کے بعد زندہ رہنا بیکار
سمجھکر تلوار سے مشرکون پر سخت حملہ کیا آخر کو شہید ہوئے اور حضرت صلعم پہاڑی کی طرف لوگون کو پکارتے چلے پہاڑی پر اول جسنے پہچانا
وہ کعب بن مالک ہیں پھر آواز دی کہ اے مسلمانو خوش ہو کہ رسول اللہ صلعم یہ موجود ہیں آنحضرت صلعم نے اشارہ سے منع کیا پھر صحابہ
رضی اللہ عنہم میں سے ایک ٹکڑا آپ کی طرف جمع ہوا آپ نے انکو بھاگنے پر ملامت کی بولے کہ ہمارے مان باپ آپ پر قربان ہم کو جب
یہ خبر پہونچی کہ آپ قتل ہوئے تو ہمارے دل رعب میں آ گئے ہم اُسلیئے پاؤن بھاگے پس اسعز وجل نے یہ آیت اُتاری۔ شیخ ابن کثیرؒ نے
فرمایا کہ ابن ابی نجیح نے اپنے باپ سے روایت کی کہ مہاجرین میں سے ایک شخص ایک انصاری کی طرف بھاگے میں گذرا اور پوچھا کہ بھلا
تم کو معلوم ہے کہ محمد صلعم قتل ہوئے تو انصاری نے جو اپنے خون میں لتھڑے پڑے تھے فرمایا کہ اگر محمد صلعم قتل بھی ہوئے ہون تو وہ دین کو پہونچا
چکے تم اپنے دین کی طرف سے لڑو پس نازل ہوا قولہ وما محمد الا رسول الآیۃ۔ رواہ البیہقی۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ ہر رسول
کہ تم سے پہلے بہت رسول گذر چکے ف یعنی محمد بھی انھین رسولون کی طرح عنقریب گذر جاینگا۔ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ
یعنیہ۔ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ رجعتم الی الکفر والجملۃ الاخیرۃ محل الاستفہام الانکاری ای ماکان معبودا فترجعوا۔ کیا اگر مرا
یا قتل ہوا (مانند دیگر بعض انبیا کے) تو تم رجوع کروگے اپنی ایڑیون پر (اے لوٹ پڑوگے کفر پر) ف یہی جملہ اخیرہ محل استفہام انکاری ہے
یعنی وہ معبود نہین تھا کہ اسکی موت و قتل پر تم لوٹ جاؤ کہ پھر کس کی عبادت کرو۔ یہ آیت حضرت مصعب بن عمیرؓ کی زبان پر اتری کہ جو احد کے
روز حضرت صلعم کے نشان بردار تھے جب ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلعم کا قصد کیا اور پتھر مارا کہ آپ کے زخم آ گیا درحالیکہ لوگ پریشان تھے
تو مصعبؓ نے اس لعون کو روکا اور حال یہ ہوا جو ابن سعدؒ نے طبقات میں بطریق واقدیؒ روایت کیا کہ انکا داہنا ہاتھ کاٹا گیا پس نشان بائین
ہاتھ میں لیا اور یون کہتے تھے کہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افا ئن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ پھر بایان ہاتھ کاٹا گیا تب
نشان پر جھک رہے اور بازو سے چپٹایا اور یہی کہے جاتے تھے پھر قتل ہوئے تب نشان گر پڑا۔ محمد بن شرحبیل عبدری راوی کہتے ہیں کہ سوقت
یہ آیۃ وما محمد الا رسول تب نہیں اُتری تھی پھر اسکے بعد اتری ہے اگر کہا جاوے کہ مات او قتل شک ہے بحرف او اور یہ جناب باری تعالےٰ سے محال ہے
جواب یہ کہ او مساوات حکم کے لیے ہے یعنی خواہ ایسا ہو یا ایسا ہو کوئی بھی مرتد ہونے یا شکست اٹھانے کا مستوجب نہین ہے اور یہان تو درحقیقت
دونون میں سے کچھ بھی نہین واقع ہوا۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں بیان فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلعم قتل
نہونگے چنانچہ قولہ انک میت وانہم میتون۔ اور واللہ یعصمک من الناس۔ اور لیظہرہ علی الدین کلہ پھر او قتل کیونکر فرمایا۔ تو جواب دیا گیا کہ

یہ بطریق الزام ہی کہ تم یہود و نصاری سے کم ہوتے ہو حالانکہ یہود تے جانا کہ موسیٰ مر گئے مگر وہ نہین پھرے اور نصاری نے اپنے زعم یا اعتقاد کیا کہ عیسیٰ قتل ہوے مگر نہین پھرے تم کیونکر ایسا کر سکتے ہو۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا - وانما یضر نفسہ - اور جو کوئی الٹے پاون پھرا وہ اللہ تعالے کا کچھ نہ ضرر کریگا ف بلکہ وہ اپنے آپ ہی کو ضرر پہونچا دیگا - کیونکہ ثواب سے محروم ہوگا - وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ - نعمۃ بالثبات اور اللہ تعالی ثواب عطا فرماویگا شاکرون کو یعنی ان لوگون کو جو شکر کرتے ہین اسکی نعمتون کا ساتھ ثبات کے - یعنی قائم رہتے ہین اللہ تعالے کی فرمانبرداری پر اور اسکے دین کے واسطے لڑتے ہین اور اس کے رسول صلعم کی خواہ زندہ ہون یا انتقال فرمایا ہو پیروی کرتے ہین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم کی زندگی مین کہا کرتے کہ واللہ ہم الٹے پاون نہین پھرینگے بعد اسکے کہ اللہ تعالی نے ہم کو ہدایت فرمائی اور واللہ اگر حضرت صلعم مر گئے یا قتل ہوے تو ضرور مین اسی راہ پر لڑتے جاؤنگا جسپر حضرت صلعم لڑے یہانتک کہ مر جاؤن رواہ الطبرانی اور بخاری کی حدیث وفات مین ہی کہ ابوبکر نے آکر حضرت صلعم کا چہرہ مبارک کھولا (جب آپ انتقال فرما چکے تھے) اور منھ کے بل آپ پر گر پڑے اور بوسہ لیا اور رو کر کہا کہ میرے مان باپ آپ پر فدا - اللہ تعالی دو موتین آپ پر جمع نہ کریگا - ابن عباس نے کہا کہ ابوبکر نکلے اور عمر لوگون سے باتین کہتے تھے (یعنی جو حضرت صلعم کو مردہ کہیگا مین قتل کرونگا) عمر سے کہا کہ بیٹھو اور عمر بیٹھ کر خطبہ پڑھا اما بعد جو شخص کہ محمد کو پوجتا تھا تو محمد نے تو انتقال کیا اور جو اللہ تعالے کو پوجتا تھا تو اللہ تعالی زندہ ہی کبھی اسکی پاک ذات کو موت نہین - اللہ تعالی نے فرمایا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افاین تا قولہ وسیجزی اللہ الشاکرین - ابن عباس نے کہا کہ واللہ گویا لوگون کو یہ آیت ہی معلوم نہ تھی یہانتک کہ ابوبکر نے پڑھی پھر سب کوئی بشر نہین تھا مگر اسکے اس کی زبان پر یہی آیت تھی - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ الشاکرین اہو وہ لوگ جو دین پر ثابت رہے وہ ابوبکر اور صحابہ ہین پس علی کرم اللہ وجہہ کہتے تھے کہ ابوبکر رض شاکرون کے امیر تھے اور سب سے زیادہ شکر گذار اور اللہ تعالے کو محبوب تھے وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ بقضائہ كِتٰبًا مصدر ای کتب اللہ ذلک کتابا مُّؤَجَّلًا موقتا لا یتقدم ولا یتاخر فلم انہزمتم والہزیمۃ لا تدفع الموت والثبات لا تقطع الحیوۃ - یعنی نہین سزاوار ہی کسی نفس کو کہ مر جاوے مگر باذن اللہ (یعنی بقضاء الہی) لکھدیا اللہ تعالی نے اسکو وقت کرکے (کہ وہ نہ پہلے ہوسکے اور نہ پیچھے) ف پھر تم لوگ کیون بھاگے حالانکہ بھاگنا موت کو دور نہین کر سکتا اگر وقت آگیا اور معرکہ مین ثابت رہنا زندگی کو نہین کاٹتا اگر وقت نہین آیا ہی - نفس کی طرف مرنے کی نسبت کرنا باوجودیکہ اسکو اختیار نہین ہی مجازا ہی اور اس مین نامردون کو شجاعت دلائی اور قتال کی ترغیب دی کہ اللہ تعالی کے حکم سے قدم کرنا اور جسکو نامرد مہلکہ سمجھتے ہین اسمین گھسنا عمر کو کاٹتا نہین ہی اور نہ اللہ تعالے کے حکم کا خلاف کرنے سے عمر بڑھ سکتی ہی جیسا کہ اعمش اور ہ نے حبیب بن ظبیان سے روایت کی کہ ملک فارس پر جہاد کرنے کی حالت مین دریاے دجلہ کے ادھر مسلمان اور ادھر ایرانی فوج تھی سو ایک مسلمان نے کہا اور وہ حجر بن عدی ہین کہ تم کو کون چیز ان دشمنون کی طرف عبور کرنے سے روکے ہی یہ دجلہ بھلا کیونکر موت دیگا اللہ تعالی نے فرمایا ہی - ما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا - یہ کہکر دجلہ مین اپنا گھوڑا ڈالدیا انکے پیچھے مسلمانون نے بھی گھوڑے ڈالے اور ایرانیون نے جو یہ حال دیکھا تو اپنی زبان مین ایک دوسرے سے کہا دیوان اند - یہ لوگ دیوانے ہین اور خوفناک ہوکر بھاگے - رواہ ابن ابی حاتم عن العباس بن یزید العبدی عن ابی معاویہ عن الاعمش بہ - کذا ذکرہ ابن کثیر - وَمَنْ يُّرِدْ بعملہ ثَوَابَ الدُّنْيَا - ای جزاءہ فیہا - نُؤْتِهٖ مِنْهَا - ما قسم لہ ولا حظ لہ فی الآخرۃ یعنے اور جس نے چاہا اپنے کام سے ثواب دنیا ہو اپنے

کام کی جزا دنیا مین تو دیتے ہین ہم اس کو دنیا سے یعنی اس قدر جو اس کے واسطے مقسوم ہی پھر آخرت مین اسکا کچھ حصہ نہین اور ظاہر ثواب
دنیا فتح و غنیمت ہی اگر کہا جاوے کہ آخرت مین حصہ نہونا کہان سے معلوم ہوا تو مین کہتا ہون کہ بدلیل حدیث آیندہ اور آگے کے کلام سے جو
بر سبیل مقابلہ واقع ہوا یعنی - وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا - ای من ثوابها - اور جو چاہے ثواب آخرت دینگے
ہم اس کو آخرت سے یعنی ثواب آخرت سے وہ جنت ہی جانو کہ ثواب تو ابھی دے دیا مگر اس کو وہان پہونچنے پر ملے گا اور یہ بعد
موت کے شروع ہو جاتا ہی - وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ - اور قریب ہم جزا دینگے شکر گزارون کو - یہ بڑا فضل کا وعدہ ہی کہ
انکا ثواب تو ملے گا پھر دینے والے ہم ہین جس کی مقدار کوئی کیا قیاس کر سکتا ہی - اور حدیث صحیح مین آیا کہ اللہ تعالی نے فرمایا مین نے
اپنے پرہیزگار بندون کے لیے وہ کچھ رکھا ہی جسکو کسی آنکھ نے نہین دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ وہ کسی بشر کے دل مین خطور ہوا - یعنی
حواس و عقل سب سے بالاتر ہی اور کہا گیا کہ یہ دیدار حضرت باری عز و جل ہی - اور آیت مین تو بعض ہی ان لوگون پر جو غنیمت لوٹنے کے واسطے
خلاف حکم رسول صلعم کر بیٹھے اور مدح ہی ان لوگون کی جو حکم پر ثابت رہے - اور جان رکھو کہ ثواب دنیا چاہنے سے یہ مراد ہی کہ غرض اسکی فقط
دنیا ہو پس اسکو دنیا تو قسمت بھر ملتی ہی اور آخرت سے محروم ہوتا ہی اور آخرت چاہنے والون سے یہ مراد ہی کہ انکا ہر فعل خالص اللہ تعالے
کے واسطے ہو پس انکو آخرت کا پورا ثواب ملتا ہی اور دنیا مین بھی قسمت بھر ملتا ہی پس ظاہر ہوا کہ دنیا چاہنے والا بڑا کمبخت ہی اور فرق
فقط ایک نیت کا ہوا اور عمر بن الخطاب رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا سوا اسکے نہین کہ اعمال ساتھ نیتون کے ہین اور شخص
کے لیے وہی ہی جو اس نے نیت کیا پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو گی
اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اس کو حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف کہ اس کو نکاح مین لاوے تو اسکی ہجرت اسی چیز کے لیے ہو گی
جس کی طرف اس نے ہجرت کی رواہ البخاری و مسلم و اہل السنن و المسانید و غیرہم حتی قیل انہ حدیث متواتر ف۔ عرائس البیان مین
اشارات آیات مین یون ذکر کیا کہ قولہ تعالی و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل - اللہ عز و جل نے اس خطاب مین سب کو عتاب
کیا یعنی جب مین نے تم کو اپنے معبود و پروردگار قادر مختار ہونے کے اپنے نبی صلعم کی زبان سے خبر دیدی اور اپنے رسول
صلعم کی رسالت سے تم پر اپنی ہی بندگی واجب کی اور تمکو اپنی الوہیت کی شان پہچنوا دیے کہ بلا واسطہ تمنے جان لیا پھر تمکو کیا ہوا کہ تم نے
حضرت صلعم کے درمیان سے جاتے رہنے سے تنزل کیا اور حالت فترت و امتحان کے وقت تم حقائق ایمان و اخلاص سے مضطرب
ہو گئے سو تم اگر میرے جلال کے مشاہدے مین رہتے تو اسکی موت سے یا میرے تمہارے درمیان سے واسطہ کے اٹھ جانے سے مضطرب
نہوتے اسواسطے کہ جسنے حق عز و جل کو مشاہدہ و معائنہ کیا تو اسکی محبت و بندگی بغیر واسطہ ربوبیت کے ہمیشہ اس کی ذات سے قائم
ہوتی ہی قال المترجم یعنے اسکی محبت اور بندگی کرنا اس واسطہ کی وجہ سے نہین ہوتا کہ او تعالی ہمارا پروردگار ہی اور اسکی پرورش کیوجہ
سے ہم بندگی کرین اور اس سے محبت کرین بلکہ محبت و بندگی محض ذات باری تعالی عز و جل کے واسطے ہی بدون لحاظ کسی واسطہ کے قال الشیخ
اور انبیا و اولیا پر کچھ نہین مگر یہی کہ خبر دین و آگاہ کرین کہ او تعالی نے یہ حکم دیا ہی اور اسکی مراد کو ظاہر کردین - پھر ان سب مین سے حضرت
صدیق اکبر و انکے قریب قریب مرتبہ والے لوگون کو خاص فرمایا (اللہ تعالی ان سب سے راضی ہو) کیا تو نہین دیکھتا کہ جب حضرت
سید عالم صلعم نے انتقال فرمایا تو صدیق اکبر رض نے کہا جو شخص محمد صلعم کو پوجتا تھا تو محمد صلعم نے انتقال فرمایا اور جو اللہ تعالی کو پوجتا تھا
تو اللہ تعالے زندہ ہی کبھی نہین فنا ہو گا اور یہ وصف اس آیت کے آخر مین ظاہر ہی مترجم کہتا ہی کہ شیخ نے جو کہا کہ آیت مین سب کو

عتاب فرمایا سوائے حضرت صدیق و انکے مانند رضی اللہ عنہم کے تو یہ سمجھنا نچاہیے کہ انکے مراتب مین نقصان ہے بلکہ یون سمجھو کہ یہ انھین کا مرتبہ تھا کہ حضرت مالک الملک الحی القیوم وحدہ لاشریک لہ عزوجل نے انکو اس خطاب عتاب سے سرفراز کیا جس سے محبت ٹپکتی ہے بخلاف اُن احکام کے جو کافرون کے حق مین دیے کہ وہ دو قسم کے ہین بعض ان کافرون کو ہین جو علم الٰہی مین کافر رہے انکو غضب و لعنت کے ساتھ ہے اور بعض اُنکو جو آیندہ ایمان لانے والے تھے تو انکو جھڑکی اور خشم سے ہے فہا لیس ملا ہوا فافہم - قولہ تعالیٰ افائن مات او قتل انقلبتم علے اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا - اسکے بعد حضرت صدیق اکبر و اس کے مانند لوگون کے حق مین فرمایا کہ وسیجزی اللہ الشاکرین - یعنی ابوبکرؓ اور جس کا قلب انکے قلب کے مثل تھا ایمان و یقین رکھنے مین یہ مزید جزاء شکر کے واسطے یہ شاکرین مراد ہین اور انکا شکر یہ ہے کہ پروردگار کے معاملہ و ولایت مین مستقیم رہے اور منجملہ انکے شکر کی جزا کے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو فتح دی اور شریعت کے فراخ خوشنما میدان سے انھون نے سرکش مردودون کو بھگا دیا - واسطی رح نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سب کی آنکھین بند ہو گئین سوائے ایک مرد کے اسی نے ان سب پر فضل ظاہر کیا اسوجہ سے کہ اپر فضیلت دیا گیا تھا اور وہی بصیرت کے ساتھ انکو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین پس گویا اس آیت کی مراد مین وہی مخصوص ہین اور باقی امت اس سے عاجز رہی بسبب اسکے کہ بصائر مین سستی تھی اور یہ سب معاملہ اللہ ہی کی طرف سے تھا وہ جس کو چاہے اپنے فضل سے خاص کرے اور ابوبکرؓ کی فضیلت اس قول سے ظاہر ہوئی کہ جو محمد صلعم کو پوجتا تھا سو محمد صلعم نے تو انتقال کیا قال المترجم اس قول کے معنے یہ ہین کہ اے لوگو تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو کچھ محمد صلعم کو نہین پوجتے تھے پھر یہ حیرانی و اضطراب و شک و بدگمانی کیا ہے تم تو اللہ عزوجل کو پوجتے تھے جسکی طرف تم کو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کردی وہی دائمی باقی حی قیوم ہے اب بھی اسی کی عبادت کرو اور حضرت صلعم کی تجہیز و تکفین کرو اور اسمین اشارات و حقائق ہین کہ مین گنجایش بیان نہین پاتا ہون مگر یہ اشارہ کہ قدم نبوت پر وہی قائم ہو قال المترجم اگر کہا جاوے کہ ابن عباس کی روایت مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول مذکور ہے کہ واللہ ہم الٹے پاؤن نہین پھر ینگے بعد اسکے کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی واللہ اگر رسول اللہ صلعم انتقال کرین یا قتل کیے جاوین اسی پر قتال کرونگا جسپر حضرت صلعم نے قتال کیا یہانتک کہ مر جاؤن واللہ مین انکا بھائی و ولی اور چچا کا بیٹا ہون مجھسے زیادہ کون انکے ساتھ احق ہے رواہ الطبرانی تو جواب یہ ہے کہ کمال صدق ایمان ہے اور یہ بات وہ حضرت صلعم کی زندگی مین فرماتے تھے جیسا کہ اسی روایت مین مصرح ہے اور وہ وقت تھا کہ نور ظاہر باہر تھا جب وفات ہوئی اور اس واسطہ سے راہ بند ہو کر تاریکی ہوئی تو حیرانی و حیرانی سب پر چھا گئی سوائے اس کے جسکی راہ مستقل کشادہ ہوئی پھر جب اسکی طرف واسطہ ہوا تو وہی نور نظر آیا مگر فرق کے ساتھ اسی واسطے ابن عباس نے فرمایا کہ واللہ گویا لوگون کو معلوم ہی نہ تھا کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری ہے یہانتک کہ ابوبکرؓ نے اسکو پڑھ دی پھر انھین سے سنکر سب لوگون نے اسکو پڑھا سو مین کسی بشر کو لوگون مین سے نہین سنتا تھا مگر آنکہ وہ اسی آیت کو پڑھتا تھا - اور سعید بن المسیب نے عمرؓ سے روایت کی کہ یہ سنکر عرق عرق ہو گئے اور زمین کی طرف جھک پڑے من حدیث البخاری ہلوا سطے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوبکرؓ کو امیر الشاکرین کہا اور شاکرین کی تفسیر مین کہا کہ وہ ابوبکرؓ و انکے اصحاب ہین اور کہا کہ ابوبکرؓ ہی سب سے زیادہ شاکر اور سب سے زیادہ محبوب نکلے اللہ تعالیٰ کی طرف - اور یہین سے اہل حق نے قاطبۃً اتفاق کیا کہ ابوبکرؓ افضل ہین اور یہی معنی ہین کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ خلیل اللہ ہین اور فرمایا کہ انکار فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اور مومنین سوائے ابوبکرؓ کے دوسرے کو - یعنی خلافت لکھنے کی حاجت نہین جو دہی ارادہ الٰہی عزوجل جاری ہے کہ اوتعالےٰ ابوبکرؓ ہی کو سب سے اول برگزیدہ فرماتا ہے اور اسی کے ارادہ پر مسلمانون کے دل موافقت کرینگے اور حضرت

یحیی منیری قدس سرہ نے کہا کہ کوئی آسمانی ہو یا زمینی مقبول نہیں جب تک ابوبکرؓ کے افضل ہونے کا قائل نہو اور مترجم کہتا ہے کہ بعض کہا کا قول ہے کہ جو ابوبکرؓ کی افضلیت وخلافت حقہ کا قائل نہو اسکا کوئی عمل میرے نزدیک قبول نہو گا کما فی جامع الترمذی وبالجملہ اس میں اہل حق وجنکو نور ایمان حاصل ہے کسی نے خلاف نہیں کیا سوا ے انکے جو اپنی ہوا ے نفس کے پابند ہیں۔ قال الشیخ او شیخ حسین نے فرمایا کہ رسول کے واسطے نہیں مگر وہی جسکا انکو حکم دیا گیا یا پیر کشف کیا گیا کیا تو نہیں دیکھتا کہ کیسے انسے پوچھا گیا کہ کس چیز میں ملاء اعلی ایک دوسرے پر پیش قدمی چاہتے ہیں یعنی انھون نے کوئی جس نہیں سنا اور نہ جانا پھر جبکہ انسے یہ بات پوشیدہ تھی تو انکو مشاہدہ دیا پس صفت سر واقع ہوئی اور انھون نے شہود حق عزوجل کے ساتھ مشاہدہ کیا اور بشریت کی یہ ضعیف صفت جو مانع تھی جاتی رہی پس انھون نے تمام علوم کو بیان فرمایا قال المترجم یہ اشارہ اس حدیث کی طرف ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار کو نہایت عمدہ صورت میں دیکھا مجھسے فرمایا کہ اے محمد میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار میں خدمت میں حاضر ہون فرمایا کہ کس بات میں ملاء اعلی یعنی فرشتے ایک دوسرے پر پیشقدمی کرتے ہیں تا آخر حدیث رواہ الترمذی والامام احمد والدارمی وغیرہم پس مطلب یہ کہ اگر وہ تمام علوم غیب پر واقف ہوتے تو انسے یہ کیون پوچھا جاتا پھر شہود حق سے انکو تمام علوم کا جہانتک امکان بشری ہے انکشاف ہوا کیونکہ صفت باریتعالی مخلوق میں قدیم ہوجانا محال ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ قولہ تعالی وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا۔ حق سبحانہ تعالی نے بیان فرمایا کہ اسکی قدرت سے یہ بات ہے کہ زندہ کو موت دیتا ہے کہ اعظم از ایجاد زندہ ہے اور عجیب از ابقاء زندہ ہے اسواسطے کہ موجود میں تو خود کچھ قدرت ہونے کا وہم بھی ہے بخلاف معدوم کے کہ اسمین کچھ قدرت نہیں ہے۔ اور نیز اہل ریاضت کی طرف اشارہ ہے کہ نفس امارہ کچھ ریاضت ومجاہدہ سے زائل نہیں ہوتی وہ تو مطمئنہ جبھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالی کا اذن وارادہ متعلق ہو اور اسکی یاد ومناجات کی حلاوت سے اطمینان پاتی ہے اور واسطیؒ نے فرمایا کہ کوئی نفس نہیں کہ فنا وبقا کی قدرت رکھے بلکہ اجل سب مقدر ہیں جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا لکل اجل کتاب ہر اجل کے واسطے لکھی تقدیر ہے قولہ تعالی ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا ومن یرد ثواب الآخرة نؤتہ منہا۔ ثواب دنیا تو معرفت ہے اور ثواب آخرت مشاہدہ ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید مشاہدہ سے دیدار عیانی مراد ہے۔ قال اور نیز ثواب دنیا محبت ہے اور ثواب آخرت قربت ہے اور نیز ثواب دنیا تو صحبت اولیاء ہے اور ثواب آخرت صحبت حق جل وعلا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ثواب دنیا عافیت ہے اور بعض نے کہا کہ شکر نعمت بجا لانے کا الہام ہے اور ثواب آخرت جنت واسکی نعمتین ہیں قال المترجم یہ تفسیر اشیہ نظاہر ہے ورحق ثواب آخرت۔ مگر ثواب دنیا مفسرین نے بھی فتح وغنیمت قرار دی ہے

وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ

اور بہت نبی ہیں کہ جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب پھر کچھ ہارے نہیں تکلیف پہونچنے سے اللہ کی راہ میں

مَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا

نہ سست ہوے نہ دب گئے اور اللہ چاہتا ہے ثابت رہنے والون کو اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

کہ اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہمسے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ ہمارے قدم اور مدد دے ہم کو منکر

۱۵ ع ۵ الْكَافِرِينَ ۝ فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ ع

قوم پر پھر دیا انکو اللہ نے ثواب دنیا بھی اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ چاہتا ہے نیکی والون کو

وَكَأَيِّنْ - کم - یعنی کاین بمعنے کم خبریہ ہے ای بہتیرے - پس مفسرؒ کے نزدیک احتمال ہے کہ کاین مفرد لفظ بمعنے کم ہو اور احتمال ہے کہ مرکب

ہو جیسا کہ خلیل وسیبویہ نے کہا کہ ایّ اور کاف تشبیہ سے مرکب ہو کر کم کے معنی میں ہو گیا اور معالم میں فرمایا کہ تنوین کی کوئی خطی صورت نہیں سوائے اس لفظ کے کہ بحرف نون لکھی جاتی ہے - مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ - و فی روایۃ قاتل والفاعل ضمیر کا یعنی قتل بروزن مجہول ابو عمرو و ابن کثیر و نافع کی قرارۃ ہے اور ایک قرارۃ میں قاتل از مفاعلت آیا ہے یہ باقیون کی قرارۃ ہے اور فاعل اسکا اسکی ضمیر ہے مَعَهٗ خبر مبتدا رہ - رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ - جمع کثیر - یعنے معہ خبر مقدم اور اسکا مبتدا ربیون کثیر مؤخر ہے ف مفسرین کے اسمیں کئی قول ہیں اول قتل مجہول ہے اور معنے یہ کہ بہت نبی مقتول ہوئے اور انکے اصحاب سے بہت ربیون مقتول ہوئے پھر باقیون کو اس سے بھی کچھ ضعف ایمان لاحق نہوا اور یہی ابن جریر و ابو حاتم نے اختیار کیا اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ سعید بن جبیر اور حسن نے کہا کہ قتال میں کوئی نبی کبھی مارا نہیں گیا - مترجم کہتا ہے کہ آیہ کریمہ میں قتال میں مارا جانا اگرچہ صریح مذکور نہیں اور فی سبیل اللہ یعنے جہاد ہونا ضرور نہیں ولیکن ثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین سے یہی اظہر ہے - بالجملہ قُتِلَ میں اس صورت میں ضمیر راجع بجانب نبی ہو گی دوم بہت سے نبی قتل ہوا ہے کہ جسکے ساتھ بہت سے ربانی جماعتین تھیں - دوم آنکہ قتل میں ضمیر نہیں بلکہ مفعول مالم یسم فاعلہ ربیون کثیر ہے اور معنی یہ کہ بہت نبی گذرے کہ انکے ساتھ لڑائی میں ربیون کثیر مارے گئے اور اسی کو زمخشری نے ترجیح دی اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ فما وہنوا - پھر وہ لوگ سست نہوئے " یا جابہ مقتول ہونے کے کیونکر کہا جا سکتا ہے اور اگر باقیون کو کہا تو انکے ساتھ انکا نبی موجود رہا ہے - اسی واسطے ابو عبید نے قاتل کی قرارۃ اختیار کی کیونکہ اسمین ہر کے معنے مستقیم رہتے ہیں اور اس وجہ سے کہ جب قتال کرنے والے کی مدح ہو گی تو مقتول کی مدح بدرجہ اولی ہو گی بخلاف اسکے عکس کیا ور یہی وجہ سوم ہے - چہارم آنکہ کلام میں حذف ہے تقدیر یہ کہ وکاین من نبی قتل و معہ ربیون کثیر - یعنی اکثر نبی مارا گیا اور اسکے ساتھ ربیون کثیر تھے پر وہ بعد نبی کے مقتول ہونے کے ضعیف و سست نہوئے - اور تقدیر واو کی ایسے مقام پر شائع ہے جیسے قتل فلان معہ جیش کثیر یہ معالم میں مذکور ہے اور احسن یہ ہے کہ اس صورت میں بدون تقدیر واو کے معہ ربیون کثیر حال ڈالا جاوے ای درحالیکہ اسکے ساتھ ربیون کثیر تھا وریہ وجہ موجہ ہے اور اسکو محمد بن اسحق نے ذکر کیا اور سہیلی نے اسی قول کی تائید میں مبالغہ کیا اور واقعی مستقیم ہے اسواسطے کہ اللہ تعالے نے ان آیات میں اور آیات سابقہ میں ان مسلمانوں پر عتاب فرمایا جو بروز احد بھاگ نکلے قتال چھوڑ کر فقط اس آواز کے سنتے ہی کہ محمد صلعم مقتول ہوئے تو اللہ تعالے نے اسمین ملامت کی کہ بہت نبی پہلے گذرے کہ نبی مقتول ہوا اور حالیکہ اسکے ساتھ میں ربیون کثیر تھے مگر وہ سست نہوئے تم کیون بھاگے کیا نبی کے مقتول ہونے سے کوئی اللہ تعالے کا دین چھوڑ کر بھاگتا ہے قال المترجم لیکن قول حسن و سعید بن جبیر اسپر بھی وارد ہوتا ہے پھر ربیون کثیر کے جو معنی مفسر نے ذکر کیے ہیں ابن کثیر نے ابن عباس و سعید و مجاہد و قتادہ و عکرمہ و حسن و ربیع و عطاء سے ذکر کیے ہیں اور حسن نے کہا علماء کثیر اور ابن مسعود سے ربیون ای ہزاروں - اور کلبی سے کہ ربیہ جو واحد ہے وہ فقط دس ہزار ہے - اور کہا گیا کہ ربی منسوب برب بکسر را اول بسبب تغیر کے جیسے بصرہ و بصری بکسر اول - اور بعض نے کہا منسوب بجانب ربہ بمعنے جماعت ہے - فَمَا وَهَنُوْا - جبنوا پھر یہ لوگ نامرد نہوئے - لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - من الجراح و قتل انبیائہم و اصحابہم - بوجہ اس مصیبت کے جو انپر راہ الہی میں ہوئی ف کہ زخمی ہوئے اور انکے انبیا و ساتھی مارے گئے - وَمَا ضَعُفُوْا - عن الجہاد - اور جہاد کرنے سے ضعیف نہوئے - وَمَا اسْتَكَانُوْا - خضعوا لعدوہم کما فعلتم حین قیل قتل النبی صلعم - خضوع نہیں کیا اپنے دشمن کے واسطے یعنی اسکے سامنے پست نہیں پڑ گئے ف کہ جو چاہے کرے جیسے تمنے کیا جبکہ کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوئے - یہ اشارہ ہے انکے قصد کا جو قصہ میں گذرا کہ عبد اللہ بن ابی منافق کے ذریعہ سے قریش سے امان مانگیں اور ڈھیلے ہو گئے - وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ - علی البلاء ای یثیبہم - بلا و جہاد پر صبر کرنے والوں کو اللہ تعالے

دوست رکھتا یعنی ثواب دیتا ہے۔ وَمَا کَانَ قَوْلَهُمْ۔ عند قتل نبیہم مع ثباتہم وصبرہم یعنی انکے پیغمبر کے قتل ہونے کے وقت باوجود صبر وثبات کے انکی زبان سے کچھ نہیں نکلتا تھا سوا اسکے کہ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا۔ تجاوزنا الحد۔ فِیْٓ اَمْرِنَا۔ ایذانا بان ما اصابہم بسوء فعلہم وہضما لانفسہم۔ انھون نے یہی کہا کہ الٰہی ہم کو بخشدے ہمارے گناہ اور ہمارا اسراف یعنی حد سے تجاوز کرنا ہمارے کامون مین ف یہ انکی طرف سے اظہار تھا کہ جو انکو پہونچا وہ انھین کے برُے کامون کے سبب سے ہوا اور نیز اپنے نفس کا انکسار تھا۔ اور یہ بھی کہتے کہ۔ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا۔ بالقوۃ علے الجہاد۔ اور جہاد پر قوت دیکر ہمارے قدم ثابت رکھ۔ وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔ اور ہم کو کافرین قوم پر نصرت دے ف جہاد مین ہم کو غالب رکھ اور شیطان ہم پر تسلط نہ پاوے۔ فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْیَا۔ النصر والغنیمۃ۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکو ثواب دنیا عطا کیا ف نصرت وغنیمت اور عظیم ثواب آخرت بھی دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی بیضاوی ومعالم وسراج وغیرہ تفاسیر موجود ہ مین فتح وغنیمت سے ثواب الدنیا کی تفسیر موجود ہے لیکن یہ سہو معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ غنیمت کا مال حلال ہونا اس امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے خصائص سے ہے سابق امتین کسی پر حلال نہین ہوا اسیواسطے شاید شیخ ابن کثیر نے فتح وعافیت سے تفسیر کی۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ۔ ای الجنۃ وحسنہ التفضل فوق الاستحقاق۔ اور حسن ثواب آخرت دیا یعنے ثواب آخرت سے جنت مراد ہے اور حسن ثواب یہ کہ استحقاق سے زیادہ دیا۔ اور زمخشری وغیرہ نے کہا کہ ثواب آخرت کے ساتھ حسن کی خصوصیت اسواسطے کردی کہ دلالت ہو کہ اسی کو فضیلت وتقدم ہے اور دنیا کسی شمار مین نہین اور یہ سب انکی نیکوکاری کا عوض ہے۔ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ نیکوکارون کو محبوب رکھتا ہے ف اور ثواب جزیل عنایت فرماتا ہے

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَرُدُّوْکُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

اے ایمان والو اگر تم کہا مانوگے منکرون کا تو تم کو پھیردینگے الٹے پانؤن پھر جا پڑوگے

خٰسِرِیْنَ ○ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىکُمْ ۚ وَهُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ ○ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ

نقصان مین بلکہ اللہ تمھارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہتر مددگار اب ہم ڈالینگے کافرون کے دل مین

کَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَکُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۚ

ہیبت بسبب اسکے کہ انھون نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جسکی اسنے سند نہین اتاری اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ مَثْوَی الظّٰلِمِیْنَ ○

اور بڑی بستی ہے بے انصافون کے لیے

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ اے ایمان والو اگر تم ان لوگون کی جو کافر بنے ہین اطاعت کرلو ف جس کا تم کو حکم کرتے ہین یعنی راے دیتے ہین اگر ایسا کروگے تو۔ یَرُدُّوْکُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ۔ الی الکفر۔ تم کو یہ کفار تمھارے اُلٹے قدم پھیر دینگے ف یعنی کافر بنا دینگے۔ کہا گیا کہ مراد کافرون سے منافق ہین کہ شکست کھانے اور بھاگنے پر مسلمانون سے کہا کہ مشرکین قریش سے امان لے لو کہ وہ تمھارے بھائی ہین یا پہلے دین پر ہوجاؤ کہ محمد صلعم اگر نبی ہوتے تو قتل نہوتے۔ اور کہا گیا کہ مشرکین قریش مراد ہین اور کہا گیا کہ علی العموم کل کافرون کی اطاعت سے ممانعت ہے اگرچہ منافقین کی طرف اشارہ اقرب ہے الحاصل اگر تم کافرون کی بات مانوگے تو الٹے پانون کافر ہوجاؤگے۔ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ۔ تو دنیا وآخرت دونون مین خوار ہوجاؤگے

ف اسطرح کہ دشمن کی اطاعت ذلت و خواری ہے اور آخر کفر کی طرف موّدی ہو کر عاقبت کا عذاب ہے۔ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ناصرکم
یعنے مولی بمعنے ناصر۔ ای فتح دینے والا ہے اور بعض قرارۃ میں۔ اَللّٰهَ۔ بنصب ہے پس بل اطیعوا اللّٰہ۔ بلکہ اللہ تعالے ہی کی اطاعت کرو
وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ۔ فاطیعوہ دونہم۔ پس اسکی اطاعت کرو نہ کافرون کی۔ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا الرُّعْبَ۔ بسکون العین وضمها الخوف فقد عزموا بعد ارتحالهم من احد علی العود واستیصال المسلمین فرعبوا ولم یرجعوا اکثر ذلک
قرارۃ رعب بسکون عین اور ابن عامر و کسائی کی قرارۃ بضم عین ہے اور معنی اس کے خوف ہین اور حال یہ تھا کہ مشرکین جب مکہ کو واپس ہوئے
تو راہ مین کہا کہ ہم نے بہت برا کیا کہ اکثرون کو قتل کیا جب تھوڑے سے باقی رہے تو چھوڑ کے چلے آئے لوٹو کہ ان کو جڑ سے کھود دین پس
انپر رعب چھا گیا اور نہین لوٹے یہی اللہ تعالی نے فرمایا۔ المعنے عنقریب ہم کافرون کے دلون مین رعب ڈالدینگے۔ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے
اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے پہاڑی پر پہونچکر فرمایا ای اللہ میرے وہ اوپر نہ آوین پس ابوسفیان و مشرکین کو رعب چھا گیا حتی کہ ابوسفیان نے
پہاڑی کے کونے پر آکر باتین کین اور کہا کہ ای محمد ہمارا تمھارا وعدہ سال آئندہ مین بدر کا مقام ہے اگر تم چاہو تو آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالے
اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ سنلقی مین سین استقبال کا ہے پس روز احد سے کچھ پیچھے ہونا چاہیے مترجم کہتا ہے کہ مطلقا رعب ڈالنے کے وعدے پر
رسو اسطے نہین محمول کیا کہ بعد اس لڑائی کے پھر وہ لوگ پندرہ ہزار کی جماعت سے مدینہ پر چڑھ آئے تھے لیکن خائب و خاسر واپس گئے مین کہتا ہون کہ
سخت خوفناک ہو کر واپس ہوئے تھے جیسا کہ غزوۂ احزاب کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی بیان کرونگا پس اسی پر محمول کرنا اولی ہے واللہ اعلم
پھر اسطرح انکے دلون مین رعب ڈالنے کی وجہ فرمائی۔ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ۔ ای بسبب اشراکهم باللہ۔ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا
حجۃ علے عبادتہ وهو الاصنام۔ یعنی ہم انکے دلون مین رعب ڈالدینگے بسبب انکے شریک لانے کے اللہ تعالی کے ساتھ عبادت مین ایسی چیز کو
کہ نہین اُتاری اللہ تعالے نے کوئی حجت اس چیز کی عبادت کرنے پر۔ اور وہ بت ہین حاصل یہ کہ مشرکون نے اپنی راے سے اللہ تعالی کا شریک
بنایا تو اللہ تعالی انکے دلون مین رعب ڈالیگا کیونکہ مشرکین مکہ بت پرست تھے پس تفسیر انکی موافقت سے ہے ورنہ سواے حق عز و جل کے کسی چیز
کی عبادت روا نہین خواہ بت ہون یا کوئی اور صلیب وغیرہ ہو کسی پر حجت نہین اُتاری ہے۔ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ۔ اور آخرت مین ان مشرکون کا
ٹھکانا جہنم ہے۔ وَبِئْسَ مَثْوَى۔ ماوی۔ الظّٰلِمِيْنَ۔ الکافرین ہی۔ یعنی برا ٹھکانا ہے ظالمون کا یعنی کافرون کا یہ یعنی آگ۔
ف پس لفظ ہی مخصوص بالذم ہے اور ظلم سے شرک و کفر مراد ہے کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے ف رعب سے فتح پانا آنحضرت صلعم کی خصوصیات
مین سے ہے چنانچہ ابو امامہ رضی نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے مجھے انبیاء پر فضیلت دی چار باتون سے۔ اسمین یہ بھی فرمایا کہ فتح
دیا گیا مین رعب سے ایک مہینہ کی راہ کہ وہ رعب ڈالا جاتا ہے میرے دشمنون کے دلون مین اور حلال کی گئین میرے لیے غنیمتین رواہ احمد والترمذی وقال
حسن صحیح وکذا ثبت فیما رواہ سعید بن منصور و مسلم وغیرہم اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالی نے قلب ابوسفیان مین رعب ڈالا
وہ مکہ کو لوٹ گیا پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوسفیان نے تم مین ایک ٹکڑے کو مصیبت پہونچائی اور اب لوٹ گیا اور اللہ تعالی نے اسکے
دل مین رعب ڈالدیا کذا قال فی تفسیر قولہ سنلقی فی قلوب الذین کفروا الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم اور معنے اسکے یہی ہونگے کہ دوا ادھین سے
اور دھر قصد نہ کیا بلکہ مکہ کو لوٹ گیا ف فی العرائس قولہ تعالے بل اللہ مولاکم یعنی محبت ازلی کیساتھ تمھارا محب ہے اور تمھارے شر نفس سے تمکو
بچانے والا ہے اور ہر خطرہ سے جو غیر حق کی طرف لیجاوے تمھارا نگہبان ہے اور تمھارا ناصر ہے اسوقت بدین کہ تم اس کی بندگی ادا کرنے کی مشقتین اٹھاؤ
اگرچہ تمھارے نفس اسکے اٹھانے سے انکار کرین۔ اور شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ تمھارا امر و نواہی بجالانے و بازرہنے کا تمکو حکم دیا ہے انکی

بیرداشت مین تمھارا معین ہی۔ اور حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ دار آخرت مین تمھارے امور کا متولی ہی اور ابن عطاؒ نے خیر الناصرین مین کہا یعنی تمھارے نفس و خواہش سب پر تم کو فتح دینے والا ہی قال المترجم حاصل اسکا یہ کہ جہاد مین جہاد نفس بھی داخل ہی

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ

اور ضرور اللہ نے سچ کردیا اپنا وعدہ جب تم لگے کاٹنے مشرکون کو اس کے حکم سے یہانتک کہ جب تم نے نامردی کی اور جھگڑے

فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ

اس امر مین اور نافرمانی کی بعد ازانکہ تم کو دکھا دیا تمھاری خوشی کی چیز کوئی تم مین چاہتا تھا دنیا اور کوئی تم مین

مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ

چاہتا تھا آخرت کو پھر تم کو پھیر دیا مشرکون سے تاکہ آزماوے تم کو اور البتہ معاف کردیا تم کو۔ اور اللہ

فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ○

فضل فرماتا ہی مومنون پر

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ - اے ایاکم بالنصر یعنی اللہ تعالی نے جو تم کو نصرت کا وعدہ دیا تھا وہ اللہ تعالی نے سچا کردیا۔ معالم مین مذکور ہی کہ محمد بن کعب القرظیؒ سے روایت ہی کہ جب احد سے واپس ہوکر مسلمان مدینہ مین آئے تو بعض صحابہ رضؓ نے کہا کہ یہ مصیبت ہم کو کہان سے پہونچی حالانکہ حق تعالی نے نصرت کا وعدہ فرمایا تھا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ جاننا چاہیے کہ وعدہ سے مراد یا مطلق وعدہ نصرت ہی یا وعدۂ انزال ملائکہ ہی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ مین سے ایک قول ہی کہ قولہ تعالی ہذا یمددکم ربکم بخمسة آلاف من الملائکة مسومین۔ بروز احد واقع ہوا ہی۔ اور بعض نے ذکر کیا کہ عروة بن الزبیرؓ نے کہا کہ اللہ تعالی نے انکو صبر و تقوی پر پانچ ہزار فرشتہ مسومین سے مدد کا وعدہ فرمایا تھا اور وہ پورا کردیا لیکن کچھ دیر گذری تھی کہ مسلمانون مین سے بعض نے ناشکری کی اور امر رسول صلعم کی نافرمانی کی اور جس جگہ رسول صلعم نے مقرر فرمایا تھا وہ جگہ چھوڑ دی اور دنیا کی طرف قصد کیا پس ملائکہ کی مدد اٹھالی گئی۔ بہرحال صدق وعدہ سے ابتدائے روز مین فتح دنیا مراد ہی چنانچہ فرمایا۔ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ - تقتلونهم - بِاِذْنِهٖ - بارادته - جبکہ کاٹتے تھے تم انکو یعنے انکو قتل کرتے تھے باذن اللہ یعنے بارادۂ الٰہی - اور قاموس مین ہی کہ حس بمعنے قتل و استیصال ہے اور مراد یہان معنی اول ہین کیونکہ دوسرے معنی متحقق نہین ہوئے اور بیضاوی مین ہی کہ حسّہ ابطل حسّہ۔ اسکی جنبش مٹادی - الحاصل اللہ تعالی نے اول اپنا وعدہ نصرت تم کو پورا کردیا - حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ - جبنتم عن القتال - یہان تک کہ جب تم بزدل ہوئے جہاد سے ف - یعنی جہاد سے نظر اٹھاکر دنیاوی غنیمت کی طرف جھکے اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جھگڑنے لگے اور صریح حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تو نصرت اٹھالی گئی اور ابن جریجؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فشل بمعنے نامردی ہی - وَتَنَازَعْتُمْ - اختلفتم - فِي الْاَمْرِ - اے امر النبی صلعم بالمقام فی سفح الجبل للرمی فقال بعضکم نذهب فقد نصر اصحابنا وبعضکم لا تخالف امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم - اختلاف کیا تم نے حکم معلوم مین اے حکم نبی صلعم مین کہ سفح جبل مین ٹھہرے رہنے کا حکم کیا تھا تاکہ تیر مارتے رہو پس تم نے یون اختلاف کیا کہ بعض نے کہا کہ ہم مال غنیمت لوٹنگے کیونکہ ہمارے لوگون کو فتح دی گئی اور بعض نے کہا کہ ہم حکم نبی کی مخالفت نہ کرینگے کہا گیا کہ فشل کی تفسیر مین اختلاف ہی کہ یہ اور عطف

تفسیری کا ہے اور الامر کا الف لام عہد ہے - اور اختلاف در اصل انھین لوگون نے کیا جو لوٹنے کو کہتے تھے نہ انھون نے جو وہین کھڑے رہتے پر جمے تھے لیکن وجود اختلاف چونکہ ہر دو قول سے تھا تو دونون کی طرف اختلاف کی نسبت کی صرف تصویر اختلاف کے لیے ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اختلاف کرنے والون مین سے جو قول صواب پر ہین وہ خدا اور رسول کے موافق اور اپنی مخالفت والون سے مخالف ہوتے ہین لہذا بیان کر دیا کہ خلاف صواب پر کون تھے بقولہ - وَعَصَيْتُمْ - امرہ فترکتم المرکز لاجل طلب الغنیمۃ - اور نافرمانی کی تم نے حکم رسول کی پس تم نے مرکز چھوڑ دیا بغرض غنیمت چاہنے کے - مِّنۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ - اللہ - بعد ازانکہ دکھلا دیا تم کو اللہ تعالی نے - مَّا تُحِبُّوْنَ جسکو تم چاہتے تھے ف یعنی فتح کو وجواب اذا دل علیہ ما قبلہ ای منعکم نصرہ - اور جواب اذا کا محذوف ہے اسپر ما قبل دلالت کرتا ہے یعنی اذا فعلتم کذا وکذا منعکم نصرہ - جب تم نے ایسا ویسا کیا تو اللہ تعالے نے اپنی فتح تم سے ممنوع کر دی حاصل آنکہ اول اللہ تعالی نے اپنا وعدہ نصرت تم پر سچا کر دیا کہ تم نے اپنی فتح وقتل کفار کو دیکھ لیا یہان کہ جب تم نے جہاد چھوڑ کر دنیادی مال کی جانب نامردی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مین باہم جھگڑنے لگے اور آخر تم نے صریح حکم سے خلاف کیا تو اللہ تعالی نے نصرت منقطع کر دی حالانکہ پہلے تم اپنی مرغوب چیز یعنی فتح کو آنکھون دیکھ چکے تھے - مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا - فترک المرکز لاجل الغنیمۃ - بعض تم مین سے دنیا چاہتا تھا پس اسنے مرکز کو دنیاوی مال غنیمت کے واسطے چھوڑ دیا اور یہی باعث خشم ہوا - وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ - فثبت بہ حتی قتل کعبداللہ بن جبیر واصحابہ اور بعض تم مین سے آخرت کا طالب تھا پس آخرت چاہنے والا ثابت رہا مرکز پر یہانتک کہ مشرکین سوارون نے انکو شہید کر ڈالا مانند عبداللہ بن جبیر اور ان کے ان ساتھیون کے جو ان کے ساتھ رہے اور وہ دس سے کم تھے اور باقی چالیس سے زیادہ ایسے تھے کہ من یرید الدنیا مین شامل ہوے - ابن عباس نے فرمایا کہ کسی لڑائی مین ایسی فتح نہ تھی جیسی احد کے روز شروع مین تھی دیکھو اللہ تعالی فرماتا ہے - اذ تحسونہم باذنہ - تم انکو کاٹتے تھے اللہ تعالی کے حکم سے کما فی روایۃ احمد عنہ مرسلًا - اور ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ بروز احد اگر مین قسم کھاتا کہ ہم مین سے کوئی دنیا نہین چاہتا تو امیدوار ہوتا کہ مین سچا ہون یہانتک کہ اللہ تعالی نے نازل فرمایا منکم من یرید الدنیا - بالجملہ پہاڑ کی جماعت مین سے اکثر نے عصیان کیا اور حدیث ابو داؤد سے ثبوت ہے کہ اللہ تعالے کا حکم کسی قوم پر ان کی اکثر جماعت کی بنیاد پر ہوتا ہے پس یہان بھی اکثرون کی نافرمانی پر معصیت کا عتاب کیا - ثُمَّ صَرَفَكُمْ - اے ردکم بالہزیمۃ عَنْهُمْ - ای الکفار - پھر پھیر دیا تم کو بھگا کر انسے یعنی کافرون سے - یعنی بھاگنے سے تمھارے منہ کافرون سے پھر گئے بعض نے کہا کہ بھید یہ ہے کہ جب انھون نے دنیا کی طلب مین کافرون کی شرکت کی تو اس جہت مین انکے مانند ہوے پس فضل نصرت سے محروم ہوئے کیونکہ نصرت واسطے اعلاء کلمۃ اللہ تعالی ورفع درجات آخرت تھی نہ آنکہ دنیا خوب حاصل کر لو - اور نیز آیت مین یہ فقہ ہے کہ اختلاف سخت بدتر چیز ہے جب کوئی قوم اختلاف کرے تو مستوجب محرومی ہوگی اور یہ فقہ ہے کہ جب خشم نازل ہوا تو جماعت کو عمومًا شامل ہو جاتا ہے لیکن نیک نیتون کا حشر انکی نیت پر ہوتا ہے اور یہ حدیث صحیح مین بھی آیا ہے - بالجملہ تمھارے معصیت وغیرہ پر کافرون سے تمھارا منہ پھیر دیا و نصرت قطع کر دی - لِيَبْتَلِيَكُمْ - لیمتحنکم - فیظہر المخلص من غیرہ - یعنے کافرون سے تمھارے منہ پھیرنا اور اپنی مدد کو اٹھا لینا اسواسطے تھا کہ تمکو امتحان کرے پس مخلص و غیر مخلص ظاہر ہو جاوے حالانکہ او تعالے دانا تر ہے - وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ - ما ارتکبتموہ - اور البتہ عفو کیا جو تم نے کیا تھا - وہ نص ہے کہ اللہ عزوجل نے ہزیمت احد کو معاف فرمایا اگرچہ کبیرہ گناہ تھا اور اس سے صریح ثابت ہوا کہ کبیرہ معفو ہوتا ہے برخلاف قول خارجیہ کہ وہ نہین مانتے ہین قالہم اللہ تعالی اور بعض نے کہا کہ عفا عنکم بمعنے اتقاکم ہے اور تم کو باقی رکھا ہلاک نہین کیا اور یہ تفسیر باطل ہے کیونکہ بوجہ

عدول از ظاہر ہے۔ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ بالعفو ۔ اور اللہ فضل والا ہے مومنوں پر ساتھ عفو کے۔ اس سے صریح معلوم ہوا کہ ارتکاب کبیرہ گناہ سے بندہ مومن رہتا ہے پس رد ہو گیا قول معتزلہ کا کہ کہتے ہیں کہ وہ نہ مومن ہوتا ہے نہ کافر بیچ میں لٹکا کرتا ہے یہانتک کہ توبہ کرے اور توبہ نہ کی تو دائمی جہنمی ہے ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ جاننا چاہیے کہ یہ حال اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے جو در واقع ازل میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خیر امت و بزرگ مرتبہ تھے پس انکی لغزش اگر تھی تو راہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں تھی بخلاف کافروں و مشرکوں کے کہ وہ اس راہ میں آنے ہی نہیں پائے ہیں انکی لغزش سراسر کج راہ شیطان و بادیہ ضلالت میں ہے پس گویا دونوں لغزشوں میں اس راہ سے بالکل تبائن و جدائی ہے اور آسمان و زمین کا فرق ہے جب یہ معلوم ہوا تو شیخ رحمہ اللہ نے یہاں اشارات کو راہ مستقیم والوں کے حق میں ارادہ دنیا پر محمول کیا اور ہر ایک کے مرتبہ کے موافق اسکا ارادہ دنیا بیان کیا چنانچہ کہا کہ تم میں سے بعض وہ شخص ہے کہ قدیمی غناء سے متصف ہو گیا اور تمکین کے ساتھ اس سے نکلا اور نعمت میں شکر منعم مع دیدار دیکھا جیسے سلیمان علیہ السلام اور بعض تم میں سے وہ ہے جو تنزیہ و تقدیس کی صفت میں آیا اور قدس قدم کی صفت سے طہارت قدیم سے متصف ہوا ایسے بندے خلقت فقر کے ساتھ آراستہ ہوتے ہیں کہ توحید میں تجرید کرتے ہیں اور قدم کو حدوث سے بالکل الگ کرتے ہیں جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ روایت ہے کہ الفقر فخری مترجم کہتا ہے کہ یہ لفظ ان کتابوں میں معروف بحدیث ہے اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہاں بالاتفاق موضوع ہے حدیث نہیں ہے شاید شیخ رحمہ نے بالمعنے منسوب کیا واللہ اعلم اور ابو سعید خراز نے کہا کہ جب تک تم اپنے ساتھ و اپنے اوصاف کے ساتھ ہو تمہاری ہمت بھی حوادث و مخلوقات دارین ہونگی اور جب اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی ولایت میں لیا اور تمہاری صفات سے تمکو خالی کر دیا اور تمہارے وجود فنا کیے اور مخلوقات کی طرف سے نظر اور انکی خواہش سے جدا کیا تو وصل بحق مع الحق ہوگی اور فرمایا کہ انکے اسرار پر طلوع تجلی سے انکے آثار مٹ جاتے ہیں (عرائس) واضح ہو کہ ابتداء جنگ احد میں اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت بجانب مومنین رکھی آخر جب درہ کوہ کے محافظین نے خلاف حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غنیمت لوٹنے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے وہ نصرت پھیر دی اور آخر ایک جماعت نے ہزیمت اٹھا کر پہاڑی کا رستہ لیا چنانچہ آئندہ آیات میں فرمایا بقولہ تعالیٰ

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِىْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ

جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو پچھاڑی میں پھر تمکو ملا غم عوض غم کا تاکہ

لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ

تاکہ تم نہ کھایا کرو جو ہاتھ سے جاوے اور جو سامنے آوے اور اللہ کو خبر ہے تمہارے کام کی پھر تم پر اتارا

عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَاۤئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَاۤئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ

تنگی کے بعد امن کو اونگھ کہ گھیر رہی تھی تم میں اور بعضوں کو فکر پڑی تھی اپنے

اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۗ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ

جی کی خیال کرتے تھے اللہ پر جھوٹے خیال جاہلوں کے کہتے تھے بھلا کچھ بھی کام ہے

مِنْ شَیْءٍ ۗ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۗ يُخْفُوْنَ فِىْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۗ يَقُوْلُوْنَ

ہمارے ہاتھ تو کہہ سب کام ہے اللہ ہی کے ہاتھ چھپاتے ہیں اپنے جی میں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ
اگر ہمارے ہاتھ کچھ بھی کام ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے تو کہہ اگر ہوتے تم اپنے گھروں میں البتہ باہر نکلتے وہ لوگ
كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ
جن پر لکھا گیا تھا مارا جانا اپنے پڑاؤ پر اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے اور نکھارنا تھا
مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ
جو کچھ تمہارے دل میں ہے اور اللہ کو جی کی بات معلوم ہے جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن
الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ
بھڑی دو فوجیں سو یہی تھا کہ انکو ڈگا دیا شیطان نے کچھ انکے گناہ کی شامت سے اور البتہ اللہ انکو عفو کر چکا
نصف، ۱۶ ع
عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝
اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

اذکروا۔ اِذْ تُصْعِدُوْنَ۔ یبعدون فی الارض ہاربین۔ یاد کرو جبکہ دور ہوتے تھے ف یعنی زمین میں بھاگتے ہوئے۔ پس کلمہ اذ ظرف منصوب بفعل مقدر ای اذکروا ہے اور یہ آسان و بے تکلف ہے اور زمخشری نے کہا کہ صرفکم یا عفا عنکم یا لیبتلیکم سے متعلق ہے اور عکبری نے تبیان میں کہا کہ عصیتم یا تنازعتم یا فشلتم کے متعلق ہو پس قول عکبری بحسب المعنی جید ہے اور قول زمخشری بحسب اللفظ اقرب ہے اور سب سے احسن قول مفسر ہے۔ پھر جانو کہ اصعد فی الارض یعنی منہ کے سامنے زمین طے کر گیا پس زمین ہموار و جنگل وغیرہ کے طے کرنے میں بولا جاتا ہے اور صعد جبھی کہتے ہیں کہ کسی اونچے مقام پر چڑھے مثل پہاڑ یا سیڑھی وغیرہ کے ذکرہ ابو حاتم اللغوی اور قتیبی نے کہا کہ اصعد میں دور جانا بھی ہوتا ہے۔ اسیواسطے مفسرؒ نے یبعدون فی الارض کہا۔ پھر یہاں شبہہ ہے کہ بھاگنے والے تو مدینہ پہونچے یا پہاڑ پر چڑھے پس صعد چاہیے تھا تو جواب دیا گیا کہ بعضے تو سیدھے مدینہ پہونچے اور کچھ جو پہاڑی پر چڑھے وہ بعد طے کرنے زمین وادی کے چڑھے پس اصعد لائق ہے اور مفضلؒ نے کہا اصعد و صعد بمعنے واحد ہے۔ پھر بھاگنا اسوقت ہوا کہ پشت لشکر کے درہ پر جو تیر انداز حضرت صلعم نے بٹھلائے تھے وہ نافرمانی کر کے کافروں کا مال لوٹنے کو چلے گئے اور فقط اپنے سردار عبد اللہ بن جبیر و دس سے کم آدمیوں کو چھوڑ گئے اور پشت لشکر خالی پاکر خالد بن الولید کے سواروں نے حملہ کیا اور مسلمان بے ترتیب غافل گھبرا کر لڑنے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے تا آنکہ حضرت حذیفہؓ کے والد کو قتل کر ڈالا ہر چند حذیفہ آواز دیتے تھے کہ میرا باپ ہے کسی نے نہ سنا آخر حذیفہؓ نے معاف کر دیا مگر اسی گھبراہٹ و پریشانی میں اکثر انصار شہید ہوئے تھے کہ ابن قمیئہ ملعون نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا اور پتھر سے آپ کے رخسارہ کو زخم پہونچا پس مصعب بن عمیرؓ نے روکا اور ابن قمیہ نے انکو قتل کیا اور سمجھا کہ میں نے آنحضرت صلعم کو قتل کیا مشرکین کو یہ مژدہ دیا اور پکارنے والے نے احد سے پکارا کہ محمد قتل ہوئے یہ سنتے ہی اصحاب رسول اللہ صلعم بھاگے اور ایسے بدحواس ہوئے کہ حضرت صلعم ہر چند پکارتے رہے کچھ نہ سنا آنحضرت صلعم کے ساتھ صرف بارہ یا نو یا سات آدمی رہگئے اور صحیح یہ کہ اول ساتھ پھر نو پھر بارہ ہوئے اور یہ در حقیقت وہیں تھے بھاگے نہ تھے مگر جمع ہو گئے اور حضرت صلعم میدان سے نہیں ہٹے یہانتک کہ کفار آپ کے گرد سے پریشان ہوئے اور آپ کے داہنے بائیں جبرئیلؑ و میکائیلؑ حفاظت پر تھے کما فی الصحیحین من حدیث سعد بن ابی وقاص۔ اور طلحہ بن عبید اللہ نے اسدن بڑی جانبازی کی کہ کچھ اوپر اسی زخم اٹھائے حتی کہ حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے کہ یہ پورا دن طلحہ کا تھا۔ اور جو لوگ

بھاگے انھین کو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا او تصعدون - ابن کثیرؒ نے کہا ہے فی الجبل ھاربین من اعدائکم - یعنی یاد کرو جب تم لوگ چڑھے جاتے تھے یعنی اپنے دشمنون سے بھاگ کر پہاڑی پر چڑھے جاتے تھے - وَلَا تَلْوٗنَ - تعرجون عَلٰٓى اَحَدٍ - اور نہین اقامت کرتے تھے تم کسی پر بسبب خوف و دہشت کے - وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ - ای من ورائکم یقول الیّ عباد اللہ الیّ عباد اللہ یعنی رسول پکارتا تھا تم کو تمھارے پیچھے سے ف کہتا تھا کہ میری طرف آؤ اللہ تعالیٰ کے بندو میری طرف آؤ اللہ تعالیٰ کے بندو - فَاَثَابَكُمْ - فجازاکم غَمًّۢا - بالھزیمة - بِغَمٍّ - بسبب غمکم الرسول بالمخالفة وقیل الباء بمعنی علی ای مضاعفا علی غم فوت الغنیمة - یعنی ثواب کا اطلاق یہان مجازاً ہو یعنے یہ کہ جزا دی تم کو غم بذریعۂ ہزیمت کے بسبب تمھارے غم دینے کے رسول کو اسکے حکم کی مخالفت کرکے یعنی تمنے رسول کو غم دیا اس کی نافرمانی کرکے پہنچے تم کو اسکے بدلے مین ہزیمت کا غم دیا - اور بعض نے کہا کہ بغم کی با رسببیہ نہین بلکہ بمعنی علی ہے ای پہونچایا تمکو غم پر غم یعنی غنیمت جاتے رہنے کے غم پر ہزیمت کا غم زیادہ کر دیا - اور بعض نے کہا کہ غم اول فتح جاتے رہنے کا تھا اور بعض نے کہا کہ اول قتل و جرح کا اور دوسرا خبر قتل آنحضرت صلعم - اور اسی کی مؤید ہے جو انس بن النضرؓ نے کہا کہ تم کس غم مین پڑے ہو اگر حضرت قتل ہوئے تو جی کر کیا کروگے آہ آہ پھر دیکھ مسلمانون کی ہزیمت اٹھانے کو اور منافقون کی باتین بنانے کو دیکھ کر سب کی طرف سے بیزاری کرکے تلوار کھینچی اور سعد بن معاذ سے کہا کہ کہان جاتا ہے مین تو جنت کی خوشبو احد کے پیچھے سے پاتا ہون پس مشرکون سے سخت لڑائی لڑ کر شہید ہوے کما فی الصحاح - لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا - متعلق بعفا او باثابکم فلا زائدة - یعنی تم کو عفو کیا تاکہ تم غمگین نہ ہو - یہ قول رد کیا گیا کہ فصل بہت ہے اور نیز عفو کے واسطے یہ وجہ ظاہر نہین ہے لہذا مفسر نے کہا کہ یا اثابکم کے متعلق ہے مگر اسوقت مین لا زائدہ ہوگا یعنے تم کو غم پر غم کی جزا دی تاکہ غمناک ہو جاؤ - عَلٰي مَا فَاتَكُمْ - من الغنیمة یعنی جو چیز ہے جو تم سے گم گئی - یعنے غنیمت پر - وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ - من القتل والھزیمة - اور جو تمکو پہونچی یعنے قتل و ہزیمت ھکذا قال ابن عباس وعبد الرحمٰن بن عوف والحسن وقتادة والسدی اور بعض نے کہا کہ لا زائدہ نہونے مین بھی یہ معنے ہو سکتے ہین کہ جزا دی تمکو غم پر غم تاکہ غم سہنے کے عادی ہو اور کسی بات کے فوت ہونے و کسی مصیبت پہونچنے پر غمگین نہو جایا کرو جیسے خبر قتل حضرت صلعم سنتے ہی ایسے غمگین ہو گئے کہ اللہ عز و جل کی فتح و نصرت و اسکے دین کی مدد و حمایت بھلا دی ایسا نہین چاہیے تھا - وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - تم جو کرتے ہو اللہ تعالےٰ اس سے خبردار ہے - ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً - امنا - نُّعَاسًا - بدل - یعنی امنة مفعول اور نعاساً اسکا بدل ہے ای امن وہی کہ جو نعاس ہے اور بعض نے کہا امنة حال مقدم اور مفعول نعاساً اور شیخ عکبری نے کہا کہ اصل یون ہے نعاساً ذا امنة اسواسطے کہ نعاس خود امن نہین ہے - يَّغْشٰى - بالیاء والتاء یعنی اکثرون کی قراءة بالیاء التحتیة ہے اور حمزہ و کسائی کے نزدیک بتاء فوقیہ ہے بنا بر انکہ ضمیر راجع بامنة ہے - طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ - المعنی پھر بعد غم کے اللہ تعالیٰ نے تم پر امن اتاری وہ اونگھ تھی کہ تم مین سے ایک گروہ پر چھائی ہوئی تھی - وہم المؤمنون فکانوا یمیلون تحت الحجف وتسقط السیوف منھم - یہ گروہ مؤمنین تھے پس ڈھالون کے نیچے جھکتے اور انکی تلوارین گر گر پڑتی تھین - وَطَاۗىِٕفَةٌ - منکم - قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُھُمْ - ای حملتھم علی الھم فلا رغبة لھم الا نجاتھا دون النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فلم ینامو اوہم المنافقون - یعنی اور تم مین سے گروہ دیگر تھا کہ انکی جانون نے انکو غم کھانے پر ڈال دیا پس انکو کوئی رغبت نہ تھی سوا سے جانون کی نجات کے پس وہ نہ سوئے اور یہ منافقین تھے جو اپنی جانون کے غم مین تھے سوا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے و آپ کے اصحاب کے مترجم کہتا ہے کہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ لڑائی مین اونگھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن ہے اور نماز مین اونگھ آنا شیطان کی طرف سے ہے رواہ ابن ابی حاتم اور حضرت ابو طلحہؓ سے روایت ہے کہ مین نے بروز احد ۹۲۰

اپنا سر اُٹھایا اور دیکھنا شروع کیا اور ان میں سے کوئی نہ تھا مگر آنکہ نعاس کی وجہ سے اپنی ڈھال کے نیچے جھکا پڑتا تھا (رواہ الترمذی وغیرہ) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ ابو طلحہ نے فرمایا میں بھی ان لوگوں میں تھا جنکو نعاس نے گھیرا تھا پس میرے ہاتھ سے تلوار گر پڑتی اور میں اُٹھا لیتا پھر گرتی پھر اُٹھاتا کئی بار گر پڑی۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اہل ایمان وثبات وتوکل ویقین کے لوگ تھے یعنی صحابہ رسول اللہ صلعم اور جنکو شک وریب تھا یعنے منافق تو انکو اپنی جان کی پڑی تھی انکو یقین نہ تھا کہ ضرور اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلعم کو فتح عطا کریگا بلکہ ایسے بدگمان تھے کہ اسلام کا فیصلہ ہو گیا چنانچہ دوسری آیۃ میں کہا۔ بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمومنون الی اہلیہم ابدا۔ بلکہ یہ گمان کیا کہ رسول و مومنین اپنے لوگوں کی طرف اب کبھی پھر کر نجاوینگے۔ یہاں فرمایا۔ يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ - ظنا - غَيْرَ - ظن - الْحَقِّ ظَنَّ - ای کظن - الْجَاهِلِيَّةِ حیث ظنوا ان النبی قتل ولا ینصر۔ گمان کرتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا گمان کرنا جو خلاف گمان حق کے ہے مانند گمان جاہلیت کے ف

کیونکہ ان منافقون نے گمان کیا کہ نبی صلعم مقتول رکھے ہیں یا انکو مدد نہ ہوگی اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ حضرت زبیر بن العوام نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپکو رسول اللہ صلعم کے ساتھ دیکھا جب کہ ہم پر خوف شدید ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر اونگھ بھیجدی سو کوئی ہم میں سے نہ تھا مگر آنکہ اس کا سر اس کے سینہ میں لگا تھا۔ اور کہا کہ واللہ میں معتب بن قشیر منافق کا قول سنتا تھا گویا خواب دیکھتا ہوں کہ وہ کہتا تھا لو کان لنا من الامر شیئ ما قتلنا ہہنا۔ پس میں نے اسکا یہ قول یاد رکھا پس اسی معتب کے قول میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا يَقُولُونَ هَلْ - ا - لَنَا مِنَ الْأَمْرِ - ای النصر الذی وعدناه - مِنْ - زائدة شَيْءٍ - یہ منافقین کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے لیے اس مدد سے جسکا ہم وعدہ دیے گئے تھے کچھ بھی۔ قُلْ - لہم - إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ - بالنصب توکید والرفع مبتداء خبره - لِلّٰهِ - ای القضاء لہ یفعل ما یشاء۔ کہدے ان منافقون سے کام سب کا سب۔ حاصل ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے یعنی حکم قضا سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ پس کلہ بنصب اکثر کی قراءۃ ہے تو الامر کی تاکید ہوگا اور ابو عمرو کی قراءۃ میں کلہ کو رفع ہے پس یہ مبتدا اور - لِلّٰهِ - خبر۔ جملہ اسمیہ ہوکر خبر ان ہے - يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ - یظہرون - لَكَ - اپنے دلوں میں وہ چیز چھپاتے ہیں جو تجھے نہیں ظاہر کرتے یعنی بخوف تلوار کے اللہ تعالیٰ نے اسکو ظاہر کر دیا کہ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا - ای لو کان الاختیار الینا لم نخرج فلم نقتل لکن اخرجنا کرہا۔ منافقین کہتے ہیں کہ اگر اختیار ہمارا ہوتا تو ہم مدینہ سے باہر نہ نکلتے پس قتل نہوتے ولیکن ہم تو زبردستی نکال لائے گئے۔ قُلْ - لہم - کہدے انکو کہ - لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ - اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے - وفیکم من کتب علیہ القتل - اور تم میں ایسا شخص بھی ہوتا جسپر قتل ہونا لکھا گیا ہے - لَبَرَزَ - خرج - الَّذِينَ كُتِبَ - قضی - عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ - منکم - إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ - مصارعہم فیقتلوا ولم ینجہم قعودہم لان قضاء اللہ کائن لا محالۃ - تو البتہ باہر نکلتے ایسے لوگ کہ قضاء الٰہی میں لکھا گیا ہے قتل ہونا طرف اپنے مقتول ہونے کی جگہوں کے

ف پس قتل ہوتے اور انکا بیٹھ رہنا انکو قتل سے نجات نہ دیتا اسواسطے کہ قضائے الٰہی تو لا محالہ ہونے والی ہوتی ہے۔ حاصل آنکہ تم میں سے جنپر حکم ازلی ہو چکا ہے کہ فلاں جگہ قتل ہونگے اگر تم انکو لیکر گھر میں بیٹھ رہتے اور جہاد سے نافرمانی کرتے تو بھی وہ لوگ نکلکر وہیں پہنچتے جہاں انکے قتل کی جگہ لکھی گئی ہے کیونکہ قضاء الٰہی خواہ مخواہ واقع ہوتی ہے ف فقہ آیہ میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بندہ کی موت کا ذریعہ و سبب ظاہری وٹھکانا سب مقدر کیا ہے اور قضاء و قدر پر ایمان واجب ہے اور جو واقع ہوتا ہے وہ تقدیر ہے تدبیر جو کچھ چیز نہیں پھر اسے تدبیر کو جو درست کہتے ہیں تو یہی جو قضاء و قدر کے موافق ہو اور خطا وہ ہے جو خلاف مقدر ہو یہ تو اصل ہے اور مجازاً جو تدبیر اپنی مراد کے موافق پڑے

اسکو لوگ رسمت کہتے ہین حالانکہ تقدیر اتفاق سے ہی طرح جاری تھی علی ہذا القیاس اور جسنے بالکل تدبیر چھوڑی یہ بھی تقدیر ہے پس واقع
ہوگا مگر وہی جو تقدیر ہو اور تقدیر پر ایمان نہ لانا کفر ہو افسوس کہ اس زمانہ مین بہت نادان ہین گمراہ ہین اور جب کہا جاتا ہو کہ تدبیر سے بادشاہ
کیون ہوگئے تو کہتے ہین کہ فلان فلان اسباب میسر ہوگئے یا تدبیر مین خطا ہوئی حالانکہ یہ بعینہ تقدیر ہو مگر نہین سمجھتے ہین اور کیونکر اپنی عقل
پر بھروسا کر کے کہے جاتے ہین کہ عقل قطعاً راہ صواب پر لیجاتی ہو جو بات عقل مین نہ آوے وہ غلط ہی حالانکہ خود ہی اقرار کیے جاتے
ہین کہ فلان تدبیر مین عقل نے خطا کی اور فلان امر مین عقل چوک گئی پھر اس آیہ مین معجزہ خبر غیب ہو کہ جس چیز کو پوشیدہ آپس مین
کہتے تھے اسکو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا۔ وَ۔ فعل ما فعل باحد۔ لِيَبْتَلِيَ۔ یختبر۔ اللّٰهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ۔ قلوبکم۔ اور یہ
کیا جو کیا اس جنگ احد مین تاکہ امتحان کرے اللہ تعالی جو تمھارے سینون مین یعنے دلون مین ہو ف مفسر نے لیبتلی کے لام کو بتلایا کہ یہ
علت فعل مقدر کی ہو یعنی جو کچھ احد مین اللہ تعالے نے جاری کیا وہ اسواسطے کیا کہ امتحان کرے جو تمھارے سینون مین ہو یعنی اخلاص
یا نفاق۔ اور یہ کلام خوب مربوط ہو کہ پہلے ذکر کر دیا کہ ان مین نفاق والے ایسے ویسے بھی تھے پھر فرمایا کہ ہم نے اسی واسطے احد مین یہ
مصیبت ویدی تاکہ مومن و منافق کھل جاوین حالانکہ اللہ تعالی کو معلوم تھا اور یہ عجیب قدرت تھی کہ اونکو انھین کو آئی جو مخلص تھے
اور منافقون کو بالکل نہ آئی وہ ویسے ہی خوف زدہ رہے۔ وَلِيُمَحِّصَ۔ یمیز۔ مَا فِي قُلُوبِكُمْ۔ اور تاکہ خالص و تمیز کر دیوے
جو تمھارے دلون مین ہو۔ اور یہ امتحان کرنا اور تمیز کرنا عام اظہار کے واسطے تھا خود اللہ تعالی کو سب معلوم ہو چنانچہ فرمایا۔ وَاللّٰهُ
عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ۔ بما فی القلوب لایخفی علیہ شئی وانما یبتلی لیظہر للناس۔ حال یہ کہ اللہ تعالی دانا ہو ذات الصدور
کے ساتھ ف یعنی اس چیز کے ساتھ جو دلون مین ہو اسپر کچھ پوشیدہ نہین اور یہ امتحان کرنا اسواسطے تھا تاکہ لوگون پر ظاہر
ہو جاوے۔ یا اسواسطے کہ عیب دار اور بے عیب الگ ہو جاوین جیسے صاف پانی مین اگر خراب اجزا ملے ہوئے ہین درد مند نے
اسمین حکمت کو دخل دیا تو اسیواسطے کہ صاف شفاف پانی ایک شیشے مین آگیا اور میل کچیل دوسرے شیشے مین رہ گیا جیسے گلاب کو آگ سے
جوش دیا پس ست تو الگ نکل آیا اور پھوک الگ ہو گیا۔ پھر اللہ عز و جل نے اپنی رحمت خاص سے ان اہل ایمان کو سرفراز کیا جن سے لغزش
صادر ہوئی تھی پس فرمایا۔ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا۔ عن القتال۔ مِنْكُمْ۔ تم مین سے جن لوگون نے پیٹھ پھیری۔ یعنی لڑائی سے
يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ۔ جس دن کہ بھڑین دو جماعتین۔ جمع المسلمین و جمع الکفرین باحد وہم المسلمون الا اثنی عشر رجلا
ایک جماعت مسلمانون کی اور دوسری جماعت کافرون کی مقام احد مین اور پیٹھ دینے والے سب مسلمان تھے سوائے بارہ آدمیون کے
إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ۔ ای ازلہم الشیطان۔ بوسوستہ سوائے اسکے نہین کہ ڈگا دیا انکو شیطان نے ای ازلال
کیا انکا شیطان نے اپنے وسوسے سے بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا۔ من الذنوب وہو مخالفۃ امر النبی صلعم بسبب بعض اس چیز کے کہ کمائی
تھی انھون نے یعنی بعضے گناہون کے سبب سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت تھی مترجم کہتا ہو کہ استزل بمعنے ازل
لیا یعنی استفعال بمعنے طلب نہین بلکہ تعدیہ کے واسطے ہو اور بعض نے طلب کے معنے لیکر یون تفسیر کی کہ بلایا انکو بھاگنے کی طرف اور
اسپر آمادہ کیا۔ اور یہ ازلال یا استزلال جو شیطان کا تھا اسکے وسوسہ کے ساتھ تھا۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ اور البتہ
عفو کیا اللہ تعالی نے انکا یہ گناہ یعنے میٹ دیا۔ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ۔ للمومنین۔ اللہ تعالی غفور ہو یعنی مومنون کے واسطے
نہ کافرون کے واسطے۔ حَلِيمٌ۔ حلم والا ہو۔ یعنی گنہگارون کو جلدی نہین پکڑ لیتا ہو بلکہ توبہ تک مہلت دیتا ہو اور عصاۃ جمع عاصی

مانند وحاة و وکلاۃ جمع داعی وہادی ووالی کے ف مفسر رحمہ اللہ نے ثابت قدم رہنے والے بارہ آدمی لکھے اور یہی مشہور ہے اور سراج میں
تیرہ ۱۳ آدمی بیان کیے جنمیں سے چھ آدمی مہاجرین سے بایں نام لکھے کہ ابوبکر و عمر و علی و طلحہ و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص تھے اور
بعض اہل سیر نے تیس ۳۰ آدمی بیان کیے اور بعض نے کم و بیش تعداد بیان کی بالجملہ روایات مختلف ہیں ظاہرا حادیث میں حصر مقصود نہیں ہے چنانچہ
شعبی کے طریق سے حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ نبی صلعم تنہا رہ گئے نو آدمیوں کے ساتھ سات انصار کے اور دو مہاجرین کے تھے رواہ
احمد اور دوسری روایت احمد میں براء بن عازبؓ سے ہے کہ نہ باقی رہے رسول صلعم کے ساتھ مگر بارہ مرد و رواہ البخاری ایضاً اور بیہقی کی حدیث
جابرؓ میں گیارہ مرد انصاری اور بارھویں طلحہ بن عبید اللہ مذکور ہیں حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بالاتفاق نہیں بھاگے اور ایسے ہی حضرت ابوبکرؓ
اور حدیث بخاری میں ثابت ہے کہ حضرت صلعم نے سعد بن ابی وقاصؓ کے آگے ترکش کھول دیا اور فرمایا کہ تیر مار تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اور ثابت ہے
کہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے خود کی کڑیاں حضرت صلعم کے رخسارہ مبارک سے اپنے دانتوں سے کھینچیں کہ دونوں دانت انکے ٹوٹ گئے اور حضرت ابوبکرؓ
کو قسم دلائی کہ تم اسمیں شریک نہو۔ اور مصعب بن عمیرؓ حضرت کے آڑے آ گئے جبکہ ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلعم کو پتھر سے زخمی کیا پس ظاہر ہے
کہ فرار کے وقت آپ کے پاس نو آدمی موجود تھے پھر حضرت صلعم کو کافروں نے گھیرا اور باقی چند صحابہ جو حیران و متحیر تھے حضرت صلعم کی پکار کو
سنکر آپ کے پاس جمع ہو گئے اسواسطے کہ نو آدمیوں والی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم کے پہاڑی تک جاتے جاتے وہ سب شہید ہو گئے حالانکہ
قریب پہاڑی کے جب آپ چڑھنے کو تھے کہ ابی بن خلف ملعون گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا کہ میں نہ بچا اگر محمد بچ گئے اور مکہ میں قسم کھایا کرتا تھا
کہ اس گھوڑے پر حضرت صلعم کو قتل کرونگا آپ نے فرمایا تھا کہ نہیں بلکہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اسکو قتل کرونگا پس اسوقت اسنے حملہ کیا اور بالکل
زرہ میں ڈوبا تھا صرف گردن کے وہاں ذرا سی جگہ خالی تھی پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ آنے دو پس جب قریب آیا تو حضرت صلعم نے حرث بن صمہؓ
سے ایک حربہ مانگ لیا اور بڑھکر اسکی گردن میں ایک ضرب لگائی جس سے وہ کئی بار لڑکھڑا کر زمین میں گر پڑا پھر آپ نے چھوڑ دیا اور اسکی قوم والے اسکو
اٹھا لے گئے وہ بیل کی طرح چلاتا تھا۔ اسکی قوم نے کہا کہ تجھ کو کوئی خوف نہیں یہ تو چھیل سا گیا ہے وہ کہتا تھا کہ ہائے اگر یہ زخم تمام ربیعہ و مضر دونوں
گروہ پر ہوتا تو مر جاتے میں نہ بچونگا تم کو معلوم نہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ابی بن خلف کو میں قتل کرونگا۔ آخر وہ مردود بطن رابغ میں ہو کر مر گیا
اور واقدیؒ نے محمد بن اسحٰق کے واسطہ سے روایت کی اور لکھا کہ ابن عمر فرمایا کرتے کہ میں رات گئے بطن رابغ میں جاتا تھا کہ ناگاہ میں نے
آگ دیکھی کہ مجھے ہیبت معلوم ہوئی اسمیں سے ایک شخص آگ کی زنجیروں میں بندھا ہوا نظر پڑا کہ پیاس پیاس پکارتا ہے اسکے ساتھ ایک شخص ہے وہ
فرماتا ہے کہ اسکو پانی نہ پلانا یہ رسول اللہ صلعم کا قتل کیا ہوا ابی بن خلف ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے بعد اسکے ذکر کے لکھا کہ صحیحین میں ابوہریرہؓ
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب شدید اُس پر جسنے اسکے رسول کا چہرہ زخمی کیا اور سخت غضب اللہ تعالیٰ کا اس پر
جسکو رسول خدا نے جہاد میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ وقد رواہ البخاری عن ابن عباس ایضاً چہرہ زخمی کرنے والوں پر سال نہ گزرا کہ وہ کافر ہلاک
ہوئے ایک ابن قمیہ اور دوسرا عتبہ بن ابی وقاص ملعون تھے۔ بالجملہ محمد بن اسحاق نے جو مرسل روایت کی کہ انس بن مالک کے چچا انس بن النضر چلتے
چلتے پہونچے عمر بن الخطاب و طلحہ بن عبید اللہ کے پاس جو مہاجرین و انصار کے چند لوگوں کے ساتھ غمناک تھے پوچھا کہ تم کیا غمناک ہو بولے کہ
رسول اللہ صلعم قتل ہوئے کہا کہ پھر آپ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے مشرکوں سے لڑکر شہید ہو یہ کہکر تلوار کھینچی اور مشرکوں کی طرف چلے راہ میں
سعد بن معاذ سے کہا کہ اے سعد کہاں جاتے ہو۔ میں تو احد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو پاتا ہوں یہ کہکر روانہ ہوئے اور لڑکر شہید ہو گئے
رضی اللہ عنہ - یہ دلیل ہے کہ عمر بن الخطاب حضرت صلعم کے پاس نہ تھے مگر بھاگے نہ تھے کہ حضرت صلعم کی آواز پر جمع ہو گئے اور خود چنانچہ ابوبکرؓ کا

ہوا کہ یکایک جو کفار نے پیچھے سے آکر ہجوم کیا اور خلط ملط ہوگئے تو مسلمانون مین ایک دوسرے کو خبر نہوئی متفرق ہوگئے چنانچہ ابو داؤد طیالسی
کی روایت مین صاف ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ سب سے پہلے مین نے ہی حضرت صلعم کی آواز پر آپ کی طرف رجوع کیا اور خود یہی حال حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کا تھا اور یہی سعد بن معاذ کا حالانکہ احد کی پہاڑی پر پہونچنے کے وقت مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم دونون سعد کے بیچ مین ظاہر
ہوئے یعنی سعد بن ابی وقاص اور سعد بن معاذ کے بیچ مین تھے کما فی حدیث ابن عباس الذی رواہ احمد والحاکم وابن ابی حاتم والبیہقی مترجم کہتا
ہے کہ غرض میری اس طول کلام سے علاوہ فوائد کے یہ ہے کہ ظاہر لفظ بارہ[۱] آدمی پر محمول کرکے یہ وہم کانہ کھاوین کہ عشرہ مبشرہ وغیرہ صحابہ بھاگ
گئے تھے جیسا کہ اکثر اس تحقیق سے بے خبر ہوکر متحیر و متردد ہوتے ہین فافہم ہان حضرت عثمانؓ البتہ بھاگنے والون مین تھے اور عبد الرحمٰن بن
عوف نے تعریض کے طور پر کہلا بھیجا تھا کہ مین روز احد مین بھاگا و تھا۔ جسکے جواب مین حضرت عثمان نے کہلا بھیجا کہ اس سے مجھے
کیون عار دلاتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو معاف فرمایا اور رہی یہ بات کہ مین نے عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ چھوڑ دیا تو حال یہ ہے کہ مین
اس طریقہ کو بجالانے کی طاقت نہین رکھتا ہون اور تمسے بھی او نہین ہوسکتا ہے کما فی روایۃ احمد۔ اور بخاریؒ نے روایت کی کہ ایک شخص حج کرنے آیا
اور ایک قوم کو بیٹھا دیکھکر کہا کہ یہ کون لوگ ہین لوگون نے کہا کہ قریش ہین بولا کہ شیخ کون ہے بولے کہ ابن عمرؓ پھر آیا اور کہا کہ مین آپ سے ایک
سوال کرنے والا ہون آپ مجھسے بیان کیجیے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ پوچھ اسنے کہا کہ مین آپ کو اسی خانہ کعبہ کی قسم دیتا ہون کہ آپ جانتے ہین
کہ عثمان بن عفان احد کے روز بھاگے۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ہان۔ بولا آپ جانتے ہین کہ بدر مین شریک نہ تھے فرمایا ہان۔ بولا کہ بیعۃ الرضوان مین
شریک نہ تھے فرمایا ہان۔ یہ سنکر اس شخص نے تکبیر کہی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ او شخص یہان آ کہ مین تجھے خبر دون اور جو تو نے پوچھا اسکو بیان
کردون عثمان کا بروز احد بھاگنا۔ سو مین گواہی دیتا ہون کہ اللہ عزوجل نے اسکو معاف کر دیا۔ اور رہا بدر سے غائب ہونا تو اسوجہ سے کہ انکے تحت
مین حضرت صلعم کی دختر تھین جو مریضہ تھین انکی تیمارداری کے لیے چھوڑا اور فرمایا کہ تیرے لیے ثواب ایسے شخص کا جو بدر مین حاضر ہوا اور
عثمان کے حصہ لگایا اور رہا بیعۃ الرضوان مین موجود نہونا تو اسوجہ سے تھا کہ اگر مکہ مین کوئی شخص حضرت عثمان سے زیادہ عزیز ہوتا تو بجائے
عثمان کے وہ بھیجا جاتا پس خود اللہ تعالیٰ واسکے رسول کے کام کو بھیجے گئے تھے اور بیعۃ الرضوان انکے جانے کے بعد واقع ہوئی پس
رسول اللہ صلعم نے اپنے بائین ہاتھ کو فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے داہنے ہاتھ مین مارا یعنی یہ بیعت عثمان ہے پھر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اب
ان جوابون کو اپنے ساتھ لیجا وقد رواہ البخاری وغیرہ بالجملہ اسمین کوئی شک نہین کہ اللہ عزوجل نے ان سب لوگون کو جو فرار کر گئے تھے معاف
کر دیا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ وجہ معاف ہونے کی ظاہر ہے کہ مسلمانون کی تعداد و سامان بہت کم تھا اور کافر تعداد مین بہت و با سامان
تھے واللہ اعلم اور سراج مین کہا کہ عفو کے قرینہ سے انکا توبہ کرنا مقتضی ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ

اے ایمان والو تم مت ہو انکی طرح جو کافر ہوئے اور کہا اپنے بھائیون کو جب سفر کو نکلے ملک مین

أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ

یا ہوئے جہاد مین کہ اگر ہوتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے تاکہ کردے اللہ تعالیٰ یہ بات حسرت انکے دلون مین

وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ ۹

اور اللہ ہی جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ تعالےٰ تمھارے کام خوب دیکھتا ہے اور اگر تم مارے گئے اللہ تعالیٰ کی راہ مین یا مر گئے تو بخشش

ف ۱ عثمانؓ [illegible] والون سے ۱۲

مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ○
اللہ کی اور رحمت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مرے یا مارے گئے البتہ اللہ ہی پاس اکٹھے ہوگے
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا - ای المنافقین - اے ایمان والو تم کافرون کے مانند نہ ہوجیو ف
یعنی منافقین کے مانند نہ ہوجیو - جو دنیا کا مال جمع کرنے پر حریص تھے اور جنگ احد مین جب مومنون کو شکست پہونچی تو کہنے لگے کہ ہمارے پاس رہتے
تو نہ مرتے - اور انکو کفر سے تعبیر کرنے مین اشارہ ہے کہ اگلا قول انکا کفر ہے کیونکہ وہ تقدیر کا انکار ہے پس منافقون مین عیب ہے کہ اول تو انھون نے کفر کیا
اور دوم - وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ - ای فی شانہم یعنی اپنے بھائیون کی شان مین کہا - حاصل یہ کہ یہ قول انھون نے اپنے بھائیون کی
شان مین بعد وقوع موت یا قتل کے کہا - اور بھائیون سے یا تو اعتقاد ونفاق کی موافقت والے مراد ہین جیسے بعض منافق حضرت صلعم کے ساتھ
جنگ احد مین تھے یا نسب کے بھائی مراد ہین اور جائز ہے کہ ہر آدمی ہو کیونکہ آدمی آپس مین بھائی ہین اور اول اظہر ہے - اِذَا ضَرَبُوْا - سافروا جب
انکے بھائیون نے سفر کیا - فِي الْاَرْضِ - فماتوا - ملک مین پھر سفر مین مر گئے - اَوْ كَانُوْا غُزًّى - جمع غازٍ فقتلوا - یا انکے بھائی جہاد کرنے
نکلے تھے پھر مارے گئے کہ - لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا - اگر یہ لوگ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے
ف یہ اُن کافرون ومنافقون کا قول ہے جو انھون نے اپنے بھائیون کی شان مین کہا پس مومنون کو ان منافقون کے مانند ہونے سے جو منع
کیا تو اسکے معنے یہ جو مفسر جرنے کہے - ای لا تقولوا کقولہم - یعنی تم انکے قول کی طرح مت کہا اور مراد یہ کہ ایسا اعتقاد مت کیجیو جیسے منافقون کا حال ہے
کہ اول انھون نے تقدیر سے کفر کیا پھر حماقت مین اپنے اوپر لا علاج غم لیا کہ ہمارے بھائی اگر سفر مین نہ جاتے یا جہاد مین نہ جاتے تو نہ مرتے لیکن اللہ
تعالیٰ نے ان دنیاوی ذلیلون کو اسی حماقت مین چھوڑا - لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ - القول فی عاقبۃ امرہ تاکرے اللہ تعالیٰ یہ قول انکے انجام
کار کے حق مین - حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ - حسرت انکے دلون مین ف پس تمام عمر اسی حسرت کے خیال مین رہے اور عاقبت مین عذاب نے
گھیر لیا پس لیجعل کا لام صیرورۃ کا ہے جعل بمعنے تصییر ہے اور حاصل یہ کہ عاقبت مین یہ قول انپر حسرت ووبال ہو جائیگا اور بعض مفسرین نے کہا کہ در
صورت ایسے اعتقاد کے موت یا قتل واقع ہونا انپر سخت حسرت ہے بخلاف مومنین کے جو موت وقتل کو بتقدیر الٰہی سمجھتے ہین تو وہ حسرت مین نہین پڑتے کیونکہ
انکا یہ اعتقاد نہین ہے کہ اگر سفر مین تجارت وغیرہ کو نہ گئے ہوتے یا جہاد مین نہ جاتے تو نہ مرتے اور بعض نے کہا کہ تم کو اس سے منع کیا تاکہ یہ قول فقط
انھین کافرون پر حسرت ہو انکے اعتقاد کی وجہ سے - پھر برہان کے طور پر سمجھایا کہ - وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ - اور اللہ تعالیٰ ہی زندگی دیتا اور موت دیتا
ہے ف فلا یمنع عن الموت قعود - پس سفر سے یا جہاد سے بیٹھ رہنا موت کو نہین روکتا ہے - مدارک مین کہا کہ یہ رد ہے انکے قول کا کہ جہاد سے زندگی
قطع ہو جاتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ یہ امر تو اللہ تعالیٰ کے اختیار مین ہے دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اکثر مسافرون ومقاتلون کو ثواب وغنیمت کے ساتھ زندہ رکھتا ہے اور
بہتیرے گھر بیٹھنے والون کو موت دیتا ہے - وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - بالتاء اکثرون کی قراءۃ ہے پس خطاب مومنون کو ہے اور بالیاء لتحتیہ ابن کثیر
وحمزہ وکسائی کی قراءۃ ہے بنابر بنکہ وعید کافرون کو ہے - بَصِيْرٌ - فیجازیکم - اور اللہ تعالیٰ جو کچھ (تم کرتے ہو) یا (کافر منافق کرتے ہین)
خوب دیکھتا ہے ف تم کو اسپر جزا دیگا یا انکو اسپر سزا دیگا - وَلَئِنْ - لام قسم - یعنی لام قسم ہے اور ان حرف شرط - قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
ای الجہاد - یعنی جہاد مین - اَوْ مُتُّمْ - بضم المیم وکسرہا من مات یموت ویمات ای اتاکم الموت فیہ - یعنی اکثرون کی قراءۃ تو متم بضم میم ہے از مات
یموت اور نافع وحمزہ وکسائی کی قراءۃ متم بکسر میم از مات یمات مانند خاف یخاف ہے پس جیسے خفت ویسے مت اور معنے متم کے ہر دو وجہ یکسان یعنی
راہ خدا مین تم کو موت آئی حاصل یہ کہ اگر تم راہ خدا مین قتل ہوئے یا مرے تو - لَمَغْفِرَةٌ - کائنۃ - مِّنَ اللّٰهِ - لذنوبکم - وَرَحْمَةٌ - منہ لکم علی ذلک

خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ - من الدنیا بالتار والیاء والیتہ وہ مغفرت جو حاصل ہی اللہ تعالی کیطرف سے تمھارے گناہون کے لیے اور وہ رحمت جو حاصل ہی اللہ تعالی کی طرف سے تمھارے لیے اس موت فی سبیل اللہ پر یہ بہتر ہی اس چیز سے جو تم جمع کرتے ہو یعنی مال دنیاوی سے (در صورتیکہ تجمعون بالتاء ہو جیسا کہ اکثر کی قراءۃ ہی یا جمع کرتے ہین کفار در صورتیکہ قراءۃ بیاء تحتانیہ ہو جیسا کہ حفص نے پڑھا ہی) بالجملہ المغفرۃ من اللہ و رحمۃ مبتدا ہی اور خیر مما تجمعون اسکی خبر ہی اور یہ جملہ جواب قسم ہی اور المغفرۃ موضع فعل مین ہی پھر جواب شرط محذوف ہو کیونکہ جواب قسم ہی اس کے قائم مقام کافی ہی - المغفرۃ ورحمۃ کی تنوین اولی یہ ہی کہ تقلیل کی ہو کہ قلیل مغفرت ورحمت بھی اس تمام سے کہین بہتر ہی جو وہ جمع کرتے ہین اگر کہا جاوے کہ جو وہ جمع کرتے ہین وہ تو بالکل ہی بہتر نہین ہی جواب یہ کہ انکے زعم کے موافق اسکو بہتر فرض کر لیا اور نیز مال جو صرف آخرت کے واسطے ہو بہتر ہوتا ہی جیسا کہ حدیث صحیح مین ہی کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح - یعنی مال نیک مرد نیک کے واسطے بہتر ہوتا ہی قد ذکرہ فی السراج پھر ارشاد فرمایا کہ سچ یوں کہ تم جاہو کسی طرح مرو خواہ مخواہ مر گئے اور جب مر گئے تو ضرور اللہ تعالی کی طرف پھر جاؤ گے پس اچھا منہ لیکر جانا بہتر ہی - وَلَئِنۡ - لام قسم - مُّتُّمۡ بالوجہین - یعنی بضم اول یا بکسر اول دو وجہ سے قراءۃ ہی - اَوۡ قُتِلۡتُمۡ - فی الجہاد وغیرہ - یا قتل ہو جہاد مین یا کسی اور طرح مرو - لَاِلَی اللّٰہِ - لا الی غیرہ - تُحۡشَرُوۡنَ - فی الآخرۃ فیجازیکم یعنی اگر تم مرو یا قتل ہو آخر اللہ تعالی ہی کی طرف حشر کیے جاؤ گے نہ کسی اور کی طرف

فَبِمَا رَحۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنۡتَ لَہُمۡ ۚ وَلَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِکَ

سو کچھ اللہ کی مہر ہی کہ تو نرم دل ملا انکو اور اگر تو سخت کہنے والا سخت دل ہوتا تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے

فَاعۡفُ عَنۡہُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ وَشَاوِرۡہُمۡ فِی الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ

سو تو انکو معاف کر اور انکے واسطے بخشش مانگ اور انسے مشورت لے کام مین پھر جب ٹھہرا چکا تو بھروسا کر

عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَوَکِّلِیۡنَ ۝

اللہ پر اللہ دوست رکھتا ہے متوکلون کو

فَبِمَا رَحۡمَۃٍ - ما زائدۃ - یعنی ما زائدہ ہی جیسا کہ قتادہ نے کہا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ - ای فبرحمۃ من اللہ اور ما صلہ ہی عرب اسکو بطور صلہ کے لایا کرتے اور معرفہ سے لاتے ہین جیسے قولہ فبما نقضہم میثاقہم - اور نکرہ سے ملاتے ہین جیسے قولہ عما قلیل مِّنَ اللّٰہِ لِنۡتَ یا محمد لَہُمۡ - ای سہلت اخلاقک لہم اذ خالفوک - یعنی پس اللہ تعالی ہی کی جانب سے رحمت ہی کہ تو نرم ہوا ای محمد انکے واسطے یعنی نرم کیا تو نے اپنے اخلاق کو انکے واسطے جبکہ انھون نے تیری مخالفت کی اور حسن بصری رح سے روایت ہی کہ یہ خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی جسکے ساتھ آپکو بھیجا - اور ابو امامہ باہلی رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے میرے دونون ہاتھ پکڑے اور فرمایا کہ اے ابو امامہ مومنون مین سے بعضے ایسے ہین کہ انکے واسطے میرا دل نرم ہوتا ہی رواہ احمد - اور حاصل آنکہ نرمی سے انکو سمجھایا سختی سے ملامت نہین کی - وَلَوۡ کُنۡتَ فَظًّا - سیئ الخلق - اور اگر تو بدخلق ہوتا - غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ - جافیا و اغلظت لہم - سخت طبیعت ہوتا کہ انپر جھڑکی اور سختی کرتا - لَانۡفَضُّوۡا - تفرقوا - مِنۡ حَوۡلِکَ - تو متفرق ہو جاتے تیرے گرد سے - اور سراج مین کہا کہ قفال رح نے اسکے معنے یہ بیان کیے کہ اگر تو انکے ساتھ ملامت سے پیش آتا تو تجھسے حیا و ہیبت کھا کر متفرق ہو جاتے پس یہ باعث ہو جاتا کہ دشمن تجھمین اور انمین طمع کرے. فَاعۡفُ - تجاوز - عَنۡہُمۡ - ما اتوہ - تجاوز کر انسے جو انھون نے کیا - وَاسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ ذنوبہم حتی اغفر لہم - اور مغفرت مانگ انکے گناہون کی تاکہ مین انکو بخش دون - آپ نے کامل خلق بیان فرمایا کہ جو برائی کرے تو معاف کرے اور اسکے

ہیلے اور نیکی کرے اور یہ آنحضرت صلعم کی صفت تھی کہ اگلی کتابوں میں مذکور ہے چنانچہ کعب احبار وغیرہ سے روایت ہے۔ وہ فظ ہونگے نہ غلیظ القلب اور نہ بازاروں میں بک بک کرنے والے اور نہ بدلا دینگے بُرائی کا بُرائی سے بلکہ عفو کرینگے اور درگزر کرینگے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے انکو احد کے بھاگنے سے معاف کر دیا پھر یہاں کیونکر کہا کہ تو انکے واسطے مغفرت مانگ تاکہ میں بخشدوں جواب یہ ہے کہ ہزیمت کو تو معاف فرمایا یہاں مراد مطلق ہے کہ علی العموم انکے گناہوں کی مغفرت مانگ تاکہ معاف کر دوں۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے جو عفو فرمایا ہے وہ عثمان بن عفان اور بعض دیگر اشخاص معین تھے اور یہاں باقیوں کے واسطے مغفرت چاہنے کا حکم دیا **وَشَاوِرْهُمْ**۔ استخرج ارائہم۔ **فِي الْأَمْرِ**۔ اے شانک من الحرب وغیرہ تطیبا لقلوبھم ولیستن بک وکان صلی اللہ علیہ وسلم کثیر المشاورۃ لہم۔ اور انکی رائے لی یعنی شان حرب وغیرہ میں انکے دلوں کی خوشی کے واسطے اور تاکہ تیرے فعل کے موافق سنت ہو جاوے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود یہ حال تھا کہ ان لوگوں سے بہت مشورت کرتے تھے اسکو **محی السنۃ** نے معالم میں اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور **حسن** رح نے کہا کہ اللہ تعالے کو معلوم ہے کہ آپکے رسول صلعم کو انکے مشاورت کی کچھ حاجت نہ تھی ولیکن یہ چاہا کہ آپ کے بعد کی امت اسی طریقہ پر رہے۔ اور **ابن کثیر** رح نے ذکر کیا کہ آیا یہ امر آپ پر واجب تھا یا مستحب تھا اسمیں فقہا کے دونوں قول موجود ہیں۔ اور سراج میں ذکر کیا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جس معاملہ میں اللہ تعالے کی طرف سے کوئی وحی آگئی تو اسمیں رسول صلعم کو امت سے مشاورت کرنا روا نہیں ہے کیونکہ جب کوئی حکم منصوص ہوا تو رائے باطل ہو گئی۔ اور رسول صلعم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالی و اسکا رسول اس سے بے پروا ہیں ولیکن اللہ تعالی نے اسکو میری امت کے واسطے رحمت کیا ہے سو جسنے میری اُمت میں سے مشورت کی اوسنے راہ صواب کو گم نہ کیا اور جسنے مشورت نہ کی وہ گمراہی کو نہ چھوڑیگا اور **قرطبی** رح نے ابن عطیہ رح سے نقل کیا کہ اسمیں خلاف نہیں کہ جو شخص مسلمانوں کے سرداروں میں سے مشورت نہ لیتا ہو اسکا معزول کرنا واجب ہے پھر جاننا چاہیے کہ عمرو بن دینار کے طریق سے ابن عباس سے روایت ہے کہ قولہ تعالی وشاورہم فی الامر میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہا مراد ہیں رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد علی شرط البخاری و مسلم۔ اور ایسا ہی کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر و عمر رض کی شان میں اتری یہ دونوں بزرگ حضرت صلعم کے حواری اور آپکے وزیر اور مومنوں کے باپ تھے۔ اور عبد الرحمن بن غنم رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ابوبکر و عمر رض سے کہا کہ جس مشورہ میں تم دونوں اتفاق کرو میں اسمیں تم سے مخالفت نہ کرونگا مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آسمان کے میرے دونوں وزیر جبرئیل و میکائیل ع ہیں اور زمین کے ابوبکر و عمر رض ہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ صوفیہ کرام کہتے ہیں کہ حضرت صلعم کے داہنے وزیر ابوبکر رض اور بائیں عمر رض تھے اور بعد آپ کے حضرت ابوبکر کے داہنے حضرت عمر اور بائیں عثمان ہوے علی ہذا القیاس قیامت تک یہ سلسلہ امرار اسلام میں جاری ہے اور مدارک میں مذکور ہے کہ اسمیں دلالت ہے کہ اجتہاد کرنا جائز ہے اور بیان ہے کہ قیاس حجت ہے فافہم۔ **فَإِذَا عَزَمْتَ**۔ علی امضاء ما ترید بعد المشاورۃ۔ پھر جب تو نے عزم کر لیا اس چیز کے عمل میں لانے کا جو بعد مشاورت کے ٹھہری ہے۔ **فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ**۔ ثق بہ لا بالمشاورۃ۔ تو اعتماد و بھروسا کر اللہ تعالی پر نہ اس مشاورت پر **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ**۔ علیہ اللہ تعالی دوست رکھتا ہے ایسے لوگوں کو جو توکل کرتے ہیں یعنی اللہ تعالے پر ف یہ اصل میں توکل کے معنے ہیں کہ اللہ تعالے پر بھروسا ہوا اور یہی مدارک میں کہا کہ توکل بھروسا کرنا اللہ تعالی پر اور اسی کے سپرد کر دینا اور شیخ **ذوالنون مصری** رح نے فرمایا کہ خلع ارباب و قطع اسباب یعنی سوا سے خدا سے تعالی کے جو لوگ وسیلہ گمان کیے جاتے ہیں اور گمان ہوتا ہے ان پر بھروسا کرتا ہے انکو چھوڑنا اور جتنے اسباب و سامان کہ کسی کام کے پورے ہونے میں دخل رکھنے والے شمار ہوتے ہیں سب کی جڑ کاٹ

دنیا **قال المترجم** حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم سے عزم کے معنی پوچھے گئے تو فرمایا کہ اہل رے سے مشورت لے کر اس کی
پیروی کرنا رواہ ابن مردویہ۔ مترجم کہتا ہے کہ عوام یہ خیال کرتے ہیں کہ کوئی تدبیر نہ کرنا اور نہ کسی سبب ظاہری کا مباشر ہونا یہ توکل ہے۔
حالانکہ یہ وہم و غلط ہے بلکہ یہ سخت مذموم ہے اور توکل یہی ہے کہ اللہ عزوجل نے جو امور کہ ظاہر میں اسباب مقرر فرمائے ہیں انکو ظاہر کے اسباب سمجھ کر بجا لاوے
اور یہی اعتقاد رکھے کہ پورا ہونا کام کا اللہ تعالیٰ ہی کے پسر دہے یہ نہیں کہ ان اسباب کی طرف یا اسباب کے تنزل سے پورے کرنے کی طرف اسطرح دل
لگاوے کہ انکے نہ پورے ہوتے یا ایسی کوشش نہ کرنے سے مقصود فوت ہوجائیگا کیونکہ یہ حماقت ہے اسیواسطے فرمایا کہ مشاورت کرو اور جو بات سمجھ کر
جو مشورہ میں قرار پایا ایسا مضبوط ہے کہ اس رائے میں خطا نہوگی نہیں بلکہ جب اس کو جاری کرو تو اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرو یہان سے معلوم ہوا کہ یہ توکل
تمام ہر ہر مسلمان بندے کی شان اور اسپر واجب ہے ایسا نہیں جیسا عوام گمان کرتے ہیں کہ یہ تو ترک دنیا کا نام ہے سوائے فقیرون کے کون کر سکتا
ہے یہ گمان غلط اور شیطانی وسوسہ ہے ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم - اللہ سبحانہ نے اس امت مرحومہ
کے دلون کو وقت ایجاد کے دیدار رجال قدم میں پیدا کیا اور حسن و امید سے انکو منور کیا اور انکی ارواح کو عالم عدم سے عالم انبساط و سرور و نور
مشاہدہ کی طرف نکالا اور انکو خلق لطف کا لباس دیا پس وہ دیدار الطاف کے لیے مستعد اور نور انس کے لیے قابلیت والی ہوگئین اور اللہ عزوجل کے
کمال حکمت و لطف مین سے ہے یہ ہے کہ حضرت صلعم کو خلق انبساط و روح انس پر پیدا کیا پس باہم امت کی روحون کو آپ سے موافقت حاصل ہوئی
اور درمیان میں مناسبت سے اہلیت پیدا ہوئی اور ارواح و اشباح میں نزدیکی ہوئی پس حشمت تو باقی رہی اور غلظت فنا ہوگئی اور آنحضرت صلعم
اس امت مرحومہ کے واسطے سراسر رحمت ہو گئے اسکی تصدیق کلام باری تعالیٰ میں موجود ہے قولہ تعالیٰ ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من
حولک - اس خطاب سے دونون طرف سے لطف ہونا ظاہر ہوا اور فعل کی نسبت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کی یعنی فرمایا کہ تو نرم ہوا حالانکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو بتکلف نہین کیا کیونکہ آنحضرت صلعم تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے لطف و کرم پر پیدا ہوئے تھے۔ اسمین صحابہ رضی اللہ
عنہم کے ادب دینے کی طرف اشارہ ہے یعنے نبی صلعم اگر ابتدا احکام حقائق کے اندر انکا وقت ڈالتے تو انکے سینے تنگ ہوجاتے اور راہ کے آداب
حقیقی کو برداشت نہین کر سکتے لیکن پہلے انکو شریعت کے طور پر بجا لانے میں مسامحہ کیا اور حقائق کی طرف اس پردہ سے راہ دی جو درحقیقت انپر
واجب ہیں اور اس کی تصدیق حق سبحانہ تعالیٰ کے کلام میں ہے قولہ تعالیٰ فاعف عنہم واستغفر لہم - پس عفو و استغفار تو انکے واسطے اللہ تعالیٰ کا
مسامحہ ہے پس تو نے انکی تقصیر عفو کر کہ تیرے مرتبون اور قدر کو پورا نہین پہچان سکے اور انکے واسطے استغفار کر کہ جو خطرے انکے دلون میں ایسے
گذرتے ہیں جو لائق معرفت نہین اور جو حرکتین انکی ظاہری صورتون سے ایسی ہوتی ہین جو تیری صحبت اور تیرے ساتھ بیٹھنے کے لائق نہین
ہین انکے واسطے استغفار کر کیونکہ تو ربوبیت مین غرق ہے اور وہ تجکو مقام عبودیت مین چاہتے ہین - انکا تو یہ حال ہے کہ وہ وصف محبت و ارادہ مین
ہین اور تو محل توحید و مشاہدہ ازل و ابد مین ہے - اور واسطی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم - اے تیرے تمام اوصاف اور جو تیرے
انفاس سے نکلے وہ میری طرف سے تجپر اور تیری پیروی کرنے والون پر رحمت ہے اور ابن عطا رح نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا خلق چونکہ تمام خلائق
سے اعلیٰ تھا تو اسپر مؤمنین بھی عظیم ہو گئے پس چشم پوشی و عفو و استغفار کا حکم دیا۔ حارث محاسبی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت
لہم۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو اس بارہ مین نرمی و مدارات ظاہر ہوئی اسکو اپنی ذات پاک کی طرف نسبت فرمایا کہ میری رحمت سے تو انکے
لیے نرم ہوا اور اللہ عزوجل اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے والا نہ تھا کو تو نرم ہوا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ عزوجل نے اپنی معرفت سے اسکو
نرم کیا اور مدارات کی توفیق دی اور فارسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تو دیکھ کیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کو نرمی و شفقت سے وصف فرمایا

پھر انکو انکی وصف سے خالی کر دیا پس قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم یہ باین معنے کہ تیرا قیام ہمارے ساتھ تحقیقی ہو اور تو مخلوق سے بالکلیہ مہجور ہو قال المترجم مراد یہ ہو کہ لنت لہم - تو وصف آنحضرت صلعم فرمایا ولیکن پہلے فرما دیا کہ فبما رحمۃ من اللہ یعنی یہ صفت انکی خود قیام سے نہین بلکہ وصف الٰہی ہے - فافہم - کہا جاتا ہو کہ نہایت مخصوص رحمت اللہ عز وجل کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ تھی کہ آپکو لوگون کے ساتھ رہنے پر قوی کیا اور ادا و رسالت پر صبر دیا ایسے لوگون کے ساتھ جن کے اخلاق آپکو رنج دیتے تھے باوجود اسکے کہ غلبہ سلطان کا تقاضا کہ حسین سراپا غرق تھے اور تمام اوقات مین آپ پہ ہیبت لاحق تھا پس اگر ایسی قوت آلٰہیہ نہوتی جس سے اللہ تعالے نے آپکو مخصوص فرمایا تھا تو کہان ان لوگون کے ساتھ رہنے کی طاقت تھی کیا تو موسی علیہ السلام کو نہین دیکھتا کہ کلام الٰہی سنے ہوئے چونکہ دیر ہو گئی تھی اپنے بھائی سے گفتگو کرنے مین صبر نہ کیا اور بالہ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا - قولہ تعالی وشاورہم فی الامر یعنی جس وقت کہ محل عبودیت و امور شریعت و عالم عقل مین آئے انکو اللہ عز وجل نے حکم کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اچھے برتاؤ سے رہین اور جو وقائع کہ بتقدیر الٰہی عز وجل آئندہ ہونے والے ہین انہین ایسے مشورہ دین کیونکہ انکو اپنے عقلون اور قلوب سے قبول کرتے ہین فکر کے ساتھ اور کیونکہ اسکے احکام مین صبر کرتے ہین کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ہی کی دریا کی نہرون سے پانی پیتے تھے اور اسوجہ سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو مقام ولایت مین تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام رسالت و نبوت مین تھے اور یہ دونون مقام اس معاملہ مین عین الجمع کے اندر ایک ہین وہ لوگ تو غیب کو بنور فراست دیکھتے تھے اور آپ اسکو بنور نبوت و رسالت دیکھتے تھے اور آنحضرت علیہ السلام محل عبودیت مین اسکے حاجتمند تھے کہ صحابہؓ دین مین آپ کی مدد کرین - پھر جب آپ مشاہدۂ ربوبیت مین ہوے اور تفرقہ سے مقام جمع کو پہونچے تو وہان اللہ عز وجل نے آپ کو حکم کیا کہ قدم کو حدوث سے بالکلیہ الگ کرے اور اللہ تعالے کے واسطے ہو پھر کہ اللہ تعالی کی طرف ہو اسمین مجرد اللہ تعالی کا ارادہ ہو چنانچہ فرمایا فاذا عزمت فتوکل علی اللہ - کیونکہ جو کچھ اس سے چاہے اسمین وہی تجکو کافی ہو (عس) بالجملہ اہل ایمان کو معرفت دی اور اپنی عنایت پر بھروسے کا حکم دیا اور فرمایا

اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ ۚ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ

اگر اللہ تم کو مدد دے تو کوئی تمپر غالب نہین اور اگر وہ تمکو چھوڑے تو کون تمہاری مدد کریگا اس کے

بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ وَمَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ ؕ وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ

بعد اور اللہ تعالے پر بھروسا چاہیے مومنون کو اور نبی کا یہ کام نہین کہ کچھ چھپا رکھے اور جو شخص کچھ چھپا دیگا وہ لاویگا

بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ○

اپنا چھپایا قیامت کے دن پھر پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کمایا اور انپر ظلم نہ ہوگا

اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰهُ - یعنکم علے عدوکم کیوم بدر - اگر اللہ تعالی تمہاری نصرت کرے ف تمہارے دشمن پر تمکو مدد دے جیسے بدر کے روز فرمایا تھا - فَلَا غَالِبَ لَکُمْ - تو تمپر کوئی غالب نہین ف اسمین جنس غالب کی نفی بالکلیہ ہو - وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ یترک نصرکم کیوم احد - اور اگر وہ تمہاری مدد چھوڑ دے ف جیسے احد کے روز کیا - اور خذلان کے معنے مددگاری چھوڑنا فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ - بعد خذلانہ ای لاناصر لکم - تو پھر وہ کون ہو کہ اسکے بعد تمہاری نصرت کرے ف یعنی پھر تمہارا کوئی مددگار نہین ہو - اور اسکو بصورت استفہام انکاری ذکر فرماتے مین مومنون پر لطف و رحمت کا اشارہ ہو مع اسکے کہ اول مین فلا غالب لکم کی صریح نفی کر دی فافہم - وَعَلَی اللّٰهِ - لاغیرہ - فَلْیَتَوَکَّلِ لیثق - الْمُؤْمِنُوْنَ - اور توکل کرنا چاہیے مومنون کو - اللہ تعالے ہی پر نہ

دوسرے پر یعنی تقدیم ظرف بغرض حصر ہے پس معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کریں۔ اور متوکلین کی تعریف میں بہت سی احادیث صحیحہ
وارد ہیں اور حضرت صلعم نے انکو ان ستر ہزار میں سے شمار فرمایا جو بلا حساب جنت میں داخل ہونگے اسقدر کافی ہے شیخ مفسرؒ نے آئندہ آیت کا سبب نزول
لکھا کہ نزلت لما فقدت قطیفۃ حمراء یوم بدر فقال بعض الناس لعل النبی صلعم اخذہا یعنی آگے کی آیت کا نزول اسوقت ہوا کہ بدر کے مال غنیمت
میں سے ایک سرخ مخملی کملی گم ہوئی پس بعض لوگوں (منافقوں) نے کہا کہ شاید نبی صلعم نے اسکو لیا ہو۔ رواہ عبد بن حمید والترمذی
وحسنہ وابوداود وابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباسؓ اور ابن جریر کی روایت میں مصرح ہے کہ یہ آیت وما کان لنبی ان یغل اس امر مذکورہ
میں نازل ہوئی کہ بعض لوگوں نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلعم نے اسکو لیا اور اس باب میں بہت گفتگو کی۔ وکذا رواہ وغیرہ اور مجاہدؒ نے ابن عباس
سے روایت کی ایک چیز غنیمت میں سے گم گئی منافقوں نے آنحضرت صلعم پر تہمت لگائی پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن مردویہ اس سے
معلوم ہوا کہ بعض الناس سے مراد منافق ہیں اور یہ ظاہر ہے اسواسطے کہ مومن ایسا نہیں کہہ سکتا ہے قال تعالیٰ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ
اَنْ يَّغُلَّ — یخونہ فی الغنیمۃ فلا تظنوا بہ ذالک۔ یعنی نہیں شان ہے کسی نبی کی کہ غلول کرے یعنے خیانت کرے مال غنیمت میں پس تم لوگ
نبی صلعم کے ساتھ ایسا گمان مت کرو ایسا ہی ابن عباس ومجاہد وحسن وبہتیروں نے تفسیر کیا ہے کیونکہ نبوت کا مدار تو صدق وامانت پر ہے جسکو اللہ تعالیٰ
نے انمیں رکھا ہے خیانت اسکی شان نہیں ہے اور عموم کا ہر نبی کی برارت کی تو یہ بلیغ ہے یعنی جب کسی پیغمبر کی یہ شان نہیں تو بھلا خاتم النبیین وافضل الانبیاء
علیہم السلام کی شان میں یہ گمان محض کفر ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ بنابر تفسیر مذکور کے یہ آیت جملہ مستقلہ واسطے مذمت غلول کے وتطہیر وتنزیہ شان
نبی صلعم کے ہے جو قصہ احد کے درمیان بیان ہوا ہے ذکرہ ابن کثیر پھر کہا کہ عوفیؒ نے ابن عباس سے روایت کیا کہ قولہ وما کان لنبی ان یغل۔ یعنے
یوں غلول نہیں کرسکتا کہ لشکر میں سے بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اور یہی ضحاکؒ کا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ معنے اس کے وہی ہیں جو محی السنۃ
نے معالم میں مقاتلؒ سے ذکر کیے کہ یہ آیت غنائم احد کے بارہ میں نازل ہوئی باین معنے کہ تیراندازوں نے اپنی جگہ چھوڑدی اور غنیمت کی
خواہش کی اور کہنے لگے کہ ہم کو خوف ہے کہ رسول اللہ صلعم یہ کہدیں کہ جو شخص جو چیز لے لے وہ اسی کی ہے اور غنیمت تقسیم نہو جیسے بدر کی غنیمت تقسیم
نہیں ہوئی تھی پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انسے فرمایا کہ کیا میں نے تمسے عہد نہیں لیا تھا کہ تم اپنی جگہ نچھوڑنا جبتک میرا حکم نہ پہونچے تو تم نے
کہ ہمنے اپنے باقی ساتھیوں کو وہیں چھوڑدیا تھا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تمہارا گمان یہ تھا کہ ہم غلول کرینگے اور تمہارا حصہ نہ
لگا دینگے اور بعض نے یغل بصیغہ مجہول پڑھا جیسا کہ مفسرؒ نے کہا کہ ایک قرارت میں بصیغہ مجہول ہے یعنی روا نہیں کہ نبی کی نسبت کیا جاوے
غلول کی طرف۔ اور بعض نے کہا معنے یہ کہ ما کان لنبی ان یغلہ احد من اصحابہ۔ یعنی صحیح نہیں کہ کسی نبی کے اصحاب میں سے کوئی اسکی خیانت
کرے۔ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ — حاملا لہ علی عنقہ۔ اور جسنے غلول کیا وہ قیامت کے روز اس کو
لاویگا یعنی اسکو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ سراج میں کہا کہ اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت اپنے
اپنے ظاہر پر ہے اور یہ نظیر ہے قولہ یوم یحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباہہم وجنوبہم وظہورہم الآیۃ یعنی اموال زکوۃ آتش جہنم میں گرم کرکے
اس سے ان لوگوں کے جبہہ وپہلو وپشت داغ دیے جاوینگے یعنی زکوۃ نہ دینے والوں کے ایسی ہی اس آیت میں ظاہر مراد ہے اور اسی پر دلالت
کرتا ہے قول آنحضرت صلعم کہ نپاییے کہ کوئی تم میں سے مجھے اس حال میں ملے کہ قیامت میں اپنی گردن پر اونٹ لادے ہو جو بلبلاتا ہو یا گلے
لادے ہو جو بھانی ہو یا بکری لادے ہو جو ممیاتی ہو پس وہ مجھے پکارنا شروع کرے کہ اے محمد اے محمد پس میں اس سے کہدوں کہ میں تیرے واسطے
کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تجھے پہونچا چکا تھا۔ محققین نے کہا غرض اس سے زیادہ فضیحت ہے اور ابو مسلمؒ نے کہا کہ ظاہر مقصود نہیں بلکہ

تشدید و عید ہے نظیر اسکی قولہ تعالیٰ انہا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموات او فی الارض یات بہا اللہ یعنی اگر رائی کے
ذرہ برابر ہو کر کسی پتھر وغیرہ میں پوشیدہ ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اسکو قیامت میں لاویگا۔ اس سے مقصود یہ کہ کوئی ذرہ اسکے علم سے پوشیدہ نہیں
ایسے ہی یہاں غرض ہے کہ ہر غلول کو اللہ تعالیٰ نے مقرر رکھا ہے جسکی وہ سزا دیا جائیگا۔ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ - شیئا - پھر بھرپور دیا جائیگا ہر نفس (خواہ غلول کرنے والا ہو یا کوئی اور ہو بدلا) اس چیز کا جو اسنے کمایا یعنے
فعل کیا ہے اور حال یہ کہ وہ ظلم نہ کیے جاوینگے کچھ بھی ف غلول کی مذمت میں بہت حادیث وارد ہیں شیخ ابن کثیر نے کلام وراثے
انکو نقل کیا مگر میں بہت ملخص لاتا ہوں کہ ابو رافع کی حدیث میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ قبر فلان شخص کی ہے جسکو میں نے بنی فلان پر صدقہ
وصول کرنے کو بھیجا تھا اسنے ایک پوستین کا غلول کیا جو اس حال میں ویسی ہی آگ کی پوستین پہنایا گیا ہے رواہ احمد اور عمر بن الخطاب سے
ہے کہ لوگ ایک مقتول پر آئے اور کہا کہ فلان شہید ہے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہرگز نہیں میں نے اسکو آگ میں دیکھا بوجہ ایک چادر یا کملی
کے جو اسنے غلول کی پھر فرمایا کہ جا کر لوگون میں پکار دے کہ نہیں داخل ہوگا کوئی جنت میں مگر مومنین رواہ احمد ومسلم والترمذی و سالم بن عبداللہ
سے روایت ہے کہ وہ مسلمہ بن عبدالملک کے ساتھ ارض روم میں تھے وہاں کسی شخص کے اسباب میں غلول پایا یعنی لوٹ کا مال تقسیم ہونے سے پہلے
اسنے کچھ اپنے اسباب میں ملا لیا تھا تو مسلمہ نے سالم سے فتوی لیا انہون نے بواسطہ عبداللہ بن عمر اپنے باپ کے حضرت عمر سے روایت کی کہ
رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسکی متاع میں تم غلول پاؤ اس متاع کو جلا دو اور میں خیال کرتا ہون کہ یہ بھی کہا کہ اور اسکو مارو۔ رواہ احمد والترمذی
وابوداود - علی بن المدینی والبخاری وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور دارقطنی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ فقط سالم کا فتوی ہے اور ایسی ہی
سنن حسن و حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اور بمقتضائے حدیث مذکور مذہب امام احمد ہے اور امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی و جمہور نے
اسمین خلاف کیا اور کہا کہ اسکا اسباب نہیں جلایا جائیگا بلکہ جیسے اس فعل کی سزا ہو وہ دیجاویگی اور بخاری نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے غلول
کرنے والے پر نماز پڑھنے سے انکار کیا مگر اسکے اسباب کو نہیں جلایا واللہ اعلم ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ ان ینصرکم اللہ فلا
غالب لکم - جدال میں سے ایک جدال النفس مع شیطان ہے و علی ہذا نصرت الٰہی سے مراد وہ سکینت ہے جو عارفون کے دلون میں حق سبحانہ کی تجلی
سے واقع ہوتی ہے جبکہ وہ اس حادثہ مخلوقات سب سے اپنا منہ پھیر کر جلال باری تعالیٰ عزوجل کی طرف توجہ لاتے ہیں اور اسکی عظمت و کبریائی
کے سامنے گڑگڑاتے ہیں پھر جب نور بسط و رجا کے ساتھ اسکو انس قرب سے تلبس ہوتا ہے تو اس سے انشراح کو تقویت ہو جاتی ہے پس اگر حول
و قوت ازلی سے تائید دیجاتی ہے پس اسوقت میں لطف و رحمت کے مقابلہ سے قہر کے لشکر ہٹ جاتے ہیں بسبب سطوت رحمت کے بقولہ سبقت
رحمتی علی غضبی اور اسکے حقائق ہم نے ترقی مقامات نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیے ہیں اور اسی طرف حضرت صلعم نے اپنے سجدے میں
اشارہ فرمایا اعوذ برضاک من سخطک و اعوذ بمعافاتک من عقوبتک و اعوذ بک منک - پناہ مانگتا ہون میں تیری خوشنودی کے ساتھ
تیرے خشم سے اور تیرے معافات کے ساتھ تیرے عقوبت سے اور تیرے ہی ساتھ تجھ سے شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت مریدین میں تو یہ
ہے کہ انکو اپنے نفس کی شہوات جڑ سے کاٹنے کی توفیق دے اور محبین میں یہ کہ گو نہ مدانات سے صبح ازل کی خوشبو ذرہ برابر دیکر انکے یقین کو
بڑھا دے اور عارفون میں انکی نصرت یہ ہے کہ مشاہدات سے انکو وہ علوم صفات دے جس سے وہ جاہل ہیں بعض نے فرمایا کہ نصرت الٰہی اسکو پہنچتی ہے
جو اپنے حول و قوت سے بیزاری کرے اور تمام اسباب میں اپنے پروردگار پر اعتصام کرے کیونکہ جسنے اپنی قوت پر اعتماد کیا - تو وہ مردود
ہے اور حضرت استاد رح نے فرمایا کہ نصرت الٰہی پہلے تو توفیق کے ساتھ ہوتی ہے وہ انشراح کو ہوتی ہے پھر تحقیق کے ساتھ ارواح کو ہوتی ہے اور کہا

جاتا ہے کہ نصرت کمعنی ظاہر کی تائید اور باطن کی درستی کے ساتھ تکو مدد دے - اور کہا گیا کہ مددگاری و فتح تو دشمن پر ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر تیرا دشمن وہ نفس ہے جو تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہے - اور نصرت الٰہی سے جو چیزین فتنہ پرواز تھین بھاگتی ہین اور اسکی عصمت کے لشکر نگہبان ہو جاتے ہین یہانتک کہ انوار نازلہ سے شہوات بھاگتے جاتے ہین پس محض ولایت رہجاتی ہے جو شبہات سے خالص ہے یعنے وہان اوصاف بشریت کو اور نفس کی خواہشون کو اور اسکے آثار کو جو نزدیکی سے مانع ہین کچھ دخل نہین رہتا ہے - قولہ تعالیٰ وما کان لنبی ان یغل اللہ عز وجل نے عموم لفظ سے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خطرات کے میل سے پاک فرمایا اور وصف کیا کہ غیب کی خبر دینے مین وہ امین ہین انکے دل پر شریعت و طریقت بیان کرنے کے وقت کوئی مداہنت کسی شریف و ضعیف کو دیکھکر نہین جاری ہوئی اور انھون نے حق عز وجل اسکے بندون سے پوشیدہ نہین کیا اور اہل حق کو علم حق عطا کیا اور جو لوگ محجوب تھے انکو برہان حق کے ساتھ حق کی نشانی دکھلائی اور اپنے حظ نفس کے ساتھ ایک قدم نہین اٹھایا - اور بعضے مشائخ نے کہا کہ نہین روا ہے کسی نبی کو کہ وحی و شریعت کے علم مین اپنے پیروی والون کو یکسان نہ رکھے اور یحییٰ علوی رح نے فرمایا کسی نبی کو روا نہین ہے کہ امتیون کے واسطے اغیار کے سامنے اپنے اسرار ضائع کرے

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ○ هُمْ

کیا ایک شخص جو تابع ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی کا برابر ہے اسکے جو کما لایا غصہ اللہ کا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہ لوٹنے کی عہدے

دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ○ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ

لوگ کئی درجہ کے ہین اللہ کے یہان اور اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہین اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ایمان والون پر جو بھیجا

فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ج

ان مین رسول انھین مین کا پڑھتا ہے انپر آیتین اسکی اور سنوارتا ہے انکو اور سکھاتا ہے انکو کتاب و کام کی بات

وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○

اور وہ تو پہلے اس سے البتہ کھلی گمراہی مین تھے

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ - فاطاع ولم یغل - کیا بھلا جسنے رضوان الٰہی کی پیروی کی ف یعنی اطاعت کی اور غلول نہ کیا كَمَنْ بَاءَ رجع - بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ - بمعصیتہ وغلولہ - کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہے جسنے معصیت الٰہی و غلول مین رجوع کیا - یعنی جو شخص کہ رضوان الٰہی کا پیرو ہوا باین طور کہ اسکی شریعت کی پیروی کی اور غلول نہین کیا کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہے جسنے غضب الٰہی مین ٹھکانا لیا باین طور کہ اسکی نافرمانی کی اور غلول کیا یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہین ہے پس مفسر رح نے متبع رضوان سے غلول نہ کرنے والا اور راجع بغضب سے غلول کرنیوالا مراد لیا بقرینۂ ذکر سابق اور اسکو معالم مین کلبی و ضحاک سے نقل کیا اور بعض نے کہا کہ اول مہاجرین رض اور دوم منافقین ہین یعنی مہاجرین مخلصین نہین ہو سکتے مانند منافقین کے اور بعض نے کہا اول مومنین مطیع ہین اور دوم کافرین ہین - اقول یہ عام ہے یعنی عام مومنین بمنزلۂ کفار نہین ہو سکتے ہین اور بیضاوی رح نے کہا کہ یہ وجوہ تعیین کی اگرچہ محتمل و صحیح ہین لیکن انھین پر لفظ کو مقصور کرنا روا نہین ہے بلکہ خبر کے معنے عام مراد لینا چاہیے وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ - المرجع ہی لا - یعنی مصیر ظرف بمعنے مرجع ہے اور یہی مخصوص بالذم راجع بجہنم ہے - اور یہ لاجواب استفہام ہے یعنے دونون یکسان نہین ہین - اور مصیر و مرجع مین فرق یہ ہے کہ اول مین تو حالت بدلنا ضرور ہے جیسے یہان کفار گویا بہشت سے جہنم مین گئے اور مرجع کا بدلنا ضرور نہین کیونکہ کبھی اول ہی ہوتا ہے مثلاً زید باغ سے آیا پھر اپنے مرجع یعنے باغ کو لوٹ گیا کیونکہ وہ وہین رہتا ہے - اور یہ آیت

سو

کمن باء الخ کا بیان ہے یعنی جسنے غضب الٰہی میں ٹھکانا بنایا تو اسکا مرجع و ماوی جہنم ہے اور وہ مرجع بہت بُرا ہے۔ هُمْ دَرَجٰتٌ۔ یہ لوگ درجات ہیں ف ای اصحاب درجات۔ یعنی یہ لوگ مختلف درجات والے ہیں۔ ھم ضمیر جو ہر دو فریق کی طرف راجع ہے چونکہ وہ عین درجات نہیں لہذا مضاف مقدر کیا ای اصحاب درجات ہیں۔ عِنْدَ اللّٰہِ۔ ای مختلفو المنازل فلمن اتبع رضوانہ الثواب ولمن باء بسخطہ العقاب۔ یعنی اللہ کے نزدیک یہ لوگ مختلف المنازل ہیں یعنی انکے درجے مختلف ہیں پس اس شخص کے واسطے جسنے رضوان الٰہی کی پیروی کی ہے ثواب ہے اور اس شخص کے واسطے جسنے غضب الٰہی میں رجوع کیا ہے عذاب ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ قاضی بیضاوی نے مانند کشاف کے هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰہِ میں کچھ مقدر نہیں کیا اور اسی کو ارجح قرار دیا کہ ہم درجات بر سبیل مبالغہ ہے بحذف حرف تشبیہ یعنی ہم مثل الدرجات یعنی آپس میں بڑا تفاوت ہے موافق انکے اعمال کے جیسے درجات میں تفاوت ہوتا ہے اور ایسا ہی حسن و محمد بن اسحاق نے فرمایا کہ یعنی اہل الخیر والشر درجات یتفاضلون بحسب الاعمال۔ اسیواسطے فرمایا۔ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ۔ بیجازیہم بہ اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں ف پس انکو انکے اعمال کے موافق جزا دیگا۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ ای عربیا مثلہم لیفہموا عنہ ویشرفوا بہ لا ملکا ولا عجمیا۔ البتہ بہت بڑا احسان کیا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جبکہ انھیں میں سے ایک رسول بھیجا ف یعنے عربی رسول بھیجا جو آدمی ہونے میں انکے مثل ہے تاکہ اسکی بات کو سمجھیں اور اس سے شرف پاویں کوئی فرشتہ نہیں بھیجا اور نہ کوئی عجمی آدمی بھیجا۔ عجم تمام وہ ملک جو سوائے عرب کے ہے پس یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے مومنین کی کیوں خصوصیت فرمائی تو جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے انھیں کو انتفاع ہوا اور کفار و منافق مردود و محروم رہے جیسے قولہ تعالیٰ ہدی للمتقین میں متقیون کی خصوصیت انکے نفع مند ہونے کی وجہ سے ہے۔ پھر واضح ہو کہ لفظ فیہم دلالت کرتا ہے کہ المومنین کا الف لام عہد کا ہے اور مراد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور یہ بیل فضیل شریف انکو اور اہل عرب کو ہے باوجودیکہ آپ کی اتباع سب اہل عرب و عجم پر واجب ہے اور باوجودیکہ بعثت عام ہے پھر آنحضرت صلعم کی زبان عربی و قرآن مجید بزبان عربی ہونے سے اس زبان کی فضیلت دیگر زبانوں پر ظاہر ہوئی اسیوجہ سے اس زبان پر غیر زبان کا قیاس روا نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمد و دیگر ائمہ نے فارسی میں قراءۃ قرآن کو نماز میں روا نہیں رکھا اور امام ابو حنیفہ سے اسکا جواز منقول ہے تو صحیح یہ ہے کہ انھوں نے اس سے رجوع کیا ہے کما فی الدر وغیرہ پھر جانو کہ انفسہم میں انفس جمع نفس کی قراءۃ متواترہ ہے اور شاذ قراءۃ میں انفس بصیغۂ اسم التفضیل بمعنے نہایت نفیس آیا اور کہا گیا کہ یہی قراءۃ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تھی اور توجیہ اس قراءۃ کی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم حضرت آدم سے لیکر اشرف گروہ میں بطنا بعد بطن ہوتے آئے اور ابو طالب نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپکا نکاح پڑھا تو یہ خطبہ پڑھا۔ الحمد للّٰہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم وزرع اسمعیل وضئضئ معد بن عدنان وعنصر مضر وجعلنا سدنۃ بیتہ وسواس حرمہ وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما امنا وجعلنا الحکام علی الناس وان ابن اخی ھذا محمد بن عبد اللہ لا یوزن بہ فتی من قریش الا رجح بہ وھو واللہ لہ بعد ھذا لہ نبا عظیم وخطب جلیل۔ حالانکہ اس نکاح میں سب رؤسا بنی ہاشم و مضر کے حاضر تھے۔ رہا یہ کہ اس میں مومنین پر احسان یہ ہے کہ اہل عرب اپنے اشرف کے تابع ہوتے اور اسکی بات مانتے تھے پس ایسا شخص بنی کیا کہ اسکی تصدیق و طاعت میں انکو تامل نہ ہو۔ واضح رہے کہ یہ قراءۃ اگرچہ شاذ ہے لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کے شرف پر مشتمل ہے اکثر مفسرین نے اسکو بھی ذکر کیا ہے لہذا مترجم نے تبرکا درج کیا۔ اللّٰھم صل علی سیدنا محمد و آلہ واصحابہ وسلم۔ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ۔ القرآن۔ درحالیکہ رسول موصوف انپر آیات الٰہی یعنی قرآن تلاوت کرتا ہے وَیُزَکِّیْھِمْ۔ یطہرہم من الذنوب۔ اور انکو پاک کرتا ہے یعنے انکو گناہوں سے پاک کرتا ہے یعنی ایمان تو حید لا کر کفر و شرک کی نجاست سے پاک ہو

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان تو اعلی تھی آپ نے تو کبھی بتون کی طرف رخ بھی نہین فرمایا آپ کے اصحاب مین سے حضرت ابوبکر نے بھی کبھی بت نہین پوجا تھا اور حضرت عمر رضہ ہمیشہ بت پوجنے والون سے جلتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کبھی نہین پوجا بلکہ صغر سنی مین ہی مسلمان ہوے اور بقول اصح دس برس کے تھے اور بنا نذرہی اور پیدا ہوتے ہی دودھ نہ پیا اور رباب کا تھوک نہ چوسا یہانتک کہ حضرت صلعم نے اپنا لعاب مبارک انکے منہ مین دیا تھا جیسا کہ سیر مین مفصل مذکور ہے - وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ - اور اس حال سے کہ رسول انکو تعلیم فرماتا ہے کتاب یعنی القرآن وَالْحِكْمَةَ - یعنی سنت - وَاِنْ كَانُوْا - مخففہ ای انہم - یعنی ان شرطیہ نہین اور نافیہ بھی نہین ہے کیونکہ نفی مین لام سے فرق ہوگیا درمیان مخففہ ونافیہ کے پس یہ ان مشددہ کا مخففہ ہے اور اسکا اسم ضمیر شان نہین قرار دی کہ صاحب کشاف نے کہا کیونکہ یہ کسی نحوی کا قول نہین ہے جیسا کہ ابوحیان رح نے کہا ہے پس اسم اسکا ضمیر راجع بجانب مومنین قرار دی ای وانہم کانوا مِنْ قَبْلُ - ای قبل بعثتہ - اور یہ لوگ آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے - لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ - بین - کھلی کھلی گمراہی مین پڑے تھے ف عرب زمانہ جہالت مین بےعلم و بےعقل و محض خانہ بدوشی وکشت وخون ووحشی ومجبور و بت پرست وبھوت پریت ماننے مین سرگردان تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کرامت نہایت اعلی یہ ہے کہ آپ نے انکو اپنے دیدار وہدایت سے تمام جہان کا پیشوا بنادیا ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حق عزوجل کا آئینہ تھے کہ اپنے دیدار جلال وجمال سے مومنین وصدیقین کے واسطے تجلی حق دیتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من رانی فقد رای الحق - یعنی جسنے مجھے دیکھا اسنے حق دیکھا مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح ہے اور علماے ربانی اسکے یہ معنے بیان کرتے ہین کہ جسنے مجھے خواب مین دیکھا اسنے بتحقیق مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہین بن سکتا ہے چنانچہ دوسری روایت صحیح مین مصرح موجود ہے ہان اسمین اشارہ ہوسکتا ہے جو شیخ نے ذکر کیا فافہم اللہ تعالی نے اپنے بندون پر ایسے پاک نبی صلعم کے بھیجنے سے احسان رکھا کہ اسکی تجلی التباسی سے جناب حق عزوجل تک انکو وصول ہوا اور اگر بدون اسکے بندون پر تجلی صرف ہوتی تو سب کے سب اول ہی سطوت عظمت مین جل جاتے پس اپنی رحمت سے اسکو واسطہ تجلی کردیا اور یہ تجلی محل التباس بن تھی کہ آنکھون والون کے واسطے اپنے نفس کو ظاہر کردیا قال المترجم کوئی شک نہین کہ حضرت صلعم کے دیدار پاک سے ان لوگون کو جنکی ارواح اللہ عزوجل نے پاک رکھی تھین ایک نظر مین جو کچھ حاصل ہوجاتا تھا آج وہ کسی ولی وقطب کو تمام عمر بلکہ لاکھون برس عمر ہو تو بھی میسر نہین آتا ہے کیونکہ یہ آئینہ کہان سے لاویگا اور جو روحین نور تجلی سے محروم رہی تھین وہ اسقدر جلتی تھین جس قدر نورانی روحین آپکو محبوب رکھتی تھین اور یہ امر قیامت تک برابر جاری ہے فافہم پھر مومنون پر کون سی نعمت اس سے بڑھکر ہوگی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند انکا سردار کیا وہ خلق کے واسطے جمال حق دیکھنے کا آئینہ ہے وہی انکو اللہ عزوجل کے اسماء وصفات ونعوت پہنچواتا ہے وہی انکو ہلاک ہونے کی جگہون سے نجات دیتا اور نجات پانے کی جگہین بتلاتا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی بڑی منت اسکے مخلوق پر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو درمیان مین واسطہ کردیا تاکہ انکے وسیلہ سے اس تک پہونچ جاوین اور اگر اپنی صفات مین سے کوئی ذرہ انپر ظاہر فرماتا تو سب کے سب سوختہ ہوجاتے اور راہ سے گمراہ ہوجاتے سواے ان بعض کے جو ازل مین معصوم رکھے گئے تھے قال المترجم یہان سے تجھے یقین ہونا چاہیے کہ توحید باریتعالی کیونکر حاصل ہوتی ہے اور مترجم نے جو جابجا لکھا ہے کہ بدون واسطہ حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز موحد نہوگا اگرچہ زبان وعقل سے یہ کہے جاوے کہ مین اللہ تعالی کو وحدہ جانتا ہون اسواسطے کہ صفات حق عزوجل کو کوئی آدمی اپنی عقل سے نہین پاسکتا ہے الا جیسا کہ حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا حالانکہ وحدانیت باریتعالی ظاہر دیا ہے غرض اس مقام مین خوب تامل کرنا چاہیے اور وہم کی پیروی نہ چاہیے - پھر واضح ہو کہ جب غزوۂ احد مین صحابہ مین سے قریب ستر کے شہید

ہوئے حالانکہ ایک سال پہلے غزوہ بدر کے کافرون سے فدیہ لینے مین اقرار کیا تھا کہ ہم کو شہادت اسکے عوض منظور ہے کیونکہ وہی ہمارا عین مقصود ہے پھر جب اس سال شہادت ہوئی تو بعضے کہنے لگے کہ ہمکو یہ مصیبت کہان سے پہونچی حالانکہ ہم مومن ہین تو اللہ تعالی نے نازل فرمایا

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ

کیا جسوقت پہونچی تم کو ایک مصیبت کہ تم پہونچا چکے ہو اسکے دو برابر کہتے ہو یہ کہان سے آئی تو کہہ یہ آئی تمکو اپنی طرف سے

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ

اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ تم کو مصیبت پہونچی جس دن بھڑین دو فوجین سو اللہ کے حکم سے اور تا کہ معلوم کرے

الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا

مومنون کو اور تا کہ معلوم کرے منافقون کو اور ان منافقون سے کہا گیا کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ مین یا دفع کرو دشمن

قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ

بولے ہم کو معلوم ہوتی لڑائی تو ہم تمھارے پیچھے چلتے یہ لوگ اس دن کفر کی طرف زیادہ نزدیک ہین ایمان سے

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۝ الَّذِينَ

کہتے ہین اپنے منھ سے جو نہین ہے انکے دلون مین اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپاتے ہین وہ جو لوگ

قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ

کہتے ہین اپنے بھائیون کو اور آپ بیٹھ رہے ہین اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نجاتے تو کہہ اب ہٹا دیجیو اپنے اوپر سے موت

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

اگر تم سچے ہو

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ - باحد بقتل سبعين منکم - کیا بھلا جب تم کو مصیبت پہونچی یعنے احد مین با ینطور کہ تم مین سے ستر آدمی شہید ہوئے - قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا - ببدر بقتل سبعين واسر سبعين منهم - حالانکہ تم اس سے دو چند مصیبت پہونچا چکے تھے - یعنے بدر مین اینطور کہ ستر تم نے قتل کیے تھے اور ستر قید کر لائے تھے - قُلْتُمْ - متعجبين - تو اب تم نے تعجب کرتے ہوئے کہا - أَنَّىٰ - من این لنا - هَٰذَا - الخذلان ونحن مسلمون ورسول اللہ فينا - والجملة الاخيرة فی محل الاستفهام الانکاری کہان سے پہونچی ہمارے واسطے یہ شکست حالانکہ ہم مسلمان ہین اور رسول اللہ ہم مین موجود ہین - اور یہ اخیر کا جملہ یعنی انی ہذا ہی محل استفہام انکاری ہے یعنے انی ہذا کہتے ہو حالانکہ بات یون ہے - قُلْ - لہم - هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ - لانکم ترکتم المرکز فخذلتم - کہدے ان لوگون کو کہ یہ مصیبت تم کو اپنی طرف سے آئی - کیونکہ تم نے مرکز چھوڑ دیا جسپر جمے رہنے کا تمکو حکم تھا - یہی قول محمد بن اسحاق و ربیع بن انس و سدی کا ہے اور یہی ابن جریر نے اختیار کیا - اور کلبی مین کہا کہ یا اسوجہ سے کہ تم نے مدینہ سے نکلکر لڑنا اختیار کیا - مترجم کہتا ہے کہ یہ قول وہی ہے قابل ذکر نہین ہے - ہان یہان ایک اور قول قابل ذکر ہے وہ یہ کہ ہو من عند انفسکم - اسوجہ سے کہ تمنے بدر کے کافر قیدیون کا فدیہ لیکر چھوڑنا اختیار کیا - اور یہ قصہ یون ہے کہ جب بدر مین ستر کافر قید کر لائے تو مشرکون نے انکا فدیہ دیکر چھوڑانا چاہا پس مسلمانون نے اسکو منظور کر لیا اور ابو بکر رض کی راے پر آنحضرت صلعم نے عمل کیا اور عمر رض نے انکے قتل کی راے دی اور اصرار کیا مگر مقبول نہوئی بلکہ فرمایا کہ ابو بکر رض کا دل نرم مانند قلب

ابراہیمؑ کے ہیں اور عمرؓ کا دل مانند نوحؑ کے ہے کہ دعا مانگی رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ پس اس پر عتاب ہوا چنانچہ حضرت علیؓ سے
روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد صلعم جو تمہاری قوم نے قیدیوں کے حق میں کیا اسکو اللہ تعالی نے مکروہ رکھا ہے اور آپ کو
حکم دیا ہے کہ انکو اختیار دو کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کریں ایک یہ کہ قیدیوں کو پیش کریں کہ انکی گردنیں ماری جاویں یا انکا فدیہ لیکر چھوڑیں اس
شرط پر کہ مسلمانوں میں سے اسیقدر جتنے چھوڑے ہیں شہید ہونگے پس حضرت صلعم نے لوگوں کو بلاکر اسے اختیار لیا تو بولے کہ یہ ہمارے کنبے کے بھائی
بند ہیں کیا ہم ان سے فدیہ نہ لیں کہ اس سے ہمکو قتال پر قوت حاصل ہو اور انھیں کی تعداد ہم میں سے شہید ہوجاوینگے کیونکہ اس میں تو کوئی مکروہ
بات نہیں ہے۔ فرمایا کہ پھر انہیں سے اُحد کے روز ستر آدمی قیدیان بدر کی تعداد پر مارے گئے رواہ ابن جریر والترمذی والنسائی پس یہاں جو فرمایا قل ہو من
عند انفسکم۔ اسکے یہی معنے ہیں کہ تمنے خود فدیہ لیا چنانچہ ابن عباسؓ نے عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ عمرؓ نے فرمایا کہ پھر جب سال آئندہ میں احد کا
روز ہوا تو عذاب بیچے گئے جیسا انھوں نے بدر کے روز کیا تھا کہ کفار قیدیوں سے فدیہ لیکر چھوڑدیا تھا پس یہ ہوا کہ انمیں سے ستر آدمی قتل ہوئے اور
رسول اللہ صلعم کو چھوڑکر آپ کے ساتھی بھاگ گئے اور آپ کے اگلے دانت شکستہ ہوئے اور خود سے سر مبارک پر زخم ہو گیا اور آپ کے چہرہ مبارک پر خون
بہنے لگا پس اللہ تعالی نے نازل فرمایا۔ اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیہا قلتم انی ہذا۔ قل ہو من عند انفسکم۔ کیونکہ تم نے فدیہ لیا رواہ ابن ابی حاتم
وکذا احمد۔ ولکن اطول منہ اور یہی حسن بصریؒ نے کہا ہے پھر یہ سب امتحان الٰہی عزوجل ہے تا کہ مبہم طریقہ سے کافروں و مومنوں کی آزمائش فرماوے۔ اور
اگر وہ چاہتا تو دم میں سب کافر فنا ہو جاتے یا ایمان لاتے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اللہ تعالی تو ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے کرے
ف اور منجملہ ہر شی کے مدد دینا اور نہ دینا بھی ہے۔ وَمَآ اَصَابَکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ۔ یا احد۔ اور جو کچھ تمکو اسدن پہونچا جس دن دونوں
جماعتیں مومنین و کافرین مقابل ہوکر مل گئیں یعنے مقام احد میں فَبِاِذْنِ اللّٰہِ۔ بارادتہ۔ وہ اللہ کے ارادہ سے تھا۔ وَلِیَعْلَمَ۔
الد علم ظہور اور تا کہ جان لے اللہ تعالی علم ظہور کا جاننا۔ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ حقا۔ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں تحقیقا یعنی سب پر ظاہر
کردے کہ یہ سچے مومن ہیں۔ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا۔ اور تا کہ ان لوگوں کو جان لے یعنی متمیز کردے جنھوں نے نفاق کیا۔ وَقِیْلَ لَھُمْ
ای والذین قیل لہم لما انصرفوا عن القتال وہم عبد اللہ بن ابی واصحابہ۔ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ اور تا کہ ان منافقوں کو
جان لے جن سے کہا گیا تھا جب احد میں جانے سے پھر چلے تھے کہ آؤ اللہ تعالی کی راہ میں لڑو۔ یعنی اللہ تعالی کی راہ میں اسکے دشمنوں سے
لڑو۔ اَوِ ادْفَعُوْا۔ عنا القوم بتکثیر سوادکم ان لم تقاتلوا۔ یا دفع کرو ہم سے قوم مشرکین کو باینطور کہ جماعت کی تکثیر کرو واگر تم نہ لڑو وہ حاصل
آنکہ کثرت لشکر بھی باعث ہوجاتا ہے کہ دشمن نہ لڑے یا صلح کرلے یا بھاگ جاوے یہ گروہ عبد اللہ بن ابی منافق کا تھا کہ احد میں نکلنے سے لوٹ چلے
اور بعضے گروہ انصار کو بھی بہکایا چنانچہ سابق میں یہ قصہ گذر چکا ہے۔ حاصل آنکہ اس معاملہ میں اللہ تعالی کی یہی حکمت تھی کہ ان منافقوں کو رسوا کرے
جن سے کہا گیا تھا کہ آؤ جہاد کرو یا نہ لڑو تو جماعت کو بھاری رکھو۔ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ نحسن قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰکُمْ۔ بولے اگر ہم اچھی
طرح جانتے قتال کو تو تمہارے پیچھے آتے قال المترجم عبد اللہ بن ابی منافق نے مشورہ دیا تھا کہ مدینہ کے اندر سے لڑو تو اب طعن کرتا ہے کہ ہم
تو بھی لڑائی ہی نہیں جانتے ہیں کیا تمہارے ساتھ آویں یعنے تم لوگ لڑائی کے قواعد سے واقف نہیں ہو پھر اللہ تعالی نے ان منافقوں کا نفاق
ظاہر کیا لقولہ تعالی ھُمْ لِلْکُفْرِ یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْھُمْ لِلْاِیْمَانِ۔ آج وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب ہیں
ف بسبب اس کے کہ انھوں نے کھلے کھلے مسلمانوں کی مددگاری چھوڑدی پس انکا منافق ہونا معلوم ہوگیا۔ اگر کہا جاوے کہ وہ کبھی
ایمان سے زیادہ قریب نہ تھے پھر یہاں کیونکر فرمایا تو مفسر نے جواب دیا وکانوا قبل اقرب الی الایمان من حیث الظاہر۔ پہلے تو ظاہر کی راہ سے وہ ایمان سے

اقرب تھے اگرچہ باطن مین تواب اور پہلے ہمیشہ کافر تھے - يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ - ولو علموا اننا لا نتبعکم - اپنے مُنہون سے ایسی بات کہتے ہین جو انکے دلون مین نہین ہے اور اگر وہ جانتے کہ لڑائی واقع ہوگی تو کبھی تمھارے ساتھ نہ آتے اگرچہ منہ سے کہتے ہین کہ لو نعلم قتالا لاتبعناکم - اسی واسطے اللہ تعالی نے فرمایا - وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ من النفاق - اور جو نفاق چھپاتے ہین اُس کو اللہ تعالے خوب جانتا ہے یعنے انکو سزاے سخت دیگا - پھر انھین کی مذمت مین فرمایا - الَّذِينَ - بدل من الذین قیل او نعت یعنی یہ الذین - یا تو پہلے الذین نافقوا - کا بدل ہے یا اسکی صفت ہے اور قال واحد ہے - قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ - فی الدین ایسے لوگ ہین کہ کہتے ہین اپنے بھائیون کے حق مین یعنی دینی بھائیون سے جو انکے مانند منافق ہین یون کہتے ہین - و - قد - قَعَدُوا - عن الجہاد و حال انکہ خود جہاد سے بیٹھ رہے ہین - لَوْ أَطَاعُونَا - ای شہداء احد و اخواننا فی القعود - اگر یہ لوگ ہماری اطاعت کرتے - اس امر مین کہ بیٹھ رہتے تو - مَا قُتِلُوا - قتل نہوتے - قُلْ - لہم - تو انسے کہدے - فَادْرَءُوا - ادفعوا - عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فی ان القعود ینجی - تو اب دفع کر بھیجو اپنی جان سے موت کو اگر تم سچے ہو اس بات مین کہ بیٹھ رہنا موت سے نجات دیتا ہے - اس کا حاصل یہ ہے کہ موت و قتل ہر ایک مقدر ہے اپنے وقت سے پہلے نہین آ سکتا ہے اور یہ سراج مین مذکور ہے کہ جسدن ان منافقون نے یہ بات کہی تھی کہ اگر ہمارا کہا مانتے تو نہ مرتے اُس دن قضاء الٰہی سے ستر منافق مرے اور تفسیر سراج مین ہے کہ قولہ فادرؤا عن انفسکم الموت تخاطب ہو فوقون سے استہزا ہے یعنی اگر تم ایسے ہی جوانمرد ہو کہ موت کے اسباب اپنی دانائی سے دور کر لیتے ہو تو سب اسباب دور کر لو تاکہ تم کو موت ہی نہ آوے - اور جسدن تم ناچار مرے تو کہتے ہو کہ یہ وقت ٹل نہین سکتا تھا اسکی کوئی تدبیر نہین ہے پھر کیون نہین سمجھتے کہ قتل کا بھی یہی حال ہے بلکہ ہر حال

مرگ در کفر و نفاق مین کُتے کی موت ہے اور جہاد مین شہادت ہے قال تعالے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ

اور تو ہرگز مت سمجھ ان لوگون کو جو مارے گئے اللہ کی راہ مین مردے بلکہ زندہ ہین اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہین

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ

خوشی کرتے ہین جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوشوقتی چاہتے ہین ان لوگون کے ساتھ جو ابھی نہین پہونچے انہین پیچھے سے

أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۞ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ

یہ کہ نہ ڈر ہے اُنپر اور نہ وہ غمگین ہین خوشوقتی چاہتے ہین اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے کہ اللہ

لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ

نہین ضایع کرتا مزدوری ایمان والون کی

16 ع 17 8

مترجم کہتا ہے کہ پہلی آیت مین تو اس بات کو بیان کر دیا کہ موت و قتل سب مقدر ہے جو اسکا وقت ہے ٹلتا نہین ہے پھر جہاد سے بیٹھ رہنا اور دیگر نافرمانیان کرنا بیکار محض ہے اب فرمایا کہ جسکو یہ لوگ منافق موت سمجھتے ہین اگر قتل فی سبیل اللہ ہو تو نہایت عمدہ زندگی ہے سیوطی نے کہا کہ یہ آیت شہداء احد کے حق مین نازل ہوئی - اور حضرت انس رضی سے طول قصہ کے ساتھ ہے کہ اصحاب بیر معونہ جب شہید ہوے تو آنحضرت صلعم نے قاتل پر بددعا فرمائی اور انکے حق مین قرآن اُترا - بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا و رضینا عنہ - ہمنے اسکو ایک مدت تک پڑھا پھر اللہ تعالی نے اسکو اٹھا لیا اور نازل ہوا قولہ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ - اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک معنی اس حدیث کے

یہ ہین کہ اصحاب بیر معونہ کے حق مین جو قرآن نازل ہوا تھا اور اس سے خاص ان شہدا کی حیات و زندگی و رفعت درجات معلوم ہوتے تھے وہ اٹھا لیا گیا اور اللہ تعالی نے شہدا احد کے حق مین یہ کلام نازل فرمایا جو عام ہی اور ہر شہید کے حق مین اسکے فضائل و کرامات پر دلالت کرتا ہی اور یہ مین نے اسواسطے کہا کہ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ احد کے روز جب تمھارے بھائی شہید ہوے تو اللہ عز وجل نے انکی روحون کو سبز پرندون کے جوف مین رکھا وہ جنت کی نہرون پر آتی ہین اور جنت کے پھل کھاتی ہین پھر سونے کی ان قندیلون مین جو عرش کے نیچے لٹکتی ہین لوٹ جاتی ہین پھر جب انھون نے اپنا کھانا پینا اور رہنا اچھی خوبی سے پایا تو بولے کہ کاش ہمارے بھائی لوگ بھی جان لیتے جو اللہ تعالی نے ہمارے ساتھ کرم کیا تاکہ جہاد سے بے رغبت نہوتے اور لڑائی سے سست ہوتے پس اللہ عز وجل نے فرمایا کہ مین تمھاری طرف سے انکو خبر پہونچاتا ہون پس اللہ عز وجل نے یہ آیات اُتارین - ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ - رواہ احمد و ابن جریر و ابو داؤد والحاکم و صححہ و ابن حمید و البیہقی من طرق اور نیز حاکم نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت حمزہ رض و انکے اصحاب کے حق مین نازل ہوئی - قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین اور معنے یہ کہ حمزہ اور انکے ساتھ جو لوگ کہ احد مین شہید ہوے سب کے حق مین نازل ہوئی اور یہی قول قتادہ و ربیع و ضحاک کا ہی کہ شہدا احد کے حق مین اُتری اور جابر رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین تجھے کیون غمگین دیکھتا ہون مین نے عرض کیا کہ میرا باپ شہید ہوا اور قرضہ و عیال چھوڑے ہین - فرمایا کہ تجکو خوشخبری دون کہ اللہ عز وجل نے کسی سے کلام نہین کیا مگر پردہ سے اور تیرے باپ سے بالمواجہہ کلام کیا اور فرمایا کہ مجھسے مانگ مین تجھے دونگا عرض کیا کہ پروردگار یہ سوال ہی کہ دنیا مین بھیجدے تا کہ مین تیری راہ مین پھر دوبارہ قتل کیا جاؤن اللہ عز وجل نے فرمایا کہ یہ تو مین پہلے مقدر کر چکا ہون تو جانتا ہی کہ شہید یا جو مرین وہ دوبارہ لوٹائے نجاوینگے - عرض کیا کہ اے پروردگار میرے پیچھے والونکو خبر پہونچادے ہمارے اس عیش کی پس اللہ عز وجل نے نازل فرمایا ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الآیۃ - رواہ ابن مردویہ والبیہقی - بالجملہ یہ صحیح ہی کہ آیت خصوص شہدا احد کے حق مین اور عموم سب شہدا کے حق مین ہی لیکن انھین شہیدون کے حق مین ہی جو راہ خدا مین شہید ہون پھر معراج مین ہی کہ وہ ستر شہید تھے جنمین سے چار مہاجرین حمزہ بن عبد المطلب جنکے حق مین جبرئیل علیہ السلام نے اسیوقت آکر خبر دی تھی کہ یا رسول اللہ لوح محفوظ مین سید الشہدا حمزہ بن عبد المطلب لکھے ہین اور مصعب بن عمیر اور عثمان بن شماس اور عبد اللہ بن جحش اور باقی سب انصار مین سے تھے - وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا - بالتخفیف والتشدید یعنی اکثر کی قراءۃ قتلوا از قتل ہی اور ابن عامر کی قراءۃ مین قتّلوا از تقتیل ہی بنظر کثرت شہدا کے یا بدین معنے کہ پارہ پارہ کیے گئے - فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - ای لاعلاء دینہ یعنی اللہ تعالی کے دین بلند ہونے کی راہ مین - کیونکہ مجاہد وہی ہی جو اسی واسطے لڑے کہ اللہ تعالی کا کلمہ بلند ہو - اور یہ خطاب حضرت صلعم کو ہی یا ہر ایسے شخص کو جو خطاب کی صلاحیت رکھتا ہی اور وہ ہر مومن ہی جو دین مین خالص اور مقبول ہو - اَمْوَاتًا - یہ دوسرا مفعول ہی حاصل آنکہ راہ خدا مین شہید ہونے والون کو کبھی مردہ مت خیال کیجیو - بَلْ - ہم - اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ - ارواحہم فی حواصل طیور خضر تسرح فی الجنۃ حیث شاءت کما ورد فی حدیث - بلکہ وہ زندے ہین اپنے پروردگار کے نزدیک ف انکی روحین سبز پرندون کے پوٹون مین ہین وہ جنت مین جہان چاہتے ہین چرتے پھرتے ہین جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی - یہان سے معلوم ہوا کہ زندگی فقط روح کو ہی جسم کو نہین ہی اور صحیح یہی ہی کہ اسوقت انکی روحین اسطرح مثل ستارونکے زندہ ہین اور حشر مین سب کے جسم جب زندہ ہونگے تو انکے جسم بھی زندہ ہونگے البتہ یہ ہی کہ انکی روحین ابھی سے جنت کی نعمت سے سرفراز ہین اور باقیون کی روحین حشر کے حساب کے بعد جاوینگی ولیکن انبیاء و صدیقین کا اسپر قیاس نہین ہوسکتا ہی کیونکہ انکا مرتبہ شہیدون سے بڑھا ہوا ہی اور جمہور کے نزدیک انکی زندگی تحقیقی ہی اور بعض نے کہا کہ تمثالی ہی اور یہ غلط ہی پھر جاننا چاہیے کہ ابن عباس رض نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شہید لوگ بارق

بارق

نہر پہ دروازۂ جنت پر سبز قبہ میں ہیں انکے واسطے صبح وشام جنت سے رزق آتا ہے رواہ احمد وتفرد به اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ اسناد جید ہے
سوال وارد ہوتا تھا کہ دیگر احادیث میں تو جنت کے اندر ہونا ثابت ہوا ہے تو شیخ ابن کثیرؒ نے جواب دیا کہ شاید بات یہ ہے کہ شہیدوں کے اقسام
میں ایک قسم وہ کہ جو جنت میں انکی ارواح سیر کرتی ہیں اور دوم وہ کہ جو اس نہر پہ ہوتے ہیں جو دروازۂ جنت پر ہے اور کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ
سب جنت کے اندر ہوں لیکن انتہائی سیر انکی جنت سے باہر اس نہر تک ہوتی ہے اور یہاں جمع ہوتے ہیں واللہ اعلم ۔ یُرْزَقُوْنَ ۔ یاکلون
من ثمار الجنۃ ۔ یعنی جنت کے پھل کھاتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ رزق تحقیقی ہے جیسا کہ جمہور کا قول ہے ۔ اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے ثنا جمیل ہے
اور یہ بدعتی ملحد کا قول ہے جیسے کفار فلاسفہ قائل ہیں کہ جنت فقط علمی صورتیں خوب ہیں اور جہنم نادانی کا الم ہے اور عجب کہ اس زمانہ میں بعضے
مفسد پیدا ہوئے ہیں جو مسلمانوں کے بھیس میں عوام ہوا و ہوس کی پیروی کرنے والوں کو سکھلاتے ہیں کہ اسلام میں بھی یہی معنی مراد ہیں اور تم کو
ہر چیز شراب وغیرہ روا ہے جو فطرت کی راہ سے اچھی ہے یہ فرقہ گمراہ اور ملحد ہے ۔ فَرِحِیْنَ ۔ حال من ضمیر یرزقون ۔ یعنی فرحین کو نصب اسواسطے
کہ یرزقون کی ضمیر سے حال ہے یعنے رزق دیئے جاتے ہیں شہید بندے درحالیکہ خوش ہیں ۔ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ اس
نعمت سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انکو عطا کی ۔ وَ ۔ ہم ۔ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۔ یفرحون ۔ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ
مِّنْ خَلْفِهِمْ ۔ من اخوانہم المومنین ۔ اور انکو خواہش فرحت ہے اپنے پچھلوں سے جو ابھی تک ان تک نہیں پہونچے ف ان کے
مومنین بھائی اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مسند امام احمد میں ایک حدیث روایت ہے جس میں ہر مومن کے واسطے بشارت ہے کہ اسکی روح
جنت میں جہاں چاہے چرتی ہے اور اسکے پھل کھاتی اور تازگی و سرور و کرامات دیکھکر مسرور ہوتی ہے چنانچہ کما قال الامام احمد حدثنا محمد
بن ادریس ای الامام الشافعی عن مالک بن انس الاصبحی ای الامام مالک عن الزہری عن عبد الرحمن بن کعب بن مالک عن ابیہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہا کہ
رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مومن کی روح جنت کی ایک چڑیا ہوتی ہے جو جنت کے درختوں سے کھاتی رہتی ہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اسکی روح کو حشر کے روز
اسکے جسم میں واپس فرماوے ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شہداء سے فرق یہ ہے کہ عام مومنوں کی روحوں کی نسبت شہیدوں کی روحیں مثل ستاروں کے روشن ہوتی
ہیں پھر شیخ ابن کثیرؒ نے دعا مانگی کہ اللہ عز وجل کریم و رحیم اپنے فضل و کرم سے ہمکو ایمان پر موت دے مترجم کہتا ہے آمین وصلی اللہ تعالیٰ
علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ واصحابہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والحمد للہ رب العالمین ۔ پھر جانو کہ محمد بن اسحاق و سدی نے یستبشرون کی تفسیر
بشیرون کے ساتھ کی یعنی مسرور ہوتے ہیں ۔ اور سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ جب وہ لوگ جنت میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے جو کرامات
شہیدوں کے واسطے رکھی تھیں وہ دیکھیں تو بولے کہ کاش ہمارے وہ بھائی جو دنیا میں ہیں جانتے کہ ہم کس کرامت و بزرگی میں ہیں تاکہ جب
جہاد میں حاضر ہوتے تو ایسے لڑتے کہ شہید ہو جاتے پس یہی بھلائی پاتے جو ہمکو ملی ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حال سے خبر دی اور
پروردگار عز وجل نے شہیدوں کو آگاہ فرمایا کہ میں نے تمہارے نبی صلعم پر تمہارا حال نازل کر دیا پس اس سے مستبشر ہوئے پس یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا و
یستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم ۔ اَنْ ۔ یہ بدل من الذین ۔ یہ بدل اشتمال ہے الذین سے ای بان ۔ لَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ ۔ ای الذین
لم یلحقوا بہم ۔ بایں طور کہ نہیں خوف اتر ہے ان لوگوں پر جو ان سے لاحق نہیں ہوئے ۔ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ فی الآخرۃ یعنی
یفرحون بامنہم وفرحہم ۔ اور نہ وہ غمگین ہونگے آخرت میں اور معنے یہ ہیں کہ فرحناک ہوتے ہیں انکی امن و فرح سے ۔ اور مترجم کے نزدیک
موافق تفسیر حدیث کے یہ معنے اول ہیں کہ وہ لوگ یہ خوشخبری اپنے بھائیوں کے حق میں چاہتے ہیں کہ انکو بشارت دیدی جاوے کہ ہم لوگ
ایسی حالت میں ہیں کہ ہمپر خوف وغم کسی طرح نہیں ہے ۔ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ ۔ ثواب ۔ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۔ زیادۃ علیہ یعنی افضال

سے مراد ثواب موعود پر زیادتی ہے۔ المعنی اللہ تعالے کی طرف سے نعمت اور اسپر مزید فضیلت پاکر خوشی میں پھولے نہیں سماتے ہیں
وَاَنَّ - بالفتح عطفا علے نعمۃ والکسر استینافا - یعنے اَن بالفتح کی قراءۃ میں عطف ہے اس جملہ کا مفرد کے حکم میں ہوکر لفظ نعمت پر - اور اِن
بالکسر کی قرارۃ پر جملہ مستانفہ ہے۔ اللّٰہ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ - بل یاجرہم - اور اللہ تعالی مومنوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا
بلکہ انکو جزا سے جمیل عطا فرماتا ہے - اور قرارت بالفتح کے معنی یہ کہ نعمت وفضل وفا سے وعدہ پر مسرور ہیں - بالفتح قرارۃ پر محمد بن اسحق نے کہا
کہ خوش ہوتے ہیں جب انھوں نے دیکھا کہ جو انسے وعدہ کیا گیا تھا وہ وفا کیا گیا اور جزیل ثواب پایا گیا - اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ یہ
آیہ کریمہ میں سب مومنین جمع کیے گئے خواہ شہید ہوں یا کوئی اور ہوں اور کمتر اللہ تعالی نے کسی کی فضل ذکر کیا جو انبیاء کو دیا یا ثواب جو انکو دیا بلکہ انکے
پیچھے وہ بھی ذکر کیا جو مومنین کو عطا فرمایا ہے - عرائس البیان میں ہے قولہ تعالی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا - یہاں تنبیہ کی
کہ جو شخص راہ حق میں قتل ہوا وہ حدوث کدورت سے نکلکر مقام ستور کی طرف پہونچا اور نور ازل کے ساتھ ملتبس ہوا اور صفات حق سبحانہ سے متصف
ہیں واحدیت اور جمع وتفرقہ سے غائب ہیں انکا فیض افعال میں اسمار کے ساتھ تفرقہ ہے اور غیبت میں انکا ذات اہل وحدت کے واسطے جمع ہے اور تجلی وصول
ذات صفت ملکی ہو - اور جب وہ حدوث سے نکلکر جمال رحمن تک پہونچا تو اسکے بعد اسپر حدوث کے صفات سے کچھ بھی جاری نہوگا چنانچہ اسپر موت
وفنا کچھ جاری نہ ہوگا بلکہ وہ زندہ ہو جائیگا یعنی زندہ کہا جائیگا اور یہ زندگی تحقیقی ہے کیونکہ وہ موصوف بزندگانی حق ہو گیا اور زندگانی
حق عزوجل کی ابدی ہے اور اسپر انسانی زندگی وموت کی کوئی علت جاری نہیں ہوتی ہے - اور یہ مرتبہ اسکے نفس مشاہدہ وعندیت سے ہے اسواسطے کہ جو
شخص راہ حق میں مقتول ہوا اسکی زندگی قربت وعندیت کے فیض سے ہے اور جو شخص کہ عندیت میں ہو وہ کیونکر فنا ہوگا حالانکہ وہ شہود حق میں رکھا
گیا ہے اور جو شخص کہ تیغ ارادت سے قتل ہوا وہ باقی بنور قربت ہے اور جو شخص کہ تیغ محبت سے قتل ہوا وہ مشاہدہ میں باقی ہے اور جو تیغ معرفت سے قتل ہوا
وہ انس وصال میں باقی ہے اور جو تیغ توحید سے قتل ہوا وہ بوحدت فی الوحدت باقی ہے اور مردہ وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے دیدار پر زندہ ہے اور اپنی
ہوا وہوس کا بندہ ہے اور شیخ ابو سعید قرشی نے اس آیت میں کہا کہ تو ایسے لوگوں کو جو راہ ارادت میں اسکے وصال کی آرزو میں ہلاک ہوگئے
ہیں یہ مت خیال کر کہ اپنے مقامات میں مردہ ہیں بلکہ وہ اپنی مراد اعلی میں پہونچ گئے - ابن عطاء نے کہا کہ اگر تم کو بھی دیکھ لیتے تو اس کی
نعمت وفضل دیکھنے کی خوشی زائل ہو جاتی مترجم کہتا ہے بلکہ صحیح میں حضرت جابر کے والد کے ساتھ بغیر اتنا کلام کرنا سند سے ہی ثابت ہے فافہم

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ
جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور اسکے رسول کا بعد اسکے کہ انکو پہونچ چکا تھا گھائل ہونا جو ان میں نیک ہیں
وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۚ۝ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ
اور پرہیزگار انکو ثواب عظیم ہے جن کو کہا لوگوں نے کہ ان لوگوں نے جمع کیا ہے تمھارے مقابلہ کو سامان تم ان سے ڈرو
فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ
سو اور بڑھ گیا انکا ایمان اور بولے کہ بس ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے پھر چلے آئے اللہ تعالے کے احسان سے اور فضل سے
لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ۝ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ
کچھ نہیں پہونچی انکو برائی اور چلے اللہ کی رضا پر اور اللہ کا فضل بڑا ہے یہ تو شیطان ہے
یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝
کہ خوف دلاتا ہے اپنے دوستوں کا سو تم انکا مت ڈرو اور مجھی سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو

ع ۱۹

الَّذِيْنَ - مبتدا ہے یعنی یہاں سے کلام جدید شروع ہوا اور یہ الذین مبتدا ہے اور سابق سے اسکو تعلق یہ ہے کہ غزوۂ احد کے بعد ہی واقع ہوا ہے
الذین موصول مع اپنے صلہ قولہ استجابوا الخ کے مبتدا اور اسکی خبر یہی جملہ ہے وہ للذین احسنوا ہے جیسا کہ آتا ہے - اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ
الرَّسُوْلِ - دعاه بالخروج للقتال لما اراد ابوسفیان واصحابه العود وتواعدوا مع النبی صلعم سوق بدر العام المقبل من یوم احد یعنی
حکم مانا واسطے اللہ و رسول کے - جو بلانا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قتال کے لیے نکلنے کو جبکہ ابوسفیان و اسکے ساتھیوں نے لوٹنے کا
ارادہ کیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد کے روز باہم وعدہ کر گیا تھا کہ وعدہ گاہ ہمارا تمھارا سال آئندہ میں بازار بدر ہے۔ مترجم
کہتا ہے کہ یہ بروز حمراء الاسد واقع ہوا اور بات یہ ہوئی کہ مشرکین نے جب مسلمانوں میں سے شہید و مجروح کیے کہ اوپر بیان ہوا تو اپنے
دیار کو لوٹے تو راہ میں اپنے چلے آنے پر نادم ہوے کہ ہم نے کیوں نہیں مدینہ پر حملہ کرکے ان سب کا فیصلہ کر دیا پس جب یہ خبر رسول اللہ
صلعم کو پہونچی تو آپ نے مسلمانوں کو لڑائی پر چلنے کے واسطے کہا کہ مشرکوں کے پیچھے چلو تا کہ مشرکوں کو رعب ہو اور جانیں کہ انمیں قوت و دلیری
پایدار ہے اور فقط انہیں لوگوں کو شرکت کی اجازت دی جو بروز احد موجود تھے انہیں سے سب کو چلنے کو کہا سواے جابر کے کہ انکو اجازت
دیدی تھی پس مسلمانوں نے باوجود زخموں سے چور چور ہونے کے حکم اللہ و رسول کو قبول کیا پس آپ مسلمانوں کو لیکر روانہ ہوے یہانتک کہ حمراء الاسد
تک پہونچے تو ابوسفیان رعب میں آگیا اور مشرکوں نے کہا کہ آئندہ سال ہم آوینگے پس رسول اللہ صلعم واپس تشریف لائے پس یہ دونوں ایک غزوہ شمار
ہوا اور اللہ تعالی نے نازل فرمایا - الذین استجابوا للہ والرسول الآیہ - رواه ابن ابی حاتم عن عکرمہ وابن مردویہ من طریق عن ابن عباس رض اور حضرت
عائشہ رض سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنی بہن کے بیٹے عروہ بن الزبیر سے کہا کہ تیرے دونوں باپ یعنی زبیر و ابوبکر بھی ان لوگوں میں تھے جنکی نسبت
اللہ تعالی نے فرمایا - الذین استجابوا للہ والرسول الآیہ - کہا عائشہ رض نے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو احد کے روز پہونچا جو کچھ پہونچا اور مشرکین لوٹ
گئے اور پھر مشرکوں کے واپس ہونیکا خوف ہوا تو فرمایا کہ کون انکے پیچھے پیچھے چلتا ہے پس انہیں سے ستر آدمیوں نے قبول کیا جنمیں ابوبکر رض و زبیر
بھی تھے رواه البخاری والحاکم اور تفسیر معالم وغیرہ میں بھی مذکور ہے کہ آپ کے ان ساتھیوں میں بعضے ایسے زخمی تھے کہ ایک دوسرے کو کچھ دور
لادکر لیجاتا پھر وہ اسکو لادکر لیجاتا اسطرح انھوں نے اپنی جانوں پر مشقت کا تحمل کیا اور حکم اللہ و الرسول کی نافرمانی و ثواب چھوڑنا گوارا
نہ کیا - اور ابن جریر کی روایت ابن عباس میں ہے کہ ستر آدمیوں قبول کرنے والوں میں حضرت صدیق رض و عمر رض و عثمان رض و علی رض و زبیر رض و سعد و طلحہ
و عبد الرحمن بن عوف و عبد اللہ بن مسعود و حذیفہ بن الیمان و ابو عبیدہ بن الجراح بھی تھے اور حمراء الاسد مدینہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہے اور
محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ معبد خزاعی نے جو اسوقت اگرچہ مشرک تھا مگر آنحضرت صلعم کا ہمسوگند تھا مکہ میں جاکر مشرکوں کو دھمکایا کہ محمد کے ساتھ
بڑا لشکر ہے تم نکالے اور مارے گئے پس ابوسفیان و اسکے ساتھی مکہ کی طرف بھاگ گئے اور انکو قبیلہ عبد القیس کے کچھ لوگ مدینہ آنے والے ملے ان کو
ابوسفیان نے کچھ دینا کہا کہ محمد صلعم و انکے ساتھیوں سے دھمکا دینا کہ ہم نے لشکر جمع کیا ہے تاکہ دوسری مرتبہ بدر میں آویں اور اسوقت واپس جاویں پھر ہم کو
وہاں یہ وعدہ ادا کرینگے - ان لوگوں نے حضرت صلعم کو حمراء الاسد میں پاکر یہ پیغام مذکور پہونچایا پس یہ سب بولے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل
اور ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم کو جب قریش کے لوٹنے کی خبر پہونچی تو فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان
ہے کہ اگر وہ لوگ لوٹتے تو ان پر دوزخ کے پتھر برستے جس سے بالکل نابود ہو جاتے اور باسناد روایت محمد بن اسحاق کے حسن و عکرمہ و قتادہ وغیرہم سے
مروی ہے کہ یہ غزوہ حمراء الاسد کے بارہ میں ہے - اور بعض نے کہا کہ احد کے روز جب آنحضرت صلعم اپنے اصحاب کے پاس کوہ احد پر پہونچے تو بعد دیر
کے ابوسفیان ظاہر ہوا اور منجملہ اور باتوں کے یہ کہا کہ اے محمد ہمارا تمھارا وعدہ گاہ بدر صغری ہے اگر تم چاہو تو آپنے فرمایا تھا کہ ہاں ان شاء اللہ تعالی

پس یہ آیت اسکے بیان مین ہی شیخ ابن کثیر نے کہا کہ صحیح تو قول اول ہی کہ غزوہ حمراء الاسد مین ہوا قولہ الذین استجابوا للہ والرسول وہ نیک بندے جنہون نے اللہ تعالی و رسول کا بلانا قبول کیا۔ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ - باوجودیکہ بعد ازانکہ پہونچی تھی انکو قرح یعنی حدوث زخم و جراحت جس کا درد و الم ہنوز باقی تھا۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ - تو ان نیکون مین سے جنہے مرتبہ احسان کا کام کیا ف اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی۔ وَاتَّقَوْا - مخالفۃ۔ اور اللہ تعالی یا اسکے رسول کی مخالفت سے پرہیز کیا انکے لیے۔ اَجْرٌ عَظِيْمٌ - ہو الجنۃ۔ اجر عظیم ہی وہ جنت ہی۔ ف معلوم ہوا کہ قولہ للذین احسنوا الخ سے خبر ہی اور فائدہ یہ نکلا کہ الذین استجابوا الخ مبتدا سب بندے اس مرتبہ و ثواب کے مستحق ہین پھر اللہ تعالی نے انکی مزید فضیلت بیان فرمائی بقولہ تعالی اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ - یہی بندے ایسے ہین کہ انسے لوگون نے کہا ف یعنی نعیم بن مسعود اشجعی نے کہا کہ۔ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ - تمھارے لیے جماعت جمع کی ہی لوگون نے ف ابوسفیان و اسکے ساتھیون نے بڑا لشکر تمھارے مقابلہ کے لیے جمع کیا ہی۔ فَاخْشَوْهُمْ - سو تم انسے ڈرو ف اور اب مقام بدر مین لڑنے مت جاؤ۔ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا - پس اس کلام نے انکا یقین بڑھا دیا ف اور بزدل نہین ہوے بلکہ اللہ تعالی پر بھروسا کیا۔ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ - اور کہنے لگے کہ اللہ تعالی ہمکو کافی ہی اور وہی اچھا وکیل ہی ف ہم لشکرون وغیرہ پر بھروسا نہین کرتے ہین پس اللہ تعالی نے ان کو نعمت دنیا و آخرت سے سرفراز فرمایا۔ قصہ اسکا معالم وغیرہ مین یون مذکور ہی کہ دوسرے سال وعدہ پر ابوسفیان نکلکر مر الظہران پر اترا پھر اللہ تعالی نے اسکے دل مین رعب ڈالدیا کہ وہ لوٹ گیا اور نعیم بن مسعود عمرہ ادا کرنے کو مکہ گیا تھا اس سے ملا اور یہ شخص اسوقت مشرک تھا پھر غزوہ خندق مین مسلمان ہوا ہی پس ابوسفیان راہ مین نعیم بن مسعود سے ملا اور کہا کہ یہ سال قحط ہی ہمکو سال فراخ چاہیے ہی کہ ہمین دودھ ملین اور چراوین اور مین نے محمدؐ سے بدر مین لڑائی کا وعدہ کیا تھا اب مین اس سال نہین جانا چاہتا اور مجھے برا معلوم ہوتا ہی کہ وہ آوین اور مین نجاؤن کہ میری طرف سے وعدہ خلافی ہو سو اگر تجھسے یہ ہوسکے کہ تو انکو ڈرا کر مدینہ مین رکھے اور وہ باہر نکلین تو تجھے دس اونٹ دونگا اور سہیل بن عمرو کے پاس رکھدونگا وہ اسکا ضامن ہی اس قرارداد پر نعیم بن مسعود مدینہ مین آیا یہان دیکھا کہ مسلمان سامان جنگ کرنے اور نکلنے کو تیار ہین اسنے کہا کہ تم کہان جانا چاہتے ہو بولے کہ ہم نے ابوسفیان سے موسم بدر صغری کا وعدہ کیا ہی بولا کہ تمھاری رائے بہت بری ہی وہ تمھارے یہان آئے تو تم مین سے تھوڑے بچے اب تم انکے یہان گھستے ہو دیکھو کیا حال ہو حالانکہ انھون نے بڑا لشکر جمع کیا ہی واللہ تم مین سے کوئی بچ نکلنے والا معلوم نہین ہوتا ہی پس بعض اصحاب رسول اللہ صلعم نے نکلنا مکروہ جانا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واللہ مین تنہا جاؤنگا اگرچہ تم مین سے کوئی نجاوے پھر آپ ستر سوارون کے ساتھ روانہ ہوے جو کہتے تھے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اور انھون نے اس نعیم مذکور کے قول پر التفات نہین کیا مترجم کہتا ہی کہ ابن عبدالبر و ابن حجر نے کہا کہ اسکے بارہ مین کوئی روایت اسناد سے نہین ہی فقط ثعلبی نے نقل کیا ہی اور سہیلی اسی طرف گیا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اسپر وارد ہوتا ہی کہ نعیم مذکور واحد تھا اسکو الناس کیونکر کہا اور جواب دیا گیا کہ ناس کی جنس سے ہی لہذا اسپر اطلاق کیا گیا جیسے کہا جاتا ہی کہ فلان یرکب الخیل۔ وہ گھوڑون پر سوار ہوتا ہی۔ حالانکہ اسکے پاس ایک ہی گھوڑا ہوتا ہی اور جیسے قولہ تعالی ام یحسدون الناس ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر پوشیدہ نہین کہ شیخ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق وغیرہ کی روایت سے ذکر کیا کہ الناس سے مراد گروہ عبد القیس ہی جنکے ہاتھ ابوسفیان نے کہلا بھیجا تھا ابن عبدالبر و ابن حجر نے کہا کہ اسکی اسناد موجود ہی مگر اسمین انقطاع و ابہام ہی اور الناس گروہ عبد القیس ہی قولہ ان الناس یعنی ناس سے مراد ابوسفیان و اسکے ساتھی مشرکین ہین قولہ قد جمعوا لکم۔ یعنی جمع کیا ہی

تمھارے واسطے لشکرون کو تاکہ تم کو جڑ سے نابود کردین قولہ فاخشوہم پس انسے ڈرو - مراد یہ کہ تم نکلکر خود انکی طرف مت جاؤ - سوا سطے
کہ بہکانے والا اسی غرض سے آیا تھا کہ مسلمانون کو مدینہ کے اندر روکے - قولہ فزادہم ای ذلک القول یعنے اس قول نے انکو بڑھا دیا قولہ ایمانا
تصدیقا باللہ ویقینا - اللہ تعالیٰ کے ساتھ تصدیق ویقین کو اور مراد یہ ہی کہ انھون نے یہ قول سنکر بزدلی نہین کی اور نہ اسپر کچھ التفات کیا بلکہ
اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا اور اسی سے اخلاص کیا اور طمانینت و دین کی قوت بڑھ گئی چونکہ اس خلوص کا اور رجوع کا سبب یہ قول ہوا تھا سو جہ سے
اسکی طرف نسبت کردی واضح ہو کہ کلمہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کے فضائل بکثرت وارد ہوے ہین - حدیث مین ہی کہ جس امر مکروہ پہونچنے کا خوف
ہو اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل کہکر توکل کرلے تو اللہ تعالیٰ اسکے مکروہ سے بندہ کو محفوظ فرماتا ہی - (اسنادہ حسن) پھر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور نکلکر روانہ ہوے منفسر نے لکھا - وخرجوا مع النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ الرعب فی قلب
ابی سفیان واصحابہ (ھ) یہ برکت ہی جاننا چاہیے کہ قولہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کی بہت تعریف ہی چنانچہ ابن عباس رض سے روایت ہی کہ اس
کلمہ پاک کو ابراہیم علیہ السلام نے اسوقت کہا تھا کہ جب نمرود ملعون نے انکو آگ مین ڈالا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت کہا کہ جب لوگون نے
انسے کہا کہ مشرکین نے مقابلہ کو گروہ جمع کیے ہین کما فی روایۃ البخاری اور شداد بن اوس سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ حسبنا
اللہ ونعم الوکیل - ہر خائف کے لیے امان ہی رواہ ابو نعیم - اور روایت ہی کہ جب کسی چیز سے خوف کرکے یہ کلمہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس خوف سے اس کو
نجات دیتا ہی (الطبرانی) اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کلمہ پڑھا اور مفسر رحمہ اللہ نے لکھا وخرجوا مع النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ
الرعب فی قلب ابی سفیان واصحابہ فلم یاتوا وکان معہم تجارات فباعوا وربحوا - یعنے صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ روانہ ہوکر بازار بدر مین پہونچے اور ابوسفیان سردار قریش کے دل مین واسکے ساتھیون کے دل مین اللہ تعالیٰ نے رعب ڈالدیا تو وہ لوگ
مقابلہ مین نہین آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مین اموال تجارت تھے جنکو انھون نے فروخت کرکے نفع کمایا (دو چند نفع اور آٹھ
روز تک وہان ٹھہرے) قال تعالیٰ - فَانْقَلَبُوا - رجعوا من بدر - بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ - بسلامۃ وربح لَّمْ يَمْسَسْهُمْ
سُوْٓءٌ - من قتل او جرح - پس لوٹے بدر سے نعمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور فضل کے ساتھ (یعنے سلامتی و نفع کے ساتھ)
نہین چھوا انکو کسی برائی نے (یعنی قتل وجراحت وغیرہ انکو کچھ نہین پہونچی) وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ - بطاعتہ ورسولہ فی الخروج - اور
انھون نے پیروی کی رضوان اللہ تعالیٰ کی (یاین طور کہ جہاد کے لیے جانے مین اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کی) مترجم کہتا ہی
کہ قولہ ورسولہ اصل مین بطاعتہ وطاعۃ رسولہ - تھا کیونکہ عطف ضمیر مجرور پر ہو - لیکن مفسر نے مسامحہ کیا - وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ - علی اہل طاعتہ
اللہ بڑے فضل والا ہو - اپنے فرمانبرداروں پر فضل عظیم فرماتا ہی جسکو لوگ نہین سمجھتے ہین مترجم کہتا ہی کہ مفسر نے اس فاصلہ کا ربط بتلادیا
اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کا نفع وغیرہ دینے مین تو فضل بسیط اور عام ہی کافرون و مومنون سب کو شامل ہی جواب یہ ہی کہ فضل بنظر حقیقت
و انجام ہی اور انجام فقط مومنون کے واسطے بہتر ہی اگرچہ نفع وغیرہ دنیاوی نعمت مین مومن وکافر سب شامل ہین فرق یہ ہی کہ مومنون کے واسطے کرامت
ہوتا ہی اور کافرون کے لیے استدراج ہی یعنی وہ اپنی گمراہی مین اور زیادہ پاؤن پھیلاتے ہین نظیر اسکی لڑائی کی فتح وشکست ہی چنانچہ بدر مین معجزہ کے طور
پر کافرون کو سخت شکست دی پھر احد مین باوجود مخالفت اہل اسلام کے اول مین فتح ونصرت عظیم تھی حتی کہ کافرون نے خوف بدر سے بھاگنا شروع کیا
لیکن اہل ایمان کو آزمایش مین ڈالا تاکہ صدق پر ظاہر ہون اور کافرون کا غرور بڑھا اور سمجھے کہ یون ہی ہوا کرتا ہی اور ہمارے بتون نے ہماری
مدد کی - اور اہل ایمان کو پھر آزمایش کے لیے اس جہاد بازار بدر کے وقت ایک شخص نے شیطان کا پیام کہنے کی اجازت لی تم ڈرو کہ کفار نے کثرت جمع ہین

یعنے تمام کام کا انجام انہین کے اختیار پر ہی اور قبضۂ قدرت موثر حقیقی نہین ہر تو اسوقت بھی مومنون نے اسکو ردکر دیا کہ یہ درمیانی اسباب کچھ نہین ہین حتی کہ اللہ تعالی چاہے تو ایک مجاہد مومن کو جملہ کافرون پر فتح دے اور چاہے کافرون کو یون ہی ہلاک کردے اور یہ درمیانی اسباب کچھ نہین ہین- اللہ تعالی نے فرمایا- اِنَّمَا ذٰلِكُمُ القائل لکم ان الناس الخ- یعنی جسنے تمسے کہا کہ ان الناس قد جمعوا لکم الخ- لوگون نے تمھارے مقابلہ کے لیے بڑا جما کیا ہر- تم انسے ڈرو) تو یہ کچھ نہین سوا اسکے کہ اَلشَّيْطٰنُ - شیطان ہر کہ- يُخَوِّفُ - تم- اَوْلِيَآءَهٗ - الکفار- ڈراتا ہر (تمکو) اپنے دوستون (ای کفار سے) مترجم کہتا ہی کہ شیطان اہل طاعت کو طرح طرح کے خوف دلاتا ہی چنانچہ مجاہدین کا فرون کی کثرت و غلبہ کا خوف دلاتا ہی اور زکوۃ دینے مین فقیر ہو جانے کا اسیواسطے حدیث مین آیا کہ جب ایسا وسوسہ پاوے تو لاحول پڑھے اور فضل آلہی پر یقین کرے کما مراد مجاہدین کہے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل- اور دیگر مقامات کا بیان اپنے اپنے موقع پر آویگا- الحاصل یہ شیطان ہر کہ تمکو اپنے یارون یعنے کافرون سے ڈراتا ہی- فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ - فی ترک امری- پس تم شیطان کے یارون سے مت ڈرو اور مجھسے ڈرو یعنی میرا حکم چھوڑنے مین ڈرو کہ کوئی عذاب سے بچانے والا نہین ہر- خافون در اصل خافونی تھا اور یہ یاء متکلم کثرت سے حذف ہوتی ہر اور معنے یہ کہ ڈرو مجھسے یعنی میرے حکم پر بندگی چھوڑنے مین مجھسے ڈرو اور یہ معنے نہین کہ اللہ تعالی کی ذات پاک سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالی کی محبت لازم ہر اگرچہ اسکے معنے یہ بیان ہوے کہ اسکے حکم کی اتباع کرے لیکن اتباع در اصل محبت کا لازمہ ہر- پھر نیک بندون کو ہوش دلایا بقولہ تعالی- اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ - حقا- اگر تم مسلمان ہو یعنی سچے مومن ہو تو مجھی سے ڈرو- یہ جزا محذوف ہر ماقبل کی دلالت سے حذف ہوئی خلاصہ یہ کہ تم شیطان کی بات مت مانو اگر مومن ہو اور اللہ تعالی نے یہی مقام امتحان رکھا ہر اور واضح ہو کہ شیطان و اسکے یار و تمام جہان کسیکو ایک ذرہ مجال نہین ہر کہ تصرف کرسکے ولیکن اللہ تعالی نے ہر ایک کے پسند و اسکا نتیجہ و انجام رکھا ہر پس شیطان و اسکے یارون نے دنیا و جہنم اختیار کی ہر اگرچہ انجام جہنم کو نہین جانتے بلکہ جہنم ہی سے منکر ہو کر شیطان کے قبضہ مین ہین اور اللہ تعالی نے مومنون کو ارشاد فرمایا کہ تم آخرت و جنت اختیار کرو کہ وہ دار کرامت ہر اور دنیا مین جسکو کافرون نے اختیار کر لیا ہر انکے ساتھ ان قواعد شرع پر بسر کرو کیونکہ کافرون نے دار جنت تم کو دیدیا ہر تو تمنے اسی دنیا سے اسکو لیا پس انصاف کرلو اور دنیا کو اللہ تعالی کے نام پر قربان کرو کیونکہ دنیا و مافیہا و آسمان و زمین سب اسی کی ملک ہر- (مسئلہ) اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ جہاد کی خالص نیت ہو تو ذیل مین تجارت کا قصد بھی مضر نہین ہر جیسے حج مین صریح اجازت مذکور ہوئی ہر- عرائس مین ہر کہ قولہ تعالی الذین استجابوا للہ والرسول حق عز و جل کی دعوت قبول کرنا اسطرح ہر کہ اسکی محبت سے طاعت ہو اور اسکے قرب کے لطائف و کرامت کا شوق ہو مترجم کہتا ہر جو لوگ اللہ تعالی کی یاد مین ہین وہی اسکے مقرب ہین یعنے اسکے نام پاک کے مصاحب ہین کما جاء فی الحدیث اور رسول اللہ صلعم کی استجابت اسواسطے کہ اللہ عز و جل کے انوار صفات کے آثار انپر موجود ہین- اور اسمین اشارہ ہر مقام اتحاد کی طرف کیونکہ امر واحد ہر اور اللہ سبحانہ تعالی نے انکو حسن ارادت سے موصوف کیا کہ اسکی محبت و طلب تقرب مین ارادہ و ثوق رکھتے اور اپنی جانین صدقہ کرتے ہین اگرچہ جنگ احد مین زخم برداشت کر چکے ہین چنانچہ فرمایا من بعد ما اصابھم القرح- اور واسطی نے کہا کہ اللہ تعالی کی استجابت تو یقین و وحدانیت ہر اور رسول کی استجابت اسطرح کہ اسکے حکمون کی پیروی اور اسکی مخالفتون سے پرہیز ہر یعنی بسر و چشم اسکی شریعت کا قبول ہر قولہ تعالی للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم- جو لوگ مقام احسان کو پہونچے یعنی امتحان مین اللہ تعالی ہی کو دیکھتے رہے اور پرہیز رکھا تمام ان چیزون سے جو اللہ تعالی اور اسکے بندون کے درمیان حجاب ہوتے ہین تو انکو اجر عظیم ہر تقوی یہ کہ اپنے نفس و اسکے ہواجس سے بچے جبکہ انھون نے اپنی مراد سے نکلکر مراد حق کو قبول کیا- اور اجر عظیم یہ ہر کہ جو اللہ تعالی نے انکے واسطے آخرت مین مہیا کر نافرمایا ہر اور منجملہ اسکے یہ کہ انکو اپنے دیدار تک پہونچانا

بدون ہیبر وعتاب وحساب وحجاب کے اور بعض نے فرمایا کہ للذین احسنوا منہم۔ یعنی جن لوگون نے حضرت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو قبول کیا اور اسکی مخالفت سے پرہیز کیا ظاہرًا و باطنًا تو انکے واسطے اجر عظیم ہو یعنی حق عزوجل کی مجاورت و مشاہدہ ہین انکو درجہ ملیگا اور استاد نے فرمایا کہ حق عزوجل کی استجابت باین طور کہ اسکے وجود پاک کی حقیقی تصدیق کرے اور استجابت رسول علیہ السلام باین طور کہ جو اس نے حدود فرمائی ہین مکلفین کے موافق اپنی عادت رکھے اور استجابت حقتعالیٰ صفا در حق ربوبیت ہو اور استجابت رسول صلعم وفا در اقامت عبودیت قولہ القرح اشارت ہو کہ ابتدا سے حال مین رخنہ وجرح سے لغزش ہوتی ہو پھر وہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ کہکر مستقیم ہوئے چنانچہ حدیث مین ہو کہ لایلدغ المومن من حجر مرتین مومن ایک سوراخ سے دوبار زخم نہین کھاتا۔ ھ (المترجم) قولہ للذین احسنوا منہم احسان یہ ہو کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہو اور وہ مشاہدہ ہو واتقوا پس اگر تو اسکو نہ دیکھے تو وہ تجھکو دیکھتا ہو اور یہ مراقبہ در حال مجاہدہ ہو۔ اجر عظیم اہل ہدایت کے واسطے کسی وقت پر اور اہل نہایت کے واسطے فی الحال ہو۔ قولہ تعالیٰ فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مومنین۔ پاکیزہ کیا حق سبحانہ تعالیٰ نے درگاہ کبریائی کو تہمت اغیار سے اور پاک کیا شرکت کے وہم کو حضرت جلال سے۔ چنانچہ فرمایا خافون یعنی مجھی سے خوف کرو اس بات مین کہ تمھارے اسرار کسی غیر کی طرف التفات کرین۔ اور جس وصف کمال کا وہ تعالیٰ مستحق ہو اسکو ہر شیطان وغیرہ سے دور کیا جو اسکا مستحق نہین ہو اور خوف دلایا اپنی ذات سے اپنے بندون کو اپنے حقوق ربوبیت کا اور اس خوف مین غیر کا کوئی حصہ نہین ہو۔ ایمان کے خوف وامید کو محل ہر ان مین وقوع امتحان کے وقت ملا دیا پھر جب مشاہدہ ہوگیا تو انوار ہیبت ظاہر ہوجاتے ہین اور خوف کی علت جاتی رہتی ہو۔ ان لوگون کی کمال بزرگی دیکھو کہ انکو اپنی ذات سے خوف دلایا نہ اپنے عذاب سے جسنے غیر سے خوف کیا وہ حق تعالیٰ کے ساتھ شرک کا محل ہوجاتا ہو حالانکہ جسنے مجھی سے خوف کیا وہ محل ایمان مین ہو اور جسنے میرے غیر سے خوف کیا وہ محل شرک مین ہو اور یہ شرک خفی ہو۔ اور واسطی رح نے کہا کہ ایمان کی شرطین سے خوف ہو اور علم کی شرطین سے خشیت ہو اور یہی اشارہ ہو بقولہ تعالیٰ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ اور ابن عطا رح نے فرمایا کہ جبتک تم طریقہ پر ہو مجھسے خوف رکھو کیونکہ جسنے خوف چھوڑا اسنے راہ مستقیم کو چھوڑ دیا اور کہا (محبت آمیز خوف ۱۲) گویا کہ ایمان خوف وامید کے درمیان ہو (ع) پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہود وغیرہ مشرکین منافقون کے ذمائم وقبائح پر تنبیہ فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ

اور تجھکو غم نہ آوے ان لوگون سے جو کفر کرنے دوڑتے ہین وہ نہ بگاڑینگے اللہ کا کچھ اللہ چاہتا ہو کہ نہ دیوے

لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ

انکو حصہ آخرت مین اور انکو بڑی مار ہی جنھون نے خرید کیا کفر کو ایمان کے بدلے

يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ

وہ نہ بگاڑینگے اللہ کا کچھ اور انکو دکھ کی مار ہی اور وہ نہ سمجھین منکر لوگ کہ ہم جو فرصت دیتے ہین انکو کچھ بھلا ہو

لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ

انکے حق مین ہم تو فرصت دیتے ہین تاکہ بڑھتے جاوین گناہ مین اور انکو ذلت کی مار ہی اللہ وہ نہین کہ چھوڑ دے

الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰي مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ

مومنون کو جس حال پر تم ہو جب تک جدا کرے ناپاک کو پاک سے اور اللہ وہ نہین

لِيُطْلِعَكُمْ عَلَي الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

کہ تمکو خبر دار کرے غیب پر ولیکن اللہ چھانٹ لیتا ہو اپنے رسولون مین جسکو چاہے سو تم یقین لاؤ اللہ پر

وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تمکو بڑا ثواب ہے

وَلَا يَحْزُنْكَ - بضم الیاء وکسر الزاء وبفتحها وضم الزاء من حزنه لغة فی احزنه - یعنی نافع کی قراءۃ میں یُحْزِنْ بضمہ یاء وتحتیہ
کسرہ زاء منجملہ از باب افعال ہے اور باقیوں کی قراءۃ میں یَحْزُنْ بفتح یاء وضم زاء از ثلاثی مجرد مضموم عین المضارع ہے یعنی از حزنہ غمگین کیا
اسکو جو احزنہ کے معنے میں ہے جیسے اول قراءۃ مذکور ہوئی - بہرحال معنے یہ ہیں کہ نہ غمناک کریں تجکو - اَلَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ
فِى الْكُفْرِ - جو مسارعت کرتے ہیں کفر میں - ای یقعون فیہ سریعا لنصرتہ وھم اہل مکۃ والمنافقون ای لانھم لکفر ہم یعنی گرتے ہیں
کفر میں جلدی کرکے کیونکہ کفر کے معاون ہیں اور یہ لوگ اہل مکہ اور منافقین تھے اور حاصل معنے یہ کہ تو بہت غم میں نہو جا انکے کفر کرنے سے
اور بعض نے کہا کہ ایک قوم مرتد ہو گئی تھی پس نبی صلعم کو غم ہوا پس اللہ عزوجل نے آپکو تسلی دی - اور بعض نے کہا کہ یہ سب کفار کے واسطے
عام ہے قشیری نے کہا کہ کافر کے کفر پر غمناک ہونا ثواب کی بات ہے لیکن نبی صلعم افراط سے غمناک ہوتے تھے چنانچہ فرمایا فلا تذھب
نفسک علیھم حسرات - اور فرمایا فلعلک باخع نفسک علی آثارھم الآیۃ - پس اللہ تعالیٰ نے ایسے غمناک ہونے سے منع فرمایا اور ظاہر وجہ
غم یہ تھی کہ دیگر اہل ایمان کو انسے ضرر پہونچے اور خود وہ دوزخ کے کُندے ہوں پس اللہ عزوجل نے دونوں باتوں کو یہاں دور فرمایا
کہ - اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا - بفعلھم وانما یضرون انفسھم - یعنی وے کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ف
اپنے فعل سے ای کفر کے اندر مسارعت کرنے سے یا اولیاء اللہ کو کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتے ہیں اپنے فعل سے کیونکہ اللہ تعالیٰ انکا ناصر ہے ان
یہی ہے کہ اپنے آپ کو ضرر پہونچاتے ہیں کیونکہ انجام کار میں اسکا وبال انھیں پر ہے تو اسکی حکمت فرمائی کہ - يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ
لَهُمْ حَظًّا - نصیبا - فِى الْاٰخِرَةِ - ای الجنۃ فلذلک خذلھم - اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ نہ کرے انکے واسطے کوئی حظ یعنی حصہ
آخرت میں ف یعنے جنت میں پس اسی واسطے انکو مخذول کر دیا - حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ انکے حق میں یوں ہی متعلق ہوا
ہے ایک خاص حکمت کے ساتھ جو فہم مخلوق سے باہر ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے وہ ضرور واقع ہوگا پس غم کھانا بے سود ہے اور یہی
دیگر آیات کثیرہ میں مصرح ہے کہ ارادہ الٰہی متعلق ہے جس سے کافر کا کفر اور مومن کا ایمان واقع ہوتا ہے اور آئمین دلیل ہے کہ خیر وشر بارادۂ الٰہی ہے
اور اس سے معتزلہ وغیرہ کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال پر خود قادر ہے یہ غلط ہے بلکہ سب تقدیر الٰہی ہے - آور نہایت درجہ یہ کہ ہمکو اسکی
حکمت نہیں معلوم ہے حالانکہ حکمت الٰہی سبحانہ تعالیٰ صفت پاک ہے اسکا ادراک محال ہے لیکن ہمکو عدل الٰہی معلوم ہے تو ضرور یہاں کا فرون
کی سکافات بعدل ہے لہذا انکے حق میں کفر مقدر ہے اور جو تقدیر پر ایمان نہیں لایا وہ کافر ہے اور یہی مذہب آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے
اور اسی پر صحابہ وتابعین وسلف صالحین تھے پس یہاں کی آیت سے معلوم ہوا کہ چونکہ ارادۂ الٰہی انکے حق میں حکمت کاملہ کے ساتھ یوں ہی متعلق ہوا
اس سبب سے وہ مخذول وکافر ہیں کہ انکے لیے آخرت میں جنت سے کچھ نصیب نہیں بلکہ - وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ - فی النار - انکے واسطے
دوزخ میں عذاب سخت ہے کیونکہ انھوں نے ایمان وآخرت کو چھوڑکر کفر ودنیا کو اختیار کر لیا گو یا موتی دیکر خس لیلیا تو یہ خود خس لائق جہنم ہیں
اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ - ای اخذوہ بدلہ - جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا یعنی لے
لیا کفر کو بدلے ایمان کے باین طور کہ دونوں ممکن سے کفر کو اختیار کر لیا - لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ - بکفرھم - شَيْـًٔا - تو وے لوگ ہرگز
کبھی ضرر نہ پہونچا سکیں گے اللہ تعالیٰ یعنے اولیاء اللہ تعالیٰ کو بسبب اپنے کفر کے - کچھ بھی وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

مولم - اور انکے لیے عذاب الیم ہے ف جسکو اپنے لیے خرید ا ہے اور الیم بمعنی مولم از ایلام ہے ہکذا فسرہ ابن عباس رض - وَلَا يَحْسَبَنَّ - بالیاء والتاء
الَّذِينَ كَفَرُوٓا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ - ای املائنا لہم بتطویل الاعمار و تاخیرہم - خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ - وان ومعمولہا سدت مسد المفعولین
فی قراءة التحتانیة ومسد الثانی فی الاخری - یعنی ابن کثیر وابو عمرو و عاصم و کسائی و یعقوب نے ولا یحسبن بصیغہ غائب بیاء تحتیہ پڑھا
پس الذین کفروا فاعل ہوگا - اور انما نملی لہم الخ قائم مقام دو مفعول کے ہوگا یعنی یہ کہ ہرگز نہ خیال کریں وہ لوگ جو کافر ہوئے کہ ہمارا
ڈھیل دینا انکو اسطرح کہ انکی عمریں دراز کردیں اور عذاب کے ساتھ پکڑتے نہیں تاخیر دی) یہ بہتر ہے انکے واسطے - اور باقیون نے بالتاء الفوقیہ پڑھا
پس خطاب آنحضرت صلعم کو یا ہر خیال کرنے والے کو ہے اور تعریض ہے کافرون کو - اور الذین کفروا مفعول ہے اور انما نملی لہم الخ اسکا بدل ہے اسکو مفسر نے قائم
مقام مفعول دوم رکھا ہے اور بیضاوی رح نے کہا کہ ایک ہی مفعول پر اسواسطے اقتصار کیا کہ اعتماد تو بدل پر ہے - پھر مفسر رح نے املائنا لہم سے یعنے
مصدر سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ ما مصدریہ ہے بیضاوی رح نے کہا کہ چاہیے یہ تھا کہ خط میں وہ الگ لکھا جاوے لیکن مصحف امام میں وہ
متصل ہی پایا گیا پس اسکی اتباع سے متصل لکھا جاتا ہے - اور ایلاء بمعنے امہال و تطویل عمر ہے اور بعض نے کہا کہ انکو انکے حال پر چھوڑنا جیسے بولتے
ہیں املی لفرسہ - اپنے گھوڑے کی رسی ڈھیلی کردی کہ جیسے چاہے چرے - اسلیئے تو خیال مت کیجیو ان لوگون کو جو کافر ہیں انکے حال کو کہ
ہم جو کچھ انکو ڈھیل دیتے ہیں انکے لیے بہتر ہے - إِنَّمَا نُمْلِي - نمہل - لَهُمْ لِيَزْدَادُوٓا إِثْمًا - بکثرة المعاصی ہم تو اسواسطے املاء کرتے ہیں یعنی
ڈھیل دیتے ہیں - انکو تاکہ بڑھاویں گناہ بسبب کثرت نافرمانیون کے - وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ - ذو اہانة فی الآخرة - اور انکے لیے عذاب
مہین ہے یعنے آخرت میں اہانت دینے والا عذاب ہے مہین بمعنے اہانت والا اور یہ عذاب مہین انکو آخرت میں قطعی ہے اور دنیاوی عذاب گویا اسکے مقابلہ
میں کالعدم ہے - مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ - لیترک - الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَآ أَنتُمْ - ایہا الناس - عَلَيْهِ - من اختلاط المخلص بغیرہ
یعنے انتم کا خطاب تو عام آدمیون کو ہے جسمیں مومن و منافق سب شامل ہیں - اور معنی یہ ہیں کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ چھوڑ دیوے
مومنون کو اسی حال پر جسپر تم ہو اے لوگو کہ مخلص و غیر مخلص سب خلط ملط ہیں الحاصل تم سب کو اسطرح خلط ملط نہیں چھوڑنا چاہتا تھا حتی
يَمِيزَ - بالتخفیف والتشدید یفصل - الْخَبِيثَ - المنافق - مِنَ الطَّيِّبِ - المومن بالتکالیف الشاقة المبینة لذلک ففعل ذلک یوم
احد - حتی کہ خبیث کو پاکیزہ سے الگ کرے یا متمیز کردے ف یمیز میں دو قراءة ہیں ایک بدون تشدید کے از ماز یمیز یمیز بمعنی جدا کرنا دو چیزون میں
فصل کردینا اور یہ اکثرون کی قراءة ہے بمعنی یہانتک کہ فصل کردے خبیث کو یعنی منافق کو طیب سے یعنی مومن سے بایں طور کہ ایسے شاق
تکالیف دیدی کہ انسے دونون الگ ظاہر ہوجاویں پس بروز احد یہی کیا - اور حمزہ و کسائی کی قراءة میز یمیز تمییز از تشدید ہے جب دو چیزون سے زیادہ
ہون تو کہتے ہیں امیز بینہما - ان چیزون میں تمیز کردی پس یہان باعتبار کثرت افراد مومنین و منافقین کے ہوگا اور اظہر یہ ہے کہ تشدید واسطے مبالغہ
کے ہے کہ خوب امتیاز کردے کہ سب کو معلوم ہوجاوے - وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ - فتعرفوا المنافق من غیرہ قبل التمییز
اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ تم کو غیب پر مطلع کردے یعنی تم قبل تمیز دینے کے منافق کو غیر منافق سے پہچان جاؤ - گویا دفع کیا وہم کو کہ بدون
ایسی تمیز کے کیون خبیث و طیب میں فرق نہیں ہوجاتا اور وجہ دفع یہ کہ اسمیں حکمت الٰہی پوشیدہ ہے اسکو تم نہیں جان سکتے ہو اور سدی
سے روایت ہے کہ منافق لوگون نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اگر سچے ہیں تو ہمکو خبر دیں کہ ہم میں سے کون مومن ہوگا اور کون نہیں تو اللہ
تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا - ہکذا - اور دہ ابن کثیر اور اسمیں وہم تھا کہ آنحضرت صلعم کیون مطلع نہیں ہوتے اگر ہم اس لائق نہیں ہیں تو فرمایا
وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي - یختار - مِن رُّسُلِهِۦ مَن يَشَآءُ - فیطلعہ علی غیبہ کما اطلع النبی صلعم علی حال المنافقین ویبین اللہ تعالیٰ

ہرگز بدہ کرتا ہے اپنے رسولون مین سے جسکو چاہتا ہے ف پس اسکو اپنے غیب پر مطلع کردیتا ہے جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال پر مطلع کر دیا۔ حاصل آنکہ آنحضرت صلعم کو منافقین کے حال پر وقوف تھا لیکن وہ حکمت سے بھی واقف تھے کہ اسکو موقع پر رکھتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے بسا اوقات عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ منافق ہے تو اجازت دیجیے کہ اسکو قتل کردون آپ منع فرماتے کہ نہین اے عمرؓ رہنے دے اور ایسے ہی ذو الخویصرہ خارجیون کا جد اعلی تھا اسکی نسبت بھی حضرت عمرؓ نے قتل کر دینے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا کہ اے عمرؓ رہنے دے اسکی نسل سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہونگے یعنے خارجیون کے علامات فرمائے اور قتل کی اجازت نہ دی اور ایسے ہی واقعہ احد کا حال جانتے تھے چنانچہ آپکا خواب مروی ہوا جیسا کہ اول قصہ مین ذکر ہو چکا ہے - اور جاننا چاہیے کہ آیہ مین خود مذکور ہے اور علما نے بھی تصریح کردی کہ علم غیب جاننا جو یہان سے ثابت ہوتا ہے اور بعض دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہے یہ جزوی علم غیب ہے حتی کہ تمام آسمانون و زمین کا سب علم غیب بھی جزوی علم غیب ہے آپ آنحضرت صلعم مطلع تھے اور وہ بھی بدون اطلاع دینے اللہ تعالی کے نہین ہوتا ہے اور رہا علم غیب کلی و مطلق تو وہ سواے حق عز و جل کے اور کوئی نہین جانتا ہے اسواسطے کہ وہ تو علم ہے جو صفت باریتعالی ہے اور یہ صفت کسی مخلوق مین پیدا ہو جانا غیر ممکن ہے - اور بسا اوقات اسرار الٰہی و حکمت کاملہ اس امر کو مقتضی ہوتی ہے کہ بندہ خاص اس امر کو بھول جائے کہ اسکے گھر مین کیا حال ہے اور اسکے سفر مین کیا انجام ہوگا پس آنحضرت صلعم نے نجانا کہ حضرت عائشہؓ کو جن منافقون نے بہتان لگایا اسکا کیا حال ہے حتی کہ جدا کر دینے کا خیال پیدا ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ یا رسول اللہ عورتین بہت ہین آپکو جدا کرنیکا اختیار ہے لیکن آپ ذرا تحقیق تو کرلین یہانتک کہ قرآن مجید نازل ہوا اور حضرت عائشہؓ کی براءت ہوئی اور ان آیات مین حکمتین و اسرار بیان ہوئے و ایسے ہی بہت سے وقائع واقع ہوئے چنانچہ علم سنت جاننے والے پر پوشیدہ نہین اور ایسے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف کے چاہ کنعان مین ہونے کی خبر نہوئی اور مصر سے انکے پیرہن کی خوشبو سونگھی اور ایسے ہی حضرت امام حسینؓ کو سفر شام و واقعہ کربلا کی خبر نہوئی اور تقدیر نے پردہ ڈال دیا حالانکہ روایات سے ثابت ہے کہ اس خبر سے امام حسن علیہ السلام نے وقت وفات کے آگاہ فرمایا اور حضرت صلعم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان سے خبر ہوگئی تھی پس حاصل یہ کہ جو شخص اسکا معتقد ہے کہ آنحضرت صلعم کو بالکل غیب کا علم تھا وہ افراط کرتا ہے اور خوف کفر ہے اگر تاویل نہو اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت صلعم مثل دوسرون کے تھے ہر ہر بات پر جبرئیل آتے اور آگاہ کرتے تب ہی خبر ہوتی تو اسنے تفریط کی اور غفلت ہے جو اوپر مذکور ہوا کیا تو نہین دیکھتا کہ روایت ابن عباسؓ مین جو خواب آنحضرت صلعم کا پروردگار عز و جل کو دیکھنے کا روایت ہوا ہے اسمین یہ ہے کہ فعلمت ما فی السموات و ما فی الارض - مین نے سب جان لیا جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے - الحاصل جہانتک اللہ تعالی نے علم دیا تھا وہ جانتے تھے اور حدیث مین فرمایا کہ جو مین جانتا ہون اگر وہ تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت روتے - فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا النفاق فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ - پس ایمان لاؤ اللہ تعالی کے ساتھ اور اسکے رسولون کے ساتھ اور اگر تم ایمان لاؤ اور بچو (یعنی نفاق سے) تو تمہارے واسطے ثواب عظیم ہے ف عرائس البیان مین مذکور ہے کہ قولہ تعالی ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر - اللہ عز و جل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل و رضا کے بڑے امور مین امتحان فرمایا کیونکہ آنحضرت صلعم کو محزون کر دیا اسطرح کہ کفار نے کفر پر اصرار کیا اور آپکو خوف دلایا پھر اللہ عز و جل نے اس آیت مین حضرت صلعم کو حکم دیا کہ بطون معانی پر نظر کرین حتی کہ قلب سے تمام حزن و اندوہ جو غیر کی طرف سے متصور ہین جاتے رہتے ہین کیونکہ جب حق عز و جل کی معرفت مین استحکام ہوا تو اسکے قلب سے تلوین کے احکام بالکل زائل ہو جاتے ہین - واسطی نے فرمایا کہ حزن جملہ احوال مین ہے اور حقیقت مین ان لوگون کے واسطے تعریف و تنبیہ ہے قولہ تعالی انہم لن یضروا اللہ شیئا - یعنی اللہ عز و جل نے خبر دی کہ نبی صلعم کو کمال اہتمام و شفقت ہے اللہ تعالی کی شریعت و اسکے دین کے انتظام پر چنانچہ خبر دی کہ ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر - اسواسطے کہ

ملال آنحضرت صلعم کو اسی جہت سے تھا اور حاصل یہ کہ تو غمگین مت ہو اسواسطے کہ ساحت کبریائی گمراہوں کی گمراہی کے ہجوم سے پاک ہی
قولہ تعالیٰ وما کان اللہ لیطلعکم علے الغیب - اللہ تعالیٰ کے یہاں چند طرح کے غیب ہیں اول غیب ظاہر - دوم غیب باطن سوم غیب الغیب
چہارم سر الغیب - پنجم غیب السر - پس غیب ظاہر تو وہی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے امر آخرت وغیرہ کی خبر دی ہے اور اسپر کوئی مطلع نہیں ہوتا مگر
وہی جو مقام الیقین کو پہونچگیا ہو اور جو اس مقام کو پہونچا وہ نفس کے شواغل وخطرات شیاطین سے خارج ہوتا ہے لیکن حد مشاہدت پر پہونچنے سے
دیدار آخرت ہی ہوتا ہے اسواسطے کہ یقین تو خود خطرات ہیں اور یہ خطاب ایسے خطاب اصفیا کا ہے - اور غیب باطن سو وہ غیبات ہیں جنہون
کا ہے جو مقدر کر کے چشم اعتبار سے پوشیدہ ہیں اور یہ خطاب اہل ایمان کا ہے اور غیب الغیب تو وہ افعال ہیں صفات کا غیب ہے اور یا بمعنی
یہ خطاب مریدین کو ہے اور سر الغیب تو وہ صفت ہیں نور ذات ہے اور یہ خطاب محبین کو ہے اور غیب السر تو وہ غیبت قدم ہے کہ اسپر کبھی کوئی مخلوق مطلع
نہیں ہو سکتا - پس قولہ تعالے وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب - میں خطاب تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین و اصفیاء صدیقین و عارفین موحدین
کو ہے پس اس سے یہی غیب مراد ہے جسپر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ازلیت تو اس سے پاک ہے کہ کوئی مخلوق اسکو ادراک کر سکے پس تمام
سب مخلوق اسکے احاطہ کرنے سے خارج ہیں لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں ایک قرب خاص ہے جسکو میسر تھیں اور وہ اس طرح کہ انہیں
سے بعض معانی آنحضرت صلعم کو کشف سے منکشف کیے گئے اور یہ ازل ہی میں ہو لیا تھا مگر یہ بصفت ادراک احاطہ نہیں ہے اور یہی فرمایا ولکن اللہ
یجتبی من رسلہ من یشاء - مثل محمد و عیسی و موسی و ابراہیم صلوات اللہ علیہم اجمعین کے پس آنحضرت صلعم تو اس عموم برگزیدگی میں بھی شامل ہیں اور
خصوصیت خاصہ سے بھی سرفراز ہیں اور باقی فقط عموم برگزیدگی میں ہیں مگر ادراک کسی کو نہیں ہے - اور یہ دوسری آیت میں مشروح ہے کہ
فرمایا عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول - اور یہ وہی شخص ہے جو اپنے اوصاف سے فانی ہو کر صفات حق سے متصف ہوا اور
ظاہر کر دیا کہ بعض غیب ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیے ہیں چنانچہ فرمایا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء یعنی محمد صلی اللہ
علیہ وسلم اور حکم لغیب ہے اور حکم بہ غیب ہے جیسے حضرت صلعم نے دس صحابہ رضہ کو قطعی جنتی ہونے کو فرمایا یا مانند اسکے اللہ عزوجل کی طرف
سے خبریں فرمائیں جو دنیا و آخرت کو شامل ہیں

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ
اور نہ خیال کریں جو لوگ بخل کرتے ہیں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے انکو اپنے فضل سے دی کہ یہ بہتر ہے انکے حق میں بلکہ یہ
شَرٌّ لَّهُمْ ط سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط
برا ہے انکے حق میں عنقریب طوق ہو کر پڑے گی جس چیز کا بخل کیا تھا قیامت کے روز اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں و زمین کا
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ع
اور اللہ جو کرتے ہو سو جانتا ہے

وَلَا يَحْسَبَنَّ - بالیاء و التاء - یعنے تاء فوقیہ ابو عامر و نافع و حمزہ کی قراءت ہے پس خطاب آنحضرت صلعم یا ہر لائق خطاب کو ہوگا
مت خیال کر ان لوگوں کو جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ تعالیٰ نے انکو دی اپنے فضل سے کہ وہ انکے حق میں بہتر ہے اور یاء تحتیہ
باقیوں کی قراءۃ ہے پس الذین یبخلون اسکا فاعل ہوگا یعنے جو لوگ بخل کرتے ہیں اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انکو عطا کی تو وہ
خیال نہ کریں کہ انکے لیے بہتر ہے - الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ - بخل اصل لغت میں یہ کہ مانع ہو انسان حق واجب کو اور جسنے ہر مال کو

ندیا جو اسپر واجب ہوا تو وہ بخیل نہین کہلائیگا اور قاموس مین ہی کہ بخل ضد کرم ہی اور کثرت سے حدیثین اس بخل کی مذمت مین وارد ہین اور
بد اخلاق مین یہ بدتر ہی مترجم کہتا ہی کہ شرع مین بخل وہی ہی جو معروف شرعی طور پر خرچ کرنے مین بغرض محبت مال کے کوتاہی کرے حتی کہ
اگر اس نے شرع کے دستور سے اپنے اہل و عیال کے خرچہ مین کمی کی تو بھی اسمین بخل کی صفت ہی۔ بالجملہ یہ شرط ہی کہ جو کچھ اللہ تعالے
نے روزی کیا اس کے موافق حساب سے جو کچھ شرع حکم دے خرچ کرے اسیواسطے فرمایا۔ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔
اپنے بخل کرتے ہین اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالے نے انکو اپنے فضل سے دی ہی۔ پس جو کچھ اللہ تعالی نے دیا اسمین اپنے اہل و عیال کے خرچہ کا
خیال کرے اور کپڑے کا اور کسی قدر اپنے وقت حاجت کا پھر حق اللہ تعالی کو بھول نجاوے اگر بچے اور طریق شرعی سورۂ بقر کی آیۂ نفقہ کی تفسیر مین
مذکور ہو چکا ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ بعض نے آیۂ کریمہ کو ایسا ہی عام رکھا ہی جیسا مین نے بخل کی مذمت مین بیان کیا اور مفسرین نے بخل کو زکوۃ سے
مخصوص کیا یعنے بخل کرے باین طور کہ اسکی زکوۃ ندے اور یہ اس صورت مین کہ اللہ تعلے نے اسکے پاس بطور معروف شرعی خرچ کرنے کے
بعد اتنا بچا دیا ہو کہ تناون روپیہ سکہ انگریزی یا باون تولہ چاندی ہو اور ائمۂ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ زیور ہو بشرطیکہ اسپر اتنا قرضہ نہو کہ
اسکو منہا کرنے کے بعد مقدار مذکور مین کمی آوے تو اس مقدار مین اگر وہ یہ مال پیچھے زکوۃ ندے بلکہ بخل کرے اور ایسا ہی دیگر مفسرین نے بخل
کو زکوۃ سے مخصوص کیا اور حق وہ ہی جو سراج مین فرمایا کہ اکثر علما کے نزدیک اس بخل سے منع واجب مراد ہی نہ مستحب یعنی جو واجب ہو اسکو ندے
اور اسپر کئی وجہ سے استدلال کیا اول آنکہ آیت کریمہ سخت عذاب کے وعید پر دلالت کرتی ہی اور ایسی وعید واجب ہی کیساتھ لائق ہی۔ دوم آنکہ اللہ تعالے
نے بخل پر مذمت کی یعنی عذاب کا وعدہ دیا جو ترک واجب پر ہوتا ہی اور جو چیز نفل ہو اسکے ترک پر وعدۂ عذاب نہین ہوتا ہی سوم آنکہ حضرت صلعم
نے فرمایا کہ بخل سے بدتر کوئی بیماری نہین ہی۔ پھر واجب خرچہ کے چند اقسام ہین ازانجملہ اپنی جان پر اور اپنے ان اقارب پر خرچ کرنا جنکا نفقہ اسپر واجب
ہی ازانجملہ زکوۃ ہی۔ ازانجملہ اسوقت کہ مسلمان لوگ ایسے دشمن کے دفع کرنے مین جو انکے جان و مال کا قصد کرتا ہی مال کی حاجت رکھتے ہون تب
واجب ہی کہ ایسے لوگون پر خرچ کرے جو مسلمانون سے اس دشمن کو دفع کرین۔ ازانجملہ جو شخص مضطر یعنے ایسے فاقہ گزین کہ مردار حلال ہو تو اسکو
اتنا ضرور کھانا چاہیے کہ سد رمق ہو۔ پس ایسے بخیلون کو اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایسے بخیل یہ خیال نکرین کہ۔ هُوَ ای بخلهم یعنی بخل کرنا خَيْرًا
لَّهُمْ۔ بہتر ہی انکے واسطے مفعول ثان والضمیر للفصل والاول بخلهم مقدر قبل الموصول علی الفوقانیۃ وقبل الضمیر علی التحتانیۃ یعنی خیرا کو نصب
ہے اسواسطے کہ یہ لا تحسبن کا مفعول ثانی ہی خواہ کوئی قراءۃ لیجاوے اور ضمیر ہو چونکہ مرفوع ہی لہذا وہ مفعول نہین ہو سکتی بلکہ ضمیر فصل ہی پھر
پہلا مفعول بخلهم ہی وہ بنا بر قراءۃ تاء فوقانیہ کے موصول سے پہلے مقدر ہی ای ولا تحسبن بخل الذین یبخلون الخ اور بنا بر قراءۃ یاء تحتانیہ کے ضمیر
فصل سے پہلے مقدر ہی ای ولا یحسبن الذین یبخلون بخلهم هو خیرا لهم۔ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ۔ بلکہ یہ بخل بدتر ہی انکے واسطے۔ پھر جاننا چاہیے کہ
عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اس آیت کا نزول اہل کتاب یعنے یہود و نصاری کے حق مین ہی کہ انھون نے جو انکے پاس کتاب الہی مین تصدیق
آنحضرت صلعم و قرآن مجید کے بارہ مین تھی اسکے بیان سے بخل کیا رواہ ابن جریر اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ مال سے حق واجب
ادا کرنے سے بخل کرنے والون کے حق مین ہی اگرچہ یہ جو ابن عباس سے روایت ہی اسمین داخل ہی اور کہا جاتا ہی کہ اسکا داخل ہونا بدرجۂ اولی ہی
مترجم کہتا ہی کہ بالتعین حق واجب کے حق مین ہونا اظہر ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہی قولہ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ۔ ای بزکاۃ
من المال۔ عنقریب طوق ہوکر انکی گردن مین ڈالی جاویگی وہ چیز جسکا بخل کیا۔ زکوۃ مال چیز سے مراد مال ہی اور جملہ شر لہم کی تفسیر ہی
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ بان يجعل حيۃ فی عنقه تنهشه كما ورد فی الحديث۔ یعنی جس مال سے بخل کیا وہ قیامت کے روز طوق بنا کر انکی گردن مین ڈالا جائیگا یہ بطور

ہوگا کہ یہ مال ایک سانپ کرکے اسکی گردن مین ڈالا جاویگا جو اسکو کاٹیگا جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابوہریرہؓ سے
روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسکو اللہ تعالیٰ نے مال دیا پھر اسنے اس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت مین ایک اژدہا بے زہر کیسو دار ہوکر اسکی گردن
مین طوق ہوگا پس اسکی دونون باچھون کو کاٹے اور چیریگا اور کہیگا کہ مین تیرا مال ہون مین تیرا خزانہ ہون پھر یہ آیت پڑھی - ولا یحسبن الذین
یبخلون بما آتاہم اللہ من فضلہ ہو خیرا لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ الآیہ، رواہ البخاری و ابن حبان - اس حدیث سے معلوم ہوا
کہ مال بصورت اژدہا ہوگا اور کنز یعنے خزانہ جسکی ممانعت ہی وہی مال ہی جسکی زکوٰۃ نہ دیجاوے ورنہ وہ کنز کے حکم مین نہین اور یہ دوسری حدیث
مین مصرح ہی اور ظاہر حدیث یہ ہی کہ بغیر زکوٰۃ کے کل مال متمثل بصورت اژدہا ہوگا مگر ظاہر کلام مفسر یہ ہی کہ بقدر زکوٰۃ مال ہوگا واللہ اعلم اور با سند
اس حدیث کے حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعاً و موقوفاً امام احمد و نسائی و ترمذی و صحیح و ابن ماجہ و حاکم و ابن جریر و ابو یعلی و طبرانی و ابن مردویہ نے روایت کیا
اگر کہا جاوے کہ حدیث مؤید ہی کہ یہ فقط زکوٰۃ کے حق مین ہی تو جواب یہ ہی کہ زکوٰۃ منجملہ متناولات آیت کے ہی باسب سے اعلیٰ ہی ورنہ اوپر معلوم ہوا کہ
ابن عباسؓ نے اہل کتاب کی حقیت دین اسلام چھپانے سے تفسیر کی اور نیز ابن جریرؒ نے عن ابی قزعہ عن رجل عن النبی صلعم روایت کی کہ اگر کوئی قرابت والا دوسرے
قرابت والے کے پاس آوے اور اس سے ایسے مال کا سوال کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسکے پاس بڑھتی دیا ہی پھر وہ بخل کرجاوے اور اسکی محتاجی مین اسے
نہ دی ہوگا کہ جہنم سے اسکے واسطے ایک اژدہا بے نرالا لون والا نکلے گا جو اسکے پیچھے ہوکر آخر اسکی گردن کا طوق ہو جائیگا و قد رواہ عن ابی قزعہ عن
ابی مالک العبدی موقوفاً و عن ابی قزعہ مرسلاً اور مرسلات ثقہ کے ائمہ حنفیہ کے نزدیک حجت ہین فافہم - بالجملہ یہ حال و عذاب ان لوگون پر ہی جو مال
کو اپنا سمجھتے اور اس سے بخل کرتے ہین حال یہ ہی کہ جو فرمایا۔ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - اور اللہ ہی کے واسطے ہی
میراث آسمانون و زمین کی ف میراث وہ چیز ہی جو کسی کی موت کے بعد پچھلے باقی کو ملے اور شرع مین میراث تو ناتے والون کو یا ولاء
وعتاق وغیرہ سبب والون کو یا بیت المال مین اسکے مستحقون کو ملتی ہی جیسا کہ آگے آویگا انشاء اللہ تعالیٰ پس یہان میراث کے یہ معنی ہین
جو مفسر نے بیان کیے کہ وارث ہوگا اللہ تعالیٰ ان دونون آسمان و زمین کا بعد فنا ہونے اہل آسمان و زمین کے مترجم کہتا ہی کہ یہ ایک ادنیٰ تصویر
ہوسکتی ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ اب بھی کل چیز کا مالک و خالق ہی یہ نہین کہ بعد فنائے اہل آسمان و زمین کے وارث ہوکر مالک ہوگا پس وارث ہونا بمعنے حقیقی
نہین ہوسکتا اور مثل اس آیت کے ہی قولہ تعالیٰ انا نحن نرث الارض ومن علیہا - اس سے ثابت ہوا کہ مال اور مال والے سب کا اللہ تعالیٰ وارث ہی
اظہر اس سے قولہ وکنا نحن الوارثین - یعنے تقویت جملہ اسمیہ جو دوام و استمرار پر دال ہی - اسی واسطے بعض مفسرین نے تاویل کی کہ معنے یہ ہین اور
اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہی کل وہ چیز جسکے آسمان و زمین والے باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہین - مترجم کہتا ہی کہ زمین والون مین تو درست ہی
مگر آسمان والے باہم کیا وارث ہوتے ہین اور حق یہ ہی کہ میراث بمعنے حقیقی نہین جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا جیسے فرمایا واورثناہا قوما آخرین - اور - واورثنا
الذین یستضعفون الخ یعنے بنی اسرائیل کو ملک فرعون کا وارث کیا - یہان بھی وراثت بحقیقت شرعی نہین ہوسکتی جیسا کہ پوشیدہ نہین اور ایسے
ہی داؤد علیہ السلام کا وارث سلیمان علیہ السلام کو جو فرمایا ہی وہ بھی بمعنے شرعی نہین کیونکہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کسیکے وارث نہین ہوتے
اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہی جو ہمنے چھوڑا وہ صدقہ ہوتا ہی اور اسی پر خلفائے راشدین حتی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی عمل کیا ہی ابن الانباری
نے کہا کہ بولا کرتے ہین کہ ورث زید علم خالد یعنی خالد کے علم کا زید وارث ہوا یعنی اب زید منفرد ہوا بعد اسکے کہ خالد مین شارک تھا اور ایسے ہی قولہ تعالیٰ
ورث سلیمان داؤد الآیہ مین ہی - اب تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ اللہ عز وجل نے تمام آسمان و زمین کو اپنی میراث فرمایا اور یہ فرمایا کہ سب آسمان
و زمین و دیگر مال اسکی ملک ہین پس تنبیہ فرمائی کہ سب تو اسی کا ہی پھر ان بخیلون کا کیا حال ہی کہ اسکے حکم کے موافق نہین دیتے ہین اور کیا کم ہی کہ اپنے ہی

ملک کو بندے سے دلوا کر اسپر ثواب جمیل عنایت فرمایا۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۔ بالیاء والتاء خَبِيرٌ ۔ فیجازیکم یہ جاننا چاہیے کہ تعملون بتاء فوقیہ اور بیاء تحتیہ دونون قراءتین آئی ہین مگر قراءۃ اول اکثر قاریون کی ہے اور اسکو مفسر نے اختیار کیا چنانچہ کہا پس جزا دیگا تمکو تمھارے عمل کی اور بیضاوی نے کہا کہ اس قراءۃ مین وعید سخت ہے اور دوسری قراءۃ ابو عمرو و ابن کثیر کی ہے اور اس صورت مین یہ معنی ہونگے اور اللہ تعالی خبردار ہے جو وہ کرتے ہین پس انکو انکے بخل کی سزا دیگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالی ولا تحسبن الذین یبخلون بما آتاہم اللہ من فضلہ مترجم کہتا ہے کہ جیسے عوفی رح نے ابن عباس سے اہل کتاب کے علم ظاہر کرنے پر بخل کرنے سے تفسیر کی ویسے ہی شیخ رح نے یہان علوم کشفی کے چھپانے والون سے اشارہ لیا اور یہ جان لینا چاہیے کہ اس صورت مین سیطوقون کے معنی یہ نہین کہ انکی گردن مین طوق ہوکر پڑیگا بلکہ یا تو یہ معنی ہین کہ جہنم مین طوق و زنجیر سے جکڑے جاوینگے بعوض اسکے عذاب کے یا یہ طوق بمعنے طاقت ہے جیسا کہ مجاہد سے روایت آئی ہے کہ انھون نے کہا ای یکلفون ان یاتوا بما بخلوا یعنی انکو تکلیف دیجاویگی کہ جسکا بخل کرتے تھے وہ اب لاوے جو انکی طاقت سے باہر ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو مین کہتا ہون کہ شیخ رح نے کہا کہ اللہ تعالی نے یہان ان لوگون کو زجر کیا جو مریدون و طالبان حق سے علم معاملہ و مکاشفہ پوشیدہ کرتے ہین اسلیے کہ اصل سخاوت یہ ہے کہ متحیر دلون کو ورطۂ امتحان سے چھڑا دیوے اور ان کو عرفان کی راہ بتا دے اور کون سخاوت اس سے بڑھکر ہوگی کہ خالص ارادت والون پر اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمتین ظاہر کرنے تاکہ اللہ تعالی کے ساتھ انکی محبت بڑھے اور نیک کام کرنا اور اللہ تعالی کی بندگی کرنا انکے دلونمین رچے اور اسکی تصدیق یہ ہے کہ حضرت صلعم کو اللہ عزوجل نے حکم فرمایا واما بنعمۃ ربک فحدث ۔ یعنی اللہ تعالی نے جو نعمتین تجھپر فرمائی ہین انکو بیان کر۔ پھر جو شخص یہ کرسکتا ہے جو ہمنے بیان کیا کہ طالبان حق عزوجل کی بہتری کے خواہان رہے وہ کیون ایسا نہ کرسکے گا کہ اپنی جان و مال و روح کو راہ حق مین خرچ کر ڈالے جیسے صحابہ رض نے اپنی جان و مال کو حضرت صلعم پر فدا کردیا کیونکہ وہ لوگ معدن سخاوت ہین اور سخاوت کی شاخ انھین سے نکلی ہے پھر مال سے سخاوت کرنا مریدون کی شان ہے اور جان سے سخاوت کرنا محبین کی شان ہے اور روح سے سخاوت کرنا عارفون کی شان ہے اور تمام اشیاء مذکورہ سے بخل کرنا نفس امارہ کا اندھاپن ہے قولہ تعالی سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ ۔ مخلوق کو مفلس ہونے کا وصف کیا کہ اپنی ذات پاک کو سلطنت قدیم و بقاء دوام سے وصف کیا اور مخلوق جملہ فانی ہونگی اور اپنے نفس کی امیدون سے منقطع ہوجاوینگی چنانچہ فرمایا وللہ میراث السموات والارض ۔ یعنی وہ تعالی ہی مالک عطاء کثیر و مواہب جزیل ہے اور یہ عطیات کبری ان لوگون کو سب سے اعلی ملتی ہین جو اسکی راہ مین اپنی جانین خرچ کرتے ہین پھر انکو ایسا کچھ دیتا ہے جو مخلوق مین سے کسی کو نہین دیا ہے اور ابن عطاء رح نے فرمایا کہ راہ حق مین سخاوت پر چلنا اور بخل سے پرہیز کرنا اور یہ اسطرح ہے کہ نفس و مال و سر و روح وکل کو راہ حق مین خیرات کردیوے اور جسنے راہ حق مین کسی چیز سے بخل کیا وہ محجوب ہوا اور اسی کے ساتھ پڑا رہ گیا اور جسنے راہ حق مین غیر کی طرف نظر کی وہ قرب حق و انوار قرب سے محروم رہا قال المترجم یعنی مال و جان وغیرہ کسی پر نظر کرنا محرومی ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَ
اللہ نے سنی انکی بات جنھون نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار اب لکھ رکھینگے ہم انکی بات اور

قَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ
جو خون کیے ہین نبیون کے ناحق اور کہینگے چکھو جلن کی مار یہ بدلا ہے اسکا جو تمنے بھیجا

أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ إِلَيْنَا
اپنے ہاتھون اور اللہ ظلم نہین کرتا ہے بندون پر وہ جو کہتے ہین کہ اللہ نے ہم سے قرار لیا ہے کہ

وقف لازم

أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن
ہم یقین نہ کریں کسی رسول کو جب تک نہ لاوے ہمارے پاس ایک نیاز جسکو آگ کھاجاوے تو کہدے آچکے تمھارے پاس کتنے رسول
قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ فَإِن
مجھسے پہلے کھلی نشانیاں لیکر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر کیوں تم نے انکو مارڈالا اگر تم سچے ہو پھر اگر یہ
كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ○
تجکو جھٹلاتے ہیں تو جھٹلائے گئے بہت رسول تجھسے پہلے جو لائے تھے نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتابیں

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ ۔ البتہ سنا اللہ تعالی نے کشاف میں زمخشری رح نے کہا کہ اللہ تعالی کے سننے کے یہ معنی ہیں کہ اسپر پوشیدہ نہیں یعنی اس نے ان کے لیے عذاب مہیا کیا ہی ۔ مترجم کہتا ہی کہ زمخشری معتزلہ تھا اس نے صفات باری تعالے سے انکار کیوجہ سے ایسا کہا اور بیضاوی وغیرہ نے جو اسطرح تفسیر کی ہی تو ان کی غرض یہ ہی کہ یہ سننا بطور رضامندی کے نہیں جیسے سمع اللہ لمن حمدہ میں ہی بلکہ یہ وعید و تہدید ہی جیسے کسی بے ادب و گستاخ سے کہتے ہیں کہ خبردار ہم نے سن لیا یعنی تجھ کو سزا دینگے بالجملہ سننا ہمارے نزدیک اپنے معنے پر ہی یعنی اللہ تعالے نے اپنی حقیقی صفت سے سنا ۔ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ ۘ قول ان لوگوں کا جنھوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہی اور ہم تونگر ہیں ف وہم الیہود قالوہ لما نزل من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا الآیۃ ۔ وقالوا لو کان غنیا ما استقرضنا ۔ اور یہ لوگ یہود تھے انھوں نے یہ قول اسوقت کہا جب کہ نازل ہوا قولہ تعالے من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا الآیہ اور یہ بھی کہا کہ اگر اللہ تعالے تونگر ہوتا تو ہم سے قرض نہ مانگتا مترجم کہتا ہی کہ معالم وغیرہ میں ایسا مذکور ہی جو مفسر رح نے ذکر کیا پس اگر بعینہٖ یہی لفظ ان کافروں نے کہے تھے تو آیت میں ان کے الفاظ کی حکایت ہی اور مفسر رح نے علوم القرآن میں اسکو اس بات کی مثال میں بھی ذکر کیا کہ قرآن میں جو آیات زبان غیر پر ہیں از انجملہ یہ ہی لیکن شیخ ابن کثیر رح نے ابن عباس رض سے روایۃ ذکر کی کہ ان کافروں نے کہا تھا ۔ یا محمد افتقر ربک فسال عبادہ القرض ۔ یعنے ای محمد آپکا پروردگار محتاج ہوا کہ بندوں سے قرض مانگا پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم ۔ اور نیز محمد بن اسحاق نے اپنی سند سے ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رض ایک مرتبہ یہود کے مدارس میں گئے جہاں بہت یہودی اپنے ایک بڑے عالم فنحاص کے پاس جمع تھے ۔ حضرت صدیق نے کہا کہ ای فنحاص تو اللہ تعالی سے خوف کر اور محمد صلعم پر ایمان لا کیونکہ واللہ تو جانتا ہی کہ وہ برحق رسول تمھاری توریت میں موصوف ہیں وہ عالم یہودی بولا کہ واللہ ای ابوبکر ہم کو اللہ کی طرف محتاجی کی ضرورت نہیں اور وہ ہمارا محتاج ہی ہمسے گڑگڑاتا ہی جیسے ہم نہیں گڑگڑاتے اور ہم اس سے تونگر ہیں اگر ہمسے تونگر ہوتا تو قرض نہ مانگتا جیسا کہ محمد گمان کرتے ہیں اور وہ ہمکو سود کھانے سے منع کرتا ہی اور ہمسے قرض مانگتا اور اسپر ہی کو سود دینے کا وعدہ کرتا ہی ۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر رض سخت غضبناک ہوے اور بڑے زور سے اسکو تھپڑ مارا اور کہا کہ قسم اس پاک پروردگار کی جسکے قبضہ میں میری جان ہی کہ اگر ہمارے اور تم لوگوں کے درمیان عہدنامہ نہوتا تو میں تیری گردن مارتا ای خدا کے دشمن تو ہم کو جھٹلا جسقدر تجھمیں وسعت ہو ۔ فنحاص وہاں سے اٹھکر حضرت صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کے یار نے دیکھو ہم کو کیا خوار کیا ہی آپ نے فرمایا کہ ای ابوبکر رض کیا باعث ہوا ۔ صدیق رض نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس دشمن نے بڑا سخت لفظ کہا کہ اللہ فقیر ہی اور ہم اس سے تونگر ہیں مجھے اللہ تعالے کے واسطے غصہ آیا میں نے اسکو مارا ۔ پس فنحاص مردود اس سے انکار کر گیا اور کہا کہ میں نے نہیں کہا پس اللہ عزوجل نے ابوبکر رض کی تصدیق اور فنحاص کی

تکذیب میں نازل فرمایا۔ لقد سمع اللہ قول الذین قالوا الآیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اس آیت میں بڑی سخت وعید ہے ازانجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا سننا مصرح فرمایا اور مقولہ بھی مصرح ذکر فرمایا۔ ازانجملہ آنکہ فرمایا۔ سَنَكْتُبُ ۔ نامر بکتب ۔ مَا قَالُوْا۔ فی صحائف اعمالہم لیجازوا علیہ۔ یعنی ہم لکھیں گے۔ مراد یہ کہ حکم دینگے نیکی بدی لکھنے والے فرشتوں کو لکھنے اس چیز کا جو انھوں نے کہا۔ ان کے صحائف اعمال میں تاکہ اسپر وہ جزا دیے جاویں۔ پس فرشتوں کے لکھنے کو اپنے لکھنے سے تعبیر فرمایا جیسے قولہ وانا لہ کاتبون۔ وفی قراءۃ بالیاء مبنیا للمفعول۔ یعنی اور حمزہؒ کی قراءۃ میں سَيُكْتَبُ بصیغۂ غائب مجہول ہے ای لکھا جائیگا جو انھوں نے کہا۔ پھر لکھا جانا خود وعید ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ دانا ہے جیسے اہتمام کی چیز کو یادداشت کر لیتے ہیں یعنے یہ لفظ کفر شدید ہے اسی واسطے اسکے ذیل میں قتل انبیا کو بھی لکھا کہ وَنَكْتُبُ۔ قَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَاۤءَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ قتلہم بالنصب وبالرفع ہے اور لکھیں گے ہم انکا قتل کرنا انبیاء کو ناحق۔ اور یہ ترجمہ اس صورت میں کہ قتلہم کو نصب ہو بنا بر قراءۃ جمہور کے کہ نکتب بنون پڑھا اور بنا بر قراءۃ بیاء تحتیہ کے اسکو رفع ہے یعنی اور لکھا جائیگا قتل کرنا انکا انبیا کو ناحق۔ اور اسمیں ایذان ہے کہ ان لوگوں سے ایسی گفتگو بعید نہیں جنھوں نے انبیاء کو جان بوجھ کر ناحق قتل کیا۔ اور قتل انبیاء اگرچہ انکے بڑوں سے ہوا مگر انکی رضامندی کے سبب ان کی طرف منسوب ہوا۔ وَنَقُوْلُ۔ بالنون والیاء یعنی نکتب پر عطف ہے اور اسمیں بھی دو قراءتیں ایک بنون و دوم بیاء تحتیہ ہے ای اللہ لہم فی الآخرۃ علی لسان الملائکۃ۔ یعنے ہر قراءۃ پر فاعل اسکا اللہ تعالیٰ ہے اور معنے یہ کہ کہیں گے ہم یعنے اللہ تعالیٰ ان کافروں سے آخرت میں فرشتوں کی زبان پر۔ حاصل یہ کہ یہ گفتگو انکی اللہ عزوجل کی شان میں اور یہ معاملہ انکا اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے ساتھ ہے تو ہم انکو عذاب سخت دینگے اسیواسطے فرمایا ونقول۔ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ۔ النار۔ حریق دراصل ایسی آگ کا نام ہے جو ملتہب ہوا اور معنے اس کے محرق ہیں یعنے سخت التہاب سے جلانے والی جیسے عذاب الیم بمعنے مولم بولتے ہیں۔ (آگ یعنے دوزخ میں) اور حاصل یہ کہ ان کافروں سے یہ کہا جائیگا جب وہ آگ میں ڈالے جاوینگے کہ عذاب سوزان چکھو اور یہاں سے ثابت ہوگیا کہ ان لوگوں کا یہ قول وفعل حد سے زیادہ بڑا ہے کہ ارحم الراحمین نے انکے واسطے یہ عذاب مقدر فرمایا جس میں ظلم کا احتمال ہی نہیں اسیواسطے فرمایا۔ ذٰلِكَ۔ العذاب کائن۔ یہ عذاب مذکور حاصل ہوا۔ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ۔ بسبب اس چیز کے جو پہلے پہونچائی ہے تمھارے دونوں ہاتھوں نے۔ یعنے تم نے چنانچہ مفسرؒ نے کہا۔ عبر بہا عن الانسان لان اکثر الافعال تزاول بہا۔ یعنے ہاتھوں سے تعبیر انسان سے ہے کیونکہ اکثر کام انھیں دونوں ہاتھوں سے مزاولت میں آتے ہیں جیسے دوسری آیت میں بما قدمت یداہ فرمایا اور ہماری زبان میں بولتے ہیں کہ ای شخص یہ تیرے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے یعنے تیرا کیا ہوا ہے خواہ ہاتھ وزبان کسی عضو سے ہو حاصل یہ کہ یہ عذاب تمھارے کیے پر ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ۔ بذی ظلم۔ لِّلْعَبِيْدِ۔ فیعذبہم بغیر ذنب۔ اور اللہ نہیں ہے ظلام ای صاحب ظلم۔ واسطے بندوں کے۔ کہ انکو بغیر جرم کے عذاب کرے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یعنے میں عذاب کرنے والا نہیں اس شخص کو جسنے ارتکاب جرم نہیں کیا مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو وعدہ ہے کہ بدون جرم کے انپر عذاب نہوگا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل آسمانوں وزمین وبندوں ومخلوقات میں جسطرح چاہے تصرف کرے وہ کسی طرح ظلم نہیں ہوسکتا اور یہی مذہب اہل سنت ہے۔ اگر کہا جاوے کہ ظلام صیغۂ مبالغہ ہے جو بہ نسبت ظالم کے خاص ہے پس ظلام کی نفی سے ظالم کی نفی نہوگی تو جواب دیا گیا کئی وجہ سے۔ اول وہ کہ جو مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ ظلام یہاں صیغۂ نسبت ہے ای ذی ظلم کے معنے ہیں یعنی اسکی طرف ظلم کی نسبت ہی نہیں ہوتی ہے اور نظیر اس کی بزاز وعطار ہے یعنی کپڑا بیچنے والا اور عطر کھینچنے و بیچنے والا کہ انمیں نسبت مراد ہے نہ معنے مبالغہ کما لا یخفی اور مفسرؒ نے

ذکر کیا کہ ابن مالک نے اس جواب کو محققین سے حکایت کیا ہی دوم آنکہ ظلام مین اگرچہ معنے کثرت ہین لیکن یہان بمقابلہ عبید کے ہی جو جمع کثرت
ہی حاصل آنکہ عبید کے مقابلہ مین ظلام فرمایا پس عبد کے مقابلہ مین ظلم رہا پس ہر فرد کی نسبت ظالم ہونے کی نفی ہوئی یعنی کسی بندے کے واسطے
ظالم نہین ہی سوم آنکہ جب ظلام سے ظلم کثیر کی نفی کی تو قرینہ مقام سے ظلم قلیل جو عام ہی بدرجہ اولی منتفی ہوگا اسواسطے کہ ظلم بغرض
نفع کے ہوتا ہی پس جب کثیر کو باوجود زیادہ نفع کے ترک کیا تو قلیل بدرجہ اولی متروک ہوگا۔ چہارم آنکہ ظلام بمعنی ظالم ہی یعنی کثرت ملحوظ
نہین ہین۔ بدلیل آنکہ مقصود مطلق ظلم کی نفی ہی۔ پنجم آنکہ اقل قلیل بھی اگر اللہ تعالی کی طرف سے پایا جا تا فرض کیا جاوے تو وہ کبیر ہوگا
جیسے بولتے ہین کہ زلۃ العالم کبیرۃ۔ عالم کی لغزش بھی کبیرہ گناہ ہی ششم آنکہ مراد یہی کہ ظالم نہین بغرض تاکید نفی کے پس اسکو ظلام نہین سے
تعبیر کی۔ ہفتم آنکہ یہ جواب اس کافر کا ہی جسنے اللہ تعالی کو ظلام کہا اور اس صورت مین معنے کثرت کا کچھ مفہوم نہو گا جیسے کوئی شخص زید کو جو بڑا
متقی ہی کہے کہ وہ افجر ہی اور جواب دیا جاوے کہ تو جھوٹا ہی وہ افجر نہین ہی تو اسکے یہ معنی نہونگے کہ وہ فاجر ہی۔ ہشتم آنکہ اثبات مین اللہ تعالی کے
صفات مین صیغہ مبالغہ وغیر مبالغہ یکسان ہین یعنے ہر صفت اسکی حد کمال پر ہی اور وہ واحد ہی پس رحیم وارحم سب مین وہی حد کمال ہی پس نفی مین بھی
یہی رکھا گیا مترجم کہتا ہی کہ تامل کے ساتھ یہ جواب جید ہی نہم آنکہ اس سے مقصود تعریض ہی یعنے بندون مین بہتیرے حاکم ایسے ہوتے ہین کہ ظلام
ہوتے ہین مترجم کہتا ہی تعریض یون بیان کرنا اولی ہی کہ بندون مین بہتیرے کافر ایسے ہین کہ اپنے افعال مین ظلام ہین جیسے یہودی خبیث تھے
جنھون نے ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء۔ کہا کہ انھون نے اپنے اوپر سخت ظلم کیا اور تعریض کے واسطے ہقدر کافی ہی اگرچہ وجہ ظلم مختلف ہو پھر جاننا
چاہیے کہ قولہ وان اللہ لیس بظلام للعبید جملہ حالیہ ہی اور بیضاوی نے تبعاً لکشاف کہا کہ اسکا عطف ما قدمت پر ہی یعنی وذلک ان اللہ
لیس بظلام للعبید یعنے عذاب کی تعلیل ہی ای یہ عذاب اسوجہ سے کہ اللہ تعالی بندون کے واسطے ظلام نہین ہی۔ باین توجیہ کہ نفی ظلم
مستلزم عدل ہی اور عدل مقتضی ہی کہ نیکوکار کو ثواب دے اور بدکار کو عذاب دے مترجم کہتا ہی کہ یہ تقریب کچھ نہین چنانچہ اعتراض کیا گیا کہ
تعذیب نہ کرنا باوجود سبب موجود ہونے کے کچھ ظلم نہین نہ عقلاً و نہ شرعاً پھر کیونکر نفی ظلم کو عذاب کرنیکا سبب قرار دیتا ہی پھر اللہ عز وجل نے
انھین کافرون سے جنھون نے کلمہ کفر کہا تھا ایک اور بدخصلت بہتان بندی اور دروغ دعوی کی فرمائی کہ۔ اَلَّذِیْنَ۔ نعت للذین قبلہ یعنے
یہ الذین پہلے الذین قالوا کی صفت واقع ہی۔ قَالُوْٓا۔ الحمد۔ یعنی ایسے لوگ جنھون نے کہا محمد صلعم سے کہ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَھِدَ اِلَیْنَا۔ فی التوراۃ
اللہ تعالی نے عہد لیا ہم سے۔ توریت مین کہ۔ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ۔ نصدقہ۔ ہم نہ ایمان لاوین واسطے کسی رسول کے یعنی نہ
تصدیق کرین اس کے رسول ہونے کی حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْکُلُہُ النَّارُ۔ یہانتک کہ لاوے وہ ہمارے پاس قربان
جسکو آگ کھا جاوے مترجم کہتا ہی کہ غرض ان کی آنحضرت صلعم سے کہنے کی یہ تھی کہ۔ فلا نؤمن لک حتی تاتینا بہ ہم تیرا ایمان نہ لاوینگے
یہانتک کہ تم ایسا قربان لاو۔ اور یہ قربان بنی اسرائیل مین ہوتا تھا اور معنے اسکے مفسرؒ نے بیان کیے کہ۔ ہو ما یتقرب بہ الی اللہ تعالی من نعم وغیرہا
فان قبل جاءت نار بیضاء من السماء فاحرقتہ والا بقی مکانہ۔ اور قربان ہر وہ چیز تھی کہ اس کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف تقرب ڈھونڈھا جاوے
خواہ وہ حلال چوپایہ ہون یا کوئی اور چیز ہو سو بنی اسرائیل مین یہ تھا کہ وہ میدان مین رکھا گیا اور پیغمبر نے تنہا یا مع لوگون کے دعا کی پس یا
قبول ہوتا تھا یا نہین پھر اگر قبول ہوتا تھا تو یہ صورت ہوتی تھی کہ آسمان سے ایک آگ سپید بدون دھوئین کے آتی تھی پس اسکو کھا جاتی تھی
یعنے جلا دیتی تھی اور اپنی طبیعت پر مستحیل کر لیتی تھی اور اگر قبول نہ ہوا تو ویسا ہی اپنی جگہ پڑا رہتا تھا۔ وعہد الی بنی اسرائیل ذلک الا فی المسیح
ومحمد صلعم مفسرؒ نے کہا کہ بنی اسرائیل پر یہ عہد لیا گیا تھا سوا مسیح ومحمد صلعم کے بارہ مین چنانچہ سدیؒ نے کہا کہ توریت مین یہ شرط آئی تھی مگر ایک

دوسری شرط کے ساتھ باینطور کہ اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کو حکم کیا کہ جو شخص تمھارے پاس نبوت کا دعوی کرکے آوے تو اسکی تصدیق نہ کرنا یہان
تک کہ قربان رکھے جسکو آگ کھاجاوے یہانتک کہ تمھارے پاس مسیح و محمد آوین کہ ان دونون پر ضرور ایمان لانا کہ یہ دونون بدون قربان کے آوینگے
اور ابن عباس و حسن بصری وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل مین قربان کا طریقہ اسطرح جاری تھا چنانچہ جہاد مین جو غنیمت حاصل
کرتے اسکو بھی اسطرح رکھتے تھے اور یہ نہین تھا کہ اللہ تعالی نے اسکو دعوی نبوت کی تصدیق کے لیے علامت مقرر کیا ہو اسطرح کہ بدون اس کے
کسی نبی کے تصدیق نکرنا بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ یہ بات انکے دروغ و مفتریات مین سے ہے اسلیے کہ قربان کو آگ کا کھاجانا موجب ایمان
اسوجہ سے ہے کہ وہ معجزہ ہے تو یہ معجزہ اور دیگر معجزات آپس مین یکسان ہین اسواسطے اللہ عزوجل نے رد کیا کہ قُلْ - انکو تو کہ یعنی کہدے ان
لوگون سے ملامت کے طور پر کہ - قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنٰتِ - بالمعجزات - وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ کزکریا و یحیی فقتلتموہم
آئے تو تھے تمھارے پاس رسول مجسے پہلے معجزات کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ بھی جو تم کہتے ہو جیسے زکریا و یحیی سو تمنے انکو قتل کیا
اگر کہا جاوے کہ ان لوگون نے کہان قتل کیا تو مفسرین نے جواب دیا کہ - والخطاب لمن فی زمن نبینا وان کان الفعل لاجدادہم لرضاہم بہ - اور
خطاب ان بنی اسرائیل کو ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھے اگرچہ یہ فعل انکے باپ دادا کا تھا اسوجہ سے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادا کے
فعل پر رضامند تھے مترجم کہتا ہے کہ - بالذی - قلتم - کو - بالبینت - پر عطف کرنے مین ایذان ہے کہ بینات یعنے معجزات جس مرتبہ پر
تصدیق نبوت کے واسطے ہین ویسے یہ قربان نہین ہے اگرچہ اسی قبیل سے ہوا اور مفسرین نے فقتلتموہم بڑھایا تاکہ آگے کا قول مرتبط ہو یعنے
باوجود قربان کے تم نے ان کو قتل کیا - فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ - فی انکم تومنون عند الاتیان بہ - پھر کیون
تم نے ان کو قتل کیا اگر تم سچے ہو فقط اس بات مین کہ تم قربان لانے کے وقت ایمان لاتے ہو - پھر اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ و
سلم کی تسلی فرمائی اور صبر کے واسطے ارشاد کیا - فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ
المعجزات پھر اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاتے ہین تو تجھ سے پہلے بہت رسول جھٹلائے گئے جو آئے تھے بینات یعنے معجزات ظاہرہ کے ساتھ - وَ
الزُّبُرِ - کصحف ابراہیم - اور کتب کے ساتھ جیسے صحائف ابراہیم - زبر جمع زبور ہے ابن کثیر نے کہا کہ کتاب جو آسمان سے ملی مثل صحف
ابراہیم وغیرہ کے - اور بعض نے کہا وہ کتاب جسمین فقط حکمتین ہون اور بعض نے کہا جسمین مواعظ[ه] و زواجر ہون اور ظاہر ایا ولی یہ منظور موافق
زبور داؤد علیہ السلام کے - وَالْكِتٰبِ - وفی قراءۃ باثبات الباء فیہما - یعنی ابن عامر کی قراءت مین ہے بالزبر و بالکتاب - الْمُنِيْرِ -
الواضح وہو التوراۃ والانجیل فاصبر کما صبروا - یعنی منیر یعنے واضح ہے اور وہ کتاب منیر توریت و انجیل ہے اور مراد اس آیت سے یہ کہ صبر کر تو ای
محمد صلعم جیسے ان لوگون نے صبر کیا - الحاصل جب یہودیون نے بہتان باندھا کہ ہم سے توریت مین عہد لیا گیا ہے کہ جو پیغمبر آوے اگر وہ قربان کا
معجزہ دکھلاوے تو ایمان لاوین ورنہ نہین تو رد فرمایا کہ یہ معجزہ تو بہت ہی خفیف ہے جسکا دکھلانا بہ نسبت شق القمر وغیرہ کے بہت ہی خفیف
ہے لیکن تم خود مکار عناد سے کہتے ہو دلیل یہ ہے کہ حضرت زکریا و یحیی وغیرہم کے مانند بہت سے معجزات مع قربان و زبور و کتاب منیر لائے تھے تمنے انکو کیون
نہ مانا اگر سچے ہو بلکہ انکو قتل کر ڈالا پس تم قوم خبیث جہنمی ہو کہ صرف چند روزہ دنیاوی زندگی کے لیے یہ مکر تم نے باندھا اور تمھارے جاہلون
نے تمکو اپنا پیشوا اپنا یا ب عنقریب تم جانوگے کہ مرکر کس غار جہنم مین جانے ہو اور موت سے فرار غیر ممکن ہے قال تعالی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

ہر جی کو موت چکھنی ہے اور سوائے اسکے نہیں کہ تم کو پورے بدلے ملین گے قیامت کے دن پھر جو سرکایا گیا آگ سے

[ه] مواعظ یعنی نصیحتین و زواجر یعنی جھڑکیان بعد کلام برطابق القرآن [illegible]

وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ o لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ

اور داخل کیا گیا جنت میں بس کا کام بن گیا اور دنیا کی زندگی تو یہی دغا کی جنس ہے البتہ تم آزمائے جاؤ گے

اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ قف وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اپنے مالون اور جانون سے اور البتہ سنو گے ان لوگون سے جو دیے گئے کتاب تم سے پہلے اور ان

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ

لوگون سے جنھون نے شرک کیا بہت بدگوئی اور اگر صبر کرو اور پرہیزگاری تو یہ البتہ

ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ o

ہمت کے کام ہین

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ - ہر نفس موت چکھنے والا ہے ف جمہور کی قراءۃ ذائقۃ الموت باضافت ہے اور معنے یہ ہین کہ ذائقہ موت جسدہا۔ یعنے چکھنے والا ہے موت اپنے جسم کی اسواسطے کہ موت اسی جسم کو ہے نفس کو نہین اور اگر مرنا بھی تو حالت موت مین کیا چکھے گا کیونکہ چکھنے کے واسطے حیات شرط ہے اور علی ہذا قولہ تعالی اللہ یتوفی الانفس حین موتہا کے معنے بھی یہی ہین کہ حین موت اجسادہا۔ کذا قال الکرخی - وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ - جزاء اعمالکم۔ اپنے کامون کے بدلے - يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے روز یعنی تم تو قیامت کے روز اپنے اعمال کا بدلا دیے جاؤ گے ف پس مومن کا اجر تو جنت و ثواب ہے اور کافر و مشرک کا اجر دوزخ و عذاب ہے۔ پس آیت مین وعدہ و وعید دونون ہے۔ اور توفیہ کے معنی بھرپور دینا پس دنیا مین یا برزخ مین جو ملیگا وہ بعض ہے اور حدیث مین ہے کہ قبر یا تو ریاض جنت مین سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھون مین سے ایک گڑھا ہے مترجم کہتا ہے کہ بعض علماء نے زعم کیا کہ عذاب القبر فقط اس امت کے لیے ہے تاکہ جو کچھ ہونا ہے قیامت تک ہو جاوے پھر قیامت مین محاسبہ ہو ذکرہ القاری فی شرح الفقہ الاکبر لیکن میرے نزدیک اسمین تامل ہے اسواسطے کہ اول تو یہ آیت عام ہے سب کو شامل ہے دوم یہ کہ توریت مین بھی عذاب القبر کا ذکر تھا جس سے یہودیہ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضہ سے ذکر کیا کہ خدا آپکو عذاب قبر سے پناہ دے ام المومنین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا مفصل بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسمے صدیقہ سچ ہے جیسا کہ حدیث صحاح و سنن سے ظاہر ہے ہان یہ احتمال ہے شاید اس یہودیہ کو توریت کے بیان سے مخصوص اس امت کے لیے ظاہر ہوا ہو لیکن یہ احتمال بے قاعدہ و بعید ہے اور اسکی بحث قولہ تعالی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ الآیۃ مین آویگی الحاصل سب کو آگاہ فرمایا کہ تم مین سے کوئی موت سے نہین بچیگا اور ضرور اپنے اعمال نیک و بد کا بدلا قیامت کے روز پانے والا ہے۔ تو فرض ہے کہ اپنے انجام کی خبر رکھے اور اسکا سامان کرے فَمَنْ زُحْزِحَ - بُعِّدَ - دور کیا گیا از تبعید یعنے دور کر دینا عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ نال غایۃ مطلوبہ - پس جو شخص کہ آگ سے دور کیا گیا اور جنت مین داخل کیا گیا تو اسنے پالیا اپنی انتہائے مراد کو ف اس واسطے کہ جنت جیسے ان نعمتون کو شامل ہے کہ انکے مانند و نظیر نہین ویسے ہی اسمین رضائے الٰہی تعالی اسطرح حاصل ہے کہ کبھی ناخوش نہ ہوگا بلکہ دیدار الٰہی عز و جل حاصل ہوگا کہ کوئی نعمت اس سے بڑھ کر نہین بلکہ نعمت سے وہ کہین اعلی تر ہے اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت مین ایک کوڑے بھر جگہ دنیا و ما فیہا سے بہت بہتر ہے پڑھو تمھارا جی چاہے کہ فرمایا فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ تا قولہ متاع الغرور رواہ الترمذی والحاکم و صححہ پھر بھلا تم اس دنیا کے پیچھے کیون خراب ہو جس سے کوڑا دکھانے ہاتھ بھر بھی نہین وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ - ای العیش فیہا - یعنی دنیا مین زندہ رہنا اور متاع وہ

چیز جس سے چند روز تمتع حاصل کیا جاوے پھر وہ فنا ہو جاوے اور لفظ دنیا مونث۔ اَدْنیٰ۔ ہے۔ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔ الباطل یتمتع بہ قلیلا ثم یفنی۔ یعنی متاع باطل ہے کہ چند روز اس سے تمتع لیجاتی ہے پھر وہ فنا ہو (المعنی) اور یہ زندگانی جو دنیا مین ہے کچھ نہین سوائے متاع غرور کے کہ فانی و باطل ہے۔ قتادہ رح نے فرمایا کہ یہ متاع چھوڑ دیے جانے کے لیے ہے قسم اس ذات پاک کی جسکے سوائے کوئی معبود نہین کہ قریب ہے کہ اپنے لوگون سے الگ ہو جاوے پس تم لوگ اس متاع سے اللہ تعالی کی فرمانبرداری حاصل کرو اگر تم کو استطاعت حاصل ہو اور بندہ مین کوئی قوت نہین سوائے قوت اللہ تعالی کے شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اس آیت کریمہ مین تمام چیزون کی تعزیت ہے کیونکہ جن و انس و فرشتہ حتی کہ عرش کے اٹھانے والے فرشتے کوئی بھی باقی نہ رہیگا صرف وہی ذات وحدہ لاشریک لہ باقی رہجاویگا جسکے واسطے ہمیشگی اور بقا ہے وہی اوّل تھا وہی آخر ہے اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو کوئی آنے والا آیا جسکی آہٹ سنائی دیتی تھی مگر کوئی نظر نہین آتا تھا اور اسنے کہا کہ السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ۔ اللہ تعالی کے یہان ہر مصیبت کی عزا ہے اور ہر مرنے والے کے پیچھے قائم مقام ہے اور ہر گم ہونے والے کے پیچھے ملنے والا ہے پس اللہ تعالی ہی پر بھروسا کرو اور اسی کی طرف سے امید رکھو (تعزیۃ یعنی جزائے ثواب کی امید ۱۲) پس مصیبت تو در حقیقت اسکو پہونچی جسکو کچھ ثواب نہ ملا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر جعفر بن محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی کہ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کون تھا یہ خضر علیہ السلام تھے ہکذا اوردہ ابن کثیر اور مترجم کہتا ہے کہ اسکی اسناد مین دو انقطاع ہین اور بعضے دیگر محدثین نے بھی اسکو روایت کیا ان سب کو شیخ ابن حجر نے اصابہ فی اسماء الصحابہ مین بھر پور ذکر کیا اور بعد تمام کلام کے شیخ ابن حجر کا میلان عدم ثبوت روایت کی طرف ہے اور نووی رح نے شرح صحیح مسلم مین بھی اسی طرف میل کیا و لیکن لکھا کہ اکابر اہل اللہ تعالے سب متفق ہین کہ خضر علیہ السلام زندہ ہین اور انسے بارہا ملاقات واقع ہوئی اور اسکو قشیری رح نے بھی ذکر کیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ طرق روایت کے کئی ہین جنسے تقویت ہوتی ہے اور ظاہر یہ کہ روایت ثابت ہے اور ظاہر کلام حافظ ابن کثیر بھی اسی طرف مائل ہے لیکن اسمین البتہ کلام ہو سکتا ہے کہ یہ درحقیقت خضر تھے یا کوئی فرشتہ تھا فافہم واللہ اعلم۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو پسند رکھتا ہے کہ آگ سے دور کیا جاوے اور جنت مین داخل کیا جاوے اسکو چاہیے کہ موت اسکو ایسے حال مین آوے کہ وہ اللہ تعالی و روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگون کو اسکی ذات سے وہ پہونچے جسکو وہ انسے خود چاہتا ہے رواہ احمد پھر اللہ تعالی نے اس موعظت بلیغ کے بعد اہل ایمان کو سمجھایا جنھون نے جنتیون کے لیے دنیا چھوڑی اور آخرت لے لی ہے۔ لَتُبْلَوُنَّ۔ حذف منہ نون الرفع لتوالی النونات والواو ضمیر الجمع وحذفت واو الرفع لالتقاء الساکنین لتختبرن۔ اس صیغہ مین سے نون رفع تو بسبب اسکے حذف ہوا کہ پے در پے نون جمع ہوے جاتے تھے اور واو اسمین ضمیر جمع ہے اور یہاں واو رفع تو وہ حذف کیا گیا بسبب التقاے ساکنین کے اور لام اسمین قسم محذوف کا ہے اور معنے یہ کہ واللہ تم آزمائے جاؤ گے۔ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ۔ بالفرائض فیہا والجوائح اپنے مالون مین

ف بایں طور کہ ان مالون مین حقوق فرض کیے جاوینگے اور انمین قدرتی آفتین پہونچینگی۔ جوائح جمع جائحہ یعنے وہ آفت کہ پھلون کو پہونچتی ہے اور یہ مراد یہان مطلق آفت ہے اور حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ دین مین جسکا جسقدر مرتبہ بڑا ہے اسیقدر اسپر بلا زیادہ ہے اور نیز ثابت ہے کہ منافق وکافر کی مثال جیسے صنوبر کا درخت کہ اسپر کوئی جھونکا اثر نہین کرتا یہاں تک کہ ایکبار گر جاتا ہے (ف) اس آیت مین صریح حکمت آمیز تنبیہ ہے کہ اگر اللہ تعالی چاہے تو تم کو تمام امت کا سردار اور تمام امتون سے افضل اور تمام اہل جنت کا سردار بنا دے بدون اسکے کہ تمہارے قلب کو

سلہ وہ قائم مقام اس سے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت خود بخود ثابت ہو گئی کہ وہی اللہ تعالی کی تقدیر سے قائم مقام ہوے اور شاید گویا قائم مقام ہونیکا بیان اس جز کا کلام اور دوم اسکا حق نہین ہے فافہم ۱۲ م

ذرہ ذرہ کو آزماوے اور چاہے تمام کافرون کو مقہور کر کے تمھارا مطیع کر دے ولیکن اسکی مشیت اسطرح جاری ہوئی ہو کہ تم قطعًا یا کبیرہ کیے جاؤ
تو واللہ تم آزمائے جاؤگے اپنے مالون مین یعنے انمین قدرتی آفات نازل ہونگی تاکہ تم اسوقت ثابت یقین پر دیکھے جاؤ اور جو بجا اسمین صدقات فرض
کیے جاوینگے تاکہ تمھاری محبت کچھ بھی مال سے باقی نرہے پہلے گذرا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ایسا ابین بہانتک فرض تھا کہ روزینہ سے زائد باقی نرکھین
بچا اموال سے بھی بڑھکر آزمائے جاؤگے قال تعالی۔ وَاَنْفُسِكُمْ۔ بالعبادات والبلاء اور اپنے نفسون مین آزمائے جاؤگے ف یا بنطور کہ
عبادات فرض کیے جاوینگے اور بلا مانند قتل وجرح وغیرہ کے انپر طاری ہونگے اور مدارک مین کہا کہ اسمین دلیل ہو کہ نفس یہی جسم ہو جو معائنہ ہوتا
وہ معنے واہی جو بعضے متکلمین نے ذکر کیے ہین مترجم کہتا ہو کہ اسکی تحقیق سورہ یوسف وغیرہ مین انشاء اللہ تعالی آویگی پھر باوجود جان ومال کی
آزمائش کے تمپر کافرون کے منھ کھول دیے جاوینگے بقولہ تعالی۔ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ ای الیہود
والنصاری۔ اور ضرور سنوگے یہود ونصاری سے۔ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا۔ من العرب۔ اور مشرکین یعنی اہل عرب سے۔
اَذًى كَثِيْرًا۔ من السب والطعن والتشبیب بنسائکم۔ کلمات ناگوار طعن تشنیع کے اور اپنی عورتون کے حق مین بدگوئی۔ اور تشبیب یعنی مجمع
شعر مین عورتون کے ذکر سے ہجو کیا جانا۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا۔ علی ذلک اور اگر صبر کرو اس امر مذکور پر۔ وَتَتَّقُوْا۔ اللہ تعالی۔ اور
پرہیزگاری رکھو اللہ تعالی کی۔ فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ ای من معزوماتہا التی یعزم علیہا بوجوبہا۔ تو یہ معزومات امور
سے ہی جنپر عزم کیا جاتا ہی بسبب انکے واجب ہونے کے۔ الحاصل تم کو اللہ تعالی ہر طرح اپنے واسطے خالص کرنے والا ہی وہ تمھاری جان ومال مین
مصیبت ڈالنے والا ہی اور شیطانی لوگون کی زبان سے تمھارے حق مین بدگوئی سنوانے والا ہی تاکہ تم اپنے نفس سے پاک ہوجاؤ اور اللہ تعالی ہی کے
تقوی پر عزم کے ساتھ صبر کرو کہ یہ عزم ہی۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ حکم دلالت کرتا ہو کہ نزول اس آیت کا قبل حکم جہاد کے ہوا پس جو قفال رح سے مذکور ہو کہ
نزول اسکا ظاہرا قبل واقعہ احد کے ہوا اور جہاد کا حکم ہونا اسکے منافی نہین ہو تو یہ قول جیدنہین ہو اور بخاری رح نے اسامہ بن زید سے روایت
کی جسکا خلاصہ یہ ہو کہ آنحضرت صلعم سعد بن عبادہ رض کی عیادت کو چلے راہ مین عبداللہ بن ابی منافق کے مجلس پر جہان بعض مسلمان ویہود ومشرکین
جمع تھے ٹھہر کر نصیحت کی اور عبداللہ مذکور اسوقت کافر تھا اسنے طعن سے انکار کیا اور عبداللہ بن رواحہ نے جو اسی مجلس مین تھے رد کیا پس
یہود ومشرکین ومسلمان باہم گالی گلوج کرنے لگے حضرت صلعم انکو ٹھنڈا کر کے حضرت سعد بن عبادہ کے پاس گئے وہان عبداللہ بن ابی مذکور
کی شکایت کی انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس دیار کے لوگ اسکو اپنا بادشاہ تاجدار بنانا چاہتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالی نے آپ کو حق
کے ساتھ بھیجا پس وہ خائب رہ گیا یہ اسکو جلن ہو آپ عفو کرین پس حضرت صلعم نے عفو کیا اور حضرت صلعم و آپکے صحابہ مشرکون و کافرون کی
اذیت پر صبر کرتے جیسا کہ اللہ تعالی نے حکم کیا۔ ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب الآیہ۔ اور فرمایا فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ الآیہ یہانتک
کہ اللہ عزوجل نے اپنے جہاد کا حکم کیا پس جب حضرت صلعم نے بدر مین جہاد کیا اور وہان قریش کے بڑے بڑے ڈھڈھ مارے گئے تو عبداللہ بن
ابی بن سلول نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ یہ امر تو اب پھر الیس چلو رسول صلعم سے بیعت کرلو پس انھون نے اگر ظاہر مین اسلام قبول کرلیا۔ وقد
رواہ ابن ابی حاتم مختصرا۔ پس یہ دلالت صریح ہو کہ بدر سے پہلے اسکا نزول ہوا اور بعد اذن قتال کے اسکا حکم جاتا رہا فلیتامل۔ اور تفسیر
سو اسکے نسخ اصطلاحی ہونے مین کلام ہو اور یہ ظاہر ہو کیونکہ اقوال فحش مثلا جس کسی کافر نے کسی پرہیزگار کی نسبت کیے تو انکی کچھ حقیقت نہین سوائے
اسکے کہ اس کافر نے اپنے صدقہ خیرات وغیرہ کا عوض کھویا جو مرد متقی کے نامہ اعمال مین گیا اور رہا جان ومال کا نقصان تو اسکو غور سے سمجھو کہ نقصان
ہی یا نہایت کمال احسان ہو کہ مال فانی وجسم مردہ کے عوض مین دار جنت باقی وجسم مطہر و قرب منزلت عطا فرمائی۔ ہان البتہ جس کافر کو دار آخرت کا یقین نہین ہو

وہ التیہ اسی دنیا کی متاع غرور مین پڑا ہے اور اسکو نقصان جانتا ہے پس ہر حال مین مومن متقی کو ایسے امور عزیمہ و اخلاق کریمہ کا حکم ہے تاکہ نفس کا ایمان ہو بلکہ آخرت کا ایمان حقیقی ہو کیونکہ جو کوئی زبان سے ایمان کہتا ہے مگر ان امور پر عمل کرتا اور نقصان سمجھتا ہے تو وہ جھوٹا منافق ہے اور اللہ تعالی سے عافیت کی امید ہے اور اللہ تعالی ہم ضعیفون پر رحم فرما کر یقین صحیح و نور ایمان دل مین دیدے اور عافیت دارین جمع فرما دے آمین یا ارحم الراحمین

پھر اللہ تعالی نے یہود وغیرہ کافرون کی بدعہدی و خیانت بیان فرمائی بقولہ تعالی

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ
اور جب اللہ نے قسم اور لیا کتاب والون سے کہ اسکو بیان کروگے لوگون پاس اور نہ چھپاؤگے پھر انھون نے پھینکا
وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ
اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے مول تھوڑا سو کیا بری خرید کرتے ہین تو مت سمجھ ان کو جو
يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ
خوش ہوتے ہین اپنے کیے پر اور تعریف چاہتے ہین بن کیے پر سو نہ سمجھ کہ وہ خلاص ہین
مِنَ الْعَذَابِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ
عذاب سے اور انکو دکھ کی مار ہے اور اللہ ہی کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝
ہر چیز پر قادر ہے

وَ- اذکر- إِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ- ای العہد علیہم فی التوراۃ یعنی اذ ظرف ہے فعل مقدر کا اور وہ اذکر کے مانند ہے- اور میثاق بمعنے عہد ہے اور معنے یہ ہین کہ توریت مین انسے عہد لیا تھا- اور اس تقدیر پر یہ آیت فقط یہود کے حق مین ہے اور بعض نے کہا کہ یہود و نصاری دونون کو شامل ہے بنا بر نکہ الکتاب کا الف لام جنس کا ہے- و ابن کثیر نے فرمایا کہ اسمین توبیخ و تہدید ہے ان اہل کتاب پر جنسے انبیا کی زبان پر عہد لیا تھا کہ محمد صلعم پر ایمان لاوین اور لوگون کے درمیان انکا ذکر پھیلاوین پھر جب مبعوث ہون تو انکی پیروی کرین- لَتُبَيِّنُنَّهُ- ای الکتاب یعنی لام قسم محذوف کی ہے اور ضمیر منصوب راجع بجانب کتاب ہے جو مذکور ہے یعنے ضرور اس کتاب کو بیان کرین اور وہ آنحضرت صلعم کی رسالت و صفات تھی اور تعداد جسے ہے کہ دین اسلام کی حقیت تھی- لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ بالتاء و الیاء فی الفعلین- یعنے اکثرون کی قرارۃ لتبیننہ ولا تکتمونہ- دونون فعل مین تاء خطاب ہے بنا بر آنکہ خطاب کی حکایت ہے اور ابن کثیر و ابو عمرو و عاصم نے بیاء تحتیۃ پڑھا بنا بر آنکہ غائب تھے اور تبیین خود کھلا بیان ہے تو اسکے ساتھ کتمان نہین ہو سکتا پس لا تکتمونہ تاکید ہے حاصل اللہ تعالی نے توریت و انجیل مین اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ جو کتاب مین جو کچھ فضائل و کمالات محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آپکی بعثت کے توریت و انجیل مین نازل کیے ہین سب کو صاف صاف لوگون سے بیان کر دیا بیان کرین) اور کچھ بھی کسیطرح مت چھپاؤ- فَنَبَذُوهُ- طرحوا المیثاق- پس ان کمبختون نے پھینکا میثاق کو- وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ- فلم یعملوا بہ- اپنی پیٹھ پیچھے یعنے اسپر کچھ عمل نہ کیا بیضاوی نے کہا کہ یہ مثل ہے بے التفاتی و بے پروائی کرنے کے واسطے اور اسکی تقصیر مین نصب العین کرنا و پیش نظر رکھنا بولتے ہین- وَاشْتَرَوْا بِهِ أخذوا بدلہ- اور لیا اسکے بدلے- ثَمَنًا قَلِيلًا- من الدنیا من سفلتہم برئاستہم فی العلم فکتموہ خوف فوتہ علیہم تھوڑا مول یعنی مال (۱۸۷)

دنیاوی اپنے کمینوں سے ف یعنی دنیا کے لیے عالم بنکر ایسی باتیں نکالیں کہ جنسے دین یہودی مقلاً سمجھنے کے لیے بتلایا اور یوں ہی نصاریٰ نے دھوکا دیا اور اپنے مالداروں و امراء و شاہوں کو جو کمینہ و بے علم تھے یوں بتلایا کہ جو کچھ لوپ یا جرکے وہ فرض ہی یہ سب ہو واسطے کیا کہ ان دنیاوی مالداروں سے جو جہالت کی وجہ سے کمینہ ہیں قلیل مال حاصل کریں جیس نے علم کو جو شریف ہی چھوڑ کر مال متاع کو جو حقیر ہی اختیار کیا وہ کمینہ ہی۔ الحاصل ان لوگوں نے وہ علم کتاب اپنے مال والے کمینوں کے ہاتھ قلیل داموں بیچڈالا یعنی اس میثاق کو اس خوف سے چھپایا کہ اگر لوگ محمد صلعم و خوبی اسلام سے آگاہ ہوں حتی کہ تابع ہو کر دین اسلام میں داخل ہو جاوینگے تو یہ جو کچھ ملتا ہے جاتا رہیگا۔ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ شرا ؤہم ہذا۔ پس یہ انکی خرید و فروخت کیسی بدتر ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ حسن و قتادہؒ سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے اہل قرآن کے شمول کے اقوال بھی آئے ہیں وہ یا بنعنے ہیں جو ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اس آیت میں علماء اسلام و اہل قرآن کو بھی تحذیر ہی کہ خبردار ان کتابیوں کی راہ نہ چلیں ورنہ انکو بھی وہی پہونچیگا جو انکو پہونچا بلکہ علم کتاب و سنت جو لوگوں کو نافع ہی انکو بتلا دیں چنانچہ حدیثوں میں جو کئی طریق سے مروی ہی آیا کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جو کسی علم کو جانتا ہی اس سے پوچھا گیا اور اسنے چھپایا تو قیامت میں اسکو آگ کی لگام دیجائیگی۔ مفسرؒ نے کہا کہ اسکو ایک جماعت نے متقارب الفاظ سے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ حدیث حسن ہی مترجم کہتا ہی کہ حدیثوں میں یہ بھی آیا کہ آخر زمانہ میں یہ لوگ بھی یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلینگے۔ ھ۔ افسوس اس زمانہ میں یہ حال ظاہر ہی کہ امر توحید سے منہ موڑ کر دنیا کے لیے کمینہ لوگ عالم بنے اور دین کو خلط ملط کر کے راہ سنت کو گم کر دیا اور مریدوں کے حقیر مال کے لالچ سے حق کو چھپا ڈالا۔ اور عجب کہ انکی مخالفت میں ایک فریق قائم ہوا جنکی قلت معرفت اس حد تک ہی کہ انھوں نے صرف انکی عداوت کو دین بنا لیا اور باہم جدال و تکفیر سے ارکان دین کو ضعیف کر دیا اور معارف سے بےنصیب ہے حالانکہ واجب تھا کہ باہم متفق ہو کر دار آخرت کی کوشش کرنے اور معارف قرآن و حدیث سے آراستہ ہوتے واللہ تعالیٰ ہو الہادی کیونکہ بدون معرفت حق کے خالی دعویٰ توحید سے مدح کا استحقاق نہیں ہو سکتا ہی کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَا تَحْسَبَنَّ بالتاء و الیاء۔ یعنی اسمیں بھی وہی دو قراءتیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں اور ترجمہ میں فرق ہوگا کیونکہ یا تحسبن پڑھنے پر یہ کہ گمان نکریں یہ لوگ جنھوں نے الخ اور تا فوقیہ پر معنی یہ کہ تو خیال نہ کیجیو۔ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا فعلوا من اضلال الناس۔ ایسے لوگ کو جو خوش ہوتے ہیں ایسے فعل پر جو انھوں نے کیا یعنے لوگوں کا بھٹکانا۔ وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا۔ من التمسک بالحق وہم علی ضلال اور دوست رکھتے ہیں کہ مدح کیے جاویں یعنی ثواب دیے جاویں ایسے فعل کے عوض جو انھوں نے نہیں کیا یعنی حق سے تمسک نہ کیا اور گمراہی سکھلائی پھر چاہتے ہیں کہ ثواب و مدح حاصل ہو فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ۔ بتا فوقیہ یا بیا سے تحسبنہم بِمَفَازَةٍ۔ بمکان ینجون فیہ مِنَ الْعَذَابِ۔ فی الآخرۃ۔ پس تو انکو خیال نہ کیجیو یا وہ لوگ اپنے آپکو خیال نکریں) ایسی جگہ جہاں آخرت میں عذاب سے نجات پاویں ف بلکہ وہ ایسی جگہ ہونگے جہاں عذاب پاویں چنانچہ صریح فرمایا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ اور ان کے لیے عذاب دکھ دینے والا ہی ف تو ثابت ہو گیا کہ وہ عذاب کے ٹھکانے میں ہونگے وہ بھی فقط عذاب نہیں بلکہ عذاب الیم یعنی مولم ضیا یعنی جہنم میں انکے لیے عذاب مولم ہی واضح ہو کہ فلا تحسبنہم۔ میں بھی موافق اول کے دو قراءتیں ہیا سے تحسبنہ و تا فوقیہ ہیں پس قولہ لا یحسبن الذین بیاء تحتیہ کے قراءۃ میں الذین فاعل ہی اور رہے دونوں مفعول تو وہ محذوف ہیں کیونکہ آگے۔ فلا یحسبنہم کے دونوں مفعول انپر دلالت کرتے ہیں اور اگر لا تحسبن بتا فوقانیہ کی قراءۃ لیجاوے تو پہلا مفعول۔ الذین موجود ہی صرف دوسرا مفعول حذف ہوا جسپر لا تحسبنہم کا دوسرا مفعول دلالت کرتا ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ مفسرؒ نے آیت کے واسطے کوئی شان نزول نہیں بیان کیا ظاہر انکے نزدیک کوئی سبب متعین نہوا بلکہ بہر حال آیت عام ہی کہ جو کوئی ایسا ہو کہ بدکام کو عمل میں لاوے

اور بیتک مدح کا خواستگار رہو تو دنیا مین اگرچہ مخفی رہے وہ عذاب آخرت سے نہین بچیگا - اقول یہی صحیح ہے اور شیخ ابن کثیر نے قولہ لاتحسبن الذین
یفرحون مین کہا کہ مراد اس سے وہ لوگ ہین جو ایسا ظاہر کرتے ہین جیسے باطن مین نہین ہین اور صحیحین مین بھی حضرت صلعم سے ہے کہ جسنے جھوٹا دعوی
کیا تاکہ اس سے زیادتی ظاہر کرے وہ ایسا ہے جیسے زور کے دو کپڑے پہننے والا یعنی جسنے اپنے آپ مین وہ خصلت ظاہر کی جو اسمین نہین ہے تو
جیسے مکر و فریب کا جوڑا پہن لیا - اور امام احمد نے روایت کی کہ مروان بن الحکم نے اپنے دربان رافع سے کہا کہ ابن عباس کے پاس جا اور دریافت
کر کہ اگر یہی بات ہے کہ ہم مین سے جو اپنے کیے پر خوش ہوا اور جو نہین کیا اسپر مدح چاہے پس وہ عذاب کیا جاوے تو ہم سب کے سب عذاب کیے جاوینگے
تو ابن عباس نے فرمایا کہ تمکو اس آیت سے کیا بحث ہے یہ تو اہل کتاب کے حق مین نازل ہوئی پھر ابن عباس نے قولہ تعالی واذ اخذ اللہ میثاق
الذین سے لیکر و یحبون ان یحمدوا الآیۃ تک پڑھ کر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے کچھ پوچھا تھا وہ چھپا گئے اور دوسری بات خلاف
بتلائی پھر وہان سے نکلے اور اونھون نے حضرت صلعم پر ایسا ظاہر کیا کہ جو پوچھا تھا وہ ظاہر کر دیا اور اسپر حضرت صلعم کے نزدیک اپنی مدح کے خواستگار
ہوے اور جو خلاف بیان کیا اور چھپایا تھا اسپر خوش تھے تب یہ آیت نازل ہوئی - وہکذا رواہ البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و ابن ابی حاتم
و ابن خزیمہ و الحاکم و ابن مردویہ - اور نیز بخاری رح نے ابو سعید خدری رض سے روایت کی کہ کچھ لوگ منافق ایسے تھے کہ جب حضرت صلعم جہاد کو جاتے تو پیچھے
رہتے اور مدینہ مین بیٹھ رہتے اور حضرت صلعم کے برخلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوتے اور جب آپ تشریف لاتے تو آپ سے اپنی معذوری بیان کرتے
اور قسمین کھا جاتے اور آپ سے مدح کے خواستگار ہوتے ایسی بات پر جو نہین کی ہے پس نازل ہوا - لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا الآیۃ - وہکذا رواہ
مسلم و ابن مردویہ و مالک - اور اس روایت کو ابو سعید رض نے بمواجہہ و شہادت رافع بن خدیج رض و زید بن ثابت رض کے بیان کیا کما فی روایۃ اخری لابن
مردویہ اور اس روایت مین ہے کہ اگر حضرت صلعم کو جہاد مین کچھ مشقت پہونچتی تو اپنے پیچھے رہنے سے خوش ہوتے اور اگر فتح و نصرت ہوتی تو حضرت
صلعم و مسلمانون سے قسمین کھا کر اعتذار کرتے اور فتح کی خوشی ظاہر کرتے اور ہمیشہ مدح کے خواستگار ہوتے - پھر یہ دونون روایتین صحیح کی ہیئت
ہین تو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ انمین کوئی منافات نہین ہے اسواسطے کہ آیت کریمہ اس تمام کو جو ہمنے ذکر کیا عام و شامل ہے اور یہی صحیح ہے - اور ثابت بن
قیس انصاری سے روایت ہے کہ انھون نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے منع کیا کہ آدمی جو نہ کرے اسپر حمد کو دوست رکھے اور مین دوست
رکھتا ہون اور اللہ تعالی نے خیلاء سے منع کیا اور مین جمال یعنی آرائش کو دوست رکھتا ہون اور اللہ تعالی نے منع کیا کہ آپ کی آواز پر ہم مین کوئی
آواز بلند نہ کرے اور مین بلند آواز آدمی ہون سو مین دیکھتا ہون کہ مین تباہ ہوا پس حضرت صلعم نے منع کیا کہ اے ثابت کیا تو راضی نہین کہ زندگی بھر
تو حمید رہے اور مرے تو شہید مرے و جنت مین داخل ہو عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ کیون نہین چاہونگا پس ثابت بن قیس رض حمید زندہ رہے
اور مسیلمہ کذاب کی لڑائی مین شہید ہوے رواہ ابن مردویہ - وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خزائن المطر والرزق
والنبات وغیرہا - اللہ تعالی ہی کے واسطے آسمانون و زمین کا ملک ہے - یعنی خزانے بارش کے اور رزق کے اور پیداوار کے اور سوا اسکے
بےشمار جنکی تعداد کوئی نہین جانتا سوا اسکے - اور اسمین رد ہے ان کافرون کا جنھون نے اللہ تعالی کو فقیر کہا تھا جنکی تمام مذمت بیان کی جو
دلالت کرتی ہے کہ ایسے بد انجام سے جو قول صادر ہو تھوڑا ہے - وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ - ومنہ تعذیب الکافرین
وانجاء المؤمنین اور اللہ تعالے تو ہر چیز پر قادر ہے ف اور کل شی مین سے ادنی چیز یہ بھی ہے کہ کافرون کو عذاب دے اور مومنون کو
نجات و ثواب دے لیکن بہتیرے لوگ بے فکرے جانور ہین اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کو ہر دم ہر وقت آنکھون سے دیکھتے ہین اور نہین سمجھتے
ہین اسلئے آگے انکو ارشاد کیا ہے کہ اسطرح غور کرو تو تمھاری آنکھین کھلین - درمیان مین ان آیات کے اشارات عرائس البیان سے ذکر کر دون پھر

سلہ منافقین یعنی ہم بیمار تھے یا یہ عذر تھا یا دو عذر تھا ۱۲ منہ

سلہ یہ پیشگوئی حضرت ابوبکر رض کی خلافت مین اول ہی ایام مین خالد بن الولید کے ہاتھ سے واقع ہوئی اور تحقیق مسیلمہ کذاب کی آیات سے مسیلمہ مذکور ملعون جو نبوت کا دعوی کرتا تھا مارا گیا اور اسی لڑائی مین ثابت بن قیس نے شہادت پائی کیا جس نے حضرت کی دعوت کو مسلمانون کو شہید کیا تھا ۱۲ منہ

جو کچھ فکر کرنے کا حکم ارشاد ہوا ہے وہ ذکر کروں - عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ لتبلون فی اموالکم وانفسکم نفس ایک بت ہے جسکو حق عزوجل نے لباس ربوبیت سے آراستہ کیا اور قہر ولطف سے بھر دیا اور اسکے لیے زینت یہ اموال دنیا رکھے اور یہ سب ان لوگوں کا امتحان ہے جو حق تعالے کی محبت کا اور اسی کے معبود برحق ماننے کا بیڑا اٹھا آئے ہیں پس جسنے اپنے نفس کی طرف دیکھا اور زینت حق سے نظر پھیری وہ فرعون ہو گیا اور زبان قہر سے انا ربکم الاعلیٰ بولنے لگا اور یہ مکر واستدراج ہے اور جسنے ربوبیت کی طرف نظر رکھی اور اسکا نفس اس ربوبیت کی تجلی میں فنا ہوا وہ اگر ایسا کلمہ بھی بولا تو کم ظرفی ہے ولیکن زبان ربوبیت سے بولا جیسے ابن منصور حلاج رحمہ اللہ کی زبان سے انا الحق جاری تھا اور اسکی مثال چاہو تو اس درخت کو غور کرو جس سے موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی انی انا اللہ الآیۃ - کہ یہ حق سبحانہ تعالیٰ تھے اس سے نطق فرمایا پس اپنی صفت کے ساتھ اپنے فعل سے بات کی اور جسنے ان اموال میں رب تعالے کی زینت پر نظر رکھی جو ملک نفس کی زینت ہیں تو اسکا حال مانند سلیمان علیہ السلام کے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ملک دیدینے سے بھی سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ کے شرف جلال کی طرف نظر تھی - اور جسنے خود اموال کی طرف دیکھا اور دنیا کی تازگی نظر میں سمائی اور اپنے شہوات کا تابع ہوا تو وہ مثل بلعم باعور کے ہو گیا کہ اسکی مثال کتے کی ہے چنانچہ فرمایا فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث - اگر لادو تو ہانپے اور اگر چھوڑ دو تو ہانپے - اور کونسا امتحان اس سے بڑھکر ہے کہ خلق میں ملک دیکھا اور ربوبیت دیکھتا جمع کیا کیونکہ یہ محل التباس ہے ابن زینا نے فرمایا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم - باینطور کہ جمع کرو گے اور دینے سے باز رہو گے اور جو حقوق الٰہی ان اموال میں متعلق ہونگے انمیں قصور کرو گے - وانفسکم - باینطور کہ شہوات نفس کے تابع ہو گے اور ریاضت چھوڑ دو گے اور اسکو سیاہ دنیا سے لپٹائے رہو گے اور امور آخرت میں غور و نظر کرنے سے نفس کو خالی رکھو گے اور بعض نے کہا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم - باینطور کہ اسکے لینے دینے میں پھنسے ہو گے قال تعالیٰ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ اللہ عزوجل نے صادقین کو جو صاحبان الہام خاصہ محدثین از مقربین ہیں یہ حکم دیا کہ فوق عہد جو انکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں طالبوں پر بقدر فہم ظاہر کریں تاکہ اس وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف واصل ہوں اور بے عار ہوں اور یہ صفت ان لوگوں کی ہے جو علما میں سے اہل کمال ہیں اور یہ بھی حکم دیا کہ صدیقین کے اوصاف چھپائے نہیں مداہنت نکریں **قال المترجم** عجب کہ عارف لکھنوی قدس سرہ نے کلمۂ حق میں صریح مسئلہ وحدت وجود اظہار کرنا عین ایمان وفرض کہا اگر یہ صحیح ہو تو بھی اظہار نہیں چاہیے کیونکہ صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ لوگوں سے انکی عقل کیموافق باتیں کرنے کا حکم دیا ہے اور عارف جامیؒ نے شرح فصوص میں صریح کہا کہ غیر عارف کے واسطے زبانی الیہا افراز وشد اذکر نیست خوف کفر ہے کہ خاتمہ بخیر ہو مجھے زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں یہی کافی ہے کہ عرب عرباء و صحابۂ کرام و تابعین عظام و علماء مجتہدین و عائذ صالحین بلکہ کافۂ امت اس کلمہ سے وحدت وجود نہیں سمجھتے تھے پھر ایسی جماعت کو چھوڑ کر اس شذوذ میں پڑنا کس ایماندار کو پسند ہوگا بلکہ میں یہی کہتا ہوں کہ احکام کتاب وسنت پر عمل کریں تمام خوبی خود بخود حاصل ہو جائیگی ورنہ زبانی بک بک سوائے گمراہی کے کیا مفید ہو سکتی ہے والسلام **قال الشیخ** اور بعض نے فرمایا کہ علماء اولیاء اللہ سے یہ عہد ہے کہ حق کو پوشیدہ نرکھیں اور ناحق دعوے نکریں اور مراد ہیں ہے انکا قصد یہی ہو کہ راہ حق اختیار کریں - قولہ تعالے واشتروا بہ ثمنا قلیلا - یہ اس شخص کے حق میں ہے جو صدق ایمان کے مقام تک نہ پہونچا اور اگر پہونچا تو دنیا کے عوض دین نہ بیچتا - پھر جب وہ مقصد تک نہ پہونچے اور راستہ کے شروع ہی میں چند روز انکے لئے کہ انکے نفس کی وحشت نے انکو گھیر لیا کیونکہ وصل کی حلاوت پائی نہ تھی تو مخلوق کے نزدیک اپنے واصل ہونے کے دعوے کرنے لگے حالانکہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالے کی موہبت وکرامت انھوں نے مشاہدہ نہیں کی پس جو انکے پاس نہیں ہے وہ بیچنے لگے اور اولیاء اللہ کے روبرو تحمل ہوئے کیونکہ یہ لوگ انکی خیانت پہچانتے ہیں اور بعض نے کہا کہ ان لوگوں نے اپنی ذات کے واسطے ایسے دعوے کیے تاکہ مخلوق کو فتنہ میں ڈالیں - قولہ تعالیٰ ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا یہ حدیث

ان لوگون کا ہی جو دعوی معاملات مین جھوٹے ہین اور ہنوز آسمین نہین داخل ہوے وہ ظاہری تقشف سے اہل معاملہ کے لباس پہنکر اپنے آپکو بھی اہل معاملہ مین ظاہر کرتے ہین۔ تاکہ خلق ان کی طرف متوجہ ہوے پس یہ ریاکار لوگ ہین کہ خلق کی طرف نظر رکھکر اور اپنی تعریف چاہنے کو خالی دعوی کرتے ہین بلکہ یہ لوگ تو ریاکارون سے بھی بدتر ہین کیونکہ یہ لوگ تو تعریف و مرتبہ دنیاوی کو طلب کرتے ہین پس ریاکارون جھوٹون سے بھی یہ بدتر قوم ہین اور اللہ تعالی نے یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا سے صاف فرمایا کہ یہ لوگ اپنے پردہ نفس سے خارج ہی نہین ہوے اور حجاب مین پڑے ہین اور یہ اشد عذاب ہی۔ حاتم اصم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اس آیت سے مومنون کو تحذیر دی اور ڈرایا کہ خبردار ان ریاکارون متقرب زاہد بننے والون کی راہ نہ چلنا اور یہ لوگ گمراہ دوزخ کی طرف جاتے ہین چنانچہ فرمایا فلا تحسبنہم بمفازۃ من العذاب۔ اور یہ لوگ سمجھتے ہین کہ یہ ظاہری بناؤ انکو عذاب سے چھڑا دیگا۔ ہرگز نہین وہی تو عذاب الیم مین پڑے رہینگے اور یہ کتنا بڑا عذاب ہی کہ دیدار الٰہی سے محروم اور اللہ تعالی کے لذیذ خطاب سے ممنوع ہین

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ

آسمان و زمین کی پیدائش مین اور رات و دن کے بدلتے آنے مین عقل والون

لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ۝ الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی

کو نشانیان ہین وہ جو یاد کرتے ہین اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور

جُنُوۡبِهِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ

کروٹ پر لیٹے اور دھیان کرتے ہین آسمان و زمین کی پیدائش مین اے رب ہمارے تو نے یہ بیفائدہ نہین بنایا

سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّکَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَیۡتَهٗ ؕ وَ مَا

تو پاک ہی عیب سے سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے اے رب ہمارے تو نے جسکو دوزخ مین ڈالا سو اسکو رسوا کیا اور

لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیۡ لِلۡاِیۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ

ظالمون کا کوئی مددگار نہین اے رب ہمارے ہم نے سنا ایک پکارنے والے کو جو ایمان کے لیے پکارتا ہی کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر

فَاٰمَنَّا ٭ۖ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ کَفِّرۡ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ۝ رَبَّنَا

سو ہم ایمان لائے اے ہمارے پروردگار اب بخش دے ہمارے گناہ اور اوتار دے ہماری برائیان اور موت دے ہمکو نیک بندون کے ساتھ اے رب ہمارے

وَ اٰتِنَا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَ لَا تُخۡزِنَا یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ اِنَّکَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ۝

اور دے ہمکو جو تو نے وعدہ دیا اپنے رسولون کے منہ سے اور رسوا نکر ہمکو قیامت کے روز تحقیق تو خلاف نہین کرتا وعدہ

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۔ وما فیہما من العجائب۔ آسمان و زمین کی پیدائش مین ف اور جو کچھ ان دونون مین عجائبات ہین انکی پیدائش ہین۔ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ۔ اور رات و دن کے پے درپے مختلف آنے مین ف بالمجیی و الذہاب والزیادۃ والنقصان۔ یعنی اختلاف ان دونون کا باین طور کہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے و جاتے ہین اور زیادہ ہوتے اور گھٹ جاتے ہین غرضکہ ان امور مین۔ لَاٰیٰتٍ۔ دلالات علی قدرۃ تعالے۔ اللہ تعالی کی قدرت پر دلیلین ہین لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ لذوی العقول۔ ایسے لوگون کے واسطے جو عقل رکھتے ہین ف پس جس شخص کی عقل جسقدر صاف ہوگی اور وہم سے پاک و ہوا و ہوس وغیرہ بد اخلاق سے پاکیزہ ہوگی اور نور ایمان سے منور ہوگی اسیقدر اسکو آسمان و زمین کی پیدائش و اختلاف شب و روز

ودیگر عجائب مخلوقات الٰہی مین قدرت کاملۂ الٰہی نظر آویگی اکیا دنی سی بات ہو کہ ایک درخت کی پتی اگر ہاتھ مین لیوے تو اسکی مثل سے تمام مخلوق عاجز ہی اور بہت بڑی قدرت خود انسان کی خلقت مین ہو ولیکن سچ فرمایا کہ یہ اسی کو نظر آتی ہو جو عقل والا ہو وہی بول اٹھتے ہین کہ ہی پاک پیدا کرنے والے تیری ہی قدرت ہو کہ عقلین حیران ہین - یہ لطف ارشاد ہو کہ اہل عقل کو شناسا ے قدرت قرار دیا ورنہ عقل کیا اور عقل والا کیا ہو - پھر عقل والون کی پہچان فرمائی - اَلَّذِیْنَ - نعت لما قبلہا او بدل - اولی الالباب کی صفت یا بدل ہو یعنی اولوا الالباب ایسے لوگ ہین جو - يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ مضطجعاً ای فی کل حال - یاد کرتے ہین اللہ تعالی کو کھڑے اور بیٹھے و کروٹ پر ف اور مراد یہ کہ ہر حال مین یاد کرتے ہین - اور صحیح مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم اپنے ہر وقت مین اللہ تعالے کو یاد کرتے تھے - اور یہ تفسیر اسوقت ہو کہ ذکر سے مطلقاً یاد الٰہی مراد ہو خواہ نماز مین ہو یا کسی اور وقت ہو - وعن ابن عباسؓ یصلون کذلک بحسب الطاقۃ - اور ابن عباسؓ سے اسکی تفسیر یون مروی ہو کہ نماز پڑھتے ہین کھڑے و بیٹھے اور کروٹ سے موافق طاقت کے - یعنے صحیح سالم کھڑے پڑھ سکتے ہین تو کھڑے ورنہ عذر کی حالت مین بیٹھ کر ورنہ کروٹ سے ہر حال ترک نہین کرتے ہین کما قال قتادہ اور یہی تفسیر حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہو اور عمران بن حصین سے روایت ہو کہ مجھے بواسیر تھی مین نے حضرت صلعم سے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ اگر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اگر نہو سکے تو کروٹ سے رواہ البخاری ومسلم - وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - اور آسمانون و زمین کی پیدائش مین غور کرتے ہین ف لیستدلوا بہ علی قدرۃ صانعہا - تاکہ اس تفکر سے ان دونون مخلوق کے پیدا کرنے والے کی قدرت کاملہ پر استدلال کرین یعنے راہ پاوین قال ابن کثیرؒ یتفکرون ای اپنی سمجھ دوڑا کر ان دونون کی حکمتین دریافت کرتے ہین جنسے خالق عزوجل کی عظمت و عظیم قدرت و علم و حکمت معلوم ہوتی ہو اور اسکا قادر مختار ہونا ظاہر ہوتا ہو اور شیخ ابوسلیمان دارانی نے کہا کہ مین اپنے گھر سے نکلتا ہون سو جس چیز پر میری نظر پڑتی ہو اس مین اللہ تعالی کے واسطے اپنے اوپر نعمت اور اپنے حق مین عبرت دیکھتا ہون (رواہ ابن ابی الدنیا) اور حسن بصریؒ سے روایت ہو کہ ایک ساعت کا تفکر تمام رات کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے بہتر ہو اور فضیلؒ نے کہا کہ حسنؒ فرماتے تھے کہ فکر ایسا آئینہ ہو جس مین تیری بھلائیان و برائیان نظر آوینگی - اور سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ تفکر ایک نور ہو جو تیرے قلب مین داخل ہوگا اور بسا اوقات کہتے ع اذا المرء کانت لہ فکرۃ - ففی کل شیء لہ عبرۃ - آدمی کو جب فکرت کا مرتبہ حاصل ہو تو ہر چیز سے اسکو عبرت حاصل ہو جاتی ہو - اور عیسیٰؑ سے منقول ہو کہ بھلا حال اس کا جس کا بولنا یاد الٰہی اور خاموشی تفکر اور نظر عبرت ہو اور لقمان حکیم نے فرمایا کہ بہت تنہائی سے فکرت کا الہام ہوتا ہو اور فکرت دروازۂ جنت تک راہ بتاتی ہو اور عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ اللہ تعالے کی نعمت مین فکر کرنا عبادت مین سے افضل ہو اور مغیث اسودؒ اسکا بیان کرتے حتی کہ رو کر بیہوش ہو جاتے اور ابن المبارکؒ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس باب مین روایت ہو اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دو رکعتین مختصر جو فکرت سے ہون رات بھر کے غافل قلب کی نماز سے بہتر ہین اور حسنؒ فرماتے کہ تنہائی بیٹھ تو تفکر کے لیے خالی چھوڑ دو - اور بشر حافیؒ فرماتے کہ لوگ اگر اللہ تعالے کی عظمت مین تفکر کرتے تو اس کی نافرمانی نہ کرتے - اور عامر بن عبد قیس نے فرمایا کہ مین نے دو تین نہین بلکہ زیادہ صحابہؓ سے سنا کہ تفکر نور ایمان ہو اور حدیث مین ہو کہ ذات الٰہی مین فکر نکیجیو بلکہ اسکے مخلوقات و نعمتون مین فکر کرو کما فی الصحیح - مترجم کہتا ہو کہ ذات و صفات خالق عزوجل کی فکر محال ہو تو خواہ مخواہ شیطان کی حد مین قدم گریگا اور چاہیے کہ اول مین اللہ تعالی کے افعال خلق و رزق وغیرہ کے عجائب دیکھکر تو فعل سے قوت و سامان بہم پہونچا وے تو اللہ نور صفت تک اسی نور حق سے راہ پاوے (۵) مترجم

کہتا ہے کہ شیخ محدث ابن کثیرؒ نے یہاں سلف و صالحین کے اقوال بہت بیش کیے ہیں نے یہاں بخوف تطویل ترک کیے آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ
اپنے بعض موقع پر لاؤنگا اور آخر میں شیخ نے یہ قول فرمایا کہ اللہ عز و جل نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو اسکی آیات میں تفکر نہیں کرتے ہیں
چنانچہ فرمایا - وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون - وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون - یعنے بہتیری
نشانیاں ہیں آسمانوں و زمین میں کہ اُنپر گذرتے ہیں درحالیکہ اُنسے منھ موڑے ہوئے ہیں اور بہتیرے ان لوگوں میں کے ایمان نہیں لاتے
اللہ پر مگر اس حال سے کہ مشرک رہتے ہیں - اور جو لوگ تفکر کرتے ہیں انکی تعریف فرمائی اس آیت میں ویتفکرون فی خلق السموات والارض
ربنا - ای یقولون ربنا - ما خلقت ھذا - ای ہذا الخلق الذی نراہ - باطلا - حال عبثا بل دلیلا علی کمال قدرتک - اے
رب ہمارے یعنے کہتے ہیں اے رب ہمارے اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے قائلین مقدر کرکے حال ڈالا ہے ای درحالیکہ کہتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے
نہیں پیدا کی تو نے یہ - یعنے یہ مخلوق جو ہم دیکھتے ہیں - باطل - یعنے عبث بلکہ کمال قدرت پر دلیل ہے قولہ باطلا حال واقع ہوا - یا یہ معنی کہ
باطل نہیں بلکہ حق کے ساتھ ہے تاکہ بدکاروں کو انکے فعل کی جزا ملے اور نیکیوں کو نیکی ملے - پھر انھوں نے عبث و باطل پیدا کرنے سے حق عز و جل
کی پاکی بیان کی - سبحانک - تنزیہا لک عن العبث - یعنے عبث پیدا کرنے سے ہم اپنی طاقت بھر تیری پاکی بیان کرتے ہیں - فقنا
عذاب النار - یعنے جس طرح ہم سے ہوسکا ہم نے پاکی بیان کی سو تو اپنے کرم سے ہمکو عذاب دوزخ سے بچادے یعنے ہمکو عذاب دوزخ
نہ دے باینطور کہ اپنی توفیق سے ہمکو عمل صالح و مرضی کی توفیق دے اور سب تیری ہی معافی پر ہے - ربنا انک من تدخل النار
اے ہمارے رب جس شخص کو تو جہنم میں داخل کرے - للخلود فیہا - یعنے دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے واسطے جس کو تو داخل کرے - فقد
اخزیتہ - اہنتہ - پس تو نے اسکو خوار کیا - یا جنت سے دور کیا یا فضیحت کیا یا ہلاک کیا - یہ سب معنے بیان ہوئے ہیں - اور حضرت
انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ من تدخل النار ای من تخلد - یعنے جسکو ہمیشہ کے لیے اسکو داخل جہنم کریگا - اور سعید بن المسیب نے فرمایا کہ یہ اس
شخص کے لیے ہے جو دوزخ سے نکالا نہ جائیگا - اور اہل الحق بالاجماع کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ سے کافر نہیں ہوتا ورنہ وہ گناہ نہیں بلکہ کفر
کہلاتا پس گنہگار اگرچہ کبیرہ گناہ ہو مومن رہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یوم لایخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ - یعنے قیامت کے دن خوار
نہیں کریگا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور نہ اسپر ایمان لانے والوں کو - ھ - پس گنہگار پر وہی عذاب نہوگا بلکہ کافروں مشرکوں پر دائمی عذاب
ہوگا جو ظالم ہیں - وما للظالمین - الکافرین - من انصار - اور ظالموں یعنے کافروں کے واسطے کوئی بھی مددگار نہیں ہے
ف ظالمین سے مراد کافرین و مشرکین ہیں اسواسطے کہ کفر و شرک سے بڑھکر کوئی ظلم نہیں ہے - قولہ من انصار میں من زائدہ تاکید نفی
ہے یعنی کوئی بھی مددگار نہیں جو انکو عذاب اللہ تعالیٰ سے بچاوے - واضح ہو کہ کشاف نے یہاں اپنی بد اعتقادی سے کہا کہ فلا ناصر لہم من
شفاعۃ وغیرہا - یعنی معتزلہ تو شفاعت سے منکر ہیں تو کشاف والے معتزلی نے انصار سے شفاعت کرنے والے کی بھی نفی نکالی یعنے کوئی انکا مددگار
نہوگا نہ شفاعت سے نہ اور کسی وجہ سے مترجم کہتا ہے کہ اسنے ظالمون میں گنہگار مسلمانوں مرتکب کبیرہ کو بھی داخل کرلیا تھا تو اب اپنی
بداعتقادی پر دعوی کرتا ہے کہ اسکی شفاعت بھی نہوگی کیونکہ جب کوئی ناصر نہوا تو شفیع بھی نہوا اور ہم کہتے ہیں کہ اول تو یہیں کبیرہ گنہگار
داخل نہیں ہے کیونکہ ظالم سے کافر مشرک مراد ہے اور کافر کے لیے کوئی شفیع نہیں ہے دوم یہ کہ نفی ناصر سے شفیع کی نفی کرنا غلط ہے چنانچہ بیضاویؒ
نے رد کردیا کہ ناصر تو وہ ہے جو اپنے زور سے دور کرے اور شفاعت کرنے میں شفیع تو عاجزی و دعا سے چھڑاتا ہے پھر نصرت کی نفی سے شفاعت
کی نفی نہوگی مترجم کہتا ہے کہ اوپر معلوم ہوا کہ ظالمین سے مراد کافر ہیں نہ مومن کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں خواری فرمائی جیسے

ہو وقال تعالیٰ الخزی الیوم والسوء علی الکافرین - جو کچھ خزی وخواری ہوگی وہ قیامت میں فقط کافرون پر ہوگی اور مومنون میں سے اگرچہ کسی بقدر گناہ عذاب ہو لیکن خواری نہوگی جیسا کہ یوم لایخزی اللہ النبی والذین آمنوا الآیہ سے ثابت ہوا اور شفاعت تو مومنون کے لیے قطعاً متواتر ثابت ہو اگرچہ گناہ کبیرہ ہو لیکن وہ کافرون کے واسطے بالکل نہین ہو۔ الحاصل مومنین فکر کرکے دنیا مین عذاب خواری سے بچنے کی دعا کرتے ہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ۔ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ ۔ یدعو الناس ۔ ہمارے رب ہم نے سنا ایک منادی کو جو بلاتا ہو لوگون کو۔ لِلْاِیْمَانِ ۔ الیہ وہو محمد او القرآن - ایمان کے لیے یعنی ایمان کی طرف بلاتا ہو - وہ اکثر کے نزدیک محمد صلعم ہین اور بعض کے نزدیک قرآن ہو اور پکارنے کا طریقہ یہ ہو۔ اَنْ - ای بان - اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ ۔ کہ ای لوگو اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ فَاٰمَنَّا ۔ بہ پس ہم اُسپر ایمان لائے یعنی رب تبارک وتعالیٰ پر ایمان لائے ۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا ۔ غط عنا - سَیِّاٰتِنَا ۔ پس ای ہمارے رب ہمکو ہمارے گناہ بخشدے (مواخذہ نہ فرما) اور ڈھانپ دے ہمسے ہمارے گناہ یعنی ان گناہون کو اس طرح ظاہر نہ فرما کہ تو بنیہ عذاب کرے ۔ وَتَوَفَّنَا ۔ اقبض ارواحنا - اور قبض کر ہماری روحین ۔ مَعَ ۔ جملۃ ۔ الْاَبْرَارِ ۔ الانبیاء والصالحین ساتھ مین جملہ ابرار کے یعنی انبیاء وصالحین کے یعنی جب تو ہماری ارواح قبض فرماوے تو ان نیک بندون کے ساتھ کر دیجو۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا ۔ اعطنا - ای ہمارے رب عطا کر ہمکو ۔ مَا وَعَدْتَّنَا ۔ جو وعدہ کیا تو نے ہم سے ۔ عَلٰی ۔ السنۃ ۔ رُسُلِکَ ۔ من الرحمۃ والفضل ۔ اپنے رسولون کی زبان پر - یعنے رحمت وفضل ہم کو مرحمت ہو۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ تو وعدہ خلاف نہین فرماتا بلکہ اسپر ایمان فرض ہو پھر انھون نے یہ کیون کہا مفسر نے جواب دیا بقولہ - وسوالہم ذلک وان کان وعدہ تعالیٰ لایخلف سوال ان یجعلہم من مستحقیہ لانہم لم یتیقنوا استحقاقہم یعنی وہ لوگ خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ خلاف نہین ہوتا لیکن دعا سے مقصود یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمکو بھی اس ثواب کے مستحقین مین کردے کیونکہ باوجود فرمانبرداری کے انکو اپنی نسبت یقین کامل نہین ہو سکتا کہ ہم اسی کے مستحق ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ انھون نے اللہ تعالیٰ کی جناب مین صاف اقرار کیا کہ - انک لاتخلف المیعاد - ای رب کریم تو اپنا وعدہ خلاف نہین فرماتا ہو پس تو ہمکو اس لائق کردے کہ ہم بھی ایسے لوگون مین سے ہوجاوین جنکے حق مین تیرا وعدہ ہو - اگر کہا جاوے کہ وہ مومن تو ہوچکے - جواب یہ کہ ہان اپنے یقین مین تو بیشک مومن ہین مگر نفس کے پردہ مین حقیقی علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہو کہ کیا حقیقت ہو اور کیا انجام ہو تو فضل ورحمت سے قبولیت وخاتمہ بخیر ہونا مانگتے ہین تاکہ وعدہ الٰہی کے لائق ہون پھر تو وعدہ الٰہی خلاف نہ ہوگا اور واضح ہو کہ یہ کمال ادب اور عظمت الٰہی تعالیٰ کا اظہار ہو - اور اہلسنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق نہین اور او تعالیٰ مختار ہو جو وہ کرے سب حق ہو اور جو بندہ اسکے خلاف اعتقاد کرے وہ خود جاہل ہو - واضح ہو کہ پھر دعا مین کلمہ ربنا - مکرر آیا ہو - مفسر نے لکھا کہ ربنا کو جو مکرر بار بار کہا تو تضرع وعاجزی مین مبالغہ ہو تاکہ ترحم نازل ہو - وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ہم کو روز قیامت خوار نہ کر جیسے کافر وظالم خوار ہونگے - اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۔ الموعد بالبعث والجزاء - میعاد مصدر بمعنی ظرف ہو یعنے وقت وعدہ حشر وجزاء - یا مراد یہ وعدہ ہو کہ مومنین بروز قیامت خوار نہونگے واللہ اعلم بہانتک تو ان لوگون کی دعا تھی آگے اللہ عزوجل نے اپنے کرم سے اسکی قبولیت کو بیان فرمایا ہو مگر درمیان مین فوائد کو سننا چاہیے واضح ہو کہ سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ قریش کے لوگ یہود کے پاس آئے اور کہا کہ تمھارے پاس موسیٰؑ کیا کیا نشانیان لائے تھے بولے کہ عصا تھا اور ید بیضا کہ دیکھنے والے اسکو آنکھون دیکھتے تھے پھر وہ نصاریٰ پاس آئے اور کہا کہ عیسیٰؑ تم مین کیسے تھے بولے کہ اندھے مادرزاد اور کوڑھی کو اچھا کرتے اور مردے کو زندہ کرتے پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ صفا پہاڑی کو ہمارے واسطے سونا کردے

پس آنحضرت صلعم نے یہ دعا چاہی پس نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار لآیات لاولی الالباب الآیہ پس حضرت صلعم نے فرمایا ہم کو چاہیے کہ اسمین تفکر کرو۔ رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم والطبرانی شیخ ابن کثیر رحمہ نے فرمایا کہ اس روایت میں اشکال ہے کہ آیت کریمہ مدنی ہے اور قریش کا یہ سوال کہ کوہ صفا سونے کا ہو جاوے مکہ مین واقع ہوا فافہم واللہ اعلم۔ آیت کریمہ کے مدینہ ہونے مین شک نہین اور دلیل اسپر حدیث عائشہ رضی ہے جسمین آنحضرت صلعم کی بعض رات کی عبادت کے حال مین کہا کہ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر روتے یہانتک کہ داڑھی تر ہو گئی پھر سجدہ کیا پھر روئے یہانتک کہ زمین تر ہو گئی پھر کروٹ سے لیٹے پھر روئے یہانتک کہ بلال رض نے آکر نماز صبح کی خبر دی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کیون روتے ہین حال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیے ہین فرمایا کہ اے بلال مجھے کون چیز رونے سے روکتی ہے حال یہ ہے کہ آج رات مجھپر نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض الآیات پھر فرمایا کہ خرابی اسکی جسنے ان آیات کو پڑھا اور انمین تفکر نہ کیا۔ رواہ ابن مردویہ وعبد بن حمید وابن ابی حاتم وابن حبان (اسنادہ جید) اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ایک رات مین اپنی خالہ میمونہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے یہان سویا پس رسول اللہ صلعم نے ایک ساعت اپنے گھر کے لوگون سے یعنے حضرت میمونہ رض سے باتین کین پھر سو رہے پھر جب تہائی رات آخر تھی کہ اٹھے پس آسمان کی طرف نظر کی اور پڑھا ان فی خلق السموات والارض الآیات پھر کھڑے ہو کر وضو کیا اور مسواک کی پھر گیارہ رکعتین پڑھین پھر بلال رض نے اذان دی پھر دو رکعتین پڑھین پھر نکلکر لوگون کو صبح کی نماز پڑھائی۔ رواہ البخاری ومسلم اور دوسری روایت مین ہے کہ ان فی خلق السموات الآیات دس آیتین پڑھین۔ اور اسکو ابو داؤد والنسائی وابن مردویہ وغیرہم نے بھی روایت کیا اور ابن مردویہ کی روایت مین مانند بعض طرق صحیح کے ان آیات کے بعد یہ دعا بھی مذکور ہے کہ کہا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَعَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَمِنْ بَیْنِ یَدَیَّ نُوْرًا وَمِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَمِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ف عرایس البیان مین ہے کہ قولہ تعالے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار۔ اس آیت کریمہ مین ایک لطیف اشارہ ہے کہ حق تعالی شانہ نے ظاہر فرمایا کہ جو ربانی بندے ہین اپنے رب تعالے کے فعل مین اسکے ظہور قدرت سے انوار صفت ازل پاتے ہین یعنی انکی دلیل خود اسی پاک تعالے شانہ سے اسی کی طرف ہے کچھ مخلوق سے نہین ہے کیونکہ اسکی صنعت ایجاد مین عارف ناظر وحاذق بصیر کو ادراک ہے اور دیدار مخلوق مین یہ بات نہین ہے کیونکہ حادث پر نظر کرنا تو خود یہی دیدار قدیم کا پردہ ہے قال المترجم حاصل آنکہ خلق السموات والارض یعنی انکے پیدا کرنے مین جو فعل باری ہے قدرت کی نشانی فرمائی اور یہ نہین فرمایا کہ خود آسمانون و زمین مین دلالت ہے اسلیے کہ فعل باری تعالی سے اسکی صفت کی طرف دلالت ہو جاتی ہے اور یہ طریقہ وصول مستقیم ہے اور خود مخلوق سموات وارض سے وصول نہین ہو سکتا کیونکہ جب نظر حادث پر رہی تو وہ قدیم کے واسطے حجاب ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام متانت کے ساتھ لطیف اشارہ ہے۔ پھر شیخ نے کہا کہ آسمان کو ظہور آیات کے واسطے مخصوص کیا کیونکہ وہ مزین بنور جلال وملتبس بانوار جمال ہے کیونکہ وہ آئینہ کو اشف صدیقین ہے کیا تو دیکھتا نہین کہ فرمایا اللہ نور السموات والارض۔ اور نیز فرمایا۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ۔ اور رہی خصوصیت زمین کی تو موقع اقدام صدیقین وانبیاء ومرسلین علیہم السلام ہے پھر رات کی خصوصیت اسوجہ سے فرمائی کہ وہ مناجات عارفین کا وقت خاص ہے اور موحدین کے لیے۔ اور کشف عظمت بصفت ہیبت اسیوقت ہوتی ہے اور دن کی خصوصیت اسواسطے کہ فرحت محبین اور بسط مشتاقین کا وقت ہے اور نظر والے آئینہ مخلوقات مین نور قدرت سے معرفت حضرت باری تعالی عزوجل سے فائز ہوتے ہین چنانچہ بعض نے فرمایا کہ مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اس حال مین کہ پہلے اسمین اللہ تعالے کے دیدار سے مشرف ہوا

عاقلان حقیقت کو آسمان و زمین درات و دن میں اپنے فعل کے انوار دکھلائے پھر انکو آسمین اپنی قدرت خاصہ وصفاتیہ کے انوار دکھلائے اور محل التباس و مقام تلوین ہے واضح ہو کہ جس شخص نے یہ حاجت سمجھی کہ آیات کو دیکھکر اس سے وجود حق سبحانہ تعالیٰ ثابت کرے تو وہ عوام میں سے ہے کیونکہ حادث سے قدیم کی شناخت چاہتا ہے حالانکہ مثبت و موجد فقط عز وجل ہے اور فعل اسی کا مخلوق ہے تو اسکے واسطے کوئی چیز با دلیل کیونکر مثبت ہو سکتی ہے اور تمام بحث مقدمہ میں تحقیق ہے شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ جس شخص نے او تعالیٰ عز وجل کو علت سے ثابت کیا سنے غیر حق عز وجل کو ثابت کیا اسواسطے کہ علت تو مصاحب اپنے معلول کی ہوتی ہے اور حق عز وجل اس سے پاک برتر ہے **واسطیؒ** نے اس آیت میں فرمایا کہ عوام کی معرفت میں اور محققین کی معرفت میں امتیاز کرتی ہے۔ اسواسطے کہ عوام نے تو اسکو ایسی چیز کے ساتھ اعتقاد کیا جو خود انکی طبع کے لائق ہے اور خواص نے ایسی چیز کے ساتھ جو اسی کے لائق ہے جس حال کو عوام نے ثابت کیا اس سبب سے خواص نے انکار کیا پس او تعالیٰ شانہ ایسے وصف سے پاک ہے جو عوام نے بیان کیا ہے کیونکہ عوام نے اسکو از راہ عبودیت اعتقاد کیا اور خواص نے از راہ ربوبیت اعتقاد کیا ہے **قال المترجم** شیخؒ نے جہاں تک بیان میں گنجایش تھی بیان کیا و لیکن بیان یہاں سخت قاصر ہے سمجھنے والا سمجھ جائیگا عبارت میں طاقت کہاں ہے سبحانک اللھم استغفرک واتوب الیک۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ خواص نے مخلوقات و حوادث کی طرف نظر نہیں کی مگر اسی واسطے کہ آیات مشاہدہ کریں اور آیات کو مشاہدہ نہیں کیا مگر اسی واسطے کہ انمیں حق عز وجل کا مشاہدہ کریں اور جسنے حق عز وجل کا مشاہدہ کیا اسکے خاطر میں حوادث کا لگاؤ نہیں رہتا ہے اور **نصر آبادیؒ** نے فرمایا کہ جو شخص اولوالالباب میں سے نہیں اسکو آسمان و زمین کی طرف نظر کرنا کچھ عبرت نہیں دیتا ہے اور اولوالالباب وہی ہیں جو خلق پر بنظر حق آنکھ ڈالتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ اللہ عز وجل نے خود اولوالالباب کی صفت فرمائی بقولہ الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا علی جنوبہم الآیۃ۔ واضح ہو کہ ہر صفت قدس کے واسطے ایک تجلی خاص ہے اور یہ تجلی ذاکرون کے دلون میں ملتی ہے اور ہر ذکر کے واسطے ہر مقام میں ایک خاص عمل ہے اور حالات میں ایک خاص وجدان ہے پس رضائے حق سے ذکر رضا حاصل ہوتا ہے اور حب اللہ تعالیٰ سے ذکر توکل و جبروت الٰہی تعالیٰ سے ذکر قہر اور ملکوت الٰہی سے ذکر افضال اور نعمائے الٰہی سے ذکر آلاء ہوتا ہے اور بقدر کشف صفت کے اس ذکر کو ہمیشگی کا حصہ ہوتا ہے یعنی کشف اسماء و صفات و نعوت و ذات سے جو ذکر متوافق ہو اسکو اسی اصل پر قیاس کرو۔ اور جان رکھنا چاہیے کہ موحد ذاکر خود فانی ہوتا ہے صرف باقی وہی ہوتا ہے جسکی توحید بیان کرتا تھا یعنی خاص طور سے اسکا ذکر کرتا تھا جیسا کہ وہ ازل میں وحدہ لاشریک تھا اور **واسطیؒ** نے فرمایا کہ ہر یاد کرنے والا اس کو اپنے قلب کے مطالعہ کی قدر یاد کرتا ہے پس جسنے اسکو بصفت جلال مشاہدہ کیا وہ جلال کے ساتھ یاد کرتا ہے اور جسنے اسکو صفت رحمت سے مشاہدہ کیا وہ اس سے یاد کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس اور **نصر آبادیؒ** نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون اللہ قیاما۔ یعنی اوسکی قیومیت کے ساتھ چنانچہ فرمایا افمن ھو قائم علی کل نفس الآیۃ۔ اور قعودا یعنی ہمنشینی سے چنانچہ حدیث صحیح قدسی میں یہ مضمون ہے کہ میں ہمنشین اسکا ہون جسنے مجھے یاد کیا اور بعض نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون اللہ قیاما یعنی اسکو یاد کرنے میں اسطرح کہ اسکے احکام کی فرمانبرداری پر قائم ہوتے ہیں و قعودا یعنی اسکی منہیات سے بیٹھ رہتے ہیں و علی جنوبہم یعنی ہر حال میں خلاف مرضی پر نظر رکھنے سے بھی پرہیز کرتے ہیں قولہ تعالیٰ و یتفکرون فی خلق السموات والارض خلق السموات والارض میں تفکر کرنے کے دو معنے ہیں اوّل یہ کہ قلب غائب ہو جاوے ان غیوب میں جو انوار صفات کے خزانے ہیں جن صفات سے نفاذ تخلیق کا ظہور ہے پس محض ربوبیت میں فکر کرتے ہیں اور مراد انکی یہ ہوتی ہے کہ انوار قدرت پا جاویں جس سے مشاہدہ کرنے والا اپنے مشہود کی طرف دیدار صفت حقیقۃ حاصل ہوتے سے پہونچ جاتا ہے دوم معنے یہ ہیں کہ تفکر کے ساتھ قلب کو جولانی ہو کہ ملک کو کیونکر خلق فرمایا اور ملک میں تفکر سے مقصود مشاہدۂ مالک ہے پس منزل توحید سے منزل جمع میں رسائی ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ تفکر یہ ہے کہ اسکے اشیاء مخلوقہ میں دیدار الٰہی حاصل ہو یعنے مشاہدہ

الٰہی ہر چیز میں موجود ہی اور تفکر کا فائدہ یہ ہی کہ نظر آجاوے کہ سب چیزون کا قیام اللہ تعالی ہی کے ساتھ ہی وہی حی قیوم ہی یہ تو صحیح تفکر
ہی اور فاسد تفکر یون ہوتا ہی کہ چیزون کو دیکھ کر اُسنے وجود الٰہی عزشانہ پر استدلال کرے بعض نے فرمایا کہ تفکر صنع باریتعالے مین جو صفت
حق عزوجل ہی اور مخلوق مین تفکر نہین مراد ہی **قال المترجم** کیونکہ وجود الٰہی عزوجل ظاہر باہر ہی اور خود فرمایا کہ قل ہو اللہ احد سا اور
فرمایا ولئن سالتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ۔ پس جیسے یہ زعم کیا کہ یہ تفکر اس غرض سے کہ وجود صانع پر استدلال ہو وہ وہی کی
بلکہ مقصود فکر یہ ہی کہ صفات الوہیت کو پہچانین جس سے شرک جلی و خفی سب دور ہون **قال الشیخ** اور اگر یہ مقصود ہوتا کہ مخلوقات مین
اثبات صانع کے واسطے تفکر کرو تو یون حکم ہوتا و یتفکرون فی السموات والارض۔ حالانکہ یہ حکم نہین ہی بلکہ خلق یعنے صنعت مین تفکر کا
حکم ہی۔ قولہ تعالی ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ مقام ذکر سے چلکر مخلوق کی پیدایش مین تفکر کرنے کی راہ لی تاکہ راحت حاصل کرین اور نور
ذکر سے سوختہ نہو جاوین پس صفات فعل سے راحت لی تاکہ مشاہدہ مین فنا نہو جاوین اور یہ مریدین مین خواہش نفسانیت ہوتی ہی اور
جہانتک رخصت دی گئی ہی اسکو لیتے ہین **قال المترجم** یعنی راہ مستقیم شرع مین ظاہر و باطن جہانتک آسانی دی گئی اسکو بھی لیتے ہین چنانچہ
ظاہر کی مثال جیسے شرع مین نفل پڑھنا کھڑے ہوکر اولی ہی اور بیٹھکر جائز ہی یا سفر مین روزہ چھوڑنا بنا بر مذہب شیخ کے رخصت ہی پس اسکو
اختیار کرنا اختیار رخصت ہی اور یہ اصح قول کے موافق جائز ہی ایسے ہی باطن کے احکام حالات مین بتتبع رخصت کا اتفاق ذکر سے فکر مین چلے آئے
اور نیز جب انھون نے نور فعل مین صفت فاعل کا دیدار دیکھا اور آئینۂ فعل مین صفت ازلی کی تجلی حاصل کی تو بولے ربنا ما خلقت ہذا باطلا
یعنے یہ مخلوق سب اپنے خالق کی تجلی کے واسطے آئینہ ہی بھید یہ ہی کہ حق سبحانہ تعالی جانتا ہی کہ مخلوق کو مشاہدۂ خالص اُٹھانے کی طاقت
نہین پس مخلوق کو ظاہر فرمایا تاکہ مخلوق کے وسیلہ سے اسکی طرف راہ پاوین اور یہ رحمت و شفقت ہی **قال المترجم** لالکائی رحمہ اللہ المحدث
نے سنت مین روایت کی کہ حق عزوجل نے موسی علیہ السلام کے دیدار کے سوال پر فرمایا تھا کہ ای موسیٰؑ کوئی زندہ مجھکو نہین دیکھ سکتا مگر
آنکہ مر جاوے گا اور جو تر چیز مجھے دیکھے قطعًا جلکر خشک ہوجائے گی الحدیث و ہو فی بعض السنن ایضًا۔ **فارس** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اظہار
مخلوقات مین اسکی حکمت فعلی کا اظہار ہی۔ اور خواص نے کہا کہ پہلے انکو پیدایش آسمان و زمین مین فکر کرنیکا حکم کیا پھر انکو اس سے قطع کردیا
کہ کہتے ہین ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ حاصل آنکہ پہلے تو انکو صنعت آسمان و زمین دیکھنے کی ہدایت کی پھر انکو آمادہ کیا کہ وہان نہ رکین
اور فورًا اس سے حق عزوجل کی طرف رجوع کرجاوین پس فرمایا ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ قولہ تعالی سبحانک فقنا عذاب النار یعنی جب
مقام ذکر خالص سے افعال آیات مین تفکر کرنے کی طرف آئے تو خالص ذکر سے جو کچھ جاتا رہا اسکی تلافی اس قول سے چاہی کہ سبحانک۔
یعنی تو ہر خطرہ و فکر سے اور ہر خطرہ و اشارہ و عبارت سے پاک ہی اور تو اس سے برتر ہی کہ خلق کے ذریعہ سے کوئی تجکو پاوے تجکو کوئی عارف
نہین پا سکتا مگر تیرے ہی ساتھ یعنی تجھی سے تجھ تک رسائی ہی سبحانک پاک ہی تو ہر ایسے وصف سے جو ہم نے زبان حادث سے تیرا
وصف بیان کیا۔ انت کما اثنیت علی نفسک۔ تو ویسا ہی جیسا تو نے اپنا خود وصف فرمایا۔ چنانچہ تو نے فرمایا۔ سبحانہ وتعالی عما یصفون
یعنے پاک برتر ہی وہ ہر ایسے وصف سے جو مخلوق بیان کرین قولہ تعالی ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فامنا۔ اس
آیت مین اللہ عزوجل نے خبر دی کہ یہ حال ان لوگون کا ہی جو معاہدۂ ازلی پر قائم ہین اور جسمون مین ارواح کے آجانے کے بعد پھر وہ قدم
مین فنا ہین کہ انھون نے حقتعالی کے خطاب خالص ازل مین سننے کے بعد واسطہ کے ساتھ حق کی منادی کی زبان سے حق عزوجل کا خطاب
و ندا سن لیا۔ اور حاصل معنے یہ کہ ہم نے تیری آیاتکو واسطہ و وسیلہ کی زبان سے سن لیا اور یاد کیا کہ تو نے فرمایا تھا الست بربکم اور ہم نے

عرض کیا تھا کہ بلی یعنے بیشک تو ہمارا پروردگار خالق مالک مختار قادر علیم صاحب ارادہ جامع صفات کمالیہ ہی پس ہمنے تیری منادی یعنے
رسول علیہ السلام کی ظاہر و باطن پیروی کی اور ہم نے اسکی پوری تصدیق کی اور ایمان کے معنے یہ ہین کہ تصدیق کل بدیدار کل اور سبقت نظر
اسرار بحجاب انوار اور قبول ظاہر بیقین باطن اور شروع کرنا بندگی کو بعد کشف ربوبیت کے اور معاینہ کرنا غیب کو غیب کیساتھ قولہ تعالی ربنا فاغفر لنا
ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار۔ یعنے تیری معرفت مین جو ہمسے قصور ہوا اسکو بخشدے کہ یہ بڑا گناہ ہی کیونکہ ہمنے خواہش کی کہ ہم جو
حادث بے بنیاد ہین قدم کی معرفت حاصل کرین بھلا قدم بھی حدوث سے کہین مقارن ہوسکتا ہی۔ قولہ کفر عنا سیاتنا الہی اپنے کرم سے ہمارے ہر
ایسے خطرہ سے تجاوز فرما جو تیرے غیر کی طرف لگاؤ رکھتا ہی اور یہ اسوقت ہم مین آیا جبکہ ہم کو تیرے ایمان کی حلاوت حاصل ہوچکی تھی۔ اور قولہ توفنا
مع الابرار یعنی وفات دے ہمکو ان بندون کے ساتھ جنپر تو نے اسطرح انعام فرمایا کہ انکے دلون مین اپنی محبت ڈالدی اور انکے قلبون مین اپنے
جمال کا شوق دیدیا اور انکو اپنی رضاے قدیم کا لباس پہنایا یہانتک کہ تیری ہر بلا و امتحان مین وہ رضامندی سے تیرے ساتھ قائم رہے
اور **شیخ ابو عبدالرحمن** نے فرمایا کہ جن کا ظاہر تو خلق کے ساتھ تھا اور باطن حق کے ساتھ ہی انھین کے ساتھ ہماری وفات ہو۔ اور بعض نے
فرمایا کہ ابرار وہ لوگ ہین جو حد تفرید و توحید پر قائم ہین۔ اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابرار وہی ہین جو طریقہ سنت کو مضبوط پکڑے ہوئے ہین
**قال المترجم** یہ قول جید ہی کیونکہ اس طریق پر جو ولی ہی وہ افضل الاولیا ہوگا جیسا کہ اکابر نے تصریح کی ہی۔ فافہم قولہ تعالی ربنا واتنا ما وعدتنا
علی رسلک۔ یعنی ہم کو اپنے مشاہدہ سے سرفراز فرما جو تو نے اپنے رسول کی زبان سے ہمکو وعدہ دیا ہی چنانچہ فرمایا للذین احسنوا الحسنی و
زیادۃ **مترجم** کہتا ہی کہ احادیث و آثار کثیرہ سے یہ ثابت ہوا ہی کہ زیادۃ سے مراد دیدار الہی عزوجل ہی اور عنقریب سوال موسی علیہ السلام
مین مسئلہ دیدار باری تعالی کے بیان مین انشاء اللہ تعالی مفصل آتا ہی **قال الشیخ** اور نیز رسولون کی زبان پر وعدہ یہ ہی کہ جسنے ان کی
اتباع کی انکو تو اپنی محبت و کرامت عطا فرماویگا چنانچہ فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ پس ہمکو یہ کرامت عطا ہو
قولہ تعالی ولا تخزنا یوم القیامۃ یہ دعا کمال معرفت کی ہی آمین قدیم تعالی شانہ کو حدوث سے الگ پاک منزہ کیا اور ظاہر کیا کہ پروردگار
عزوجل علیم ہو بندون سے مستغنی ہی حتی کہ اگر تمام انبیا و مرسلین جل جاوین تو اسکو کچھ پروا نہین ہی اور اسکے ملک جلال سے ایک ذرہ کم نہو **قال المترجم**
حدیث قدسی صحیح مین ہی جسکا مضمون یہ ہی کہ اگر تمام مخلوق سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہوجاوین جو سب سے متقی ہی تو اسکی بادشاہت
مین ذرہ برابر رونق نہ بڑھا وینگے اور اگر سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہوجاوین جو سب سے فاجر ہی تو اسکی بادشاہت مین سے کچھ نہ
گھٹا وینگے **مترجم** کہتا ہی کہ اسی حدیث پاکیزہ کی طرف شیخ نے یہان اشارہ کیا **قال الشیخ** ان لوگون نے وہ عنایت پہچان لی جو انکے
واسطے ازل مین ہوچکی تھی پس متواتر انعام کے خواستگار ہوے کیونکہ حق عزوجل نے ایسے لوگون کے دلون کو تسلی دیدی ہی جو اسکے
دیدار عظمت سے خائف ہوجاتے ہین بایں قول کہ سبقت رحمتی غضبی۔ اور **شیخ ابو عبدالرحمن** نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ ای ہمارے
پروردگار تو ہمکو ہمارے اعمال پر جزا نہ دے اور ہمپر اپنے فضل و رحمت کو اعادہ کردے کیونکہ تو اپنے وعدہ کو خلاف نہین فرماتا ہی تو نے اس
قول مین فرمایا ہی کہ سبقت رحمتی غضبی۔ یعنے میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہی۔ شیخ نے کہا کہ قولہ انک لا تخلف المیعاد کی
تفسیر میرے نزدیک یہ ہی کہ انھون نے علت حدوث کو میدان کبریائے تائید کیا کیونکہ عہد کو توڑنا علت والون کا کام ہی یعنی جنکا وعدہ کسی
سبب و غرض سے ہوتا ہی وہ اپنے فائدہ و غرض کے لحاظ سے کبھی خلاف وعدہ کرتے ہین اور اللہ عزوجل اس سے پاک برتر ہی اور محال ہی
کہ تو پاک برتر اس سے کہ خلاف وعدہ فرما دے اور ہم اس سے مطہر ہین کیونکہ جو اوصاف حوادث کے ہین وہ حضرت عزت جل جلالہ کی جناب

ہین داخل نہین پاسکتے ہین - اور استاذ ؒ نے اس آیت مین فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اے پروردگار پورا کردے وہ وعدہ جو اپنے رسولون کی زبان سے فرمایا ہے کہ ہم پوری نعمت دینگے اور برائیان دور کردینگے اور جو ہوا و ہوس کی پیروی واقع ہوئی ہوگی وہ رحمت سے بخشدینگے یا لجملہ جب بندون نے یہ التجا کی تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا لقولہ تعالے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ

پھر قبول کی ان کی دعا انکے پروردگار نے کہ مین ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم مین سے مرد ہو یا عورت ہو تم آپس مین

مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا

ایک ہو سو جنھون نے وطن چھوڑا اور نکالے گئے اپنے گھرون سے اور ستائے گئے میری راہ مین اور لڑے

وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ ۚ

اور مارڈالے گئے مین ضرور اتار دونگا اُن سے برائیان انکی اور داخل کرونگا باغون مین جنکے نیچے بہتی ہین نہرین

ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

ایسا بدلا اللہ کے یہان سے ہو اور اللہ کے یہان اچھا ثواب ہے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ - دعا رہم - پھر قبول کی انکے لیے انکے پروردگار نے یعنی انکی دعا قبول فرمائی اسیواسطے فا رتعقیب ہے یعنی اس سے پہلی آیات مین جو ان نیک بندون کی دعائین مذکور ہوئین اسکے پیچھے اللہ عزوجل نے خبر دی کہ انکے پروردگار نے انکی دعا قبول کی اور استجاب بمعنے اجابت ہے ولیکن بہ نسبت اجابت کے اخص و اولی ہے لہذا استجاب مین تمام مرادین حاصل ہونے کا فائدہ نکلا اور اسمین اشارت ہے کہ بڑی رضامندی سے جواب فرمایا کہ - اَنِّيْ - اے بانی لَآ اُضِيْعُ - مین ضائع نہین کرتا ہون عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ تم مین سے کسی کام کرنے والے کا کام کہ ثواب نہ دون - یہ نکرہ سیاق نفی مین ہے لہذا عموم کے معنے لیے گئے اور منکم عورتون کو بھی شامل ہے چنانچہ آگے اس کا بیان صریح ہے کہ - مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى - خواہ مرد ہو یا عورت ہو - بَعْضُكُمْ كائن - مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ اے الذکور من الاناث و بالعکس - بعض تمھارے حاصل ہین بعض سے اے مرد پیدا ہوتے ہین عورتون سے اور عورتین ہوتی مردسے اور یہ جملہ اپنے ما قبل کی تاکید ہے اور معنے یہ ہین کہ مرد و عورتین اعمال خیر پر ثواب پاتی ہین اور ضائع نہ کیے جانے مین یکسان ہین - اور شیخ ابن کثیر ؒ نے قولہ بعضکم من بعض - مین کہا یعنی تم سب میرے ثواب مین برابر ہو - اور بعض نے کہا کہ دین و نصرت مین اور بعض نے کہا موالات مین چنانچہ کہا المومنین والمومنات بعضہم اولیاء بعض لیکن اول اظہر و اولی ہے پھر مفسر ؒ نے اسکا شان نزول بیان کیا نزلت لما قالت ام سلمۃ یا رسول اللہ لا اسمع اللہ تعالے ذکر النساء فی الہجرۃ بشیٔ یعنے نزول اس آیت کا اسوقت ہوا کہ جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نہین سنتی ہون کہ اللہ تعالی نے عورتون کو ہجرت مین کچھ بھی ذکر کیا ہو - رواہ الترمذی والحاکم و صححہ و سعید بن منصور - معنے یہ کہ حضرت صلعم کی طرف اپنے وطن چھوڑکر مرد بھی آئے اور عورتین بھی سو مردون کے حق مین تو بڑا ثواب مذکور ہے لیکن عورتون کا ذکر صریح نہین ہے اور سعید بن منصور کی روایت مین ہے کہ انصار مدینہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ مہاجرہ عورتون مین سے پہلے ڈولی حضرت ام سلمہ ؓ کی آئی تھی - اور نیز حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ قولہ تعالے فاستجاب لہم ربہم الآیۃ - یہ آخر آیت ہے جو نازل ہوئی - رواہ ابن مردویہ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ معاملہ ہجرت مین یہ سب سے آخر آیت نازل ہوئی ہے ورنہ قرآن مجید مین سب سے آخر آیت تو قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیۃ ہے کما

اگر کہا جاوے کہ یہ آیت تو فا تعقیب سے جواب مومنین کی دعا کا ہے ۔ کہا جائیگا کہ ہاں ورہاں یہ ہے کہ مومن جیسے مرد ویسی عورت تو یہ عام کا جواب
ہے ۔ اور دعا و سوال یعنے واحد ہیں ۔ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا ۔ من مکة الی المدینة ۔ پس جن لوگون نے ہجرت کی ۔ یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف
اور اولی یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ اپنے وطنون سے رسول اللہ صلعم کی طرف ہجرت کی اور مدارک میں کہا کہ اپنے وطنون سے جو دارالکفر تھا دین
لیکر اللہ تعالی کی طرف بھاگے جہان اعمال دین کو بے روک ٹوک ادا کر سکیں کیونکہ ہجرت تو آخر زمانہ اسلام میں بھی ہوگی جیسے ابتداے
اسلام میں تھی مترجم کہتا ہے کہ شاید ہجرت کو عام لیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ خطاب تو خاص ہے جیسے لفظ منکم دلالت کرتا ہے ولیکن یہ حق
ہے کہ حکم عام ہے اور حدیث میں صحیح ہوا کہ الدین یارز الی الحجاز کما تارز الحیة الی حجرها ۔ یعنی جیسے سانپ اپنی بانبی کی طرف پھر جاتا ہے ویسے ہی
دین مالک حجاز یعنی مکہ و مدینہ کی طرف رجوع کر جائیگا یعنے آخر زمانہ میں ۔ اگر کہا جاوے کہ حدیث میں صحیح ہوا کہ لا ہجرة بعد الفتح ولکن جہاد و نیة
واذا استنفرتم فانفروا ۔ یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں رہی ولیکن جہاد و نیت باقی ہے اور جب تم جہاد کے واسطے چلنے کو بلائے جاؤ تو قبول کر کے
چلو ۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہجرت نہیں رہی تو جواب یہ ہے کہ وہ خاص ہجرت جو قبل ظہور اسلام کے فرض تھی کہ ہر جگہ سے مدینہ کی طرف رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاوین اور سپر عام ثواب کے ساتھ خاص ثواب کا وعدہ تھا وہ بعد فتح کے نہیں رہی اور بھید یہ تھا کہ بعد فتح
مکہ کے تمام بلاد دارالاسلام ہو گئے پھر لوگ بامید ثواب ہجرت کے مدینہ میں بھرے جاتے حالانکہ تمام ملکون میں دین پھیلانا ہی مقصود ہے پس ظاہر
فرما دیا کہ وہ حکم اب باقی نہیں ہے فافہم واللہ اعلم پھر جاننا چاہیے کہ فالذین ہاجروا ۔ مبتدا ہے اور زمخشری نے کہا کہ یہ تفصیل عمل العامل کی بسبیل
تعظیم ہے اور بیضاوی و مدارک نے اسکی تبعیت کی اور کرخی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ موصول کے بعد کے جملے سب صفات واقع ہیں پس جو
جزا و ثواب مذکور ہے وہ ایسے واسطے ہوگا جو ان اوصاف کا جامع ہو اور مدارک میں کہا کہ گویا یون کہا کہ جسنے یہ اعمال لائق فائق ادا کیے وہ
مستحق اس ثواب کا ہے (مد) یہ بھی احتمال ہے کہ جس نے انہیں سے کوئی کام کیا وہ مستحق ہے واللہ اعلم ۔ وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ ۔ اور جو بندے
اپنے گھرون سے نکالے گئے ف وہ آنحضرت صلعم و مہاجرین کبار صحابہ قریش ہیں کہ اہل مکہ نے انکو نکال باہر کیا اور مال متاع اقارب گھر بار
چھوٹا اور ایذا پائی اسیواسطے فرمایا ۔ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي ۔ دینی اور میری راہ میں ایذا دیے گئے یعنے میرے دین کے بارہ میں ف
یعنے راہ خدا سے مراد دین الٰہی ہے اور البتہ اہل اسلام کو ابتدا میں سخت ایذا پہونچی اور ایک بلال تھے کہ حبش کافر کے مملوک تھے وہ معاذ اللہ تعالی
مکہ کی جلتی گرمی میں جلتے پتھر پر لٹاتا اور گرم پتلی چھپڑکتا و مارتا و غیر ذلک کہ محمد صلعم سے منکر ہو اور بلال سخت دردناک ہوتے چیختے چلاتے
مگر یہی کہے جاتے کہ واللہ میں محمد صلعم سے کفر نہ کرونگا ۔ اور صحیح میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ تو اللہ تعالی کے ساتھ شرک
نہ کرنا اگرچہ قتل کیا جاوے یا آگ میں جلایا جاوے ۔ وَقَاتَلُوا ۔ الکفار اور لڑے کافرون سے ۔ وَقُتِلُوا ۔ بالتخفیف والتشدید فی
قراءة تتقدمیہ ۔ یعنی جمہور کی قراءة میں قتلوا وقاتلوا ہے محی السنہ نے لکھا بدو وجہ اول آنکہ قتلوا وکانہم قاتل الباقون یعنے اول قتل کیے گئے
پھر باقیون نے قتال کیا اور دوم آنکہ قتل کیے گیے درحالیکہ انھون نے قتال کیا تھا الحاصل جن بندون میں یہ اوصاف ہیں کہ انھون نے ہجرت
کی اور اپنے گھر بار سے نکالے گئے اور میری راہ میں ایذا دیے گئے اور نصرت الٰہی کے لیے قتال کیا و مارے گئے تو ان کا ثواب عظیم یہ ہے کہ
لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۔ سترا بالمغفرة ۔ ان کے گناہون کو مغفرت سے چھپا لونگا ۔ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۔ اور انکو جنات میں داخل کرونگا جن کے نیچے نہرین جاری ہین ۔ ثَوَابًا ۔ مصدر فی معنی لاکفرن
موکد کہ یعنے ثوابا کی تقدیر یہ ہے کہ لاثیبنہم بذلک اثابة پس یہ اپنے ما قبل کا موکد ہے کیونکہ لاکفرن ولادخلن بمعنے لاثیبن ہے پس ثوابا بجاے

اثابۃً مصدر کے ہی ورنہ دراصل وہ ایسی چیز کا نام ہی جس سے ثواب دیا جاتا ہی مانند لفظ عطا کے کہ اس چیز کا نام ہی جو عطیہ دیجاتی ہی مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ۔ فیہ الالتفات عن التکلم یعنے من عندنا۔ کی جگہ من عند اللہ۔ فرمایا یعنی تکلم سے غیبت کی طرف التفات فرمایا اور فائدہ اس کا تفخیم شان ہے۔ یعنے یہ عطیہ عظمی ثواب از جانب اللہ تعالی مالک کمال ہی۔ وَاللّٰہُ عِنۡدَہٗ حُسۡنُ الثَّوَابِ۔ الجزاء اور حاصل یہ کہ اللہ تعالے کے یہاں جزاے جمیل ہی اس آیت میں مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے لیے کمال منزلت و قرب عظمی ہی۔ ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالے فالذین ہاجروا واخرجوا من دیارہم۔ اس آیت کریمہ میں اشارہ ہی کہ ہاجروا یعنے جو چیز غیر خدائے تعالے ہے اس سے اللہ تعالی کی طرف ہجرت کی قال المترجم حدیث میں ہی المہاجر من ہجر السیات۔ مہاجر وہ ہی جس نے برائیوں و گناہوں کو چھوڑ دیا و اوذوا فی ا بتغاء رضاتی۔ ولیکن پھر اللہ تعالی کے دشمنوں کو آمادہ کیا کہ خاص بندوں کو انکے دیار سے نکالیں تاکہ دنیا و ہی دیار کافروں کو ملیں اور آخرت کے مومنین وارث ہو جاویں اور صدق یقین میں فائدہ ہو تاکہ وہ طبعی محبت سے بھائیوں و وطن کی طرف میل نہ کریں اور بعض نے کہا کہ انہوں نے شہروں کو چھوڑا اور بدکاروں سے دوری اختیار کی۔ قولہ تعالے واوذوا فی سبیلی اہل ایمان نے جب تک منکروں کی تلخ ایذاء نہ چکھی تب تک انکو یہ مرتبہ حاصل نہوا پس دشمنوں کی ایذاء سے اولیا کے سینے تنگی میں ڈالے تاکہ منکرین کی جہت سے انکے نفس میں جو غضب و غصہ آوے اسکو اللہ تعالے کے واسطے پی جاویں تاکہ اسکے بعد ان پر ابواب خطاب مفتوح ہوں اور شیخ جنید نے فرمایا کہ ہمارے بھائیوں کو اللہ تعالی ہماری طرف سے بہتر جزا دے کہ ہم کو اللہ تعالے کی طرف پھیرا اور یہ اللہ تعالے کا طریقہ تمام اہل سلوک و معارف کے واسطے جاری ہی اور اللہ تعالی فرما چکا ہی ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ پھر یہاں شیطان اپنے یاروں کو وہم دلاتا ہے کہ اگر نیک بندے مومنین مہاجرین وغیرہ اچھے ہوتے تو کیوں تکلیف پاتے اور کیوں ایذاء اٹھاتے اور کیوں مارے جاتے اور کیوں گھر بار سے نکالے جاتے حالانکہ احمق کو یہ معلوم نہیں کہ آخرت کی خصوصیت و منزلت پر مومنوں کو یقین کامل ہی تو دنیاے فانی و حقیر سے منھ موڑا اور آخرت کو لے لیا تو دنیاے ملعونہ کو کافروں کے لیے چھوڑ دیا اور یہ اللہ تعالی کے واسطے ہی پس اللہ تعالی نے آگاہ کیا بقولہ تعالی

لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِی الۡبِلَادِ ؕ مَتَاعٌ قَلِیۡلٌ ۟ ثُمَّ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ؕ

مت بہک تو اس پر کہ آجاتے ہیں یہ کافر شہروں میں یہ فائدہ تھوڑا سا ہی۔ پھر انکا ٹھکانا دوزخ ہی

وَبِئۡسَ الۡمِہَادُ ۝ لٰکِنِ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّہُمۡ لَہُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ

اور کیا برا ٹھکانا ہے لیکن جو ڈرتے رہے اپنے رب سے انکو باغ ہیں کہ جنکے نیچے جاری ہیں نہریں

خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا نُزُلًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ؕ وَمَا عِنۡدَ اللّٰہِ خَیۡرٌ لِّلۡاَبۡرَارِ ۝

رہ پڑے ہیں ان میں مہمانی اللہ تعالے کے یہاں سے اور جو اللہ تعالے کے یہاں ہی وہ بہتر ہی نیک بندوں کے لیے

نزل لما قال المسلمون اعداء اللہ فیما نری من الخیر ونحن فی الجہد۔ بعض مسلمانوں نے کہا کہ دشمنان خدا یعنے کافر لوگ تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایسی بھلائی میں ہیں یعنے ایسے عیش فراخی میں ہیں اور ہم لوگ تنگی میں ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا یَغُرَّنَّکَ۔ تجھے دھوکا نہ دیوے۔ پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اور مراد امت ہے جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا۔ اور بعض نے کہا بلکہ آنحضرت صلعم کی تثبیت مقصود ہے یعنے آپ مضبوط رہیں کچھ خطرہ نہ آوے کہ کافر کیوں ایسے عیش میں ہیں اور مترجم کہتا ہی کہ امام محی السنۃ نے معالم میں قول اول پر اقتصار کیا اور میرے نزدیک وہی صحیح ہی اور آنحضرت صلعم خود فرماتے تھے کہ دنیا و ما فیہا ملعون ہی سوائے ذکر الہی

و عالم و متعلم کے (دارمی) اور فرماتے تھے کہ آخرت کے مقابلہ مین دنیا نہین مگر ایسی جیسے کوئی اپنی انگلی سمندر مین ڈالے سو دیکھ لو کہ اس
انگلی مین کتنا آتا ہی (رواہ مسلم) اور حضرت عمرؓ سے روایت ہی جسمین یہ مضمون ہی کہ مین آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلعم ایک منبر پر مین خرما کی
کھجور ہی چٹائی پر خرما کی چھال بھرا ہوا چمڑے کا تکیہ سر مبارک کے نیچے رکھے لیٹے ہین پس مین نے دیکھا کہ آپکے بدن مبارک پر چٹائی کا نشان
پڑگیا ہی۔ یہ دیکھکر مین رونے لگا آپ نے فرمایا کہ کیون روتے ہو مین نے عرض کیا کہ روم کا بادشاہ نصرانی اور ایران کا بادشاہ مجوسی تو
اس عیش مین ہون اور آپ اللہ عز وجل کے رسول ہو کر اس حال مین ہین پس آپ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ اے ابن عمر تم اس خیال مین پڑ گئے بھلا
تم اس بات پر راضی نہین کہ اونکے واسطے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو۔ (رواہ البخاری وغیرہ) پس صحیح یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو خطاب فرماکر لوگون کو تنبیہ کی کہ لا یغرنک۔ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ تصرفہم۔ فِي الْبِلَادِ۔ بالتجارۃ والکسب۔ یعنی تجھے دھوکا
دے کافرون کا تصرف ان ملکون مین ف یعنی شہرون مین تجارت کرنے اور کمانے پھرتے ہین۔ ایسا ہی سدیؒ سے تقلب کے معنی
چلنے پھرنے مذکور ہین اور عکرمہ رح نے کہا کہ خوشی ونعمت کے ساتھ کافرون کے رات دن پلٹنا مراد ہی مگر لفظ بلاد کی نظر سے معنی اول ارجح
ہین ہو۔ مَتَاعٌ قَلِيلٌ۔ یتمتعون بہ فی الدنیا یسیرا ویفنی۔ یہ متاع قلیل ہی جس سے دنیا مین حقیر نفع لینگے پھر فنا ہو گی۔ ثُمَّ
مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ پھر اس تمتع بمتاع قلیل کے پیچھے ان کافرون کو ٹھکانا جہنم ہوگا اور بُری مہاد ہی۔ اور مہاد
بمعنے ما مہدوا لانفسہم۔ جو انھون نے اپنی جانون کے لیے کفر کر کے مہد کر رکھی ہو یا اللہ تعالی نے انکے لیے مہیا کی ہو اور ابن عباسؓ نے مہاد کی منزل
سے تفسیر فرمائی یعنے اترنے کی جگہ اور اول سورۂ بقرہ مین مہاد بمعنے فراش مذکور ہوا اور سب معانے متقارب ہین۔ پھر جبکہ کافرون کی دنیاوی
دولت کا حال فرمایا کہ قلیل ناپایدار ہے تو اہل ایمان کی اخروی نعمت جمیل پایدار کو بیان کیا بقولہ تعالی۔ لَكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ
لیکن وہ بندے جنھون نے اپنے رب کا تقوی کیا۔ یعنی شرک سے بچے۔ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا۔ تو انکے لیے جنات ہین جن کے نیچے نہرین جاری ہین اسمین ہمیشہ رہین گے ف کبھی نہین نکلینگے اور نہ فنا ہون گے اگر کوئی کہے کہ جنت
مین ابتداءً خلود کہان متحقق ہو سکتا ہے کیونکہ خلود خواہ بمعنے دوام ہو یا بمعنے مدت دراز ہو بدون اسقدر مدت گذرنے کے کیونکر تحقق ہوگا پس
خالدین حال نہین ہو سکتا تو مفسرؒ نے جواب دیا بقولہ اے مقدرین الخلود فیہا۔ یعنی درحالیکہ مقدر کیا گیا ہے انکے حق مین خلود اس جنت مین اگر کہا
جاوے کہ خلود بمعنے مدت دراز ہے تو کبھی خارج ہونگے جواب یہ ہے کہ اگر خلود بمعنے مدت دراز مان لیا جاوے تو ہمیشگی کے معنی بین لیا جاوی تو دیگر دلائل
مانند قولہ تعالے لا یبغون عنہا حولا۔ وغیرہ سے ثابت ہے کہ انکا خلود ہمیشہ کے لیے ہوگا کبھی خارج نہونگے فافہم۔ پھر اللہ عز وجل نے ان بندون کی تشریف
کے لیے ارشاد فرمایا۔ نُزُلًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ۔ درحالیکہ یہ مہمانی ہے اللہ تعالی کے یہان۔ یہ مفسرؒ نے کہا نزول وہ چیز جو مہمان کے واسطے
مہیا ہو۔ اور نصب اسکو بنابر ینکہ جنات سے حال واقع ہے جو نکرہ موصوفہ ہے اور عامل اسمین ظرف کے معنے ہین یعنے ثبت لہم جنات۔ پس جبکہ سلطان
عزت کبیر المتعال لم یزل ولا یزال الحی القیوم کی طرف سے مہمانی ہے تو اسکی خوبی وقدر واندازہ کسی کے خیال مین نہین آسکتا اور جو کچھ چیزین اسکی بیان
ہوئی ہین اسیقدر کہ جو بندون کی فہم مین کچھ آجاوین ورنہ اسکی سب نعمتین فہم بشر سے خارج ہین اسیواسطے یون فرمادیا۔ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ
من الثواب اور اللہ تعالی کے یہان جو ثواب ہے وہ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ من متاع الدنیا۔ بہتر ہی ابرار کے لیے یعنی متاع دنیا سے بہتر ہی ف
متاع دنیا سے بہتر ہونے کی خصوصیت کی حالانکہ سوائے حضرت حق عز وجل کے سب سے بہتر ہی تو بنظر سیاق کلام کے ہی۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ
نے ابرار کی تفسیر مین نقل کیا کہ عمرو بن العاص نے مرفوعاً روایت کی کہ ابرار انکا نام اسوجہ سے ہوا کہ انھون نے اپنے باپ دادا اور بزرگون کی خدمتگزاری

مین اور بیٹے پوتے اولاد کی پاسداری مین نیکوئی کی جیسے تیرے والدین کا تجھ پر حق ہے ویسے ہی تیرے فرزندونکا تجھ پر حق ہے رواہ ابن مردویہ وقد رواہ ابن ابی حاتم۔ عنہ موقوفا من قولہ قال ابن کثیر وھو الاشبہ واللہ اعلم۔ اور حسنؒ نے فرمایا کہ ابرار وہ ہین جو چیونٹی کو بھی نہین ستاتے ہین رواہ ابن ابی حاتم۔ اور ابو الدرداؓ نے فرمایا کہ کوئی مومن نہین مگر اسکہ موت اسکے لیے بہتر ہے اور کوئی کافر نہین مگر اسکلئہ اسکے لیے زندگی خراب و موت اسکے لیے بدتر ہے اور جو میرے قول کی تصدیق نہ کرے وہ پڑھے کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ وما عند اللہ خیر للابرار۔ اور فرمایا ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم الآیۃ۔ رواہ ابن جریر و روی نحوہ ابن ابی حاتم وعبد الرزاق عن ابن مسعودؓ اگر کہا جاوے کہ حدیث مین صحیح ہوا کہ مومن کے واسطے اسکی زندگی بہتر ہے پھر اس آیت مذکورہ کے کیا معنے ہین تو جواب یہ کہ اس حدیث صحیح مین جو آیا اسکے معنے یہ ہین کہ اسکی زندگی اسکو نافع ہے جب تک زندہ رہیگا اسکے حق مین نفع ہوگا یعنے برا نیکی کما دیگا یا توبہ کریگا۔ اور اثر مذکور سے یہ بات نکلی کہ موت اسکے واسطے انجام مین عمدہ ہے کیونکہ ان اعمال خیر کا وہان بہت بڑا اجر پاویگا لقولہ تعالے وما عند اللہ خیر للابرار۔ پس زندگی اسکی کار خیر کے واسطے بہتر ہے اور موت ثواب خیر کے لیے بہتر ہے اور رہا کافر تو اسکی زندگی بدتر ہے کیونکہ جتنا زیادہ جیا اتنا ہی عذاب زیادہ سمیٹا اور موت اس سے زیادہ بدتر کہ عذاب مین پڑیگا او رعلی ہذا ثابت ہوا کہ کفر کے عذاب مین بھی کمی زیادتی ہوگی لیکن نفس کفر کا جو عذاب ہے کہ دائمی آگ مین جلے اسمین سب کفار برابر ہونگے اور البتہ صحیح ہوا کہ ابو طالب کے واسطے یہی ہوگا کہ آگ کی دو جوتیان پہنائی جاوینگی جس سے دماغ ابلیگا اور شاید یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خاص ابو طالب کے واسطے ہے لیکن دائمی ہوتے مین کمی ثابت نہین ہوئی واللہ تعالے اعلم ف۔ شیخ نے عرائس البیان مین لکھا کہ قولہ تعالے لا یغرنک تقلب الذین کفروا الآیۃ۔ واضح ہو کہ کفر کے تین معنے آتے ہین اول کفر بمقابلہ ایمان کے جسکی سزا دائمی جہنم ہے دوم کفر جو اعتقاد اسلام کے ساتھ بدعت قبیح مانند خوارج و روافض وغیرہ کے ہو۔ اور یہ جب اول کفر تک نہ پہونچے تو اسلام سے خارج نہین کرتا اگرچہ اعتقاد کفری ہے سیوم اعمال قبیح مانند زنا وغیرہ کے جو اعمال کفریہ ہین یعنے یہ ایمان کے اعمال نہین ہین اور یہ درحقیقت دو ہی قسمین ہوئین اول کفر حقیقی بمقابلہ ایمان کے اور دوم کفر جو اسلام کے اندر اعمال کفری سے ہو جس سے کفر کا حکم نہ دیا جاوے لیکن کیا جاوے کہ اس شخص کا یہ فعل و عمل کفر ہی ہے جب یہ معلوم ہوا تو جن لوگون نے کفران نعمت کیا وہ بھی اس قسم دوم کے کفار ہین کما فی قولہ تعالے ان الانسان لظلوم کفار الآیۃ چنانچہ اسی آیت کی تفسیر مین توضیح و تحقیق آویگی انشاء اللہ تعالے شیخؒ نے کہا کہ اسمین اشارہ ہے کہ اے مخاطب تجھکو فریب نہ دین وہ لوگ جو اللہ تعالے سے اخلاص چھوڑ کر ریاکاری و شرک خفی مین دنیا و نفس کے بندے ہوگئے کہ شہرون کو منجھاتے یعنے شہرون شہرون پھرتے ہین تاکہ فصاحت و بلاغت حاصل کرین اور آداب مین تکلف سیکھین اور زینت کرین اس غرض سے کہ لوگون کو اپنی طرف متوجہ کرلین اور اسکے رئیس بن بیٹھین اور اولیاء اللہ تعالے کے مقابلہ مین مکاری کرین کیونکہ انکے احوال تو چکنے چپڑے ہوتے ہین اس سے انکی مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالے کے سچے بندون کی توقیر لوگون کے دلون سے اٹھا دین اور اپنی بدعت پھیلا دین اور اللہ عزوجل سچے بندون کا مرتبہ ہردم اپنے فضل سے بڑھاتا اور انکا تقرب زیادہ کرتا ہے جس سے نفس پرست ہوا و ہوس کے بندون کی خواری ہو۔ اور نیز ان منکرون کی تندرستی و موٹا تازہ ہونا اور دنیا مین عیش کے ساتھ ہونا اور لوگون کا انکی طرف جھکنا اور دنیا انکی طرف لوٹے پڑنا تجھے فریب نہ دے ان خبیثون نے اللہ تعالے کے ساتھ لڑائی باندھی اسطرح کہ اولیاء اللہ تعالے سے عداوت رکھتے ہین سو یہ چند دن چانگلے ہین اور مدتون خوار پڑے رہینگے اور حسرت سے اپنی انگلیان چباوینگے جب دیکھینگے کہ اولیاء اللہ تعالے کے چہرے آفتاب عنایت سے چمکنے لگینگے اور یہ زمین نور حضرت سے منور ہوگی اور نیکون کی جماعت و مجمع حشر اور حضور کتاب و اولی الالباب و انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین مین یہ لوگ فضیحت ہونگے شیخ لکھتے ہین کہ ہمارے زمانہ کے مکار صوفیون اور بنے ہوئے شہوت پرست عالمون کے حق مین یہ سخت وعید ہے مترجم کہتا ہے کہ ان زمانہ مین تو حدیث شریف مین جو حالات بطور معجزات

غیب کے ہمکو بتلائے گئے تھے سب موجود ہین اور لوگون نے جاہلون کو اپنے زعم باطل مین بڑا عالم سمجھکر اپنا پیشوا بنالیا کیونکہ عوام جو بدعتین جانتے ہین یہ جہال بھی وہی ہانکتے ہین کیونکہ اسرار شریعت وعلم قرآن وحدیث سے جاہل ہین تو وہ دوسرون کو گمراہ کرتے ہین مسلمانون مین مقلد وغیر مقلد اور وہابی وبدعتی وغیرہ کے فساد دکھلاتے اور جماعت اسلام کو ذلیل کرکے خود خوار ہوتے پھرتے ہین اعاذنا اللہ تعالے ایانا واہل الاسلام من شرہم و وفقنا للایمان والوفاق وہو علی کل شیء قدیر۔ شیخ یوسف رح نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ تجکو یہ بات فریب نہ دے کہ جاہل لوگ اس دنیا مین کثرت سے بڑھے اور اس کی نعمتون پر گھمنڈ کرتے ہین آخر وہ جہل ہوکر دوزخ کی طرف جانے کا زاد راہ لیجاتے ہین قولہ تعالے وما عنداللہ خیر للابرار۔ اس مین اللہ عزوجل نے متقیون کا درجۂ جنت بلند ہونا بیان فرمایا لیکن جو کچھ انکے واسطے الطاف عظیم اپنے یہان رکھے ہین وہ مبہم کردیے لقولہ وما عنداللہ خیر للابرار یعنی اللہ تعالے کے یہان جو نعمت وقرب منزلت ہے وہ قیاس سے باہر اور بے مثل وبے مثال ہے اور نیز تصریح کردی کہ مراتب ولایت مین اعلی درجہ متقین کا ہے۔ اور تقوی یہ ہے کہ باطن کو لوث طبیعت سے پاک کرے اور اخلاق کو مخالفت اوامر ونواہی کے میل کچیل سے صاف رکھے اور راہ سنت پر مستقیم ہو۔ اور ابرار وہ لوگ ہین جو معرفت مین مستقیم ہون اور یہ تقوی سے بھی اعلی مرتبہ ہے اور یہان بیان فرمایا کہ متقین جنت مین ہین اور ابرار منزل خاص مین ہونگے اور نیز طالبان حق کو تنبیہ ہے کہ ای مریدین تم اس دنیا مین امتحانی حسن وطراوت سے تعجب مت کرو بلکہ مجاہدہ مین جو سختی کھینچوگے اسکا نتیجہ تم کو میرے دیدار وقرب مشاہدہ سے عیش خوشگوار بے مثال حاصل ہوگا

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ

اور کتاب والون مین سے بعضے وہ بھی ہین جو مانتے ہین اللہ کو اور جو تمھاری طرف اترا اور جو انکی طرف اترا ڈرتے ہوئے

لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰۤئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اللہ تعالے کے واسطے نہین خریدتے اللہ کی آیتون کے بدلے مول تھوڑا وہ لوگ ہین کہ انکی مزدوری انکے رب کے یہان ہے

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○

اللہ تعالے بیشک جلد حساب کرنے والا ہے

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ ۔ کعبداللہ بن سلام واصحابہ والنجاشی اہل کتاب مین سے (یہود ونصاری) مین سے بعضے ہین کہ اللہ تعالے پر ایمان لاتے ہین ۔ مانند عبداللہ بن سلام واسکے ساتھیون کے اور مانند نجاشی بادشاہ ملک حبش کے

مترجم کہتا ہے کہ شیخ مفسر رح نے اختیار کیا کہ یہ آیت کریمہ تمام اہل کتاب کے حق مین ہے جو مسلمان ہوے اور ایسا ہی ابن ابی نجیح نے مجاہد رح سے روایت کیا کہ مراد مسلمانان اہل کتاب ہین اور اس مین شک نہین کہ حکم آیۂ کریمہ کا سب مسلمانان اہل کتاب کے حق مین عام ہے اور اسی پر امام شیخ ابن کثیر رح نے آیت کریمہ کی تفسیر مین اچھی تقریر کی باینطور کہ اللہ عزوجل نے ایک گروہ اہل کتاب کی خبر دی کہ وہ اللہ تعالے پر جیسا چاہئے ایمان لاتے ہین اور جانتے ہین کہ وہ خالق قادر مختار ہے جس کو چاہے نبوت دے اور علیم خبیر ہے جو شرع اسنے مقرر فرمائی اسمین حکمت ہے اور محمد صلعم پر اور جو انپر نازل ہوا ایمان لاتے ہین باوجود اس ایمان کے جو اگلی کتابون پر جو اور انبیا پر اللہ تعالے نے نازل کی ہین ایمان رکھتے ہین اور وہ اللہ تعالے کے واسطے خاشع ہین یعنی اسی کے مطیع اور اسی کے سامنے گڑگڑاتے اپنے کو ذلیل بناتے اور تمام تعظیم اسکے واسطے جانتے ہین اور خریدتے نہین آیات الہی کے بدلے تھوڑا مول یعنی محمد صلعم کی جو نعت وصفت وبعثت کا حال اور حضرت صلعم کی امت کا حال جو کچھ جانتے ہین وہ دنیا کی لالچ سے نہین چھپاتے ہین اور اہل کتاب مین سے یہ لوگ برگزیدہ وبہتر ہین خواہ یہودی ہون یا نصرانی ہون اور اللہ تعالے نے سورۂ قصص

ہیں فرمایا۔ الذین آتیناہم الکتاب من قبلہ ہم بہ یومنون واذا یتلی علیہم قالوا آمنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین اولئک یؤتون اجرہم مرتین الآیۃ۔ اور فرمایا الذین آتیناہم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ الآیۃ۔ اور فرمایا۔ ومن قوم موسیٰ امۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون۔ یعنے موسیٰ کی قوم سے بھی ایک گروہ ایسا ہے کہ حق کی راہ چلتے ہیں اور اسی سے اپنے کو ٹھیک کرتے ہیں اور دیگر آیات نقل کرکے کہا کہ یہودیوں سے بہت تھوڑے لوگ ایسے ہیں جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مع چند علماے یہود کے جو ایمان لائے مگر انکی تعداد دس تک بھی نہیں پہونچی اگرچہ عوام کو ملاکر بہت ہوں اور رہے نصاریٰ تو انمیں ایسے بہت ہیں جو ہدایت پر چلے اور حق کے مطیع ہو گئے۔ اور اللہ تعالےٰ عزوجل نے فرمایا۔ ولتجدن اقربہم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ الآیہ۔ یعنے مومنوں کے ساتھ زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ملینگے جو اپنے آپکو نصاریٰ کہتے ہیں۔ اور صحیح میں ہے کہ جعفر بن ابیطالبؓ نے جب بادشاہ حبشہ کے سامنے سورۂ کہیعص پڑھی تو بادشاہ رونے لگا اور اسکے ساتھ جو بطریق و قسیس بیٹھے تھے سب یہاں تک روئے کہ داڑھیاں تر ہو گئیں۔ اور صحیحین میں ثابت ہے کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کی وفات کی خبر جبرئیل علیہ السلام نے دی تو حضرت صلعم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ حبش میں تمہارا بھائی مر گیا پھر سب کو لیکر میدان میں گئے اور صف باندھکر اسپر نماز پڑھی۔ مترجم کہتا ہے کہ محی السنہ نے معالم میں حضرت ابن عباس و جابر و انس رضی اللہ عنہم و قتادہؒ کا قول بیان کیا کہ یہ آیت اسی بادشاہ نجاشی کے معاملہ میں اتری اور نام اسکا اصحمہ تھا جو عبری زبان میں عطیہ کے معنے رکھتا ہے اور اس روایت میں ذکر کیا کہ حضرت صلعم صحابہؓ کو لیکر میدان بقیع کو گئے اور آپ کے واسطے زمین حبشہ تک پردہ اٹھ گیا پس آپ نے نجاشیؓ کا جنازہ دیکھا اور اسپر نماز پڑھی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب نجاشیؓ نے وفات پائی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے واسطے استغفار کریعنے اس کی مغفرت مانگو (یعنے بعد نماز پڑھنے کے جیسا کہ مذکور ہوا) تو بعض لوگوں نے کہا کہ دیکھو ہم کو حکم دیتے ہیں کہ ایک گبر کے لیے جو حبش میں مر گیا ہے استغفار کریں پس نازل ہوا قولہ وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم الآیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ من طرق وعبد بن حمید اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کا انتقال ہوا تو ہم سے حضرت صلعم نے فرمایا کہ تمہارا بھائی اصحمہ مر گیا پھر نکلکر نماز پڑھی جیسے جنازہ پر نماز پڑھا کرتے ہیں اور چار تکبیریں کہیں پھر منافقوں نے کہا کہ دیکھو ایک گبر پر نماز پڑھتے ہیں جو حبش میں مر گیا پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا وان من اہل الکتاب الآیہ۔ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ہم کو خبریں پہونچی تھیں کہ برابر نجاشیؓ کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے رواہ ابوداؤد۔ اور صحیحین میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ہیں جنکو دوہرا ثواب ملیگا پھر انہیں سے ایک قسم وہ اہل کتاب فرمائے جو پہلے نبی پر ایمان لائے پھر حضرت صلعم پر ایمان لائے۔ محی السنہ نے معالم میں ذکر کیا۔ عطاءؒ نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ اہل حبش کے بتیس اور روم آٹھ آدمیوں کے حق میں اتری جو عیسائی تھے پھر اسلام میں اللہ عزوجل کے مطیع ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے مدح فرمائی کہ اہل کتاب میں بعضے ایسے ہیں کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے ہیں۔ یعنی پہلے تو شرک پر اپنے زعم کے بنائے ہوئے خدا پر ایمان لائے تھے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائے تھے اب اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے ہیں۔ **وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ**۔ ای القرآن اور اس کلام پاک پر جو تمپر اتارا گیا یعنی قرآن پر۔ **وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ**۔ اور جو انکی جانب اتارا گیا تھا۔ یعنی توریت و انجیل پر۔ **خَاشِعِينَ لِلَّهِ**۔ درحالیکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے خشوع کرنے والے ہیں ف حال ہیں ضمیر یومن مراعی فیہ معنی من ای متواضعین۔ یعنی خاشعین کو نصب بنابر حال ہونے کے ہے اور یہ یومن کی طرف راجع ہے حال ہے اور وہ لفظ میں اگرچہ مفرد ہے مگر معنی میں جمع و واحد سب کو یکساں ہے پس یومن کی ضمیر سے حال اس صورت سے ہے کہ من کے معنے یعنی جمعیت کی رعایت ہے اور خاشعین کے معنے متواضعین ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے ہیں **لَا يَشْتَرُونَ**

سلہ یعنے جن لوگون کو دی ہمنے کتاب پس قرآن سے پہلے وہ ...

بآیات اللہ - التی عندہم فی التوراۃ والانجیل من نعت النبی صلعم ثَمَنًا قَلِیْلًا - من الدنیا یخریدتے نہیں یعنی تھوڑا مول بمقابلہ آیات الٰہی
کے ف یعنی توریت وانجیل کی آیات میں جو اوصاف حضرت خاتم النبیین بیان ہوئے ہیں انکو دنیاوی حقیر مال کے لیے نہیں چھپاتے ہیں اور
ثمن قلیل سے مال دنیاوی مراد ہے پھر اس مال دنیاوی کے عوض انکے نہیں بیچنے کا طریقہ بتلایا - ای لم یکتموہا خوفا علی الریاسۃ کفعل غیرہم من الیہود
یعنی نہیں بیچتے بایں طور کہ ان آیتوں کو چھپاویں بخوف اسکے کہ ہماری سرداری جاتی رہیگی جیسے انکے سوائے دوسرے یہود نے اس خوف
سے چھپایا - اُولٰٓئِکَ لَہُمْ اَجْرُہُمْ - ثواب اعمالہم - ایسے نیک عہد بندوں کے لیے ثواب ہے یعنی انکے کاموں کا ثواب ہے عِنْدَ
رَبِّہِمْ - یؤتونہ مرتین کما فی القصص - انکے پروردگار کے پاس ثواب دوچند دیے جاوینگے جیسا کہ سورۂ قصص کی آیت میں ہے اولئک یؤتون
اجرہم مرتین الآیۃ - اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ - یحاسب الخلق فی قدر نصف نہار من ایام الدنیا - اللہ تعالی سریع الحساب ہے چنانچہ
حساب لے لیگا تمام مخلوق کا اتنی دیر میں جو دنیا کا آدھا دن ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور بیان تحقیق طویل ہے جو آئندہ انشاء اللہ تعالی
اپنے موقع پر آویگی - اور مجاہدؒ نے کہا کہ سریع الحساب یعنی سریع الاحصاء رواہ ابن ابی حاتم - احصا شمار کرنا گن لینا وقد قال ولقد احصاہم
وعدہم عدا - یعنی اللہ تعالی نے ہر ایک کو خوب شمار میں رکھا ہے کہ اسکے علم سے ایک ذرہ برابر پوشیدہ نہیں ہے پس وہ اپنی مخلوق کا حساب نہایت جلد
فرماویگا حتے کہ مومن پر روز قیامت ایسا آسان ہوگا جیسے ایک وقت کی نماز کا زمانہ ہوتا ہے - پھر اللہ تعالی نے عزوجل خالص مومنوں کو
سب قسم کے مسلمانوں سے باہمی اتفاق رکھنے کا اور ارتباط الفت کا اور نفسانیت چھوڑ کر تقوے رکھنے کا حکم فرمایا بقولہ تعالے

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا تف وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝
ایمان والو ثابت رہو اور مقابلہ میں مضبوطی کرو اور ملے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم مراد کو پہنچو

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا - علی الطاعات والمصائب وعن المعاصی - اے ایمان والو صبر رکھو - یعنی صبر کرو عبادات
ادا کرنے پر اور مصیبتیں اٹھانے پر اور گناہ کی چیزوں سے باز رہنے پر - وَصَابِرُوْا - الکفار فلا یکونوا اشد صبرا منکم - یعنی غالب
رہو صبر کرنے اور جمے رہنے میں کافروں پر - یہ نہو کہ کافر لوگ تم سے زیادہ صبر کرنے والے ہوں لڑائی کی سختیوں میں - وَرَابِطُوْا - اقیموا
علی الجہاد - قائم رہو جہاد کرنے پر - وَاتَّقُوا اللّٰہَ - فی جمیع احوالکم - ڈرو اللہ تعالی سے اپنے سب حال میں چنانچہ معاذ بن جبل
کو جب یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ ڈرتا رہ اللہ تعالے سے جہاں کہیں تو ہووے اور برائی کے پیچھے بھلائی کر جو اسکو مٹا دے اور لوگوں
سے اچھے خلق کے ساتھ مل جل - لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ - تاکہ تم فلاح پاؤ - تفوزون بالجنۃ وتنجون من النار یعنی فلاح یہ ہے جنت پا جاؤ
اور نجات پاؤ دوزخ سے ف شیخ ابن کثیرؒ نے اس آیت کریمہ کے تحت میں بہت فوائد ذکر فرمائے لیکن مترجم انمیں سے فقط کو
اختصار بیان میں ذکر کریگا پس حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اصبروا یعنی پسندیدہ دین اسلام پر جمے رہو سختی و آسانی کسی حال میں
چھوڑو یہانتک کہ مرو اور قولہ صابروا - یعنی مقابلہ دشمنان خدا کے ثابت قدم رہو ایسا ہی بہتیرے سلف نے کہا ہے اور رہا قولہ رابطوا
تو یہ جمے رہنا مکان عبادت میں ہے اور سہل بن حنیف و ابن عباسؓ و محمد بن کعب القرظی وغیرہم نے فرمایا کہ وہ نماز کے بعد نماز دیگر کے انتظار میں بیٹھنا
اور بعض نے کہا کہ رباط (مقام) مراد ہے یعنی سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا تاکہ کفار اس طرف سے داخل ہوسکیں اور دوسروں نے اسکو تسلیم نہیں کیا اور
حدیث میں آنحضرت صلعم نے سردی کے وقت وضو کرنا اور کثرت سے مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اسی کو فرمایا
کہ یہی رباط ہے - اور ابو سلمہؒ سے روایت ہے کہ ایک روز ابو ہریرہؓ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے بھتیجے تو جانتا ہے کہ یہ آیہ یاایہا الذین آمنو

اصبروا وصابروا ورابطوا کس بارہ میں اتری ۔ میں نے کہا کہ نہیں ۔ فرمایا کہ حضرت صلعم کے زمانہ میں ایسا جہاد تو نہ تھا کہ جس میں مرابطہ کرتے بلکہ یہ ایسی قوم کے حق میں نازل ہوئی جو مسجدون کو آباد رکھتے ہیں اور نماز کو اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں پھر بیٹھے اللہ تعالی کو یاد کیا کرتے ہیں تو انھیں کے حق میں اتری کہ اصبروا ۔ یعنی پانچون نمازون پر ۔ اور صابروا ۔ یعنی اپنے نفسون کو خواہشون سے روکو ۔ و رابطوا ۔ یعنے اپنی مسجدون میں واتقوا اللہ ۔ اپنے ہر حال میں جو تمپر طاری ہو ۔ لعلکم تفلحون ۔ اسکو ابن مردویہ نے روایت کیا و ہکذا رواہ الحاکم فی المستدرک بنحوہ وقد رواہ ابن جریر من طریق عبد اللہ بن المبارک من کلام ابی سلمہ بن عبد الرحمن ۔ مترجم کہتا ہے کہ رباط کے یہ معنی کہ سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا بدین غرض کہ کفار حملہ آور نہون میرے نزدیک ایک طور کا رباط ہے اور رباط وہ بھی ہے کہ مجاہد جہاد کے واسطے گھوڑے پر سوار ہو کر جاوے اور وہان مقیم ہو کر انتظار کرے تا کہ جب مجاہدین اسقدر جمع ہو جاوین کہ دشمنون پر بڑھنے کے واسطے کافی ہون تو داخل ہو اور معنے یہ ہین کہ پورا سامان جہاد تیار کرو اور گھوڑے مہیا کرو چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا واعدوا لہم ما استطعتم من رباط الخیل ترہبون بہ عدو اللہ وعدوکم یعنی مہیا کرو کافرون کے واسطے جہانتک تم سے ہو سکے رباط الخیل یعنے گھوڑے کہ انسے دہشت ناک کرو خدا کے دشمنون اور اپنے دشمنون کو ۔ اور ظاہر ہے کہ یہ حکم اس خطاب کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نازل ہوا پس جو معنے یہان رباط کے ہین وہی حکم رابطوا میں ہے اور صابروا ۔ باہم ایک دوسرے کو صبر دلانا بھی اسمین شامل ہے مترجم کہتا ہے کہ کلام پاک میں علوم بے انتہا ہین از آنجملہ یہ بھی ہے کہ اگر غیر قومون سے لوگ ایمان لاوین جنکے دین کو تم پسند کرو تو انکے ساتھ نکاح بیاہ کرنے میں ہرگز نفس کی شرارت پر مت چلو بلکہ نفس کی ناگواری پر صبر کرو اور حدیث میں ہے کہ جب تمھارے پاس ایسا شخص آجاوے جسکے دین کو تم پسند کرتے ہو تو اسکے ساتھ نکاح کر دو اگر ایسا نکروگے تو زمین مین فتنہ وفساد عریض پیدا ہوگا (رواہ احمد والترمذی وغیرہ) اور جب سے لوگون نے فخر وتکبر اختیار کیا تب سے فتنہ وفساد عریض پیدا ہو گیا حتی کہ بہت سے کالیستھ وغیرہ اسوجہ سے اسلام نہین لاتے کہ وہ تمام برادری سے خارج ہو کر پریشان ہونگے اور مسلمان لوگ انکو نومسلم وحقیر بناوینگے ۔ معاذ اللہ وہ ہمارے حقیقی بھائی سے بہتر ہے جبکہ وہ متقی ہو لیکن جاہلون سے جو اسنے خوف کیا وہ ان جاہلون کے تکبر کے لیے بہت ہی خوفناک ہے کہ جسکے وبال سے رونگٹے کانپتے ہین ۔ اللہ تعالی ہمکو توفیق دیکر آخرت کے لیے مقبول فرماوے اور نفس وشیطان کے بندہ ہو جانے سے نجات عطا کرے ۔ حدیث میں ہے ۔ کونوا عباد اللہ اخوانا ۔ یعنی اللہ تعالی کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ ۔ اور حدیث میں مصرح ہے کہ آدم خاک سے بنے اور فخر بہ تقوی ہے اور اس بارہ میں احادیث بکثرت ہین جنمین فخر انساب ومال وجاہ کی مذمت ہے اور باہمی اتحاد وشرافت تقوی کی تاکید ہے ۔ رہا یہ وہم کہ فقہ میں کفو معتبر ہے تو ائمہ علما نے اتفاق کیا کہ شرع سے اسکا ثبوت نہین ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ نکاح باہمی الفت ہے اور جب کسی جانب سے فخر نسب کی جہالت ہو تو مناکحت کا فائدہ نزارد بلکہ فساد ہوگا تو حکم قضا میں فیصلہ کا قانون عرف وکفو پر ہے ۔ کیا نہین دیکھتے ہو کہ غیر کفو مین بالاجماع نکاح صحیح ہے ولیکن اولیا کے اعتراض کی صورت مین قاضی فسخ کریگا فافہم ۔ پھر واضح ہو کہ رباط میں جمیع اقسام کا ربط جو شرعی محمود ہے شامل ہونا چاہیے اور سب سے بہتر وہ لڑنا خاص ہے جو احادیث جہاد مین آیا ہے چنانچہ سہل بن سعد الساعدی رضی سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ایکدن کا رباط تمام دنیا وما فیہا سے بہتر ہے (رواہ البخاری) اور فضالہ بن عبید رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص مر گیا اسکے عمل کا خاتمہ ہو جاتا ہے سوائے اس شخص کے جو ایسے حال میں مرا کہ راہ خدا میں مرابط تھا یعنے جہاد میں مرابط تھا تو اسکا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے بےخوف ہوتا ہے (رواہ احمد وابو داؤد والترمذی وقال حسن صحیح وابن حبان وقد رواہ احمد عن عقبہ بن عامر وروی احمد وابن جریر نحوہ عن ابی ہریرہ) پھر مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم شاید منجملہ ان احکام کے ہو جو قریب وقوع میں آنے والے ہین بشرطیکہ رباط بمعنے مصطلح حضرت صلعم کے وقت میں ہو حضرت ام الدرداء نے مرفوعا روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے مسلمانون کے کسی ساحل پر تین روز مرابطہ کیا اسکے واسطے ایکسال کے رباط سے کافی ہے رواہ احمد وغیرہ

اور ظاہر یہ ہے کہ مقصود رباط سے وہ یہ ہے کہ نفس کو راہ جہاد میں روکنا اور انتظار غازیان و موسم وغیرہ کے مانند جو امور بالفعل لڑائی کرنے سے
مانع ہوتے ہیں انمیں صابر مرابط رہنا اور اسی پر دلالت کرتی ہے حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کہ وہ گذرے وہان کہ شرجبیل بن السمط مع مجاہدین کے
رباط میں تھے اور انپر مرابطہ اب شاق ہو رہا تھا تو فرمایا کہ اے ابن السمط میں تجھے ایسی حدیث سناؤن جو میں نے حضرت صلعم سے سنی تھی انھون
نے کہا کہ ضرور سنایئے - کہا کہ میں نے حضرت صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ ایک رات دن کا رباط جہاد میں ایک مہینہ کے روزے مع رات کی نماز
سے بہتر ہے تا آخر حدیث رواہ الترمذی ومسلم والنسائی - اور سہل بن حنظلیہ رض سے جنگ حنین کی حدیث طویل میں ہے کہ پھر حضرت نے فرمایا کہ آج
رات کون شخص ہماری نگاہبانی کریگا پس انس بن ابی مرثد نے کہا کہ یارسول اللہ میں نگاہبان رہونگا - آپ نے فرمایا کہ سوار ہوجا وہ سوار ہوکر آئے تو
فرمایا کہ اس پہاڑی کی چوٹی پر جا - اور آخر حدیث میں ہے کہ صبح کو اس سے فرمایا کہ رات تو اترا تھا - عرض کیا کہ نہیں مگر آنکہ قضاء حاجت یا نماز کے لیے فرمایا
کہ تو نے واجب کرلی اب تجھپر کچھ نہیں کہ آیندہ کچھ عمل نہ کرے رواہ ابوداؤد والنسائی مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ صبر و ثبات و رابطہ کے حکم میں اولاً جہاد
کے لیے اور ثانیاً عام ہے [یعنی جنت ۱۲] اور زید بن اسلم رح سے روایت ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراح رض نے عمر بن الخطاب رض کو خط لکھا اور اسمین رومیون کا لشکر کثیر جمع ہونا اور
خطرات خوفناک لکھے پس عمر رض نے جواب لکھا - اما بعد ہرگاہ بندۂ مومن پر کوئی سختی نازل ہوتی ہے تو اسکے بعد اللہ تعالی اسکے لیے آسانی کردیتا ہے اور
دو آسانیون پر کبھی ایک سختی غالب نہ ہوگی - اور اللہ تعالی فرماتا ہے - یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون رواہ
ابن جریر مترجم کہتا ہے کہ یہ جنگ یرموک کے واقعات ہیں جن کو امام ابو اسمعیل الازدی البصری رحمہ اللہ نے ثقات اسانید کے ساتھ
روایت کیا ہے - اور شیخ ابن کثیر نے یہان ایک روایت لکھی جو جامع تفسیر و سیر و اخلاق و حدیث وغیرہ ہی میں بھی تبرکاً لاتا ہون قال
روی الحافظ ابن عساکر فی ترجمۃ عبد اللہ بن المبارک من طریق محمد بن ابراہیم بن ابی سکینۃ - کہا کہ عبد اللہ بن المبارک نے طرسوس میں یہ ابیات
مجھے لکھوائے اور میں نے انکو وداع کیا وہ جہاد کو جاتے تھے اور مجھے فضیل بن عیاض رح کے پاس بھیجا اور یہ سنہ ۱۷۰ھ میں واقع ہوا اشعار بروزن رجز کے
اور ابیات یہ ہیں ؎ یا عابد الحرمین لو ابصرتنا ÷ لعلمت انک فی العبادۃ تلعب ÷ یعنی اے حرمین یعنی مکہ و مدینہ کے مشہور عابد - اگر تو ہمکو
دیکھے ÷ تو جانے کہ تو عبادت نہیں کھیل کرتا ہے ÷ من کان یخضب خدہ بدموعہ ÷ فنحورنا بدمائنا تتخضب ÷ جسکے گال اسکے آنسوؤن
سے رنگین ہوتے ہیں ÷ تو ہمارے گلے ہمارے خون سے سرخ ہوتے ہیں ÷ او کان یتعب خیلہ فی باطل ÷ فخیولنا یوم الصبیحۃ تتعب ÷
یا اسکی کوشش امر سخیف میں درماندہ ہوتی ہے ÷ تو صبح قتال کو ہمارے گھوڑے درماندہ ہوتے ہیں ÷ ریح العبیر لکم ونحن عبیرنا ÷
رہج السنابک والغبار الاطیب ÷ اگر تمھارے واسطے خوشبو سے عبیر ہے ÷ تو ہمارے واسطے سمون سے غبار پاکیزہ عبیر ہے ÷ ولقد اتانا
من مقال نبینا ÷ قول صحیح صادق لا یکذب ÷ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے قول صحیح صادق وارد ہوا جو کذب نہیں ہوسکتا کہ
لا یستوی غبار خیل اللہ فی ÷ انف امرء ودخان نار تلہب ÷ کسی بندۂ خدا کی ناک میں غبار جہاد اور آتش جہنم کا دھوان جمع نہوگا -
ھذا کتاب اللہ ینطق بیننا ÷ لیس الشہید بمیت لا یکذب ÷ کتاب اللہ میں تصریح ہے کہ شہید مردہ نہیں ہے پھر میں نے مسجد الحرام میں
فضیل کو پاکر حضرت عبد اللہ بن المبارک کا خط دیا - پڑھکر انکی آنکھون سے آنسو جاری ہوے اور کہا کہ ابو عبدالرحمن یعنی عبد اللہ نے سچ لکھا
اور مجھے نصیحت کی ہے - پھر مجھسے کہا کہ تو حدیث لکھتا ہے - میں نے کہا کہ ہان ÷ فرمایا کہ اچھا تو میرے پاس ابو عبدالرحمن کا خط لایا اسکی مزدوری میں
میرے پاس سے یہ حدیث لے یعنی حدیث لے پھر لکھائی کہ حدثنا منصور بن المعتمر عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ رض کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلعم سے
عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے وہ کام بتا دیجیے کہ میں اس سے اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرنے والون کا ثواب پاؤن - آپ نے فرمایا کہ بھلا تو استطاعت

نماز پڑھ سکتا ہو کہ کبھی فتور نہ پڑے اور اسطرح روزہ رکھ سکتا ہو کہ کبھی افطار نہ کرے اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اسکو برداشت کرنے سے عاجز ہون۔ فرمایا کہ قسم ہو اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہو کہ اگر تجھے یہ طاقت بھی ہوتی تو بھی تو اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرنے والون کے ثواب کو نہ پہونچتا الحدیث ہکذا رواہ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲۔ عرائس مین کہا کہ اللہ عزوجل نے صبر کرنے کی تاکید کی یعنے درد و دکھ کو صبر سے برداشت کیے رہو جب میری طرف سے بلاؤن مین تم پر صبر کرنا شاق ہو تو مصابرت کرو ربط باندھے رکھو اپنے دلون کو اور ڈرو اللہ سے ان اسرار کے ظاہر کرنے مین تاکہ اس سے محجوب ہو جاؤ۔ شاید تم فلاح پاؤ بایں طور کہ میرے جمال و جلال کی نعمت لے اور درد فراق سے چھوٹو۔ جنید رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کو ذکر کیا اور اسکی شان بزرگ بیان فرمائی اور صابرین کا اپنے یہان بڑا مرتبہ فرمایا چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا۔ انکو صبر پر صبر کرنے کا حکم دیا پھر فرمایا ورابطوا اور یہ ارتباط سر باطنی ہی پوشیدگی کے طور پر اللہ عزوجل کے ساتھ اور بلاء کے ساتھ ثابت قدم رہنا کھلے کھلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الصبر عند الصدمۃ الاولیٰ مترجم کہتا ہو کہ حدیث ایک قصہ کے ساتھ ہی جو صحیحین وغیرہ مین مروی ہو اور معنے یہ کہ صبر تو وہی ہو جو صدمۂ اولیٰ کے وقت ہو۔ اور حارث صحابی رحمہ نے کہا کہ نہ بلا کا لشانہ ہونا صبر ہو اور بعض نے کہا کہ صبروا یعنے میرے حکم کی تعمیل مین صبر کرو اور صابروا یعنے میرے دشمنون کے ساتھ لڑائی مین مصابرت کرو اور میری موافقت و رضامندی مین قلب کو مربوط رکھو۔ اور جعفر رحمہ نے فرمایا کہ گناہون سے صبر کرو اور عبادات بجالانے مین مصابرت کرو اور مشاہدہ مین ارواح کو مربوط رکھو اور ڈرو اللہ سے یعنی حق عزوجل کے ساتھ انبساط سے بچو (یعنی اتراؤ نہین) اور لعلکم تفلحون کے معنی یہ ہین کہ فلاح کے مقام مین اہل صدق کے درجہ پر بھاری سے کھڑے ہونے کو بھی جگہ مل جاوے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اپنے تن بدن سے بندگی بجالانے پر صبر کرو اور دل سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم مین مصابرت کرو اور اسرار سے راہ شوق و محبت مین مربوط رہو اور ابن عطا رحمہ نے فرمایا کہ صبر تو مطیعین کے واسطے ہو اور مصابرت محبین کے لیے اور مرابطہ عارفین کے لیے ہو اور شیخ استاد رح نے فرمایا کہ صبر تو آپین جو عہد خاص کیا تھا یا دا ای مانت وطاعات وغیرہ اور مصابرت بمقابلہ دشمن ہی اور رباط ایک نوع صبر ہو لیکن بروجہ مخصوص ہو اور کہا جاتا ہو کہ اول صبر تو تصبر ہوتا ہو یعنی تکلف سے صابر بنتا ہو پھر صبر حاصل ہوتا ہو پھر مصابرت ہو پھر اصطبار ہو اور یہ انتہائے درجہ صبر کا ہو۔ اور کہا جاتا ہو کہ صبروا یعنے بندگی بجالانے پر اور مخالفت سے باز رہنے پر اور صابروا یعنے خواہش نفسانی و ہوا و ہوس چھوڑنے اور امیدین و علاقہ قطع کرنے پر۔ اور رابطوا یعنے ہر حال مین اللہ عزوجل کے ساتھ یا عموماً ہر ایک کی مصاحبت مین استقامت کے ساتھ مربوط رہو

## سورة النساء مدنية وهي مائة وخمس او ست او سبع وسبعون اية

سورۂ نساء مدنیہ ہو اور وہ ایک سو پچھتر یا چھہتر یا ستتر آیتین ہین ف یہان دو باتین ہین اول آنکہ یہ سورت دوم آیتون کی تعداد پس امر اول مین نقاش رحمہ نے کہا کہ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنے وقت اتری اور علقمہ رحمہ نے کہا کہ صدر اسکا مکی ہو مترجم کہتا ہو کہ حضرت ابن مسعود نے بھی فرمایا کہ جہان یا ایہا الناس ہو وہ اہل مکہ کو خطاب ہو اور جواب دیا گیا کہ خطاب ہونے سے وہان نزول ہونا بھی لازم نہین۔ اور جمہور کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہو اور یہی صحیح ہو اور قرطبی رح نے فرمایا سوائے ایک آیت کے قولہ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا الآیۃ کہ یہ فتح مکہ کے روز عثمان بن طلحہ الحجبی کے حق مین اتری مترجم کہتا ہو جبکہ اصطلاح یہ لیجاوے کہ بعد ہجرت کے جو کچھ نازل ہوا وہ مدنی ہو خواہ کہین نازل ہوا ہو تو اس استثنار کی کوئی حاجت نہین بلکہ سب مدنی ہو اور دلیل اسپر یہ ہو کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ نہین نازل ہوئی سورۂ نساء مگر

اسوقت کہ مین رسول اللہ صلعم کے پاس تھی رواہ البخاری اور مراد یہ کہ آنحضرت صلعم کے پاس زفاف کو بھیجی گئی تحقیق اور علمانے اتفاق کیا کہ زفاف حضرت عائشہ رض سے مدینہ مین ہوا ہے۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ سورۂ النساء مدینہ مین نازل ہوئی اور السیاہی ابن مردویہ نے عبداللہ بن الزبیر و زید بن ثابت رض سے روایت کی اور ابن عباس سے ہے کہ سورۂ النساء مین آٹھ آیتین ہین جو اس امت کے واسطے تمام دنیا سے بہتر ہین اول یرید اللہ لیبین لکم و یہدیکم سنن الذین من قبلکم الآیہ دوم واللہ یرید ان یتوب علیکم الآیہ۔ سوم یرید اللہ ان یخفف عنکم۔ چہارم ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ الآیہ۔ پنجم ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ الآیہ۔ ششم ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیہ۔ ہفتم ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک الآیۃ۔ ہشتم ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ الآیہ۔ رواہ ابن جریر وقد روی الحاکم من طریق عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود عن ابیہ فی الخمسۃ التالیۃ دون الثلثۃ الاولیات مثلہ سواء ثم قال صحیح الاسناد ان کان سمع عبدالرحمن عن ابیہ فقد اختلف فیہ۔ امر دوم مفسرؒ نے جو اختلاف اسکی آیتون کے شمار مین لکھا وہی معروف ہے اور قول دوم ہمارے مصاحف مین مکتوب ہے اور باوجودیکہ آیات کا علم توقیفی ہے اسمین قیاس کو مجال نہین اسیواسطے آلم ۔ و ۔ حم ۔ و ۔ طہ ۔ یس ۔ کو آیت شمار کیا گیا اور طس ۔ کو نہین شمار کیا جیساکہ زمخشریؒ نے کہا ہے پھر اسمین اختلاف کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلعم ختم آیت پر آگاہ کرنے کو ٹھہرتے جب اسکا مقام معلوم ہوجاتا تو پھر وصل قرارت کی وجہ سے کہ وہان مطلق نہین ہوتا تھا ملا دیتے تو سننے والے کو شبہہ ہوجاتا کہ یہان فاصلہ نہین ہے۔ اور ایسا اختلاف کچھ مضر نہ تھا جیسکے خیال سے زیادہ اہتمام کیا جاتا اسلیے کہ شمار آیات کے فوائد مانند آنکہ سورۂ کہف کی اول دس آیتین پڑھنے سے فتنۂ دجال سے مامون رہیگا یا نماز مین تین آیت سے کم نہون یا تبارک الذی بتیس آیت ہے جسنے اپنے پڑھنے والے کی طرف سے یہانتک الحاح کیا کہ اسکو بخشوایا کما فی الصحیح تو یہ اختلاف اسمین کچھ مضر نہین۔ کما لایخفی اور کلمات سورۂ شریف (۳۷۴۵) ہین اور حروف (۱۶۰۳۰) اور باقی کلام مقدمہ مین مذکور ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَ

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اُسی سے بنایا اُسکا جوڑا اور

بَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً‌ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

بکھیرے ان دونون سے بہت مرد اور عورتین اور ڈرتے رہو اللہ سے جسکا واسطہ دیتے ہو آپسمین اور خبردار رہو ناطون سے اللہ تعالیٰ

كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيۡبًا ۞

تمپر مطلع ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ۔ اے اہل مکہ ۔ یعنی خطاب بکلمہ یا ایہا الناس ۔ مکہ والون کو ہے جو اسوقت مشرک تھے ۔ اور سراج مین کہا کہ تمام اولاد آدمؑ کو خواہ اہل عرب ہون یا عجم ہون ۔ اسپر سوال ہوا کہ قولہ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ۔ یہ عادت خاص عرب کی ہے ۔ تو جواب دیا گیا کہ اس خبر آیت کے خصوص سے اول آیت مین عموم کو مضرت نہین ۔ اسمین شک نہین کہ حکم آیت کا اب عام ہے ۔ اور قیامت تک والون کو شامل ہے چاہے کسی ملک کے ہون ۔ اگر کہا جاوے کہ ندا سے بالمشافہہ خطاب انہین کو ہے جو اسوقت موجود تھے جواب دیا گیا کہ صحیح اطلاع ہے کہ غیر موجودین پر بھی وہ احکام یکسان جاری ہین جو موجودین کو خطاب کیے گئے جبکہ شرع ہون اور خصوصیت کی دلیل نہو یا موجود کو غلبہ دیا گیا اور مراد غیر موجودین

بھی ہیں۔ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۔ ای عقابہ بان تطیعوہ ۔ یعنی رب سے ڈرو اسکے یہ معنے ہیں کہ عقاب رب سے بچو باینطور کہ اسکی اطاعت کرو شرک و نافرمانی مت کرو پھر پروردگار کی عظمت و قدرت فرمائی جو اسکے معبود ہونے کی دلیل ہے۔ اور جو کچھ بیان ہوتا ہے تکبر اسی کو شایان ہے۔ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ۔ آدم ۔ جسنے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا آدم سے ف یعنی نفس واحدہ آدم علیہ السلام ہیں جنکی سب اولاد ہیں ۔ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا حوا بالمد من ضلع من اضلاعہ الیسری ۔ جانو کہ منہا کی ضمیر نفس کی طرف جو لفظا مونث مستعمل ہے اگرچہ مراد آدم علیہ السلام ہیں اور زوج یعنے جفت ای جوڑا اور معنے یہ کہ (اور پیدا کیا اسی ایک نفس سے جوڑا اسکا) مفسر نے کہا کہ یعنی حوا کو بمد ہمزہ اور منہا کے معنے یہ کہ من ضلعہا الیسری ۔ یعنے آدم کی بائیں پسلیوں میں سے کسی پسلی سے پیدا کیا ۔ کعب و وہب و ابن اسحق نے ذکر کیا کہ جنت میں بھیجے جانے سے پہلے اور ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ نے کہا بعد جنت میں جانے کے اور آدمؑ سوتے تھے ۔ جاگے تو دیکھکر خوش ہوکر باہم مانوس ہوئے ۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ عورت کی پیدایش مرد سے ہے اسکی ہمت مرد ہی میں لگی رہتی ہے اور مرد کی پیدایش زمین سے اسکی ہمت زمین ہی میں لگی رہتی ہے سو اپنی عورتوں کو روکے رکھو ۔ رواہ ابن ابی حاتم اور صحیح میں ہے کہ عورت کی پیدایش پسلی سے ہے جو ٹیڑھی ہے اگر اسکو سیدھا کرنے کی فکر کرے تو توڑ لیگا اور اگر نفع لینا چاہے تو یونہی ٹیڑھی رہنے دے اور نفع اٹھا دے ۔ حاصل یہ کہ عورت سے حسن تدبیر سے کام لینا چاہیے وہ کج طبیعت ہوتی ہے اور یہ اس جنس کی کیفیت ہے اس میں سے بعض کا بعض مردوں سے بہتر ہونا کچھ منافی نہیں ہے الحاصل اسی رب کو معبود مانو جسکی یہ شان ہے کہ اول سے ایک نفس آدم پیدا کیا پھر اس سے اسکا جوڑا پیدا کیا ۔ وَبَثَّ ۔ فرق و نشر متفرق کیا اور چھٹکایا کما روی عن ابن عباس بث فرق ای التفرق و نشر ثلاثی مجرد ہے مِنْهُمَا یعنی آدم و حوا یعنی ضمیر تثنیہ راجع بجانب نفس واحدہ و اسکے زوج کے یعنی بجانب آدم و حوا کے ہے ۔ رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۔ کثیرۃ یعنی نساء کثیرہ (المعنی) اور چھٹکائے ان دونوں سے بہت مرد اور بہت سی عورتیں یعنی تم سب کو اسی ایک نفس اصل سے اس کثرت کے ساتھ بطریق مذکور پیدا کیا ۔ اگر کہا جاوے کہ پہلے فرمایا خلقکم من نفس واحدۃ ایک نفس سے پیدا کیا اور یہاں فرمایا ۔ وبث منہما یعنی دونوں سے پیدا کیا ۔ تو جواب یہ ہے کہ نفس واحدہ سے پیدا کرنیکا یہ بیان ہے یعنی بایں طور تمکو نفس واحدہ سے پیدا کیا کہ اس سے اسکا جوڑا نکالا پھر دونوں کے اختلاط عجیب سے تم سب کو نکالا ۔ اگر کہا جاوے کہ حوا بھی نفس واحدہ سے پیدا ہونیوالوں میں ہیں جواب یہ کہ حوا کی خلقت نطفہ سے نہیں اسیواسطے دختر وغیرہ ہونے کے حقوق میں سے کوئی جاری نہیں ہوسکتا بخلاف اوروں کے کہ یہ دونوں کے نطفہ سے پیدا ہیں اور آدم و حوا کے ایک وقت کی اولاد کا نکاح دوسرے وقت کی اولاد سے روا تھا ہر وقت کا تبادل بمنزلہ تبدل رحم کے قرار دیا گیا پھر تا قیامت منسوخ ہو گیا ۔ اور بعض نے جواب دیا کہ قولہ وخلق منہا ۔ کا عطف فعل مقدر پر ہے تقدیر یوں ہے خلقکم من نفس واحدۃ انشاہا وخلق منہا زوجہا یعنے پیدا کیا تمکو ایسے نفس واحدہ سے کہ اسکو بنایا اور اس سے اسکا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورتوں کو چھٹکایا ۔ مترجم کہتا ہے کہ مآل واحد ہے فافہم ۔ بعض نے کہا کہ نساء کو کثیرہ کے وصف سے تصریح نکرنے میں لطیف اشارہ ہے کہ مردوں کی کثرت بمقتضائے حکمت ہے کیونکہ ایک کے واسطے بہت سی عورتیں ہیں اسکی خواہش و عفت تاکہ رہے وہ تقین حتی کہ اب بھی چار تک روا ہیں اور ایک مرد کئی عورتوں کے بہانکے کام و حاجات کی اصلاح کرسکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ پھر اس صورت میں تو عورتوں کو کثیرہ کہنا چاہیے تھا اور مردوں میں کثرت کی ضرورت نہ تھی اور جواب یہ ہوسکتا ہے کہ مرد بھی قلیل نہیں بلکہ کثیر ہیں اور مرد ہی اصل اول ہیں ۔ الحاصل اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنے سے ڈرو جو حقیقی خالق و مالک ہے ۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ ۔ فیما بینکم حیث یقول بعضکم لبعض اسالک باللہ وانشدک باللہ ۔ اور ڈرو اللہ تعالی سے جسکے نام کے ساتھ تم باہم سوال کرتے ہو ف یعنی بعض تمہارا بعض سے کہتا ہے کہ اسالک باللہ میں تجھسے اللہ تعالی کے واسطے سوال کرتا ہوں کہ تو ایسا کردے اور انشدک باللہ ۔ اسی معنے میں کہتے ہو اور انشد بفتح اول و سکون ثانی و ضم شین معجمہ بعدہ دال مہملہ بصیغہ مضارع متکلم بمعنے سائل ہے

اور بعضے مفسرین نے ذکر کیا کہ تساءلون دراصل تتساءلون تھا تاء فوقیہ کو سین بنا کر ادغام کیا تساءلون بتشدید سین ہو گیا اور یہ جمہور کی قراءت ہے اور عاصم و حمزہ و کسائی نے بتخفیف سین پڑھا پس تاء مذکورہ کا حذف ہوا ہے اور بعض نسخہ تفسیر میں التساءلون باللہ بدون با ہے اور یہ بھی صحیح ہے دیکھو قولہ تعالیٰ الذی کانوا ... ان تقطعوا ... اور بچو ارحام سے یعنی ناتوں کو کاٹنے سے یعنی آپس کا ناتا جس حق حقوق کے ساتھ ہے اسکو ملائے رکھو ایسا ہی تفسیر ابن عباس و عکرمہ و مجاہد و حسن و ضحاک و ربیع وغیرہم کو یا اسمیں اشارہ ہے کہ اہل مکہ سب سے پہلے کفر کرنے والے اور ایذا دینے والے نبی صلعم کے ہم نسب ہوئے پھر اللّٰہ والارحام کے حکم میں تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناتے کا ایک رتبہ ہے۔ اور حدیث میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ رحم لٹکا ہوا ہے عرش الرحمٰن عزوجل سے کہتا ہے کہ جو مجھے ملائے رکھے اللہ تعالیٰ اسکو ملاوے اور جو مجھے کاٹے اللہ تعالیٰ اسکو کاٹے رواہ البخاری و مسلم اور قرطبی رح نے کہا کہ ملت کا اتفاق ہے کہ صلہ رحم یعنی ناتے کا ملانا واجب ہے اور کاٹنا حرام ہے پس احسان سے اور ملنے و ان محتاج کو نفقہ دینے سے اور کبھی فقط خدمت سے اور کبھی فقط باتوں سے ملانا چاہیے اور حدیث صحیح میں ہے کہ صل من قطعک۔ جو ناتے والا تجھے توڑے تو اس سے مل۔ اور یہ حسن خلق کا بیان ہے۔ پھر امام ابوحنیفہ رح نے ہبہ سے رجوع صحیح ہونا انھیں ناتے والوں کے ساتھ خاص کیا جو ذوی رحم محرم ہیں جیسے بھائی نے بہن کو ہبہ کیا تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اگرچہ ذوی الارحام عام ہے محرم و غیر محرم دونوں کو شامل ہے۔ پھر حمزہ کی قراءۃ بالجر ہے چنانچہ مفسر رح نے کہا و فی قراءۃ بالجر عطفا علی الضمیر فی بہ و کانوا یتناشدون بالرحم یعنی حمزہ رح کی قراءت میں والارحام - بالجر ہے بنا بر آنکہ عطف ہو ضمیر بہ پر یعنی بہ و بالارحام اور اہل عرب کا دستور تھا کہ رحم کا واسطہ دیا کرتے تھے اور یہ تقریر اسلئے ہے کہ بعض مفسرین کے کلام سے کہ تفسیر میں کہا ہے یسأل بعضکم باللہ و بالرحم کیونکہ اسطرح ملا کر زمانہ جاہلیت کی قسم تھی جو شرع میں مستنکر ہے پس اگر یوں تفسیر کی جاوے تو تقریر کا وہم ہے یعنی ثابت رکھا اور زمخشری نے اس قراءۃ کو ضعیف کہا و فقد تبعہ البیضاوی بلحاظ عطف بر ضمیر مجرور مگر امام قشیری و غیرہ نے بقول تفسیر رد کر دیا کہ ضعیف کہنا اہل دین کے نزدیک مردود ہے کیونکہ ثبوت اس قراءۃ کا متواتر ہے اور کہا البیان میں ہے کہ شیخ ابوحیان نے کہا کہ ضمیر مجرور پر عطف کرنا بدون اعادہ جار کے کوفیوں و یونس و اخفش و ابوعلی نے جائز رکھا اور بصریوں نے جو انکار کیا تو ہم انکے مقلد نہیں بلکہ دلیل کے تابع ہیں اور نظم و نثر کلام عرب میں ایسا ثابت ہوا ہے حتی السنہ نے معالم میں کہا کہ قلیل آیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا۔ حافظا لاعمالکم فمجازیکم بہا ای لم یزل متصفا بذلک۔ رقیب یعنی نگہبان ہے اور معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کا نگہبان ہے پس تم کو اسکے عوض جزا دیگا۔ چونکہ کان زمانہ ماضی کے واسطے تھا پس لازم آتا ہے کہ زمانہ ماضی میں نگہبان تھا اب نہیں تو مفسر رح نے جواب دیا کہ کان اگرچہ دراصل ماضی کے لیے ہے مگر دوام و استمرار کے معنے میں آتا ہے اور معنے یہ ہیں کہ لم یزل متصفا بذلک یعنی برابر اس صفت سے متصف ہے اور ایسا ہی تمام صفات ذاتیہ کا حال ہے جو کان سے مقترن ہوں کذا ذکرہ فی الاتقان ف عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالیٰ یا ایہا الناس۔ ای ناسی یعنی بھولنے والے اس عہد کے جو تمنے ازل میں قبول کیا تھا کہ ہم عبودیت بجالاوینگے جبکہ میرے خطاب و معرفت دینے سے مجھکو پہچانو گے کیونکہ جب میں نے فرمایا کہ الست بربکم تب تمنے جواب دیا تھا کہ بلی یعنی ہاں تو بیشک ہمارا پروردگار ہے۔ اور نیز اے ایسے بندے جو مخلوقات کی چیزیں اپنی نظر سے خوبصورت دیکھکر انسے مانوس ہو گیا حالانکہ میرا مشاہدہ چاہتا ہے خبردار رہو کہ یہ تجاب پردہ ہے کیونکہ یہ تو حادث چیزیں ہیں اور میری طرف کوئی شخص بدون میرے نہیں پہونچ سکتا ہے اور میرے دربار میں مخلوق پر نظر رکھنا کفر ہے قال المترجم اسمیں صریح ہمارے زمانہ کے اہل تصوف کو ممانعت ہے جو خوبصورتوں سے انس پیدا کرتے ہیں اور اسکو لوازم تصوف سے جانتے ہیں و مولوی روم نے کہا ہے عاشق صانع خدا با فر بود ۔۔ عاشق مصنوع او کافر بود ۔۔ اور صنع خدا صفت فعلی ہے جسکی تفسیر قولہ ان فی خلق السموات

والارض الآیہ میں اور یہ گذری ہے فتنہ کر آور تیرا یہ اپنے نفس کو بھولنے والے تیرا نفس تو مخلوق ہے کہ مجھ سے آگاہ نہیں بے خبر ہے پھر ڈرتا نہیں
کہ تو نے میری معرفت کا دعوی کیا حالانکہ میری معرفت کسی حادث سے نہیں بلکہ قدیم سے ہے اور نیز یہ خطاب اولاد آدم کو ہے یعنی اے ایسے لوگو
جنہوں نے اپنے کو پانی ومٹی سے بنے ہوئے کی طرف منسوب کر رکھا یعنی آدمؑ کی طرف اگر تم اپنے آپکو پہچانتے تو مخلوق کی طرف مشغول نہ ہوتے
کیونکہ میں نے تم کو تمام مخلوقات میں سے اپنے مشاہدہ وخطاب کے لیے برگزیدہ کیا۔ تم نے میرا کلام نہیں سنا ولقد کرمنا بنی آدم یہ خطاب
ان لوگوں کو عتاب ہے جو درگاہ سے دور پڑے ہیں ۔ تو نہیں دیکھتا کہ جب کوئی بڑے مرتبہ والا اپنے خادم پر غصہ ہوتا ہے تو اسکا نام نہیں لیتا
ہے بلکہ کہتا ہے کہ او آدمی اور یہ نہیں کہتا کہ اے زید یا اے خالد اور اشارہ اسمیں یہ ہے کہ اللہ تعالی نے امر معرفت اپنے بندوں کو بھیجوایا کیونکہ
اسکے سوائے وہ غیر سے مشغول ہو رہے ہیں گویا ان کو اس خطاب کی زجر سے انکی غفلت سے متنبہ فرمایا یعنے اے عہد معرفت کے توڑنے والے تم مجھے
شرماتے نہیں ہو غیر سے مشغول ہو میرے غضب وعتاب سے ڈرو ۔ اور بعض نے یا ایہا الناس کے اشارت میں کہا اے نادانی وفراموشی کی اولاد
اور ابن عطاؒ نے کہا یعنی ان لوگوں میں سے ہو جو آدمی ہیں اور آدمی وہ ہیں جنکو اسی سے الفت اور اسکے ماسوائے سے وحشت ہے ۔ اور
جعفرؒ نے فرمایا کہ ان آدمیوں میں سے ہو جاؤ جو واقعی آدمی ہیں ۔ اور اس پاک پروردگار سے غافل مت ہو جیسے پہچنوا دیا کہ تم وہ آدمی
ہو جس کی خلقت دست قدرت سے مخصوص طرز پر ہے کہ اسکی ہمت پست ہو بلکہ بلند درجہ پر چڑھے اور انتہا اسکی حق عزوجل ہو ثم الی ربک
المنتہی ۔ اور بلندی ہمت اس کی معرفت الہام سے ہے جو اسکے ساتھ مخصوص ہے اور بعض نے فرمایا کہ یا ایہا الناس خطاب عوام ہے اور
یا عبادی خطاب خاص ہے پھر خاص الخاص کا خطاب یا ایہا النبی اور یا ایہا الرسول ہے قولہ اتقوا ربکم ۔ اللہ تعالی نے اپنی ذات سے انکو تحذیر دلائی
اسمیں اشارہ ہے کہ اسکی طرف جانے میں جسکا سر باطنی کچھ جھکا وہ اسکی عزت پاک سے محروم ہوا مانند قولہ ویحذرکم اللہ نفسہ اور بعض نے فرمایا کہ جملہ
مخالفات کو ترک کرے ۔ اور بعض نے کہا اجتناب از ہر ماسوی حق عزوجل تقوی ہے واسطیؒ نے کہا تقوی چار وجہ پر ہے عوام کو تقوی شرک
خواص کو تقوی معاصی ۔ اولیاء خاص کو تقوی توکل بافعال انبیا کو تقوی از او تعالی باو تعالی قولہ تعالی الذی خلقکم من نفس واحدۃ اللہ تعالی نے
رمز سے اس آیت میں اپنے حکم ومشیت وغیرہ افعال وصفات قدیم کو ذکر فرمایا کیونکہ او تعالی نے جب پیدایش مخلوق کو چاہا تاکہ الوہیت کا اس کو
عارف کرے اور چاہا کہ محبت ازلیہ کے انوار قلوب وارواح میں رکھے تو ذات سے صفات پیدا اور صفات سے فعال پر تجلی کی اور ایک چیز یعنی امر
میں علم وحکمت وقدرت کو جمع کیا پس ارادہ منفرد بامر ہوا پھر امر میں بکاف ونون قدم سے عدم کیطرف نظر کی پس ایک جوہر بسیط ظاہر ہوا
جسمیں اجسام وارواح وجواہر واعراض سب مجموع تھے پھر اسپر ہیبت وعظمت وجود کی نظر فرمائی پس اس سے عرش سے تحت الثری تک جو چیزیں اسکے
خواتیم افعال میں جس صورت ونقش سے اسکے سابق علم میں تھیں موجود ہوئیں ۔ اور یہ جسم جس سے سب چیزیں موجود ہوئیں حضرت محمد صلوات اللہ
وسلامہ علیہ ہیں پھر ارواح واشباح وانوار واسرار کو قبضہ عزت میں جمع کیا اور طینت آدم کو چالیس روز میں صبح ازل وابد سے خمیر فرمایا یہانتک
کہ اسکو اپنے خلق وروح سے پیدا کیا چنانچہ فرمایا خلقت بیدی اور نفخت فیہ من روحی پس دست قدرت ازل وابد کے فیض سے اسمیں قدس
قدیم بہمہ اسما وصفات ونعمال ظاہر ہوا پس اسکو بصورت ملک آراستہ کیا پھر اس سے اولین وآخرین جو محل اسرار قدیم ہیں شاخوں کی طرح نکلنا شروع ہوئے
اور یہی صورت عین الجمع ہے جس سے حق عزوجل نے اوصاف قدیم کو ظاہر فرمایا ہے تو نہیں دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے متشابہات میں کیونکر فرمایا کہ ان اللہ
خلق آدم علی صورتہ قولہ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء پہلے تو قولہ خلقکم من نفس واحدۃ سے مقام عین الجمع سے خبر دی پھر اس
قول سے مقام تفرقہ کی خبر دی ۔ اور جن چیزوں کی طرف میں نے اشارہ کیا اسمیں سے بعض کو استاذ الاساتذہ شیخ المتمکنین عمرو بن عثمان مکیؒ نے

عنہ خلاف مخلوقہ ظاہرا ... صحیح ۱۲

کہنے

بیان کیا کہ اللہ تعالی نے عالم کو پیدا کیا اور اسکو اطراف واکناف وابتدا و انتہا و اول و آخر و سفل و اعلی سے منتظم واحد مہیا کردیا اور ایسا کیا کہ
ہمین خلل و تفاوت کچھ نہین اسکو اپنی تدبیر سے محکم کردیا اور اپنی حد تقدیر پر مقدر کیا اگرچہ اسکے اجزا ربلحاظ تفرقہ اجسام و ہیات و تخطیط
و تصویر کے اور بلحاظ تفرقہ اماکن کے مختلف ہین اور جملہ مصالح سے راست کیا پس ہر لوداجد و دلتقدیر و منفصل بحسن تدبیر موجود ہوا اور خلقت
آدم سے قدرت کا اظہار کیا پھر اسکی اولاد کو پھیلایا جنمین قدرت و مشیت کی تدبیرین پھیلی ہین استاذ نے فرمایا فاتقوا الارحام ان تقطعوہا یعنی
پرہیز کرو ارحام سے ای قطع ارحام سے سو جسنے رحم قطع کیا وہ خود قطع ہوا اور جسنے ملایا وہ ملایا گیا شیخ نے لکھا اور جب بندہ ابتدا مین
اللہ تعالے کی یاد اور نگاہبانی پر نظر رکھتا ہے تو انتہا مین اللہ تعالی اسکی حفاظت خود فرماتا ہے قال المترجم معنی یہ ہین کہ ابتدا حال مین
بندہ تکلف سے ہر بات مین اللہ تعالے کی یاد رکھتا ہے پھر جب وہ خودی سے خارج اور فنا ہوتا ہے تو اللہ تعالی اسکو حفظ قدرت مین محفوظ
فرماتا ہے کہ اس سے کوئی حرکت خلاف شرع و راہ مستقیم صادر نہین ہوتی ہے فافہم واللہ تعالی اعلم شیخ نے یہ دلیل پیش کی کہ دیکھو حضرت صلعم نے
ابن عباس کو فرمایا یا غلام احفظ اللہ یحفظک - یعنی اے لڑکے تو اللہ تعالی کو حفظ دیا در کھ اللہ تعالے تیری حفاظت فرماوے گا کما فی (رواہ
البخاری) اور اللہ تعالے کی طرف سے حفظ کرنے کے معنی یہ ہین کہ اس کو گناہ و خطا سے محفوظ رکھے (و) اسکے واسطے نعم الوکیل ہو جاوے
یعنے اسکے نفس کے حوالہ نہ کرے اقول قد قال تعالی ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ الآیۃ - ابن عطاء نے فرمایا کہ قولہ تعالی ان اللہ کان
علیکم رقیبا - یعنے جو کچھ تو اپنے سر باطنی مین پوشیدہ کرے اور جو خطرات پوشیدہ رکھے سب کو اللہ تعالے جانتا ہے پس تو ہوشیاری سے
نگاہ رکھ اس ذات پاک کو جو تجپر رقیب ہے

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ
اور دیدو یتیمون کو انکے مال اور مت بدل لو گندے کو ستھرے سے اور مت کھاؤ انکے مالون کو
اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا
اپنے مالون کے ساتھ یہ ہے بڑا وبال اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کرو گے یتیم لڑکیون کے حق مین تو نکاح مین لاؤ
مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا
جو تم کو خوش آوین عورتون مین سے دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ برابری نہ رکھو گے
فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ وَاٰتُوا النِّسَاۗءَ
تو ایک ہی یا جو تمہارے ہاتھ کے مال ہین یہ ملتی بات ہے کہ جور نہ کرو اور دیدو عورتون کو
صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗـــــًٔـا مَّرِيْۗـــــًٔـا ۝
انکے مہر خوشی سے پھر اگر وہ چھوڑدین تم کو مہر مین سے کچھ دل خوشی سے تو اس کو کھاؤ رچتا پچتا

ونزل فی یتیم طلب من ولیہ مالہ فمنعہ - یہ کلام ایک یتیم کے حق مین اترا جسنے اپنے ولی سے اپنا مال مانگا تھا اسنے دینے سے انکار کیا چنانچہ
محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ ایک مرد غطفان کے پاس اسکے یتیم بھتیجے کا مال کثیر تھا اسنے بعد بلوغ کے طلب کیا اور چچانے دینے سے
انکار کیا پھر دونون نے نبی صلعم سے مرافعہ کیا تب یہ آیت اتری پس مرد مذکور نے اطاعت اللہ تعالی و رسول صلعم قبول کی اور حوب کبیر یعنے
گناہ کبیر سے پناہ مانگی اور سب مال اپنے بھتیجے کو دیدیا اسنے لے کر سب خیرات کردیا حضرت صلعم نے فرمایا کہ ثواب پورا ہوا اور گناہ رہا

پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس نوجوان کو ثواب ملا اور اسکے باپ پہ گناہ باقی رہا۔ وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی۔ الصغار الاولی لا ابہم یعنی تیامی جمع یتیم کی یعنے صغیر بچہ جنکے باپ نہو۔ اور اول اسم موصول جمع مذکر بروزن عُلی آور لا اب لہم اسکا صلہ ہے اور صحیح ہوا کہ بعد پندرہ برس کے یتیم نہیں لیس اس سن تک بے باپ کے لڑکی لڑکا یتیم کہلاتا ہے۔ اَمْوَالَهُمْ۔ اذا بلغوا۔ اور دیدو یتیموں کو انکے مال جبکہ بالغ ہوں یہ خطاب یتیم کے ولی ووصی کو ہے اور دینے کے وقت وہ بالغ ہوچکا لیکن پہلے یتیم تھا تو اب اسپر یتیم کا اطلاق باعتبار سابق ہے یا بنا بر اصل لغت ہے کیونکہ دینے کے وقت وہ شرعاً یتیم نہیں ہے۔ اور مفسرؒ نے اذا بلغوا کی قید سے یتامی کو حقیقی معنے پر رکھا یعنی عام طور پر یہ حکم دیا گیا کہ جو یتیم ہے اسکو اوسکا مال دیدینا جب وہ بالغ ہو لیکن حذف قید لازم آویگا لہذا مترجمؒ نے موافق دیگر مفسرین کے تقریر کی پھر شافعیہ وغیرہ کے نزدیک یہاں ایک قید دیگر معتبر ہے یعنی رُشد ظاہر ہونا کما قال تعالیٰ فان انستم منہم رشداً فادفعوا الیہم اموالہم الآیہ۔ کذا قیل۔ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ۔ الحرام۔ خبیث سے مراد حرام ہے۔ بِالطَّيِّبِ۔ الحلال۔ ای لا تاخذوہ بدلہ کما تفعلون من اخذ الجید من مال الیتیم وجعل الردی من مالکم مکانہ۔ طیب سے مراد حلال ہے (اور) مت لو حرام کو بدلے حلال کے ف جیسے تم کرتے ہو کہ مال یتیم میں سے کھرے درم یا موٹی بکری لے لیتے ہو اور کھوٹے درم یا دُبلی بکری اُسکی جگہ دیدیتے ہو کما روی عن سعید بن المسیب والزہری والنخعی والضحاک والسدی اور مفسرؒ نے مثال سے اشارہ کیا کہ حلال کے بدلے حرام لینا مطلقاً منع ہے جیسا کہ سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ لوگوں کے مال سے حرام کو مت بدلوا پنے حلال مال سے۔ اور ابو صالحؒ نے کہا کہ رزق حرام پر جلدی مت کر یہانتک کہ تیرے پاس رزق حلال آوے جو تیرے واسطے مقدر ہے مترجم کہتا ہے کہ بعض سے کہا گیا کہ جو اعلان سے سود کھاتا ہے حالانکہ اسکے مذہب میں حرام ہے یا مانند اسکے کمائی اسکی حرام ہے جیسے کسبیاں وکاہن ورمال وغیرہ انکے مال سے معاوضہ کرنا مکروہ تحریمی ہے واللہ اعلم۔ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ مضمومۃ اِلٰی أَمْوَالِكُمْ بعض نے کہا کہ الیٰ بمعنے مع ہے ای مع اموالکم اور معنے یہ کہ وہ انکے اموال کو ملا کر اپنے مالوں میں مت کھاؤ۔ اگر کہا جاوے کہ مال یتیم کھانے کی ممانعت اسطرح نکلی کہ اپنے مال سے ملا کر مت کھاؤ پس بدون ملانے اکیلے کھانا جائز رہا تو جواب یہ ہے کہ حنفیہ رحمہم اللہ پر وارد ہی نہیں ہوتا اس لیے کہ یہ مفہوم مخالف ہے جسکے وہ قائل نہیں ہیں اور حق یہ ہے کہ شافعیہ پر بھی وارد نہیں ہے اسوجہ سے کہ شرط مفہوم مخالف پائی نہیں جاتی کیونکہ یہاں وہ اشنع ہے تامل۔ إِنَّهُ۔ ای کلہا۔ اسطرح یتیم کے مال کھانا۔ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا۔ ذنباً عظیماً۔ گناہ کبیرہ ہے ف اسی سے کہا گیا کہ منجملہ گناہ کبائر کے یتیم کا مال ناحق کھانا۔ ولما نزلت تحرجوا من ولایۃ الیتامی۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں کو یتیموں کے ولی بننے میں تنگی وحرج لاحق ہوا تب وہ آیت اتری جو سورۂ بقرہ میں گذری ہے ای قولہ وان تخالطوہم فاخوانکم الآیہ۔ مگر یہاں اللہ تعالیٰ نے اُنکے عذر حرج پر گرفت فرمائی کہ کثیر عورتوں سے نکاح کرکے بہتیر کچھ حرج لاحق نہیں ہوتا ہے چنانچہ مفسرؒ نے ذکر کیا وکان فیہم من تحتہ العشر او الثمان من الازواج ولا یعدل بینہن فنزلت۔ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا۔ تعدلوا۔ فِي الْيَتٰمٰی۔ فتحرجتم من امرہم فخافوا ایضاً الا تعدلوا بین النساء اذا نکحتموہن۔ یعنی حال یہ تھا کہ یتیموں کے اولیاء میں سے کوئی کوئی ایسا شخص بھی تھا جسکی تحت میں دس یا آٹھ جورویں تھیں اور انمیں عدل نہیں کرتا یعنی انکے روز کی باری سب میں برابر نہیں رکھتا یا نان نفقہ وغیرہ سب چیزوں میں برابری نہیں رکھتا تھا تب نازل ہوا یہ حکم فان خفتم تا آخر (المعنی) اگر تم نے خوف کیا کہ عدل نہ کرسکو گے یتیموں کے بارہ میں (چنانچہ تم نے انکے بارہ میں عذر حرج ظاہر کیا) تو اسمیں بھی خوف کرو کہ عورتوں میں عدل نہ کرسکو گے (جب تم انکو نکاح میں لاؤ) ف اور مراد خوف سے اہل تحقیق کے نزدیک گمان غالب ہے پس اگر کسی شخص کو غالب گمان ہو کہ عورتوں سے شرعی اعتدال کا برتاؤ نہ کرسکیگا تو اسکو چاہیے کہ نکاح نہ کرے اور علمائے نے کہا کہ اسمیں چند عورتوں کی شرط نہیں ہے (۲۱

بلکہ ایک عورت سے بھی عدل نہ کر سکے تو نکاح کرنا مکروہ ہے بلکہ جواز بلکہ سنت اسی حد تک ہے کہ عدل کرنیکا اسکو یقین ہو لہذا فرمایا - فَانْكِحُوا
تزوجوا - مَا - بمعنے من آور عرب کے لوگ ما و من کو ایک دوسرے کی جگہ لاتے ہیں و قال تعالی والسماء وما بناہا - اور فرمایا فمنہم من یمشی
علی بطنہ - یعنی جیسے سانپ وغیرہ پس اسپر من کا اطلاق کیا - طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ - ای
اثنین اثنین وثلاثا ثلاثا واربعا اربعا - ولا تزیدوا علی ذلک پس نکاح میں لاؤ عورتیں یعنے ایک سے زیادہ کی صورت میں اسقدر نکاح
میں لاؤ کہ وہ تمھارے واسطے خوشگوار ہوں دو دو اور تین تین اور چار چار ف اور ایک عورت کا نکاح میں شروع و معلوم تھا صرف زائد میں باری
کے ساتھ عدل کرنے میں حرج کا شبہہ تھا تو اسکا حکم بیان کر دیا پس اس مقدار سے زائد مت کرو - قَالَ الْمُتَرْجِم جسطرح مفسر نے بیان
ذکر فرمایا ایسا بعض دیگر مفسرین نے بھی ذکر کیا اور حاصل کلام آنکہ ہی یتیموں کے ولی و وصی تمکو حکم دیا جاتا ہے کہ جب یتیم بالغ ہو جاویں تو انکو انکا مال جیسا
تھا پورا دیدو اور جو تمنے تجارت وغیرہ سے اسکو بڑھایا یا جانوروں کے بچہ وغیرہ ہو کر بڑھا ہے سب دیدو اور یہ مت کرنا کہ انمیں سے کھرا و عمدہ لیکر
بجائے اسکے خراب و کھوٹا اپنا مال ملا دو کہ یہ حرام کھانا ہوگا - (اسوقت دو کہ انمیں صلاحیت اور نیک چلنی دیکھ لو) اور گواہ کر لو اور جبتک یتیم
ہیں تب تک انکے مال اپنے ساتھ ملا کر مت کھاؤ کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہے پھر اگر تم کو اس معاملہ میں احتیاط و عدل کرنا گراں ہو اور حرج دیکھنے ہو اور
خوف ہے کہ انصاف نہو سکیگا تو آٹھ دس عورتیں رکھنے میں بھی انصاف نہونیکا خوف کرو پس چاہیے کہ ہر ایک مرد دو عورتیں یا اگر زیادہ چاہیے
تو تین تین یا اگر اس سے بھی زیادہ چاہیے تو چار نکاح میں لادے اور اس سے زیادہ مت بڑھاؤ - قَالَ الْمُتَرْجِم اور اکثر مفسرین نے قولہ وان
خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی کو ان لڑکیوں یتیم کے بارہ میں کہا جنسے وہی شخص نکاح بھی چاہتا ہے جسکی پرورش میں ہیں مثلا زید کا چچا مر گیا
اور ایک لڑکی چھوڑی جو زید کی پرورش میں صرف اسطرح ہے کہ یہ اسکا ولی ہے یہ اس سے نکاح چاہتا ہے پس کم مہر پر نکاح میں لاتے تھے
اور اسطرح اسکا مال بھی مل جاتا تو اللہ عزوجل نے اسکو عیب میں شمار فرما کر حکم دیا کہ واتوا الیتامی اموالہم یعنی اے ولی و وصی لوگو تمپر فرض
ہے کہ یتیم جب بالغ ہوں تو انکا مال سب انکو دیدو اور جب تک یتیم ہیں انکے مال سے تجارت کر کے انکے لیے بڑھاؤ تاکہ خرچ میں جاتا نہ رہے اور
ہرگز اپنے مال میں ملا کر بھی انکا مال نہ کھاؤ یعنے یہ قصد مت کرو چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت میں اپنے میل میں رکھنے کی اجازت مذکور ہو چکی پس
مراد یہی کہ مال تنہا تو کیا ذکر ہے ملا کر کھانے کا قصد مت کرو کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور نہ انکے مال سے اچھا ٹکڑا لیکر خراب بڑا داخل کر دو کہ یہ حرام
ہے اور یتیمہ سے نکاح کر لینے میں تو مضائقہ نہیں لیکن پورے انصاف سے اور اگر تم کو خوف ہو کہ یتیمہ سے نکاح کر لینے میں عدل نکر سکو گے
تو اسکے سوائے اور بہت عورتیں ہیں انمیں سے تمکو چار تک مباح ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ ارتباط عجیب ہے اور بخاری نے حضرت عائشہؓ سے
روایت کی کہ ایک مرد کی ولایت میں ایک یتیمہ عورت تھی پس اس سے نکاح کیا اور اس عورت کا ایک باغ خرما نہایت عمدہ تھا اسکی طرف سے
بھی مرد اسکی پرداخت کرتا تھا اور خود اسکا نہ تھا پس اسکے حق میں نازل ہوا قولہ تعالی وان خفتم ان لا تقسطوا - اور عروہ بن الزبیرؓ کہتے
ہیں کہ مجھے خیال آتا ہے کہ میری خالہ حضرت عائشہؓ نے یوں کہا تھا کہ یہ عورت اس مرد کے اس باغ و مال میں شریک تھی شیخ ابن کثیرؒ نے
کہا کہ امام بخاریؒ نے عروہ بن الزبیرؓ سے روایت کی کہ میں نے عائشہؓ سے قولہ تعالی وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی الآیہ - کی تفسیر پوچھی تو
فرمایا کہ اے میری بہن کے لڑکے یہ ایسی یتیمہ عورت کے حق میں ہے جو اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور اسکے ساتھ مال میں شریک ہو اور
اپنے مال و جمال کی وجہ سے اسکو خوش آتی ہو چاہتا ہو کہ اس سے نکاح کرے بدون اسکے کہ اسکو مہر کامل پورا مہر جو کوئی غیر مرد دیتا ہو وہ
دیوے پس اللہ عزوجل نے ولی مردوں کو منع فرمایا کہ ایسی یتیمہ عورتوں سے اسطرح نکاح کریں ہاں اگر چاہیں تو اسکا پورا مہر اعلی دیکر نکاح نہ کریں

پس حکم دیا گیا کہ اگر ایسا نہ کرسکیں تو ان عورتوں کے سوا ے اور عورتیں بہت ہیں جو خوش آویں اُنسے نکاح کرلیں۔ پھر حضرت عائشہ رضہ نے
کہا کہ اس آیت کے بعد لوگون نے رسول اللہ صلعم سے استفتا ء طلب کیا تب نازل ہوا قولہ تعالیٰ ویستفتونک فی النساء الآیہ۔ اور عائشہ رضہ
نے فرمایا کہ دوسری آیت مین اللہ عز و جل نے فرمایا۔ وترغبون ان تنکحوہن الآیہ۔ یعنی کوئی تم مین سے اپنی پرورش کی یتیمہ عورت سے بے رغبت
ہوتا ہے جبکہ اُسکا مال و جمال کم ہو پس منع فرمایا کہ جب وہ مال و جمال والی ہو تب بھی اس سے نکاح نکرین مگر اس طور سے کہ اسکا کامل پورا مہر دین
بجہت اسکے کہ جب کم مال و جمال والی ہوتی ہے تب تو اس سے بے رغبتی کرتے ہین مترجم کہتا ہے کہ خلط و خبط اقوال پریشان طویل چھوڑکر مترجم
نے اس تفسیر جید صحیح قوی پر اقتصار کیا۔ اب یہان یہ بیان باقی رہا کہ اس آیت کریمہ مین چار ہی عورتون پر حصر کیونکر ثابت ہوا اور تفسیح مفسرین نے
کچھ بیان نہ فرمایا پس واضح ہو کہ مثنیٰ و ثلث و رباع۔ الفاظ معدولہ ہین اور کوفیون و ابو اسحٰق کے نزدیک نہین قیاس جاری ہوسکتا ہے اور اصح یہ ہے کہ
ان مین قیاس کو دخل نہین بلکہ یہانتک سنے گئے ہین انھین پر مقصور ہے اور یہی بصریین کا قول ہے پھر مسموع گیارہ لفظ ہین۔ احاد۔ موحد۔ ثناء
مثنیٰ۔ ثلاث۔ مثلث۔ رباع۔ مربع۔ مخمس۔ عشار۔ معشر۔ اور سوا ے انکے خماس وغیرہ کوئی مسموع نہین ہین اور جمہور نحویین کے نزدیک غیر
منصرف آتے ہین۔ پس مثنیٰ و ثلث و رباع کے معنے دو دو۔ اور تین تین اور چار چار ہین قال البیضاوی ان تکریر یعنی دو دو وغیرہ
فرمانے مین ہر ایسے نکاح کرنے والے کو جو جمع کرنا چاہتا ہے یہ اجازت ہے کہ عدد مذکورہ مین سے جو چاہے لے خواہ سب امت والے بالاتفاق
دو ہی دو یا باختلاف کوئی دو اور کوئی تین اور کوئی چار نکاح مین لاوے جیسے کوئی کہے کہ اس توڑے کے درمونکو دو دو یا تین تین یا چار چار
تقسیم کرلو پس تکریر مین تفریق و توزیع کلی اور اگر تکریر نہوتی بلکہ مفرد اثنین و ثلاث و اربع ہوتے تو خلاف مقصود یہ معنے پیدا ہوتے کہ ان اعداد کو
جمع کرلو جو نو ہوتے ہین اور اسیواسطے لفظ واو سے فرمایا تاکہ یہ اختیار رہے کہ کوئی دو نکاح مین لاوے اور کوئی تین اور کوئی چار تک اور
اگر لفظ او ہوتا تو یہ بات ممتنع ہو جاتی اسواسطے کہ وہ تو دو امرین سے ایک ہی کے واسطے ہوتا ہے پس تمام امت غبارة فقط یہی سب کے سب یا
تو اتفاق کرکے دو لیتے یا تین یا چار کیونکہ ان سب مین سے ایک ہی لے سکتے تھے قال المترجم یہان ایک مقدمہ دیگر ضروری ہے وہ یہ کہ
اہل بیان جو شرع سے مامور و مکلف ہین وہ تمام مخلوق ہین سے جس چیزمین تصرف کرنے کے لیے حکم دیے گئے اسمین شرع کی اجازت تک تھا ہین
اگرچہ غیر مامور ہین انکو اصلی اباحت حاصل ہو پس عورتون مین نکاح سے تصرف کی اجازت مین چار چار تک حکم ہوا پس یہ بات روا ہوگی جیسے مالک
مالک کہے کہ تم لوگ اس توڑے کو دو دو یا تین تین یا چار چار کرکے اٹھا لے لو تو اسی حکم سے مقصود ہوگا کہ انمین سے انتہا کے درجہ چار چار لے
لین اور باقی چھوڑ دینگے یہ نہین ہوسکتا کہ دس دس کرکے تمام مال ختم کردین۔ اور بعض اہل تفسیر نے اعتراض کیا کہ یہ حکم جب مسلم ہے کہ مال معین ہو
مثلاً اس توڑے مین سے پانچ ہزار درم مین سے تو یہی حکم ہے اور اگر مطلقاً ہو مثلاً کہا کہ درمون کو باہم بانٹ لو یعنی جو کچھ کہا تو یہ یعنی نہین ہوتے
ہین اور آیت کریمہ اسی قبیل سے ہے از قبیل اول نہین ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ دو وجہ سے خطا ہے اول آنکہ معترض نے تمام مال تقسیم کرلینا محض قرار
دیا حالانکہ ہین نے اوپر لکھا کہ یہ مقصد نہین ہے بلکہ غرض یہ کہ دو یا تین یا چار تین سے کسی تعداد پر ایکبار لیلو اور باقی چھوڑ دو پس اطلاق اعتراض کو
دخل نہین اور دوم آنکہ آیت مین عورتین مانند مردون کے ہین کہ ہر ایک متعین نہین علاوہ برین اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب معلوم معین ہین
پھر مترجم کہتا ہے کہ بعضے اہل تفسیر نے دوسری آیت سے معارضہ کیا کہ قولہ تعالیٰ جاعل الملائکۃ رسلاً اولی اجنحۃ مثنیٰ و ثلث و رباع مین
بالاتفاق قائل ہے کہ فرشتون کے بازو فقط چار ہی نہین ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی میری تقریر پر وارد نہین ہوتا کیونکہ یہان فقط اخبار ہے اور یہ
انشا نہین یعنی آیت مین تو تصرف مباح کا بیان ہے کہ یہانتک تصرف روا ہے اور اسمین خبر دی کہ فرشتے ایسے ایسے پیدا کیے پھر کہان یہ اور کہان وہ

بالجملہ حاصل یہ ہے کہ خطاب جمیع امت کو ہے اور تمام عورتیں انکے لیے محل تصرف اسطرح قرار دی گئیں کہ جو عورتیں جس مرد پر مباح ہیں انہیں سے تصرف نکاح کے واسطے درصورتیکہ جمع کا ارادہ کرے اجازت ہے کہ دو دو جمع کرے یا تین تین یا چار چار۔ اور اس سے زیادہ کی اجازت ثابت نہیں ہوئی اور آخر میں جو فرمایا۔ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ۔ تو یہ اس صورت میں کہ جمع کا ارادہ نہو لیس اگر یہ تنویع و توزیع ایک صورت میں ہے اور واحدہ دوسری صورت میں ہے پس جو بعض نے زعم کیا کہ خطاب جمع بمنزلہ خطاب واحد ہے بدلیل آخر آیت تو پہلی ہی جہالت پر مبنی ہے جس میں نادان متشبہ کیا اور ایسے شخص سے عجب نہیں جو اس امر کا قائل ہو کہ چار سے زیادہ تو نو تک سے نکاح کرنا مباح ثابت ہوتا ہے اور اگر خوف طوالت نہوتا جسکی یہاں گنجایش نہیں ہے تو میں مفصل نقل کرکے آداب بحث سے جواب دیتا کیونکہ خرق اجماع بڑا مفسدہ ہے اللہ تعالی اپنی راہ مستقیم کی ہدایت پر رکھے اور سنت نبی صلعم پر قائم رکھے اور واضح رہے کہ چار سے زیادہ نکاح میں ایک وقت جمع کرنا حقیقۃ یا حکماً جائز نہیں ہے اور اہل ایمان کسی مفسد کے شبہہ میں نہ پڑیں جیسے بعض فرقہ شیعہ قائل ہیں کیونکہ آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ مباح نہیں جیسا کہ بیان ہوا اور محی السنہ نے معالم میں کہا کہ یہ اجماع ہے کہ امت میں سے کسی فرد کو روا نہیں کہ چار سے زیادہ ایک وقت میں نکاح سے جمع کرے اور زیادہ کا جمع کرنا فقط نبی صلعم کے واسطے مخصوص تھا اس میں آپ کے ساتھ امت میں سے کسی فرد بشر کو شارکت نہیں ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ چار ہی عورتوں کیہر مقصور ہونا اس آیت سے ثابت ہے جیسا کہ ابن عباسؓ و جمہور علما نے فرمایا ہے کیونکہ یہ مقام تو مقام امتنان و اباحت ہے اگر چار سے زیادہ جمع کرنا جائز ہوتا تو ضرور بیان فرما دیا جاتا اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ سنت رسول اللہ صلعم جو اللہ عز و جل کی طرف سے مبین ہے دلالت کرتی ہے کہ سوا ے رسول اللہ صلعم کے اور کسی کو چار سے زیادہ جمع کرنا روا نہیں ہے اور یہ جو امام شافعیؒ نے فرمایا ایسا قول ہے کہ اسپر تمام علماے سلف و خلف نے اجماع کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ کتاب اللہ تعالی اور اجماع امت سے تو ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ جمع کرنا مباح نہیں ہے اب احادیث سننا چاہیے۔ قیس بن الحارثؓ کی تحت میں آٹھ عورتیں تھیں پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو چار رکھ لے اور چار چھوڑ دے پس قیسؓ نے جن عورتوں سے انکی اولاد نہوئی تھی کہنا شروع کیا کہ اے فلانہ تو پیٹھ پھیر جا اور جس سے اولاد ہوئی تھی کہا کہ اے فلانہ تو ادھر آ کذا ذکرہ فی المعالم۔ اور ابن ماجہ و نحاس نے قیس بن الحارثؓ سے روایت کی کہ میں مسلمان ہوا اور میرے تحت میں آٹھ عورتیں تھیں۔ میں نے نبی صلعم کے پاس حاضر ہو کر آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا کہ چار چھانٹ لے اور باقی سب کی راہ چھوڑ دے میں نے ایسا ہی کیا ورواہ ابوداود ایضاً شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ امام احمدؒ نے مسند میں کہا کہ۔ حدثنا اسمٰعیل و محمد بن جعفر قالا حدثنا معمر عن الزهري۔ قال ابن جعفر فی حدیثه انبانا ابن شهاب عن سالم عن ابیه (یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنهما) کہ غیلان بن سلمۃ الثقفی مسلمان ہوا اور اسکے تحت میں دس عورتیں تھیں پس نبی صلعم نے اس سے کہا کہ انمیں سے چار کو پسند کر لے پھر جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ ہوا تو اسنے اپنی ان چار عورتوں کو بھی طلاق دیکر اپنا تمام مال اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر دیا پس عمرؓ کو یہ خبر پہونچی آپ نے فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ شیطان جن باتوں کو چوری سے کان لگا کر سن آتا ہے وہ تیرے مرنے کی خبر سن آیا اور تیرے دل میں ڈال دیا اور شاید تو زندہ نہ رہیگا مگر تھوڑے دنوں اور قسم ہے اللہ تعالی کی کہ یا تو اپنی عورتوں سے رجعت کر اور اپنا مال بھی پھیر لے ورنہ میں تو ان عورتوں کو تجھسے ضرور میراث دلاؤنگا اور ضرور حکم کرونگا کہ تیری قبر کو سنگسار کیا جاوے جیسے قبر ابو رغال کی سنگسار کی گئی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس روایت کے راوی سب ثقہ ہیں اور بخاری و مسلم کی شرط پر ہے اور اسی واسطے کو تا قولہ چار کو پسند کر لے۔ امام شافعی و ترمذی و ابن ماجہ و دارقطنی و بیہقی و ابن ابی شیبہ وغیرہم نے روایت کیا ہے و قد رواہ عبدالرزاق عن معمر عن الزهري مرسلا وکذا مالک عن الزهري مرسلا اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ و قد رویٰ

من طرق عن اسمٰعیل بن علیه وغندر ویزید بن زریع وسعید بن ابی عروبة وسفیان الثوری وعیسی بن یونس وعبدالرحمٰن بن مخلد والفضل بن موسی وغیرہم من الحفاظ الثقات وقد توبع معمر والزہری ایضا فی روایة البیہقی من طریق النسائی لسیار بن محشر عن ایوب عن نافع وسالم عن ابن عمر ـ ہٰکذا رواه النسائی وقال ابو علی بن السکن تفرد به سیار بن محشر وهو ثقة وکذا وثقه ابن معین ـ مترجم کہتا ہے کہ یہ تلخیص کلام الحافظ ابن کثیرؒ ہے پھر فرمایا کہ اسمین دلیل ہے کہ اگر چار سے زائد جائز ہوتین تو رسول اللہ صلعم اس کے واسطے سب دس کو روا رکھتے حالانکہ سب کے سب اس کے ساتھ مسلمان ہو گئی تھین جیسا کہ بیہقی ونسائی کی روایت مین تصریح ہے۔ اور نوفل بن معاویة الدیلی سے روایت ہے کہ مین مسلمان ہوا اور میرے تحت مین پانچ عورتین تھین پس رسول اللہ صلعم نے مجھسے فرمایا کہ چار رکھ لے اور ایک چھوڑ دے رواه الشافعی ـ پھر یہ چار کا جواز جمع بھی اسوقت ہے کہ عدل و انصاف رکھنے پر گمان غالب ہو۔ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا ـ فیہن بالنفقة والقسم ـ یعنی پھر اگر خوف کرو تم یہ کہ عدل نکر سکو گے ان عورتون مین نفقہ دینے مین اور باری رکھنے مین ـ فَوَاحِدَةً ـ انکحوها ـ تو ایک ہی کو نکاح مین لاؤ ـ ف اشارہ کیا کہ واحدة کو نصب بنابر مفعول انکحوا کا مفعول ہے ـ اَوْ ـ اقتصروا علی ـ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ـ من الاماء ـ یا اقتصار کرو اسپر جسکے مالک ہوے تمھارے داہنے ہاتھ ـ ف یعنی باندیون پر جنکے تم مالک ہو۔ اگرچہ وہ کئی ہون ـ اذ لیس لہن من الحقوق ما للزوجات ـ اسواسطے کہ مملوکہ باندیون کے حقوق ویسے نہین جیسے نکاح کی ہوئی عورتون کے ہین اگر کہا جاوے کہ مفسرؒ نے انکحوا واحدةً کیون نہین کہا تو جواب یہ ہے کہ واحدة انکحوا سے اشارہ کیا کہ ما ملکت کا عطف واحدة پر نہین تا کہ انکحوا ما ملکت ہو جاوے حالانکہ مملوکہ سے نکاح نہین ہو سکتا وہ بدون نکاح روا ہے اور نیز انکحوا سے یہ حکم نہین ہے کہ خوف کی صورت مین ایک عورت سے نکاح ضرور کرو تا کہ واجب ہو بلکہ بیان جواز ہے خوف کرنے والے کے لیے کہ وہ ایک سے زیادہ نکاح مین نہین لا سکتا ہے ـ اور قسم بالفتح باری مقرر کرنا اور اسمین دلالت ہے کہ اپنی مملوکہ باندیون مین قسم واجب نہین لیکن مستحب ہے۔ ذٰلِكَ ـ ای نکاح الاربعة فقط او الواحدة او التسری ـ یعنی ذٰلک سے اشارہ اس مضمون مذکور کی طرف ہے یعنی فقط چار سے نکاح کرنا یا ایک ہی پر اقتصار کرنا یا باندیون کو تحت تصرف مین لانا ـ اَدْنٰی ـ اقرب الی ـ نزدیک ہے طرف اس بات کے کہ ـ اَلَّا تَعُوْلُوْا ـ تجوروا ـ تم جور نہ کرو ـ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ زید بن اسلمؒ وسفیان بن عیینةؒ وشافعیؒ نے الا تعولوا کی تفسیر مین کہا کہ ان لا تکثر عیالکم ـ یہ کہ تمھارے عیال بہت ہو جاوین اور یہ ماخوذ ہے قولہ تعالیٰ وان خفتم عیلة ـ سے اور عرب کہتے ہین عال الرجل یعیل عیلة ـ جب کہ فقیر ہو جاوے اور ابن العربیؒ وثعلبی وغیرہ نے کہا کہ کثرت عیال کے معنی مین اعال ہے نہ عال یعنی از باب افعال نہ از باب ثلاثی مجرد ـ ابو حاتم لغوی نے کہا کہ شافعیؒ زبان عرب خوب جانتے تھے شاید عیال کے معنی انکو معلوم ہوے ہونگے ولیکن شیخ ابن کثیرؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ کثرت عیال کے معنی تسلیم بھی یہان نہین بنتے ہین اسواسطے کہ جیسے زیادہ عورتون کی کثرت سے اس امر کا خوف ہے ویسے ہی باندیون کی کثرت سے بھی یہ خوف موجود ہے پس صحیح اسمین جمہور کا قول ہے کہ ان لا تعولوا بمعنے ان لا تجوروا ہے کما یقال عال فی الحکم اذا قسط وجار ـ اور یہی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباسؓ ومجاہدؒ وعکرمہؒ وحسن وابو مالک وابو رزین ونخعی وشعبی وضحاک وعطاء وقتادہ وسدی ومقاتل سے ان لا تعولوا کے معنے ان لا تمیلوا مروی ہین اور یہ معنے حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہین پس مراد وہ حد ہے یعنے میل نکرو طرف جور وظلم کے ـ اور ابن العربیؒ نے کہا کہ عال ـ ماضی کا صیغہ سات معنے مین آتا ہے ـ مال ـ زاد ـ جار ـ افتقر ـ اثقل ـ قام بمؤنة العیال یعنی عیال کی پرداخت کی ـ غلب ـ غالب ہوا کما یقال عیل صبری یعنی میرا صبر مغلوب ہو گیا ـ پس اکثر مفسرین کے نزدیک معنے جور ہے ـ وَاٰتُوا ـ اعطوا ـ یعنی دیدو ـ النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ـ جمع صدقة مہورهن ـ عورتون کو صدقات ان کی خوشدلی سے ـ یہ جمع صدقة کی ہے یعنی مہر انکے ـ واضح ہو کہ صداق کا بیان

میل کیا ١٢ زیادہ کیا ١٢ جور کیا ١٢ فقیر ہوا ١٢ بوجھل ہوا ١٢

فرق یہ ہے کہ کابین سردست دینا ہوتا ہے اور وہ آخر زندگی تک ادا کر سکتا ہے۔ اور نحلہ مصدر بمعنی عطیہ بطیب نفس یعنی نحلہ بخوشی خاطر دینا اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نحلہ مہر ہے اور عن عائشہ ہی الفریضۃ و نحوہ عن قتادۃ و مقاتل و ابن جریج ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ابن زیدؒ نے کہا کہ نحلہ کلام عرب میں واجب ہے اور مراد یہ کہ عورت سے نکاح نکرے مگر بعوض کسی چیز واجب کے اور سوائے نبی صلعم کے کوئی کسی عورت سے بلا مہر نکاح نہیں کر سکتا اور حاصل یہ کہ مرد پر واجب ہے کہ جورو کو اسکا مہر ضرور دے اور خوشی خاطر سے دے جیسے نحلہ دیتے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حنفیہ رح کے نزدیک نکاح اگرچہ بلفظ ہبہ جائز ہے مگر مہر مثل واجب ہوگا اور تفصیل اسکی ترجمہ فتاوائے عالمگیری سے تلاش کرو اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ علماء کا اجماع ہے کہ شوہر پر جورو کا مہر واجب ہوتا ہے خواہ مہر مسمی یا مہر مثل اور نیز کہا کہ علما کا اجماع ہے کہ مہر کے زیادہ ہونے کی کوئی حد نہیں اور کم کی جانب خلاف ہے **قال المترجم** چنانچہ شافعی سے روایت ہے کہ بیع میں جو مول ہو سکتا ہے وہ نکاح میں مہر ہو سکتا ہے اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک دس درم سے کم نہیں ہو سکتا۔ اور واضح ہو کہ جو لوگ حیثیت سے زائد مہر مقرر کرتے ہیں کہ اسکو ادا نہیں کر سکتے تو عاقبت میں ان پر وبال ہوگا اگر دنیا میں عفو ہو تو بس اس سے احتراز واجب ہے اور مہر میں سے جبراً لینا حرام و قبیح ہے۔ **فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا** ۔ تمیز محول عن الفاعل ای ان طابت انفسہن لکم عن شیٔ من الصداق فوہبنہ لکم یعنی نفسا جو تمیز واقع ہونے سے منصوب بہ فاعل سے تحویل کیا گیا یعنی دراصل طبن کا فاعل تھا ای اگر خوش ہوں نفس ان عورتوں کے تمہارے واسطے کچھ چیز دینے پر اس مہر میں سے جو تم نے انکو خوشی سے ادا کیا ہے پس یہ چیز مہر میں سے تم کو ہبہ کر دیں۔ **فَكُلُوهُ هَنِيئًا** ۔ طیبا۔ تو کھاؤ تم اس چیز کو کھانا پاکیزہ۔ **مَّرِيئًا** ۔ محمود العاقبۃ لاضرر فیہ علیکم فی الآخرۃ۔ جس کا انجام کار اچھا ہے آخرت میں تم پر اسکا کچھ ضرر نہیں ہے اگر کہا جاوے کہ مال ہبہ تو کھانا جائز معلوم ہے پھر کیا حکمت ہے کہ بیان فرمایا تو مفسر رح نے جواب دیا نزل ردا علی من کرہ ذلک یعنی جس نے اپنے وہم سے مکروہ سمجھا تھا اسکے رد کرنے کو نازل ہوا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ کلوہ کا امر واسطے وجوب کے نہیں بلکہ جواز کے واسطے ہے کیونکہ رد ہے اسکا جو مکروہ جانتا تھا بعض نے فرمایا کہ آتوا کا حکم عورت کے اولیاء کو ہے چنانچہ ابو صالح سے روایت ہے کہ حال یہ تھا کہ جب کوئی اپنی دختر کو بیاہ دیتا تو اسکا مہر خود لے لیتا اسکو نہیں لینے دیتا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا و اٰتوا النساء صدقاتہن نحلۃ پس اس سے منع کر دیا رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ

اور مت دو بے عقلوں کو اپنے مال جو بنائے اللہ تعالے نے تمہارے واسطے گذران اور انکو اس میں کھلاؤ اور پہناؤ

وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم

اور کہو انسے بات معقول اور سدھارتے رہو یتیموں کو جب تک پہونچیں نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان میں

مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن

ہوشیاری تو حوالہ کرو انھیں انکے مال اور کھانہ جاؤ انکو اوڑا کر اور گھبرا کر کہ یہ

يَكْبَرُوا ۚ وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ

بڑے نہ ہو جاویں اور جو کوئی غنی ہو تو چاہیے کہ بچتا رہے اور جو کوئی محتاج ہو تو کھاوے موافق دستور کے

فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝

پھر جب انکو حوالے کرو انکے مال تو شاہد کر لو ان لوگوں پر اور اللہ بس ہے حساب سمجھنے والا

وَلَا تُؤْتُوا ۔ ایہا الاولیاء ۔ یعنی یہ خطاب اولیا کو ہی خواہ مجنون و بیوقوف وغیرہ مردون کے ولی ہون یا عورتون کے یا بچون کے جو بالغ نہین خواہ یتیم ہون یا نہون ۔ السُّفَهَاءَ ۔ المبذرین من الرجال و النساء و الصبیان یعنی ایسے بیوقوفون کو جو بے ڈھنگ مال برباد کرتے ہین مرد ہون یا عورتین یا نابالغ لڑکے لڑکیان ۔ اور نہ دینے کے معنے یہ کہ انکو قابو مت دو اور سفہاء کی تفسیر مین سلف کے اقوال یہ ہین کہ ضحاک عن ابن عباس وہ تیرے بیٹے اور جورو ہین بے ڈھنگ ہین اور یہی قول حضرت ابن مسعود و حکم بن عتیبہ و حسن و ضحاک کا ہی ۔ عن سعید بن جبیر وہ یتیم لڑکے لڑکیان اور مترجم کہتا ہی کہ اس قول پر مراد یہ کہ یتیمون کے مال انکے ہاتھ مت دو کہ برباد کرین پس اموالکم کے یہ معنے کہ انکے مال جو تمہارے پاس ہین نہ آنکہ اپنے ذاتی مال مت دو ۔ عن مجاہد و عکرمہ و قتادہ ۔ وہ عورتین ہین ۔ اور ابو امامہ رضی سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عورتین سب سفیہ ہین سوا اسکے جو اپنی قیم یعنے کام درست کرنے والے کی اطاعت کرے رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ اور ابو ہریرہ رضی سے ہی کہ وہ باندی غلام ہین رواہ ابن ابی حاتم ۔ بالجملہ شاید مفسر رح نے اشارہ کیا کہ سفہاء کا لفظ ان سب کو شامل ہی لیکن کلام مابعد اسکو مساعد نہین ۔ أَمْوَالَكُمُ ۔ ای اموالہم التی فی ایدیکم ۔ یعنی اموالکم مین اضافت ملک نہین بلکہ قبضہ ہی اور انکے مال جو تمہارے قبضہ مین امانت ہین ۔ الحاصل ای اولیا تمہارے پاس جن یتیمون لڑکون یا لڑکیون وغیرہ کے اموال ہین تم ان اموال کو انہین احمقون کو مت دیدو کیونکہ ان اموال کو اللہ تعالی نے تمہارے سامان آخرت کا قوام کردیا ہی چنانچہ ان اموال کی صفت بیان کی اور احتیاط کے سبب کا اشارہ کیا کہ ۔ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا ۔ مصدر قام ای تقوم بمعاشکم و صلاح اولادکم فیضیعوہا فی غیر وجہہا ۔ یعنی اکثر کی قرات مین قیاما بالف مصدر قام یقوم قیاما ہی یعنی جس سے تمہاری زندگی اور تمہاری اولاد کی درستی کا قیام ہی اور حاصل یہ کہ مت دو بیوقوفون کو ایسا مال کہ وہ اسکو بے راہ ضائع کر ڈالین ۔ و فی قراءۃ قیما جمع قیمۃ ما یقوم بہ الامتعۃ یعنی نافع و ابن عامر کی قرات مین قیما بدون الف کے جمع قیمت ہی بمعنے وہ چیز جس سے متاع کا اندازہ لگایا جاتا ہی ۔ و امتعہ جمع متاع ہی جس سے انسان زندگی مین نفع اٹھاتا ہی پھر وہ فنا ہوتی ہی اور معنے یہ کہ بیوقوفون کو اپنے وہ مال مت دو جنکو اللہ تعالی نے تمہاری زندگانی کے متعہ کے واسطے قیمت کردیا ہی ۔ وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا ۔ اطعموہم منہا ۔ اور کھانا دو انکو ان اموال مین سے ۔ اشارہ کیا کہ فی بمعنے من ہی اور زمخشری نے اپنے معنی پر رکھا ہی ان اموال کو انکے رزق دینے کی جگہ بناؤ باینطور کہ تجارت کرکے اسکے نفع سے کھلاؤ اور معالم مین فرمایا کہ فیہا مین اشارہ ہی کہ انکو رزق کا محل تصرف بناؤ یہ مت سمجھو کہ رزق اس سے ہی بلکہ مقدر ہی اور یہ ان لوگون کے حق مین جنکا نان نفقہ اسپر واجب ہی الا آنکہ مراد فقط یتیم مکفول ہون ۔ وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۔ عدوہم عدۃ جمیلۃ باعطائہم اموالہم اذا رشدوا اور انکو کپڑا دو اور انسے قول معروف کہو قول معروف کہنے سے یہ مراد ہی کہ انکو بھلا وعدہ دو باین طور کہ یہ سب مال تمہارے ہین جب تم راہ پر آؤ گے ہم تم کو دیدینگے ۔ اور علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے تمام آیت کے معنی یہ روایت کیے کہ تو یہ مت کر کہ جو مال تجھے اللہ تعالی نے دیا اور تیری معیشت کیا ہی اسکو اپنی جورو یا دختر کو دیدے پھر تو انکا دست نگر ہو جاوے بلکہ اپنے پاس رکھ اور اسکو درست کر اور تو ہی انکے کھانے کپڑے کی خبرگیری کر ۔ وَابْتَلُوا ۔ اختبروا ۔ امتحان کرو ۔ الْيَتٰمٰى ۔ قبل البلوغ فی دینہم و تصرفہم فی اموالہم یتیمون کو انکے بالغ ہونے سے پہلے انکے دین کے معاملہ مین اور انکے اپنے مالون مین تصرف کرنے کے معاملہ مین باینطور کہ اگر ملتیہ ور کا بچہ ہی تو اپنے ملتیہ مین ڈھنگ سے چلتا ہی یا نہین اور اگر زمیندار ہی تو اسمین انتظام اچھا کرتا ہی اور تاجر ہی تو تجارت مین کماؤ ہی اور خطیب شافعی نے کہا کہ یہ امتحان قبل بلوغ کے ہی اور جس معاملہ کو وہ قرار دے وہ پورا نہو گا ۔ یہ صرف امتحان ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اس کو ایسی چیز دیدے جسمین وہ تصرف کرے

جبکہ

یہاں تک کہ کھلے کہ اسکا نتیجہ کیا نکلا اور مدارک میں کہا کہ اسمیں دلیل ہے کہ طفل عاقل کو تجارت کی اجازت دینا روا ہے اور اگر بدون اجازت
تجارت کے اسنے تصرف کیا تو اسکے ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا حَتّٰٓی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۔ حتی کہ جب یہ لوگ نکاح کو پہونچ جاویں۔ ای
صاروا اہلا لہ بالاحتلام او السن وہو استکمال خمس عشرۃ سنۃ عند الشافعی ۔ یعنی بلوغ نکاح سے حقیقی وصول نکاح نہیں بلکہ مراد یہ کہ نکاح
کے لائق ہو جاویں خواہ بایں طور کہ طفل یتیم کو احتلام ہو اور دختر یتیمہ کو حیض آوے یا سن بلوغ کو پہونچ جاویں اور وہ امام شافعی رح کے نزدیک
پورے پندرہ برس ہیں ۔ قال فی الکمالین اور یہی قول اوزاعی وابن وہب وابو یوسف ومحمد رحمہم اللہ کا ہے اور یہی ایک روایت امام ابو حنیفہ رح سے ہے
اور یہی صحیح ثابت از حدیث ابن عمرؓ در صحیحین اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت میں اٹھارہ برس ہیں اور یہی قول سفیان ثوری کا ہے اور امام مالک
واحمد واسحاق ولیث بن سعد کے نزدیک زیر ناف کے کڑے بال جمنے پر ہے اور شافعی رح نے کہا کہ ایسی باتوں سے کافر کے حق میں بلوغ کا حکم
ہوگا مسلمان کے حق میں نہوگا قال المترجم وجہ یہ کہ مسلمان تو علاج سے ایسا کر لیتے ہیں تا کہ بیت المال سے انکا حق مقرر ہو جاوے
اور کافر اس خوف سے نہیں جمنے دیتے کہ ان پر جزیہ مقرر ہوگا ۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ سب کے حق میں بلوغ ہے کیونکہ یہ امر جبلی ہے اور
معالجہ کا احتمال بعید ہے اور امام احمد نے عطیہ قرظی سے روایت کی کہ جس روز بنو قریظہ بحکم سعد بن معاذ اپنے قلعہ سے ہتھیار ڈالکر نکلے اور سعدؓ نے جنکو
تحکیم بدا تھا یہ حکم لگایا کہ انمیں سے لڑنے والے یعنی بالغ قتل کیے جاویں اور نابالغ قید کیے جاویں یعنی لونڈی غلام بنائے جاویں تو حضرت صلعم
نے حکم کیا کہ دیکھو کس کے بال جمے ہیں پس جسکے بال جمے تھے وہ قتل ہوا اور جس کے نہیں جمے تھے وہ چھوڑا گیا اور میں ان میں تھا جو چھوڑا گیا
وقد رواہ اصحاب السنن بنحوہ وقال الترمذی حدیث حسن صحیح ۔ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ ۔ ابصرتم ۔ تم دیکھو اور یہ قلبی دیکھنا ہے نہ آنکھ سے ۔ مِّنْهُمْ
رُشْدًا ۔ صلاحا فی دینہم و مالہم ۔ یعنی رشد سے مراد صلاحیت ہے دین میں اور مال کے تصرف کرنے میں یعنی دین میں صالح ہو جو راہ
صواب پر مال خرچ کرتا ہے اور مال کی حفاظت رکھتا ہے بخلاف فاسق کے اور یہی تفسیر حضرت ابن عباس وحسن وسعید بن جبیر و دیگر ائمہ فقہا سے
مروی ہے یعنی پھر اگر انکی طرف سے رشد دیکھو تو ۔ فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۔ انکو انکا مال دیدو ۔ یعنی حد بلوغ سے بدون
تاخیر کے دیدو اور اسکا مفہوم یہ ہے کہ اگر ایسے رشد نہ دیکھا جاوے تو انکا مال نہ دیا جائیگا اور یہی قول امام شافعی و ابو یوسف ومحمد کا ہے اور امام ابو حنیفہ
کے نزدیک بنا بر آنکہ اٹھارہ برس کا سن بلوغ ہوتا ہے سات برس زائد یعنی پچیس [25] برس کے سن تک انتظار کیا جائیگا اور سات برس کی مدت
تغیر احوال کے واسطے معتبر ہے کہ طفل کو تمیز ہوتی اور اسپر نماز کا حکم کیا جاتا ہے پس اسقدر انتظار کرکے اسکا مال اسکو دیدیا جائیگا اگرچہ اس سے
رشد نہ دیکھا جاوے اور مفہوم سے استدلال کرنا ہمارے نزدیک ناتمام ہے اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو آیت میں لفظ رشد نکرہ ہے یعنی ادنی رشد
جسپر بولا جاتا ہے مراد ہوگا اور اس سن پر اسقدر پایا جاتا ہے کیونکہ اسکی فرع اب اصل ہو جاتی یعنی وہ اصل ہونے میں درجہ نہایت پہونچ گیا ۔ اگر کہا جاوے
کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک آزاد بالغ پر حجر نہیں جائز ہے یعنی قاضی اسکو اپنی ملک میں تصرف کرنے سے منع نہیں کر سکتا بایں طور کہ اسکا تصرف
نافذ نہو پھر انتظار کے کیا معنے ہیں تو جواب یہ ہے کہ یہ انتظار بغرض حصول رشد ہے نہ آنکہ حجر ہے پھر جاننا چاہیے کہ صاحبین یعنی امام ابو یوسف
و امام محمد و دیگر ائمہ مجتہدین جمہور نے آزاد بالغ پر بھی جبکہ سفیہ وغیرہ ہووے حجر جائز رکھا ہے اور اسی آیت سے سفیہ کے محجور ہونے پر استدلال
کیا اور مروی ہے کہ جعفر بن ابی طالب نے ساٹھ ہزار درم کو ایک ریتلی زمین خریدی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ میں عثمانؓ کے پاس جاتا ہوں تا
تجھے محجور کرانے کو پس زبیر بن العوامؓ نے کہا کہ ہاں میں اسکا شریک ہوں تو عثمانؓ نے کہا کہ بھلا میں ایسے شخص کو کیونکر محجور کروں جس کے
شریک زبیر بن العوام ہیں پس یہ دلالت کرتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں محجور کرانا آزاد و بالغ کا جاری تھا اور کلام اسمیں طویل ہے ۔ وَ لَا

تَاْکُلُوْهَآ۔ ایها الاولیاء۔ یہ خطاب یتیم کے اولیاء کو ہی۔ اِسْرَافًا۔ بغیر حق۔ مراد اسراف سے بغیر حق ہی ای لاتاکلوہا مسرفین ومبادرین
وَّ بِدَارًا۔ ای مبادرین الی انفاقہا مخافۃ۔ اَنْ یَّكْبَرُوْا۔ رشدًا فیلزمکم تسلیمہا الیہم یعنی ای اولیاء تم مت کھاؤ اسکو اسرافا و
بدارًا ای درحالیکہ اسراف اور مبادرت و جلدی کرنے والے ہو اس مال کے خرچ کرنے مین اس خوف سے کہ یہ یتیم بالغ ہون رشد کے ساتھ
پس تمپر بلا تاخیر کے لازم آوے کہ انکو انکے اموال سپرد کردو یعنے اس خوف سے مبادرت نہ کرو کہ یہ رشد سے بالغ ہوے تو سب دینا
پڑے گا۔ پس لاؤ بالفعل ہی کھا جاوین لہذا اسراف و بدار سے کھانا تو مطلقًا حرام کیا خواہ ولی اسکا تونگر ہو یا فقیر ہو اور بدون اسکے
تفصیل فرمائی کہ۔ وَمَنْ كَانَ مین الاولیاء غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ۔ ای لیعف عن مال الیتیم ویمتنع من اکلہ یعنی اولیاء مین
سے جو تونگر ہو اس کو چاہیے کہ استعفاف کرے۔ ای عفت اختیار کرے مال یتیم سے اور اسکو کھانے سے باز رہے۔ اور عفت بمعنے
باز رہنا اس چیز سے جو حلال نہین پس استعفاف تو عفت سے بھی زیادہ کمال مبالغہ ہی۔ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ۔ منہ۔
بِالْمَعْرُوْفِ۔ بقدر اجرۃ عملہ۔ اور جو فقیر ہو تو مال یتیم سے بقدر معروف کھاوے یعنی بقدر مزدوری۔ یعنی بالمعروف کی تفسیر
ہی کہ اپنے کام کی اجرت کے قدر کھاوے۔ اور ایساہی بخاری رح نے عائشہ رض سے روایت کیا پس مال یتیم مین اگر تجارت کرے یا اسکی زمین مین زراعت
کرے یا مانند اسکے تو دستور کے موافق جو کچھ ایسے کام کی کم سے کم مزدوری دیجاتی ہو اسقدر کھاوے اور ضامن نہ ہوگا اور نہ وہ اسپر
قرضہ رہے گا اور یہی قول حضرت عائشہ رض و ایک جماعت اہل علم مانند عطاء بن ابی رباح و عکرمہ و ابراہیم نخعی و حسن بصری وغیرہم کا ہی اور
انھین مین سے جو کہتے ہین کہ عوض نہ دینا پڑیگا بعض نے کہا کہ سخت ضرورت کے وقت بدون اجرت کام وغیرہ کے بقدر بچان بیری کھالیوے
اور بعض نے کہا کہ اجرت مثل اور قدر حاجت مین سے جو کم مقدار ہی وہ کھاوے بالجملہ اصحاب شافعی کے نزدیک یہی صحیح ہی کہ مال یتیم سے
جو بطور معروف کھایا اسکی ضمان لازم نہین ہی اور یہی جمہور فقہا کا قول ہی۔ اور ایک قوم نے فرمایا کہ فلیاکل بالمعروف سے مراد قرض ہی
کو حاجت کے وقت کھالیوے اور جب میسر آوے تو اسکی مثل دیدے اور یہ قول عمر بن الخطاب و ابن عباس و عبیدہ سلمانی و ابن جبیر و شعبی
و مجاہد و ابو العالیہ و اوزاعی وغیرہم سے مروی ہی چنانچہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ عمر رض نے مجھ سے فرمایا کہ مین نے
اپنے آپ کو اللہ تعالے کے مال مین یعنے خزانہ بیت المال مین بمنزلہ اس شخص کے قرار دیا ہی جو یتیم کا والی ہوتا ہی کہ اگر مجھے بہت ضرورت
پیش آئی تو مین اسمین سے بقدر ضرورت لیتا ہون پھر جب اللہ تعالے نے میرے ہاتھ آسانی دی تو جس قدر لیا اسقدر اسمین واپس رکھدیا
ہون اور اگر حاجت نہین ہوئی تو اس سے تعفف کرتا ہون رواہ سعید بن منصور قَالَ ابْنُ كَثِيْر باسناد صحیح ونحوہ ابن ابی الدنیا عن حارثہ
بن مضرب عنہ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ کمال پرہیزگاری و احتیاط ہی اور آیت کریمہ دلالت کرتی ہی کہ دستور کے موافق بقدر اجرت کار کھا لینا
بدون ضمان کے روا ہی وقد روی الامام احمد من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعا کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ میرے پاس کچھ مال نہین اور میری ولایت مین ایک یتیم ہی تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنے یتیم کے مال مین سے کھا درحالیکہ تو اسراف کرنے والا نہو
اور فضول برباد کرنے والا نہو اور نہ مال جمع کرنے والا ہو اور نہ اسکا مال دیکر اپنا مال بچانے والا ہو۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت مین فرمایا
کہ بطور معروف خرچ کرنے درحالیکہ تو اسراف کرنیوالا نہو۔ و رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ اور ایساہی مضمون ابن حبان و ابن مردویہ نے
جابر رض سے مرفوعا روایت کیا ہی۔ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ۔ ای الیتامی۔ پھر جب تمنے دیدیے انکو یعنے یتیموں کو یعنی اَمْوَالَهُمْ
فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ۔ انتم تسلموہا وبرئتم لئلا یقع اختلاف فترجعوا الی البینۃ وہذا امر ارشاد۔ انکے مال تو انپر گواہ کرلو۔ یعنے گواہ

کرلو اپنیراسکے کہ انھون نے وصول پایا تمھارے سپرد کرنے سے اور تم بری ہوئے تاکہ اختلاف نہ پڑے اور درصورت اختلاف پڑنے کے تم گواہون کی طرف رجوع کرو اور یہ حکم امر کا وجوب کے لیے نہین بلکہ امر ارشادی ہے یعنی دنیاوی کام مین یہ مصلحت بتلادیا کہ شرعی مواخذہ ظاہر سے تمھارے حق مین بچاؤ اسطرح ہے اور بیضاوی وغیرہ مین ہے کہ اس کلام مین دلیل ہے کہ جو متولی یتیم ہو اگر دعوی کرے کہ مین نے یتیم کو اس کا مال دیدیا اور یتیم وصول پانے سے انکار کرتا ہے تو اسکے قول کی بدون گواہون کے تصدیق نہوگی اور یہی امام شافعیؒ و مالکؒ کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے اسکے خلاف فرمایا ہے کیونکہ یتیم کے متولی کو اللہ تعالے نے امین قرار دیا ہے تو وہ ضمین نہین ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ۔ الباء زائدۃ یعنی باللہ کی باء زائد ہے عکبریؒ نے کہا کہ اسکا فائدہ یہہ ہے کہ امر کے معنی پر دلالت کرے کیونکہ تقدیر کلام یہ ہے اکتف باللہ ای اکتفا کر ساتھ اللہ تعالی کے حَسِيبًا حافظا لاعمال خلقہ محاسبہم۔ کہ وہ حافظ ہے اپنے مخلوق کے کامون کا اور ہے انکا حساب کرنیوالا ہے قیامت وغیرہ مین اور اس کلام مین وعید شدید ہے پس اولیاء یتیم تو ڈرین کہ انکا مال اسراف وغیرہ سے نہ کھاوین اور بلوغ پر دیدین اور درستی کو پیش نظر رکھین اور یتیمون کو تاریک ہے کہ وصول پاکر انکار نکرین اور شکر گزار رہین ف غرائس البیان مین ہے قولہ تعالی فان آنستم منہم رشدا۔ رشد سے یہان واللہ اعلم یہ اشارہ ہے کہ معرفت الٰہی اور اسکی محبت اور سنت رسول اللہ صلعم کے موافق اللہ تعالی کی راہ پر ثابت رہے اور بعض نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے طور پر سنت کا برتاؤ ہے اور بعض نے کہا کہ سنت طریقہ پر عبادت پر قائم رہے اور ابن عطارؒ نے کہا کہ رشید وہ ہے جو الہام و وسوسہ مین فرق کرے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ

مردون کے لیے حصہ ہے اسمین سے جو چھوڑ مرین ماں باپ اور ناتے والے اور عورتون کے لیے بھی حصہ ہے اسمین سے جو چھوڑ مرین

الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ○

ماں باپ اور ناتے والے اس تھوڑے مین سے یا بہت مین سے حصہ مقرر کیا ہو

ونزل رد الما کان علیہ الجاہلیۃ من عدم توریث النساء والصغار۔ نازل ہوا یہ کلام اس رسم کے رد کرنے کو جس پر اہل جاہلیت قائم تھے کہ میراث نہین دیتے عورتون کو اور نہ صغیر بچون کو مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر رحؒ نے ذکر کیا کہ سعید بن جبیرؒ و قتادہؒ نے کہا کہ مشرکون کا قاعدہ تھا کہ میراث کا تمام مال بالغ مردون کا کردیتے اور عورتون کو و اطفال کو اگرچہ لڑکے ہون کچھ نہین دلاتے پس یہ آیت نازل ہوئی اور ابن مردویہ نے جابرؓ سے روایت کی کہ ام کحہ آئی رسول اللہ صلعم کے پاس اور عرض کیا کہ میری دو بیٹیان ہین انکا باپ مرگیا اور انکے کھانے کو کچھ نہین ہے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی و سیاتی انشاء اللہ تعالے۔ اور معالم مین ذکر فرمایا کہ اوس بن ثابت انصاری نے وفات پائی اور تین بیٹیان چھوڑین اسکی جورو نے آکر رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اوس بن ثابت نے انتقال کیا اور اچھا مال چھوڑا جو سوید و عرفجہ اسکے چچازاد بھائیون نے لیا اب ان بیٹیون کے پاس کچھ کھانے کو نہین ہے اور حضرت صلعم سے سوید و عرفجہ نے کہا کہ یارسول اللہ اسکی ولاد گھوڑے پر سوار ہونیا اور دشمن کو دفع کرنے اور مشقت برداشت کرنے کے لائق نہین ہے پس یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اسکی بیٹیون کا حق مقرر فرمایا ہے تم اسکے مال کو ہاتھ نہ لگانا یہانتک کہ اسکی مقدار نازل ہو پھر اللہ تعالی نے نازل فرمایا۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ و عنقریب آئیگا مواریث مین شان نزول بطریق جید بیان ہوگا انشاء اللہ تعالی یہین سے بیضاویؒ نے کہا کہ خطاب پہلے آترا پھر اسکے بعد بیان نازل ہوا تو بیان کی تاخیر جائز ہونا ثابت ہوا قال المترجم اسقدر تو ائمہ حنفیہ بھی قائل ہین اور شاید اسمین تو کسیکو بوجہ وجیہ کلام ہو ہان خلاف اسمین البتہ ہے کہ ضرورت کے وقت سے بیان مین تاخیر ہونا جائز ہے یا نہین فافہم۔ لِلرِّجَالِ۔ الاولاد والاقارب۔ یعنی مردون سے عام مراد ہین خواہ اولاد ہون یا ناتے دار ہون اگرچہ استحقاق مین ایک دوسرے

کے بعد اپنی اپنی شرط سے ہوں جو آگے بیان ہوگی۔ نَصِيْبٌ۔ حظ۔ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ۔ المتوفون۔ مردوں کے لیے یعنی اولاد اور اقارب کے لیے حصہ ہے اس مال سے جو والدین و اقارب نے چھوڑا اپنے بعد وفات کے اور یہ ترک کے لفظ سے جو انکے محاورہ میں ایسے مقام پر موت کے بعد چھوڑنے پر بولا جاتا ہے مفہوم ہوا اور چونکہ اقربین کے ترکہ سے رجال کا حصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ رجال شامل ہیں اولاد و اقارب دونوں کو کیونکہ اقربین کا وارث بھی میت کا اقرب ہوگا کیونکہ یہ رشتہ دونوں طرف سے ہے۔ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ۔ نساء سے مراد مونث اولاد و ناتے دار ہیں خواہ بچہ ہوں حتی کہ میت کی وفات کے وقت حمل ہوں تو بھی وہ اس میراث کے مستحق ہونگے جیسے الرجال سے مراد مذکر ہیں خواہ طفل ہوں یا مراہق قریب بلوغ یا پورے مرد ہوں حتی کہ حمل پیٹ کو بھی شامل ہے اور یوں نہ فرمایا کہ وللنساء کذلک اس میں فتوی دینے کی تعلیم ہے کہ صاف بسط سے ہو اور حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت نے کلمہ جامعہ کو مفصل تین بار فرماتے تھے مِمَّا قَلَّ مِنْهُ۔ ای المال۔ اَوْ كَثُرَ۔ یہ بدل ہے قولہ مما ترک سے باعادہ حرف جار اور منہ کی ضمیر بدل منہ کی طرف راجع ہے اور چونکہ سبدل منہ سے مراد مال متروکہ ہے لہذا مفسر نے ضمیر کو مال کی طرف راجع کیا اور حاصل کلام یہ کہ میت کی اولاد یا ناتے دار خواہ مذکر ہوں یا مونث ہوں بشرطیکہ میت کی وفات کے وقت انکا وجود قطعی ہو اگرچہ نطفہ سے ہو انکو میت کے مال متروکہ میں سے خواہ مال قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ ہے پھر اس حصہ کو فرمایا۔ جعلہ اللہ۔ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا۔ یعنی کر دیا اسکو اللہ تعالی نے حصہ فرض کیا ہوا پس مفسر نے نصیبا کو جعلہ اللہ مقدر کا دوسرا مفعول قرار دیا اور معالم میں فرمایا کہ نصب اسکو بقطع ہے یعنے مفعول مطلق فعل محذوف کا ہے اور مفسر نے مفروض کی تفسیر کی ای مقطوعا بتسلیمہ الیہم۔ یعنے ان وارثوں کو اسکا سپرد کرنا مقطوع کیا گیا پس فرض بمعنے قطع لیا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ لغت میں فرض بمعنے قطع و تقدیر ہے جیسے قولہ فریضۃ من اللہ۔ جیسا ہم نے کہا ہے وسیاتی انشاء اللہ تعالی اور یہاں بمعنی قطع ہے اور ہمارے نزدیک فرض و واجب میں شرعا فرق ہے پس فرض وہ ہے جو بدلیل قطعی ثابت ہوا اور واجب میں گو ظن و گمان ہوتا ہے لیکن یہ امر بعد رسول اللہ صلعم کے پیدا ہوا ورنہ اسوقت دونوں متحد تھے۔ اور یہ فقط اعتقادی فرق ہے ورنہ عمل کرنا تو دونوں پر حتمی ہے اور شافعیہ نے یہ فرق نہیں کیا اور صحیح یہ ہے کہ یہ فرق معقول ہے اور شارح منہاج بیضاوی نے بھی اسکا اقرار کیا ہے پھر چونکہ آیت کریمہ میں یہ حصہ اللہ تعالے کی طرف سے مفروض ہے تو ثابت ہوا کہ وارثوں کے ساقط کرنے سے ساقط نہوگا اور اگر وارث خود اعراض کرے اور قبول نہ کرے تو مانند وصیت کے جو ساقط ہو جاتی ہے یہ ساقط نہوگا اور اگر ایک وارث نے بدون تقسیم و وصول کے اپنا حصہ اور وارثوں کو ہبہ کر دیا تو چاہیئے کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک صحیح نہو اسلیئے کہ اسمیں غیر مقسوم کا ہبہ ہے اور ہبہ مشاع انکے نزدیک باطل ہے فافہم

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا

اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت ناتے والے اور یتیم اور محتاج تو ان کو کچھ رزق دو اور کہو

لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا

ان کو بات معقول اور چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ کہ اگر چھوڑیں اپنے پیچھے اولاد ضعیف خوف کریں

عَلَيْهِمْ ص فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى

ان پر پس چاہیے کہ ڈریں اللہ سے اور کہیں بات سیدھی البتہ جو لوگ کھاتے ہیں یتیموں کے مالوں کو

ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝

ظلم سے یہی ہے کہ کھاتے ہیں اپنے پیٹوں میں آگ اور جلدی پہونچیں گے آگ میں

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ - للمیراث۔ ایسا ہی ابن عباسؓ وغیرہم سے روایت ہے یعنی قسمت و بٹوارہ سے مراد میراث کی تقسیم ہے اور اولی یہ ہے کہ لفظ ترکہ کہا جاوے جو سابق میں ضمناً مذکور ہوا اور یہاں الف لام سے معہود ہے اور ظاہر احضور سے مراد خود بخود حاضر ہونا موافق عادت کے ہے۔ اُولُوا الْقُرْبٰى - ذووالقرابة ممن لا یرث۔ یعنی صاحبان قرابت سے مراد وہ قرابتی ہیں جو میت کی میراث نہ پاوینگے خواہ اسوجہ سے کہ ایسے عصبہ ہیں جو دوسرے کے ہوتے ہوئے محروم ہیں یا ذوی الارحام ہیں کذا قیل بالجملہ اوپر کی آیت سے دلالت پائی گئی کہ میراث پانے والے اہل قرابت کے سوائے یہاں مراد ہیں اور یہی اکثر مفسرین نے کہا ہے۔ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ شیئا قبل القسمة (المعنی) اور جب بٹوارہ میراث میں ایسے صاحبان قرابت حاضر ہوں جو وارث نہونگے اور اطفال یتیم اور مساکین حاضر ہوں تو میراث میں سے بٹوارہ سے پہلے کچھ دیدو یعنی اوس مال متروکہ میں سے اس کے بانٹ لینے سے پہلے انکو کچھ دیدو اور یہ خطاب بالغ وارثان میت کو یا میت کے وصی کو ہے اور حاصل یہ کہ جب وارث بالغ ہوں اور ترکہ تقسیم ہونے کے وقت یہ لوگ جو مذکور ہوئے ہیں حاضر ہوں تو بانٹ لینے سے پہلے ترکہ میں سے انکو بھی کچھ دیدو کیونکہ بعد بانٹ لینے کے ہر ایک اپنے حصہ میں سے دے سکتا ہے پس ترکہ سے انکو کچھ نہیں ملیگا۔ وَقُوْلُوْا - ایہا الاولیاء لَهُمْ - اذا کان الورثة صغارا۔ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا - اور کہو اے اولیاء میت یا وصی میت ان حاضرین مذکورین سے جبکہ میت کے وارث نابالغ ہوں یا انمیں سے کوئی نابالغ ہو قول معروف یعنے قول جمیل باین طور کہ ان حاضرین سے عذر کرو کہ ہم کچھ دینے کے مالک نہیں ہمکو اختیار نہیں ہے کیونکہ وارث تو نابالغ ہیں چونکہ یہ امر پایا نہیں جاتا ہے تو مفسر نے اسمیں اختلافی اقوال یون بیان کیے کہ - قیل ہو منسوخ وقیل لا ولکن تہاون الناس فی ترکہ وعلیہ فہو ندب وعن ابن عباس واجب بعض نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہیں ہے ولیکن بات یہ ہوئی کہ لوگون نے تہاون کرکے اسکو چھوڑ دیا اور اس قول پر صیغہ امر جو آیت میں مذکور ہے استحباب کے لیے ہوگا یعنی مستحب ہے کہ انکو بھی کچھ دیدو پس لوگون نے استحباب چھوڑ دیا اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے مترجم کہتا ہے کہ وجہ اختلاف یہاں اسطرح ہے کہ فَارْزُقُوْهُمْ - کا امر وجوب کا ہے یا استحباب کا ہے اور یہ حکم بالغ وارثون کو ہے یا اوصیاء میت کو ہے خواہ وارث بالغ ہوں یا نابالغ پھر منسوخ ہے یا نہیں بلکہ محکم ہے اور روایات و اقوال مفسرین سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کی طرف جانے والے گئے ہیں چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے قولہ واذا حضر القسمة اولوا القربی الآیة - میں روایت کیا کہ یہ فرائض کے نازل ہونے سے پہلے تھا پھر اللہ تعالی نے فرائض کو نازل فرمایا پس ہر حقدار کو اسکا حق مفروض کر دیا پس صدقہ اسمیں رہا جو میت بیان کر جاوے۔ رواہ ابن مردویہ وقال رواہ ابن ابی حاتم من طریق عطاء عن ابن عباس نحوہ اور قول نسخ کو ابن مردویہ نے من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس بھی روایت کیا اور یہی قول قتادہ نے سعید ابن المسیب سے روایت کیا کما رواہ ابن ابی حاتم ورواہ مالک عن الزہری عن سعید رحمہ اللہ اور یہی قول عکرمہ و ابو الشعثاء و قاسم بن محمد و ابو صالح و ابو مالک و زید بن اسلم و ضحاک و عطاء خراسانی و ربیعہ بن ابی عبد الرحمن و مقاتل بن حیان سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور یہی مذہب جمہور فقہاء و چاروں مشہور اماموں ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد اور انکے اصحاب کا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ بعض نے اعتراض کیا کہ اہل قرابت سے غیر وارثین مراد ہیں اور حق انکا بوجہ میراث نہیں تا کہ کہا جاوے کہ آیت مواریث سے منسوخ ہے لیکن اگر کہا جاوے کہ اولوا القربی جو یہاں مذکور ہیں وہ وارثین ہیں تو نسخ کی وجہ البتہ ہو سکتی ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ نادانی ہے اور جواب یہ ہے کہ قائلین نسخ کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں واجب تھا کہ ترکہ میں سے ایک حصہ اہل قرابت غیر وارثین و یتامی و مساکین کو دیا جاوے اور اسوقت تک تمام ترکہ کی مفصل تقسیم وارد نہیں ہوئی تھی پھر جب مفصل تقسیم وارد ہوئی تو ہر ایک حقدار کا حال معلوم ہو گیا اور رہا وراثت میراث کے [illegible]

وصیت رہا کہ تہائی مال یا اس سے کم میں میت کسی کے واسطے وصیت کر جاوے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ کسی وارث کے حق میں وصیت نہیں ہے لقولہ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث نہیں وصیت کسی وارث کے لیے اور یہ حدیث صحیح حجت ہے کما صرح بہ ابن کثیر وغیرہ پھر جاننا چاہیے کہ حضرت ابن عباس رضی سے بیان روایات مختلف وارد ہوئی ہیں چنانچہ منسوخ ہونے کی روایات اوپر گذریں اور بعض روایات میں ہے کہ آیت محکم ہے اور بعض روایات میں ہے کہ مراد اس سے وصیت ہے چنانچہ بیان تفسیر سے معلوم ہوگا شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جب تقسیم ترکہ کے وقت صاحبان قرابت جو وارث نہیں ہونگے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انکو ترکہ سے ایک حصہ نکال دیا جاوے اور یہ ابتداء اسلام میں واجب تھا اور بعض نے فرمایا کہ یہ مستحب ہے پھر آپس میں اختلافی دو قول ہیں کہ آیا یہ منسوخ ہے یا نہیں تو عکرمہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یہ آیت محکمہ ہے منسوخ نہیں ہے وکذا رواہ سعید بن جبیر عن ابن عباس رواہ البخاری اور مقسم رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت قائمہ ہے اسپر عمل کیا جاوے رواہ ابن جریر اور مجاہد رح نے کہا کہ اہل میراث پر یہ واجب ہے کہ جہاں تک انکے دل کی خوشی ہے دیویں اور ایسا ہی حضرت ابن مسعود و ابو موسی وعبدالرحمن بن ابی بکر و ابو العالیہ و شعبی و حسن رح سے مروی ہے اور ابن سیرین و سعید بن جبیر و مکحول و ابراہیم نخعی وعطاء بن ابی رباح و زہری و یحیی بن یعمر نے کہا کہ یہ واجب ہے پھر ابن کثیر رح نے عبدالرزاق کی روایت سے ایراد کیا کہ عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق کے بیٹے عبداللہ نے اپنے باپ کی میراث تقسیم کی اور حضرت عائشہ رض زندہ تھیں پس انھوں نے احاطہ میں کوئی مسکین وقرابت دار نہیں چھوڑا مگر آنکہ اسکو اپنے باپ کی میراث سے کچھ دیا اور یہی آیت پڑھی واذا حضر القسمۃ اولوا القربی الآیۃ قاسم رح نے کہا کہ پھر میں نے ابن عباس سے ذکر کیا تو فرمایا کہ انھوں نے ٹھیک نہیں کیا یہ تو وصیت کے حق میں ہے یعنی میت جب ان لوگوں کے حق میں وصیت کر جاوے رواہ ابن ابی حاتم اور شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ امر مذکور استحباب کے لیے ہے اور یہی صحیح معتمد ہے اور بحسب دلیل وہ ارجح ہے جو مجاہد رح سے مروی ہے کیونکہ امر کے معنے اپنی اصل پر یہ ہیں کما لا یخفی اور امام محی السنۃ رح نے معالم میں بعض کا قول نقل کیا کہ تمام اقوال میں سے اولی یہ ہے کہ امر مذکور استحباب کا ہے وجوب کا نہیں ہے اور آیہ کریمہ منسوخ نہیں ہے اور بنابرین آیت کریمہ کے معنے یہ ہیں کہ تقسیم ترکہ کے وقت جب ایسے لوگ حاضر ہوں جو میت کے ناتے دار ہیں مگر وارث نہ ہونگے تو انکو کچھ دو تاکہ انکی دل شکستی نہ ہو اور یتیم آویں یا مساکین آویں تو انکو دو کہ سبب برکت ہے اور شکر نعمت ہے و تحقیق ای لیخف علی الیتامی - یعنی اور چاہیے کہ خوف کریں یتیموں پر - اَلَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا - ای قاربوا ان یترکوا - وہ لوگ کہ نزدیک پہونچے اسکے کہ چھوڑیں - مِنْ خَلْفِهِمْ - من بعد موتہم - اپنی موت کے بعد - ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا - اولاد صغیر - خَافُوْا عَلَيْهِمْ - الضیاع - خوف کریں انپر یعنے ضائع ہونے کا - فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ - فی امر الیتامی ولیاتوا الیہم ما یحبون ان یفعل بذریتہم من بعد موتہم - پس چاہیے کہ ڈریں اللہ تعالے سے یتیموں کے معاملہ میں اور چاہیے کہ بجا لاویں یتیموں کے ساتھ وہ بات جسکو چاہتے ہیں کہ انکی موت کے بعد انکی ذریت کے ساتھ برتی جاوے - وَلْيَقُوْلُوْا - للمیت - اور چاہیے کہ کہیں میت سے یعنی اسکی موت سے کچھ پہلے جبکہ اسپر موت کے آثار ظاہر ہوں اور وہ وصیت وغیرہ کرنے لگے - قَوْلًا سَدِيْدًا - صوابا بان یامروہ ان یتصدق بدون ثلثہ ویدع الباقی لورثتہ ولا یدعہم عالۃ - قول صواب بایں طور کہ میت کو سمجھا دیں کہ اسکے ترکہ میں سے تہائی مال جسکے صدقہ کرنیکا اسکو اختیار ہے اس تہائی سے کم کو صدقہ کرے اور باقی کو اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ جاوے اور یہ نکرے کہ وارثوں کو محتاج چھوڑے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالی نے لوگوں کو ارشاد کیا خصوص ایسے لوگوں کو جو اولاد چھوڑ کر مرنے کے قریب پہونچے ہیں کہ تمھارے مرنے کے بعد تم اپنی ذریات سے جو برتاؤ چاہتے ہو وہی تم بھی اپنی حیات میں یتیموں کے حال پر کیا کرو ف مفسر رح نے یہ خطاب عام قرار دیا کہ یتیم کے متولی اور غیر متولی سب کو ہے اور لو ترکوا - بجاے قاربوا

ان ترکوا کے اس فائدہ کے واسطے ہو کہ مرنا امر یقینی ہو پس مفروض مقدر بمنزلہ واقع کے سمجھنا چاہیے اور خافوا کا مفعول محذوف ہو ای ضیاع یعنے برباد و ضائع و تباہ ہونا اور بدون ثلثہ یعنے کم اپنی تہائی سے اور تہائی کو میت کی طرف مضاف کیا اسلیے کہ بعد موت کے سوائے تہائی کے باقی کل مال بفرض الٰہی وارثان میت کا ہو جاتا ہو میت کا حق اس سے منقطع ہو جاتا ہو حتیٰ کہ اگر تہائی سے زیادہ کی وصیت کر کے مرے تو تہائی کی مقدار میں نافذ ہو گی زیادہ میں باطل ہو الا آنکہ وارث لوگ اپنی طرف سے اجازت دیدیں اور یہ اجماعی مسئلہ ہو پھر چونکہ حضرت صلعم نے سعد بن ابی وقاص کو فرمایا ہو کہ تہائی پوری بھی بہت ہو اور یہ بھی فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو تونگر چھوڑے تو بہتر ہو اس سے کہ تو محتاج چھوڑ جاوے کہ لوگون کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھرین جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی حدیث مین ہو لہذا علما نے کہا ہو کہ تہائی سے کمی ہونا وصیت مین مستحب ہو اسی بنا پر مفسر نے تفسیر کی ہو اور تہائی سے کم وصیت بھی جبھی ہو کہ مال بہت کثیر ہو ورنہ میت کو بالکل وصیت نہ کرنے کی فہمائش قول سدید ہو گی چنانچہ ابن عطیہ نے فرمایا کہ آدمی اگر وارثون کو بالغ و تونگر خود کمائی والا چھوڑے تو اسکو وصیت پر آمادگی دلانا قول سدید ہو کیونکہ اُس کے حق مین یہ بہتر ہو اور اگر نابالغ یا محتاج ہون تو تہائی سے کم کی وصیت کیسی بالکل وصیت نہ کرنے پر آمادہ کرنا قول صواب ہو کیونکہ قرابت محتاج کو پہونچنے مین مساکین سے زیادہ ثواب ہو - پھر واضح ہو کہ اس خطاب مین بھی مفسرین کا اختلاف ہو چنانچہ بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ قولہ ولیخش الذین لو ترکوا من خلفہم ذریۃ ضعافا خافوا علیہم یہ حکم ہو ان لوگون کو جنکو میت نے اپنی اولاد یتیم پر وصی مقرر کیا اور غور و پرداخت کی وصیت کر گیا ہو یعنے ان لوگون کو چاہیے کہ یتیمون کے معاملہ مین اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہین اور انکے ساتھ ایسے برتاؤ کرین جیسا اپنے مرنے کے بعد اپنی اولاد سے دوسرون کا برتاؤ چاہتے ہین - یا یہ حکم ان لوگون کو ہو جو مریض کی وصیت کرنے کے وقت حاضر ہون یا یہ کہ لینے ڈرین اللہ تعالیٰ سے یا خوف کرین اولاد مریض پر اور اپنی اولاد کے موافق شفقت کرین پس مریض کو ایسی وصیت نہ کرنے دین جو وارثون کے حق مین مضرت پہونچاوے کہ وہ بیچارے چھوٹے چھوٹے بچے مارے مارے پھرین اور علی بن ابی طلحہؓ نے ابن عباسؓ سے یہی معنے روایت کیے اور ایسا ہی مجاہد و بہتیرے سلف نے فرمایا ہو ذکرہ ابن کثیر اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہو اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب وارثون کو ہو یعنے صدقہا را قارب و یتیم و مساکین جو وقت تقسیم ترکہ کے حاضر ہون ان پر شفقت کرین یہ تصور کر کے کہ اگر انکی اولاد انکے پیچھے اس طرح چھوٹتی تو انکا محروم ہونا پسند نکرتے اور مترجم کہتا ہو کہ گویا یہ ربط ماخوذ ہو اصل قصہ اوس بن ثابت اور محرومیت انکی اولاد و ضبط مال بدست عرفجہ و سوید اور دعوی ام کجہ و اولاد سے فلیتامل - اور بعض نے کہا کہ خود مریضون کو خطاب ہو کہ وارثون پر نظر رکھین اور وصیت کرنے مین اسراف نہ کرین - بیضاوی نے فرمایا کہ لفظ لو ترکوا الی آخرہ صلہ قرار دیا الذین کا یعنے آنکہ ولیخش الذین حالہم وصفتہم انہم لو شارفوا ان یخلفوا ذریۃ ضعافا خافوا علیہم الضیاع - اور اسی امر کو مرتب کرنے مین اس سے مقصود کا اور اسمین علت کا اشارہ ہو اور ترحم پر آمادگی دلانا اور جو اس سے مخالفت کرے اسکو اسکی اولاد کے حال سے تہدید ہو یعنی اسکی اولاد کے ساتھ بھی یہی ہو گا جو خود دوسرے کی اولاد سے کرتا ہو قال تعالیٰ فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولا سدیدا پہلے تو انکو خشیۃ کا حکم دیا پھر تقوی کا حکم کیا جو انتہا خشیہ ہو بر عایت مسید و منتہی اسواسطے کہ اول بدون ثانی کے نافع نہین ہو پھر قول سدید مین بھی موافق اقوال مذکورہ بالا کے مختلف تفاسیر ہین یعنے وصی لوگ یتیمون سے ایسی باتین شفقت و حسن ادب کی کہین جیسے اپنی اولاد کے حق مین پسند کرتے ہین - یا مریض سے سامعین ایسی باتین کہین جس سے وہ وصیت مین اسراف نکرے اور وارثون کو برباد نہ کرے اور بعض نے کہا کہ قول سدید یہ کہ میت کو کلمہ شہادت و توبہ یاد دلا دین اور بعض نے کہا کہ جو مساکین و یتیم و محتاج اقارب سے ہین کچھ دیکر زیادہ کے واسطے اچھی باتون سے عذر کرین اور اگر بوجہ صغیر وارث ہونے کے نہین دیا تو اچھا وعدہ بھی کرین کہ ہم تو مختار نہین معذور رہین اور یہ صغیر وارث عنقریب بالغ ہو جاوے تو دیگا

تو آپ صاحبون کا حق پہچانینگے - یا وصیت کے بارہ مین ایسا قول کہین جو تہائی سے متجاوز نہ ہونے کو اور وارثون کے ضائع کرنے کو موذی
نہو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگر وارثان میت تو نگر ہون انکو پروا نہ ہو تو میت کے واسطے مستحب ہی کہ وصیت مین اپنی پوری تہائی کو دیوے
اور اگر فقیر ہون تو مستحب ہی کہ تہائی سے کمی کرے اور بعض نے فرمایا کہ آیت سے مراد یہ ہی کہ چاہیے کہ ڈرین اللہ تعالی سے یتیمون کے مال سے
معاملت مین اور اسکو اسراف و بدار کے طور پر نہ کھا جاوین حکاہ ابن جریر من طریق العوفی عن ابن عباس اور یہ قول بھی خوب ہی اسکی تائید اسکے
مابعد سے حاصل ہوتی ہی جس مین اموال یتیمان کھانے پر تہدید ہی چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى
ظُلْمًا - بغیر حق - جو لوگ کہ یتیمون کے مال ظلم سے یعنے ناحق کھا جاتے ہین - اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا
وہ تو اپنے پیٹون مین یہی آگ کھاتے ہین یعنے بھرتے ہین - سراج مین کہا کہ فی بطونہم بمعنے ملأ بطونہم یعنی بھر پیٹ بنابر محاورہ عرب
کے ہی چنانچہ بولتے ہین - اکل فلان فی بطنہ او فی بعض بطنہ یعنے پورا پیٹ کھایا یا تھوڑا پیٹ کھایا - معنے یہ کہ بات یہی ہی کہ وہ لوگ
کھاتے ہین بھر پیٹ آگ - کیونکہ جو کھاتے ہین انجام کار مین وہ آگ ہوگا - اور یہ دو معنے کو محتمل ہی ایک یہ کہ اسوقت جو وہ ماکول معلوم
ہوتا ہی درحقیقت آگ ہی کہ مآل کار مین اس کا ظہور ہوگا اور یہ قول بنا بر اسکے کہ جو امور نماز و روزہ وغیرہ کے مانند اعراض معلوم ہوتے ہین انکے
واسطے حقائق ہین چنانچہ نماز کا قیامت مین آنا اور روزہ کا جھگڑنا اور سورہائے قرآنی کا بصورت پارۂ ابر و نور ہونا جو کثرت سے مذکور ہی
اس گروہ کا موید ہی اور یہی مفسر رحؒ نے بدور سافرہ اپنی کتاب مین محقق کہا ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ یہ مراد ہو کہ یہان کھانے پر انجام کار عذاب
ہوگا آگ دوزخ سے پس بفعل آتش دوزخ پہونچنے کا سبب ہو ایس مجازاً سبب کی تعبیر مسبب سے کردی - اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ
صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بچے رہو سات چیزون سے جو ہلاک و تباہ کرنے والی ہین عرض کیا گیا
کہ یا رسول اللہ وہ کون کون چیزین ہین فرمایا یک اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنا دوم سحر کرنا سوم قتل کرنا اس نفس کو جس کو اللہ تعالے نے
حرام کیا ہی الا یا بنطور کہ حق کے ساتھ قتل کیا جاوے چہارم بیاج کھانا پنجم مال یتیم کھانا ششم کفار سے لڑائی و جہاد کے وقت بھاگنا
ہفتم شوہر دار عورتون مومنہ کو جو بیچاری غافل ہین زناکاری کی تہمت لگانا - اور سدیؒ نے فرمایا کہ مال یتیم کھانے والا قیامت کے روز اس
حال سے اٹھایا جائیگا کہ آگ کی لپٹ اسکے منہ سے نکلتی ہوگی اور اسکے کانون و ناک و آنکھون سے نکلتی ہوگی جو اس کو دیکھے گا پہچان جائیگا
کہ یہ مال یتیم کھانے والا ہی - اور ابو برزۃ الاسلمی رضی سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک قوم اپنی قبرون سے نکلیگی
اس حال سے کہ آگ انکے منہون سے دھکتی ہوگی - عرض کیا گیا کہ یہ کون لوگ ہونگے یا رسول اللہ فرمایا کہ تونہین دیکھتا کہ اللہ تعالی نے فرمایا
ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیۃ رواہ ابن مردویہ و ابن ابی حاتم و ابن حبان فی صحیحہ و قد اخرجہ الطبرانی و ابو یعلی و ابن ابی شیبہ
اور بہاری اور آثار و احادیث مال یتیم کھانے والے کی مذمت مین بہت ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ مین ابن عباسؓ سے
روایت مذکور ہو چکی ہی کہ جب قولہ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیہ - اتری تو جسکے پاس جو کوئی یتیم تھا اسنے اسکا کھانا اپنے
کھانے سے الگ کیا اور اسکا پینا اپنے پینے سے الگ کیا پھر یتیم کے کھانے پینے سے جو کچھ بچ رہتا وہ رکھ چھوڑا جاتا یہانتک کہ یتیم ہی اس کو کھاتا
یا وہ بگڑ جاتا پس یہ برتاؤ انپر بہت گران گذرا پس انھون نے رسول اللہ صلعم سے ذکر کیا تب اللہ تعالی نے وہ آیت نازل فرمائی جو سورۂ بقرہ
مین ہی و یسئلونک عن الیتامی قل اصلاح لہم خیر الآیۃ - پھر ان لوگون نے انکا کھانا پینا اپنے ساتھ ملایا - وَسَيَصْلَوْنَ
بالبناء للفاعل و المفعول یدخلون - یعنے ابن عامر و شعبہ نے بضم یای پڑھا بر بنا مفعول بمعنے یدخلون مجہول یعنی داخل کیے جاوینگے

اور باقیون نے بفتح یا بر بنار فاعل پڑھا ای یدخلون معروف یعنے داخل ہونگے۔ سَعِيْرًا - نار شدیدة یحترقون فیہا۔ (المعنی) اور ایسے مال یتیم کھانے والے عنقریب داخل ہونگے ایسی سخت آگ مین جسمین جلتے رہینگے محی السنہ نے معالم مین کہا کہ سیصلون بفتح یا از صلی النار یصلی صلیا۔ قال تعالیٰ سیصلی نارًا ذات لہب - اور فرمایا الا من ھو صال الجحیم - اور پھر زید بن اسلم رحمہ نے کہا کہ یہ کلام مذمت مشرکون کی ہو جو یتیمون کو میراث نہین دیتے تھے اور انکے مال کھا لیتے تھے مترجم کہتا ہو کہ مراد یہ ہو کہ ظلم سے اموال یتامی کھانے کے معنی وہ ہین جو مشرک و کفار کرتے تھے کہ جو شخص مرگیا اگر اسکی اولاد یتیم صغیر رہی تو انکو کچھ میراث نہین دیتے تھے بلکہ انکا حق مارکر خود کھاتے تھے پس اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان گمراہون کی حالت و بدانجام بیان فرمایا کہ اہل اسلام ایسا نہ کرین اور حدیث مین ہو کہ سعید وہ ہو جو غیر سے نصیحت پکڑے مترجم کہتا ہو کہ آگے اللہ عزوجل نے میراث والون مین سے ہر ایک کے حصص بیان فرمائے اور تقسیم ترکہ کا حال بھی اس سے ثابت ہوا اور

چونکہ حدیث صحیح مین ترکہ و تقسیم کے علم کو آدھا علم فرمایا ہو لہذا مترجم چاہتا ہو کہ آسان طور پر بیان کردے

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ

اللہ تعالیٰ وصیت کرتا ہو تم کو تمہاری اولاد مین مذکر اولاد کو دو مونث اولاد کے برابر حصہ پھر اگر ستری مونث ہون

اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ

دو سے اوپر تو انکو دو تہائی ترکہ کے اور اگر ایک مونث ہو تو اس کے لیے آدھا ترکہ ہو اور میت کے والدین مین

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ اس تمام کا جو چھوڑا بشرطیکہ میت کا کوئی اولاد لڑکا لڑکی ہو اور اگر میت کی کوئی اولاد نہو

وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ

اور ماں باپ ہی اسکے وارث ہوے تو اس کی ماں کو تہائی اور اگر میت کے کئی بھائی ہون تو اسکی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہو بعد اس

وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ

وصیت کے جو کسی کو دلوا مرا ہو یا بعد قرضہ دینے کے

يُوْصِيْكُمُ - یامرکم - حکم دیتا ہو تم کو - اللّٰهُ فِيْٓ - شان - اَوْلَادِكُمْ - اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے حق مین یعنے جو آگے ذکر فرمایا ہو کہ - لِلذَّكَرِ منہم - مذکر کے لیے ان اولاد مین سے مِثْلُ حَظِّ - نصیب - الْاُنْثَيَيْنِ - اذا اجتمعا معہ فلہ نصف المال ولہما النصف فان کان معہ واحدة فلہا الثلث ولہ الثلثان وان انفرد حاز المال برابر حصہ دو مونث کے ہو مفسر رحمہ نے کہا چنانچہ اگر جمع ہون دو مونث ایک مذکر کے ساتھ مین تو مذکر کو نصف اور دونون مونث کو نصف مال ملیگا اگر ایک مذکر اور ایک مونث ہو تو مونث کو تہائی اور مذکر کو دو تہائی ملیگا اور اگر مذکر تنہا ہو تو سب مال سمیٹ لیگا - فَاِنْ كُنَّ - ای اولاد - یعنی کن کا اسم اولاد جمع ولید اور کن بصیغہ مونث برعایت خبر کے ہو یا اولاد بتاویل مولود ات اسم ہو - نِسَآءً فقط - پھر اگر اولاد عورتین ہون فقط اور کوئی مرد نہ ہو - فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ - دو سے اوپر تو انکے لیے دو تہائی اس مال کا جو چھوڑا ہو میت نے احتمال اگر اولاد مین سے فقط دو بیٹیان ہی ہون اگر دو سے اوپر ہون تو انکے لیے دو تہائی ہو قال المترجم دیکھ ظاہر مفہوم یہ تھا کہ دو تہائی کا حصہ دو سے زائد کے لیے ہو پس دو کے واسطے نہ ہوگا جیسا کہ ابن عباس رضہ سے مروی ہو حالانکہ دو عورتون کے واسطے بھی دو تہائی ہونے کا مذہب ہو تو مفسر رحمہ نے بیان کیا کہ وکذا الاثنتان لانہ للاختین بقولہ فلہما الثلثان مما ترک فہما اولے اور یہی

حصہ دو تہائی کا دو دختروں کے واسطے بھی ہے کیونکہ دو تہائی تو دو بہنوں کی میراث ہے بدلیل قولہ تعالٰے فلہما الثلثان مما ترک ۔ تو دو دختر کا استحقاق بدرجہ اولی ہوگا کیونکہ بہ نسبت بہن کے دختر نسبی قرابت میں میت کی طرف بہت متصل ہے ۔ یہ قیاس ہے اور دوسرا یہ کہ ولان البنت تستحق الثلث مع الذکر فمع الانثی اولی ۔ اور اس دلیل سے کہ دختر تو مذکر یعنی پسر کے ساتھ میں تہائی کی مستحق ہوتی ہے تو دوسری مونث کے ساتھ میں بدرجۂ اولے تہائی کی مستحق ہوگی پس ہر ایک دختر کو دوسری دختر کے ساتھ میں تہائی کا استحقاق ہوا تو دونوں کے لیے دو تہائی ترکہ ہوا ۔ اب رہا جواب اسکا کہ آیت میں فوق کا لفظ کس حکمت سے مذکور ہے تو مفسر رح نے کہا ۔ وفوق قیل صلۃ ۔ یعنے فوق کی لفظ کی نسبت بعض نے جواب دیا کہ یہ صلہ ہے یعنی زائد ہے بول چال کے محاورہ میں یوں بولا جاتا ہے اور اوپر کے معنے باطل کے معنے مراد نہیں ہیں وقیل لدفع توہم زیادۃ النصیب بزیادۃ العدد لما فہم استحقاق البنتین الثلثین من جعل الثلث للواحدۃ مع الذکر ۔ اور بعض نے کہا کہ فوق کا لفظ اسواسطے ہے کہ یہ وہم دور ہو کہ حصوں کی زیادتی تعداد کی زیادتی پر ہوتی جاویگی یعنی ایک کو ایک تہائی پھر دو کو دو تہائی اور تین کو تین تہائی یعنے کل مال ملجائیگا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ دو ہوں یا زائد انکو دو تہائی ہی ملیگا اور وہم کا منشا یہ تھا کہ دو کا استحقاق دو تہائی مال کا جبھی سے سمجھ لیا گیا تھا کہ مذکر کے ساتھ ایک کو ایک تہائی ملا تھا ۔ وَاِنْ كَانَتْ ۔ المولودۃ ۔ وَاحِدَةً ۔ وفے قراءۃ بالرفع فکان تامۃ یعنے کانت کا اسم مولود دختر ہے پس واحدہ کو نصب بنا بر خبر ہونے کے ہے اور کانت افعال ناقصہ میں سے ہے اور نافع کی قراءۃ میں واحدۃ کو رفع ہے تو معنے حصلت واحدۃ ہے پس کان تامہ ہوگا ۔ اور حاصل معنے یہ کہ اگر دختر اکیلی ہو پسر یا کوئی دوسری دختر اسکے ساتھ نہو تو فَلَهَا النِّصْفُ ۔ اس کے واسطے نصف ترکہ ہے پس حاصل یہ کہ اولاد میں مذکر کو مونث سے دو چند جبکہ دختر ہو ورنہ پسر کو کل مل جائیگا جبکہ کوئی فرضی حقدار نہو اور اگر پسر نہو بلکہ اکیلی دختر ہو تو اس کو نصف ملے اور اگر دو دختر ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی ملے ۔ اب سوائے اولاد کے دیگر قرابتوں کو بیان کیا چنانچہ والدین کی نسبت فرمایا ۔ وَلِاَبَوَيْهِ ۔ ای المیت ۔ یعنی ضمیر راجع بجانب میت ہے داخنی اور میت کے والدین کے لیے یعنی دونوں کے مجموعہ کے لیے نہیں بلکہ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا ۔ دونوں میں سے ہر ایک کے لیے السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ ۔ چھٹا حصہ اس مال کا جو میت نے چھوڑا ۔ مگر یہ چھٹا حصہ اس شرط سے کہ ۔ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ذکر او انثی اگر میت کا کوئی فرزند موجود ہو خواہ پسر ہو یا دختر ہو ۔ ونکتۃ البدل افادۃ انہما لا یشترکان فیہ مفسر رح نے کہا کہ لابویہ سے لکل واحد منہما ۔ کو بدل کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ معلوم ہوجاوے کہ والدین دونوں ملکر چھٹے حصہ میں مشترک نہیں ہیں ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بہت ضعیف نکتہ بیان ہوا کیونکہ سدس کی جگہ سدسان کہنے سے بھی بدون بدل کے فائدہ حاصل تھا میرے نزدیک یوں کہنا اولی ہے کہ بدون بدل کے کیونکہ اگر سدس ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دونوں اس حصہ میں شریک ہونگے اور اگر سدسان ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دو چھٹے حصہ میں شریک ہیں لیکن مرد وعورت کی شرکت میں زیادہ احتمال تھا کہ باپ کو ماں سے دو چند ہوگا جیسے پسر کو دختر سے بحکم للذکر مثل حظ الانثیین ۔ یا بھائی کو بہنوں سے اسی حساب سے ملتا ہے پس صرف بدل سے یہ وہم دور کیا فافہم پھر مفسر رح نے افادہ فرمایا کہ والحق بالولد ولد الابن وبالاب الجد ۔ اور لاحق کیا گیا فرزند کے ساتھ پسر کا فرزند خواہ لڑکی یا لڑکا یعنے اگر پسر ہو تو اسکا فرزند بمنزلہ میت کے فرزند کے ہوگا لیکن دختر کا فرزند ایسا نہوگا کیونکہ وہ میت کے داماد کا نطفہ ہوگا اور بمنزلہ لاحق کیا گیا باپ کے ساتھ دادا یعنے باپ نہ ہو بلکہ دادا اسکا ہو تو بمنزلہ باپ کے ہے ۔ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ ۔ فقط ۔ او مع زوج ۔ پھر اگر میت کا کوئی فرزند نہو اور وارث ہوئے اسکے دونوں ماں وباپ خواہ فقط یا مع زوج کے یعنی جفت کے پس اگر مرد مرا تو جفت اسکی زوجہ ہے یا عورت مری تو جفت اسکا شوہر ہے پس والدین کے ساتھ میں میت کا جفت ہو

ربع

فَلِاُمِّهِ - بضم الہمزۃ - یعنی ام بضم ہمزہ اکثرون کی قرات ہی - اور حمزہ و کسائی نے اِمہ بکسر ہمزہ پڑھا - الثُّلُثُ - تو اسکی ماں کے واسطے ایک تہائی ہی - ای ثلث المال او ما بقی بعد الزوج والباقی للاب - اور تہائی سے یا تو یہ مراد ہی کہ کل مال کی تہائی ہی سو اگر باپ فقط ہو تو بالاتفاق ماں کو کل مال کی تہائی ملیگی اور زوج کے ساتھ ہو تو بھی ابن عباسؓ کے نزدیک یہی حکم ہی اور جمہور کے نزدیک زوج کا حصہ نکال لینے کے بعد باقی مال کی تہائی ماں کو اور دو تہائی باپ کو ملیگا پس حاصل یہ نکلا کہ والدین بہرحال وارث ہیں پس اگر میت کے اولاد بھی ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا پھر اگر باقی حصہ داروں کو دیکر کچھ بچا تو وہ فقط باپ کو ملجاویگا - اور اگر اولاد میت نہو تو دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو فقط والدین ہیں یا میت کا جفت بھی موجود ہی پس ایسی صورت میں حکم یہ ہی کہ میت کے ماں کے واسطے تہائی ہی لیکن جبکہ میت کا شوہر یا میت کی زوجہ ہو تو ابن عباس کے نزدیک ماں کو کل کی تہائی ملے گی اور جمہور کے نزدیک جفت کا حصہ دیکر باقی مال کی تہائی ملیگا اور اگر یہ نہیں بلکہ میت کا بھائی بہن ہوں - تو فرمایا - فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ - ای اثنان فصاعدا ذکورا او اناثا - فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ پھر اگر میت کے اخوۃ یعنے بھائی بہن ہوں - یعنے دو ہوں یا زیادہ ہوں تو ماں کے لیے چھٹا حصہ ہی اور ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ دو پر حکم نہیں کیونکہ اخوۃ جمع ہی کم سے کم تین عدد ہونگے اور جمہور نے کہا کہ دو کا بھی یہی حکم ہی خواہ مذکر ہوں یعنی بھائی ہوں یا مونث ہوں یعنے بہنیں ہوں بہرحال ماں کے لیے چھٹا حصہ کا حکم ہوگا اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نہیں یہ جبھی ہی کہ بھائی ہوں والباقی للاب ولا شئی للاخوۃ یعنی اسکی ماں کو چھٹا حصہ دیکر باقی سب مال باپ کا ہوگا اور اخوہ کو کچھ نہیں ملیگا اور یہی جمہور کا قول ہی اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انکو بھی چھٹا ملے کیونکہ ان لوگوں کی ذات سے انکی ماں بیچاری کو تہائی سے چھٹا ہوگیا پس ایک چھٹے کا اسکو نقصان ہوا وہی ان لوگوں کو ملے گا اور باقی دو تہائی باپ کو ملیگا پھر یہ سب میراث مذکور بعد ادائے وصیت و قرضہ کے ہی چنانچہ مفسرؒ نے ربط دیا کہ وارث من ذکر ما ذکر مِنْۢ بَعْدِ تنفیذ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ - بالبناء للفاعل والمفعول - بِهَآ - اور وارث ہونا ان اشخاص مذکورہ کا حصص مذکورہ کو بعد نافذ کیے جانے وصیت کے جس کے ساتھ میت نے وصیت کی یا وصیت کی گئی ہی پس یوصی اکثروں کی قراۃ میں بصیغہ معروف بربناء فاعل ہی اور ابن کثیر وابن عامر و ابوبکر و عاصم نے بضم اول و فتح صاد بربناء مفعول یعنے بصیغہ مجہول پڑھا اور حفص نے یہاں مانند جمہور کے اور آئندہ مانند ان بعض مذکور کے پڑھا ہی حاصل آنکہ میراث مذکور بعد دو امر کے ہی ایک بعد تنفیذ وصیت جو میت کر گیا ہی اور دوم - اَوْ - مِنْ بعد قضاء دَيْنٍ - علیہ - ادا کرنے قرضہ کے جو میت پر آتا ہو - پھر اگر کچھ قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو مذہب یہ ہی کہ اول قرضہ ادا کیا جاوے پھر باقی کی تہائی سے وصیت نافذ کی جاوے پھر بچا ہوا میراث ہی - اگر کہا جاوے کہ وصیت تو قرضہ پر مقدم مذکور ہی تم کیونکر کہتے ہو کہ پہلے قرضہ ادا کیا جاوے تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ وتقدیم الوصیۃ علی الدین وان کانت موخرۃ عنہ فی الوفاء للاہتمام بہا اور مقدم کرنا وصیت کا قرضہ پر جیسا آیۃ کریمہ میں اگرچہ وہ نافذ کیے جانے میں پیچھے ہی تو فقط اسوجہ سے کہ لوگ اسکا اہتمام رکھیں ضائع نہ کریں اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علمائے سلف و خلف نے اجماع کیا ہی کہ قرضہ ادا کرنا وصیت جاری کرنے سے مقدم ہی اور یہ انکے نزدیک امعان نظر سے آیت کریمہ کے فحوی سے ثابت ہی واضح ہو کہ آیت میراث یہی ہی اور آنحضرت صلعم نے اسکو نصف العلم فرمایا ابن عیینہؒ نے کہا کہ اسکو نصف اسلیے کہا کہ آدمی سب مبتلا ہوتے ہیں - ابن مسعود رضؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا سیکھو فرائض اور سکھلاؤ لوگوں کو کہ میں ایک مرد ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھکو وفات دینے والا ہی اور عنقریب علم لوگوں سے لیا جائیگا اور فتنے پھیلیں گے حتی کہ دو آدمی فرائض میں جھگڑینگے اور کوئی ایسا نہ پاوینگے جو انمیں فیصلہ کردے رواہ الحاکم والبیہقی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سیکھو فرائض اور وہ لوگوں کو سکھلاؤ کیونکہ وہ نصف علم ہی اور یہی سب سے پہلے میری امت سے نکال لیا جائیگا رواہ الحاکم والبیہقی وابن ماجہ

ودارقطنی اور ایک جماعت صحابہ وتابعین سے اسکی ترغیب میں آثار وارد ہین مجھے زیادہ تطویل کی گنجایش نہین یہی کافی ہے کہ اس علم کا فضل وکمال
دربارہ اجر وثواب کلام الٓہی واسکے برگزیدہ رسول رسول پاک کے صحابہ وتابعین ومجتہدین امت سے ثابت ہے لہٰذا مترجم نے چاہا کہ ان آیات
کی تفسیر مین اسطرح بیان کردے کہ اہل بیان وصلحاء امت اس سے واقف ہوکر فرائض کے جاننے والون مین داخل ہوکر ثواب جمیل کے سزاوار ہوجاوین
اگرچہ تمام تفصیل سے بیان معذوری ہے تاہم قدر کافی انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہو جائیگی اول اس آیت کریمہ کا سبب نزول جابرؓ سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلعم وابوبکرؓ نے پیدل آکر بنی سلمہ مین میری عیادت کی اس حال مین کہ مین بیہوشی سے کچھ نہین سمجھتا تھا پس پانی منگاکر وضو فرماکر مجھپر
چھڑکا کہ مین ہوش مین آیا پس مین نے عرض کیا کہ مجھے آپ کیا حکم دیتے ہین اپنے مال مین کیا کرون پس نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیات
رواہ البخاری ومسلم والنسائی والجماعۃ کلہم شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کے حق مین اس سورہ کی آخری آیت درباب
کلالہ اُتری ہے جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور اظہر سبب نزول اس آیت کا وہ ہے جو نقلین جابرؓ سے روایت ہے کہ سعد بن الربیعؓ کی جورو آکی رسول اللہ
صلعم کی حضور مین اور عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ لڑکیاں دونون دختران سعد بن الربیع ہین جو اُحد مین آپکے ہمراہ شہید ہوا اور ان دونون کے
چچا نے تمام مال لے لیا انکے لیے کچھ نہین چھوڑا اور ایسے کوئی نکاح نکریگا جبتک انکے پاس مال ہو پس آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اسمین حکم فرماویگا
پس نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ پس رسول اللہ صلعم نے دختران مذکورہ کے چچا کو کہلا بھیجا کہ دختران سعدؓ کو دوتہائی اور ان دونون
کی مان کو آٹھوان حصہ دیدے اور باقی تیرا ہے رواہ احمد وابوداؤد وابن ابی شیبہ وابن ماجہ وابویعلی وابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ والحاکم والبیہقی و
الترمذی وقال لایعرف الامن حدیث عبداللہ بن محمد بن عقیل اور وہ ثقہ ضابط ہین اب آیات کریمہ کو انکی تفسیر و فوائد سے کان کھولکر سننا چاہیے
قال تعالیٰ یوصیکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ تمکو وصیت کرتا ہے فی اولادکم۔ تمھاری اولاد کے بارہ مین ومراد وصیت کرنے سے حکم کرنا ہے اسکو وصیت
سے تعبیر فرمایا اسمین بعض اہل استنباط نے نکتہ نکالا ہے کہ بندون کے مان وباپ کو خود انکی اپنی اولاد کے حق مین وصیت کی لوٹا ہے کہ وہ تعالیٰ اپنے
بندون پر اس سے زیادہ مہربان ہے جسقدر مان باپ اپنی اولاد پر ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون پر اس سے کہین
زیادہ مہربان ہے جتنا بچے پر اسکی مان مہربان ہوتی ہے اور حدیث مین قصہ ہے وقد ذکرناہ فی بعض المواضع۔ اور یہان سے تفصیل وبیان اس اجمال کا
ہے جو قولہ تعالیٰ للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون الآیہ۔ مین گذرا اور یہین سے نکلا کہ بیان مین تاخیر ہونا روا ہے کہ ما مرمنا اور وہا نکے
خطاب سے تورثہ جاہلیت کی ناانصافی کی تقسیم کو دور فرمایا اور یہان عدل کی تقسیم کو بیان فرمایا پھر جانو کہ اولاد جمع ولد کی بمعنے فرزند خواہ لڑکا
ہو یا لڑکی ہو خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو خواہ قاتل ہو یا سعید ہو۔ خواہ ایک ہی ولادت مین ہو جہان مورث نے انتقال کیا یا دوسری
ولادت مین ہوا ور وہ صحیح ہو کہ مملوک۔ اگر وہ جاوے تو اسکا کچھ مال ہی نہین وہ تو خود اپنے مولی کا مملوک ہے پھر آزاد وسنے کا مال میراث ہے اور اسکی
کی صورت کہ اسکا بیٹا غلام ہو یہ ہے کہ زید نے عمرو کی لونڈی سے جو جہاد مین پکڑی آئی تھی یا اسکی مان یا نانی اصل اسکی اسطرح کی تھی اور اپنے
مالک کے سوا کسی دوسرے کی ملک سے ہے اس سے زید نے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا یا لڑکی تو یہ لڑکا ولڑکی بھی اپنی مان کے تابع قرار دیا تی
ہے پس عمرو کی ملک ہے اور اگر عمرو کی لونڈی سے خود عمرو سے بچہ پیدا ہو تو وہ باپ کے مانند آزاد ہوگا اور صورت مذکورہ باپ مملوک و بیٹا آزاد ہو سکے
ظاہر ہے مثلاً بیٹا آزاد کیا گیا اور باپ رہ گیا۔ پھر جانو کہ اگر زید مرا تو اسکی اولاد مین سے جو لڑکا یا لڑکی کسی دوسرے کی ملک ہو وہ میراث پاویگی
اور نیز جو اولاد اسکے دین کے خلاف ہو مثلاً زید مسلمان اور اولاد مین بعض کافر ہوے تو کافر کو میراث نہ ملے گی اور اسکے برعکس بھی کہ زید کافر
اور اسکا بیٹا مسلمان ہے تو زید کا وارث نہوگا۔ اور نیز اگر زید دارالاسلام مین ہے اور اس کی اولاد مثلاً لڑکا دارالحرب مین ہے تو کوئی دوسرے کا

وارث ہوگا اور اسی طرح اگر اسنے عمدًا قتل کیا ہو تو بھی بالاجماع وارث ہوگا پس رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد چار باتین علی العموم
میراث سے مانع ہین پس اگر اولاد مین بھی کوئی پائی جاویگی تو اسکو میراث نہ ملیگی۔ آور ترکہ وہ ہی جو میت نے چھوڑا اور میراث اسمین سے وہ ہی جو وارثون
کو ملے اور وہ میت کی تجہیز و تکفین و ادائے قرضہ و وصیت کے بعد جو کچھ بچے وہ میراث ہی اور قرضہ ایسی چیز ہی ظاہر کہ اگر میت کی حیثیت ایک روپیہ
گز کے کفن کی تھی تو درصورت قرضہ کثیر ہونے کے کہ ترکہ کفایت نہ کرتا ہو اسکو دو تین آنہ گز کا کفن ملیگا۔ اور واضح ہو کہ میت کا حق مال متروکہ سے
منقطع ہو جاتا ہی سوائے ایک تہائی کے کہ اس سے متعلق رہتا ہی۔ آور واضح ہو کہ آیات میراث مین چند باتین پہلے جاننا ضرور ہین۔ آول آنکہ کمتر
جمع دو ہی دوم وارث چار طرح کے ایک وہ کہ جنکا حصہ فقط فرض و مقرر ہی جیسے جورو مرد ہین اور السیون کو ذوی الفروض کہتے ہین دوم جنکا
حصہ مقدر نہین بلکہ وہ ذوی الفروض کا حصہ مقرر دینے کے بعد باقی سب لے لیتے ہین جیسے بیٹا اور السیون کو عصبہ کہتے ہین سوم وہ جنکا
حصہ بھی مقرر ہی اور باوجود اسکے وہ عصبہ بھی ہو جاتے ہین جیسے باپ کہ درصورت ایک دختر ہونے کے وہ اپنا مقدر حصہ لیگا اور دختر کے مقدر
حصہ دینے کے بعد باقی کو عصبہ ہو کر لے لیگا۔ چہارم وہ کہ کسی صورت مین ذوی الفروض مین سے اور کسی صورت عصبہ مین سے ہوتے ہین جیسے
میت کا باپ و دختر ہو تو دختر کو نصف مقدر ملیگا اور اگر بیٹا و بیٹی ہو تو بیٹا دو حصے اور بیٹی ایک حصہ لے گی۔ اب مین اللہ تعالیٰ کی توفیق و طاقت سے
استعانت پاکر تفسیر شروع کرتا ہون قال تعالیٰ۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم اللہ تم کو حکم دیتا ہی تمہاری اولاد کے حق مین اور مراد اولاد
سے وہ تمام بیٹے و بیٹیان ہین جنمین رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد کا کوئی مانع نہو کیونکہ اگر اولاد رقیق ہو یا دین اسلام سے خارج
ہو یا کافرون کے ملک مین رہتی ہو یا اسنے باپ یا مان کو یعنے مورث کو عمدًا قتل کیا ہو تو وہ محروم ہی۔ پھر اولاد جمع کا لفظ ہی تو دو کی بھی اولاد
کے بارہ مین حکم دیتا ہی۔ اگرچہ دو ہی ہون کیونکہ میراث مین کمتر جمع دو ہی اور اولاد مین وہ حمل بھی داخل ہی جسکے علوق کا وقت وفات میت کے
ہونا یقینی معلوم ہو بایں طور کہ میت کی جورو وقت وفات سے چھ مہینے کے اندر جنے اور اولاد کا لفظ میت کے پسر کی اولاد کو بھی شامل ہی
یعنے اگر میت کی صلبی اولاد نہو تو پسر کی اولاد بھی اسی طرح مستحق ہوگی اور اسمین آئمہ حنفیہ و شافعیہ و جمہور متفق ہین خلاف اسمین ہی کہ یہ شامل ہونا مجازًا
ہی یا حقیقتًا ہی تو حنفیہ کہتے ہین کہ حقیقتًا شامل ہی اور شافعیہ مجازًا شمول کہتے ہین بہرحال شمول مین اتفاق ہی۔ آور اولاد مین خنثی بھی شامل
ہی یعنے وہ بچہ جس کے نر و مادہ دونون کی علامت موجود ہو اور قرطبی نے کہا کہ علمانے اجماع کیا ہی کہ خنثی اگر مرد کی علامت سے پیشاب
کرے تو اس کو مذکر کا حصہ اور اگر مونث کی علامت سے پیشاب کرے تو مونث کا حصہ دیا جاوے گا۔ اور اگر دونون سے پیشاب کرتا ہو تو جس سے
پہلے نکلے اور اگر دونون علامتون سے یکسان نکلتا ہو تو یہی خنثی مشکل ہی اس کے حصہ مین اختلاف ہی آور اس آیت سے میراث کا وہ قاعدہ
جو زمانۂ شرک سے لوگون مین جاری تھا کہ حلیف ہونے اور مہاجرت اور معاقدت وغیرہ اسباب سے باہم وارث ہوتے تھے منسوخ ہوگیا
پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل فرمائی۔ للذکر مثل حظ الانثیین۔ نرینہ اولاد کو اس حساب سے کہ ایک کو دو مونث کے
برابر یعنی لڑکا لڑکی سے دوچند پاوے گا اور چونکہ یہ اجمال اول کی تفصیل ہی لہذا اسمین ایک ضمیر چاہیے جو اجمال کی طرف راجع ہو یعنے
للذکر منہم۔ مگر چونکہ معلوم تھا ضمیر حذف ہوئی اگر کہا جاوے کہ اولاد سے شروع کیا جواب یہ ہان دو وجہ سے ایک یہ کہ قوت کے زیادہ قریب کا لانا
ہین دوم اکثر بعد میت کے یہی ملتے ہین پس فرمایا کہ پسر کو دختر سے دوچند دیا جاوے اور اسپر اجماع ہی کہ اولاد کے ساتھ جو ذوی الفروض اہل
ہون انکو انکا حصہ مقدر نکالکر باقی کو اولاد مین اسطرح تقسیم کیا جاوے پس لڑکا عصبہ ہی اور عصبہ وہ ہی جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہی بلکہ جن لوگون کا
حصہ مقدر ہی وہ دیکر باقی سب کا مالک ہی اور جنکا حصہ مقدر ہی انکو ذوی الفروض کہتے ہین جنکا ذکر ذوی الفروض مین سے کوئی نہو تو بیٹا کل میراث کا

الک ہے۔ رہی لڑکی تو وہ ایک صورت مین عصبہ ہے اور ایک صورت مین ذوی الفروض سے ہے چنانچہ جب لڑکا ہو تو لڑکی بھی اسکے ساتھ
عصبہ ہے اور اگر ساتھ نہو تو ذوی الفروض مین سے ہوگی کہ اسکا حصہ مقدر ہے اور عصبہ وہ ہے کہ اگر تنہا ہو تو سب مال سمیٹ لے واضح ہو کہ میت
کے ترکہ سے اول تجہیز و تکفین کیجاوے پھر قرضہ ادا کیا جاوے اگر ہو پھر وصیت صرف تہائی مال میت سے ادا کیجاوے اگر ہو پھر جو باقی رہے وہ
میراث ہے جسمین سے ذوی الفروض کو انکا مقرری حصہ دیا جاوے اگر ہون پھر باقی کو اولاد مین اسطرح تقسیم کیا جاوے۔ اولاد تین حال سے
خالی نہین یا تو مذکر و مونث دونون ہونگے تو یہ حکم آیت مین مذکور ہے یا فقط مذکر تو سب مال بعد اہل فرائض کے لے لیگا یا فقط مونث تو اللہ تعالے
نے آگے فرمایا۔ بقولہ سبحانہ تعالی۔ فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک پہلے فرمایا تھا کہ دو لڑکیان اور ایک لڑکا ہو تو نصف
دونون لڑکیون کو اور نصف ایک پسر کو ملیگا اب فرمایا کہ اگر لڑکیان دو سے زائد ہون خواہ تین ہون یا چار یا زیادہ تو انکو بھی دو تہائی
ملیگا۔ اس تقریر سے دو لڑکیون کا نصف حصہ گویا بیان ہو گیا اور ایک لڑکی کا بیان باقی رہا اور یہی ابن عباسؓ کا قول ہے لیکن جمہور صحابہ
نے کہا کہ دو لڑکیون کا بھی دو تہائی ہے اور اسی کو چاروں اماموں نے اپنا مذہب قرار دیا ہے سو بعضے لوگون نے خیال کیا کہ یہ قرآن مجید کے اسی نظم
سے اسطرح ثابت ہے کہ لفظ فوق زائدہ ہے اور تقدیر یہ کہ فان کن نساء اثنتین جیسے قولہ فاضربوا فوق الاعناق مین فوق زائدہ ہے کیونکہ
یہ غرض نہین کہ کافرون کی گردن کے اوپر سے اور بلکہ گردن مارو۔ اور نحاسؒ و ابن عطیہؒ نے اسکو رد کر دیا کہ یہ خطا ہے کیونکہ ظروف
تمام کلام عرب مین بے معنے زائد نہین ہو سکتے اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ دونون آیتون مین فوق کا زائدہ ہونا غیر مسلم ہے اور ممتنع
ہے کہ قرآن مجید مین بیفائدہ کوئی لفظ بھرتی کا ہووے اور اگر یہی ہوتا لیعنے بمنزلہ فان کن نساء اثنتین۔ تو آگے فلھما ثلثا ما ترک
ہوتا حالانکہ فلھن ثلثا ما ترک ہے مترجم کہتا ہے کہ فوق کو زائد کہنے والے نے اپنے اوپر مشقت اٹھائی اور دوہری مصیبت بڑھائی کیونکہ اگر
تین دختر ہون تو انکا حکم مذکور نہین اور چار رہون تو معلوم نہین علےٰ ہذا القیاس اور یہ ایسی قباحت ہے کہ اسپر کوئی اشارت دلالت بھی ظاہر
نہین بخلاف ان لوگون کے جو زائد نہین کہتے ہین بلکہ کہتے ہین کہ اس سے دو سے زیادہ چاہے جسقدر ہو وین سب کا حکم معلوم ہو گیا رہا
فقط دو کا حکم تو یہ بدلالت قرآن سے معلوم ہے کیونکہ جب مذکر کے ساتھ ایک دختر کو تہائی ملا تو منفرد و دو دختر کو لیعنے ہر ایک کو مونث کے ساتھ
بدرجۂ اولی تہائی ملیگا پس دونون کی دو تہائی ہوئی اور نحاسؒ نے اسمین کلام کیا کہ اختلاف تو دو دختر مین ہے کہ پسر سے تنہا ہون
اور نیز معارضہ کیا کہ ایک پسر و دو دختر ہون تو دونون کے لیے نصف ہے پس معلوم ہوا کہ انکا فرض مقدر یہی ہے اور یہ ماخوذ ہے مذہب
ابن عباسؓ سے جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا۔ و نیز جمہور نے قیاس پیش کیا کہ دو بہنون منفردہ کے لیے دو تہائی فریضہ منصوص ہے تو دو
دختر منفردہ کے لیے بدرجۂ اولے ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ پوشیدہ نہین کہ اولویت کا حکم بنظر قرابت رحم ہے لیکن مواریث کی تقدیر مین قرابت
رحم کی علت ہونا یا بھی فقط علت ہونا محل مناقشہ ہے پھر قیاس کہان ہو سکتا ہے خصوص جبکہ فرمایا۔ آباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایھم
اقرب لکم نفعا۔ فریضۃ من اللہ۔ ان اللہ کان علیما حکیما۔ اور ایسے ہی شیخ ابن کثیرؒ نے جو استدلال ذکر کیا کہ اللہ تعالی نے ایک دختر کے لیے
نصف حصہ منصوص فرمایا اگر دو کے لیے بھی ہوتا تو منصوص ہوتا پس اکیلی منفردہ کی تخصیص صریحاً دلالت کی کہ دو دختر کا حکم دو دختر
مین مترجم کہتا ہے کہ اسمین وہی مناقشہ ہے جو ہمنے بیان مذہب حضرت ابن عباسؓ مین اشارہ کیا لیعنے دو کا حکم نصف کا تفصیل یا اجمال
سے سمجھا گیا لیعنے للذکر مثل حظ الانثیین کیونکہ یہ کلام بھی خوشنما ہے کہ اگر اولاد مین ایک پسر ہوا اور دو دختر ہون تو دو دختر کا فقط ایک
حصہ ہے اور نصف مذکر کا ہے پس جبکہ تنہا ایک دختر کا بیان رہا تھا آگے منصوص فرمایا لیکن یہ ضرور وارد ہے کہ للذکر مثل حظ الانثیین سے ایک

و ایک دختر کا حصہ بھی ایک تہائی سمجھا گیا پس تخصیص علیحدہ بوجہ حکم انفراد کے ہے مگر اگر یہ کہا جاوے کہ انفراد کے ساتھ جبکہ اجتماع و انفراد میں فرق بھی ہے
پس دو کا حکم انفراد چونکہ بلا فرق کے وہی تھا جو اجتماع مذکر کے ساتھ مذکور ہوا لہذا الگ نہیں بیان کیا مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ اجتماع و
انفراد دختروں کے حق میں دراصل مختلف ہے کیونکہ اجتماع میں دختر بھی عصبہ ہیں اور انفراد میں ذوی الفروض میں سے ہیں فافہم پس سب سے اصح
دلیل جمہور کے واسطے وہ حدیث جابرؓ ہے جو ہم نے سبب نزول کے بیان میں اوپر ذکر کی جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن الربیع کی
دونوں دختر کے واسطے دو تہائی کا حکم فرمایا اور یہ حدیث خود حجت ہے اور مؤید اس دلالت کی جو قرآن مجید سے مذکور ہوئی فافہم واللہ اعلم۔ اب
آگے اکیلی ایک دختر کا حکم فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ عز وجل۔ وان کانت واحدۃ فلہا النصف۔ یعنی اولاد میں اگر اکیلی ایک لڑکی ہو تو اسکے واسطے
نصف ہی اسکا ہوگا۔ قولہ فلامہ الثلث۔ یعنی جب فقط والدین وارث ہوں تو ماں کو تمام مال کی تہائی ملیگی اور مدارک میں فرمایا کہ اگر والدین
کے ساتھ شوہر و جورو میں سے کوئی ہو تو ماں کے واسطے تہائی تمام مال کا حکم نہیں رہیگا بلکہ زوج کا حصہ نکالکر باقی مال کی تہائی کا حکم ہوگا اسواسطے
کہ باپ بہ نسبت ماں کے میراث میں اقوی ہے کیونکہ درصورت تنہائی کے باپ کا حصہ ماں سے دوچند ہے پھر اگر درصورت زوج ہونے کے یعنے جورو یا
مرد ہونے کے بھی اسکا حصہ تہائی کل مال سے مقرر ہو تو لازم آویگا کہ باپ کا حصہ ماں سے کم ہو جاوے چنانچہ مثلاً ایک عورت مری اور اسنے
ماں و باپ و خاوند چھوڑے تو خاوند کو بسبب اولاد نہونے کے نصف ترکہ ملا اور ماں کو بر تقدیر مذکور تہائی دیا گیا تو باپ کے لیے چھٹا حصہ
رہ گیا بایں طور کہ کل مال کے چھ حصہ کر کے تین سہام شوہر کو اور دو سہام ماں کو اور رہا ایک سہم وہ باپ کو ملا پس للذکر مثل حظ الانثیین
کا حکم بدل کر للانثی مثل حظ الذکرین۔ ہو جائیگا حالانکہ یہ خلاف منصوص ہے پس لازم آیا کہ ماں کو بعد حصۂ شوہر کے باقی کی تہائی دیا جاوے تو
یہ بات لازم نہ آوے چنانچہ اس مسئلہ میں منجملہ چھ سہام کے شوہر کو تین سہام دیکر باقی تین میں سے ماں کو تہائی کا ایک سہم دیا جاویگا اور
دو سہام باپ کے ہیں تو مرد کو عورت سے دوچند ملا۔ وہو الحق۔ قولہ سبحانہ تعالیٰ۔ فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس یعنے اگر میت کے
بھائی بہن ہوں (نہ اولاد) تو میت کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ اسمیں ماں کے محجوب کرنے میں بھائی ہوں یا بہن ہوں خواہ میت کے
اعیانی ہوں یا علاتی یا اخیافی یعنے کسی قسم کے ہوں سب برابر ہیں لیکن جب دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تب ماں کو تہائی سے محجوب کر کے
چھٹے حصہ پر لاتے ہیں اور اگر ایک بھائی یا بہن ہو تو وہ ماں کو محجوب نہیں کر سکتا۔ پس اخوۃ جمع سے مراد دو یا زیادہ ہے کیونکہ میراث میں
کمتر جمع دو ہے۔ اور اخوہ تین طرح کے ہوتے ہیں اعیانی یعنے ایک ماں و باپ سے سگے۔ علاتی یعنے باپ ایک ہو اور مائیں دو ہوں۔ اور اخیافی
یعنے ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں پس میت کا باپ زندہ ہوتے ہوئے انمیں سے کوئی وارث نہوگا کیونکہ باپ عصبہ ہے ایسے ہی میت کی دختر ہو تو بھی
باپ باقی کا عصبہ ہے اور اگر پسر ہو تو باپ کو فقط فرض یعنے چھٹا حصہ ملیگا اور اگر میت کے پسر و باپ یا دادا میں سے کوئی نہو تو اعیانی اخوہ
وارث ہونگے ورنہ علاتی۔ پھر اخیافی ہر ایک بھائی و بہن کو چھٹا حصہ ہے اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو تہائی میں سب مساوی مشترک ہونگے اور
انکا مذکر و مونث یکساں ہے۔ الحاصل میت کا پسر ہمیشہ عصبہ ہے اور صلبی پسر کے ہوتے ہوئے پوتا محجوب ہے اور اگر کوئی پسر نہو تو پوتا بھی مانند
پسر کے عصبہ ہے لیکن جب میت کی دختر و پوتا ہو تو دختر کو نصف دیکر باقی پوتا پاویگا میت کی دختر۔ اگر پسر کے ساتھ ہو تو عصبہ ہے کہ
بعد ذوی الفروض کے حق دینے کے باقی ان بھائی بہنوں میں اسطرح تقسیم ہوگا کہ پسر کو دختر سے دوچند ملیگا اگر دختر کے ساتھ پسر نہو تو وہ ذوی
الفروض میں سے ہے کہ اگر ایک ہو تو نصف پاویگی اور دو ہوں یا زیادہ ہوں تو سب کو دو تہائی ملیگا میت کا باپ اگر میت کا پسر
ہو تو بیٹے تو چھٹا حصہ فریضہ فقط اور اگر دختر ہی ہو تو چھٹا حصہ فریضہ پھر بعد فریضۂ دختر کے باقی کا عصبہ ہوگا میت کا دادا

جب باپ نہ ہو تو دادا بمنزلہ باپ کے ہے میت کی ماں اگر میت کا پسر یا دختر موجود ہو تو چھٹا حصہ ہے اور اگر کوئی فرزند نہ ہو تو ماں کو کل مال کی تہائی اور اگر عورت میت کا زوج ہو یا مرد میت کی زوجہ ہو تو اسکا فریضہ دینے کے بعد باقی مال کی تہائی ملیگی اور اگر دو سے زیادہ بھائی بہن کسی قسم کے ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا - یہاں تک حصص تو آیت کریمہ میں اتنک مذکور ہوئے ہیں باقی آگے آتے ہیں

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ

تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے ہو کہ انہیں کون تمھارے نفع کے لیے سب سے نزدیک ہے حصہ بندھا اللہ کیطرف سے

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○

اللہ تعالے خوب دانا و حکمت والا ہے

عوفی کی روایت ابن عباس میں ہے کہ آیت فرائض میں بعض لوگوں کو اکراہ ہوا کہ عورت کو چوتھائی یا آٹھواں دیا جاوے اور دختر کو نصف اور پسر صغیر عصبہ ہو حالانکہ انمیں سے کوئی بھی نہ دشمن دفع کرے نہ غنیمت لاوے اور زمانہ جاہلیت میں میراث سب سے بڑے مرد کو پھر اس سے چھوٹے کو اس ترتیب سے دیتے تھے رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر - اور عطاؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ پہلے یہ تھا کہ مال میراث تو اولاد کا تھا اور والدین کے لئے وصیت تھی پس اللہ تعالے نے اسمیں سے جو چاہا منسوخ فرمایا پس مذکر کو برابر دو مونث کے حصہ دیا اور والدین میں سے ہر ایک سے یہ چھٹا حصہ و تہائی مقرر کیا اور زوجہ کے لیے آٹھواں یا چوتھائی رکھا اور شوہر کے لیے چوتھائی یا نصف رکھا رواہ البخاری آور حاصل یہ کہ اللہ تعالی نے امر جاہلیت کو دور کیا کہ کل میراث مذکر کو دیتے اور نیز ابتداء اسلام میں جو حال یہ تھے کہ کل مال اولاد کا اور اسمیں سے وصیت فقط والدین کو تھی منسوخ کیا کیونکہ انسان کو کبھی نفع دنیوی یا اخروی یا دونوں اسکے باپ سے بقدر ہو پہنچتا ہے کہ اولاد سے نہیں ہو پہنچتا اور کبھی برعکس ہوتا ہے اور اسکا دانا اللہ تعالی ہے بندہ نہیں ہے اسواسطے یہاں فرمایا اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ - مبتدا - اور خبر اسکی لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا - فی الدنیا والآخرة فظان ان ابنه انفع له فيعطيه الميراث فيكون الاب انفع وبالعكس وانما العالم بذلك الله تعالے - تمھارے آبا و ابنا تم نہیں جانتے ہو کہ کون انمیں سے اقرب ہے تمھارے واسطے از راہ نفع کے یعنی دنیا میں اور آخرت میں کون تم کو نافع ہوگا پس گمان کرنے والا انکل لگاویگا کہ میرا بیٹا میرے حق میں زیادہ نافع ہے تو اسکو میراث دیگا حالانکہ اسکا باپ اسکے لیے زیادہ نافع نکلے یا اسکے برعکس ہوا اور بات یہ ہے کہ اس امر کو اللہ تعالی ہی خوب جانتا ہے - ففرض لکم المیراث - فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ - پس فرض کردی تمھارے لیے میراث فرض کرنا بطور خاص اللہ تعالی کی طرف سے - حاصل آنکہ تمھاری راے و اجتہاد پر نہیں چھوڑا کیونکہ تم اس کی مقدار جاننے سے عاجز ہو اور یہ جملہ معترضہ ہے اسکے لیے کوئی محل اعراب نہیں ہے کذا فی المدارک - اور ایہم مبتدا مرفوع اور اقرب لکم خبر اور نفعا تمیز ہے یعنی - اقرب از روے نفع کے اور یہ جملہ اسمیہ محل نصب میں لا تدرون کا مفعول ہے - پھر فریضۃً کو نصب بنا بر آنکہ مفعول مطلق ہے اسیواسطے مفسرؒ نے کہا ففرض لکم المیراث فریضۃً من اللہ - اور کمالین میں کہا کہ مراد یہ ہے کہ یوصیکم کا مصدر موکد بغیر لفظ ہے از قبیل قعودک لہ علی الالف درہم اعترافا اور حاصل آنکہ مقادیر مختلفہ مفروضہ و مساوات وارثوں میں محل میراث میں فریضہ ہے اللہ تعالی کی طرف سے اور اسی کی طرف سے حکم کیا گیا و مقدر کیا گیا ہے کیونکہ وہی دانا ہے ہر چیز کو اپنے محل پر رکھتا ہے اسی واسطے فرمایا - اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا - بخلقه - اللہ تعالی علیم ہے - یعنی اپنی مخلوق کو ہر طرح جانتا ہے - حَكِيْمًا - فيما دبّره لهم اي لم يزل متصفا بذلك حكيم ہے اسکی تدبیر میں جو اپنی مخلوق کے

واسطے مقرر فرمائی اور چونکہ کان صیغۂ ماضی تھا تو مفسرؒ نے کہا یعنے برابر ہمیشہ اس صفت علم وحکمت سے متصف ہے اور حاصل جواب یہ کہ کانَ یہاں استمرار و دوام کے معنے میں ہے اور یہ عرب کی زبان میں شائع ہے ف جاننا چاہیے کہ آیۂ یوصیکم اللہ فی اولادکم- یہاں تمام ہوئی ہے اور بنظر تسہیل میں نے باپ و ماں کے حصص اپنے مذہب کے موافق اوپر ذکر کر دیے تاکہ عام نفع اٹھاویں اور توضیح یہ ہے کہ ماں و باپ کی چند حالتیں ہیں اوّل آنکہ میت کی اولاد کے ساتھ جمع ہوں تو ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ ہوگا پس اگر میت کی ایک ہی دختر ہو تو اسکو نصف اور ہر ایک والدین کو چھٹا چھٹا دیکر باقی چھٹے حصہ کو بھی میت کا باپ بطور عصبہ لے لیگا پس ایسی حالت میں باپ کو فرض و عصوبت دونوں ہونگے- دوم آنکہ والدین تنہا ہوں تو ماں کو تہائی دیکر باقی کو باپ محض تعصیب میں لیگا پس باپ اس حالت میں محض عصبہ ہوا اور اگر انکے ساتھ زوج ہو یا زوجہ ہو تو اس صورت میں بسبب اولاد نہونے کے شوہر کو نصف یا زوجہ کو چہارم مل جاویگا پھر علما میں اختلاف ہے کہ ماں کو کیا ملیگا اسمیں تین قول ہیں ایک قول یہ کہ ہر دو مسئلہ میں ماں کو باقی کا تہائی ملیگا گویا والدین کی نسبت یہی باقی مال ہی کل میراث ہے اور اللہ عزوجل نے ماں کے واسطے باپ کے حصہ کا نصف رکھا ہے پس وہ (زوج ہو یا زوجہ ۱۲) باقی کا تہائی لیوے اور دو تہائی باپ لیوے- اور یہی قول حضرت عمرؓ و عثمانؓ کا اور ہر دو روایت میں اصح روایت کے موافق حضرت علی کا قول ہے اور یہی قول حضرت ابن مسعود و زید بن ثابت کا ہے اور اسکو فقہاء مدینہ اور چاروں اماموں اور جمہور علما نے اختیار کیا ہے- اور دوسرا قول یہ کہ زوج و زوجہ ہو یا نہو بہرحال ماں کو کل مال کی تہائی ملیگی کیونکہ فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث عام ہے اور یہ قول ابن عباسؓ و معاذ بن جبلؓ و شریحؒ و داؤد ظاہری وغیرہ کا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ ظاہر عموم آیت تو جمیع ترکہ سے ہے اور یہاں بعد حصہ زوج یا زوجہ کے باقی کو جمیع قرار دیا گیا پس باقی کا تہائی ملیگی- اور تیسرا قول یہ ہے کہ ماں کو فقط زوجہ کے مسئلہ میں کل مال کی تہائی ملیگی چنانچہ بارہ میں سے چہارم یعنے تین تو زوجہ لیگی اور سوم یعنے چار ماں کو ملیں گے اور باقی پانچ باپ کو رہیں گا اور اگر شوہر ہو تو ماں کو باقی تہائی ملیگی تاکہ ماں کو باپ سے زیادہ نہ ملے اور یہ قول ابن سیرین سے نقل کیا جاتا ہے اور اس کا ضعف ظاہر ہے پس صحیح وہی قول اول ہے حال سوم آنکہ والدین کے ساتھ اخوہ ہوں خواہ سگے ہوں یا باپ کی طرف یا ماں کی طرف سے سوتیلے ہوں سو یہ لوگ باپ کے ہوتے ہوئے وارث نہیں ہو سکتے لیکن ماں کو تہائی حصہ سے محجوب کر کے چھٹے حصہ پر کر دیتے ہیں پس اگر سوائے اخوہ کے اور کوئی نہ ہو تو ماں کے چھٹے حصہ کے بعد باقی باپ کو تعصیب میں ملیگا- پس معلوم ہوا کہ باپ کو محض تعصیب دو جگہ ہوتی ہے ایک یہاں اور ایک فقط ماں کے ہوتے ہوئے فاحفظہ- پھر دو اخوہ کا حکم بھی جمہور کے نزدیک یہی ہے جو تین یا زیادہ اخوہ کا ہے اور ابن عباسؓ سے اسمیں خلاف بسند ضعیف نقل کیا جاتا ہے اور صحیح سند سے من طریق خارجہ بن زید عن ابیہ روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اخوان (یعنے دو ۱۲) بھی اخوہ (یعنے جمع کے لفظ سے ۱۲) کہلاتے ہیں اور ایک بھائی ہو تو وہ ماں کو کچھ محجوب نہیں کرتا اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اہل علم کی دانست میں اخوہ کا محجوب کرنا ماں کو اسی جہت سے ہے کہ باپ ان کے شادی بیاہ کر دینے کا متولی ہوگا اور انکا نفقہ باپ پر ہے نہ ماں پر اور یہ اچھا کلام ہے لیکن ابن عباسؓ سے بسند صحیح مروی ہے کہ اخوہ نے چھٹے حصہ سے ماں کو محجوب کیا تو یہ حصہ انکو مل جائیگا اور یہ قول شاذ ہے اور شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ تمام امت سے مخالف ہے- اب باقی رہا بیان اسکا کہ دادا بھی بمنزلہ باپ کے ہے اس امر میں کہ اسکے ہوتے ہوئے اخوہ ساقط (محروم ۱۲) ہوں یا نہیں ہے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مذہب یہ ہے کہ وہ بمنزلہ باپ کے ہے اور انکے ایام خلافت میں صحابہ رضی اللہ عنہم سب متفق تھے پھر انکی وفات کے بعد اختلاف ہوا پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قول پر ابن عباس و عبداللہ بن الزبیر و عائشہ و معاذ بن جبل و ابی بن کعب و ابوالدرداء و ابوہریرہ و عطا و طاوس و حسن و قتادہ و ابوحنیفہ و ابوثور و اسحاق کا قول ہے اور حضرت علی بن ابی طالب و زید بن ثابت و ابن مسعودؓ کا مذہب یہ کہ دادا کو میت کے بھائیوں بہنوں کے ساتھ وارث کیا جاوے جب کہ

سگے ہون یا باپ کی طرف سے ہون اور انکے ساتھ بین جدکی تہائی سے کمی ہوگی اور ذوی الفروض کے ساتھ چھٹے حصہ سے جد کا حصہ کم نہ ہوگا بقول زید و مالک و اوزاعی و ابو یوسف و محمد و شافعیؒ ۔ اور بھائیون کی اولاد دادا کے ہوتے ہوئے جمہور کے قول پر ساقط ہو جاتی ہے اور رہی جدہ یعنے دادی یا نانی یعنے مان کی مان تو علما کا اتفاق ہے کہ اگر میت کی مان نہ ہو تو وہ چھٹا حصہ پاویگی اور اجماع ہے کہ مان کے ہوتے ہوئے ساقط ہے اور اجماع ہے کہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط نہین ہے اور اگر میت کی سگی نانی کا بیٹا موجود ہو تو زید بن ثابت و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جدہ وارث ہوگی یہی قول مالک و ثوری و ابو ثور و اوزاعی و ابو حنیفہ وغیرہم کا ہے ۔ اور حضرت عمر و ابن مسعود و ابو موسی سے روایت ہے کہ وارث ہوگی اور یہ عثمان و علیؓ سے بھی مروی ہے اور یہی شریح و جابر بن زید و احمد و اسحاق وغیرہ کا قول ہے **فائدہ ثانیۃ** عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالیٰ آباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا ۔ اشارہ یہ کہ بزرگون کی خدمت کرو اور اولاد پر رحم کرو کیونکہ ایسا اوقات انہین سے کسی فریق سے کوئی ایسا ولی ہوگا جو تمھارے لیے درگاہ الٰہی عز و جل مین سفارش کی اجازت پاویگا اور یہان مبہم رکھنے مین حکمت یہ ہے کہ سب پر رحمت و شفقت رکھین تو توقع اس ولی صادق کی ۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے اقرب لکم نفعا کی تفسیر مین فرمایا کہ آبا و ابنا مین تم سب سے زیادہ فرمانبردار اللہ عز و جل کا اور تم سب سے ملبند درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز ۔ اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مومنون مین سے بعض کو بعض کا شفیع فرماویگا پس اگر پسر اپنے والدین سے ملبند درجہ ہوگا تو والدین کو اپنے درجہ پر لاویگا تاکہ اسکی آنکھین ٹھنڈی ہون اور اگر والدین درجہ اعلیٰ ہوگا تو اسکے ذریعہ سے فرزند کا درجہ ملبند ہوگا تاکہ اسکی آنکھین خنک ہون

اور تم کو آدھا مال جو چھوڑ مرین تمھاری عورتین اگر نہ ہوان کی کوئی اولاد اگر ان کی اولاد ہے تو تم کو

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

چوتھائی جو چھوڑا بعد وصیت کے جو دلوا مرین یا قرضے کے اور عورتون کو چوتھائی مال جو تم چھوڑو

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ

اگر تمھارے کوئی فرزند نہ ہو اور اگر تمھارے فرزند ہو تو تمھاری جورون کو آٹھوان اس سے جو تم چھوڑ مرو بعد اس وصیت کے جو دلوا مرو تم

يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ

یا قرضہ کے اور کسی ایسے مرد کی میراث ہے جو باپ بیٹا نہین رکھتا یا عورت ہے اور اس شخص کا کوئی بھائی یا بہن ہے تو دونون سے

بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہون تو سب کے سب شریک ہون گے تہائی مین بعد

وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ

وصیت کے جو کی گئی ہے یا قرضہ کے جب اورون کا نقصان نہ کیا ہو یہ وصیت اللہ کی طرف سے اور اللہ خوب جاننے والا حلم والا ہے

وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ

**وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ** ۔ جمع زوج یعنے جورو و نیز یعنے شوہر و یہان مراد اول ہے والمعنے اور تمھارے لیے نصف اس مال کا جو تمھاری زوجات نے چھوڑا ۔ **إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ** ۔ منکم و من غیرکم بشرطیکہ زوجات کا فرزند کوئی نہو نہ لڑکا اور نہ لڑکی اور نہ تمھارے نطفہ سے اور نہ پہلے خاوند سے ۔ **فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ**

تُوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۔ پھر اگر زوجات کا کوئی فرزند ہو تو تمہارے واسطے انکے ترکہ میں سے چہارم حصہ ہے بعد ادائے وصیت کے جو وہ وصیت کر کے مریں یا بعد ادائے قرضہ کے ف یا اگر قرضہ بھی ہوا اور وصیت بھی ہو تو دونوں دیکر باقی میراث ہے۔ واضح ہو کہ میت کی تجہیز و تکفین کے بعد کہ قرضہ بالاجماع ہر حال میں مقدم ہے اور وصیت کو آیت میں اسواسطے مقدم کیا تاکہ وصیت کا لحاظ زیادہ رکھا جاوے پھر بعد قرضہ کے میت کی تہائی سے وصیت نافذ کیجاوے پھر وارثوں کے حق متعلق ہیں اور آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ مختصر بیان ہے ایک وارث کا لکھدیا جائیگا تخریج و طریقہ تقسیم کہ انشاء اللہ تعالیٰ ۔ اور یہاں آیت میں بیان یہ کہ اگر زوجہ مرنے درحالیکہ اسکا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی نہیں موجود ہے تو شوہر کو نصف ملیگا اور اگر موجود ہو تو شوہر کو چہارم ملیگا رہا یہ کہ فرزند تو حقیقت میں وہ ہے جو عورت کے پیٹ سے ہو جیسے مرد کے بیٹے کا نطفہ اسکا حقیقی فرزند ہے مفسر رح نے کہا کہ دالحق بالولد فی ذلک ولد الابن بالاجماع ۔ یعنے میراث میں پسر کا فرزند بھی فرزند کے ساتھ لاحق کیا گیا اور یہ اجماع ہے یعنے سب علماء میں اتفاق ہے کہ اگر صلبی فرزند نہ ہو بلکہ پسر کا فرزند موجود ہو تو وہ بمنزلہ صلبی فرزند کے ہے ابن کثیر رح نے فرمایا کہ میت کے شوہر کے لیے دو حال ہیں ایک یہ کہ فرزند نہ ہونے کی صورت میں نصف اور دوم فرزند ہونے کی صورت میں چہارم ۔ یہ امر بالاجماع ہے اسمیں کچھ خلاف نہیں ہے اور ایسے ہی حکم زوجات چنانچہ فرمایا ۔ وَلَهُنَّ ۔ ای للزوجات تعددن اولا ۔ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۔ زوجات کے لیے خواہ ایک ہو یا کئی ہوں تمہارے ترکہ سے چہارم ہے ۔ یعنے شوہر کے مرنے پر اسکی زوجہ کو ایک ہو یا چار تک ہوں فقط چہارم مال ملیگا پس اکیلی ہے تو کل چہارم لے اور کئی ہیں تو اسی چہارم میں برابر شریک ہوں گی یہ چہارم حصہ اسوقت ہے کہ ۔ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۔ اگر تمہارے کوئی فرزند نہو ۔ یعنی نہ بیٹا بیٹی اور نہ پوتا پوتی ہے علیٰ ہذا القیاس ۔ منهن او من غیرهن ۔ نہ اس جورو سے ہو اور نہ کسی دوسری جورو سے ہو یعنے کسی جورو سے تمہارا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی موجود نہو تب زوجات کا چہارم ۔ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ ۔ منهن او من غیرهن ۔ اور اگر تمہارا کوئی فرزند ہو ۔ خواہ موجودہ جورو سے ہو یا اسکے سوائے کسی دوسری جورو سے ہو خواہ منکوحہ ہو یا نکاح فاسد ہو یا اپنی لونڈی سے ہو یا پسر کی لونڈی سے بلا ہبہ وغیرہ ہو غرضکہ جو کبھی شرعی حلت سے تمہارے تحت میں تھی پھر وہ مرگئی یا طلاق دی گئی یا مانند اسکے جدا ہوگئی بخلاف اس کے اگر زنا سے کوئی اولاد ہو تو وہ بمنزلہ نہونے کے ہے ۔ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۔ تو جورو ایک ہو یا زیادہ ہوں سب کو ایک آٹھواں حصہ ملے گا مگر یہ سب اس کل مال سے لیگا جو بعد قرضہ و تجہیز تکفین کے و وصیت کے باقی رہا ۔ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۔ بعد دینے وصیت کے جو تم دلوا مرے یا بعد قرضہ ادا کرنے کے (اگر قرضہ وصیت ہو) رہا یہ کہ اگر صلبی فرزند نہو مگر پسر صلبی کی اولاد ہو تو مفسر رح نے کہا کہ و ولد الابن کالولد فی ذلک اجماعاً ۔ اور پسر کی اولاد اس میراث میں مثل فرزند صلبی کے ہے بالاجماع ۔ اور دختر صلبیہ کی اولاد ایسی نہیں ہے کما تقدم ۔ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ ۔ صفته والخبر ۔ كَلٰلَةً ۔ یعنے رجل اسم کان اور یورث صفت ہے اور خبر اس کی کلالۃ ہے یعنے وان کان رجل موروث منه کلالۃ ۔ اور اگر کوئی ایسا مرد ہو کہ اس کی میراث بطور کلالہ لی گئی ۔ یا کہا جاوے کہ یورث خبر کان ہے اور کلالۃ حال ہے ضمیر یورث سے کما فی المدارک بہرحال کلالہ کے معنے مفسر رح نے بیان کیے ای لا والد له ولا ولد ۔ اسکا باپ نہ ہوا اور فرزند بھی نہ ہو ۔ اَوِ امْرَاَةٌ ۔ تورث کلالۃ یا کوئی عورت ہو کہ اس سے میراث بطور کلالہ لی گئی ۔ وَّلَهٗٓ ۔ ای للمورث الکلالۃ ۔ اور مورث کلالہ کے خواہ مرد ہو یا عورت ہو ۔ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ ۔ ای من ام وقرأ به ابن مسعود وغیرہ ۔ بھائی یا بہن ہو یعنی ماں کی جانب سے بھائی بہن ہو تو اسکی میراث اسطرح ہے جو آگے مذکور ہے ۔ حضرت ابن مسعود رضؓ وغیرہ کی قراءۃ میں وله اخ او اخت من ام ۔ واقع ہوا ہے ۔ حاصل آنکہ کسی مرد یا عورت کے کوئی فرزند و باپ نہ ہو اور اس کی وراثت بطور کلالہ ہو یعنے اس کے بھائی یا بہن ماں کی جانب سے وارث ہوں ۔ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

ما ترک - تو ہر ایک وارث بھائی یا بہن مذکور کے لیے چھٹا حصہ ترکہ سے ہے۔ قال ابن کثیر کلالہ مشتق از کلیل ہے یعنی وہ چیز جو سر کو اس کے
کناروں سے محیط ہو اور مراد یہاں وہ حواشی ہیں جو اصول و فروع کے سوائے آدمی کے وارث ہوں چنانچہ شعبی نے حضرت ابوبکر الصدیق سے روایت
کی کہ حضرت صدیق سے کلالہ دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں اس میں اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر ٹھیک ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ہے اور اگر خطا
ہو تو میری جانب و شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ و رسول اس سے بری ہیں پھر کہا کہ کلالہ وہ ہے جس کا فرزند نہ ہو اور باپ نہ ہو پھر جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو کہا کہ مجھے
شرم آتی ہے کہ ابو بکرؓ کی رائے سے خلاف کروں رواہ ابن جریر وغیرہ اور ایسا ہی حضرت عمر و علی و ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ کلالہ وہ ہے جس کا فرزند و باپ نہ ہو اور یہی
قول ابن عباسؓ و زید بن ثابتؓ وغیرہم سے صحیح ہوا اور یہی قول شعبی و نخعی و قتادہ و حسن و جابر بن زید و حکم کا ہے اور یہی قول اہل مدینہ و اہل کوفہ و اہل بصرہ و فقہاء
سبعہ و ائمہ اربعہ و جمہور سلف و خلف کا یہی قول ہے اور اس اجماع کو بہت لوگوں نے نقل کیا ہے اور اس میں ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور قولہ تعالیٰ وله اخ
او اخت ای من ام - یعنے ماں کی جانب سے بھائی یا بہن ہو اور یہی قراءۃ بعض سلف کی ہے جنہیں سعد بن ابی وقاص بھی ہیں۔ الحاصل اگر کسی میت کے وارث
سوائے اسکے فرزند و باپ کے ایسے لوگ ہوں جنکا تعلق از جانب ولادت مادری ہے اور وہ مادری بھائی بہن ہیں جو ماں کے کسی شوہر سے سوائے پدر میت
کے ہوں پس مرد ایک مادری بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا اور اس میں مذکر و مونث میں کمی بیشی نہ ہوگی۔ فَإِنْ كَانُوٓا - ای الاخوۃ
والاخوات من الام - پھر اگر یہ بھائی و بہنیں جو ماں کی جانب سے ہیں۔ أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ - ای من واحد - اس سے زیادہ ہوں یعنی ایک سے زیادہ
ہوں - فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى ٱلثُّلُثِ - تو وے ایک تہائی میں شریک ہوں گی - یستوی فیہ ذکورہم و اناثہم - اس تہائی میں انکے مذکر و مونث
برابر کے حصہ دار ہونگے یعنے بھائی کو بہن سے کچھ زیادہ نہیں ملیگا۔ قال ابن کثیر مادری بھائی بہن دیگر وارثوں سے کئی باتوں میں مخالف ہیں
اول یہ کہ یہ لوگ اس شخص کے ساتھ بھی وارث ہوتے ہیں جس کی وجہ سے قرابت ہے یعنی ماں کے ہوتے ہوئے بھی وارث ہوتے ہیں دوم انکا مذکر
و مونث برابر کا حصہ دار ہے سوم یہ کہ وارث نہیں ہوتے ہیں مگر جب ہی کہ میت کلالہ ہو پس اگر میت کا باپ موجود ہوگا یا بیٹا یا بیٹی یا پسری
اولاد تو وارث نہوں گے۔ چہارم آنکہ میراث کبھی ایک تہائی سے زائد نہیں ہوتی اگرچہ کسی قدر کثرت سے ہوں اور زہری سے روایت ہے کہ حضرت
عمرؓ نے فیصلہ کیا کہ مادری بھائیوں بہنوں کی میراث آپس میں اس طرح ہے کہ جس قدر مذکر کو اسی قدر مونث کو - زہری نے کہا کہ مجھے یہ معلوم
نہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس کا علم رسول اللہ صلعم سے معلوم کیا یا اسی آیت سے لیا ہے رواہ ابن ابی حاتم اور ایک مسئلہ مشترکہ میں علماء نے خلاف کیا
ہے جس کا نام مسئلہ حماریہ ہے وہ یوں ہے کہ میت کے ورثہ میں زوج ہے اور ماں یا نانی سگی۔ اور دو اولاد مادری اور میت کی حقیقی علینی بھائی بہن
ایک یا زیادہ ہیں تو جمہور کے قول پر نصف شوہر کو اور ماں یا نانی کو چھٹا حصہ اور مادری اولاد کی تہائی میں عینی بھائی شریک ہوں گے
اور یہ مسئلہ زمانہ حضرت عمرؓ میں واقع ہوا تو انھوں نے شوہر کو نصف اور ماں کو چھٹا حصہ اور اولاد مادری کو تہائی دیا پس میت کے سگے
بھائی بہنوں نے جو ان باپ دونوں کی طرف سے تھے کہنے لگے کہ اے امیر المومنین مانا ہم نے کہ ہمارا باپ حمار یعنی گدھا تھا پھر کیا ہم مادری اولاد
کے ساتھ ماں کی طرف سے بھی شریک نہیں ہیں کہ ہم سب کی ماں ایک ہے پس عمرؓ نے ان سب کو شریک کر دیا اسیطرح عثمانؓ سے بھی شریک کر دینا صحیح ہوا
ہے اور دو روایتوں میں سے ایک روایت یہی ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عباس سے ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و شریح و مسروق و طاؤس
و محمد بن سیرین و ابراہیم نخعی و عمر بن عبد العزیز و ثوری و شریک کا ہے اور یہی مذہب امام مالک و شافعی و اسحق بن راہویہ کا ہے - اور حضرت علی
بن ابی طالب انہیں باہم شریک نہیں کرتے بلکہ تہائی مذکورہ فقط اولاد مادری کو دیتے اور ایسی حالت میں عینی یا دری و پدری اولاد کو کچھ
نہیں دیتے کیونکہ وہ لوگ عصبہ ہیں اس سے وہ اعتراض دفع ہو گیا جو عینی سگے بھائیوں نے وارد کیا تھا کہ باپ کچھ نہیں سہی مگر ہماری ماں تو ایک ہے

اصل حاصل جواب یہ ہے کہ باپ تمھارا سب کوئی ہے اور تم بہ نسبت اولاد مادری کے افضل ہو کیونکہ تم عصبہ ہو اور عصبہ وہ ہے جو اصحاب فرائض کی
مقدار دیکر باقی سب مال لے لے لیکن یہاں اسوجہ سے نہ ملا کہ کچھ بچا نہیں اور یہ وجہ نہیں کہ وہ وارث نہیں ہیں فافہم۔ وکیع بن الجراح نے کہا
کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس میں کوئی مختلف روایت نہیں ہے اور یہی قول ابی بن کعبؓ و ابو موسیٰ اشعریؓ کا ہے اور یہی مشہور قول ابن
عباسؓ کا ہے اور یہی مذہب شعبی ابن ابی لیلیٰ و ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد بن الحسن اور حسن بن زیاد و زفر بن ہذیل و احمد بن حنبل و یحییٰ بن آدم و نعیم
بن حماد و ابو ثور و داؤد ظاہری وغیرہ کا ہے۔ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ یہ سب جو مذکور ہوا
بعد ادا سے وصیت کے جو میت کر گیا یا قرضہ کے ہے درحالیکہ وہ وارثوں پر ضرر ڈالنے والا نہیں ہو۔ ف۔ باینطور کہ تہائی سے زیادہ کی وصیت
کی ہو۔ آیت کریمہ میں وصیت صرف ایسی ہو کہ غیر مضار ہو یعنے ضرر پہونچانے والی ہو باقی مطلق ہے ولیکن حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ تہائی
سے زیادہ وصیت روا نہیں ہے اور ائمہ علمائے نے اسپر اتفاق کیا ہے اور قرطبیؒ نے کہا کہ وارث کے واسطے وصیت بالاجماع نہیں جائز
ہے اور بعض نے ذکر کیا کہ ایسی وصیت بھی باطل ہوگی جس سے محض ضرر رسانی مقصود ہو اگرچہ تہائی یا کم کچھ بھی نافذ نہ ہوگی۔ اور حضرت ابن
عباسؓ سے روایت ہے کہ وصیت میں ضرر پہونچانا کبیرہ گناہ ہے رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر۔ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے
فرمایا کہ آدمی ستر برس نیکیوں کے کام کرتا ہے پھر وصیت کرنے میں جور و ظلم کر جاتا ہے پس خاتمہ بدکام پر ہوکر دوزخ میں داخل ہوتا ہے اور آدمی ستر برس
بدوں کے کام کرتا ہے پھر وصیت کرنے میں عدل و انصاف کرتا ہے پس خاتمہ نیک کام پہ ہو کر جنت میں داخل ہوتا ہے پھر ابو ہریرہؓ نے کہا کہ پڑھو تمھارا اگر
جی چاہے تلک حدود اللہ تا قولہ عذاب مہین۔ رواہ ابن ماجہ والبیہقی واحمد و عبد بن حمید و ابو داؤد والترمذی وقال حدیث حسن۔ اور حضرت
انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا جس نے اپنے وارث کی میراث قطع کی قیامت میں اللہ تعالے اسکو جنت سے قطع کریگا رواہ ابن ماجہ
قال ابن کثیر علماؤں میں اختلاف ہے کہ وارث کے حق میں قرضہ کا اقرار کرنا صحیح ہے یا نہیں اسمیں دو قول ہیں ایک یہ کہ نہیں صحیح ہے بسبب تہمت
کے اور حدیث صحیح میں ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ہر حقدار کو اسکا حق دیدیا اب کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہے
اور یہی مذہب امام مالک و احمد و ابو حنیفہ کا اور قول قدیم شافعی کا ہے اور شافعی کے قول جدید میں صحیح ہے اور یہی مذہب طاؤس و عطا و حسن و عمر بن
عبد العزیز کا ہے اور اسی کو امام بخاریؒ نے صحیح میں اختیار کیا بدیں حجت کہ رافع بن خدیجؓ نے وصیت کی کہ فزاریہ کے گھر میں جو کچھ ہے وہ کھولا
نجاوے قال المترجم یہ احتجاج عجیب وجہ محل نظر ہے اول آنکہ لاتکشف الفزاریۃ عما اغلق علیہ بابہا۔ یعنی فزاریہ نے جو کچھ اسکا دروازہ بند کیا
گیا ہے کھولا نجاوے یہ کچھ اقرار نہیں اور اگر وصیت کہتے ہو تو وارث کے لیے وصیت نہ ہونا حدیث صحیح سے ثابت ہے دوم قول کو اس مراد
میں نص نہیں کما لایخفی سوم آنکہ شاید ان لوگوں کی طرف سے اسکے حق میں ضرر پہونچانے کا خوف محسوس کیا ہو واللہ تعالے اعلم قرضہ کے الفاظ
مذکور اس بات میں صریح نہیں ہیں فافہم۔ وَصِيَّةً۔ مصدر موکد فیوصیکم یعنے وصیۃ منصوب بنابر آنکہ مفعول مطلق فعل محذوف کا اور
موکد مضمون یوصیکم ہے۔ مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ۔ یہ وصیت ہے اللہ تعالی کی طرف سے اور اللہ تعالی علیم بہت
یعنے جو کچھ اپنے مخلوق کے واسطے تدبیر فرمائی اسکا دانا ہے اور حلیم بایں معنے کہ مجرم سے عقوبت کو تاخیر دیتا ہے اور واضح رہے کہ جن لوگوں کو
میراث دلائی انہیں دلیل سنت سے یہ خصوصیت ہے کہ انمیں کوئی بات وارث ہونے سے مانع ہو اور مفسر کے نزدیک مانع یہ ہیں کہ مورث قتل کیا ہو یا
اختلاف دین ہو یا رقیت ہو اور مترجم نے اوپر بیان کر دیا کہ اختلاف الدار بھی ہمارے نزدیک مانع میراث ہے یعنے وارث و مورث میں سے ایک کا مسکن
دار الاسلام ہو اور دوسرے کا مسکن دار الحرب ہو۔ واضح ہو کہ جسکو اسکے مولی نے آزاد کیا اگر وہ لاوارث قرابتی مرا تو آزاد کنندہ اسکی میراث کا مستحق ہے جبکہ

ذوی الارحام ہونا اور میراث ذوی الارحام کا بیان قولہ تعالیٰ واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض الآیۃ میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور جب کوئی شخص
کسی کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اسی سے موالات کر لی پھر لاوارث مرا تو یہی مولیٰ اسکا وارث ہے اور اگر کسی قسم کا وارث نہو تو اسکا مال داخل بیت المال
عام ہوگا لیکن ایک جماعت علمائے نے اس زمانہ میں فتویٰ دیا کہ بیت المال کو بادشاہوں نے حق طور پر قائم نہیں رکھا لہٰذا جو کچھ اہل فرائض
سے بچ جاوے وہ بھی انہیں پر پھیر دیا جاوے اور لاوارث کا مال انہی کے نام پر خیرات ہو۔ اور یہ تفصیل مطولات فقہ میں مع تحقیق مذکور ہے
بیان مختصر بیان تخریج وتقسیم مناسب ہے۔ جاننا چاہیے کہ فرائض میں حصص تہائی و دو تہائی و چھٹا یا نصف چہارم و آٹھواں ہے اور قواعد موافق کتب فرائض
سے طول چاہتے ہیں مختصر بیان یہ ہے کہ قسم اوّل یعنی تہائی و دو تہائی و چھٹا سب کا نکالنا چھ سے ممکن ہے اور قسم دوم کا نکالنا آٹھ سے ممکن ہے پس اگر ورثہ قسم
اول سے جمع ہوں تو انکے حصص کے لحاظ سے جسکا حصہ سب سے کم ہو وہی عدد مسئلہ رکھکر حصص نکالو مثلاً کسی وارث کا تہائی اور دوسرے کا دو
تہائی ہو تو (۳) سے مسئلہ فرض کرکے ۱ و ۲ حصص دیا جاوے اور اگر تہائی و چھٹا مثلاً جمع ہو یعنی ایک وارث کا تہائی حصہ ہے اور دوسرے کے واسطے
چھٹا حصہ ہے تو (۶) سے مسئلہ رکھو تو تہائی کے دو اور چھٹے حصہ کا ایک سہم دیدو۔ اسی طرح اگر قسم دوم کے ورثہ جمع ہوویں یعنی مثلاً نصف و چہارم ہے تو
(۴) سے مسئلہ رکھو اور اگر نصف و چہارم و آٹھواں مثلاً جمع ہو سکے تو (۸) سے مسئلہ رکھو اور اگر قسم اول اور قسم دوم کے جمع ہوں مثلاً نصف و تہائی
و آٹھواں و تہائی کا مخرج ۳ اور آٹھویں کا (۸) ہے تو انمیں تباین نسبت دیکھو جو اس مثال میں تباین ہے پس ۳ کو ۸ میں ضرب دو (۲۴) سے نکالو
اور اگر نصف و چھٹا جمع ہو تو (۶) کافی ہیں۔ اسی طرح تہائی و چوتھائی میں (۱۲) سے مسئلہ ہوگا۔ اسی طرح اعداد ورثہ میں اور انکے حصص میں بھی
نسبت دیکھکر برابر تقسیم کے لیے مسئلہ ٹھیک کرو۔ ان مثالوں میں غور کرو (مثال ۱-) زید مرا۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اور کوئی نہیں ہے تو
دختر کی تعداد ایک ہے اور اسکو پسر کی تعداد ایک کے دو چند یعنی دو ملیں جمع کرو تین ہوئے پس جواب یہ کہ زید کے تمام مال کے تین حصے کرکے دو حصے
پسر کو ایک حصہ دختر کو دیدو (مثال ۲-) اگر مثال مذکور میں دو پسر تین دختر ہوں تو دختروں کی تعداد ۳ اور پسر کی تعداد ۲ کے دو چند یعنی ۴
ہیں ان کو جمع کرو ۷ ہوئے پس یہی جواب ہے کہ تمام مال کے سات حصے کرکے ایک ایک حصہ ہر دختر کو اور دو دو ہر پسر کو دیدو۔ (مثال ۳-) زید مرا۔
باپ۔ ماں۔ ایک پسر۔ ایک دختر چھوڑی تو اولاد کی صورت میں ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ہے اور باقی عصبہ ہیں پس ۶ سے کسر ہوگی
ایک حصہ باپ اور ایک حصہ ماں۔ اور باقی عصبہ میں چار سہام ہیں حالانکہ ۳ سہام ہوتے تو دو پسر کو اور ایک دختر کو دیا جاتا پس ۳ کو
۶ میں ضرب دو تو (۱۸) سے مسئلہ ٹھیک ہوا کہ ۳ باپ کو اور ۳ سہام ماں کو اور باقی ۱۲ میں سے ۸ پسر کو اور ۴ دختر کو مل گئے۔
(مثال ۴-) زید مرا۔ باپ۔ ماں۔ دو پسر تین دختر چھوڑے۔ پس ماں باپ کے لحاظ سے چھٹا حصہ چاہیے تو اصل مسئلہ (۶) لیکن ایک ماں
و ایک باپ کو دیکر باقی ۴ سہام ہیں حالانکہ دختر سے پسر کو دو چند کے حساب سے (۷) سہام چاہیے تو ۶ کو ۷ میں ضرب دیے ۴۲ ہوئے
پس ماں و باپ کے ششم حصہ کے حساب سے ۷-۷ سہام ماں کے ۷ سہام باپ کے ۸-۸ ہر پسر کو اور ۴-۴ ہر دختر کو ملیں گے۔ (مثال ۵-)
زید مرا۔ باپ و ماں چھوڑے تو ظاہر ہے کہ ماں کو تہائی ہے اور باقی باپ کا پس ۳ حصہ کرکے ایک ماں کو ۲ باپ کو ملیگا (مثال ۶-) زید مرا
اور باپ۔ ماں۔ جورو چھوڑی۔ تو جورو کا چہارم پس چار حصے کرکے ایک جورو کا اور باقی تین سہام میں سے تہائی کا ایک سہم ماں کا اور باقی دو حصے
باپ کے ہیں (مثال ۷-) باپ۔ ماں۔ دو بھائی یا بہن جو ماں کے پیٹ سے پہلے کسی خاوند سے ہیں تو ماں کو چھٹا حصہ اور باقی پانچ
حصہ باپ کو ملے اور یہ بھائی محروم ہیں کیونکہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط ہوتے ہیں لیکن انہوں نے اپنی ماں کو تہائی سے کھینچ کر کے چھٹے
حصہ پر نقص کر دیا اور اگر یہ اولاد نہ ہوتی تو ماں کو تہائی ملتا فافہم۔ (مثال ۸-) باپ۔ بیٹا۔ دو بیٹی۔ تین جورو ایک ورثہ چھوڑے

باپ کا چھٹا حصہ اور زوجہ کا آٹھواں حصہ ہے اور باقی عصبہ ہیں پھر جب چھٹا و آٹھواں جمع ہوئے تو اصل مسئلہ ۲۴ سے ہوگا لیکن چھٹا
و آٹھواں نکال کر باقی کی تقسیم ٹھیک نہیں کیونکہ دونوں بیٹے اور تینوں بیٹیوں کے حصص ملکر کم سے کم سات ہونگے مگر ۷ اور ۲۴
میں تباین ہے پس ضرب دیئو ۱۶۸ ہوئے پس باپ کا چھٹا حصہ ۲۸ اور جورو کا آٹھواں ۲۱ اور تین دختر کا ۵۱ جسمیں سے ہر ایک
کے سترہ۔ اور دو پسر کا ۶۸ جسمیں سے ہر ایک کے چونتیس ہوئے پس مجموعہ ۱۶۸ ہے پس کل مال کے اسیقدر حصے کیے جاویں (مثال ح ۹)
اگر مثال مذکور میں بجائے ایک زوجہ کے تین جورو ہوں تو زوجہ کے حصہ میں جو ۲۱ سہام آئے وہ تین زوجات پر پورے تقسیم ہوجاتے ہیں پس
ہر جورو کو ۷ حصے ملینگے اور حساب مذکور میں کچھ تغیر نہوگا اور اگر چار زوجات ہوں تو بوجہ تباین کے ۲۱ سہام کی تقسیم چار پر ٹھیک نہوگی پس مجموعہ
۱۶۸ کو چار میں ضرب دینا پڑیگا تاکہ ہر جورو کا حصہ بھی بے کسر نکل آوے۔ اور واضح ہو کہ حصص میں کبھی عول ہوتا ہے یعنے وارثوں کے سہام ملکر
کل سے زائد ہوجاتے ہیں مثلاً اصل مسئلہ بارہ اور مجموعہ حصص ملکر ۱۳ ہوجاتا ہے مثلاً ہندہ مری اور باپ ماں شوہر ایک دختر وارث چھوڑے تو
۱۲ میں سے باپ کو ایک ماں کو ایک شوہر کو ۳ اور دختر کو ۶ ملنا چاہیے کیونکہ والدین سے ہر ایک کو چھٹا حصہ شوہر کو چہارم و دختر
کو نصف ملنا چاہیے حالانکہ یہ سب ملکر ۱۳ ہوجاتے ہیں تو کل مال کے ۱۳ حصے کر کے اسیطرح تقسیم ہونا چاہیے یہی عول ہے۔ اور واضح ہو کہ عول کے
برعکس کبھی رد کرنا ہوتا ہے مثلاً میت نے زوجہ و دختر چھوڑی تو زوجہ کو آٹھواں اور دختر کو نصف دینا چاہیے تو (۸) سے مسئلہ ہو کر ایک حصہ زوجہ کو اور ۴
سہام دختر کو دیے اور ۳ سہام باقی ہیں یہ تو وہ بھی اسی حساب سے انہیں وارثوں کو واپس رد کیے جاویں پس چاہیے کہ کل مال کے پانچ سہام کر کے ایک
حصہ زوجہ کو دیدو اور چار حصہ دختر کو دیدو تو کل مال الکفین میں فرض ورد سے تقسیم ہوگیا اور ہر ایک کے حق میں زیادتی ہوگئی کیونکہ پہلے مثلاً ایک روپیہ
میں سے دو آنہ زوجہ کو اور آٹھ آنہ دختر کو ملے تھے اور اب زوجہ کو پانچواں یعنے تین آنہ دو پائی ملے جبکہ آنہ کی بارہ پائی ہوں اور دختر کو باقی ملا۔ اور
اسکا نام اصطلاح میں رد ہے۔ پھر یہ طریقہ جو مذکور ہوا صرف ایک میت کے ورثہ میں تقسیم ہے اور اگر اول میت کا ترکہ تقسیم نہوا پھر ان وارثوں میں سے کوئی
مرا پھر اسکے ورثہ میں سے کوئی مرا غرضکہ چند اموات کے بعد جو لوگ موجود رہے انہوں نے تقسیم چاہی تو اسکو مترجم نے عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ میں مفصل لکھدیا
ہے وہاں سے تلاش کرو۔ یہاں مختصر قاعدہ لکھا جائیگا لیکن پہلے یہ یاد رکھو کہ اگر تین زوجہ میں مثلاً ۴۸ سہام ہوں تو ہر ایک کو ۱۶ سہام ملے اور اگر
انھیں کے ۱۲ سہام کرو تو بھی ہر زوجہ کو ۴ پورے ملے لیکن اس سے کم نہیں ہوسکتے ہیں تو فرائض میں یہ ضروری لحاظ ہے کہ اعداد میں کسی کی نسبت رکھو اور
نسبت چار ہیں اول تماثل جیسے ۴ و ۴ اور ۵ و ۵ وغیرہ دوم تباین جیسے ۳ و ۵ ۔ ۱۱ و ۳ وغیرہ جو بڑا چھوٹے پر تقسیم نہو سکے سوم تداخل جنمیں
تقسیم ہوسکے جیسے ۳ و ۱۲ ۔ ۴ و ۱۲ ۔ ۵ و ۱۵ ۔ ۳ و ۱۵ وغیرہ چہارم توافق دو عدد جو تیسرے عدد پر پوری تقسیم ہوجاویں جیسے ۶ و ۸ ہیں کہ ۲ پر پورے
تقسیم ہوجاتے ہیں پس تماثل میں ایک عدد لیلو۔ تباین میں دونوں کو ضرب دیدو۔ تداخل میں فقط بڑا عدد کافی ہے توافق میں ایک کے وفق
کو دوسرے میں ضرب دو جیسے ۶ و ۸ میں دو سے توافق ہے تو ۶ کو دو پر تقسیم کرکے ۳ حاصل کو ۸ میں ضرب دیکر ۲۴ لو وعلی ہذا القیاس تو ایسا کرنے
سے حساب میں اختصار ہوگا اور اگر ۶ کو ۸ میں ضرب دو تو اس سے دوچند یعنے ۴۸ ہوجاوینگے حالانکہ جب وارثوں کے حصص ۲۴ سے نکل آتے ہیں تو بیفائدہ
۴۸ حصہ کرنے سے تکلیف اٹھانا جائز نہیں ہے پس جسطرح وارثوں کے حصص مفروضہ یاد رکھے اسی طرح حساب کا قاعدہ بھی مشق کرلے۔
جاننا چاہیے کہ فرائض میں جو شخص ان تمام حصص کو یاد کرے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں اور اس حساب کو یاد کرلے وہ اعلیٰ میت کی میراث اسکے
وارثوں میں تقسیم کرلیگا انشاء اللہ تعالیٰ لیکن جب دوسری پشت یا تیسری پشت پر تیار ہوتا ہے تو اس حساب فرائض میں مشکل ہے اسکو بھی بیان کرتا ہوں
انشاء اللہ تعالیٰ سمجھ لینے پر وہ بھی آسان ہوجاویگا۔ جاننا چاہیے کہ پہلے جو میت مرے اس وقت کے موجودہ وارثوں میں تقسیم کرو پھر جو

دوسرا امر یہ کہ اسکے موجودہ وارثون مین تقسیم کرو تو جو کچھ ہر ایک کا حصہ نکلے اسکو دیکھو کہ اوپر اس میت کے حصہ مین پہلے میت کے مال سے کتنے حصے ملے تھے کیونکہ وہی حصے اس حساب سے اسکے وارثون مین تقسیم ہونگے پھر اگر ان مین تداخل ہو تو کچھ ضرورت نہین ورنہ توافق کی صورت مین موافق مذکورہ بالا کے ہر ایک پر ایک کو تقسیم کرکے حاصل سے دوسری ضرب کرو اور وہ اول میت کے مسئلہ مین بھی قائم کرو تاکہ سب حصے برابر نکلین پھر وارثون کے حصے جمع کردو مثلاً زید مرا اور بیٹا مسمی بکر اور بیٹی مسماۃ ہندہ اور جورو مسماۃ سلمیٰ چھوڑی پھر بکر مرا اور دختر مسماۃ کبری اور جورو مسماۃ صغری اور بہن مسماۃ ہندہ مذکورہ بالا اور ماں مسماۃ سلمیٰ مذکورہ بالا چھوڑی اب وارثون نے تمام مال کو تقسیم کرنا چاہا تو اسطرح کرنا چاہیے کہ اول زید کی میراث تقسیم کرو تو جورو کو آٹھوان اور باقی بیٹا بیٹی مین للذکر مثل حظ الانثیین ہوگا لہذا ۲۴ سے مسئلہ ہوا تو بکر بیٹا ۱۴ اور ہندہ بیٹی کو ۷ اور سلمیٰ جورو کو ۳ حصے ملے پھر بکر مرا ہے جسکے پاس اول ترکہ سے ۱۴ سہام ہین تو اسکی ماں کو چھٹا حصہ اور جورو کو آٹھوان حصہ اور بیٹی کو نصف ہے اور بہن عصبہ ہے لہذا یہ مسئلہ بھی ۲۴ سے ہوا یعنی بکر کے مال کے ۲۴ حصے کیے جاوین جسمین سے کبری دختر کے ۱۲ صغری جورو کے ۳ اور ہندہ بہن کے ۵ اور سلمیٰ ماں کے ۴ ہوئے لیکن اوپر معلوم ہوا کہ بکر کے پاس موجودہ ۱۴ سہام ہین اور ۱۴ و ۲۴ مین توافق ہے کیونکہ ۲ پر دونون تقسیم ہوتے ہین لہذا ۷ کو ۲۴ مین ضرب دیا ۱۶۸ ہوئے پس اسی عدد ۷ سے اوپر کے کل سہام کو جو عدد مسئلہ کے ضرب دو تو بکر ۹۸ ہندہ ۴۹ سلمیٰ ۲۱ ہو گئے اور اسی طرح بکر کے وارثون کے کبری دختر ۸۴ صغری جورو ۲۱ اور ہندہ بہن ۳۵ اور سلمیٰ ماں ۲۸ ہو گئے پس جو لوگ اب زندہ موجود ہین انمین سے فقط ہندہ کو اپنے باپ و بھائی دونون کی میراث ملی اور اسیطرح سلمیٰ کو اپنے شوہر و پسر دونون کی میراث ملی ہے اور باقی کو ایک ہی میراث ملی پس کبری کے ۸۴ اور صغری کے ۲۱ اور ہندہ کے ہر دو میراث کے جمع کرو تو ۸۴ اور سلمیٰ کے ہر دو میراث کے ۴۹ ہوئے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

یہ حدین باندھی اللہ کی ہین اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اوسکے رسول کے وہ داخل کرے اسے باغون مین جنکے نیچے بہتی ندیان

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهٗ

رہ پڑے انمین اور وہی ہے بڑی مراد ملنی اور جو کوئی بے حکمی کرے اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور نکل جاوے اسکی حدون سے

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ع ۲

داخل کرے اوسکو آگ مین رہ پڑا انمین اور اوسکو ذلت کی مار ہے

تِلْكَ - الاحکام المذکورۃ من امر الیتامٰی وما بعدہ - یعنی تلک کا اشارہ احکام مذکورہ کی طرف ہے جو یتیمون کے بارہ مین اور اسکے ما بعد مین فرائض مواریث ذکر فرمائے ہین ۔ حُدُودُ اللّٰهِ - شرائعہ التی حدہا لعبادہ لیعملوا بہا ولا یتعدوہا - حدود الٰہی ہین ف یعنی شرائع ہین جنکو اللہ تعالیٰ نے بندون کے لیے حد کردیا ہے تاکہ اسپر عمل کرین اور اس سے تجاوز نہ کرین ۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ - فیما حکم به - اور جسنے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی ف یعنے اطاعت کی ایسے امر مین جو حکم کردیا ہے تو ۔ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا - اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغات مین داخل فرماویگا جنکے نیچے نہرین جاری ہین - درحالیکہ انمین مقدر ہوگا خلود و ہمیشہ رہنا انکے واسطے ۔ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ - اور یہ فوز عظیم ہے ف پوری فلاح و پوری مراد ہے - یدخلہ بیاء تحتیہ اکثر کی قرأت ہے اور ندخلہ بنون متکلم نافع کی قرأت ہے جسمعنے ہم اسکو داخل کرینگے ایسے باغات بیمثال مین اس شان سے کہ جیسے داخل ہون انمین ہمیشہ ہین کبھی موت ہی

یجئے

شد فنا ہی - وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا - اور جسنے نافرمانی کی اللہ
اسکے رسول کی اور حدود الٰہی سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ اسکو آگ میں داخل فرماویگا درحالیکہ اسکے لیے آگ میں رہنا ہمیشہ کے لیے مقدر ہوگا ف
ضحاک نے کہا کہ یہاں عصیان سے مراد شرک ہی یعنی کفر و انکار کیا اور ابن عباس نے فرمایا یعنے اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہوا اور جو اسنے حد مقرر فرمائی
ہی اس سے تجاوز کیا اور کلبی نے کہا کہ میراث کی جو تقسیم اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہی اس سے انکار کیا تو کفر کیا اسیواسطے فرمایا کہ ہمیشہ دوزخ میں
پڑا رہے گا - قولہ یدخلہ یہاں بھی بیا تحتیہ یا بنون ہی یعنے ہم اسکو آگ میں داخل کرینگے - وَلَهٗ - فیہا - اور اس کافر کے لیے (دوزخ میں) عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ - ذو اہانۃ - ایسا عذاب ہی جو اہانت دینے والا ہی یعنے ایسا عذاب ہی جسمیں اہانت ہی پس مہین صیغہ نسبت ہی - واضح ہو کہ لفظ من
مفرد ہی اور معنے اسکے جمع کے بھی ہیں اسی وجہ سے برعایت معنے کے خالدین - جمع فرمایا اور یدخلہ میں ضمیر مفرد لفظی ہی - ف عرائس البیان میں
فرمایا کہ قولہ تلک حدود اللہ الآیہ - اللہ عز و جل نے امر و النھی و مواریث میں تمام مخلوق کے دخل کو صاف مبہم چھوڑا کہ اسکی مقدار و کیفیت علم قدیم
الٰہی میں معلوم و مقدر و محدود ہی تاکہ اس کی درگاہ عظمت و کبریائی میں عاجزی و تواضع کے ساتھ بندگی کی گردن جھکا دیں اور اللہ عز و جل
نے اسکے علم کو اپنی ہی پاک ذات تک رکھا تاکہ اسکے مخلوق میں سے کوئی بھی اسکی حد سے تجاوز نہ کرے اور اشارہ ہی کہ ہر اہل معرفت کے واسطے بھی
ایک حد مقرر ہی جہانتک اسکا کشف و عرفان پہونچتا ہی پھر اسکی صمدیت و احدیت مطالعہ سے باز رکھتی ہی - اور حدود اللہ ایک پردہ سا ہی
حدوث و قدم کے درمیان کہ دونوں میں کوئی خلط نہیں ہوسکتا کیونکہ ہر طرح حدوث سے منزہ و پاک ہی - شیخ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ حدود
اللہ اسکے اوامر و نواہی ہیں سو جس نے انسے تجاوز کیا وہ راہ راست سے بھٹک گیا بعض نے کہا کہ تلک حدود اللہ اشارہ ہی کہ اہل ارادت
کو انکی لیاقت کے لائق احوال پر واقف کیا جاوے اور تعدی و تجاوز اسمیں یہ ہی کہ ایسا اظہار کیا جاوے جس سے وہ ہلاک ہو جاویں مترجم کہتا ہی
جیسے اول سے مسئلہ وحدت وجود یا وحدت شہود وغیرہ بیان کرے کیونکہ مبتدی کو خلط و خبط ہوگا بلکہ ابتدا میں اسکو طریق سنت پر استقامت و علم
تعلیم کرے پھر علم و عمل کی استقامت سے استعداد حاصل ہونے پر بقدر استعداد کے ترقی دے - ابو عثمان نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی حد پر
رہا اس سے تجاوز نکیا وہ کبھی برباد نہوگا - اور بعضے اہل بغداد نے کہا کہ بندہ کا القلاب جملہ اوقات میں حدود تک ہوتا ہی پس یہانتک حرمت
ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تلک حدود اللہ فلا تقربوہا اسواسطے کہ جو چراگاہ سلطانی کے کنارہ کنارہ چرتا ہی وہ کبھی نہ کبھی اسمیں جا پڑتا ہی
قال المترجم حدیث صحیح میں ہی من حام حول الحمی یوشک ان یقع فیہ - جو کوئی چراگاہ سلطانی کے گرد گھومے وہ اسمیں جا پڑنے کے قریب ہی
فافہم پھر اللہ عز و جل نے حدود و زنا وغیرہ کا حکم ابتداء اسلام میں اسطرح نازل فرمایا

وَالّٰتِيْ يَأْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ
اور جو کوئی بدکاری کرے تمھاری عورتوں میں تو شاہد لاؤ اون پر چار مرد اپنوں میں سے پھر اگر
شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا
وے گواہی دیویں تو انکو بند رکھو گھروں میں جب تک اٹھا لیوے انکو موت یا کردے اللہ اونکی کچھ راہ

وَالّٰتِيْ يَأْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ - الزنا - مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ - ای من
رجال المسلمین - جو عورتیں کہ تمھاری عورتوں میں سے فاحشہ یعنی زناکاری کریں تو تم انہوں میں سے چار گواہ کرلو منکم سے مرد
و مسلمان ہونے کی خصوصیت مراد ہی یعنی چار گواہ مرد مسلمان ہوں جنکو تلاش کرلو بشرطیکہ عادل ہوں اسواسطے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی نہیں

اور کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہیں۔ فَاِنْ شَهِدُوْا علیھن ہا پس اگر چاروں مردوں مسلمان نے ان عورتوں پر فاحشہ زنا کی گواہی
دی ف تو بالفعل کوئی سزا ے ضرب نہیں بلکہ۔ فَاَمْسِكُوْهُنَّ۔ احبسوہن۔ فِی الْبُيُوْتِ۔ قید رکھو ان عورتوں کو گھروں میں
ف وامنعوہن من مخالطۃ الناس۔ اور منع کرو انکو یعنے باز رکھو لوگوں کے ساتھ خلط ملط ہونے سے اور برابر اسی طرح انکو محبوس رکھو
حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ۔ یہانتک کہ ملائکۃ الموت انکو وفات دیں (انکے وقت مقدر پر) اَوْ۔ الی ان يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا
یا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں کے لیے کوئی راہ مقرر کردے ف یعنے قید رکھو اور روکو یہانتک کہ مریں یا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ انکے
واسطے راہ مقرر کردے پس یہ بطور شک کے نہیں ہے بلکہ ابتدا میں ایک حکم دیا اور دوسرا حکم علم الٰہی میں موجود تھا کہ بعد ایک زمانے نازل
ہوگا پس حکم اول کے وقت فرمایا کہ انکو روکو یہانتک کہ دوسرا حکم آنے تک مرچکیں تو انکا معاملہ اسیقدر پر ختم ہوا یا زندہ ہیں تو وہ حکم ان پر جاری
ہوگا اور گواہوں میں عادل ہونا شرط ہے کیونکہ فاسق کی خبر کو پرکھنے کا حکم ہے لقولہ تعالیٰ اذا جاءکم فاسق بنبإ الآیۃ۔ اور مترجم کے نزدیک یہاں
ایک نکتہ ہے جس سے عادل کا ذکر نہیں فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اربعۃ منکم۔ فرمایا یعنے تم میں سے چار ہوں حالانکہ تم تو رسول اللہ صلعم کے صحابہ
عادل ہو پس عادل کہنے کی ضرورت نہ تھی اور نہ کسی شیطانی شخص کو شبہہ کا موقع رہا کہ شاید صحابہؓ میں بعض عادل و بعض غیر عادل ہیں پھر چونکہ یہ حکم فقط
صحابہؓ تک رہا بلکہ سورۃ النور نازل ہوکر منسوخ ہوگیا تو وہاں منافقوں کو خارج کیا اور فاسق قرار دیا اور عورتوں کے لیے راہ نکال دی حتیٰ کہ کسی
فاسق اثیم بہتان باندھنے کی بھی گنجائش نہ پاویگا مفسر رح نے لکھا کہ قولہ سبیلا۔ ای طریقا الی الخروج منہا۔ یعنی اس قید سے نکلنے کی راہ کردے امر ا
بذلک فی اول الاسلام ثم جعل اللّٰہ لہن سبیلا بجلد البکر مائۃ وتغریبہا عاما ورجم المحصنۃ۔ ابتداء اسلام میں مومنوں کو یہ حکم دیا گیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے
عورتوں کی راہ نکال دی کہ کنواری عورت اگر زنا کرے تو سو کوڑے ماری جاوے اور ایک سال کے واسطے شہر بدر کیجاوے اور بیاہی ہو تو
پتھروں سے سنگسار کرکے ہلاک کردی جاوے اقول یہ شافعیؒ کا قول ہے اور ابو حنیفہ رح کے نزدیک فقط سو کوڑے ہیں اور اگر محصنہ ہو تو بالاجماع
اسکو سنگسار کیا جاوے یہانتک کہ مرجاوے۔ وفی الحدیث لما بین الحد قال صلی اللہ علیہ وسلم خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللّٰہ لہن سبیلا رواہ مسلم۔ اور حدیث
میں ہے کہ جب یہ حد بیان فرمائی گئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ای لوگو یہ لو مجھسے یہ حکم لیلو کہ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کی راہ نکالدی رواہ مسلم
ف ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابتدا اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب کسی عورت کا زنا کرنا عادل گواہوں سے ثابت ہوا تو ایک گھر میں محبوس
رکھی جاتی اور نکلنے نہیں پاتی تھی یہانتک کہ مرجاتی۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حکم ایسا ہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کو نازل
فرمایا پس اس حکم کو درے یا رجم سے منسوخ کیا اور ایسا ہی عکرمہ و ابن جبیر و حسن و عطاء و ابو صالح و قتادہ و زید بن اسلم و ضحاک سے مروی ہے کہ یہ
حکم منسوخ ہے اور یہ امر متفق علیہ ہے قال المترجم سورۂ نور میں ہے قولہ تعالیٰ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ الآیۃ۔ اور قول
ابن عباسؓ کہ اسکو درے یا رجم سے منسوخ کیا ہے یعنی کنواری کے واسطے درے اور بیاہی کے لیے رجم کا حکم دیا ہے۔ اور جمہور اسی طرف گئے ہیں کہ یہ آیت
اور مابعد کی آیت منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہیں ہے اور حدیث عبادہؓ ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ لو مجھسے لو مجھسے اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں
کی راہ نکالدی کنوارا اگر کنواری سے زنا کرے تو درّے اور ایک سال کے لیے شہر بدر ہے اور ثیب اگر ثیبہ کے ساتھ زنا کرے تو سو درے اور سنگساری ہے
(رواہ الترمذی وقال حسن صحیح وقد رواہ مسلم وغیرہ) یہ حدیث مبارک اس آیت کا بیان واقع ہوئی ہے اور امام احمدؒ بمقتضائے حدیث موصوف کہتے ہیں
کہ زانی ثیب کو سو درے بھی مارے جاویں اور سنگسار بھی کیا جاوے اور جمہور کے نزدیک اسکو فقط سنگسار کیا جاوے درے نہیں ہیں اور حجت
انکی یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ و غامدیہ کو اور یہودی مرد و عورت زنا کاروں کو فقط رجم کیا اور درے نہیں مارے پس معلوم ہوا کہ رجم کرنا

واجب نہین ہی بلکہ وہ منسوخ ہی اور امام شافعیؒ پر وارد ہوتا ہی کہ انھون نے کنوارے کے حق مین ایک سال کا شہر بدر کرنا اسی حدیث سے تجویز کیا حالانکہ ثیب کے لیے قبل رجم کے درے مارنا نہین تجویز کیا بلکہ حدیث کو منسوخ قرار دیا اور راجح یہین قول امام ابوحنیفہ کا ہی یہ حدیث صحیح ہی اور نسخ کی کوئی دلیل نہین ہی ولیکن حدیث کے معنے یہ ہین کہ ایکسال کا شہر بدر کرنا یا قبل رجم کے کوڑے مارنا یہ بطور سیاست و تعزیر کے ہی جو امام المسلمین کی رائے پر ہی ورنہ آیت کریمہ مین جو سورۂ نور مین ہی فقط کوڑے و فقط رجم ہی لیکن یہین یہی ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہی کہ امام کو سیاست کرنا اسقدر نہین جائز ہی جو کسی حد الٰہی تک پہونچ جاوے پھر سو کوڑے تو مقدار حد ہی اور جواب یہ ہو سکتا ہی کہ منع یہ ہی کہ اس بارہ مین جو حد مقرر ہی تو شبہہ پر حد تک نہ پہونچے اور سنگساری مین حد کی مقدار یہ کہ پتھرون سے قتل کیا جاوے تو کوڑے کی سزا بطور سیاست ہو سکتی ہی

وفیہ نظر ایضاً فافہم واللہ اعلم - وشرائط حد سورۂ نور مین آوینگے انشاء اللہ تعالیٰ

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

جو کرنے والے کرین تم مین سے فاحشہ کام تو انکو ایذا دو پھر اگر توبہ کرلین اور سنور رہین تو انسے اعراض کرو اللہ تعالیٰ

تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْۗءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ

بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہی توبہ تو اللہ تعالیٰ کو قبول ہی انھین کی جو کرتے ہین برا نادانی سے پھر توبہ کرتے ہین جلدی سے

فَاُولٰۗىِٕكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِــيْمًا حَكِــيْمًا ۝

تو ایسون کو اللہ تعالیٰ معاف فرماتا ہی اور اللہ تعالیٰ سب جانتا حکمت والا ہی

وَالَّذٰنِ - بتخفیف النون وتشدیدہا - یعنے اکثرون کی قراءۃ تخفیف نون ہی اپنی اصل پر اور قیاس صیغہ کا اللذیان تھا سیبویہ نے کہا کہ اسماء متمکنہ و مبہمہ مین فرق کے لیے یاء تحتیہ حذف ہوئی - اور ابن کثیرؒ کی قراءۃ مین بتشدید نون ہی پس یا تو نون العوض یاء محذوفہ ہی یَاْتِيٰنِهَا - ای الفاحشۃ الزنا واللواطۃ - یعنے ضمیر مونث راجع بجانب فاحشہ مذکورہ بالا ہی اور مراد اس سے زنا اور لواطت ہی مِنْكُمْ ای من الرجال - مردون مین سے (المعنے) اور جو دو مرد کہ تم مین سے اس فعل فاحشہ (زنا و لواطت) کے مرتکب ہون ف تو انکی سزا یہ ہی کہ فَاٰذُوْهُمَا - دونون کو ایذا پہونچاؤ - فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا - پھر اگر دونون توبہ کرین اور اپنے آپکو صلاحیت پر لاوین تو انسے درگذر کرو - ف واضح ہو کہ عورتون کی زنا کرنے کا حکم ابتداء اسلام تھا اوپر کی آیت مین مذکور ہوا اور مردون کا بیان نہین ہوا تھا سو اس آیت مین فرمایا - پھر مفسرؒ نے مردون کے حق مین فاحشہ کام کی عام تفسیر کی جو عورت سے زنا کرنے کو یا عام کسی مرد سے لواطت یعنے اغلام کرنے کو بھی شامل ہی اور خطیب نے کہا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک لواطت کرنا بھی مانند زنا کے ہی لیکن جسنے لواطت کی گئی اسپر انکے نزدیک رجم نہین ہی اگرچہ وہ محصن ہو بلکہ سو کوڑے مار کر ایکسال کے لیے شہر بدر کیا جاوے قال المفسرؒ یہ منسوخ ہی آیۂ سورۂ نور کے حکم حد سے اور اسیطرح اگر اس سے لواطت مراد ہو تو بھی آیت النور سے منسوخ ہی یعنی لوطی کو بھی حد زنا کی سزا دیجاوے - امام شافعی کے نزدیک ہی لیکن جسکے ساتھ لواطت کی گئی اگرچہ وہ بیاہا ہوا امام شافعیؒ کے نزدیک اسپر حکم سورۃ النور کے موافق رجم نہین ہی بلکہ ہر صورت مین اسپر درے ہین - کمالین مین کہا کہ آیت مین فاحشہ سے زنا مراد ہونا جمہور کا قول ہی اور لواطت مراد ہونا مجاہدؒ سے نقل کیا گیا ہی اور امام مالکؒ رحمہ کے نزدیک لواطت مین فاعل و مفعول یعنے اوپر والا و نیچے والا دونون پر ہر حال مین رجم ہی خواہ محصنین ہون یا نہون - اور حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ یہ آیت پہلی آیت سے پہلے اتری پس واللذان مرد و عورت زنا کرنے والی مراد ہین تو پہلے حکم ہوا کہ دونون کو ایذا دو پھر حکم ہوا کہ عورتون کو قید

رکھو۔ لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ اول آیت میں فاحشہ مصرح ہے اور اسمیں فاحشہ کی طرف ضمیر ہے تامل۔ اور ابو مسلم اصفہانی نے موافق
روایت مجاہد کے اختیار کیا کہ لواطت ہی مراد ہے اور بعض نے کہا کہ قرائن و امور اسکے مؤید ہیں۔ واضح رہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک لوطی کی
حد وہ نہیں جو سورۂ نور میں زنا کی مذکور ہے اور ابن عباس رضی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو تم دیکھو کہ قوم لوط کا عمل کرتا ہے تو فاعل و
مفعول ہر دونوں کو قتل کرو (رواہ اصحاب السنن) پس بنا بر اسکے اللذان یاتیانہا سے مراد لواطت ہو سزاے زنا مردوں کے حق میں کچھ مذکور نہوئی
جیسے اوپر کی آیت میں عورتوں کی سزاے زنا مذکور ہے۔ اسیواسطے شیخ مفسر وغیرہ نے اسمیں زنا و لواطت دونوں کو شامل کیا تاکہ مردوں کی سزاے
زنا بھی معلوم ہو جاوے اور رہا ایک خاص حکم لواطت جو مردوں ہی میں ہوتا ہے وہ بھی معلوم ہو جاوے۔ اور بنا بر قول جمہور کے مراد زنا ہے اور اللذان
سے زانی مرد و زانیہ عورت مراد ہے لیکن مذکر کو غلبہ دیکر اللذان بصیغہ تثنیہ مذکر فرمایا اور آیت اولی خاصۃً عورتوں کے حق میں قید کی سزا کا بیان ہے چنانچہ
قتادہ نے فرمایا کہ عورت ہی فقط مقید رکھی جاتی تھی اور ایذا دیے جانے میں مرد و عورت دونوں مشترک تھے یعنے عورت کو بعد ایذا کے مقید بھی کرو
اور بعض نے کہا کہ دوسری آیت خاصۃً مردوں کے حق میں ہے اور تثنیہ باعتبار ہر دو قسم کنوارے مرد و بیاہے مرد کے ہے اسکو قرطبی نے مستحسن
کہا اور نحاس نے اختیار کیا یعنی مردوں میں سے خواہ کنوارا ہو یا بیاہا ہو اگر زنا کرے تو دونوں قسم کو سزا دیکر چھوڑ دو تاکہ ضرورت جہاد وغیرہ میں
شریک ہو۔ اور سدی وغیرہ نے کہا کہ اول آیت محصنہ عورتوں کے حق میں ہے اور انکے ساتھ محصن مرد بھی داخل ہیں اور دوسری آیت مرد و عورت
کنوارے کے حق میں ہے اور اسی کو ابن جریر نے ترجیح دی اور نحاس نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو اول آیت میں واللاتی بصیغہ مونث ہے پھر باوجود شمول مردوں
کے تغلیب مونث کی مذکر پر لازم ہوگی اور یہ بعید ہے اور مفسر رح نے کہا کہ اللذان یاتیانہا میں لواطت مراد ہونا ظاہر ہے بدلیل تثنیہ ضمیر مذکر کے اور
جسنے زنا مراد لیا اسنے کہا کہ تثنیہ سے زانی مع زانیہ مراد ہے اور یہ قول اسطرح رد ہوتا ہے کہ اللذان کا بیان (منکم) سے موجود ہے اور یہ ضمیر مردوں
کے واسطے مخصوص ہے اور علاوہ اسکے اللذان دونوں سزاے اذیت میں اور توبہ و اعراض میں مشترک ہیں اور یہ مخصوص مردوں کے لیے ہے کیونکہ عورتوں
کے حق میں پہلے بیان ہوا کہ محبوس رکھے جانے کی سزا ہے **قال المترجم** یعنی عورتوں سے اعراض کا حکم نہیں ہے اور یہاں اعرضوا عنہما فرمایا یعنی ان
دونوں سے اعراض کرو پس عورت کیونکر مراد ہو سکتی پس مفسر کے نزدیک ارجح یہ کہ مراد لواطت ہے اور شافعیہ طور پر حاصل یہ نکلا کہ ابتدا میں لواطت
کا یہ حکم تھا جو یہاں مذکور ہے پھر حد زنا نازل ہونے سے یہ بھی منسوخ ہوا اور لواطت کی بھی وہی حد ٹھہری جو زنا کے واسطے ہے کیونکہ یہاں جو مجمل
وہاں اسی کا حکم نازل ہوا ہے تو عورتوں کی زنا اور مردوں کی لواطت دونوں کا وہاں بیان آیا مگر شافعی رح کے نزدیک لواطت میں مفعول پر
خواہ محصن ہو یا غیر محصن ہو کسی حال میں رجم نہیں ہے بلکہ درّے اور ایک سال کی نفی ہے **قال المترجم** روایت اصحاب سنن جو اوپر مذکور ہوئی
کہ فاعل و مفعول ہر دو کو قتل کرو امام شافعی پر حجت ہے اور اسی کے موافق بعض خلفاے راشدین نے عمل فرمایا فافہم۔ قولہ فآذوہما۔ اے بالسب
والضرب بالنعال یعنے ایذا دینے سے مراد یہ ہے کہ انکے ساتھ بدزبانی کرو اور جوتیوں سے مارو۔ اور بعض نے کہا کہ عار دلاؤ اور یہی صحیح ہے
چنانچہ ابن عباس و سعید بن جبیر وغیرہ نے فرمایا کہ بدگوئی و عار دلانے و جوتیوں مارنے سے ایذا دو اور حکم یہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالی نے اسکو
درّے مارنے و سنگسار کرنے سے منسوخ کیا **اقول** یعنے حدود مقرر کردیے تو یہ حکم منسوخ ہوا اور یہ مراد نہیں ہے کہ اسکی حد بھی یہی زنا کی حد مقرر
ہوئی فتامل اور قولہ فاعرضوا۔ یعنی اعراض کرو مراد یہ کہ ان دونوں کو ایذا دینے سے اعراض کرو۔ **اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا**۔ اللہ تعالی
تواب ہے **ف** یعنے تواب کی صفت اس شخص کے حق میں ظاہر فرماتا ہے جو توبہ کرے یعنے نادم ہو کر عزم کرے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرے گا۔ رَحِيمًا
اس توبہ کرنے والے کے اوپر مہربان ہے **ف** پھر اللہ عز و جل نے بیان فرمایا کہ توبہ کن لوگوں کی توبہ ہے۔ **اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ**۔

توبہ قبول کرنا تو اللہ تعالے پر فقط انہیں بندوں کے واسطے ہے جو جہالت میں بدکاری کریں پھر جلد بیدار ہو کر نادم ہوں۔ اگر کہو کہ توبہ تو ہر شخص کر لیتا ہے مفسرؒ نے جواب دیا یعنے التوبۃ التی کتب علی نفسہ قبولہا بفضلہ۔ یعنے وہ توبہ کہ لکھ لیا اللہ تعالی نے اپنے اوپر قبول کرنا اسکا محض اپنے فضل سے کیونکہ علی حرف ایجاب ہے پس (علی اللہ) کے معنے یہ ہوے کہ واجب ہے اللہ تعالی پر حالانکہ اللہ تعالے پر کوئی چیز واجب نہیں یعنے آنکہ اس کا کرنا حتمی ضرور ہو یہ اہل سنت کا اجماعی اعتقاد و مذہب ہے یعنے سب ہی اسکے قائل ہیں ہاں معتزلہ لعنہ اللہ تعالی پر وجوب اعدل و اصلح وغیرہ واجب بکتے ہیں سو یہاں شبہ پڑتا تھا کہ علی حرف ایجاب ہے پس قبول توبہ اللہ تعالی پر واجب ہے سو مفسرؒ نے معنے بیان کر دیے جسکا حاصل یہ کہ قبول توبہ کو اللہ تعالی نے اپنے فضل و احسان سے مانند واجب کے کر لیا ہے بمقتضا سے وعدہ قبول کرے کیونکہ اوتعالے نے قبول توبہ کا وعدہ فرمایا اور وعدہ اسکا خلاف نہیں ہوتا تو ضرور پورا ہوگا پس اسکو وجوب سے تعبیر فرمایا (البیضاوی فی السراج) اور یہ کلام متین ہے کیونکہ بلا خلاف لفظ قبول محذوف اور خبر بھی محذوف ہے پس انما التوبۃ علی اللہ ای انما قبول التوبۃ مرتب علی فضل اللہ۔ یعنی قبول توبہ کا ظہور تو اللہ تعالی کے فضل پر ہے۔ (ابو حیانؒ) اور اہل معانی جنہوں نے نظم قرآن میں معانی بیان کیے ہیں مانند زجاج و اخفش و سیبویہ وغیرہ کے وہ کہتے ہیں کہ معنے یہ ہیں کہ واجب کیا اللہ تعالے نے اپنے اوپر بدون کسی کے واجب کرنے کے کیونکہ او تعالی مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے پھر جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا و توبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون۔ یعنی اے مومنو سب کے سب اللہ تعالے کی طرف توبہ و رجوع لاؤ۔ پس تمام امت متفق ہے کہ مومنوں پر توبہ کرنا فرض ہے پس اللہ تعالی کے فضل سے کن لوگوں کی توبہ مقبول ہے تو فرمایا۔ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ۔ المعصیۃ یعنے ان لوگوں کی توبہ قبول ہے جو کرتے ہیں برائی یعنے گناہ کو۔ بِجَهَالَةٍ۔ حال ای جاہلین اذ عصوا ربہم۔ درحالیکہ جاہل ہیں جبکہ رب عزوجل کی نافرمانی کی پس بجہالۃ حال واقع ہے یعملون کی ضمیر سے۔ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ۔ زمن قَرِيبٍ۔ قبل ان یغرغروا۔ پھر توبہ کرتے ہیں زمانہ قریب میں یعنے قبل اسکے کہ انکو موت کا غرغرہ لگے۔ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ۔ یقبل توبتہم۔ پس ایسے لوگوں کی توبہ اللہ تعالی قبول فرماتا ہے ف اگر کہا جاوے کہ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ انکی مقبول ہے جو جہالت و نادانی سے گناہ کریں بغیر جانے بوجھے تو مفسرؒ نے جواب کا اشارہ کیا کہ جاہل ہیں جبکہ انھوں نے نافرمانی کی یعنے گناہ صادر ہونا عین نادانی ہے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ حضرت مجاہدؒ وغیرہ نے فرمایا کہ جتنے اللہ تعالی کی نافرمانی کی خواہ عمداً یا خطا سے تو وہ جاہل ہے جبتک اس گناہ سے باز نہ آوے۔ اور قتادہ نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے تھے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو جو گناہ ہو پس وہ جہالت ہے۔ رواہ ابن جریر و عبد الرزاق نے قتادہؒ سے روایت کی کہ اصحاب رسول اللہ صلعم اس بات پر مجتمع ہوے کہ جس فعل میں اللہ تعالے کی نافرمانی ہوئی وہ جہالت ہے خواہ عمداً نافرمانی کی یا چوک گیا۔ اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالے کی نافرمانی کا کام کرے وہ اس کام کے وقت میں جاہل ہے اور عطاء ابن رباح سے اسکے مانند روایت کیا گیا اور ابن عباس سے ابو صالح نے روایت کی کہ بندہ کی جہالت یہی ہے بدکاری ہے۔ بالجملہ اگر زید بیوقوف نے جس راہ سے خود آتا جاتا ہے عمداً کانٹے ڈال دیے تو یہ اسکی جہالت بڑھی ہوئی کہلاویگی اور اگر چوک گیا اور گر گئے تو چھوٹی جہالت ہے فافہم۔ اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قریب زمانہ میں توبہ کرے تو اسی کی توبہ قبول ہے حالانکہ لوگوں آدمی گناہ کرتا ہے اور ہوش نہیں ہوتا پھر مدت بعد توبہ کی طرف رجوع ہوتا ہے تو جواب کی طرف مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ بندے کے حق میں موت کا غرغرہ لگنے سے پہلے سب وقت زمانہ قریب ہی ہے گرچہ اپنی روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت کو دیکھ لیا ہو اگر اس سے پہلے توبہ کر لی تو قبول ہے دیکھو اللہ تعالی نے قیامت کو قریب فرمایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ ملک الموت نظر آنے تک قریب ہے اور ضحاک نے کہا کہ موت سے ادھر

قریب ہی اور قتادہ وسدی نے کہا کہ جب تک صحت میں ہی۔ اور حسن بصری نے فرمایا جب تک گھبرانے لگے اور عکرمہ نے فرمایا کہ دنیا سب کی
سب قریب ہی مترجم کہتا ہی کہ آدمی کو آخرت کے دوام و ہمیشگی و کبھی ختم نہ ہونے پر نظر نہیں وہ سو پچاس بلکہ ہزار دو ہزار بلکہ لاکھ کرور اور
دار ناپائدار دنیا کو بعید دیکھتا ہی حالانکہ اس کے سامنے یہ بہت قریب ہی شیخ ابن کثیرؒ نے یہاں احادیث کو ذکر فرمایا خلاصہ یہ کہ ابن عمرؓ نے
نبی صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالی اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہی جبتک دم تک اسکو موت کا گھبرانہ لگے۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وحسنہ
الترمذی اور ابن مردویہ کی روایت عبد اللہ بن عمرؓ میں موت سے ایک ساعت پہلے باخلاص توبہ کا قبول ہونا مذکور ہی وکذا فی روایۃ ابی داؤد الطیالسیؒ
اور بمانند روایت احمد کے ابن مردویہ نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی وقد رواہ ابن جریر عن الحسن البصریؒ وعن الشیر بن کعب مرسلا وعن عبادۃؓ
بن الصامت مرفوعاً۔ اور حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس نے عرض کیا کہ ای پروردگار تیری عزت پاک کی
قسم ہی کہ برابر میں بنی آدم کو اغوا کرونگا جبتک انکی روحیں انکے بدنوں میں ہونگی پس اللہ عز وجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت جلال کی قسم ہی
کہ برابر میں انکو بخشتا رہونگا جبتک وہ مجھسے استغفار کرینگے۔ رواہ احمد۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان احادیث میں دلالت ہی کہ جب ایسے بندے
نے توبہ کی کہ اسکی زندگی کی امید ہی تو اسکی توبہ قبول ہی اور جب زندگی سے یاس ہوگئی اور ملک الموت کو دیکھ لیا اور روح حلق میں اٹکی اور سانس
گھرنے لگا تو پھر توبہ مقبول نہیں ہیواسطے اللہ عز وجل نے فرمایا ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الآن۔
یعنی نہیں توبہ ان لوگوں کے لیے جو گناہ کیے جاتے ہیں یہانتک کہ جب انہیں سے کسی کی موت حاضر ہوئی تو کہنے لگا کہ میں اسدم توبہ کرتا ہوں۔ یہ
ویسا ہی جیسا حق عز وجل نے حکم فرمایا کہ مغرب سے آفتاب نکلنے پر پھر کسی اہل زمین کی توبہ قبول ہوگی۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا بخلقہ۔ دانا ہی اپنے
مخلوق کا۔ حَكِيْمًا۔ فی صنعہ۔ حکیم ہی اپنی صنعت میں اپنے مخلوق کے ساتھ اور بعض محققین نے کہا کہ جب گھرانے لگا تو ایمان کی توبہ قبول
نہیں ہی اور گناہ کی توبہ قبول ہی اور تفصیل شرح فقہ الاکبر ملا علی قاری ومقدمہ عین الہدایہ مترجم باب العقائد میں ہی۔ ف۔ عرائس البیان
میں ہی کہ قولہ تعالی انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ۔ اس آیت کریمہ کے ظاہر معنے پر انما التوبۃ علی اللہ میں علی بمعنی من ہی ای انما
التوبۃ من اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ۔ یعنی توبہ اللہ تعالی کی طرف سے انہیں لوگوں کے لیے ہی جو معصیت کرتے ہیں حالت جہالت میں۔ اور
اہل تصوف کے نزدیک یہیں اشارہ یہ ہی کہ جو شخص گناہ میں پڑا وہ اندھیرے اور حیرانی میں پڑ گیا اس کو ہدایت کی راہ نہیں نظر آتی ہی اور کسی بشر
کی قدرت نہیں یہ بات خود نہیں ہی کہ راہ حق پاوے کیونکہ ہادی و راہ دینے والا ہی پاک پروردگار ہی اور ہدایت اسکے اوصاف قدیم سے متعلق ہی اور یہ
محال ہی کہ کوئی حادث کبھی اوصاف قدیم پر ہوجاوے پس اب سمجھو کہ علی اللہ۔ اسکی لغت ووصف ذات کے لیے کہ وہی ہادی ہی کیونکہ وہی ہادی
اپنے متحیر بندے کی طرف رجوع فرماوے جبکا قدم اسکی طبعی خواہش میں پھسل گیا ہی کہ وہ خود اپنے آپکو قہر الٰہی سے خلاص نہیں کرسکتا اسکا چھٹکارا
اسی فیاض کریم کی شرط کرم پر ہی جسنے اپنے گنہگار بندوں کی بخشش کرنے سے اپنا وصف فرمایا ہی اور یہ گنہگار وہ بندے ہیں جو بدون اختیار کے بشریت
کی خواہشوں کا قصد کر گذرے چنانچہ اوتعالی نے اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا۔ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ یعنی اوتعالی نے جو تمہارا پروردگار ہی اپنے
اوپر رحمت کرنا لکھ لیا ہی پس حرف علی اپنے ظاہر پر رہا بدلیل قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ۔ اسکی طرف سے بندے کی طرف رجوع اسکی رحمت واسعہ کی نظر
سے ہی جسکے حق ہی سبقت رحمتی غضبی۔ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لیگئی ہی۔ اور یہ توبہ قبول کرنا بوجہ مذکور حضرت حق عز وجل کی سنت
سابقہ ہی کہ ہمارے باپ آدم علیہ السلام پر گیہوں کھانے کے بعد جاری ہوئی چنانچہ فرمایا۔ فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا۔ ثم
اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدی۔ یعنی پھر برگزیدہ کیا آدم کو اسکے پروردگار نے پس رجوع فرمایا اسپر اور راہ دیدی۔ اور خصوصیت توبہ رجوع کی ان لوگوں کے واسطے

جو سیہ کام جہالت میں کر گذرین ۔ یہ اخبار اور آگاہی ہے اپنی عطوفت و لطف کی ایسی قوم کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے امتحان کے وقت ابتدائے مریدی و طلب کی حالت میں اپنے حظ نفس میں تھوڑا اگرفتار ہو گئے تا کہ انکے دلوں میں ندامت و انکسار و خوف و جلال واقع ہو جس سے وہ اپنی گردنیں بلند نکریں بعد ازانکہ نعوت کبریائی سے متصف ہو گئے اور حقائق انبساط اور مقام انحاد تک پہنچ گئے ہیں کیونکہ گردن اٹھانے میں دیدار ازل و مشاہدہ ابد سے گر جاوینگے حالانکہ حدوث سے فنا ہو گئے اور خلق قدم سے آراستہ ہوئے ہیں پھر نادانی کی نسبت جو ان بندوں کی طرف فرمائی اور جہل کی طرف انکو منسوب کیا تو یہ معنے کہ عمدہ طاعات کرتے ہیں اس امید پر کہ عوض پاویں اور یہ جہالت ہے کہ مکر قدم سے بیخوف ہیں اور عزت باری عز و جل کو کم پہچانتے گویا نہیں پہچانتے ہیں اور اس سے آگاہ نہیں کہ اسکی درگاہ جلال منزہ و پاک ہے تمام طاعت والوں کی بندگی اور تمام گناہگاروں کے گناہ سے حالانکہ یہ جہالت سے سمجھتے ہیں کہ یہ طاعات بھی کچھ چیز ہیں اور یہی چیزیں سبب تقرب سمجھتے ہیں حالانکہ درگاہ قدیم میں حادث کی طاعت کار آمد نہیں ہے پھر جب جمال مشاہدہ حضرت باری تعالیٰ کے دیکھنے والے ہو گئے تو اسکے جلال عظمت میں جو انکے گمان اپنی طاعتوں کے ساتھ تھے اس سے شرما گئے اور یہی فرمایا۔ ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب اللہ علیہم وکان اللہ علیما ۔ یعنی آگاہ تھا انکے شوق کا اپنی طرف اپنے علم قدیم سے حکیما ۔ انکی تربیت کرنے میں اپنی معرفت کے عطا ہیں ۔ اور بعض نے اس آیت کے اشارہ میں کہا کہ جو لوگ طاعت سے لیے پاک پروردگار کی جناب میں تقریب ڈھونڈھتے ہیں اپنی جہالت سے جہاں نہیں تقرب ڈھونڈھا جاتا ہے مگر اسی پاک بے نیاز کے فضل سے ۔ آخر شیخ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ضمان کرلی ایسے بندے کے توبہ کی جس سے گناہ بدون قصد صادر ہو نہ اسکے واسطے جو گناہ کرنے کو دل میں پوشیدہ رغبت سے رکھتا ہے اور اسکے صادر ہونے پانے پر تاسف کرتا ہے چنانچہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما التوبۃ علی اللہ الآیۃ۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰىٓ اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

اور نہیں توبہ ان لوگوں کی جو کیے جاتے ہیں برائیاں یہاں تک کہ جب آگئی ان میں کسی کی موت

قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِـيْمًا

تو بولا کہ میں نے توبہ کی اس دم اور نہ ان لوگوں کی جو مرتے ہیں درحالیکہ کافر ہیں یہی لوگ ہیں کہ مہیا رکھا ہمنے انکے لیے دکھ دینے والا عذاب

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۔ الذنوب ۔ جمع ذنب بفتح اول و سکون ثانی بمعنے گناہ حَتّٰىٓ اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ ۔ اور ایسے لوگوں کے لیے توبہ نہیں جو گناہ کیے جاتے ہیں یہانتک کہ جب انہیں سے کسی پاس موت حاضر ہوئی ف واخذ فی النزع ۔ اور نزع روح کی حالت شروع ہوئی اور اسنے آخرت کا مشاہدہ کرلیا۔ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ ۔ کہنے لگا کہ اب میں نے توبہ کی ف فلا ینفعہ ذلک ولا یقبل منہ پس اسکو یہ توبہ کرنا نافع نہوگا اور نہ قبول ہوگا ۔ اور کلام مفسرین مشعر ہے کہ یہ بیان مسلمانوں کا بھی حال ہے جیسا کہ ثوری سے مروی ہے اور اسی طرف کلام بیضاوی و سراج وغیرہ مشعر ہے اور کمالین میں کہا کہ قبول نہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ملک الموت و عذاب مشاہدہ ہونے کا وقت ہے پس یہ اضطراری حالت ہے اختیاری نہیں ہے اور سراج میں کہا کہ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ کسی کافر سے ایمان اور کسی گنہگار سے توبہ اسوقت قبول نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا یعنی پس نہ ہوئی کہ نفع کرے انکو ایمان لانا انکا جسوقت دیکھ لیا انھوں نے ہماری باس کو یعنے عذاب و اسکے آثار کو اور کہا کہ اسیواسطے فرعون کا ایمان قبول نہوا کیونکہ ڈوبنے میں پڑا تو ایمان لایا اور یہی ایمان الباس ہے جو مقبول نہیں اور کمالین میں لکھا کہ مشہور یہ ہے کہ یاس کے وقت توبہ گناہ مقبول ہے اگرچہ ایمان مقبول نہیں ہے چنانچہ خلاصہ وغیرہ میں مذکور ہے لیکن جامع مضمرات میں اسکے خلاف مذکور ہے اور یہی صحیح ہے جو جامع مضمرات میں ہے اور یہی

احادیث صحیحہ میں وارد ہو انتہی اور یہیں خلاف نہیں کہ مغرب سے آفتاب نکلنے کے بعد کسی کی توبہ قبول نہوگی اور شیخ ابو العالیہ سے مروی ہی کہ یہ آیت منافقون کے لیے اور یہی قول سعید بن جبیرؒ کا ہی اور ابن عباس سے مروی ہوا کہ مشرک مراد ہیں لیکن آیندہ آیت تو خود مشرکوں کے لیے منصوص ہی بقولہ تعالیٰ - وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ - اذا تابوا فی الآخرۃ عند معاینۃ العذاب لاتقبل منهم - یعنی اور نہیں توبہ ان لوگوں کے لیے جو مرتے ہیں در حالیکہ وہ کافر ہیں ف یعنی جبکہ آخرت میں عذاب دیکھکر توبہ کرینگے تو انسے قبول نہوگی - کیونکہ یہ لوگ جتنے بندے ہیں سب مامور ہیں کہ غیب پر ایمان لاویں اور جب معاینہ کرلیا تو ایمان کہاں رہا وہ تو مشاہدہ ہوگیا - سراج میں ہی کہ اللہ سبحانہ نے ان لوگوں کو جو دنیا کی سے اپنی توبہ کرنے میں اسراف کرتے ہیں موت کا وقت آجانے تک اور ان لوگوں کو جو کافر مرتے ہیں اس بات میں برابر کردیا کہ دونوں کی توبہ نہیں ہی اسواسطے کہ موت کا حاضر آنا آخرت کا پہلا حال ہی تو جیسے کفر پر اصرار کرنے والوں کی توبہ یقین پر جاتی رہی ایسے ہی جتنے موت آجانے تک توبہ نکرنے میں بیباکی کی کیونکہ ہر ایک نے دونوں میں وقت اختیاری سے تجاوز کیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباسؓ و ابو العالیہ و ربیع بن انس نے قولہ ولا الذین یموتون وہم کفار میں کہا کہ یہ اہل شرک کے حق میں نازل ہوا ہی - اور حضرت ابوذرؓ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا اور اپنے بندے کو بخشتا ہی جبتک حجاب واقع نہو تو عرض کیا گیا کہ حجاب واقع ہونا کیا ہی فرمایا کہ بدن سے جان نکلے ایسے حال میں کہ مشرک ہو رواہ احمد - أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا - اعدنا مہیا کیا ہم نے لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا - مولما - ایسے ہی لوگ ہیں کہ ہم نے مہیا کیا ہی انکے لیے عذاب مولم یعنی سخت دکھ دینے والا - سراج میں ہی کہ بعض نے کہا کہ اعتدنا در اصل اعددنا تھا کہ دال اول کو تا سے بدلا - اور عذاب الیم سے مراد دوزخ ہی پس معلوم ہوا کہ بے توبہ مرنے والا دوزخی ہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا

اے ایمان والو حلال نہیں تمکو میراث میں لے لو عورتوں کو زبردستی کرکے اور نہ انکو بند کرو کہ لے لو انسے کچھ

بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ

اپنا دیا ہوا مگر آنکہ وہ کریں بے حیائی کھلی ہوئی اور گذران کرو عورتوں سے دستور معقول سے

فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۝

پھر اگر تم کو وہ برا لگیں تو شاید تم کو ایک چیز بری لگے حالانکہ اللہ اسمیں بہت خوبی کر دیگا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا - ای ایمان والو تم کو حلال نہیں کہ تم عورتوں کے وارث بنو زبردستی سے یعنی عورتوں کی ذات کے وارث بننے سے ممانعت ہی کرہا بالفتح والضم لغتان ہی مکرہین علیہ ذلک - یعنی کرہ بالفتح اکثروں کی قرات ہی اور بالضم حمزہ و کسائی کی قرات ہی اور معنے اسکے زبردستی کے ہیں یعنی زبردستی کرنے والے عورتوں پر وراثت میں نہو اسطرح کہ انکی ذات کے وارث بن جاؤ - اور یہ معنے سبب نزول سے کھلینگے چنانچہ مفسرؒ نے کہا کہ کانوا فی الجاہلیۃ یرثون نساء اقربائہم فان شاؤا تزوجوہا بلا صداق او زوجوہا واخذوا صداقہا او عضلوہا حتی تفتدی بما ورثتہ او تموت فیرثوہا فنہوا عن ذلک - زمانہ جاہلیت میں اسلام لانے سے پہلے جبکہ خدا تعالیٰ کی راہ و شریعت سے جاہل تھے تب ان لوگوں کا یہ دستور تھا کہ اپنے اقربا یعنی ناتے داروں کی عورتوں کے وارث ہوجاتے یعنی میراث میں لے لیتے پھر چاہتے تو اس سے بدون مہر کے خود نکاح کرلیتے تھے یا دوسرے سے اسکا نکاح کرکے اسکا مہر خود لے لیتے یا اس کو روک کر بند کر رکھتے یہانتک کہ تنگ ہوکر جو اس نے میراث پائی تھی وہ فدیہ دیکر اپنی جان چھڑاتی یا مرجاتی تو اسکے

ہو جاتے پس اللہ عزوجل نے انکو اس سے منع کر دیا مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ کے سبب نزول سے چند اطوار مشرکین سے مالوف ہوئے چنانچہ تلخیص کے
ساتھ جو شیخ محدث ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا ہے لاتا ہوں - ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی مرد مرتا تو مرد کے اولیا یعنے
وارث لوگ اس میت کی جورو کے حقدار ہو جاتے انہیں سے کوئی اگر چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا اور اگر چاہتے تو دوسرے سے اسکا نکاح کر دیتے
پس میت کے اولیا اس عورت کے حق دار ہوتے اور عورت کے اولیا اس کے حقدار نہ رہتے پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ البخاری و ابن مردویہ و
ابوداؤد والنسائی و ابن ابی حاتم - اور دوسری روایت میں ابن عباس سے ہے کہ مرد اپنے قرابت والے میت کی جورو کا وارث ہوتا اور اسکو نکاح کرنے سے
روک رکھتا یہانتک کہ مرجاتی یا جو مہر اسنے لیا ہے واپس کر دیتی - رواہ ابوداؤد - اور مقسمؒ عن ابن عباس میں ہے کہ قرابت والوں میں سے جو میت کی جورو پر
کپڑا اڈال دیتا وہی اسکا احق ہو جاتا - اور علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس میں ہے کہ میت کی جاریہ پر اسکا دیور کپڑا ڈال دیتا پھر خوبصورت ہوتی تو خود
نکاح کرتا ورنہ روک رکھتا جب مرتی تو اسکی میراث لیتا - اور عوفی عن ابن عباس میں ہے کہ اہل مدینہ کے جاہلوں یعنے اسلام سے پہلے کے لوگوں کا یہ
دستور تھا - اور زید بن اسلم نے بھی یہ طریقہ اہل یثرب یعنی اہل مدینہ کا بیان کیا اور کہا کہ اہل تہامہ یعنے مکہ و نواح والوں کا طریقہ تھا کہ مرد اپنی جورو
سے بُری گذران رکھتا یہانتک کہ اسکو طلاق دیتا اور یہ شرط کرتا کہ اسی سے نکاح کرے جس کو مرد چاہے یہانتک کہ کچھ مہر واپس کر کے وہ جان
چھوڑاتی پس اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو اس سے منع فرمایا - رواہ ابن ابی حاتم اور ابوامامہ سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ جب ابوقیس
بن الاسلت نے انتقال کیا تو اسکے پسر نے چاہا کہ باپ کی جورو سے نکاح کرے اور جاہلیت میں انکا یہ طریقہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا رواہ
ابن جریر و ابن مردویہ - اور عطاءؒ نے کہا کہ جاہلیت میں جب کوئی مرتا اور جورو چھوڑتا تو اسکے وارث اس عورت کو اپنے کسی بچہ کے دودھ
پلانے کے واسطے بند رکھتے پس یہ آیت نازل ہوئی - رواہ ابن جریر - عکرمہ نے کہا کہ کبیشہ بنت معن بن عاصم بن الاوس کے حق میں اتری
کہ ابوقیس اسکا شوہر مرا اور اسکے پسر نے جو اس عورت کے پیٹ سے نہ تھا اس عورت کیطرف میل کیا اسنے حضرت صلعم سے کہا تو یہ آیت اتری
رواہ ابن جریر - اور سدی نے ابو مالک سے روایت کی کہ میت کے ولی نے اگر اسکی جورو پر آ کر کپڑا ڈال دیا تو اسکو دودھ پلانے وغیرہ کے لیے محبوس رکھ
سکتا اور اگر کپڑا انہیں ڈالنے پایا اور عورت بھاگ کر اپنے لوگوں میں ہو گئی اور ہاتھ سے نکل گئی تو پھر عورت نے نجات پائی خود مختار ہے - اور مجاہدؒ
نے کہا کہ مرد کے پاس یتیمہ لڑکی پرورش میں ہوتی وہ اسکو روک رکھتا بدیں امید کہ مر جاوے تو میراث لوں یا میرا لڑکا بڑا ہو تو اسکو بیاہ دوں رواہ
ابن ابی حاتم - پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ شعبی و عطاء بن ابی رباح و ابو مجلز و ضحاک و زہری و عطاء خراسانی و مقاتل سے مانند اسکے مروی ہے
شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ آیت کریمہ تمام اسکو شامل ہے جو اہل جاہلیت کرتے تھے جسکا بیان اقوال و آثار میں مذکور ہوا اور جو
فعل اسی نوع کا ہے سب کو شامل ہے واللہ اعلم مترجم کہتا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا سے خطاب بطور رندا کے اسوقت کے موجود لوگوں کو تھا اور
بواسطے قیامت تک کے لوگوں کو شامل ہے - بالجملہ ایسے افعال سے ممانعت ہوا اور یہ حرام ہے اور باپ کی جورو سے نکاح حرام ذکر ہوتا آگے
آویگا - وَلَا - ان - تَعْضُلُوْهُنَّ - اے یمنعوا ازواجکم عن نکاح غیرکم بامساکہن ولا رغبۃ لکم فیہن ضرارا - اور نہیں حلال ہے تم کو یہ کہ
تنگ کر رکھو عورتوں کو ف یعنے منع کرو اپنی جوروؤں کو اس سے کہ تمہارے سوائے دوسرے سے نکاح کر لیں اس طرح کہ انکو روک رکھو
نہ طلاق دو حالانکہ تم کو ان کی طرف کچھ رغبت نہیں ہے فقط اس غرض سے روکتے ہو کہ ان کو ضرر پہونچاؤ - لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ
اٰتَیْتُمُوْهُنَّ - من المہر - تاکہ لے جاؤ کچھ اس میں سے جو تمنے انکو دیا ہے ف یعنی مہر میں سے کیونکہ آخر تنگ ہو کر وہ عورتیں کیا کریں
تخلص - مترجم کہتا ہے کہ عضل کے معنے حبس و تنگ کرنا کما ذکرہ الزمخشری اور موافق آثار اور مختار شیخ ابن کثیرؒ کے ممانعت مردوں کو

اپنی جورروون کے عضل سے اور یتیمہ کو نکاح سے اور میت کی جورو یا باندی کو دوسرے سے نکاح کرنے سے یہ سب عضل ہی جس سے ممانعت ہی
اور بتابرین لیعض ما اتیتموہن - جورروون کے مہر سے یا میت کی جورو نے جو مہر و ترکہ پایا اس سے یا یتیمہ نے جو میراث پائی اس سے لے لو اور
مفسر رحمہ نے اسکو ازواج یعنی شوہرون کے حق مین خطاب قرار دیا - حالانکہ مفسر رحمہ نے اول خطاب کو وارثون کے حق مین ہونا اختیار کیا تھا اسی سبب
سے اعتراض کیا گیا کہ ایک کلام مین خطاب نزار دو شخصون کو بدون تکرار نداء کے روا نہین ہی چنانچہ قم واقعد زید و عمرو دونون کو ایک نداء مین
الگ الگ فعل کو نہین کہہ سکتے بلکہ یون کہین گے قم یا زید و اقعد یا عمرو اور جواب دیا گیا کہ اہل اسلام بحکم واحد ہین - اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب
بھی وارثون کو ہی ای تم لوگ ان عورتون کو نکاح کرنے سے منع مت کرو اور سراج مین کہا کہ صحیح وہ ہی کہ معالم مین فرمایا کہ یہ خطاب شوہرون
کو ہی کہ شیخ ابن کثیر رحمہ نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ قولہ لا تعضلوہن - یعنی مقہور مت کرو انکو تا کہ جو دیا ہی اسمین سے
کچھ لے مرد اور مراد اس سے وہ مرد ہی کہ اسکی جورو ہو حالانکہ مرد اس سے کراہت رکھتا ہو اور عورت کا اسپر مہر ہو پس مرد اسکو ضرر پہونچاوے بدین
غرض کہ عورت اس سے فدیہ کرالے اور یہی قول قتادہ و ضحاک و دیگرون کا ہی اور اسکو ابن جریر رحمہ نے اختیار کیا اور ابن المبارک و عبد الرزاق
نے ابن البیلمانی رحمہ سے روایت کی کہ یہ دونون آیتین ایک امر جاہلیت کے بارہ مین ہین اور دوسرے دربارہ اسلام ہی ابن المبارک رحمہ نے فرمایا
کہ مراد یہ کہ قولہ لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرہا دربارۂ جاہلیت ہی اور قولہ لا تعضلوہن دربارہ اسلام ہی - تحقیق یہ ہی کہ معنے آیت کریمہ کے یہ ہین
کہ ای اہل ایمان تم کو حلال نہین کہ اکراہ سے عورتون کی ذات کے وارث ہو جیسے اہل جاہلیت کیا کرتے تھے اور نیز ای اہل اسلام تمکو حلال نہین
کہ اپنی جورروون کو روکو باوجودیکہ تم کو انسے رغبت نہین ہی اور ممکن ہی کہ کہا جاوے کہ دوم بھی اہل جاہلیت کے فعل سے ممانعت ہی یعنی ای
اہل اسلام تمکو حلال نہین کہ اپنی جورروون کو عضل کرو جیسے اہل تہامہ مشرک کرتے تھے کما رواہ ابن ابی حاتم عن زید بن اسلم اور شک نہین کہ عضل سے
متعلق ہی استثناء بالعبد یعنی قولہ - اِلَّآ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ - بفتح الیاء و کسرہا ای بینت او ہی بینۃ - یعنی ابن کثیر
و شعبہ نے بفتح یاء مخففہ پڑھا بمعنے مبین کی گئی اور باقیون نے بکسر یاء مخففہ پڑھا بمعنے آنکہ وہ خود بینہ ہی ای کھلی ہوئی ہی پس یہ بین سے ہی جو بمعنے
بتین لازمی ہی اور شاید مفعول محذوف ہو یعنی مبینہ حال صاحبہا - ای ایسی حرکت فاحشہ جو اپنے کرنے والیکا حال کھولنے والی ہی اور مراد اس سے
یہ ہی جو مفسر رحمہ نے ذکر کی ای زنا او نشوز فالکم ان تضاروہن حتی یفتدین منکم و یختلعن - یعنی کہ مثلاً بین زنا یا سرکشی تو اب البتہ تمکو روا ہی کہ انکو ضرر
پہونچاؤ تا کہ مال دیکر تم سے اپنی جان چھڑا دین اور خلع کرا دین - پھر کہا گیا کہ استثناء متصل ہی اور یہی بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا یعنی استثناء
از زمانہ عام یا از علت عامہ ہو یعنی اعم العام ظرف سے یا مفعول لہ سے گویا یون کہا گیا کہ ولا تعضلوہن فی جمیع الاوقات الا وقت اتیانہن بفاحشۃ
مبینۃ یعنی جمیع اوقات مین انکو بند نہ کرو الا ایک وقت مین جب کہ وہ فاحشہ مبینہ کرین یا لا تعضلوہن لعلۃ الا لان یاتین بفاحشۃ یعنی کسی علت
سے انکو حبس نہ کرو الا اس علت سے کہ فاحشہ مبینہ کرین اور عکبری رحمہ نے تبیان مین اختیار کیا کہ استثناء منقطع ہی پھر جاننا چاہیے کہ مفسر کی
یہ مراد نہین کہ زنا یا النشوز کوئی بات کرین عضل کا اختیار ہی بلکہ اشارہ ہی اختلاف تفسیر کی طرف چنانچہ ابن مسعود و ابن عباس و سعید و مجاہد و
عکرمہ و عطاء خراسانی و ضحاک و ابو قلابہ و ابو صالح و سدی و زید بن اسلم و ابن ابی ہلال نے کہا کہ مراد فاحشہ مبینہ سے زنا ہی - اور ایک روایت مین
ابن عباس و عکرمہ و ضحاک سے آیا کہ وہ نشوز و عصیان ہی کما ذکرہ ابن کثیر - اور شاید مفسر رحمہ نے مانند ابن جریر کے یہ اختیار کیا ہو کہ فاحشہ
مبینہ یہان زنا و نشوز و عصیان و بدزبانی وغیرہ افعال ناشائستہ سب کو شامل ہی - شیخ ابن کثیر رحمہ نے فرمایا کہ یہ قول جید ہی واللہ اعلم اور یہ مانند اسکے
ہی جو سورۂ بقرہ مین فرمایا ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموہن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ الآیۃ - اور ابن عباس رضی نے فرمایا کہ مراد اپنی

قرابت دار کی عورت کا وارث بن جاتا پس اسکو عضل کرتا یہانتک کہ وہ مرجاتی یا مہر جو اسنے لیا تھا واپس کردیتی پس اللہ عزوجل نے اس سے منع فرمایا۔ رواہ ابوداؤد۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ مقتضی ہے کہ تمام سابق امر جاہلیت کے بیان میں ہے ولیکن مومنوں کو اسلام میں ایسا کرنے سے ممانعت ہے۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ اور عورتوں سے معروف برتاؤ کرو ای بالاجمال فی القول والنفقۃ والمبیت یعنے عورتوں سے میٹھی معقول بات کہنا اور نفقہ دینا اور انکے ساتھ رات بسر کرنا بروجہ جمیل کرو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا یعنے اپنے اقوال وافعال میں انکے ساتھ بقدر امکان خوبی رکھو یہانتک کہ ہیأت کو بھی جواز شرعی کے موافق بقدر امکان خوبصورت رکھو جیسے تم انسے یہ بات چاہتے ہو وقد قال تعالے ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف الآیہ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ ابن عباسؓ سے صریح مروی ہوا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہوا اور نبی صلعم نے فرمایا کہ بہتر تم میں سے وہ ہیں جو اپنی گھروالیوں کے لیے بہتر ہوں اور میں تم سب کی نسبت اپنی گھروالیوں کے حق میں بہتر ہوں۔ رواہ فی الصحیح۔ اور اسی سے استدلال کیا گیا کہ مرد کو ایسا ہی کرنا چاہیے بقولہ تعالی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اور حضرت صلعم کے اخلاق اپنی پاک بیبیوں کے ساتھ کھانے وغیرہ کتنے و دیگر موانسات میں پاکیزہ تھے جو شمائل وغیرہ میں مروی ہیں اور صحیحین وغیرہ میں حدیث خرافہ معروف اسی قبیل سے ہے اور اس سے احکام متعلق ہیں جو باب القسم ترجمہ عالمگیریہ سے تلاش کرو۔ پھر واضح ہو کہ طلاق و نفاق اللہ تعالے کے نزدیک مبغوض ہے چنانچہ آگے اشارہ فرمایا ہے۔ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ۔ فاصبروا۔ یعنے پھر اگر تم ان عورتوں کو مکروہ جانو کہ تمھارے نفس قبول نہ کریں تو بھی صبر سے رہو۔ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا۔ پس قریب ہے کہ تم ایک چیز کو مکروہ رکھو اور اللہ تعالی اسمیں خیر کثیر دیدے ف ولعلہ یجعل فیہن ذالک بان یرزقکم منہن ولدا صالحا۔ پس شاید اللہ تعالی انھیں میں یہ خیر کثیر دیدے مانند اسکے کہ تمکو انسے فرزند صالح عطا کرے پس مفسرؒ کے بیان سے معلوم ہوا کہ فعسی الخ علت ہے جزاء محذوف یعنی فاصبروا کی پس جزاء حذف کرکے اسکی علت کو بجائے اسکے قائم کیا اور یہ عین بیان و کمال بلاغت ہے کہ بر تقدیر کراہت کے پہلے سے انکو صبر کرنیکا حکم منصوص نہ فرمایا کیونکہ وہ متنفر تھے پس پہلے اسکی علت سنادی تاکہ سمجھ لیں اور بھلائی کا بیان دیکھکر صبر پر آمادہ ہو جاویں اور نصیحت سودمند ہو فافہم ف عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالی وعاشروہن بالمعروف یعنے تم لوگ عورتوں کی موانست میں بطور معروف رہو مگر نفس کے لگاؤ سے نہیں بلکہ مقام انس و روح محبت و فرحت عشق کے ساتھ جبکہ تم حال و لایت میں مخصوص تمکین و استقامت ہو جاؤ۔ قال المترجم یعنی مرد مبتدی و متلون کو موانست عورتوں کی مفید نہیں ہے اور جب مقام تمکین و مقامات میں ثابت قدم ہو جاوے اور تعلقات نفس سے چھوٹ جاوے تو وہ مفید ہے قال الشیخ کیونکہ موانست زنان لائق نہیں مگر اسکو جو جناب باری تعالی شانہ سے مانوس ہو جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم و جملہ اولیا و ابدال۔ چنانچہ نبی صلعم نے اس امر کو کہ آپکو جناب باری تعالے میں کمال انس ہے اور مشاہدہ جمال سے کامل فرحت ہے اس اشارہ سے فرمایا کہ محبوب کی گئیں تمھاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں خوشبو و عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور یہی حال حضرت یوسف علیہ السلام کا تھا کہ زلیخا سے قصد فرمایا تھا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ ولقد ہمت بہ وہم بہا۔ اور شیخ ذو النونؒ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالے سے انس حاصل کیا وہ ہر شے ملیح و چہرۂ صبیح سے اور ہر آواز پاکیزہ و ہر خوشبوئے پاکیزہ سے انوس ہو جاتا ہے قال المترجم بعض اہل اللہ تعالے نے لکھا ہے کہ قطب الاقطاب کی شناخت یہ ہے کہ اسکی رغبت عورتوں سے بوجہ حلال جواز شرعی زیادہ ہو اور نبی صلعم کے پاس تو ۹ یا گیارہ عورتیں تھیں اور حدیث میں مروی ہے کہ آپ نے ایک عورت کو دیکھا تو فوراً حضرت زینب رضی اللہ عنہا ام المومنین کے مکان میں اندر تشریف لے گئے اور جب باہر آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپکتا تھا پھر ایسا مضمون فرمایا کہ عورت کے سامنے اور پیچھے شیطان آراستہ کرتا چلتا ہے سو جب تم میں سے

کوئی اچانک نظر سے اپنے دل میں وسوسہ پاوے تو اپنی حلال جورو سے اپنی حاجت پوری کرلے تو شیطانی دخل سے محفوظ رہیگا۔ اور حدیث میں ہو کہ حضرت صلعم کو چالیس طاقت ور آدمیوں کی قوت عطا ہوئی تھی مترجم نے ان احادیث کو اہل ایمان کے سوچنے و فکر کرنے کے واسطے ذکر کیا ہو۔ پھر جو شیخ رح نے ذکر کیا وہ ظاہری طور پر یوں نہ سمجھنا چاہیے کہ ہر وجہ صبیح و شئے ملیح سے اسکی صورت پر انس ہوتا ہو بلکہ صنعت و قدرت پر جو متعلق بروح ہو مانوس ہوتا ہو اور تمام کلام میں نے اول پارہ بقرہ میں ذکر کیا ہو لیکن ہوشیار رہنا چاہیے کہ بہت سے جاہل صوفی بیدار و ہوشیار نہیں رہتے انکو قوت حیوانی و شہوانی کے غلبہ کی انس میں اور روحانی انس میں فرق نہیں معلوم ہوتا آخر کار تباہ ہو جاتے ہیں نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم کی پاک بیویاں باعتبار ظاہر کے بہت خوبصورت وغیرہ کچھ نہ تھیں ہاں باطن میں پاک تھیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے واسطے مقدر فرمایا اور انکو یہ کرامت دنیا و آخرت میں ملی فتفکر۔ قال الشیخ اور نیز عاشروھن با ین غرض کہ تم کو اللہ تعالیٰ اُنسے کوئی فرزند صالح عطا کرے۔ اور نیز عاشروھن۔ ای مباشر ہو اُنسے جبکہ وہ رغبت ہوں اس بات میں جو تمہاری اُنسے مراد ہو کیونکہ معروف نہیں واقع ہوتا مگر جبکہ دونوں جانب سے ایک ہی صفت پر مساوات ہو اور نیز عاشروھن بالمعروف ای سکھواؤ انکو اللہ تعالیٰ کی صفات و نام پاک اور انکو رغبت دلاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو پہچانکر اسکی بندگی میں ثابت قدم ہوں اور انکو اللہ تعالیٰ کے جمال و جلال کا شوق دلاؤ۔ اور بعض اکابر نے فرمایا یعنے انکو سنتیں اور فرض جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں سب سکھلاؤ۔ اور حضرت عبداللہ بن المبارک نے فرمایا کہ اچھی گذران عورتوں سے یا اوروں سے وہ ہو کہ انجام کار میں تجھے دنیا یا آخرت میں اس سے ندامت حاصل نہو۔ اور ابو حفص رح نے فرمایا کہ معاشرت بمعروف یوں ہو کہ تو اپنے عیال کے ساتھ خوش خلق رہے اس تمام چیز میں جو تجھے انکی طرف سے ناگوار گذرے اور اس عورت سے جو تجھے بدشکل و بری معلوم ہو۔ یعنی دین میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہو اور تیرے نفس پر اس کا چھوہڑ ہونا یا خوبصورت نہونا گراں ہو تو اپنے نفس کے تابع مت ہو اور اس سے خوش خلقی کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے۔ قولہ تعالیٰ فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ یہ حکم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہو وہ اسی بنا پر ہو کہ نفس سے مخالفت رکھو اور یہ بنظر امتحان ہو اور نفس کا یہ حال ہو کہ وہ بندگی کرنے سے بھاگتا ہو مگر جب حکم الٰہی کی پابندی کی گئی اور اپنے اوپر مشقت و ریاضت اُٹھائی گئی تو قلب پر پہلے پہل فتح و مشاہدہ کے انوار طلوع ہوتے ہیں قال تعالیٰ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی۔ اور اندھیرے میں مشقت و ریاضتیں اُٹھانے سے عارفوں کے دلوں پر مشاہدات کے سورج و مکاشفات کے چاند طلوع ہوتے ہیں۔ یہاں خیر کی تفسیر میں بعض نے کہا کہ فرزند صالح مراد ہو اور بعض نے فرمایا کہ انجام کار بندوں سے پوشیدہ کیا گیا تاکہ ہر مرغوب چیز سے انسان الفت نہ پیدا کرلے اور ہر مکروہ چیز سے نفرت نہ کرنے لگے کیونکہ انجام نہیں جانتا۔

وَإِنْ أَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّآتَيْتُمْ إِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا
اور اگر چاہو تم　بدلنا　ایک عورت کی جگہ دوسری عورت　اور دے چکے ہو　ایک کو ڈھیر مال　تو
تَأْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ وَكَيْفَ تَأْخُذُوْنَهٗ
مت واپس لو　اس میں سے کچھ　کیا لینا چاہتے ہو ناحق　اور صریح گناہ سے　اور کیونکر اسکو لے لوگے
وَقَدْ أَفْضٰى بَعْضُكُمْ إِلٰى بَعْضٍ وَّأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝
اور پہونچ چکے ایک دوسرے تک　اور عورتیں لے چکیں تم سے عہد گاڑھا

**وَإِنْ أَرَدْتُّمُ** - اور اگر تم نے قصد کیا - **اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ** - بدلنے ایک زوج کا بجائے ایک زوج کے
ای اخذ بدلہا بان طلقتموہا - یعنے لینے ایک عورت کا بدلے ایک عورت کے بایں طور کہ موجودہ کو طلاق دیدے - پس مراد زوج سے یہاں جورو ہے
اور زبان عرب میں یہ لفظ جو معنے جوڑا ہے جورو و مرد دونوں پر بولا جاتا ہے اور حاصل یہ کہ اگر تم نے یہ چاہا کہ ایک جورو طلاق دیکر الگ کرو اور
بجائے اسکے کسی اور عورت سے نکاح کرو تو جو کچھ اس کو دیا ہے اس میں سے کچھ مت لو - اور عورت کو جو دیا ہے اس میں سے کچھ واپس کر لینا بدون خلع کے
بقصد ضرر رسانی مطلقاً حرام ہے خواہ بجائے اس کے دوسری کا نکاح مقصود ہو یا نہو لیکن یہاں بیان واقع کے طور پر ہے چنانچہ معالم وغیرہ
میں فرمایا کہ بات یہ تھی کہ جب مرد کو کوئی عورت بھلی معلوم ہوتی اور چاہتا کہ اس سے نکاح کرے تو اپنے تحت والی جورو کو بہتان لگا دیتا تاکہ وہ
مجبور ہو کر جو مہر لیا تھا واپس کر کے اس سے اپنی جان چھوڑاوے تو اس سے منع فرمایا - کہ اگر تم ایک جورو کی جگہ چاہو کہ دوسری جورو کریں - **وَ**
**قَدْ آتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ** - ای الزوجات - اور حال یہ کہ دیا تم نے زوجات میں سے کسیکو - پس واو حالیہ اور جملہ بتقدیر قد حال ہے اور ہن ضمیر
جمع باعتبار اسکے کہ زوج سے جنس مراد ہے - اور دینے سے مراد یہ کہ اپنے اوپر اسکے لیے لازم کر لیا اور ضامن ہو گئے ہو جیسے قولہ اذا سلمتم ما
آتیتم میں ہے پس یہ وارد نہیں ہوتا کہ لینے کی حرمت تو ثابت ہے اگرچہ اس کو مہر مسمی نہ دیا ہو بلکہ ہنوز اپنے ذمہ ہو - اور حاصل یہ کہ جو عورت کے واسطے
واجب و لازم ہوا ہے اسمیں سے کچھ مت لو - **قِنطَارًا** - مالاً کثیراً صداقاً - یعنے قنطار سے مراد مال کثیر ہے جو صداق دیا ہے اور کہا گیا کہ صداق
جو مہر قبل خلوت کے ادا کیا جاوے اور مہر عام ہے - **فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا** - تو مت لو اس مال کثیر میں سے کچھ بھی الحاصل
جسکو جدا کرنے کی نیت ہے اور اسکو تمنے ڈھیر مال دیا ہے تو تم اس سے کچھ مال واپس مت لو کیونکہ عورت کا کوئی قصور نہیں بلکہ تمنے خود چاہا
کہ بجائے اسکے دوسری عورت سے نکاح کرو پس یہ وارد نہیں ہوتا کہ خلع کے بدلے لے لینا اگرچہ مہر سے زیادہ ہو جائز ہے اور یہاں سے ظاہر ہوا
کہ آیت کو منسوخ کہنا بقولہ تعالے ولا تاخذوا مما آتیتموہن شیئاً الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ - وہم ہے بلکہ دونوں آیتیں محکم ہیں حضرت
ابن عباس نے تفسیر میں کہا یعنے اگر تجھے اپنی جورو مکروہ معلوم ہوئی اور دوسری کوئی عورت خوش آئی پس تو نے اپنی جورو کو طلاق دی اور
دوسری کو نکاح میں لیا تو مطلقہ کو اسکا مہر جو کچھ واجبی ہو دیدے اگرچہ وہ قنطار ہو مترجم کہتا ہے کہ قنطار کے معنے سورۂ آل عمران میں فی
تفسیر قولہ زین للناس حب الشہوات من النساء الآیہ - گذر چکے ہیں **شیخ ابن کثیر** وغیرہ نے کہا کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ مال کثیر عورت
کے مہر میں دینا و مقرر کرنا روا ہے کیونکہ قنطار مال کثیر کو کہتے ہیں اور ابن المنذر کی روایت مخالفت حضرت عمرؓ میں مذکور ہے کہ عبید اللہ بن عمرؓ
کی قراۃ میں قنطاراً من ذہب - تھا یعنے سونے کا ڈھیر - اور حضرت عمرؓ نے جو عورتوں کے مہر میں زیادتی کرنے سے مخالفت فرمائی تو اس
سے رجوع کیا ہے چنانچہ سعید بن منصور و ابو یعلی نے مسروقؒ کے طریق سے روایت کی کہ عمر بن الخطابؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ ای لوگو
تم کیوں عورتوں کے مہر میں زیادتی کرنے ہو حالانکہ رسول اللہ صلعم و آپ کے اصحاب چار سو درم تک مہر رکھتے تھے یا اس سے کم پھر اگر
اللہ تعالی کے نزدیک زیادتی کرنا کچھ تقوی یا کرامت ہوتا تو تم لوگ انسے سبقت نہ کرتے پس آیندہ مجھے نہ معلوم ہو کہ کسی نے اپنی جورو
کے مہر میں چار سو درم پر بڑھایا ہے پھر اتر آئے پس قریش کی عورتوں میں سے ایک عورت سامنے آئی اور کہا کہ ای امیر المومنین تمنے لوگوں
کو منع کر دیا کہ چار سو درم سے عورتوں کا مہر نہ بڑھاویں آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ بولی کہ کیا آپ نے وہ نہیں سنا جو اللہ تعالے نے قرآن مجید
میں فرمایا کہ و آتیتم احدہن قنطارا - پس عمرؓ نے یہ سنکر کہا کہ ای اللہ تعالی میں مغفرت چاہتا ہوں - سبھی آدمی عمر سے زیادہ فقیہ ہیں
پھر لوٹ کر منبر پر چڑھے اور کہا کہ ای لوگو میں نے تم کو منع کیا تھا کہ عورتوں کے مہر میں چار سو درم سے زیادہ نکرو پس میں کہتا ہوں

کہ اسکو اختیار ہی کہ اپنے مال سے جسقدر چاہے دے اور ابو یعلی نے کہا کہ مجھے یاد پڑتا ہی کہ شیخ راوی نے یون کہا تھا کہ عمرؓ نے کہا سو جسکا
جی چاہے وہ ایسا کرے شیخ ابن کثیر مفسرؒ نے کہا کہ اس کی اسناد جید قوی ہی وقد روی نحو ہذا من طرق عن عمرؓ رواہ زبیر بن بکار و ابن
المنذر والامام احمد واصحاب السنن (یعنی چارون نے) وقال الترمذی حدیث حسن صحیح - الحاصل جو کہ عورت کو دیا اس سے واپس مت لو - اَتَاْخُذُوْنَهٗ
بُهْتَانًا - ظلما - کیا تم اس مال کو بطور بہتان لے لوگے ف یعنے ظلم کے طور بیضاوی مین ہی کہ بہتان وہ جھوٹ ہی کہ جسپر
باندھا جاوے اسکو مبہوت کر دے اور کبھی ایسے فعل کو بہتان کہتے ہین جو باطل ہو اسیواسطے یہان ظلم سے تفسیر کی گئی یعنی کیا لے
لوگے بطور ظلم کے - وَاِثْمًا مُّبِيْنًا - بینا - اور بطور کھلے گناہ کے مبین از بیان بمعنے بان ہی کیونکہ بین بمعنے تبین لازمی ہی فافہم
اور اصل مین بہتانا و اثما - کو نصب بنا بر آنکہ حال واقع ہی ای اتاخذونہ باہتین واثمین - یعنی کیا لے لوگے اسکو درحالیکہ تم بہتان باندھنے
والے اور گناہ سمیٹنے والے ہوگے - اور استفہام بطور ملامت ہی اور اسپر مزید تاکید فرمائی بقولہ تعالے - وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ
ای بای وجہ - اور کیونکر یعنے کس وجہ پر تم اسکو لے لوگے - اور استفہام انکاری ہی حاصل آنکہ تم کسی وجہ پر یہ مال نہین لے سکتے ہو حال
یہ ہی - وَقَدْ اَفْضٰى - وصل - بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ - بالجماع المقرر للمهر - کہ پہونچ گیا یعنے مل گیا بعض تمھارا بعض سے
ف باینطور کہ جماع کیا جو مہر کو ثابت کرنے والا ہی - سدی و کلبی وغیرہ نے کہا کہ افضا یہ کہ جورو و مرد ایک چادر مین ہو جاوے
خواہ جماع کیا یا نہ کیا اور فراءؒ نے کہا کہ افضا یہ کہ جورو و مرد خلوت مین ہو جاوین اگرچہ جماع نہ کیا ہو اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مہر مقرر
و متاکد ہونے کے واسطے ایسی خلوت صحیحہ بھی قائم مقام جماع ہی اور خلوت صحیحہ یہ کہ جورو و مرد اس طرح خلوت مین ہون کہ انکو
جماع کرنے کا قابو حاصل ہو اسطرح کہ کوئی عذر شرعی نہ ہو مثل روزہ وغیرہ کے اور کوئی عذر حسی بھی نہ ہو مثل مرض وغیرہ کے اور نہ وہان
بے پردگی و شرم طبعی ہو اور ابن عباس و مجاہد و سدی وغیرہم نے فرمایا کہ افضاء کنایہ از جماع ہی اور اسی پر مفسرؒ نے تفسیر کی ہی اور بقول حنفیہ
یون کہنا چاہیے کہ تم کیونکر یہ مال لے سکتے ہو حالانکہ تم سے باہم خلوت صحیحہ ہو چکی تمھاری عورتون نے اپنے آپکو بے حجاب تمھارے سپرد کر دیا
وَاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا - عهدا - غَلِيْظًا - شديدا - اور ان عورتون نے تم سے عہد شدید لے لیا ہی ف
وهو ما امر الله به من امساكهن بمعروف او تسريحهن باحسان - اور یہ عہد شدید وہ ہی جو اللہ تعالے نے حکم دیا کہ بطور معروف
انکو رکھو یا احسان کے ساتھ انکو رہا کرو اور ان کے اپنون کے یہان رخصت کرو یہی تفسیر ابن عباس و عکرمہ و مجاہد و ابو العالیہ و حسن
و قتادہ و ضحاک و سدی و یحیی بن ابی کثیر سے مروی ہی اگر کہا جاوے کہ یہ عہد تو اللہ تعالی نے لیا ہی ان عورتون نے کہان لیا ہی تو مدارک
مین جواب دیا کہ اللہ تعالی نے چونکہ یہ عہد انھین عورتون کے واسطے لیا ہی پس گویا انھین عورتون کی طرف سے عہد ہی اور ابن عباسؓ و مجاہد و
سعید بن جبیر سے مروی ہی کہ میثاق غلیظ سے مراد عقد ہی اور ربیع بن انسؓ سے ہی کہ وہ قول حضرت صلعم ہی کہ استوصوا بالنساء خیرا فانکم
اخذتموهن بامانة الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله - (صحیح مسلم) یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع مین فرمایا کہ تم لوگ مجھسے اپنی عورتون
کے بارہ مین بھلائی کرنے کی وصیت قبول کر لینے مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ اپنی عورتون سے بھلائی کے ساتھ رہو تم اسکو قبول کرو کیونکہ
تمنے انکو اللہ تعالی کی امانت پر لیا اور اللہ تعالی کے کلمہ پر تمنے انکی فروج کو حلال کر لیا ہی - ھ - اور کلمۃ اللہ خطبہ نکاح ہی اور کہا کہ شب معراج
مین منجملہ ان کرامات کے جو حضرت صلعم کو عطا ہوئین ایک یہ ہی کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ مین نے تیری امت کو اسطرح کر دیا کہ ان کا
کوئی خطبہ جائز نہو گا یہانتک کہ گواہی دین کہ تو میرا بندہ و میرا رسول ہی (رواہ ابن ابی حاتم)

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ؑ

اور مت نکاح میں لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمھارے باپ جو آگے ہو چکا یہ بے حیائی ہے اور کام غضب کا اور بری راہ ہے

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا - بمعنی من - نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ - اور مت نکاح میں لاؤ ایسی عورت کو عورتوں سے جس سے تمھارے آبا نے نکاح کیا ہو ف اگر کہا جاوے کہ ما تو غیر ذوی العقول کے لیے ہے تو جواب یہ ہے کہ نہیں بلکہ ذوی العقول کو بھی شامل ہے جیسا کہ محقق تفتازانی نے ذکر کیا ہے اور معنی یہ ہیں کہ - لا تنکحوا التی نکح آباءکم - اور آباء - عام ہے خواہ نسبی باپ ہو یا رضاعی باپ ہو اور ہمیں باپ کا باپ سگا دادا و پردادا چاہے جتنا اونچا ہو سب شامل ہیں - غرضکہ باپ دادا کی زوجہ سے مت نکاح کیجیو - اِلَّا - لکن - مَا قَدْ سَلَفَ من فعلکم فانہ معفو عنہ - لیکن جو گذرا تمھارے فعل سے ف کہ وہ عفو کیا گیا ہے - یہ استثناء منقطع ہے بمعنے لکن - اور اس سے مراد یہ کہ جو گذرا اسکا تم پر مواخذہ ہوگا اور یہ مراد نہیں کہ وہ شرع میں مقرر رہوا اور بیضاوی میں ہے کہ نہی کے معنے لازم سے استثناء ہے گویا یوں کہا گیا کہ تستحقون العقاب بنکاح ما نکح آباءکم الا ما قد سلف - یعنے تم اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے پر عذاب کے مستحق ہو گے الا وہ کہ جو پہلے گذرا کہ اسپر مستحق عذاب نہ ہو گے طاعصام نے کہا کیونکہ اسلام اس معصیت کو میٹ دیتا ہے جو اس سے پہلے تھی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ منکوحہ پدر فقط اس کے نکاح سے اولاد پر حرام ہو جاتی ہے خواہ اس سے دخول کیا ہو یا نکیا ہو اور اسپر اجماع ہے کسی کے خلاف نہیں ہے اور من طریق عدی بن ثابت عن رجل من الانصار روایت ہے کہ جب ابو قیس بن الاسلت انصاری نے جو مرد صالح تھے انتقال فرمایا تو انکے بیٹے قیس نے انکی جورو سے یعنی سوتیلی ماں سے خطبہ کیا اور نکاح کا پیغام دیا وہ بولی کہ میں تجکو فرزند شمار کرتی تھی اور تو بھی مرد صالح ہے لیکن میں رسول اللہ صلعم کے پاس جا کر عرض کرتی ہوں پس وہ گئے آنحضرت صلعم سے یہ بیان کر کے عرض کیا کہ اب میں آپ کیا حکم دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تو واپس جا یہانتک کہ اللہ تعالی حکم کرے پس نازل ہوا قولہ ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم الآیہ - رواہ ابن ابی حاتم - اور عکرمہ سے مروی ہے کہ قیس بن الاسلت اور اسود بن خلف اور صفوان بن امیہ کے مقدمہ میں ہے کہ انھوں نے اپنے اپنے باپ کی جورو سے نکاح چاہا تھا اور سہیلیؒ نے زعم کیا کہ زنان پدر سے نکاح کر لینا زمانہ جاہلیت میں معمول تھا اسیواسطے فرمایا کہ الا ما قد سلف جیسے دو بہنوں کے جمع کرنے میں فرمایا - وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف - اور کہا گیا کہ کنانہ بن خزیمہ نے جو قریش کے جد اعلی ہیں یہ ہے کہ ایسا کیا تھا کہ اپنے باپ کی جورو سے نکاح کیا اور اس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوا ہوں سفاح سے نہیں ہوا اور کہا کہ اس سے دلیل نکلی کہ یہ امر انکے واسطے روا تھا یعنے اسکو نکاح شمار کرتے تھے - اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس رض روایت ہے کہ جاہلیت والے بھی وہی سب حرام رکھتے تھے جو اللہ تعالے نے حرام فرمایا سوائے دو باتوں کے کہ باپ کی جورو سے نکاح کرنا اور دو بہنوں کا جمع کرنا روا رکھتے تھے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا - ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم آہ - رواہ ابن جریر اور ایسا ہی عطا و قتادہ نے کہا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ سہیلیؒ نے جو قصہ کنانہ نقل کیا اسمیں کوئی صحیح روایت نہیں ہے - الحاصل معنے یہ ہیں کہ جو کچھ زمانہ جاہلیت میں ہو چکا وہ عفو ہے اور آئندہ تم کسی ایسی عورت سے نکاح مت کیجیو جس سے تمھارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو - اِنَّهٗ - ای نکاحھن یعنی ضمیر راجع بجانب نکاح ان عورتوں کے جنکو باپ نے اپنے نکاح میں لیا ہو جو مذکورہ بالا سے مفہوم ہے - كَانَ فَاحِشَةً - قبیح یہاں فاحشہ سے مراد فعل قبیح ہے - وَّمَقْتًا - سببا للمقت من اللہ و ھو اشد البغض - مقت سے مراد سبب مقت ہے یعنی اللہ تعالے کی طرف سے

مقت کا باعث ہو اور مقت بمعنے اشد بغض ہو (المعنے) ایسا نکاح کرنا بہت قبیح اور اللہ تعالی کی طرف سے سخت بغض کا سبب ہو ۔ اور بیضاوی میں ہو کہ منکوحات پدر سے نکاح کرنا اللہ تعالے کے نزدیک سخت قبیح ہو کہ بندون میں سے کسی امت کو اسکی اجازت نہین دی اور مبغوض ہو اہل مروت کے نزدیک اسیواسطے کسی مرد کا اگر کوئی لڑکا ایسی جورو سے ہوتا ہو جو اسکے باپ نے تحت مین تھی تو اس لڑکے کو مقتی کہتے ہین اور قاموس مین ہو کہ نکاح المقت یہ ہو کہ آدمی اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے بعد وفات پدر کے پس یہ نکاح قبیح و مقت ہو ۔ وَسَآءَ سَبِيلًا ۔ طریقا ذلک ۔ اور بد راہ ہو ۔ بعض نے فرمایا کہ قبیح ہونے کے تین مرتبہ ہین اور اللہ تعالی نے اس نکاح کو ان مراتب مین سے ہر مرتبہ سے مذمت کی چنانچہ فاحشۃ اسکے قبیح عقلی کا بیان ہو اور قولہ مقتا ۔ بیان قبیح شرعی ہو اور قولہ ساء سبیلا مرتبہ قبح عادی ہو پس جس مین یہ سب مراتب قبح کے مجتمع ہین وہ فعل انتہا درجہ کا قبیح ہو اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ مین اپنے ماموں (ابوبردہ بن نیار) سے ملا اور انکے ساتھ لڑائی کا نشان تھا مین نے کہا کہ آپ کہان جاتے ہین انھون نے کہا کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہو ایک خبیث آدمی کی طرف جسنے اپنے باپ کے بعد اسکی جورو سے نکاح کیا سو مجھے حضرت صلعم نے حکم دیا ہو کہ اسکی گردن ماردون اور اسکا مال ضبط کرلون رواہ عبد الرزاق وابن ابی شیبۃ واحمد والحاکم والبیہقی ۔ اور دوسری روایت امام احمد مین براء بن عازب سے ہو کہ میرے چچا حارث بن عمیر میری طرف ہوکر گذرے اور انکے ساتھ نشان تھا جو حضرت صلعم نے انکے واسطے تیار فرمایا تھا مین نے کہا کہ اے چچا تم کہان جاتے ہو فرمایا کہ مجھے حضرت صلعم نے ایک مرد کی طرف بھیجا ہو جسنے اپنے باپ کی جورو کے ساتھ نکاح کیا سو مجھے حکم فرمایا ہو کہ اسکی گردن ماردون ۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ جو شخص اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے وہ مرتد ہوگیا پس قتل کیا جاوے اور اسکا مال بیت المال کیا جاوے اور نیز فرمایا کہ علمانے اجماع کیا ہو کہ باپ نے جس عورت سے بطریق نکاح یا مالک ہوکر یا شبہہ سے وطی کی ہو وہ اسکے پسر پر حرام ہوجاتی ہو ۔ اور اگر باپ نے ایک عورت سے جماع نہین کیا مگر سواے وطی کے دیگر مباشرت کی مثلا مساس و بوسہ وغیرہ یا اس کی ایسی چیز دیکھی کہ بر تقدیر اجنبیہ ہونے کے اسکا دیکھنا روا نہین تو آیا اس صورت مین بھی وہ بیٹے پر حرام ہو یا نہین تو اس مین علما کا اختلاف ہو اور امام احمد سے روایت ہو کہ وہ اس سے بھی حرام ہوجاتی ہو مترجم کہتا ہو یہی ائمہ حنفیہ کا قول ہو کہ جن چیزون سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوتی ہو انکے پائے جانے سے حرام ہوجاویگی اور ان چیزونکو ترجمہ عالمگیریہ جلد دوم سے تلاش کرو اور ہمارے نزدیک اگر باپ نے کسی عورت سے زنا کیا تو بھی وہ پسر پر حرام ہوجاویگی بخلاف قول شافعی رح کے بنا برین کہ زنا سے حرمت مصاہرہ ہمارے نزدیک ثابت ہوتی ہو اور انکے نزدیک نہین پھر اللہ تعالی نے تمام ان عورتونکو بتلادیا جن سے دائمی یا عارضی نکاح حرام ہو بقولہ تعالی

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ

حرام ہوئین ہین تمپر تمھاری مائین اور بیٹیان اور بہنین اور پھوپھیان اور خالائین

وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ

اور بھائی کی بیٹیان اور بہن کی بیٹیان اور جن ماؤن نے تمکو دودھ پلایا

وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ

اور تمھاری دودھ شریک کی بہنین اور تمھاری جوروون کی مائین

وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ

اور تمھاری جوروون کی بیٹیان جو تمھاری پرورش مین ہین جن جوروون سے تم نے دخول کرلیا ہو پھر اگر

تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ

پھر اگر تم نے جوروؤں سے دخول نہ کیا ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اور تمھارے

أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ

ان بیٹوں کی عورتیں جو تمھاری پشت سے ہیں اور یہ کہ حرام ہوا کہ جمع کرو تم دو

الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا

بہنیں مگر جو پہلے ہو چکا اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے وہ عورتیں بیان کر دیں جو حرام ہیں پس ناتے کی وجہ سے سات حرام فرمائیں اور دودھ کی وجہ سے دو۔ اور سسر کے رشتہ سے چار حرام فرمائیں پس ناتے کی وجہ سے سات یہ ہیں مائیں۔ اور بیٹیاں۔ اور بہنیں۔ اور پھوپھیاں اور خالائیں۔ اور بھائی کی بیٹیاں۔ اور بہن کی بیٹیاں۔ اور دودھ کی وجہ سے یہ ہیں۔ رضاعی مائیں۔ رضاعی بہنیں اور سسر کے (دامادی کا رشتہ) رشتہ یہ ہیں۔ جوروؤں کی مائیں۔ اور جن جوروؤں سے دخول کیا انکے پہلے خاوند سے بیٹیاں۔ اور اپنی پشت کے بیٹوں کی جوروئیں اور ایک وقت میں دو بہنوں کا جمع کرنا۔ یہ سب تیرہ عورتیں ہیں اور چودھویں وہ عورتیں جو باپ کی منکوحہ ہوں جیسا کہ اوپر کی آیت میں بیان ہوا۔ اور سنت متواترہ سے دو اور ثابت ہوئیں ایک تو اپنی جورو و اسکی پھوپھی کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہے دوم اپنی جورو و اسکی خالہ کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہے پس یہ سب سولہ ہوئیں اور سترھویں ایسی عورت جو کسی مرد کے نکاح میں ہو۔ امام طحاوی نے فرمایا یہ سب محکم متفق علیہا حرام ہیں انہیں سے کسی کا نکاح میں لانا نہیں جائز ہے اور اسپر اجماع ہے سوا اپنی غیر مدخولہ کی ماں کے کہ اسمیں جمہور کا تو یہی قول ہے کہ اس سے نکاح حرام ہے اور بعض نے اسکو روا کہا ہے و لیکن روایت اختلاف کے ثبوت میں تامل ہے اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے پھر جاننا چاہیے کہ ان محرمات میں اقسام ہیں بعض تو دائمی حرام نہیں یعنی بعض احوال میں جائز ہو جاتی ہیں اور وہ ایسی عورتیں ہیں جو غیر کے نکاح میں ہیں پس اس حیثیت کے ساتھ کہ غیر کے نکاح میں ہوں دائمی حرام ہیں اور اگر غیر نے اسکو طلاق دیدی اور عدت گذر کر بائنہ ہو گئی تو اس سے نکاح کرنا روا ہے یا مثلاً شوہر مرجاوے تو بعد عدت کے اس سے نکاح روا ہے بشرطیکہ وہ نکاح کا ارادہ کرنے والے کی ایسی ناتے دار نہ ہو جس سے کبھی نکاح نہیں روا ہے اور نیز دو بہنوں کا جمع کرنا حرام ہے اور اگر ایک مر گئی تو دوسری بہن سے نکاح کر سکتا ہے اور یہی حال جورو اور اسکی پھوپھی یا خالہ کے جمع کرنے میں ہے اور بعض دائمی حرام ہیں کسی حال میں حلال نہیں ہوتی ہیں جیسے ماں و بہنیں وغیرہ اور جو انسے نکاح کرے اگر جواز جانے حالانکہ شرع کا حکم ظاہر ہو چکا تو وہ مرتد ہے قتل کیا جاوے۔ اور حدیث میں اس امت کے بگڑنے و بد دین ہونے کے بیان میں ہے کہ یہ امت بھی اگلی امتوں کے قدم بقدم چلیگی یہانتک کہ جسنے انمیں سے اپنی ماں سے علانیہ حرام کیا اسمیں بھی ایسا ہوگا جو اپنی ماں سے علانیہ حرام کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمکو مع تمام ایمان والوں کے ایسی حرکتوں سے محفوظ رکھے آمین یا ارحم الراحمین اب تفسیر کی طرف رجوع ہے قال تعالے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ ان تنکحوہن وشملت الجدات من قبل الاب والام۔ حرام کی گئیں تمپر تمھاری مائیں ف یعنی حرام ہے کہ انسے نکاح کرو اور امہات شامل ہے جدات کو خواہ از جانب پدر ہوں یا از جانب مادر ہوں یعنی دادیاں و نانیاں بھی اون میں شامل ہیں یہ ظاہر ہے کہ ماؤں کی ذات پر حرام نہیں اور نہ دیگر تعلقات کیونکہ خدمتگزاری مثلاً انکی حرام نہیں ہے پس یہاں انکے حرام کیے جانے سے یہی مفہوم ہے کہ انسے نکاح حرام ہے جیسے شراب حرام کیے جانے سے شراب پینے کی حرمت اور گوشت سور حرام ہونے سے اس کے کھانے کی حرمت مفہوم ہے پس ہر تحریم میں اسکے مناسب فعل مقدر ہوگا جس سے

حرمت متعلق ہوا اور امہات جمع اُم ہی جو دراصل امہۃ تھا - اور جوہری نے فرمایا کہ ضابطہ یہ ہی کہ ام وہ عورت ہی جو تجھے جنی سو وہ
تیری ماں ہی یا جو اسکو جنی جس سے تو پیدا ہی خواہ مذکر ہو مثلاً باپ کو دادی جنی خواہ مونث ہو مثلاً ماں کو نانی جنی تو دادی و نانی بھی ام ہی - اور چاہیے
یوں کہو کہ اُم ہر ایسی عورت ہی جس تک تیرا ناتا منتہی ہوا اور مترجم کہتا ہی کہ یہ معروف ہی اسمین خود ایسا وضوح ہی کہ طول کلام کی ضرورت
نہین ہی اور بیان حکم کا فائدہ یہ ہی کہ مجوسی کمبخت حالت نشہ مین ماں سے وطی جائز رکھتے جیسے دختر سے وطی جائز رکھتے - وَبَنٰتُكُمْ
اور تمپر حرام کی گئین تمھاری بیٹیاں ف وشملت بنات الاولاد وان سفلن - بنات مین اولاد کی بیٹیاں یعنے پسر کی بیٹیاں جنکو پوتیاں
کہتے ہین اور دختر کی بیٹیاں جن کو نتنیاں کہتے ہین شامل ہین - پس معلوم ہوا کہ مرد پر اسکی ماں و دادی و نانی و پردادی و پرنانی وغیرہ اوپر کے
درجہ کی جو جڑ ہین حرام ہین اور بیٹیاں اور پوتیاں و نتنیاں کتنے ہی نیچے درجہ کی جو شاخین ہین سب حرام ہین اور واضح رہے کہ دادی و نانی وغیرہ
سے یہاں سگی مراد ہی اور یہ وہم ہو کہ سگی نانی کی بہن جو سوتیلی نانی کہلاتی ہی وہ بھی حرام ہی تو جواب یہ کہ ہاں اسوجہ سے کہ وہ سگی خالاؤن مین داخل
ہی جیسا کہ آگے آتا ہی پس سگی و سوتیلی کی تنبیہ سے یہ غرض ہی کہ ہندوستان مین مثلاً چچا کی بیٹی کو بہن کہتے ہین تو وہ حرام نہین کیونکہ وہ نہ جڑ کی
سگی اور نہ شاخ کی سگی ہی پس حلال ہی فافہم پھر امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بنات کا لفظ پوتیون و نتنیون کو تہا تک حقیقۃً شامل ہی اور امام شافعی رح
کے نزدیک مجازاً شامل ہی جیسے امہات مین ہی اور سراج مین ضابطہ یہ مذکور ہی کہ بنت یعنے تیری دختر وہ ہی جو مونث کو تجھسے پیدا ہو یا جو تجھسے
پیدا ہی اُس سے پیدا ہوا اور چاہو یوں کہو کہ ہر مونث جسکا نسب تجھ تک منتہی ہو وہ تیری دختر ہی - پھر سراج مین کہا کہ جو عورت کسی مرد سے
زنا سے پیدا ہوئی (لڑکا یا لڑکی ۱۲) وہ بنت مین شامل نہین پس اُس مرد کو حلال ہی کہ اُس سے نکاح کرے - یہ شافعیت کی تقلید ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک
حرام ہی اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ بنات کا لفظ عام ہی اسی سے جمہور علما نے استدلال کیا کہ کسی مرد کے زنا کرنے سے جو لڑکی پیدا ہو وہ اسکی دختر ہی
پس بنات مین شامل ہی اور اسپر حرام ہوگی جیسا کہ مذہب امام ابو حنیفہ و مالک و احمد حنبل کا ہی اور شافعی سے اسکی اباحت مین کچھ نقل کیا جاتا ہی کیونکہ
وہ شرعی دختر نہین ہی پس جیسے میراث مین وہ قوله تعالى يوصيكم الله في اولادكم - مین داخل نہوئی کیونکہ بالاجماع وارث نہین ہوتی ہی ایسے ہی یہاں
داخل نہوگی واللہ اعلم - اگر کہا جاوے کہ زنا سے جو لڑکا پیدا ہوا وہ بھی شرعی پسر نہوا تو اپنی ماں سے نکاح کر سکتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ نہین اسوجہ سے کہ
ماں کی طرف اسکا نسب بالاجماع متحقق ہی کیونکہ بالاجماع اس کا وارث ہوتا ہی - اور صحیح اسمین قول جمہور ہی اور شیخ محدث ابن کثیر رح کی تقریر بھی
اسی کو مشعر ہی اور حدیث مین ہی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ نظر رحمت نہ فرماویگا اللہ تعالی ایسے مرد پر جسنے ایک عورت کی فرج و اسکی دختر کی فرج پر نظر ڈالی
وَاَخَوٰتُكُمْ - من جهة الاب او الام - اور حرام کی گئین تمپر تمھاری بہنین ف مفسر رح نے کہا کہ خواہ بہن باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف
سے ہو مثلاً باپ کی دوسری زوجہ سے جو لڑکی ہی وہ بھی بہن ہی جیسے ماں کے دوسرے شوہر سے جو لڑکی ہی وہ بہن ہی چونکہ انہین سے کسی ایک طرف سے
جو بہن ہی وہی حرام ہی تو ماں و باپ دونوں کی طرف سے جو بہن ہوگی یعنے حقیقی و عینی تو وہ بدرجہ اولے حرام ہی لہذا مفسر رح نے اسکو ذکر ہی نہین
کیا کیونکہ اخوات کا لفظ اولاً حقیقی بہن کے واسطے ہی ہاں باقی دونوں مین وہم تھا کہ شاید علاتی بہن جو فقط باپ کی طرف سے ہی یا اخیافی
بہن جو فقط ماں کی طرف سے ہی حرام نہو تو مفسر رح نے اس وہم کی جڑ کاٹ دی کہ قطعاً وہ اخوات ہین - اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مونث جو تیری ماں
و باپ یا انہین کسی ایک سے پیدا ہو وہ تیری بہن ہی - وَعَمّٰتُكُمْ - اور حرام کی گئی تم پر تمھاری پھوپھیاں ف اى اخوات آبائكم واجدادكم
یعنے تم مین سے ہر ایک کے باپ کی بہن یا دادا کی یا پردادا کی کتنے ہی اونچے درجہ کی بہن ہو تمپر حرام ہی اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مونث جو تیرے باپ
یا دادا وغیرہ اجداد کے ساتھ ماں باپ دونوں مین یا ایک مین شریک ہو تو وہ پھوپھی ہی پس باپ کی عینی یا علاتی یا اخیافی کسی قسم کی بہن ہو

وہ تیری پھوپھی ہی علی ہذا اگر تیرے باپ کی اسی طرح کی پھوپھی ہو وہ بھی تیری پھوپھی ہی۔ وَخٰلٰتُكُمْ - اور تم پر حرام کی گئیں تمہاری خالائیں
فـ ای اخوات امہاتکم وجداتکم - یعنے تم مین سے ہر ایک کی مان یا نانی کی بہن تم پر حرام ہی اور واضح ہو کہ کبھی باپ کی طرف سے خالہ ہوتی
ہی اور وہ تیرے باپ کی مان کی بہن ہی جیسے پھوپھی کبھی مان کی طرف سے ہوتی ہی اور وہ مان کے باپ کی بہن ہی سو یہ بھی حرام اور پھوپھو وخالہ
مین شامل ہین - وَبَنٰتُ الْاَخِ - یعنے بھائی کی بیٹیان خواہ بھائی عینی ہو یا علاتی یا اخیافی - سب کی بیٹیان حرام ہین اور یہی حال ہی
وَبَنٰتُ الْاُخْتِ - اور بہن کی بیٹیون مین چاہے کسی قسم کی بہن ہو۔ مفسرؒ نے کہا۔ ویدخل فیہ بنات اولادہم - اور بھائی بہن کی
اولاد کی بیٹیان بھی اسی مین شامل ہین یعنے کسی قسم کی بھائی یا بہن کی اولاد بیٹیا و بیٹی کی جو لڑکیان ہین یعنے سگے بھتیجے یا بھتیجی کی لڑکیان
بھی حرام ہین پس بھائی و بہن کی دختر شامل ہو ہر اس مؤنث کو جس کا نسب بیچ اپنی تیرے کسی قسم کے بھائی یا بہن کی طرف منتہی ہووے یہانتک
تو ان عورتون کا بیان ہوا جو نسب کی وجہ سے دائمی حرام ہین اب انکا بیان شروع ہوتا ہی جو رضاعت سے دائمی حرام ہین چنانچہ فرمایا - وَ
اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ - اور تمہاری وہ مائین تم پر حرام ہین جنھون نے تمکو دودھ پلایا ف یعنی جیسے تجھ پر تیری وہ مان حرام ہی
جسنے تجھے جنا اسیطرح تجھ پر تیری وہ مان بھی حرام ابدی ہی جسنے تجھے دودھ دیا چنانچہ صحیحین مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ رضاعت حرام کرتی ہی اس چیز کو جسکو ولادت حرام کرتی ہی - اور ایک روایت صحیح مسلم مین ہی کہ رضاعت سے بھی وہی حرام ہی جو نسب سے حرام ہی
اب یہ بیان ہونا چاہیے کہ رضاعت کب اور کیونکر متحقق ہوتی ہی تو مفسرؒ نے کہا کہ قبل استکمال الحولین خمس رضعات کما بینہ الحدیث - یعنے دودھ
پلایا تم کو پہلے دو برس پورے ہونے سے پانچ رضعات جیسا کہ حدیث نے اس مجمل رضاعت کو جو آیت مین مذکور ہی بیان کر دیا ہی یعنے آیت مین
تو مطلقًا رضاعت مذکور ہی یہ بیان نہین کہ کس سن مین پلایا ہو اور کم سے کم کسقدر پلایا ہو تو مفسرؒ نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا کہ
دودھ پلانے والی اسوقت بچہ کی رضاعی مان ہو جاتی ہی کہ بچہ کو دو برس کا سن پورے ہونے سے پہلے پلایا ہو اور کم سے کم پانچ رضعات ہون
مترجم کہتا ہی کہ بعض شافعیہ نے اسکے معنے بچہ کی سیری پر معتبر رکھے اور بعض نے گھونٹ لیے سا بجملہ مفسرؒ نے جو دو برس تک رضاعت کی مدت ذکر کی
اسمین بقول فتوی ہمارے نزدیک بھی اتفاق ہی اب رہا یہ کہ امام شافعیؒ کے نزدیک کم سے کم پانچ رضعات ہین شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسمین علماء کا
اختلاف ہی بعض کے نزدیک تین رضعات سے کم نہون کیونکہ حضرت عائشہؓ سے مرفوع روایت ہی کہ ایک چوسنا یا دو چوسنا حرام نہین کرتا - رواہ
مسلم اور ام الفضل سے مرفوعًا روایت ہی کہ ایک رضعہ اور دو رضعہ اور ایک مصّہ و دو مصّہ حرام نہین کرتا اور ایک روایت مین املاجہ و دو ملاجہ کا لفظ ہی
منہ مین چھاتی دینا یا منہ لینا ملاجہ ۱۲
رواہ مسلم پس جب دو سے زائد یعنے تین ہو جاوے خواہ بچہ مص کرے یا رضعہ ہو رضعہ والاجہ کرے تو تحریم ہونا چاہیے - یہی مذہب امام احمد بن حنبل
واسحق بن راہویہ و ابو عبید و ابو ثور کا ہی اور یہی حضرت علی و عائشہ و ام الفضل و ابن زبیر و سلیمان بن یسار و سعید بن جبیر سے مروی ہی اور بعض کے
نزدیک پانچ رضعات سے کم محرم نہین کیونکہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ جو قرآن نازل کیا گیا تھا اسمین دس رضعات معلومات تھے کہ انسے
حرمت ہوتی تھی پھر پانچ سے منسوخ ہوئی پھر نبی صلعم نے وفات پائی درحالیکہ وہ قرآن مین سے پڑھی جاتی تھی - (رواہ مسلم) - اور سالم مولی حذیفہ
کے واسطے سہلہ بنت سہیل کو حضرت صلعم نے پانچ رضعات سالم کو پلانے کا حکم کیا - کما فی الصحیح ) اور یہی قول شافعی و انکے اصحاب کا ہی قال
المترجم پوشیدہ نہین کہ سالم مولی حذیفہ جوان تھے جب انکے واسطے حکم دیا پس حکم مخصوص ہی پس حجت نہین ہو سکتا اور حدیث نسخ مین تاویل
ضرور ہی کیونکہ تلاوت باقی نہین باجماع صحابہؓ پس مراد یہ ہی کہ ایسا ہوگا اور پانچ رضعات بھی قریب وقت وفات تک تھے
پھر بہت قریب وفات کے منسوخ ہوے واس سے کم نہین کہ حدیث محتمل و ماول ہی حجت نہین ہو سکتی کیونکہ بالاجماع قطعًا کسی کا مذہب

نہین کہ قرآن مین سے کچھ کم ہے یہ تو سوائے بعض فرقہ روافض کے کسی نے نہین کہا بلکہ روافض مین سے بھی کسی فرقہ کا یہ قول نہین کہ احکام ارشاد قرآن مین سے کچھ کم ہے تو اس روایت منفردہ سے قرآن ثابت نہین ہو سکتا کیونکہ وہ قطعاً متواتر بالاجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے پس وہ آیتین صرف کثرت رضاعت کی وجہ سے تسہیل تھی وہ صحابہ کے اجماع سے منسوخ ہے علاوہ برین بعد تسلیم کے مذہب اول کے دلائل کے ساتھ متعارض ہو کر دونون ساقط ہونگے خصوص جبکہ دونون روایتین اور دونون مذہب حضرت عائشہؓ سے روایت ہوتے ہین اور نیز حدیث عدم حرمت رضعہ و رضعتان محمول ہے اس صورت پر کہ فقط منھ مین لیا اور دودھ کچھ پیٹ مین نہین گیا بدلیل دوسری روایت املاجہ و املاجتان کے کیونکہ حقیقت مین املاج فقط اسیقدر ہے پس جب یہ حالت ہے تو مقتضائے آیت سے تجاوز نہین ہو سکتا بدین طور کہ حکم جو بمقتضائے آیت ہوا اسمین آحاد روایت سے تغیر کیا جاوے اور آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ دودھ پینے کے طور پر ایک بار چوس کر پی لیا یا مرضعہ نے منھ مین دودھ دیا بہرحال حلق سے اُترنے سے رضاعت ثابت ہو جائے گی کیونکہ آیت عام ہے پس جس مقدار سے باعتبار لغت کے رضاع کہلاوے اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ و مالک و انکے اصحاب کا ہے اور یہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و عروۃ بن الزبیر و زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور پوشیدہ نہین کہ اسی قول کا اختیار کرنا بنظر حرمت صواب ہے اگر فرض کرین کہ تین رضعات پر استدلال پورا ہوا تو بھی مقطوع نہین پس مطلق رضاعت جو عموم آیت سے ثابت ہے مستنار یہی ہے اور پانچ رضعات مین دوگونہ اشتباہ ہے کیونکہ تین رضعات پر حرمت کا مذہب مذکور ہو چکا اور مشتبہ سے بچنا واجب ہے پس یہان اختیار مطلق واجب ہے اور تحقیق دلائل کو مترجم نے عین الہدایہ مین بیان کیا ہے۔ **وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ** ۔ ویلحق بذلک بالسنۃ البنات منہا ومن من ارضعتہن موطوءتہ والعمات والخالات وبنات الاخ وبنات الاخت منہا لحدیث یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب رواہ البخاری ومسلم یعنے اور حرام ہین تم پر تمھاری وہ بہنین جو رضاعت کے سبب سے ہون **ف** مفسرؒ نے کہا کہ بدلیل سنت اس سے لاحق ہین۔ بیٹیان رضاعی اور رضاعی بیٹیان وہ ہوتی ہین جنکو مرد کی موطوءہ جورو نے دودھ پلایا ہو یعنی مرد نے جس عورت سے وطی کی اور وہ جنی پھر اس عورت نے کسی لڑکی کو یہ دودھ پلایا تو یہ لڑکی اس مرد کی بیٹی ہے اور اسپر حرام ہے اور نیز بدلیل حدیث کے اس سے لاحق ہین رضاعی پھوپھیان اور خالائین اور رضاعی بھائی کی بیٹیان اور رضاعی بہن کی بیٹیان موافق اس تفصیل کے جو نسب کے بیان مین گذرین بدلیل اس حدیث کے کہ حرام ہو جاتی ہین رضاعت سے وہ عورتین جو حرام ہوتی ہین نسب سے (رواہ البخاری ومسلم) **شیخ ابن کثیرؒ** نے ذکر کیا کہ بعضے فقہائے نے فرمایا کہ کل وہ عورتین جو نسب سے حرام ہوتی ہین وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتی ہین سوائے چار صورتون کے اور بعض نے چھ صورتون کو مستثنیٰ کیا پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ تحقیق یہ ہے کہ اسمین سے کچھ بھی مستثنیٰ نہین ہے کیونکہ انکے بعض کا مانند نسب مین پایا جاتا ہے اور بعض کی حرمت بوجہ صہریت کے ہے نسب سے نہین پس حدیث کے کلیہ پر کچھ استثناء وارد نہین ہوتا اور یہی محققین حنفیہ مانند ابن الہمام وغیرہ نے مصرح بیان کیا ہے پھر رضاعت فقط عورت ہی کی طرف نہین بلکہ جس خاوند سے اسکا دودھ ہے وہ بھی رضیع لڑکا یا رضیعہ لڑکی کا باپ ہو جاتا ہے اور یہی جمہور علماء و چارون اماموں کا مذہب ہے۔ **وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ** ۔ یعنی اور حرام ہوئین تم پر تمھاری جوروؤن کی مائین۔ اسمین کوئی قید نہین کہ تمنے اپنی جورو سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو بلکہ عام ہے کہ جب تم نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اسکی مان و نانی و پرنانی وغیرہ سب حرام ہوگئین خواہ اپنی جورو سے دخول کرے یا نکرے بلکہ نکاح کے بعد ہی طلاق دیدے۔ تب بھی اس کی مان وغیرہ اوپر تک جڑ سے نکاح نہین کر سکتا ہے اور یہ گویا اجماعی ہے و معروف۔ **وَرَبَآئِبُكُمُ** جمع ربیبہ وہی [۱]

بنت الزوج - الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ - ترابوبها صفة موافقة للغالب فلا مفهوم لها - مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ای جامعتموہن - فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فی نکاح بناتہن اذا فارقتموہن یعنی اور حرام ہوئین تمپر تمھاری ربائب [اور یہ لفظ جمع ہی ربیبہ کی اور ربیبہ اسکو کہتے ہین جو اپنی جورو کی لڑکی کسی دوسرے خاوند سے ہو۔ پھر ان ربائب کی صفت بیان کی ہی کہ وہ ربائب جو تمھارے حجور مین ہون [اور حجور جمع حجر ہی یعنی گود مین ہون] اور مراد یہ کہ تم انکی تربیت و پرورش کرتے ہو۔ اگر کہا جاوے کہ پھر ربائب وہی حرام ہوئین جو حجور مین پرورش پاتی ہون اور اگر ایسی نہون مثلاً عورت تو زید کے تحت مین ہو اور اسکے پہلے خاوند کی لڑکی کہین اور ہو تو زید پر حرام نہو کیونکہ اسمین یہ صفت نہین پائی جاتی کہ پرورش مین ہی حالانکہ بالاجماع یہ بھی حرام ہی مفسر نے جواب دیا کہ یہ صفت جو مذکور ہوئی ہی حرمت کی قید نہین ہی یعنی یہ مراد نہین ہی کہ حرمت جب ہوگی کہ جب ایسا ہو بلکہ غالب حال کی موافقت سے بیان فرمایا یعنی اکثر یہی ہوتا ہی کہ ربیبہ اپنی ماں کے ساتھ اسکے جدید خاوند کی پرورش مین ہوتی ہی اور اسمین اشعار اسکے سبب سے حرمت کا ہی کہ وہ تو بمنزلہ اولاد کے پرورش مین ہوگی جسکہ اسکی ماں مدخولہ ہوجاوے کہ اسکی اولاد کے ساتھ اس ربیبہ کی پرورش کے لیے مہیا ہوگی بخلاف غیر مدخولہ کے چنانچہ فرمادیا کہ یہ ربائب سطرح تمپر حرام کب ہونگی کن جوروؤن کی ہون تو فرمایا۔ من نسائکم اللاتی دخلتم بہن۔ تمھاری ان جوروؤن کی ہون جنسے تم نے دخول کیا ہی۔ اور مفسر نے دخول کے معنے یہ بیان کیے کہ انسے تم نے جماع کیا ہو۔ مگر جاننا چاہیے کہ علما نے اسکے معنے مین اختلاف کیا ہی کہ کون دخول موجب تحریم ہی پس ابن المنذر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے دخول کو جماع سے تفسیر فرمایا جیسا کہ مفسرؒ نے ذکر کیا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے دخلتم بہن سے تفسیر کی اور ایسا ہی اوروں نے کہا اور شاید معنے نکاح کے جماع ہین اور یہی قول طاؤس و عمرو بن دینار وغیرہ کا ہی اور بیضاویؒ نے کہا کہ دخلتم بہن کے معنی داخل ہوے تم انکے ساتھ پردہ مین اور یہ کنایہ ہی جماع سے اور حرمت مین وہ بھی شوہر ہی جو زنا نہو مانند وطی بشبہہ ملک یمین کے۔ اور امام ابو حنیفہ و مالک و ثوری و اوزاعی و لیث وغیرہم نے کہا کہ شوہر نے اگر اپنی جورو کو شہوت سے چھوا تو اسپر اس جورو کی دختر جو دوسرے خاوند سے ہو حرام ہوجائیگی پھر کبھی اس سے نکاح نہین کرسکتا اور امام شافعیؒ کے بھی دو قول ہین سے یہی ایک قول ہی اور خفاجیؒ نے حاشیہ بیضاوی مین اسی کو ترجیح دی اور بیضاوی نے جو شہوت سے چھونا و اسکے مانند کو قیاس قرار دیکر رد کردیا ہی کہ قیاس کو بعد نص کے مجال نہین ہی پس اسکو خفاجیؒ نے دفع کردیا کہ اسپر تو اتفاق ہی کہ صریح الآیہ قطعًا مراد نہین ہی بلکہ کنایہ سے جو اسکے معنی ہین وہ مراد ہین پس ظاہر ہوا کہ اقوی یہی کہ جورو سے اگر جماع کیا یا اسکو شہوت سے چھوا یا اسکی فرج کی طرف دیکھا یا اور اسکے مانند کوئی فعل کیا تو ربیبہ اسپر حرام ہوگئی خواہ جورو کی دختر ہو یا دختر کی دختر ہو کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو قالہ قتادہ و ابو العالیہ اور قرطبیؒ نے فرمایا کہ فقہا نے اتفاق کیا ہی کہ جب جورو سے دخول کرلیا تو ربیبہ حرام ہوجاتی ہی خواہ ربیبہ اسکے حجر مین پرورش پاتی ہو یا کہین اور ہو اور اگر ان سے دخول نہ کیا ہو تو اسکا حکم یہ ہی کہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم۔ یعنی پھر اگر تمنے ان جوروؤن سے دخول نہ کیا ہو تو تمپر گناہ نہین مفسرؒ نے کہا یعنی تمپر گناہ نہین کہ جوروؤن کی دختروں سے یعنی ربائب سے نکاح کرلو بشرطیکہ ان جوروؤن کو پہلے بالکل جدا کردو یعنی تم سے انسے جدائی ہوجاوے خواہ قبل دخول کے طلاق دو یا مرجاوین پس۔ فلا جناح علیکم ای فلا جناح علیکم فی ان تتزوجوا بناتہن لیکن حذف حکم صریح مین اشارہ ہی کہ خلاف اولی ہی اگرچہ گناہ نہین۔ قرطبیؒ نے فرمایا کہ شاذ قول بعضے متقدمین سے یہ بھی آیا ہی کہ اگر ربیبہ حجر مین نہ ہو بلکہ دوسرے شہر مین ہو تو بعد فراق جورو یعنی ربیبہ کی ماں کے اسکے ساتھ نکاح کرسکتا ہی چنانچہ ابن کثیرؒ نے بروایت ابن ابی حاتم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ قول نقل کیا اور کہا کہ اسناد صحیح بشرط مسلم ہی اور ابن المنذر و طحاویؒ نے کہا کہ حضرت علیؓ سے یہ قول ثابت نہین اسواسطے کہ ابراہیم بن عبید جو اسکا راوی ہی وہ معروف نہین مجہول ہی اور مجہول سے مراد یہ کہ اپنی ماں کے ساتھ ماں کے شوہر

کی حمایت میں پرورش پاتی ہو اور بعض نے کہا کہ حجور سے مراد بیوت ہیں پس صحیح یہ کہ اللاتی فی حجورکم بیان غالب حالت کا ہی یہ کوئی قید نہیں
ہی اور فائدہ اسکا تقویت و تکمیل علت حرمت ہی کما ذکرہ البیضاوی اور اسپر جمہور کا اتفاق ہی اگرچہ داود ظاہری و ابن حزم وغیرہ
نے اسکو قید تصور کیا ہی اور یہ خلاف دلائل ہی اور صحیحین میں ہی کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے جو حضرت کی پاک بیویوں میں سے ہیں کہا کہ یا
رسول اللہ آپ عزہ بنت ابی سفیان میری بہن سے نکاح کرلیں تو فرمایا کہ تو اسکو چاہتی ہی۔ کہا کہ ہاں میں مانع نہیں ہوں یہ چاہتی ہوں کہ
بھلائی میں اگر میرے شریک ہوا ور ہونگی تو اس سے بہتر یہی ہی کہ میری بہن ہی میرے شریک ہو آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے حلال نہیں ہی۔ عرض کیا کہ ہم آپسے
عرض کریں آپ چاہتے ہیں کہ ابوسلمہ کی دختر سے نکاح کریں آپ نے فرمایا کہ کون ابوسلمہ کیا ام سلمہ کی بیٹی جو ابوسلمہ سے ہی۔ کہا کہ ہاں تو آپ نے فرمایا کہ
اگر وہ میری ربیبہ میری حجر میں نہوتی تو بھی مجھے حلال نہیں تھی وہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہی ثویبہ نے مجھے اور ابوسلمہ کو دودھ پلایا ہی سو تم
لوگ ہرگز اپنی بیٹیاں و بہنیں مجھپر پیش مت کرو اور ایک روایت بخاری میں ہی کہ اگر میں نے ام سلمہ سے نکاح نہ کیا ہوتا تو بھی مجھے حلال نہ تھی
فقط ام سلمہ سے نکاح کرنا احتیاط تحریم قرار دیا اور یہی مذہب ائمہ اربعہ و فقہاء سبعہ و جمہور سلف و خلف کا ہی اور ابن کثیرؒ نے اپنے استاذ
شیخ ذہبیؒ سے نقل کیا کہ شیخ امام تقی الدین حرانیؒ پر میں نے اس مسئلہ کو پیش کیا تو انھوں نے مشکل قرار دیا۔ اب رہا یہ کہ اگر کسی باندی
کا مالک ہوا اور اسکی ربیبہ کا بھی مالک ہوا یا نکاح کیا تو دونوں سے وطی کر سکتا ہی یا نہیں۔ تو ابن المنذرؒ نے عمرؓ سے اسکا حکم روایت کیا کہ میں
پسند نہیں کرتا ہوں اور ایسا ہی سعیدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور کہا کہ ایک آیت نے دونوں کو حلال کیا اور ایک آیت نے حرام
کیا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شیخ ابوعمرو بن عبدالبرؒ نے فرمایا کہ علماء میں کچھ اختلاف نہیں کہ کسی مرد کو حلال نہیں کہ عورت و اسکی دختر سے بملک
یمین وطی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو مانند نکاح میں حرام فرمایا ہی اور ملک یمین انکے نزدیک تابع نکاح ہی سوائے اسکے جو عمرؓ و ابن عباسؓ سے
مروی ہوا و لیکن ائمہ فتویٰ و انکی اتباع میں سے کوئی بھی اس قول پر نہیں ہی انتہی کلامہ پس خلاصۂ تفسیر یہ ہی کہ قولہ وامہات نسائکم یعنی تمپر
تمھاری جوروؤں کی مائیں حرام ہیں وربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم اللاتی دخلتم بہن۔ اور تمپر تمھاری ربائب جو اکثر تمھاری پرورش
میں یا تمھارے گھروں میں رہا کرتی ہیں تمھاری ان عورتوں سے جنسے تم نے دخول کیا ہی یعنی جماع یا جو مانند جماع کے ہی تمپر حرام ہیں خواہ ربیبہ ہو یا
ربیبہ کی دختر کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو اور خواہ منکوحہ مدخولہ کی ربیبہ ہو یا مملوکہ مدخولہ کی ربیبہ ہو۔ چاہے تمھاری پرورش میں ہو یا کسی اور
شہر میں ہو۔ قولہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم۔ پھر اگر تم نے جوروؤں سے جماع اور جو چیز جماع کے مانند ہی نہ کی ہو تو ربیبہ سے
نکاح کرنے میں مضائقہ نہیں یا مملوکہ ہو تو وطی کرنے میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ ربیبہ کی ماں سے جدائی کرلے پس منکوحہ سے جدائی اسطرح کہ
طلاق دیدے یا مر جاوے اور مملوکہ سے یہ عزم بالجزم کرے کہ اس ربیبہ کی ماں مملوکہ سے وطی نہ کریگا۔ واضح ہو کہ جوروؤں کی مائیں حرام ہونے
کے واسطے کوئی قید دخول وغیرہ کی نہیں بلکہ جورو سے نکاح کرتے ہی اسکی ماں و نانی وغیرہ دائمی حرام ہو جاویگی خواہ جورو سے دخول کیا ہو یا نکرے
اور ربیبہ حرام ہونے میں قید ہی کہ اگر ربیبہ کی ماں سے دخول کیا ہو تو ربیبہ حرام ہی ورنہ نہیں۔ پس قولہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم مخصوص
ربائب کے ساتھ ہی۔ اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے اسکو امہات و ربائب دونوں کے ساتھ سمجھا ہی اور کہا کہ جورو سے مجرد عقد کرنے
سے اسکی ماں یا بیٹی کوئی حرام نہیں ہوتی جبتک جورو سے دخول واقع نہو اور یہ بروایت ابن جریر و ابن المنذر و عبدالرزاق وغیرہ کے حضرت
علی و زید بن ثابت و عبداللہ بن الزبیر و مجاہد و ابن جبیر و ابن عباس سے مروی ہی اور معاویہ بن ابی سفیان نے اسمیں توقف کیا اور شافعیہ میں سے احمد
بن محمد صابونی کا یہی مذہب ہی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ جورو غیر مدخولہ کو اگر طلاق دی تو اسکی ماں حلال نہیں اور بنا

عباس رضؓ نے کہا کہ وہ مبہم ہیں پس اسکو مکروہ رکھا۔ قال ابن ابی حاتم وقد روی عن ابن مسعود و عمران بن حصین و مسروق و طاؤس و عکرمہ و عطار و حسن و مکحول
و ابن سیرین و قتادہ و الزہری نحو ذلک بیضاوی نے لکھا کہ ربیبہ عموماً جورو کی اولاد کو کہتے ہین خواہ مذکر ہو یا مونث ہوا ور تا اسمین تانیث
کی نہین بلکہ اسمیت کی ہے اور اللاتی مع صلہ کے ربائب کی صفت مقیدہ ہے اور جائز نہین کہ یہ قید امہات کی بھی ہو کیونکہ جب ربائب کی قید
قرار دی تو من ابتدائیہ ہوگا اور اگر امہات کی بھی قرار دی تو ایسا ہونا جائز ہوگا بلکہ واجب ہوگا کہ نسائکم کا بیان قرار دیا جاوے کیونکہ جمہور ادبا
کے نزدیک ایک ہی کلمہ دو معنون پر محمول نہین ہوسکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ روایت اور نظم کلام دونون سے معلوم ہوا کہ وہ فقط ربائب کی قید ہے شیخ
ابن کثیر رح نے کہا کہ یہی مذہب چارون اماموں ساتون فقہا اور جمہور فقہا سلف و خلف کا ہے اور قرطبی نے فرمایا کہ حضرت علی رضؓ سے جو اسکے خلاف مروی
ہوا وہ بروایت خلاس ہے اور اسکی روایت سے حجت نہین ہوسکتی اور خلاس کی روایت اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہین ہے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صحیح
روایت موافق جمہور کے ہے اور ابن کثیر نے اسپر اجماع کیا اور ابن جریر سے بھی ایسا ہی نقل کیا اور نیز یہ کہ صواب اسمین قول اس شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ امہات
مین ابہام ہے کیونکہ انہین انکی دخترون سے دخول ہونے کی قید مذکور نہین ہے اور ابن کثیر نے کہا کہ مبہمات ہونے سے مراد یہ ہے کہ مدخول بہا و غیر
مدخول بہا دونون کو شامل ہے پس عورت سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی ماں حرام ہوجائیگی۔ اور کشاف مین کہا کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتون
کی ماؤن کی تحریم مبہم ہے اور ربائب کی تحریم مبہم نہین بنا بر ظاہر کلام اللہ تعالی کے بالجملہ صحیح یہ ہے کہ جورو سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی ماں حرام ہوجاتی ہے اور
ماں سے مجرد نکاح کرنے سے بیٹی حرام نہین ہوتی جبتک دخول واقع نہو فافہم۔ وَحَلَائِلُ۔ ازواج۔ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ
بخلاف من تبنیتموہم فلکم نکاح حلائلہم۔ یعنی اور حرام ہوئین تمپر جوروین تمھارے بیٹون کی جو تمھاری پشت سے ہین۔ مفسر رح نے کہا یعنی بر خلاف
ان بیٹون کے جن کو تمنے متبنی کیا ہو کہ انکین تم کو روا ہے کہ ان کی جوروؤن سے نکاح کرلو۔ واضح ہو کہ حلائل جمع حلیلہ ہے بمعنی زوجہ کیونکہ وہ حلال ہے
بالبستر پر حلول کرتی ہے اور علمانے اجماع کیا ہے کہ جس سے باپ نے عقد کیا وہ بیٹون پر حرام ہے لقولہ تعالی۔ لاتنکحوا ما نکح آباؤکم الآیہ۔ اور جس سے
بیٹون نے نکاح کیا وہ باپ پر حرام ہے بدلیل اس آیت کے خواہ عقد کے ساتھ وطی ہو یا نہ ہوا اور باپ شامل ہے اوپر کی اصل دادا پر دادا وغیرہ کو بھی اور
ایسے ہی بیٹون کا لفظ بھی پوتون پر پوتون وغیرہ سب کو شامل ہے اور اسمین اختلاف ہے کہ اگر عقد فاسد ہو تو اس سے حرمت متحقق ہوتی ہے
یا نہین۔ اور ابن المنذر رح نے فرمایا کہ علمائے امصار مین سے کل وہ شخص جس سے علم محفوظ رکھا جاوے اجماع کیا کہ مرد نے اگر کسی عورت سے نکاح
فاسد وطی کرلی تو وہ اسکے باپ دادا و بیٹے پر حرام ہوگئی اور اسپر بھی اجماع ہے کہ اگر باندی خریدی تو عقد خرید سے وہ باپ و بیٹے پر حرام نہوگی
پھر بعد خریدنے کے اگر اسکو شہوت سے چھوا یا بوسہ لیا تو اسکے باپ و بیٹے پر حرام ہوگئی اور مین نہین جانتا ہون کہ انھون نے اسمین اختلاف کیا ہو پس
انکے اتفاق سے اسکا حرام رکھنا واجب ہے اور چونکہ انھون نے سوائے چھونے و بوسہ کے نظر کرنے مین اختلاف کیا ہے تو بوجہ اختلاف کے بعد نظر
کرنے کے وہ باپ و بیٹے پر حلال نہ رہیگی۔ اور کہا کہ جو ہم نے بیان کیا اسکے برخلاف حضرت صلعم کے کسی صحابی سے صحت کو نہین پہونچا پھر واضح
ہو کہ قولہ الذین من اصلابکم۔ جملہ صفت ابناء واقع ہے اور اصلاب جمع صلب بمعنی پیٹھ ہے یعنے وہ بیٹے جو تمھاری پشت سے ہون خواہ
پہلی پشت سے ہون یا دوسری پشت سے کہ تمھارے بیٹون کے بیٹے ہون اور اس سے احتراز ہے ان لوگون سے جنکو متبنی کر لیتے تھے کیونکہ وہ
منہ بولے بیٹے ہین درحقیقت بیٹے نہین ہین اور اللہ تعالے نے اپنی طرف انکے نسب لگانے سے بھی منع فرمایا بلکہ فرمایا ادعوہم لآبائہم
ہو اقسط عند اللہ الآیہ۔ یعنے ان کو انکے باپون کی طرف نسبت دیکر پکارو اور فرمایا وما جعل ادعیاءکم ابناءکم الآیہ۔ یعنی تمھارے منہ بولے
ہوون کو تمھارے بیٹے نہین کردیا پس انکی جوروؤن سے اگر وہ طلاق دیکر الگ کردین یا مرجاوین تو تم کو نکاح کرنا حلال ہے اور نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے زیدؓ بن حارثہؓ کو متبنیٰ کیا تھا اور وہ زید بن محمد صلعم مشہور تھا پھر جب ممانعت ہوئی تو زید بن حارثہؓ کے نام سے مشہور ہوئے اور زیدؓ کے نکاح مین زینبؓ تھین زیدؓ نے باوجود فہمائش حضرت صلعم کے جو بطور مشورہ تھی حضرت زینب کو طلاق دیدی تو اللہ عز و جل نے حضرت زینب کا نکاح حضرت صلعم سے باندھا۔ وقد قال فلما قضی زید منہا وطرا زوجنا کہا لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائہم الآیۃ۔ اور زمانہ جاہلیت والے منہ بولے کی جورو سے نکاح نہین کرتے تھے چنانچہ جب ایسا ہوا تو مشرکین مکہ نے طعن کیا پس نازل ہوا وماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الآیۃ۔ بالجملہ اسمین خلاف نہین کہ منہ بولے بیٹے ہونے کی وجہ سے اسکی جورو سے نکاح حرام نہین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ جب انھین بیٹون کی جورو ین حرام ہوئین جو اپنی پشت سے ہین تو رضاعی بیٹے کی جورو کہان سے حرام کہی جاتی ہے حالانکہ جمہور کے نزدیک بلکہ اجماع ہے کہ رضاعی بیٹے کی جورو رضاعی باپ پر حرام ہے پس جواب یہ ہے کہ بعد اجماع کے کسی دلیل کی ضرورت نہین اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو نسب سے حرام ہے وہ رضاع سے حرام ہے۔ اور اسمین اختلاف ہے کہ وطی زنا مقتضی تحریم ہے یا نہین وتحریر دلائل مین طوالت چاہتا ہے اور مذہب امام ابو حنیفہ وانکے اصحاب کا یہ ہے کہ زنا مقتضی تحریم ہے اور یہی قول عمران بن حصین رضی اللہ عنہ وشعبی وعطاء وحسن بصری وثوریؒ سے مروی ہے اور یہی مذہب امام احمد واسحٰق کا ہے اور نیز اختلاف ہے کہ لواطت موجب تحریم ہے یا نہین تو امام ثوریؒ سے مروی ہے کہ اگر مرد نے کسی طفل سے لواطت کی تو اسپر اسکی مان حرام ہوگی اور یہی قول امام احمد کا ہے اور مانند اسکے امام اوزاعی سے مروی ہے واللہ اعلم۔ **وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ** ۔ من نسب ورضاع ویلحق بالسنۃ جمع بینہا وبین عمتہا وخالتہا ویجوز نکاح کل واحدۃ علی الانفراد وملکہما معا ویطأ واحدۃ ۔ یعنی اور حرام ہے تمپر یہ کہ جمع کرو دو بہنون کو مفسرؒ نے کہا خواہ نسبی بہنین ہون یا رضاعی ہون ۔ اور اسی سے ملحق بدلیل سنت ہے یہ کہ حرام ہے جمع کرنا عورت واسکی پھوپھی کو یا عورت واسکی خالہ کو۔ ہان انمین سے ہر ایک کا نکاح اسطرح روا ہے کہ وہ تنہا ہو یعنے پھر اگر ایک کو طلاق دیدے یا مر جاوے تو دوسری سے نکاح کر سکتا ہے اور یہ روا ہے کہ ایسی دو باندیان ایک ساتھ یا آگے پیچھے خرید کرکے یا کسی اور سبب سے اپنی ملک مین جمع کرے جو دونون بہنین ہون یا ایک باندی واسکی پھوپھی کو یا خالہ کو جمع کرے یعنی ملک مین جمع کرنا منع نہین مگر وطی ایک ہی سے کریگا بخلاف عقد نکاح کے کہ اگر دو بہنون سے ایک ساتھ ایک عقد مین یا دو عقد مین نکاح کیا تو باطل ہے اور اگر آگے پیچھے ایک ایک سے نکاح کیا تو پہلی کا جائز اور دوسری کا باطل ہے اور تمام کلام ترجمۂ عالمگیری جلد دوم سے تلاش کرو اور حرمت عام ہے کہ دو بہنین ایک مان وباپ سے ہون یا فقط باپ کی طرف سے ہون یا فقط مان کی طرف سے ہون جمع کرنا حرام ہے اور اسپر امت کا اجماع ہے اور اسپر بھی اجماع ہے کہ دو بہنون کا اپنی ملک مین جمع کرنا روا ہے پھر اسمین اختلاف ہے کہ ملک مین دو بہنون کو جمع کرکے دونون سے وطی روا ہے یا نہین تو جمہور علماء کے نزدیک نہین روا ہے اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو جاوے اور اسکے تحت مین دو بہنین ہون تو ایک کو طلاق دیدے چنانچہ **فیروز دیلمیؓ** سے روایت ہے کہ مین مسلمان ہوا اور میرے تحت مین دو عورتین دونون بہنین تھین تو حضرت صلعم نے مجھے حکم دیا کہ ان دونون مین سے ایک کو چھوڑ دے رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وابو داؤد وابن مردویہ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ملک یمین مین دو بہنون کا جمع کرنا یعنے اسطرح کہ دونون سے وطی کرے یہ بھی حرام ہے کیونکہ آیت عام ہے اور یہی چارون اماموں وجمہور علماء سلف وخلف سے مروی مشہور ہے ہان بعض سلف نے اسمین توقف کیا ہے پھر ابن کثیرؒ نے بعد تھوڑے ذکر کے شیخ ابن عبد البرؒ سے نقل کیا کہ جن لوگون سے اختلاف منقول ہے اسکی طرف فقہائے حجاز وعراق وشام ومشرق ومغرب کسی نے التفات نہین کیا سوائے بعضے اہل ظاہر کے جو شاذ ہو کر نکل گئے اور قیاس کو نہین مانتے اور جس امر پر ہم نے اجماع کیا اسکو ظاہر پر عمل کرکے چھوڑتے ہین اور فقہا کی جماعت نے

بخلاف ان شاذ لوگون کے اتفاق کیا ہی کہ ملک یمین مین دو بہنون کا اسطرح جمع کرنا کہ ان دونون سے وطی کرے حلال نہین ہی جیسے نکاح مین جمع کرنا حلال نہین اور مسلمانون نے اجماع کیا کہ قولہ تعالیٰ حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم تا آخر آیت کے معنے یہ ہین کہ نکاح و ملک یمین ان سب عورتون کے حق مین یکسان ہی ایسا ہی واجب ہی کہ نظر وقیاس سے دو بہنون کا جمع کرنا اور جو ان دونون کی مائین اور ربائب ہین ہووے اور یہی ان جمہور فقہاء کے نزدیک ثابت ہی اور یہ لوگ اپنے مخالف پر اورشاد ہوکر کمل کہا گئے واسطے حجت ہین پھر واضح ہو کہ اگر ایک مرد کے ملک مین ایک باندی ہو اور اس سے وطی کرتا ہو پھر اسکی بہن کا مالک ہو کر اس سے وطی چاہے تو جمہور کے نزدیک جائز نہین جیسا کہ مذکور ہوا ایس ایک جماعت اہل علم کے نزدیک دوسری بہن سے وطی نہین کرسکتا تا وقتیکہ اول کو بیع یا آزاد کرے یا کسی سے نکاح کردینے سے اپنی ملک سے خارج کردے اور خالی زبان سے حرام کرلینا کہ اول سے وطی نہ کریگا جیسا کہ قتادہ کا قول ہی کافی نہین اور یہی امام ابوحنیفہ و انکے اصحاب کا و اوزاعی و شافعی و احمد و اسحق کا قول ہی اور یہی حضرت علی و ابن عمر و حسن بصری سے مروی ہی اور واضح ہو کہ قرطبی نے ذکر کیا کہ علماء نے اجماع کیا کہ اگر مرد نے اپنی زوجہ کو ایسی طلاق دی کہ اس سے رجعت کرسکتا ہی تو جب تک عدت نہ گذر جاوے اسکی بہن سے نکاح نہین کرسکتا ہی اگر ایسی طلاق ہو کہ رجعت نہین کرسکتا تو اختلاف ہی پس ایک گروہ نے کہا کہ جب تک عدت نہ گذرے تب تک مطلقہ مذکورہ کی بہن یا چوتھی عورت سے نکاح نہین کرسکتا اور یہی قول امام ابوحنیفہ و انکے اصحاب و ثوری و احمد بن حنبل کا ہی اور یہی مجاہد و عطاء و نخعی سے روایت اور یہی حضرت زید بن ثابت سے مروی ہی اور دوسرے گروہ نے روا کہا ہی اور یہی شافعی کا مذہب ہی۔ پھر واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت مین ایسا ہوتا تھا اور وہ اسکو حرام نہین کہتے تھے کہ دو بہنون کو جمع کرتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے حکم حرمت نازل فرمایا تو خوف ہوا کہ جن لوگون نے پہلے کیا تھا انکا کیا حال ہی اور نیز احتمال تھا کہ دو بہنون کا جمع کرنے والا اگر مسلمان ہو اور دونون حاملہ ہین تو جس کو مثلاً چھوڑا اسکے بچہ کا نسب ثابت نہ ہوگا اور دیگر حقوق ضائع ہوجاتے تو رحمت کاملہ سے اسکو عفو فرمایا بقولہ۔ اِلَّا۔ لکن۔ مَا قَدْ سَلَفَ ۔ فی الجاہلیۃ من نکاحکم بعض ماذکر فلا جناح علیکم فیہ یعنی الا بمعنی منقطع بمعنے لکن ہی اور معنے یہ ہین و لیکن جو ہوچکا یعنے جاہلیت کے حال مین یہ کہ تم نے ان محرمات مذکورہ مین سے بعض سے نکاح کیا تو اسکا تم پر گناہ نہین ہی۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا ۔ لما سلف منکم قبل النہی۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہی یعنے ایسا امر کہ جو تم سے ہوگذرا ممانعت سے پہلے۔ رَّحِيْمًا۔ بکم فی ذلک۔ رحمت کرنے والا ہی تم پر اس معاملہ مین۔ یعنے تم پر رحمت ہی کہ تمکو ماخوذ نہین کیا اور اسمین اشعار ہی کہ قبل نہی کے افعال ناروا مین ماخوذ ہونا جائز ہی اور حدیث مین یہ مضمون ثابت ہی کہ جو اسلام لایا اسکے پچھلے سب گناہ عفو ہوگئے اب جو اسلام مین نافرمانی کریگا اسی پر ماخوذ ہوگا اور جو اسلام نہ لایا وہ پہلے و پچھلے سب کے وبال مین پکڑا جاویگا۔ اور یہ مضمون صحیح مسلم کی حدیث سے ماخوذ ہی۔ اگر تیرے دل مین شوق ہو کہ ہمین کیا بھید ہی کہ آدمی نے اسلام سے پہلے جو کچھ کیا وہ عفو ہی اور بعد اسلام کے ماخوذ ہوگا حتیٰ کہ اگر زمانہ اسلام مین مسلمان ہوا تو عذاب شدید مین مبتلا ہوگا تو سننا چاہیے اور ذیل بیان مین غور کرکے تفسیر ناہین - واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے معرفت الٰہیہ مین مخلوقات کو معذور فرمایا کیونکہ حدوث کی مجال نہین کہ ساحت قدم تک پہونچے الا بقدم القدم کیونکہ نفوس اپنے افعال کے خالق نہین ہین تو فہم و معرفت انکے پیدا کرنے سے ممکن نہین ہی پھر جب حق تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور ہدایت کا اذن عام دیا تو حکمت بالغہ کے موافق طالب حق کو ہدایت دیدی اور یہ حکمت کسی بشر کے ادراک مین نہین آسکتی ہی کیونکہ وہ صفت قدسیہ الٰہی قدیمہ ہی اور بشر اسلیے کہ ادراک سے عاجز ہی پس حق تعالیٰ نے زمانہ فطرۃ مین یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ کے لوگ اپنی جبلی جہالت مین گرفتار تھے اگر کہا جائے کہ حدیث سے معلوم ہی کہ لوگ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتے ہین پھر انکے مان باپ انکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کردیتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ اصل فطرت وجبلت مین اسلامی معرفت تھی نہ جہالت تو

تم کہتے ہو سو جواب یہ کہ ازلی اقرار توحید تو معرفت روحانی سے ہے اور اب اس دائرۂ امتحان میں فطرت انسانی ہے کہ اس حدیث مبارک کے یہ معنی ہیں کہ جو بشر مولود ہوتا ہے اسکا صفحۂ دل ایسا صاف ہوتا ہے جیسا کہ اسلام سے سینہ صاف ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر اس حالت پر مر جاوے تو اس پر کسی نام کی مہر نہ ہوگی بلکہ وہ سادہ کے مانند صاف ہوگا جس پر ہر ایک طرح کی مہر ہو سکتی ہے پھر جب مولود بڑا ہوا اور بلوغ کی عقل پوری ہوئی تو اسوقت صحبت کا اثر ہوتا ہے چنانچہ وہ جن لوگوں پر اعتماد کرتا ہے اسکے والدین و قوم ہیں پس جنکی تقلید کی وہی مہر اسپر کندہ ہو جائیگی حتیٰ کہ بعد موت کے وہ اس مہر کو متغیر نہیں کر سکتا ہے مثلاً موت کے بعد ہر کافر کو ظاہر ہو جاتا ہے کہ ایمان توحید حق تھا اور شرک قبیح پر عذاب ہے پھر بھی وہ منکر نکیر سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا رب اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور محمد رسول اللہ ہیں صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ جو مہر اسکے صفحۂ دل پر نقش تھی وہ غرغرۂ موت سے پہلے تک زائل ہو سکتی تھی اور اب کچھ نہیں ہو سکتا ہے کیا نہیں دیکھتے کہ بندۂ مومن بھی قبر میں منکر و نکیر کی ہولناک صورت سے ہراسان ہو کر چپ نہ ہوگا اور نہ خوف سے چھپاوے گا بلکہ صاف صاف جو اسکی مہر پر کندہ ہے وہی بتلاویگا - اسیواسطے جب کسی شخص کے دل میں شیطان نے توحید کی طرف سے شبہہ ڈالا اور شکوک ظاہر کیے حالانکہ وہ جاہل ہے لیکن اسنے بغیر گفتگو کے کہا کہ میں ان شبہات سے بیزار ہوں اور میں یہی یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کچھ لائے برحق ہے تو شبہہ کچھ مضر نہوا اور شیطان کا وسوسہ بیکار گیا کیونکہ اس مومن نے اپنی لوح فطرت پر یہی نقش جمایا اور باقی کو جگہ دینے سے انکار کیا برخلاف اسکے کبھی بعض کافرون کو کلمہ توحید لا اِلٰہ اِلا اللہ و محمد رسول اللہ کا یقین ہوتا ہے مگر وہ دل میں اسکو نہیں جماتا ہے تو وہ کافر ہی مرتا ہے جیسے ہرقل شاہ روم کو یقین تھا کہ محمد رسول اللہ برحق ہیں مگر سلطنت کے لالچ میں ایمان نہ لایا اور جیسے علماے یہود کو یقین تھا مگر ایمان نہ لائے اسکے یہی معنے ہیں کہ انکے دل میں ضرور یہ جمع ہوا مگر انھون نے اپنے اعتقادات شرک کو لوح فطرت پر جمایا اور اس یقین کو دل میں جگہ نہ دی بلکہ رد کر دیا تو کافر مرے - پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سب لوگون پر اپنی فطرتی لوح پر نقش کرنا اپنی جہد نفس سے تھا پس وہ اچھا رہا جسنے یہ نقش کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں یا میرا و تمام جہان کا خالق موجود ہے اگرچہ وہ صفات الوہیت سے واقف نہوا اور بہ کثرت بلکہ کل ہی ایسے گذرے کہ انکو امتیاز نہوا لیکن ہر شخص نے اپنی کوشش کو خرچ کیا اور اس سے زیادہ انکو وسعت نہ تھی بغیر ازینکہ اس قدر ضروری تھا کہ ہمارا سب کا خالق ہے ولیکن جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور ہدایت دی تو اس نے اپنے نفس کا جمایا ہوا نقش مٹا دیا اور رسول اللہ کا قول رکھا پس اللہ تعالیٰ نے مشکور فرما کر عفو کیا اگرچہ مجوسی نے اسوقت میں اپنی بہن سے یا بیٹی سے زنا کیا ہو یا مثلاً متعہ کی عورت سے لڑکی ہوئی جس کے ساتھ اس شخص کی بیاہی عورت کے پسر نے عقد کیا ہو تو لاعلمی جہل و عفو ہے جبکہ اس نے اسلام توحید کو اختیار کیا ہے پس یہ بھید ہے کہ زمانۂ اسلام میں جس نے بد کیا تو وہ بدی دو طرح ہے اول یہ کہ لوح فطرت کو نہیں بدلا پس قبول نہیں اور اول و آخر سب میں ماخوذ ہوگا کیونکہ اس نے ہٹ و عداوت کی اور عذر نہیں کیا تو سخت بدتر ہو گیا اور جس نے اول شرک وغیرہ سے توبہ کی تو عفو ہو گیا اور کچھ مواخذہ نہ رہا

والحمد للہ رب العالمین

**ترجمۂ فتاوی عالمگیری**۔ کامل ہرچہار جلد مع مقدمہ یعنی جلد اوّل مترجمۂ مولانا احتشام الدین و باقی ہرسہ جلد مع مقدمہ مترجمۂ مولانا امیر علی ۳۵ روپیہ

**کشف الحاجۃ**۔ ترجمۂ اُردو مالابد منہ از مولوی محمد نور الدین۔ ۴۰/

**ہزار مسئلہ**۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و بیس مسائل (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالےٰ (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام۔ ۲/

**شرع محمدی منظوم**۔ مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری۔ ۳/

**تنبیہ الغافلین**۔ مسائل دینیہ۔ ۱/

**حیرت الفقہ**۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۱/

**جواب السائلین**۔ بطور استفتا۔ ۲/

**کنز الدقائق**۔ اُردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان ۱۲/

**رسالۂ تجہیز و تکفین میت**۔ از محمد عمر۔ ۱/

## فقہ فارسی

**تحفۃ الحج** مسمیٰ بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔ ۱۰/

**تنبیان**۔ در حکم تنباکو و حقہ از ملا معین الدین ۱/

**تمام حق** مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری ۶ پائی

**ہدایہ** کامل محشیہ مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی ۱۲ روپیہ

جلدین اولین تا کتاب الطہارۃ سے، کاغذ رسمی
جلدین آخرین۔ ۷/

**مائۃ مسائل** صد مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ ۶/

**شرح وقایہ فارسی** مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔ ۱۲/

**مسلک المتقین**۔ مرغوب علمائے ولایت از مولوی اللہ یار خان۔ ۱۰/

**فتاوی برہنہ**۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔ ۱۲/

**قدوری**۔ مترجمۂ مولانا ابو القاسم۔ ۸/

**شرح فارسی مختصر وقایہ** از عبد الرحمن جامی۔ ۱۲/

**کنز فارسی**۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔ ۱۳/

**مالا بد منہ** از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ ۲/

**شرح مختصر وقایہ کورہ میری**۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔ ۱۲/

**رسالۂ تنبیہ الانسان**۔ در حلت و حرمت جانوران۔ ۱/ پائی

**رسالۂ قاضی قطب** بذکر ایمان و ارکان ۶ پائی

## فقہ عربی

**برجندی** شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔ ۶/

**فتح القدیر** حاوی المتن بقلم جلی ہدایہ و بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و با عظمت شرح مشہور و معروف اور آخرین تکملۂ زین الدین آفندی کامل چہار مجلد ضخیم۔ ۲۲ روپیہ

**ہدایہ**۔ حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد محشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہرچہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل۔

۱۔ جلدین اولین عبادات۔ ۱۲/
۲۔ جلدین آخرین معاملات۔ ۱۰/

**فتاوی قاضیخان مع سراجیہ**۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل۔ ۱۰/

**شرح وقایہ**۔ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیۂ ذخیرۃ العقبیٰ یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلاں خوشخط و صحیح ۶/

**شرح وقایہ خُرد** مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم ۱/

**اشباہ والنظائر**۔ مع شرح حموی معروف مستند متداول۔ ۸/

**ملا مسکین**۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید۔ ۱۲/

**کنز الدقائق** محشی متداول درسی کتاب ۱۲/

**مستخلص الحقائق**۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔ ۱۲/

**عینی شرح کنز الدقائق** محشی ہرچہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدین۔ ۱۲/

(۱) جلدین اولین عبادات میں۔ ۶/
(۲) جلدین آخرین معاملات میں۔ ۶/

**مختصر وقایہ** مترجم فارسی۔ ۱۲/

**عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ** از مولوی تراب علی مرحوم۔ ۱/

## اخلاق و تصوف اردو

باب دانش ۔ مؤلفہ مولوی محمد کریم بخش ۔۲۰ر
اوقات عزیزی ۔ از سید غلام حیدر خان ۱۴ر
ترجمہ عوارف المعارف ۔ کامل دو جلد مین مترجمہ مولانا ابو الحسن فرید آبادی ۔ ۱۴ر
بحر الحقیقت ۔ اصلاح نفس مین ۔ ۲۰ر
جامع طیبی ۔ حال آنحضرت آپکی ابتدائے عمر سے وصال تک درج کیا گیا ہے ۱۴ر
کیمیائے حکمت ۔ حصہ اوّل بیان شرائف علم و ادب ۔۲۰ر
پیراہن یوسفی ۔ اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف کامل دو جلد مین (زیر طبع)
شجرۂ معرفت محشی ۔ منتخبات مثنوی مولانا روم مترجمہ سید غلام حیدر صاحب ۔ ۱۴ر
مذاق العارفین ۔ ترجمہ احیاء علوم الدین کی ہر چہار کامل در دو مجلد (زیر طبع)
تہذیب جسمانی ۔ مؤلفہ حکیم احسان علی ۔۳ر
ترجمہ غنیۃ الطالبین ۔ حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کی مستند اور مشہور تصنیف اس کتاب کی تہذیب یہ ہے کہ دو کالم ہین ایک مین اصل عربی عبارت اور دوسرے مین ترجمہ نہایت سلیس مقبول عام ہے ۔ ۔ر
جامع الاخلاق ۔ یعنے اخلاق جلالی کا اردو ترجمہ ۔ر
آبحیات ۔ یعنی انسان کن باتون پر عامل ہو کر حیات ابدی حاصل کر سکتا ہے ۔۳ر
محبوب الاخلاق ۔ ترجمہ اخلاق محسنی فارسی مترجمہ راجہ راجیشور راؤ ۔ ۹ر
بیبا ید شنید ۔ اخلاق کہنایت بیش بہا نکات ۔ر
پندنامہ وحید ۔ ہر بارہ مین بیش بہا نصائح ہیں ۔ر
پندنامہ حبیبی ۔ قابل عمل نصائح ۔ ۱ر
اظہار الحقیقت ۔ بزرگون پر طعن و تشنیع کے برے نتائج ۔ ۱ر
رسالہ کسب الانبیا ۔ جس مین بتایا گیا ہے کہ کسی پیشے کی تحقیر نہایت ہی بری ہے ۱ر پائی
گلدستۂ جنان ۔ گلستان شیخ سعدی کی مشکل اور لاجواب شرح ہے ۱۴ر
حدیقۃ الاخلاق ۔ یہ کتاب بہت اسے ایسے سہل اور اخلاقی مضامین کا مجموعہ ہے جس سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے بشرطیکہ ان پر عمل کرے تو اسکی زندگی بہترین زندگی کا نمونہ بن سکتی ہے ۔ از منشی پیارے لال شاکر میرٹھی ۔ ۱۰ر

## کتب اخلاقی فارسی

گلستان ۔ جلی قلم کاغذ سفید گیندہ محررہ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم ۔ ۱۴ر
تضمین گلستان سعدی ۔ منشی ہرگوپال تفتہ سکندر آبادی شاگرد مرزا غالب ۔ر
بہارستان جامی ۔ اخلاق و نصائح مین نہایت بیش بہا اور قابل قدر کتاب ہے ۔ ۵ر
خارستان ۔ حکایات پند و نصائح بطرز